مدینۃ المسیح لاہور چہارشنبہ مورخہ ۵ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۱ ہجری مطابق ۲۴ جنوری سنہ ۱۹۲۲ عیسوی

فہرست مضامین

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ایک سال کا کام

(مقتبس از رپورٹ سیکرٹری صاحب)

ہماری جماعت کے سامنے دو بڑے مقصد ہیں۔ ایک غیر مذاہب میں تبلیغ اسلام۔ اور دوسرا خود مسلمانوں میں تعلیم اسلام کا رواج دینا اور ان میں سے ایک ایسی جماعت پیدا کرنا گویا اصل غرض ہماری تعلیم و اشاعت علوم قرآنی ہے۔ اس کام میں بمقابلہ اس کام کے جو ہندوستان میں ہوا بیرونی ممالک میں بفضل خدا بہت کامیابی حاصل ہوئی۔ اور مولوی مصطفےٰ خاں صاحب کی اور مولوی دوست محمد خاں صاحب کی سعی تبلیغ سے تقریباً ۲۶ غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور چند عیسائی مولوی فضل کریم خان صاحب کی کوشش سے ٹرینیڈاڈ میں مسلمان ہوئے۔ مفصل ذکر ان مشنوں کا آگے اپنے اپنے عنوانوں کے نیچے آئیگا۔

تبلیغی مرکزوں کے علاوہ جو کام ہماری انجمن نے اشاعت اسلام کا گذشتہ سال میں کیا وہ طبع و اشاعت لٹریچر ہے۔ اس حصہ میں سب سے بڑا کام ترجمۃ القرآن انگریزی کا طبع ہونا جو قریباً گیارہ ہزار کی تعداد میں چھپوایا گیا ہے یہ کام کہنے کو گو معمولی ہے مگر حق یہ ہے کہ آج مسلمانوں کی قوم کی جو حالت ہے اسکے لحاظ سے اتنے عظیم الشان کام کا ایک مختصر سی جماعت کی کوششوں سے پذیر ہونا ایک ایسی کامیابی ہے جس پر بڑی سے بڑی قوم فخر کر

(مسلم احمدیہ پرنٹنگ پریس لاہور باہتمام ماسٹر فقیر اللہ پرنٹر و پبلشر چھپکر احمدیہ بلڈنگس سے شائع ہوا)

ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اُسنے اس کام کے کرنیکی توفیق ہماری انجمن کو دی۔ پہلی ایڈیشن ترجمۃ القرآن کا جو پانچ ہزار سے اُوپر تھی۔ چار پانچ سال کے اندر نکلجانا یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسقدر قبولیت اس ترجمہ کو عطا فرمائی ہے۔ اور یوں اگر ایک طرف حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم جیسے عاشقِ قرآن کی یہ آخری حالت کے الفاظ کہ "یہ ترجمہ مقبول ہوگیا" پورے ہوئے اپنی آنکھوں سے تو دوسری طرف حضرت مسیح موعود کی کھلی اور واضح تحریر نے ہماری اس جماعت کو آلِ مسیح موعود ہونے کی سند دیدی ہے۔ جو آپنے ازالہ اوہام میں بدیں الفاظ لکھی ہے جو آج پورے تیس سال پیشتر کی تحریر ہے۔

"اگر قوم بدل و جان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کرکے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر اُن کے پاس بھیجی جائے۔ میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ جیسا مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے"

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ وہ تڑپ جو حضرت مسیح موعود کے دل میں تھی وہ آپکے پیروؤں کے اس حصہ سے پوری کرائی جن کا تعلق اس جماعت سے ہے۔ ہمارے متعلق جو کچھ کہا جاتا ہے ہمیں اسکا کوئی جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ ایک یہی تحریر اسکے جواب میں کافی ہے۔

پھر علاوہ ترجمہ انگریزی کے اردو ترجمۃ القرآن کا کام بھی اس سال میں شروع ہوگیا اور ایک ایک پارہ ماہوار نکل رہا ہے۔ اسکے علاوہ دوسری کتب بھی طبع ہوئی ہیں اور ہورہی ہیں جن کا ذکر مفصل آگے آتا ہے۔ اسقدر یہاں اور بتا دینا ضروری ہے کہ اس انجمن کا اسوقت صرف ان کتابوں کی صورت میں دو اور تین لاکھ روپے کے درمیان سرمایہ ہے ذٰلِكَ فضل الله

کُل آمد و خرچ انجمن

سال زیر رپورٹ میں انجمن کی کل آمد حسب ذیل ہے

نقد آمدنی انجمن در لاہور باستثنائے ووکنگ	۱۰۶۳۲۴
فروخت قرآن شریف در ولایت ۴۶۱ پونڈ یا	۶۹۱۵ روپیہ
جائداد غیر منقولہ جو رجسٹری ہوکر انجمن کی ملکیت ہوئی	۳۸۰۰۰ "
میزان	۱۵۱۲۷۹ "
یا بعد منہائی رقم امانت	۱۳۷۵۹۹ "

آمد ووکنگ مشن در ہندوستان

آمد ووکنگ مشن در ہندوستان	۲۲۶۳۸ روپیہ
آمد ووکنگ مشن در انگلستان ۷۲۷ پونڈ یا	۱۰۹۰۵ "
نقد روپیہ جو خواجہ صاحب نے رنگون وغیرہ سے ولایت بھجوایا ۱۷۰۰ پونڈ یا	۲۵۵۰۰ "
میزان	۵۹۰۴۳ "
میزان آمد بشمولیت ووکنگ	۱۹۶۶۴۲

روپیہ جو جمع ہوگیا ہے اور ابھی باقاعدہ داخل خزانہ انجمن نہیں ہوا۔ مگر مطبوعہ رپورٹ میں شائع ہوچکا ہے ۳۰۰۰ پونڈ و ۱۰۵۸۹ روپیہ۔ | ۵۵۵۸۹

(تحریک سے رنگون جاوا وغیرہ میں جمع ہوا اور تیاری کتب و عمارات کے متعلق بطور ٹرسٹ ابھی تک خواجہ صاحب کے نام پر بنکوں میں جمع ہے سوائے ۵۰۰۰ کے جو مسلم بک سوسائٹی لاہور کو طبع کتب کے لئے دیا گیا۔)

میزان آمد بشمولیت رقم جو ابھی باقاعدہ حساب میں نہیں آئی۔) | ۲۵۲۲۳۱

دو لاکھ باون ہزار دو سو اکتیس

اور اس سال کا کل خرچ حسب ذیل ہے:-

خرچ جو لاہور میں ہوا باستثنائے ووکنگ	۱۰۹۹۸۰
خرچ قرآن جو ولایت میں ہوا ۱۵۸۰ پونڈ یا	۲۳۷۰۰
میزان	۱۳۳۶۸۰
یا بعد منہائی رقم امانت	۱۱۸۶۶۶
خرچ ووکنگ مشن جو لاہور میں ہوا بعد منہائی ۲۰۰۰ روپیہ جو ولایت بھیجا گیا	۱۵۲۹۸
خرچ جو ولایت میں ہوا ۲۲۶۴ پونڈ یا	۳۳۹۶۰
میزان ووکنگ مشن	۴۹۲۵۸
کلمیزان خرچ بشمولیت ووکنگ مشن	۱۶۷۹۲۴

اس آمد و خرچ کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ووکنگ مشن کو الگ کرکے انجمن کی کل آمد ۱۳۷۵۹۹ ہے جس میں سے اگر ۳۸۰۰۰ کی جائیداد غیر منقولہ الگ کر دی جائے تو نقد آمد صرف قریباً ایک لاکھ روپیہ رہ جاتی ہے۔ اور اسکے بالمقابل اصل خرچ ایک لاکھ ساڑھے اٹھارہ ہزار کے قریب ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۰ | مورخہ ۵ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۰ ہجری | نمبر ۱

ہمارا سالانہ اجتماع

ہمارا سالانہ جلسہ مشتہرہ موقت پابندی کے بموجب ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر کو بخیر و خوبی ختم ہو گیا۔ اور آج ہم اس کی صرف آواز بازگشت ہی سامعین تک پہنچا سکتے ہیں۔ ان ایام ثلاثہ میں جسقدر رحمتوں اور سعادتوں کا نزول خدا کی راہ میں اس ایک ہی اکٹھی ہونیوالی جماعت پر ہوا اُن کی قدر ایک حقیقت بین نگاہ کے سوا اور کون کر سکتا ہے۔ ہماری روح نے ان ایام مبارکہ اور اوقات سعید میں کسقدر حقایق و معارف کے مائدہ روحانی سے فیضان حاصل کیا۔ یہ ایک قلبی کیفیت ہے کہ جو مقیاس و میزان قیاس اور موازنہ سے مستغنی ہے۔ قوموں کے اجتماع اور انتشار میں ان کی زندگی اور موت کا راز مضمر ہے اجتماع سے قومیں زندہ اور انتشار سے مُردہ ہو جاتی ہیں۔ مختلف اکناف و امصار میں رہنے کے سبب سے ایک جماعت کے افراد کے خیالات میں جو تشتت واقع ہو جاتا ہے۔ اسمیں وحدت اور یگانگت پیدا کرنے کے لئے قومی اجتماع ایک نہایت ہی ضروری اور لازمی اَمر ہے۔ جس جماعت کے افراد کم از کم سال میں ایکدفعہ بھی اپنے مرکز میں جمع ہونے کی کوشش نہیں کرتے اس جماعت کے دلوں میں بھی تشتت واقع ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ انسان کے دل کے اندر محبت اور نفرت کے دو مختلف جذبے ہیں۔ خیالات اور اعتقادات، کی یکرنگی اور جذبات و احساسات کی یکجہتی باہمی وصال اور اجتماع کی داعی ہے اور افکار اور آراء کا تشتت باہمی منافرت اور انقطاع کا موجب۔ جماعت فی الحقیقت خیالات، افکار اور احساسات کی یکرنگی کا ہی نام ہے۔ میلوں تماشوں اور کارخانوں کی بھیڑ کو کوئی شخص جماعت نہیں کہ سکتا۔ پس وہ لوگ جو کسی کثرت اجتماع کو دیکھ کر جماعت کی ترقی اور قوت کا اندازہ کرتے ہیں وہ جماعت کی تعریف اور اُسکے خاصۂ لازمی سے یکسر ناواقف ہیں۔ قومی اجتماع کی کامیابی اور نامرادی کا اندازہ کرنے کے لئے صرف ایک ہی پیمانہ ہے کہ ان جمع ہونیوالوں اور اکٹھا آنیوالوں میں سے کس قدر لوگ تھے کہ جنہوں نے اپنے متفقہ مقاصد اور متحدہ اغراض کے بروئے کار لانے میں قربانیوں اور جان فروشیوں کا اعلےٰ نمونہ دکھایا۔

اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ ہماری جماعت میں اپنے فرائض کا احساس موجود ہے گذشتہ سالوں کی طرح وہ اس سال بھی اپنے مرکز میں مختلف اکناف ہندوستان سے شامل ہوئی۔ اور کثرت سے ہوئی۔ جلسہ نہایت ہی کامیاب جلسہ تھا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ علمار سلسلہ اور خطیبوں کے روح پرور خطبوں کے علاوہ مالی اور جانی قربانی کرنیوالوں کا ایثار بھی قابل رشک ایثار تھا۔ ان جان فروشان حق و صداقت نے اللہ تعالےٰ کے دین کی اشاعت اور پیغام الٰہی کی تبلیغ کے لئے اپنے مالوں کو دل کھولکر خرچ کیا اور ایک مٹھی بھر جماعت نے اپنے امیر کے اس مطالبہ کو فوراً ہی پورا کر دیا کہ جو انہوں نے بلاد غیر میں تبلیغ اسلام کی مالی ضروریات کی فراہمی کے لئے کیا تھا۔ ان لوگوں کی مالی قربانیوں کی اللہ تعالےٰ ہی جزا دے۔ لاہور کی جماعت نے بھی اس تقریب پر مہمانوں کے آرام و آسائش کے لئے اپنے اوقات گرامی اور مالوں کی قربانی میں بڑا ہی اعلےٰ نمونہ دکھایا۔ اس جلسہ پر جلسہ کے انتظامی امور میں سب سے قابل تعریف امر کارکنوں کے حسن انتظام کی وجہ سے اخراجات طعام میں ضرورت اور کفایت دونوں کو مد نظر رکھا گیا۔ گذشتہ جلسوں میں تقسیم طعام میں بد انتظامی کی وجہ سے بہت سا روپیہ ضائع ہو جاتا تھا۔ مگر امسال اسپر خصوصیت سے توجہ دی گئی۔ اس سے یہ امر ظاہر ہے کہ اراکین انجمن (کہ جو بخلاف دوسری انجمنوں کے خود بھی سب سے بڑھ کر مالی قربانی کرنے والے لوگ ہیں) قوم کے روپیہ کو کس توجہ اور درد کے ساتھ خرچ کرتے ہیں۔ حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور ڈاکٹر غلام محمد صاحب جیسے بزرگ خود اشیاء خورد و نوش کی حفاظت اور کھانا تقسیم کرنے والے لوگوں میں شامل تھے۔ اور مہمانوں کی ادنےٰ ادنےٰ ضروریات کا خیال خود رکھتے اور اُن کے لئے مہیا کرتے تھے۔ یہ بزرگان سلسلہ نہ صرف خود ہی مہمانوں کی خدمت میں مشغول تھے۔ بلکہ انکے بچے بھی مہمانوں کی خدمت میں لگے ہوئے تھے۔ اور انہوں نے جلسہ سے کئی دن پیشتر محلہ بھر میں رنگ برنگ کی جھنڈیاں اور پھول لگا کر قومی کاموں سے اپنی محبت کا ثبوت دیدیا تھا۔ گذشتہ سالوں

کی نسبت امسال یہ بھی ایک نئی تجویز تھی کہ کل اخراجات جلسہ لاہور کی جماعت اپنے سر پر لے اور اس تجویز کو بھی جماعت لاہور نے بوجہ احسن پورا کردیا۔ مہمانوں کے لئے مکانات کا انتظام چودھری ظہور احمد صاحب بی اے کے سپرد تھا۔ انہوں نے خود نہایت محنت اور کوشش کے ساتھ مسلم ہائی سکول احمدیہ بلڈنگس کے کئی ایک مکانات اور خود اپنے مکانات میں مہمانوں کے اتارنے کا انتظام کیا۔ سکول میں اترنے والے مہمانوں کے آرام و آسایش کو مہیا کرنے کے لئے سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب بی اے۔ اور سکول کے عملہ کی خدمات حاصل کی گئی تھیں کہ جنکو انہوں نے نہایت خوبی کے ساتھ سرانجام دیا۔ اگرچہ ان باتوں کا اخبار میں بیان کرنا کوئی ضروری امر نہیں معلوم ہوتا۔ اور ہو سکتا ہے کہ بعض دوستوں کے نزدیک قابل اعتراض بھی ہو تاہم ہم نے ایک خاص امر کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ان باتوں کو بیان کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالےٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ آپ کی جماعت کو ارا کین بھی ایسے لوگ ملے ہیں۔ کہ خود دنیوی وجاہت کے باوجود اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ ادنےٰ سے ادنےٰ کام کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھتے۔ اور لوگوں کے روپیہ اور مال کو نہایت توجہ اور درد کے ساتھ خرچ کرتے ہیں۔ جلسہ کی ان چند انتظامی خوبیوں اور کارکنوں کے حسن انتظام کے اعتراف کے بعد اس مائدہ روحانی کا کسیقدر نمونہ بھی پیش کرنا ضروری ہے جس سے ان مبارک ایام ثلاثہ میں علماء سلسلہ نے جماعت کی دعوت کی

اجلاس اوّل مورخہ ۲۵ دسمبر کی کارروائی

قرآن کریم کی تلاوت اور حمد و نعت کے بعد تقسیم اوقات کی رو سے میر مدثر شاہ صاحب کی تقریر آیت خاتم النبیین کی تفسیر اور حدیث لانبی بعدی کی تشریح کا وقت تھا۔ مگر میر صاحب موصوف اپنی علالت طبع کی وجہ سے لاہور تشریف نہیں لا سکے تھے۔ اسلئے حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ کو اسی موضوع پر تقریر کرنے کے لئے وقت دیا گیا۔ حکیم صاحب موصوف نے نہایت عمدگی اور قاہرانہ دلایل کے ساتھ اور خود حضرت مسیح موعود کی تصانیف کے حوالوں سے اس موضوع پر تقریر فرمائی۔ آپ کی تقریر کا ملخص عنقریب اخبار میں درج کر دیا جائیگا۔ حکیم صاحب موصوف کے بعد بابو عبدالحق صاحب شملوی کا وقت تھا ان کے مضمون کا عنوان ختم نبوت بروئے قرآن و حدیث تھا آپنے آیت ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین پڑھ کر سب سے پہلے نبوت کی غرض و غایت اصلاح خلق، ہدایت بنی نوع انسانی اور روح انسانی کو کمال تک پہنچانے کے لئے اسکو بعض تعلیمات الہیہ [illegible] گزشتہ زمانہ میں نبی ضروریات زمانہ کے لحاظ سے اپنی اپنی قوم کے لئے ہدایت لاتے تھے۔ کہ جو صرف ایک محدود وقت کیلئے ہی کفایت کرتی تھیں۔ اور ایک عرصہ کے بعد ان میں سے بعض باتیں منسوخ ہوجاتی تھیں۔ اور بعض نئے احکامات دیدئیے جاتے تھے۔ مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کل دنیا اور کل زمانوں کے لئے نبی بنائے گئے۔ آپ کی تعلیم کیا بلحاظ زمانہ اور کیا بلحاظ ملک و قوم کسیطرح بھی محدود نہیں۔ بلکہ آپ کا دائرہ تبلیغ و رسالت قیامت تک کے کل زمانوں اور دنیا کی کل قوموں پر حاوی ہے۔ بس یہی وجہ ہے کہ آپ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ جب آپ کا زمانہ نبوت منقطع نہیں تو پھر آپ کے بعد نبی کسیطرح آ سکتا ہے۔ غرض ختم نبوت پر آپنے قرآن کریم کی متعدد آیات سے استدلال کیا۔ اور نہایت واضح طور پر اسکو ثابت کردیا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ خواہ وہ نبی پرانا نبی ہو یا نیا۔

اسلامی جنّت اور ویدک بہشت

آپ کی تقریر کے بعد خاکسار مدیر اخبار کا مضمون اسلامی جنت اور ویدک سورگ پر تھا۔ کہ جس میں آریہ سماج کے اسلامی جنت پر اعتراضات کو بیان کر کے بہشتی حوروں، غلمان، دودھ، دھی، گھی اور شراب کی نہروں کا ثبوت ہندو مذہب کی مستند کتابوں مہابھارت، ویدانت و رشی پلاپنشدوں اور ویدوں میں سے خصوصیت کے ساتھ دیا گیا۔ اور اس بات پر ان کو غیرت بھی دلائی گئی۔ کہ جب تمام بہشتی نعماء کا ذکر خود ویدوں میں بھی پایا جاتا ہے تو وہ کس منہ سے اسلامی جنت پر اعتراض کرتے ہیں۔ ویدوں میں ان بہشتی نعماء کا ذکر جن الفاظ میں کیا گیا ہے ان کو بیان کرتے ہوئے شرم آتی تھی اسکے بعد قرآن کریم نے جنت کی جن نعماء کا ذکر کیا ہے ان کا فلسفہ اور حکمت بیان کی گئی۔ ایک دو سماجی دوست لیکچر کو نوٹ بھی کر رہے تھے۔ اور حیران ہو ہو کر بار بار حوالے طلب کرتے تھے۔ کہ وید اور اسمیں ایسی ایسی چیزیں سورگ (بہشت) میں نیکو کاروں کو ملنی لکھی گئی ہیں۔ ارادہ ہے اور اکثر دوستوں نے تاکید کی ہے کہ اس مضمون کو کسیقدر تفصیل کے ساتھ ٹریکٹ کی شکل میں لکھدیا جاوے۔

ووکنگ مشن کی خدمات

اسکے بعد ڈاکٹر غلام محمد صاحب سابق سول سرجن صوبہ سرحدی کی تقریر ووکنگ مشن کی خدمات پر تھی۔ آپنے یورپ میں اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کے طوفان بے پایاں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ غلط فہمیاں یورپ میں نہ صرف پادریوں لوگوں نے ہی پھیلائی ہیں بلکہ اس گناہ کے مرتکب پولیٹیکل مصنف بھی ہوئے ہیں کہ جن کی غرض محض یہ ہوتی تھی کہ اسلامی ممالک اور مسلمانوں کو نیم وحشی قرار دیکر

ان پر اپنے فیضان کا حق ثابت کیا جاوے۔ اور ان تمام غلط فہمیوں کا ازالہ خود ان لوگوں سے کیا ہے جنہوں نے ووکنگ میں قبول اسلام کیا ہے۔ پس ووکنگ مشن نے جیسا کہ عام طور پر معلوم ہے نہ صرف کئی سو اعلیٰ طبقہ کے انگلستان کے لوگوں کو ہی حلقہ بگوش اسلام بنایا ہے۔ بلکہ ان غلط فہمیوں کو بھی کہ جنہوں نے اسلام کی تصویر ہی وہاں کچھ خوفناک بنا رکھی تھی بلکہ پولیٹیکل لحاظ سے بھی مسلمانوں کو اس سے بہت ہی نقصان پہنچتا رہا ہے دور کیا ہے اور اسکا فائدہ اب نئے نئے رنگوں میں ظاہر ہو رہا ہے۔ لوگوں کے دلوں سے ان تمام غلط فہمیوں کو ووکنگ مشن نے دُور کیا۔ اور اب لوگوں کو تحقیق کا شوق پیدا ہو گیا ہے اور وہ اسلام کیطرف توجہ کر رہے ہیں۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یورپ کی توجہ زیادہ تر مادیات کی طرف ہے اور وہ مذہب کی طرف زیادہ توجہ نہیں کرتا۔ مگر دنیا کی تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ مادی ترقی انسانی روح کو مطمئن نہیں کر سکتی۔ اور دنیا میں ہمیشہ اطمینان قلب روحانیت سے ہی حاصل ہوا ہے پس مادیت کی ترقی اشاعت اسلام کے لئے مانع نہیں جب تھوڑے سے عرصہ میں وہاں اسقدر کامیابی ہوئی ہے تو اس سے امید پڑتی ہے۔ کہ آئیندہ انشاء اللہ تعالےٰ اس سے بھی بڑھکر کامیابی ہوگی۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس جد و جہد میں سعی کریں۔ اشاعت اسلام مسلمانوں کا نصب العین اور نہایت ہی مقدس فرض ہے۔ اسکے بعد آپنے اشاعت اسلام کی اہمیت پر کسیقدر تفصیل کے ساتھ تقریر فرمائی اور بتلایا کہ مسلمانوں کو سلطنت و حکومت سب کچھ اشاعت اسلام سے ہی ملی تھی۔ اگر آج بھی وہ اپنے کام کو سنبھالیں تو مسلمانوں کی تمام مشکلات حل ہو سکتی ہیں۔

آپ کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی پہلی تقریر کا وقت تھا آپ نے "ہمارا نصب العین" کے موضوع کو مد نظر رکھکر سورہ فاتحہ کی ایک نہایت ہی لطیف تفسیر فرمائی۔ اور اسکے دوران میں قبلہ کے مضمون اور اسکی تعیین کی فلاسفی اور حکمت، مسئلہ تعزز اسلام وغیرہ متعدد مضامین پر نہایت سیر کن بحث کی۔ آپ کی تقریر بفضلہ تمام و کمال نوٹ کر لیگئی ہے۔ انشاء اللہ العزیز آئیندہ اشاعت میں شائع ہو سکے گی۔ آپکی تقریر کے ساتھ ہی پہلا اجلاس ختم ہو گیا۔ اور اسکے بعد ۲ بجے مجلس معتمدین کا وقت تھا کہ جس میں انجمن کے بہت سے ضروری امور پیش ہو کر طے ہوئے۔

بلاد غیر میں تبلیغ اسلام

اسی دن ۲ بجے ازنماز مغرب احمدیہ کانفرنس کا اجلاس تھا۔ کہ جس میں شمولیت کی دعوت دی گئی تھی۔ سیکرٹری صاحب نے وہاں سب سے پہلے سال گذشتہ کی

آمد و خرچ کے شمار و اعداد کو پیش کیا۔ اور اسکے بعد بلاد غیر میں سے جرمنی اور امریکہ میں نئے مشن کھولنے کی تحریک حضرت امیر کے ایما پر پیش کی گئی اور اسپر خود حضرت نے مختصر سی تقریر میں جرمنی اور امریکہ میں مشن کی اہمیت اور ضرورت کو ظاہر فرمایا۔ ان دونوں مشنوں کے لئے کسیقدر روپیہ یعنی 5000 پانچہزار روپیہ امریکہ مشن کے لئے لائل پور کے شیخ صاحبان کیطرف سے اور 2000 دو ہزار روپیہ کا جرمنی مشن کے لئے انتظام ہو چکا ہوا تھا۔ تاہم باقی اخراجات سفر اور مشنوں کے لئے سولہ سترہ ہزار روپیہ کے خرچ کا اندازہ کیا گیا تھا کسیقدر رد و کد کے بعد ان دونوں مشنوں کے قائم کرنے کی تجویز منظور ہو گئی۔ اور احباب نے جو نہایت گرمجوشی کیساتھ اس تحریک کو لبیک کہا۔ حضرت امیر، مولانا مولوی صدر الدین، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب، ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب، فدائے ملت شیخ رحمت اللہ صاحب، مولانا مولوی عبد الہادی صاحب رئیس بنوں، شیخ عبد الحق صاحب کلرک محکمہ نہر جہلم، مستری یعقوب علی صاحب جموں اور شاہ محمد خانصاحب انجینئر اور شیخ نیاز احمد صاحب وغیرہم نے اس تحریک میں دل کھولکر چندہ دیا اور دوسرے ہی دن اس مطلوبہ رقم کو پورا کر دیا۔ اللہ تعالےٰ انکو جزائے خیر دے۔

اجلاس دوم ۲۶ دسمبر کی کاروائی

صبح کے وقت بعد از فجر مولوی محمد بخش صاحب بھیروی مولوی فاضل کی تقریر ان الدین عند اللہ الاسلام کے مضمون پر تھی جسکو مولوی صاحب نے نہایت خوبی کے ساتھ نبھایا اور اسلام کی صداقت پر ایک معنی خیز تقریر کی۔ سالانہ جلسہ اسقدر ہجوم کے سامنے مولوی صاحب کی گو یہ پہلی تقریر تھی تاہم آپنے اسکو نہایت عمدگی کے ساتھ بیان کیا۔

اسکے بعد مولانا مولوی مبارک علی صاحب کی نظم تھی آپنے عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں نہایت معنی خیز نظم تیار کی تھی۔ ان کی عربی نظم انشاء اللہ العزیز آئیندہ اخبار میں شائع کر دیجائے گی۔

آپ کے بعد شاہ محمد خان صاحب انجینئر ایگزیکٹو پوری کا لیکچر "مسیح موعود اور سلف صالحین کا مذہب" پر تھا۔ آپنے فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول کی صوفیانہ اصطلاحات کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ فنا فی اللہ کے معنی تو یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنے ارادہ اور خواہشات کو کلیتہً خدا تعالیٰ کی مرضی اور ارادہ کے ماتحت کر دے۔ جیسا کہ مسیح علیہ السلام نے انجیل میں فرمایا ہے کہ "میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی" انسان کا اپنے تمام جذبات خواہشات اور ارادوں پر موت وارد کر کے اللہ تعالےٰ کے احکام اور ارادہ کے ماتحت اپنے آپ کو کر دینا ہی فنا

فنا فی اللہ کا مقام ہے۔ اسیطرح اپنی مرضی اور خواہش کو چھوڑ کر رسول اللہ کی مرضی اور ارادہ کو اختیار کر لینا فنا فی الرسول کا مقام ہے۔ جو شخص فنا فی الرسول ہونیکا دعویٰ کرتا ہے۔ پھر اسکو اپنی مرضی اور اختیار سے کسی کام یا ارادہ کا بطور خود تہیہ کر لینا کسی طرح جائز نہیں۔ بلکہ اسکو اپنی ہر ایک خواہش اور ارادہ پر اللہ کے رسول کے ارادہ کو مقدم کر لینا چاہیئے اور جو شخص اس صراط مستقیم سے اِدھر اُدھر قدم رکھتا ہے اسکو فنا فی الرسول کہنا غلط ہے۔ پس حضرت میرزا صاحب اگر فی الواقعہ فنا فی الرسول تھے تو انکا قول اور عمل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارادہ اور منشا کے قطعاً خلاف نہیں ہونا چاہیئے۔ جسطرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارادہ خدا کا ارادہ تھا اور قرآن کریم ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور طریق حیات کی بابت دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کان خلقه القرآن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو مجسم قرآن تھے۔ آپ کی اُمت میں جسقدر لوگ اللہ تعالےٰ سے تعلق رکھنے والے گذرے ہیں۔ سب کے سب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے ہی فیضیاب ہوئے ہیں فصوص الحکم میں علماء کو تین گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اہلحدیث، اہل فقہ، اہل تصوف اور ان سب کو اہل سنت قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ ایمان کی صفات ان سب میں پائی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت میرزا صاحب علماء ظاہر کو بار بار تاکید کرتے تھے کہ وہ ان پر کفر کے فتاوی نہ لگائیں۔ کیونکہ صفات ایمان کے سوا اور کوئی عقیدہ نہیں ہوسکتا۔ کہ جو ایک مسلم اور غیر مسلم میں وجہ امتیاز قرار دیا جاسکے۔ اِسکے بعد آپ نے صوفیائے کرام کی کتب فصوص الحکم، مکتوبات امام ربانی اور فتوح الغیب وغیرہ سے متعدد حوالے اس ثبوت میں پیش کئے۔ کہ ایک مُسلمان کی تکفیر کرنی کسقدر خطرناک ہے۔ اور علماء ربانی ہمیشہ اِس سے نہ خود بچتے رہے بلکہ انہوں نے نہایت سختی کے ساتھ مُسلمانوں کی تکفیر سے لوگوں کو روکا ہے

ان ہر سہ گروہوں کو مُسلمان قرار دینے میں انہوں نے اسبات کو مدنظر رکھا ہے کہ یہ لوگ اصول اسلام اور صفت ایمان میں سب متفق ہیں اب غور طلب امر یہ ہے کہ یہ علماء ظاہر جو حضرت صاحب یا ہماری جماعت پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں اُن کے ہاتھ میں اِس امر کی کیا دلیل ہے مسیح ع کے بجسدہ العنصری نزول کا عقیدہ کسی بزرگ نے بنار اسلام قرار نہیں دیا۔ پھر اسکو بنار اسلام یا موجب کفر قرار دینا خود نئی شریعت بنانا اور نبوت کرنا نہیں تو کیا ہے۔

حضرت میرزا صاحب کا مذہب سلف صالحین کا مذہب ہے۔ اگر میرزا صاحب پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہو تو ان صالحین کو کیا کہوگے کہ جو اسی مذہب کے قایل تھے

فصوص الحکم مراقبہ ۸ صفحہ ۱۲۰ پر صاف الفاظ میں لکھا ہوا ہے "کہ مسئلہ بروز اور تمثل یعنی تعلق، اور تمثل روحی یا ظہور اور تمثل ہمراہ بارز کے جو کہ ارواح صدیقین اور شہداء کا وارد ہوتا ہے۔ جیساکہ حکم بروز ادریس ع بنام زد الیاس ع کے ہے اور ویسا ہی نزول عیسیٰ ع کا آسمان سے ہے۔ اور یہ کبھی بسبب غلبہ کسی ایک صفت کے ہوتا ہے اور کبھی بتغلبہ جمیع صفات کمالیہ کے تمثل بروح بروز سے عام تر ہے"

اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ صاحب فصوص حضرت عیسیٰ ع کے نزول ثانی کو تمثیلی یا بروزی طور پر سمجھتا تھا۔ جس طرح کہ حضرت ادریس ع کا نزول حضرت الیاس ع کے وجود میں ہوا پس اگر یہی بنار کفر ہے تو کیا ان بزرگوں پر بھی کفر کا فتویٰ لگاؤگے غرض آپکا مضمون نہایت دلچسپ اور صوفیائے کرام کے نہایت مفید اور کارآمد حوالجات سے پر تھا۔ اور اسقدر دلچسپ تھا کہ آپکے بعد کا وقت جو تقسیم اوقات کے رو سے مکرم میرزا یعقوب بیگ کا تھا وہ بھی خود میرزا صاحب موصوف کی تحریک پر آپکو ہی دیدیا گیا۔ انشاءاللہ تعالیٰ آپکے ان قیمتی معلومات کو اخبار میں شایع کردیا جائیگا

آپکے بعد مولانا مولوی صدر الدین صاحب کی تقریر ہوئی۔ مولانا نے ن والقلم وما یسطرون ما انت بنعمة ربك بمجنون کی ایک نہایت لطیف مگر لبید تفسیر بیان فرمائی۔ آپکو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص قوت بیانیہ عطا فرمائی ہے۔ اسکا اثر سامعین پر نہایت دلربا اور روح افزا تھا۔ اس تقریر کے نوٹ بھی لیے گئے ہیں انشاءاللہ تعالیٰ اسکو بھی عنقریب شایع کرنیکی کوشش کیجائیگی۔

اسکے بعد جنرل سکرٹری صاحب کی سالانہ رپورٹ کا وقت تھا۔ جسکو مکرم ڈاکٹر سیّد محمد حسین شاہ صاحب نے پڑھ کر سُنایا۔ اسکو پیشتر سے چھپوا رکھا گیا تھا۔ تاکہ وقت پر اسکی اشاعت ہوسکے۔ اسکا کسیقدر ملخص اسی اشاعت میں کسی دوسری جگہ درج کردیا گیا ہے۔ رپورٹ کے بعد حضرت امیر کی تقریر تھی اسکو بھی نوٹ کرکے محفوظ کرلیا گیا ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ عنقریب شایع کردیا جائیگا۔ اس تقریر کے بعد چندہ ہوا۔ جس میں احمدی احباب نے دِل کھولکر چندہ دیا۔ اور اسکے ساتھ دوسرے دن کا اجلاس ختم ہوگیا۔

تیسرا اجلاس مورخہ ۲۷ر دسمبر ۱۹۲۱ء

تلاوت قرآن مجید کے بعد سیّد مسعود شاہ صاحب سیکرٹری انجمن جموں نے ایک نہایت دلگداز نظم پڑھی اسکو بھی انشاءاللہ العزیز درج اخبار کیا جاویگا۔ بعدہ مولانا مولوی سیّد محمد احسن صاحب کے مضمون کا وقت تھا آپکے مضمون کا عنوان "مثیل خضر" تھا اسکو راقم سطور مدیر اخبار نے پڑھ کر سنایا۔ اس مضمون میں سیّد صاحب موصوف نے اپنے عقاید کا بھی اظہار کیا تھا یہ مضمون بھی بغرض اشاعت محفوظ ہے۔

(باقی آئیندہ)

کے رنگ سے رنگین کئے جاتے ہیں۔ اور ان میں سے میں ایک ہوں" اگر اس حوالہ کو آج بھی غیر منسوخ مانتے ہو۔ جس طرح میر قاسم علی صاحب دین الحق کی اشاعت کے وقت اسے غیر منسوخ مانتے تھے تو صرف اتنی بات کا اعلان کر دو۔ اور حقیقۃ النبوۃ کے دوسرے ایڈیشن کے اگر وہ کبھی نکلے۔ ٹائیٹل پیج پر جلی قلم سے یہ چھپوا دو۔ تو ہم میں اور آپ میں یہ بحث ختم ہو گی۔ اور اگر میاں صاحب کے ساتھ اسے منسوخ مانتے ہو۔ اور غلط قرار دیتے ہو۔ تو یاد رکھو اسے غلط قرار نہیں دیتے۔ حضرت مسیح موعود کے محکم ایمان کو غلط قرار دیتے ہو مولوی غلام نبی صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ۱۸۹۹ء کے آخر میں چلے گئے تھے۔ اور بعد ازاں ۱۹۰۴ء تک ان کو یہاں کے واقعات کا کوئی علم نہیں ہوگا۔ مولوی صاحب حلفی بیان شائع کریں۔ کہ قادیان سے ان کی خط و کتابت نہ تھی۔ نہ یہاں سے کوئی خط ان کے نام جاتا تھا۔ میر محمد سعید صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ ان کو حضرت مسیح موعود کی صحبت سے کوئی حصہ نہیں ملا۔ یہ بھی عجیب قسم کی نبوت تھی کہ قادیان کے باہر دوسرے مخلص مریدوں کو سالہا سال تک اسکی خبر نہ ہوئی۔ مولوی عمر الدین صاحب شملوی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ باوجود میاں صاحب کی مریدی کے اسوقت عقائد میں ہمارے ہمخیال تھے۔ یہی تو میں کہتا ہوں ایک مولوی عمر الدین کیا اصل میں یہ سب لوگ ہمارے ہی ہمخیال تھے۔ مرشد کی وجہ سے آہستہ آہستہ عقیدہ تبدیل کر لیا۔ حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں ان کا یہ عقیدہ تھا اسکے بعد چند نام لئے ہیں۔ کہ ان کے حوالے کیوں نہیں دیئے گئے۔ مگر تعجب یہ ہے کہ ان میں خود کبھی حضرت مولوی نور الدین صاحب اور مولینا سید محمد احسن صاحب کا نام تک نہیں لیا۔ اسکے بعد چند حوالے پیش کئے ہیں جن میں سے ایک بھی میرے سوال کے جواب میں نہیں۔ حالانکہ میرا سوال بھی خود نقل کیا ہے دو کاش حقیقۃ النبوۃ کی تاریخ سے پہلے ایک تحریر دکھا دیں۔ جس میں اس لفظ نبوت کی یہ تشریح کی گئی ہو کہ اس سے مراد حقیقتاً نبوت ہے۔ نہ محدثیت" میں لفظ نبی کی تشریح مانگتا ہوں تو یہ حوالے دیئے جاتے ہیں۔ کہ فلاں کی تحریر میں لفظ نبی آگیا ہے مجھے لفظ نبی کی یہ تشریح دکھا دو کہ جب ہم حضرت صاحب کے لئے لفظ نبی استعمال کرتے ہیں۔ تو اس سے مراد فی الواقع نبوت ہے۔ میں نے لفظ نبی کی تشریح پیش کی ہے۔ جو یہ منصفو دیکھ لینے کی۔ اس کے مقابل پر کسی تحریر میں وہ تشریح دکھا دو جس کا دعوی آج ہے؟

کبھی لکھا تھا۔ کہ جس طرح حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے معاملہ میں دو فریق کو غلطی لگی۔ کہ علمائے یہود نے تو انہیں خدائی کا مدعی سمجھکر کافر و مفتری کہا اور پیرؤوں نے بھی غلو کر کے خدا بنا دیا۔ یا وہی معاملہ مسیح محمدی سے ہوا کہ علماء نے اسے مدعی نبوت سمجھکر کافر قرار دیا۔ تو پیرؤوں کے ایک بڑے گروہ نے بھی آخر کار غلو کر کے مجدد سے نبی بنا لیا۔ پس جس طرح مسیح ناصری کے معاملہ میں دونوں گروہوں مخالفین اور معتقدین کو ایک ہی غلطی لگی کہ انکے مجازی طور پر بعض الفاظ کے استعمال کو انہوں نے حقیقی سمجھ لیا۔ یعنی انہوں نے مجاز اور استعارہ کے طور پر اپنے تئیں خدا کا بیٹا کہا۔ مخالف علماء نے یہ سمجھکر کہ یہ سچ مچ خدا کا بیٹا ہونے کا دعوی کرتا ہے۔ اسکی تکفیر کی اور متبعین نے بھی اسے حقیقت پر محمول کر کے انہیں خدا ٹھہرایا۔ اسیطرح مسیح محمدی کے معاملہ میں ہوا کہ صاف طور پر لفظ نبی کا استعمال صرف بطور مجاز و استعارہ کہا (آپکی آخری تصنیفوں میں سے ایک حقیقۃ الوحی میں لفظ ہیں سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ) مگر ایک طرف علماء نے اسے حقیقت پر محمول کر کے کفر کا فتوی دیا۔ دوسری طرف آج پیرو اسے حقیقت پر محمول کر کے آپ کے حق میں غلو کر رہے ہیں۔ اسکے جواب میں صاحبزادہ محمود احمد صاحب کی ایک تحریر ریویو آف ریلیجنز جلد ۱۸ نمبر ۶ میں شائع ہوئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ (یعنے میاں محمود احمد) وہ نبوت حضرت مسیح موعود کیطرف منسوب نہیں کرتے جو مخالفین کرتے تھے۔ اگر وہ وہی نبوت آپ کی طرف منسوب کریں تو وہ بیشک غالی کہلا سکتے ہیں۔ اسلئے اب یہ بحث نہایت مختصر ہو جاتی ہے۔ اور فیصلہ طلب بات صرف اسقدر رہ جاتی ہے۔ کہ آیا میاں صاحب وہی نبوت حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کرتے ہیں یا نہیں۔ جو علمائے مکفرین نے ۱۸۹۱ء میں منسوب کر کے آپ پر کفر کا فتوی لگایا تھا۔ اگر کرتے ہیں تو وہ اپنے منہ کے اقرار سے غالی ہیں۔ لیکن قبل اسکے کہ اس مضمون پر مکفرین اور میاں صاحب کی تحریروں کا مقابلہ کیا جائے یہ ایک اور عجیب مماثلت ہے کہ حضرت مسیح موعود کی اپنے آپ کو محدث کہنے کی جو تشریح مخالفین نے ۱۸۹۱ء میں کر کے آپ پر کفر کا فتوی لگایا تھا۔ بعینہ وہی تشریح مکرم میاں صاحب اس لفظ محدث کی کرتے ہیں۔ یہ عجیب معاملہ ہے۔ کہ میاں صاحب حضرت صاحب کے فرزند ہو کر اور مرید کہلا کر یہ دعوے کرتے ہیں کہ ۱۹۰۱ء تک یعنی ساٹھ سال سے اوپر کی عمر تک حضرت مسیح موعود کو نہ لفظ نبی کی صحیح تعریف آتی تھی اور نہ محدث کی۔ یہ مبالغہ نہیں یہ میاں صاحب کی صاف تحریر کا نتیجہ ہے۔ جو ہم نیچے نقل کرتے ہیں۔ وہ صاف کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود جن شرائط کا محدث میں ہونا بیان کرتے تھے وہ درحقیقت نبی کی شرائط تھیں۔ اگر نبی یا محدث ایک کے ہی صحیح معنی حضرت مسیح موعود کو آتے تو ایسی غلطی آپ ہرگز نہ

کرتے ہیں۔ یہ علم نہیں کہ میاں صاحب کے نزدیک اس امت کے پہلے محدثین کو بھی محدث کی تعریف معلوم تھی یا نہیں۔ اگر نہیں تھی تو عجیب محدث اس امت میں آئے جن کو علم نہیں کہ محدث کسے کہتے ہیں۔ اور اگر وہ محدث کی صحیح تعریف جانتے تھے تو مسیح موعود عجیب ہے کہ جسے ان باتوں کا بھی علم نہیں جن کا علم ہر ایک محدث کو تھا۔ وہ محدث نہ تھا اور لکھتا رہا میں محدث ہوں وہ نبی تھا اور کہتا رہا میں نبی نہیں۔ بہرحال میاں صاحب نے لکھا ہے کہ سنہ ١٩٠١ء سے پہلے حضرت مسیح موعود گو اپنے آپ کو محدث کہتے اور نبوت سے انکار کرتے تھے مگر اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نبی کے شرائط کو محدث کے شرائط سمجھتے تھے۔ چنانچہ حقیقۃ النبوۃ صفحہ ١٢٤ پر ہے۔

"خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مسیح موعود چونکہ ابتداً نبی کی تعریف یہ خیال کرتے تھے کہ نبی وہ ہے جو نئی شریعت لائے یا بعض حکم منسوخ کرے یا بلاواسطہ نبی ہو۔ اس لئے باوجود اس کے کہ وہ سب شرائط جو نبی کے لئے واقع میں ضروری ہیں۔ آپ میں پائی جاتی تھیں۔ آپ نبی کا نام اختیار کرنے سے انکار کرتے رہے اور گو ان ساری باتوں کا دعویٰ کرتے رہے جن کے پائے جانے سے کوئی شخص نبی ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ آپ ان شرائط کو نبی کی شرائط نہیں خیال کرتے تھے بلکہ محدث کی شرائط سمجھتے تھے اس لئے اپنے آپ کو محدث کہتے رہے۔ اور نہیں جانتے تھے کہ میں دعوے کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سوا اور کسی میں پائی نہیں جاتی۔ اور نبی ہونے سے انکار کرتا ہوں"

اس کے مقابل پر فتوی کفر میں سے ایک مکفر کی عبارت ذیل کو پڑھو۔

"اس الزام کے جواب میں شاید قادیانی یا اس کے حواری یہ دو عذر پیش کریں اول یہ کہ ہرچند قادیانی نے نبوت کا دعوے کیا ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی کہدیا ہے۔ کہ اس نبوت کا دوسرا نام محدثیت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نبوت کے دعوے سے محدثیت کا دعوے مراد ہے۔ نہ حقیقتاً اور معناً نبی ہونیکا دعوے۔۔۔۔۔۔۔ جواب یہ ہے کہ اگرچہ قادیانی نے یہ بات کہدی ہے کہ جس نبوت کا اس کو دعوے ہے اسکا دروازہ قیامت تک کھلا رہے گا۔ اس کا دوسرا نام محدثیت ہے اور اسی محدثیت کے معنے نبوت کا وہ مدعی ہے۔ مگر ساتھ اس کے اس نے محدثیت کے معنی ایسے بیان کئے ہیں۔ اور اس کی حقیقت کی ایسی تشریح کر دی ہے کہ اس سے بجز نبوت اور کچھ مراد نہیں ہو سکتا۔" (فتوئے کفر صفحہ ٧٦ و ٧٧)

یہ تو مجھے یقین ہے۔ کہ جناب میاں صاحب نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ فتوئے کفر میں سے نقل نہیں کیا۔ بلکہ میرا یہ گمان ہے کہ اگر ان کو یہ علم ہوتا کہ جو کچھ وہ لکھ رہے ہیں۔ یہی خیالات پہلے حضرت مسیح موعود کے مکفرین بھی ظاہر کر چکے ہیں تو وہ ہرگز یہ نہ لکھتے۔ مگر یہ توارد بھی عجیب ہے۔ جن خیالات کا اظہار ایک مکفر سنہ ١٨٩١ء میں کرتا ہے۔ بعینہ ان ہی خیالات کا اظہار حضرت مسیح موعود کا اپنا فرزند محبت میں حد سے نکلکر آج کر رہا ہے۔ دشمن اور غلو کرنے والا دوست دونوں ایک ہو جاتے ہیں۔ دونوں کہتے ہیں کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو محدث کہتے ہیں۔ مگر محدث کا نام لیکر باتیں وہ کہتے ہیں جو نبی میں پائی جاتی ہیں۔ بغض اور محبت حد سے نکلکر دونوں کو ایک ہی مقام پر لیجا کھڑا کرتے ہیں۔ ہاں دشمن عمداً ایک غلط پہلو اختیار کرتا ہے۔ دوست نادانستہ غلو کی حالت میں وہی بات کہہ جاتا ہے۔ ایک یہودی بھی کہتا ہے۔ کہ مسیح ابن اللہ ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ اور عیسائی بھی یہی کہتا ہے گو دونوں کی نیت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مگر ہمیں نیت سے بحث نہیں واقعات سے بحث ہے۔ ہاں ممکن ہے۔ کسی دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ جب دشمن اور دوست بعض الفاظ سے ایک ہی نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ تو کیوں اسی نتیجہ کو صحیح نہ سمجھا جائے؟ ہم بیشک اسبات کو قبول کر لیتے لیکن حضرت مسیح موعود نے خود اسبات کو اسقدر شدو مد سے اور بار بار صاف کیا ہے۔ کہ تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ مکفر دشمن اور غالی دوست دونوں نے غلطی کھائی ہے۔ اور فرط عداوت یا فرط محبت میں آنکھیں بند کر کے غلطی کھائی ہے جب مخالفوں نے یہ کہا کہ یہ شخص محدث کا لفظ کہکر باتیں وہ بیان کرتا ہے جو انبیاء میں پائی جاتی ہیں۔ تو اس کا جواب حضرت مسیح موعود نے کیا دیا۔ یہاں صرف آپ کی عربی عبارت کا ترجمہ دیا جاتا ہے:۔

"اور میں نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ محدثیت کا مقام مقام نبوت سے شدید مشابہت رکھتا ہے۔ اور سوائے قوت اور فعل کے ان میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن ان لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا۔ بلکہ یہی کہا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ ان کا یہ قول صریح کذب ہے۔ اور اس میں ذرہ بھی سچائی کی چاشنی نہیں اور نہ اس کا کوئی اصل ہے۔ اور اسکو انہوں نے صرف اس لئے تراشا ہے کہ لوگوں کو تکفیر اور گالی اور لعن طعن پر اکسائیں۔ اور انہیں فساد اور عناد کے لئے اٹھائیں اور مومنوں میں تفریق کریں۔ اور بخدا میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں اور اسپر بھی میرا ایمان ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم خاتم النبیین ہیں۔ ہاں سچ ہے کہ میں نے یہ کہا ہے کہ محدث میں تمام اجزائے نبوت پائے جاتے ہیں۔ لیکن بالقوۃ نہ بالفعل پس محدث بالقوۃ نبی ہے۔ اور اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ بھی بالفعل نبی ہوتا۔۔۔۔۔۔۔۔ اور کمالات نبوت سب کے سب محدث میں مخفی اور مضمر ہوتے ہیں اور ان کا ظہور اور خروج فعل تک صرف اس لئے رک جاتا ہے۔ کہ باب نبوت مسدود ہے۔ اور اسی کی طرف نبی صلعم نے اپنے قول میں اشارہ کیا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ اور صرف اسی لئے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ محدث تھے۔ پس یہ اشارہ کیا کہ نبوت کا مادہ اور اس کا تخم محدث میں موجود ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور اسمیں

کوئی شک نہیں کہ محدثیت محض ایک موہبت ہے۔ جو کسب سے ہرگز نہیں ملتی جیسے کہ شان نبوت ہے۔ اور محدث اسی طرح اللہ سے ہمکلام ہوتے ہیں جسطرح نبی ہمکلام ہوتے ہیں۔ اور محدث اسی طرح بھیجے جاتے ہیں جسطرح رسول بھیجے جاتے ہیں۔ اور محدث اسی چشمہ سے پیتے ہیں جس سے نبی پیتے ہیں۔ اور کچھ شک نہیں کہ اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ نبی ہوتا .... اور بعض لوگوں پر محدثیت اور نبوت میں فرق گراں گزرا ہے۔ حق بات یہ ہے کہ ان کے درمیان فرق قوت اور فعل کا ہے جیسے کہ ہم نے قطرہ اور نہر کی مثال میں بیان کیا ہے۔ پس اس کو سمجھ لے اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈر" (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۲-۸۳)

اب میاں صاحب اور ان کے مریدین خدا کے لئے غور کریں کہ مکفرین مسیح موعود کے ہمنوا ہو کر انہوں نے کس سے قطع کیا۔ اور کس سے تعلق گانٹھا۔ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل میں سنانے والے اپنی حالت پر غور کریں۔ ہمیں تو کہا جاتا ہے۔ کہ یہ لوگ چونکہ حضرت مسیح موعود کے نام سے ناواقف لوگوں کو آپ پر حسن ظن رکھنے والوں کو آپ کو کافر اور مفتری نہ کہنے والوں کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہ مسیح موعود سے قطع تعلق کرنے والوں میں جا ملے۔ اور آپ خود مسیح موعود کی شان میں وہی لفظ کہکر جو کافروں نے کہے تھے۔ اور مکفروں کے ہمنوا ہو کر بھی مخلص مرید ہیں۔ مسیح موعود فرماتے ہیں۔ کہ جن لوگوں نے میری محدث کی تعریف سے یہ سمجھا ہے۔ کہ یہ فی الحقیقت نبوت کا دعوےٰ ہے۔ کیونکہ وہ باتیں جو کہی ہیں محدث میں نہیں بلکہ نبی میں پائی جاتی ہیں۔ ان کا یہ قول کذب صریح ہے۔ اور اس میں ذرہ بھی سچائی کی چاشنی نہیں۔ اور اس کی غرض صرف لوگوں کو لعن طعن پر اکسانا ہے۔ مگر ہمارے احباب کس بیباکی سے منکر ڈنکے کی چوٹ یہ کہے جارہے ہیں۔ کہ حضرت صاحب نے گو لفظ تو محدث استعمال کیا تھا مگر محدث میں ان باتوں کا ہونا بیان کیا جو فی الحقیقت نبی میں پائی جاتی ہیں۔ ہاں عزیزو اب ایک قدم اور بھی آگے اٹھاؤ۔ اور کہدو کہ مسیح موعود نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ جھوٹ ہے۔ اور سچ وہی ہے۔ جو میاں صاحب فرماتے ہیں۔ اور جو مکفرین نے ۱۸۹۲ء میں کہا تھا۔

اب میں اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ جو شخص وہ نبوت حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کرے جو مکفرین نے کی تھی وہ بلاشبہ ان عیسائیوں سے مشابہ ہے جنہوں نے مسیح کو خدا بنایا۔ میرا فرض صرف یہ دکھا دینا ہے۔ کہ میاں صاحب نے بعینہ وہی نبوت حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کی ہے جو مکفرین کرتے تھے۔ میاں صاحب کے اپنے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

"لیکن اس تشابہ کے ماتحت صرف وہ شخص ان مسیحیوں سے مشابہ ہو سکتا ہے جنہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر آپ کو ان معنوں میں خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا۔ جن معنوں میں کہ یہود کہتے تھے کہ آپ کو خدا کا بیٹا ہونے کا دعوےٰ ہے۔ پس حضرت مسیح ناصری کے ان متبعین سے مشابہت جنہوں نے ان کے درجہ میں ان کی وفات کے بعد غلو کیا ہمیں نہیں۔ کیونکہ ہم تو ہرگز ان معنوں کے رو سے حضرت مسیح موعود کو نبی نہیں کہتے .... جن معنوں کے رو سے عموماً آپ کے دشمن اعتراض کیا کرتے تھے۔" (ریویو آف ریلیجنز ۱۹۱۷ء صفحہ ۲۷)

اسی موقعہ پر میاں صاحب نے بلاشبہ اسبات پر بہت زور دیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کو صاحب شریعت نبی کہنے سے انسان غالی بنتا ہے محض نبی کہنے سے نہیں حالانکہ حقیقۃ النبوۃ میں جہاں نبوت کی تعریف پر بحث کی ہے۔ وہاں صاف لکھا ہے کہ شریعت کا ہونا یا نہ ہونا محض خصوصیات میں سے ہے۔ اس کو نفس نبوت سے کوئی تعلق نہیں ....

آخر میاں صاحب کے نزدیک مسیح اول بھی تو غیر تشریعی نبی ہی تھے۔ پس ان کے حق میں بھی یہی غلو تھا کہ آپ کو صاحب شریعت نبی کہدیا جاتا۔ اگر غلو یہی ہے۔ تو پھر مسیح کو خدا بنانا شاید کوئی ثواب ہوگا۔ تقاضائے مماثلت تو یہ ہے۔ کہ وہاں نبی تھا اسے خدا بنایا گیا۔ یہاں مجدد تھا اسے نبی بنایا گیا۔ اگر غیر تشریعی نبی کو تشریعی نبی کہنا غلو ہے۔ تو جب دونوں مسیح غیر تشریعی نبی ہیں تو دونوں کے لئے غلو بھی ایک ہی ہونا چاہیئے۔ یعنی ان کو تشریعی نبی کہدیا جائے۔ ایسا ہی یہ کہنا کہ جو شخص محمدی ہو کر کہے کہ لا الٰہ الا اللہ احمد رسول اللہ وہ تو غالی ہوتا ہے۔ اور جو اسبات کو دل میں یقین کامل کیساتھ مانے لیکن زبان پر یہ لفظ نہ لائے (خواہ لوگوں سے ڈر کر یا کسی اور وجہ سے) وہ بیچارہ صراط مستقیم پر ہے۔ ساری دنیا سے نرالی منطق ہے۔ دل میں یقین کامل رکھو کہ میرزا صاحب اللہ کے رسول ہیں اور ان پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص آج مسلمان نہیں خواہ وہ محمد رسول اللہ پر ایمان لاتا ہو خواہ وہ میرزا صاحب کے نام سے بھی بے خبر ہو۔ تو یہ عین ایمان ہے۔ یوں کہدو کہ خدا کی توحید کے ساتھ میرزا صاحب کی رسالت کا اقرار آج ضروری ہے تو یہ کفر ہے۔ گولی تو ایک ہی ہے۔ چاہو اس پر سفید شکر کی تہ چڑھا دو یا نہ۔ ہاں شکر والی کو نگلنا آسان ہے۔ اور دوسری کی سیاہ بھونڈی شکل اس سے طبائع کو متنفر کر دیتی ہے۔ مگر یا دونوں زہر ہیں یا دونوں تریاق ہیں۔ ان کی اصلیت میں کوئی فرق نہیں۔

آؤ اب دیکھیں کہ میاں صاحب کونسی نبوت حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس کے لئے بہت حوالے دینے کی ضرورت نہیں یہ نبوت تشریعی نہیں مستقل نہیں۔ یعنی حضرت میرزا صاحب کوئی شریعت نہیں لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ساتھ دعوئ نبوت کرتے ہیں۔ مگر نبوت کے لحاظ سے ایسے ہی نبی ہیں "جیسے کہ پہلے نبی تھے" (حقیقۃ النبوۃ ص۹) یہ نبوت اصلی ہے۔ کیونکہ "محدثیت کی نبوت صرف ایک جزوی نبوت ہے۔ اصلی نبوت نہیں" (ص۱۵) اور یہ نبوت جزوی نہیں بلکہ تامہ کاملہ ہے۔ پس

میاں صاحب کے نزدیک حضرت مسیح موعود غیر تشریعی یا بالواسطہ نبوت کا دعوے کرتے ہیں۔ مگر وہ نبوت اصلی تامہ ہے کاملہ ہے۔ اب فتوے کفر کو دیکھو کہ مکفرین نے کس قسم کی نبوت حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کی تھی۔ آیا انہوں نے یہ کہا تھا کہ میرزا صاحب تشریعی نبوت کے مدعی ہیں۔ اس لئے کافر ہیں۔ اور میرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے انکار کرتے ہیں اس لئے کافر ہیں۔ میں یہاں کفر کے فتوے سے اصل لفظ نقل کرتا ہوں۔

"قادیانی کا ختم نبوت کو نبوت تشریعی اور کلی سے مخصوص کرنا اور اپنے آپ کو محدث قرار دے کر اپنے لئے جزئی نبوت اور ایک نوع نبوت کو تجویز کرنا اور ایک قسم کا نبی کہلانا صاف مشعر ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو انبیائے بنی اسرائیل کی مانند (جو نئی شریعت نہ لاتے بلکہ پیروی شریعت سابق کی کرتے اور نبی کہلاتے) نبی سمجھتا ہے ...... یہ ابیات صاف پکار رہے ہیں کہ آپ نبی ہیں صاحب وحی ہیں۔ منذر ہیں پیغمبر ہیں سب کچھ ہیں صرف کسر ہے تو اتنی ہے کہ آپ کوئی نئی کتاب نہیں لائے۔ بلکہ انبیائے بنی اسرائیل کی طرح پہلی کتاب کے تابع ہیں" (صـ۴۳ و صفحہ ۴۷)

"اور وہ قائل ہے کہ ختم نبوت سے نئی شریعت والی نبوت کا ختم ہونا مراد ہے، نہ مطلق نبوت کا ختم ہونا۔ اور وہ قائل ہے کہ مطلق نبوت کا سلسلہ آنحضرت صلعم کے بعد قیامت تک جاری ہے" (صـ۹۱)

"عذر دوم یہ کہ احادیث میں ان لوگوں کو دجال و کذاب کہا گیا ہے جو نبوت خاتم النبیین کے مقابلہ میں نبوت کا دعوے کریں اور مستقل بھی کہلاویں جیسے مسیلمہ کذاب اور اسود وغیرہ سے وقوع میں آیا ہے۔ اور قادیانی تو نبوت مستقلہ کا دعوٰی نہیں کرتے۔ بلکہ آنحضرت صلعم کی پیروی کیساتھ دعوے نبوت کرتے ہیں .....
... جواب یہ ہے کہ نبوت جس کے مدعی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کہا ہے مستقلہ نبوت سے مخصوص نہیں .... اور ابوداؤد کی حدیث مذکورہ اپنے سیاق و صراحت سے بتا رہی ہے کہ آنحضرت کے بعد ایسے نبی بھی نہ ہوں گے جیسے بنی اسرائیل میں ہوتے تھے۔ جو نئی شریعت نہ لاتے۔ بلکہ پچھلی شریعت کی پیروی کرتے" (صـ۷۷ و ۸۵)

ان صریح الفاظ کو پڑھنے کے بعد غالباً میاں صاحب بھی انکار نہ کریں گے۔ کہ کفر کے فتوے میں جس نبوت کو حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ وہ نبوت تشریعی نہیں نہ نبوت مستقلہ ہے۔ بلکہ صاف طور پر اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے۔ کہ نبوت تشریعی کو وہ ختم مانتے ہیں۔ مگر نبوت مطلقہ کے مدعی ہیں۔ ایسی نبوت کے جیسے انبیائے بنی اسرائیل کی نبوت جو کوئی جدید کتاب نہ لاتے تھے اور یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کیساتھ دعوے نبوت کرتے ہیں۔ اور یہ بعینہ وہ بات ہے۔ جو میاں صاحب بھی فرماتے ہیں۔ پس اپنے اقرار کی رو سے میاں صاحب کو یہ تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کیطرف وہی نبوت منسوب کرکے جو آپ کے مکفرین دشمن منسوب کرتے تھے غلو کا ارتکاب کیا ہے۔ اور اگر وہ بموجب اپنے اقرار شائع شدہ کے ایسا اعلان کرنے کے لئے تیار نہیں۔ تو اُن کے لئے دوسری راہ صرف یہ کھلی ہے۔ کہ ان عقاید فاسدہ سے رجوع کریں جو مکفرین نے حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کئے تھے۔ اور اس بات کی سچائی کے قایل ہو جائیں جو حضرت مسیح موعود نے ان مکفرین کے جواب میں لکھی تھی اور وہ یہ تھی کہ آپ کو اس قسم کی نبوت کا ہرگز دعوٰی نہیں جیسی مکفرین آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور اُن کا یہ کہنا سوء فہم ہے یا افتراء ہے اب اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو۔ کہ مکفرین نے حضرت مسیح موعود کی طرف کونسی نبوت منسوب کی۔ وہ نبوت جو تشریعی نہیں۔ مگر محدثیت بھی نہیں۔ بلکہ ان انبیاء کی نبوت کی طرح ہے۔ جو بنی اسرائیل میں بغیر جدید شریعت کے آئے۔ مگر وہ آنحضرت صلعم کی پیروی سے ہے۔ نہ آپ کی پیروی سے الگ ہو کر اور یہ بعینہ وہی نبوت ہے جو آج میاں صاحب حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس کے متعلق حضرت صاحب کیا فرماتے ہیں۔

"نہ مجھے دعوٰی نبوت و خروج از امت .... اور آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے کا قایل۔ اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیا ہو یا پرانا .... ہاں محدث آئیں گے جو اللہ جلشانہ سے ہمکلام ہوتے ہیں" (نشان آسمانی صـ۲۸)

"میں نبی نہیں ہوں بلکہ اللہ کیطرف سے محدث اور اللہ کا کلیم ہوں" (آئینہ کمالات صـ۳۸۳)

"وان ھؤلاء قد افتروا علیّ وقالوا ان ھذا الرجل یدعی انه نبی"
ترجمہ - اور ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونیکا دعوٰی کرتا ہے" (حمامۃ البشرٰی صـ۸)

ترجمہ "اور کہتے ہیں کہ یہ شخص ...... محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء اور ختم المرسلین نہیں مانتا حالانکہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور وہی خاتم الانبیاء ہیں۔ یہ سب باتیں مفتریات اور تحریفات ہیں۔ پاک ذات ہے میرا رب میں نے ایسی بات کوئی نہیں کہی اور یہ سراسر جھوٹ اور کذب ہے" (حمامۃ البشرٰی صـ۹)

ترجمہ "لیکن ان لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا۔ بلکہ یہی کہا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ ان کا یہ قول کذب صریح ہے" (صـ۸۱)

ترجمہ "اور اے برادر مت گمان کرو۔ کہ میں نے جو بات کہی ہے۔ اُس میں ادعا

نبوّت کی کچھ بو پائی جاتی ہے" (صـ۱۳۸)

"چونکہ ہمارے سید و رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اسلئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدّث رکھے گئے ہیں" (شہادۃ القرآن صـ۲۷)

"اور اگر یہ اعتراض ہے کہ نبوّت کا دعوےٰ کیا ہے اور وہ کلمہ کفر ہے تو بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین المفترین" (الزام الاسلام صـ۱۲)

"جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی طور پر نبوّت کا دعویٰ کیا ہے" (سراج منیر صـ۳)

"یاد رکھنا چاہیئے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوّت یا رسالت کا دعوےٰ نہیں کیا۔ اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اسکو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں" (انجام آتھم صـ۲۷)

"یہ سراسر افترا ہے کہ ہماری طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں۔ کہ گویا ہمیں معجزات انبیاء علیہم السلام سے انکار ہے یا ہم خود دعوےٰ نبوّت کرتے ہیں" (انجام آتھم صـ۴۵)

"افترا کے طور پر ہم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے" (کتاب البریۃ صـ۱۸۲)

سخت دل سے سخت دل مرید کے لئے بھی اس کے مرشد کے یہ کلمات کافی ہیں۔ حضرت مسیح موعود اس نبوّت کے دعوے کو جو علماء نے آپ کی طرف منسوب کیا سخت قسمیں کھا کر افترا قرار دیتے ہیں۔ اور وہی نبوّت ہے۔ جو آج میاں صاحب آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اے خدا تو اپنے بندوں کی آنکھیں کھول کہ وہ حق کو دیکھیں۔ والسلام

خاکسار
محمد علی

اطلاع

اتمام حجۃ نمبر۱ و نمبر۲ جو ٹریکٹ کے طور پر شائع کئے گئے تھے وہ دونوں ختم ہو چکے ہیں جن دوستوں کو ان کی ضرورت ہو۔ وہ دفتر میں اطلاع دیدیں۔ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو ان کو دوبارہ شائع کیا جاویگا۔

مینیجر دار الکتب اسلامیہ
احمدیہ بلڈنگس لاہور

احمدیہ انجمن مدراس کا شاندار کام
تنجاور میں تبلیغی دورہ

(رقم زدہ عزیز اللہ صاحب از مدراس)

جناب داؤد شاہ صاحب بی۔اے۔ جنہوں نے تھوڑا عرصہ ہوتا ہے دنیاوی وجاہت کو حقارت کے قدموں سے ٹھکرا کر مجسٹریٹی جیسی سبز باغ دکھانے والی خدمت سے مستعفی ہو گئے اور صرف خدا پر بھروسہ کر کے ماہواری رسالہ "تنو اسلام" (حقیقۃ الاسلام) اردو جسکی اشاعت سماٹرا۔ جاوا تک پھیلی ہوئی ہے نکالا ایک عرصہ سے حضرت بادشاہ صاحب کو اہالی ناچارکویل آنے کی دعوت دیتے رہے ناچارکویل کمبوکونم اسٹیشن سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے جس سے کوئی بھی واقف نہ تھا مگر اب اسکا نام "تنو اسلام" کی وجہ سے شہرت کے پروں سے اڑ رہا ہے۔ مدراس پریذیڈنسی کے ذی اقتدار مسلمانوں نے ترچناپلی میں لاکھوں روپیہ وصول کر کر ایک سوسائٹی بنام "مجلس العلماء" قایم کی ہے۔ مگر افسوس کہ ان کی تبلیغی کوشش تنو اسلام کی مخالفت تک محدود رہی۔ لیکن ناچارکویل کی ایک مٹھی بھر جماعت "مسلم سنگم" نے جناب داؤد شاہ صاحب کی زیر ادارت ایک ماہواری رسالہ اور کئی ایک تبلیغی ٹرایکٹ نکالکر جو نمایاں خدمات دینی ادا کی ہیں۔ ان کا کافی اندازہ اروی گو بلا دلیل ہی ہوسکتا ہے۔

ہم جب ناچارکویل گئے تو ممبران مسلم سنگم جوق جوق آنے لگے اور سب سے پہلا مسئلہ جسنے انہیں پریشان کئے رکھا تھا وہ یہ تھا کہ داؤد شاہ صاحب کا انگلستان جانا خصوصاً ایسی حالت میں جو تنو اسلام تشفی بخش ترقی کر رہا ہو اور اسکا حلقۂ اثر دن بدن زیادہ وسیع ہو رہا ہو کہاں تک مفید ہو سکتا ہے۔ بادشاہ صاحب نے کہا کہ اگر داؤد شاہ صاحب کی طبع رسا تین سال تک خواجہ صاحب کے فیض صحبت سے مشرف ہو تو اسکا فائدہ خود بخود تنو اسلام کے صفحات پر نظر آجائیگا۔ اور دنیا دیکھ لے گی کہ اس داؤد شاہ اور اس داؤد شاہ میں کیا کچھ فرق ہے۔ انہیں یہ بھی سمجھایا گیا کہ ہماری غرض یہ ہے کہ ہر ایک شخص داؤد شاہ بنے نہ یہ کہ ساری ذمہ داری ان کے کندھوں پر ڈالکر ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں۔ اگر خواجہ صاحب یہ سمجھ لیتے کہ تبلیغ صرف علماء کا کام ہے تو کیا آج آفتاب اسلام مغرب سے طلوع ہوتا۔ اس کا اثر حاضرین پر نہایت ہی اچھا ہوا۔ اور وہ راضی ہو گئے۔ کہ داؤد شاہ کو زیادہ اہم کام کیطرف چھوڑ کر مسلم سنگم کو آپ ہی چلائیں

اس مسئلہ کا حل ہونا ہی تھا کہ بادشاہ صاحب نے ایک تقریر اردو میں "ضرورت تبلیغ" پر کرنی شروع کی - میں کیا کہوں یہ ایک جوش اور خلوص کا دریا تھا - جو لہریں لے رہا تھا اور سامعین لوٹ لوٹ جاتے تھے - وہ خاتمہ پر کہنے لگے کہ ہم نے اب تک دینی باتوں کو اردو زبان میں اس طرح عجیب و غریب پیرایہ میں سمجھانے والے کسی عالم کو نہیں سنا اور انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ آپ رات کو مسجد میں عام تقریر اسلام پر کریں -

بعد نماز عصر جناب ٹی امین الدین صاحب پریذیڈنٹ مسلم سنگم ہمیں چند نہایت ہی خوشنما منظر دکھانے کے لئے دریائے کاوری لے گئے - سبزی و شادابی کے لحاظ سے تنجاؤر جنوب میں وہی حیثیت رکھتا ہے جو شمال میں کشمیر کو حاصل ہے - یوں تو سرسری نظریں بھی قدرت کی خاص نظاروں کی معترف ہو کر حیران رہ جاتی تھیں تو پھر ایک مومنانہ قلب کس طرح اپنے تئیں روک سکتا تھا - بے اختیار آپکی زبان سے "سبحان اللہ" نکلا کرتا تھا اور آپنے "تقاضائے رحمانیت" پر ایک پر اثر تقریر کی اور دکھایا کہ اگر خدا ہے تو ایک ہی ہو سکتا ہے نہ دو الٰہین - جدہر نظر اٹھائیے توحید ہی توحید برستی تھی اور دل بے اختیار چاہتا تھا کہ سجدۂ عبودیت بجا لائے - آہ! اس حالت میں نماز مغرب کے لئے کھڑا ہونا - اور سورۂ فاتحہ کے بعد

یسبح للہ ما فی السمٰوات و ما فی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم - کہنا دل پر جو حالت پیدا کر رہا تھا وہ آنکھوں میں پھر رہی ہے -

نماز مغرب پڑھکر واپس آئے اور عشاء کے بعد مسجد گئے جہاں لوگ کھچا کھچ بھر گئے تھے - جناب امین الدین صاحب نے جو صدر جلسہ تھے - بادشاہ صاحب کا حاضرین سے انٹروڈیوس کرایا - بادشاہ صاحب نے اردو میں تقریر شروع کی جس کو عاجز نے قلمبند کر لیا ہے - جب بادشاہ صاحب دو گھنٹے مسلسل تقریر کر چکے تھے تو جناب امین الدین صاحب کچھ سفر کی تھکاوٹ اور کچھ سارے دن کی تقاریر کا لحاظ کر کے چاہتے تھے کہ تقریر ختم ہو - مگر حاضرین کچھ ایسے محظوظ ہوئے تھے کہ "ہم اور سنیں گے" کی آوازیں چاروں طرف سے آنے لگیں - اور بادشاہ صاحب نے موقعہ کو غنیمت جان کر "مکالمہ مخاطبہ" کی ضرورت پر روشنی اپنی خاص طرز میں ڈالکر تقریر ختم کی - کئی لوگ ہمارے ساتھ آئے اور رات میں دیر تک گفتگو کرتے رہے -

صبح ہوئی ہی تھی کہ یہ لوگ پھر آ پہونچے - اور کہنے لگے کہ آپ اختلافی مسائل پر کچھ بیان کریں - وفات مسیح پر کوئی چار گھنٹے تقریر ہوئی - سامعین پر اس بلا کا اثر ہوا کہ ایک صاحب تو کہنے لگے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسا عربوں نے رشوت لیکر ترکوں کو دغا دیا - اسیطرح ہمارے علماء بھی یا دریوں سے پیسے لے کر ان باتوں پر زور دیتے ہیں - بادشاہ صاحب اب کس طرح چپ رہ سکتے تھے - نزول مسیح کا مسئلہ شروع کیا - اور تین گھنٹے تک تقریر کی اور بتلایا کہ حضرت میرزا صاحب ہی تمام پیشگوئیوں کے مصداق ہو سکتے ہیں - ابھی تقریر ختم ہوئی ہی تھی کہ داؤد شاہ صاحب کھڑے ہو گئے اور شرائط بیعت پڑھکر کہنے لگے کہ میں ان شرائط کو قبول کر کے احمدیہ جماعت میں داخل ہوتا ہوں - اوروں کو پوچھا کہ آیا انہیں کوئی شک باقی رہ گیا ہے جو بیعت میں حارج ہو سکے اونہوں نے کہا نہیں - اس پر ذیل کے احباب جماعت میں داخل ہوئے -

1) داؤد شاہ صاحب - بی - اے
2) جناب عبد الرحمٰن صاحب
3) کے - وائی - رحمان صاحب
4) کے محمد غنی صاحب
5) کے - احمد صاحب
6) ایس - قادر بادشاہ صاحب
7) او - شیخ داؤد صاحب
8) کے - ایم سلیمان صاحب
9) اے - حبیب محمد صاحب
10) ایم - یو عبد الکریم صاحب
11) کے - ایم - احمد صاحب
12) او - آر - محمد شریف صاحب - نو مسلم
13) ہارون مصطفٰے صاحب نو مسلم - تو کاچی
14) ایم - بی - ایم - شیخ داؤد صاحب
15) سی - اسمٰعیل صاحب
16) میمون بی بی
17) حاضرہ بی بی
18) فاطمہ بی بی
19) آمنہ بی بی

بعد نماز ظہر سامعین کی خواہش پر نبوت اور کفر کا مسئلہ لیا گیا - اور نماز عشاء تک جاری رہا - ہمیں خاص افسوس ہے کہ ہم ہندو بھائیوں کیطرف جنہوں نے یہ سوال پیش کیا تھا کہ جا بجا یہودیوں اور نصرانیوں کا ذکر قرآن میں موجود ہے اور ہمارا نہیں مخاطب نہ ہو سکے - باوجودیکہ وہ گھنٹوں صبر سے سنتے رہے -

قریبی کھیڑوں سے وعظ کیلئے ہمیں دعوتیں بھی آئیں مگر ہم دو دن سے زیادہ نہ ٹھہر سکے -

جناب داؤد شاہ صاحب اور مسلم سنگم پر اسقدر اثر ہوا کہ انہوں نے "تنو اسلام" کی پالیسی بدلنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے اور کہتے ہیں کہ تنجاؤر دو پارٹی تو کیا سینکڑوں پارٹی ہو جائیں وہ حضرت میرزا صاحب کو پیش کرتے ہی رہیں گے - وہ کہتے ہیں کہ یہ تو میرزا کی ہی روشنی ہے جس نے میرے

رسالہ کو اسقدر روشن کیا ہے ورنہ ممکن نہ تھا کہ ناچار کوبل جیسے گمنام کھمبڑے کا
داؤ دشاہ انگلستان کو تبلیغ اسلام کیلئے جاتا۔

جناب داؤ دشاہ صاحب جماعت کی ترقی میں بہت کوشاں ہیں۔ چنانچہ ذیل کے احباب اور بھی جماعت میں داخل ہوئے ہیں۔

۱) سید محمد حسین صاحب ۳) کلثوم بی بی
۲) ایم ۔ ضیاء الدین صاحب نومسلم ۴) مریم بی بی

اِن کے علاوہ اور یہ احباب داخل جماعت ہوئے۔

۱) اسنگانی عبد الکریم (۲) ایم ۔ عبد العزیز

(قاضی اکمل صاحب سے ایک سوال)

(مولوی محمد حسین بٹالوی کا رجوع عن التکفیر (تشحیذ جلد ۹ نمبر ۱۲))

رؤیاء مسیح موعود

وانی رایت ان ھذا الرجل یومن بایمانی قبل موتہ ورایت کانہ ترک قول التکفیر وتاب وھذہ الرؤیا وارجوان یجعلہا ربی حقا

۴ مئی ۱۹۰۳ء

ترجمہ اکمل) مینے دیکھا ہے کہ یہ شخص اپنے مرنے سے پہلے میرے مومن ہونیکو تسلیم کریگا اور مینے دیکھا کہ ان سے گویا تکفیر کا قول چھوڑ دیا اور توبہ کرلی اور میرا یہ خواب جو ہے مجھے اپنے مولے پر امید ہے کہ اُسے سچ کر دکھائیگا۔

قاضی صاحب کہتے ہیں کہ جناب مسیح موعود کی یہ پیشگوئی پوری ہوگئی جبکہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے ایک مقدمہ میں بیان دیا کہ احمدی ایک فرقہ اب پیدا ہوا ہے مسلمانوں میں۔ اور دیگر فرقوں کا بھی اپنے بیان میں ذکر کیا اور پھر اپنے بیان میں لکھوایا کہ کسی فرقہ کا جنکا اوپر ذکر ہو چکا ہے کسی فرقہ کو ہمارا فرقہ مطلقاً کافر نہیں کہتا۔" قاضی صاحب اس بیان اور حضرت صاحب کی رویاء کو لکھکر کہتے ہیں کہ محمد حسین نے تسلیم کیا کہ ہم انکو (احمدیوں کو) قرآن وحدیث کا ماننے والا تسلیم کرتے ہیں اور یہی حضور مغفور نے رؤیا میں دیکھا تھا کہ کانہ ترک قول التکفیر وتاب) پس جو کچھ کہ آپنے رؤیا میں دیکھا تھا وہ پورا ہوا۔"

اب قاضی صاحب سے سوال ہے کہ محمد حسین مومن فوت ہوا یا نہ۔ اور جب وہ مومن ہوا اور پیشگوئی پوری ہوئی۔ اور مسیح موعود نے امید کی کہ مجھکو اپنے مولے پر امید ہے کہ یہ رؤیا پوری اور سچی نکلیگی تو ساتھ ہی مولوی محمد حسین صاحب کے مومن ہونے پر بھی دال ہوئی۔ کیونکہ وہ قول تکفیر سے تائب ہوا اور یومن بایمانی اُسنے مسیح موعود کے مومن ہونیکو تسلیم کرلیا۔ تواب تمام دنیا کو کافر بنانیکے کیا معنے ہوئے اس فلسفہ کو قاضی صاحب ذرہ سمجھا دیں کہ جب اول المکفرین بانی فتوائے تکفیر مومن ہو گیا تو باقی ناکردہ گناہ لوگوں کا کیا قصور ہے۔ کہ قاضی صاحب اور اُنکے پیر صاحب سب کو کافر بنا رہے ہیں۔ سبحان اللہ یہ عجیب انصاف ہے۔ کہ اول المکفرین صاحب تو تمام عمر مکفر اور مخالف رہکر اس دار دنیا سے مومن جاویں۔ اور ناکردہ گناہ بیچارے پکڑے جاویں۔ یہ اندھیر کھاتا کس گورنمنٹ کیطرف منسوب ہو رہا ہے ذرہ غور فرماکر قاضی صاحب جواب دیویں اور اس عقدہ کو حل کرکے سمجھا دیں کہ باقی لوگوں کا کیا حال ہوا۔ وہ مومن ہوئے یا کافر محمد حسین مومن ہوا یا کافر۔ اگر تو رؤیا پوری ہوئی اور سچی نکلی تو محمد حسین صاحب بھی مومن ہوئے اور مومن فوت ہوئے۔ کیونکہ یومن بایمانی" اور حضرت امام کی آرزو اور امید اسی کی مقتضی ہے۔ اور ایمان بالمقابل کفر مسیح موعود بیان ہوا ہے۔ ورنہ محمد حسین مسلم تو پہلے ہی ہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قایل ہیں۔ اور سب امورات شریعت کے قایل ہیں۔ صرف یومن بایمانی والی کسر باقی تھی جو محمد حسین نے بقول قاضی اکمل صاحب پوری کردی۔ اب انکے مومن ہونے میں کیا قیل وقال ہے۔ اور جب اول المکفرین صاحب مومن ہوکر دنیا سے گذر گئے تو باقی بیچارے کس گناہ میں پیر صاحب اور قاضی اکمل صاحب کے زیر عتاب ہیں۔

اور طرفہ یہ کہ قاضی اکمل صاحب رؤیا مندرجہ اشتہار ۱۹۰۳ء کے پڑھنے والے ہوکر تو بڑے خواہشمند ہیں۔ مگر معلوم نہیں اسی اشتہار کے ان جملوں کا کیا معنے کرتے ہیں۔ اور اپنے نبی کے اس کلام پر انکا کتنا ایمان ہے۔

"سبحان اللہ کافر ٹھہرانے کیلئے اس بیچارے نے کیا کچھ افترا کئے ہیں انہی غموں میں مر رہا ہے کہ کسی طرح ایک مسلمان کو تمام خلق اللہ کافر سمجھے بلکہ عیسائیوں اور یہودیوں سے بھی کفر میں بڑھ کر قرار دے۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ اس شخص کا بہت ہی بُرا حال ہے۔ اگر کسی کے منہ سے نکلجاوے کہ میاں کیوں کلمہ گوؤں کو کافر بناتے ہو۔ کچھ خدا سے ڈرو تو دیوانوں کی طرح اُسکے گرد ہوجاتا ہے۔ .... کہتا ہے کہ وہ ضرور کافر اور سب کافروں سے بدتر ہے" الخ

کیوں قاضی اکمل صاحب اس عبارت کا مطلب اب کس پر منطبق ہوتا ہے اور اب کون کلمہ گوؤں کو کافر کہہ رہا ہے اور ان غموں میں کون مر رہا ہے۔ اور دیوانوں کی طرح کون لوگوں کو کافر بنا رہا ہے۔ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دینا عذر گناہ بدتر از گناہ کو یاد رکھنا والسلام علے من اتبع الہدیٰ

خشت اول چوں نہد معمار کج تا ثریا می رود دیوار کج

انیس ہزار روپے کا خرچ جو زیادہ ہوا اس کا بیشتر حصہ قرآن شریف کی اس آمد سے پورا ہوا جو پہلے ہی ولایت میں جمع تھے یا جو سال گذشتہ روپیہ بھیجا گیا تھا۔

صیغجات انجمن

اغراض عام

صیغہ اغراض عام میں ۲۳ ہزار تین سو دس روپیہ خرچ ہوا جو کہ آمد سے تقریباً ۱۲ سو زیادہ ہے۔ اس صیغہ کے اخراجات میں تنخواہیں عملہ دفتر چار ہزار پانچ سو چھتیس روپیہ دیگی۔ لیکن زیادہ تر خرچ تبلیغی مرکزوں پر کیا گیا۔ جو کہ تنخواہیں و سفر خرچ ملاکر تقریباً دس ہزار نو سو دس روپیہ بنتا ہوتا ہے اور نیز مہمانخانہ پر تین ہزار پانچسو دو روپیہ خرچ آئے۔ باقی اخراجات اسکے مساکین اور یتامی کی امداد ہے جس پر تقریباً پندرہ چھتر روپیہ صرف ہوئے۔

دارالکتب

اس صیغہ میں سال زیر رپورٹ میں کل آمد ۴۸۰۳۹ روپیہ ہوئی جو سال سابق کی آمد مبلغ ۲۰۳۸۲ روپیہ سے بقدر ۲۷۶۵۷ روپیہ زیادہ ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے خاص ایک تحریک کی۔ جس کے ذریعہ مبلغ ۲۵۹۱۰ روپیہ اس صیغہ کے حصہ آئے۔ لیکن ترجمۃ القرآن انگریزی کی فروخت سے اس سال ہندوستان میں کل ۱۰۹۴۰ روپیہ کی آمد ہوئی اور جو سال سابق کی آمد فروخت مبلغ ۱۵۸۴۲ روپیہ سے بقدر ۴۹۱۲ روپیہ کم رہی۔ اور ولایت میں ۴۶۱ پونڈ کی فروخت ہوئی جو موجودہ ایکسچینج کے حساب قریباً سات ہزار روپیہ بنتا ہے۔ گذشتہ سال کی فروخت ولایت اسی کے قریب قریب تھی یعنی قریباً ۴۷۷ پونڈ۔ اشاعت لٹریچر کے متعلق انجمن خاص طور پر توجہ کر رہی ہے اور ہندوستان کے علاوہ انگلستان میں بھی اشاعت قرآن کے لئے خاص انتظام کی ضرورت ہے۔ اگر پوری جدوجہد کے سامان میسر آجائیں تو کچھ بعید نہیں کہ دو سال کے اندر اندر موجودہ تعداد ترجمہ ختم ہو کر تیسرے ایڈیشن کی ضرورت پیش آئے۔ مذکورہ بالا آمد کے مقابل سال زیر رپورٹ میں ۴۳۹۹۲ روپیہ اس مد میں ہندوستان میں خرچ ہوا ہے اور ۵۸۰ پونڈ یا قریباً ۲۳۰۰۷ روپیہ ولایت میں خرچ ہوا گویا کل قریباً ۶۷۹۹۲ روپیہ خرچ ہوا۔ اور اس سے مفصلہ ذیل کتب طبع ہوئیں۔

نمبر شمار	نام کتاب	تعداد
۱	ترجمۃ القرآن انگریزی دوسرا ایڈیشن	۱۰۷۵۰
۲	محمد اینڈ کرائسٹ انگریزی	۵۰۰۰
۳	اسماء الٰہیہ	۵۰۰
۴	سلسلہ تصنیفات جلد سوئم	۱۰۰۰
۵	بیان القرآن پارہ اوّل	۶۰۰۰
۶	بیان القرآن پارہ دوئم	۵۰۰۰
۷	بیان القرآن پارہ سوئم	۵۰۰۰
۸	در ثمین عربی	۱۰۰۰
۹	تبلیغ الحق	۱۰۰۰
۱۰	نصاب منظوم	۱۰۰۰

ان کے علاوہ چند کتب انگریزی جن میں ٹیچنگز آف اسلام بھی شامل ہے مدراس میں طبع ہو رہی ہیں۔ اس کام کا بڑا حصہ چھپ چکا ہے۔ مگر چونکہ سال زیر رپورٹ میں وہ کتابیں دفتر میں وصول نہیں ہوئیں اسلئے اس رپورٹ میں ان کا ذکر نہیں کیا گیا اس صیغہ میں جو خرچ ہوتا ہے اس سے دو فائدے ہوتے ہیں ایک تو انجمن کے لئے مالی امداد کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ دوسرے اسلامی لٹریچر کی اشاعت ہوتی ہے اور جس شخص کے پاس یہ تصانیف جاتی ہیں اسکو علاوہ اسکے کہ صحیح اسلامی تعلیم سے واقفیت پیدا ہوتی ہے۔ ہماری جماعت کے کام سے بھی اطلاع ہو جاتی ہے۔ اور وہ دل سے اور لب اور اسے عملاً بھی اشاعت اسلام کے کام میں ہمارا ممد و معاون ہو جاتا ہے جو کتب اسوقت انجمن کے سٹاک میں موجود ہیں۔ ان کی قیمت تقریباً اڑھائی لاکھ سے زائد ہے۔ اگر احباب ان کی فروخت کیطرف توجہ کریں تو جہاں وہ اشاعت اسلام اور تبلیغ احمدیت کا کام کریں گے۔ وہاں وہ اپنی انجمن کی مالی امداد کا کام بھی کریں گے۔ اس صیغہ کے اجرا قیام میں بہت سا حصہ حضرت امیر قوم کا ہے۔ جو رات دن اعلےٰ پایہ کی تصانیف کر کے انجمن کی امداد فرماتے ہیں۔ ہم سب کارکنان انجمن اور سلسلہ احمدیہ آپکی ان کوششوں کے لئے مشکور ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپکو تا دیر اس فرض کی ادائیگی کیلئے زندہ رکھے آمین۔

اسجگہ قوم کی اطلاع کے لئے یہ ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اخبار پیغام کیطرف قوم نے ابتک توجہ نہیں کی اسکی آمد کل ۱۸۸۶ روپیہ ہوئی اور خرچ ۴۸۲۱ روپیہ اسطرح سے گویا قوم کو ۲۹۳۳ روپیہ یعنی تین ہزار روپیہ کا نقصان اٹھانا پڑا۔ اگر سب بھائی ایک ایک پرچہ خرید لیں یا اپنے احباب میں اسکی اشاعت کی کوشش کریں تو یہ کمی جو انجمن کو ہر سال برداشت کرنی پڑتی ہے آسانی سے پوری ہو سکتی ہے اور یہی روپیہ کسی کام کے جاری کرنے میں صرف ہو سکتا ہے۔ اخبار کا قیام قوم کی زندگی کیلئے بہرحال ضروری ہے اسلئے یہ لازمی بات ہے کہ ہم میں سے ہر ایک شخص کے پاس یہ اخبار پہنچے۔

دارالکتب میں ایک نہایت مفید حصہ کام وہ ہے جو مفت یا رعایتی اشاعت لٹریچر کی صورت میں ہوتا ہے۔ بالخصوص طلباء میں جس حصہ میں اس سال میں کل ۳-۱۰-۷۶۶ خرچ ہوئے۔ جن میں سے انگریزی ترجمۃ القرآن نصف قیمت پر کالجوں کے طلبا کو دیئے گئے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح عیسائی مشنری سوسائٹیاں بائیبل کے نسخے مفت ہندو مسلمان طالب علموں کے ہاتھوں تک پہنچاتے ہیں۔ تو ہمیں اپنی حالت پر افسوس

اسکے بہت سے اخراجات ابھی ادا کرنے باقی ہیں۔

آتا ہے کہ ہم اس قابل بھی نہیں کہ اسلامی لٹریچر کو مسلمان طالبعلموں میں ہی مفت تقسیم کر سکیں۔ انجمن کا ارادہ ہے کہ وہ اس کام پر زیادہ روپیہ صرف کرے۔ چنانچہ علاوہ اسکے کہ انگریزی ترجمۃ القرآن طالب علموں کو نصف قیمت پر دیا جاتا ہے ایک انگریزی ہفتہ وار اخبار نکالنے کا فیصلہ کیا ہے جس کی غرض بالخصوص طالبعلموں میں مذہبی دلچسپی پیدا کرنا اور اسلامی مذہبی لٹریچر کی ان میں اشاعت ہے۔ اس اخبار کو یکم اپریل سے جاری کرنے کا ارادہ تھا۔ مگر بعض موانعات کے پیش آجانے کی وجہ سے اسکا پہلا پرچہ ۱۵ دسمبر سنہ ۱۹۲۱ء کو شائع ہو سکا۔ اس اخبار کی قیمت برائے نام ایک روپیہ سالانہ رکھی گئی ہے اور طالب علموں کیلئے وہ بھی نصف کر دی گئی ہے یعنے صرف ۸ رسالانہ۔ اگر ہمارے احباب اپنے اپنے شہروں میں اس اخبار کیلئے طالب علموں میں کوشش کریں تو اسکی اشاعت دو تین ہزار تک پہونچ سکتی ہے۔ جو گو اخراجات کو تو پھر بھی پورا نہ کرے گی۔ لیکن اشاعت تعلیم اسلامی کا کام اچھے پیمانہ پر شروع ہو جائیگا۔ دیگر کتب کی اشاعت و فروخت کیلئے اور بالخصوص اردو انگریزی ترجمۃ القرآن کے لئے بھی احباب کو توجہ کرنی چاہئے اگر ہر جگہ احباب نے اپنے اس کام کو فرائض میں داخل سمجھا تو اس ذریعہ سے نہ صرف گھر بیٹھے اشاعت اسلام کے کام میں معاون ہو جائیں گے۔ بلکہ اسکے ساتھ ہی انجمن کے استحکام کی بہترین صورت یہ ہوگی۔ علاوہ اسکے بعض ٹریکٹ اور اشتہارات ہزارہا کی تعداد میں چھاپ کر مفت شائع ہوتے ہیں۔ بالخصوص قابل ذکر ضرورت مجدد اور علیحدیت کا آخری سہارا ہیں۔ جو سال گذشتہ دس دس ہزار کی تعداد میں چھاپے گئے اور اس سال میں برابر تقسیم ہوتے رہے۔

مسلم ہائی سکول لاہور

اِس مدرسہ میں سال زیر رپورٹ میں کل آمد ۱۶۷۱۳ روپیہ ہوئی اسمیں سے ۹۴۶۰ روپیہ فیس مدرسہ اور بورڈنگ سے وصول ہوئی ۵۸۸۲ روپیہ سرکاری گرانٹ سے اور ۱۳۷۱ عطیہ جات اور چندہ سے اسکے بالمقابل ۱۸۷۰۹ روپیہ خرچ ہوئے یعنی آمد سے ۱۹۹۶ روپیہ زیادہ خرچ ہوئے جو انجمن نے اس سال میں ادا کئے۔ یعنے کل انجمن کو تقریباً دو ہزار روپیہ سال گذشتہ میں سکول چلانیکے لئے خرچ کرنا پڑا۔ باقی اخراجات سکول نے خود پیدا کئے۔ تعداد طلباء سنہ ۱۹۲۱ء میں ۲۰۰ سے ۹۵ رہ گئی۔ کیونکہ پرائمری کی تعلیم کل سکولوں میں مفت ہو گئی ہے اور ہمارے سکول میں فیس لیجاتی ہے۔ اسلئے لڑکے بہ قدر تا کم ہونے چاہئیں تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قحط کی وجہ سے اخراجات والدین برداشت نہیں کر سکتے اور اسلئے باہر سے لڑکے بھی کم آئے ہیں۔ اس سبب کو دور کرنیکے لئے ضروری ہے کہ انجمن اپنی جماعت کے بچوں کو خاص مدد دیکر یہاں تعلیم دلائے۔ اور احمدی والدین کا فرض ہے کہ وہ بچوں کو یہاں تعلیم دیں تاکہ وہ آئیندہ زمانہ میں آپکی جگہ خدمت اسلام میں حصہ لے سکیں۔ اور ان کو اس جماعت سے خاص تعلق بڑھے۔ تیسری وجہ یہ بھی ہوئی ہے کہ سکول کے متعلق گذشتہ سال میں بہت بُری افواہیں اڑتی رہی ہیں اس لئے بھی اس میں طلباء کی کمی رہنی ضروری تھی۔ بورڈنگ میں بجائے ۲۵ کے اس سال ۲۷ تعداد طلباء رہی ہے اور ماسوا اسکے بورڈنگ میں کالج کے طلباء جو جماعت احمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ رہتے ہیں۔

سکول کا نتیجہ بفضل خدا اچھا رہا۔ یعنی انٹرنس میں ۸۶ فیصدی طلباء پاس ہوئے سکول کی فیس گذشتہ سال ۹۵۰۰ تھی اس سال ۸۰۰۰ رہ گئی۔ لیکن اس کمی کو سرکاری گرانٹ نے جو کہ ۳۶۴ ماہوار کی بجائے ۶۴۲ ماہوار ہوئی پورا کر دیا۔ اگر احباب کرام اپنے بچوں اور اپنے دوستوں کے بچوں کو یہاں بھجوانے کی کوشش کریں تو جہاں وہ آئیندہ زمانہ کیلئے اپنی جماعت کو مضبوط کریں گے وہاں وہ اپنے سلسلہ کی خدمت نہ صرف سکول کی ترقی کے ذریعہ بلکہ حقیقی احمدیت کی اشاعت کے ذریعہ کریں گے۔ اسجگہ میں حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب کا خصوصاً اور سید مصطفےٰ شاہ صاحب کا اور دیگر کل سٹاف سکول کا عموماً شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے باوجود سکول پر سخت ابتلا کا وقت آجانیکے اپنے استقلال کی وجہ سے خدمت سکول کو جاری رکھا۔ اور باوجودیکہ اس سال انکو جس ترقی سالانہ کا حق تھا بسبب مالی کمزوری کے نہیں دی گئی۔ وہ کام تندہی سے کرتے رہے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی درگاہ سے اس قربانی کا اجر عطا فرماوے۔ آمین

(باقی آئیندہ اشاعت میں)

ہفت وار

اخبار پیغام صلح

جلد (۱۰) نمبر (۲)

مدینۃ المسیح لاہور چہارشنبہ مورخہ ۱۲ر جمادی الاول سنہ ۱۳۴۰ ہجری مطابق ۱۱ر جنوری سنہ ۱۹۲۲ء

فہرست مضامین

ہمارا سالانہ اجتماع سلسلہ پیوستہ

(نوٹ)

گذشتہ اشاعت میں جلسہ کی رپورٹ شائع کرتے ہوئے مکرمی شیخ محمد الٰہ بنیا صاحب جان وکیل فیروزپور کی تقریر کا ذکر درمیان سے رہ گیا۔ مورخہ ۲۵ر دسمبر کو شیخ عبدالحق صاحب ہلوی کی تقریر کے بعد آپکا وقت تھا۔ آپ نے ایک مختصر مگر نہایت برجستہ تقریر سیاست اور اشاعت اسلام کے موضوع پر فرمائی اور موجودہ سیاسی شورش کے نتائج اور عواقب اور اشاعت اسلام سے مسلمانوں کو کسقدر فائدہ پہنچ سکتا ہے اسپر محققانہ ریویو فرمایا

تیسرا اجلاس مورخہ ۲۷ر دسمبر سنہ ۱۹۲۱ء

اسکے بعد حافظ محمد حسین صاحب بی۔ اے نے مسیح موعود کے مشن پر نہایت دلآویز اور محققانہ طرز میں تقریر کی۔ آپ نے اپنی تقریر میں علاوہ جماعت مولویوں کی [illegible]

دراز دستیوں اور احباب قادیان کی کوتہ اندیشیوں کو بھی نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور میاں محمود احمد صاحب کے حلقہ بگوشوں کی خام خیالیوں پر نہایت محققانہ تبصرہ فرمایا آپ کے بعد مولانا مولوی عبدالہادی صاحب رئیس بنوں کا نمازیانہ جوش بھی قابل دید تھا آپ کی تقریر سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ اسلام کے نام پر اپنا جان اور مال سب کچھ قربان کئے بیٹھے ہیں ایک اخلاص اور محبت اور خدمت اسلام کا دریا تھا کہ جوا مڈا ہوا چلا آتا تھا۔

مکرم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی تقریر "زندہ قوم" کے عنوان پر تھی آپنے فرمایا۔ کہ دنیا کی مختلف اقوام میں سے ہر ایک قوم زندہ قوم ہونے کی مدعی ہے کسی کو اپنی دنیوی ترقی کی بناپر زندگی کا دعوےٰ ہے اور کسی کو اپنے علوم و فنون اور گذشتہ روایات کی بناپر

زندگی کا دعویٰ ہے۔ مگر فی الحقیقت دنیوی ترقی اور علوم سفلی کی رونق اصل زندگی کی علامت نہیں بلکہ اصل زندگی روح کی زندگی اور اخلاقی زندگی ہے کیونکہ تمدنی ترقی دنیا میں قیام امن کا باعث نہیں ہو سکتی یہ تمام تہاذ زندہ قومیں جب ترقی کر لی ہیں تو سوائے اس کے کہ کمزوروں کو نتاہ ہیں اور ضعیفوں پر ظلم و ستم کریں اور کچھ نہیں کریں۔ زندگی کی روح پیدا کرنے کے لئے الہی تعلیم اور زندہ الہام کی ضرورت ہے اور جو لوگ اس زندگی کے سر چشمہ سے پانی پیتے ہیں وہی دنیا میں قیام امن کے باعث ہوتے ہیں ہر ایک زمانہ میں ایسے مصلح ہوتے رہے ہیں کہ جو دنیا کی مختلف اقوام کو مردہ پن سے زندہ کرتے رہے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے کہ کل دنیا کی قوموں میں رسول آئے اور انہوں نے اپنی اپنی قوم کی اصلاح کی مگر قرآن سے پیشتر کے انبیاء کا دائرہ تبلیغ بہت محدود تھا ان کی اصلاح صرف اپنی اپنی قوم تک کام کرتی تھی وید آج تک ہندوستان سے باہر نہیں گیا اور نہ ہی اس کے شارحین کو ہندوستان کے سوا دوسرے ممالک کی اصلاح سے کوئی غرض تھی آریہ ورت کے سوا وہ دوسرے لوگوں کو ملیچھ اور شودر کے خطاب سے یاد کرتے تھے ان کی اصلاح تو درکنار وہ ان کو وید منتر تک سنانے جائز نہ سمجھتے تھے اسی طرح حضرت مسیحؑ کا دائرہ تبلیغ بھی بنی اسرائیل تک ہی محدود تھا جیسا کہ خود انجیل میں مرقوم ہے کہ میں صرف بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کو جمع کرنے کیلئے آیا ہوں اور ایسا ہی انہوں نے ایک کنعانی عورت کو بھی جو بنی اسرائیل میں سے نہ تھی باوجود اس کی التجا بلکہ الحاح کے اس کو اپنے دین کی تبلیغ سے محروم رکھا غرض دنیا کی تمام گذشتہ اقوام کے انبیاء صرف اپنی اپنی قوم کی اصلاح کیلئے مبعوث ہوئے تھے اور ان کو دوسری قوموں سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل دنیا کی قوموں کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے جیسا کہ ان کا خود دعویٰ ہے

اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ اب کل دنیا کو اس کی موت کے بعد زندہ کرنا چاہتے ہیں اس طرح خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت الی کل احمر و اسود فرمایا ہے کہ میں گورے اور کالے ہندی اور حبشی سب کی ہدایت کیلئے مبعوث کیا گیا ہوں اس کے بعد آپنے اسلام کے زندہ مذہب ہونے پر اور بھی دلائل دیئے مثلاً یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر کل اقوام میں مصلح آتے رہے ہیں مگر آپ کے بعد کسی دوسری قوم میں کوئی نبی اور رسول نہیں آیا اور نہ ان میں کوئی اور دینی مصلح ہی آتے ہیں ہاں اسلام چونکہ زندہ مذہب ہے اس لئے اس میں ہر صدی کے بعد ایک عظیم الشان مجدد قوم کو زندہ کرنے کیلئے آجاتا ہے اور یہ اس کے زندہ مذہب ہونے کی بڑی زبردست نشانی ہے چنانچہ اس زمانہ میں بھی حضرت مرزا صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اس صدی کا مجدد بنا کر بھیجا ہے آپ سے پیشتر عیسائی اور آریہ اسلام پر نہایت گندے اعتراضات

کرتے تھے مگر مولویوں میں ان اعتراضات کے جواب کی ہمت نہ تھی اور ہزاروں لوگ عیسائیت کا شکار ہو رہے تھے مگر آپنے نہ صرف عیسائیوں اور آریوں کے ہی اعتراضات کے دندان شکن جواب دیئے بلکہ دہریت اور انکار وحی الہی کا جو مرض تعلیمیافتہ مسلمانوں میں سرسید مرحوم کے خیالات کیوجہ سے پھیل رہا تھا اس کا بھی آپنے ازالہ فرمایا یہودوں کے اعتراضات کے بھی جواب دیئے اور اسلام کو تمام ادیان پر دلائل کی رو سے غالب کر کے دکھایا

غرض آپ کی تقریر اس موضوع پر ایک جامع اور بیش بہا تقریر تھی آپکے بعد مولانا مولوی صدرالدین صاحب کی تقریر کا وقت تھا آپنے اپنے گذشتہ مضمون کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا اس کے نوٹ بھی محفوظ ہیں انشاء اللہ تعالیٰ انکو عنقریب شایع کر دیا جاویگا اس کے بعد اور سب سے آخر حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی تیسری تقریر تھی کہ جس میں آپ نے دنیوی مال و متاع کو اپنا مقصود اور ذریعہ بنا لینے کی ممانعت کا ذکر قرآن کریم سے نہایت شرح اور بسیط کے ساتھ بیان فرمایا اور مسلمانوں کی زندگی کا مقصد صرف اشاعت اسلام کو قرار دیا اس تقریر کو بھی نوٹ کر لیا گیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ جلد شایع کر دیا جائے گا ان موقت اور مشتہر کردہ تقریروں کے علاوہ مختلف فارغ وقتوں میں سلسلے کے اور مقررین نے تقریریں فرمائیں کہ جن میں سے قابل ذکر منشی عبداللہ صاحب خلف الرشید شیخ مولا بخش صاحب کی ختم نبوت پر تقریر نہایت موثر اور دلچسپ تھی سید عابد علی شاہ صاحب کا مختصر سا وعظ بھی آویزہ عقل و ہوش بنانے کے قابل تھا مولوی صالحین حسن صاحب کی تبلیغی رپورٹ بھی دلچسپی کے ساتھ سنی گئی منشی شیخ محمد یعقوب صاحب سابق ہیڈ کلرک دفتر میگزین قادیان کا مضمون ہمارے قادیانی احباب کی دائرہ فرمانروائی کے عجیب و غریب حالات کا ہنگامہ افروزیوں کا گویا مرقع تھا ہم پیشتر سے اس قسم کے مضامین اخبار میں شایع نہ کرنے کا عہد کر چکے ہیں ورنہ ناظرین اخبار کو بھی ان بوقلموں قابوں سے بہرہ اندوز حلاوت کرتے

راز درون پردہ ز رندان مست پرس
کاین حال نیست صوفیٔ عالی مقام را

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ اور دیگر بزرگان سلسلہ بخیریت خدمات دین میں مصروف ہیں مولانا مولوی صدرالدین صاحب بعد از نماز مغرب درس قرآن مجید کے علاوہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ بھی قرآن مجید کا درس دیتے ہیں اس کے علاوہ بخاری شریف کا درس بھی شروع ہو گیا ہے مولانا احمد صاحب اپنے وطن کو کسی ضرورت کیوجہ سے تشریف لیگئے ہیں مکرم شیخ نیاز احمد صاحب کو جو ہمارے سلسلہ کے ایک معزز رکن اور خدمت دین میں بڑھ چڑھکر حصہ لینے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایک فرزند عطا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اس مولود مسعود کو لمبی عمر عطا فرمائے اور خدمت دین کی توفیق دے ہم شیخ صاحب موصوف کو اس عطاء الٰہی پر مبارکباد دیتے ہیں......

[illegible] مرتد ہو گئے تھے ان ھذا الا بہتان عظیم خواہ مخواہ کسی پر بہتان باندھنا کسی معمولی مسلمان کے شایان شان نہیں چہ جائیکہ کئی لاکھ مسلمانوں کی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد۱۰ | مورخہ ۱۲ر جمادی الاول ۱۳۴۰ہجری | نمبر۲

ہمارا نصب العین

تقریر اوّل حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ مورخہ ۲۵ر دسمبر ۱۹۲۱ء بتقریب جلسہ سالانہ

سُورہٴ فاتحہ ایک زبردست ہتھیار ہے

تشہد اور تعوذ کے بعد آپ نے سورۂ فاتحہ تلاوت کرکے فرمایا جب اصلاح عالم کا کام ہماری سرکار حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا گیا تو اسکے لیے سب سے بڑا ہتھیار جو آپکو دیا گیا وہ یہی آیات قرآنی ہیں جو ہم نے پڑھی ہیں جنکو ہم سورۂ فاتحہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں سب سے پہلی وحی کے ذریعہ بتلایا گیا تھا۔ کہ حکم الہٰی کی تبلیغ کے لئے کھڑے ہو جاؤ یعنی اقرأ باسم ربک الذی خلق گویا الہٰی احکام کی تبلیغ کا فرض آپ کے ذمہ ڈالا گیا۔ اور اس کے بعد ہی وہ ہتھیار دیا گیا۔ کہ جو اس الہٰی تعلیم کی تبلیغ کے لئے سب سے بڑا ہتھیار تھا یعنی جو آپ کو کام دیا گیا تھا۔ اس کی تکمیل کا ذریعہ بھی بتا دیا گیا۔ اور یہ ایک ایسی ضروری اور اہم تعلیم تھی کہ جس کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ ہر ایک مسلمانوں کو کم از کم پانچ دفعہ ہر نماز میں دہرانے کا حکم دیا گیا یہ کوئی بے معنی بات نہ تھی کہ جس کے اس قدر دہرانے کا حکم دیا گیا وہ عظیم الشان کام جو آپ کے سپرد کیا گیا درحقیقت یہ اس کے لئے بڑا زبردست ہتھیار تھا ان چند آیات کے معنے عام طور پر لوگ جانتے ہیں میں بھی کچھ سنا دیتا ہوں الحمد للہ رب العالمین سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو کل عالموں یا کل مخلوق کی تربیت کرنے والا ہے۔ اس جگہ صرف یہ نہیں کہا کہ وہ کسی خاص چیز کی تربیت کرنے والا ہے بلکہ یہ فرمایا ہے

کہ اس کی ربوبیت کل مخلوق پر حاوی ہے

اس لفظ رب کے معنے جو اس آیت میں استعمال ہوا ہے قرآن کریم نے خود دوسری جگہ ان الفاظ میں کر دیئے ہیں ربنا الذی اعطیٰ کل شیء خلقہٗ ثم ھدیٰ یعنی ہمارا رب وہ ہے کہ جس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا ہے اور پھر اسکو اس کی کامیابی یا کمال تک پہنچنے کی راہ پر لگا دیا ہے۔ پس قرآن کریم نے خود بتا دیا کہ رب وہ ہے جو ایک چیز کو پیدا کرتا ہے اور پھر اس کو اسکے کمال تک پہنچاتا ہے۔ اور لغت میں بھی اس کے معنے درجہ بدرجہ نشوونما یا تربیت کرکے اس کے کمال تک پہنچانے کے لئے سامان بہم پہنچاتا ہے۔ اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ساری حمد کی مستحق صرف ایک ہی ذات ہے جو سب تعریفوں کا ما و الورلیا ہے اور اسی لئے اس کی پہلی صفت رب العالمین بیان کی گئی ہے وہ مجھکو ہی صرف یا صرف انسان کو ہی کمال تک نہیں پہنچاتی بلکہ ہر جاندار بلکہ غیر جاندار کو بھی اس کے کمال تک پہنچاتی ہے اب اس پر غور کرو کہ جب تم ایک بچہ کی تربیت کرتے ہو اور تمہاری تربیت صرف اس کے جسم تک محدود ہوتی ہے تو پھر اس تھوڑی سی تربیت کیوجہ سے اسکے لئے تم کس قدر تعریف کے مستحق ہو جاتے ہو اور کس قدر عزت کی نگاہ سے وہ اپنے باپ کی طرف دیکھتا ہے تو وہ ہستی جو تمام مخلوقات کو پیدا کرتی اور ان کی تربیت کرکے ان کے کمال تک ان کو پہنچاتی ہے وہ کس قدر تعریف کی مستحق ہونی چاہئے ہمارے دل اس کی تعریف سے کس قدر بھر جانے چاہئیں کہ

جب ہمارے منہ سے الحمد للہ نکلے

ان لوگوں کا احسان کہ جن کے ذمہ تمہارا کھانا پینا ہوتا ہے تم کس قدر مانتے ہو حالانکہ ان کی ربوبیت صرف جسم تک محدود ہوتی ہے اور وہ بھی ایک ناقص رنگ میں مگر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت نہ صرف کامل طور پر تمہارے جسموں تک پہنچتی ہے بلکہ انسان کی روح تک بھی پہنچتی ہے اور وہ ایک انسان کی نہیں بلکہ کل عالم کی بلکہ بیشمار عالموں کی تربیت کرنے والا اور ان سب کو اُن کے کمال تک پہنچانے والا ہے مگر چونکہ اس عالم میں جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ انسان کا کمال صرف کھانے پینے اور جسم تک محدود

نہیں بلکہ حقیقی کمال اس کا اخلاق اور روحانیت سے حاصل ہوتا ہے اور اسی غرض کے لئے انبیاء علیہم السلام اور بالآخر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اس لئے بعثت نبوی کے ساتھ ہی اس فقرہ کے تعلیم کی غرض یہی ہے کہ جس طرح انسان جسمانی طور پر کمال کو حاصل کرتا ہے وہ روحانی ترقی پاکر بھی اپنے کمال کو حاصل کرے اور در اصل رب العالمین میں اشارہ روحانی کمال کے حاصل کرنے ہی کی طرف ہے کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد کھانے پینے کی چیزوں کی طرف اشارہ کرنا نہ تھا اور نہ جسمانی پرورش کے سامان بتلانا تھا کیونکہ اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو تو ایک مکھی اور چیونٹی بھی جانتی ہے اور اپنے کھانے پینے اور نہ کھانے کی چیزوں کو خوب پہچان لیتی ہے تو پھر انسان کیوں اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کو نہیں جان سکتا تربیت اور کمال کے سامانوں کو بتانا تھا اس سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ

محمد رسول اللہ کتنا بڑا عظیم الشان انسان تھا

کہ جس نے انسانی روح کو اپنے منتہائے کمال تک پہنچانے کی تعلیم دی اور وہ خود اللہ تعالیٰ کی تعریف حمد کرنے والا تھا کہ جس کے منہ سے سب سے پیشتر یہ جملہ نکلا آپ کی اس کثرت حمد کی وجہ سے ہی آپکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد اور احمد دونوں نام ملے اور آپ کا نام احمد صلعم در اصل محمد صلعم پر مقدم ہے اس لئے کہ احمد کے معنے حمد کرنے والا ہے اور محمد کے معنے حمد کیا گیا ہے تو جب آپ نے اللہ کی حمد کی تو اللہ نے آپ کی تعریف مخلوق سے کرائی۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حمد الٰہی کے ذریعہ سے ہی آپ نے کمال حاصل کیا اور یہ بات کوئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی خاص نہیں ہر ایک شخص جو مسلمان کہلاتا ہے اس کے لئے بھی اس کمال تک پہنچنے کی راہ بتلادی گئی ہے وہی طاقتیں اور توفیقیں تمہیں دی گئی ہیں کہ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگئی تھیں اور اس بات کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے کہلوا دیا ہے قل انما انا بشر مثلکم الخ بشریت کے لحاظ سے جو طاقتیں اور توفیقیں مجھے ملی ہیں وہی تمہیں بھی دی گئی ہیں اور پھر اس الحمد للہ کو اللہ تعالیٰ کا دعاء کے طور پر تمہیں سکھانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ جس طرح جسمانی طور پر تم ہر ایک کمال کو حاصل کر سکتے ہو روحانی طور پر بھی حاصل کرنے کے لئے اس کے اندر سامان موجود ہے کس قدر احسان ہے دنیا پر محمد رسول اللہ کا کہ جس نے یہ تعلیم دی تاکہ جسطرح لوگ جسمانی طور پر کمال حاصل کرتے ہیں روحانی طور پر بھی کریں اور الحمد للہ رب العالمین میں درحقیقت یہی تعلیم دی ہے کہ وہ اللہ کس قدر حمد اور تعریف کا مستحق ہے کہ جو ایسی تعلیم تمہیں دیتا ہے کہ جس کے ذریعہ سے تم ہر ایک روحانی کمال کو حاصل کر سکتے ہو اس کے بعد فرمایا

وہ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہے

الرحمٰن کے معنے ہیں بغیر کسی کے عمل کوشش اور سعی کے پیشتر سے ہی ضروریات کا مہیا کرنے والا اور رحیم اس لئے ہے کہ جو شخص صفت رحمانیت کے ماتحت خدا کے عطا کردہ سامانوں کو کام میں لائے اس کو اس کا نتیجہ یا پھل دیدیتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی شخص کے اعمال کے زمین کو پیدا کیا ہے اور پھر بغیر انسانی کوششوں اور جدوجہد کے ہی اس پر آسمان سے پانی برساتا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ان سامانوں سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اپنی محنت اس پر صرف کرتا ہے پھر وہ اس کو اس کا پھل دیتا ہے پس روح کو اس کے کمال تک پہنچانے کے لئے سامانوں کا عطا کرنا صفت رحمانیت کے ماتحت ہے اور رحمٰن کا کام ہے اور یہ سب سامان انسان کی کسی قسم کی محنت اور سعی کے بغیر ہی ملتے ہیں پس وہ الرحمٰن اسی لئے نہیں کہ اس نے جسمانی پرورش کے سامان ہی انسانی کوشش کے بغیر عطا کئے بلکہ وہ روحانی تربیت کے سامان بھی بغیر انسانی سعی کے ہی عطا کرتا ہے پس جس طرح اس نے جسمانی پرورش کے لئے مٹی پانی اور ہوا بغیر اعمال کے عطا کی ہے اسی طرح روح کی غذا کو بھی خود ہی محض اپنے فضل سے عطا فرماتا ہے تاکہ وہ انسان کی روح کو اس کے کمال تک پہنچا دے اور یہ سب کچھ اس نے انسان کی سعی کوشش اور دعاء کے بغیر ہی عطا کیا ہے اور اس صفت الرحمٰن کے ماتحت انسانی روح کی غذا قرآن کو بھی عطا کیا ہے اور اسی لئے فرمایا الرحمٰن علم القرآن

قرآن کو رحمٰن نے تعلیم کیا ہے

یا وہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت کے ماتحت بغیر کسی کی سعی اور جدوجہد کے عطا کیا گیا ہے اور اس آیت میں صاف طور پر سمجھا دیا ہے کہ نبوت انسان کے اعمال اور کسب کے بغیر ہی عطا ہوتی ہے ان لوگوں نے سخت غلطی کھائی ہے جو نبوت کو دعا کا نتیجہ بتلاتے ہیں اور یوں اسے انسانی جدوجہد کا پھل سمجھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اھدنا الصراط المستقیم میں حصول نبوت کی دعا ہے اور جو انسان جدوجہد کریگا اور اپنی اطاعت کو کمال تک پہنچائے گا وہ نبی بن جائے گا خدا تو فرماتا ہے کہ الرحمٰن علم القرآن یعنی قرآن کا نزول صفت رحمانیت کے ماتحت ہوا ہے پس نبوت بغیر کوشش اور سعی کے ملتی ہے جب جسمانی تربیت کے سامان اس نے

انسان کی کوشش اور جد و جہد کے بغیر پیدا کئے ہیں تو روحانی تربیت کے سامانوں کو وہ کیونکر کسی کی جد و جہد اور دعا پر موقوف رکھ سکتا ہے جو لوگ بہت کو دعا یا جد و جہد کا نتیجہ قرار دیتے ہیں وہ فی الحقیقت خدا کی رحمانیت کا انکار کرتے ہیں کیونکہ جس طرح عالم جسمانی میں خدا کی رحمانیت کام کرتی ہے اسی طرح روحانی عالم میں بھی اس کی رحمانیت کام کرتی ہے جس طرح بارش کا پانی بغیر کسی کی جد و جہد کے آسمان سے نازل ہوتا ہے اسی طرح روحانی بارش یا وحی الہی بھی بغیر کسی کی دعا یا سعی کے ہی نازل ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے وحی کی بارش یا پانی سے مثال دی ہے فرمایا یا ایہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون الذی جعل لکم الارض فراشا و السماء بناء و انزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم فلا تجعلوا للہ انداداً و انتم تعلمون اس آیت میں آسمان سے نزول ماء کا ذکر کرنے کے بعد آگے فرمایا وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا بارش کے نزول کا ذکر ہو رہا تھا مگر اس کے بعد فوراً وحی الہی کے نزول کا ذکر شروع کر دیا گیا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ ان دونوں باتوں میں ایک خاص مناسبت ہے اور اس سے بتلانا یہ مقصود تھا کہ جس طرح آسمان سے بارش بغیر کسی کی جد و جہد اور دعا کے نازل ہوتی ہے اسی طرح وحی الہی بھی بغیر جد و جہد اور کوشش کے ہی ملتی ہے اس کے بعد

خدا کی صفت الرحیم

لائی گئی کیونکہ جس کے معنے اعمال اور محنتوں پر نتائج مرتب کرنے والے کے ہیں کہ جس طرح اس نے جسمانی تربیت کے سامان اپنی صفت رحمانیت کے سبب عطا کر دیئے ہیں پھر جب انسان انہیں کام میں لائے اور جس قدر کام میں لائے تو اس کے مقدار عمل کے بموجب ان کے نتائج بھی دیئے جاتے ہیں اسی طرح نبوت اور وحی کو صفت رحمانیت کے ماتحت عطا کرتا ہے پھر جب انسان اس پر عمل کرتا ہے اور جس قدر عمل کرتا ہے اسی قدر پھل بھی اسے صفت رحیمیت کے ماتحت عطا کیا جاتا ہے جس طرح جسمانیات میں ایک شخص خدا کی رحمانیت کے ماتحت پیدا کردہ سامانوں سے کام لیتا ہے اسی طرح روحانیات میں بھی الہام الہی پر کوئی شخص جس قدر زیادہ عمل کرتا ہے اسی قدر زیادہ وہ اپنے اعمال کے نتائج بھی حاصل کر لیتا ہے صحابہ کرام نے کیوں اس قدر زیادہ اور جلد فائدہ اٹھایا حالانکہ صفت رحمانیت

کے ماتحت جو قرآن انہیں ملا تھا وہی آج ہمارے ہاتھوں میں ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے الہی تعلیمات پر عمل سب سے زیادہ کیا تھا جس طرح جو شخص جسمانیات میں یعنی ظاہری دنیا میں خدا کی عطا کردہ سامانوں سے فائدہ نہیں اٹھاتا اس کو کوئی فائدہ نہیں ملتا اسی طرح جو شخص الہی تعلیمات پر عمل نہیں کرتا وہ روحانی طور پر بھی کوئی فائدہ حاصل نہیں کرتا اس لئے اس کے بعد فرمایا کہ وہ مالک یوم الدین ہے یعنی جو لوگ الہی احکام یا تعلیمات پر عمل نہیں کرتے انکو وہ سزا بھی دیتا ہے مسلمانوں نے ایک عرصے سے اس کی رحمانیت سے فائدہ نہیں اٹھایا اس لئے آج وہ اس کے نتائج سے بھی محروم ہیں۔ اسکے بعد

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ

فرمایا کہ وہ جو سب قسم کے حصول کمالات کے سامان پیدا کرنے والا اور پھر انکو اپنے بندوں تک پہنچانے والا اور پھر ان پر عمل یا عدم عمل کے بموجب نتائج مرتب کرنے والا یعنی اس پر عمل کرنے والوں کو کمال تک پہنچانے والا ہے اور وہ جو رب العالمین کہلوانے کا حقدار ہے یعنی کل مخلوقات کی پرورش کر کے اس کو کمال تک ترقی دینے والا ہے اور جو لوگ اس کی رحمانیت سے فائدہ نہیں اٹھاتے انکو سزا دینے والا ہے ایسے ہی خدا کی کہ جبر کی بے پایان نعمتوں کے سبب ہمارے منہ سے خود بخود حمد نکلتی ہے اور ہماری روح بے اختیار ایاک نعبد پکار اٹھتی ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں یہ بڑا ہی پر معرفت کلام ہے کہ عبادت کا حقدار صرف ایسا ہی خدا ہو سکتا ہے کہ جسکی ربوبیت کے سامان اور انسان پر احسان اس قدر بے پایان ہوں

بعض لوگوں نے اسپر اعتراض بھی کیا ہے

اور وہ یہ ہے کہ یہ جملہ ایاک نعبد یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں انسان کی زبان سے یہ فخریہ کلمات کیوں نکلوائے گئے یہ فی الحقیقت یہ کوئی فخریہ کلمات نہیں بلکہ اگر ایاک نعبد کی بجائے ایاک اعبد رکھا جاتا یعنے ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں کی بجائے یہ ہوتا کہ میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں تو البتہ اس کو فخریہ کلمات کہا جا سکتا تھا پھر ان الفاظ کے اندر ایک یہ بھی معجزانہ رنگ ہے کہ ان کے اندر ایک عظیم الشان پیشگوئی کو رکھ دیا ہے کہ جس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ثابت ہوتی ہے یعنی جس وقت سب سے پہلی مرتبہ یہ الفاظ آپ کے منہ سے نکلے تو اس وقت صرف وہ ایک ہی انسان تھا مگر سکھانے والے نے یہی الفاظ سکھائے کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں گویا بتا دیا کہ تمہارے

ساتھ اور کار دنیا سائل ہو لی جبلی جائے لی اور ان الفاظ میں صرف اپنی عبادت کو ہی پیش نہیں کیا بلکہ سب کی عبادت کو پیش کیا ہے اور بتایا ہے کہ اکیلا انسان عاجز ہے ایک کی عبادت سے کچھ نہیں بنتا جبتک کہ جماعت نہ ہو یوں نہیں کہلوایا کہ اے مولا میں تیری خدمت میں لگا ہوا ہوں بلکہ یوں کہلوایا ہے کہ اے مولا ہم لوگ تیری خدمت میں لگے ہوئے ہیں گویا اپنی بجائے دوسروں کی خدمات کو پیش کیا ہے اور پھر اس کے بعد ایاک نستعین کہکر ہی اس وہم کا ازالہ کر دیا ہے کہ ایاک نعبد فخریہ نہیں یعنی عبادت کے کرنے میں ہی ہم تیری استعانت طلب کرتے ہیں جب تک تیرا ہاتھ ہم پر نہو اور ہماری دستگیری نہ کرے ہم کچھ نہیں کر سکتے ہماری کوشش کے ساتھ تیرا فضل بھی بکار ہے اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو کمال روحانی تک پہنچانے کے لئے سکھایا ہے اس لئے اس کے اسر روحانی کمال کو حاصل کرنے کے لئے یہ بھی سکھایا ہے کہ اس کمال کو ہم اس کے فضل اور استعانت کے بغیر حاصل نہیں کر سکتے اس کے بعد فرمایا

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

ہمکو صراط مستقیم کی ہدایت کر یا ہمکو کمال روحانی کے حصول کے لئے سیدھا راستہ دکھا صراط الذین انعمت علیہم یعنی اُن لوگوں کا راستہ کہ جن پر تو نے انعام کیا اس جگہ منعم علیہ لوگوں کا راستہ دکھلانے کی استدعا کی گئی ہے یہ منعم علیہ یا انعام یافتہ لوگ کون تھے اس کا جواب بھی قرآن کریم نے خود ہی دیدیا ہے من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا

یعنی یہ انعام یافتہ لوگ نبی صدیق شہید اور صالح لوگ ہیں اب اس پر غور کرو کہ تم اپنی پنجگانہ نمازوں میں کن کا رستہ مانگتے ہو اور قرآن کریم نے کن کی پیروی کی تلقین کی پھر وہ کونسی نعمت تھی کہ جو ان لوگوں پر کیگئی نعمتوں کا تو شمار نہیں ہو سکتا ہمارے دائیں بائیں سب جگہ نعمتیں ہی نعمتیں موجود ہیں وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا مگر یہاں کونسی نعمتیں مراد ہیں ان نعمتوں کا پتہ ان لوگوں کی حالت پر غور کرنے سے لگ سکتا ہے جنکو انعمت علیہم کہا ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ جو خدا تعالیٰ کے رستہ میں کام کرنے والے اور جن کے ذمہ اصلاح خلق کا کام ہوتا ہے اور دنیا کی ہدایت و رشد کا کام انہی کے سپرد ہوتا ہے یہ لوگ نبی کہلاتے ہیں اور دوسرا وہ گروہ ہے کہ جو صدیق کہلاتے ہیں اور کامل طور پر خدا کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور اپنے مال و منال اور جان تک کو بھی خدا کی راہ میں لٹا دیتے ہیں ایسے ہی شہید اور صالح ہیں یہ چار گروہ وہی ہیں جو اپنا سب کچھ خدا کے لئے دیدیتے ہیں یہ اس دعا کا ہی کمال ہے کہ جیز وہ مانگنے کی ہدایت کی کہ جس کی روحانی کمال تک پہنچنے کے لئے سب سے بڑھکر ضرورت تھی اور پھر لفظ یہ رکھے ہیں کہ اہدنا الصراط المستقیم ہمکو رستہ دکھا جس پر ہم چلیں یہ نہیں کہا کہ ہمیں یہ بتا دے یا وہ بتا دے ایک راہ پر چلنا ایک جدوجہد ہے اور ثبوت جدوجہد سے نہیں ملا کرتی بلکہ اہدنا سے تو صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ کسی کے نقش قدم پر چلنے کی تڑپ اور آرزو ہے اور وہ راہ جیسا کہ دوسری جگہ خود ہی فرمایا انبیاء صدیق شہداء اور صالحین کی راہ ہے پس اس آیات میں یہ دعا سکھلائی گئی ہے کہ جس طرح انہوں نے خدا کی راہ میں سب کچھ فدا کر دیا تھا اور جو تڑپ اُن کے دلوں میں اشاعت اسلام کی پیدا ہو گئی تھی اور جس طرح انہوں نے ایک عالم کو حلقہ بگوش اسلام بنالیا تھا اسی طرح ہم بھی کریں تاکہ ہم خدا کے نام کو دنیا میں بلند کریں اور اسلام کو پھیلائیں اس کے بعد فرمایا

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ

ان لوگوں کی راہ نہ دکھلائیو کہ جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور وہ صراط مستقیم سے بھٹک گئے وہ لوگ جو تیرا نام لیکر دنیا میں نکلتے ہیں مگر آخر خود دنیا پر گر جاتے ہیں اور حصول مال و دولت کو اپنا مقصد بنا لیتے ہیں ایسی قومیں آخر غضب الٰہی کے نیچے آجاتی ہیں دنیا پر ان کی نظریں پست ہو جاتی ہیں اور دین الٰہی پر دنیوی مال و منال کو ترجیح دیکر دنیا میں منہمک ہو جاتے ہیں اے خدا ہم ان کی طرح نہوں اور ایسا نہو کہ ہم تیرے دین کی اشاعت میں سست ہو جائیں اور دنیا کی محبت یا خوف سے کتمان حق کریں اور اس کی اشاعت نہ کریں ہم ایسے لوگوں میں سے نہوں ولا الضالین اور نہ ہم ان لوگوں کی طرح ہوں کہ جو تیرا نام لیکر تو نکلے مگر آگے چلکر غلط راہ پر پڑ گئے اُن کے اندر ایک جوش تو رہا کہ تیرے نام کو پھیلائیں مگر غلط راہ پر پڑکر حق کی بجائے صداقت کو پھیلانے لگ گئے جن لوگوں کے سپرد دنیا میں حق اور صداقت کے پھیلانے کا کام ہوا ہے ان کے لئے یہی دو ٹھوکر کے مقام ہیں یا تو اس بلند مقام سے ہٹ کر دنیا میں منہمک ہو جائیں اور یا غلطی میں پڑ کر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور حمد پھیلانے کی بجائے کسی اور کی عظمت اور حمد پھیلانے میں مصروف ہو جائیں اب اس پر غور کرو کہ جو حدیث نے مغضوب اور ضالین یہود اور نصاریٰ دو گروہوں کو قرار دیا ہے دنیا پر گرنے اور احکام الٰہی کی تبلیغ و اشاعت نہ کرنے کی وجہ سے یہود کو مغضوب علیہم کہا اور عیسائی وہ جو پیغام اور خدا کا نام لیکر تو نکلے مگر غلط راہ پر پڑ گئے

اور غلو کی راہ اختیار کرلی اس لئے ضالین کہلائے پس ان دونون گروہون مین فرق یہ ہے کہ یہود تو دنیا پر گر گئے ہین اور دین کی اشاعت سے بالکل غافل ہوگئے ہین

اور عیسائیون مین گو اپنے مذہب کی تبلیغ کا جوش ہے

مگر وہ غلط راہ پر پڑ گئے ہین اور ان کا یہ جوش ہی گو اُن کو دنیا مین فایدہ ضرور پہنچا دیتا ہے مگر آخرت مین اس کا کوئی فایدہ نہین کیونکہ جوش ہی اگر اپنے مقام پر خرچ ہو تو نتیجہ خیز ہوتا ہے مگر بے جا جوش کا کچھ فائدہ نہین ہوتا مسلمانون کو اس لئے یہ دعا سکھائی گئی تھی کہ اُن کے قدم ان دو غلط راہون پر نہ پڑین مگر آج وہی نظارہ یہان بھی نظر آتا ہے اگر ایک طرف وہ لوگ ہین جو تبلیغ اور اشاعت حق کے لئے جوش نہین دکھاتے اور قرآن کریم کے دنیا مین پھیلانے کو اپنی زندگیون کا اصل مقصد قرار نہین دیتے تو دوسری طرف وہ بھی ہین جو اس جوش کو لیکر ایک غلط راہ پر پڑ گئے اور

اور غلو اختیار کرکے یہ مذہب بنا لیا

کہ ہم مین سے ہر ایک انسان کوشش اور دعا مین لگا رہنے سے نبی بن سکتا ہے پس خود اس سورۂ فاتحہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا نام اور اس کی حمد کو دنیا مین پھیلانا وہ نصب العین تھا جو اِن کے سامنے رکھا گیا تھا مگر مسلمانون کی نظرین اب صرف دنیا کی طرف پست ہوگئی ہین اور وہ نصب العین جو قرآن کریم نے ان کے لئے مقرر کیا تھا وہ انہون نے اپنی نظرون سے گرا دیا ہے حالانکہ نصب العین کے معنے ہی یہی ہین کہ جو آنکھ کے سامنے رہے آنکھین خواہ ہم کسی طرف کیون نہ پھیرین مگر وہ نظر کے سامنے سے نہ ہٹے اور جدہر نظر ہو ادہر وہی نظر آئے گویا نظر اس پر نصب یعنی گڑی ہوئی ہو جب ہم کسی طرف سے نظر پھیر لیتے ہین تو پھر اس طرف کی چیزین ہماری نظر سے چھپ جاتی ہین

مگر نصب العین وہ ہوتا ہے

کہ آنکھین پھر جائین مگر وہ نظر کے سامنے سے نہ ہٹے تو وہ چیز نصب العین کہلاتی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ خواہ تم کچھ ہی کرو اور کہین رہو مگر اس کو نہ چھوڑو دین کی اشاعت تمہارے سامنے سے نہ ہٹے قرآن کریم نے قبلہ کے مضمون مین اسی طرف بڑی خوبی کے ساتھ اشارہ کیا ہے فرمایا

من حیث خرجت فول وجھک شطر المسجد الحرام

وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ لئلا یکون للناس علیکم حجۃ جہان کہین سے بھی تم اے محمدؐ نکلو پس اپنے منہ کو مسجد حرام کی طرف پھیر لو اور جہان کہین سے بھی (اے مسلمانو) تم نکلو تم بھی اسی کی طرف منہ کرو تاکہ لوگون کا تمہارے اوپر کوئی الزام نہ رہے یہان صلوٰۃ کا لفظ نہین ہے بلکہ اس کو عام رکھا ہے اور پھر اس قبلہ کی طرف منہ کرنے کی تاکید تین دفعہ کی ہے اور اسی طرح عام الفاظ مین کی ہے پہلے خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا ہے اور پھر سب مسلمانون کو تاکید کی ہے اکیلے ہو یا سب اکٹھے اور جہان کہین بھی ہو ایک ہی قبلہ کی طرف منہ رکھو اور پھر اس قبلہ کو مسجد حرام کہا ہے

قبلہ کی طرف منہ کرنے کی اس قدر تاکید کیون ہے

اور اس پر اس قدر زور کیون دیا گیا ہے کیا وہ خدا ہے یا کسی کا معبود ہے کہ اس کی طرف منہ کئے بغیر نماز نہین ہوسکتی اگر وہ فی الواقع معبود ہوتا تو خدا کی مصلحت کا تقاضا یہ نہ ہوتا کہ کامل سترہ ماہ تک اس کی طرف پیٹھ کرکے نماز پڑھواتا پس ظاہر ہے کہ یہ قبلہ کا مضمون صرف اسی حد تک محدود نہین کہ اس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھوا دیتا ہے اور بس اس قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑہنے کے لئے اس قدر تاکید آئی ہے کہ بعض اوقات اس سے کم فہم لوگون کو غلطی بھی لگ جاتی ہے اور اس کی مثال بعینہ ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک اجنبی انسان یا ایک چھوٹے بچہ کو کسی باغ میں لیجاؤ وہ کیا سمجھ سکتا ہے کہ باغ کے قطعات کو اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کیون کیا گیا ہے اور یہ تختہ سبزہ یہان کیون ہے اور وہان کیون نہین اور اس کی شکل کیون ہے اسی طرح قرآن کریم کا حال ہے جو لوگ اس کو اجنبیون کی طرح دیکھتے ہین وہ اس کے نکات و معارف سے واقف نہین ہو سکتے

قرآن چاہتا ہے کہ دن رات اس کو پڑھو

اور اس سے محبت پیدا کرو اور جو اس کو کبھی کبھی پڑہتے ہین وہ باغ مین داخل ہونے والے ایک اجنبی کی طرح حیران ہو جاتے ہین اور جو اس کا مطالعہ کثرت سے کرتے ہین وہی اس کے مصالح سے واقف ہو سکتے ہین اور اگر تم اس کو کثرت سے نہین پڑہتے تو تم اس کے مصالح اور معارف سے واقف نہین ہوسکتے قبلہ کے مضمون کے متعلق آیات قرآنی پر غور سے معلوم ہوتا ہے

ایک قبلہ کی طرف منہ کرنے سے صرف اسی قدر مراد نہیں کہ نماز کے وقت ایک خاص سمت کی طرف منہ ہو کیونکہ اس مضمون کے آخر پر لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب فرمایا ہے یا تو وہ زور کہ جہاں سے بھی نکلو اس کی طرف منہ کرو اور جہاں کہیں بھی تم ہو اللہ تعالیٰ تمہیں اسی پر جمع کر دیگا اور کہا یہ کہ مشرق اور مغرب کی طرف منہ کرنا کوئی بڑی نیکی ہی نہیں تو معلوم ہوا کہ اصل غرض اس کی اتنی ہی نہیں کہ اس کی طرف منہ کر لیا جائے بلکہ اس کی غرض اگر اس مضمون کو شروع سے پڑھو تو صاف معلوم ہو جاتی ہے فرمایا سیقول السفہاء من الناس ما ولٰھم عن قبلتھم التی کانوا علیھا قل للہ المشرق والمغرب یھدی من یشاء الی صراط مستقیم وکذٰلک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا بعض کوتہ اندیش لوگ فوراً ہی پکار اٹھیں گے کہ کس بات نے ان کو اس قبلہ سے روگردان کر دیا کہ جس پر وہ پیشتر سے تھے ایسے لوگوں سے کہدو کہ مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کے لئے ہے جو چاہتا ہے اس کو وہ سیدھے راستہ کی راہ دکھا دیتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم نے تمہیں ایک میانہ رو جماعت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے سردار بنو اور تمہارا سردار رسول ہو اس شروع کی آیت میں صاف طور پر بتلا دیا ہے کہ اس قبلہ پر قائم کرنے میں ہماری کوئی غرض ہے اور وہ غرض یہ ہے کہ تا تم

لوگوں کے پیشوا اور امام بنو

اور اس کے بعد دوسرے رکوع کے شروع میں اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات این ما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا اور ہر ایک کے لئے ایک قبلہ مقصود ہے جس کی طرف وہ اپنا منہ کرتا ہے پس تم نیکیوں میں سبقت لیجانے کی کوشش کرو اللہ تعالیٰ تمہیں خواہ تم کہیں بھی ہو اکٹھا کرنا چاہتا ہے وہ تم سب کو ایک ہی مقصد اور غرض واحد پر اکٹھا کرنا چاہتا ہے اس کے بعد فرمایا کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم اٰیٰتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتٰب والحکمۃ ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون جس طرح ہم نے رسول کو تمہیں ایک ہی مقصد پر جمع کرنے کے لئے بھیجا ہے اور وہ ہماری آیات تمہارے اوپر پڑھتا ہے اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے۔ تمہیں کتاب اور اس کا فلسفہ بھی سکھاتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم اس سے پیشتر جانتے ہی نہیں تھے ان آیات میں اس مسلمانوں کے قبلہ مقصود اور نصب العین کو کھول کر بیان کر دیا کہ جس طرح ہم نے اپنے دین کی اشاعت کے لئے رسول کو اٹھا کھڑا کیا ہے اسی طرح تم ہمارے نام کو پھیلاؤ فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون پھر اگر تم میرے نام کو دنیا میں بلند کرو گے تو میں بھی تمہارے نام کو بلند کروں گا میرے شکرگزار ہو اور ناشکری مت کرو پھر اگر ہمارے نام کو پھیلانا چاہتے ہو تو واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ اس راہ میں تمہیں جس قدر مشکلات کا سامنا ہو ان میں صبر اور صلوٰۃ سے مدد چاہو جب تم ایک بات پر قائم ہو جاؤ تو پھر مردانہ وار اس پر قدم بڑھاؤ اور

مشکلات کا مقابلہ صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ کرو

اس کے بعد ایک گروہ کا ذکر کیا فرمایا ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون اور ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کا نام بلند اور اشاعت اسلام کرتے ہوئے مارے جائیں ان کو مردہ مت کہو وہ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں مگر تم اس کو سمجھ نہیں سکتے جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دیدیتا ہے وہ فی الحقیقت زندہ ہے اس کی روح دنیا پرستی کی تاریکی سے نکل کر روحانی اور زندگی حاصل کر لیتی ہے وہ اپنی جان و مال اور عزت کے نقصان کی خدا کی راہ میں کوئی پرواہ نہیں کرتے آگے چل کر فرمایا ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ یہ صفا اور مروہ بھی خدا کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دینے والوں کی یادگاریں ہیں پس ان کی زیارت بھی تمہارے حج کے لئے مقرر کر دی گئی ہے اس کے بعد فرمایا ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینٰت والھدٰی من بعد ما بینٰہ للناس فی الکتٰب اولٰئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللٰعنون وہ لوگ جو

تعلیمات الٰہیہ کی اشاعت نہیں کرتے

بلکہ ان کا کتمان کرتے ہیں حالانکہ ہم نے انکو اس کی کھول کر کتاب میں کہدی تھی وہی وہ لوگ ہیں کہ جو خدا کی رحمت سے دور اور نیکیوں کے فیض سے محروم ہیں اللہ تعالیٰ اپنی تعلیم کو بھیجتا ہی اس لئے ہے کہ اس کو لوگوں میں پھیلایا جاوے مگر ان کے پیرو اس فرض کے بجا لانے میں سستی کرتے ہیں اور خدا اور نبیوں کی جماعت سے محروم اور مردود ٹھہرائے جاتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے سپرد ایک بڑا کام کیا ہے اور وہ قبلہ کی حفاظت ہے وہ قبلہ جو خدا کے واحد کی عبادت کے لئے پہلی یادگار ہے جیسا کہ قرآن کریم نے خود ہی فرمایا ہے ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا سب سے پہلے گھر جو دنیا میں خدا کی عبادت کے لئے بنایا گیا وہ یہی کعبہ ہے اور آخر میں رسول بھیجا اس کی حفاظت اس کے سپرد کی ہے دنیا کے سب معبد گر جاویں گے مگر وہ کبھی نہ گرے گا

المفلحون سارے کے سارے مسلمان اس کام پر نہیں لگ سکتے اسی لئے خدا کے پرحکمت کلام نے کہا کہ تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ جس کا کام ہی یہی ہو ایک دوسری جگہ فرمایا و ما کان المومنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون کل کے کل مسلمان اس کام کے لئے نہیں نکل سکتے پس ان میں سے ایک تفقہ فی الدین کرنے والا گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کیلئے نکل کھڑا ہو اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ

قرآن کے برابر دنیا میں کوئی پرحکمت کلام نہیں

جہان تبلیغ دین کا ذکر کیا تو اس کو کل مسلمانوں کا فرض قرار دیکر اس کو اپنا نصب العین بنانے کی تعلیم دی فرمایا وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ جہان کہیں بھی تم ہو تم اسی مسجد حرام کو اپنا نصب العین ٹھہراؤ تم سب کا مقصد ایک ہی ہو اور جہان کہیں پھیلانے والوں کا ذکر کیا تو ایک جماعت کو خاص کر دیا جو اپنی زندگیوں کو اسی کام کے لئے وقف کر دیں اور ان کا کام سوائے اس کے اور کچھ نہ ہو ہم لوگ جو اس وقت یہان بیٹھے ہوئے ہیں ہم نے اسی نصب العین کو اپنے سامنے رکھا ہے دنیا میں خدا کے نام کو ہم نے بلند کرنا ہے خدا کا پیغام دنیا کو پہونچانا ہے اور دنیا کو مسلمان بنانا ہے اور جس طرح ہر ایک مسجد سے لا الہ الا اللہ کی آواز بلند ہوتی ہے اور دنیا میں اس طرح

کسی گرجے مندر سے خدا کا نام کو بلند نہیں کیا جاتا

دنیا میں ایک ہی آواز ہے جو ہر مسجد سے بلند ہوتی ہے پس جس طرح سے یہ آواز تمام دیوی دیوتاؤں اور جھوٹے معبودوں کی آواز پر غالب اور بلند ہے اسی طرح ایک دن خدا کے نام نے اور اسلام نے دنیا پر غالب آنا ہے مگر اس میں کامیابی ہو نہیں سکتی جبتک کہ تم سب مل کر اس کو اپنا نصب العین نہ ٹھہراؤ تمہارے اندر اس کے لئے ایک جوش ہونا چاہئے اور ہر ایک کے دل میں یہی تڑپ ہونی چاہئے کہ میں اس کار خیر میں اپنے مال سے جان سے اور وقت سے معاون ہو جاؤن جب یہ ایک ہی تڑپ تم سب کے اندر پیدا ہو جائے تو پھر اس میں کامیابی یقینی ہے جب ایک قوم کی قوم کسی مقصد کو اپنے سامنے رکھ لے تو اس سے دنیا میں بڑے بڑے کام ہو جاتے ہیں تم اس طرح سے مل کر دلوں کے اندر دنیا میں انقلاب پیدا کر سکتے ہو اس نصب العین کو سامنے رکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے ایک دنیا کے اندر انقلاب پیدا کیا اور سلطنت و حکومت اور دنیا کے خزانوں کو حاصل کیا مگر بعد میں یہ نصب العین مسلمانوں کی نظروں سے گر گیا اور بادشاہت عزت اور فخر نے ہمیں یہ اپنا فرض بھلا دیا اس وقت مسلمانوں کے دلوں میں یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ ہماری یہ سلطنت ایک دن جاتی رہے گی اور مسلمان ہی کبھی محکوم ہو جائیں گے فقہ کی کتابوں کو پڑھکر دیکھو کہ انہوں نے جس قدر مسائل کی تخریج کی ہے اس میں صرف بادشاہت اور حکومت مسلمانوں کی ملک سمجھ کر کی ہے ہاں بادشاہت اور حکومت تو مسلمانوں کو ملی اور ایسی ملی کہ کیا کسی قوم کو ملے گی مگر مسلمانوں نے اس میں جھک کر اپنے مقصد کو ترک کر دیا اور جس ذریعہ سے انکو حکومت ملی تھی اس کو بھلا کر دنیا کو اپنا مقصد بنا لیا تو خدا نے بھی انکو تخت حکومت سے گرا دیا اور اب ان کی سلطنت کہیں کہیں برائے نام ہی نظر آتی ہے اپنے پہلے بزرگوں کے کارناموں کو پڑھو تو معلوم ہوگا کہ جس چیز نے دنیا میں اسلام کو پھیلا دیا وہ بادشاہت اور حکومت نہ تھی بادشاہت تو صرف جسموں پر حکومت کر سکتی ہے مگر وہ لوگ جنہوں نے دین کو اور اس کی اشاعت کو اپنا منتہائے نظر بنایا ان کی سلطنت دلوں پر تھی مسلمانوں کی سلطنت دنیا سے نہیں اٹھی جبتک کہ مسلمانوں کے دلوں سے اسلام کی محبت نہیں اٹھی اللہ تعالیٰ کے دین کے ساتھ محبت نے انکو دنیا کا محبوب بنا دیا تھا جو لوگ خدا کے دین کے ساتھ محبت کرتے ہیں پھر خدا تعالیٰ بھی ان کا دوست ہو جاتا ہے جیسا کہ خود ہی فرمایا سیجعل لہم الرحمن ودا رحمن ایسے لوگوں کا دوست ہو جاتا ہے جب تک کہ خدا کی محبت اور خدا کے دین کی محبت مسلمانوں کے دلوں سے نہیں اٹھی دنیا کے دلوں سے بھی ان کی محبت نہیں اٹھی جب مسلمانوں نے اپنی نظر اللہ تعالیٰ کے دین اور اشاعت اسلام سے اٹھالی اور اسلام پر چاروں طرف سے حملے ہونے لگے دین بدنام ہو گیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس صدی کے مجدد کے ذریعہ سے پھر اسی عہد بیعت کو تازہ کیا کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے اس کو خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کی بیماری کی جڑ سے خبر دی کہ انہوں نے دنیا کو دین پر مقدم کر لیا ہے اب تم دوبارہ ان کو اس راہ پر لاؤ کہ جس کو وہ ایک مدت سے ترک کر چکے ہیں اور آیۃ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدی من بعد ما بینہ للناس فی الکتب اولئک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللعنون کے ماتحت بینات اور ہدایت چھپانے کے سبب سے کہ جو انکو لوگوں میں تبلیغ کیلئے دی گئی تھی خدا کی رحمت سے دور ہو چکے ہیں اور اب چونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کو چھوڑ دیا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی انکو

اس سے یہ ظاہر ہے کہ آپ کا نصب العین سلطنت اور دولت کا حصول نہ تھا مگر آج تمہاری نظر سوراجیہ اور حصول دولت کی طرف پھرتی ہے مگر یاد رکھو کہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نصب العین نہ تھا

ان کا نصب العین صرف اشاعت اسلام تھا اور اسی تبلیغ دین کے ذریعہ سے انہوں نے حکومت اور دولت کو حاصل کیا اب بھی اگر تم چاہتے ہو تو اسی کے ذریعہ سے کامیاب ہو سکتے ہو پس تم سوراجیہ کی طرف سے اپنی نظر پھیر لو اور خدا کا نام پھیلانے کو اپنا نصب العین رکھو تو دولت و حکومت تمہیں خود بخود مل رہی ہے اگر اس راہ پر چل کر کامیاب ہونے والوں کا نمونہ تمہارے سامنے نہ ہوتا تو بھی قرآن کریم کی تعلیم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں تمہیں اسی راہ پر چلنا چاہیے تھا مگر غور تو کرو کہ ولایت میں کس طرح تھوڑی سی کوشش سے چار سو انگلش نژاد تعلیم یافتہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں اور ان لوگوں میں لارڈ ہیڈلے جیسے معزز اور پکتھال جیسے مصنف اور بڑے بڑے پروفیسر ہیں اگر یہ نمونہ سامنے نہ بھی ہو تو پھر بھی ہمارا فرض تھا کہ ہم اسلام کی تبلیغ ان ممالک میں کر کے اپنے فرض کو ادا کرتے اور اسلام کی نسبت جس قدر غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں انکو دور کرتے یہ کام ایک عشق اور جنون اپنے اندر پیدا کئے بغیر نہیں ہو سکتا تمہارے دلوں میں جب تک اس کے لئے تڑپ نہ ہو گی تم کامیاب نہیں ہو سکتے سوراجیہ کے حصول کے لئے جد و جہد تو کجا اگر تمہارے سامنے لاکھ بھی اس کو رکھ دیا جاوے تو اشاعت اسلام کے مقابلہ میں تمہاری نظر اس کی طرف نہیں اٹھنی چاہیے یہ لوگ سوراجیہ کے لئے کس قدر قربانیاں کر رہے ہیں ان کی جان نثاریوں سے تم سبق سیکھو تم میں سے کوئی اشاعت اسلام کی وجہ سے جیل میں نہیں گیا مگر ان کو دیکھو کہ وہ کس طرح اپنی جائدادوں کو کوڑیوں کے مول بیچ کر پہلے تو ہجرت کر گئے اور اب کس جوش کے ساتھ جیل جانے کے لئے تیار نظر آتے ہیں مگر جب ہم ایک شخص کو باہر تبلیغ کے لئے بھیجنا چاہتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ میرے عیال کا بھی انتظام کرو مگر ان کو دیکھو کہ وہ اپنے بال بچوں کی ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتے اور کوئی نہیں پوچھتا کہ ان کے بال بچوں کا پیچھے کیا حال ہوگا ایک سوراجیہ کی خاطر انہوں نے سب کچھ قربان کر دیا ہے۔ میں ان کی قربانیوں کی تحقیر نہیں کرتا بلکہ ایسی تحقیر کو برا سمجھتا ہوں ہاں اس کلمہ حق کے کہنے سے بھی رک نہیں سکتا کہ سوراجیہ سے

بہت بلند نصب العین ہے

جو اول قرآن نے اور آج چودھویں صدی کے مجدد نے ہمارے سامنے رکھا اور وہ انبیاء علیہم السلام کے نقش قدم پر تبلیغ دین اور اشاعت حق کرنا اور دنیا کو نیکی کی راہوں کی طرف بلانا۔ اشاعت اسلام اور سوراجیہ دو مقصد ہیں جن میں یقیناً اشاعت اسلام بلند تر بلکہ بہت ہی بلند مقصد ہے قربانیاں ان مقاصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں اگر سوراجیہ کو نصب العین بنانے والے اس سے بڑھکر قربانیاں کرنے والے ہیں جو اشاعت اسلام کو اپنا نصب العین بنانے والوں نے کی ہیں یا کرنے کو طیار ہیں تو وہ اپنے مقصد کو جلد تر حاصل کر لیں گے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ سوراجیہ اشاعت اسلام سے بلند تر مقصد ہے میں اسبات کو مان لیتا ہوں کہ اس کی قربانیاں زیادہ ہیں مگر محض قربانیاں کرنے کے لئے میں ایک بلند مقصد کو چھوڑنے یا اسے چھوڑ لینے کا مشورہ دینے کے لئے تیار نہیں ہوں اشاعت اسلام یا حق کو پھیلانے کے لئے بھی لوگوں نے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں بلکہ سب سے بڑھکر بے غرض اور سب سے بڑی قربانیاں دنیا میں ہمیشہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہوئی ہیں اگر میں تم سے ویسی قربانیاں نہیں کرا سکتا تو میرا قصور ہے مجھ میں وہ قوت بیان نہیں کہ ایک ایسے پیارے مقصد کو تمہارے سامنے محبوب بنا کر رکھ دوں کہ تم اپنے مال اور جان کو اس پر فدا کر دو مجھ میں وہ آگ نہیں جس سے تمہاری دنیا کی محبت کو جلا دوں لیکن اگر میں کمزور ہوں اور ان الفاظ کا مصداق ہوں و یضیق صدری ولا ینطلق لسانی میرا سینہ تنگ ہے وہ دلائل نہیں ملتے جن سے اپنے مقصد کو واضح کر سکوں اور میری زبان میں وہ گویائی نہیں کہ میں تمہیں مسحور کر سکوں تاہم یہ بھی مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ تمہاری نظروں کو اس بلند مقصد سے پھر جانے دوں جس پر تمہیں مجدد زمانہ نے قائم کیا ہے

مقصد سامنے رہے نصب العین نہ بدلے

تو مجھ سے بہتر آدمی اللہ تعالے اس کام کے لئے کھڑا کر دے گا جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کرا سکیں لیکن اگر نصب العین ہی سامنے نہ رہا تو اس کا کوئی علاج نہیں میں اس امر کو نہیں دیکھ سکتا کہ تمہارا نصب العین بدلا جائے اور تم اشاعت اسلام کو چھوڑ کر اپنی زندگی کا مقصد کسی اور چیز کو بنا دو یہ تمہارا فرض ہے کہ دنیا میں تم قرآن کی اشاعت کرو یہ عہد ہے جو تم نے اس زمانے کے مجدد کے ساتھ باندھا اور اس نے خود عمر بھر اسی کام کو کیا اور اس کے بعد اب انجمن نے اسی کام کو اپنے ذمہ لیا ہے پس تمہارے سامنے بڑا کام ہے اور تم میں سے بہت لوگوں نے بڑا کام کیا ہے میں اس کو برا سمجھتا ہوں اور خاص کر کسی کا نام لے کر مدح کرنا تو مجھے بہت ناپسند ہے لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہماری جماعت نے جو کام کیا ہے

چھوڑ دیا ہے اور وہ اس قدر دنیا میں ذلیل ہو گئے ہیں کہ میں اس امر سے انکار نہیں کرتا کہ اب بھی مسلمانوں میں ہزاروں لوگ ہیں کہ جو اس کام کو کر سکتے ہیں اور پھر ایک طرف عیسائیت کا کام ہے جو بڑے زور شور سے ساتھ مشنری تحریک ترقی کی طرح بہایا جاتا ہے لاکھوں روپیہ کی کتابیں شائع کی جاتی ہیں دوسری طرف ایسے ہیں کہ جن کا باقاعدہ شغل نہیں معمولی تا جروں کو دیکھو ... کو مسلمان کر لیا ہے صرف دنیا کے مال خرچ کرنے سے دنیا میں حاصل نہیں ہو سکتی جب تک مذہب میں صداقت موجود ہو اس سے یہ ظاہر ہے کہ لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے آنے کے لئے تیار ہیں حال اس سے بھی کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ مسلمانوں میں جو جوش تبلیغ دین کا پہلے تھا اب اس کا عشر عشیر بھی نظر نہیں آتا اور جو جوش اور جو پیار اعلائے کلمۃ اللہ کی اشاعت کا مسلمانوں کے دلوں میں ہوتا ہے وہ آج مفقود نظر آتی ہے اور اگر بعض مکمل افراد اپنے طور پر افریقہ میں اس کام کو کر رہے ہیں تو دوسری طرف مہذب اور تعلیم یافتہ دنیا میں اشاعت اسلام کی طرف سے مسلمان بالکل غافل ہیں بلکہ اس کام سے گھبرا رہے ہیں ... کہ عیسائیوں کو کہنے کی جرأت پیدا ہو گئی کہ اسلام صرف نیم وحشی لوگوں کو اپنے اندر جذب کر سکتا ہے تعلیم یافتہ اور مہذب قوموں پر اس کا کچھ اثر نہیں اس لئے

اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے مجدد کو اسی لئے مبعوث کیا

کہ ان مہذب قوموں میں تبلیغ اسلام کر کے ان کی گردنیں باوجود مسلمانوں کی مغلوبیت جسمانی کے اسلام کی روحانی طاقت کے سامنے جھکا کر اپنی قدرت کا اظہار کرے اور اس خیال کو بھی ظاہر کرے کہ چونکہ یورپ نے تمدن کو حاصل کر لیا ہے اس لئے وہ اسلام کو قبول نہیں کر سکتا مگر یاد رکھو کہ یورپ کے لوگ اسی طرح اسلام کے جھنڈے تلے آنے کے لئے تیار ہیں کہ جس طرح افریقہ کے لوگ اور اس بات کو اللہ تعالیٰ نے آدم کے تذکرہ میں صاف طور پر بتا دیا ہے کہ انسان علم کے ذریعہ سے اور تجلیوں اور طاقتوں کے ساتھ طمانیت حاصل نہیں کر سکتا اسکن انت وزوجک الجنۃ میں یہی اشارہ ہے کہ صرف دولت ہی انسانی روح کی آگ اور تڑپ کو بجھا نہیں سکتی اور نہ حکومت اور سلطنت ہی انسانی دل کو مطمئن کر سکتی ہے بلکہ یہ حرص دنیا کی آگ جس قدر دنیا ملے اسی قدر تیز ہوتی ہے بقول یوم نقول لجہنم ھل امتلئت و تقول ھل من مزید کی آواز نکلتی ہے ان چیزوں سے اطمینان قلب حاصل نہیں ہوتا بلکہ برباد ہو جاتا ہے دنیا کا یہ اصول صحیح نہیں کہ مادہ روح پر غالب آ سکتا ہے مادی طاقتیں کبھی روحانی طاقتوں پر غالب نہیں ہو سکتیں ہمیشہ روح ہی مادہ پر غالب ہی ہے اور رہے گی

مادے کی پیاس ہمیشہ آسمانی پانی سے بجھتی ہے

اور مادہ ہی ہمیشہ روح کے سامنے سر جھکاتا ہے قرآن کریم نے جو گذشتہ نبیوں اور ان کی قوموں کے تذکرے بیان کئے ہیں ان سب سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہمیشہ روحانی طاقتیں ہی مادی طاقتوں پر غالب آئی ہیں اور اسی بات کو موسیٰ اور فرعون کے تذکرہ میں کھول کر بیان کیا ہے کہ فرعون اپنی انتہائی مادی طاقت کے باوجود کس طرح حضرت موسیٰ کی قوت قدسی کے سامنے مغلوب ہو گیا اسی راز کو قرآن کریم نے ان آیات میں بیان فرمایا ہے ولو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ یہ روحانی طاقت ہے کہ جو مادی طاقت کے اگر پہاڑ بھی ہوں تو ان کو گرا دیتی ہے پس یہ وہی طاقت ہے کہ جس نے دنیا میں ہمیشہ مادی طاقتوں کو مغلوب کیا پھر آج اس کی طاقت پر کیوں مایوس ہو یہ یقین کی کمی ہے ورنہ یاد رکھو کہ دنیا میں جو کچھ ہوا اسی روحانی طاقت سے ہوا اور جو کچھ ہو گا روحانی طاقت سے ہو گا آج ہمارے سامنے ایک جذبہ اور طاقت ہے کہ جس کی طرف لوگ کھنچے چلے جاتے ہیں اس سے میرا مطلب پولیٹیکل جذبہ ہے چند دنوں میں ملک کے اندر اس نے کس قدر انقلاب پیدا کر دیا ہے لوگ پوچھتے ہیں کہ چند دنوں میں اس قدر انقلاب کیونکر ہو گیا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ چند لوگوں نے اس کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ تم نے اپنی جماعت کو اس سے الگ کیوں کر رکھا ہے یہ قربانی کی روح جماعت کے اندر پیدا کرنی چاہتے ہو تو ان تحریکات میں ان کو حصہ لینے دو مگر میں نے ابتدا سے ہی کہا ہے کہ تمہارے سامنے بڑی بڑی باتیں آئیں گی اور لوگ تمہیں ان کی طرف بلائیں گے مگر تم نے اپنے نصب العین کو نہ بھولنا سوراجیہ بڑی چیز ہے مگر اشاعت اسلام اس سے بڑھ کر

مسلمانوں کی موت اور زندگی کا سوال ہے

مسلمانوں کا مقصد زندگی دولت اور حکومت کو حاصل کرنا نہیں اگر ہماری زندگی کی غرض دولت و حکومت ہوتی یا ہمارا نصب العین اور منتہائے مقصود اگر سلطنت اور بادشاہت کا حاصل کرنا ہوتا تو اس وقت جب کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دولت اور بادشاہت پیش کی جاتی تھی اور یہ کہا جاتا تھا کہ آپ جس قدر دولت چاہتے ہیں ہم آپ کے سامنے حاضر کرنے کو تیار ہیں اور اگر آپ بادشاہت کی تمنا کرتے ہیں تو ملک عرب کی بادشاہت ہم آپ کے سپرد کرنے کو تیار ہیں مگر تبلیغ اسلام اور توحید کا پیغام پہنچانے سے آپ باز رہیں تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں پر لات مار کر اپنے نصب العین پر قائم نہ رہتے

ضلع مع ڈسٹرکٹ میڈیکل آفیسر کی ملاقات کے لئے آئے۔ رات زیادہ گذر گئی تھی سفر کی تکان بھی تھی اس لئے [illegible] تو آرام کرنے چلے گئے تھے ملاقات نہ ہو سکی دوسرے دن دو بجے صاحب ضلع مسٹر [illegible] پہنچے اور چائے کی دعوت دے گئے چنانچہ مین چار بجے ان کی کوٹھی پر پہنچا نائب ضلع بھی آپہنچا اور ایک بڑے کالج کا نیا انگریز صاحب بھی آگئے صاحب ضلع کی اہلیہ صاحبہ بھی وہین موجود تھین تھوڑی دیر ادھر ادھر کی گفتگو کے بعد روئے سخن مذہب کی طرف ہوا انجیل مقدس کا ذکر شروع ہوا تو مین نے کہا کہ جہان تک مجھے اتفاق عیسوی مشنوں سے ملنے کا ہوا ہے مین نے ہمیشہ ان سے یہ دریافت کیا ہے کہ ان کے مذہب کی بنیاد کن امور محققہ پر ہے مجھے اس کا معقول قابل قبول جواب آج تک نہیں ملا اس پر مسٹر گریک نے کہا کہ مذہب عیسوی کی بنیاد تو کوئی نہیں ہے کوئی ایسا محقق امر نہیں جس کو عیسائی مذہب کی بنیاد کہا جاسکے اور جو بنیاد اس مذہب والوں کی طرف سے پیش کی جاتی ہے وہ غیر محقق اور ناقابل اعتبار بلکہ بالکل غلط ہے چنانچہ گفتگو چار گھنٹہ تک جاری رہی یہ گفتگو شاید کچھ عرصہ اور بھی جاری رہتی مگر دوسری طرف بلاوے پر بلاوا آرہا تھا کہ جلد آؤ چنانچہ واپس آنے پر دیکھا کہ ایک بڑا مجمع اکٹھا ہوا ہے اور سید صاحب حضرت مولانا کی تازہ تصنیف (سیرۃ خیر البشر) کا [illegible] مین لیکچر دے رہے ہین سید صاحب عمر رسیدہ بزرگ ہین اور دمہ کے عارضہ مین مبتلا ہین (احباب دعا کرین کہ اللہ تعالے صحت فرمائے اور اس وجود کو عرصہ دراز تک زندہ اور سلامت رکھے) چنانچہ مین نے ان سے درخواست کی کہ آپ تشریف رکھین مضمون پیش گوئیون کا تھا جو انبیائے سابقین آنحضرت صلعم کی بعثت مبارک کے متعلق کرتے چلے آئے ہین (اس مضمون پر ایک رسالہ زیر تصنیف ہے انشاء اللہ تعالٰے ڈیڑھ ماہ تک چھپ کر شائع ہو جائیگا) مین نے نصف گھنٹہ سے زیادہ تقریر کی ہوگی دوسرے دن جمعہ تھا نماز جمعہ کا خطبہ مین نے پڑھا نماز کے بعد ایک گھنٹہ یا اس سے کچھ زیادہ آنحضرت صلعم کے اخلاق پر اور آپ کی سیرت پر تقریر کی۔ یہ باتین لوگون کے لئے نئی تھین۔ اللہ تعالٰی کے فضل سے اچھا اثر ہوا رات کے وقت گورنمنٹ سکول مین پھر جلسہ ہوا سکول کا ہال بھر ہوا تھا نائب ضلع کے اہتمام سے کرسیون اور بنچون وغیرہ کا انتظام خوب ہو گیا تھا صاحب ضلع مسٹر گیمبل صدر قرار پائے ان کی اہلیہ صاحبہ بھی آئی ہوئی تھین اور ان کے ساتھ ایک اور انگریز تھا جو ہندوستان مین بھی کچھ عرصہ رہ چکا کر فوجی افسر تھا مین نے دو گھنٹہ بڑے اطمینان کے ساتھ تقریر کی اور وہ بھی سامعین کی درخواست پر ایک گھنٹہ ختم ہونے پر مین نے حضار جلسہ سے کہا کہ ایک گھنٹہ گزر چکا ہے اس لئے مین تقریر کو ختم کرتا ہون اسی پر تمام سامعین کی طرف سے متفقہ آواز آئی کہ تقریر کو جاری رکھین میز

نے پہلے حصہ مین تو اسلام کے بنیادی اصول بیان کئے توحید کا مضمون بیان کرتے ہوئے مین نے اس مقصد عظیم کی طرف اشارہ کیا جو اسلام کو دنیا کے تمام دیگر مذاہب سے ممتاز کرتا ہے یعنی نوع انسان کو باہمی برادری مین جمع کردینا دوسرے مذاہب کا مین نے ذکر نہین کیا مذہب عیسوی کی طرف صرف اتنا اشارہ تھا کہ فطری گناہ پر ہمین ایمان نہین ہم اس کو تخریب اخلاق اصول خیال کرتے ہین دوسرے حصہ مین آنحضرت صلعم کے اخلاق پر گفتگو کی اور سورۃ الجمعہ کی دوسری آیت کے مضمون کو سامنے رکھکر بیان کیا کہ ان حالات مین جو آنحضرت صلعم کی بعثت کے وقت عرب مین تھے آنحضرت صلعم جیسے بے نظیر انسان کا پیدا ہونا اور قرآن کریم جیسی عدیم المثال کتاب دنیا کو دینا ایک فوق العادت واقعہ ہے اور یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو آنحضرت صلعم کو تمام انبیاء کی جماعت سے ممتاز کرتا ہے۔ تقریر کے دوران مین مین نے سورہ فاتحہ کا انگریزی ترجمہ بھی سنایا۔ مین نے اس کی تفسیر مین ایک لفظ اپنی زبان سے نہین نکالا لیکن یہ خود اس کتاب مین کا معجزہ ہے کہ یہ دعا دلون کو کھا گئی جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا اور مسٹر گیمبل نے اپنی تقریر مین کہا کہ اس کا اثر زائل کرنے کے لئے ایک عرصہ لگے گا دوسرے دن ان سے پھر ملاقات ہوئی اور تقریبا چھ گھنٹہ گفتگو ہوتی رہی اور کئی لوگون سے بھی ملاقات ہوئی اور بعض لوگ تو یہ حیرت سے پوچھتے تھے کہ یہ حیرت انگیز دلون کو کھا جانے والی دعا کہان سے سیکھی مین نے کہا کہ یہ تو قرآن کریم کا ورق اول ہے مسٹر گیمبل نے دوسرے دن گفتگو مین کہا کہ مین تو تمام رات قرآن سے لڑتا رہا ہون یہ دل سے نہین نکلتا اور کہنے لگے کہ ان کی اہلیہ صاحبہ بھی رات کے دو بجے اٹھ کر یہی کہنے لگین کہ قرآن سے رات گھبرا اٹھی رہی ہین یہ دل سے نہین نکلتا وہ رومن کیتھولک ہین یہ بھی معلوم ہوا کہ فطری گناہ سے بہت لوگون کا ایمان اس رات اٹھ گیا کم از کم جو یورپین وہان موجود تھے ان کو اس پر ایمان نہین رہا اس سفر مین جن آداد کا سامنا ہوا ان سے بھی میری پہلی رائے کی تائید ہوتی ہے کہ یورپین قومین اب عیسائیت سے بیزار ہو رہی ہین جا بجا یہی حال ہے بچپن مین سکول مین تعلیم ہوتی ہے جب انکو ذرا ہوش آتا ہے۔ تو شکوک پیدا ہونے لگتے ہین مذہب عیسائی کی بنیاد چونکہ جہالت پر ہے اس لئے جاہل قومون مین خاص کر ان مین جو ابھی درجہ حیوانیت سے زیادہ بلند نہین ہوئین اور وہم پرستیون مین گرفتار ہین مذہب قایم رہ سکتا ہے ورنہ مہذب قومین اس سے بالکل بیزار ہو گئی ہین اسلام کے رستہ مین اب کوئی روک نہین رہی مغرب کی مہذب قومین اسلام کی تعلیم کو قبول کرنے کے لئے تیار ہین ہمارا کام صرف پیغام پہونچا دینا ہی

وہ بھی اپنی نظیر نہیں رکھتا قرآن کی اشاعت کوئی معمولی سا کام نہیں ہزاروں دلوں کے لئے یہ ہدایت کا موجب ہو رہا ہے پھر گذشتہ سال ہم نے تحریک کی تو انہی لوگوں نے ایک لاکھ جمع کر دیا اس چھوٹی سی جماعت نے قربانی کی ہے اگر سب مسلمانوں میں اسی طرح روح ہو تو دنیا میں کچھ کا کچھ کر دیں اگر آج لوگ ملک کے لئے قربانیاں کر رہے ہیں اور اپنی ملازمتوں اور دکانوں کو چھوڑ رہے ہیں تو تم میں ہی وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے بہت کچھ قربانی کر کے اشاعت اسلام کو اختیار کیا ہے اور خدا کے لئے اپنے کاروبار کو چھوڑ دیا ہے اس چھوٹی سی جماعت نے ستر ہزار روپیہ قرآن پر خرچ کیا ہے اس قدر کام ہو چکا ہے مگر پھر بھی یہ سمندر سے چونچ بھر لینے کے برابر ہے تمہارے سامنے دنیا پڑی ہے کہ جو اسلام کے نام سے ناواقف ہے بلکہ بہت سے ایسے ملک ہیں جہاں ہیں

اسلام کے خلاف گندے خیالات شائع ہو رہے ہیں

جب تم دنیا میں اس قدر بدنام ہو تمہارا اسلام بدنام ہے محمد رسول اللہ بدنام ہے تو پھر تمہارے دل کس طرح مطمئن ہو سکتے ہیں دنیا کی کونسی قوم ہے جو معزز نہیں بنایا جا کر پھر نہ صرف یہی ہے کہ تم دنیا میں ذلیل ہو گئے ہو بلکہ دجال تمہارے دین کو ہی مٹانا چاہتا ہے جب اسلام اس قدر بدنام ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جو قوم بدنام ہو اس کا ہر فرد بدنام ہوتا ہے پس اس بدنامی کو دور کرنے کے لئے کس قدر کوشش ہونی چاہیے یہ ایک عظیم الشان کام ہے کہ جو تمہارے سامنے ہے عیسائیت کل دنیا میں کس قدر جدوجہد کے ساتھ کام کر رہی ہے اور ان کا کام اس قدر وسیع ہے کہ آج کسی ملک میں مسلمانوں کی تعداد دریافت کرنے کے لئے بھی مشنریوں کی رپورٹوں کو ہی دیکھنا پڑتا ہے اس قدر کار عظیم کے لئے جس سرعت کے ساتھ تمہیں قدم اٹھانا چاہیے تھا نہیں اٹھایا گیا جب تم نے اس کو اپنے اوپر فرض قرار دے لیا ہے تو پھر اس فرض کو نباہنا بھی تمہارے ذمہ ہے خواہ اب اس راہ میں جان ہی دینی پڑے خدا کی راہ اگر جان جائے تو اور کیا چاہیے رسول اللہ صلعم نے جو اپنی نیت کیا ہے وہی آرزو اور تڑپ تمہارے دلوں میں بھی پیدا ہو انی لوددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل

میرے دل کی تڑپ ہے

میرے دل میں یہ تڑپ ہے کہ اعلائے کلمۃ اللہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں تمہارا مرشد بھی کہتا ہے کہ جانم شود فدا برہ دین مصطفےٰ - ایں ست کام دل اگر آید میسرم - یہی تڑپ تم اپنے اندر پیدا کرو ملک اور قوم کے لئے کس قدر قربانیاں ہوتی ہیں تو کیا تمہاری محبت خدا تعالیٰ کے دین کے ساتھ اتنی بھی نہیں کہ جتنی ان کو اپنے مقاصد کے ساتھ ہے تمہاری محبت تو ان کی محبت سے بڑھ کر ہونی چاہیے جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً یحبونہم کحب اللہ والذین آمنوا اشد حباً للہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سوا اور شریک بنا لیتے ہیں ان کے ساتھ ایسی محبت کرتے ہیں جیسی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرنی چاہیے مگر مومن صرف اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں بڑھے ہوئے ہوتے ہیں پس ان لوگوں کی نسبت تمہیں اپنے اللہ کے ساتھ زیادہ سخت محبت ہونی چاہیے جب دوسرے لوگوں نے اپنے من دون اللہ کے لئے اس قدر قربانیاں کی ہیں تو مومنوں کو ان سے بڑھ کر خدا کی راہ میں قربانیاں دکھانی چاہئیں اس کے لئے چند پیسوں کی قربانی ہی کافی نہیں اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے قربان کر دینا چاہیے خدا کا نام پھیلانا تمہارا کام ہے اور یہ کام بہت بڑی قربانی کو چاہتا ہے جب تم سورہ فاتحہ کی اس دعا کو پڑھو تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی ذہن میں رکھو کہ جو تڑپ اشاعت اسلام کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اٹھی تھی وہی ہمیں بھی نصیب ہو جو آگ اس پاک سینہ میں مشتعل تھی اس کی ایک چنگاری ہمارے دلوں میں بھی ہو۔ آمین

امریکہ میں تبلیغ اسلام

(از مولوی فضل کریم خانصاحب مقیم ٹرینیڈاڈ)

کام بدستور جاری ہے - لیکچر جگہ بجگہ ہوتے رہتے ہیں - اور جس مقصد کو مدنظر رکھ کر یہ کام شروع کیا اس میں روز افزوں کامیابی ہو رہی ہے - جن مرکزوں میں لیکچروں کے سلسلے جاری کیے ہوئے ہیں ان کے علاوہ دوسرے مقامات سے بھی گاہے بگاہے دعوتیں آتی رہتی ہیں اور دو دو تین تین لیکچر یکے بعد دیگرے ایسے مقامات پر بھی ہو جاتے ہیں۔ چند دن ہوئے ایک دور افتادہ مقام سیارس ہیملٹ سے بھی دعوت آئی یوں تو کچھ دور نہیں صرف ساٹھ میل کے قریب فاصلہ ہے لیکن سفر بذریعہ سٹیمر ہونے کی وجہ سے بہت عرصہ لگ جاتا ہے تین دن وہاں رہے سید عبدالعزیز صاحب پرنسس ٹون والے بھی جنکا ذکر اس سے پیشتر کر چکا ہوں ساتھ تھے ان کے علاوہ دو اور پنجابی بھائی بھی ساتھ تھے اس مقام پر تین لیکچر نہایت کامیابی کے ساتھ ہوئے جنکا نتیجہ توقعات سے بہت بڑھ کر ہوا ہم وہاں پہنچے ہی تھے کہ

نواب صاحبہ ایضاً ۵۰۰ روپیہ

آنریبل سر عبدالکریم جمال رنگون ۵۴۰۰ میزان ۱۱۴۵۰۰ روپیہ

ریاست بہاولپور ۳۰۰۰ روپیہ نواب صاحبہ کی کل رقم ایک ہزار روپیہ سالانہ آتی

ریاست بھوپال ۶۰۰۰ روپیہ جس میں سے ۵۰۰ انجمن کے اغراض کیلئے ہے اور باقی سو

مدد پیسہ ووکنگ مشن کیلئے

امداد ماہوار از غیر احمدی احباب ۔ ۸ آنے ۶۳ روپیہ

امداد از احمدی احباب ماہوار ۔ ۸ ۱۶۲ روپیہ

رقوم بالا میں سے سر جمال کی امداد پانچ ہزار چار سو روپے سالانہ تین مبلغین کی تنخواہ بحساب ۱۵۰ ماہوار فی کس ہے اور بہاولپور کی امداد اڑھائی سو روپیہ ماہوار ایک مبلغ کی تنخواہ ہے باقی رقوم امدادی عام ہیں۔

اس وقت مندرجہ ذیل اصحاب ووکنگ مسلم مشن میں کام کر رہے ہیں

(۱) حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مینجنگ ٹرسٹی (۲) یعقوب خان صاحب بہاولپور مشنری (۳) خواجہ نذیر احمد صاحب (۴) خلیفہ عبدالحق صاحب کلرک بک ڈپو (۵) قریشی محمد امین صاحب سٹوڈنٹ مشنری (۶) مظہر حق صاحب محاسب (۷) عبدالمجید عرب صاحب (۸) دو خادم اس کے علاوہ جناب اے ڈی شاہ صاحب مدراس سے عنقریب جانے والے ہیں

مبلغین کا ماہواری وظیفہ تو سر جمال رنگون اور بہاولپور سے ہوگیا لیکن عملہ کی آمد و رفت جس کا اندازہ دس ہزار کے لگ بھگ ہے جس میں ان کا سفر خرچ اور لوٹ فنڈ وغیرہ شامل ہے اس کا فکر ہمیں کرنا ہے۔

مفت تقسیم لٹریچر۔ گذشتہ سال میں ۲۵۰۰ کے قریب رسالہ اسلامک ریویو انگلستان میں چھپتا رہا ہے جس میں سے ۱۵۰۰ کے قریب قریب لاہور میں خریداران ہندوستان کو تقسیم کے لئے ہر ماہ آتا رہا ہے باقی ایک ہزار انگلستان کی ضروریات کیلئے ووکنگ میں رہا جس میں ۳۰۰ صد کے قریب انگلستان میں ایسے خریدار تھے جو چندہ ادا کرتے تھے اور سات صد کے لگ بھگ ریویو مفت تقسیم ہوتا رہا ہے

مسلم لنڈن ہوس میں بھی ہفتہ وار تقاریر کا سلسلہ جاری ہے اور ایٹ ہوم پر مسلم و غیر مسلم احباب کو مدعو کر کے دعوت حق پوری پہنچائی جاتی ہے

مسلم مشن ووکنگ کی گذشتہ ۹ سالہ تبلیغی جدوجہد سے بفضل تعالیٰ عیسائی دنیا کا ایک کثیر حصہ اس بات کا دل سے قائل ہوچکا ہے کہ مسیح دراصل خدا نہ تھا اور یہ بحث بڑی سرگرمی سے ان کے کلیساؤں میں چھڑ گئی جس سے امید قوی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ احسن نتائج پیدا ہونگے علاوہ اس کے چھبیس آدمی مسلمان ہوئے۔ باقی دارد

فہرست ادا چندہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شملہ (معرفت شیخ الہ دین صاحب کپاریٹر) بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۱ء

نام	چندہ ماہوار	چندہ جلسہ
شیخ محمد لطیف صاحب کلرک کوارٹر ماسٹر جنرل آفس		
شیخ عبدالعزیز صاحب کلرک آرڈیننس ڈیپارٹمنٹ	صہ/	عمہ/
شیخ منظور الحق صاحب فارسٹر محکمہ جنگلات نومبر و دسمبر	معہ/	ـ
بابو امیر الدین صاحب دفتر ڈائرکٹر جنرل ملٹری ورکس	عہ/	عمہ/
قاضی احمد علی صاحب سارجنٹ درجہ اول بٹالہ شملہ	للعہ/	عمہ/
شیخ اسلام دین صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس		عمہ/
شیخ عبدالمجید صاحب کلرک میڈیکل ڈیپارٹمنٹ	صہ/	عمہ/
صوفی شمس الدین صاحب کپاریٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس	•	عمہ/
منشی عبداللطیف صاحب کپاریٹر "	•	عمہ/
مخدوم محمد اشرف صاحب بی اے میڈیکل ڈیپارٹمنٹ	•	عمہ/
ماسٹر نور محمد صاحب کلرک ڈی جی آئی ایم ایس آفس	عمہ/	عمہ/
شیخ الہ دین صاحب کپاریٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس	معہ/	عمہ/
محمد عیسیٰ ولد صوفی شمس الدین صاحب " "	•	عمہ/
والدہ صاحبہ محمد عیسیٰ " " "		معہ/
میزان	۲۶ عہ/۴	[illegible]
میزان کل	۲۹ لعہ/۴	

کرایہ مکان احمدیہ انجمن کا جن صاحبان نے ادا کیا انکے اسمائے گرامی یہ ہیں

نام	بابت کرایہ مکان دسمبر ۱۹۲۱ء
مولوی عبدالرحمان صاحب اسسٹنٹ میڈیکل برانچ	۱۱ صہ/
شیخ عبدالعزیز صاحب آرڈیننس برانچ	صہ/
مولوی عبدالحق صاحب ایڈیٹر آرمی ایڈ اکاؤنٹس	صہ/
شیخ محمد لطیف صاحب کلرک کوارٹر ماسٹر جنرل برانچ	صہ/
بابو تاج دین صاحب اسسٹنٹ ڈائرکٹر امین سوسائٹی	۸ عہ/
بابو امیر الدین صاحب دفتر ڈائرکٹر جنرل ملٹری ورکس	صہ/
شیخ الہ دین کپاریٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس	۸ عہ/
شیخ عبدالمجید صاحب میڈیکل برانچ	۱۲ سے/
شیخ امیر علی صاحب کلرک پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ	سے/
مخدوم محمد اشرف صاحب بی اے میڈیکل برانچ	۱۲ عہ/

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن کا بنایا ہوا پین ھیلر

یہ اندرونی اور بیرونی ہر قسم کے درد کو دور کرنیکے لئے ایک لاجواب دواہے موچ۔ چوٹ گٹھیا کے سبب جوڑوں کو یا گانٹھوں میں درد ہو یا ریاح یا سردی کی وجہ سے کمر کو لہا گردن وغیرہ میں درد ہو تو اس کی مالش سے فوراً ہی درد دور ہو جاتا ہے۔ ڈاڑھ اور مسوڑے کی درد کو بھی یہ فائدہ کرتا ہے قیمت فی شیشی ۸ محصول ڈاک ۵

جناب ہر سنگھ زمیندار موضع بٹالہ ضلع علیگڑھ سے لکھتے ہیں آپکی دوا پین ہیلر بہت فائدہ مند کئی شخصوں کو فائدہ ہوا جناب لفٹنٹ ایم پی پر سنگھ و قاسم علی جھاپا اپنی چھری نیپال راجم سے لکھتے ہیں آپ کے پین ہیلر نے بہت فائدہ کیا آپکی کل دوائیوں میں جادو کا اثر ہے

رد کی کا گھر کھانسی اور مہاراجہ صاحب کا شکریہ

جناب مہاراجہ پنو ویری جیون بولا نگر ضلع سمبل پور سے تحریر فرماتے ہیں آپکی روانہ کردہ کھانسی کی دوا کیلئے میں مشکور ہوں اس دوا سے میری کھانسی بالکل دفع ہوگئی جو سات خوراک سے زیادہ پینے کی نوبت نہیں آئی کھانسی مجھ دنوں سے تکلیف دے رہی تھی اس وجہ سے دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں بلغم کے دفع کرنے اور کھانسی کے دور کرنے کیلئے یہ ایک ہی دوا ثابت ہوئی قیمت شیشی کلاں ۱۲ محصول ڈاک ۸ قیمت شیشی خورد ۸ محصول ڈاک ۵ یہ دوا ہر جگہ دوکانداروں اور ہمارے ایجنٹوں سے مل سکتی ہے ورنہ کارخانہ سے طلب کریں

ڈاکٹر ایس کے برمن تاراچند اسٹریٹ کلکتہ

بدوملہی مڈل سکول

گذشتہ سال اسلامیہ مڈل اسکول بدوملہی جو انجمن کے زیر اہتمام ہے

اس سکول نے گذشتہ سال خوب ترقی کی اس کی آمد ۳۶۱۲ روپیہ اور خرچ ۳۱۵۱۳ روپیہ ہوا اس طرح گویا آمد سے ۵۹۱۳ روپیہ زائد خرچ ہوا ہے یہ کمی بدوملہی کے مبلغ ۲۴۹۶ روپیہ سے پوری کی گئی جو کہ چودہری غلام حیدر خان صاحب رئیس بدوملہی نے گذشتہ سال میں زیادہ جمع کرایا ہوا تھا اس سال چودہری صاحب نے نہایت محنت شاقہ اور فرائی قربانی سے سکول کی عمارت ۱۵ کنال کے اس زمین کے ٹکڑے پر جو کہ انہوں نے انجمن کے نام ہبہ کر دی ہوئی ہے بنالی ہے جس کے بڑے بڑے بارہ کمرے ہیں اور گویا پچیس ہزار روپیہ کی قیمت کی بلڈنگ انجمن کی ملکیت ہو چکی ہے اور نیز ایک ڈسٹرکٹ بورڈ سکول کے چار کمرے اپنے نام کرایہ پر لیے گئے ہیں جن میں کہ سکول اور بورڈنگ اب چلایا جاتا ہے چودہری غلام حیدر خان صاحب کی ایثار نفسی قابل تقلید نمونہ ہے بدوملہی کا سکول صرف آپکی ہی کوششوں کی وجہ سے چل رہا ہے اور کامیاب ہو رہا ہے انجمن پر آج تک اس سکول کا کوئی بوجھ نہیں پڑا اور آئندہ بھی چودہری غلام حیدر خان صاحب اس سکول کو مقامی چندہ سے ہی چلانے کے فکر میں ہیں اس وقت اس اسکول میں ۲۰۵ طالب علم تعلیم پاتے ہیں اور سید محسن شاہ صاحب بی۔ اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر ہیں جو مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے بی ٹی کے بعد جو سال زیر رپورٹ میں ہیڈ ماسٹر تھے سکول کی بہتری میں اسی طرح دلچسپی لے رہے ہیں حافظ فضل احمد صاحب کا وجود علاوہ مدرسہ کیلئے مفید ہونے کے جماعت کے لیے بھی مفید ہے

بلاد غیر

بلاد غیر میں جو وکنگ مشن سے الگ کام ہو رہا ہے سال زیر رپورٹ میں صرف ٹرینیڈاڈ کا مشن ہے ٹرینیڈاڈ جزائر غرب الہند میں سے ایک جزیرہ ہے جہاں کئی ہزار کی مسلمان آبادی ہے مگر بدقسمتی سے یہ لوگ عیسائیت کے اسقدر زیر اثر آگئے ہیں کہ انہیں اسلام برائے نام رہ گیا یہاں تک کہ نہ صرف ان کے بچے مشن سکولوں میں تعلیم پاتے بلکہ ان کی شادی غمی کی تقریبات پر وعظ کے لئے بھی عیسائی مشنری بلائے جاتے اور جو کچھ عیسائی پادری انہیں اسلام کی تعلیم بتاتے اسی کو باور کرتے مولوی فضل کریم خان صاحب کی وہاں تبلیغ نے ان مسلمانوں میں ایک نئی زندگی پیدا کر دی ہے اور انکو معلوم ہو رہا ہے کہ اسلام کی حالت کیا ہے یہی حالت برٹش گیانا اور دیگر جزائر کے مسلمانوں کی ہے جہاں ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو اسلام کی تعلیم صحیح سے واقف کیا جائے تاکہ وہ عیسائیت کا مقابلہ کر سکیں بلکہ عیسائیوں کو تبلیغ کر سکیں اس غرض کیلئے مولوی فضل کریم صاحب برٹش گیانا بھی جاویں گے اور کچھ وقت وہاں کے مسلمانوں میں صرف کریں گے انجمن نے یہ بھی منظور کیا ہے کہ ان جزائر سے کچھ طالب علم ہندوستان میں انجمن کے زیر نگرانی تعلیم دینی حاصل کریں تاکہ وطن واپس جا کر خود مبلغ بن سکیں سردست ٹرینیڈاڈ سے دو طالب علموں کا منگوانا منظور کیا گیا ہے کہ اگر اخراجات کا انتظام ہو جاوے تو ایک مبلغ برٹش گیانا میں بھیجا جائے۔

آمد و رفت مبلغین

حضرت خواجہ صاحب علیل ہو کر مئی ۱۹۱۹ء میں لاہور پہنچے ہیں اور حضرت مولوی صدرالدین صاحب بمعیت مولوی عبداللہ جان صاحب ان کی قائمقامی کے لئے ووکنگ تشریف لے گئے حضرت مولوی صدرالدین صاحب نو ماہ کے بعد واپس تشریف لے آئے۔ پھر جناب مولوی مصطفے خان صاحب بی اے و مولوی دوست محمد خان صاحب خدمات مشن کو سرانجام دینے کے لئے ووکنگ تشریف لے گئے جو ۲۳ دسمبر کو وہاں سے چلنے والے تھے۔

حضرت خواجہ صاحب نے چند ماہ آرام فرما کر مشن کی مالی حالت کو مستحکم کرنے کے لئے پشاور (سرحد)، مدارس، بنگلور، کلکتہ، رنگون، برہما، سماٹرا، جاوا، بھوپال، جبل پور، بہاول پور میں دورہ فرمایا اور بفضل ایزدی ان کو ان مقامات میں وہم گمان سے بڑھکر کامیابی ہوئی دوران سفر میں انہوں نے مشن کے کتبخانہ کیلئے متعدد کتب بھی تصنیف فرمائیں اور ان مختلف مقامات پر مسلم احباب پر اشاعت اسلام کی اہمیت ظاہر کی اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق جہاں تک ممکن ہو سکے غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کو اپنی تحریر و تقریر کے ذریعہ دور فرمایا مختلف مذاہب و ملل کے احباب کی استدعا پر مختلف مقامات پر انکے مذاہب کو سامنے رکھکر اسلام کے محاسن و خوبیاں بیان فرمائیں چنانچہ برہما میں ... کے سترہ لیکچر ہوئے

حضرت خواجہ صاحب کی عدم موجودگی میں جناب مولوی مصطفے خان صاحب نے خدمات مشن کو باحسن وجہ سرانجام دیا آپکے دوران امامت میں قسطنطنیہ و انگورا سے بھی جو ووکنگ میں وفود آئے خلافت کا وفد بھی آپ کی قائمقامی میں ہی ووکنگ میں پہنچا اور بہی کئی ایک قسم کے مفید کام ہوئے اس کے علاوہ مولوی دوست محمد صاحب خواجہ نذیر احمد صاحب اور خلیفہ عبدالحق صاحب نے جناب مولوی صاحب موصوف کے ساتھ نہایت جانفشانی سے خدمات مشن سرانجام دی ہیں۔ (سال زیر رپورٹ کی آمد اور خرچ حسب ذیل ہے)

آمد مشن در ہندوستان اس میں رسالہ ۲۲۰۱۳۸ روپیہ نقد روپیہ جو خواجہ صاحب ۲۵۵۰۰ روپیہ اشاعت اسلام کی آمد بھی شامل ہے ولایت بھجوایا ۱۷۰۰ پونڈ یا

آمد مشن در انگلستان ۲۷ پونڈ یا ۱۰۹۰۵ روپیہ کل میزان آمد ۳۳ ۵۹۰ روپیہ

خرچ مشن در ہندوستان آمین رسالہ اشاعت اسلام خرچ بھی شامل ہے ۵۲۹۸ روپیہ* خرچ مشن در انگلستان ۴۴۴۲ پونڈ یا ۶۶۰۹۹ روپیہ کل میزان خرچ ۵۸ ۹۲۴۹ روپیہ

ذیل کے رؤسا و والیان ریاست د جو کہ غیر احمدی صاحبان ہیں مستقل سالانہ امداد ...

نواب زادہ میجر حمیداللہ خان صاحب بھوپال ۴۰۰ روپیہ ریاست جنجیرہ ممبر ۱۰۰۰

* بعد منہائی رقم دو ہزار جو ہندوستان کے خزانہ سے ولایت بھیجی گئی۔

مدینۃ المسیح یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۰ جمادی الاول سنہ ۱۳۳۹ ہجری مطابق ۱۸ جنوری سنہ ۱۹۲۱ء

فہرست مضامین

نئے سال کے نئے جذبات

از "امجد"

پھر سال نو جہاں میں رنگ بہار لائے — اس گلشن جہاں کو یارب! سنگھار آئے
ہر جا نئی خوشی کا دورہ ہو اس چمن میں — رنگ شباب آئے اس محفل کہن میں
دل میں نئی اُمنگیں برق اثر دکھائیں — اچھے خیال دل میں یارب! ہمارے آئیں
جذبات میں الٰہی! جدت طرازیاں ہوں — لیکن نہ خود سری ہو، ہاں دل نوازیاں ہوں
حد سے نہ ہو تجاوز اپنی یہی دعا ہے۔ — حد سے بڑھے نہ کوئی اپنی یہی صدا ہے
کبر و غرور و نخوت سب کو مٹا الٰہی۔ — الفت کا اس کے بارے شربت پلا الٰہی
علم و ہنر کی جانب سب کو لگا الٰہی — تاریکیٔ جہالت بالکل مٹا الٰہی
رہنے نہ پائے یارب، دنیا میں چیرہ دستی — طرز ستم کی یارب! رہنے نہ پائے ہستی

عقل و شعور آئیں اور دل ہیں یہ بسائیں
او سال نو! جہاں میں الیسے نہ روز لانا
زہبسن کا دَور دورہ آجائے اب وطن میں
امن و امان سے سب کو الفت رہے الہٰی
دین نبی کی الفت دل میں بسا الہٰی
شرک جلی کا دورہ ہو دور اب جہاں سے
وحدت کی لو لگا دے شیدا ئے دین بنا دے
تجھ سے ہی ہو محبت تیری ہو دل میں الفت
بھولے سے تو نہ بھولے اسکا بھی دور آئے
دین متیں کا خادم سب کو بنا الہٰی
اسلام کے ہوں شیدا یا رب جہاں میں پیدا

راہِ ستم کی جانب ہم بھول کر نہ جائیں
رنج و غم و الم کا بن جائیں جو فسانا
فضلِ خدا ہو نازل ابر سے ہو چمن میں
شر سے شرارتوں سے نفرت رہے الہٰی
بے دینیاں جہاں سے یکسر مٹا الہٰی
شرک خفی کا شہرہ ہو دور اب جہاں سے
یا رب بتوں کی چاہت سینوں سے اب مٹا دے
تجھ سے ہو سب کو رغبت تیری ہو دل میں چاہت
ہاں سال نو جہاں میں ایسے ہی روز لائے
خدمت کا دیں کی سب کو جب کا لگا الہٰی
ہاں اس کے پھیلنے کے ساماں ہوں ہویدا

حمد و ثنا کے تیرے دن رات گیت گائیں
ایسا نہ ہو کہ یا رب! ہم تجھ کو بھول جائیں

فہرست نو مبائعین

ایک عرصہ سے یہ سلسلہ بند کر دیا گیا تھا۔ بعض احباب کی درخواست پر اس کو پھر شروع کر دیا گیا ہے۔ ایڈیٹر

(۱) محمد یوسف خانصاحب سیکنڈ ماسٹر مشن ہائی سکول بریلی
(۲) مولی خانصاحب ساکن چلکوٹ علاقہ کوہستان معرفت ہدایت اللہ خانصاحب
(۳) سیٹھ بی عبدالرحمٰن صاحب وانمباڑی۔
(۴) احمد حسین صاحب ولد سلیمان صاحب چیٹرکی۔ معرفت صدیق حسن صاحب بیجاپور
(۵) حبیب جی بیجاپور " " "
(۶) طاہرہ بی صاحبہ بیجاپور " " "
(۷) زیتون بی " " " " "
(۸) محمد یعقوب صاحب ولد حاجی محمد صاحب نیار " " "
(۹) مساۃ زینب بی صاحبہ " " "
(۱۰) غلام سرور خانصاحب ٹھیکیدار کنجاہ ضلع گجرات
(۱۱) عبدالحکیم بھانجا مولوی فضل حق صاحب احمدیہ مسجد لاہور
(۱۲) احمد بخش صاحب سررشتہ دار ڈیرہ غازیخان
(۱۳) بابو غلام محمد صاحب سب ڈویژنل آفیسر سب ڈویژن علی مسجد۔ ساکن سیالکوٹ
(۱۴) چودھری محمد لطیف صاحب فیروزپور
(۱۵) شیخ عبدالعزیز صاحب ولد شیخ نیاز احمد صاحب وزیرآباد
(۱۶) شیخ سلطان محمود صاحب نا لیا لوالہ ضلع گجرات
(۱۷) غوث محمد صاحب گھڑی ساز چھاؤنی فیروزپور صدر بازار
(۱۸) سید داؤد صاحب ساکن ناوہ گئی بونیر علاقہ یاغستان۔
(۱۹) محمد شاہ ساکن ستانہ علاقہ بونیر (۲۰) چندن خان ساکن کتیا علاقہ بونیر
(۲۱) محمد نذیر صاحب موضع کالی ضلع گوجرانوالہ (اسلامیہ سکول دسوہہ ضلع لائل پور)
(۲۲) سید احمد صاحب نمبردار بدوملہی ضلع سیالکوٹ (۲۳) شیخ احمد بن صاحب سپروائزر ریلوے ٹیلیگراف لاہور
(۲۴) صاحبزادہ میر اکبر صاحب برادر صاحبزادہ عبداللطیف شہید معصوم خوست
(۲۵) شیر باز خانصاحب سکنہ زنگ زئی تحصیل چارسدہ ضلع پشاور
(۲۶) سراج الدین صاحب ملازم سید مسعود شاہ صاحب جموں۔
(۲۷) عبدالمجید صاحب طالبعلم ففتھ ہائی کلاس اسلامیہ سکول جہلم
(۲۸) مساۃ خانم جان زوجہ سلیمان صاحب سکنہ کنڈ ریاست پھلڑہ ضلع ہزارہ
(۲۹) غلام حیدر صاحب ولد سلیمان صاحب " " " "
(۳۰) عبداللطیف صاحب " " " "

اخبار احمدیہ

اردو ترجمۃ القرآن کا پانچواں پارہ شائع ہو چکا ہے۔ جن دوستوں کو اس سے پیشتر اس کی اطلاع نہیں ملی وہ فوراً اب خرید لیں۔

اخبار "دی لایٹ"، کا تیسرا نمبر شائع ہو چکا ہے۔ احباب کو اس کی ترقی اشاعت کے لئے جسقدر بھی ہو سکے کوشش کرنی چاہیئے۔ صرف عہ سالانہ قیمت ہے۔ غیر مذاہب میں اس کی اشاعت کثرت سے ہونی چاہیئے۔ اردو خواں اصحاب کی دلچسپی کے لئے اس کا ترجمہ پیغام صلح میں بھی شائع کرنا شروع کر دیا ہے۔

مولوی دوست محمد صاحب اور مولوی مصطفےٰ خانصاحب کی ووکنگ سے بخیریت واپس آنے کی خبر گذشتہ اخبار میں شائع کر دی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی صحت بہت ہی اچھی ہے۔

ضروری مضامین کی جلد اشاعت کی غرض سے اس اخبار کو ۱۴ صفحات پر شائع کیا جاتا ہے۔

رحمت خاں بدامی کلرک دفتر سکرٹری کے بڑے بھائی چودھری محمد خاں صاحب حکیم سیکنڈ ماسٹر رام نگر ضلع گوجرانوالہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے فرزند ارجمند عنایت فرمایا ہے۔ اور وہ درخواست کرتے ہیں۔ کہ تمام احمدی احباب اس نووارد جہان کے لئے دعا فرماویں کہ خدا عزیز کی عمر دراز کرے۔ اور دین کا خادم بنائے۔

ہی اس امر کی صداقت پر شاہد ہے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں وہ کفار کے مقابل میں نہایت مضبوط اور قوی ہیں اور آپس میں ایکدوسرے پر مہربان ہیں تو ان کو اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی تلاش کرتے ہوئے رکوع اور سجدے کرتا ہوا دیکھتا ہے اُن کے چہروں پر سجدوں کے اثرات ہیں یہ اُن کی صفت توراۃ اور انجیل دونوں میں مرقوم ہے کہ جیسے کھیتی اپنی سوئی کو نکالتی ہے پھر وہ طاقت پکڑکر موٹی ہو جاتی ہے اور پھر اپنے تنے پر مضبوط ہو جاتی ہے کھیتی کرنے والے کو تو وہ بھلی معلوم ہوتی ہے مگر کفار ان کو دیکھکر غصہ میں بھر جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے نیک اعمال بجالانے والے مومنوں کے ساتھ مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے یہاں ان آیات میں مومنوں کی مثال ایک کھیتی کی مانند بیان کی ہے کہ جو آہستہ آہستہ نشوونما پاکر مضبوط اور طاقتور ہو جاتی ہے محمد رسول اللہ کو تو اپنی یہ کھیتی بہت ہی پیاری معلوم ہوتی ہے مگر کفار اس کو دیکھ دیکھ کر جلتے ہیں یہاں اسلام کو بیج کی مثال کیوں دی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جو کامیابی اسلام کو ہونے والی ہے وہ اللہ کی دی ہوئی ہے اپنی کوشش اور زور بازو سے اس کو حاصل نہیں کر سکتے بلکہ جس طرح ایک کسان کا فرض صرف اسی قدر ہوتا ہے کہ وہ بیج کو زمین کے سپرد کر دیتا ہے اس کے بعد سوئی کو نکالنا اور اس کو مضبوط کرنا اس کا کام نہیں اسی طرح

تم صرف بیج کے ڈالنے والے ہو

پھر جس طرح ایک کسان بیج کو زمین میں ڈالکر اپنے گھر چلا آتا ہے اور اس کے بعد پھر وہ بیج کچھ اپنی غذا زمین سے حاصل کرتا ہے کچھ پانی سے اور کچھ ہوا سورج چاند اور ستاروں سے حاصل کرتا ہے اسی طرح تمہارا کام صرف بیج ڈال آنا ہے باقی اللہ تعالیٰ کا کام ہے کہ وہ اس کو اس طرح پھل لگاتا اور پھیلاتا ہے جب خدا تعالیٰ نے تم کو کھڑا کیا تو تمہاری کتنی چھوٹی سی جماعت تھی پھر کس طرح لوگوں کی توجہ کو تمہاری طرف مبذول کیا پادریوں کی طرف سے یہ اعتراض مدت سے چلا آتا ہے کہ اسلام صرف غیر مہذب اور وحشی قوموں کی ہی اصلاح کرتا ہے کیونکہ افریقہ میں ہی مسلمانوں کو عیسائیت کے بالمقابل کامیابی ہو رہی ہے اور اور کسی مہذب ملک میں نہیں ہوئی اس اعتراض کا جواب دینے کیلئے اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو اس زمانہ میں خدمت دین کیلئے کھڑا کیا اس کی توجہ کو یورپ کی طرف بھی پھیر دیا تاکہ معلوم ہو کہ اسلام ان لکھے پڑھے اور دنیوی علوم میں ترقی یافتہ لوگوں کی بھی اصلاح کر سکتا ہے اور یہ امر ظاہر ہو جائے کہ وہ قومیں جو اپنے سامنے تمام دنیا کو ہیچ سمجھتی ہیں اور جن کو اپنے علم و ہنر میں بڑا فخر ہے وہ اسلام کے سامنے [illegible] اور اسلام جس طرح افریقہ کے وحشیوں کی اصلاح کر سکتا ہے اسی طرح وہ یورپ کے مہذب لوگوں کو بھی ہدایت کر سکتا ہے ہم نے جو باقی ممالک کی نسبت یورپ کو تبلیغ اسلام کیلئے منتخب کیا تو اس کی وجہ یہی ہے کہ اگر یہ قومیں اسلام قبول کر لیں تو باقی ممالک کے لوگ خود بخود ان کے اثر کو قبول کر لیں گے اور ان سے اسلام کو بڑی قوت پہنچ سکتی ہے۔ سر اگر ہاتھ میں آجائے تو ادنیٰ خود قبضہ میں آجاتی ہے دوسرے لوگ خود بخود ان لوگوں کے پیچھے چلے آئیں گے اسی لئے سب سے پیشتر اسی طرف اپنی توجہ کی قرنہ گاؤں کے رہنے والے اور انگریزی سے نابلد شخص کی توجہ ادھر کیونکر ہو سکتی تھی حضور صاحب کہ آپ کی مخالفت پر نہ صرف غیر مذاہب کے ہی لوگ تلے بیٹھے تھے بلکہ خود مسلمانوں میں بھی آپ کی شدید مخالفت پھیل رہی تھی اور یہی وجہ تھی کہ دعوے سے چھ سال بعد تک آپ بڑی مشکل سے ۳۱۳ اصحاب کی فہرست تیار کر سکے تھے کہ جو آپ کی جماعت میں شامل ہو چکے تھے جس اس وقت جب ساتھیوں کی تعداد گویا کچھ بھی نہ تھی اور مخالفت کا ایک طوفان دعویٰ مسیح موعود کے ساتھ برپا ہو چکا تھا اس شخص کے اندر کس قدر قوت موجود تھی کہ جو اپنوں اور بیگانوں کی مخالفت کے باوجود دل میں کس قدر ولولے اور حوصلے رکھتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں مغربی ممالک میں اشاعت اسلام کروں گا اور انگریزی میں قرآن شریف کی تفسیر شائع کروں گا یہی بات بتاتی ہے کہ وہ خدا کی طرف سے تھا اس میں وہ بات نہ کر سکتا تھا نہ اس نے خدا کی طرف سے ہو کر یہ بات کہی اور ایک جماعت اپنے ساتھ کر لی اگر اس کے اندر خدا تعالیٰ نے یہ قوت اپنے فضل سے پیدا نہ کی ہوتی تو آج ہمارا نصب العین یورپ میں تبلیغ اسلام کس طرح ہوتا اس کی وجہ یہی ہے کہ

جب تم تمام دنیا کے سر کو پکڑ لوگے تو

پھر دوسری قومیں خود بخود دلائے آجائیں گی ان ممالک میں اشاعت اسلام سے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں قرآن کریم نے اسلام کو بیج سے جو مثال دی ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ تمہارا کام تو بیج کو گھروں سے نکال کر باہر ڈال دینا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام مسلمانوں میں سے تم ہی ہو جو اس کام کو کر رہے اور نہایت عمدگی کے ساتھ کر رہے ہو مگر پھر بھی جس سرعت کیساتھ تمہیں کرنا چاہئے اس طرح نہیں کر رہے چند اشخاص ہیں کہ جو اس کام کو چلا رہے ہیں سب کے سب افراد اس میں حصہ نہیں لے رہے جو تڑپ ان چند اشخاص کے دلوں میں ہے اگر ویسی ہی سب کے دلوں میں پیدا ہو جاوے اور کل کی کل قوم مل کر اس کو کرے تو بہت جلد اس میں عظیم الشان کامیابی کی امید ہے اگر ایک ذرا سی چنگاری بھی ہو تو وہ پہاڑوں کو اڑا سکتی ہے مگر یہ تڑپ ہونی سب کے سینوں میں چاہئے ایک دو لوگوں کے دل کی آگ کیا کر سکتی ہے پس سب کے دل میں

یہی تڑپ ہونی چاہئے کہ خدا کا نام دنیا میں بلند ہو اور اس کے دین کی اشاعت ہو جو لوگ جھوٹ موٹ خدا کا نام دنیا میں پھیلاتے ہیں وہ بھی کس قدر کوشش کرتے ہیں تو پھر تمہاری جدوجہد کیا ان سے بڑھ کر نہیں ہونی چاہئے۔

جو لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے

ان کے اندر اشاعت اسلام کا کس قدر جوش تھا اور وہ اس کیلئے کس قدر قربانیاں کرتے تھے نہ صرف انہوں نے اپنے سارے کے سارے اموال کو ہی لٹا دیا تھا بلکہ جانوں کو بھی خدا کی راہ میں دیدیا پھر جن کے پاس خرچ کرنے کیلئے کچھ نہیں تھا ان کے دلوں کی حالت کیا تھی آپکو ایک بہت بڑی مہم درپیش تھی سب کے سب مسلمانوں نے بڑی بڑی قربانیاں اور ایثار دکھائے مگر بعض لوگ ایسے بھی تھے کہ جو کوئی مالی حیثیت نہ رکھتے تھے یہ ایک عجیب بات ہے کہ صحابہ جنگ میں جانیں بھی دیتے تھے اور اس کے ساتھ ہی مالی قربانی بھی خود ہی کیا کرتے تھے ان کے لئے کوئی سرکاری خزانہ سامان جنگ وغیرہ کے مہیا کرنے کیلئے موجود نہ تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ایک عظیم الشان مہم طیار کرنا تھا مسلمانوں میں بعض لوگ ایسے تھے کہ جو کوئی مالی حیثیت نہ رکھتے تھے اور وہ خود اپنے لئے سواری کا انتظام نہ کر سکتے تھے ان کے دل میں یہ تڑپ تھی کہ وہ بھی اس جنگ میں شامل ہوں آپکے پاس سواری کیلئے حاضر ہوئے آپ نے انکو جواب دیدیا قرآن کریم اس کا نقشہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملہم قلت لا اجد ما احملکم علیہ تولوا واعینہم تفیض من الدمع حزنا الا یجدوا ما ینفقون۔ ان لوگوں پر کوئی الزام نہیں کہ جو تیرے پاس سواری طلب کرنے کیلئے آئے تو نے انکو کہا کہ میرے پاس تمہاری سواری کیلئے کچھ نہیں یہ سن کر وہ واپس پھرے اور ان کی آنکھیں غم کی وجہ سے آنسوؤں سے ڈبڈبا آئیں اس لئے کہ وہ خود اپنے پاس سے خرچ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے یہ وہ تڑپ ہے کہ جو ان لوگوں کے دلوں میں موجود تھی جب تک تم بھی کیفیت اپنے اندر پیدا نہیں کرتے تم دنیا میں کچھ نہیں کر سکتے جب تم یہ کیفیت پیدا کر لوگے تو پھر تمہارا کوئی مقابلہ نہ کر سکے گا جیسا کہ صحابہ کا اسی تڑپ کی وجہ سے کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا جب وہ رومن امپائر جیسی سلطنت عظیم سے مقابلہ کیلئے صرف ..... ۳۰ سپاہیوں کو لیکر نکلے تو اتنی بڑی سلطنت کو بھی ان کے مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی غرض یہ وہ لوگ تھے کہ جنہوں نے اپنا جان اور مال سب کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگا دیا تھا اللہ تعالیٰ نے جہاں نہیں

مومنوں کی تعریف کی ہے وہاں ان کے انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر بھی کیا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے رکتے تھے انکو منافق کہا گیا ہے آج مسلمان تعداد میں بہت ہیں منہ سے ہی سب کچھ کہتے ہیں مگر خدا کی راہ میں اپنے مالوں کو قربان کرنے میں ہاتھ پیچھے اٹھا لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کو کسی کام میں کامیابی نہیں ہوتی

یہ کام جو ہم نے اپنے سر لیا ہے

اور اس کا عہد اس زمانے کے مجدد کے ہاتھ پر کیا ہے اس کیلئے سب سے پہلے مال کی ضرورت ہے ہماری جماعت نے اپنی رضامندی سے دو یا تین پیسے فی روپیہ آمدنی پر ماہوار چندہ لگایا ہے مگر یہ تو وہ چندہ ہے کہ جو بہرحال آپکو ادا کرنا چاہئے ورنہ سرکار بھی اپنا حصہ آمدنی میں سے لے لیتی ہے اور گردنوں کو پکڑ کر لے لیتی ہے اگر تم اس کو اپنی خواہش اور مرضی سے ادا کروگے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ دے گا جو لوگ ہم سے تعلق رکھتے ہیں میں انکو واضح کر کے سنا دیتا ہوں کہ وہ چندہ جو تمہاری ماہوار آمدنی پر دو یا تین پیسہ ماہوار کے حساب سے بنتا ہے وہ ماہوار بیت المال میں داخل ہونا چاہئے اور یہ جائز نہیں کہ اسے اپنی ضروریات پر صرف کر کے پیچھے عذر کر دیا جائے

غربت اور امارت کا عذر مت کرو غربا کا عذر تو یہ ہوتا ہے کہ ہماری اپنی گذران نہیں ہوتی اور امرا کو جب حساب سے بہت سا روپیہ دینا آتا ہے تو وہ گھبرا اٹھتے ہیں مگر حق یہ ہے کہ امیر ہو یا غریب جس حالت میں خدا نے رکھا ہے اور جو کچھ ملا ہے اسکے مطابق فی سبیل اللہ بھی خرچ کرنا چاہئے جو تنگدست ہے وہ خدا کے لئے تھوڑی سی تنگی اور اختیار کرے اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے نہ رکے اور جو مالدار ہے وہ یہ خیال کرے کہ آخر یہ مال سب خدا کا دیا ہوا ہے اگر خدا اسے نہ دیتا تو وہ بھی اپنے غریب بھائی کی طرح ہوتا پس خدا نے اگر اسے زیادہ دیا ہے تو وہ بھی خدا کی راہ میں زیادہ دے خدا کی راہ میں دینے میں جتنے عذر ہیں یہ سب دنیا کے دھوکے ہیں اور روپیہ کی حد سے بڑھی ہوئی محبت کی وجہ سے ہے جب وہ اتنا بھی دین کیلئے خرچ نہیں کر سکتے تو پھر ان کا جماعت میں شامل رہنا یا احمدی ہونے کا دعویٰ کرنا بے فائدہ ہے لوگوں کو یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ آج ہم سے چندے طلب کئے جاتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کوئی اس قسم کی رقم مقرر نہ کیجاتی تھی مگر ان کو یہ معلوم نہیں کہ صحابہ تو کل کا کل مال خدا کی راہ میں ہی دیدیا کرتے تھے کیا حضرت ابو بکرؓ عمرؓ اور دوسرے صحابہ نے وقت پر کل مال لا کر حاضر نہیں کر دیا اور یہی اسلام چاہتا ہے کہ جب خدا کی راہ میں خرچ کی ضرورت ہو تو پھر کل کا کل مال خدا کی راہ میں دے دو صحابہ

(۱۵) ماسٹر فضل الٰہی صاحب راولپنڈی　ے
(۱۶) خلیفہ عبد الحکیم صاحب چک مہدی آباد　ے
(۱۷) شیخ محمد عبد اللہ صاحب سیالکوٹی حال انبالہ　مار
(۱۸) مولوی محمد ابراہیم صاحب جہلم　عہر
(۱۹) میاں محکم الدین صاحب 〃　صہر
(۲۰) بابو غلام حسین صاحب　عار
(۲۱) حکیم فضل الدین صاحب گوجرانوالہ　صہر
(۲۲) سید اللہ دتا شاہ صاحب چوہان ضلع جہلم　ے
(۲۳) چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب افسر آبادی سرگودھا　مار
(۲۴) ماسٹر کرم الٰہی صاحب ٹیلر راولپنڈی　عہ
(۲۵) منشی عزیز الدین صاحب پٹواری بٹالہ　ے
(۲۶) ڈاکٹر نور محمد صاحب دندان ساز لاہور　صہر
(۲۷) میاں مہتاب الدین صاحب زرگر جہلم　عار
(۲۸) شیخ اسلام الدین صاحب شملہ　صہر
(۲۹) مرزا حاکم بیگ صاحب کوہ مری　بے
(۳۰) میاں فضل الدین صاحب گوجرانوالہ　عار
(۳۱) شیخ محمد رمضان صاحب جہلم　عار
(۳۲) میاں محمد الدین صاحب جلد ساز سیالکوٹ　عہر
(۳۳) بابو عبد الرزاق صاحب پنشنر سٹیشن ماسٹر جالندھر　مار
(۳۴) میاں محمد الدین صاحب سیالکوٹ　ے
(۳۵) والدہ عبد اللہ صاحب　عہر
(۳۶) شیخ عطاء اللہ صاحب سب انسپکٹر پولیس ریکو لائل پور　ے
(۳۷) میاں غلام علی صاحب چک ۲۷ احمد پور　عار
(۳۸) 〃 نواب علی صاحب　عہر

(۷) نواب صاحب منگرول معرفت ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب　[illegible]
(۸) سید امیر از پشاور　عہر
(۹) بابو محمد صدیق صاحب راولپنڈی　عہ
(۱۰) میاں احمد علی صاحب از منار　بے
(۱۱) بابو عبد الرشید صاحب لدھیانہ　صہر
(۱۲) علی محمد نگوکے　عہر
(۱۳) اہلیہ محمد عبد اللہ صاحب از سیالکوٹ　ے
(۱۴) اہلیہ شیخ محمد جان صاحب وزیر آباد　بے
(۱۵) اہلیہ شیخ نیاز احمد صاحب 〃　عہ
(۱۶) اہلیہ منشی الٰہی بخش صاحب لائل پور　للعہ
(۱۷) اہلیہ شیخ محمد یوسف صاحب　عار
(۱۸) اہلیہ قاضی فضل قادر صاحب لائل پور　صہر
(۱۹) اہلیہ بابو عبد القادر صاحب　انگوٹھی طلائی
(۲۰) بچوں کی طرف سے مسز عبد اللہ سیالکوٹ　[illegible]
(۲۱) اہلیہ احمد خان صاحب　انگوٹھی طلائی
(۲۲) عطار الٰہی صاحب　صہر

زیورات عطیہ مکرمہ دادی صاحبہ حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب بہ تفصیل ذیل ہیں۔

طلائی ڈنڈیاں خورد　۱۳ عدد
〃 〃 کلاں　۲ عدد
〃 ہار　ایک عدد
〃 نام　〃 عدد

(۲۳) اہلیہ حکیم غلام محی الدین صاحب　مار
(۲۴) احمد بخش صاحب راولپنڈی　ے
(۲۵) مولوی عبد الہادی صاحب رئیس بنوں　مار
(۲۶) منشی محبوب عالم صاحب گوجرانوالہ　عے
(۲۷) جناب شاہ محمد خان صاحب انجنیئر　مار
(۲۸) چوہدری خدا بخش صاحب پٹواری قلعہ دیدار سنگھ　بے
(۲۹) 〃 برکت علی صاحب کلرک ڈسٹرکٹ بورڈ گوجرانوالہ　بے
(۳۰) حسین محمد صاحب ساکن جانگریاں ضلع سیالکوٹ　عار
(۳۱) منشی احمد علی صاحب شیخوپورہ　صہر
(۳۲) بابو ثناء اللہ صاحب پوسٹل کلرک امرتسر　صہر

کل میزان ۶۵۳

(خاکسار محمد نصیب)

(۱) علی محمد ملازم حضرت امیر　ے
(۲) فضل احمد و محمد حسن پسران ڈاکٹر حسن علی صاحب　صہر
(۳) چوہدری غلام حسین صاحب سپرنٹنڈنٹ احمد پور　ے
(۴) صاحب گل خان از پشاور　عار
(۵) چوہدری خدا بخش صاحب چندر کے نگوکے　صہر
(۶) غلام محمد جلد ساز　عہ

(۳۳) ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب	مار
(۳۴) شیخ نعمت اللہ صاحب لاہور	مار
(۳۵) مولوی محمد یحییٰ صاحب	مار
(۳۶) سراج الدین صاحب کوٹ موکھل	صہ
(۳۷) حافظ عبدالعزیز صاحب	عہ
(۳۸) رکن عالم شاہ صاحب چکوال	ہے
(۳۹) شیخ الہ دین صاحب شملہ	صہ
(۴۰) اہل خانہ منشی محمد بخش صاحب چک نمبر ۲۵۵ لائل پور	عہ
(۴۱) سید امداد حسین صاحب معرفت شاہ صاحب	ہے
(۴۲) ماسٹر سراج دین صاحب جالندھر	۶ار
(۴۳) قاضی ثناء اللہ صاحب چھاؤنی لاہور	مار
(۴۴) بابو محمد حسین صاحب "	صہ ر
(۴۵) منشی نبی بخش صاحب حافظ دفتر لاہور	صہ ر
(۴۶) اہلیہ منشی نواب خانصاحب بذریعہ منشی محبوب عالم صاحب گوجرانوالہ	۶ار
(۴۷) بابو عبدالرحیم صاحب اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر "	صہ ر
(۴۸) میاں احمد الدین صاحب خیاط "	صہ ر

دیگر رقوم جو سالانہ جلسہ کے موقعہ پر وصول ہوئیں

(۱) شیخ مولا بخش صاحب کالونی ہوس لائلپور	بابت تحریک خاص	عمار
(۲) بابو عبدالرشید صاحب لدھیانہ "	زکوٰۃ	صہ ر
(۳) مولوی احمد صاحب دھرم کوٹ رندھاوہ "	"	ہے
(۴) متفرق طور پر فراہم شدہ بر جلسہ سالانہ	جلسہ فنڈ	ہے
(۵) جماعت راولپنڈی معرفت میر مدثر شاہ صاحب	عید فنڈ	لعہ
(۶) عبدالسلام صاحب پارسی روڈ بمبئی	صدقہ	صہ ر
(۷) شیخ مولا بخش صاحب کالونی ہوس لائل پور	"	عہ
(۸) مرزا اکرم بیگ صاحب گجرات	جلسہ فنڈ	صہ ر
(۹) منشی مولا بخش صاحب بہاولپور ہوس	"	صہ
(۱۰) جماعت پسرور	زکوٰۃ	للعہ
(۱۱) موسن حسین و احمد حسین صاحبان بمبئی معرفت ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب	جلسہ فنڈ	لے ر
(۱۲) شیخ محمد حسین صاحب منیجر کارخانہ شیخصاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ	"	ہے

(بذریعہ منی آرڈر بنام شاہ صاحب)

(۱۳) منشی امام الدین صاحب اپیل نویس گوجرانوالہ معرفت منشی محبوب عالم صاحب	تحریک خاص	ہے ۱۲
(۱۴) ایم نذیر حسین صاحب تحصیلدار آٹاری	اشاعت اسلام و امداد سکول نصفا نصف	عہ
(۱۵) منشی الہ داد خانصاحب از جوڑ ڈاکخانہ سہول ضلع جہلم		صہ ر

چندہ ماہوار جو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر وصول ہوا

(۱) عبدالحکیم صاحب	عہ
(۲) جماعت سیالکوٹ معرفت شیخ مولا بخش صاحب	مالہ عہ
(۳) " بدوملہی " چودھری سرفراز خانصاحب	للعہ
(۴) " راولپنڈی " میر مدثر شاہ صاحب	ہاہے
(۵) چوہدری عبدالکریم صاحب راولپنڈی	ہے
(۶) " محمد اسماعیل صاحب ای۔اے سی سرگودھا	لعہ
(۷) جماعت لائل پور معرفت شاہ صاحب (بوجہ عدم تفصیل بطور امانت جمع ہے)	مار
(۸) جماعت پسرور	ابعہ
(۹) شیخ محمد حسین صاحب منیجر کارخانہ شیخصاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ از خود بذریعہ منی آرڈر	ملے
(۱۰) مستری شیر محمد صاحب انجنیر	۶
(۱۱) منشی امام الدین صاحب اپیل نویس گوجرانوالہ معرفت منشی محبوب عالم صاحب	ملے

تصحیح رپورٹ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

صفحہ ۱۱ سطر ۱۶ میں بجائے تین ہزار کے تیس ہزار روپیہ چاہیئے جو بدوملہی مڈل سکول کی عمارت کی تخمینًا مالیت ہے۔

امداد (ووکنگ مشن)

صفحہ ۱۶ سطر ۱۔ از احمدی احباب۔ ماہوار ۶۸ر کے بجائے ماہوار ۸ر روپیہ چاہیئے۔

جن احباب کے پاس رپورٹ سالانہ ہو۔ وہ اس میں درستی کر لیں۔

عزیز بخش
جائنٹ سکرٹری

ختم نبوّت پہ ایک بلیغ تبصرہ

جو منشی محمد عبداللہ صاحب خلف الرشید جناب مکرم شیخ مولابخش صاحب سیالکوٹی نے سالانہ جلسہ کی تقریب پر پڑھ کر سنایا

بخدمت حضرت امیر قوم و حاضرین جلسہ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

میرے بزرگو اور میرے دوستو! میں جس خدمت کیواسطے حاضر ہوا ہوں وہ یہ ہے۔ کہ ہمارے سیالکوٹ میں مبائعین دوستوں کے ہیڈ مولانا مولوی فیض الدین صاحب ہیں۔ اُنہوں نے میرے والد بزرگوار جن کو غالباً آپ لوگ جانتے ہونگے۔ مولابخش صاحب احمدی مالک کارخانہ بوٹ سیالکوٹ کو بذریعہ پیغام و خط کہا کہ ختم نبوّت پر مجھ سے بحث کرو۔ انہوں نے منظور فرماکر خط و کتابت شروع کردی۔ اس سلسلہ کا یہ پانچواں خط ہے۔ جو میں آپ لوگوں کی خدمت میں سناتا ہوں۔ میرے مکرم و معظم حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے ایک خط میں خاکسار کو خاص طور پر طلب فرمایا ہے اور گو میں بہت کم فرصت آدمی ہوں۔ مگر بزرگوں کے حکم کی تعمیل کو اپنا نہایت ضروری فرض سمجھتا ہوں۔ اسواسطے حاضر ہوا۔

میرے والد صاحب کی بھی مرضی ہے کہ اس خط و کتابت کا کچھ حصہ اپنے دوستوں کو سنا دیا جاوے۔ اسواسطے میں آپ لوگوں کو سناتا ہوں۔

مولانا (فیض الدین صاحب مبائع) آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ مسئلہ نبوّت حضرت مسیح موعود کے متعلق ہمارے علماء ربّانی مبائعین کافی سے بڑھکر بحث بالمشافہ اور بذریعہ اخبارات و رسالجات حضرات غیر مبائعین سے طے کرچکے ہوئے ہیں۔"

مولانا۔ میں نے مبائعین حضرات کے اخبارات و رسالجات خوب پڑھے ہیں۔ انہوں نے کچھ دلائل نہیں دئیے اور نہ کچھ طے ہوا ہے۔ صرف تین چار مبائعین حضرات نے اس مسئلے پر قلم اُٹھائی ہے جن کی نسبت مشتے نمونہ الخ ایک حوالہ میں اپنے تیسرے خط میں آپ کی خدمت میں پیش کرچکا ہوں باقی انشاء اللہ بوقت ضرورت پیش کرونگا۔ وہ لوگ بھی آپ کی طرح بڑے زور و شور سے چیلنج دیتے ہیں۔ مگر جب دوسری طرف سے کوئی منظور کرے تو پھر وہ بھی میدان میں نہیں نکلتے۔ اور نہ ہی آجتک کوئی مسئلہ انہوں نے طے کیا ہے۔ اور اگر آپ کے علم میں کوئی طے ہوگیا ہے تو آپ ہی کیوں نہیں پیش کرتے اور میرے سوالوں کا جواب دیتے۔ میں نے لکھا تھا۔ کہ جناب صاحبزادہ صاحب نے لکھا ہے۔ کہ یہی محبّت ہے۔ جو مجھے مجبور کرتی ہے کہ باب نبوّت کے بکلی بند ہونے کے عقیدے کو جہانتک ہوسکے باطل کروں۔ اور آگے لکھتے ہیں۔ اور جو شخص ایسا خیال کرتا ہے یعنی آنحضرت صلعم کو دنیا کا آخری نبی سمجھتا ہے۔ یا باب نبوت کو مسدود خیال کرتا ہے وہ لعنتی اور مردود ہے۔

مکرم مولوی صاحب۔ میں بہت سے جناب صاحبزادہ صاحب کے مرید اسوقت بتلا سکتا ہوں جو آنحضرت صلعم کو دُنیا کا آخری نبی مانتے ہیں کیا وہ بھی لعنتی اور مردود ہیں۔ یا وہ مبائع ہونے کیوجہ سے مستثنیٰ ہیں۔ مولانا مجھے بہت افسوس ہے کہ آپ اپنے علم کی دھمکی تو بہت دیتے ہیں۔ مگر اشارہ دوسروں کی طرف کرتے ہیں آپ پر افسوس کہ آپ لوگوں نے ایسے اعتقاد حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی نسبت منسوب کئے ہیں۔ جو قرآن کریم کی بیان کردہ سنت اللہ کے مخالف ہیں۔ اور وہ راہ چلتے ہیں جسکا آگے کوچہ ہی بند ہے۔ ہائے افسوس کہ آپ لوگوں نے محض پیر پرستوں پر بھروسہ کرکے اپنے تئیں ہلاک کیا۔ اور یہ خیال نہ کیا کہ نفس کے آتشی دریا سے وہی پار ہوگا جو اپنی کشتی اپنے ہاتھ سے بنائیگا۔ اور وہی مزدوری لیگا۔ جو اپنا کام آپ کریگا۔ اور وہی نقصان سے بچیگا۔ جو اپنا بوجھ آپ اُٹھائیگا۔ یہ کیسی جہالت ہے۔ کہ ایک انسان بے دست و پا ہوکر دوسرے انسان پر اپنی کامیابی کے لئے بھروسہ کرے اور کسی کی جسمانی طاقت کو اپنی روحانی زندگی کے لئے مفید سمجھے۔ سمجھ نہیں آتی آپ نے لکھا ہے کہ جناب صاحبزادہ صاحب نے حقیقت النبوۃ میں ایسے دلائل دئیے ہیں۔ جنکو گویا ہم لوگوں میں سے کوئی نہیں توڑ سکتا۔ اور نہ قیامت تک توڑ سکیگا۔ مکرم میں نے میاں صاحب کی ساری تصنیفات بڑے غور سے بہت دفعہ پڑھی ہیں۔ کوئی دلائل مجھے نظر نہیں پڑے۔ ہاں بعض عجیب و غریب باتیں ضرور لکھی ہیں جن کو کوئی محقق آدمی کبھی مان نہیں سکتا۔ مثلاً صاحبزادہ صاحب نے القول الفصل میں لکھا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نبی تو پہلے ہی دن سے تھے۔ مگر سنہ ۱۹۰۱ء تک ان کو اپنی نبوت کی تفہیم میں غلطی لگی ہوئی تھی۔ جب حضرت امیر قوم مولانا مولوی محمد علی صاحب نے اعتراض کئے کہ یہ کیا بات ہے۔ آپ سنہ ۱۹۱۴ء تک کی کتابیں منسوخ کرتے ہیں۔ اور حوالے جو آپ نے دئیے ہیں وہ تو اسی میں سے دئے ہیں جسکو آپ خود منسوخ فرماتے ہیں۔ تو پھر ایک سال کے بعد حقیقت النبوۃ لکھی۔ اور اس میں بابت منسوخی سنہ ۱۹۰۲ء لکھا اور اپنے استاد مریدے جو ــــ[1] مشہور ہیں بڑی بڑی وزنی قسمیں کھلوادیں اور پانچ منٹ میں اُنہوں نے سنہ ۱۹۰۱ء کا سنہ ۱۹۰۲ء بنادیا۔ پھر جب کوئی وجہ حضرت صاحب

[1] سخت الفاظ قلمزن کئے گئے۔

کو نبی بنانے کی حضرت صاحب کی کتب سے نہ مل سکی تو جناب صاحبزادہ صاحب کو علم ہو گیا کہ اب تو میرے مریدوں نے سلے پٹی خوب کس کر اپنی آنکھوں پر باندھ لی ہے۔ اور کوئی چوں تک نہیں کر سکتا۔ تو حقیقت النبوۃ صفحہ ۱۲۱ پر لکھ دیا کہ نبوت کا مسئلہ حضرت صاحب پر ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء میں کھلا ہے۔ اور چونکہ ایک غلطی کا ازالہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا ہے۔ جس میں نبوت کا اعلان بڑے زور سے کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے۔ پس یہ بات ثابت ہے۔ کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے اپنے نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔ اب منسوخ ہیں۔ اور ان سے حجت پکڑنی غلط۔

مولانا میں نہیں سمجھتا یہ کون سے دلائل ہیں جن کو کوئی ہم میں سے قیامت تک نہیں توڑ سکتا۔

مکرم سنئے۔ ہمارا ایمان ہے۔ کہ یہ حضرت مسیح موعود پر افترا ہے کہ انہوں نے اپنا عقیدہ درباره نبوت تبدیل کر لیا تھا میرے مکرم یہ صرف افترا ہی نہیں۔ بلکہ اس میں حضرت مسیح موعود کی وہ ہتک ہے۔ کہ ایسی ہتک کبھی کسی مخالف نے بھی نہ کی ہو گی۔ اگر تم دوست ہو تو خطرناک . . . دوست ہو حقیقی اور کامل نبی بناتے بناتے تم نے تو حضرت صاحب کو ایک معمولی انسان کے مرتبہ سے بھی گرا ہوا بنا دیا۔ کسی پیشگوئی میں اجتہادی غلطی ہو جانا اور امر ہے۔ مگر کسی شخص کا اپنے دعوے کو ہی نہ سمجھنا اور دس یا پندرہ سال تک نہ صرف اس غلط دعوے کا اعلان کرتے جانا۔ بلکہ نعوذ باللہ من ذالک جھوٹے طور پر قرآن اور حدیث سے اس کی تائید میں استدلال کرتے رہنا۔ اور دلائل لکھ کر سینکڑوں صفحے پُر کر دینا اور مخالفوں کے برخلاف بڑے زور سے ان باتوں کا لکھتے جانا۔ حالانکہ وہ سب کچھ جھوٹ تھا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ کیا یہ باتیں مسیح موعود کی طرف منسوب کرتے ہو۔ تم اس عہدیدار کو کیا کہو گے جسکو اس کے افسروں نے ایک عہدے پر مامور کر کے بھیجا اور وہ پندرہ سال یہ سمجھا ہی نہیں کہ میرا عہدہ کیا ہے۔ ایک تھانے میں سب انسپکٹر کو بھیجا اور وہ سمجھتا رہا کہ میں کانسٹیبل ہوں۔ کیا ایسے شخص کو مجنون کہو گے یا کچھ اور۔ پھر تم خدا کا خوف کرو۔ کس طرح یہ لفظ تمہارے منہ سے نکل سکتے ہیں۔ کہ [illegible] سے لیکر ۱۹۰۱ء تک یعنی پندرہ سال ایک ایسے عظیم الشان انسان کو جسے اصلاح خلق کے لئے مامور کیا گیا تھا۔ یہ الہام ہوتے رہے۔ کہ تو نبی ہے اور رسول ہے۔ مگر وہ یہ بھی نہ سمجھا کہ نبی اور رسول کہتے کس کو ہیں اور نہ صرف ذہنی اصطلاحیں گھڑتا رہا کہ جن کی بنیاد اسلام میں قرآن شریف میں کوئی نہ تھی۔ بلکہ انہی عوام الناس کے خیالات باطلہ کا متبع رہا جن کی اصلاح کے لئے وہ کھڑا کیا گیا تھا۔ بلکہ نعوذ باللہ من ذالک اپنی جہالت کی پردہ پوشی کے لئے غیر نبیوں یعنی محدثوں کو نبی بناتا رہا۔ اور خود اپنے آپ کو جو کہ نبی تھا غیر نبی کہتا رہا۔

خدا نے اچھا نبی بنا کر بھیجا جس کو اپنی نبوت کا ہی پتہ نہیں لگتا۔ کیا ساری دُنیا میں کسی اور نبی کا پتہ بھی بتلا سکتے ہو جسکو خدا تو کہے کہ تو نبی ہے مگر وہ پندرہ سال تک یہی کہتا چلا جاوے کہ میں نبی نہیں اور خدا تعالے کے حکم کے برخلاف دلائل دیتا چلا جاوے اور پھر اس قدر عرصہ متواتر وحی الہٰی بھی اسے ہوتی رہی ہو۔ لیکن اپنے دشمنوں کے بالمقابل اپنے نبی نہ ہونے کے دلائل ہی دیتا چلا جاوے۔

بھلا پیشگوئیوں میں اجتہادی غلطیوں کی مثالیں تو عظیم الشان نبی کی زندگی میں بھی ملتی ہیں لیکن اپنے دعوے کو نہ سمجھنے اور باوجود وحی کے غلطی پر اسی طرح اصرار کرتے چلے جانے اور اس غلط عقیدے کے دلائل پر دلائل دیتے چلے جانے کی ادنیٰ سے ادنیٰ نبی میں مجھے مثال بتلا دو تو میں اس ساری تحریر اپنی کو جلا دونگا اور آپ سے معافی مانگ لونگا۔

اے غلو تیرا ستیاناس ہو۔ ایک قوم نے اپنے پیشوا کو خدا بنا کر تین دنتک دوزخ میں ڈالا تھا۔ آج ایک قوم پیدا ہوئی ہے۔ جو اپنے پیشوا کو حقیقی اور کامل نبوت کا مرتبہ دینے کے لئے اسے کند ذہن سے کند ذہن اور ناقابل اعتبار انسان بلکہ پندرہ سال تک غلط دلائل دیکر اور صفحوں کے صفحے ان غلط دلائل سے پُر کر کے دُنیا کو دھوکہ دینے والا قرار دیتی ہے۔ اے خدا تو اس قوم کی حالت پر رحم کر۔ آمین۔

ہمارا کوئی بڑا مطالبہ نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی کوئی تحریر بتلا دو۔ کہ میرا عقیدہ اپنی نبوت کے بارے میں جس کے میں دلائل دیتا رہا ہوں غلط تھا۔

پہلے کسی نبی کی نظیر بتلا دو۔ کہ ایسی غلطی اس سے بھی واقعہ ہوئی۔ کہ خدا نے اُسے نبی بنایا تھا مگر ایک مدت تک وہ ایسی ہی غلطی میں مبتلا رہا۔ خود قسم کھا کر کہدو کہ واقعی ہم نے حضرت مسیح موعود کی زندگی میں کسی وقت یہ محسوس کیا تھا۔ کہ آپ کا عقیدہ اپنی نبوت کے بارے میں بدل گیا۔ (ہاں اس قسم کھانے کا حق اس شخص کو ہے۔ جس نے ۱۸۹۹ء میں حضرت صاحب کی بیعت کی ہو۔)

ہم سے جتنی چاہو دشمنی کرو۔ مگر حق سے دشمنی مت کرو۔ مسیح موعود کو ذلیل مت کرو۔ مسیح موعود کی تحریروں سے اس کے دلائل سے امن نہ اُٹھاؤ۔ کیا یہ بات حضرت مسیح موعود کی تحریروں کے لئے کوئی وقعت

باقی چھوڑتی ہے۔ کہ پندرہ سال تک اپنا دعویٰ غلط بیان کرتے رہے پھر اس غلطی کے دلائل دیتے رہتے۔ قرآن اور حدیث پیش کرتے رہتے بلکہ یہاں تک بھی کہتے رہتے۔ کہ خدا کے حکم سے میں یہ دعویٰ کرتا ہوں۔ اور وہ سب کچھ جھوٹ تھا۔ کیا اس قسم کا انسان دنیا میں کسی اعتبار کے قابل ہے مسیح موعود کو تو چھوڑ دو۔ یہ تو معمولی مجدد کے مرتبہ سے بھی گرا ہوا انسان تم نے بنا دیا۔

کیا حکم ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ جو پہلے اپنے ہی دعوے کا فیصلہ نہ کر سکیں اور پندرہ سال تک غلط فیصلہ پر اڑے رہیں اور اس کی حمایت بڑے زور سے کرتے رہیں۔ اور سچ تو وہ ہے جو اس کے مخالف کہیں۔ کیونکہ مخالف تو کہتے تھے کہ مسیح موعود حقیقی اور کامل نبی اللہ ہونا چاہئے۔ مگر حکم اگر فیصلہ دے کہ نہیں مسیح موعود امتی اور ظلی یا جزوی نبی ہونا چاہئے نہ وہ صرف نبی کہلا سکتا ہے۔ اور نہ کامل نبی۔

مولانا۔ قرآن کریم نے چونکہ ایک امتیازی نشان ایسے بیان فرمائے ہیں جن سے ہر ایک شخص جو تھوڑی بہت واقفیت بھی اس کو چہ سے رکھتا ہے۔ نبی اور غیر نبی میں بڑی آسانی سے فرق کر سکتا ہے۔ اب میں ایک ایسے امر کا ذکر کرتا ہوں جس سے کم از کم مسلمانوں کے لئے نبی اور غیر نبی کی حد فاصل کو ایسی وضاحت سے سامنے رکھ دیا ہے۔ اور اسقدر اس مسئلے کو بدیہی کر دیا ہے۔ کہ جو شخص اس سے انحراف کرتا ہے وہ درحقیقت اصول اسلام کو ترک کرتا ہے۔ اور عمداً ایک ایسی راہ اختیار کرتا ہے۔ جو اگر توبہ نہ کرے تو قریب ہے۔ کہ اسکو اسلام سے ہی منحرف کر دے۔ بلکہ حقیقت میں یوں کہنا چاہئے۔ کہ ختم نبوت کا مسئلہ ہی درحقیقت نبوت کے مسئلے کا سب سے بڑا فیصلہ ہے۔ اور اس پر ایسا ہی اجماع امت کا ہے۔ جیسا اللہ تعالےٰ کی توحید پر یا آنحضرت صلعم کی نبوت پر یا قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے پر۔ پس جو شخص ایسے صریح اور واضح اور اجماعی مسئلے کا انکار کرتا ہے۔ وہ عمداً اپنا قدم دائرہ اسلام سے باہر لے جاتا ہے۔ ختم نبوت سے میرے نزدیک یہ مراد ہے۔ کہ دنیا میں جو غرض انبیاء اور رسل کی بعثت کی اللہ تعالےٰ نے بیان فرمائی ہے وہ محمد الرسول اللہ صلعم کی مقدس ذات میں اپنے کمال کو پہنچ کر پوری ہو گئی۔ اور جب غرض پوری ہو گئی تو اس کے بعد اب کسی نبی کے آنے کی حاجت نہ رہی۔ ہدایت کے تمام پہلوؤں کو کمال بسط کے ساتھ اور تمام ضروری تفصیلات کے ساتھ محمد الرسول اللہ صلعم نے دنیا میں روشن کر دیا جتنی روشنی امکانی طور پر انسان سرچشمہ الوہیت سے حاصل کر سکتا ہے۔ وہ سب حاصل کر لی۔ جو کوئی ہدایت دنیا کی کسی قوم کے لئے آیندہ آنیوالے زمانے کے لئے ایک قوم یا ایک ملک یا ایک فرد کے ادنےٰ سے ادنےٰ سے لیکر اعلےٰ سے اعلےٰ حالت تک تزکیہ اور تکمیل نفس کا کام دیکھتی ہے۔ اسکو محمد الرسول اللہ صلعم نے دنیا میں پہنچا دیا۔ نبوت اپنے کمال کو پہنچ گئی اور کوئی ضرورت کوئی نقص باقی نہ رہا جس کی اصلاح کے لئے اب کسی نبی کے آنے کی ضرورت ہو۔ پس محمد الرسول اللہ صلعم کے بعد حقیقی معنوں کی رو سے دنیا میں کوئی نبی نہیں آسکتا۔ آپ ختم نبوت کی آخری اینٹ ہیں۔

مولانا۔ انبیاء کی بعثت کی اصل غرض اس ہدایت کا مخلوق کو پہنچانا ہوتی ہے۔ جو کہ اللہ تعالےٰ کیطرف سے ان کو دیجاوے۔ اور یہ ہدایت مختلف نبی اپنی اپنی قوم کی استعداد کے مطابق لوگوں کو پہنچاتے رہے آخر وہ وقت آگیا جب نفوس انسانی مختلف انبیاء کی تعلیم سے اس قابل ہو چکے تھے۔ کہ وہ اب آخری اور جامع تعلیم پاویں۔ اور اپنے انتہائی کمال کو پہنچیں۔ اس لئے حضرت محمد صلعم کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ نے اس ہدایت کو دنیا میں پہنچا دیا۔ اور اسکا امتیازی نشان رکھدیا کہ آپ کی تعلیم ساری دنیا کے لئے ہو۔ تاکہ یہ شہادت ہو۔ اس بات کی کہ آپ کے آنے سے نبوت میں ایک انقلاب عظیم آگیا ہے۔ اور وہ کامل تعلیم آگئی ہے۔ جس سے سارے انسان جہاں کہیں ہوں۔ کمالِ انسانی کی آخری حد تک جو اس دنیا میں نفس انسانی حاصل کر سکتا ہے حاصل کر لیں۔ کیونکہ جو تعلیم صرف ایک ہی قوم کی ضروریات کو پورا کرتی ہے۔ وہ انسان کی فطرت کی ساری شاخوں کو غذا نہیں دے سکتی مختلف قوموں میں مختلف قوئے انسانی کا نشو ونما خاص طور پر ہوا ہے۔ اور اس نشو ونما کی ضرورت کے مطابق ان میں متفرق طور پر نبی آتے رہے یہ متفرق طور پر آنا خود ہی اسبات کی شہادت تھی۔ کہ ان کی تعلیم ساری نسل انسانی کے لئے نہیں۔ اور اس لئے ابھی وہ تعلیم اپنے حقیقی کمال کو نہیں پہنچی پس جب وہ کامل تعلیم نازل ہوئی تو اس کے ساتھ ہی قوم اور رنگ اور ملک کی حد بندیاں بھی ٹوٹ گئیں۔

اس لئے رسول اللہ صلعم کو حکم ہوا۔ کہدو یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ اے دنیا جہان کے لوگو میں تم سب کیطرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔ اور پھر فرمایا وما ارسلناک الا کافۃ للناس۔ ہم نے تمکو تمام لوگوں کے لئے بھیجا ہے۔ اور پھر فرمایا وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ ہم نے تمکو اس لئے بھیجا ہے کہ

تاتم ساری قوموں کے لئے ساری دنیا کے لئے رحمت بن جاؤ۔ اسی طرح فرمایا۔ تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ وہ سارے عالموں کو ڈرانیوالا ہو۔

غرض اس طرح پر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ساری قومی تفریقوں کو مٹا دیا۔ تاکہ یہ پیش خیمہ ہو اس بات کا کہ وہ کامل تعلیم آگئی۔ جو انسان کو اپنے حقیقی کمال تک پہنچا سکتی ہے۔

غرض ختم نبوت کا سب سے پہلا امتیاز تھا۔ کہ آپ کا پیغام کل دنیا کیطرف تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے نبی اپنی اپنی قوم کیطرف ہی آتے رہے۔ اور کسی نے سب قوموں کی طرف ہونے کا اعلان نہیں کیا۔ حضرت مسیح کیطرف ان کے پیرو اسبات کو منسوب کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے حواریوں کو فرمایا تھا کہ تم ساری دنیا میں جاؤ۔ مگر اول تو وہ صفحہ جس میں یہ ذکر ہے۔ الحاقی ثابت ہوا ہے۔ دوسرے اس کی تردید صراحت کے ساتھ خود حضرت مسیح کے اقوال میں موجود ہے۔ کیونکہ ایک سامری عورت کو انہوں نے فرمایا کہ یہ مناسب نہیں کہ فرزندوں کی روٹی کتوں کے آگے ڈالی جاوے اور ایسا ہی ان کے الفاظ صراحت کے ساتھ موجود ہیں کہ میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اور انہی الفاظ کی صداقت کی تائید قرآن کریم بھی فرماتا ہے۔ ورسولا الی بنی اسرائیل۔ یعنی بنی اسرائیل کی طرف رسول مبعوث ہوئے تھے۔ اور درحقیقت حضرت مسیح کل دنیا کیطرف مبعوث ہونے کا دعوے کسطرح کر سکتے۔ جب آپ نے صاف طور پر فرما دیا کہ میں ساری تعلیم تم کو نہیں دے سکتا کیونکہ بہت باتیں ہیں جن کی تم برداشت نہیں کر سکتے۔ اور مکمل تعلیم وہ دیگا جو میرے بعد آئیگا۔ پس یہ صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کل دنیا کیطرف آنے کا کبھی دعوے نہیں کیا۔ ہاں ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب یہودیوں نے آپ کے پیغام کی عزت نہ کی تو آپ کے بعض پیروؤں نے دوسری قوموں کیطرف رخ کیا۔ اور پھر شاید اپنی اس کارروائی کی تصدیق کے لئے کوئی بات حضرت مسیح کیطرف منسوب کر دی ہو۔ اور آپ کے سوا تو کوئی نبی ایسا گذرا نہیں جس کی طرف ایسا دعوے منسوب کیا گیا ہو۔ لہذا نبی کریم صلعم ہی ایک نبی ہیں جو کل دنیا کیطرف مبعوث ہوئے۔ اور یہ بھی ختم نبوت پر شہادت ہے۔ کیونکہ جب ایک کامل [illegible] کل دنیا کیطرف مبعوث ہو گیا تو اب دوسرے کے لئے یہ گنجائش [illegible] وہ رسالت کے لئے کھڑا ہو۔ دنیا کی اور کوئی کتاب نہیں جس نے یہ [illegible] ہو۔ کہ میں نے ہدایت کو مکمل کر دیا۔ بلکہ ان کتابوں میں ہدایت کو تکمیل تک نہ پہنچائے جانے کے اشتہارات کئی جگہ پائے جاتے ہیں۔ اور حضرت مسیح کی کلام میں تو صاف اور کھلا اقرار موجود ہے۔ حالانکہ اگر کوئی شخص سوائے آنحضرت صلعم کے تکمیل ہدایت کا مدعی ہو سکتا تو وہ حضرت مسیح علیہ السلام ہی ہو سکتے کیونکہ آپ کے اور آنحضرت صلعم کے درمیان چھ سو سال میں تاریخ کسی نبی کے آنے کو تسلیم نہیں کرتی۔ اس طرح پر آنحضرت صلعم سے پہلے نبی حضرت مسیح علیہ السلام ہی ہیں۔ پس اگر کوئی شخص تکمیل ہدایت کا مدعی ہو سکتا تو حضرت مسیح ہو سکتے تھے۔ اور جو شخص تکمیل ہدایت کا مدعی ہو اس کے بعد بیشک نبی کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور وہی آخری نبی دنیا کا قرار پانا چاہئے۔ کیونکہ اس کے وجود میں اصل غرض پوری ہو جاتی ہے۔ نبیوں کے دنیا میں آنے کی اصل غرض یہی ہے۔ کہ وہ منجانب اللہ ہدایت پاکر لوگوں تک پہنچا دیں۔ اور یہ ہدایت جیسا کہ دنیا کی مختلف قوموں کی ضرورت تقاضا کرتی تھی ہر قوم کی حالت اور زمانہ کے مطابق نازل ہوتی رہی۔ مگر کامل طور پر وہ کسی ایک نبی پر نازل ہوئی اور جب تک ہدایت کامل نہ ہو جاوے۔ اس وقت تک نبیوں کی آمد کا سلسلہ ختم نہیں ہو سکتا۔ پس خاتم النبیین یا دنیا کا آخری نبی ہونے کا دعوے اسی نبی کو سزاوار ہے۔ جو تکمیل ہدایت کر دے۔ اور ایسے جامع اصول ہدایت کے بیان کر دے کہ اس کے بعد پھر اور اصول کی ضرورت دنیا کو نہ رہے۔ اور دنیا کی ہر ایک قوم ان سے فائدہ اٹھا سکے۔ تو آنحضرت صلعم سے پہلے نبی چونکہ حضرت مسیح ہی ہیں۔ اس لئے حضرت مسیح اگر یہ دعوے کرتے کہ انہوں نے ہدایت کی تکمیل کر دی تو پھر جو کچھ بھی چاہتا ان کے پیرو اُن کو بناتے۔ البتہ ایک بات کے وہ ضرور حقدار ہو جاتے۔ کہ پھر وہی دنیا کے آخری نبی ٹھہرتے۔ اور آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اور اس لئے محمد الرسول اللہ صلعم پھر نبی نہ ہو سکتے تھے۔ کیونکہ تکمیل ہدایت کے ساتھ تو نبوت کی ضرورت ہی اٹھ جاتی مگر کیا شان خداوندی ہے۔ کہ حضرت مسیح کے منہ سے وہ کلمات نکلوائے ہیں جو ہمیشہ کے لئے اس ضرورت کو بآواز بلند پکار کر بیان کرینگے کہ مسیح کے بعد دنیا کو ایک اور نبی کی ضرورت تھی۔ اور جب تک وہ نہ آتا سارا سلسلہ نبوت ہی باطل ٹھیرتا۔ کیونکہ اصل غرض یعنی تکمیل ہدایت جس کے بغیر نسل انسانی اپنے اصلی کمال کو حاصل نہ کر سکتی تھی پوری ہی نہ ہوتی۔ اور وہ الفاظ یہ ہیں۔ کہ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے اگر صرف اسقدر الفاظ بھی حضرت مسیح کے ہوتے تو بھی یہ لفظ دنیا کو مجبور کرتے کہ وہ ابھی ایک اور نبی کی راہ تکتے رہیں کیونکہ مسیح مقربین کے وہ تکمیل ہدایت نہیں کر گئے لیکن مسیح نے نہ صرف اپنے متعلق ہی اعتراف کیا بلکہ اس عظیم الشان ضرورت کو بھی کھول کر بیان کر دیا۔ کیونکہ ساتھ ہی وہ فرماتے ہیں۔ لیکن جب

وہ یعنی روح حق آ گئی ہے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتا دے گی۔

دیکھو اس پاک دل انسان نے کس صفائی سے بیان کر دیا کہ ابھی ایک اور کی ضرورت ہے جو سچائی کی ساری راہیں بتا دے یعنی تکمیل ہدایت کرے پس نہ صرف حضرت مسیح کا جو ایک ہی شخص دنیا کی تاریخ میں ہیں جو کبھی ہدایت کا دعویٰ کر سکتے تھے یہ اعتراف موجود ہے کہ آپ تکمیل ہدایت نہیں کر سکے۔ بلکہ ساتھ ہی یہ بھی ہے۔ کہ تکمیل ہدایت کرنیوالی ایک روح حق کا آنا ضروری ہے۔ وہ روح حق جب آگئی تو اس نے پکار کر کہہ دیا جاء الحق۔ لو وہ روح حق آگئی جسکی دنیا کو انتظار تھی جسکے بغیر انسان کی پیدائش ہی عبث ٹھیرتی ہے کیونکہ انسان اپنے اعلیٰ سے اعلیٰ کمال کو نہ پا سکتا اور جیسا کہ چاہئے تھا اس روح حق نے اپنا پیغام پورے طور پر دنیا کو پہنچا کر آخر یہ اعلان کر دیا جو دنیا کی تاریخ میں ایک ہی اعلان ہے۔ اور ایک ہی رہیگا جسکے مقابل نہ کبھی کسی نے آواز اٹھائی اور نہ کوئی اٹھا سکیگا۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا۔ شریعت بھی کامل ہو گئی اور ہدایت بھی بتمام و کمال آ گئی۔ اگر دنیا کی تاریخ میں کوئی عید کا دن کہلا سکتا ہے۔ تو وہ یہی دن تھا۔ اور محمد الرسول اللہ صلعم کے صحابہ اس دن کو خوب جانتے تھے کہ یہ دنیا کی تاریخ میں ایک ہی یادگار دن ہے۔ یہ بیشک عید کا دن تھا۔ اور کیا عجیب اتفاق ہے۔ کہ اسکا نزول ایک ایسے موقعہ پر ہوتا ہے کہ جب ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابی نبی کریم صلعم کیساتھ حجۃ الوداع میں مصروف تھے۔ اور اس عظیم الشان میدان میں تھے جو عرفات کا میدان کہلاتا ہے۔ اس کے بعد ہی نبی کریم صلعم نے وہ مشہور خطبہ پڑھا جس کے آخر پر تین دفعہ فرمایا۔ الا ھل بلغت۔ اچھی طرح سن لو۔ کیا میں نے تم کو پیغام سنا دیا۔ اور وہ میدان اللھم نعم کی آواز سے گونج اٹھا تھا مسلمانوں کے لئے تو واقعی یہ عید کا دن تھا۔ اور ایسا عید کا دن نہ پہلے کبھی ہوا اور نہ پھر کبھی ہوگا۔ کیونکہ وہ انسان جو دس سال پیشتر انہی وادیوں میں تنہا پھرتا تھا۔ اور کوئی اس کی آواز پر کان نہ دھرتا تھا۔ وہ جو تنہا اور بے یار و مددگار تھا وہ جسے گھر سے نکالا گیا تھا۔ جسکے پیچھے خون کی پیاسی تلواریں نیاموں سے باہر نکلی ہوئی تھیں آج وہی انسان ہے۔ جو سارے ملک عرب کا بادشاہ ہے۔ اور لاکھوں انسان اس کے ساتھ اسی میدان میں جمع ہیں۔ لاکھوں انسان کعبہ کا حج کریں گے۔ اور میدان عرفات میں جائیں گے۔ مگر وہ مقدس چہرہ وہ روحانیت کا آفتاب گو اُنکی روحوں پر اپنی کرنیں ڈالیگا۔ مگر اس خوشی کو وہ کہاں سے لائینگے جس سے اس وقت صحابہ کے دل بھرے ہوئے تھے جن کے اندر وہ خدا کا پیارا موجود تھا۔ جس کے اوپر اس اکملت لکم دینکم کی وحی نے اتر کر ان لاکھوں انسانوں کے دلوں کو ایک اور ہی سرور سے بھر دیا۔ سو مسلمانوں کے لئے تو ضرور یہ عید کا دن تھا لیکن اگر سچ پوچھو تو یہ نسل انسانی کے لئے عید کا دن تھا۔ اگر ساری نسل انسانی کبھی کوئی حقیقی عید منائے گی۔ تو وہ یہی عید کا دن ہوگا جس دن دین کے کمال کو پہنچ جائیگا۔ ہدایت کی نعمت کے پورا ہو جانے کا اعلان دنیا میں ہو گیا۔ اور انسان کو خدا کیطرف سے یہ مبارکباد دی گئی کہ اب تمہارے کمال حاصل کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ اور تمہارے دنیا میں پیدا کئے جانے کی غرض پوری ہو گئی۔ کیونکہ یہی وہ کمال تھا جس تک خدا تعالیٰ تم کو پہنچانا چاہتا تھا۔ مگر تم اپنی کوشش سے وہاں تک نہ پہنچ سکتے تھے۔ اس لئے رب العالمین نے تمہاری دستگیری فرمائی۔ اور اما یاتینکم منی ھدی کا تم کو وعدہ دیا اور آج اس وعدہ کے ایفاء کو اپنے کمال کو پہنچا دیا۔

اور لولاک لما خلقت الافلاک کے معنی کو پورا کر دکھایا۔ گو دنیا کی تاریخ میں اکملت لکم کا نظارہ ایک ہی نظارہ تھا۔ مگر وہ نظارہ دل خوش کن نہ ہوتا۔ اگر اس کے ساتھ یہ تسلی نہ ہوتی کہ اس کمال کو کبھی زوال نہیں آئیگا۔ دنیا کی تاریخ میں بڑی بڑی ہدایتیں آئیں۔ نسل انسانی کے فائدہ کے لئے بہت کچھ خدا نے بھیجا۔ مگر انسان کے ہاتھوں نے اسے بسا اوقات بگاڑ دیا جسقدر مقدس کتابیں دنیا کی تاریخ میں نظر آتی ہیں وہ سب کی سب بلا استثنا تحریف کا شکار رہی ہیں۔ ان کتابوں کا کیا ذکر ہے۔ جن کی تاریخ پر ہزاروں سال گذر گئے۔ وہ جو قرآن کریم کے نزول سے چھ سو سال پہلے کی تھی اس کی بھی وہ حالت ہوئی کہ اصل کتاب کا پتہ ہی نہیں مسیح کی انجیل کی جگہ چار انجیلوں نے لے لی۔ اصل تعلیم کہاں محفوظ رہتی۔ ایک عاجز بندے کو جو خدائے ذوالجلال کی قدوسیت کے سامنے شرمندہ ہو کر نیک کہلانے سے بھی انکار کرتا تھا۔ اسی ذوالجلال کے پہلو بہ پہلو بٹھا دیا گیا۔ بلکہ خدا بیٹے کو خدا باپ سے بہتر اوصاف کا مجموعہ بڑی طاقتوں کا مالک قرار دیا گیا۔ اس سے اندازہ کر لو۔ کہ پہلی کتابوں کا کیا حال ہوا ہوگا۔ پس محمد الرسول اللہ صلعم کو جب وہ بار بار یحرفون الکلم عن مواضعہ خدا کے کلام میں پڑھتے کیسا درد ہوتا ہوگا۔ کہ کہیں اس مکمل ہدایت نامہ کا بھی دنیا کے لوگوں کے ہاتھوں وہی حال نہ ہو جو پہلی کتابوں کا حال ہوا۔ اگر خدا کی طرف سے بار بار یہ وعدہ نہ مل چکا ہوتا۔

انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ۔

اور بالآخر جب خدا کا وعدہ کھلے الفاظ میں مل گیا کہ پہلی کتابوں کیطرح

قرآن کی حفاظت کا کام ہم نے انسانی ہاتھوں میں نہیں چھوڑا۔ کیونکہ گو پہلی کتابیں بھی خدا کا کلام ہی تھا۔ مگر ان کی ضرورت دنیا کو ایک وقت کے لئے تھی پر اس مکمل ہدایت نامہ کی ضرورت ہمیشہ کے لئے ہے۔ اور اس کے ایک حرف کے ادھر ادھر ہونے سے نسل انسانی کو ایک ناقابل تلافی نقصان ہمیشہ کے لئے پہنچیگا۔ کیونکہ اب آخری نبی کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آسکتا۔ جو اس قسم کی غلطی کو دور کر سکے۔ اس لئے خدا نے فرمایا کہ اس کی حفاظت کا انتظام ہم نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ہم نے ہی تو اس ذکر کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی یقیناً حفاظت کریں گے۔ سو اس وعدہ خداوندی نے ختم نبوت کی دوسری وجہ کو بتا دیا۔

ایک چیز پہلے ہی اپنے کمال کو نہ پہنچے تو وہ ناقص ہے۔ اور کمال کی محتاج رہیگی۔ ایک چیز کمال کو پہنچ جائے مگر اس میں نقص پیدا ہونے کا خطرہ باقی ہو۔ تو وہ پھر کمال کی محتاج ہو جاوے گی۔ اس لئے جب تک یہ دونوں صورتیں اکٹھی نہ ہوتیں ختم نبوت کا منشا پورا نہیں ہو سکتا تھا مانا کہ ہدایت کی تکمیل ہو گئی۔ لیکن اگر اس تکمیل کے بعد پھر اس میں کچھ نقص پیدا ہو جائے۔ اگر پہلی کتابوں کی طرح تحریف اس کامل ہدایت نامہ میں بھی راہ پا جائے۔ تو ختم نبوت کا دعوے صحیح نہ ہوتا۔ کیونکہ پھر اس نقص کو خواہ وہ نقص پیچھے ہی پیدا ہوا ہو۔ پورا کرنے کی احتیاج باقی رہتی اور جب نبوت کی ضرورت باقی ہوتی تو ختم نبوت کا دعوے باوجود تکمیل ہدایت کے باطل ٹھیرتا مگر وہ خدا جس نے شروع سے محمد الرسول اللہ صلعم کے ذریعہ نبوت کو اپنے کمال تک پہنچانے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ اور اسلئے آپ خلق میں سب سے پہلے نبی تھے۔ کیونکہ آپ نہ ہوتے تو دوسرے نبی بھی نہ ہوتے۔ اور پھر اس کمال پر قائم رکھنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ تاکہ اس انسان کامل کے بعد سب اسی کی شاگردی میں زانو تہ کریں۔ اس نے نہ چاہا۔ کہ ایک پہلو سے ختم نبوت کرکے دوسرے پہلو کو یوں ہی چھوڑ دے اور نبوت کی ضرورت ویسی کی ویسی باقی رہ جائے۔ بلکہ اس نے ختم نبوت کو خوب پختہ کیا۔ اور اس میں کسی قسم کے نقص کا احتمال باقی نہ چھوڑا۔ اور ایک طرف تکمیل ہدایت کرکے اور دوسری طرف اس مکمل ہدایت کی حفاظت کا قطعی وعدہ دے کر اور اس کی حفاظت کو اپنے ذمہ لیکر ہر طرح سے ختم نبوت کی دیوار کو پختہ کرکے نبوت کے دروازہ کو بند کر دیا۔ کیونکہ جس حکمت کے لئے اس دروازہ کو کھولا گیا تھا۔ وہ ضرورت اب باقی نہ رہی۔ اور فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ کس طرح ممکن

تھا۔ کہ ایک طرف تکمیل ہدایت کے کام کو اس قدر مضبوط کرکے اور دوسری طرف مکمل ہدایت نامہ کی حفاظت کا انتظام اتنا مضبوط کرکے اب نحو طور پر نبوت کے دروازے کو کھلا چھوڑتا۔ ہر ایک چیز کا انحصار ضرورت پر ہوتا ہے۔ مثلاً آپ لوگ یہ مانتے ہیں کہ صرف شریعت کا دروازہ بند ہے۔ اور غیر شریعی نبوت مگر نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ آخر شریعت کا دروازہ کیوں بند ہوا تو آپ یہی جواب دینگے کہ شریعت کی قرآن شریف نے تکمیل کر دی اس لئے اب چونکہ کسی جدید حکم شریعت کے آنے کی ضرورت نہیں رہی اسلئے شریعت کا باب مسدود ہو گیا۔ کیونکہ اللہ تعالٰے عبث طور پر شریعت کے دروازے کو کھلا نہیں چھوڑتا۔ جب تک ضرورت تھی کہ شریعت کے جدید احکام آتے رہیں۔ جب ایک کامل کتاب نے تکمیل شریعت کر دی تو اب یہ ضرورت ختم ہو گئی۔ اس لئے شریعت کے آنے کا دروازہ بھی مسدود ہو گیا۔

مگر میرے مکرم آپ کو غلطی لگی ہوئی ہے۔ کہ آپ نبی کے آنے کی غرض صرف چند احکام شریعت چند اوامر اور نواہی کا پہنچانا سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن کریم نے ہدایت کا لانا اصل غرض بیان کی ہے۔ اور اس ہدایت کا ایک حصہ شریعت بھی ہے۔ آخر اس سے تو آپ کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ قرآن کریم سارے کا سارا اسکا ایک ایک لفظ ہدایت ہے۔ اسی لئے فرمایا۔ ذٰلک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین۔ مگر اوامر اور نواہی یا شریعت صرف اسکا ایک حصہ ہے جو حصہ شریعت کا کتاب میں ہے۔ وہ صرف چند احکام پر مشتمل ہے کہ یوں کرو یا یوں نہ کرو۔ مگر خدا کی کتاب کا کام صرف یہی نہیں بلکہ اصل کام تزکیہ یا تکمیل نفس انسانی ہے۔ جس کے لئے طرح طرح کے پیرائے خدا کا کلام اختیار کرتا ہے۔ اسی تکمیل میں ایک حصہ شریعت کا بھی ہے۔ تو بس جب اصل غرض من جانب اللہ ہدایت کا لانا ہے اور ہر ایک مسلمان کا یہ ایمان ہے۔ جیسا کہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی سے ثابت ہے۔ کہ ہدایت کی ساری راہیں کامل طور پر قرآن کریم نے بتا دی ہیں۔ اور کوئی راہ ایسی باقی نہیں چھوڑی جس کی ضرورت آیندہ پڑے اور وہ قرآن کریم میں موجود نہ ہو۔ اور دوسری طرف یہ بھی انتظام کامل طور پر کر دیا گیا کہ قرآن کریم ہمیشہ کے لئے کامل طور پر محفوظ رہے۔ اور جو راہیں ہدایت کی ہیں گو کہ ہیں ان میں سے کسی کے گم ہونے

کا اندیشہ نہ رہا۔ تو نبوت کی ضرورت ختم ہو گئی۔ اور جب یہ ضرورت ختم ہو گئی تو اب کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

اب میں مختصر طور پر چند حوالے خود حضرت مسیح موعود کے دیتا ہوں۔ جو کہ انہوں نے مسئلہ ختم نبوت پر لکھے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ امت محمدیہ کا مذہب اجماعی یہی رہا ہے۔ کہ نبوت ختم ہو گئی۔ آنحضرت صلعم جسطرح ساری قوموں کے لئے ایک ہی نبی ہیں۔ اسی طرح ساری زبانوں کے لئے بھی ایک ہی نبی ہیں۔ آپ کی نبوت کا دامن ایک طرف کل قوموں کو اپنے نیچے لئے ہوئے ہے۔ دوسری طرف کل زمانوں پر محیط ہے۔ اور اب قیامت تک کسی دوسرے کو یہاں قدم رکھنے کی گنجایش نہیں اور یہ نسل انسانی پر ظلم نہیں۔ بلکہ سراسر رحمت ہے۔ کیونکہ ایک ہی سردار کے جھنڈے تلے لا کر اللہ تعالےٰ دنیا کی کل قوموں کو ایک کرنا چاہتا ہے۔ اور قومی تفرقوں اور قومی تفرقوں کو دور کر کے ان کی بجائے نسل انسانی کی اخوت کا ایک عظیم الشان سلسلہ قائم کرنا چاہتا ہے اور یہ ہو نہیں سکتا۔ جب تک ہمیشہ کے لئے اور سارے انسانوں کے لئے ایک ہی خدا اور ایک ہی کتاب اور ایک ہی رسول نہ ہو۔ ذیل کے چند حوالجات میں جو حضرت مسیح موعود کی کتابوں سے چند ایک میں آپکی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲۰

مولنا۔ سنئے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ کی عزت اور جلال کی قسم کہ ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے .... اور حضرت محمد الرسول اللہ صلعم کو ختم المرسلین نہیں مانتا حالانکہ اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اور وہی خاتم النبیین ہیں۔ یہ سب باتیں مفتریات اور تحریفات ہیں پاک ذات ہے۔ میرا رب میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی اور یہ سراسر جھوٹ اور کذب ہے اور اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ دجال ہیں"

پھر حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲۰ پر فرماتے ہیں

"کیونکہ یہ بات اللہ عزوجل کے اس قول کے مخالف ہے۔ جو آیت ذیل میں ہے۔ ماکان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم۔ اور محمد صلعم تم میں سے کسی کے باپ نہیں۔ مگر اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں کیا نہیں جانتے کہ خدا رحیم و کریم نے ہمارے نبی کریم صلعم کو بغیر کسی استثناء کے خاتم النبیین قرار دیا۔ اور ہمارے نبی کریم صلعم نے بطور تفسیر آیہ مذکور فرمایا ہے۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور طالبین حق کے لئے یہ بات واضح ہے۔ اور اگر ہم اپنی نبی صلعم کے بعد کسی نبی کے آنیکا جواز قبول کریں تو گویا ہم نے وحی نبوت کا دروازہ کھول دیا۔ حالانکہ وہ بند ہو چکا اور یہ امر خلاف ہے۔ جیسے مسلمانوں سے یہ بات مخفی نہیں۔ اور ہمارے رسول صلعم کے بعد کس طرح کوئی نبی آ سکتا ہے۔ جبکہ ان کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی اور اللہ تعالےٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا"

پھر کرامات الصادقین صفحہ ۲۵ پر فرماتے ہیں۔

"بالآخر پھر میں عامۃ الناس پر ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے اللہ جل شانہٗ کی قسم ہے۔ کہ میں کافر نہیں لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ میرا عقیدہ ہے۔ اور لکن رسول اللہ و خاتم النبیین پر آنحضرت صلعم کی نسبت میرا ایمان ہے۔ اپنے اس بیان کی صحت پر اسقدر قسمیں کھاتا ہوں جسقدر خدا تعالےٰ کے پاک نام ہیں۔ اور جسقدر قرآن کریم کے حرف ہیں اور جسقدر آنحضرت صلعم کے خدا تعالےٰ کے نزدیک کمالات ہیں کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسول کے فرمودہ کے خلاف نہیں"

پھر سراج منیر صفحہ ۲-۳ پر فرماتے ہیں

"نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت صلعم نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے۔ اور نہ کوئی پرانا نبی۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے میرے پر یہی کھولا گیا ہے۔ کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلعم کے بعد بکلی بند ہیں۔ اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کی رو سے آ سکتا ہے اور نہ کوئی قدیم نبی"

پھر حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۲۷ پر فرماتے ہیں

"کیا ایسا شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے۔ اور آیت ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیّین کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے۔ وہ کہہ سکتا ہے۔ کہ میں بھی آنحضرت صلعم کے بعد نبی اور رسول ہوں"

پھر سراج منیر صفحہ ۴ پر فرماتے ہیں

توبہ کرو۔ اور خدا سے ڈرو اور حد سے مت بڑھو۔ اگر دل سخت نہیں ہو گئے تو اسقدر کیوں دلیری ہے۔ کہ خواہ مخواہ ایسے شخص کو کافر بنایا جاتا ہے۔ جو آنحضرت صلعم کو حقیقی معنوں کی رو سے خاتم الانبیاء سمجھتا ہے۔ اور قرآن کریم کو خاتم الکتب تسلیم کرتا ہے۔ تمام نبیوں پر ایمان لاتا ہے۔ اور اہل قبلہ ہے اور شریعت کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتا ہے۔

پھر حمامۃ البشریٰ صفحہ ۴۹ پر فرماتے ہیں

اور اللہ تعالےٰ کے اس قول ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین میں بھی اشارہ ہے۔ پس اگر ہمارے رسول صلعم اور اللہ کی کتاب قرآن

کریم کو تمام آنے والے زمانوں اور ان زمانوں کے لوگوں کے علاج اور دوا کی رو سے مناسبت نہ ہوتی تو اس عظیم الشان نبی کو ان کے علاج کیواسطے قیامت تک ہمیشہ کے لئے ہرگز نہ بھیجا اور پھر محمد صلعم کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں۔ کیونکہ آپ کی برکات ہر زمانے پر محیط اور آپ کے فیض اولیاؑ اور اقطاب اور محدثین کے قلوب پر بلکہ کل مخلوقات پر وارد ہو رہے ہیں خواہ ان کو اسکا علم بھی نہ ہو۔ کہ انہیں آنحضرت صلعم کے ذات پاک سے فیض پہنچ رہا ہے۔ پس اسکا احسان عظیم تمام لوگوں پر ہے۔

مکرم مولانا۔ آپ لوگ ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ نبوت کا دروازہ مسدود نہیں بلکہ کھلا ہے۔ بلکہ آنحضرت صلعم کو آخری نبی ماننے والوں کو لعنتی اور مردود خیال کرتے ہیں حالانکہ یہی مذہب ساری امت کا رہا ہے۔ اور خود حضرت مسیح موعود کا بھی یہی مذہب ہے۔ جیسا کہ اوپر کے حوالوں سے ثابت ہے۔ اور اس پر ایسا اجماع امت کا ہے۔ کہ بہت کم مسائل میں ایسا اجماع ہوا ہوگا۔ مولوی صاحب میں آپ سے [illegible] دریافت کرتا ہوں۔ کیا آپ قرآن کو خاتم الکتب مانتے ہیں یا نہیں۔ پس اگر قرآن خاتم الکتب ہے۔ تو محمد الرسول اللہ صلعم خاتم الانبیاء ہوئے۔ اور اگر آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء نہیں تو پھر قرآن بھی خاتم الکتب نہیں۔ اور [illegible] کے بعد کسی اور کتاب کا آنا ضروری ہوگا۔ اور وہی خاتم الکتب ہوگی۔ اور وہی نبی خاتم الانبیاء ہوگا۔

اس صورت میں قرآن کا دعوے تکمیل ہدایت کا بھی نعوذ باللہ من ذلک غلط ماننا پڑیگا۔ اور یہ میں حضرت مسیح موعود کے حوالوں سے اوپر ثابت کرا آیا ہوں۔ کہ آپ قرآن کو خاتم الکتب مانتے ہیں۔ اور ہر نبی کے لئے کتاب کا ہونا بھی ضروری قرار دیتے ہیں۔ پس اگر قرآن آخری کتاب ہے۔ تو آنحضرت صلعم بھی آخری نبی ہیں اور اگر قرآن آخری کتاب ہے۔ تو پھر کیا قرآن دنیا کے لئے عذاب نہ ہوا۔ کہ اس کے آنے کیساتھ کتابوں کا آنا بند ہوگیا۔ اصل بات تو کتابیں ہی تھیں۔ رسول تو ان کے حامل اور ان پر عمل کر کے دکھانے والے ہی تھے جب کتاب کا آنا بند ہوگیا تو رسول کا آنا نہ آنا برابر ہے۔ کیونکہ ایسی رسول بغیر رسالت کے آئیں گے۔ پس اگر خاتم النبیین کے یہ معنے لئے جاویں کہ آپ کی مہر سے نبی بنیں گے۔ تو خاتم الکتب کے معنے بالخصوص جب نبی اور کتاب کا تعلق بھی ضروری ہے۔ یہ کرنے پڑینگے کہ قرآن کریم کی مہر سے کتابیں آیا کریگی۔ [illegible] اگر قرآن نے کتابوں کا خاتمہ کر دیا تو رسول اللہ صلعم نے نبیوں کا خاتمہ کر دیا۔ والسلام۔

لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاۗءَ سَبِيْلًا

کوہ مری میں انجمن اصلاح بدکاران

ہر ایک مذہب میں زناکاری گناہ ہے۔ کیونکہ بنی نوع انسان پر اس فعل کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔ لہذا کوہ مری جہاں کہ باوجود ایک چھوٹی سی بستی ہونے کے فاحشہ عورتوں کا ایک اچھا خاصہ محلہ آباد ہے۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے انجمن اصلاح بدکاران قائم ہوگئی ہے۔ جس نے بالاتفاق رائے یہ تجویز پاس کی ہے۔ کہ تمام چکلہ کے مالکان مکانات سب مکانات کرایہ پر شرفا کو کرایہ پر دیجاویں۔ اور کوئی مکان کسی فاحشہ عورت کو نہ دیا جاوے۔ اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے انجمن نے کچھ مالکان سے مکانات کرایہ پر حاصل کرکے قبضہ کر لیا ہے۔ جن میں سے بعض نے مہربانی کرکے سابقہ کرایہ سے بھی کم کرایہ لینا منظور کیا ہے۔ تاکہ انجمن کو نقصان برداشت کرنا نہ پڑے چونکہ مذکور میں سب سے زیادہ مکانات سردار سوہن سنگھ صاحب رئیس اعظم مرا و لپنڈی کی ملکیت ہیں۔ جن کی خدمت میں درخواست کی گئی ہے کہ وہ اپنے تمام مکانات واقعہ چکلہ بازار کوہ مری انجمن اصلاح بدکاران کو سابقہ کرایہ پر آئندہ سال کے لئے دیدیں۔ اور امید کیجاتی ہے کہ سردار صاحب موصوف سابقہ بلکہ اس سے بھی کم کرایہ پر اپنے مکانات انجمن کے حوالے کرکے اپنی خاندانی روایات اور شرافت کا پاس کرتے ہوئے اپنی عالی حوصلگی اور اخلاق فاضلہ کا ثبوت دیں گے۔

مذکورہ بالا تجویز موزون اور قابل عملدرآمد ہے۔ کیونکہ موسم سرما میں بہت کنچنیاں مکانات خالی چھوڑ کر یہاں سے چلی جاتی ہیں۔ مارچ ہمیشہ اس جگہ رہتی ہیں ان کی اصلاح کے لئے دوسرا طریقہ استعمال کیا جاویگا۔

خاکسار محمد اسماعیل (سینیٹری انسپکٹر)
سیکرٹری انجمن اصلاح بدکاران مری

خط وکتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیا کریں

سُبحانک ھٰذا بُہتانٌ عظیم

(از مرزا خدا بخش صاحب)

مولوی ثناء اللہ امرتسری اپنے پرچہ اہلحدیث مورخہ ۶ جنوری ۱۹۲۳ء کے صفحہ اول پر مسیح اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں بسُرخی "قادیانی مشن (جھوٹوں پر ہم کو اعتبار نہ کرو)" گل فشانی کی ہے۔

دنیا میں ایسے مذاہب بھی ہیں۔ جو شرک و کفر کو جائز رکھتے ہیں۔ مگر ایسا مذہب کوئی نہیں۔ جو جھوٹ کو جائز جانتا ہو۔ اسلام میں جھوٹ کے تین درجے ہیں۔ مخلوق پر جھوٹ۔ رسول پر جھوٹ۔ خدا پر جھوٹ۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہٗ فی النار (جو کوئی مجھ پر جان بوجھ کے جھوٹ بولے اسکا ٹھکانا جہنم میں ہوگا) اس کے معنے ہیں جھوٹی حدیث بنا کر حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب کرے۔

محدثین کا عام قانون ہے۔ کہ جو شخص ایک حدیث بھی جھوٹی بنالے اسکی کوئی حدیث صحیح نہیں ہوتی۔ مرزا صاحب قادیانی بھی حقیقت الوحی میں لکھتے ہیں کہ "ایک جھوٹ کے مقابلہ میں ہزار انسان بھی کار آمد نہیں ہو سکتے"

اس مسلّمہ قاعدہ کے مطابق ہم دیکھتے اور دکھاتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی اور ان کے اتباع کا کیا حال ہے۔

ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ صحاح ستہ کے مصنفوں میں سے کوئی زندہ ہوتا یا امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین یا محک رجال امام دارقطنی زندہ ہوتے تو مرزا صاحب قادیانی اور اُن کے اتباع کو واضعین احادیث میں لکھکر اُن کی کل روایات کو موضوع (جھوٹی حدیثیں بتاتے)

ہم اس دعوے کو بے دلیل چھوڑنا نہیں چاہتے۔ ورنہ ہم میں اور اُن میں بحیثیت علم کے فرق کیا ہوگا۔

مرزا خدا بخش مصنف کتاب عسل مصفےٰ صفحہ ۲۷۲ پر لکھتا ہے۔

دجال ایک تنہا نہیں بلکہ ایک جماعت ہے } ہم لفظ دجال کے معنے لغت عرب سے دکھا چکے ہیں۔ کہ ایک طائفہ عظیمہ یعنے ایک بھاری گروہ کو کہتے ہیں۔ مگر اسی پر اکتفا نہیں کرتے۔ بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے دکھاتے ہیں۔ کہ وہ بھی دجال کو ایک جماعت ہی تصوّر کرتے تھے۔ دیکھو حدیث ذیل یخرج فی آخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین۔ یلبسون للناس جلود الضان من اللین السنتھم احلی من العسل وقلوبھم قلوب الذیاب یقول اللہ عزوجل الی یغترون ام یجترون حتی حلفت لابعثن علی اولئک منھم فتنۃ تدع الحلیم منھم حیران۔ رواہ النسائی عن ابی ہریرہ (دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۴)

اب اس حدیث سے صاف واضح ہو گیا۔ کہ دجال سے مراد ایک جماعت ہے۔ جو مکر و فریب سے کارروائی کریگا۔ بظاہر بڑے رحیم و کریم اور بڑے ہی میٹھے ہونگے۔ مگر باطن میں درندوں سے کم نہ ہونگے سو کون نہیں جانتا کہ یہ صفات پادریان و فلاسفران فرنگ میں من کل الوجوہ پائی جاتی ہیں۔

اس روایت میں سارا مدار او راستدلال لفظ دجال پر ہے۔ جو مصنف مذکور نے بڑی دلیری سے اصل حدیث میں لکھا ہے اور ترجمہ میں بھی اور اسی پر سارے استدلال کی بنا ہے حالانکہ اصل حدیث میں نہیں۔

چونکہ امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے ہمیں بذریعہ اعلان فہمایش کردی ہے۔ کہ ترکی بہ ترکی جواب نہ دیا جاوے ورنہ گورداسپور والے مقدمہ میں جو تحریف متقی کی مولوی ثناء اللہ نے کی ہے۔ وہ کہانتک ان کے تبحر علمی کی تصدیق کرتی ہے۔

اگر مولوی ثناء اللہ میرے اس حوالہ کو جو میں نے بحوالہ کنز العمال کو کھول کر دیکھ لیتا تو ہمیں دشنام اور گالیوں سے یاد نہ کرتے۔ مگر وہ معذور ہے۔ اس وجہ سے ہم اُن کو معاف کرتے ہیں۔

آخر میں مولوی صاحب کی توجہ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۴ حدیث ۱۷۲ کی طرف مبذول کراتا ہوں۔ کہ آیا وہاں لفظ دجال ہے۔ یا رجال ہے۔ اس سے زیادہ گالیوں کا جواب گالیوں سے نہیں دینا چاہتا۔

عیسائی دُنیا کی عیسائیت سے بیزاری

اور

جنوبی امریکہ میں تبلیغ اسلام کی ضرورت

عیسائی دنیا عیسائیت سے کسقدر بیزار ہے وہ مغربی اخبارات کے مطالعہ کرنے والے لوگوں سے پوشیدہ نہیں۔ اسی کے متعلق ہمارے نوجوان دوست مسٹر ممتاز احمد صاحب فاروقی نے ایک دلچسپ مراسلت ارسال کی ہے۔ اُن کی آنکھوں دیکھی اور کانوں سُنی باتیں ہیں۔ اس مراسلت کو غور سے پڑھو اور سوچو کہ کیا اب

بھی وقت نہیں آیا کہ مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کیجائے۔ دنیا عیسائیت سے بیزار اور اسلام کے ابر رحمت کی امیدوار ہے۔ اگر تم نے ان تک اسلام کو نہ پہنچایا تو ان کی کافرانہ موت کے لئے تمہیں پوچھے جاؤ گے۔ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس دینی جہاد میں حصہ لے اور اسلام کا پیغام ان لوگوں تک پہنچانے میں حتی المقدور کوشش کرے۔ مراسلت درج ذیل ہے۔

(ایڈیٹر)

ہمارے کالج کا ایک پروفیسر جو کہ پادری بھی ہے۔ وہ موسم گرما کی چھٹیوں میں جنوبی امریکہ کا دورہ کرنے گیا تھا۔ اس نے ملک پیرو۔ چلی برازیل۔ ارجنٹائن۔ یوراگوئے۔ پیراگوئے وغیرہ وغیرہ کی سیاحت کی ہے۔ اور اپنی سیاحت کا حال ایک اتوار کو گرجے میں دوران لیکچر میں بتلایا ہم بھی سننے گئے تھے۔ اس نے جو باتیں بیان کیں جو کہ آپ کو معلوم ہونی ضروری ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) ان تمام ملکوں کے لوگ ازحد فیاض طبع واقع ہوئے ہیں۔ کوئی لنگڑا۔ اندھا۔ اپاہج۔ بیمار وغیرہ اگر ٹوپی لیکر بازار میں کھڑا ہو جائے تو صبح سے شام تک اتنی کافی رقم کما سکتا ہے۔ کہ اس کے سارے مہینے کا خرچ نکل جائے۔ اکثر لوگ اسپین کے باشندوں کی اولاد ہیں۔ مگر اب Red Indians یعنی یہاں کے اصلی باشندوں۔ حبشیوں جاپانیوں چینی۔ اور دیگر یورپین ممالک کے لوگوں کے ساتھ خلط ملط ہو جانے اور آپس میں شادی وغیرہ ہو جانے سے ایک نئی نسل بن گئی ہے۔ اگرچہ اصل النسل اسپینی باشندے اور یورپین باشندے بھی موجود ہیں۔ شاید یہ فیاضی کا اثر اسپینیوں میں عربوں کیطرف سے آیا ہے۔

(۲) حرامی بچے بہت پیدا ہوتے ہیں۔ صرف پیراگوئے کی ریاست میں ۴۶ فیصدی بچے حرامی پیدا ہوتے ہیں۔ شراب خوری ازحد ہے۔

(۳) سب سے ضروری بات یہ کہی۔ کہ جس جگہ میں گیا۔ میں نے دیکھا۔ کہ لوگوں کے دلوں پر سے عیسائیت کا اثر بالکل زائل ہو گیا ہے عیسائیت کے نام سے بیزار ہیں۔ مرد خاص طور پر کبھی گرجے نہیں جاتے۔ اگر عیسائیت کے متعلق بات چیت کرنے لگو تو پہلے ہی کہہ دیتے ہیں کہ تمام دنیا کی باتیں کر لو۔ مگر عیسائیت کا میرے آگے ذکر مت کرو۔ یہ مذہب اس لائق نہیں ہے کہ اس پر گفتگو کی جائے۔ غرضکہ سب لوگ لامذہب ہیں پھر پروفیسر نے کہا کہ میں ملک برازیل میں ایک پادری مشنری بشپ آف سے ملا۔ وہ بیچارا کتابیں وغیرہ بیچکر اپنا گذارا کرتا ہے۔ اور عیسائیت کی تبلیغ کرتا ہے۔ جب میں نے اس سے اس کے مشن کی بابت بات چیت کی تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور کہنے لگا میری کوئی مدد نہیں کرتا میں کتابیں بیچکر گذارا کرتا ہوں۔ مگر میرے دل کی ایک خواہش ہے کہ کاش خدا مجھے اتنی عمر دے کہ میں اس کام کو جسکو میں نے ہاتھ میں لیا ہے۔ سرانجام کر سکوں اور تمام جنوبی امریکہ میں عیسائیت کا ڈنکہ بجے تب میں خوشی سے جان دیدونگا اور میرا دل مطمئن ہوگا۔ کہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ پھر اس نے کہا کہ جنوبی امریکہ میں کامیابی کیساتھ تبلیغ کرنے کا ایک بڑا بھاری طریقہ ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ امیر اور بارسوخ اور سوسائٹی کے لیڈروں وغیرہ سے ملاقات کر کے ان میں تبلیغ کرے اگر ان کو اپنے ساتھ ملا لے تو عوام الناس کا ان کی پیروی کرنا اور اپنے ساتھ ملا لینا اور اپنے مذہب پر لے آنا کوئی مشکل بات نہیں ہے مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ روپیہ کافی پاس ہو تاکہ اچھی حالت میں آدمی رہے۔ اور مشہور اور امیر آدمیوں سے بآسانی ملاقات ہو سکے۔ یہ اس نے ایک راز بتلایا ہے۔ مگر بدقسمتی سے پادری کے پاس روپیہ نہ تھا۔ اس لئے وہ اس پر عملدرآمد نہ کر سکا۔

(۴) یہ قصہ سنا کر پروفیسر نے حاضرین کو اپیل کی کہ عیسائیت سخت خطرے میں ہے۔ مسیح کے لئے اس کی مدد کرو۔ لوگوں کے دلوں پر زیادہ اثر کرنے کے لئے اس نے باجے پر دو گیت گائے جس میں اور سب لوگ بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔

غرضکہ اپیل کا یہ اثر ہوا۔ کہ اسی وقت دو نوجوان لڑکے اور ایک لڑکی نے اپنے آپ صرف جنوبی امریکہ کے لئے ہی نہیں۔ بلکہ دنیا میں کسی جگہ بھی عیسائیت کی تبلیغ کے لئے جانے کے لئے پیش کر دیا۔ یہ تینوں اس جگہ کالج میں پڑھتے ہیں۔ اور پڑھتے رہیں گے۔ جبتک کہ یہ اپنی تعلیم نہ ختم کر لیں۔ اس کے بعد ان کو Methodist Mission اپنے خرچ سے جہاں مناسب سمجھے گا۔ بھیجدے گا۔ کاش کہ ہمارے مسلمانوں کے دلوں میں اسکا دسواں حصہ بھی تڑپ ہوتی۔ تو آج کو اسلام دنیا کے چاروں کونوں میں پھیلا ہوتا۔

ترسیل زر بذریعہ منی آرڈر ہونی چاہئے

منیجر

کیا مسیح خدا ہے؟

انگریزی اخبار "دی لائٹ" سے ترجمہ کیا گیا

یسوع مسیح شکل و صورت کے لحاظ سے انسان تھا اس کے آباؤ اجداد بھی انجیل متی کے بیان کردہ شجرہ نسب کی رو سے انسان تھے۔ یہ شجرہ نسب صاف طور پر بتلاتا ہے۔ کہ وہ داؤد علیہ السلام کی نسل سے یوسف کا بیٹا تھا۔ متی اس امر کو خوب جانتا تھا۔ کہ داؤد کے تخت پر بیٹھنے کا دعوے کہ جبتک پورا نہ ہوئے بغیر یہود کا مسیح کو قبول کرنا مشکل ہے ثابت نہیں ہو سکتا جبتک کہ اس شجرہ کی اصل داؤد تک نہ پہنچائی جائے اور داؤد علیہ السلام کے تخت کا وارث ثابت کرنے سے متی کا مقصد یسوع کو عہد عتیق کے مسیح موعود کا مصداق ظاہر کرنا تھا۔ لیکن اسکو موعود مسیح ثابت کرنا اس امر کو مستلزم ہے کہ وہ صرف نبی اور ایک انسان تھا۔ پس یہ ماننا کہ مسیح انسانیت سے بالاتر تھا نہ صرف انجیل متی کو ہی پایہ صداقت سے گراتا ہے۔ بلکہ مؤلف انجیل کی محنت کو خاک میں ملاتا ہے۔

اناجیل بالاتفاق معترف ہیں۔ کہ وہ ہر ایک پہلو سے انسان تھا۔ اور اپنے ہمعصر یہودیوں میں مریم اور یوسف کا فرزند مشہور تھا۔ "کیا وہ بڑھئی کا بیٹا نہیں" یہ وہ فقرہ ہے کہ جو قارئین اناجیل کے پردہ گوش کو کھٹکھٹاتا ہے۔ اسکا جسم کھانے پینے اور دیگر حوائج بشریہ کا ایسا ہی محتاج تھا جیسا کہ انسانی جسم ہے۔ یقیناً جسطرح سے وہ خلقتاً انسان تھا اسی طرح وہ اپنے آپ کو زندہ رکھنے کے لئے قوت لایموت کا بھی محتاج تھا۔ مگر جب کبھی اسکو کھانے کے لئے کچھ میسر نہ آیا۔ اس نے ہمیشہ ایک بھوکے شخص کیطرح تکلیف اٹھائی۔ ایسے ہی ایک موقعہ پر وہ بھوک کی شدت کی تاب نہ لاکر انجیر کے درخت کیطرف الغیاث کہتا ہوا لپکا مگر اسکو بار ور نہ پاکر وہ غضب آلود ہو گیا۔ اور اس درخت کو ہی گالیاں دینی شروع کردیں۔ بھوک کی شدت سے وہ اسقدر بیتاب تھا۔ کہ اسکو یہ بھی یاد نہ رہا کہ موسم سرما میں انجیر کا درخت پھل نہیں دیا کرتا۔ اس لئے اسکو گالیاں دینا دیوانہ پن نہیں تو کیا ہے۔ شکسپیر انسانی ناکامیوں کا مستعد طالب العلم فاقہ کشی کی شدت کا اس سے بڑھکر اور کوئی نقشہ منتخب نہیں کر سکتا۔

اپنے جذبات اور احساسات کے لحاظ سے بھی وہ ایک انسان اور محض انسان ہی تھا۔ اس کے دعاوی اور مروجہ یہودی قانون سے خروج نے اس کے سر پر مصائب کو لا ڈالا کہ جو ہر ایک نبی کو ہمیشہ برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ ان مصائب کے اندر الہی قدرت کے نشانات تو کجا اس نے کوئی مردانگی کے جوہر بھی نہیں دکھلائے اس کے رگ و ریشہ پر ایک لرزہ طاری تھا۔ کہ جو اسے جا بجائے پھرتا تھا۔ اور اسی نے اسے اپنے پیرووں کو یہ تاکید کرنے پر مجبور کر دیا تھا کہ وہ اس کی نقل و حرکت کو لوگوں پر ظاہر نہ کریں۔ اور بالآخر جب وہ یہودی مولویوں کی شرارتوں کے دام میں آگیا کہ جنہوں نے رومی گورنمنٹ کو بغاوت کے جرم میں اسکو ماخوذ کرنے کے لئے اکسایا ایسے موقعہ پر اس نے نہایت مایوسی اور پست ہمتی کا اظہار کیا اور اپنے عقیدہ کی کمزوری کو "ایلی ایلی لما سبقتانی" اے میرے خدا۔ اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا کے یاس انگیز فقرہ میں کہا۔ یہ فقرہ جناب یسوع کے دل کی ایمانی حالت کا فوٹو ہے۔ ایک مسلمان یقیناً اس الزام کو جو مسیح پر اناجیل کی رو سے عاید ہوتا ہے (کہ اس کے منہ سے آخری وقت میں یہ کفر اور مایوسی کے الفاظ نکلے) ہرگز قبول نہ کریگا۔ مگر ایک عیسائی جیسا کہ اس کی کتاب میں لکھا ہے۔ اس مایوس کن فقرہ کی کوئی تاویل نہیں کر سکتا۔ لکھا ہے۔ کہ اس دردانگیز چیخ کے ساتھ اس شخص کی جان رخصت ہوئی کہ جسکو بعض ضعیف الاعتقاد لوگوں نے خدائی کا درجہ دے رکھا ہے۔

فی الجملہ یوں سمجھو کہ مسیح کیا بلحاظ ظاہری شکل و صورت و بلحاظ پیدائش۔ اپنے جسم کے حفظ و بقا۔ جسمانی اور روحانی آلام و مصائب کے اٹھانے اور سب سے بڑھکر اپنی موت میں تمام بنی نوع انسان کے ساتھ برابر کا شریک تھا اس لئے یہ سوال کہ "کیا مسیح خدا ہے"، اصولاً غلط ہی نہیں بلکہ نہایت زور کے ساتھ اسکی قطعی نفی ہوتی ہے۔

لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْن

تمدن و تہذیب کی اس فراوانی کے دنوں میں جبکہ کمزوروں کی حمایت اور چرب زبانی کے قول زخرف کی آڑ میں اُن کے جسم اور جان کا خون تک چوس لیا جاتا ہے۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔ کہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور مفتوح قوموں کے ساتھ آپ کے سلوک کو ان لوگوں کی عبرت اور بصیرت کے لئے بار بار کھول کر بیان کیا جائے۔ اس عظیم الشان انسان کی حیثیت نہ صرف ایک نبی کی ہی حیثیت تھی۔ بلکہ وہ صاحب تخت و تاج بھی تھا۔ کہ جس کے دائرہ فرمانروائی میں مسلم و غیر مسلم دونوں کے جان و مال کی آزادی اسیر تھی۔ عرب کی مغلوبیت سے پیشتر جب کہ آپ پر طرح طرح کے ستم توڑے جاتے تھے۔ اور آپ نہایت دردناک مصائب کے نیچے تھے۔ اسوقت آپ نے یہ تعلیم دی اور اس امر کا اعلان کر دیا کہ لا اکراہ فی الدین۔ دین کے معاملے میں کسی پر جبر نہیں مگر اسوقت جبکہ وہ ان تمام مصائب پر غالب آکر بادشاہت کے درجہ پر پہنچ گئے۔ اسوقت آپ کی اس تعلیم اور اعلان کے امتحان کا وقت تھا کیونکہ مغلوبیت اور بیچارگی

میں لو ہر ایک شخص بڑے بڑے [illegible] والا طاقت کے اعلان شائع کر سکتا ہے مگر تاج و تخت نے اکثر غدر کیا ہے۔ اور ان وعدوں اور عہدوں کو توڑا ہے) مگر آپ کی سیرت کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔ کہ آپ نے سلطنت و حکومت کو حاصل کر کے بھی یہی ثابت کیا ہے کہ وہ عہد اور اعلان کوئی دکھلاوے اور دھوکے کے اعلان نہ تھے۔ بلکہ وہ ایک سچے دل سے نکلے ہوئے وعدے تھے۔ کہ جن کے ایفاء میں عمر بھر سرمو فرق نہیں آیا۔ اور اس صادق القول انسان کے لئے تخت حکومت پر بیٹھکر بھی ان پر عمل اسی طرح آسان تھا جسطرح کہ اوائل کے پر از مصائب اور مغلوبیت کے زمانہ میں عنان سلطنت کو سنبھال کر آپ نے اپنی اس تعلیم کو خیرباد نہیں کہا۔ اور نہ اپنے اوپر ان ستم توڑنے والوں کو ہی کوئی سزا دی اور نہ ہی اپنی مفتوح قوموں یہود اور نصاریٰ پر ہی کوئی دست تظلم دراز کیا چونکہ کامل طور پر آپ کے ہاتھوں میں اسیر ہو چکے تھے۔ جبر و تعدی کا وہ ایک طویل زمانہ کہ جس میں آپ اور آپ کے جاں نثار صحابہ انتہائی تکلیفات کو اُٹھا چکے تھے اس امر کا مقتضی تھا کہ اسلام اور آپ کی جان کے دشمنوں کو سخت سے سخت سزائیں دیجاتیں۔ مگر اس رحمۃ للعالمین کے رحم اور لطف و کرم کو دیکھو کہ جسکو خداوند عالم نے وما ارسلناك الا رحمۃ للعالمین کی خلعت فاخرہ عطا کر کے بھیجا تھا۔ اپنے ان پیش پا افتادہ خطرناک دشمنوں کو لا تثریب علیکم الیوم (آج کے دن تم پر کوئی ملامت بھی نہیں) کہکر عفو اور رحم کی ایک بے نظیر مثال قائم کر دی۔

ابوسفیان کی بیوی ہندہ کہ جس نے آنحضرت صلعم اللہ علیہ وسلم کو اپنی وحشیانہ درندگی سے سخت صدمہ پہنچایا تھا۔ اور آپ کے چچا حضرت حمزہ کی شہادت کے بعد ان کے ناک کان اور جگر کو سمو کر گلے کا ہار بنایا تھا۔ ایسی جفاکار عورت بھی انہی لوگوں میں موجود تھی۔ کہ جن کو اس طرح بغیر کسی ادنے ملامت کے معاف کر دیا گیا تھا۔ تھوڑے عرصہ میں ہی عیسائیوں اور یہود دونوں کو بغیر کسی مزاحمت اور ٹیکس کے کامل طور پر مذہبی احکام کی بجا آوری کے لئے آزادی دیدی گئی۔

اس کے اخلاق فاضلہ اور دلی خلوص نے عیسائیوں اور یہود دونوں کیساتھ اس اعلےٰ درجے کی رواداری اور انصاف کا سلوک دکھایا کہ آپ کے ماتحت وہ اسقدر خوشحال تھے کہ جس پر نسل انسانی جسقدر بھی ناز کرے کم ہے اور اس کا یہ اثر ہے کہ آجکل بھی یہ غیر اقوام ترکوں کے ماتحت نہایت خوشحال رہ رہے ہیں وہ مراعات جو خود ان کے عیسائی اور یہود حکمرانوں نے بھی ان کو عطا نہیں کی تھی وہ اسلامی سلطنت میں اُن کو حاصل ہیں۔ وہ مشہور اعلان جو عیسائیوں کے متعلق شائع کیا گیا تھا۔ بتلاتا ہے۔ کہ اسلامی سلطنت میں اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم پر زبردستی کرے یا اسکو گالیاں دے وہ خدا کے عہد پر زبردستی کرنے والا اس کے حدود سے تجاوز کرنے والا اور اپنے دین کی خفت کرنے والا سمجھا جائے گا۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ اور اپنے متبعین کو بھی اس میں شامل کرتا ہے۔ کہ وہ عیسائیوں کی حفاظت کریں گے۔ ان کے گرجاؤں اُن کے علماء کی کوٹھریوں کی مرمت اور نقصانات سے مدافعت کریں گے۔ اُن پر کوئی نامناسب ٹیکس نہیں لگایا جائیگا۔ کسی بشپ کو اس کے عہدہ سے علیحدہ نہ کیا جائے۔ کسی عیسائی کو اس کے مذہب سے جبراً مرتد نہ کیا جائے اور نہ کسی اور مذہبی پیشوا کو اس کے عہدے سے معزول کیا جائے اور نہ ان کے مقدس مقامات کے حج سے کسیکو روکا جائے گا۔ نہ مسلمانوں کے گھروں اور مسجدوں کے لئے عیسائی گرجوں کو گرایا جائے گا۔ جو عیسائی عورتیں مسلمانوں کے نکاح میں آئیں اُن کو ان کی خوشی سے اسی مذہب پر رہنے دیا جائے۔ اور ان پر ان کے مذہب کی بنا پر کوئی جبر و تشدد نہ کیا جائے۔ اگر عیسائیوں کو گرجوں کی مرمت یا ان کے درویشوں کے حجروں کی مرمت کے لئے امداد کی ضرورت ہو یا ان کی کوئی اور مذہبی ضروریات ہوں تو مسلمان ان کی امداد کریں۔ مسلمان نووارد عیسائیوں کے ساتھ ہمدردی کریں۔ کوئی عیسائی جو مسلمانوں کے پڑوس میں رہتا ہو اپنی عقیدہ کی بنا پر نہ ستایا جائے کسی عیسائی کے ساتھ ایسا بُرا سلوک کرنے والا مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے منحرف سمجھا جائے گا۔"

یہ وسعت قلبی عیسائیوں کے ساتھ آنحضرت صلعم نے اسوقت برتی جبکہ آپ کی شان و شوکت انتہائی درجہ تک پہنچ چکی تھی جبکہ آپ کو بہت بڑی طاقت حاصل ہو چکی تھی۔ جبکہ آپ ان پر ہر طرح کا تسلط رکھتے تھے۔ غیر مذہب پر رعایا پر حکومت کا یہ اعلےٰ درجہ کا ایک نمونہ ہے۔ کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

مسلم رعایا کے عیسائی حکمرانوں کو چاہئے۔ کہ وہ اس بے نظیر مثال پر غور کریں اور سوچیں کہ کس طرح سے آنحضرت صلعم نے اپنی عیسائی رعایا کو ان مراعات کے دینے میں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے کس قدر احسان عظیم کیا ہے۔ اور اپنی متبعین کو نہ صرف مسیح ؑ پر ایمان لانے کی ہی تلقین ہے۔ بلکہ جب کبھی بھی ان کا نام لیا جائے۔ اُنکے ساتھ علیہ السّلام کہنے کا بھی حکم دیا ہے۔ اسی مبارک اسوہ کی بنا پر ہی دنیا کے چالیس کروڑ مسلمان حضرت مسیح علیہ السّلام پر سلام بھیجتے ہیں۔ مگر یہ کسقدر رنج اور افسوس کی بات ہے۔ کہ ہمارے حسن سلوک کا بدلہ بہت بُرا دیا جاتا ہے۔ رحمدل مسیح کے متبع عیسائی کہ جن کو بے ضرر بنے رہنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور جن کو دشمنوں سے محبت کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ غیروں سے نہایت ہی ناپسندیدہ سلوک کر رہے ہیں۔

(باقی دارد)

نظم مسعود

مسلم سے خطاب

بتقریب سالانہ جلسہ

از خاکسار سید مسعود شاہ سکرٹری انجمن جموں مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۲۱ء

ہوا ہے رنج و غم درد و الم اب پھر عیاں میرا بہار آئی ہے پھر پھولا پھلا ہے گلستاں میرا
مہیرے اس گلخن سے وا پہ کرتے رشک ہیں گلشن بنی ہے کلبۂ احزان بہشت جاوداں میرا
ہیے گر ہر آبلے سے ہو گئی مشک ختن پیدا بنا ہر قطرۂ خون جگر راوق فشاں میرا
میرے سینے سے نکلی آہ ہے باد سحر بن کر ہے شمع انجمن اب بنگیا سوز نہاں میرا
شفقت نے مجھے ہے سایۂ بال ہما بخشا بنا ہے کنج تنہائی بھی اب سارا جہاں میرا
گل تر کی طرح خار حوادث کی خلش نے ہے معطر کر دیا اک آن میں سب خانماں میرا
دکھایا لطف کیا مجھکو ہے زخموں کی ترقی نے کیا شاداب گویا آج سارا بوستاں میرا

دل از من داغ از من نالہ از من چشم زار از من
گل از من لالہ از من سبزہ از من جوئبار از من

نمک آمیز ہوتا اشک ہے جب رو نما مسلم تو کرتا ہے دل پر درد کو درد آشنا مسلم
ہوا جب زور آہوں کا تو آنسو بھی ہوئے جاری ہمیشہ ابر باراں کی علامت ہے ہوا مسلم
تجھے گر دورِ غم رنج و الم فرصت نہیں دیتا مخاطب کو بھی وہ بے چین رکھتا ہے سدا مسلم
یہ خاموشی کا عالم اور تری حسرت بھری آنکھیں پتہ دل کا ہے دیتا جسکا ہر آنسو بتا مسلم
ہمیشہ چشم نظارہ کو بھی یہ خوں رلاتا ہے ہر اک قطرے سے ہو جاتا ہے اک طوفاں بپا مسلم
تری یاس اور ترے ارماں تیری بیکسی حرماں ترا یہ درد بے درماں ترا رنج و عنا مسلم
ترا یہ محو غم رہنا مصیبت کو سدا سہنا ترا صبر و تحمل اور تری آہ و بکا مسلم

ہمہ ہیچ است ناچیز است چون فضل خدا آید
بہار جاوداں پیدا شود ابر عطا ر آید

تو ہو گا جب مکمل خوگر رنج و عنا مسلم تو اپنی مشکلوں کا ہو گا خود مشکل کشا مسلم
مرض کی انتہا صحت کا دیتی ہی نشاں ہر دم جو ہے تجھ پر جفا مسلم وہ ہے تیری دوا مسلم
مصیبت ہی تجھے راہِ طریقت بھی دکھائیگی ہر اک ٹھوکر کی جا مسلم ہے تیری رہنما مسلم
ہر اک سیل حوادث تیری کشتی کو بچائے گا مخالف ہر ہوا مسلم ہے تیری ناخدا مسلم
ترا یہ نالۂ شبگیر ہے تیری مدح خوانی ہے تیری گریہ و زاری تیری بانگ درا مسلم
بنا دیگا تجھے سردار خادم کا لقب اکدن تیری بخشش کا باعث ہی تیری اپنی خطا مسلم
تجھے ولنبلونکم کے جنگل میں چبھے کانٹے مگر ہے منزل آنا فتحنا رو نما مسلم

اگر تشنہ شوی تا چشمۂ کوثر صفا بینی

فنا کن ہستی موہوم تا آخر بقا بینی

تو ہو جا کشتۂ آلام ہو جا خاک سا مسلم یہی ہے کیمیا مسلم یہی ہے سیمیا مسلم
دل پر درد کا آزردۂ درماں ہو جانا مرض کے واسطے تیرے ہی تسکین دوا مسلم
نہاں رہتی ہیں اکثر یاس کے پردے میں امیدیں گلوں کو خار دشمن بنکے لیتا ہے بچا مسلم
تجھے گر درد خونباری سے مہلت کچھ نہیں دیتا کبھی موتی پرونا بھی یہی دیگا سکھا مسلم
ذرہ ہستی موہوم میں ہر گز نہیں آتا ہے جسنے اپنی ہستی کو دیا پہلے مٹا مسلم
تو وقف اب حیرت ارماں کی لذت کشی کا ہو تری اس دشت پیمائی کو دیگا اک مزا مسلم
اگرچہ کثرت غم مانع اندازۂ غم ہے مگر اندازۂ تکلیف دیگا سب بتا مسلم

ستمدیدہ ہمیشہ صورت امید مے بیند
ستمگر نقش ناکامی جاوید مے بیند

عنایت تیرے مولا نے تجھے جو کچھ ہے کیا مسلم کسی امت کی قسمت میں نہیں ایسا ہوا مسلم
معطر کر دیا تجھکو ہمیشہ بوئے رحمت نے گل لا تقنطوا گلشن میں تیرے جب کھلا مسلم
اگر اس جسم کے تیرے بہتر ہو گئے ٹکڑے مگر اک جان ایماں نے نہیں رکھا جدا مسلم
بہار دست سے تیرے ہوا پیدا ید بیضا بغل کی میل سے تیری بنا بدر الدجیٰ مسلم
نہیں محتاج ہو سکتا ہی تو تقلید ایسی کا کہ جب سینا سے بڑھکر ہی ترا سینہ صفا مسلم
کروڑوں معجزے اس خاکپا تیرنے دکھلا کر مسیحائی کرشموں کی اڑا دی خاک کیا مسلم
ہوئے عناب گوں لب اور دہن تیرا مصفا کر تیرے دانتوں نے منجن احد کا جب ملا مسلم

ترا در گوشۂ از فضل حق شد یک جہاں پیدا
ز آب نار کوئی بہر تو شد گلستان پیدا

دل آئینہ ہے تیرا تو ہمیشہ رکھ صفا مسلم اسے زنگار بد سے کر مکدر نہ ذرا مسلم
ہو جسکا ظاہر و باطن صفا مومن وہی ہو گا تو بن شفاف پہلے پھر تو ہی ہو گی جلا مسلم
یہ مانا ملکے رہنے کا بڑا دعوے تو کرتا ہے مگر جب دل نہیں ملتے تو یہ ملنا ہے کیا مسلم
یہ طرز صلح اندازی نہیں ہے شیوۂ مومن ادھر ملنا جدا مسلم ادھر ملنا جدا مسلم
عدو بنکر برنگ آشنا ملنا نہیں اچھا نہ دل میں جو فروشی رکھ کے بن گندم نما مسلم
سر بازار جب تو بیچتا پھرتا ہے قوم اپنی تو اس کے عوض میں سودا نہیں ملتا کھرا مسلم
تو وہ مسلم ہے گوہر جسنے پتھر سے نکالے ہیں نکلتی کنکری دل سے نہیں کینے کی کیا مسلم
تیری یہ بیرخی اک روز آخر رنگ لائے گی تیری غفلت تیری اس شان کو دیگی مٹا مسلم

چنیں شیوہ اگر داری ترا گویم چہا بینی
تو خود را در بلا بینی بلا قہر خدا بینی

تو اپنوں سے اگر خود ہی رہیگا بیوفا مسلم تو کون اہل وفا ہو گا ذرا سچ سچ بتا مسلم
ہوا ہے اتفاق ایسا کہ جب بے اتفاقی ہو تو گھر برباد ہو جاتا ہے تو نے بھی سنا مسلم
کوئی بھی تیل آکر ڈال جائیگا ذرا اس پر جلا کر اپنے گھر کو جب تو خود ہے سینکتا مسلم

تو اپنی آستیں کا آپ ہی جب سانپ ہے بنتا تو پھر کر ذم اغیار کا پھر کیا گلہ مسلم
تو اپنی قوم پر جب کفر کا بالی چڑھاتا ہے ضرور اس سے ترا دامن بھی اکثر تر ہوا مسلم
خزانے میں ترے تکفیر کا ہی سکہ چلتا ہے کہ جو تو نے سبق اسلام میں آکر پڑھا مسلم
کہیں کافر مسلمان اور مسلمان عدو کہیں کافر سلوک اپنے پرائے کا ہے کیا کر رہا مسلم
یہ فتنا بنک خود ہی رونا گلشن محمد کا ذرا کر غور تیرا کس طرح ہوگا بھلا مسلم
بھلا کر تو نے احمد سے دیا رتبہ غلاموں کو جہاں سے پوچھ لے تو کر کہاں آقا کجا مسلم
خدا بننے کہیں دے لیکن محمد سے نہ کھیلا کر اگر تو چاہتا ہے دین و دنیا میں بچا مسلم
اگر مسعود بننے کی ہے یہی آرزو تجھکو تو باطل چھوڑ کر حق کا پکڑ لے راستہ مسلم

تزیبا رنگ باطل اے مسلماں دینداری را
نہ آئینہ پسند نگاہ زنگارے غبارے را

عربی نظم

از مولانا مولوی مبارک علی صاحب احمدیہ انجمن اشاعت کے آٹھویں سالانہ جلسہ پر پڑھی گئی

ایا اهل التقى من حزب احبابي وخلاني هلمّوا واسمعوا من قول من يأتي ببرهان
لقد غرس ابن مريم في فلاة الهند بستانا وفجّر فيه انهارا ونضّره باحسان
وعمّر حوله الحيطان حفظا من بالستر وزيّنه بازهار وورد ثم ريحان
فلما اخضرّ روضته وطاب بريّها انسا وذلّت القطوف ليقتني اهلها باحضان
اتى من بعده خلف ليصرم كل مثمرة من الاشجار والاغصان توتي اكلها للدان
فصاد طيورها متغنيات من عنادلها وقطع الشجر والاثمار من عنب ورمان
واحرق عش افراخ واهلكها بلا حب وخرّبها بهدم فالعاسن تحتجد ران
فيا اسفي على من قام بالافساد مشتغلا بتكفير وتفسيق وتخريب لبنيان

وقد نبأنا المسيح قبيل هذا في عشيرته باهم يعادون الكرام بفرط عدوان
ويزدادون جورا بعد ما رجعوا عن التقوى وعادوا نحو تكذيب ومالوا نحو كفران
وهذا خلف منهم غليظ القلب جبار خصيم معتد فظ يعادي كل ذي شان
فذاك ابنا برهان ذاك الابن موعوده ليصدق قوله نقلا ومصداقا لذا الآن
يرد الى هواه ينتقص عهدا من مخاصمة ولا يخشى ولم يرغب عن الاصرار كالجاني
متى ما تلقه تجد من مقولة يرافقكم فلما غبت تؤذي بالحماقة عند اعلان
[illegible] محفظات القول مارسه ولا يلتام ما جرحت مسامعه بهذيان
يجود [illegible] في اذى [illegible] ويطغي بالتقاطع والتشدد بعد هجران

فيا عجبا ابوه البرّ يحق باطلا ابدا وهذا خلفه يأبى ويسعى نحو بطلان
ابوه ابو الكرام وامه الحسناء محسنة ويهذي امارب بطل يحارب كل اخوان
ويخلفه خلافا حين يفتيهم ويقضي ويردع كل من يبغي الادلة عند تبيان
ويردي امة تسعى اليه لحل معضلة ويلقيهم بجمرات وشوك ثم نيران
ويمشي بالخلاف ونفسه ربما تخادعه وله تغري الخلافة غير خلف بين اقران
اتثبت عندهم من ذاك ما هو غير معنى فاين خلافة والخلف ابصرها بامعان
لما لا يفكرن في قوله من يعليه منزلة وممن حوله يعليه جهلا عند غلمان
ولا تجدنّه اهلا لذلك بعد ما شفنا يزيغ وقد يزيغ من زور وبهتان
فيا من اشتد كالابهام من قول ومعتقد الى كم تلعبن بالدين كالنوكى وصبيان
تعال عليك بالتقوى ودع ما اخترت من شر وقل ما كان حقا عند ذي لب وعرفان
وكن ذا اللب والعرفان ادخل في اولي رحم ولا تعنف ولا تزدهر خيامك مثل سلطان
وكن متخشعا فينا وعش في الخلق مسكينا حليما بار خلا ودودا خير شبان
وصن اكرام ذي عز وحافظ عز ذي ود وفرّق بينهم وعلائى وانسان وحيوان

واني من اولي حب وقد بوركت من ربي
كاسمي صانني مولاي عن ريب بايماني

ترجمہ

اے اہل تقوےٰ اور میرے ہم مشرب دوستو۔ جو شخص تمہارے پاس دلائل اور براہین کے ساتھ آتا ہے۔ اس کی باتوں کو سنو سرزمین ہند میں ابن مریم نے ایک باغ لگایا اس میں نہریں جاری کیں اور اپنے احسان کے ساتھ اسکو سرسبز کر دیا۔ لٹیروں سے اس کی حفاظت کے لئے اس کے گردا گرد ایک دیوار بنائی اسکو گلاب اور ریحان کے بوقلموں پھولوں سے زینت دی۔ پس جب کہ اس کا باغ سرسبز ہوگیا۔ اور اس کی خوشبو سے دل خوش ہوگیا۔ اس کے خوشے بار ور ہو کر جھک گئے تاکہ باغ والے ان کو کام میں لائیں تو اسکے بعد ناگہاں اسکا بیٹا باغ میں آیا کہ جس نے کل پھلدار درختوں اور بیلوں کو جو مقربین کو پھل دیتی تھیں کاٹ دیا اسکے پرندوں اور نغمہ سنج بلبلوں کو شکار کر لیا۔ اور انگور و انار کے درختوں اور پھلوں کو قطع کر دیا اسکی چھوٹی شاخوں کو جلا دیا اور ان کو پکنے سے پہلے ہی برباد کر دیا اور ان کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینکدیا ہائے افسوس اس شخص پر کہ جو فتنہ و فساد کے لئے آمادہ ہوگیا مسلمانوں کی تکفیر، تفسیق اور اسلام کی عمارت کو بنیاد سے گرانا اسنے اپنا شبانہ روز شغل بنا لیا۔

مسیح موعود نے پیشتر سے ہی اپنے خاندان میں ایسے لوگوں کی خبر دی ہے کہ وہ ظلم و تعدی میں بڑھ کر معزز لوگوں

کی خبر دی ہے۔ کہ وہ ظلم و تعدی کا یہاں تک بڑھ کر معزز لوگوں کے دشمن ہو جائیں گے۔ اور وہ تقوے سے دور ہو کر حد سے بڑھ جائیں گے۔ اور ایک قسم کے انکار اور تکذیب کی طرف لوٹ جائیں گے۔ اور یہ بیٹا انہی لوگوں میں سے پیچھے دلیر ہو جا رہا ہے ... اور ایک صاحب عزت کی مخالفت کرتا ہے۔ پس یہ خبر برہان ہے۔ اور یہ بیٹا اسکا مورد ہے۔ اس نے مسیح موعود کے قول کی اپنے فعل سے تصدیق کر دی اور یہ اس کا اسوقت مصداق ہے وہ مخاصمت کیوجہ سے نقض عہد کر کے اپنی ہوا و ہوس کیطرف لوٹ جاتا ہے دھوکے بازوں کیطرح نہ توڑتا ہے اور نہ ضد سے باز آتا ہے۔ جب کبھی تم اسکو ملو تو اسکو رفق و ملائمت سے پیش آتا ہوا پاؤ گے۔ مگر جب پیٹھ پیچھے ہو جاؤ تو چھری کے ساتھ علانیہ کاٹتا ہے۔ اس نے ہم پر تلواروں کے وار کئے اور رعونت والی باتوں کے چرکے لگائے۔ اس کی زبان کے لگائے ہوئے زخم مندمل نہیں ہوتے۔ وہ جنگ کیطرف عود کرتا ہے۔ اور اس کے حمایتی مجلس میں ذلیل ہوتے ہیں۔ اور وہ جہاں ہو ... کے بے تقاطع اور تشدد کے ساتھ چڑھائی کرتا ہے۔

کسقدر تعجب کی بات ہے کہ اسکا مقدس باپ تو باطل کو ہمیشہ مٹاتا رہا۔ اور اسکا یہ فرزند انکار کرتا ہے اور باطل کیطرف دوڑتا ہے۔ اسکا باپ تو بہت ہی بڑا کرم کرنے والا انسان تھا۔ اور اس کی ماں بھی حسن و اخلاق والی تھی۔ اور یہ فضول جھگڑنے والا اپنے بھائیوں کے ساتھ ہی جنگ کرتا ہے۔ جب وہ لوگوں پر فتوی لگاتا یا ان کا فیصلہ کرتا ہے۔ تو وہ اپنے اس باپ کے خلاف کرتا ہے۔ اور جو بحث کے وقت اس کی دلیل طلب کرتا ہے۔ تو وہ اس کو جھڑک دیتا ہے۔ وہ ان لوگوں سے جنگ کرتا ہے کہ جو اس کی طرف مشکل باتوں کے حل کے لئے جاتے ہیں۔ اور ان کو گدھوں کا نٹوں اور آگ میں ڈال دیتا ہے۔ وہ مخالفانہ چال چلتا ہے۔ اور اکثر اس کا نفس اسکو دھوکا دیتا ہے۔ اور انہیں برانگیختہ کرتی ہے اس کی خلافت مگر جو اس کے قریب بیٹھے ہوئے ناخلف ہیں۔ کیا وہ لوگوں کے نزدیک مطلب کو بگاڑ کر بات کو ثابت کر سکتا ہے پس خلاف کرنے والا بیٹا خلافت کا کیسے مستحق ہو سکتا ہے اس پر غور تو کرو جنہوں نے اسکو ایک بلند مقام پر چڑھایا ہے۔ وہ کیوں فکر نہیں کرتے۔ اور جو اس کے ارد گرد ہیں وہ نادانی سے اسکو لشکروں میں بڑا بتلاتے ہیں اور ہم نے اسکو اسکا اہل ہی نہیں پایا اسکے بعد ہم اس سے علیحدہ ہو گئے۔ وہ کجرو ہے اور لوگوں کو کج راہ پر جھوٹ اور بہتان سے چلاتا ہے۔

افسوس اس کے قول اور اعتقاد سے لوگوں کے فہم فاسد ہو گئے ہیں تو کب تک دین کے ساتھ بچوں اور نادانوں کیطرح کھیلتا رہیگا۔ تقوے اختیار کر۔ اور شر کی باتوں کو چھوڑ دے ہر ایک اہل معرفت اور عقلمند کے سامنے عمدہ بات کہہ۔ صاحب علم و عقل بن اور رحم کئے گئے لوگوں میں داخل ہو جا بادشاہوں کی طرح اپنے خیمہ حکومت پھیلا اور نہ بلند کر اور ہم میں خشوع اختیار کرنے والا بن اور لوگوں میں مسکین بن کر رہ۔ بردبار صابر دوست اور بہترین چوپان بن۔ معزز لوگوں کا اکرام کر اور دوستوں کی عزت کی حفاظت کر۔ ان میں اور دشمنوں حیوان اور انسان میں فرق کر اور میں تو تیرے دوستوں میں سے ہوں۔ اور میں اپنے رب کیطرف سے برکت دیا گیا ہوں میرے نام کیطرح میرے مولا نے مجھے ایمان میں بھی کسی قسم کے شک سے بچائے رکھا ہے۔

تین سو روپیہ جمع کرا دیا ہے

جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور

آپ کو معلوم ہوگا کہ ۶ رجنوری ۱۹۲۲ء کے اہلحدیث میں جناب مرزا صاحب قادیانی کی کتاب تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۳۲ سے ایک حدیث نقل کر کے تقاضا کیا تھا کہ مرزا صاحب کے معتقدین میں سے جو اس حدیث کا ثبوت دے اس کو تین سو روپیہ انعام دیا جاویگا۔ اس کے جواب میں قاضی اکمل صاحب قادیانی نے الفضل مورخہ ۹ رجنوری ۱۹۲۲ء میں جواب دیا کہ انعامی رقم جمع کراؤ تو ہم ثبوت دیں گے۔ اس کے جواب میں آپ کی معرفت احمدی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ تین سو روپیہ میں نے بدوکان حاجی نور احمد صاحب سوداگر چرم امرتسر جمع کرا کر اصل رسید دفتر الفضل میں بھیجدی ہے۔ کیا اچھا ہو کہ لاہوری جماعت کا بھی کوئی نمائندہ شریک مجلس ہو۔

نوٹ:۔ مجلس دفتر اہلحدیث میں ہوگی جس کی تاریخ کا تقرر فریق ثانی کے اختیار رہے۔

الراقم۔ ابوالوفا ثناءاللہ ایڈیٹر اہلحدیث امرتسر

پیغام صلح

اس کے متعلق مرزا خدابخش صاحب کا مضمون کسی دوسری جگہ درج ہے۔ حضرت صاحب نے تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۳۲ پر حدیث کے الفاظ اس طرح نقل کئے ہیں۔ یخرج فی اٰخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین الخ اور حوالہ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۴ کا ہے۔ ہم نے اس حدیث کے الفاظ کا مقابلہ کنز العمال کے مذکورہ بالا حوالہ سے کر لیا ہے۔ بیشک وہی الفاظ وہاں موجود ہیں۔ اس کے بالمقابل مولوی ثناءاللہ صاحب جو حوالہ پیش کرتے ہیں جسکو صاحب مشکوٰۃ نے نقل کیا ہے۔ وہ ترمذی کا حوالہ ہے حالانکہ ... کنز العمال ... میں اسکا حوالہ سنن نسائی ہے۔ اس کے متعلق انشاءاللہ ...

ایک نوّے سالہ بزرگ کا تبرّک

قطعہ تاریخ وفات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اخیری سفر ایہ حضرت مسیح دا ۔ پیارے حق دے نائب نبی دا
ٹرے جد قادیاں تھیں کوچ کر کے ۔ قضا کہندی سی وت آون گے مر کے
وڈالہ شہر جد نزدیک آیا ۔ خدا ولوں پھر ایہ الہام پایا
نا کر تکیہ سدا نہیں زندگانی ۔ خوشی دی جا نہیں دنیا ہے فانی
وڈالے تھیں لاہور حضرت پھیر آئے ۔ ہوا بدلن لئی تشریف لیائے
شہر لاہور دا جو اکبری در ۔ خواجے دی سے کوٹھی اُسدے باہر
کمال الدین خواجہ نام اُسدا ۔ وکالت چیف کورٹ کام اُسدا
اوہ خادم ہے مسیح موعود سندا ۔ جواں عمرا خدا دا نیک بندا
اُدھی کوٹھی مسیح کجھ دن گذارے ۔ قضا آئی چلو مولا دے پیارے
جو پیغام صلح دے چھپن ورقے ۔ اخیری وقت گئے تصنیف کر کے
مسیح تصنیف دے موتی پرو کے ۔ عدو مارے ندامت وچہ ڈبو کے
اوہ گئے تبلیغ کر بہہ کے کھلو کے ۔ دسی یاد خدا بس جاگ سو کے
دلا تو وچہ نیکیاں ندا ہیچ ہو کے ۔ دعائیں منگیاں مولا تھیں رو کے
سنو تاریخ کہی ہاتف نے جو کے ۔ خدا ولے مسیح گئے فوت ہو کے
چوہی[۲۴] تاریخ ماہ ربیع الثانی ۔ سن ہجری تیراں[۱۳] سو چھبیس[۲۶] جانی
تے ماہ مئی دی چھبیسویں سی ۔ سن اُنی سو اتے اٹھ عیسوی سی
مہینے جیٹھ دی چوداں سی جانوں ۔ اُنی سو پینٹھ سمت سی پچھانوں
چھہتر سال جد عمراں وہائی ۔ وفات حضرت نے منگل وار پائی
لاہور اندر چھبی[۲۶] تاریخ ہوئے ۔ ستائی قادیاں وچہ دفن ہوئے
جو کل من علیہا فان آیا ۔ ایہ ہر اک واسطے فرمان آیا

نوٹ

مکرم بابا ہدایت اللہ صاحب پنجاب میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے پرانے شاعر مانے جاتے ہیں۔ کہ جن کی کسی زمانہ کی سی حرفیاں زبان زد خلائق ہیں۔ آپ حضرت مسیح موعود کے پرانے عقیدت کیش ہیں۔ آپ کی عمر اسوقت کم وبیش ۹۰ برس کی ہے۔ اس ضعیفی کے زمانہ میں بھی آپ کو سلسلہ کے ساتھ ایک شغف ہے۔ ہمیں اس نوے سالہ بوڑھے کی ہمت اور عشق پر اکثر حیرت ہوتی ہے۔ کہ کس طرح ایک میل سے ہر جمعہ پیدل چل کر مسجد میں سب سے پہلے تشریف لاتے ہیں اور پھر سالانہ جلسوں میں سارا سارا دن بیٹھکر تقریریں سنتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس بزرگ کو دیر تک سلامت رکھے۔ یہ ہم نوجوانوں کے لئے ہمت اور مستعدی کا ایک بے نظیر نمونہ ہے آپنے چند اشعار ہمیں مرحمت فرمائے ہیں۔ جو بڑے شکریہ کیساتھ قبول کر کے اخبار میں درج کئے جاتے ہیں۔

تازہ خبریں

مولانا ابو الکلام کے خلاف دو مقدمات تھے۔ ایک مقدمہ کی سماعت ہو رہی ہے۔ اور دوسرا مقدمہ واپس لے لیا گیا ہے۔

ایتھنز ۱۰ جنوری۔ انگورہ کا ایک پیغام مظہر ہے کہ کمالیین نے قوم پسند حکومت کے خلاف انور پاشا سے سازش کرنے کے جرم میں ۱۲۵ افسران کو موت کی سزا دی ہے۔

لنڈن۔ ۱۰ جنوری۔ بادشاہ سلامت نے آج میجر ایف ایچ ہمفریز کو دربار کابل کا سفیر مقرر کیا۔ میجر صاحب نے بادشاہ سلامت کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔

یروشلم۔ ۱۰ جنوری۔ حاجی امین الحسینی مفتی یروشلم مسلمان باشندوں کیطرف سے رئیس العلماء منتخب ہو گئے ہیں۔ آپ کے علاوہ چار اور مقتدر علماء کا تقرر اس لئے عمل میں آیا ہے۔ تاکہ وہ باہمی مل کر جملہ اسلامی اوقاف اور عدالتوں کا اہتمام کریں۔

لنڈن۔ ۲۹ دسمبر۔ ٹائمز کو قسطنطنیہ سے اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ حکومت فرانس نے سلیشیا کے پناہ گزینوں کو شام اور فرنچ افریقہ میں داخل ہونے کی اجازت دی ہے۔ جب فرانسیسی سپاہ علاقہ کو خالی کر رہی تھی تو اس کا ارادہ تھا کہ سامان حرب اپنے ہمراہ لے جائے۔ مگر ترکی افسروں نے اس کی مخالفت کی کاظم کارابکر پاشاہ کے ایما سے ایک کانفرنس اریوان میں قرار پائی ہے۔ تاکہ آرمینیا کے مسلمان باشندوں کا مشرقی ولایت کے آرمینیوں سے تبادلہ کیا جائے اگرچہ سرکاری اطالوی وفد کو ترکان احرار کے ساتھ تجارتی معاہدہ طے کرنے میں کوئی نمایاں کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ مگر حکومت انگورہ اسبات پر آمادہ ہو گئی ہے کہ ایک اطالوی جہاز راں کمپنی کو اپنی بندرگاہوں میں آزادانہ آمد و رفت کی اجازت دی۔

امرتسر۔ ۱۳ جنوری۔ کی سہ پہر کو ہندو اور سکھ خاتون کا جن کی تعداد قریباً ۴۰۰ تھی۔ ایک شاندار جلوس نکلا۔ جو مختلف بازاروں میں گھوما۔ ہزارہا شہری اس کے ہمراہ تھے۔ ایک سکھ خاتون کرپان علم کئے جابجا لیکچر دی رہی تھی انہوں نے برقع پوش عورتوں کو خصوصیت سے میدان میں نکلنے کی دعوت دی۔

مدراس ۱۳ جنوری جب شہزادہ ولیعہد شہر میں سے گزرے تو ایک مجمع کثیر نے نعرہ ہائے مسرت بلند کئے۔ آج شہر میں ہڑتال ہے تمام ہندوستانی دکانیں بند اور ہوٹل بھی بند تھے۔ اگرچہ ٹریم گاڑیاں اور موٹریں حسب معمول چل رہی تھیں راہ گزروں میں ہیجان کا عالم تھا۔ بعض مقامات پر پتھر پھینکے گئے۔ ایک آدمی مارا گیا

باہتمام احمدیہ بلڈنگ پریس لاہور باہتمام ماسٹر فقیر اللہ پرنٹر و پبلشر چھپکر شائع ہوا۔

خیال فاسد ما کرد پیدا این مباحث چون
پئے تاسیس وحدت از دل انجمن شتہ مرزا
ز اظہار نبوت از خلافت گو چہ شد حاصل
مشوش شد نبی مرزا ز تعریف نبوت شد
زتکفیر مسلمانان پدید آمد عناد و کین
بجائے آشتی این جنگ خونریزی کہ می خواہد
میان غیر و یار خود نہ فرقے یافتن ہرگز
خلافت را کہ منصوص وصیت ہم نمی باشد
الا ای سید محمود پور حضرت احمد

بجائے علم و عرفان شد نزاع کاذب پیدا
کہ از خار شقاق ما شد این نار سقر پیدا
ز تکفیر قوم خود کہ شد راہ خطر پیدا
ز اثبات خلافت شد خلاف یکدگر پیدا
ز جاہ و وقع بیکار سے پدر را با پسر پیدا
کہ نام من نہد فاسق کند ہم در شکر پیدا
شب دیجور را گفتن کہ شد وقت سحر پیدا
چسان گویم کہ شد معیار ایمان بشر پیدا
بیاران پدر رحمی کہ شد حال بتر پیدا

ز فکر تفرقہ باز آ سبیل آشتی پیما
کہ ہی وہی من آن آتش سوز جگر پیدا

کرسمس

اخبار دنیا (از قلم)

مسیحی ممالک میں تین نہایت ضروری زینت کے دن منائے جاتے ہیں۔ مجوسیوں پر مسیح کے اظہار کا دن، کرسمس (مسیح کا جنم دن) اور ایسٹر (مسیح کے دوبارہ زندہ ہونے کا دن) ان دنوں کے تیوہار منائے جانے کی وجہ دوسرے لوگوں کو تو کیا اکثر عیسائیوں کو بھی معلوم نہیں اس لئے ان دنوں کی حقیقت کو بیان کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا مگر ان دنوں چونکہ کرسمس کا ہی موقعہ ہے۔ اس لئے ہم زیادہ تر کرسمس کے ہی متعلق کچھ لکھیں گے۔ اور باقی دو تیوہاروں کی نقاب کشائی کسی دوسرے مناسب موقعہ کے لئے اٹھا رکھتے ہیں۔ یہ تیوہار نہ تو خود جناب یسوع کیوقت اور نہ حواریوں کے زمانے میں منائے گئے۔ اور نہ ان کی کوئی تحریری سند اناجیل اور دیگر تحریرات حوارییین میں پائی جاتی ہے۔ چنانچہ تاریخ کلیسیا کا مصنف اقرار لکھتا ہے۔ کہ نہ تو مسیح اور نہ حواریوں نے کسی اس قسم کے تیوہار کو منایا بلکہ وہ ان دنوں کا ذکر کرتا ہوا کہتا ہے کہ یہ دن حواریوں کے وہم و گمان میں بھی نہ تھے۔ صدر اول کے کیتھولک عیسائیوں کے خیالات سے ظاہر ہے کہ ان دنوں کا کوئی تعلق مذہب عیسائیت سے نہیں۔

کرسمس یا جنم مسیح کا تیوہار یسوع مسیح کے جنم دن کی یادگار میں منایا جاتا ہے۔ اس دن کا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ مسیح علیہ السلام اور صدر اول کے عیسائیوں میں کوئی نشان نہیں ملتا۔ بلکہ وہ مسیح کے متعلق اس قسم کے دن منانے کو اپنے مذہب کے خلاف ہونے کی وجہ سے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۲۴۵ء تک مسیح کے جنم دن کو منانا بہت ہی بڑا گناہ تصور کیا جاتا تھا۔ پس کرسمس زمانہ مابعد کی ایک بدعت ہے۔ بلکہ جناب مسیح علیہ السلام کے بعد صدیوں تک مسیح کا جنم دن ایک متنازعہ فیہ امر رہا ہے۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی تحقیق کے مطابق پانچویں صدی عیسوی کے پیشتر متفقہ طور پر اس امر کا فیصلہ نہیں ہو سکا تھا کہ اس کے جنم دن کی تاریخ چھٹی جنوری ہے یا ۲۵ مارچ یا ۲۵ دسمبر اور یہ تین تاریخیں بہت سی مختلف تاریخوں میں کر منتخب کی گئی تھیں۔ مگر بالآخر ان کو بھی مسیح کے جنم دن کی جعلی تاریخیں سمجھ کر رد کر دیا گیا۔ ایک شخص کی تجویز کے مطابق اسکو ۲۸ مارچ قرار دیا گیا۔ اسکا خیال یہ تھا کہ موسم بہار میں زمین کمال کو حاصل کرتی ہے۔ درختوں کے پھول اور پتے از سر نو نکل آتے ہیں۔ رات اور دن قریباً برابر ہوتے ہیں اور چاند بھی اپنے کمال کو پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ اور یہ ساری باتیں ۲۸ مارچ کے ہی موافق ہیں۔ اسلئے یسوع مسیح بھی صداقت کا سورج ہونے کے سبب سے ضرور اسی دن طلوع ہوا ہوگا یہی دلفریب استدلال نے بعض رومیوں کو جنم دن کی تاریخ بجائے چھٹی جنوری کے ۲۵ دسمبر مقرر کرنے کی سمجھائی کیونکہ خیال تھا یہ سورج دیوتا کے جنم کا دن تھا۔ مگر دوسری طرف ان شامی اور آرمینیا والے عیسائیوں نے کہ جنہوں نے چھٹی جنوری کو یہ دن خیال کر رکھا تھا۔ اسی بنا پر رومیوں پر سورج پرستی اور مشرک ہونے کا فتوے لگا دیا (باقی برصفحہ ۱۶)

اخبار احمدیہ

گزشتہ جمعرات مورخہ ۱۹ ماہ رواں کو حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ اور مولانا مولوی صدرالدین صاحب مولانا غلام حسن صاحب کی عیادت اور بعض ضروریات سلسلہ کی فراہمی کے لئے پشاور تشریف لے گئے۔ واپسی پر آپ نے بعض درمیانی مقامات پر بھی قیام فرمایا۔

ماسٹر فقیر اللہ صاحب اپنی ایک عزیز کی بیماری کی خبر سنکر کامل پور اور مولوی عزیز بخش صاحب جائنٹ سیکرٹری چند یوم کی رخصت پر اپنے وطن تشریف لے گئے۔

حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ احباب قادیان پر اتمام حجت کر کے لاہور واپس آگئے۔ اور اب گوجرانوالہ روانہ ہونے والے ہیں ان کی زبانی معلوم ہوا ہے۔ کہ مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب عنقریب لاہور واپس آنے کا ارادہ رکھتے ہیں مولوی دوست محمد صاحب اور مولانا مصطفےٰ خان صاحب ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۱ | مورخہ ۲۷ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ | نمبر ۴۴

تیسری تقریر

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ

بتقریب سالانہ جلسہ ۲۶ دسمبر ۱۹۳۴ء

تشہد اور تعوذ کے بعد آپ نے آیات واضرب لھم مثل الحیوۃ الدنیا کماء انزلناہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض فاصبح ھشیما تذروہ الریح وکان اللہ علی کل شیء مقتدرا۔ المال والبنون زینۃ الحیوۃ الدنیا والباقیت الصلحت خیر عند ربک ثوابا وخیر املا۔ ویوم نسیر الجبال وتری الارض بارزۃ وحشرنھم فلم نغادر منھم احدا۔ وعرضوا علی ربک صفا لقد جئتمونا کما خلقنکم اول مرۃ بل زعمتم الن نجعل لکم موعدا۔ ووضع الکتب فتری المجرمین مشفقین مما فیہ ویقولون یویلتنا مال ھذا الکتب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصھا ووجدوا ما عملوا حاضرا ولا یظلم ربک احدا (سورۃ الکھف) وقال اللہ تعالیٰ اعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ ثم یھیج فتراہ مصفرا ثم یکون حطاما وفی الاخرۃ عذاب شدید ومغفرۃ من اللہ ورضوان وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور (سورۃ الحدید) کی تلاوت کے بعد فرمایا یہ دو مختلف مواقع کی آیات جو میں نے اسوقت پڑھی ہیں ایسی سورتوں میں ہیں جن میں عیسائیت کا ہی ذکر ہے۔ اور ان دونوں میں دنیا کی مذمت کے بعد نصیحت فرمائی ہے۔ عموماً قرآن کریم میں جہاں جہاں عیسائی قوموں کا ذکر آیا ہے۔ اس کے ساتھ دنیا کی زندگی کے متعلق بھی ذکر آجاتا ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں عیسائی قوموں میں یہ رجحان زر و مال اور دولت کو معبود بنانا موجود نہ تھا اس زمانے میں ان میں رہبانوں اور قسیس لوگوں کی کثرت تھی۔ اور وہ گوشہ نشین اور تارک الدنیا لوگ ہوتے تھے چنانچہ دوسری جگہ قرآن کریم نے فرمایا۔ لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین امنوا الیھود والذین اشرکوا ولتجدن اقربھم مودۃ للذین امنوا الذین قالوا انا نصری ذلک بان منھم قسیسین ورھبانا وانھم لا یستکبرون مومنوں کے ساتھ عداوت میں زیادہ سخت یہود ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہلاتے ہیں۔ وہ مومنوں سے دوستی میں نسبتاً قریب ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ ان میں قسیس علماء ربانی اور رہبان یعنی درویش لوگ ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ مگر یہ ایک عجیب بات ہے کہ جہاں کہیں ان کا ذکر کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی دنیوی زندگی کی بھی ایک گونہ تحقیر کی ہے اور سمجھایا ہے کہ دنیا کے ان ظاہری سامانوں پر لٹو نہ ہو جانا۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ دجال کا اثر یہ ہے کہ وہ جھوٹ اور فریب کو پھیلاتا ہے۔ مگر اس کا سب سے بڑا اثر دنیا کی محبت ہے۔ اور اس سے کوئی شخص بھی خالی نہیں رہا۔ اور مسلمانوں نے بھی اسی کو اب اپنا نصب العین قرار دے لیا ہے۔ گویا یہ بھی عملی رنگ میں اس کے شاگرد بن گئے ہیں۔

ہر بات میں انہی کا تتبع کرتے ہیں۔ اسی لئے قرآن کریم نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے۔ واضرب لھم مثل الحیوۃ الدنیا کماء انزلناہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض فاصبح ھشیما تذروہ الریح وکان اللہ علی کل شیء مقتدرا۔ دنیا کی زندگی کی مثال اس پانی کی مانند ہے۔ جو ہم نے آسمان سے اتارا پھر اس کے ساتھ زمین کی روئیدگی مل گئی پھر وہ چورا چورا ہو گئی۔ کہ جسکو ہوا اڑائے پھرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہر بات پر قدرت رکھنے والا ہے۔ المال والبنون زینۃ الحیوۃ الدنیا والباقیت الصلحت خیر عند ربک ثوابا وخیر املا۔ مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی زینت ہیں۔ اور یہ سب ختم ہو جانے والی چیزیں ہیں۔ مگر جو اللہ تعالیٰ کے پاس کام کئے ہیں۔ وہ باقی رہنے والے ہیں۔ بہترین چیزیں ہیں۔ کہ جن کی تمہیں آرزو کرنی چاہئے۔ اس آیت میں اگرچہ دنیا کی چیزوں کی آخرت کے مقابلے میں تحقیر کی گئی ہے۔ مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ تم دنیوی لذات کو چھوڑ کر راہبانہ زندگی اختیار کر لو۔ انکو کمتر درجے کی چیزیں تو بیشک بتلایا ہے۔ مگر ان کو ترک کر دینے کا حکم نہیں دیا اسلئے

کہ دنیا کی چیزیں حاصل کرنی ضروری ہیں

مگر ان کو اپنی زندگی کا مقصود اصلی بنا لینا جائز نہیں۔ اسی طرح ایک دوسری جگہ فرمایا ہے۔ واعلموا انما اموالکم واولادکم فتنۃ وان اللہ عندہ اجر عظیم یاد رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے آزمائش کی چیزیں ہیں۔ اور خدا کے ہاں تو اجر عظیم ہے۔ ایک اور جگہ ازواج اور اولاد کو یعنی دشمن بھی بتایا ہے۔ جب انسان ان چیزوں کو اپنی زندگی کا مقصود اصلی

تعلق توڑ کر بیٹھ جاتی ہیں۔ ورنہ اس سے یہ مقصود نہیں کہ تم نہ مال کو کماؤ اور نہ بیاہ شادی کرو
اور راہبانہ زندگی اختیار کر لو کیونکہ مال کے کمانے اور اس کی حفاظت کے طریق قرآن کریم خود بتلاتا
ہے جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ولا تؤتوا السفہاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیما
وارزقوھم فیھا واکسوھم وقولوا لھم قولاً معروفا۔ یہ مال جسکو اللہ تعالیٰ
نے تمہارے قیام کا موجب بنایا ہے اسکو کم عقل لوگوں کے سپرد مت کر دو اور پھر اور بہت
سے طریق امانت وغیرہ کے متعلق بیان کر کے اسکی حفاظت کی تاکید کرتا ہے۔ وہ مال کے
کمانے اور جمع کرنے سے کب منع کر سکتا ہے۔ فی الحقیقت مال کی مذمت سے مقصد یہی ہے
کہ اسکو اپنا مقصود اصلی اور معبود نہ بنا لو اسکو کماؤ اس کی حفاظت کرو اسراف مت کرو
مگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ بھی کرو۔ نبی کریم صلعم کے صحابہ کی زندگی کا مطالعہ کرو کہ وہ مال
کماتے بھی تھے تجارت بھی کرتے تھے۔ پس مال کا کمانا اور جمع کرنا برا نہیں مگر اسکو خدا کی
راہ میں بھی خرچ نہ کرنا برا ہے۔ آجکل مسلمان اس سے بہت دور جا پڑے ہیں۔
یا تو وہ ایسے متوکل ہیں کہ مال کمانے کے ذرائع کو سیکھنا اور مال کمانا برا سمجھتے ہیں۔
اور یا ایسے دنیا کے پیچھے لگ جاتے ہیں کہ وہ روپیہ کو اپنا معبود بنا لیتے ہیں۔ اور
خدا کی راہ میں خرچ کرنا انکو دوبھر ہو جاتا ہے۔ مگر اسلام کی یہ تعلیم نہ تھی۔ اسلام
نے تو یہ تعلیم دی ہے۔ کہ تمہارا دین اور دنیا الگ الگ نہیں ہیں

تم دنیا دار بن کر بھی دیندار رہ سکتے ہو

مگر اس کے لئے شرط یہی ہے۔ کہ تم دنیا کو دین کا خادم بناؤ۔ دنیا بڑی ہی اچھی
چیز ہے۔ اسلام تم کو اس سے علیحدگی کی تعلیم نہیں دیتا مگر وہ بری چیز ہے کہ جب
تم اسکو اپنا مقصود اصلی بنا لیتے ہو۔ جس مقام پر تم لوگوں نے مجھے کھڑا کیا ہے
اس کی رو سے میرا فرض ہے کہ میں تم لوگوں کو چند باتیں پہنچا دوں اس سے پیشتر
بھی میں اس موقعہ پر کچھ باتیں بیان کیا کرتا ہوں اور آج بھی کچھ بیان کر دیتا ہوں
ہمارا دین چند اعتقادات اور چند اعمال سے عبارت ہے۔ اعتقادات اصول ہیں
اور اعمال انہی اعتقادات کو عمل میں لانا ہے۔ نرے اعتقاد سے کوئی چیز پیدا
نہیں ہوتی جبتک کہ ان پر عمل بھی نہ کر لیا جائے اور یہ ایک بنیادی اصول ہے
کہ جہاں سے ہمارا عیسائیت کے ساتھ اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ عیسائیت
یہ کہتی ہے کہ انسان کی نجات اعتقاد سے ہے۔ مگر اسلام کہتا ہے کہ اعتقاد
سے نجات مطلقاً نہیں جبتک کہ اس کے ساتھ عمل بھی نہ ہو۔ اس میں کوئی شک
نہیں کہ صحیح اصول سے عمل صحیح پیدا ہوتا ہے مگر اصول بغیر عمل کے کوئی
چیز نہیں۔ پس اسلام کے نزدیک نجات عمل سے ہوتی ہے۔ مگر عیسائیت کی
بنیاد اس اصول پر ہے۔ کہ کفارے پر ایمان لانے سے نجات مل جاتی ہے اسلئے
عیسائیت اور اسلام کا بنیادی اختلاف دراصل یہی ہے۔ کہ اسلام نجات کے
لئے عمل کو ضروری قرار دیتا ہے چنانچہ قرآن کریم میں جہاں کہیں جنت کا ذکر آیا
ہے وہاں ایمان کے ساتھ اعمال کا ذکر ضرور آتا ہے۔ الذین امنوا و
عملوا الصالحات۔ وہ لوگ جو ایمان لاتے اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں جسطرح
سے ایک بیج جو خشک زمین میں ڈالا گیا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ اسی طرح ایمان بھی
بغیر اعمال کے کوئی چیز نہیں۔

اب اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے

کہ ہم اپنے اعتقادات اور احکام عمل کہاں سے حاصل کریں۔ پس یاد رکھو کہ تمہارے
اعتقادات اور عمل کتاب اور سنت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان کے سوا اور
کسی جگہ سے اپنے اعتقادات اور اعمال کو مت حاصل کرو۔ اور اگر تم میں سے کوئی
لوگ صاحب امر بھی ہوں تو بھی ان کے حکموں کو کتاب اور سنت پر ہی پرکھ لیا
کرو جیسا کہ قرآن کریم نے خود ہی دوسری جگہ فرما دیا۔ فان تنازعتم فی شیء
فردوہ الی اللہ والرسول۔ تم میں اعلیٰ اور عظیم الشان لوگ پیدا ہو سکتے ہیں
کہ ان کو دیکھکر خواہ مخواہ لوگوں کا دل چاہتا ہے کہ ان کی اتباع کرتے چلے جائیں
مگر یاد رکھو کہ کوئی شخص ان کے قول کو اپنے ایمان اور اعتقاد کی بنیاد نہیں
قرار دے سکتا تمہارے ایمان اور اعتقاد کی بنیاد صرف کتاب و سنت ہے
امت محمدیہ کے ایسے عظیم الشان لوگوں کے ساتھ تمہارا تنازع بھی ہو سکتا ہے
اور جب کبھی ان کا کوئی قول خلاف نظر آئے تو اللہ اور اس کے رسول کی
ہی بات کو مانو اور اس کے قول کو چھوڑ دو صحابہ کے زمانہ میں کتاب و سنت پر
اسقدر عمل تھا کہ بڑے بڑے عظیم الشان خلفاء اور زبردست حاکموں کے حکم
کی بھی کتاب و سنت کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہ سمجھتے تھے۔ شروع میں سلمانوں
کی زندگی بالکل سادہ تھی مگر جب شام اور ایران کی فتوحات ہوئیں۔ اور قیصر
کسرےٰ کے زر و جواہر مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ اسوقت طبائع کا رجحان
طبعاً مال و دولت کیطرف ہو گیا اور اسی دولت کا نتیجہ تھا۔ کہ عورتوں کے مہر
بھی لوگ بہت بڑے بڑے باندھنے لگ گئے۔ حضرت عمرؓ کو کہ جن کی سادہ زندگی بھی
ایک اعلیٰ درجہ کا نمونہ تھی فکر پیدا ہوا اور انہوں نے خیال کیا کہ لوگ ایک غلط خیال کی
طرف قدم اٹھا رہے ہیں۔ آپ نے سب لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے ایک خطبہ
پڑھا کہ لوگوں کی نظریں دنیوی سامان کیطرف جھکی جا رہی ہیں۔ اور

دن بدن مال دنیا کی حرص بڑھتی جا رہی ہے

ان کو چاہئے کہ وہ سادگی اختیار کریں۔ اور کوئی شخص پانسو درہم سے زیادہ کسی
عورت کا مہر نہ باندھے۔ ورنہ جسقدر زیادہ ہوگا بیت المال میں داخل کیا جائیگا۔
حضرت عمرؓ بڑے بارعب اور جلالت والے خلیفہ تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا زمانہ دیکھے ہوئے اور شریعت اسلامیہ سے سب سے بڑھ کر واقف پھر ان کے

سامنے کون لب کشائی کرسکے اور یہ کہہ سکے کہ آپ غلطی کرتے ہیں۔ آج تو ایک معمولی واعظ اور گدی نشین بھی جب کوئی بات کہہ دیتا ہے۔ تو اس کی تردید کرنے کا کو یارا نہیں ہوتا اور اگر کوئی کچھ سوال کرنے کی جرأت کرے تو خود واعظ اور پیر صاحب کے غصہ کا کوئی ٹھکانا نہیں ہوتا۔ مگر دیکھو کہ اس عظیم الشان اور جبروت و سطوت کے مجسمہ حضرت عمرؓ کو ایک بڑھیا عورت کیا کہتی ہے۔ یا ابن الخطاب انت تمنعنا واللہ یعطینا۔ اس بڑھیا کی جرأت کو دیکھو کہ وہ حضرت عمرؓ کو کن الفاظ سے خطاب کرتی ہے۔ اے خطاب کے بیٹے تو ہم سے مہر کو روکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں دلواتا ہے۔ قرآن تو کہتا ہے۔ ان آتیتم احدٰھن قنطاراً فلا تاخذوا منہ شیئاً اگر ان کو ڈھیروں ڈھیر سونا بھی دو تو پھر بھی طلاق کے وقت واپس مت لو۔

جب سونے کا ڈھیر دینا بھی جائز ہے تو مہر کس طرح محدود ہو سکتا ہے۔ امیر المومنین اگر چاہتے تو اس آیت کی آجکل کے علماء کی طرح سینکڑوں تاویلیں کرسکتے تھے۔ مگر ان لوگوں میں کس قدر صداقت پسندی تھی کہ جب ایک حق بات ظاہر ہو گئی تو پھر اپنی بات کے واپس لینے میں اپنی ہتک نہ سمجھتے تھے۔ آپ اس جواب کو سنکر دوبارہ منبر پر آئے اور کہا۔ نساء المدینۃ افقہ من عمرؓ۔ مدینہ کی عورتیں بھی عمرؓ سے بڑھکر فقیہ ہیں یہ کہا اور اپنی بات کو واپس لیا۔ یہ کتاب اور سنت کی عزت تھی کہ جو ان کے دلوں میں سمائی ہوئی تھی۔ آج تو ایک معمولی پیر اور استاد کے قول کو بھی کتاب و سنت پر ترجیح دیتے ہیں۔ مگر اسلام کی تعلیم یہی ہے۔ کہ اس امت میں اب خواہ کتنا ہی بڑا ولی ہو معین الدین اجمیری ہو شاہ ولی اللہ ہو مجدد احمد سرہندی ہو شاہ عبدالقادر جیلانی ہو اور خواہ مرزا غلام احمد قادیانی کیوں نہ ہو ان کا قول کتاب و سنت پر حکم نہیں ہو سکتا یہ لوگ غلطی کھا سکتے ہیں۔ اس لئے ان کے تمام اقوال صرف کتاب و سنت پر ہی پرکھے جائیں گے۔

حضرت ابوبکرؓ جیسا انسان ثانی اثنین کا مصداق

جو آنحضرت صلعم کا محض دعوے سنکر ایمان لے آیا کیونکہ اس کو یہ یقین تھا کہ یہ شخص کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا جسنے اپنا تمام مال و دولت قربان کیا اور نازک سے نازک وقتوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ کا ساتھ دینے والا وہ ابوبکر جب قوم کا بادشاہ اور امام بنایا جاتا ہے۔ تو تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی سب سے پہلی تلقین جو لوگوں کو کرتا ہے تو اس میں صاف کہہ دیتا ہے کہ ان زلت فقومونی اگر میں غلطی کروں تو اے لوگو تم مجھے درست کر دینا اور اگر میں اچھی راہ پر چلوں فاعینونی تو تم میری اعانت کرنا یہ کتاب و سنت کی صداقت پر ان کا ایمان تھا کہ وہ اس سے اِدھر اُدھر ہونا قطعاً گوارا نہ کرتے تھے۔ پس یاد رکھو کہ ہمارے عقاید کی بنیاد سوائے کتاب و سنت کے اور کسی چیز پر نہیں۔ اس کے بعد اب میں عقاید کے متعلق کچھ تھوڑا سا بیان کرتا ہوں سب سے پہلی بات ایک ہی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے۔ دنیا کی کسی طاقت خواہ وہ کوئی اور چیز ہو یا کوئی انسان اسکو اپنا معبود حاجت برآر اور محامد کا مستحق نہ سمجھیں بلکہ اسی ایک اللہ کو اپنا معبود اپنی حاجتوں کو بر لانے والا اور محامد کا مستحق سمجھیں۔ اور اس کے بالمقابل کسی کو نہ سمجھیں۔ انسان اور خدا کے درمیان کوئی واسطہ بکار نہیں۔ کہ جس پر محض ایمان لانے سے نجات مل سکے۔ قبر پرستی بت پرستی پیر پرستی اور ان کو خدا تک پہنچنے کا ذریعہ بنانا اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے کسی انسان کو اپنا حاجت برار ماننا اسکو گویا خدا ماننا ہے۔ اور شرک میں داخل ہے۔ ان تمام باتوں کو چھوڑ کر ہی اللہ تعالیٰ پر ایمان کامل کہلاتا ہے۔ کیونکہ ایمان باللہ صرف اسی حد تک نہیں رہ جاتا کہ صرف منہ سے خدا کا اقرار کر لیا

ایمان باللہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنیکا نام ہے

جبتک کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا نہ ہو تب تک کوئی ایمان اللہ تعالیٰ پر کامل نہیں ہو سکتا پھر ہر ایک شخص براہ راست اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کر سکتا ہے۔ دنیا کے بادشاہوں کی طرح اسکا دربار نہیں کہ جہاں رسائی کے لئے دنیاوی لوگوں کی منت و خوشامد کی ضرورت ہو۔ سب انسان بحیثیت انسان ایک ہیں۔ ایک ہی طرح پر ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے اور ایک ہی طرح پر قبر میں جاتے ہیں۔ خدا کے ہاں کسی انسان کے لئے کوئی تخصیص نہیں۔ یہ بعض دنیا کی خصوصیتیں اموال اور آسائش ہیچ ہیں خدا کے ہاں وہ پھٹے پرانے کپڑوں والا زیادہ قریب ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے۔ مرد ہو یا عورت امیر ہو یا غریب اللہ تعالیٰ سے یکساں تعلق پیدا کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس امر کو ظاہر کرنے کے لئے حج میں اس نمونہ کو رکھدیا ہے اور سب کو ایک لباس میں دکھا دیا۔ غریب امیر عرفات کے میدان میں نکلتے ہیں۔ تو ایک ہی لباس میں ملبوس ہو کر نکلتے ہیں جس سے یہ ظاہر کر دینا مقصود ہے۔ کہ خدا کے دربار میں امیر اور غریب سب ایک ہیں۔ قرآن کریم جو سب سے پہلے مساوات انسانی کی تعلیم لایا اس میں فرمایا۔ اور

ایک عورت کے ذکر میں فرمایا

کہ وہ ایک غریب عورت کی آواز کو اسی طرح سنتا ہے کہ جس طرح رسول اللہ اور کسی دوسرے کی بات کو فرمایا قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجہا وتشتکی الی اللہ واللہ یسمع تحاورکما ان اللہ سمیع بصیر۔ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات کو سن لیا کہ جو اپنے خاوند کے بارہ میں تجھ سے جھگڑا کرتی تھی اور اللہ تعالیٰ کے حضور شکایت کرتی تھی۔ اللہ تمہارے سوال و جواب کو سنتا تھا۔ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑھ کر سننے اور دیکھنے والا ہے۔ گویا محمدؐ رسول اللہ اور اس غریب عورت دونوں کو اکٹھا کر دیا کہ وہ ایک غریب عورت کی آواز کو بھی اسی طرح سنتا ہے کہ جس طرح محمدؐ رسول اللہ کی آواز کو سنتا ہے۔ اور پھر اس واقعہ کو قرآن کے اندر ذکر کیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ جب وہ اس معمولی غریب عورت کی آواز

کو جو اپنے خاوند سے لڑائی کر کے آئی تھی سنتا ہے تو وہ دوسروں کی آواز کو کیوں نہ سنیگا - یہ ایک بشارت ہے جو خدا نے تمہارے تک پہنچائی ہے - کہ ایک عاجز سے عاجز انسان بھی خدا کے ساتھ تعلق پیدا کر سکتا ہے - اس عورت کا نام خولہ ہے حضرت عمرؓ کے زمانے کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ وہ بہت سے عمائد کے ساتھ جا رہے تھے - تو اس عورت نے ایک طرف کھڑے ہو کر آپ کو بلایا آپ اس کے ساتھ ایک طرف کھڑے ہو کر دیر تک باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ ساتھ کے لوگ کھڑے کھڑے تھک گئے - جب آپ فارغ ہوئے تو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ یہ کون عورت تھی کہ جس کے ساتھ آپ اتنی دیر تک گفتگو کرتے رہے آپ نے جواب دیا کیا تم کو معلوم نہیں کہ یہ کون عورت ہے - یہ وہی عورت ہے کہ جس کی نسبت خود اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں فرمایا قد سمع اللہ قول التی تجادلك فی زوجها الخ جب اللہ تعالےٰ نے اس عورت کی بات کو سنا تو عمر کون ہے کہ جو اس کی بات کو نہ سُنے - اس واقعہ کو قرآن کریم میں درج کرنے سے یہی مطلب ہے - کہ تمام انسانوں کی آواز کو اللہ تعالےٰ یکساں طور پر سنتا ہے

یہ بشارت قرآن کریم میں

ایک اور جگہ بھی موجود ہے - آنحضرت صلعم کے پاس کوئی معزز آدمی بیٹھے ہوئے تھے - اور آپ ان سے باتیں کر رہے تھے - ناگہاں ایک اندھا شخص بھی آگیا اور اس نے آنحضرت صلعم کو اپنی طرف مخاطب کرنا چاہا اور کوئی سوال کر دیا آپ نے اسکو کچھ نہیں کہا صرف اس لئے کہ آپ ان سے باتوں میں مشغول تھے اسکا دخل در معقول ناگوار گذرا اور آپ کی پیشانی پر شکن آگیا - اس پر یہ وحی نازل ہوئی - عبس و تولی ان جاءہ الاعمی - تیوڑی چڑھائی اور مُنہ پھیر لیا - کہ اس کے پاس اندھا آگیا پھر اسی ایک قسم کی زجر پر ہی معاملہ ختم نہیں ہو گیا بلکہ اسکو قرآن کریم میں درج کروا دیا کہ اب اسکو ساری عمر پڑھتے رہو - عبس وتولی ان جاءہ الاعمی وما یدریك لعله یزکی او یذکر فتنفعه الذکری چین بجبیں ہو کر مُنہ پھیر لیا جبکہ اس کے پاس ایک نابینا آیا تجھ کو کیا علم کہ وہ پاکیزگی اختیار کر لیتا یا نصیحت سُنکر فائدہ اٹھا لیتا اس واقعہ کے ذکر سے بھی یہی مقصود ہے کہ خدا کے حضور میں غریب ہو یا امیر سب یکساں طور پر باریاب ہو سکتے ہیں [illegible] آدمیوں تک پہنچنے کے لئے دربانی لوگوں کی ضرورت ہے مگر خدا تمہاری بات کو براہ راست سنتا ہے - اس کو پکارنے کے لئے کسی واسطہ کی ضرورت نہیں - ایک جگہ بڑے لطیف پیرایہ میں فرمایا اذا سألك عبادی عنی فانی قریب [illegible] جب میرے بندے تجھ سے میری نسبت سوال کریں تو میں تو قریب ہوں - یہاں ایک عجیب نکتہ ہے کہ لوگ پوچھتے تو تجھ سے رسول اللہ سے ہیں مگر اس کے جواب میں فقل انی قریب نہیں کہا یعنی تم کہو کہ اللہ قریب ہے - بلا کسی واسطہ کے اپنے قریب ہونے کا ذکر فرمایا غرض ایمان باللہ کے لئے سب سے پہلی ضرورت تو یہ ہے - ہر ایک شخص اپنے طور پر براہ راست اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کی کوشش کرے اور اس کی ضرورت سب سے پیشتر اس لئے ہے کہ یہ دنیا کی ساری کی ساری چیزیں ایکدن الگ ہو جائیں گی تعلق باللہ ہی ایک ایسی چیز ہے - کہ جو اس کے بعد رہے گی - اس کے بعد

دوسری بات جزا اور سزا پر ایمان ہے

تم شب و روز دنیا کے جھگڑوں اور زن و فرزند کے آرام و آسائش کے فکروں میں لگے رہتے ہو - جب تک تم اس بالآخرۃ پر ایمان نہ لاؤ اور یہ یقین نہ رکھو کہ ایک دن ہمارے اعمال کا محاسبہ ہونا ہے - تمہارے اندر نیکی کی رغبت اور بدی سے نفرت پیدا ہونا مشکل ہے - دنیا کی زندگی تو ہمیشہ کی زندگی نہیں جب تم اس کیلئے اسقدر حیران اور سرگردان رہتے ہو تو آخرۃ کی زندگی تو ہمیشگی کی زندگی ہے اسکا فکر تو اس دنیا سے بھی بڑھ کر ہونا چاہیئے تیسری بات ملائکہ پر ایمان لانا ہے - ملائکہ پر ایمان لانے کا مقصد یہ ہے کہ جو نیک تحریک دل میں پیدا ہو اس پر عمل کیا جائے - کیونکہ ملائکہ پر ایمان لانیکا صرف یہ مطلب نہیں کہ ہم یہ مان لیں کہ ملائکہ بھی کوئی ہستی ہے - ویسے تو ہم شیطان کی بھی ہستی مانتے ہیں - تو شیطان کے ماننے کو کہ وہ بھی ایک ہستی ہے - شیطان پر ایمان لانا نہیں کہتے - بلکہ اُس سے تنفر کرنے کی تاکید ہے - جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے - فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسك بالعروۃ الوثقی لا انفصام لها واللہ سمیع العلیم - شیطان بھی ہے اور ملائکہ بھی ہیں - پس اس ہونے میں تو دونوں برابر ہیں - تو پھر ایک پر ایمان اور دوسرے سے کفر کے کیا معنی - ایمان بالملائکہ کا مطلب یہی ہے - کہ جو نیک تحریک دل میں پیدا ہو اس پر ایمان لا کر عمل کرو - چوتھی بات

خدا کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا

ہے - اسکو میں نہایت ضروری سمجھتا ہوں اور اس پر کسیقدر تفصیل کیساتھ بیان کرنا چاہتا ہوں - خدا کی کتابوں اور اس کے رسولوں دونوں پر ایمان لانے کا یہ مطلب ہے - کہ کلام الہٰی پر ایمان لایا جائے - اور جس طرح پر رسول نے ان پر عمل کر کے دکھایا اسی طرح عمل کیا جائے - پس یومنون بما انزل الیك کے یہی معنی ہیں - کہ جس طرح محمد رسول اللہ نے اس کلام الہٰی پر عمل کر کے دکھایا ہے اسی طرح ہم نے دکھانا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کل کے کل قرآن کریم کی تفسیر اپنے عمل سے پیش کر دی ہے - پس کلام الہٰی پر ایمان لانے کے ساتھ ہی آپ نے جس طرح اس پر عمل کیا ہے اس کی اتباع کرنی چاہیئے - حضرت عائشہؓ سے آپ کے اخلاق کی نسبت سوال کیا گیا تو انہوں

نے جواب دیا کان خلقہ القرآن گویا آپ کی ہر حرکت و سکون قرآن کریم کی تعلیم کے ماتحت ہی تھی۔ لوگ کہتے ہیں کہ نبوت کا سلسلہ بند نہیں ہوا۔ بلکہ آگے کو جاری ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت و تعلیم کو اس کمال تک پہنچا دیا کہ اب اس کے علاوہ اور کسی شریعت اور ہدایت کی ضرورت نہیں اسی طرح آپ نے اس ہدایت پر عمل کا نمونہ ایسا چھوڑا ہے کہ اب کسی اور نمونہ کی ضرورت نہیں رہی پھر آپ نبی بھی کسی خاص قوم اور زمانہ کے لئے نہیں بلکہ تمام قوموں اور زمانوں کے لئے نبی ہیں۔ آپکی نبوت جسطرح کسی خاص قوم تک محدود نہیں اسی طرح کسی زمانہ تک بھی محدود نہیں۔ اس لئے آپ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ ہاں آپ کے بعد صرف ایک ضرورت ہے کہ ہر دور زمانہ سے جو بیماریاں لوگوں میں پھیل جاتی ہیں اور خیالات فاسدہ شامل ہو جاتے ہیں ان کے دور کرنے والے لوگ آتے ہیں۔ انہی کا نام شریعت کی اصطلاح میں مجدد محدث اور اولیا رہے اس لئے ہمارا یہ ایمان ہے کہ

نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی

ہم نہ تو کسی پرانے نبی کا جیساکہ اکثر لوگ حضرت عیسےٰ ؑ کا آنا مانتے ہیں اور نہ کسی نئے نبی کا آنا مانتے ہیں۔ مرزا صاحب کے بارے میں لوگوں کو غلطی لگی ہے۔ اور وہ غلطی صرف غیروں تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ محبت کا دعوے کرنے والوں تک بھی پہنچ گئی ہے۔ غیر کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعوے کیا مگر وہ دعوے جھوٹا دعوے تھا۔ پرہڑوں کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ان کا دعوے نبوت کا تھا۔ اور وہ اپنے دعوے میں سچے تھے۔ ایک گروہ نے تو دشمنی میں غلو پر اصرار کرکے کفر کا فتوے لگایا۔ اور دوسرے گروہ نے محبت میں غلو کرکے ان کو نبی بنالیا۔ اور یہی حال حضرت مسیح علیہ السلام کے دعوے کے متعلق ہوا۔ یہود نے تو مخالفت اور دشمنی میں غلو کرکے آپ کو خدائی کا مدعی ملعون اور مردود قرار دیا اور عیسائیوں نے محبت میں غلو کرکے اس کے لوگوں کے گناہوں کے بدلے ملعون اور مردود مگر خدائی کا دعویدار قرار دیا۔ اور حضرت مسیح کو دشمنوں کی دشمنی اور دوستوں کی دوستی نے ایک ہی مقام پر پہنچا دیا۔ دنیا میں ہمیشہ انبیاء اور اولیا کو متعلق ایسا ہی ہوتا ہے۔ ایک گروہ تو دوستی میں غلو تک پہنچ جاتا ہے۔ اور دوسرا دشمنی میں حد سے بڑھ جاتا ہے۔ یہی حالت ہماری قوم کی ہے۔ اگر غیروں نے دشمنی میں حد سے بڑھ کر اس پر کفر کا فتوے لگانے کے لئے نبی قرار دیا تو اپنوں نے بھی اس کی نبوت کو تسلیم کرلیا اس مسئلہ پر بہت کچھ بحث ہو چکی ہے اسوقت میں صرف دو کتابوں کے حوالے پیش کرتا ہوں ایک کتاب میں ہے کہ

"خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مسیح موعود چونکہ ابتداً نبی کی تعریف یہ خیال کرتے تھے کہ نبی وہ ہے جو نئی شریعت لائے یا بلا واسطہ نبی ہو اس لئے باوجود اس کے کہ وہ سب شرائط جو نبی کے لئے واقع میں ضروری ہیں۔ آپ میں پائی جاتی تھیں آپ نبی کا نام اختیار کرنے سے انکار کرتے رہے اور گو ان ساری باتوں کا دعویٰ کرتے رہے جن کے پائے جانے سے کوئی شخص نبی ہو جاتا ہے لیکن چونکہ آپ ان کو نبی کی شرائط نہیں خیال کرتے تھے۔ بلکہ محدث کی شرائط سمجھتے [illegible] لئے کو محدث کہتے رہے۔ اور نہیں جانتے تھے کہ میں دعوے کی کیفیت [illegible] بیان [illegible] جو نبیوں کے سوائے اور کسی میں پائی نہیں جاتی۔ اور نبی ہونے سے انکار [illegible]"

اور دوسری کتاب میں ہے کہ "اس الزام کے جواب میں [illegible] ہماری یہ دو عذر پیش کریں اول یہ کہ ہر چند قادیانی نے نبوت کا دعوے کیا مگر اس کے ساتھ یہ بھی کہدیا ہے کہ اس نبوت کا دوسرا نام محدثیت ہے [illegible] ہوتا ہے۔ کہ اس کے نبوت کے دعوے سے محدثیت کا دعوے مراد ہے۔ نہ [illegible] اور معنی نبی ہونے کا دعوے . . . جواب یہ ہے کہ اگرچہ قادیانی نے یہ بات کہی کہ میں نبوت کا اسکو دعوے ہے۔ اور اسکا دروازہ قیامت تک کھلا رہے [illegible] دوسرا نام محدثیت ہے۔ اور اسی محدثیت کے معنے سے نبوت کا وہ مدعی ہے [illegible] ساتھ اس کے اس نے محدثیت کے معنی ایسے بیان کئے ہیں اور اس کی حقیقت کی ایسی تشریح کردی ہے کہ اس سے بجز نبوت اور کچھ مراد نہیں ہو سکتا" یہ [illegible] کتابیں کہ جن کے حوالے میں نے پڑھ کر سنائے ہیں حضرت صاحب کے متعلق [illegible] ہی قسم کی رائے پیش کرتی ہیں۔ مگر پہلا حوالہ حقیقۃ النبوت کا ہے۔ اور دوسرا مولویوں کے حضرت صاحب پر فتوی کفر میں سے نقل نہیں کیا بلکہ میرا یہ گمان ہے اگر ان کو یہ علم ہوتا کہ جو کچھ وہ لکھ رہے ہیں یہی خیالات حضرت مسیح موعود کے منکر بھی ظاہر کر چکے ہیں تو وہ ہرگز یہ نہ لکھتے۔ مگر

یہ توارد بھی عجیب ہے

جن خیالات کا اظہار ایک مکفر ۱۹[illegible]ء میں کرتا ہے۔ بعینہٖ انہی خیالات کا حضرت مسیح موعود کا اپنا فرزند محبت میں حد سے نکل کر آج کر رہا ہے۔ دشمن اور دوست دونوں ایک ہو جاتے ہیں۔ دونوں کہتے ہیں کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو [illegible] کہتے ہیں۔ مگر محدث کا نام لیکر باتیں وہ کہتے ہیں جو نبی میں پائی جاتی ہیں [illegible] حد سے نکل کر دونوں کو ایک ہی مقام پر جا کھڑا کرتے ہیں۔ ایک یہودی بھی کہتا ہے کہ مسیح ابن اللہ ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ اور عیسائی بھی یہی کہتا ہے۔ گو دونوں کی نیت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مگر یہاں نیت سے بحث نہیں واقعات پر بحث ہے۔ اگر مماثلت کی وجہ اور نہیں تو یہی کافی ہے۔ کہ جو [illegible] الزام لگایا وہی آج ماننے والوں نے تسلیم کرلیا۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ [illegible] مرزا صاحب کی طرف تشریعی نبوت منسوب کرکے فتوے لگاتے تھے غلط ہے [illegible] نے صاف طور پر لکھدیا ہے۔ کہ مرزا صاحب تشریعی نبوت کے ختم کے قائل [illegible] ہیں مگر یہ شخص دعوے تو محدثیت کا کرتا ہے۔ مگر اس کی تعریف [illegible]

ہوتی ہے۔ اور جسطرح بنی اسرائیل میں بغیر کتاب کے نبی آئے تھے۔ اسی قسم کی نبوت کا مدعی یہ شخص ہے۔ اور یہی وہ باتیں ہیں جو آج میاں صاحب کہتے ہیں مخالف علماء اور بیرونی غالی پڑکر ایک ہی بات حضرت مرزا صاحب کی طرف منسوب کی۔ فرق صرف اسقدر ہے۔ کہ دشمنوں نے ۴۲ برس پیشتر یہ الزام لگایا اور میاں صاحب پر ۴۲ برس بعد اس حقیقت کا انکشاف ہوا۔ ورنہ اس بات کے کہنے میں دونوں برابر ہیں مخالف بھی وہی کہتا ہے۔ اور غالی دوست بھی وہی۔ وہ بھی کہتا ہے۔ کہ مرزا صاحب کا دعویٰ دراصل نبوت کا ہے۔ اور اسکو محدثیت قرار دیتا ہے۔ اور میاں صاحب بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ دراصل دعوے تو نبوت کا ہی تھا مگر آپ اسکو محدثیت سمجھتے تھے۔ اور نہیں سمجھتے تھے کہ میں نبی ہوں۔ اس پر غور کر لو۔ فیصلہ کے لئے یہی ایک حوالہ کافی ہے۔ مکفرین نے جو ۱۸۹۱ء میں سمجھ لیا تھا۔ میاں صاحب نے ۴۲ سال بعد اسی حقیقت کا انکشاف کیا۔ اگر آج میاں صاحب حضرت مرزا صاحب کو نبی ثابت کرنے میں قابل تعریف سمجھے جاتے ہیں۔ تو مولوی محمد حسین کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیئے۔ ہمیں یہ یقین ہے کہ میاں صاحب نے یہ الفاظ فتویٰ کفر سے نقل نہیں کئے بلکہ اگر اُن کو معلوم ہو جاتا تو پھر یقیناً میاں صاحب کے یہ الفاظ نہ ہوتے۔ اس کی وجہ وہی ہے جو قرآن کریم نے بیان کی ہے۔ تشابهت قلوبهم۔ جسمانی طور پر تو وہ بیشک حضرت مرزا صاحب کے بیٹے ہیں۔ مگر روحانی طور پر وہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے پیرو ہیں کیونکہ دونوں ایک صادق کی نسبت ایک ہی بات کہتے ہیں۔

البتہ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے

کہ جب مخالف اور ان کا بیٹا مرزا صاحب کے متعلق ایک ہی بات کہتے ہیں۔ دشمن اور دوست دونوں ایک بات پر اتفاق کرتے ہیں تو کیوں نہ اس نتیجہ کو صحیح سمجھا جائے۔ مگر ان کو اس پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ جب ایک یہودی بھی کہتا ہے کہ مسیح نے ابن اللہ ہونے کا دعوےٰ کیا۔ اور عیسائی بھی یہی کہتا ہے۔ کہ بیشک ابن اللہ ہونے کا مدعی تھا۔ تو کیا یہ نتیجہ کہ جس بات پر دشمن و غالی دوست دونوں متفق ہوں۔ اسکو صحیح سمجھ لیا جائے اور مسیح عم کی نسبت یقین کر لیا جائے کہ انہوں نے فی الحقیقت ابن اللہ ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ مگر اس نتیجہ کے قبول کرنے میں قرآن کریم کو بھی جواب دینا پڑے گا۔ کہ اس نے اس نتیجہ کو کیوں صحیح نہیں قرار دیا۔ اور اس کی تردید کی ہے۔ دیکھنا یہ چاہیئے۔ کہ جب مخالفوں نے یہ کہا کہ یہ شخص محدث کا لفظ لکھ کر باتیں وہ بیان کرتا ہے جو انبیاء میں پائی جاتی ہیں۔ تو اس کا جواب حضرت مسیح موعود عم نے کیا دیا۔ یہاں صرف آپ کی عربی عبارت کا ترجمہ دیا جاتا ہے۔ "اور میں نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ محدثیت کا مقام مقام نبوت سے شدید مشابہت رکھتا ہے۔ اور سوائے قوت اور فعل کے ان میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن ان لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا۔ بلکہ یہی کہا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے۔ اور اللہ جانتا ہے۔ کہ ان کا یہ قول صریح کذب ہے۔ اور اس میں ذرہ بھی سچائی کی چاشنی نہیں اور نہ اسکا کوئی اصل ہے اور اسکو انہوں نے صرف اس لئے تراشا ہے۔ کہ لوگوں کو تکفیر اور گالی اور لعن طعن پر اکسائیں اور انہیں فساد اور عناد کے لئے اٹھائیں۔ اور مومنوں میں تفریق کریں۔ اور بخدا میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں اور اس پر بھی میرا ایمان ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم خاتم النبیین ہیں۔ ہاں سچ ہے۔ کہ میں نے یہ کہا ہے۔ کہ محدث میں تمام اجزائے نبوت پائے جاتے ہیں۔ لیکن بالقوہ نہ بالفعل۔ پس محدث بالقوہ نبی ہے۔ اور اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ بھی بالفعل نبی ہوتا .... اور کمالات نبوت سب کے سب محدثیت میں مخفی اور مضمر ہوتے ہیں۔ اور ان کا ظہور اور خروج فعل تک صرف اس لئے رُک جاتا ہے۔ کہ باب نبوت مسدود ہے۔ اور اسی کیطرف نبی نے اپنے قول میں اشارہ کیا ہے۔ کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ اور یہ صرف اسی لئے کہا کہ حضرت عمرؓ محدث تھے۔ پس یہ اشارہ کیا کہ نبوت کا مادہ اور اسکا تخم محدثیت میں موجود ہوتا ہے۔ .... اور اس میں کوئی شک نہیں کہ محدثیت محض ایک موہبت ہے۔ جو کسب سے ہرگز نہیں ملتی جیسے کہ شان نبوت ہے اور محدث اسی طرح اللہ سے ہمکلام ہوتے ہیں۔ اور محدث اسی طرح بھیجے جاتے ہیں جسطرح رسول بھیجے جاتے ہیں۔ اور محدث اسی چشمہ سے پیتے ہیں جس سے نبی پیتے ہیں۔ اور کچھ شک نہیں۔ کہ

اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ نبی ہوتا

.... اور بعض لوگوں پر محدثیت اور نبوت میں فرق گراں گذرا ہے۔ حق بات یہ ہے۔ کہ ان کے درمیان فرق قوت اور فعل کا ہے۔ جیسے کہ ابھی ہم نے شجر اور تخم کی مثال میں بیان کیا ہے۔ پس اسکو مجھ سے لیلو۔ اور اللہ کے سوائے کسی سے نہ ڈرو۔" (حمامۃ البشریٰ ۸۱-۸۲-۸۳) اس تحریر میں حضرت مرزا صاحب نے ثابت کر دیا کہ یہ میرے مخالفوں کی غلطی ہے۔ کہ میں محدث کا لفظ اختیار کرکے نبوت کا دعوے کرتا ہوں۔ یہ مجھ پر افتراء ہے۔ جو لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کیا جاتا ہے۔ اب میاں صاحب یہی بات مرزا صاحب کے متعلق کہتے ہیں کہ جسکو مرزا صاحب اپنے اوپر افتراء قرار دیتے ہیں میاں صاحب کا یہ مذہب اسقدر بودا ہے کہ جس میں مطلقاً جان نہیں مگر ان کو دیکھئے اس پر برابر اصرار کرتے چلے جاتے ہیں۔ ان تمام دلائل کو جو اُن کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ ردی کی ٹوکری میں پھینکتے جاتے ہیں۔ یہ کسقدر موٹی بات ہے۔ کہ جو مخالف مرزا صاحب پر الزام لگاتے ہیں اور وہ اس کو اپنے اوپر جھوٹ اور افترا قرار دیتے ہیں اسی افتراء اور جھوٹ کو میاں صاحب قبول کر لیتے ہیں۔ اور پھر ایک اور عجیب بات یہ ہے۔ کہ جو غلطی مخالفین کو توضیح مرام اور ازالہ اوہام یعنی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریروں سے لگتی ہے وہی غلطی میاں صاحب کو ۱۹۰۱ء کی بعد کی تحریروں سے لگتی ہے۔ اور انکو یہ بات

سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریروں میں نظر نہیں آتی۔ میں اس بات کو صاف کرنا چاہتا ہوں ان کا دعوےٰ نبوت کا ہرگز نہیں۔ بلکہ ایسا دعوےٰ کرنے والے کو وہ کفری اور کاذب سمجھتے ہیں جیسا کہ اس کے متعلق متعدد حوالجات حضرت صاحب کی کتب سے پیش کئے جا چکے ہیں۔

اعتقادات کے بعد اب میں اعمال کی متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اس کے متعلق میں بارہا کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں۔ کہ مرزا صاحب کی جماعت بنانے کی غرض صرف ایک ہے کہ تم خدا کے نام کو دنیا میں پھیلاؤ۔ جبتک اس کام کے لئے تم اپنے اندر ایک عشق اور تڑپ پیدا نہیں کرتے تم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ تمہارے اندر ایک ہی جوش مشترک ہو۔ تم میں سے کوئی ملازمت سے روٹی کمائے کوئی تجارت کرے۔ زراعت کرے مگر اعلائے کلمۃ اللہ کی تڑپ سب کے دلوں میں ہو۔ تم خواہ کوئی پیشہ کرو۔ مگر اپنے اس نصب العین کو مت بھولو۔ اسلام تم سے اس کے لئے بہت بڑی قربانی چاہتا ہے اسکے لئے میں تمہارے سامنے کس کے الفاظ پیش کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ انی لوددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احیا ثم اقتل ثم احیا ثم اقتل۔ میرے دل میں خدا کی راہ میں قتل ہونے کی تڑپ ہے۔ اس کی راہ میں قتل کیا جاؤں۔ پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔ تم اسی کی پیروی کا دعوےٰ کرتے ہو۔ کیا تمہارے دل میں بھی یہ تڑپ ہے۔ تم کو تو اشاعت اسلام کی وجہ سے قتل بھی کوئی نہیں کرتا۔ اور نہ محمد رسول اللہ کو کسی نے کیا۔ مگر آپ کے دل میں یہ تڑپ تھی تمہارے دلوں میں بھی ہونی چاہیئے۔ تم ہر روز اھدنا الصراط المستقیم دن میں نمازوں کے اندر کتنی دفعہ پڑھتے ہو کہ ہمیں ان نبیوں اور خدا کی راہ میں جان دینے والے لوگوں کی راہ دکھا۔ مگر جب تمہارے دل میں وہ تڑپ نہیں تو یہ تمہاری دعا جھوٹی دعا ہے۔ صرف منہ کے الفاظ ہیں۔ اگر عمل اس کے ساتھ نہیں۔ تم سب کا مقصد غرض اور مدعا ایک ہونا چاہیئے۔ یہ ایک بات ہے۔ جو اگر تم میں پیدا ہو تو تم احمدی اور مسلمان کہلانے کے مستحق ہو اور اگر دل میں دین کی تڑپ کی بجائے دنیا کی تڑپ ہو تو تم ان انبیاء اور اولیاء کے متبع کہلانے کے مستحق نہیں۔ بلکہ تم دجال کے پیرو ہو۔ جب تمہارا بادشاہ تمہارا سید البشر صلعم اس کی راہ میں قتل ہونا فخر سمجھتا ہے تو تم اپنے دل میں یہ تڑپ کیوں نہیں رکھتے۔ مولانا (صدر الدین صاحب) نے ابھی ن والقلم کی نہایت تفسیر کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ ن والقلم کے ذکر میں یہ بھی اشارہ ہے۔ کہ جوں جوں علوم دنیا میں پھیلتے جائیں گے۔ محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت بھی دنیا میں پھیلتی جائے گی۔ عرب میں جب قلم کی حکومت ہوئی تو اسلام وہاں پھیل گیا۔ اب یورپ میں جب علوم پھیلے تو یورپ پکار اٹھا کہ مسیح خدائی کے قابل نہیں۔ یہ تمہارے لئے بطور نشان کے ہے۔ کہ یورپ کے مذہب کے اندر ایک انقلاب ہونے والا ہے۔ جوں جوں وہاں علم بڑھیگا اس سے یہی ثابت ہوگا کہ محمد رسول اللہ سے بڑھکر کوئی قابل اتباع شخص نہیں۔

گیٹی ایک جرمن فلاسفر لکھتا ہے۔ کہ قرآن کو جب ہم لیکر بیٹھتے ہیں تو دل میں اس سے ایک نفرت ہوتی ہے۔ لیکن جب ہم اسکو پڑھتے جاتے ہیں تو رفتہ رفتہ وہ نفرت کم ہوتی جاتی ہے اور بالآخر وہ نفرت محبت سے بدل جاتی ہے۔ اکثر لوگوں کے دلوں میں یہ مایوسی ہے۔ کہ یورپ میں کون اسلام کو قبول کر سکتا ہے۔ اور وہ بیرسٹر جو خود وہاں گئے ہوئے ہیں وہ بھی اسلام کی اشاعت سے مایوس ہوتے ہیں۔ مگر وہ جو وہاں اللہ کا نام بلند کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور ان لوگوں نے عملاً اسکو کرکے دکھا دیا ہے۔ سات آٹھ سال کے قلیل عرصہ میں کئی سو لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ صدیوں کے اسلام پر اعتراضات کو دور کر دیا ہے اب عیسائیت سے نفرت پھیلتی جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ کونسا مذہب وہاں قبول ہو سکتا ہے۔ اور کون مردود ہو کر رہیگا۔ اسلئے میں یہ استدعا کرتا ہوں کہ اپنے دل میں اس کے لئے ولولہ اور تڑپ پیدا کرو۔ اگر دل میں سچا جوش اور تڑپ ہو تو انسان بڑے بڑے کام کر سکتا ہے۔ مال و دولت کی پیچھے مت پڑو۔ بلکہ مال و دولت کو خدا کے لئے سمجھو اور اسکو خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ میں خدا کا شکر کرتا ہوں۔ کہ میری اپیل کبھی بھی خالی نہیں گئی۔ ایک نالائق شخص جو چار آدمیوں میں بھی کھڑے ہونیکے قابل نہیں تھا اس کی تحریک پر لاکھ سوا لاکھ روپیہ گذشتہ سال تم نے اکٹھا کر دیا۔ کل کے جلسے میں جو ۱۶۰۰۰ کی اپیل کی تھی اسکو جمع کر دیا۔ لیکن ایک بات کہنے سے میں نہیں رک سکتا کہ روپیہ دینے والے بہت تھوڑے لوگ ہیں۔ اور ان تھوڑوں کی قربانیوں نے بہتیروں کی غفلت کو ڈھانکا ہوا ہے۔ اور جماعت کا یہ فائدہ بھی ہے کہ بعض کی پردہ پوشی بعض سے ہو جاتی ہے۔ تاہم یہ حالت قابل اطمینان نہیں جبتک ہم سب کے سب کو ملکر دین کے کاموں میں حصہ لینا چاہیئے۔ کہ تم قرآن کو دنیا میں پھیلاؤ اور نبی کریم صلعم کی سیرت دنیا کے سامنے پیش کرو۔ اور خود اس پر عمل کرو جس دن مسلمان قرآن کریم اور سیرت کو اپنا ہادی بنالیں گے اسی دن وہ دنیا کی قوموں کے ہادی ہو جائیں گے۔ قرآن کریم اور سیرت کو خوب غور سے پڑھو جو شخص خود نہیں پڑھ سکتا وہ دوسروں سے پڑھوا کر سنے۔ مرزا صاحب نے جماعت کو بنایا ہی اسی غرض کے لئے ہے۔ کہ وہ اسلام کو دنیا میں پھیلانے والی ہو۔ پہلے مجددین کا کام وقتی تھا کیونکہ وہ اسلامی شوکت کے وقت میں پیدا ہوئے۔ ان کی اصلاح اندرونی فسادوں تک محدود تھی۔ مگر اس وقت اسلام اور کفر کا مقابلہ بڑی سختی کے ساتھ پیش آگیا

لاجن کے لئے ایک جماعت بکار تھی۔ **ہماری اصل غرض اسلام کو پھیلانا ہے** اس غرض کے لئے تم لوگوں کو جماعت میں بلانے کی کوشش کرو کہ لوگ اس کار خیر میں تم سے مل جائیں۔ بلانا ہمارا فرض ہے۔ اگر وہ نہ بھی آئیں تو ہم اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیں گے۔ پھر قیامت کے دن ہمارا ہاتھ اور ان کا دامن ہوگا۔ کہ ہم نے ان کو خدمت دین کے لئے بلایا مگر انہوں نے پرواہ نہ کی۔ حالانکہ ان کو قرآن کریم نے یہی تعلیم دی ہے۔ کہ تعاونوا علی البر والتقوی۔ کہ نیکی اور تقوے کے کاموں میں ایکدوسرے کی معاونت کیا کرو۔ تمہارے اندر احمدیت کو پھیلانے کے لئے ایک جوش ہونا چاہیئے۔ اسلامی عمارت کو گرانے والے لوگوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ اور مسلمان دن بدن کم ہوتے جاتے ہیں۔ پس تمہیں اس کی فکر کرنی چاہیئے۔ اور جماعت کی ترقی میں کوشش کرنی چاہیئے۔ ذاتی طور پر ہم لوگ کسی کے پیسہ کے محتاج نہیں ان لوگوں میں سے مجھے کوئی نذر و نیاز دینے والا نہیں۔ ہماری غرض صرف خدمت دین کے لئے لوگوں کو بلانا ہے۔ اگر تم اس آواز کو سنو تو خدا کے ہاں اجر پاؤ گے۔ قرآن کریم کو دنیا میں پھیلانا ہمارا کام ہے نہ صرف غیر مذاہب میں ہی اس کی اشاعت ہونی چاہیئے بلکہ اپنے گھروں میں بھی اس کو رواج دو۔ عورتوں اور بچوں کو اس کی تعلیم دو۔ اسلام کی تعلیم تو ماں کے پیٹ سے ہی شروع ہونی چاہیئے بلکہ اسلام نے تو اسوقت بھی اس تعلیم کو دینے کی تعلیم دی ہے کہ جب اسکا ابھی کوئی مستقل وجود بھی نہیں ہوتا۔ پس تعلیم ہر ایک مسلم مرد اور عورت پر فرض ہے۔ اسی غرض کے لئے ہم نے بھی یہاں ایک مدرسہ کھول رکھا ہے جس میں دنیوی تعلیم کے علاوہ دینی تعلیم بھی ہوتی ہے۔ اس مدرسہ میں اپنے لڑکوں کو بھیجو۔ اگر اور سکولوں میں بھی اپنے لڑکوں کو تعلیم کے لئے بھیجتے ہو۔ اس قومی سکول سے آپ کو فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

یہ چند باتیں میں نے اس غرض سے کہی ہیں

کہ تم اس اثر کو اپنے ساتھ لیجاؤ۔ اور ان پر عمل کرو۔ اگلے سال اللہ تعالے کو معلوم ہے کون یہاں ہوگا۔ اور کون نہیں ہوگا۔ پس تم اپنی زندگی کی غرض کو سمجھو اور اپنے اعمال کے اندر سنوار اور خوبی کو پیدا کرو۔ یہاں آپ کی جماعت کا نظام ہے۔ اس نے یہ انتظام کیا ہے۔ کہ تم سب تین پیسے فی روپیہ اپنی کمائی میں سے ماہوار اشاعت اسلام اور انجمن کے اغراض کے لئے ادا کرو۔ اس میں سے دو پیسے فی روپیہ عام اغراض اور نظام جماعت کو قائم رکھنے کے لئے ہے۔ ایک [illegible] مدرسہ کے لئے پچھلے سال تجویز ہوا تھا۔ مگر ایک اور بھی ضروری [illegible] ہمارے پاس ایک ووکنگ مشن ہے۔ اسے بھی ہماری [illegible] ہے۔ اس کی مدد کو اپنا فرض سمجھو اس سے بہت مفید کام ہو رہا ہے۔ اس کو بھی مستقل امداد اس میں سے دو۔

اسی طرح ہم نے یورپ و امریکہ میں اور مشن کھولنے کی بھی تجویز کی ہے۔ ان کے چندہ میں حصہ لینا بھی فرض ہے۔ یہ مال تم نے خدا کے لئے دینا ہے۔ جو شخص ان چندوں کو ادا نہیں کرتا میں نہیں سمجھتا کہ وہ کیوں ہمارے ساتھ ہے۔ جب وہ ہمارے اغراض و مقاصد میں حصہ نہیں لیتا تو پھر اس کے جماعت میں شامل ہونے کا کوئی فائدہ نہیں۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے اگر تھوڑے بھی ہوں۔ تو وہ کئی ہزار کی سست جماعت سے بہتر ہیں۔ مجھے اسبات سے بھی خوشی ہوئی ہے۔ کہ ہمارے اس کام میں عورتوں نے بھی حصہ لیا ہے۔ گو وہ حصہ والی صرف چند ایک ہی ہیں جو یہاں اسوقت موجود ہیں۔ دوسری عورتوں کو بھی چاہیئے کہ وہ اس میں حصہ لیں۔

اس کے بعد میں ایک اور بھی درخواست کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جہاں کہیں بھی تم رہتے ہو۔ نمازوں کو باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرو اگر کسی بھائی کا مکان مسجد سے یا دوسرے کسی بھائی کے مکان سے دور بھی ہو تو بھی وہ تکلیف اٹھا کر وہاں پہنچنے کی کوشش کرے خصوصاً صبح شام اور عشا کی نمازوں میں دو دو مرد بھی ہوں تو آسانی کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں صرف تھوڑی سی ہمت اور کوشش بکار ہے۔ رسول اللہ صلعم نے اس کے لئے بہت ہی تاکید کی ہے۔

پھر یہاں ایک لائبریری ہے کئی لوگوں کے پاس فالتو کتابیں ہوتی ہیں وہ اس میں بھجوا دی جائیں تاکہ یہاں طلباء کے کام آئیں۔ یہ ضروری نہیں کہ بڑی بڑی ہی کتابیں ہوں چھوٹی بڑی یہاں سب کام آجاتی ہے۔ پھر یہاں کچھ طلباء رہتے ہیں۔ اور دیگر حاجت مند آجاتے ہیں۔ ان کے لئے گرم کپڑوں وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو صاحب استطاعت ہیں وہ ان کے لئے گرم کپڑے بھجوا دیا کریں۔ بعض بیوائیں اور یتیم بھی ہیں۔ جو لوگ خصوصیت سے ان کے لئے کچھ دینا چاہیں وہ بھی بھیجدیا کریں۔ اب میں اس دعا پر اس جلسہ کو ختم کرتا ہوں۔ اے اللہ تو اس دین کو دنیا میں غالب کر۔ **اللھم انصر من نصر دین محمد واجعلنا منھم اللھم اخذل من خذل دین محمد ولا تجعلنا منھم۔ اللھم اید الاسلام والمسلمین۔ اللھم اید الاسلام والمسلمین الخ**

آمین

ناظرین کرام خط و کتابت کیوقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ (مینیجر)

الحث علی ذکر اللہ تعالیٰ وحسن الظن به

عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وآلہ وسلم یقول اللہ عز وجل انا عند ظن عبدی بی قیل المراد به ترغیب من اللہ عز وجل لعبادہ بتحسین ظنونهم به انه یعاملهم علی حسبها فمن ظن به خیرا افاض علیه جزیل خیراته و علیه جمیل تفضلاته ونثر علیه محاسن کرماته و عطیاته ومن لم یکن فی ظنه ھکذا لم یکن اللہ له ھکذا الخ۔

امام نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ فرماتا ہے اللہ تبارک وتعالےٰ کہ میں اپنے بندے کے اس گمان کے نزدیک ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے۔ اس کی مراد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کا یہ فرمانا اس لئے ہے تاکہ اس کے بندے اس کی نسبت نیک گمان کریں۔ اور یہ کہنا اس امر کی طرف رغبت دلانے کے لئے ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالےٰ اپنے بندوں سے اُن کے گمان کے موافق معاملہ فرماتا ہے پس جو بندہ اس کے متعلق نیک گمان رکھتا ہے۔ تو وہ خدا بھی اس پر بے انتہا نیکیاں نازل فرماتا ہے۔ اور اپنے تفضلات سے اس کو ڈھانپ دیتا ہے اور اپنی عطیات اور کرامتوں سے اسکو بہرہ اندوز فرماتا رہتا ہے۔ اور جو بندہ اپنے گمان میں ایسا نہیں تو اللہ تعالےٰ بھی اس کے ہمراہ ویسا نہیں پس یہ معنے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے اس فرمانے کے کہ انا عند ظن عبدی بی پس عبد پر لازم ہے کہ وہ اپنے جمیع حالات میں اپنے رب پر نیک گمان اور اس امر کے حصول کے لئے اسی خدا سے استعانت بھی طلب کرے کیونکہ بندے کے لئے اس معرفت اور حالت کا حاصل ہونا بغیر استعانت الہٰی کے ممکن نہیں۔ اور بندے پر لازم ہے کہ وہ ان دلائل کو مستحضر کرے جو خدا کی رحمت واسع کے متعلق ہیں۔ اور اُن پر دھیان فکر اور تدبیر کرے جیسا کہ صحیحین میں ابی ہریرہ کی حدیث ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے مخلوقات کو پیدا فرمایا تو ان کی کتاب میں لکھ دیا کہ تحقیق میری رحمت سبقت لے گئی میرے غضب پر۔ اور یہ کتاب مقدرات کی اس کے پاس عرش پر موجود ہے۔ اور اس طرح ایک دوسری حدیث مرفوع میں واقع ہے۔ کہ تحقیق اللہ تعالےٰ کے لئے ایکسو رحمتیں ہیں۔ اور اس نے اس دنیا میں درمیان جن اور انس اور بہائم وغیرہ کے صرف ایک رحمت نازل فرمائی ہے۔ جس کی فیض کے ماتحت تمام کائنات الہٰی باہم تراحم کا برتاؤ اور عمل درآمد۔ باہم ایک دوسری کے کر رہے ہیں یہانتک کہ ایک وحوش بھی اپنی اولاد کے ہمراہ اسی ترحم کے اقتضا کے مطابق کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ نے ننانوے رحمتیں اپنی روک رکھی ہوئی ہیں۔ کہ جزا اور سزا کے دن ان رحمتوں سے ہمراہ اپنی عباد کے عمل فرماویگا۔ اور ان سب دلائل احادیثیہ سے بڑھ کر وہ فرمان اللہ تعالےٰ کا ہے۔ جو اس نے اپنی کتاب مجید میں فرمایا ہے۔ کہ وسعت رحمتی کل شئی اور انه کتب علی نفسه الرحمة اور یہ خدا کے وعدے ہیں اور خدا اپنے وعدے کا خلاف نہیں فرماتا۔ وہ بڑا صادق الوعد ہے۔ ان اللہ لا یخلف المیعاد۔

اور بہت ہی عمدہ وہ دعا ہے۔ جو خلیفہ عادل عمر بن عبد العزیز اموی کرتے تھے تحقیق وہ کہتے اے وہ خدا جو تیری رحمت ہر چیز سے وسیع تر ہے اور تیری رحمت نے سب چیزوں کو ڈھانپ لیا ہوا ہے۔ بار خدایا میں بھی تو ایک شئے ہوں۔ پس اے ارحم الراحمین خدا تو میرے لئے بھی اپنی رحمت کو وسیع فرما۔ اور مجھ کو بھی اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔ اور میں کہتا ہوں۔ اے وہ ذات جسکہ تو نے اپنے بندوں کے لئے اپنی نفس پر رحمت کو لکھ دیا ہے میں بھی تیرا ایک بندہ دعاگو ہوں۔ پس تو میرے پر رحم فرما۔ اے ارحم الراحمین۔

اور قاضی عیاض کہتے ہیں۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں۔ کہ جب وہ استغفار کرتا ہے۔ تو میں اس کی بدیوں اور کمزوریوں کو ڈھانپ دیتا ہوں۔ اور جب توبہ کرتا ہے تو میں قبول فرماتا ہوں اور جب دعا کرتا ہے تو میں پوری کرتا ہوں۔ اور جب طلب کرتا ہے تو میں اس کی حاجت روا کرتا ہوں اور کہا گیا کہ مراد اس سے امید وار رہنا ہے خدا سے اور اس کے عفو کیطرف میل کرتا ہے۔

وانا معه حین یذکرہ۔ اور جب بندہ میرا مجھ کو یاد کرتا ہے۔ تو میں اُسکے ساتھ ہوتا ہوں اور اس امر کی تصریح کی گئی ہے۔ کہ خدا اپنے ذاکر بندہ کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ وہ اسکو یاد کرتا ہے۔ اور اس معیت کا مقتضی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندے کیطرف نظر رحمت سے دیکھے اور ذکر دائمی کی توفیق عطا فرماوے اور اگر کہا جاوے۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ تو اپنے سب بندوں کے ہمراہ ہر وقت ہے جیسا کہ فرمایا۔ ھو معکم اینما کنتم یا جیسا کہ ما یکون من نجویٰ ثلٰثة الا ھو رابعھم یا اسی قسم کی دیگر آیات تو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ ان آیات میں معیت عامہ کا ذکر ہے۔ اور یہ معیت الہٰی جو ذاکر کے ساتھ ذکر کی گئی یہ معیت خاصہ ہے جو ذاکر کے معیت عامہ میں داخل ہونے کے علاوہ اسکو حاصل ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا۔ مع الصابرین اور مع الذین اتقوا اور اس معیت خاصہ اور اس معیت عامہ میں باوجود دخول و اشتراک کے کوئی تناقض نہیں۔ کیونکہ تخصیص بعد تعمیم کے

اصول پر بہت سی آیات قرآن کریم میں وارد ہیں۔ اور اس تخصیص بعد تعمیم کے لانیکا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ ایک زیادتی اور مزیت صاحب حال کی ذکر کردیا دے پس اس معیت سے مراد مزید عنایت و وفور اکرام و لفضل اس شخص پر مراد ہے۔ کہ بوجہ فعل ذکر کے وہ اسکا مستحق ہو گیا ہے۔

شیعہ اور سُنّی کا ایک استدلال

قرآن کریم سے حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت میں اہل سنت یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ اذیقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے رسول اکرم صلعم کا یہ قول ذکر کیا۔ کہ اے ابوبکر غم مت کھاؤ اللہ تعالےٰ میرے اور تیرے ساتھ ہے۔ شیعہ کہتے ہیں لفظ معنا میں کوئی فضیلت نہیں کیونکہ محض معیت تو اللہ تعالےٰ کے کافر اور مومن سب کے ساتھ ہے۔ هو معکم اینما کنتم۔ اسکا جواب اہل سنت یہ دیتے ہیں۔ کہ قرآن کریم معیت عامہ اور معیت خاصہ ہر دو کا ذکر ہے۔ جیساکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔
یا جیساکہ ان اللہ مع الصابرین۔

شیعہ ایک اور جواب دیتے ہیں۔ کہ معنا کہنے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مراد لی کہ خدا میرے اور علی کے ساتھ ہے۔ جو میرے بستر پر سویا ہوا ہے من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ۔ کیونکہ ابوبکر روتے تھے۔ اور جھوٹ موٹ کہتے تھے کہ علی اکیلا دشمنوں کے محاصرہ میں ہے۔ اس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا اے ابوبکر۔ اللہ تعالےٰ میرے اور علی مرتضیٰ کے ساتھ ہے۔

شیعہ ایک اور جواب بھی دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ معنا کہنے میں اس غرض کا اظہار مقصود ہے۔ کہ اے ابوبکر اللہ تعالےٰ میرے حال کا بھی نگراں ہے۔ اور میری نیت اور دلی کیفیت کا بھی اس کو علم ہے۔ اور اے ابوبکر تیرے نفاق اور حیلہ سازی اور بزدلی کو بھی وہ جانتا ہے۔ اور اس کا نگراں ہے۔

یہ ہے شیعہ متکلمین کی ہرزہ گوئی اور اسی کا نام الحاد ہے۔ کہ قرآن کریم کو العیاذ باللہ موم کا ناک بنا یا جاوے۔ غرضکہ یہ سب دشمنی حسد اور بغض اور عناد کی باتیں ہیں۔ اور قرآن کریم سے استہزا ہے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔ حق بات وہی ہے۔ جو پہلے ذکر ہوئی۔ کہ ان اللہ معنا میں معیت خاصہ کا ذکر ہے۔ یعنے ان اللہ معنا بالرحمۃ والتوفیق والرعایۃ والنصرۃ والمعونۃ والاستمداد۔

قال ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی۔ اور جب میرا بندہ مجھکو پوشیدہ اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو پوشیدہ یاد کرتا ہوں۔ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ جب مجھکو میرا بندہ دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو اسکا مخفی اور پوشیدہ

بدلہ اور ثواب عطا کرتا ہوں۔ جسپر سوائے میرے اور کسیکو اطلاع نہیں ہوتی۔ وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء ہم خیر منہم۔ اور جب میرا بندہ میرا ذکر جہراً لوگوں میں کرتا ہے۔ تو میں بھی اسکا ذکر عام جہراً ایسی مخلوق میں کرتا ہوں جو انسانوں سے بہتر ہیں۔ یعنے ملائکہ میں۔

وان تقرب منی شبراً تقربت الیہ ذراعًا وان تقرب الی ذراعًا تقربت منہ باعًا وان اتانی یمشی اتیتہ ھرولۃ۔

الغرض قرآن اور سنت نبوی میں ذکر اللہ کی بڑی فضیلت اور ثواب وارد ہوا ہے جیساکہ فرمایا۔

اذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات۔ فاذکرونی اذکرکم اللھم وفقنی بذکرک وشکرک وحسن عبادتک انک علی ما تشاء قدیر۔

ست بچن

ایڈیٹر لائل گزٹ نے حال میں ایک کتاب لکھی ہے۔ جسکا نام "تکذیب قادیانی" رکھا ہے۔ اس کتاب کا اکثر حصہ شیخ محمد یوسف صاحب قادیانی کے متعلق ہے۔ جسکا جواب وہ خود دیدیں گے یا شاید دے بھی چکے ہوں لیکن حضرت مسیح کی تصنیف موسومہ ست بچن کے متعلق بھی دو ایک اعتراض بھائی صاحب نے اس میں کئے ہیں۔ ان کا جواب ہدیہ ناظرین ہے۔ امید ہے کہ ایڈیٹر لائل گزٹ ہمارے ان جوابات کو اپنے اخبار میں درج فرماکر اپنے احباب کو بھی ان سے مطلع فرماویں گے۔

اعتراض اول۔ کتاب تکذیب قادیانی صفحہ ۵۸

اب مرزا صاحب نے بنوا دی کا ترجمہ ولی بن کر کیا ہے۔ جو بالکل غلط ہے۔ بنوا دی کے معنے ہیں۔ ہری۔ خداوند۔ پربھو مالک یا مولا ہیں۔ نہ کہ ولی بن کر۔ جواب۔ واراں بھائی گورداس جی میں لفظ بنوا ہی نہیں ہے۔ بلکہ لفظ بن والی ہے۔ جسکا مطلب حضرت صاحب نے ولی بن کر کیا ہے۔ مضامین لکھنے میں حضرت مسیح موعود نہایت محتاط تھے۔ غیر مذہب تو درکنار جب کبھی کسی اسلامی مسئلہ پر کچھ لکھتا ہوتا تو باوجود قرآن وحدیث کے عالم فاضل ہونے کے اس مسئلہ کی خاطر تمام ان آیات کو جو اس کے متعلق ہوتیں خوب دیکھ بھال کرتے تب کہیں جاکر اس مضمون کو لکھتے۔ اگر ایڈیٹر لائل گزٹ نے بھی احتیاط

سے کام لیا ہوتا تو ہم ہرگز یہ کہنے کی جرأت نہ کرتے کہ ایڈیٹر صاحب نے جھوٹ لکھ کر لفظ بنواری بنا دیا ہے۔ کیونکہ چھپی ہوئی کتابوں میں صاف لفظ بن والی لکھا ہے۔ جس صاحب کو میری اس تحریر کی تحقیق منظور ہو وہ بازار سے کتاب واراں بھائی گورداس جی بزبان گورمکھی لیلیوے۔ اور اس میں پہلی وار کی بتیسویں (۳۲) پوڑی کو پڑھ لیوے۔ یا کسی سے پڑھوا کر دریافت کرلیوے۔ وہاں یوں لکھا ہے۔

بابا پھر مکے گیا نیل بستر دھاری بن والی

گورمکھی میں بن والی اس طرح لکھا جاتا ہے [illegible] اور بنواری اس طرح لکھا جاتا ہے۔ [illegible] یعنی لی [illegible] یہ ہے۔ اور ری [illegible] یہ ہے۔ حال ہی میں ایک سکھ نے بھائی گورداس جی کی واراں کا ترجمہ چھاپا ہے۔ اس میں بھی لفظ بن والی صاف ہے۔ دیکھو واراں بھائی گورداس ترجمہ از شری بھان ماسٹر جگت سنگھ جی گیانی۔ مطبوعہ جنرل سنگھ پرنٹنگ پریس امرت سر صفحہ ۲۷ بزبان گورمکھی۔

ایڈیٹر لائل گزٹ کو جو غلطی لگی ہے۔ وہ محض اس لئے کہ اس ساری پوڑی میں ردیف ری آئی ہے۔ یعنی اس نظم کے ہر شعر کے آخر ری آیا ہے۔ فقط اس مصرعہ اول کے آخر لی آیا ہے۔ اس لئے بھائی جی نے سوچا کہ یہ قافیہ نہیں ملتا۔ اس لئے یہ غلط چھپا ہے۔ بن والی کی جگہ بنواری چاہیئے۔

اگر بھائی جی کا یہ خیال صحیح بھی ہے۔ تو یہ کمبخت چھاپہ خانہ والوں کا یا کسی کاتب کا قصور ہے۔ آپ اسکو مرزا صاحب کیطرف منسوب نہیں کر سکتے لیکن میں آپ کو بتا دوں کہ آپکا یہ خیال بھی غلط ہے کیونکہ بھائی گورداس کی واروں میں اور جگہ بھی ایسے نمونہ موجود ہیں کہ مصرعہ کا آخری قافیہ دوسرے مصرعوں سے نہیں ملتا۔ مثلاً وار پہلی پوڑی پانچویں (۵)

چار جگ کر تھاپنا ست جگ تریتا دواپر ساجے
چوتھا کلجگ تھاپیا چار ورن چاروں کے راجے
برہمن چھتری ویس سود جگ جگ ایکو ورن براجے
ست جگ ہنس اوتار دھر سوہنگ برہم نہ دوجا پاجے
ایکو برہم وکھانئے موہ مایا تے بے محتاجے
کرن تپستیا بن وکھے وقت گذارن اپنی ساکھے
لکھ ورہیاں دی آرجا کوٹھے کوٹ نہ مندر ساجے
اک بن سے اک استھر گاجے

اس پوڑی میں جس مصرعہ کے اوپر ہم نے خط دیا ہے۔ اسکا آخری لفظ قافیہ بندی کے خلاف سب جگہ آخر جے آیا ہے۔ مگر اس کے آخر کھے ہے۔

پھر اور دیکھو وار پہلی پوڑی پچیسویں (۲۵)

بابا آیا تیرتھیں تیرتھ پرب سبھے پھر دیکھے۔
پرب دھرم بہو کرم کر بھاؤ بھگت بن کتے نہ لیکھے
بھاؤ نہ برہمے لکھ پا چار بید سمرت پڑھ دیکھے۔
ڈھونڈی سگلی پرتھمی ست جگ آد دواپر تریتے
کل جگ دھندوکار ہے بھرم بھلائی بہو بدھ بھیکھے
بھیکھیں پربھو نہ پائیے آپ گوائے روپ نہ ریکھے
گرمکھ ورن اورن ہوئے نوچلے گرسکھ وسے کھے
تان کچھ گھال پوے در لیکھے

اس ساری نظم میں ردیف کھے ہے۔ مگر مخطط مصرعہ کا آخر تے ہے۔ اسطرح وار اول پوڑی ۳۰ میں اور وار اول پوڑی ۴۳ میں اور وار ۲۳ پوڑی ۱۲ میں یہ قافیہ بندی کا اصول قائم نہیں رکھا گیا۔ سو یہ خیال کر لینا کہ بن والی کے لفظ سے قافیہ بندی ٹوٹتی ہے۔ اس وجہ سے اسکو چھاپہ کی غلطی سمجھکر بن والی کی بجائے اپنی ساختہ لفظ بنواری تصور کرنا ثبوت مذکورہ بالا کی رو سے بذات خود ایک غلط خیال ہے۔

اعتراض دوم۔ صفحہ ۹۱-۹۴ تک چولا بابا نانک کے متعلق ہے جسکا خلاصہ یہ ہے۔ کہ جو چولا آج کابلی مل کے گھر میں ہے۔ یہ وہ چولا نہیں جو شری بابا جی کو خدا کی طرف سے ملا تھا۔ وہ حقیقی چولا جسکا جنم ساکھی میں ذکر ہے۔ کہاں ہے؟

اس کا جواب۔ جنم ساکھی بھائی بالے سے ہی پیش کیا جاتا ہے "تو بادشاہ نے سب بچن گورو جی کے مان لئے سری گورو جی کا مرید ہوگیا۔ تب گورو بابا کو الہام ہوا اور وہ خلعت آسمان کی طرف چلدیا۔ اور وہ اوپر آسمان پر ہی رہا پھر نہ آیا"

جواب۔ حضرت مسیح موعود نے جس ساکھی کا حوالہ چولا صاحب کے متعلق کتاب ست بچن میں دیا ہے اُس ساکھی میں آپ کی پیش کردہ مذکورہ بالا عبارت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں جنم ساکھی گورمکھی مطبوعہ ۱۸۷۱ء مطابق سمت ۱۹۲۸ بکرمی مطبع آفتاب پنجاب لاہور میں بھی آپ کی پیش کردہ عبارت (کہ چولا واپس آسمان پر چلا گیا۔ اور پھر واپس نہیں آیا) نہیں ہے۔

آپ جس ساکھی کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ وہ سالہ ء کی چھپی ہوئی ہے۔ جو حضرت مرزا صاحب کی تصنیف یعنی ست بچن سے آٹھ یا نو سال بعد کی چھپی ہوئی ہے۔ ممکن ہے۔ کہ کسی نے مرزا صاحب کے اعتراضات دور کرنے کی غرض سے چھپوا دی ہو۔ بہر حال اس کے متعلق بھی ایڈیٹر صاحب کو چاہیئے۔ کہ دوبارہ تحقیق کرلیں اور پھر پبلک کو بتا دیں۔ کہ یہ میرے سے غلطی ہوئی۔

(باقی دارد)

داس محمد یوسف لاہوری۔

احباب قادیان کے ایک مطالبہ کا جواب

اخبار الفضل میں ایک حوالہ کے متعلق بڑا شور مچایا جاتا ہے۔ کہ ابتک اس کا کوئی ثبوت نہیں دیا گیا۔ کہ حضرت امام ابوحنیفہ کے متعلق یہ کہاں لکھا ہے۔ کہ وہ جو شخص ایک دفعہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیتا ہے۔ خواہ اس سے شرک اور کفر بھی صادر ہو تو اسکو کافر کہنا جائز نہیں۔ حضرت امیرایدہ اللہ بنصرہ نے اس حوالہ کو کہیں پیش کیا ہے۔ آپ کے اصل الفاظ اسوقت میرے سامنے نہیں۔ اس لئے میں ان الفاظ کو اخبار الفضل سے ہی نقل کرتا ہوں۔ اور اس مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے میں اپنے قادیانی دوستوں کی توجہ مکتوبات امام ربانی حضرت الف ثانی حصہ ہفتم دفتر دوم مکتوب ۷۶ کے ان الفاظ کیطرف دلاتا ہوں۔

"منقول است کہ روزے امام اعظم با جمعی از علماء کبار نشستہ بود شخصی آمدہ پرسید کہ چہ میگویند در حق مومن فاسق کہ پدر خود را ناحق بکشد و سر او را از تن او جدا سازد و در کاسہ سر او شراب اندازد و بخورد و بعد شراب خوردن با مادر خود زنا کند آیا مومن است یا کافر ہر کدام از علماء در حق او غلطہا نمودند و دراز معاملہ ساختند امام اعظم دریں اثنا فرمود کہ او مومن است و بازکاب ایں کبائر از ایمان نہ برآمدہ است"

اور مکتوب ۲۶۶ میں فرماتے ہیں۔ کہ پس اگر پرسند کہ شخصے باوجود ایمان رسوم کفر بجا آرد و تعظیم مراسم اہل کفر نماید۔ و علماء بکفر او حکم میکنند او را از اہل ارتداد میشمرند۔ چنانکہ اکثر مسلمانان ہند بایں بلا مبتلا اند۔ پس بفتوے علماء باید کہ آن شخص در آخرت بعذاب ابدی گرفتار گردد وحالانکہ در اخبار صحاح آمدہ است کہ کسیکہ در دل او مقدار ذرہ ایمان بود از دوزخ او را بیرون خواہند آورد و در عذاب مخلد نخواہند گذاشت۔ تحقیق ایں مسئلہ نزدیک تو چیست گوئیم کہ اگر کافر محض است عذاب مخلد نصیب او ست عیاذاً باللہ سبحانہ منہ اگر باوجود ایمان مراسم کفر ذرہ از ایمان نیز دارد بعذاب دوزخ مبتلا خواہد شد اما ببرکت آن ذرہ ایمان امید است کہ از خلود عذاب خلاص شود و از گرفتاری دائمی نجات یابد فقیر یکباری بعیادت شخصے رفتہ بود کہ معاملہ او قریب باحتضار رسیدہ بود چوں متوجہ حال او شد دید کہ قلب او ظلمات بسیار دارد ہر چند متوجہ دفع آن ظلمات شد کہ آن ظلمات نہ رفتند و بعد از توجہ بسیار معلوم شد کہ آن ظلمات ناشی از صفات کفر است کہ در وے مکنون است [illegible] آن کہ در [illegible] موالات است و با کفر و اہل کفر توجہات دفع آن ظلمات نمانید [illegible] او از ان ظلمات مربوط بعذاب نار است کہ جزاء کفر است و نیز معلوم شد کہ ذرہ ایمان دارد کہ ببرکت آن آخر او را از دوزخ خواہند برآورد چون این حال [illegible] خاطر گذشت کہ آیا بر جنازہ او نماز باید کرد یا نہ بعد از توجہ [illegible] شد کہ نماز باید کرد پس مسلمانانے کہ باوجود ایمان رسوم اہل کفر مینمایند و تعظیم ایام ایشان میکنند بر جنازہ اینہا نماز باید و بکفار ملحق نباید ساخت۔

امید ہے کہ اس کو پڑھ کر ہمارے قادیانی دوستوں کی تسلی ہو جائے گی۔ اور آئندہ وہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ پر جھوٹے بہتان باندھنے سے محترز رہیں گے۔

اہل مجاہدہ اور اولوالعزم کی دس خصائل

اہل مجاہدہ و محاسبہ اور اولوالعزم کی دس خصلتیں ہوتی ہیں۔ جن کو وہ اپنا ورد بناتے ہیں۔ اور جب وہ ان کو اتباع حکم الٰہی میں مضبوط کرتے ہیں تو بزرگ مراتب بھی حاصل کرتے ہیں۔ ان میں سے خصلت اول یہ ہے۔ کہ بندہ خدا کی قسم نہ کھائے خواہ معاملہ سچ ہو یا جھوٹ ..... اور جب اس کا عادی ہو جائے گا۔ تو اللہ تعالے اپنے نوروں میں سے ایک دروازہ اس پر کھول دے گا ......

دوئم دروغگوئی اور ہنزل گفتگو کو بالکل ترک کر دے نہ قصداً بولے نہ سہواً کیونکہ جب وہ اس طرح کرے گا۔ اور اس کی زبان کو دروغگوئی کی بالکل عادت نہ ہو گی۔ تو اللہ تعالے اس کے سینہ کو کھول دیگا۔ اور اس کے علم کو صاف وشفاف . . . کر دیگا۔

سوئم۔ یہ کہ وعدہ خلافی سے احتراز کرے۔ یا بالکل وعدہ ہی کو قطع کر دے۔ اس لئے کہ اس کے حق میں یہ امر بہت مناسب ہے۔ کیونکہ خلاف وعدگی بھی دروغگوئی ہے۔ اور جب اس سے احتراز کرے گا۔ تو اس کے لئے سخاوت کا دروازہ کھولا جاویگا۔ حیا کا درجہ بڑھے گا۔ اور راست بازلوگوں کے دلوں میں اس کی واقفیت اور دوستی پیدا ہو گی۔ اور اللہ کے حضور میں وہ بلند مراتب ہوگا۔ **چہارم**۔ مخلوقات میں سے کسی چیز پر لعنت نکرے اور ایذا نہ پہنچائے خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی۔ کیونکہ لعنت و ملامت سے اجتناب کرنا صدیقوں اور ابراروں کے اخلاق حسنہ میں سے ہے۔ اور اس قسم کے شخص کو نیک نتیجہ ملتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالے دنیا میں اس کے درجات کو جن کو وہ ذخیرہ کرتا ہے محفوظ رکھتا ہے۔ اور ہلاکت کے تیرہ وتار غار میں گرنے سے بچاتا ہے اور خلقت سے سلامت رکھتا اور بندوں کو مہربان کرتا ہے۔ اور قرب نصیب کرتا ہے۔ **پنجم**۔ یہ کہ خواہ کسی نے ظلم ہی کیا ہو۔ مگر اس کے لئے بددعا نکرے۔ اور اپنی زبان اور فعل سے بدلہ نہ لے۔ بلکہ اللہ کے واسطے اسکو برداشت کرے۔ یہ خصلت اپنے عامل کو درجات اعلے تک پہنچانے والی ہے جب کوئی شخص اس کا عمل کرتا ہے۔ تو دنیا و آخرت میں بلند مرتبہ پاتا ہے اور لوگوں کی محبت و دوستی تمام قریب وبعید وخورد وبزرگ میں پاتا ہے۔ اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ مومنوں کے دلوں میں اس کی عزت بڑھتی ہے۔

ششم - یہ کہ اہل قبلہ میں سے کسی پر جھٹ پٹ کفر اور شرک کا قطعی حکم نہ لگاوے کیونکہ یہ بھی رحمت سے قریب تر ہے - اور اس کا درجہ بھی بلند تر ہے - اور علم الٰہی میں دخل دینے سے دور اور اللہ کی ناراضگی سے بعید اور راحت و رضامندی الٰہی سے قریب ہے اور تحقیق کہ یہ درگاہ الٰہی میں پہنچنے کا شریف دروازہ ہے - بندہ کو تمام خلقت پر مہربانی کرنیکا نتیجہ دیتا ہے - ہفتم - گناہ ہائے ظاہری و باطنی میں سے کسی کی جانب متوجہ نہ ہو اور اپنے اعضا کو روکے کیونکہ اعمال میں اسکا ثواب دل اور اعضا میں بہت جلد ملتا ہے - بجہ اس کے جو اللہ تعالےٰ آخرت کی نیکی کو ذخیرہ کرتا ہے -

ہشتم - یہ کہ دنیا بار خواہ وہ بہت ہو یا کم خلقت میں سے کسی پر نہ رکھے بلکہ تمام خلقت سے اپنے اس بار کو اٹھائے خواہ اس بار کے اٹھانے کی اسکو حاجت ہو یا نہ ہو کیونکہ یہ عابدوں کی عزت کا تتمہ اور پرہیزگاروں کی بزرگی ہے جب یہ بات ہوجاویگی تو اللہ تعالےٰ اس کو ہمتا کرنے اور تونگری و یقین کی بدلیگا

نہم - یہ کہ طمع کو آدمیوں سے بالکل قطع کردے - اور اسکی ایسی چیز کا جو کسی کے ہاتھ میں ہے - لالچ نہ کرے کیونکہ یہ عظیم الشان عزت خالص تونگری اور جلیل القدر بادشاہی اجر بزرگ فخر اور صاحب یقین اور شفا بخشنے والے توکل ہے اور اللہ پر اعتماد رکھنے اور توکل در زہد کے دروازوں میں سے ایک ایک دروازہ ہے

دہم - خصلت تواضع ہے کیونکہ اس سے عابد کا محل مضبوط ہوتا ہے اور اللہ اور خلق اللہ کے پاس عزت و حرمت پاتا ہے متواضع دنیا و آخرت میں جس چیز کو چاہیگا وہ پوری ہوجائیگی اور یہ قدرت تمام قسم کی طاعتوں کی اصل اور فرع اور کمال ہے بندہ اسیکی وجہ سے صلحا کے مراتب پاتا ہے اور اللہ تعالےٰ خوشی اور تکلیف میں راضی رہتے ہیں تواضع تقوےٰ کا کمال ہے تواضع کے یہ معنی ہیں - کہ جس انسان سے ملے اسکو اپنے سے بہتر سمجھے اور خیال کرے شائد یہ درگاہ الٰہی میں مجھ سے بہتر ہو اور اگر وہ چھوٹا ہو تو جانے کہ ہنوز اس نے اللہ کی نافرمانی نہیں کی ہے - درحالیکہ میں نے بہت سی نافرمانیاں کی ہیں اور اگر وہ بڑا ہو تو خیال کرے کہ یہ مجھ سے پیشتر سے عبادت الٰہی کرتا ہے - اور اگر عالم ہو تو جانے کہ اسکو وہ چیز ملی ہے جس سے میں محروم ہوں وہ وہ جانتا ہے - جو میں نہیں جانتا وہ وہ کرتا ہے جو میں نہیں کرتا وہ علم پر عمل کرتا ہے - اور اگر جاہل ہو تو سمجھے کہ یہ کچھ نافرمانی الٰہی کرتا ہے نادانی سے کرتا ہے اور جو کچھ میں کرتا ہوں جانکر کرتا ہوں - معلوم نہیں کہ میرا خاتمہ کس طرح ہوگا اور اسکا کسطرح اگر کافر ہی ہو - تو خیال کرے شائد مسلمان ہو کر نیک عمل کرے اور خدانخواستہ میں کافر ہوجاؤں تو اسطرح اسکا خاتمہ نیک اور میرا برا ہو اور یہ دوسروں پر مہربانی اور اپنے پر خوف کرنے کا معاملہ ہے -

جب بندہ میں یہ صفات پختہ ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالےٰ اسکو ہر قسم کی آفت سے بچاتا ہے - اور بعوض اسکے دین الٰہی کی خیرخواہی کے مراتب عطا فرماتا ہے اور وہ بندہ برگزیدگان اور محبان الٰہی سے ہوجاتا ہے - اور اللہ کے دشمن یعنی شیطان الرجیم کا دشمن ہوجاتا ہے اور تواضع باب رحمت ہے - اور تکبر و عجب کے باب کی رسیوں کو قطع کرتا ہے - اور اپنے کے دین اور دنیا اور آخرت میں اعلےٰ درجہ کو پہنچا دیتا ہے یہ عبادت کا ثمرہ زاہدوں کی نہایت شرف و بزرگی ہے

لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْن

(گذشتہ سے پیوستہ)

قرآن کریم نے جس بات کا اعلان کرنے کے لئے کہا ہے اسکو روکتا گورنمنٹ کا مذہب میں مداخلت کرنا ہے - حال ہی میں گورنمنٹ برطانیہ نے قرآن کریم کی اس تعلیم کو شائع کرنے سے روکدیا ہے - کہ جو شخص کسی مسلمان کو قتل کرتا ہے وہ کفر کی موت مرتا ہے اور جہنمی ہوتا ہے - یہ نہایت ہی شدید اور احساسات کو صدمہ پہنچانے والی مذہبی مداخلت ہے کہ جس نے ہندوستان کی مسلم رعایا کو نہایت ہی خوف زدہ بنادیا ہے - اپنی مسلم رعایا کا احترام کرنے کی بجائے کہ جو ان کی خاطر فرانس اور دیگر ممالک میں ان کے مددگار ہو کر لڑے انہوں نے اپنے مذہبی احساسات کو پامال کر کے خلافت اسلامیہ کو پاش پاش کر کے چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کردیا - اور اس طرح سے وہ خلافت اور اپنے مقدس مرکز مکہ کی مدافعت کے ناقابل ہوگئے -

عیسائیت رخصت ہو رہی ہے

مغرب عیسائیت سے یکسر بیزار ہوچکا ہے - کیمبرج میں جو چرچ کانگریس حال ہی میں منعقد ہوئی ہے اُس میں اِس آواز کو بارہا اُٹھایا گیا ہے - یہ کانگریس ڈاکٹر بکیر ریورنڈ بارسن (ریورنڈ میجر رپن ہال کے پرنسپل ڈین اوف کارلائل جیسے اصحاب فطانت اور روشن ضمیر فضلاء کی سعی سے ظہور پذیر ہوئی جن خیالات کا اظہار ہمیں کیا گیا وہ مقررین کی قابلیت اور دانشمندی کا کافی ثبوت ہیں - رومن کیتھولک عیسائیوں کی موجودگی میں ان لوگوں نے نہایت بلند آہنگی کے ساتھ حق اور صداقت کا اظہار کیا - اور عقیدہ میں تبدیلی کو نہایت سختی کے ساتھ محسوس کیا یہ فضلاء جن کا نام اوپر دیا جاچکا ہے انہوں نے بالاتفاق اس امر کو پیش کیا کہ الوہیت

مسیح کا مسئلہ ناقابل قبول ہے اور اناجیل میں اسکی کوئی سند نہیں یسوع نے انکی علم میں کبھی خدا یا خدا کا اوتار ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے اسبات کی حمایت کی کہ یسوع صرف انسان تھا اسکا جسم زوال پذیر اور موت کا شکار ہونے والا تھا۔ اور وہ انسانی جذبات اور احساسات سے بھرا ہوا دل رکھتا تھا۔ انہوں نے اسبات کا بھی اعتراف کیا کہ وہ جیسا کہ عام طور پر گرجوں میں بیان کیا جاتا ہے عالم الغیب نہ تھا۔

(بقیہ صفحہ ۸ کالم نمبر ۲) مشرق میں ۲۵ دسمبر کے عام خیال کی بنا پر جب پیدائش کی یہی تاریخ مسلم ہوگئی۔ اور اس مضحکہ انگیز طریق پر تمام عیسائی ممالک میں کرسمس کی ۲۵ تاریخ مروج ہوگئی۔ قطعاً کوئی مذہبی ہدایات اس دن کے منانے کے لئے موجود نہیں ہیں۔ مغرب نے نہ صرف غلط تاریخ کو ہی مقرر کر لیا ہے۔ بلکہ اس طریق کو بھی ایجاد کیا ہے۔ کہ جس طرح یہ دن منایا جانا چاہیئے۔

اپنی طرف سے ایک دن مقرر کرنے کی نسبت خود رسم بھی کچھ کم مشرکانہ نہیں۔ فی الحقیقت یہ جرمنی کے قدیم باشندوں کی اصنام پرستی کو از سر نو زندہ کرنا ہے الفاظ (Yule tide + Yule-log) اس امر کو ظاہر کرتے ہیں سینٹ کلاز انگریز بچوں کے موزے شب کرسمس تحائف سے پر کر دیتا ہے۔ اور اسی طرح کی اور بیہودہ اور خلاف تہذیب رسوم جو اس موقعہ پر بجا لائی جاتی ہیں یہ سب توہمات اور مشرکانہ رسوم ہیں۔ کہ جن کو عیسائیت نے اختیار کر لیا ہے انگلستان میں ۲۵ دسمبر عیسویت کے اختیار کرنے سے پیشتر بھی ایک تیوہار کا دن تھا۔ ۱۶۴۴ء میں سترھویں صدی کے مسیحی دینداروں کو پارلیمنٹ کے ایک قانون کی بنا پر مشرکانہ تیوہار ہونے کی وجہ سے اس دن کسی قسم کی خوشی اور مذہبی رسوم بجا لانے سے روک دیا گیا۔ اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔ چارلس ثانی نے اس دن کو از سر نو تیوہار مقرر کر دیا۔ مگر سکاٹ لینڈ والے مسیحی دینداروں کے خیال پر جمے رہے۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا) خلاصہ کلام یہ کہ وہ رسوم جو کرسمس کے موقعہ پر بجا لائی جاتی ہیں۔ عیسائیت ان سے ایسی ہی بے تعلق ہے کہ جیسی کہ مسیح کا جنم دن منانے سے صدر عیسائیت کے مصنف مرقس وغیرہ مسیح کا جنم دن منانے کی ضرورت قطعاً محسوس نہیں کرتے اور نہ انہوں نے اس کا کہیں ذکر کیا ہے۔ ان کے خیال میں اگر کسی دن کی اہمیت ہے تو مسیح کے بپتسمہ پانے کا دن ہے۔ اور ان کی کتابوں میں اسی اپی فنی یعنی مسیح کے گرجہ کی نذر کئے جانے کے دن کی کسقدر اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ان کے مقدس صحیفوں میں کرسمس منانے کا قطعاً ذکر نہیں پاتے۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شملہ

فہرست زر چندہ۔ بابت ماہ جنوری ۱۹۲۲ء
(معرفت شیخ الہ دین کمپازیٹر)

(۱) مولوی عبدالرحمٰن صاحب ہیڈ اسسٹنٹ میڈیکل برانچ چندہ ماہوار	لیعہ
(۲) شیخ عبدالعزیز صاحب کلرک آرڈننس برانچ	صہ ر
(۳) شیخ محمد لطیف صاحب کلرک کوارٹر ماسٹر جنرل برانچ	صہ ر
(۴) مولوی عبدالرحمٰن صاحب مسلم ہائی سکول فنڈ	للعہ ر
(۵) شیخ امیر الدین صاحب کلرک ڈائرکٹر جنرل ملٹری ورکس	صہ ر
(۶) بابو منظور الحق صاحب فارسٹر محکمہ جنگلات	[illegible]
(۷) بابو امیر علی صاحب کلرک پی۔ ڈبلیو۔ ڈی	[illegible]
(۸) ماسٹر نور محمد صاحب کلرک ڈی جی۔ آئی۔ ایم۔ ایس	صہ ر
(۹) بابو اکبر علی کلرک میڈیکل برانچ۔ بابت دسمبر جنوری	[illegible]
(۱۰) منشی محمد لطیف صاحب کمپازیٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس	۱۱ر
(۱۱) شیخ الہ دین صاحب کمپازیٹر ” ” ”	صہ ر
میزان کل	لعہ ۳ ر

تازہ خبریں

قسطنطنیہ۔ ۱۸ر جنوری۔ حکومت انگورہ کی درخواست پر بولشویک حکام نے غازی انور پاشا کو گرفتار کر لیا ہے۔ آپ انگورہ پہنچا دئیے جائینگے۔ اور وہاں آپ پر سلطنت کے خلاف غداری کا مقدمہ چلایا جائیگا۔

لنڈن۔ ۱۸ر جنوری۔ آج ارمنوں کی انجمن برطانیہ نے ایک اجلاس منعقد کیا جس میں سلیشیا کو ترکوں کو واپس دئیے جانے کے خلاف احتجاج کی قرار داد منظور کی گئی۔ حکومت سے استدعا کی گئی کہ وہ مواعید فراموش نہ کرے جو جنگ کے دنوں میں ارمنوں سے کئے گئے تھے۔ یہ بھی درخواست کی گئی کہ مسئلہ مشرق قریب پر گفت و شنید کے زمانے میں ارمنوں کے قومی علاقے کے قیام پر زور دیا جائے۔ اور اُن کے اس علاقے کو ترکوں کی حکومت سے ہر طرح آزاد و خود مختار رکھا جائے۔

قاہرہ۔ ۱۸ر جنوری۔ آج بالائے مصر میں شاہذرن کے مقام پر آپس میں جھڑپ ہوگئی۔ تین مصری مقتول اور پانچ مجروح ہوئے ہیں۔ برطانیوں کے خلاف مقاطعہ کی تحریک کے ضمن میں ایک بڑے مجمع نے ایک برطانی کمپنی پر حملہ کیا پولیس نے تحفظ جان کے لئے گولیاں چلائیں۔ پولیس کے بعض ملازم اور کمپنی کے آدمی مجروح ہوئے ۔

الحمد پریس برس لاہور باہتمام ماسٹر فقیر اللہ پرنٹر و پبلشر سلسلہ شائع ہوا

مدینۃ المسیح یوم چہار شنبہ مورخہ ۲ جمادی الثانی ۱۳۴۰ھ مطابق یکم فروری ۱۹۲۲ء

فہرست مضامین

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

(از خلیفہ عبدالحکیم صاحب خوشنویس)

اے فاتحانِ مغرب صد شکر ہے خدا کا — آئے ہو توڑ کر تم وہ بُتکدہ جفا کا
اسلام پر تھے جس کے جور و ستم نمایاں — سکہ بٹھایا اُن پہ کیا دین مجتبیٰ کا
جن کے گلو میں زہر تثلیث کا تھا مہلک — شربت اُنہیں پلایا ہے عسل با صفا کا
لے آشتی کا پرچم مشرق سے تُم جو نکلے — مغرب میں جا کے تم نے گاڑا علم ہدا کا
گنجینۂ ہدایت مہدی سے تم نے پایا — ہے غربیوں کو بانٹا وہ مخزن عطا کا
توحید کا عمامہ اُن کے سروں پہ باندھا — زیبِ تن اُن کے جامہ پہنایا اتقا کا
تثلیث کی وہاں پہ وہ دھجیاں اُڑائیں — زندہ رہا نہ بیٹا کہتے تھے جو خدا کا

مادہ پرست کا دل اسلام کے فدائی — نہ جابروں کا ڈر ہے نہ خوف اقربا کا
دینِ متین پہ عاشق توحید کے ہیں شیدا — اُن کے دلوں پہ جلوہ ہے شمسِ پرضیا کا
درس مسیحؑ سے جس نے سیکھا ہے سبقِ عرفاں — سارے جہاں کا ہے وہ اُستاد کیمیا کا

تو ہے رحیم و رحمٰن۔ غفّار ذوالکرم ہے
رحمت کا ابر برسے مولا تری رضا کا

حلقہ سپیرچولزم کا ایک معزز ممبر ایک انگریز خاتون کا مشرف باسلام ہونا

(از قلم خواجہ نذیر احمد صاحب)

برادران فی الاسلام۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مولوی مصطفےٰ خاں صاحب اور منشی دوست محمد صاحب اپنے فرائض کو نہایت خوش اسلوبی اور ایمانداری سے ادا کرکے آخر دسمبر میں ہم سے رخصت ہوگئے۔ خدا تعالیٰ انہیں خیر و عافیت سے رکھے وہ اپنے پیچھے بہت سی امید افزا صورتیں چھوڑ گئے ہیں خدا کے فضل سے اس وقت خواجہ صاحب کے علاوہ تین اور مبلغین لنڈن میں کام کرتے ہیں۔ یہ ایک نئی بات ہے کیونکہ آجتک اشاعت کے کام کیلئے یہاں وہی مبلغ ہوتا تھا جس کے ہاتھ میں وقتاً فوقتاً مشن کی سرگردگی رہی۔ یہ مبلغین کچھ زیادہ نہیں کیونکہ انکی مصروفیت کیلئے کام پہلے سے ہی موجود ہے مسلم لنڈن ہوس میں بھی سلسلہ تبلیغ و اشاعت کا شروع کردیا گیا جسکی رپورٹ انشاء اللہ وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہیگی۔ خدا کا احسان ہے کہ اس سال کے شروع ہی میں دو ذی علم اور معزز اصحاب مشرف باسلام ہوئے۔ ایک مسٹر ہیلیس جو اپنی قابلیت کے لحاظ سے یورپین شہرت حاصل رکھتے ہیں۔ اور فرانس کے نامی صحیفہ لا ریویو یا بالیٹک کی ایڈیٹر ہیں۔ یہ پیرس کا ایک مقتدر پرچہ ہے۔ اور مسٹر ہیلیس کی زیر ادارت میں کئی سال سے شہرت عامہ حاصل کرچکا ہے۔ یہ نامور انسان یورپ کے مشاہیر میں سے ہے جیسا کہ برادر شیخ محمد اقبال ایڈیٹر بمبئی کرانیکل کی چٹھی سے نظر آتا ہے دوسرے صاحب مسٹر ہیکرڈ ہیں آپ کیمبرج کے بی اے ہیں۔ اور اس وقت عربی زبان کی تحصیل کررہے ہیں۔ چہرہ سے نہایت ہی مسکین نظر آتے ہیں۔ ان کے علاوہ مسٹر لیڈ ورتھ جو مدت سے نماز جمعہ میں شریک ہوا کرتے تھے۔ آخر کار انہوں نے اپنے حلقہ بگوش اسلام ہونیکا اقرار کیا۔ ایک خاتون مسز ولیمز بھی مشرف باسلام ہوئی۔ اللھم زد فزد۔

لا اِکراہ فی الدّین

اخبار نوری لائٹ ۱۱ نمبر ۳ سے ترجمہ کیا گیا۔

قرآن کریم کے اس لنشرِ اعلان پر کہ مذہب کے رد و قبول کی وجہ سے کسی پر جبر اور اکراہ سے کام نہیں لیا جائیگا۔ خود نبی کریم صلعم نے صاحب تاج و تخت ہونے کی حیثیت میں اور آپ کے بعد کے خلفاء نے کامل طور پر عمل کرکے دکھا دیا۔ یہود اور نصاریٰ کو اسلام کے دائرہ فرمانروائی میں ہر طرح سے اپنے ضمیر کی آزادی حاصل تھی۔ ان کے معبد اور گرجوں کی اسی طرح حفاظت ہوتی تھی کہ جس طرح ان کے جان اور مال محفوظ اور مامون تھے۔ بلاشبہ یہ ایک عظیم الشان وسعت قلبی کا اظہار تھا۔ تاہم اس سوال پر بھی غور کرنا ضروری ہے۔ کہ اگر ان کے ساتھ عام طور پر برتاؤ کرنے میں کسی قسم کی تفریق یا ان سے باہمی معاملات میں کسی نوع کا حقارت آمیز سلوک کیا جاتا تھا تو اس سے آزادی و حریت کے اس اعلان کی قدر و قیمت کا اندازہ خود بخود معلوم ہو جائے گا مگر پیغمبر اسلام (صلعم) نے اپنے اعلان کی حقیقت پر نہایت احتیاط کے ساتھ قائم رہ کر مسلم اور غیر مسلم کے باہمی معاملات میں ہمیشہ مساوات کو ملحوظ رکھا۔

اور مسلمانوں کو یہ کھول کر بتلا دیا گیا کہ مذہبی مغائرت کی بنا پر کسی دوسرے کے مال پر قبضہ کرنا شریعت اسلامیہ کے رو سے قطعاً ناجائز ہے (سورۃ آل عمران آیت ۶۹)

یہ امر صرف تعلیم اور اعلان تک ہی محدود نہ تھا بلکہ جب کبھی آپ کو اس کا عملی ثبوت دینے کا موقعہ پیش آیا آپ نے اس پر نہایت دیانتداری کیساتھ عمل کیا۔ ایکدفعہ ایک یہودی نے آپ کے حضور یہ شکایت کی کہ اس کی زرہ چرالی گئی ہے۔ اور اس کو ایک مسلمان سپاہی پر شبہ ہے پیغمبر خدا صلعم نے فریق ثانی کی طلبی کا حکم دیا۔ مدعی اور مدعا علیہ کے بیانات لئے گئے۔ اور حضور نے مسلمان سپاہی کو مجرم ٹھیرایا اور زرہ یہودی کے سپرد کی گئی اسی طرح ایک موقعہ پر آپ کے سامنے سے ایک یہودی کا جنازہ گزرا۔ آپ اس کو دیکھ کر فوراً کھڑے ہوگئے اس پر کسی نے یہ عرض کی کہ حضور یہ تو ایک یہودی کا جنازہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا اس میں روح نہ تھی۔ یہ ایک قسم کا تہدید آمیز استفسار تھا کہ جسکا مقصد غیر مسلموں کے ساتھ اپنے برتاؤ کا اظہار تھا۔ اسی عربستان کے شاہنشاہ کے پاس مرض الموت کے دنوں میں ایک یہودی اپنی ایک قلیل سی رقم کا تقاضا کرنے کے لئے آیا آپ اس قلیل وظیفہ پر ہی قناعت کرتے تھے اور سخت سے سخت ضرورت کے پیش آجانے پر بھی بیت المال سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار
پیغام صلح لاہور

جلد ۱۱ | مورخہ ۳ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۲ھ | نمبر ۵

اتمام حجت

(۳)

انکار نبوت اور سنہ ۱۹۰۱ء

اتمام حجت کے دوسرے نمبر میں میں دکھا چکا ہوں کہ جو نبوت میاں محمود احمد صاحب حضرت مسیح موعود کے سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی کتابوں کی بنا پر آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لفظاً اور معناً وہی نبوت مخالفین نے سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریروں کی بنا پر بلکہ دعوے کے بعد آپ کی سب سے پہلی تحریر کی آپ کی طرف منسوب کی تھی جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب مکفرین کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ اور غلو محبت میں وہی بات کہہ رہے ہیں جو مخالفین نے افراط غضب میں کہی تھی۔ ورنہ جدت کوئی نہیں اور حضرت مرزا صاحب کے سنہ ۱۹۰۱ء سے بعد کی تحریروں میں کوئی ایسی بات نہیں جو سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریروں میں نہ ہو۔ اس نمبر میں میں واقعات کی بنا پر یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں کوئی تبدیلی حضرت مسیح موعود نے اپنے دعوے میں نہیں کی۔

نہ صرف کسی احمدی کے وہم وگمان میں یہ بات نہ تھی کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعود نے اپنے دعوے میں کوئی تبدیلی کی یا اسوقت سے پہلے کی تحریروں میں آپ سے کچھ غلطی ہوتی رہی۔ یا اسوقت سے پیشتر آپ کو لفظ نبی اور محدث کے صحیح معنے نہ آتے تھے۔ اور غلطی سے نبی کی جگہ محدث کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ بلکہ خود میاں صاحب کے ذہن میں یہ سنہ ۱۹۰۱ء آہستہ آہستہ آیا۔ چنانچہ میاں صاحب نے جب اس مسئلہ نبوت پر زور دینا شروع کیا تو سب سے پہلے اپنی کتاب القول الفصل میں صفحہ ۲۴ پر یوں لکھا "غرضیکہ مذکورہ بالا حوالہ سے صاف ثابت ہے کہ تریاق القلوب کی اشاعت تک (جو کہ اگست سنہ ۱۸۹۹ء سے شروع ہوئی۔ اور ۲۵ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء میں ختم ہوئی) آپ کا عقیدہ یہی تھا کہ آپ کو حضرت مسیح پر جزوی فضیلت ہے۔ اور یہ کہ آپ کو جو نبی کہا جاتا ہے تو یہ ایک قسم کی جزوی نبوت ہے۔ اور ناقص نبوت ہے۔ لیکن بعد میں جیسا کہ نقل کردہ عبارت کے فقرہ دو اور تین سے ثابت ہے۔ آپ کو خدا تعالےٰ کیطرف سے معلوم ہوا۔ کہ آپ ہر ایک شان میں مسیح سے افضل ہیں اور کسی جزوی نبوت کے پانیوالے نہیں بلکہ نبی ہیں۔ ہاں ایسے نبی جن کو آنحضرت صلعم کے فیض سے نبوت ملی۔ پس سنہ ۱۹۰۲ء سے پہلے کی کسی تحریر سے حجت پکڑنا بالکل جائز نہیں ہو سکتا"

مگر چونکہ یہ کتاب جلدی میں لکھی گئی تھی۔ (گو اس جلدی کو غلطی سے اعجاز کے طور پر ظاہر کیا گیا) اس لئے میاں صاحب اور کاپیاں پروف وغیرہ پڑھنے والوں کو یہ خیال نہ رہا کہ جس کتاب میں یہ اصول باندھا جاتا ہے۔ کہ حضرت صاحب نے سنہ ۱۹۰۲ء میں اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا۔ اور اس تاریخ یعنی اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء سے پہلے کی کسی تحریر سے حجت پکڑنا بالکل جائز نہیں۔ اسی کتاب میں ۵ نومبر سنہ ۱۹۰۱ء کے ایک ٹریکٹ کے حوالجات چار جگہ پر موجود ہیں صفحات ۴ و ۵ و ۶ و ۷۔ اور چار جگہ خود سنہ ۱۹۰۱ء کی تحریر سے حوالجات نقل کر کے پھر اسی کتاب میں یہ اصول بھی باندھا گیا ہے۔ کہ سنہ ۱۹۰۲ء سے پہلے کی کسی تحریر سے حجت پکڑنا بالکل جائز نہیں ہو سکتا۔ اور تعجب یہ ہے۔ کہ میاں صاحب کے مریدین میں سے بھی کوئی شخص یہ سوال نہیں اٹھاتا کہ جو امر بالکل ناجائز ہے اسکا ارتکاب انہوں نے خود کیوں اسی کتاب میں چار دفعہ کیا۔ مجھ سے اسوقت یہ غلطی ہوئی کہ میں نے اس کتاب کو پڑھ کر یہ اعتراض کر دیا ورنہ آج میاں صاحب اور ان کے مریدین کا یہی عقیدہ ہوتا کہ حضرت صاحب نے سنہ ۱۹۰۲ء میں اپنے دعوے میں تبدیلی کی تھی اور سنہ ۱۹۰۲ء میں ہی آپ کو لفظ نبی اور محدث کے معنے سمجھ آئے۔ اور اس بات کی کچھ بھی پرواہ نہ ہوتی کہ خود سنہ ۱۹۰۱ء کے حوالے بھی دے رہے ہیں۔ کیونکہ میاں صاحب کے مریدین میں ایک حیرت انگیز بات جو میں نے دیکھی ہے وہ یہ ہے۔ کہ ان کو کبھی بھی اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ ہم کو متناقض باتیں کہہ رہے ہیں یا ایسی باتیں کہہ رہے ہیں جو واقعات کے خلاف ہیں۔ بلکہ انہیں صرف اسقدر پتہ ہونا چاہیئے کہ یہ بات میاں صاحب نے لکھدی ہے۔ پھر اس کے حسن وقبح سے اس کے موافق یا خلاف قرآن وحدیث ہونے سے اس کے مطابق یا خلاف واقعات وعقل ہونے سے کوئی بحث نہیں ہوتی۔ وہ اسے اسی طرح مانتے چلے جاتے ہیں جسطرح میاں صاحب فرما دیں۔ اور میں اسبات کا اعتراف کرتا ہوں کہ سنہ ۱۹۰۲ء سے سنہ ۱۹۰۱ء تاریخ بدلنے کی ذمہ داری صرف مجھ پر عائد ہوتی ہے۔ جب میں نے یہ اعتراض کیا۔ تو میاں صاحب نے اپنی دوسری کتاب حقیقۃ النبوت میں فوراً تاریخ بدل دی۔ اور مجھے اس سے بھی انکار نہیں

وستخدا مولوی سید محمد حسن امروہوی - مولوی محمد عبداللہ خاں پٹیالوی -
مولوی محمد مبارک علی سیالکوٹی - مولوی غلام حسین سب رجسٹرار پشاور - مولوی حکیم
مرزا خدا بخش مصنف عسل مصفی - محمد علی لاہور - مولوی محمد یحیی دیو گراں - مولوی
محمد عیسی وہ دیگراں - شیخ رحمت اللہ تاجر لاہور - ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ لاہور -
شیخ منیر اللہ سابق ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان - مولوی محمد حسن قریشی قلعہ دار
شیخ ... اللہ شاعر پنجابی - میاں نبی بخش گورنمنٹ پنشنر لاہور - ڈاکٹر سید طفیل حسین ...
مرزا جمال الدین خوشنویس لاہور - شیخ دین محمد لاہور - ماسٹر فقیر اللہ لاہور - ڈاکٹر
شیخ ... بھاٹی دروازہ لاہور - حافظ فضل احمد حال دہلی - حافظ غلام رسول سوداگر
... غلام حسن سابق پنشن ماسٹر ساکن لوہاری والہ - شیخ غلام حسین ...
احمدی سیالکوٹی - شیخ محمد جان تاجر وزیر آباد - شیخ عبدالرحمن وزیر آباد - مولوی عمر بخش
بی اے ڈیرہ غازیخاں - ولی محمد ملتلخاں ڈیرہ غازیخاں - ماسٹر غلام محمد بی اے ہیڈ ماسٹر
راولپنڈی - حکیم سردار خاں برادر حکیم شاہ نواز مرحوم راولپنڈی - سیٹھ احمد دین سابق
میونسپل کمشنر جہلم - شیخ قمر الدین سوداگر پشم جہلم - مستری عبدالستار جہلم - شیخ غلام محی الدین
اپیل نویس جہلم - مولوی محمد ابراہیم امام مسجد جہلم - ڈاکٹر حیات محمد دندان ساز راولپنڈی -
بابو الٰہی بخش افیسر منشی جہلم - بابو عبدالحق کلرک دفتر نہر جہلم - مستری عبدالستار جہلم -
مستری یعقوب علی جموں - ماسٹر محمد رمضان جموں - ملک شیر محمد خان بی اے پرنسپل
اسسٹنٹ جموں - مفتی فضل احمد جموں - مستری شہاب دین جموں - محمد شاہ جموں -
نواب خان احمد جموں - سید مسعود شاہ مدرس جموں - مستری نظام دین جموں -
سید امیر علی شاہ پنشنر سب انسپکٹر - شیخ ہدایت اللہ پشاور - رمضان علی پشاور -
میاں محمد یکی پشاور - سید لعل شاہ برق پشاور - شیخ فضل کریم پشاور - منشی نواب خاں
سب انسپکٹر گوجرانوالہ - شیخ مولا بخش سیالکوٹ - حکیم شمس الدین سیالکوٹ - میاں
بوٹا سیالکوٹ - ... الدین سیالکوٹ - شیخ محمد جان سوداگر سیالکوٹ چھاؤنی - بابو عطا محمد
اورسیر سیالکوٹ - مرزا حاکم بیگ سیالکوٹ - مستری محمد اکبر ٹھیکہ دار سیالکوٹ - مستری
عبداللہ سیالکوٹ - محمد الدین سیالکوٹ - حاجی فضل دین سیالکوٹ - سید امجد علی کورٹ انسپکٹر
ڈاکٹر حسن علی - محمد سرفراز خاں نمبردار دہلی - محمد عبداللہ ولد خلیفہ رجب الدین لاہور -
عبدالحق راولپنڈی -

اگر میاں صاحب جماعت مسیح موعود میں سے ۹۸ یا ۹۹ فیصدی اپنے ساتھ بتاتے
ہیں - تو اس حساب سے انہیں چاہیئے کہ سات ہزار اصحاب مسیح موعود کی حلفی شہادت
اسکے بالمقابل پیش کریں - جو اس پایہ کے لوگ ہوں - جو حلف اٹھا کر یہ شہادت ادا
کریں کہ انہوں نے نومبر ۱۹۰۱ میں غلطی کا ازالہ نکلنے پر سمجھ لیا تھا کہ آج حضرت مسیح موعود
دعوئی نبوت کرتے ہیں - اور آپکی پہلی تحریریں انکار نبوت پر منسوخ ہوگئیں - سات
ہزار نہ سہی - سات سو اسقدر بھی نہ سہی ستر ہی آدمیوں کی شہادت حلفی پیش کریں -
مگر حلف صفائی سے صرف اس معاملہ پر ہو کہ ۱۹۰۱ء میں ایک غلطی کا ازالہ نکلنے پر انہوں نے
سمجھ لیا تھا - کہ حضرت صاحب نے اپنا دعوی تبدیل کر لیا ہے - اور نبوت کے مدعی
ہوگئے ہیں - اور سابقہ تحریریں انکار نبوت پر منسوخ ہوگئی ہیں - اور اگر وہ ایک بھی
ایسی شہادت پیش نہیں کر سکتے - تو پھر جماعت کو کیوں ایک خطرناک غلطی میں مبتلا کر رکھا ہے

مسلمانوں کا انحطاط

"نئی دنیائے اسلام"، مصنفہ مسٹر لتھراپ سٹاڈرڈ - جسکا ملخص سر ایچ - ایچ
جانسٹن نے انگلستان کے مشہور اخبار آبزرور میں شائع کرایا ہے۔

انیسویں صدی میں عیسائی طاقتوں نے بڑی ترقی کی ہے - اس صدی کے
آغاز یعنی ۱۸۰۰ء سے پیشتر کوئی ملک جہاں آبادی کا غالب عنصر مسلمانوں
پر مشتمل تھا وہاں ایک مسلمان بادشاہ اپنے ہاتھ میں عنان حکومت رکھتا تھا - بلکہ
جنوب مشرقی یورپ اور مصر - شام وغیرہ علاقوں پر بھی ان کا دور دورہ تھا جن
میں زیادہ تر آبادی مسیحیت کے حلقہ بگوشوں کی تھی - تمام شمالی براعظم افریقہ انہی
کے زیر نگیں تھا حتے کہ اسوقت مراکو سے لیکر مصر کی سرحدوں تک اڑھائی سو
سے زیادہ عیسائی آزاد باشندے نہ تھے - ہندوستان کا بہت تھوڑا حصہ ابھی
برطانیہ نے فتح کیا تھا - وسط ایشیا کے مسلمان خان آزادی کے نشہ سے
سرشار تھے - اور سلطان روم کا سکہ آسٹریا ہینگری کی دیواروں تک
رائج تھا -

۱۸۰۰ء کے بعد ان میں انحطاط شروع ہوا - الجیریا اور ٹیونس پر فرانس
نے چھاپا مارا - کوہ قاف اور وسط ایشیا روس کے چنگل میں آگئے اور اس
کے ناخن ٹرکی تک جا پہنچے - ہالینڈ نے جاوا اور سماٹرا کو سنبھال لیا - برطانیہ
ہندوستان کی مالک بن بیٹھی - اور مصر - حبش - سالی لینڈ جنوب مغربی عرب
اپنے زیر اثر کر لئے - موجودہ جنگ عظیم نے اس ٹھوکر خوردہ کو ایک اور لات
رسید کی - اور اب صرف ایشیائے کوچک کا کچھ حصہ عربستان ایران اور
افغانستان عیسائیت کے اقتدار سے محفوظ نظر آتے ہیں -

مسلمانوں کی اس محکومی کا اصل اصول اور حقیقی راز ہمیں یہی معلوم ہوتا
ہے کہ انہوں نے علم سے دوستی چھوڑ دی - ایک زمانہ میں وہ علم میں یورپ
کے اُستاد تھے اور ہنر میں اس کے سرتاج - مگر جسوقت وہ ایک بلند منزل پر
پہنچ گئے تو وہاں اُن کی ترقی کی رفتار رُک گئی - اور جب مغرب میں شہنشاہ
نپولین نے جنگ کی نئی طرح ڈالی تب سے اسلامی ممالک کو یورپ کی تاجداری
کے پختہ ارادہ اور اس بڑھتی ہوئی رو کا نہایت شد و مد سے مقابلہ درپیش
ہوا اور اسی اثناء میں اگر ٹرکی آزادی سے سانس لیتی رہی تو وہ اپنے بل بوتے

پر نہیں بلکہ دول عظمیٰ کی باہمی رقابتوں کی طفیل۔ اور اب ترکوں کی وہ عظیم الشان سلطنت جو آج سے سو سال پہلے وسطی علاقہ یورپ اور ایشیا کے بیشتر حصہ پر حکمران تھی اسکا جھنڈا صرف قسطنطنیہ اور اس کے مضافات میں خطوط ستلج تک لہراتا ہے۔

جرمن نے جب یورپ کے خرمن میں چنگاری ڈال دی۔ اور قیصر کے خاندان نے یورپ کو مغلوب کرنے کی کوشش کی تو اس کا اُلٹا نتیجہ یہ ہوا کہ رہی سہی آزاد مسلمان طاقتیں مطیع بننے لگیں۔ مگر اس افتاد نے دوسرے رنگ میں اپنا گہرا اثر چھوڑا ہے۔ مسلمانوں کے دل میں عیسائی فاتحین کی طرف سے نفرت بیٹھ گئی ہے۔ اور وہ نقش ایسا نہیں کہ جلد محو ہو جائے۔ اور اس کتاب کے مصنف کو اب ایسا نظر آرہا ہے۔ کہ گویا پچیس کروڑ مسلمان جو تا ایندم یورپ کے آستانہ پر ناصیہ فرسائی کر رہے ہیں۔ وہ ایک اجتماعی کوشش کرنے والے ہیں تاکہ مصر اور الجیریا کو اس کے قبضہ اقتدار سے چھڑالیں۔ مگر وہ بعض جگہ اعداد شمار اور گنتی کو زیادہ منصور کر کے غلط مفروضہ پر استدلال کرتا ہے۔ ہمیں نہ تو چین کے آزاد چار کروڑ مسلمانوں کیطرف سے کوئی تحریک عیسائیوں کے خلاف ترکان احرار کی تائید میں دکھائی دیتی ہے جس میں انہوں نے کسی قسم کا ساتھ دیا ہو۔ اور نہ ہی جاوا سماٹرا وغیرہ کے تقریباً اتنے ہی کلمہ گو مسلمانوں کی رگ حمیت میں جوش اور اضطراب نظر آتا ہے۔ باقی رہے ہندوستان۔ افغانستان۔ ایران۔ شام اور مصر کلاں میں استقدر نسلی امتیازات ہیں کہ یکجہتی اور یگانگت اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے یعنی مغربی تہذیب کے خلاف جہاد کرنے اور اس کے تمدن کے پرخچے اڑانے کے واسطے قطعاً موہوم ہیں۔

ہاں اگر کوئی خطرناک دشمن ہو سکتا ہے۔ تو وہ سات کروڑ ہندوستانی مسلمان ہیں۔ اور یہ اسوجہ سے نہیں کہ وہ آبادی کا کثیر حصہ ہیں بلکہ اس لئے کہ ہم سے پہلے تخت اُن کے پاؤں کی چوکی تھا۔ اور تاج ان کی جبین کی زینت۔ ان میں عرب اور پٹھان کا خون جوش مارتا تھا۔ وہ بڑے بہادر اور دلیر تھے۔ ان کے دماغوں میں بلند پروازی تھی لیکن باوجود ان تمام خوبیوں سے مزین ہونے کے ان کی عقل اور فراست مغرب کی سیاست دانوں کا لگا نہ کھا سکی اور ان کے مذہب میں بھی نقص نمایاں تھے علم کا یہ حال کہ تقریباً دس فیصدی لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ اسواسطے اس خطرہ کو بھی اتنی اہمیت دینی فضول۔ ایشیا کے کوچک میں ممکن ہے ترک اپنی آزادی کو سنبھال سکیں۔ مگر وہاں بھی [illegible] لگانے میں مصروف ہیں۔ شام اور فلسطین میں مذاہب کا اسقدر ہجوم [illegible] رہیگی۔ ایران کے واسطے غنیمت ہوگا۔ اگر وہ اپنا سر دشمنے کی [illegible] سرحدوں سے باہر رکھ سکے۔ اگر کوئی اور اس عرصہ شطرنج پر ہماری تسکین قلب لئے کوئی خطرہ دکھائی دے سکتا ہے تو وہ ترکی ایشیا کو چک افغانستان شمال مغربی ہند کے مسلمانان کا اتحاد ہی ہو سکتا ہے۔ ہم مصر کو نوآبادی بنانا نہیں چاہتے۔

ہم اس جگہ صرف نہر سویز کی حفاظت تمام دنیا کے استعمال کے لئے مقصود ہے ہم یہودیوں کو فلسطین میں اپنا گھر بنانے کا موقع دینا چاہتے ہیں البتہ فرانس شام میں ایک اور الجیریا دیکھنا چاہتا ہے۔ عربوں نے قفس سے اپنے پر چھڑا لئے ہیں اور امید نہیں کہ وہ پھر ترک صیاد کے دام تزویر میں آجاویں اور نہ ہی کسی یورپ کی قوم کو ہوس ہے کہ اس ریگستان میں کوئی نوآبادی قائم کرے یا اسے فتح کرلیوے تمام افریقہ مصر کی تھوڑی سی آبادی کو چھوڑ کر ہماری مدح سرائی کرتا ہے اور تو کوئی کونہ نہیں جہاں سے کوئی بھیانک آواز اٹھتی ہو اگر ہماری سلطنت کو کہیں سے کچھ دغدغہ ہے تو ہندوستان کے مسلمانوں سے ہے۔

میرا خیال ہے کہ مسٹر سٹوڈرڈ ذرا مبالغہ سے کام لیکر اس کو زیادہ اہمیت دے رہے ہیں تاہم ہماری توجہ اس طرف منعطف کرادی ہے اور مسلمانوں کا انحراف ہم سے بجائے ٹرکی کے کابل کی انگیجنٹ سے زیادہ ہو سکتا ہے۔ اور اگر یہ سچ ہے کہ تاریخ اپنے اوراق بار بار لاتی ہے تو یہ بھی قرین قیاس ہے کہ کابل ایران پر حملہ آور ہو کر اسے اپنے مذہب کرنے کی کوشش کرے۔

پیغام صلح

اس کتاب کے اقتباس اور اس پر فاضل نامہ نگار کے ریویو کو پڑھ کر مسلمانوں کے غور کے لئے بہت سے بصائر اور عبریں اسلامی سلطنتوں کے اس زوال اور انحطاط کے اسباب اور علل خواہ کچھ ہی ہوں مگر ان رنجیدہ واقعات کو سنکر کون مسلمان ہے۔ کہ جس کا دل رنج اور غم سے بھر نہیں آتا عظیم الشان اسلامی سلطنتوں کا دنیا سے اسقدر جلد اُٹھ جانا نہایت ہی دردناک صدمہ ہے۔ کاش مسلمان کہ جن کی آبادی اب بھی جیسا کہ مندرجہ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے۔ دنیا کے اکثر ممالک کا بیشتر حصہ ہے۔ وقت کی نزاکت کو سمجھ کر اور زمانہ کا رنگ دیکھکر اپنی آیندہ فلاح اور بہبود کے لئے ذاتی رنجشوں اور کاوشوں کو ترک کر کے اتفاق اور یکجہتی کے ساتھ سعی اور کوشش کریں۔ اور اشاعت اسلام سے غفلت اور لاپرواہی برتنے کے سبب سے جو نقصان عظیم ان کو اٹھانا پڑا ہے۔ اس کی طرف توجہ کریں۔ اور عیسائیوں نے اگر ان کے ملکوں پر قبضہ کیا ہے۔ تو یہ ان کے دلوں پر اسلام کی شوکت کو مستولی کردیں اور ان کے گھروں میں پہنچکر اسلام کی تعلیم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی تبلیغ کریں۔

مثیلِ خضر

(تحریر مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب جو سالانہ جلسہ میں پڑھکر سنائی گئی)

حضرت اقدس کا دعوی مسیح موعود ہونیکا تو مشہور ہی ہے۔ لیکن مثیل خضر ہونیکا دعوی براہین احمدیہ ہی میں چند جگہ مذکور ہے۔ چنانچہ چند عبارتوں کے ساتھ سامعین کو متنبہ کیا جاتا ہے۔ صفحہ ۲۴۴ میں آپ اپنی مشابہت خضر کے لئے تحریر فرماتے ہیں۔ یہ الہام ہی تھا جسکے دیکھنے کیلئے موسیٰ جیسے اولوالعزم پیغمبر کو خدا نے اپنے ایک بندہ خضر کے پاس جسکا نام بلیا بن ملکان تھا بھیجا تھا۔ جس کے علم قطعی اور یقینی کی نسبت اللہ تعالیٰ نے آپ فرمایا۔ فوجدا عبدا من عبادنا اتیناہ رحمۃ من عندنا و علمناہ من لدنا علما۔ سو اسی علم قطعی اور یقینی کا یہ نتیجہ تھا کہ خضرؑ نے حضرت موسیٰ کے روبرو ایسے کام کئے کہ جو ظاہراً خلاف شرع معلوم ہوتے تھے۔ کشتی کو توڑا۔ ایک معصوم بچہ کو قتل کیا۔ ایک غیر ضروری کام کو کسی اجرت بغیر سر پر ڈال لیا۔ اور ظاہر ہے کہ خضر رسول نہیں تھا۔ ورنہ وہ اپنی امت میں ہوتا نہ جنگلوں میں اور نہ دریاؤں کے کنارہ پر اور خدا نے بھی اسکو رسول یا نبی کر کے نہیں پکارا۔ مگر جو اسکو اطلاع دی جاتی تھی اسکا نام یقینی اور قطعی رکھا ہے۔ کیونکہ قرآن شریف کے عرف میں علم اوسی چیز کا نام ہے کہ جو قطعی اور یقینی ہو اور خود ظاہر ہے کہ اگر خضر کے پاس صرف ظنیات کا ذخیرہ ہوتا تو اسکے لئے کب جائز تھا کہ اس ظنون پر بھروسا کر کے ان امور کو کرتا کہ جو صریح خلاف شرع اور منکر بلکہ باتفاق تمام پیغمبروں کے کبائر میں داخل تھے۔ اور پھر اس صورت میں حضرت موسے کا اسکے پاس آنا بھی محض بے فائدہ تھا۔ پس جبکہ بہر صورت ثابت ہے کہ خضر کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے علم یقینی اور قطعی دیا گیا تھا۔ تو پھر کیوں کوئی شخص مسلمان کہلا کر اور قرآن شریف پر ایمان لا کر اسبات سے منکر رہے کہ کوئی فرد بشر امت محمدیہ میں سے باطنی کمالات میں خضر کی مانند نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ خدائے حی و قیوم اسبات پر قادر ہے۔ کہ امت مرحومہ محمدیہ کے افراد خاصہ کو اس سے بہتر و زیادہ تر باطنی نعمتیں عطا فرما دے۔ الم تعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر۔ الخ۔ اس میں کس قدر بصراحت مثیل خضر ہونیکا دعوی ہے۔ جو خود براہین سے مذکور ہے اور علم لدنی ہونیکا دعوی بھی چند جگہ تحریر فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضرت خضر کے قصہ میں اللہ تعالیٰ نے علم لدنی کا عطا فرمانا خضر کے لئے ارشاد کیا ہے۔ بے بہرہ لوگوں کے لئے ہدایت کرتے ہیں۔ اور جو علم لدنی کی قدر شناسی سے بے بہرہ ہیں اور جن بے انتہا مراتب یقین اور معرفت تک خدا اپنے طالبوں کو پہنچا سکتا ہے ان عطیات الٰہیہ سے غافل ہیں انکو یہ سمجھ نہیں کہ جس خدا نے اپنے بندوں کے دلوں میں لدنی علم کو یقینی طور پر حاصل کرنے کیلئے سخت جوش ڈالا ہے۔ اور انکو پوری معرفت اور پوری بصیرت اور پورے نور تک پہنچنے کے لئے اپنے غیبی جذبات سے بے قرار کر دیا ہے۔ براہین احمدیہ صفحہ ۲۲۶

اور نیز خضر جن میں سے کوئی بھی نبی نہ تھا۔ یہ سب ملہم من اللہ تھے۔ اور بذریعہ وحی اعلام اسرار غیبیہ سے مطلع کئے جاتے تھے۔ الیٰ قولہ۔ کہ اگر خضر اور موسے کی والدہ کا الہام صرف شکوک اور شبہات کا ذخیرہ تھا اور قطعی اور یقینی نہ تھا۔ تو انکو کب جائز تھا کہ وہ کسی بیگناہ کی جان کو خطرہ میں ڈالنے یا ہلاکت تک پہنچانے یا کوئی دوسرا ایسا کام کرتے جو شرعاً و عقلاً جائز نہیں ہے صفحہ ۵۴۸ وغیرہ وغیرہ (براہین احمدیہ) پس ان عبارتوں سے ثابت ہے کہ حضرت میرزا صاحب کو مثیل خضر ہونیکا جنکا نام براہین احمدیہ میں بلیا بن ملکان لکھا ہے۔ دعوی ہے اہل کتاب کے محاورہ میں یہ نام بھی ان کا ہوگا۔ صاحب تفسیر کبیر وغیرہ اور نیز حضرت اقدس کی تحقیق سے ثابت ہے۔ کہ باوجودیکہ بوقت خضرؑ حضرت خاتم النبین صلعم مبعوث بھی نہ ہوتے تھے پھر بھی حضرت نے خضر کو نبی حقیقی نہیں گردانا۔ اور اب تو حضرت خاتم النبین صلعم کی امت میں باوجودیکہ کسی ولی کا الہام کیسا ہی قطعی کیوں مانا جاوے تب بھی وہ نبی حقیقی نہیں ہو سکتا۔ جبکہ دلائل قاہرہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ آپ خاتم النبین ہیں کوئی حقیقی رسول و نبی سوائے مثیل خضر یا مثیل مسیح کے خواہ مہدی اسکا نام رکھو یا مجدد یا قطب یا ابدال اوتاد نام رکھو نبی حقیقی کوئی نہ ہوگا۔ اگرچہ اسکا الہام قطعی ہو۔ ستر اس میں یہ ہے کہ لفظ نبی کا مشتق نبا سے ہے جسکے معنی خبر کے ہیں۔ جسقدر اخبار ماضی اور آئندہ اور قیامت کی آپنے بیان فرمائی ہیں۔ اگر تمام امت کی اولیاء کی پیشگوئیاں جمع کی جاویں۔ اور نیز انبیاء ماضیین کی اخبار بھی مجتمع کی جاویں تو حضرت صلعم کی پیشگوئیوں کا عشر عشیر بھی نہیں ہو سکتا۔ واسطے تنبیہ کے دو ایک حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔ عن حذیفۃ قال قام فینا رسول اللہ صلعم مقاما ما ترک شیئا یکون فی مقامہ ذالک الی قیام الساعۃ الا حدث بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ قد علمہ اصحابی ہولاء وانہ لیکون منہ الشیء قد نسیتہ فاراہ فاذکرہ کما یذکر الرجل وجہ الرجل اذا غاب عنہ ثم اذا راٰہ عرفہ۔ متفق علیہ۔ اس قسم کی احادیث صحیح بخاری میں اور بھی ہیں [illegible] کی گئیں۔ دوسری حدیث است کے لئے یہ ہے۔ وعن ابی ذر الغفاری قال قلت یا رسول اللہ کیف علمت انک نبی حتی استیقنت فقال یا اباذر اتانی ملکان وانا ببعض بطحاء مکۃ فوقع احدھما علی الارض وکان الآخر

بین السماء والارض فقال احدهما لصاحبه اهو هو قال نعم قال فزنه برجل فوزنت به فرجحته ثم قال زنه بعشرة فوزنت بهم فرجحتهم ثم قال زنه بمائة فوزنت بهم فرجحتهم ثم قال زنه بالف فوزنت بهم فرجحتهم کانی انظر الیهم ینتثرون علی من خفة المیزان قال فقال احدهما لصاحبه لو وزنته بامته لرجحها رواه الدارمی۔

لمعات میں لکھا ہے۔ ینتثرون علی الضمیر لالف الموزون ای ایہا قطون علی من خفة تلک الکفة وفی الحدیث ان للرسول صلعم استدلالا بالخوارق علی معرفة نبوته واخبر ان علمه بذالک ضروری واقع فی القلب ومن الامور کرامات وموہبات لذالک علی ان الغرض الاصلی من بیان ذالک تعریف الامة وتعلیمهم والمقصود انه حصل له العلم منذ ذالک الیوم وهذا کان سیرته صلعم ما فقته للتورات۔ لمعات ۱۲۔

خاتم النبین کی بحث میں لکھا جا چکا ہے۔ کہ خود حضرت خاتم النبین صلعم کی آخری حیات یعنی مرض الموت میں اسود عنسی جو متنبی ہو گیا تھا۔ اس سے جہاد واقع ہوا۔ اور حضرت صدیق اکبر کے عہد خلافت میں مسیلمہ کذاب متنبی سے جہاد ہوا۔ اور بہت صحابہ بلکہ حفاظ قرآن مجید شہید ہوئے اور تمام صحابہ کرام کا اجماع تھا کہ آپ کے بعد کوئی حقیقی نبی نہیں آ سکتا۔ ورنہ جہاد کیوں ہوتا۔ تمام امت کا اجماع اسی امر پر ہے کہ کوئی حقیقی نبی آپ کے بعد نہیں ہو سکتا۔ حضرت اقدس میرزا صاحب کا تمام عمر اخیر تک یہی عقیدہ رہا اور یہی ایمان رہا اور اگر کسی الہام میں لفظ نبی کا آ گیا تو اس کی تاویل بالفاظ جزوی بروزی لغوی اعزازی خطاب وغیرہ سے فرماتے رہے۔ اور حضرت خضر کو باوجودیکہ ما فعلته عن امری وغیرہ بہت الفاظ انکی نسبت فرماتا ہے اور خاتم النبین بھی لکھے وقت میں مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ تاہم حضرت اقدس انکو بھی رسول اور نبی حقیقی نہیں تسلیم کرتے اور نہ دیگر علمائے محققین اور احادیث بآواز بلند پکار پکار کر کہہ رہی ہیں۔ کہ متنبی آپکی رسالت کے بعد کذاب ہے۔ دجال ہے۔ آپکا نام بھی خاتم اور عاقب ہے۔ اور عاقب کے معنے یہی ہیں۔ کہ جسکے بعد کوئی نبی حقیقی نہ آوے۔ اور تاج العروس میں باین عبارت مادہ ختم کے اندر لکھا ہے۔ کہ ختم الشئی بلغ آخرہ ومنہ ختمت القرآن ای انتہیت الی آخرہ الخاتم آخر القوم کالخاتم ومنہ قولہ تعالیٰ وخاتم النبیین ای آخرہم

اسی کے مطابق تمام لغت کی کتابوں میں لکھا ہے۔ مثل صراح اللغات قاموس لسان العرب ومنتہی الارب وغیرہ وغیرہ وکذا وکذا۔

حضرت اقدس کو درود شریف بھیجنے کا حکم ساتھ محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلعم کے الہام میں حضرت صلعم کی آل پر بھی ہوا ہے۔ جیسا کہ براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۵۰۳ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳ سطر ۱۲ میں تحریر فرماتے ہیں۔ اور ایسا ہی الہام متذکرہ بالا میں جو آل رسول پر درود بھیجنے کا حکم ہے۔ سو اس میں بھی یہی سر ہے کہ افاضہ انوار الٰہی میں محبت اہل بیت کو بھی نہایت عظیم دخل ہے۔ اور جو شخص حضرت احدیت کے مقربین میں داخل ہوتا ہے۔ وہ انہیں طیبین طاہرین کی وراثت پاتا ہے۔ اور تمام علوم و معارف میں انکا وارث ٹھیرتا ہے۔ اس جگہ ایک نہایت روشن کشف یاد آیا۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ایک مرتبہ نماز مغرب کے بعد عین بیداری میں ایک تھوڑی سی غیبت حس سے جو خفیف سے خفارسے مشابہ تھی۔ ایک عجیب عالم ظاہر ہوا۔ کہ پہلی ایک دفعہ چند آدمیوں کی جلد جلد آنیکی آواز آئی۔ جیسے بسرعت چلنے کی حالت میں پاؤں کی جوتی اور موزہ کی آواز آتی ہے۔ پھر اسی وقت پانچ آدمی نہایت وجیہ اور مقبول اور خوبصورت سامنے آ گئے یعنی جناب پیغمبر خدا صلعم و حضرت علی و حسنین و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور ایک نے ان میں سے ایسا یاد پڑتا ہے کہ حضرت فاطمہ نے نہایت محبت اور شفقت سے مادر مہربان کی طرح اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔ بعد اس کے ایک کتاب مجھکو دی گئی۔ جسکی نسبت یہ بتلایا گیا۔ کہ یہ تفسیر قرآن ہے۔ جسکو علیؓ نے تالیف کیا ہے۔ اور اب علیؓ وہ تفسیر تجھکو دیتا ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ بعد اسکے یہ الہام ہوا۔ انک علی صراط مستقیم فاصدع بما تؤمر واعرض عن الجاہلین۔ انتہی بلفظہ۔ اور دوسری جگہ صفحہ ۲۶۹ پر فرماتے ہیں۔ نہالے است از باغ قدس وکمال۔ ہمہ آل او بہ پیچ تکمیلے آل۔ ایضا الہام۔ وصل علی محمد وآل محمد والصلوٰۃ ہو المربی۔ ان الہاموں اور کشف اور اسکی شرح جو خود حضرت اقدس نے کی ہے۔ ثابت ہوا کہ تمام اولیاء اللہ کا سلسلہ ولایت حضرت علی اور اہلبیت کرام تک پہنچتا ہے۔ جیسا کہ اس کی شرح مفصلاً ہم نے تذکرۃ رحمۃ للعالمین میں لکھی ہے۔ اور صفحہ ۲۲۲ سطر ۲ نمبر ایک حاشیہ میں ارشاد فرماتے ہیں اب تحریر یہ ہے کہ نورانی برکتوں اور آسمانی نوروں کے بیان میں کہ تا معاند کہ خدا اسکا روسیہ کرے۔ اپنی خبث باطن اور عادت دروغگوئی سے یہ کہنے نہ پاوے کہ آنحضرت سید الطیبین اور اسکی پاک اور طیب آل اور اسکی نورانی جماعت نے آسمانی برکتوں کو نہیں دکھلایا۔ الخ اور صفحہ ۲۵۳ حاشیہ

تحریر ایک ہی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ایک کامل اور مکمل سید آل رسول صلعم والان [illegible] خوشی ہوئی ہے ایک دو بینک گھر سے رہتے ہیں اور سید صاحب کے ہاتھ میں ایک کاغذ ہے جس میں بعض فرزندان امت محمدیہ کے نام لکھے ہوئے تھے۔ اور حضرت خداوند تعالیٰ کی طرف سے انکی کچھ تعریفیں لکھی ہوئی ہیں۔ چنانچہ سید صاحب [illegible] پڑھنا شروع کیا۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ [illegible] کو امت محمدیہ کے ان مراتب سے اطلاع دینا چاہتے ہیں۔ کہ جو عنداللہ انکے لئے مقرر ہیں۔ اور اسی کاغذ میں عبارت تعریفی تمام ایسی تھی۔ کہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی۔ سو وہ پڑھتے پڑھتے وہ کاغذ اخیر تک پہنچ گیا۔ اور کچھ تھوڑی ہی عبارت باقی رہ گئی تب اس عاجز کا نام آیا جس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عبارت تعریفی عربی زبان میں لکھی تھی۔ ھو منی بمنزلة توحیدی و تفریدی فکاد ان یعرف بین الناس۔ یعنی وہ مجھ سے ایسا ہے جیسے میری توحید اور تفرید سو عنقریب لوگوں میں مشہور کیا جاوے گا۔ یہ اخیر فقرہ فکاد ان یعرف بین الناس اسوقت بطور الہام بھی القا ہوا۔ الی قولہ۔ اب دیکھئے کہ یہ خواب اور یہ الہام بھی کس قدر عظیم الشان اور انسانی طاقتوں سے باہر ہے۔ اور گو ابھی تک یہ پیشگوئی کامل طور پر پوری نہیں ہوئی۔ مگر اسکا اپنے وقت پر پورا ہونیکا بھی انتظار کرنا چاہئے۔ کیونکہ خدا کے وعدوں میں ممکن نہیں کہ تخلف ہو۔ انتہی بلفظہ۔

ایہا السامعین از برائے خدا بتلایا جاوے کہ وہ کاغذ کونسا ہے۔ جو اس مکاشفہ کا مصداق کامل ہو بجز کتاب تحذیر المومنین عن اکفار المسلمین کے اور یہ کتاب کس سید آل رسول کی تصنیف ہے۔ جو اس مکاشفہ کو پورا کرتی ہے۔ اور پھر اس حدیث متفق علیہ کو ملاحظہ کیا جاوے جس میں حضرت مسیح موعود نے دو شخصوں کے کندھوں کے سہارے سے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ اور بیان کیا جاوے کہ مولانا نورالدین صاحب مرحوم کے علاوہ دوسرا وہ کونسا شخص ہے۔ جسکو کندھوں کا سہارا خانہ کعبہ کے طواف میں مسیح موعود نے کہا۔ اور پھر اس خط کو ملاحظہ کیا جاوے۔ کہ جو حضرت اقدس کے اپنے ہاتھ اور قلم سے لکھا ہوا ہے۔ اور میر قاسم علی صاحب کے پاس عکس لینے کے لئے موجود ہے۔ جو مجھ سے انہوں نے لیا تھا جس میں دوسرے رجل کی تعین بھی حضرت نے فرمادی ہے۔ اور پھر حقیقت الوحی کے نشانات صدق میں سے ۲۸۲ نشانکو ملاحظہ فرمایا جاوے۔ علاوہ کتابوں کے نشان صداقت ہو چکے یہ شعر الہامی بھی لکھا ہوا ہے۔ ؎

از برائے [illegible] محمد احسن را۔ تارک روزگارے بینم۔ وکذا وکذا۔

اسی صدی میں حضرت میرزا غلام احمد صاحب خضر مثال یا مثیل عیسے ہوئے۔ جیسا کہ انکے دعوی مذکورہ بالا سے ثابت ہے۔ جنہوں نے تائید اسلام کے لئے الہامات متضمن ہلاک مخالفین اسلام وغیرہ وہ کارہائے نمایاں کئے ہیں جو کسی دوسرے عالم سے علماء میں سے ہرگز ہرگز ظہور میں نہیں آسکے۔ اسی بارہ میں البشری و رسالہ مکاشفات و سراج منیر و حقیقت الوحی وغیرہ وغیرہ تصنیف کر کے شائع کی گئیں۔ حضرت میرزا صاحب نے چند شعر الہامی اس لڑائی عالمگیر کی نسبت بھی تحریر فرمائے ہیں۔ منجملہ انکے یہ اشعار ہیں۔ ؎

وہ جو تھے اونچے محل اور وہ جو تھے قصر بریں
پست ہو جائیں گے جیسے پست ہو اک جائے غار
ایک ہی گردش سے گھر ہو جائینگے مٹی کا ڈھیر
جسقدر جانیں تلف ہونگی نہیں ان کا شمار
سخت ماتم کے وہ دن ہونگے مصیبت کی گھڑی
لیک وہ دن ہونگے نیکوں کیلئے شیریں ثمار
آئے گا قہر خدا سے خلق پر اک انقلاب
اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار
یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائینگے
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار
اک جھپک میں یہ زمیں ہو جائیگی زیر و زبر
نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آب رود بار
رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگ یاسمن
صبح کر دیگا انہیں مثل درختان چنار
ہوش اڑ جائیں گے انساں کے پرندوں کے حواس
بھولیں گے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار
ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی
راہ کو بھولیں گے ہو کر مست و بیخود راہوار
خون سے مردوں کے کوہستان کے آب رواں
سرخ ہو جاویں گے جیسے ہو شراب انجبار
مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جن و انس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حال زار

یہ الہام اسوقت کے ہیں کہ اس جنگ عالمگیر عظیم الشان کی کسی کو خبر تک بھی نہیں تھی۔ اور نہ اسکے آثار ظاہر ہوئے تھے۔ ان کتابوں و رسالوں

کو دیکھو۔ تب حقیقت الہام مسیح موعود معلوم ہو مثلاً اس جنگ عالمگیر کا ذکر کرتے ہوئے اسوقت میں کہ اسکا ذکر تک نہیں تھا۔ اور نہ بادشاہوں کو خبر تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار۔ اور ہو بہو طور پر واقع ہوگیا۔ پھر اسی الہام کی تفسیر اور شرح میں رسالجات متعدد لکھے گئے۔ کسی زمانہ میں اسکی نظیر بتلادو۔ کہ کس عالم دین نے شائع کی پھر اگر یہ علم لدنی نہیں تھا۔ تو اور کس ذریعہ سے حاصل ہوا۔ اور الہام یا علی دعہم وانصارھم وزراعتہم۔ اور کتاب الولی ذو الفقار علی جو آپکو الہام ہوا وہ اسی علم لدنی پر متفرع ہے۔ یا نہیں۔ ورنہ الہام میں آپکو علی کیوں کہا جاتا۔ یہیں معلوم ہوا۔ کہ اس چشمہ اسد اللہی سے آپکو یہ فیضان پہنچا ہے۔ آپ کے الہامات اس قدر کثرت سے معلوم ہوتے ہیں۔ کہ سابق اولیا میں ایسی کثرت سے نہیں پائے جاتے۔ پھر وفات عیسیٰ کو دیکھو کہ اکثر یا تمام جمہور مفسرین و محدثین ماضی حضرت عیسیٰ کی حیات کے ہی قائل ہیں۔ اور انہیں علمائے مفسرین و محدثین کی وجہ سے حیات عیسیٰ ایک مسئلہ ایسا عامۃ ہوگیا تھا۔ کہ کفر و ایمان کا دار و مدار تمام لوگوں کو معلوم یا مفہوم ہوتا تھا۔ اور اس وقت کے تمام عوام و خواص حیات عیسیٰ کے ہی قائل تھے۔ اس شدید مسئلہ کو دلائل قرآنی و حدیثی و لدنی سے اور نیز دلائل عقلیہ سے ایسا رد کر دکھا دیا کہ اسکو طرح طرح سے دلائل قاہرہ شرعیہ سے کبھی ادراناحیل سے کبھی وفات کو ثابت کر دیا۔ جس سے مذہب عیسائی کی پوری موت وارد ہوگئی۔ اور اسلام کی کامل زندگی حاصل ہوئی۔ اور پھر ایسے وقت میں کہ تمام دنیا میں عیسائی مذہب پھیل رہا ہے۔ جسکے رد کرنے کی ضرورت سخت تھی۔ اللہ اکبر آجتک کسی کی مجال نہ ہوئی۔ کہ دلائل شرعیہ سے حیات عیسیٰ ثابت کر سکے دیکھو صرف افادات بخاری ہی کو ازالہ اوہام میں جو صفحہ ۵۸۵ سے لیکر ۹۰۴ تک آپنے لکھی ہے۔ جو فتح الباری میں بھی ہیں لکھی گئی۔ حالانکہ لا ہجرۃ بعد الفتح اس کی نسبت وارد ہے۔ پس ایسی غلطی کا نکالنا جو تخمیناً تیرہ سو برس سے اہل اسلام میں تمام جم غفیر کی اور تمام مذاہب میں سوائے ایک دو مذہب کے شہرت پاگئی تھی۔ اسکا رد کر دینا اور پھر ایسے دلائل قاہرہ سے جسکا جواب آجتک علمار مخالفین سے نہیں ہو سکتا۔ بغیر علم لدنی کے کیونکر ہو سکتا ہے۔ ابھی اسوقت میں انکے شاگردوں میں سے مولانا مولوی محمد علی صاحب فاضل ایم اے امیر جماعت احمدیہ لاہور سے ایک رسالہ دربارہ وفات عیسیٰ تالیف فرمایا ہے۔ جسکا نام ہے مسیحیت کا آخری سہارا۔ کوئی عالم علما مخالفین میں سے اسی کا جواب دیں۔ ورنہ بکواس ہر ایک شخص کر سکتا ہے۔ پھر یہ زمانہ بھی ایسا نہیں کہ جو کوئی شخص بلا دلیل کسی دعویٰ کو تسلیم کر سکتا ہو

پس بغیر تعلیم اور تعلم کے کسی اسکول یا کالج میں ایسے مسئلہ غلط کو غلط ثابت کر دینا خارق عادت اور علم لدنی نہیں تو اور کیا ہے۔ حالانکہ حضرت عیسیٰؑ کی حیات اور آسمان پر بجسد عنصری رفع ہونا عیسائی مذہب کا بڑا سہارا رہا ہے اور تھا۔

تیسرا امر عربی زبان میں کتابوں کا لکھنا ہے۔ اور وہ بھی متحدیانہ لکھی گئیں۔ مثل حمامۃ البشریٰ و اعجاز المسیح و اعجاز احمدی و سیرۃ الابدال و خطبہ الہامیہ وغیرہ وغیرہ۔ واضح ہو کہ آپ نے کسی مدرسہ عربی یا سکول کالج میں کسی قسم کی تعلیم حاصل نہیں کی۔ پس پھر عربی زبان میں ایسی کتابوں متحدیہ کا لکھنا اگر خرق عادت نہیں جو علم لدنی سے یہ بات حاصل ہوتی ہے تو اور کیا ہے۔ خصوصاً سورہ فاتحہ کی تفسیر عربی زبان میں اپنے دعاوی کے اثبات میں ستر دن میں ایسی لکھی اور شائع بھی اسی مدت میں کی کہ مقابل میں علمائے عرب و عجم اس کے جواب لکھنے سے عاجز رہے۔ اور ہیں چنانچہ اس کے ٹائٹل پیج پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔ من سرہ ان یقرء الفاتحۃ مع معارفہا المخفیۃ و حقائقہا الروحانیۃ فلیقرء تفسیرنا ھذا بالتدبر و ھٰکذا الذین لا یحسبون ساعۃ للمقابلۃ فان کتاب لیس لہ جواب ومن قام للجواب وتنمر فسوف یری انہ تندم و تذمر ...... ما اصطفیناہ واخذ ما اعطیناہ وما جاء کالذی لبس الحماقۃ و خلع الصدق ... ھو علی الذی یجہلونا ویبغون التلبیس ویقولون لیس عندھم من علم العربیۃ من مطالبہ۔ وانا اقرھنا بان کتبنا کلہا من حول اللہ ذی الجلال۔ وما نحن الا کالجہال۔ وان کتابی ھذا بلیغ و فصیح و ملیح وانی سمیتہ اعجاز المسیح۔

اردو میں تحریر فرماتے ہیں۔

اے دوستو جو پڑھتے ہو ام الکتاب کو ٭ اب دیکھو میری آنکھوں سے اس آفتاب کو
سوچو دعا فاتحہ کو پڑھ کے بار بار ٭ کرتی ہے یہ تمام حقیقت کو آشکار
دیکھو خدا نے تم کو بتائی دعا یہی ٭ اس کے حبیب نے بھی پڑھائی دعا یہی
پڑھتے ہو پنج وقت اسکو اس زمیں ٭ جاتے ہو اسکی رہ سے در بے نیاز پر
اسکی قسم کہ جس نے یہ سورت اتاری ہے ٭ اس پاک دل پہ جسکی وہ صورت پیاری ہے
یہ میرے رب سے میرے لئے اک گواہ ہے ٭ یہ میرے صدق دعویٰ پہ مہر الٰہ ہے
میرے مسیح ہونے پہ یہ اک دلیل ہے ٭ میرے لئے یہ شاہد رب جلیل ہے
پھر میرے بعد اوروں کی ہے انتظار کیا ٭ توبہ کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا

(باقی آئندہ)

حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی تقریر

بتقریب جلسہ سالانہ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۶۱ء

ن والقلم وما یسطرون ما انت بنعمۃ ربک بمجنون وان لک لاجراً غیر ممنون. وانک لعلیٰ خلق عظیم فستبصر و یبصرون بایکم المفتون ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین۔

دوات اور قلم یہ دو چیزیں اور تیسری جو ان دونوں سے پیدا ہوگی۔ وہ ثابت کرے گی۔ کہ تو (اے محمد) مجنون نہیں۔ قرآن کریم کی اس آیت میں ایک عظیم الشان پیشگوئی کی گئی ہے۔ کہ دنیا میں جسقدر بھی کتابوں اور علوم کی ترقی اور اشاعت ہوگی وہ یہ ثابت کرے گی۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے فضل سے کوئی معمولی انسان نہ تھا بلکہ ایک ایسا عظیم المرتبت انسان تھا کہ دنیا میں علم خواہ کتنی بھی ترقی کیوں نہ کر جائے۔ مگر وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی بات کو جھٹلا نہیں سکیگا۔ بلکہ وہ اسکی تعلیم کی تصدیق کرے گا۔ دنیا اس بات کو جانتی ہے۔ تاریخ اور سیر کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اور دوست و دشمن دونوں کو اس امر کا اقرار ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک امی انسان تھے۔ وہ کسی مدرسہ بیت العلوم یا معلم سے تعلیم یافتہ نہ تھے امی ہونے کے باوجود اتنا بڑا دعوے کرنا کہ کوئی اہل علم اس کی تعلیم کو جھٹلا نہیں سکیگا بلکہ علم خواہ کتنا بھی ترقی کیوں نہ کر جائے وہ اس کی تعلیم کی تصدیق کرے گا۔ یہ بجائے خود اس کی صداقت کی ایک زبردست دلیل ہے۔ ایک جھوٹا انسان مرد میدان بن کر یہ دعوے قطعاً نہیں کر سکتا کہ دنیا میں کوئی شخص اس کو جھوٹا ثابت نہیں کر سکیگا۔ کبھی ایک نامرد اور کمزور انسان کسی شہزور کو مقابلہ کے لئے نہیں بلا سکتا بلکہ ایسی آواز نکالتے ہوئے اسکا دل اندر ہی کانپتا ہے۔ اور اپنی جان بچانے کی تدبیریں سوچتا رہتا ہے۔ مگر یہ محمد رسول اللہ صلعم کسقدر بہادر اور کتنے بڑے دل و گردہ کا انسان تھا۔ اور اس کو اپنی صداقت کا کسقدر یقین تھا۔ کہ وہ علی الاعلان دنیا کو پکار کر کہہ دیتا ہے۔ کہ دنیا کے کل علوم اس کی صداقت کی تصدیق کریں گے نہ صرف اسوقت کے علوم ہی اس کے مصدق ہیں۔ بلکہ وما یسطرون نے مستقبل کا صیغہ بول کر یہ بتلا دیا کہ جو علوم آیندہ پیدا ہوں گے۔ وہ بھی آپ کی صداقت کی تصدیق کریں گے۔ غرض یہ ایک بہت ہی بڑا دعوے ہے۔ کہ جس کے اندر ضمناً یہ پیشگوئی بھی موجود ہے۔ کہ آیندہ دوات اور قلم کی مدد سے بہت بڑے بڑے علوم پیدا ہونے والے ہیں۔ یہ پیشگوئی کس شان و شوکت کے ساتھ پوری ہوئی۔ اسپر تاریخ اور زمانہ خود ہی شاہد ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم کے نوکروں نے کسقدر کمال تمام علوم میں دکھایا کہ نہایت ہی قلیل سے زمانہ میں وہ کل دنیا کے استاد سمجھے جانے لگے اور ان کے کمال کا ادنیٰ سا کرشمہ یہ ہے۔ کہ یورپ آج بھی اسقدر علوم و فنون کی ترقی کے باوجود ان مسلمان علماء اور کاریگروں کا شرمندۂ احسان ہے۔ اور ان کے تیار کردہ کاموں کو اپنے سامنے بطور نمونہ رکھتا ہے۔ سپین کا وہ عظیم الشان محل کہ جو قصر الحمرا کے نام سے مشہور تھا اور مسلمانوں کے فن انجنیرنگ میں کمال پر زبان حال سے شاہد ہے۔ آج صدیاں گذر جانے پر بھی ہمارا شہنشاہ جارج اس کے نمونہ پر اپنا محل بنانا فخر سمجھتا ہے۔ چنانچہ یورپ کے بہترین کاریگروں کو بلا کر ولایت میں اسی نمونہ کا ایک محل تیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ تاکید بھی کی گئی کہ کوئی بات بھی قصر الحمرا کی اس محل کے بنانے میں نظر انداز نہ کیجائے الغرض اسی نمونہ پر وہ محل ولایت میں تیار کیا گیا۔ اور نقل کرنے والوں نے اس محل کی تصویر اتارنے میں یہاں تک احتیاط کی کہ میں جب اس محل کو دیکھنے کے لئے گیا تو اس کے اوپر ایک جگہ بہت موٹے الفاظ اور عربی رسم الخط میں لاغالب الا اللہ لکھا ہوا دیکھا اصل محل میں چونکہ یہ لکھا ہوا تھا۔ اس لئے نقل کرنے والوں نے بغیر سوچے سمجھے اسکو بھی نقل کر دیا۔ اور ایک فن انجنیرنگ پر ہی کیا منحصر ہے۔ تمام علوم و فنون میں یورپ مسلمان علماء کا ہی شاگرد ہے۔ کیا فلسفۂ دانش و بینش میں یورپ آج ابن رشد کا خوشہ چین اور سبق آموز نہیں۔ غرض قرآن کریم کی یہ پیشگوئی کس شان و شوکت کے ساتھ پوری ہوئی کہ ایک امی شخص کی غلامی میں آکر لوگ تھوڑے ہی عرصہ میں استاد زمانہ بن گئے۔ تو خود وہ شخص کسقدر بلند پایہ کا انسان ہوگا۔ ایک امی شخص کہ جو دنیا میں کسی معلم کا شرمندہ احسان نہیں ہوا وہ ایک ایسی عظیم الشان کتاب پیش کرتا ہے۔ اور دعوے سے کہتا ہے فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین۔ اس کتاب کے ایک ٹکڑے اور چھوٹے سے حصے کی نظیر تم کوئی کتاب بنا کر لے آؤ۔ اور تمام دنیا جہان کے علماء اور فضلاء کو اپنی مدد کے لئے اکٹھا کر لو مگر تم ہرگز اس کی مثل سورۃ بنا کر نہ لا سکو گے۔ فصحاء عرب جیسے باکمال لوگوں کے سامنے کہ جو تمام دنیا کو اپنے بالمقابل گنگ سمجھتے تھے۔ اُن کا نام عجمی رکھتے تھے ان کے سامنے یہ دعوے کرنا کہ تم اس کی نظیر نہیں لا سکو گے بہت ہی بڑا دعوے ہے۔ مگر یہ صرف دعوے ہی نہیں خود اُن لوگوں سے منوا لیا کہ فی الواقعی یہ ایک بے نظیر کلام ہے اور کسی شخص کو یہ یارا نہیں کہ اس کی کسی چھوٹی سے چھوٹی سورۃ کی بھی مثل لا سکے فصحاء عرب کی گردنیں اس کے سامنے جھک گئیں اور ان کو مجبوراً ماھذا کلام البشر کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں کہکر اس امر کا اعتراف کرنا پڑا۔ قرآن کریم کے اس دعوے بے نظیری کو صرف فصحاء عرب نے ہی تسلیم نہیں کیا بلکہ آج تک اسلام کے دشمنوں کو بھی اس امر کا اعتراف ہے۔ پروفیسر ہرشفیلڈ ایک جرمن پروفیسر ہے۔ اور علوم عربیہ کا ماہر ہے۔ اس نے لکھا ہے۔ کہ قرآن

علوم میں تمام لٹریچر سے بڑھ کر ایک بے نظیر کلام ہے۔ وہ قرآن کریم کہ جو ایک امی نے پیش کیا وہ تمام عربی لٹریچر میں اپنی نظیر نہیں رکھتا یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔ انجیل کو باوجود اس کے کہ بڑے بڑے قابل اور جید عالم رگڑ رگڑ کر صاف کر کے پیش کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ اس کی نسبت فصاحت و بلاغت کا دعوے نہیں کر سکتے بلکہ ہر چند سال کے بعد اسکو بدلنا پڑتا ہے۔ یہ تو اس کی ظاہری خوبی کا حال ہے۔ اپنی تعلیم کے لحاظ سے بھی انجیل کا قرآن کریم کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں۔ اناجیل میں جناب مسیح کا کوئی عملی اعلےٰ درجہ کا نمونہ پیش نہیں کیا گیا۔ ان کی بیوی بچوں کا تو ذکر نہیں کہ جس سے یہ پتہ چل سکے کہ وہ ان کے ساتھ کس طرح سے سلوک کرتے تھے البتہ ان کی والدہ ماجدہ کا ذکر اکثر آتا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ اپنے یار دوستوں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کی ماں بھی ماماتا کی ماری ان کو تلاش کرتی ہوئی وہاں آنکلی۔ اس کے متعلق لکھا ہے کہ تب کسی نے اس سے کہا کہ دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے تجھ سے کچھ بات کیا چاہتے ہیں۔ پر اس نے خبر دینے والے کو کہا کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی، متی ۱۲: ۴۷ مرقس ۳: ۳۱۔ لوقا ۸: ۱۹۔ یہ ہے وہ اخلاق کا نمونہ جو انجیلی یسوع نے اپنی ماں کے ساتھ دکھایا۔ کیا اس نمونہ کو سامنے رکھکر عیسائی اپنے والدین کے ساتھ سلوک کریں گے غرض اناجیل کی یہ تعلیم کسی صورت میں قابل عملدرآمد نہیں ہو سکتی۔ یہی حال ہندوؤں کے وید کا ہے۔ اول تو اس کے سمجھنے کے لئے ہی گھر بار سے علیحدہ ہو کر ۲۷ سال کی محنت شاقہ درکار ہے۔ ایسی مشکل کتاب سے کوئی اپنی عمر کھو کر ہی شاید کچھ فائدہ حاصل کر سکے مگر قرآن کریم کی تعلیم بہت ہی آسان ہے۔ اسقدر آسان ہونے کے باوجود اس کی زبان کا حد درجے کی فصیح ہونا بھی کوئی کم معجزہ نہیں۔ ایسا اعلےٰ درجہ کا کلام۔ [illegible] جب سے اس کا نزول ہوا اسی وقت سے عربی زبان کے شعرا اور فصحا قرآن کریم سے ہی سند لیتے ہیں اور جب کبھی کسی کلام کے فصیح یا غیر فصیح ہونے کا جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔ تو وہی کلام فصیح سمجھا جاتا ہے۔ کہ جس کی تصدیق قرآن کریم کر دیتا ہے۔ و [illegible] ہر برٹس جرمن پروفیسر لکھتا ہے کہ قرآن کے بعد دوسرے درجہ پر حدیث کی زبان فصیح ہے۔ قرآن کریم تو خیر اللہ تعالےٰ کا کلام ہے وہ تو فصیح ہونا ہی چاہئے۔ مگر حدیث کی زبان بہت اعلےٰ درجہ کی زبان ہے۔ ایک امی شخص جو کسی مدرسہ کا تعلیم یافتہ نہیں وہ ایسی اعلےٰ درجہ کی تعلیم پیش کرتا ہے۔ اگر یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے نہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے۔ کہ وہ ایسا معجز نما کلام پیش کر سکے۔ شروع میں جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ پر کلام الٰہی لیکر نازل ہوئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ اِقْرَأْ یعنی آپ پڑھئے حضور نے جواب دیا مَا اَنَا بِقَارِئٍ۔ میں تو پڑھا ہوا نہیں۔ اس نے پھر اقرأ کہا آپ نے پھر وہی جواب دیا اس نے پھر تیسری مرتبہ اقرأ کہا تو آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ ایسا امی شخص ایک ایسا اعلیٰ درجہ کا کلام پیش کرتا ہے۔ اور پھر تمام دنیا بھر کے فصحا اور بلغا کو چیلنج دیتا ہے کہ تم ایسا معجز نظام کلام لاؤ تو یہ خدا کی تعلیم اور اعانت کے بغیر کیسے ہو سکتا ہے پھر اس تعلیم نے دنیا میں کسقدر عالم اور دانا لوگ پیدا کر دیئے اور انہوں نے دنیا میں کسقدر علوم کو ترقی دی کہ آج یورپ بھی ان کے احسان سے زیر بار ہے۔ ان کا شرمندہ احسان ہے نہ صرف مردوں نے ہی علوم میں ترقی کی بلکہ مسلمانوں میں عورتیں بھی بڑی بڑی عالمہ اور فاضلہ گزری ہیں پھر ان کی علمیت صرف دنیوی علوم تک ہی ختم نہیں تھی بلکہ زہد و تقوےٰ اور دینداری میں بھی وہ بے نظیر گذری ہیں یہ اسی امی کے فیض صحبت کا اثر تھا۔ کہ حضرت عائشہ رض بے نظیر عابدہ زاہدہ اور فقیہہ مشہور ہوگئی۔ چنانچہ آپ کی نسبت لکھا ہے۔ کہ کانت عالمۃ فقیہۃ زاہدۃ عابدۃ۔ وہ ایک فقیہہ زاہدہ عابدہ اور عالمہ عورت تھی۔ بدباطن اور نفس پرست لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے زیادہ بیویاں کی ہیں اور آپ عیاش طبع انسان تھے۔ مگر ان کو یہ معلوم نہیں کہ آنحضرت صلعم کی صرف ایک عائشہ ہی باکرہ عورت تھی کہ جو آپ کے نکاح میں آئی تھی۔ باقی سب کی سب بیویاں بعض شہید شدہ دوستوں کی بیویاں تھیں۔ کہ جن کی امداد کے لئے ان سے نکاح کر لیا گیا تھا اور بعض دشمنوں کی کہ جن کے ساتھ رابطہ اتحاد بڑھانے اور فساد کو کم کرنے کے لئے تعلق پیدا کر لیا گیا تھا۔ آپ کی سب سے پہلی بیوی خدیجہ کی عمر ۴۰ سال تھی کہ جب آپ نے ۲۵ برس کی عمر میں اس کے ساتھ نکاح کیا۔ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ چونکہ ایک امیر اور دولتمند عورت تھی اس لئے آپ نے اس کی دولت پر قبضہ کرنے کیلئے اس کے ساتھ شادی کر لی ہو گی۔ مگر اگر یہی وجہ تھی تو آپ کو چاہئے تھا کہ اس کی دولت کو حاصل کر کے خوب عیش اڑاتے۔ مگر آپ کی سیرت سے ثابت ہے کہ آپ اس مال و متاع کے گھر میں ہوتے ہوئے اور ایسی فرمانبردار بیوی کے ہوتے ہوئے شب و روز کئی کئی دنوں تک غار حرا کے سنسان مقام میں مصروف عبادت رہتے تھے پھر آپ کی قوت قدسی اسقدر زبردست تھی کہ آپنے چالیس سال کے بعد ایک نوجوان نہایت خوبصورت باکرہ عورت سے شادی کی اور بجائے اس کے کہ اس کے ساتھ عیش و عشرت کے ساتھ زندگی گذارتے آپنے اس نوجوان عورت کی زندگی کو ہی پلٹ دیا۔ اور اسکو ایک عالمہ زاہدہ فقیہہ اور عبادت گذار عورت بنا دیا کیا کوئی شہوت پرست انسان کسی نوجوان عورت کے اندر اسقدر پاکیزگی اور زہد و فقاہت پیدا کر سکتا ہے۔ جو شخص اپنی شاہانہ شوکت کے دنوں میں ایک نوجوان عورت کی زندگی کے اندر اسقدر طہارت پیدا کر سکتا ہے۔ وہ خود کسقدر مزکی اور مطہر انسان ہوگا۔

(باقی دارد)

ناظرین خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیا کریں (منیجر)

علوم تھیں تمام لٹریچر [illegible] علوم سے۔ وہ قرآن کریم جو ایک امی نے پیش کیا وہ تمام عربی لٹریچر [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت ہے۔ انجیل باوجود اس کے کہ بڑے بڑے قابل اور جید عالم [illegible] صاف کر کے پیش کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ اس کی نسبت فصاحت و بلاغت کا دعوے نہیں کر سکتے بلکہ ہر چند سال کے بعد اسکو بدلنا پڑتا ہے۔ یہ تو اس کی ظاہری خوبی کا حال ہے۔ اپنی تعلیم کے لحاظ سے بھی انجیل کا قرآن کریم کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں۔ انجیل میں جناب مسیح کا کوئی خلق اعلےٰ درجہ کا نمونہ پیش نہیں کیا گیا۔ ان کی بیوی بچوں کا تو ذکر نہیں کہ جس سے یہ پتہ چل سکے کہ وہ اُن کے ساتھ کس طرح سے سلوک کرتے تھے البتہ اُن کی والدہ ماجدہ کا ذکر آتا ہے۔ ایک واقعہ کا ذکر ہے کہ آپ اپنے یار دوستوں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کی ماں بھی مامتا کی ماری ان کو تلاش کرتی ہوئی وہاں آنکلی۔ اس کے متعلق لکھا ہے کہ تب کسی نے اس سے کہا کہ دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے تجھ سے کچھ بات کیا چاہتے ہیں۔ پر اس نے خبر دینے والے کو کہا کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی۔ متی ۱۲: ۴۸ مرقس ۳: ۳۳۔ لوقا ۸: ۱۹۔ یہ ہے وہ اخلاق کا نمونہ جو انجیلی یسوع نے اپنی ماں کے ساتھ دکھایا۔ کیا اس نمونہ کو سامنے رکھکر عیسائی اپنے والدین کے ساتھ سلوک کریں گے غرض انجیل کی یہ تعلیم کسی صورت میں قابل عملدرآمد نہیں ہو سکتی۔ یہی حال [illegible] کے وید کا ہے۔ اول تو اس کے سمجھنے کے لئے ہی [illegible] ۲۷ سال کی محنت شاقہ درکار ہے۔ ایسی مشکل کتاب سے کوئی اپنی عمر کھو کر ہی شاید کچھ فائدہ حاصل کر سکے مگر قرآن کریم کی تعلیم بہت ہی آسان ہے۔ اسقدر آسان ہونے کے باوجود اس کی زبان کا حد درجے کی فصیح ہونا بھی کوئی کم معجزہ نہیں۔ ایسا اعلےٰ درجہ کا کلام ہے کہ جب سے اس کا نزول ہوا اسی وقت سے عربی زبان کے شعرا اور فصحا قرآن کریم سے ہی سند لیتے ہیں اور جب کبھی کسی کلام کے فصیح یا غیر فصیح ہونے کا جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔ تو وہی کلام فصیح سمجھا جاتا ہے۔ کہ جس کی تصدیق قرآن کریم کر دیتا ہے۔ وہاں پر ایک جرمن پروفیسر لکھتا ہے کہ قرآن کے بعد دوسرے درجہ پر حدیث کی زبان فصیح ہے۔ قرآن کریم تو خیر اللہ تعالےٰ کا کلام ہے وہ تو فصیح ہونا ہی تھا۔ مگر حدیث کی زبان بہت اعلےٰ درجہ کی زبان ہے۔ ایک امی شخص جو کسی مدرسہ کا تعلیم یافتہ نہیں وہ ایسی اعلےٰ درجہ کی تعلیم پیش کرتا ہے۔ اگر یہ اللہ تعالےٰ کیطرف سے نہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ وہ ایسا معجز نما کلام پیش کر سکے۔ شروع میں جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ پر کلام الہٰی لیکر نازل ہوئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ اِقْرَأْ یعنی آپ پڑھیئے۔ حضور نے جواب دیا ما انا بقارئ۔ میں تو پڑھا ہوا نہیں۔ اس نے پھر اقرأ کہا آپنے پھر وہی جواب دیا اس نے پھر تیسری مرتبہ اقرأ کہا تو آپنے پھر وہی جواب دیا۔ ایسا امی شخص ایک ایسا اعلےٰ درجہ کا کلام پیش کرتا ہے۔ اور پھر تمام دنیا بھر کے فصحا اور بلغا کو چیلنج دیتا ہے کہ تم ایسا معجز نظام کلام لاؤ تو یہ حضور کی تعلیم اور تعلیمات کے بغیر کیسے ہو سکتا ہے پھر اس تعلیم نے دنیا میں کیسے عالم اور [illegible] لوگ پیدا کئے اور انہوں نے دنیا میں کسقدر علوم کو ترقی دی کہ آج یورپ [illegible] ان کا شرمندہ احسان ہے۔ نہ صرف مردوں نے ہی علوم میں ترقی کی بلکہ مسلمانوں میں عورتیں بھی بڑی بڑی عالمہ اور فاضلہ گزری ہیں پھر ان کی علمیت صرف دنیوی علوم تک ہی ختم نہیں تھی بلکہ زہد و تقوی اور دینداری میں بھی وہ بے نظیر گزری ہیں یہ اسی امی کے فیض صحبت کا اثر تھا۔ کہ حضرت عائشہ رض بے نظیر عابدہ اور زاہدہ اور فقیہہ مشہور ہوگئی۔ چنانچہ آپ کی نسبت لکھا ہے۔ کہ کانت عالمۃ فقیہۃ زاہدۃ عابدۃ وہ ایک فقیہہ زاہدہ عابدہ اور عالمہ عورت تھی۔ بد باطن اور زن پرست لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے زیادہ بیویاں کی ہیں۔ اور آپ نعوذ باللہ شہوانی انسان تھے۔ مگر ان کو یہ معلوم نہیں کہ آنحضرت صلعم کی صرف ایک عائشہ ہی باکرہ عورت تھی کہ جو آپ کے نکاح میں آئی تھی۔ باقی سب کی سب بیوہ یا مطلقہ تھیں۔ بعض فوت شدہ دوستوں کی بیویاں تھیں۔ کہ جن کی امداد کے لئے ان سے نکاح کر لیا گیا تھا اور بعض دشمنوں کی کہ جن کے ساتھ رابطہ اتحاد بڑھانے اور فساد کو کم کرنے کے لئے اتفاق پیدا کر لیا گیا تھا۔ آپ کی سب سے پہلی بیوی خدیجہ کی عمر ۴۰ سال تھی۔ کہ جب آپ نے ۲۵ برس کی عمر میں اس کے ساتھ نکاح کیا۔ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ چونکہ ایک امیر اور دولتمند عورت تھی اس لئے آپ نے اس کی دولت پر قبضہ کرنے کیلئے اس کے ساتھ شادی کر لی ہوگی۔ مگر اگر یہی وجہ تھی تو آپ کو چاہیئے تھا کہ اس کی دولت کو حاصل کر کے خوب عیش اڑاتے۔ مگر آپ کی سیرت سے ثابت ہے کہ آپ اس مال و متاع کے گھر میں ہوتے ہوئے اور ایسی فرمانبردار بیوی کے ہوتے ہوئے شب و روز کئی کئی دنوں تک غار حرا کے سنسان مقام میں مصروف عبادت رہتے تھے پھر آپ کی قوت قدسی اسقدر زبردست تھی کہ آپنے چالیس سال کے بعد ایک نوجوان نہایت خوبصورت باکرہ عورت سے شادی کی اور بجائے اس کے کہ اس کے ساتھ عیش و عشرت کے ساتھ زندگی گذارتے آپنے اس نوجوان عورت کی زندگی کو ہی پلٹ دیا۔ اور اسکو ایک عالمہ زاہدہ فقیہہ اور عبادت گذار عورت بنا دیا کیا کوئی شہوت پرست انسان کسی نوجوان عورت کے اندر اسقدر پاکیزگی اور زہد و فقاہت پیدا کر سکتا ہے۔ جو شخص اپنی شاہانہ شوکت کے دنوں میں ایک نوجوان عورت کی زندگی کے اندر اسقدر طہارت پیدا کر سکتا ہے۔ وہ خود کسقدر مزکی اور مطہر انسان ہوگا۔

(باقی آئندہ)

ناظرین خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیا کریں (منیجر)

بن بیاہی ماں کی اولاد

[illegible] انگلستان کے ماہوار رسالوں میں سب سے زیادہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے اس کے ستمبر نمبر میں ایک باہنر خاتون مسز ہارٹلی نے ایک عبرت انگیز مضمون تحریر کیا ہے جسکا عنوان "بن بیاہی ماں کی اولاد" ہے۔ اس میں انگلستان میں ناجائز بچوں کی سالانہ شرح ولادت سے متعلق کچھ نقشے بھی دئیے ہیں ان نقشوں میں سے ہم اعداد ذیل کا اقتباس کرتے ہیں۔

سال	مجموعی ولادتیں	جائز	ناجائز
۱۹۱۴	۸۷۹۰۹۶	۸۴۱۷۶۷	۳۷۳۲۹
۱۹۱۵	۸۱۴۶۱۴	۷۷۸۳۶۹	۳۶۲۴۵
۱۹۱۶	۷۸۵۵۲۰	۷۴۷۸۳۱	۳۷۶۸۹
۱۹۱۷	۶۶۸۳۴۶	۶۳۱۳۳۶	۳۷۰۱۰
۱۹۱۸	۶۶۲۶۶۱	۶۲۱۲۰۹	۴۱۴۵۲
۱۹۱۹	۶۹۲۴۳۸	۶۵۰۵۶۲	۴۱۸۷۶

یہ واضح رہے کہ انگلستان میں مردہ بچوں کی ولادت کا سرکاری کاغذات میں اندراج ہونا ضروری نہیں۔ اسلئے ہر سال ہزارہا ناجائز بچوں کی ولادت غیر معلوم رہ جاتی ہے۔ جن ممالک میں مردہ بچوں کی ولادت کا بھی سرکاری حساب رہتا ہے وہاں یہ معلوم کیا گیا ہے کہ جائز ولادتوں میں مردہ بچے [illegible] فیصدی ہوتے ہیں اسلئے اگر انگلستان میں مردہ بچوں کی ولادتیں بھی درج رجسٹر ہوتی رہتیں۔ تو ناجائز بچوں کا شمار اعداد بالا سے کہیں زیادہ ہو جاتا۔

کچھ عجب نہیں کہ یہ بھی مدنظر رہے کہ ناجائز تعلق ازدواجی کا نتیجہ ہر صورت [illegible] نہیں۔ بلکہ مغرب کی [illegible] کی بنا پر بہت ہی نادر صورتوں میں اولاد کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے تو یا کہ اس عصمت شعار خواتین انگلستان کی اندرونی زندگی کا پورا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ اس واقعہ کے تذکرہ سے انگلستان یا کسی مغربی ملک کی حیات اخلاقی پر خدانخواستہ اعتراض کرنا ہرگز مقصود نہیں۔ جن ممالک کی فضیلت معاشری مسلم ہو۔ جن اقوام کا تمدن ہمارے لئے مایہ صد رشک و افتخار ہو۔ جن لوگوں کی تہذیب و شائستگی کا شمار بدیہیات میں ہوتا ہو انکے کسی شعبہ زندگی پر نکتہ چینی کرنا۔ خود اپنی کم عقلی۔ بے علمی و ناشائستگی کا اظہار کرنا ہے۔ البتہ گذارش اس قدر ہے۔ کہ مغرب کی جن تصانیف عالیہ میں شنائع اسلام خلفائے راشدین کی کثرت ازدواج۔ شاہان مغلیہ کی رنگینیوں اور سلاطین ٹرکی کے حرم سراؤں کے واقعات بصد آب و تاب درج کئے جاتے ہیں۔ اور جن میں سے بعض تصانیف ہماری خوش قسمتی سے ہمارے بچیوں اور نوجوانوں کے مطالعہ کیلئے ہمارے سکولوں اور کالجوں میں داخل نصاب کیگئی ہیں۔ اگر انمیں ان روشن دماغ۔ آزاد خیال۔ حریت دوست و جمہوریت نواز شریف خواتین مغرب کے یہ درخشاں کارنامے بھی درج کر دیئے جایا کریں تو تصنیفات کے اوراق کی زینت و دلکشی دوبالا ہو جائے گی۔

بیچارہ مشرق! وہ ابتک شریف دلوں کے قدیم امتیازات پر سر دھن رہا ہے اسے خبر نہیں کہ اس ترقی یافتہ دنیا میں حقائق اشیا نے بھی استحالہ قبول کرنا شروع کر دیا ہے۔ نور و ظلمت۔ خیر و شر۔ عیب و صواب ان سب کے معانی اب مقلوب و معکوس ہو گئے ہیں۔ نیک چلنی۔ پاکیزہ نفسی۔ عفت شعاری و شرافت یہ اوصاف کسی زمانہ میں محمود رہے ہونگے۔ لیکن عہد حاضر نے انکے قطعی فرسودہ و متروک ہونیکا فتویٰ دے دیا ہے۔ اور یہ تخیلات صرف اس قابل رہ گئے ہیں۔ کہ انہیں رسوم کہن کے عجائب خانہ کی کسی بوسیدہ الماری میں آثار قدیمہ کی حیثیت سے جگہ دیدی جائے۔ زندہ و ترقی یافتہ قوموں کے لئے ان خرافات پر توجہ کرنا باعث ننگ ہے کہ اس سے قوائے عمل میں ضعف و اضمحلال پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ خود مسز ہارٹلی نے بھی اپنے مضمون مذکورہ بالا کی یہ غایت مطلق نہیں رکھی ہے۔ کہ ناجائز ولادتوں کے سد باب کی فکر کیجائے بلکہ تمام تر بحث اس کی ہے کہ ان بچوں کی پرورش و پرداخت کا قوم کی طرف سے کیا انتظام کرنا چاہئے انکا ایک فقرہ جو سارے مغرب کی نفسیت کا نہایت صحیح ترجمان ہے سننے کے قابل ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

طفل نومولود کی زندگی (خواہ وہ ولادت جائز ہے یا ناجائز) نہایت اہم اور قیمتی ہوتی ہے۔ اب سوسائٹی کی تربیت و پرداخت کا معقول انتظام کرنا کسی فرد کا نہیں بلکہ قوم کا فرض ہے۔

تہذیب حدیث بعد یومنون۔

تمدن جدید کی فہرست فضائل و مناقب میں سب سے نمایاں عنوان تحفظ جان و قلت تعداد اموات کا رکھا جاتا ہے اور اسکے ثبوت میں شہری زندگی کا وجود پیش کیا جاتا ہے۔ شہر کا اطلاق ان آبادیوں پر کیا جاتا ہے جو بڑی اور گنجان ہوتی ہیں۔ جہاں صنعت و حرفت کی گرم بازاری رہتی ہے۔ ملیں قدم قدم پر کام کرتی نظر آتی ہیں کارخانے بکثرت قائم ہوتے ہیں۔ مشینیں گھر گھر موجود ہوتی ہیں۔ اور بازاروں اور دکانوں کی آرائش اور سجاوٹ پر نمائش گاہ کا دھوکہ ہوتا ہے اور جو شہر ان خصوصیات کے لحاظ سے جتنا زیادہ ممتاز ہوتا ہے اسیقدر زیادہ شائستہ و متمدن سمجھا جاتا ہے۔ ان شہروں میں میونسپلٹی کے قوانین سختی سے نافذ رہتے ہیں۔ قواعد حفظان صحت کی پابندی شدت سے کرائی جاتی ہے سڑکوں کی صفائی کا خاص اہتمام رہتا ہے۔ باشندوں کو جو پانی پینے کو ملتا ہے وہ ڈاکٹروں کی نگرانی میں باقاعدہ صاف کرایا جا چکا ہوتا ہے ڈاکٹروں کے دواخانے اور مطب ہر جگہ ہوتے ہیں۔ امراض وبائی کی مدافعت کے لئے انتہائی تدبیریں عمل میں لائی جاتی ہیں غرض

کھلی چٹھی

منجانب حکیم محمد سیف الدین صاحب فیروز پوری

بخدمت عالیجاہ مکرم معظم میاں محمود احمد صاحب قادیانی۔ بتوسط منشی فرزند علی خانصاحب ہیڈ کلرک میگزین فیروز پور چھاؤنی۔ السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ۔

(۱) یہ دعوےٰ کہ بعض انبیاء (حامل کتاب وشریعت) نہ تھے۔ قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اگر اس دعوے کو ثابت کرنے کے لئے روایات کو پیش کیا جائے تو روایات کو قطعی اور یقینی کیونکر ثابت کیا جا سکتا ہے۔ روایت میں سب سے بڑا درجہ تواتر کا ہے۔ یعنی جو خبر متواتر ہوتی ہے۔ اسکو یقینی کہا جاتا ہے۔ لیکن کیا تمام متواترات یقینی ہیں۔ مثلاً یہود۔ یہ تواتر بیان کرتے ہیں۔ کہ تورات میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی۔

(۲) ہم بھی غیر تشریعی نبوّت یعنی ظلی نبوّت کا دروازہ مسدود نہیں کرتے مگر کیا یہ اصطلاح شریعت ہے۔ یا اصطلاح صوفیا کرام۔ قرآن شریف (شریعت) ایسی نبوّت کا نام محدثیت رکھتا ہے۔

(۳) قرآن شریف (شریعت) سے ثابت کریں کہ ظلی نبی کی وحی پر بھی ایمان لانا اسلام میں داخل ہے۔ اُمّ موسےٰ و اُمّ عیسےٰ ومسیح ع م کے حواری اور جناب خضر ع م ظلی نبی تھے۔ کیا اُن کی وحی کا انکار شریعت کے پیرو کو کافر بنا دیتا ہے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم ۱۹۰۸ء

”ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ ع کی ماں اور حضرت عیسیٰ ع۔ دونوں عورتیں تھیں۔ اور بقول ہمارے مخالفین کے نبیہ نہیں تھیں۔ تاہم خدا تعالےٰ کے یقینی مکالمات اور مخاطبات ان کو نصیب تھے۔ اور اب اگر اس امت کا ایک شخص.... خدا تعالیٰ کی محبت میں محو ہو کر اپنے وجود سے فنا ہو جائے تب بھی وہ باوجود اسقدر تبدیلی کے موسیٰ کی ماں کی طرح بھی وحی الٰہی نہیں پا سکتا کیا کوئی عقلمند خدا تعالیٰ کیطرف ایسا بخل منسوب کر سکتا ہے“ صد ۱۴۳

اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اُسی قسم کی نبوّت کے مدعی تھے جس قسم کی نبوت ام عیسیٰ وام موسیٰ کی تھی۔ اور ام عیسیٰ وام موسیٰ کی نبوت [illegible] اسلام کی اصطلاح میں محدثہ بفتح دال تھی۔ اور صوفیائے کرام اپنی اصطلاح [illegible] ایسی نبوّت کو ظلی نبوت یا غیر تشریعی نبوّت کا نام دیتے ہیں۔

[illegible] کے نزدیک مرد ہونا نبوت کے لئے شرط نہیں۔ بلکہ [illegible] صحیح [illegible]۔ مگر جو اہل اسلام متکلم کو محدث بفتح دال کا نام ہی دیتے ہیں۔ اور جناب مریم صدیقہ کی نبوّت کا نام محدثیت رکھتے ہیں جیساکہ حدیث کا منشا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ جناب اشاعرہ کی تقلید کرتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کو بھی نبی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی حضرت مریم صدیقہ کو نبیہ تسلیم کرتے ہیں۔ مگر میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کہ کیا اشاعرہ کے نزدیک حضرت مریم صدیقہ کی وحی کا انکار شریعت کے پیرو کو کافر بنا دیتا ہے۔

(۴) حقیقۃ الوحی اور تقریر حجۃ اللہ ۱۹۰۸ء میں لکھا ہے۔ نماز۔ روزہ۔ حج زکوٰۃ مسیح موعود کا منکر۔ زانی۔ شرابی۔ چور۔ شراب فروخت کرنے والا۔ خنزیر کا گوشت فروخت کرنے والا۔ رشوت خوار۔ سود خوار۔ لڑکیوں کو ورثہ نہ دینے والا۔ غرضیکہ شریعت اسلامی کے کسی ایک احکام امر و نہی کا انکار کرنیوالا کافر قسم دوئم ہے۔

مگر سماعت میں آیا ہے۔ کہ جناب کافر قسم دوئم کو کافر قسم اول میں شامل رکھتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ جناب اپنے خیال کو شریعت اسلام سے ثابت کر سکتے ہیں دوئم۔ جو لوگ قادیانی ہو کر شریعت اسلامی کے احکام امر و نہی کا انکار کرتے ہوں کیا اُن کو بھی کافر قسم اول میں شامل رکھا جائے۔ یا اُن کے لئے کچھ معافی ہے۔ اور اُن کے ہاں کا کھانا پینا۔ چندہ۔ نذرانہ لینا جائز ہے یا نہیں۔

(۵) شریعت و قرآن شریف) اسلام کہتا ہے کہ نبوّت ختم ہو گئی ہے۔ **لانبی بعدی** کیا مدعی نبوّت کو کافر قسم اوّل یا قسم دوئم کہا جائے یا نہ۔ مدعی نبوّت کو کافر نہ کہنے کے لئے کیا دلائل ہیں۔ فرض کر لیا کہ مدعی نبوّت کو کافر نہ کہنے کے لئے آپ نے دلائل دیئے اور آپ نے اُن دلائل کی بنا پر اُس کو کافر نہ کہا۔ مگر کیا منکر مسیحائیت میرزا صاحب کو اپنی دلائل کی بنا پر انکار میرزا صاحب کا حق نہیں پہونچتا۔ سنئے منکر جناب مرزا نہ تو قرآن شریف کا انکار کرتا ہے۔ اور نہ ہی حدیث کا مگر افسوس کہ آپ اس مسئلہ میں قرآن شریف کا بھی انکار کرتے ہیں۔ اور حدیث صحیح کا بھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو راہ مستقیم دکھائے۔

بیان القرآن

بیان القرآن کی پہلی جلد نویں پارہ کے ساتھ ختم ہو گی۔ جس کیساتھ فہرست مضامین اور سرورق شائع کیا جائیگا۔ بہتر ہو کہ احباب نویں پارے کے شائع ہونے تک جلد نہ بندھوائیں۔ پہلی جلد مکمل ہونے پر یہاں ایک ہی طرز کی جلدیں بندھوائی جائیں گی۔ اور جو اصحاب پورے پارے منگوا چکے ہونگے۔ اُن کو نویں پارے کے ساتھ جلد بھی بھیجی جائے گی۔ جو اپنی جگہ کسی جلد ساز سے پارے جلدیں لگوا سکیں گے۔ فقیر اللہ عفی عنہ مہتمم اشاعت

(بقیہ از صفحہ ۲)

وہ یہودی کیسے اس طرح بے محابا شاہ عرب کے محل سرا میں چلے آتے اور خود حضور سے اس طرح تقاضا کرنیکی جرأت ہوگئی۔ غور کرو کہ اسکی قوم کو کس قدر حقوق حاصل تھے۔ کہ وہ اپنے حقوق کی طلبی کیلئے اس طرح بے روک ٹوک شاہ عرب کے محل میں آ سکتے تھے۔ مگر اس آزادی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر وہ یہودی متانت اور سنجیدگی کی حدود سے یکسر تجاوز کر گیا اور حضور سے نہایت گستاخانہ لہجہ میں تقاضا شروع کر دیا۔ آپ کے صحابہ جو آپ پر دل و جان سے فدا تھے۔ وہ حضور کی نسبت ایسے کلمات سننے کی کیسے تاب لا سکتے تھے۔ مگر آپ نے انکو تحمل اور برداشت کا وعظ کیا۔ اور یہودی کے تقاضا کی ایک حقیر سی رقم ادا کر کے اسکی تشویش کو دور کر دیا گیا۔ آج اس تمدن و تہذیب کی فراوانی کے دنوں میں جبکہ معاف اور صریح اعلان ایک کھیل ثابت ہوتے ہیں۔ اور مواثیق و معاہدے کبھی پورے نہیں کئے جاتے۔ جبکہ غیر اقوام پر ظلم و جبر اور تعدی کی جاتی ہے۔ اور رعایا کو نفرت اور حقارت کے ساتھ ٹھکرایا جاتا ہے جبکہ وقار اور اقتدار کے آستانہ پر انصاف و آئین کو قربان کر دیا جاتا ہے۔ ایسے وقت میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے اسوہ حسنہ کی امثال و نظائر کو پیش کرنا فائدہ سے خالی نہیں۔

اسلام سے پیشتر جو مذاہب موجود تھے۔ وہ اپنے متبعین اور منکرین کیساتھ سلوک کرنے میں کبھی مساوات کو ملحوظ نہیں رکھتے تھے۔ آریہ اور ملیچھ برہمن اور شودر یہودی اور غیر اسرائیلی میں فرق اور امتیاز نہایت ہی قابل افسوس اور رنجدہ تصویر پیش کرتا ہیں۔ یسوع مسیح نے اس برائی کے دور کرنے میں نہ صرف اغماض ہی کیا بلکہ اس کے برعکس انہوں نے فرزندان اسرائیل اور غیر اسرائیلی اقوام میں ایک ناقابل عبور خلیج حائل کر دی۔ غیر اسرائیلی اقوام کے ساتھ جو آپ کا سلوک تھا وہ متی $\frac{15}{22}$ سے صاف ظاہر ہے چنانچہ لکھا ہے "دیکھو ایک کنعانی عورت وہاں کی سرزمین سے نکل کر اُسے پکارتی ہوئی چلی آئی کہ اے خداوند داؤد کے بیٹے مجھ پر رحم کر کہ میری بیٹی ایک دیو کے غلبہ سے بیحال ہے۔ اُس نے کچھ جواب نہ دیا۔ تب اُسکے شاگردوں نے پاس آکر اسکی منت کی کہ اسے رخصت کر کیونکہ وہ ہمارے پیچھے چلاتی ہے۔ اس نے جواب میں کہا میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی پاس نہیں بھیجا گیا۔ پر وہ آئی اور اُسے سجدہ کر کے کہا اے خداوند میری مدد کر۔ اُس نے جواب دیا مناسب نہیں۔ کہ لڑکوں کی روٹی کتوں کو پھینک دیویں۔ اس عورت نے کہا سچ ہے۔ اے خداوند مگر کتے بھی جو ٹکڑے انکے خداوند کی میز سے گرتے ہیں کھاتے ہیں"۔

یسوع مسیح فرماتے ہیں کہ صرف یہودی ہی جو خدا کے بیٹے اور اُسکے برگزیدہ ہیں میری دعوت کے حقدار ہیں اور وہ عورت غیر اسرائیلی ہونیکی وجہ سے کتے سمجھ

کچھ اچھی نہ تھی اسلئے اس چشمہ فیض میں اسکا کوئی حصہ تھا۔ انجیل کی اس صاف اور صریح تعلیم کی موجودگی میں کہ جور و اداری اور اصول مساوات سے یکسر پاک ہے مسیحیوں کا یہ کہنا کہ مسیحیت جنس لطیف کے ادب و احترام اور حقوق مساوات کی داعی ہے۔ قول زخرف سے بڑھکر وقعت نہیں رکھتا۔

فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول

نبوت کے تین خواص ہیں۔ ایک قوت تخیل سے متعلق ہے۔ دوسرا قوت نظری سے۔ تیسرا قوت عملی سے۔ نوع بشری میں سب سے افضل وہ ہے۔ جس کی قوت نظری اسقدر قوی ہو کہ اسکو تعلم و تعلیم کی بالکل حاجت نہ ہو اور قوت متخیلہ اسقدر صحیح اور مضبوط ہو کہ محسوسات اسکو اپنی طرف متوجہ نہ کرنے پائیں۔ بلکہ نفس سے جو ادراکات پیدا ہوتے ہیں وہ مجسم ہو کر سامنے آئیں۔ اور قوت نفسانی (عملی) اسقدر قوی ہو کر عالم اجسام پر اثر ڈال سکے یہاں تک کہ اجرام علوی بھی اس کے دسترس میں آجائیں۔

اس درجہ سے اُتر کر وہ شخص ہے۔ جس میں صرف دو پہلی باتیں ہوں اور اس سے کم وہ جس کی صرف قوت نظری قوی ہو۔ اس سے کم وہ جس کی صرف قوت عملی قوی ہو۔

جس شخص میں تینوں باتیں پائی جائیں وہ گویا شہنشاہ ہے عالم علوی سے اس کو یہ نسبت ہے کہ جب چاہے۔ اس عالم میں شامل ہو جائے۔ عالم نفسانی کا وہ گویا رہنے والا ہے۔ اور عالم اجسام پر جس قسم کا چاہے تصرف کر سکتا ہے۔

اس سے کم درجہ پر جو شخص ہے۔ وہ دوسرے درجہ کا بادشاہ ہے اس سے کم درجہ کے لوگ شرفائے امت ہیں۔

جن میں کسی قسم کی قوت نہ ہو۔ لیکن اخلاق حسنہ سے متصف ہونے کی قابلیت ہو۔ وہ اذکیائے امت ہیں۔ جو عام آدمیوں سے ممتاز ہیں۔

ہمارے شہنشاہ سرور عالم محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور ہمارے بادشاہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم۔ اور شرفائے امت اور اذکیائے امت بفضل خدا بہت ہیں۔ پس ہم زمانہ حال کے مدعیان نبوت کو چیلنج دیتے ہیں۔ کہ وہ امت محمدیہ کے مقابلہ میں اپنی نبی کی قوت متخیلہ۔ قوت نظری۔ قوت عملی کا نمونہ پیش کریں۔ اور اگر وہ مقابلہ کے لئے طیار نہیں۔ صرف زبانی دعوے ہی دعوے ہے۔ تو ایسے دعاوی سے رجوع کریں۔ واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی۔ (حکیم محمد سیف الدین)

قرآن بے مثیل گرنتھ

گرنتھ کے عام معنے کتاب کے ہیں۔ مگر عنوان میں لفظ گرنتھ سے مراد قرآن کریم ہے۔ کیونکہ اس مضمون میں قرآن و گرنتھ صاحب کا مقابلہ کرکے یہ دکھانا منظور ہے۔ کہ قرآن کریم کو گرنتھ صاحب پر کن وجوہ سے فضیلت حاصل ہے۔

قریباً تمام مذاہب اس بات کو مانتے ہیں کہ انسان کو لوکش پراپتی یعنے فلاح حاصل کرنے کے لئے ایسے نیم (قوانین) کی ضرورت ہے۔ جو اس کے خالق نے مقرر کئے ہوں۔ کیونکہ وہی خالق حقیقی اس کے پرزہ پرزہ سے واقف و آگاہ ہے۔ لہٰذا وہی اس کے مناسب حال ایسے قوانین تعلیم کرسکتا ہے۔ کہ جن پر عمل پیرا ہوکر یہ انسان اپنی ترقی کی منازل کو طے کرتا ہوا فلاح دارین حاصل کرسکے۔ متفقہ مسئلہ ہونے کے سبب میں ضرورت نہیں سمجھتا کہ ضرورت الہام پر کوئی بحث چھیڑی جاوے۔ جس حال میں میرے مدمقابل یعنی سکھ صاحبان بھی ضرورت الہام کے قائل ہیں۔ گو وہ اس کا طریق نزول ہم سے مختلف بیان کرتے ہیں۔

عقاید اسلام کی رو سے نزول وحی فرشتہ کی معرفت ہوتا ہے۔ اور اولیائے اللہ کو الہام مختلف طرز سے ہوتا ہے کبھی سچی خواب آتی ہے۔ اور سچی خواب میں ایسے امور غیبیہ سے مطلع کیا جاتا ہے۔ کبھی آنکھوں کے سامنے لکھا ہوا منظر آتا ہے۔ کبھی کوئی آواز غیب کی صورت ہوتی ہے۔ الغرض اسلامی عقیدہ کی رو سے وحی نبوت یا الہام ولایت خارج طور سے آتا ہے۔ اور سکھ مذہب کے عقیدہ کی رو سے وحی نبوت الہام ولایت اسکو کہتے ہیں کہ کوئی بے نفس نیک بندہ نیک باتیں کہے۔ ان کے نزدیک ہر ایک نیک انسان کے نیک کلام الہام الٰہی ہی ہے۔ اس سے علیحدہ صورت نزول وحی کی کوئی نہیں مانتے۔ چنانچہ گرو گرنتھ صاحب جی میں بھی لکھا ہے کہ

جو پیکھان سو سبھ کچھ سوامی
جو سننا سو پربھ کی بانی

نن جی مہلا ۱ جو کچھ دکھائی دیتا ہے۔ سب خدا ہے۔ اور جو کچھ سنائی دیتا ہے۔ یہ سب خدا کا کلام ہے۔

بھائی کاہن سنگھ جی گیانی بھی اپنی کتاب گرمت پربھاکر صفحہ ۹۸ پر اس مذکورہ بالا عقیدہ کی تبلیغ کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ

اکثر مذاہب یہ مانتے ہیں کہ آسمان سے نیک بندوں کو کلام الٰہی سنائی دیتا ہے۔ یا یہ کہ خدا کسی فرشتہ کے ذریعہ پیغام بھیجتا ہے۔ لیکن عقیدہ سکھ مذہب میں ایسی کلام الٰہی (الہام) سے یہ مراد ہے۔ کہ خدا نے برگزیدوں کو اس کے وہ احکام کہ جن کی اس نے ان برگزیدوں کے ذریعہ تبلیغ کروانی ہے۔ دل ہی میں سوجھ پڑتے ہیں۔

ہم اس کے متعلق (کہ آیا خارجی الہام ضروری ہے یا دل میں جو نیک خیال آجاوے وہی بس ہے) اگلے صفحوں میں کچھ لکھیں گے۔

پس سب سے بڑی وجہ جو قرآن کو گرو گرنتھ صاحب پر مقدم کرتی ہے۔ وہ الہام ہی ہے۔ باقی وجوہ اس کے ضمن میں ہی آجاتی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

(۱) الہامی کتاب خود شہادت دے کہ میں الہام ہوں۔
(۲) الہامی تعلیم کے مقابلہ کی تعلیم کوئی غیر نہ بنا سکے۔
(۳) اس میں اختلاف نہ ہو۔
(۴) وہ ضروری ہدایات دھارمک و یوہارک (دینی و دنیوی) سے مکمل ہو۔
(۵) اس میں اوصاف الٰہی کو کماحقہ بیان کیا گیا ہو۔
(۶) لوکش پراپتی کے لئے اس میں پورے پورے سادھن موجود ہوں۔
(۷) قول و فعل میں اختلاف نہ ہو یعنی کارخانہ قدرت اس تعلیم کو صحیح ثابت کرے۔
(۸) اگر وہ تعلیم ایسی ہو کہ اس کے ہوتے ہوئے تاقیامت تمام دنیا کے لئے کسی دوسری تعلیم کی ضرورت نہ ہونے کا اسکا دعوےٰ ہو تو منجملہ اصول مندرجہ بالا کی پابندی کے وہ لازماً دلائل مندرجہ ذیل پر بھی مشتمل ہو۔

ا۔ اس کی حفاظت کا معلم نے کوئی قوی ذریعہ مقرر کیا ہو۔
ب۔ اس کے نیم (قوانین) ایسے ہوں۔ جو ہر مکان ہر زمان ہر حالت میں ہر فرد بشر کے موزوں و مفید ہوں۔
ج۔ وہ قوانین ایسے ہوں کہ جن کی ادائیگی ہر فرد بشر کرسکے۔

غرض یہ چند کسوٹیاں ہیں۔ جن پر کسی الہامی تعلیم کو پرکھا جاسکتا ہے قرآن کریم (جو میرے نزدیک ایک سچی صحیح اور آخری الہامی کتاب کل دنیا کے لئے واجب التعمیل ہے۔) اپنے پرکھنے کے لئے ان سب کسوٹیوں کو خود ہی پیش کردیا ہے۔ اگر کوئی شخص ان کسوٹیوں کو صحیح قرار نہیں دیتا تو وہ ان سے بڑھ کر بھی کوئی کسوٹی الہام کے پرکھنے کی پیش نہیں کرسکتا بلکہ کسی تعلیم سے کہ جس کو آج الہامی کہا جاتا ہے۔ بڑھ کر تو کیا ان جیسی بھی نہیں دکھا سکتا۔ یہ شرف قرآن کو ہی حاصل ہے۔ کہ اس نے اپنی پرکھ کے لئے کسوٹیاں بھی خود ہی بتا دی ہیں۔

(باقی دارد)

مسلم احمدیہ پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام ماسٹر فقیر اللہ پرنٹر و پبلشر پہلے احمدیہ بلڈنگ سے شائع ہوا

جلد ۱۰ نمبر ۶

مدینۃ المسیح یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۴۰ھ مطابق ۸ فروری ۱۹۲۲ء

فہرست مضامین

ناظرین چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں ۔ منیجر

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ اور دیگر بزرگان سلسلہ بخیریت ہیں ۔ تفسیر القرآن کا کام برابر جاری ہے ۔ پانچواں پارہ جیسا کہ پیشتر اطلاع دیدی گئی تھی ۔ شائع ہوگیا ۔ چھٹا پارہ ابھی مطبع میں ہے ۔ اور ساتواں کاتب کے ہاتھ میں ۔ اتمام حجت ۳ گزشتہ اشاعت اخبار اور علیحدہ طور پر بھی تقسیم کرنے کے لئے شائع ہوچکا ہے ۔ مولانا صدرالدین صاحب تاحال سفر پشاور سے واپس تشریف نہیں لائے ۔

گزشتہ اشاعت میں یہ خبر درج ہونے سے رہ گئی کہ ہمارے دوست ملک الہی بخش صاحب ایگریکلچرل اسسٹنٹ لائل پور کے والد ماجد اس دار فانی سے انتقال کر گئے ہیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ احباب مرحوم کے لئے جنازہ غائبانہ ادا کریں اللہ تعالےٰ ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمادے ۔

میر مدثر شاہ صاحب آجکل پشاور میں خدمات سلسلہ میں مصروف ہیں ۔ حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ گوجرانوالہ اور وزیرآباد وغیرہ کے مضافات میں تبلیغ کے لئے روانہ ہوگئے ۔

اخویم ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب عنقریب بمبئی اپنے مشن پر تشریف لیجانے والے ہیں ۔ ان کے گھر میں اللہ تعالےٰ نے دختر عطا فرمائی ہے ۔ اللہ تعالےٰ اسکو ان کے لئے مبارک کرے ۔

مدراس میں تبلیغ احمدیت

(از منشی محمد عزیز اللہ صاحب)

الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ اب تو بیعت ڈنکے کی چوٹ ہونے لگی۔ جماعت کی روز افزوں ترقی کو روکنے کے لئے غیر احمدی علماء نے سر توڑ کوشش کی انہوں نے اپنے چند خویش و اقارب کو سنبھالنے کے لئے پبلک بحثیں بھی کیں ایک انجمن بنام "انجمن تردید القادیانیہ" بھی بنائی۔ مگر افسوس وہ ایک تنگ و تاریک کمرہ میں ایک ماہ سے زیادہ زندہ نہ رہ سکی۔

مذہبی گفتگو ہر اتوار کو ہوا کرتی تھی اور غیر احمدی ہر ہفتہ ایک نئے مولوی صاحب کو لاکر بازو آزماتے تھے۔ آخر رہ گئے۔ اور بر سر مجلس یہ کہتے چلتے بنے کہ تم کو بحث کی خوب عادت ہے۔ اور تمہارے پاس عقلی دلائل کا ایک ذخیرہ ہے چنانچہ ہم وفات مسیح ثابت نہیں کر سکتے۔ اسکا یہ اثر ہوا۔ کہ چند غیر احمدی احباب اسی دن ہمارے ساتھ ہو گئے۔ انہیں میں سے ایک جناب قادر محی الدین صاحب صدیقی تاجر بھی ہیں۔ آپ پر خدا کے فضل سے یہ اثر ہوا کہ کہنے لگے کہ اب حق آفتاب کی طرح چمک گیا ہے۔ اور میں بیعت کیا چاہتا ہوں۔ مگر پبلک میں۔ چنانچہ آپ نے ایک جلسہ اتوار ۱۵ر جنوری کو اپنے خاص خرچ پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام میں اشتہار دے کر کرایا۔ چائے نوشی اور تقسیم شیرینی کا بھی احسن انتظام ہوا تھا۔ باوجود فسادات شہر کے جس سے امن نہ تھا۔ ایک معقول تعداد حاضر ہو سکی۔ جناب لالا مولوی ڈاکٹر نوازش حسین صاحب لقمان ہند صدر جلسہ تھے۔ جناب ہم۔ بی سیٹھ عبد الکریم صاحب نے بعد نماز مغرب تلاوت قرآن پاک سے جلسہ کا افتتاح کیا۔ جناب عبد الوہاب صاحب نے حضرت مسیح موعود کی مقبول عام نظم سے ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے نہایت خوش الحانی کیساتھ سنا کر ایک وجد کا عالم برپا کر دیا۔ غیر احمدی بھائی تو عش عش کرتے تھے۔ اور شیعہ صاحب نے نہایت محظوظ ہو کر کہا کہ ایسے الفاظ باثر کسی قلب سے نہیں نکل سکتے جبتک کہ وہ سچا مسلم نہ ہو (آپ بالکل قریب ہیں) جناب قاضی قطب عالم صاحب نے "حالات حاضرہ اور جماعت احمدیہ" پر ایک مناظرانہ انداز میں بلحاظ وقت طویل اور بلحاظ مضمون ایک مختصر جامع اور پر اثر تقریر کر کے غیر احمدی اصحاب سے خراج تحسین وصول کیا۔ جناب زین العابدین صاحب مدرس محمڈن گورنمنٹ سکول نے جو میاں صاحب کے مرید ہیں اور اب بفضلہ ہمارے ہمخیال ہو گئے ہیں "احمدی جماعت کی دینی خدمت" پر ایک مختصر سی تقریر کی۔ نواب نذیر احمد صاحب نے جو مدراس کے مشہور و معروف حکیم میاں جان صاحب مرحوم کے واحد فرزند ہونے کے علاوہ شاہی خاندان کرناٹک کے ایک ممتاز فرد بھی ہیں۔ جناب بادشاہ صاحب کی تحریک پر گو تقریر کے لئے تیار نہیں تھے۔ "تعلیم اسلام کی فلاسفی" پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی۔ اس مخلص نو عمر کو جو ابتدائی درجوں میں تعلیم پا رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے قوت لسانی عطا فرمائی ہے۔ اس نواب زادہ نے باوجود پہلا موقعہ ہونے کے اپنے مضمون کو پر جوش مگر سنجیدہ انداز میں آخر تک ایک اچھوتے پیرایہ میں سنبھالے رکھا۔ اور حاضرین نہایت متاثر اور محظوظ ہوئے۔ عاجز راقم نے موقعہ کا لحاظ کر کے "صداقت میرزا" پر تقریر کر کے غیر احمدی دوستوں کی پرانی آرزو کو پورا کیا۔ پھر وہ تقریر شروع ہوئی۔ جس کی کیفیت بیان کرتا ہوا میں معترف العجز ہوں۔ یہ حقائق و معارف کے موتیوں کی گویا ایک بارش تھی جو مسلسل چار گھنٹے تک برستی رہی۔ اپنی فخر قوم حضرت ملنگ احمد بادشاہ صاحب بی۔ اے کی باری تھی آپ نے مختلف مضامین کو تسلسل کے تار میں پرو کر سامعین کے دلوں پر ایک دلنشین پیرایہ میں وہ بلا کا اثر پیدا کیا کہ بعد از اختتام تقریر کسی نے بے ساختہ یہ شعر پڑھ دیا ؎

اثر لبھانے کا پیارے تیرے بیان میں ہے
کسی کی آنکھ میں جادو تیری زبان میں ہے۔

غیر احمدی دوستوں نے اب درخواست کی کہ انہیں چند نظمیں سننے کا موقعہ دیا جائے۔ چنانچہ اجازت دی گئی۔ جناب ڈاکٹر نوازش حسین صاحب نے ایک مختصر تقریر میں انجمن کو اپنے مبارک جلسہ پر مبارکباد دی دی۔ بعدہٗ جناب قادر محی الدین صاحب منتظم جلسہ نے پبلک میں بیعت کی۔ اللہ تعالےٰ استقامت دے۔ آمین

اہل محمود اور اہل بہا

حلقہ بگوشان میاں محمود احمد صاحب اور بہاء اللہ کے عقائد اور طرز استدلال میں اسقدر یگانگت اور توارد ہے۔ کہ بعض اوقات ہم دونوں مذاہب کی تحاریر پڑھکر حیران ہو جاتے ہیں اور اس امر کا یقین ہونے لگتا ہے کہ انہوں نے اپنے دلائل ایکدوسرے سے مستعار لے لئے ہیں۔ مگر یہ دعویٰ اسوقت تک بلا دلیل رہے گا۔ جبتک کہ ہم اس کا کوئی عملی نتیجہ پیش نہ کریں بمبئی میں میاں صاحب کے کسی معزز مرید کے بہائی مذہب میں جذب ہو جانے کی خبر تو شاید پرانی ہو چکی ہو۔ حال ہی میں مشہد سے آمدہ ایک خط سے بھی معلوم ہوا۔ کہ وہاں بھی ان کا ایک معزز ممبر بہائی مذہب کا شکار ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالےٰ ان لوگوں پر رحم کرے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار
پیغام صلح
لاہور

جلد ۱ | مورخہ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۹۴ھ | نمبر ۶

خطبہ جمعہ

فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ
مورخہ ۲ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ

ختم نبوت امت مسلمہ کا مسلم مسئلہ ہے

آیت ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیئ علیما۔ یہ قرآن کریم کی سورہ احزاب کی آیت ہے۔ اس پر ہمارے مذہب یا امت مسلمہ کے ایک بڑے عظیم الشان عقیدہ کی بنیاد رکھی گئی ہے جو تیرہ سو سال سے باوجود صدہا فرقوں کے پیدا ہو جانے کے بلا اختلاف سب میں مسلم چلا آیا ہے اور کسی نے آج تک اس میں کوئی اختلاف نہیں کیا لیکن بعض اوقات اپنی رائے کی پیروی میں قرآن کریم کے الفاظ کو وہ معنی پہنانے کی کوشش کیجاتی ہے جو شریعت کی اصطلاح میں تفسیر بالرائے کہلاتا ہے۔ قرآن کریم اور رسول اللہ صلعم کے الفاظ کی چنداں پرواہ نہیں کیجاتی جب پہلے ایک غلط عقیدہ بنا لیا جاتا ہے تو پھر اس کی تائید کے لئے قرآن کریم کے الفاظ کو بھی اپنے مطلب کے مطابق ڈھال لیا جاتا ہے۔ اور ان سے غلط نتیجہ نکالنے کی کوشش کیجاتی ہے۔ شیعوں نے جب حضرت علی رض کی تمام صحابہ کرام پر فضیلت کا عقیدہ تراش لیا تو پھر تمام باقی صحابہ پر الزام لگانے شروع کر دئے اور قرآن کریم کی آیت آیت سے حضرت علی رض اور امام حسن رض اور امام حسین رض کی فضیلت اور باقی صحابہ کے منافق ہونے کے معنی ڈھونڈنے لگ گئے۔ اور ہر ایک لفظ سے یہی نتیجہ نکالنے کی کوشش میں لگ گئے۔ قرآن کریم کی تفسیر کا یہ اصول صحیح نہیں کہ اس کی آیات سے اپنے مطلب کے مطابق کام لیا جائے۔ اسی طرح سے جب اجرائے نبوت کا عقیدہ بنا لیا تو پھر اب کبھی کسی آیت سے نبوت ثابت ہو رہی ہے۔ اور کبھی کسی سے یہاں تک کہ اھدنا الصراط المستقیم سے بھی کہا گیا کہ نبوت کا اجرا ثابت ہے

کیا اھدنا الصراط المستقیم حصول نبوت کی دعا ہے؟

اور اس میں حصول نبوت کے لئے دعا سکھائی گئی ہے۔ لیکن اس پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ دعا حصول نبوت کی کس کو سکھائی گئی۔ کیا اسوقت محمد رسول اللہ صلعم نبی نہ تھے۔ ؟ اور آپ کو یہ سکھایا گیا کہ یہ دعا پڑھتے رہو تاکہ تمہیں نبوت مل جائے اور پھر حصول نبوت کے بعد تو اس کے پڑھنے کی قطعاً ضرورت تھی نہیں غرض یہ ایک عجیب بات ہے کہ نبوت مل چکنے کے بعد آپ کو حصول نبوت کی دعا سکھائی گئی۔ حالانکہ اگر یہ دعا نبوت کے حاصل کرنے کے لئے تھی تو آپکو بعثت سے پیشتر سکھانا چاہئے تھا۔ اسی طرح سے درود شریف سے اجرار نبوت کو ثابت کرنے کی کوشش کیجاتی ہے۔ اگلے دن ایک میاں صاحب کے مرید یہاں آگئے اور انہوں نے کہا کہ درود شریف سے تو صاف طور پر نبوت کا اجرار ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس درود شریف میں یہ پڑھا جاتا ہے۔ کہ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید۔ یعنی محمد صلعم اور آل محمد پر اسی طرح رحمت اور برکت نازل ہو کہ جس طرح ابراہیم اور اس کی آل پر نازل ہوئی تھی۔ تو گویا جو حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد کو ملا تھا۔ وہ امت محمدیہ کو بھی ملے اب حضرت ابراہیم عم اور ان کی اولاد کو کیا نبوت سی بڑھ کر نعمت ہے تو یہی وہ چیز ہے جس کے لئے دعا مانگی جاتی ہے۔ اگر حضرت ابراہیم عم اور ان کی آل کو نبوت ملی تھی تو امت محمدیہ کو بھی ملنی چاہئے۔ اگر یہ لوگ ذرا بھی غور سے کام لیں تو ان کو معلوم ہو جائے کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ اور اسکا نتیجہ کیا نکلتا ہے

اب اگر یہ معنی درست ہیں اور درود شریف کا یہی مطلب ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں تو اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نبوت نہیں ملی اور ہم ان کے لئے دعائیں کر رہے ہیں۔ اللھم صل علی محمد اے اللہ محمد کو نبوت دے کیونکہ آل محمد اور امت محمدیہ کا ذکر تو بعد میں آتا ہے پہلے تو ہم محمد کے لئے ہی وہ نعمت اور رحمت مانگتے ہیں کہ جو حضرت ابراہیم عم اور ان کی اولاد کو ملی تھی اس طرح سے یہ لوگ بغیر سوچے سمجھے اپنے مطلب کے مطابق نتیجہ نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پہلے ایک عقیدہ خود ہی بنا لیا جاتا ہے اور پھر قرآن کریم کی آیات یا احادیث رسول اللہ کو اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کیجاتی ہے اور اپنی ہوا و ہوس کے پیچھے ایسے لگ جاتے ہیں کہ پھر ان کو عجیب عجیب باتیں سوجھ جاتی ہیں۔

خاتم النبیین سے اجرار نبوت ثابت کرنے کی بیہودہ کوشش

اسی طرح سے یہ آیت جو میں نے شروع میں تلاوت کی ہے اس سے بھی نبوت

جاری رہنے پر استدلال کیا جاتا ہے۔ مگر اس آیت کے جو معنی کئے جاتے ہیں۔ ان سے وہ بات ہی مفقود ہو جاتی ہے۔ کہ جو آیت کا اصل منشا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ۔۔۔ محمد (صلعم) تم میں سے کسی کے باپ نہیں۔ لیکن خدا کے رسول ہیں۔ ان دونوں باتوں کا بظاہر کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ کہ وہ جسمانی طور پر تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں مگر اللہ کے رسول ہیں۔ اصل میں دونوں کا تعلق یہ ہے کہ جسمانی طور پر تو وہ کسی کے باپ نہیں۔ مگر چونکہ رسول اپنی امت کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ روحانی طور پر اپنی امت کے باپ ہیں۔ جسمانی طور پر باپ تو وہی ہوتا ہے کہ جس کے ذریعہ روحانی زندگی ملتی ہے۔ کہ جو وہ خدا کے ساتھ تعلق پیدا کر کے حاصل کرتا ہے۔ تو فرمایا کہ یہ توضیح ہے کہ وہ جسمانی طور پر تو کسی کے باپ نہیں مگر وہ اللہ کے رسول یعنی اپنی امت کے روحانی باپ ہیں۔ اگر وہ جسمانی طور پر کسی کے باپ نہیں تو اس میں کوئی بڑائی کی بات نہیں۔ اصل چیز تو روحانی نیت ہے۔ اور اس کے لحاظ سے وہ اپنی امت کے باپ ہیں۔ اس آیت کے معنی کرنے میں یہاں تک تو ان کو بھی اتفاق ہے۔ کہ بلاشبہ وہ جسمانی طور پر ان کی کوئی نرینہ اولاد نہیں۔ مگر وہ روحانی طور پر ساری امت کے باپ ہیں۔ آگے لفظ آتے ہیں وخاتم النبیین اور وہ نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے لیکر تا ایندم ان الفاظ کے یہی معنی کرتے چلے آئے ہیں۔ کہ وہ نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور کسی کو بھی آجتک ان معنوں سے اختلاف کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اب اس پر غور کرنا چاہیئے کہ اس جملہ کا تعلق اپنے ماقبل سے کیا ہے۔ بات اصل میں یہ ہے۔ کہ جب سے نبوت کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ ایک کے بعد دوسرا نبی برابر آتا رہا ہے۔ ایک نبی کے بعد جب دوسرا آجاتا تھا تو پہلے نبی کی ابوت کا سلسلہ منقطع ہو جاتا تھا۔ اور دوسرے نبی کی ابوت روحانی شروع ہو جاتی تھی۔ گویا اس کی قوت قدسی اور حکومت ختم ہو گئی۔ اور اب دوسرے نبی کی شروع ہو گئی۔

محمد رسول اللہ صلعم کی ابوت روحانی کا سلسلہ قیامت تک ہے

تو اس آیت میں بتلایا یہ گیا ہے۔ کہ آپ نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور اگر آپ کے بعد کوئی نبی آجائے تو گویا آپ کی روحانی ابوت بھی کٹ جائے۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے باپ ہیں کہ اب قیامت تک انہی کی ابوت روحانی کا سلسلہ چلیگا۔ گویا اس امت کا تعلق آپ کے ساتھ یا آپکی ابوت روحانی کا تعلق اس امت کے ساتھ قیامت تک منقطع ہونے والا نہیں۔ بلاشبہ آپ جسمانی طور پر تو کسی مرد کے باپ نہیں مگر روحانی طور پر باپ ہیں۔ اور ایسے باپ ہیں۔ کہ اب اور کوئی روحانی باپ اس امت میں آپ کے بعد نہیں آئیگا۔ بلکہ اب ہمیشہ کے لئے آپ ہی روحانی باپ اس امت کے رہینگے اور چونکہ نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ اس لئے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور آپ خاتم النبیین ہیں۔ لیکن اب اس آیت کے یہ معنی کئے جاتے ہیں۔ کہ آپ کے بعد بلاشبہ نبی ہوا کریں گے جو آپ کی امت میں سے ہونگے۔ اور آپ کی مہر سے آیندہ بھی بنا کریں گے۔ پہلے تو خدا نبی بنایا کرتا تھا مگر اب محمد رسول اللہ صلعم کی مہر سے نبی بنا کریں گے۔ لیکن غور کرو ان معنوں کے کرنے میں اصل آیت کا مطلب ہی خبط ہو جاتا ہے۔ ان معنوں کی رو سے اس آیت کا مطلب یوں ہو جائیگا۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں، بلکہ آپ روحانی طور پر امت کے باپ ہیں اور آپ کے بعد اس امت کے اور بھی روحانی باپ ہونگے۔ خواہ وہ آپکے فیض سے ہی کیوں نہ ہوں مگر اس امت کے باپ ضرور ہونگے گویا آپ کو یہ خبر دی گئی ہے۔ کہ جسمانی طور پر تو آپ کسی مرد کے باپ ہیں ہی نہیں روحانی طور پر بھی آپ کی ابوت منقطع ہو جائے گی۔ کیونکہ آپ کے بعد اس امت کے اور روحانی باپ آئیں گے۔ یہاں جسمانی باپ کے بالمقابل لفظ رسول اللہ کو رکھا ہے گویا یہ بتایا ہے کہ ہر رسول اور نبی لازم ہے کہ روحانی باپ ہو۔ پس جب اور نبی اور رسول آئیں گے تو وہ یقیناً اس امت کے روحانی باپ ہونگے۔

آنحضرت صلعم کے بعد نبی کا آنا آپ کی ہتک ہے

تو یہ جو کہا جاتا ہے۔ کہ آپ کے بعد نبی آنے سے اور آپ کی مہر سے نبی بننے سے آپ کی شان بڑھ جاتی ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اور خاتم النبیین کے لفظ میں ان معنوں کی رو سے کوئی خوشخبری نہیں نہ کوئی آپ کی شان ہی اس میں نظر آتی ہے بلکہ یہ ایک افسوسناک خبر ہے۔ کہ آپ کی جسمانی ابوت تو ہے ہی نہیں روحانی بھی کوئی نہیں کیونکہ آپکے بعد اور نبی اور رسول آئیں گے۔ اور وہ اس امت محمدیہ کے لئے بطور روحانی باپ کے ہونگے۔ اور ان معنوں کی رو سے اصل آیت کا منشا بھی فوت ہو جاتا ہے۔ اور جب اس آیت سے یہ نتیجہ نکلا کہ اور بھی نبی اور رسول آپ کے بعد ہونگے۔ جو اس امت کے لئے بطور روحانی باپ کے ہونگے۔ اور محمد رسول اللہ صلعم کی روحانی ابوت کا سلسلہ منقطع ہو جاوے گا۔ اب اور کونسی قرآن کریم کی آیت ہے۔ کہ جس سے یہ ثابت کیا جاویگا۔ کہ محمد رسول اللہ کی ابوت ختم نہیں بلکہ اس کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اب ایک اور پہلو سے غور کرو تو بھی خاتم النبیین کے یہ معنے غلط ثابت ہوتے ہیں کیونکہ یہ تو ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے کہ نبی اور رسول آتے رہے اور وہ اپنی امت کے باپ بھی ہوتے تھے۔ اور اس میں کسی نبی کی کوئی تخصیص نہ تھی اب ایک محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین کی نئی اصطلاح قائم کی تھی۔ اگر اس کے معنے بھی ظاہر اور بدیہی

نہیں تھے اور تیرہ سو سال تک کسی کی سمجھ میں ہی نہ آنے والے تھے گو ساری امت زور لگاتی رہے۔ تو یہ لفظ اختیار ہی کیوں کیا گیا۔ کیا مقام تعجب نہیں کہ تیرہ سو سال تک لوگوں کو یہ پتہ نہیں چلتا کہ خاتم النبیین فی الحقیقت کیا ہوتا ہے۔ اگر اگر وہ کچھ سمجھتے ہیں تو یہی سمجھتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مگر تیرہ سو سال کے بعد جا کر اس آیت کے معنی کھلتے ہیں۔ پھر اگر اس کے یہی معنی تھے کہ نبی اور رسول آتے رہیں گے۔ تو یہ کوئی نئی بات نہ تھی ہمیشہ سے نبی اور رسول آتے رہے۔ اس کے لئے خاتم النبیین کی نئی اصطلاح قائم کرنے کی ضرورت کیا تھی۔

تیرہ سو سال تک خاتم النبیین کے معنی نبیوں کی مہر نہیں کئے گئے

اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ اتنی تو عظیم الشان بات کہ پہلے نبی خدا بنایا کرتا تھا اب وہ نبی بنانے کی مہر محمد رسول اللہ صلعم کے سپرد ہوئی مگر تیرہ سو سال تک خاتم النبیین کے ان معنوں کو کوئی سمجھتا تک نہیں۔ اور نہ خدا نے ہی اس آیت کی کسی دوسری جگہ اس کی تشریح کی تاکہ لوگوں کو ان معنوں کی سمجھ آ جائے۔ اس سنت قدیمہ کے بالمقابل سے خدا کو چاہئے تھا کہ وہ اس کی تشریح کھول کر دوسری جگہ کر دیتا یا خود محمد رسول اللہ صلعم کو ہی سمجھا دیتا اور وہ کسی حدیث میں اس کی تشریح کر دیتے ہم نے اس امر کا بارہا مطالبہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کی کسی حدیث سے خاتم النبیین کے یہ معنی دکھاؤ مگر جواب تک نہیں دیتے۔ موٹی سی بات ہے کہ کس آیت یا حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ اب نبی آپ کی مہر سے بنا کریں گے۔ یا محمد رسول اللہ صلعم نے کہاں فرمایا ہے۔ کہ میری مہر سے نبی بنا کریں گے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ تیرہ سو سال تک مسلمانوں کو اس آیت کے یہ معنی سمجھ نہیں آئے کہ اس سے محمد رسول اللہ صلعم کی مہر سے نبیوں کا بننا مراد ہے۔ نہ اللہ تعالےٰ نے اس کی کہیں تشریح کی نہ محمد رسول اللہ صلعم نے اس کی تشریح کی اور نہ کسی مجدد اور اولیاء اللہ نے ہی اس حقیقت کو سمجھا کہ خاتم النبیین کے معنی درحقیقت یہ نہیں کہ آپ آخری نبی ہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ اب آپ کے مہر سے نبی بنا کریں گے

خاتم النبیین کے معنی احادیث کیا بتلاتی ہیں

بلکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو ساری عمر ان معنوں کے خلاف ہی خاتم النبیین کی تشریح کرتے رہے۔ کبھی تو یہ فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں۔ لا نبی بعدی۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ کبھی یہ فرمایا لم یبق من النبوۃ الا المبشرات نبوت میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ اب صرف مبشرات باقی رہ گئے ہیں۔ پھر کبھی یہ فرمایا کہ میں قصر نبوت کی آخری اینٹ ہوں۔ اور کبھی یہ فرمایا کہ لو کان بعدی نبی لکان عمرؓ میرے بعد اگر نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔ اور کبھی علی کو مخاطب کر کے فرمایا انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔ اے علی میری اور تیری نسبت تو موسےٰ اور ہارون کی نسبت ہے۔ مگر وہ نبی تھا مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں اس لئے تو نبی نہیں ہو سکتا اور کبھی یہ فرمایا کہ انا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہٗ نبی میرا نام عاقب اسلئے ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور کبھی یہ فرمایا سیکون فی امتی ثلثون کذابون دجالون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ میرے بعد تیس مدعی نبوت ہونگے مگر وہ کذاب اور دجال ہونگے اسلئے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ تمام کی تمام احادیث خاتم النبیین کی تشریح سے بھری ہوئی ہیں کہ جو آپ کو دنیا کا آخری نبی ٹھیراتی ہیں۔ مگر اس کے خلاف یہ معنے کہ آپ کی مہر سے نبی بنا کریں گے۔ کسی حدیث میں زبان نبوی سے مروی نہیں ایک بھی حدیث نہیں کمزور سے کمزور بھی حدیث نہیں۔ کسی صحابی کا قول بھی نہیں کہ خاتم النبیین کے معنے آپ کی مہر سے نبی بننا ہیں۔ اور تیرہ سو سال تک آنحضرت صلعم سے لیکر آیندم ساری امت ان معنوں سے بے خبر رہی۔ اور ایک اصولی عقیدہ میں ضلالت پر رہی۔ نعوذ باللہ من ذالک کاش کوئی کمزور سی حدیث ہی پیش کیجاتی۔ اتنا پتہ تو لگ جاتا کہ آخر یہ معنے رسول اللہ صلعم کو بھی آتے تھے۔ گو امت نے قبول نہ کئے ہوں

ختم نبوت کی فلاسفی

مگر میری غرض ختم نبوت کے عقیدہ کے ایک اور پہلو کیطرف توجہ دلانا ہے ختم نبوت کو اللہ تعالےٰ نے ایک عظیم الشان اتحاد اسلامی کی بنیاد قرار دیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ نفی ابوت جسمانی کے ساتھ ختم نبوت کا ذکر کیا ہے۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم کے بالمقابل لفظ رسول اللہ آتا ہے۔ پس یہاں جسمانی ابوت کا ذکر کر کے رسول اللہ کہنا صاف بتاتا ہے۔ کہ اس کے معنی روحانی باپ کے ہیں اور ابوت جسمانی کی نفی کے ساتھ اس ذکر کی غرض یہ ہے۔ کہ اگر آپ کی جسمانی اولاد بھی ہوتی تو اس کو یقیناً باقی امت میں ایک عزت اور درجہ امتیاز حاصل ہوتا اور یوں وہ دوسرے امت کے لوگوں سے ممتاز ہو جاتی اللہ تعالےٰ نے امت محمدیہ میں وحدت اور مساوات تام قائم کرنے کے لئے یوں فرمایا کہ محمد رسول اللہ تم میں سے کسی کے جسمانی باپ نہیں۔ کیونکہ اگر جسمانی باپ ہوتے تو آپ کی اولاد کو باقی امت میں امتیاز حاصل ہو جاتا اور یوں امت محمدیہ میں مساوات اور وحدت قائم نہ رہتی اس لئے فرمایا کہ آپکے جسمانی اولاد کوئی نہیں۔ بلکہ آپ اللہ کے رسول یا روحانی طور پر اپنی امت کے باپ ہیں۔ اور تمام کے تمام وہ لوگ جو آپ پر ایمان لائیں وہ یکساں طور پر آپکے روحانی فرزند ہیں اور وہ کل کے کل ایک ہی باپ کے بیٹوں کی طرح آپس میں بھائی بھائی ایک کنبہ کی طرح ہیں۔ اور سب کو اپنے باپ سے ایک ہی جائداد ملی ہے اور وہ سب اسمیں

یکساں طور پر شریک ہیں۔ ایک ہی شریعت اور آئین پر وہ چلنے والے ہیں۔ اور اسی کو واضح کرنے کے لئے کہ سب مسلمان خواہ کسی قوم اور ملک کے ہوں۔ ایک لذیذ طور پر ہیں۔ اور ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں۔ کہیں یوں فرمایا کہ انما المومنون اخوۃ کل کے کل مسلمان بھائی بھائی ہیں یعنی ایک ہی باپ کی اولاد ہیں اور کہیں رسول اللہ صلعم کی بیویوں کی نسبت ازواجہ امہاتہم فرمایا یعنی وہ مومنوں کی مائیں ہیں اور اس طرح سے کل مسلمانوں کو ایک ہی باپ کی اولاد ہیں اور باپ کی بیویوں کو مائیں قرار دیکر سب کو بھائی بنا دیا اور سب میں اتفاق و یگانگت کی بنیاد رکھدی کل مسلمانوں میں کوئی نسلی طور پر امتیاز نہیں سب یکساں طور پر ایک ہی باپ کے فرزند ہیں۔ اگر رسول اللہ صلعم کی جسمانی اولاد بھی ہوتی تو کل مسلمانوں میں یہ یگانگت اور یکساں تعلق پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ بلکہ بعض تو جسمانی اور روحانی دونوں طور پر فرزند کہلاتے اور بعض صرف روحانی اور پھر جیسا کہ دنیا میں اکثر ہوا ہے روحانیت کو نظر انداز کرکے جسمانی اولاد کو ہی سب کچھ بنا لیا جاتا۔ بیٹا ہونے کی ترجیح خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور اسی غلط ترجیح نے آج بھی بہت سے لوگوں کو غلط راہ پر ڈالدیا ہے۔ اور لوگوں نے صرف بیٹا ہونے کی خصوصیت کے سامنے قرآن حدیث تک کو جواب دیدیا ہے۔ اور وہ اس کی باتوں کے بالمقابل قرآن کے احکام کی رسول کے احکام کی مسیح موعود کے احکام کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔

محمد رسول اللہ قیامت تک امت کے روحانی باپ ہیں

کیا ہی پر حکمت کلام ہے۔ کہ آپ جسمانی طور پر تو کسی کے باپ نہیں اور روحانی طور پر سب کے یکساں باپ ہیں۔ اور قیامت تک کے لئے باپ ہیں۔ اور اس بات کو دوسری جگہ نہایت صفائی سے کھولدیا ہے۔ فرمایا ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ یعنی محمد رسول اللہ صلعم امیوں کی تعلیم کرتے اور کتاب و حکمت سکھاتے ہیں۔ فرمایا واخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم کہ ان کے بعد بھی جو قیامت تک آنیوالے لوگ ہیں۔ ان کی تعلیم اور تزکیہ بھی آپ ہی کے سپرد ہے گویا آپ لوگوں کے قیامت تک کے لئے روحانی باپ ہیں۔ اور آپ کی تعلیم و تربیت اور تزکیہ قیامت تک کے لوگوں کے لئے ممتد ہے۔ تو ایک جگہ رسول کا لفظ لا کر روحانی باپ کہا تو دوسری جگہ رسول کا کام تزکیہ اور تعلیم بیان کرکے یہ بتا دیا کہ اب قیامت تک روحانی زندگی ایک ہی باپ سے ملے گی۔ اور دونوں آیتوں کے مختلف الفاظ کے باوجود ایک ہی مفہوم دونوں کے پیچھے ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کے آنے سے پیشتر قرآن کی تعلیم اٹھ گئی تھی۔ مگر میں حیران ہوں کہ اگر قرآن اس طرح دنیا سے اٹھ گیا تھا۔ تو خود مرزا صاحب کی تربیت کس نے کی ہے بلکہ مرزا صاحب کی تربیت اور تزکیہ کرکے اس نے ثابت کر دیا کہ وہ قوت قدسی کہ جس نے صحابہ کرام جیسے لوگوں کی تربیت کی وہ اتنے ہی زور سے اب بھی ہے۔ وہ کم نہیں ہوئی۔ اور آج تیرہ سو سال کے بعد بھی وہ ایسے عظیم الشان انسان پیدا کر سکتی ہے۔ اور وہ قوت کم نہیں ہو رہی بلکہ بڑھ رہی ہے۔ کیونکہ اگر کم ہو رہی ہوتو ایکدن ختم ہو جائے۔ اور اسی لئے دوسری جگہ قرآن کریم میں فرمایا وللاخرۃ خیر لک من الاولی جس میں یہ اشارہ ہے۔ کہ آپ کے لئے ہر پیچھے آنے والی گھڑی پہلے سے بڑھ کر ہے۔ غرض اس آیت میں بتلایا گیا ہے۔ کہ آپکی قوت قدسی ختم نہیں ہوگی۔ بلکہ جسطرح سورج طلوع ہو کر نصف النہار کی طرف بڑھتا جاتا ہے۔ اسی طرح آپ کی قوت بھی بڑھتی جائے گی۔ اور یہ روحانی ابوت کا سلسلہ کسی اور نبی اور رسول کے آنے سے منقطع نہیں ہو جائیگا۔

سب مسلمان ایک ہی باپ کی اولاد ہیں

بلکہ امت محمدیہ قیامت تک آپس میں ایک ہی باپ کی اولاد کی طرح بھائی بھائی رہیگی۔ اے لوگو تم سب مسلمان اس تعلق کی وجہ سے باہم بھائی بھائی ہو۔ مگر اس رشتہ کی وجہ سے جو اخوۃ مسلمانوں میں پیدا کی گئی ہے۔ اکثر لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ حالانکہ اس تعلق کی قدر روحانی باپ کے تعلق سے بڑھ کر ہونی چاہئے اور جسطرح سے ہم اپنے جسمانی بھائیوں کی غلطیوں اور لغزشوں پر درگزر کرتے ہیں۔ اور ایکدوسرے کے ساتھ ان کی کمزوریوں اور نقصوں کے باوجود محبت کرتے ہیں مگر افسوس ہے کہ اپنے روحانی باپ کی طرف سے بھائیوں کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں۔ اور ذرا ذرا سی بات پر جھگڑا فساد شروع کر دیتے ہیں۔ اگر ہم کو محمد رسول اللہ صلعم سے محبت ہے۔ تو اس کی اولاد سے بھی محبت ہونی چاہئے۔ اور محمد رسول اللہ صلعم سے کیوں نہیں محبت نہ ہوگی جبکہ خود آنحضرت صلعم نے اپنی محبت کو تمہارے ایمان کا معیار ٹھیرایا ہے۔ فرمایا۔ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین۔ جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں ماں باپ بال بچوں اور سب لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہونگے تو تم کامل مومن نہیں کہلا سکتے۔ جب اس کے ساتھ سب سے بڑھ کر محبت ہوگی تو پھر اس کی اولاد کے ساتھ بھی محبت بڑھے گی۔ اور سب کے سب مسلمان آپس میں ایک ہی باپ کی اولاد ہونے کے سبب سے بھائی بھائی ہو جائیں گے۔ تمام مسلمانوں میں اخوۃ کو قائم رکھنے کے لئے اور قیامت تک قائم رکھنے کے لئے محمد رسول اللہ کو اس امت کا ایک ہی باپ قرار دیا ہے۔ اور اب قیامت تک اس امت میں اور کوئی نبی یا رسول نہیں آ سکتا۔ اور نہ کوئی اس امت کا اور باپ ہو سکتا ہے کیونکہ اگر فی الواقعی اس امت میں اور کوئی نبی آ جائے تو اسلام کے اس اتفاق اور اتحاد کی جڑ کٹ جائے محمد رسول اللہ

کے بعد نبی آجانے سے مسلمانوں میں کبھی اتفاق اور اتحاد ہو ہی نہیں سکتا۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ہم سب کو مرزا صاحب کے جھنڈے کے نیچے لا کر اتفاق اور اتحاد پیدا کر دیں گے۔ اور سب کو ایک ہی مذہب پر لے آئیں گے۔ یہ صرف منہ کی باتیں ہیں۔ دنیا میں آجتک کسقدر انبیاء آئے کیا کوئی بھی ایسا نبی آیا ہے کہ جسکو سب لوگوں نے بالاتفاق مان لیا ہو۔ پہلے سب کو محمد رسول اللہ جیسا عظیم الشان انسان تو منوا کر دکھاؤ کیا کل دنیا کو تیرہ سو سال کی مسلمانوں کی کوششوں نے محمد رسول اللہ منوا لیا ہے کار تم نبی بنا کر سب مسلمانوں کو مرزا صاحب نہیں منوا سکتے۔ البتہ مجدد منوا کر کامیابی حاصل کر سکتے ہو۔ اور اس کے لئے گذشتہ مجددین کی نظیریں موجود ہیں۔ کہ ان کو مسلمانوں کے بہت بڑے حصہ نے قبول کر لیا ہے۔ پس یاد رکھو کہ آنحضرت کے بعد نبی بنانا اور محمد رسول اللہ صلعم کی ابوت روحانی کے سلسلہ کو قطع کرنا مسلمانوں میں یہ اتفاق کی بنیاد قطعًا نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہ بات نفاق اور فساد کو پھیلانے والی ہے کیونکہ یہ امر ظاہر ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کے بعد اگر کوئی اور نبی آجائے تو سب کے سب مسلمان تو اسکو ماننے سے رہے۔ بلکہ صدیوں کی کوششوں کے بعد یہ ممکن ہے۔ کہ کچھ حصہ مسلمانوں کا اسکو قبول کر سکے اس لئے اس کے آنے سے سوائے اس کے اور کیا ہو گا۔ کہ اس وجہ وہ رشتۂ اسلام کو بھی برباد کر دیا جائے۔ پس یاد رکھو کہ مسلمانوں کا اتحاد صرف اسی طرح قائم رہ سکتا ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم کو ہی ساری امت کا ایک ہی باپ یقین کیا جائے اور آپ کے بعد کسی اور نبی کے آنے کا عقیدہ نہ تراشا جائے۔

آپس میں بھائیوں کا سا سلوک کرو

اس وقت تم لوگ جو یہاں ہو۔ گو تھوڑے ہی ہو۔ مگر تم سب آپس میں ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھو۔ اور جس طرح سے ایک بھائی دوسرے بھائی پر جھٹ پٹ ناراض نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اپنے ایک ہی باپ ہونے کی وجہ سے محبت کرتا ہے اسی طرح تم بھی ایک ہی رسول کی اولاد ہونے کی وجہ سے آپس میں محبت کرو بلکہ تم نے تو ایک مجدد زمانہ کو بھی مان کر اس شخصی اخوت کو از سرِ نو تازہ کیا ہے۔ اس لئے تم میں اور بھی زیادہ محبت ہونی چاہیئے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہو جانا ٹھیک نہیں فلاں شخص نے یہ چیز یہاں کیوں رکھدی اور وہ چیز فلاں نے کیوں اٹھالی اور انچ انچ زمین کے ادھر ادھر ہو جانے پر جھگڑا فساد آپس میں کرنا اچھا نہیں آنحضرت صلعم نے ان آپس کے فسادات کو مٹانے کے لئے ایک اصول مقرر کر دیا ہے۔ فرمایا والذی نفسی بیدہ لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ اس خدا کی قسم کہ جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے۔ تم میں سے کوئی شخص کامل الایمان ہو نہیں سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے۔ کہ جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ پس جب تم آپس میں کوئی معاملات کرنے لگو۔ تو اس زریں اصول کو یاد رکھو۔ کہ تم اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرو کہ تم اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ کسی کا حق دبانے سے پیشتر تمہارے دل میں یہ فکر ہونی چاہیئے کہ اگر میں اس کے مقام پر ہوں تو کیا میں اس کو پسند کرونگا پھر اگر کسی سے غلطی ہو بھی جائے تو اس کی غلطی کو اپنا بھائی سمجھ کر معاف کر دو سفر میں کسی شخص نے دو بھائیوں کا ذکر کیا کہ ان میں باہم رنجش ہے۔ میں نے کہا کہ اس رنجش کا دور کرنا تو آسان ہے۔ فرض کر لو کہ ایک کو دوسرے سے کچھ ذاتی نقصان پہنچا ہے مگر باہم کدورت کے رہنے سے دین کو نقصان پہنچتا ہے۔ تو کیا دینی نقصان کے مقابل پر ذاتی نقصان قربان کر دینے کی چیز ہے۔ یا نہیں۔ اگر اتنی بات کو کوئی شخص سمجھ لے تو تمام رنجشیں ہیچ ہو جاتی ہیں۔ میں اپنے سب احباب کو یہی نصیحت کرتا ہوں۔ کہ آپس کے کینے چھوڑ دیں مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ دنیا کی کسی چیز کی خاطر خدا اور اس کے رسول کے احکام کی پرواہ نہ کرے اور آپس میں بغض رکھیں اس سے بسا اوقات انسان کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ پہلے ہی مسلمان تفرقوں کے باعث تباہ ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے۔ کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بغض کرنے والے نہ ہوں بلکہ آپس میں تعلقات محبت کو مضبوط کر کے بغضوں کے کم کرنے والے ہوں۔ آمین

پاپایانِ مقدس

مسٹر سکاٹ امریکی نے اپنی عدیم النظیر تاریخ میں ایک باب "آٹھویں صدی سے سولہویں صدی تک یورپ کی حالت" قائم کیا ہے۔ یہ باب اسقدر دلچسپ ہے۔ اور اس میں ایسی معلومات کا ذخیرہ ہے جسکو مسلمانوں کو بار بار پڑھنا چاہیئے۔ اور اس سے وہ باتیں معلوم ہونگی جو کئی ہزار ہا اوراق پڑھے دوسری جگہ نہیں معلوم ہو سکتیں۔

مسٹر سکاٹ کہتے ہیں:۔

"علم تاریخ کا کوئی شعبہ انسانی دغا فریب اور انسانی کمزوری کی ایک بھی ایسی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ جیسی کہ پوپوں کے حرص و آز یا سازشوں اور عیوب کے قصے اس خصوص میں یہ امر ہمیشہ اور ہر وقت ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ کہ اصول مذہب مسیحی کے مطابق پاپائے مقدس کمال روحانی کا ایک فانی مجسمہ اور خدائے قادرِ مطلق کا نائب فی الارض ہے یہی وجہ ہے۔ کہ خواہ قوت فیصلہ کی کوئی غلطی ہو یا عقاید کے متعلق ایک حقیر بحث اگر اسکو ایک پوپ منظور کر جائے اور اسکا جانشین اسکو مشکوک قرار دیدے تب بھی دونوں کی معصومیت کا دعویٰ برابر قائم رہ سکتا ہے۔ یہی دعویٰ وہ بنیاد ہے جسپر تمام کلیسائی عمارت کا قیام ہے۔ اس حیثیت سے کہ پاپائے بعینہ اسی طرح مسیح کے جانشین ہوتے

ہی ہیں کہ آپ کے حواری تھے۔ اس لئے ان (پوپوں) کو عالم الکل ہونے کا درجہ حاصل ہے۔ ان گنواروں کی نگاہ میں جو پوپ کے حلقۂ ارادت میں داخل تھے یا ہیں (خواہ وہ کتنے ہی دور افتادہ ممالک میں بسنے ہوں) پوپ کی تبدیل۔ اپنے اراکین دربار سے اس کے تعلقات۔ اُس کے اشغال۔ اُس کی سیر و تفریح۔ اسکا مذاق۔ اس کی عادت و خصلت اور اُس کی گفتگو۔ غرض ہر چیز جو پوپ سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کی وہ وقعت تھی اور ہے کہ کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کی نہیں ہو سکتی۔ پوپ کے جیسے رتبہ و اقتدار پر پہنچنے کی امکانات زمانۂ اصنام پرستی میں ہو ہی نہیں سکتے تھے۔ جو شخص ذرا چست و چالاک اور لائق ہوتا۔ خواہ وہ ایک کمینہ نسل کا فرد ہوتا۔ اسکو سینٹ پیٹر کے تخت پر جلوہ گر ہونے کی امید ہو سکتی تھی ایسے آدمی بھی اس رتبہ پر پہنچ سکتے تھے جن کے عیوب کو اس زمانہ کی مساحت نے اس لئے معاف کر دیا ہو یا کم از کم اُن سے چشم پوشی کی ہو کہ وہ اپنی ریشہ دوانیوں سے کامیاب رہا ہو۔ اور پھر اپنے پیشہ کے تقدس کو اُس نے کامیاب رکھا ہو۔

غرض یہ کیفیت تھی روم کی پاپائی کی جو دنیاوی طاقتوں میں سب سے زیادہ بلند درجہ رکھتی تھی۔ سب سے زیادہ اُسکا اقتدار بڑھا ہوا تھا۔ اور سب سے زیادہ وہ بدنام تھی۔ یہ دینی بادشاہ اس کی بہت ہی کم پروا کرتے تھے۔ کہ صحت عقائد قائم رہے۔ یا نہ رہے۔ بہر حال اس شخص کی زبان دنیائے مسیحی کا قانون یا شریعت تھی۔ کلیسائی تواریخ کا مطالعہ کرنے والے حضرات کو یہ اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ ابتدائے زمانۂ مسیحیت میں دین مسیحی پر اصول یہودیت زیادہ غالب تھے۔ اور یہی اصول پادریوں کی پالیسی کے روح و روان تھے۔ اور اُن ہی بازوؤں پر وہ اُڑتے تھے۔ اُن کو زمانۂ اصنام پرستی کے خیالات اور مراسم کو جو انہیں رومیوں سے ملے تھے۔ وہ کسی طرح اپنے سے الگ نہیں کر سکتے تھے۔ مختلف زمانوں میں ہر ایک پوپ کے خیالات ایسے تھے۔ جو صاف طور پر عقائد دین مسیحی کے بالکل خلاف تھے مثلاً سینٹ کلے منٹ از روے عقاید اریوسی (منکر لاہوت مسیح) تھا۔ انسٹی سی ایس نسطوری تھا۔ آنوری اس تثلیث کو نہیں مانتا تھا۔ بلکہ عقیدۃً موحد تھا۔ جان بست و دوئم کھلا کھلا ملحد تھا۔ اور وجود باری تعالیٰ کا انکار کرتا تھا۔ متضاد اصول مذہب تند و ترش مباحث۔ خوفناک لعنتیں اور بد دعائیں۔ جو ان بے دینانہ اصول و ضوابط کے تسلیم کر لینے کا نتیجہ تھیں۔ وہ تمام دنیائے مسیحی میں ایک طوفان بے تمیزی بپا کئے ہوئے تھیں۔ اور ان کی وجہ سے ہر طرف سے لعنت و ملامت کی بوچھار ہوتی تھی۔ جیسے جیسے پوپوں کی طاقت و اقتدار بڑھتے گئے۔ بلند نظر اور خود غرض۔ آوارہ گرد اور قسمت آزما لوگ اس جلیل القدر منصب کے لئے کوشش کرنے لگے۔ لوگوں نے اس رتبہ پر پہنچنے کے لئے نہایت ذلیل اور مفسدانہ تدابیر اختیار کیں۔ اور کامیاب ہوئے۔ ایک پوپ نے اپنا تخت دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا۔ تاج شاہی کی طرح ایک نے دوسرے سے چھینا۔ پادریوں نے اس کو نیلام پر چڑھایا۔ اور کسی دولتمند نے اس کو خریدا۔ بعض پوپوں نے حکم خدمت دین بھی حاصل نہیں کیا۔ بعضوں کا اس درجہ پر پہنچنے سے پہلے اصطباغ لینا بھی ثابت نہیں ہوتا۔ ایسی مثالین اکثر موجود ہیں کہ "اکلیل پاپائی"، اور "تاج تثلیثی"، بچوں اور نابالغوں کے سر پر رکھا گیا۔ چنانچہ جان دوازدہم اور نیسے ڈکٹ یازدہم ابھی تیرہ ہی تیرہ برس کے بھی نہ ہوئے تھے۔ کہ اُن کے ہاتھوں میں عیسائیوں کی دینی و روحانی حکومت دیدی گئی۔

بعض نائبان مسیح از روئے نسب نہایت گمنام خاندان سے تھے۔ اور بعض کی پیدائش کے قصے نہایت شرمناک تھے۔ سٹی فن ہفتم۔ جان دہم۔ یازدہم۔ بونی فیس ہفتم۔ گریگوری ہفتم سب کے سب فاحشہ عورتوں کے بطن سے تھے۔ بعض بعض پوپوں کے دامن پر تو صاف صاف اولاد حرام ہونے کا دھبہ ہے۔ مشہور ربیوا۔ مروزیہ۔ عمر بھر تخت پاپائی کو اپنی انگلیوں پر نچاتی رہی ہے۔ آٹھ ایسے پوپوں کو اُس نے تخت پاپائی پر بٹھایا جو اُس کے آشنا تھے۔ یا بیٹے۔ ان میں سے ایک رشتہ میں اُس کا بیٹا بھی تھا اور پوتا بھی۔

اس کے زمانہ کا ایک قصہ مشہور ہے جسکو مصنفین نے محض فرضی افسانہ کہا ہے۔ لیکن اس کے ثبوت میں ایسی قوی شہادتیں موجود ہیں۔ جنکو منکرین کے سخت جرح و تعدیل بھی سقیم نہیں کر سکتے۔ دین قدیم (مسیحی) کے مورخین مدتوں سے یہ کہہ رہے ہیں اور عام طور پر ان کی تائید کیجاتی ہے۔ کہ دنیائے مسیحی کے دار السلطنت میں جو بے شمار شہداء کے خون سے مقدس ہو چکا تھا۔ جو پاپاؤں کے مایۂ ناز عروج سلطنت روحانی کی سینکڑوں یادگاریں اپنے گود میں لئے ہوئے ہے۔ اور کلیسا کی بہت سی فتوحات سے معراج کمال پر پہنچا ہوا ہے۔ ایک نہایت عجیب و غریب معجزہ ہوا کہتے ہیں کہ پوپ جان ہفتم جسکا عورت یا مرد ہونا سوائے اس خوش قسمت کے اور کسی کو معلوم نہ تھا جو اُسکا آشنا تھا۔ ایک دینی و روحانی تہوار کے مراسم ادا کر کے واپس آرہے تھے۔ بڑے بڑے اساقفہ تجمل و شان کے ساتھ اس کے جلو میں تھے۔ پاپائی کے نشانات قوت و صولت سے آنکھیں چوندھیائی جاتی تھیں۔ کہ جناب پوپ کو دردزہ ہوا اور روم کے ایک بارونق شارع عام پر اس نے وضع حمل کیا۔

اس فضیح مصیبت کا ثابت شدہ تسلیم کر لینا اور پھر اس کی تردید کرنا کلیسائی فن تاریخ کے نہایت لطف انگیز واقعات میں سے ایک ہے۔ . . . . . بہر حال نتیجہ یہ ہوا کہ لیو دہم کے زمانہ تک جب کوئی نیا پوپ تخت پاپائی پر بٹھایا جاتا تھا تو کچھ ایسی رسمیں (جو کہی نہیں جا سکتیں) علی رؤس الاشتہاد کی جاتی تھیں۔ جن سے تمام حاضرین کو معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ شخص مرد ہے یا عورت . . . . لیکن یہ واقعہ فی نفسہ صحیح ہو۔ یا غلط۔ جو کچھ اس اشاعت فضیحت کا نتیجہ ہوا۔ اگر اسکا مقابلہ ان جرائم سے کیا جائے جو کئی صدیاں برابر تاریخ پاپائی روم میں درج ہوتے چلے آئے ہیں۔ اور جنہوں نے فی الحقیقت پاپائی کے درخشندہ چہرہ کو کالا کیا ہے۔ تو ایک زنانہ پوپ کا تخت نشین ہونا کچھ زیادہ وقیع نہیں معلوم ہوتا۔ شاہان کلیسا کی بے شرمانہ دنائت نفس نے ایک زمانہ سے ان ضوابط کو بدنام کیا تھا کہ جس کے موافق خدا کی یہ نیک مخلوق مسیح کے حواریوں کے تخت پر بیٹھ کر

خدا کے نائب بیٹھے ہیں ... دار السلطنت پاپائی کے پادریوں کے فسق و فجور کی یہ کیفیت تھی۔ کہ جو پوپ اپنی زندگی بے لوث گزارنا چاہتا تھا۔ وہ ایک گھنٹہ بھی زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔ چنانچہ پوپ سی لسٹائن کو پادریوں کے اشارہ سے تخت مسیح پر بیٹھنے کے اٹھارہ روز کے بعد زہر دیدیا گیا۔ ایڈرین پنجم ابھی تخت پاپائی پر بیٹھنے کی رسمیں ادا کر رہا تھا کہ پادریوں کے مجمع میں کھڑے کھڑے زہر ہلاہل سے مار ڈالا گیا۔

امیدوار پاپائی کے حمایتی ایک دوسرے کے ایسے خون کے پیاسے ہوتے تھے کہ سیاسی معاملات میں بھی ایسی دشمنیاں بہت کم پائی جاتی ہیں۔ پاپائی کا امیدوار اپنے مخالف کو بہت برے الفاظ سے مشتہر کیا کرتا تھا۔ ایکدوسرے کو پاپائی کا معاند بتلاتا تھا۔ پادریوں کے لغات کی کتاب ضخیم ہے۔ ان کے یہاں لعن طعن کی کمی نہیں۔ وہ اس قبیل کے تمام الفاظ کی مشق اپنے مخالف پر کرتے تھے۔ اور آخر میں تھک کر ایکدوسرے کو غضب الٰہی کے حوالہ کر دیتے تھے۔ ناکامیاب امیدوار کو ہر قسم کی ایذائیں دیجاتی تھیں کبھی اس کے ناک۔ کان کاٹ ڈالے جاتے تھے۔ کبھی آنکھیں پھوڑ دی جاتی تھیں۔ کبھی زبان نکال ڈالی جاتی تھی بعض قید خانوں میں سڑ سڑ کر مرے ہیں۔ بعض بھوکوں مار ڈالے گئے ہیں۔ ان کے حمایتیوں کی اس سے زیادہ درگت بنتی تھی۔ اپنے خوفناک حریف کے مقابل کیساتھ کوئی قبیح سے قبیح فعل کرنا بھی برا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ انوسنیٹ چہارم نے شاہ فریڈرک کے خاص معتبر طبیب کو اپنے بادشاہ اور آقا کے مار ڈالنے کے لئے متعین کیا تھا۔ کلے منیٹ پنجم نے شاہ ہنری ہفتم کو زہر دیا تھا۔ میڈیسی کے قتل کی تدابیر پوپ سکسٹس چہارم نے کی تھیں۔ چنانچہ وہ عین قربانگاہ کے سامنے قتل کیا گیا۔ لطف یہ ہے کہ رسم ذبیحۃ القدس کو اسکے قتل کا اشارہ مقرر کیا گیا تھا۔ اور یہ رسم ادا کرنیوالا بھی ایک اسقف ہی تھا۔ روم کی نصف آبادی فارموسس کی کینہ توزی کی نذر ہوگئی۔ یہ تباہی اس کے مرنے کے بعد بھی جاری رہی۔ اور اس نے اٹلی کے ایک بہترین صوبہ کو بالکل برباد کر دیا ......

جن مختلف طریقوں اور انواع و اقسام کے مکر و فریب سے نائبان مسیح کا خزانہ بھرا جاتا تھا۔ اس کی برابری دنیا کا لایق ترین وزیر مال بھی نہ کر سکا ہے۔ نہ کر سکیگا۔ ان ناک میں دم کر دینے والی بے پیمانہ ضروریات کا جوان لامحدود اختیارات رکھنے والے حضرات کو لاحق رہتی تھیں پورا کرنا لازمی اور فرض تھا۔ جناب پوپ وہ وہ ترکیبیں ایجاد کرتے تھے۔ جو ہر ایک قانون اخلاق کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتی تھیں۔ مگر جب وہ قوی سے فعل میں آتی تھیں۔ تو وہ دماغ قابل داد معلوم ہوتا تھا جس سے وہ تدابیر نکلتی تھیں سیمونیتہ یعنی عہدہ ہائے کلیسا کی بیع نہ صرف اکثر ہوتی تھی بلکہ اسکے دلائل جواز وہ لوگ بیان کرتے تھے کہ جن کے ذمہ اس کی حفاظت ہوتی تھی جو

امیدوار پاپائی سب سے زیادہ دولتمند ہوتا تھا خواہ وہ لیسی ہی بیاری میں مبتلا ہو کہ اسکا جلد مرجانا سب کے نزدیک متیقن ہوتا۔ مگر وہ ضرور اپنی آرزو میں کامیاب ہو جاتا تھا۔ ایک پادری کی ٹوپی کی قیمت ایکہزار سے دس ہزار روپیہ تک ہوتی تھی۔ اور ایک اسقف کی چادر کی قیمت کلیسائی بازار میں اس سے بھی زیادہ اٹھتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ جس عہدہ کا وہ چادر نشان ہوتی تھی۔ اس کی آمدنی کسی طرح تیس ہزار اشرفیوں سے کم نہ آتی تھی۔ ہر ایک اسقف اعظم کی موت پر اس ٹیکس کے ادا کرنے کے لئے ہر ایک نئے امیدوار کو اکثر قربان گاہ کا سامان تک کسی یہودی سود خوار کے پاس گرو رکھنا پڑتا تھا۔ کیونکہ یہی لوگ اتنی رقم خطیر کسی کو قرض دینے کی حیثیت رکھتے تھے دیندار عیسائیوں کو اکثر یہ شکایت کرتے ہوئے سنا جاتا تھا۔ کہ یہودیوں کے بچے ان برتنوں سے کھیلتے پھرتے ہیں جو دینی ضرورتوں کے لئے بالخصوص پاک کئے جاتے ہیں۔ نیز یہ کہ ان کے یہودی والدین اپنے ناپاک گھروں میں ان برتنوں کا استعمال کرتے ہیں جو معمولی طور پر مسیح کا پاک خون اور مسیح کا مقدس جسم رکھنے کے لئے مخصوص ہیں۔ جب کبھی پوپ کو ضرورت پڑتی تھی۔ تو چند پادریوں کو قربان کر دینے سے پاپائی خزانہ پاسانی لبریز ہو جاتا تھا۔ خالی اسامی معمور کرنے میں بہت اچھی قیمت وصول ہو جاتی تھی۔ اور معزول پادریوں کی جائداد خزانہ پاپائی میں منتقل کر لی جاتی تھی۔

ایک پوپ کسی شخص کو بہت بددعائیں اور لعنتیں دے گیا تھا۔ اس پوپ کے جانشین نے اس شخص کے ہاتھ "پروانۂ مغفرت" بہت بڑی قیمت پر فروخت کیا اب کیا تھا یاروں کو ایک ترکیب ہاتھ آگئی۔ اور ہر گناہ کے نجات نامے اور ہر جرم کے برأت نامے بکنے لگے۔ جان بست و دوئم نے مختلف جرائم کے لئے مختلف جرمانوں کا ایک جدول بنا دیا۔ جس سے یہ آسانی ہوگئی کہ بڑے سے بڑے اخلاقی اور دینی جرم اور گناہ کے بدلے میں خفیف سا جرمانہ دیکر چھٹکارا ہو جاتا تھا۔ اور پوپ کا خزانہ قطرہ قطرہ کرکے ابل پڑتا تھا۔

مسیحی دنیا کے ان معصوم اور ملہم مرشدوں کے ذاتی چال چلن کا حال بوجہ اس کی شناعت و فحش ہونے کے مفصل طور پر بیان نہیں کیا جا سکتا۔ از روئے عقیدہ ہر عیسائی کو یقین رکھنا چاہیئے۔ کہ پوپ کے اخلاق دنیا بھر سے افضل ہیں۔ کیونکہ وہ روحانی و دینی سلطنت کے مالک و وارث ہیں۔ یہی وجہ ہوگئی کہ وہ کھلے خزانے ایسی اور بدکاریوں کے مرتکب ہوتے تھے کہ جن کو ایک انتہا درجہ کا شہوت پرست دنیوی بادشاہ اگر چھپا کر بھی کرے تو پھر بھی شرمندہ رہے۔ دو صدیوں سے زیادہ تقریباً مسلسل زمانہ پوپ کا دربار اور محل فسق و فجور و بدکاری کا ایک عجائب خانہ رہا ہے۔ جس سے بڑے بڑے کٹے دیندار بگڑ گئے۔ یہ دیندار وہ تھے۔ کہ جن کی نظروں میں پاپا مقدس مجسم خدا تھا۔ بہت سے نیک پادریوں کے خیالات خراب ہوگئے۔ یہ پادری وہ تھے کہ جو بڑی بڑی آزمائشوں میں ثابت قدم رہے تھے۔

محل پاپائی فاجرہ عورتوں اور مفعول امردوں سے بھرا رہتا تھا سیکڑوں راہبات پوپ اور اس کی خاص پادریوں کی آشنا ہوتی تھیں۔ اور سینٹ پیٹر کے بڑے گرجا کے سایہ میں رہتی تھیں۔ دربار پاپائی کی ماہوش عورتیں اور قبول صورت امرد نہایت خلاف وضع فطرت افعال کے ذریعہ سے بڑی بڑی عزتیں پاتے تھے۔ کلیسا کی فرائض انتہا سے زیادہ بڑی طرح ادا کیئے جاتے تھے۔ چنانچہ پادریوں کو اصطباغ تقدیس،، اصطبلوں میں اکثر دیا گیا ہے۔ بڑے گرجا کو بطور تھیٹر کے استعمال کیا جاتا تھا۔ وہاں نقلیں ہوتی تھیں۔ اور ناچ کرائے جاتے تھے۔ دوشیزہ لڑکیاں زبردستی خانقاہوں سے نکال کر پوپ کے محل میں پہنچا دیجاتی تھیں۔ پوپ جان دوازدہم کے زمانے میں کوئی عورت خانۂ خدا میں اہانت اور عصمت دری سے محفوظ نہ تھی پوپ بونی فیس ہشتم نے ایک فحاش موسوسہ بسل زرکو سا کے ہاتھ اپنے ایک نامی پادری کی ٹوپی بیچدی۔ بعد میں اس شخص نے پوپ کا تاج بجبر چھین لیا۔ اور جوابین کے تخت پر متمکن ہوکر جان بست ودوم اپنا خطاب اختیار کیا۔ چند سال میں اس نے وہ شہرت حاصل کی جو تاریخ کلیسا کی ذلیل ترین یادگار ہے۔ دینی کونسل منعقدہ کانسٹینس نے اسکو ان جرائم کا مرتکب ثابت کیا جو کسی انسان کے ذہن میں آسکتے ہیں۔ اور آخر اسکو معزول کرایا۔ چونکہ وہ بیقاعدہ اور خلاف ضابطہ طور پر پاپائی تخت پر بیٹھا تھا۔ اس لئے اس کے ماتحتوں ہی نے اسکو تخت سے اتار دیا۔ مگر غنیمت ہے کہ اس کی معصومیت پر کوئی دھبہ کسی نے نہیں آنے دیا۔ کیونکہ دینی قانون کا یہ اصول تھا۔ کہ پوپ کا کوئی جرم یا ضلالت وگمراہی کا فعل اسکے روحانی اختیارات کا منافی نہیں ہے۔ نہ اس سے اس کی تقدیس کو نقصان پہنچتا ہے۔ جو اسکو بحیثیت نائب خدا حاصل ہوتی ہے۔

پوپ کے فسق وفجور کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوگا۔ کہ وہ ہمیشہ اصول اخلاق کو توڑتے رہتے تھے۔ بونی فیس ہشتم علی رؤس الاشتہاد مسیح کو سب وشتم سے یاد کرتا تھا۔ جان بست ودوم ‘‘عشاء ربانی’’ کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ جان دوازدہم کی دعوتوں میں شراب پی جاتی تھی۔ اور فاجرہ عورتوں کے دیوتاؤں کا جام صحت نوش کیا جاتا تھا۔ پائیس دوم کی خط وکتابت ابتک محل پاپائی میں محفوظ ہے اس کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ ہر قسم کے فسق وفجور کا معترف ہے۔ بے نیڈکٹ دوازدہم کی شرابخوری سے ‘‘پوپ کیطرح متوالا’’ ہونا ایک ضرب المثل بن گئی تھی۔ سکسٹس چہارم نے روم میں بذریعہ اجازت نامہ پوپ کسی خانے کھولنے کا قاعدہ نکالا تھا۔ جس سے کہ اسکو تیس ہزار اشرفی سالانہ کی آمدنی ہوا کرتی تھی۔ سکسٹس چہارم نے نہایت سختی کے ساتھ یہ حکم نافذ کیا تھا۔ کہ پوپوں کی اولاد حرام کو بوجہ اس کے کہ وہ پوپ کے نطفہ سے ہوتے ہیں وہی درجہ حاصل ہے کہ جو اعلیٰ کے صحیح النسل شاہزادوں کو۔

پادری روبی اس نے بہت صحیح کہا ہے۔ کہ پوپ وہ ہیبت ناک مخلوق ہیں کہ جو عوام کو قتل کر کے اور کلیسا کا مال لوٹ کر زبردستی مسیح کے تخت پر بیٹھ جاتے ہیں‘‘

جدید مدبران مذہب

اراکین کلیسا اور جدید مذہبی مدبروں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جسکا ذکر گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں بھی ہو چکا ہے۔ اس کانفرنس کے دوسرے اجلاس میں ایک مضمون پڑھا گیا جسمیں بیان کیا گیا۔ کہ موجودہ سائنٹیفک ترقی اور مذہبی خیالات کا میلان ایک ہی طرف معلوم ہوتا ہے۔ سائنس اب صرف مادی اشیا تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ تاریخ مذہب اور تہذیب تمدن جیسے امور پر بھی روشنی ڈالتی ہے جنکا تعلق بنی نوع انسان سے ہے۔ سائنس اور مذہب کا باہمی اختلاف بہت کم ہو گیا ہے۔ اور مذہب سائنس کا اثر قبول کرتا جاتا ہے۔ کیا یہ اثر دیرپا ہے۔ اور مذہب کا مستقبل کیا ہوگا۔

اسلام ایک معقول مذہب ہے۔ موجودہ تحریک جو مذہب کو عقل و ادراک کے تقاضوں پر پرکھنا چاہتی ہے۔ ہمارے نزدیک بہت مبارک ہے یہ ایک نئے دور کی پیشرو ہے۔ اور عیسائیت جیسے مذاہب کے لئے جن کی تعلیم خلاف عقل ہے پیام اجل سے کم نہیں۔ تاہم یہ تحریک صحیح راہ کی طرف لیجا رہی اور اسکا میلان اسلام کیطرف ہے۔ اسلام فطرت انسانی کا مذہب ہے۔ اور عقل وادراک کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ اپنے اصولوں کو ذہن نشین کرانے کے لئے ہمیشہ فہم وتدبر پر زور دیتا ہے۔ دراصل اسلام کوئی ایسا دعوے نہیں کرتا جسے دلائل سے ثابت نہ کر سکے۔ اور مذہبی عقائد کو واضح کرنے کے لئے سورج۔ چاند۔ ستارے۔ بارش۔ نباتات اور دیگر مظاہر قدرت کیطرف توجہ دلاتا ہے۔ مذہب کے حقائق اور مظاہر قدرت ایک ہی طاقت کے کرشمے ہیں۔ ایک طرف تو اس عالم الغیب نے اپنی منشاء کو بذریعہ الہام انسان پر ظاہر کیا اور دوسری طرف اپنا انکشاف صحیفہ قدرت میں کیا۔ ان تمام کا ایک منبع ہے۔ اور ایک ہی قسم کے قوانین کا اظہار ہے اسلام ان قوانین کی فرمانبرداری کا نام ہے۔ اسی وجہ سے قرآن کریم کے مطابق اسلام نہ صرف انسان کا بلکہ تمام عالم کا مذہب ہے۔ ایک حقیر ذرہ اور سورج جیسی عظیم الشان چیز اسی مذہب کے قبول کرنیوالے ہیں۔ درحقیقت سائنس اور مذہب ایک ہی ذات کے دو مظاہر ہیں۔ اس لئے سائنٹفک ترقی اس خالق ارض وسما کی حکومت کو اور زیادہ روشن کرے گی۔

کانفرنس کا مضمون نہایت دلچسپ اور پرمعنی تھا۔ لیکن مذہب کے

(بقیہ برصفحہ (۱۵)) ملاحظہ ہو

مثیل خضر

(از مولانا مولوی سید محمد حسن صاحب)

گذشتہ سے پیوستہ

خاتمہ کتاب میں تحریر فرماتے ہیں - خدا کے فضل سے بڑا معجزہ ظاہر ہوا۔ ہزار ہزار شکر اُس قادر یکتا کا ہے جس نے اس عظیم الشان میدان میں مجھ کو فتح بخشی - اور باوجود اس کے کہ ان ستر دنوں میں کئی قسم کے موانع پیش آئے - چند دفعہ میں سخت مریض ہوا۔ بعض عزیز بیمار رہے مگر پھر بھی یہ تفسیر اپنے کمال کو پہنچ گئی - جو شخص اسباب کو سوچے گا کہ یہ وہ تفسیر ہے جو ہزاروں مخالفوں کو اس امر کیلئے دعوت کرکے بالمقابل لکھی گئی ہے وہ ضرور اسکو ایک بڑا معجزہ یقین کریگا - پہلا میں پوچھتا ہوں کہ اگر یہ معجزہ نہیں تو پھر کس نے ایسے معرکہ کے وقت کہ جب مخالف علماء کو غیرت دہ الفاظ کے ساتھ بولایا گیا تھا تفسیر لکھنے سے اُن کو روک دیا - اور کس نے ایسے شخص یعنی اس عاجز کو جو مخالف علماء کے خیال میں ایک جاہل ہے جو ان کے خیال میں ایک صیغہ عربی کا بھی صحیح طور پر نہیں جانتا ایسی لاجواب اور فصیح بلیغ تفسیر لکھنے پر باوجود امراض اور تکالیف بدنی کے قادر کردیا - کہ اگر مخالف علماء کوشش کرتے کرتے کسی ناعی مصیبہ کا بھی نشانہ ہوجاتے تب بھی اس کی مانند تفسیر نہ لکھ سکتے - اور اگر ہمارے مخالف علماء کے بس میں ہوتا یا خدا ان کی مدد کرتا - تو کم سے کم اس وقت ہزار تفسیر ان کی طرف سے بالمقابل شائع ہونی چاہیئے تھی - لیکن اب ان کے پاس اسباب کا کیا جواب ہے - کہ ہم نے اس کے بالمقابل تفسیر نویسی کو مدار فیصلہ ٹھیرا کر مخالف علماء کو دعوت کی تھی - اور ستر دن کی میعاد تھی - جو کچھ کم نہ تھی - اور میں اکیلا اور وہ ہزار ہا عربی دان اور عالم فاضل کہلانے والے تھے - تب بھی وہ تفسیر لکھنے سے نامراد رہے - الخ صحیح بخاری میں وجہ تسمیہ خضر کی یہ لکھی ہے - کہ قال النبی صلعم انما سمی الخضر انہ جلس علی فروۃ بیضاء فاذا ھی تھتز من خلفہ خضراء - یہ اشارہ اس طرف ہے - کہ اس کے وجود باجود سے اسلام کو بڑے بڑے فوائد حاصل ہوتے ہیں حتٰی کہ دین اسلام تر و تازہ ہو کر مثل سبزہ زار کی لہلہانے لگتا ہے - اور دوسرے مذاہب کے وجود باجود سے ہلاک ہوجاتے ہیں - اور قرآن مجید میں بھی قصہ خضر میں اسی طرف اشارہ موجود ہے جہاں فرمایا گیا ہے - کہ واتخذ سبیلہ فی البحر عجبا - کہ وہ مچھلی دریا میں کود گئی تھی - والعاقل یکفیہ الاشارہ - عیسائی مذہب اور دیگر مذاہب باطلہ حضرت کے وجود باجود سے مردہ ہوگئے -

چہارم - عیسائیان پادریوں کا حقیقی دجال ہونا قرآن مجید و احادیث صحاح اور لغت سے ایسے ثابت کرکے دکھا دیا کہ اب اکثر غیر احمدی صاحبان خصوصًا ارکان خلافت کمیٹی اُن کی دجالیت کا اقرار کرنے لگے ہیں - اور ایسے واقعات بیان کرتے ہیں جس سے معنی دجل کے وہ مصداق ہوتے چلے جاتے ہیں - حالانکہ مسئلہ دجال کو تمام لوگ عوام و خواص دوسری طرح یعنی ایک شخص کا ہونا اعتقاد کرتے تھے - دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۲۲ جلد دوم اڈیشن اول کو - اور خاکسار نے بھی رسالہ استہلال الصبیان کے اخیر میں پادریوں کو دجال ہونے کی نسبت ثبوت دجالیت کا کتب لغت وغیرہ سے دیدیا ہے - الدجالۃ فرقۃ عظیمۃ تحمل امتاع للتجارۃ -

پنجم - جماعت مبلغین کا قائم کرنا - اللہ تعالے فرماتا ہے - ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون - مدت سے اس آیت کے حکم پر عمل کرنا مسلمانوں نے ترک کردیا تھا اول آپ نے انجمن قائم کی چونکہ تبلیغ اسلام انگریزی میں منظور تھی - کیونکہ انگریزی بہت شائع ہوگئی تھی - اور نیز یورپ وغیرہ میں خصوصًا تبلیغ کی آرزو تھی اور ہمیشہ دعا کرتے رہتے تھے - کہ یورپ میں بھی تبلیغ کیجاوے - اس لئے ایک انگریزی اسکول بھی قادیان میں قائم کیا - جس میں انٹرنس تک تعلیم دیجاتی تھی - تاکہ مبلغ دین اسلام کی انگریزی دانوں کو تعلیم دے سکے - بعدہ اللتیا والتی آپ کی حیات میں تو یورپ میں مبلغ تیار نہیں ہوئے بالآخر آپ کی تمناؤں اور دعاؤں کا نتیجہ یہ ہوا کہ خواجہ کمال الدین صاحب وغیرہم یورپ میں گئے اور بفضلہ تعالےٰ اللہ تعالےٰ کے وہ افضال و اکرام ان لوگوں کے شامل حال ہوئے - کہ یورپ وغیرہ کے جسقدر مصارف بے اندازہ ہیں - اللہ تعالےٰ نے وہ بھی بہم پہنچائے - اور قریب ڈھائی صد اکابر یورپین کے وہاں پر مشرف باسلام ہوچکے ہیں - اور آپ کی یہ بھی آرزو اور دعا تھی کہ قرآن مجید انگریزی میں بھی شائع ہو چنانچہ دو برس گذر گئے کہ مولانا محمد علی صاحب ایم اے امیر جماعت احمدیہ لاہور نے ترجمہ قرآن مجید کا انگریزی زبان میں من اولہ الی آخرہ طبع فرما کر تمام یورپ و بلاد انگلشیہ و دیگر بلاد میں شائع کردیا - اس قرآن مجید کا کاغذ نہایت عمدہ اور خط بھی نہایت پاکیزہ اور جابجا تمام دنیا میں یعنی ہندوستان امریکہ افریقہ - سیلون - جاپان وغیرہ وغیرہ میں مبلغین اسلام اس وقت دورہ کر رہے ہیں - اور تبلیغ اسلام میں ہمہ تن ساعی و کوشاں ہیں - لیکن دوسرے علماء غیر احمدیوں میں سے کسی نے ایسا کار نمایاں جس کی نوبت خرق عادت تک پہنچے نہیں کیا - سابق میں جو کو کلم وغیرہ نے کسقدر اسلامی تبلیغ کی تھی وہ اول تو شاذ و نادر ہے حکم میں کالمعدوم تھی - جو اب تک نسبۃً معدوم کے شمار کیجاتی ہے - لیکن حضرت اقدس کی آرزوؤں و دعاؤں کا یہ نتیجہ ہوا کہ قرآن مجید بھی معہ ترجمہ انگریزی کے تمام دُنیا میں شائع ہوگیا - جو کو کلم کے وقت میں کچھ بھی نہیں ہوا تھا کیونکہ وہ تو نیا ہو رہا تھا سکے تھا - وکذا اگر کسی دوسرے غیر احمدی سے ایسا کار نمایاں تائید اسلام کے لئے ہوا ہو تو دکھلایا جاوے پس یہ تائید غیبی بلکہ علم لدنی نہیں تو اور کیا ہے - اور نیز اس بات کا کہ آپ کی حیات

میں یہ کام کو رطور پر تائید دین اسلام کا بوسپیغرہ میں واقع نہیں ہوا یہ ہے کہ یہ قدرت ثانی ہے۔ اور قدرت ثانی کا ظہور آپ کی حیات کے بعد بموجب الہام کے واقع ہونا تھا دیکھو الوصیت میں کہ قدرت ثانی کا ظہور بعد آپ کی وفات کے ہونا لکھا ہے۔ یہ حق آپ کے شاگردوں اور تلامذہ کا تھا۔ اور یہی سنت اللہ ہے دیکھو حضرت فاروق اعظم کے وقت میں کسقدر فتوح ہوئی ہیں۔ جو خاتم النبیین صلعم کے حیات میں نہیں ہوئے تھے۔

ششم۔ مخالفین اسلام کی موت کا بموجب پیشگوئی کے واقع ہونا۔ چنانچہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۳۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔ جیساکہ پنڈت دیانند آریوں کے سرگروہ کا انجام ہوا۔ کیونکہ اس احقر نے ان کو اُن کی وفات سے ایک مدت پہلے راہ راست کی طرف دعوت کی اور آخرت کی رسوائی یاد دلائی۔ اور اُن کے مذہب اور اعتقاد کا سراسر باطل ہونا براہین قطعیہ سے اُن پر ظاہر کیا۔ الیٰ قولہ یہاں تک کہ جس دنیا سے انہوں نے پیار کیا۔ اور دل لگا رکھا تھا۔ آخر بصد حسرت اُسکو چھوڑ کر اور تمام درم دینار سے مجبوری جدا ہو کر اس دار فنا سے کوچ کر گئے۔ اور بہت سی غفلت اور ظلمت اور ضلالت اور کفر کے پہاڑ اپنے سر پر لے گئے اور ان کے سفر آخرت کی خبر بھی جو اُن کو ۳۰ ر اکتوبر ۱۸۸۳ء میں پیش آیا۔ تخمیناً ۳ ر ماہ پہلے خداوند کریم نے اس عاجز کو دیدی تھی۔ چنانچہ یہ خبر بعض آریوں کو بتلائی بھی گئی تھی۔ خیر یہ سفر تو ہر ایک کو درپیش ہی ہے۔ اور کوئی آگے اور کوئی پیچھے اس مسافر خانہ کو چھوڑنیوالا ہے۔ مگر یہ افسوس ایک بڑا افسوس ہے کہ پنڈت صاحب کو خدا نے ایسا موقع ہدایت پانے کا دیا۔ کہ اس عاجز کو اُن کے زمانہ میں پیدا کیا مگر وہ باوصف ہر طور کے اعلام کی ہدایت پانے سے بے نصیب رہے۔ دوسرے لیکھرام کی موت اس کی شہرت تو اسقدر ہے کہ کچھ تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

الا اے دشمن نادان و بے راہ — بترس از تیغ بُرّان محمدؐ
رہ مولیٰ کہ گم کردند مردم — بجو در آل و اعوان محمدؐ
الا اے منکر از شان محمدؐ — ہم از نور نمایان محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام و نشان است — بیا بنگر ز غلمان محمدؐ

دیکھو آئینہ کمالات اسلام وغیرہ کو تیسرے اور چوتھے ڈوئی اور پگٹ کی تباہی و موت و بربادی ہے جو اکثر رسالوں مصنفہ حضرت اقدس میں درج ہے یہاں سے سامعین کو واضح ہو گیا ہوگا۔ کہ اسلام کے مخالفین کی موت و بربادی کو جو ان کی مخالفت سے واقع ہوتی ہے۔ ان ہی جیسے مثیل خضر کی بد دعاؤں کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ پس یہاں سے مباہلہ مندرجہ قرآن مجید انتخاب اہل بیت کی وجہ تشبیہ بھی پیدا ہو گئی۔ کہ حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ و حضرت امام حسنؓ و حضرت امام حسینؓ کو حضرت خاتم النبیین صلعم نے باوجود موجودگی صحابہ کرام اور اصحاب عظام کے کیوں مباہلہ میں منتخب فرمایا۔ کیونکہ یہ لوگ اہل بیت اسوقت اوائل اسلام میں مثیل خضر تھے۔ جیساکہ آخری وقت میں حضرت میرزا غلام احمد صاحب مثیل خضر تھے۔ صدق رسولہ الکریم۔ انما سمی الخضر انہ جلس علی فردۃ بیضاً فاذا ھی تھتز من خلفہ خضراء۔ جس میں اشارہ اسطرف ہے۔ کہ اس کے وجود سے اسلام کو بڑے بڑے فوائد حاصل ہوں گے جیسےکہ دین اسلام تر و تازہ ہو کر مثل سبزہ زار کے لہلہانے لگتا ہے۔ اور مذاہب باطلہ اس کے وجود سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اور قصہ حضرت موسیٰؑ و خضرؑ مندرجہ قرآن مجید میں بھی اسی طرف اشارہ موجود ہے۔ جہاں فرمایا گیا ہے۔ کہ واتخذ سبیلہ فی البحر عجبا۔ کہ مچھلی زندہ ہو کر دریا میں کود گئی تھی۔ والعاقل تکفیہ الاشارہ چونکہ آپ کی مماثلت بچند وجوہ اہل بیت سے ہے اور اہل بیت اوائل اسلام میں مثیل خضر تھے۔ اس لئے آپ کے الہامات بھی اس مماثلت کی طرف تصریحات ہیں جیساکہ اوپر گذرا۔

ہفتم۔ ایک الہام آپ کا کتاب الولی ذوالفقار علی بھی ہے۔ خود ہی آپ اسکا ترجمہ فرماتے ہیں۔ ولی کی کتاب علی کی تلوار کیطرح ہے یعنی مخالف کو نیست و نابود کرنے والی ہے۔ اور جیسے کہ علی کی تلوار نے بڑے بڑے خطرناک معرکوں میں نمایاں کار دکھلائے تھے ایسا ہی یہ بھی دکھلائے گی۔ اور یہ بھی ایک پیشگوئی ہے کہ جو کتاب کی تاثیرات عظیمہ اور برکات عمیمہ پر دلالت کرتی ہے۔ حضرت اقدس نے کوئی دین اور مذہب باطل ایسا نہیں چھوڑا جو اس زمانہ میں مذاہب باطلہ موجود ہیں سب کے ردّ حضرت اقدس کی کتابوں میں موجود ہیں۔ مثلاً عیسائی مذہب جو اس زمانہ میں تمام دنیا میں موجود ہے۔ اور آریہ مذہب جو اکثر ہندوستان میں پیدا ہو گیا ہے۔ اور سکھ مذہب۔ دیکھو ست بچن۔ اور سرمہ چشم آریہ و جنگ مقدس وغیرہ وغیرہ کو۔ جو غیر احمدیوں میں سے کسی ایک سے تمام مذاہب کا بھی اس جامعیت کے ساتھ ردّ نہیں کیا گیا۔ صدق اللہ تعالیٰ۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ وکفیٰ باللہ شھیدا۔ یوں تو دین اسلام ہر زمانہ میں ہر ایک مذاہب باطلہ پر غالب ہوتا چلا آتا ہے۔ لیکن اس زمانہ پر فتن میں جو تائید و تجدید دین اسلام کی حضرت اقدس نے کی وہ کسی غیر احمدی عالم سے ظہور میں نہیں آئی۔ اس امر سے سچا ہوا وہ قول مفسرین کا جنہوں نے لکھا ہے۔ کہ یہ غلبہ دین اسلام کا مسیح موعود کے وقت میں ہوگا۔ چنانچہ تفسیر کبیر وغیرہ میں لکھا ہے۔ وعن ابی ھریرۃ ان ذٰلک عند نزول عیسیٰ من السماء۔ صفحہ ۱۴۰ جلد ۴۔ سنہ کی شرح ہمارے رسائل میں دیکھو۔

(باقی دارد)

واجب التعمیل گرنتھ

(از شیخ محمد یوسف صاحب لاہوری)

گزشتہ سے پیوستہ

یہ اوزان صداقت ہیں لو آئے جسکا جی چاہے
کلام پاک یزداں آزمائے جس کا جی چاہے

اب ان مذکورہ بالا کسوٹیاں کا بالترتیب بیان کیا جاتا ہے۔

کسوٹی اول

الہامی کتاب خود شہادت دے کہ میں الہامی ہوں

قرآن کریم میں تو بارہا لکھا ہے۔ کہ یہ تعلیم اللہ تعالیٰ کیطرف سے نازل شدہ ہے گو اس کے ثبوت کی اتنی ضرورت نہیں۔ تاہم نمونتاً چند آیات ہدیہ ذیل ہیں۔

۱۔ وھذا کتٰبٌ انزلنہ مبٰرك فاتبعوہ واتقوا لعلکم ترحمون۔ انعام ۱۹

ترجمہ۔ یہ کتاب ہم نے اتارا ہے اسکو برکت والی پس پیروی کرو اسکی اور پرہیزگاری کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے

۲۔ تبٰرك الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا۔ الفرقان ۱

یعنی وہ اللہ بڑی ہی برکتوں والا ہے کہ جس نے (اپنی صفت رحمانیت کے تقاضہ سے) قرآن جیسی برکت اپنے بندے محمد رسول اللہ صلعم پر نازل فرمایا۔ تاکہ تمام جہانوں کو غلط راہوں کے خطرات سے آگاہ کردے۔

۳۔ ذالك من انباء الغیب نوحیہ الیك۔ یوسف ۱۱

یہ اخبار غیب میں سے ہیں جو ہم تجھکو بذریعہ وحی بتاتے ہیں۔

۴۔ انا اوحینا الیك کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ النساء ۲۳

ہمنے جس طرح پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے نوح پر اور دیگر انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل کی تھی۔ اس طرح اب تیری طرف یہ قرآن وحی کیا ہے۔

۵۔ واوحی الی ھذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ۔ الانعام ۲

اور یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے۔ تاکہ میں تمکو اور ہر ایک اس شخص کو کہ جسکو یہ پہنچے۔ غلط راہوں کے خطرات سے آگاہ کردوں۔

۶۔ تلك اٰیٰت اللہ نتلوھا علیك بالحق وانك لمن المرسلین۔ البقرہ ۳۳

یہ کلمات الٰہی ہیں۔ جو ہم اقتدائے حکمت کے مطابق تجھے تعلیم فرماتے ہیں۔

علیٰ ہذا بیسیوں ایسی آیات ہیں جن میں بالصراحت ذکر ہے۔ کہ قرآن الہامی کتاب منزل من اللہ ہے۔ میرے لفظ الہام کے استعمال سے یہ مراد نہیں کہ الہام کا دروازہ اب بالکل بند ہوگیا ہے۔ جیساکہ بعض مذاہب کا عقیدہ ہے۔ بلکہ میرا ایمان ہے۔ کہ اولیاء اللہ کو الہام ہوتا ہے۔ اور یہ تا قیامت بند نہیں۔ مگر ہاں وحی نبوت کی اب ضرورت نہیں۔ اس لئے وہ بند ہے۔ اور یہ جو اولیاء اللہ کا الہام ہے۔ یہ اسی پہلے الہام کی کہ جو قرآن کریم میں درج ہے۔ تائید ہوتی ہے۔ کوئی نئی شریعت اس میں نہیں ہوتی تو اس طرح کا الہام اگر کسی گرو کو ہوا بھی ہو تو ہمیں اس سے انکار نہیں۔ مگر پھر بھی اتنا ضرور یاد رہے۔ کہ اگر کسی گرو کو الہام ہوا ہے۔ تو وہ ہو بہو وہی کلام نہیں۔ کہ جو گرنتھ میں ہوا ہے۔ بلکہ اگر کوئی حصہ گرنتھ کی تعلیم کا ایسا ہے۔ کہ جو الہامی تعلیم سے تطبیق کھاتا ہے۔ تو وہ کسی الہامی عبارت کا مفہوم ہے۔ جسکو گرو نے اپنے شاعرانہ کلام میں ادا کیا۔ اور گرنتھ کے متعلق یہ کہیں نہیں آیا۔ کہ یہ الہامی عبارت ہے۔ بلکہ برعکس اسکے گرنتھ خود شہادت دیتا ہے کہ میں الہامی نہیں مثلاً۔

(دھناسری محلہ ۱)

ہم آدمی ہاں اک دمی مہلت مہت نہ جاناں
نانک بنوے تسے سریوہ جاکے جیہ پرانا ں۔
اندھے جیوناں ویچار دیکھ کیتے کے دناں [illegible] رہاؤ۔
[illegible] سبھ جیو تمہارا تو ہیں کھراپیارا۔
نانک شاعر ایو کہت ہے سچے سرجن ہارا۔

ترجمہ۔ ہم انسان کوئی دم کے مہمان ہیں۔ ہمکو اپنی موت کے وقت اور زندگی کے وقفہ کا بالکل کچھ علم نہیں۔ نانک تم سے اے لوگو التجا کرتا ہے کہ ہم اسی خالق کا ذکر کرو جس نے جسم و جان دئے ہیں عقل سے کام لو اور غور کرو کہ آخر کے دنکی زندگانی ہے۔ اے خدا یہ جسم و جان اور یہ روح یہ سب کچھ تیری بخشش ہے۔ تو مجھکو بہت ہی محبوب ہے۔ اے سچے پروردگار نانک شاعر اس طور عرض کرتا ہے۔

یہاں گرو نانک جی نے صاف بتا دیا کہ میرا کلام ایک شاعرانہ کلام ہے اور شاعرانہ کلام الہامی نہیں ہوا کرتا۔ پھر اس لفظ شاعر کو دوسری جگہ یوں سمجھایا کہ

بابا اللہ اگم اپار۔ پاکی نائی پاک تھائے سچا پروردگار۔
تیرا حکم نہ جاپی کیتڑا لکھ نہ جانے کوئے۔ جے سو شاعر میلئے تل نہ پچاونہ روئے
قیمت کنے نہ پائیا سبھ سن سن آکھنہ سوئے

ترجمہ۔ کہ بابا یہ اللہ تعالیٰ قوت ادراک سے بالاتر ایک لامحدود ہستی ہے۔ تمام پاک نام اسی کے ہیں۔ اور تمام پاک مقام اسی کے ہیں۔ وہ سچا پروردگار ہے۔ اے خدا تیرا حکم نہ معلوم کتنا ہے۔ اسکو کوئی نہ لکھ سکے اور نہ بیان کر سکے۔ اگر ایک صد شاعر مل کر تیری تعریف کرنے لگیں۔ تو رو کر بھی یعنی اپنا سارا زور لگا کر بھی ایک تل کے برابر تیری تعریف بیان نہیں کر سکتے۔ تیری قیمت کسی نے نہیں پائی۔ یعنی تیری ذات کا حال کسیکو معلوم نہیں سب کوئی سن سن کے اسکی تعریف بیان کرتے ہیں۔ یعنی تجربوں کی بنا پر اوصاف کا اندازہ لگا کر کچھ بیان کرتے۔ ورنہ ذات کا حال کسی کو معلوم نہیں۔

اگر یہ شبد گرنتھ صاحب میں نہ بھی ہوتے۔ یعنی اگر گرو صاحب کا ان شبدوں

میں صاف اقبال نہیں ہوتا کہ میں شاعر ہوں۔ تو بھی گرنتھ صاحب کا کلام صاف بتا دیتا ہے کہ میں بالکل شاعرانہ کلام ہوں۔ یعنی شاعروں کے خیالات کا مجموعہ ہوں۔ الہام الٰہی نہیں ہوں کیونکہ ہندی شاعری میں یہ قاعدہ ہے کہ شاعر آخر نظم میں یا کبھی بیچ میں بجائے تخلص کے اپنا نام لکھا کرتا ہے۔ جیسا کہ ذیل کے چند نمونوں سے ظاہر ہے۔

۱۔ تانبے کی کیکھا کرم کی ایسٹ نہ سکے رام
بیٹے تو اچرج نہیں پر کچھ کیو سب کام
دادا دنیا باوری مڑھیاں پوجن اوت
آپ جنہیں مرگئے اونہاں کی دینجیوت

۲۔ اٹھ جاگ گھراڑے مار نہیں رہ یہ سون شیر سے درکار نہیں الآخر
آخر کافی۔ بلہا شاہ بن کوئی ناہیں۔ ایتھے اوتھے دو ہیں سرائیں
سنبھل سنبھل قدم ٹکائیں۔ پھر آون دوجی وار نہیں۔

۳۔ گنواں دیندا گھاں طلبہ اکتیا۔ جاگدیاں لیندا کھو گو دیندا ستیاں
چوری کھاندے چور طلبہ کٹ کر۔ وحیدہ کون صنادا آکھے انجم نہیں انجم کر

۵۔ اک روز راجھا ستھ بیٹھ کہی بوٹے ملز نوں جو تے چلیا ہے
بوٹا روے دے ہتھیں بے چھالی بند بند نکھیڑا لیا ہے۔
برے حال ہو کر یا وچ جھلاں نیئیں روندیاں نیر ڈلیا ہے۔
سکھیا رسے نوں رب نے دکھ پائے جیو سیکھ دا تھر تھلیا ہے۔

۶۔ گھڑو گھڑی دیہاڑ دی لوک سارے سانوں کہیاں پیا سیا پایا ئی۔
سانوں چھڈ گئے نہ لوگ جوگا لیکاں بیچ کے اسانوں لیا ئی۔
تیری گل نہ بنے گی نال ساڈے پرنا لیا سیال دیا جایا ئی
وارث شاہ موڑاں نوں موڑنا ہیں جنہاں وادیاں توڑ نبھایا ئی۔

۷۔ لائی تان وبھوت پنج دوت نہیں بس کیتے
دہاریو لنگوٹ من کھوٹ نہ گوایوں جی۔
دہار جٹاں جوٹ میٹ مٹھ ہی بیٹھ گیا۔
نا تھ کو بسار دیس دیس ماہ دہایو جی۔

دہاریو نہ دھیر اُر سیر نہیں دور بھی۔ دھار پر کونس نہیں ہونس کو مٹایو جی۔
بائی گئے سیلی من میلی نہیں دھیا سنت ۔ کہے ٹہل داس ایو ہیں اودھ کو گوایو جی۔

اسی طرح سندر داس۔ گلاب داس۔ کشن سنگھ۔ غلام رسول۔ عبدالستار۔ ہدایت اللہ۔ وغیرہ جو کوئی بھی ہندی شاعر ہوئے ہیں۔ سب بجائے تخلص کے اپنا نام لکھتے رہے ہیں۔ یہی حال گرنتھ صاحب کے کلام کا ہے۔ تمام گرنتھ میں سب تقریباً آخر نام شاعر کا موجود ہے۔ گرو صاحبان کے کلام میں عموماً نانک کو ہی لیا گیا ہے۔ باقی بھگتوں وغیرہ میں انکا نام ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اور شاعروں کی طرح یہ بھی ایک شاعرانہ کلام ہے۔ شاعروں کے اپنے الفاظ اور اپنے خیال ہیں۔ بلکہ جس طرح مذکورہ بالا نمونہ کے اشعار میں نمبر ۷ کے آخری فقرے میں درج ہے کہ ؂

کہے ٹہل داس ایو ہیں اودھ کو گوایو ہے۔

یعنی ٹہل داس کہتا ہے۔ کر لے بندے یونہی عمر کو رائگاں کھو رہا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ٹہل داس صاحب کا قول ہے۔ اسی طرح گرنتھ صاحب میں بھی بہت جگہ اسی طرز سے شاعر کا نام لکھا ہے۔ کہ جس سے کلام کو شاعر کا کلام ہی کہنا پڑتا ہے۔ مثلاً۔

۱۔ سری راگ محلہ ۱ گھر ۳ ؂ کہے نانک اوایک تارے۔
۲۔ ایضاً ؂ نانک آکھے راہ پہ چلنا مال دھن کتکو سنجیائی
۳۔ ایضاً گھر ۳ ؂ نانک ایکہہ کہے ارداس جیو پنڈ سبھ تیرے پاس۔
۴۔ " " ۵ ؂ کہہ نانک بانہہ اٹھائیے۔
۵ راگ رام کلی محلہ ۳ ؂ کہے نانک آنند ہوا ستگورو میں پالیا۔
(یہ رام کلی آنند کا پہلا شلوک یا پہلی پوڑی ہے۔ اس کلام کی چالیس پوڑیاں ہیں اور ہر پوڑی کے آخر میں کہے نانک۔ کہے نانک۔ ہی لکھا ہے۔)
۶۔ رام کلی محلہ ۵ چھنت ؂ کہہ نانک گرو بن ناہیں سو جھے۔
" " ؂ کہہ نانک پربھو کو بھاونس ہی کو پربھ پیارا۔
(اس کلام کی چار پوڑیاں ہیں اور ہر ایک کے آخر میں کہہ نانک کہہ نانک لکھا ہے پھر اسکے آگے چھند نمبر ۲ کی چار پوڑیاں ہیں اور چھند نمبر ۳ کی بھی چار پوڑیاں ہیں ان آٹھوں پوڑیوں میں ہر ایک کے آخر شعر میں بنونت نانک بنونت نانک کر کے لکھا ہے یعنی نانک التجا کرتا ہے یا بینتی کرتا ہے۔)
۷۔ سیجاونتی محلہ ۹ ؂ نانک جن کہہ پکار۔ سپنے جیوں جگ پسار۔
سمرت نہ کیہو مرار۔ مایا جا کی چھیری۔

ترجمہ۔ نانک بندہ علی الاعلان کہتا ہے۔ کہ یہ دنیا خواب کی مانند ہے۔ بندے تو کیوں خدا کو یاد نہیں کرتا۔ کہ دولت جسکی ادنےٰ غلام ہے۔

۸ شلوک محلہ ۹ جو گرنتھ صاحب کے آخر میں مرقوم ہیں جو تعداد میں ۵۲ ہیں انہیں سے ۴۳ شلوکوں میں کہہ نانک کہہ نانک لکھا ہے۔ اور شلوک نمبر ۴۱ میں تو صاف ہی بتا دیا کہ یہ سب شاعر کا ہی کلام ہے۔ اور وہ شلوک یوں ہیں۔ ؂

جیو ٹھگے مان کہاں کرے جگ سپنے جیوں جان
ان میں کچھ تیرو نہیں نانک کہیو بکھان ؂

ترجمہ۔ اے انسان تو بیجا تکبر کیا کرتا ہے۔ دنیا مانند خواب کے ہے!

(باقی دارد)

بقیہ از صفحہ نمبر (۱۰)

سوال میں ذرا تنگدلی کا اظہار کیا ہے مندرجہ ذیل الفاظ قابل غور ہیں۔ "موجودہ مذاہب کے ماننے والوں کو تو چھوڑ دیجئے۔ لیکن ایک کثیر تعداد ایسی ہے جو کسی مذہب کی قائل نہیں۔ اگر قائل بھی ہیں تو دل سے نہیں مانتے۔ اگر ان میں اتنی جرأت ہو تو وہ ضرور کہہ دیں کہ مذہبی اصول ہماری عقل کے خلاف ہیں"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیان کرتے ہوئے صرف عیسائیت کو ہی مدنظر رکھا گیا ہے۔ جس کے متعلق اس تحریر کا ایک ایک حرف درست ہے۔ لیکن اسلام کی بنیاد تو فہم و ادراک پر ہے۔ جس میں ہزاروں دفعہ مذہبی حقائق کو سمجھنے کے لئے عقل و تدبر سے کام لینے پر زور دیا گیا ہے۔ الذین یذکرون .... عذاب النار (سورہ آل عمران رکوع ۲۰ آیت ۹)
ترجمہ جو لوگ کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے خدا کو یاد کرتے ہیں۔ اور آسمان و زمین کی ساخت پر غور کرتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار تو نے اس کارخانہ عالم کو بیفائدہ تو نہیں بنایا۔ تیری ذات پاک ہے۔ ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچایا۔

تمام عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس پر غور و فکر کرنا قرآن کریم نے ان لوگوں کا خاصہ بتایا ہے جو خدا وند تعالےٰ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں سائنس اور کس چیز کا نام ہے۔ مختلف مظاہر قدرت پر غور و فکر کرنا ہی سائنس ہے۔

اس مضمون پر ہمیں ایک اور اعتراض ہے جسکا تعلق وسعت مذہب سے ہے مضمون میں اسی پر قناعت کی گئی ہے۔ کہ سائنس نے عمارت مذہب کی بنیاد پر حملہ نہیں کیا بلکہ بالائی عمارت اور فروعات مذہب تک ہی اکتفا کیا ہے جس سے صاف یہی مراد ہے کہ ہستی باریتعالےٰ سے ابھی انکار نہیں کیا گیا۔ سائنس کی موج نے فروعات مذہب کو منہدم کر دیا۔ کیونکہ وہ عقل کے خلاف تھے۔ لیکن بڑا اصول یعنی خداوند تعالےٰ کی ہستی سائنس کی دستبرد سے بالاتر ہے۔

اسلام جیسا ہم بیان کر چکے ہیں نہ اپنے بنیادی اصولوں میں اور نہ فروعات میں عقل کے خلاف ہے۔ دوسری طرف عیسائیت کے بنیادی اصول بھی اعتراض سے نہیں بچے۔ عیسائیت تو تین بڑے اصولوں پر قائم ہے۔ باپ بیٹا اور روح القدس۔ لیکن سائنس کا میلان تو وحدانیت کی طرف ہے۔

اگر ہم مان بھی لیں کہ عیسائیت کے بنیادی اصول ابھی تک قائم ہیں۔ تو یہ امر باعث تسلی نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی مذہب انسان کی قبولیت کے لائق ہے تو اسکے فروعات میں بھی معقول ہونا چاہیئے۔ مذہب کو ہماری عملی زندگی کے متعلق ایک ضابطہ قانون دینا چاہیئے جو ایک انسان کی روزانہ زندگی میں ہادی راہ ہو سکے صرف مذہبی اصول ہماری ہدایت کے لئے کافی نہیں۔ وہ بیج کی مانند ہیں جنہیں پھل پھول اور شاخوں میں تبدیل ہونا ہے۔ اگر بیج اس ترقی کی راہ پر نہ چلے تو وہ یقیناً سڑ کر ضائع ہو جائیگا۔

ایک سائنٹفک مذہب کے لئے ضروری ہے کہ وحدانیت اسکا بڑا اصول ہو اگر اس بنیاد پر ایک مذہب قائم کیا جائے۔ تو وہ اسلام کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ معماریان مذہب کو چاہیئے کہ اس طریق کو بھی آزمائیں۔ وحدانیت کا سنگ بنیاد رکھ کر وہ بالائی عمارت اس طرح کی تعمیر کریں کہ اس کے مختلف عنصر ایک دوسرے سے باہم تعلق قائم رکھیں۔ تو وہ یقیناً مذہب اسلام کو ہی تعمیر کریں گے اسی طریق کیطرف قرآن کریم بھی اشارہ کرتا ہے۔ قل یا اھل الکتٰب تعالوا الیٰ کلمۃٍ سوآءٍ بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہٖ شیئًا ولا یتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔ **ترجمہ** (اے پیغمبر ان سے کہو) اے اہل کتاب آؤ ایسی بات کیطرف (رجوع کرو) جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (مانی جاتی) ہے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو اسکا شریک نہ ٹھیرائیں۔ اور اللہ کے سوا ہم میں سے کوئی کسی کو (اپنا) مالک نہ سمجھے پھر اگر (ایسی سیدھی اور سچی بات کے ماننے سے بھی) منہ موڑیں۔ تو (مسلمانو ان لوگوں سے) کہہ دو کہ تم اس بات کے گواہ رہو کہ ہم تو ایک ہی خدا کو مانتے ہیں۔

فہرست نو مبائعین

(۱) سید علی صاحب ڈیرہ غازیخان معرفت عبدالعزیز صاحب
(۲) اللہ دتا ولد محمد بخش صاحب موضع بھیلہ تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ۔ معرفت عبدالرحمن صاحب سیاہ پوش۔
(۳) محمد قاسم خان صاحب سکنہ علی زئی ضلع پشاور معرفت صاحبزادہ سیف الرحمن صاحب
(۴) حاجی فضل الدین صاحب بلغ کنبہ تاراپور ضلع رتھانہ معرفت ابو الخلیل مسلم مشنری۔
(۵) محمد عبداللہ صاحب متعلم فورتھ ہائی کلاس گورنمنٹ ہائی سکول مظفر گڑھ۔
(۶) محبوب خان صاحب سکنہ لنڈی اخون محمد ضلع پشاور معرفت صاحبزادہ سیف الرحمن صاحب۔
(۷) محمد صادق حسین صاحب نمبر ۷ جانی جہان روڈ رائی پیٹھ مدراس معرفت محمد عزیز اللہ صاحب۔

(۸) پی عبدالو ہاب بنگلوری ۔ سینو مارکیٹ بنگلور کیمپ معرفت حکیم عزیز اللہ صاحب
(۹) عبدالسلام صاحب بمبئی معرفت مؤمن حسین صاحب ۔
(۱۰) ولی اللہ ولد سید گل صاحب موضع شیخ محمدی ضلع پشاور حال وارد احمدیہ بلڈنگس لاہور ۔
(۱۱) عبدالرحمٰن ولد احمد صاحب علاقہ سرحدی پشاور
(۱۲) مولوی محمد صاحب سکنہ چنے " " "
(۱۳) سید محمود صاحب موضع زروبی تحصیل صوابی ضلع پشاور
(باقی دارد)

تازہ خبریں

لندن ۱۲ جنوری کی خبر ہے کہ ہندوستان کی بے چینی کیوجہ سے انگلینڈ میں بھی بے چینی ہے اہل الرائے ہند کی بیماری کے مختلف علاج تجویز کرتے ہیں ۔

کراچی ۲۴ جنوری کی خبر ہے کہ لاہور سے کشمیر تک ہوائی راستہ تیار ہونے والا ہے ۔

پشاور ۲۴ جنوری کی خبر ہے ۔ کہ ہندوستان اور افغانستان کے عہد و معاہدہ کے سبب سے افغانستان گورنمنٹ پر عمدہ اثر ہوا ہے ۔ امیر صلاح پر متوجہ ہو گیا ہے ۔ باہمی تجارت کا انتظام کیا جا رہا

لدھیانہ ۔ ۲۴ جنوری کی خبر ہے ۔ کہ اگر این ڈبلیو ۔ آر کے کارکنوں کے مطالبے پورے نہ ہوئے تو ۱۵ فروری کو سٹرائک ہو جائیگا ۔

لکھنؤ ۲۵ جنوری کی خبر ہے کہ یو ۔ پی گورنمنٹ نے آجتک ۷۴۱۵ گرفتاریاں کی ہیں ان میں سے ۴۵۶ رہا کر دیئے گئے ہیں ۔

کراچی ۔ ۲ فروری ۔ مولانا شوکت علی اور ان کے رفقاء نے پیر کے روز (۳۰ جنوری) سے مقاطعہ جوعی شروع کر دیا ہے ۔ آج چوتھا روز ہے ۔ (محمد خان سکرٹری پراونشل کانگرس کمیٹی) ۔

امرت سر میں شراب کے باقیماندہ ٹھیکے یکم فروری کو نیلام ہوئے ۔ جن شخصوں نے ٹھیکے لئے ہیں ۔ ان کے مکانوں پر جاکر "سیاپا" کیا گیا ۔

۳ بجے کے بعد ہال بازار امرتسر سے رضاکاروں کا ایک جلوس تیار ہو کر نکلا ۔ بیس کے قریب رضاکار تھے ۔ جس میں نصف سکھ اور نصف کے قریب ہندو مسلمان تھے ۔ جلوس کٹڑہ جیل سنگھ میں جاکر منتشر ہو گیا ۔ کل پندرہ رضاکاروں کا جلوس نکلا ۔ جس میں دس سکھ ایک ہندو اور چار مسلمان تھے ۔ پولیس نے پندرہ کو گرفتار کر کے رات حوالات میں رکھا اور صبح جیل بھیج دیا ۔

قاہرہ ۱۳ جنوری ۔ ثروت پاشا کے قتل کی سازش کے سلسلہ میں اتنک اور گرفتاریاں عمل میں آچکی ہیں ۔ بقول اخبار المقطم وزارت عظمیٰ کے قبول کرنے کی نسبت ثروت پاشا کی شرائط حسب ذیل ہیں ۔

لارڈ کرزن کی تجویز کی نامنظوری ۔ پروٹیکٹوریٹ کی تنسیخ ۔ وزارت خارجہ کا دوبارہ قیام ۔ ایک ... ارادہ منتخب ... وضع قوانین سوائے عدالتی اور مالی مشیروں کے باقی تمام کی تنسیخ ۔ اجنبی افسران کی جگہ مصری رکھے جائیں ۔ مارشل لا کی تنسیخ ۔ جب پارلیمنٹ ... مقرر کرے جو برطانیہ عظمے کے ساتھ کفالتوں اور نیز سوڈان کے متعلق مسائل پر بحث و تمحیص کرے ۔ لارڈ النبائی ۲ فروری کو لندن جا رہے ہیں ۔

۱۳ دسمبر کو شام کے وقت سنٹرل جیل لاہور میں لالہ لاجپت رائے کے اس مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی جس کی بنا پر آپ کو ۳۰ اور ۳۱ جنوری کی درمیانی شب کو رہائی کے بعد گرفتار کیا گیا تھا ۔ یہ مقدمہ میجر فیرر ڈپٹی کمشنر کے روبرو سپرنٹنڈنٹ جیل کے کمرہ میں پیش ہوا ۔ اگرچہ آپ کے قریب ہی کئی کرسیاں پڑی تھیں ۔ مگر نہ تو لالہ جی کو کرسی پر بیٹھنے کے لئے کہا گیا ۔ اور نہ آپ بیٹھے ۔ گورنمنٹ کی طرف سے سرکاری وکیل موجود نہ تھا ۔ صرف کورٹ انسپکٹر پیش ہوئے ۔ لالہ جی کو بتایا گیا کہ آپ کو قانون ترمیم ضابطہ فوجداری اور قانون مجالس مغویانہ کی بنا پر زیر حراست کیا گیا ہے ۔ مقدمہ کی آئندہ پیشی ۱۴ فروری کو ہوگی ۔

کلکتہ ۔ ۱۳ جنوری ۔ کل پولیس نے بنگال کانگرس کمیٹی کے دفتر پر چھاپہ مارا اور کمیٹی کے تمام عہدہ داروں کو جن میں پریذیڈنٹ اور سکرٹری بھی شامل ہیں گرفتار کر لیا ۔

کلکتہ ۔ ۱۳ جنوری ۔ آج ۱۰ کانگرس والنٹیر شراب کی دوکانوں پر پہرہ دینے کے لئے بھیجے گئے جن میں ۱۰ کو پولیس نے گرفتار کر لیا ۔

پٹنہ ۔ ۱۳ جنوری ۔ ۲۰ تاریخ کو بہار کے چھوٹے جیل پر پچاس کہار والوں نے حملہ کیا ۔ کہار دال آوارہ گرد لوگ ہیں ۔ انہوں نے جیل کے دروازے پر پہرہ دینے والوں پر حملہ کیا اور ایک بڑے آہنی ہتھوڑے سے قفل توڑا ۔ اور جیل میں داخل ہو کر وارڈ والا پر غالب ہو گئے ۔ انہوں نے اپنے دو زیر حراست ساتھیوں کو چھڑا لیا اور تاریکی میں غائب ہو گئے یہ ساری کارروائی ایک منٹ میں ختم ہو گئی ۔

لندن ۔ ۱۳ جنوری ۔ انتظام ہو گیا ہے ۔ کہ اتحادی سفرائے خارجہ کا جلسہ جو فرانسیسی وزارت کے جھگڑے کیوجہ سے رہ گیا تھا ۔ پیرس میں منعقد ہوگا ۔ جس میں انگریزی فرانسیسی معاہدہ اور مشرق قریب کے مسائل پر غور و خوض ہوگا ۔

سویڈن سے جو امدادی کمیشن روس گیا تھا ۔ اُسنے وہاں کے حالات کے متعلق ایک رپورٹ ایم براتنگ کی خدمت میں پیش کی ہے جس میں روس کی اندرونی حالت کے متعلق لکھا ہے ۔ کہ وہ اسوقت ناگفتہ بہ ہو رہی ہے ۔ قحط کی مصیبت کی انتہا یہ ہے ۔ کہ لوگ اپنے بچوں کو ہلاک کر کے ان کو کھا جاتے ہیں کمیشن نے مزید غلہ بھیجنے کے لئے پرزور اپیل کی ہے

مسلم احمدیہ پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام ماسٹر فقیر اللہ صاحب پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا

جلد ۱۱ لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۵ فروری سنہ ۱۹۲۳ء

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ اور دیگر بزرگان سلسلہ بخیریت خدمات دین میں مشغول ہیں۔ حضرت امیر نماز مغرب کے بعد اساتذۂ سکول اور بلاد غیر کے لئے تیار ہونے والے اصحاب کو قرآن کریم اور بخاری شریف کا ایک درس دیتے ہیں۔ اس میں بعض دوسرے شائقین بھی شامل ہوتے ہیں۔ قرآن کریم کا درس سورۃ الشعراء تک ہو چکا ہے۔ اور بخاری کا پہلا پارہ ختم ہو چکا ہے۔

دینیات کا درس مولوی عبدالستار صاحب، تیری مسجد احمدیہ میں دینیات کے طلباء کو عربی کی درسی کتب کا درس دیتے ہیں۔

ہفتہ واری جلسے مسلم ہائی سکول اپنے قابل اور ہونہار اساتذہ کے ماتحت خوب ترقی کر رہا ہے تمام طلباء سکول ظہر کی نماز مسجد احمدیہ میں ادا کرتے ہیں۔ اور اکثر ہفتہ واری جلسوں میں نہایت شوق سے دلچسپی لیتے ہیں اور ان کی مختلف مضامین پر تقریریں ہوتی ہیں۔ اور تقریروں پر آزادانہ طور پر نکتہ چینی بھی کی جاتی ہے۔ ان جلسوں میں اساتذۂ سکول کے علاوہ باقی بزرگان قوم بھی حصہ لیتے ہیں اس رونق اور علمی ضیافت کے اہتمام کا سہرا ہمارے مخلص دوست سید مصطفےٰ کمال صاحب کے سر ہے کہ جو اس مجلس کے آنریری سیکرٹری ہیں۔ آپ ... بفضلہ تعالیٰ ...

انگریزی میں اور اقتباسات اردو میں ہوتی ہیں اور مضامین ہمیشہ خالص اسلامی اور مذہبی ہوتے ہیں۔

اس اتوار کا جلسہ اتوار مورخہ ۱۲ر فروری کو مولوی محمد امین صاحب ایم۔ اے کا لیکچر اسلام پر تھا۔ سب سے پہلے سیکرٹری صاحب نے گذشتہ ہفتہ کے جلسہ کی روئداد مختصر طور پر پڑھ کر سنائی کہ گذشتہ جلسہ میں مولوی اللہ بخش صاحب کی خاتم النبیین کے موضوع پر تقریر تھی۔ اور فلاں فلاں اصحاب نے اس مضمون کے مخالف اور موافق پہلوؤں پر گفتگو کی اس کے بعد مولوی محمد امین صاحب نے اپنی تقریر شروع فرمائی آپ کی تقریر کا نہایت مختصر سا اقتباس ہم اپنے الفاظ میں درج ذیل کرتے ہیں

"اسلام کے معنے امن وصلح اور سلامتی کے ہیں۔ لہٰذا اسلام کے یہ معنی ہی اس کی تمام تعلیم عقاید اور اعمال کا خلاصہ ہیں۔ اور اس لئے ایک مسلمان کو اپنی زندگی بھر کے پیش آمدہ حالات میں اپنی روش اور طریق عمل کے انتخاب اور اختیار کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ اور اسکو یہ سمجھ لینے کے ساتھ ہی کہ وہ مسلمان ہے۔ اس کی زندگی بھر کے طریق عمل کا نقشہ بھی سامنے آجانا چاہئے۔ اسکا مذہب اسلام ہے یعنی صلح وسلامتی اور امن۔ یہی اسکا یہ طریق عمل ہے۔ کہ جس پر اسکو زندگی بھر چلنا ہے۔ پھر اس کی امن وصلح اور سلامتی کی دعوت کسی خاص فرقہ۔ مذہب۔ قوم سے ہی خاص نہیں۔ اور نہ صرف بنی نوع انسان تک ہی محدود ہے۔ بلکہ ایک مسلمان کی محبت اور ہمدردی کا دائرہ نسل انسانی سے بھی آگے بڑھ کر جانوروں پر بھی محیط ہے۔ ان کو بے جا طور پر دکھ۔ درد اور اذیت پہنچانا اسلام میں منع کیا گیا ہے۔ کیا اسلام کی توحید اسی (صلح جو) اور لغضب العین ہی کی طرف دعوت نہیں دیتی۔ خدا ایک ہی ہے۔ اور وہ رب العالمین ہے وہ کسی خاص فرقہ مذہب اور قوم کا خدا نہیں بلکہ اس کی ربوبیت تمام قوموں تمام زمانوں اور ملکوں پر وسیع ہے شخصی اور تناسلی بنا پر کوئی قوم اس کے حضور ممتاز اور مخصوص نہیں بلکہ ساری نسل انسانی پر اس کی ربوبیت کا فیضان یکساں ہے۔ کوئی قوم نسلی طور پر خدا کا جیٹھا اور پلوٹھا فرزند نہیں۔ یہ وہ توحید کی تعلیم ہے کہ جسکا مبشر اول اسلام ہے۔ اور دنیا کا کوئی اور مذہب اس خالص توحید کی تعلیم کو پیش نہیں کرتا۔ کیا عیسائیوں میں بنی اسرائیل خدا کے پلوٹھے بیٹے نہیں کیا شودر اور برہمن گورے اور کالے چھوت اور اچھوت کا امتیاز باقی مذاہب میں نہیں پایا جاتا کیا دیسیوں اور یورپینوں کے گرجے علیحدہ علیحدہ نہیں پھر کیا ان گرجوں کے اندر بھی جبکہ وہ اپنے خدا کے حضور حاضر ہوتے ہیں۔ کیا بڑے اور چھوٹے کا امتیاز ملحوظ نہیں رکھا جاتا (گرجوں کے اندر بھی بڑے آدمیوں کے لئے علیحدہ علیحدہ مخصوص مقام ہوتے ہیں) پھر ان مذاہب نے اس خصوصیت اور امتیاز کو صرف جسمانیات تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اس خداوند عالم اس رب العالمین اور اس بے عیب اور تمام قسم کے نقائص سے منزہ ذات کیطرف اس ذلیل ترین تعصب کو بھی منسوب کیا ہے کہ ان کی قوم کے سوا خداوند عالم نے دنیا کی کسی قوم کو قابل خطاب نہیں سمجھا اور آریہ ورت یا بنی اسرائیل کے سوا باقی تمام قوموں کو اس طرح چھوڑ دیا ہے گویا کہ وہ ان کا خدا ہی نہیں۔

اس کے بعد قابل مقرر نے اسلامی مساوات کے روشن اور نمایاں مختلف پہلوؤں کو پیش کیا۔ اور صدر احمدیت اور حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم کے زمانے کی رواداری اور حسن سلوک کو بےنظیر اسوہ کو پیش کرتے ہوئے آپس میں خلق وہمدردی کی تلقین کی اور بعدہٗ عورت اور اولاد کی عزت وتکریم کے متعلق اسلام کی تعلیم کو پیش کرتے ہوئے غیر مذاہب کی تعلیم کے ساتھ مقابلہ کیا اور آخر میں بادشاہ کی حیثیت اور اس کے فرائض کے متعلق اسلام کی تعلیم کا یورپ کے طرز عمل کیساتھ مقابلہ کرکے دکھایا۔

آپکے بعد ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے مختصر طور پر آپس میں خلق وہمدردی چھوٹوں اور بڑوں کی عزت وتکریم پر زور دیا اور ایکدوسرے پر نکتہ چینی کی بجائے آپس میں ایک دوسرے کی کمزوریوں پر پردہ پوشی اور اصلاح کرنے کی تاکید فرمائی۔ اور بعض دوسرے اصحاب نے اس قابل مقرر کے بیان کردہ خطبہ کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی جن میں سے ڈاکٹر غلام محمد صاحب۔ مولوی عبدالمجید صاحب اور حافظ محمد حسن صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب کی تشریف آوری مولانا موصوف مورخہ ۱۱ر فروری کی ۹ بجے بعد از شام قادیاں سے لاہور تشریف لے آئے ہیں۔ آپ کی طبیعت پہلے سے زیادہ کمزور معلوم ہوتی ہے بڑی کی وجہ سے فالج نے ضعف زیادہ کردیا ہے۔ تاہم آپکے قلب اور ہمت اور عزم میں کسی قسم کا ضعف نہیں۔ آپنے گذشتہ دنوں نبوت مسیح موعود کی بحث پر مشتمل ایک مفصل خط قادیاں میں ہی میاں صاحب کو لکھا تھا۔ اور جس میں اس امر پر سختی کے ساتھ نوٹس لیا تھا کہ احباب قادیاں باوجود اس کے کہ حضرت صاحب نے باربار اپنے نام کے ساتھ صرف لفظ نبی کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔ بیجا طور پر آپ کے نام کے ساتھ لفظ نبی کا نہایت کثرت کیساتھ استعمال کرتے ہیں۔ حضرت صاحب کے خاندان کو خاندان نبوت۔ اور اور ازیں قبیل الفاظ سے اخباروں میں لکھتے ہیں۔ اور مسجد کے محراب پر اور مکانوں پر دنیا میں ایک نبی آیا الخ موٹے الفاظ میں لکھ رکھا ہے۔ اور اخباروں میں اسکو بار بار چھاپتے ہیں۔ میاں صاحب نے اس خط کا کم وبیش ایک ماہ سے کوئی جواب نہیں دیا۔

میاں محمود احمد صاحب کی علالت یہ خبر نہایت افسوس کیساتھ سنی جائیگی کہ میاں محمود احمد صاحب بڑے گھر میں (بڑی بی صاحبہ) کے تشریف لیجاتے ہوئے زینہ پر سے گر گئے اور آپ کو چند ایک چوٹیں آئیں۔ اخبار الفضل سے یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ اب ان کو افاقہ ہے۔

مولوی ظہیر احمد صاحب اور میاں صاحب گذشتہ دنوں مولوی ظہیر احمد صاحب اروپی کا ایک چیلنج میاں محمود احمد صاحب کے نام اخبار میں چھپا تھا۔ میاں صاحب نے اس کا خود تو کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ قاضی اکمل صاحب

(باقی بر صفحہ ۱۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار
پیغام صلح
لاہور

جلد ۱ | مورخہ ۱۷ ا جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۴ ہجری | نمبر ۲

اب یا رب

مدیر اخبار نور افشاں نے اپنے ۳ر فروری کے مقالہ افتتاحیہ میں "خداوند یسوع اور خدا باپ" کے زیر عنوان اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے کہ خدا کا نام باپ ایک ایسا نام ہے کہ جو تمام اسماء الہٰیہ میں افضل اور اعلیٰ ہے۔ چنانچہ آپکے طویل اور بسیط مضمون کا خلاصہ صرف اسقدر ہے کہ (۱) خداوند یسوع مسیح نے خدا کا نام باپ بتلایا کہ وہ کمال دکھایا ہے۔ کہ جسکو ہم دنیا کی تمام مذہبی کتب سے نہیں جان سکتے۔

(۲) خدا باپ کے علاوہ باقی جسقدر نام خدا کے ہیں۔ وہ سب انسان کے دل پر خوف و دہشت پیدا کر دینے کے سوا اور کوئی زبردست اثر پیدا نہیں کر سکتے۔

(۳) اللہ۔ الرب۔ الرحمٰن۔ الرحیم وغیرہ نام محبت کے مفہوم سے بالکلیہ خالی ہیں۔

(۴) جو معبود محبت کے مفہوم سے خالی ہو اس کی عبادت سے عابد کو تسلی نہیں مل سکتی۔

(۵) جو خدا محبت سے خالی ہے وہ اپنے پرستاروں میں محبت پیدا کر ہی نہیں سکتا۔

(۶) خدا کی ابوت اور انسان کی بنوّت کا عقیدہ ہی علم و عرفان کا اکمل اصول ہے۔

(۷) جو خدا کی ابوت کے منکر ہیں۔ وہ خدا کے بھی منکر ہیں۔

ہمارے معزز ہمعصر کے اس سبعہ معلقات کی موسیقیت اور عذبیت سے کچھ وہی لوگ کیف اندوز ہو سکتے ہیں۔ کہ جنہوں نے کلیسیا کی چار دیواری یا مشن کمپونڈ کے اندر رہ کر ہی "خدا محبت ہے" کا راگ سُنا ہے۔ ورنہ جن لوگوں نے اس حرم سرا سے باہر قدم رکھکر مذاہب عالم کی کتب مقدسہ کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ یہ جانتے ہیں۔ کہ "خدا باپ" کی اصطلاح یسوع مسیح کے تکلّم آشنا ہونے سے بہت پیشتر کی اصطلاح ہے کیا ہندی اور یونانی مائتھالوجی میں اپنے معبود کو باپ نہیں کہا گیا۔ کیا ویدک شرتیوں میں اپنے خدا کو پتا نہیں بتلایا گیا بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر خدا کی صفات اور اسماء کے تجویز کرنے میں انسان نے اپنے دائرہ محسوسات کے اندر ہی مقیّد رہنا ہے۔ تو "خدا ماں" سے بڑھکر محبت کا اظہار کسی جملہ میں ہو ہی نہیں سکتا۔ دنیا بھر کی تمام زندہ اور مردہ

السنہ کی روایات اور ضرب الامثال سے ثابت ہے۔ کہ ماں کی محبت اپنی اولاد سے باپ سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ پس اگر خدا باپ کہنے سے خدا کی محبت کے کمال کی طرف اشارہ کرنا مطلوب ہے۔ تو "خدا ماں" اس سے بڑھ کر خدا کے ہیجان محبت کیطرف اشارہ کرنیوالا ہے۔ اور اگر مسیح نے "خدا باپ" کی اصطلاح کے قائم کرنے میں اپنے کمال معرفت کا اظہار کیا ہے

تو "خدا ماں" کہنے والوں نے اس سے بڑھکر اپنی کمال معرفت کا ثبوت دیا ہے۔

(۲) اور اگر "خدا باپ" کہنا باقی اسماء الہٰیہ سے اس لئے افضل ہے۔ کہ باقی تمام اسماء الہٰیہ دل پر دہشت اور خوف پیدا کر دیتے ہیں تو ہمیں کہ دوست خدا باپ بھی انسانی دل پر کم خوف اور دہشت کے پیدا کر دینے والا نہیں کیونکہ "خدا باپ" ہے۔ مگر کن کا جو خدا کے فرزند ہیں۔ لیکن جو تاریکی کے فرزند اس دنیا کے فرزند، غیظ و غضب کے فرزند نافرمانی اور شیطان کے فرزند ہیں۔ وہ خدا کی ابوت کا عقیدہ رکھتے ہوئے بھی ہمیشگی کے جہنم میں ابدالآباد تک دانت پیستے رہیں گے (زبور ۱۲، مرقس ۹/۴۴ و ۴۵ نامہ پطرس ۲ ۴/۲ وغیرہ وغیرہ) کیونکہ محض عقیدہ کوئی چیز نہیں جبکہ آنکھ کان اور پاؤں ٹھوکر کھاتے ہیں۔ عقیدہ در ایمان کا پایہ چوبی اسکو جہنم کی آگ سے بچا نہیں سکتا۔ (مرقس ۹/۴۴ و ۴۸)

ہمیشہ کر خیال میں ہمارے مسیحی دوست نے خدا تعالےٰ کے اسماء و صفات کا فلسفہ سمجھنے میں ایک بنیادی غلطی کھائی ہے۔ اس نے یہ سمجھ لیا ہے۔ کہ "خدا باپ" اور "خدا محبت" کا مطلب جب کہ وہ اپنی بداعمالیوں کے جہنم سے بے غل و غش پار ہو جائیں گے۔ حالانکہ خود ان کے عقیدہ کی رو سے بھی "خدا باپ" کے بشر اول خداوند عالم کے واحد حقیقی فرزند جامع جمیع صفات الوہیت! اور جانزادہ محبت یسوع مسیح کو بھی آخر تین دن اسی وادی رنج و محن اور خوف و دہشت (جہنم) میں اترنا پڑا۔

غور کیجئے آپکے خیال کے مطابق یسوع مسیح نے دنیا کو خدا باپ کا سب سے اعلےٰ نام دیا اور اس لئے وہ علم و عرفان الٰہی میں سب سے بڑھا ہوا تھا۔ مگر خدا باپ کی محبت نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اسکو بے گناہ صلیب پر کھینچوا کر تین دن تک ہاویہ میں گرا دیا۔ اور جس کے علم و عرفان الٰہی کا یہ حال تھا۔ کہ آخری وقت میں ان کے مُنہ سے نہایت حسرت اور یاس کے کلمات نکلے۔ ایلی ایلی لما سبقتانی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ کیا یہ علم و معرفت کا مقام ہے؟ کیا یہ کسی عارف باللہ کا کلام ہو سکتا ہے۔ یا خدا کی رحمت اور محبت سے دور انسان کا؟ جناب یسوع کے ان آخری کلمات سے کہ جب وہ حسب روایت اناجیل صلیب پر انتہائی دکھ اور مصیبت کے عالم میں جان توڑ رہے تھے۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ "خدا باپ" کوئی اعلیٰ نام نہیں بلکہ خدا کا نام ایل سب سے بڑا نام ہے کہ جو آخری وقت میں ان کے مُنہ سے نہایت بیچارگی اور اضطراب کے عالم میں نکلا۔ اگر "خدا باپ" کہنا واقعی خدا کی پدرانہ محبت میں ہیجان پیدا کر دیتا ہے۔ تو اسے قبتانی ایلی ایلی کی

بجائے ابی ابی کہنا چاہئے تھا۔ تاکہ خدا کی محبت بہت بڑھ کر جوش مارتی۔

(۳)

یہ وسوسہ بھی سراسر وہم ہے۔ کہ "خدا باپ" کے سوا باقی اسمائے الٰہیہ۔ اللہ۔ الرب الرحمٰن الرحیم وغیرہ دل میں خوف اور دہشت پیدا کر دیتے ہیں۔ اور یہ وسوسہ لغت عرب اور علوم قرآنیہ سے ناواقفیت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ ورنہ قرآن کریم کی اصطلاح میں اللہ وہ ہستی ہے۔ کہ جو تمام قسم کے حسن اور احسان کا سرچشمہ اور جامع جمیع صفات کاملہ ہے۔ اور اس کے اندر کوئی بری صفت یا اس کی کسی صفت میں قطعاً کوئی برائی کا رنگ ہے ہی نہیں۔ معلوم نہیں اس میں خوف و دہشت کا کونسا مفہوم ہے۔ پھر رب ہے کہ جو تمام چیزوں کو پیدا کر کے ان کی نشو و نما کرتا اور کمال تک پہنچاتا ہے۔ اس میں خوف و دہشت کا ذکر ہی کیا۔ اسی طرح الرحمٰن اور الرحیم انتہائی درجہ کے رحم اور محبت کو ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں یعنی جو رحم اور محبت میں انتہائی درجہ رکھتا ہو اسے کو الرحمٰن اور الرحیم کہتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک جنگ کے موقعہ پر کہ جب شدت سے گرمی پڑ رہی تھی ایک چھوٹا سا بچہ فریاد کرتا ہوا دیکھا گیا۔ کہ جس کی آواز کو سن کر اس کی ماں دوڑی ہوئی آئی۔ اور اس نے ریگستان عرب کی جلتی ہوئی ریت پر اپنے آپ کو لٹا دیا۔ اور بچہ کو اٹھا کر اپنے پیٹ پر بٹھا لیا تاکہ اسکو تکلیف نہ پہنچے یہ دیکھ کر صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ماں کی اپنے بچے کے ساتھ شدت محبت کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا۔ بلاشبہ یہ حد درجہ کی محبت ہے۔ مگر خدا تعالےٰ تو اپنے بندوں پر اس سے بہت بڑھ کر رحیم ہے۔ اپنی اولاد کے ساتھ ماں باپ کی محبت اس رحم و محبت خداوندی کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ اس لئے خدا الرحمٰن والرحیم کی بجائے "خدا باپ" کہنا ارحم الراحمین کی ہتک نہیں تو کیا ہے ماں باپ کی محبت اور اس دنیا کی تمام محبتیں بالواسطہ یا بلاواسطہ اغراض کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں۔ مگر اس خداوند عالم کی محبت اپنے بندوں کیساتھ غرض و حصول منفعت سے بکلی پاک محبت ہے۔ پس اسکی محبت کو باپ کی محبت سے تشبیہ دینا یا اسکو "خدا باپ" کہنا۔ اس کی عزت و جلال کو اعلےٰ اور ارفع ثابت نہیں کرتا بلکہ اس میں اس کی کسر شان ہے۔

(باقی دارد)

مسیحی تہذیب پر مشاہیر یورپ کی آراء

عیسائیت کی ابتدا اگرچہ حلم و رافت سے ہوئی۔ مگر بہت ہی تھوڑے عرصہ کے بعد اس کے مظالم کی داستان کا آغاز ہو گیا۔ پیٹر اور پال کو [illegible] اور [illegible] میں پھانسی دی گئی عیسائیوں نے دوسری صدی عیسوی میں پولیٹکل اور سیاسی صورت اختیار کی مگر وقتاً فوقتاً رومی قیصروں نے ان پر بے رحمانہ سختیاں کیں چنانچہ قیصر نیرو کے عہد [illegible] سے لیکر تا ۳۱۱ء تک ایک اپاسل بشپ اور فادر شہید کیے گئے

ان کے شہدا کی فہرست اور اُن کی دل آزاریوں کی طویل سرگزشت نے

اعتذار پولس یعنی ایالوجسٹ کی جماعت پیدا کی اور اُن کا جتھا تعداد اور اقتدار میں روز بروز بڑھتا گیا تاآنکہ عیسائیوں نے [illegible] میں بغاوت کی نتیجہ یہ ہوا کہ قیصر ڈائی کلاشن [illegible] میں معزول کر دیا گیا۔ قسطنطین اعظم عیسائی ہو گیا۔ اور پھر چوتھی صدی عیسوی سے لیکر [illegible] تک حضرت عیسےٰ کی نوعیت کی نسبت وقتاً فوقتاً کئی کونسلیں ہو کر اور اُن میں عقاید مذہبی طے پا کر عیسائیوں کے ہزارہا فرقے بن گئے۔ رہبانیت کا اسقدر زور ہوا کہ لاکھوں کی تعداد میں رہبان پیدا ہو گئے اور انہوں نے علم و حکمت کی سخت مخالفت کی۔ بت پرستی کا رواج ہوا۔ معجزات اور تبرکات پر ایمان تھا۔ بجائے دوا کے دعا کیطرف رجوع کیا گیا۔ خدا کو بھلا دیا گیا۔ علم و حکمت کا خاتمہ ہوا۔ علاج بھی معجزوں کے ذریعہ کیا جاتا۔ بزرگوں کی ہڈیاں اور آثار فروخت کئے جاتے تھے۔ اور جسقدر کوئی زیادہ قیمت دے وہ بہشت خرید لیتا تھا۔

سارل بشپ اسکندریہ [illegible] تا [illegible] کے عہد میں منکول یعنی راہبوں نے ایک نوجوان عورت مائی پیشیا کو جو فلسفہ ارسطو اور افلاطون پر [illegible] میں لکچر دے رہی تھی برہنہ کر کے کوڑے لگائے۔ اور پھر گھسیٹ کر چرچ میں لے گئے جہاں ایک راہب کے ڈنڈے سے اس کا سر توڑا گیا۔ لاش ریزہ ریزہ کی گئی۔ گوشت اس کے بدن سے نوچا گیا۔ اور ہڈیاں آگ میں جلائی گئیں۔

جب اسکندریہ میں فلسفہ کا یہ حال تھا۔ ایتھنز میں جسٹی نین نے [illegible] میں فلسفہ پڑھنے کی ممانعت کر دی۔

بشپ اسکندریہ۔ قسطنطنیہ۔ انطاکیہ۔ کارتھیج اور بشپ روم کے درمیان بارہ فضیلت مدتوں تک جھگڑا رہا۔ اور آخرکار بشپ قسطنطنیہ اور روم میں سخت مقابلہ کے بعد بشپ روم گریگری نے [illegible] میں اپنا لقب پوپ اختیار کیا اور گریگری اعظم کے لقب سے پوپ کی گدی پر بیٹھا اس کے بعد پوپوں کا بڑا لمبا سلسلہ جاری ہوا جو مذہبی اور ملکی امور میں نمایاں حصہ لیتا رہا۔ پوپ نائب مسیح ہے۔ اور بہشت کی کنجیاں پیٹر نے اُن ہی کے حوالہ کی تھیں۔ پوپ معصوم ہے۔ اور اس کا فیصلہ ناطق۔ علم و حکمت کے مخالف تھے حکما اور فضلا کو قتل کراتے تھے یہ قانون پاس کر دیا گیا تھا۔ کہ کوئی عیسائی لکھے نہ پڑھے پادری صرف دینی کتابیں پڑھیں۔ اور جو تعبیر اُن کی پوپ کرے وہ واجب التسلیم سمجھی جائے گویا پوپ عیسائی دنیا کی قوت تمیز کا مالک تھا۔ ایک امور سلطنت کا قول ہے کہ تعصب کلیسا کی فطرت ثانی ہو گئی ہے۔

عیسائیت نے سائنسدانوں اور علماء سے جو سلوک روا رکھا وہی اس کی صداقت کے لئے کافی ہے۔ مندرجہ ذیل فہرست اس پر روشنی ڈالتی ہے

ارنلڈ بیٹر امیلارڈ کا شاگرد جو ایک مشہور سائنس دان اور مصلح وقت تھا

روم میں جلا دیا گیا۔ روجر بیکن سائنس کی وجہ سے ۱۴ برس تک قید میں رہا شاہ ژال انجیل کا مترجم انٹور پ میں آگ کی نذر کیا گیا۔ اور یہی حشر پیرس کے ڈاکٹر سرویٹس کا کیلون کے ایما سے ہوا۔ اسی طرح برونو اور گلیلیو ظلم و تعصب کا شکار ہوئے۔

قیصر ہاڈرین نے تیس ہزار یہودی ملک شام سے ہسپانیہ میں جلا وطن کر دیئے تھے قیصر تھیوڈوسیئس ثانی نے ۴۲۸ء تا ۴۵۰ء میں ایک مجموعہ قانون مرتب کیا جس میں غیر عیسائی فرقوں کے حقوق و فرائض کی تشریح کی گئی اور یہ عام طور پر اعلان کیا گیا کہ جو لوگ کیتھولک مذہب کی پیروی نہ کریں ان کو کوئی ملکی عہدہ نہ دیا جائے۔ اور نہ یہودیوں کو جوڈیشل یا فوجی عہدے دیئے جائیں مرتد اور ملحدین کا کوئی مجمع نہ ہو۔ ان کی کتابیں جلائی جائیں اور وہ لوئی رسم تبسمہ وغیرہ اپنے ضمیر کے مطابق عمل میں نہ لائیں۔

عیسائیوں کا عقیدہ تھا۔ کہ اگر آدم گناہ کا ارتکاب نہ کرتا تو بنی نوع انسان کبھی شرارت اور گناہ آدم سے حوا نے کرایا۔ اس لئے عیسائیوں کے ہاں عورتوں کی حالت ذلیل تر ہو گئی

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں لکھا ہے کہ ۵۸۶ء میں تمام عیسائی دنیا کے علما اور فضلا یہ امر طے کرنے کے لئے ایک عظیم الشان جلسہ میں جمع ہوئے۔ کہ آیا عورت میں روح ہے یا نہیں بڑی بحث و مباحثہ کے بعد کثرت رائے سے قرار پایا کہ عورت میں روح ہے۔ وہ بیچاریاں اس سے پہلے بے روح سمجھی جاتی تھیں۔

Leas History لیسر کی تاریخ کلیسا

نے اس مضمون پر خوب روشنی ڈالتی ہے۔ کسی تاریخی انسان نے مورخ کے نزدیک اتنی عورتوں سے ناجائز تعلق نہیں رکھا۔ جتنا کہ کلوس اور چارلیمین کا تھا۔ ان حالات کو معلوم کرنے کے لئے Romance of the Popes پاپاؤں کے حالات زندگی کا مطالعہ ضروری ہے۔ عیسائیت کے اس پہلو پر غور کرتے وقت ہمارے سامنے ان مذاہب کا سوال آجاتا ہے۔ جن میں بت پرستی پائی جاتی تھی۔ جو پیشرا اور بہت سی یونانی دیویاں اور دیوتا جن کی اب افسانوں اور قصے کہانیوں سے زیادہ وقعت نہیں اس زمانہ میں ان کے پرستاروں پر اتنا اثر تو ضرور ہوا کہ ان کی اخلاقی حالت پست ہو گئی۔ ملمین (Milman) اپنی تصانیف میں بیان کرتا ہے۔ کہ راہبوں کے طریق زندگی کا بھی عوام کے اخلاق پر کوئی اثر نہ تھا۔ بلکہ ان کی ریاضتوں اور نفس کشیوں کے سبب لوگ ایک حد تک ان سے متنفر ہو گئے۔ مسٹر مکیبی (Mecabe) لکھتے ہیں۔ کہ پادری لوگ رومن ماؤں سے سازش کر کے ان بچوں کو لیجاتے تھے جنہیں سلطنت کی خدمت کے لئے چنا جاتا تھا۔ اسی طرح مسٹر لیکی (Lecky) بھی راہبوں کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔ کہ ایک ایسا انسان جس کی حالت ایک جنونی سے کم نہ ہو جو علم حب الوطنی اور فطری تقاضوں سے متنفر ہو جو اپنی تمام زندگی فضول ریاضتوں اور نفس کشیوں میں گزار دے اور جو اپنی دماغی حالت اسقدر خراب کر لے کہ اپنے ہی تصورات

کے سامنے کانپتا رہے۔ اس زمانہ کے لوگ جو ارسطو اور سقراط کے پیرو تھے ان کا نصب العین یہی تھا۔ عیسائیت کے عہد میں یہ سب کچھ ہوتا رہا۔ سینٹ آگسٹائن نے جیروم کے خطوط میں اس زمانے کی بدکرداریوں کا ذکر کیا ہے۔

Agapemone اور اسی قسم کی عشقیہ مجلسیں قائم کی جاتی تھیں جن میں شراب خوری اور زنا کثرت سے ہوا کرتا تھا۔ جیروم بھی اپنے خطوط میں اعتراف کرتے ہیں۔ کہ اراکین کلیسا اور عام مرد اور عورتیں خود غرض حریص مذہب سے بے تعلق اور بے عصمت تھیں۔ وہ پاکدامن جوان عورتوں کو کسی رومن پادری کے ہمراہ ایک کمرہ میں بیٹھنے سے منع کرتے ہیں۔ الغرض چھٹی سن عیسوی سے ۱۵۱۲ء تک اراکین کلیسیا محض پادریوں اور ننوں کی زناکاری کو روکنے کی کوشش کرتے رہے اس مضمون پر مزید علم حاصل کرنے کیلئے (ای ایس۔ ایل ایم۔ ایل مین۔ کی تواریخ کی کتب ملاحظہ کریں مسٹر کیبی "پوپ اور ان کے گرجے" نامی کتاب کے صفحوں پر یوں رقمطراز ہیں۔ ۱۳۰۰ء نہایت خود غرضی۔ ظلم۔ قتل۔ ناپاکی اور بدکرداری کا زمانہ تھا۔ علمی زندگی کی روح اسوقت صرف چند ہزار پادریوں میں ہی پائی جاتی تھی۔ مضامین کی تعداد بالکل محدود تھی۔ تمام تعلیمی تحریک مسلمانوں کے زیر احسان تھی۔ فرانسس اور ڈومینک راہبوں کے سکول کارڈینل ڈی وٹری کی رائے میں شریف انسانوں کے رہنے کے قابل نہ تھے۔ ان کی عیش پسند زندگی میں خنجر اسی کثرت سے استعمال ہوتا تھا جیسے آج ملایا کی ریاستوں میں ہوتا ہے۔ شراب کی بھی وہی کثرت تھی۔ جو آج تہذیب وحشیوں میں پائی جاتی ہے مرد عورتوں کے تعلقات بندروں سے بہتر نہ تھے۔ عیسائی دنیا پر اس زمانہ میں دو بار تعطا جنگ لوٹ مار ظلم و تعصب کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں صلیبی جنگوں کے دوران میں عیسائیوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا۔ اس موقعہ کو ملمین بیان کرتا ہوا لکھتا ہے۔ عیسائی لڑکیوں اور عورتوں کی کھلے بازاروں میں عصمت دری کی گئی۔ گرجاؤں کو لوٹ لیا گیا۔ اور ان میں فاحشہ عورتیں داخل کی گئیں۔ انگلستان میں بھی گلاسٹنبری ابنگڈن کے سوا کل گرجے ہر قسم کی بدیوں کے گھر بنے ہوئے تھے۔

ملمین تحریر کرتا ہے۔ کہ روم میں پاکبازی ایسی کم ہو گئی تھی کہ یہ فرشتوں کی صفت سمجھی جاتی تھی۔ سب سیاح اسی نتیجہ پر پہنچے کہ روم کے اراکین کلیسیا میں سے کوئی بھی تعلیم یافتہ نہ تھا۔ اور تمام عورتوں سے ناجائز تعلق رکھتے تھے۔ رمز برگ (Remsberg) نے اندازہ کیا ہے۔ کہ زمانہ وسطے میں ......۹ انسان جادوگری اور سحر کے الزام میں قتل ہوئے۔ ......

.... یہ بیانات اراکین کلیسیا اور پاپاؤں کے لکھے ہوئے ہیں۔ کوئی فقرہ بھی کسی مخالف کی تحریر سے نقل نہیں کیا گیا ان تمام واقعات

کی زبردستی پر بڑے بڑے مورخوں نے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ۔ بہرحال اقتصادی لگاؤ ہے ۔ میرا ایک دوست سائیکالوجی کے طالب علم پروفیسر ہے ۔ کہ شہوانی خیالات اعصاب اور دماغ پر بہت برا اثر پیدا کرتے ہیں ۔ جو طرح طرح کے دماغی بیماریوں کا باعث ہو جاتے ہیں ۔ اسی لئے اسلام میں خودکشی بہت کم ہے اور یورپ کے ممالک کی نسبت دماغی بیماریاں بھی بہت کم ہیں ۔

(اسلام بحیثیت ایک مشنری مذہب لوگوں کو نہایت فراخدلی کی تعلیم دیتا ہے ۔ اور تمدنیت رکھتا ہے ۔ مسٹر رچرڈ برٹن اور مختلف سیاحوں نے اعتراف کیا ہے ۔ کہ اسلام نے افریقہ کی اقوام پر بہت عمدہ اثر ڈالا ہے ۔

سپین کی اسلامی حکومت کے زمانہ میں عیسائی طالب علم تعلیمی مراکز میں تحصیل علوم کے لئے جمع ہوتے تھے ۔ ان کے لئے ہر طرح آسانیاں بہم پہنچائی جاتی تھیں ۔ صلیبی جنگوں کے دوران میں ایکدفعہ رچرڈ اور فلپ بیمار ہو گئے ۔ صلاح الدین نے اپنے طبیب ان کے علاج کے لئے روانہ کئے ۔ یروشلم پر قبضہ کرنے کے موقعہ پر جو نرمی اور فراخدلی کا سلوک ہوا وہ کون نہیں جانتا ۔ اسی طرح حسن سلوک کے اور بہت سے واقعات ہیں ۔)

مسٹر بریس کے مطابق افریقہ میں غلاموں کی تجارت ایک لعنت تھی جو بنی نوع انسان پر پڑی ۔ اس کا تمام گناہ عیسائیت کے ذمہ ہے ۔

۱۷۶۵ء میں صرف لندن کے شہر میں ۲۰۰۰۰ حبشی غلام تھے ۔ اور وہ وصیتوں میں بطور ورثہ چھوڑے جاتے تھے ۔ پادری بھی غلامی کو بروئے انجیل جائز سمجھتے تھے ۔ کپتان ہاکز نے انگلستان سے غلام لانے کی خاطر سفر کیا ۔ اسے امراء کی طرف سے نائٹ کا خطاب دیا گیا صرف انگریزی نو آبادیوں میں ۲۱۳۰۰۰ غلام بھیجے گئے ۔

گیزوٹ (Guizot) جیسا پولٹیکل مورخ جو عیسائی تہذیب کا بڑا حامی ہے ۔ کلیسیا کے متعلق مندرجہ ذیل رائے ظاہر کرتا ہے :-

کلیسیا نے اکثر ظالم بادشاہوں کے خلاف رعایا کی حمایت میں آواز اٹھائی ہے ۔ اور ان کے حقوق کی نگہداشت کی ہے لیکن جب کبھی آزادی اور طاقت کا سوال سامنے آیا ۔ اور جب کوئی ایسا قانون بنایا گیا ۔ جس کی رو سے آزادی کی حفاظت ہو تو کلیسیا نے ہمیشہ طاقت اور خود مختاری کا ساتھ دیا ہے (ہسٹری اوف سولائزیشن ان یورپ صفحہ ۱۶۱)

روم میں بھی غلامی بہت زور پر تھی جہاں کہا جاتا ہے ۔ ۱۶۱۰۰۰۰ آبادی میں ۹۰۰۰۰ غلام تھے ۔

جس مذہب کی حضرت مسیح نے تلقین کی ہے ۔ اسکا پہلا فرض تو یہ ہونا چاہیئے تھا ۔ کہ غلامی کے خلاف ہو کر بنی نوع انسان کی مصیبت کو کم کیا جاتا لیکن انجیل میں ایک لفظ بھی غلامی کے خلاف نہیں ملتا اسلام نے غلام اور مالک کو ایک ہی سطح پر کھڑا کر دیا ۔

مصر کا بڑا کتب خانہ جو جولیس سیزر کی آگ سے بچا ہوا تھا ۔ اسکندریہ کے بشپ تھیوفیلس نے (جو ساٹرل قاتل ہائپیشیا کا چچا تھا) جلا دیا ۔ یہ وہی کتب خانہ ہے ۔ جس کے جلانے کا الزام حضرت عمرؓ پر لگایا جاتا ہے ۔ اسوقت یونانی مصری ۔ اور جہاں کہیں بھی یہودی لوگ تھے ۔ رومانیوں کے ماتحت تھے ۔ جو عیسائی مذہب اختیار کر چکے تھے ۔ اور ان عیسائی قیصروں نے جو پوپ کے قبضہ اقتدار میں تھے ۔ علم و حکمت انسان اور انسانیت پر جو مظالم توڑے ان کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور دل لرزتا ہے ۔

دورہ مبلغین

جملہ احباب کی خدمت میں اطلاعاً لکھا جاتا ہے ۔ کہ شیخ غلام سرور صاحب مبلغ علاقہ لائل پور ۔ ملتان جھنگ میں ۔ حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ اضلاع گوجرانوالہ ۔ سیالکوٹ اور جموں میں بغرض دورہ تبلیغی ۔ فروخت کتب اور فراہمی چندہ بھیجے جاتے ہیں ۔ اور شیخ محمد یوسف صاحب نومسلم ضلع فیروزپور میں آتے ہیں ۔ مہربانی فرما کر ان مبلغین کو ہر طرح سے ان کے کام میں امداد دے کر ممنون و مشکور فرمادیں ۔ اور عنداللہ ماجور ہوں ۔ والسلام

اعلان

اتمام حجت نمبر ۳ جس کا عنوان ہے بد انکار نبوت اور رسالہ ۱۹۱۰ء کے مضمون کے سکرٹریوں اور احمدی احباب کے نام کافی تعداد میں بذریعہ ڈاک بھیجا جا چکا ہے ۔ اگر کسی جگہ نہ پہنچے یا پہنچا تو ہو مگر کم تعداد میں پہنچا ہو تو دفتر سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کے نام خط لکھکر منگا سکتے ہیں ۔ اس سے قبل اتمام حجت نمبر ۱ و نمبر ۲ تقسیم ہو چکے ہیں ۔ صرف بہت تھوڑی کاپیاں دفتر میں موجود ہیں ۔ اگر کسی صاحب کو کوئی کاپی ان کی نہ پہنچی ہو ۔ تو وہ بھی منگا کر پڑھ سکتے ہیں ۔

خاکسار
عزیز بخش
جائنٹ سکرٹری

مولوی ثناء اللہ صاحب اور حدیث دجال

یادش بخیر مولوی ثناء اللہ صاحب کو بھی خداوند عالم نے اس دنیا میں گویا فتح کا نقارہ بنا کر بھیجا ہے۔ کوئی مقدمہ ہو یا مباحثہ اس میں آپ چت گریں یا پٹ مگر آپ فوراً گرد جھاڑ کر اپنی فتح کا نقارہ پیٹنا شروع کر دیتے ہیں۔

مولویانہ الفاظ بندیوں۔ مناظروں اور مباحثوں کے علاوہ مقدمہ بازی کی اشتیاق انگیز خواہش بھی گویا آپکے اعمالِ حیات کا جزو لاینفک ہو گئی ہے۔ مگر قسمت کی خوبی کہئے یا تقدیر کا الٹ پھیر کہ مناظروں اور مباحثوں میں اگر آپ آئے دن چاروں شانے چت گرتے ہیں تو [illegible] ذلت اور رسوائی کے سوا آپ کو کچھ حاصل نہیں ہوتا حکیم مولوی نور الدین صاحب [illegible] اور سید [illegible] علی شاہ صاحب کے مقابلہ میں جو کچھ آپ کی رسوائی ہوئی سو ہوئی تاہم آپ کی [illegible] اور حوصلہ قابل داد ضرور ہے۔ کہ انجام کار فتح کا نقارہ آپنے اپنے ہی نام پر [illegible] زبان سے انکشاف حقیقت کو گو مگو میں رکھکر یہ بھی اقرار کر لیا کہ فریق مخالف پر [illegible] نہ ہوا۔

آہ وہ بھی کیا دن تھا۔ کہ مجھ پر مولوی صاحب کی قابلیت علمیت اور مناظرانہ مشاطگی کا راز طشت از بام ہو گیا۔ میرا طالبعلمی کا زمانہ تھا۔ کہ امرتسر کے بازاروں میں یہ نوٹس پڑھا گیا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اور ماسٹر آتمارام جی کا امرتسر کے چوک پاسیاں میں ایک طویلہ میں مباحثہ ہو گا۔ مناظروں اور مباحثوں کے سننے کی خواہش مجھے اول سے ہی بدرجہ غایت تھی۔ مقررہ وقت سے پہلے ہی میں وہاں پہنچ گیا انتظار کی گھڑیاں بمشکل ختم ہوئیں اور دونوں مناظر آمنے سامنے کرسیوں پر ڈٹ گئے مناظرہ شروع ہوا۔ اور وقت مقررہ تک ہوتا رہا۔ اس وقت اس مناظرہ کی روئداد کو قلمبند کرنا میرا مقصد نہیں۔ اس سارے مناظرہ کی جان ایک بات تھی کہ جس تک سراغ پہنچانے کے لیئے میں نے اس زلف دراز کے ایک سرے کو تھاما ہے۔ مولوی صاحب کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی کہ جس کا خفیہ خفیہ مطالعہ کرکے مولوی صاحب سماجی پنڈت کے اعتراضوں کا جواب دے رہے تھے کسی آریہ والنٹیر نے یہ بات ماسٹر آتمارام جی کو بھی جا پہنچائی۔ ماسٹر صاحب نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ آپکے ہاتھ میں کونسی کتاب ہے کہ جسکو آپ یوں چھپا چھپا کر پڑھتے ہیں۔ پہلے تو مولویصاحب نے حسب عادت جواب دینے سے پہلو تہی کی اور ادھر ادھر کی باتوں میں ماسٹر صاحب کو ٹرخا دینی چاہی مگر ماسٹر صاحب بھی بلائے بے درمان کی طرح آپکے سر ہو گئے بالآخر مولویصاحب نے کسیقدر لجا کر جواب دیا کہ یہ کتاب سرمہ چشم آریہ ہے ماسٹر صاحب نے پوچھا یہ کس کی تصنیف ہے۔ مولویصاحب کا رنگ اسوقت دیکھنے کے قابل تھا چہرہ پر ایک رنگ آتا تھا تو دوسرا جاتا تھا۔ اور عرق انفعال میں غرق ہوئے جاتے تھے۔ آخر پھر تو پرانے مشاطہ کسیقدر توقف کے بعد جواب دیا کہ "مرزا صاحب قادیانی کی"۔ ماسٹر صاحب نے پوچھا مرزا صاحب قادیانی کی؟ کہ جن کو آپ کافر قرار دیتے ہیں۔ پھر اُن کے دئے ہوئے جوابوں کو ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔

مولویصاحب کے لئے یہ وقت بڑا ہی نازک وقت تھا کئی ہزار کا مجمع اور اس میں مولویصاحب کی قابلیت اور مناظرانہ مشاطگی کا پردہ فاش ہو گیا۔ تاہم مولویصاحب کی ڈھٹائی اس نازک وقت میں بھی قابل داد ہی تھی۔ آپ نے فوراً سنبھلکر جواب دیا کہ میرے نزدیک تو خدا تعالےٰ کافروں سے بھی اسلام کی خدمت لے لیا کرتا ہے۔ مولویصاحب نے جواب دینے کو تو اپنی طرف سے دیدیا اور دل میں خوش بھی ہوئے ہونگے کہ خوب جواب دیا کیونکہ مولویصاحب کو اپنا یہ جواب ایسا پسند ہے۔ کہ جب کبھی حضرت صاحب کی خدمات اسلام عیسائیوں اور آریوں کے بالمقابل ان کی معرکۃ الآرا تصنیفات کیطرف آپ کی توجہ کا عنان عطف موڑا جاتا ہے۔ تو آپ اکثر یہی جواب دیا کرتے ہیں جن کی آنکھیں ہوں وہ دیکھے اور جس کے کان ہوں وہ سُنے کہ مولویصاحب کے اس جواب کے اندر ایک حقیقت ہے ایک سیار گویا ہے کہ جو حضرت مرزا صاحب کے صدق دعوے پر ایک بیّن شہادت ہے۔

مرزا صاحب کو صداقت اسلام اور اثبات نبوّت محمّدیہ پر وہ دلائل سوجھتے ہیں کہ جو چودھویں صدی کے کسی اور مولوی کو عمر بھر کی دماغی کاوش اور آئے دن کے مناظروں کے تجربہ کے بھی میسّر نہیں ہوتے۔

چودھویں صدی کے مکفرین مسیح موعود کی گمراہی اور کم مائیگی کا اس سے زیادہ حسرتناک منظر اور کیا ہو گا۔ کہ وہ جس شخص پر کفر کا فتوے لگاتے ہیں۔ صداقت اسلام اور اثبات نبوّت محمّدیہ پر دلائل اور براہین کے حاصل کرنے کے لئے اسی کے رہین منت ہوتے ہیں۔ اگر چشم حقیقت باز اور دیدۂ بینا رکھتے ہو تو دیکھو اور سوچو کہ اس کا یہ کفر کہ جو صداقتِ اسلام پر براہین قاطعہ اور دلائل ساطعہ کا انبار بہم کر دیتا ہے تمہارے اس اسلام سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ کہ جو آئے دن مخالفین اسلام کے سامنے اسلام اور مسلمانوں کو شرمندہ کرتا ہے۔ اور تم میدان مناظرہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے جبتک کہ اسی کافر (نعوذ باللہ منہا) کے سامنے زانوئے شاگردی تہ نہیں کرتے۔

وان فی ذالک لذکریٰ لمن کان لہٗ قلب او القی السمع وھو شہید

اور یہ وہی بات ہے کہ جس نے امرتسر میں احمدیت کی انتہائی مخالفت اور حضرت مسیح موعود کے سب سے بڑے دشمن کے گویا گھر میں احمدیت کو ترقی دی۔ اور کیا خالی رہی ہے۔ کہ امرتسر کی پرانی جماعت احمدیہ کا اکثر حصہ مولوی ثناء اللہ اور ان کے استاد مولوی احمد اللہ صاحب کا ہی احمدی بنایا ہوا ہے۔ لوگ کہتے ہیں اور ہمیں اس امر کا اعتراف بھی ہے۔ کہ مولوی ثناء اللہ سے بڑھکر احمدیت کے خلاف زور لگانے والا اور کوئی شخص موجود نہیں مگر جب میں اس روشن اور بیّن نشان الہی کیطرف توجہ کرتا ہوں تو میرا دل حضرت مرزا صاحب کی صداقت کے ایمان سے بھر جاتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ کی اسقدر مخالفت کے باوجود آج کتنے ہی [illegible] جو اس امر کا اعلان کرنے کے لئے تیار ہیں کہ وہ پہلے مرزا صاحب کے [illegible]

اور اب مولوی ثناء اللہ کی کوشش سے انہوں نے احمدیت کو ترک کر دیا ہے لیکن اس کے خلاف ہم امرتسر کے رہنے والے احمدی اللہ تعالے کے فضل سے اس امر کا اعلان کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں کہ ہمیں مولوی ثناء اللہ اور ان کے استاد مولوی احمد اللہ صاحب نے احمدی بنایا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذوالفضل العظیم۔

(۲)

میں نے جس مقصد کے لئے آج قلم اٹھایا تھا تمہید کے خلاف امید طول پکڑ جانے کے سبب سے شاید اسکو مفصل طور پر کھول کر بیان نہ کرسکوں تاہم آمادگی قلب بہمہ وجوہ مضطرب ہے۔ کہ مضمون مندرجہ عنوان پر کچھ لکھدیا جائے۔

اخبار اہل حدیث مورخہ ۲ جنوری ۱۹۲۲ء جلد ۱۹ نمبر ۱ کے دوسرے کالم میں قادیانی مشن کے پیٹنٹ عنوان کے ماتحت مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے ایک مضمون لکھا ہے۔ "جھوٹوں کا ہرگز اعتبار نہ کرو" اس مضمون کو ہم بجنسہٖ دوبارہ نقل کرتے ہیں اور بعض الفاظ کیطرف ناظرین کو توجہ دلانے کے لئے موٹا کردیتے ہیں۔ تاکہ یہ امر کھل کر ظاہر ہو جائے کہ مولوی ثناء اللہ کا مطالبہ کیا تھا کہ جسکے پورا کردینے پر وہ تین سو روپیہ جرمانہ ادا کرنے پر تیار تھے۔ اور جس کے پورا نہ کرسکنے پر وہ حضرت مرزا صاحب پر کیا کیا الزام قائم کرتے تھے۔ اور اب جبکہ ان کا مطالبہ پورا کر دیا گیا ہے۔ اور مولویصاحب ہزاروں شانے چت گر گئے ہیں۔ تو اب مولویصاحب کیا کہتے ہیں چیلنج کا مضمون اس طرح پر ہے۔

جھوٹوں کا ہرگز اعتبار نہ کرو

دنیا میں ایسے مذہب بھی ہیں۔ جو شرک و کفر کو جائز رکھتے ہیں۔ مگر ایسا مذہب کوئی نہیں جو جھوٹ کو جائز جانتا ہو۔ اسلام میں جھوٹ کے تین درجے ہیں۔

مخلوق پر جھوٹ۔ رسول پر جھوٹ۔ اور اللہ پر جھوٹ۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ فی النار۔ (جو کوئی مجھ پر جھوٹ بولے اسکا ٹھکانہ جہنم میں ہوگا) اس کے معنے ہیں جھوٹی حدیث بناکر عمداً پیغمبر خدا صلعم کیطرف منسوب کرے۔

محدثین کا عام قانون ہے کہ جو شخص ایک حدیث بھی جھوٹی بنائے اس کی کوئی حدیث صحیح نہیں ہوتی۔ مرزا صاحب قادیانی بھی "حقیقت الوحی" میں لکھتے ہیں کہ "ایک جھوٹ کے مقابلہ میں ہزار انسان بھی کارآمد نہیں ہوسکتے۔"

اس مقبولہ قاعدہ کے مطابق ہم دیکھتے اور دکھاتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کے اتباع کا کیا حال ہے۔

ہم دعوٰے سے کہتے ہیں۔ کہ صحاح ستہ کے مصنفوں میں سے کوئی زندہ ہوتا۔ یا امام الجرح والتعدیل یحیٰی بن معین یا محک رجال امام دارقطنی زندہ ہوتے تو مرزا صاحب قادیانی اور ان کے اتباع کو واضعین احادیث میں لکھکر اُن کی کل روایات کو موضوع (جھوٹی حدیثیں) بتاتے۔ ہم اس دعوے کو بے دلیل چھوڑنا نہیں چاہتے۔ ورنہ ہم میں اور ان میں بحیثیت علم کے فرق کیا ہوگا۔ مرزا خدا بخش مصنف کتاب "عسل مصفٰی" صفحہ ۲۷۲ پر لکھتا ہے۔

دجال ایک تنہا نہیں بلکہ ایک جماعت ہے۔

ہم لفظ دجال کے معنے لغت عرب سے دکھا چکے ہیں۔ کہ ایک طائفہ عظیمہ یعنی ایک بھاری گروہ کو کہتے ہیں۔ مگر ہم اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ خود رسول اللہ صلعم کی زبان سے دکھاتے ہیں کہ وہ بھی دجال کو ایک جماعت ہی تصور کرتے تھے دیکھو حدیث ذیل:۔

یخرج فی آخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضان من اللین السنتھم احلی من العسل وقلوبھم قلوب الذئاب یقول اللہ عز وجل ابی یغترون ام علی یجترون حتی حلفت لابعثن علی اولئک منھم فتنۃ تدع الحلیم منھم حیران (رواہ النسائی عن ابی ہریرۃ)

یعنے نسائی نے ابوہریرۃ سے روایت کی ہے۔ کہ آخری زمانے میں دجال نکلیگا وہ جماعت ہوگی جس کے لوگ دُنیا کو دین کے ساتھ ملائیں گے اور لوگوں کے دین کے بارہ میں بکریوں کی کھال میں دکھائی دیں گے یعنی بظاہر مسکین اور غریب طبع ہونگے ان کی باتیں شہد سے بھی زیادہ میٹھی ہوں گی اور ان کے دل بھیڑیوں کے سے ہونگے۔ اللہ تعالے کہیگا کیا میرے ساتھ دھوکہ کرتے ہیں یا میری ذات پر جرأت کرتے ہیں۔ مجھے اس پر اسقدر غصہ ہے کہ میں قسم کھا لونگا کہ انہی میں سے ایک فتنہ برپا کرونگا جس سے ان کے دانا بھی حیران رہ جائیں گے۔" دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۴۷)

اب اس حدیث سے صاف واضح ہوگیا۔ کہ دجال سے مراد ایک جماعت ہے۔ جو مکر و فریب سے کارروائی کریگا۔ بظاہر بڑے رحیم و کریم اور بڑے ہی میٹھے ہونگے مگر باطن میں درندوں سے کم نہ ہونگے۔ سو کون نہیں جانتا کہ یہ صفات پادریان و فلاسفران رنگ میں کل الوجوہ پائی جاتی ہیں۔"

اس روایت میں سارا مدار اور استدلال لفظ **دجّال** پر ہے۔ جو مصنف مذکور نے بڑی دلیری سے اصل حدیث میں لکھا ہے۔ اور ترجمہ میں بھی۔ اور اسی پر سارے استدلال کی بنا ہے۔ حالانکہ اصل حدیث میں نہیں مگر ہم اصل حدیث دکھانے سے پہلے بڑے میاں (مرزا) کا حال بھی ذرا دکھا دیں تاکہ معلوم ہو سکے۔

(۳) مرزا خدا بخش جیسے بیسیوں بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں غریب الگٹہا اور کند چھری سے ذبح ہوئے ہونگے۔ مرزا صاحب خود بدولت اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ کے

صفحہ ۲۴۷ - پر حاشیہ میں لکھتے ہیں -

"نسائی نے ابی ہریرہ سے دجال کی صفت میں آنحضرت صلعم سے یہ حدیث لکھی ہے -

یخرج فی اٰخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضأن السنتہم احلی من العسل وقلوبہم قلوب الذیاب (الحدیث) یعنی آخری زمانہ میں ایک گروہ دجال نکلیگا وہ دنیا کے طالبوں کو دین کے ساتھ فریب دیں گے یعنے اپنے مذہب کی اشاعت میں بہت سا مال خرچ کرینگے - وغیرہ "

ناظرین! ان دونوں حوالوں سے خوب سمجھ گئے ہونگے کہ یہ دونوں نبی اور امتی یا پیر (مرید) ابو ہریرہ رضہ سے حدیث نقل کرتے ہیں - حالانکہ اصل حدیث کے الفاظ یہ ہیں -

یخرج فی اٰخر الزمان رجال یختلون الدنیا بالدین "(مشکوٰۃ باب الریا)

یعنی بجائے دجال کے "رجال" ہے - اور رجال جمع ہے رجل کی - جس کے معنے ہیں بہت سے لوگ - مطلب حدیث کا یہ ہے - حضور علیہ السلام فرماتے ہیں "آخری زمانے میں کئی لوگ ایسے پیدا ہونگے - جو دین کے ساتھ دنیا کمائیں گے "

کہاں ایسے ریاکار لوگ اور کہاں دجال -

لطیفہ

(۴) چونکہ یہ حدیث دراصل مرزا صاحب جیسے دنیا داروں کے حق میں تھی - اس لئے مرزا صاحب نے اس کو بگاڑ کر پادریوں کے حق میں لگا کر ان کو دجال بنایا - مگر اُن کے ایسا کرنے پر ہمیں ایک شعر یاد آیا ؎

انہوں نے خود غرض شکلیں کبھی دیکھی نہیں شاید
وہ جب آئینہ دیکھیں گے تو ہم ان کو بتا دیں گے -

احمدی دوستو!

(۵) مولوی ثناء اللہ کا مطالبہ) قادیان اور لاہور کی پارٹیوں سے تعلق رکھنے والو! بلکہ ان کے سوا بھی کسی اور پارٹی کے ممبرو! اگر تم مرزا صاحب قادیانی کی روایت مندرجہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۴۷ کسی کتاب سے دکھا دو تو لدھیانہ کا تین سو روپیہ تم سے لیا ہوا تھا واپس کرنے کا وعدہ لکھا لو -

مرزا خدا بخش کے حال پر افسوس ہے کہ یہ بیچارہ پیر و مرشد پر بھروسہ کر کے مفت میں مارا گیا - سچ تو یہ ہے - کہ اندھی تقلید اور بے بصیرت اعتقاد ایسے ہی کام کرایا کرتے ہیں "-

اس مضمون میں جن عبارات کو موٹا کر دیا گیا ہے - ان سے یہ امر بالبداہت ظاہر ہے کہ مولوی صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ

(۱) مرزا صاحب اور ان کے متبعین جھوٹے ہیں ان کا اعتبار ہرگز نہ کرو -

(۲) مرزا صاحب اور ان کے مرید واضعین حدیث میں سے ہیں یا انہوں نے کسی حدیث کو وضع کیا ہے - اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا ہے -

(۳) مرزا صاحب نے حدیث وضع کر کے یا جھوٹی حدیث بنا کر سینکڑوں اور ہزاروں لوگوں کو دھوکا دیا ہے -

(۴) چونکہ یہ حدیث مرزا صاحب جیسے دنیا داروں کے حق میں تھی اس لئے مرزا صاحب نے رجال کو بگاڑ کر دجال بنا دیا -

(۵) مرزا صاحب قادیانی کی روایت مندرجہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۴۷ کسی کتاب سے دکھا دو تو تین سو روپیہ واپس کرنے کا وعدہ لکھا لو -

میں اس مضمون کو بغیر کسی قسم کے حاشیہ اور نوٹ کے معزز ہمعصر اخبار وکیل اخبار اہل سنت اور الفقیہ اور حاجی نور احمد صاحب کے (کہ جن کے پاس کہا جاتا ہے - کہ مولانا ثناء اللہ نے تین سو روپیہ چیلنج کا جمع کرا دیا ہے) سامنے ایک طرف رکھ دیتا ہوں - اور دوسری طرف کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۴ کی اس حدیث کو رکھ دیتا ہوں - یخرج فی اٰخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضأن من اللین احلی من العسل وقلوبہم قلوب الذیاب یقول اللہ عز وجل ابی یغترون ام علی یجترؤن حتی حلفت لابعثن علی اولٰئک منہم فتنۃ تدع الحلیم منہم حیران

خدا کو حاضر ناظر جان کر وہ خدا کے لئے اس شہادت حقہ کو ادا کریں کہ آیا مولوی صاحب کا مطالبہ پورا ہو گیا ہے یا نہیں -

(۳)

باقی رہا مولوی صاحب کا یہ عذر کہ یہ کتابت کی غلطی ہے - اور وہ اس کو ثابت کرنے کے لئے تیار ہیں - اس کا اس مطالبہ سے کوئی تعلق نہیں - آپ کا دعوےٰ یہ تھا - کہ مرزا صاحب نے حدیث وضع کی ہے انہوں نے لفظ رجال کو بگاڑ کر دجال بنایا ہے - انہوں نے لوگوں کو دھوکا دیا ہے - انہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا ہے - اور اس دعوے کی بنا پر آپ کا مطالبہ یہ تھا - کہ حدیث مندرجہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۴۷ کسی کتاب سے دکھا دو - اس کے ساتھ یہ شرط ہرگز نہ تھی - کہ علامہ جلال الدین سیوطی کے ساتھ مرزا صاحب نے آج سے صدیوں پہلے ساز باز کر کے حدیث غلط درج کروا دی ہوگی - تو روپیہ نہیں دیا جائیگا - ہاں اگر مولوی صاحب کو اس امر کا یقین کامل ہے - تو اس پر بھی اپنا حوصلہ نکال لیں اور تین سو روپیہ اور اس پر رکھ کر دیکھ لیں -

بالآخر میں معزز ہمعصر وکیل - اہل سنت - اور الفقیہ سے التماس کرتا ہوں کہ ان کے اخبارات میں ایک مقدس انسان پر اسقدر خطرناک الزام لگایا گیا ہے وہ اس مضمون کو اپنے اخبارات میں درج کرکے اپنی صداقت پسندی اور حق پژوہی کا ثبوت دیں یا کم ازکم اپنے الفاظ میں اس خطرناک غلطی کی تردید کر دیں۔

اس حدیث کے بارہ میں ایک اور بھی امر قابل غور ہے - اور وہ یہ کہ کنز العمال اور مشکوٰۃ و ترمذی کی حدیث میں صرف لفظ رجال اور دجال کا ہی فرق نہیں بلکہ اور بھی بہت سے الفاظ کا فرق ہے - جس سے یہ امر ثابت ہے کہ کنز العمال کی اور طریق پر ہے۔

ذیل میں ہم ان دونوں حدیثوں کو اصل الفاظ میں درج کرتے ہیں - اور دونوں کے اختلافات کو موٹا کر دیتے ہیں -

کنز العمال کی حدیث	ترمذی کی حدیث
یخرج فی اخر الزمان دجال	یخرج فی اخر الزمان رجال یختلون
یختلون الدنیا بالدین یلبسون	الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود
للناس جلود الضان من الدین	الضان من اللین السنتھم احلی من
السنتھم احلی من العسل و	السکر وقلوبھم قلوب الذیاب
قلوبھم قلوب الذیاب	یقول اللہ ابی تغترون ام علی تجترون
یقول اللہ عز وجل ابی	فبی حلفت لابعثن علی اولئک منھم
یغترون ام علی یجترون	تدع الحلیم منھم حیرانا -
حتی حلفت لابعثن علی اولئک	
منھم فتنۃ تدع الحلیم منھم	
حیران (نسائی عن ابی ہریرہ)	

ان دونوں حدیثوں کے مقابلہ سے ظاہر ہے - کہ مندرجہ ذیل الفاظ دونوں حدیثوں میں مختلف ہیں -

کنز العمال	سنن ترمذی
دجال	رجال
الدین	اللین
العسل	السکر
عز وجل	—
یغترون	تغترون
حتی	فبی
الحلیم	*الحلیم (مگر بعض نسخوں میں الحکیم ہے - دیکھو عبد الحق شرح مشکوٰۃ فارسی)

اور یہ بھی یاد رکھو کہ کنز العمال میں اس حدیث کا حوالہ نسائی دیا گیا ہے اور مشکوٰۃ میں ترمذی -

الفضل کے ایک اور مطالبہ کا جواب

ماسٹر صادق علی صاحب جھیالوی نے اپنے ایک مضمون میں یہ لکھا تھا کہ میاں صاحب نے بڑی جسارت اور بے باکی سے لکھ دیا تھا - کہ جب کوئی شخص کسی مصیبت میں ہو تو میاں صاحب کو خط لکھکر لیٹر بکس میں ڈالدے - اور ابھی خط میاں صاحب کے پاس نہیں پہنچا ہوگا کہ اس کی مشکل آسان ہو جائے گی" اسی پر قاضی اکمل صاحب نے اس عبارت کے حوالہ کا مطالبہ کیا تھا - اور ایک دو دفعہ تمسخرانہ انداز میں حسب عادت زبان درازی بھی دکھائی تھی) جسکو ہم جواب دیتے وقت نظر انداز کرکے حوالہ بجدا کرتے ہیں - اکمل صاحب اخبار الفضل جلد ۳ نمبر ۲۶ صفحہ کالم ۲ کے ان الفاظ کو مطالعہ فرمائیں اور شرمائیں -

"اگر کوئی بات کرنی ہو اور فوری جواب کی ضرورت ہو خط لکھکر ڈالدیں اور خاص طور پر دعا کریں تعجب نہ کریں - اگر خط کے پہنچتے ہی یا نہ پہنچنے سے پہلے ہی جواب مل جائے" یہ وہ تحریر ہے - کہ جو میاں صاحب نے اپنے دست مبارک سے قاضی عبد اللہ صاحب کو بغرض تبلیغ ولایت جاتے وقت مرحمت فرمائی -

ایسی تحریر میں خاص طور پر اس قسم کا ذکر کرنا اگر اپنی نسبت دوسرے لوگوں کو یہ یقین دلانا مقصود نہیں کہ مجھے قبل از وقت ان باتوں کی اطلاع مل جاتی ہے - کہ جن کی تمہیں ضرورت ہوتی ہے تو کیا ہے - قاضی صاحب موقعہ اور محل کو سامنے رکھکر ان الفاظ کے معانی کو کسی بینا آدمی سے سمجھوائیں - مفصل پھر

ع - یار زندہ صحبت باقی -

صاحب حیثیت احباب کے لئے ایک نادر موقعہ

احمدیہ بلڈنگس لاہور سے متصل سفید زمین کے تین تین چار چار مرلہ کے چند قطعات قابل فروخت ہیں - جو دوست اس جگہ مکان بنوانا چاہیں - ان کے لئے یہ ایک نادر موقعہ ہے - احباب کا ایک جگہ اکٹھے رہنا بھی بہت سے فوائد اور برکات کا موجب ہوتا ہے - قیمت کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتا ہے -

پتہ

سید محمد حسین ایل - ایم - ایس

احمدیہ بلڈنگس لاہور

واجب التعمیل گرنتھ

از شیخ محمد یوسف صاحب لاہوری

گن سنستم سے یہو سند
اس میں تیرا کچھ نہیں نانک تجھ کو یہ نصیحت کرتا ہے۔

یہ تو گروصاحبان کا کلام ہے۔ اب گرنتھ صاحب جی میں جو دوسرے شاعروں کا کلام ہے اسکا نمونہ ملاحظہ ہو۔

(۱) رام کلی از سندر۔ اس کلام کی ۶ پوڑیاں ہیں۔ کلام کے آخر کا شعر یہ ہے۔ سے کہے ست رشنہ سنتو۔ یعنی سندر کہتا ہے۔ کہ اے بزرگو سنو۔

(۲) سری راگ کبیر سے کہت کبیر چھوڈ بکھیارس یعنی کبیر کہتا ہے۔ کہ اے بندے لذت ہوا و ہوس کو ترک کردے۔

(۳) سری راگ بینی جی۔ سے بینی کہے سنو رے سنتو مرن مکت کر پائی
ترجمہ بھگت بینی کہتا ہے۔ کہ اے بزرگو سنو مرتے وقت تو یہ قبول نہ ہوگی۔

(۴) راگ گوڑی روداس سے کہہ روداس یہ۔ وتیرے سابھا۔

(۵) آسا نامدیو سے کہت نام دیو ہر کی رچنا دیکھو روے بیچاری۔

(۶) آسا دھنا سے کہے دھنا پورن تاہو کو مت رہے جیئو ڈرہیں۔

(۷) گوجری ترلوچن جی سے بدت ترلوچن سن رے پرانی۔
ترجمہ کہتا ہے ترلوچن سنو اے لوگو۔

(۸) سورٹھ بھیکھن جی۔ سے گرو پرشاد کہے جن بھیکھن پاوۂ موکھ دوارہ۔
ترجمہ بھیکھن کہتا ہے۔ کہ گرو کی کرپا سے نجات کا دروازہ حاصل کرو۔

(۹) دھنا سری سین بھگت جی سے سین بھنے بھج پرمانند رے۔
ترجمہ سین کہتا ہے۔ پرمانند (غیر متناہی سرور دینے والے) کا ذکر کرتا رہ۔

(۱۰) دھنا سری بھگت پیپا جی سے جو برھمنڈے سوے پنڈے جو کھوجے سو پاوے
پیپا پر نوے پرم تت ہے ستگر ہوے لکھاوے۔
ترجمہ۔ جو ذات کرہ فلکی میں ہے۔ وہی اس جسم عنصری میں موجود ہے۔ جو تلاش کرتا ہے پالیتا ہے۔ پیپا جی کہتے ہیں۔ کہ یہ عمیق فلسفہ ہے اگر کوئی مرشد کامل ملجاوے تو وہ دکھا دیتا ہے۔

(۱۱) فریدجی سے کہے فرید سہیلیو شہ الائیسی۔
ترجمہ۔ فریدجی کہتے ہیں۔ کہ ایک دن خدا بُلا لیگا۔ وغیرہ وغیرہ
پس ثابت ہوا کہ گرنتھ صاحب ایک شاعرانہ کلام ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ جب گرو صاحب خود فرماتے ہیں۔ سے نانک شاعر ایو کہت ہے۔
یعنی۔ نانک شاعر اس طرح کہتا ہے۔

مگر قربان جائیے اس ذات علیم وحکیم کے کہ جس نے اپنے علم فاضلہ اور حکمت بالغہ سے صدیوں پیشتر بتا دیا۔ کہ الہامی تعلیم شاعرانہ نہیں ہوا کرتی۔ فرمایا۔ وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ۔ ان ھو الا ذکر و قرآن مبین۔ لینذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین سورہ یٰسین رکوع ۵۔ ترجمہ۔ اور ہم نے اپنے بندے کو شعر نہیں سکھایا ہے اور نہ ہی یہ شعر بازی اس کے شایان شان ہے۔ وہ ایک نصیحت اور ایک مدلل کتاب ہے۔ جو زندہ دلوں کو ڈراتی ہے۔ اور کافروں پر اتمام حجت کرتی ہے۔

پھر ایک اور جگہ یوں فرمایا۔ انہ لقول رسول کریم۔ وما ھو بقول شاعر۔ سورۃ حاقہ
ترجمہ۔ تحقیق یہ پیغام پہنچانے والے بزرگ کا کہنا ہے۔ اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص شاعرانہ رنگ میں نہایت عمدہ اخلاقی تعلیم ہی بیان کرے بلکہ خود الہامی تعلیم کو ہی گو وہ شعروں میں بیان کرے تاہم الہام اور ہے۔ اور شعر اور۔ وہ شعر ہرگز الہامی عبارت نہیں کہے جاسکتے۔ ہاں الہامی عبارت کا مفہوم یا بیان کہلا سکتے ہیں۔ پس جبکہ یہ امر بالبداہت ثابت ہے کہ گرنتھ صاحب مختلف شاعروں کے اقوال کا مجموعہ ہے۔ اور خود گرنتھ بھی اس کی شہادت دیتا ہے۔ جیسا کہ مضمون گذشتہ میں ثابت کیا گیا ہے تو نتیجہ صاف ہے کہ گرو گرنتھ صاحب کا کلام الہامی نہیں۔

کسوٹی نمبر ۲

الہامی تعلیم کے مقابلہ کی تعلیم کوئی غیر نہ بنا سکے

قرآن کریم نے بار بار یہ دعوے کیا ہے۔ کہ اگر یہ کسی بشر کا کلام ہے۔ تو اسکے مقابلہ کا کلام بناکر دکھاؤ۔ مگر آجتک کوئی اس مقابلہ میں کھڑا تک نہیں ہوسکا۔ ناظرین کی واقفیت کے لئے اس مضمون کی چند آیات پیش کرتا ہوں۔

(۱) سورہ بقر رکوع ۳۔ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین ترجمہ اور اگر تم کو شک ہے اس کلام میں جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے۔ تو ایک ہی سورۃ اس کے مقابل کی بناؤ اور سب ملکر بناکر دکھاؤ اگر تم سچے ہو۔ پس اگر ایسا نہ کرسکو۔ اور ہرگز نہ کرسکوگے۔

پس ڈر جاؤ۔ اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

(۲) سورہ یونس رکوع ۴۔ ام یقولون افترٰیہ قل فاتوا بسورۃ مثلہ وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین۔ ترجمہ کیا یہ لوگ قرآن کی نسبت یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ پیغمبر کا خود ساختہ کلام ہے۔ ان سے کہدے کہ اگر تم سچے ہو تو اللہ کے سوا جسکو چاہو اپنا حامی بنا کر اس جیسی ایک سورۃ تو بنا لاؤ۔

(۳) سورہ ہود رکوع ۲۔ ام یقولون افترٰیہ قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین فان لم یستجیبوا لکم فاعلموا انما انزل بعلم اللہ وان لا الٰہ الا ھو ترجمہ کیا کافر یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن افترا (من گھڑت) کلام ہے۔ تم کہدے اگر تم سچے ہو تو اللہ کے سوا جسکو چاہو۔ مددگار بنا کر اس کلام جیسی کم از کم دس سورتیں من گھڑت بنا لاؤ۔ اور اگر اے پیغمبر یہ لوگ آپکے اس سوال کا جواب نہ دیں یعنی ایسا نہ کر سکیں تو جان رکھو کہ یہ قرآن اللہ کا علم لیکر اترا ہے۔ اور کہ سوا اس کے کوئی معبود نہیں۔

(۴) سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱۰۔ قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظہیرا۔ ترجمہ (اے پیغمبر قرآن کے کلام اللہ ہونے میں شک کرنے والوں کو) کہدو کہ اگر سارے انسان اور جن ملکر یہ چاہیں کہ اس جیسا قرآن بنالیں تو وہ ہرگز اس جیسا نہ بنا سکیں گے۔ خواہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جاویں۔

یہ مذکورہ بالا چند آیات آج سے ۱۴ سو برس کی دنیا میں گونج رہی ہیں۔ لیکن کیا کسی کو یہ قدرت ہوئی کہ اسکا جواب دے یعنی اگر غیر اللہ سے تسلیم کرتا ہے۔ تو اس جیسا کلام بنا کر پیش کرے۔ یقیناً نہیں اور ہرگز نہیں۔ بخلاف اس کے اب میں دکھاتا ہوں کہ گرو صاحبان کے کلام کا مقابلہ کئی شخصوں نے کیا۔ اور اس جیسا بنا بھی لیا بلکہ خود گرو صاحبان نے بھی تصدیق کی کہ واقعی یہ کلام اس لائق ہے۔ کہ ہمارے کلام کے برابر درجہ دیا جاوے۔

اول۔ بھگتوں کی بانی گرو صاحبان کے کلام سے ملتی ہے۔ اور وہی درجہ رکھتی ہے جو گرو صاحبان کا کلام۔ اگر اسکو یوں کہا جاوے کہ بھگتوں کا کلام بھی گرو صاحب کا ہی کلام ہے۔ کیونکہ گرو ارجن صاحب نے اپنی زبان مبارک سے بیان فرما کر بھگتوں کی طرف منسوب کیا ہے۔ تو پھر دوسرے نمبر پر رام کلی کی سد کو لے لیجئے یعنی گرو ارجن دیو جی کو جب پتہ لگا کہ گذشتہ گرو صاحبان کا کچھ کلام گوئندوال میں سری گرو امرداس جی کے [illegible] بھائی موہن جی نے جمع کیا ہوا تھا۔ جو بابا سہنسرام جی کے ہاتھوں کا لکھا ہوا تھا تو آپ وہاں پہنچے۔ وہ جمع کردہ مسودہ لیکر پھر بھائی سندر کے ہمراہ بیاس ندی کے کنارے تیسرے گرو سری گورامرداس جی کی سمادھ پر گئے پہلے ڈیرا [illegible] کیا۔ پھر بیٹھ کر سندر سے ہمکلام ہوئے۔ فرمایا سندر جی آپ کو معلوم ہوگا گورامرداس جی نے مرتے وقت کیا کلمات کہے تھے۔ بھائی سندر نے عرض کیا کہ بیان کرتا ہوں۔ پھر بھائی سندر نے گرو امرداس جی کے آخری اقوال کو اپنی شاعرانہ [illegible] میں بیان کیا گرو صاحب نے اسکو گرنتھ کے کلام میں درج کرایا جو اب تک موجود ہے۔ دیکھو رام کلی ستو۔

پھر اور لو۔ گرو ارجن کے دربار میں ستا اور بلونڈا دو مراثی رہتے تھے۔ دونوں بھائی تھے۔ بڑے کا نام ستا تھا اور چھوٹے کا بلونڈا ایکمرتبہ ان کی ہمشیرہ کی شادی کے موقعہ پر ان کو خرچ کی ضرورت ہوئی تو انہوں نے گرو صاحب سے خرچ مانگا۔ گرو ارجن جی نے فرمایا کہ کل کو جو چڑھاوا گرو صاحب کی گدی پر ہوگا تم لے لینا۔ اتفاق سے دوسرے روز صرف ایکسو روپیہ چڑھاوا چڑھا۔ گرو صاحب نے کہا یہ لیلو۔ انہوں نے کہا ہم یہ نہیں لیتے تھوڑا ہے۔ گرو صاحب نے فرمایا کہ کوئی اور صورت بھی ہو جاوے گی۔ فی الحال یہ تو لو۔ روپیہ لے کر گھر چلے گئے پھر بار بار بلانے پر [illegible] بلکہ خود گرو ارجن دیو جی کی [illegible] پر بھی گیت گانے نہ آئے۔ گرو صاحب کو برا بھلا کہنے لگے۔ تب گرو صاحب نے بددعا دی تو وہ دونوں کوڑھی ہو گئے۔ گرو صاحب نے فرمایا کہ جو کوئی ان کی اب سفارش کریگا اسکا سر مونہہ مونڈا جاویگا اور منہ سیاہ کرکے گدھے پر بٹھا کر تشہیر کیا جاویگا۔ ان دنوں لاہور میں ایک سکھ سدھا نامی رہتا تھا جو ہمدردی میں مشہور تھا۔ دونوں مراثی انکے پاس آئے۔ اور اپنی حالت بیان کی۔ بھائی سدھا نے سر منہ منڈوا کر سیاہ کیا اور گدھے سوار ہو کر گرو صاحب کے پاس جا کر ان کی خطا معاف کروائی۔ تب وہ دونوں اچھے ہو گئے۔ پھر انہیں کہا گیا کہ جس منہ سے گرو صاحب کو برا بھلا کہا تھا اب اسی منہ سے گرو کی تعریف کرو تب انہوں نے رام کلی کی وار (دوسری کہی) جو گرنتھ کے برابر کا کلام سمجھ کر گرنتھ میں درج کی گئی جو اب تک موجود ہے۔ یہ قصہ واللہ اعلم صحیح ہے یا غلط۔ کیونکہ گرنتھ صاحب میں اسکا کوئی ذکر نہیں۔ بہرحال کلام گرنتھ میں ضرور ہے۔ اور اس کے اوپر لکھا ہے۔ کہ یہ ستے بلونڈے کا کلام ہے۔

(۴) پھر گرو گرنتھ کے آخر میں ایک بھٹوں کے سوئے نامی بھاٹوں کا کلام ہے۔ بھاٹوں ڈوم۔ مراثیوں کا یہی کام ہوتا ہے۔ کہ جیسا آدمی دیکھا ویسی اس کی تعریف گا دی۔

ہندو کے پاس گئے تو دیوتاؤں کی تعریف اور مسلمان کے پاس گئے تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کہدی۔

چنانچہ یہ بھاٹوں کا کلام سارا کا سارا گرو صاحبان کی تعریف میں ہے لیکن یہ بھی گرنتھ میں ہے

(باقی دارد)

اخبار الفضل کے ایک مطالبہ کا جواب

میں نے اخبار پیغام صلح نمبر ۲۳ مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۲۱ء میں ایک مضمون لکھا تھا کہ دفتر امور عامہ قادیان کے ایک اہلکار نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک غیر احمدی شخص سے کیا جس کی تردید اس کے داماد نے اخبار الفضل نمبر ۵۲ مورخہ ۵ جنوری ۱۹۲۲ء میں کی [illegible] لکھا کہ میں احمدی ہوں اور میں حضرت مسیح موعود کو نبی تسلیم کرتا ہوں اُنکے منکرین کو اسی طرح کافر سمجھتا ہوں جسطرح دوسرے انبیا کے منکروں کو۔ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی بیعت کر چکا ہوں۔ اور میرے والد صاحب مرحوم بھی ان کی بیعت میں شامل تھے۔ اعمال میں اگرچہ میں کمزور ہوں لیکن حضور خلیفہ ثانی کی دعاؤں پر اعتماد ہے۔ کہ خاتمہ بالخیر ہوگا۔ میں نے اپنے مضمون میں لکھا تھا۔ کہ قادیان سے [illegible] وہ باتیں لکھونگا جو ابتک نہیں لکھ سکا۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ قادیان کے دوستوں نے اخبار میں میرے مضمون کو بہت ناراضگی سے دیکھا۔ اور میرے ایک بہت عزیز اور قابل احترام دوست نے جو سابقین سے ہیں۔ مجھے تاکید کی کہ اخبار میں یہ سلسلہ مضامین بالکل نہ ہو۔ علاوہ اس کے جیسا کہ اعلان کیا جاچکا ہے۔ ہمارا منشا نہیں ہے۔ کہ اس قسم کے مضامین پر وقت اور روپیہ صرف کیا جائے میرا پہلا مضمون بھی ایک مغالطہ کے ماتحت اس اعلان کے بعد شائع ہوا وہ یہ کہ ہمارے خیال میں وہ پہلے شائع ہو چکا ہے۔ مگر جب بعد میں شائع ہونے کا علم ہوا تو میں نے و حضرت مولوی محمد علی صاحب امیر قوم اور سید ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب نے بہت ناپسند کیا۔ بہر حال میں آئندہ اس بارہ میں اخبار میں کوئی مضمون درج کرانا نہ چاہتا تھا۔ اگر شیخ محمد طفیل صاحب ولد شیخ نبی بخش مرحوم ساکن حال مزنگ ضلع لاہور صرف غیر احمدی ہونے کی تردید کرتے تو میں خاموش رہتا اور اس بارہ میں قلم نہ اُٹھاتا۔ مگر شیخ صاحب موصوف نے مجھے بذریعہ ایک چٹھی اور اخبار الفضل کے چیلنج دیا ہے۔ کہ میرے غیر احمدی ہونے کا ثبوت دو۔ یا اسی اخبار کے ذریعہ جس میں مجھے بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اپنے الفاظ واپس لو۔ ورنہ بذریعہ عدالت مناسب چارہ جوئی کیجاوے گی۔ پس مجبوراً مجھے ذیل کی سطور اسوقت لکھنی پڑی ہیں۔ میں نے اپنے مضمون میں سوائے اس کے کہ قادیان کے ایک دفتر کا بلا نام لئے حوالہ دیا تھا۔ جس میں کئی ایک اہلکار رہتے۔ کسی شخص کا نام نہ لکھا تھا۔ جس سے بخیال شیخ صاحب ان کی بدنامی ہوگئی۔ اگر شیخ صاحب واقعی احمدی تھے۔ تو اُن کو کیا فکر ہوئی۔ اور کیوں سمجھا کہ یہ باتیں مجھ میں ہیں۔ اور مجھے ہی مخاطب کیا گیا ہے

شیخ صاحب نے خود ہی اخبار میں اعلان کر کے اپنے آپ کو بدنام کیا ہے اور ممکن ہے۔ کہ اب شیخ صاحب کو خیالی بدنامی کی بجائے حقیقی بدنامی اور تکلیف اٹھانی پڑے۔ مگر اس صورت میں وہ خود ذمہ وار ہوں گے نہ کہ میں۔ ہو سکتا ہے۔ کہ یہ سب باتیں اب اخبار کے ذریعہ [illegible] کی جلال آباد کی برادری تک پہنچیں۔ جو غالباً کسی مہربان کے کہنے [illegible] مضمون بنا دینے پر اخبار میں درج کی ہیں۔ ورنہ شیخ صاحب ان [illegible] جانتے۔ اور نہ ان کو واقفیت ہے۔ نہ ان کی برادری کو ان کے احمدی [illegible] کا علم تھا۔ اور نہ اس قدر عرصہ میں انہوں نے یا ان کے والد [illegible] برادری میں احمدیت کا کبھی نام لیا۔ شیخ صاحب [illegible] نے احمدی ہونے [illegible] میں کوئی ایسی دلیل پیش نہیں کی۔ جس سے صاف طور پر فیصلہ [illegible] وہ واقعی احمدی تھے۔ صرف زبانی دعوے کیا ہے۔ یا مجھے کہا [illegible] ہونے کا ثبوت دو۔ یا الفاظ واپس لو ورنہ عدالتی کارروائی کی جاوے گی۔

. . . .

. . . .

. . . .

اگر وہ یہی پسند کرتے ہیں۔ [illegible] ہونے کا ثبوت دوں۔ تو بہتر ہے وہ اپنے رشتہ داروں [illegible] کیونکہ ابھی رخصتانہ ہونا باقی ہے۔ علاوہ اس کے ایک [illegible] خود ہی ثابت کر دیں گے کہ آیا وہ احمدی ہیں یا غیر احمدی۔ یہ بھی یاد [illegible] یہ بحث اخبار میں اعلان سے قبل زمانہ کی ہوگی۔ نہ کہ اسوقت [illegible] اعلان کر کے وہ احمدیت کا اقرار کرتے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے [illegible] اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے کسی کے بس میں نہیں۔ کہ دل چیر کر [illegible] احمدی ہے یا غیر احمدی۔ ہاں انسان دوسرے کے ظاہری افعال [illegible] لگا سکتا ہے۔ اور فتوے دے سکتا ہے۔

شیخ صاحب ایک طرف تو ایسے راسخ الاعتقاد ہیں اور [illegible] نازک مسائل میں دخل دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں [illegible] کو جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں کافر جانتا ہوں [illegible] رقمطراز ہیں کہ اعمال میں اگرچہ میں سخت کمزور ہوں لیکن حضور [illegible] پر اعتماد ہے کہ خاتمہ بالخیر ہوگا۔ ناظرین اسی فقرہ پر [illegible] کا اظہار اور ایسا خطرناک عقیدہ بیان کرنے کے بعد اس فقرہ [illegible] ہے۔ کیا ان کا یہ قول عیسائیوں کے مسئلہ کفارہ سے کم [illegible]

اخبار الفضل کے ایک مطالبہ کا جواب

ہم نے اخبار پیغام صلح نمبر ۲۳ مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۲۱ء میں ایک مضمون لکھا تھا کہ دفتر امور عامہ قادیان کے ایک اہلکار نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک غیر احمدی شخص سے کیا جس کی تردید اس کے داماد نے اخبار الفضل نمبر ۱۲ مورخہ ۵ جنوری ۱۹۲۲ء میں ان الفاظ میں کی کہ میں احمدی ہوں اور میں حضرت مسیح موعود کو نبی تسلیم کرتا ہوں آپ کے منکرین کو اسی طرح کافر سمجھتا ہوں جس طرح دوسرے انبیاء کے منکروں کو میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی بیعت کر چکا ہوں۔ اور میرے والد صاحب مرحوم بھی ان کی بیعت میں شامل تھے۔ اعمال میں اگرچہ میں کمزور ہوں لیکن حضور خلیفہ ثانی کی دعاؤں پر اعتماد ہے کہ خاتمہ بالخیر ہوگا۔ میں نے اپنے مضمون میں لکھا تھا کہ قادیان سے امید ہے کہ اس بات کا جواب نکلے گا جو ابتک نہیں لکھا گیا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ قادیان کے دوستوں نے اخبار میں چھپے مضمون کو بہت ناراضگی سے دیکھا اور میرے ایک بہت عزیز اور قابل احترام دوست نے جو سیالکوٹ کے ہیں مجھے تاکید کی کہ اخبار پیغام صلح کے ایسے مضامین بالکل غیر ضروری ہیں۔ علاوہ اس کے جیسا کہ اعلان کیا جا چکا ہے۔ ہمارا منشا نہیں ہے کہ اس قسم کے مضامین پر وقت اور روپیہ صرف کیا جائے میرا پہلا مضمون بھی ایک مغالطہ کے ماتحت اس اعلان کے بعد شائع ہوا وہ یہ کہ میرا خیال تھا کہ وہ پہلے شائع ہو چکا ہے۔ اگرچہ بعد میں شائع ہونے کا علم ہوا تو میں نے حضرت مولوی محمد علی صاحب امیر قوم اور سید ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب نے بہت ناپسند کیا۔ بہر حال میں آئندہ اس بارہ میں اخبار میں کوئی مضمون درج کرنا نہ چاہتا تھا۔ اگر شیخ محمد طفیل صاحب ولد شیخ نبی بخش مرحوم ساکن حال [illegible] ضلع لاہور صرف غیر احمدی ہونے کی تردید کرتے تو میں خاموش رہتا اور اس بارہ میں قلم نہ اٹھاتا۔ مگر شیخ صاحب موصوف نے مجھے بذریعہ ایک چٹھی اور اخبار الفضل کے چیلنج دیا ہے۔ کہ میرے غیر احمدی ہونے کا ثبوت دو۔ یا اسی اخبار کے ذریعہ جس میں مجھے بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اپنے الفاظ واپس لو۔ ورنہ بذریعہ عدالت مناسب چارہ جوئی کیجاوے گی۔ پس مجبوراً مجھے ذیل کی سطور اسوقت لکھنی پڑی ہیں۔ میں نے اپنے مضمون میں سوائے اس کے کہ قادیان کے ایک دفتر کا بلا نام لئے حوالہ دیا تھا جس میں کئی ایک اہلکار رہتے۔ کسی شخص کا نام نہ لکھا تھا جس سے بخیال شیخ صاحب ان کی بدنامی ہو گئی۔ اگر شیخ صاحب واقعی احمدی تھے۔ تو اُن کو کیا فکر ہوئی۔ اور کیوں سمجھا کہ یہ باتیں مجھ پر ہیں۔ اور مجھے ہی مخاطب کیا گیا ہے۔

شیخ صاحب نے خود ہی اخبار میں اعلان کر کے اپنے آپ کو بدنام کیا ہے اور ممکن ہے۔ کہ اب شیخ صاحب کو خیالی بدنامی کی بجائے حقیقی بدنامی اور تکلیف اٹھانی پڑے۔ مگر اس صورت میں وہ خود اسکے ذمہ وار ہوں گے نہ کہ ہم۔ ہو سکتا ہے کہ یہ سب باتیں اب اخبار کے ذریعہ ان کی جلال آباد کی برادری تک پہنچیں۔ جو غالباً کسی مہربان کے کہنے کہلانے پر اور مضمون بنا دینے پر اخبار میں درج کی ہیں۔ ورنہ شیخ صاحب ان مسائل کو نہیں جانتے۔ اور نہ ان کو واقفیت ہے۔ نہ ان کی برادری کو ان کے احمدی ہونے کا علم تھا۔ اور نہ اس قدر عرصہ میں انہوں نے یا ان کے [illegible] مرحوم نے اپنی برادری میں احمدیت کا کبھی نام لیا۔ شیخ صاحب نے احمدی ہونے کے ثبوت میں کوئی ایسی دلیل پیش نہیں کی۔ جس سے صاف طور پر فیصلہ ہو جاتا۔ کہ وہ واقعی احمدی تھے۔ صرف زبانی دعوے کیا ہے۔ یا مجھے کہا ہے کہ غیر احمدی ہونے کا ثبوت دو۔ یا الفاظ واپس لو ورنہ عدالتی کارروائی کی جائے گی۔

اگر وہ یہی پسند کرتے ہیں۔ کہ میں ان کے غیر احمدی ہونے کا ثبوت دوں۔ تو بہتر ہے وہ اپنے رشتہ داروں سے مشورہ کر لیں کیونکہ ابھی رخصتانہ ہونا باقی ہے۔ علاوہ اس کے ایک دو ماہ تک امید ہے وہ خود ہی ثابت کر دیں گے کہ آیا وہ احمدی ہیں یا غیر احمدی۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ بحث اخبار میں اعلان سے قبل زمانہ کی ہو گی۔ نہ کہ اسوقت کے متعلق جبکہ اعلان کر کے وہ احمدیت کا اقرار کرتے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ دل کا حال تو اللہ تعالے ہی جانتا ہے کسی کے بس میں نہیں۔ کہ دل چیر کر دکھا دے کہ وہ احمدی ہے یا غیر احمدی۔ ہاں انسان دوسرے کے ظاہرا افعال و اقوال پر پتہ لگا سکتا ہے۔ اور فتوے دے سکتا ہے۔

شیخ صاحب ایک طرف تو ایسے راسخ الاعتقاد ہیں۔ اور باوجود بے سمجھی کے نازک مسائل میں دخل دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں تمام مسلمان طبقہ کو جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں کافر جانتا ہوں۔ دوسری طرف رقمطراز ہیں کہ اعمال میں اگرچہ میں سخت کمزور ہوں لیکن حضور خلیفۃ المسیح کی دعاؤں پر اعتماد ہے کہ خاتمہ بالخیر ہوگا۔ ناظرین اسی فقرہ پر غور کر سکتے ہیں کہ اعمال کا اظہار اور ایسا خطرناک عقیدہ بیان کرنے کے بعد اس فقرہ سے ان کا کیا مطلب ہے۔ کیا ان کا یہ قول عیسائیوں کے مسئلہ کفارہ سے کچھ کم ہے۔ کہ نجات کا دار

یسوع مسیح پر ایمان لانا ضروری خیال کرتے ہیں۔ اور بعد اس کے جو چاہیں عمل کرسکتے ہیں۔ کیا وہ لوگ جو اسلام کے خطرناک جرائم کے مرتکب ہوتے اور حضرت امام حسینؓ کے شیدائی ہونے کے مدعی ہیں۔ اور اسی پر سچا مومن و مسلمان ہونے کا دعویٰ اور نجات کے امیدوار ہیں۔ شیخصاحب کے نزدیک واقعی مومن و مسلمان ہیں۔ اور ہر دعوے میں صادق ہیں۔ اگر شیخصاحب حضور خلیفۃ المسیح پر ایمان کو مدار نجات یقین کرتے ہیں۔ تو عیسائی اور دوسرے لوگ کیوں نہ نجات کے مستحق سمجھے جاویں۔ جو ایمان و اعتقاد میں شیخ صاحب سے بڑھ کر ہیں۔ پھر میں پوچھتا ہوں۔ کہ شیخصاحب کو علم نہیں کہ حضرت نبی کریم صلعم نے اپنی بیٹی فاطمہؓ کو فرمایا تھا۔ کہ فاطمہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ تجھ سے حسب نسب کی بابت سوال نہ کرے گا۔ بلکہ اعمال کے بابت پوچھا جائیگا۔ پھر علم نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ صرف بیعت کرنا اور زبان سے احمدیت کا اقرار کرنا کچھ فائدہ نہیں رکھتا جبتک انسان اعمال صالحہ نہ بجالاوے بلکہ جو شخص سلسلہ میں داخل ہو کر اعمال صالحہ بجا نہیں لاتا۔ وہ خدا تعالےٰ سے مخول کرتا ہے۔ اور ہمیں بدنام کرتا اور دُھرے الزام کے نیچے آجاتا ہے۔ پھر کیا خلیفۃ المسیح اول یہی باتیں نہیں دھرایا کرتے تھے۔ اگر انہوں نے نہیں سنیں اور یقیناً نہیں سُنیں۔ تو ہم ضرور سنی ہیں۔ ہم ان کا انکار نہیں کرسکتے۔ اور شیخصاحب کی ایسی خلاف شرع باتوں کو تسلیم نہیں کرسکتے۔ پھر میں پوچھتا ہوں۔ کہ کیا شیخصاحب کو واقعی یہ یقین ہے کہ حضور خلیفۃ المسیح ان کو ایسی اچھی طرح جانتے اور شناخت کرتے ہیں۔ کہ ان کے لئے خاتمہ بالخیر کے لئے درد دل سے اور تڑپ تڑپ کر دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ جس سے ان کو خاتمہ بالخیر اور نجات کا ایسا یقین ہوگیا ہے۔ کہ اعمال صالحہ بجالانے کی بھی ضرورت نہیں سمجھتے۔ اور اگر وہ شیخصاحب اور ان کے والد مرحوم کو نہیں جانتے۔ اور یقیناً نہیں جانتے اور نہ ہی اپنی دعاؤں میں ان کا خیال تک اُن کو آتا ہے۔ تو بابو محمد طفیل صاحب کی نری خوش اعتقادی ہی ہے۔ جسکا کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ سوائے افسوس کے

والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

خاکسار محمد لطیف۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

مثیل خضرؑ

(از مولوی سید محمد احسن صاحب)

گذشتہ سے پیوستہ

ہشتم۔ اس قصہ خضر مندرجہ قرآنی کی تلاوت کے فوائد کیا ہیں۔ قاری کو لازم ہے۔ کہ استاد اور مرشد کے روبرو تکبر ہرگز ہرگز نہ کرتے۔ اور تواضع ہی تواضع اختیار کرتا رہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ نے ہر ایک موقع پر تواضع اختیار کی باوجودیکہ حضرت موسیٰ کو توریت بھی دی گئی تھی۔ اور بنی اسرائیل کے انبیاؤں میں سے بڑے اولوالعزم تھے۔ اور ایسے معجزات قاہرہ بھی مرحمت فرمائے گئے تھے جو ایسے معجزات قاہرہ دیگر انبیاء بنی اسرائیل کو عنایت نہیں ہوئے۔ مگر تاہم جب کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو متنبہ کیا کہ ہمارے بندوں میں سے فلاں بندہ تم سے بھی زیادہ علم رکھتا ہے۔ تب فوراً اُس علم کی تحصیل کے لئے کھڑے ہو گئے۔ پس اس قصہ خضر سے امت کے لئے یہ تعلیم اور ہدایت ہے۔ کہ ہمہ وقت تحصیل علم کے لئے انسان مستعد رہے۔ صدق اللہ تعالےٰ وقل رب زدنی علما۔ افسوس صد افسوس کہ اس وقت میں اکثر امت محمدیہ غفلت میں پڑی ہوئی ہے۔ اور تحصیل علم کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اسوقت کے علماء خضر کے دشمن ہو گئے تکفیر بھی کی طرح طرح سے انکو ایذائیں اور تکلیفیں دیں۔ کیا قصہ خضر کا یہی مقتضا تھا یہ مقتضا تو ہرگز ہرگز نہیں تھا۔ بلکہ اس قصہ میں نظر اور غور کر کر تمام امت محمدیہ اُس ہی کیطرف متوجہ ہو جاتے۔ بلکہ سفر دور دراز اختیار کر کر اُس سے وہ علم جو وہ خدا کے یہاں سے لایا تھا حاصل کرتے۔ اطلبوا العلم ولوکان بالصین حضرت موسےٰ نے تو صرف تلاش اور جستجو میں ہی ایسے شخص کی عزم مصمم کر لیا تھا۔ کہ لا ابرح حتی ابلغ مجمع البحرین او امضی حقبا الاٰیۃ اس سے یہ نتیجہ اور فائدہ بھی حاصل ہوا کہ تحصیل علم میں بڑے بڑے موانع بھی پیش آجاتے ہیں مثل مشہور ہے۔ لکل شئی آفۃ وللعلم آفات۔ سب سے بڑا مانع بھولنا اور نسیان ہے بعض لوگوں کو اس قدر نسیان ہو جاتا ہے۔ کہ ادھر پڑھا اودھر بھول گیا پس اس کی پرواہ بھی نکرنی چاہئے۔ پھر دوبارہ لوٹ لوٹ کر یاد کرنا چاہئے۔ جیسا کہ حضرت موسےٰ اور اُن کے جوان ہمراہی یوشع لوٹ کر طلب علم میں اپنے پیروں کے آثاروں پر لوٹے۔ باوجودیکہ حضرت موسےٰ نہایت درجہ کے قوی الحافظہ تھے۔ اور یوشع کو قرآن مجید نے بھی فتٰی (یعنی جوان) فرمادیا ہے۔ اور باوجودیکہ اُن کو ایک نشان بھی ایسا بتلا دیا تھا۔ کہ جو خرق عادت تھا۔ مگر تاہم دونوں بھول گئے۔ اور دوسرے اشغال موانع کو بھی اسی نسیان پر قیاس کر لینا چاہئے چونکہ علم کی بہت بڑی آفت نسیان ہے۔ اسی لئے یہاں پر اُسکا ذکر کردیا غرضکہ جسقدر نسیان یا دوسرے موانع تحصیل علم میں پیش آویں طالبعلم کو اُسکی پروا نکرنی چاہئے۔ اور خواہ کسقدر محنت اور مشقت اس سفر تحصیل علم میں پہونچے۔ اسکو گوارا کر لینا چاہئے۔ جیسا کہ وہ محنت سفر بھی حضرت موسیٰ اور اُن کے ہمراہی جوان نے گوارا کی۔ طالبعلم کے لئے کسقدر بھوکا اور پیاسا رہنا بھی ضروری ہے۔ مگر تاہم اس تحصیل علم کے لئے کسی قدر ناشتہ بھی کھا لینا چاہئے تاکہ ضعف ناقص ہو کر سستی نہ پیدا ہو جیسا آتنا غداءنا دلالت ہے۔ اور بعض موانع عجائبات

سے بھی ہوتے ہیں۔ انکو بھی تفصیل علم میں خیال میں لانا چاہئے۔ جیسا کہ واتخذ سبیلہ فی البحر عجبا اس پر دلالت کرتا ہے۔ تب بھی حضرت یوشع فانی نسیان کو شیطان ہی کیطرف منسوب کیا ہے یہانتک تکلیف سفر دونوں نے گوارا کی تب حضرت خضر سے ملاقات ہوئی۔ اس قصہ خضر میں اور ہر ایک آیت بلکہ ہر ایک کلمہ پر غور کرنے کے بعد نتیجہ اور ہدایت پیدا ہوتی ہے۔ فتدبر ولا تکن من الغافلین۔ بعثت مسیح موعود سے جو اس آخری زمانہ میں واقع ہوئی اس سے حیات و وفات حضرت عیسیٰ و خضر علیہ السلام کا مسئلہ اور حیات الیاس وغیرہ کا مسئلہ حل ہوگیا۔ اس طرح پر کہ جسمانی طور پر تو وفات پا گئے۔ بلکہ وہ سب کے سب اس عالم فانی سے گذر گئے۔ جس کی نسبت عامہ خیال حیات کا تھا۔ خواہ آسمان پر ہوں یا کسی اور جگہ اور روحانی طور پر ایسے لوگ خضر مثال سب زندہ ہیں۔ کیونکہ اُن کے مثیل قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ خواہ ایک صدی میں اور خواہ اندر ایک ہی صدی کے یعنی جب ضرورت واقع ہو۔ وہ اس طرح کہ جیسا کہ شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہیں ؎

زندہ است نام فرخ نوشیرواں بعدل ٭ گرچہ بسے گذشت کہ نوشیرواں نماند

غرضکہ جب کسی شئے کی نوع بلحاظ افراد کے مثیل کے طور پر قیامت تک واقع ہوتے رہتے ہیں تو اسکا خالدین ہونا اس لحاظ سے ظاہر ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر ۲

نے "پیغام نافرجام" جیسے مہذبانہ عنوان کے ماتحت اس پر کچھ رد و کد کی تھی اصل بات تو یہ ہے کہ اب ہم ان بیہودگیوں کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں۔ ان کے سخت سے سخت اور تہذیب سے گرے ہوئے مضامین کے جواب میں ہم لکھتے ہیں۔ تو "احباب قادیان کے مطالبہ کا جواب" "احباب قادیان سے خطاب" وغیرہ وغیرہ ازیں قبیل الفاظ سے مخاطب کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ اس حسن سلوک پر بھی جب کبھی قلم اٹھاتے ہیں۔ تو "پیغام نافرجام" "سب سے پہلی پیغامی حماقت" وغیرہ وغیرہ الفاظ کو زیب عنوان بناتے ہیں اور اس پر طرہ یہ کہ ہمارے اخبار میں کہیں یہ چھپ جائے کہ میاں صاحب نے باغ احمدیت کو ویران کر دیا ہے۔ یا وہ اپنے سے اختلاف رائے رکھنے والوں کے ساتھ سختی سے پیش آتے ہیں۔ تو اس پر شور مچا دیتے ہیں کہ ہمارے دل دکھا دیئے گئے۔ اور انہوں نے عہد شکنی کر دی اور یہ کر دیا اور وہ کر دیا۔ اتنا نہیں سوچتے کہ جب خود اپنے رویہ میں سرمو تغیر نہیں کرتے بلکہ پہلے سے بھی بڑھکر غلیظ اور گندے الفاظ استعمال کرتے ہیں تو دوسروں کی نرمی کے مطالبہ کے کیا معنی؟ بلکہ یہ تو حضرت امیر کا تمہارے اوپر احسان ہے کہ انہوں نے جواباً بھی تمہارے مقابل پر سخت الفاظ کے استعمال کرنے سے روک دیا۔ اور جسقدر بھی ہم تمہارے ساتھ نرمی سے پیش آ رہے ہیں اصولاً اور انصافاً تم اس کے مستحق نہیں خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ مولوی ظہیر الدین صاحب نے میاں صاحب کو چیلنج دیا تھا۔ اور یہ چیلنج دیا تھا۔ کہ انہوں نے آئینہ صداقت میں یہ جو لکھا ہے۔ کہ ظہیر الدین ایسا کہتا ہے۔ کہ مولوی نور الدین صاحب مرحوم آخر عمر میں مرتد ہو گئے۔ میاں صاحب اسکا کوئی ثبوت پیش کریں اسپر قاضی اکمل صاحب نے آئینہ صداقت کے صفحہ کا حوالہ دریافت کیا ہے۔ حالانکہ ان کو معلوم ہے کہ میاں صاحب نے ایسا لکھا ہے۔ بہرحال مولوی ظہیر الدین صاحب لکھتے ہیں کہ آئینہ صداقت کے صفحہ پر یہ عبارت موجود ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی آپ پھر دوبارہ میاں صاحب کو کھلے الفاظ میں چیلنج دیتے ہیں۔ کہ میری کوئی تقریر یا گفتگو یا ان کا ایسا مفہوم جس سے یہ مراد ہو کہ حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم و مغفور مسیح موعود کی بیعت سے منحرف ہو گئے تھے۔ احمدیت سے پھر گئے تھے۔ یا مرتد ہو گئے تھے۔ میاں صاحب پیش کریں۔

عرضی بحضور میاں بشیر احمد صاحب

(از جوہر افکار مولانا عبد الحکیم)

اے لخت جگر عاشق خیر البشر
اے نور چشم دلبر خیر الانام
عرض من بس غرض ہمدردی ادا
ادعائے والدت مہدی مسیح
قول او صادق محب در این زمان
من محدث ابن مہدی گفتہ مدام
ظل احمد بر غلام احمد ورود
ز اتباع سرور خیر الورے
سرورے کاں بود ختم الانبیا
"ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
"آنچہ مارا وحی و ایمائے بود
"ما ازو یابیم ہر نور کمال
"اقتدائے قول او در جان ماست
پس عقائد والد خود را بہ بیں
تو نبوت از کجا ثابت کنی
کے روا ایں شیوۂ خلف الرشید
ایں چنیں الزامہائے ناسزا
ایں چنیں بہتانہا بہر خدا
قدم نہ بر اسوۂ حسنہ مدام
وے راحت جان مسیح والا گہر
نذر دارم ہدیۂ عرض سلام
حرز جاں مقبول کن بہر خدا
اسمی ظلی نبی بودہ صحیح
تا ابد در زندگی زیب زباں
"از رسول مجتبٰے ہستم غلام
بس غلامی مصطفٰے شانم فزود
از اطاعت کاملہ بودم عطا
پیشوا او ہادی من بر ملا
زو شدہ سیراب سیرابیکہ ہست"
آں نہ از خود از ہماں جانے بود"
وصل دلدار ازل بے او محال"
ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست"
پر حلوا اند از نبات و انگبیں
بر خلاف والدت عادت کنی
از عقاید والدت بودن بعید
ماسوا ے دشمن دیں کے روا
رو بتاب اے لخت جگر ذو العطا
مشورہ گیر از ندیمان امام

با جماعت خود نمے زیب مصاف
قلب را کن از کدورت پاک صاف

ایڈیٹر کے نام خطوط کا جواب

پروانۂ خداوندی

عرصہ دراز سے ایک "پروانہ خداوندی،، ہر سال ملک میں نہایت کثرت سے شائع کیا جاتا ہے اور کسی مجہول الکنہ مجاور مدینہ منورہ کیطرف سے یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کو خواب میں رسول اللہ صلعم کی زیارت ہوئی اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مسلمانوں نے اعمال صالحہ کو چھوڑ دیا ہے۔ اسلئے آفات آئینگی۔ اور امام مہدی اور دجال کا ظہور ہوگا اور خداوند کریم کی ذات نے مجھے سفیر کرکے بھیجا ہے جو شخص اعتبار نہ کرے وہ کافر ہو کر مریگا۔ اور جو شخص اس اشتہار کی نقل کرکے ایک شہر سے دوسرے شہر یا گاؤں تک پہنچائیگا۔ تو پیغمبروں کے ٹولے میں سے اٹھایا جاویگا وغیرہ وغیرہ۔ اس اشتہار کے متعلق بارہا تحقیق کی گئی ہے اور ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ یہ ایک جعلی روایت ہے۔ شیخ احمد کوئی شخص بعد اللہ نام مدینہ منورہ میں ہے۔ اور نہ وہاں کبھی اس قسم کا کوئی واقعہ ہوا ہے اس کے جعلی ہونے کا ثبوت اسی میں موجود ہے لکھا ہے۔ کہ ۱۳۳۹ھ سے ۱۳۴۸ھ تک حضرت امام مہدی کا ظہور ہو جاوے گا۔ حالانکہ ۱۳۳۹ھ سے ۱۳۴۸ھ مدت ہوئی ختم ہو گیا۔ اب تو ۱۳۴۸ھ کے بھی چھ مہینے گذرنے کو آئے۔ ہاں جس مہدی کو آنا چاہیئے تھا وہ مدت ہوئی آ چکا۔ اسکا نشان حدیث صحیح میں یہ لکھا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ان لمہدینا آیتین لم تکونا منذ خلق السموات والارض ینکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منہ ولم تکونا منذ خلق اللہ السموات والارض (سنن دارقطنی) ہمارے مہدی کی دو نشان ہیں یہ دو نشان جبسے زمین اور آسمان پیدا ہوئے ہیں کبھی واقع نہیں ہوئے۔ ایک ہی رمضان کے مہینہ میں چاند اور سورج کو گرہن لگیگا۔ مگر چاند کو گرہن کی تاریخوں میں سے پہلی تاریخ اور سورج کو درمیانی تاریخ میں۔ اسکا پنجابی ترجمہ ایک اہل حدیث مولوی نے اس طرح پر کیا ہے سہ

تیرہویں چن ستیویں سورج گرہن ہوسی اس سالے + اندر ماہ رمضانے لکھیا اک روایت والے

اس شعر میں صرف ایک غلطی ہے۔ سورج گرہن کی درمیانی تاریخ ۲۸ کو ۲۷ لکھا گیا ہے یہ نشان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے زمانہ میں ۱۳۱۱ھ کو واقع ہو چکا ہے۔ کوئی سی جنتری نکال کر دیکھ لیجئے۔

آنحضرت صلعم عظیم الشان انسان تھے

ایک دوست عبد العزیز صاحب بالاپور اعتراض کرتے ہیں کہ آپکے اخبار میں آنحضرت صلعم کو عظیم الشان لکھا گیا ہے۔ اور انسان تو حقیر سا لفظ ہے۔ ہمارے دوست کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ لفظ انسان کوئی حقیر سا لفظ نہیں خود قرآن کریم فرماتا ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ انسان کا درجہ بہت بلند ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی،، کہدو کہ میں تو تمہاری طرح کا انسان ہوں۔ ہاں فرق یہ ہے۔ کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ یعنی میں نبی ہوں۔

حضرت مسیح موعود جو اس زمانے کیلئے مہدی اور رہنما بنا کر بھیجے گئے ہیں فرماتے ہیں انسان اس کو کہتے ہیں۔ کہ جسکے اندر دو انس یعنی دو محبتیں جمع ہوں۔ خدا کی محبت اور مخلوق خدا کی محبت۔ آنحضرت صلعم میں یہ دونوں محبتیں کمال درجہ کی تھیں آپکو اللہ تعالےٰ سے بدرجہ غایت محبت تھی اور مخلوق خدا کی محبت اور ہمدردی بھی آپکے اندر کمال درجے کی تھی اس لئے آپ ایک عظیم الشان انسان تھے۔

ثناء اللہ کو جواب

ثناء اللہ لکھتا ہے۔ کہ آپکے اخبار میں جو مجھ پر جوک بابیان الشر کے مناظرہ کی بناپر الزام لگایا گیا ہے۔ کہ میں وہاں سر چشم آریہ کا خفیہ مطالعہ کرکے آریہ مناظر کو جواب دیتا تھا۔ غلط ہے

(باقی بر صفحہ ۱۵ ملاحظہ ہو)

۱۲۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار
پیغام صلح لاہور

جلد ۱۲ لاہور مورخہ ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۴۳ھ نمبر ۹

تبلیغ احمدیت کی ضرورت

مخلوق خدا کے ساتھ سب سے بڑی ہمدردی صحیح رستہ کی طرف ان کی رہنمائی کرنا ہے اور وہ شخص کہ جو ایک نابینا کو ہلاکت کے گڑھے کیطرف جاتے ہوئے دیکھکر خاموشی اختیار کرتا ہے۔ وہ نہ صرف اپنے حق انسانیت کو ہی ادا نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے لئے بھی ہلاکت کا سامان مہیا کرتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مثل قوم استھموا سفینۃ فصار بعضھم فی اسفلھا وصار بعضھم فی اعلاھا فکان الذی فی اسفلھا یمرّ بالماء علی الذین فی اعلاھا فتاذّوا بہ فاخذ فاساً فجعل ینقر اسفل السفینۃ فاتوہ فقالوا مالک قال تاذیتم بی ولابدّ لی من الماء فان اخذوا علی یدیہ انجوہ ونجوا انفسھم وان ترکوہ اھلکوہ واھلکوا انفسھم (بخاری)

امر بالمعروف اور لوگوں کو نیکی کیطرف بلانے میں سستی کرنے والوں کی مثال اس قوم کی مثال ہے۔ کہ جو ایک کشتی میں بذریعہ قرعہ اندازی نیچے اور اوپر کے طبقوں میں سوار ہوئی وہ لوگ جو طبقۂ زیرین میں سوار ہوئے وہ پانی لینے کے لئے اوپر جاتے تھے۔ کہ جس کی وجہ سے اوپر والوں کو اذیت پہنچتی تھی۔ اس کے بعد نچلے طبقہ کے لوگوں نے تبر لیکر کشتی کے پیندے میں سوراخ کرنا شروع کر دیا یہ دیکھکر اوپر والوں نے کہا کہ تم کیا غضب کرتے ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے اوپر آنے سے تمہیں تکلیف ہوتی تھی اور ہمیں پانی کی اشد ضرورت ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا اگر اوپر والے نچلے طبقہ والوں کا ہاتھ پکڑیں تو وہ ان کو اور اپنے آپ کو دونوں کو بچا لیں گے اور اگر وہ ان کو چھوڑ دیں تو وہ ان کو اور اپنے آپ کو دونوں کو ہلاک کر دیں گے۔

حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیان کردہ مثال میں قومی حیات کا راز مضمر ہے۔ دنیا کی کوئی قوم بعض افراد قوم کے اعلیٰ اور ترقی یافتہ ہو جانے سے دنیا میں زندہ قوم نہیں کہلا سکتی۔ قوم زندہ صرف اسی صورت میں رہ سکتی ہے۔ کہ جب کل افراد قوم نہیں تو اکثر افراد قوم بام ترقی پر چڑھ جائیں۔ پس قومی زندگی کے لئے سب سے پہلی ضرورت یہ ہے۔ کہ جو لوگ غلط راہ پر پڑ کر ضلالت اور ہلاکت کے گڑھے کیطرف جا رہے ہیں۔ ان کو صراط مستقیم کے بلند اور روشن مقام کیطرف دعوت دیجا دے اور دنیا میں اس سے بڑھکر مخلوق خدا کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا اور کوئی کام نہیں ہو سکتا جب تم جسمانی طور پر ایک نابینا کو کوئیں میں گرتا ہوا دیکھنا پسند نہیں کرتے بلکہ ایسے وقت میں خاموشی کو گناہ کبیرہ سمجھتے ہو۔ تو پھر ان لوگوں کے لئے کہ جن کی روح اور ابدی زندگی ہلاکت کے کنارہ پر کھڑی ہے تم کیسے خاموش ہو۔ جب تمہاری فطرت ایک فقیر کو بھوک اور پیاس سے جان توڑتے ہوئے دیکھنا گوارا نہیں کرتی۔ اور تم اس کے لئے بیقرار ہو جاتے ہو تو روح و معنی اور آزادی کے بھوکوں اور پیاسوں کے لئے تمہارا دل کیوں نہیں پگھلتا۔

دنیا ضلالت و ہلاکت ابدی کے سمندر میں غرق ہو رہی ہے۔ مگر تم کیسے غافل ہو کہ اس روح فرسا نظارے کے آنکھوں کے سامنے ہوتے ہوئے بھی مخلوق خدا کی ہمدردی کا جوش تمہارے اندر پیدا نہیں ہوتا۔

سوچو اور اس مادی جسم کی آزادی اور رستگاری کے طالبوں کی جان نثاریوں اور سرفروشیوں سے سبق حاصل کرو کہ سلطنت اور حکومت اور دنیوی زندگی کی چند روزہ آزادی کے لئے لوگ کسقدر اوقات گرامی اور جان و مال کی قربانیاں کر رہے ہیں۔ پھر کیا تم جو روح کی ابدی نجات کی خوشخبری دنیا تک پہنچانے کے لئے مامور کئے گئے ہو اس درجہ بے حسی کی حالت میں پڑے رہو گے؟

دنیا کے فرزند (یورپین طاقتیں) اپنے اغراض و مقاصد کے حصول اور منتہائے مقصود پر پہنچنے کے لئے آج کسقدر بیقراری کا اظہار کر رہے ہیں۔ مگر تم جو خدا کے فرزند اور حق و صداقت کے داعی ہو کس غفلت کی نیند میں پڑے ہو۔ باطل کی تمام کی تمام سوئی ہوئی قوتیں بیدار ہو گئیں پر حق و راستی کے فرزند ابھی ہوشیار نہیں۔

(۲)

جسطرح سے زمین خاص خاص اوقات اور موسموں کی آمد پر ہی تخم کو قبول کرنے اور اس کی نشو و نما کے لئے تیار رہتی ہے۔ اور اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر دانا اور ہوشیار کسان اپنے کندھے پر کسّی اور کدال رکھ لیتا ہے۔ اسی طرح سے قوموں اور ملکوں کی حیات و ممات اور عروج و زوال کے بھی مخصوص اور معدود اوقات ہیں کہ جنکو پہچان کر عقلمند اور فطرت شناس داعی تخم پاشی کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اسوقت کہا جاتا ہے کہ ملک پر سیاسی خیالات کا غلبہ ہے لیکن یا اس طغیان سیاست کے ساتھ مذہبی بیداری کی لہر بھی نہیں چل رہی ملک میں جا بجا نماز کمیٹیوں اور رسوم دنیا کے خلاف بارکاروں کی اصلاحی انجمنوں کا قیام اپنے مذہبی حقوق کے حصول

کے لئے جد وجہد اور سرفروشیوں کا ہونا گیا احساس مذہبی کے نشو ونما کا ثبوت نہیں۔ خواہ اس کے اندر لباط سیاست کی وہی چال کیوں نہ کام کر رہی ہو کہ کوئی سیاسی مقصد بھی لوگوں کے اندر مذہبی روح پیدا کئے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا۔

آریہ سماج اور دوسرے مذاہب برابر اپنے کام میں مشغول ہیں۔ یہاں لاہور کے آریہ مندر میں گیتا کی کتھا ہر روز صبح کو ہوتی ہے۔ اور اس میں ایک سو سے بھی زیادہ لوگوں کی حاضری ہوتی ہے۔ مالا بار میں کہا جاتا ہے کہ موپلاؤں نے کچھ ہندوؤں کو مسلمان بنا لیا تھا۔ ان کی شدھی یعنی ان کو دوبارہ ہندو بنانے کا کام برابر جاری ہے۔ اور ۵۰۰ سے زیادہ ایسے مسلمان ہندو بنائے جا چکے ہیں۔

مختلف مقامات کی آریہ سماجوں کے باقاعدہ جلسے ہوتے ہیں۔ اور ان میں اپنے مذہب کی تبلیغ کی جاتی ہے۔ اور انہوں نے تو ابھی پرانی عادت مسلمانوں کو کوسنے اور اسلام پر حملے کرنے کی ابھی تک ترک نہیں کی کیا گذشتہ سال پروفیسر رام دیو کانگڑی نے لاہور کی مرکزی آریہ سماج میں اسلام پر حملے نہیں کئے کیا اس سال وہاں مناظرہ نہیں ہوا۔ اور اسلام پر اعتراض نہیں کئے گئے۔ گذشتہ سے پیوستہ ہفتہ کا ذکر ہے۔ کہ راولپنڈی کے (راقم بھی خود وہاں موجود تھا) آریہ سماج مندر میں ایک سکھ پریذیڈنٹ صاحب کی زیر صدارت آریہ لیکچرار نے مسلمانوں کو لوٹ مار غازی اورنگ زیب اور دوسرے مسلمان بادشاہوں پر جھوٹے الزام لگائے اور اسلام پر حملے کئے۔

دنیا بھر کی قومیں اپنا کام کر رہی ہیں۔ خود مسلمانوں کے اندر اہلحدیث کی سرگرمی بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں۔ پس ان واقعات کی موجودگی میں ہمیں احمدیت یا اشاعت اسلام سے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہماری ہمسایہ قومیں اچھوتوں کو شدھ کر کے اپنے مذہب کی اشاعت کر رہی ہیں۔ حالانکہ میں علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ یہ ان کے مذہب کی رو سے ایک ناجائز کام ہے پس ہمارے احباب کو کہ جو اس سلسلہ میں شامل ہیں ہر طرح کی سستی اور غفلت کو دور کر کے اپنے اپنے حلقہ اثر میں تبلیغ کرنی چاہئے۔ اور جہاں کہیں بھی ہمارا کوئی دوست موجود ہے۔ اسکو اپنے اوقات کا ایک حصہ اشاعت احمدیت اور اشاعت اسلام میں خرچ کرنا چاہئے۔ ہر ایک شخص اپنے اوپر لازم کرلے کہ میں اس مہینے میں اتنے لوگوں تک احمدیت کا پیغام پہنچا کر ان کو سلسلہ میں داخل کرنے کی کوشش کرونگا۔ یہاں مرکزی انجمن سے اس غرض کے لئے مختلف مضامین پر ٹریکٹ ان کو مفت مل سکتے ہیں جو احباب خود اس کام کو نہ کر سکتے ہوں وہ مرکز انجمن میں سیکرٹری صاحب کو اطلاع دیکر یہاں سے مبلغ منگوا سکتے ہیں۔ ہمارا مقصد احمدیت میں لوگوں کو شامل کر کے اشاعت اسلام کے کام کو دنیا میں ترقی دینا اور مسلمانوں میں قرآن کریم کی تعلیم کو ترویج دینا ہے اور بس۔

انجمن احمدیہ مدراس کا شاندار کام

مدراس باقی صوبجات ہند سے ایک دور پڑا ہوا صوبہ ہے وہاں ہمارے نوجوان دوستوں کی کوششیں خدا کے فضل سے بہت بارآور ہو رہی ہیں۔ ہم ان کی اشاعت احمدیت کی اس جدوجہد اور سرگرمی کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کاش اس پنجاب اور ہندوستان قریب کے احمدیوں میں بھی یہ جوش اور تڑپ اشاعت احمدیت کے لئے پیدا ہو اور ان میں سے بھی کچھ لوگ نکلیں کہ جو اپنی اولوالعزمی ہمت اور غیر متزلزل ارادوں کے ساتھ اس صدی کے مجدد کے مشن اور آمد کی غرض کو پورا کر دکھائیں۔ مدراس میں کوئی ہمارا تنخواہ دار مشنری کام نہیں کر رہا ہے۔ وہ صاحب حیثیت لوگ ہیں۔ کہ جو اپنے دنیوی کاروبار کے علاوہ اپنے فارغ وقتوں میں اس دینی کام کے لئے بھی روپیہ اور وقت خرچ کر رہے ہیں۔ کاش کہ اسی طرح سے ہر احمدی فرد اپنے اس فرض کو سمجھے اور اپنے آپ کو حق و صداقت کا ایک داعی اور مبلغ قرار دے جب وہ اپنے شغل معاش اور دنیا کے کام سے فارغ ہو تو کسی اور مجلس میں وقت ضائع کرنے کی بجائے لوگوں کو احمدیت کی طرف دعوت دے دنیوی مال و متاع ضائع ہونے والی چیزیں ہیں۔ حق و صداقت کی دعوت ایک بہترین زاد راہ ہے۔ کہ جو ہر ایک شخص اپنی آئندہ زندگی کے لئے کما سکتا ہے۔ مدراس کی رپورٹ درج ذیل ہے۔

حضرت جناب داؤد شاہ صاحب بی۔ اے نے جو ۱۸ر جنوری کو پیس این میڈونیا پر بمبئی سے ولایت تشریف لیجا رہے ہیں۔ جماعت کی ترقی میں جو نمایاں کوشش کی ہے اس کا اندازہ ان بیعت شدہ ناموں سے ہو سکتا ہے۔ جو پے در پے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں روانہ کئے جا چکے ہیں۔ آپ جب کبھی "تنظیم اسلام" کی اشاعت و "مسلم سنگم" کے استحکام کے لئے دورہ لگاتے ہیں تو اس حقیقت کو فراموش اور پس انداز نہیں کرتے کہ احمدیہ جماعت کی ترقی میں ہی اشاعت اسلام کا راز مضمر ہے۔ چنانچہ آپ کی شولاپورم والی تقریر اسی موضوع پر تھی۔ آپ کوئی چار گھنٹے تقریر کرتے رہے آپ نے حاضرین کو للکار کر کہا کہ تم جو زمینی خلافت کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے ہو کبھی آسمانی خلافت کا بھی خیال کیا۔ بتلاؤ کہ وہ روحانی خلیفہ کہاں ہے۔ جس کی اس زمانہ میں اشد ضرورت تھی۔ میں نہیں کہونگا کہ وہ کہاں ہے۔ یہ تمہارا کام ہے کہ اسکو ڈھونڈھو۔ ڈھونڈ کر آؤ۔ اگر کوئی ہے تو اسکو نشانات کے ساتھ دکھاؤ۔ اس تقریر کا حاضرین پر نہایت نیک اثر ہوا۔ اور خدا کرے کہ وہ لوگ جلد ڈھونڈھ لیں۔ آمین

داؤد شاہ صاحب جب الیپیٹ تشریف لے گئے تو وہاں آپ نے ہوت پر جناب برما بادشاہ صاحب کے ساتھ جو مبیع (ــــ) کو لمبو کے تحریرات کے زیر اثر تھے گفتگو کی۔ الحمد للہ کہ صاحب موصوف ہماری جماعت میں شامل ہو گئے۔ اور آپ کا بیعت نامہ حضرت امیر کی خدمت میں آج روانہ کیا جاتا ہے۔

یہ خبر بھی نہایت خوشی کے ساتھ سُنی جائے گی۔ کہ مسلم سنگم کے تاجر ممبروں نے برما میں بھی تبلیغ شروع کر دی ہے۔ چنانچہ جناب حاجی مولوی عبد المجید صاحب۔ جن کا خود خواجہ صاحب کے دوران قیام رنگون میں تحریک میں خاص اثر تھا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ ہماری جماعت میں شامل ہو گئے۔ اللہ تعالےٰ کا وہاں ایک اور فضل ہوا۔ کہ جناب عالم بی۔ پی عبد القادر صاحب جو داؤ برما کے معزز مولوی ہیں۔ اور عالم صاحب بھی ہمارے ہماری جماعت میں شامل ہوئے۔ اور ان کے بیعت نامے بھی حضرت امیر کی خدمت میں آج روانہ کئے جاتے ہیں۔ لیکن جس بات کے لئے مسلم سنگم خاص مبارکباد کی مستحق ہے وہ یہ ہے۔ کہ جناب او۔ پی محمد شریف صاحب پریزیڈنٹ مسلم سنگم کے ذریعہ

توکاچی کا سارے کا سارا کھیرا

احمدی ہو گیا۔ چنانچہ ذیل کے بیعت نامے حضرت امیر کی خدمت میں آج روانہ کئے جاتے ہیں۔

(۱) جناب سید عبد القادر صاحب
(۲) صالحہ بی بی
(۳) یس۔ پی۔ محمد نور الدین۔
(۴) وی۔ جمال الدین۔
(۵) پے۔ یعقوب۔
(۶) پے۔ پی فقیر محمد صاحب
(۷) یس۔ پی احمد صاحب۔
(۸) او۔ اے چننا واپو
(۹) او۔ فقیر مستان صاحب
(۱۰) ہیچ۔ حسین صاحب۔
(۱۱) کے۔ او۔ محمد یعقوب صاحب
(۱۲) پی۔ سلطان صاحب۔
(۱۳) یم۔ بحر الدین صاحب۔
(۱۴) یس حسین صاحب۔
(۱۵) پے۔ محمد اسماعیل صاحب
(۱۶) او۔ قادر بادشاہ صاحب۔
(۱۷) پے۔ او محمد شریف صاحب۔
(۱۸) یس۔ محمد رحمت اللہ صاحب۔
(۱۹) پے۔ او۔ احکم صاحب۔
(۲۰) یس۔ یوسف صاحب۔
(۲۱) اے۔ یم۔ یوسف صاحب۔
(۲۲) یم۔ عبد الکریم صاحب۔
(۲۳) ین۔ پی۔ پیر محمد صاحب۔
(۲۴) او۔ ابرام صاحب۔
(۲۵) پی۔ حسین صاحب
(۲۶) یس قادر بادشاہ صاحب۔
(۲۷) او۔ یس محمد ابراہیم صاحب۔
(۲۸) او۔ پی۔ یم محمد عبد اللہ صاحب۔
(۲۹) جو لاھیا بی بی۔
(۳۰) پی۔ ایس محمد ابوبکر صاحب۔
(۳۱) داؤد بی بی۔
(۳۲) حمیدہ بی۔
(۳۳) عائشہ بی بی۔ نمبر ۱
(۳۴) مریم بی بی۔
(۳۵) حوا بی بی۔
(۳۶) خیرون بی بی
(۳۷) عائشہ بی بی۔ نمبر ۲
(۳۸) خاتون بی بی۔
(۳۹) او۔ محمد ابراہیم صاحب۔
(۴۰) یس۔ عبد اللہ صاحب

ذیل کے بھائیوں نے ہماری انجمن (مدراس) میں بیعت کی ہے۔

(۱) جناب یم۔ کے۔ یم قادر محی الدین صاحب۔ آپ رنگون میں بطور آنریری مشنری کام کریں گے۔ آپ نے خواجہ صاحب کو دوران قیام رنگون میں بہت ساری تبلیغی مدد دی تھی۔

(۲) جناب اے۔ احمد حسین صاحب تاجر رنگون و مدراس۔

ایک شیعہ صاحب نے بھی بیعت کی ہے۔

ان کے علاوہ ذیل کے دوستوں نے بھی انجمن میں بیعت کی ہے

(۱) ملا عبد القادر صاحب بنگلور۔
(۲) محمد عثمان صاحب۔
(۳) محمد بیگ صاحب۔

جناب زین العابدین صاحب جو میاں صاحب کے ساتھ تھے۔ ذیل کا خط حضرت امیر کے نام لکھ کر ہماری جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں استقامت دے۔ آمین

بخدمت شریف حضرت امیر جماعت احمدیہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عاجز جناب میاں صاحب کی جماعت میں شامل رہا۔ گو اپنے عقاید یہی رہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول نہ کرنے والے کافر نہیں۔ میں نے جناب میاں صاحب کی خدمت میں عقاید کے متعلق خط بھی لکھا مگر جواب نہ آیا اس لئے میں آپ کی جماعت میں داخل ہوتا ہوں۔ حضور دعا فرمائیں۔

خاکسار محمد زین العابدین

دیگر یہ کہ جناب ڈاکٹر نوازش حسین صاحب پلاوارم اور (۲) شیخ محمد حیدر صاحب احمدی دعوی بیٹھ مدراس جو حضرت صاحب کے زمانہ میں احمدی ہوئے تھے ہمارے ساتھ ہو گئے ہیں۔

خاکسار محمد عزیز اللہ

کیا مسیح خدا ہے؟

خدا کا شکر ہے۔ کہ ہمارے دوست مدیر نور افشاں نے ایک عرصہ کی خاموشی کے بعد اب پھر ہمارے ساتھ تبادلۂ خیالات کا سلسلہ شروع کر دیا ہے گذشتہ دنوں انہوں

نے اس راہ ورسم کو شروع کرتے ہوئے سخت کلامی سے کام لیا تھا۔ کہ جس کے جواب میں بالآخر آپ کو بھی بعض ناگوار الفاظ سننے پڑے۔ اس لئے ہم اپنے معزز ہمعصر کو یہ نصیحت کئے دیتے ہیں۔ کہ وہ اب دوبارہ وہی روش اختیار نہ کریں۔ اور "بہتان العظیم" "ایک پر فریب اور پر دغا سرخی،، اختیار کرنا وغیرہ الفاظ ہماری نسبت استعمال نہ کریں۔ ایک دوست کی نسبت اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے کا فائدہ اپنے اخلاق کو خراب کرنے کے سوا کچھ نہیں۔

آپ یقین کیجئے کہ "کیا مسیح خدا ہے"؟ کا عنوان قائم کرنے میں ہم نے کسی پر فریب اور پر دغا فعل کا ارتکاب نہیں کیا۔ جہاں تک ہمیں علم ہے مسیحی تثلیث کے قائل ہیں وہ تثلیث محض اعتباری ہے۔ یا حقیقی اس سے ہمیں سر دست بحث نہیں۔ اس تثلیث کے باپ۔ بیٹا۔ روح القدس تین اقنوم ہیں۔ اور یہ تینوں خدائی میں برابر کے حصہ دار ہیں۔ مقدس اتھانیسس کے عقیدہ کو پڑھ کر دیکھ لو۔ اگر آپ مسیح کو خدا نہیں مانتے اور الوہیت مسیح کے منکر ہیں تو بڑی مبارک بات ہے۔

مگر سنئے آپ کے بزرگ کیا کہتے ہیں۔ اسلام اینڈ کرسچینی کے صفحہ ۳۳۵ و ۳۳۴ پر پادری جے ایم آرنلڈ ڈی ڈی لکھتے ہیں "پاک تثلیث کا راز فہم انسانی سے بالاتر ہے۔ اور دلائل عقلی سے اسکا ثبوت اور بطلان دونوں ناممکن ہیں۔ کیونکہ یہ امر منطق کے مسلمات کے خلاف ہے۔ کہ ایک جزا اپنے کل کے برابر ہو.... ہم تثلیث پر ایمان رکھتے ہیں اور اس امر کا اعتراف کرتے ہیں۔ کہ اس کے سمجھنے اور سمجھانے سے قاصر ہیں،،

پادری ڈبلیو ہو پر ڈی ڈی کتاب موسومہ بہ "نجات کی تعلیم" کے صفحہ ۱۳۹ پر لکھتے ہیں "کہ مسیح کی تمام کلیسیا بھی بالاتفاق اس صداقت کو ہر زمانے میں مانتی اور اس کا اقرار کرتی رہی ہے۔ کہ "مسیح خدا تھا،،

اور پادری ہنری مارٹن کلارک نے مباحثہ امرتسر میں کیا خوب کہا تھا کہ "میں محمدی وحدانیت کا قائل نہیں ہو سکتا۔ اسے تو ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے۔ اور میری عقل تو گواہی دیتی ہے۔ کہ ذات پاک کو اس سے بڑھ کر ہونا چاہئے۔ آپ کی وحدانیت میں کونسا مسئلہ سمجھ سے باہر ہے..... لیکن کثرت فی الوحدت ایک ایسا مسئلہ ہے کہ نہ اس کے سمجھنے والا پیدا ہوا اور نہ ہوگا"

میں تعجب کرتا ہوں کہ جب آپ پیدائش کی پہلی آیت سے ہی تعدد آلہہ ثابت کرتے ہیں۔ اور اس تعدد میں باپ بیٹا اور روح القدس تینوں کو شامل کرتے ہیں تو پھر الوہیت مسیح کے عقیدہ کو اپنے اوپر بہتان کیونکر قرار دے سکتے ہیں۔ آپ کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ پیدائش باب آیت ۲۶ کی عبارت عبرانی ویومر الوھیم نعسا ادم بسلمنو قد مینتو نو

ויאמר אלהים נעשה אדם

کہا خدا نے بنادیں آدم کو

میں لفظ الوہیم صیغہ جمع اس لئے آیا ہے۔ کہ اس میں باپ۔ بیٹا۔ اور روح القدس تینوں شامل ہیں اسی طرح بہت سے حوالے عہد نامہ جدید سے بھی الوہیت مسیح کے پیش کئے جاتے ہیں۔

اور اگر مسیح جیسا کہ آپنے لکھا ہے۔ صرف مظہر اللہ ہے۔ اور باقی کل انسان بھی مظہر اللہ ہیں۔ کیونکہ خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ تو مسیح کی الوہیت کا عقیدہ باطل ہو گیا۔ کیونکہ جملہ مظہر اللہ میں مظہر مضاف اور اللہ مضاف الیہ ہے اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ مضاف ہمیشہ اپنے مضاف الیہ کا غیر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اضافت الی نفسہ محال ہے۔ "زید کا گھوڑا،، "بکر کا بیٹا،، وغیرہ وغیرہ میں گھوڑا اور بیٹا زید اور بکر کا عین نہیں ہو سکتا۔ بلکہ گھوڑا اور بیٹا زید اور بکر سے غیر ہونگے۔ اسی طرح مظہر اور ظاہر دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ مظہر ظاہر کا محتاج ہے۔ پس مظہر ظاہر کا کسی صورت میں عین نہیں ہو سکتا۔

مسیح بھی خدا کا مظہر تام نہیں

آپنے لکھا ہے کہ باقی انسان بھی مظہر اللہ ہیں۔ اور مسیح بھی مظہر اللہ ہے مگر مسیح مخصوص مظہر اللہ ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ آپ کے عقیدہ کی رو سے یہ بھی غلط ہے اگر باقی انسانوں کے مظہر اللہ ہونے میں یہ نقص ہے کہ وہ خدا کے مظہر تام نہیں تو مسیح بھی خدا تعالے کا مظہر تام نہیں کیونکہ خدا میں باپ بیٹا روح القدس سب ہیں مگر ابن یا یسوع میں باپ اور روح القدس نہیں۔ پس مسیح مظہر تام نہیں کیونکہ جزا اپنے کل کا مظہر تام ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اگر آپ کہتے ہیں کہ بیٹا باپ سے جدا نہیں تو پھر یہ کہنا غلط ہے کہ بیٹا مظہر اللہ ہے کیونکہ مظہر اور ظاہر میں مغائرت لازمی ہے (اسپر مفصل پھر سہی)

بلا شبہ یہ بات سچ ہے۔ کہ کیمبرج میں جو چرچ مشن کانگرس منعقد ہوئی ہے۔ اور ڈاکٹر بیکر۔ ریورینڈ پارسن۔ ریورنڈ میجر جیسے ارباب فطانت اور روشن ضمیر فضلاء کی سعی سے ظہور پذیر ہوئی انہوں نے بالاتفاق الوہیت مسیح، مسیح کے مظہر اللہ ہونے سے انکار کیا اور مسیح کو ایک معمولی انسان کی طرح انسانی جذبات اور احساسات سے بھرا ہوا دل رکھنے والا تسلیم کر لیا اور اس کے غیب پر مطلع ہونے سے بھی انکار کر دیا۔ بایں ہمارا مسیحی دوست مدیر نور افشاں لکھتا ہے۔ کہ عیسائیت ان میں سے رخصت نہیں ہو رہی صرف عقیدے کی اصلاح ہو رہی ہے۔ اگر الوہیت مسیح۔ تجسم مسیح اور مسیح کا ابن اللہ ہونا اور عالم الغیب ہونا عیسائیت کے بنیادی اصول نہ تھے بلکہ فرعیات میں سے تھے تو بیشک مغرب میں عیسائیت کا ابھی تک کچھ نہیں بگڑا مگر سنو تشریح التثلیث کے دیباچہ صفحہ پر لکھا ہے "تثلیث ہی عیسائیت کی جان ہے" الوہیت مسیح کی شمع کا مغرب میں گل ہو جانا ہی شمس اسلام کے طلوع

کی بشارت ہے۔

مژدهٔ صبح دریں تیره شبانم دادند
شمع کشتند و زخورشید نشانم دادند

اسی مضمون کے متعلق ایک مسیحی دوست (کیدار ناتھ صاحب) جو اپنے آپ کو آزاد منش عیسائی ظاہر کرتے ہیں کانپور سے لکھتے ہیں کہ میرے خیال میں الوہیت مسیح امر متنازع فیہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کی انسانیت متنازع فیہ ہے۔ ہمارے آزاد خیال دوست کو یہ معلوم نہیں کہ الوہیت مسیح ہی اب تک کلیسیا کا نہایت معرکۃ الآرا بحث رہی ہے۔ اور اسی متنازعہ فیہ امر نے عیسائیت کو پاش پاش کر دیا ہے دیکھ لینا ینکلو پیڈیا ببلیکا جلد ۴ صفحہ ۵۵۳ کہ جس میں یونیٹیرین۔ اینٹی ٹرینیٹیرین۔ ایرینز منو فیزیز سوسینیز۔ ... سٹوفینز وغیرہ عیسائیت کے ایک دو نہیں بلکہ بیسیوں فرقوں کو منکر تثلیث اور الوہیت مسیح بتلایا گیا ہے۔ اور یہ صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ یہ فرقے ابتدا عیسائیت میں الوہیت مسیح کے منکر تھے۔ باقی رہا ان کا اعمال ۳ کی بنا پر یہ لکھنا کہ چونکہ ایک جنم کا لنگڑا صرف یسوع مسیح کا نام لینے سے اٹھ کر چلنے لگا تھا اسلئے مسیح خدا ہے۔

میرے دوست یہ مسیح کے نام کی برکت نہیں۔ اگر صرف مسیح کے نام کی برکت سے ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ جنم کا لنگڑا تندرست ہو جائے تو آپ مہربانی کر کے نہ صرف خود بلکہ کل دنیا کے عیسائی دینداروں کو ساتھ ملا کر کسی جنم کے لنگڑے پر تجربہ کر کے دیکھ لیں جتنے زور سے جی چاہے۔

"یسوع مسیح ناصری کے نام سے اُٹھ اور چل" کا نعرہ بلند کر کے دیکھ لیں اگر اس نام میں ہی جیسا کہ آپ نے لکھا ہے۔ کہ کوئی الوہیت کا مسئلہ ہے۔ تو لنگڑوں کو خواہ مخواہ ہسپتالوں میں بھیجکر خراب کیا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کو تو گرجوں میں بھیجنا چاہئے کہ یہاں پادری صاحب "یسوع مسیح ناصری کے نام سے اُٹھ اور چل" کہیں اور وہ چلنے پھرنے لگ جائیں۔ نہ ہینگ لگے نہ پھٹکری۔ اور رنگ بھی چوکھا ہو۔
سنئے میں آپ کو اس قصے کی حقیقت سناتا ہوں۔

یہاں اعمال کے مختلف نسخوں میں اختلاف ہے۔ پروفیسر مارشل اعمال پر اپنے نوٹوں میں لکھتے ہیں کہ سب سے صحیح پرانے نسخہ میں اٹھ اور چل کا ذکر ہی نہیں خدا کے انبیاء اور اولیاء کا کام ایسی شعبدہ بازی دکھانا نہیں ہوتا۔ وہ روحانی اندھوں اور لنگڑوں اور مردوں کو صحت دیا کرتے ہیں۔

نیز یہ امر بھی قابل غور ہے۔ کہ کس ڈاکٹر نے پہلے یہ تشخیص کی تھی۔ کہ وہ شخص فی الواقعی لنگڑا تھا۔ اس کی ٹانگ وغیرہ سب کچھ درست تھا۔ ایسے کئی لنگڑے اپاہج اور بناوٹی اندھے لوگوں سے بھیک مانگنے کے لئے بن جایا کرتے ہیں۔

مولوی ثناء اللہ کے ایمان کی قیمت صرف تین سو روپیہ

"... اہلسنت امرتسر لکھتا ہے۔ کہ مولوی ثناء اللہ ۲۲ جنوری ۱۹۳۶ء کے پرچہ میں اگر ... کہ نبوت نفس الامری کا مطالبہ کرتے تو مرزائی اسقدر جرأت کرتے ... امرتسر میں اگر ڈیرا جماتے اور مباحثہ کا مطالبہ کرتے اور نہ ہی واپس جاتے ہوئے ... اشتہار لگا جاتے اور پھر ایڈیٹر اہل حدیث کو اس کے جواب کا موقعہ ... جو انسان مشورہ سے اور سوچ سمجھ کر لکھتا ہے۔ وہ ہر میدان میں فائق رہتا ہے۔"

مگر ... اہلسنت کو اتنا تو خیال کرنا چاہئے۔ کہ مولوی ثناء اللہ کا کیا بگڑا احمدی اپنا خرچ کر کے آئے۔ اور اپنا خرچ کر کے گئے۔ مولوی ثناء اللہ کو ایسی ایسی شرمساریاں سینکڑوں دفعہ اٹھانی پڑی ہیں۔ ایمان جاتے یار ہے۔ تین سو روپیہ تو گرہ سے نہ گیا۔

کیا اناجیل قابل اعتبار ہیں

(از قلم حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ)

"ماخوذ از دی لائٹ نمبر ۴"

اناجیل کا سب سے قدیم نسخہ جو ۱۸۵۹ء میں دستیاب ہوا۔ یونانی زبان میں ہے۔ جسکے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ چوتھی صدی عیسوی کے قریباً وسط میں تیار ہوا تھا۔ یہ نسخہ چونکہ جبل سینا پر سینٹ کیتھرائین کے راہب خانہ سے دستیاب ہوا تھا۔ اس لئے سینائیٹیکس (Sinaiticus) کے نام سے یہ مشہور ہے۔ ایک اور نسخہ جو الیگزینڈرینس (Alexandrinus) کے نام سے مشہور اور آجکل برٹش میوزیم میں رکھا ہوا ہے۔ پانچویں صدی عیسوی کی یادگار ہے تیسرا نسخہ جو ویٹیکن (Vaticanus) کہلاتا ہے۔ چوتھی صدی عیسوی سے تعلق رکھتا ہے لیکن یہ بالکل نامکمل نسخہ ہے۔ یہ تین سب سے بڑے اور مشہور نسخے ہیں۔ ان تینوں نسخوں کی حالت اور ان کے قابل اعتبار ہونے یا نہ ہونے کے متعلق میں بائیبل کے نقاد کو نہیں بلکہ مفسر کو پیش کرتا ہوں۔ ریورنڈ جے آر ڈمیلو (Dummelow) اپنی تفسیر بائیبل میں لکھتے ہیں۔

"سب سے پہلے یہ امر قابل ذکر ہے۔ کہ اناجیل کے لکھنے والوں نے مسیح کے کلام کو یونانی زبان میں نقل کیا ہے۔ حالانکہ ان بیانات کو آرامی (Aramaic) زبان میں انہوں نے حاصل کیا ہوگا۔ جس میں جناب مسیح عموماً گفتگو کیا کرتے تھے ان مصنفین یا ان کے نقل کرنے والوں کو دراصل اس بات کا خیال بھی نہ تھا کہ انکے جمع کردہ بیانات قرون اولےٰ کے بعد بھی مسیحی کلیسا میں باقی رہیں گے۔ کیونکہ وہ خود قرون اولیٰ ہی کے کلیسا سے زیادہ تر واقف تھے۔

"در یہی حال پولوس کا ہے۔ اس کے خطوط جنہیں اب اتنی قدر و قیمت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ صرف چند پیغامات ان کلیساؤں کے نام تھے۔ جن کی طرف ان خطوط کو بھیجا گیا۔ وہ لوگ جنہوں نے ان خطوط کو سب سے پہلے نقل کیا۔ کبھی بھی انہوں نے ان کو ان معنوں میں "مقدس" نہیں سمجھا۔ جو ہم اس لفظ سے مفہوم لیتے ہیں۔ بعد کے زمانوں میں بھی عبارات مقدسہ کی وہ عزت و تکریم ہمیں نظر نہیں آتی جس نے عہد نامہ عتیق کو امتیاز خاص دیدیا ہے۔

ایک نقال بعض اوقات وہی کچھ نہیں لکھتا جو اصل عبارت میں موجود ہو۔ بلکہ اپنی طرف سے ایسی باتیں بھی لکھ دیتا ہے۔ جو اس کے نزدیک اس میں ہونی چاہئیں۔ وہ اپنے رہے سہے حافظہ پر زیادہ اعتبار کرتا۔ یا اصل عبارات کو بدلکر اپنے ان خاص خیالات کے مطابق بھی کر لیتا ہے جن کا وہ خود حامی ہے۔ اسکے علاوہ اناجیل کی بے شمار نقلیں اسوقت تک محفوظ ہیں۔ اُن تمام بیانات اور حوالجات کے علاوہ جو ازمنۂ سلف کے عیسائی بزرگوں سے مروی ہیں۔ عہدنامہ جدید کے قریبًا چار ہزار یونانی نسخے موجود ہیں جسکا یہ نتیجہ ہے کہ قراتوں میں بہت زیادہ اختلاف پیدا ہو گیا ہے ایسے نسخوں پر جو اسقدر لاپرواہی اور ازدیادی و ترمیم کا نتیجہ ہیں کہاں تک اعتبار کیا جاسکتا ہے؟

اور تو اور ان سب کی تاریخ تصنیف اور مصنفین کا بھی یقینی علم کوئی نہیں۔

انجیل متی

اناجیل مقدسہ میں سے سب سے پہلی انجیل وہ ہے۔ جو متی کے نام سے منسوب ہے جو مسیح کے بارہ رسولوں میں سے ایک تھا۔ مگر یہ یقینی امر ہے۔ کہ یہ انجیل متی نے خود کبھی نہیں لکھی۔ بلکہ کسی غیر معلوم شخص کی تصنیف ہے۔ اس انجیل کی تصنیف کی داستان مطلبًا الشارح اناجیل نے یہ لکھی ہے۔ کہ متی نے غالبًا زبان عبرانی میں ایک Logia یا oracles کی کتاب لکھی تھی جو بالکل نایاب ہو گئی تھی۔ صرف پاپی آس (Papias) نے ۱۳۵ء میں اپنی ایک تصنیف کے اندر ذکر کیا ہے۔ کہ متی نے ایک ایسی کتاب مرتب کی تھی۔ "اس کتاب میں "Logia" کے یونانی ترجمہ کا استعمال معلوم ہوتا ہے۔ کہ مصنف انجیل متی نے اسقدر آزادی کے ساتھ کیا ہے۔ کہ اپنی کتاب کو "متی کی تصنیف کے مطابق" بتاکر اس سے استفادہ کا اعتراف اسے کرنا پڑا ہے"

یہ بیان اپنے طور پر خود بالکل واضح اور ظاہر ہے۔ اور کسی تشریح کا محتاج نہیں ممکن ہے۔ کہ متی نے کوئی ایسی کتاب لکھی ہو۔ جسکا پتہ پاپی آس کے حوالہ کے سوائے اور کہیں سے نہ ملتا ہو۔ اس کے علاوہ باقی جو کچھ کہا جاتا ہے۔ وہ سب بالکل بیہودہ اور بناوٹ ہے۔ اور اس امر کی کوئی ذرا سی بھی شہادت ہمارے پاس موجود نہیں۔ کہ انجیل اول کے غیر معلوم مصنف کے پاس متی کی کتاب کا کوئی نسخہ یا اس کا یونانی ترجمہ موجود تھا۔ نہ ہی یہ کہیں سے پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ اس نے کبھی ایسے نسخہ یا ترجمہ کا استعمال اسقدر آزادی کے ساتھ کیا۔ یہ تمام بالکل بیہودہ باتیں محض اس حقیقت پر مبنی ہیں۔ کہ اس نے اپنی انجیل کو "متی کے مطابق" قرار دیا ہے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے ان زبانی روایات کو سنا ہو۔ جو متی سے منسوب ہوں اور انہی کے مطابق اس نے اپنی انجیل کو بنایا ہو۔

(باقی آیندہ)

ریویو

خلافت جنتری ہمارے پاس اسلامی جنتری سنہ ۱۹۲۲ بغرض ریویو آئی ہے اس میں خلافت اسلامیہ کے تاریخی حالات۔ بانئے اسلام اور خلفائے راشدین کے حالات اور ان کے بعد خلافت امام حسنؓ سے لیکر موجودہ سلطان وحید الدین غازی تک کے تمام خلیفوں اور عربی بادشاہوں کی سن جلوس و وفات اور ان کے عہد کے مشہور واقعات۔ نماز۔ روزہ۔ اسلامی دینی ہدایات غازی مصطفےٰ کمال پاشا۔ غازی انور پاشا۔ امیر امان اللہ خاں۔ مولانا محمد علی۔ مولانا شوکت علی۔ گاندھی جی۔ مولانا ابو الکلام آزاد۔ مولوی ظفر علیخاں۔ مولوی عبد الباری۔ حکیم اجمل خاں اور ہندوستان کے تمام مشہور مسلمان لیڈروں کے حالات معہ تصاویر۔ متعدد قومی نظمیں۔ ہجری و عیسوی تاریخوں کے مشہور واقعات۔ ہر قسم کی تاریخیں تعطیلیں۔ ریل۔ تار۔ ڈاکخانہ اور عدالت کے متعلق ضروری ہدایات۔ اور کئی مفید معلومات کے علاوہ ایک بہت بڑا ۲۰×۳۰ انچ سائز پر نقشہ ایشیائے کوچک تہہ کر کے لگا یا گیا ہے۔ اسی کی پشت پر نقشہ یورپ۔ ایشیا و افریقہ دیا گیا ہے۔ اخبار بین اصحاب کو ان نقشوں سے اخباری مقامات دیکھنے میں بہت مدد ملے گی۔ غرض یہ کہ جنتری کیا ہے۔ جام جہاں نما ہے جس میں عہد اسلام کی مختصر مگر مکمل تاریخ۔ پرانے اور نئے لیڈروں کے حالات اور جنتری کے متعلق تمام ضروری اور مفید معلومات بہم پہنچائے گئے ہیں۔ اس جنتری کے جامع شیخ محمد عنایت نے بہت ہی محنت سے یہ حالات جمع کئے ہیں۔ حجم علاوہ نقشہ (۸۴) صفحے قیمت علاوہ محصولڈاک ۸ر ذیل کے پتہ سے طلب کریں:

منیجر

اسلامی خلافت جنتری

موچی دروازہ لاہور

مولانا ابوالکلام آزاد کا تحریری بیان

عارضی قصہ ۔ میرا ارادہ نہ تھا کہ تقریری یا تحریری بیان یہاں پیش کروں یہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں ہمارے لئے نہ تو کسی طرح کی امید ہے ۔ نہ طلب ہے ۔ نہ شکایت ہے ۔ یہ ایک موڑ ہے جس سے گزرے بغیر ہم منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتے ۔ اس لئے تھوڑی دیر کے لئے اپنی مرضی کے خلاف یہاں دم لینا پڑتا ہے ۔ یہ نہ ہوتی تو ہم سیدھے جیل چلے جاتے ۔

یہی وجہ ہے کہ گذشتہ دو سال کے اندر میں نے ہمیشہ اسکی مخالفت کی کہ کوئی نان کو اپریٹر کسی طرح کا بھی حصہ عدالت کی کارروائی میں لے ۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی ۔ سنٹرل خلافت کمیٹی ۔ اور جمعیۃ العلماء ہند نے اگرچہ اسکی اجازت دیدی ہے کہ پبلک کی واقفیت کیلئے تحریری بیان دیا جاسکتا ہے ۔ لیکن ذاتی طور پر میں لوگوں کو یہی مشورہ دیتا رہا کہ خاموشی کو ترجیح ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو شخص اس لئے بیان دیتا ہے کہ مجرم نہیں ۔ اگرچہ اس کا مقصد پبلک کی واقفیت ہو تاہم وہ اشتباہ سے محفوظ نہیں ہے ۔ ہوسکتا ہے کہ اپنے بچاؤ کی ایک ہلکی سی خواہش اور سماعت حق کی ایک کمزور سی توقع اسکے اندر کام کر رہی ہو حالانکہ نان کو اپریشن کی راہ بالکل قطعی اور یک سو ہے ۔ وہ اس بارہ میں اشتباہ بھی گوارا نہیں کرسکتی ۔

کامل مایوسی اس لئے کامل تبدیلی کا عزم

"نان کو اپریشن" موجودہ حالت سے کامل مایوسی کا نتیجہ ہے ۔ اور اسی مایوسی سے کامل تبدیلی کا عزم پیدا ہوا ہے ۔ ایک شخص جب گورنمنٹ سے نان کو اپریشن کرتا ہے تو گویا اعلان کرتا ہے کہ وہ گورنمنٹ کے انصاف اور حق پسندی سے مایوس ہوچکا ۔ وہ اسکی غیر منصف طاقت کے جواز سے منکر ہے ۔ اور اسی لئے تبدیلی کا خواہشمند ہے ۔ پس جس چیز سے وہ اس درجہ مایوس ہوچکا کہ تبدیلی کے سوا کوئی چارہ نہیں دیکھتا ۔ اس سے کیونکر امید کرسکتا ہے کہ ایک منصف اور قابل بقا طاقت کی طرح اسکے ساتھ انصاف کریگی ؟

اس اصولی حقیقت سے اگر قطع نظر کرلیا جائے ۔ جب بھی موجودہ حالت میں بریت کی امید رکھنا ایک بے سود زحمت سے زیادہ نہیں ہے ۔ یہ گویا اپنی معلومات سے انکار ہوگا ۔ گورنمنٹ کے سوا کوئی ذی حواس اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ بحالت موجودہ سرکاری عدالتوں سے انصاف کی کوئی امید نہیں ہے اس لئے نہیں کہ وہ ایسے اشخاص سے مرکب ہیں جو انصاف کرنا پسند نہیں کرتے بلکہ اس لئے کہ ایسے نظام سسٹم پر مبنی ہیں جن میں رہ کر کوئی مجسٹریٹ ان ملزموں کے ساتھ انصاف نہیں کرسکتا ۔ جن کے ساتھ خود گورنمنٹ انصاف کرنا پسند نہ کرتی ہو ۔

میں یہاں واضح کردینا چاہتا ہوں کہ "نان کو اپریشن" کا خطاب صرف گورنمنٹ کے سسٹم اور موجودہ حکومتی اور قومی اصولوں سے ہے ۔ افراد و اشخاص سے نہیں ہے

عدالت گاہ ناانصافی کا قدیم ترین ذریعہ ہے

ہمارے اس دور کے تمام حالات کی طرح یہ حالت بھی نئی نہیں ہے ۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی حکمران طاقتوں نے آزادی اور حق کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھائے ہیں ۔ تو عدالت گاہوں نے سب سے زیادہ آسان اور بے خطا ہتھیار کا کام دیا ہے ۔ عدالت کا اختیار ایک طاقت ہے ۔ اور وہ انصاف اور ناانصافی دونوں کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے منصف گورنمنٹ کے ہاتھ میں وہ عدل و حق کا سب سے بہتر ذریعہ ہے ۔ لیکن جابر اور مستبد حکومتوں کے لئے اس سے بڑھکر انتقام اور ناانصافی کا کوئی آلہ بھی نہیں ۔

تاریخ عالم کی سب سے بڑی ناانصافیاں میدان جنگ کے بعد عدالت کے ایوانوں ہی میں ہوئی ہیں ۔ دنیا کے مقدس بانیان مذہب سے لیکر سائنس کے محققین اور مکتشفین تک ۔ کوئی پاک اور حق پسند جماعت نہیں ہے جو مجرموں کی طرح عدالت کے سامنے کھڑی نہ کی گئی ہو ۔ بلاشبہ زمانہ کے انقلاب سے عہد قدیم کی بہت سی برائیاں مٹ گئیں ۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ اب دنیا میں دوسری صدی عیسوی کی خوفناک رومی عدالتیں ۔ اور ازمنہ متوسطہ (مڈل ایجز) کی پراسرار (انکوئیزیشن) وجود نہیں رکھتی ۔ لیکن میں یہ ماننے کے لئے طیار نہیں جو جذبات ان عدالتوں میں کام کرتے تھے ان سے بھی اب ہمارے زمانے کو نجات مل گئی ہے ۔ وہ عمارتیں ضرور گرادی گئیں جنکے اندر خوفناک اسرار بند تھے ۔ لیکن ان دلوں کو کون بدل سکتا ہے جو انسانی خودغرضی اور ناانصافی کے خوفناک رازوں کا دفینہ ہیں ؟

ایک عجیب مگر عظیم الشان جگہ

عدالت کی ناانصافیوں کی فہرست بڑی ہی طولانی ہے ۔ تاریخ آج تک اس کے ماتم سے فارغ نہ ہوسکی ۔ ہم اس میں حضرت مسیح جیسے پاک انسان کو دیکھتے ہیں جو اپنے عہد کی اجنبی عدالت کے سامنے چوروں کے ساتھ کھڑے کئے گئے ۔ ہم کو اس میں سقراط نظر آتا ہے جس کو صرف اس لئے زہر کا پیالہ پینا پڑا کہ وہ اپنے ملک کا سب سے زیادہ سچا انسان تھا ۔ ہم کو اس میں فلورنس کے فداکار حقیقت گلیلیو کا نام بھی ملتا ہے جو اپنے معلومات و مشاہدات کو اسلئے جھٹلا نہ سکا کہ وقت کی عدالت کے نزدیک انکا اظہار جرم تھا ۔ میں نے حضرت مسیح کو ایک انسان کہا ۔ کیونکہ میرے اعتقاد میں وہ ایک مقدس انسان تھے جو نیکی اور محبت کا آسمانی پیام لے کر آئے تھے ۔ لیکن کروڑوں انسانوں کے اعتقاد میں تو وہ اس سے بھی بڑھ کر ہیں ؟ تاہم یہ مجرموں کا کٹہرا کیسی عجیب مگر عظیم الشان جگہ ہے ۔ جہاں سب سے اچھے اور سب سے برے دونوں طرح کے آدمی کھڑے کئے جاتے ہیں ؟ اتنی بڑی ہستی کے لئے بھی یہ ناموزوں جگہ نہیں ہے ۔

حمد و شکر

اس جگہ کی عظیم الشان اور عمیق تاریخ پر جب میں غور کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ اسی جگہ کھڑے ہونے کی عزت آج میرے حصہ میں آئی ہے تو بے اختیار میری روح خدا کی حمد و شکر میں ڈوب جاتی ہے۔ اور صرف وہی جان سکتا ہے کہ میرے دل کے سرور و نشاط کا کیا عالم ہوتا ہے؟ میں مجرموں کے اس کٹھرے میں محسوس کرتا ہوں کہ پادشاہوں کے لئے قابل رشک ہوں ان کو اپنی خوابگاہ عیش میں وہ خوشی اور راحت کہاں نصیب جس سے میرے دل کا ایک ایک ریشہ معمور ہو رہا ہے۔ کاش غافل اور نفس پرست انسان اسکی ایک جھلک ہی دیکھ پائے۔ اگر ایسا ہوتا تو میں سچ کہتا ہوں کہ لوگ اس جگہ کے لئے دعائیں مانگتے۔

میں بیان کیوں دیتا ہوں

بہرحال میرا ارادہ نہ تھا کہ بیان دوں۔ لیکن جنوری کو جب میرا مقدمہ پیش ہوا تو میں نے دیکھا گورنمنٹ مجھے سزا دلانے کے معاملہ میں نہایت عاجز اور پریشان ہو رہی ہے۔ حالانکہ میں ایسا شخص ہوں جسکو اسکی خواہش اور خیال کے مطابق سب سے پہلے اور سب سے زیادہ سزا ملنی چاہیئے۔ پہلے میرے خلاف دفعہ ۱۷۔ ترمیم ضابطہ فوجداری کا دعوٰی کیا گیا تھا۔ لیکن جب اس کا ادنیٰ ثبوت بھی بہم نہ ہو سکا۔ جیسا آج کل اثبات جرم کے لئے کافی تصور کیا جاتا ہے۔ تو مجبوراً واپس لے لیگئی۔ اب ۱۲۴۔الف کا مقدمہ چلایا گیا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے یہ بھی مقصد برآری کے لئے کافی نہیں۔ کیونکہ جو تقریریں ثبوت میں پیش کیگئی ہیں وہ اُن بہت سی باتوں سے بالکل خالی ہیں جو اپنی بیشمار تقریروں اور تحریروں میں ہمیشہ کہتا رہا ہوں اور جو شاید گورنمنٹ کے لئے زیادہ کارآمد ہوتیں۔

یہ دیکھ کر میری رائے بدل گئی۔ میں نے محسوس کیا۔ کہ جو سبب بیان نہ دینے کا تھا۔ وہی اب متقاضی ہے کہ خاموش نہ رہوں۔ اور جس بات کو گورنمنٹ باوجود جاننے کے دکھلا نہیں سکتی۔ اسے خود کامل اقرار کے ساتھ اپنے قلم سے لکھوں۔ میں جانتا ہوں کہ قانون عدالت کی رو سے یہ میرے فرائض میں داخل نہیں ہے۔ میری جانب سے پراسکیوشن کے لئے یہی بہت بڑی مدد ہے۔ کہ میں نے ڈیفنس نہیں کیا۔ لیکن حقیقت کا قانون عدالتی قواعد کی حیلہ جوئیوں کا پابند نہیں ہے۔ یقیناً یہ سچائی کے خلاف ہوگا کہ ایک بات صرف اس لئے پوشیدہ رہنے دیجائے کہ مخالف اپنی عاجزی کیوجہ سے ثابت نہ کر سکا۔

اقرار جرم

(۱) ہندوستان کی موجودہ بیوروکریسی ایک ایسا ہی حاکمانہ اقتدار ہے جیسا اقتدار ملک و قوم کی کمزوری کی وجہ سے ہمیشہ طاقتور انسان حاصل کرتے ہیں۔ قدرتی طور پر یہ اقتدار قومی بیداری کے نشو و نما اور آزادی و انصاف کی جد و جہد کو مبغوض رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کا لازمی نتیجہ اس کی غیر منصفانہ طاقت کا زوال ہے۔ اور وجود اپنا زوال پسند نہیں کر سکتا۔ اگرچہ ازروئے انصاف کتنا ہی ضروری ہو۔ یہ گویا تنازع للبقاء کی ایک جنگ ہوتی ہے۔ جسمیں دونوں فریق اپنے اپنے فوائد کیلئے جد و جہد کرتے ہیں۔ قومی بیداری چاہتی ہے۔ کہ اپنا حق حاصل کرے۔ قابض طاقت چاہتی ہے۔ کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔ کہا جا سکتا ہے۔ کہ پہلے فریق کی طرح آخر الذکر بھی قابل ملامت نہیں۔ کیونکہ وہ بھی اپنے بچاؤ کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کا وجود انصاف کے خلاف واقع ہوا ہو۔ ہم طبیعت کی مقتضیات سے تو انکار نہیں کر سکتے؟ یہ واقعہ ہے کہ دنیا میں نیکی کیطرح برائی بھی زندہ رہنا چاہتی ہے وہ خود کتنی ہی قابل ملامت ہو۔ لیکن زندگی کی خواہش قابل ملامت نہیں ہے۔

ہندوستان میں بھی یہ مقابلہ شروع ہو گیا ہے۔ اس لئے یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے اگر بیوروکریسی کے نزدیک آزادی اور حق طلبی کی جد و جہد جرم ہو۔ اور وہ اُن لوگوں کو سخت سزاؤں کا مستحق خیال کرے جو انصاف کے نام سے اس کی غیر منصفانہ ہستی کے خلاف جنگ کر رہے ہیں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نہ صرف اس کا مجرم ہوں۔ بلکہ ان لوگوں میں ہوں جنہوں نے اس جرم کی اپنی قوم کے دلوں میں تخم ریزی کی ہے۔ اور اس کی آبیاری کے لئے اپنی پوری زندگی وقف کر دی ہے۔ میں مسلمانان ہند میں پہلا شخص ہوں جس نے ۱۹۱۲ء میں اپنی قوم کو اس جرم کی عام دعوت دی۔ اور تین سال کے اندر اس غلامانہ روش سے اُن کا رُخ پھیر دیا۔ جس میں گورنمنٹ کی پرپیچ فریب نے مبتلا کر رکھا تھا۔ پس اگر گورنمنٹ مجھے اپنے خیال میں مجرم سمجھتی ہے۔ اور اس لئے سزا دلانا چاہتی ہے۔ تو میں پوری صاف دلی کے ساتھ تسلیم کرتا ہوں کہ یہ کوئی خلاف توقع بات نہیں ہے جس کے لئے مجھے شکایت ہو۔

میں جانتا ہوں کہ گورنمنٹ فرشتہ کی طرح معصوم ہونے کا دعوٰی رکھتی ہے کیونکہ اس نے خطاؤں کے اظہار سے ہمیشہ انکار کیا۔ لیکن مجھے یہ بھی معلوم ہے۔ کہ اس نے مسیح ہونے کا کبھی دعوٰی نہیں کیا۔ پھر میں کیوں امید کروں کہ وہ اپنے کو پیار کرے گی۔

(از مدینہ)

مضامین ایڈیٹر کے نام
انتظامی امور کے متعلق مینجر صاحب اخبار پیغام صلح کے نام
جوابی امور کے لئے جوابی کارڈ بھیجنا چاہیئے۔

(مینجر)

بحث مسئلہ نبوت مسیح موعود

از روئے قرآن کریم

بعض دوست دریافت کرتے ہیں کہ خاکسار جو قادیان میں گیا تو وہاں کیا کلام کس کس سے ہوا۔ ان دوستوں کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے۔ کہ قادیان میں خاکسار کا کلام درباره مسئلہ نبوت مسیح موعود از روئے قرآن مولوی محمد ظہور الحق صاحب علمی سے ہوا۔ اور دوسرے مولویوں سے بھی جو وہاں تھے کئی قسم کی گفتگو مسائل پر بھی ہوتی رہی۔

مولوی ظہور الحق صاحب علمی سے جو کلام درباره مسئلہ نبوت ہوا۔ فیصلہ پہلے ہوا تھا کہ قرآن مجید کی بحث قرآن مجید سے اور حدیث کی بحث حدیث سے اور حضرت صاحب کے کلام کی بحث حضرت صاحب کے کلام سے ہو گی۔

پھر سلسلہ کلام اسطرح شروع ہوا کہ سب سے پہلے آیت خاتم النبیّین کے معنے کئے جاویں۔ کیا ہیں۔ اور قرآن کی تفہیم کے ہمارے لئے ذرائع کیا ہیں چنانچہ یہ دو ذرائع تفہیم کلام الہٰی (قرآن مجید) کے آپ نے بتلائے ہوئے کہ (اوّل) تو حسب ارشاد الہٰی فرمائے بلسان عربی مبین کے لسان عربی سے اس کے معنے لئے جاویں کیونکہ قرآن مجید عرب کی زبان میں اتارا گیا ہے تاکہ وہ اسے سمجھ کر اس کی ہدایت پر عمل کریں۔ اور دوسروں کو سمجھائیں۔ اسلئے تمام دنیا کے لئے ضرور ہے کہ اس کے وہی معنے کرے جو عرب کے محاورہ میں آئے ہیں اس کے خلاف معنے کرنا یقینی تحریف ہے۔ دوسرے کسی آیت کے ایسے معنے نہ کئے جاویں۔ جو دوسری آیات قرآن مجید کے مخالف یا متناقض ہوں۔ وہ ترجمہ ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا جس سے آیات کتاب اللہ میں تخالف و تناقض لازم آئے کیونکہ ارشاد ہے۔ لوکان من عند غیر اللہ لوجدوا فیه اختلافا کثیرا۔ اور اس اصول کی ہر دو شقوں کی نہایت احتیاط کے ساتھ پابندی کرنی ہو گی غرض ان تمام باتوں کے طے ہو جانے کے بعد بحث آیت خاتم النبیّین پر شروع ہوئی۔ میں اللہ تعالٰی کا شکر کرتا ہوں کہ کلام اخوانی ہوئی عنادی نہیں ہوئی۔

خاکسار نے پہلے یہ بیان کیا کہ یہ رسالت جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں لائے کسی خاص قوم اور مقام کے واسطے مخصوص نہ تھی۔ نوع انسان کی ترقی اور بہبودی کی غرض سے۔ اللہ۔ رب العالمین۔ رحمٰن۔ رحیم۔ مالک یوم الدین کے اس پیغام کا تمام دنیا کی طرف خطاب کیا گیا۔ قل یاایها الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ۷/۱۵۸ پ ۹ ع ۱۰۔ کہدے اے رسول بیشک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

تبارك الذی نزل الفرقان علی عبده لیکون للعالمین نذیرا۔ ۲۵/۱ پ ۱۸ ع ۱۶۔ **ترجمہ** بہت برکت والا وہ اللہ ہے۔ جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تاکہ وہ دنیا کو آگاہ کرنے والا ہو۔

وما ارسلناك الا كافة للناس بشيرا ونذيرا ولكن اكثر الناس لايعلمون ۳۴/۲۸ پ ۲۲ ع ۹۔ ترجمہ (اے رسول) ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا مگر سب لوگوں کو بشارت دینے والا اور آگاہ کرنے والا۔ لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

اسی مقصد عظیم کیوجہ سے حضرت نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم نبوت کی خلعت فاخرہ سے ممتاز فرمایا گیا۔ اور ایک جامع قانون عطا فرما کر سلسلہ نبوت کو ہمیشہ کے واسطے یہ کہہ کر ختم کیا گیا کہ اللہ تعالٰی جیسا انسان کے گذشتہ حالات سے آگاہ ہے۔ اسی طرح آئندہ حالات اور ضروریات کا علیم ہے چنانچہ فرمایا۔ ماکان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيّين وكان الله بكل شیء علیما ۳۳/۴۰ پ ۲۲ ع ۲۔

محمد تمہارے مردوں میں سے کسیکا باپ نہیں ہے۔ لیکن اللہ کا رسول ہے اور سب نبیوں کے آخر میں ہے۔ اور اللہ ہر ایک شئی کو جانتا ہے۔

یہ آیت کریمہ (لکن رسول الله وخاتم النبيّين) نفس نبوت کی دائمی انقطاع ثابت کرتی ہے۔ اس آیت میں جو النبیّین کا لفظ ہے۔ نبی کا جمع ہے اور خاتم کا مضاف الیہ ہے۔ خاتم النبیّین میں ایک لفظ خاتم ہے۔ اور دوسرا النبیین خاتم کے معنے الگ اور النبیین کے معنے الگ کرنے سے اس کے معنے نہیں بن سکینگے کیونکہ کلام عرب میں خاتم کے کئی معنے ہیں۔ انگوٹھی۔ مُہر وغیرہ۔ مگر یہ لفظ جب مضاف ہو جاتا ہے۔ اسوقت اس کے کئی معنے نہیں رہتے۔ بلکہ مضاف الیہ کے اعتبار سے اس کے معنے خاص ہو جاتے ہیں۔ مثلاً خاتم فضة یعنے انگوٹھی چاندی کی۔ یہاں خاتم خاص انگوٹھی کے معنے میں ہے۔ دوسرے معنے اس کے نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح جس وقت خاتم کو قوم وغیرہ کی طرف مضاف کرینگے۔ مثلاً خاتم القوم کہیں گے تو اس کے معنے صرف آخر قوم کے ہونگے۔ یا خاتم الکتب یا خاتم الشرائع کہیں گے تو اسکے معنے صرف ساری کتابوں کے آخر میں آنیوالی کتاب یا ساری شریعتوں کے آخر میں آنیوالی شریعت کے ہونگے۔ لسان العرب قاموس اور اس کی شرح تاج العروس اقرب الموارد و صحاح جوہری مختار الصحاح۔ منجد۔ منتہی الارب وغیرہ تمام کتب لغت میں اس کے معنے یہی لکھے ہیں۔ یعنی ختام القوم خاتمہم اور آخرہم لکھے ہیں اور آیہ کریمہ ماکان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبیّین کے جملہ خاتم النبیین کو تمام لغت والوں نے لکھ کر اس کے یہی معنے

گئے ہیں۔ الیٰ آخرہم۔ غرض سب کتب لغت نے "خاتم النبیین" کے یہی معنے کئے ہیں۔ کہ سب انبیا کے آخر میں آنے والا۔

کسی محاورہ عرب یا زبان عربی میں جو قبل از بعثت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں بولی جاتی تھی۔ لفظ خاتم بمعنے جامع کمالات نہیں آیا۔ قرآن مجید میں لفظ النبیین جمع مذکر سالم معرف باللام آیا ہے۔ (یعنے وہ اسم جن پر لام تعریف داخل ہو) ایسے لفظ کو اصول میں الفاظ عام میں شمار کیا ہے۔ اس لئے خاتم النبیین کے یہ معنے ہیں کہ جسکو نبوت کا مرتبہ دیا گیا اور جس پر نبی کا اطلاق کیا گیا خواہ وہ تشریعی یا غیر تشریعی جس قسم کے ہوں سب کے آخر میں ہیں آپ کے بعد کسی قسم کی نبوت کا مرتبہ پانا کسی کو نہ ملیگا۔ دوسرے جسطرح خاتم النبیین کے یہ معنے ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اسی طرح قرآن کے لئے یہ ماننا پڑے گا۔ کہ یہ خاتم الکتب، وخاتم الشرائع ہے۔ اور تکمیل شریعت وہدایت اسی بات کی اصل وجہ ہوسکتی ہے کہ نبوت بکلی مسدود سمجھی جائے۔ کیونکہ شریعت اور کتاب کے پہنچانے کے علاوہ نبوت کے فرائض اور کام اور کوئی نہیں ہوسکتے۔ قرآن کریم نبوت کی غرض صرف تکمیل ہدایت یا تکمیل شریعت ہی قرار دیتا ہے۔ قرآن کریم سے کہیں ثابت نہیں کہ کوئی نبی ایسا بھی آیا ہو جو کوئی شریعت یا ہدایت اپنے ساتھ نہ لایا ہو۔

ازروئے قرآن کریم یہ غلط ہے کہ نبی یا رسول کا شارع ہونا شرط نہیں۔ بلکہ ازروئے قرآن کریم نبی یا رسول کا شارع اور صاحب کتاب ہونا شرط ہے۔ اب جبکہ خاتم النبیین کے صحیح معنے ازروئے لسان عرب صرف اسی قدر ہیں کہ نبیوں کے آخر میں آنیوالا یا ہماری پنجابی زبان میں جسکا ترجمہ "وہ چھیکڑ لا نبی" ہی ہوسکتا ہے۔ اور یہ اس کے معنے ہرگز نہیں ہوسکتے کہ اپنی مہر سے نبی بنانے والا۔ تو اب فیصلہ ہوگیا۔ کہ خاتم النبیین کے کوئی اور معنے ازروئے لسان عرب آخر النبیین کے سوا اور نہیں ہوسکتے علاوہ ازیں تمام قرآن کریم میں کوئی آیت اس مضمون کی نہیں کہ آپ کے بعد بھی کوئی نبی مبعوث ہوگا۔ یا آپ کی اتباع سے کوئی نبی ہوسکیگا۔ پس مطلق باب نبوت کا مسدود ہونا ثابت ہوا۔

خاتم کے معنے انگشتری مہر کے لینے اور مہر کی غرض یہ بتلانی کہ جس سے مضمون خط یا کتاب کی تصدیق ہوجائے دھوپ میں بیٹھکر بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ قرآن کریم میں صاحب الخاتم حضرت نبی کریم صلعم کا کہیں نام نہیں آیا۔ خاتم النبیین کے یہ معنے کرنے ہی سرے سے غلط ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے آپکے ذریعہ تمام انبیاء کی تصدیق فرمائی۔ یہ تصدیق تو مصدقاً لما بین یدیہ میں آجاتی ہے۔ پھر خاتم النبیین کہنے کی ضرورت کیا تھی۔ اور پھر کیا اس طرح سے ہر ایک نبی خاتم النبیین نہیں بنتا۔ کیونکہ ہر ایک نبی جو بعد میں آیا اپنے سے پہلے انبیاء کی تصدیق ہی کرتا رہا۔

خلاصہ کلام یہ کہ آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اس عقیدہ کے لئے بہ صریح ہونے پر کامل شہادت ہے۔ کہ کوئی نبی رسول اللہ کے بعد آئے۔ اس آیت میں ایک پیشگوئی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اس آیت میں فرماتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی آخر النبیین ہیں۔ یعنے تمام نبیوں میں آخر کے نبی ہیں ممکن نہیں کہ اب کوئی شخص قیامت تک بھی نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کرسکے۔ اور وہ سچا ثابت ہو جب لفظ رسول اللہ اور آخری نبی کے معنے ہی یہ بنتے ہیں کہ آپ رہتی دنیا تک اپنی امت کے روحانی و ایمانی باپ رہینگے۔ تو اب اگر آنحضرت صلعم کے بعد کسی معنے سے بھی کوئی نبی آسکے۔ تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے۔ کہ آپ صلعم کسی زمانہ میں اگر اپنی امت کے رسول یعنے روحانی و ایمانی باپ بھی نہیں رہیگے مگر خاتم النبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے۔ کہ آپ دوسرے نبیوں کی طرح مختص القوم اور مختص الزمان طور پر اپنی امت کے روحانی باپ نہیں ہونگے بلکہ تاابد اپنی امت کے رسول اور روحانی اور ایمانی باپ رہیں گے۔ لیکن اگر کوئی شخص خاتم النبیین کے بعد نبی کہلائیگا۔ تو گویا وہ اس ابوت روحانی اور ایمانی کو امت محمدیہ پر بند کرنے والا ہوگا۔ جو خاتم النبیین کے مفہوم میں بتائی گئی ہے۔ اسی لحاظ سے ہم کہتے ہیں۔ کہ نبوت پر اب مہر لگ گئی ہے۔ اب کوئی نبی آپ کے بعد نہیں آسکتا۔ کیونکہ ایکطرف تو ہمارے سید و مولیٰ نبی صلعم حسب آیہ کریمہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم کسی مرد کے جسمانی باپ نہیں۔ مگر دوسری طرف آپ صلعم اپنی ساری امت اور ساری دنیا اور سارے زمانوں کے لئے روحانی اور ایمانی باپ یعنے رسول اللہ ہیں۔ اگر آپ کے بعد کوئی رسول اور نبی آیا تو خدا تعالےٰ کا یہ قول ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین تو بے معنی رہا۔ ظاہر ہے کہ زبان عرب میں لکن کا لفظ استدراک کے لئے بھی آتا ہے یعنی جو امر حاصل نہیں ہوسکا اس کے حصول کی دوسرے پیرایہ میں خبر دیتا ہے جس کی رو سے اس آیت کے یہ معنے بنتے ہیں۔ کہ آنحضرت کی جسمانی نرینہ اولاد کوئی نہیں مگر روحانی طور پر آپ کی اولاد بہت ہوگی۔ اور آپ روحانی و ایمانی اب ہونے کے لئے آخر دنیا تک، واحد نبی ٹھیرائے گئے ہیں۔ یعنے آیندہ کوئی نبوت اور نبی نہیں ہوگا بجز آپ کی پیروی کے کسی اور کی پیروی کی کسی کو تاابد حاجت نہیں ہوگی۔ غرض اس آیت کے یہ معنے تھے۔ جن کو الٹا کر آنحضرت کی نبوت کے آیندہ تاقیامت فیض جاری رہنے سے انکار کردیا گیا۔ حالانکہ اس انکار میں آنحضرت صلعم کی سراسر مذمت اور منقصت اور قرآن کریم کی تکذیب ہے کیونکہ خدا تو آپ کو خاتم النبیین فرماکر تاقیامت سب دنیا کا ایک روحانی اور ایمانی باپ یعنے رسول اللہ قرار دیتا ہے۔ اور سب نبیوں کے آخر میں آنیوالا آپ کو ٹھیراتا ہے۔ یعنے آنحضرت ہی ہر شخص کو جو تاقیامت اسلام میں آنیوالا ہے۔ اپنی نبوت کے فیضان سے متمتع کرنے والے اور روحانی اور ایمانی پرورش کرکے دکھلانے والے ہونگے۔ کیونکہ نبی اسی پرورش کی غرض سے دنیا میں آتے ہیں۔

(باقی ارد)

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما

(از مرزا اللہ اسمٰعیل صاحب پشاوری)

اس آیت شریفہ کریمہ کے متعلق امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں۔ باب وجوب اتباعہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت عبداللہ بن الزبیر سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ عہد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں درمیان حضرت زبیر اور ایک انصاری کے آبپاشی اراضی کے متعلق نزاع واقع ہوئی۔ اور فیصلہ آنحضرت صلعم نے حضرت زبیرؓ کے حق میں صادر فرمایا۔ انصاری بولا یا رسول چونکہ زبیر آپکے پھوپھی کے بیٹے ہیں اسلئے ان کے حق میں آپ نے فیصلہ صادر کیا۔ فتلون وجه النبی الله - ای تغیر من الغضب لانتهاك حرمات النبوة وقبح كلام هذا الانسان۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ علمار اس پر متفق ہیں۔ کہ اگر آج اس قسم کا کلام جیسا کہ اس انصاری سے صادر ہوا کسی سے صادر ہو آنحضرت صلعم کے متعلق تو ایسا شخص کافر کہلائیگا۔ اور اس پر احکام المرتدین حاوی ہونگے اور اسکا قتل بشرط قدرت لازم ہوگا۔

قاضی عیاض داؤدی سے نقل کرتے ہیں۔ کہ وہ شخص ایسا کلمہ کہنے والا منافق تھا۔ آخر میں حضرت زبیر نے کہا۔ والله انی لاحسب هذه الایة نزلت فی ذالك فلا وربك الخ ایک گروہ علمار نے اسکا سبب نزول اسی طرح بیان کیا ہے اور بعض نے اسکا سبب نزول اور طرح بھی بیان کیا ہے ابن جریر کہتے ہیں کہ جائز ہے۔ کہ آیت سب پر حاوی ہو۔ اس پر صاحب سراج الوہاج لکھتے ہیں۔ قلت العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب . . . . وفی هذا تعلیق الایمان بتحکیم النبی صلی الله علیه وسلم فی کل مشاجرة تقع فی ما بینهم مع عدم وجدان الحرج فی النفس من قضائه صلی الله علیه وآله وسلم والتسلیم له وهذا بعمومه یشتمل کل مسئلة من مسائل الدین اصلیة کانت او فرعیة واکد هذا بالقسم فدلت الایة علی وجوب ذالك ومفهوم الایة بل منطوقها ابطال التقلید واتباع حکم الرسول صلی الله علیه وآله وسلم وهی حجة علی المقلدین الذین لا یحکمون رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فی مشاجراتهم فی المذاهب ولا یسلمون قضائه عند الخصام فیما بینهم بل لو جاء انسان بحدیث صحیح صریح محکم غیر منسوخ فی مسئلة من مسائل الفروع یخالف مذهب امامهم او مذهبهم المختار المحرر فی کتب فروعهم واصولهم وجدوا منه فی انفسهم حرجا ولا یرضون به ابدا بل هو المجادلون به بکل جهد وسداد وهذا صیغ کثیر منهم بل اکثر ویکفی فی جواب هؤلاء تلاوة هذه الایة الکریمة التی اولها فلا وربك لا یؤمنون الخ۔

پس ایسا منصب دین میں سوائے نبی کریم صلعم کے اور کسی کو حاصل نہیں۔ اور جو صاحب مذہب اپنے مقتدا کو ایسا منصب دیتا ہے عملاً یا اعتقاداً۔ وہ آنحضرت صلعم کا نافرمان ہے۔ اور وہ اس آیت کے فتویٰ کے نیچے ہے۔ ایسا ہی کے بعد میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلوی کا جو خلفار مجدد الف ثانی بلکہ بارہویں صدی کے مجددین سے شمار کئے گئے ہیں۔ ایک مکتوب یہاں نقل کرتا ہوں جو انشار اللہ اہل حق کے لئے مفید اور فائدہ مند ثابت ہوگا۔ (باقی دارد)

واجب التعمیل گرنتھ

از شیخ محمد یوسف صاحب لاہوری

گذشتہ سے پیوستہ

پس ثابت ہوا کہ گرو صاحبان کے کلام کے برابر کا اور لوگ بھی بنا سکتے ہیں اور یہی ثابت کرنا ہمارا دعویٰ تھا۔ علاوہ ازیں نظم مندرجہ ذیل جو گرنتھ میں بھی نہیں اور نہ ہی کسی گرو کا کلام ہے مگر ہوبہو گرنتھ کے کلام کے مساوی ہے۔ اور وہ یہ ہے :-

الیسو بابا بھرم نہ بھولہہ کوئی
اٹھ سٹھ تیرتھ کیوں نس ترسئے جب لگ آتم سدھ نہ ہوئی۔
۱۔ رھاؤ۔ گنگا جاسے بنارس جاوے بدری جاسے کداسے
بھی تارن سمرتھ نہ کوسے جو لو منہ نہ تجے پکارسے ۔۱۔
متھرا جاسے گودا ور جاوے دوارکا جاسے جگن ناتھ سے
بھی تاران سمرتھ نہ کیسے جو لو منہ نہ اترسے پاپ رسے ۔۲۔
جت سنجم تیرتھ نیرا دیا دھرم کرراج رسے۔
کر ٹھنائی ترن کی ایہ بدھ چھاڈ جھوٹھ رچ سانچ رسے ۔۳۔
آتم سدھ تیرتھ کر جانہہ کھما دھرم اسنان رسے۔
کاہنا ست سنگت سے سمجھیں اور عقل انمان رسے ۔۴۔

اس مذکورہ نظم کی سکھوں نے بھی تائید کی ہے کہ یہ گرنتھ کے کلام سے ملتا جلتا کلام ہے۔

پس ثابت ہوا کہ گرو صاحبان کے کلام کے مطابق اور بھی کئی شخصوں نے بنایا ہے۔ اور یہی ثابت کرنا اس کسوٹی دوم میں ہمارا مدعا تھا۔

کسوٹی نمبر ۳

الہامی تعلیم کے مضامین میں اصولی اختلاف نہ ہونا چاہیئے۔ اس کسوٹی کو بھی قرآن کریم نے اپنی صداقت کے لئے خود پیش کیا ہے۔ فرمایا سیپارہ ۵ رکوع ۱۱

افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ **ترجمہ**۔ پس کیوں کافر قرآن کریم کی تعلیم پر غور نہیں کرتے۔ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کیطرف سے ہوتا تو البتہ وہ اس میں بڑا اختلاف پاتے۔

اس کے بالمقابل گرنتھ صاحب کی تعلیم میں بلا شبہ اختلاف پایا جاتا ہے مثلاً۔ مارو محلہ پہلا سولہے

اربد نربد دھندو کارا	ترجمہ۔ ابتداء عالم سے پیشتر لا انتہا زمانہ تک عدم محض تھا
دھرن نہ گگنا حکم اپارا	زمین تھی نہ آسمان صرف ایک حکم تھا جس کی حد کوئی نہ تھی
نہ دن رین نہ چند نہ سورج	نہ دن رات تھے اور نہ چند و سورج۔
سُن سمادھ لگائیندا	گویا عدم محض میں ایک ذات باری ہی تھی
کھانی نہ بانی پون نہ پانی	نہ کوئی جاندار تھا نہ کلام تھا نہ ہوا تھی نہ پانی
اوپت کھپت نہ آون جان	نہ پیدائش تھی نہ موت نہ کوئی آمد نہ رفت۔
کھنڈ پتال سپت نہیں ساگر	طبقات الارض تھے نہ تحت الثریٰ اور نہ ہی سات سمندر تھے۔
ندی نہ نیر وہائیندا	نہ کسی ندی میں کوئی قطرہ آب تھا۔
نہ تد سرگ نہ مچھ پیالا	نہ سرگ لوک (کرۂ ملکی) تھا نہ دنیا (کرۂ ارضی) تھا۔ نہ پاتال (کرۂ تحتی) تھا
دوزخ بہشت نہیں کھے کالا	نہ دوزخ تھا نہ بہشت نہ فنا کرنے والی موت
نرک سرگ نہیں جمن مرنا	نہ نرک تھا نہ سرگ نہ جمنا نہ مرنا۔
نہ کو آئے نہ جائیندا	نہ کوئی آتا تھا اور نہ جاتا تھا۔
برہما بشن مہیش نہ کوئی۔	نہ برہما تھا نہ بشن اور نہ مہیش تھا۔
اور نہ دیسے ایکو کوئی۔	اور کوئی ایسا دکھائی نہیں دیتا۔ جو اسوقت تھا۔ صرف ایک ذات باری ہی تھی۔ یا اسوقت سوا ذات باری کے اور کچھ دیکھنے کے لئے بھی نہ تھا۔
ناری پرکھ نہیں ذات نہ جنما	نہ کوئی عورت تھی نہ کوئی مرد نہ ذات نہ جنم۔
نہ کو دکھ سکھ پائیندا	اور نہ ہی کوئی رنج و راحت کا سامان تھا۔
نہ تد جتی ستی بنواسی	نہ اُس وقت کوئی جتی تھا نہ ستی اور نہ کوئی جنگلوں میں رہنے والا فقیر وغیرہ۔
نہ تد سدھ سادھک سکھواسی	نہ اس وقت کوئی عابد سالک راحت قلبی کا حاصل کرنے والا تھا
جوگی جنگم بھیکھ نہ کوئی	جوگی جنگم وغیرہ نہ کوئی فرقۂ درویشاں تھا
نہ کو ناتھ کہائیندا	نہ کوئی ناتھ کہلانے والا تھا۔
جپ تپ سنجم نہ برت پوجا۔	نہ کوئی ورد تھا نہ ریاضت نہ طریق گوشہ نشینی نہ برت نہ طریق پوجا۔
نہ کو آکھ دکھائے دوجا	اس ایک ذات کے سوا نہ کوئی کہنے کہانیوالا دوسرا تھا۔
آپے آپ اپائے دگسے	اس نے خود ہی سب کچھ پیدا کیا۔ اور اپنی مخلوق کو دیکھ کر خوش ہے۔
آپے قیمت پائیندا	وہ خود ہی قدر دان ہے۔
نہ سچ سنجم تلسی مالا۔	نہ سچ (ہندوؤں کی چھوت پات کی پابندی) نہ ریاضت نہ تلسی کی مالا تھی۔
گوپی کان نہ گئو گوالا	نہ گوپیاں تھیں نہ کاہن۔ کرشن جو گوالہ تھا نہ تھا نہ رادھا (جیسا کہ)
تنت منت پاکھنڈ نہ کوئی۔	نہ تنتر و دیا نہ منتر و دیا کی فریب بازی تھی
نہ کو ونس وجائیندا	نہ کوئی بنسری بجانے والا تھا۔
کرم دھرم نہیں مایا ماکھی۔	نہ اعمال تھے نہ ایمان اور نہ ہی ناچیز مادہ تھا
جات جنم نہیں دیسے آکھی	نہ کوئی ذات وجنم دیکھنے کو تھا۔
ممتا جال کال نہیں ماتھے	نہ کوئی محبت کا جال تھا۔ نہ کوئی موت سر پر تھی۔
نہ کو کسے دھیائیندا	اور نہ ہی کوئی کسی کو پوجنے والا تھا۔
نند بند نہیں جیو نہ جندو	نہ کسی کی مذمت تھی اور نہ کوئی تعریف تھی نہ روح تھی اور نہ جان تھی۔
نہ تد گورکھ نہ ماچھندو	نہ اس وقت گورو گورکھ ناتھ تھا اور نہ ہی اس کا گورو ماچھندر ناتھ تھا۔
نہ تد گیان دھیان کل اوپت	نہ اسوقت علم تھا نہ تصور اور نہ کسی خاندان کی پیدائش تھی۔
نہ کو گنت گنائیندا	نہ کوئی حساب کتاب کا رکھنے والا تھا۔
ورن بھیکھ نہیں برہمن کھتری	نہ کوئی فرقہ بندی ہنود کی تھی اور نہ فقیروں کا نہ کوئی برہمن تھا نہ کھتری۔

(باقی دارد)

بقیہ صفحہ نمبر ۲

کیونکہ اس جگہ مناظرہ نیوگ پر تھا۔ اور نیوگ کا سرچشمہ آریہ میں ذکر نہیں مولوی صاحب کا مقصد یہ ظاہر کرنا معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں ہمیشہ اصل مضمون پر ہی بحث کیا کرتا ہوں اور اصل بحث چھوڑ کر ادھر ادھر نہیں جایا کرتا۔ حالانکہ جن لوگوں نے مولوی صاحب کے مناظرے سُنے ہیں وہ یہ خوب جانتے ہیں کہ مولوی صاحب اصل بحث پر بہت کم بحث کیا کرتے ہیں۔

(۲) اس واقعہ کے چوک پاسیاں امرتسر میں ہونے سے انکار کر دینے سے واقعہ غلط ثابت نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ چوک پاسیاں کا واقعہ نہیں تو خود ہی بتلایئے کہ کہاں کا واقعہ ہے۔

(۳) اس کے متعلق شہادتیں آپ کا جواب آنے پر شائع کی جائیں گی۔

فہرست نومبائعین

(۱) خوشی محمد صاحب ولد احمد دین۔ ملازم خواجہ صاحب۔ حال مقیم ووکنگ۔
(۲) سید خاتون بنت کرم شاہ سکنہ اوڈھروال تحصیل چکوال ضلع جہلم۔
(۳) سید عبد الصمد صاحب ٹامس روڈ۔ رائی پیٹھ۔ مدراس۔
(۴) ملنگ امیر بادشاہ منڈکہ۔ وبرنیز روڈ۔ اوبار۔ مدراس۔
(۵) آغا محمد صاحب۔ محلہ غوری خاں۔ دروازہ ڈبگری۔ شہر پشاور
(۶) عبد الغنی۔ مونہ سٹریٹ۔ پانڈیچری۔
(۷) قادر خاں۔ فائنل ایر کلاس وٹرنری مدراس
(۸) آئی۔ عبد الرحمٰن صاحب ٹیچر کوئل تنجور۔ مدراس۔
(۹) غلام مصطفےٰ صاحب۔ خان روڈ۔ رائی پیٹھ مدراس۔
(۱۰) اکرم خاں صاحب۔ گگہ ولہ۔ ضلع پشاور
(۱۱) منشی مقصود علی صاحب۔ فیروزپور شہر۔ ایجنٹ مسٹر کپور بیرسٹر ایٹ لاء
(۱۲) ماسٹر عنایت اللہ خاں صاحب معلم مڈل سکول بدوملہی۔ ضلع سیالکوٹ۔
(۱۳) چوہدری موج الدین طالب علم فسٹ ایر کلاس۔ زراعتی کالج لائل پور۔
(۱۴) حاجی احمد صاحب ولد میاں غلام محی الدین صاحب مرحوم گوندہ۔ سکنہ بھیرہ۔
(۱۵) احمد بخش ولد نادر خاں۔ چھاچھی محلہ۔ راولپنڈی۔
(۱۶) سیوری شاہ۔ نیلور۔ مانسہرہ۔ ہزارہ۔
(۱۷) محمد اسمٰعیل صاحب۔ ولد مولوی غلام قادر صاحب۔ سکنہ گاروال
(۱۸) عبد القیوم۔ ریاست پھلڑہ۔ ہزارہ۔

تازہ خبریں

استانا کے ایک اخبار نے ایک انگریزی فوجی افسر کا وہ بیان درج کیا ہے جو اس نے سمرنا سے واپس آکر وہاں کی حالت کے متعلق دیا ہے فوجی افسر نے بیان کیا ہے۔

ترکوں کی توپیں دنیا کی بہترین توپوں میں سے ہیں اسیطرح ان کے ہتھیار اعلےٰ قسم اور جدید طرز کے ہیں۔ ترک سپاہ کے غازی یونانی مرکزوں پر زبردست حملہ کر رہی ہیں اور یونانی مقابلہ سے عاجز آکر پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ ترکی سپاہ برابر بڑھ رہی ہے اور سمرنا کے قریب پہنچ گئی ہے۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اسوقت ترکی سپاہ سمرنا سے صرف ۲۰ کیلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ اور میرا یہ بھی اعتقاد ہے کہ ترک بہادروں کے سامنے کسی دوسری قوم کا ٹھیرنا محال و ناممکن ہے خصوصاً یونانیوں کا اور پھر ایسی حالت میں کہ ترکی سپاہ سمرنا کی ملحقہ پہاڑیوں میں محفوظ ہے۔ یونانی انکو کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتے۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشانے بورسہ۔ تھریس اور ان کے متصلہ مقامات کے ترک باشندوں کے نام ایک پیغام بھیجا ہے جسمیں انکو دعوت دی ہے کہ وہ اپنے اپنے گھروں سے باہر نکلیں اور اناطولیہ میں وطن مقدس کی اس خدمت کو ادا کریں جو اور وطن نے ان پر واجب کی ہے۔ اس پیام میں غازی موصوف نے یہ بھی کہا ہے کہ انگورہ گورنمنٹ ان کے لئے ہر ممکن آسانی بہم پہنچائے گی اور راستہ میں صعوبات و دیگر مشکلات کو دور کرنے میں اپنا فرض ادا کرے گی۔

استانہ کے اخبارات نے اس پیام کے متعلق اپنی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ غازی کمال پاشا ایک اور نئی فوج تیار کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور انگورہ گورنمنٹ اسکا انتظام کر رہی ہے۔ اس خبر سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے۔ کہ اناطولیہ کے باشندے اور انگورہ گورنمنٹ آیندہ فیصلہ کن جنگ کے لئے پوری جدوجہد کر رہے ہیں اور آخری کامیابی حاصل کرنے کے لئے انہوں نے ایک عام حملہ کا انتظام مکمل کر لیا ہے۔

بمبئی۔ کپڑے کی منڈی حسب معمول سرد ہے۔ پرچون کے طور پر کوئی آرڈر نہیں آتا۔ اور جو تھوڑا بہت مال منگایا جا رہا ہے۔ صرف فوری ضرورت کو پورا کرنے کی غرض سے منگایا جا رہا ہے۔ ولایتی کپڑے کے نرخ روز بروز کم ہو رہے ہیں۔ سوداگران پارچات کو نقصان کا اندیشہ ہے۔ سودیشی کپڑے کی تدریج روز بروز ترقی پر ہے۔ ولایتی کپڑے کا ذخیرہ سر دست ختم ہونا مشکل ہے۔ لنکاشائر میں بھی کپڑے کے نرخ بہت کم ہو گئے ہیں۔ لیکن وہاں کے کارخانہ جات والوں کو جب کوئی آرڈر بھیجنا ہے۔ تو وہ کپڑے کی قیمت بڑھا دیتے ہیں۔ ہندوستانی کارخانوں کا مال بہت فروخت ہو رہا ہے۔ اگرچہ ان کارخانوں

ے مالکوں کو کوئی قیمتی آرڈر نہیں پہنچتا۔ لیکن مال کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ ملکی کی تجارت مفید معلوم ہوتی ہے۔ ولایتی سوت بھی بہت کم فروخت ہو رہا ہے۔

امرتسر۔ سرکاری اعلان مظہر ہے۔ کہ شہزادہ ویلز امرتسر نہیں آئیں گے۔

نیویارک۔ ۱۰ ارفروری۔ فورٹ بلس (میکسیکو) میں پانچہزار امریکن فوجوں کو نقل و حرکت دی گئی ہے۔ اسوجہ سے کہ میکسیکو میں انقلاب ہونے والا ہے اور یہ کہ قصبہ جوارِیز پر حملہ ہونے کو ہے۔

لندن۔ ۱۶ ارفروری۔ مصر کے متعلق مسٹر لائڈ جارج۔ لارڈ کرزن۔ اور لارڈ ایلنبائی میں بات چیت ہوئی۔ اور مصر کی آیندہ پالیسی کے متعلق ہرسہ اصحاب نے کامل اتفاق رائے سے ایک پروگرام تیار کیا۔ پولٹیکل حلقوں میں کانفرنس کی کامیابی کی خبر سنکر مسرت کا اظہار کیا گیا۔ معاہدہ کی شرائط ابھی تک صیغۂ راز میں ہیں۔

لارڈ ایلنبائی جلد ہی مصر واپس جانے والے ہیں۔ اور انہیں مصری لیڈروں کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کے اختیارات عطا کر دئے گئے ہیں۔ امید ہے۔ کہ مصر کے ساتھ تسلی بخش فیصلہ ہو جاوے گا۔

کراچی۔ ۱۵ ارفروری۔ کل رات نو حامیان عدم تعاون گرفتار کر لئے گئے۔ کسی قسم کی بدامنی واقع نہیں ہوئی۔ گرفتار شدہ اشخاص میں مندرجہ ذیل اصحاب شامل ہیں محمد خان لال چند جگتیانی اور منی لال ویاس۔ سکرٹریاں ڈسٹرکٹ کانگرس کمیٹی۔ ان اشخاص کو زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری گرفتار کیا گیا ہے۔ حکام نے مندرجہ کارکنان کو بھی گرفتار کر لیا ہے۔ قاضی خدا بخش سکرٹری سندھ پراونشل خلافت کمیٹی۔ ڈاکٹر احمد میونسپل کمشنر شریمتی سرسوتی دیوی اور تین دیگر والنٹیر۔

آج شہر میں مختلف مقامات پر فوجی گاردوں کا پہرہ لگایا گیا تھا۔ جواب ہٹا لیا گیا ہے۔

صاحب حیثیت احباب کے لئے ایک نادر موقعہ

احمدیہ بلڈنگس لاہور سے متصل سفید زمین کے تین تین چار چار مرلہ کے چند قطعات قابل فروخت ہیں۔ جو دوست اس جگہ مکان بنوانا چاہیں۔ ان کے لئے یہ ایک نادر موقعہ ہے۔ احباب کا ایک جگہ اکٹھے رہنا بھی بہت سے فوائد اور برکات کا موجب ہوتا ہے۔ قیمت کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتا ہے۔

پتہ
سید محمد حسین ایل۔ ایم ایس احمدیہ بلڈنگس لاہور

جنتری اسلامیہ خلافت

سالنامہ اسلامیہ متعلقہ ۱۳۴۰ھ یا ۲۲-۱۹۲۱ء

جس میں خلافت کے تاریخی حالات زمانہ حضرت رسول کریم صلعم سے لیکر موجودہ سلطان وحید الدین تک تمام خلیفوں کے اور عربی بادشاہوں کی سن جلوس و وفات اور ان کے عہد کے مشہور واقعات۔ نماز معہ ترکیب دینی ہدایات۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا غازی انور پاشا۔ امیر امان اللہ خان غازی۔ مولانا محمد علی۔ مولانا شوکت علی۔ مہاتما گاندھی۔ مولوی ظفر علیخان۔ سید حبیب۔ مولانا ابو الکلام آزاد اور حکیم اجمل خاں اور ہندوستان کے تمام مشہور لیڈروں کی تصاویر معہ مختصر حالات۔ موپلوں کے تاریخی حالات قومی تنظیم۔ اسلامی آبادیوں کے حالات۔ ۲۰ انچ چوڑا۔ ۳۰ انچ لمبا نقشہ ایشیائے کوچک جسمیں تمام چھوٹے بڑے مقامات روزانہ اخباری خبروں کے سمجھنے کے لئے دئیے گئے ہیں۔ اسکی پشت پر نقشہ عام آگاہی کے لئے نقشہ یورپ ایشیا و افریقہ دیا گیا ہے۔ جس سے ہر ایک سلطنت کی ملحقہ سرحدات کا بخوبی اندازہ لگ سکتا ہے۔ سن عیسوی و ہجری کی تمام تاریخوں کے مشہور ایام اور جنتری کے متعلق تمام ضروری ہدایتیں اور معلومات درج ہیں۔ حجم علاوہ نقشہ (۸۴) قیمت علاوہ محصولڈاک صرف ۶ آنے (۶؍)

آپ اپنے شہر کے تاجران کتب سے خرید فرماویں

اگر انہیں نہ ملے تو ہم سے فی جنتری معہ محصولڈاک ۸؍ اور دو عدد ۱۲؍ چار عدد ۱؎ چھ عدد ۱؎۸ اور دس عدد ۲؎ میں ملیں گی۔

علمی خلافتی تاریخی کتابیں اور ناول

جویائے حق حضرت رسول کریم صلعم کی سوانحعمری بطرز ناول
سوانح پیغمبر عالم
سوانحعمری حضرت عمر فاروق
سیرۃ علی رضہ ...... ۸؍
سیرۃ عثمان رضہ ..... ۸؍
سیرۃ ابوبکر صدیق رضہ ۸؍
سوانحعمری خواجہ معین الدین چشتی
حیات علاؤ الدین صابر ۵؍
سوانحعمری غازی کمال پاشا
〃 انور پاشا
〃 محمود شوکت پاشا ۸؍
〃 داتا گنج بخش
امام مسلم
رام ابن ہلک

تاریخ اسلام
تاریخ بنی عثمان
سوانحعمری مہاتما گاندھی
تاریخ مکہ معظمہ
رسول عربی
تاریخ مدینہ منورہ
فتوح الشام و فتوح المصر
قصص الانبیاء
تاریخ کشمیر دو حصہ مجلد
مشاہیر کشمیر
حجاج بن یوسف
جنگ بدر
جنگ احد
انقلاب ایران
اسرار مصر
اسرار انگلینڈ
گلاب کیمیا
خیالات نادین

تجرید بخاری اردو

برادران اسلام کو خوشخبری ہو کہ صدہا برس کے بعد خدا نے ان کی یہ ضرورت پوری فرمائی کہ ملا حسین بن مبارک المتوفی سنہ ۹۰۰ھ کی لاجواب عربی تجرید البخاری مطبوعہ مصر کا سلیس اردو ترجمہ چھپکر شائع ہو گیا جسے تمام علمائے عرب و شام نے اپنی سندوں سے مستند کیا ہے۔ صحیح بخاری ہر ایک مضمون کا متصل اور مفصل حدیثیں بخاری کے مکررات اختلافات اور طوالت کا سدباب کر دیا گیا ہے مسلمانوں کے لئے اور ملت نبوی صلعم کا یہ بہترین صحیح ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ حجم ۵۲۵ صفحہ کاغذ ولایتی عہ

ملنے کا پتہ۔ بمع جنتری خلافت
منیجر اسلامی خلافت جنتری موچی گیٹ لاہور

مسلم احمدیہ پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام ماسٹر فقیر اللہ صاحب پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا۔

مدینۃ المسیح لاہور یوم الاربعہ مورخہ یکم رجب المرجب سنہ ۱۳۴۰ھ مطابق یکم مارچ سنہ ۱۹۲۲ عیسوی

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ اور دیگر بزرگان سلسلہ بخیریت مصروف خدمات دینی ہیں۔ اس ہفتہ میں آپ نے چند ایک احباب کی ایک مختصر سی کمیٹی کے ساتھ دفاتر کے انتظام میں سہولت اور باقاعدگی پیدا کرنے کے لئے ملاحظہ فرمایا۔ اور دو دن کے مشورہ کے بعد اصلاحی سکیم کو مرتب کر لیا گیا۔ اور اسکے بموجب دفاتر کے عملہ کو ہدایات دیدی گئیں۔

مولانا مولوی صدرالدین صاحب پشاور سے واپس تشریف لے آئے اور اب عنقریب کسی دوسری جگہ حضرت امیر کے ارشاد کے بموجب جانے والے ہیں۔ ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب بمبئی مشن پر گذشتہ چہارشنبہ کو تشریف لیگئے حکیم محمد حسین صاحب المعروف بہ مرہم عیسےٰ گجرات۔ گوجرانوالہ کا دورہ کرتے ہوئے اب پہنچ گئے ہیں۔

یہ خبر نہایت افسوس سے سنی جائے گی۔ کہ مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب کل چارپائی سے اٹھتے وقت گر گئے۔ اور کولہے میں چوٹ آگئی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ خیریت گذری صرف کولہے میں درد کی شکایت ہے۔ باقی عام صحت اچھی ہے۔

میاں محمود احمد صاحب کا لاہور میں ورود

میاں صاحب موصوف پرنس آف ویلز کے سلام کے لئے لاہور آگئے ہیں۔ الفضل لکھتا ہے کہ لفٹنٹ گورنر کا خاص مراسلہ پہنچا تھا۔

لائل پور

میں نہایت درست ... چودھری سلطان علی صاحب ... انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لائل پور نہایت سرگرمی سے کام کر رہے ہیں۔

... ۔ میاں ... صدیق صاحب ... اور دیگر کتب سلسلہ کی اشاعت میں نہایت جوش سے کام کر رہے ہیں جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

درخواست جنازہ غائب

نہایت رنجیدہ خبر ہے۔ کہ ہمارے نوجوان دوست سید مصطفیٰ کامل کی اہلیہ صاحبہ کا گزشتہ چہار شنبہ کو انتقال ہو گیا ہے۔ مرحومہ ایک دو سال کی بچی چھوڑ مری ہے۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرماوے۔ احباب سے جنازہ غائب کی درخواست ہے۔

درخواست دعا

میرے برادر مکرم خانصاحب محمد شریف خانصاحب آف لاہی کے فرزند ارجمند بیمار ہیں۔ جملہ احباب ناظرین "پیغام صلح" سے درخواست ہے۔ کہ ان کے لئے دعا صحت کریں۔

(خاکسار عبد الستار) ۲۰

مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب کی خدمت میں ایک عرض

۲۲ فروری ۱۹۲۶ء کی شام کو حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب ... مولوی شیر علی صاحب ... اسحاق تھا۔ مولوی فضل الدین صاحب وکیل، منشی مہر محمد خاں صاحب بغرض ملاقات تشریف لائے۔ میر محمد اسحاق صاحب نے مسئلہ نبوت پر کچھ گفتگو مولوی صاحب سے کی اور کہا کہ مولوی صاحب آپ کا اخیر وقت ہے بیعت کر لیجئے۔ آپ ہمیشہ سے حضرت صاحب کے ساتھ رہے ہیں۔ اب بعد انتقال بھی حضرت صاحب کے ساتھ رہیئے۔ حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمرؓ بھی دائیں بائیں آنحضرتؐ کے ہیں۔ آپ بھی مثل ان کے حضرت صاحب کے خادم ہیں۔ اس پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں جب احادیث ہی حضرت صاحب کی خدمت میں آیا تھا اور حدیث ہی کی بنا پر آپ صاحبان سے علیحدہ ہوا۔ ایک حدیث نہیں دو نہیں بیسیوں حدیثیں ہیں کہ جن سے آئندہ کو نبوت کا دروازہ مسدود ہو جاتا ہے۔ آپ ان احادیث کی تطبیق فرماویں۔ اور میں جہاں مرونگا حضرت صاحب کے پاس ہی ہونگا جیسے حضرت صاحب آنحضرت صلعم کے پاس ہیں۔ میں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کے قیام قادیان ہی میں ایک عریضہ اسی مسئلہ نبوت پر روانہ کیا تھا۔ مگر ابھی تک جواب نہیں جس کا انتظار ہے۔

روزانہ درس قرآن کریم میں سے کچھ

حضرت امیر جیسا کہ پہلے بھی اطلاع شائع ہو چکی ہے۔ بعد از نماز مغرب قرآن کریم کا درس بعض اساتذہ سکول کی علمی ترقی کے لئے دیتے ہیں۔ اس میں بعض دیگر دوست بھی شامل ہوتے ہیں۔ اس ہفتہ میں سورۃ الشعراء اور النمل کا درس ہوتا رہا ہے۔ ایک مختصر نوٹ ناظرین اخبار کی دلچسپی کے لئے حوالہ قلم ہیں۔

سورۃ شعراء کے آخری رکوع پر درس دیتے ہوئے فرمایا وانہ لتنزیل رب العالمین میں انہ کی ضمیر بھی قابل غور ہے۔ اوپر قرآن کریم کا کہیں قریب میں ذکر نہیں جس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ قرآن کریم کے لئے مرجع کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اکثر اصل مضمون قرآن کریم کا ہی ذکر ہوتا ہے۔ اور درمیان میں اور اور باتیں آجاتی ہیں۔ اس لئے قرآن کریم کے لئے کسی مرجع کی ضرورت نہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر کسی ضمیر کا مرجع دور بھی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اب یہاں قرآن کریم کا ذکر صرف شروع سورۃ میں تھا تو اس ضمیر کا مرجع وہی ہے۔ قرآن کریم کی ترتیب مضامین بھی عجیب ہے اس لئے ساری سورت پر نظر ہونی چاہئے۔ کہ اس میں اصل مضمون کیا شروع ہے۔

امریکہ میں اشاعت اسلام کی ضرورت

مسٹر علی محمد خانصاحب سیکرٹری مسلم ایسوسی ایشن امریکہ جو چند یوم سے ہندوستان میں آئے ہوئے ہیں۔ مورخہ ۲۲ فروری ۱۹۲۶ء کو حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ سے ملنے کے لئے تشریف لائے آپ کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کے دل میں اشاعت اسلام کا بہت درد ہے۔ آپ امریکہ میں تبلیغ اسلام کی اشد ضرورت محسوس کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر وہاں کوئی قابل مبلغ اسلام جائے تو وہ اس کی ہر طرح مدد کرنے کیلئے تیار ہیں۔ انکی زبانی معلوم ہوا کہ امریکہ کے بعض حصص میں عرب اور ترک مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد موجود ہے۔ مگر ان کی علمی حالت نہایت خراب ہے مفتی محمد صادق کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بیان کیا کہ وہ جن عرب اور ترک مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملانا چاہتے ہیں ان پر اپنے مخصوص عقیدہ حضرت مرزا صاحب کے نبی آخر الزمان ہونے کا اظہار نہیں کرتے۔ چنانچہ سید رحمت علی صاحب جو مذکورہ صدر ایسوسی ایشن کے روح رواں ہیں انہوں نے مفتی صاحب کے ملنے والے عرب ... سے اسکا ذکر کیا تو انہوں نے اس عقیدہ سے قطعاً بیخبری ظاہر کی مفتی صاحب نے اس ایسوسی ایشن کو بھی امداد کی طمع میں ایک خط سیکرٹری صاحب کو لکھا تھا۔ اور اس میں یہ فقرہ بھی تھا کہ گو دو آپ مجھے کافر ہی سمجھتے ہیں مگر میں آپکی ہر طرح کی خدمت کرنے کیلئے تیار ہوں" یہ بھی میاں صاحب کے مریدوں کے خصائص میں سے ایک بات ہے۔ کہ خود دوسروں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اور پھر کافر کہنے کا الزام انہی کے سر تھوپتے ہیں۔

امریکہ میں تبلیغ اسلام کے مختلف پہلوؤں پر آپ کے ساتھ گفتگو ہوتی رہی۔ آپ نے اس کی اشد ضرورت کا اظہار کیا ہے۔ اور انہوں نے وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ قابل مبلغ کو ہر طرح کی امداد دینے کے لئے تیار ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار
پیغام صلح لاہور

جلد ۱۱ | مورخہ یکم رجب المرجب ۱۳۴۲ھ | نمبر ۹

خطبۂ جمعہ

فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ

مورخہ ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ

فاذا جاءت الطآمة الکبریٰ۔ یوم یتذکر الانسان ما سعیٰ وبرزت الجحیم لمن یریٰ۔ فاما من طغیٰ واثر الحیوٰة الدنیا۔ فان الجحیم ھی الماویٰ۔ واما من خاف مقام ربہٖ ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنة ھی الماویٰ۔

ان آیات میں دو گروہوں کا ذکر ہے۔ ایک وہ جو دنیا کی زندگی اختیار کر لیتا ہے یعنی اُسی کو اپنا مقصد بنا لیتا ہے۔ اور دوسرا وہ جو حرص وہوا سے اپنے آپ کو روکتا ہے۔ اس مقابلہ سے یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ دنیا کی زندگی کو مقصد بنانے والا حرص وہوا کے اتباع میں گر جاتا ہے۔ اور اس کا انجام آگ بتایا ہے۔ اور جو خواہشات نفسانی کو روک سکتا ہے یعنی ان پر حاکم ہو جاتا ہے۔ وہ جنت میں آجاتا ہے۔

ھوا کے معنی اصل میں گرنے کے ہیں۔ انسان کی وہ خواہشات بھی جو اس کو پستی کی طرف لیجاتی ہیں۔ اسکو انسانیت کے مقام سے گرا دیتی ہیں۔ ان کو ہوا کہا جاتا ہے کیونکہ وہ ذلیل کر کے نیچے گرا دیتی ہیں۔ فرمایا کہ جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے خائف ہوا۔ یا جس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اسکو کھڑا کیا ہے۔ اس سے خائف ہوتا ہے۔ کہ ایسا نہ ہو کہ وہ اس سے نیچے گر جائے۔ فان الجنة ھی الماویٰ پس اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اس کو آیندہ زندگی میں جنت مل جائیگا۔ بلکہ فرمایا اس کی جگہ جنت ہی ہے۔ یا وہ جنت میں ہی ہے۔ گویا اسکو اس دنیا میں ہی جنت مل جاتی ہے۔ اور اسی لئے دوسری جگہ ہے۔ ولمن خاف مقام ربہٖ جنتان۔ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے خائف ہوتا ہے۔ اس کے لئے دو جنتیں ہیں ایسے لوگوں کو ایک جنت اسی دنیا میں مل جاتی ہے۔

پس قرآن کریم کی رو سے دو جنت اور دو دوزخ ہیں۔ اور دوزخی اور جنتی زندگی اس دنیا سے شروع ہو جاتی ہے۔ ہر ایک شخص اپنے اعمال کی بنا پر جنت و دوزخ کو اسی دنیا سے لیجاتا ہے۔ فرق صرف اسقدر ہے۔ کہ اس دنیا میں یہ جنت مکمل کر نظر نہیں آتا مگر آخرت میں وہ کھلا کر نظر آجائیگا۔ جو خواہشات اور دنیا کی ہوا و ہوس کا مقابلہ کر کے اپنے نفس کو ان سے روکتا ہے۔ وہ اس دنیا میں بھی جنت میں ہے اور وہ جو خواہشات کے پیچھے چلتا ہے۔ وہ اس دنیا میں ہی دوزخ کا منظر دیکھ لیتا ہے۔ دنیا کی ہوا و ہوس اس کے دل میں ایک جلن اور آگ پیدا کر دیتی ہے اور اسکو عمر بھر چین نہیں لینے دیتی۔ چنانچہ دوسری جگہ دوزخ کے متعلق نار اللہ الموقدة التی تطلع علی الافئدة وہ دوزخ کی آگ یا نام جہنم کیا ہے۔ وہ دلوں میں بھڑک اٹھتا ہے۔ پس یہ دنیا کی ہوا و ہوس ہی اس دنیا کی جہنم ہے۔ جو اس سے اپنے آپ کو بچاتا ہے۔ اس کا ٹھکانہ اسی دنیا میں جنت ہو جاتا ہے۔ اور جو اسکے پیچھے چلتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو جہنم میں لیجاتا ہے۔

انسان کی حرص وہوا کے دو پہلو ہیں

کہ جن کی وجہ سے انسان کو طرح طرح کی ٹھوکریں لگتی ہیں ایک محبت کا پہلو ہے۔ اور دوسرا نفرت کا پہلو ہے۔ ان کے متعلق اللہ تعالےٰ نے سورہ فاتحہ میں ایک جامع تعلیم دی ہے۔ فرمایا اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم ہم کو سیدھا راستہ یا صراط مستقیم دکھا۔ وہ راستہ جو ہر قسم کی افراط اور تفریط سے بچا ہوا ہو۔ ان لوگوں کا راستہ کہ جو دنیا میں منعم علیہ گذرے ہیں پھر اس راستہ کو کن لوگوں سے خاص کیا فرمایا۔ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ مغضوب اور ضالین سے اور یہ دو گروہ وہ ہیں کہ جو محبت اور نفرت کو اعتدال پر نہیں رکھتے اور کسی کی محبت اور نفرت کو حد سے بڑھا دیتے ہیں حدیث میں مغضوب سے یہود اور ضالین سے نصاریٰ مراد لئے گئے ہیں۔ یہود تو حضرت مسیحؑ سے نفرت میں حد سے بڑھ گئے اور نصاریٰ نے آپکے ساتھ اسقدر محبت کی کہ ان کو خدائی کے تخت پر جا بٹھایا۔ یہ دو ہی چیزیں محبت اور نفرت ہیں۔ کہ جن کے بغیر دنیا کا کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ اور یہی دو چیزیں کہ جن کے اعتدال پر نہ رکھنے سے ہر ایک کام بگڑ جاتا ہے۔ کسی سے محبت کرنا اور دور ہٹانا یا ہم کشش اور علیحدہ ہو جانا ساری دنیا کی چیزوں میں یہی دو باتیں کام کرتی ہیں۔ اور انسان میں بھی یہی دو چیزیں سارے کام کراتی ہیں۔ بعض اوقات قرآن کریم کی ترتیب میں بے ربطی سی معلوم ہوتی ہے مگر جب غور سے دیکھا جاتا ہے۔ تو انہی باتوں میں ایک عجیب ربط نظر آجاتا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی قتل اور زنا کا ذکر آیا ہے بالعموم دونوں کا اکٹھا ہی ذکر آیا ہے بظاہر

قتل اور زنا میں کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ مگر اصل بات یہ ہے۔ کہ قتل قوت غضبیہ کے حد سے بڑھ جانے کا کام ہے۔ اور زنا جذبہ محبت کے حد سے بڑھ جانے کا استعمال ہے۔ پس ہر ایک وہ شخص جو اس سورہ فاتحہ کو پڑھتا ہے۔ اور اس میں اس اھدنا الصراط المستقیم کو بھی پڑھتا ہے۔ اور وہ فی الحقیقت اس مقام پر کھڑا ہونا چاہتا ہے۔ اس کے لئے لازمی ہے کہ وہ ہر ایک موقعہ پر اس امر کا خیال رکھے کہ اس کی محبت اور نفرت حد سے نہ بڑھ جائے۔ مگر ہماری حالت یہ ہے۔ کہ جب ہم کسی سے محبت کرتے ہیں تو پھر وہ شخص ہم سے جو جی چاہے کرالے۔ اس کے بالمقابل پھر قرآن کریم اور حدیث کی بھی پرواہ نہیں کیجاتی۔ اور اندھا دھند اس کی ہر ایک بات کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اور جب کسی سے نفرت کرتے ہیں تو پھر نفرت میں بھی حد سے بڑھ جاتے ہیں اور اس شخص کی خوبیوں کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یہ باتیں قوم کو ترقی سے روکنے والی ہیں۔ پس اس لئے یہ نہایت ضروری امر ہے۔ کہ ہمیں ترقی کے لئے ان دونوں جذبوں کو حد اعتدال کے اندر رکھنا چاہئے۔

ان دونوں جذبات کو مٹانے کی کوشش

کرنا غلطی ہے۔ ان دونوں کا انسان کے اندر رہنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ کام دنیا کا ان کے بغیر چل نہیں سکتا۔ اور جب ان کو حد اعتدال کے اندر رکھا جائے تو ہر ایک کام انہی سے ہوتا ہے۔ صرف نفرت ہی اپنے اعتدال سے بڑھی ہوئی نہیں بلکہ محبت بھی حد سے بڑھی ہوئی پڑی ہے۔

محبت اور غضب یہ دونوں صفات خدا تعالیٰ میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اور اس کے اندر اسی طرح کام کرتی ہیں کہ کوئی صفت دوسری کو باطل نہیں کر سکتی۔ ایک وقت ایک قوم برے کام کر کے مورد غضب ہوتی ہے اور دوسرے وقت وہی قوم نیک کام کرتی ہے تو اپنی محبت کی صفت کو وہ اس کے شامل حال کر دیتا ہے۔ جب کوئی قوم باوجود اس کے کہ وہ اس کے دین کی منکر ہوتی ہے۔ اور مورد غضب ہوتی ہے۔ کوئی دنیوی کار و بار محنت اور کوشش سے کرتی ہے تو وہ اسے مال و دولت کے ڈھیروں کے ڈھیر دیدیتا ہے۔ اور اس کے کافر ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ بخل نہیں کرتا جب کوئی [illegible] کرتا ہے۔ تو پھر اسکو بھی سزا دیتا ہے۔ اور جب کوئی بدنیکی کرتا ہے۔ تو [illegible] اسی لئے فرمایا۔ ومن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ خواہ کوئی نیک ہو یا بد جو نیکی کرتا ہے [illegible] کرتا ہے۔ وہ اس کے نتیجہ کو دیکھ لیگا۔ اللہ تعالیٰ اپنی [illegible] کو جزا اور سزا دیتا ہے۔ مگر یہ بات ضرور ہے کہ اسکی [illegible] لے گئی ہے۔ جب کوئی شخص نیکی کرتا ہے تو اس کی نیکی [illegible] دیتا ہے۔ اور جب کسی پر غضب کرتا ہے۔ تو اس کی نیکی کو ضائع نہیں کرتا اور بدی کو تو معاف بھی کر دیتا ہے۔ پس یہ اس کے غضب پر محبت کے بڑھے ہوئے ہونے کی دلیل ہے۔ ہر ایک شخص کے ساتھ اس کی رحمت اور غضب دونوں ایک ہی وقت میں کام کرتے ہیں۔ بدی کو معاف بھی کر دیتا ہے۔ مگر نیکی کو کبھی نظر انداز نہیں کرتا۔ ایک مسلمان کا بھی یہی فرض ہے۔ کہ اس کے اندر یہ دونوں صفات کام کریں۔ اگر کسی شخص سے اسکو محبت ہو تو اسکو حد سے بڑھا کر اس کی برائیوں کو بھی نیکیاں نہ سمجھنے لگ جائے اور اگر اسکو کسی سے نفرت ہو تو اس کی نیکیوں کو نظر انداز نہ کرے۔

غضب کے موقعہ پر غضب بھی دکھانا چاہئے

اور محبت کے موقعہ پر محبت بھی کرنی چاہئے۔ جسطرح سے اپنے موقعہ پر محبت نیکی کا موجب ہے۔ اسی طرح غضب کے موقعہ پر غضب بھی نیکی ہو جاتا ہے۔ مگر نہ تو کسی سے اسقدر محبت ہو کہ اس کی برائی پر بھی تمہیں نفرت نہ ہو اور نہ کسی سے اسقدر نفرت کرو کہ اس کی اچھی نیکی کرنے کا موقعہ ہی نہ رہے۔ تمام کی تمام سوسائٹیاں اسی طرح تباہ ہوتی ہیں۔ کہ وہ اس اصول کو مد نظر نہیں رکھتیں۔ آجکل جتنے مسلمان ہیں۔ ان کی یہ حالت ہے۔ کہ جب کسی سے غلطی ہو جاتی ہے۔ تو پھر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ اور جب کسی کی خوبیوں کے قائل ہو جاتے ہیں۔ تو اس کی برائیوں کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یہ طرز عمل درست نہیں ایک مسلمان کے اندر جذبہ محبت اور نفرت کا اسی طرح کام کرنا چاہئے کہ جسطرح وہ خدا کے اندر ان صفات کو کام کرتا ہوا دیکھتا ہے۔

محمد رسول اللہ صلعم کے اندر بھی یہ دونوں صفات

پہلو بہ پہلو کام کرتی تھیں اور یہ دونوں صفات اپنے اپنے موقعہ پر ظاہر ہوتی تھیں اظہار غضب کے موقعہ پر زانیوں کو سنگسار کرا دیا چوروں کے ہاتھ کٹوا دئے۔ جنگ میں کئی لوگوں کے سر کاٹ دئے۔ لیکن جہاں اظہار محبت کا موقعہ تھا بڑے بڑے سخت دشمنوں کو بھی بغیر بدلہ لئے چھوڑ دیا۔ محمد رسول اللہ صلعم کا یہ نمونہ کیسا قابل قدر ہے۔ ایک موقعہ پر حضرت عائشہ رض پر بعض لوگوں نے الزام لگایا کوئی مسلمان تو اس قسم کا الزام نہیں لگا سکتا۔ مگر دو تین مسلمان بھی اس میں ملوث ہو گئے۔ حسان بن ثابت مشہور شاعر اور ایک شخص مسطح حضرت ابوبکر صدیق کے عزیزوں میں سے تھا۔ آپ اس کی غربت کی وجہ سے اسے کچھ امداد بھی دیا کرتے تھے۔ مگر جب یہ بات مشہور ہوئی اور سزا دہی کا وقت آیا تو پھر کسی کا لحاظ نہیں کیا حضرت ابوبکر صدیق نے بھی مسطح کو مدد دینی بند کر دی دشمن کہتے ہیں کہ قرآن محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دل کا نقشہ ہے اور خود ہی انہوں نے اس کو بنا لیا ہے مگر غور کرو کہ آپ کی بیوی پر الزام لگایا گیا اور نہایت خطرناک اور بالکل بے بنیاد الزام لگایا گیا ایسے موقعہ پر ایک با اختیار انسان ایسے الزام کے لگانے والوں کے ساتھ کیا

کچھ کرنا نہیں چاہتا۔ مگر قرآن کریم کو دیکھو کہ اس موقعہ پر کیا کہتا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کو نصیحت کی جاتی ہے

ولا یأتل اولوا الفضل منکم والسعة ان یؤتوا اولی القربیٰ والمسٰکین والمہاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم۔ تم میں سے مال و دولت والے لوگ اس قسم کی قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے قریبوں مسکینوں اور اللہ تعالےٰ کی راہ میں ہجرت کرنیوالے لوگوں کو کچھ نہ دیں گے پس چاہیئے کہ وہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم خود پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالےٰ تمہاری مغفرت کرے۔ اور وہ تو غفور اور رحیم ہے۔ گویا حضرت ابوبکرؓ کو مسطح کی امداد جاری رکھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ یہ بڑا ہی مشکل مقام ہے۔ ایک شخص کی بیٹی پر الزام لگایا جاتا ہے۔ اور پھر اُسکو معاف کر دینے کے ساتھ ہی اسکی پہلی امداد کو اس کے لئے جاری کر دینے کا حکم دیا جاتا ہے۔ شاید کوئی شخص یہ کہے کہ یوں ہی قرآن نے کہدیا اس پر عمل کرنا مشکل ہے مگر غور کرو عمل کرنے والے بھی وہ لوگ تھے کہ اس حکم کے نازل ہوتے ہی پھر اسکو مدد دینی شروع کر دی اور حسان بن ثابت کے لئے بھی اس کے بعد کوئی تحقیر اور نفرت نہیں پائی جاتی بلکہ محبت پھر اسی طرح شروع ہو جاتی ہے۔ اور اس کو اتنے بڑے حملے کے بعد اسی مقام پر پہنچا دیا اور بات کو دل سے اس طرح نکالدیا کہ گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ جذبۂ نفرت ختم ہو گیا۔ اور جذبۂ محبت پھر شروع ہو گیا اسیطرح سے مجرموں کو آپکے وقت میں سزائیں بھی دیجاتی تھیں مگر سزا کے بعد ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جاتا تھا۔ چور کا ہاتھ کاٹا گیا مگر پھر اس کے بعد کوئی شخص مجاز نہیں کہ اس کی تحقیر کرے۔ پس تمہیں چاہیئے۔ کہ تم ان باتوں سے سبق لو۔ اپنی ذات بیٹوں اور بیٹیوں پر اگر کوئی الزام لگائے تو ایسا نہیں چاہیئے کہ ہم ہمیشہ کے لئے دشمن بن جائیں۔ بغض اور نفرت کو دلوں سے دور کر کے آپس میں محبت کرنی چاہیئے۔ قرآن کریم اور محمد رسول اللہ صلعم کے اسوۂ حسنہ سے نمونہ پکڑنا چاہیئے۔ سیرت کا مطالعہ کرو۔ اور اس کو غور سے پڑھو کیونکہ بعض اوقات انسان علم کے نہ ہونے کے سبب مارا جاتا ہے۔ اور اگر علم ہو جائے تو پھر ایسا نہیں ہوتا۔ اس لئے جب معلوم ہو جائے تو پھر اس پر عمل درآمد کرنا چاہیئے۔ اس لئے میں تمہیں یہ اطلاع دیتا ہوں۔ کہ ہر کام کرنے کے وقت اسباب پر غور کر لیا کرو۔ کہ غضب اور محبت کو حد اعتدال کے اندر رکھو نہ تو کسی کی محبت میں اسقدر بڑھ جاؤ۔ کہ اس کی برائیوں کو بھی نیکیاں سمجھنے لگو۔ اور نفرت میں اسقدر ترقی کرو کہ کسی کی خوبیاں بھی نظر نہ آئیں۔ اگر کسی سے کوئی غلطی کسی کی ذات کے متعلق سرزد ہو جائے۔ تو اس کو ستاری سے کام لینا چاہیئے۔ جہانتک ہو سکے اسکو معاف کر دو اور اگر کوئی ایسی غلطی ہو کہ کسی دوسرے شخص کو نقصان پہنچتا ہے تو پھر اس غلطی کی سزا دیکر اس کی نفرت کو دل سے نکال دو اگر قوم کو نقصان پہنچتا ہو تو اس کی سزا ضرور دینی چاہیئے مگر اس کے بعد اس بات کو دل میں پالنا اچھا نہیں۔ اور اللہ تعالےٰ ہر شخص کو موقعہ دیتا ہے۔ کہ غلطی کر کے پھر اپنی اصلاح کر لے۔ تم جب بغض کو دل میں جگہ دیتے ہو۔ تو گویا خدا تعالےٰ کی اس صفت کو باطل کرنا چاہتے ہو۔

تبلیغ احمدیت کی ضرورت

لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ

ہمارا نام مسلمان رکھکر خداوند عالم نے ہماری زندگی کے نصب العین کی تعیین کر دی ہے اور یہ بتلا دیا ہے کہ ایک مسلمان کو اپنی زندگی کا مقصد اپنے سامنے کیا رکھنا چاہیئے وہ دنیا کے امن و امان اور صلح و سلامتی کا ضامن ہے دنیا طرح طرح کے آلام و مصائب سے بھری پڑی ہے کہیں مذاہب عالم کے باہمی اختلافات دنیا میں فساد کا موجب ہو رہے ہیں اور کہیں اقوام عالم کے رسوم باطلہ انسان کے لئے دکھوں اور مصیبتوں کا باعث ہو رہے ہیں اور کہیں دنیوی آرام و آسائش کے دلفریب منظر اور سراب آسا چمک نے لوگوں کو برسرپیکار کر رکھا ہے۔ دنیا بھر کے ان فسادات کو مٹانے اور نسلِ انسانی کو امن و سلامتی کی طرف دعوت دینے کے لئے امتِ مسلمہ کو اس دنیا میں مبعوث کیا گیا ہے اور اس کا یہ فرض ٹھہرایا گیا ہے کہ اس کے زندگی بھر کے اعمال و افعال کا محور دنیا میں اسلام کی اشاعت ہے جس طرح سے کہ پرکار کا ایک پاؤں اپنے مرکز پر قائم رہتا ہے اور دوسرا اس کے گرد دائرہ بناتا ہے اسی طرح سے ہمارے تمام اعمال و افعال کا محورِ عمل دنیا میں امن و سلامتی کی دعوت ہے خواہ ہم کوئی پیشہ اختیار کریں ملازمت کریں یا تجارت مگر ہمیں اپنے مرکز اور محورِ عمل کو ان تمام کاموں میں فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ مندرجہ عنوان آیت میں صاف طور پر بتلا دیا گیا ہے کہ انسان کے لئے موت ناگزیر ہے اور اس کے آہنی پنجہ سے کسی کا بچ نکلنا ممکن نہیں مگر جب موت آتی ہے تو وہ دنیا میں لوگوں کو مختلف کاموں اور متفرق مشاغل میں مصروف پاتی ہے مگر تم اے مسلمانو! اپنی زندگی کو کچھ اس طرح کی زندگی بنا لو کہ جب کبھی بھی موت تم پر آئے تمہیں اسلام ہی کا کام کرتے ہوئے پائے تا تمہاری موت ایک مسلمان کی موت ہو تم دنیا میں مسلمان بنا کر بھیجے جاتے ہو (کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام) پس خدا کی اس امانت کو جو دنیا میں تمہیں بھیجتے وقت تمہارے سپرد کر دی گئی ہے دنیا کے لہو و لعب میں پڑ کر ضائع مت کرو۔ ہر ایک جنس اپنی جنس سے مل کر ہی ترقی کرتی ہے تم اس امانت سے اس دنیا میں اسلام ہی کی تجارت کرو۔ اس دنیا میں اسکو اس قدر ترقی دو کہ جب تم اس دنیا سے اٹھو تو تمہارے اندر اسلام کے سوا اور کچھ نہ ہو تم دنیا میں اسلام ہی لیکر آئے ہو پس ضرور ہے کہ اس زندگی میں بھی ہر وقت اسلام ہی تمہارے ساتھ رہے تا جب تم اس دنیا سے جاؤ تو اسلام ہی لیکر جاؤ۔ دنیا کی کوئی چیز تمہارے اس اسلام کو تم سے چھین نہ سکے اور نہ اسلام کی محبت کے سوا کوئی اور محبت تم پر غالب ہو۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا۔

کہ ہمارے ساتھ تمہارے تعلق کی غرض سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہ تم اسلام کی جیتی جاگتی تصویر بن جاؤ۔ تمہارا کوئی کام ایسا نہ ہو کہ جس میں اسلامی شان اور رنگ نمایاں نہ ہو تبلیغ احمدیت کیلئے سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ تم اسلام کے رنگ میں رنگین ہو جاؤ۔ تمہارے کسی فعل اور قول کو دیکھکر دوسرے لوگوں کو یہ شک اور شبہ بھی پیدا نہو کہ تم مسلمان نہیں۔ تمہارا یہ عملی نمونہ تبلیغ احمدیت کے لئے وہ کام کرسکتا ہے کہ جو ہزارہا دلائل اور براہین صداقت احمدیت سے نہیں ہو سکتا۔

اس صدی کے مجدد اعظم نے تمہیں مردوں سے زندہ کیا ہے پس تم زندہ نمونہ اسلام بنو تمہاری جماعت اس وقت داعی الی الخیر کی حیثیت ہے۔ اس مقام پر پہنچکر جو شخص کمزوری دکھاتا ہے وہ خود اپنے آپ کو ہی ہلاک نہیں کرتا بلکہ وہ دوسروں کی ہلاکت کا بھی موجب ہو جاتا ہے پس تم اپنے مقام کی نزاکت کو سمجھو اور اپنی عملی زندگی میں اسلام کی شان کو پیدا کرو۔ شمشیر آہنی اور دلائل و براہین کی چمکتی ہوئی تلوار قلوب انسانی پر وہ اثر نہیں کرتی کہ جو عملی اور خواہش سے بھری ہوئی نگاہ اور سیمار گویا کرتی ہے۔ جماعت کی ترقی کے اس طرح رک جانے کا بہت بڑا سبب جماعت کی عملی کمزوری ہے۔ حضرت صاحب کے زمانہ میں عملی نمونہ کے پیش کرنے کی طرف جماعت کو خصوصیت سے توجہ تھی اور یہی بات تھی کہ جو دوسرے لوگوں کی کشش کا موجب ہو جاتی تھی۔ مگر کچھ عرصہ سے اس میں کسل اور سستی آگئی ہے مگر یاد رکھو کہ یہ سستی اور عملی کمزوری صرف یہی قابل مواخذہ نہیں بنا رہی بلکہ اس سے حضرت مسیح موعود اور اسلام بھی بدنام ہوتا ہے۔

پس ان لوگوں کو جو سلسلہ احمدیہ سے منسلک ہیں ہر قسم کی سستی اور کسل کو چھوڑ کر اسلام اور احمدیت کا نمونہ بن کر دکھانا چاہئیے۔ اور سب سے پہلے تبلیغ احمدیت کو اپنی ذات سے شروع کرکے اپنے گھر کے لوگوں، بیوی، بچوں، دیگر متعلقین اور زیر اثر لوگوں میں اشاعت کرنی چاہئے۔ دنیا سستی اور غفلت دکھانے کی جگہ نہیں اور نہ آرام و راحت کا مقام ہے مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اینٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور نے اینٹ کے بوجھ کے سبب سے اسکو اپنے پیٹ کا سہارا دیا ہوا تھا۔ یہ دیکھکر مجھے معلوم ہوا کہ حضور کو اس سے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ یہ اینٹ مجھے دیجئے۔ فرمایا نہیں اسکو چھوڑ دو اور دوسری اٹھا لو دنیا آرام اور راحت کی جگہ نہیں۔ لاعیش الاعیش الآخرہ آرام کی جگہ آخرت کے سوا اور کوئی نہیں۔ اس زندگی کو غنیمت سمجھکر ہماری جماعت کو ہر طرح کی سستی اور غفلت کو چھوڑ کر احمدیت کی ترویج اور تبلیغ میں کوشش کرنی چاہئے۔

وہ سوالات کہ جنکا آریوں کے پاس کوئی جواب نہیں

وید بیاری تحقیقات میں ایک لمبے عرصہ کی تصنیف ہے۔ اور اس میں زمانہ

راجہ رام چندر جی۔ مہا بھارت میں شامل ہونے والے اور ان کے بعد کے رشیوں کا کلام ہے،

دلائل۔

(۱) ہر ایک سوکت یا رشی کے کلام پر رشی کا نام دیا گیا ہے۔

(۲) ان رشیوں کا نام صرف کلام کے سر پر ہی نہیں۔ بلکہ خود کلام کے اندر بھی موجود ہے۔ مثلاً جس سوکت کے اوپر وشوامتر رشی کا نام درج ہے اس سوکت کے اندر بھی وشوامتر کا نام موجود ہے۔ پس اگر سوکت کے اوپر جو نام درج ہے۔ اس کا رشی اور کسی انسان کا نام ہونا آریہ سماج کو مسلم ہے تو اس کلام کے اندر بھی رشی کا نام ہی تسلیم کرنا پڑیگا۔ مثلاً ایک غزل کے اوپر ذوق کا نام لکھا ہو اور مقطع میں بھی ذوق موجود ہو تو کوئی شخص اس کے ذوق کا کلام ہونے سے انکار نہیں کر سکتا۔

مثال۔ پرکشی، وشوامتر۔ سداس۔ کنو۔ کوشک۔ ستوتی۔ وششٹ۔ یہ سب راجہ رامچندر جی کے ہمعصر تھے ان کا ذکر ویدوں میں اگر ۷/۳۳/۱۔ ۷/۳۳/۱۳۔ ۷/۳۳/۱۔ وششٹ رشی رگوید کے ساتویں منڈل کا مصنف ہے۔ اس منڈل کے سوکتوں میں اسکا ذکر بار بار آتا ہے۔ مثلاً ۷/۱ ۔ ۷/۹ ۔ ۷/۲۳ ۔ ۷/۳۳ ۔ ۷/۳۳ ۔ ۷/۴۹ ۔ ۷/۵۹ ۔ ۷/۷۰ ۔ ۷/۷۵ ۔ ۷/۹۶ ۔ ۷/۱۰۴ وغیرہ وغیرہ میں موجود ہے۔

آریہ سماج ان رشیوں کو ویدوں کے مصنف نہیں بلکہ شارح سمجھتی ہے۔ مگر یہ ایک ایسی بودی دلیل ہے۔ کہ ادنے سمجھ کا آدمی بھی اسکو نہیں مان سکتا۔ دنیا میں ہمیشہ کتاب کے مصنف کا نام کتاب پر ہوتا ہے۔ اور شرح پر شارح کا نام اگر فی الواقعی یہ رشی مصنفان وید نہیں بلکہ شارحین وید تھے۔ تو ان کا نام وید کی عبارت کے اندر یعنی منتروں کے اندر کس طرح داخل ہو گیا۔

ویدوں میں مندرجہ ذیل خاندانوں کے رشیوں کا ذکر ہے سو یمبھو منو کا خاندان پرجا ورشا۔ اگنی دھر۔ بھرت۔ پرتھو۔ جائمانی۔ دیتی۔ اوتان پاد۔ سو یمبھو منو کے نواسیوں کی اولاد۔ وششٹ۔ شکتی۔ پراشر۔ ویاس۔ اگستی۔ چترانگد۔ پریکشت۔ سداس کنشو۔ بھرگو کا خاندان جمدگنی رشی تک۔ ووسوت منو کی اولاد اور نربدا کے راجے ماندھاتا ۔۔۔ ترسدسیو وغیرہ۔

جس شخص نے مہا بھارت۔ رامائن۔ جوگ بشسٹ کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ یہ جانتا ہے کہ یہ سب رشی منی ایک دوسری کی اولاد ہیں۔ مثلاً ویاس ایک مشہور آدمی ہے۔ کہ وششٹ کی اولاد میں چوتھے نمبر پر آتا ہے۔ اسکا ذکر اتھرو وید کانڈ ۱۹ سوکت ۹ منتر ۹ میں آیا ہے۔ اور اس کے باپ دادا شکتی وششٹ وغیرہ کا بھی ذکر وید میں موجود ہے۔

کسی شخص کی شخصیت متعین کرنے کے لئے عام طور پر دنیا میں باپ کا نام کافی سمجھا جاتا

ہے۔ مگر وید میں تو بعض رشیوں کے باپ دادا پڑدادا تک کا نام موجود ہے۔ اس کی موجودگی میں کون شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ مہابھارت کے رشیوں کا ذکر نہیں۔

ہندوستان میں آجکل دیسی عیسائی شراب کے خلاف ریزولیوشن پاس کر رہے ہیں۔ ان کو بشپ آر ڈرہم کا یہ فتویٰ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ "ممانعت شراب مسیحی روایات و الہام کے خلاف اور حضرت مسیح کی تعلیم اور عمل دونوں اس کے مخالف ہیں"۔ کیا جناب یسوع کا سب سے پہلا معجزہ براتیوں کے لئے شراب کے مٹکے بھر دینا نہیں۔ اور کیا ان کا حواریوں سے آخری رخصتانہ عشاء ربانی میں شراب نوشی کے بعد نہیں ہوا (لوقا ۲۲ باب متی ۲۶ باب۔ مرقس ۱۴ باب) ان کے منجی کے ان شرابی معجزوں کے اثر ہی کی بنا پر مسیحی ممالک میں جام و ساغر کا کبھی نہ ختم ہونے والا دور چلا۔ پس دیسی مسیحیوں کا ممانعت شراب کا ریزولیوشن پاس کرنا جناب یسوع کے معجزوں کو باطل ٹھیرانا نہیں تو کیا ہے۔ اگر یسوع مسیح نے معجزہ سے شراب کے مٹکے بھرے ہیں۔ تو ان کے پیروؤں کو بھی اس پر عمل کرنا چاہیئے اگر انہوں نے خود پی اور حواریوں کو پلائی ہے۔ تو یہ کار ثواب ان کو بھی کرنا چاہیئے۔

النظر

صوفی عبدالرحمٰن خاں صاحب نے ایک چھوٹا سا ٹریکٹ بنام "استفتائے لاثانی بر قائلین حیات حضرت مسیح آسمانی"، شائع کیا ہے۔ کہ جس میں مندرجہ ذیل بارہ اکابرین امت محمدیہ کا عقیدہ وفات مسیح ثابت کیا گیا ہے۔

(۱) امام مالک (۲) امام ابن حزم (۳) شیخ المصوفین محی الدین ابن عربی (۴) حافظ ابن قیم (۵) امام شعرانی (۶) خواجہ محمد پارسا (۷) شیخ المشائخ محمد اکرم صابری (۸) حضرت مجدد الف ثانی (۹) خاقانی (۱۰) مولانا علی (۱۱) امام جبائی (۱۲) علامہ میبذی۔ اہل علم لوگوں میں یہ ٹریکٹ تقسیم کرنے کے قابل ہے۔ قیمت) دو آنہ ۲/

مولوی صوفی عبدالرحمٰن خاں صاحب ساکن مالیر کوٹلہ سے مل سکتا ہے۔

ذبیح اللہ

مندرجہ عنوان کے نام سے ایک ٹریکٹ چودھری غلام حیدر خاں صاحب میر منشی موضع راست پور ضلع لائل پور نے تالیف کیا ہے۔ یہود و نصاریٰ اور اہل اسلام میں یہ امر متنازعہ فیہ ہے کہ آیا حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیل کو خدا کے حضور قربان کرنے کا تہیہ کیا تھا۔ یا حضرت اسحٰق کو۔ یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ذبیح اللہ فی الحقیقت حضرت اسحٰق ہیں اور اہل اسلام حضرت اسمٰعیل کو قرار دیتے ہیں۔ از روئے قانون اور رواج یہود و نصاریٰ کو یہ امر مسلم ہے۔ کہ برکات نبوت اور قدر و منزلت کے حقوق نبی کے صرف پلوٹھے بیٹے کو حاصل ہوا کرتے تھے۔ اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیم کے پلوٹھے بیٹے تھے مگر وہ حضرت ہاجرہ (والدہ) حضرت اسمٰعیلؑ کو شاہ مصر کی ایک لونڈی۔ اور ان کو لونڈی کی اولاد قرار دیکر پلوٹھے ہونے کا حق حضرت اسحٰقؑ کو پہنچاتے ہیں۔ چودھری غلام حیدر خاں صاحب نے اس ٹریکٹ میں بحث کر کے اس امر کو ثابت کیا ہے۔

(۱) حضرت ہاجرہ شاہ مصر کی لونڈی نہیں بلکہ شہزادی تھی۔

(۲) حضرت اسمٰعیل ہی فی الحقیقت ذبیح اللہ تھے۔

چودھری صاحب نے عہد عتیق اور قرآن کریم کی رو سے اس پر بحث کی ہے قیمت رسالہ پر درج نہیں ضخامت ۴۰ صفحات کی ہے۔ جو چودھری صاحب موصوف سے بتذکرہ صدر پتہ سے مل سکتا ہے۔

نشان آسمانی برتصدیق مسیح قادیانی

مندرجہ عنوان ٹریکٹ انجمن احمدیہ (محمودیہ) لکھنؤ کی طرف سے شائع کیا گیا ہے حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی متعلقہ پنڈت لیکھرام پشاوری کی بحث پر مشتمل ہے حضرت مسیح موعودؑ نے ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو پنڈت لیکھرام کے متعلق ایک پیشگوئی شائع کی تھی کہ جو بالآخر ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو پوری ہوگئی۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود اور پنڈت مذکور میں جو خط و کتابت ہوئی تھی اُسکا ذکر کلیات آریہ مسافر میں موجود ہے لکھنؤ کی آریہ سماج نے اس پر پردہ ڈالنے کی کچھ کوشش کی تھی جس پر ہمارے قادیانی دوستوں کی طرف سے وہاں کے ایک قابل مناظر مولوی خیرالدین صاحب نے سماج مندر میں اس پر مناظرہ کیا۔ اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ آریہ سماج نے اس اثر کو زائل کرنے کے لئے فوراً دو مجہول السکنہ اشخاص کی شہادت سے اپنی فتح کا ڈنکا بجا دیا۔ اسپر لکھنؤ کے قادیانی دوستوں کی انجمن نے دو علماء اہل سنت کے دستخطوں سے مناظرہ میں کامیابی کی شہادت شائع کی ہے۔ اور اصل پیشگوئی پر کسیقدر تفصیل سے بحث کی ہے۔ ایک عجیب بات جو اس بحث میں پیش آگئی ہے کہ لکھنؤ کی آریہ سماج نے کلیات آریہ مسافر جو از سرتاپا پنڈت لیکھرام کی تحریر ہے ص ۴۹۳ سے لیکر ۴۹۹ تک کو جعلی اور الحاقی قرار دیدیا ہے۔ تاکہ پنڈت لیکھرام کا مسیح موعود کے چیلنج قبول کرنا وغیرہ ثابت نہ ہوسکے۔ ٹریکٹ پر قیمت نہیں دی گئی سکرٹری انجمن سے مل سکتا ہے۔

الفضل کو نام کھلا چیلنج

۲۰ فروری ۱۹۴۲ء کے الفضل صفحہ کالم ۱،۲ میں حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی طرف یہ عقیدہ منسوب کیا گیا ہے کہ آپ کے نزدیک جو شخص ایک دفعہ صرف لا الٰہ الا اللہ کہہ دے وہ مومن ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ رسولوں پر ایمان لائے یا نہ لائے"
اور یہ کہ انہوں نے اس حوالہ کو حضرت امام ابوحنیفہ رح کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ ایک صریح بہتان اور افترا ہے۔ کہ جو حضرت امیر پر لگایا گیا ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کے کسی رسالہ اور کسی کتاب میں یہ عقیدہ مذکور نہیں۔ قادیانی دوستوں نے اگر اپنے ایمان اور اسلام کو نصیب خلافت کی بھینٹ نہیں چڑھا دیا تو اس کا کوئی ثبوت پیش کریں۔ باقی رہا حضرت امام ابوحنیفہ کا حوالہ اس کا اور احادیث من قال لا الٰہ الا اللہ فقد دخل الجنتہ ومن کان اخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ دخل الجنتہ (ابو داؤد) اسعد الناس بشفاعتی یوم القیامۃ من قال لا الٰہ الا اللہ خالصًا من قلبہ (بخاری) کا ایک ہی مطلب ہے۔
توحید کے اقرار کے بعد شرک۔ کفر یا ظلم سرزد ہونے کے معنی رسوم شرک۔ کفر اور ظلم سرزد ہونا ہے۔ اور یہی حضرت امیر کا عقیدہ ہے۔ ورنہ اس کے خلاف آپ اپنے دعوے کے ثبوت میں حضرت امیر کی کسی کتاب یا رسالہ سے ثبوت پیش کریں۔

خودکشی پر اخلاقی نظر

مشہور ماہر سائنس سر آلیور لاج نے رسالہ فارٹ نائٹلی ریویو کی ایک تازہ اشاعت میں ایک مضمون خودکشی پر ایک اخلاقی نظر" کے عنوان سے تحریر کیا ہے انہیں وہ لکھتے ہیں۔ کہ خودکشی کرنے والوں کی براءت میں عمومًا یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے عارضی جوش جنون خودکشی کی ہے لیکن اکثر صورتوں میں خود یہ جوش جنون بعض خاص جذبات کی پرورش کرتے رہنے کا نتیجہ ہوتا ہے اور اسلئے اچھی طرح اخلاقی گرفت میں آجاتا ہے۔ اکثر صورتوں میں بعض بہت ہی معمولی درجہ کی بیماریاں یا اور تکالیف انسان سے خودکشی کرا لیتی ہیں۔ اور ان صورتوں میں کسی ادنیٰ شکل جواز بھی نہیں پیدا ہو سکتی۔ اپنی جان لیکر زندگی سے نجات پا جانے کا خیال ایسا ہی بے معنی ہے جیسا کہ نقل کرکائی ہے اپنی ہستی کو فنا کر دینے کا خیال کو دلکش معلوم ہو لیکن یہ دلکشی ہوئی ہے اسلئے کہ ہستی کو فنا کر دینا ممکن ہی نہیں۔ یہ عقیدہ اگر پختگی کے ساتھ ذہن نشین ہو جائے کہ ہستی ایک مرتبہ وجود میں آجانے کے بعد ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ تو معمولی تکالیف سے نجات پانے کے لئے کوئی شخص بھی موت کے نامعلوم [illegible]

سر آلیور لاج۔ باخبر ناظرین کو یقینًا معلوم ہوگا۔ کہ ماہر سائنس کے ساتھ ہی ایک عامل بھی ہیں۔ اور مردوں کے ساتھ نامہ و پیام کے اعمال میں مشغول رہتے ہیں آگے چل کر وہ لکھتے ہیں کہ میں نے بعض ایسی روحوں سے بھی ملاقات کی ہے۔ جنہوں نے خودکشی کے ذریعہ سے اپنے اجسام خاکی کو چھوڑا تھا۔ اس سلسلہ میں۔
"سب سے پہلی مثال میرے تجربہ میں ایک ہونہار ذہین نوجوان کی آئی ہے جو سائنس کا عالم تھا۔ اور شب و روز سائنٹفک تجربات میں مشغول رہتا تھا۔ اسکا حوصلہ یہ تھا۔ کہ کوئی بڑی ایجاد یا انکشاف کرکے وہ سائنس کے ممتاز اساتذہ میں شمار ہونے لگے۔ اور اُس کے لئے راتوں کو بڑی دیر دیر تک اپنے دار التجربہ کے اندر اختیارات میں مصروف رہا کرتا تھا۔ لیکن یہ آرزو کسی طرح بر نہ آئی۔ اور اس سے وہ خواہ مخواہ ملول و مایوس رہا کرتا تھا۔ حیات بعد الموت کا وہ قائل نہ تھا۔ اور نہ میرے علم میں وہ کچھ مذہبی آدمی بھی تھا۔ تاہم دل کا بہت ہی نیک تھا۔ اور مال و دولت کی طرف سے بالکل مستغنی۔ یاس و حزن نے رفتہ رفتہ اس پر غلبہ پایا کہ اس نے کئی بار خودکشی کا اقدام کیا۔ اور بالآخر اس میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن مرنے کے بعد اس پر کیا گذری۔ اس نے اپنے تئیں اسیری میں پایا جس سے مقصود اسی کی طبیعت کی اصلاح تھی۔ مجھسے ملنے کے لئے اور اپنی حسب عادت خلوص و محبت کے ساتھ ملنے کے لئے اُسے چند لمحوں کے لئے رہائی حاصل ہوئی۔ لیکن معًا وہ پھر قید کر دیا گیا۔ اور اسوقت سے مجھے اسکا حال نہ معلوم ہو سکا مجھے یقین ہے۔ کہ اب اسکی اصلاح ہو گئی ہوگی۔ اور اسے اپنی پچھلی غلطیوں کا احساس ہو گیا ہوگا۔ اسپر رحمت و سلامتی ہو۔
اس کے بعد سر آلیور لکھتے ہیں۔ کہ اُن سے بعض اور بھی ایسے مردوں سے ملاقات کی ہے۔ جنہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنی جان لی تھی۔ ان میں جن لوگوں نے مصائب دنیوی سے بالکل تنگ و عاجز آکر خودکشی کی تھی۔ ان کے ساتھ نسبتًا ترحم آمیز سلوک کیا گیا۔ لیکن جن لوگوں نے بلا کسی خاص وجہ کے خودکشی کر لی تھی۔ انہیں عذاب شدید سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ لیکن عذاب شدید ہو یا خفیف۔ ہر صورت میں اسکا مدعا اصلاح و تزکیہ نفس ہی ہوتا ہے۔ اور جب یہ غرض پوری ہو جاتی ہے۔ نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ کسی کو عذاب دوام و خلود حاصل نہیں۔ اس لئے (بقول سر آلیور) بڑے سے بڑے بدکار کو بھی۔ یاس کامل و قنوط کی کوئی وجہ ہو ہی نہیں سکتی"

ناظرین۔ خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔

[illegible]

کیا اناجیل قابل اعتبار ہیں

(از قلم حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ)

ماخوذ از دی لائٹ نمبر ۴

(گذشتہ سے پیوستہ)

انجیل مرقس

دوسری انجیل مرقس کی ہے۔ جو پطرس کا ایک ساتھی تھا۔ اور ذیل کی شہادت کی بنا پر جو پاپی اس نے قریباً ۶۵ء میں لکھی ہے۔ اس انجیل کی تصنیف کا ذمہ دار اسے قرار دیا گیا ہے۔

"مرقس نے جو پطرس کا ترجمان تھا۔ (یا ترجمان رہ چکا تھا) تمام وہ باتیں لکھیں۔ جو اسے یاد تھیں۔ (یا تمام وہ باتیں جو پطرس نے بیان کیں) اگرچہ اس نے وہ تمام باتیں جیسا نہیں لکھیں۔ جو مسیح نے کہیں۔ یا اس نے کرکے دکھائیں۔ کیونکہ اس نے مسیح کے کلام کو نہ تو سنا تھا۔ اور نہ وہ اسکا پیرو تھا۔ لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ مسیح کے بعد اس نے پطرس کے ساتھ اپنا تعلق کیا۔ جو سامعین کی فوری ضروریات کے مطابق تعلیم دیتا اور انہیں وعظ کرتا تھا۔ نہ کہ مسیح کی تعلیم اور مواعیظ کی مسلسل خبریں اور حالات بتایا کرتا تھا"

اگر ہم اس شہادت پر ہی ایمان لے آئیں۔ تو ماننا پڑیگا کہ مرقس کی انجیل پطرس کی زبانی روایات پر مبنی ہے۔ لیکن یہ شہادت بھی اس بات کو یقینی نہیں ٹھیراتی۔ کہ وہ انجیل مرقس جو اسوقت ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے۔ واقعی طور پر مرقس ہی کی تصنیف ہے۔ اور تنقید اعلےٰ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ وہ موجودہ انجیل کے جو اس سے منسوب ہے۔ صرف اس ہی کا مصنف ہے۔ اور باقی انجیل کا نہیں۔

لوقا بھی خود مسیح کا نہیں۔ بلکہ اس کے رسولوں کا شاگرد تھا۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ پولوس کا وہ پیرو تھا۔

رہی چوتھی انجیل۔ سو اس کے متعلق تو شک و شبہ کی کوئی گنجایش ہی نہیں کہ وہ بہت بعد کے زمانہ کی تصنیف ہے۔

ان مختلف اناجیل کی تاریخہائے تصنیف کا جہانتک تعلق ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پہلی تین اناجیل کے متعلق سب سے بڑھ کر تائیدی خیال یہ ہے۔ کہ وہ قریباً ۷۰ء میں تصنیف ہوئی تھیں لیکن تنقید اعلےٰ اس سے بھی بعد کی تاریخ کی مؤید ہے۔ اور خود اناجیل کی اندرونی شہادت بھی اسی نتیجہ کی حامی ہے۔

متی کے مستند ہونے کی تاریخ کے متعلق ایک بحث میں ہمیں بتایا گیا ہے۔ کہ بہت سے لوگ تمام کی تمام انجیل کی تاریخ تصنیف ۱۲۰ء قرار دیتے تھے۔ اس سے قبل کی تاریخ اس صورت میں مانی جاسکتی ہے۔ کہ اس کے بہت سے مقامات کو بعد کی ملاوٹ سمجھا جائے۔

لوقا کی انجیل کی تاریخ تصنیف کے متعلق جس نتیجہ پر پہنچے ہیں وہ یہ ہے۔ کہ سنہ ۱۰۰ء سے لیکر قریباً ۱۱۰ء تک کے ایام اس کی تاریخ تصنیف کا زمانہ ہے۔ اس طرح پر اول الذکر تاریخ زیادہ صحیح ہے۔ اور مؤخر الذکر اس سے کم درجہ پر" (انسائیکلو پیڈیا ببلیکا)

اناجیل کے مصنفین ان کی تاریخہائے تصنیف وغیرہ امور کے متعلق یہ تمام حالات و واقعات اس کے نسخوں اور قرأتوں میں کثیر اختلاف اور ان میں ناقابل انکار رد و تبدل یہ سب ایسی باتیں ہیں۔ جو اُن کے اعتبار کو بالکل گنوا دیتی ہیں۔ اور اسی وجہ سے انسائیکلو پیڈیا ببلیکا میں ان پر تنقید کرتے ہوئے ریورنڈ ای۔ اے ایبٹ اس سوال کے اٹھانے پر مجبور ہوئے ہیں۔ کہ

"مشکوک و ممدود فقرات و آیات سے بعض وقت اس شبہ کا احتمال ہو سکتا ہے۔ کہ آیا تمام اناجیل میں کوئی قابل اعتبار باتیں بھی ہیں یا نہیں"

اس سوال کا جواب یہ دیا گیا ہے۔ کہ تمام اناجیل میں ذیل کے پانچ فقرے یقینی طور پر قابل اعتبار سمجھے جانے چاہیئیں:۔

(۱) وہ فقرہ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح نے بے گناہ کہلانے سے انکار کیا۔ (اور وہ اور اس کی بیوی دونوں ایک جسم ہونگے۔ پس وہ دو نہیں بلکہ ایک جسم ہیں۔ مرقس باب ۱۰۔ آیت ۸)

(۲) وہ فقرہ جس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ مسیح کا یہ اعتقاد تھا۔ کہ اس کے اپنے متعلق جو بری باتیں کہی جائیں۔ یا اس پر لعنت کیجائے۔ وہ قابل معافی ہے۔ (دوسرا یہ ہے۔ کہ تو اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔ ان سے بڑا اور کوئی حکم نہیں۔ مرقس باب ۱۲۔ آیت ۳۱)

(۳) وہ فقرہ جو ظاہر کرتا ہے۔ کہ مسیح کی اپنی ماں اور بھائی اس پر کوئی ایمان نہ رکھتے تھے۔ اور کہ ان کا یہ پختہ خیال تھا۔ کہ وہ پاگل ہے۔ (جب اُس کے عزیزوں نے یہ سنا تو اُسے پکڑنے کو نکلے۔ کیونکہ کہتے تھے کہ وہ بے خود ہے۔ مرقس باب ۳۔ آیت ۲۱)

آیت ۳۱ سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مسیح کے یہ دوست جنکا مندرجہ بالا آیت میں ذکر ہے۔ اس کی ماں اور بھائی تھے۔

(۴) وہ فقرہ جو اس بات کا مظہر ہے۔ کہ مسیح کو غیب کا کوئی علم نہ تھا۔ (اس گھڑی کو سوائے باپ کے کوئی نہیں جانتا)۔

(۵) وہ فقرہ جس میں مسیح کی اس مایوسانہ پکار کا ذکر ہے۔ جو صلیب پر اس نے کی۔ ایلی ایلی لما سبقتانی (متی باب ۲۷۔ آیت ۴۶)

ان پانچ فقروں کے ساتھ چار اور شامل کئے گئے ہیں۔ جو مسیح کے معجزات پر مشتمل ہیں۔ اور ان نو فقرات کو مسیح کی ایک خالص علمی زندگی کے بنیادی ستون قرار دیا گیا ہے۔

قابلِ توجہ میاں بشیر احمد صاحب

از قلم خلیفہ عبد الحکیم صاحب

چو ظلِ احمد ... آمد بر غلامے — بکامل اتباعے شد امامے
بجاہ مہدی ... موعود عالی — ملقب شد مسیح ایں زمانے
غلام احمد ... با انوار احمد — شدہ محبوب و مرغوب جہانے
غلامی احمد مختار عالم — عجب شانیست عالی تر مقامے
چو جان ... بالاں کرد ایثار — زجاناں آمدہ خوشتر سلامے
شدہ ... مامور الٰہی — چشیدہ بادۂ عرفاں زجامے
بگوش ... شیریں مقالے — رسیدہ بیشتر و شیریں کلامے
پر آشوب ... دجال — شدہ مشہور ازہرش بیانے
بریدہ ... عصایہ — کشیدہ ہم ... رواں نشانے
رمیدہ از جہان مادہ پرستی — فتادہ سرنگوں ... بامے
ہمہ ملل و مذاہب جملہ عالم — بجز اسلام مردہ نیم جانے
مسلماں را مسلماں باز کردن — اہم کار مسیح ایں زمانے
الا یا ایہا العلماء ملت — بہ بیں آیات ربانی امامے
نشاں را دیدہ باور نکردن — چہ فرق اسلام و کفرے را عیانے
چو بر ختم محمد ... مامور ربی کہ — ہمی آید بجوے صد نشانے
شود ثابت ہم از نص و حدیثات — نہ باور کردن از وہم و گمانے
زمومن این چنیں ... نیاید — نہ مسلم را چنیں زیبد کلامے
ازیں ... گیر در گوش — مشو گستاخ و بدگو بازبانے
بشر ... از بعض و کینہ — مباش ایمن ز تکفیر امامے

جوابے نیست فردا پیشِ رحماں
پس از رحلت ازیں فانی مکانے

ایوان مذاہب

بعض محبان ... سے یہ تجویز تھی کہ جس طرح ہندوستان مختلف مذاہب و ملل کی آبادیوں کا ... ہے چاہئیے کہ اس کے کسی مقام پر ان تمام ادیان رکھنے والوں کا ایک سنگم بنایا جائے ... عالم تخیل میں عرصہ سے تھی۔ حال میں سری بھارت دھرم مہامنڈل (بنارس) ... ہندوؤں کی ایک مسلم مذہبی انجمن ہے۔ اس جانب ایک ... قدم اٹھایا ... ایک دستور العمل شائع ہوا ہے جس سے معلوم ہوا کہ کام کرنیوالوں کی ایک مختصر جماعت اس کے لئے تیار ہو گئی ہے۔ اور ایک مخیر ہندو رئیس نے چھ لاکھ روپیہ کا عطیہ اس مقصد کے لئے دیدیا ہے۔ ایک باضابطہ وقف نامہ تیار ہو چکا ہے۔ جس کی رو سے عمارتوں کے لئے وسیع رقبہ زمین حاصل ہو گیا ہے۔ وقف نامہ میں مقصد وقف یہ بتایا گیا ہے۔ کہ مختلف ادیان و مذاہب میں باہم صلح و اتحاد پیدا کرنے۔ ان کے متعلق معلومات فراہم کرنے اور سلسلۂ مطالعہ جاری رکھنے کی غرض سے ایک عظیم الشان ایوان مذاہب و کتبخانہ قائم کیا جائے۔ نیز روحانیت۔ اخلاق و انسانیت کی عام تبلیغ ان ایوان کے مقاصد میں داخل ہو گی اس ایوان کے مختلف حصے مسلمان۔ ہندو۔ عیسائی۔ یہودی۔ پارسی۔ بودھ جین۔ سکھ۔ غرض جملہ مذاہب آبادی ہند کے مخصوص ہونگے۔ ہر مذہب کے متعلق اس کے عبادت خانے ہونگے۔ اور مہمان خانے ہونگے۔ جن میں اس مذہب کے علماء و فقراء آکر قیام کر سکیں گے۔ ایک عظیم الشان کتب خانہ ہوگا جس میں جملہ مذاہب کی کتب مقدسہ۔ ان کی شروح و تفاسیر۔ اور ان کا علم و کلام محفوظ ہوگا۔ ایک دارالاشاعت بھی ہوگا۔ جس کے ذریعہ سے ایسے لٹریچر کی اشاعت ہوتی رہے گی۔ جو مقاصد بالا میں معین ہو۔

اس کے علاوہ ایوان مذکور کے اور بھی بعض دلچسپ خصوصیات ہوں گے۔ جن ناظرین کو مزید تفصیل کا شوق ہو وہ سکرٹری بھارت دھرم مہامنڈل (بنارس) سے۔ ہال آف ریلیجنز
کا پراسپکٹس (دستور العمل) طلب کر سکتے ہیں۔

یاتی من بعدی اسمہٗ احمد

سے

مراد محمدؐ رسول اللہ صلعم ہیں

حضرت رسول کریم کا نام احمد وہ ہے۔ جسکا ذکر حضرت مسیح نے کیا۔ یاتی من بعدی اسمہٗ احمد من بعدی کا لفظ ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ نبی میرے بعد بلا فصل آئیگا۔ یعنی میرے اور اس کے درمیان اور کوئی نبی نہیں ہوگا۔ حضرت موسیٰ نے یہ الفاظ نہیں کہے بلکہ انہوں نے محمد رسول اللہ والذین امنوا معہٗ اشداء ... حضرت رسول کریم صلعم کی مدنی زندگی کیطرف اشارہ کیا ہے۔ جب بہت سے مومنین کی معیت ہوئی۔ جنہوں نے کفار کے ساتھ جنگ کئے۔ حضرت موسیٰؑ نے آنحضرت کا نام محمد بتلایا صلعم۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ خود بھی جلالی رنگ میں تھے اور حضرت عیسیٰؑ نے آپکا نام احمد بتلایا۔ چونکہ وہ خود بھی جمالی رنگ میں تھے۔ (مسیح موعود)

ایک واقعہ کا اظہار

اور جناب میاں محمود احمد صاحب کی کتاب آئینہ صداقت پر ایک استفسار

(از قلم مولوی محمد منظور الٰہی صاحب)

جناب میاں محمود احمد صاحب نے اپنی کتاب آئینہ صداقت کے صفحہ ۷۶ پر لکھا ہے۔ کہ "اس بات کا ثبوت یہی ہے۔ کہ یہ شخص (یعنی ظہیر الدین) اُن چند لوگوں میں سے ہے۔ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کی ایک رؤیا کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح اول آخر عمر میں آکر مرتد ہو گئے تھے"۔ پیشتر اس کے کہ میں اس پر بحث کروں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی رؤیا کے اصل الفاظ لکھ دینے مناسب ہیں۔ اور وہ رؤیا اس طرح پر ہے:-

۱۲ ؍ مارچ ۱۹۰۳ء روز شنبہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:- "رات کو میں نے خواب دیکھا۔ کہ ایک شخص اپنی جماعت میں سے گھوڑے پر سے گر پڑا۔ پھر آنکھ کھل گئی سوچتا رہا۔ کہ کیا تعبیر کریں قیاسی طور پر جو بات اقرب ہو وہ لگائی جا سکتی ہے۔ کہ اس اثنا میں غنودگی غالب ہوئی اور الہام ہوا۔ "استقامت میں فرق آگیا" ایک نے کہا۔ کہ وہ کون شخص ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ معلوم تو ہے۔ مگر جبتک خدا کا اذن نہ ہو۔ میں بتلایا نہیں کرتا۔ میرا کام دعا کرنا ہے"۔ (البدر جلد دوم نمبر ۱۰ ۱۹۰۳ء)

اس رؤیا کے مصداق کا نام حضرت مسیح موعودؑ نے کسی کو نہیں بتلایا۔ مگر میں دیکھتا ہوں۔ اور نہایت افسوس سے دیکھتا ہوں۔ کہ سب سے پہلا شخص جس نے اس رؤیا کو حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب مرحوم پر بذریعہ اعلان عام چسپاں کیا۔ وہ ظہیر الدین یا کوئی اور شخص نہ تھا۔ بلکہ خود مصنف "آئینہ صداقت" تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کا مصداق بتلانے سے انکار فرما دیا۔ مگر جناب میاں صاحب نے اُسے ایک معیّن شخص پر چسپاں کر دیا۔ اور رسالہ تشحیذ الاذہان جلد ۹ نمبر ۱۰ صفحہ ۴۹۳ تا ۵۰۴ بابت اکتوبر ۱۹۱۴ء میں اس پر ایک عام اعلان بعنوان "نشان آسمانی" شائع کر کے بڑے زور سے لکھا۔ کہ اس رؤیا کا مصداق حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب مرحوم تھے اس میں شک نہیں۔ کہ میاں صاحب نے اِس مضمون میں اتنی احتیاط کی۔ کہ رؤیا اور الہام کے اصل الفاظ کو اعلان میں درج نہ کیا۔ اور صرف اس کے پہلے حصہ کو حضرت مولوی صاحب مرحوم پر چسپاں کر دیا۔ مگر اسی ایک امر سے ایک شخص یہ نتیجہ بھی نکال سکتا ہے۔ کہ خود میاں صاحب کے نزدیک حضرت مولوی صاحب مرحوم کی استقامت میں فرق آگیا تھا۔ یہ سچ ہے۔ کہ جناب میاں صاحب نے اِس مضمون میں یہ لکھا نہیں۔ مگر جب اصل رؤیا میں الہامی لفظ اِس گھوڑے سے گرنے والے کے متعلق موجود ہیں۔ کہ اُسکی استقامت میں فرق آگیا۔ تو لازماً ماننا پڑے گا۔ کہ اُنہوں نے خود ایسا ہی سمجھا اور مولوی صاحب مرحوم کی زندگی میں وہ ایسا کیونکر کہہ سکتے تھے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ زبانی طور پر یہ باتیں ہوتی رہی ہوں۔ بلکہ جناب میاں صاحب کی اپنی عبارت سے جو اوپر نقل ہو چکی ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولوی ظہیر الدین صاحب اور چند اور لوگ ایسی باتیں کرتے تھے۔ دوسری طرف مولوی ظہیر الدین صاحب اس بات کا انکار کرتے ہیں۔ کہ اُنہوں نے کبھی ایسے لفظ استعمال کئے ہوں۔ تو ان حالات میں قرین قیاس یہی ہے۔ کہ جناب میاں صاحب نے جب اس پیشگوئی کو حضرت مولوی صاحب مرحوم پر چسپاں کیا۔ تو اُن کی مجلس میں اس قسم کی باتیں ہوئی ہوں جن میں شاید مولوی ظہیر الدین صاحب نے بھی حصّہ لیا ہو۔ بہر حال میں نہ تو میاں صاحب پر اس بارہ میں کوئی حملہ کرنا چاہتا ہوں۔ اور نہ مولوی ظہیر الدین صاحب پر کوئی الزام دیتا ہوں۔ لیکن یہ تو ظاہر کرنے پر مجبور ہوں کہ جناب میاں صاحب کے "آئینہ صداقت" کی عبارت اور تشحیذ الاذہان کی عبارت کو ملا کر سوائے اس کے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ اگر میرا نتیجہ غلط ہے۔ تو میں ان واقعات کی کوئی اور صحیح تشریح جو میاں صاحب کر سکیں اس کے قبول کرنے کو طیار ہوں۔ ان سب واقعات میں یہ عجیب بات ہے۔ کہ حضرت مولانا مرحوم کو مولوی ظہیر الدین صاحب کا نعوذ باللہ مرتد کہنا۔ ایک ایسا امر ہے۔ کہ جسکا علم خاص طور پر جناب میاں صاحب کو ہی ہوا۔ اور جناب میاں صاحب نے ہی اس رؤیا کو حضرت مولانا صاحب پر لگایا جس کی الہامی تعبیر یہ تھی۔ کہ اس خواب کے مصداق کی استقامت میں فرق آگیا۔ چونکہ ایسے واقعات عام طور پر ظاہر نہ ہوتے تھے۔ اس لئے امید ہے کہ جناب میاں صاحب خود اپنی قلم سے ان پر کچھ روشنی ڈالیں گے۔ اور بالخصوص اس امر کو صفائی سے بیان کر دیں گے کہ کیا خواب کو حضرت مولوی صاحب مرحوم پر چسپاں کرنے کے بعد وہ حضرت مسیح موعودؑ کے الہام کو کہ استقامت میں فرق آگیا۔ درست سمجھتے ہیں یا نہیں۔ اور مولوی ظہیر الدین صاحب کی وہ گفتگو جس کا حوالہ وہ آئینہ صداقت میں دیتے ہیں۔ خود اُن سے ہوئی تھی یا اور کسی سے۔ اگر وہ کوئی اور شخص ہے تو اس کا نام اور بیان بھی ظاہر ہونا چاہئیے۔

عیسائیوں کو اسلام نے شکست دی

پادری زویمر سے بڑھ کر دشمن اسلام اور کون ہوگا۔ یہ اسلام کے خلاف ایک رسالہ "مسلم ورلڈ" نکالتا ہے۔ کہ جس میں شروع سے لے کر آخر تک اسلام پر حملے ہوتے ہیں۔ مگر سنئے۔ انہوں نے اپنی ایک لیکچر کے دوران میں جو مشنریوں کی جنرل کونسل میں کی گئی۔ کیا کہا۔ اگر کسی مذہب سے عیسائیت نے شکست کھائی ہے۔ تو وہ اسلام ہے۔ ایوننگ ٹرانسکرپٹ بوسٹن مطبوعہ ۱۳ ؍ اگست ۱۹۲۱ء

بحث مسئلہ نبوت مسیح موعود

(از حکیم مرہم عیسےٰ صاحب)

گذشتہ سے پیوستہ

اور ماں کی طرح حق کے طالبوں کو گود میں لیکر خدا شناسی کا دودھ پلاتے ہیں۔ لیکن اگر آنحضرت صلعم کے پاس بھی یہ دودھ ایک خاص وقت تک کے لئے تھا۔ تو نعوذ باللہ آپ کا خاتم النبیین ہونا بھی ثابت نہیں ہوسکتا اور نہ آپ کی امر سے نبوت ثابت ہوسکتی ہے مگر خدا تعالےٰ نے تو قرآن مجید میں آپکا نام سراج منیر بھی رکھا ہے۔ جو دوسروں کو روشن کرتا ہے اور اپنی روشنی کا اثر ڈالکر ان کی جسمانی اور روحانی تربیت کرتا ہے۔ اگر سورج کی موجودگی میں دنیا کو کسی اور روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو آپ کا سراج منیر ہونا ہی۔ نعوذ باللہ غلط ہوا اور اگر آپ ہی تا قیامت سراج منیر رہیں گے۔ تو کسی اور نبی کی بھی ضرورت تا حیات قطعاً نہیں ہوگی۔ یہی آیت سراجاً منیراً خود اس آیت خاتم النبیین کی شرح اور تفسیر ہے۔ یعنی ایک ہی پاک وجود رہے گا۔ جسکا روحانی افاضہ تا قیامت جاری رہیگا۔ یعنی محمد مصطفےٰ صلعم کا۔ اس آیہ پر ایمان رکھکر اور قرآن مجید کو خدا کا کلام مان کر کوئی شخص یہ کہکر کہ میں نبی اور رسول ہوں سچا نبی نہیں کہلا سکتا۔ اور اگر نعوذ باللہ آنحضرت صلعم میں تا قیامت فیض روحانی نہیں رکھا گیا تھا اور آپ گذشتہ نبیوں کی طرح ایک مختص الزمان اور مختص القوم نبی ہی تھے۔ تو پھر قرآن پاک میں آپ کو خاتم النبیین کہا جانا ہی عبث ہوا اور دوسری طرف خدا تعالےٰ بھی دھوکا دینے والا ٹھیرا جس نے آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین تو اس لئے بتانا چاہا تھا کہ تا قیامت آپ کی ہی نبوت جاری اور ساری رہے گی۔ اور آپ کا ہی فیض تا قیامت سب پر مشتمل اور حاوی رہیگا۔ مگر دلیں یہ ارادہ نہیں تھا کہ آنحضرت صلعم ہی تا قیامت دنیا جہان کے واحد نبی رہیں۔ بلکہ یہ ارادہ تھا کہ تیرہ سو برس کے بعد ایک شخص کو نبی بنا کر ہمیشہ کے لئے آنحضرت صلعم کو بھی گذشتہ انبیاء کی طرح مختص القوم اور مختص الزمان نبی رکھا جائیگا۔

پھر اس بات پر گفتگو رہی کہ کسی نبی کی قوت قدسیہ ایسی نہیں ہوسکتی جس سے وہ کسی شخص کو نبوت کے درجہ تک پہنچا سکے۔ قرآن کریم میں کہیں اس بات کا ذکر نہیں کہ آپ کی اطاعت یا اتباع سے کسی کو نبوت مل سکتی ہے۔ امتی نبی نہیں ہوسکتا اور نبی امتی نہیں ہوسکتا۔ امتی اور نبی کا مفہوم اور ان دونوں لفظوں کی حقیقتیں آپس میں متناقض اور متباین ہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ اور یہ مسلمہ اصول ہے۔ کہ نفی کے بعد الا کا صرف حصر کے لئے بولا جاتا ہے۔ جیسے ما محمد الا رسول۔ یعنے محمد صرف اللہ کا رسول ہے ایسا ہی اس آیت میں ہے۔ اللہ کے رسول مطاع ہی ہوتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے کلمہ الا لیطاع سے امیت اور نبوت میں تضاد و تنافی ظاہر کرکے نبی کے امتی ہونے کی نفی فرمادی ہے۔

جو لوگ آنحضرت صلعم کے بعد آپ کے ایک امتی کو نبی مان رہے ہیں۔ وہ آنحضرت صلعم کی ہتک کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر یہ مانا جائے کہ کوئی شخص آپ کی امت میں سے تیرہ سو سال کے بعد آپ کی پیروی کرتا کرتا نبی بن گیا ہے تو اسکا یہ مطلب ہوگا۔ کہ آپ کا فیضان ایسا کمزور ہے کہ آپ کی موجودگی میں تو آپ کے براہ راست فیضان سے کوئی نبی نہ بنا فوت ہونے اور تیرہ سو برس گذرنے کے بعد آپ کی اتباع سے نبی بن جائیگا کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔ اور اگر یہ بالفرض مان بھی لیا جائے کہ آپ کے بعد کوئی نبی آپ کی امت سے ہی بن کر آجائیگا تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ آپ صلعم کا فیضان اس امتی نے نبی بن کر روک دیا۔ آنحضرت صلعم کے بعد بعثت انبیا کو ماننے کا یہ مطلب ہے۔ کہ آنحضرت کی نبوت اور کتاب میں یہ فیضان نہیں رہا کہ اب اس کتاب کی پیروی کسیکو مسلمان یا مومن بنا سکے۔ چنانچہ اس عقیدہ سے کہ مسیح موعود نعوذ باللہ نبی ہے۔ مسیح موعود کی بعثت کے بعد مسیح موعود نے دنیا کو فیض نبوت محمدیہ سے روکدیا اور اس انعام کو بند کر دیا جو تیرہ سو سال سے امت پر جاری تھا۔ نعوذ باللہ نعوذ باللہ اب صالحیت صدیقیت شہیدیت اور مومنیت کا درجہ بھی رسول اللہ صلعم کی اتباع دپیروی اور اطاعت اور قرآن مجید کو دستور العمل بنانے سے بھی نہیں مل سکتا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہی بات تو ہے۔ جو ہمیں اس بات پر مجبور کرتی ہے۔ کہ باب نبوت کے وا ہونے کے عقیدہ کو جہانتک ہوسکے باطل کریں۔ کیونکہ اس میں قرآن کریم کی ہتک اور آنحضرت کی نبوت کی تکذیب ہے۔ نعوذ باللہ اگر اس ناپاک عقیدہ کو تسلیم کیا جائے کہ کوئی شخص امت میں سے نبی بن جائیگا۔ تو اس کے یہ معنے ہونگے۔ کہ وہ شخص دنیا کے لئے ایک عذاب کے طور پر آیا ہے۔ کہ اس نے اپنے وجود منحوس سے اس نبی اکرم کے فیضان کو بند کر دیا جو دنیا کے لئے رحمت ہو کر آیا تھا۔ اس لئے وہ شخص سخت لعنتی اور مردود ہے۔ جو رسول اللہ صلعم کے بعد کسی ایک کا بھی نبی ہو کر آنا مانتا ہے۔ مسیح موعود اگر نبی ہے۔ تو اسکا وجود با وجود امتی ہونے کے رسول اللہ صلعم کے فیوض کی راہ میں سخت روک اور اسلام میں سخت فتنہ انگیز اور قرآن کریم کی تکذیب کا موجب بنتا ہے۔ پس جو شخص کہتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے اس نے دنیا کو اس فیضان سے محروم کر دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے تیرہ سو برس میں دنیا کو پہنچتا رہا۔ ایسا شخص رسول اللہ صلعم کی سخت ہتک کرتا اور درحقیقت منکر اسلام ہے۔ وہ مسیح موعود کو نبی کہہ کر مسیح موعود کو اس ٹیلہ کی طرح قرار دیتا ہے۔ جس نے گر کر دریائے نبوت محمدیہ کا پاٹ بند کر دیا۔ یہ سب دھوپ میں بیٹھ کر بنائی ہوئی باتیں ہیں۔

فلا وربک الخ

بسلسلہ ہفتہ مختتمہ

(از مرزا مذر علی صاحب پشاوری)

مکتوب مرزا مظہر شہید رحمۃ اللہ علیہ

نوشتہ بودند کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ در مکتوبے از مکتوبات خود منع رفع سبابہ کردہ اند و تو باوجود محبت بجناب ایشان رفع سبابہ میکنی۔ و محب را اتباع محبوب لازم است۔ مخدوما او سبحانہ جل شانہٗ اتباع کتاب و سنت بر عباد فرض گردانیدہ میفرماید۔ وماکان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرًا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم۔ و رسول علیہ السلام میفرماید۔ لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعًا لما جئت بہ۔ و حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہ نائب کامل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اند بنا طریقہ خود را بر اتباع کتاب و سنت گذاشتہ اند و علما در اثبات رفع سبابہ رسالہ ہائے مشتمل بر احادیث صحیحہ و روایات فقہیہ حنفیہ تصنیف کردہ اند تا بجائیکہ حضرت شاہ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ فرزند اصغر حضرت مجدد نیز دریں باب رسالہ تحریر کردہ و در نفی رفع یک حدیث بہ ثبوت نرسیدہ و ترک رفع از جناب حضرت مجدد بنا بر اجتہاد واقع شدہ و سنت محفوظ از نسخ بر اجتہاد مجتہد مقدم است و بعد ثبوت سنیت رفع۔ ترک آں بایں حجت کہ حضرت مجدد ترک فرمودہ اند معقول نیست و حضرت مجدد بر ترک سنت تحذیر کثیر فرمودہ اند و حضرت مجدد ہم مذہب حنفی داشتند و امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ گفتہ اند اذا ثبت الحدیث فھو مذھبی واترکوا قولی بقول رسول اللہ صلعم پس امید آنست کہ حضرت مجدد از ترک ایں امر اجتہادی و اخذ باحادیث صحیحہ متغیر نشوند و اگر گویند کہ حضرت مجدد باآں علم اوسع از احادیث ثبوت رفع سبابہ مگر آگاہ نبود گوئیم تا زمان مبارک حضرت ایشاں ایں کتب و رسائل در دیار ہند شہرت نیافتہ بود و از نظر مبارک ایشان نگذشتہ کہ ترک نمودہ اند۔ وگرنہ ہرگز ترک رفع نمی فرمودند۔ کہ ایشاں حریص ترین اکابر ایں امت بر اتباع سنت بودہ اند۔ و اگر گویند عدم رضائے حضرت رسالت علیہ التحیۃ را با ایں عمل از کشف دریافتہ ترک نمودہ باشند۔ گوئیم کہ کشف در امور طریقت معتبر است۔ نو در احکام شریعت حجت نیست معہذا در آں مکتوب احتجاج بکشف نکردہ اند و امید آنست کہ ایں مخالفت جزئی برعایت قاعدہ کلی ایشان کہ بجد تمام ترغیب بر اتباع پیغمبر علیہ السلام فرمودہ لند مثمر نتائج گردد۔

کسی ملہم اور ولی اللہ محدث یا مجدد کا کشف یا الہام یا اجتہاد شریعت اسلامیہ کے کسی ایک ادنےٰ حکم کو بھی متغیر نہیں کر سکتا۔ یہی حال ہمارے امام الزمان مجدد صدی چہاردہم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ اور اس پر بہت سی مفصل مضامین میں لکھ چکا ہوں۔ لو فی الجملہ ایک اعلےٰ مسئلہ شرعی نماز جماعت کو اس میں مدنظر رکھا گیا ہے۔ حالانکہ تمام مسائل شرعی میں اسی سنت نبوی کی تتبع لازم سمجھی جاوے گی۔ صرف تفہیم کے لئے ایک مسئلہ پر جو عام البلویٰ ہے۔ بحث کی گئی ہے۔ اور حال ہی میں پیغام صلح ۲۲ مئی ۱۹۳۱ء میں سید محمد احسن صاحب کا ایک مکتوب بنام میاں صاحب اسی مسئلہ نماز کے متعلق چھپا ہے جس میں بعض احادیث احتجاج میں پیش کی گئی ہیں اور میاں صاحب کا جواب اس کے بالمقابل کمزور اور غیر معقول ہے۔ انصاف غور اور تدبر دلوں سے محو ہو گیا ہے۔ ورنہ مولنا سید محمد احسن صاحب نے بہت طور پر یہ امر پیش کیا تھا۔ کہ "نماز با جماعت میں بوقت حضور شرکت"، اب یہ کوئی ایسا امر نہیں کہ جس سے بہر حال یہ لازم آجاتا ہے۔ کہ میاں صاحب کی مرید ہر جگہ اس امر کے پابند ہو جاتے ہیں۔ کہ وہ خواہ مخواہ غیر مبائعین کے پیچھے بھی نماز پڑھا کریں۔ بلکہ اس کا مطلب تو صرف اسقدر ہے کہ ایسی لمبی مغائرت دور ہو جاوے۔ اور اگر ایسا اتفاق ہو جاوے کہ نماز کھڑی ہو جاوے اور غیر مبائع امام نماز ہے۔ اور مبائع صاحب ہاں سے کنی کتراتے ہیں۔ اور نماز میں شریک نہیں ہوتے۔ اب یہ کسقدر انصاف اور حق سے بعید امر ہے۔ مولانا صاحب کا منشاء یہ ہے۔ کہ ایسی حالت میں مبائع نماز جماعت میں شریک ہو جاوے۔ مجھ کو شیخ محمد نصیب صاحب کے اس فقرہ سے بہت ہی لطف حاصل ہوا کہ میاں صاحب کے بڑے معزز مرید نے اپنی لڑکی ایک غیر احمدی کو دی اور خطبہ نکاح میاں صاحب نے پڑھا۔ اس کے آگے وہ لکھتے ہیں "پس، برادران تعجب تب ہو جب کوئی مسئلہ کسی مذہبی اصل کی بنا پر ہو یہاں تو سیاسی اصل مدنظر رکھا جاتا ہے الخ"

بیشک اگر کوئی مسئلہ دین اسلام کا ہو تو وہ ضرور سنت نبوی میں موجود ہوگا۔ اور جو اختراعی اور خود ساختہ کسی غرض پر مبنی ہو۔ بھلا تو م اس کے لئے کب طیار ہو سکتی ہے ضرور اس پر عمل پیرا ہوتے وقت ان کا ضمیر اُن کو ملامت اور خجل کرتا ہوگا۔

لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس۔ ذالک بانھم قالوا۔

محال است سعدی کہ راہ صفا ✽ تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ ✽

حضرت مرزا مظہر شہید کی فارسی عبارت کا آخری فقرہ "ہے ایں مخالفت جزئی برعایت قاعدہ کلی انسان الخ"

یہی وجہ ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کے دو بڑے اکابر اور بزرگ جو اپنے امام علیہ السلام کے مجتہدات کو جانتے تھے اور طریقہ اخذ و استنباط مسائل علیہ شرعیہ و اجتہادیہ من طرفہ رکھتے تھے۔ انہوں نے تمام اموراۃ مالہٗ و ما علیہ پر غور کی اور اپنے امام کے تمام مسلمہ کو مدنظر رکھتے ہوئے نماز جماعت کے جواز کا فتویٰ دیا۔

(باقی آئندہ)

واجب التعمیل گرنتھ

(گزشتہ سے پیوستہ)

اصل	ترجمہ
دیو دیو ہرہ گوُدکا تھری	نہ مہادیو وغیرہ کوئی دیوتا تھا۔ نہ دیوہرہ وغیرہ مقامات مقدسہ تھے۔ نہ گاتھری وغیرہ اوقات عبادت تھے۔
ہوم جگ نہیں تیرتھ ناون	نہ ہون تھا نہ کوئی جگ تھا نہ تیرتھوں کا نہاتا تھا۔
نہ کوپوجا لائیندا	نہ کوئی پوجا کرنے والا تھا۔
نہ کو ملاں نہ کو قاضی	نہ کوئی ملاں تھا نہ کوئی قاضی تھا۔
نہ کو شیخ مشایخ حاجی	نہ کوئی شیخ نہ مشایخ نہ حاجی تھا۔
رعیت راؤ نہ ہوں مین دینا	نہ رعیت تھی نہ راجہ تھا نہ خودی تکبری نہ دینا۔
نہ کو کہن کہانیدا	نہ کوئی کچھ کہنے سننے والا تھا۔
بید کتیب نہ سمرت ساست	نہ ہنود کے وید تھے اور نہ مسلمانوں کی قرآن تھی نہ سمرتیاں تھیں نہ شاستر
پاٹھ پران اودے نہیں آست گتھا بکتا آپ اگوچر آپے الکھ لکھائیدا	نہ کوئی پران کا پاٹھ تھا نہ طلوع تھا نہ غروب کہنے بولنے والا وہ ذات واحد خود ہی تھا۔ اُس نے اپنی نہ دکھائی دینے والی ذات کو خود ہی دکھا دیا (یعنی مخلوق پیدا کرکے اپنی ہستی کا ثبوت دیدیا۔
جاتس بھاناتاں جگت اپائیا	جب اسکی منشاء ہوئی تو دنیا اور مافیہا کو پیدا کیا۔
باجھ کلا آڈان رہایا	بغیر سہارے کے آسمان کو قایم کیا۔
کھنڈ برہمنڈ پاتال ارنبھے	زمین آسمان اور پاتال بنائے۔
گپت پرگٹ پائیندا	سب کو عدم سے وجود میں لایا۔
تاکا انت نہ جانے کوئی	اسکی انتہا کوئی نہیں پاسکتا۔
پورے گرتے سوجھی ہوسے	مرشد کامل سے اسکا پتہ لگا ہے۔
نانک ساچ رتے بسمادی بسم بھئے گن گائیدا	نانک جی فرماتے ہیں کہ الحق میں رنگین ہو گئے ہم ایک عجیب رنگ میں اور عجیب ہی ہوکر اسکے اوصاف گا رہے ہیں۔

اس شبد میں روح اور مادہ کی ازلیت کی صاف الفاظ میں بڑے زور سے تردید کی گئی ہے۔ اس سارے شبد کا مطلب ہی یہ ہے کہ کل کائنات حادث ہے مگر ذات اللہ ازلی ہے۔ ایک وقت تھا کہ جب نہ ہوا تھی نہ پانی نہ مٹی نہ آگ اور نہ ہی اسوقت روح ہی تھی اس خالق حقیقی نے اپنی قدرت کاملہ سے اس کل سنسار کو پیدا کیا۔ وغیرہ یعنی کل شبد کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا ازلی ہے اور روح اور مادہ حادث ہیں۔ یہ ایک اصولی اعتقاد ہے لیکن اسکے مقابل میں جب ہم دوسری طرف دیکھتے ہیں تو اس سے بالکل مختلف عبارت ہے یعنی وہاں روح کو ایک ازلیت کیا بلکہ تمام خدائی اوصاف دئے گئے ہیں۔ چنانچہ وہ عبارت یوں ہے:۔

راگ گونڈ محلہ پانچواں

اصل	ترجمہ
اچرج کتھا مہاں انوپ	کیا ہی عجیب اور انوکھی داستان ہے
پراتما پاربرھم کا روپ	کہ روح خدا کا جزو ہے۔
نہ یہ بوڑھا نہ یہ بالا	یہ روح نہ بوڑھا ہے نہ بچہ
نہ اس دوکھ نہیں جم جالا	نہ اسکو دکھ ہے نہ موت
نہ یہ بنسے نہ یہ جائے	نہ یہ فنا ہوتا ہے نہ ضایع
آد جگادی رہیا سمائے	ازل سے ابد تک سما رہا ہے اور رہیگا
نہ اس اوشن نہیں اس سیت	نہ اسکو سردی ہے نہ گرمی
نہ اس دشمن نہ اس میت	نہ اسکا کوئی دشمن ہے نہ دوست
نہ اس ہرکھ نہیں اس سوگ	نہ اسکو خوشی ہوتی ہے نہ رنج
سبھ کچھ اسکا یہ کرنے جوگ	سب کچھ اس روح کا ہے اور یہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ (یعنی مالک ہے اور قادر مطلق ہے)
نہ اس باپ نہیں اس مایا	نہ اسکا کوئی باپ ہے نہ ماں
یہ اپرمپر ہوتا آیا	یہ وراء الوراء سے ہوتا آیا ہے یعنی یہ ازل سے موجود ہے
پاپ پن کا اس لیپ نہ لاگے	اسکو نیکی بدی کا ثواب یا عیب کچھ نہیں لگتا
گھٹ گھٹ انتر سد ہی جاگے	ہر جسم میں ہمیشہ موجود رہتا ہے۔

اب پڑھنے والے خود ہی اندازہ لگالیں کہ یہ عبارت اس گذشتہ عبارت سے متفق ہے یا صاف مخالف اور میں یہ بھی واضح کردوں کہ روح کے متعلق یہ تعلیم کہ یہ جزو خدا ہے اور نہ اسکو سردی ہے نہ گرمی نہ اسکا کوئی دشمن ہے نہ دوست نہ اسکو ثواب ہے نہ عیب یا سزا یا جزاء ایسی سب تعریف

[illegible] پائی جاتی ہے ان کی کتابوں میں اسی طرح [illegible] نہ دس شیوں میں بتائے ہیں۔
دیکھو کتاب [illegible] کا ترجمہ بزبان سنسکرت صفحہ ۱۳۴
ترجمہ [illegible]

گیانی پرش اگر اپنے ماں باپ کو بھی قتل کر ڈالے تو اس کو
کچھ دوش اور گناہ نہیں۔ گیانی اگر لاکھوں اسومیدھ یگ
(کا ذبح) کرے تو اسے کچھ ثواب نہیں اور اگر لاکھوں برہم
ہتیا (برہمنوں کو قتل) کر دے تو اس کو کچھ دوش
نہیں۔

پھر [illegible] دیکھ صفحہ ۹۴ پر بھی اس طرح لکھا ہے بلکہ اتنا زیادہ لکھا ہے کہ
گیانی کو چوری کرنے یا حمل گرانے وغیرہ مہا پاپ گناہ [illegible]
سے بھی کوئی پاپ نہیں لگتا۔

ایک [illegible] اپنی کتاب [illegible] کے پانچویں [illegible]
میں یوں لکھتے ہیں۔

نہیں کچھ پاپ [illegible] پہنچ تو ایسی کہاں [illegible]
[illegible]
[illegible]
جہان بھی [illegible] سب [illegible]

ترجمہ

جیسے آسمان میں کوئی پھول نہیں بلکہ اس کا وجود ہی غیر ممکن ہے [illegible] کہ یہ تمام جہان موجود ہی نہیں ہے تو اس کا خالق کوئی کب ہو سکتا ہے یعنی وہ بھی معدوم جب مخلوق ہی کوئی نہیں تو کہنا ہی بے معنی ہے۔ جب شے ہو ہی نہیں تو شاہد کیسے اور جب منظر ہی نہیں تو نظر کس شے کو دکھلاوے۔ اگر کوئی بندش ہو تو موکش نجات بھی درست اور اگر جہالت ہو تو اس کو علم دور کر سکے لیکن جبکہ نہ کوئی بندش ہے نہ موکش ہے نہ گیان ہے نہ جہالت تو پھر یہ نام رکھنے ہی فضول ہیں۔ ایسے سمجھ کر آدمی (ویدانتی) سب کرتبیہ (یہ مجھ کو کرنا واجب ہے یہ ترک کرنا واجب ہے وغیرہ) چھوڑ دیتا ہے تو پھر آرام کے ساتھ اپنی اصلی حالت کو جان لیتا ہے کہ میں ہی خدا ہوں۔

القصہ۔ ایسی تمام تعلیم ہمہ اوست کی ہے۔ اب آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ گرنتھ صاحب میں نہ کہیں طہارت کے طریق ہیں نہ عبادت کے طریقہ ہیں نہ حرام و حلال کا ذکر ہے نہ نکاح و طلاق رہن و بیع سود قرض کے مسئلہ نہ جہاد کے اصول نہ [illegible] اور قصاص اور قتل اور وراثت کا کچھ بیان نہ وصیت کے قوانین نہ ترکہ کی تقسیم اگر کچھ لے دے کر کہا بھی ہے تو اتنی بڑی کتاب میں محض توحید کا کچھ [illegible] لیا ہے لیکن افسوس کہ اس توحید کے مسئلہ میں بھی بارہا باہم تناقض ہے [illegible] دکھایا گیا ہے پس ثابت ہوا کہ گرنتھ اس کسوٹی پر بھی پورا نہیں اترتا۔

پیغام صلح کا دور جدید

پیغام صلح نے اپنے قدیمی دوست مولوی دوست محمد صاحب کے عہد افتراق سے لیکر اب تک کسی مستقل مدیر کے ہاتھوں میں قرار نہیں پکڑا اور جلد جلد مختلف حیثیات اور قابلیت کے اہل قلم حضرات کے زیر مشق رہنے کی وجہ سے اس کی ادبی شان میں بھی کوئی حسن و خوبی پیدا نہیں ہو سکی تھی۔ ادارت کے اضطراب کے ساتھ اس کی نقل و حرکت بھی مضطربانہ رہی اور طریق عمل پر مستقل طور پر قائم نہیں رہ سکا۔ [illegible] ہر کسے را بہر کارے ساختند۔ کی ضرب المثل بھی صداقت سے خالی نہیں۔ مولوی دوست محمد صاحب اور پیغام صلح کا ابتدا سے ہی ایک [illegible] رہا ہے۔ اور یہ کہہ دینا مبالغہ سے خالی نہیں کہ پیغام صلح اور دوست محمد صاحب کو گویا قدرت نے خود باہم سمو دیا ہے۔ اس جامع المتفرقین نے ان دونوں جدا ہونے والوں کو ایک عرصہ کی فرقت کے بعد ایک ہی جگہ اکٹھے کر دینے کا اب پھر ارادہ کیا ہے۔ اور انشاء اللہ العزیز [illegible] مارچ سنہ [illegible]ء سے پیغام صلح کی نشاۃ اخرویٰ کا دور شروع ہو جائے گا بلکہ اور پہلے سے بھی بڑھ کر آب و تاب اور مغربی صحافت حاضرہ کے منتخب مذہبی [illegible] اور ان پر اسلامی نکتہ نگاہ سے نقد و نظر کے ساتھ شائع ہوا کریگا۔ اخبار کی ادارت میں مولوی مصطفیٰ خان صاحب کا ژرف نگار قلم بھی کام کریگا۔ اس سے زیادہ اس وقت اخبار کے متعلق کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ اخبار پر آنے والا دور اپنے حسن و خوبی کا اعتراف ناظرین سے خود کرا لیگا۔ انجمن نے اس پر ایک معتد بہ رقم خرچ کرکے ولایت سے بہت سے اخبارات اسی غرض کے لئے خرید کرنا منظور کر لیا ہے جہاں مہتممان اخبار نے اس کے مفید بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اسی طرح ناظرین اخبار کا بھی فرض ہے۔ کہ وہ اس کی توسیع اشاعت میں حتی الامکان کوشش کریں۔ جو احباب اخبار کے لئے خریدار مہیا کریں گے ان کے نام شکریہ کے ساتھ پرچہ ہائے اخبار پیغام صلح میں شائع کر دیئے جایا کریں گے۔

شہزادہ ویلز کو بہترین تحفہ

شیخ الہ دین صاحب کے نام نامی سے ہمارے اکثر دوست ان کی بے غرض تبلیغی کوششوں اور فراخ حوصلگی کیوجہ سے واقف ہیں۔ مگر اسوقت شہزادہ ویلز کی سیاحت ہندوستان کے موقعہ پر شیخ صاحب موصوف نے ایک بے نظیر خدمت انجام دی ہے ہندوستان کے مختلف طبقات کیطرف سے آپ کو مختلف قسم کے تحائف پیش کئے گئے ہیں اور بعض لوگوں نے تو اس تحایف کے کام کو اسقدر اہمیت دی ہے۔ کہ اپیلیں کر کے اور اسکو بہت بڑا عظیم الشان کام قرار دے کر لوگوں سے ہزارہا روپیہ وصول کر لیا ہے چنانچہ ایک معمولی سی تصنیف کو دیدہ زیب طباعت و تجلید اور منقش تابوت وغیرہ اسکی شہزادہ کے حضور پیش کرنے کے لئے خود بنفس نفیس نقل خلافت نے کئی سو اکابر رجال کی ہمرکابی کے ساتھ لاہور کیطرف حرکت کی اخراجات کثیر کو برداشت کر کے قومی روپیہ کو بیدریغ خرچ کر دیا ہے۔ اس عمل خلافت کی جنبش اور اس پر اسقدر ضیاع زر کے بالمقابل اس غریب مگر دل میں تبلیغ کا درد رکھنے والے انسان کی ہمت کو بھی دیکھو کہ جس نے حضرت امیر کی ایک تالیف محمد اینڈ کرائسٹ کو چھپکے سے شہزادہ ویلز کے نام بذریعہ ڈاک بھجوا دیا۔ اور اپنے فرض تبلیغ کو نہایت آسانی اور خاموشی کے ساتھ ادا کر دیا۔ کتاب کی رسید جو ہزرائل ہائنس پرنس اوف ویلز کے اسسٹنٹ چیف سیکرٹری صاحب نے بھیجی ہے درج ذیل ہے۔

چٹھی نمبر ۲۷۸۶ شیخ الہ دین صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس شملہ
مجھے آپ کی چٹھی مورخہ ۳۰ جنوری اور کتاب "محمد اینڈ کرائسٹ" کے ہدیہ کی رسید ارسال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کتاب شہزادہ موصوف کے حضور پیش کر دی گئی ہے۔

اسسٹنٹ چیف سیکرٹری اوف ہزرائل ہائنس پرنس اوف ویلز

تازہ خبریں

لاہور۔ سنٹرل جیل کے سکھ اور ہندو پولٹیکل قیدیوں نے جن میں لالہ لاجپت رائے صاحب و ماسٹر سندر سنگھ جی لائلپوری وغیرہ بھی شامل ہیں ۲۴ فروری کی شام سے فاقہ کشی کر دی ہے۔ اور کھانا بالکل نہیں کھایا۔

مکمل ہڑتال کے ذریعہ خیر مقدم ｜ شہزادہ ویلز کی آمد کا شہر لاہور میں مکمل ہڑتال کے ذریعہ آج مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۲۲ء کو ... کیا گیا۔

لندن ۱۲ فروری۔ چانسلر ... کی مجوزہ ترمیم کے جواب میں مسٹر انٹیگو نے جو تقریر کی اس میں انہوں نے اعلان کیا کہ گورنمنٹ ہند نے صرف چند ہی روز قبل مسٹر گاندھی کی گرفتاری کے احکامات صادر کر دئیے تھے۔ لیکن چونکہ مسٹر گاندھی اور انکے رفقاء نے اب طے کر دیا ہے کہ آئندہ وہ ترک موالات اور اسی قسم کی دیگر خلاف قانون کاروائیاں نہ کرینگے۔ گورنمنٹ نے اپنے احکام گرفتاری کو صرف اس غرض سے ملتوی کر دیا ہے کہ وہ دیکھے کہ مسٹر گاندھی اور اونکے رفقاء اپنے اس فیصلہ پر کہاں تک عمل کرتے ہیں۔

لندن ۱۴ فروری۔ اخبار ڈیلی میل کا بیان ہے کہ مسئلہ مصر کے قابل اطمینان تصفیہ کی امیدیں زیادہ درخشاں ہوتی جاتی ہیں۔ مصری وزارت کی طرف سے اس بات کی ضمانت کی جاتی ہے کہ برطانوی تجارتی راستوں انگریزی حقوق و املاک اور معاملات خارجہ میں برطانوی مفاد کی حفاظت کیجائیگی۔ وزارت برطانیہ کی رائے میں اس میں کوئی ہرج نہیں اگر ثروت پاشا کے مطالبہ کے مطابق مصر سے برطانوی سیادت منسوخ کر کے اسکی بجائے وہاں ایک آئینی طرز کی حکومت قائم کیجاوے۔ البتہ یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ کوئی مصری گورنمنٹ جو وہاں کے انتہا پسندوں سے بے تعلق ہوگی وہ اس قسم کی ضمانت نہیں دے سکتی۔

لندن ۱۴ فروری۔ دارالامرا میں ایک سوال کے جواب میں لارڈ لافورڈ نے کہا کہ حال میں برٹش گورنمنٹ اور شاہ حجاز کے درمیان ایک معاہدہ کے متعلق گفت و شنید ہوتی رہی۔ اگر کوئی معاہدہ ہوگیا تو وہ جلد پارلیمنٹ کے سامنے بغرض منظوری پیش کیا جائیگا۔

قاہرہ۔ ۲۴ فروری۔ حال ہی میں حکام کی طرف سے قاہرہ میں جو احکام شائع کئے گئے تھے۔ کہ اہل شہر سے لائسنس والے ہتھیار واپس لئے جائیں۔ اس کی تعمیل ہو رہی ہے۔ اور مصری لوگ اپنے اپنے ہتھیار حکومت کو واپس کر رہے ہیں۔

لندن ۱۷ فروری۔ فتح بے حکومت انگورا کے درمیانی حصہ کے وزیر نے "واشنگٹن پوسٹ" کے نامہ نگار سے ملاقات کے دوران میں کہا کہ ترکی کی برطانیہ کے ساتھ مودت پیدا کرنے کی بہت خواہش ہے۔

انہوں نے اس بات کی کہ حکومت انگورا نے عراق عرب۔ افغانستان اور ہندوستان کے پروپیگنڈا میں کوئی حصہ لیا صاف تردید کی۔

فتح بے کے خیال میں برطانیہ کی مشرق قریبہ کی حکمت عملی ترکی کو ایک فوجی طاقت بنانے والی ضرور ہونی چاہئے۔

مطبوعہ ... پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام ماسٹر ... صاحب پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

الصلح خیر

اخبار پیغام صلح لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

ہفتہ وار

جلد ۱۰ — نمبر ۱۰

قادیان المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۸ رجب سنہ ۱۳۴۰ ہجری مطابق ۸ مارچ سنہ ۱۹۲۲ عیسوی

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمده از مادریم
هم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق که قرآن نام اوست
باده عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن
جان شد و باجان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آن نہ از خود از ہمان جائے بود

ما ازو یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و از خبرہائے معاد
ہر چہ گفت آن مرسل رب العباد
آن ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آن مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست
منکر آن مورد لعن خدا ست
معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

حضرت امیر اور دیگر بزرگان سلسلہ بخیریت اپنے دینی مشاغل میں مصروف ہیں۔ مولانا مولوی صدر الدین صاحب وزیرآباد تشریف لے گئے ہیں حکیم محمد حسین صاحب المعروف بہ مرہم عیسےٰ سیالکوٹ وغیرہ کیطرف دوبارہ دورہ پر جا رہے ہیں۔ میر مدثر شاہ صاحب بھی پشاور تشریف لے گئے۔ سید عبد الجبار شاہ صاحب کے لئے احباب دل سے دعا کریں۔ آپکو ایک مہم عظیم درپیش ہے۔

اخبار پیغام صلح کا ایک خاص نمبر

مولوی دوست محمد صاحب آئندہ ہفتہ ایک خاص نمبر کہ جو اعلےٰ درجہ کے مفید اور دلچسپ مضامین پر مشتمل ہوگا۔ تیار کر رہے ہیں اخبار کی توسیع اشاعت میں احباب کو خاص طور پر توجہ کرنی چاہیئے۔

درخواست جنازہ غائب

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن گجرات لکھتے ہیں۔ کہ ان کی پھوپھی صاحبہ کا ۴ مارچ کو انتقال ہوگیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب سے جنازہ غائب کی درخواست ہے۔

داؤد شاہ صاحب کی روانگی ولایت

جناب داؤد شاہ صاحب بی۔ اے مسلم مشنری اور جناب عبد الکریم صاحب ۱۸ فروری کو جہاز ییس ییڈ و نیا پر سوار ہوگئے۔ داؤد شاہ صاحب کو مسلم سنگم ناچار کویل نے خیرباد کہنے کے لئے ۱۳ فروری کو ایک جلسہ کیا جس میں اطراف وجوانب کے ہندو مسلم بھائی شریک تھے۔ جناب۔ او سی شریف صاحب پریسیڈنٹ مسلم سنگم اور جناب عبد الرحمان صاحب منیجر "تنو اسلام" نے تقریریں کیں اور جناب داؤد شاہ صاحب نے جواباً کہا کہ وہ جس کام کے لئے عازم انگلستان ہیں نہایت اہم ہے۔ ایک یہ کہ تبلیغ اسلام کر کے تعصب کے گھٹا ٹوپ بادلوں کو جو مشنری کوششوں نے وہاں جمع کر رکھا ہے دور کیا جائے۔ اور خواجہ صاحب کے زیر نگرانی قرآن شریف کا ترجمہ وتفسیر اردو زبان میں کر کر جنوبی ہندوستان کی ایک سخت ضرورت کو پورا کیا جائے۔ جناب داؤد شاہ صاحب کے ساتھ کئی دوست مدراس تشریف لے آئے۔ یہاں ملنگ احمد بادشاہ صاحب اور دیگر دوستوں نے جن میں نواب نذیر احمد صاحب اور بشیر احمد صاحب یم۔ اے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ احمدیہ انجمن میں ایک پرتکلف دعوت کی جس میں ہندو مسیحی اور غیر احمدی شامل ہوئے۔

بعد نماز مغرب ہندو مسلم مسیحی اور عیسائی بھائیوں نے اپنے اپنے دستر خوان چنے۔ بعد تناول طعام کے بادشاہ صاحب نے ایک مختصر سی تقریر کی جس میں یہ بتلایا گیا کہ کس طرح جناب داؤد شاہ صاحب نے جو منصب مجسٹریٹ سے ممتاز تھے اور گورنمنٹ کے پاس اپنی دیانتداری کیوجہ سے ایک خاص مقام رکھتے ہوئے جہاں جہاں گئے رعایا میں ہر دلعزیز تھے دنیوی وجاہت کو لات مار کر ایک دینی کام کے لئے تشریف لیجا رہے ہیں۔ آپ دعا کریں کہ داؤد شاہ کا بچہ جو اب سخت بیمار ہے۔ جلد صحتیاب ہو۔

مدراس کو اس بات کا فخر ہے۔ کہ بعد پنجاب کے یہی ایک صوبہ ہے جسنے انگلستان اپنا مشنری بھیجدیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوگا۔ اگر مدراس کا ہر ایک ضلع ایک ایک مشنری بھیجے۔ جناب داؤد شاہ صاحب نے تمام حاضرین کا جو نہایت محبت سے جمع ہوئے تھے۔ شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ دنیا کی تمام خدمتیں فنا ہونے والی ہیں۔ دینی خدمت ہی ایک خدمت ہے جس کے لئے انسان کو ہزار دل سے تیار رہنا چاہیئے۔ یہ اللہ کا فضل واحسان ہے۔ کہ وہ اس پاک خدمت کے لئے انگلستان جا رہے ہیں۔ ہماری جماعت دین کے لئے ہی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ میری جائداد کا تباہ ہونا اور میرے بچوں کا آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا مجھ پر آسان ہے بہ نسبت دین کی ہتک اور استخفاف دیکھنے کے ہمارے لئے مشعل راہ ہونا چاہیئے کیا آج کل دین کی ہتک نہیں ہو رہی تو پھر ہم کس طرح آرام لے سکتے ہیں ضرورت ہے۔ کہ کئی مشنری تیار ہو کر انگلستان آئیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر احمد بادشاہ صاحب جیسا آپ کا ارادہ تھا میرے ساتھ ہو جاتے۔ بادشاہ صاحب کی علمی وعملی حالت تو یہاں مسلم ہے۔ اگر آپ انگلستان آئیں تو کئی قسم کی ضرورتیں پوری ہونگی۔ میری دعا ہے۔ اور آپ سب کی دعا ہونی چاہیئے۔ کہ حالات انہیں اجازت دیں کہ جلد وہ لندن پہنچ سکیں۔ آپ سب دعا کریں۔ کہ میں جس کام کے لئے جا رہا ہوں۔ اسکو میں احسن طور پر پورا کر سکوں۔ السلام علیکم۔

مختلف دوستوں نے آپ کو پھولوں کے ہار پہنائے۔ اور ایک معقول تعداد اسٹیشن پر حاضر رہی۔

خاکسار۔ محمد عزیز اللہ

جواب استفسار

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بشیر بادشاہ ریڈنگ روم کے استعمال وغیرہ کے متعلق مجھ سے بعض دوستوں نے استفسار کیا ہے۔ الگ الگ جواب دینا باعث تکلیف ہے۔ اس لئے آپ کے ذریعہ میں ان استفسارات کے جواب میں برادرم مکرم قبلہ ام حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی وہ تحریر شائع کرتا ہوں۔ جو حضرت خواجہ صاحب موصوف نے اپنی رپورٹ سفر برہما۔ سنگاپور۔ جاوا۔ میں بشیر ہال اور اس کی تعمیر کے متعلق لکھی ہے وہ اس معاملہ پر کافی روشنی ڈالتی ہے۔ مینے پسند کیا ہے۔ کہ میں اس تحریر کو رپورٹ مذکورہ سے جو شائع ہو چکی ہے۔ بطور اقتباس آپ کے کالموں میں شائع کر دوں۔ جیسے کہ اوپر بیان ہوا بشیر فنڈ کی تحریک میں دسمبر ۱۹۳۱ء میں کی تھی جسکی تفصیل اخبار اشاعت اسلام ماہ فروری ۱۹۳۲ء میں شائع ہو چکی ہے۔ اس فنڈ میں تین ہزار روپیہ اسوقت مینے اپنی جیب سے دیا تھا۔ اس کے علاوہ اور رقوم بھی وصول ہوئیں کچھ وعدہ بھی تھا ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نام	وصول	وعدہ	کیفیت
ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب	•	1000/0/0	ایکہزار روپیہ
" غلام محمد صاحب	•	100/0/0	اس رقم میں سے تین سو روپیہ غلطی سے [illegible]
جناب منیر حسن صاحب لمکور	*800/0/0		
جناب مثال خان صاحب چارسدہ ودیگر احباب ضلع پشاور	160/0/0		انکی تفصیل بھی ۲۰ فروری اشاعت اسلام میں شائع ہو چکی ہے۔

(باقی بر صفحہ ۱۵ ملاحظہ ہو)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار

پیغام صلح لاہور

جلد ۱ | مورخہ ۸ رجب المرجب سنہ ۱۳۴۷ھ | نمبر ۱

خطبہ جمعہ

فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ

مورخہ ۱۹ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۷ھ

تشہد اور تعوذ کے بعد آیات عبس وتولٰی ان جاءہ الاعمٰی وما یدریك لعلہ یزکّٰی۔ او یذکر فتنفعہ الذکرٰی۔ اما من استغنٰی فانت لہ تصدّٰی وما علیك الا یزکّٰی۔ واما من جاءك یسعٰی۔ و ھو یخشٰی فانت عنہ تلھّٰی کلا انھا تذکرۃ فمن شاء ذکرہ فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطھرۃ بایدی سفرۃ کرام بررۃ
ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ایک چھوٹے سے واقعہ کا ذکر ہے۔ آپ کسی مجلس میں چند لوگوں کو کچھ سمجھا رہے تھے۔ ایک نابینا آگیا اور اس نے بغیر اس امر کا لحاظ کرنے کے کہ آپ کسی اور شخص سے باتوں میں مصروف ہیں۔ اپنے متعلق کہا کہ مجھے کچھ سمجھائیے آپ کی طبیعت پر یہ بات ناگوار گذری آپ کی پیشانی پر بل آگیا اور اس کیطرف توجہ نہ کی اللہ تعالےٰ اسپر فرماتا ہے۔ عبس وتولّٰی ان جاءہ الاعمٰی تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا۔ کہ اس کے پاس اندھا آیا وما یدریك لعلہ یزکّٰی اور تجھ کو کیا خبر ہے کہ شاید وہ پاکیزگی اختیار کرے اور اس کی حالت سنور جائے۔ او یذکر فتنفعہ الذکرٰی یا اسکو نصیحت کیجائے پھر وہ نصیحت اسکو فائدہ دیجائے۔ ان باتوں پر جو انسان کی ہدایت اور بڑا بنانے کے لئے نازل کی گئی ہیں۔ ان کو یہ شخص قبول کرے اور یہی بڑا بن جائے۔ اما من استغنٰی فانت لہ تصدّٰی وہ شخص جو بات کی پرواہ نہیں کرتا۔ تو اس کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ وما علیك الا یزکّٰی حالانکہ تم پر کوئی پوچھ نہیں اگر وہ پاکیزگی اختیار نہ کرے۔ واما من جاءك یسعٰی اور وہ شخص جو تیرے پاس دوڑا چلا آتا ہے وھو یخشٰی اور وہ ڈرتا بھی ہے۔ فانت عنہ تلھّٰی تو اس کی طرف توجہ نہیں کرتا یہ ایک معمولی سا واقعہ ہے۔ ایک شخص جب کسی کو وعظ کر رہا ہو تو دوسرے کا دخل بیجا ناگوار گزرتا ہے۔ یہاں یہ نہیں لکھا کہ وہ لوگ جنکو آپ صلعم سمجھا رہے تھے کوئی بڑے رؤسائے عرب میں سے تھے۔ بلکہ صرف یہ ہے کہ آپ نے ایک سائل کیطرف توجہ نہیں فرمائی اور یہ ایک معمولی سی بات ہے ایسے وقت میں ہر شخص کو کسی کا دخل ناگوار گزرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ آنحضرت صلعم کو جس بلند مقام پر کھڑا کرنا چاہتا تھا وہاں اتنی بات پر بھی تنبیہ ضروری تھی۔

یہ واقعہ دو وجوہات سے نہایت اہم ہو گیا ہے

ایک تو اس لئے کہ وہ لوگ جو رسول اللہ صلعم کے متعلق یہ خیال کرتے ہیں کہ وحی آپ کے دل سے نکلنے والی کوئی چیز تھی بعض مسلمانوں نے بھی اسکی نسبت ٹھوکر کھائی ہے۔ کہ جس طرح کسی شاعر کے دل میں خیالات اور موزوں اشعار پیدا ہوتے ہیں۔ نہایت لطیف معانی اور نادر خیالات بندھ جاتے ہیں اسیطرح بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ وحی بھی قلب کے اندر سے ہی پیدا ہو جاتی ہے یہ واقعہ اسبات کی دلیل ہے کہ وحی باہر سے آتی ہے۔ اور قلب کے اندر سے قطعًا پیدا نہیں ہوتی ایک شخص لوگوں کو کچھ سمجھا رہا ہے۔ اسوقت کسی دوسرے کیطرف قلب طبعًا متوجہ نہیں ہوتا۔ اس عدم توجہی پر سرزنش کا ہونا کہ جسپر انسان کا دل اپنے آپ کو چنداں قصوروار بھی نہیں سمجھتا اس پر تہدید رسول اللہ صلعم کے دل کے اندر سے پیدا نہیں ہو سکتی۔

اس واقعہ کے قرآن کریم میں آجانے سے دوسری تعلیم یہ ملتی ہے کہ سائل کیطرف خواہ وہ کیسا بھی ہو عدم توجہی جائز نہیں یعنی ایسے سائل کیطرف جو علم کی بات دریافت کرتا ہے۔ اگر یہ بات جائز ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان حالات میں بالکل معذور تھے۔ مگر امت کو سمجھانے کے لئے آپ کا ذکر کیا۔ کہ اگر آپ کے لئے بھی یہ جائز نہیں تو دوسرے کے لئے کیونکر ہو سکتی ہے۔

کوئی چھوٹا ہو یا بڑا۔ امیر ہو یا غریب خدا کے نزدیک سب یکساں ہیں کسی بڑے خاندان سے ہونا خدا کی نگاہ میں کسیکو بڑا نہیں بنا دیتا۔ صناددید عرب ہوں یا کوئی معمولی نابینا ہو۔ اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ قوم ذات۔ وجاہت وغیرہ کے۔

امتیاز کو اسلام کی تعلیم نے قطعاً مٹا دیا ہے

اور اسی تعلیم کا یہ کمال ہے۔ کہ نہایت غریب اور مفلس لوگوں کو بڑے بڑے مقامات پر پہنچا دیا ہے۔ کیا بلحاظ دنیا اور کیا بلحاظ دین۔ اگر غور کیا جائے تو جو انقلاب دنیا میں اسلام نے پیدا کر کے دکھایا ہے۔ وہ اور کسی مذہب نے پیدا نہیں کیا۔ یہ اسلام کا ہی کمال تھا کہ ان لوگوں کو جو بادشاہت اور حکومت کے قوانین تک سے ناواقف تھے جن کے اندر بادشاہت کا رنگ اپنے ملک میں کبھی دیکھا نہ گیا تھا۔ ان کو بڑی بڑی سلطنتوں کا بادشاہ اور حکمران بنا دیا وہ جو علم کے نام تک سے بے بہرہ تھے اور اپنے امی ہونے پر فخر کرتے تھے ان کو علوم سے اسقدر حصہ دیا کہ وہی دوسرے لوگوں کو علم پڑھانے والے ہو گئے وہ جو خدا کے نام سے اور عبادت کے طریق تک سے ناواقف تھے اور بت پرستی و توہم پرستی میں سب قوموں سے بڑھے ہوئے تھے۔ اور وہ کہ جن کو کسی نے خدا کی طرف متوجہ نہ کیا تھا ان کو ایسا اعلےٰ درجہ کا عابد بنا دیا کہ ان کو عبادت کے سوا اور کسی چیز میں لذت نہیں آتی تھی۔ اور وہ لوگ جو ہزار تک شمار کرنا نہیں جانتے تھے۔ ان کو اسقدر مال و دولت دیا کہ وہ اسکو شمار بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اور وہ لوگ جو علم سے ناآشنا تھے۔ اُن کو اسقدر علوم دیئے کہ علم کا وجود خود انہی کے وجود سے باقی رہا ہے۔ پرلے درجے کے ذلیل شریر لوگوں کو اعلےٰ درجہ کے ائمہ اور علما سیدوں کے سلسلہ میں سے نہیں بلکہ معمولی درجہ کے غلامان قریش میں سے ہیں۔ یعنی آپ کی آل میں سے نہیں بلکہ ادنےٰ درجہ کے لوگوں کو ترقی دیکر اعلےٰ مقام پر پہنچایا ہے گویا زمین سے اٹھا کر ان کو شہرت کے آسمان پر پہنچا دیا ہے۔ غربا اور ادنےٰ درجہ کے لوگوں کو بھی اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم نے اُٹھا کر اعلےٰ مقام پر پہنچایا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ غریب ہی نصیحت سے فائدہ اُٹھاتا ہے اور امیر غفلت کر کے کچھ نہیں حاصل کرتا۔ مگر یہ کوئی کلیہ قاعدہ نہیں۔ امیر ہو یا غریب جو فائدہ دینے والی بات کو قبول کرتا ہے وہ فائدہ اٹھا لیتا ہے۔ بعض لوگ اس میں غلو کر کے یہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ دین صرف غربا کے لئے ہی ہے۔ اور امیروں کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ جیسا کہ

انجیل میں لکھا ہے

کہ "اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں سے گزرنا آسان ہے۔ پر دولتمند کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے" اور بعض مذاہب میں ادنےٰ درجہ کے لوگوں کو ٹھکرا دیا گیا ہے۔ اور یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ یہ ذلیل لوگ خدا کے خطاب کے قابل نہیں اسلام کی تعلیم ان دونوں کے درمیان ہے۔ ایک ادنےٰ درجہ کا غریب پھٹے پُرانے کپڑوں والا خدا کی نگاہ میں ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ ایک امیر مالدار اور غریب ہونا کسی انسان کو کوئی وقعت نہیں دیدیتا۔ دونوں میں سے جو اپنے آپکو برائیوں سے پاک کرتا ہے۔ وہی خدا کے حضور بڑا بن جاتا ہے۔ ایک جگہ قرآن کریم میں امیر اور فقیر کے امتیاز کو نظر انداز کرنے کو فرمایا ہے۔ یاایھا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھدآء للّٰہ ولو علیٰ انفسکم او الوالدین والاقربین ان یکن غنیًا او فقیرًا فاللّٰہ اولیٰ بھما اے مومنو! اللہ تعالےٰ کے لئے انصاف کی شہادت دینے والے ہو جاؤ۔ خواہ وہ شہادت تمہاری اپنی ذات۔ تمہارے والدین اور اقربا کے ہی خلاف کیوں نہ ہو اگر کوئی امیر ہے یا فقیر ہے۔ تو اللہ تعالےٰ تو رحم کرنے کیوجہ سے دونوں کے قریب ہے۔ اس لئے تم کو بھی انصاف کا معاملہ کرنے میں کسی کی غربت اور امیری کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ

امیر اور غریب دونوں میں فرق ضرور ہے

اور یہ فرق ہی لوگوں کو بڑی بڑی مشکلات میں ڈال دیتا ہے۔ اور فی الحقیقت اخلاق اور بداخلاقی کے دکھلانے کا موقعہ یہی امیر اور غریب کا فرق ہوتا ہے۔ عام لوگوں نے امیروں کی امارت کی پرواہ نہ کرنے کی تعلیم دی ہے۔ مگر یہاں قرآن نے ان یکن غنیًا کے ساتھ او فقیرًا کو بھی رکھا ہے۔ یعنی لوگ صرف امیروں کا لحاظ کر کے انصاف کو نہیں چھوڑ دیتے۔ بلکہ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی نگاہ میں امیر نہیں جچتے۔ اور بعض ایسے ہیں کہ جو غریبوں کی پرواہ نہیں کرتے کہ امیر بوجہ امارت اور فقیر بوجہ فقر کے خدا کے ہاں سے تحقیر کا مستحق نہیں ہے کسی امیر کا فقیر کو حقارت کی نظر سے دیکھنا یا کسی فقیر کا امیر کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا دونوں ناجائز امر ہیں۔ بعض ایسے بھی غریب ہیں کہ جو امیروں سے پیش آتے ہیں۔ بعض دونوں طرف ہو سکتا ہے۔ پس اگر کسی امیر کے لئے یہ کہ وہ کسی غریب کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے تو غریب کو کب جائز ہے۔ کہ وہ سمجھے خدا کے ہاں دونوں یکساں طور پر فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ دونوں یکساں شریعت پر عمل کر سکتے ہیں۔ اور دین میں ترقی کر سکتے ہیں۔ لوگوں کو اس طرف بھی دیکھنا چاہیئے۔ کہ

محض امارت اور غریبی کسی کو حقیر نہیں بنا دیتی

ہاں اس میں کوئی شبہ نہیں۔ آداب کے لحاظ سے دونوں سے سلوک میں فرق کرنا پڑتا ہے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے امارت دی ہے ان کی عزت کرنی چاہیئے اور یہی تعلیم اسلام ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں امیر لوگوں کو بھی چھوٹوں پر شفقت کرنی چاہیئے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم سکھائی ہے۔ کہ من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا جو شخص چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا۔ اور وہ شخص جو بڑوں کی عزت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔ اس کے بغیر کسی قوم اور سوسائٹی کا نظام قائم نہیں

رہ سکتا چھوٹے بڑوں کی عزت کریں اور بڑے چھوٹوں پر رحم کریں۔ تو اس سے باہم محبت بڑھتی اور قوم بنتی ہے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو اس بات پر اعتراض کرتے ہیں کہ ایک شخص امیر ہے۔ ہم اس کی عزت کیوں کریں امیر ہوگا تو اپنے گھر ہوگا مگر یہ طرز کلام ٹھیک نہیں خواہ کچھ بھی ہو ایک امیر اور معزز آدمی کچھ نہ کچھ زیادہ عزت کا ضرور مستحق ہوتا ہے۔

اگر کبھی کوئی معزز آدمی آجاتا ہے۔ اور مجھ سے کوئی حاجت رکھتا ہے۔ تو میرے لئے لازمی ہے کہ میں اس کی عزت کروں۔ ہاں غریب کے ساتھ بھی تنگی کے ساتھ پیش آنا جائز نہیں۔ نہ تو ایک اپنی امارت کی وجہ سے مردود ٹھیرایا جا سکتا ہے اور نہ دوسرا اپنی غربت کی وجہ سے رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں بھی بعض لوگ غریب تھے۔ وہ مسجد میں رہتے تھے ان کو اصحاب صفہ کہتے ہیں۔ اُن کی آج مسلمانوں کی نگاہ میں بڑی عزت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہی میں سے تھے ان سے قریباً ۵۰۰۰ حدیث روایت ہے۔ گویا حدیث کے بیان کرنے میں یہ سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اس زمانہ میں بھی لوگوں نے کہا کہ ابو ہریرہ بہت حدیثیں بیان کرتا ہے۔ اس کا جواب انہوں نے خود دیا ہے۔ کہ کاروباری لوگ اپنے اپنے کام کاج اور تجارتی مشاغل میں لگے رہتے تھے۔ وہ اپنا پیٹ بھرنے کے لئے رسول اللہ صلعم کے ساتھ لگا رہتا تھا۔ ان کو یہ شوق تھا کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھے ملے میں دوسرے لوگوں کو پہنچا دوں۔ غرض

ان غریب لوگوں نے بھی بڑی بڑی خدمات کی ہیں

اس لئے جو شخص غربا کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ غلطی کرتا ہے۔ اسلام میں تو غربا کا کام امیروں کے کام سے بڑھ گیا ہے۔ یہ امراء اور غرباء کا سوال صحابہ میں بھی تھا۔ مگر ان میں کسی کو کسی سے بغض مطلق نہ تھا۔ ایکدفعہ کچھ غربا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کہ امراء کا کام ہم سے بڑھ گیا ہے۔ وہ باقی عبادات میں بھی شامل ہوتے ہیں اور مال بھی لا دیتے ہیں۔ ہم مال نہیں لا سکتے۔ اس لئے وہ ہم سے بڑھ گئے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بھی کوئی بات بتلایئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم سبحان اللہ الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھا کرو۔ گویا بتایا کہ خدا کے ساتھ اور اپنا تعلق بڑھاؤ۔ مال خرچ کرنے سے بھی خدا کے ساتھ تعلق ہی بڑھتا ہے تم اس طرح سے تعلق بڑھا لیا کرو۔ تھوڑے دنوں کے بعد امراء کو بھی معلوم ہوگیا تو وہ بھی ویسا ہی کرنے لگے تو غربا پھر حاضر ہوئے کہ امراء تو اب ہمارا وظیفہ بھی کرنے لگ گئے۔ اب ہم کیا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ جسکو چاہے دے۔ پس اس وجہ سے نہیں کہ وہ امیر ہیں۔ اس لئے غربا کو ان کی عزت کرنی چاہئے۔

کہ وہ مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اس لئے ان کی عزت کرنی چاہئے اپنی بہتری کی باتیں سنکر ان پر عمل کرنا چاہئے۔ کسی کی نسبت یہ دل میں بغض رکھنا کہ فلاں امیر ہے۔ یا فلاں غریب ہے۔ یہ ٹھیک نہیں۔ قرآن کریم اور سیرت کا مطالعہ کرو۔ کہ قوم غرباء کے اٹھانے پر ہی بنتی ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں جو جوش یتیموں اور بیکسوں کے لئے تھا اس کو تو کوئی شخص پہنچ نہیں سکتا۔ اس کے علاوہ دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا کہ اس نے غرباء اور یتیموں کی خبر گیری کے لئے تاکید نہ کی ہو۔ جو قومیں کہ اپنے غرباء اور یتیموں کیطرف توجہ نہیں کرتیں۔ وہ قوم بہت جلد تباہ ہو جاتی ہے۔

نقد و نظر

کتاب احبار کی تفسیر

کسی کلام کے شارح یا مفسر کا کام سوائے اس کے کچھ نہیں ہوتا کہ وہ الفاظ کے معانی اور مطالب کی پابندی کرتا ہوا کسی مجمل کلام کو تفصیل کے ساتھ بیان کردے۔ مگر فن تفسیر کے اس دور جدید میں آریہ اور عیسائی مفسرین کی جدت طرازیاں بھی قابل داد ہیں۔ ان کے نقطۂ نگاہ میں سب سے اعلےٰ مفسر وہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ جو سب سے زیادہ دلربا اور کن رس باتیں کسی کلام کی تفسیر کے نام سے شائع کرتا ہے خواہ اس کو متن کتاب سے شمہ بھر بھی مناسبت اور لگاؤ نہ ہو۔ آریوں کے ویدوں کی تفسیر کا نمونہ کئی دفعہ ناظرین اخبار کی ضیافت طبع کے لئے شائع کیا جا چکا ہے۔ مگر اس مخصوص طرز تفسیر میں ہمارے عیسائی دوستوں کی ندرت نوازیاں بھی کچھ کم محیر العقول نہیں۔ اس جدید تفسیر نویسی کی حلاوت سے بہرہ اندوز ہونے کے لئے آج کسیقدر نمونہ ان کی تفسیر کا بھی پیش کیا جاتا ہے۔ پادری جے جے لوکس صاحب نے ہمارے پاس "کتاب احبار کی تفسیر" ریویو کے لئے ارسال کی ہے۔ اس تفسیر کے شروع میں ایک دیباچہ ہے کہ جس کی ابتداء کی چند سطور کے مطالعہ سے ہی پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ مصنف نے کس خیال کو مدنظر رکھ کر اس تفسیر کو لکھا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔ کہ "بہتیرے مسیحی احبار کی کتاب کے پڑھنے سے کم فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس لئے کہ جن قربانیوں کا بیان اس میں پایا جاتا ہے۔ ان کے معنے وہ نہیں سمجھتے۔ اگر وہ ایک ایک قربانی سے مسیح کی عجیب تصویر کھینچ سکتے تو پڑھنے سے بہت زیادہ فائدہ ہوتا" ان سطور کے ابتداء کتاب میں لکھدینے سے نہ

صرف مسیحی مصنف نے فن تفسیر کے بنیادی اصول کو ہی بیخ و بنیاد سے اڑا دیا بلکہ کتاب احبار کا مطالعہ کرنے والوں کو بھی ایک غلط راہ پر ڈال دیا ہے۔ فن تفسیر میں اصل اور عیان کے طور پر صرف ایک ہی بات ہے کہ وہ کلام کے مفہوم کو زیادہ وضاحت کے ساتھ ایسے طور پر بیان کر دے کہ مفسر کی اپنی رائے اس میں قطعاً شامل نہ ہونے پائے جسطرح سے ایک تصویر میں اگر اپنی مرضی سے کچھ تغیر و تبدل کر دیا جائے تو وہ اس چیز یا شخص کی حقیقی تصویر نہیں کہلا سکتی اسی طرح سے اگر کسی کلام کی تفسیر میں مفسر اپنی رائے کو شامل کر دے تو وہ کلام کے صحیح مفہوم کے بیان کرنے میں فی الحقیقت خیانت سے کام لیتا ہے ایک خاص خیال یا مقصد کو مد نظر رکھ کر کسی کلام کی تفسیر کرنا دنیا میں ہمیشہ گمراہی کا موجب ہی امر ہوا ہے اور یہی وجہ ہے کہ شارع اسلام نے تفسیر نویسی میں تفسیر بالرائے سے منع کیا ہے۔ جسطرح سے ایک سوانح نویس کسی شخص کے سوانح لکھتے وقت اس میں اپنے خیالات کی آمیزش کر دینے سے ایک قسم کی امانت میں فی الحقیقت خیانت کرتا ہے۔ اور لوگوں کو دھوکا دیتا ہے۔ اسی طرح سے کسی کلام کی اپنی رائے کے ساتھ تفسیر کرنے والا فی الحقیقت کلام کی تفسیر نہیں۔ بلکہ اپنے خیالات کی تصویر کو پیش کرتا ہے۔ کتاب احبار کو اگر پادری جے جے لوکس خدا کی کتاب سمجھتا ہے تو اس کو یہ بھی خیال کرنا چاہیئے کہ جب کتاب احبار کی ایک ایک قربانی میں خدا نے مسیح کی تصویر نہیں کھینچی تو کسی کو کیا حق ہے۔ کہ وہ کلام الٰہی میں تحریف اور الحاد کر کے اس کی ایک ایک قربانی سے مسیح کی تصویر کھینچے اس کتاب پر ریویو کرتے ہوئے صرف اسقدر لکھ دینا کافی ہے۔ کہ مفسر نے کتاب احبار کی ایک ایک قربانی سے مسیح کی تصویر کھینچنے کی کوشش کی ہے۔ پس اس کتاب کا نام کتاب احبار کی تفسیر کی بجائے مسیح کی تصویر از پادری جے جے لوکس صاحب مفسر زیادہ موزون ہوگا۔ اس تفسیر نویسی کا کسی قدر نمونہ بھی ذیل میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ ایک جگہ آپ لکھتے ہیں "یہودی روایتوں میں جسوقت عابد قربانی پر ہاتھ رکھتا تھا وہ اپنے گناہوں کا اقرار بھی کرتا تھا" اس کی آپ کیا اچھی تفسیر کرتے ہیں کہ "قربانی پر ہاتھ رکھنا مسیح کی قربانی پر ایمان رکھنے کی طرف اشارہ کرتا ہے"

اصل کتاب میں کہیں مسیح کا ذکر تک موجود نہیں۔ مگر چونکہ عابد نے قربانی کے سر پر ہاتھ رکھا ہے۔ اس لئے ضرور اس نے مسیح کی قربانی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

کتاب کی کتابت طباعت اور کاغذ بہت عمدہ ہے۔ اور پاکیٹ بک سائز کے ۲۲۲ صفحات پر چھپی ہے۔ باایں قیمت صرف بارہ آنہ ہے جو پنجاب ریلجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور سے مل سکتی ہے۔

امت محمودیہ کی مسلمانوں سے اشد عداوت

اہل محمود اسلام اور مسلمانوں کی عداوت میں اس قدر ترقی کر گئے ہیں۔ یا گورنمنٹ کی بیجا خوشامد میں اسقدر بڑھ گئے ہیں۔ کہ وہ مقامات مقدسہ پر برٹش قبضہ کی بنا پر اب مسلمانوں کی بجائے انگریزوں کو خلیفہ برحق سمجھنے لگ گئے ہیں اور اس خلافت کو خلافت منصوصہ ثابت کرنے کے لئے انہوں نے قرآن کریم سے بھی استشہاد کرنا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ سید ابوالبرکات صاحب دہلی میں امت محمودیہ کے ایک ممبر ہیں۔ آپ قرآن کریم کی سورہ ہود کی آیت ویستخلف ربی قوماً غیرکم ولا تضرونہ شیئاً ان ربی علیٰ کل شیءٍ حفیظ کا ترجمہ اور تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ "اور خلیفہ بنائیگا تیرا رب کسی غیر قوم کو اور تم اسکو ذرا سا بھی نقصان نہ پہنچا سکو گے (خواہ کتنا ہی ترک موالات کرو یا ایجی ٹیشن کرو یا سول نافرمانی) اس پر اخبار نور افشاں کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ اب ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ قرآن مجید نے اس سلطنت کو برٹش گورنمنٹ کے ہاتھ میں دی گئی۔ یعنی خلافت وہ قیامت تک انہی کے قبضہ میں رہے گی۔ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ۔ یعنی مسیح کے تابعدار کافروں پر قیامت تک غالب رہیں گے"

محمودیو جب تمہارے عقاید کی رو سے برٹش گورنمنٹ کی خلافت کی بنیاد قرآن کریم کی صریح نص پر ہے۔ تو اس نتیجہ کے قبول کرنے میں۔ جو نور افشاں نے نکالا ہے۔ تمہیں کیا عذر ہے۔ جب برٹش قوم کی خلافت تمہارے عقیدہ میں مسلمانوں کی جا بجا قائم ہو چکی ہے تو اپنے کفر کا اقرار کرو اور قیامت تک ان کی خلافت سے نکلنے کا نام تک نہ لو۔

فضائل اسلام

ترجمہ کیا گیا

مذاہب عالم میں اسلام کی افضلیت ایک ایسا بسیط مضمون ہے کہ جس کے لئے اخبار کے کالم مکتفی نہیں ہو سکتے۔ مگر اس کے بعض ایسے بھی پہلو ہیں کہ جنہوں نے مغربی مصنفین سے انتہا درجے کے تعصب کے باوجود اسلام کی فضیلت کا اعتراف کروا لیا ہے۔ ہم اسوقت صرف تین اصولی باتوں کے متعلق کچھ لکھتے ہیں۔

(۱) اشاعت اسلام۔ مغرب میں یہ عام طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ اسلام کا سیاسی غلبہ ہی اس کی کثرت اشاعت اور آسانی کے ساتھ پھیل جانیکا موجب ہوا ہے۔ اور اس فرضی قیاس پر ان کو اسقدر شدید اصرار ہے۔ کہ اس کے خلاف مضبوط سے مضبوط دلائل بھی ان کے کانوں

پر کچھ اثر نہیں کرتے۔ اور صریح واقعات سے بھی آنکھیں بند کر لی جاتی ہیں۔ چین اور ملیشیا کے جزائر کیا یہ کوئی مادی طاقت تھی کہ جہاں آج ۸ کروڑ مسلمان حلقہ بگوشان اسلام پائے جاتے ہیں۔ پھر اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ عرب کے سواد دنیا میں ایک بھی ایسا ملک نہیں کہ جو ان تیرہ سو سال کے عرصہ میں باوجود اس کے کہ وہ سابق مسلمانوں کی سلطنت کے زیر حکومت رہا ہے۔ مگر اس میں غیر مسلم آبادی پائی نہ جاتی ہو اس کے برخلاف یورپ میں کہ جس پر عیسائی حکومت قریباً اتنے ہی عرصہ سے حکمران ہے۔ غیر مسیحی آبادی کا کوئی نام و نشان تک بھی نہیں ملتا۔ کہ جس کی جلد عیسائیت نے لی ہے۔ گویا واقعات مغربی دنیا کے مسلمات کے خلاف ہیں۔

دنیا میں عیسائیت سے بڑھ کر مادی طاقت کے زور پر پھیلنے والا کوئی مذہب نہیں اور نہ اسلام کے سوا کوئی ایسا مذہب ہے۔ کہ جس کی صداقت اور روحانیت کو مادی طاقت کی سپورٹ کی ضرورت پڑی ہے۔ اور اس امر کی صداقت کا خود مغربی مصنفین نے کھلے الفاظ میں اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ مسٹر سٹوڈرڈ اپنی تصنیف نیو ورلڈ آف اسلام میں لکھتے ہیں۔

"اسلام کی ترقی انسانی تاریخ میں ایک معجزنما واقعہ ہے۔ گم نام و نشان سرزمین اور قوم سے نکل کر اسلام ایک ہی صدی کے اندر نصف کرۂ ارض پر پھیل گیا۔ اس نے عظیم الشان سلطنتوں کو زیر و زبر کر دیا اور بڑے بڑے مذاہب کو اکھاڑ کر پھینک دیا قوموں کی عادات اور خصائل کو بدل دیا اور تمام دنیا کو اسلامی دنیا میں رنگ دیا۔ اس ترقی کو جسقدر قریب سے ہم دیکھتے ہیں اسیقدر زیادہ عجیب معلوم ہوتی ہے۔ دیگر تمام بڑے مذاہب نے اپنی فتوحات آہستہ آہستہ حاصل کی ہیں۔ دردناک جنگوں اور بالآخر بڑے بڑے جابر بادشاہوں کی مدد سے لوگوں کو نئے مذہب میں شامل کیا ہے۔ عیسائیت اپنے اندر قسطنطین بدھ مذہب میں راجہ اشوک اور زرتشتی سائرس رکھتا ہے ہر ایک نے اپنے مذہب کی تبلیغ میں مادی طاقت سے کام لیا ہے۔ مگر اسلام میں ایسا نہیں ہوا یہ یکتا عرب میں پیدا ہو کر کہ جس کے باشندے اس سے پیشتر تاریخ انسانی میں خانہ بدوش قوم کہلاتی تھی۔ اسلام اپنی عظیم الشان مہم پر عظیم الشان مادی طاقتوں کے خلاف نکل کھڑا ہوا۔

۲- قرآن

یہ کتاب مقدس مغربی دنیا کے سامنے تب پیش ہوئی جبکہ اسلام کے خلاف وہاں سخت زہر اگلا جا چکا تھا۔ ایسا مذہب جو کہ تمام دنیا پر تسلط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بھلا عیسائی یورپ کب اس صلح و آشتی سے رہ سکتا صلیبی جنگوں میں تو بغض و عداوت کی کوئی حد ہی نہ رہی تھی۔ اور جب یہ نفرت و عناد قلوب پر مکمل طور پر مستولی ہو چکی تھی۔ اس زمانہ میں اور ایسی قلبی کیفیت کی موجودگی میں یورپین مترجمین نے مختلف زبانوں میں اسکا ترجمہ کیا۔ جب اس کی پیشوائی کے لئے ایک خاص نوع کی فضا پیدا کی جا چکی تھی۔ اور اسے ایک مخصوص انداز میں ان کے سامنے رکھا گیا۔ تو اس کے اثر کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے۔ پھر بھی اس نے دلوں کو مسخر کر لیا۔ اس تمام ماجرا کی تصویر جرمنی کے عظیم الشان ماہر سیاسیات گیٹی نے کیسی نمایاں کر کے ہمارے سامنے رکھ دی ہے۔ "وہ پہلے تو ہماری طبیعت اس سے بھاگتی ہے۔ مگر جتنی دفعہ ہم اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ہمارے واسطے نئے نظارے اور نئے سے پیش کرتا ہے۔ اور پھر آناً فاناً دلکش بنجاتا ہے۔ کہ ہم اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ اور انجام کار اس کی عظمت ہم پر چھا جاتی ہے۔"

ڈاکٹر شائٹن گاس انہیں الفاظ پر نظر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ "یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اتنے لمبے عرصہ کے بعد اپنے مطالعہ کرنے والے کے دل میں جو اس سے محض ناآشنا ہو زبردست اور بظاہر متضاد جذبات پیدا کرتی ہے۔ کیونکہ شروع میں جس نفرت کے ساتھ وہ اسے شروع کرتا ہے۔ رفتہ رفتہ نہ اس کی نفرت ہی دور ہو جاتی ہے۔ بلکہ مخالفانہ جذبات جو اس کے دل میں ہوتے ہیں وہ تعجب اور تعریف کی صورت میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

بلا شبہ یہ انسانی دماغ کی ایک حیرالعقول پیدائش ہے۔ اور بنی نوع انسان کے مابعد اور ماقبل پر غور کرنے والے کے لئے نہایت ہی دلاویز مطالعہ ہے اور ...... بلا مبالغہ (قرآن شریف) ایک ممتاز شان رکھتی ہے۔ کیونکہ یہ ایک بڑے عظیم الشن انسان کی زندگی اور اس کے اخلاق کا صحیح عکس پیش کرتی ہے۔"

۳- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

باوجود ان نہایت کریہ المنظر نقشوں کے جو بانی اسلام کے مغرب میں کھینچے گئے ہیں۔ یہ حقیقت آشکارا ہونے کے بغیر نہیں رہتی۔ کہ وہ "انبیاء مصلحین میں سب سے زیادہ کامیاب ہوئے ہیں" انسائیکلو پیڈیا برطانیہ گیارھویں ایڈیشن باب۔ قرآن) کیا ایسا مذہب ایسی کتاب ایسا نبی اس تعصب کو دور کر سکے اور جو ضرور دور ہوگا۔ دنیا کو اپنا گرویدہ نہیں کر لیں گے۔ اور اس سوال کا جواب ہم ضرور اثبات میں پائیں گے۔

حضرت امیر کے درس میں سے کچھ

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ جو درس قرآن کریم کا بعد از نماز مغرب دیتے ہیں وہ بہت ہی مختصر ہوتا ہے۔ صرف ضروری ضروری الفاظ اور آیات کی تشریح ہوتی ہے۔ آج کل ہر روز ربع پارہ ختم کیا جاتا ہے۔ سورۂ عنکبوت رکوع ۵ کی آیت ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر واللہ

یعلم ما تصنعون کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ نماز فی الحقیقت وہی ہے کہ جو فحشا اور ناپسندیدہ باتوں سے بچاتی ہے۔ بعض لوگ ولذکر اللہ اکبر کو نماز سے علیحدہ کوئی چیز قرار دیتے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ نماز سے بھی بڑھ کر کوئی چیز ہے۔ مگر اسکا یہ مطلب نہیں اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ نماز ہی اللہ کا ذکر ہے۔ اور وہ ایک بہت بڑی چیز ہے۔ یا بڑا اثر دینے والی چیز ہے۔ اور دوسرے فاذکرونی اذکرکم کی طرح اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اللہ کا تمہارا ذکر کرنا اس سے بڑھ کر ہے۔ یعنی جب تم اس کے لئے نماز قائم کرکے اسکو یاد کرتے ہو تو وہ تمہارا ذکر کرتا ہے۔ اور اس کا ذکر کرنا جو ہے وہ تمہارے ذکر سے بڑھ کر ہے۔

ولا تجادلوا اھل الکتاب الا بالتی ھی احسن الا الذین ظلموا منھم فرمایا کہ اسکا یہ مطلب نہیں کہ اہل کتاب کے ساتھ تو احسن طریق پر بحث مباحثہ کرو۔ بلکہ الا الذین ظلموا منھم میں الا استثنا منقطع ہے۔ جو ظالم لوگ ہیں وہ خود ہی اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔

وما کنت تتلوا من قبلہ من کتب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون۔ اس آیت سے ثابت ہے۔ کہ آنحضرت صلعم لکھنا پڑھنا کچھ نہیں جانتے تھے کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ کہ اگر آپ لکھے پڑھے انسان ہوتے تو پھر باطل پرست لوگوں کو شک ہو سکتا تھا کہ تو نے کتابیں وغیرہ پڑھ پڑھا کر خلاصے نکال لئے ہیں۔ اور ان کو قرآن کے نام سے شائع کر رہے ہیں۔ مگر قرآن کریم اس کی تردید کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ کہ آپ قطعاً لکھے پڑھے ہوئے نہ تھے اور اسی لئے آپ کو دوسری جگہ امی بھی کہا ہے۔ مگر اس کے معنی سمجھنے میں بعض یورپین مستشرقین نے غلطی کھائی ہے۔ کہ وہ امی سے مراد ام القریٰ (مکہ) کا رہنے والا یا صرف توریت و انجیل نہ پڑھا ہوا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ امر بڑے زبردست دلائل سے ثابت ہے۔ کہ آپ کچھ لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔ اگر آپ خود لکھے پڑھے ہوئے ہوتے تو آپ کے کاتبانِ وحی کا اس کثرت سے احادیث میں ذکر نہ آتا۔ ایک دو نہیں بلکہ قریباً ۴۲ مختلف کاتبان وحی کا ذکر احادیث میں آتا ہے۔ کہ جو وقتاً فوقتاً آپ کی ہدایت کے ماتحت وحی لکھا کرتے تھے۔ اگر آپ خود لکھنا پڑھنا جانتے تھے تو خود ہی کیوں نہ لکھ لیتے یا صحابہ ہی کبھی ذکر کرتے کہ حضور خود کیوں نہیں لکھ لیتے۔ لکھنا پڑھنا تو درکنار آپ دستخط تک بھی نہیں کر سکتے تھے۔ جہاں ضرورت پڑتی تھی مہر لگا دیتے تھے۔ بعض لوگوں نے خیال کیا ہے کہ صلح حدیبیہ کے عہد نامہ میں سے آپ نے کچھ مٹایا تھا۔ اس سے آپکا پڑھا ہوا ہونا ظاہر ہے۔ مگر یہ غلط ہے مٹانے کو تو ہر ایک شخص جب اسکو عبارت بتلا دی جائے تو مٹا سکتا ہے۔ ما انا بقاری کا ترجمہ جس نے I am not a proclaimer کیا ہے۔

اس نے بھی غلطی کی ہے۔ قرأ اور پڑھنا کو ہم معنی سمجھ لیا ہے۔ ورنہ اسکا مطلب صاف ہے کہ میں پڑھا ہوا نہیں۔

یعبادی الذین امنوا ان ارضی واسعۃ فایای فاعبدون جب خدا کی نماز اور عبادت سے روکا جائے اور تکالیف انتہا کو پہنچ جائیں تو ہجرت کرنی چاہیئے۔

الذین صبروا وعلیٰ ربھم یتوکلون۔ یہاں توکل کے معنی کھول دیئے ہیں اس سے پہلے نعم اجر العٰملین موجود ہے۔ یعنے عمل کرنے والے کو بہترین اجر ملتا ہے۔ مومن عمل کرتے ہیں اور پھر نتیجہ کو خدا پر چھوڑتے ہیں یہ نہیں کہ عمل کرنے کے بغیر ہی توکل کر لیتے ہیں۔ ایک حدیث سے بعض لوگوں نے غلطی کھائی ہے کہ توکل بغیر کوشش کے کرنا چاہیئے۔ حالانکہ اس حدیث میں یہ موجود ہے کہ تم توکل کرو کیا تم نہیں دیکھتے کہ جانور رزق کی تلاش میں نکلتے ہیں تو ان کو رزق مل جاتا ہے۔ حدیث اس طرح پر ہے۔ عن عمر بن الخطابؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لو انکم تتوکلون علی اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصا وتروح بطانا۔ کہ اگر تم توکل کرو کہ جیسا توکل کرنے کا حق ہے تو اللہ تمہیں رزق دیگا جیسا کہ وہ رزق دیتا ہے پرندہ کو وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو سیر لوٹتے ہیں (ایڈیٹر) یہ ظاہر ہے کہ پرندے بھی اپنے گھر سے رزق کی تلاش میں نکلتے ہیں پس یہ بھی کوشش کے بعد ہی توکل ہے۔

بل اکثرھم لا یعقلون۔ لا یعقلون کے معنے یہ نہیں کہ وہ عقل نہیں رکھتے بلکہ یہ کہ وہ عقل سے کام نہیں لیتے۔

اولم یروا انا جعلنا حرما امنا ویتخطف الناس من حولھم۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے۔ اور خدا کی رحمتوں سے ایک رحمت ہے۔ کہ حرم کو اللہ تعالیٰ نے امن کی جگہ بنایا ہے۔ اس کے اندر کوئی جنگ نہیں ہو سکتی دنیا میں اور کوئی جگہ ایسی نہیں کہ جہاں جنگ کرنی کسی مذہب نے حرام ٹھیرائی ہو۔ اور پھر ہمیشہ اس پر عملدرآمد بھی ہوتا رہا ہو۔

سورۃ الروم

الٓمٓ جن سورتوں کے پہلے الٓمٓ آتا ہے۔ ان میں اسلام کے غلبہ کی پیشگوئیاں ہیں۔ چنانچہ اس سورۃ میں بھی یہی ذکر ہے۔

غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین۔ جس وقت یہ پیشگوئی کی گئی تھی اسوقت ایرانی کا قبضہ مصر پر ہو گیا تھا۔ اور روم کا اکثر علاقہ بھی فتح کرکے وہ قسطنطنیہ تک پہنچ چکے تھے۔ یہ واقعہ یعنی روم کے اسقدر مغلوب ہو جانے کا واقعہ ۶۱۵ء ۶۱۶ء ہے اسوقت یہ پیشگوئی کی گئی تھی گویا ایسے وقت میں یہ پیش گوئی کی گئی تھی کہ ایرانیوں کا اقبال

اسوقت نصف النہار پر پہنچ چکا تھا۔ ایسے وقت ایرانیوں کی مغلوبیت اور کامل طور پر مغلوب ہوئے ہوئے روم کے غلبہ کی پیشگوئی کرنا اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہدینا کہ یہ سب کچھ چند سالوں میں ہو جائیگا۔ قیاسی پیشگوئی نہیں ہو سکتی۔ پھر ساتھ ہی ایک عظیم الشان پیشگوئی ویومئذ یفرح المومنون کے الفاظ میں فرمائی گئی ہے کہ اسدن مسلمانوں کو بھی ایک عظیم الشان خوشی حاصل ہوگی۔ ترمذی کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب ان ایرانیوں نے رومیوں کو پورے طور پر مغلوب کر دیا۔ تو اسدن کفار قریش نے خوب بغلیں بجائیں کیونکہ کفار ایرانیوں کو بت پرست یا آتش پرست ہونے کیوجہ سے دوست رکھتے تھے اور مسلمانوں سے دشمنی کے سبب رومی اہل کتاب کو بھی برا سمجھتے تھے۔ جب اہل کتاب یعنی رومیوں کو شکست ہوئی انہوں نے خوب خوشی کی۔ اسوقت یہ وحی نازل ہوئی۔ کہ گو اسوقت روم مغلوب ہو گیا ہے۔ چند سالوں کے بعد وہ ایرانیوں پر غالب آجائے گی۔ اور اس کے ساتھ ہی اسدن مسلمانوں کو بھی کفار پر فتح حاصل ہوگی اس پیشگوئی کو سنکر حضرت ابوبکرؓ نے کفار کو جا سنائی۔ کفار نے اس پر یہ مطالبہ کیا کہ وقت معین کرو کہ کتنے سال میں واقعہ ہوگا۔ حضرت ابوبکرؓ نے لفظ بضع سے اجتہاد کر کے تین سال کی شرط لگائی۔ کہ اگر تین سال میں یہ واقعہ نہو تو دس اونٹنیاں ان کو دیدیے جائینگے پھر جب رسول اللہ صلعم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ بضع تین سال سے نو سال تک ہوتا ہے۔ پس میعاد کو ۹ سال تک بڑھا دو۔ اور اسی طرح شرط کے دس اونٹوں کو بھی سو اونٹ کردو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور یہ پیشگوئی سات سال بعد پوری ہو گئی۔ اور اسیدن بدر کی جنگ میں مسلمان بھی کفار پر فتحیاب ہو گئے۔

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبة الذین من قبلھم کانوا اشد منھم قوة واثاروا الارض الخ۔ اثاروا الارض کے معنی زمین پھاڑنے کے ہیں۔ اس لئے کہ عمارات اور آثار قائم کرنے میں بھی زمین کو پھاڑا جاتا ہے۔ ثور بیل کو کہتے ہیں۔ کہ جس کی مدد سے زمین پھاڑی جاتی ہے۔

بیان القرآن

گذشتہ سال اعلان کیا گیا تھا۔ کہ جو صاحب بیان القرآن (یعنے اردو تفسیر القرآن) کی پیشگی قیمت مبلغ بیس روپے (عـــہ) خزانہ انجمن میں جمع کرا دینگے۔ ان کو مکمل تفسیر بیس روپے پر ہی دی جائیگی خواہ تفسیر کی قیمت بیس روپے (عـــہ) سے زائد ہو۔ اور محصول ڈاک بھی انجمن دے گی۔ اس رعایت کی میعاد اب ختم ہو گئی ہے۔ جو صاحب پیشگی قیمت جمع کرانے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ اور اب تک جمع نہیں کرا سکے۔ یا جن اصحاب نے پیشگی قیمت کا ایک حصہ جمع کرایا ہے۔ وہ سب اس ماہ کے آخر تک پوری قیمت مبلغ بیس روپے (عـــہ) جمع کرا دیں۔ آخر مارچ ۱۹۲۲ء تک جن اصحاب کے مبلغ بیس روپے (عـــہ) جمع نہ ہونگے ان کو اس رعایت کا مستحق نہ سمجھا جائیگا۔

دوم۔ آئندہ بجائے پارہ پارہ شائع ہونے کے سات سات سپاروں کی ایک ایک جلد شائع کیجائے گی۔ پہلی جلد سات پاروں پر ختم ہوگی۔ جن اصحاب کو پہلے پانچ پارے بھیجے جا چکے ہیں۔ ان کو آئندہ دو پارے بھیجے جائیں گے۔ اور اس کے بعد مکمل مجلد۔ پہلی جلد بھی مجلد ہوگی۔ جو صاحب پہلے پانچ پارے لے چکے ہیں۔ ان کو باقی دو پاروں کے ساتھ جلد بھیجدی جائے گی۔ جو اپنی اپنی جگہ پارے جلد میں لگوا سکیں گے۔ یا جو صاحب پارے ہمیں بھیجدینگے۔ ان کو یہاں سے مجلد کروا کر بھیج دئیے جائیں گے جلد کی قیمت تفسیر القرآن کی اصل قیمت کے علاوہ ہوگی۔

خاکسار۔ فقیر اللہ عفی عنہ مہتمم تصنیفات

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شملہ

فہرست زرچندہ بابت ماہ فروری ۱۹۲۲ء

(معرفت شیخ الہ دین صاحب کمپازیٹر)

(۱) مولوی عبد الرحمن صاحب جالندھری۔ بازار خرادیاں [illegible]
(۲) شیخ محمد لطیف صاحب کلرک کوارٹر ماسٹر جنرل برانچ [illegible]
(۳) " عبد العزیز صاحب کلرک آرڈننس ڈیپارٹمنٹ [illegible]
(۴) مولوی عبد الرحمن صاحب مسلم ہائی سکول [illegible]
(۵) شیخ امیر الدین۔ کلرک۔ ڈائرکٹر جنرل ملٹری ورکس [illegible]
(۶) " امیر علی صاحب پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ دہلی [illegible]
(۷) ماسٹر نور محمد صاحب کلرک۔ ڈی۔ جی۔ آئی۔ ایم۔ ایس [illegible]
(۸) شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس [illegible]
(۹) " عبد المجید صاحب میڈیکل برانچ [illegible]
(۱۰) مولوی اکبر علی صاحب " [illegible]
(۱۱) شیخ الہ دین صاحب کمپازیٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس [illegible]

میزان کل

[illegible] روپے

فلا وربك لا يؤمنون الخ

(گزشتہ سے پیوستہ)

(از مرزا نادر علی صاحب پشاوری)

ملاحظہ ہو۔ فتوے مولوی نورالدین مرحوم و مولانا محمد احسن صاحب۔

قال الامام المجدد ومن تفوه بكلمة ليس له اصل صحيح في الشرع ملهمًا كان او مجتهدًا فيه الشيطان مقبلًا منه الخ

وهاا بلني لا اصدق الهامًا من الهاماتي الا بعد ان اعرضه على كتاب الله الخ

اور بعد اپنے الہام کو قرآن اور احادیث صحیحہ نبویہ پر پیش کرنے کے الخ

اسی بنا پر الہام ولایت یا الہام عامہ مومنین بجز موافقت و مطابقت قرآن کریم کے حجت بھی نہیں۔

و وحی حکم یعنے مسیح موعود مقدم است بر احادیث ظنیہ بشرطیکہ آن وحی مسیح موعود بقرآن مطابقت کلی دارد و بشرط اینکہ قصہ ہائے آں حدیث بقصہ ہائے قرآن مطابقت ندارا نارینے در قصہ ہائے آں احادیث و قرآن شریف باہم مخالفت باشد۔ علی ہذا اور بھی ایسے اقوال امام علیہ السلام کے ہیں جو بطور قاعدہ کلیہ اصل کے طور پر ہمارے ہاتھ میں ہیں اور قاعدہ کلیہ کی رعایت حکم کے مجتہدات میں مرعی رہیگی۔ اور جو اجتہاد یا فتویٰ قاعدہ کلیہ کے خلاف ہوگا۔ اس میں تابعین امام کو فردوہ الی اللہ والرّسول کی رعایت سے اپنے اجتہاد کرنیکا حق حاصل ہو جاویگا۔ جیساکہ مولوی نورالدین مرحوم و مولوی محمد احسن صاحب نے کیا جو ہردو حواری مسیح موعود علیہ السلام اور علماء اجتہاد سے ہیں۔ اور خود مسیح موعود علیہ السلام فتاویٰ کی دریافت میں ان کی طرف رجوع فرماتے تھے اور اکثر سوال کنندوں کو ان ہردو سے فتوے طلب کرنے کا حکم دیدیتے تھے۔

مجھکو میاں صاحب کے ایک مرید مبائع نے اتباع سنت نبوی کے مبحث کے دوران میں صاف کہاکہ تم لوگوں نے محمّد الرّسول اللہ کی پوزیشن کو بڑھا دیا ہوا ہے " اس بیحیائی کے بنیادی کلمہ سے الحاد کی بو آتی ہے۔ اور یہی وہ خشت اول ہے۔ جو بنیاد کجی پر دیوار چڑھانے کے لئے رکھی گئی ہے۔ ایسا شخص منتہی وقت پر ضرور محمّد الرّسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو چھوڑدیگا۔ اور یہ مرض تدریجًا ترقی کرتا جاتا ہے۔ اور آخرالامر مرزا نبی اللہ۔ محمّد الرسول اللہ کی جگہ لے لیگا۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّات اعمالنا۔ مضمون لمبا ہو گیا ہے۔ اس لئے اب میں اس مضمون کو ایک حدیث پر ختم کرتا ہوں وَهُوَ هٰذا۔

عن بسر بن محجن عن ابيه۔ انه كان في مجلس مع رسول الله صلعم فاذن بالصلوٰة فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى ورجع ومحجن في مجلسه فقال له رسول الله صلعم ما منعك ان تصلى مع النّاس الست برجلٍ مسلم فقال بلٰى يا رسول الله ولكنى كنت قد صلّيت في اهلي فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلّم اذا جئت المسجد كنت قد صلّيت فاقيمت الصلوٰة فصل مع الناس وان كنت قد صلّيت (رواه مالك والنسائی)

عن يزيد بن عامر قال جئت رسول الله صلعم وهو في الصلوٰة فجلست ولم ادخل معهم في الصلوٰة فلما انصرف رسول الله صلعم وانى جالسا فقال الم تسلم يا يزيد قلت بلٰى يا رسول الله الخ (رواه ابوداؤد) (مشکوٰة ص۱۰۳ باب من صلى صلوٰة مرتين)

ہم امید کرتے ہیں۔ کہ میاںصاحب اس بات کی احادیث کو بغور دیکھکر مبائعین و غیر مبائعین کے متعلق اس احادیث کے تطبیق پر فتویٰ بتلا دیں کہ ہردو کی موجودگی جبکہ امام نماز غیر مبائع ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ان احکامات کی تعمیل کسطرح کرسکیگا "، اور الست برجل مسلم اور الم تسلم یا یزید۔ پر پوری غور کرکے جواب دیویں۔

اور الدّین یسرًا کا کسطرح پورا ہوگا۔ میاں صاحب ایک ایسا بے معنے فتوے دیتے ہیں۔ جو لا یکلف اللہ نفسًا الّا وسعہا سے علی تجاوز کرنا ہے۔ یا شاید صرف قادیان کی بستی ہی میاںصاحب کی مدنظر ہے۔ مگر اور شہروں کا تو یہ حال نہیں۔ احمدی متفرق مقامات پر دور دور رہتے ہیں۔ جو بمشکل صرف نماز جمعہ کے لئے جمع ہو سکتے ہیں۔ اگر میاں صاحب کا فتوے صحیح ہے۔ تو دوسرے لفظوں میں اس کے یہ معنی ہیں کہ ایک احمدی شخص ہمیشہ کے لئے نماز جماعت کے فیض سے محروم رہے۔ یہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی ہتک کا وبال ہے۔ جب احمدیوں نے شعائر اللہ کی ایسی بے قدری کی تو اللہ تعالیٰ نے فیض جماعت سے اس طرح پر ان کو محروم کر دیا اور عمومًا احمدیوں میں اسکا بال کسل کے رنگ میں ایسا پوشیدہ کام کر رہا ہے کہ تمام احمدی اکیلے ہی نماز پنجگانہ پڑھتے ہیں۔ اور اپنی جماعت میں بھی شامل نہیں ہوتے۔ رسول کریم صلعم کو باوجود معلوم ہونے کے کہ یہ مسلمان ہیں عدم شمولیت جماعت حاضرہ کی وجہ سے توبیخًا ان کو ایسا فرمانا کیا نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ شراح حدیث لکھتے ہیں۔

قوله فما منعك ان تدخل مع الناس في صلوٰتهم لانه من علامة الاسلام الدال على الايمان وقال ذالك صلى الله عليه وسلم للتوبيخ - نيل الاوطار-حون-

سچ بات ہے۔ دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔ اس طرح تو کہا جاتا ہے کہ ہم محمّد الرسول صلی اللہ علیہ وسلّم کی عزت اور اس کی علوشان اور منزلت عظیم

تمام دکھلانے کے لئے ایسا کچھ کر رہے ہیں۔ مگر موقعہ آجاوے تو معلوم ہو کہ یہ لوگ محض مدعی اسلام ہیں۔ ورنہ عمل کے وقت دیکھیں کسقدر حضرت الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی عزت کرتے ہیں۔ اور فاتبعونی یحببکم اللہ پر کیسے کاربند ہوتے ہیں انسان کے اعتقاد صحیح اور مافی الضمیر پر تو شہادہ عمل ہی سے مل سکتی ہے ورنہ زبانی دعاوی کچھ کم ہیں۔ افسوس صد افسوس ہم نے بچشم خود واقعات دیکھے ہیں۔ کہ ایک مبائع میاں صاحب جو قرآن کے درس میں حاضر ہے۔ قرآن کا درس ختم ہوا۔ اور نماز کھڑی ہو گئی اور مبائع صاحب بدیں خیال وتکبار کر ہیں گویا خدا کے قدوس کا اکلوتا بیٹا ہوں اور ہر روز خدا تعالےٰ گویا میرے سے ہم کلام ہو رہا ہے۔ بھلا میری نماز اس غیر مبائع کے پیچھے کب ہوتی ہے شامل نماز نہوا۔ سبحان اللہ کس قدر نفس پرستی وسقارۃ قلبی پر اعمال ان کے دال ہیں۔ الامان والحفیظ کیا یہ عملاً جداگانہ شریعت بنانے کے کام نہیں کیا عملاً یہ دعوی نبوت نہیں۔ کیا کے احکام کی پیروی نہیں اور عدی ابن حاتم کی حدیث کا مصداق پورا نہیں کر رہے ہیں۔ کیا یہ مشہد من دون اللہ ہتک نہیں۔ کیا محمد الرسول اللہ صلعم کی شریعت پر یہ زیادہ نہیں ان کا عمل خلاف شریعت اور خلاف سنت نبوی ان کے افکار پر شاہد عدل ہے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا من یھد اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ۔

والسلام۔

بحث مسئلہ نبوت مسیح موعود

(از حکیم مرہم عیسیٰ صاحب)

گذشتہ سے پیوستہ

اور صرف جاہلوں کے بہکانے کے لئے کہا جاتا ہے۔ کہ رسول اللہ کا ایسا درجہ ہے۔ کہ آپ "نبی گر" ہیں۔ یقیناً یقیناً یہ کلمہ کفر ہے۔ کیا آگے خدا "نبی گر" تھا۔ اور اب محمد صاحب "نبی گر" بنے ہیں۔ نعوذ باللہ من ھذہ الافتراۃ اس میں کوئی رسول اللہ کی شان کا اظہار نہیں۔ کہ آپ "نبی گر" ہیں۔ اور نہ ایسی تعریف کرنے سے کوئی رسول اللہ صلعم کی عزت افزائی ہے۔ کہ آپ شہنشاہ انبیاء ہیں جو بات رسول پاک کے متعلق قرآن میں بیان نہیں ہوئی۔ اس کو ہم اپنے خیال سے کیوں بنا دیں۔

نادان انسان کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا رتبہ رکھتے تھے کہ آپ کی قوت قدسیہ سے ایک نبی کا پیدا ہو جانا کچھ بعید نہیں۔ اس نے درحقیقت ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین کی آیت کو سمجھا ہی نہیں۔ وہ اپنی ہوا

ہوس پر رسول اللہ صلعم کی عزت وحرمت اور قرآن کریم کی عظمت کو قربان کر رہا ہے۔ اور اپنے باطل خیال کو فروغ دینے کے لئے قرآن پاک پر حملہ کرتا ہے اللہ تعالےٰ اسکو ہدایت کرے۔ اور راہ راست کیطرف رہنمائی کرے۔

اس تقریر پر مولوی علمی صاحب کی طرف سے کوئی جرح نہیں ہوئی۔

پھر میں نے عرض کیا میرا دعوےٰ ہے کہ خاتم النبیین کے بعد کسی نبی کا آنا قرآن کے روسے ممکن نہیں ہے۔ یعنے قرآن اسبات سے مانع ہے۔ کہ کوئی نبی آنحضرت صلعم کے بعد دنیا میں مبعوث ہو۔ اگر کوئی آیت ہو تو پیش کریں۔

اسپر علمی صاحب نے فرمایا کہ سنت اللہ کبھی تبدیل نہیں ہوتی۔ سنت اللہ میں داخل ہے کہ نبی آئیں۔

میں نے عرض کیا کہ یہ بھی سنت اللہ میں داخل ہے۔ کہ کتابیں او شریعتیں آویں۔ جب سنت اللہ میں شریعت اور کتاب الہیہ بھیجنا بھی سنت الہیہ ثابت ہے تو وہ بھی سنت جاریہ رہنی چاہئے۔ کیونکہ جو سنت اللہ نبیوں کے بھیجنے میں ہے وہی کتب سماویہ کے بھیجنے میں ہے۔ کتاب اور نبی لازم وملزوم ہیں جب لازم باطل ہوا تو ملزوم خود باطل ہو گیا۔ نبی کی تعریف ہی یہی ہے۔ کہ جو کلام اس پر منجانب اللہ نازل ہو۔ اسکا وہ خود بھی مکلف ہو اور غیر بھی اس کے مکلف ہوں خدا نے کسی حصولی علم والے کو نبی نہیں بنایا جس نبی نے نبوت سے پہلے کسی شخص سے علم حاصل کیا ہو۔ اس کی مثال بتائیں۔ اور قرآن مجید ہی سے پیش کریں۔ نبی کے واسطے ضروری ہے کہ وہ براہ راست خدا سے ہی تعلیم حاصل کرے۔ غرض نبی ہوتا ہی وہی ہے جس کے الہام کے مکلف غیر بھی ہوں خدا جس سے کلام کرے اور اس کا کوئی مکلف سوائے اس کی اپنی ذات کے غیر نہ ہو وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ جسطرح حضرت موسےٰؑ کی والدہ وہ خود مکلف اپنے الہام کی تھی۔ دوسرے مکلف اس الہام کے نہ تھے۔ جس شخص کی وحی کا دوسرا شخص مکلف ہے۔ وہ شخص نبی ہے۔ اور جس کی وحی کا دوسرا کوئی شخص مکلف نہیں وہ نبی نہیں۔ اس لئے قرآن پاک نے آیہ کریمہ فبای حدیث بعدہٗ یؤمنون اور فبای حدیث بعد اللہ وایاتہ یؤمنون میں صاف فرما دیا ہے۔ کہ قرآن کریم کے بعد کوئی ایسی وحی نہیں ہوگی جسپر ایمان لانا لازم ہوگا۔ یعنے آیندہ کسی شخص کو کوئی وحی ایسی نہیں ہوگی جسکا دوسرا شخص مکلف ہو۔ کیونکہ ایمان کی شرط ہی اس وحی کے متعلق ہے جسکا غیر بھی مکلف ہو۔ جب ایسی کلام بذریعہ وحی الٰہی کسی پر ہوگی ہی نہیں جسکا غیر مکلف ہو تو یہ خود اسبات کی دلیل ہوئی کہ کوئی نبی اب رسول اللہ صلعم کے بعد نبی اور رسول کا عہدہ لیکر نہیں آسکتا۔ کیونکہ نبی کے ساتھ ایمان لانا شرط ہے۔ اور قرآن فرماتا ہے کہ کونسی کلام اس کے بعد ہے جسپر یہ ایمان لاویں گے۔ یہ استفہام انکاری ہے۔ یعنی کوئی نہیں۔ یہ آیت اسقدر زوردار ہے۔ کہ کسی نبی کو بعد خاتم النبیین

قدم رکھنے کی جگہ نہیں ہیں۔ اس جملہ حدیث کا لفظ صرف کلام الٰہی کے متعلق ہی بولا گیا ہے اور حدیث کے لفظ کی تنکیر جو فائدہ عموم کا دیتی ہے صاف بتا رہی ہے۔ کہ جو بھی الہام قرآن کے بعد ہوگا۔ وہ ہماری ایمانیات کی کوئی جزو نہیں ہوگا۔ اسکا کوئی غیر مطلق نہیں ہوگا۔ یعنے وہ نبی کی وحی نہیں ہوگی۔ کہ جس پر ایمان لانا لازم ہو۔ اس آیۂ کریمہ میں ایک پیشگوئی بھی ہے۔ جو بطور اشارۃ النص اس آیہ سے مترشح ہے اور وہ یہ کہ خدا تعالےٰ آیۂ ممدوحہ میں اسبات کیطرف اشارہ فرماتا ہے۔ کہ ایک ایسا زمانہ بھی اس امت پر آنے والا ہے۔ کہ جب بعض افراد اس امت کے قرآن مجید کے بعد ایسی وحیوں پر بھی ایمان کا مدار رکھیں گے جو نبوت کی وحیاں نہیں ہونگی، غرض جو لوگ قرآن کے بعد نبیوں کا آنا مان رہے ہیں۔ اگر وہ انصاف اور خدا ترسی سے کام لیتے تو قرآن مجید کے بعد ایسی وحیوں پر مدار اسلام یا ایمان کا نہ رکھتے۔ مگر وہ اسبات پر راضی ہوگئے کہ خدا کے قطعی اور یقینی نبوت کے کلام کو بطور متروک اور مہجور کے قرار دے دیں۔ اور اسبات پر راضی نہ ہوئے کہ وہ قرآن مجید کی ہی وحیوں کو اسلام اور ایمان کے لئے بس قرار دیں۔ یہی قرآن کریم سے روگردانی کی راہ ہے۔ جو انہوں نے اختیار کر رکھی ہے۔

جب خدا خود رسول اللہ صلعم کو حکم دیتا ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ یعنے اگر تم محبوب خدا بننا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو خدا تمکو اپنا محبوب بنالے گا۔ اور فرماتا ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین یعنے اللہ تعالےٰ کے نزدیک مقبول دین صرف اسلام ہے۔ اور جو شخص غیر الاسلام دین میں ہوکر مقبول بارگاہ الٰہی ہونا چاہتا ہے۔ وہ ہرگز درجہ قبولیت و شرف محبوبیت حاصل نہ کرسکیگا۔ اور انجام کار وہ انہیں لوگوں میں سے ہوگا۔ جو دنیا اور آخرت میں خائب اور خاسر رہے ہونگے۔

واجب التعمیل گرنتھ

از شیخ محمد یوسف صاحب لاہوری
(گذشتہ سے پیوستہ)

کسوٹی نمبر ۲

وہ تعلیم دینی اور دنیاوی امور میں رہبر کامل ہو۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

ترجمہ

آجکے دن میں نے کامل کردیا تمہارے لئے دین تمہارا اور تمام کردی تمہارے اوپر اپنی نعمت اور پسند کیا تمہارے لئے دین اسلام۔

جہاں اس آیت میں کامل مکمل بلکہ اکمل تعلیم ہونے کا دعویٰ ہے وہاں تمام امور دینی اور دنیوی کے متعلق اس میں احکام بھی موجود ہیں۔ مکمل کتاب تب ہی کہلا سکتی ہے کہ جب دینی و دنیوی ہر طرح کے معاملات کو سلجھا کر رکھدیا ہو گرنتھ صاحب کی دینی تعلیم کا تو حال آپکو مضمون گذشتہ سے ہو ہی گیا ہوگا کہ اتنی بڑی کتاب میں لے دیکے ایک توحید کا ذکر کیا ہے سو وہ بھی پھر ہمہ اوست کے رنگ میں ایسا ملبس کیا کہ انسان کو خدائے مجسم اور خدا کو مجسم انسان بنادیا۔ اور اگر دنیاوی تعلیم کے متعلق دیکھا جاوے تو نہ کہیں طہارت کے اصول سکھلائے ہیں نہ طریق مناسک نہ زکات و طلاق کے مسئلہ نہ رضاع و نفقہ کا بیان نہ رہن؟ بیع کے قوانین نہ حلال و حرام کے آئین۔ نہ جہاد و جنگ کے اصول نہ حدود و قصاص اور قتل و دیت کے احکام نہ وصیت کا ذکر نہ ترکہ کا نام۔ بھلا اگر کوئی کسی سکھ سے پوچھے کہ آپکے ہاں ہمشیرہ کے ساتھ نکاح کرنا جائز لکھا ہے کہ ناجائز تو وہ کچھ جواب نہیں دے سکتا۔ آج اگر ایک سکھ کچھ جائیداد اور کچھ لواحقین چھوڑ مرتا ہے تو گرنتھ ہرگز نہیں بتلاتا کہ اس ترکہ کی تقسیم کس طرح کرنی چاہیئے۔ دیر آید درست آید کے لحاظ سے گرنتھ صاحب کو کہ جو مذہب اور سائنس داں زمانہ میں لکھا گیا اور ایک دو کی نہیں بلکہ قریب ڈیڑھ درجن اشخاص کی راؤں کا متفقہ نتیجہ ہے چاہیئے تھا کہ ہر پہلو مکمل ہوتا اور اپنی سابقہ تحریر کو سبک بات کردیتا مگر سبحان اللہ کہ زمانوں کے تجربوں کے بعد اتنے اشخاص کی متفقہ رائے اور اتنی ضخیم کتاب مگر جو دو صدیوں پیشتر کی ایک امی کی بیان کردہ کتاب کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ آج سکھوں نے خود اقبال کرلیا کہ گرنتھ کی تعلیم میں ہر حال میں مناسب ہدایت نہیں ملتی۔ یقین نہ ہو تو گرمت پرکاش مصنفہ چیف خالصہ دیوان (خالصہ پارلیمنٹ) بھسوڑ کا صفحہ ۲۰ و ۲۱ پڑھکر دیکھ لو وہاں یوں مرقوم ہے:-

کشٹ نمبر ۱۶

خالصہ رشتوں کے نہ ملنے سے خالصہ پنتھ میں آجکل بڑی دقت پیش آرہی ہے گو یہ دقت محض ان خالصہ برادران کو جو جاٹوں میں سے سکھ بنے ہیں سرسری النظر میں خفیف معلوم ہوتی ہوگی۔ لیکن علاوہ ان کے باقی قوموں میں سے سکھ

بسنے ہوئے خالصہ بھائیوں کو بڑی مشکل کا سامنا ہو رہا ہے کہ جسکی وجہ سے انکو خالصہ دھرم ترک کرکے مذہب سابقہ کے قوانین یا رسوم اختیار کرنے پڑتے ہیں یا خالصہ اصول کو چھوڑ کر غیر خالصہ اصول (اسلامی اصول وغیرہ) پر چلنا پڑتا ہے۔ پس اگر اس دقت کا اظہار کرنا شروع کیا جاوے تو اس مصیبت کی فہرست ختم نہیں ہوگی۔ کئی سال سے اس دقت کو رفع کرنے کی غرض سے امرتسر گوجرانوالہ وغیرہ دو تین جگہ خالصہ برادریاں بنیں لیکن وہ سب نامکمل ثابت ہوئیں۔ ہاں خالصہ رشتوں کی تحصیل کے لئے ضلع شاہپور کے چند خالصہ بھائیوں نے ایک دو ناواجب رسوم کو مٹا کر چندے سہولت کی ہے لیکن وہ سب ایک خاص اپنی اپنی حدود میں ہونے کی وجہ سے تمام پنتھ کے لئے مفید نہیں۔ پس جب تک پنتھ اس مذکورہ بالا دقت کے دفیعہ کے لئے کچھ پختہ انتظام نہیں کرتا تب تک یہ دقت دن بدن بڑھتی ہی جاویگی۔ سچ پوچھو تو اکثر لوگ اس دردناک مصیبت کی وجہ سے خالصہ مذہب کو اختیار نہیں کرتے بلکہ بہت سے خالصہ اسی مصیبت کے مارے سر منہ چٹم کرا کے خالصہ دھرم کو چھوڑ چکے ہیں۔ جسکے نمونہ ناقابل بیان ہیں جو ظاہر ہمارے آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ پنتھ اس دقت کا مناسب انتظام کرے۔..........

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ خالصہ خاندانوں کے بڑھ جانے سے ان میں دور دور اور قریبی سے قریبی رشتہ بھی ہو جاوینگے۔ تب اس حالت میں ان کن عورتوں سے رشتہ نکاح ممنوع ہونگے۔

اس سوال پر غور کرنے سے جواب ملتا ہے کہ **دادی۔ نانی۔ ماں ماسی۔ پھوپھی۔ چاچی۔ تائی۔ مامی۔ دھی۔ نوہ۔ بھانجی بھتیجی۔ دوہتی۔ پوتی اور بہن کو چھوڑ کر باقی سب کے ساتھ** لیاقت و عمر کے لحاظ سے نکاح یا نکاح ثانی کر لینا چاہئے۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یہ **تفصیل انہوں نے گرنتھ صاحب سے لی** ہے تو براہ مہربانی وہ جگہ دکھلاویں۔ اور گرنتھ صاحب کے باہر کہیں سے لی ہے تو پھر عبارت مذکورہ کا وہ اصول کہ خالصہ اصول کو چھوڑ کر غیر خالصہ پر چلتے ہیں۔ جس کا مجرم یہ دوسروں کو گردانتے تھے انہوں نے خود اس کا ارتکاب کیا۔ خالصہ بھائیو! آؤ ہم آپ کو دکھائیں کہ آج سے چودہ سو برس پیشتر آپ کی اس دقت کو اللہ تعالیٰ نے بدیں الفاظ رفع کیا ہے:۔

ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم من النسآء الا ما قد سلف انہ کان فاحشۃ ومقتا وسآء سبیلا۔ حرمت علیکم امھتکم وبنتکم واخوتکم وعمتکم وخلتکم وبنت الاخ وبنت الاخت وامھتکم التی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ وامھت نسآئکم وربائبکم التی فی حجورکم من نسآئکم التی دخلتم بھن۔ فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم۔ وحلآئل ابنآئکم الذین من اصلابکم وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف۔ ان اللہ کان غفورا رحیما۔ والمحصنت من النسآء الا ما ملکت ایمانکم کتب اللہ علیکم واحل لکم ما ورآء ذالکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین۔

ترجمہ۔ اور جن عورتوں کو تمہارے باپ دادا نکاح میں لائے تم ان سے نکاح نہ کرو۔ مگر جو ہو چکا سو ہو چکا (زمانہ جاہلیت کا اب معاف ہے اس کا گناہ تمہارے ذمہ نہیں گناہ تب ہی ہے کہ جب قوانین بتائے گئے پھر دانستہ ان کی خلاف ورزی کی جاوے) بیشک یہ کام بڑی بے حیائی اور غضب کا ہے اور برا طریق ہے۔

مسلمانو! تم پر حرام ہیں تمہاری مائیں۔ اور بیٹیاں۔ اور بہنیں۔ اور پھوپھیاں۔ اور خالائیں۔ اور بھتیجیاں۔ اور بھانجیاں۔ اور وہ عورتیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا۔ اور دودھ کی بہنیں۔ اور ساسیں (خوشدامنیں) اور جوروؤں کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہوں۔ بشرطیکہ تم ان جوروؤں سے صحبت بھی کر چکے ہو۔ لیکن اگر تم نے ان سے صحبت نہیں کی تو تم پر ان کی بیٹیاں حرام نہیں۔ اور تمہارے نطفہ سے جو بیٹے ہیں ان کی بیویاں یعنی تمہاری نوہ اور دو بہنوں کا نکاح میں اکٹھا کرنا۔ مگر جو گذر چکا اس کا گناہ تم پر نہیں بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور خاوند والی عورتیں مگر جو تمہاری ملکیت میں ہوں۔ یہ تمہارے لئے اللہ کا حکم ہے ان کے سوا اور عورتیں تمکو حلال ہیں اس طرح کہ تم ان کو حق مہر دیکر یا قیمت دیکر نکاح کرو نہ بارانہ۔

یہ تو ابھی پہلی منزل ہے ابھی آگے آگے دیکھئے کیا کیا مشکلات اس قوم کو پیش آنے والی ہیں۔ ان میں ایک پردہ کی رسم بھی ہے۔ جیٹھ سے سسر سے۔ کرمے وغیرہ وغیرہ پردہ کیا جاتا ہے۔ مگر یہ سابقہ ہنود کے رسم و رواج کے مطابق ہی ہے گرنتھ صاحب میں اس کا قطعی کہیں ذکر نہیں۔ اس پردہ کی تفصیل بھی قرآن کریم میں موجود ہے۔ پھر اس میں ایک اور رسم ہے کہ جب کوئی شخص اپنی شادی شدہ بیٹی کے ہاں یا بہنوئی سالے کے ہاں یا سسر داماد کے ہاں مہمان چلا جاتا ہے تو ان کے گھر کی روٹی نہیں کھاتا۔ مہربان گو یہ معمولی سی بات ہے لیکن اس کا جواب بھی آپ کو قرآن پاک ہی سے ملے گا۔ دیکھو سورہ نور۔ چاہو آج قبول کرو اور چاہو دو دن جھک مار کے طوعاً و کرہاً اسلامی اصول ہی کو تسلیم کرنا پڑیگا۔

بقیہ از صفحہ [illegible] نمبر (۲) یہ فنڈ لخت جگرم خواجہ بشیر احمد مرحوم بی-اے اور ان کی اہلیہ مرحوم کی یادگار میں اوّل اوّل کھولا گیا تھا۔ جن دونوں نے ووکنگ مشن کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ اور وہ دونوں عین اسوقت ایک ہی دن خدا کیطرف بلائے گئے۔ جبکہ وہ ووکنگ کے سفر کی تیاری میں تھے۔ لیکن اب اس فنڈ نے ایک نئی شکل اختیار کر لی ہے۔ اس لئے برادر مکرم خواجہ جمال الدین صاحب بی۔ اے سابق انسپکٹر محکمہ تعلیم کشمیر و دیگر اراکین خاندان نے یہی پسند کیا کہ ان مرحومین کی یادگار کسی ایسی عمارت کی صورت میں قائم کیجائے جو مشن کے کام میں آئے۔ لیکن اس یادگار پر جو خرچ ہو وہ مشن کی آمد سے نہ لیا جائے بلکہ ہم اپنی جیب سے ادا کریں۔

عزیز منزل کے ملحق ایک زمین کا ٹکڑہ قیمتی پانچہزار روپیہ ہے۔ جو ہم دونوں بھائیوں کی مشترکہ ملکیت ہے۔ برادرم موصوف نے بجائے اپنے چندہ کے اس ٹکڑے کا نصف اس عمارت کے لئے دیدیا۔ ان کی یہ بھی خواہش تھی کہ اس عمارت کا ایک حصہ کرایہ کے لئے بھی ہو۔ جس سے اس عمارت کی آئندہ مرمت شکست و ریخت اور اس کی اغراض کے دیگر اخراجات پورے ہوتے رہیں تاکہ یادگار آئندہ کسی جیب کی محتاج نہ رہے۔

ان باتوں کے لئے نہ تو خواجہ صاحب موصوف کا عطا کردہ زمین کا ٹکڑا کافی ہوسکتا تھا۔ اور نہ وہ تین ہزار روپیہ جو میں نے دسمبر ۱۹۱۹ء میں اس فنڈ کے لئے اپنی طرف سے پیش کیا تھا۔ کفایت کر سکتا تھا۔ مجوزہ مکان کی عمارت کا اسٹیمیٹ نو ہزار کے قریب تھا۔ اس کے علاوہ تین ہزار کے قریب دیگر اخراجات فراہمی کتب و لٹریچر کے لئے چاہیئے تھا۔ پس ان تمام امور کو ملحوظ رکھکر سردست میں نے یہ پسند کیا۔ کہ اس زمین کے ٹکڑے میں جو میرا قیمتی اڑھائی ہزار روپیہ کا ہے۔ اس کو بھی شامل کر دوں۔ پہلی منزل میں ایک ہال اور اس کے متعلق دفتر ہو۔ اور دوسری منزل کی صورت رہائشی مکان کی ہو۔ کل عمارت کے اخراجات سردست اپنی جیب سے کروں۔ جو تین ہزار روپیہ میں نے بشیر فنڈ کے لئے دیا ہے۔ وہ میں اس عمارت میں خرچ کرتا ہوں۔ چنانچہ اس خیال پر مکان بنانا شروع کر دیا گیا ہے۔ جو اغلباً دسمبر سال رواں کے اخیر تک تیار ہو جائیگا۔ میں اس ہال کو بطور ریڈنگ روم رکھنا چاہتا ہوں جس میں کل ملل و مذاہب کا عربی۔ فارسی۔ اردو۔ انگریزی لٹریچر رکھا جائے اور یہ ریڈنگ روم ہر ایک کے لئے خواہ وہ کسی مذہب کا ہو کھلا رہے۔ ہمارے احباب اگر اشاعت اسلام کے متعلق کسی اور غرض کے لئے بھی اس ہال کو استعمال کرنا چاہیں تو وہ کر سکتے ہیں۔ اس ہال کا نام میں مرحوم کی یادگار میں بشیر یادشاہ ریڈنگ روم رکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں۔ کہ یہ ریڈنگ روم تبلیغ و اشاعت علوم اسلامیہ کا مرکز ہو۔ آمین۔

اس ہال کو جس میں یہ ریڈنگ روم ہوگا۔ اور جس پر قریبًا ⅔ حصہ خرچ عمارت آیا ہے۔ میں دینی اغراض بالا کے لئے وقف کرتا ہوں۔ اس سے میری یا میرے متعلقین کی ذات کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ باقی حصہ مکان سردست میں اپنے متعلق رکھتا ہوں۔ اور کل مکان کی شکست و ریخت مرمت اور دیگر اخراجات اغراض ریڈنگ روم اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ مجھے جلد توفیق دے کہ میں اس کل عمارت کو وقف کردوں۔ میں اسوقت اس ہال کا متولی ہوں"۔

مکان قریبًا ختم ہوچکا ہے۔ اس پر حضرت خواجہ صاحب کے تخمینہ سے زیادہ روپیہ خرچ ہوچکا ہے۔ اس رقم میں کوئی قومی چندہ نہیں خرچ کیا گیا۔ جو ول میں جو رقوم بطور چندہ جمع ہیں۔ اور ایسا ہی جو رقمیں ابھی موجودہ ہیں۔ اُن کا تعلق بشیر مسلم لائبریری سے ہے۔ اس عمارت سے اس کا کوئی تعلق نہیں

والسلام

خادم

(خواجہ عبدالغنی) سکرٹری مسلم مشن ووکنگ

المفتی

سوال - هل یجوز المسح علی الجوربین۔

جواب - اقول ان کان غسل الرجلین فرضًا ثابتًا بالقرآن علی الاطلاق اعنی بلا بدل فالمسح علی الخفین ایضا یخالف النص فلا یجوز۔ ان کان آیۃ الوضو محتملۃ للمعنیین ای الغسل والمسح کما فعلہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فالسنۃ النبویۃ مفسرۃ للقرآن فلا وجہ لتخصیص المسح علی الخفین فان قلت ان احادیث المسح علی الخفین صحیحۃ ثابتۃ عن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وحدیث المسح علی الجوربین لیس کذالک قلت قد ثبت المسح علی الجوربین عن الصحابۃ رض کعلی بن ابی طالب وابن مسعود والبراء بن عازب وانس بن مالک وابی امامۃ وسهل بن سعد وعمرو بن حریث وروی ذلک عن عمر الفاروق وابن عباس ایضًا کما صرح بہ ابوداؤد وفی صحیحۃ والحدیث المتصل فی هذا الباب وان کان قد تکلم فیہ ابوداؤد اتصالًا وضعفًا لکن یؤیدہ عمل الصحابۃ رض الذین اثنان منهم من الخلفا الراشدین وقد ثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین واصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم ثم ابحث عن تعیین الجوربین هل ینبغی ان یکونا من الشعر او من الغزل او من الکرباس وان یکونا ثخینین

او منعلین فہذہ کلہا تشدیدات منا علی الفسنا فلا تابع علی قدم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم والصحابۃ من بعدہما لان مدار الشریعۃ علی الیسر قال خیر البشر علیہ الوف تحیات اللہ الاکبر بعثتم میسرین لا معسرین ہذا ما عندی لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً

حررہ المذنب عبد الستار

سوال کیا جرابوں پر مسح جائز ہے ؟

جواب - اگر پاؤں دھونا مطلق طور پر قرآن کریم سے فرض ثابت ہو اور اسکا کوئی بدل نہیں - تو اس صورت میں موزہ چرمی پر مسح بھی خلاف نص قرآن ہونے کیوجہ سے ناجائز ہوگا اور اگر قرآن کریم کی آیت وضو دونوں معنوں کو محتمل ہے - یعنی اس میں غسل اور مسح دونوں مراد ہیں - جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے پس سنت نبوی قرآن کریم کی تفسیر کرنے والی ٹھیرے گی - تو اس صورت میں مسح علی الخفین (چرمی موزوں پر مسح) کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں - اور اگر یہ کہا جائے کہ چرمی موزوں پر مسح کی احادیث صحیح اور ثابت نہیں تو ہم کہتے ہیں کہ جرابوں پر مسح بھی علی بن ابی طالب ابن مسعود - براء بن عازب - انس بن مالک - ابی امامہ - سہل بن سعد اور عمرو بن حریث جیسے عظیم الشان صحابہ سے ثابت ہے - اور عمر فاروق اور ابن عباس کی روایت اس پر شاہد ہے - جیسے ابو داؤد نے اپنی سنن میں اسکی تصریح کی ہے اور اس باب میں جو حدیث متصل ہے - ابو داؤد نے اس حدیث کے حدیث متصل ہونے کا انکار کیا ہے - اور اسکو ضعیف بھی بتلایا ہے - مگر صحابہ کے عمل سے کہ جن میں دو صحابہ خلفاء راشدین میں سے ہیں - اس حدیث کی تائید ہوتی ہے - اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت واجب العمل ہے - اور یہ بھی فرمایا ہے کہ میرے صحابہ روشن ستاروں کی مانند ہیں - خواہ تم ان میں سے کسی صحابی کی اقتدا کرو - تم ہدایت کو پالوگے - جرابوں کے متعلق یہ تعیین کرنا کہ وہ اونی ہونی چاہئیں یا سوتی - یا کپڑے کی موٹی باریک یا چمڑے کی ہوں یہ سب اپنے آپ پر خواہ مخواہ تشدد اختیار کرنے کی باتیں ہیں - جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی متابعت کا مدعی ہے - اسکے لئے اس قسم کی بال کی کھال نکالنا جائز نہیں کیونکہ شریعت کا مدار یسر پر ہے - جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم آسانی اختیار کرنے والے بنائے گئے ہو تنگی ڈالنے والے نہیں - ہذا ما عندی لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا -

(عبد الستار)

تازہ خبریں

کلکتہ یونیورسٹی کے سینیٹ نے تخمینہ بجٹ میں پانچ لاکھ کا خسارہ دکھلایا ہے - وجہ عدم تعاون کے زیر اثر طلباء کا ہوجانا بتالایا گیا -

میاں محمود احمد صاحب پرنس آف ویلز کے حضور تمام ایڈرسوں سے طویل اور بسیط اظہار عقیدت بلکہ عبودیت کا ایڈریس پیش کرکے قادیاں رخصت ہوئے -

امرتسر میں دربار صاحب کے قریب کے تالاب کولسر کو صاف کرنے اور کیچڑ نکالنے اور اس کی مرمت وغیرہ میں بڑے بڑے معزز امیر ہندو مسلم مردوں بچوں اور عورتوں نے ملکر کام کیا - ایک عجیب اثر انداز نظارہ تھا -

مہنت نرائن داس ننکانہ صاحب کو عمر بھر کے لئے عبور دریائے شور کی سزا ملی - دیگر گرفتار شدہ افغانوں کو چھوڑ دیا گیا -

مہاتما گاندھی جی نے تشدد کی پالیسی سے احتراز کیا - اور اپنی غلطی کو کشادہ دلی سے قبول کرلیا - اب وہ تشدد کے آگے سر جھکانے کی ہدایت کرتے ہیں -

ملازمین ایسٹ انڈین ریلوے کا مقاطعہ ختم ہو رہا ہے - اور ملازم کام پر واپس آرہے ہیں -

۱۰ مارچ کو تین ہوائی جہاز جو شہزادہ ویلز کی گاڑی کے ساتھ اڑ رہے تھے لاہور سے انبالہ واپس جاتے ہوئے دو آپس میں ٹکرا کر گر گئے - ان میں اڑنے والے دو افسر اور دو مستری ہلاک ہوگئے -

شہزادہ ویلز کی موٹر میں سلطان محمد نامی ایک شخص چٹھی گراتا ہوا پکڑا گیا تھا - خط کا مضمون ہندوستان کے مطالبات پورے کرنے کی درخواست تھی - عدالت نے اسکو رہا کردیا -

مولانا سید محمد احسن کا ایک ضروری اعلان

وعن ثوبان قال قال رسول اللہ صلعم ..... وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی ولا تزال طائفۃ من امتی علی الحق ظاہرین لا یضرھم من خالفھم حتی یاتی امر اللہ - رواہ ابو داؤد والترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۴۶۵ کفی باللہ شہیدا - اثناء ظہر میں مجھ کو خیال آیا کہ خاکسار آپ کے ساتھ اس لئے ہوا ہے کہ عقیدہ نبوت میں آپ حق پر ہیں کسی غرض دنیوی کے لئے نہیں شریک ہوا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم شاید کیا اتفاق پیش آوے تو یہ کاغذ جماعت کے لئے مفید کام آوے - اور میں آپ کی نسبت بھی جانتا ہوں کہ اچھی ہے باوجودیکہ محبت صاحبزادہ کی آپ سے زیادہ تھی -

یہ نوٹس مصر اور ہندوستان میں طبع کیا جائیگا - (سید محمد احسن عفی اللہ عنہ بقلم خود)

مسلم احمدیہ پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام ماسٹر فقیر اللہ صاحب پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا۔

الصلح خیر

پیغام صلح

لاہور

جلد ۱۰ نمبر ۱۱

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۳۰۳

قادیان المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۵ رجب سنہ ۱۳۴۰ ہجری مطابق ۱۵ مارچ سنہ ۱۹۲۲ عیسوی

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان سلسلہ بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں - اور حسب دستور خدمات دینیہ میں معروف۔

مولوی مصطفیٰ خانصاحب اور منشی دوست محمد صاحب وواہ کی رخصت گذار کر گذشتہ ۱۱ مارچ کو کام پر آگئے ہیں۔ مولوی مصطفیٰ خانصاحب کے سپرد انگریزی اخبار "لائیٹ" کی ایڈیٹری ہوئی ہے - اور مؤخر الذکر نے "پیغام صلح" کی ادارت کو سنبھالا ہے۔

جہلم سے یہ افسوسناک خبر آئی ہے - کہ جماعت احمدیہ کے ایک جوشیلے ممبر مستری عبد اللہ صاحب معمار چند روزہ علالت کے بعد اس دار فانی سے رحلت فرما گئے - انا للہ وانا الیہ راجعون - مرحوم اپنے پیچھے بہت سا عیال چھوڑ گئے ہیں - اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو - اور مرحوم کو جنت نصیب کرے - آمین - احباب سے نماز جنازہ کی درخواست ہے۔

ولایت سے اخویم عبد الحق صاحب حضرت خواجہ صاحب اور دیگر احباب کی خیر و عافیت کی خبر سناتے ہیں (الحمد للہ) اور لکھتے ہیں - کہ ہمارے فاضل دوست مولوی سید عبد الحی صاحب عرب مشن کی طرف سے ہفتہ میں دو مرتبہ لندن جا کر ایک انگریز کو عربی پڑھاتے ہیں (غالباً مسٹر لیشیر پیڈو کو جو کیمبرج کے گریجوایٹ ہیں - اور حال ہی میں انہوں نے اسلام قبول کیا ہے)

مولوی محمد یعقوب خانصاحب آجکل لندن مسلم ہوس میں کام کرتے ہیں [illegible] ان سب مہاجرین فی سبیل اللہ کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

بیعت۔ اخویم صدیق حسین خانصاحب نے حیدر آباد سے ایک صاحب مولوی حکیم محمد احسن کی بیعت کا خط حضرت امیر ایدہ اللہ کو بھیجا ہے۔ اور لکھا ہے کہ عرصہ تیس سال سے وہ حکمت کر رہے ہیں۔ حیدر آباد میں ان کا دوسرا دوا خانہ ہے۔ مولانا سید محمد احسن امروہی کے ساتھ بھوپال میں ملازم رہ چکے ہیں۔ اسلام کی بڑی تڑپ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ استقامت بخشے۔

پیغام صلح کا دور جدید

قابل توجہ ناظرین کرام

"پیغام صلح" کو جاری ہوئے دس سال کا عرصہ گزرتا ہے۔ اس عرصہ میں اس نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی جو کچھ خدمات کی ہیں۔ جس حوصلہ واستقلال کے ساتھ اس نے ایک ایسے وقت میں جب جماعت کا شیرازہ بعض نئے نئے اختراعات کیوجہ سے بکھرنے لگا تھا۔ اعلائے حق کا کام انجام دیا وہ ہمارے ناظرین سے پوشیدہ نہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ سلسلہ عالیہ پر بیرونی حملوں کا جواب بھی ہمیشہ دلائل قاطعہ کے ساتھ دیا گیا۔ لیکن بعض عارضی دقتوں کے سبب قوم کے اس وادر آرگن کو بہت سی مصائب بھی برداشت کرنی پڑی ہیں۔ اور اس سبب سے ایک عرصہ سے اس کی حالت بہت ناگفتہ بہ رہی ہے۔ ہم اپنے مکرم دوست مولوی عبدالحق صاحب کے تہ دل سے مشکور ہیں۔ کہ انہوں نے اپنی طرف سے اخبار کو مفید بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ جس قابلیت اور محنت کے ساتھ وہ اخبار کو مرتب کرتے رہے ہیں وہ انہی کا حصہ تھا۔ ان کے لکھے ہوئے علمی مضامین اگر غور کیساتھ دیکھا جائے تو اپنے رنگ میں نہایت مفید اور قابل قدر ہیں۔ لیکن بعض اور وجوہ ایسی ہوئیں جن کی وجہ سے بعض احباب نے اخبار کا ساتھ دینا چھوڑ دیا۔ ان سب دوستوں کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ "پیغام صلح" ان کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا۔ بھلا یا بُرا جس حالت میں بھی وہ ہے۔ بہر حال قومی آرگن ہے۔ قومی آرگن کو ترک کرنا قوم کو بہت بڑا نقصان پہنچاتا ہے۔ ہم بقدر استطاعت اسکو مفید اور دلچسپ بنانے میں ساعی ہیں۔ اور کوشش کرینگے۔ کہ اپنے ناظرین کے لئے مفید مطلب اور دلچسپ بنایا جائے۔ فی الحال اخبار کا جو پراسپکٹس ہم نے بنایا ہے۔ اسے ہم ذیل میں نقل [illegible]۔ اور اپنے ناظرین سے مستدعی ہیں۔ کہ وہ بھی اس پر عامل ہونے میں مدد دیں۔

(۱) اخبار احمدیہ۔ ہم کوشش کریں گے۔ کہ سلسلہ عالیہ کی ضروری خبریں ہر نمبر میں درج ہوں۔ لیکن ان کا انحصار زیادہ تر ہمارے احباب پر ہوگا۔ اگر بیرونی جماعتوں کے ذمہ دار ممبر یا دوسرے احباب اپنے ہاں کی جماعت کی ضروری خبریں ارسال فرمایا کریں۔ تو ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت کا یہ ایک بہترین ذریعہ ہو سکتا ہے۔

(۲) **لیڈر**۔ ایک پر مغز علمی مضمون ہر نمبر میں قوم کے برگزیدہ اصحاب کے (جن میں حضرت امیر ایدہ اللہ۔ مولوی مصطفےٰ خانصاحب اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بھی شامل ہیں) قلم سے شائع ہوا کریگا۔

(۳) **نوٹس** (یا شذرات) حالات حاضرہ پر۔

(۴) **ولایتی ڈاک**۔ اس میں ولایت کے مشن کی رپورٹ یا ولائتی اخبارات کے اقتباسات دیئے جائیں گے۔

(۵) **عالم اسلام**۔ ممالک اسلام کے حالات عربی جرائد سے اخذ کیے جائینگے۔

(۶) **سیر الاولین**۔ بزرگان سلف کے پاکیزہ حالات کا ایک ورق۔

(۷) **سوال وجواب**۔ مسائل مذہبی کے متعلق سوالات کے جوابات دیئے جائیں گے۔

(۸) **اندرونی اختلافات وتبلیغ احمدیت**۔

(۹) **خطبہ جمعہ**۔

فی الحال اس دستور العمل پر ہم کاربند ہونگے جو امید ہے۔ کہ ناظرین کرام کے لئے دلچسپی اور فائدہ کا موجب ہوگا۔ الغرض منی والاتمام من اللہ۔ کیا ہم امید کریں۔ کہ ہمارے احباب بھی اخبار کی توسیع اشاعت میں کوشاں ہوں گے۔ ہم زیادہ آپ سے نہیں چاہتے۔ فی الحال ہر ایک خریدار چار اور نئے خریدار ہم پہنچادے۔ تو ہم ان کے بدل مشکور ہونگے۔ ایسے تمام دوستوں کے نام جو ہماری اس درخواست کو شرف قبولیت بخشیں۔ آئندہ اشاعتوں میں درج ہوتے رہیں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

آئندہ نمبر

آج کا اخبار بجائے ۱۶ کے صرف ۱۲ صفحات پر شائع ہوتا ہے آئندہ نمبر جو اشاعت اسلام پر بعض ضروری مضامین کو لئے ہوئے ہوگا۔ اور اس خصوصیت کے لحاظ سے گویا ایک خاص نمبر ہیں صفحات پر مشتمل ہوگا۔

ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۱۱ | ۱۵ رجب المرجب ۱۳۴۷ھ | نمبر ۱۱

حُرّیّت صادقہ

صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے پا بہ گل بھی ہے

(بقلم جناب مولانا مصطفیٰ خان صاحب سابق مبلغ اسلام ووکنگ انگلستان)

(۱)

دنیا میں جتنی کوئی چیز بیش بہا اور گرانقدر ہوتی ہے۔ اسیقدر اس میں تلبیس اور ملمع سازی کا احتمال زیادہ ہوتا ہے۔ کہ کوتاہ آستینوں کی دراز دستیاں جن کا شکوہ خواجہ حافظ نے اپنے معاصرین سے کیا ہے۔ ہمیشہ ہی مصروف کار رہتی ہیں۔ اور حق و باطل میں اختلاط و التباس پیدا کرتی رہتی ہیں۔ جہاں گوہر شاہوار بیچنے والے جوہری ہوتے ہیں وہاں ایسے بزرگوار بھی ہوتے ہیں۔ جو جھوٹے موتیوں اور صدف ریزوں سے اپنی دوکان سجاتے ہیں۔ اور اس سلیقہ سے سجاتے ہیں۔ کہ اونچی اونچی دوکانوں کا رنگ پھیکا پڑ جاتا ہے۔ سادہ لوح خریدار جو ہر بصیرت سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ سیپ کے موتیوں کی ظاہری چمک دمک اور گندم نمایان جو فروشی کی ان ترانیوں پے لٹو ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی گہر ہائے آبدار کی تمنا میں پانی کیطرح بہاتے ہیں۔ لیکن جب دھوکے کی ٹٹی کا بھرم کھل جاتا ہے تو اپنی سادہ لوحی پر ایسے نادم ہوتے ہیں۔ کہ چلو بھر پانی میں ڈوب مریں مگر حضرت تلبیس مسکراتے بغلیں بجاتے اور زبان حال سے کہتے ہیں۔

انسان کو چاہئے کہ وہ ابلہ فریب ہو
دنیا پہ جب تلک کہ مسلط ہے ابلہی

(۲)

عالم مادیات سے اگر روحانیت میں چلے جائیں۔ تو وہاں بھی یہی حال نظر آتا ہے۔

کہ زیر دلق ملمع فریب ہا باشد

اہل تصوف کے کارنامے تاریخ اسلام کا زریں باب ہیں۔ ان کی برکات روحانی اور فیوض آسمانی کی داستانیں زبان زد خاص و عام ہیں۔ انکی دعاؤں کی کمندنے بسا اوقات عرش بریں سے ہم آغوشی کی۔ ان کے کشف و کرامات نے بہت سے گمراہوں کو خدا سے ملا دیا۔ اور ایسا ملا دیا کہ چوروں کو قطب بنا دیا لیکن بایں ہمہ اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ بعض وقت کم نظروں نے دریائے روحانیت کے ان آبدار موتیوں کو سفسطہ کی غلیظ بدرروؤں اور ناپاک نالیوں کے سنگریزوں سے ملا جلا دیا ہے۔ اور ان سنگریزوں کو موتی سمجھ کر اپنی جھولیاں بھر لی ہیں۔

(۳)

.... انسان کا دل خیالات و جذبات کا چشمہ ہے۔ اس سے طرح طرح کے خیالات اُبلتے ہیں
بعض ان میں اچھے ہوتے ہیں۔ بعض بُرے۔ بعض جھوٹے۔ بعض سچے۔ مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ انسان کے دل میں ایک اعلیٰ ہستی کی عبادت یا بالفاظ دیگر اپنی عبودیت کے اظہار کا جذبہ موجود ہے۔ اگر یہ جذبہ آستانہ الٰہی پر جبین عبودیت رگڑواتا ہے۔ تو جذبہ صادقہ ہے۔ لیکن اگر یہی جذبۂ دل ایک بُت کی پرستش کراتا ہے۔ تو اس سے زیادہ کوئی گناہ نہیں۔

(۴)

اسی طرح حریت و آزادی کا جذبہ ایک فطری تقاضا ہے۔ اور ہر قسم کی مخلوق میں پایا جاتا ہے۔ دریا کی مچھلیاں جب جال میں پھنستی ہیں۔ تو گھبراتی ہیں کہ کس بلا میں آگئیں۔ وہ یہی چاہتی ہیں۔ کہ دریا کے پانی میں تیرتی پھریں۔ کوئی قید نہ ہو۔ جہاں چاہیں چلی جائیں۔ جہاں چاہیں اپنا گھر بنائیں۔ پرندوں کو دیکھو تو وہ بھی اسی میں خوش ہیں کہ آسمان میں آزاد اُڑتے پھریں۔ صیاد کا نام نہ ہو۔ قفس کی صورت نظر نہ آئے۔ سچ ہے۔

یہ بلبل کہہ رہی تھی کل قفس میں
نہ بندہ ہو کسی بندے کے بس میں

یہی جذبہ حریت ہے۔ جو انسانوں کے دلوں میں جوش و خروش دکھاتا ہے ان کے سینوں کو گرماتا ہے۔ ان کی ہمتوں کو بلند کرتا ہے۔ جو قومیں آزاد ہوئی ہیں یہی جذبہ کی بدولت ہوئی ہیں۔ عرب کی خانہ جنگیاں اسی جذبۂ حریت کا خاکہ تھیں غرض کا وہ خون ریز انقلاب جو تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ اسی جذبہ کا خونین مرقع ہے۔

(۵)

لیکن جس طرح انسانوں کو دوسری مخلوق پر شرف و بزرگی حاصل ہے اسی طرح ان کے تمام جذبات و حسیات کو ایک تفوق حاصل ہے۔ اور یہ تفوق آزادی پر پابندیاں عائد کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر غور سے دیکھو۔ تو حضرت انسان کی تمام زندگی حدود و قیود کا مجموعہ ہے۔ اور ان کی آزادی کو پرندوں کی آزادی سے کوئی نسبت نہیں۔ پرندے فضائے ہوا میں اڑتے پھرتے ہیں حضرت انسان زمین کے پیوند ہیں۔ فیها تحیون وفیها تموتون۔ وہ لباس اور قطع و وضع کی پابندیوں سے آزاد ہیں۔ یہ لباس قطع و برید اور وضع و قطع کی تراش و خراش کے غلام بنے ہوئے ہیں۔ اُن کی عُریانی اُن کے لئے قدرتی ہے۔ اور ایسا لباس ہے۔

کہ بعض وقت حضرت اشرف المخلوقات رشک کے مارے بول اٹھتے ہیں۔

تن کی عریانی سے بہتر نہیں دنیا میں لباس
یہ وہ جامہ ہے کہ جسکا نہیں سیدھا الٹا

لیکن حضرت انسان کا حال یہ ہے۔ کہ اگر یہ ننگے پھریں۔ تو جامۂ تہذیب انسانی سے عاری سمجھے جائیں گے۔

(۶)

غرض انسانی تمدن نے جہاں قدرتی جنگلوں اور بیابانوں کو کاٹ چھانٹ کر خوش نما چمن لگائے ہیں۔ ان میں دلکش روشیں بنائی ہیں۔ اسی طرح فطری جذبات کو بھی تہذیب و شائستگی کے سانچے میں ڈھال کر ان کو ایک نئی صورت دیدی ہے۔ سچ پوچھو تو تہذیب و تمدن کے معنے یہی ہیں۔ کہ قوائے فطریہ پر تمدن و مدنیت صادقہ کا رنگ چڑھایا جائے۔ اسی غرض کی تکمیل کے لئے خدا تعالٰے نے نسل انسانی کے ابتدا ہی سے انبیاء اور رسل کا سلسلہ شروع کردیا۔ اور سب سے آخر حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کے لئے مبعوث فرمایا۔ آپ کی بعثت کی غرض بھی یہی بیان فرمائی۔ یعلمھم الکتاب والحکمۃ۔

(۷)

بادی النظر میں یہ سوال پیدا ہوگا۔ کہ خدا کی خدائی میں یہ الٹی گنگا کیوں بہتی ہے کہ انسان سے کم درجہ کی مخلوق اسقدر آزاد۔ اور ہم اسقدر پابند؟ کہیں شریعت کی حدود و قیود۔ کہیں سوسائٹی کے قواعد و ضوابط۔ کہیں ملک و قوم کے آئین و رسوم۔ کہیں نفس لوامہ کی گدگدیاں۔ کہیں اہل و عیال کا جنجال؟ غرض قدم قدم پر آہنی بیڑیاں پڑتی جاتی ہیں۔ جو نہ کاٹے سے کٹتی ہیں۔ نہ اتار سے اترتی ہیں۔ اور اگر کوئی خدا کا بندہ دل کڑا کر کے ان کو اتار دے۔ اور جنگلوں میں جاکر دھونی رمائے بیٹھا رہے۔ درختوں کے پتے کھائے چشموں کا پانی پیئے۔ تو پھر دنیا اسکو نہیں چھوڑتی۔ کوئی لا رہبانیۃ فی الاسلام کی حدیث سناتا ہے۔ کوئی اس پر بزدلی اور نامردی کے آوازے کستا ہے۔ غرض یہ قسمت کا مارا تمام علائق سے چھوٹا۔ مگر زبان خلق سے نہ چھوٹ سکا۔ سچ ہے۔

وہ چیز نام ہے جس کا جہاں میں آزادی
سُنی ضرور ہے۔ دیکھی کہیں نہیں میں نے

یہ کیوں؟ اس لئے کہ انسان مدنی الطبع ہے۔ اس کی فطرت میں مدنیت کا جوہر کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ اس کی ترقی مدنیت فاضلہ سے مربوط ہے۔ اس لئے اس کی آزادیاں بھی پابندیوں میں جکڑی ہوئی ہیں۔

(۸)

انگلستان ایک نہایت ہی آزاد ملک ہے۔ لیکن جن لوگوں کو دیکھنے کا موقع ملا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس ملک کی آزادیاں پابندیوں سے پیدا ہوئی ہیں۔ ہر ایک شخص اپنے حقوق میں آزاد ہے مگر دوسروں کے حقوق کے متعلق نہایت پابند۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں جن پر تمدن کا بہت کچھ انحصار ہے۔ یہ لوگ اس قدر محتاط ہیں کہ ایک کی دوسرے سے چپقلش ہونے نہیں پاتی۔ سیاسی مظاہرے ہوتے ہیں۔ مگر ان میں کوئی فساد نہیں ہوتا لوگ گورنمنٹ پر نکتہ چینی کرتے ہیں مگر نہایت تہذیب سے اور اگر سوء اتفاق سے کوئی شخص بد زبانی کرے تو عوام الناس کی رائے علی العموم اس کے خلاف ہوجاتی ہے اور لوگ کہنے لگتے ہیں کہ یہ شخص اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھتا۔ سیاسی حلقوں میں رقابت اور رشک کی نوک جھونک بھی ہوتی رہتی ہے لیکن ذاتی حملے اور سوقیانہ لہجہ میں ہرگز نہیں۔ ہر ایک شخص کو دوسرے کے اعمال کی تنقید کا حق حاصل ہے۔ مگر یوں نہیں کہ ایک دوسرے کا منہ چڑانا شروع کردے۔ غرض لوگ اظہار خیالات، اظہار رائے میں آزاد ہیں، مگر تہذیب و شائستگی کے پابند۔ ان کی حالت کی جیتی جاگتی تصویر ڈاکٹر اقبال نے اس شعر میں کھینچی ہے۔

صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے پا بہ گل بھی ہے
انہیں پابندیوں میں حاصل آزادی کو تو کرلے

(۹)

ہندوستان بھی آج کل حریت و آزادی کے غلغلوں سے گونج رہا ہے۔ لیکن وہ اس کی برکت سے اس صورت میں متمتع ہوسکتا ہے کہ ہم لوگ حریت صادقہ کے صحیح مفہوم سے واقف ہوں۔ جو آئین و ضوابط کی پابندیوں سے پیدا ہوتی ہے۔

شذرات

شرع محمدی اور فقہ اسلام

بارہا اس افسوسناک حقیقت کا تذکرہ اخبارات میں آچکا ہے۔ کہ موجودہ انگریزی عدالتوں میں جو شرع محمدی رائج ہے۔ اس میں بہت سی ایسی خامیاں موجود ہیں جن کی وجہ سے بعض امور میں صریحاً شرع اسلام کے خلاف فیصلے ہوتے ہیں مثلاً عورت کے عیسائی ہوجانے کی وجہ سے اس کے نکاح کو فسخ قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ شرع اسلام کے رو سے ایک مسلمان کا نکاح اہل کتاب کی عورتوں سے بالکل جائز ہے۔

اسی قسم کی بعض مثالیں جناب سعید انصاری معلم دار المصنفین اعظم گڑھ نے ۱۴ر مارچ کے اخبار "وکیل" میں دی ہیں۔ اور بتایا ہے۔ کہ

"برٹش قانون کا سنگ بنیاد مساوات۔ انصاف۔ رواج اور قیاس عقلی ہیں۔ اور جو چیز اس معیار پر پوری اترتی ہے۔ وہی برطانی عدالتوں میں بار پاسکتی ہے۔ اسی بنا پر شرع محمدی میں فقہ اسلام کے تین حصے کئے گئے ہیں۔

(۱) واجب العمل حصہ۔ اس میں وراثت۔ نکاح۔ طلاق۔ مہر وغیرہ کے ابواب داخل ہیں۔

(۲) قابل عمل حصہ۔ اس میں شفعہ۔ ہبہ وغیرہ کے ابواب ہیں۔

(۳) ناقابل عمل حصہ۔ اس میں اسلام کا قانون فوجداری قانون شہادت اور قانون معاہدہ وغیرہ داخل ہے۔

اس میں تو شک نہیں۔ کہ فقہ اسلام کا تیسرا حصہ برٹش گورنمنٹ کے لئے بالکل ناقابل عمل ہے۔ وہ ایک غیر مسلم حکومت ہے۔ جو مختلف

المذاہب اور مختلف العقاید لوگوں پر فرمانروائی کرتی ہے۔ اور انکو ایک عام ضابطہ کے تحت میں لانا چاہتی ہے۔ اس بنا پر اس سے اسلامی قانون فوجداری یا قانون معاہدہ وغیرہ کے نفاذ کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا لیکن شک تو اس میں ہے۔ کہ فقہ اسلام کے وہ حصے جو واجب العمل ہیں۔ یا جن پر عمل کرنا ناممکن نہیں ہے۔ ان کو ہندوستان کی مسلم آبادی پر کہاں تک نافذ کیا گیا ہے؟

مولویصاحب نے ایسا نہ ہونے کی یہ وجہ بتائی ہے۔ کہ انگریزوں نے فقہ اسلام کے بعض الفاظ کا مفہوم وہی لیا۔ جو اُن کے اپنے اندر رائج ہے۔ جیساکہ قانون وقف علی الاولاد کے بارہ میں ہوا۔ لیکن بعض اور مثالیں جو مولویصاحب نے دی ہیں۔ وہ صرف اس امر کا اظہار کرتی ہیں۔ کہ بعض لوگوں نے مسلمان کہلا کر شریعت اسلامی کا جوا اپنی گردنوں سے اتار پھینکا ہے۔ اور اس کی بجائے ہندوانہ رسوم ورواج کا طوق پہن لیا ہے۔ قانون کا یہ قصور نہیں۔ کہ کوئی شخص شریعت اسلامی کے مطابق اپنی لڑکی کو جائداد سے حصہ نہیں دیتا۔ اور رواج کی پیروی کرتا ہے۔ یہ مسلمانوں کا اپنا قصور ہے۔ کہ تھوڑے سے مفاد دنیوی کے لئے اپنی لڑکیوں کو محروم الارث ٹھیراتے اور شریعت سے منہ موڑتے ہیں۔ ہاں موجودہ شرع محمدی کے وہ حصے جو صریحًا اسلام کے خلاف ہیں۔ اور جن کی ایک مثال ہم نے اوپر دی ہے۔ فی الواقعہ قابل ترمیم ہیں۔ اور ضرورت ہے۔ کہ مسلمان بالخصوص وہ مسلمان جو مجلس وضع قوانین کے ممبر ہیں۔ گورنمنٹ پر ان کی اصلاح کے لئے زور ڈالیں۔

ہندو دھرم کے مجدد

آریہ گزٹ کے رشی بودھ نمبر میں جناب حکیم اجمل خاں صاحب دہلوی نے ایک مختصر سا مضمون لکھا ہے۔ جس میں انہوں نے سوامی دیانند کو "ہندو دھرم کے مجدد" قرار دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:-

"سوامی دیانند کی ہستی ہندوستان میں ایک بڑے مصلح کی حیثیت رکھتی ہے۔ انہوں نے اپنے مذہب کی سچی تصویر کو ملک کے سامنے بے نقاب کرکے بتا دیا۔ کہ وہ ہندو دھرم کے مجدد تھے"

یوں تو ہر ایک شخص کو اختیار حاصل ہے۔ کہ جو جی چاہے۔ کسی کے متعلق اعتقاد رکھے۔ لیکن ہمیں حیرت ہوتی ہے۔ کہ بعض مسلمان دوسروں کی خوشامد اور عارضی نفع کے لئے ایسی ایسی باتیں لکھ جاتے ہیں۔ جو نہ صرف اپنے اندر کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتیں۔ بلکہ غیرت اسلامی کے بھی صریح خلاف ہیں۔

سوامی دیانند کو گذرے ہوئے کوئی بہت زمانہ نہیں ہوا۔ ان کی لکھی ہوئی کتابیں بھی ابتک دنیا میں موجود ہیں۔ ان میں سے بطور مثال ہم ستیارتھ پرکاش کو پیش کرتے ہیں۔ اور یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں، کہ کون باغیرت اور سلیم الفطرت انسان اسکو ایک مجدد کی تالیف قرار دے سکتا ہے؟

حکیم صاحب فرماتے ہیں اور بجا فرماتے ہیں۔ کہ

"ہر ایک مذہب میں جبکہ اس پر بہت زمانہ گذر جائے ایسی چیزیں داخل ہوجاتی ہیں۔ جو اس کے اصلی چہرہ کو بدنما کر دیتی ہیں۔ اسلئے ضرورت ہوتی ہے۔ کہ اس مذہب کے پیرووں میں سے کوئی ایسی شخصیت پیدا ہو۔ جو صحیح کو غلط سے جدا کرکے دنیا کے سامنے پیش کر دے"

ہم حکیم صاحب سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ آیا نیوگ کا مسئلہ ہندو مذہب کے چہرہ کو بدنما کرنے والا ہے۔ یا پاکیزہ۔ آیا روح اور مادہ کو بھی خدا تعالےٰ کی طرح ازلی ابدی قرار دینا ہندو مذہب کو غلط سے جدا کرکے صحیح بناتا ہے۔ یا اور بھی غلطیاں اس کے اندر پیدا کر دیتا ہے۔

حکیم صاحب کی خدمت میں ہم باادب گذارش کرینگے۔ کہ وہ ستیارتھ پرکاش کا چودھواں باب ایک نظر دیکھ لیں۔ اور پھر فرمائیں۔ کہ ایسا شخص جو دوسرے مذاہب کے پیشرووں اور ان کی الہامی کتابوں کے متعلق ایسی زبان درازی سے کام لے۔ جیسی کہ سوامی صاحب نے قرآن کریم اور رسول اللہ صلعم کے متعلق کی ہے۔ آیا مجدد کہلانے کا مستحق ہے۔ خدا کی شان! اس عظیم الشان مجدد کا انکار کرکے جو امامکم منکم کی حدیث کے ماتحت خود مسلمانوں ہی میں پیدا ہوا۔ اب لوگوں نے اس حد تک ترقی کی ہے۔ کہ کوئی ان میں سے گاندھی کو رسول اللہ صلعم کے بعد اپنا پیشوا سمجھتا ہے۔ اور کوئی دیانند کی مجددیت کا دم بھرنے لگتا ہے۔

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

عجیب اتفاق

معاصر اہل السنت والجماعت میں قادیان کے اس جلسہ کے متعلق ابھی تک جرح و قدح ہو رہی ہے۔ جو گذشتہ سال سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مخالفت میں منعقد ہوا تھا۔ معاندین خود ہی ایک دوسرے کے دست گریبان ہو ہو کر اپنے اندرون قلب کا پتہ دے رہے ہیں۔

اسی سلسلہ کے آخری مضمون میں بہت کچھ لے دے کرنے کے بعد مضمون نویس نے فریق مقابل کو یہ نصیحت کی ہے۔ کہ

"اب پھر عنقریب جلسہ قادیان کا ہونے والا ہے۔ اگر پچھلے سال آپ شریک نہیں ہوئے۔ تو اس سال آپ کو ضرور شامل ہونا چاہئے۔ یہ زمانہ اتفاق و اتحاد کا ہے۔ جس کام میں ملکر کامیابی ہوسکتی ہے۔ اس میں باہمی ملکر کام کرنے سے کامیابی زیادہ ہوتی ہے۔ جب ہندو مسلم کا اتحاد ہو رہا ہے۔ تو کیا ثنائی پارٹی اور رضائی جماعت اور علیپوری جماعت اور دیوبندی علماء مرزائیوں کے مقابلہ پر باہم اتحاد نہیں کرسکتے۔ قال اللہ تعالےٰ یا اھل الکتٰب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الخ

فی الحقیقت اتفاق و اتحاد ایک بڑی ہی پاک چیز ہے۔ لیکن حیرت ہے،

کہ معاصر اہل السنت کے نزدیک صرف احمدی ہی وہ لوگ ہیں جن کے مقابلہ پر سب کو متحد ہونا چاہئیے۔ ہندو مسلم اتحاد تک، مولوی صاحب کے نزدیک جائز بلکہ لائق تقلید۔ لیکن یہ تقلید سلسلہ احمدیہ کے مقابلہ کے لئے ہونی چاہئیے کیوں؟ اس لئے کہ وہ اسلام کا درد اپنے دل میں رکھتے اور اس کی خدمت میں کمر بستہ ہیں؟ اس لئے کہ وہ محمد رسول اللہ صلعم کا پیغام لیکر دنیا کے دور دور علاقوں کی طرف اُٹھ دوڑے ہیں۔؟

ع - بریں مولویت بباید گریست

ہمارے اوقاف اور قومی ضروریات

معاصر "وکیل" نے پھر اس صدائے غیر مسموع کو بلند کیا ہے۔ کہ مسلمانوں کے مذہبی اوقاف کی اصلاح ہو کر ان کی آمدنی قومی ضروریات کے کام آنی چاہئیے کتنی ہی مرتبہ پہلے بھی اس امر کا رونا رویا جا چکا ہے۔ اور مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کرنے کی پوری کوشش اخبارات کے ذریعہ سے کی جا چکی ہے۔ لیکن بے درد پڑھنے اور سننے والوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔

ہمارے معزز معاصر نے سکھوں کی مثال پیش کی ہے۔ کہ کسطرح انہوں نے اپنے گوردواروں کا انتظام خاطر خواہ طور پر کر لیا ہے۔ لیکن اسے یاد رکھنا چاہئیے۔ کہ دو ہی چیزیں ہیں۔ جو ہمیشہ قوموں کی ترقی و عروج کا باعث ہوئی ہیں۔ علم و عقل اور عزم صمیم و ہمت عظیم۔ سکھوں کی قوم کو اللہ تعالےٰ نے اس دوسری نعمت سے بہت حد تک متمتع کیا ہوا ہے۔ وہ جس بات کا عزم کر لیتے ہیں۔ خواہ پہاڑ ٹل جائیں۔ وہ اسکو پورا کرنے سے ہمت نہیں ہارتے۔

افسوس ہے۔ کہ مسلمان آج ان دونوں نعمتوں سے عاری ہیں۔ نہ علم و عقل کی روشنی سے وہ زیادہ منور ہیں۔ اور نہ عزم و ہمت کا جوہر ان میں موجود ہے، وہ ایک بات کو پورے جوش میں لیکر اٹھتے ہیں۔ اور ابھی جوش ٹھنڈا بھی ہونے نہیں پاتا کہ استقلال و حوصلہ جواب دینے لگتا ہے۔ ورنہ اگر ذرا ہمت سے کام لیا جائے اور اوقاف کے متولیوں پر زور ڈالا جائے۔ تو وہ بہت جلد اس امر پر راضی ہو جائیں گے۔ کہ اُن کی آمدنی قومی کاموں میں خرچ ہو۔ اسی طرح سے پیروں فقیروں کو بھی نذر و نیاز دینے والے کاش یہ سمجھیں۔ کہ ان کے پیروں سے زیادہ مستحق ان کی قوم ہے۔ جسکی بہت سی ضروریات مال نہ ہونے کیوجہ سے معرض التوا میں پڑی رہتی ہیں اور جو تنزل و انحطاط کی طرف قدم دن بدن بڑھا رہا ہے۔

پیرس میں مسجد اور اسلامی دارالعلوم کا افتتاح

غالباً گذشتہ سال یہ خبر ولایتی اخبارات میں ہم نے پڑھی تھی۔ کہ پیرس میں ایک مسجد گورنمنٹ فرانس کی طرف سے بننے والی ہے۔ تاکہ ان مسلمان سپاہیوں کی یادگار رہے۔ جو کہ یورپ کے جنگ عظیم میں کام آئے۔

اب لندن کا ۱۸ فروری کا تار پیرس میں ہاواس سے آیا ہوا یہ پیغام ہمیں سناتا ہے۔ کہ تاریخ مذکور کو اس مسجد اور اسکے ساتھ ایک اسلامی دارالعلوم کی رسم وقف ادا کیجائیگی۔ جس میں حکومت کے ممبران گورنر جنرل مراکش۔ ترکی سفیر۔ سفیر سلطان مصر۔ ایران۔ افغانستان۔ خراسان اور جنوبی تانیا کے مسلمان نمائندگان شامل ہونے والے تھے۔

یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مسجد عربی فن تعمیر کا ایک نمونہ ہوگی۔ اور کالج اسلامی علوم کے لئے وقف ہوگا۔

فرانس کی یہ مثال اس قابل ہے۔ کہ گورنمنٹ برطانیہ اسکی تقلید میں گامزن ہو۔ بلکہ اسے اس بارہ میں پیشرو بننے کی ضرورت تھی جسکی اختتام جنگ کے فوراً ہی بعد رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے نے تحریک بھی کی تھی۔ اور اس امر پر زور دیا تھا۔ کہ برطانوی رعایا کے جنگ میں کام آنے والے مسلمان سپاہیوں کی یادگار میں حکومت کو چاہئیے کہ لندن میں ایک مسجد بنوائے مگر افسوس کہ اس پر توجہ اس وقت نہ کی گئی ہاں برائٹن میں ایک دروازہ اور گنبددار چبوترہ اس یادگار میں ضرور بنایا گیا ہے۔ جو چھتری کے نام سے موسوم ہے۔ اور شاہزادہ ویلز اور مہاراجہ پٹیالہ نے ان دونوں کا افتتاح کیا تھا۔

لیکن اول تو یہ کوئی کام آنیوالی چیزیں نہیں۔ جن سے کچھ فائدہ بھی ہو سکتا اور نہ ہی بجائے نام یادگار نہ رہتی۔ اور دوسرے مسلمانوں کو چھتری وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ممکن ہے ہندوؤں کے ہاں یہ کوئی بڑی چیز ہو۔ اگر ایسا ہے۔ تو اس صورت میں بھی مسلمانوں کی یادگار کا علیحدہ انتظام مسجد کی صورت میں ہونا ضروری ہے۔

"مسیح خدا نہیں"

"پیغام صلح" کی کسی گذشتہ اشاعت میں معاصر "نور افشاں" کے جواب میں یہ ثابت کیا گیا تھا۔ کہ مسیحیوں کے نزدیک مسیح خدا ہے۔ لیکن ہمارے معزز معاصر کو ہم سے شکایت ہے۔ کہ خواہ مخواہ ہم نے ایک ایسا عقیدہ اسکی طرف منسوب کیا ہے۔ جس کا وہ معتقد نہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

"مسیحیوں میں معانی مذکورہ کا نہ کوئی ثالوث مانا جاتا ہے نہ کوئی مسیح خدا مانا جاتا ہے"

پھر فرماتے ہیں۔

"آپ کو یہ بات بھی سوچنی چاہئیے۔ کہ جب مرزا صاحب اور ان کے تمام مبلغ اسلام جیسے مذہب کے عقائد و مسلمات کو رد و بدل کرکے بلکہ تہ و بالا کر کے مسلم کہلانے کا حق رکھتے ہیں۔ تو کیوں مسیحی الفاظ تثلیث اور اقانیم کا انکار کرکے اور ... مسیحی نہیں رہ سکتے انہیں الفاظ تثلیث اور اقانیم سے کس نے مقید کیا ہے یہ اصطلاحات ان کی بائبل کے متن کی نہیں ہیں۔"

حضرت مرزا صاحب نے اسلام کو رد و بدل یا تہ و بالا کیا یا نہیں اس بحث میں پڑنے کی اس وقت ضرورت نہیں۔ نہ ہی ہمارے معزز معاصر کا اس سے کوئی تعلق ہے ہاں اگر "پیغام صلح" نے الوہیت مسیح کا عقیدہ غلط طور پر آپ کی طرف منسوب کیا۔ اور آپ مسیح کو خدا نہیں مانتے۔ جیسا کہ منقولہ بالا الفاظ سے ظاہر ہے۔ تو ہم

ولایتی ڈاک

کیا آیندہ زمین میں امن قائم ہوگا؟

لنڈن ٹائمز نے کرۂ ارض کے موجودہ فسادات اور بین الاقوامی کشمکشوں کا جو گذشتہ جنگ یورپ کا نتیجہ ہیں ذکر کرکے اسکی ڈیوی کو بڑی ہی حسرت و یاس کے ساتھ یاد کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "جنگ عظیم کے شروع ہونے کے بعد جس نے عالم عیسائیت کی دو بڑی قوموں کو ایک دوسرے کا نہایت خطرناک دشمن بنا دیا ہے۔ آٹھ کرسمس آج تک آئے۔ اور چلے بھی گئے۔ لیکن امن و اصلاح کے قائم ہونے میں ابھی دیر ہی ہوتی چلی جا رہی ہے۔ بہت سے لوگوں کو خوف ہے۔ کہ یہ جنگ عظیم جو آئندہ جنگوں کا اختتام کرنے والی تھی۔ بہت سی ایسی جنگوں کا بیج بو گئی ہے۔ جو خطرناک ترین لڑائیوں سے بھی بڑھکر ہونگی۔ وہ لوگ اور وہ قومیں جو عیسائی کہلاتی ہیں۔ نفرت۔ حسد۔ بغض و وساوس نے انکو ایک دوسرے سے جدا کر دیا ہے۔ پرانی عداوتیں ویسی ہی خطرناک ہو ہو کر ظاہر ہوتی ہیں۔ جیسی کہ پہلے تھیں۔ ان لوگوں کے پرانے یارانے جو ایک دوسرے کے دوش بدوش ہو کر لڑے۔ اور مل جلکر تکالیف برداشت کیں۔ اب سطحی طور پر بھی ویسے نہیں رہے۔ جیسے کہ پہلے تھے۔"

اس قدر رونا رونے کے بعد اخبار مذکور بتایا ہے۔ کہ "دوست و دشمن کوئی بھی ان لڑائی جھگڑوں میں راضی نہیں۔ کیونکہ دنیا کے زخم ابھی تازہ ہیں۔ اور ان ہوشربا باتوں کی یاد جو بین الاقوامی تضیئے اپنے ساتھ لائے ہیں۔ نہایت درد انگیز ہے۔" اسکے بعد ان کوششوں کی ناکامی کا ذکر کرتے ہوئے جو مختلف اقوام کے نمایندوں نے جینیوا۔ واشنگٹن۔ لنڈن۔ پیرس اور ڈبلن میں ان تمام فسادات کو روکنے کے لئے کی ہیں۔ بتایا ہے۔ کہ "اگر ان کی مساعی آئندہ کم از کم ایک ہی نسل میں جنگ کی رکاوٹ کا موجب ہوں۔ تو گویا انہوں نے نہایت عظیم الشان کام سرانجام دیا۔"

مسیح کی تعلیم اور فلسفہ اخلاق

اسی مضمون کے آخر میں اخبار مذکور نے چند نہایت ہی مزیدار فقرے لکھے ہیں۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ "انسان فطرتاً ایک لڑنیوالا جانور ہے۔ وہ اپنی قومی اور انفرادی زندگی کے لئے ہمیشہ لڑتا رہیگا۔ جب تک کہ مسیح کے دو حکموں میں سے ایک پر کہ "اپنے پڑوسی سے اپنے مانند محبت رکھ" عمل کرکے اس جذبہ فطرت پر غالب نہ آجائے۔ اور یہ وہ حکم ہے۔ جس پر سے نہ صرف شریعت اور نبیوں کو ہی قربان کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ اعلےٰ ترین فلسفہ اخلاق کو بھی اسی کے بھینٹ چڑھانا پڑتا ہے۔"

اس کھلے اعتراف کے بعد کہ مسیح کی تعلیم جذبہ فطرت۔ شریعت اور انبیا اور فلسفہ اخلاق کے بھی قطعاً خلاف ہے۔ اخبار مذکور نے یہ بھی مانا ہے۔ کہ بہت سے مذہبی لوگوں نے اس تعلیم پر عمل کیا ہے۔ اور یہ کوئی ناممکن بات نہیں ہے۔ لیکن جو چیز فطرت کے ہی صریح خلاف ہو۔ جو سرے سے فلسفہ اخلاق ہی کو ملیا میٹ کرنے والی ہو۔ اس پر معلوم نہیں کیونکر کوئی مذہبی انسان عامل ہو سکتا ہے۔ کیا مذہب فطرت اور اخلاق کے خلاف چلنے کی تعلیم دیتا اور وہ کام کرواتا ہے جو انسانی فطرت کے منافی ہو؟

ہمسایہ سے اپنی مانند محبت رکھنا فی الحقیقت کوئی ناممکن امر نہیں۔ ہمارے نبی کریم صلعم نے بھی فرمایا ہے۔ کہ لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ تم میں سے کوئی شخص ایمان نہیں لاتا۔ جب تک کہ وہ اپنے بھائی سے ویسی ہی محبت نہیں کرتا جیسا اپنے آپ سے۔ لیکن جب ایک ہمسایہ یا ایک بھائی اس حکم کو توڑ کر دوسرے پر درازدستی سے کام لے۔ جب کوئی شخص اپنے بھائی کا گلہ اتارنا چاہے۔ تو یہ غلط ہے۔ اور فطرت اور اخلاق کے صریح خلاف۔ کہ اس کا ہاتھ نہ پکڑا جائے۔ اور اس کو جبّہ بھی اتار کر دیدیا جائے۔

بہرحال ٹائمز کے مندرجہ بالا الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ انگلستان میں آج مسیح کی تعلیم کی کیا وقعت رہ گئی ہے۔

روشن کھڑکی

امریکن اخبار لٹریری ڈائجسٹ نے اپنی ایک قریبی اشاعت میں نیویارک کے کلیساؤں کی بعض خاص کھڑکیوں کا حال لکھا ہے۔ جو "روشن کھڑکی" کے نام سے موسوم ہیں۔ ان کھڑکیوں میں ایک خاص قسم کا شیشہ لگا ہوا ہوتا ہے۔ جس کے اوپر مسیحیت کا وعظ لکھا ہوا ہوتا ہے۔ اور جب اس کے اندر روشنی کی جاتی ہے تو باہر والوں کو عجیب بہار دکھاتا ہے۔ اس دلچسپ نظارہ کو دیکھکر بازاروں سے گذرنے والے لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور جس وعظ کو گرجوں کے اندر جاکر وہ سُننا نہیں چاہتے۔ باہر اس طریق سے ان کو سنا دیا جاتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ گرجوں کی رونق کو بڑھانے کا جب کوئی اور سامان حاملان صلیب کو نہیں آیا۔ تو اس طریق کو عمل میں لایا گیا۔ جو ابتدا میں تو بلحاظ جدید لذیذ کچھ لوگوں کی دلچسپی کا موجب ہوا۔ لیکن اخبار مذکور سے پتہ لگتا ہے۔ کہ اس کی طرف بھی لوگوں کی اتنی توجہ نہیں رہی۔ اور اسی لئے ان کھڑکیوں کو بجائے روزانہ روشن کرنے کے اب صرف اتوار کو صبح اور شام کے وقت روشن کیا جاتا ہے۔ اخبار اکسپائزیر نے اس طریق کی بڑی زور سے مخالفت کی ہے۔ اور روزانہ ان کھڑکیوں کو روشن کرنے کا مشورہ اہل کلیسیا کو دیا ہے۔ اس کے نزدیک مسیح کے حکم کی اطاعت یونہی ہو سکتی۔ اور اسکا پیغام کل دنیا اور ساری مخلوق میں اسی طرح پہنچایا جا سکتا ہے کہ ان کھڑکیوں کو روزانہ روشن کیا جائے۔ تاکہ گذرنے والے مسیح کو دیکھ سکیں۔"

لیکن اصل وجہ جو ان کھڑکیوں کی روشنی میں مضمر ہے۔ وہ گرجوں کی رونق کو بڑھانا ہے۔ چنانچہ اخبار مذکور معترف ہے۔ کہ

"اس سے گرجا کا خوب اشتہار ہوگا۔ بعض لوگوں کو شاید ہی کسی ایسے گرجا کے دیکھنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ جو بند نہیں ہوتا۔ اس پر ایک مردنی چھائی رہتی ہے۔"

یہ مردنی کلیسا سے دور ہونی بظاہر مشکل ہی نظر آتی ہے۔ اور ڈر ہے کہ امریکہ والوں کو بھی اسکا آخری علاج وہی کرنا پڑیگا۔ جو اہل انگلستان نے کیا ہے کہ بہت سے گرجوں کو مسمار کر دیا جائے۔ لنڈن میں گذشتہ سال ایسا ہوا ہے۔

مراسلات

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور حدیث دجال

(از مولوی محمد یمین صاحب دالوی)

کنز العمال کی حدیث یخرج فی آخر الزمان دجال الخ پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے تین سو روپیہ کا انعامی چیلنج دیکر حیل باطلہ سے اسکو ٹالا ہے۔ وان میں سے بعض پر میں ذیل میں خاص طور پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔

سب سے پہلے میں مولوی ثناء اللہ صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا کتب لغت عرب میں لفظ دجال کا ترجمہ گروہ یا طائفہ لکھا ہے۔ یا نہ۔ اگر ہے اور ضرور ہے تو پھر روایۃ مذکورہ میں لفظ دجال غلط کیونکر ہو گیا۔

آپ مولوی ہیں اور یہ خوب جانتے ہیں کہ لفظ الدجال یا دجال اسم جنس ہے۔ اور آپ کو یہ بھی یقین ہے۔ کہ اسم جنس اصلی ہو خواہ صفاتی ہو۔ جمع اور مفرد دونوں پر یکساں استعمال ہوا کرتا ہے۔ اور یہ بھی آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ قرآن شریف اور احادیث میں ایک جنس کا ذکر کبھی اس کے اصلی نام کیسا تھ کیا جاتا ہے۔ جیسے داؤد علیہ السلام۔ سلیمان علیہ السلام اور کبھی اسی جنس کا ذکر اس کے صفاتی نام سے کیا جاتا ہے۔ جیسے ہاروت (داؤد) و ماروت (سلیمان) یا جیسے انسان کو ملائکہ اور کبھی شیطان کہا گیا ہے۔

پس یہ کیوں نہیں مان لیتے کہ جس روایۃ میں لفظ رجال آیا ہے وہ بطور اصل کے ہے۔ اور جس روایۃ میں لفظ دجال آیا ہے۔ وہ بلحاظ صفت کے ہے۔ آپ کا یہ وہم کہ لفظ دجال مفرد ہے۔ اور اس کے آگے کے الفاظ یختلون یلبسون۔ قلوبھم وغیرہ جمع کے صیغے ہیں اسکا پہلا جواب تو وہی ہے جو اوپر لکھ آیا ہوں کہ اسم جنس جمع اور مفرد دونوں پر یکساں بولا جاتا ہے۔

اور دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ یہ قاعدہ اللہ تعالےٰ نے خود قرآن کریم میں استعمال کیا ہے۔ جیسے کہ فرمایا ہے۔ کہ یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن و احصوا العدۃ و اتقوا اللہ الخ سورہ طلاق دیکھو یہاں مخاطب مفرد ہے۔ اور طلقتم۔ طلقوا۔ واحصوا۔ واتقوا سب جمع کے صیغے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے مسلم مجدد الوقت رئیس المحدثین نواب صدیق حسن خانصاحب مرحوم اپنی کتاب حجج الکرامہ کے صفحہ ۴۰۰ پر فرماتے ہیں کہ بغوی در تفسیر خود (معالم التنزیل) گفتہ کہ ذکر دجال در قرآن ہم آمدہ است در قولہ تعالےٰ لخلق السموات والارض اکبر من خلق الناس (مومن) مراد بناس در اینجا دجال است۔ از باب کل بربعض اب آپ بتا دیں کہ لفظ دجال۔ رجال۔ ناس میں کیا فرق رہ گیا۔ جسے آپ روایۃ مذکورہ میں غلط قرار دیتے ہیں۔ کیا نبی کریم نے یہ نہیں فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن سورہ کہف کو پڑھا وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہیگا۔ یعنے وہ دجال کو پہچان لیگا۔ اب آپ بتا دیں کہ سورۃ کہف کے اول اور آخر میں جس دجال کا ذکر ہے۔ وہ رجال ہی ہیں یا کسی رجل واحد کا ذکر ہے۔ سورۃ کہف شر دجال کے دفعیہ کے لئے کوئی منتر جنتر تو نہیں ہے۔ بلکہ دجال کے اوصاف وعلامات اور عقاید بیان فرما کر اس کی شناخت کراتی ہے۔ اب بتا دیں کہ حدیث مذکورہ میں لفظ دجال کیونکر غلط ہوا۔ دجال کا ذکر کم از کم حدیث کی کتابوں میں سو جگہ آیا ہے۔ جن میں دجال کے حسب و نسب جائے ظہور دجال اور تولد کا ذکر مختلف الفاظ مختلف صفات سے کیا گیا ہے۔ اور یہ یقینی اور سچی بات ہے کہ آپ میں نہ تو ان روایات متضادہ میں تطبیق دینے کی لیاقت ہے اور نہ ہی ان پر تنقید کرنے کی طاقت۔ پس معلوم نہیں ہے۔ کہ آپ کس بنا پر حضرت مرزا صاحب کی پیش کردہ روایۃ میں سے لفظ دجال کو کاتب کی غلطی کہہ سکتے ہیں جبکہ واقعات اور قرآن شریف اور حدیث اور لغت عرب اس روایت میں لفظ دجال کے صحیح ہونے پر گواہ ہیں۔

آپ کو یہ بھی معلوم ہے۔ کہ بعض آیات اور احادیث کے بعض الفاظ مجمل ہیں اور ان کی تفسیر دوسرے الفاظ اور فقرات میں کر دی گئی۔ پس کیوں آپ یہاں ایک لفظ کو مجمل اور دوسرے کو اس کی تفسیر نہیں مان لیتے۔

اور یہ بھی آپ جانتے ہیں۔ کہ قرآن شریف اور احادیث میں اختلاف القرأۃ بھی موجود ہے۔ پس آپ یہاں بھی اختلاف القرأۃ ہی یقین کر لیں۔

پھر یہ بھی آپ مانتے ہیں کہ اکثر احادیث کی روایت بالمعنی لی گئی ہے پس اگر آپ یہاں بھی لفظ دجال کو روایت بالمعنی ہی مان لیں۔ تو اس میں نقص کیا ہے۔

وہ جو مختلف روایات میں دجال کی مختلف تعریف بیان کی گئی ہے۔ تو اس سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ گروہ دجاجلہ سے یہ مختلف افراد کی تعریف ہے انسے یہ کیونکر ثابت ہو گیا۔ کہ دجال صرف ایک ہی فرد واحد ہے۔

کسی طائفہ یا گروہ میں سے اگر کسی ایک فرد کی تعریف کسی خصوصیت کیوجہ سے کر دیجائے تو اس سے یہ کیونکر ثابت ہو جائیگا۔ کہ بس باقی گروہ کا وجود ہی نابود ہو گیا۔ اس وقت میں دشمنان مسیح موعود میں سے آپ کا ذکر کر رہا ہوں تو کیا اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ امرتسر وغیرہ میں مسیح موعود کا اور کوئی دشمن نہیں رہا۔

جب دجال کا لفظی ترجمہ کذاب۔ دھوکہ باز مکار ہے تو کیا آپ کا بھی ایمان ہے۔ کہ دنیا میں صرف ایک ہی فرد کذاب کہلانے کا مستحق ہے۔ اور کوئی نہیں کذاب ہوگا تو پھر حدیث ستلون ثلاثون دجالون کذابون کا کیا مطلب ہے۔

اب آپ یا تو میرے ان پیش کردہ دلائل کو تسلیم کر کے حسب وعدہ خود تین سو روپیہ میر قاسم علی صاحب کے حوالے کر دیں اور یا ان دلائل کی تردید اپنے اخبار میں شائع کر دیں۔ ورنہ ایسے حیل باطلہ کی آڑ میں پناہ لینا اس شان تقدس اور مولویت کے خلاف ہے۔

اپنے اخبار کے جس نمبر میں میرے اس مضمون پر کچھ لکھیں وہ نمبر میرے نام بھی ارسال فرماویں تا کہ مجھے بھی معلوم ہو کہ جناب نے کیا کچھ لکھا ہے۔

خطبہ جمعہ

فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ

موخہ ۲۴ فروری

سل بنی اسرائیل کم اتینٰھم من ایۃ بینۃ ......الی ....
الا ان نصر اللہ قریب دنیا میں جو نظارہ اکثر دیکھا جاتا ہے۔ اسی کا نقشہ یہاں قرآن کریم نے کھینچا ہے۔ ایکطرف اللہ کیطرف سے ایک امر حق آتا ہے۔ ایک صداقت نازل ہوتی ہے۔ اس کی طرف لوگوں کو بلایا جاتا ہے۔ زین للذین کفروا الحیوۃ الدنیا۔ وہ لوگ جو اسکو نہیں مانتے۔ اسکا انکار کرتے ہیں ان کے لئے یہ دنیا کی زندگی مزین کی جاتی ہے۔ ویسخرون من الذین امنوا بالمقابل ان لوگوں کو جو حق کی طرف آتے اور اس کو قبول کرتے ہیں۔ دکھوں اور تکلیفوں میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ ان کے ان دکھوں اور تکلیفوں اور افلاس کی وجہ سے دنیا کے لوگ ان سے تمسخر و استہزا کرتے ہیں۔ لیکن ایک وقت آتا ہے۔ کہ انہی تکالیف میں مبتلا لوگوں کو اللہ تعالٰے مالامال کر دیتا ہے۔ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب۔ یہ ایک اپنا قانون بیان فرمایا ہے۔ کہ دکھ اور تکلیف سے گزرے بغیر جنت نہیں ملتی۔ انہی آیات کے آخر میں فرمایا۔ ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم۔ کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اور تم پر پہلوں کی سی حالت وارد نہ ہوگی وہ کیا حالت تھی جو پہلوں پر وارد ہوئی۔ مستھم الباساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین امنوا معہ متی نصر اللہ۔ ان کے اوپر تو بڑے بڑے دکھ اور مصیبتیں اور زلزلے آئے۔ جن سے ان کے دل ہلا دیئے گئے یہانتک ان کی حالت بیکسی اور لاچاری کی ہوگئی۔ اسقدر سخت مصائب ان کے اوپر وارد ہوئیں۔ وہ حق کا بلانے والا۔ وہ داعی الی اللہ بھی اسقدر بیکسی اور بے سروسامانی کی حالت میں مبتلا تھا کہ اس کے اور مومنوں کے مونہوں سے بھی صدا نکل گئی۔ کہ متی نصر اللہ۔ اللہ کی نصرت کب آئے گی۔ الا ان نصر اللہ قریب۔ جب ایسی حالت دیکھو۔ تو سمجھ لو۔ کہ اللہ کی مدد قریب ہے

تو دکھوں اور مصائب میں سے گزر کر ہی مومن کو جنت ملتی یا اللہ کی مدد اس تک پہنچتی ہے۔ دکھ اور تکلیف ان کے اندر سے گزرنا ایک لابدی امر ہے یہ خدا نے جنت کے اندر پہنچنے کا رستہ مقرر کیا ہے۔ اور جو اس سے بچنا چاہتا ہے۔ وہ منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا۔ اس تک پہنچنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ دکھ اٹھائے۔ چاہے تو اس دنیا میں ان دکھوں اور تکالیف میں سے گزر کر آخرت میں جنت کو حاصل کرے۔ اور چاہے تو آخرت میں دکھوں کو اٹھائے لیکن خدا کا یہ اٹل قانون ہے۔ کہ دکھ اور تکلیف اٹھائے بغیر جنت نہیں مل سکتی۔ بعض وقت انسان بغیر تکالیف میں پڑنے کے بھی کامیابیاں حاصل کر لیتا ہے۔ مگر وہ نصرت الٰہی نہیں ہوتی وہ جنت نہیں ہوتی۔ ان کامیابیوں کی چمک جھوٹے موتی کی چمک سے مشابہ ہوتی ہے۔ لیکن سچا موتی وہی بنتا ہے۔ جو کئی قسم کے مصائب میں سے ہو کر گزرے۔ جو ان مصائب میں سے نہیں گزرتا۔ اس کے اندر وہ جوہر بھی نہیں پیدا نہیں ہو سکتے۔ جو ایک اصطفا کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ عیش و آرام میں ہی منہمک رہنا یہ مرتبہ اصطفا کا نہیں بلکہ ابتلا کا ہے۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام دکھوں میں سے ہو کر گزرنا پڑا جو کسی داعی الی الحق پر آئے ہوں۔ بلکہ کوئی ایسا دکھ تکلیف کسی نبی پر نہیں آئی۔ جو آپ پر وارد نہ ہوئی ہو۔ ہر ایک اس دکھ کے آپ وارث ہوئے جو آپ سے پہلے نبیوں پر مجموعی طور پر آ چکے تھے۔ یہ ہمارے نبی کریم صلعم کی شان ہے۔ جو آپ کو تمام نبیوں سے ممتاز کرتی ہے۔

یہی نہیں۔ وہ نمونہ جو نبی کریم صلعم نے دکھایا اور ہر قسم کے مصائب کے اندر جس عظیم الشان صبر کا رنگ آپ میں نمودار ہوا۔ وہ کسی نبی سے ظاہر نہیں ہوا۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام کو ایک بے نظیر مصیبت اٹھانی پڑی کہ آپ دشمنوں کے قابو میں آ گئے۔ اور آپ کے ساتھ مجرموں کا سا سلوک ہوا۔ اور بالآخر آپ کو صلیب پر لٹکایا گیا۔ اور دشمنوں نے ہنسی کی کہ یہ خدا کا نبی ہے جو اس طرح ہمارے ہاتھوں سے ذلیل ہو رہا ہے۔ تب آپ کے منہ سے یہ کلمات نکلے کہ اے میرے خدا۔ اے میرے خدا۔ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ اسی قسم کے مصائب نبی کریم صلعم پر بھی آئے۔ میدان احد میں آپ قریباً اکیلے ہی دشمنوں کے نرغہ میں آ گئے اور دشمن نے پورا زور آپ کے قتل کرنے پر صرف کیا۔ اور آپ کو سخت چوٹیں آئیں۔ یہانتک کہ آپ گر بھی گئے۔ اور یہ خبر دشمنوں اور دوستوں میں مشہور ہوگئی۔ کہ آپ وفات پا گئے جس پر قرآن کریم میں بھی یہ الفاظ نازل ہوئے۔ افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم۔ تو جو نظارہ حضرت عیسٰے کی زندگی میں نظر آتا ہے ذرا صبر و استقلال کے لحاظ سے کتنا بڑا فرق ہے۔ کہ اگر حضرت عیسٰے کے منہ سے نکلتا ہے ایلی ایلی لما سبقتانی۔ تو نبی کریم صلعم کے منہ سے ایسا کوئی کلمہ نہیں نکلتا۔ انبیاء میں بھی آپ کا رنگ بالکل نرالا نظر آتا ہے۔ اس حالت میں کہ آپ گرے ہوئے تھے۔ ابوسفیان نے آواز دی کیا تم میں محمد زندہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ لا تجیبوہ۔ اسکو جواب مت دو۔ اسی طرح سے اس نے حضرت ابوبکر اور عمر کے متعلق پوچھا۔ اور آپ نے جواب دینے سے روکا۔ اس پر جب ابوسفیان کے منہ سے جب یہ نکلا۔ لنا العزی ولا عزی لکم۔ ہمارا بت عزی ہے اور تمہارا کوئی عزی نہیں۔ تو اسکو سنتے ہی توحید الٰہی کی غیرت جوش میں آئی۔ اور فرمایا کہ جواب دو۔ اللہ مولانا ولا مولی لکم۔ ...

ہے۔ حضرت عیسٰے اور حضرت نبی کریم صلعم میں۔ دونوں ایک ہی مصیبت کے اندر مبتلا ہوتے ہیں۔ ایک کے منہ سے کچھ کلمات نکلتے ہیں۔ جو اپنی ذات کے متعلق ہیں۔ اور دوسرا اپنی ذات کے سوال پر نہیں بولتا۔ لیکن توحید الٰہی پر اس حالت میں بھی وہی غیرت ہے جو سارے سامان رکھتے ہوئے ہوتی نظر آتی ہے۔ اسی طرح جو مصیبت حضرت موسٰے پر آئی۔ ہمارے نبی کریم صلعم کی زندگی میں بھی نظر آتی ہے۔ قرآن کریم نے جو بار بار حضرت موسٰے کے حالات کو بیان کیا ہے۔ تو اسی لئے کہ محمد رسول اللہ صلعم پر بھی وہی حالات وارد ہونیوالے تھے اور ہوئے۔

کل یا پرسوں ہمارے درس میں ذکر تھا۔ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کا آٹھ یا دس سال تک مدین میں رہنا جہاں بیان ہوا ہے۔ اسی صورت میں ہمارے نبی کریم صلعم کو فرمایا ہے۔ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد۔ وہ خدا جس نے قرآن کو تجھ پر مقرر کیا ہے۔ تجھے مکہ کی طرف واپس لوٹانے والا ہے۔ یہاں محمد رسول اللہ صلعم کے مدینہ میں ہجرت کرنے اور وہاں سے آٹھ یا دس سال کے بعد لوٹنے کا ذکر ہے۔ حضرت موسےٰ بھی مدین سے آٹھ سال کے بعد لوٹتے ہیں۔ اور ایسا ہی حضرت نبی کریم صلعم بھی آٹھ سال کے بعد وہاں سے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ واپس آتے ہیں۔ اور مکہ فتح ہوتا ہے۔

غرض کوئی دکھ نہیں۔ جسکا نظارہ کسی نبی کی زندگی میں دکھائی دیتا ہو۔ اور ہمارے نبی کریم صلعم کو وہ پیش نہ آیا ہو۔ وہ آگ جس کے اندر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈالا گیا۔ آپ کو بھی پیش آئی۔ لوگ اسکو معجزہ اسیوقت سمجھتے ہیں۔ جب سچ مچ کی آگ انہیں نظر آتی ہے۔ لیکن وہی آگ معجزہ نظر نہیں آتی جب چاروں طرف تلواریں چل رہی ہوں۔ لوگوں کو کچھ عجوبہ پسندی زیادہ مرغوب ہے۔ حالانکہ دونوں ہی معجزے ہیں۔ اور فرق کوئی بھی نہیں۔ مخالفت اور دشمنی کی آگ کو سرد کر دینا ظاہری آگ کے سرد کر دینے سے کم معجزہ نہیں۔ اور جس طرح آپ پر وہ کل مصائب وارد ہوئے۔ جو سب انبیاء پر فرداً فرداً وارد ہوئے۔ اسی طرح آپ کے اندر سب خوبیاں جمع ہوئیں۔ جو انبیاء کے اندر فرداً فرداً ہوئیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

واقعی بڑا ہی لطیف شعر ہے۔ وہ حسن یوسف کیا تھا۔ وہ کوئی ظاہری حسن نہ تھا۔ وہ ظاہری حسن تو بہت سے لوگ رکھتے ہیں۔ وہ اور ہی حسن تھا وہ یہ کہ حضرت یوسف نے تمام قسم کی کششوں اور نفسانی خواہشات کو لات ماری اور اپنی عصمت کو جانے نہیں دیا۔ حضرت یوسف نے یہ ایک بڑا ہی اخلاقی حسن دکھایا ہے۔ شہوت کے مقام پر بچنا بڑے ہی اخلاق کا کام ہے مال اور دولت کے سامنے انسان بچ جاتا ہے۔ لیکن شہوت کے دیوسے بچنا بڑا مشکل ہے۔ جب وہ اپنی پوری طاقت سے حملہ آور ہو۔ بعینہٖ یہی واقعہ ہمارے نبی کریم صلعم کو پیش آیا۔ جب مشرکین عرب نے چاہا کہ عرب کی حسین سے حسین عورت ملکر آپ کو دیدیں۔ تاکہ آپ توحید الٰہی کی تبلیغ کو چھوڑ دیں اسوقت آپ نے اس اعلےٰ ترین اخلاقی حسن کا اظہار کیا۔ اور یوسف کا حسن دکھایا ہے وہ عیسےٰ کا دم کیا تھا۔ لوگ تو تلاش کرتے ہیں۔ کہ ایک لعزر کی لاش کے اندر اس نے پھونک ماری اور وہ زندہ ہو گیا۔ یا اور قسم کی مثالیں لوگ ڈھونڈتے ہیں۔ لیکن اگر غور کرکے دیکھا جائے۔ تو دراصل یہ دم روحانی مردوں کو زندہ کرنے کے لئے تھا۔ اور واقعی روحانی مردوں کو زندہ کرنا ہی اصل کام ہے۔ ورنہ کسی لاش کے اندر جان ڈالنا حضرت عیسےٰ کا کام نہ تھا۔ تو یہی دم عیسےٰ تھا۔ جس سے حضرت عیسےٰ نے روحانی مردوں کو زندہ کیا۔ اور اس سے بڑھ کر روحانی مردے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دم سے زندہ ہوئے۔

ید بیضا کیا ہے۔ ید بیضا فی الحقیقت حجت مبرہنہ ہے۔ جس سے دشمن مغلوب ہو جائیں۔ تو حضرت موسےٰ کے سامنے اگرچہ ساحروں کی گردنیں جھک گئیں۔ اور وہ آپ کے زبردست دلائل کی تاب نہ لا سکے تو محمد رسول اللہ صلعم کے آگے تمام کافروں اور کل عرب کے سر جھک گئے آپ کے دلائل اسقدر زبردست تھے۔ کہ بڑے بڑے سخت دل لوگ بھی انکے آگے نہ ٹھیر سکے۔ تو غرض یہ تو نقشہ ایک نبی اور خود محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی کا ہے۔ کہ بڑے بڑے دکھ اور مصائب اٹھانے کے بعد آپ کو یہ انعامات ملے۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ تم تکلیف اٹھانے بغیر انعام کو حاصل کر لو۔ تم اس بات کو خوب یاد رکھو۔ کہ اگر تم دکھ اٹھانا نہیں چاہتے۔ تو تم کسی انعام کے وارث نہیں ہو سکتے۔ جب انبیاء کی یہ حالت ہے۔ تو تم بھی سمجھ لو۔ کہ اگر چاہتے ہو۔ کہ جنت تمہیں مل جائے۔ تو اسکے لئے پہلے مصائب کا آنا ایک لازمی امر ہے۔ جو شخص مصیبتوں کے اندر سے نہیں گزرا۔ وہ جنت کا دعویدار نہیں ہو سکتا۔ دروازہ یہی ہے جسکے اندر سے ہو کر انسان جنت کے اندر جا سکتا ہے۔ حدیث نے آگے فتنہ دجال کا ذکر کیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ تمہارا امتحان قبروں میں فتنۂ دجال کی طرح ہوگا۔ مومن کو جب وہاں پوچھا جائیگا۔ تو وہ صاف طور پر اپنے ایمان کی شہادت دیگا۔ لیکن منافق سے جب وہی سوال ہوگا۔ تو وہ کہیگا۔ کہ میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تھا۔ میں نے بھی وہی کہا اس کی کیا وجہ ہے۔ اس لئے کہ وہ ایمان کی پختگی۔ وہ عمل کی پختگی نہیں رکھتا وہ دکھوں کو اٹھانے کے لئے تیار نہیں۔ اسلئے خدا بھی اسکو جنت میں بھیجنے کے لئے تیار نہیں۔ جنت اگر کوئی لینا چاہتا ہے۔ تو یہ اسی طرح ملیگی۔ کہ ایمان اور عمل دونوں کو پختہ کرے۔ اور پھر اس راہ میں جو بھی مصائب آئیں۔ خوشی سے ان کو برداشت کرے۔

لیکن ہم مسلمانوں کی حالت یہ ہے۔ کہ ہم میں سے کوئی شخص تھوڑا سا کام کرتا ہے۔ تو اسکو بڑا فخر ہوتا ہے۔ کہ میں نے یہ کام کیا ہے۔ میں اپنے آپ کو اس سے باہر نہیں رکھتا۔ آج ہم سب کی یہی حالت ہے۔ کہ اپنی حقیر خدمات پر بہت اترانے لگتے ہیں۔ کوئی شخص ایک پیسہ دیتا ہے۔ تو وہ سمجھتا ہے۔ کہ میں نے سونے کا پہاڑ خدا کی راہ میں دیدیا۔ گویا جنت کو مول لے لیا۔ ہم غلطی پر ہیں۔ وہ مقام دراصل بڑا ہی مشکل مقام ہے۔ وہ مصیبت کا دروازہ ہے۔ وہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے طے نہیں ہو سکتا۔ یہی افسوسناک حالت نہیں بلکہ ہم میں سے ہی وہ لوگ بھی ہیں کہ کام تو بزرگوں کے کرتے ہیں اور اپنے آپ کو قائم مقام نیکوں کے سمجھتے ہیں کسی کو فخر ہے کہ ہم یوسف ہیں۔ لیکن کیسے یوسف کہ اسے تو بھائیوں نے نکالا تھا ہم نے بھائیوں کو نکال دیا ہے۔ مگر یوسف کے بھائیوں کا کام کرکے کوئی شخص یوسف نہیں بن سکتا۔

یوسف کو تو بھائیوں نے گھر سے نکالا۔ کنوئیں میں ڈالا۔ اور کیا کیا تکلیفیں دیں لیکن جب پھر بھائیوں سے ملا۔ اور بڑی اچھی حالت میں ملا۔ تو اس نے کیا کہا۔ لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم۔ تم نے مجھے گھر سے نکالا۔ لیکن

یہ یوسف بنکر اپنے بھائیوں کو گھر سے نکالتے ہیں۔ بنتے یوسف ہیں اور کام یوسف کے بھائیوں کا کرتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں ہم حسین ہیں۔ حالانکہ کام یزید کے کرتے ہیں۔ حسین نے تو حق کے لئے اپنی گردن کو کٹوا دیا۔ لیکن وہ کیسے حسین ہیں جو حسین کو قتل کرنے کے درپے ہیں۔ یزید کا فعل کر کے کوئی شخص حسین نہیں بن سکتا۔ تو غرض فعل کرتے ہیں بروں کا اور بنتے ہیں اچھے۔ ایک ذرا ذرا سی بات پر دلوں میں یہ خیال کر لینا کہ ہم بڑے آدمی ہو گئے۔ اور ہم نے بڑے بڑے کام کئے ہیں۔ کوئی عمدہ بات نہیں۔ جس شخص کے دل میں ایسا خیال آیا۔ اس کے عمل برباد ہو گئے۔ تو ان دوستوں کو بھی کہ جنہوں نے خدا کی راہ میں بڑے بڑے کام کئے ہیں۔ ان کے ... سفر کئے ہیں ... اٹھائی ہیں۔ میں تو ان کو بھی کہونگا کہ وہ ہرگز کوئی فخر اس کام پر نہ کریں۔ اگر ان کے دل میں یہ خیال آئیگا یہی اسکا حبط کر دیگا ... کا یہ فرض ہے کہ جس شخص نے خدا کی راہ میں کام کیا ہے۔ اس کی عزت اور قدر کریں۔ لیکن کام کرنے والوں کو اپنے کاموں پر اترانا نہیں چاہیئے۔

غرض تم خدا کی راہ میں کام کرتے چلے جاؤ۔ اور اس پر کوئی فخر نہ کرو۔ اس کی راہ میں دکھ اور تکلیف کو اٹھانا اپنا فرض سمجھو۔ خود نبی کریم صلعم کی اس بیکسی کو دیکھو ... جب آپ نکلے۔ تو اپنی بیکسی میں اللہ تعالے سے یوں عرض کرتے تھے ... تیرے حضور میں عذر خواہی کرتا ہوں۔ یہانتک کہ تو راضی ہو جائے۔

... بڑی غلطی ہے۔ جو ہمارے احباب کو لگ سکتی ہے۔ ان لوگوں کو بھی جنہوں نے فی الواقعہ کچھ کام کئے ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ دکھ اور تکلیفیں جو پہلوں پر آئیں۔ ان پر وارد نہیں ہوئیں۔ ان کو ان مشکلات میں سے گذرنا نہیں پڑا۔ جنکا سامنا صحابہ کو کرنا پڑا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ جیسا انسان جس نے اپنا تمام کا تمام مال و اسباب خدا کی راہ میں دیدیا۔ وہ بھی جب منصب خلافت پر آتا ہے تو سب سے پہلے یہ اعلان کرتا ہے۔ ایھا الناس انی ... فاعینونی وان زغت فقومونی۔ لوگو۔ میں محض ایک بشر ہوں۔ ... نہیں۔ اگر میں اچھا کام کروں۔ تو میری مدد کرو۔ اور اگر ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے درست کرو۔ کسقدر عاجزی کا اظہار ہے۔ اتنا بڑا عظیم الشان انسان اتنی خدمات کر کے ہر قسم کی رضا کا مورد ہو کر پھر اپنی اسقدر عاجزی ظاہر کرتا ہے۔ یہی حالت انسان کی رہنی چاہیئے پھر دیکھو۔ اس نے وہ استقامت کا نمونہ دکھلایا۔ جس کی نظیر نہیں۔ تمام عرب مرتد ہو جاتا ہے۔ لیکن دیکھو اس کے قلب کی کیا حالت ہے۔ اور کس حوصلہ اور صبر کے ساتھ سب کا مقابلہ کرتا ہے۔ وہ عمرؓ جس نے خدا کی راہ میں جانی و مالی قربانی سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ جس کی سلطنت دور دور تک پھیل گئی۔ آخر اس کی زندگی کا مطالعہ کرو۔ اس کی حالت یہ تھی۔ کہ کبھی اپنی بادشاہت پر کوئی فخر اور غرور نہیں کیا۔

پھر کہتا ہوں کہ ظاہری کامیابیوں پر فخر نہ کرو۔ یہ نصر اللہ نہیں۔ نصر اللہ اسی کا نام ہے۔ جو دکھوں اور مصیبتوں کے بعد آتی ہے۔ ناکامیوں میں سے گذر کر حاصل ہوتی ہے۔

متفرق خبریں

آتشزدگی - کلکتہ ۱۰ مارچ۔ منلسری اور کلیول کے درمیان ڈون میل ٹرین کی ڈاک گاڑی میں آگ لگ گئی۔ اور سات تھیلے جن میں رجسٹرڈ چٹھیاں تھیں جل گئے۔

پولیس نے گولی چلائی - موضع اودے پور ضلع ہردوئی میں ۹ مارچ کو جب سب انسپکٹر اور دو چوکیدار تحریک ایکا کے متعلق تحقیقات کرنے کے لئے گئے۔ تو آدمیوں کے ایک گروہ نے جو لاٹھیوں سے مسلح تھا۔ انہیں گھیر لیا۔ پولیس کو گولیاں چلانی پڑیں جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بلوائیوں میں سے دو ہلاک ہوئے۔ ان میں ایک سرغنہ شخص بھی شامل تھا۔ سٹیشن افسر کو خفیف چوٹ آئی۔ یہ معلوم نہیں ہوا کہ بلوائیوں میں سے کتنے مجروح ہوئے۔ لفٹنٹ کرنل فانتروپ کمشنر لکھنؤ کو تحریک ایکا کے متعلق خاص ڈیوٹی پر لگایا گیا ہے۔

ہڑتالی واپس - الہ آباد میں لوکو موٹو اور کیرج ایڈ ویگن ڈیپارٹمنٹ کے دو سو سے زیادہ ملازمان کام پر واپس آگئے ہیں۔ اور غازی آباد میں ہڑتالی آزادانہ طور پر کام پر واپس آرہے ہیں۔ اور ان میں سے ۸۰ فیصدی اب کام کر رہے ہیں۔

فسادی رویہ - کلکتہ ۱۲ مارچ۔ ای۔ آئی ریلوے سٹرائک کے متعلق تازہ ترین تار مظہر ہے کہ بندیل میں عملاً تمام ملازمان لوکو موٹو ڈیپارٹمنٹ کل سٹرائک کر گئے۔ نصف سے زیادہ نواحی ٹرینیں ملتوی کرنی پڑیں منگلوار کی شام کو آسنسول میں ہڑتالیوں نے چند عارضی کوارٹر جن میں گورکھا چوکیدار رہتے تھے۔ جنہیں سٹرائک کے دوران میں مقرر کیا گیا تھا جلا دئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گورکھوں اور ہڑتالیوں کے درمیان فساد ہو گیا۔ اور دو آدمی مجروح ہوئے۔

جلسوں کی ممانعت - ہمعصر نیو ٹائمز مظہر ہے کہ ضلع ... آباد میں پولیٹکل جلسوں کی ممانعت کی گئی ہے۔ اور ... کانگریس کمیٹی ... کارکنوں کو زیر دفعہ ۱۴۴ زبان بندی کا حکم دیا گیا ہے۔

حافظ منظور الحسن علوی - حافظ منظور حسن علوی (عرف نظر الملک) جو کچھ عرصہ تک ٹاؤن کانگرس کمیٹی کے سکرٹری رہے۔ اور کانگرس کے ایک سرگرم کارکن تھے۔ کل دفعہ ۱۷ ترمیم قانون فوجداری کے ماتحت بذریعہ وارنٹ اپنی دوکان امین آباد پارک سے گرفتار کر کے اسی وقت مسٹر وارنس سٹی مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کئے گئے۔ مقدمہ ... ۱۸ مارچ کو سٹی مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہوگا۔ مقدمہ تک ضمانت پر رہا کرانے کی غرض سے ان کے بعض دوستوں نے ضمانت داخل کرنے کا ارادہ کر دیا لیکن حافظ منظور حسن صاحب نے ضمانت پر رہا ہونے سے انکار کر دیا۔ ان کو فی الحال لکھنؤ کے ڈسٹرکٹ جیل میں رکھا گیا ہے۔

۱۰۲ والنٹیروں کی رہائی - کلکتہ۔ ۱۱ مارچ۔ آج صبح ۱۰۲ عدم تعاون کے والنٹیر رہا کئے گئے تھے۔ لیکن ان میں سے ۵۵ شارع عام کو بند کرنے کے جرم میں شام کے وقت پھر گرفتار کر لئے گئے۔

مسٹر مانٹیگو وزیر ہند مستعفی ہو گئے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ چونکہ مسٹر مانٹیگو وائسرائے کی ایک عرضداشت کی بنا پر مستعفی ہوئے ہیں۔ اس لئے اب ہندوستان اور انگلستان میں اس امر کے متعلق زبردست چرچا ہو رہا ہے کہ آیا مسٹر مانٹیگو کے بعد اب لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند کو بھی مستعفی ہونا پڑے گا؟ چنانچہ ریوٹر کا ایک تازہ تار مظہر ہے۔ کہ پارلیمنٹری حلقوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ لارڈ ریڈنگ کا آئندہ چند ہفتوں میں مستعفی ہونا نہایت لازمی و ناگزیر ہے۔

ترکی شرائط صلح پر اخبارات انگلستان - لندن۔ ۹ مارچ۔ ڈیلی کرانیکل لکھتا ہے۔ کہ گورنمنٹ ہند نے غلطی سے اپنا مراسلہ شائع کر کے نہ صرف شہنشاہی گورنمنٹ بلکہ خود اپنے لئے بھی سخت دشواریاں پیدا کر لی ہیں۔ اس معاملہ میں گورنمنٹ ہند کے مشورہ کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم اس کے متعلق یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اس معاملہ میں صرف گورنمنٹ ہند کی رائے قابل لحاظ سمجھی جائے۔

ہم ترکی کو تھریس دیکر نہ صرف جنوب و مشرقی یورپ کی ریاستوں کیساتھ اپنے مواعید کو شکست کر دینگے۔ بلکہ وہاں کے امن و امان میں بھی فرق آنا یقینی ہے۔ اسی طرح مقامات مقدسہ سلطان کی سیادت تسلیم کر کے ہم عربوں کیساتھ اپنے مواعید شکست کر دینگے۔

ڈیلی ایکسپرس لکھتا ہے۔ کہ ایشیائے کوچک میں دول متحدہ کو فوراً اپنی پالیسی بدل دینا چاہیئے۔ وزراء کو لینے وقار اور جذبات سے مسٹر مانٹیگو کے راستہ میں مزاحمت نہ کرنی چاہیئے

ڈیلی ٹیلیگراف لکھتا ہے۔ کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر جنوب مشرقی یورپ کے بعض علاقوں کا ترکوں کے قبضہ میں رہنا مسلمانان ہند اور عام باشندگان ہند کے نقطہ نظر سے کیوں ضروری ہے۔ اگر منصفانہ طور پر معاہدہ سیورے پر نظر ثانی کرنے سے ہمارے تعلقات ترکی کے ساتھ خوشگوار رہ سکیں۔ تو ہمیں ضرور اس کی کوشش کرنی چاہیئے۔ لیکن اس معاملہ میں ہمیں بین الاقوامی اغراض و مفاد کا بھی لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

ڈیلی میل لکھتا ہے۔ کہ قسطنطنیہ پر دول متحدہ کے قبضہ سے نہ صرف ہمارے خلاف مسلمان دنیا میں سخت برہمی پیدا ہو گئی ہے۔ بلکہ برطانیہ پر فوج کے مصارف کا بار بھی پڑ رہا ہے برطانیہ کے بہترین فوجی ماہرین کی رائے میں قسطنطنیہ پر قابض رہنا غلطی ہے۔

مارننگ پوسٹ لکھتا ہے۔ کہ تھریس ترکی کو دیدینا ناقابل عمل ہے۔ ترکوں سے بہت زیادہ عرب حجاز پر قبضہ رکھنے کے حقدار ہیں صرف مسئلہ ترکی ہی ہندوستان کی بدامنی کا باعث نہیں ہے۔ گاندھی کی تحریک اسکی اصل وجہ ہے۔ ابتک گاندھی کو کیوں گرفتار نہیں کیا گیا۔

بیان القرآن

گذشتہ سال اعلان کیا گیا تھا۔ کہ جو صاحب بیان القرآن (یعنے اردو تفسیر القرآن) کی پیشگی قیمت مبلغ بیس روپے خزانہ انجمن میں جمع کرا دینگے۔ ان کو مکمل تفسیر بیس روپے میں دیجائے گی۔ خواہ تفسیر کی قیمت بیس روپے سے زائد ہو۔ اور نصف محصول ڈاک بھی انجمن دیگی۔ اس رعایت کی میعاد اب ختم ہو گئی ہے جو صاحب پیشگی قیمت جمع کرانے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ اور ابتک جمع نہیں کرا سکے۔ یا جن صاحبان نے پیشگی قیمت کا ایک حصہ جمع کرایا ہے وہ سب اس ماہ کے آخر تک پوری قیمت مبلغ بیس روپے جمع کرا دیں۔ آخر مارچ سنہ ۱۹۲۲ء تک جن اصحاب کے مبلغ بیس روپے جمع نہ ہونگے۔ ان کو اس رعایت کا مستحق نہ سمجھا جائیگا۔

دوم - آئندہ بجائے پارہ پارہ شائع ہونے کے سات سات پاروں کی ایک ایک جلد شائع کیجائے گی۔ پہلی جلد سات پاروں پر ختم ہو گی جن اصحاب کو پہلے پانچ پارے بھیجے جا چکے ہیں۔ ان کو آئندہ دو پارے بھیجے جائیں گے اور اس کے بعد مکمل مجلد۔ پہلی جلد بھی مجلد ہو گی۔ جو صاحب پہلے پانچ پارے لے چکے ہیں۔ ان کو باقی دو پاروں کیساتھ جلد بھیجی جائے گی۔ جو اپنی اپنی جگہ پارے جلد میں لگوا سکیں گے۔ یا جو صاحب پارے یہاں بھیج دینگے۔ ان کو یہاں سے مجلد کروا کر بھیجدئے جائیں گے۔ جلد کی قیمت تفسیر القرآن کی اصل قیمت سے علاوہ ہوگی۔

خاکسار - فقیر اللہ عفی عنہ مہتمم تصنیفات

اشتہار

زیر آرڈر نمبر ۵ رول نمبر ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی

باجلاس جناب لالہ دیوان چند صاحب منصف درجہ اول جالندھر

نوٹس بنام گلاب سنگھ ولد گوپال سنگھ۔ لکھا سنگھ ولد گورمکھ سنگھ ذات جٹ سکنہ موضع جینڈ وسنگھ تحصیل جالندھر

نمبر

جوالا سنگھ ولد دریام سنگھ ذات جٹ سکنہ جینڈو سنگھ پرگنہ جالندھر فریق اول

بنام

گلاب سنگھ وغیرہ ذات جٹ سکنہ جینڈ وسنگھ۔ فریق دویم

نوٹس زیر ایکٹ ۱۹ استقرار شفع

مقدمہ مندرجہ بالا میں درخواست و بیان حلفی فریق اول سے پایا جاتا ہے۔ کہ فریق دوم مذکور تعمیل نوٹس سے دیدہ و دانستہ گریز کرتے ہیں۔ اور روپوش ہیں۔ اس لئے بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ اگر فریق دوم مذکوران بتقرر ۲۱ مارچ سنہ ۱۹۲۲ء حاضر عدالت ہذا اگر پیروی مقدمہ نہ کرینگے۔ تو اُن کے برخلاف یکطرفہ کارروائی عمل میں لائی جاوے گی۔

تحریر ۲ مارچ سنہ ۱۹۲۲ء

دستخط انگریزی

منصف درجہ اول جالندھر

مہر عدالت

الصلح خیر

پیغام صلح

اخبار — لاہور — ہفتہ وار

رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۶۳ — جلد ۱ — نمبر ۱۶

مقام اشاعت: بلڈنگ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام — یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۲ رجب سنہ ۱۳۴۰ ہجری مطابق ۲۲ مارچ سنہ ۱۹۲۲ عیسوی

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

ایک حادثہ فاجعہ۔ پشاور سے یہ نہایت افسوسناک خبر پہنچی ہے۔ کہ ہمارے نہایت عزیز دوست مولوی محمد ایوب خانصاحب مدرس اسلامیہ سکول پشاور جو ایک نہایت مخلص اور پرجوش احمدی تھے۔ ظالم مخالفین کے ہاتھوں شہید کر دئے گئے۔ مرحوم اپنے گاؤں شیخ محمدی سے ہر روز پشاور پڑھانے کے لئے آیا کرتے تھے۔ ۱۵ مارچ کی شام کو وہ گھر واپس نہیں پہنچے۔ تو گھر والوں نے خیال کیا کہ شاید پشاور ہی میں ٹھیر گئے ہوں۔ دوسرے دن صبح کو ان کے فرزند اکبر نے پشاور اپنے سکول کو جاتے ہوئے ان کی لاش رستہ میں پڑی ہوئی دیکھی جس پر بہت سے زخم بھی تھے۔ اور پستول وغیرہ بھی گم تھا۔ اسی وقت تمام گھر والوں اور ساری جماعت پشاور کو بھی اطلاع ہوئی۔ لیکن قاتلوں کا کوئی پتہ ابتک نہیں لگا۔

یہ حادثہ جانکاہ مرحوم کے پسماندگان کے لئے تو جسقدر مصیبت خیز ہو سکتا ہے ظاہر ہے۔ لیکن جماعت احمدیہ کے لئے اس سے بھی زیادہ دردانگیز ہے کہ اسکا ایک نہایت جوشیلہ ممبر جو دن رات تبلیغ احمدیت کے جوش میں سرشار

رہتا تھا۔ اور جماعت کی گویا روح رواں تھا۔ اس سے جدا ہو گیا۔ اغلب خیال یہ ہے کہ یہی تبلیغی جوش مرحوم کی شہادت کا موجب بھی ہوا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہمیں اور تمام جماعت احمدیہ کو مرحوم کے پسماندگان کے ساتھ دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہو۔ اور صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین

شہید موصوف کا جنازہ تمام جماعت احمدیہ پشاور نے پڑھا۔ اور جس وقت یہ خبر لاہور میں پہنچی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر احباب نے اپنے اس نوجوان اور پرجوش بھائی کی اس جدائی پر (جو دراصل تمام جماعت احمدیہ کے لئے موجب نقصان عظیم ہے) نہایت افسوس کیا۔ القلب یحزن والعین تدمع ولا نقول الا مایرضی بہ ربنا

جمعہ آئندہ کو جماعت احمدیہ لاہور آپ کا جنازہ غائب پڑھے گی۔ بیرونی جماعتوں سے بھی درخواست ہے۔ کہ مرحوم کا جنازہ غائب پڑھیں۔

ولایت میں ایک اور مبلغ - مدراس سے ہمارے مکرم دوست عزیز اللہ صاحب اطلاع دیتے ہیں۔ کہ جناب داؤد شاہ صاحب بی۔ اے جو حضرت خواجہ صاحب کی معیت میں تبلیغ کا کام کرنے کے لئے ولایت گئے ہیں۔ ۱۰ مارچ کو منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

انجمن اشاعت اسلام شاخ سرینگر کے سیکرٹری لپنے ایک تازہ خط میں اطلاع دیتے ہیں۔ کہ امداد اشاعت اسلام بلاد غربیہ کی تبلیغ حتی المقدور کی جا رہی ہے۔ مگر آپ سے یہ امر پوشیدہ نہیں رہ سکتا کہ ۱۱ لاکھ مسلمانوں کی آبادی والی جنت نظیر وادی جہالت اور بے دینی کے لحاف کے نیچے خواب خرگوش کے مزے لے رہی ہے۔ ان کے گلشن اسلام میں ایمان و دینداری کی باد بہاری کی بجائے۔ تفرقہ بازی اور دہریت کی باد سموم جاری ہے۔ ایسے وقت میں انجمن اشاعت اسلام شاخ سرینگر نے اپنا نصب العین یہ قرار دیا ہے۔ کہ قرآن کریم کی تعلیم ہر بچہ بچہ کے کان تک پہنچائی جاوے۔ یہ دعوےٰ ایک قلیل جماعت سے قبل از وقت کا مصداق نظر آتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی شان مالکیت کا دستور ہے کہ صبر کرنے والے قلیل تعداد کے ہوتے ہوئے بالآخر کامیاب ہوتے ہیں۔ صرف اخلاص کی ضرورت ہے۔ حضرت مولانا کی خدمت میں خادم کا دست بستہ اسلام علیکم عرض کریں۔ نیز یہ التماس کریں کہ ہم عاجزوں کے حق میں دعا استقامت فرمائیں اور یہ کہ مولا کریم ہم سے ریاکاری کو نیست و نابود کرے۔ اور سچا اخلاص خدمت دینی کا عطا کرے۔ مولانا عبد اللہ صاحب وکیل کا دم غنیمت ہے۔ درس بفضل خدا روزانہ ہوتا ہے۔ اور اس انجمن کی کارروائی دیہات میں بفضل خدا زیادہ کامیابی حاصل کر رہی ہے۔ ایک گاؤں چودہ سو کی آبادی کا سارا انجمن کے ساتھ مل گیا ہے۔ اور مولوی عبید اللہ صاحب وہاں انتظام اشاعت قرآن نیز ضروری وعظ فرمانے گئے ہوئے ہیں۔ میں وہاں کے لئے

جامع مسجد کا نقشہ تیار کر رہا ہوں۔ سرینگر کے گریجوایٹ حضرات کو بھی اس کار خیر میں دعوت دی ہے۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی تازہ رپورٹ بابت سال ۱۹۲۰-۲۱ء حال ہی میں انگریزی میں ترجمہ ہو کر شائع ہوئی ہے۔ اس میں مختلف مدات کی آمد و خرچ کا ذکر کرنے کے علاوہ تفصیل کے ساتھ بتایا گیا ہے۔ کہ انجمن کیا کام کر رہی ہے۔

انجمن کے دو بڑے مقاصد بتائے گئے ہیں۔ جن پر انجمن فی الحقیقت شروع سے عامل ہے:-

۱- غیر مسلموں میں اسلام کی اشاعت۔

۲- مسلمانوں میں اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کا ذوق و شوق پیدا کرنا اور ان میں سے مذہبی مبلغ پیدا کرنا۔

ان دونو مقاصد کی سرانجام دہی انجمن ہندوستان اور بلاد غیر میں مشنوں کے قیام اور اسلامی لٹریچر کی اشاعت اور سکولوں وغیرہ کے ذریعہ سے کرتی ہے

مقصد اول کی تکمیل فی الحال ووکنگ مسلم مشن اور ٹرینیڈاڈ کے مشن کے ذریعہ سے ہو رہی ہے۔ جو انجمن کے زیر نگرانی چل رہی ہیں۔

یہ بھی بتایا گیا ہے کہ سال ماقبل میں یہ فیصلہ ہوا تھا۔ کہ مدراس۔ بمبئی۔ حیدرآباد دہلی۔ علیگڑھ اور صوبہ سرحدی میں مشن قائم کئے جائیں۔ لیکن روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے ان میں سے بعض جو شروع سال میں قائم ہو گئے تھے بند کرنے پڑے اور اب صرف صوبہ سرحدی اور مدراس اور بمبئی ہی میں کام جاری ہے۔ (ان کے علاوہ جرمنی۔ امریکہ اور جاوا میں بھی مشن قائم کرنے کا ارادہ ہے)۔

مقصد ثانیہ کی تکمیل کے لئے دار الکتب اسلامیہ قائم ہے۔ جس کے زیر اہتمام انگریزی اور اردو ترجمۃ القرآن شائع ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ بعض دیگر مذہبی کتب بھی شائع ہوئی ہیں۔ اردو اور انگریزی اخبارات پیغام صلح اور لائٹ (موخر الذکر حال ہی میں جاری ہوا ہے۔ اس لئے رپورٹ میں اسکا ذکر نہیں) بھی جاری ہیں۔

ان کے علاوہ لاہور اور دہلی میں دو سکول بھی انجمن نے قائم کر رکھے ہیں۔ جہاں مروجہ تعلیم کے علاوہ مذہبی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

غرض انجمن اپنی طاقت و وسعت کے مطابق اسلام کی بہترین خدمات سرانجام دے رہی ہے۔ اگرچہ مالی وقتیں اس مقدس کام میں قدم قدم پر حائل ہیں۔

ضرورت ہے کہ باحمیت مسلمان اپنے پاک دین کی نصرت کے لئے ہاتھ بڑھائیں۔ اور انجمن کو آئندہ کی مالی دقتوں سے فارغ البال کر دیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار
پیغام صلح لاہور

جلد ۱۸ | مورخہ ۲۲ رجب المرجب سنہ ۱۳۴۰ھ | نمبر ۱۲

میں نے انگلستان میں کیا دیکھا
مسئلہ حفاظت و اشاعت اسلام اور مسلمانان عالم

آج دو اڑھائی سال کے بعد میں پھر احباب کرام کی خدمتمیں حاضر ہوتا ہوں اور اسی داستان درد کو پھر حاضر ہوتا ہوں۔ جسکی وجہ سے اسقدر مدت مدید و عرصہ بعید کی جدائی احباب سے گوارا کی تھی۔

اسوقت جبکہ مسلمانان ہند بلکہ اگر ایک انگریز مصنف کے قول کو صحیح سمجھا جائے تو کل عالم اسلام جو "مراکو" سے لیکر چین اور ترکستان سے لیکر کانگو" تک پھیلا ہوا ہے مسئلہ ہلال اور صلیب کی گتھی کو سلجھانے میں مصروف ہے۔ میں بھی قارئین کرام اور بالخصوص اپنے احباب کو اسی مسئلہ کے ایک خاص پہلو کیطرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

لوگ مجھ سے سوال کرتے ہیں۔ کہ انگلستان میں جاکر تم نے کیا دیکھا۔ جہانتک انگلستان کے تمدن و معاشرت اور بعض عجائب وغرائب کا تعلق ہے۔ میں اس سوال کے جواب میں ان سیاحت ناموں کا حوالہ دینے پر ہی اکتفا کرونگا۔ جو مجھ سے پیشتر وہاں جانے والوں نے لکھے۔ اور اب تک شائع شدہ موجود ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ بعض ان امور کو ذکر کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں۔ جن کا تعلق مذہب سے ہے۔ اور مذہبی نقطۂ نگاہ سے وہ اہم سمجھے جاسکتے ہیں۔

اشاعت اسلام یا اعلائے کلمۃ اللہ ایک کام تھا۔ جو اسوقت اللہ تعالےٰ نے اپنے ایک مجدد کے ذریعہ سے ہمارے سپرد کیا۔ اور جس کی خاطر ہمیں یہ دور دراز کے سفر برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ لیکن آیا ہم اس کام کو خاطر خواہ طور پر سرانجام دے رہے ہیں آیا وہ تمام ضروریات جو اس کام کے لئے بکار ہیں۔ ہمارے پاس مہیا ہیں۔ آیا ہلال و صلیب کی اس جنگ عظیم کے لئے جو سات ہزار میل پر ہم نے چھیڑ رکھی ہے۔ یا آیندہ دوسرے ممالک میں ہم چھیڑنے والے ہیں۔ پورا سامان ہمارے ہاں جمع ہیں۔ اس سوال کا جواب یا تو انگلستان میں جاکر سمجھ میں آسکتا ہے۔ یا وہ لوگ اس کو سمجھ سکتے ہیں جنہیں ممالک غیر کے مسلمانوں کے حالات کو دیکھنے اور ان مشنری کارناموں کو مطالعہ کرنے کا شوق ہے۔ جو حضرات بلاد کے ذریعہ قریباً ہر حصہ دنیا میں ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔

ووکنگ مسلم مشن اور اس کی اہمیت

انگلستان یوں تو ایک چھوٹا سا ملک ہے۔ لیکن اپنی آبادی کے لحاظ سے بقدر بڑا ہے۔ کہ وہاں ایک مشن نہیں۔ مسلمانوں کے کئی تبلیغی مشن صرف شہر لنڈن کے اندر چاہئیں۔ خدا خواجہ کمال الدین صاحب اور ان کے رفقا کا بھلا کرے۔ کہ انہوں نے رات دن کی محنت وکوشش سے وہ کام کر دکھایا ہے۔ جس کی نظیر موجودہ زمانہ میں نہیں ملتی۔ دس گیارہ سال کے عرصہ میں جو اس مشن کو قائم ہوئے ہوگئے ہیں خدا کے فضل سے ہماری اس مشن کو وہ اہمیت حاصل ہوگئی ہے کہ انگلستان میں مسجد ووکنگ ہی کو تمام سرکاری وغیر سرکاری حلقوں میں مسلمانوں کا مرکزی مقام سمجھا جاتا ہے

کسقدر خدا کا شکر ہے کہ وہ جگہ جہاں کبھی اسلام کا نام نہایت نفرت کے ساتھ لیا جاتا اور مسلمانوں کو دنیا کی وحشی ترین اقوام میں سے سمجھا جاتا تھا۔ وہاں آج یہ حالت ہے کہ جو بھی بات اسلام کے متعلق لکھنی ہو۔ اسکو پہلے امام مسجد ووکنگ سے پوچھ لیا جاتا ہے۔ اس بارہ میں اس جامع العلوم کی مثال بالکل تازہ ہے۔ جو یونیورسل انسائیکلوپیڈیا کے نام حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں "قرآن" کے عنوان سے جو مضمون شائع ہونے کے لئے لکھا گیا۔ اسے مولوی مصطفےٰ خانصاحب سابق امام کے پاس بھیجا گیا کہ اسکو درست کردیں۔ مگر انہوں نے اسکو ناقابل اصلاح سمجھ کر خود ایک مضمون لکھکر بھیجا۔ جو من وعن طور پر شائع ہوا۔ حالانکہ اس سے قبل ایسی کتابوں میں عام طور پر بہت سی غلط بیانی سے کام لیا جاتا رہا ہے۔ اور کبھی کسی مسلمان سے ایسے مضمون نہیں لکھوائے گئے۔

پھر اسلام اور مسلمانوں کے متعلق جو بات بھی ہو بالعموم امام مسجد ووکنگ کی شمولیت اس میں ضروری سمجھی جاتی ہے۔ دسمبر ۱۹۲۰ء میں اہل انگلستان نے "غیر معلوم جنگی آدمی" Unknown Warrior کے نام سے کسی فدائی وطن کی لاش کو خاص مراسم کے ساتھ ویسٹ منسٹر ایبی میں دفن کیا۔ اور اس کی مراسم سرکاری طور پر ادا کی گئیں۔ اس تقریب میں مختلف اقوام اور مذاہب کے نمایندوں کو سرکاری طور پر دعوت دی گئی تھی۔ جن میں امام مسجد ووکنگ کو بھی مسلمانوں کے قائم مقام کی حیثیت سے بلایا گیا۔ پھر ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔ کہ ایک تھیٹر نے ایک کھیل کا اعلان کیا۔ جسکا عنوان "مکہ" تھا مولوی مصطفےٰ خانصاحب نے فوراً ہوم سیکرٹری کو چٹھی لکھی کہ ایسا کھیل مسلمانوں کی دل آزاری کا موجب ہوگا۔ اسپر لارڈ چیمبرلین آنجہانی نے مولوی صاحب موصوف کو بلوایا۔ اور ان سے کہا۔ کہ اس کھیل کو میں نے پڑھا ہے۔ اس میں مکہ پر کوئی زد نہیں۔ بلکہ ایک انگریزی محاورہ کی کہ جو شخص اپنے نصب العین کو پہنچ جائے اسکو کہا جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے مکہ کو پہنچ گیا۔ تقلید میں کھیل کا نام مکہ رکھا گیا ہے۔ مولوی صاحب موصوف نے کہا۔ کہ اس نام کا ہونا بہت سی غلط فہمیوں کا موجب ہوگا۔ اس پر فوراً لارڈ موصوف نے اس نام کو بدلنے کا حکم دیدیا۔ اگرچہ اسپر بہت کچھ شور وغوغا ہوا۔ لیکن کھیل کا نام بہرحال بدلنا پڑا۔

پیدا ہو اس قسم کی اور بہت سی مثالیں ہیں جنہیں اسلام کی بہت بڑی کامیابیاں سمجھا جاسکتا ہے۔ اگر ووکنگ مسلم مشن کی طرف سے ایک بھی مسلمان آجتک نہ ہوتا۔ تو بھی یہ کوئی چھوٹی سی بات نہ تھی۔ کہ اس کے ذریعے سے اسلام کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں دور ہو رہی ہیں۔ جس سے عام نگاہوں میں مسلمانوں کی عزت و وقعت قائم ہوتی جا رہی ہے۔

لیکن ووکنگ مسلم مشن نے اس سے بڑھ کر یہ کام کیا کہ آجتک قریب

چارصد انگریز مسلمان

کر لئے۔ اور ہر مہینہ ایک نہ ایک کے اضافہ کی خوشخبری بھی ہم تک پہنچ جاتی ہے۔ ان مسلمان ہونے والوں کے دل کہاں تک خلوص اسلامی سے لبریز ہیں۔ یہ بھی ایک سوال ہے جو عام طور پر کیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق صرف اسقدر کہنا کافی ہوگا کہ خدا کے فضل سے وہ لوگ اسلام کی عزت اور خلوص کو دل میں لیکر مسلمان ہوتے ہیں۔ انہیں اپنے آپ کو مسلمان کہنے سے قطعًا نہ کوئی عار ہے۔ اور نہ وہ اسکو کبھی چھپاتے ہیں۔ مجھے بعض عورتوں اور لڑکیوں کی ایسی مثالیں معلوم ہیں۔ کہ انہوں نے بعض دفعہ بڑے بڑے مخالفین اور پادریوں کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کیا۔ اور ان کے اعتراضات کے جواب انہیں حسب توفیق دیئے۔ اگر کوئی جواب نہیں بن پڑا۔ تو ہم سے آکر پوچھا۔ ان میں سے بعض کو محض اسلام کی وجہ سے مالی نقصان بھی پہنچا۔ اور انہوں نے بصبر و شکر برداشت کیا۔ کیا ایسے لوگوں کو کیا یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ دل سے مسلمان نہیں۔ بالخصوص جبکہ ان کی کوئی خاص ضروریات بھی ہم سے وابستہ نہیں۔ اور ان میں وہ بھی ہیں۔ جو دوسروں کو مسلمان بنانے میں ہمیشہ ساعی رہتے ہیں۔ اور جہاں موقعہ بن پڑتا ہے اسلام کی تلقین کرنے سے دریغ نہیں کرتے؟ . . . . . . غرض نو مسلمین کی قابلیت خلوص اور جوش اسلامی کے لحاظ سے بڑی ہی مسرت کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ووکنگ مسلم مشن کی کوششیں بہت ہی عمدہ پھل لائی ہیں۔

لیکن ان تمام میٹھے نتائج کے باوجود میں کہونگا۔ کہ ابھی تک ہم نے کچھ بھی نہیں کیا وہ کام جو ہمارے سپرد کیا گیا ہے۔ وہ یہیں تک ختم نہیں ہوجاتا۔ کہ ہم چند نفوس کو حلقہ بگوش اسلام کرلیں۔ نہ ہی اس کام کو بھی ہم نے کما حقہ طور پر ابھی تک کیا ہے۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ کہ اور تو اور ایک شہر لندن ہی اپنی آبادی اور وسعت کے لحاظ سے اسقدر بڑا ہے۔ کہ وہاں جسقدر بھی تبلیغی مشن ہمارے ہوں تھوڑے ہیں۔ اور کامیابی کی وہاں جسقدر امید ہے۔ ہندوستان میں بھی اتنی نہیں۔ آزادی رائے اور علم دوستی یہی وہ چیزیں ہیں جو کسی کو اسلام کا دلدادہ بنا سکتی ہیں۔ اور یہ دونوں چیزیں انگلستان میں عام ہیں۔ اسی وجہ سے معقول اسقدر ہیں۔ کہ باوجودیکہ بچپن سے انہیں اسلام کے متعلق طرح طرح کی غلط فہمیاں ڈالی گئی ہیں۔ لیکن جب وہ کسی مسلمان کے ذریعے سے اسلام کی اصل تصویر کو دیکھتے ہیں۔ تو اسے قبول کرنے میں ہرگز نہیں ہچکچاتے [illegible] نہیں ہوتا۔ اکثر مجھے ان لوگوں سے باتیں کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ جو مسجد دیکھنے آیا کرتے تھے۔ اور جہاں اُن کی اسلام کے متعلق ناواقفیت پر مجھے حیرت ہوتی تھی۔ وہیں ان کی معقول پسندی اور غیر ملکی پر بھی میں انگشت بدنداں ہی رہ جاتا تھا۔ ہندوستان میں یہ حالت نہیں۔ یہاں کے لوگ معقول بات کو اسقدر جلد قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ بلکہ عمومًا ضد جھونک اور ہارجیت ہمارے مباحثات کا نتیجہ ہے انگلستان خدا کے فضل سے بہت جلد صداقت اور حق کو پاسکتا ہے۔ صرف ہماری طرف سے کوشش بکار ہے۔

مسیحی مشنوں کے کارنامے ممالک غیر میں

لیکن میں کہتا ہوں۔ انگلستان ہی محض ہمارا منتہائے مقصود نہیں۔ ابھی تمام دنیا ہمارے سامنے ہے۔ انگلستان میں جہاں وہ لوگ ہیں۔ جو بہت ہی معقول پسند واقعہ ہوئے ہیں۔ اور حق و صداقت کو لینے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ ایسے لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ وہیں ایسے مسیحی تبلیغی مشن بھی قائم ہیں۔ جن کا تعلق بیرونی ممالک سے ہے۔ اور انہوں نے ان ممالک کے لئے مشنری تیار کرنے کا خاص انتظام کر رکھا ہے۔ ان مشنریوں کے مخاطب چونکہ بیرونی ممالک میں زیادہ تر مسلمان ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کو اسلام کیلئے خاص طور پر تیار کیا جاتا ہے۔ بعض یونیورسٹیوں مثلاً انڈنبرا اور گلاسگو وغیرہ نے خاص کلاسیں بھی کھول رکھی ہیں۔ اور ان کے ہاں وقتاً فوقتاً اسلام پر لیکچروں کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔ جو ان مشنریوں کی تیاری کے لئے دیئے جاتے ہیں۔ اور کروڑہا روپیہ ان تبلیغی مشنوں پر ہر سال صرف ہوتا ہے۔ سال گذشتہ میں صرف ایک انگلستان کی چرچ مشنری سوسائٹی کا خرچ ۵۴۲۰۰۰ پونڈ یعنی ۸۱۳۰۰۰۰ روپیہ تھا۔

مسلمان آج روتے ہیں۔ کہ سلطان ٹرکی کی خلافت چھن گئی۔ کاش وہ دیکھتے اور غور کرتے کہ سلطنت کا چھن جانا تو ایک عارضی بات ہوتی ہے۔ اور دنیا میں ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔ کہ آج ایک قوم کی بادشاہت ہے۔ اور کل دوسری کی تلک الایام نداولھا بین الناس۔ لیکن کروڑہا نفوس اسلامی کا خارج از اسلام ہو جانا گویا اسلام کی جڑوں کا ایک ایک کر کے کٹنا ہے۔ کاش ان کو معلوم ہوتا کہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں جہاں جہاں فرزندان اسلام موجود ہیں مسیحیت آہستہ آہستہ ان کو کھاتی چلی جا رہی ہے۔ یہ کہدینا آسان ہے۔ کہ عیسائیت کا اثر معقول دلوں پر کوئی نہیں۔ لیکن وہ طرح طرح کی کوششیں جو دجالیت کا خاصہ ہیں۔ اور مشنریوں کیطرف سے خفیہ و علانیہ ہمیشہ عمل میں آتی رہتی ہیں۔ اکثر دلوں کو لبھائے بغیر نہیں رہتیں۔ کاش مسلمانوں کو علم ہو۔ کہ ان دور دراز ممالک میں جہاں سلف صالحین کے خون سے سینچے ہوئے بعض پودے ابتک باقی چلے آتے ہیں۔ کس طرح سے آہستہ آہستہ صلیب کی نذر ہوتے جا رہے ہیں۔

افسوس کا مقام ہے۔ کہ ہم نے کبھی ان لوگوں کے حالات کو جاننے کی کوشش نہیں کی۔ جو ہم سے مسافت بعید پر بڑے سسک رہے ہیں بلکہ اور تو اور ہمیں پتہ نہیں۔ کہ ان سابقین الاولین نے جنہیں ہم جیسے سامان سفر میسر نہ تھے۔ کسقدر جد و جہد اور مشکلات کا سامنا کر کے کہاں کہاں اسلام کا نام پہنچایا۔ اور ان کے لگائے ہوئے پودوں نے گذشتہ تیرہ سو سال میں کسقدر ترقی کی اور آج وہ کیونکر مرجھا رہے

ہیں۔ کیا سوائے دو تین کے ہم میں سے کسی کو علم ہے۔ کہ

چین میں مسلمان

کہاں سے آئے کسطرح اور کن بعید ترین رستوں سے اپنی جان کو جوکھوں میں ڈال کر رسول اللہ صلعم کے صحابہ نے اسلام کو وہاں پہنچایا۔ اور نہ صرف پہنچا کر چلے آئے۔ بلکہ خود وہاں اقامت گزین ہو گئے۔ اور اسلام کا نام بلند کرتے ہوئے وہیں جانیں دیدیں کیا ان شہدائے اسلام کی اولاد کا جس کی تعداد کم وبیش سات کروڑ نفوس تک پہنچتی ہے۔ اور وہ ابتک چین میں آباد ہیں۔ کسی کو علم بھی ہے۔ اور جب اسقدر بھی علم نہیں۔ تو کون جانتا ہے۔ کہ ان غریب الوطنوں پر جو اپنے آباؤ اجداد کی قوت قدسی سے فیضیاب نہ ہونے اور بعض ناموافق حالات میں پرورش پانے کے سبب علم سے بالکل کورے رہ گئے ہیں۔ کیا کچھ گذرتی ہے۔ اور کس طرح سے عیسائیت کا پھندا جو چین کی مسلمان آبادی کے ہی اندر زیادہ تر پھیلا ہوا ہے۔ ان میں سے ایک ایک کے گلے کا ہار بن رہا ہے۔ اسکا اندازہ شاید اسی ایک مثال سے ہو سکے کہ صرف دوران جنگ میں چین میں کل پچیس ہزار لوگ عیسائی ہوئے جن میں مسلمان بھی شامل ہیں۔ عیسائی مشنریوں کی وہاں کسقدر تعداد ہے۔ اور کس طرح وہ چین کے کن دور دراز علاقوں میں جہاں نہ ریل ہے نہ تار۔ نہ کوئی مطبع وہاں موجود ہے پہنچتے اور کیسی کیسی مشقتیں اٹھا کر کس کس طریق سے کام کرتے ہیں۔ یہ ایک لمبی داستان ہے۔ جو کسی دوسرے موقعہ پر ایک کتاب کی صورت میں احباب کی نظر سے گذریگی فی الحال صرف اسیقدر بتا دینا کافی ہے۔ کہ ۱۹۱۸ء میں جبکہ جنگ کی وجہ سے مشنری بہت تھوڑے رہ گئے تھے۔ کام کرنے والوں کی تعداد ایکہزار ستاون تھی اسی سال کل ۲۳۹۰۳۲۱۲ پونڈ ۰ شلنگ دس پنس آمد تھی۔ یعنی قریباً ۱۸۰۴۸۵۸۵ روپیہ اس روپیہ اور ان کثیر آدمیوں کو مدنظر رکھ کر اندازہ کرو۔ کہ ہمارے مقابلہ میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ اور ہم نے آجتک کیا کچھ کیا ہے۔ ان باتوں کیطرف میں اس لئے یہاں اشارہ کیا ہے۔ کہ یہ معلوم ہو کہ ہماری ناواقفیت اور غفلت کہاں تک پہنچی ہوئی ہے۔ اور وہ جو ہزارہا میل کے فاصلہ پر بیٹھے ہیں اور جنہیں ہم صرف مادہ پرست کہکر یا ان کے مذہب کو لایعنی قرار دے کر خوش ہو رہے ہیں۔ کہاں کہاں پہنچے۔ اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والوں کو بپتسمہ دیتے چلے جا رہے ہیں۔

لنڈن میں Chinese Inland Mission کے نام سے ایک دفتر قائم ہے۔ جو چین کے اندرونی حصص میں تبلیغ مسیحیت کا ذمہ دار ہے اس کی طرف سے چین کے متعلق آئے دن کتابیں اور رپورٹیں شائع ہوتی ہیں جنکا ہم مسلمانوں کو کوئی علم نہیں۔ حالانکہ یہ نہایت ضروری ہے کہ ایسے لٹریچر کا مطالعہ مسلمان کریں۔ اور اپنے بھائیوں کے حالات سے ہی کم ازکم واقفیت حاصل کرکے ان کی دستگیری کے لئے تیار رہیں

نرا چین ہی نہیں۔

دنیا میں جہاں جہاں اسلام کا نام موجود ہے

وہیں عیسائیت اپنے ساتھ روپیہ اور آدمیوں کی بہت بڑی کمک لیکر پہنچتی ہے اور انہیں عیسائی بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتی۔ جزائر فلیپائن اور جزائر شرق الہند جن میں جاوا وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ کسی وقت محض مسلمانوں ہی سے آباد تھے۔ لیکن آج وہاں عیسائیت کا قدم بہت تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ اور اسکا بڑا سبب مسلمانوں کی جہالت ہے۔

مجھے حضرت امیر ایدہ اللہ کا وہ فقرہ رہ رہ کر یاد آتا ہے۔ جو گذشتہ سے پیوستہ جمعہ کے خطبہ میں (کسی دوسری جگہ درج ہے) انہی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے آپنے کہا۔ کہ ایک وقت تھا۔ کہ نجاشی نے جب ابوسفیان سے پوچھا کہ ھل یرتد احد منھم سخطۃ لدینہ۔ کیا مسلمان ہونے والوں میں سے کوئی دین سے بیزار ہو کر مرتد بھی ہو جاتا ہے۔ تو اسے ناچار کہنا پڑا۔ کہ نہیں ایسا کوئی شخص نہیں۔ جو دین سے بیزار ہو کر مرتد ہو جائے۔ لیکن آج یہ حالت ہے۔ کہ لوگ جوق درجوق مرتد ہوتے ہیں۔ اور ہم کو ان کا علم بھی نہیں

کیا اسلام ترقی کر سکتا ہے؟

مگر میرے خیال میں وہ لوگ بھی جن کو اسلام کی اس حالت کا کچھ تھوڑا بہت علم بھی ہے۔ ان باتوں کی چنداں پرواہ نہیں کرتے اور پرواہ کس طرح ہو جبکہ انہیں یہ بھی ایمان نہیں کہ اسلام آج بھی ویسے ہی ترقی کر سکتا ہے۔ جیسے قرون اولی میں اس نے کی۔ آج تو مسلمان یہی سمجھے بیٹھے ہیں۔ کہ اسلام ایسی چیز ہی نہیں۔ جو مہذب قوموں کی قبولیت کے لائق ہو۔ آجکل ہی لاہور میں ایک اشتہار میری نظر پڑا ہے۔ جسکا عنوان ہے "جاپان نے اسلام قبول کر لیا" یہ دراصل ماء الحیات کا اشتہار ہے۔ جو کسی اشتہاری حکیم نے تیار کیا ہے۔ اور اس میں کسی فرضی مولویصاحب اور نیچری کی اسبات پر بحث ہے۔ کہ "جاپان نے اسلام قبول کر لیا" مولوی صاحب جاپان کے قبول اسلام کے مدعی ہیں۔ لیکن نیچری صاحب اس دعوے کو مولویصاحب کے دماغ کے فتور کا نتیجہ قرار دیتے اور آخران کو منوا لیتے ہیں۔ کہ ان کا دماغ درست نہیں اور انہیں حکیم صاحب کا تیار کردہ ماء الحیات پینا چاہئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کسقدر حسرت اور افسوس کا مقام ہے کہ آج مسلمانوں کے نزدیک کسی قوم کے قبول اسلام کا خیال بھی فتور دماغ کا نتیجہ ہے

اسلام کو آج ایسا مذہب سمجھا جاتا ہے۔ کہ مہذب اقوام کا اسکو قبول کرنا ناممکن ہے اور اسکا دعوے کرنے والا پاگل۔ ایک وہ لوگ تھے کہ جن کا نقشہ قرآن کریم نے کھینچا ہے۔ ولما را المومنون الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ ایک ہم ہیں۔ کہ اشاعت اسلام کی کوشش تو ایک طرف کسی مہذب قوم کے قبول اسلام کی امید بھی لگانا اپنے پاگل پن کا اظہار سمجھتے ہیں۔ جاپان تو ابھی دور کی بات ہے خود ان انگریزوں کے متعلق جو داخل اسلام ہو چکے ہیں۔ اکثر لوگوں نے مجھ سے یہ پوچھا ہے۔ کہ کیا واقعی دل سے انہوں نے اسلام کو قبول کیا ہے۔ میں حیران ہوں۔ کہ اس سوال کی آخر کیا وجہ ہے۔ بھلا وہ قوم جو حد درجہ کی آزاد خیال ہو اور کوئی طمع اور لالچ بھی ان کو ہم سے نہیں۔ کوئی حکومت بھی ہماری نہیں۔ کہ اسی وجہ سے انہوں نے منافقت اختیار کر لی ہو۔ ایسے لوگ اگر اعلان کریں کہ ہم مسلمان ہیں۔ تو یہ کیونکر باور کر لیا جائے۔ کہ دل سے مسلمان نہیں۔ بلکہ منافق ہیں۔ میں یہ مانتا ہوں۔ کہ ہمارے اور ان کے تمدن ومعاشرت میں بہت بڑا فرق ہے۔ یہ بھی سچ

ہے۔ کہ مسلمان ہونے والوں کو ابھی بہت کچھ سکھانا باقی ہے۔ لیکن ان کے نماز نہ جاننے یا قرآن نہ پڑھ سکنے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ دل سے مسلمان نہیں کسی صحیح الدماغ شخص کا کام نہیں۔ تربیت اسلامی ایک الگ کام ہے۔ جو کافی مدت اور خاص انتظامات کو چاہتا ہے۔ ووکنگ مسلم مشن اپنی استطاعت کے مطابق اس کام کو بھی سرانجام دیتا ہے۔ لیکن یہ دعوےٰ اس نے کبھی نہیں کیا۔ کہ اس کے کئے ہوئے مسلمان پہلے ہی دن فرشتے بن گئے تھے۔ اور تمام احکام اسلامی پر وہ پورے طور پر عامل ہیں۔ نہ ہی وہ معترض جو آبا عن جد مسلمان چلے آتے ہیں۔ خود اپنے متعلق اس قسم کا دعوےٰ کر سکتے ہیں۔ پھر تعجب ہے۔ کہ کیوں اس قسم کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو محل اعتراض بنا کر ایک مفید کام میں جس پر درحقیقت مسلمانوں کی زندگی کا راز مضمر ہے۔ روڑے اٹکائے جاتے ہیں۔

تبلیغ ہی اس زمانہ میں اسلام کی ترقی کا ذریعہ ہو سکتی ہے

میں اپنے احباب کو بالخصوص اور باقی تمام مسلمانوں کو بالعموم یہ عرض کرونگا۔ کہ خدا تعالےٰ نے اس زمانہ میں ہمارے سامنے دو نظارے قائم کئے ہیں۔ ایک اسلام کی ترقی کے لئے تبلیغی کوششیں اور ان کے نتائج اور دوسرے پولیٹیکل طریق اور تلوار کے ذریعے اس کی کھوئی ہوئی عظمت کو قائم کرنے کی کوشش اور اس کے نتائج یہ دونوں نظارے اس وقت ہمارے سامنے ہیں۔ یہ بھی ہمیں خوب معلوم ہے۔ کہ اول الذکر راہ میں کس قدر تھوڑی سی کوشش اس وقت تک ہوئی ہے۔ لیکن اس کے نتائج اللہ تعالےٰ نے کس قدر عجیب بڑے بڑے دئیے ہیں۔ کس طرح سے اللہ تعالےٰ نے ایک چھوٹی سی جماعت کی حقیر کوششوں کو اپنی رحمت اور فضل کی بارش سے نوازا۔ اور چند ہی سال میں انگلستان جیسے ملک میں جو دنیا کا آج مرکز ہے۔ اسلام کے قدموں کو مضبوط کر دیا۔ اس کے بالمقابل پولیٹیکل طریق پر اپنی عظمت کو قائم رکھنے اور اہمیت کو منوانے میں مسلمانوں نے کیا کچھ جدوجہد نہیں کی۔ بلکہ آج تک مصطفےٰ کمال کی تلوار دشمنان اسلام کے بالمقابل نیام سے باہر ہے۔ لیکن نتیجہ کیا ہے۔ کامیابی ابھی تک عنقا ہے۔ ہندوستانی مسلمان جب ان نتائج کو دیکھکر مایوس ہوتے ہیں۔ تو اپنے دل کو یوں تسلی دیتے ہیں کہ ہندوستان کو سوراج مل جائیگا۔ تو

خلافت

بھی حاصل ہو جائے گی۔ بھلا وہ خلافت جس کا کام یہ تھا۔ کہ تمکین دین کا موجب ہو۔ ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم۔ جس کے ذمہ یہ ڈالا گیا تھا کہ وہ خوف کی جگہ امن کو قائم کرے۔ ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا جب وہ بھی باایں ہمہ ساز و سامان کچھ نہ کر سکی ......

...... تو ہندوستانی مسلمان اب سوراج کو لیکر اسکا کیا بنا لیں گے۔ وہاں تو پھر بھی کوئی سامان حرب ہی ترکوں کے پاس تھا جس کے سہارے پر انہوں نے اسقدر عرصہ تک کچھ لیے بچاؤ کی کوشش کی اور کر رہے ہیں۔ تمہیں سوراج اگر مل جائیگا۔ تو اس گمشدہ خلافت کو کس طرح دوبارہ واپس لے آؤ گے۔ اور پھر سوراج کا ملنا بھی ابھی تا تریاق از عراق آوردہ شود والی بات ہے۔ پس کیوں نہ اپنی

کوششوں کو اس طرف لگایا جائے۔ جہاں نتائج زیادہ کامیاب نظر آتے ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ کے اس فضل کو جو اسات پر گویا

خدا تعالےٰ کی فعلی شہادت

ہے۔ کہ اسلام اگر کامیاب ہو سکتا ہے تو طریق تبلیغ سے۔ اور زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کیجائے۔ آج مسلمان اگر وہ روپیہ جو بیرونی سفیروں یا اور کاموں کی نذر کرتے ہیں۔ اشاعت اسلام کی راہ میں لگائیں وہ تمام لوگ جو ترک موالات اور قانون کی عدم پابندی کی پاداش میں جیل خانوں میں جا رہے ہیں مختلف اطراف عالم میں نکل کھڑے ہوں۔ اور حفاظت و اشاعت اسلام کے کام میں اپنے آپ کو لگا دیں۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ بہت تھوڑے عرصہ میں ہم بہت کچھ حاصل کر سکتے اور اپنی گمشدہ عظمت کو دوبارہ پا سکتے ہیں۔

میں ترکوں کا دشمن نہیں لیکن میں سمجھتا ہوں۔ کہ ترکوں اور سب مسلمانوں کا اگر بھلا ہو سکتا ہے۔ تو وہ

غلط فہمیاں

دور کرنے سے جو ان کے اور اسلام کے متعلق تمام انگلستان اور دیگر یورپین ممالک میں پھیلی ہوئی ہیں کس قدر دل لرزتا ہے۔ ان تصاویر سے جو "ترکوں کی ہیبلام" اور "کنواری لڑکی" کے عنوان سے سینما میں دکھائی جاتی ہیں۔ کیا وہ لوگ جو ان تصاویر کو دیکھتے ہیں۔ اور کبھی انہیں ترکوں سے ملنے یا اسلام کی باتیں سننے کا اتفاق نہیں ہوا۔ یہ فیصلہ دینے میں حق بجانب نہیں۔ کہ ترکوں کا بستر بوریا باندھ کر انہیں یوروپ سے باہر پھینک دیا جائے۔ اگر ان غلط فہمیوں کو دور کرنے اور لوگوں کے دلوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی جاتی۔ تو شاید کچھ حاصل ہونے کی بھی امید ہوتی۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ خلافت ڈیپوٹیشن پر گو خطیر رقم خرچ کرنے کے باوجود بھی اس پہلو میں کوئی کوشش نہ کی گئی۔

میں پھر عرض کرتا ہوں۔ کہ یہ ایک نسخہ ہے۔ جو اس زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے اسلام کی کامیابی کے لئے اپنے مجدد کے ذریعے ہم کو دیا۔ اور اسکو ایک حد تک استعمال کر کے بہت سا فائدہ بھی ہم نے اٹھایا۔ پس آؤ۔ کہ اب ہم متحد ہو کر اسی پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اور پھر دیکھیں کہ اللہ تعالےٰ کیا کچھ نتائج پیدا کرتا ہے۔

[illegible]

شذرات

اشاعت اسلام کے لئے چندہ

آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ ناظرین کرام ایک طویل فہرست چندہ ملاحظہ فرمائیں گے۔ جس کی میزان ۲۲۷۸ روپیہ ۱۲ آنہ ۶ پائی ہے یہ چندہ مولانا مولوی صدر الدین صاحب کی جہد بلیغ کا نتیجہ ہے۔ آپ چند دن ہوئے علاقہ پشاور میں محض اسی غرض کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ کہ وہاں کے لوگوں کو بلاد غیر میں اشاعت اسلام کی ضرورت جتا کر اس مہتم بالشان کام میں انہیں امداد و نصرت کی دعوت دیجائے۔ خدا کے فضل سے مولویصاحب موصوف کو چند ایک بزرگ پشاور میں مل گئے۔ جو خود بھی اسلام کا درد دل میں رکھتے ہیں انہوں نے اس دعوت الی الحق میں آپ کا ساتھ دیا۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں روپیہ پشاور اور دوسرے ایک دو علاقوں سے وصول ہو گیا۔

ہم ان تمام چندہ دہندگان اور ان احباب کے بھی جنہوں نے اس کار خیر میں مولویصاحب موصوف کا ہاتھ بٹایا ہے۔ بدل مشکور ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے۔ اور دین و دنیا میں حسنات عطا فرمائے۔

کرمیا صد کرم کن بر کسے کو ناصر دین است
بلائے او بگرداں گر گہے آفت شود پیدا

مالا بار میں اشاعت اسلام

اس عنوان سے کسی دوسری جگہ ایک مضمون معاصر "وکیل" سے نقل کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ مالا بار میں اسوقت اشاعت اسلام کی ضرورت کسقدر ہے۔ اور اس سے بڑھ کر کسقدر ضرورت ہے۔ اپنے ان مظلوم بھائیوں کی خبر گیری کی جو موپلوں کے نام سے موسوم ہیں۔ اور گذشتہ چند ماہ کی شورش و ہنگامہ میں بہت سی مصائب و آلام کا تختہ مشق بن چکے اور بن رہے ہیں۔

اس دردانگیز داستان کا ایک پہلو یہ بھی ہے۔ کہ آریہ سماج کو یہ شکایت ہے۔ کہ موپلوں نے ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنا لیا ایسے ہندوؤں کی تعداد کا بقول آریہ گزٹ "دو ہزار سے بھی بڑھ جانیکا امکان ہے" اسی لئے آریہ سماج نے اپنے تمام لاؤ لشکر کے ساتھ اب مالا بار میں جا خیمہ گاڑا ہے۔ اور وہاں سے آئے دن ہندوؤں کے قتل و غارت ان کی مظلومیت کی پردرد داستان آریہ گزٹ کے صفحات کو پر کرنے کے لئے آ رہی ہیں۔ جن کے متعلق بقول "وکیل" نہیں کہا جا سکتا۔ کہ کہاں تک حق و صداقت کو لئے ہوئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں "آریہ گزٹ" میں ایک فہرست چندہ بھی نکل چکی ہے۔ اور ہم اپنے ہندو بھائیوں کی غیرت ملی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے جنہوں نے ان تھوڑے ہی دنوں میں بائیس ہزار اناسی روپیہ نو آنہ ساڑھے نو پائی کی کثیر رقم جمع کر لی ہے اور ابھی فہرست چندہ بند نہیں ہوئی۔

ایک ہم ہیں۔ کہ تمام دنیا میں اشاعت اسلام کا بیڑا اٹھا کر ابھی ساڑھے چار ہزار روپیہ جمع ہو جانے پر پھولے نہیں سماتے۔ اور ایک یہ لوگ ہیں کہ صرف مالا بار ہی کے لئے بائیس ہزار روپیہ جمع کر لیا ہے۔ اور ابھی سیر نہیں ہوئے اسبات سے قطع نظر کر کے کہ مالا بار میں آریہ سماج کی یہ کوششیں اور ہندوؤں کو بجبر مسلمان کرنے کے اعلانات۔ ہندو مسلم اتحاد کے کہاں تک منافی ہیں۔ اور کسقدر خلاف واقعہ۔ سوال یہ ہے۔ کہ مسلمانوں نے اسطرف ابتک آیا کوئی قدم اٹھایا جمعیۃ العلمائے ہند کا تازہ اعلان ہے۔ کہ اس نے ابھی صرف تحقیق حال ہی کے لئے ایک وفد مالا بار میں بھیجنا تجویز کیا ہے۔ اور بارسے فراہمی سرمایہ کا بار بھی اپنے سر ہی لیا ہے جس کے لئے اس نے مسلمانوں سے اپیل بھی کی ہے۔ حیرت ہے۔ کہ آریہ سماج کیطرف سے سات سو مسلمانوں کو شدھ کر لینے کے کھلے اعلان کے باوجود یہاں ابھی تحقیق حال ہی باقی ہے۔ جو وہ بھی اسدن ہو گی۔ جب خاکم بدہن تمام مالا بار ہندو ہو جائے گا۔ کاش مسلمان اپنی ان اہم قومی ضروریات کو بھی سمجھیں اور کم از کم اپنے مسلمان بھائیوں کو تو ارتداد سے بچا لیں۔

موپلوں نے اگر فی الواقعہ بعض ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنا لیا ہے۔ تو ان کے اس فعل کو ہم ہرگز جائز نہیں سمجھتے۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ مالا بار کو بھی ہندوؤں کے رحم پر چھوڑ دیا جائے۔ اور مسلمان ان کی مظلومیت و ملت کے سدباب کا کوئی انتظام نہ کریں۔

اشاعت اسلام کا ایک اہم پہلو

آج کے افتتاحیہ میں ہم یہ بتا چکے ہیں۔ کہ مسلمانوں کی فلاح و بہبودی اس میں مضمر ہے۔ کہ وہ یورپ اور دیگر ممالک سے ان غلط فہمیوں کو دور کریں جو اسلام اور مسلمانوں کے متعلق وہاں پھیل گئی ہیں۔

اسی موضوع پر معاصر "وکیل" نے بھی ایک افتتاحیہ اپنی ۱۷ اپریل کی اشاعت میں لکھا ہے۔ اور صاف لفظوں میں تسلیم کیا ہے۔ کہ

"دنیائے اسلام کا انحطاط و زوال جو گذشتہ چند صدیوں سے رونما ہو رہا ہے۔ اس تعصب کا نتیجہ ہے۔ جو اقوام یورپ میں اسلام اور مسلمانوں کی سیرت سے بے خبری کے باعث موجزن ہے۔ ان کی جہالت کو رفع کیجئے۔ یہ تعصب جاتا رہیگا۔ اور جب تعصب نہیں رہیگا۔ تو جہان سے اسلام کی مصائب کا خاتمہ ہو جائیگا"

اس بارہ میں ووکنگ مسلم مشن نے آجتک جو کچھ کیا۔ اسکو بھی معاصر موصوف ہی کے الفاظ میں سن لیجئے:۔

"اگر اس کام کو باقاعدہ طور پر شروع کیا جائیگا۔ تو کامیابی کے امکانات بہت وسیع ہیں۔ ووکنگ مشن اور امریکہ کا فریڈم

بہ ہر تو محدود سرمایہ اور محدود حلقہ مددگاران کے ساتھ اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کے رفع کرنے میں معقول کوشش کر رہے ہیں۔"

معاصر موصوف نے یہ تحریک کی ہے۔ کہ اس اشاعت کے کام کو زیادہ وسیع کیا جائے۔ اور لکھا ہے۔ کہ

"ہندوستان کے چیدہ مسلمان اگر ابتدا کریں اور استقلال و ہمت دو لولہ صادق کا ثبوت دیں۔ تو دیگر ممالک کے مسلمان بھی انکا ہاتھ بٹا سکتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ عظیم الشان کوشش کسی خاص ملک کے مسلمانوں یا اسلام کے کسی خاص فرقہ یا جماعت کے لئے نہیں ہو گی۔ بلکہ وہ ایک ہمہ گیر و عالمگیر تحریک ہو گی۔"

فی الواقعہ "ہندوستان کے چیدہ مسلمان" اگر اس کام کو کرنا چاہیں تو اس سے بڑھ کر اور کوئی نیک کام مسلمانوں کے لئے اسوقت نہ ہوگا۔ لیکن کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔ کہ بجائے الگ کام شروع کرنے کے ووکنگ مسلم مشن کو ہی اس خاص غرض کے لئے سرمایہ بہم پہنچایا جائے۔ کہ وہ اس کام کو زیادہ مستعدی اور وسیع پیمانہ پر کر سکے۔ آخر ووکنگ مشن کا کام ہی کیا ہے۔ سوا اس کے کہ اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کو رفع کرے۔ اسلام کے محاسن انکو بتائے اور ان کے دلوں سے تعصب کو نکالکر محبت کے جذبات پیدا کر دے۔ اس کام کو جس طریق پر ووکنگ مشن نے ابتک کیا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ کہ کسی خاص فرقہ ہی کی تعلیم نہیں۔ اسلامک ریویو کی مفت تقسیم۔ اسلام پر چھوٹے ٹریکٹوں کی اشاعت اور وعظ و لیکچر۔ یہی وہ طریق ہیں۔ جو اس نے ابتک اختیار کئے ہیں ہندوستان کے وہ چیدہ مسلمان جو اس کام کو کریں گے۔ آخر کیا وہ کسی نہ کسی فرقہ سے تعلق نہ رکھتے ہونگے۔ پس کیوں نہ وہ ووکنگ مسلم مشن کو ہی امداد دیں۔ اور اسقدر امداد دیں۔ کہ وہ اطمینان کے ساتھ انگلستان بلکہ تمام یورپ کے اندر اسلامی لٹریچر کو پھیلا سکے۔ اور اسلام کے متعلق تمام غلط فہمیوں کو یکسر دور کر سکے۔ ضرورت صرف سرمایہ کی ہے۔ اگر سرمایہ ہے۔ تو کوششوں کو منتشر کرنا فائدہ مند نہ ہوگا۔

جمعیت دعوت و تبلیغ اسلام

مالابار کے متعلق ہم اوپر کا نوٹ لکھ چکے تھے۔ کہ ہماری نظر مولوی محی الدین صاحب سکرٹری جمعیت دعوت و تبلیغ اسلام کے ایک اعلان پر پڑی۔ اور یہ دیکھ کر ہمیں کمال مسرت حاصل ہوئی۔ کہ مولوی صاحب موصوف بنفس نفیس کالی کٹ (مالابار) میں جا پہنچے ہیں۔ اور وہاں کے مسلمانوں کی تحقیق حال کے بعد یہ اعلان انہوں نے کیا ہے۔ اس اعلان میں مولوی صاحب نے بتایا ہے۔ کہ آل انڈیا سنٹرل خلافت کمیٹی نے انجمن مذکور کو دس ہزار روپیہ اس غرض کے لئے عطا کیا ہے۔ کہ وہ مظلوم موپلاؤں کی امداد و اعانت میں صرف ہو۔ لیکن امداد کی جو صورتیں انہوں نے بتائی ہیں۔ اور جس درجہ کی تباہ حالی کا انہوں نے انکشاف کیا ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ مسلمانوں کو اسبارہ میں ابھی بہت کچھ صرف کرنا پڑے گا۔ ان تباہ حالوں کے لئے اشیائے خوردنی کی بہم رسانی۔ ان کے ذریعہ معاش کا (جو عموماً کاشتکاری ہے) انصرام ہزارہا عورتوں کے (جو کپڑوں سے بھی عاری ہیں) تن ڈھانکنے کا بندوبست ہزاروں خانماں برباد انسانوں کے لئے جھونپڑوں کی تعمیر یتیم اور لاوارث بچوں کی تربیت کا انتظام یہ سب باتیں فی الحقیقت بہت بڑے نظام اور کثیر اخراجات کو چاہتی ہیں۔ جس کے لئے مولوی صاحب موصوف نے اپیل کی ہے۔

لیکن اس سے بھی بڑھ کر ایک ضروری کام ہے۔ جو ہمارے خیال میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہئے۔ وہ ہے ان لوگوں کو جو اپنی مرضی اور رضا و رغبت سے اسلام قبول کر چکے ہیں مرتد ہونے سے بچانا اور آریہ قوم کی کوششوں کا دفعیہ تاکہ اور نہیں۔ تو وہ غریب اسی تباہ حالی میں۔ حق و صداقت سے تو ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔

یہ وہ کام ہیں۔ جنکا کرنا مسلمانوں کے فرائض میں سے ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں۔ کہ اگر عام طور پر اس کے لئے مسلمان چندہ دیں۔ تو اس غریب قوم کی امداد و اعانت کے ساتھ وہاں دوبارہ وہی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ جو صحابہ کرام نے اعلائے کلمۃ اللہ کے رنگ میں قائم کر رکھی تھی۔

اچھوت لوگوں میں اشاعت اسلام

ہندوستان میں بہت کثرت سے ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو اچھوت قوموں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان میں بہت بڑی قوم چوہڑوں چماروں کی ہے یہ لوگ عموماً مسیحیت اور بعض بعض مقامات پر آریہ سماج کے شکنجے چڑھے ہوئے ہیں مسیحیت کو ایسے لوگوں سے بہت ہی فروغ حاصل ہوا ہے اور انہی لوگوں کی وجہ سے عیسائیوں کی تعداد ہندوستان میں ترقی کر رہی ہے۔ مسلمانوں نے افسوس ہے۔ کہ آجتک اسطرف توجہ نہیں کی۔ اور کون توجہ کرے مسلمانوں کا مطمح نظر عام طور پر اشاعت اسلام ہے ہی نہیں۔ ایک احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے دعوت الی الحق کے کام کو اپنا نصب العین بنایا ہے لیکن آدمی اور سرمایہ کے لحاظ سے وہ بھی کماحقہ اس کام کو سرانجام نہیں دیسکتی۔ اراکین انجمن اور بالخصوص حضرت امیر ایدہ اللہ کی توجہ اکثر اس طرف ہوئی ہے۔ کہ ان اچھوت قوموں اور بالخصوص چوہڑوں کو بھی کسی طرح اسلام کی طرف کھینچا جا سکے۔ اور ان کو مسلمان بنانا کوئی مشکل نہیں۔ دراصل وہ مسلمان ہی ہیں۔ اپنے کاموں کے لحاظ سے ہندو سوسائٹی سے بالکل علیحدہ ہیں۔ اور ہندو قوم میں شمار کئے جاتے ہیں۔ لیکن انکو سوسائٹی کے اندر لانا جہاں اشد ضروری ہے۔ وہیں وہ ایسے بہت سے مشکلات اور سوالوں کو چاہتا ہے۔ جن کے ذریعہ وہ سوسائٹی کے دیگر افراد کیساتھ ترقی کر سکیں۔ اور

ہمارے تبلیغی مشن

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

اسلامک ریویو کی تازہ ترین اشاعت (بابت ماہ مارچ ۱۹۲۳ء) سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ووکنگ مسلم مشن کا کام خدا تعالیٰ کے فضل سے روز افزوں ترقی پر ہے۔ مسجد ووکنگ اور لندن مسلم ہوس دونوں جگہوں پر اتوار اور جمعہ کو لیکچر ہوتے ہیں۔ جن میں اسلام کی پاکیزہ تعلیم کو جب بیان کیا جاتا ہے تو سامعین (جن میں بہت قابل اور فہمیدہ اشخاص ہوتے ہیں) محو حیرت رہ جاتے ہیں۔ انہوں نے بچپن ہی سے اسلام کے متعلق کچھ اور سنا ہوا ہوتا ہے۔ ان کے کان اسلام کی ان خوبیوں سے آشنا نہیں ہوتے۔ جو دراصل اس میں موجود ہیں۔ بلکہ اسلام کا لب لباب اور مفہوم محض اتنا ہی ان کو بتایا جاتا ہے۔ کہ یہ تلوار کا مذہب ہے اور مسلمان محض عورتوں ہی سے کھیلا کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف وہ ہماری مبلغین کے مونہوں سے وہ باتیں سنتے ہیں۔ جنکی ان کو توقع نہیں ہوتی۔ جب وہ اسلام کا وہ حسین اور منور چہرہ دیکھتے ہیں۔ جو اس سے پیشتر تعصب کی سیاہی کے ساتھ ان کی نظروں سے چھپایا گیا تھا۔ تو اکثر وہ حیرانی کے ساتھ بیساختہ بول اٹھتے ہیں۔ کہ کیا یہ اسلام ہے۔ جس کا ذکر ہمیں سنایا گیا ہے۔ کیا یہ باتیں جنہیں ہمارے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ قرآن کے اندر لکھی ہیں؟" اس پر انہیں قرآن کریم کی آیات کا انگریزی ترجمہ سنایا جاتا ہے جس سے انہیں پتہ لگتا ہے۔ کہ کس قدر جہالت کی تاریکی ان کے خیالات پر چھائی ہوئی تھی اور اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ کہ پھر گھر جاکر ہماری مبلغین سے اسلام کے متعلق خط و کتابت شروع کر دیتے اور اسلامی لٹریچر کا مطالبہ کرتے ہیں۔

اسلامک ریویو کے اس نمبر میں چار نئے مضامین کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ جو بعدہٗ کتابی صورت میں طبع ہوگا۔ اسی ماہ میں چار لیکچروں کا اعلان کیا گیا ہے۔ جو لندن مسلم ہوس میں ہر اتوار کو مسٹر خالد شیلڈرک۔ خواجہ کمال الدین صاحب۔ مولوی محمد یعقوب خاں صاحب اور مسٹر آرتھر فیلڈ دینگے۔

ٹرینیڈاڈ کا مشن

اخویم مولوی فضل کریم خاں صاحب جو ٹرینیڈاڈ (جزائر غرب الہند کے اندر جنوبی امریکہ کے مشرق میں ہیں ایک جزیرہ ہے) میں گذشتہ دو سال سے قیام پذیر ہیں۔ اور وہاں حفاظت و اشاعت اسلام کے کام کو باحسن وجہ سرانجام دے رہے ہیں ناظرین پیغام صلح کو قبل ازیں اپنے مشن کے ضروری حالات سے خبردار کرتے رہے ہیں۔

حال ہی میں ان کی ایک تازہ چٹھی موصول ہوئی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ " دو ہفتے ہوئے میجر وڈ نائب وزیر نوآبادیات یہاں آئے تھے۔ میں نے ایک درخواست مسلمانان ٹرینیڈاڈ کی طرف سے دی تھی۔ جس میں گورنمنٹ سے مساجد کے لئے امداد طلب کی تھی۔ عیسائی گرجوں کو دس ہزار چھ سو پونڈ سالانہ امداد ملتی ہے۔ مسلمانوں نے اس سے پہلے درخواست دی تھی۔ مگر لوکل گورنمنٹ نے یہ کہہ کر ٹال دی کہ روپیہ نہیں۔ مجھے امید ہے کہ نظارت نوآبادیات میں اس قسم کی بے اعتنائی نہیں برتی جائیگی اور اس معاملہ پر کافی غور ہوگا۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ ہماری طرف سے کوششوں میں کسی قسم کی ڈھیل نہ ہو۔ ٹرینیڈاڈ میں سوائے ایک مسلمان کے جن کا نام سید عبدالعزیز ہے باقی سب بزدل ہیں۔ آپس میں خوب لڑنا جھگڑنا جانتے ہیں۔ ہر ایک اپنے اپنے گھر میں فرعون بنا ہوا ہے۔ لیکن جہاں جرأت دکھانی ہوتی ہے وہاں ڈر سے دبک جاتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس لئے ان سے تو کوئی امید نہیں لیکن یہ امداد اگر مل جائے جو کم از کم پانچ صد پونڈ سالانہ تک ہوگی تو اس سے ٹرینیڈاڈ میں اسلام کی بڑی تقویت ہو جائیگی۔ سکول قائم ہو سکینگے مساجد کی حالت بہتر ہو جائیگی۔ اور مستقل مشن قائم ہو سکے گا۔"

ہماری دلی دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب موصوف کی ان کوششوں کو بارآور فرمائے۔ اور مسلمانوں کو ہمت۔ جرأت اور استقلال سے کام کرنا آجائے۔ آمین۔

امریکہ اور جرمنی میں اسلامی مشن

ناظرین "پیغام صلح" سے یہ امر پوشیدہ نہیں۔ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام امریکہ اور جرمنی میں تبلیغ اسلام کے لئے دو مشن قائم کرنے کا ارادہ کر چکی ہے یہ دونوں مشن عنقریب کھلنے والے ہیں۔ امریکہ کے مشن کے لئے مولوی فضل کریم صاحب بھی تیار ہیں۔ اور انجمن کی منظوری کے بعد غالباً اگست کے آخر میں وہاں چلے جائینگے۔ فی الحال وہ بعض ضروریات کے لئے ٹرینیڈاڈ سے انگلستان جانے والے ہیں۔ جہاں سے سیدھے امریکہ چلے جائیں گے۔

جرمنی کے مشن کے لئے مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔اے۔ جو فی الحال مسلم ہائی سکول میں معلم ہیں۔ تجویز ہوئے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف پاسپورٹ کے لئے درخواست بھی دے چکے ہیں۔ اور غالباً بہت جلد اس "جہاد کبیر" کیلئے یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔

جاوا میں اسلامی مشن کی تیاریاں

یہ خبر کمال مسرت کے ساتھ پڑھی جائیگی۔ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے جاوا میں بھی مشن قائم کرنیکی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ہمارے عزیز دوست مولوی عبدالحق صاحب کو اس کام کیلئے منتخب کیا گیا ہے۔ جسکے لئے ہم انہیں تہ دل سے مبارکباد دیتے ہیں۔

یہ تجویز غالباً ہفتہ عشرہ میں مجلس منتظمہ کی منظوری کے لئے پیش ہوگی۔ جس کے بعد مولوی عبدالحق صاحب اس مشن کی بنیاد ڈالنے کے لئے جاوا جانے کی تیاری میں لگ جائیں گے۔

جاوا میں مولوی صاحب کے مدمقابل بالعموم عیسائی ہونگے۔ جنہوں نے وہاں مسیحیت کا جال بہت پھیلا رکھا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہاں حفاظت اسلام کی اشد ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب موصوف کا حامی و ناصر ہو اور انہیں اس پاک کام میں سرخرو فرمائے۔ آمین

عالم اسلام

بلاد اسلامیہ اور بالخصوص ٹرکی کے سیاسی حالات سے ہر مسلمان عام طور پر واقف ہی ہے۔ روزانہ اخبارات عام طور پر ان حالات کو منکشف کرتے رہتے ہیں جو ترکوں۔ مصریوں اور عربوں کی سیاسی زندگی سے متعلق ہیں۔ آؤ ہم آپکو اپنے ان مسلمان بھائیوں رجان سے پیارے عزیزوں کی مذہبی حالت بتائیں۔ مذہب ہی ایک چیز ہے۔ جس نے ہمیں کرہ ارض کی ان تمام مختلف اقوام کے رنج و غم کا شریک بنا رکھا ہے آؤ ہم دیکھیں کہ بلاد اسلامیہ کے مذہبی حالات ان کے سیاسی تغیرات سے کس درجہ زیادہ مخدوش اور لائق اصلاح ہیں۔

قسطنطنیہ

عیسائی مشنریوں کا قدم مسلمانوں کی کونسی جگہ ہے جہاں نہیں پہنچا۔ کابل کے سنگدل افغانوں کے علاقہ سے لیکر بخارا و ایران کے ان دشوار گذار مقامات تک جہاں شاید ہمارا واہمہ بھی نہیں پہونچ سکتا۔ یہ لوگ پھیلے ہوئے ہیں اور خفیہ و علانیہ طور پر اپنا کام کر رہے ہیں۔ پھر قسطنطنیہ اور مصر تو گویا یورپ ہی کا ایک حصہ ہیں وہاں جس سہولت اور آسانی کے ساتھ وہ اپنے کام کو کر سکتے ہیں۔ ظاہر ہے۔

ہمارے سامنے اسوقت انگلستان کا ایک مشنری رسالہ ہے۔ جس نے مشرق قریب میں عیسائیت کی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے ترکوں کے متعلق یہ بتایا ہے کہ

"اس میں کوئی کلام نہیں۔ کہ ترکوں کو آج ہم مسیحیت کا پیغام امید قبول کرنے میں اس سے زیادہ فراخدل پاتے ہیں۔ جتنا کہ ممکن یقین کیا جا سکتا ہے۔"

آگے چلکر لکھا ہے۔

"امپیریل عثمانیہ یونیورسٹی میں اور ترکوں کے جلسوں میں یہ دیکھنا موجب حیرت ہے۔ کہ ترک طالب علم موجودہ طریق تعلیم کے اثر سے اپنا پرانا مذہب کھو چکے ہیں اور اس وقت قریباً بالکل ہی لامذہب ہیں"

یہ ہے حالت فرزندان دار الخلافت کی۔ کیا ان ہندوستانی مسلمانوں نے جو آج خلافت کے لئے سر پیٹتے ہیں اور روٹی نہیں کھاتے جب تک کہ خلافت کی خبریں نہ پڑھ لیں۔ آج تک ان حالات کو بھی کبھی معلوم کرنے کی کوشش کی؟

مصر

اہل مصر آج اپنے اقتدار ملکی اور خود مختاری کے لئے مصروف جدوجہد ہیں۔ اور اس لئے ہندوستانی مسلمانوں کی توجہ ان کی طرف عام ہے۔ کاش ان کو معلوم ہوتا۔ کہ یہ جدوجہد (قطع نظر اس کے کہ واجب ہے یا کیا) اسلام کی آزادی کے لئے نہیں بلکہ مصری قوم کی جس میں بہت سی دوسری اقوام بھی ہیں۔ آزادی کے لئے ہے۔

اسلام کی جو حالت آج مصر میں ہے۔ مصر کی ایک مسلمان خاتون لبیبہ احمد اپنے رسالہ النھضۃ النسائیہ میں اسکی نوحہ خوانی یوں کی ہے:۔

"ہم میں سے اکثر لوگ صرف جغرافی مسلمان ہیں۔ مرد ہوں یا عورتیں .... ہم حد سے نکل چکے ہیں۔ یا نکالے گئے ہیں۔ اوامر و نواہی دین ہم کو بھلا دیئے گئے ہیں یا خود ہم بھول گئے ہیں۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم اس زمانہ میں سب سے بہتر امت ہوتے۔"

اس کے بعد مصری عورتوں کے غیر اسلامی حالات اور طور و طریق پر طویل تبصرہ کیا ہے۔

ایک عیسائی مشنری رسالہ قاہرہ میں امریکہ کے یونائیٹڈ پریسبٹیرین چرچ کی طرف سے ایک عیسائی یونیورسٹی کے قیام کی اطلاع دیتے ہوئے بتاتا ہے کہ یونیورسٹی "اسمٰعیل پاشا کے ایک بہت بڑے عہدہ دار کے مکان میں رکھی گئی ہے" اور کہ اس کے طالب علموں میں "دو تہائی مسلمان ہیں" اس سے بھی زیادہ افسوسناک خبر یہ ہے۔ کہ جامع ازہر کے دو شیخ حال ہی میں عیسائی ہو گئے ہیں۔ اور ان دونوں رہنمائے دینی بھی پہلے جامع ازہر کے ایک مسلمان شیخ تھے۔

مصر میں حال ہی میں انگلستان کے ایک مینز کرسچین ایسوسی ایشن کا ایک ڈیلیگیشن گیا تھا۔ جس کے سامنے اس دوسرے شیخ نے جو پہلے سے عیسائی ہو چکا ہوا ہے۔ تقریر کرتے ہوئے یہ پیغام دیا۔ کہ "اپنی ایسوسی ایشن کے آگے لوگوں کے دلی امتنان کا اظہار کیجئے کہ اس نے انہیں اسلام سے بچا لیا"

معلوم نہیں اسلام میں ایسی کونسی آفت انہوں نے دیکھی۔ کہ اس سے بچنے کا ذکر کرکے اس قدر شکریہ کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں پر جہالت عام طور پر مستولی ہے اور عیسائی مشنریوں کے لغو اعتراضات کی وہ تاب نہ لا کر اسلام کو علم اور معقولیت سے دور سمجھنے لگے ہیں جو بہت ہی افسوسناک امر ہے۔

ایران.

"دی بائیبل ان دی ورلڈ" نامی ایک ولائتی رسالہ ایران میں اشاعت بائیبل کی روئداد لکھتے ہوئے بعض مسلمانوں کے بیانات نقل کرتا ہے جن سے بائیبل کی تائید اور قرآن کریم کی تردید ہوتی ہے۔ مثلاً ایران کے کسی خاص شہر کے (شہر کا نام نہیں دیا) عالم کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ وہ بہت ہی تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ جب ہم نے اسکو اپنی کتابیں دکھائیں۔ تو اس نے ان کی تعریف و توصیف شروع کر دی اور کہا کہ میں نے اسکو مطالعہ کیا ہے۔ اور یہ بہت عمدہ بات ہوگی۔ اگر تمام لوگ اسکو مطالعہ کریں کسی صاحب نے پوچھا۔ کہ قرآن کے متعلق آپکی کیا رائے ہے۔ جواب میں راقم مضمون نے اس عالم کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:۔

"قرآن کے متعلق مجھ سے مت سوال کرو۔ وہ بیفائدہ چیز ہے۔ اس کتاب کا کیا فائدہ جسکو ہم پڑھیں۔ لیکن سمجھ نہ سکیں۔"

اس صاحب نے کہا کہ آخر قرآن بھی کلام الہی ہے۔ جواب میں عالم نے کہا کہ۔ اگر خدا کا کلام

جہاد کبیر

جماعت احمدیہ اور عام مسلمانوں کیلئے خاص توجہ کے قابل

از حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۳ رجب ۱۳۶۱ھ

الم تر الی ربک کیف مد الظل ولو شاء لجعلہ ساکنا ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا ۰ ثم قبضنٰہ الینا قبضا یسیرا ..... الیٰ ..... وجاھدھم بہ جھادا کبیرا (سورۃ الفرقان رکوع ۴)
پڑھ کر فرمایا

قرآن کریم کا بڑا کمال

کہ جسکو دوسری کوئی کتاب نہیں پہنچتی یہ ہے۔ کہ وہ معمولی روزمرہ کے واقعات اور مناظر قدرت بیان کرتا ہے۔ اور پھر ان کے اندر بڑی بڑی روحانی صداقتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ امر آج ہی بہت سی تلاش اور تفحص کے بعد معلوم نہیں ہوا بلکہ وہ خود ہی بیان کرتا ہے اور صاف الفاظ میں تبلا دیتا ہے۔ کہ ہم کیا بیان کرنا چاہتے ہیں بعض اوقات قرآن کریم کی تعلیم معمولی سی باتیں معلوم ہوتی ہیں اور ایک سرسری نگاہ سے اسکو دیکھنے والا شخص سمجھتا ہے۔ کہ ان باتوں کے بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ مگر جب ایک شخص غور سے دیکھتا ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کے اندر کسقدر روحانی حقائق اور صداقتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ان آیات میں جو آج میں نے تلاوت کی ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ الم تر الیٰ ربک کیف مد الظل ولو شاء لجعلہ ساکنا ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا ۰ ثم قبضنٰہ الینا قبضا یسیرا اپنے رب کی طرف دیکھو کہ وہ کس طرح سایہ کو لمبا کرتا ہے۔ وہ چاہتا تو اس کو ساکن کر دیتا ہمنے اس سایہ پر سورج کو دلیل ٹھیرایا ہے۔ جسوقت سورج نکلتا ہے۔ اسوقت سایہ کتنا لمبا ہوتا ہے۔ پھر جوں جوں وہ بلند ہوتا جاتا ہے۔ سایہ سمٹتا چلا جاتا ہے۔ وھو الذی جعل لکم اللیل لباسا والنوم سباتا وجعل النھار نشورا ۰ اور وہ وہ ہستی ہے کہ جس نے تمہارے لئے رات کو لباس کام وکاج اور اعمال پر پردہ ڈالنے والی چیز نیند کو آرام یا کام کو قطع کر دینے والی اور دن کو کام کرنے کا وقت بنایا ہے۔ وھو الذی ارسل الریٰح بشرا بین یدی رحمتہ وانزلنا من السماء ماء طھورا لنحیی بہ بلدۃ میتا ونسقیہ مما خلقنا انعاما واناسی کثیرا۔ وہ ہواؤں کو اپنی رحمت کے نزول سے پیشتر بھیجتا ہے۔ [illegible]

مردہ شہروں کو زندہ کریں۔ اور اس سے اپنے پیدا کردہ چارپایوں اور لوگوں کو پلائیں۔ ان باتوں کو بیان کرنے کے بعد خود ہی فرمایا ولقد صرفناہ بینھم لیذکروا فابیٰ اکثر الناس الا کفورا۔ ان باتوں کو ہم بار بار طرح طرح کے پیرایوں میں کیوں بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ پس اس عظیم الشان نصیحت کی طرف خود ہی اشارہ کر دیا ہے۔ کہ جس کا اکثر لوگ انکار ہی کرتے ہیں۔ یعنی وہ تعلیم الٰہی ہے۔ کہ جو اللہ تعالےٰ اپنے نبیوں کیطرف وحی کرتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا ولو شئنا لبعثنا فی کل قریۃ نذیرا اور اگر ہم چاہتے تو ہر ایک بستی میں ایک نذیر مبعوث کر دیتے۔ فلا تطع الکافرین وجاھدھم بہ جھادا کبیرا۔ پس تم کافروں کی اطاعت مت کرو بلکہ اس قرآن کے ساتھ بہت بڑا جہاد کرو۔ اب دیکھو اور اس امر پر غور کرو کہ ان باتوں کا جو ان آیات میں بیان کی گئی ہیں۔ باہم کیا تعلق نکلتا ہے۔ کہاں تو وہ سایوں کے لمبے اور سمٹ جانے کا ذکر رات و دن کے آرام و راحت اور کام و کاج کا بیان۔ بارش سے پہلی ہواؤں کا تذکرہ۔ بارش سے بستیوں کا زندہ ہو جانا اور کہاں یہ کہ ہم اگر چاہتے تو قریہ قریہ میں نذیر مبعوث کر دیتے اور کافروں کی اطاعت نہ کرنے اور ان کے ساتھ جہاد کبیر کا حکم

ان تمام باتوں کا آپس میں کیا تعلق ہے

غور سے دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان تمام باتوں کا آپس میں ایک گہرا تعلق ہے شروع میں طلوع شمس اور سایہ کے لمبے اور گھٹ جانے کا ذکر ہے۔ اس میں یہ تبلانا مقصود ہے۔ کہ جس طرح سورج نکلتا ہے۔ تو سایہ لمبا ہوتا ہے۔ جوں جوں وہ اوپر چڑھتا جاتا ہے۔ سایہ کم ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح روحانی سورج جسوقت طلوع کرتا ہے۔ تو اسوقت چاروں طرف تاریکی پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ مگر اس کی ترقی کے ساتھ ساتھ یہ کفر کا سایہ کم ہوتا جاتا ہے۔ آفتاب کی آمد سے پہلے رات کی تاریکی چاروں طرف چھائی ہوئی ہوتی ہے۔ اور لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ مگر جب سورج نکل آتا ہے۔ تو لوگ کام کاج کے لئے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ اسی طرح روحانی آفتاب کی آمد پر لوگ بیدار ہو جاتے ہیں اور ترقی کے میدان میں نکل آتے ہیں۔ وہی قویٰ جو بیکار پڑے ہوئے ہوتے ہیں جب ان پر دین کی روشنی پڑتی ہے تو وہ کام میں لگ جاتے ہیں۔ اس کے بعد بارش سے پہلے ہواؤں کے آنے کا ذکر کیا ہے۔ جس طرح بارش سے پہلے مینہ کی خوشخبری دینے والی ہوائیں چلتی ہیں۔ اور ان سے عقلمند انسان بارش کی آمد کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔ اسی طرح وحی الٰہی اور خدا کی رحمت کی بارش سے پہلے یا نبی کی آمد سے پہلے کچھ اس قسم کی ہوائیں خود بخود چل جاتی ہیں۔ کہ لوگوں کا میلان حق کیطرف ہونے لگتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے خود بخود ہی بعض لوگوں کا رجحان توحید کی طرف ہو گیا تھا۔ مگر جس طرح رحمت کی صرف ہواؤں سے زمین زندہ نہیں ہو سکتی۔ اور نہ کھیتیاں سرسبز ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح [illegible] اس کے بعد

فرمایا۔ وانزلنا من السماء ماءً طهوراً لنحیی به بلدةً میتاً ونسقیه مما خلقنا انعاماً واناسی کثیراً۔ اور ہم نے آسمان سے صاف اور طہور پانی اتارا تاکہ ہم اس کے ساتھ مردہ شہر کو زندہ کریں۔ اور تاکہ ہم اسکو جانوروں اور لوگوں کو پلاویں۔ وہ مصفا پانی وحی الہی ہے جس طرح بارش کے پانی سے زمین زندہ ہوتی ہے۔ اسی طرح وحی الہی سے لوگوں کی مردہ روحیں زندہ کی جاتی ہیں۔ جو لوگ بیمار پانیوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کو بھی اس سے پلا دیا کر اور جو جہاد میں ہیں۔ ان کو بھی پلاتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ ولو شئنا لبعثنا فی کل قریة نذیرا۔ اگر ہم چاہتے تو ہر ایک بستی میں نذیر مبعوث کر دیتے یعنی جس طرح پانی ہر ایک بستی پر ہوجاتی ہے۔ اسی طرح اگر مشیت الہی یہ ہوتی تو وحی بھی ہر جگہ نازل ہوجاتی۔ مگر اس طرح سے وہ عظیم الشان انقلاب پیدا نہیں ہوسکتا تھا۔ کہ جو ایک شخص کی شبانہ روز جدوجہد اور اسوہ حسنہ سے رونما ہوا وہ انقلاب اسی طرح پیدا ہوسکتا تھا۔ چنانچہ خود ہی فرمایا فلا تطع الکافرین وجاهدهم به جهاداً کبیراً۔ پس تم کفار کی اطاعت مت کرو۔ بلکہ

اس قرآن کیساتھ بہت بڑا جہاد

ان سے کرو۔ ان دو باتوں میں کہ اگر ہم چاہتے تو ہر ایک بستی میں نذیر مبعوث کر دیتے اور کافروں کی اطاعت مت کرو۔ بلکہ ان کے ساتھ جہاد کبیر کرو۔ کیا تعلق ہے ان کا باہم ربط اس طرح ہے۔ کہ کافر تو کفر کی ترقی میں کوششیں کرتے ہیں۔ تم صداقت و راستبازی کو پھیلاؤ۔ یا وہ کفر پھیلاتے ہیں۔ تم اسلام کی اشاعت کرو۔ گویا اس میں تمہاری فوز و فلاح اور کامیابی کی راہ بتلادی گئی ہے۔ کہ کافروں کے بالمقابل تم کس طرح کامیاب ہوسکتے ہو یعنی قرآن کریم کو لیکر جب تم جہاد کروگے تو تم نیکی کو پھیلا دوگے۔

جہاداً کبیراً میں لفظ کبیر سے اس طرف اشارہ کرنا بھی مطلوب ہے۔ کہ یہ کام بہت بڑا کام ہے۔ غور کرو تو۔

اشاعت قرآن بہت بڑا کام ہے

اسی کام کی اہمیت کی وجہ سے اللہ تعالے نے اسکو اس زمانہ کے مجدد کے سپرد کیا ہے۔ قرآن کریم اور اسلام کو دنیا میں پھیلانا کتنا بڑا کام ہے جس کی نظر تمام واقعات دنیا پر نہ ہو وہ اس کام کی اہمیت کو نہیں سمجھ سکتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کام کسی خاص ملک یا زمانہ تک محدود نہیں بلکہ دنیا کی تمام اقوام اور زمانوں کی اصلاح اس کے سپرد کی ہے۔ اس سے معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ آپ کے سپرد کتنا بڑا کام کیا گیا۔ اس کام کی عظمت سرسری نظر سے معلوم نہیں ہوسکتی۔ کہ یہ کتنا بڑا کام ہے۔

صحابہ اور صدر اولیٰ کے مسلمانوں

نے اس کام کی عظمت کو خوب سمجھا تھا۔ وہ اشاعت اسلام کے لئے دنیا کے کناروں تک پہنچ گئے تھے۔ اور انہوں نے اس فرض کے انجام دینے میں اس کی پروا نہ کی تھی۔ کہ وہ دور دراز ملکوں میں مرینگے۔ یا زندہ رہینگے۔ سمندروں کو عبور کرکے وہ دور دراز ممالک میں اس مقصد کو سامنے رکھ کر نکل گئے۔ اور اسلام کو جا پھیلایا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آج دنیا میں کہیں بھی چلے جاؤ۔ اور جدھر بھی نظر اٹھا کر دیکھو خدا کے نام لیوا اور محمد رسول اللہ صلعم کے پیرو قرآن کریم کے ماننے والے ملتے ہیں۔ اور ان ان ممالک میں انہوں نے اسلام کو پھیلایا ہے کہ آج ہم کو ان کا علم بھی نہیں۔ کہ وہاں کوئی مسلمان ہے بھی یا نہیں۔ مگر

آج مسلمانوں میں غفلت

کسقدر ہے۔ ان کو اسلامی سلطنت کے یکے بعد دیگرے چلے جانے کا پتہ تو لگتا ہے۔ خواہ وہ کسی ذریعہ سے لگتا ہے۔ مگر کسقدر افسوسناک یہ امر ہے کہ ان کو ان مسلمانوں سے اسلام رخصت ہوجانے کا پتہ تک نہیں لگتا۔ وہ لوگ کہ جن کو صدر اول کے مسلمانوں نے مالوں اور خونوں کو خدا کی راہ میں بہا کر اسلام کے اندر داخل کیا تھا وہ لاکھوں کی تعداد میں نکل کر عیسائیت کے قبضہ میں چلے گئے۔ ان کا پتہ تک بھی مسلمانوں کو نہیں لگتا۔ کسقدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ وہ دین کہ جس کی نسبت ایک عیسائی بادشاہ نے ایک سخت ترین دشمن اسلام سے پوچھا کہ هل یرتد احد منهم سخطة لدینه بعد ان یدخل فیه کہ کیا اس دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی اس سے مرتد بھی ہوجاتا ہے۔ تو اس نے جواب میں کہا کہ "نہیں" گویا ایک کافر نے یہ شہادت ادا کی اور عیسائی بادشاہ کے سامنے ادا کی۔ اور آج مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ لاکھوں کی تعداد میں مسلمان مرتد ہوچکے اور ہزاروں کی تعداد میں اب ہو رہے ہیں۔ مگر مسلمانوں کو خبر تک نہیں ہوتی۔ حالانکہ خدا نے اس لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ صرف خود ہی مسلمان ہوں۔ بلکہ اس لئے کہ اسلام کو دنیا میں پھیلائیں اور جو قوم ان پر حکمران ہو اسکو بھی مسلمان کریں۔ اگر آپ مسلمان کہلاتے ہیں تو دوسروں کو بھی مسلمان بنائیں۔ مگر آج ان کی غفلت انتہا کو پہنچ گئی ہے اگر اس امر کو معلوم کرنا ہو۔ کہ

اسلام کے خلاف کیا کچھ ہو رہا ہے

تو مشنریوں کی رپورٹوں کو پڑھو کہ کسقدر روپیہ مذہب کی اشاعت۔ اور ہسپتالوں۔ سکولوں۔ کالجوں پر خرچ ہو رہا ہے۔ اور کسقدر کتب سالانہ تقسیم کی جاتی ہیں۔ ان کے شمار و اعداد کو پڑھ کر شاید تم مایوس ہوجاؤ کہ کسقدر مخلوق کام کر رہی ہے۔ اور کسقدر لوگ اسلام سے نکل نکل کر جارہے ہیں ایک مشنری رسالہ سے معلوم ہوا ہے کہ بہت سے مغربی مشن عیسائیت کی اشاعت

کا کام کرتے ہیں۔ ان میں سے صرف انگلستان کی چند ایک مشنری سوسائیٹیوں نے ایک سال میں عیسائیت کی اشاعت پر تین کروڑ اور ۹۱ لاکھ روپیہ خرچ کیا ہے۔ ایک سوسائٹی انہی میں ایسی ہے۔ جو صرف انجیل کو مختلف زبانوں میں ترجمہ کر کے پھیلاتی ہے۔ اس کی آمدنی ۳۵ لاکھ روپیہ سالانہ ہے۔ اور انہوں نے ایک سال میں ۱۴۵ لاکھ سے زیادہ بائیبل یا اس کے مختلف حصے دنیا میں پھیلائے ہیں۔ اس کے علاوہ دنیا میں امریکن۔ سکاچ۔ جرمن مشن اپنا کام کر رہے ہیں۔ پھر یہ تو پروٹسٹنٹ مشن ہیں کیتھولک مشن اس کے علاوہ ہیں۔ مشنریوں کی ان سرگرمیوں اور انتہائی کوششوں کو سامنے رکھکر غور کرو کہ جو جہاد اسوقت تمہارے سامنے ہے وہ کسقدر اہم ہے۔ اور تمہارا مقابلہ کسقدر سخت ہے۔ پھر ان لوگوں کے پاس اشاعت کے کسقدر ذرائع ہیں مشنری سکول کالج اور ہسپتال اور کیا نہ سبھی کچھ ان کے پاس ہے۔ کسقدر بیشمار مشنری ان کے ماتحت کام کر رہے ہیں۔ صرف جاپان جیسے ایک چھوٹے سے ملک میں ۱۰۹۷ غیر جاپانی مشنری کام کر رہے ہیں۔ اور کل قریبًا ۴ ہزار ہیں۔ جزائر فلپائن میں جہاں اب صرف ایک علاقہ میں اڑھائی لاکھ مسلمان رہ گئے ہیں۔ سنہ ۱۹ء میں سات سو عیسائی بھیجے گئے ہیں۔ ہندوستان میں گو پچھلے چند سالوں سے بڑے بڑے لوگوں اور مولویوں کا عیسائیت میں داخل ہونا رک گیا ہے۔ اور یہ اس زمانہ کے مجدد کی کوششوں سے ہوا ہے۔ مگر یہ بھی کوئی خوشی کا مقام نہیں۔ کیونکہ یہاں بھی صرف ایک سال کی چرچ مشنری رپورٹ سے ظاہر ہے۔ کہ ۴۵۰۰ نفوس کو بپتسمہ صرف ایک مشنری سوسائٹی نے دیا ہے۔ خواہ وہ کوئی ہوں مگر کیا ہم مسلمانوں کا حق نہ تھا کہ ہم ان کو مسلمان بناتے۔ پھر اس پر بھی غور کرو کہ وہ اپنے مذہب کی اشاعت میں دکھ بھی کسقدر اٹھاتے ہیں۔ افریقہ میں صحرائے اعظم کا سفر کسقدر دشوار گذار سفر ہے۔

ایک مشنری لیڈی

جب اسکو یہ معلوم ہوا کہ وہاں کوئی آبادی ہے۔ تو وہ طرابلس کے ساحل سے سفر کر کے ۵۰۰ میل تک اس صحرائے اعظم کے اندر چلی گئی۔ اور کفرہ تک جا پہنچی۔ رستے میں اسکو جان کا خطرہ تھا۔ اس لئے وہ ہر ایک جگہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتی رہی۔ وہاں کے حالات آکر اُس نے شائع کر دیئے ہیں اور اب اس صحرائے اعظم کے اندر بھی عیسائیت کے پہنچانے کی تجویزیں ہو رہی ہیں۔ عیسائیوں کی جب ان کوششوں پر نظر کریں تو شاید بعض لوگ مایوس ہو جائیں کہ ان کے بالمقابل مسلمان کیا کر سکتے ہیں مگر ہمیں مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ یہ خدا کا قانون ہے کہ

جب ایک شخص صداقت کو لیکر گھر سے نکلتا ہے

تو وہ کام کر سکتا ہے۔ کہ جو روپیہ اور حکومت کی طاقت نہیں کر سکتی۔ رسول اللہ صلعم کے پیرو آخر حق و صداقت کو گھر سے لیکر نکلے تو کس طرح

انہوں نے دنیا بھر میں اسلام کو پھیلا دیا۔ مگر اس کے بعد مسلمان سو گئے کہ خدا خود ہی سب کچھ کر دیگا۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ کرنا تو سب کچھ خدا ہی نے ہے۔ تاہم اس کے فضل و رحمت کو جاذب کرنے کے لئے تمہاری طرف سے بھی تو کوشش ہونی چاہیئے۔ مسلمانوں کی نظر آج اٹھتی ہے تو صرف سلطنت اور بادشاہت کیطرف اٹھتی ہے۔ کیونکہ اس کی تباہی آنکھوں کے سامنے نظر آگئی ہے۔ مگر دین جس کے خلاف اسقدر کوششیں ہو رہی ہیں۔ اور ہزارہا لوگ اس سے مرتد ہو رہے ہیں۔ اس کی مصیبت اور تباہی کی کسی کو خبر نہیں۔

جزیرہ فلپائن

جو اب امریکہ کے زیر اثر ہے۔ وہاں مشنریوں کی کوششوں سے کئی لاکھ کی مسلمانوں کی آبادی کو انہوں نے عیسائی بنا لیا ہے۔ اور اب صرف ایک جزیرہ منڈناؤ جس میں صرف ۲½ لاکھ مسلمان آباد ہیں باقی رہ گیا ہے۔ اور اس میں بھی ایک سال میں امریکن مشن نے ۷۰۰ مبلغ تیار کر کے وہاں بھیجا ہے۔ ہانگ کانگ کے اندر ۷۰۰ مبلغ۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ وہاں کسقدر سرگرمی سے کام ہو رہا ہے۔

جزائر جاوا

میں بھی ۴۰۰۰۰ آجتک عیسائی ہو چکے ہیں۔ اور ۳۰۰۰ مسلمان سالانہ اسلام سے نکلکر عیسائیت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ان واقعات اور مصائب کو دیکھ کر اگر کسی کے دل میں درد ہو تو اس کو غور کرنا چاہیئے۔ کہ آج اسلام کو کسقدر مصیبت کا سامنا ہے۔ دوسرے مسلمان تو اس طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ مگر

وہ لوگ جنہوں نے ایک مجدد کے ہاتھ پر بیعت کی ہے

وہ بھی صرف اس بات پر خوش ہو بیٹھے ہیں۔ کہ ہم نے صلیب کو توڑ دیا۔ ہاں یہ سچ ہے۔ کہ صلیب کو توڑنے کا سامان تو خدا کے مجدد نے تمہارے ہاتھ میں دیدیا ہے۔ مگر اس سے کام لینا اور جد و جہد کرنا اب تمہارا کام ہے۔ اس مجدد نے تو تمہیں عیسائیت کے مقابلہ کے لئے بڑا مضبوط اور زبردست ہتھیار دیدیا۔ مگر اس ہتھیار کو برتنا تو تمہارا کام تھا۔ پس اس نے جو آلہ تمہارے ہاتھ میں دیا ہے۔ اسکو رکھ چھوڑنا اور اس سے کام نہ لینا یہ تو ٹھیک نہیں۔ رکھے رہنے سے تو وہ زنگ خوردہ ہو کر بیکار ہو جائے گا وہ ہتھیار تو پہلے سے ہی قرآن کریم میں موجود تھا۔ اس نے اسکو نکال کر دکھایا۔ مگر تم صرف اس سے خوش ہو گئے۔ کہ عیسائیت کے مقابلہ کے لئے ہتھیار ہاتھ آ گیا۔ پھر ایک قدم اٹھایا۔ تو

ووکنگ میں کچھ کام

کرکے دکھایا۔ اور اللہ تعالےٰ نے بھی اس کام میں تمہاری نصرت کی۔ مگر حق یہ ہے۔ کہ وہ صرف ایک شخص کی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ مگر اب اس پر خوش ہوکر پھر خاموش بیٹھ جانا یہ دوسری غلطی ہے۔

تمہارا کام

تو یہ تھا کہ تم تمام دنیا میں تبلیغ اسلام کو بڑے وسیع پیمانہ پر شروع کرتے۔ ہی لئے تو قرآن کریم نے فرمایا ہے۔ ولو شئنا لبعثنا فی کل قریۃ نذیرا کہ ایک ایک قریہ میں تمہارا مبلغ پہنچنا چاہئے تھا۔ جب ایک شخص بیج کو لے کر نکلتا ہے۔ تو پھر خدا بھی اس کی مدد کرتا ہے۔ اور اس کے ایک ایک دانہ سے ہزار ہا دانے پیدا کر دیتا ہے۔ اور جو بیج کو لیکر نہیں نکلتا اس کے لئے اسکی رحمت اور فضل کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ تمہارے پاس بھی صداقت کے بیج ہیں۔ اگر تم ان کو لیکر نکلو تو وہ تمہاری کوشش اور محنت کا بدلہ ۷۰۰ گنا کرکے دیتا ہے۔ یہ سچ ہے۔ کہ ہمارے پاس ایسے ذرائع نہیں کہ ہم کالج ہسپتال اور سکول کھول کر اُن کے ذریعے تبلیغ کریں۔ یا لاکھوں کی تعداد میں تبلیغی کتب شائع کریں۔ اس کے لئے بہت سے مال کی ضرورت ہے۔ اور ہمارے پاس اسقدر مال نہیں اور نہ قوم کی حالت ہی ایسی آسودہ ہے کہ وہ اسقدر مال اس کام پر خرچ کرسکے۔ البتہ مسلمانوں کو اسلام کی اس مصیبت پر اطلاع دینا ضروری ہے۔ تاکہ وہ اس کے لئے جو کچھ بھی ہوسکے فکر کریں۔ اسلام کے اس درد کا احساس بھی کچھ ہندوستان کے مسلمانوں میں ہی ہے۔

دوسرے ممالک

میں اس سے بالکل ہی بے خبری ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ خدا نے بھی اپنا مجدد ہندوستان میں ہی بھیجا ہے۔ پس تمہارا فرض ہے۔ کہ تم جہاں جہاں مسلمان ہیں ان کو عیسائیت کے اثر سے بچانے کے لئے پورا زور لگاؤ۔ اگر مجدد ان میں آتا تو ان کا فرض ہوجاتا کہ وہ تمہاری مدد کو آتے۔ مگر تم میں مجدد آیا اور تمہارا فرض ہے۔ کہ تم ان کی خبر لو۔ مگر تمہاری غفلت کا یہ حال ہے۔ کہ اسکو فوت ہوئے بھی ۴۱ سال ہوگئے۔ مگر ابھی تک تم نے اس پیغام کو جو تمہارے سپرد کیا گیا ہے۔ غیر ممالک کے لوگوں تک نہیں پہنچایا۔

تمہارا ایک ایک آدمی تمام ممالک میں پہنچ جانا چاہیے

یہ ضروری نہیں کہ تم وہاں بڑے ٹھاٹھ کے ساتھ جاؤ بلکہ اسی غربت اور افلاس کی حالت میں نکل جاؤ۔ خدا خود وہاں اپنے دین کے پھیلانے والے لوگ پیدا کردیگا۔ اگر کوئی سچے جوش اور تڑپ کے ساتھ کسی ملک میں چلا جائے تو اللہ تعالےٰ اس کی محنت کو ضائع نہیں کرے گا۔ اگر عیسائیت کے ناکام ہونے کی کوئی وجہ ہے۔ یا اسکو ادنےٰ درجہ کی فاقہ مست قوموں کے سوا کسی نے قبول نہیں کیا تو اس کی یہی وجہ ہے۔ کہ انکا مشن صداقت کے بیجوں سے خالی ہے

وہ اسقدر روپیہ خرچ کرکے بھی اسقدر کام نہیں کرسکتے کہ جسقدر ایک حق و صداقت کے رکھنے والا کام کرسکتا ہے۔ غرض تمہارا ایک ایک آدمی ہر ایک ملک میں پہنچ جانا چاہیئے۔ اگر کسی شخص کو پردیس میں مرجانے کا خوف ہے۔ تو اس کو اس پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ آخر موت تو اس کو یہاں بھی آنی ہے۔ اگر گھر میں بیوی بچوں کے پاس مرگیا تو کیا خدا کی راہ میں کام کرتے ہوئے اگر موت آئے۔ تو اس سے بڑھ کر اور کیا بہتر ہوسکتا ہے۔

دوسری بات

جو میں بارہا کہہ چکا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ یہاں کوئی خزانہ نہیں۔ تبلیغ پر بہر حال روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ اسلام کی اس مصیبت اور درد کا احساس کرتے ہوئے۔ اگر ہم تھوڑا تھوڑا بھی خدا کی راہ میں دیں تو بہت کچھ جمع ہوسکتا ہے ایک تو معمولی چندہ ہے اسکو تو بہرحال باقاعدہ ادا کرنا چاہیئے آخر گورنمنٹ کے ٹیکس بھی جبراً و قہراً ادا کرنے ہی پڑتے ہیں۔ پھر خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے مشکلات کیوں نظر آتی ہیں۔ خدا کے فضل سے بعض لوگ تو ہم میں ایسے ہیں کہ جو اکیلے ہی مشن کے کام کو چلا سکتے ہیں۔ اس دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے اگر بہت سا روپیہ چھوڑا تو اس سے اسوقت اسقدر خوشی حاصل نہ ہوگی جیسا کہ خدا کا نام دنیا میں بلند کرنے پر خرچ کئے ہوئے مال سے ہوگی پھر اس دنیا میں بھی لاکھوں والے تباہ ہوجاتے ہیں۔ تو اگر کوئی خدا کی راہ میں فقیر ہوگیا تو کیا ہوا۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ بہت سے لوگ

ماہوار چندہ

بھی باقاعدہ نہیں دیتے مصیبت یہ ہے۔ کہ وہ دین کے کام کو آخری کام سمجھتے ہیں پہلے دنیا کے کام کرلیں پھر کچھ بچ رہا تو خدا کی راہ میں بھی دیدیں گے دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی جماعت کا یہ طریق عمل نہیں ہونا چاہیئے۔ کوئی غریب ہو یا امیر ہو اسکو اپنی حسب حیثیت خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جو خدا کے لئے دیتا ہے اسکی عزت دو اور سب سے پہلے ادا کرو۔ پھر مالداروں اور اغنیاء پر ایک خاص حق ہے۔ کہ جب ان کو خدا نے اپنے فضل کر اسقدر دیا ہے۔ تو وہ خدا کی راہ میں اس میں سے خرچ کریں۔ یعنی

اپنے مال میں سے چالیسواں حصہ

زکوٰۃ کا اس غرض کے لئے دیں۔ ہم لوگ خود بھی اپنی اپنی زکوٰۃ اپنے قومی بیت المال میں جمع کریں۔ اور دوسرے مسلمانوں کو بھی اسطرف متوجہ کریں۔ کہ وہ بھی اپنی زکوٰۃ اس جہاد کبیر پر صرف کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔ اگر ہمارے چندے اور ہماری زکوٰۃ کی ادائگی باقاعدہ ہوجائے اور ہمارے تمام احباب اپنی اپنی جگہ مالی وسائل کے بہم پہنچانے میں ہمارے معاون ہوجائیں۔ تو گو ہم تھوڑے ہیں۔ مگر اللہ کے فضل سے نمایاں کام اس کے دین کی خدمت کا ہوسکتا ہے

اور اُسے دن کی ہماری اپیلوں سے ہی بہت سا وقت بچکر دوسرے مفید کاموں میں لگ سکتا ہے پس تم اپنی زکوٰۃ اور چندوں کو خود بخود ادا کرنا سیکھو ہر ایک شخص خود بخود مہینے کے مہینے اسکو لاکر خدا کے لئے حاضر کردے ہر وقت دین کی بہت سی ضروریات ہیں۔

جو لوگ خود تبلیغ کے لئے نہیں نکل سکتے

وہ اموال کے ذریعہ سے بڑی بھاری خدمت کرسکتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے مال خرچ کرنے کا نام قرآن کریم میں حکمت بھی رکھا ہے۔ یوتی الحکمۃ من یشاء و من یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً کہ جس کو حکمۃ دی گئی ہے۔ اسکو گویا خیر کثیر یا بہت بڑی دولت دی گئی ہے۔ اور پھر جہاں اپنے مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ وہیں یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ خدا کی راہ خرچ کرنے میں روکنے والا شیطان ہے گویا اس اندیشہ اور فکر کو کہ جو خرچ کرتے وقت دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اسکو شیطان قرار دیا گیا ہے۔ الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء شیطان تم کو خدا کی راہ میں خرچ کرکے فقیر ہو جانے سے ڈراتا ہے۔ پس تم اس

شیطان کے دھوکے سے بچو

اور اپنے مالوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا سیکھو اپنے چندوں کو وقت پر ادا کرو۔ جب کبھی رجسٹر دیکھا جاتا ہے۔ بہت سے لوگوں کے ذمہ بڑے بڑے بقایا نظر آتے ہیں۔ پس اس سستی کو چھوڑ دو اور چندوں کو باقاعدہ ادا کرو تم اپنے مالوں سے خدا کے دین کے ناصر ہو تاکہ خدا تمہارا ناصر ہو۔

کلام مسیح موعود علیہ السلام

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

اگر یاراں کنوں بر غربت اسلام رحم آرید
باصحاب نبی نزد خدا نسبت شود پیدا

نفاق و اختلاف ناشناساں از میاں خیزد
کمال اتفاق و خلت و الفت شود پیدا

بجنبید از پئے کوشش کہ از درگاہ ربانی
ز بہر ناصران دین حق نصرت شود پیدا

اگر امروز فکر عزت دیں در شما جوشد
شمارا نیز واللہ رتبت و عزت شود پیدا

اگر دست عطا در نصرت اسلام بکشائید
ہم از بہر شما ناگہ ید قدرت شود پیدا

حضرت مسیح موعود اور اشاعت اسلام

”خدا تعالےٰ چاہتا ہے۔ کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں۔ توحید کی طرف کھینچے۔ اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالےٰ کا مقصد ہے۔ جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔“ (الوصیت صد)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کس مشن کو لیکر دنیا میں آئے۔ اور اسلام کے لئے آپ کا وجود آیا موجب نفع تھا یا نقصان۔ اسکا جواب آپ کی مندرجہ بالا وصیت اور ان کوششوں اور جدوجہد سے مل سکتا ہے۔ جو اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے آپ کے ماننے والوں کی طرف سے ہو رہی ہیں۔

اس میں شک نہیں۔ کہ آپ نے چودھویں صدی کے سر پر مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا۔ اس میں بھی کلام نہیں۔ کہ آپ کا دعوےٰ مسیح موعود اور مہدی ہونے کا بھی تھا۔ لیکن یہ دعاوی ایسے نہیں۔ کہ اسلام کے لئے کسی طرح بھی وہ مضر ہوں۔ بلکہ اگر غور کرکے دیکھا جائے۔ اور ان دعاوی کے ہوتے ہوئے جو خدمات اسلام آپ نے کی ہیں۔ ان پر نظر کیجائے۔ تو یہ پتہ لگتا ہے۔ کہ آپ کے یہ دعاوی اسلام کی حیات اور روز افزوں ترقیات کا موجب ہیں۔

مجددیت کا دعوےٰ امت محمدیہ میں کوئی نیا دعوےٰ نہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم کا فرمان ہے۔ کہ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ اللہ تعالےٰ اس امت کے اندر ہر صدی کے سر پر ایسے لوگ پیدا کرتا رہے گا۔ جو اس کے لئے اس کے دین کو تازہ کریں۔ اس ارشاد نبوی کے مطابق ہر صدی کے سر پر مجدد آتے رہے۔ اور گذشتہ تیرہ سو سال میں کوئی بھی صدی ایسی نہیں گذری۔ جب کوئی نہ کوئی خدا کا بندہ اصلاح امت کے لئے اللہ تعالےٰ کیطرف سے مبعوث نہ ہوا ہو۔ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ خود ہمارے ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ آجتک ”مجدد“ ہی کے نام سے موسوم ہیں۔ اور آپ کا دعوےٰ بھی کھلے لفظوں میں آپ کے مکتوبات میں موجود ہے۔ ایسا ہی شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے کھلے طور پر مجددیت کا دعوےٰ کیا۔ اور فرمایا۔

”دخبر داد از آنکہ بر رأس ہر مائۃ مجدد پیدا خواہد شد ہمچناں واقع شد۔“
ازالۃ الخفا صا

ان سب باتوں کے باوجود یہ حیرت کا مقام ہے۔ کہ اس زمانہ میں مجددیت کا دعوےٰ انوکھی بات سمجھی جاتی ہے۔ آخر دیکھنا چاہیئے۔ کہ جب تیرہ صدیوں میں مجدد آتے رہے۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہمیشہ سچا ثابت ہوتا تو اس صدی کے سر پر کیوں کوئی مجدد نہ آئے۔ اور کلام نبوی کیوں معاذ اللہ جھوٹا ثابت ہو۔

پھر مسلمانوں کے اس اعتقاد نے کہ مسیح آسمان پر زندہ بیٹھا ہے۔ اور وہ دوبارہ آکر اسلام کی حفاظت کریگا۔ عیسائیت کو بہت بڑا غلبہ دیدیا۔ عیسائی پادریوں نے [illegible] دن یہ کہہ کہکر کہ ہمارا مسیح دو ہزار سال سے آسمان میں زندہ موجود ہے اور الآن کما کان ہے۔ کوئی تغیر اس میں واقع نہیں ہوا۔ حالانکہ مسلمانوں کے رسول محمد (صلعم) قبر کے اندر دفن ہوگئے۔ اپنے مذہب کی عظمت اور بڑائی ظاہر کی۔ اور مسیح کی خدائی پر اسے دلیل ٹھیرایا۔ جس سے بہت سے مسلمان عیسائی بھی ہوگئے۔ اس سخت مصیبت اور آفات کے زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود کو الہام کیا۔ کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔ اور تو وہ مسیح ہے جو آنیوالا تھا۔ اس الہام کو حضرت مسیح موعود نے قرآن کریم پر پیش کیا۔ اور غور کر کے دیکھا۔ تو واقعی خود قرآن کریم سے مسیح علیہ السلام فوت شدہ ثابت ہوئے۔ چنانچہ آپنے اس مسئلہ پر دلائل قاطعہ کیساتھ روشنی ڈالی اور عیسائی مذہب کا [illegible] کر [illegible] دیا۔ آپنے خود ایک موقعہ پر فرمایا۔ کہ مسیح ناصری کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے۔ اور اپنے دعوے مسیحیت کے متعلق بتایا ہے

چوں مرا نورے پئے قومے مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

رہا دعوے مہدویت سو حدیث نبوی میں صاف موجود ہے۔ لا مہدی الا عیسیٰ مہدی کوئی الگ نہیں۔ بلکہ جیسے موعود ہی مہدی بھی ہے۔
ان سیدھی سادھی باتوں کو پیش نظر رکھ کر افسوس ہے۔ کہ بعض مولویوں نے آپ پر یہ الزام لگایا۔ کہ آپ نبوت کے مدعی ہیں۔ جس کے جواب میں آپنے کھلے لفظوں میں فرمایا۔ کہ

اے بھائیو میں کوئی نیا دین یا نئی تعلیم لیکر نہیں آیا۔ بلکہ میں بھی تم میں سے اور تمہاری طرح ایک مسلمان ہوں۔ اور ہم مسلمانوں کیلئے بجز قرآن شریف کے اور کوئی دوسری کتاب نہیں جس پر عمل کریں یا عمل کرنے کے لئے دوسروں کو ہدایت کریں۔ بجز جناب ختم المرسلین احمد عربی صلعم کے اور کوئی ہمارے لئے ہادی اور مقتدا نہیں جس کی پیروی ہم کریں۔ یا دوسروں سے کرانا چاہیں۔ بلکہ [illegible] کہا گیا ہے۔
حضرت ختم المرسلین کے بعد مدعی نبوت کو کافر و کاذب جانتا ہوں۔

لیکن افسوس ہے۔ کہ مخالفوں نے نہ مانا۔ اور زبردستی آپ کی طرف ایسے دعاوی منسوب کر کے جو اسلام کے خلاف ہیں۔ اور آپ ان کے مدعی نہ تھے آپ کو کافر قرار دیا۔ کاش اگر اور کوئی بات ان کو آپ میں نظر نہ آتی تھی۔ اگر آپ کے ان سیدھے سادھے دعاوی کو وہ سمجھ نہ سکے تھے۔ تو وہ اتنا ہی دیکھتے۔ کہ آپ اسلام کے خلاف آیا کام کر رہے ہیں۔ یا اسلام کے موافق۔ آیا آپ کا رات دن کا شغل اسلام اور قرآن کریم کی خدمت کرنا اور اس کے لیے جماعت بنانا ہے۔ یا آپکی وجہ سے لوگ مرتد ہو رہے ہیں۔ آخر اب لوگوں کو طوعاً و کرہاً ماننا پڑا ہے کہ

میرزا صاحب کی جماعت نے اسلام کا جو کام کیا ہے۔ دوسرے کسی سے نہیں ہوسکا اسلام پر حملوں کی مدافعت جس جرأت و جوانمردی کے ساتھ اس شخص نے کی ہے اس زمانہ میں اور کسی نے ایسی نہیں کی۔ اور پھر سب سے بڑھ کر ایک جماعت پیدا کردی جو اسلام کا درد دل میں لئے ہوئے یورپ اور امریکا۔ اور افریقہ اور جاوا۔ اور جزائر غرب الہند جیسے بعید مقاموں کیطرف نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ اور ابھی اس کام کو کسقدر وسعت دینے کا خیال ان کے دلوں میں موجزن ہے۔ کیا ایسے لوگ کافر ہوسکتے ہیں۔ کیا وہ لوگ جو اسلام کی ایسی ایسی خدمات سرانجام دیں اسی سلوک کے مستحق ہوسکتے ہیں جو مولویوں اور ان کی تقلید میں دوسرے مسلمانوں نے ان سے روا رکھا ہے۔ کاش مسلمان اس سوال پر غور کریں۔ اور محض چند سنی سنائی باتوں پر یقین کر کے حق و صداقت کو ترک نہ کر دیں۔ بلکہ اس پاک کام میں جو اسلام کی فلاح و بہبود کے لئے جماعت احمدیہ نے اختیار کر رکھا ہے۔ ان کے معاون اور مددگار ہوں۔

فہرست چندہ دہندگان برائے اشاعت اسلام

از تحصیل چارسدہ

نمبر	نام	رقم
(۱)	سردار خاں ولد عبد اللہ خاں سکنہ کتوزئی	[illegible]
(۲)	عبد الحمید خاں ولد جانداد خاں	[illegible]
(۳)	سربلند خاں صاحب	[illegible]
(۴)	خان محمد فرید خاں صاحب سکنہ پرنگ	[illegible]
(۵)	مقرب ولد الف خان سکنہ کتوزئی	[illegible]
(۶)	حیدر خاں ولد غلام خاں	[illegible]
(۷)	خاں صاحب حبیب اللہ خاں صاحب ڈسٹرکٹ آفیسر دوابہ	[illegible]
(۸)	بابو خورشید احمد صاحب کلرک دفتر صاحب	[illegible]
(۹)	بابو فضل کریم صاحب اوورسیر نہر ابازئی فورٹ	[illegible]
(۱۰)	خان بہادر غلام حیدر خاں صاحب سکنہ تنگی نقرہ زئی	[illegible]
(۱۱)	خانصاحب عبد اللہ خاں صاحب سکنہ تنگی ابازئی	[illegible]
(۱۲)	حاجی صاحب امیر گل دوکاندار تنگی نقرہ زئی	[illegible]
(۱۳)	خان احمد جان خاں ولد شاہنواز خاں سکنہ تنگی زئی	[illegible]
(۱۴)	میر صاحب مظفر علی شاہ صاحب سب انسپکٹر تھانہ تنگی	[illegible]
(۱۵)	محمد شفیق خاں صاحب ہیڈ کانسٹیبل تھانہ تنگی	[illegible]
(۱۶)	مسٹر احمد علی صاحب محرر تھانہ تنگی	[illegible]
(۱۷)	خان سربلند خاں صاحب سکنہ تنگی نقرہ زئی	[illegible]
(۱۸)	خان تاج محمد خاں صاحب	[illegible]
(۱۹)	حسن علی خاں صاحب	[illegible]

(۲۰) خان غلام محی الدین ولد میر حسن خان صاحب
(۲۱) خان صاحب محمد افضل خان صاحب سکنہ تنگی ابازئی
(۲۲) مرزا عبد القادر خان صاحب پٹواری حلقہ
(۲۳) خان عجب خان صاحب گرداور حلقہ تنگی
(۲۴) خان فضل قادر خان صاحب سکنہ تنگی نقرہ زئی
(۲۵) خان غلام قادر خان صاحب سکنہ
(۲۶) مرزا محمد امین خان صاحب پٹواری حلقہ ذکی تحصیل چارسدہ
(۲۷) ڈاکٹر محمد اکرم خان صاحب متعینہ ہسپتال تنگی
(۲۸) مفتی محمد افتخار الدین صاحب سب ڈویژنل افسر شرک تنگی
(۲۹) سردار عبد الصمد خان صاحب پولیٹیکل اسسٹنٹ ہمند لاشنگرگڑھ
(۳۰) خان بہادر عبد الجبار خان صاحب سکنہ مغل خیل
(۳۱) خان صاحب فضل الرحمٰن خانصاحب سکنہ شب قدر
(۳۲) خانصاحب عبد الغنی خان صاحب
(۳۳) مرزا محسن خانصاحب گرداور حلقہ دربہ
(۳۴) میر اسلم خان ساکن تنگال پایاں
(۳۵) غلام حیدر خان ساکن شبر باد

از علاقہ تحصیل چارسدہ

(۱) ملک عادل شاہ صاحب نمبردار ترنگ زئی
(۲) مرزا محمد سلطان خان صاحب انسپکٹر پولیس چارسدہ
(۳) عبد الاکبر صاحب نائب تحصیلدار
(۴) گل محمد خان صاحب ترنگ زئی
(۵) سعد اللہ جان صاحب جوڈیشل محرر چارسدہ
(۶) خان محمد اکرم خان صاحب درانی ساکن چارسدہ
(۷) رحمت گل ساکن چارسدہ
(۸) حمز اللہ خان ساکن
(۹) خان فتح محمد خان صاحب درانی ساکن چارسدہ
(۱۰) عبد المنان خان صاحب ساکن چارسدہ
(۱۱) محمد سرور خان ساکن تنگی
(۱۲) سید مہدی شاہ صاحب آنریری مجسٹریٹ بابڑہ
(۱۳) خان محمد عمر خان صاحب آنریری مجسٹریٹ ساکن اتمان زئی پلا
(۱۴) عبد الستار خان نمبردار اتمان زئی
(۱۵) عبد الحضور خان عمرزئی
(۱۶) عبد الحنان خان
(۱۷) عبد الغفار خان
(۱۸) عبد المنان خان
(۱۹) ملک سید احمد خان صاحب سرنگ زئی
(۲۰) ملک رحمت شاہ
(۲۱) ملک شیری خان
(۲۲) سید عبد الوہاب ملا
(۲۳) رسالدار نواب خان
(۲۴) فیض ملک خان
(۲۵) عبد المنان خان سرموبوبال
(۲۶) دوست محمد خان
(۲۷) حکیم بہاؤ الدین خان
(۲۸) ہمشیرہ محمد عمر خان اتمان زئی
(۲۹) عطاء اللہ خان
(۳۰) شہروز خان
(۳۱) خان محمد عمر خان افغان زی کوزئی
(۳۲) پورن خان چارسدہ
(۳۳) سید امیر خسرو ساکن بابڑہ
(۳۴) فضل حکیم گرداور قانگوئی چارسدہ
(۳۵) خان مہابت خان بڑرنگ
(۳۶) وزیر خان ساکن بڑرنگ
(۳۷) عنایت اللہ خان عمرزی
(۳۸) ولی محمد خان عمرزی
(۳۹) عبید اللہ خان عمرزی
(۴۰) بہادر خان عمرزی
(۴۱) حکمت خان تنگی نقرہ زی
(۴۲) حاجی ضیاؤ اللہ و حاجی حسن الدین ساکنان بڑرنگ
(۴۳) ارباب گل محمد خان آنریری مجسٹریٹ الباڈھیر
(۴۴) عبید اللہ خانصاحب چینا
(۴۵) یوردل خان نمبردار خرکی
(۴۶) عبید اللہ خان خرکی
(۴۷) سید عبد اللہ جان آنریری مجسٹریٹ راشگرام
(۴۸) حاجی غلام حیدر خان آنریری مجسٹریٹ خرکی
(۴۹) خوشحال خان خرکی
(۵۰) سید لعل شاہ پشاور
(۵۱) حاکم علی شاہ سب انسپکٹر پولیس سارنگرام
(۵۲) محبوب خان ساکن الباڈھیر
(۵۳) دلاور خان
(۵۴) شیخ محمد اکبر خان

(۵۵) خلیل خاں " — عہ
(۵۶) الطاف خان " — صہ
(۵۷) محمد عمر خاں " — ۶
(۵۸) مدار شاہ " — عہ
(۵۹) حاجی محمد اکرم خان خان مائی — صہ
(۶۰) خوشدل خاں ترنگ زئی — عہ
(۶۱) میاں سید اکبر ساکن چارسدہ — صہ
(۶۲) سید علی شاہ عبد الکریم منڈی چارسدہ — عہ
(۶۳) محمد عمر شان زمیندارہ منڈی چارسدہ — صہ
(۶۴) بادشاہ گل میاں ہمراہ سید اسرائیل چارسدہ — عہ
(۶۵) محمد زمان میاں ساکن چارسدہ — مار
(۶۶) زمیندارہ منڈی خیرات کھاتہ } محمد زمان خان صاحب — صہ
(۶۷) محمد زمان میاں زمیندارہ منڈی چارسدہ فیس کھاتہ — صہ
(۶۸) " " " — اعہ
(۶۹) خانصاحب فقیر محمد خاں چارسدہ بذریعہ زمیندارہ منڈی — مار
(۷۰) عبد اللہ شاہ میانصاحب بذریعہ زمیندارہ منڈی چارسدہ — سہ
(۷۱) عبد الاکبر خاں سکنہ ترنگ — عہ
(۷۲) محمد اعظم خاں سکنہ دولت پورہ — صہ
(۷۳) محمود خاں سکنہ ترنگ — للعہ
(۷۴) حاجی خانصاحب محمد جمیند خاں سکنہ ترنگ — عہ
(۷۵) میانصاحب سمیع الدین ای۔ اے۔ سی۔ چارسدہ — وعہ
(۷۶) میاں رحیم اللہ صاحب گڑی حمید گل میاں — صہ
(۷۷) ملا محمد یوسف خاں سکنہ محمد نارڈی — سہ
(۷۸) سر بلند خاں سکنہ محمد نارڈی — سہ
(۷۹) شیخ محمد فرید خاں سکنہ محمد نارڈی — عہ
(۸۰) امیر شاہ میانصاحب کاکاخیل ساکن گڑی — صہ
(۸۱) خانصاحب سعادت خاں سکنہ سعادت آباد — صہ
(۸۲) عباس خانصاحب سکنہ اتمان زئی — صہ
(۸۳) مدار شاہ صاحب سکنہ ترنگ زئی — سہ
(۸۴) ایک خاتون سکنہ ترنگ زئی — سہ
(۸۵) فیض محمد صاحب سکنہ اتمان زئی — عہ
(۸۶) خانصاحب بہرام صاحب سکنہ اتمان زئی — وعہ
(۸۷) شیر دل خاں نمبردار چارسدہ — وعہ
(۸۸) محمد فضل خانصاحب سکنہ چارسدہ — عہ
(۸۹) عظیم خاں ساکن مناف خاں کلی — وعہ
(۹۰) حاجی فضل الرحیم سکنہ حاجی صل حدید — صہ
(۹۱) عبد المنان شیم گل سکنہ ترنگ — صہ
(۹۲) محمد سعید خاں سکنہ بالا شاہ — عہ
(۹۳) مرزا خاں ساکن کوٹ — عہ

میزان علاقہ تحصیل چارسدہ
۳۳-۹-۴۲۷۹
۱۲ / نومبر

از پشاور شہر

(۱) خان غلام حیدر خاں ٹھیکیدار پشاور — مار
(۲) ڈاکٹر خالق داد خاں — عہ
(۳) شیخ ہدایت اللہ صاحب — وعہ
(۴) اہلیہ شیخ صاحب بوٹ فروش چھاونی — وعہ
(۵) قاضی امیر احمد خانصاحب وکیل — سہ
(۶) اہلیہ شیخ شریف حسین صاحب دوکاندار قصہ خوانی — سہ
(۷) غلام سرور خانصاحب ٹھیکیدار — صہ
(۸) خانصاحب سعد الدین صاحب وکیل — سہ
(۹) محمد صفدر خانصاحب لنگی فروش — وعہ
(۱۰) ملک انار الدین وفضل احمد کافی شاپ نوشہرہ — مار
(۱۱) نواب سر صاحبزادہ عبد القیوم صاحب پشاور — مار
(۱۲) ڈاکٹر شیخ غلام محمد صاحب پشاور — صہ
(۱۳) خان بہادر سعد اللہ خانصاحب پشاور — مار
(۱۴) محمد یمین خانصاحب ایل۔ایل۔بی۔ پشاور — سہ

4258/12/6

کل میزان — للعہ مالاہ عہ
۱۲ / نومبر

اقتباسات

ملیبار میں اشاعت اسلام

ملیبار میں ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنائے جانے کے عجیب وغریب فسانے شائع کئے جا رہے ہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان میں کہاں تک صداقت ہے۔ لیکن ملیبار کی گذشتہ تاریخ بتاتی ہے کہ وہاں اسلام نہایت پُرامن طریقہ سے پھیلایا گیا۔ ملک عرب میں اسلام پھیل جانے کے بعد ہی مسلمانوں نے ملیبار میں آکر تبلیغ اسلام شروع کر دی تھی۔ جہاں انکی کوئی مزاحمت نہیں ہوئی۔ اور اس ملک کے نہ صرف عرب باشندوں نے (جو سینکڑوں برس پیشتر ملیبار میں کاروبار تجارت کرتے تھے) بلکہ ہندو شرفا نے بھی اسلام قبول کیا۔ مسلمانوں نے ملیبار تک ہی نہیں بلکہ سراندیپ۔ ساحل کارومنڈل اور مجمع الجزائر تک اسلام کا پیغام پہنچایا سراندیپ کا راجہ جو بدھ مذہب کا پیرو تھا۔ پہلی صدی ہجری میں مسلمان ہوگیا تھا۔ دوسری صدی کے آخر تک سیلون۔ جنوبی ہند۔ ملایا۔ جاوا۔ سماٹرا۔ بورنیو۔ فلپائن وغیرہ میں اسلام

کی اشاعت ہو چلی تھی - اور عرب کے مسلمان تاجروں نے جو اسلامی منادبھی تھے ان ممالک کے بودھوں کو تبلیغ کے ذریعہ مسلمان بنالیا تھا - خود ملیبار میں خاندان پلو یا پالو کا راجہ تیسری صدی ہجری کے ابتدا میں مسلمان ہوگیا تھا - یہ وہ زمانہ تھا کہ ملیبار میں ہندو - بدھ - جینی یہودی - آتش پرست - عیسائی - مسلمان سب آباد تھے - اس راجہ کا نام چیرامن پیرو مل تھا - مسلمان مبلغین نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و حالات اُس کے سامنے بیان کئے اور اسلام کی حقیقت سمجھائی - راجہ پر اس تقریر و تبلیغ کا یہ اثر ہوا کہ وہ فوراً مسلمان ہوگیا اور بعد میں وہ اپنے ملک کو اپنے معتمد سرداروں میں تقسیم کرکے حج کی غرض سے عازم حجاز ہوا - اسی سفر میں اُسے سفر آخرت پیش آیا - اور اپنے ملک میں واپس لوٹ کر آنا میسر نہ ہوا - مرتے وقت اُس نے اپنے رفیقوں کو وصیت کی کہ ملیبار میں تبلیغ اسلام کے کام کو پوری مستعدی اور وسیع پیمانہ پر جاری رکھا جائے - چنانچہ راجہ کی قوم کے آدمی بکثرت اسلام میں داخل ہوئے یہ عہد قدیم کا حال تھا - لیکن اب جس صورت میں وہاں کے ہندو باشندے جوق در جوق حلقہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں - اُس کی کیفیت خود ایک آریہ اپدیشک نے ہندو اخبارات میں شائع کرائی ہے وہ لکھتا ہے :-

"گذشتہ چند سالوں میں ملیبار کے ضلع میں گیارہ ہزار ہندوؤں نے اسلام قبول کیا - گذشتہ ایک سال میں ایک چھوٹے سے تعلقہ میں ایک مسلمان سوسائٹی نے پانسو ہندو مسلمان بنائے "

ہم نہیں سمجھتے کہ جب پہلے زمانہ میں اسلام کی اشاعت اس آسانی سے ہوتی رہی اور اب بھی ہزاروں ہندو ذرا سی کوشش سے داخل اسلام ہو رہے ہیں - تو موپلوں کو اس بات کی کیا ضرورت پیش آئی تھی - کہ وہ ہندوؤں کو زبردستی حلقہ بگوش اسلام بنانے؟ بظاہر مسلمانوں کا طریق معاشرت ملیباری ہندوؤں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کا باعث ہوا ہے - متذکرہ صدر آریہ اپدیشک خود تسلیم کرتا ہے کہ "یہاں کی ہندو استریاں کمر سے اوپر کا حصہ اکثر ننگا رکھتی ہیں - جس طرح پنجاب کے دیہاتی جاٹ صرف ایک تہ بندہی باندھتے ہیں - لیکن موپلہ اور عیسائی دیویاں پورے کپڑے پہنتی ہیں - یہاں کے لوگوں کی جہالت کی کوئی حد نہیں ...... در جنوں نائر خاندانوں کی عورتیں اور لڑکیاں کالی کٹ کے قریب باہر سے آکر ٹھیرتی ہیں اور امیر گھرانوں میں صفائی کرنے کے لئے جاتی ہیں - امیر اکثر اُن سے ناجائز سمبندھ (تعلق) رکھتے ہیں - وہ ایک طرح سے وام مارگیوں کا جیون (زندگی) بسر کر رہی ہیں "

اس بداخلاقی کا ذکر کرنے کے بعد آریہ اپدیشک لکھتا ہے - کہ "تقریباً ہر ایک ہندو ایک قسم کی شراب پیتا ہے - جسکو تاڑی کے نام سے پکارا جاتا ہے ...... دنیا کے تختہ پر ایک انسان دوسرے انسان سے کہیں بھی اتنی نفرت نہیں کرتا ہوگا جتنی ملیبار میں کی جاتی ہے - اتنے ظلموں کے ہونے کے بعد یہ کہنا کہ اب انکو عقل آگئی ہے بالکل غلط ہوگا ابھی تک ملیباری ویسے ہی ضدی اور جاہل ہیں - جیسے پہلے تھے - ان میں ذرا بھی اتفاق دکھائی نہیں دیتا - "

جب ملیبار کے ہندو باشندوں کی یہ حالت ہے تو اس میں ذرا بھی تعجب نہیں کہ اسلام کی پاکیزہ و سادہ تہذیب اُنہیں اپنی طرف کھینچ رہی ہے اور وہ نہ صرف ازمنہ قدیمہ ہی میں بلکہ عہد حاضرہ میں بھی بہ تعداد کثیر مشرف باسلام ہوتے رہتے ہیں - ان حالات کی موجودگی میں ہمیں تعجب ہے کہ دیگر اقطاع ہند کے مسلمانوں کی توجہ ملیبار کی طرف مبذول نہیں ہوئی - اور اگرچہ ممالک غیر میں وہ تبلیغ اسلام کو ضروری سمجھتے رہے ہیں مگر انہوں نے ملیبار میں جاکر اشاعت اسلام کی مطلق کوشش نہیں کی - ان حالات میں سب سے پہلے اس بات کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے چند وفود مصیبت زدہ موپلہ عورتوں اور بچوں کی تحقیق حال اور اُن کی امداد و اعانت کی غرض سے ملیبار جائیں اور دیگر مذاہب کے پیرو مثلاً آریہ اور عیسائی جو کوششیں انکو اپنے مذاہب میں داخل کرنے کیلئے عمل میں لارہے ہیں - اُن کا بطریق احسن مقابلہ کریں یہ ملیبار میں حفاظت اسلام کی طرف نہایت معقول قدم ہوگا - دوسرا قدم اشاعت اسلام کے لئے اٹھانا چاہئے اور اس کی صورت یہ ہے کہ جو وفود امداد و اعانت کی غرض سے وہاں جائیں - وہ اس فرض کا بھی خیال رکھیں - اور جب موجودہ مصائب کا خاتمہ ہو جائے تو وہ اپنی تمام تر توجہ تبلیغ اسلام میں صرف کریں - ہمارا خیال ہے کہ ملیبار میں اشاعت اسلام کے وسیع امکانات موجود ہیں - یہ علاقہ قدیم اسلامی روایات سے لبریز ہے باشندوں میں قبول اسلام کی صلاحیت موجود ہے - اور سب سے بڑھکر یہ ہمارا فرض ہے کہ گم کردگان راہ کو راہ راست پر لائیں - اور اُنہیں اسلام کی مقدس تہذیب سے ہم آغوش کریں - کیا مسلمان اس آواز کو سنیں گے اور کوشش کریں گے کہ اُن میں سے ایک جماعت اس فرض اہم کی انجام دہی کے لئے کھڑی ہو جائے ؟

(وکیل)

متفرق خبریں

مہاتما گاندھی کو چھ سال قید ۱۸ مارچ کو مہاتما گاندھی نے مجسٹریٹ کے سامنے اپنے الزامات کے متعلق تقریر کی - جو ان پر لگائے گئے ہیں - اور ان سب کا اعتراف کیا - اور مجسٹریٹ سے درخواست کی - کہ جو بڑی سے بڑی سزا ممکن ہے - وہ ان کو دیجائے - مجسٹریٹ نے مہاتما جی کی اس عزت و عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے جو کروڑہا ہندوستانیوں کے دلوں میں ہے - ان کی قانون شکنی اور حکومت کے خلاف خطرناک ارتکاب جرم کا اظہار کیا - اور کہا کہ میں مسٹر تلک کے بارہ سال قبل کے مقدمہ کی مثال کی پیروی کرتے ہوئے ہر سہ جرائم کے عوض دو دو سال کی قید بامشقت کی سزا تجویز کرتا ہوں اور یہ بھی کہا - کہ اگر واقعات ایسے پیدا ہو جائیں - کہ گورنمنٹ کے لئے اس سزا میں تخفیف کرنا ممکن ہو - تو مجھ سے زیادہ اور کوئی اسیر خوش نہ ہوگا - مسٹر بینکر کو دو جرائم میں چھ چھ ماہ کی قید اور تیسرے کے عوض ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا ہوئی -

زمیندار کے پرنٹر پبلشر و ایڈیٹر پر فرد جرم - ۱۰ مارچ کو مجسٹریٹ نے زمیندار کے پرنٹر پبلشر اور ایڈیٹر پر فرد جرم لگادی - اور کہا - تم تینوں

ملزموں نے زمیندار کی اشاعتہائے مورخہ ۵۔۶۔۷ فروری میں تین مضامین بعنوان مختلف تحریر کئے۔ طبع کئے۔ اور شائع کئے جن سے تم نے حکومت ہند کے خلاف نفرت وحقارت پھیلائی یا پھیلانے کی کوشش کی۔ اور دفعہ ۱۲۴ (الف) مجموعہ تعزیرات ہند کے جرائم کا ارتکاب کیا۔

ملزموں نے بریت کے گواہ پیش کرنے سے انکار کیا۔ آیندہ سماعت ۲۴ مارچ کو ہوگی۔ پنڈت رام سرن دت اور حافظ سید احمد تحریری بیان داخل کریں گے۔

چار اینگلو انڈین لڑکوں کی گرفتاری۔ مدراس میل لکھتا ہے۔ کہ چار اینگلو انڈین لڑکوں کو جن میں سے دو مدراس میڈیکل کالج کے فوجی طالبعلم ہیں پولیس نے اس الزام میں گرفتار کیا ہے۔ کہ وہ چند مہینوں سے شہر مدراس میں برابر چوریاں کرتے تھے ان کے متعلق نہایت عجیب حالات معلوم ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ انہوں نے ایک جماعت بنائی ہوئی تھی۔ اور وہ رات کے وقت امن اور ضابطہ قائم رکھنے کی کوشش کرنے کے بہانے سے شہر میں گشت لگایا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد وہ لوگوں کے گھروں میں داخل ہونے اور دھمکانے لگے۔ لوگ ان کو پولیس والے سمجھتے تھے۔ پھر وہ جن گھروں میں جاتے وہاں سے کچھ نہ کچھ چرا لاتے تھے۔ پھر ایک اجنبی آدمی ان کی جماعت میں آملا جس نے ان کو صلاح دی کہ جو چیزیں انہوں نے چھ مہینے کے اندر چرائی ہیں۔ ان کو فروخت کر دینا چاہیئے چیزوں کی فروخت سے جو روپیہ جمع ہوا وہ انہوں نے ہوٹلوں میں قیمتی کھانے کھا کر اور بلیرڈ کا جوا کھیل کر دل کھول کر اڑایا۔ آخر ایک پولیس افسر نے ان میں سے چار کو گرفتار کر لیا۔

اسمبلی کا اجلاس:۔ ۱۸ مارچ کو چھ بجے شام کو ختم ہوا۔ ایک ارب ۱۲ کروڑ اخراجات کے مطالبات گورنمنٹ کیطرف سے پیش کئے گئے۔ جن میں سے ۹۵ لاکھ کی تخفیف غیر سرکاری ممبروں کے زور دینے پر ہوئی۔ سر سوامی ائر نیشنل پارٹی کے لیڈر نے کہا کہ ان پانچ اضلاع کے پنجاب سے علیحدہ کئے جانے پر اخراجات بے شمار بڑھ گئے ہیں۔ اور کہا کہ اس صوبہ کو اگر علیحدہ ہی رکھنا ہے۔ تو اسکو اپنا خرچ آپ ادا کرنا چاہیئے۔ کہ وہ ملک بھر کے ٹیکس دہندگان کے لئے ایک بھاری بوجھ بن جائے۔

سرحدی صوبہ کا سوال۔ سر ہربرٹ فارن سکرٹری نے کہا کہ عنقریب ایک کمیٹی سرحدی صوبہ کے سوال پر غور کرے گی۔ اس لئے قبل از وقت رائے زنی کرکے اس کے کام میں خلل نہیں ڈالنا چاہیئے۔ اور افسوس کیا۔ کہ سر جان میفی کے انتظام پر سخت حملے کئے گئے ہیں۔ اور کہا کہ وزیرستان پر قبضہ کرنے سے سرحدی پٹھانوں کے حملوں میں کمی ہوگئی ہے۔ اور دیگر سرحدی مسئلہ کا اصلی حل یہ ہے۔ کہ خاصہ دار فوج بھرتی کرنے کو وسعت دیجائے جسکا خیبر اور وزیرستان میں تجربہ کیا گیا ہے۔

مسلمان ممبران لیجسلیٹو اسمبلی کا جلسہ۔ دہلی ۱۹ مارچ مسلمان ممبران کونسل کا ایک جلسہ ہوا۔ جس میں لارڈ کرزن کی حالیہ تقریر پر اظہار ناراضی کیا گیا۔ جس میں معاہدہ سیورے میں ترمیم کرلے کے متعلق باشندگان ہند اور گورنمنٹ ہند کی کوششوں کو مطعون کیا ہے۔ اور گورنمنٹ ہند کو برطانوی گورنمنٹ کی ایک ماتحت شاخ بتلایا ہے۔ اور لارڈ کرزن کے اس دعوے پر افسوس کیا گیا۔ کہ وہ اپنی خارجیہ پالیسی پر شہنشاہ معظم کی ۳۲ کروڑ رعایا کی منشاء ومرضی کے خلاف عمل میں لانا چاہتے ہیں۔ اور مسٹر او کانر کی تقریر کو مطعون کیا گیا۔ جنہوں نے عیسائیت اور اسلام کا سوال اٹھایا۔ جس سے سلطنت کے اسلامی ممالک میں مذہبی مخالفت کے شعلہ کے بھڑکنے کا اندیشہ ہے۔

مندرجہ بالا پیغام وزیر اعظم مسٹر مانٹیگو مسٹر ایسکوئتھ اور رائٹ آنریبل مسٹر امیر علی کو بھیجا گیا ہے۔ اور ان سے درخواست کی ہے۔ کہ لارڈ کرزن کے بیان کے مضر اثرات کو زائل کرنے کی کوشش کریں۔ جس نے ان کے گذشتہ کارناموں کی یاد کیساتھ ملک ہندوستان میں بڑی تشویش پیدا کر دی ہے۔

ریلوے سٹرائیک۔ حسب ذیل اطلاع شائع ہوئی ہے۔ ایسٹ انڈین ریلوے کی ہڑتال کی حالت یہ ہے۔ کہ جھاجہ اور گیا سے آگے بجز مغلسرائے کے تمام سٹیشنوں پر سٹاف کام پر آ رہا ہے۔ کانپور میں ٹریفک سٹاف اور کیریج اور ویگن ڈیپارٹمنٹ کے سب آدمی کام پر آگئے ہیں۔ مگر لوکو سٹاف غیر حاضر ہے الہ آباد میں تمام محکموں کے اکثر ملازم حاضر ہوگئے ہیں۔ گیا میں صرف لوکو سٹاف کے آدمی غیر حاضر ہیں۔ دیناپور میں بھی یہی حال ہے۔ بجز اس کے کہ لوکو سٹاف کے ساٹھ فیصدی آدمیوں نے آج صبح ہڑتال کر دی۔ ٹونڈلہ میں لوکو سٹاف کے کچھ آدمیوں نے پھر ہڑتال کر دی ہے۔ دیناپور اور گیا سے آگے کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ آسنسول میں کاریگروں کو ابھی تک دھمکیاں دیجاتی ہیں۔ ٹریفک ڈیپارٹمنٹ کے سینئر کلرکوں پر کل حملہ ہوا۔ اور ایک یورپین انسپکٹر کی ٹرالی کے آدمیوں کو لے گئے۔ اور مغل میں ہڑتالیوں نے ریسٹ روم میں داخل ہوکر یورپین سٹاف پر حملہ کیا۔

انتظامی اور عدالتی اختیارات کی علیحدگی۔ بمبئی ۱۸ مارچ بمبئی لیجسلیٹو کونسل کے اجلاس میں آج انتظامی اور عدالتی اختیارات کی علیحدگی کے مسئلہ پر بحث شروع ہوئی۔ مسٹر لارنس فنیانس ممبر نے رزولیوشن کی مخالفت کرتے ہوئے کہا۔ کہ یہ غیر ضروری ہے۔ ایسا کرنے سے پبلک کا اعتماد اٹھ جائیگا اور خرچ بڑھ جائے گا۔ مسٹر جے بی پیٹٹ نے ریزولیوشن کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ کونسل کو خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ اس تجویز کی بہت سے نامور ججوں اور گورنروں نے تائید کی ہے۔ سر چمن لال سیتلواڈ نے رزولیوشن کی تائید کی اور کہا کہ انصاف سے ہی لوگوں کے دلوں میں اعتماد پیدا ہوتا ہے اور کہا کہ اختیارات کا آج کل بہت کچھ ناجائز استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لئے انتظامی اور عدالتی اختیارات میں فوراً علیحدگی ہونی چاہیئے۔ آخر ریزولیوشن پاس ہوگیا۔

جدید وزیر ہند۔ وائی کونٹ پیبل جدید وزیر ہند مقرر ہوئے ہیں۔

الصلح خیر

پیغام صلح

اخبار لاہور

جلد ۱۰ نمبر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمدہ از مادریم
ہم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن
جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آن نہ از خود از ہمان جائے بود

ما ازو یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک وز خبرہائے معاد
ہر چہ گفت آن مرسل رب العباد
آن ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آن مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و ہست
منکر آن مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

بدنۂ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۹ رجب ۱۳۴۰ ہجری مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۲۲ عیسوی

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور مولنا صدر الدین صاحب مورخہ ۱۴ مارچ

بروز جمعرات رات کے دس بجے کی گاڑی سے لائل پور تشریف لے گئے۔ دوسرے روز کارخانہ شیخاں میں آپ نے خطبہ جمعہ فرمایا۔ جس میں جماعت لائل پور اور چپ گرد و نواح کے احمدی اور بہت سے دیگر احباب بھی شامل تھے۔ آپ نے سورہ حم سجدہ رکوع ۵ پڑھ کر خطبہ فرمایا۔ بعدہ شیخ صاحبان کی طرف سے دعوتی اشتہار تقسیم ہوئے جس سے کافی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے۔ اور اسی جگہ یعنی کارخانہ شیخاں میں شام کے پانچ بجے سے سات بجے تک حضرت امیر ایدہ اللہ کا لکچر ہوا مسلمانوں نے بڑے شوق سے لکچر کو سنا اور درخواست کی کہ کل کے روز شہر میں ایک لکچر ہو - اسپر پھر دوسرے روز بروز ہفتہ مسجد کلاں میں ۵ سے ۷ بجے تک جناب مولانا صدر الدین صاحب کا لکچر ہوا جس میں دو ہزار کے قریب سامعین کا مجمع تھا۔ جناب مولانا نے یٰس والقرآن الحکیم۔ انک لمن المرسلین پر ایک مبسوط وعظ فرمایا۔ سامعین نے بڑی دلچسپی کے ساتھ سنا۔ اور پھر بھی سننے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ بعدہ رات کے

۱۲ بجے کی گاڑی سے سوار ہو کر بفضل خدا اتوار ۔۔ کو ہر دو صاحبان بخیریت واپس لاہور تشریف لے آئے۔

بیعت ۔ لائل پور میں حسب ذیل اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے۔

(۱) شیخ اللہ بخش صاحب خلف میاں محمد صاحب۔

(۲) میاں محمد اکبر خاں صاحب متعلم فرسٹ ایر ایگریکلچرل کالج لائل پور۔

(۳) شیخ بشیر احمد صاحب خلف شیخ محمد اسمٰعیل صاحب کارخانہ فلور ملز

فراہمی چندہ ۔ لائل پور میں ہمارے دوست ملک الہٰی بخش صاحب میاں سلطان علی صاحب جس ہمت اور تندہی سے چندہ وصول کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ لائق تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ اور دیگر احباب کو بھی توفیق عطا فرمائے۔ ضرورت ہے۔ کہ دوسرے احباب ایسے نمونوں کی پیروی کر کے انجمن کے مالی استحکام میں حصہ لیں۔

بحرین (خلیج فارس) میں ہمارے دوست میاں بشیر الدین صاحب تبلیغ و اشاعت کا کام نہایت سرگرمی کے ساتھ کر رہے ہیں۔ اور خدا کے فضل سے نہایت کامیابی کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ اور حق و صداقت کی تلقین کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔ اور ثمرات حسنہ سے متمتع فرمائے۔ آمین

ولادت ۔ بٹالہ سے مکرم مولا بخش صاحب یہ خوشخبری سناتے ہیں کہ ان کے ہاں اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے محمد رفیع نام رکھا۔

دہلی میں ہمارے مکرم دوست بابو عبد الحق صاحب شملوی آجکل آریہ سماج اور عیسائیوں سے مباحثات میں سرگرم ہیں۔ عیسائیوں کے مشہور رکن احمد مسیح صاحب اور آریہ سماج کے مایۂ ناز مباحث پنڈت رامچند سے آپ کے پبلک مناظرات ہو چکے ہیں۔ جن میں بفضل خدا آپ کو کامیابی ہوئی۔ کل ۔۔ مارچ کو پھر پادری احمد مسیح صاحب سے مباحثہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور کامیاب فرمائے۔ کچھ مناظرات وفات حیات مسیح پر مسلمان مولویوں سے بھی ہوئے ہیں مفصل رپورٹ آنے پر ہدیہ ناظرین ہو گی۔ انشاء اللہ۔

آج کا افتتاحیہ ۔ آج کے مقالہ افتتاحیہ میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے ایک ضروری مضمون کی ایک قسط شائع کی جاتی ہے۔ یہ مضمون حضرت خواجہ صاحب نے جلسہ سالانہ کے لئے لکھ کر بھیجا تھا۔ لیکن وقت پر نہ پہنچنے اور مکمل مضمون نہ ہونے کے باعث (کیونکہ حضرت خواجہ صاحب کی طبیعت ایک حصہ مضمون لکھوانے کے بعد علیل ہو گئی تھی) نہ تو جلسہ میں پڑھا جا سکا۔ اور نہ ہی اخبار میں درج ہوا۔ ہم اپنے عزیز دوست خواجہ عبد الغنی صاحب کے مرہون منت ہیں کہ انہوں نے حضرت خواجہ صاحب کی اس ناتمام تحریر سے بھی ناظرین پیغام صلح کو محروم رکھنا پسند نہیں کیا۔ فجزاہ اللہ خیرا۔ اس مضمون کی باقی ۔۔ قسط

آئندہ نمبروں میں ہدیہ ناظرین ہونگی۔ انشاء اللہ۔

پانچ صد روپیہ کا انعامی چیلنج ۔ مولوی ظہیر الدین صاحب نے ذیل کا خط بغرض اشاعت ارسال کیا ہے۔

مکرمی ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مکرمی بابو محمد منظور الٰہی صاحب انسپکٹر ٹیلیگراف ریلوے نے جس رویا اور الہام مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اخبار پیغام صلح میں ذکر کیا ہے۔ کیا مرزا محمود احمد صاحب یا اُن کے ایما سے قاضی اکمل صاحب بذریعہ اخبارات پیغام صلح و الفضل میرے مقابل پر یہ قسم کھا سکتے ہیں۔ کہ رویا اور الہام مذکورہ سے پہلے یا پیچھے حضرت مسیح موعود نے فرمایا تھا۔ کہ رویا میں دیکھا "مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح گھوڑے سے گرتے ہیں" اور اس رویا کا ذکر بعض لوگوں کی زبانی ان پر مبہم رہتا کسی تحریر یا اخبار میں اسکا ذکر موجود نہیں تھا۔ اور یہ کہ جس رویا اور الہام کا ذکر خاکسار ظہیر الدین کرتا ہے۔ وہ رویا اور الہام کسی اور احمدی کے متعلق ہے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم کے متعلق نہیں اور جو رویا مولوی نورالدین صاحب مرحوم کے متعلق تھی۔ وہ دوسری تھی۔ اور یہ کہ استقامت میں فرق آجانا اور مرتد ہو جانا درحقیقت ہم معنی الفاظ ہیں" ایسی قسم کھانے کے بعد اگر ایک سال کے عرصہ تک خدا کی طرف سے مرزا محمود احمد صاحب یا قاضی اکمل صاحب پر عبرتناک عذاب نہ آیا تو میں پانچ صد روپیہ بطور تاوان قاضی اکمل کے حوالہ کر دونگا۔ (انشاء اللہ)

ظہیر

نامہ نگاروں سے گذارش

ہم ان احباب کرام کے جو قلمی معاونت میں ہمیشہ حصہ لیتے رہتے ہیں بدل مشکور ہیں۔ لیکن ان سے اسقدر عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ صرف میاں صاحب اور ان کے ہمنواہی ہمارے مد مقابل نہیں۔ اور بھی بہت سے کام ہمارے سامنے ہیں۔ جن میں حصہ لینا ضروری ہے۔ اسلام کے متعلق بہت سا مفید لٹریچر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ جس کی یہ ایک آسان صورت ہے۔ کہ ہمارے اہل قلم اصحاب مختلف علمی مضامین کو اپنے ذمہ لے لیں۔ اور کوشش کریں۔ کہ فضول رطب و یابس ان میں نہ آنے پائے۔

یہ مضامین کس کس موضوع پر ہونے چاہئیں۔ اور ان کے لئے کس قسم کا مسالہ کہاں سے بہم پہنچ سکتا ہے۔ اس پر ایک مبسوط مضمون مولوی محمد یعقوب خان صاحب کے قلم سے کسی آئندہ اشاعت میں ہدیہ ناظرین ہوگا۔ جو امید ہے۔ احباب کے لئے بہت کچھ فائدہ کا موجب ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار
پیغام صلح
لاہور

جلد ۱ | مورخہ ۲۹ رجب المرجب سنہ ۱۳۳۱ھ | نمبر ۱۳

دنیا کا آیندہ مذہب

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی مبلغ اسلام انگلستان

(۱)

یورپ کا جنگ عظیم ختم ہوا۔ اس کے تاثرات کی کشمکش دنیا کے لئے نئی قسم کی گرفتاریاں پیدا کر گئی۔ آزادی و حریت کی لہر کل دُنیا میں ایک نئے انداز سے موجزن ہونے لگی۔ حقوق انسانی کو تسلیم کرنے کے لئے استبداد نے آہستہ آہستہ سر کو نیچے کرنا شروع کیا۔ جسطرح اپنی نوعیت میں یہ جنگ پہلا جنگ تھا۔ اسی طرح غالباً یہ دنیا کا آخری جنگ ہوگا۔ یہ وہی جنگ ہے۔ جس کی طرف انجیل و توریت نے مجملاً اشارہ کیا۔ مگر حدیث نبویؐ نے مفصلاً اس کے نشانات تفصیلی طور پر بیان کئے اس جنگ کے ساتھ ہی محمدؐ صادق (صلعم) نے ہمیں یضع الحرب کی بھی اطلاع دی۔ یعنی سلطان سلامتی نے ہمیں یہ خوشخبری دی کہ اس جنگ کے بعد لڑائی کا فقدان شروع ہوجائے گا۔ چنانچہ واشنگٹن کی کانفرنس نے اس کی بنیاد ڈالدی۔ پیشگوئی نبوی کے ماتحت تیغ حرب اب ہمیشہ کے لئے نیام میں جانے کو ہے۔ سلامتی کے راستے کھلنے والے ہیں۔ دنیا اس مذہب و ملت کو خیر مقدم کہنے پر طیار ہے۔ جسکا نام سلامتی کا ذمہ دار ہے۔

(۲)

عیسائیت سلامتی کے قائم رکھنے میں ناکام رہی۔ جسدن سے شاہ قسطنطین نے پولٹیکل اغراض سے دین کلیسہ کو قبول کیا۔ اس وقت سے جسطرف عیسائیت یا دین کلیسہ گیا۔ جنگ وغیرہ کو اپنے ساتھ لے گیا۔ . .

. . . .

. . جیسے غلط طور پر شاہزادہ سلامتی یعنی مسیح کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس کا تعلق فی الحقیقت اس مذہب حق سے نہ تھا۔ جو سیدنا عیسٰی علیہ السلام نے تعلیم کیا۔ وہ مذہب اگر دنیا کو تلقین ہوتا۔ جو جناب مسیح نے تعلیم کیا تھا تو دنیا ان خونریزیوں سے [illegible] تیسری صدی مسیحی سے چلا گیا ہے آخر جنگ عظیم میں تکمیل کی صورت اختیار کی۔ یہ کوئی حیرتناک بات نہیں۔ جناب مسیح علیہ السلام اپنی اور یا توروں کی طرح قیام امن کو بھی بطور نصب العین تعلیم دیتے رہے۔ ان کو موقعہ ہی نہ ملا کہ وہ اُن طریقوں سے دنیا کو اطلاع دیتے جن پر چلکر ان کے نام لیوا شاہزادہ سلامتی کے پیرو سمجھے جاتے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی گرفتاری کے وقت اپنی تعلیم کو نامکمل محسوس کیا۔ اور اسی لئے انہوں نے ہمیں کسی آنیوالے سلطان سلامتی کی خوشخبری دی جس کے ہاتھ پر دنیا کی سلامتی نے فتح پانی تھی۔ اسی وجہ سے وہ عظیم الشان انسان جناب مسیح کو جلال میں نہیں بلکہ جمال میں نظر آیا۔ اور ان کی نبیانہ زبان نے آپ کا نام محمدؐ نہیں بلکہ احمد علیہ الصلوٰۃ و السلام تجویز کیا۔ کیونکہ احمدؐ مرسل نے ہی آکر دنیا کو قیام سلامتی کے اصولوں سے اطلاع دی۔ اسی نے دنیا کو یہ سکھایا کہ تلوار اگر نیام سے نکل سکتی ہے۔ تو صرف قیام سلامتی کے لئے نہ قیام استبداد و جفا پیشہ کے لئے۔

(۳)

آج میں حیرت کے ساتھ احباب قادیان کے مُنہ سے ایک بات سن رہا ہوں وہ مسیح کی اس بشارت (مبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہٗ احمد) کا مصداق اصلی احمدؐ مجتبےٰ کو نہیں بلکہ تیرہ سو برس بعد اس کے ایک غلام کو سمجھتے ہیں۔ جسے احمدؐ نہیں بلکہ غلام احمد کہلانے کا فخر تھا۔ نادان یہ نہیں سمجھتے کہ جس انسان محترم کی خوشخبری جناب المسیح اپنے حواریین کو دے رہے ہیں۔ وہ وہ ذات پاک ہے جس نے حق و راستی کے اصول دنیا کو تعلیم کرنے تھے۔ جناب مسیح فرماتے ہیں۔ کہ فارقلیط تمہیں بہت سی ایسی باتیں تعلیم کرے گا جو میں نہیں کرسکتا۔ نبی دنیا میں اصول ہی سکھانے آتے ہیں جناب ابن مریمؑ بھی اسی مقصد کے لئے آئے۔ یہ امر دُوسرا ہے۔ کہ وہ اپنی تعلیم کو تکمیل تک نہ پہنچا سکے۔ وہ نادان جو مجدد الوقت حضرت مرزا صاحب کو بشارت احمدؐ کا مصداق سمجھتے ہیں۔ وہ بتائیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی تحریر میں کون سے اصول امن عامہ کے قائم کرنے کے موجود ہیں۔ جن کو بتمامہ قرآن کریم نے پہلے ہی سے نہیں بتا دیا۔ مسیح تو کہتا ہے۔ کہ آنیوالا احمد وہ باتیں تعلیم کرے گا۔ جو میں نہ کرسکا۔ تیرہ سو برس ہوئے۔ احمدؐ مجتبےٰ محمدؐ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے لفظاً و معناً مسیح کی یہ باتیں پوری کردیں۔ دنیا کو وہ تمام باتیں تعلیم کردیں۔ جن سے امن اور سلامتی اس دنیا میں اور آیندہ بھی قائم ہوسکتی ہیں۔ حضرت مرشدنا مرزا صاحب بیشک ان باتوں کے بہترین شارح ہیں۔ لیکن وہ ایک بھی نئی تعلیم دنیا میں نہیں لائے۔ اس لئے نہ وہ نبی ہیں۔ نہ وہ حقیقی احمد ہیں۔ یہ بات صحیح ہے۔ کہ خداتعالےٰ کی مصلحت نے اس مجدد اعظم کی بعثت کا وہ زمانہ انتخاب کیا جب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی شان احمدیت کامل رنگ میں جلوہ نمائی کرنے والی تھی۔

...ہی سے لئے اس نے اپنے متبعین کا نام احمدی رکھا۔ چنانچہ اس کے آثار ہم دنیا میں دیکھ رہے ہیں۔ وہ اگر اپنے آپ کو محمد (علیہ الصلوٰۃ والسّلام) کی صفت احمدیت کا کامل بروز ٹھیرائیں۔ تو صحیح ہوسکتا ہے۔ اور یہی دعوےٰ آپ نے کیا۔ اس سے بڑھ کر نہ ان میں کوئی حقیقت ہے۔ نہ وہ کسی حقیقت کے مدعی تھے۔

(۴)

الغرض بانی اسلام ہی امن و سلامتی کو دنیا میں لائے۔ اور اسلام ہی دنیا میں قیام امن و سلامتی کا ذمہ دار ہوسکتا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو کسی ملک یا ملت کا غلبہ یا کسی تعلیم و ہدایت کا اشاعت پاجانا تیغ و تفنگ سے سمجھتے ہیں وہ اسلام کے دن گن چکے ہیں۔ اُن کے نزدیک اسلام اپنا دورہ ختم کرچکا اگر تلوار آج کے بعد نظر نہیں آتی جیسے محرکان واشنگٹن کانفرنس چاہتے ہیں تو پھر اس جنگ عظیم نے نقشہ عالم کو پلٹ کر قریب قریب کل مسلم دنیا کو غیر مسلموں کے قبضہ میں دیدیا ہے۔ اب بظاہر ممکن نہیں کہ اس میں انقلاب آسکے۔ تو پھر اسلام یا دین سلامتی کے لئے ترقی پانے کا کوئی موقعہ نہیں مگر وہ نہیں جانتے کہ اگر دنیا کا قیام امن و سلامتی چاہتا ہے۔ تو پھر دنیا کا مذہب بالآخر اسلام ہی ہوگا۔ اگر آج بھی مسلم دنیا آنحضرت صلعم کے ارشادات پر عمل کرتی تو یہ روز بد ہمیں دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

شذرات

انجمن اسلام سینگاپور

حال ہی میں سینگاپور سے "مسلم" نامی انگریزی رسالہ کے دو نمبر ہمیں موصول ہوئے ہیں۔ جو جنوری سنہ ۲۲ء سے وہاں سے جاری ہوا ہے۔ اس رسالہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب جن دنوں سینگاپور تشریف لے گئے تھے۔ تو وہاں کے لوگوں کی خواہش پر ایک انجمن کی بنا ڈال آئے تھے۔ جو ووکنگ مسلم مشن کی امداد .... اور اس کے لئے فراہمی چندہ کا انتظام کرے گی۔ یہ انجمن یوں تو بن ہی چکی تھی۔ لیکن اسے باقاعدہ طور پر رجسٹری کرانا ابھی باقی تھا۔ جو الحمد للہ کہ اب ہوگیا۔ اور انجمن نے عملی طور پر اپنا کام شروع کردیا۔

سب سے پہلا کام جو اس انجمن نے کیا ہے۔ وہ محولہ بالا رسالہ کا اجرا ہے یہ رسالہ پہلے سہ ماہی شروع کیا گیا تھا۔ لیکن ایک ہی مہینہ بعد لوگوں کے تقاضا پر اسے ماہواری کردیا گیا۔ جو گویا انجمن کی کامیابی کی ایک نیک فال ہے۔

انجمن کے ممبروں کی تعداد تقریباً دو سو تک پہنچ گئی ہے۔ اور اب غیر مسلموں کو بھی ممبر بنانے کا ارادہ کیا گیا ہے۔ کہ وہ بھی اس ذریعہ سے اسلام کی تعلیم کو مطالعہ کرسکیں گے۔ حضرت خواجہ صاحب کے متعلق لکھا ہے۔ کہ وہ انجمن کے ڈائرکٹر ہوں گے۔

ایسا ہی انجمن کیطرف سے ہفتہ واری لیکچروں کا انتظام بھی ہوا ہے۔ جو امید ہے کہ سینگاپور کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگا۔

ہماری دلی دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اس انجمن کو اپنے پاک مقاصد میں کامیاب فرمائے۔ اور اس کے ارکان کو خدمات دینیہ کی بیش از بیش توفیق عنایت کرے آمین۔

مسیح کی آمد ثانی جسمانی نہیں

مسیحی اخبار اپیفینی نے اپنی ۱۸ مارچ کی اشاعت میں اس سوال کا کہ "کیا مسیح دوبارہ اس دنیا میں آئیگا" یہ جواب دیا ہے کہ

"ہاں اس رنگ میں کہ بنی نوع انسان پر اس کی ذات منکشف ہوجائے گی۔ نہ اس رنگ میں کہ وہ جسمانی مقام سے حصہ لیگا"

ایک عیسائی کے قلم سے یہ جواب بہت ہی تعجب انگیز ہے۔ کہاں تو وہ دعوے کہ مسیح دوبارہ انسانیت کا جامہ پہنکر اس دنیا میں آئیگا۔ اور غیر مسیحی دنیا کو عیسائی بنالیگا۔ اور کہاں اب محض اسکے انکشاف کا خیال معلوم ہوتا ہے۔ عیسائی خود ہی آہستہ آہستہ اپنے معتقدات کو چھوڑتے جارہے ہیں۔ اور اب وہ وقت آنیوالا ہے۔ جب مسیح کی وفات کو خود ہی مان لینگے۔

حیرت ہے کہ مسلمانوں کو ابھی تک سمجھ نہیں آئی۔ اور اب بھی وہ مسیح کی جسمانی آمد ہی کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ کاش اب بھی وہ سمجھیں۔ اور اس باطل عقیدہ سے باز آجائیں۔

اپنے قدموں پر کھڑے ہوجاؤ۔

مسلمانوں نے عہد حاضرہ میں غیروں کی تقلید اور دوسروں کا سہارا لینے میں جو نمونہ دکھایا ہے۔ وہ شاید کبھی اس سے پیشتر دنیائے اسلام میں نظر نہیں آیا جو کام بھی شروع کیا جاتا ہے۔ دوسری اقوام کے بل بوتے پر۔ اور آخر کار جب وہ سہارا ہٹ جاتا ہے۔ تو ان کا بھی کھڑے رہنا محال ہوجاتا ہے۔

اسی افسوسناک حقیقت کا ذکر کرتے ہوئے معاصر "وکیل" یہ نصیحت کرتا ہے۔ کہ "اگرچہ ہمیں جہاں سے بھی مدد ملتی ہو۔ اس کے لینے میں کوتاہی اور انکار نہ کرنا چاہئے۔ لیکن پھر بھی ہمیں اصلی بھروسہ اپنے خدا اور اپنی قوت بازو ہی پر رکھنا چاہئے۔ دوسروں کے بھروسہ پر کبھی کامیابی نہیں ہوتی۔ اس لئے ہمیں اپنے بل پر کھڑا ہونا چاہئے۔ تمام قوم کے لئے ایک مفید نظام عمل مرتب کرکے سب کو ایک سلسلہ میں منسلک کرنا ضروری ہے۔ تاکہ پوری قوت سے ہمارے مذہبی اور قومی کام ہوتے رہیں۔ مسلمانوں کے پاس قرآن مجید ایسی کتاب الہی موجود ہے جسکی تعلیم نے چندسال کے زمانے میں عرب کے بُت پرست جاہلوں کو دین اور دنیا

دونوں کا امام بنا دیا تھا۔ اور انتہائی روحانی ترقی کیساتھ دنیا کی قوت و شوکت کو بھی ان کے ہمرکاب کر دیا تھا۔ افسوس مسلمانوں نے اس صراط مستقیم کو چھوڑ دیا جسکا نتیجہ یہ تباہ حالی ہے جس میں ہم مبتلا ہیں۔ ہمیں مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ مایوسی اسوقت ہوتی ہے۔ جب مریض کے پاس کوئی عمدہ نسخہ موجود نہ ہو۔ ہمارے پاس تو قرآن مجید کی تعلیم میں وہ تریاق اور اکسیر موجود ہے۔ کہ اگر اس پر عمل کریں تو ہمارے تمام امراض دور ہو سکتے ہیں۔ اور ہم از سر نو دین اور دنیا کی ترقیاں حاصل کر سکتے ہیں۔"

حالاتِ حاضرہ اور مسلمان

مسٹر مانٹیگو کے مستعفی ہونے اور گورنمنٹ ہند کے اس مراسلے (؟) نے جو اس استعفے کی اصل بنا ہے۔ مسلمانوں کو ایک حد تک مطمئن کر دیا ہے۔ کہ بہرحال گورنمنٹ ہند ان کے ساتھ ہے۔ اور ایسا ہی وہ تمام انگریزی اخبارات جو مسٹر لائیڈ جارج کی حکومت کے موید نہیں ان کے ہمزبان ہیں۔

اسی اطمینان کی بنا پر اب سنا ہے۔ کہ مرکزی خلافت کمیٹی ایک اور وفد انگلستان بھیجنے کی موید ہے۔ جو اس کے خیال میں حالات حاضرہ میں زیادہ عمدگی کیساتھ کام کر سکتا۔ اور بہتر نتائج حاصل کر سکتا ہے۔

یہ بھی تجویز کی جا رہی ہے۔ اور اس کا محرک معزز ہمعصر "وکیل" ہے۔ کہ ترک موالات کو اب خیرباد کہکر گورنمنٹ ہند کی معاونت کیجائے۔ تاکہ وہ اپنی کوششوں کو جاری رکھ سکے۔

گورنمنٹ ہند کا طرز عمل اس میں شک نہیں۔ کہ مسلمانوں کی خواہشات کے عین مطابق ہے۔ لیکن یہ طرز عمل آج ہی گورنمنٹ نے اختیار نہیں کیا شروع سے ہی مسٹر مانٹیگو مسلمانوں کی خواہشات کے حامی رہے ہیں۔ اور اس کی اصل محرک گورنمنٹ ہند ہی تھی۔ لیکن چونکہ یہ کوششیں علانیہ نہ تھیں۔ مسلمانوں نے گورنمنٹ کے بار بار اطمینان دلانے کے باوجود بھی اس پر اعتبار نہ کیا۔ اور جوش میں آ کر گورنمنٹ کے خلاف ایسی باتیں کیں۔ جن سے مقدمات بنے اور جیل میں جانا پڑا۔

ہمارے خیال میں یہ ایک اور غلطی ہوگی کہ انگلستان میں اب پھر وفد بھیجا جائے۔ اس سے حالات پر کوئی خوشگوار اثر پڑنے کے بجائے خواہ مخواہ مسلمانوں کا روپیہ ضائع ہو گا۔ وہ لوگ جن کا خود حکومت میں ہاتھ ہے۔ ان سے بڑھ کر کوئی شخص فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ کیا وفد مسٹر مانٹیگو یا لارڈ ریڈنگ سے بڑھ کر کام کر سکتا ہے؟

لیکن افسوسناک امر یہ ہے۔ کہ مسلمان اپنے سابقہ تجربات سے بھی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اس سے پیشتر جو وفد مسلمانوں کیطرف سے انگلستان گیا۔ ایک انگریزی اخبار کا بیان ہے۔ (جس کی جہانتک ہمیں علم ہے۔ آجتک تردید نہیں ہوئی) کہ اس نے پچیس ہزار پونڈ صرف کئے۔ اگر یہ صحیح ہے۔ تو دیکھنا چاہئے کہ نتیجہ اس سے کیا پیدا ہوا۔ کاش مسلمانوں کی محنت کی کمائی پر ارکان خلافت کمیٹی رحم کریں۔ اور کم از کم ان بے نتائج وفدوں پر یوں قوم کا روپیہ برباد نہ کریں۔

مسیحیت میں گورے اور کالے کا فرق

مسیحیت کا دعوے ہے۔ کہ وہ نسل انسانی کو تہذیب سکھانے آئی ہے اسکا ادعا ہے۔ کہ وہ ایک آسمانی باپ کو منوانے اور تمام انسانوں کو اس کے سایہ امن میں لانے کے لئے دنیا میں موجود ہے۔

واقعات اس دعوے کے کہانتک موید ہیں۔ اسکا پتہ اس تفریق سے لگ سکتا ہے۔ جو خود کلیسا کے اندر انگریزوں اور دیسیوں اور کالوں اور گوروں میں روا رکھی جاتی ہے۔ آئے دن ہندوستانی مسیحی اسکا رونا روتے رہتے ہیں۔ اور ولایت تک بھی وہ اپنی آواز پہنچائے بغیر نہیں چھوڑتے۔ انکو شکایت ہے۔ کہ یورپین کلیساؤں میں انہیں نماز کرانے کی اجازت نہیں نہ ہی ان کے لڑکوں کو یورپین سکولوں میں پڑھنے دیا جاتا ہے۔

لیکن انہیں شاید معلوم نہیں۔ کہ یہ تفریق ہندوستان ہی میں نہیں۔ انگلستان میں بھی موجود ہے۔ کالے اور گورے کی صورت میں نہ سہی۔ غربا اور امرا کے گرجوں کی علیحدگی اور خود گرجوں کے اندر نشستوں کا امتیاز اسی تفریق اور عدم مساوات کا مظہر ہے۔

کاش کوئی عالم مسیحیت عیسوی تہذیب کی اس گتھی کو سلجھائے اور بتائے کہ یہ کہاں کی مساوات ہے۔ کہ ایک "آسمانی باپ" کی اولاد اور اس اولاد میں جو کلیسا کی تعلیم کے مطابق اس کے "اکلوتے بیٹے" پر بھی ایمان لا چکی ہے۔ کیوں اسقدر فرق روا رکھا جاتا ہے۔ خود وہ لوگ بھی جو اس تفریق پر روتے اور چلاتے ہیں کیوں غور نہیں کرتے۔ کہ جس مذہب کے یہ ثمرات ہیں اسی کے اندر اس کے خلاف باتیں تلاش کرنا کسقدر عبث ہے۔

انگلشمین کی غلط بیانیاں

معاصر ٹربیون نے اپنی ۲۵ مارچ کی اشاعت میں بعض ان غلط بیانیوں کا ذکر کیا ہے۔ جو "انگلشمین" نے مہاتما گاندھی سے متعلق کی ہیں مثلاً اس نے یہ فقرات مہاتما گاندھی کی طرف منسوب کئے ہیں:-

(۱) "خون کے دریا ضرور بہنے چاہئیں"

(۲) "اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اسے استعمال کرتا"

(۳) "انگریز عورتوں اور بچوں کو میں اسقدر مہلت دونگا۔ کہ وہ صحیح سلامت نکل جائیں"

ٹربیون کا دعوے ہے۔ کہ ان تین فقرات میں سے دوسرا اور تیسرا

فقرہ مہاتما گاندھی کے منہ سے کبھی نہیں نکلا۔ اور پہلا فقرہ اپنے موقعہ و محل کے لحاظ سے ان معنوں میں نہیں بولا گیا تھا۔ جو انگلشمین نے مراد لئے ہیں۔

"اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اُسے استعمال کرتا" کے بجائے ٹربیون کا دعوےٰ ہے۔ کہ مہاتما نے کہا۔ کہ اگر میرے پاس تلوار بھی ہوتی تو میں اسے استعمال نہ کرتا۔ ایسا ہی جب انہوں نے کہا۔ کہ "خون کے دریا ضرور بہنے چاہئیں" تو ان کا منشا یہ نہ تھا۔ کہ لوگ گورنمنٹ پر حملہ آور ہوں۔ اور انگریزوں کو قتل و غارت کر کے خون کے دریا بہا دیں۔ بلکہ مطلب صرف اس قدر تھا۔ کہ اگر حکام کی طرف سے تشدد اس قدر انتہا کو پہنچ جائے کہ لوگوں کے خون سے دریا بہہ جائیں۔ تو اس کے لئے بھی لوگوں کو تیار رہنا چاہئے اور خود تشدد سے کام نہیں لینا چاہئے۔

آخری فقرہ کے متعلق بتایا ہے۔ کہ مہاتما کا یہ مطلب نہ تھا۔ کہ وہ خود انگریز عورتوں اور بچوں کو نکل جانے کی مہلت دیں گے۔ بلکہ انہوں نے مسلمانوں کے متعلق اپنے اس یقین کا اظہار کیا تھا۔ کہ اگر وہ بھی ان سے علیحدہ ہو کر تشدد سے کام لینے لگیں۔ تو وہ کم از کم انگریز عورتوں اور ان کے بچوں کو ملک سے نکل جانے کی مہلت ضرور دینگے۔

ہمیں اس سے بحث نہیں۔ کہ مہاتما گاندھی نے جو کچھ کہا۔ وہ کہاں تک صحیح اور لائق عمل تھا۔ اور ان کے اصول کس حد تک ہندوستان کے لئے کارآمد ہو سکتے ہیں۔ لیکن ٹربیون کا دعوےٰ اگر صحیح ہے۔ تو "انگلشمین" کی غلط بیانیوں پر ہم افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

موجودہ شورش اور حکام اور رعایا کے درمیان کشمکش میں اس قسم کی غلط بیانیوں نے معاملات کو بہت زیادہ نازک بنا دیا ہے۔ اور اس کی ذمہ داری جہاں بعض ہندوستانی اخبارات پر عائد ہوتی ہے۔ کہ ان کی اشتعال انگیز تحریرات عوام الناس کو غلط رستہ پر لے جاتی ہیں۔ وہیں اینگلو انڈین اخبارات کی اس قسم کی غلط بیانیاں بھی ایک حد تک گورنمنٹ کی غلط پالیسی کا موجب ہیں۔

النظر

عزیز

اس نام کا ایک ۱۶ صفحہ کا پندرہ روزہ اخبار ۲۰×۳۰ سائز پر بچوں کے لئے لاہور سے شائع ہوا ہے۔ اسکا پہلا نمبر ہمارے سامنے ہے۔ جس میں دو تین کہانیاں اور چند نصیحت کی باتیں درج ہیں۔ جو فی الحقیقت بچوں کے لئے بہت ہی مفید ہو سکتی ہیں۔

گو اس پہلے نمبر سے اخبار کی آیندہ رونق کا کوئی صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا لیکن اسقدر ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ بچوں کے لئے بہرحال ایک مفید پرچہ ہے۔ اگرچہ ترقی و اصلاح کی ابھی بہت کچھ گنجائش بھی موجود ہے۔

یورپ میں بچوں کے بے شمار اخبار اور رسائل ہیں۔ اور وہ بہت سی مفید باتیں طرح طرح کے پیرایوں میں بچوں کو سکھاتے ہیں۔ دیووں اور پریوں کے قصے ہی تو سے بچوں کی دلچسپی کا موجب نہیں ہو سکتے۔ بلکہ بزرگان سلف کی سیرت میں بہت سے ایسے نمونے موجود ہیں۔ جن سے ہم بچوں کے دلوں کو لبھا سکتے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی نصیحت کر سکتے ہیں۔ بچوں کے انگریزی اخبارات مذہب پالٹیکس اور ہر قسم کے علوم و فنون سے عموماً لبریز ہوتے ہیں۔ اور اس انداز سے ان سب باتوں اور دقیق سے دقیق مسائل کو ان میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بالکل عام فہم ہو جاتے اور نہایت دلچسپ بن جاتے ہیں۔

ہماری سمجھ میں اگر مالکان "عزیز" ان اخبارات کی تقلید کریں۔ تو عزیزان ملک کی اتالیقی کا اہم فرض بہترین طور پر سرانجام دینگے۔

کتابت۔ کاغذ اور چھپائی کے لحاظ سے بہت عمدہ اخبار ہے۔ اور فی الحقیقت بچوں کے پڑھنے کے قابل۔ قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ منیجر "عزیز" کرشن بلڈنگس لاہور سے طلب کیجئے۔

سعید

یہ ایک اور بچوں کا اخبار ہے۔ جو کانپور سے حامد حسین صاحب قادری بچھرایونی کی ادارت میں مہینہ میں دو بار شائع ہوتا ہے۔ اس کے پانچویں سال کا چھٹا نمبر ہمارے سامنے ہے۔ نظم اور نثر میں بچوں کی دلچسپی کا اچھا سامان اس میں جمع ہے۔ بعض اخلاقی باتیں بھی درج ہیں۔ لیکن نقص وہی ہے جسکا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ کہ محض چند اخلاقی کہانیاں اور پہیلیاں ہی ہمارے ان اخبارات کا مطمح نظر ہوتی ہیں حالانکہ ان کے علاوہ بھی بہت سی مفید باتیں بچوں کو مختلف پیرایوں میں بتائی جا سکتی ہیں۔ "خدا کی قدرت" کے عنوان سے ایک مضمون اس اخبار میں لکھا ہے۔ اور حیرت ہے۔ کہ سپین میں ایک دن چار آفتاب نظر آنے اور امریکہ میں ایکدن سورج دکھائی نہ دینے کا ذکر کر کے اسے محض "خدا کی قدرت" کہکر چھوڑ دیا ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ایسے واقعات (اگر وہ یونہی فرضی واقعات نہیں) خدا کی قدرت ہی کا نتیجہ ہیں۔ لیکن ان مناظر قدرت کے اندر بہت سے علل و اسباب جمع ہوتے ہیں جنہیں اگر تلاش کیا جائے۔ تو بہت سی مفید باتوں کا ہمیں پتہ لگتا ہے سائنس دانوں نے اس قسم کی باتوں کی حقیقت کو معلوم کیا ہے۔ کیا ضرورت نہیں۔ کہ ایسے واقعات کا ذکر کرتے وقت ان باتوں کو کھول کر بیان کیا جائے؟

بہرحال یہ بھی ایک عمدہ اخبار ہے۔ جس سے بچوں کو فائدہ ہو سکتا ہے قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ منیجر صاحب "سعید" کانپور سے طلب کیجئے۔

ناظرین "پیغام صلح"

کی خدمت میں ہم پھر یہ التماس کرنا چاہتے ہیں۔ کہ قوم کے واحد آرگن کی توسیع اشاعت میں حصہ لینا ان کے قومی فرائض میں سے ہے۔ "پیغام صلح" اپنی استطاعت سے بڑھکر اپنے فرض کو سرانجام دے رہا ہے۔ کیا اس کے پڑھنے والے بھی کم از کم "چار نئے خریدار" پیدا کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے؟

انہوں نے یہ بھی کہا۔ کہ" یہ آیات کسی کینہ ور یہودی کے جو انتقام کے لئے تڑپ رہا تھا۔ غم وغصہ کا نتیجہ ہیں"

اس لئے انہوں نے خواہش کی۔ کہ "یہ گیت جنکا انہیں کوئی فائدہ نہیں بالکل نکال دیئے جائیں۔ وہ کسی روحانی مصرف کے نہیں ہیں"

"اسلامک ریویو" نے اس گیت کی چند آیات بھی نقل کی ہیں۔ جو فی الحقیقت پادری صاحب کی صداقت کی مظہر ہیں۔ ان میں اسقدر غصہ کا اظہار ہے۔ کہ شیطان کے تسلط اور نمازوں کے گناہ بن جانے کی بھی خواہش کی گئی ہے۔ اور تعجب ہے کیا الفاظ خدائے تعالےٰ کی طرف سے سمجھے جاتے ہیں۔ اور اس پر طرفہ یہ کہ عیسائی نمازوں میں اسکو شامل کر لیا گیا۔ ہمارے خیال میں کسی کینہ ور عیسائی نے ہی اسوقت دنگا اُٹھایا کیا ہوگا۔ جب کلیسا کو کسی مخالف سے زک اُٹھانی پڑی ہوگی۔

اسلامک ریویو نے اسپر بجا لکھا ہے۔ کہ "روحانی فائدہ" ہی کو دیکھنا ہے اور اس کے سوائے باقی باتوں کو خارج کرنا چاہیئے۔ تو ہمیں ڈر ہے۔ کہ بائیبل کی موجودہ ضخامت بہت ہی تھوڑی رہ جائے گی۔ بالخصوص اگر صداقت اور معقولیت کی روشنی میں اس پر نظر ثانی کیجائے۔ تو حجم اور بھی کم ہو جائیگا"

کتاب نماز پر نظر ثانی

بہت عرصے سے ولایتی اخبارات مسیحی کتاب نماز پر نظر ثانی کے لئے چیخ و پکار کر رہے ہیں۔ بعض پادریوں نے بھی اس کے لئے زور لگایا ہے۔ اسی بارہ میں ڈیلی ایکسپریس اپنی ۲۵ جنوری کی اشاعت میں رقمطراز ہے:۔

"یہ پہلی دفعہ نہیں اور نہ ہی آخری مرتبہ ہے۔ کہ کتاب نماز کی نظر ثانی کا سوال اٹھایا جا رہا ہے۔ اسکو موجودہ زمانہ کے مطابق بنانا اور زمانہ کے خیالات کے موافق کرنا ہے۔ بالفاظ دیگر اسکو بالکل منسوخ کر زمانہ کی ہوا کے مطابق دوبارہ لکھنا ہے۔ اگر انگریز اس قسم کے فعل کو برداشت کریں تو وہ مستحق ہیں۔۔۔۔۔ اگر اس کتاب کی زبان اور اس کے خیالات کو توڑنا مروڑنا شروع کیا جائے تو خدا ہی جانتا ہے۔ کہ اسکا اختتام کہاں ہوگا؟ مزامیر اور گیت اہل جذبات لوگوں کی نذر ہو جائیں گے۔ کتاب نکاح اور بپتسمہ کے خطوط عورتوں کی بھینٹ چڑھ جائیں گے ....."

اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ مسیحی نماز میں کسقدر نقائص موجود ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں۔ وہ چیز جو انسانوں کی خود ساختہ ہے۔ وہ حالات زمانہ کے مطابق بدلتی ہی رہے گی۔ آج درست ہوگی۔ تو کل زمانہ بدلنے پر پھر اس میں نقائص پیدا ہو جائیں گے۔ تعجب ہے۔ کہ اسپر عیسائیت کو عالمگیر مذہب بتایا جاتا ہے۔

پادریوں کے اندرونی معتقدات

[illegible] ہی عرصہ ہوا ہے۔ کہ رومن کیتھولک مذہب کے بعض بڑے بڑے لیڈروں نے انگلستان سے ایک مراسلہ شائع کیا تھا جس میں صاف طور پر لکھا تھا۔ کہ خود پادریوں کو بھی اناجیل کے خدا کا کلام ہونے پر ایمان نہیں۔ آج ہم ٹائمز کی ۸ فروری کی اشاعت میں ڈین ویس اور ان کے بعض ساتھیوں کا حسب ذیل بیان پڑھتے ہیں:۔

"ہم اس قانون شکنی اور اخلاقی پابندیوں سے غفلت کے خلاف جو کلیسائے انگلستان کے بہت سے پادریوں کے اندر عام طور پر پائی جاتی ہے۔ بزور صدائے احتجاج بلند کرنا چاہتے ہیں۔ پادری بنائے جانے کے وقت جو پختہ قسمیں دلائی جاتی ہیں۔ بہت حد تک ان کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ وہ پادری جو خدا اور انسان کے سامنے یہ اقرار کر چکے ہیں۔ کہ وہ صدق دل سے تمام کتب مقدسہ نئے اور پرانے عہد ناموں پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ چاروں اناجیل میں ہمارے خداوند کی پیدائش زندگی اور صعود الی السماء کے متعلق قصہ کہانیوں کا رنگ پایا جاتا ہے۔ اور وہ منکرانہ تنقید کے سوائے باقی سب باتوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں وہ پیدائش کے قصص کو غیر تاریخی سمجھتے۔ اور غزل الغزلات اور نئے عہد نامہ میں ان کے معجزات اور ثبوت کو ناقابل اعتبار یقین کرتے ہیں۔ ہولی آرڈر کے پروفیسر اور دیگر عہدہ دار علانیہ ہمارے خداوند کی طبیعت کے متعلق ایسی راؤں کا اظہار کرتے ہیں جو مسلمہ طور پر کلیسا کے معتقدات کے خلاف ہیں۔ وہ سخت عہد نامے جو پادری بنائے جانے کے وقت عام نماز کی کتاب پر عمل کرنے کے متعلق لئے جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ ان کی پابندی بہت کم بلکہ کوئی ضرورت نہیں سمجھتے۔ اعشائے ربانی کے اندر یہ برا طریق عام ہے........"

"اس طرح سے کلیسائے انگلستان کی ساری بنیاد جو قانون نے مقرر کی ہے گرہی ہے۔ اور اس غیر منصفانہ اور ضرر آفرین طریق کے انسداد کا کوئی سامان ہمارے پاس نہیں۔ سوائے اس کے کہ ہم یہ صدائے احتجاج بلند کریں" اس پر دوست پر کسی رائے زنی کی ضرورت نہیں۔ حیرانی ہے۔ کہ جب عیسائیت کے ان دونوں فرقوں (رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ) کے خود یہ بڑے بڑے ارکین ہی تعلیم کلیسا کے حامی نہیں۔ تو باہر اس کی تلقین کسطرح کیجاتی ہے۔ اور کیوں وہ کروڑ ہا روپیہ جو عیسائی مشنوں پر محض اس لئے صرف ہوتا ہے۔ کہ وہ ان عقاید کی تلقین کرتے ہیں جن پر ان کے بڑے بڑوں کو بھی دل سے ایمان نہیں کسی مفید مصرف میں لانے کی کوشش نہیں کیجاتی۔

عالمگیر اسلامی کانفرنس

لنڈن سے ۲۳ مارچ کا تار مظہر ہے۔ کہ اخبار "ڈیلی میل" راوی ہے کہ پیرس میں آئندہ ماہ جولائی میں ایک عالمگیر اسلامی کانفرنس منعقد ہونے والی ہے۔ جس میں تمام مسلمان جماعتوں کے بالخصوص وہ جو برطانیہ اور فرانس میں موجود ہیں۔ شامل ہونے کی امید ہے۔

ہمارے تبلیغی مشن

حضرت خواجہ صاحب کا تازہ خط

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مہربانی فرما کر ذیل کی چند سطور کو اپنے گرامی صحیفہ میں درج فرما کر مجھے مشکور فرمائیں
قریباً تین سال کے بعد میں انگلستان میں آیا ہوں۔ جو کچھ میں نے یہاں آکر دیکھا
میری حیرت و استعجاب کا موجب ہے۔ اس لئے میں نے چاہا۔ کہ میں اپنے
اس تبصرہ سے ایک حد تک اپنے مسلم بھائیوں کو اطلاع دوں۔

انگلستان میں اسلام کے متعلق دلچسپی

اسلام کے متعلق موجودہ حالات زمانہ نے ایک غیر معمولی دلچسپی پیدا کر دی ہے
ایک وہ زمانہ تھا۔ کہ مغربی دنیا کے لوگ اسلام کا نام سننے تک کے روادار نہ تھے۔ ان کے دل
دماغ میں اسلام کا ایک بدنما نقشہ بٹھایا گیا تھا۔ اسلام کو وہ تہذیب تمدن کا دشمن
سمجھتے تھے۔ مگر آج محض تائید آسمانی سے ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں۔ کہ مغربی دنیا
میں اسلام کے متعلق ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا ہوا ہے۔ جسقدر بیزاری تھی اسیقدر
اب جستجو کی روح ہر طرف ابھرتی نظر آ رہی ہے۔ اسلامی دنیا کیساتھ مذہب اسلام میں بے
نظیر دلچسپی ہوئی ہے۔ کوئی اخبار نہیں۔ کوئی رسالہ نہیں۔ کوئی میگزین نہیں جس میں
آئے دن اسلام یا مقدس بانی اسلام کے متعلق کوئی مضمون نہ ہو۔ اب یہ احساس
پیدا ہو رہا ہے۔ کہ اسلام کو جو کچھ وہ سمجھے ہوئے تھے۔ اس میں وہ فریب خوردہ تھے
وہ اپنی غلطی سمجھنے لگے ہیں۔ ان کو نظر آنے لگا ہے۔ کہ اسلام ایک معقول اور حکیمانہ
مذہب ہے۔ اور فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ اور آیندہ بنی نوع کی قسمت اسی کے
ساتھ وابستہ ہے۔

لیگ آف نیشنز یونین اور اسلام

چنانچہ اگلے دن میں لیگ آف نیشن یونین انگلستان کے شعبہ دینیات
و اخلاقیات میں شریک ہوا جس میں مجھے ممبر ہونے کی درخواست کی گئی۔ وہاں میں نے
کل ملک انگلستان و سکاٹ لینڈ کے مختلف حصص کیطرف سے اس خواہش کا اظہار
دیکھا۔ کہ ان کو اسلام اور دیگر مشرقی مذاہب کا صحیح علم دینے کا انتظام کیا جائے
چنانچہ یہ ایک مسئلہ بھی لیگ آف نیشن کے سامنے موجود ہے۔ اور مجھے اگر لیگ مذکور
کی ممبری کی درخواست کی گئی ہے۔ تو اس سے غرض ان کی یہی ہے جیسے کہ انکی
چٹھی سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ میں لیگ آف نیشن کا نمایندہ ہو کر اسلام کے صحیح نقشہ
مختلف مقامات پر پیش کر سکوں۔ اور اسیوجہ سے میں نے ان کی اس درخواست
کو قبول کیا۔ چنانچہ پہلے دن ہی ایک مقام پر مجھے اسلام پر لکچر دینے کے لئے کہا گیا
نظر بصیرت سے اگر انسان ان تحریکات کو دیکھے اور مومنانہ فراست سے کام لے۔
تو آسانی سے سمجھ آسکتا ہے۔ کہ یہ اسباب مسبب الاسباب کیطرف سے مغربی دنیا کا مذہبی نقشہ بدلنے
کے لئے ہیں۔

عیسائیت سے بیزاری

خدا کی قدرت! ایک طرف اگر اسلام توجہ عامہ کا اس حد تک جاذب ہو رہا ہے تو
دوسری طرف اس سے بڑھ کر تنفر اور بیزاری عیسائیت سے پھیل رہی ہے۔ بڑے بڑے
پادری۔ لارڈ بشپ اور تعلیم یافتہ طبقہ عیسائیت کی حقیقت کو طشت از بام کر رہے ہیں
اور علانیہ عظیم الشان جلسوں اور اخبارات میں اس خیال کا اظہار ہو رہا ہے۔ کہ مسیح خدا نہ خدا
کا بیٹا۔ انسان محض تھا۔ اس سے تمام عیسائیت کی بیخ و بنیاد پر پانی پھر جاتا ہے۔

مسلمانوں کا عظیم الشان فرض

الغرض اس قسم کے بیشمار سامان پیدا ہوئے ہیں۔ جو اسلام کیطرف لوگوں کو متوجہ کر رہے
ہیں۔ اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ کسی انسانی کوشش کا نتیجہ نہیں۔ مگر
جہاں اللہ تعالیٰ نے اسقدر سامان پیدا کر دئے ہیں۔ وہاں ہم پر ایک عظیم الشان
فرض عائد ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اس موقع کو غنیمت سمجھیں اسکو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔
اور اپنی پوری ہمت طاقت کے ساتھ اپنا سارا زور اس بات پر صرف کریں کہ اسلام
کا صحیح نقشہ مغربی دنیا کے زن و مرد کے کانوں تک پہنچا دیا جائے۔ وقت پکار
پکار کر کہہ رہا ہے۔ کہ ہم خواب غفلت سے اٹھیں۔ اور ہاتھ پاؤں ہلائیں۔ تو
پھر تائید آسمانی کے ساتھ انشاء اللہ وہ نتائج پیدا ہوں گے۔ جو ہمارے وہم و
قیاس میں بھی نہیں۔

اسلامی لٹریچر کی اشاعت کی ضرورت

لہذا اسوقت اشاعت لٹریچر اسلامی کی ایک اشد مذہبی ضرورت ہے
ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس خدمت کو انجام دینے پر کمر باندھ لی ہے۔ خدا
کے فضل سے ہمارے پاس قابل مسلمان ہیں۔ جو ضروری اسلامی مضامین پر
مستقل کتابیں اور رسالے لکھ رہے ہیں۔ مگر ان کی اشاعت ضروری ہے کہ
لاکھوں کی تعداد میں مفت ہو۔ جو صرف زر کثیر کو چاہتا ہے۔ اسواسطے ہم نے اپنے
معاونین کو مدعو کیا ہے۔ کہ اس موقع پر قدم ہمت آگے بڑھاویں۔ یہ خاص
ضرورت کا وقت ہے۔ اور اس فرض مذہبی سے تغافل نہ کریں ضرور اپنی
بساط کے مطابق اس کار خیر میں حصہ لیں۔ اور مفت اشاعت لٹریچر اسلامیہ
فنڈ میں جو ہم نے اس غرض کے لئے کھول رکھا ہے۔ اپنی حیثیت کے مطابق
چندہ دیکر ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ اور اپنے فرض مذہبی سے سبکدوش ہوں۔

تبلیغ اسلام کو فوقیت دو

اسوقت مسلم دنیا پولیٹکل سرگرمیوں میں مصروف ہے۔ وہ بھی اسلامی
زندگی کا ایک ضروری حصہ ہے۔ قرآن کی جامعیت سیاسیات پر بھی محیط ہے
یہ ایک تقسیم عمل ہے جس نے مذہبی خدمات ہمارے سپرد کر رکھی ہیں۔ لیکن

پر صداقت کے ساتھ کہہ سکتا ہوں۔ کہ قرآن کی تعلیم کے ماتحت تبلیغ اسلام کے کام کو نہ صرف بھولنا ہی نہیں چاہیئے۔ بلکہ ہماری کل سرگرمیوں پر اسکو فوقیت دینی چاہیئے۔

مبلّغین اسلام کی ضروریات

اب کے میں اپنے ہمراہ چند مبلغین اسلام بھی لایا ہوں۔ وہ گریجویٹ ہیں۔ اور وہ ہندوستان کے مختلف حصص سے آئے ہیں۔ کم از کم میرے سوائے اسوقت تین اور قابل اصحاب تبلیغ و اشاعت کا کام کر رہے ہیں۔ ان کے اخراجات کا انتظام محض فضل ربی سے ہو چکا ہے۔ لیکن ما یحتاج کے علاوہ کچھ اور بھی ضروریات ہوتی ہیں۔ مشین کے چلانے کے لئے مشین کے خریدنے کے علاوہ اور بھی اخراجات ہوتے ہیں۔ اس کے انتظام کے لئے امداد کی از حد ضرورت ہے۔

حسابات کی ماہواری رپورٹ

جسقدر زر امداد آتا ہے۔ اس کے متعلق اس سال میں نے یہ انتظام کیا ہے۔ کہ وہ ماہ بماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں معہ اخراجات چھپ جایا کرے۔ اس سے پہلے سالانہ حساب چھپتے تھے۔ اب ماہواری چھپیں گے اور یہ حساب کی کاپی ہمارے معاونین کو بھی پہنچتی رہے گی۔ یہ ایک وقت ہے۔ اگر مسلمان بھائی ہماری مدد کریں۔

وما توفیقی الا باللہ۔ وما علینا الا البلاغ۔ والسلام

خادم

خواجہ کمال الدین

امام مسجد ووکنگ

اقتباسات

مذہب کا ظاہری و باطنی احترام

ہندوستان اور انگلستان کے مذہبی احساس میں ایک عجیب فرق نظر آتا ہے۔ ہندوستان میں مذہب کے مادی پہلو کو بہت عزیز رکھا جاتا ہے مثلاً اگر مسجد کو نقصان پہنچ جائے۔ تو عوام اس کے لئے جانیں لڑانے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ مگر مذہب کی اشاعت کی انہیں کچھ بہت زیادہ پروا نہیں ہوتی۔ دوسری طرف اہل انگلستان گرجوں کو غیر ضروری سمجھ کر انہیں بے تکلف گرا دیتے ہیں۔ مگر وہ لوگ چار دانگ عالم میں عیسائیت کا پیغام پہنچانے کے لئے آسمان میں ٹکلی لگانے تک سے باز نہیں آتے۔ ہم اہل انگلستان کے اس طریق عمل کو بالکل پسند نہیں کرتے ہمارے [illegible] ہونا چاہیئے۔ کہ وہ مسجدوں کا پورا احترام کریں۔ اور انہیں نمازیوں سے بھرپور رکھیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حفاظت و اشاعت اسلام کا بھی پورا خیال رکھیں۔ اس لئے کہ محض مسجدوں کے لئے جانیں فدا کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ جب تک کہ اس مقصد کی عظمت کو برقرار نہ رکھا جائے جس کے لئے مسجدیں تعمیر کی گئی ہیں۔ مسلمانوں کو اپنی آنکھیں ہر وقت کھلی رکھنی چاہئیں اور جہاں کہیں کوئی اچھی بات نظر آئے۔ اُسے یہ سمجھ کر کہ وہ اُن کی فراموش کردہ شئے ہے۔ فوراً اختیار کریں۔ ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش ٭ ور نوشت است پند بر دیوار

(وکیل)

لنڈن میں مسجد

پیرس میں تعمیر مسجد کو تسخیر قلوب کا ایک اچھا نسخہ سمجھا گیا ہے مشرقی اقوام کے دل پر اُن کے جذبۂ مذہب کی تسکین سے زیادہ کوئی شے اثر نہیں ڈال سکتی۔ اور حکومت فرانس کی قیافہ شناسی قابل داد ہے۔ کہ اُس نے ایک حقیقت کو پہچان کر اس کو عملی لباس پہنانے کی کوشش کی۔ لیکن جو کام پیرس میں اب کیا جا رہا ہے۔ ضرورت تھی۔ کہ لنڈن والے اس کو برسوں پہلے انجام دیتے۔ اس لئے کہ انگلستان کی مسلم رعایا سے فرانس کی مسلم رعایا کو کوئی نسبت نہیں ہے لیکن ہوتا یہ ہے۔ کہ پیرس میں مسجد کا خیال قوۃ سے فعل میں آجانے کے بعد بھی انگلستان کی مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) صرف سوال و جواب پر اکتفا کر لی۔ اور دنیا کو صرف یہ بتا دینا ضروری سمجھتی ہے۔ کہ (۱) انگلستان میں کئی مسجدیں موجود ہیں۔ اور (۲) اگر ایک اور مسجد کی گنجائش ہے۔ تو بھی سرکار اُس پر کیوں روپیہ صرف کرے؟

امر اول کی نسبت صرف اسقدر کہہ دینا ضروری ہے۔ کہ انگلستان میں جن کئی مسجدوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اُن کی تعداد صرف ایک ہے یعنی ووکنگ کی ایک چھوٹی سی مسجد جو ڈاکٹر لائٹنر نے ہندوستان کی اسلامی ریاستوں سے چندہ جمع کر کے بنائی تھی۔ اور جس میں اب ووکنگ مشن کام کر رہا ہے۔ البتہ اگر اس زمین کو جو قادیان کے احمدیوں نے لنڈن میں تعمیر مسجد کے لئے خرید کی ہے مسجد کہا جائے۔ تو اس صورت میں ان مسجدوں کی تعداد دو کہی جا سکتی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی مسجد انگلستان کے طول و عرض میں موجود نہیں ہے۔ لیکن کیا یہ مسجد یا دوسری مسجد کی زمین اس مسجد کا بدل ہو سکتی ہے۔ جو پیرس میں گورنمنٹ زر کثیر کے صرف سے تعمیر کرنے والی ہے۔ اور جس کے ساتھ ایک اسلامی دار العلوم کے قیام کی بھی تجویز ہے۔ ہم سے پوچھیئے تو لنڈن میں مسجد تعمیر کرنے کے بجائے اگر انگلستان کی حکومت معاملہ خلافت میں مسلمانان ہند کی رائے کو وہی وزن دے۔ جس کی وہ مستحق ہے۔ تو تسخیر قلوب کا یہ طریقہ مسجد کی تعمیر سے زیادہ مؤثر و کارگر ثابت ہوگا۔ اور اگر مسجد بھی تعمیر ہو جائے۔ تو یہ سونے کو کندن بنا دیگی۔ اور انگلستان اور دنیائے اسلام کے باہمی تعلقات کی ایک روشن یادگار بن جائے گی۔

(وکیل)

سیر الاولین

مسلمہ بن عبد الملک بن مروان

(۱)

ہمارے مکرم دوست مولوی محمد حسین صاحب امجد نے تاریخ اسلامی کا یہ ایک ورق۔ خلیفہ عبد الملک اور انکے بیٹے مسلمہ کے حالات پر مشتمل ہے۔ ہمیں اس غرض سے عنایت کیا ہے۔ کہ ہم دیکھیں کہ خلفائے اسلام اور انکے ساتھیوں کے دلمیں اشاعت اسلام کا کسقدر جوش موجزن تھا۔ کاش موجودہ زمانہ کی اسلامی سلطنت بھی اس بارہ میں کچھ تھوڑی سی ہی کوشش کرتی۔ تو آج مسلمانوں کو یہ ذلت کے دن دیکھنے نہ پڑتے ہم امید کرتے ہیں۔ کہ جناب امجد ہمیں وقتاً فوقتاً قرون اولیٰ کے ایسے ہی بزرگوں کے حالات سے خبردار کر کے ان کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کرتے رہیں گے۔

(ایڈیٹر)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کس طرح خلافت پہونچی، اور کن وجوہات کے ماتحت ان کو اپنے منجھلے بیٹے یزید کو بمشورہ اکابران امت خلیفہ منتخب کرنا پڑا ایک علیحدہ مضمون ہے۔ جس کے لکھنے کے لئے ہم اسوقت تیار نہیں ہیں۔ بلکہ ہم یہ ظاہر کرنے کے لئے اشہب جہندہ کو صفحہ قرطاس پر پوئیہ کرنا چاہتے ہیں کہ خاندان معاویہ رضی اللہ عنہ سے خلافت جب نکلی تو کیسے ہاتھوں میں گئی اور انکو کیسے کیسے دل و گردے والے انسان میسر آئے اور انہوں نے اسلام کی اشاعت اور توسیع سلطنت اسلامیہ کے لئے کسقدر جانفشانیاں کیں اور زندگی کا مدعا اور غرض و غایت کیا سمجھی۔

واقعہ کربلا جن امور کے باعث ہوا وہ ایسے ہیں کہ جن سے اکثر لوگ ناآشنا ہیں۔ اور قصوں اور کہانیوں کی بنا پر کچھ کا کچھ سمجھے ہوتے ہیں۔ تاہم یہ امر گوش گذار کرنا ضروری ہے۔ کہ یزید کی اولاد اور خاصکر اس کا قابل فرزند خالد محض حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کی محبت کے باعث عبید اللہ بن زیاد کی کوشش سے خلافت سے محروم کیا گیا۔ اور مروان بن الحکم وارث خلافت قرار دیا گیا۔ کیونکہ عبید اللہ بن زیاد کے فعل کو قابل نفرین یزید اور خالد قرار دیتے کہ اُن کو اپنی ملازمت کے صیغہ سے خارج کر دیا۔ اور ایک ایسا عامی انسان بنا دیا۔ کہ جسپر ہر ایک جب چاہے۔ دھاوا بولدے۔ چنانچہ حامیان حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ اسی لئے عبید اللہ بن زیاد اور شمر کو قتل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

مروان بن الحکم کے تخت خلافت پر متمکن ہونے کا نتیجہ بالآخر یہ ہوا کہ ایک ایسا آدمی اس کی جانشینی کے لئے مل گیا۔ کہ جس نے برسوں کعبہ کی مسجد اور مسجد نبوی میں زانوئے ادب طے کیا تھا۔ اور ہر قسم کے ایسے امور چشم خود دیکھے اور انکا علم حاصل کیا تھا۔ کہ جو خلیفہ وقت کے لئے ضروری تھے میری مراد جناب خلیفہ عبد الملک بن مروان بن الحکم ہیں۔ تاریخ کے صفحات پر آپ کو خاصکر عزت و عظمت اور شہرت حاصل ہے۔ آپ ہی خلیفہ ہوئے ہیں۔ کہ جن کی نسبت یہ مرقوم ہے۔ کہ "وہ عبد الملک سیاست کرنے والا تھا" عبد الملک وہ انسان تھا۔ ہاں اس قسم کا سلطان تھا۔ کہ جس کے دل میں اسلام کی محبت اور اعلائے کلمۃ الحق کا شوق قدرت نے خاص طور پر ودیعت کیا تھا۔ عبد الملک ہی وہ انسان تھا۔ جو یہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ اسلامی سلطنت عیسائی سلطنتوں کے سکوں کی محتاج ہو کر زندگی کے ایام پورے کرے۔ اس لئے سکہ اسلامی کے رائج کرنے والے آپ ہی تھے عبد الملک ہی وہ انسان تھے کہ سپاہیوں کو اپنی فیاض دلی سے مالا مال کر دیا اور سلطنت اسلامیہ کو وسعت دینے میں پورا زور لگایا یعنے اندرونی خرخشے مٹانے کے بعد جو کام انہوں نے اختیار کیا وہ صحابہ کرام کا نقش قدم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ اور جناب خلافت مآب معاویہ رضی اللہ عنہم کا طرز زندگی تھا۔ اور اس کام کے لئے اپنی اولاد کو پیش کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب حضرت عبد الملک بن مروان رحمۃ اللہ علیہ اندرونی خرخشوں سے نجات پائی۔ تو اُس نے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے اور قیصر پر دھاوا بولنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ عبد اللہ بن سعید بن قیس جو اس واقعہ کے راوی ہیں اور اس واقعہ میں بذات خود موجود تھے۔ کہتے ہیں کہ عبد الملک نے اپنے لائق بیٹے مسلمہ کو جس سے انکو از حد محبت تھی اس کام کے لئے منتخب کیا۔ اور حجاج بن یوسف حاکم عراق و خراسان اور عمر بن عثمان حاکم حجاز اور علقمہ بن مروان حاکم یمن کو حکمنامے روانہ کئے کہ سرداروں کو دار الخلافت دمشق میں ارسال کیا جائے۔ اور اپنے بھائی محمد بن مروان حاکم بصرہ کو بذات خود معہ سرداروں کے آنے کا حکم بھیجا جب یہ سب سردار جمع ہوگئے تو ایک لشکر ترتیب دیکر ان کے سامنے ایک خطبہ پڑھا۔ جس میں حمد و ثنا اور درود کے بعد اسلام کی خوبیاں اور اصل حقیقت کو مبرہن کیا۔ پھر جہاد کی خوبیاں اور وسعت اسلامی سلطنت کیطرف سب کی توجہ کو مائل کیا۔ اور والئی روم شاہ اسیون پر جس نے عبد الملک کے سکہ رائج کرنے پر یہ دھمکی دی تھی کہ ایسا سکہ رائج کریگا۔ کہ جس میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی توہین ہوگی) حملہ کرنے کا بھی ذکر تھا۔ اور مسلمہ کو فوج کا سپہ سالار بنانے ہاں اپنے لخت جگر کو اس کار خیر کے لئے نذر پیش کرنے کا ذکر خیر تھا۔ اور لشکر اسلام کو مسلمہ کی تابعداری کا اور مسلمہ کو مسلمانوں سے نیک برتاؤ اور حسن سلوک کرنے کی ہدایت تھی۔ اس فوج ظفر موج کی ترتیب افسران حسب ذیل سے دی گئی۔

رجاء بن حیات امین مقرر کئے گئے۔ محمد بن احنف بن قیس کو قوم تمیم پر اور عبد اللہ بن سعید بن قیس کو قوم ہمدان پر افسر قرار دیا گیا۔ لیکن انہوں نے معمولی سپاہی بننا قبول کیا۔ اور افسر بننے سے انکار کیا جس پر صدقہ بن بیان ہمدانی کو افسر مقرر کیا۔ قوم ربیعہ پر عبد الرحمن بن صعصعہ کو اور اقوام ملتی لخم اور حرام پر عبد اللہ بن عدی بن حاتم طائی کو اور قوم قیس

اور بنی امیہ پر ضحاک بن مزاحم اسدی اور محمد بن مروان کو اور قوم کندہ اور غسان پر اصبغ بن اشعث کندی کو اہل حجاز پر عبداللہ عمر کو اور اہل جزیرہ اور اہل شام پر بلال کو اہل کوفہ، مصر، بصرہ اور یمن پر یزید بن مرہ قبطی، ہشیم بن اسود سلیمان بن ابی موسیٰ اشعری۔ جابر بن جبیر کو حاکم مقرر فرمایا اور کہا کہ اگر اس معرکہ میں مسلمہ اسلام پر قربان ہو جائے اور شربت شہادت پی لے تو امیر ہوگا۔ تم پر محمد بن خالد بن الولید اور اگر وہ شہید ہو جائے تو محمد بن عبدالعزیز امارت کرے۔ پھر مسلمہ کیطرف مخاطب ہوکر عبدالملک نے اس کو حسب ذیل نصائح کیں۔

اے مسلمہ! میں نے تم کو اس فوج کا حاکم اعلیٰ مقرر کیا جسکا مقصد اور جسکی غرض دین کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنے کل اہل و اقارب سے عزیز تر قرار دینے کا عملی ثبوت دینا ہے جو مقدس اسلام کے لئے میدان جنگ کو راحت گاہ قرار دینا پسند کرتے ہیں۔ تم ان مسلمانوں پر رحم کرنا۔ اور ان کی دل جوئی اور دلداری تمہارا فرض اولین ہو۔ مقدمۃ الجیش پر محمد بن صعصعہ کو اور ساقہ پر محمد بن عبدالعزیز کو اور خود قلب لشکر میں رہنا طلایہ پر بکال کو مقرر کرنا۔ اور رات کو خوب نگہبانی فوج کی کرنا اور جب تم بلاد روم میں داخل ہو تو دفعتہً ہی توڑ کر حملہ کرنا تاکہ تمہارا رعب دشمنوں پر غالب آئے اگر دشمن کثیر فوج سے مقابلہ کرے تو تم ہرگز بزدلی نہ دکھانا۔ اور ہرگز انکے رعب میں نہ آنا بلکہ ہمت جرات مستعدی اور اولوالعزمی کا بہترین ثبوت تم سے ظاہر ہو۔ یہ کار دین ہے ہم کو خدا نے محض دین کی خدمت اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے پیدا کیا ہے۔ خدا نے ہمکو موقعہ دیا ہے کہ ہم یہ ثابت کرکے دکھائیں کہ دراصل ہم سب سے زیادہ محبت اور انس صرف دین ہی سے رکھتے ہیں ہماری غرض دنیا کے عیش میں پھنسنا نہیں ہم محض خدا کے دین کی اشاعت اور اسکے لئے وسعت پیدا کرنے کی خاطر دنیا میں آئے ہیں۔ اب ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اور معاویہ رضی کے اصلی مقاصد کے ہم ذمہ دار نہیں جو ان کی دلی منشاء اور دلی تڑپ اور اصلی غرض تھی انکو پورا کرنا اور ان کے نقش قدم کو خضر طریقت قرار دینا ہمارا کام ہے اس لئے پوری سعی اور توجہ سے یہ مہم سر کی جائے۔

اس کے بعد عبدالملک نے فوج کو مخاطب کیا اور کہا اے میرے بھائیو! اور اے اسلام پر سب کچھ قربان کرنے کے شیدائیو! تم جس کام کے لئے اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھکر نکل رہے ہو وہ ہر آئینہ قابل صد افتخار ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تمہاری غرض محض خوشنودی باری تعالیٰ ہے۔ تم محض دین کے لئے۔ وسعت اسلامی ممالک کے لئے قدم اٹھا رہے ہو۔ دنیا کا لالچ اور دنیا پرستی تمہاری غرض نہیں بلکہ تمہاری نظریں ان مقدس کاموں پر ہیں جو ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور معاویہؓ نے کئے اور جنکی پیروی ہی اس کام کی غرض ہے۔ تم جانتے ہو کہ مسلمہ میرا بیٹا اور لخت جگر ہے، اسکو میں نے اپنی جان [illegible] سے عزیز رکھا جسقدر اس سے مجھ کو محبت ہے ویسی دوسری اولاد سے نہیں [illegible] اسلام کی محبت اس سے کئی گنا زیادہ اپنے خانۂ دل میں رکھتا ہوں قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔ اس لئے میں اسکو جو مجھ کو سب سے زیادہ محبوب اور پیارا ہے۔ خدا کے لئے خدا کے رسول کے لئے اور اسلام کے لئے ہاں اسلام کی راہ میں نذر کرتا ہوں۔ اے خدا میری اس نذر کو قبول کر۔ میں تم سے کیا چاہتا ہوں صرف یہ کہ تم اسکی اس کام میں جس پر یہ مامور کیا گیا ہے۔ اطاعت کرو اور اسکو غافل نہ ہونے دو۔ جس طرح اسکی اطاعت تم پر فرض ہے اسی طرح اسکو غفلت اور لاپرواہی سے خبردار و ہوشیار کرنا بھی تمہارا فرض منصبی ہے۔ پھر عبدالملک نے ایک خاص تلوار اور گھوڑا مسلمہ کو دے کر رخصت کیا۔

حضرت مسلمہ یکم رجب بروز جمعہ بعد از نماز دمشق سے معہ اپنی فوج ظفر موج کے روانہ ہوئے عبدالملک نے دروازہ شہر تک ساتھ دیا اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا پہلا مقام مسلمہ نے طرطوس میں کیا وہاں سے روانہ ہوکر عموریہ کے قریب پہنچے شمعون حاکم عموریہ نے مسلمانوں کے ارادہ کا حال معلوم کرکے جنگ کی تیاری کی مسلمہ نے عبدالملک کے حکم کے مطابق لشکر کو ترتیب دیا اور بطال کو جو طلایہ کی فوج کے افسر تھے حکم مقابلہ کا دیا بطال کی ہوشیاری اور جرات و دلیری کے سامنے بطریق کہاں ٹھہر سکتا تھا شکست فاش کھائی اسکے بعد دوسرا حملہ محمد بن احنف نے کیا یہ جنگ سخت خونریز ہوئی یعنے دن بھر تلوار چلتی رہی اور رات بھر بھی صبح کی نماز سے فارغ ہوکر مسلمہ نے عام حملہ کا ارشاد فرمایا۔ بطال نے نہایت دلیری سے غنیم کو پیچھے سرکایا۔ اسکے بعد عبدالرحمن بن صعصعہ نے بڑھکر داد شجاعت دی بہتیروں کو قتل اور قید کیا غرض ہر افسر نے اپنے دل کا بخار نکالا خود مسلمہ بھی نیزہ بازی کرتے رہے۔ شمعون کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار فوج تھی اس لئے انکو پوری ہمت تھی۔ مگر چونکہ شمعون اپنی فوج کے آگے تھا آخر زخم کھایا اور بطال کے ہاتھ سے قتل ہوا بطال شمعون کا سر لیکر مسلمہ کے پاس آئے اور کہا کہ شہر پر حملہ کیجئے حضرت مسلمہ فوراً سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے اے خدا تو نے ہی میری مدد کی تیرے فضل سے یہ ہوا۔ تیری مدد اور تیرے فضل کے بغیر کچھ نہ ہوگا۔ اے خدا تو میری مدد فرما لیکن شمعون کے قتل ہونے پر بھی لڑائی ختم نہ ہوئی بلکہ دو ستر روز کے شدید حملے نے دشمنوں کو شکست فاش دی اور شہر پر مسلمہ کے لشکر نے قبضہ کر لیا بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا یعنے نقدی ایک لاکھ اٹھاسی ہزار دینار سرخ بارہ ہزار بکریاں ایکہزار چھ سو گھوڑے۔ مسلمانوں کی حاضری لیگئی تو اسی ہزار فوج موجود تھی۔ صرف دو سو تیس کام آئے تھے مسلمہ نے فتح کی کیفیت اور مال غنیمت کی تفصیل عبدالملک کو لکھی اور مال غنیمت کے واسطے حکم دریافت کیا۔ عبدالملک نے حکم بھیجا کہ مال غنیمت سارے کا سارا مسلمان فوجیوں پر تقسیم کر دیا جائے۔ چنانچہ رجاء بن حیات نے تمام مال مسلمانوں پر تقسیم کر دیا۔

(باقی آئندہ)

مسئلہ طلاق پر ایک سرسری نظر

انسان کے لئے اس کی ازدواجی زندگی میں ایسے واقعات بھی آجاتے ہیں۔ کہ زن و شوہر کی قطعی جدائی لازمی ہو جاتی ہے۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے۔ کہ ایسے مواقع بہت ہی اہم نازک اور اس لئے سخت قابل احتیاط ہوتے ہیں۔ مذاہب عالم پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ قریباً ہر ایک مذہب نے اس ضروری مسئلہ کے متعلق اپنی وسعت کے مطابق بیان کیا ہے۔ مذہب اسلام جو ساری دنیا اور ہر ایک انسان کی زندگی کے تمام شعبوں کے لئے محکم قوانین پیش کرنے کا دعوےٰ کرتا ہے۔ وہ اس مسئلہ میں بھی جو قوانین دیتا ہے۔ وہ ایسے مبسوط اور مضبوط ہیں۔ کہ ان کی سچائی کے لئے واقعات اور زمانہ کافی شہادت دیتا رہتا ہے۔ اگر یہودیوں نے اس مسئلہ میں افراط سے کام لیا تو منو و مذہب نے اسکو قطعاً ناجائز قرار دیدیا۔ اور عیسائی دنیا نے اس کے لئے ایسا قانون بنایا جو نہایت تنگ خیالی پر مبنی ہے۔ اور آج عملاً ان کو اس سے گریز کرنا پڑا ہے اسلام نے اگر ایک طرف طلاق کی اجازت دی تو دوسری طرف اسکو بہت سی قیود اور شرائط کے ماتحت کر دیا چنانچہ رسول کریم صلعم نے خود فرمایا۔ کہ "ابغض الحلال الی اللہ الطلاق" یعنی تمام حلال چیزوں میں خدا کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ بات طلاق ہے۔ سبحان اللہ۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کی اسلام علیہ التحیۃ والسلام کو کیسی ہی باریک اور پُر حکمت نظر عطا فرمائی تھی چونکہ مذہب اسلام ایک فطرتی مذہب ہے۔ (فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا) لہذا ضروری تھا کہ ان وجوہات کو جن پر طلاق دیجا سکتی ہے معین اور مخصوص نہ کیا جائے۔

یہاں مسئلہ طلاق کی پوری تشریح و توضیح میرا مقصود نہیں ...... بلکہ صرف اسقدر دکھانا چاہتا ہوں۔ کہ فی الواقع قرآن کریم نے بھی طلاق کو ابغض الحلال ہی ٹھیرایا ہے۔ میں مختصر طور پر ان قیود اور حدبندیوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جنکو اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔

قرآن شریف میں اس مسئلہ کے متعلق سورہ بقر کے ۲۸ و ۲۹ رکوع میں اور سورہ طلاق کے اول رکوع میں ذکر آتا ہے۔ چنانچہ وہ آیات ذیل کی ہیں:- والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروٓء ......
...... وبعولتھن احق بردھن فی ذٰلک ان ارادوا اصلاحًا و لھن مثل الذی علیھن بالمعروف .... (سورۂ بقر)
الطلاق مرتٰن فامساک بمعروف او تسریح باحسان ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اٰتیتموھن شیئًا ....
فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجًا غیرہ فان طلقھا فلا جناح علیھما ان یتراجعا.................. (سورہ البقر)
یا ایھا النبی اذا طلقتم النسآء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ واتقوا اللہ ربکم............ لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذٰلک امرًا (سورۂ طلاق)

ان آیات میں سب سے پہلی حدبندی جو طلاق کی آزادی پر قائم کی گئی ہے۔ وہ لفظ قروء سے ظاہر ہے۔ قروء حقیقت میں حالت طہر سے حالت حیض میں داخل ہونے کا نام ہے۔ پس ثلاثۃ قروء سے مراد ہے۔ کہ عورت تین مرتبہ حالت طہر سے حالت حیض میں داخل ہو۔ دراصل قروء کا لفظ رکھ کر یہ بتلانا مقصود ہے۔ کہ طلاق صرف حالت طہر میں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ عدت شروع نہیں ہو سکتی جب تک کہ حالت طہر موجود نہ ہو جس سے حالت حیض کی طرف انتقال ہو۔ سورہ طلاق کے شروع میں (فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ ....) بھی اسی عدت کی طرف اشارہ ہے۔

یہ پہلی حدبندی اسواسطے قائم کی گئی ہے۔ کہ حالت حیض میں تو پہلے ہی سے ایک قسم کی جدائی واقع ہوتی ہے۔ حالت طہر میں چونکہ خیالات محبت زیادہ ہوتے ہیں۔ لہذا اس وقت طلاق دینا مشکل ہوتا ہے۔ حیض میں طلاق دینا ناجائز ہے۔ جیسا کہ احادیث سے حضرت ابن عمر کے واقعہ سے ظاہر ہے۔ کہ انہوں نے حالت حیض میں طلاق دی تھی۔ مگر رسول کریم نے رجوع کرنے کے لئے فرمایا۔

دوسری حدبندی عدت کی ہے۔ یعنی تین ماہ۔ تاکہ عارضی طور پر تھوڑے عرصہ کے واسطے جب ان میں علیحدگی ہوگی۔ تو اگر ان میں کچھ بھی دلی محبت و مودت ہوگی۔ تو وہ چنگاری جوش زن ہو کر معمولی اور عارضی خیالات منافرت کو جلا دے گی۔ نیز ان کو اس طویل مدت میں آئندہ کی جدائی اور دیگر واقعات پر خوب غور کرنے کا موقع مل جائیگا۔

پھر فرمایا۔ کہ بعولتھن احق بردھن فی ذٰلک ...... یعنی جہاں تک ممکن ہو سکے پہلے تعلق کو قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہاں دراصل لفظ "احق" رکھکر یہ بتلایا کہ اس معاملے میں خشیۃ اللہ اور تقوےٰ اللہ سے کام لو۔ جیسا کہ سورہ طلاق کی پہلی آیت میں اتقوا اللہ فرمایا۔ یہاں یہ الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ بڑا ہی اہم اور نازک ہے۔ لہذا بڑے غور و خوض سے کام لینا چاہئے۔

چوتھی بات جو طلاق کی آزادی میں روک ڈالتی ہے۔ یہ ہے۔ کہ مرد کو طلاق دیتے وقت اسبات کا خیال رکھنا چاہئے۔ کہ عورتوں کے بھی کچھ حقوق مردوں پر ہوتے ہیں (ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف) لہذا ان حقوق کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔ بسا اوقات انسان ان حقوق جیسے مہر وغیرہ کا (جسکا ذکر آگے چل کر مما اٰتیتموھن ... میں کیا ہے) خیال کر کے طلاق دینے سے رک جاتا ہے۔

پانچویں حدبندی یہ ہے۔ کہ الطلاق مرتٰن یعنی طلاق صرف دو ہی دفعہ ہو سکتی ہے۔ اور یہ طلاق۔ طلاق رجعی کہلاتی ہے۔ یعنی اس کے بعد رجوع کا حق باقی ہوتا ہے۔ مگر جب تیسری دفعہ طلاق دیجائے تب وہ طلاق بائن ہو گی۔ اور اس کے بعد رجوع جائز نہیں۔ ان الفاظ میں بھی طلاق کی آزادی

کو روکا۔ جیساکہ عربوں میں رواج تھا۔ کہ ایک شخص طلاق دیتا پھر رجوع کرلیتا اوراسی طرح کئی ہزار مرتبہ کرتا۔ قرآن کریم نے اسبات کی تردید کی ہے۔ اور طلاق رجعی صرف دو دفعہ رکھی ہے۔ تیسری دفعہ یا تو پسندیدہ طور پر رکھنا ہے۔ یا حسن سلوک سے رخصت کرنا۔ (اگر ایک ہی دفعہ ایک مجلس میں تین دفعہ طلاق دیجائے تب یہ طلاق بائن ہوگی۔ یا نہیں؟ اس کے متعلق انشاء اللہ العزیز دوسرے موقع پر عرض کرونگا)

پھر چھٹی حدبندی یہ ہے۔ کہ طلاق دینے کے بعد وہ دونوں پھر نکاح نہیں کرسکتے۔ حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ اور پھر اگر وہ دوسرا خاوند بھی اسکو طلاق دیدے۔ تب وہ دونوں دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں۔ یہاں سے بعض نفس پرست انسانوں نے حلالہ کا ناپاک اور اسلام کو بدنام کرنے والا مسئلہ نکالا ہے اسلام نے وقتی نکاح کو کبھی اجازت نہیں دی۔ قرآن کریم کی اصطلاح میں نکاح وہی ہے۔ جو تمام زندگی کے واسطے ہو۔ اور پھر مرد و عورت کی رضامندی ضروری ہے۔ احادیث میں صاف آتا ہے۔ کہ رسول کریم نے حلالہ کرنے والے اور جسپر حلالہ کیا گیا ہے۔ لعنت بھیجی ہے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس سے ازحد درجہ نفرت کی ہے۔

مگر افسوس۔ کہ آج مسلمانوں نے پھر اس بد اور ناپاک رسم کو جوکہ زنا سے کچھ کم نہیں ہے (اور اسی وجہ سے رسول کریم صلعم نے ان لوگوں کو سنگسار کرنے کو کہا) جائز سمجھ لیا ہے۔ اللہ کریم ہم مسلمانوں کو قرآن و حدیث پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ امین۔ والسلام

خاکسار شیخ محمد عبداللہ انبالہ شہر

سوال وجواب

سوالات از مولوی حشمت علی صاحب اہل القرآن مع جوابات از مولوی محمد یمین صاحب دہلوی

آج مورخہ ۲۷ر فروری ۱۹۲۲ء کو جناب عبدالرحمن صاحب نائب سکریٹری انجمن اہل قرآن لاہور کے مرسلہ ۴ نمبر رسالہ اشاعت القرآن کے پہونچے۔ ان میں چند سوالات قرآن کریم اور احادیث کے متعلق حضرت مسیح موعود کی تحریرات کی بنا پر کئے گئے ہیں۔ جن کا جواب ذیل میں نمبروار عرض کرتا ہوں۔

س ۱۔ قرآنی تحدی اور مرزا صاحب کی تحدی جو خطبہ الہامیہ وغیرہ کی نسبت ہے۔ کن کن امور میں ہے۔ اور قرآنی تحدی اور ان کی (حضرت مسیح موعود کی) تحدی میں مابہ التمیز امر کیا ہے۔ یا ہر دو واحد ہیں۔ بلفظہ رسالہ ۲ جلد ۱ نمبر ۸ صفحہ ۲

ج۔ قرآنی تحدی کا یہ مطلب ہے۔ کہ اس کی تعلیم کامل اور اس کے احکام مفصل اور تمام دنیا کے لئے مطابق فطرت ہیں۔ چونکہ آپ اہل قرآن میں سے ہیں۔ کہ آپ کو وہ تمام آیات معلوم ہونگی۔ جن میں فاتوا بسورۃ کی تفسیر کی گئی ہے۔ حضرت نبی کریم نے کبھی باقی قریش سے بڑھ کر عربی دانی کا دعوےٰ نہیں کیا۔ بلکہ بلحاظ زباندانی باقی عرب نبی کریم صلعم سے زیادہ فصیح تھے۔ جس کے ثبوت کے لئے ان کے عربی دیوان آج اسلامی مدارس میں مایہ ناز سمجھے جاتے ہیں۔ بلکہ خود اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وما علمناہ الشعر۔ ہم نے اپنے نبی کو شعر نہیں سکھایا۔

اور حضرت مرزا صاحب کی تحدی عربی دانی کے لئے ہے۔ جو فہم قرآن مجید کے لئے ایک ذریعہ ہے۔ جیسے کہ خود حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ ھو الکتاب الذی الھمت حصصہ من رب العباد ...... وما کان لبشر ان ینطق کمثلی مرتجلاً مستحضراً فی مثل ھذہ العبارات خطبہ الہامیہ صفحہ اول اور کتاب نور الحق میں مخالف مولویوں کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں۔

ان کان فیھم العلم ملتکبرکم ۔ فأتوا بمثل قصدتی وتعربوا

یعنی اے مخالف مولویو اگر تمہاری تکبری کا باعث تمہاری علمیت ہے۔ تو پھر کوئی فصیح بلیغ قصیدہ میرے قصیدہ کے مقابل پر پیش کرو۔ اس کے سوا حضرت مرزا صاحب نے کبھی یہ تحدی نہیں کی کہ میں کوئی نئے احکام یا کتاب لایا ہوں۔ اور یہ تحدی بھی اس لئے کی گئی کہ موجودہ زمانہ کے معترضین کی تردید میں جب مرزا صاحب نے بعض آیات کے سابقہ غلط تراجم کے خلاف اصلی اور صحیح ترجمہ کیا۔ تو مخالفین نے حضرت مرزا صاحب کو بے علم اور ان کے تراجم کو غلط قرار دیدیا۔ پس حضرت مرزا صاحب نے اپنی علمیت اور عربی دانی کے ثبوت کے لئے یہ تحدی کرکے دنیا پر اپنے آپ کو قرآن دان اور عربی پڑھ کر اپنے آپ کو ماہر شریعت اسلام ثابت کردیا۔ یہ ہے قرآنی تحدی اور حضرت مرزا صاحب کی تحدی میں مابہ التمیز۔

س ۲ قولہ مرزا صاحب نے قرآن مجید کی آیات کی تحریف کی ہے مثلاً آیۃ فبای حدیث بعد اللہ وآیاتہ یومنون ۔ کے الفاظ کو یوں تبدیل کردیا ہے۔ فبای حدیث تومنون بعد ھذہ الصحف المطھرۃ۔

ج۔ کیا حضرت مرزا صاحب نے اپنی اس عبارت کو آیۃ قرآن قرار دیا ہے اگر دیا ہے۔ تو کہاں۔ اگر نہیں دیا تو پھر تحریف کیسی۔ تحریف تو اسی صورت میں کہلا سکتی ہے۔ کہ کوئی کسی آیۃ میں ازخود لفظاً یا معناً کمی بیشی کرکے پھر اسکو آیۃ قرآن ہی قرار دیدے۔ اگر کسی آیۃ کے مضمون کو ایسے الفاظ میں بیان کردے جو وہ الفاظ قرآن کی آیات سے ملتے جلتے ہوں۔ تو اس کو کوئی ذی ہوش انسان تحریف نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ اسکا نام توارد ہے۔ اگر یہی تحریف ہے۔ تو پھر یہ سب کتب عربی کے مصنف محرفین ہی ہوگئے۔ کیونکہ عربی کی کوئی ایسی کتاب نہیں ہے۔ جس میں قرآن شریف کے الفاظ ملتے جلتے نہ ہوں۔ اور کتب فقہ میں تو گویا فقہاء نے قرآن شریف کی لفظی اور معنوی تحریف کردی ہے۔

ع برایں فہم و دانش بباید گریست

(باقی آئندہ)

تازہ خبریں

آزادی مصر کی خبر قبل از یں دی جا چکی ہے۔ لیکن جن شرائط کے ماتحت مصر آزاد ہوا۔ مصری عام طور پر اس سے مطمئن نہیں۔ اسی لئے اس کے خلاف مظاہرے ہو رہے ہیں۔ یہاں تک کہ جب عوام کی طرف سے لگاتار مظاہرے ہوتے رہے تو فوجیں بھی لوگوں سے جا ملیں۔ اور انہوں نے مظاہرین کے خلاف ایک ہاتھ بھی نہ اٹھایا۔ حالانکہ مظاہرین نے ان پر شرفا پر حملے بھی کئے۔ جو سو بجات سے جشن آزادی میں شامل ہونے کے لئے آئے تھے۔ ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ جب مظاہرین بازاروں میں سے نکلے تو فوجوں نے نعرہ تحسین بلند کئے۔ بعد ازاں دیسی پولیس کے چند سپاہیوں نے ہجوم کو منتشر کر دیا۔ بادشاہ اٹلی نے شاہ مصر کو ہدیہ مبارکباد بھیجتے ہوئے قدیمی روش یاد دلائی ہے اور خطاب سے بشارت سے سرفراز فرمایا ہے۔

عارضی صلح۔ پیرس ۲۲ مارچ اتحادیوں کے خارجی وزرا نے ایک قرارداد پاس کر کے ایک مشترکہ نوٹ ترکوں اور یونانیوں کو ارسال کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اسکا مفاد یہ ہے۔ کہ اناطولیہ میں تین مہینے کے لئے لڑائی بند رہنی چاہیئے۔ اور دس میل چوڑا علاقہ اتحادی کمشنروں کے زیر اقتدار غیر جانبدار رہنا چاہیئے۔

مسیحی مشنوں کی امداد۔ لارڈ کرزن۔ لارڈ کرزن لارڈ چیمسفورڈ اور دیگر لارڈوں نے اخبارات میں ایک اپیل شائع کی ہے۔ کہ ہندوستان میں برطانوی گرجاؤں کی امداد کے لئے ایک مشنری وفد بھیجا جائے۔ جس میں کم از کم ۴۰ پادری شامل ہوں۔ اس دفعہ کا خرچ ۲۵ ہزار پونڈ بیٹھے گا۔ اس وفد میں کچھ عورتیں بھی ہونگی۔

مصر میں گرفتاریاں۔ سکندریہ ۲۲ مارچ اعلان آزادی کے دن جو آرائشیں ہوئی تھیں ان کو توڑنے پھوڑنے کی غرض سے بہت سے لوگ ہجوم بنا کر محمد علی چوک میں گھس آئے تھے۔ چنانچہ پولیس کی مڈبھیڑ ہوئی۔ تین سو گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ اور تین سپاہی زخمی ہوئے۔

آئرش بل۔ لندن ۲۲ مارچ۔ دوران بحث وتمحیص میں آئرش بل کے متعلق ایک ترمیم پیش ہوئی۔ اس ترمیم کا مفاد یہ ہے۔ کہ جنوبی آئرلینڈ کے سرکاری عہدہ داروں کے معاوضہ پیش کرنے کے بارے میں گورنمنٹ برطانیہ کی ذمہ داری قائم نہیں رہنی چاہیئے۔ یہ ترمیم صرف دو راؤں کی کثرت سے پاس ہوئی۔ ۴۲ رائیں موافق اور ۴۰ مخالف تھیں۔

افغانی سفیر۔ لندن۔ ۲۱ مارچ۔ لارڈ کرزن نے افغانی سفیر کا استقبال کیا۔

نئے نائب وزیر ہند۔ دار العوام میں لارڈ ونٹرٹن نئے نائب وزیر ہند نے سوالات کے جواب دئے۔ ان کا استقبال جوش وخروش سے کیا گیا۔ اور کرنل ویجوڈ نے انہیں مبارکباد دی۔

روسی وبائیں۔ وارسا ۲۲ مارچ۔ روسی پناہ گزینوں کے اسہال وغیرہ سے روسی ہیضہ اور بخار کے پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے مجلس امراض یہ شعبہ جمعیتہ الاقوام نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ یورپ کو ان آنیوالی تباہیوں سے بچانے کے لئے زیادہ احتیاط برتی جائے۔

جنیوا کانفرنس۔ لندن ۲۲ مارچ پال مال گزٹ لکھتا ہے۔ کہ دول متحدہ کے ماہرین کی کانفرنس آئندہ جنیوا کانفرنس کا نظام مرتب کرنے میں مشغول ہے۔ اور کل اس نے سوویٹ کے ساتھ ایک جواب کے سوال پر غور کیا جس کا اہم نتیجہ اس کو قانون تسلیم کر لینا ہوگا۔

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ فرانس اور بلجیم کے نمایندے اس تجویز کے مخالف تھے کیونکہ ان کا خیال ہے۔ کہ اگر سوویٹ روس کو قانوناً تسلیم کر لیا گیا۔ تو وہ سائبیریا اور خصوصاً سنگھالین میں بہت سخت ہو جائیگا۔

نئے وزیر ہند۔ لندن ۲۲ مارچ۔ آج لارڈ پیل ملک معظم کے حضور میں حاضر ہوئے۔ اور لنکاسٹر ڈچی کی مہر پیش کر کے وزارت ہند کی مہر ملک معظم کے دست مبارک سے لی۔ اور اپنے عہدے کا حلف اٹھا کر ملک معظم کی دست بوسی کی۔

یونانی گم شدہ جہاز۔ سمرنا سے خبریں موصول ہوئی ہیں کہ یونانی بحری محکمہ میں ایک یونانی جہاز کے نہ پہونچنے پر بہت پریشانی ہے۔ جو پیریس سے ایک ہفتہ ہوا۔ ایشیائے کوچک کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔ اور ابھی تک نہیں آیا ہے۔

جرمنی پر تاوان۔ پیرس۔ ۲۲ مارچ مجلس تاوان نے جرمنی تاوان اور رائن لینڈ کی فوجوں کے خرچ کے متعلق نقد رقم ۲۷ کروڑ سنہری مارک اور جنس میں ایک ارب ۴۵ کروڑ سنہری مارک مقرر کئے ہیں۔ جو ۱۹۲۲ء میں وصول کئے جائیں گے۔

پیرس۔ ۲۳ مارچ مجلس تاوان نے جو جنس میں وصول کئے جائیں گے۔ ۵۰ کروڑ سنہری مارک فرانس کو دئے جائیں گے۔ علاوہ ازیں جن اقساط کی ادائیگی معطل کر دی گئی۔ ان پر ۱۵ مئی کو دوبارہ غور کیا جائیگا۔ اگر مجلس کو یقین ہو جائے کہ جرمنی خواہ مخواہ ادائیگی اقساط میں لیت ولعل کر رہا ہے۔ تو وہ اقساط کو دو ہفتہ کے اندر وصول کرے گا۔ مزید براں جو رقوم ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء میں ادا نہیں ہوئیں۔ وہ ۵ فیصدی شرح سود پر قرض خیال کی جائیں گی۔ مجلس تاوان مطالبہ کرتی ہے۔ کہ ۲۳-۱۹۲۲ء کے میزانیہ میں کم از کم ۶۰ ملیرڈ کا غذی مارک کی قیمت کا ٹیکس اضافہ کرے۔ اور اپنے مصارف میں تخفیف کرے۔

برلن۔ ۲۳ مارچ مجلس تاوان کے فیصلے برلن میں بم کی طرح پڑے مجلس امور خارجہ نے اپنا اجلاس فوراً ختم کر کے کابینہ کا اجلاس کیا۔

"واسیچ زیٹنگ" کہتا ہے۔ کہ اس فیصلہ نے جرمنی کے مالیات کم کرنے کی بجائے برعکس عمل کیا ہے۔

"ڈیوچ الجمینی" لکھتا ہے۔ کہ یہ فیصلہ آنے والی مصائب سے مملو ہے۔

"... برگر" لکھتا ہے۔ کہ اس فیصلہ سے ملک میں عموماً اور کارکن حلقوں میں خصوصاً اضطراب وانتشار پیدا ہو جائے گا۔

"برلن ٹیگبلٹ" لکھتا ہے۔ کہ یہ مطالبات خصوصیت کے ساتھ سخت ناجائز اور ذلت آمیز ہیں۔

آئرلینڈ۔ لنڈن۔ ۲۲ مارچ سرحد السٹر پر حالت ابتر ہوتی جاتی ہے۔ حملہ آوروں نے بہت سے کھیتوں کو آگ لگا دی ہے۔ کسانوں پر حملے کئے ہیں۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی ہے۔ فوجیں بھیجی گئیں۔ مگر حملہ آوروں کی تعداد اس قدر تھی کہ وہ ان کی زیادتیوں کا سدباب نہ کرسکیں۔ دونوں سرحدوں پر فوجیں جمع ہوئی ہیں اور ڈبلن اور بلفاسٹ میں انتہائی جوش و خروش کا اظہار ہو رہا ہے۔

بجواب ایک سوال کے مسٹر چرچل نے دونوں آئرش حکومتوں کی تاریں پڑھ کر سنائیں جن میں ایک دوسرے پر زیادتیوں کے الزامات لگائے گئے تھے۔ انہوں نے کہا۔ کہ گورنمنٹ کو اس امر پر غور کرنا پڑیگا کہ دونوں محارب حکومتوں کے درمیان شاہی فوجوں کی ایک حد فاصل قائم رکھی جائے جیسی کہ سلیشیا میں قائم کی گئی تھی۔

پریس ایکٹ کی منسوخی۔ دہلی۔ ۲۵ مارچ لیجسلیٹو اسمبلی میں پریس ایکٹ سنہ ۱۹۱۰ء اور قانون انسداد ترغیب جرائم بذریعہ اخبارات سنہ ۱۹۰۸ء کی تنسیخ کا مسودہ قانون پاس ہوگیا۔

موپلوں کی نقل و حرکت پر بندش۔ بمبئی کرانیکل کا ایک نامہ نگار تار کے ذریعہ سے معلوم کرتا ہے۔ کہ زیر دفعہ ۵ اعلان نمبر ۱۴۲ گورنمنٹ مدراس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کالی کٹ نے ہدایات شائع کی ہیں۔ کہ اعلان شدہ رقبہ میں سے کوئی موپلہ ریل یا دریا یا سمندر کے ذریعہ بغیر پاسپورٹ حاصل کئے اپنے علاقے سے باہر نہیں جا سکتا۔

ہندوستان کے متعلق شاہی اعلان۔ پائونیر کو ایک خاص تار بدیں مضمون ملا ہے۔ کہ جدید وزیر ہند کے تقرر کے بعد ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کی پالیسی کے متعلق ایک جدید اعلان ہونے والا ہے۔ جس میں اگست ۱۹۱۷ء کے اعلان کی تجدید کی جائے گی۔ اس اعلان کے شائع ہونے میں اس وجہ سے دیر ہو رہی ہے۔ کہ وزیر اعظم رخصت پر ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے۔ کہ اس اعلان کے متعلق ارکان وزارت میں اختلاف رائے نہیں ہے۔

حیدر آباد سندھ۔ ۲۲ مارچ شریان الیعاچند شریان گوگرل اور مولوی یار محمدؒ کے مقدمہ کی سماعت سر پولیس کی عدالت میں موضع خیبر میں ہوئی یہ مقام اودیرو لال سٹیشن سے ۱۲ میل کے فاصلے پر ہے۔ ان کے خلاف مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۸ تعزیرات ہند ہے۔ انہوں نے ضمانتیں داخل کرنے سے انکار کیا۔ اسیران کو ایک۔ ایک سال قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ اسی رات ان کو حیدر آباد لے آئے۔ اور سیدھے جیل میں لے گئے۔

باگڑیاں (لدھیانہ) سے اکالی جتھے دار سردار حضورا سنگھ دیگر سیوکان سردار سوبھا سنگھ و سردار نرائن کو پولیس نے گرفتار کر لیا۔ دیگران دیوان کے سکرٹری سردار ہری سنگھ و سردار بخشی سنگھ صاحب ۱۹ مارچ کو امرتسر جاتے ہوئے بمقام لدھیانہ گرفتار کئے گئے۔

اشتہارات

ایک دلچسپ مکالمہ

باپ (دروازہ کھٹکھٹا کر) ارے بھئی دروازہ تو کھولو۔

بیٹا۔ (دریچہ سے جھانک کر) اماں جان ایک شخص ابا کو ملنے آئے ہیں۔

ماں۔ بیٹا جواب دو کہ ابا جان ابھی باہر گئے ہیں۔

بیٹا۔ بابو جی ابا جان گھر پر نہیں ہیں کہیں بازار گئے ہیں۔

باپ (پھر زور سے دروازہ کھٹکھٹا کر) ارے بیٹا دروازہ کھولو۔ میں ہی تمہارا ابا ہوں۔

بیٹا۔ (اماں سے) اماں جان دروازے پر کھڑا شخص کہہ رہا ہے۔ کہ میں تمہارا ابا ہوں۔

ماں۔ ابا میں تو سب انہی کا ہے۔ آواز بھی ملتی ہے۔ مگر شکل وہ نہیں ہے۔ ابا جان بڈھے ہیں۔ داڑھی سفید ہو چکی ہے مگر یہ شخص تو بالکل جوان معلوم ہوتا ہے داڑھی بالکل سیاہ ہے۔

ماں۔ بیٹا جا کر دروازہ کھول دو۔ کہدو مردانے میں تشریف رکھیں۔ غالباً تمہارے ابا کے کوئی عزیز دوست ہونگے۔ دروازہ کھلنے پر وہ صاحب بلا تکلف زنانخانے کیطرف چل پڑے جسے دیکھ کر ماں اور بیٹا دونوں حیران تھے کہ یہ کون شخص ہے جو خواہ مخواہ اندر گھسا آتا ہے۔

خاوند۔ (بیوی اور بچے سے) آپ اس قدر تعجب کیوں کرتے ہو میرے ایک دوست نے شیخ فیروزالدین لائلپوری سے خضاب فیروزی منگایا تھا۔ میں نے بھی آزمانا لگا دیکھا۔ بس یہ اسی کا جادو بھرا اثر ہے کہ بغیر تکلیف اور تردد تین منٹ میں بال سیاہ ملائم عین قدرتی انداز کے ہوگئے جس سے تم مجھے پہچان نہ سکے۔ اسبات کو سن کر وہ دنگ رہ گئے۔ اور خوش ہو کر کہا کہ آپ بھی ضرور اس کی چند شیشیاں منگائیں۔

بیوی۔ میاں ایسی چیز تو غالباً مہنگی ہوگی۔

خاوند۔ خوبی تو یہی ہے۔ کہ مہنگی بھی نہیں۔ ایک شیشی صرف ڈیڑھ روپیہ میں آتی ہے۔ جو احتیاط سے استعمال کیا جاوے۔ تو چھ ماہ کے لئے کافی ہے۔ اور ایک شیشی سے چھ شیشی تک کا خرچ محصولڈاک صرف ۸ آنہ آتا ہے

بیوی۔ ہاں میاں ایک بات مجھے اور یاد آئی ہے۔ کہ اگر یہ دوائی رنگ نہ دے تو پھر کیا کیا جاوے۔

خاوند۔ بیوی موجد کا یہ دعویٰ ہے کہ اگر خضاب فیروزی بالوں کو سیاہ نہ کرے جسم پر داغ دھبہ دے یا اس میں کا شک یا تیزاب ہو۔ تو ہر شخص پچاس روپیہ کا دعوےٰ کر کے بطور ہرجانہ لے سکتا ہے۔

بیوی۔ تو آپ بھی تین شیشیاں منگوائیں۔ کچھ میں اپنے میکے میں بطور سوغات بھیجدونگی۔ بڑے میاں نے فوراً تین شیشیوں کا آرڈر بنام

منیجر خضاب فیروزی لائلپور پنجاب بھجدیا

خط و کتابت کے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیویں

مسلم احمدیہ پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام ماسٹر فقیر اللہ صاحب پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح سے شائع ہوا۔

فضل المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۶ شعبان سنہ ۱۳۴۰ ہجری مطابق ۵ اپریل سنہ ۱۹۲۲ عیسوی

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

(۱) خدا کے فضل سے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ اور بزرگان سلسلہ بخیریت ہیں۔ اور اپنے اپنے مشاغل دینی و دنیوی میں مصروف اور حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب کہیں باہر تشریف لے گئے ہیں۔

(۲) آجکل مولوی دوست محمد صاحب جہلم گئے ہوئے ہیں غالباً آج (۵ اپریل) شام تک واپس تشریف لے آئیں گے۔

(۳) اخبار "لائیٹ" کی خریداری بڑھ رہی ہے۔ اب تجویز ہے کہ یکم مئی کا پرچہ کئی ہزار کی تعداد میں چھپوا کر شائع کیا جائے۔ ہمارے احباب کو اسکی توسیع اشاعت میں حصہ لے کر ثواب حاصل کرنا چاہیئے۔

(۴) مجلس معتمدین کا آئندہ اجلاس ۱۵ اپریل کو قرار پایا ہے۔ جس میں جرمنی اور سنگاپور وغیرہ میں مشن کھولے جانے کی تجاویز پیش ہونے والی ہیں۔ سنگاپور کے مبلغ مولوی عبد الحق ودیارتھی تجویز کئے گئے ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ آپ چند ماہ سنگاپور میں اقامت کر کے بعد چین چلے جائیں۔ کیونکہ وہاں بھی اشاعت وحفاظت اسلام کی سخت ضرورت ہے۔

انسداد چکلہ کے لئے میاں صاحب کا امتناعی حکم

کوہ مری سے بابو غلام ربانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ کوہ مری میں چند درد دل رکھنے والوں نے کئی ماہ سے کوہ مری سے چکلہ کو دور کرنے کے لئے تجویز کی ہوئی تھی۔ چنانچہ پہلا کام جو انہوں نے کیا۔ وہ یہ تھا۔ کہ جس قدر مکانات زیر استعمال چکلہ تھے مالکان مکانات سے کرایہ پر لے لئے۔ اس کے بعد فاحشہ عورتوں کو بیدخل کر کے ان کی جگہ شرفا کو بسانا شروع کر دیا شروع فروری تک ۹۰۔ یا ۹۵ مکانات میں سے صرف چار یا پانچ مکانات ایسے رہ گئے جن میں سے فاحشہ عورتوں نے نکلنے سے انکار کر دیا۔ اس کے متعلق انجمن نے اُن کو اس مضمون کا نوٹس دیا۔ کہ اگر آپ یہاں رہنا چاہیں تو آپ کو اس بات کا اعلان کرنا پڑے گا۔ کہ ہم پیشہ نہیں کریں گی۔ ورنہ بصورت دیگر ہم ہفتہ کے بعد پُرامن طریقہ پر آپ پر پہرہ لگا دیں گے۔ اور زنا کاروں کو آپ کے پاس آنے سے روک دیں گے۔ لیکن جب نوٹس کی پرواہ نہ کی گئی تو انجمن نے پبلک کے سامنے رضاکاروں کے لئے اپیل کی اور کہا کہ ہم کو وہ پہرہ دار چاہئیں جو کہ بلا کسی قسم کے تشدد۔ غم و غصہ کے اظہار کئے ہر دو کنچنیوں اور کنچنوں کے پاس زناکاری کے ارادہ سے آنے والوں کو نصیحت کریں اور روکیں۔ چنانچہ جن پہرہ داروں نے اپنے نام دیئے اُن سے مندرجہ ذیل شرائط پر دستخط لئے گئے۔ (مختصر الفاظ میں)

(۱) میں اس کام کو خالص مذہبی سمجھ کر پہرہ دینے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں۔

(۲) زناکاری نہیں کرونگا۔ اپنے فرض کو ایمانداری سے ادا کرونگا۔ اور کسی قسم کا تشدد اور فساد وغیرہ ہرگز نہیں کرونگا۔ خواہ مقابل پر گالی ہی کیوں نہ سننی پڑے اور شراب نہیں پیونگا۔

(۳) اگر زناکاری میں پکڑا جاؤں تو جو بھی سزا انجمن مذکور تجویز کرے برداشت کرنے کو تیار ہونگا۔ اور کسی قسم کا عذر نہیں کرونگا۔ خواہ وہ سزا منہ کالا کرنا گدھے پر چڑھا کر بازار میں رسوا کرنا ہی کیوں نہ تجویز کیا جاوے۔

(۴) اس تحریک کا تعلق موجودہ پولیٹکل تحریک سے قطعاً نہیں ہوگا۔

(۵) میں بیہودہ مخول بالکل نہیں کرونگا۔

چنانچہ انہی اصولوں پر اب کام نہایت ایمانداری اور بلا کسی قسم کے فساد یا تشدد کے ہو رہا ہے جس میں ہر ایک فرقہ کے لوگ کام کر رہے ہیں۔ صرف تین چار فاحشہ عورتیں باقی رہ گئی ہیں۔ جو کہ امید ہے۔ کہ ایک ماہ کے اندر اندر چلی جائیں گی۔

میاں صاحب کا ایک مرید کوہ مری میں ہے۔ ان کو کہا گیا۔ کہ یہ تحریک جو کہ چکلہ کے دور کرنے کے لئے ہوئی ہے۔ یہ بالکل موجودہ پولیٹکل تحریک سے الگ ہے۔ آپ بھی اس میں حصہ لیں۔ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ حضرت صاحب سے اجازت لیلوں۔ ہم نے کہا کہ کار خیر میں اجازت کی کیا ضرورت ہے آپ کا ضمیر مانتا کہ یہ کام خالص مذہبی کام ہے۔ اور اگر قرآن کریم کے حکم کے مطابق ہے تو پھر اجازت چہ معنے دارد۔

اُس نے جواب میں کہا۔ کہ یہ تحریک واقعی قرآن کریم کے ماتحت ہے۔ اور ضمیر کا بھی یہی فیصلہ ہے۔ لیکن ہم کوئی کام مرشد کے حکم کے بغیر نہیں کرتے ہم نے کہا۔ کہ پھر اس کے یہ معنے ہوئے کہ اب شریعت صرف وہی ہے۔ جسکی تصدیق آپ کا مرشد کرے۔ نہ کہ قرآن کریم۔ اور پھر فرض کرو کہ وہ جواب میں آپ کو لکھیں کہ آپ اس تحریک میں حصہ نہ لیں۔ تو پھر آپ ترجیح کس کو دینگے قرآن کو یا مرشد کے حکم کو۔ کہنے لگا کہ یہ کب ہو سکتا ہے۔ کہ وہ مجھے اجازت نہ دیں۔ یہ بات ناممکن ہے۔ چنانچہ ہمارے اصرار پر انہوں نے خط لکھا جسکا مضمون مرید نے یہ بتایا۔

"بخدمت حضرت صاحب السلام علیکم۔ جبکہ زناکاری اور شراب کا انسداد بروئے قرآن کریم فرض ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ اس کے انسداد کے لئے کوشش نہ کیجاوے۔ مفصل جواب دیں۔ [illegible]"

جواب از دربار خلافت

"السلام علیکم۔ آپکا خط آیا۔ حضور فرماتے ہیں۔ کہ انسداد اور چیز ہے اور فساد اور چیز ہے۔ آپ ان لوگوں کے ساتھ ہرگز شامل نہ ہوں۔ ہاں وعظ و نصیحت کر کے لوگوں کو سمجھائیں۔ یہ اور بات ہے۔ مگر ایسی مجالس میں جاکر وعظ کرنا بھی ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ [illegible]"

مرید۔ جواب آگیا ہے۔ دیکھ لیں۔

س۔ (پڑھ کر) آپ نے اسکا مطلب کیا سمجھا۔

مرید۔ مطلب کیا سمجھا۔ بالکل صاف ہے۔ آپنے منع فرمایا ہے کہ حصہ نہ لیا جائے۔ ہم نے کہا کہ آیا یہ منع کرنے کا حکم قرآن کریم کے خلاف تو نہیں آپکی ضمیر کے خلاف تو نہیں۔ آپ تو فرماتے تھے کہ وہ ضمیر اور قرآن کے حکم کیخلاف کبھی فتوے نہیں دیں گے۔ خط کو غور سے پڑھ کر جواب دو۔ کہنے لگا ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے۔ مگر اگر مرشد کی اتنی بات بھی نہ مانی جائے۔ تو مرشد کی حیثیت ہی کیا ہوئی۔ وہ بہتر جانتے ہیں۔ اس پر زیادہ جرح کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے کہا بابا الگ ہو کر ہی کام کرو۔ تاکہ زناکاری دور ہو جاوے۔ تو کہنے لگا۔ کہ آخر کام تو وہی ہے جس سے حضرت صاحب نے ہمکو منع فرمایا ہے۔ اسلئے ایسا نہیں ہو سکتا۔ اسی اثنا میں ایک دوسرا آدمی اُس مرید کو مخاطب کر کے جملہ معترضہ کے طور پر کہتا ہے۔ کہ میرے پاس گراموفون ہے۔ خرید لو۔ مرید فوراً بولا کہ میں تو آپ کو کئی بار کہا ہے۔ کہ یار ہم گراموفون لیتے نہیں ہیں۔ اس پر وہ شخص بولا کہ آیا آپ نے اپنے مرشد سے اجازت خریدنے کی لی ہے یا نہیں۔ مرید ہنس کر کہنے لگا کہ آپ تو دیوانوں سی باتیں کرتے ہیں۔ بھلا گراموفون کے خریدنے کے لئے مرشد سے پوچھنے کی کیا ضرورت۔ چونکہ دوسرا آدمی ہماری پہلی باتیں سُن چکا تھا۔ فوراً کہنے لگا۔ بہت خوب نیکی کی تحریک [illegible] کے لئے تو آپ کو اجازت مانگنی ضروری اور فرض ہوتی ہے۔ [illegible] کے خریدنے کے لئے اجازت کی کوئی ضرورت نہیں۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۱ | مورخہ ۶ شعبان سنہ ۱۳۴۰ ہجری | نمبر ۱۴

دنیا کا آیندہ مذہب

اس مفید مضمون میں جس کی ایک قسط گذشتہ اشاعت میں درج ہوچکی ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے ترکوں اور یاجوج و ماجوج کے متعلق بڑے ہی لطیف انداز میں بحث کی ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ ان بڑی قوموں سے اسلام کو کیا کچھ فائدہ یا نقصان پہنچا۔ اور مسلمانوں کا کیا طریق عمل ان دونوں قوموں سے ہونا چاہئے۔ اس ایک حصہ آیندہ اشاعت میں ہدیہ ناظرین ہوگا۔

(۵)

مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبیانہ نگاہ نے کسی آنے والی دو قوموں کو دیکھا جن سے اسلام کو ہلاکت تک پہنچا دینے والا صدمہ پہنچنا تھا اسلئے آنحضرت نے ان دو قوموں کے ساتھ مٹ بھیڑ کرنے سے مسلمانوں کو روکا۔ ان میں سے ایک کے متعلق تو فرمایا اترکوا الترك ما ترکوکم۔ ترکوں سے بچنے کی یہ حدیث یہاں تک مشہور ہے کہ جب امیر معاویہ کے وقت بعض مسلمان سپاہیوں کو برسر پیکار ہونے کا موقعہ پڑنے لگا تو جناب امیرؓ نے اس حدیث کیطرف اشارہ کرکے مبارزان اسلام کو ترکوں کے ساتھ نبرد آزمائی کرنے سے روک دیا۔ لیکن کچھ صدیوں بعد خلافت عباسیہ پر جب ایام زوال آنے لگے تو اُن کی بعض فاطمیوں نے ترکوں کو جو مذہب بُدھ کے پیرو تھے۔ خلافت اسلامیہ کو ملیامیٹ کردینے پر آمادہ کیا۔ یہ وہی لوگ تھے۔ جن کی خونریزیاں آج تک ہلاکو اور چنگیز کے نام سے ضرب المثل ہیں۔ ان لوگوں نے دجلہ اور فرات میں ایک عرصہ تک پانی کی جگہ مسلم خون بہایا۔ خلافت اسلامیہ کا ان کے ہاتھوں سے وہی حشر ہوا۔ جو آج اقوام یورپ نے خلافت عثمانیہ کا کیا۔ بظاہر دنیا کے سیاست دانوں نے اسلام کے مستقبل کے متعلق وہی رائے قائم کی جو آجکل کے ظاہر پرست ہمارے متعلق خیال کر رہے ہیں۔ لیکن پردۂ غیب کے پیچھے سے کام کرنے والا ہاتھ خلافت اسلامیہ کو زبردستاں ہاتھوں میں دیکھنا چاہتا تھا۔ چنگیز خان نے تو اسلام کو ملیامیٹ کرکے بغداد کی حکمرانی اپنے بیٹے قبولی خان کے ہاتھ دی۔ مگر مقلب القلوب نے اس قبولی خان کو حلقہ بگوش اسلام کرکے آیندہ کے لئے خلافت اسلامیہ کے ورثا ترکوں کے ہاتھ دے دی۔

(۶)

کہتے ہیں کہ تاریخ واقعات دُھرایا کرتی ہے۔ مظاہر عالم صرف تبدیل نام و مقام ہی کیا کرتا ہیں۔ والاّ وہی حقائق وقتاً فوقتاً جلوہ نمائی کرتے رہتے ہیں۔ اس معاملہ میں بھی تاریخ عالم ہمیں وہی کچھ دکھا رہی ہے۔ جو ہمارے آبا و اجداد نے آج سے آٹھ صدی پہلے خلافت عباسیہ کے انحطاط پر دیکھا۔ کیا خدا کی شان ہے کہ موجودہ خلافت اسلامیہ کو اگر صدمہ پہنچا ہے۔ تو ان دوسرے لوگوں کے ہاتھ سے جن کے خلاف کسی قسم کی جنگ کرنے سے مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روک دیا تھا۔

(۷)

ترکوں کے علاوہ جس قوم سے بچنے کے لئے مسلمانوں کو سرور کائنات صلعم نے روکا وہ یاجوج و ماجوج کا گروہ تھا۔ آپ کی کشفی نگاہ نے دیکھ لیا کہ اس گروہ سے بھی اسلام کو معدوم کرنے والا حملہ پہنچنے والا ہے۔ قرآن کریم اور کتب مقدسہ کے مطالعہ سے ان قوموں کا پتہ لگا لینا چنداں مشکل نہ تھا۔ از روئے تعلیم قرآن ان قوموں کے مورث بحیرہ کسپین کے اردگرد ذوالقرنین کے وقت بود و باش رکھتے تھے۔ توریت انہیں یافث ابن نوح کی اولاد ٹھیراتی ہے۔ کتاب حزقیل یاجوج سے مراد روس لیتی ہے۔ اور اسے توبال اور اسک کا مالک ٹھیراتی ہے اس کے متعلق لکھا ہے۔ کہ یہ گروہ شمال سے آکر ایران کو تاراج کریگا۔ اور اسکا ارادہ خدا کی قوم کو تباہ کرنے کا ہوگا۔ لیکن قدیر خدا اُسے ہلاک کریگا اور اسکو اپنے ارادوں میں خائب و خاسر کرے گا۔ قرآن و حدیث سے نظر آتا ہے۔ کہ ایک وقت دنیا کا کوئی بھی اچھا علاقہ نہ ہوگا۔ جسپر یاجوج و ماجوج غالب نہ آجائے۔ اور دنیا کی کوئی قوم نہ ہوگی جو ان کا مقابلہ کرسکے۔ مگر قدیر خدا یاجوج و ماجوج کو آپس میں لڑا کر ایک کو دوسرے کی ہلاکت کا موجب کردیگا۔ یہ خدا کے الفاظ تھے۔ جو اپنے وقت پر پورے ہوئے۔ ماجوج اگر ابن یافث ہے۔ جیسے بیبل شہادت دیتی ہے۔ اور اُسکا اصلی وطن بحیرہ کسپین کی گرد و نواح ہے۔ تو ماجوج کا پتہ لگا لینا کوئی مشکل امر نہیں کون نہیں جانتا کہ قبیلہ جرمن کی قومیں جن میں آسٹریلیا۔ ہنگری اور کچھ حصہ انگریزی قوم کا شامل ہے۔ وہ مسلمہ طور پر یافث کی اولاد ہے۔ اور ان کا خروج یورپ کی طرف بحیرہ کسپین سے ہوا۔ یہی گذشتہ جنگ وہ جنگ ہے۔ جس میں یاجوج و ماجوج نے ایک دوسرے کے مقابل نکل کر تباہ ہوجانا تھا۔ یاجوج و ماجوج سے مراد قوم نہیں بلکہ وہ انداز حکومت و استبداد ہے۔ جو روس و جرمنی نے اختیار کر رکھا تھا۔ یہ قومیں رہینگی۔ اور ان کا حشر انشاء اللہ العزیز عنقریب وہی ہوگا

بو چنگیزی تاتاریوں کا ہوا۔ مگر یاجوجیت وماجوجیت یعنی روس اور جرمنی طرز حکومت دنیا سے ختم ہو گئی۔

(۸)

یاجوج وماجوج کی شناخت میں اگر مسلمانوں کو غلطی لگ گئی تو اسکا موجب وہ بعض حدیثیں تھیں۔ جن میں اس قوم کے خط وخال مخبر صادق نے دئے پیشگوئیاں جو کشف کی بنا پر ہوتی ہیں۔ وہ اسی وقت صحیح طور پر سمجھی جاسکتی ہیں۔ جب پوری ہوجاتی ہیں۔ اس سے پہلے انسان کی فطرت استعجاب عجیب وغریب تعبیروں کی طرف مائل ہوتی ہے۔ یاجوج وماجوج کے کانوں کا لمبا ہونا جیسے کہ حدیث شاہد ہے آج واقعات کی روشنی میں سمجھ لینا کونسا مشکل ہے۔ زبان عرب کے محاورہ میں اور ایسی دیگر زبانوں کے محاورہ میں بھی لمبے کان رکھنے سے مراد دور کی بات کا سن لینا ہے آج ٹیلیفون نے جسقدر کان لمبے کر دئے ہیں وہ ظاہر ہے۔ حدیث کہتی ہے کہ یاجوج وماجوج آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے۔ اور آسمان سے انسان ہلاک ہو کر خون برساتے ہوئے زمین پر آگریں گے۔ یہ نظارہ اس جنگ میں نظر آگیا۔ ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر حملہ کرنے والوں کیطرف گولیاں زمین سے برسائی گئیں۔ جن سے ہوا میں جنگ کرنے والے ہلاک ہو کر زمین پر آگرے۔ اسی طرح اور باتیں بھی ان کی شناخت کی حدیث میں مندرج ہیں جو ایک علیحدہ بسیط بحث چاہتی ہیں۔ اور اگر خدا کی توفیق شامل حال رہی تو کبھی اس مضمون پر مفصل بحث کرونگا۔ بہرحال واقعات کے ظہور سے پہلے یاجوج وماجوج کی شناخت ایک مشکل امر تھا۔

شذرات

ویدک دھرم اور سوامی دیانند

لائق ہمقلم آریہ گزٹ نے اپنے ۲۳ مارچ کے افتتاحیہ میں "آریہ سماج کی ترقی کے راستے میں رکاوٹیں اور ان کے رفع کرنے کے طریقہ" بتاتے ہوئے آریہ سماج کا یہ "فخر وامتیاز" بتایا ہے۔ کہ

"یہ انسانی مذہب نہیں ہے۔ نہ اس کی ہستی ایک خاص شخصیت پر مبنی ہے اسلام سے حضرت محمد صاحب کا۔ عیسائیت سے حضرت مسیح کا۔ اور سکھ ازم سے گورو صاحبان کا نام ایسا وابستہ ہے۔ کہ انہیں ان سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن ویدک دھرم کی حالت میں یہ بات نہیں۔ سوامی دیانند کا نام ویدک دھرم کی حالت میں یہ بات نہیں۔ سوامی دیانند کا نام ویدک کے لئے اس طرح لازمی نہیں۔ کہ اگر اسے نکال دیا جائے۔ تو ویدک دھرم میں کچھ باقی نہ رہے"

ہمیں حیرت ہے۔ کہ ہمارے لائق معاصر نے سوامی دیانند کی شخصیت کو حضرت محمد رسول اللہ صلعم یا حضرت مسیح علیہ السلام کے برابر کیونکر سمجھ لیا سوامی دیانند پر ویدوں کا نزول نہیں ہوا۔ وہ صرف ویدوں کے مفسر ہونے کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن حضرت نبی کریم صلعم اور حضرت مسیح علیہ السلام پر قرآن کریم اور اناجیل نازل ہوئیں۔ پس ان کے ساتھ سوامی دیانند کو نسبت دینا ٹھیک نہیں غور کرنا چاہئے کہ وہ رشی جن پر ویدوں کا نزول ہوا۔ آیا ویدوں پر ایمان لانے کے لئے ان کی صداقت کو ماننا ضروری ہے یا نہیں۔ آیا کوئی شخص ویدک دھرمی کہلا کر یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ لوگ جن پر وید نازل ہوئے۔ معاذ اللہ جھوٹے تھے۔ اور وید ان پر منجانب اللہ نازل نہیں ہوئے؟ الہام کی صداقت کو تسلیم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ملہم کی صداقت پر ایمان لایا جائے۔ اور اگر ملہم کو ہی کوئی شخص سچا نہ مانتا ہو تو اس کے الہام پر وہ کیونکر ایمان لاسکتا ہے۔

مسلمانوں میں آریہ سماج کے لٹریچر کی اشاعت

اپنے اسی مضمون میں آریہ گزٹ نے یہ شکایت کی ہے۔ کہ آریہ سماج کا لٹریچر ہندی زبان میں ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے پڑھنے کے قابل نہیں۔ اور مشورہ دیا ہے۔ کہ آریہ سماج کے لٹریچر کو سلیس اردو میں مسلمانوں کے سامنے رکھنا چاہئے۔

ہم اس تجویز کے بدل موید ہیں۔ بشرطیکہ آریہ سماج کے اس لٹریچر سے مراد وہ نہ ہو جسکا نمونہ ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب میں نظر آتا ہے۔ اگر اسلام پر فضول اور لغو اعتراضات کو چھوڑ کر محض اپنے مذہب کی خوبیوں اور اس کے اصولوں کی صداقت کو دلائل وبراہین کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کیجائے تو یہ طریق باہمی نوک جھونک سے زیادہ بہتر اور ہم سمجھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کے لئے زیادہ مفید ہوگا۔

ایسا ہی مسلمانوں کو بھی اپنا اسلامی لٹریچر اور اس سے بڑھ کر اسلامی برکات کا عملی نمونہ آریہ سماجیوں اور عام ہندوؤں میں پھیلانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ کہ اسلام نے ہمیشہ اس قوم کے اکثر افراد کو تسخیر کیا ہے۔ اور اگر انہیں عملاً اسلام کی حسنات سے واقف کیا جائے۔ تو بہت سے ہندو ان سے متمتع ہونے کے لئے اسلام ہی کو اپنا ملجا وماوےٰ بنائیں گے۔

موپلاؤں کی مصائب اور ہندو اور مسلمان

جسدن سے مالابار میں فسادات ہوئے ہیں۔ ہندو اور مسلمانوں میں علانیہ کشمکش پیدا ہوگئی ہے۔ جس کی ایک تعجب انگیز صورت ہے۔ کہ ہندو اخبارات تو آئے دن موپلاؤں کیطرف سے ہندوؤں پر ظلم وستم کی داستانیں ہی سناتے اور ان ہندوؤں کے لئے ہی چندہ کی تحریک کرتے ہیں۔ ایسا ہی ہندوؤں کی بعض کمیٹیاں بھی مالابار میں جا کر محض ہندوؤں ہی کی امداد واعانت میں سرگرم ہیں اور مسلمانوں کی قابل رحم حالت پر ان کو رحم نہیں آتا۔ لیکن بالمقابل مسلمان اخبارات

جب لکھتے ہیں۔ اب حقیقت نفس الامری کا اعتراف کرتے ہیں۔ کہ محض مسلمان ہی وہاں مورد ظلم وستم نہیں ہوئے۔ بلکہ ہندوؤں کو بھی تکالیف اور اذتیں پہنچی ہیں۔ اور اس لئے وہ بھی مستحق امداد واعانت ہیں۔

ہمارے سامنے اسوقت مدراس کے بعض سرکردہ مسلمانوں کی اپیل ہے جیس انہوں نے صاف طور پر ہندوؤں کو بھی مسلمانوں کے ساتھ شریک مصائب قرار دیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ

"ہندوؤں کی تکالیف اور مصائب بہت سخت ہیں۔ لیکن وہ مصائب جو بے گناہ موپلے گذشتہ شورش کی پاداش میں اٹھا رہے ہیں۔ یقیناً سخت افسوسناک ہیں"

اس کے ساتھ ہی اعلان مذکور میں لکھا ہے۔

"سب سے آخری رپورٹ کے روسے بھی پینتیس ہزار موپلے عورتیں اور بچے فاقوں سے مر رہے ہیں"

اس سے بھی بڑھ کر ذیل کے الفاظ ہمارے ہندو معاصرین کے غور کے قابل ہیں۔

"بحالیکہ موجودہ امدادی کمیٹیاں بہت بڑی حد تک ہندوؤں کی ہی مصائب کو دور کرنے میں ساعی ہوئی ہیں۔ اور اس حالت میں کہ ہم پھر بھی اپنے مسلمان بھائیوں سے اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ ان کمیٹیوں کی ہر ایک ممکن طریق سے امداد کریں۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ بہت سی وجوہات کی بنا پر جیسا کہ مالابار کی سرکاری وغیر سرکاری رپورٹوں سے ظاہر ہے۔ ابتک موپلاؤں کی کوئی خاص امداد انہوں نے نہیں کی جو ان کے فائدہ کا موجب ہو"

یہ بھی بتایا ہے۔ کہ یہ کمیٹیاں زیادہ ہندوؤں سے مرکب ہیں۔ اور اسوجہ سے بھی مسلمانوں کے خاص حالات میں کامیابی کیساتھ ان کی ممد ومعاون نہیں ہو سکتی۔

غور کرنے کی بات ہے۔ ایک طرف مسلمان ہیں۔ کہ اس بات کو جانتے ہوئے کہ ہندوؤں کی موجودہ کمیٹیوں نے مصیبت زدہ موپلاؤں کی امداد سے عمداً اغماض کیا ہے۔ ان کی امداد کی ترغیب مسلمانوں کو پھر بھی دیتے ہیں۔ دوسری طرف وہ برادران وطن ہیں جن کی "اتفاق" "اتفاق" کی صداؤں نے سات ہزار میل تک گونج پیدا کر رکھی ہے۔ وہ جب موقعہ آ کر پڑتا ہے۔ تو نہ صرف تمام الزام ہی مسلمانوں کے سر دیتے ہیں۔ بلکہ ان کی امداد سے بھی عمداً گریز کرتے ہیں۔

زبردستی مسلمان کرنے کی حقیقت

ایک اور طرفہ تر بات ہے۔ کہ جن ہندوؤں کو "زبردستی" کرنے کا شکوہ ہمارے ہندو معاصرین کو مسلمانوں سے ہے۔ اور جن کی امداد واعانت میں وہ رات دن سرگرم ہیں یہانتک کہ بقول پنڈت رشی رام صاحب بی۔ اے (آریہ مشنری مالابار) "وہ اب محفوظ مقامات میں پہنچ چکے ہیں۔ ان کو موپلوں کا خوف نہیں ہے" وہ بھی "اس کے باوجود ہندوؤں میں واپس آنے سے انکاری ہیں" یہ کیوں؟ انہی آریہ مشنری کی زبان سے سن لیجئے لکھا ہے۔

"کیونکہ وہ ہندوؤں کی اعلےٰ ذاتوں کے نفرت آمیز سلوک سے بیزار ہیں۔ گو یا وہ غیروں کے بجائے اپنوں کے شاکی ہیں۔ ملیبار کی اس جماعت کی سب سے زیادہ آبادی ہے۔ اور علم وقابلیت نیز عزت کے لحاظ سے وہ کسی دوسری قوم سے کم نہیں۔ بایں ہمہ ان کو اچھوت کہا سمجھا اور مانا جاتا ہے۔ ان کو فاصلہ پر کھڑا رکھا جاتا ہے۔ اور تعجب خیز امر یہ ہے۔ کہ موپلے بن جانے کے بعد اور اسلام قبول کر لینے پر ان کے سامنے آدمیوں کیطرح کھڑے ہونے کا استحقاق حاصل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ تھیہ (خاندان کا نام ہے) رہنے کی صورت میں ان کو منہ پر ہاتھ رکھ لینے اور جسم کے بالائی حصہ سے کپڑا اٹھا لینے کا حکم دیا جاتا ہے"

یہ ہیں وہ لوگ جن کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ موپلوں نے انہیں زبردستی مسلمان بنایا۔ شرط انصاف ہے۔ کہ جو لوگ اب محفوظ مقامات میں پہنچ جانے اور موپلوں کا ڈر نہ رہنے کے باوجود دوبارہ ہندو بننا نہیں چاہتے اور اس کی وجہ وہ نہیں جو پنڈت رشی رام صاحب نے بیان کی۔ ان کو زبردستی مسلمان کرنے کا خیال کہانتک حق بجانب ہے۔ اور انہیں پھر ہندو بنانے کی کوشش کہانتک جائز ہے کاش ہمارے ہندو دوست دوسروں کو بھی اس نقطہ نگاہ سے دیکھا کریں جس سے وہ اپنے آپ کو دیکھتے ہیں۔ کاش انہیں مسلمانوں کی پاسداری ویسی ہی ملحوظ ہو جیسے "قومیت متحدہ" کے دلربا الفاظ کا تقاضا ہے۔ اور جس کی تلقین ان کے قومی لیڈر مہاتما گاندھی نے بھی بار بار کی ہے۔ اور نہیں تو انسانیت ہی کے نام پر وہ مسلمانوں کے منہ آنا چھوڑ دیں۔ تو البتہ ان کا اتفاق کچھ کارگر بھی ہو سکتا ہے ورنہ اس برائے نام اتفاق کو جس کے نیچے بغض وعناد بھرا ہوا ہو کیا کہا جا سکتا ہے۔

معلقہ اور طلاق

مسلمانوں کی بہت سی امراض میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ وہ اپنی اخلاقی و مذہبی سوالات کیطرف جو قوم کی اندرونی انفرادی زندگی سے متعلق ہیں۔ توجہ نہیں کرتے توم میں ہزار اور بہت سی بد اخلاقیوں کے ایک یہ بھی کثرت کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ کہ غریب طبقہ نسوان کے ساتھ بہت ہی بیدردی اور نا انصافی سے پیش آتے ہیں۔ کثرت سے ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ کہ مسلمان مرد اپنی بیویوں کو معلقہ چھوڑ دیتے ہیں۔ نہ ان کو نان ونفقہ دیتے ہیں۔ نہ گھر میں بساتے ہیں۔ اور نہ ہی طلاق دیکر ان کی مخلصی کرتے ہیں۔ خود دوسری شادیاں کر کے آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور پہلی عورت کو پوچھتے تک نہیں۔ یہ غریب عورتیں تمام عمر مصیبت کاٹتی اور دکھ اٹھاتی ہوئی گذر جاتی ہیں۔ اس کی کئی ایک مثالیں پیشتر ازیں اخبارات میں آچکی ہیں۔ اور آج کی اشاعت میں بھی کسی

دوسری جگہ ایک مسلمان کا واویلہ استفتا کی صورت میں آپ پڑھیں گے۔

اس استفتا پر مولانا عبدالستار صاحب کے فاضلانہ فتوے کے علاوہ ہم مولوی عبداللہ ٹونکی مرحوم کا بھی وہ فتویٰ صاحب مستفتی کو یاد دلاتا چاہتے ہیں۔ جو انہوں نے غالباً ۱۳۲۸ھ میں ایک ایسے ہی استفتا کے جواب میں دیا تھا۔ اور انہیں حنبلی فقہ کی کتاب الروض المربع ۳۲۳ کے حوالے سے یہ ثابت کیا تھا۔ کہ امام احمد حنبل کے نزدیک ایسے حالات میں حاکم کو چاہئیے کہ نکاح فسخ کرا دے اور ساتھ ہی بتا رہا تھا کہ علمائے احناف کرام نے بھی ضرورت کے موقعوں پر ائمہ اہل سنت والجماعت میں سے برخلاف مذہب حنفی کے کسی دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت دے دی ہے

اس سے ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں جیسے کہ استفتا میں بیان کئے گئے ہیں طلاق کا ہو جانا لازمی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ قاضی یا حاکم پر موقوف ہے کہ وہ طلاق دلادے اور موجودہ انگریزی عدالتوں میں جو شرح محمدی رائج ہے۔ اس کے رو سے عورت کے حقوق کے بیں یہ داخل نہیں۔ کہ وہ طلاق لے سکے۔ حالانکہ اسلام میں خلع کا مسئلہ صاف ہے

پس ہمارے مسلمان اخبارات اور ذی اثر صحاب کا یہ فرض نہیں۔ کہ وہ ایسے ناقص قوانین کو بدلوانے میں ساعی ہوں۔ اور مسلمانوں کی بڑھی ہوئی مرض کے دفعیہ کی کوشش کریں۔

راجہ جنگ میں سکھوں اور مسلمانوں کا معاملہ

راجہ جنگ ایک مقام ہے جہاں سکھوں اور مسلمانوں میں ہمیشہ کشا کشی رہتی ہے اس باہمی اویزش کو دور کرنے کے لئے بعض افرادی کوششیں بھی عمل میں آئی ہیں۔ لیکن ناکام۔ اب پھر گورنمنٹ نے اعلان کیا ہے۔ کہ وہاں سکھوں کی طرف سے مسلمانوں کو اذان دینے سے روک دیا گیا ہے جس سے سکھ اخبارات نعل در آتش ہیں۔ کہ گورنمنٹ مسلمانوں کی رعایت کرتی ہے۔ کہ سکھوں کی ان حرکات کا تو عام کرتی ہے لیکن مسلمانوں کے اس قصور کا نام بھی نہیں لیتی۔ کہ وہ جھٹکہ پر معترض ہوتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ منتظمین دربار صاحب امرتسر نے ایک مہینہ ہوا مسلمانوں کو دربار صاحب میں نماز پڑھنے کی اور اذان دینے کی اجازت دی تھی۔ ہم مانتے ہیں۔ کہ منتظمین دربار صاحب نے اگر ایسا کیا۔ تو انہوں نے فی الواقع اس رواداری کا ثبوت دیا۔ جو انسانی آزاد خیالی کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ یہ بھی اعتراف کرتے ہیں۔ کہ راجہ جنگ کے مسلمان اگر سکھوں کے جھٹکہ پر معترض ہوتے ہیں۔ تو یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ کسی دوسری قوم کا فعل ان کے لئے باعث گناہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی اس سے ان کے جذبات کو کوئی صدمہ پہنچتا ہے۔ وہ بیشک اپنا ذبیحہ کھائیں۔ اور دوسروں کو ان کا طریق برتنے دیں۔ سوائے اس کے کہ نرمی کے ساتھ تبلیغ حق کے طور پر ان کو کہہ دیا جائے۔ کہ یہ صحیح نہیں۔

لیکن سوال یہ ہے۔ کہ کیا ان سب باتوں سے گورنمنٹ کا وہ اعلان غلط ہو جاتا ہے۔ جس میں سکھوں پر بندش اذان کا الزام دیا گیا ہے۔ ہم اپنے سکھ معاصرین سے عرض کرتے ہیں۔ کہ اگر ہو سکے۔ تو خود موقعہ پر پہنچکر تحقیقات کریں۔ یا اپنے لیڈروں کو اس طرف متوجہ کریں۔ کہ وہاں آ جائیں۔ اور اگر فی الواقعہ گورنمنٹ کا اعلان صحیح ہے۔ تو خواہ مخواہ اس پر لے دے کرنے کے بجائے اپنے سکھ بھائیوں کو سمجھا کر اسکا دفعیہ کر دیں۔

سکھ اور مسلمان جہانتک گورو نانک اور ان کی تعلیم کا تعلق ہے۔ کوئی دو قومیں نہیں۔ یہ الگ امر ہے۔ کہ بعض پولٹیکل وجوہات نے سکھوں کو مسلمانوں سے ایک عرصہ سے دور کر رکھا ہے۔ ورنہ اگر گرنتھ صاحب کو دیکھا جائے۔ اور پاکیزہ کلمات کو پڑھا جائے۔ جو بابا نانک علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمائے ہیں۔ ایسا ہی اس چولہ کو اگر دیکھا جائے۔ جو آج تک ڈیرہ بابا نانک میں محفوظ چلا آتا ہے۔ تو اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ کہ سکھ اور مسلمان ایک ہی قوم تھی۔ باوجود اس قرابت کے اذان تک دینے سے جس کی تلقین خود بابا نانک نے بھی کی ہے۔ روکنا سخت افسوسناک ہے۔ ضرورت ہے کہ سکھوں کو بابا نانک علیہ الرحمۃ کی اس تعلیم سے واقف کیا جائے۔ تاکہ وہ اپنے گرو کے نقش قدم پر چلکر راہ ہدایت کو پائیں۔ اور یہ آئے دن کی نزاع ختم ہو۔

سب کمیٹی مسلم لیگ کا اعلان

اوپر کا نوٹ لکھا جا چکا تھا۔ کہ مسٹر عبدالحمید بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ سکرٹری سب کمیٹی مسلم لیگ کا اعلان ۲۹ر مارچ کے ٹریبیون میں ہماری نظر پڑا۔ مسٹر عبدالحمید نے راجہ جنگ کے متعلق گورنمنٹ کے اعلان کا حوالہ دیتے ہوئے ان کوششوں کا ذکر کیا ہے۔ جو تقریباً ایک ماہ سے امرتسر مسلم لیگ کیطرف سے ان فسادات کو رفع کرنے کے لئے عمل میں آ رہی ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ لیگ مذکور کی اپنی ۱۹ر فروری کی مجلس کے نوٹس میں یہ بات آئی۔ کہ راجہ جنگ کے سکھ باشندے مسلمانوں کو نماز کے لئے اذان دینے سے روکتے ہیں۔ اور کہ اسبارہ میں لاہور کے لیڈروں اور دوسرے لوگوں نے جو کوششیں کیں۔ وہ ناکام رہی ہیں۔ اسپر لیگ نے ایک سب کمیٹی مقرر کی جس کے پریزیڈنٹ خواجہ غلام لیسین اور سیکرٹری مسٹر عبدالحمید ہوئے۔ تاکہ وہ راجہ جنگ کے واقعات کی تحقیقات کریں۔ اور اسکا کوئی فیصلہ کریں۔ اسوقت سے راجہ جنگ کے سکھوں کا مسلمانوں کو اذان سے روکنا پایہ تحقیق کو پہنچ چکا ہے۔ اور سب کمیٹی اور ایس بی پی سی سکھ لیگ کے درمیان خط و کتابت جاری ہے۔ اس سکھ لیگ نے ۲۲ر مارچ کو راجہ جنگ کا معاملہ مرکزی سکھ لیگ کیطرف منتقل کر دیا ہے۔ کہ وہ اسبارہ میں فوری اور مناسب کارروائی کر سکیں۔

سب کمیٹی کی تحقیقات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ سردار کھڑک سنگھ اور مہتاب سنگھ صاحبان جیسے ذی اثر سکھ لیڈروں کی شمولیت اس معاملہ میں ضروری ہے۔ اور اس لئے ان کو لکھا گیا ہے۔ اس سے پیشتر سکھ کمیٹیوں نے تسلی بخش فیصلہ کرنے میں کچھ زیادہ قدم نہیں بڑھایا۔ لیکن ملک کے فائدہ کے لئے یہ امید

ولایتی ڈاک

مسیح کا نام مشن سکولوں میں

ہندوستان کے مشن سکولوں میں مسیحیت کی تعلیم آجکل جو اثر رکھتی ہے وہ ان مضطربانہ رپورٹوں سے ظاہر ہے۔ جو ہندوستان سے ولایت میں آئے دن پہنچتی ہیں۔ اور جسکا نتیجہ یہ ہے کہ حال میں لندن مشنری سوسائٹی نے اپنے ڈائرکٹروں کی ایک مجلس میں اس مسئلہ کو پیش کیا ہے۔ کہ مشنری سکولوں میں سے مسیح کا نام اڑا دیا جائے۔

اس جلسہ میں بقول ڈیلی نیوز مورخہ یکم فروری ۱۹۲۲ء بورڈ آف ڈائرکٹرز کے ۱۸۷ ممبر شامل تھے جنہوں نے نہایت "خوش مزاجی اور ٹھنڈے دل" کے ساتھ اس مسئلہ پر بحث کی۔ صرف دو ڈائرکٹران۔ ایک لیڈی۔ اور ایک عامی آدمی نے اس ترمیم کے حق میں آواز اٹھائی۔ کہ

"سوسائٹی کے کاروبار کے کسی حصہ (سکولوں۔ ہوسٹلوں اور گرجاؤں) سے بھی مسیح کے نام اور اس کے کارناموں کو خارج کرنے کی کوئی منظوری نہیں دیجا سکتی"

لیکن یہ ترمیم اس کثرت رائے کے سامنے جو ان چار آوازوں کے بالمقابل تھی۔ ھبا منثورا ہوگئی۔ اور آخری فیصلہ کثرت رائے سے یہ ہوا۔ کہ ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کیجائے۔ جو آئندہ موسم سرما میں ہندوستان آکر تمام حالات کو دیکھے اور اپنی رپورٹ موسم بہار میں سوسائٹی کے سامنے پیش کرے۔

ڈاکٹر جووٹ جو ویسٹ منسٹر کانگریگیشنل چرچ کے پادری ہیں۔ اور جن کی تقریر نے سوسائٹی مذکور کی رائے در اصل بدلا۔ اور کمیشن بھیجنے کی تجویز ہوئی۔ ان اعتراضوں کی بوچھاڑ کی تردید جو اس فیصلہ پر کئے جا رہے ہیں اخبار چیلنج میں لکھتے ہیں۔

"بورڈ نے مسیح کے نام کو ہندوؤں میں بدنام کرنے کے لئے یہ کارروائی نہیں کی۔ بلکہ اسے ذلت سے بچانے کے لئے ایسا کیا ہے۔ کس طرح ہم ایک عقلمند ہندو پر فتح پا سکتے اور اسے اپنے مذہب کے اندر پورے طور پر قدم بقدم لا سکتے ہیں ...... یہ اسکی خودداری اور اس کی ضمیر کے حقوق کو محفوظ کرنے اور اسکو اسبات کا علم دینے پر منحصر ہے۔ کہ مسیح اُسکا نجات دہندہ ہے"

اسلامک ریویو نے ڈاکٹر جووٹ کے ان الفاظ پر بجا لکھا ہے۔ کہ کلیسائی وہ خلاف عقل تعلیم جو مسیح کے پاک نام سے منسوب کیجاتی ہے۔ ایک مسلمان جو مسیح کو اللہ تعالیٰ کا سچا پیغمبر تسلیم کرتا ہے۔ ہرگز گوارا نہیں کر سکتا تو ایک ہندو جو سرے سے مسیح کو مانتا ہی نہیں۔ ان باتوں کو کس طرح تسلیم کرے گا پس مسیح کے نام کو فی الحقیقت اس ذلت سے پاک کر دینا چاہئے۔ جو موجودہ کلیسائی معتقدات کیوجہ سے اس پر عائد ہوتی ہے۔

چین میں عیسائیت کی ترقی رفتار

قبل ازیں ہم چین عیسائی مشنریوں کے کارناموں کا تذکرہ مختصراً کر چکے ہیں۔ اب مسیحی رسالہ "انٹرنیشنل ریویو آف مشنز" وہاں مسیحیت کی دہ سالہ کوششوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ ۱۹۰۹ء میں چین میں مشنریوں کی تعداد ۴۲۹۹ تھی۔ اور ۲۷۹۰۵ آدمیوں کو وہاں بپتسمہ دیا گیا۔

اس کے بالمقابل ۱۹۱۹ء میں ۶۱۵۶ مشنری ہوگئے۔ اور ۶۵۰۰۰ نفوس کو اس سال بپتسمہ دیا گیا۔

غور کی بات ہے۔ اسقدر مشنریوں کی تعداد کے بالمقابل اس کامیابی کی کیا حقیقت ہے۔ جو بتائی گئی ہے۔ کہاں ایک دو مسلمان مشنریوں کا انگلستان جیسے ملک میں اسی دس بارہ سال کے عرصہ میں چار صد آدمیوں کو حلقہ بگوش اسلام کرنا یا افریقہ کے وحشیوں کو ہزارہا کی تعداد میں تمام بڑی بڑی مشنریوں کے علی الرغم مسلمان بنانا اور کہاں ان ہزارہا مشنریوں کا اتنے بھی لوگوں کو عیسائی نہ بنا سکنا جتنی ان کی اپنی تعداد ہے۔

اس سے ظاہر ہے۔ کہ عیسائیت کو اپنے ہر قسم کے ساز و سامان کے باوجود کسقدر ناکامیوں کا سامنا ہے۔ اور اسلام کے سادہ اصول باوجود ہر طرح کی مالی و جسمانی مشکلات کے کس طرح سے دلوں پر فتح پا سکتے ہیں۔

کاش مسلمان اس طرف توجہ کریں۔ اور ان حقائق سے سبق حاصل کر کے حفاظت و اشاعت اسلام کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ تو بہت جلد انہیں دنیا میں وہ عظمت حاصل ہو سکتی ہے جسکا انہیں وہم و گمان بھی نہیں۔

امریکہ اور انسداد شراب

امریکہ میں جب سے انسداد شراب کا قانون پاس ہوا ہے اہل انگلستان ہر قسم کی افواہیں پھیلاتے رہتے ہیں۔ بعض تو سرے سے اسبات سے انکاری ہیں۔ کہ وہاں فی الحقیقت شراب بند بھی ہوئی ہے۔ بلکہ جو آئے دن وہاں کے لوگوں کے خفیہ طور پر شراب استعمال کرنے کا ذکر سناتے رہتے ہیں۔ بعض جو مانتے ہیں۔ کہ وہاں فی الحقیقت لوگوں نے شراب چھوڑ دی ہے۔ مختلف پیرایوں میں اسپر ہنسی اڑاتے اور انسداد شراب کو "امریکہ کی خشکی" سے تعبیر کرتے ہیں

حال ہی میں امریکہ کے اخبار "لیڈیز ہوم جرنل" کا ایڈیٹر لندن میں پہنچا ہے۔ تاکہ وہاں رنگسازوں۔ چھپائی کا کام کرنے والوں اور مصوروں کے کام کا مطالعہ کرے۔

اخبار ٹائمز کا ایک نامہ نگار اس ایڈیٹر سے جا کر ملا۔ اور منجملہ اور سوالات کے شراب کے متعلق بھی اس سے پوچھا کہ وہاں کیا حال ہے۔ تو اس نے یہ جواب دیا۔ کہ "امریکہ کی ریاستہائے متحدہ میں تو شراب ہمیشہ کے لئے بند ہو گئی ہے"

نامہ نگار مذکور نے یہ بھی پوچھا۔ کہ پچھلے دنوں جو یہ داستانیں یہاں سنائی جا رہی تھیں۔ کہ امریکہ میں لڑکیاں شراب کے گلاس اٹھائے لئے پھرتی ہیں۔ وہ کہانتک حقیقت پر مبنی ہیں ؟

ایڈیٹر مذکور نے جواب دیا۔ کہ "مجھے یہ بتایا گیا ہے۔ کہ بندش شراب کا قانون وہاں مسلط ہو گیا۔ تو جوہریوں نے نہایت اعلےٰ قیمتی اور سونے چاندی میں جڑے ہوئے گلاس اپنی دکانوں کی کھڑکیوں میں رکھ دیئے۔ جن کو حاصل کرنا وہاں کا فیشن ہو گیا۔ لیکن پھر بھی حالت یہ تھی۔ کہ اگر کوئی شخص کسی بڑے بھاری مجمع میں جائے جس میں امریکہ کی بہت اعلےٰ سوسائٹی کے لوگ شامل ہوں۔ جیسا کہ مثلاً بیس بال اور ہارورڈ کی کھیل کے موقعہ پر ساٹھ ہزار تماشائیوں کا مجمع تھا۔ تو ان میں بھی پانچ سے لیکر بیس تک شراب کے گلاس غالباً ہوں گے۔ اس سے زیادہ نہیں"

اس کے علاوہ بتایا کہ "خفیہ طور پر شراب بنانا اب کم ہو رہا ہے۔ کیونکہ یہ محض ایک مصیبت ہی ہے۔ اور جو شراب اس طرح بنتی ہے۔ وہ ناگفتہ بہ طور پر بُری اور خطرناک ہوتی ہے"

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امریکہ میں انسداد شراب کا قانون آخر کار مؤثر ثابت ہو رہا ہے۔ اور اگرچہ ابھی بالکل شراب کا بیج وہاں سے نہیں اُٹھ گیا۔ مگر اب وہ قریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔

اہل انگلستان اور سب سے بڑھ کر ہندوستانیوں کو اس سے سبق سیکھنا چاہیئے۔ اگر مغرب ہی کو آج ہندوستان نے اپنا پیشوا سمجھا ہے۔ تو کاش اس کے ان حسنات سے بھی بہرہ ور ہو۔

اسلامی سلطنت کی توسیع

"نیو ورلڈ آف اسلام" کے نام سے ایک کتاب حال ہی میں ایک امیرا مصنف نے تصنیف کی ہے۔ جو ہماری بھی نظر سے گذری ہے۔ اس کتاب پر یورپ کے قریباً تمام اخبارات نے ریویو کیا ہے۔ ان میں سے اخبار "نیشن اینڈ ایتھنم" میں مسٹر ہیویلاک ایلس نے اسی کتاب پر ریویو کرتے ہوئے ذیل کے الفاظ اسلام کے متعلق لکھے ہیں :-

"قریباً پینتیس سال ہوئے ایک فاضل مسیحی نے جو ایک مضبوط اور خود مختار رائے کا انسان تھا۔ نہ صرف انگریزی کلیسا کو بلکہ عام پبلک کو بھی حیران و ششدر کر دیا تھا۔ اس نے مسلم مشنریوں کی کوششوں کی روز افزوں کامیابیوں جو بالخصوص افریقہ میں حاصل ہوئیں۔ ذکر کیا۔ اور یہ بتایا۔ کہ یہ کچھ زیادہ قابل افسوس بات نہیں۔ کیونکہ اسلام ہمیشہ ان لوگوں کے دلوں کو اپیل کرتا ہے جو عیسائی مشنوں کے اکثر ناکام طریق عمل کو دیکھ چکے ہیں۔ اور اس طرح سے بہر حال وہ وحشت و بربریت سے اٹھ کر تہذیب کے اعلیٰ مقام پر جا پہنچے ہیں"

آگے چلکر مسٹر ایلس رقمطراز ہیں :-

"یہ صحیح ہے۔ کہ اسلامی سلطنت اب جنوبی یورپ میں جہاں وہ کسی وقت وائنا تک جا پہنچی تھی۔ باقی نہیں رہی لیکن دوسری طرف وہ ہمیشہ جنوب کی طرف بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اور افریقہ میں اسکا تسلط ہوتا چلا جا رہا ہے"

کیا اسلام کی ترقی سے مایوس ہو جانے والے کسی اسلامی سلطنت سے وابستہ قرار دینے والے الفاظ کو عبرت کی نگاہوں سے دیکھیں گے۔ اور کم از کم ان حقائق کو دیکھکر ہی لا ییئسوا من روح اللہ پر عامل ہونگے ؟

مسیحیت مسلمانوں میں کیوں ترقی نہیں کرتی

ڈاکٹر زویمر نے لندن کے رسالہ "ایسٹ اینڈ ویسٹ" میں ایک مضمون لکھا ہے جس میں یہ بتایا ہے۔ کہ مسیحیت کیوں مسلمانوں میں زیادہ ترقی نہیں کرتی۔ اسکا سبب اس نے یہ بتایا ہے۔ کہ اسلام میں بعض فقہاء نے ارتداد کی سزا موت قرار دی ہے۔ اور اس لئے جو شخص مسلمان سے عیسائی ہو جائے اسکو اپنی جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ ڈاکٹر مذکور رقمطراز ہے۔ کہ

"باوجود ان انتظامات اور وعدوں کے جو عیسائیوں کی طرف سے نو مریدین کو دئیے جاتے ہیں۔ ہر ایک مسلمان جو مسیحیت سے کچھ دلچسپی ظاہر کرتا ہے۔ اپنی جان کو ہتھیلی پر ہی رکھتا ہے۔ اور اس کی سلامتی سوائے اس کے نہیں کہ وہ بھاگ کر اپنی جان بچالے"

فقہاء نے مرتدین کی سزا قتل کن حالات میں قرار دی۔ اور قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم کا عمل کس حد تک ایسی سزا کے خلاف ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے۔ کہ اسلام نے مذہبی آزادی کو کسقدر ترقی دی ہے۔ ان تمام باتوں کو اسوقت چھیڑنے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ بلکہ صرف ہم اس روزمرہ کے مشاہدہ کو پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جو ہم میں سے اکثر نے دیکھا ہے کہ بعض مسلمان عیسائی ہوئے ہیں۔ اور ہرگز انکو کوئی ایسی سزا نہیں دی گئی جسکا ذکر ڈاکٹر زویمر نے کیا ہے۔ اور تو اور ابھی اگلے ہی دن ہم نے ڈاکٹر شیروڈ ایڈی کے الفاظ نقل کئے تھے۔ کہ قسطنطنیہ اور مصر میں مسلمان نوجوان عیسائیت سے اپنی دلچسپی علانیہ ظاہر کرتے ہیں۔ تعجب ہے۔ کہ ڈاکٹر زویمر کا فرضی خوف انکو کیوں لاحق نہیں۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ اسلام کے مقابلہ میں عیسائیت کو جو ناکامی اور شکست آئے دن ہوتی ہے۔ اس پر پردہ ڈالنے کا یہ ایک طریق اب ہو گیا ہے۔ ورنہ عیسائی مشنری علانیہ اس حقیقت کا اعتراف کر چکے ہیں۔ کہ اسلام کے سادہ اصولوں کے سامنے عیسائیت نہیں ٹھہر سکتی۔ اور عیسائیت کو اگر خوف ہے۔ تو محض اسلام کا۔ اور اسی لئے اسلام ہی اسکا زیادہ تر مقابلہ بھی ہے۔

مسئلہ تقدیر پر کچھ

ایڈیٹر "پیغام صلح" جن دنوں ولایت میں تھا۔ ایک مضمون اس نے وہاں سے ایک تھیٹریکل کھیل پر لکھا تھا۔ جس میں بتایا گیا تھا۔ کہ کس طرح سے گزشتہ جنگ کے ہولناک حوادث نے لوگوں کا ایمان خدا پر سے اُٹھا دیا ہے۔ اس مضمون کو پڑھ کر حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ایک خط ہمیں لکھا تھا۔ جو اس وقت ہمیں ہمارے رکھے ہوئے کاغذات میں سے مل گیا ہے۔ اور اس قابل ہے۔ کہ ناظرین کرام کی نذر کیا جائے۔ وھو ھذا۔

آپ کا خط جس میں مذہب کا خاکہ تھیٹر میں اُڑایا گیا بہت دلچسپی سے میں نے پڑھا۔ اور "حضرات پادر" کی بے بسی کا نظارہ بھی دیکھا۔ اصل میں یہ مذہب فطرت کو نہ جاننے کا نتیجہ ہے۔ جس طرح فطرت کے ظاہری اسباب کا علم ہونے سے سائنس کی ترقیات کبھی نہیں ہو سکتیں۔ اسی طرح فطرت کے باطنی اسباب کا علم نہ ہونے سے روحانی ترقیات اور معرفت کا دروازہ بند رہتا ہے۔ اصل میں "تقدیر" کا مسئلہ اس قدر اہم ہے۔ کہ جب تک ابتدا سے کل مسئلہ اچھی طرح نہ سمجھا جائے۔ اور سیڑھی بہ سیڑھی اس کے کل مراحل کو طے نہ کیا جائے اور ساری کڑیاں زنجیر کی درست نہ ہوں یہ باتیں حل نہیں ہو سکتیں۔ محض ایمان بغیر دلیل اور بغیر عقل کے جیسا کہ عیسائی مذہب کا اصول ہے کبھی قلب انسانی کو مطمئن نہیں کر سکتا۔ انسان کی

پیدائش کی علت غائی

جب تک ذہن میں مدنظر ہو کوئی بات کبھی بھی حل نہیں ہو سکتی۔ اور سب سے مشکل اور سب سے ضروری مسئلہ یہی ہے۔ اور افسوس ہے۔ کہ اسی کی طرف توجہ نہیں۔ لہذا یہ ساری مشکلات راستہ میں حائل ہو جاتی ہیں خود قرآن کریم نے بھی انسان کو اسطرف توجہ کرنے کے لئے بڑے زور سے تاکید کی جاتی ہے۔ فرماتا ہے۔ افحسبتم انما خلقنکم عبثاً وانکم الینا لا ترجعون۔ ایک تو بتایا کہ پیدائش عبث نہیں کوئی مقصد ہے دوم یہ کہ یہی دنیا ہی نہیں بلکہ ایک اور عالم بھی ہے۔ جو اس عالم کا متمم اور مکمل ہے۔ جب تک وہ ساتھ نہ ملے اس عالم کی بہت سی باتیں ناتمام اور نامکمل معلوم ہوتی ہیں۔ اور سمجھ نہیں آتیں۔ اس کے ملانے سے یہ گتھی سلجھ جاتی ہے۔

انسان کی پیدائش کی علت غائی کا گو ظہور کچھ اس عالم میں بھی ہوتا ہے۔ مگر صحیح مظہر وہی دوسرا عالم ہے۔ اس عالم میں جو اسباب و نتائج کے زبردست قانون سے مرکب ہے۔ کوئی باہر نہیں ہو سکتا۔ آگ ایک نبی کا ہاتھ اسی طرح جلا دے گی جیسے ایک عاصی کا۔ ایک نیک بڑھیا بیوہ کے بیٹے کو گولی اُسی طرح ہلاک کر دے گی جسطرح ایک ظالم ستمگار کے۔ ولن تجد لسنت اللہ تبدیلا۔ لیکن کوئی مصیبت انسان کی پیدائش کی علت غائی اور اصل مقصد میں حارج نہیں ہو سکتی۔ بڑھیا بیوہ جو نیک ہے اپنے مقصد کو پالے گی۔ مگر ظالم ستمگار اپنے مقصد کو نہیں پا سکتا۔ دنیا کے فانی سکھ اور دکھ اس اصل مقصد پیدائش انسانی میں حارج نہیں ہو سکتے جو ابدی اور حقیقی راحت کے لئے منزل مقصود ہے۔ غرضکہ یہ ایک لمبا مسئلہ ہے۔ جو بجائے خود ایک مستقل رسالہ کو چاہتا ہے۔

اصلاح اوقاف

اوقاف کی اصلاح کے متعلق مسلمانوں کو بار بار توجہ دلائی گئی بعض مقامات پر اس بارہ میں کوششیں بھی عمل میں آئیں مگر افسوس ہے۔ کہ نتیجہ بجز حسرت و یاس کے اور کچھ نہ نکلا۔ ہماری اس غفلت و بے پروائی پر اغیار دل میں ہنستے ہیں اور دردمند دل آنسو بہاتے ہیں۔ کروڑوں روپیہ کی جائدادیں خود غرض افراد کے ہاتھوں برباد ہو رہی ہیں۔ اور قوم کی دولت نا قدر شناسوں کی بے قدری سے خاک میں مل رہی ہے۔ لائق ہم قلم "پیغام صلح" اس باب میں "وکیل" کی کوششوں کا ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے۔ کہ دو ہی چیزیں ہیں جو ہمیشہ ترقی و عروج کا باعث ہوتی ہیں۔ علم و عقل اور عزم صمیم و ہمت عظیم۔ افسوس ہے۔ کہ مسلمان آج ان دونوں نعمتوں سے محروم ہیں۔ ہمارے ہمعصر کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے اگرچہ مسلمانوں نے اس طرف مطلق توجہ نہیں کی۔ لیکن گورنمنٹ اس مسئلہ پر غور کر رہی ہے۔ عنقریب یہ سوال مجلس وضع قوانین میں پیش ہو کر ہماری بے حسی پر توجہ کناں ہوگا۔

ناظرین "پیغام صلح" کی خدمت میں

ہم پھر یہ التماس کرنا چاہتے ہیں۔ کہ قوم کے اس واحد آرگن کی توسیع اشاعت میں حصہ لینا ان کے قومی فرائض میں سے ہے۔ "پیغام صلح" اپنی استطاعت کے مطابق اپنے فرض کو انجام دے رہا ہے۔ کیا اس کے پڑھنے والے بھی کم از کم "چار نئے خریدار" پیدا کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے؟

اقتباسات

قدیم ملیبار پر کچھ روشنی

ملیبار کی تاریخ دلچسپ حالات سے لبریز ہے۔ جب ہندوستان میں مہاراجہ اشوک کی حکومت قائم ہوئی۔ تو علاقہ دکن آزادی کی برکات سے بہرہ اندوز ہو رہا تھا اس علاقہ کو اس وقت کرولا یا ملیبار کہا جاتا تھا۔ یہاں اجودھیا کا برہمن خاندان حکمران تھا۔ چونکہ یہ خاندان ویدوں کو ماننے والا تھا۔ اس لئے سارے ملک کے پیروان وید یہاں آکر پناہ گزین ہوئے کچھ مدت بعد ملک کرولا چھیا سٹھ پرگنوں میں تقسیم ہو گیا۔ ہر پرگنہ میں ایک ایک برہمن حکمران منتخب ہو کر حکومت کرتا جس کی میعاد عہدہ تین برس ہوتی۔ اس طرح برہمن حکومت کرتے۔ اور قدیم بات کاشت کاری میں مصروف رہتے۔ کچھ زمانے گذرنے کے بعد اس تمام علاقہ پر ایک راجپوت خاندان قابض ہو گیا۔ اور برہمنوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد ایک دوسرا راجپوت خاندان رونما ہوا۔ اور ملک دو حصوں میں تقسیم ہو کر دو الگ الگ ریاستیں قائم ہو گئیں۔ شمالی ریاست کا نام کنارہ اور جنوبی کا نام ملیبار رکھا گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان میں بودھوں کی سلطنت کا زوال شروع ہو چکا ہے لیکن اُن کی مذہبی تبلیغ برابر جاری رہی۔ چنانچہ انہوں نے بہت جلد اس جنوبی علاقہ کے حکمرانوں کو بدمذہب کا پیرو بنا لیا۔ یہاں کے لوگوں نے اس نئے مذہب کو بہت پسند کیا۔ اس لئے کہ اس نے آتے ہی تمام نسلی بندشیں توڑ دیں۔ اسی اثنا میں چیر چولا۔ پانڈہ کی ریاستیں دکن میں قائم ہوئیں۔ کنارہ کی ریاست کو ان ریاستوں نے ہضم کر لیا۔ لیکن ملیبار کی ریاست بدستور قائم رہی۔ اور اسی خاندان کے آخری راجہ کو مسلمان ہونے کا شرف حاصل ہوا جس کا تذکرہ کسی گذشتہ اشاعت میں آچکا ہے۔

روس کے مفتی اعظم کا انتقال

مسلمانان روس کے مفتی اعظم مفتی جان بارودی کا ماسکو میں انتقال ہو گیا مفتی صاحب نے مسلمانان روس کی بیداری میں خاص حصہ لیا۔ اور اُن کی ساری عمر اپنے ہم قوموں کی مساعی فلاح و بہبود میں گذری وہ ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے تھے۔ بخارا کی اسلامی یونیورسٹی میں تعلیم پائی۔ اور وہیں شریعت اسلامی کے لکچرار مقرر ہوئے۔ روس کے اسلامی ذہنی و معاشری مرکز قازان میں انہوں نے ایک اسلامی سکول قائم کیا۔ جو ۱۸۸۰ء میں قازان مسلم یونیورسٹی بن گیا۔ مفتی صاحب نے یونیورسٹی کے ساتھ ایک سائنس کا کالج بھی قائم کیا جس میں انہوں نے تمام ملک کے مسلمان طلبہ کو جمع کیا۔ قدیم خیال کے علماء اور بالخصوص بخارا کے مدرسہ کلیہ کے اساتذہ نے اُن سے شدید اختلاف کا اظہار کیا۔ مگر وہ ان سب مشکلوں پر غالب آئے۔ جو کام ہندوستان میں سر سید احمد خاں نے اور مصر میں محمد عبداللہ نے کیا۔ وہی روس میں مفتی عالم جان نے کیا۔ مفتی صاحب کی مخلصانہ اور سرگرم کوششوں نے روس۔ آذربائیجان اور ترکستان کے مسلمان تاجروں کو اس طرف متوجہ کیا۔ اور قازان بہت جلد مسلمانوں کا ذہنی۔ اجتماعی اور اخلاقی مرکز بن گیا۔ وہاں کے سکولوں اور کالجوں اور مدارس نسوان اور کتب خانوں کی حیرت انگیز ترقی کو دیکھکر ایک یورپین مدبر نے کہا تھا۔ کہ مسلمانان روس پادریوں کے بوجھ کے نیچے دبے ہوئے مسیحی روسیوں سے زیادہ "یورپین" ہیں۔

مفتی اعظم کا اہم کارنامہ

روسی مسلمانوں کے اس بڑھتے ہوئے علم و فضل و اثر و رسوخ کو بھلا حکومت زار کے ارباب حل و عقد کیونکر سکون خاطر کے ساتھ دیکھ سکتے تھے انہوں نے مفتی اعظم کی سرگرمیوں کو روکنے کی بہت سی کوششیں کیں۔ مگر جب کامیابی نہ ہوئی تو مفتی صاحب کو شمالی روس کے صوبہ ولوگوڈسکی میں قید کر دیا۔ ان کی خلاف قانون گرفتاری سے مسلمانان روس سخت رنجیدہ ہوئے۔ اور حکام روس نے اُن کی گرفتاری کی خبر کو حدود روس سے باہر نہ جانے دیا۔ لیکن جس تحریک کو مفتی نے شروع کیا تھا۔ وہ برابر ترقی کرتی رہی۔ سلطان عبدالحمید مرحوم نے جب مفتی عالم جان کے ساتھ اس بدسلوکی کی خبر سُنی۔ تو اُن کی استدعا پر انہیں ترکی میں رہنے کی اجازت دی۔ صحت کی خرابی سے وہ کچھ مدت خاموش رہے۔ مگر صحت کے بحال ہوتے ہی ۱۹۱۱ء میں انہوں نے پھر تمام روسی اور تاتاری مسلمانوں کو باہم ملانے کے لئے پروپاگنڈا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ اس کا اثر محسوس ہونے لگا۔ اور تمام روسیوں کی ایک جمہوری جماعت قائم ہو گئی جس نے انقلاب روس کے رونما ہونے پر مسلمانوں کو بیحد فائدہ پہنچایا۔ ۱۹۱۷ء کے انقلاب روس میں روس و تاتار کے مسلمانوں نے بالاتفاق ان کو اپنا مفتی اعظم اور بزرگان اسلام کی کونسل کا صدر منتخب کیا۔ گورنمنٹ روس نے سرکاری طور پر ان کے ان عہدوں کو تسلیم کیا۔ آخرکار عمر بھر کی سرگرم مساعی کے بعد مفتی اعظم کا دسمبر گذشتہ میں انتقال ہو گیا۔ اصل زندگی وہی ہے۔ جو قوم کے کام آئے۔ مفتی عالم جان کی زندگی قوم کے لئے تھی ان کی ساری عمر اسی دشت کی بادیہ پیمائی میں گذری۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اُن کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ اور اُن کی تحریکوں کی سرحد کو وسعت دیں۔

گزشتہ سیر الاولین

مسلمہ بن عبدالملک بن مروان

از بابو محمد حسین صاحب امجد

عموریہ کی فتح کے بعد حضرت مسلمہ نے اہل عموریہ کے آگے دو صورتیں پیش کیں یعنی یا تو وہ اسلام قبول کریں۔ یا جزیہ دیکر اپنے سابقہ مذہب پر قائم رہیں چنانچہ جب معاملہ طے ہوگیا۔ تو وہاں کے ہی ایک آدمی کو وہاں والا اور حاکم مقرر کرکے مسلمہ آگے بڑھ کر شہر تقفوریہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس شہر میں ساٹھ ہزار سواروں کی فوج تھی پیادہ کوئی نہ تھا۔ اور یہاں کے بادشاہ کو تغفور اعظم کہا جاتا تھا۔ مسلمہ کی فوج کشی سے وہ غافل نہ تھا۔ کیل کانٹے سے درست ہوکر میدان میں اپنی فوج کو لیکر نکل پڑا اور مسلمہ کی فوج ظفر موج پر بڑی دلیری سے حملہ آور ہوا۔ اسکا حملہ اسقدر سخت اور زبردست تھا۔ کہ مسلمانوں کے پیر اپنی جگہ سے اُس نے اکھیڑ دئے۔ اور یہانتک اُن کو دبایا کہ مسلمانوں کی فوج بالکل منتشر ہوگئی مسلمہ کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ مگر آپ کی ہمت وجرأت میں ذرا بھی فرق نہ آیا۔ نہایت دلیرانہ لہجہ میں آپ نے آواز دی۔ کہ اے شامیو! کہاں تک بھاگو گے یاد رکھو۔ شام تمہارے ہاتھ سے گیا۔ اور اہل روم کا قبضہ ہوا۔ اگر تم نے اُن کے مقابلہ میں منہ پھیرا اور پیٹھ دکھائی تو تمہاری ہمت اور جسارت کا خاتمہ ہوگیا۔ تمہارا اسلام اور خدا پر تمہارا صدق ظاہر ہوگیا۔ اس کے بعد رجاء بن حیات اُٹھے اور للکار کر کہا کہ اے سچے خدا کے ماننے والو اور اے جھوٹے بتوں سے نفرت کرنے والو تم باطل پرستوں کے مقابلے سے بھاگتے ہو۔ خدا کی نصرت اور رحمت و فضل سے ناامید ہوتے ہو۔ یہ الفاظ ایسے نہ تھے کہ جن کا اثر نہ ہوتا۔ مسلمان فوجی ایک دم پلٹے۔ مسلمہ۔ عبّاس بن مروان اور محمد بن احنف اور بہت سے دلیر مسلمان پیادہ پا ہوکر بہادرانہ طور پر تغفور کی طرف جھپٹے اور بالکل قریب آگئے۔ مسلمہ اور تغفور کا مقابلہ ہوا۔ تغفور نے حضرت مسلمہ پر تلوار کا وار کیا جو بدقسمتی سے کاری لگا۔ اور یہ فدائے اسلام بیہوش ہوکر گر پڑا۔ پھر ایک اور یورش لشکر کفار کی جانب سے ہوئی۔ اور پھر مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے مگر محمد بن عبدالعزیز نے لپک کر فدائی ملت حضرت مسلمہ کو اُٹھا لیا۔ جب آپ کو ہوش آیا۔ تو جناب مسلمہ میں ویسا ہی جوش اور وہی استقلال جرأت جسارت موجود تھی۔ کھڑے ہوکر مسلمانوں کو للکار کر کہا کہ "اے مسلمانو! اسلام کا ادنےٰ خادم زندہ ہے۔ کہاں جاتے ہو" حضرت مسلمہ کی آواز سنتے ہی مسلمانوں میں پھر رگ حمیت جوش زن ہوئی اور مسلمان ایک دفعہ پھر پلٹے اور اسقدر شدید حملہ دشمن کی پشت پر کیا کہ وہ مبہوت حیران وسراسیمہ ہوگیا۔ لاشوں کے ڈھیر لگ گئے اسی ادھیڑ بن میں شام ہوگئی اور جناب بطّال معہ اپنے دستہ فوج کے نعرۂ تکبیر کہتے ہوئے شہر کے دروازے پر جا پہنچے اور وہاں پر نہایت زبردست مورچہ جما دیا جس کے سبب دشمن کے آدمیوں کو وہاں آنے کا موقعہ ہی نہ دیا۔ اور دوسری جانب سے شدید حملے دو تین بہادروں نے کئے جسکا نتیجہ یہ ہوا تغفور معہ اپنے اکثر ہمراہیوں کے ہنگامہ زار ہی سے کوچ کر گیا۔ اور جب بقیہ لشکر نے شہر میں داخل ہونے کا قصد کیا تو بطال نے اُن کو قتل کیا اور اکثروں کو گرفتار کیا۔ پھر رات گئی لشکر اسلام شہر میں داخل ہوا۔ عورتوں اور بچوں کو پناہ دی گئی۔ مال غنیمت مال منقولہ چھ لاکھ دینار نقد ہاتھ آئے جو حسب فیصلہ اور ارشاد جناب خلیفہ عبدالملک بن مروان مسلمان سپاہیوں کی جائداد قرار دیا جاکر جابر بن حیات نے اُنمیں تقسیم کیا۔

سرور کائنات کی لائف پر اک نظر

اور

عیسائی دوستوں سے خطاب

از منشی شاہ دین صاحب دہلی

آج سے کوئی ۱۳۵۰ سال قبل کے زمانہ پر نظر ڈالتا ہوں۔ تو حیران وششدر رہ جاتا ہوں۔ جب دیکھتا ہوں۔ کہ ملک عرب میں بدیوں کو بھلائی نیکیوں کو محکومی ظلم کو عزت رحم کو ذلت دن رات کی خانہ جنگیوں کو رحمت اور صلح وآشتی کو باعث لعنت یقین کیا جاتا تھا۔ زمانہ مذکورہ میں تمام دنیا پر فساد تھا۔ کیا خشکیوں پر اور کیا پانیوں پر کیا بلندیوں پر اور کیا پستیوں پر کیا پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور کیا غاروں کی دہشت انگیز سطحوں پر۔ خود یورپ جو آج تو نیا امن کا مدعی ہوکر تہذیب تہذیب پکار رہا ہے۔ اُن دنوں حقیقت تہذیب سے محض ناآشنا جوہر عقل سے بیزار اور بت جہالت پر نثار تھا۔ مگر عرب میں سب سے بڑھا ہوا تھا۔ اِسے سب پر فوقیت حاصل تھی۔ تمام دنیا خانہ جنگیوں کی سلطنت اور یہ اسکا دارالخلافہ دارالفساد تھا۔ وہ زمانہ بہت ہی بُرا زمانہ تھا۔ تمام دنیا اِک قعر مذلت میں پڑی تھی۔ اطراف عالم پر بدیوں کی اک خطرناک ڈراسنے والی اندھیری رات چھائی ہوئی تھی۔ عالمان زمانہ خود فسق وفجور میں پڑے تھے تو یہودوں کا اللہ ہی حافظ تھا۔ انجیل کے سبق بدلنے ہوچکے تھے۔ شجر موسوی کی جڑوں کو دیمک لگ گئی تھی۔ زبور موجود تھی۔ پر اس کی تعلیم اُن کی تسلی سے عاجز تھی۔ کچھ کچھ جو اُن کو روشنی نظر آتی تھی۔ تو وہ ہبل ومنات کی تصویر ملا اور عزیٰ ونائلہ کی مورتوں میں۔ مگر وہ بھی اس لئے کہ وہ ان کے افعال شنیعہ اور دن رات کی شرمناک کرتوتوں کو دیکھکر خاموش تھے۔ اگر قدرت اللہ العالمین ان بتوں میں زبان ڈال دیتی۔ اور پھر وہ ان جاہلوں کے نظام عمل کو تبدیل کرنا چاہتے۔ تو یقیناً یہ لوگ ان سے بھی بیزار ہو جاتے۔ کیونکہ ان کی حالت بد سے بدتر ہوچکی تھی۔ اُن کا مرض اسقدر بڑھ گیا تھا۔ کہ کوئی علاج کارگر ہوتا نظر نہیں آتا تھا۔ ہاں جہاں ایک طرف ہمدرد بنی نوع انسان کے لئے یہ دل ہلا دینے والا منظر تھا

(سورہ مومن) اور آیہ ویکون الرّسول علیکم شھیدًا۔ کی تفسیر پارہ ۲ میں مولوی عبداللہ صاحب کے ترجمۃ القرآن میں یہ مقامات دیکھ لیں۔ کہ انہوں نے ان آیات کی تفسیر میں ہر ایک واعظ قرآن کو نبی اللہ اور رسول اللہ قرار دیا ہے۔ یا نہ۔ اور خود آپنے بھی اسی رسالہ کے صفحہ ۲۸ پر آیۃ قل ماکنت بدعًا من الرسل کی تفسیر میں ہر ایک مبلغ قرآن کو رسول اللہ ثابت کیا ہے۔ یا نہ۔

آپ کو حضرت مرزا صاحب سے اسقدر حسد اور بغض کیوں پیدا ہو گیا ہے۔ کہ اُن کے لئے مجدد کا خطاب بھی جائز نہیں ہے۔ اور چکڑالوی امت کے ہر ایک فرد کو نبی اللہ اور رسول اللہ کہنا اور سمجھنا فرض ہے۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ مولوی عبداللہ چکڑالوی کے اہل قرآن کہلانے سے حضرت مرزا صاحب کتنے سال پہلے کے مبلغ قرآن تھے۔ پس آپ اپنے عقیدہ کے مطابق مرزا صاحب کو نبی اللہ اور رسول اللہ تسلیم کر لیں مجدد نہ سہی۔ جب آپ کو اس لفظ ہی سے چڑ ہے تو اسے رہنے دیجئے۔

سنمبر ۹۔ اگر مولوی محمد علی صاحب اور میاں محمود احمد صاحب مرزا صاحب کے اعجازی کلام کی مثل طلب کریں۔ تو فقیر حشمت علی حاضر ہے۔ مختصراً صفحہ ۱۹ رسالہ اشاعت القرآن علا۔

ج۔ مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد۔ جب مرزا صاحب کی زندگی میں آپ کے پٹھو اور آپ کچھ نہ کر سکے تو اب کیا کرو گے اگر کچھ طبع آزمائی کا شوق ہے۔ تو خود ہی پہلے عربی نثر یا نظم میں شائع کر دیں۔ حضرت مرزا صاحب کے نام لیواؤں میں سے کوئی مقابلہ کے لئے نکل آئیگا۔

الراقم کمترین محمد یمین احمدی
ازمقام دانہ مانسہرہ ہزارہ

فتاوے

استفتا بخدمت حضرات علماء کرام

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ سائل عرصہ دراز سے ایک نہایت ہی صبر آزما مصیبت اور حوصلہ شکن تکلیف میں مبتلا ہے ہر ممکن طریق سے اس بات کی کوشش کی ہے۔ کہ کسیطرح مصالحت کی کوئی صورت نکل آوے۔ اور معاملہ طول نہ کھینچے۔ مگر کوئی کوشش بار آور نہیں ہوئی اب مجبور ہو گیا ہوں۔ کہ اس دکھ کو آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرکے استدعا کروں۔ کہ للّٰہ میری اس تکلیف اور بیچارگی کا کوئی علاج کیا جائے۔ دس گیارہ سال کے عرصہ سے سائل کی ہمشیرہ کو اس کے شوہر نے غیر آباد کیا ہوا ہے اس مدت مدید میں اس بات کی کوشش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا کہ وہ اسے آباد کرے۔ اور اگر ایسا نہیں کرنا چاہتا تو طلاق دیدے۔ مگر مرد دو سوالوں میں سے اس نے کسی کو نہیں مانا۔ اور کسی پر آمادگی ظاہر نہیں کی۔ بلکہ خود تو دو سال سے ایک اور شادی کر لی ہے۔ لیکن منکوحہ اول کو اس طویل عرصہ میں خرچ تک بھی نہیں دیا۔ غرض وہ اسی طرح خوار و پریشان کرنا چاہتا ہے۔ جس سے میں بہت مجبور و تنگ آ گیا ہوں۔ موجودہ عدالتیں غیر شرعی ہیں۔ ان کو مسائل شرعیہ سے واقفی نہیں ہے۔ کہ ان سے چارہ جوئی کی توقع کیجا سکے۔ پس ان تمام مذکورہ بالا مجبوریوں اور بیچارگیوں کو پیش کرکے ملتمس ہوں۔ کہ کیا ان حالات کی موجودگی میں جبکہ شوہر تمام مقاصد و اغراض مناکحت اور حقوق زوجیت کے خلاف عامل ہو۔ اور اس طرح علانیہ استہزاء بالشرع کر رہا ہو۔ اور اس بارہ میں ہر طرح کی ستم شعاریاں اور بدعنوانیاں روا رکھتا ہو۔ اور خود دوسری شادی کرکے حظوظ نفسانیہ پوری کر رہا ہو۔ اور مفارقت اور جدائی کا کوئی دقیقہ باقی نہ رہنے دے۔ اور شاید جس سے طلاق فاصل کے لفظ سے تعبیر کرنا ناموزون نہ ہوگا۔ تو شریعت اسلامیہ جو بمصداق لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ ہر درد و دکھ کے علاج کا اعلان کرتی ہے۔ اور کامل و مکمل ہونے کی مدعی ہے۔ اور جس کے اصول انصاف وعدل و مساوات پر مبنی ہیں۔ ایک ایسے ظالم و غاصب انسان کے مقابل میں ایک بیکس و مظلوم عورت کو بھی کچھ حقوق و اختیارات عطا کرتی ہے۔ یا نہیں۔ اور ایسی صورت میں اسکو شوہر کے ظالمانہ پنجہ سے چھڑانے کے لئے ایک فیصلہ کر تا ہے۔ اور کیا انسان کی عملی حالت کا بھی شریعت میں استدلال کیا جا سکتا ہے۔ یا نہیں۔

الغرض از راہ لطف و کرم اپنی رہنمائی ملت کے فرض منصبی کو پیش نظر رکھتے ہوئے مذکورہ بالا سوالات کا جواب دیکر اس مبتلائے مصیبت کو مشکور فرمایا جاوے۔ فقط والسّلام

السائل
خاکپائے حضرات علماء کرام

جواب استفتا

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
ھو الموفق للصواب — قال اللہ تعالٰی فی فرقانہ الحمید

(۱) وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ۔ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا۔

ترجمہ۔ وہ عورتیں جن سے تم کو بدخوئی کا ڈر ہو تو اُن کو سمجھاؤ۔ اور جدا کرو ان کو سونے میں اور مارو ان کو۔ پھر اگر تمہارے حکم میں آویں تو مت تلاش کرو ان پر الزام کی راہ۔ بیشک اللہ ہی سب پر غالب اور بڑا ہے۔

(۲) وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ؕ

ترجمہ اور اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں آپس میں ضد رکھتے ہیں۔ تو کھڑا کرو ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک منصف عورت والوں میں سے۔ اگر یہ دونوں چاہیں گے صلح تو اللہ ملاپ دیگا ان میں۔ بیشک اللہ ہی جاننے والا خبردار ہے۔

(۳) وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ؕ

ترجمہ اور اگر ایک عورت ڈرے اپنے خاوند کے لڑنے سے۔ یا جی پھر جانے سے تو گناہ نہیں ان پر کہ کرلیں صلح آپس میں کچھ صلح۔ اور صلح اچھی چیز ہے۔ اور دھری ہے جیوں کے سامنے حرص۔ اور اگر تم باہمی نیکی کرو۔ اور سخت گیری سے بچتے رہو تو خدا تعالےٰ تمہارے سب کاموں سے باخبر ہے۔

(۴) وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ؕ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ

ترجمہ اور تم سے ہرگز نہیں ہوسکیگا کہ متعدد عورتوں میں پوری پوری برابری کرسکو۔ گو تم کو برابری کرنے کا پورا شوق ہو۔ تو بالکل ایک ہی کی طرف مت جھک پڑو۔ کہ دوسری کو چھوڑ ہی بیٹھو۔ گویا ادھر میں لٹک رہی ہے اور اگر باہمی موافقت کرلو اور ایک دوسری پر ظلم سے بچو۔ تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر دونوں جدا ہوجاویں۔ تو اللہ ہر ایک کو محظوظ کرے گا اپنے کشایش سے۔

قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیات کے ماتحت صورت مستفسرہ کا دو طرح پر جواب دیا جاسکتا ہے۔ اول جواب اجمالی غیر ناطق وہ یہ کہ صرف سائل کے بیان کو صداقت پر مبنی سمجھکر جواب دیا جائے۔ اور اس صورت میں جواب صرف یہ ہوگا کہ ان حالات کے ماتحت عورت کے لئے بھی بروئے قرآن حکیم فسخ نکاح کا حق حاصل ہے۔ خواہ بذریعہ طلاق ہو خواہ بذریعہ خلع عام اس سے کہ وہ اپنے اولیاء کے ذریعہ سے اس حق کو حاصل کرے یا حاکم وقت یا قومی سرپنچوں کی معرفت۔ بہرحال ان حالات میں مفارقت ناگزیر ہے۔

دوم جواب تفصیلی ناطق۔ وہ یہ ہے۔ کہ ایسی مقدمات میں اولاً اسی بات کی تحقیقات ضروری ہے۔ کہ آیا فی الواقع نشوز اور بے رغبتی خاوند کی جانب سے ہے۔ یا بیوی کی طرف سے۔ اگر نشوز کی ابتداء عورت کی جانب سے ہے۔ جیسا کہ آیت ۱ کا منشا ہے۔ تو اس کے لئے تین قسم کا علاج بتایا گیا ہے۔ اوّل بموقعہ مزاج عورت مؤثر پیرایہ میں وعظ اور نصیحت موافق ارشاد فقرہ ۱ آیت ۱۔

دوم۔ ہم بستری سے علیحدگی مطابق ارشاد فقرہ ۲ آیت ۱۔

سوم۔ خفیف مارپیٹ موافق ارشاد فقرہ ۳ آیت ۱۔

اگر یہ علاج کارگر ثابت ہوا تو مطابق ارشاد فقرہ ۴ آیت ۱ ان کے ساتھ حسن معاشرت سے پیش آنا چاہیئے۔ اگر علاج مذکور غیر مفید ثابت ہو تو بتعمیل ارشاد آیت ۲ فریقین کے قبیلہ میں سے ایک ایک منصف منتخب ہوکر صلاحیت کی کوشش کیجائے۔ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ میں اللہ جلّ و علا شانہٗ فرماتا ہے۔ کہ اگر منصف اور زوجین کے نیات نیک ہوں۔ تو اللہ تعالےٰ زوجین کے مابین صلح اور حسن معاشرت از سرنو قائم کردیگا۔ اور اگر نشوز اور بے مہری شوہر کی جانب سے ہے جیسا کہ آیت ۳ کا منشاء ہے۔ تو اولاً زوجین کو چاہیئے۔ کہ وہ خود باہمی صلح کی نسبت کوئی صحیح راہ برضامندی خود نکالیں اور ہر ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں نرمی اور تسامح سے کام لے۔ آیت ۴ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ متعدد عورتوں کے درمیان پوری پوری برابری تو قائم کرنا گو ایک مشکل کام ہے۔ لیکن تاہم تم ایک ہی طرف مت جھکو تاکہ دوسری بیوی ایسی حالت میں رہے۔ کہ وہ نہ تو خاوند والی ہو۔ اور نہ مطلقہ ہو یعنی اگر میل قلبی تمہاری طاقت سے باہر ہے۔ تو بہرحال میل فعل یعنی نفقہ سکنیٰ و تعلقات زناشوئی ضرور رکھا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ میل قلب کے ساتھ میل فعل کو بھی تم ترک کر بیٹھو۔ یعنی ادھر میں لٹک رہنے کی نوبت نہ آنے دو۔ والّا اس صورت میں تفریق لازم ہوگی۔ خواہ برضامندی خود۔ خواہ بذریعہ حاکم وقت۔ خواہ بذریعہ جج شرعی (قاضی) خواہ بذریعہ قومی منصف صاحبان۔ بست وکشاد۔ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جدائی اور فسخ نکاح کے بعد اللہ تعالےٰ ہر ایک کو اپنی نعمت سے بہرہ ور کردیگا یعنی ہر ایک کو اس کے مزاج کے موافق نیک مصاحب عطاء فرمادیگا۔ بالآخر ایسے معاملات اور تنازعات کے لئے بہتر تو یہ ہے۔ کہ اہل اسلام اپنی قومی عدالتیں قائم کریں اور ان میں شریعت اسلامیہ کی رو سے مقدمات کے فیصلہ جات ہوا کریں۔ کیونکہ یہ امر تو ظاہر ہے۔ کہ موجودہ گورنمنٹ کی عدالتوں میں ایسے مقدمات کا فیصلہ شریعت اسلامیہ کے رو سے نہیں ہوتا۔ بلکہ اکثر قومی رسم و رواج کو مدنظر رکھا جاتا ہے کہ جو اکثر حالتوں میں شریعت اسلامیہ کے خلاف ہوتا ہے اور یا تمام مسلمانوں کو اپنے آپ کو ایک ہی امام کے ماتحت کرلینا چاہیئے۔ تاکہ وہ ان کے مذہبی معاملات شریعت اسلامیہ کی رو سے فیصلہ کرے۔ اور تمام مسلمان جس طرح انگریزی حکومت یا عدالتی فیصلوں کو ناطق سمجھتے ہیں۔ اسطرح شریعت کے فیصلہ کو ناطق سمجھیں۔ شریعت اسلامیہ میں جسطرح مرد کو اختیار ہے۔ کہ وہ عورت کو طلاق دے سکتا ہے۔ اسی طرح عورت کو بھی یہ حق حاصل ہے۔ کہ وہ قاضی کی معرفت خلع کرسکتی ہے۔ اور طلاق لے سکتی ہے۔ مگر کسقدر افسوسناک امر ہے۔ . . . . کہ اسی اسلامی شریعت کے خلاف انگریزی عدالتوں میں عملدرآمد ہوتا ہے۔ اور عورت کو طلاق حاصل کرنے کی کوئی صورت نہیں۔

۲۵ مارچ ۱۹۲۲ء

حررہٗ خاکسار عبدالستار عفی اللہ عنہ الاہو

تازہ خبریں

افغانستان میں ہندو اسکول کا افتتاح - کابل کے اخبارات اطلاع دیتے ہیں - کہ گذشتہ ماہ کی ۸ تاریخ کو قندھار میں ہندو طلبہ کے ایک سکول کا انعقاد ہوا۔ یہ سکول دو مندروں میں اسوقت تک جاری رہے گا جبتک وزیر تعلیم کی تجویز کردہ عمارت بنکر تیار نہ ہو لے۔ ہندو جو اشیائے تجارت میں مزید محصول ادا کرتے ہیں اسکی رقم سے اس عمارت کی تعمیر ہوگی۔ اور تعلیم کا انتظام کیا جائیگا۔ اس سکول میں ۹۲ طلبہ ہیں +

معلموں میں ۳ مسلمان اور دو ہندو ٹیچر ہیں ایک مسلمان ہیڈ ماسٹر ہے سکول کے افتتاح کے وقت ڈائرکٹر تعلیمات اور طلبہ کے والدین حاضر تھے"

مسلمانان راولپنڈی اور انگورہ فنڈ - جمہور لکھتا ہے - کہ قبل ازیں مبلغ نو ہزار چار سو تیس روپے کی گرانقدر رقم غازیان اسلام کی امداد کے لئے مجلس خلافت راولپنڈی کیطرف سے صوبہ کی خلافت کمیٹی کو بھیجی جا چکی ہے۔ مبلغ پانصد اٹھاون روپے کی ایک اور رقم مورخہ ۲۹ مارچ ۱۹۲۲ء کو روانہ کردی گئی ہے - اس طرح سے آجتک مسلمانان راولپنڈی نے مبلغ دس ہزار روپیہ بطل حریت مارشل غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی نذر کئے ہیں -

(سکرٹری خلافت کمیٹی شہر راولپنڈی)

ایک مسلمان بچہ کی حسرتناک موت - ایک لڑکا عبدل نامی جس کی عمر بارہ برس کی تھی - ارجیت پور روڈ میں چلتی ٹرام پر چڑھتا جاتا تھا۔ کہ پاؤں پھسل گیا - اور وہ دونوں ڈبوں کے بیچ میں آ گیا - اور ٹرین کے ٹھہرتے ہوتے وہ جاں بحق تسلیم ہو چکا تھا۔

(زمانہ)

ٹرین میں ہلاک شدہ سواریوں کی حاملہ بیواؤں کو معاوضہ - مدراس کونسل میں ضمنی مصارف منظور کئے گئے - جن میں ۳۰۰ روپیہ کی رقم بھی شامل ہے جو ان موپلوں کی بیواؤں کو دی جائے گی - جو ٹرین میں دم گھٹنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے -

منٹگمری جیل میں بلوہ - ۲۸ مارچ کو منٹگمری کے جیل میں ایک سخت بلوہ ہوا - سکھ اور پٹھان قیدیوں میں لڑائی ہوئی - ایک پٹھان اور ایک سکھ مقتول ہوئے - چالیس آدمی زخمی ہوئے - دو کی حالت نازک ہے - بلوے کا انسداد وارڈروں اور پولیس نے بغیر فائر کے کر دیا - بلوے کا اصلی سبب دریافت نہیں ہو سکا -

مولوی روشن علی چودھری کی گرفتاری - بینگسا - ۲۵ مارچ - مولوی روشن علی چودھری جو کانگرس اور خلافت کمیٹی کے ایک پرجوش و سرگرم کارکن سب ڈویژنل کانگرس کمیٹی کے صدر اور ڈسٹرکٹ کانگرس کمیٹی کے نائب صدر تھے - بگرا بر اوینشل کانگرس اور خلافت کی میٹنگ سے آ رہے تھے کہ زیر دفعہ ۱۲۴ (الف) و ۱۵۳ (الف) گرفتار ہو گئے - لوگوں کا ایک انبوہ ان کو اسٹیشن پر پہنچانے گیا اور ان کے گلے میں ہار پہنایا - اسٹیشن پر انہوں نے تمام لوگوں کے مجمع میں ایک دلنشین تقریر کی - اور سب سے رخصت ہوئے -

کارکنان کانگرس کی گرفتاری - رسول کنڈا ۱۵ مارچ - اٹھکال کانگرس کمیٹی کے چار کارکن سورادہ میں غالباً آبکاری کی دوکان پر احتساب کرنے کے جرم میں گرفتار کر لئے گئے ہیں - دفعہ جس کے ماتحت وہ گرفتار ہوئے معلوم نہیں ہوئی ایک کو تین ہفتہ کی سزا ہو گئی -

مستورات کو بھی وکیل بناؤ - دکن کی انجمن (انگریز) کاشتکاران نے گورنمنٹ آف انڈیا کو لکھا ہے - کہ اب جنس لطیف کو بھی پیشہ وکالت میں داخل ہونے کے لئے اجازت دیجائے -

بمبئی میں پٹھانوں کی لڑائی - سنیچر کی شام کے آٹھ بجے بھنڈاری بازار سے آگے سینڈ ہرسٹ روڈ میں کوئی ۲۵ - ۳۰ (سرحدی یا کابلی) پٹھان آپس میں لڑنے لگے - دو تو وہیں مر گئے - اور ایک بچے جے ہسپتال میں پڑا ہے - اس کے بھی بچنے کے آثار معلوم نہیں ہوتے - معلوم ہوا ہے کہ خیر الحکیم عبد الحنان اور مرزا امان خان تینوں پٹھان ڈیرہ مخدوم صاحب میں چوہتان تالاب پر واقع ہے گئے - مخدوم صاحب نے ان سے کام دلانے کا وعدہ کیا تھا - اس اثناء میں ایک شخص غلام محمد ساکن جو وہیں بیٹھا تھا ان کی گفتگو میں مزاحمت کرکے مخدوم صاحب سے کہنے لگا - کہ ان لوگوں کو کام نہیں دینا چاہئے - اس بنا پر جھگڑا شروع ہو گیا - تینوں آدمی سینڈ ہرسٹ روڈ میں نکلے - اس اثناء میں قاضی غلام محمد اور دوسرے پٹھان آ گئے - اور لاٹھیوں اور چاقوؤں سے لڑائی شروع ہو گئی خیر الحکیم مرزا امان خان - اور دیگر صاحبان بری طرح زخمی ہوئے - مسٹر اشادسے سوم پریذیڈنسی مجسٹریٹ کو فوراً بلایا گیا - انہوں نے دو موخر الذکر پٹھانوں سے انکے انتقال کے وقت بیان لئے - قاضی اور ۶ دوسرے پٹھان گرفتار کر لئے گئے ہیں -

رنگون میں شدید آتشزدگی - رنگون - ۲۴ مارچ - ڈابانگ میں جو دریائے رنگون کے اردگرد واقع ہے سخت آگ لگ گئی - آگ کے شعلے ارکان کمپنی کے چاول کے کارخانہ تک پہنچ گئے نقصان کا اندازہ ۱۵ لاکھ سے ۱۸ لاکھ کے درمیان کیا جاتا ہے آگ کیوجہ سے دریا کے کنارے ایک چراغاں سا ہو گیا -

مذہب میں دوبارہ داخل ہونے کا مسئلہ - کالی - ۳۰ مارچ - نمبرداری پنڈتوں کی ایک کانفرنس منعقد ہونے والی ہے - اس میں یہ مسئلہ زیر بحث آئے گا کہ مالابار میں جن ہندوؤں کو مسلمان بنایا گیا - وہ اپنے مذہب میں آیا دوبارہ داخل ہو سکتے ہیں کہ نہیں - نمبرداری برہمن جو حد سے زیادہ قدامت پسند ہیں - اور جو شنکر اچاریہ کے احکام کے ایک ایک لفظ کی پابندی کرنے والے ہیں - ان کے درمیان اس مسئلے پر بہت بحث و تکرار ہو رہی ہے -

نرچہ کی ممانعت - کالی - ۳۰ مارچ - ملاپورم کی مسجدوں میں ہر سال نرچہ کے

نام سے ایک تقریب ہوتی تھی۔ جس میں ملابار کے تمام حصوں کے موپلے شریک ہوتے تھے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس کے انعقاد کی ممانعت کر دی ہے۔ یہ شروع اپریل میں تقریب ہونے والی تھی۔

شام اور فلسطین کے زائرین کے لئے ضروری اطلاع گزشتہ اجلاس لیجسلیٹو اسمبلی میں مسٹر وجیہ الدین ممبر اسمبلی کے ایک سوال کے جواب میں مسٹر ڈپی نے کہا +

فلسطین (۱) زائرین کو فلسطین میں داخل ہونے کی اجازت اترنے کی بندرگاہ پر معائنہ کے بعد دیدی جاتی ہے بشرطیکہ وہ کامران طور یا سویز پر قرنطینہ کر چکے ہوں
(ب) ہائی کمشنر فلسطین مناسب خیال کرتے ہیں۔ کہ ایک پونڈ فی کس کی رقم زائرین سے پیشگی وصول کی جایا کرے تاکہ اس سے خاص طور سے روکنے یا فلسطین میں قرنطینہ کے اخراجات پورے کئے جا سکیں نیز ہر زائر کے پاس جہاز کا واپسی ٹکٹ بھی ہونا ضروری ہے
(ج) بیت المقدس میں زائرین کی ایک بڑی تعداد کے ٹھیرنے کا انتظام ہونا مشکل ہے اسلئے پہلے سے انتظام کرنے کی ضرورت ہوگی۔
(د) مدینہ سے ہو کر راستہ ناممکن ہے اسلئے کہ وہاں سے ریل جانا بند ہے۔

شام۔ (۱) برطانوی قونصل بذریعہ تار اطلاع دیتا ہے کہ حیدر رونت اور دمشق کے درمیان راستہ محفوظ ہے
(ب) ریل کے تیسرے درجہ کا کرایہ ۷ شلنگ اور چھ پنس ہے
(ج) قرنطینہ کا حکم زائرین کی محنت کے مطابق آخری منزل پر لگایا جاتا ہے

ایک جہاز میں آگ لگا دیگئی کلکتہ ۲۹ مارچ سہ شنبہ کو شب کے دس بجے معلوم ہوا کہ کدرپور کے دریائی گھاٹ پر یولرک جہاز کی ایک طرف سے دھواں نکلتا ہوا نظر آیا۔ افسر جہاز نے فوراً امداد کے لئے آگ بجھانے والی کشتیوں کے کارخانہ کو خبر کی کشتیاں فوراً جہاز کی مدد کو پہنچ کر آگ بجھانے میں مصروف ہو گئیں۔ لیکن آگ برابر بڑھتی رہی۔ اس جہاز پر سن بھرا ہوا تھا۔ دوسرے روز دس بجے تک جہاز پر آگ برابر روشن رہی۔ کثیر نقصان کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ افسران گھاٹ کا خیال ہے۔ کہ کسی شخص نے شرارتاً جہاز میں آگ لگا دی۔

ایک خاندان کا دردناک انجام پٹنہ سے خبر آئی ہے۔ کہ سراج گنج تھانہ کا ایک مسلمان اس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے۔ کہ اس نے اپنی بیوی بچے اور ایک لڑکے کو مار ڈالا۔ اور وہ اپنے آپ کو ہلاک کر رہا تھا۔ کہ لوگوں نے دیکھ لیا۔ بیان کیا گیا ہے۔ کہ اس نے فاقہ سے مجبور ہو کر گاؤں کے مہاجنوں سے قرض مانگا۔ لیکن ایک کوڑی نہ ملی۔ بال بچوں کی مسلسل فاقہ کشی سے تنگ آ کر اس نے مذکورہ بالا فعل کا ارتکاب کیا۔ اب وہ شفا خانے میں زیر علاج ہے۔ صحت ہونے پر مقدمہ چلایا جاوے گا۔

پنشنروں کی گاڑی کو روکنے کا مقدمہ ڈوبہ ٹیک سنگھ میں تقریباً ساٹھ اکتی سو پنشنروں کو شہزادہ ویلز کی تشریف آوری پیلا ہو رہا تھے سے روکنے کی بنا پر مقدمہ چلایا گیا۔ اور ۲۲ ملزموں کے سوا باقی کو مچلکے لکھا کر چھوڑ دیا گیا۔

مسلم احمدیہ پرنٹنگ پریس میں باہتمام مسٹر نعیم اللہ صاحب پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمدہ از مادریم
ہم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن
جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آن نہ از خود از ہمان جائے بود

پیغام صلح
لاہور
جلد ۱۰
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

ما ازو یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
آنکہ ملائک وز خبرہا شد معاد
ہرچہ گفت آن مرسل رب العباد
آن ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آن مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست
منکر آن مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت للشیخ لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۳ شعبان سنہ ۱۳۴۰ ہجری مطابق ۱۲ اپریل سنہ ۱۹۲۲ عیسوی

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

وفات۔ سیالکوٹ سے مولانا مولوی مبارک علی صاحب یہ افسوسناک اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے داماد علی گوہر صاحب جو کچھ عرصہ سے بعارضہ سل بیمار تھے ۲۵ مارچ کو انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم خادم سلسلہ عالیہ احمدیہ اور حضرت اقدس مسیح موعود سے غایت درجہ حسن عقیدت رکھتے تھے۔ احباب سے درخواست ہے۔ کہ مرحوم کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں اور جنازہ غائب پڑھیں۔

حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب ۹ اپریل سنہ ۲۲ء کو ½۵ بجے شام کی گاڑی سے واپس امروہہ تشریف لے گئے۔ آپ کو الوداع کہنے کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ۔ حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب اور بہت سے دیگر احباب سٹیشن پر موجود تھے۔ حضرت مولانا نے اس سے دو روز قبل جمعہ کے دن مسجد احمدیہ میں خطبہ فرمایا۔ جس میں ان کوششوں کا آپ نے تذکرہ کیا۔ جو میاں صاحب پر اتمام حجت کی غرض سے قادیان جا کر آپ نے موجودہ تفرقہ کو دور کرنے کے لئے کیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ایک رسالہ آپ نے تصنیف فرمایا ہے۔ جس میں بہت سی احادیث ختم نبوت پر نقل کی گئی ہیں۔ یہ رسالہ عنقریب چھپ کر شائع ہوگا۔

باہتمام ماسٹر فقیر اللہ ... پرنٹر ... احمدیہ بلڈنگس سے شائع ہوا

اللہ تعالیٰ اس جوان ہمت بوڑھے کو عمر دراز عطا فرمائے۔ کہ آپ کے وجود سے سلسلہ عالیہ کو بہت سے فوائد حسنہ نصیب ہوئے ہیں۔ اس عالم پیری میں بھی آپ کی صفائی دماغ اور خدمات دینیہ کو دیکھ دیکھ کر رشک آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپکے ساتھ ہو۔ اور آپ کی پاک مساعی کو کارگر فرمائے۔ آمین

بیعت۔ جائنٹ سیکرٹری صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

مارچ گذشتہ میں جب حضرت امیر قوم بمعیت مولوی صدرالدین صاحب لائل پور تشریف لے گئے۔ تو چند اصحاب حضرت امیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے داخل سلسلہ ہوئے تھے۔ جن کے نام اخبار پیغام صلح مورخہ ۲۹ مارچ میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان احباب میں شیخ عبدالرحمٰن صاحب خلف شیخ مولا بخش صاحب کالونی ہوس بھی تھے۔ مگر سہواً ان کا نام بیعت کنندگان کی فہرست میں درج ہونے سے رہ گیا۔ لہٰذا اب شائع کیا جاتا ہے۔

شب برات کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد

احباب کی خاص توجہ کے قابل

جمعہ (مورخہ ۷ اپریل سنہ ۱۹۲۲ء) کی نماز کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا:-

"بعض باتیں ہمارے گھروں میں ہوتی ہیں۔ وہ بظاہر چھوٹی چھوٹی ہوتی ہیں۔ لیکن ان کا اثر بہت بڑا ہوتا ہے۔ شب برات آنے والی ہے۔ ایکطرف تو مسلمان کہتے ہیں۔ کہ اس رات کو فیصلہ ہوتا ہے۔ کہ کس کس نے آئندہ سال مرنا ہے۔ کون جیئے گا کون اچھا ہو گا۔ کون بُرا۔ اور کون بہشت میں جائیگا اور کون دوزخ میں۔ لیکن دوسری طرف خود ہی اپنے لئے دوزخ بنا لیتے ہیں۔ کہ اپنے بچوں کو آتشبازی دیتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ ہمارے بعض احباب کے گھروں میں بچوں کے لئے کچھ اسی قسم کا شغل کر لینا کھیل کے طور پر ہی سہی معیوب نہیں سمجھا جاتا۔

میں اپنے دوستوں کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ ان باتوں سے متنفر ہوں اور اپنی بیویوں اور بچوں کو زور سے روکیں۔ اور اپنے گھروں میں یہ چیزیں قطعاً نہ آنے دیں۔"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار
پیغام صلح لاہور

جلد ۱۱ | مورخہ ۱۴ شعبان سنہ ۱۳۴۱ ہجری | نمبر ۱۵

دنیا کا آیندہ مذہب

یہ اس مضمون کی آخری قسط ہے جس کی دو اقساط قبل ازیں ہدیہ ناظرین ہو چکی ہیں اس میں حضرت خواجہ صاحب نے بتایا ہے کہ یاجوج و ماجوج کی پیشگوئی کی حقیقت جو مسلمانوں کو سمجھ نہ آئی۔ تو اس کی کیا وجہ تھی۔ اور کہ مجدد زمانہ نے ہمیں دور حاضرہ میں کس راہ پر گامزن ہونے کی تلقین کی تھی۔ ایڈیٹر

(۹)

اس موقعہ پر سوال ہو سکتا ہے۔ کہ ایسی پیشین گوئیوں کا کیا فائدہ اور آنحضرت صلعم کا ان قوموں کے ساتھ جنگ کرنے سے مسلمانوں کو روکنا کیا اثر رکھتا ہے۔ اگر مسلمان ان کو پہچان نہ سکے پیشگوئیوں کی حقیقت سمجھنے میں عام عقل ہمیشہ غلطی کرتی ہے۔ مگر خدا تعالےٰ کے خاص بندے دنیا کو روشنی میں لانے کے لئے مبعوث ہوا کرتے ہیں۔ وہ خدا سے الہام پا کر دنیا کو صحیح علم سے اطلاع دیدیتے ہیں۔ اہل اللہ کی جماعت میں منجملہ گروہ بھی شامل ہے۔ جسے مجددین کہا گیا۔

(۱۰)

جناب مرزا صاحب نے اس صدی کے مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا اور کا مجدد ہونا کونسا امر مستبعد تھا۔ آخر مخبر صادق صلعم کے الفاظ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی کل رأس مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا چاہتے تھے۔ کہ صدی کے سر پر کوئی مجدد پیدا ہو۔ یہ حدیث متفق علیہ تھی۔ حضرت امام غزالی۔ حضرت شیخ احمد سرہندی حضرت شاہ ولی اللہ اور ایسے ہی دیگر اکابرین ملت نے اس حدیث کے ماتحت اپنے اپنے وقت پر دعویٰ مجددیت کر کے اس حدیث کی صحت پر مہر لگا دی تھی۔ اجماع امت نے بھی اس حدیث کو تسلیم کر لیا تھا۔ پھر کیا وجہ تھی کہ اس صدی پر مجدد ظاہر نہ ہو۔ صدی کا سر زیادہ سے زیادہ بارہ سو اسی سے تیرہ سو بیس تک ہو سکتا تھا۔ اور آجتک۔ تیرہ سو چالیس برس گذر گئے۔ یہ کب ممکن تھا۔ کہ آنحضرت صلعم کے الفاظ پورے نہ ہوتے۔ مرزا صاحب کی ذات کو الگ کر دیا جائے۔ لیکن ایک مسلم کا دل و گردہ کسطرح اجازت دیتا ہے۔ کہ حدیث نبوی کی تائید میں کھڑا نہ ہو۔ صدی کا سر تو ختم ہو جائے اور کوئی مدعی ظاہر نہ ہو۔ بہر حال میں تو کسی بزرگ کے دعوے مجددیت کو لا پرواہی سے دیکھنا حدیث شریف کی تکذیب سمجھتا ہوں۔

(۱۱)

یہ امر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مجدد نہ تو نبی ہوتا ہے۔ نہ کوئی شریعت لاتا ہے۔ وہ خدا سے الہام پا کر دین کی حفاظت اور اس کی اشاعت کی وہ راہ بتاتا ہے۔ کہ جس پر چلکر اسلام کی عزت و شوکت قائم رہ سکتی ہے۔ ساتھ ہی وہ ان خطرات سے بچنے کے لئے مسلمانوں کو متنبہ کر دیتا ہے۔ جو اس کے وقت میں اسلام کو نقصان دینے کے لئے پیدا ہونے والے ہوتے ہیں۔ اگر یاجوج و ماجوج کے ہاتھ سے اسلام کو خطرناک نقصان پہنچنا مقدر تھا اور ان کے نقصان سے بچنے کی راہ آنحضرت صلعم نے الہاماً یہی بتائی تھی۔ کہ مسلمان ان سے مٹ بھیڑ نہ کریں۔ اور جہاں تک ممکن ہو ان سے برسرپیکار نہ ہوں۔ اور یہ وقت آچکا تھا۔ تو پھر مجدد وقت کا یہ کام تھا۔ کہ وہ مسلمانوں کو اس امر سے اطلاع دیتا۔ اور ان پر ظاہر کرتا۔ کہ یاجوج و ماجوج کون ہیں۔

(۱۲)

تو اس امر کو ۳۵ سال ہوئے۔ کہ جناب مرزا صاحب نے دنیا کو اطلاع دی۔ کہ یاجوج و ماجوج سے مراد یہی مغربی اقوام ہیں۔ اور مسلمانوں پر وہ وقت آیا ہوا ہے۔ کہ تلوار سے کام نہیں۔ وہ دشمنوں کے مقابل تلوار نہ اٹھائیں۔ بلکہ ان کی آخری فتح کے لئے وہ جمالی انداز مقدر ہے جس کی طرف آنحضرت صلعم کی شان احمدیت اشارہ کرتی ہے۔ آپ نے لکھا کہ یہ وہی یاجوج ماجوج ہے۔ جو تلوار براہین سے مسلم ہونگے مگر ان کے مقابل تلوار کا اٹھانا اپنی ہلاکت کو آپ بلانا ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک نظم لکھی کہ مسلمان جہاد کے خیال کو سردست چھوڑ کر اپنے اخلاق کی اصلاح میں لگ جائیں جن اخلاق فاضلہ کو جہاد چاہتا ہے۔ وہ ان میں نہیں۔ وہ ایک طرف تہذیب اخلاق کریں اور دوسری طرف اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں چنانچہ اس نظم کو وہ اس طرح ختم کرتا ہے۔ ؎

یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا ✤ وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائیگا

اک معجزہ کے طور سے یہ پیشگوئی ہے ✤ کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

شذرات

انگلستان کی نومسلمات اور پردہ

معاصر "آریہ گزٹ" نے اپنی ۳ اپریل کی اشاعت میں ہمارے ۲۲ مارچ کے افتتاحیہ "میں نے انگلستان میں کیا دیکھا" کا حوالہ دیتے ہوئے ایک سوال ہم سے کیا ہے۔ جو بلفظہٖ حسب ذیل ہے۔

"ہم اس مقام پر اپنے ہمعصر سے ایک سوال کرنا چاہتے ہیں امید ہے وہ اسکا جواب دیگا۔ سوال یہ ہے۔ کہ جو انگریز مستورات اسلام قبول کرتی ہیں۔ وہ پردہ کرتی ہیں یا نہیں یا مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ پادریوں سے دوبدو گفتگو کرتی ہیں۔ بحالیکہ اسلام کی تعلیم کے رو سے غیر مرد سے ہمکلام ہونا سراسر ناجائز ہے۔ اور بمنزلہ گناہ کے ہے۔ اس صورت میں ان کا مسلمان ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ ایک محرم راز نے ہمیں یہ بھی بتلایا تھا کہ جو مسلمان مبلغ یورپ میں جاتے ہیں۔ وہ وہاں جاکر پردہ کی اہمیت پر زور نہیں دیتے۔ ہم اس امر کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کہ یہ اصول یورپ کی سرزمین پر جاکر کیوں اور کس طرح تبدیل ہو جاتا ہے۔ ہمعصر پیغام صلح اپنے مبلغوں کی پوزیشن صاف کرے۔"

اس سوال کا جواب دینے سے قبل ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اپنے لائق ہمعصر "اسلام کی اس "تعلیم" کا حوالہ طلب کریں۔ جس کے "رو سے غیر مرد سے ہمکلام ہونا سراسر ناجائز ہے" قرآن کریم کی کونسی آیت یا کونسی حدیث میں یہ ہے کہ ایک مسلمان عورت غیر مرد سے ہمکلام نہ ہو۔ کم از کم فقہ کی کسی کتاب یا کسی آئمہ کے قول سے ہی یہ ثابت کیا جائے۔ کہ "اسلام کی تعلیم کے رو سے غیر مرد سے ہمکلام ہونا سراسر ناجائز ہے" اور اگر یہ بھی نہیں تو ہم اپنے لائق ہمعصر سے بادب ملتمس ہیں۔ کہ مسلمانوں پر اعتراض کرنے کیلئے وہ اپنے پاس سے "اسلام کی تعلیم" نہ بنائے۔ کم از کم سنی سنائی باتوں کو اخبار میں شایع کرنے سے پیشتر تحقیق کر لینا ایک مذہبی اخبار نویس کا فرض اولین ہے۔

رہا پردہ کا سوال اسکے متعلق ہم اسقدر کہنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ وہ پردہ جو ہندوستان میں رائج ہے۔ حقیقی اسلامی پردہ نہیں۔ پردہ کی حدود جو قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ ان میں چہرہ اور ہاتھوں کا ڈھانپنا ہرگز [illegible] نہیں۔ اور اسی پر قرون اولے کے مسلمانوں کا عمل رہا ہے۔ انگلستان میں وکٹوریہ عہد کے بعد جو نیچی گردن کا لباس [illegible] ہوا ہے۔ وہ اسلامی پردہ کے قطعاً خلاف ہے۔ ورنہ اس سے پیشتر وہاں کا عام لباس چنداں معیوب نہ تھا۔ اب بھی وہاں بہت سی ایسی خواتین ہیں۔ جو وہی پہلا لباس ہی استعمال کرتی ہیں۔ اور نیچی گردن کا لباس ہرگز استعمال نہیں کرتیں۔ ایسی خواتین مسلمانوں میں بھی موجود ہیں۔ اور چونکہ ان کا لباس چنداں معیوب نہیں۔ اسلئے ان کو کسی اور پردہ کی تلقین کی بھی ضرورت نہیں۔

باوجود اسکے معاصر آریہ گزٹ کے "محرم راز کا اسکو یہ بتانا سراسر غلط ہے" کہ جو مسلمان مبلغ یورپ میں جاتے ہیں۔ وہ وہاں جاکر پردہ کی اہمیت پر زور نہیں دیتے" مسلمان مروجہ پردہ کو اسلامی پردہ سمجھتے ہیں اس کی اہمیت پر برابر زور دیتے ہیں۔ خود ایڈیٹر "پیغام صلح" کو بعض نومسلم خواتین سے اس مسئلہ پر گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور اس نے ان کو وہی پردہ بتایا ہے۔ جس کی تعلیم قرآن کریم نے دی ہے۔

امید ہے یہ جواب ہمارے لایق معاصر کے لئے موجب تشفی ہوگا۔

متحدہ ہندو قومیت

ملیبار میں اس وقت تک آریہ سماج کے کئی ایک کارکن پہنچ چکے ہیں۔ جو وہاں کے ہندوؤں کی مظلومیت کے افسانے اور اسکے ساتھ ہی ان کی اندرونی سوشل زندگی کے حالات لکھ کر بھیج رہے ہیں۔ انہی میں لالہ خوشحال چند صاحب ایڈیٹر آریہ گزٹ بھی ہیں۔ جن کے ایک مضمون کا اقتباس کسی دوسری جگہ آریہ گزٹ سے لیا گیا ہے۔

اپنے اسی مضمون میں لالہ صاحب موصوف نے ملیبار میں آریہ سماج کا ذکر کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ

"آریہ سماج فی الحال مالابار کے ہندوؤں سے مورتی پوجا یا دوسری باتیں چھڑانا نہیں چاہتا۔ بلکہ ان کو ایک متحدہ ہندو قومیت میں باندھنا چاہتا ہے۔ اس کام کے لئے کم از کم نصف لاکھ روپے کی ضرورت ہے۔ تاکہ ہر ایک کو نہ میں لٹریچر پہنچا دیا جائے۔ جو خاص اسی غرض کے لئے یہاں پر مالاباری بھاشا میں تیار کیا جا رہا ہے۔ آریہ سماج کے ودوان پنڈت اور لایق لیکچرار یہاں آئیں گے۔ اور ہندوؤں نیز مسلمانوں کو بتلائیں گے۔ کہ ہندوؤں کو پہلے طاقتور بنانا نہایت ضروری ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ اتحاد رکھنے کا یہی ایک طریقہ ہے۔ جبتک یہاں کے ہندو مردہ ہیں۔ بکھرے ہوئے ہیں۔ وہ نہ خود جی سکتے ہیں۔ نہ دوسروں کی امداد کر سکتے ہیں۔ نہ کسی کی دوستی کا دم بھر سکتے ہیں۔"

آخری فقرات کی طرف ہم مسلمانوں کو بالخصوص متوجہ کرنا چاہتے ہیں

جو برادران وطن کے سہارا پر ہر شعبہ زندگی میں تکیہ کئے ہوئے ہیں۔ کیا اس "متحدہ ہندو قومیت" کے دوش بدوش ایک متحدہ مسلم قومیت کی ضرورت نہیں؟ لیکن حالت یہ ہے کہ خود مسلمانوں میں اتفاق نہیں ایک دوسرے کو کافر بنانا ان کا روزمرہ کا شغل ہے۔ اس شغل کے ہوتے ہوئے دوسروں سے اتفاق کی حقیقت معلوم!

ایسا ہی لالہ خوشحال چند جی سے بھی ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ یہ "متحدہ ہندو قومیت" جو نصف لاکھ روپیہ کے صرف سے بنے گی۔ جس میں سے پچیس ہزار روپیہ اب تک جمع بھی ہو چکا ہے۔ آیا ہندوستان کی متحدہ قومیت کو تو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا موجب نہ ہوگی؟ آریہ سماج نے مذہبی منافرت کا جو رنگ، پنجاب اور صوبجات متحدہ میں پیدا کر رکھا ہے۔ اگر وہی "متحدہ ہندو قومیت" کا مفہوم ہے۔ اگر مولویوں سے قطعی مظالم کی داستانیں سنا کر ہر ہندو کو ان کے خلاف متحد کرنا ہے۔ تو ہندوستان کی قومیت متحدہ کا خاتمہ سمجھنا چاہیئے۔

ہندوؤں کے قبول اسلام کی اصل وجہ

اپنے اسی مضمون میں لالہ خوشحال چند صاحب نے اس حقیقت کے چہرہ سے بھی پردہ اٹھانے کی کوشش کی ہے (جس کا شکریہ ہمیں ادا کرنا چاہیئے) کہ مالابار میں ہندوؤں کے مسلمان ہونے کی اصل وجہ وہ جبر و تعدی نہیں جس کی داستانیں ہندو اخبارات میں شائع ہو رہی ہیں۔ بلکہ وہ محاسن اسلامی ہیں۔ جن سے متمتع ہو کر ایک شخص امن اور عزت کی زندگی بسر کر سکتا ہے۔ اور جن کا نام و نشان ہندو مذہب میں نہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔

"اب ایک طرف ہندوؤں میں اتنی بری رسمیں ہیں اتنی زبردست چھوت چھات ہے۔ اتنی بے عزتی ہے۔ اتنی بے شرمی۔ بے غیرتی اور بے حیائی ہے دوسری طرف مسلمانوں میں مساوات ہے۔ عزت۔ توقیر۔ شرم۔ غیرت۔ حیا ہے اسلئے مالابار کے لاکھوں اچھوت مسلمان بنتے چلے جا رہے ہیں"

کیا اس کھلے اعتراف کے ہوتے ہوئے کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ مولویوں نے جبراً ہندوؤں کو مسلمان بنایا؟

حیرت ہے کہ اسلام کے ذریعہ سے معراج ترقی پر پہونچنے والوں کو پھر اسی "بے عزتی۔ بے شرمی۔ بے غیرتی۔ اور بے حیائی" کے گڑھے میں دھکیلنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

جملہ احباب ... منیجر اخبار پیغام صلح

"اہلسنت" کی درازدستی

کفر کا جال ہندوستان کے مولویوں نے جس طرح سے بچھایا ہے افسوس ہے کہ اس سے چھٹکارا محال ہے۔ اشاعت یا حفاظت اسلام تو ابھی دور کی بات ہے۔ مسلمانوں کو کافر بنانے کا کام ہی کوئی چھوٹا سا کام نہیں کہ جس سے علماء سوء کو خلاصی مل سکے۔

حضرت مسیح موعود نے جو کچھ کام اسلام کے لئے آجتک کیا۔ جس محنت اور عرقریزی کے ساتھ آپ نے غیر مذاہب کے حملوں سے اسلام کو محفوظ کیا۔ اور اپنے تک ہی اس کام کو محدود نہیں رکھا۔ ایک جماعت تیار کی۔ جو ہر چہار اطراف عالم میں اشاعت اسلام کے کام میں منہمک ہے۔ افسوس اسکی طرف ہمارے علماء کو کوئی توجہ نہیں۔ صرف بعض ادھر ادھر باتوں کو لے کر اور توجیہ القول مالا یرضی به قائله پر عمل کر کے عالم اسلامی کو دھوکا دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

معاصر اھلسنت نے ایک اسی قسم کی مثال اپنے ۶ اپریل کے پرچہ میں قائم کی ہے۔ اس نے حضرت مسیح موعود کے بعض الہامات کو نقل کرکے ان سے آپ کو الوہیت کا مدعی اور اس لئے کافر قرار دیا ہے۔

حیرت ہے کہ یہ مولوی کہلانیوالے کیوں ملہم کی اس تعبیر کو نہیں دیکھتے۔ جو اسنے ان الہامات اور مکاشفات کی کی۔ کیا حضرت مسیح موعود نے کبھی یہ دعوے کیا۔ کہ انت منی بمنزلة اولادی کا یہ منشا ہے کہ میں حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہوں۔ کیا آپنے کبھی یہ دعویٰ کیا۔ کہ چونکہ ایک مکاشفہ میں آپ نے نیا آسمان اور نئی زمین بنائی ہے۔ اسلئے اب وہ حقیقتاً زمین و آسمان کے پیدا کنندہ اور خدا ہیں۔ جب ایسا کوئی دعوے آپ کیطرف سے نہیں۔ بلکہ اسکے صریح خلاف آپنے ایسے الہامات و مکاشفات کو مجاز و استعارہ قرار دیکر ان کی تاویل کی ہے۔ تو یہ کس قدر ظلم ہے کہ ان کی بنا پر آپ کو مدعی الوہیت اور اسلئے کافر قرار دیا جائے۔

حیرت ھے۔ ہندو مسلم اتحاد کا دم بھرنے والے کیوں ان کھلی باتوں پر غور نہیں کرتے۔ اور مسلمانوں کو ایکدوسرے کے خلاف ایسی غلط فہمیاں پھیلانے اور خادمان دین پر کفر کے فتوے دینے سے منع نہیں کرتے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ فتاوے کفر قومی زندگی کے لئے ضرر رساں ہیں۔ بالخصوص جبکہ ان کی بنا ہی سراسر لغو اور فضول ہے۔

کاش مسلمانوں میں ایسے لوگ پیدا ہوں۔ جو حدیث نبوی پر عامل ہو کر ایک مسلمان پر فتوے کفر دینے والے کو اسیطرح سے بائیکاٹ کریں جیسے آج انگریزوں سے ترک موالات کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اگر ایسی صورت پیدا ہو تو ہم سمجھتے ہیں کہ باہمی منافرت کا یہ بیج آج دور ہو سکتا ہے۔

پریس ایکٹ منسوخ

آخر کار پریس ایکٹ کا خطرناک پھندا جو اپنی وسیع المعنی دفعات کی وجہ سے اخبارات کے لئے باعث حرز جان تھا۔ کونسل آف سٹیٹ میں منسوخ ہوگیا۔ کونسل کی انتخابی کمیٹی نے اسکی بجائے ایک اور قانون وضع کیا ہے۔ جو اپنی ایک دو دفعات کے لحاظ سے کسی حد تک اخبارات کی آزادی کو روکنے والا تو ہے لیکن پریس ایکٹ کیطرح برباد کن نہیں۔ اس نئے قانون کے رو سے ایڈیٹر کے لئے ضروری ہوگا۔ کہ اس کا نام ہر پرچہ اخبار پر واضح طور پر لکھا جائے۔ گویا مضامین کے اصل ذمہ وار اخبارات کے ایڈیٹر ہوں گے۔ نہ کہ پرنٹر اور پبلشرز۔ جیسا کہ قبل ازیں پریس ایکٹ کا منشا تھا۔

ایسا ہی آیندہ ایسے پرچہ ہائے اخبارات جن میں ایسے مضامین شائع ہوں۔ جو پوسٹماسٹر کی نظر میں قابل اشاعت نہیں۔ پوسٹماسٹر کے حکم سے روکے جا سکتے ہیں۔ اور محکمہ ڈاک ان کو باہر نہ بھیجیگا۔

اس قانون کے پیش ہونے پر تمام سرکاری وغیر سرکاری ممبروں نے اسکی تائید کی۔ لیکن نہایت افسوسناک امر ہے۔ کہ نواب سر محمد حیات خان آف ٹوانہ نے اسکی پر زور مخالفت کی اور شورش انگیز واقعات کا حوالہ دیکر بتایا ایسی ایڈیٹروں کی تقاریر کو ان واقعات کا اصل موجب قرار دیا۔

ڈاکٹر سپرو نے اس کی تردید کی۔ اور بتایا کہ براہ راست۔ اور تشدد آمیز بغاوت زیادہ تر تقریروں کے ذریعہ پھیلائی جاتی ہے" اور کہ اخبارات کے ذریعہ سے یہ کام اب نہیں ہوتا۔

بہرحال باوجود نواب آف ٹوانہ کی پرپیش کوششوں کے قانون مطابع آخر کار منسوخ ہوگیا۔ جس پر ہر ایک محب وطن کو بجا طور پر مسرت حاصل ہوگی۔

سچا عیسائی کون ہے؟

معاصر نور افشاں نے اس عنوان سے ایک دلچسپ مضمون اپنی ۱۴ مارچ کی اشاعت میں لکھا ہے۔ جس میں موجودہ عیسائیوں کے حالات اور تفسیں لکھتے ہوئے۔ ان کی کثرت تعداد۔ اور دنیوی حکومتوں ان کی موجودہ علمی ترقیات اور عیش و عشرت میں انہماک کا ذکر کرتے ہوئے فیصلہ دیا ہے۔ کہ

"اس قدر کثیر امت میں ایماندار و غیر ایماندار یا مومن کافر کی تفریق کر لینا آسان کام نہیں"

آگے چلکر ہمارے لائق معاصر نے بعض امتیازی خصائص لکھے ہیں جن کی بنا پر کسی شخص کو سچا عیسائی سمجھا جا سکتا ہے۔

ہم عرض کریں گے۔ کہ ایک عیسائی کی صداقت کو پرکھنے کے لئے ہمیں اس تعلیم کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ جو جناب مسیح نے دی۔ مسیح کی تعلیم ہے۔ کہ

"خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ۔ بڑا اور پہلا حکم یہی ہے۔ اور دوسرا اس کی مانند یہ ہے۔ کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔ ان ہی دو حکموں پر تمام توریت اور انبیاء کے صحیفوں کا مدار ہے۔"

سوال یہ ہے۔ کہ آج یہی دین جناب مسیح کے اس حکم پر آیا عامل ہے آیا اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت عیسائی دنیا میں ہے۔ یا ان کی بجائے دلوں میں عداوت اور بغض بھرا ہوا ہے؟ واقعات عالم اسکے جواب کے لئے کافی ہیں۔

پڑوسی تو ایک طرف وہ انبیاء بھی جن کے صحف کا حوالہ جناب مسیح نے دیا ہے۔ موجودہ مسیحی دنیا کے نزدیک ...... سچے اور برگزیدہ انسان نہ تھے۔ اور ایک مسیح ہی اس پاکیزگی کو لیکر آیا۔ یہی راستبازوں کا شیوہ ہے۔

اس کے بالمقابل حضرت رسول اللہ صلعم کی تعلیم کو دیکھو صرف اپنے آپ کو ہی نہیں منوایا۔ بلکہ تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری قرار دیا۔ اور ان کو بلا امتیاز خدا کے سچے اور برگزیدہ نبی ٹھیرایا۔

پھر پڑوسی تو ایک طرف تمام بنی نوع کے ساتھ ہمدردی و شفقت کے جیسے اعلےٰ نمونے تاریخ اسلام میں نظر آتے ہیں۔ کسی قوم کی تاریخ میں نہیں پائے جاتے۔

پس فی الحقیقت ایک مسلمان ہی وہ انسان ہے۔ جو جناب مسیح کا سچا پیرو اور اس لئے سچا عیسائی ہے۔

ناظرین "پیغام صلح" کی خدمت میں

ہم پھر یہ التماس کرنا چاہتے ہیں۔ کہ قوم کے اس واحد آرگن کی توسیع اشاعت میں حصہ لینا ان کے قومی فرائض میں سے ہے۔ "پیغام صلح" اپنی بساط کے مطابق اپنے فرض کو انجام دے رہا ہے۔ کیا اس کے پڑھنے والے بھی کم از کم دو چار نئے خریدار پیدا کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے؟

ہمارے احباب جو مسجد کے قریب رہتے ہیں

لیکن اذان سن کر نماز کے لئے نہیں آتے ان کو اپنی حالتوں پر غور کرنا چاہیئے کہ کہیں ماقدروا اللہ کے ماتحت اپنی حالت کو کسی اور طرف تو نہیں لے جارہے نماز کو باجماعت ادا کرنا چاہیئے اور اذان سن کر مسجد میں آنا چاہیئے

گھروں میں نماز

خدا کی نماز نہیں کیونکہ خدا کا حکم باجماعت نماز کا ہے۔ بہت لوگ ایسے بھی ہیں

جو الصلوٰۃ خیر من النوم سنتے ہیں

عن المضاجع پڑھتے ہیں مگر جب صبح کی نماز ہوتی ہے تو اپنے بستروں کو نہیں چھوڑ سکتے۔ دعویٰ تب سزاوار ہوگا کہ جب اپنے دعویٰ کی عملی صورت میں شہادت بھی دیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ جب نماز کھڑی ہو تو کسی کو امامت دیکر پھر لوگوں کے گھروں کی طرف جاؤں جو

جو باوجود اذان سننے کے مسجد میں نہیں آتے

ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ دیکھو کس قدر نماز باجماعت کی تاکید ہے پھر اپنی حالتوں پر غور کر کے دیکھو

اگر تمہارا کوئی دوست یا کوئی افسر آکر تم کو آواز دے

تو تم فوراً اپنی نیند و آرام کو چھوڑ کر اگر آدھی رات بھی ہو تو ضرور اس کی آواز سن کر اس کے پاس آؤ گے۔ مگر افسوس کہ اللہ کی آواز کی قدر ایک دوست یا افسر کی آواز کی قدر کے برابر بھی نہیں۔ چاہیئے کہ اللہ کی آواز کو سنکر تمہارے دل بیقرار ہو جاویں اور بھاگ کر اس کی طرف آؤ۔

دوسری بات جو اسلام نے ہر مسلمان کے لئے فرض ٹھیرائی وہ زکوٰۃ ہے۔ اسلام نے

تین قسم کے خرچ فی سبیل اللہ

بتائے ہیں۔ ایک فرض یعنی زکوٰۃ اور دوسرے صدقات جن میں غربا مساکین کی مدد کا حکم ہے۔ اور تیسرے دین اسلام کے لئے کوشش زکوٰۃ ایک سال کے بعد چالیسواں حصہ ہے۔ اور یہ فرض ہے۔ اور حکم یہ ہے کہ یہ روپیہ جماعت کے ذریعہ سے تقسیم ہو۔ آدمی اپنی رائے کے مطابق اپنی زکوٰۃ کو خرچ نہ کرے۔ بلکہ جہاں جماعت مناسب سمجھے وہاں خرچ کرے میں نے بارہا اس کے متعلق کہا ہے۔ کہ جب تک مسلمان ایتاء زکوٰۃ کے عامل نہیں ہوتے تب تک ان کو کوئی کامیابی نہیں۔

زکوٰۃ کامیابیوں کا ذریعہ ہے

اور بارہا میں نے مسلمانوں کو بیت المال کے قائم کرنے کے لئے سمجھایا مگر کسی نے کوئی توجہ اسطرف نہیں کی۔ لیکن خدا کے فضل سے ہماری جماعت کا بیت المال موجود ہے۔ اسلئے ان پر لازم ہے۔ کہ وہ اپنی زکوٰۃ یہاں جمع کر دیں۔

اپنی زکوٰۃ خود خرچ نہ کرو

بلکہ جماعت کے ذریعہ سے خرچ کرو۔ زکوٰۃ کے خرچ کا حق جماعت کو ہی حاصل ہے۔ یہ میرا حکم نہیں بلکہ اللہ کا حکم ہے جسکو میں آپ تک پہنچاتا ہوں۔ پہنچانیوالے کی شخصیت کو درمیان سے نکال دو۔ جسطرح اذان میں حی علی الصلوٰۃ موذن کا حکم نہیں بلکہ اللہ کا حکم ہے۔ اسی طرح

یہ میرا نہیں بلکہ اللہ کا حکم ہے

میں صرف سنا دینے والا ہوں۔ زکوٰۃ کو بیت المال میں جمع کرنے کی اتنی سخت تاکید ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے فرمایا کہ اگر کوئی اونٹ کی ایک رسی بھی کہ جو زکوٰۃ کی ہو اپنے پاس رکھے گا۔ تو میں اس سے جنگ کروں گا۔ اگر کسی کے پاس ایک سال تک

باون روپیہ یا باون تولہ چاندی

رہے۔ تو اس پر ایک سال کے بعد چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ بعض نے یہ تفریق کی ہے۔ کہ جو زیور رکھے رہتے ہیں۔ اور استعمال نہیں کئے جاتے ان پر زکوٰۃ نہیں۔ اسکا فیصلہ ایک حدیث کرتی ہے۔ اور وہ یوں ہے۔ کہ نبی کریم صلعم نے اپنی ایک بیوی کو کہا کہ یہ جو کنگن تم نے پہنے ہوئے ہیں۔ ان کی زکوٰۃ بھی دیتی ہو؟ اس نے جواب دیا۔ ہاں دیا کرتی ہوں۔ پس

زیور خواہ پہننے کے ہوں خواہ نہ پہننے کے

زکوٰۃ سب پر ہے عورتوں کو چاہیئے۔ کہ خوشی سے اپنے زیورات کی زکوٰۃ دیں۔ ایک عورت کے دل میں یہ خیال ضرور آئیگا۔ کہ ہر سال چالیسواں حصہ دیتے دیتے چالیس سال تک تو یہ زیور ہی ختم ہو جائیگا۔ (یا اتنا کم ہو جائیگا۔ کہ جس پر زکوٰۃ نہیں ہوتی) مگر اس کو اس خیال کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ اسکا

زیور چالیس سال تک

اس کے پاس کبھی نہ رہے گا۔ اگر زکوٰۃ کے ذریعہ سے نہ نکلیگا تو چالیس سال تک وہ عورت کہاں زندہ رہے گی۔ آخر یہ سب زیور اسکو چھوڑنا

ہی پڑے گا۔ تو جس چیز نے بالآخر ہمارے پاس سے جاتے رہنا ہے۔ وہ ۱۵۰ خدا کے راستے میں کیوں نہ جا دے۔ جس سے اس کے چلے جانے پر ہمارے اس سے علیحدہ ہونے پر ہمیں افسوس کے ہاتھ ملنے نہ پڑیں۔ بلکہ خوشی ہو۔

انسان اکیلا آیا ہے اور اکیلا ہی چلا جائیگا

نہ زیور نہ مال نہ دولت نہ رشتہ دار کوئی ساتھ نہیں جائیگا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ولقد جئتمونا فرادی۔ تم سب میرے پاس اکیلے اکیلے آؤگے انسان جس طرح ماں کے پیٹ سے اکیلا آتا ہے۔ اکیلا ہی قبر کے پیٹ میں جاتا ہے۔

غرض قرآن کریم میں زکوٰۃ کی تاکید ہے۔ اور نبی کریم صلعم اور صحابہ نے بعض حالات میں۔

زکوٰۃ نہ دینے والوں سے سختی کا معاملہ

کیا ہے۔ نبی کریم کے زمانہ میں ثعلبہ ایک شخص تھا۔ جو بہت غریب تھا وہ اپنی بھیڑ بکریوں کو لیکر مدینہ سے باہر چلا گیا۔ چند روز کے بعد بہت سامالدار ہو گیا۔ جب نبی کریم صلعم نے زکوٰۃ کے محصل باہر بھیجے تو اس کے پاس خاص طور پر آدمی بھیجا۔ مگر اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ پھر دوبارہ آدمی کے جانے پر بھی انکار کیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد وہ خود زکوٰۃ دینے آیا تو نبی کریم نے اس کی زکوٰۃ نہ لی۔ آپ کے بعد خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے پاس یہی آدمی آیا اور زکوٰۃ کا مال دینا چاہا۔ مگر آپؓ نے کہا کہ چونکہ نبی کریم نے تمہاری زکوٰۃ قبول نہ کی اس لئے میں بھی نہیں لے سکتا۔ ان کے بعد جب خلیفہ ثانی حضرت عمر رضؓ کا زمانہ آیا۔ تو وہی شخص پھر آیا۔ مگر حضرت عمرؓ نے بھی اس کی زکوٰۃ قبول نہ کی۔ ان کے بعد خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ کے پاس بھی وہ شخص آیا۔ مگر آپ نے بھی اس کی زکوٰۃ قبول نہ کی۔ یہ اتنی سختی کیوں ہوئی اس لئے کہ یہ ایک ضروری فریضہ ہے۔ جس کے لئے اس نے اول انکار کیا۔

بیوہ اور یتیم کے مال میں بھی زکوٰۃ

ہے۔ جو شخص زکوٰۃ کے ادا کرنے میں بہانے تلاش کرتا ہے۔ وہ خدا کو دھوکا دینا چاہتا ہے۔ مگر فی الحقیقت وہ اپنے نفس کو دھوکا دیتا ہے۔ زکوٰۃ سے کبھی غافل نہ ہونا چاہیے۔ میں ہر سال یہ خبر اپنے احباب کو پہنچا دیتا ہوں تا کوئی اس فرض سے بیخبر نہ رہے۔ لیکن جو باوجود خبر ہو جانے کے اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتا اس کا معاملہ پھر اللہ تعالےٰ کیساتھ ہے۔

سب احباب سے درخواست

ہے۔ کہ ہر سال اپنے مال کا حساب کر کے اسکا چالیسواں حصہ بیت المال میں بھیجدیں۔ جسطرح نماز کو باجماعت ادا کرنے کا حکم ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کو بیت المال میں جمع کرنے کا حکم ہے۔

جو تجارت پیشہ ہیں

وہ تجارت کی آمدنی کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ دیں۔ جس طرح جائیداد غیر منقولہ پر زکوٰۃ ہے اسی طرح کی زکوٰۃ تجارت پر ہے۔ یعنی اس کی آمدنی کا چالیسواں حصہ۔ لوگ ناواقفی سے یا اکثر عذر بہانہ بنا کر کچھ تھوڑا سا کہیں خیرات کر کے سمجھ لیتے ہیں۔ کہ ہم زکوٰۃ ادا کر چکے۔ قرآن کریم نے

زکوٰۃ کے مال کو خرچ کرنے کے آٹھ عنوان

بتائے ہیں۔ انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل۔ فریضة من الله والله علیم حکیم۔

زکوٰۃ کے روپیہ کو حکومت کے اخراجات سے کوئی تعلق نہیں

یعنی جس پیرہ پر ٹیکس دیتا ہے۔ وہ یہ نہ سمجھے۔ کہ اب زکوٰۃ معاف ہوگئی۔ بعض عذر پیش کرتے ہیں۔ کہ ہم سرکار کو معاملہ دیتے ہیں۔ یہ سب غلطیاں ہیں زکوٰۃ ان سب اخراجات کے علاوہ ہے۔ اور اس کے مصارف میں مسلمان قوم کی خبرگیری اور دین اسلام کی حفاظت واشاعت ہے۔ اسکا ٹیکسوں وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ کوئی سرکاری ٹیکس ادا کر کے انسان خدا کے فریضہ سے بری الذمہ ہو سکتا ہے۔

ہمیں چاہئے کہ خدا کے حکموں کے آگے سروں کو جھکا دیں میں سمجھتا ہوں کہ مجھے بار بار کہنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ آپ کو تو مجدد زمان کی جماعت ہونے کا فخر ہے۔ لیکن یاد رہے۔ کہ

مجدد کو صرف مان لینا ہی کافی نہیں

بلکہ رسول کریم کو اور خدا کو مان لینا بھی کافی نہیں۔ جب تک کہ اس کے احکام پر عمل نہ کیا جاوے۔ زکوٰۃ کا حکم قرآن کریم کے اندر موجود ہے۔ میرا حکم نہیں میں اس کو پہنچا دینے والا ہوں۔ آپ کو حکم الہٰی سے آگاہ کر دینا میرا فرض ہے۔ بیوی بچوں اور مال سے محبت۔ خدا سے زیادہ نہ کرو لوگ دنیا سے محبت کر کے خدا کے احکام کو چھوڑ دیتے ہیں۔ تم اس میں نمونہ بنو۔ اور

دو تین ہفتہ کے اندر اندر اپنی سالانہ زکوٰۃ بیت المال میں بھیجدو

اسکا خیال نہ کریں کہ ہمارے پاس تھوڑا ہے۔ ہم تھوڑی زکوٰۃ بھیجیں گے تو لوگوں میں ہماری شان گھٹ جائے گی۔ ایک دفعہ جہاد کے موقعہ پر رسول کریم نے امداد طلب کی تو ایک صحابی کے پاس آٹھ ہزار درم تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اتمام حجت

(۴)

ختم نبوت پر میاں محمود احمد صاحب کے پہلے خیالات

میاں محمود احمد صاحب نے اپنی کتاب آئینہ صداقت میں یہ دعوے کیا ہے کہ انہوں نے اپنے عقیدہ میں کبھی تبدیلی نہیں کی چنانچہ اس کتاب کے صـ۳۵ پر میاں صاحب لکھتے ہیں۔ کہ میں نے تبدیلی عقیدہ کا غلط الزام اُن پر دیا ہے۔

"یہ تبدیلی عقیدہ مولوی صاحب تین امور کے متعلق بیان کرتے ہیں اول یہ کہ میں نے حضرت مسیح موعود کے متعلق یہ خیال پھیلایا ہے۔ کہ آپ فی الواقع نبی ہیں۔ دوم یہ کہ آپ ہی آیت اسمہٗ احمد کی پیشگوئی مذکورہ قرآن مجید (سورہ صف آیت ۶) کے مصداق ہیں۔ سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقاید ہیں لیکن اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ ۱۹۱۴ء یا اس سے تین چار سال پہلے سے میں نے یہ عقاید اختیار کئے ہیں"

اس کی تائید میں میاں صاحب نے اپنے رسالہ تشحیذ الاذہان کے ایک حوالجات پیش کئے ہیں۔ جن میں لفظ نبی یا رسول کا استعمال حضرت مسیح موعود کے لئے انہوں نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں ۱۹۱۰ء سے دکھایا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں بارہا کہہ چکا ہوں محض لفظ نبی یا رسول کا استعمال اپنے لغوی معنوں میں یہ نہیں بتاتا کہ فی الواقع احمدی خاتم النبیین صلعم کے بعد نبیوں کے آنے کے قائل تھے۔ اور حقیقت میں حضرت مسیح موعود کو نبی مانتے تھے۔ چنانچہ میاں صاحب کی اپنی تحریر ۱۴ مارچ ۱۹۱۱ء کے "الحکم" میں عنوان "خاتم النبیین" کے ماتحت چھپی ہے۔ جس میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس پر آج زور دیا جاتا ہے۔ کہ اس سے مراد آنحضرت صلعم کی مُہر سے نبیوں کا ... ہے۔ بلکہ اس کے بالکل برخلاف وہی معنے خاتم النبیین کے کئے ہیں۔ جو ہم کرتے ہیں۔ الفاظ ذیل قابل غور ہیں "اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کے مرتبہ پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا" جس سے صاف معلوم ہوا کہ میاں صاحب کے نزدیک بھی ۱۹۱۱ء کے شروع تک "خاتم النبیین" کے وہی معنی تھے جو آج ہم کرتے ہیں اور دوسرے معنی ابھی تیار نہ ہوئے تھے۔ ورنہ لفظ خاتم النبیین کی تشریح میں میاں صاحب "ہر قسم کی نبوتوں" کے خاتمہ کا ذکر کرنے کی بجائے آنحضرت کی مُہر سے اجرائے نبوت کا ذکر کرتے اور یہ بھی سمجھ نہیں آتا جب نبوت کی دو ہی قسمیں ہیں ایک تشریعی اور ایک غیر تشریعی تو ہر قسم کی نبوتوں کے خاتمہ کے بعد غیر تشریعی نبوت کسطرح باقی رہ گئی۔ ہاں جس بات کے سب لوگ اس وقت تک قائل تھے۔ وہ وہی تھی جس کی تشریح میاں صاحب نے اپنے اس مضمون میں خود کر دی ہے "ہمارا ایمان ہے کہ آپ کے کمالات اعلےٰ سے اعلےٰ ترقیات کی ان منازل تک پہنچ گئے کہ آپ کی اتباع کی برکت سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہو چکے ہیں۔ جو بڑے بڑے انبیا کا مرتبہ رکھتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل"

اس سے بھی واضح تحریر اسی لفظ خاتم النبیین کی تشریح میں میاں صاحب نے اپنے رسالہ تشحیذ الاذہان بابت اپریل ۱۹۱۰ء میں اپنے مضمون نجات میں لکھی ہے۔ جہاں لکھا ہے۔

"پھر چوتھی آیت جس میں آنحضرت کے عہدہ کی میعاد بیان کی گئی ہے۔ کہ کب تک آپ کا مذہب قائم رہے گا۔ یہ ہے۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شئی علیما۔ (سورہ احزاب رکوع ۵) یعنی نہیں ہیں آنحضرت صلعم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور رسول بھی کیسے کہ "خاتم النبیین" ہیں اور اللہ تعالےٰ ہر ایک چیز کا جاننے والا ہے۔ اور کوئی ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں اس آیت میں خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی شخص نہیں آئیگا۔ کہ جس کو نبوت کے مقام پر کھڑا کیا جائے۔ اور وہ آپ کی تعلیم کو منسوخ کر دے اور نئی شریعت جاری کرے بلکہ جسقدر اولیاء اللہ ہونگے۔ اور متقی اور پرہیزگار لوگ ہونگے سب کو آپ کی غلامی میں ہی ملیگا۔ جو کچھ ملیگا۔ اس طرح خدا تعالےٰ نے بتا دیا کہ آپ کی نبوت نہ صرف اس زمانہ کے لئے ہے۔ بلکہ آیندہ بھی کوئی نبی اور نہیں آئیگا۔ بلکہ اب ہمیشہ کے لئے آپ کی ہی تعلیم جاری رہے گی۔ اور یہی لوگوں کی ہدایت کا موجب ہو گی۔ جو اس سے باہر نکلے گا۔ وہ درگاہ الٰہی میں نہیں پہنچ سکیگا۔

اس جگہ ایک اور نکتہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس آیت میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کان اللہ بکل شئی علیما۔ مگر بظاہر اس جگہ اسکا جوڑ کوئی

۱؎ یہ صریح الفاظ میاں صاحب کے ان مریدین کے لئے قابل غور ہیں۔ جو یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ میاں صاحب دوسرے مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیتے۔ ان کے مقابل پر حضرت مسیح موعود کے الفاظ حقیقۃ الوحی میں پڑھو جہاں اپنے نام سے بیخبر لوگوں کو کافر قرار دینا عبدالحکیم خاں کا افترا قرار دیا ہے (صفحہ ۱۷۸)

معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جسقدر باتیں بیان فرمائی ہیں وہ ظاہر ہیں اُن کے لئے یہ بتانا کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کا جاننے والا ہے کچھ ضروری نہ تھا۔ سو اصل بات یہ ہے کہ یہاں آپ کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق ایک پیشگوئی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلعم سے پہلے سینکڑوں نبی گزرے ہیں۔ جن کو ہم جانتے ہیں۔ اور جنہوں نے بڑی بڑی کامیابیاں دیکھی ہیں۔ ایک کوئی زمانہ ہی نہیں معلوم ہوتا کہ جس میں ایک نہ ایک جگہ مدعی نبوت نظر نہ آتا ہو۔ چنانچہ کرشن۔ رامچندر۔ بودھ۔ کنفیوشس۔ زرتشت۔ موسیٰ عیسیٰ تو ایسے ہیں کہ جن کے پیرو اب تک دنیا میں موجود ہیں اور بڑے زور سے اپنا کام کر رہے ہیں۔ اور ہر ایک اپنی ہی سچائی کا دعوے پیش کرتا ہے مگر آنحضرت صلعم کے دعوے کے بعد تیرہ سو برس گزر گئے ہیں۔ کہ کسی نے آجتک نبوت کا دعوے کر کے کامیابی حاصل نہیں کی۔ آخر آپ سے پہلے بھی تو لوگ نبوت کا دعوے کرتے تھے۔ اور ان میں سے بہت سے کامیاب ہوئے (جن کو ہم تو سچا ہی سمجھتے ہیں۔) مگر آپ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ کیوں بند ہو گیا۔ اب کیوں کوئی کامیاب نہیں ہوتا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہی پیشگوئی ہے۔ کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اب ہم اسلام کے مخالفین سے پوچھتے ہیں۔ کہ اس سے بڑھ کر کیا نشان ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کے دعوی کے بعد کوئی شخص جو مدعی نبوت ہوا ہو۔ کامیاب نہیں ہوا۔ پس اسی کی طرف اشارہ تھا۔ کہ کان اللہ بکل شئی علیما۔ یعنی ہم نے آپ کو خاتم النبیین بنایا ہے۔ اور ہم جانتے ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ اور کوئی جھوٹا آدمی بھی ایسا دعوے نہ کرے گا۔ کہ ہم اسکو ہلاک نہ کر دیں۔ چنانچہ یہ ایک تاریخی پیشگوئی ہے۔ کہ اس کا رد کسی سے ممکن نہیں۔ اگر ہے تو ہمارے سامنے پیش کرو۔ [illegible] نہیں کہ کسی نے دعوے کیا ہو اور لاکھ دو لاکھ آدمی اس کے پیرو ہو گئے ہوں۔ بلکہ ایسا آدمی کہ جس نے آنحضرت یا اس سے پہلے نبیوں کی طرح کامیابی حاصل کی ہو۔ مگر کوئی نہیں جو ایسی نظیر پیش کر سکے۔"

اب اس تحریر میں دو باتیں صاف ہیں۔ اول یہ کہ جہاں یہ لکھا "کہ آپ کے بعد کوئی شخص نہیں آئے گا جس کو نبوت کے مقام پر کھڑا کیا جاوے"، ساتھ ہی بڑھایا ہے "بلکہ جسقدر اولیاء اللہ ہوں گے" تو معلوم ہوا کہ حقیقتاً اس وقت میاں صاحب حضرت مسیح موعود کو بھی اولیاء میں سے ہی مانتے تھے نہ انبیاء میں سے۔ اور اگر انہوں نے کبھی لفظ نبی یا رسول بھی آپ کے متعلق استعمال کیا تو وہ صرف انہی معنوں میں تھا جن معنوں میں انہوں نے دوسرے بزرگوں کا بڑے بڑے انبیاء کے مرتبہ پر پہنچ جانا مانا ہے۔ یعنی مجاز اور استعارہ کے طور پر جس کی مثال انہوں نے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل میں دی ہے گویا حقیقتاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف اولیاء ہیں۔ نہ انبیاء اور یہ بالکل صحیح اور بعینہ اس کے مطابق ہے جو حضرت مسیح موعود نے تریاق القلوب صفحہ ۱۳ [illegible] کے حاشیہ میں لکھا ہے۔ [illegible] کے ماسوا جسقدر ملہم اور محدث ہیں [illegible] اور دوسری بات یہ ہے۔ کہ اس وقت تک میاں صاحب حضرت مسیح موعود کو مدعی نبوت نہ سمجھتے تھے کیونکہ وہ صاف لکھتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تیرہ سو سال میں کوئی مدعی نبوت نہیں ہوا جو ناکام نہ ہوا ہو اور آئندہ کے لئے بھی یہی فیصلہ ہے کہ آپ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئیگا۔ اور کوئی جھوٹا آدمی بھی ایسا دعوے نہ کرے گا۔ کہ ہم اس کو ہلاک نہ کر دیں۔ گویا انہوں نے صاف مان لیا ہے۔ کہ اب نہ کوئی سچا نبی ہو سکتا ہے۔ اور نہ جھوٹا دعوی کر کے کوئی شخص کامیاب ہو سکتا ہے۔ اور اس کا رکو دعوے کیا ہے۔ کہ اس کا رد کسی سے ممکن نہیں اگر ہے تو ہمارے سامنے پیش کرو۔ امید ہے میاں صاحب اب اپنی اس دلیل کو اپنے ساکت کرنے کے لئے خود ہی کافی سمجھ لیں گے۔ اور اس صراحت کے مقابل پر اس بات پر نہ جائیں گے کہ انہوں نے کبھی لفظ نبی استعمال بھی کیا۔ کیونکہ وہ لفظ اس وقت حضرت صاحب کی اصطلاح کے مطابق صرف ان اولیاء اللہ پر استعمال ہوا جن کو اللہ تعالیٰ نے اصلاح کے لئے مامور بھی کیا ہو۔ یعنی مجددین کے لئے۔

بات تو بہت صاف ہے۔ اگر میاں صاحب اسے سمجھنے کی کوشش کریں اور اس غلطی سے رجوع کر کے تکفیر مسلمین کے خطرناک عقیدہ کو بھی ترک کر دیں۔ لفظ رسول یا نبی بطور استعارہ یا مجاز اور اپنے لغوی معنے میں مامور محدث یا مامور ولی پر استعمال کیا گیا۔ اور جب تشریح کرنے کی نوبت آئی تو سب لوگوں نے حتی کہ میاں صاحب نے بھی یہی اعتراف کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی نہیں بلکہ اولیاء ہیں اور نبوت ختم ہو گئی جیسا کہ امت کا عقیدہ تیرہ سو سال سے چلا آتا ہے۔ اور حضرت صاحب کی اپنی صاف تحریریں حقیقت الوحی تک اس پر شاہد ہیں۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا سمیت نبیاً من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ الخ۔ اور گو مجاز اور استعارہ کے رنگ میں یا لغوی وسعت میں اس لفظ کو استعمال کرنیکا حق ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود نے جو احتیاط اس لفظ کے بارہ میں برتی کہ جب اسے استعمال کیا ساتھ ہی یہ بھی تشریح کر دی کہ یہ محض لغوی معنے میں ہے اور مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے۔ وہ احتیاط دوسروں سے نہ ہو سکی جسکا نتیجہ موجودہ فاسد عقیدہ ہے۔ کہ خاتم النبیین کے بعد نبی بھی آئیں گے۔ اسی بے احتیاطی کے علاج کے لئے ہی حضرت مسیح موعود نے یہ ہدایت فرمائی تھی کہ صرف لفظ نبی ان کے لئے استعمال نہ کیا جائے "کیونکہ نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے"

اسی ارشاد کی تعمیل میں آج لفظ نبی کے اس عام استعمال کو جو ہو رہا تھا کیونکہ غلط فہمی یہانتک بڑھی ہے کہ چالیس کروڑ مسلمانوں کو بلاوجہ کافر قرار دیا گیا ہے

۱۱ مارچ ۱۹۲۳ء۔

محمد علی

احمدیہ بلڈنگس لاہور

سرورِ کائنات کی لائف پر اک نظر

اور

عیسائی دوستوں سے خطاب

ابتدائے شباب میں مشیت ایزدی شام کو لے گئی۔ اس سے یا تو شام کے فاضل پادری سے قبل از دعوئے نبوت اقرار اور یا بحیثیت شرافت جو بچہ کے دل کا مسخر کروانا منظور تھا۔ تجارت میں، دیانتداری وایمانداری اور صدق وصفائی کے پہلو نے مالکہ کو غلام کر دیا چنانچہ اس نے شادی کا پیغام دیا مصلحت ربی نے بھی اس کام کو موقعہ دیا۔ ورنہ کہاں چالیس سالہ عورت اور کہاں پچیس برس کا نوجوان۔ اخلاق حسنہ کی مکمل تصویر نوبچہ بھی بارگاہِ قدس سے اک عجیب دل لائی تھی۔ کہ جو مصیبتیں پہ مصیبتیں سہتا تھا۔ مگر زینۂ استقلال سے اک قدم نہیں ہلتا تھا۔ انکا ساتھی بھی اک عجیب ساتھ تھا۔ وہ رسول خدا کو دیکھ دیکھ کر جیتی تھی۔ وہ صداقت کی پوری تھی۔ اور سچائی کی خاطر جان تک کی پرواہ نہ کرنے والی تھی۔ چنانچہ جب شعاع نبوت چمکا۔ تو یہ اژدہا سب سے آگے تھی۔ جنہوں نے اُسے بصیرت کی آنکھوں دیکھا۔ اور سب سے پہلے آوازۂ اسلام پر لبیک کہا۔ ابتدا کے ایام ہی بڑے سخت ایام تھے۔ چنانچہ آقا و امن کا دعوئے نبوت کرنا ہی تھا۔ کہ عرب کا نقشہ ہی بدل گیا۔ تمام اطراف میں غیظ وغضب کی آگیں بھڑکنے لگیں۔ حسد بغض کی تلواریں ہلنے لگیں۔ باطل کے لشکر نے جو صدیوں سے جمع ہو رہا تھا۔ تلواریں میان سے باہر نکال لیں۔ چاروں طرف الائم و مصائب کی گھٹائیں چھاگئیں۔ ظلم و ستم واستبداد واستبداد کے بادل ابوجہل وابولہب کی شکل میں گرجنے لگے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ جس میں سے تمام انبیا کو ہو کر گزرنا پڑا ہے۔ مگر ہمارے آقا پر پہلوں کی نسبت کسی قدر سختی سے آیا۔ اور غالباً اس کی یہ وجہ تھی۔ کہ پہلے نبی تو مختلف قوموں کی طرف آئے تھے۔ مگر یہ تمام جہان کے لئے۔ وہ تو مثل چراغ کے جلتے رہے۔ اور یہ اک آفتاب عالمتاب تھا۔ جسے تمام دنیا کو اپنی روشنی سے منور کرنا تھا۔ اگرچہ مخالفت بہت زوروں پر تھی۔ مگر آفتاب حق کی کرنیں ان کثیف بادلوں میں سے بھی نکل نکل کر سطح قلوب پر گرتی تھیں۔ خدا کا ہاتھ محمد الرسول اللہ کی آستین میں پوشیدہ تھا۔ وہ مانی ہٹنے والے چند روز للکارتے اور للکار کر رہ گئے۔ آخر وہ دن خجستہ اور وہ مبارک دن تھا۔ کہ جب لوگ علانیہ طور پر مسلمان ہونے شروع ہوئے۔ اخلاق محمدیہ نے ان سے وہ وہ ایثار اور قربانیاں کرائیں۔ کہ تاریخ عالم مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اے میرے عیسائی دوستو!

میں حیران رہ جاتا ہوں۔ جب میں دیکھتا ہوں۔ کہ ہمارے ہاں بلال کو گرم ریت اور پتھروں پر لٹایا گیا۔ اور اس قسم کی ایذائیں دی گئیں کہ جن کے سننے سے جگر پاش پاش ہوتا ہے۔ مگر انہوں نے پھر بھی اُسکا ساتھ نہیں چھوڑا۔ جسکا خدا ساتھی تھا۔ مگر تمہارے ہاں اک یہودی اسکریوتی تھا۔ کہ جو تیس روپے پر پھسل گیا۔ ہمارے صحابہ کرام میں سے اک حضرت زبیر تھے۔ کہ جن کو چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں دیا گیا مگر پھر بھی پایۂ استقلال میں ضعف نہیں آیا۔ مگر تم میں سے اُس نے جس کے پاس بہشت کی چابیاں تھیں محض چند مصائب سے ڈر کر حلفیہ طور پر یہ کہا۔ کہ میں یسوع کا ساتھی نہیں۔ اس قسم کے ہزاروں واقعات ہیں مگر اہل دانش زیادہ واقعات کے محتاج نہیں ہوتے۔ کیا یہ سچ نہیں۔ کہ محمد الرسول اللہ کے شہید ہو جانے کی جب کسی نے افواہ پھیلائی تو عین عالم جنگ میں اس کے ایک ساتھی نے پکار کر کہا۔ کہ رب محمد صلعم اسکا مالک تو قتل نہیں ہوا۔ اور کیا یہ جھوٹ ہے۔ کہ موسیٰ کو اُس کی قوم نے کہا کہ جا تو اور تیرا خدا جا کر لڑتے پھرو۔ پھر خود جناب یسوع نے جن کو اپنی جان پر پورا اختیار تھا۔ صلیب پر چڑھائے جانے کے وقت کہا کہ اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ دوسری طرف عرب کے امی نے جو فاضلوں کا فاضل اور عالموں کا عالم تھا۔ غار حرا میں اُس وقت جبکہ دشمن باہر کھڑا تھا۔ اپنے ساتھی سے کہا۔ کہ اے ابوبکر لا تحزن ان اللہ معنا۔ ڈر نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اللہ اللہ کہاں وہ گمان اور کہاں یہ ایمان۔ یہ غور کرنے کی باتیں ہیں۔ کیونکہ انہی باتوں نے عرب کی کایا پلٹ دی تھی۔ اور یہی وہ باتیں ہیں۔ کہ جنہوں نے دلوں کو اُس الٰہ العالمین کے سامنے کر دیا۔ جو جہالت کی تاریکیوں میں دیکھتا تھا۔ اور مقفل دروازوں کی کھڑکیوں سے جھانکتا تھا۔ یہی وہ باتیں تھیں۔ کہ جن کے باعث قبائل کی خانہ جنگیاں چھٹ گئیں۔ اور تمام ڈاکو رام ہو گئے۔ روحانی رشتہ نے خون قرابت اور نسل کے تار و پود ادھیڑ دیے۔ خدا مقلب القلوب کے فضل سے ہمارے حبیب دشوار گزار گھاٹیوں میں سے گزر آئے۔ تو خوشگوار میدانوں میں ملت بیضا کی خیمیں سجانے لگے۔ اور اس امن نے یتیم کے جوہر یہاں تک صحابہ کو لالا کرنا شروع کیا۔ اے میرے عیسائی بھائیو! انجیل نے کہا تھا۔ کہ صرف بد نظری اور شہوت کے خیال سے نامحرم عورتوں کو مت دیکھنا۔ مگر کملی اوڑھنے والے نے یہ کہا۔ کہ ہرگز نہ دیکھنا نیک نظری سے اور نہ بد نظری سے کیونکہ انسان کمزور ہے اور یہ ٹھوکر کی جگہ۔ انجیل نے یہ کہا تھا۔ کہ اتنی شراب مت پی کہ تو مست ہو جائے۔ مگر اس نیک تعلیم دینے والے نے کہا۔ کہ بالکل نہ پی کیونکہ یہ پلیدیوں سے پاک نہ ہونے دیگی۔ انجیل نے کفارہ کا مسئلہ گھڑ کر اپنے پیروان کو گناہوں کے گڑھے میں دھکا دیا۔ مگر اس جہان کی رحمت نے اپنی نور نظر فاطمہ اور اپنی خالہ صفیہ سے یہ کہا۔ کہ تم سے بروز قیامت یہ نہیں پوچھا جائیگا۔ کہ تم کس سے تعلق رکھتی ہو۔ بلکہ تمہارے اعمال ہی تمہارے کام آئینگے۔ انجیل نے یہ کہا تھا۔ کہ اپنے

کیا ایک گال پر تھپڑ کھا کر دوسرا بھی آگے کرنا۔ مگر آپ نے کہا کہ جو غیرت کا خون نہ کرنا۔ یعنی ... شریر کا مقابلہ ضرور کرنا۔ انجیل نے فطرت انسانی کے خلاف یہ تعلیم دی کہ دشمن سے پیار کرنا۔ مگر اس بہتر تعلیم دینے والے نے کہا کہ خدا اور اس کے رسول کے دشمن کے ساتھ دوستی نہ کرنا یہاں تک کہ وہ راہ راست پر آجائے۔ انجیل نے جسمانی غذاؤں کے طلب کرنے کی دعائیں سکھائیں جو ہر ایک کو میسر آجاتی ہیں۔ مگر دنیا کے سب سے بڑے انسان نے جس نے پتھر سے پتھر دل کو موم کر دیا تھا۔ وہ دعائیں سکھائیں کہ جن سے خوشنودی مالک یوم الدین حاصل ہو اور یا جن سے روحانی غذائیں میسر آئیں۔ الغرض اس قسم کی ہزارہا باتیں بتائیں کہ جن کا مقابلہ پیش کرنے سے تمہاری کتب عاجز ہیں۔ اے کاش کہ آپ غور کریں۔ اور دیکھیں کہ حق کس کی طرف ہے اور باطل کس کی طرف۔ آہ! کس قدر دل ہلا دینے والی بات ہے۔ کہ باوجود اس کے کہ تم جانتے ہو۔ کہ یہ عالم چند روزہ ہے مگر پھر بھی نہیں ڈرتے۔ تم میں سے اُس گروہ کی حالت کس قدر قابل رحم ہے کہ جن کو علم ہے۔ کہ انجیل کی تعلیم قابل عمل نہیں۔ مگر پھر بھی وہ سچے دین کی طرف نہیں آتے۔ اور فخر کرتے ہیں۔ کہ ہم آبائی مذہب پر قائم ہیں رکھتے ہیں کہ قرآن میں سختی ہے اور انجیل میں نرمی مگر کیا یہ جنگ یورپ اُس نرمی کا نتیجہ نہیں یہ سب حسد و بغض کے کھیل نہیں۔ اور تمہاری حالت دردناک اس لئے کہ تم دیکھتے ہو پر نہیں دیکھتے۔ تم سمجھتے ہو پر نہیں سمجھتے

دوستو! میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں۔ اور اس خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اور جس کی جھوٹی قسم کھانا لعینوں کا کام ہے۔ کہ اس آسمان کے نیچے بجز اسلام کے اور کوئی دین قابل قبول نہیں۔ اور بجز محمدؐ کے روحانی راج کے اور کسی کا روحانی راج نہیں۔ اُس کے اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ کی تعلیم نے ممالک اسلامی کو وہ چیز بخشی جو ممالک مغرب کو آج تک نصیب نہیں۔ کیا نہیں دیکھتے کہ عرب کی پہلے کیا حالت تھی۔ اور پھر کیا بنی۔ خدارا سمجھو کہ دنیا چند روزہ ہے۔ یہ وقت پھر ہاتھ نہیں آئے گی۔ اور کوئی سنائی نہیں ہوگی کہ جب مقررہ وقت آپہنچیگا۔ وہ زندگی کی شام ہوگی۔ اور فرشتہ تمہارا خاتمہ کر دیگا۔ تمہیں اور ہمیں اپنا اپنا نامۂ اعمال لیکر کل ایک دربار میں حاضر ہونا ہے۔ پس تم ان ناقابل عمل تعلیموں کو چھوڑ دو۔ یعنی اپنا نامہ اعمال سیاہ مت کرو۔ کیونکہ جس کسی کا بھی اعمالنامہ سیاہ ہوگا۔ خواہ وہ تم میں سے ہو۔ یا ہم میں سے ہو اُس کے لئے بڑا دردناک عذاب ہے جسے ہم دونوں دوزخ کے اسم سے موسوم کرتے ہیں۔ کوئی کسی کا بوجھ جب یہاں نہیں اٹھاتا تو بھلا آخرت میں کون اُٹھائیگا۔ پس کسی کے خیال پر مت رہو۔ اپنے مستقبل کی آپ فکر کرو۔ کیونکہ زمانۂ مستقبل میں تمہارا اک امتحان ہونیوالا ہے۔ اور وہ ایسا امتحان ہے۔ جس کی قبل از وقت تیاری ضروری ہے۔ مبارک وہ جو اُس آزمائش کے دن کو ہر وقت سامنے رکھے۔ اور اس باری تعالےٰ سے ہر وقت ڈرتا رہا۔ تحقیق دوست ہی میں نجات کا راز مضمر ہے۔

(درس ہدیت از بہار گنج دہلی)

17 5/33

اقتباسات

ملیبار کے ہندو

پنجاب اور صوبجات متحدہ کے ہندو اور مسلمان بھائیوں کی دلچسپی کے لئے میں یہاں کی ہندو جاتی کی کچھ حالت لکھ دینا چاہتا ہوں۔ تاکہ آپ سمجھ سکیں کہ حالت کس انتہائی درجہ تک پہنچ چکی ہوئی ہے۔

نمبودری برہمن کی شادی بیاہ

نمبودری براہمن یہاں شاہی طریقہ سے رہتے ہیں۔ اُن کے گھر محل ہوتے ہیں۔ ان کی عورتیں سخت سخت پردہ کے اندر رہتی ہیں۔ اور یہ کہاوت کہ سورج بھی اُن کو نہیں دیکھ سکتا۔ اُن پر صادق آتی ہے نمبودری برہمن میں سے صرف بڑا بھائی ہی شادی کر سکتا ہے۔ باقی کے بھائی نائر جاتی کی لڑکیوں سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے۔ وہ جائز کہلاتی ہے۔ اور اس کی پرورش کا بوجھ برہمنوں پر نہیں بلکہ لڑکی کے والدین پر ہوتا ہے۔ چونکہ ایک خاندان کا ایک ہی برہمن شادی کر سکتا ہے۔ اس لئے بہت سی نمبودری لڑکیاں عمر بھر کنواری رہتی ہیں۔ جس سے بہت سی خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں * اکثر لڑکیاں نکل جاتی ہیں۔ اور مسلمان بن جاتی ہیں۔ دو لڑکیوں نے دو انگریزوں سے شادی کر لی تھی۔

نائر جاتی اپنے آپ کو کھشتری بتلاتی ہیں۔ لیکن برہمن اُسے شودر کہتے ہیں۔ اُن میں لڑکا جائداد کا وارث نہیں ہوتا۔ بلکہ لڑکی کا لڑکا ہوتا ہے۔ لڑکیاں اپنے باپ کے گھر میں رہتی ہیں۔ لڑکا اپنے باپ کے۔ اس طرح ان کی کوئی گھریلو زندگی نہیں ہوتی۔

چھوت چھات کی قسمیں

ہتیہ جاتی جس کی تعداد مالابار کوچین اور ٹراونکور میں ۱۸ لاکھ ہے ایک اچھوت جاتی سمجھی جاتی ہے۔ ہتیہ جاتی کا کوئی آدمی برہمن کے گھر میں نہیں جا سکتا۔ حتےٰ کہ برہمنوں کے تالاب کے قریب سے بھی نہیں گذر سکتا۔ دو سال ہوئے کالی کٹ میں ایک مقدمہ چلا تھا۔ اور اس کی بنا یہ تھی۔ کہ کالی کٹ کے تالی تالاب کے کنارے سے ایک ہتیہ جاتی کا ڈاکٹر جس کا نام جولی ہے گذرا۔ وہ ایک دردِ شکم سے تڑپتی ہوئی عورت کو دیکھنے کے لئے اوپر گیا۔ اس پر تالاب کے مالکوں نے مقدمہ چلا دیا کہ اس

(باقی بر صفحہ ۱۰ ملاحظہ ہو)

شب برات اور آجکل کے مسلمان

نصف (پندرھویں شعبان) ایک مبارک رات ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے۔ وعن علی قال قال رسول اللہ صلعم اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلھا و صوموا نہارھا فان اللہ تعالیٰ ینزل فیھا لغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول الا من مستغفر فاغفر لہ الا مسترزق فارزقہ الا مبتلی فاعافیہ الا کذا الا کذا حتی یطلع الفجر رواہ ابن ماجہ (جب پندرھویں شعبان ہو تو رات کو عبادت کرو۔ نوافل پڑھو دن کو روزہ رکھو۔ اللہ اس میں سماء دنیا کی طرف متوجہ برحمت ہوتا ہے اور فرماتا ہے۔ کہ ہے کوئی بخشش مانگنے والا جو میں اسے بخش دوں۔ ہے کوئی رزق مانگنے والا جو میں اُسے رزق دوں۔ ہے کوئی مصیبت میں گرفتار کہ میں اسے رہائی دوں۔ غروب شمس سے فجر تک یہ مبارک وقت رہتا ہے (ابن ماجہ)

مگر آجکل کے مسلمان بجائے اس کے کہ اس مبارک رات میں عبادت کریں۔ اکھاڑے جماتے ہیں۔ اور رات کو آتشبازی چلاتے ہیں۔ حلوا پکاتے ہیں فاتحہ دلاتے ہیں۔ غرض جو کچھ کرنا چاہیئے وہ نہیں کرتے اور جو نہیں کرنا چاہیئے اُسے ثواب سمجھ کر بجالاتے ہیں۔ بخصوص اس رات کو ایسا فاتحہ دلانا خلاف سنت ہے۔ ہاں صدقہ جب بھی کیا جائے اور اسکا ثواب مرنے والے کی روح کو پہنچایا جائے تو وہ پہنچتا ہے۔

افسوس جب کوئی قوم تنزل کی انتہا کو پہنچتی ہے۔ تو وہ اللہ اور اسکے رسول کے احکام کی علانیہ ہتک کرتی ہے مسلمانو! کیا یہ رسول کریم کا ارشاد نہ تھا کہ اس مبارک رات میں عبادت کرنا پھر کیا وجہ کہ آپ میں سے چھوٹے سے لیکر بڑے تک کو یہ احساس جاتا رہا اور آپنے اپنے پیارے رسول کے حکم کی ذرا پرواہ نہ کرکے اپنے نفسوں کی پیروی کی۔ اگر رسول کے قول کو بھلایا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی ہی پرواہ کی ہوتی جو فرماتا ہے۔ ان اللہ لا یحب المسرفین بلکہ فرمایا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین۔ تو کیا یہ آتشبازی اسراف نہیں پھر بتاؤ۔ کہ باوجود اللہ اور اس کے رسول کے صاف صاف حکم سننے کے ان کی علانیہ ہتک اور خلاف کرنا اور پھر اپنے آپکو مسلمان کہتے جانا تمہاری ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔

ہم ازراہ ہمدردی تمام مسلمانان کو عموماً اور مسلمانان انبالہ چھاؤنی سے خصوصاً التجا کرتے ہیں۔ کہ آپ صاحبان شب برات کی رات اپنے آپ کو اور اپنے عزیز و اقارب کو اللہ اور رسول کی مخالفت سے روکیں اور ہم دعوت دیتے ہیں کہ اے حقیقی اسلام کے متلاشیو اور رسول کریم کی محبت کے پیاسو دوڑو اور الٰہی سلسلہ میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مسیح موعود کے ہاتھ سے قائم کرایا ہے۔ تا ان بدعتوں اور تباہیوں سے بچ جاؤ۔ جن میں تمہارے خود غرض علماء نے تمکو مبتلا کر رکھا ہے۔ جو ایک ایک رکابی حلوا پر اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو قربان کر رہے ہیں۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ وہ تمہیں ایسا کرنے سے نہ روکتے۔ مبارک ہے وہ جس نے امام وقت کو پہچانا۔

خاکسار عبدالحکیم احمدی سکرٹری انجمن احمدیہ انبالہ چھاؤنی

تازہ خبریں

کرپان چھیننے پر فاقہ کشی نہ کیجائے:۔ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کی توجہ اس امر کی طرف دلائی گئی ہے کہ بعض جیل خانوں میں کرپان چھین لئے جانے پر سکھ قیدی فاقہ کشی شروع کر دیتے ہیں، لہذا کمیٹی اعلان کرتی ہے کہ کرپان کے زبردستی چھینے جانے پر اس قسم کا طرز عمل اختیار کرنا واجب نہیں ہے،

انگریزی قانون مطابع:۔ لندن ۶۔اپریل۔ دارالعوام میں کپتان راشدن نے تجویز کی، بعض لوگ کئی اخبارات پر قبضہ کر کے جمہور کو اپنی رائے کی تعلیم وغیرہ دیتے ہیں، اس لئے ہر اخبار پر مالک اخبار کا نام درج ہونا چاہیئے، مسٹر الہ جارج نے کہا کہ بہت سی حالتوں میں اخباروں پر کمپنیوں کا نام لکھا جائے گا، جس سے مقصد حاصل نہ ہو سکے گا،

کلکتہ میں قومی ہفتہ کا آغاز۔ کلکتہ ۱۰۔اپریل۔ آج بنگال میں کانگرس اور خلافت رضاکاران نے قومی ہفتہ منایا، کلکتہ کی گلیوں میں رضاکار قومی گیت گاتے پھر رہے ہیں، شام کے وقت شہر کے مختلف حصص میں جلسے ہوئے، لیکن کوئی ناگوار واقعہ پیش نہیں ہوا، کھدر کی زبردست تبلیغ کی گئی، نئے رضاکار بھی بھرتی ہوئے اور تلک سوراج فنڈ کے لئے چندہ بھی ہوا،

بنگال پراونشل کانفرنس میں جو ۱۵۔۱۶۔اپریل چٹاگانگ میں ہوگی بہت سے اعتدال پسند بھی شریک ہوں گے، مثلاً سر آشوتوش۔ چودھری میسرز چکرورتی جے، چودھری آرمتائی۔ بی سین،

کلکتہ کے دو اخباروں کے خلاف مقدمہ۔ آج چیف پریزیڈنسی مجسٹریٹ کی عدالت میں مسٹر فضل دین احمد طابع پیغام پر بغاوت آمیز مضامین شائع کرنے کے جرم پر مقدمہ چلایا۔ انہوں نے معافی مانگ لی۔ اس لئے اسکا مقدمہ واپس لے لیا گیا۔ بنگالی "بندے ماترم" کے پرنٹر پر دو باغیانہ مضامین کی اشاعت کیوجہ سے مقدمہ چلایا گیا۔ مقدمہ ۱۲ تاریخ پر ملتوی کر دیا گیا۔

گوجرانوالہ میں گرفتاریاں۔ پنجاب پراونشل کانگرس کمیٹی کے حسب ذیل اصحاب کی ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی ہے جو گوجرانوالہ کی گرفتاریاں کے واقعہ کی تحقیقات کیجائے گی

(۱) دفیہ رچپا رام صدر۔ (۲) میاں سراج الدین رکن۔ (۳) لالہ میلا رام رکن۔

یہ کمیٹی تفتیش کرے گی کہ آیا جن شخصوں پر پتھر پھینکنے کا الزام لگا ہے وہ فی الواقعہ اسی کے مجرم ہیں۔

مقدمہ چورا چوری۔ گورکھپور ۶ ر اپریل سرکاری گواہ شکاری اور کانسٹیبل صدیق کو عدالت میں پھر بلایا گیا ہے۔ اور چند شخصوں کی شناخت کرائی گئی۔ آخری گواہ جگا دھر اپہیر جو کہدارنے کہا کہ میں حادثہ کے روز اپنی تنخواہ لینے چورا چوری تھانہ گیا تھا۔ اور بتایا کہ کسطرح بچکر نکلا تھا۔

کارکنان خلافت کے اسلحہ کی ضبطی۔ صدر معتمد کارکنان خلافت مولانا محمد فقیر اللہ خان حافظ صفت اللہ خان۔ نزہت اللہ خان۔ فراست اللہ خان سعادت اللہ خان بشاہجہانپور کے اسلحہ اس لیے ضبط کر لئے گئے ہیں۔ کہ وہ اس مجلس کے اراکین ہیں حالانکہ ان کے لائسنسوں کی تجدید ہو چکی تھی۔

آئرلینڈ۔ لندن ۸ ر اپریل۔ آئرلینڈ کے اضطراب انگیز خبریں آرہی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ بد سے بدتر ہوتا جاتا ہے جمہوریت پسند فوج کے آگے عارضی حکومت کی پیش نہیں چلتی۔ اور وہ آئندہ انتخابات میں اظہار رائے کو روک رہی ہیں۔ مسٹر کالنز کی حالت نہایت مخدوش ہے

جس اسوقت جبکہ دار العوام کے نمائندوں کا ایک وفد مسٹر چیمبرلین زور ڈال رہا تھا کہ آئرلینڈ کے کانسٹیبلوں کی حفاظت کیجائے ایک پیغامبر کمرے میں ایک تار لیئے داخل ہوا جس نے اطلاع دی کہ دو سپاہی قتل کر دے گئے ہیں

جینوا کانفرنس۔ جینوا۔ ۶ ر اپریل۔ امریکی وفد کے ۵۵۔ اراکین جینوا پہنچ گئے ہیں۔ جن کی حفاظت نہایت سخت احتیاط سے کی جارہی ہے۔ سارے سفر میں جو اٹلی کے علاقہ میں ہوا۔ اطالوی فوج ان کی حفاظت کرتی رہی جب وہ گاڑی سے اترکر اپنے ہوٹل میں جانے لگے۔ تو ان کے آگے پیچھے فوجی سائیکل سوار تھے۔

لندن۔ ۶ ر اپریل۔ مسٹر لائڈ جارج۔ سر ایل ورتھنگٹن ریونز۔ سر رابرٹ ہارن اور دیگر اراکین وفد جینوا کو روانہ ہوگئے۔

جاپانی وفد بھی جینوا پہنچ گیا ہے۔

پیرس۔ ۶ ر اپریل۔ موسیو پوئنکارے وفد جینوا کو ہدایت دیدیں۔ بحث سیاسیات پر نہیں بلکہ اقتصادیات پر ہوگی۔ اور کہا کہ ہر فیصلہ کی اطلاع حکومت فرانس کو کیجائے۔ یہ اپنا فیصلہ کرنے کے بعد اس کی ذمہ دار ہوگی۔

امریکہ میں ایک روسی جرنیل کی گرفتاری۔ نیو یارک۔ ۲ ر اپریل جنرل ... کو جبکہ وہ واشنگٹن سے واپس آرہا تھا ۱۹۱۸ء میں ایک کمپنی کے پونے چار لاکھ ڈالر کی قیمت کی اشیاء چرانے کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا۔ اور وہ بمشکل ۲۵ ہزار ڈالر کی ضمانت پر رہا ہو سکا۔ اس نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ جس وقت کا یہ واقعہ ہے اس وقت روس میں ہر طرف عالم فتنہ بپا تھا۔

اشتہارات

ایک دلچسپ مکالمہ

باپ۔ (دروازہ کھٹکھٹا کر) ارے بھئی دروازہ تو کھولو۔

بیٹا۔ (دریچہ سے جھانک کر) اماں جان ایک شخص ابا کو ملنے آئے ہیں۔

ماں۔ بیٹا جواب دو کہ ابا جان ابھی باہر گئے ہیں۔

بیٹا۔ بابو جی ابا جان گھر پر نہیں ہیں کہیں بازار گئے ہیں۔

باپ۔ (پھر زور سے دروازہ کھٹکھٹا کر) ارے بیٹا دروازہ کھولو۔ میں ہی تمہارا ابا ہوں۔

بیٹا۔ (اماں سے) اماں جان دروازے پر کھڑا شخص کہہ رہا ہے۔ کہ میں تمہارا ابا ہوں۔ لباس تو سب انہی کا ہے۔ آواز بھی ملتی ہے۔ مگر شکل وہ نہیں ہے ابا جان بڈھے ہیں۔ ڈاڑھی سفید ہو چکی ہے۔ مگر یہ شخص تو بالکل جوان معلوم ہوتا ہے۔ ڈاڑھی بالکل سیاہ ہے۔

ماں۔ بیٹا جاکر دروازہ کھول دو۔ کہو۔ مردانے میں تشریف رکھیں۔ غالباً تمہارے ابا کے کوئی عزیز دوست ہونگے دروازہ کھلنے پر وہ صاحب بلا تکلف زنانخانے کیطرف چل پڑے جسے دیکھ کر ماں اور بیٹا دونوں حیران تھے کہ یہ کون شخص ہے۔ جو خواہ مخواہ اندر گھسا آتا ہے

خاوند۔ (بیوی اور بچے سے) آپ اس قدر تعجب کیوں کرتے ہو میرے ایک دوست نے شیخ فیروز الدین ایبل پوری سے خضاب فیروزی منگایا تھا میں نے بھی آزمایا۔ بیٹا لگا دیکھا۔ بس یہ اسی کا جادو بھرا اثر ہے کہ بغیر تکلیف اور تردد۔ دو تین منٹ میں بال سیاہ ملائم بعین قدرتی انداز کے ہو گئے جس سے تم مجھے پہچان نہ سکے۔ اس بات کو سنکر وہ دنگ رہ گئے اور خوش ہو کر کہا۔ کہ آپ بھی ضرور اس کی چند شیشیاں منگوائیں۔

بیوی۔ میاں ایسی چیز تو غالباً مہنگی ہوگی۔

خاوند۔ خوبی تو یہی ہے۔ کہ مہنگی بھی نہیں۔ ایک شیشی صرف ڈیڑھ روپیہ میں آتی ہے۔ جو احتیاط سے استعمال کیجاوے۔ تو چھ ماہ کے لیئے کافی ہے اور ایک شیشی سے چھ شیشی تک کا خرچ محصولڈاک صرف ۸ آنہ ہے۔

بیوی۔ ہاں میاں ایک بات مجھے اور یاد آئی ہے۔ کہ اگر یہ دوائی رنگ نہ دے تو پھر کیا کیا جاوے۔

خاوند۔ بیوی موجد کا یہ دعوےٰ ہے۔ کہ اگر خضاب فیروزی بالوں کو سیاہ نہ کرے جسم پر داغ دھبہ دے یا اس میں کا شک اثر ہو۔ تو ہر شخص پچاس روپیہ کا دعوےٰ کر کے بطور ہرجانہ کے لے سکتا ہے۔

بیوی۔ تو آپ بھی تین شیشیاں منگوائیں کچھ میں اپنے میکے میں بطور سوغات بھیجوں گی۔ بڑے میاں نے فوراً تین شیشیوں کا آرڈر بنام

مینیجر خضاب فیروزی ... بھیجدیا۔

الصلح خیر

پیغام صلح

لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۳

ما از و یا بیسم ہر نور و کمال
وصل دلدار از لب باو صال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
آنچہ گفت آن مرسل رب العباد
آن ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آن مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست
منکر آن مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکار ے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفی ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمدہ از مادریم
ہم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن
جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آن نہ از خود از ہمان جائے بود

مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۲ شعبان سنہ ۱۳۴۰ ہجری مطابق ۱۹ اپریل سنہ ۱۹۲۲ عیسوی

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

جنرل کونسل ۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا اجلاس کل ۱۶ اپریل کو حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب کے مکان پر ہوا جس میں شامل ہونے کے لئے باہر سے بھی بعض اصحاب تشریف لائے ہیں ۔

حضرت مولانا مولوی غلام حسن خانصاحب اور مکرمی شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹی اجلاس جنرل کونسل میں شرکت کے لئے لاہور تشریف لائے ہوئے ہیں ۔ مؤخر الذکر اور بعض دیگر احباب ۱۷ اپریل کو واپس تشریف لیگئے ۔

انجمن حمایت اسلام کا جلسہ آجکل لاہور میں ہو رہا ہے جس میں کل ۱۵ اپریل کو مولانا مولوی صدر الدین صاحب کا لیکچر ہوا ۔ آپ کی تقریر کا عنوان تھا ۔ " حضرت نبی کریم صلعم کی سیرت کا ایک شعبہ " ۔ حاضرین پر اس لیکچر کا خاص اثر تھا ۔ اور باوجود آپکا وقت ختم ہو جانے کے انہوں نے آپ کو اجازت دی کہ جتنی دیر آپ چاہیں ۔ تقریر کریں ۔ تیسرے نواب ذوالفقار علیخانصاحب کا انگریزی لیکچر Ideals in Practice مقاصد عالیہ عملی زندگی میں کے عنوان سے تھا ۔ اس اجلاس کے صدر

حسب اعلان حضرت امیر ایدہ اللہ بنایا گیا۔ نواب صاحب کا لیکچر بہت قابل قدر تھا۔ جس میں یونانیوں اور رومیوں کے اعلے اصولوں کا ذکر کرنے کے بعد اسلام اور عیسائیت کی تعلیم اور ان کے اثر کو بیان کیا اور بہت سے یورپین مصنفین کی کتابوں سے دکھایا کہ اسلام کو خود ان لوگوں نے بھی جو عیسائی کہلاتے ہیں۔ دنیا جہان کے لئے باعث رحمت و برکت تسلیم کیا ہے۔ اور مسیحیت کے متعلق تاریخ سے بتایا ہے۔ کہ وہ ہمیشہ لوگوں کے لئے باعث مصیبت رہی ہے۔ لیکچر کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے ایک مختصر لیکن نہایت لطیف تقریر حضرت مسیح اور آنحضرت صلعم کی تعلیم پر فرمائی جو کسی آئندہ اشاعت میں ہدیہ ناظرین کرام ہوگی۔

آج سہ پہر کو حضرت امیر ایدہ اللہ کا لیکچر "مسلمانوں کی قومی ضروریات" کے عنوان سے انجمن حمایت اسلام کے جلسہ میں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

تازہ ولایتی ڈاک سے یہ معلوم ہو کر خوشی ہوئی۔ کہ حضرت خواجہ صاحب کا ایک زبردست لیکچر "انسانیت کا نصب العین" پر ایک سیر یچولسٹ ہال میں ہوا جسکا بہت عمدہ اثر ہوا۔ اس ماہ میں مولوی یعقوب خاں صاحب کا ایک لیکچر اسی ہال میں ہونیوالا ہے۔ اللہ تعالےٰ اسے موثر اور مفید بنائے۔ آمین

ووکنگ مسلم مشن کے دفتر کا بہت سا حصہ ووکنگ سے لنڈن چلا گیا ہے۔ جو امید ہے۔ کاروبار میں بہت سی سہولتوں کا موجب ہوگی۔

بمبئی سے اخویم مومن حسین خانصاحب نے ایک مراسلہ الفضل کے جواب میں لکھا ہے۔ اور اس میں بتایا ہے۔ کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنے ٹریکٹ اتمام حجت ۱۹۲۳ میں اور بہت سے اصحاب کے علاوہ بابو اللہ بخش صاحب مرحوم افسر منشی جہلم کو بھی اپنا ہم عقیدہ بتایا تھا۔ لیکن ان کے صاحبزادہ میاں عبدالحکیم صاحب اکونٹنٹ نے اسی ٹریکٹ پر بقول الفضل میاں صاحب کو یہ لکھا بھیجا ہے کہ "میرے والد صاحب قادیان سے تعلق رکھتے تھے۔ اور جب وہ وفات پانے لگے یعنی مرنے سے پندرہ منٹ پہلے سب خاندان کو نصیحت کی۔ کہ قادیان کے سوائے تمہارا چھٹکارا نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ خلیفہ صاحب کو السلام علیکم کہدینا"۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ

(۱) یہ وصیت حضرت امیر ایدہ اللہ کا ٹریکٹ شائع ہونے سے قبل کیوں شائع نہ کی گئی۔

(۲) اگر زندگی بھر بابو اللہ بخش صاحب مرحوم حضرت امیر کے ہم عقیدہ رہے۔ اور موت ہونے کے وقت تبدیلی عقیدہ کی۔ جسکا کوئی اعلان نہیں ہوا تو حضرت امیر ایدہ اللہ کا اس میں کیا قصور کہ آپ نے ان کو زندگی بھر کے خیالات کے مطابق اپنا ہم عقیدہ سمجھا۔

(۳) وصیت مذکور میں صرف یہ ہے۔ کہ "قادیان کے بغیر تمہارا چھٹکارا نہیں" اور کہ "خلیفہ صاحب کو السلام علیکم کہدینا" اس میں یہ نہیں کہا کہ میں حضرت مسیح موعود کو نبی مانتا ہوں۔ یا یہ کہ میں میاں صاحب کے عقاید سے متفق ہوں۔ پس کس طرح انہیں میاں صاحب کا ہم عقیدہ سمجھا جائے۔ جبکہ اور بھی بہت سے میاں صاحب کے ایسے مرید پائے جاتے ہیں جو باوجود مخلصانہ عقیدت رکھنے کے عقائد میں ان سے متفق نہیں۔

اخویم مومن حسین خانصاحب کے ان ہرسہ سوالات کے علاوہ ہم یہ بھی کہنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ جہانتک ہمیں معلوم ہوا ہے۔ بابو اللہ بخش صاحب مرحوم نے ایسی کوئی وصیت نہیں کی۔ کیا ہمارے جہلمی احباب میں سے کوئی صاحب اس پر روشنی ڈالیں گے۔

کانفرنس مشرق قریب کے متعلق کاری اعلان

ٹرکی اور یونان میں تجاویز صلح

شملہ ۱۱ر اپریل۔ گورنمنٹ ہند کا طویل اعلان ہے جسمیں لنڈن کے متعلق کانفرنس مشرق قریب کی تفاصیل درج ہیں۔ اعلان میں لکھا ہے۔ کہ دول متحدہ کے وزیران خارجہ کی رائے ہے کہ انہوں نے نہایت منصفانہ جو انکے اختیار میں تھا پیش کیا ہے۔ ان کی تجاویز اول یونانیوں اور ترکوں کے لئے پھر باقی مہذب دنیا کے لئے ہیں۔

اتحادی وزیروں کی تجاویز ان اصول پر مبنی ہیں:

(۱) یونان اور ٹرکی کی برسرجنگ فوجوں میں تاحد دونوں سے انصاف کا کے اور کسی پر بھی نہ تو شکست اور نہ ہزیمت کی شرائط کا عائد کرنا۔

(۲) ترکی قوم اور ٹرکی سلطنت کا ان رقبوں میں از سر نو قیام جو از روئے انصاف انکے سمجھے جائیں اور ان کا مرکز قسطنطنیہ ہو اور انکو ایسے اختیارات دئیے جائیں جن کی رو سے وہ ایک مضبوط اور خود مختار قومی ہستی قائم کر سکیں۔ (۳) جو لوگ اسلام کے پیرو ہیں۔ انکے ساتھ منصفانہ سلوک کیا جائے۔ ... سلطان ٹرکی کے دنیاوی اور مذہبی اقتدار کا قیام۔

(۴) یونانیوں کو ان کی جنگ عظیم میں قربانیوں کا جو انہوں نے اتحادیوں کے ... کے لئے کی تھیں معاوضہ دیا جائے۔ اور انکو اپنی قومی اور ... کے لئے آزاد چھوڑا جائے۔

(۵) دونوں قومیں ان علاقوں میں جہاں وہ ملحق ہیں۔ اور جہاں ان کی آبادی مخلوط ہے آئندہ باہمی اعتماد اور خود داری کی زندگی بسر کریں۔ (۶) مختلف قلیل التعداد اقوام کی حفاظت کا استحکام۔ چاہے وہ عیسائی ہوں یا مسلمان یا اور کوئی۔ چاہے وہ کوئی مذہب رکھتی ہوں اور چاہے وہ یورپ میں رہتی ہوں یا ایشیا میں۔ (۷) ترکی اقوام اور ان یورپین اقوام میں صلح جنگ اور زیادہ عرصہ تک نہ ہو۔ جن سے وہ حال میں برسرجنگ رہی ہے۔ (۸) تجاویز ایک قوم یا دوسری کی طرفداری کے شبہ سے بالکل بری ہوں بلکہ منصفانہ ہاتھ سے دونوں کے درمیان توازن قائم ہے۔

مذکورہ بالا وجوہات سے ٹرکی اور یونان میں عارضی صلح کی تجویز ان شرائط پر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار
پیغام صلح لاہور

جلد ۹ | مورخہ ۲۰ر شعبان سنہ ۱۳۴۰ ہجری | نمبر ۱۶

طریق تبلیغ

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ

از قلم مولٰنا مولوی مصطفےٰ خانصاحب بی۔اے سابق مبلغ اسلام انگلستان

(۱)

تبلیغ اسلام کی ضرورت پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ اور ابھی غالبًا بہت کچھ لکھا جائیگا۔ کہ سوتے ہوئے دلوں کو جگانا آسان نہیں۔ لیکن جہاں مسلمانوں سے ہمیں شکایت ہے اور بجا شکایت ہے کہ وہ تبلیغ اسلام کے فریضہ مقدس کو اس قدر اہم خیال نہیں کرتے جتنا کہ چاہیے۔ وہاں ہمیں خود اشاعت اسلام کے کام کرنیوالوں سے یہ گلا ہے۔ کہ انہوں نے طریق تبلیغ کے مختلف اور موثر شعبوں پر کبھی غور نہیں کیا۔ یا کم از کم شوئی قسمت سے ہمیں وہ لٹریچر نہیں ملا۔ جس میں ان امور پر مفصل بحث ہو۔ کہ

(۱) اس زمانہ میں تبلیغ اسلام کے لئے کونسے طریق اختیار کرنے چاہیں۔
(۲) گذشتہ زمانہ میں ہمارے بزرگوں نے کیا طریق اختیار کئے۔ اور ان کے نتائج کیا ہوئے؟
(۳) قرآن مجید نے تبلیغ ہدایت کے لئے کیا اصول باندھے ہیں؟

. . . .

(۴) ہمارے موجودہ ذرائع و وسائل کس طریق تبلیغ کے مقتضی ہیں۔
اشاعت اسلام کے لئے یہ پانچوں سوال نہایت اہم ہیں لیکن افسوس ہے ہمیں پتہ نہیں ملتا کہ کسی مسلمان نے ان پر روشنی ڈالی ہو۔ احمدی اس میدان کے مرد ہیں۔ اشاعت اسلام ان کا کام ہے۔ انگلستان میں خدا کے فضل سے ایک کامیاب مشن بھی قائم ہے۔ اور مشن بھی کھلنے والے ہیں۔

لیکن ہمارا لٹریچر بھی ان امور کی تنقید و تشریح سے تہی دست ہے۔ حالانکہ یہ وہ باتیں ہیں جو ہمیں سب سے پہلے سوچنی چاہئیں۔

تبلیغ کے دو طریق

ظاہر ہے۔ کہ پہلے سوال کے جواب میں دو طریق تبلیغ بتائے جا سکتے ہیں۔ (الف) اجتماعی۔ (ب) انفرادی۔

اجتماعی سے یہ مراد ہے۔ کہ ایک مجلس قومی یا انجمن کے ساتھ ملکر اس کے حسب ہدایات کام کیا جائے۔

انفرادی سے یہ مطلب ہے۔ کہ ہر ایک مسلمان الگ الگ اپنے طور پر یہ فرض بجالائے۔

اجتماعی طریق آجکل کے زمانہ کے مطابق ہے کہ اس میں وہی رنگ جمہوریت پایا جاتا ہے۔ جو اس زمانہ کی روح رواں ہے۔ اور اسی لئے عیسائی مشنریوں نے اُسے اختیار کیا ہے۔

انفرادی طریق قدیم طریق ہے۔ عیسائی۔ یہودی۔ مسلمان سب اپنے اپنے مذہب کی تلقین اپنے طور پر کرتے تھے۔ نہ کسی خاص مجلس قومی سے ان کا تعلق ہوتا تھا۔ نہ وہ مشاہرہ دار ہوتے تھے۔ چنانچہ ابتدائی ایام اسلام میں مسلمان تاجر اور سیاح غیر ملکوں میں نکل جاتے۔ وہاں تجارت کرتے۔ کاروبار چلاتے۔ لیکن ساتھ ساتھ اشاعت اسلام بھی کرتے رہتے۔ اگر کاروبار زیادہ پھیل جاتا۔ تو وہیں شادیاں بھی کر لیتے۔ چنانچہ مالابار میں جو مسلمان آج کل لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ وہ ان ہی عرب تجار کی اولاد ہیں۔ جو تجارت کے لئے یہاں آئے۔ اور پھر تبلیغ اسلام کے لئے یہیں آباد ہو گئے۔

قاعدہ کی بات ہے۔ کہ ہر ایک چیز میں کچھ فائدے ہوتے ہیں۔ کچھ نقصان یہی حال تبلیغ اسلام کی ان دو صورتوں کا ہے۔ اجتماعی صورت میں یہ فائدہ ہے کہ کام اکٹھا ہوتا ہے۔ اعتماد بھی زیادہ کیا جا سکتا ہے۔ کسی خاص شخصیت کی موت و حیات کا اثر نہیں ہوتا۔ لیکن ان فوائد کے ساتھ نقصان بھی ہیں۔ جس عرق فشانی جس دلی شوق جس قلبی خلوص سے وہ مبلغ کام کرتا ہے۔ جو مشاہرہ دار نہیں۔ وہ غالبًا دوسرا نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ ایک خاص نظام کے ماتحت اور ایک خاص ڈگر کے مطابق کام کرنے سے بعض طبیعتوں میں جو جو جدت یا اختراع [illegible] ہوتا ہے۔ وہ مرجاتا ہے۔ [illegible] مسلمانوں میں غالبًا ابھی تک باہم ملکر کام کرنے کی اہلیت بہت کم پیدا ہوئی ہے۔ . . . .

یہ سچ ہے۔ کہ مغرب میں کلیسا عیسائیت کا تمام کام جمہوری رنگ ہی میں چل رہا ہے۔ لیکن اہل مشرق کے لئے یہ دلیل ناطق نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ان کے مذاق الگ۔ طریق تمدن الگ۔ دماغوں کی ساخت الگ۔ طریق غور و فکر الگ۔ یورپ میں [illegible]

ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کمپنیاں ہیں جن کی عمر صدیوں تک پہنچی ہے۔ یہاں آج ایک کمپنی بنتی ہے تو دوسرے دن ٹوٹ جاتی ہے۔ یہ بیماری اس لئے کہ ہمارا طریق تمدن۔ ہماری سیرت۔ ہماری چال ڈھال اور قومی ذمہ داری کا احساس ابھی اس حد تک ترقی یافتہ نہیں۔ اور جب تک نہ ہوگا۔ اسوقت تک ہمیں وہ بات حاصل نہیں ہو سکتی جو یورپ کو ہے۔

سب سے بڑی مشکل

یورپ کی گوری چٹی قوموں میں اجتماعی طریق تبلیغ کی سب سے بڑی مشکل یہ ہے۔ کہ یورپ کے باشندے علی العموم کلیسائی مذہب سے بیزار ہیں۔ اور یہ بیزاری اس حد تک پہنچ گئی ہے۔ کہ وہ لوگ تمام مذہبی مبلغوں کو جو تنخواہ پاتے ہوں۔ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ وہ تبلیغ کو بھی ایک پیشہ ہی خیال کرنے لگتے ہیں۔ اور عیسائی مشنریوں پر قیاس کرتے ہوئے سمجھتے ہیں۔ کہ یہ سب وعظ و نصیحت پیٹ کا دھندہ ہے۔ خلوص نام کو نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ہم اسلام کو ایسے مبلغوں کے ذریعہ نہیں پھیلا سکتے۔ جن کے متعلق علم ہو۔ کہ تبلیغ کے معاوضہ میں ان کو تنخواہ ملتی ہے۔ مشرق میں یہ کوئی عیب کی بات نہیں۔ بڑے بڑے بزرگوں نے اپنے لئے کفاف مقرر کیا۔ لیکن مغرب میں عیسائی مشنریوں کی روش نے اس کو مذموم کر دیا ہے۔ اور چونکہ ہمیں عیسائیت کا مقابلہ منظور ہے۔ اس لئے ہم وہی فعل نہیں کر سکتے جس سے وہاں کے لوگ پہلے ہی بیزار ہیں۔ ورنہ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ کے خلاف ہوگا۔ تبلیغ کے لئے یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ مخاطب کے مذاق کا صحیح اندازہ لگایا جائے۔ اور کوئی بات خلاف مذاق یا بھونڈے پن سے اس طرح نہ کیجائے کہ طبیعت غور و فکر کرنے سے پہلے ہی متنفر ہو جائے۔ بلکہ آہستہ آہستہ کج طبیعتوں کو لطایف الحیل اور حکمت عملیوں سے راہ راست پر لانا چاہئے۔ خود اسلام کے احکام اس حکمت پر مبنی ہیں۔ اور اسی لئے بتدریج نازل ہوئے کہ عرب کے کفار آہستہ آہستہ ان کی تعمیل کے لئے تیار ہو جائیں۔

اس لحاظ سے یورپ میں وہی لوگ تبلیغ میں زیادہ کامیاب ہو سکتے ہیں۔ جو مشاہرہ دار نہ ہوں۔ کیونکہ تنخواہ دار مبلغوں یا مشنریوں سے یورپ بیزار ہو چکا ہے۔ یہ ایک مانی ہوئی بات ہے۔ کہ عیسائیت کی تعلیم غیر معقول ہے۔ لیکن عیسائی مشنری طرح طرح کی تاویلوں سے اسے معقول بنانا چاہتے ہیں۔ اور دور از قیاس اور فرضی باتوں سے اپنے مذہب کو سچا بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن ایسی باتوں سے معقول طبعتیں کیونکر تسلی پا سکتی ہیں۔ وہ خیال کرتی ہیں۔ پادری صاحب صرف چند پیسوں کے لئے اس طرح زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں۔ اگر مسلمان مبلغ کے متعلق بھی انکو یہ یقین ہو کہ تنخواہ دار ہے تو سب سے پہلا خیال ان کے دل میں یہ آئیگا۔ کہ یہ بھی عیسائی مشنری کی طرح غیر معقول باتوں کو معقول ثابت کرنے کی کوشش کرے گا۔ کہ یہ اسکا فرض منصبی ہے۔ جسکے لئے وہ مشاہرہ لیتا ہے۔

شذرات

مسیح علیہ السلام کا صعود الی السماء

مسیحی معاصر "نور افشاں" نے اپنی ۷ر اپریل ۱۹۲۲ء کی اشاعت میں "خداوند یسوع مسیح کی قیامت" کے عنوان سے ایک افتتاحیہ لکھا ہے جس میں مسلمان مفسرین قرآن کے اس اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے جو مسیح کی وفات کے متعلق ان میں پایا جاتا ہے (مثلاً بعض نے کہا ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام تین دن تک مرے رہے۔ اور پھر اٹھائے گئے۔ بعض نے سات اور بعض نے تین گھڑی ان کی موت تسلیم کی۔ حتے کہ اب اکثر مسلمانوں کو اس وفات سے قطعاً انکار ہے) یہ بتایا ہے۔ کہ

> "معتقدان قرآن ابتدا میں یسوع مسیح کی قیامت کے متعلق یہی اعتقاد رکھتے تھے۔ جو مسیحی رکھتے آئے ہیں۔ مگر جسقدر معتقدان قرآن دین اسلام اور اس کے مسلمات سے دور ہو کر ملت حنیف سے لپٹتے گئے۔ اسی قدر زیادہ وہ مسیح کی قیامت کے اعتبار سے دور ہوتے گئے۔"

اسی ضمن میں ہمارے لائق معاصر نے مسیحیت کے ان دو فرقوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے

> "ایک گروہ یسوع مسیح کے اسی جسم کے جی اٹھنے کو مانتا آیا ہے۔ جو قبر میں دفنایا گیا تھا۔ جو جسم قبر سے پیشتر تھا۔ اس میں اور قیامت کے جسم میں تل برابر فرق نہیں مانتا ہے۔ مگر دوسرا مسیحی فریق یسوع مسیح کے قیامتی جسم کو لطیف جسم مانتا ہے۔ جس میں وہ عنصر نہ تھا۔ جو عالم روحانی سے غیر مشترک ہے۔"

گویا خود مسیحیت میں بھی ایک فرقہ ایسا ہے جو مسیح علیہ السلام کے مردوں میں سے جی اٹھنے اور اس جسم عنصری کے صعود کا قائل نہیں۔ اور اس سے ہمارے ہمقلم کو کوئی اعتراض بھی نہیں۔ کیونکہ لکھا ہے۔

> "ہر ایک مسیحی جس خیال کو پسند کرے مان سکتا ہے۔"

خود مسیحیت کے اندر اس کھلے اختلاف کے باوجود یہ کہنا۔ کہ

> "معتقدان قرآن ابتدا میں یسوع مسیح کی قیامت کے متعلق یہی خیال رکھتے تھے۔ جو مسیحی رکھتے آئے ہیں۔"

کسقدر موجب حیرت ہے۔ آخر مسیحی بھی تو آپ کے اعتراف کے مطابق کسی ایک خیال کے پابند نہیں۔ بعض کچھ مانتے ہیں۔ اور بعض کچھ۔ پس ایسے اختلافی مسئلہ میں اگر مسلمانوں نے بھی اختلاف کیا۔ تو ان میں سے کسی ایک خیال کو مسیحیت کے مطابق اور دین اسلام کے مسلمات سے کہنا کہاں تک جائز ہے

جب خود مسیحیوں کا مذہب ہی کوئی متفقہ و مسلمہ مذہب نہیں تو یہ خیال کرنا کہ

"ابتدا میں یسوع مسیح کی موت و قیامت کی بابت وہی مذہب تھا جو مسیحیوں کا ہے"

کسقدر خلاف حقیقت ہے۔

حضرت مسیح موعود اور عیسائیت کا دوسرا فرقہ

ارتقا کی اس وہمی منزل کی آخری چھت ہمارے لائق ہمعصر نے یوں تعمیر کی ہے۔ کہ فرماتے ہیں

"آخر میں مرزا قادیانی صاحب اٹھا۔ انہوں نے مسیحیوں کے دوسرے مذہب کو اختیار کر کے اپنے مسیحائی کے دعوے کو قائم کرلیا"

ہم نہیں جانتے کہ ہمارے لائق معاصر کو حضرت مسیح موعود کے ایسا کرنے کا رنج کیوں ہے۔ جبکہ وہ خود کہہ چکا ہے۔ کہ

"ہر ایک مسیحی جس خیال کو چاہے۔ مان سکتا ہے"

کیا یہ اجازت صرف مسیحیوں کے لئے ہی ہے۔ اور دوسرا کوئی شخص اگر مسیحیوں کے "دوسرے مذہب" کے مطابق اعتقاد رکھے تو یہ اس کے لئے حرام ہے؟ رہا آپ کا دعوے مسیحیت سو یہ بھی کوئی خفا ہونے کی بات نہیں۔ خود جناب مسیح نے بار بار اپنے دوبارہ آنے کی پیشگوئی فرمائی ہے۔ اور اس دوسری آمد کو ویسا ہی قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ایلیا کی دوبارہ آمد۔

"شاگردوں نے اس سے پوچھا۔ کہ پھر فقیہ یہ کیوں کہتے ہیں کہ ایلیاہ کا پہلے آنا ضروری ہے۔ اس نے جواب میں کہا ایلیاہ البتہ آئیگا۔ اور سب کچھ بحال کریگا۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ ایلیاہ تو آچکا۔ اور انہوں نے اسکو نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابن آدم بھی ان کے ہاتھ سے دکھ اٹھائیگا"

یہاں مسیح علیہ السّلام نے اپنی آمد کو ایلیاہ کی دوبارہ آمد کی طرح قرار دیا ہے۔ اور صاف کہا ہے۔ کہ جسطرح دوبارہ آنیوالے ایلیاہ یعنے یوحنا کے ساتھ یہود نے سلوک کیا تھا۔ اسی طرح ان کی دوبارہ آمد پر ان سے برتاؤ ہوگا۔

پس حضرت میرزا صاحب کا دعوے مسیحیت کوئی مستبعد بات نہیں۔

بالخصوص جبکہ اس کی مثال پہلے ایلیاہ کی دوبارہ آمد کے وقت قائم ہو چکی ہے۔

ستوریا ڈو موگر

اسنام کی ایک دلآزار تصنیف چند سال ہوئے ہندو پریس سے نکلی تھی۔ اور مسلمانوں کے سخت غم و غصہ کا موجب ہوئی تھی۔ یہ ایک اطالی سیاح کی تصنیف ہے۔ اور اس میں خاندان مغلیہ اور ان کے دربار و حرم پر نہایت شرمناک حملے کئے گئے ہیں۔ جسکو کوئی باغیرت مسلمان برداشت نہیں کرسکتا۔

جن دنوں مسلمانوں نے اس ناپاک تصنیف کے خلاف آواز اٹھائی اور ہندو پریس کو اسکی اشاعت سے روکا تھا اسکے بعد کچھ مدت تک انہوں نے اسکا اشتہار دینا بند کردیا۔

اب پھر اس کتاب کا اشتہار ہندو اخبارات میں شائع ہو رہا ہے جو سخت موجب افسوس ہے۔

سب سے زیادہ افسوسناک امر یہ ہے۔ کہ باوجودیکہ بعض ہندو مورخین قطعاً ایسے بہتانات کے مؤید نہیں۔ باوجودیکہ علانیہ انہوں نے اس قسم کے خیالات کی جیسے کہ کتاب میں بیان ہوئے ہیں۔ تردید کی ہے پھر بھی متعصب اور ایک حد تک حریص کتب فروش ایسے اتحاد شکن خیالات کی اشاعت سے دریغ نہیں کرتے۔

ہم ہندو قوم کے سمجھدار افراد سے جو ہندو و مسلمانوں کے اتحاد کو مادر وطن کی نجات کا واحد ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر ان منصف مزاج اصحاب سے جو تاریخ کی روشنی میں ان فرضی داستانوں کی کوئی حقیقت نہیں پاتے۔ یہ اپیل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ وہ ایسی اتحاد شکن کوششوں اور بے اصل کہانیوں کے خلاف صدا اٹھائیں۔ اور انصاف۔ سچائی اور حق کے نام پر ایسی باتوں کا قلع قمع کرنا اپنا فرض سمجھیں۔

"گوشت خوری اور جوتا پہننا چھوڑ دیں"

یہ ایک درخواست ہے۔ جو ہندوؤں کی تین بڑی مجالس شری بھارت دھرم منڈل برہم دیورت سناتن دھرم منڈل کانپور، آگرہ سناتن دھرم منڈل کانپور اور آگرہ سناتن دھرم ...... کے مشترکہ اجلاس منعقدہ کانپور کی ایک قرارداد میں کی گئی ہے۔ اصل قرارداد یہ ہے:۔

"چونکہ گائے کی ہلاکت روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اور حکومت سے درخواست کرنے پر بھی اسکا رکنا ناممکن ہوگیا ہے۔ جسکا باعث یہ بتایا جاتا ہے۔ کہ گاؤکشی کے بغیر ہندوستان میں رہنے والے انگریز اور مسلمانوں کو گوشت حاصل کرنے میں دقت ہوتی ہے۔ اس لئے یہ کانفرنس ہر ایک ہندو سے بزور درخواست کرتی ہے۔ کہ وہ گوشت خوری اور جوتا پہننا چھوڑ دیں"

گوشت خوری اور جوتا سے پرہیز۔ اس میں شک نہیں کہ ان ہندوؤں کے لئے بہت ضروری ہے۔ جو گائے کی عزت اور پرستش کرتے یا کم از کم اسکو ذبح کرنا بہت بُرا جانتے ہیں۔

لیکن آیا ایسا کرنا اس زمانہ میں ممکن ہے۔ اور ہندو قوم آیا اسپر عامل ہوسکے گی؟ واقعات اور وقت اسکا جواب دیگا۔

"اسلام اور عیسائیت"

لائق معاصر "وکیل" نے اس عنوان سے ایک افتتاحیہ لکھا ہے۔ جس میں بتایا ہے کہ "تبلیغی نگاہ سے دیکھا جائے۔ تو عیسائیت ایک غیر تبلیغی اور اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے۔ لیکن لطف یہ ہے۔ کہ عیسائی دنیا اپنے مذہب کی باضابطہ تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہے۔ اور اسلام بحیثیت مجموعی اس قسم کی کوششوں سے بے نیاز ہے۔ اس کی ترقی محض اسکی تعلیمات کی سادگی و پاکیزگی میں مضمر ہے۔

بہر حال جس پہلو سے دیکھو اسلام اور عیسائیت ہی کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بج رہا ہے۔ اور بحالات موجودہ آئندہ دنیا کی قسمت انہی دونوں مذہبوں سے وابستہ نظر آتی ہے۔ اسلئے سوال یہ ہے۔ کہ ان دونوں کا ہمیشہ کے لئے برسر جنگ رہنا بہتر ہوگا۔ یا ان کا آپس میں صلح و آشتی سے ایک دوسرے کے ساتھ بغلگیر ہونا مناسب ہوگا۔ ہماری رائے میں یہ کچھ ضروری نہیں ہے۔ کہ حروب صلیبیہ کی روح کو زندہ رکھا جائے۔ اور یہ دونوں مذہب ایک دوسرے سے گلو گیر رہیں۔ اگر ایک طرف مسٹر لائڈ جارج کی پالیسی گلیڈ سٹونی روح کی مظہر ہے۔ تو دوسری جانب مصطفےٰ کمال کی شمشیر خارا شگاف نے بھی اپنا لوہا منوا لیا ہے۔ مزید پنجہ آزمائی بیسود ہے اب تو یہی مناسب ہے کہ دونوں مذاہب کے پیرو آپس میں مل کر رہنے کی طرح ڈالیں۔"

اس میں شک نہیں کہ اسلام جس قدر اپنی نرمی اور سادگی کیساتھ دلوں کو فتح کرسکتا ہے سختی یا تلوار اسقدر کام نہیں کرسکتی۔ اسلئے ہم بارہا لکھ چکے ہیں۔ کہ یہ زمانہ تلوار کا نہیں۔ اب ہمیں محض اسلام کی سادہ تعلیم پیش کر کے اسکی خوبیوں کو بتا کر اور قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق جس نے عیسائیت ہی نہیں تمام دیگر مذاہب کے جذبات کو ملحوظ رکھ کر اسلام کو پھیلانا چاہیئے۔ مل کر رہنے سے اور ایک دوسرے سے محبت کا برتاؤ کرنے سے جو فوائد اٹھائے جاسکتے ہیں۔ وہ جنگ و جدال سے حاصل نہیں ہوتے۔ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام نے جو فتوحات دلوں پر حاصل کیں وہ زمانہ جنگ میں نہیں ملی تھیں۔ پس اسی کی تقلید آج بھی مسلمانوں کو کرنی چاہیئے۔

موجودہ لیڈر

معاصر "بمبئی کرانیکل" رقمطراز ہے۔ "ہم میں بہت سے ایسے ہیں۔ جو اپنے پیرووں کی زبان سے تحسین و آفرین کے نعرے سننے کے سب سے زیادہ مشتاق ہوتے ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں۔ جو بیوقوف ایکٹروں کی مثال ہیں۔ پلیٹ فارموں پر کھڑے ہو کر تزکیہ نفس کا وعظ فرماتے ہیں۔ مگر خود اسپر عامل نہیں ہوتے۔ ایسے لوگوں کی تعداد بھی کم نہیں ہے۔ جو پبلک جلسوں میں سرتاپا کھدر میں ملبوس ہو کر جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ محض اس لئے کہ ان کا شمار راست شعاروں میں ہو۔ مگر شام کو گارڈن پارٹی میں یورپین لباس پہنتے ہیں۔ ایسے بھی ہیں جن کی تقریر اتحاد و اخوت اگر کوئی اخبار تمام و کمال نہ چھاپے۔ تو آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ مگر خود ان کا عمل اس کے قطعی خلاف ہوتا ہے۔ وہ اپنے رفقائے کار سے حسن سلوک سے پیش نہیں آسکتے۔ اپنے سے مختلف خیال رکھنے والوں سے اگرچہ بظاہر ملاطفت سے پیش آتے ہیں۔ مگر درپردہ ان کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ہمعصر موصوف لکھتا ہے۔ کہ جب تک ہمارے لیڈر غرور و نفرت سے اپنے کو بالکل صاف کر کے رذیل ترین انسان کو بھی اپنا بھائی نہیں سمجھیں گے ہم سوراج کے قابل نہیں ہوسکتے۔ اس کی ضرورت صرف ہندوؤں کو نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کو بھی ہے۔ جنہوں نے اپنے مقدس مذہب کی تعلیم کو پس پشت ڈال کر اچھوت اور ادنےٰ اقوام کے اصول کو تسلیم کر لیا ہے۔ ان کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اگر خدا نے پبلک کی رہنمائی ان کو سونپی ہے۔ تو ان کا فرض ہے۔ کہ اس گرانقدر عطیہ کے لئے شکریہ کے طور پر وہ ادنےٰ ترین انسانوں کے ساتھ بھی بڑے بھائیوں کا سا سلوک کریں۔"

کاش موجودہ رہبران قوم ان الفاظ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ کہ اسی قسم کی باتیں دراصل ہماری تباہی کا باعث ہیں۔ کوئی انگریز یا کوئی اور قوم ہمیں تباہ نہیں کرسکتی۔ اگر ہمارے اپنے اخلاق عمدہ ہیں۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ اس اصل مرض کی طرف لوگوں کو کم توجہ ہوتی ہے۔ اور زیادہ تر ظاہری جوش اور ابال ہی میں وہ بہ جاتے ہیں۔

ناظرین "پیغام صلح"

ناظرین "پیغام صلح" کی خدمت میں ہم پھر یہ التماس کرنا چاہتے ہیں۔ کہ قوم کے امن و اتحاد آرگن کی توسیع اشاعت میں حصہ لینا ان کے قومی فرائض میں سے ہے۔ "پیغام صلح" اپنی استطاعت کے مطابق اپنے فرض کو انجام دے رہا ہے۔ کیا اس کے پڑھنے والے بھی کم از کم "چار نئے خریدار" پیدا کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے۔

ولایتی ڈاک

برٹش مسلم سوسائٹی انگلستان

کی طرف سے

ہز ایکسیلنسی سردار عبدالہادی خان سفیر افغانستان کو ایڈریس

اس ہفتہ کی ولایتی ڈاک میں ایک ایڈریس ہمیں پہنچا ہے۔ جو برٹش مسلم سوسائٹی انگلستان کی طرف سے ہز ایکسیلنسی سردار عبدالہادی خانصاحب کو مسجد ووکنگ میں دیا گیا۔

ہز ایکسیلنسی حال ہی میں دولت خداداد افغانستان کی طرف سے انگلستان میں بطور سفیر بھیجے گئے ہیں۔ یہ سب سے پہلی سفارت ہے جو افغانستان کی طرف سے انگلستان میں قائم ہوئی ہے۔

اس خیر مقدم کے موقعہ پر جو نومسلمین انگلستان نے ہز ایکسیلنسی کا کیا۔ ایک بہت بڑا اجتماع مسجد ووکنگ میں ہو گیا۔ جس میں اخبارات کے رپورٹر اور فوٹو گرافر بھی موجود تھے۔ چنانچہ ڈیلی مرر وغیرہ بکثرت ولایتی اخبارات میں حضرت خواجہ صاحب اور ہز ایکسیلنسی سردار عبدالہادی خانصاحب کی تصاویر بھی شائع ہوئی ہیں۔

ایڈریس جو رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ نے پڑھا۔ اس کا ترجمہ اور ہز ایکسیلنسی کا جواب ذیل میں نذر ناظرین کرام ہے۔

ایڈریس

یور ایکسیلنسی!

ہم ممبران برٹش مسلم سوسائٹی اپنے ملک میں آپ کی تشریف آوری پر آپکا برادرانہ خیر مقدم کرتے اور دل سے آپکو خوش آمدید کہتے ہیں۔

یور ایکسیلنسی کا کورٹ آف سینٹ جیمز (لندن) میں سب سے پہلا افغان وزیر کی حیثیت میں تشریف لانا نہ صرف اس امر کی دلیل ہے۔ کہ افغانستان نے دنیا کی سلطنتوں میں وہ جائز مقام حاصل کر لیا ہے۔ جس کی کہ وہ اقوام عالم کی نظروں میں اپنی دانائی تحمل اور بہادری کیوجہ سے حقدار ٹھیر چکی تھی۔ بلکہ ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کا یہ تقرر اس نئے دور کا پیش خیمہ ہے جس میں اسلام اور عیسائیت کے مابین مشارکت اور مصالحت کا رشتہ مستحکم ہو جائے گا۔

ہماری دلی دعا ہے۔ کہ اس نئے دور میں وہ مصائب جو اسلام اور خلافت کو پیش آ رہی ہیں۔ بہت جلد ہباءً منثوراً ہو جائیں۔ اور وہی صورت پیدا ہو جائے۔ جو ہر رنگ و نسل کے مسلمانوں کے لئے لائق قبول ہو۔ اور سلطنت عثمانیہ کا استحکام اور اسپر ہز امپیریل مجسٹی سلطان المعظم محافظ حرمین الشریفین کی سیادت پورے طور پر بحال و برقرار رکھی جائے۔ ہم دعا کرتے ہیں۔ کہ گذشتہ چند سال کی غلط کاریوں کیوجہ سے جو غلط فہمیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ ان کے ازالہ کا وقت ابھی گذر نہ چکا ہو۔ اور جیسا کہ سچے طور پر ہمارا یقین و ایمان ہے۔ ہم برطانیہ عظمیٰ کے (جس کی سلطنت میں مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں سے کہیں زیادہ ہے) اس غیر محتاط فعل کیخلاف کہ اس نے یونان کو اسلام کے خلاف اخلاقی طور پر اور دوسرے طریقوں سے امداد دی۔ حالانکہ انصاف (الگ اس سے کہ پالیسی کو مدنظر رکھا گیا ہو) کھلے طور پر اس کی تردید پر کھڑا ہے۔ صدائے احتجاج بلند کرنے میں اپنے ابنائے وطن کے ہم آواز ہیں۔

ہم اکثر سنتے ہیں۔ کہ مسلمانوں میں عیسائیوں کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ لیکن عملی طور پر ہمیں کہیں بھی ایسے جذبات کا نام و نشان تک نظر نہیں آتا۔ دوسری طرف مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں کے دلوں میں اس قسم کے جذبات کثرت سے پائے جاتے ہیں یہانتک کہ مشیران حکومت کی تقاریر بھی ان سے خالی نہیں۔ اور یہ تعصب ایسے بغیر سوچے و بچارا اور لاعلمی عوام الناس کو ایسی رائے قائم کرنے پر مجبور کر دیتی ہے جو اکثر غلط ہوتی اور گمراہی کیطرف لیجاتی ہے۔

مسلم مشن نے انگلستان میں اسوقت سے جب سے یہ قائم ہوا ہے اس تعصب کو دور کرنے اور صداقت کو پھیلانے کا بہت بڑا کام سرانجام دیا ہے۔ اس نے اسلام کی پاک تعلیم کو اس کی اصلی اور پاکیزہ شکل و صورت میں اہل دانش و بینش مرد وزن کے آگے رکھا ہے۔ اور اگرچہ ضرورت کی وجہ سے کام کی رفتار سست رہی ہے۔ لیکن یہی شاید اس کے عمدہ اور بہترین طور پر سرانجام پانے کی دلیل ہے۔ ہم جن میں سے بہت لوگ اس مشن کے رہین منت ہیں۔ کہ اس کے ذریعہ سے ہمیں قبول اسلام کی توفیق ملی۔ اور وہ روشنی ہم تک پہنچی۔ جو ادراک و ایمان دونو کو یکساں طور پر منور کرتی ہے۔ اس کام کی جو ابتک ہو چکا ہے۔ قدر و قیمت اور اس کی وسعت کی شہادت دے سکتے ہیں۔ اور اس فراخدلی۔ بے نفسی اور جوش کیوجہ سے جو اس مشن کی تمام کوششوں کے اندر بھرا ہوا ہے۔ اور جو ہمارے ذاتی امتنان قلب کا باعث ہے۔ ہم .... ان خدمات حسنہ کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جو یہ مشن اپنی تعلیم اور نمونہ کے ذریعہ اور حقیقی اسلامی رواداری۔ ہمدردی بنی نوع اور صلح جوئی کے رنگ میں سرانجام دے رہا ہے۔ اس موقعہ پر اس دلی شکریہ کا اظہار بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ جو ہر ہائینس بیگم صاحبہ بھوپال کے لئے ہمارے قلب میں موجزن ہے۔ کیونکہ آپ ہی کی ریاست کی بہت سی عنایات میں سے ایک یہ ہے۔ کہ اس ملک (انگلستان) میں ایک

خوبصورت مسجد موجود ہے۔

تمام دنیائے اسلام پر فرض ہے۔ کہ اپنی توفیق اور استطاعت کے مطابق انگلستان کے اس مشن کی مثال کی پیروی کریں۔ اور ہم دعا کرتے ہیں۔ کہ افغانستان یور ایکسیلنسی کی وساطت سے اس نادر موقعہ سے جو اسوقت اس کے سامنے ہے اور جس سے فائدہ اٹھاکر تمام دنیا کے تو نصلوں کے سامنے سچی اسلامی روح کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ متمتع ہونے میں دریغ نہ کرے۔

ہم ہیں یور ایکسیلنسی کے سچے مسلم بھائی
ممبران برٹش مسلم سوسائٹی
شاہجہان مسجد ووکنگ [illegible]

ہز ایکسیلنسی سفیر سلطنت افغانستان کا جواب

میں آپ سے برٹش مسلم سوسائٹی کے خیر مقدم کا دلی شکریہ ادا کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ جو آپ نے ان کی طرف سے مجھے ایک مسلم بھائی سمجھ کر کیا۔ افغانستان کی اسلامی سلطنت سے جن اخوت کے جذبات کا اظہار اس ایڈریس میں کیا گیا ہے میں ان سے بہت متاثر ہوا ہوں اور آپکا بہت احسان مند ہوں۔

میں قرآن کریم کی اس عبارت کے حق کے مطلب و مقصد کو خوب پہچانتا ہوں جسکا خطاب اہل کتاب کیطرف ہے۔ قل یا اھل الکتب تعالوا الی کلمۃ سوآء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (سورہ آل عمران رکوع ۶)

ترجمہ۔ کہو کہ اے اہل کتاب آؤ ایسی بات کیطرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں مانی جاتی ہے۔ کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اور کسی چیز کو اسکا شریک نہ ٹھیرائیں۔ اور اللہ کے سوا ہم میں سے کوئی کسی کو اپنا مالک نہ سمجھے پھر اگر اس سے بھی منہ موڑیں تو کہہ دو کہ تم اس بات کے گواہ رہو۔ کہ ہم ایک ہی خدا کو مانتے ہیں۔

یہ آواز ہے۔ جو اسلامی اور عیسائی دنیا کے درمیان رشتہ مصالحت قائم کرنا چاہتی ہے۔ میرے نزدیک یہی ایک اصول ہے۔ جو ایک ایسی مشترک سطح پر ہمیں لے آتا ہے۔ جسپر پہنچکر دنیا کے دو بڑے مذاہب کے خیالات اور جذبات میں ایک اتحاد کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اسلامی ممالک سے جو سفیر عیسائی اقوام میں آئیں۔ ان کا یہی نصب العین ہونا چاہئے۔

میرے نزدیک مذاہب کا صحیح مفہوم یہی ہے کہ اس سے بین الاقوامی تفریق و منافرت کا حقیقی طور پر قلع قمع ہو ۔ اور دنیا میں حقیقی امن قائم ہو جائے۔

میرا اس بات پر قوی ایمان ہے۔ کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو دنیا کے مختلف لوگوں کو ایک ایسے رشتہ محبت میں منسلک کر سکتا ہے۔ جو ایک بھائی کا بھائی کے ساتھ ہوتا ہے۔

تاریخ اسلام میں کثرت سے ایسی مثالیں موجود ہیں۔ جہاں بنی نوع انسان کے متضاد عناصر ایسی ہی برادرانہ محبت اور یکجہتی کے رشتہ میں منسلک ہو گئے ہیں۔ اور اسی کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے۔ جہاں فرمایا ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔

ترجمہ۔ اور سب ملکر مضبوطی سے اللہ کی رسی پکڑو۔ اور تفرقہ نہ کرو۔ اور اللہ کا احسان یاد کرو۔ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔

یہ میرے لئے بہت ہی تسلی بخش امر ہے۔ کہ ہمارے انگریز بھائی اپنے پولیٹیکل خیالات میں دیگر اہل اسلام کے ہمزبان ہیں۔ میرے دل پر اس بات کا بھی گہرا اثر ہوا ہے۔ کہ آپ کے دل افغانوں۔ ترکوں۔ عربوں مصریوں تاتاریوں اور اہل ہند وغیرہ کے ساتھ ہیں۔ اور خلافت اور اس کے موجودہ محافظین کے اہم سوال کا عالمگیر جذبہ آپ کے قلوب میں بھی موجزن ہے۔

اگر عیسائی اور اسلامی دنیا ایک دائمی امن کے خواہاں ہیں۔ تو وہ باہمی افہام و تفہیم اور ایک دوسرے کو سمجھنے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اس امن کو قائم رکھنے کے لئے یہ لازمی ہے۔ کہ وہ ایک دوسرے کے مذہبی جذبات کی عزت کریں۔ اور مذہبی معاملات میں باہمی مخالفت کی بجائے ان کی تکریم کو ملحوظ رکھا جائے۔

مختصر یہ کہ انہیں یہ خیال رکھنا چاہئے۔ کہ کوئی ایسی بات ان سے سرزد نہ ہو۔ جو دوسروں کے جذبات کو صدمہ پہنچانے کا موجب ہو۔ منصفانہ برتاؤ آخر کار یقیناً ایک دوسرے کے معتقدات کی قدر و منزلت اور باہمی مصالحت اور اخلاص کی ترقی کا موجب ہوگا۔ میں اس بیان کو ختم نہیں کر سکتا جب تک کہ ان پاکیزہ خدمات کے دلی اعتراف کا اظہار نہ کروں۔ جو مسلم مشن نے اسلام کے لئے سرانجام دی ہیں۔ مجھے یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ کہ جن بلند اور پاک خیالات و جذبات کو لیکر وہ اس کام میں کوشاں ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے ان کی کامیابی ایک طے شدہ امر ہے۔ یہ میرے لئے از حد خوشی کا مقام ہے۔ کہ آج ایسے اصحاب سے ملنے کا شرف مجھے نصیب ہوا ہے کہ جن کے دل ہو بہو ایسے پاک خیالات سے زندہ ہیں مجھے ایک روحانی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ جب میں ان لوگوں کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں جنہوں نے صداقت کے نور کو دیکھا اور ان میں اتنی جرات ایمانی موجود تھی کہ اسے قبول بھی کر لیا اور اسی میں اپنی بہبودی اور حقیقی خوشی کو پایا۔ ان تمام باتوں کے لئے ہمیں خداوند تعالے

حضرت امیر ایدہ اللہ کا خط

احباب احمدیہ کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخویم مکرم جی فی اللہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دل میں بار بار یہ درد اٹھتا ہے۔ کہ ہمارے مصائب موت سے کم نہیں مگر عملاً اصول قرآنی پر عمل پیرا ہونے کے لئے ہمارا قدم نہیں اٹھتا۔ دو سال سے زیادہ عرصہ ہوگیا ہم سب نے ملکر ایک بڑے جلسہ کے اندر کھڑے ہو کر یہ اقرار کیا تھا کہ قرآن کریم کے اصول زکوٰۃ کو ہم زندہ کریں گے۔ مگر افسوس کا مقام ہے کہ بہتوں نے اس عہد کی پروا نہ کی۔

بعض دلوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے زکوٰۃ کے بیت المال میں داخل کرنے پر زور نہیں دیا مگر کیا حضرت مسیح موعود نے ہم سے یہ عہد نہیں لیا کہ قرآن وحدیث کی حکومت کو کلی اپنے سر پر قبول کرونگا۔ کیا یہ عہد کافی نہ تھا۔ آپ کے سامنے ایک اور رنگ کا کام تھا حیات مسیح کے مسئلہ نے اسلام کو عیسائیت کے سامنے شرمندہ کر رکھا تھا۔ آپ نے پورا زور اس پر لگایا اور وفات مسیح کے مسئلہ کو یہانتک مضبوط کیا کہ عیسائیت احمدیت کے نام سے بھاگنے لگی۔ اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ ہمیں اب اور کسی بات کی ضرورت نہیں رہی۔ قرآن وحدیث کی حکومت کو قبول کئے بغیر ہمارا اسلام ایک نام ہے۔ میں اپنی طرف سے کوئی بات کہوں کوئی نہ مانے تو اسکا اختیار ہے۔ مگر میں آپ تک اللہ تعالےٰ کا پیغام پہنچاتا ہوں۔ اگر اسے کوئی شخص لاپروائی یا تحقیر کی نظر سے دیکھتا ہے۔ تو وہ لاپروائی اور تحقیر میری نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کی ہے۔

دین اسلام کی جو دو دیواریں عملی طور پر اس کی چھت کو سہارے ہوئے ہیں وہ نماز کا قائم کرنا اور اموال کا خدا کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ قیام نماز میں ایک حصہ فرض اور باجماعت ہے وہ فرض سوائے اشد مجبوری کے بغیر جماعت ادا نہیں ہوتا۔ اموال کے خرچ کرنے میں ایک حصہ فرض ہے یعنے زکوٰۃ وہ بھی بغیر بیت المال میں داخل کئے ادا نہیں ہوتا۔ دونوں میں نفل حصہ کو جسطرح کوئی چاہے ادا کرے۔ جہاں چاہے خرچ کرے۔ مگر فرض کے لئے جماعت اور بیت المال ہیں۔ جہاں ہر مسلمان کو زکوٰۃ دینے کا حکم ہے۔ وہاں نبی صلعم کو حکم ہے۔ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً آپ نے خود زکوٰۃ کی وصولی کے لئے محصل مقرر کئے۔ ان کو پروانے لکھ کر دیئے۔ اور زکوٰۃ کے سال میں ایک وقت وصول کرنے کا پورا اہتمام کیا۔ آپ کے خلفاء نے اس نظام کو جاری رکھا۔ اور جن لوگوں نے صرف اسقدر کہا کہ ہم زکوٰۃ اپنی جگہ پر خرچ کرینگے اور بیت المال میں داخل نہیں کریں گے ان کے ساتھ لڑائی کی تاریخ اسلام میں وہ مُرتد کہلاتے۔ رسول اللہ صلعم کے محصلین کو جن لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا وہ منافق کہلائے اور ان میں سے بعض کا تعلق مسلمانوں سے بالکل منقطع کر دیا گیا۔ پس یہ کوئی معمولی سی بات نہیں جس کے لئے میں آپ کو توجہ دلاتا ہوں۔ میں بھی اسی رسول پاک کا ایک ادنےٰ ترین خادم ہونے کے لحاظ سے انہی محصلین میں سے ایک بننے کی کوشش کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے خود ایک قومی نظام قائم کر کے اس میں مجھے یہ مرتبہ دیا جسکا میں اہل نہ تھا۔ جس میں طاقت ہو اس پر اتنا بڑا بوجھ ڈالا جائے۔ تو سوائے خدا کے فضل کے اس کی پیٹھ ٹوٹ جاتی ہے۔ پھر اس شخص کا کیا حال ہے جس میں طاقت بھی نہیں۔ آپ میرے بھائی ہیں۔ کیا اس مصیبت کے وقت جو میں ایک بھاری بوجھ کے نیچے دبا ہوا ہوں۔ آپ میری مدد نہ کریں گے۔ گو اس میں آپ کو بھاری قربانی ہی کرنی پڑتی ہے میں آپ کو اپنا دل پھاڑ کر کسطرح دکھاؤں۔ وہ اندر ہی اندر کھایا جا رہا ہے۔ کہ ہمارا عمل کھلے کھلے احکام الٰہی میں کیوں ایسا ہے۔ گویا عملاً ہم ان احکام کی تکذیب کر رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر بدقسمتی کونسی ہے۔ جو منہ سے احکام الٰہی کو مانے اور عمل سے ان کو جھٹلائے۔ منہ سے جھٹلانے والوں سے ایسا شخص بدتر ہے۔

کام کے اختصار کی غرض سے اور جگہ جگہ احباب کو سہولت دینے کے لئے یہ تجویز ہوا تھا۔ کہ زکوٰۃ کی ایک تہائی ہر شخص اپنی جگہ پر غرباء ومساکین پر خرچ کر سکتا ہے۔ مگر باقی دو تہائی لازماً قومی بیت المال میں داخل ہونی چاہیئے۔ یہ رقم سال میں ایک دفعہ حساب کر کے پوری ایک ہی وقت نکلنی چاہیئے۔ جو حصہ کا خرچ کرنا ایک شخص کے اپنے اختیار میں ہے۔ وہ اسے آہستہ آہستہ جب چاہے۔ خرچ کر سکتا ہے۔ لیکن جو حصہ بیت المال کا ہے۔ وہ فوراً بیت المال میں داخل ہونا چاہیئے۔ اس کے متعلق دینے والے کو یہ اختیار نہیں کہ تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرے۔ یا اس میں سے ماہوار کچھ رقم ادا کر دیا کرے۔ ہمارے نبی کریم صلعم نے ایک ہی وقت میں ساری زکوٰۃ وصول کی ہے۔ ہاں یہ اختیار ہے۔ کہ زکوٰۃ نقد ہو یا زیور یا اس جنس کی صورت میں ہو۔ جس میں سے زکوٰۃ ادا کرنی ہے۔

زکوٰۃ کے اخراجات دو طرح پر ہیں۔ اول غرباء ومساکین کی امداد کے لئے۔ دوم دین اسلام کی تقویت اور اس کی حفاظت واشاعت کے لئے۔ اگر گورنمنٹ کو کوئی شخص ٹیکس دیتا ہے۔ خواہ وہ کسی قسم کا ٹیکس ہو۔ تو اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو جاتی کیونکہ زکوٰۃ وہ روپیہ ہے۔ جو خالصتاً مسلمان قوم اور اسلام کی بہتری کے لئے صرف ہونا چاہیئے اسکا کوئی حصہ نظام سرکاری میں خرچ نہیں ہو سکتا سوائے اس کے

جو زکوٰۃ کا انتظام کرنے والوں کو دیا جائے۔ اس لئے کسی قسم کا ٹیکس یا خراج زکوٰۃ سے بری نہیں کرتا۔

زکوٰۃ کے مختصر احکام حسب ذیل ہیں۔

اوّل۔ ہر اس روپیہ میں سے جو سال بھر کسی شخص کے پاس جمع رہا ہو اگر باون روپیہ سے زیادہ ہو چالیسواں حصہ۔

دوم۔ زیور پر خواہ وہ روزمرّہ استعمال کا ہو یا رکھا ہو۔ سونے کا ہو تو دوسو روپیہ سے زیادہ پر چاندی کا ہو تو باون روپیہ سے زیادہ پر چالیسواں حصہ (لباس اور جواہرات زکوٰۃ سے مستثنےٰ ہیں)۔

سوم۔ اپنی سکونت کے مکان کو الگ کر کے جن مکانات سے آمدنی کرایہ ہے۔ اس کرایہ کا چالیسواں حصہ اور زرعی زمین میں اسقدر غلہ وغیرہ کو الگ کر کے جو اپنے استعمال میں آتا ہے باقی کا چالیسواں حصہ۔

چہارم۔ مال تجارت میں (مویشی کو چھوڑ کر جس میں زکوٰۃ اس کے مطابق ہوگی جیسا احادیث میں ذکر ہے) سالانہ منافع پر چالیسواں حصہ ہے۔

یہ مال میں اللہ تعالےٰ کا حصّہ ہے۔ جس شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت مال کی محبت سے بڑھ کر ہے۔ اسے اللہ تعالےٰ کا حصہ نکالنے میں کوئی عذر نہ ہونا چاہیئے۔ اور یہ کوئی سخت حکم نہیں۔ ایک شخص کو سال بھر میں چالیس ہزار منافع ہوا ہے۔ تو انتالیس ہزار کو اللہ تعالےٰ اسے اپنے مصرف میں لانے کی اجازت دیتا ہے صرف ایک ہزار قوم اور مذہب کی خاطر دیتا ہے۔ اسی نسبت سے کم زیادہ پر پھیلا لو۔ اتنی کمی سے کوئی شخص غریب نہیں ہو جاتا۔ مگر قوم اور دین کو وہ قوت پہنچتی ہے۔ جس کے نتائج میں بالآخر ایسا شخص خود بھی شامل ہوتا ہے۔ اور اگر مال سے محبت کر کے اللہ تعالےٰ کے حکم کو ٹالیگا۔ تو وہ یقیناً سمجھ لے کہ اس سے قوم اور دین کو جو نقصان پہنچے گا۔ اس میں آخرکار وہ خود بھی شامل ہوگا۔ خواتین جن کے پاس زیور ہے۔ وہ شاید یہ تکلیف محسوس کریں کہ ان کے زیور میں سے ہر سال چالیسواں حصہ نکلتا جائیگا تو آخرکار وہ بالکل تہیدست رہ جائیں گی یہ صرف ایک وہم ہے۔ عملاً یوں نہیں ہوتا۔ اور ایک حدیث میں ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے قسم کھا کر فرمایا کہ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا اور اگر بالفرض کسی عورت نے اپنے بلوغ کے بعد چالیس سال کی عمر پا کر اپنا سارا مال اللہ تعالےٰ کی راہ میں دیدیا ہے۔ تو وہ اس دنیا سے تہیدست نہیں گذری بلکہ اس کا سارے کا سارا مال اس کے لئے عاقبت میں جمع ہوا ہے۔ اس سے بڑھ کر خوش قسمت اور کون بی بی ہو سکتی ہے۔ جو اپنا سب کچھ اپنے مولےٰ کی راہ میں قربان کر کے اس کے حضور حاضر ہوگی۔ کیا اللہ تعالےٰ کی رضا جو اسے اس صورت میں ملے گی۔ وہ زیادہ قیمتی چیز ہے۔ یا چند بالیاں اور چوڑیاں جو اس کے لئے موت کے وقت مٹی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔

پس اے برادران و خواہران اسلام خدا کے حکم کو سر آنکھوں پر رکھو اور اپنے عمل سے دکھاؤ کہ تم اپنے مولےٰ کے فرمانبردار بندے ہو۔ اسی صورت میں تم مسلمان کہلانے کے مستحق ہو اور اے برادران سلسلہ احمدیہ تم اس پاک اسلامی اصول کو زندہ کرنے کی کوشش اس سے تمہیں دنیا اور آخرت کی سرداری ملیگی نبی کریم صلعم نے جب اپنا پیغام پہنچایا تو یہ فرمایا کہ میں تمہیں وہ باتیں بتاتا ہوں جن پر چلکر تم عرب وعجم کے مالک بنجاؤگے۔ یہی آج بھی سچ ہے۔ کہ ہمارے احمدی احباب اگر اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کو اور اس سب سے بڑے اصول اسلامی کو زندہ کریں گے۔ تو وہ دین و دنیا میں عزت کے قابل ہونگے اپنی اموال کا فوراً حساب کریں۔ اور اس میں سے اللہ تعالےٰ کا حصہ نکال کر اپنی بیت المال میں بھیجدیں۔ اور یاد رکھو کہ کوئی انسان نہیں جان سکتا کہ کسی نے حساب درست کیا ہے یا نہیں۔ مگر وہ خدا جو سنتا اور دیکھتا ہے۔ اور جو دلوں کے پوشیدہ بھیدوں کو بھی واقف ہے۔ جس کے حکم کے سامنے آپ سر جھکاتے ہیں وہ کسی بات سے بیخبر نہیں۔ وہ دھوکا نہیں کھاتا۔ خدا کے حکم کو ٹالنے کے لئے یہ وہم بھی کسی کے دل میں نہ آئے کہ اسطرح سے لوگ ہمیں امیر خیال کرینگے۔ امارت اپنے لئے اور قوم کے لئے باعث فخر ہے۔ اگر اپنے اموال میں سے اللہ تعالےٰ کا حصہ نکالدیا جائے۔ مال جو اندر پڑا ہوا ہے۔ وہ ناپاک ہے جبتک اسمیں سے اللہ تعالےٰ کا حصہ نکالا جاتا۔ اللہ تعالےٰ کا حصہ نکالنے سے باقی مال پاک ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ لاکھوں روپے ہی ہوں۔

میرے احباب میں وہ لوگ بھی ہیں جنکی عزت اور محبت میرے دل میں اسقدر ہے کہ میں انہیں ان الفاظ میں کبھی مخاطب نہ کرتا۔ اگر یہ نہ جانتا کہ اللہ تعالےٰ کے احکام کے سامنے سب ہیچ ہیں۔ رسول اللہ صلعم کی بیویوں کو جب ایک طرف مال دنیا کا انکے حسب منشا حصہ دینے سے انکار کیا گیا تو دوسری طرف حکم ہوا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے اسمیں سے بھی زکوٰۃ ادا کرو۔ ان پاک بیبیوں کے بعد جنہوں نے سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کر دیا کون شخص مرد ہو یا عورت مستثنے ہو سکتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایکدن رسول اللہ صلعم کی ایک بی بی نے کڑے ہاتھ میں پہنے ہوئے تھے۔ تو جب قرآن شریف کی یہ آیت اسکے کان میں پڑی اِنَّ الَّذِینَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ یعنی جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے یعنی اسکی زکوٰۃ نہیں دیتے ایکدن آئیگا کہ انکی پیشانیاں اور ان کے پہلو اس مال سے داغے جائینگے تو وہ بی بی کانپ اٹھیں اور دریافت کیا یا رسول اللہ یہ میرے ہاتھ میں جو کڑے ہیں کیا یہ بھی اسی قسم کا مال ہے۔ جو موجب عذاب ہو جائیگا۔ آپنے فرمایا کیا تم اسکی زکوٰۃ ادا کرتی ہو عرض کیا ہاں تو فرمایا پھر نہیں یعنی جس میں سے مال کی زکوٰۃ ادا ہو جائے۔ وہ موجب عذاب نہیں۔

احمدی احباب سے یہ بھی التماس ہے۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ کے اس حکم کو اپنی بیویوں بیٹیوں بہنوں تک پہنچا دیں۔ یہی نہیں کہ اللہ تعالےٰ انکے دلوں کو اپنے احکام کی عظمت کے سامنے جھکا دے۔ جو مرد اپنی متعلقین مستورات تک یہ نہیں پہنچاتا وہ اپنے سر پر انکے گناہ کو بھی لیتا ہے۔ اور جو ان تک پہنچا دیتا ہے اور وہ خود ان کی تعمیل نہیں کرتیں تو وہ بری الذمہ ہے۔ اللہ تعالےٰ ہی آپ کے دلوں میں ڈالے کہ اسکے احکام کے سامنے سیم و زر کو ٹھیکریوں کی طرح سمجھیں۔ والسلام

خاکسار محمد علی

۱ ۴/۲۲

سیر الاولین

ہمارے اسلاف کے علمی اور تبلیغی کارنامے

تاریخ دنیا اس امر پر شاہد ہے کہ زمانہ میں آجتک وہی قوم ترقی یافتہ کہلائی اور شاہد اقبال در آغوش کمال ذبائے بیٹھی رہی۔ جو زیور علم و فضل سے آراستہ و پیراستہ تھی۔ اسی قوم کا ستارہ بخت سپہر حکومت پر مثل مہر و ماہ درخشان و تابان رہا جس نے علم میں اپنی بقا کا راز ۔ واقعی کوئی قوم یہ جوہر رکھتی ہوئی مر نہیں سکتی بلکہ ابد الاباد تک زندہ ہی رہے گی۔ مسلمان قوم نے جو شاندار ترقی کی۔ اور تمام دنیا کو زیر بار احسانات کیا۔ اس کی اصل وجہ یہی تھی کہ وہ ہر انواع و اقسام کے علوم کی منبع و معدن تھی۔ اگر کوئی شخص تاریخ دنیا کا بنظر غائر مطالعہ کرے تو وہ سب سے پہلے اپنا یہی فرض سمجھیگا کہ اہل دنیا کو یہ پیغام دے کہ مسلمان قوم بلحاظ کمال علم و فضل اور کسب ہنر اپنے وقت میں بے مثل و بے عدیل رہ چکی ہے اور اپنے سرچشمہ علم و فضل سے فراخ دلی کے ساتھ صحرائے دنیا کے تشنہ لبوں کی پیاس بجھاتی رہی ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا ملک اور قوم نہیں جس پر کہ مسلمانوں کے احسانات نہ ہوں بقول حالی رحمۃ اللہ علیہ ؎

سپید و سیاہ پر ہے احسان عرب کا ۔ ہرا کر گیا سب کو باراں عرب کا

مسلمان جس ملک میں گئے اپنا علم و فضل اور تہذیب و شائستگی اپنے ساتھ لیتے گئے۔ اہل ملک کے لئے جابجا سکول۔ کالج۔ یونیورسٹیاں قائم کیں تاکہ انکی جہالت کو دور کرکے ان کو اپنی تہذیب و شائستگی کے رنگ میں رنگ لیں یورپ کے نامور مورخ مثل ایڈورڈ گبن۔ ہنری۔ لوئس۔ ڈاکٹر ہیل شایو ہملٹ وغیرہم معترف ہیں۔ کہ اگر ہسپانیہ مسلمانوں کے قبضہ میں نہ آتا۔ اور مسلمان اندلس میں جابجا کالج۔ یونیورسٹیاں قائم نہ کرتے۔ تو یورپ علم و فضل سے محض بیگانہ اور جہالت میں مبتلا رہتا۔ غرناطہ۔ قرطبہ۔ سیلیو کی اسلامی یونیورسٹیاں یورپ کو ابتک یاد ہیں۔ جن میں وہ ہر قسم کے علوم مثل طبعی۔ ریاضی۔ حکمت کیمیا۔ ہندسہ۔ ہیئت۔ تواریخ۔ ادب وغیرہم پڑھ کر آج تمام دنیا پر حکومت کر رہا ہے۔ اب مغرب کو چھوڑ مشرق کی طرف غور کیجئے۔ اہل مشرق کی جہالت دور کرنے اور ان کو انسانیت سکھانے کے لئے ہمارے آبا و اجداد نے کسقدر درسگاہیں قائم کیں۔ خواجہ نظام الملک طوسی۔ الپ ارسلان سلجوقی نے ہرات۔ نیشاپور۔ اصفہان بصرہ و بغداد میں مدارس جاری کئے۔ جو کہ نظامیہ کے نام سے مشہور و معروف ہوئے۔ نورالدین ارسلان شاہ۔ خلیفہ مستنصر باللہ عباسی اور ملک الناصر صلاح الدین کے سکولز موسومہ۔ نوریہ۔ مستنصریہ۔ ناصریہ۔ موصل۔ بغداد۔ جزیرہ قبرص میں قائم ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ نفیسیہ۔ عزیزیہ۔ زینیہ۔ قاہرہ۔ جیسے نامی مکاتب۔ بیت المقدس۔ موصل۔ بغداد اور اسکندریہ میں جاری تھے جن میں ہزاروں طلبا داخل تھے۔ مندرجہ بالا فہرست مدارس کو مدنظر رکھکر یہ نتیجہ بخوبی نکل سکتا ہے کہ علم کی روشنی سے دنیا کی تاریکی جہالت کو اگر کسی قوم نے دور کیا ہے۔ تو وہ صرف مسلمان قوم ہی ہے۔ اسلامی تاریخ و کتب کا مطالعہ کرتے ہوئے میری حیرت کی کوئی حد نہیں رہتی۔ جب میں یہ دیکھتا ہوں۔ کہ ہر فاضل مسلمان نے ہر علوم و فنون کی تین تین بلکہ چار چار سو کتب کو تصنیف کیا مثلاً ابوبکر رازی جو رے کے باشندہ تھے۔ آپنے ہر انواع و اقسام کے علوم و فنون کی تقریباً تین سو تیرہ کتب تصنیف کیں۔ اسی شہر کے امام فخرالدین رازی بھی مسلمانوں کے عالم جید گذرے ہیں۔ مختلف علوم و فنون کی تقریباً پچاس کتب تصنیف کیں جن میں سے بارہ قرآن شریف کی تفاسیر ہیں۔ حسین ابن سینا بوعلی شیخ رئیس کے اسم گرامی کو مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ آپنے تقریباً چالیس کتب لکھیں جن میں سے کتاب حاصل و محصول کی بیس جلدیں۔ شفا کی اٹھارہ۔ قانون کی چودہ۔ کتاب الانصاف کی بیس جلدیں۔ لسان العرب کی دس جلدیں۔ مشہور و معروف ہیں یہ بیاسی جلدیں صرف پانچ کتب کی ہیں۔ باقی ۳۵ کتب کی شمار کریں۔ ضیاءالدین ابن بیطار اندلسی نے نباتات کی تحقیقات کے لئے دور دراز کے سفر کئے۔ اور اس علم کی کثیر کتب لکھیں۔ اب میں بخوف طوالت مضمون مسلمان علما و فضلا کی فہرست تصانیف کو اسی تفصیل پر ختم کرتا ہوں آپ اسی کو مشتے نمونہ از خروارے خیال فرمالیں۔

برادران اسلام مسلمان فضلا کی مفصلہ بالا تصانیف ہر اہل بصیرت کو حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ کہ قدرت نے ان مسلمانوں کے دماغ کس سانچے میں ڈھالے تھے۔ کہ جس عالم نے کتب لکھنی شروع کیں۔ تو سینکڑوں تک ہی لکھیں اور ایسی دلچسپ ذخیرۂ معلومات سے پر کہ مشرق و مغرب کے کتب خانوں۔ لائبریریوں کی الماریوں کے لئے زینت بخش ثابت ہوئیں سوچنا چاہئے کہ ایسی بے مثل اور کثیر ضخیم کتب ان مسلمانوں نے کیسے لکھیں۔ کہ صرف ابن سینا یا ابوبکر رازی کی تصانیف ہی کا اگر کوئی زمانہ حال کا عالم مطالعہ کرنا شروع کرے تو اسکو ساری عمر اسی غرض کے لئے وقف کرنی پڑے گی۔ سو غرض یہ ہے۔ کہ وہ مسلمان عامل قرآن اور رسول اللہ کے پورے پورے متبع تھے۔ جس کی وجہ سے۔ ہمیشہ ان پر ابر رحمت بلیہ دار اور روحانی طاقت شامل حال تھی۔ جو ہر کام میں ان کو کامیاب کر دیتی تھی اسی روحانی طاقت کا نتیجہ تھا۔ کہ علامہ فیضی نے سنسکرت جیسی ادق کتب کا ترجمہ فارسی میں کر دیا۔ آپ کے حافظہ کا کیا کہنا دربار اکبری میں خواہ کتنی بڑی کتاب پڑھی جاتی۔ وہ صرف ایکبار سننے سے حفظ ہو جاتی۔ القصہ ان مسلمانوں کے علم و فضل کے کمال کی وجہ صرف یہی تھی۔ کہ وہ عاشقان خدا اور رسول تھے۔ عروس دنیا کے حسن پر دلدادہ و شیدا نہ تھے۔ جوں جوں مسلمان آئین شریعت اسلامیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے۔ دنیا کے بندوں کے غلام ہوتے گئے۔ توں توں ہی وہ علم و فضل کیا تمام خوبیوں سے محروم ہو گئے حتیٰ کہ چودھویں صدی کے ہم مسلمانوں نے تو علم و فضل

کی لٹیا ہی ڈبو دی۔ ہماری اس غفلت شعاری و سہل انگاری پر عبرت نے سر دھنا۔ کہ آہ جن مسلمانوں نے جہلائے دنیا کو عالم بنایا۔ دنیا کی جہالت اور وحشت کو دور کیا۔ آج ان کی اولاد کو اپنا نام تک لکھنا پڑھنا نہیں آتا۔ آہ جن مسلمانوں نے تمام دنیا کے واسطے ہر ملک بلکہ ہر قریہ و شہر میں اسلامی سکول جاری کئے۔ آج ان کے بچوں کے پڑھنے کے لئے اسلامیہ سکول نہیں بلکہ مشن سکول ہیں۔ مسلمانو! دیکھو تمہاری اس غفلت نے کتنے مسلمانوں کو گمراہ کیا۔ اگر تمہارے کافی اسلامیہ سکول ہوتے جن میں بچوں کو اسلام کی معقول تعلیم سے واقفیت حاصل کرنے کا موقعہ ملتا تو انہیں مشن سکولوں میں جا کر اپنی ناواقفیت کے باعث اس پاک مذہب کو خیرباد نہ کہنا پڑتا۔ اور وہ کبھی عیسائیت کا شکار ہو کر تثلیث کے گورکھ دھندا میں نہ پھنستے۔ کیونکہ اسلام وہ مذہب ہے۔ کہ یورپ اور امریکہ کے سائنس دانوں کو بھی جب اس کا پتہ دیا جاتا ہے۔ تو وہ بھی اس کے والا و شیفتہ ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ احمدی صاحبان کی مساعی جمیلہ اور ان کے نتائج سے ظاہر ہے بس جب اسلام کی مقناطیسی صداقت ہر سپید و سیاہ اور شاہ و گدا کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ تو وہ جن کے گھروں میں یہ نور موجود ہے۔ ان کی آنکھیں اس سے کیونکر بند ہو سکتی ہیں۔ ہاں شرط یہ ہے۔ کہ اس کے دیکھنے کے لئے خود آنکھوں کے اندر بھی بصارت ہونی چاہئے۔ جو افسوس ہے کہ موجودہ جہالت کی وجہ سے نہیں رہی۔

ہم مسلمانوں نے بی۔ اے۔ ایم۔ اے کی ڈگریاں حاصل کیں ولایت جا کر بیرسٹریاں پاس کیں۔ لیکن قرآن شریف کا ایک پارہ بھی ترجمہ کے ساتھ نہ پڑھا۔ ہاں طوطے کی طرح (وہ بھی تھوڑوں نے) دیکھا دیکھی تمام قرآن شریف یاد کر لیا۔ اس کے فلسفہ پر غور کرنا تو در کنار لفظی معنوں کا سادہ ترجمہ بھی نہ سیکھا۔ اور اس لئے قرآن پاک کے پڑھنے کا اصل مقصد ہاتھ نہ آیا۔ بلکہ قرآن خوانی کا فرض بھی ادا نہ ہوا (بغرض ثواب پڑھنا اور بات ہے) کیا دنیا میں اس شخص سے بڑھکر بھی کوئی اور نادان ہوگا جو منہ سے کچھ بولے اور اسے یہ معلوم نہ ہو کہ میں کیا بول رہا ہوں۔ دیکھو صحابہ کرام نے قرآن پاک کو کس طرح پڑھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے۔ کان الرجل منا اذا تعلم عشر ایات لم یجاوز هن حتی یعرف معانیهن والعمل بهن۔

ہم لوگوں میں سے (یعنے صحابہ میں سے) جب کوئی قرآن کی دس آیتوں کی تعلیم حاصل کر لیتا تھا۔ تو جبتک اس کے معانی و مطالب پر آگاہی نہ ہو لیتی اور ان پر عمل نہ کر لیتا اس وقت تک آگے نہ پڑھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ مسلمان قیصر و کسریٰ پر بھی غالب آئے اور معمورہ ارض کے آخری سرے تک پھیل گئے۔ انہی عربوں کے پاؤں کے نیچے فرشتے بھی پر بچھانے لگے۔ جو طرز معاشرت و تمدن تک سے ناآشنا تھے۔ افسوس ہم مسلمانوں نے تعلیم قرآن کو پس پشت ڈالا تو اس حالت کو پہنچے۔

کاش اگر ہم مسلمان قرآنی تعلیم سے روگردانی نہ کرتے تو ہماری یہ حالت نہ ہوتی۔ جو افسوسناک ہے۔ جب قرون ماضیہ کے بے سر و سامان مسلمانوں نے اس پر عمل کیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان کو ایک عالی مقام پر کھڑا کر دیا۔ اللہ اکبر۔ یہ قرآن پاک کا معجزہ اور کمال تھا۔ کہ عرب جیسی وحشی قوم بھی تمام دنیا کی استاد بن گئی وہی لوگ علوم ریاضیہ کے ماہر سمجھے جانے لگے جنکو تین تک گنتی نہ آتی تھی۔ اونٹوں کے چرانے والے وہی جنگلی لوگ جنہوں نے کبھی کسی مجلس میں بات تک بھی نہ کی تھی۔ دنیا کے بادشاہ بن گئے۔ اور حکومت و سیاست کے وہ راز سمجھے جو اب تک یورپ کے مدعیان فہم و ادراک مشیران سلطنت تو در کنار عالی دماغ بادشاہوں کی سمجھ میں بھی نہیں آئے ؎

جو منطقیوں سے حل نہ ہوا اور فلسفیوں پہ کھل نہ سکا۔
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

سبحان اللہ یہ قرآن پاک کی تعلیم کا ہی اثر تھا۔ کہ انہی لوگوں کو عبادت خدا کے سوا کسی اور شئے میں لذت نہ آتی تھی۔ جو پرلے درجے کے عیاش۔ زانی۔ اور شرابی ہو چکے تھے مختصر یہ کہ قرآن کی تعلیم نے عربوں کی کایا ہی پلٹ دی۔ اسی کی برکت سے وہ معمورہ ارض کے آخری سرے تک پہنچ گئے اگر ان کی دوڑ ایک طرف دیوار چین تک تھی۔ تو دوسری طرف دیوار قسطنطنیہ تک تھی۔ کوئی قوم بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکی۔ بلکہ اسلامی بادشاہوں کی جبروت و سطوت سے تمام دنیا کانپتی رہی ؎

یاد ہیں اے غلبۂ اسلام وہ ایام جب
کانپتا تھا ہیبت فاروق سے سارا جہاں

کاش مسلمانوں کی چشم حقیقت باز اور سامعہ بصیرت وا ہو۔ تاکہ وہ سمجھیں کہ اب ہم کو اپنی آیندہ فلاح کے لئے قرآن شریف کو اپنا دستور العمل اور اس کی تبلیغ کو اپنا نصب العین قرار دینا چاہئے۔ جبکہ یہ امر مسلمہ ہے کہ اسلام کی جلیل القدر شان و شوکت شمشیر کی رہین منت نہیں بلکہ محض تبلیغ قرآن کی احسان مند ہے۔ کیونکہ قرون اولےٰ کے مسلمانوں کے پاس ہوائی جہاز، زہریلی گیس۔ تارپیڈو (آب دوز کشتیاں) بتیس بتیس من کے گولوں کی توپیں تو تھیں ہی نہیں۔ جن سے ڈرا کر یا دھمکا کر وہ لوگوں کو مسلمان کرتے۔ اس پر سرور کائنات کا یہ حکم تھا۔ کہ کسی غیر مسلم پر جور و تعدی نکرنا مگر قرآنی معارف و نکات سنا کر ہی مشرف باسلام کرنا۔ چنانچہ صحابہ کرام نے اس پر عمل کیا۔ یعنی قرآن پاک کو وہ اپنے سینوں سے لگا کر باہر نکلے۔ جس کی تبلیغ سے ہزاروں بلکہ لاکھوں بت پرستوں کو مشرف باسلام کیا۔ اور بڑے بڑے متکبر بادشاہوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنایا۔ نتیجہ ہوا کہ اشاعت اسلام کے ساتھ پولٹیکل اقتدار کا میدان بھی وسیع ہوتا چلا گیا ؎

ہاتھ میں قرآن لب پر نعرۂ تکبیر تھا ✤ چومتی تھی فتح و نصرت پاؤں اُنکے ہر کہاں
جوش تھا جوش الہی تھی غرض تبلیغ حق ✤ رک نہ سکتا تھا کسی سے اپنا سیلاب رواں

القصہ مسلمانوں نے جو کچھ پایا۔ وہ قرآن پاک کی تعلیم و تبلیغ سے ہی پایا ؎

ہاتھا یہیں تھا جب، تلک تھی گونج اپنی تا فلک
گاڑتے تھے قصر قیصر طاق کسریٰ پر نشاں ؏
رکھ دیا جب ہاتھ سے سب کچھ گنوایا ہاتھ سے۔
رہ گئے بس عظمت و اقبال کے ہم نوحہ خواں

پس لازم ہے کہ ہم تبلیغ قرآن کے ہی غلام ہو رہیں۔ پھر دیکھنا ترقی اسلام کی سرسوں ہتھیلی پر جمتی ہے یا نہیں۔ بلکہ ہماری تمام مرادیں بھی بار آور ہوتی ہیں یا نہیں۔ دیوان حافظ سے بھی بار بار یہی فال نکلتی ہے ؎

صبح خیزی و سلامت طلبی چوں حافظ
ہر چہ کردم ہمہ از دولت قرآں کردم

غریق العصیان عبد الرحمٰن مدرس کوٹ ڈرا دہا کشن

مراسلات

صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین و علمائے شیعہ

بالخصوص
مولوی علی حائری صاحب مجتہد لاہور

مجھ کو علماء شیعہ کی اکثر کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور جو کچھ کہ انہوں نے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم اجمعین کے حق میں سب اور لعن تبرا فحش گالیاں افترا پردازی کی ہے۔ وہ حیطہ شمار سے باہر ہے۔ اور پھر صحابہ کرام میں حضرت فاروق اعظم جناب عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کو تو وہ کچھ کہا ہے کہ الامان والحفیظ مگر خاتم الباب میں حضور مولانا مولوی سید علی حائری صاحب نے اس روشنی اور سمجھ اور تعقل کے زمانہ میں جو کچھ کہا ہے۔ وہ بھی حیرت اور تعجب اور استعجاب کی آخری منزل تک انسان کو لیجاتا ہے۔ اور پھر ایسی باتیں تفسیر القرآن میں لکھتے ہیں۔ نمونہ کے لئے بقدر ضرورت (تفسیر پ۱۴ ص۷ دیکھو)

مجھ کو یاد ہے۔ دس بارہ سال کا واقعہ ہے۔ کہ انہی مولوی صاحب نے احمدیوں کے لٹریچر میں ان کی بدزبانی کی شکایت کی تھی۔ اس وقت میں نے ان کی کتاب غایت المقصود کو نکالا۔ اس کے ایک صفحہ خورد میں (۱۳) گالیاں میں نے ثابت کر کے دکھائی تھیں۔ اور اس پر ایک مبسوط آرٹیکل لکھا تھا۔ جب حضرات شیعہ کو توجہ دلائی گئی کہ اے عزیزو جن لوگوں کے علماء اور مجتہدین کے کلام کا یہ عالم ہو وہ احمدیوں کی نکتہ چینی کس طرح کرتے ہیں۔ اس پر حضرات تشیع نے جواب تو کیا دینا تھا۔ عذر بدتر از گناہ لکھا۔ اللفظ فیما وضع لہ کی تتبع کی گئی ہے۔ اس جگہ میں احادیث اور اقوال علماء شیعہ سے کچھ عرض کرتا ہوں۔ اور علامہ لاہوری سے سوال اور استفسار کرتا ہوں کہ پھر ان احادیث اور علماء سلف خود کی کیا تردید وہ پیش کر سکتے اور آپ کے معتقدات اور ان میں مطابقت کس طرح ہو سکتی ہے۔ اور اتباع اہل بیت کا دعوےٰ آپکا صحیح کس طرح ثابت ہو سکتا ہے۔ یا تو اتباع اہل بیت کے دعوے سے دست برداری کیجئے یا اُن روایات کا جھوٹا ہونا ثابت فرمائیے۔ یا مطابقت بین الاحادیث والاقوال کر کے بتلائیے وھو ھذا

(۱) فی الحدیث ذکر الرافضۃ والروافض وھم فرقۃ من الشیعۃ رفضوا ای ترکوا زید بن علی عن الطعن فی الصحابۃ فلما عرفوا مقالہ وانہ لا یبرئ من الشیخین رفض ثم استعمل ھذا اللقب فی کل من غلا فی ھذا المذھب واجاز الطعن فی الصحابۃ (مجمع البحرین ومطلع النیرین محمد علی طریحی نجفی ص۳۵۲ مطبوعہ ایران)

(۲) مفہوم تشیع آنست کہ در صدر صحیفہ معلوم شد۔ سب و لعن در و معتبر نیست می گنجد کہ نام خلفاء ثلثہ مطلقاً بر زبان شیعہ جاری نشود و لعن ایشان واجب نیست اگر جاہلان شیعہ حکم بوجوب لعن کنند سخن ایشان معتبر نیست (مجالس المؤمنین مجلس اول مطبوعہ ایران ص۴۸)

(۳) ومن کلام لہ علیہ السلام وقد سمع قوماً من اصحابہ یسبون اھل الشام ایام حربھم بصفین انی اکرہ ان تکونوا سبابین (نہج البلاغہ حصہ اول ص۴۲۶ مطبوعہ مصر)

(۴) قال الصادق علیہ السلام لا تدع الیقین بالشک والمکشوف بالخفی ولا تحکم علی ما لم تره بما تروی عنہ قد عظم اللہ عز وجل امر الغیبۃ وسوء الظن باخوانک من المومنین فکیف بالجرأت علی اطلاق قولہ واعتقاد زور وبھتان فی اصحاب رسول اللہ صلعم قال اللہ عز وجل اذ تلقونہ بالسنتکم وتقولون بافواھکم ما لیس لکم بہ علم وتحسبونہ ھیناً وھو عند اللہ عظیم وما دمت تجد الی تحسین القول والفعل فی غیبتک وحضرتک سبیلاً فلا تتخذ غیرہ قال اللہ تعالیٰ وقولوا للناس حسناً واعلم ان اللہ تعالیٰ اختار لنبیہ من اصحابہ طائفۃ اکرمھم باجل الکرامۃ وحلاھم بحلیۃ التائید والنصر والاستقامۃ لصحبۃ علی المحبوب والمکروہ وانطلق لسان نبیہ محمد صلعم

بفضائلهم ومناقبهم وكراماتهم واعتقد محبتهم واذكر فضائلهم واحذر مجالسة اهل البدع فانها تنبت في القلب كفراً وضلالاً وان اشتبه عليك فضيلة لبعضهم فكلهم الى عالم الغيب وقل اللهم اني محب لمن احببته انت و رسولك فانه لم يكلف فوق ذالك فقط (كتاب مصباح الشريعة باب السبعون في معرفة الصحابة مطبوعه ايران)

(۵) اللهم واصحاب محمد خاصة الذين احسنوا الصحابة والذين ابلوا البلاء الحسن في نصره وكانفوه واسرعوا الى وفادته وسابقوا الى دعوته واستجابوا له حيث اسمعهم حجة رسالاته وفارقوا الازواج والاولاد في اظهار كلمته وقاتلوا الاباء والابناء في تثبيت نبوته وانتصروا به ومن كانوا منطوين على محبته يرجون تجارة لن تبور في مودته والذين هجرتهم العشائر اذ تعلقوا بعروته وانتفت منهم القرابات اذ سكنوا في ظل قرابته فلا تنس لهم اللهم ما تركوا لك وفيك وارضهم من رضوانك وبما حاشوا الخلق عليك وكانوا مع رسولك دعاة لك اليك واشكرهم على هجرهم فيك ديار قومهم وخروجهم من سعة المعاش الى ضيقه ومن كثرت في اعزاز دينك من مظلومهم —

اللهم واوصل الى التابعين لهم باحسان الذين يقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان خير جزائك الذين قصدوا سمتهم وتحروا وجهتهم ومضوا على شاكلتهم لم يثنهم ريب في بصيرتهم ولم يختلجهم شك في قفو آثارهم والائتمام بهداية منارهم مكانفين وموازرين لهم يدينون بدينهم ويهتدون بهديهم يتفقون عليهم ولا يتهمونهم فيما ادوا اليهم اللهم وصل على التابعين من يومنا هذا الى يوم الدين

(۶) ومن كلام له (على) عليه السلام — وسيهلك في محب مفرط يذهب به الحب الى غير الحق ومبغض مفرط يذهب به البغض الى غير الحق وخير الناس في حال النمط الاوسط فالزموه والزموا السواد الاعظم فان يد الله على الجماعة (نهج البلاغه جلد ۱ صفحہ ۲۶۱)

(۷) قال على عليه السلام هلك في رجلان محب غال ومبغض قال (نهج البلاغه جلد ۲ صفحہ ۲۰۷)

(۸) قال على عليه السلام — فلا تثنوا على بجميل ثناء لاخراجي نفسي الى الله واليكم من التقية في حقوق لم افرغ من ادائها وفرائض لا بد من امضائها فلا تكلموني بما تكلم به الجبابرة

(نهج البلاغه جلد ۱ صفحہ ۴۶۳)

(۹) وفي المجمع عن امير المومنين قال جئت الى النبي يوما فوجدته في ملا قريش فنظر الى ثم قال يا على انما مثلك في هذه الامة كمثل عيسى ابن مريم احبه قوم فافرطوا في حبه فهلكوا وابغضه قوم وافرطوا في بغضه فهلكوا واقتصد فيه قوم فنجوا الخ (صفحہ ۴۵۸ تفسیر صافی) وکتاب غایت المرام سید ہاشم بحرانی مقصد ثانی باب ۱۸۲ . حدیث نمبر ۳ و ۵ صفحہ ۴۲۶ (و صفحہ ۹۴ تفسیر صافی سورۃ آل عمران)

(۱۰) اما صحبته مع النبي في الغار فهذه نار على منار لا ينكرها احد من المسلمين بل وغيرهم المطلعون على وقائع الماضي وما جرى في الازمنة الاولى لا شك ان رسول الله استفاد من صحبته واستمد من معونته ومؤنته واتبعه ابوبكر في ساعة العسرة ودعمه بحبل النصرة اترك وطنه وعطنه ونبذ اهله (؟) (صفحہ ۵۸ کتاب الابرار)

(۱۱) وما انت والفاضل والمفضول والسائس والمسوس وما للطلقاء وابناء الطلقاء والتمييز بين المهاجرين الاولين وترتيب درجاتهم وتعريف طبقاتهم الخ (صفحہ ۹۱ کتاب الابرار)

وانا مرقل نحوك في جحفل من المهاجرين والانصار والتابعين باحسان شديد زحامهم ساطع قتامهم متسربلين سرابيل الموت احب اللقاء اليهم لقاء ربهم وقد ... ذرية بدرية الخ (صفحہ ۷ کتاب الابرار)

(۱۲) وقد نهى مولانا امير المومنين في بعض ايام صفين اصحابه المرحيين عن شتم اهل الشام (صفحہ ۱۰۵ کتاب الابرار)

(۱۳) وانا لست في صدد اعابة الشيخين وذكر مطاعنهما ومثالبهما ولا انكر ان الانصاف سوابق حدودهما ومراتبهما ولا اريد ان اثبت لهما زلة قدم بعد ثبوتها وابرم امرها بعد ثبوتها وقد سئل سيدنا وامامنا كشاف الحقائق مولانا جعفر ابن محمد الصادق عن الشيخين فقال عليه السلام هما امامان عادلان قاسطان ماتا على الحق (صفحہ ۴۲ کتاب الابرار)

(۱۴) قال ... ان الشيعة يتجاسرون على سب الخلفاء الماجدين والصحابة الراشدين ويكفرون جميع الموحدين وهم هاجمون على الغيب ومرجمون بالغيب ويخطئون المهاجرين والانصار اولي الايدي والابصار —

اقول .. هذا بهتان عظيم . وانت تحسبهم انهم يعتقدون ان من اظهر الشهادتين ... الاسلام فدمه محقون

وعرضہم مصون ومالہ مامون ویجوز مناکحتہ ویحرم سفک دمہ ویجب مناصحتہ واستجلاب مصالحتہ واکفہ بریا ملون معرتہم اہل السنت مع اہلۃ الاسلامیین . . . . . . کیف لایکون کذالک وہم نبیہم واحد وکتابہم واحد ودینہم واحد وقبلتہم واحد والمومنون اخوۃ وبعضہم اولیاء بعض ہذا مسلکہ مرضی اتنا بعین فکیف یکفرون المہاجرین الاولین والانصار رسول رب العالمین (صفحہ ۲۳ کتاب الابرار)

(۵) ہذا ما صالح علیہ الحسن بن علی ابن ابی طالب ومعاویۃ ابن ابی سفیان صالحہ علی ان یسلم ولایت امر المسلمین علی ان یعمل فیہم بکتاب اللہ وسنتہ رسولہ صلعم وسیرۃ الخلفاء الصالحین (تاریخ التواریخ)

اس میں حضرت امام حسن علیہ السلام نے امیر معاویہ سے یہ عہد لیا کہ وہ سیرۃ خلفاء صالحین پر عمل کریگا - اور ظاہر ہے - کہ صالحین کا لفظ جمع کا لفظ ہے جو کہ از کم تین پر دلالت کرتا ہے - اور حضرت امام حسن علیہ السلام سے پہلے چار خلفاء گذر چکے ہیں - اگر ان کی سیرۃ نیک نہ ہوتی جیسا کہ شیعہ کا اعتقاد ہے - تو حضرت حسن علیہ السلام ایسی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے ہمراہ ان کی سیرۃ کو جمع کرتے - اور پھر صالحین کا لفظ قرینہ ہے کہ یہ شرط ہو کہ وہ تو صرف حضرت علی کی سیرۃ کو مطابق کتاب اللہ وسنت رسول اللہ قرار دیتے باقی خلفاء کو غاصب خلافت سمجھتے ہیں - پھر ان کی سیرۃ کی اتباع کا عہد لینا چہ معنی دارد -

غرضکہ سردست صرف ان پندرہ حوالوں پر ہم کفایت کرتے ہیں - تاکہ دیکھیں مولوی حائری صاحب اسکا کیا معقول جواب دے سکتے ہیں - ورنہ اس قسم کے حوالے بکثرت ہیں جو تشیع کے معتقدات کو غلط قرار دیتے ہیں - والسلام

خاکسار ندر علی از پشاور

تازہ خبریں

ترکوں کا مطالبہ تخلیہ ایشیائے کوچک - لندن - ۱۳ اپریل رویٹر کو معلوم ہوا ہے - کہ دول متحدہ ترکوں کی اس تجویز کو تسلیم نہیں کرتیں کہ ایشیائے کوچک کا تخلیہ عارضی صلح کی ایک شرط ہو -

لندن - ۱۳ اپریل - یونانی ہیڈ کوارٹر نے میدان جنگ سے دول متحدہ کو اطلاع دی ہے - کہ وہ ترکوں کی شرائط عارضی صلح کو تسلیم کرنے کے ناقابل ہے -

جینوا کانفرنس - لندن - ۱۳ اپریل - اخبارات پیرس لکھتے ہیں - کہ روس نے تخفیف اسلحہ کا یقین نہیں دلایا - جرمنی نے صرف زبانی تخفیف اسلحہ کی ہے - ایسی حالت میں تخفیف اسلحہ کے معاہدہ کا سارا بوجھ فرانس پر پڑیگا - اور کوئی قوم اس پر عمل نہیں کراسکیگی -

فرانس جینوا کانفرنس سے قطعی طور پر بیزار ہے - چنانچہ فرانسیسی اخبارات روس کو مساوی درجہ دینے پر اظہار ناراضگی کر رہے ہیں - دو ٹمپس لکھتا ہے - کہ روسیوں نے وہ سیاسی اقتدار حاصل کر لیا ہے - جس کی انہیں ضرورت تھی -

جینوا - ۱۳ اپریل - ترکی قوم پرست وفد یہاں پہنچ گیا ہے - اور وہ کوشش کریگا - کہ اسے کانفرنس میں شرکت کی اجازت مل جائے -

جینوا - ۱۳ اپریل - لارڈ برکن ہیڈ یہاں پہنچ گئے ہیں - لندن ۱۲ اپریل - بیان کیا جاتا ہے - کہ برطانوی وفد جینوا کانفرنس کی کامیابی پر بہت خوش ہے - نیز کانفرنس کی قرارداد تسلیم کر لی گئی ہے - موسیو چچرین کی قرارداد متعلقہ تخفیف اسلحہ اور عالمگیر کانفرنس ترک کر دی گئی ہے اگر روس اس پر زور دیتا - تو کانفرنس کا بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا -

روما - ۱۲ اپریل - اطالوی محکمہ تار برقی اعلان کرتا ہے - کہ ۱۰ اپریل کو اکیلے میں دو لاکھ دس ہزار الفاظ روانہ کئے گئے - اور ٹیلیفون پر تین تین منٹ کی دو ہزار چھ سو گفتگوئیں ہوئیں -

لندن - ۱۲ اپریل - اگرچہ روسی وفد کو امپیریل ہوٹل میں نہایت پر تکلف سامان آسائش بہم پہنچایا گیا ہے - مگر جینوا سے ۱۵ میل کے فاصلہ پر ہونے کی وجہ سے روسی وفد نہایت کبیدہ خاطر ہے - اور چاہتا ہے کہ مقام کانفرنس سے قریب ہی کہیں ان کی رہائش کا انتظام کیا جائے - مگر اطالوی حکام اس درخواست کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں - کیونکہ وہ جانتے ہیں - کہ موسیو چچرین کی چالبازی کوئی گل نہ کھلائے - جس کے بارہ میں مشہور ہے - کہ وہ ایک دوست کو دوسرے دوست سے جلا کے اپنے ساتھ نالیئے میں پرلوپئے رکھتا ہے -

راجپوتانہ کے بھیلوں میں بے چینی - بمبئی ۱۲ اپریل - مسٹر منی لال کو ٹھاری جو راجپوتانہ میں ممتاز خادم کانگرس ہیں - ایجنٹ گورنر جنرل راجپوتانہ کے نام بھیلوں کی حالت کے متعلق تار روانہ کیا ہے - جس میں بتایا گیا ہے - کہ ناراض لوگوں کے خلاف فوجی کارروائی کرنے سے حالت اور خراب ہو جائے گی - اور یہ کہ متعلقہ ریاستوں کو جائز شکایات کے دور کرنے کے لئے سنجیدگی کے ساتھ کوشش کرنی چاہیئے -

مدراس میں کامل ہڑتال - کل تامل سال کا پہلا دن تھا - اس لئے مدراس میں پروگرام کے مطابق ہڑتال نہیں ہوئی - آج شہر میں کامل ہڑتال رہی تمام ہندوستانی دوکانیں - بازار - ہوٹل - مارکیٹ اور کاروباری کارخانے عملی طور سے شہر میں بند رہے - آج شام کو ساحل پر ایک پبلک جلسہ کا انتظام کیا جا رہا ہے - آج گڈ فرائیڈے کیوجہ سے تمام بنک اور یورپین دوکانیں بند رہیں

اخبار جمہوریت دفتر کی تلاشی - ۱۵ اپریل کو خانصاحب عزیز الدین صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر انارکلی لاہور معہ چند ملازمان پولیس دفتر اخبار روزانہ جمہوریت لاہور میں آئے اور جیسا کہ خود یہ مختصر لکھتا ہے۔ ان سے وارنٹ طلب کیا گیا تو جواب ملا کہ ہم خود وارنٹ ہیں۔ اس کے بعد تلاشی لیکر ۲۲ مارچ کا پرچہ لے لیا۔ اور بتایا کہ ایک چھپے ہوئے اشتہار پر جو فحش تھا۔ اخبار کے پرنٹر اور پبلشر پر مقدمہ چلایا جائیگا۔

مہاتما گاندھی سے جیل میں مزید رعایات - بمبئی - ۱۲ اپریل مسٹر پٹیل صدر انڈین پروگریسو ایسوسی ایشن نے گورنمنٹ کے ہوم سیکرٹری کو ایک چٹھی میں لکھا ہے۔ کہ مہاتما گاندھی کے ساتھ سلوک کے متعلق مزید رعایات کیجائیں۔ کیونکہ جو حالات اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان کو عام طور پر ناپسند کیا گیا ہے۔

حکومت انگورہ اور بالشویک - انگورہ سے ایک اطلاع مظہر ہے کہ موسیو ارالوف بالشویک سفیر متعینہ اناطولیہ نے دولت انگورہ سے یوسف کمال بے کے سفر یورپ کی اغراض کی تشریح دریافت کی تو دولت انگورہ نے اسے یقین دلایا کہ وہ انہیں کوئی خاص اختیارات اس امر کے لئے نہیں دئے گئے ہیں۔ کہ وہ انگورہ گورنمنٹ کے نام سے یورپ میں کوئی معاہدہ کریں۔

انگورہ کی ایک اور اطلاع مظہر ہے۔ کہ بحیرہ اسود میں روسی سٹیمر ان کشتیوں کی حفاظت کر رہے ہیں۔ جو روس سے اناطولیہ میں اسلحہ اور سونا لا رہی ہیں

(فتی العرب دمشق)

لکھنؤ جیل میں قومی ہفتہ - معلوم ہوا ہے کہ ۶ اپریل کو لکھنؤ جیل میں قومی ہفتہ منایا جا رہا ہے جلیانوالہ باغ کے شہدائے ملت کے لئے مسلمانوں نے قرآن شریف ختم کیا۔ ہندو صاحبان نے ہون اور پرارتھنا کی اس کے بعد پنڈت شاستری نے کتھا پڑھی۔ سہ پہر کو ایک جلسہ بصدارت مولوی سید عبد الودود صاحب بریلوی منعقد ہوا۔ جس میں پنڈت بنسی دھر صاحب پالتاک سید ظفر حسین ایم۔ اے۔ علیگ مراد آبادی اور پروفیسر کربلائی صاحب کی تقریریں موضوع تقریب پر ہوئیں۔ اس تقریب کو جملہ صاحبان نے برت یا روزہ رکھ کر قومی ہفتہ کی ابتدا کی ہے۔ کاش کہ باہر کی دنیا بھی اس زندان جیل سے سبق حاصل کرے۔ اور آزاد فضا میں رہنے والے اپنے قومی فرائض سے غفلت نہ کریں۔

(ہمدم)

مدراس میں سزایابی - (مدراس ۱۲ اپریل) چیف پریذیڈنسی مجسٹریٹ نے آج مسٹر کرشن سوامی شرما کو منافرت انگیز تقریر کرنے کے جرم میں ضمانت ادا نہ کرنے کیوجہ سے ایک سال قید سخت کی سزا دی۔

رالی برادران کے کارخانہ میں آتشزدگی - مسرز رالی برادران کے کارخانہ جیوٹ واقعہ کلکتہ میں آگ لگجانے سے جیوٹ کا ذخیرہ تباہ ہو گیا۔ نقصان کا اندازہ سوا لاکھ لگایا جاتا ہے۔

مسلم احمدیہ پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا۔

الصلح خیر

پیغام صلح

لاہور

ایڈیٹر۔ دوست محمد

قادیان المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۷ شعبان سنہ ۱۳۴۰ ہجری مطابق ۲۶ اپریل سنہ ۱۹۲۲ عیسوی

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ آئندہ جمعرات ۲۷ اپریل کو موسم گرما کے ایام میں عالم تنہائی میں بعض ضروری تصانیف کو ختم کرنے کے لئے ڈلہوزی تشریف لے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اور آپ کے پاک ارادوں میں برکت نازل فرمائے۔ آمین

گذشتہ جمعہ میں حضرت امیر نے باہر جانے والے مبلغین کو بالخصوص اور تمام جماعت کو بالعموم بعض قابل قدر نصائح کیں جو کسی قریبی اشاعت میں ہدیہ ناظرین ہونگی۔

بیعت۔ میاں بہلول محمد صاحب بلوچ بستی ڈیرہ غازیخاں نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت عطا فرمائے۔

سکرٹری کا ایک ضروری اعلان

حساب کی سہولت اور مختلف چندوں کی تحریکات کی خط وکتابت کو مختصر کرنے کے لئے مجلس معتمدین نے فیصلہ کیا ہے کہ آئیندہ یکم مئی ۱۹۲۲ء سے احمدی جماعت کا ماھواری چندہ جو بشرح ۲ پیسہ فی روپیہ آمدنی پر ہر ایک احمدی بھائی کو دینا لازمی ہے۔ یکجا وصول ہو کر دفتر محاسب میں ہر ماہ کے اختتام پر حسب ذیل مدات میں تقسیم ہوا کرے:-

اغراض عام	۶۷	فیصدی
ووکنگ مشن	۱۵	"
بلاد غیر	۱۰	"
مسلم ہائی سکول	۸	"

اس لئے احمدی احباب کو اب اپنے ماہواری چندہ کی اندرونی تقسیم مختلف مدات میں نہ کرنی چاہئیے۔ بلکہ ایسے چندہ کو صرف ماہواری چندہ کے نام سے انجمن میں بھیج دینا چاہئیے۔ ہاں دیگر رقوم جو ماہواری چندہ کے علاوہ ہوں۔ مثلاً زکوٰۃ۔ صدقات۔ عید فنڈ۔ فطرانہ۔ قیمت کھال قربانی کا روپیہ یا تحریک خاص یا بلاد غیر کا چندہ جس کے پہلے وعدے ہو چکے ہیں۔ یا اب ہوں۔ یا دیگر عطیہ جات جو کسی خاص مد کے واسطے ہوں۔ مثلاً اشاعت اسلام بلاد غیر (جرمنی۔ جاپان۔ امریکہ وغیرہ) کے لئے تو ان کی صراحت کر دینی چاہئیے۔ تاکہ وہ مختلف مدات متعلقہ میں براہ راست داخل کئے جاویں۔ والسلام ۲۲/۴/۲۲ خاکسار عزیز بخش جائنٹ سکرٹری

سکرٹری کی ایک تحریک

احباب کو معلوم ہوگا کہ بارہ ملہی ضلع سیالکوٹ میں چودھری غلام حیدر صاحب رئیس نے بڑی جدوجہد سے اور اپنی گرہ سے زر کثیر صرف کرکے انجمن کے ماتحت ایک مسلم مڈل سکول کھلوایا ہوا ہے۔ جو اب بفضلہ تعالیٰ روبہ ترقی ہے۔ اور اب ہائی کا نیز بھی ہو چکا ہے۔ اسکے لئے اب مزید اخراجات پیش آمدہ میں چودھری صاحب موصوف کی امداد کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ احباب لاہور نے تین سو روپیہ کے قریب اس کے لئے خاص چندہ کیا ہے۔ اور ابھی مزید ضرورت ہے اسلئے دیگر احباب کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ خاص چندہ سے امداد فرماویں جسکا اثر ماہواری چندہ پر نہ ہو۔ ۲۲/۴/۲۲ خاکسار عزیز بخش جائنٹ سکرٹری

رسیدات زر

فہرست چندہ موعودہ منجانب جماعت بھیرہ ابتداء دسمبر لغایت مارچ ۱۹۲۲ء

(۱) محمد رمضان صاحب عـہ (۲) احمد شاہ صاحب [illegible]
(۳) میاں عزیز دین صاحب [illegible] (۴) مہر جہان صاحب [illegible]
(۵) مستری امام الدین ؍ [illegible] (۶) غلام محمد مستری [illegible]

میزان مبلغ [illegible] (بمعہ فیس منی آرڈر)

تفصیل چندہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام گوجرانوالہ مدخلہ ۱۲ مارچ ۱۹۲۲ء

معرفت منشی محبوب عالم صاحب اپیل نویس گوجرانوالہ

نام معطی	چندہ ماہوار	زکوٰۃ	صدقہ	بلاد غیر
منشی امام الدین صاحب اپیل نویس	[illegible]			
منشی محبوب عالم صاحب "	[illegible]			[illegible]
اہلیہ ڈاکٹر حسن علی صاحب اسسٹنٹ سرجن	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]
اہلیہ منشی نواب خانصاحب انسپکٹر ریلوے پولیس	[illegible]	[illegible]	.	.
بابو عبدالرحمٰن صاحب سب اوورسیر (رخصتی)	[illegible]	[illegible]	.	.
اہلیہ قاضی محبوب عالم صاحب اپیل نویس	.	[illegible]	.	.
بابو بشیر علی صاحب	.	.	[illegible]	.
میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

(کل مبلغ [illegible])

فہرست چندہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شملہ بابت ماہ مارچ ۱۹۲۲ء

(معرفت شیخ الہ دین صاحب کمپوزیٹر)

(۱) جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب جالندھری۔ بازار جراویا — [illegible]
(۲) شیخ محمد لطیف صاحب۔ کلرک کوارٹر ماسٹر جنرل برانچ — [illegible]
(۳) شیخ مولوی عبدالعزیز صاحب۔ متصل مسجد کمیٹی — [illegible]
(۴) شیخ منظور الحق صاحب فارسٹر۔ محکمہ جنگلات شملہ بابت دو ماہ — [illegible]
(۵) شیخ امیرالدین صاحب کلرک ڈائرکٹر جنرل ملٹری ورکس — [illegible]
(۶) قاضی احمد علی صاحب۔ سارجنٹ درجہ اول سپیشل ڈیوٹی لدھیانہ — [illegible]
(۷) مولوی عبدالرحمٰن صاحب۔ اسسٹنٹ میڈیکل برانچ (رخصتی) مسلم ہائی سکول فنڈ — [illegible]
(۸) شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر۔ رخصتی۔ کٹڑہ حکیم ولی شاہ لاہور — [illegible]
(۹) شیخ عبدالحمید صاحب کلرک میڈیکل برانچ — [illegible]
(۱۰) مولوی اکبر علی صاحب کلرک میڈیکل برانچ — [illegible]
(۱۱) ماسٹر نور محمد صاحب۔ کلرک۔ ڈی۔ جی۔ آئی۔ ایم۔ ایس — [illegible]
(۱۲) صوفی شمس الدین صاحب کمپازیٹر۔ گورنمنٹ پریس — [illegible]
(۱۳) منشی محمد لطیف صاحب کمپازیٹر۔ گورنمنٹ سنٹرل پریس — [illegible]
(۱۴) شیخ الہ دین صاحب۔ کمپازیٹر۔ گورنمنٹ سنٹرل پریس — [illegible]

وصول از شیخ اسلام دین [illegible] میزان کل [illegible]
فیس منی آرڈر موازی [illegible]

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ؕ

از قلم مولوی مصطفٰے خاں صاحب بی۔ اے سابق مبلغ اسلام انگلستان

(۲)

مشاہرہ دار مبلغین کی راہ میں جو مشکل یورپ میں پیش آتی ہے اسکو بیان کرنے سے ہماری یہ مراد نہیں۔ کہ تنخواہ دار مبلغوں کو کوئی کامیابی ہو ہی نہیں سکتی یا ان کا بھیجنا عبث ہے۔ اور یہ سلسلہ منقطع ہونا چاہیئے۔ بلکہ مراد صرف یہ ہے۔ کہ اگر اس میں ضروری اصلاح ہو جائے۔ تو بہت زیادہ کامیابی کی توقع ہے۔ یہ اصلاح ہمارے نزدیک دو طریق پر ہو سکتی ہے:-

(۱) جو لوگ مال دار ہیں۔ وہ بطور خود تبلیغ کا کام کریں۔ خدا کے دیئے ہوئے قوےٰ اور مال کے شکریہ کا اس سے زیادہ موزوں طریق نہیں ہو سکتا اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ وہ تجارت کا کام بھی کر سکتے ہیں۔ اور اس طریق سے دولت بھی کما سکتے ہیں۔ اس شق میں طبیب اور ڈاکٹر خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ کہ وہ جہاں جائیں گے کما کھائیں گے۔ اس کے علاوہ ان کا پیشہ بھی تبلیغ کے لئے نہایت موزوں ہے۔ لوگ ان کے پاس علاج کے لئے آئیں گے۔ جہاں جسمانی علاج کیا۔ وہاں روحانی علاج بھی کرتے رہیں۔

(۲) جو لوگ مال نہیں رکھتے۔ نہ ہی فن طبابت جانتے ہیں۔ ان کو قوم یا قومی مجالس کی طرف سے امداد ملنی چاہیئے۔ لیکن وہ امداد تنخواہ کی صورت میں نہ ہو۔ بلکہ کچھ رقم ان کی ذات کے لئے بطور راس المال دی جائے وہ اس سے تجارت کریں۔ اور اس کے نفع سے اپنا گذارا کریں۔ ہاں اس کے علاوہ جو مصارف تبلیغ پر ہوں۔ وہ قوم کو برداشت کرنے چاہئیں مجھے یقین ہے۔ کہ اگر یورپ میں عام طور پر یقین ہو جائے۔ کہ مسلمان مبلغ اپنے کاروبار سے اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ اور تبلیغ کا کام محض ذاتی شوق اور مذہبی ولولہ کا نتیجہ ہے۔ تو جو کامیابی تنخواہ دار مبلغوں کو دس سال میں ہو سکتی ہے وہی کامیابی ایسے مبلغوں کو انشاء اللہ ایک سال میں ہو جائے گی۔

تبلیغ کا تیسرا طریق

تبلیغ کی جن دو صورتوں کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے۔ وہ محض ان مبلغوں سے متعلق ہیں جو تقریر سے تبلیغ ہدایت کرتے ہوں۔ لیکن ایک تیسرا طریق بھی ہے۔ جو پہلے دو طریقوں کا ممد و معاون ہے۔ اور جس سے ہم گھر بیٹھے دور دراز ملکوں میں اشاعت اسلام کا کام کر سکتے ہیں۔ یہ طریق لٹریچر کو شائع کرنے کا ہے۔ عیسائی مشنری صرف مبلغوں کے ذریعہ ہی عیسائیت کی تبلیغ نہیں کرتے۔ بلکہ لاکھوں کی تعداد میں کتابیں شائع کرتے ہیں۔ بیسیوں ہفتہ وار ماہوار پرچے جاری ہیں۔ جس میں عیسائیت کی تعلیم کی تبلیغ اور اسلام پر اعتراضات کی بوچھاڑ ہوتی ہے۔ ان صحائف و جرائد کی اشاعت بھی لاکھوں ہی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ڈاکٹر زویمر کے ایک رسالہ "مسلم ورلڈ" ہی کو لیجئے۔ ایک سہ ماہانہ رسالہ ہے۔ لیکن کہتے ہیں کہ دو لاکھ چھپتا ہے۔ اور مسلمان ممالک میں بے دریغ مفت شائع کیا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ طریق تبلیغ نہایت موزوں اور مفید ہے۔ اس کا اثر اگرچہ دیر سے ہوتا ہے۔ مگر دیرپا بھی ہوتا ہے۔ مبلغ کے ذاتی نقائص و معائب کو جن کا وجود بعض اوقات مخاطب پر نہایت ہی برا اثر ڈالتا ہے۔ اس طریق تبلیغ میں مطلق دخل نہیں۔ ناظرین کے سامنے صرف خیالات کی تصویر ہے۔ جو لفظوں کے آئینہ میں لگی ہے۔ نہ کہنے والے کے مطلب نہ سننے والے سے سروکار۔

یورپ کی مختلف زبانوں میں اسلامی تعلیم اور قرآن مجید کے مختلف تراجم کو شائع کرنا اور بکثرت شائع کرنا ایک ایسا فرض ہے۔ جسے ہر ایک مسلمان جس کے دل میں ذرا بھی ایمان کی بو ہے۔ تسلیم کرے گا۔ لیکن افسوس تو یہ ہے۔ کہ نہ علمائے کرام اس طرف توجہ کرتے ہیں۔ نہ نئی روشنی کے بزرگ اسطرف مائل ہوتے ہیں۔ آجکل مسلمانوں کی توجہ چند ایسی باتوں کی طرف ہے۔ جن کا نہ سر نہ پیر۔ لے دے کے انگریزی زبان میں قرآن مجید کا صرف ایک ترجمہ ہے۔ جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے سنہری کارناموں میں شمار ہو سکتا ہے۔ اور جن کے لئے تمام مسلمان حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کے مرہون منت ہیں۔ اس سے پہلے ڈاکٹر عبد الحکیم خاں مرحوم نے بھی ترجمہ کیا تھا۔ لیکن وہ زیادہ تر عیسائی

تبجیوں کی نقل تھا۔ اس لئے کچھ زیادہ مفید نہ تھا۔ اس کے بالمقابل انجیل کے تراجم کی تعداد بیسیوں ہے۔ اور ان کی تعداد اشاعت کے لئے تو غالباً علم مہندسہ بھی اپنی تنگ دامانی کا شکوہ سنج ہوگا

بڑی خوبی اس طریق تبلیغ میں یہ ہے۔ کہ ہر اہل علم اپنی بساط اور فرصت کے مطابق کچھ نہ کچھ کرسکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنے دل میں اسلام کا درد رکھتا ہو۔ ہاں یہ سچ ہے کہ کام تصنیف و تالیف کے لئے ہر ایک دماغ موزوں نہیں۔ اس کے لئے دماغی مناسبت ضروری علوم میں دستگاہ کثرت مطالعہ اور لکھنے کی مشق لازمی ہیں لیکن بحمدہ خدا کے فضل سے مسلمانوں میں اہل علم کا بھی قحط نہیں۔ آئے دن یونیورسٹیوں سے بہت سے گریجوایٹ علمی ڈگریاں لیکر نکلتے ہیں۔ اگر ان میں سے بیس فیصدی طالب علم بھی اشاعت اسلام کا شوق رکھیں اور اپنے اوقات کا کچھ حصہ اس مذہبی فرض کے انجام دینے میں صرف کریں۔ تو ہم ہر سال یورپ اور امریکہ کے سامنے بیش بہا اسلام کے علمی خزائن پیش کر سکتے ہیں۔

یورپ کا علمی ذوق

میں جب یورپ کی علمی سرگرمیاں دیکھتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں عربی کی وہ کتابیں جو مسلمانوں کو جان سے عزیز ہونی چاہئیں یورپ کے کفار چھاپتے ہیں اور ایسی دلفریب اور دیدہ زیب صورت میں چھاپتے ہیں۔ کہ گویا ان کتابوں کے عاشق ہیں۔ ہمارے ناظرین تعجب کریں گے۔ کہ فرانس میں ایک کتب خانہ نے آنحضرت صلعم کی سوانح عمری انگریزی زبان میں اس اہتمام سے چھاپی ہے کہ آج تک اس اہتمام سے کسی زبان میں آپ کے سوانح نہیں چھپے۔ ہر ایک باب پر قرآن کریم کی آیت مضمون کے مطابق نہایت خوبصورت خط میں لکھی ہے۔ جابجا سنہری نقش و نگار اور زریں جدولیں موجود ہیں۔ عربی خط طغرا کی بہت سی نادر مثالیں اس کتاب میں ملتی ہیں۔ جو خوبی اور دلفریبی میں آپ ہی اپنی نظیر ہیں کاغذ اسقدر پائدار ہے کہ سینکڑوں سال گذر جائیں تو ویسا ہی رہے۔ اس کتاب کی قیمت پچیس پونڈ ہے۔ اور ادنےٰ قسم کی جس میں صرف کاغذ کا فرق ہے ساڑھے دس پونڈ۔ اسی طرح جرمنی میں ایک قرآن مجید معرا چھپا تھا۔ جو غالباً اب کہیں نہیں ملتا۔ اس کی چھپائی کی خوبی اور کاغذ کی دلفریبی دیکھکر بے اختیار منہ سے آفرین کی صدا نکلتی ہے۔ ان ہی دنوں میں لندن کی ایک دکان انسائیکلوپیڈیا آف اسلام یعنی جامع العلوم اسلامیہ" چھاپ رہی ہے۔ میں نے اس دکان کو دیکھا ہے۔ معمولی چھوٹی سی دکان ہے۔ مگر ہمت بڑی ہے۔ یورپ کے کفار کی یہ علمی جولانیاں جب دیکھتا ہوں۔ اور پھر مسلمانوں کی طرف نگاہ کرتا ہوں تو شرم سی آجاتی ہے۔

ناظرین خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور ارقام فرمایا کریں۔ منیجر

شذرات

محکمہ تعلیم اور ہندوستان

ہندو مسلم اتحاد کی صدائیں ایک مدت سے سننے میں آرہی ہیں۔ جن کی صداقت کا ثبوت اس سے بڑھکر شاید ملنا مشکل ہے۔ کہ ہندو بھی مسئلہ خلافت میں مسلمانوں کے ہم آواز ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ یہ اتحاد آیا صرف نمائشی اور چند لیڈروں تک ہی محدود ہے۔ یا اس کے اندر کوئی حقیقت بھی مضمر ہے۔ وہ لوگ جن کو محض پلیٹ فارموں پر تقریریں کرنے سے واسطہ ہے اور عوام ہندوؤں سے انہیں کبھی کوئی معاملہ نہیں پڑا۔ وہ بیشک اس اتحاد کی حقیقت کو سمجھ نہیں سکتے۔ لیکن اگر آپ دفاتر کے اندر جا کر دیکھیں۔ اگر آپ کو ہندو دوکانداروں سے معمولی کھانے پینے کی اشیاء خریدنے کا اتفاق ہو۔ اگر ہندوؤں کے کسی محلہ میں کوئی مکان کرایہ پر لینے کی ضرورت ہو۔ اور سب سے بڑھکر اگر خود ہندو لیڈروں اور ان کی بڑی بڑی مجالس کے سامنے مسلمانوں کے خاص فوائد تو ایک طرف ان کے جائز حقوق کے ملنے کا ذکر ہو۔ تو اس اتحاد کی حقیقت آپ کو بخوبی سمجھ میں آجائیگی۔

ایک تازہ مثال اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ پنجاب میں مسلمانوں کی تعداد نسبتاً بہت زیادہ ہے۔ اس زیادتی کو مدنظر رکھکر کانگریس و مسلم لیگ نے لکھنؤ میں ایک قرارداد کی تھی۔ کہ پنجاب میں مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں اور نیابتی جماعتوں میں پچاس فیصدی حصہ دیا جائیگا۔

حال ہی میں پنجاب کے وزیر تعلیم آنریبل خان بہادر میاں فضل حسین صاحب نے یہ حکم دیا ہے کہ جب تک محاکم طب اور تعلیم میں مسلمانوں کی تعداد چالیس فیصدی تک نہ پہنچ جائے۔ اسوقت تک ان محکموں میں ہندوؤں کو نہ لیا جائے

ظاہر ہے کہ یہ حکم مسلمانوں کے حقوق کو پورے طور پر دلانے والا نہیں۔ اور خود کانگریس اور مسلم لیگ کی بھی قرارداد کے قطعاً خلاف ہے۔ تاہم بجائے اس کے کہ ہمارے ہندو معاصرین کانگرس کی قرارداد کے مطابق زور لگاتے اور پورے حقوق دلانے کی کوشش کرتے۔ انہوں نے اس کے خلاف چیخ و پکار کرنی شروع کی ہے۔ اور ہندوؤں کے حق میں اسے ناانصافی قرار دیا ہے۔

اور تو اور ہمارا مقامی ہمعصر ٹریبون جو ہندوؤں کا نہیں بلکہ ہندوستان کا اخبار اپنے آپ کو قرار دیتا ہے۔ بڑے زور سے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کررہا ہے۔ اس سے بڑھکر افسوسناک پنجاب کی کانگریس کمیٹی کا طرز عمل ہے۔ جس نے اپنے آپ کو ٹریبون کی ہم رائے ظاہر کیا ہے۔ ٹریبون نے یہ دھمکی بھی مسلمانوں کو دی ہے۔ کہ ہر صوبہ کا وزیر تعلیم اور پنجاب کے ہر محکمہ کا افسر اعلیٰ مسلمان نہیں ہوسکتا۔ پس اگر غیر مسلم وزراء اور اگزیکٹو کونسل کے ممبر اس حکمت عملی پر عمل پیرا ہونے لگیں۔ تو مسلمان ہی سب سے پہلے اس کے خلاف آواز اٹھائیں گے۔

ہم ہندو مسلم اتحاد کے مخالف نہیں بلکہ دل سے اسکے حامی و شمنی ہیں۔ خود ہمارے امام حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آخری ایام میں اس اتحاد کو ہندو مسلمانوں کی فلاح کا موجب قرار دیا۔ لیکن وہ اتحاد جس میں ایک قوم دوسری کو اسکے جائز حقوق بھی دینے کے لئے تیار نہ ہو۔ اور ہمیشہ اس کی کمزوری اور درماندگی ہی میں خوش ہو۔ اتحاد نہیں کہلا سکتا۔ یہ عجیب بات ہے کہ انگریزوں پر تو الزام ہو۔ کہ ہندوستان کو وہ ہیں حکہ جائز حقوق نہیں دیتے۔ اور سوراج کا یہ فائدہ بتایا جاوے۔ کہ ہندوستانیوں کو خود اپنے اوپر حکومت کرنے اور ہندو مسلمانوں کو ملکر نظام سلطنت کو سرانجام دینے کا موقعہ ملیگا اور اسی وجہ سے کانگریس اور مسلم لیگ نے ملک دونو جماعتوں کے جائز حقوق پر غور کیا۔ اور پنجاب میں مسلمانوں کا حصہ ۵۰ فیصدی قرار دیا۔ لیکن سوراج کی پہلی منزل پر پہنچ ہم پہنچتے ہیں۔ تو قومیت متحدہ کے دو نو ستون جن پر اس عمارت کا سارا انحصار ہے۔ اسوجہ سے آپس میں ٹکرانے لگتے ہیں۔ کہ ایک جو چھوٹا تھا۔ اسکو دوسرے کے برابر کیوں کیا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ اسکا نتیجہ سوائے اسکے کچھ نہیں۔ کہ تمام عمارت گر کر زمین پر آ رہے۔

کاش ہمارے ہندو معاصرین اس بات پر غور کریں۔ کہ اپنے اس طریق عمل سے وہ قومیت متحدہ کے مقصد اصلی یعنے سوراج کی تمام امیدوں پر پانی تو نہیں پھیر رہے۔

مسلمانوں کا جائز مطالبہ

اسی ضمن میں یہ سننا موجب طمانیت ہے۔ کہ انجمن حمایت اسلام لاہور کی تعلیمی کانفرنس میں جو سالانہ جلسہ کے موقعہ پر زیر صدارت آنریبل خان بہادر شیخ عبدالقادر صاحب جج ہائیکورٹ پنجاب منعقد ہوئی منجملہ اور بہت سے امور کے یہ ایک قرارداد بھی منظور ہوئی۔ کہ "وزیر تعلیم پنجاب نے محکمہ طب اور تعلیم میں مسلمانوں کو چالیس فیصدی حصہ دیا ہے۔ حالانکہ صوبہ میں مسلمانوں کی تعداد ۵۵ فیصدی ہے۔ اور کانگریس اور مسلم لیگ کی قرارداد لکھنؤ میں مسلمانوں کے لئے پچاس فیصدی حصہ مقرر ہو چکا ہے۔ اسلئے وزیر تعلیم کا حکم مسلمانوں کے ساتھ انصاف نہیں بلکہ سنمعی ہے۔ اس لئے وزیر تعلیم پنجاب کو اپنے حکم پر نظر ثانی کر کے مسلمانوں کو ان دونوں محکموں میں پچاس فیصدی آسامیاں دینی چاہئیں"۔

ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے اس جائز مطالبہ کیطرف وزیر تعلیم پنجاب اپنی توجہ کو منعطف فرمائیں۔ اور بلا خوف لومۃ لائم مسلمانوں کا پورا حق دینے میں دریغ نہ کریں۔

اچھوت اقوام اور مجلس خلافت پنجاب

چند دن ہوئے مجلس خلافت پنجاب میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے یہ ایک تجویز لکھکر بھیجی تھی۔ کہ چونکہ پنجاب میں اچھوت اقوام نہایت ذلت اور پستی کی حالت میں مبتلا ہیں۔ اس لئے مجلس خلافت کو انہیں اٹھا کر اپنی برادری میں شامل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

اب ہم ذیل کا اعلان مجلس خلافت کی طرف سے اخبارات میں پڑھتے ہیں:۔

"سیکرٹری صاحب انجمن اشاعت اسلام۔ مجلس دعوت و التبلیغ۔ مجلس خلافت ضلع۔ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ مخدومی! السلام علیکم۔ چونکہ کانگریس نے فیصلہ کیا ہے کہ اچھوت قوموں کو انکی ذلت کی زندگی سے نکال کر اعلیٰ سوسائٹی میں شامل کیا جاوے۔ اس لئے مجلس خلافت پنجاب تمام مجالس ضلع و مجالس خلافت ماتحت ضلع و جملہ مجالس انجمن ہائے مندرجہ بالا کے سیکرٹری صاحبان و دیگر اسلامی مجالس صوبہ سرحد پنجاب سے بزور درخواست کرتی ہے کہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں کوشش کر کے اچھوت قوموں کے لوگوں کو اس ذلت سے نکال کر اپنی برادری میں شامل کرنے کی کوشش میں حصہ لیں۔ اور ثواب دارین کے مستحق بنیں"۔

ہمیں خوشی ہے۔ کہ مجلس خلافت نے یہ اپیل اسلامی مجالس سے کی ہے لیکن جہانتک اصل تحریک کا تعلق ہے۔ ہم وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ مجلس خلافت میں وہ اس لئے پیش نہیں کی گئی تھی۔ کہ وہ محض دیگر مجالس اسلامی سے اس کے لئے درخواست کریں۔ بلکہ خود مجلس خلافت کو اس کام کو کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ اس درخواست کا جہانتک ہم سمجھتے ہیں۔ سوائے اس کے کوئی نتیجہ نہیں۔ کہ ایک تحریک مجلس خلافت کیطرف سے اخبارات میں آگئی۔ اسپر کوئی عملی کارروائی کرنے کے لئے خود مجلس خلافت کو سب سے پہلے قدم اٹھانا چاہیئے۔ ورنہ زی اپیل کردینے کا فائدہ کوئی نہیں۔

اسوقت ہندوستان میں جیسا کہ حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ نے انجمن حمایت اسلام کے گذشتہ سالانہ جلسہ میں بیان کیا۔ اچھوت لوگوں کی تعداد کم و بیش بارہ کروڑ ہے۔ اسقدر بڑی تعداد کو انسانیت کے دائرہ سے خارج کر کے چارپایوں کا سا سلوک ان سے روا رکھنا شرف انسانیت کے خلاف ہے۔ چہ جائیکہ وہ جو انا خلقنا کم من نفس واحدۃ کے مخاطب اور اس فرمان پاک کو سر آنکھوں پر رکھنے والے ہیں اپنے جیسے انسانوں کو ایسی ذلت کی حالت میں رہنے دیں۔ اور اسلام کے ذریعہ وہ عزت و شرف عطا نہ فرمائیں۔ جو دنیا کی کسی دوسری سوسائٹی میں حاصل نہیں ہو سکتا۔

صوبجات کی گورنری اور ہندوستانی

جبکہ لارڈ سہنا صوبہ بہار و اڑلیسہ کی گورنری سے مستعفی ہوئے ہیں عام طور پر یہ خیال ظاہر کیا جاتا تھا۔ کہ ان کا جانشین کوئی نہ کوئی ہندوستانی ہی ہوگا۔ زیادہ تو مسٹر شاستری اور آنریبل سر محمد شفیع کے متعلق خیال تھا کہ ان میں سے کوئی ایک اس منصب جلیلہ پر سرفراز ہوگا۔ لیکن لارڈ پیل کی وزارت ہند کا سب سے پہلا ثمر یہ ملا۔ کہ ایک انگریز سر ہنری وہیلر کو اس عہدہ پر تعینات کیا گیا۔

لندن ٹائمز نے اس سر ہنری وہیلر کے اس تقرر کا اعلان کرتے ہوئے یہ لفظ لکھے ہیں۔ جو ایک حد تک اس تشویش کو دور کرنے والے ہیں جو ہمارے ہاں اس طرز عمل سے پیدا ہوسکتی تھی:-

"یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ سر ہنری وہیلر کا بہار و اڑلیسہ کی گورنری پر تقرر کسی تبدیل پالیسی کا مظہر نہیں۔ یہ ارادہ کبھی بھی نہیں کیا گیا کہ لارڈ سہنا کا جانشین کوئی ہندوستانی ہو۔ کیونکہ بہار اور اڑلیسہ اسی کے لئے مخصوص ہو جاتا۔ کہ ہندوستانیوں ہی کا تقرر وہاں ہو۔ اگر پھر کسی وقت کسی ہندوستانی کا انتخاب عمل میں آئیگا۔ تو وہ کسی اور صوبہ کے لئے ہوگا۔"

اسوقت اخباری حلقوں میں دو گورنروں کی جانشینی کا سوال درپیش ہے۔ ایک سر ہارکورٹ بٹلر گورنر صوبجات متحدہ جن کے عہدہ کی میعاد ۱۹۲۲ء میں ختم ہونے والی ہے۔ اور دوسری سر ولیم مورس گورنر آسام جن کے متعلق خیال ہے کہ سر ولیم ونسنٹ ہوم ممبر وائسرائے کونسل کے (جو سر جارج روس کیپل کی موت کے سبب انڈیا کونسل کے ممبر مقرر ہوئے ہیں) جانشین ہونگے۔

اس لئے یہ قرین قیاس بلکہ ٹائمز کے منقولہ بالا الفاظ کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ اغلب خیال ہے۔ کہ ان دونوں عہدوں میں سے کسی ایک پر کسی ہندوستانی کو مقرر کیا جائیگا۔ ضرورت ہے۔ کہ گورنمنٹ بہار و اڑلیسہ کی تلافی صوبجات متحدہ یا آسام کے ذریعہ سے کردے۔ اور جیسا کہ انصاف کا تقاضا ہے۔ لارڈ سہنا کے بعد اب کسی مسلمان کو یہ عہدہ دیا جائے۔

رمضان المبارک

"پیغام صلح" کا یہ پرچہ جسوقت ناظرین کرام کے ہاتھوں میں پہنچیگا۔ وہ پاک مہینہ اسوقت شروع ہونے والا ہوگا۔ جسکے اندر اس پیغام ہدایت کا نزول شروع ہوا۔ جو حق کو باطل سے تمیز کرنے والا اور دنیا کے لئے موجب رحمت ہے۔ شہر رمضان الذی انزل فیہ القران ھدًی للناس و بینات من الھدی والفرقان۔

اس پاک مہینے کے متعلق عام طور پر یہی خیال ہے کہ ہمیں اس کے اندر صبح سے شام تک کھانے اور پینے سے منع کر دیا گیا ہے۔ یہ صحیح ہے۔ لیکن اس امتناع کی جو اصل غرض ہے افسوس ہے کہ آج اس کی طرف لوگوں کو توجہ نہیں۔ روزہ کی علت غائی قرآن کریم نے یہی بیان فرمائی ہے کہ لعلکم تتقون*

ولایتی ڈاک

پیرس کانفرنس متعلقہ ٹرکی کے غور کیلئے چند باتیں

اسلام میں سزائے ارتداد

پیرس کانفرنس میں چونکہ ٹرکی جدید کے حقوق اور اختیارات پر غور ہونا تھا۔ بعض یونانی حامیتیوں نے جہاں ترکوں کے خلاف بہت سی جھوٹی باتیں پھیلا رکھی ہیں۔ ان میں یہ ایک امر بھی تھا۔ کہ چونکہ اسلام میں ارتداد کی سزا قتل ہے۔ اس لئے سمرنا تھریس وغیرہ مقامات جہاں عیسائی اور نومسلم آباد ہیں۔ ترکوں کی سلطنت میں نہیں رہنے چاہئیں۔ اس پر خواجہ کمال الدین صاحب نے ایک تحریر انگریزی میں شائع کی ہے جو کانفرنس کے ممبروں کو پہنچا دی گئی۔ اس کا ترجمہ ذیل میں ہم کرتے ہیں

ان الذین امنوا ثم کفروا ثم امنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم سبیلا۔

ترجمہ۔ وہ جو ایمان لائے۔ پھر وہ کافر ہوگئے۔ پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے۔ اور اپنے کفر میں بڑھ گئے۔ اللہ تعالٰے نہ انہیں معاف کریگا نہ ان کو صحیح راہ دکھلائیگا۔

اسلام میں سزائے ارتداد اور مرتد کی حیثیت کے متعلق اگر کسی کو کچھ بھی شبہ ہو۔ تو مندرجہ بالا آیت اس کے ازالہ کے لئے کافی ہے۔ یہ قرآنی الفاظ بالکل بیّن ہیں۔ نہ کسی بحث اور نہ کسی تشریح کے محتاج ہیں اس میں ایک ایسے شخص کا ذکر ہے۔ جو اول مسلمان ہوا۔ پھر اس نے اسلام کو چھوڑ دیا۔ پھر اس نے اسلام قبول کیا۔ پھر وہ مرتد ہوگیا۔ اور اپنے کفر میں بڑھ گیا۔ آیت مندرجہ بالا کے پچھلے حصہ میں ایسے مرتد کی جو سزا تجویز کی گئی ہے۔ وہ اسی قدر ہے۔ نہ خدا تعالٰے اسے معاف کریگا۔ نہ وہ ہدایت کی راہ پر آئیگا۔ ارتداد کی سزا کا دینا بھی اور بعض گناہ ہائے کبیرہ کی طرح خدا تعالٰے نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ اور اس کی سزادہی میں انسانی ہاتھ کا کوئی دخل نہیں۔ بدقسمتی سے گذشتہ صدی میں جو کام اسلام کے خلاف پادری کیا کرتے تھے۔ آج وہ مدبران سلطنت کے ہاتھ میں آگیا ہے۔ اور ان مدبران سلطنت کی وہ بیہودہ غلطیاں آج سب پر ظاہر ہیں کہ جس سے اسلامی دنیا برٹش حکومت سے بیزار ہوتی جاتی ہے۔ ہر ایک جانتا ہے۔ کہ جو کچھ ترکوں کی سلطنت کے ساتھ ان لوگوں نے کیا۔ وہ بنی نوع کی حمایت میں نہیں تھا۔ بلکہ یونانیوں کی حمایت میں کیا۔

اب جو پیرس کانفرنس میں ترکی سلطنت کی ازسرنو ترمیم و تنظیم ہونے والی ہے۔ ممکن ہے۔ کہ ترکوں کی حکومت تلے کم تعداد قوموں کی

حفاظات کا مفرد ضد بہانہ بہت سی باتیں اس کانفرنس میں زیر بحث نہ آئے۔ اور ممکن ہے کہ ان بحثوں میں اسلامی سزائے ارتداد کے متعلق جو توہمات ہیں ان کو بھی بیچ میں پیدا کر دیا جائے۔ اس لئے نہ صرف مصلحت وقت بلکہ ضرورت چاہتی ہے۔ کہ اس مضمون پر کچھ لکھ دیا جائے۔

مسلمانوں کے مذہب کا ماخذ قرآن اور حدیث نبوی ہے۔ کسی اور کا اجتہاد ہمارے لئے سند نہیں۔ اور حدیثیں بھی دراصل قرآن ہی کی تشریح ہیں۔ لہذا ہم مسئلہ سزائے ارتداد کو بھی قرآن پر پیش کرتے ہیں۔ مندرجہ بالا آیت میں کسی جسمانی سزا کا ذکر نہیں۔ اس میں نہ صرف ایک دفعہ بلکہ بار بار مذہب چھوڑنے کا ذکر ہے۔ اور کہیں بھی نہ موت ذکر کی اور سزا کا ذکر ہے۔ قرآن میں دو اور جگہ بھی یہ امر بحث میں لایا گیا ہے۔ وہاں خود لفظ ارتداد کے ہی مشتقانہ استعمال کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔

یا ایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکفرین۔ یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم۔

ترجمہ۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ جو کوئی پھر جاوے گا۔ تم میں سے دین اپنے سے۔ پس البتہ لاوے گا۔ اللہ ایک قوم کو کہ پیار کرتا ہے ان کو۔ اور پیار کرتے ہیں وہ اسکو۔ نرمی کرنے والے ہیں اوپر مسلمانوں کے۔ سختی کرنے والے ہیں اوپر کافروں کے۔ جہاد کرینگے بیچ راہ اللہ کے نہ ڈریں گے ملامت کرنے کسی ملامت کرنے والے کی سے) اس آیت میں بھی اسلام سے مرتدین کی سزا کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا بلکہ یہ خوشخبری دی گئی ہے۔ کہ ایک فرد کے مرتد ہونے پر اللہ تعالے بہترین جماعت اسلام میں لائیگا۔ سورہ بقر میں ذیل کی آیت میں پھر مرتدوں کا ذکر ہے۔

ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ واولئک اصحب النار ھم فیھا خلدون ؕ

ترجمہ۔ اور جو کوئی پھر جاوے تم میں سے دین اپنے سے۔ پس مر جاوے اور وہ کافر ہو۔ پس یہ لوگ کھوئے گئے عمل ان کے بیچ دنیا کے اور آخرت کے اور یہ لوگ ہیں رہنے والے آگ کے وہ بیچ اس کے ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

میں نے ان آیات کا ترجمہ مولانا مولوی محمد علی صاحب کے مشہور انگریزی ترجمہ قرآن سے لیا ہے۔ لیکن اس آیت کا ترجمہ میں سیل کے ترجمہ قرآن سے بھی دیدیتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔

ترجمہ ... ہے جو اپنے ایمان کو چھوڑ گیا۔ اور کفر کی حالت میں مر گیا۔ اس دنیا ... ان کے عمل ضائع ہوں گے۔ اور آخرت میں بھی یہ لوگ جہنمیوں میں سے ہونگے۔ اور وہیں رہیں گے۔

ایک اور انگریز مترجم مسٹر راڈویل نے بھی تقریباً انہی الفاظ میں ترجمہ کیا ہے۔ اس آیت میں مرتد اور اس کی سزا کا ذکر ہے لیکن یہ سزا کوئی جسمانی موت نہیں۔ جو اس زندگی میں دیجائے گی۔ بالفاظ راڈویل اور مسٹر سیل صرف حبط اعمال ہے۔ یعنی اعمال کا بے ثمرہ جانا اور جو سزا بعد الموت ہے وہ نار جہنم ہے۔

آیات مندرجہ بالا کے علاوہ کسی اور آیہ قرآنی میں ارتداد کا ذکر نہیں۔ نہ کوئی اور موقع قرآن میں ہے۔ جس سے اشارۃً بھی یہ نتیجہ نکل سکے کہ اسلام نے سزائے ارتداد قتل تجویز کی ہے۔ شومئی قسمت نے غلط بیانی تحریف اور افترا عیسائی مصنفین کے حصہ میں دے رکھی ہے چنانچہ مندرجہ بالا آیات میں سے آخری آیت میں بھی ایک لفظ موجود ہے۔ جس میں ان کی فطرت نے اپنا رنگ دکھایا ہے۔ وہ لفظ فیمت ہے۔ اس کے ترجمہ میں مولانا مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں۔ پھر وہ مر گیا جبکہ وہ کافر ہی تھا۔ سیل لکھتا ہے۔ وہ کافر ہو کر مرا۔ راڈویل نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے۔ لیکن عیسائی مصنفوں نے اپنی غرض فاسدہ کو سامنے رکھ کر جو ترجمہ کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ "وہ مارا جائیگا" ان لوگوں کا یہ ترجمہ نہ صرف ایک غلط بیانی ہے۔ بلکہ اس سے ان کی پرلے درجہ کی جہالت نظر آتی ہے۔ سیل کو جو عناد اسلام سے ہے۔ اس سے کون واقف نہیں۔ اگر آیت زیر بحث میں اسے کچھ بھی گنجائش کا موقع ملتا۔ تو وہ رائی کا پہاڑ بنانے کا تو عادی ہے۔ وہ کچھ کا کچھ لکھ دیتا۔

قرآن کے بعد ہمیں آثار نبوی میں بھی کوئی ایسا واقعہ نظر نہیں آتا کہ جس سے ارتداد کی سزا قتل تجویز کی جائے مذہبی معاملات میں رائے کی آزادی اسلام کا حصہ ہے۔ خصوصاً جبکہ اس میں لا اکراہ فی الدین جیسا حکم ہو۔

حدیث میں البتہ عکل والوں کی قتل کا ذکر ہے۔ یہ لوگ مسلمان ہوئے۔ پھر انہوں نے یہ ظاہر کیا۔ کہ مدینہ کی آب و ہوا ان کے مطابق نہیں۔ وہ مدینہ سے ایک اور مقام پر بھیجے گئے۔ جہاں بیت المال کے اونٹ چرائی کے لئے موجود تھے۔ ان لوگوں نے ساربانوں کو قتل کیا اور اونٹوں کا گلہ لیکر چل دیئے۔ یہ لوگ گرفتار کئے گئے۔ اور قتل اور ڈکیتی کے جرم میں ان پر فتوے قتل وارد کیا گیا۔ قرآن کریم نے سورہ مائدہ میں ڈکیتی اور قتل کی سزا موت تجویز کی ہے۔ چنانچہ مفسرین قرآن نے اس واقعہ کو اسی آیت کے تحت میں نقل کیا ہے حالانکہ یہ لوگ مرتد بھی تھے۔ اس سے کم از کم مفسرین کے مذہب کا پتہ چلتا ہے۔ کہ مفسرین کے نزدیک عکل والوں کو جو سزا دی گئی تھی۔ وہ

پاداش ارتداد میں نہیں بلکہ ڈکیتی اور قتل کی پاداش میں تھی۔ اس واقعہ کے سوائے آثار نبوی میں کوئی اور واقعہ مجھے نظر نہیں آتا۔ جہاں ارتداد کے لئے کوئی شخص سزایاب موت ہوا ہو۔

جواب میں شاید یہ کہا جائے۔ کہ فلاں فلاں اسلامی سلطنت میں فلاں فلاں امر ہوا۔ لیکن اس سے اسلام کو تعلق کیا مسلمانوں کے علاوہ ہر جگہ مدبران سیاست حسب ضرورت اپنے افعال کو مذہب کا لباس دیدیا کرتے ہیں۔ حال ہی میں بعض مدبرین نے بیت المقدس کے جنگ کا نام صلیبی جنگ رکھا۔ اور ایک دوسرے نادان نے فتح سالونیکا پر اس لئے خوشی ظاہر کی۔ کہ یہ باب مسیحیت تھا۔

اگر مظالم انکوزیشن کے لئے عیسائیت ذمہ دار نہیں۔ تو پھر کسی مسلمان مدبر یا عامل کا کوئی ایسا فعل جس کی قرآن اجازت نہ دے۔ اسلام کے ذمہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ لہٰذا ارباب حل و عقد پیرس کانفرنس یہ یاد رکھیں۔ کہ اگر انہوں نے مفروضہ سزاے موت ارتداد کو سلطنت ترکی میں مداخلت کا بہانہ ٹھیرایا تو یہ امر نہ صرف غلط ہی ہوگا۔ بلکہ ہم اسے اپنے مذہب پر اُن کی طرف سے ایک حملہ سمجھتے ہیں۔ اور ہم امید کرتے ہیں۔ کہ وہ اس رنگ میں ہمارے مذہب پر حملہ کرنے سے باز رہیں گے اس لئے ان حامیان یونان کو پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے۔ کہ اگر اسلامی مسئلہ ارتداد کو اپنی پولٹیکل چالوں میں لے آئے۔ تو اسکا کیا نتیجہ ہوگا۔ وہ بہت سی غلطیاں پہلے کر چکے ہیں۔ اور اب ان غلطیوں کو نہ بڑھائیں۔ ہم مسلمان تعلیم قرآن کے ماتحت مذہب میں آزادیٔ رائے کے حامی ہیں اور تو اور ہم خود کسی اسلامی سلطنت کے ایسے فعل کو نظر استحسان سے نہیں دیکھ سکتے۔ جہاں ارتداد کی سزا موت تجویز کی جائے۔ قرآن میں ذیل کی بھی آیت موجود ہے۔

ان الذین امنوا والذین هادوا والنصٰری والصابئین من امن باللہ والیوم الاخر وعمل صالحًا فلهم اجرهم عند ربهم ولاخوف علیهم ولاهم یحزنون ط

ترجمہ ۔ بیشک مسلمان اور یہودی اور عیسائی اور صابی ان میں سے جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے۔ اور اچھے کام کرتے رہے۔ تو ان کو ان کا اجر ان کے پروردگار کے ہاں سے ملیگا۔ (سورۂ بقر۔ رکوع ۸)

اس آیت کے ماننے والے کسی عیسائی یا یہودی کو نفرت سے نہیں دیکھ سکتے۔ ہم مسلمان بت پرستی کے دشمن بتوں کے توڑنے والے اور شرک کو نفرت سے دیکھنے والے مشہور ہیں۔ اور ہندوستان میں صدیوں تک حکمران رہے۔ اور ہماری حکومت بھی کامل طاقت اپنے ہاتھ میں رکھتی تھی۔ لیکن اسی ہندوستان میں اسلامی حکومت سے پہلے کے بنے ہوئے لاکھوں عالیشان بت پرست اور غیر مسلم عبادت گاہیں آج تک موجود ہیں۔ ان مندروں میں دیوی دیوتاؤں کی عالیشان مورتیں جو سنگ مرمر اور سونے سے بنی ہوئی تھیں۔ وہ قدیم سے آج تک موجود رہیں۔ ان قدیمی مقدس ہندو عمارتوں کی خوبصورتی اور شان و شوکت آج کل کے انجنیئروں اور معماروں کو حیران کرتی ہے۔ کیا ان مندروں اور بتوں کے وجود سے اس فراخ حوصلگی اور مذہبی رواداری کی روح کا پتہ نہیں چلتا۔ جو اسلام نے ہم مشہور بت شکنان کے دلوں میں پیدا کر رکھی تھی۔ لیکن ان عظیم الشان مسجدوں کتب خانوں اور جامعوں کا آج کہیں پتہ سپین میں ہے۔ جو ہم نے بنائیں اور عیسائیوں کے ہاتھ میں گئیں؟ خواجہ کمال الدین امام مسجد [illegible]

تحریک ترک موالات کا خاتمہ

مقامی ہمعصر سیاست رقمطراز ہے۔ "حقیقت میں ترک موالات کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ مگر کوئی ایماندار اس کو علی الاعلان بتانا نہیں چاہتا.......

رہنمایان ہند نے تحریری و ظاہری طور پر نہیں۔ بلکہ عملی اور اندرونی طور پر ترک موالات کی پالیسی کو بھی ختم کر دیا ہے۔ اب دوربین نگاہیں مخصوص نظام سوچ رہی ہیں۔ جن کے ذریعے ہندو مسلم اتحاد اور سودیشی تحریک کو قائم رکھتے ہوئے ہر جماعت اور ہر گروہ اپنا اپنا پروگرام پیش نظر رکھیگا۔ آخر کیسا بگڑا ہی کیا ہے۔ اگر ادبار ہے۔ تو نوکریاں چھوڑ دینے والوں پر۔ کیونکہ ادھر ذرائع معاش مفقود۔ ادھر کاروبار قومی کا خاتمہ۔ اب تو ماڈریٹ اور حامیان موالات بھی کانگرس ولیگ میں شامل ہو سکیں گے۔ حقیقت میں یہی لوگ عقلمند نکلے کہ

رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی۔

معاصر آزاد کانپور کی رائے ہے:" اب تحریک نان کوآپریشن پر لوگوں کا وہ عقیدہ نہیں رہا جو پیشتر تھا"

جب یہ صورت ہے تو کیا اب گورنمنٹ کے لئے دلوں میں محبت پیدا ہو گئی ہے۔ اسکا جواب ہمارا ہمعصر یوں دیتا ہے:-

"حکومت اور اس کے خیرخواہوں کے لئے یہ بات بہت دلخوش کن ہوتی ہاگر اس بے اعتقادی کیساتھ ہی گورنمنٹ کی محبت دلوں میں قائم ہو گئی ہوتی مگر جہاں تک گورنمنٹ کا تعلق ہے۔ لوگ اب تحریک نان کوآپریشن کے شباب کے زمانے کی بہ نسبت بھی زیادہ بیدل اور زیادہ بدظن اور زیادہ مایوس ہیں۔ ہمارا خیال ہے۔ کہ روحانیت کے ذریعہ دنیوی مسائل حل کرنے سے عوام مایوس ہو رہے ہیں۔ اور اسکا لازمی نتیجہ جلد یا دیر میں یہ ہوگا کہ تشدد کے حامیوں کو اگر مستقل طور پر نہیں تو عارضی حیثیت سے ضرور کامیابی ہوگی۔ ہم اس نتیجہ کو ملک اور برطانیہ دونوں کے لئے بہت ہی خوفناک اور تباہ کن سمجھتے ہیں۔ مگر اسکا خوف اسی وقت رفع ہو سکتا ہے۔ جب حکومت کی طرف سے اپنے کھوئے ہوئے وقار کو دوبارہ حاصل کرنے کی باقاعدہ کوشش ہو۔ ہماری دعا ہے کہ موجودہ سکون سے مدبران سلطنت کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھیں۔ کہ ہمارا کا حال اچھا ہے۔ یہ وقت ہے۔ کہ دلی شکایتیں بلا کسی مزید صبر و جبر کی انتظار کے

سیر الاولین

صحابہ کرام کی جرأت و شجاعت

جرأت و شجاعت کا اظہار کبھی دشمنوں کے ہجوم میں ہوتا ہے کبھی میدان جنگ میں اور کبھی ظالم بادشاہوں کے سامنے۔ صحابہ کرام میں یہ اخلاقی جوہر موجود تھا۔ اس لئے اسکا ظہور ان تمام موقعوں پر ہوا تھا۔

حضرت ابوذر غفاری نہایت قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ وہ مکہ میں آکر ایمان لائے۔ تو رسول اللہ صلعم نے ان کو ہدایت کی کہ اس وقت اپنے وطن کو واپس جاؤ۔ اور اپنی قوم کو میری بعثت کی خبر کرو۔ لیکن انہوں نے نہایت پرجوش لہجے میں کہا۔ کہ "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں کفار مکہ کے سامنے ہی اپنے عقیدہ کا اعلان کرونگا"۔ حالت یہ تھی۔ کہ وہ غریب الوطن تھے۔ مکہ میں ان کا کوئی حامی و مددگار نہ تھا لیکن بااین ہمہ وہ مسجد حرام میں آئے۔ اور بآواز بلند کہا "اشھد ان لاالہ الااللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ" اس آواز کو سننا تھا کہ کفار ٹوٹ پڑے اور کنکر سے۔ پتھر سے۔ ہڈی سے مارنا شروع کیا۔ یہانتک کہ وہ بیہوش ہوکر گر پڑے۔ اُٹھے تو خون آلود جسم سرخ بت معلوم ہوتا تھا۔ لیکن انہوں نے دوسرے دن پھر اسی جوش کے ساتھ خانہ کعبہ میں اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ اور کفار نے پھر اسی طرح یورش کی[1]۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رض چھٹے مسلمان ہیں۔ اُن سے پہلے کوئی مسلمان خانہ کعبہ میں علانیہ تلاوت قرآن کی جرأت نہیں کرسکتا تھا لیکن وہ اسلام لائے تو ایک روز تمام صحابہ نے جمع ہوکر کہا کہ اب تک قریش نے قرآن مجید کو کسی کی زبان سے علانیہ نہیں سُنا۔ اس کی جرأت کون کرسکتا ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا "میں"، صحابہ کرام نے کہا کہ "ہم کو تمہاری نسبت خوف ہے۔ ہم ایسا آدمی چاہتے ہیں جس کا قبیلہ ہو تاکہ کفار حملہ کریں تو وہ اس کی طرف سے مدافعت کرسکے"۔ بولے "مجھے جانے دو۔ خدا میری حفاظت کریگا"۔ اٹھے اور ٹھیک دوپہر میں کہ خانہ کعبہ میں قریش انجمن آرا تھے مقام کے پاس پہنچکر بآواز بلند کہا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الرحمٰن علم القرآن"۔ کفار نے سنا تو کہا کہ ابن ام عبد کیا کہتا ہے۔؟ غور کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی آیتیں ہیں۔ دفعتہً تمام کفار ٹوٹ پڑے اور زدوکوب کرنے لگے۔ وہ پلٹے تو چہرے پر زخموں کے نشان دیکھکر صحابہ نے کہا کہ "ہم کو اسی کا تو ڈر تھا۔ بولے۔ خدا کے دشمن

---

[1] بخاری کتاب المناقب باب اسلام ابی ذر رض۔

آج سے زیادہ مجھے کبھی کمزور نظر نہیں آئے۔ اگر کہو تو کل بھی اسی طرح ان کو علانیہ قرآن سُنا آؤں[2]۔

حضرت عمر رض ایمان لائے تو پہلے اپنے ماموں کے گھر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ اُنہوں نے دروازہ کھولا تو کہا "تمہیں معلوم ہے میں صابی ہوگیا" وہاں سے ایک سردار قریش کے پاس آئے اور وہاں بھی یہی گفتگو ہوئی۔ وہاں سے نکلے تو ایک آدمی نے کہا کہ تم اپنے اسلام کا اعلان کرنا چاہتے ہو؟ بولے "ہاں"، اس نے کہا تو اس کی صورت یہ ہے۔ کہ جب کفار خانہ کعبہ میں حجر اسود کے پاس جمع ہوں تو تم وہاں جاؤ۔ اُن میں ایک آدمی ہے۔ جو افشائے راز میں بدنام ہے۔ اُس کے کان میں یہ راز کہدو۔ وہ اعلان کردے گا۔ اُنہوں نے خانہ کعبہ میں جاکر اُس کے کان میں کہا۔ تو بآواز بلند پکارا۔ کہ "عمر بن الخطاب صابی ہوگیا"۔ کفار دفعتہً ٹوٹ پڑے اور باہم زدوکوب ہونے لگی۔ بالآخر اُن کے ماموں نے اپنی آستین سے اشارہ کیا کہ میں اپنے بھانجے کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ اب کفار رُک گئے[3]۔

غزوات میں صحابہ کرام نے جس طرح داد شجاعت دی۔ صحابیات کے بہادرانہ کارنامے اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہیں۔ غزوہ حنین میں کفار نے اس زور سے حملہ کیا تھا۔ کہ میدان جنگ لرز اُٹھا تھا۔ لیکن حضرت ام سلیم کی شجاعت کا یہ حال تھا۔ کہ ہاتھ میں خنجر لئے ہوئے منتظر تھیں کہ کوئی کافر سامنے آئے۔ تو اسکا کام تمام کردیں۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہ رض نے اُن کے ہاتھ میں خنجر دیکھکر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ بولیں "چاہتی ہوں کہ کوئی کافر قریب آئے تو پیٹ میں جھونک دوں[4]"۔

غزوہ خندق میں رسول اللہ صلعم نے تمام بیبیوں کو ایک قلعہ میں کردیا تھا۔ ایک یہودی آیا۔ اور قلعہ کے گرد چکر لگانے لگا۔ حضرت صفیہ رض نے دیکھا۔ تو حضرت حسان رض سے کہا "یہ جاسوس معلوم ہوتا ہے جاؤ اور اس کو قتل کردو"۔ بولے "تمہیں تو معلوم ہے۔ کہ میں اس میدان کا مرد نہیں"۔ اب حضرت صفیہ رض خود اتریں اور خیمہ کی ایک میخ اکھاڑ کر اسکو ایسا مارا کہ وہیں ٹھنڈا ہوگیا[5]۔

تمام عرب حجاج کے ظلم وستم سے کانپتا تھا۔ لیکن جب اس نے عبداللہ بن زبیر کو پھانسی دی اور اُن کی والدہ حضرت اسماء رض کو بلوا بھیجا۔ تو انہوں نے آنے سے انکار کیا۔ دوسری بار آدمی بھیجا کہ اگر اب کی نہ آئیں۔ تو بال گھسٹوا بلواؤں گا"۔ اُنہوں نے پھر انکار کیا۔ اور کہا۔ کہ "ان لوگوں کو بھیجو جو بال پکڑکر مجھے گھسیٹ لیجائیں"۔ مجبوراً حجاج خود آیا۔ اور کہا۔ کہ "دیکھا میں نے خدا کے دشمن کے ساتھ کیا کیا؟" بولیں "ہاں۔ دیکھا۔ تم نے اسکی

---

[2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن مسعود [3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عمر رض [4] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی سلب القاتل [5] اسد الغابہ تذکرہ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رض۔

دنیا خراب کی اُس نے تمہاری آخرت کو برباد کیا۔ مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ تم اُس کو طنزاً ابن ذو النطاقین کہتے تھے (دو پٹکوں والی عورت کا لڑکا) خدا کی قسم ذو النطاقین میں ہی ہوں۔ ایک پٹکے میں میں نے ہجرت کیوقت رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر رضؓ کا زادِ راہ باندھا تھا۔ اور دوسرا پٹکا عورت کا معمولی لٹکا ہے۔ جس سے وہ بے نیاز نہیں ہو سکتی۔ آپ نے فرمایا ہے کہ ثقیف میں ایک کذاب اور ایک ہلاکو پیدا ہوگا۔ کذاب کو (مسیلمہ) کو تو ہم دیکھ چکے۔ میرا خیال ہے۔ کہ ہلاکو تو ہے۔ حجاج اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کچھ جواب نہ دیا[۱]۔

صحابہ کرام کی صداقت و حق گوئی

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں۔ کہ جھوٹ سے زیادہ کوئی خلق اصحاب رسول اللہ کے نزدیک مبغوض نہ تھا۔ اگر کوئی شخص رسول اللہ صلعم کی خدمت میں جھوٹ بولدیتا تو صحابہ کرام کے دل میں اسوقت تک اس کی کھٹک رہتی تھی۔ جب تک وہ توبہ نہ کرلیتا۔[۲]

مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلعم نے تمام مال غنیمت قریش کو دیدیا انصار کو خبر ہوئی۔ تو بولے "یا للعجب" ہماری تلواروں سے جنکا خون ٹپک رہا ہے "ہمارا مال غنیمت انہیں کو دیا جا رہا ہے" آپ کو معلوم ہوا۔ تو تمام انصار کو جمع کر کے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے۔؟ صحابہ کرام آپ کے خوف و ادب سے کانپتے رہتے تھے۔ اس لئے آپ کے سامنے اس گستاخی کا اقرار ان کے لئے نہایت مشکل تھا۔ تاہم تمام انصار نے صاف کہدیا کہ "جو کچھ آپ کو معلوم ہوا واقعہ وہی ہے" اس حدیث کے راوی حضرت انس بن مالک رضؓ اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں تکانوا لایکذبون[۳]۔ یہ اقرار اس بنا پر تھا۔ کہ صحابہ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔

غزوہ تبوک کی عدم شرکت پر رسول اللہ صلعم نے باز پرس فرمائی تو منافقین نے جھوٹی سچی معذرت کر دی۔ اور آپ نے اُسکو قبول کر لیا لیکن حضرت کعب بن مالک رضؓ نے سچ سچ کہدیا۔ کہ "اگر میں کسی دنیادار آدمی کے پاس ہوتا تو چرب زبانی سے اس کی ناراضی سے بچ جاتا۔ لیکن اگر میں کوئی جھوٹا عذر کر کے آپ کی ناراضی سے بچ جاؤں تو ممکن ہے۔ کہ خدا آپ کو مجھ پر ناراض کر دے۔ (یعنی بذریعہ وحی اصل حقیقت سے خبر کر دے) لیکن اگر سچ بولوں تو گو آپ مجھ پر ناراض ہو جائیں گے۔ تاہم مجھ کو خدا سے عفو و مغفرت کی توقع رہے گی۔ خدا کی قسم میں بالکل معذور نہ تھا۔

---

[۱] مسلم کتاب الفضائل باب ذکر کذاب

[۲] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۱۵۲۔

[۳] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب اعطاء المولفۃ قلوبہم علی الاسلام

خدا کی قسم میں اُس زمانے سے زیادہ کبھی متمول اور چاق و چست نہ تھا آپنے فرمایا۔ اس نے سچ کہا۔" بالآخر آپ نے اُن پر سخت ناراضی کا اظہار کیا۔ لیکن جب خدا نے ان کی توبہ قبول کرلی۔ تو اُن کو خود اس صداقت پر ناز ہوا۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

ما انعم اللہ علی من نعمۃ قط بعد ان ھدانی للاسلام اعظم فی نفسی من صدقی لرسول اللہ ان لا اکون کذبتہ فاھلک کما ھلک الذین کذبوا[۱]	اسلام لانے کے بعد خدا نے مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا جسکی عزت میرے دل میں اس سچائی سے زیادہ ہو۔ جسکا اظہار میں نے آپ کے سامنے کیا۔ اگر میں جھوٹ بولتا تو اسی طرح ہلاک ہو جاتا جس طرح وہ لوگ ہلاک ہو گئے جو جھوٹ بولتے تھے یعنی منافقین۔

صداقت کی اس سے زیادہ نمایاں مثال کیا ہو سکتی ہے۔ کہ جب حضرت قدامہ بن مظعون رضؓ نے شراب پی اور حضرت عمر رضی اللہ نے ان کو حد مارنی چاہی۔ تو خود ان کی بی بی نے اس کی شہادت دی[۲]۔

صحابہ کرام جھوٹ کو اپنے دامن کا اسقدر بدنما داغ سمجھتے تھے کہ اگر ان پر کبھی کذب و دروغ کا اتہام لگ جاتا تو ان کے گھر میں صف ماتم بچھ جاتی۔ ایک بار عبد اللہ بن سلول اپنے رفقا سے کہہ رہا تھا۔ کہ اصحاب رسول اللہ کو کچھ نہ دو۔ یہاں تک کہ وہ بھاگ جائیں۔ اب ہم اگر مدینہ کو لوٹ کر جائیں گے تو وہاں سے معزز لوگ ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے۔ حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ نے سن لیا۔ اور اپنے چچا سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے اس واقعہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا۔ آپ نے عبد اللہ بن ابی کو بلا بھیجا۔ تو اُس نے حلف اُٹھایا۔ کہ میں نے ایسا نہیں کہا۔ آپ نے اس کے قول کا اعتبار کر لیا۔ اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ کی تکذیب کی۔ اس کا ان کو اس قدر صدمہ ہوا کہ عمر بھر کبھی نہ ہوا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اس صدمہ سے خانہ نشین ہو گئے۔ اور فرط غم سے گردن جھک گئی۔ اس کے بعد جب سورہ منافقون نازل ہوئی۔ تو آپ نے ان کو طلب فرمایا۔ اور کہا کہ "خدا نے تمہاری تصدیق کی[۳]"

(اسوہ صحابہ)

---

[۱] بخاری کتاب المغازی باب غزوہ تبوک۔

[۲] اصابہ تذکرہ حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ۔

[۳] ترمذی ابواب تفسیر القرآن تفسیر سورہ المنفقین۔

مقالات

اسلام اور وحدت عالم

ان الدین عند اللہ الاسلام

مبارک ہیں وہ دماغ جو زمانے کی چال کو دیکھکر اپنی حالت خوابیدہ سے بیدار ہوکر اسی کی ہمرفتار ہو جاتے ہیں۔ اور قابل صد افسوس ہیں وہ ہستیاں جو تمام عالم کو ترقی کناں دیکھتے ہوئے بھی خواب خرگوش میں پڑے ہوئے خراٹے لے رہے ہوں۔ زمانہ اول یہی تھا کہ جب بنی آدم نے ابھی چنداں ترقی نہیں کی تھی۔ اور بسبب اسکے رسل و پیام باہمی بالکل مختصر تھا۔ اور ایک قوم کو دوسری قوم سے کوئی دینی و دنیاوی تعلقات نہ تھے۔ اگر ایک قوم صراط مستقیم سے منحرف ہوکر خدائی رذیلہ میں مبتلا ہو جاتی۔ اور توحید حق کو چھوڑکر عناصر پرستی اختیار کرتی۔ اور مشیت ایزدی اسے دین فطرت پر لانا چاہتی تو انہی میں سے ایک شخص کو بطور نبی یا بالفاظ دیگر ریفارمر مبعوث کر دیتی جو انہیں دین حق سکھاتا۔ اور توحید کی تعلیم دیتا۔ چونکہ اس وقت اقوام عالم میں باہمی میل جول کا بہت کم اتفاق ہوتا۔ لہذا اس نبی کا دائرہ تبلیغ و تعلقات بلحاظ مکان و زمان محدود ہوتا۔ اب چونکہ خدائے قدیر و علیم کو معلوم تھا۔ کہ زمانہ آخر میں سلسلہ رسل و رسائل وسیع ہونیوالا ہے۔ اقوام عالم نے ترقی کرنی ہے اور ان میں باہمی ارتباط بڑھنے والا ہے۔ ریل و تار برقی کے ذریعہ ایک جگہ کے حالات دوسری جگہ بآسانی پہنچ جایا کریں گے۔ پریس یعنی چھاپہ خانہ کے ذریعہ ایک شخص کے خیالات و جذبات دور دور تک شائع ہو جایا کرینگے جہازات کے ذریعہ لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جایا کرینگے۔ ان کے طرز معاشرت کو معلوم کرکے خود کو بھی انہی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرینگے۔ یا اپنے طرز معاشرت و تمدن کا اثر دوسروں تک پہنچایا کرینگے گویا کہ ایک ایسا زمانہ آنیوالا ہوگا کہ جس میں حالات۔ خیالات۔ طریق تمدن و سیاست میں گویا وحدت ہوگی۔ تو اس صورت میں خدائے علیم نے یہی پسند کیا۔ کہ مذہب میں بھی وحدت ہو۔ اور وہ مذہب ایسا ہونا چاہیئے جو نیچر یا قانون قدرت کے خلاف نہ ہو۔ لہذا اس قادر خدا نے ایک ایسا انسان مبعوث فرمایا۔ کہ جس کی توجہ قدسی تا بقیامت اپنا کام کرے اور اس کے بتائے ہوئے قوانین یا اس کی شریعت مختص الزمان نہ ہوں بلکہ ہر ملک ہر قوم و ہر زمانے کے لئے قابل عمل رہ سکیں۔ اور اس کے بعد کسی دوسرے نبی کی حاجت نہ پڑے۔

آیت مندرجہ عنوان میں اللہ تعالے نے بتا دیا۔ کہ میرے نزدیک اگر کوئی دین پسندیدہ ہو سکتا ہے۔ تو وہ اسلام ہے۔ اسلام کس چیز کا نام ہے قوانین قدرت کی پابندی وبس۔ اس کے بتائے ہوئے قوانین ممکن نہیں کہ فطرت کے خلاف ہوں۔

فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا۔ پھر جو قوانین فطرت کے خلاف نہیں۔ وہ کسی زمانے میں منسوخ یا ناقابل عملدرآمد بھی نہیں ہو سکتے۔ لہذا اللہ تعالے نے مسلمانوں سے وعدہ فرمایا ہے۔ کہ ایک وقت ایسا آئیگا کہ اقوام عالم میں اسلام ہی اسلام ہوگا۔ یعنی اسلام کے پاک اصول ہی کی تمام مذاہب تصدیق کریں گے۔ اس کی نظیر موجودہ زمانہ ہے۔ مخالفین اسلام نے کسقدر زور لگایا کہ اسلام کے بتائے ہوئے قوانین کا بطلان ثابت کیا جائے۔ مگر رفتار زمانہ بآواز بلند پکار رہی ہے۔ کہ ان کی یہ کوششیں کسقدر بیہودہ اور ناکام ہیں۔ اسلام کی صداقتوں کو ایک زمانہ قبول کرتا جا رہا ہے۔

(۱) ایک وقت تھا کہ عیسائی مناد بڑے زور سے کہا کرتے تھے کہ اسلام نے تلوار اٹھائی۔ اور اسلام کو بزور شمشیر پھیلایا گیا۔ جنگ یورپ نے اس الزام کو بھی بے حقیقت ہی ثابت نہیں کیا۔ بلکہ بتا دیا ہے۔ کہ بعض حالتوں میں بغرض اندفاع مجبوراً تلوار اٹھانی پڑتی ہے۔ اور ہر جگہ کوٹ اتار نے والے کو کرتہ اتار کر دیدینا مناسب نہیں ہوتا۔ پھر اسلام پر کثیر الازدواجی .... کو برا کہا جاتا رہا ہے۔ حالانکہ یہ امر کوئی فرائض میں سے نہ تھا۔ بلکہ اس کی اجازت خاص خاص حالتوں میں دی گئی تھی۔ تاہم اس پر بھی بیہودہ اعتراضات کئے گئے۔ نتیجہ جنگ نے بدیہی طور پر بتا دیا ہے۔ کہ بعض موقعے ایسے آہی جاتے ہیں کہ ناچار ایک سے زیادہ بیویاں کرنی پڑتی ہیں۔

مدبران یورپ اسوقت عورتوں کی بڑھی ہوئی تعداد کو مدنظر رکھکر اسی بات پر عمل پیرا ہونے کی فکر میں ہیں۔ پھر دنیا میں تمام خباثتوں کی جڑھ شراب تھی۔ جسکی ممانعت اسلام کے سوائے کسی دوسرے مذہب نے نہیں کی۔ اسی کی بدولت یورپ میں بعض بداخلاقیاں بھی ہیں۔ لیکن دنیا کی مہذب ترین اقوام میں سے ایک قوم نے اپنی حدود مملکت میں اس کی درآمد برآمد ساخت۔ فروخت قانوناً ممنوع قرار دے دی ہے۔ اور اسلام کے اس حکم کی تصدیق کی ہے۔ ہندوستان میں بھی سالہا سال سے اسکی مضرت کو محسوس کرکے ٹمپرنس سوسائٹیاں اس کے خلاف وعظ کرتی تھیں مگر ناکام۔ پچھلے چند ہفتوں میں اسکا جو کچھ تدارک پبلک کیطرف سے ہوا ہے۔ اگر اس کی پشت پر کوئی دوسرا ہاتھ نہ ہوتا۔ تو اغلب تھا کہ ہندوستان میں بھی یہ منحوس شئے نابود ہو جاتی۔ رسم ختنہ پر بھی بہت سے اعتراض کئے گئے۔ مگر میں نے ایک جگہ دیکھا ہے۔ کہ انگلستان کے چند نامور ڈاکٹروں نے طبی طور پر اس کی تصدیق ہی نہیں بلکہ تائید کی ہے۔

اسلام کو بزور شمشیر پھیلانے کی حقیقت انگلستان - افریقہ اور امریکہ میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے ظاہر ہو رہی ہے - آخر میں قارئین کرام کی توجہ کو اسلام کے اس اہم بالشان مسئلہ کیطرف مبذول کرانا چاہتا ہوں - جو جمیع اقوام و مذاہب عالم کو اندر سے کھائے چلا جا رہا ہے - وہ مسئلہ توحید ہے - اسلام سے پیشتر کسی مذہب نے بھی توحید پر زور نہیں دیا - ہندو دھرم جس میں بت پرستی - اشجار پرستی - عناصر پرستی - جیسی قبیح رسوم تھیں - وہ اب اصلاح یافتہ ہو کر جدید مذہب بنام آریہ دھرم توحید کا رنگ اختیار کر رہا ہے - عیسائیوں میں کہ جن کے دین کا اصل الاصول مسئلہ تثلیث تھا - اس کے خلاف بھی آج کہنے کیلئے سے آوازیں آ رہی ہیں - ڈین آف کارلائل جیسی مقتدر مذہبی ہستیاں پلپٹ پر اس کے خلاف وعظ کر رہی ہیں - پھر مسئلہ کفارہ جو عیسائیوں کے لئے واحد ذریعہ نجات تھا - اور جس کی تردید قرآن حکیم نے بالفاظ لا تزر وازرۃ وزر اخری کر دی تھی - کہ کوئی دوسرے کا بوجھ ہرگز نہیں اٹھائیگا - عیسائی دنیا اسکو بھی چھوڑ رہی ہے -

پھر مسیح کے زندہ آسمان پر خدا کے داہنے ہاتھ پر بیٹھا ہونے اور اسکے جسمانی نزول ثانی کا عقیدہ بدقسمتی سے مسلمانوں میں بھی جڑ پکڑ گیا ہے - اس کی تردید حال ہی میں ایک عیسائی پادری "ایپی فینی" کرتا ہوا - لکھتا ہے کہ نزول ثانی جسمانی نہیں ہوگا - بلکہ کوئی شخص انہی صفات کو لئے ہوئے ہوگا - ان تمام واقعات سے صریحاً ثابت ہوتا ہے - کہ اب طبائع کا رجحان خود بخود اسلام کیطرف ہوتا جا رہا ہے - گویا کہ قلبہ رانی ہو چکی ہے اور زمین بالکل تیار ہے - کہ بیج اس میں ڈالا جائے -

تو کیا یہ واقعات مسلمانوں کے لئے تازیانہ عبرت کا کام نہ دینگے کیا مسلمانوں پر واجب نہیں کہ صورت حال کو مدنظر رکھ کر وہ بھی اپنی خواب خرگوش سے بیدار ہوں - اور اسلام کے بیج کو اقطاع عالم میں پھیلا کر بو دیں - پھر اس فصل کی بہار دیکھیں -

کیا اب بھی مسلمان کسی خونی مہدی کی تلوار کے منتظر ہیں - جو آ کر تمام جہان کو مسلمان بناویگا - حالانکہ اس وقت واقعات شہادت دے رہے ہیں - کہ اشاعت اسلام کے لئے کسی تلوار یا ہتھیار کی ضرورت نہیں ہے اس سنہری موقعہ کو ہاتھ سے کھو دینا سخت نادانی ہوگی - ع

قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

اگر اس قیمتی وقت کو تمنے اپنی غفلت سے کھو دیا - تو تمام عمر سر پیٹتے رہنا - اور مہدی کے منتظر رہنا - وہ ایسے ناکاروں کے کام آنے کا نہیں جو ہاتھ پر ہاتھ دھرے تمام توجہ اسی کی تلوار پر لگائے بیٹھے ہوں - و ما علینا الا البلاغ -

عبداللہ خان عفی عنہ از چک نمبر ... لائلپور

طلاق رجعی یا طلاق بائن؟

(۴)

اگر کسی شخص نے کسی خاص حالت کے زیر اثر ایک ہی مجلس میں اور ایک ہی وقت میں پے در پے یہ جملہ تین مرتبہ اپنی بیوی سے کہدیا کہ میں نے تجھے طلاق دی تو کیا وہ بیوی اس پر حرام ہو جاوے گی - اور یہ طلاق بائن ہوگی - اصل اور غیر مخالف احکام شریعت کی رو سے یہ مسئلہ نہایت ہی سہل اور صاف تھا - مگر آئمہ اور مجتہدین کے مخالف اقوال اور آراء نے اسکو خاص طور پر پیچیدہ کر دیا ہے -

کسی امر کا فیصلہ کرتے وقت اسبات کا خیال رکھنا اشد ضروری ہے - کہ اسلام میں اصل چیز کتاب اللہ و سنت نبوی ہیں - اور اسکے بعد اقوال و اعمال صحابہ کرام و دیگر علمائے دین کے فتوے اور رائیں کسی صحابی کا کوئی قول یا فعل احکام شرعی کے لئے حجت اور سند نہیں ہو سکتا -

اب میں اصل مضمون کو لیتا ہوں - قرآن کریم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے - کہ طلاق کی جو صورت بتائی گئی ہے - وہ یہ ہے - کہ پوری مدت طلاق یا عدت کا تین طہر یعنی تین ماہ ہے جیسا کہ آیات مندرجہ ذیل سے ظاہر ہے -

و المطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء .... و بعولتھن احق بردھن فی ذلک .... اور پھر فرمایا وطلقوھن لعدتھن و احصوا العدۃ پس ظاہر ہوا کہ طلاق کے لئے عدت کا پورا کرنا ضروری ہے - پھر الطلاق مرتن یعنی دو دفعہ طلاق دینے کے بعد رجعت کا حق باقی رہتا ہے - لیکن جب تیسری دفعہ طلاق دیدی گئی تب وہ بیوی اس پر حرام ہو گئی - اور رجعت کا حق باقی نہ رہا - لہذا اگر تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد یا بفم واحد کو طلاق بائن قرار دیا جائے تو پھر اس طرح سے اول تو عدت پوری نہیں ہوتی جو کہ طلاق کے واسطے ضروری ہے - اور دوسرے رجعت کا حق باقی نہیں رہتا - جو کہ صریح نص قرآنی کے خلاف ہے - یہ اللہ تعالےٰ کی قائم کردہ حدود ہیں - جن سے تجاوز کرنا مسلمان کے لئے جائز نہیں - اور جو شخص تجاوز کریگا - وہ اپنے نفس پر ظلم کریگا - کیونکہ عدت میں بتدریج طلاق دینا - اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حد ہے - بس سے ادھر ادھر ہونے والا ظالم ہے -

اب اگر احادیث نبویہ پر غور کیا جاوے - تو ہمیں صاف معلوم ہوتا ہے - کہ جب کبھی رسول کریم کو اجماع طلاق ثلاثہ کی اطلاع ملی تو آپ بہت غضبناک ہوئے - جیسا کہ مفصلہ ذیل روایت سے صاف ظاہر ہے - عن محمود بن لبید قال اخبر رسول اللہ صلعم

عن رجل طلق امرأته ثلاثة طليقات جميعاً قام غضبان فقال ایلعب بکتاب اللہ وانا بین اظہرکم...... یعنی رسول کریم کو ایک شخص کی خبر ملی کہ اُس نے اپنی عورت کو تین اکٹھی طلاقیں دیں۔ تو آپ غصے میں کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا کہ میری موجودگی میں خدا کی کتاب کے ساتھ کھیلا جاتا ہے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے۔ کہ رسول صلعم ایسی طلاق کو کیسا ناپسند فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ اس کو کتاب اللہ کے ساتھ کھیلنا بتایا ہے۔ شہادتاً بہت سی اور احادیث سے بھی ظاہر ہے۔ کہ حضور ایسی طلاق کو نہایت ناپسند کرتے تھے۔ اور اسے طلاق بائن ہرگز قرار نہیں دیا۔ اب سوال یہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ اگر ایسا کیا گیا ہو تو یہ طلاق بھی واقع ہو گی یا نہیں۔ اس میں اختلاف ہے۔ بعض اسکو طلاق رجعی قرار دیتے ہیں۔ اور بعض اسکو ایک طلاق بھی قرار نہیں دیتے لیکن جہاں تک احادیث صحیحہ سے پتہ چلتا ہے۔ یہی ہے۔ کہ ایسی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی کا حکم رکھتی ہیں۔ قرآن کریم و احادیث سے یہ بتصریح ثابت ہو گیا۔ کہ تین طلاقیں جو جملۂ واحد یا مجلس واحد میں دیجائیں۔ وہ طلاق بائن کا حکم نہیں رکھتیں۔ جو گروہ ایسی طلاق کو طلاق بائن قرار دیتا ہے۔ اس کے پاس ایک تو حضرت عمرؓ کا وہ اعلان ہے جو کہ آپ نے عہد خلافت کے تیسرے سال بعد کیا۔ کہ ایسی تین طلاقیں جو کہ جملۂ واحد یا مجلس واحد میں دیجائیں۔ وہ طلاق بائن کا حکم رکھتی ہیں اور دوسرے اس کے علاوہ چند ایک روایتیں ہیں جن میں طلاق ثلاثہ کا ذکر آتا ہے۔ مگر رسول کریم صلعم نے اسکو ناپسند نہیں فرمایا اور اسکو طلاق بائن قرار دیا ہے۔ اب اگر ہم اُن روایتوں پر غور کریں جن سے یہ نتیجہ نکالنے کی کوشش کیجاتی ہے۔ کہ ایسی طلاقیں طلاق بائن کا حکم رکھتی ہیں۔ اولاً تو ان روایتوں میں سے بہت سی ...... ضعیف اور موضوع ہیں۔ اور اُن کے راوی قابل اعتماد نہیں ہیں۔ اور ثانیاً ان سب روایتوں میں سے ایک روایت میں بھی بتصریح کہیں ذکر نہیں آتا کہ ایسی طلاقیں بیک جملہ یا بیک مجلس دی گئیں تھیں۔ ان روائتوں میں "طلق امرأته ثلاثاً" کے الفاظ آتے ہیں۔ اب ثلاثہ سے مراد ثلاثہ فی مجلس واحد وغیرہ کہاں سے ثابت ہوئے۔

اب ہم حضرت ابن عباس کی اس روایت کو لیتے ہیں کہ جس میں حضرت عمرؓ نے ایسی طلاق کو طلاق بائن قرار دیا ہے:۔

عن طاؤس عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلعم وابی بکر وسنتین من خلافة عمر طلاق ثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا امراً کان لهم فیه اناة فلو امضیناه علیهم فامضاه علیهم۔ یعنی طاؤس حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلعم اور عہد خلافت صدیق اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے دو سال تک تین طلاقیں ایک طلاق کا حکم رکھتی تھیں۔ لیکن کثرت طلاق کی وجہ سے حضرت عمر ابن الخطاب نے کہا کہ لوگوں نے اس معاملہ میں جلدی کی۔ حالانکہ ان کے لئے نرمی اور آسانی تھی پس میں اگر اسکو نافذ کر دوں تو بہتر ہے۔ اس کے بعد اسکو نافذ کر دیا۔ اسی طرح سے ایک اور روایت ہے۔ کہ ابو صہبا نے حضرت ابن عباس سے کہا کہ کیا تین طلاقیں رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر کے زمانہ میں ایک نہ تھیں۔ حضرت ابن عباس نے کہا کہ ہاں ایسا ہی تھا۔ مگر عمر ابن الخطاب کے زمانہ میں لوگوں نے کثرت سے تین طلاقیں دینا شروع کیں۔ تو انہوں نے ان کو نافذ کر دیا۔ پہلی روایت کے متعلق دوسرے گروہ کا عجیب و غریب خیال ہے۔ کبھی تو وہ اسکو ضعیف اور موضوع قرار دیتے ہیں۔ اور کبھی یہی لوگ اس روایت کے آخری ٹکڑے کو اپنے دعوے کے مطابق خیال کر کے اپنے قول کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ کہ کسی صحابی کا قول یا فعل حجت شرعی نہیں ہو سکتا۔ نیز اس سے کم از کم اتنا تو صاف ظاہر ہے۔ کہ عہد رسالت و عہد خلافت صدیق اور حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی دو سال تک عام طور پر بلا اختلاف ایسی تین طلاقیں صرف ایک ہی طلاق رجعی کا حکم رکھتی تھیں۔ البتہ حضرت عمرؓ نے جب دیکھا کہ لوگ اس معاملے میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔ اور آئے دن ایسے واقعات بکثرت پیش آتے رہتے ہیں۔ اور لوگوں نے طلاق کو ایک معمولی درجہ کی چیز سمجھ لیا ہے۔ تب انہوں نے مصلحت وقت سمجھ کر اس نامناسب طرز عمل کو روکنے کے لئے ایسی طلاقوں کو طلاق بائن قرار دیدیا۔ تاکہ لوگ آئندہ اس طرز عمل سے باز آجائیں۔ اور یہ بطور سزا اور تعزیر تھا۔ نہ کہ ناسخ۔

پس طلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد یا بفم واحد۔ طلاق بائن نہیں بلکہ ایک طلاق رجعی کا حکم رکھتی ہیں۔ اور ایسے۔ رسول صلعم نے نہ صرف ناپسند فرمایا ہے۔ بلکہ ظلم اور تعدی کہا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیئے۔

خاکسار محمد عبداللہ

ناظرین پیغام صلح

کی خدمت میں ہم عرض کرنا چاہتے ہیں۔ کہ قوم کے اس واحد آرگن کی توسیع اشاعت میں حصہ لینا ان کے قومی فرائض کو انجام دینے کے مترادف ہے۔ "پیغام صلح" اپنی استطاعت کے مطابق اپنے فرض کو نباہتا رہا ہے۔ کیا اس کے پڑھنے والے بھی کم از کم "چار نئے خریدار" پیدا کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہوں گے۔

کانفرنس مشرق قریب کے متعلق کا سرکاری اعلان

گذشتہ سے پیوستہ

دردانیال آبنائے اور گیلی پولی

ترکوں کو دردانیال کے ایشیائی سواحل میں پھر داخل کیا جائے گا ان شرائط کے مطابق جو ایک صلح اور طوفہ سے خالی شدہ علاقہ کرنے کو تسلیم کریں اور اس علاقہ میں کسی مخالف فوجی تیاری کے امکان کو مٹا دیں لیکن دول متحدہ کا قبضہ گیلی پولی میں رہنا چاہئیے تاکہ آبنائے میں آزاد اور بے روک ٹوک داخلہ کو یقینی بنایا جائے۔ آبنائے کی آمد و رفت جیسا کہ پہلے ہی تجویز ہو چکا ہے۔ بین الاقوامی کمیشن کی نگرانی میں دیا جائیگا جسکا عضو ترک بھی ہوگا۔

مشرقی تھریس کا مستقبل

جنوبی وزیروں کو ایکطرف تو مشرقی تھریس کے مستقبل کے تفرقہ انگیز اور مشکل سوال کا سامنا ہوا۔ اس لئے وہ بیان کردہ جو ثابت ہو چکے تھے ایسے حل بے منظور کر لینے کے ناقابل تھے۔ جن کی بدولت جزیرہ نما گیلی پولی کو ترکوں کے ہاتھوں میں دیا جاسکے۔ دوسری طرف ان کا مقابلہ بعض ایسی مشکلات سے ہوا کہ کم از کم بعض سرحدی مقبوضات کو ایک ترکی کے یورپین مقبوضات کے درمیان شمال اور قسطنطنیہ کے مغرب کے درمیان جو مشرقی تھریس میں یونانیوں کے قبضہ میں ہیں۔ اور ویکران سے ترکی دار الخلافہ کی ناکافی حفاظت ہوگی۔ اور ممکن ہے کہ قسطنطنیہ کو دوبارہ یا تو فوجی حملہ کا خطرہ پیش آئے یا یہ کہ اس کے نواح میں ایک ایسا طاقتور دشمن موجود رہے۔ جو حال میں برسر جنگ رہا ہے۔ مزید براں وزیروں کو ان ناقابل تردید واقعات کا سامنا ہوا کہ آیا مشرقی تھریس کا جسکی تصدیق معاہدہ سیورے سے نہیں ہوئی تھی۔ یونان کو دینا یا نہ دینا بیکار ہوگا۔ اس علاقہ پر یونانی فوجیں قابض ہیں۔ اور یونانی گورنمنٹ اسکا انتظام کر رہی ہے۔ اتحادی وزیر یونان سے یہ مطالبہ کرنے کی ذمہ داری اپنے سر لینے والے نہیں تھے۔ کہ وہ صرف اناطولیہ کا کامل تخلیہ کر دے۔ واضح رہے۔ کہ اس میں داخل ہونے کے لئے اتحادیوں نے یونان کو ۱۹۱۹ء میں دعوت دی تھی۔ اس لئے دول متحدہ کے وزیروں نے فوجی ماہرین کو اسبارہ میں آرٹیکل دینے کے لئے طلب کیا۔ انہوں نے رائے دی کہ ایک ایسا خط کھینچ دیا جائے۔ جو نواح گینو تک سے بحیرہ مارمورا تک جنوبی اور شمالی اور شمال مغربی سمت میں بلغاری سرحد پر ایا رمقام تک جائے۔ جو کوہستان طراکیہ کے مغربی حصہ ہو کر سرحد ترکی کی یونانی سرحد کی یونانی سمت کو چھوڑ دے گی۔ اس سرحد کی حفاظت کا اطمینان اس ملک کی جغرافیائی کیفیت دلا دے گی۔ علاوہ براں اسکا اطمینان تقریباً تمام مشرقی سے ترکوں اور یونانیوں کی فوجوں کے ہٹا لینے سے بھی ہو جائیگا۔ اس طور سے یونانی قسطنطنیہ کے لئے خطرہ ثابت نہ ہوں گے۔ اور ترک یونانیوں پر حملہ کرنے کے قابل نہ ہو سکیں گے

ایڈریانوپل و سمرنا

اس امر پر غور کیا گیا ہے کہ آیا شہر ایڈریانوپل کے لئے کوئی خاص انتظام کیا جانا چاہئیے۔ جسکا مشرقی تھریس کے نواحی علاقوں سے جدا کرنا ناممکن پایا گیا۔ سمرنا ترکی کو دیا جائے گا۔ اور ایڈریانوپل پر یونان کا قبضہ رہیگا۔ دول متحدہ نے ترکی اور یونانی حکومتوں سے ملکر بعض ایسی باتیں نہیں کی ہیں جن سے دوستانہ معاہدہ ایسی شرائط پر ہو سکیگا۔ جن کی بدولت ان دونوں شہروں کے انتظام میں غیر ترکی اور غیر یونانی عناصر کو بھی حصہ دیا جائیگا۔

اور نیز ایڈریانوپل کی مذہبی عمارات اور انسٹی ٹیوشنوں کی نگرانی حفاظت کیجائے۔

قسطنطنیہ کا تخلیہ

قسطنطنیہ کے متعلق تینوں حکومتوں نے اپنی اس سابق بیان کردہ رائے کی تصدیق کی ہے۔ کہ اس دھمکی کو ہٹا لیا جائے۔ جو معاہدہ سیورے کے وقت دی گئی تھی۔ اور یہ کہ آگے چلکر قسطنطنیہ ترکوں کے حوالے کیا جائے اب وہ تصدیق کرتی ہیں۔ کہ قسطنطنیہ پر سلطان کی حکومت کو پورا اختیار دیا جائے۔ اور وہ اس پر آمادہ ہیں کہ اتحادی فوجوں کو جو اس وقت قسطنطنیہ پر قابض ہیں۔ آئندہ معاہدہ صلح کی تصدیق کے بعد بالکل ہٹا لیا جائیگا ترکی حکومت سے کہا جائے کہ وہ قسطنطنیہ میں اس سے زیادہ فوج رکھے جتنی کہ رکھنے کی معاہدہ سیورے میں قرار دی گئی تھی۔

ترکی کی مسلح فوجیں

ترکی کی مسلح فوجوں کے متعلق دول متحدہ ان اصولوں سے دستبردار ہونے کے قابل نہیں ہیں۔ جو کہ دیگر تمام حکومتوں کے ساتھ جو حال میں برسر جنگ رہی ہیں۔ معاہدات کرنے میں عائد کیا گیا تھا۔ یہ کہ ایکطرح جبری فوجی حکومت کے جاری کرنے کو منظور کیا جائے۔ مگر وہ ترکی حکومت کے ساتھ ملکر اس امر پر غور کریں گے کہ کسقدر مدت میں رضاکارانہ طریقہ بھرتی کو مسدود کیا جائیگا۔

ترکی فوج کی تعداد

اب رہی ترکی سپاہ کی تعداد۔ جو تعداد کہ معاہدہ سیورے میں مقرر کی گئی تھی۔ اس میں اضافہ کیا جائے جیسا کہ جدید ۱۹۲۱ء میں تجویز کیا گیا تھا۔ اب آخری طور پر یہ تجویز کیا گیا ہے۔ کہ وہ جنڈرمہ ۴۵ ہزار

نئی منڈیاں تلاش کیجائیں۔ ۷ الاکھ روپیہ بورڈ کے تحت میں رکھا جائے کانگ کمیٹی کا جلسہ کل بمبئی میں ہوگا۔

مسٹر باسو کی کارکن کمیٹی کے ممبروں سے ملاقات۔ کلکتہ کا ایکتار مظہر ہے۔ کہ آنریبل بابو بھوپندرا ناتھ باسو جو وزیر ہند کی کونسل کے ممبر ہیں انہوں نے ۱۲ راپریل کو کلکتہ میں کانگرس کی کارکن کمیٹی کے ممبروں سے ملاقات کی اور عام سیاسی حالت پر بحث ہوئی۔

سردار خزان سنگھ کا مقدمہ۔ گوردوارہ پربندھک کمیٹی نے حسب ذیل اعلان شائع کیا ہے:۔

حکومت نے حال ہی میں سردار خزان سنگھ کے بارہ میں جو اعلان شائع کیا ہے۔ وہ کسی حد تک محتاج تشریح ہے۔ سردار صاحب زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری متوقع امن شکنی کی بنا پر گرفتار کئے گئے تھے۔ ان کے ایک نہایت معزز دوست ان کی طرف سے یہ وعدہ کرکے رہا کروالیا۔ کہ آپ بغیر لائیسنس کرپان نہیں بنائیں گے مگر رہائی پاتے ہی آپنے ایسا وعدہ کرنے سے انکار کردیا۔ اور ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کو اطلاع دیدی۔ جب سردار کھڑک سنگھ محض کرپان کے جرم میں آفیسران زندان کو دئے گئے۔ تو انہوں نے بھی جیل سے باہر رہنا نہ چاہا چنانچہ یہ کہن سال بزرگ اس وقت سیالکوٹ جیل میں ہے۔ اور ان کی گرفتاری اور رہائی کے متعلق سرکاری بیان کسی حد تک گمراہ کن ہے۔ کیونکہ وہ بہت دیر کا ذکر کرتا ہے۔

دو سیاسی قیدیوں کی رہائی۔ سردار کپور سنگھ اور لالہ سورج بھان انبالہ کی جیل سے رہا کردئے گئے۔ جیل کا سلوک تسلی بخش نہیں ہے۔

کلکتہ کی یادگاروں کی بدنمائی۔ کلکتہ ۱۹ راپریل۔ ہالول مجسمہ کی جنگی یادگار کی بدنمائی کے سلسلہ میں آج ایک شخص گرفتار ہوا ہے۔ جس نے حروف "جی۔ ٹی۔ ایس" اور "ٹی۔ ایم" کی تشریح کی جو اسپر لکھے ہوئے تھے پولیس نے مجسمہ کی نہایت ہوشیاری سے نگرانی کی تو صبح ساڑھے تین بجے کے قریب ایک شخص گرفتار ہوا۔ جب کہ وہ اسپر سیاہی پھینکنے والا تھا۔ کہتے ہیں اس کے پاس گھلی ہوئی سیاہی اور برش تھا۔ اس نے تسلیم کیا کہ اس نے تینوں یادگاروں کو سیاہ کیا ہے۔ اور اس نے پولیس کو اطلاع دی۔ کہ وہ ایک انارکسٹ جماعت کا فرد ہے۔ جسکا مرکز پنجاب میں ہے اس نے ان حروف کی تشریح یوں کی "جی۔ ٹی۔" اس سے مراد "گاڈ ٹرو" ہے۔ یعنی خدا سچ ہے۔ اور "ٹی۔ ایم" لفظ کم قائم مقام ہے۔ پولیس تفتیش کر رہی ہے۔

انگریزی سفارت افغانستان میں۔ "ہمعصر امان افغان" راوی ہے۔ کہ ۱۳ مارچ ۱۹۲۲ء کو عالیجناب سی۔ آئی۔ ای وزیر مختار و سفیر فوق العادت دولت برطانیہ متعینہ دارالسلطنت کابل جو اراکین سفارت مختاری "قصر دلکشا" میں لئے حضرت ہمایونی کے حضور پیش ہوسکے۔

لالہ لاجپت رائے دہرم سالہ جیل میں۔ لالہ لاجپت رائے صاحب پنجشنبہ کے روز لاہور سنٹرل جیل سے دہرم سالہ جیل میں منتقل کر دئے گئے۔

فرانسیسی افسر تعلیم افغانستان۔ موسیو فرشہ فرانسیسی پروفیسر صدر ہیئت تعلیمیہ (یعنے ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم) افغانستان جو براہ ہرات کابل پہنچنے والے ہیں۔ ان کا ہرات میں مناسب استقبال کیا گیا۔

یونان کے غرور کا سر نیچا۔ یونان نے وعدہ کیا ہے۔ جو فرانسیسی جہاز اس نے گرفتار کیا تھا۔ اسکا معاوضہ ادا کریگا۔ اور آئیندہ فرانسیسی جہازوں کی تلاشی نہیں لیا کریگا۔ اطالوی جہاز "عباسیہ" بھی رہا کردیا گیا ہے۔

فرانسیسی ڈاک گاڑی لٹ گئی۔ لندن ۲۱ راپریل) مارسیلز سے باہر چوروں نے فرانسیسی ڈاک گاڑی کو روک لیا۔ اور ایک جہاز ساز کمپنی کے افسر سے ۲۲ ہزار فرینک چھین لئے۔ جو وہ مزدوروں میں اجرت تقسیم کرنے کے لئے لیجا رہا تھا۔ گاڑی کی رفتار آہستہ ہوگئی چور فرار ہوگئے۔

سیاسیات ایران۔ لندن۔ ۲۰ راپریل۔ طہرانی اخبارات حکومت ایران اور برطانیہ پر حملے کر رہے ہیں۔ چنانچہ "ادفرد" جینوا کانفرنس پر اپنے مقالہ افتتاحیہ میں لکھتا ہے۔ کہ مسٹر لائڈ جارج اور موسیو چچرین میں تھوڑا سا اتفاق بھی ایران کی ہستی کو معرض خطر میں ڈال دیگا۔ ایران کو بیدار ہونا چاہئے۔ اور اپنے معاملات کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہئے۔

یونان کے ذخائر جنگ میں عظیم الشان دھماکہ۔ ایتھنز۔ ۲۰ راپریل) ریلوے سٹیشن کے پاس ذخائر جنگ میں عظیم الشان دھماکہ ہوا جس سے سینکڑوں بچے ایک گرجا کے گر جانے سے نیچے آگئے۔ جس میں ایک بم پھٹا تھا۔ اور یقین کیا جاتا ہے۔ کہ پاس کی بارکوں میں جہاں سپاہی کھانا کھا رہے تھے۔ بارکوں کے گر جانے سے ۸ سو سپاہی دب گئے شہر کے مختلف حصوں میں آگ بھی لگ گئی۔ لوگ حواس باختہ ہوکر بھاگ رہے ہیں۔

برطانیہ کا وعدہ تحفظ مقامات مقدسہ۔ چونکہ برطانیہ عظمے اور ٹرکی میں جنگ چھڑ گئی ۔۔۔ ہز ایکسیلنسی وائسرائے ہند کو ملک معظم کی حکومت اجازت دیتی ہے کہ مقامات مقدسہ عرب معہ عتبات عالیات عراق و جدہ کے متعلق حسب ذیل اعلان عام کردیں۔ تاکہ اس جنگ میں جس میں کوئی مذہبی مسئلہ درپیش نہیں ہے ملک معظم کی نہایت وفادار مسلم رعایا کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوجائے۔ یہ مقامات مقدسہ اور جدہ برطانوی بحری و فوجی مداخلت سے اس وقت تک محفوظ رہیں گے جب تک کہ ان اماکن مقدسہ اور عتبات عالیات کے حج و زیارت کے لئے مسلمانان ہند کو کسی قسم کی رکاوٹ پیش نہیں آتی۔ ملک معظم کی حکومت کی درخواست سے حکومتہائے فرانس اور روس نے بھی اس قسم کا یقین دلایا ہے"۔ [illegible] نومبر ۱۹۱۴ء (ایلیسہ)

بالنسلہ فوج ۴۰ ہزار میزان کل ۸۵ ہزار۔ یہ تعداد ۵۰ ہزار کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔ جو معاہدہ سیورے میں رکھی گئی تھی۔

مالی امور کی اصلاح معاہدہ سیورے مالی معاملات کی دفعات میں اصلاح کی جائے گی۔ تاکہ مالی مجوزہ کمیشن کی تجویز ترک کیجائے۔ اور یہ اگر ترکی حکومت کے حصول کو جس سے دول متحدہ کے اقتصادی فوائد کی حفاظت ہو سکے تسلیم کیا جائے۔ اور اسکا اطمینان کرایا جائے۔ کہ ترکی نے جنگ سے قبل جو قرضے اتحادیوں سے لئے تھے۔ ان کی ادائیگی کے لئے کس قدر نگرانی کی ضرورت ہے۔ اور یہ تاوان جنگ ایسی مقدار میں لگایا جائے جسے ترکی معقولیت کے ساتھ ادا کر سکے دول متحدہ آمادہ ہیں۔ کہ معاہدہ صلح کی تکمیل کے تین ماہ بعد قسطنطنیہ میں ایک کمیشن نشست کرے جسمیں برطانیہ۔ فرانس۔ اٹلی۔ جاپان۔ اور ترکی کے نمائندے شریک ہوں۔ یہ نمائندے دوسری خاص شرائط والی دول کے نمائندوں کے ساتھ مالی معاملات میں خاص شرائط کے طریق کی اصلاح کرے ان تجاویز سے غیر ملکی اور ترکی رعایا کے درمیانی مساوات قائم ہو جاوے گی۔ اور غیر ملکیوں پر زیادہ ٹیکس اور خرابیاں عائد نہ کی سکیں گی۔

عدالتی معاملات امید تھی کہ عدالتی معاملات میں خاص شرائط۔ اسکے متعلق دول متحدہ اپنی سابقہ تجاویز کا اعادہ کرتی ہیں۔ کہ وہ تین ماہ کے اندر ایک کمیشن مقرر کریں گے۔ جو شرائط و نگرانی کی جگہ ایک سکیم جدید عدالتی اصلاح کی وضع کرے گا۔

تصفیہ کی موٹی موٹی شرائط یہ ہے موٹی موٹی باتیں اس تصفیہ کی جس کے متعلق تینوں دول عظام نے متفقہ رائے سے سفارش کرنے کا فیصلہ کیا ہے یہ تجاویز ابتدا تو اں دونوں فریقین کے سامنے پیش کی جاتی ہیں جن کا ان سے براہ راست تعلق ہے۔ اس کے بعد اور اس سے کمتر درجہ پر نہیں۔ وہ مہذب دنیا کے سامنے پیش کیگئی ہیں۔

مراکش میں ہسپانوی مظالم۔ ۱۹۱۲ء میں اطالوی سپاہ نے جو مظالم طرابلس میں کیے تھے۔ انکا اعادہ مراکش میں ہسپانوی سپاہ کر رہی ہے۔ اطالوی مراکشی لیڈروں کو گرفتار کرکے قتل کرتے ہیں۔ اور ان کے سروں کو پتھروں کے ڈھیروں پر رکھکر عرب عورتوں اور بچوں کو ان کا نظارہ کراتے ہیں۔ اینگلو عثمانی سوسائٹی کے سکرٹری کا جو مراسلہ مسلم سٹینڈرڈ میں شائع ہوا ہے مظہر ہے۔ کہ لنچو میں خود برٹش سفیر کو یہ بذریعہ تحقیق ہو گیا ہے۔ کہ ہسپانوی سپاہی بیکس مراکشی عربوں پر صدہا مظالم کر رہی ہیں۔ ایک انگریز کی شہادت سے عیاں ہے کہ اس نے اپنی آنکھ سے عورتوں اور بچوں کی سوختہ لاشیں اور قبائل کے سرداروں کے کٹے ہوئے سر دیکھے۔ لندن ٹائمز کے نامہ نگار مسٹر ہیرس نے بھی ان واقعات کی تصدیق کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جنوبی امریکہ کی تاریخ نو اجات میں دہرائی جا رہی ہے۔ باوجود ان معتبر شہادتوں کے دول یورپ نے ابتک ہسپانیہ کو مظالم سے باز رہنے کی تنبیہ بھی نہیں کی۔ لیکن ترکوں کے ارمنوں پر نام نہاد مظالم کے خلاف آسمان سر پر اٹھا لینے میں دریغ نہیں کیا جاتا۔ یہ ہے مہذب یورپ کا انصاف اس قسم کے....

تازہ خبریں

روس اور جینوا کانفرنس۔ پیرس ۲۰۔ اپریل جنیوا سے برقی پیغامات سے پایا جاتا ہے۔ کہ لندن کی یادداشت کے جواب میں روس اس امر کا اعادہ کریگا کہ سوویٹ قبل از جنگ قرضوں کو تسلیم کرتا ہے۔ بشرطیکہ اتحادیوں کے مخالف انقلاب جنگی کارروائیوں سے جو نقصانات روس کو پہنچے ہیں۔ ان کا معاوضہ دیا جائے۔ اس کے بعد جو باقی قرضہ بچیگا وہ سوویٹ ادا کریگا

آئرلینڈ میں مزدوروں کی ہڑتال لنڈن ۲۱۔ اپریل آئرلینڈ کی لیبر پارٹی نے دوشنبہ سے حربیت اور سیاستدانوں کے کسی سمجھوتہ پر نہ پہنچ سکنے کے خلاف احتجاج کے طور پر ۲۴ گھنٹہ کی ہڑتال کا اعلان کیا ہے۔

لنڈن ۲۱۔ اپریل نصف شب گئے تک ریوالوروں سے آتشباری ہوتی رہی۔ بعد جمہوریوں نے آزاد حکومت کے دفاتر پر تاکام حملے کئے چار شخص زخمی ہوئے

مولانا حسرت موہانی کا مقدمہ۔ احمدآباد ۲۱۔ اپریل مولانا حسرت موہانی جن کے خلاف دفعات ۱۲۱۔ الف ۱۲۴ الف تعزیرات ہند کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا ہے۔ اسکی ابتدائی سماعت ۲۶۔ اپریل کو ہوگی۔ بیگم صاحبہ حسرت موہانی آج یہاں پہنچ گئی ہیں۔ اور ان کو مولانا کے ساتھ بات چیت کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔

ملتی میں سول نافرمانی پونہ ۲۱۔ اپریل ملتی میں ستیہ آگرہ یعنی سول نافرمانی پھر زندہ ہو گئی ہے۔ اور بعض لوگ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے احکام کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ جن میں کارخانہ ٹاٹا میں مداخلت کرنے کی مخالفت کی گئی ہے

مسٹر شاستری کا نوآبادیوں کا دورہ شملہ ۲۱۔ اپریل رائٹ آنریبل مسٹر سرینواس شاستری معہ اپنے سکرٹری مسٹر باجپئی آئی۔ سی۔ ایس کے ۲۴ مئی کو نوآبادیوں کی سیاحت کی غرض سے روانہ ہو جائیں گے اول آپ آسٹریلیا تشریف لے جائیں گے جہاں آپ پرتھ میں یکم جون کو اتریں گے۔ ایک ماہ قیام کرنے کے بعد نیوزی لینڈ کو پہنچیں گے جہاں آپ ۲۴ تک قیام کریں گے۔ وہاں سے کینیڈا جائیں گے اور ۱۶ اگست کو وینکوور پہنچیں گے۔ ایک ماہ کے بعد غالباً آپ ریاست ہائے متحدہ امریکہ جائیں گے۔ وہاں سے ہندوستان واپس آئیں گے

کھدر کی سکیم پر غور و بحث۔ کلکتہ ۲۱۔ اپریل کانگرس کی کارکن کمیٹی کا آج اجلاس ہوا جس میں کھدر کی سکیم پر غور کیا گیا اس سکیم پر بمبئی کے جلسہ میں بھی غور کیا جائے گا۔ سکیم یہ ہے۔ کہ صوبوں کو کھدر زیادہ مقدار میں اور بہتر قسم کا بنانے کے لئے حوصلہ دلایا جائے۔ اور اس کام کے لئے ان کو اسقدر روپیہ دیا جائے جتنا کہ وہ فراہم کر سکیں گے۔ ایک مرکزی بورڈ نگرانی اور مشورہ کے لئے قائم کیا جائے۔ اور کھدر سوت اور کپڑہ کے ...

مسلم احمدیہ پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا ۲۴-۵-۲۱

الصلح خیر

اخبار پیغام صلح لاہور

قادیان لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۵ رمضان سنہ ۱۳۴۰ ہجری مطابق ۳ مئی سنہ ۱۹۲۲ عیسوی

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ گذشتہ ۲۸ اپریل کو شام کے ساڑھے نو بجے ڈلہوزی تشریف لے گئے۔ سٹیشن پر آپ کو رخصت کرنے کے احباب کا خاصہ مجمع تھا۔ باوجودیکہ ایکدن پہلے آپ نے خود یہ اعلان فرما دیا تھا۔ کہ سٹیشن پر کسی کے جانے کی ضرورت نہیں سب احباب مسجد ہی میں نماز مغرب کے وقت مل لیں۔ لیکن پھر بھی بہت سے مخلصین نے سٹیشن تک آپ کا ساتھ دیا۔

احباب کو خاص نصائح۔ اپنی روانگی سے ایک دن قبل حضرت امیر ایدہ اللہ نے تمام احباب لاہور کو مسجد احمدیہ میں جمع کر کے خاص نصائح کیں جن میں نماز باجماعت کی پابندی پر خاص زور دیا۔ اور فرمایا۔ کہ جہانتک ہو سکے۔ تمام دوست مسجد کو رونق دیں۔ اور نمازوں کے وقت آجایا کریں۔ جو دور ہیں اور خاص معذوریوں کے باعث تمام نمازوں میں شامل نہیں ہو سکتے۔ وہ کم از کم مغرب اور عشا ہی باجماعت پڑھ لیا کریں

دوسری بات جو آپ نے فرمائی۔ وہ چندوں کی باقاعدہ ادائیگی کی تاکید تھی۔ کہ اس کے بغیر وہ عظیم الشان کام جس کے لئے یہ جماعت بنائی گئی ہے۔ چل نہیں سکتا۔

تیسری بات آپ نے یہ فرمائی کہ تمام احباب ایک دوسرے سے محبت اور حسن اخلاق کا برتاؤ رکھیں۔ اور ایک دوسرے کی عیب گیری قطعاً نہ کیا کریں۔ ایک بھائی کو دوسرے بھائی سے اگر سخت سے سخت دکھ بھی پہنچے۔ اگر گالیاں بھی سُننی پڑیں تو پھر بھی مقابلہ نہ کریں۔ اور اپنی طرف سے سب کے سب اتحاد کو ترقی دینے کی کوشش کریں۔ اور باقی تمام ذاتیات کی باتوں کو جن میں اسلام کو چنداں ضرر نہیں پہنچتا۔ اتحاد پر قربان کر دیں۔ اور کسی بھائی کے عیوب کو ادھر اُدھر پھیلانے کی کوشش نہ کریں۔ کہ یہ اتحاد قومی کے لئے نقصان دہ ہے۔

حضرت امیر کی چٹھی کا جواب

قابل تقلید نمونہ

زکوٰۃ کے متعلق حضرت امیر قوم کی ایک مطبوعہ چٹھی احباب کی خدمت میں بھیجی گئی تھی جو کسی گذشتہ اشاعت میں درج اخبار ہو چکی ہے۔ اس چٹھی کے مطالعہ پر احباب نے زکوٰۃ کا روپیہ بھیجنا شروع کر دیا ہے۔ اور بعض نے تو کامل نمونہ اپنے اخلاص کا دکھایا ہے۔ جن میں سے دو کی چٹھیوں کا اقتباس احباب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ ان سب دوستوں کو جزائے خیر عطا فرماوے۔ اور دینی خدمات میں وافر حصہ لینے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ دیگر احباب بھی اسطرف توجہ فرما کر شکر گذاری کا موقع عطا فرماویں گے۔

خاکسار

عزیز بخش جائنٹ سکرٹری

جناب نظام الدین صاحب چک شیخ ڈاکخانہ صاحب سہور تحریر فرماتے ہیں۔

اخی مکرم۔ السلام علیکم۔ جناب کا چھاپہ شدہ نوازشنامہ پہنچکر موجب صواب ہوا۔ بفور رسید کی اس کے مبلغ یکصد روپیہ بطور زکوٰۃ اپنا حساب کر کے خدمت عالی میں ارسال ہوا جو پہنچ گیا ہو گا۔ یہ میرے ذاتی مال کے متعلق مبلغات ہیں۔ اور تعمیل ہدایات مندرجہ خط کر کے جملہ متعلقین کو بھی سنا دیا گیا ہے۔ نہایت مؤثر تحریر تھی جسنے میری طبیعت پر بڑا اثر کیا ہے سچ ہے

(بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے)

دل سے دعا فرماویں۔ کہ اللہ قبول فرماوے۔ اور اسے باعث برکت کرے۔ مجھے جناب سے دلی محبت اور دعوئے غلامی ہے۔ ہر وقت دعا میں یاد فرمایا کریں۔ اللہ عاقبت بخیر کرے۔

جناب کے ہدایت نامہ کو پڑھ کر اپنے کارندوں و مختاروں کو حکم دیدیا ہے۔ کہ چالیسواں حصہ ہر فصل و غلہ کا علیحدہ کر دیا کریں جو سلسلہ میں انشاء اللہ تعالےٰ علیحدہ جایا کریگا۔ خدا کرے کہ اس خط کے شائع ہونے کے بعد یہ مبلغ یکصد روپیہ سب سے اول میرا پہنچا ہووے۔ کیونکہ میں نے اخلاص سے بھیجنے میں جلدی کی ہے۔

مکرم شیخ ہدایت اللہ صاحب بوٹ مرچنٹ صدر بازار پشاور

لکھتے ہیں:۔

مخدوم مکرم جناب مولنا صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب نے دو پیسے یا تین پیسے فی روپیہ دینے کا حکم دیا ہوا ہے۔ مگر میں ہمیشہ اس بلکہ زیادہ فی روپیہ آمدنی پر دیتا ہوں۔ اور علاوہ فی روپیہ ایک آنہ ماہانہ چندے کے میں نے اور میری بیوی نے جناب کو اور نیز مولٰنا صدر الدین صاحب کو روپیہ دیا تھا۔ اور اغلباً وہ زکوٰۃ کے متعلق ہی تھا۔ مگر جناب کی جادو اثر درد دل سے لکھی ہوئی چٹھی جو زکوٰۃ کے متعلق تھی۔ میں اور خاصکر میری بیوی ششدر رہ گئے۔ اور اسی وقت اپنے زیور وغیرہ کی زکوٰۃ شمار کر کے مجھے جلد جناب کی خدمت میں روانہ کرنے کی ہدایت کی۔ لہذا مبلغ ستائیس روپیہ آٹھ آنہ بذریعہ منی آرڈر خدمت والا میں ارسال ہیں۔ وصول فرما کر جناب احقر کے لئے تکلیف گوارا فرماویں گے کہ کسی خاص وقت دعا کریں۔ کہ خداوند کریم ہم کو دینی دنیاوی برکتوں سے مالامال کر کے خدمت دین کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین۔

ضروری گذارش

جو احباب ماہواری چندہ دیتے ہیں۔ یا جو کسی رسالہ وغیرہ کی ادائیگی بذریعہ ماہواری اقساط کرتے ہیں۔ اور ان کو وقت پر چندہ نہ پہنچنے کی صورت میں دفتر سے مطالبہ کے کارڈ بھیجے جاتے ہیں۔ ان کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ چونکہ اب محصول کارڈ و لفافہ اس پہلے سے دگنا ہو گیا ہے۔ اور علاوہ وقت صرف ہونے کے محصول پر بہت خرچ ہو گا۔ اس لئے مہربانی فرما کر اپنے چندے مقررہ وقت پر روانہ کر دیا کریں۔ تاکہ دفتر کو مطالبہ نہ کرنا پڑے۔

خاکسار عزیز بخش جائنٹ سکرٹری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار
پیغام صلح لاہور
جلد ۱ | مورخہ ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ | نمبر ۱۸

طریق تبلیغ

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ

از قلم مولوی مصطفیٰ خان صاحب بی۔ اے سابق مبلغ اسلام انگلستان

(۳)

اس سے پہلی دو قسطوں میں یہ بیان ہو چکا ہے۔ کہ ہم اجتماعی اور انفرادی طور پر کس طرح اشاعت اسلام کا کام کر سکتے ہیں۔ یورپ میں اجتماعی طریق کسقدر کامیاب ہو سکتا ہے۔ اور انفرادی کسقدر؟ تصنیف و تالیف اشاعت کتب اور تدوین علوم اسلامیہ اس باب میں کیسی مفید ہو سکتی ہیں۔ اب اس نمبر میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارے بزرگوں نے اشاعت اسلام کے کیا طریق اختیار کئے تھے اور ان کے نتائج کیا ہوئے تھے۔

آنحضرت صلعم کا عہد مبارک نزول وحی کا زمانہ تھا۔ احکام دین ابھی مکمل نہ ہوئے تھے۔ اس لئے لوگ حضور کی صحبت میں رہ کر احکام دین سیکھتے اور آپ کی سنت صحیحہ کا تتبع کرتے۔ لیکن باوجود اس کے بعض اوقات حضور کسی کی درخواست پر اپنے مبلغ دوسری قوموں میں احکام دین سکھانے کے لئے بھیج دیتے۔ اور بعض وقت وہی لوگ جو آپ کی صحبت سے فیضیاب ہو کر واپس جاتے اپنے بھائی بندوں کو اسلام سکھا دیتے۔ یہ حصہ تو تقریری تبلیغ کا تھا۔ اس کے ساتھ حضور خود بذریعہ تحریر بھی دعوت اسلام کرتے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے بعد آپ نے شاہان عالم کے نام خطوط تحریر فرمائے۔ جن میں ان کو دعوت اسلام دی۔ غرض عہد نبوی میں بھی تبلیغ کے یہی طریق تھے جن کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے۔

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد مسلمان ایک حکمران قوم تھی۔ خلفائے راشدین نے اپنی خلافت کا سب سے بڑا نصب العین یہی قرار دیا تھا کہ احکام شریعت کا نفاذ و اجراء ممالک اسلام میں کیا جائے۔ اور دوسرے ممالک تبلیغ کا کام بھی ہوتا رہے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اسلام کا پرچم ربع مسکون پر لہرانے لگا۔ ظاہر بین نظریں اسلام کی ظاہری شان و شکوہ کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئیں۔ حقائق بین نظروں نے اسلام کی خوبیوں کا مطالعہ کیا تو اسیر شیدا ہو گئیں۔ خلافت راشدہ کے بعد اگرچہ وہ بات نہ رہی۔ لیکن خلافت عباسیہ کے عہد میں اسلامی علوم کے چرچے خوب تھے دوسری قوموں کے علوم و فنون کو بھی عربی میں ترجمہ کرایا گیا۔ علوم اسلامیہ کی تدوین و اشاعت کے لئے بھی ایک خاص محکمہ تھا۔ بعض علماء کو سلطنت کی طرف سے معقول وظائف ملتے تھے۔ غرض اشاعت اسلام کا کام کسی نہ کسی رنگ میں ہوتا رہا۔ اس کے بعد مسلمان بادشاہوں نے کچھ اپنی عدم توجہی سے کچھ علمائے دین میں پھوٹ اور فساد آ جانے کی وجہ سے مذہب کی طرف توجہ نہ کی۔ اور اشاعت اسلام کا کام سلطنت کی طرف سے تقریباً رک گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی چند پاک نفوس اٹھے جنہوں نے وہ کام کیا کہ آج تک لوگ حیران ہوتے ہیں۔ آہ! کیا لوگ تھے۔ کیسا زمانہ پایا تھا۔ کیا کچھ کر گئے۔ کہ ہم اگر چاہیں تو شاید نہ کر سکیں۔ کہ نہ ہم میں وہ تاثیر قدسی۔ نہ وہ جذب مقناطیسی۔ الا ماشاء اللہ۔

بادشاہوں نے جب اشاعت اسلام کے کام کو چھوڑا تو درویشوں نے اسے سنبھالا۔ کہ ابتداء سے یہی مقدر تھا۔ کہ اسلام غرباء و فقراء کے گہوارہ میں پرورش پائے اور بوڑھا ہو کر پھر جھونپڑیوں ہی میں بسیرا لگائے۔ شاہان اسلام عیش و تنعم میں مصروف ہوئے تو چند اہل دل درویش عرب ایران سے اٹھے۔ چند تاجر نکلے اور ہندوستان کی سرزمین پر اسلام کے موتی لٹا گئے۔

اس وقت بھی تبلیغ اسلام کا کام دو ہی شقوں پر تقسیم ہوا۔ علماء نے ضخیم و جسیم کتابیں لکھیں۔ آنحضرت صلعم کی باتوں کو نہایت محنت اور تحقیق سے جمع کیا۔ اور اس کے لئے دور دراز ملکوں کے سفر برداشت کئے۔ کہتے ہیں کہ امام بخاری نے ایک ایک حدیث کے لئے بڑے بڑے لمبے سفر کئے۔ یہ لوگ نہ مشاہرہ دار تھے۔ نہ کسی سلطنت کے ملازم تھے۔ بلکہ محض علمی اور مذہبی شوق کے بندے تھے۔ اور تبلیغ ہدایت کے ولولہ کی یہ کیفیت تھی۔ کہ

اک آگ سی ہے سینہ کے اندر لگی ہوئی

جب مذہب کی فلسفہ سے مٹ بھیڑ ہوئی تو اسلام کے فلسفیوں نے اس کا مقابلہ کیا۔ فخر رازی۔ امام غزالی۔ ابن رشد۔ اور علماء معتزلہ نے اسلام کی حمایت میں بڑی نادر تصانیف کیں۔ ان کی کتابیں دیکھ کر معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ احکام اسلام پر کسقدر باریک نظر رکھتے تھے۔ اور کس طرح بال کی کھال نکالتے تھے۔ ادھر اشاعت اسلام کے شوق رکھنے والے بزرگ اپنے عزیز وطنوں کو چھوڑ کر پردیس میں چلے گئے۔ اور وہاں ایسی دھونی رما کر بیٹھے کہ لاکھوں کو رام کر لیا۔ ہندوستان میں جو آجکل کئی کروڑ مسلمان نظر آتے ہیں۔ ان ہی بزرگوں کے دم قدم کی برکت ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو رویا میں آنحضرت صلعم نے اور فرمایا کہ تم ہندوستان میں جاؤ۔ اور تبلیغ اسلام کرو۔ خواجہ صاحب اس ارشاد نبوی کی تعمیل کے لئے ہندوستان آئے۔ دلی پہنچے تو سات سو ہندو آپ کے فیض صحبت سے مشرف باسلام ہوئے۔ پھر اجمیر تشریف لے گئے۔ اور ایسے گئے کہ وہیں کے ہو گئے۔ آپ کے اندر ایک عجیب جذب قدسی تھا۔ اپنے تو اپنے غیر مذہب کے لوگ بھی پروانوں کی طرح آپ پر گرتے تھے۔ بہت سے گمراہوں کو آپ کی برکت سے راہ مستقیم کی توفیق ملی۔ بہت سے آلودہ گناہ آپ کے گوشہ چشم کی عنایت سے ولی و قطب بن گئے۔ سب سے پہلا شخص جو اجمیر میں خواجہ صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ وہ ایک مشہور ہندو جوگی تھا راجہ کو بھی اس سے عقیدت تھی۔ اس کے حلقہ بگوش ہونے سے شہر کیا تمام ملک میں چرچا ہو گیا۔ خواجہ صاحب کی شہرت دور دور پہنچی۔ لوگ فیض صحبت کے لئے بکثرت آنے لگے۔ اور رفتہ رفتہ اجمیر صوفیائے کرام کا مرکز بن گیا۔ بہت سے ہندو بھی آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔

دہلی میں خواجہ نظام الدین اولیاء بڑے صاحب کمال بزرگ گذرے ہیں۔ ان کی ذات سے نہ صرف اشاعت اسلام میں بہت مدد ملی۔ بلکہ بہت سے مسلمانوں کو بھی انہوں نے باخدا بنا دیا۔

حلقہ ارادت میں صرف عوام ہی نہ تھے بلکہ بڑے بڑے عالم و فاضل اور سخنور اس خوان کی ذلہ ربائی غنیمت سمجھتے تھے۔ امیر خسرو جن کو اپنی شاعری کی بدولت بقائے دوام کی دولت حاصل ہے۔ آپ کے مخصوص عقیدت مند تھے۔ اور آپ سے اسقدر محبت تھی۔ کہ بعض کے نزدیک گویا عشق تھا۔ ایک دن کا واقعہ ہے۔ خواجہ صاحب حسب معمول نہایت فاخرہ لباس پہنے ٹیڑھی ٹوپی زیب سر فرمائے۔ امیر خسرو کے ساتھ ایک چبوترے پر بیٹھے تھے سامنے دریا میں برہمن اشنان کر رہے تھے۔ صبح کا وقت تھا۔ برہمن اشنان کرتے کرتے چڑھتے ہوئے سورج کو چھینٹا بھی دیتے جاتے تھے۔ کہ یہ بھی ان کے ہاں طریق عبادت ہے خواجہ صاحب بغور دیکھا کئے۔ اور پھر فرمایا

ع ۔ ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے۔

اس مصرعہ نے امیر خسرو کی طبع پر وہی اثر کیا جو لوہے کی ضرب سے چقماق پر ہوتا ہے۔ فوراً عرض کی: ع

ما راست قبلہ کردیم برطرف کج کلاہے۔

اور یہ شعر یوں راست ہو گیا۔

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے
ما راست قبلہ کردیم برطرف کج کلاہے۔

حضرت خواجہ صاحب اس وقت چہار گوشہ کی ٹوپی لکھنوی انداز سے پہنے ہوئے تھے۔ خیال کرو کہ اس کیفیت میں امیر خسرو کے اس مصرعہ نے کیا لطف پیدا کیا ہوگا۔

ان بزرگوں میں جنہوں نے ہندوستان میں آکر اعلائے کلمۃ اللہ میں حصہ لیا۔ اور کفار کو حلقہ بگوش اسلام بنایا۔ حضرت سید جلال الدین صاحب کا نام نامی خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ آپ بخارا میں پیدا ہوئے تھے۔ وہاں سے ہجرت کر کے اُچ (علاقہ بہاول پور) میں تبلیغ اسلام کے لئے ۱۲۴۴ء میں آباد ہو گئے۔ آپ کے وعظ و نصیحت اور زہد و تقدس سے بہت لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ حضرت سید مخدوم جہانیاں جن کی طرف عوام الناس بہت سے معجزے منسوب کرتے ہیں۔ آپ ہی کے پوتے تھے۔ انہوں نے بھی اپنے علاقہ میں قوموں کی قوموں ہی کو مسلمان بنا دیا تھا۔

پانی پت میں بھی ایک بزرگ ابو علی قلندر نام۔ اسی زمانہ میں ایران سے تبلیغ اسلام کے لئے ہجرت کر کے آئے تھے۔ یہاں کے تین سو راجپوتوں کے گھر جو اب مسلمان ہیں۔ اسلام کے لئے اسی بزرگ کے رہین منت ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس نیک کام کے لئے ان کو عمر بھی سو سال کی دی۔ ۱۳۲۴ء میں انتقال فرمایا۔ ان کی قبر پر اب بھی زائرین آتے ہیں۔

چودھویں صدی عیسوی کے اخیر میں ایک بزرگ شیخ جلال الدین تبلیغ اسلام کی غرض سے سلہٹ (برہما) میں آکر آباد ہوئے۔ آپ فارسی الاصل تھے۔ اور محض اعلائے کلمۃ اللہ کے جوش سے گھر کو خیرباد کہا تھا۔ یہاں پہنچکر ان کی راستبازی اور تقدس کا خوب شہرہ ہوا۔ اور اشاعت اسلام میں بھی ان کو بڑی کامیابی ہوئی۔ کہ بہت سے لوگ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔

تفصیل چندہ جماعت گوجرانوالہ مدخلہ ۱۸ اپریل ۱۹۲۲ء

معرفت ڈاکٹر حسن علی صاحب سب اسسٹنٹ سرجن گوجرانوالہ

نام معطی	ماہواری چندہ	زکوٰۃ	بلا وغیرہ	صدقہ
میاں احمد الدین صاحب درزی	۔	صے	۔	۔
ڈاکٹر حسن علی صاحب	سے	مار	عہ	۔
اہلیہ " "	سے	۔	۔	۔
اہلیہ منشی نواب خان صاحب	۸ر	۔	۔	۔
بابو محمد حسین صاحب کلرک ڈاکخانہ	۶ر	۔	۔	۔
منشی محمد عنایت صاحب سب انسپکٹر پولیس	عہ لئے اخبار پیغام صلح	۔	۔	۔

میزان کل مبلغ مالعہ روپے

شذرات

جبراً مسلمان بنانا جائز نہیں

مالابار کے گذشتہ فسادات میں ہزارہا ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنانے کا جو الزام تراشا گیا تھا۔ اس کی حقیقت بارہا ان کالموں میں منکشف کی جا چکی ہے۔ اور خود ہندو معاصرین کے خیالات اس بارہ میں نقل کئے جا چکے ہیں۔ جن میں انہوں نے صاف طور پر اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ کہ مالابار کے ہندوؤں کی حالت عام طور پر اس درجہ پستی اور ذلت کو پہنچ چکی ہے کہ وہ اپنی نجات اسلام ہی میں دیکھتے ہیں۔ ممکن ہے۔ بعض مسلمانوں سے کوئی ایسی بھی حرکت سرزد ہوئی ہو کہ ان فسادات کے موقعہ پر کسی ہندو کو انہوں نے مسلمان کر لیا ہو۔ ایسے مسلمان شدہ ہندوؤں کے متعلق موپلوں کے سردار کی طرف سے ایک اعلان شائع ہوا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ "قرآن کریم کے اصولوں کے مطابق ان لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانا جو اسلام قبول کرنے کے لئے راضی نہیں ہیں۔ ہرگز جائز نہیں۔ یہ لوگ اپنے اصل مذہب میں واپس جا سکتے ہیں۔"

فی الواقعہ از روئے قرآن کریم کسی کو زبردستی مسلمان بنانا قطعاً جائز نہیں۔ اور اگر کسی ناسمجھ مسلمان نے ایسا کیا ہے۔ تو ایک ناجائز حرکت کا ارتکاب کیا ہے۔ سردار موپلا کی وسیع الحوصلگی اور روشن خیالی لائق داد ہے۔ کہ انہوں نے اس قرآنی اصول کا اعلان ایسے نازک وقت میں کر کے بعض برائے نام نومسلم ہندوؤں کو اپنے اصل مذہب میں واپس جانے کی اجازت دیدی۔

موپلوں میں "روح حیات"

موپلا قوم کی بعض خصوصیتوں کا اظہار قبل ازیں کیا جا چکا ہے۔ حال ہی میں ایک ہندو بزرگ مسٹر مادھون نائر ایک طویل الذیل مضمون میں رقمطراز ہیں:-

"میں نے ان کے ساتھ میل جول پیدا کر کے ان کے حالات دریافت کرنے اور سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ آپ میری اس بات پر یقین کریں۔ کہ اگر ان کے خیالات و حیات کو حرکت دیکر بلند سطح پر لایا جائے۔ تو وہ ہندوستان کی ایک بلند پایہ قوم بن جائیں گے۔ میں نے بحیثیت مجموعی ماپلا کی جماعت میں اس روح حیات کو دیکھا ہے۔ جو مجھے کسی مسلم جماعت میں جس سے میں ملا ہوں [illegible]ات نظر [illegible] ہے۔ کہ ان کے آئینہ ترقی پر گر[illegible] ہے۔ اور صرف گرد کو ہٹا کر آئینے کو روشن کرنے کی ضرورت ہے ملیبار کے ہندو مسلمان اور برطانی حاکموں میں سے کسی نے بھی ایسا نہیں کیا۔"

ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ موپلوں کی قوم کس درجہ ترقی کی صلاحیت اپنے اندر رکھتی ہے۔ جو اس ہندو بزرگ کے نزدیک دوسری مسلم جماعتوں میں نہیں۔ پس ان کی استعدادوں کو ترقی دینے اور اس صلاحیت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ لیکن خفتہ را خفتہ کے کند بیدار۔ عام مسلمان جب خود خواب غفلت میں مدہوش ہیں۔ یہاں تک کہ بقول مسٹر مادھون نائر وہ موپلا قوم سے بھی گئے گزرے ہیں۔ تو ان کا وہ کیا سنوار سکتے ہیں۔ ضرورت ہے۔ کہ ان اصل ضروریات کی طرف مسلمان اپنی توجہات کو زیادہ تر منعطف کریں۔ اور اس روح حیات کو اپنے اندر پیدا کریں۔ جو قوموں کو ابدی موت اور ذلت کی زندگی سے بچا لیتی ہے۔

یادش بخیر

جناب میاں محمود احمد صاحب بھی اپنے زمانہ کے ایک ہی انسان ہیں جو بات آپ کے منہ سے نکلتی ہے۔ نرالی ہی ہوتی ہے۔ جو حرکت آپ کرتے ہیں۔ سوا تو کھی۔ جو ادا ہے۔ سو شان جدت کو لئے ہوئے۔ طبیعت کی جدت پسندی ہی کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ آئے دن نئے نئے عقاید آپ کے دماغ سے نکلتے ... اور مریدوں کے نعرہ ہائے سبحان اللہ اور واہ واہ سے مؤید ہو کر دنیا میں اشاعت پاتے ہیں۔

اسی قسم کے جدید عقایدمیں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ احمدیوں کے سوائے باقی تمام مسلمان خارج از اسلام ہیں۔ اور اس لئے ان کو لڑکی دینا یا ان کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔

اسی عقیدہ پر زور دیتے ہوئے جناب میاں صاحب نے ایک دفعہ اعلان کیا تھا کہ ان کے ایک غریب مرید نے ایک غیر از جماعت کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کی تھی۔ تو ہم نے اس کو جماعت سے خارج کر دیا۔ اور اس کی توبہ تک بھی قبول نہیں کی۔

انہی دنوں میں اتفاق سے میاں صاحب کے ایک لاہوری مرید میاں شمس الدین صاحب تاجر چرم نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک غیر از جماعت مسلمان سے کیا۔ اور ساتھ ہی قادیان جاکر پانچسو روپیہ بھی خلافت آپ کے آگے دھر دیا۔

ہم نے اسی وقت میاں صاحب کو یاددہانی کرائی۔ اور ان کا سابقہ عمل یاد دلاتے ہوئے استدعا کی کہ ان لاہوری مرید صاحب کو بھی جماعت سے

خارج کیجئے۔ اس مضمون کے خطوط ہم نے رجسٹری کرا کر میاں صاحب کو روانہ کئے۔ لیکن ہمیں خبر نہ تھی۔ کہ پانچسو روپیہ کا نشہ بھی آخر کچھ چیز ہوتا ہے۔ جو آپ جیسے پیران پارسا پر بھی اسقدر اثر رکھتا ہے۔ کہ آپ کے اپنے بنائے ہوئے اصول بھی اس سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ آپ بھی بیٹھے ہیں۔ ایک غریب مرید اگر اسقدر روپیہ فراہم نہیں کر سکا تو اس کی خشک توبہ کو کوئی کیا کرے۔ اور اگر کسی نے پیر کے علے الرغم کارروائی کرکے حضرت زر کی شکل اسکو دکھا دی۔ تو پیر غصہ آئے تو کیوں ؟

"یہ فیصلہ کرنا ہمارا کام ہے"

غالباً یہی وجہ ہے۔ کہ اب پھر جب وہی مسئلہ جناب خلافت مآب کے سامنے آیا ہے۔ تو آپنے سابقہ فتوے کو بحال رکھتے ہوئے ایک عجیب وغریب شرط بھی ساتھ لگا دی ہے۔ جو ذیل میں قابل ملاحظہ ہے۔ آپکے محرر ڈاک بتوسط "الفضل" ارشاد فرماتے ہیں:-

"ایک احمدی غیر احمدیوں کے ہاں رشتہ کرنا چاہتا تھا۔ اس کے متعلق وہاں کی جماعت نے یہ اعلان کر دیا کہ ہم اس سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ اور اس کی اطلاع حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کو دی۔ حضور نے ان کو لکھوایا۔ کہ پہلے تو آپ یہ اعلان کر دیں۔ کہ جو شخص رشتہ کریگا۔ اسکو علیحدہ کر دیا جائیگا۔ پھر جو کرے اس کی اطلاع ہمیں دیں۔ کہ فلاں شخص نے غیر احمدیوں کے ہاں رشتہ کر دیا ہے۔ یہ آپ کے لئے جائز نہیں۔ کہ آپ خود ہی اس سے قطع تعلق کرنے کا اعلان کر دیں"۔

(الفضل مورخہ ۷ اپریل ۱۹۲۰ء صفحہ ۱۱)

آگے چلکر "غیر احمدی کا جنازہ پڑھنے والا" کے عنوان سے لکھا ہے۔

"اگر کوئی احمدی غیر احمدی کا جنازہ غیر احمدی امام کے پیچھے پڑھتا ہے۔ اور غیر احمدی کو لڑکی دیتا ہے۔ تو اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ حضور نے لکھوایا۔ اس کی رپورٹ ہمارے پاس کرنی چاہیئے۔ فتوے یہ ہے۔ کہ ایسا شخص احمدی نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ فیصلہ کرنا ہمارا کام ہے۔ آپ کا کام نہیں"

ہاں بیشک۔ یہ مریدوں کا کام نہیں۔ کہ وہ جناب خلافت مآب کے فتوے پر خود ہی عملدرآمد شروع کر دیں۔ انہیں کیا معلوم۔ کہ جس شخص پر یہ فتوے عاید ہوتا ہے۔ اس نے پیر صاحب کی جیب کو سیم و زر سے بھر دیا ہو۔ اور اس لئے اس کے متعلق ایسا فیصلہ کرنا قرین مصلحت نہ ہو۔ آخر یہ مرید ہی تو ہیں۔ اور وہ بھولے انسان بھی۔ کوئی خلیفہ تھوڑے ہی ہیں۔ جن کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ ع

وہ اک نوع نوع بشر سے جدا ہے

اس لئے یہ خلیفہ ہی کا کام ہے۔ کہ جسکو چاہے احمدی بلکہ مسلمان بھی رہنے نہ دے۔ اور جن کے نصیبوں میں حضرت زر کی شفاعت لکھی ہو وہ خلیفہ کے بنائے ہوئے قانون کو توڑ کر اور اس کے فتوے کا مصداق ہو کر بھی نہ صرف مسلمان بلکہ احمدی بلکہ جناب خلافت مآب کا خاص الخاص مقرب بنا رہے۔ آخر فتوے کے موقعہ و محل کو بھی تو وہی پہچانتے ہیں کیونکہ؎

یہ ہیں جادہ پیمائے راہ طریقت\
مقام اُنکا ہے ماورائے شریعت\
انہیں پر ہی ختم آج کشف و کرامت\
انہیں کے ہے قبضہ میں بندوں کی قسمت

آریہ سماج اور سنسکرت

آریہ سماج کا دعوے ہے۔ کہ سنسکرت کسی وقت تمام دنیا کی زبان تھی اور دنیا ایک ہی مذہب پر قائم تھی۔ اسی دعوے کو معاصر آریہ گزٹ نے اپنی ۲۹ اپریل کی اشاعت میں دوہراتے ہوئے دوبارہ سنسکرت کے رواج کی امید دلائی ہے۔ اور اس سوال کے جواب میں کہ "یہ کب ہوگا" یہ بتایا ہے۔ کہ

یہ اسیوقت ہوگا۔ جبکہ وہ لوگ جو وید کو ماننے لگ گئے ہیں۔ وید کو پڑھینگے اور معمولی طور پر ہی نہیں۔ بلکہ جیسا کہ رشی دیانند سرسوتی نے لکھا ہے ۳۶ برس لگا کر پڑھیں گے اسوقت انکو وید کا پورا آنند آئیگا"

یہ اس الہامی زبان کا حال ہے۔ جسکو ہمارے لائق معاصر نے پرماتما کی بھاشا کہکر پکارا ہے۔ نہیں معلوم خود پرماتما بھی اپنی اس "بھاشا" کو آج بول سکتے ہیں۔ یا وہ بھی حاملان وید کی طرح اس کے سمجھنے سے بھی عاری ہیں۔ اور اگر بول سکتے ہیں۔ تو کس کے ساتھ ؟ دوسرے تو جبتک ۳۶ برس لگا کر ویدوں کو نہ پڑھیں۔ انہیں پرماتما کی بولی سمجھ ہی نہیں آسکتی۔

اس کے بالمقابل آؤ ہم آپ کو دکھائیں۔ کہ کونسی زبان باوجود زمانہ اور حالات کے تغیر کے بدستور صفحہ ہستی پر قائم اور کروڑہا انسانوں کی بولی ہے۔ اسکے سیکھنے کے لئے ۳۶ برس کا عرصہ درکار نہیں۔ صرف عرب ہی میں نہیں ان ممالک میں بھی جنکی زبان نہیں۔ بیشمار عربی جاننے والے لوگ موجود ہیں۔ پھر قرآن کریم جیسی سہل کتاب کو باترجمہ آپ پڑھ لیں۔ عربی کو سمجھنے کی استعداد اور ملکہ پیدا ہو جائیگا۔ اور نہایت قلیل مدت میں جسکی ہزارہا مثالیں موجود ہیں۔ اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ ہر زمانہ کے نئے خیالات کے اظہار اور اشیا کو بیان کرنے کے لئے عربی میں الفاظ کا کافی ذخیرہ ابتدا سے چلا آتا ہے ایسی زبان کے ہوتے ہوئے سنسکرت کو عالمگیر اور الہامی زبان قرار دینا آفتاب کو دیا دکھانا ہے۔

ولایتی ڈاک

ڈین آف کارلائل سے خط وکتابت

ہمارے ناظرین ڈین آف کارلائل کے نام سے واقف ہیں جنہوں نے گذشتہ سال کیمبرج کی ماڈرن چرچمنز کانگرس میں حضرت مسیح کی الوہیت آپکے معجزات اور بن باپ ہونے سے قطعًا انکار کیا تھا۔ ان کی تقریر کا خلاصہ ولایت سے ہم نے لکھکر بھیجا تھا۔ "پیغام صلح" کی کسی سابقہ اشاعت میں یہ ناظرین کرام ہوچکا ہے۔

ہم نے لکھا تھا۔ کہ ڈین موصوف کی تقریر پر کلیسا کی حلقوں میں عام طور پر بہت کچھ لے دے ہوئی ہے جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ ۲۲ اگست ۱۹۲۱ء کے ڈیلی گرافک میں انہوں نے اپنے مطالب کی تشریح کی۔ اور اخبار مذکور کو غلط بیانی کا مرتکب ٹھیرایا۔ جسپر اسے معافی طلب کرنی پڑی۔

اسلامک ریویو کی تازہ اشاعت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ڈین موصوف کی اسی تقریر کا حوالہ اس کے کسی مضمون نگار نے بھی دیا تھا۔ جسپر ڈین آف کارلائل کے کسی دوست نے حضرت خواجہ صاحب کو ایک چٹھی لکھی۔ اور آپ سے اس کی تردید کا مطالبہ کیا۔

حضرت خواجہ صاحب نے اس پر مناسب سمجھا کہ خود ڈین موصوف سے خط وکتابت کریں تاکہ ان سے براہ راست اصل بات کا پتہ چل سکے۔ چنانچہ آپ نے انہیں خط لکھا۔ جس کے جواب میں ڈین صاحب نے ڈیلی گرافک کا محولہ بالا پرچہ بھیج دیا جس میں انہوں نے خود اپنے مطالب کی تشریح کی تھی۔

الوہیت مسیح کا نیا رنگ

یہ تشریح کیا ہے۔ آیا اس میں مسیح علیہ السلام کی الوہیت کا اقرار ہے آیا آپ کے معجزات اور بن باپ پیدا ہونے کو ڈین موصوف نے تسلیم کیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ان سب باتوں سے کھلے طور پر انکار کرتے ہوئے آخر میں جس بات پر بہت زور دیا ہے۔ وہ یہ ہے:۔

"اگر ہم یہ مانتے ہیں۔ کہ ہر ایک انسانی روح اللہ تعالیٰ کو ایک حد تک ظاہر اور منکشف کرتی اور اس کی صفات کا جامہ پہنتی ہے۔ اگر ہم یہ ایمان رکھتے ہیں۔ کہ بڑے بڑے معلمین الہیات عظیم الشان مذہبی شخصیتوں اور تمام بانیان و مصلحین مذاہب کے اندر اللہ تعالیٰ کا حلول دوسرے انسانوں سے زیادہ مکمل طور پر ہوا ہے۔ تو پھر اس امر کو مان لینا بھی غیر ممکن نہیں۔ کہ ایک آدمی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا تعلق خاص۔ اور نہایت شاندار اور بے نظیر ہے۔ اور کہ ہم اللہ تعالیٰ کو مسیح کی مانند ماننے میں حق بجانب ہیں۔ اور کہ مسیح کے اخلاق اور تعلیم میں اللہ تعالیٰ کے اخلاق اور مشیت کا پورا انکشاف ہے۔

جہانتک ایک ایسی شاندار صداقت کو چند لفظوں میں بیان کیا جا سکتا یہی ہمارے نزدیک الوہیت مسیح کے صحیح معنے ہیں"

الوہیت مسیح کے یہ معنے عیسائی کلیسا کے مسلمہ معتقدات کے کہانتک مطابق ہیں۔ اور اس سے مسیح کی الوہیت کسطرح ثابت ہو سکتی ہے۔ اسلامک ریویو نے اس پر نہایت لطیف پیرایہ میں روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ اگر مسیح علیہ السلام بقول ڈین موصوف ان صفات اور استعدادوں کو جو تمام نسل انسانی کو عطا کی گئی ہیں۔ ترقی دینے کی وجہ سے انسانی قالب میں اللہ تعالیٰ کا نہایت اعلےٰ درجہ کا ظہور تھا۔ تو اسلام کے نزدیک خدا کے دوسرے عظیم الشان نبی۔ ابراہیم۔ موسےٰ اور سب کے آخر میں حضرت صلعم بھی اپنی زندگی اور نمونہ کے لحاظ سے اس اعلےٰ سے اعلےٰ مقام پر پہنچنے کی زندہ مثالیں ہیں۔ جہانتک انسانیت کا ارتقا ممکن ہے۔ لیکن اسکا نام الوہیت نہیں"

ڈاکٹر راشڈل (یعنے ڈین موصوف) کا بیان ہے۔ کہ انہوں نے اپنی تقریر میں اس بات کو کہ مسیح کے اندر انسانی اور خدائی صفات دونو ہیں۔ موجودہ عقل وفہم کے مطابق آسان لفظوں میں پیش کرنے کی کوشش کی تھی۔ تاکہ وہ سمجھ آسکے۔ لیکن اس کوشش میں وہ بقول اسلامک ریویو اس حد تک وہ ضرور کامیاب ہوئے۔ کہ مسیح کو کامل انسانیت کا ایک اعلےٰ نمونہ انہوں نے بتایا۔ اور یہ وہ نتیجہ ہے۔ جو مسلمانوں کے تو خلاف نہیں۔ لیکن ایک پکے عیسائی کے معتقدات کے بالکل مخالف ہے۔

امریکن ڈگریوں کی فروخت

ہندوستان اور انگلستان میں بھی بعض ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو باوجودیکہ کوئی قابلیت نہیں رکھتے۔ کوئی امتحان انہوں نے پاس نہیں کیا۔ نہ ہی کبھی امریکہ جانے کا انہیں اتفاق ہوا ہے پھر بھی اپنے نام کے ساتھ کئی ایک حروف ایسے بڑھا لیتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ کسی امریکن یونیورسٹی کے ڈگری یافتہ ہیں۔

یہ ڈگریاں انہیں کیونکر حاصل ہوتی ہیں۔ اس کی وضاحت اس مراسلہ سے ہوتی ہے۔ جو مانچسٹر گارڈین میں امریکن یونیورسٹی یونین در یورپ کے ڈائرکٹر نے لکھا ہے۔

اس مراسلہ میں اس نے بتایا ہے۔ کہ ایسی ڈگریاں کسی امریکن یونیورسٹی کیطرف سے نہیں ملتیں۔ بلکہ بعض لوگوں نے اپنے طور پر ایسے برائے نام کالج بنا رکھے ہیں۔ جن کے ایجنٹ ہر جگہ موجود ہیں۔ اور وہ کچھ روپیہ بطور فیس لیکر ایسی ڈگریاں دے دیتے ہیں۔

عالم اسلام

ارمنی عیسائی و مسلمان

ایک مدت سے مسلمانوں بالخصوص ترکوں پر یہ الزام دیا جا رہا ہے کہ وہ دوسرے مذاہب سے نفرت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ اس کی ایک موٹی مثال ارمنی عیسائی ہیں۔ جو اپنی نامناسب سیاسی کارروائیوں کے باعث برے نتائج حاصل کرتے اور پھر ترکوں کی وحشت و بربریت یا مذہبی تنگدلی کا شور مچاتے ہیں۔ آئے دن ہزارہا ارمنیوں کے قتل و غارت کی خبریں لندن کے اخبارات میں شائع ہوتی ہیں۔ جن کے متعلق باوجودیکہ خود وزیر اعظم تک یہ مان چکے ہیں کہ وہ مبالغہ آمیز ہیں۔ لیکن ترکوں اور تمام مسلمانوں کے خلاف بغض و تعصب کی لہر اس سے پیدا ہو ہی جاتی ہے۔

آیا مسلمان واقعی ایسی ہی قوم ہے۔ کہ غیر مذاہب کے ساتھ وحشت کا برتاؤ کرنا وہ فریضہ مذہبی سمجھتے ہیں۔ خود ترکوں کے ماتحت صرف ارمنی عیسائی ہی نہیں۔ بعض دوسری عیسائی اور یہودی قومیں بھی موجود ہیں۔ لیکن سوائے یونانیوں کے کہ ان سے ہمیشہ ہی پولیٹیکل وجوہ کی بنا پر چھیڑ رہتی ہے۔ کوئی بھی ان سے شاکی نہیں۔ بلکہ سب کے سب مداح ہیں۔ پھر صرف ٹرکی ہی میں نہیں۔ بعض دوسری مسلمان سلطنتوں اور ایسے مقامات پر بھی جہاں کوئی باقاعدہ نظام نہیں۔ صرف قبائل کی حکومت ہے۔ غیر مذاہب کے لوگ آباد ہیں۔ دیکھنا چاہئے۔ کہ وہاں ان غیر مذاہب سے کیا سلوک ہوتا ہے۔

انگلستان میں بہت مدت سے ایک "پرشیا سوسائٹی" قائم ہے جو فارس کے متعلق ضروری معلومات بہم پہنچاتی اور لوگوں کو وہاں کے حالات سے واقف کرتی رہتی ہے۔ اس کے زیر اہتمام ایک رسالہ بھی پرشیا میگزین کے نام سے شائع ہوتا ہے۔ اس کے ایک جلسہ میں مسٹر سڈنی آرمیٹیج سمتھ نے گذشتہ ۱۳ مارچ کو ایک لیکچر بختیاری قوم کے حالات پر دیا۔ اور دوران لیکچر میں یہ بتایا کہ

"ملک کے باشندے تین جماعتوں پر منقسم ہیں۔ سب سے پہلے خان ہیں۔ ان کے بعد وہ لوگ ہیں۔ جو خان لوگوں کی حفاظت اور موقعہ آپڑنے پر ان کے لئے لڑنے مرنے کو تیار رہتے ہیں۔ اور تیسرے درجہ پر دہقانوں کی جماعت ہے۔

یہ دیکھنا موجب دلچسپی ہے۔ کہ آخر الذکر جماعت میں ارمنی مسیحیوں کی بہت بڑی تعداد موجود ہے جو انہیں دیہات میں خوشی و خورمی کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں ......

...... جب کبھی مسٹر آرمیٹیج سمتھ (یعنی لیکچرار) کو ان کے دیہات میں جانے کا اتفاق ہوا۔ تو ایک ہم مذہب عیسائی ہونے کی حیثیت سے ان کی خوب آؤ بھگت ہوتی تھی۔ اور گرجاؤں میں گھنٹے بجائے جاتے تھے"

اس بیان سے دو باتیں صراحت کے ساتھ معلوم ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ بختیاری قبائل کے ماتحت دیہات میں ارمنی عیسائیوں کی بہت بڑی تعداد موجود ہے جو باوجود عیسائی ہونے اور مسلمانوں کے گاؤں میں رہنے کے خوش و خرم ہیں۔ دوم ان کے دیہات میں عیسائی کلیسا بھی موجود ہیں۔

ان صریح واقعات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کس قدر ظلم ہے۔ کہ مسلمان غیر مذاہب اور بالخصوص ارمنیوں پر ظلم و ستم روا رکھتے ہیں۔

لیکن بات یہ ہے۔ کہ یورپ کی سیاسی مصلحتیں ارباب سیاست کو ایسی ہی من گھڑت داستانیں وضع کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں جس کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ عوام الناس غلط خیالات میں مبتلا ہو کر اسلام کو کچھ کا کچھ سمجھنے لگتے ہیں۔

ترکوں کی اصلیت

نیرنیٹ راوی ہے۔ کہ یونیورسٹی استمبول میں رضا توفیق بے نے ترکی لٹریچر کی اصلیت پر ایک لیکچر دیا۔ لیکن دوران تقریر میں معتقدین مصطفےٰ کمال اپنی حب الوطنی اور قومیت کے نشہ میں ان پر آوازے کسے۔ اس لئے کہ لیکچرار نے یہ بتایا تھا۔ کہ بعض ابتدائی ترکی شاعروں کے کلام میں فارسی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ ان آوازے کسنے والے طلبا نے محض لیکچرار کو بٹھا دینے پر ہی قناعت نہیں کی۔ بلکہ اپنے عدوان کی گرفتاری کے لئے ایک یادداشت لکھ کر گورنمنٹ میں بھیجی"

ہم مصطفےٰ کمال اور ان کے ساتھیوں کی جانفروشیوں کے دل سے مداح ہیں۔ ان کے بعض رفقا سے ہمیں انگلستان میں بھی ملنے کا اتفاق ہوا۔ جو روشن خیال لوگ تھے۔ اور ان سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ ایسی خفیف حرکات کے مرتکب ہوں۔

ترک فارسی الاصل ہیں یا عثمانی۔ اس سے ہمیں بحث نہیں۔ لیکن آیا قومی عصبیت کے نشہ میں وہ اس درجہ سرشار ہو گئے ہیں۔ کہ فارس سے ان کو منسوب کرنا ان کی قومیت کے خلاف اور گناہ عظیم ہے۔ یہاں تک کہ اس کا سننا بھی انہیں گوارا نہیں۔ کیا ان کا مسلمان ہونا اس بات کا خواہاں نہیں کہ فارسی تو ایک طرف دنیا کے تمام مسلمانوں کو وہ اپنے ہی بھائی بند اور رشتہ دار سمجھیں۔ اور ان کے لئے لڑنے مرنے کو تیار رہوں۔ یہ حب الوطنی کے قطعاً خلاف نہیں بلکہ جب دوسرے ممالک کے مسلمانوں کی حفاظت ہمارا فرض ہے۔ تو اپنے ملک کو بچانا فرض اولین۔ پھر ایک علمی مضمون پر جو کسی طرح خلاف اصلیت بھی نہیں۔ اس طرح سے آوازے کسنا ایک ناشائستہ حرکت ہے۔ جو کم از کم ترکوں جیسی حکمران اور شائستہ قوم کے شایان شان نہیں۔

سوال و جواب

سوال نمبر ۱۔ کیا مجددین کی ہر تحریر سہو و خطا سے پاک ہوتی ہے۔ اور اختلاف رکھنے والے کے ایمان میں خلل واقع ہوتا ہے؟

جواب: جس خاص امر کی اصلاح کے لئے مامور کیا جاتا ہے اس میں اس کی تحریر میں سہو و خطا کا احتمال نہیں ہوسکتا۔ باقی باتوں میں اجتہادی غلطی کا ہو جانا ممکن ہے۔ اور اگر کوئی شخص اس سے باقی مسائل میں اختلاف رکھتا ہے۔ تو اس سے اس کے ایمان میں خلل نہیں واقعہ ہو جاتا مثلاً حضرت مسیح موعود وفات مسیح اور نزول عیسےٰ بن مریم کی غلطی کی اصلاح کے لئے مامور ہوئے۔ اور انہی باتوں پر آپکے دعوے کی بنیاد تھی۔ ان کے علاوہ باقی مسائل میں کبھی اتنا زور آپ نے نہیں دیا

س نمبر ۲۔ کیا اگر میاں محمود احمد صاحب خود یا ان کے کوئی مرید موجودہ عقاید رکھتے ہوئے فوت ہو کر بہشتی مقبرے میں دفن ہوں تو ان کی صداقت کا ثبوت ہوگا۔

ج۔ کسی شخص کا بہشتی مقبرہ میں دفن ہونا بلکہ بہشت میں داخل ہو جانا اس کے عقائد کی صحت پر دلیل نہیں ہو سکتا۔ نجات کا معاملہ الگ ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے۔ تو بڑے بڑے گنہگاروں اور کفار کو بھی بخش سکتا ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ کافر چونکہ بہشت میں چلے گئے۔ اس لئے ان کے عقاید جو وہ اس دنیا میں رکھتے تھے۔ صحیح تھے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوسکتے ہیں۔ کہ اپنی کم سمجھی یا ناواقفیت کیوجہ سے نیک نیتی کے ساتھ غلط عقیدہ پر قائم ہوں۔ ان سے ان کی سمجھ اور واقفیت کی بناپر اور ان کی نیت کے مطابق ہی باز پرس ہوسکتی ہے۔ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا۔

س نمبر ۳۔ کیا کنیزک کے ساتھ قربت بلا نکاح جائز ہے۔ شاہ ولی اللہ کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے اردو ترجمہ آیات اللہ الکاملہ صفحہ ۱۵۶ پر جواز میں ایک حدیث بیان کی گئی ہے۔ مفصل لکھیں۔

ج۔ کنیزک کے ساتھ قربت بلا نکاح جائز نہیں۔ قرآن کریم کی صریح آیت ہے۔ وانکحوا الایامی منکم والصلحین من عبادکم وامائکم اپنے میں سے مجرد لوگوں کے نکاح کردو۔ اور اپنے قابل شادی غلاموں اور لونڈیوں کا۔ حجت اللہ البالغہ کا اردو ترجمہ ہم نے دیکھا ہے۔ اور اصل عربی نسخہ بھی اصل عربی میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے حدیث کوئی نقل نہیں کی۔ بلکہ محض اسیقدر لکھا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ ثلثۃ لھم اجران تین آدمی ہیں جن کے لئے دو اجر ہیں۔ مترجم نے ان الفاظ کا ترجمہ کرنے کے بعد حدیث بھی اردو میں لکھدی ہے۔ جس کے متعلق یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اس میں بعض لفظ اصل حدیث سے زائد ہیں۔ اصل حدیث میں اسیقدر ہے۔ رجل کان عندہ امۃ فادبھا فاحسن تادیبھا وعلمھا فاحسن تعلیمھا ثم اعتقھا فتزوجھا فلہ اجران یعنے وہ شخص جس کے پاس کوئی لونڈی ہو پھر وہ اسکو نہایت عمدگی کے ساتھ تربیت کرے۔ اور نہایت اعلےٰ تعلیم دے۔ پھر اُسے آزاد کر دے۔ اور نکاح کرلے۔ اس کے لئے دو اجر ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ یہ روایت قرآن کریم کے مطابق ہے۔ اور اس میں بغیر نکاح کے قربت کا کوئی ذکر نہیں۔

س نمبر ۴۔ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔
اس سے بہتر غلام احمد ہے

کی تشریح کریں۔ اور دیگر بزرگان کی کتب سے وہ حوالہ جات دیں جن میں انہوں نے اپنے آپ کو انبیاء پر فضیلت دی ہو۔

ج۔ اس شعر کی حضرت مسیح موعود نے خود تشریح کی ہے جو حسب ذیل ہے "اکثر نادان اس مصرع کو پڑھ کر نفسانی جوش ظاہر کرتے ہیں۔ ...... مگر اس مصرع کا مطلب صرف اسقدر ہے۔ کہ امت محمدیہ کا مسیح امت موسویہ کے مسیح سے افضل ہے۔ کیونکہ ہمارا نبی موسےٰ سے افضل ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۹)

باقی دیگر بزرگان کے حوالجات کیطرف جانے کے بجائے قرآن کریم میں حضرت موسےٰ اور خضر کے قصہ کو دیکھ لینا چاہئے۔ حضرت خضر باوجودیکہ نبی نہیں تھے پھر بھی حضرت موسےٰ پر جزوی فضیلت رکھتے تھے۔

... اور خاص کر مسیح موعود کے متعلق صاف طور پر یہ لکھا ہے۔ کہ وھو افضل من بعض الانبیاء۔

س نمبر ۵۔ آپ نے "پیغام صلح" میں بعنوان "انگلستان کی نو مسلمات اور پردہ" لکھا ہے۔ کہ "پردہ کی حدود جو قرآن کریم میں مذکور ہیں ان میں چہرہ اور ہاتھوں کا ڈھانپنا ہرگز شامل نہیں" اس کی نسبت عرض ہے۔ کہ براہ مہربانی آیت قرآنی جس میں سے صریحاً مذکورہ بالا فقرہ کا مطلب نکلتا ہے۔ تحریر فرما کر مشکور فرماویں۔

ج۔ (۱) سورۂ نور میں جہاں پردہ کی حدود بتائی گئی ہیں۔ وہاں چہرہ اور ہاتھوں کے ڈھانپنے کا کوئی ذکر نہیں۔

(۲) ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا میں زینت کے اندر مفسرین نے چہرہ اور ہاتھوں کو شامل نہیں سمجھا۔ بلکہ الا ما ظھر منھا سے انہی کا استثنا مراد لیا ہے۔ چنانچہ امام رازی نے صاف طور پر یہ لفظ لکھے ہیں۔ الا ما ظھر الانسان فی العادۃ الجاریۃ وذلک فی النساء الوجہ والکفان یعنی سوائے اسکے جو انسان سے عادت جاریہ میں ظاہر ہو۔ اور یہ عورتوں میں چہرہ اور دونو ہاتھ ہیں۔

(۳) اسی قسم کے پردہ کا ذکر حضرت مولٰنا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ نے بھی اپنے انگریزی ترجمۃ القرآن میں کیا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۷۰۰ نوٹ نمبر ۱۷۵۱ —

مسیحی مشنریوں کی تبلیغی جدوجہد

مسلمانوں کی خاص توجہ کے لئے

اس عنوان کے نیچے ہم آئندہ وقتاً فوقتاً مسیحی مشنریوں کی تبلیغی کوششوں کا ذکر مختصراً کرتے رہیں گے۔ تاکہ مسلمان اس بات کا اندازہ کر سکیں۔ کہ اس بارہ میں جو کچھ ان کی طرف سے آجتک ہوا یا ہو رہا ہے۔ وہ ان وسیع کوششوں کے بالمقابل کیا حقیقت رکھتا ہے۔ جو عیسائی اقطاع عالم میں دین مسیحیت کی اشاعت کے لئے کر رہے ہیں۔ باوجود اس کے جو کچھ فوائد ہماری ان ناچیز کوششوں پر مترتب ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ وہ کسقدر اہم ہیں۔ ہاں ضرورت ہے۔ کہ ہم میدان عمل میں زیادہ چستی کے ساتھ مصروف جدوجہد ہوں۔ تا نصرت الٰہی زیادہ تیزی اور بیش از بیش تائیدات کے ساتھ نزول اجلال فرمائے۔ اس مضمون کی پہلی قسط کے لئے جو ذیل میں ہدیہ ناظرین کرام ہے ہم اپنے مکرم دوست بابو منظور الٰہی صاحب ریلوے ٹیلیگراف انسپکٹر کے مرہون منت ہیں۔

(ایڈیٹر)

افریقہ

جرمنی کے مقبوضات ٹانگانیکا۔ کیمرون اور جنوب مغربی معاہدہ ہالینڈ کی آبادی ۷۶۶۲۰۶۹ اور ۱۶۵۰۰۰۰ اور ۲۵۴۰۰۰ نفوس کی ہے۔ جن کو عیسائی بنانے کے لئے پادریوں کی طرف سے خاص جدوجہد ہو رہی ہے ٹانگانیکا اور کیمرون میں مسلمان بھی بکثرت ہیں۔ جن کو پادریوں سے بچانا اور ان کو تعلیم اسلامی سے آگاہ کرنا ہمارا فرض اولین ہے۔

علاقہ اشانٹی

میں ایک عیسائی سنادجو کسی مشن سے تعلق نہیں رکھتا۔ وہاں کے لوگوں میں اپنے مذہب کو پھیلانے کی کوشش میں ہے۔ اور بقول ایک مشنری سوسائٹی کے وہاں کے رؤسا اور عوام الناس اس کثرت سے عیسائی ہو رہے ہیں۔ کہ ان کے لئے استاد مہیا کرنا مشکل ہو رہا ہے۔

نائجیریا

مغربی افریقہ کا ایک پادری لکھتا ہے۔ کہ قوم ابو واقعہ نائجیریا کا ایک متنفس بھی آجتک مسلمان نہیں ہوا۔ جو چند مساجد اس قوم کے علاقہ میں پائی جاتی ہیں۔ وہ صرف ہوسا قوم کے سپاہیوں اور مسلمان تجار کے استعمال کے لئے ہیں۔ کیا یہ وقت نہیں۔ کہ مسلمان اس علاقہ کی طرف توجہ کر کے ان لوگوں میں تبلیغ اسلام کریں۔ نائجیریا کے جنوبی حصہ کی کل آبادی ۷۹۸۹۱۸ دیسی اور ۲۴۸۲۳ دیگر اور شمالی حصہ کی ۸۶۶۸۱۳۸ دیسی اور ۲۷۴۸ یورپین پر مشتمل ہے۔ ان میں سے اکثر مسلمان ہیں۔ جن کو تعلیم اسلامی سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔

ہندوستان

برٹش اور فارن بائیبل سوسائٹی نے سنہ ۱۹۲۰ء میں ۱۵ لاکھ اناجیل ہندوستان کے لوگوں میں تقسیم کیں جو سنہ ۱۹۱۹ء سے بقدر ۲½ لاکھ زیادہ تھیں۔ یہ سوسائٹی تمام ہندوستانی طلباء کو جو ڈگری حاصل کریں انجیل کا ایک نسخہ بطور تحفہ دیتی ہے۔ اور گذشتہ کرسمس کے لگ بھگ صرف لاہور میں چند دن کے اندر اندر ۶۰۰ صد درخواستیں طلباء کیطرف سے مفت اناجیل حاصل کرنے کے لئے آئیں۔ ۱۹۱۹ء میں اس سوسائٹی نے ۳۸۳ گرجواہیوں کو مفت اناجیل دیں۔ مسلمان اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ وہ اشاعت حق کے لئے اپنے گردونواح میں اور خود اپنے ناواقف بھائیوں کی رہبری کے لئے کیا کر رہے ہیں۔ اگر ہمارے ملک کے نواب و دیگر امراء عالی ہمتی سے کام لیں۔ اور صرف اپنی اپنی زکوٰۃ کا روپیہ ہی ہماری انجمن کو دیدیا کریں تو ہم بھی جملہ گریجوایٹوں کو ایک ایک نسخہ انگریزی قرآن شریف بطور ہدیہ نذر کر سکتے ہیں۔ ذرا سی توجہ اور ہمت بکار ہے۔

بقول ایک مشنری رسالہ کے بمبئی کے گورنر صاحب نے ایک مشنری نمائش کے موقعہ پر فرمایا۔ "کہ گو یہ اکثر کہا جاتا ہے۔ کہ اس ملک کی گورنمنٹ مذہبی معاملات میں نیوٹرل یعنی مساوات کی حامی ہے۔ یہ بھی بات ہے یعنی کہ اس ملک کی گورنمنٹ اور کل سلطنت۔ تمام جماعتوں اور مذاہب کے لئے مکمل آزادی ہے۔ لیکن میری ناچیز رائے میں اسکا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ کسی وجہ کی بنا پر گورنمنٹ مشنری کام کی حوصلہ افزائی نہ کرے۔ یا اس کے کاموں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار نہ کرے۔ آخرکار جبتک کہ ہم اپنا فرض منصبی (یعنی تمام مذاہب کو آزادی دینا) کو ادا کر رہے ہیں ان احکام کی بجاآوری کا بھی حق ہے۔ جنہیں ہم بحیثیت ایک عیسائی سلطنت ہونے کے قبول کرنا لازمی ہے۔

بقول انڈین سوشل ریفارمر کے ایک نامہ نگار کے لارڈ مینا

سابق گورنر بہار نے بہار لیجسلیٹو کونسل کے لئے ۳ ہندوستانی عیسائی اور دو ممالک غیر کے پادری بطور ممبر نامزد کئے تاکہ اول الذکر دونے ذاتوں کے حقوق کا خیال رکھیں۔

جنوبی ہند کے پادریوں نے گذشتہ دسمبر میں چیدہ چیدہ آدمیوں کی ایک کانفرنس کی۔ جسکا خاص مقصد عیسائیوں کے مختلف فرقوں میں باہمی اتحاد پیدا کرنا تھا۔ کیا ہندوستان کے ۷ کروڑ مسلمانوں اور اُن کے علماء اور سجادہ نشینوں کو بھی کبھی خیال آیا ہے۔ کہ جماعۃ کلمہ گویوں کے اتحاد باہمی کے لئے قدم اُٹھایا جائے۔ اور اُن کے فروعی اختلافات کو حد اعتدال میں لایا جاکر فاصبحتم بنعمتہ اخوانا کا نظارہ دنیا کو دکھایا جائے۔

علاقہ ٹراونکور کی قوم ازہاوا نے مقام الیپی میں جمع ہو کر مشورہ کیا کہ تمام کی تمام قوم عیسائی مذہب اختیار کرے۔ گو اس پر کثرت رائے نہ ہو سکی تاہم اکثر نے اس کی تائید کی۔ یہ قوم ہندو ہے۔ اور ہندوؤں کے سلوک سے تنگ آئی ہوئی ہے۔ جنوبی ہند کے درد دل رکھنے والے مسلمان اگر ذرا ہمت سے کام لیں۔ اور حق کی اشاعت کے فرض کا احساس کریں تو جنوبی ہند میں اسلام کو شاندار کامیابی کی امید ہے۔ ذرا سی توجہ درکار ہے۔ سمجھدار اور نیک آدمی اس کام کے لئے جانے چاہئیں۔ جو پولٹیکل مقاصد میں نہ اُلجھتے پھریں۔

جاپان

مسلمان تو ابھی خواب غفلت میں سوئے پڑے ہیں۔ مگر پادری لوگ ہر ملک اور ہر قوم میں زور شور سے اپنے مذہب کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ صرف فرقہ پراٹسٹنٹ کے ۳۶۷ مرد ۳۲۵ بیویاں اور ۳۸۹ بے بیاہی مستورات اور ۱۵ نئے کام کرنے والے یعنی کل ۱۰۹۶ یورپین پادری جاپان میں کام کر رہے ہیں۔ ان کے ہمراہ ۳۸۵۶ جاپانی عیسائی کارندے مدد دے رہے ہیں۔ عیسائیوں کی کل آبادی ۹۸۰۸۴ نفوس تک پہنچ گئی ہے۔ اور صرف ایک سال میں انہوں نے ۸۶۸۹ بالغ جاپانیوں کو عیسائی بنا لیا۔ ٹوکیو دار الخلافہ جاپان میں مردوں کے لئے مشن کا لج کے علاوہ عورتوں کا بھی مشن کالج موجود ہے۔

جاپان کی آبادی یکم اکتوبر ۱۹۲۰ء کو ۵۵۹۶۱۱۴۰ فارموسا ۳۶۵۴۳۹۸ ساگھالین ۱۰۵۷۶۵ گویا کہ کل جاپانی سلطنت کی آبادی ۷۰۰۰۵۵۱۰ نفوس کی تھی۔ سب سے بڑا شہر ٹوکیو ہے جسکی آبادی ۲۱۷۳۲۰۱ پھر اوساکا جس کی آبادی ۱۲۵۲۹۷۲ نفوس کی ہے۔ ان کے علاوہ بارہ شہر ایسے ہیں۔ جن کی آبادی ایک لاکھ سے زیادہ نفوس کی ہے۔

جرمنی

برلن کا ایک پادری لکھتا ہے۔ کہ وہاں کے رینیش مشن کو ۱۹۲۰ء میں ۱۹۱۳ء سے تگنی اور برلن مشن کو ۱۵۰ گنی آمد ہوئی اور ۸ جرمن یونیورسٹیوں نے مشنری پروفیسر شپ قائم کیں۔

ہمارے مسلمان بھائی اپنی اشاعت اسلام کرنے والی انجمنوں کی آمدنی اور کام کرنے والے آدمیوں کی تعداد کو دیکھ کر ذرا سی غیرت کو کام میں لائیں۔ تو کام نہایت وسیع پیمانہ پر ہو سکتا ہے۔

چین

باوجود کروڑہا روپیہ کے اخراجات اور ہزاروں پادریوں کی موجودگی کے چین کا ایک عیسائی مشنری لکھتا ہے۔ کہ نوجوان چینی یسوع مسیح کے گلے میں شامل ہونے کی اتنی پرواہ نہیں کرتے جتنی کہ ان کو پولٹیکل اور سوشل اصلاح کا خیال ہے۔ مغربی عیسویت اب اس کوشش میں ہے۔ کہ کس طرح اس پر رنگ آمیزی کیجائے تاکہ چینی لوگ اس کی طرف رجوع کر سکیں۔

چین کے عیسائی طلباء نے تمام چین کا دورہ کرکے پادریوں کے پیشہ کے لئے بھرتی کی۔

جنوبی چین کے شہر کانٹن میں پادریوں نے ۹ دن تک بڑے زور شور سے جلسہ کیا۔ جسکا مقصد "چین مسیح کے لئے" یعنی تمام چین کو عیسائی بنا لینا تھا۔ ان اجلاس کے خاتمہ پر ۹۸۲۲ چینی یسوع کے گلہ میں شامل ہوگئے۔ اور ۱۰۲۰ چینیوں نے انجیل پڑھنے کا وعدہ کیا۔ یہ شاید کم لوگوں کو معلوم ہو۔ کہ نہ صرف کانٹن میں بلکہ چین کے اکثر بڑے بڑے شہروں میں پادریوں نے کالج کھول رکھے ہیں۔ اور رات دن اسی کوشش میں ہیں کہ سارے کا سارا ملک چین تھوڑے سے تھوڑے عرصہ میں عیسائی بنا لیا جائے۔ قریباً ہر فرقہ عیسویت کے یہاں سے اخبارات نکلتے ہیں۔ اگر انجمادی حالت ہے۔ تو صرف مسلمانوں کی۔ اب وقت ہے۔ کہ درد دل رکھنے والے مسلمان چین میں پہنچکر اپنے بھائیوں کو بیدار کریں۔ اور آنیوالے خطرے سے اُن کو آگاہ کریں۔

علاقہ یونن جہاں کی کثیر آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ بلکہ جہاں ابھی تک پادریوں نے باقاعدہ کوشش شروع نہ کی تھی۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء سے وہاں بھی انہوں نے باقاعدہ کام شروع کر دیا ہے۔

منچوریا میں بھی پادری بڑی تگ و دو کر رہے ہیں۔ اور مختلف ذرائع سے ان کی یہ کوشش نظر آتی ہے۔ کہ وہ ان علاقہ جات کی حکومت کو عیسویت کے رنگ میں رنگین کر دیں یعنی لوگوں کو عیسائی بنا کر غیروں کی حکومت سے آزاد کرنا۔ اسی لئے منچوریا کے جاپانی حکام نے یہ خطرہ محسوس کرکے بقول ایک پادری کے کئی گرجے اور عیسائیوں کے مکانات جلا دئیے۔

(باقی آئندہ)

سیر الاولین

سپین میں مسلمان

اسلام عرب کے ریگستانوں سے نکل کر اطراف عالم میں جس سرعت کے ساتھ پھیلا۔ دنیا کے کئی ایک ممالک کو اس نے علم و تہذیب کی روشنی سے جس درجہ منور کیا جس پر حکمت طریق سے اس نے دنیا میں حکمرانی کی۔ اور قوموں کے دلوں کو اپنی شان رحمۃ للعالمین کے ساتھ لبھایا۔ سب سے آخر میں جو امور قبیحہ اسلامی سلطنتوں کے زوال کا موجب ہوئے۔ ان سب کا مطالعہ عہد حاضرہ میں جہاں اور بہت سے فوائد کا موجب ہوسکتا ہے۔ وہیں تبلیغ اسلام کے مختلف شعبوں میں ایک صراط مستقیم ہم اس سے پاسکتے ہیں۔

اسی خیال کو مد نظر رکھکر ہم نے ارادہ کیا ہے۔ کہ مسلمانوں کے گذشتہ عروج کے حالات اور عہد اسلامی کی کیفیات کو سلسلہ وار شائع کریں۔ فی الحال ہم ذیل میں سپین کے عہد اسلامی کے حالات کو شروع کرتے ہیں۔ جو امید ہے کہ ہمارے ناظرین کے لئے دلچسپی اور فائدہ کا موجب ہونگے۔ اور ممکن ہے کہ بتکمیل کتابی شکل اختیار کرسکیں۔

ایڈیٹر

باب اول

عہد اسلامی سے پیشتر سپین کی حالت

اور

مسلمانوں کے حملہ کے اسباب

آٹھویں صدی عیسوی میں جبکہ اسلام کا سراج منیر عرب کی وادی غیر ذی ذرع سے طلوع ہوکر نہ صرف شام و عراق اور فارس کے مشرقی علاقوں بلکہ مصر۔ ٹیونس۔ الجیریا اور مراکو کے مغربی اور افریقی صحراؤں اور شاداب وادیوں کو بھی علم و فضل اور تہذیب کی روشنی سے منور کرچکا تھا۔ جبکہ رومن سلطنت کا آفتاب عروج و اقبال ایشیا کے اوج حکومت سے ڈھل کر

یوروپ کے جنوبی علاقوں پر اپنی کرنیں ڈال رہا تھا۔ اسوقت یورپ کا وہ انتہائی مغربی ملک جو اب سپین کے نام سے مشہور ہے۔ اور ان دنوں آئبیریا کہلاتا تھا۔ ظلمت و جہالت کی تاریکیوں میں اسقدر گھرا ہوا تھا۔ کہ اس کے حالات کو پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

جسوقت کا ہم ذکر کرتے ہیں۔ اس سے قریباً تین صدی پیشتر اور وینڈل نامی بعض قبائل نے اس زرخیز ملک کو جو اب بھی اپنی پیداوار کیوجہ سے یورپ میں عام طور پر رشک آلود نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ اسقدر تاخت و تاراج کیا۔ کہ شہر ویرانے ہوگئے۔ اور کھلی سرزمینیں بنجر۔ مصائب جب اسقدر انتہا کو پہنچ گئیں۔ تو وسی گوتھ یا ویسٹ گوتھ کے نام سے ایک وحشی قبیلہ وسط یورپ سے اٹھا۔ اور اول اول رومی اتحادیوں کے طور پر اس نے سپین پر چڑھائی کی۔ اہل ملک نے جو خود اپنے موجود حکمرانوں کیوجہ سے سخت تباہ حال تھے۔ ان نئے حملہ آوروں کے لئے دروازے کھول دیئے اور ایک تھوڑے ہی عرصہ میں تمام ملک ویسٹ گوتھ قبیلہ کے قبضہ میں آگیا کچھ تھوڑے عرصہ تک رومی سلطنت کی اطاعت برائے نام انہوں نے کی۔ لیکن بعد میں بالکل خودمختار ہوکر ایک نئی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ یہ لوگ تین سو سال تک سپین پر حکمران رہے۔ اور اگرچہ اول اول عیسائی مذہب کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن چھٹی صدی عیسوی کے آخر میں ریکارڈ نامی ایک بادشاہ نے عیسویت کو قبول کرکے جبراً لوگوں کو عیسائی بنانا شروع کیا۔ اس نے سابق آرین مذہب کی نہ صرف کتابوں کو جلا کر خاک سیاہ کردیا۔ بلکہ اس کے تمام بزرگوں اور ماننے والوں کی گردنیں مارنی شروع کیں۔ گرجوں کے بنانے اور ان کو امداد دینے میں اس نے نمایاں حصہ لیا۔ یہانتک کہ یا تو سپین کے اندر گرجا کا نام بھی نہ تھا۔ اور یا ہر حصہ میں گرجے اور راہب خانے قائم ہوگئے قسطنطین شاہ روم کا نام اسوجہ سے مشہور ہے۔ کہ اس نے عیسائی مذہب کو قبول کرکے اپنے اقتدار شاہی کے اثر سے اسے عام طور پر پھیلایا۔ لیکن ان تمام کوششوں اور مظالم کا جو قسطنطین اور دوسرے رومی بادشاہوں نے برپا کئے۔ سپین پر دارالخلافہ سے دور ہونے کے باعث کوئی اثر ابتک نہیں پڑا تھا۔ اس تمام کسر کو نومرید عیسائی بادشاہ نے پورا کیا۔ جسکو اسوقت کے پاپائے روم گریگوری نے بھی عزت کی نگاہوں سے دیکھا۔ اور اپنے مقدس تحایف سے ان خدمات کی قدر و منزلت کی۔

شاہ ریکارڈ کے مظالم صرف اپنے پرانے مذہب کے استیصال تک ہی محدود نہیں رہے۔ بلکہ اس سے ذرا آگے قدم بڑھایا۔ اور یہود کے جو اس وقت تمام ملک میں پھیلے ہوئے تھے۔ قتل عام کا حکم دیا۔ اس وقت ساتویں صدی کا شروع تھا۔ اور یہودیوں کی تاجرانہ گرم بازاری یہاں بھی پورے عروج پر تھی۔ لیکن حاکم وقت نے اشارہ ہی کیا تھا۔ کہ ہر طرف انکا کشت و خون شروع ہوگیا۔ اور اسقدر بے دردی اور ظلم ان پر کیا گیا کہ ادھر تو اور خود اسوقت کے کیتھولک پادری بھی اس کی تاب نہ لاسکے۔ اور

انہوں نے ایک حد تک اس کی مخالفت کی۔ تاہم ٹالیڈو کی (جو اسوقت دارالخلافہ تھا) اعلیٰ کونسل نے تمام یہودی کمیونٹی کے اخراج کا حکم پاس کر دیا۔ اور ملک کے اندر ان کی موجودگی انہیں کسی طرح گوارا نہ ہوئی۔

یہ حکم اگرچہ پوری طاقت کے ساتھ عمل میں لانے کی کوشش کی گئی لیکن یہود کے بہت سے لوگ پھر بھی ملک میں باقی رہ گئے۔ اور بقول انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا یہی باقیماندہ لوگ تھے۔ جنہوں نے آخرکار مسلمانوں کو آسانی کے ساتھ سپین پر قابض ہونے کا موقعہ دیا۔

لیکن سپین کی فتوحات اسلامی کا اصلی سبب صرف یہی نہیں۔ نہ ہی محض یہود اور دوسرے غیر عیسائی اشخاص پر مظالم اسوقت کی وحشت افزا تاریکیوں کا پورا مرقع ہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی خود حکمران عیسائی قوم کی بھی اندرونی حالت پر اگر نظر ڈالی جائے۔ تو [illegible] قبیحہ کی کثرت ان میں اسقدر پائی جاتی ہے۔ کہ عرب جاہلیت سے بڑھ کر شاید اس کی کوئی اور مثال نہیں دی جا سکتی۔ عیسائیت کی اس تعلیم نے کہ گناہ کرو تا فضل نازل ہو۔ ان کے اندر اسقدر جرأت پیدا کر دی۔ کہ اور تو اور خود کلیسا کے جبہ پوش سخت شرمناک سیہ کاریوں میں اول نمبر پر تھے۔ ویٹیزا جو قبیلہ وسی گوتھ میں سے سپین کا آخری تاجدار سمجھا جاتا ہے۔ اس کی تاریخ کو اگر مطالعہ کیا جائے۔ تو شرم و حیا کی آنکھ مارے غیرت کے جھک جاتی ہے۔ اس نے نہ صرف اپنے لئے بلکہ تمام لوگوں کے لئے اسبات کو جائز قرار دیا کہ وہ جس عورت کو چاہیں رکھیں۔ اور جو بھی چاہے کریں۔ بعض عیسائی مصنفین کا یہ بھی بیان ہے۔ کہ اس نے پاپائے روم کی اطاعت کے جوا کو اتار دیا تھا۔ اور کہ اپنی خبیث حرکات کو زیادہ تر تقویت دینے یا جیسا کہ بعض کا خیال ہے۔ اپنے گناہوں کے ساتھ نیکیوں کے پلڑا کو برابر کرنے کے لئے اس نے ان تمام لوگوں کو جن کو اس کے آباؤ اجداد نے [illegible] کر دیا ہوا تھا۔ اور جن میں یہودی بھی شامل تھے۔ واپس اپنے ملک میں بلا لیا اور ان کے متعلق تمام کاغذات کو جلا دیا۔

اس آخری فعل کی وجوہات خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں اور خواہ اسے اس کی نیک ارادہ اور نیت پر ہی کیوں نہ محمول کیا جائے۔ عام طور پر خود عیسائی مصنفین کے نزدیک اس کی شرارتوں کا پلڑا پھر بھی اسقدر بھاری رہ جاتا ہے۔ کہ انہوں نے اسکو "ویٹیزا دی ویکڈ (شریر ویٹیزا)" کے نام سے پکارنا جائز رکھا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ان تمام رعائتوں کے باوجود جو ویٹیزا نے اپنی رعایا میں بعض مظلومین کے ساتھ کیں۔ جب ہم ملک کی عام حالت اور حاکم و محکوم کے باہمی تعلقات پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو یہ دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے۔ کہ تین سو سال کی حکومت کے باوجود ان لوگوں (یعنے وسی گوتھ) نے اپنے آپ کو اپنے محکومین سے بالکل الگ تھلگ رکھا۔ اور ان کے ساتھ غلاموں کا سا برتاؤ ہمیشہ [illegible] اسوقت باشندگان سپین کا سب سے ادنے طبقہ وہ تھا جس کے افراد کسی جائداد کی ملکیت تو ایک طرف خود اپنی اور اپنے بچوں کی بھی ملکیت انہیں حاصل نہ تھی۔ ان کا کام صرف کھیتوں میں کاشتکاری کرنا یا اپنے مالکوں کی دیگر سخت سے سخت خدمات کو بجا لانا تھا۔ اور کوئی حقوق انکو میسر نہ تھے۔ یہانتک کہ انہیں یہ بھی اجازت نہ تھی۔ کہ اپنے مالکوں کی مرضی کے بغیر شادیاں کریں۔ اگر بدقسمتی سے کوئی غلام کسی دوسرے رئیس یا زمیندار کے غلام کی لڑکی سے شادی کر لیتا تھا۔ تو اس کے بچوں کو دونوں غلاموں کے مالک آپس میں تقسیم کر لیتے تھے۔ اور کوئی ان کی داد و فریاد نہ تھی۔ بیشمار غلاموں کا بدقسمت گروہ ناقابل برداشت محنت و مزدوری کے کاموں میں اپنی جان جیسی عزیز چیز کو ضائع کر دینے سے دریغ نہ کرتا تھا۔ اور پھر بھی [illegible] کی کوئی اسے امید نہ تھی۔ اور تو اور خود وہ پادری جو ہر آٹھویں دن کلیسا کے پلپٹ پر کھڑے ہو کر اخوت انسانی کے دلخوش کن وعظ سے مسیحی بھیڑوں کی سمع نوازی کرتے تھے۔ کئی کئی غلاموں کو اپنے قبضہ و تصرف میں رکھتے۔ اور ان سے وہی برتاؤ کرتے تھے۔ جو عام اشخاص کا شیوہ تھا۔

یہ تو ادنے طبقہ کی حالت تھی۔ اس سے بڑھ کر جو لوگ متوسط الحال تھے اور کئی کئی غلاموں کو اپنے قبضہ میں رکھتے تھے۔ وہ بھی فارغ البالی کی زندگی بسر کرنے کے بجائے حکام سے نالاں ہی رہتے۔ اور تنگی کے ساتھ گذر اوقات کرتے تھے۔ طرح طرح کے ٹیکس ان پر عائد تھے۔ اور حکام کی عیش پرستی ہمیشہ انہی کو اپنا تختہ مشق بنائے رکھتی تھی۔ البتہ اگر آرام کی زندگی میسر تھی تو اہل کلیسا کو۔ کیونکہ قانون کے شکنجہ سے ہر طرح سے وہ آزاد تھے۔ لیکن اس آزادی نے جو جو گندے نمونے ان کے اندر پیدا کئے۔ ان کے بیان سے شرم و حیا مانع ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ویٹیزا جیسے بادشاہ کو جو خود انہی حرکات قبیحہ کی وجہ سے "ویٹیزا دی ویکڈ (شریر ویٹیزا)" کا خطاب مؤرخین سے حاصل کر چکا ہے۔ پادریوں کے لئے شادی کا قانون پاس کرنا پڑا۔ اور ان کو مجبور کر کے اس نے شادیاں کرائیں۔

غرض بادشاہ سے لے کر رعایا کے ادنے سے ادنے طبقہ تک اس وقت سپین کے لوگوں کی حالت اسقدر ابتر تھی۔ کہ مجھے اس کو پڑھتے ہوئے مولٰنا حالی کا وہ کلام یاد آ گیا۔ جو عرب جاہلیت کا نقشہ کھینچتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے۔ ؎

چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ
ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ
نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بیباک جیسے

(باقی آئندہ)

تازہ خبریں

کانگرس کی مجلس عاملہ کا اجلاس

دیوانی مقدمات اور ترک موالات

بھاگلپور - ۲۴ اپریل - انڈین نیشنل کانگرس کی مجلس عاملہ کے اجلاس مورخہ ۲۰ - ۲۱ - ۲۲ اپریل کی رپورٹ کا ملخص حسب ذیل ہے

بہار - اندھرا - اجمیر - گوجرات اور کرناٹک کی دعوتوں پر غور کرنے اور مسٹر پرکاشم کی اندھرا کی طرف سے اور بابو راجندر پرشاد کی بہار کی طرف سے سماعت کرکے کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے - کہ انڈین نیشنل کانگرس کا آئندہ اجلاس گیا میں منعقد کیا جائے

فیصلہ کیا گیا کہ ماتحت کمیٹی یعنی ڈاکٹر انصاری (صدر) اور مسٹر کیلکر کے تیار کردہ مسودات قرارداد مجلس عاملہ کے تمام اراکین کے پاس بھیج دئے جائیں اور اس موضوع پر دوبارہ آئندہ اجلاس میں غور کیا جائے - کمیٹی نے کھدر کی تجویز مجوزہ جمنا لال بجاج - مسٹر چھوٹانی کا برقی پیغام - اور مسٹر پٹیل کی تجویز پر غور کیا - اور بابو راجندر پرشاد کو مقرر کیا گیا - کہ وہ ان کو قابل تجاویز قلمبند کرکے مسٹر چھوٹانی - مسٹر بجاج اور مسٹر پٹیل اور دیگر اراکین مجلس عاملہ کے پاس روانہ کریں - اور یہ کہ معتمد عمومی اس معاملہ کو آخری تصفیہ کے واسطے آئندہ اجلاس میں پیش کرے -

سرمایہ وکلاء کے لئے کمیٹی کی درخواست کے مطابق سیٹھ جمنا لال بجاج کا ایک لاکھ کا عطیہ تشکر و امتنان کے ساتھ قبول کیا گیا - اور فیصلہ کیا گیا کہ اس سرمایہ کا کل انتظام جناب سیٹھ صاحب یا ان کے نامزدہ شخص کے سپرد کر دیا جائے - اور ان کا فیصلہ آخری فیصلہ ہو -

مجلس عاملہ کی رائے ہے کہ کانگرس کو زیادہ جمہوری اور نمائندہ بنانے کے لئے چھوٹے قانونوں سے بھی کثیر تعداد اراکین کانگرس بھرتی کئے جائیں -

مجلس عاملہ نے پھر اعادہ کیا - کہ آل انڈیا کانگرس کمیٹی سوائے بعض مخصوص حالتوں کے صوبجات کی مجالس کانگرس کو سرمایہ مہیا نہیں کر سکتی - اس لئے انہیں اس بارہ میں خود کفیل ہونا چاہئے - اور آئندہ صرف پانچ فیصدی سرمایہ مرکزی فنڈ میں جمع کیا جایا کرے تاکہ تمام صوبے آزاد رہیں -

مجلس عاملہ نے یوم گاندھی کی قرارداد کی تصدیق کی - کہ ۱۸ مارچ کو ہندوستان بھر میں یوم الایثار منایا جائے - اور اس دن کی آمدنی تلک سوراج فنڈ میں دی جائے - مجلس عاملہ نے فیصلہ کیا - کہ یہ عطیہ دینے والوں کی رائے پر چھوڑا جائے - کہ وہ تلک سوراج فنڈ کے چندہ کے لئے یہ طریقہ اختیار کریں - یا مرجولی کی قرارداد کے مطابق سال کی کمائی کا ایک فیصدی دیں

پنجاب خلافت کمیٹی کے اس استفسار کے متعلق کہ اگر ایک تارک موالات کے خلاف فوجداری مقدمہ دائر کیا جائے - تو وہ اس حالت میں کوئی صفائی پیش کرے یا نہ کرے مجلس عاملہ اطلاع دیتی ہے - کہ یہ امر اس کمیٹی کی قرارداد مورخہ ۱۸ جون ۱۹۲۱ء میں طے کی جا چکی ہے جس کا ضروری حصہ حسب ذیل ہے

وکلاء اور قانونی عدالتوں کے متعلق کانگرس کی قرارداد کے بارہ میں جو غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے - اسے مدنظر رکھتے ہوئے یہ کمیٹی فیصلہ کرتی ہے - کہ اگر کسی تارک موالات کے خلاف نالش کی جائے - یا کوئی دیوانی مقدمہ چلایا جائے تو وہ عدالت کی کارروائی میں . . . . اور کوئی حصہ نہ لے سوائے اس کے کہ جمہور کے سامنے اپنی بیگناہی ثابت کرنے کے لئے ایک مکمل بیان دیدے جس میں مفصل حالات بیان کئے گئے ہوں -

حکومت انگورہ کے پندرہ مطالبات

انگورہ کی قومی مجلس نے قرار دیا ہے - اور یوسف کمال بک وزیر خارجیہ نے بار بار اس کی تصریح کی ہے - کہ وہ (یوسف کمال بک) یورپ کے دار الحکومتوں میں اس غرض سے جا رہے ہیں - کہ وہاں کی حکومتوں کو انگورہ گورنمنٹ کے موقف سے آگاہ کر دیں - اور یہ کہ ان کی غرض اس سفر سے شرائط صلح پر گفتگو کرنا - یا ان شرائط کو قبول کرنا جو ان پر پیش کی جائیں نہیں ہے - اس لئے کہ قومی مجلس انگورہ نے ان کو اسکا اختیار نہیں دیا ہے -

مذکورہ بالا اطلاع سے ظاہر ہوتا ہے کہ انگورہ گورنمنٹ دول خلفاء سے قبول کرانا چاہتی ہے - تعداد میں ۱۵ ہیں - اور قومی میثاق انہیں شرائط پر مبنی ہے - ان شرائط کو مختصر الفاظ میں اس طرح بیان کیا جاتا ہے -

سمرنا - مشرقی تھریس ایڈریانوپل کی واپسی بغیر کسی شرط اور قید کے مغربی تھریس کو اندرونی آزادی عطا کرنا -

آستانہ سے دول خلفا کی واپسی اور تمام　　کا تخلیہ -

ٹرکی میں جسقدر اعلیٰ امتیازات اور اقتدار قائم ہیں ان کا اٹھا لینا - خواہ یہ امتیازات و اختیارات فوجی ہوں یا مالی و قضائی دوسرے الفاظ میں اس کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے - کہ وہ دول خلفا کی انجمنوں اور کمیٹیوں اور ایجنسیوں کے امتیازات کو قطعی دور کر دینا -

عثمانی آرمینیا جیسا کسی آزاد ارمنی حکومت کا قائم نہ کرنا -

قلیل التعداد اقوام کو ایسے حقوق عطا کرنے یا ضمانت دینے سے انکار جو وسط یورپ کے معاہدات کی دفعات سے زیادہ ہوں -

تفقاز میں انگورہ گورنمنٹ کو کامل اقتدار حاصل رہنا -

ٹرکی کو کافی سپاہ اور بحری بیڑہ کی اجازت دینا - امن و

امان کی حالت میں ایک لاکھ ترکی سپاہ رکھی جائے گی جس کی اعانت کے لئے غیر معین تعداد پولیس کی ہوگی۔

بحری بیڑہ اور ترکی سپاہ یورپ کی مداخلت اور اقتدار سے بالکل آزاد و خود مختار ہوگا۔

ترکوں کی آخری شرائط یعنی بحری بیڑہ اور سپاہ کی کافی تعداد کا رکھنا ایسی شرائط ہیں جن سے فرانسیسیوں کو اتفاق رائے ہے۔ اور فرانس ہر طرح اسکا مؤید ہے۔ فرانسیسیوں کی یہ تائید بظاہر دو امور پر مبنی معلوم ہوتی ہے۔ ایک تو یہ فرانسیسی قوم اور خصوصًا وہ لوگ جو موسیو فرینکلن بویوں کی سیاست کو پسند کرتے ہیں۔ اور اس کے مربی ہیں۔ اس امر کے خواہشمند ہیں کہ فرانس۔ پولینڈ اور ٹرکی کے درمیان ایک جنگی معاہدہ مرتب کیا جائے۔ یا دوسرے الفاظ میں یوں کہنا چاہیئے۔ کہ مذکورہ بالا تینوں حکومتوں کے درمیان مخالفت قرار پائے۔ اور تینوں حکومتیں جنگی نقطہ نظر سے ایک دوسرے کے حلیف بنجائیں۔ جیسا کہ ہم اپنے ایک سابق مضمون میں اس پر بحث کر چکے ہیں۔

دوسری بات جس نے فرانسیسیوں کو ترکوں کی آخری شرائط کی تائید پر آمادہ کیا ہے۔ یہ ہے کہ فرانس کے کاروبار کرنے والے اور اسلحہ سازی وغیرہ کے کارخانے داران شرائط سے معقول فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ ترکوں نے اسکا عہد کیا ہے کہ آئیندہ وہ ہر قسم کا سامان جنگ اور ہتھیار وغیرہ فرانس سے خرید کریں گے۔ بشرطیکہ فرانس ان کی شرائط زیادہ سپاہ اور بحری بیڑہ کی تائید کرے اس کے علاوہ یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ ترکوں نے تیلون اور معاون کی فرانسیسی کمپنیوں کو اس کا یقین دلایا ہے۔ کہ وہ اس صورت میں جبکہ فرانس جارجیا اور آذر بائیجان کی جمہوریتوں کو ٹرکی کے زیر اقتدار رکھنے کی حمایت کرے۔ ترک ان جمہوریتوں کے مقبوضات میں فرانسیسی کمپنیوں کو خاص حقوق دیدیں گے۔ تاکہ وہ معقول فائدہ حاصل کر سکیں۔

بدیشی کپڑوں پر پہرہ - الہ آباد - ۲۸ اپریل۔ معلوم ہوا ہے کہ بدیشی کپڑوں کی دوکانوں پر پہرے لگا دیئے گئے ہیں۔ مگر ان سے کچھ ایسا اثر نہیں پڑا ہے۔

چین میں بے چینی - پیکن ۲۷ اپریل) صدر نے ایک اعلان شائع کیا ہے۔ جس میں جنرل چنگ سونگ اور جنرل ددپی خو سے درخواست کی ہے۔ کہ وہ اپنی فوجیں اپنے اصل مقامات پر لے جائیں تاکہ مصالحت کے متعلق بحث لی جا سکے۔ لیکن اس میں شک ہے۔ کہ لڑائی کو روکنے کی یہ آخری اور سرکاری کوشش بارآور ہوگی۔

پنڈت مالوی صاحب ہوشیارپور میں (ہوشیارپور - ۲۷ اپریل) پنڈت مالوی صاحب یہاں ۹ بجکر ۴۰ منٹ پر زین میں پہنچے۔ سٹیشن پر انکا گرمجوشی سے استقبال کیا گیا۔ ڈھائی بجے کے قریب مقامی آریہ سکول کا معائنہ

کیا۔ اور طلباء کے سامنے کھدر اور ہماچاری پن پر تقریر کی۔ جین مندر کے سادھوؤں سے ملاقات کی۔ اور انہوں نے کھدر کی تبلیغ کا وعدہ کیا۔ پنڈت جی نے فرمایا کہ جب تک سوراج حاصل نہ ہو جائے تعلیمی مسائل معرض التوا میں ڈال دیئے جائیں۔

عجیب و غریب افواہیں - اخبار "باسومتی" (کلکتہ) اس خبر کا ذمہ دار ہے۔ کہ مسٹر سی آر داس گذشتہ دوشنبہ کے روز رہا ہونے والے تھے۔

اخبار "سرونٹ" نے ۲۷ اپریل کو لکھا کہ الہ آباد میں یہ خبر گرم تھی۔ کہ صحت خراب ہو جانے کے باعث پنڈت موتی لال نہرو رہا ہونے والے تھے۔ اس اثناء میں ان افواہوں کی تصدیق نہیں ہوئی ہے ہفتہ گذشتہ بمبئی میں ایک ایسی ہی افواہ تھی جو خوش قسمتی سے بعد میں بے بنیاد نکلی۔ کہ مہاتما گاندھی کو جیل میں بید لگائے گئے۔

۲۳ اپریل کے "سوراجیہ" نے جلی حروف میں مسٹر ٹی پرکاشم کی ایک تار شائع کی تھی۔ جو کلکتہ سے آئی ہوئی بیان کی گئی تھی۔ کہ مسٹر بنکر رتناگری جیل میں منتقل کر دیئے گئے ہیں۔ اور یہ کہ مہاتما گاندھی بھی پونا جیل سے کسی نامعلوم مقام پر پہنچا دیئے گئے ہیں۔ اس کی بھی اب تکذیب کر دی گئی ہے۔

الحق مباحثہ لدھیانہ

یعنی روئداد مباحثہ مابین حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی و مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔ چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔ اس مباحثہ میں حضرت مسیح موعود نے مختلف مسائل پر بدلائل قویہ روشنی ڈالی ہے۔ جیسے کتاب و سنت کا حجج شرعیہ ہونا۔ حدیث و قرآن میں حفظ مراتب۔ صحیحین کی احادیث کے متعلق جمہور کی رائے اور حضرت اقدس کا مذہب۔ سلسلہ تعامل۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد فی الوحی۔ ابن صیاد کے دجال ہونے کے متعلق احادیث۔ یقینی اور ظنی احادیث۔ سلسلہ تعامل کی احادیث کا مرتبہ۔ سلامت فہم سے کیا مراد ہے حضرت مسیح موعود کی امام ابو حنیفہ رح سے مشابہت۔ صحیحین کی احادیث کے رواۃ۔ انی اوتیت الکتاب و مثلہ کی تشریح۔ نواس بن سمعان والی حدیث کو بخاری نے کیوں نہیں لیا۔ اجماع کی تعریف وغیرہ وغیرہ۔ ہر ایک مضمون کا خلاصہ حاشیہ پر دیدیا ہے تاکسی خاص مضمون کے تلاش کرنے میں آسانی ہو۔ قیمت صرف ۱۳/ جو احباب حضرت مسیح موعود کا مذہب احادیث کے متعلق معلوم کرنا چاہیں۔ اس کتاب کو ضرور پڑھیں۔ درخواستیں مہتمم تصنیفات احمدیہ انجمن اشاعت اسلام - احمدیہ بلڈنگس لاہور کے نام آنی چاہئیں

احمدیہ مسلم پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا

اعلان

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور جسقدر کام کر رہی ہے اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس انجمن کی ہر ایک شاخ بڑی مستعدی سے اپنی اپنی جگہ پر چندوں کی وصولی کا کام باقاعدگی سے کرے۔ تاکہ انجمن کے کام میں کسیطرح بھی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ اللہ تعالٰے اس سلسلہ کے کام جو اس کے دین کی اشاعت اور اس کی رضا کے ہیں۔ خود پورے کر کے رہیگا۔ بندوں کی ساعی جمیلہ کا ذریعہ تو صرف ان کو ثواب پہنچانے کی خاطر ہے۔ ورنہ کامیابی خدا کے فضل پر موقوف ہے۔ اور اگر کوئی شخص خدمت دین بجا لانے سے دریغ کرتا ہے تو اللہ تعالٰے اُسے پیچھے ہٹا کر اور لوگوں کو اس کی جگہ کھڑا کر دیتا ہے۔ جو خدمت دین سے مُنہ نہیں موڑتے اور آخر کامیابی کا سہرا انہی کے سر باندھا جاتا ہے۔ جیساکہ فرمایا وان یتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لایکونوا امثالکم۔ الغرض اللہ تعالٰے نے ہر دین و دنیا کے کام انسانی کوشش لازمی رکھی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے بھی اسی لئے فرمایا ہے

بہ لغت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

اور اشاعت اسلام جیسے مبارک اور ضروری کام کے لئے اپنی جماعت کو بہت تاکید فرمائی۔ اور حکم دیا کہ ہر احمدی اس غرض کے لئے اپنی جائداد کا ایک حصّہ خرچ کرے۔ اور علاوہ اس کے یہ بھی فرمایا کہ سلسلہ کے دیگر ضروری کاموں کے لئے ہر شخص حسب استطاعت ماہواری چندہ دے خواہ استطاعت کے لحاظ سے ایک دھیلا ہی کیوں نہ ہو۔ اور اس کے لئے ایسی تاکید فرمائی کہ اگر تین ماہ تک متواتر کوئی شخص چندہ نہ دے گا تو وہ احمدی نہ سمجھا جاوے گا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اس ارشاد کے ماتحت ہر احمدی پر ماہواری چندہ لازمی ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالٰے کو اس امر کا بڑا خیال ہے۔ کہ لوگ اس پر عمل پیرا ہوں اور تا انفاق فی سبیل اللہ سے احباب کو ثواب ملے اور زیادہ نیکیوں کی توفیق ہو اور اشاعت اسلام کا مبارک کام جو اس جماعت نے حضرت مسیح موعود کے ارشاد کے ماتحت اپنے ذمہ لیا ہے۔ کامیابی کے ساتھ چلتا رہے۔ اس غرض کے لئے یہاں دفتر جنرل سکرٹری میں ماہواری چندہ۔ چندہ بلاد غیر (جرمن و امریکہ) چندہ تحریک خاص اور زکوٰۃ کے کھاتے رکھے گئے ہیں جن میں ہر انجمن کے تمام ممبران کے نام۔ مفصّل پتے۔ اور کہ وہ کسقدر ماہوار چندہ دیں گے۔ درج کیا گیا ہے۔ بقائے نکالے جانے اور مطالبوں کا کام باقاعدہ شروع ہے۔ حضرت امیر فرماتے ہیں۔ کہ بیرونی جماعتوں میں بھی چندوں کا پورا ریکارڈ رکھا جاوے۔ وصولی چندہ کی رسیدیں جو رسیدیں وصولی رقم کی یہاں سے جاویں۔ ان کو رجسٹر پر چسپاں کیا جاوے۔ اور حساب وکتاب کی پڑتال کے لئے صدر مقام سے کوئی شخص گاہے گاہے انجمنوں میں جایا بھی کرے۔ اس لئے التماس ہے۔ کہ رجسٹر اور رسیدیں باقاعدہ ہوں۔ اگر کسی جگہ ضروری رجسٹر نہ ہوں۔ تو وہ یہاں سے مجلد مطبوعہ رجسٹر منگائے جا سکتے ہیں۔ پڑتال حساب وکتاب اور تحریک چندہ و وصولی بقایا کے لئے شیخ محمد نصیب محرر دفتر سکرٹری کو جنکے سپرد یہاں یہ حسابات کئے گئے ہیں۔ وقتاً فوقتاً بھیجا جایا کریگا۔ روانگی کی پہلے اطلاع دیجایا کریگی۔ امید ہے کہ احباب اپنے اپنے حسابات درست رکھکر ہمیں شکر گزاری کا موقع عطا فرماویں گے۔

خاکسار عزیز بخش جائنٹ سکرٹری۔ ۴ مئی سنہ ۲۳ء

سیکرٹری کا ایک ضروری اعلان

حساب کی سہولت اور مختلف چندوں کی تحریکات کی خط وکتابت کو مختصر کرنے کے لئے مجلس معتمدین نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ آیندہ یکم مئی سنہ ۲۲ء سے احمدی جماعت کا ماہواری چندہ جو بشرح ۱ پائی فی روپیہ آمدنی پر ہر ایک احمدی بھائی کو دینا لازمی ہے۔ یکجا وصول ہو کر دفتر محاسب میں ہر ماہ کے اختتام پر حسب ذیل مدات میں تقسیم ہو:۔

اغراض عام	۶۷ فیصدی	ووکنگ مشن	۱۵ فیصدی
بلاد غیر	۱۰ "	مسلم ہائی سکول	۸ "

اس لئے احمدی احباب کو اب اپنے ماہواری چندہ کی اندرونی تقسیم مختلف مدات میں نہ کرنی چاہئیے۔ بلکہ ایسے چندہ کو صرف ماہواری چندہ کے نام سے انجمن میں بھیجدینا چاہئیے۔ ہاں دیگر رقوم جو ماہواری چندہ کے علاوہ ہوں۔ مثلاً زکوٰۃ صدقات عید فنڈ۔ فطرانہ قیمت کھال قربانی کا روپیہ یا تحریک خاص یا بلاد غیر کا چندہ جس کے پہلے وعدے ہوچکے ہیں۔ یا اب ہوں یا دیگر عطیہ جات جو کسی خاص مد کے واسطے ہوں مثلاً اشاعت اسلام بلاد غیر (جرمنی۔ چین۔ امریکہ وغیرہ) کے لئے تو ان کی صراحت کر دینی چاہئیے۔ تاکہ وہ مختلف مدات متعلقہ میں براہ راست داخل کئے جاویں۔ والسّلام۔

خاکسار عزیز بخش جائنٹ سکرٹری

ایک نسخہ قرآن کریم

بمعہ ترجمہ وتفسیر انگریزی از حضرت مولٰنا مولوی محمد علی صاحب ایم اے جلد قسم دوئم بوجہ اس کے کہ اس میں صفحات ۵۵۳ تا ۵۶۸ و ۹۰۵ تا ۹۲۰ ناموجود ہیں اور جسکی اصل قیمت ۲۰ روپیہ ہے کسی صاحب کو جنکی پہلے درخواست آجاوے تہائی قیمت پر ... بذریعہ ... بھیجدیا جائیگا ... عطا ... ہوگا۔

عزیز بخش جائنٹ سکرٹری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۱ | مورخہ ۱۲ رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۲ھ | نمبر

میری غیر حاضری

اور

ہمارا کام

برادران سلسلہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

لاہور آنے سے بھی دو سال پیشتر میں تصنیف کے کام کی خاطر پہاڑ پر چلا جایا کرتا تھا۔ لاہور میں انجمن کے بن جانے سے یہ ضرورت اور بھی بڑھ گئی۔ اسلئے کہ لاہور میں رہ کر میرے موجودہ فرض منصبی نے اس قسم کے بہت سے کام میرے ذمے ڈالدیئے جو شغل تصنیف میں بہت زیادہ حارج ہوجاتے ہیں اس لئے اس شغل کو جاری رکھنے کے لئے اور کچھ رمضان کے پیچھے ہٹ جانے سے قریبًا پانچ ماہ کا عرصہ میں لاہور سے غیر حاضر رہتا ہوں میں اسبات کو بھی محسوس کرتا ہوں جیسے میرے احباب محسوس کرتے ہیں کہ جماعت کی ترقی میں یہ میری غیر حاضری ایک روک ہوجاتی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی میں دیکھتا ہوں کہ اگر میں اسے ترک کردوں تو جماعت کو جو نقصان ہوگا وہ اس سے بدرجہا بڑھ کر ہوگا۔ جواب ہوتا ہے۔ کیونکہ تصنیف کا کام۔ بالخصوص ایسی تصنیف کا جس میں کتابوں پر بہت کچھ دماغ سوزی کی ضرورت بھی ہے جیسے مثلاً قرآن شریف کی تفسیر یا سوانحعمری آنحضرت صلعم کا جو کام ابھی باقی ہے ایسی تنہائی کو چاہتا ہے۔ جو لاہور میں میسر نہیں ہو سکتی۔ اسی سال کا واقعہ ہے کہ لاہور میں پورے سات ماہ رہ کر میں صرف پون پارہ ترجمہ قرآن شریف کا آگے

چل سکا ہوں۔ ہاں اس کے علاوہ کچھ کام اسی کے متعلق کا بیان پر وفا وغیرہ بڑھنے کا بھی کیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے مجھے سہ ماہ کر لینے کی اسوقت تک اسی طرح عادت ہے جسطرح طالب علمی کے زمانہ میں امتحان کی تیاری کے لئے کیا کرتا تھا۔ اور حقیقت میں بڑا امتحان تو باقی ہے۔ شملہ میں میرے جانے سے وہاں بھی ایک جماعت اچھی بن گئی۔ لیکن اس دفعہ میں نے وہاں سے بھی کنارہ کشی کر کے ڈلہوزی میں رہائش اختیار کی ہے تاکہ سارا وقت صرف ترجمہ کے کام پر دے سکوں۔ وما توفیقی الا باللہ

ہمارا اصل کام تو تبلیغ اسلام ہی ہے۔ مگر تبلیغ کے لئے بھی ایک جماعت کی ضرورت ہے۔ اور یہ ضرورت نہ صرف اس لئے ہے کہ تبلیغ اسلام میں جو ضرورت روپے کی ہے۔ اس کے لئے ایک جماعت خاص ہو کر اس بوجھ کو اپنے ذمے لیلے۔ بلکہ اس سے زیادہ ضرورت جماعت کی اس لئے ہے کہ وہ انسان پیدا ہوتے رہیں۔ جو اس کام کو چلانے کی اہلیت اپنے اندر رکھتے ہوں۔ اور جن کے دلوں میں خدمت اسلام کی ایسی تڑپ ہو کہ ان سے ہر ایک قسم کی قربانی کرادے۔ آج حصول حکومت کے لئے لوگ ہر قسم کی قربانیاں کرنے کو تیار رہیں۔ کیونکہ اسکا فائدہ فوری نظر آتا ہے۔ مگر اعلائے کلمۃ اللہ کا کام محض رضائے الٰہی کے لئے ایک کام ہے۔ اس کے لئے قربانی کرنے والے بھی زیادہ مشکل سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور درحقیقت یہ آگ وہی شخص لوگوں کے سینوں میں جلا سکتا ہے۔ جس کے سینے میں خود اللہ تعالےٰ نے آگ جلائی ہو۔ اس لئے اس صدی کے مجدد نے اپنی توجہ کو ایک ہی کام پر رکھا۔ یعنی اشاعت و تبلیغ اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ۔ اور یہ انہی کی جلائی ہوئی آگ ہے۔ جس نے اول اخویم خواجہ کمال الدین صاحب کو اپنے گھر سے نکالا اور انہوں نے ایک ایسے کام کی بنیاد رکھی جسکی طرف سے مسلمان قریبًا مایوس تھے یعنی یورپ میں اسلام کی تبلیغ اور اس شخص کے دل میں اتنی قوت تھی کہ اس نے خود ہی اتنی عظیم الشان کام کے لئے سامانوں کے جمع کرنے کا بھی تہیہ کیا۔ اور خود ہی تبلیغ کا بیڑا بھی اٹھایا۔ اللہ تعالےٰ اس کی ہمت میں اور بھی برکت دے۔ تاہم یہ کام اکیلے آدمی کا نہیں۔ ایک ہی خواجہ صاحب دو جگہ کام نہیں کر سکتے تھے۔ یا ولایت میں تبلیغ اسلام کا کام کریں یا ہندوستان میں بیٹھکر اس کے لئے سامان فراہم کریں۔ اس لئے جب یہ ضرورت پیش آئی کہ وہ ہندوستان میں آکر مشن کے لئے کوئی مستقل انتظام آمدنی کا کریں تو ان کی جگہ ایک اور خادم دیدیا۔ یعنی اخویم مولوی صدرالدین صاحب جن کی سعی میں اللہ تعالےٰ نے اتنی برکت دی کہ ایک سو سے زائد انگریزوں کو مسلمان کر کے وہ واپس آئے ایسا ہی دوبارہ خواجہ صاحب کی غیر حاضری میں پھر مولوی صاحب موصوف اور ان کے بعد مولوی مصطفےٰ خان صاحب مل گئے۔ اور اب جرمنی میں مشن کے قیام کے لئے مولوی عبدالمجید صاحب مولوی صدرالدین صاحب کی امداد کے لئے مل گئے۔ یہ سب باعث انتظام کی برکتیں ہیں۔ ایسا ہی خواجہ صاحب کی امداد کے لئے مولوی محمد یعقوب خانصاحب

امداد و شاہ صاحب کا مل جانا اور ٹرینیڈاڈ کے لئے مولوی فضل کریم خاں کا اور حسب ضرورت اور ذخیرہ کا ہمارے پاس موجود ہونا یہ سب باتیں اسی کی برکات ہیں۔ ید اللہ علی الجماعۃ۔ کوئی کام جس کے پیچھے ایک جماعت کام کرنے والی نہ ہو۔ قائم نہیں رہ سکتا۔ یہ تو میں نے چند آدمیوں کا نام لیا ہے اسی ذیل میں اور بھی بہت سے احباب ہیں جیسے مرحوم شیخ نور احمد المعروف بلال مولوی دوست محمد صاحب وغیرہم۔ اس میں شک نہیں کہ نظام جماعت پر بھی ہمیں بہت سا خرچ کرنا پڑتا ہے۔ یوں بھی ہو سکتا تھا۔ کہ جبدن روز اوّل ہم نے انجمن بنائی تھی۔ تو جو چند احباب اس میں شامل تھے ان کا چندہ ہم فوراً تبلیغ اسلام پر لگا دیتے خواہ ووکنگ مشن کی امداد کی صورت میں یا کوئی اور مشن اس کی تائید کے لئے بھیجکر۔ مگر نتیجہ یہ ہوتا کہ یہ آدمی جنکے سر پر درحقیقت کام چل رہا ہے۔ یہ نہ مل سکتے۔ روپے کا ملنا آسان ہے مگر آدمیوں کا ملنا مشکل ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی خیال ہوتا ہے۔ کہ ایک کام پر روپیہ یوں ہی صرف ہو رہا ہے۔ مگر نظام جماعت میں اس کام کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً اخبار قوم کی زندگی کے لئے ایک ضروری شئے ہے۔ ہم نے اخبار پیغام صلح کو قریباً تین ہزار روپے سالانہ کے نقصان سے بھی چلایا ہے اور شاید آجتک کم و بیش اس پر علاوہ اس کی آمدنی کے بیس پچیس ہزار روپیہ خرچ ہو چکا ہوگا۔ لیکن اگر اخبار نہ ہوتا تو ہمارا نظام جماعت لیکدن کے لئے بھی نہ رہ سکتا تھا۔ بالخصوص ایسے حالات میں جہاں گھر کے اندر سے ہماری مخالفت کرنے والے ایسے لوگ موجود تھے جو ایک دن بھی ہمارے کام کا جاری رہنا گوارا نہ کر سکتے تھے۔ اور جنہوں نے ہزارہا روپے ہمارے کام کو برباد کرنے کے لئے خرچ کر دیئے۔ ایک مہمان خانہ ہے ایک انتظام علم دین ہے۔ تاکہ لوگوں میں تبلیغ دین کی اہلیت بھی پیدا ہوتی رہے۔ ایک سلسلہ مبلغین ہے جنہیں ضروریات جماعت کے لئے باہر بھیجنا پڑتا ہے۔ کچھ نہ کچھ انتظام محصلین کا بھی مجبوراً رکھنا پڑتا ہے۔ اور وہ ابھی ناکافی ہے۔ ایک دفتر کی ضرورت ہے۔ جو آمد و اخراجات کا حساب رکھے۔

ان تمام کاموں پر اور اسی قسم کے اور کاموں پر ہزارہا روپے خرچ ہو جاتے ہیں مگر قیام جماعت کی یہ سب سے پہلی ضروریات ہیں۔ ان کی طرف سے آنکھیں بند کرنا نظام جماعت کو تباہ کر دینا اور اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا ہے۔ ہاں اخراجات کو جبتک کہ ایک معقول حد کے اندر ہوں۔ اور اہل الرائے احباب کے مشورہ سے ہوں۔ کوئی بیجا نہیں کہہ سکتا۔ ہاں ممکن ہے۔ بعض وقت اہل الرائے کے مشورہ میں بھی غلطیاں ہو جائیں۔ مگر اسکا کوئی چارہ نہیں۔ جبتک یہ دنیا ہے۔ اس میں انہی حالات کے مطابق کام کرنا ہے۔ ہماری قوم نے ایک وقت ایک ہائی سکول کی بھی اپنے لئے ضرورت سمجھی اس پر بھی پانچ سال کے عرصہ میں تیس ہزار روپیہ علاوہ اس کی آمد کے خرچ ہو چکا ہوگا مگر اس کی موجودہ ضرورت کم ہو کر قریباً ڈیڑھ دو ہزار روپے سالانہ کی ضرورت ہے۔ لیکن کیا ہو سکتا ہے [illegible] کہ اس کے اساتذہ ساتھ

ساتھ تعلیم دینی حاصل کرکے مبلغین کے طور پر نکل سکیں۔ تو علاوہ اس کے کہ اس کی ضرورت نظام قومی کے لئے تھی۔ یہ امر بھی اس کے اجرا کو ایک برکت بنا دیگا۔ مولوی صدرالدین صاحب کے علاوہ اسوقت مولوی عبدالمجید صاحب اسی مدرسہ میں سے جاتے ہیں۔

ان نظام قومی کی ضرورتوں کے علاوہ جن پر اسوقت تک ہمارے روپے کا بیشتر حصہ صرف ہوتا رہا۔ ایک اہم اور عظیم الشان کام وہ تھا جو اپنے رنگ میں بے نظیر ہے۔ یعنی سلسلہ تصنیف کا جاری ہونا جس میں غرض صرف دینی لٹریچر پیدا کرنا ہے جس سے مسلمان قوم کو بھی فائدہ پہنچے اور غیروں میں تبلیغ اسلام بھی اس کے بغیر نہ ہو سکتی تھی۔ اس کام پر بھی بہت سا ہمارا روپیہ خرچ ہوا ہے۔ بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ سب سے زیادہ روپیہ جو کسی ایک کام پر صرف ہوا۔ وہ یہی کام تھا۔ اور ابھی شاید یہ اور بھی بہت سے اخراجات کو چاہتا ہے۔ میرے نزدیک یہ کام اشاعت اسلام کے کام کی اصل جان ہے۔ خود اللہ تعالے نے اس زمانہ میں جب مفاسد زمانہ کی اصلاح کے لئے ایک مجدد کو بھیجا اور مجدد بھی وہ جسے اس امت محمدیہ کے لئے مسیحا بنایا گیا۔ تو اسے یہی ہتھیار دنیا کو فتح کرنے کے لئے دیا۔ ہم نے جب یہ انجمن بنائی تو ہم بالکل بے سر و سامان تھے۔ اور ہمارے پاس ایک ورق بھی اشاعت کے لئے نہ تھا۔ آٹھ سال کے عرصہ میں اللہ تعالے کے فضل سے نہ صرف حضرت مسیح موعود کی تصنیفات میں سے کئی ایک دوبارہ چھپ گئیں بلکہ ایک اور نہایت قیمتی ذخیرہ کتب کا بھی تیار ہو گیا۔ میں خود بھی جانتا ہوں کہ ان تمام کاموں کی وجہ سے ہمارا سارا روپیہ یہیں صرف ہوتا رہا۔ اور باہر کی تبلیغ پر ہماری قوم کی توجہ کم رہی لیکن ہر وہ جس نے پھل لانا ہو۔ پہلے خود اس پودہ کی حفاظت اور آبپاشی پر کسان کو کیا کیا محنت صرف نہیں کرنی پڑتی اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالے نے اس پودہ کو خوب مضبوط کر دیا ہے۔ اور یہ محض اسکا فضل ہے۔ ورنہ سچ یہی ہے۔ کہ ہماری کوششیں کوئی اتنی بڑی نہ تھیں۔ اس لئے سال گذشتہ سے ایکطرف تو جماعت کو یہ توجہ دلائی گئی کہ وہ اپنی مالی قربانیوں میں معتد بہ اضافہ کریں۔ تاکہ علاوہ یہاں کے کاروبار کے ہم نئے مشن بھی قائم کرنے کے قابل ہو جائیں۔ اور اس آواز پر جماعت نے بہت مردانہ سے لبیک کہا اور ہمیں اس قابل بنا دیا کہ مستقل طور پر دو مشن ہم قائم کر سکیں۔ جنکا خرچ سترہ ہزار روپے سالانہ اندازہ کیا گیا ہے۔ بلکہ ان مشنوں کے اخراجات کو بہت ہی کم رکھکر دو کی بجائے بھی تین قائم ہو گئے ہیں۔ اور یہ بوجھ جماعت نے علاوہ اپنے سابقہ چندوں کے مستقل طور پر اٹھا لیا ہے۔ دوسری طرف ہم نے یہاں کے اخراجات کو جہانتک ممکن تھا۔ کم کرکے یہ تجویز کی ہے۔ کہ جماعت کے ماہوار چندہ میں سے ایک کافی رقم ووکنگ مشن کے لئے نکلتی رہے۔ اور کچھ رقم دیگر مشنوں کے لئے بھی مستقل طور پر علیحدہ ہوتی رہے۔ چنانچہ اس نئے نظام کے مطابق جماعت کا ماہوار چندہ بھیجا وصول ہوگا۔ اور اس رقم میں سے جملہ اخراجات (باقی)

طور پر نظام جماعت کے لئے بکار ہیں۔ ان کو الگ کر کے قریباً اڑھائی سو روپے ماہوار کی رقم مستقل طور پر ووکنگ مشن میں باقی رہیگی۔ اور قریباً ڈیڑھ سو روپیہ باقی تین مشنوں میں اور قریباً سوا سو روپیہ ماہوار مدرسہ میں۔ ووکنگ مشن کا کام چونکہ دیر سے قائم شدہ ہونے کی وجہ سے بہت بڑھ گیا ہے۔ اس لئے وہاں حصہ بھی نسبتاً زیادہ رکھا گیا ہے۔ نئے مشنوں کے متعلق یہ خیال ہے۔ کہ انہیں حتی الوسع نہایت مختصر پیمانہ پر شروع کرنا چاہئے جبتک کہ کافی ذرائع آمدنی کے پیدا نہ ہو جائیں۔ کہ اس کے کام کو توسیع دیجا سکے۔ دراصل ان مشنوں کے لئے بڑے اخراجات کی ضرورت اسوقت پیش آئے گی۔ جب اپنے دینی لٹریچر کو ان کی زبانوں میں ترجمہ کر کے وہاں پہنچانا ہوگا۔ اس لئے سردست وہاں مختصر اخراجات کافی ہونگے۔ اور خود ووکنگ میں بھی اخراجات کے بڑھ جانے کی وجہ یہی ہے۔ کہ وہاں سے بہت سا لٹریچر شائع ہوتا ہے۔ اور میرے نزدیک ان مشنوں کا اصل کام بھی اپنا دینی لٹریچر پھیلانا ہے۔ یہی وہ بیج ہے جو ہم نے ڈالنا ہے۔ اسکو بڑھانا اور اسکا پھول اور پھل لانا یہ اللہ تعالےٰ کا کام ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا احسان ہے کہ ووکنگ کے ان اخراجات کثیر کے لئے جو لٹریچر تیار کرنے اور پھیلانے کے لئے بکار ہیں۔ خواجہ صاحب نے اپنے گذشتہ دورہ ہند میں معقول انتظام کر لیا۔ اور اس کے متعلق جماعت کو فکر کی ضرورت نہیں رہنے دی۔ ہاں ووکنگ کے متعلق ابھی ایک اور بوجھ جماعت پر ہے۔ یعنی گذشتہ دو سال میں وہ مشن کچھ مقروض ہو گیا ہے جسکی کئی ایک وجوہات ہیں۔ منجملہ ان کے ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ جب ایک کثیر رقم کی ضرورت لٹریچر پیدا کرنے کے لئے محسوس ہوئی۔ تو دوسری طرف قدرتاً چندہ میں کمی ہو جاتی تھی۔ اور کچھ ولایت میں بعض وفود وغیرہ کے آنے سے اور کچھ اور وجوہات سے اخراجات زیادہ ہو گئے۔ بہرحال گو ووکنگ مشن کی آمد کی صورت آئندہ امید افزا نظر آتی ہے۔ اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ آئندہ اخراجات اس کی آمدنی سے پورے ہوتے جائیں گے۔ گذشتہ قرضہ کا سوال ابھی حل طلب ہے۔ اور جبھی کہ جناب خواجہ صاحب کی طرف سے ٹھیک ٹھیک اطلاع مل جائے گی۔ کہ مشن کی [illegible] کسقدر مقروض ہے۔ قوم کو اسکا فکر کرنا بھی ضروری ہوگا۔

یہ میں نے مختصر سا خاکہ اپنے کاموں کا کھینچا ہے۔ لیکن اس کام کے جاری رہنے اور اس کی ترقی کا اصل انحصار نہ مجھ پر ہے۔ نہ کسی اور فرد واحد پر بلکہ ان کا انحصار قوم پر ہے۔ میں لاہور میں رہوں یا نہ رہوں۔ اگر ہمارے احباب اپنی زکوٰۃ۔ اپنے ماہوار چندے۔ اپنے جرمن اور امریکن مشن کے چندے جنکا وعدہ انہوں نے کیا ہے۔ باقاعدہ دیتے رہیں۔ اور ان کو بڑھانے کی فکر میں لگے رہیں تو ہمارے یہ کام نہ صرف احسن طریق پر چلتے رہیں گے۔ بلکہ ان میں ترقی بھی ہوتی رہے گی۔ اور اگر ان چندوں کی باقاعدہ ادائگی میں ذرا بھی قدم سست ہوا تو کام میں ایسی مشکلات پیش آئیں گی۔ جنکا دور کرنا مشکل ہو جائیگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو [illegible] اور بلاد غیر کی مہم لے ماہوار چندہ میں سے کی ہے۔ وہ ایک نسبت کے لحاظ سے مثلاً ووکنگ کے لئے ۱۵ فیصدی بلاد غیر ۱۰ فیصدی پس ایک طرف تو ماہوار چندہ میں کمی آنے سے اُن کو تکلیف ہوگی دوسری طرف چندہ میں جسقدر حصہ عام اغراض انجمن کا رہ گیا ہے۔ وہ بھی اب ایسا ہے۔ کہ ماہوار رقم موعودہ برابر وصول ہوتی رہے۔ تو کام چلتا رہیگا ورنہ نہیں۔ اس لئے اپنے تمام احباب سے میری یہ التجا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو دفتر کی یاددہانیوں کا محتاج نہ بنائیں۔ بلکہ وہ خود دفتر کے معاون ہوں۔ جہاں فرداً فرداً احباب چندہ بھیجنے والے ہیں۔ وہ خود ہر ماہ کے پہلے ہفتہ کے اندر اندر اور جہاں انجمنیں یا جماعتیں ہیں۔ وہ پہلے ہفتہ کے اندر اندر خود وصول کر کے دوسرے ہفتہ کے اندر اندر اپنی رقوم محاسب انجمن کے نام بھیج دیا کریں ان کی اس تھوڑی سی توجہ سے مجھے کام میں بہت مدد ملیگی۔ اور میری غیر حاضری سے جو نقصان جماعت کو پہنچتا ہے۔ اسکا بھی ازالہ بڑی حد تک اس طرح ہو جائیگا۔ اس طرح پر جو احباب میرے معاون ہوں گے وہ نہ صرف میرے معاون ہونگے۔ بلکہ سلسلہ کے کاروبار کے بھی معاون ہونگے میں پھر احباب کو تاکیداً دہرانا چاہتا ہوں کہ کوئی شخص اور کوئی انجمن اپنے نام ماہوار چندہ کا بقایا ایک ماہ بھی نہ رہنے دے ورنہ وہ اسقدر کاروبار سلسلہ کو نقصان پہنچانے والا ہوگا۔ اور جن احباب کے مال پر زکوٰۃ ہے وہ اپنی زکوٰۃ اپنے وقت پر داخل خزانہ انجمن کریں۔ اور جن احباب نے تحریک خاص کے متعلق یا بلاد غیر کے مشنوں کے متعلق وعدے کئے ہوئے ہیں۔ وہ بھی خود بخود بلا دفتر کے مطالبات کے انہیں پورا کریں۔ ہمارے احباب کو معلوم ہونا چاہئے کہ اخراجات ڈاک آہستہ آہستہ اسقدر بڑھ گئے ہیں کہ یہ ایک بڑا بھاری بوجھ بن گیا ہے۔ ہر مطالبہ پر ایک تو ایک آدمی کا وقت خرچ ہوتا ہے۔ [illegible] پر دو پیسے یا ایک آنہ کا خرچ ہوتا ہے۔ اگر دوست چندہ دینے والے بھی یہ تہیہ کر لیں۔ کہ ان کے لئے مطالبہ کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور وہ خود باقاعدہ ماہوار پہنچاتے رہیں گے۔ اور انجمنیں اس وعدہ میں شامل ہوں تو قریباً [illegible] روپے ماہوار کی بچت انجمن کے اخراجات میں ہو سکتی ہے۔ والسلام

محمد علی

معذرت

ایڈیٹر اخبار اور اس کے متعلقین کی علالت اور ایک [illegible] کی غیر حاضری کی وجہ سے اخبار کا یہ پرچہ بجائے ۸ کے ۴ صفحات پر شائع ہوتا ہے۔ آئندہ نمبر میں یہ کسر پوری کر دی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

شذرات

دختران اسلام کا ارتداد

آریہ اخبارات میں یہ خبر گشت لگا رہی ہے کہ:۔

"ایک مسلمان سید عبدالرحمن صاحب کی لڑکی نے جو اردو و فارسی میں اچھی قابلیت رکھتی ہیں برضامندی خود کرشن سنگھ نامی آریہ پرش سے بیاہ کیا اور آپ کا نام بجائے خدیجہ بیگم، شانت دیوی رکھا گیا۔ پہلے تو بہت کچھ مخالفت ہوئی لیکن بالآخر دیوی مذکور کے چھوٹے بھائی فضل الرحمن (حال برلاج) اور چھوٹی بہن فاطمہ بیگم (حال کملا دیوی) کو بھی شدھ کیا گیا۔ انکے والد کا انتقال ہو چکا ہے۔ یہ زمیندار ہیں۔ اور سماج مندر کے لیے زمین بھی دی ہے"

یہ خبر اپنی نوعیت میں جس درجہ بُری اور مسلمانوں کے لیے موجب حسرت و افسوس ہے ظاہر ہے۔ مسلمان خواتین کے عیسائی ہونے کی خبریں تو سنا کرتے تھے۔ جو کچھ عرصہ سے اب بند ہیں لیکن آریہ ہونے کی خبر غالباً سب سے پہلی ہے۔

یہ واقعہ کہا جاتا ہے کہ جنوبی ہندوستان کا ہے۔ اور وہ بھی حیدرآباد دکن کی اسلامی ریاست کا۔ جو اور بھی موجب صد افسوس ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ مسلمان بالخصوص طبقۂ نسواں تعلیم مذہبی سے عام طور پر کورا رہتا ہے۔ اور اس وجہ سے اسلام کے متعلق کوئی برا خیال انکے دل میں بٹھا دینا کوئی بڑا مشکل کام نہیں۔ بالخصوص جبکہ دوسرے مذاہب میں جانے میں خاص فوائد بھی کسی شخص کو مدنظر ہوں۔ لیکن کیا تمام حیدرآباد میں ایک بھی ایسا فرد نہیں رہا جو ایسے غلط خیالات کو دور کرنے اور اسلام کے محاسن اور خوبیوں کو ذہن نشین کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ کیا اسلام کی حمیت و غیرت اب اس درجہ مر گئی ہے کہ ایسے واقعات انکی آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں۔ ان کی بہو بیٹیاں دین الفطرت کو خیرباد کہکر دوسرے مذاہب میں چلی جاتی ہیں۔ جنکے اصول فطرت کے قطعاً خلاف ہیں۔ اور انہیں کوئی پروا نہیں ہوتی۔؟ ہم نہیں کہتے کہ مسلمان ایسی عورتوں یا مردوں کو زبردستی دوسرے مذہب میں جانے سے روکتے۔ لیکن کم از کم ..... ان عورتوں سے یہ تو پوچھا جاتا کہ وہ کس لیے اسلام کو چھوڑتی ہیں۔ اور پھر ان شکوک و شبہات کے دفعیہ کی کوشش کی جاتی۔ اگر اس خاص مقام پر جہاں یہ واقعہ ہوا کوئی شخص اس قابلیت کا نہ تھا تو بیرونی علاقوں میں اشتہار دیکر ایسے آدمیوں کا پتہ لگایا جاتا جو اس کام کو کر سکیں۔

اب بھی ہم حیدرآباد کے معتمد امور مذہبیہ مولانا حبیب الرحمن خان صاحب شروانی کی توجہ کو اس طرف منعطف کرانا چاہتے ہیں کہ وہ اس بارے میں تحقیق فرما کر واقعہ کی اصلیت سے مسلمانوں کو خبردار کریں۔ اور اگر ممکن ہو تو ان دونوں لڑکیوں اور انکے مردوں کو دوبارہ اسلام میں لانے کی کوشش کریں۔

ایک اور رنجدہ کیفیت

اس واقعہ کا تذکرہ مولانا راشد الخیری دہلوی نے ۰ مئی کے اخبار وکیل میں کرتے ہوئے شکایت کی ہے۔ کہ:۔

"عیسائی ہونے پر تو غیر مسلمانوں کے جھوٹے سچے آنسو کہیں نہ کہیں ٹپکتے ہوئے نظر آ جاتے تھے۔ مگر اس خبر کو مسلم اخبارات نے معمولی خبر سے زیادہ وقعت دینی مناسب نہ سمجھی۔ بظاہر اس کی وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے۔ کہ ہندو مسلم اتحاد پر کوئی ضرب نہ آنے پائے۔ حالانکہ علمائے اسلام کا فرض اولین تھا۔ کہ وہ ان اسباب کو تلاش کرتے جو ارتداد کا باعث ہوئے۔"

مولانا کو شاید معلوم نہیں۔ کہ علمائے اسلام تو مدت ہوئی اس فرض سے سبکدوش ہو چکے ہوئے ہیں۔ اب تو ان کا فرض گمشدہ کو راہ راست پر لانے کے بجائے ایسا کام کرنے والوں کی راہ میں روڑا اٹکانا اور انہیں برا بھلا کہنا ہے۔ رہے مسلم اخبارات۔ سو یہ کوئی ترک موالات یا سوراج کا مسئلہ تھوڑا ہی تھا کہ مسلمان اخبارات اس میں چنداں دلچسپی لیتے۔ انہیں اگر ایسی باتوں میں دلچسپی ہوتی تو آج سے مدتوں پہلے وہ اشاعت اسلام کو اپنا مطمح نظر بناتے۔ جو مسلمانوں کی کامیابی کی اصل راہ ہے۔ ہم اپنے معاصرین سے یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ وہ اس قسم کے واقعات پر ذرا ایک گہری نظر ڈالیں۔ اور ہندوؤں کی ان خفیہ و علانیہ کوششوں کو بھی دیکھیں۔ جو باوجود ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہونے کے وہ آئے دن اپنی قومی ترقی کے لئے کر رہے ہیں۔ تو انہیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ ان کی موجودہ روش قوم کے لیے کہانتک مضر اور بالمقابل اشاعت و حفاظت اسلام کی کوشش کہانتک ہم سب کے لئے مفید ہے۔

سیر الاولین

سپین میں مسلمان

گزشتہ سے پیوستہ

جس وقت ملک کی حالت اس درجہ کو پہنچ چکی تھی۔ تو اسلام کا وہ سورج جو عرب جاہلیت کو علوم و حکمت سے منور کرنے کے بعد آہستہ آہستہ دنیا پر اپنی روشنی پھیلا رہا تھا افریقہ کے شمالی ساحل سے ایک شان جلالت کیساتھ سپین کے افق جنوب پر طلوع ہوا۔ اور نہایت سرعت کے ساتھ ملک کے طول و عرض پر اس طرح سے چمک لگایا۔ کہ جیسے رات کی سیاہی میں صبح صادق کی روشنی اپنا اثر کرتی ہے۔

جس وقت یہ حملہ مسلمانوں نے سپین پر کیا۔ اسوقت ویٹیزا کی حکومت کا وہاں خاتمہ ہوچکا تھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے۔ کہ وسی گوتھ کے اصل شاہی خاندان کے ہاتھ سے حکومت چھن کر ایک غیر شاہی امیر کے قبضہ میں جاچکی تھی۔ اس امیر نے جسکا نام راڈرک Raderick تھا۔ بعض کا خیال ہے۔ کہ شاہ ویٹیزا کو زبردستی تخت سے اتار کر اس پر قبضہ کرلیا تھا۔ اور بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے۔ کہ ویٹیزا اس وقت فوت ہوچکا تھا۔ مگر اس کے لڑکے چونکہ نابالغ تھے۔ اس لئے راڈرک نے ان کو علیحدہ کرکے خود حکومت سنبھال لی۔ انہیں مورخین کا بیان ہے۔ کہ ویٹیزا کے وہ تمام نابالغ بچے اپنی ماں اور دیگر مشیروں کی ہدایت کے ماتحت شمالی افریقہ کے مسلمان گورنر موسے بن نصیر کے پاس اپنی شکایت لے کر گئے۔ اور انہوں نے ہی موسے کو سپین پر حملہ کرنے کی ترغیب دلائی۔

لیکن اس کے علاوہ ایک اور بھی بیان ہے۔ جو بہت سے مورخین نے لکھا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اسوقت یہ قاعدہ تھا۔ کہ امرا کے بچے شاہی محلات میں بھیجے جاتے تھے۔ تاکہ خاندان شاہی اور خود بادشاہ کے زیر تربیت رہ کر سلطنت کے آداب و قواعد سے واقف ہوں۔ اس قاعدہ کے ماتحت Count Julian کونٹ جولین نے اپنی لڑکی فلورینڈا کو شاہی محلات میں بھیج رکھا تھا۔ کہ ملکہ کی خدمتگاروں میں شامل ہوکر آداب شاہی کو حاصل کرسکے۔ بدقسمتی سے لڑکی حسن و جمال میں اس درجہ پر تھی۔ کہ خود بادشاہ جسکا فرض تھا کہ اسے اپنی لڑکیوں کی طرح سمجھے اور اس کی پوری حفاظت کرے۔ اس کی طرف مائل ہوگیا۔ اور اپنی عزت اور ذمہ داری کے احساس سے غافل ہوکر اس نے اس کی عصمت ریزی تک نوبت پہنچادی اس شرمناک اور رنجیدہ کیفیت کو خود لڑکی نے خفیہ طور پر اپنے باپ کو لکھ بھیجا۔ باپ کا اس خبر کو سننا تھا۔ کہ اس کے رنج اور غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کونٹ جولین کی بیوی یعنے اس لڑکی کی ماں خود سابق بادشاہ ویٹیزا کی لڑکی تھی۔ اور اسوجہ سے یہ بھی ممکن ہے۔ کہ راڈرک کے متعلق جو اس کے باپ کی سلطنت کا غاصب تھا۔ پہلے سے بھی اس کے اور اس کے خاوند کے دل میں کینہ اور دشمنی موجود ہو۔ لیکن اس شرمناک واقعہ نے جلتی پر تیل کا کام دیا۔ اور کونٹ جولین نے اسبات کا پختہ ارادہ کرلیا۔ کہ شمالی افریقہ کے مسلمانوں کو سپین پر حملہ کرنے کی دعوت دے۔ اس ارادہ کو اپنے دل میں چھپائے ہوئے وہ سب سے پہلے راڈرک کے پاس گیا۔ کہ اپنی بیٹی کو وہاں سے لے آئے۔ راڈرک نے اس کی بڑی ہی عزت و تکریم اور ظاہری مدارات کی۔ اور اس کی لڑکی سے غالباً یہ عہد لیکر کہ اپنے باپکو اس شرمناک فعل کا جو اس سے صادر ہوا۔ حال نہ بتائے گی۔ اسے عزت کے ساتھ رخصت کردیا۔ راڈرک اور کونٹ جولین کی اسی ملاقات کے دوران میں مورخین نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ راڈرک نے نہایت اعلےٰ شکاری باز بھیجنے کے لئے کونٹ سے کہا۔ جس کے جواب میں اس نے اُسے تعریضاً کہا۔ کہ میں ایسے شکاری باز بھیجونگا۔ جو شاید عمر بھر بادشاہ سلامت نے نہ دیکھے ہوں مورخین کا بیان ہے۔ کہ اس سے جیولین کی مراد یہ تھی۔ کہ وہ مسلمانوں کو دعوت دے گا۔ کہ سپین پر چڑھائی کرکے اور راڈرک کی جاہ و حشمت کا شکار کریں لیکن راڈرک اس تعریضی کلام کو نہ سمجھ سکا۔

غیرت اور پاس ناموس کے اس جوش کو دیکھو۔ وہی جیولین جس نے بیس برس پیشتر سپین کو حضرت عقبہ بن نافع کی حملہ آوری سے انہیں یہ کہکر بچالیا۔ کہ کیا آپ کفار بربر کو اپنے پیچھے چھوڑتے ہیں۔ جہاں آپ تک مدد پہنچنے میں سمندر حائل ہوگا!! وہی اب مسلمانوں کے پاس خود جاکر انہیں دعوت دیتا ہے کہ آؤ اور خدا کی زمین کو جو گندوں اور شرارتوں اور ہر قسم کی برائیوں سے بھرچکی ہے۔ ایسا ہی صاف کردو۔ کہ جیسے تمہارے آقا و سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرزمین عرب کو وحشت کدہ جہالت سے مخزن علم و تہذیب بنادیا۔

نوٹ

سیدنا امیر جماعت احمدیہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حضور خط لکھنے کا بعض احباب دریافت کرتے ہیں ان کی اطلاع کیلئے لکھا جاتا ہے

پتہ :- ڈلہوزی - مال ہوس

انگلستان

۱۹۲۰ء میں سوسائٹی اشاعت انجیل کو ۳۴۲۵۰۰ پونڈ کی آمدنی ہوئی جو سنہ ۱۹۱۹ء سے بقدر ۵۱۶۰۰ پونڈ زیادہ تھی۔ لنڈن مشنری سوسائٹی کو ۱۵۶۰۰۰ پونڈ اور ویسلین میتھوڈسٹ مشنری سوسائٹی کو ۲۷۲۰۰۰ اور برٹش و بائیبل سوسائٹی کو ۳۰۰۰ ۲۷ پونڈ کی آمدنی ہوئی۔

۱۲ اپریل سنہ ۲۱ء کو لنڈن کے چرچ ہوس ویسٹ منسٹر میں زیر صدارت لاٹ پادری آف کنٹربری انجمن اشاعت انجیل در بلاد غیر کا ایک جلسہ منعقد ہوا۔ سالانہ رپورٹ سے ظاہر ہوا کہ انجمن کے جنرل فنڈ کی مقدار دو لاکھ اٹھارہ ہزار پونڈ تھی جو کہ ایک بڑی بھاری تعداد تھی۔ انجمن کی سالانہ آمدنی تین لاکھ اٹھارہ ہزار پونڈ یعنی قریباً سینتالیس لاکھ ستر ہزار روپیہ تھی۔ جو انجمن کے کام کی وسعت کے لحاظ سے ابھی تھوڑی تھی۔ سیکرٹری نے کہا کہ انجمن کا ارادہ سال رواں میں ساٹھ ہزار پونڈ یعنی قریباً ۹ لاکھ روپیہ زائد آمدنی بڑھانے کا ہے۔ رپورٹ میں ہندوستان چین۔ جاپان اور افریقہ کے مختلف قطعات کی قومی تحریکات کا بھی ذکر تھا۔ جو کہ بجائے انگریزی یا دیگر یورپین گرجاؤں کے مروجہ گرجا کو قبول کرینگے جو کہ انکا اپنا قومی کلیسا ہوگا۔

صدر نے کہا کہ ہر شخص کی زبان پر ہندوستان کا نام عرصہ سے آرہا ہے۔ گو ہند کی قومی تحریکات میں بہت کچھ الجھنیں ہیں تاہم ہمیں بہت سی امیدیں بھری ہوئی ہیں۔ ہند کے عیسوی مشن ہر قسم کی نئی نئی تجاویز عیسویت کے پھیلانے کے لئے عمل میں لا رہے ہیں۔ اس لئے ہر ایک کو ان تحریکات میں حصہ لینے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

مندرجہ بالا اقتباس کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ یقین ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی اور خصوصاً اسلامی انجمنیں اس خطرہ کے مقابلہ کے لئے ہمہ تن تیاری کرینگے ہندمیں پادریوں کی خاص توجہ اچھوت اور نیچ ذاتوں کی طرف ہے اور وہ بڑے زور سے کوشش کر رہے ہیں کہ ان لوگوں کو اپنے گلہ میں شامل کر کے عیسویت کی تعداد کو بڑھایا جائے۔ تاکہ ہند کی ہر تحریک میں ان کا حصہ ہو۔ یہ فرض ہمارے برادران کا ہے۔ کہ انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر کوشش کر کے ان نیچ ذاتوں کو مسلمان بنالیں۔ ورنہ بعد از وقت سوائے پچھتانے کے کچھ نہ ہوگا چند سال قبل ہمیں مختلف اخبارات سے خبریں ملتی رہتی تھیں۔ کہ آج فلاں جگہ اتنے ہندو اور اتنے عیسائی و دیگر اقوام مسلمان ہو گئی ہیں۔ جو سلسلہ کہ اب بالکل منقطع نظر آتا ہے۔ نہ معلوم مسلمان کیوں خواب غفلت میں سو گئے۔ اور گرد و پیش کے واقعات سے عبرت حاصل نہیں کرتے

برادران مندرجہ بالا واقعات اس لئے نہیں دیئے گئے ہیں کہ آپ بطور خبروں کے ان کو سرسری نگاہ سے پڑھ جائیں۔ بلکہ محض اسلئے کہ مذاہب باطلہ پھیلانے کے لئے دنیا کے مختلف ممالک میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ اور آپ حق پھیلانے کے لئے کیا کر رہے ہیں۔ ہماری اس وقت تک کی کوششیں پادریوں کی ایک چھوٹی سی انجمن کا بھی لگا نہیں کھا سکتیں چہ جائیکہ بڑی بڑی سوسائٹیوں کا مقابلہ کیا جائے۔

اشاعت اسلام آپ کا فرض منصبی ہے۔ اگر آپ کی طرف سے یہی غفلت رہی۔ تو دشمن اسلام سب جگہ غلبہ پائیگا۔ اور آپ کو کسی جگہ بھی کام کرنے کے قابل نہ رہنے دیگا۔ اپنے اموال کو خدا کی راہ میں فراخدلی سے خرچ کرو۔ اور اپنے مبلغ دنیا کے سارے کونوں ......

کلام مبارک

از نتیجۂ فکر مولنا مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی

عرضہ دارم بر شما یک حجت اے بزم خیار ۔۔۔ تا بفکرت برفزاید فضل حق را اعتبار

اندریں دور پر آشوب و زمان فتنہ ریز ۔۔۔ رحمت حق بندگان را در گرفت اندر کنار

یکطرف اعدائے ملت سلب ایمان کار شان ۔۔۔ یکطرف اعدا دولت زور و شیبا عمرو تک کار

بہر حفظ جان ما زین ہر دو اعدائے زبوں ۔۔۔ کرد قائم پیکرے را حضرت حق پاسدار

کیست آں پاکیزہ پیکر بے ہم از دنشان ۔۔۔ ماہ تابان صداقت مہر تابان دیار

رہبر راہ ہدایت مہدی آخر زماں ۔۔۔ شمع بزم اولیا انور حق عالی تبار

ابن مریم یا مثیل مصطفیٰ را چاکرے ۔۔۔ جلوہ نور پیمبر او سے او روئے نگار

بہر سالم پایہ پیغمبرم بر وے سلام ۔۔۔ انقیاد امر سلطانست بہ تاجدار

سرزمین ہند گردید از رخش باغ ارم ۔۔۔ شبنم رحمت بر گل گہر کردہ نثار

مولد ش شد از کرامت مہبط وحی خدا ۔۔۔ از فنش شد از طہارت باغ جنت را بہار

آں شکلہا نمودہ رفت زیں دار المحن ۔۔۔ ہمچنیں بنا ہدایت کاشانہ چندیں ہزار

در پست از جور صیاداں بسی نالیدہ ام ۔۔۔ ابلہاں کہ در تجارت گلشنہا برگ و بار

اے مسیحا زماں از حجابہ مرقد برآ ۔۔۔ چشم بکشا بنگر ایں تجار تگاں با اقتدار

بسکہ کردند از جفا دست تطاول را دراز ۔۔۔ بیگماں کردند جنت را زمین خار دار

مفتیٔ تکفیر را لبیک گویاں آمدند ۔۔۔ بر تو آور دند بالزامیکہ کرد آں اختیار

چوں بقرآں ہر نبوت ختم شد بر مصطفیٰ ۔۔۔ آں حقیقت را بتو جستن چہ کفریست و تبار

از خطا نہمند در سرہ بمفہوم مجاز ۔۔۔ ہست آں ضد حقیقت نیست در آں غو غا چکار

کس نخے فہمد از یں ہا معنیٔ ظل و بروز ۔۔۔ زانکہ الحاد و کفر دگشت ایماں را شعار

از رہ تعلیم تو کردند قطعاً انحراف ۔۔۔ پیش سیلاب ضلالت خانہ ماند و حصار

الغیاث اے مالک اسلام و رب ذو الجلال ۔۔۔ دہ امانم از مفاسد دست قدرت را برار

ہر کہ خود را مے در آرد در پناہ مصطفیٰ ۔۔۔ دہ امانش ہم ز زلات عقیدت دور دار

اے خدا در گوشہا شور فغانم را رساں ۔۔۔ اے خدا از سینہ اخوان ما برکش نقار

اے مبارک لب بہ بند و خاطرت را پرکشا

ورد و وظیفہ زبرد بدنوں حرف آمیں بار بار

ناظرین پیغام صلح کی خدمت میں التماس ہے

کہ خط و کتابت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔

(مینیجر)

اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ

حکم کیا گیا ہوں میں یہ کہ ہوں میں مسلمانوں سے اور یہ کہ پڑھوں میں قرآن

(پ ٢٠ سورۃ النمل)

مسلمانوں کی خدمت میں ضروری التماس

بیان القرآن

مع

اُردو ترجمہ و تفسیر

قرآن مجید ایک ایسی نعمت ہے کہ اس کو دستور العمل بنانے سے انسان کی پستی اور ذلت کی حالت دور ہو جاتی ہے۔ اور وہ دنیا اور آخرت میں ایک معزز آدمی بنجاتا ہے۔ جب سے مسلمانوں نے تعلیم قرآن مجید کو پھوڑ رکھا ہے تب ہی سے ان پر ذلت اور ادبار کے بادل ٹوٹ پڑے اور یہ ذلت اور ادبار مسلمانوں سے کبھی بھی دور نہیں ہو سکتا۔ جبتک وہ سلف صالحین کی طرح قرآن مجید کی پاک ہدایتوں پر قائم نہ ہو جائیں۔ ایک مسلمان کو تمام قسم کی سعادتیں اور ہر قسم کی بلندی اور سربسبزی و اقبال صرف قرآن پاک کی تعلیم پر ہی عمل پیرا ہونے سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ جیسے رسول کریم صلعم کے زمانہ میں صحابہ کبار کو ہوئیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ مسلمانوں کے دلوں میں قرآن کریم کی بڑی عظمت اور عزت ہے اور وہ اسکو دل سے خدا کا کلام یقین کرتے اور مانتے ہیں۔ مگر چونکہ اس کی ہدایتوں پر عمل درآمد نہیں۔ اسی لئے یہ قعر ذلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

برادران! خدائے تعالےٰ نے اپنے خاص فضل سے آج یہ دن ہمیں دکھایا ہے۔ کہ قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر مطابق احادیث نبویہ اسوقت اردو زبان میں بالتشریح شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ اور یہ ترجمہ اور تفسیر اس علامۂ دہر فاضل جلیل کی قلم سے نکلا ہے۔ جسکا نام نامی و اسم گرامی ان کے اخلاص دینی کی طرح سورج جیسا منور ہے۔ یعنی **حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب** جو شب و روز خدمت دینی اور اعلائے کلمۃ اللہ میں مشغول ہیں۔ اور جن کی برکات اور فیض سے ایک زمانہ مستفیض ہو رہا ہے ان کے دل میں جو تائید دین کے لئے جوش بھرا ہوا ہے۔ اس کے دیکھنے سے قدرت الٰہی کا نقشہ ہر ایک سچے مومن اور مسلم کی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ خدائے تعالےٰ اپنے فضل اور رحم و کرم سے کیسے کیسے بندے خدمت اسلام کے لئے پیدا کیا کرتا ہے۔ حضرت علامہ موصوف جماعت احمدیہ کے اس بڑے عظیم الشان حصہ کے امام اور امیر ہیں۔ جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی معنوں میں خاتم النبیین مانتے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی صادق کی آمد کا قائل نہیں ہے۔

حضرت علامہ ممدوح تفسیر میں اعلےٰ درجہ کی معلومات رکھتے ہیں اور فلسفہ اور طبعی جدید پر نہایت عمدہ نظر ہے۔ جیسے اور علوم زمانہ حال میں فاضل جلیل ہیں۔ ویسے ہی علوم دینیہ میں بھی نہایت درجہ نظر وسیع رکھتے ہیں۔ اور بہت سی بے نظیر اور عمدہ کتابوں کے مؤلف اور مصنف ہیں حال میں آپ نے کتاب اللہ قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ مع تفسیر اور کتاب سیرۃ خیر البشر۔ اور مقام حدیث وغیرہ و دیگر رسائل تالیف فرمائے ہیں۔ جو ہر ایک محققانہ طبیعت کے آدمی کی نگاہ میں جواہرات سے بھی زیادہ بیش قیمت ہیں۔ حضرت علامہ ممدوح کا صداقت اور ہمت اور ان کی غمخواری اور جاں نثاری جیسی کہ ان کے قال سے ظاہر ہے۔ اس سے بڑھ کر ان کے حال سے۔ ان کی مخلصانہ خدمات اسلام سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اس وقت آپ کے قلم سے جسقدر قرآن مجید کی ملیح تفسیر اور ترجمہ سے مسلمانوں کو مدد پہنچی ہے۔ ہم اس کی کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتے۔ جو اس تفسیر اور ترجمہ کے مقابل پر بیان کر سکیں۔ حضرت ممدوح کی روزمرہ زندگی اسی راہ میں وقف ہے۔ کہ وہ ہر ایک پہلو سے اعلائے **کلمۃ اللہ** اور اشاعت قرآن مجید فرما رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ اسی قابلیت کے چند اور بھی علم دینی سے اچھی پوری واقفیت رکھنے والے ہوں مگر جو کام حضرت مولانا ممدوح نے اس زمانہ میں کیا ہے۔ اور کسی نے کر کے نہیں دکھایا۔ اور آپ نے مخالفین اسلام کے جواب میں ایسی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں کہ وہ اپنا نظیر نہیں رکھتیں۔ خاص کر عیسویت کا آخری سہارا،، اور حقیقۃ المسیح نام رسائل قابل دید ہیں۔ غرض آپ کی تصنیفات جو تقریباً تیس کے کتابیں اور رسائل ہیں۔ دقائق اور معارف سے بھرے ہوئے ہیں۔

حضرت علامہ ممدوح کا یہ ترجمہ اور تفسیر قرآن مجید (اردو) جسکا نام "بیان القرآن" ہے۔ اپنے غیر پر فوقیت لے گیا ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جو اس ترجمہ اور تفسیر قرآن مجید سے نفع اٹھائے۔ اور اسے غور سے پڑھے۔ کہ اس کی مانند کوئی بھی محبوب شئے اسکو ہدایت اور رہنمائی کے لیئے دنیا میں نہیں ملے گی۔ جو کوئی یہ چاہے کہ قرآن مجید کے عقدوں کو حل کرے اور خدا تعالےٰ کی کتاب قرآن کریم کے اسرار پر واقف ہو۔ اس کو چاہیئے کہ اس ترجمہ اور تفسیر قرآن مجید کی طرف مشغول اور متوجہ ہو۔ کیونکہ یہ ترجمہ اور تفسیر اس چیز کی متکفل ہے۔ جسکو ذہن طالب تلاش کرتے ہیں۔ بڑے بڑے عالموں کی زبانوں نے اس ترجمہ اور تفسیر کی مدح سرائی کی ہے۔ مؤلف فاضل ایدہ اللہ بنصرہ نے اس ترجمہ اور تفسیر میں جسکا نام بیان القرآن ہے قرآن مجید کے نکات کو تفسیر کرنے کے علاوہ ان اعتراضوں کے قرآن کریم سے ہی جواب دیئے ہیں۔ جو عیسائیوں نے قرآن کریم پر کئے ہیں۔ اور اپنی تحقیق پر روایت و درایت کے متفق کرنے کی بھی مشقت اٹھائی ہے۔

غرض حضرت مولانا کا وجود مسلمانوں کے لئے از بس غنیمت ہے۔ مسلمانوں

کو چاہئیے۔ کہ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں۔ اور آپ کی تصنیفات کا مطالعہ رکھیں اور قرآن کریم کو اپنا دستور العمل بنا دیں کہ اب تو ان کا یہ عذر بھی نہیں رہا کہ قرآن مجید کا صحیح ترجمہ اور تفسیر کہیں سے میسّر نہیں آتا۔ اب تو خدائے تعالےٰ نے ان میں ایک ایسا انسان پیدا کر دیا ہے۔ جو ہر طرح قرآن مجید کے علوم کا ماہر اور اس پر پوری بصیرت رکھتا ہے مسلمانوں کو چاہئیے۔ کہ اس ترجمہ اور تفسیر کے ذریعہ قرآن کریم کے مطالب پر آگاہ ہو کر اپنی روزمرّہ زندگی میں اور مشکلات پیش آمدہ میں قرآن کریم کو اپنا ہادی اور رہنما بنائیں۔ کیونکہ قرآن کریم کو اپنا ہادی اور رہنما بنانے کے بغیر کسی طرح بھی کوئی مسلمان ترقی کی راہ نہیں پا سکتا۔

اس ترجمہ اور تفسیر میں جسکا نام

بیان القرآن

یہ بھی التزام کیا گیا ہے۔ کہ ہر رکوع کا خلاصہ صرف تفسیری حاشیہ تحتی میں دیدیا گیا ہے۔ جس سے اسکا تعلق ماقبل و مابعد کے رکوع سے معلوم ہو جاتا ہے اور اس سے ایک عجیب ترتیب اس پر حکمت کلام میں نظر آتی ہے۔ پھر سورتوں کی باہمی ترتیب اور ہر سورت کے مضامین کی اندرونی ترتیب کو سورت کے شروع میں بطور خلاصہ بیان فرما دیا ہے۔ کنارہ کے حاشیہ پر جو سرخیاں دی گئی ہیں ان سے بھی یہ عیاں ہوتا ہے۔ کہ کس کس لفظ اور محاورہ کلام کی تشریح کیگئی ہے۔ اور کیا کیا مطالب تفسیریہ حاشیہ میں بیان کئے گئے ہیں۔

جن اصحاب نے بیان القرآن۔ جمع القرآن اور انگریزی ترجمۃ القرآن کو پڑھا ہے وہ بھی اس "بیان القرآن" نام ترجمۃ القرآن اردو اور تفسیر کی خوبی آسانی سے اندازہ کر سکتے ہیں۔ مگر اس ترجمہ اور تفسیر میں انگریزی ترجمۃ القرآن سے زیادہ تشریح اور بسط ہے۔ اور ہر ایک مسئلہ اور عقدہ کو خوب حل کیا ہے سائز ۲۲۰۲۹ ہے کل تفسیر کا اندازہ دو ہزار صفحات سے تین ہزار صفحات کے درمیان ہے۔ لکھائی اور چھپائی میں خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ جس سے معنوی خوبیوں کیساتھ کتاب کی شکل و صورت بھی نہایت دلربا اور پاکیزہ ہے۔

ہر ایک پارہ کی قیمت اس کے حجم کے لحاظ سے جو ایک صفحات سے کچھ زائد یا کم ہوگا۔ قریباً سوا روپیہ۔ ایک روپیہ یا بارہ آنے ہوگی۔ جو اصحاب یکمشت پیشگی قیمت ادا کر دیں۔ ان کے لئے انجمن نے یعنے "احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور" نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ جو صاحب دس روپیہ پیشگی دیں انکا نام باقاعدہ خریداروں میں درج رجسٹر ہو کر اصل قیمت پر ہر ایک پارہ بھیجا جاویگا۔ جب یہ رقم ختم ہو جائے گی۔ تو اسی قدر مزید رقم وصول ہونے پر اسی پہلی صورت پر ہی ہر ایک پارہ ان کو پہنچایا جاویگا

جو صاحب پیشگی نہ دے سکیں۔ اور ہر ایک جلد شائع ہونے پر لینا چاہیں۔ ان کے نام بھی درج رجسٹر کر لئے جاتے ہیں۔ اور جس وقت ایک جلد شائع ہو۔ اُن کو وی۔ پی کر دی جاتی ہے۔

پہلی جلد اب مکمل ہو چکی ہے۔ جو سات پاروں پر مشتمل ہے۔ اور قریباً ساڑھے سات سو صفحات پر ختم ہوئی ہے۔ قیمت مجلد فی جلد نو روپیہ۔ بیجلد ساڑھے سات روپیہ

مسلمان بھائیو اور ہندوستانیو! یہ تحفہ اس قابل ہے۔ کہ اپنے پاس رکھنے کے علاوہ اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں اور دوستوں اور غیر مسلموں کو بھی پہنچایا جائے جو اسکے پڑھنے کے بعد وہ آپ کے ساری عمر مشکور رہینگے۔

ملنے کا پتہ:- دار الکتب اسلامیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور -

شائقین کلام مجید جلد تر اس ترجمہ اور تفسیر کو حاصل کرنے کی کوشش فرمادیں۔ والسّلام

خاکسار شیخ الہ دین امین احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جماعت شملہ

رسید اتذر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شملہ

فہرست زر چندہ بابت ماہ اپریل ۲۲ء

(معرفت شیخ الہ دین صاحب کمپازیٹر)

نمبر	نام	رقم
(۱)	مولوی عبد الرحمٰن صاحب اسسٹنٹ میڈیکل برانچ	۲۹ لعہ
(۲)	" " " " بابت زکوٰۃ	۲۵ صعہ
(۳)	" " " " " مسلم ہائی سکول	للعہ
(۴)	مخدوم محمد اشرف صاحب بی۔ اے " " بابت جنوری فروری	للوعہ ۳۳
(۵)	شیخ محمد لطیف صاحب کلرک کوارٹر ماسٹر جنرل	صہ ر
(۶)	شیخ مولوی عبد العزیز صاحب کلرک کنٹرول آف فارم	صہ ر
(۷)	" عبد المجید صاحب کلرک میڈیکل برانچ	عہ ر
(۸)	" امیر الدین صاحب کلرک ڈائرکٹر جنرل ملٹری ورکس	صہ ر
(۹)	قاضی احمد علی صاحب سارجنٹ درجہ اول تھانہ بابو گنج شملہ	عہ ر
(۱۰)	شیخ اسلام الدین صاحب کٹرہ ولی شاہ لاہور	عا ر
(۱۱)	" منظور الحق صاحب فارسٹر محکمہ جنگلات شملہ	سے ر
(۱۲)	بابو تاج الدین صاحب انڈین رڈکراس سوسائٹی	عہ ر
(۱۳)	صوفی شمس الدین صاحب کمپازیٹر گورنمنٹ پریس	عہ ر
(۱۴)	منشی محمد لطیف صاحب " " "	عہ ر
(۱۵)	شیخ امیر علی صاحب کلرک پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ	عہ ر
(۱۶)	بابو اکبر علی صاحب کلرک میڈیکل برانچ آرمی ہیڈ کوارٹر	عہ ر
(۱۷)	ماسٹر نور محمد صاحب کلرک ڈی۔ جی۔ آئی۔ ایم۔ ایس	عہ ر
(۱۸)	شیخ عبد المجید صاحب ریلوے گڈس کلرک شملہ	ا ر
(۱۹)	" الہ دین صاحب کمپازیٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس	عہ ر
(۲۰)	" سراج الحق صاحب	عہ ر
	میزان کل	[illegible] ۱۴۳

لاہور میں ایک مسجد و مندر کی تعمیر

چند روز سے لاہور میں ایک نو تعمیر مسجد و مندر کا شہرہ بہت ہو رہا ہے۔ جو شاہ عالمی دروازہ کے باہر ایک ہی دو دن میں تیار ہوئے ہیں۔ اور عامہ مسلمانوں اور ہندوؤں نے ان کی تیاری میں عملی حصہ لیا ہے۔

اس واقعہ کی اصل وجہ یہ ہے۔ کہ شاہ عالمی دروازہ کے باہر جہاں میوہ منڈی پہلے تھی۔ مسلمانوں نے ایک چبوترہ نماز پڑھنے کے لئے بنا رکھا تھا جب میوہ منڈی وہاں سے تبدیل ہوئی۔ تو مسلمانوں نے اس چبوترہ کو مسجد کی شکل میں تبدیل کرنا چاہا۔ اور اس کا نقشہ میونسپل کمیٹی میں منظوری کے لئے بھیجا دو سال کا عرصہ اس نقشہ کو کمیٹی میں آئے ہوئے ہو گئے ہیں۔ اور چند مسلمان ممبروں کے اختلاف رائے کی وجہ سے اس کا کوئی فیصلہ اس لمبے عرصہ میں نہیں ہو سکا۔

مسلمانوں نے اسپر اب آخر کار مایوس ہو کر خود بخود ہی وہاں مسجد بنانی شروع کر دی۔ اور سینکڑوں کی تعداد میں مسلمان اس تعمیر کے کام پر لگ گئے جن میں سے کوئی اینٹیں لاتا تھا اور کوئی گارا۔

مسلمانوں کی دیکھا دیکھی ہندوؤں نے بھی وہاں پاس ہی ایک پانی کی سبیل کو مندر کی شکل میں منتقل کرنا شروع کر دیا۔ اور دونوں قوموں کے افراد ایک دوسرے کی مزاحمت کے بغیر مسجد اور مندر کا کام کرتے رہے مسلمانوں نے جس زمین پر مسجد بنانے کی درخواست دی تھی۔ اس کا رقبہ نقشہ میں حسب ذیل دکھایا گیا تھا۔ ۱۴ فٹ ۳ انچ شمالاً۔ ۱۸ فٹ ۷ انچ جنوباً۔ ۱۵ فٹ شرقاً۔ ۱۶ فٹ ۵ انچ غرباً۔ لیکن گزشتہ ۳۰ اپریل کو جب مسجد ایک ہی دن رات میں بنکر مکمل ہو گئی۔ تو اس کا رقبہ حسب ذیل تھا۔ ۳۸ فٹ شمالاً۔ ۳۸ فٹ جنوباً۔ ۲۵ فٹ شرقاً۔ ۲۵ فٹ غرباً۔

ان واقعات پر غور کرنے کے لئے میونسپل کمیٹی کا ایک بے ضابطہ اجلاس گزشتہ ۳ مئی کو ٹاؤن ہال میں ہوا جس میں یہ قرار پایا۔ کہ مسجد اور مندر دونوں کے نقشے جو کمیٹی میں پڑے ہیں۔ انہیں منظور کر لیا جائے۔ اور جو عمارت زائد زمین پر بنائی گئی ہے۔ اسکو گرا دیا جائے۔ اس کے لئے دو ہفتہ کی مہلت کمیٹی نے دی ہے۔

ان تمام واقعات کو کون شخص ہے۔ جو حیرت و افسوس کیساتھ نہ پڑھے مسجد اور مندر دونوں ہی عبادت کے مقام ہیں۔ کوئی کسی کی ذاتی ملکیت نہیں تھے اور نہ ہی پبلک کو ان سے کوئی نقصان پہنچتا ہے۔ بلکہ ایک حد تک آرام کا موجب ہوتے ہیں۔ تعجب ہے۔ کہ ایسے مقدس مقامات کی تعمیر کی اجازت دینے میں کمیٹی نے جس کے ممبر غالباً ہندو مسلم اتحاد کے بڑے زبردست حامیوں میں سے ہیں۔ اسقدر لمبے عرصہ تک لیت و لعل کی۔ اس سے بھی بڑھ کر مقام تعجب ہے۔ کہ اب جبکہ یہ دونوں مقدس مقامات تعمیر ہو چکے ہیں۔ تو کمیٹی ان کے ایک حصہ [illegible] کا حکم دیتی ہے۔ ہم مانتے ہیں۔ کہ اصل نقشہ سے زائد اراضی ان کے اندر لے لی گئی ہے۔ لیکن یہ کمیٹی کا اپنا قصور ہے۔ کہ اس نے نقشہ کو اتنے عرصہ تک دبائے رکھا۔ اب بھی اس نقصان کو بقول معاصر پیسہ اخبار اس طرح سے پورا کیا جا سکتا تھا۔ کہ زائد حصہ زمین کی قیمت لے لیجائے مسجد کو گرانا ہم نہیں سمجھتے میونسپل کمیٹی کے لئے کہاں تک مفید ہو گا۔ ہمیں ڈر ہے۔ کہ اس سے کوئی بڑے نتائج پیدا نہ ہوں۔ جو کمیٹی کے لئے باعث خطر ہوں عامہ جذبات کو ایسے حالات میں ٹھیس لگانا عاقبت اندیشی نہیں۔

(ایک حق گو)

تازہ خبریں

پریسیڈنسی جیل کے ہنگامہ کی تحقیقات۔ کلکتہ ۶ مئی۔ آج ہنگامہ جیل کی تحقیقاتی انجمن کے سامنے دو قیدیوں نے شہادت دی۔ ایک نے کہا کہ قیدیوں کے مقاطعہ جوئی کی وجہ یہ تھی کہ وارڈر نے ایک قیدی کو خوب زدوکوب کیا تھا۔ ہنگامہ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے اس نے کہا کہ میں نے سپاہیوں کو کوٹھری میں داخل ہوتے اور قیدی کی لاش باہر نکال لیجاتے دیکھا تھا دوسرے قیدی نے شہادت دی کہ اسیروں نے اس وجہ سے غذا ترک کر دی تھی۔ کہ غذا بہت خراب دیجاتی تھی۔ انہیں شکایت تھی۔ کہ خلافت کے قیدیوں کو اچھی غذا ملتی ہے۔

کانگرس کمیٹی کے دفاتر میں پولیس۔ الہ آباد۔ ۶ مئی۔ پولیس نے پراونشل ڈسٹرکٹ۔ اور ٹاؤن کانگرس کمیٹی کے دفاتر پر دھاوا مارا۔ اور تلاشی لی۔ پنڈت جواہر لعل نہرو کے کمرہ اور کانتی پریس کی بھی تلاشی لی گئی اور ایک وارنٹ مجریہ زیر دفعہ ۱۲۰ (الف) تعزیرات ہند کی رو سے ہر جگہ سے چند کاغذات لے گئی۔ امید ہے۔ کہ اس سلسلہ میں چند گرفتاریاں عمل میں لائی جائیں گی۔

پنجاب گھور کا بلوہ۔ دہلی۔ ۶ مئی۔ پنجاب گھور کے بلوے کے سلسلہ میں اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ پولیس نے تقریباً پنتالیس آدمیوں کو گرفتار کیا ہے۔ جنکا دونوں متنازع فریق سے تعلق ہے۔ اور اب حالت بالکل پر امن ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ نواب کرنال نے اپنے کاشتکاروں سے مالیہ اراضی طلب کیا تھا۔ اور عدم ادائیگی کی وجہ سے ہنگامہ مذکور ظہور میں آیا۔ بلوہ کی بنا یوں ہوئی تھی۔ کہ نواب کا ملازم مسمی بہار نمبردار گرداوروں کو کے ہمراہ مالیہ نہ ادا کرنے کی بنا پر ایک کسان کا اسباب قرق کرنے گئے کہا جاتا ہے کہ کسانوں نے نواب کے آدمیوں کو زدوکوب کیا اور دست بدست لڑائی شروع ہو گئی۔ جس میں نو آدمی اور ایک عورت مجروح ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ گرفتار شدگان پر مقدمہ چلایا جائے گا۔

راجپوتانے کے بھیل۔ شملہ ۷ مئی۔ حسب ذیل سرکاری اطلاع شائع ہوئی ہے۔ ڈلوریا اور دیگر دیہات کے بھیلوں اور گراسیوں کا رویہ پھر

حکام ریاست سروہی کے برخلاف ہو گیا ہے۔ میجر پریچارڈ جو اس شورش کے وجوہ دریافت کرنے پر مقرر ہوئے تھے۔ اطلاع دیتے ہیں کہ دیہاتی لوگوں نے کثیر التعداد جمعیت میں جمع ہو کر اوہیرا کو شارود پر گڑھیاں بنالی ہیں۔ اور تھانہ دار کو نکال کر تھانے کو آگ لگا دی ہے۔ تین ہی کو دیہات کے چودھری اوہیرا میں بلائے گئے تھے۔ لیکن کوئی نہیں پہنچا۔ ہزار بھیلوں کا ایک دستہ جن کے ساتھ ریاست کی افواج بھی شامل ہیں۔ باغیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہو گیا ہے۔ پہلے دشمن کی جمعیت جو دو اور تین ہزار کے درمیان تھی جلد ہی منتشر ہونے لگی۔ بھیل اور گرا سیاسی پسپا ہو کر موراس کے بھیلوں کی طرف چلے گئے۔ دشمن گیارہ آدمی مقتول ہوئے۔ سرکاری فوج کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ سرکاری اطلاع مطبوعہ ۱۰ مارچ سے معلوم ہوا ہوگا کہ ڈنگار ریاست کے بھیل بھی موتی لال کی تحریک میں شامل ہو گئے۔ اطلاع ملی ہے کہ وہاں کسی قسم کی بے چینی نہیں۔ اور بھیلوں نے کوئی زیادہ تشویش انگیز حالت پیدا نہیں کی۔

مدراس میں استبداد - مدراس - ۶ مئی - "سوراج" رقمطراز ہے ۲۵ مارچ کو حاکم ضلع گنتور کی عدالت میں تین اصحاب گاندھی ٹوپی اوڑھ کر داخل ہوئے۔ انہوں نے ٹوپی علیحدہ کرنے سے انکار کیا۔ جس پر زیر دفعہ ۲۲۸ تعزیرات ہندان کا چالان کر دیا گیا۔ کہ انہوں نے بالارادہ توہین عدالت کی ہے۔ عدالت نے پندرہ روپے فی فرد جرمانے کی سزا دی اور عدم ادائیگی جرمانہ کی صورت میں دس دس روز قید محض کا حکم سنا دیا۔

حاکم ملیبار سے مولانا آزاد سبحانی کی درخواست - مدراس ۶ مئی مولانا آزاد سبحانی نے حاکم ضلع ملیبار کو تحریر کیا ہے۔ کہ ملیبار میں داخل ہونے سے میرا خالص مقصد یہ تھا۔ کہ جس طرح سرونٹ اور لوگ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ میں بھی کھانا۔ کپڑے اور دیگر ضروریات تقسیم کروں۔ مولانا نے امید ظاہر کی ہے۔ کہ حاکم ضلع اپنا حکم منسوخ کر کے انہیں ملیبار میں داخل ہونے کی اجازت دیگا۔

جالندھر میں سزائیں - جالندھر ۷ مئی - سید عطاء اللہ شاہ صاحب بیرسٹر ایٹ لا نائب صدر ڈسٹرکٹ کانگرس، جالندھر اطلاع دیتے ہیں کہ خواجہ بہاؤ الدین صاحب حیدرآبادی کو زیر دفعہ ۱۲۴ (الف) تعزیرات ہند دو سال قید محض اور زیر دفعہ ۱۵۳ (الف) تعزیرات ہند ایک سال قید کی دو سزائیں دی گئیں ہیں۔ اور نیز مورخہ ۵ مئی کو لالہ ہنسراج صاحب ملی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی کو لالہ گنگا رام سیٹھ سب جج کی عدالت میں زیر دفعہ ۱۲۴ (الف) تعزیرات ہند ایک سال قید محض اور تین صد روپے جرمانہ کی سزا دی گئی۔ خواجہ صاحب کی دونوں سزائیں ایک وقت شروع ہوں گی۔

کالی دستار کا خطرہ - امرتسر - ۶ مئی - سردار گمبیر سنگھ رئیس اور معزز سکھ ساکن سرہالی ضلع جالندھر کو تحصیلدار نے فہمائش کی کہ اپنی کالی دستار اور گریبان الگ کر دیں اور آپ کو ڈرایا کہ اگر امتثال امر سے معذور رہے۔ تو جاگیر ضبط کر لی جائے گی۔

پولیس کا وحشیانہ سلوک - امرتسر - ۶ مئی - آنند پور کے سوڈھی موتی سنگھ کے خاندان کی مستورات کے ساتھ پولیس کے ہتک آمیز برتاؤ سے سکھوں میں بہت ناراضگی اور غصہ پھیلا ہوا ہے۔

سنسنی ڈالنے والی خبر ملتے ہی سرومنی گردوارہ پربندھک کمیٹی نے اپنے خاص وقائع نگار کو بھیجا کہ حقائق سے مطلع کرے۔ جس کی حسب ذیل اطلاع درج ہے۔ جس پر سوڈھی موتی سنگھ اور پانچ مقامی ہندو مسلمان اصحاب کے دستخط ثبت ہیں۔ جس کی مقامی کانگرس کمیٹی کے معتمد نے بھی تصدیق کی ہے۔

سوڈھی پرتین سنگھ فرزند سوڈھی موتی سنگھ کے نام زیر دفعہ ۱۰۹ وارنٹ گرفتاری جاری ہوا تھا۔ سوڈھی موتی سنگھ نہایت عالی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور سکھوں میں بالعموم آپ کے خاندان کی توقیر کی جاتی ہے۔ اور بڑی سرکار کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ وارنٹ جاری ہونے کے چند روز قبل سوڈھی پرتین سنگھ باہر چلے گئے تھے اور سوڈھی موتی سنگھ بھی موجود نہیں تھے۔

۱۶ اپریل کو پولیس کی ایک جماعت نے سوڈھی موتی سنگھ کی عدم موجودگی میں آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ انہوں نے دو قفل توڑ ڈالے اور بلا پس و پیش زنان خانے میں چلے گئے۔ جہاں پردہ کا سخت لحاظ رکھا جاتا ہے۔

انہوں نے خواتین کو حکم دیا کہ فوراً مکان سے نکل جائیں۔ اور بچوں کے لئے شکر یا دودھ تک نہ لینے دیا۔ خواتین بالکل تنہا تھیں جن میں سے ایک کے ہاں تھوڑے دن قبل بچہ تولد ہوا تھا۔ تمام متاع و اسباب ایک کمرہ میں مقفل کر کے پہرہ بٹھا دیا گیا۔

کانفرنس کی حالت زار - پیرس - ۷ مئی - لندن ایجنسی کا نامہ نگار اطلاع دیتا ہے کہ کانفرنس اس موقعہ پر پہنچ گئی ہے۔ کہ جہاں سے سب اپنا اپنا راستہ پکڑیں گے۔ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ سفارت روس یادداشت کو تسلیم کر کے آخری کوشش کرے گی۔ جن میں ان دفعات کو نکال دے گی۔ جو ذاتی ملکیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس وجہ سے حالت بہت نازک ہو رہی ہے۔ موسیو بارتھا سے دوران گفتگو میں مسٹر لائڈ جارج نے کہا۔ کہ فرانس نے برطانیہ کی نسبت بلجیم کو زیادہ پسند کیا فرانس کو یہ کرنے کا حق تھا۔ لیکن اس کے بہادرانہ اور عاشقانہ خصائص سے یہ بہت بعید تھا۔ کہ اپنے پرانے وفادار دوست سے منہ موڑتا۔ یقیناً اس واقعہ سے بعد برطانیہ عظمیٰ اتحادیوں کے انتخاب میں محتاط رہا کریگا۔

موسیو بارتھا نے کہا کہ فرانس نے بیوفائی نہیں کی بلکہ ایک اصول کی حفاظت کی ہے۔ اگرچہ اس مسئلہ میں اختلاف رہا لیکن پھر بھی فرانس برطانیہ کا یار غار رہے گا۔

سائنسدان ایسی تجویز کر رہے ہیں۔ جو سب کے مطالبات پورے کر سکے۔

مسلم احمدیہ پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا۔

یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۹ رمضان سنہ ۱۳۴۰ ہجری مطابق ۱۷ مئی سنہ ۱۹۲۲ عیسوی

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اس ہفتہ کچھ دن کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ کے پاس ایبٹ آباد تشریف لے گئے ہیں۔

مسجد احمدیہ لاہور کے بیرونی صحن کا فرش دوبارہ بن رہا ہے۔ اور اس میں اب کچھ حصہ بھی شامل ہو گیا ہے جو مشرقی جانب یونہی زائد تھا۔ سبیل اور غسلخانہ مشرقی جانب سے شمال کیطرف منتقل کر دئے گئے ہیں۔ مسجد کی دیواریں بھی اونچی ہو گئی ہیں۔

ولایت کے تازہ خطوط سے معلوم ہوا ہے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب کی صحت خدا کے فضل سے نسبتاً بہت اچھی ہے۔ اللہ تعالےٰ آپکا حامی و ناصر ہو۔

درخواست جنازہ غائب۔ بنارس چھاؤنی سے شیخ شبراتی صاحب نے یہ افسوسناک خبر دی ہے کہ انکی دختر نے ایک عرصہ کی بعد بعارضہ دق بمقام جھانسی انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
ہمیں شیخ صاحب موصوف سے اس حادثہ جانکاہ میں دلی ہمدردی ہے اللہ تعالےٰ انہیں اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔
احباب مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھ کر ثواب حاصل کریں۔

ارشاد الامیر

اخویم مکرم۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

رمضان کا آخری عشرہ ہے۔ خاص برکت اور قبولیت دعا کے ایام ہیں۔ میری بھی ایک درخواست دعا ہے جمعہ میں یا اور طریق پر سب احباب کو بھی اطلاع کر دیں کہ آخری عشرہ میں بالخصوص پچیسویں۔ ستائیسویں۔ انتیسویں رات کو بارگاہ الٰہی میں تضرع سے دعا کریں۔ کہ

(۱) اللہ تعالیٰ اسلام کے مصائب کو دور کر کے اسے سب دینوں پر غالب کرے۔

۲۔ ہمیں دنیا میں اپنا نام بلند اور اپنے کلام اور اپنے رسول کا پیغام پہنچانے کی توفیق دے۔

۳۔ ہمارے لئے وہ سامان مہیا فرمائے کہ ہم دنیا کے ہر ایک ملک میں اسکا نام پہنچا سکیں۔

۴۔ ہمیں وہ دن دکھائے کہ لوگوں کو گروہ در گروہ دین اسلام میں داخل ہوتا دیکھیں۔

۵۔ ہمارے سب احباب کے دلوں میں اپنے دین کی خدمت کی تڑپ پیدا کرے۔

۶۔ ہماری جماعت کو اپنے دین کیلئے ایسی قربانیاں کرنیکی توفیق دے جسطرح اصحاب نبی کو توفیق دی تھی۔

۷۔ ہمارے دلوں میں مال دنیا کی محبت کو سرد کر کے اس کی جگہ اپنی محبت کی آگ جلا دے۔

۸۔ ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کیلئے محبت اور الفت کے جذبات پیدا کرے اور اپنے بھائیوں کے متعلق ہمارے سینوں کو ہر قسم کے غل و غش سے پاک کرے۔

۹۔ ہمیں اپنے احکام کے سامنے سر جھکانے کی توفیق دے۔

۱۰۔ ہماری جماعت کو ترقی عطا فرمائے اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو توفیق دے کہ وہ خدمت اسلام کے لئے مجدد زمانہ اور مسیح موعود کی غلامی اختیار کر کے ہمارے ساتھ شامل ہوں۔ والسلام

محمد علی

۲۱ رمضان المبارک

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار

پیغام صلح لاہور

جلد ۱ | مورخہ ۱۹ رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۱ھ | نمبر ۳۰

طریق تبلیغ

(۴)

ان بزرگوں کے علاوہ اور بہت سے با ہمت مسلمان گذرے ہیں جنہوں نے تبلیغ اسلام کی خدمت انفرادی طور پر بہ طریق احسن انجام دی لیکن چونکہ وہ کسی خاص نظام سے تعلق نہ رکھتے تھے۔ نہ اس زمانہ میں کتبوں اور سوسائٹیوں کا دستور تھا۔ اس لئے ان کے کارناموں کی تفصیل کتابوں میں نہیں ملتی۔ ہاں ڈاکٹر آرنلڈ نے نہایت جگرکاوی اور دماغ سوزی سے کچھ حالات ان لوگوں کے جمع کئے ہیں جو متفرق کتابوں کی خوشہ چینی پر مبنی ہیں۔ اتفاق کی بات ہے کہ یہ لوگ شہرت نہ پا سکے ورنہ ان کی خدمات بھی کچھ ناقابل قدر نہیں۔ ان حضرات میں سے ایک صاحب مولوی [illegible] حسین شاہ صاحب ہیں۔ جو مدت تک تبلیغ اسلام کے لئے سندھ [illegible] کے مشہور شہروں میں پھرتے رہے۔ اور اسی جدوجہد کا نتیجہ ہوا کہ ان کے ہاتھ پر ۲۲۸ شخص مسلمان ہوئے۔ اسی طرح مولوی حسن علی صاحب ہیں۔ جن کی کوششوں سے پچیس آدمیوں کو دولت اسلام ملی۔ علاقہ بمبئی میں ایک ضلع خاندیش ہے۔ اس میں ایک بزرگ سید صفدر علی نام تبلیغ اسلام کا کام کرتے تھے۔ ان کے دم قدم کی برکت سے اہل حرفہ کی ایک بڑی تعداد مسلمان ہوئی۔ ان ہی لوگوں کے ہم پیشہ آدمی جن کی تعداد دو سو تک پہنچتی ہے۔ ضلع ناسک میں بعض مبلغین اسلام کی سعی بلیغ سے مسلمان ہوئے۔

پٹیالہ میں ایک مولوی عبیداللہ گذرے ہیں۔ آپ اصل میں برہمن تھے۔ اور پھر مسلمان ہو گئے تھے۔ اسلام کی سچائی کا اثر ان کی طبیعت پر یہ ہوا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مبلغ اسلام بن گئے۔ اور تمام عمر خدا کا نام اور محمد کا کلمہ لوگوں کو سناتے پھرے۔ انہوں نے تبلیغ اسلام کے لئے تصنیفات بھی کی ہیں۔ ان کی کتابیں پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دل وجان سے اسلام پر فدا تھے۔ اور اپنی بڑی خوش قسمتی سمجھتے تھے۔ کہ شرک سے نکل کر اسلام سے مشرف ہوئے۔ اسکا شکریہ میں انہوں نے اپنی تمام عمر تبلیغ اسلام کے لئے وقف کر دی تھی۔

اسلام کے نکتہ چین علی العموم اور حضرات پادری علی الخصوص اعتراض کیا کرتے ہیں۔ کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ لیکن وہ ذرا غور کریں۔ کہ کیا جو بات جبر واکراہ سے مانی جاتی ہے۔ وہ دل پر یہ کیفیت پیدا کر سکتی ہے۔ کہ تمام عمر اسی بات کی تلقین میں گذر جائے۔ پھر یہ ایک ہی مثال نہیں۔ اور بہت سی مثالیں ہیں۔ [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں بعض مسلمانوں کو کفار عرب نے سخت سخت تکالیف پہنچائیں۔ کسی کو ملوا کسی کو گرم ریت پر لٹایا کسی کے بدن پر جلتے ہوئے پتھر باندھے۔ کسی کو قتل کیا۔ کیا عقل سلیم تسلیم کر سکتی ہے کہ یہ لوگ جبر واکراہ سے مسلمان ہوئے تھے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ کفار نے ان پر اسلام لانے کے بد مظالم توڑے۔ لیکن باوجود ان مصیبتوں کے ثابت قدم رہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کی محبت ان کے رگ وریشہ میں سرایت کر گئی تھی۔ اور دنیا کی کوئی تکلیف کوئی مصیبت کوئی تحریص ان کو حق کے قبول کرنے سے روک نہ سکتی تھی۔

تیرھویں صدی ہجری ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے بڑی منحوس ثابت ہوئی۔ حکومت رفتہ رفتہ مٹ گئی۔ دین ومذہب میں ضعف آگیا۔ مسلمانوں کے اخلاق بگڑ گئے۔ جہالت طاری ہو گئی۔ سلطنت برطانیہ کا عمل شروع ہوا۔ تو امن وامان کے فرمان جاری ہوئے۔ علم وعمل کا بازار گرم ہوا۔ مگر بدقسمتی سے مسلمان علماء نے انگریزی پڑھنے کے خلاف فتوے دیدیا۔ مخالفین اسلام کو یہ موقعہ خوب ہاتھ آیا۔ مسلمان جاہل اور نااہل۔ مخالف اسلام علوم جدیدہ سے مسلح۔ عیسائی مشنری جب آئے تو انہوں نے اسلام کو ترنوالہ پایا۔ تقریر وتحریر سے عیسائیت کی خوب تبلیغ کی۔ ادھر سارے پیٹ کی فکر کرنیوالے شوچھٹ قل اعوذ ئے تھے۔ الا ماشاء اللہ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سینکڑوں مسلمان عیسائی ہو گئے۔ بہت سے گھرانے تباہ ہو گئے۔

ہمسایہ قوم بھی دیکھ کر کروٹ لی۔ اگرچہ ہندو مذہب کبھی بھی مشنری مذہب نہیں ہوا۔ مگر پنڈت دیانند نے ہوا کا رخ پہچانا۔ اور آریہ سماج کی طرح ڈالی۔ وہ مذہب جس کے ہاں تبدیلی مذہب اصولاً ممنوع ہے مشنری مذہب بن گیا۔ اور اسلام پر اعتراض کرنے لگا۔ کچھ مسلمانوں کو اپنی طرف کھینچ بھی لیا۔ ان کوششوں کے خلاف بھی چند پاک نفوس نے قلم اٹھایا عیسائیوں اور آریوں کے اعتراضات کے جواب میں کتابیں لکھیں۔ ان سے مباحثے اور مناظرے کئے۔ جن کی کیفیت کے لئے ناظرین کرام کسی آیندہ فرصت کا انتظار کریں۔

311

شذرات

امدادی سکولوں میں مذہبی تعلیم

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم بتا چکے ہیں۔ کہ ہندوستان کے مشنری سکولوں اور کالجوں میں مسیحیت کی جو کچھ گت ہندو مسلم طلبار کے ذریعہ سے بنتی ہے اس نے ولایت کے بڑے بڑے پادریوں کو جنکا تعلق مشنری سوسائٹیوں سے ہے۔ جگا دیا ہے۔ اور وہ اس فکر میں ہیں۔ کہ مسیحیت کی تعلیم ان سکولوں میں بند کر دی جائے۔ تاکہ اسکا خاکہ کم از کم طالب علموں کے ذریعہ نہ اُڑے۔

اب معلوم ہوا ہے۔ کہ صوبہائے متحدہ کی مجلس وضع قوانین نے اپنے تعلیمی پروگرام میں ایک دفعہ یہ بھی رکھ دی ہے۔ کہ قومی سکولوں میں سارے طلبار کو مجبور نہ کیا جائے۔ کہ وہ مذہبی تعلیم میں شریک ہوں۔ اس پر پادری صاحبان عام طور پر چیں بجبیں ہیں۔ چنانچہ لکھنؤ کانپور کرائسٹ چرچ کے پرنسپل نے حال ہی میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ "بعض وقت گورنمنٹ تعلیمی امور میں بیجا مداخلت کرتی ہے۔ پادری صاحب نے فرمایا کہ

سوال یہ ہے۔ کہ مشنری لوگ ہندوستان میں جو مدارس قائم کرتے ہیں۔ وہ تعلیم کی غرض سے ہوتے ہیں۔ یا عیسائی مذہب کی اشاعت کے لئے اگر ان کا مقصد تعلیم ہی ہے۔ تو ان کو گورنمنٹ کی طرح وہ تمام سامان مہیا کرنے چاہئیں۔ جو تعلیم و تربیت کے لئے لازم ہیں۔ جبراً انجیل پڑھانے کی کیا ضرورت ہے"

یہ الفاظ ان ہندوستان مسلمان حضرات کے غور کے قابل ہیں جو اپنے بچوں کو مشن کالجوں اور سکولوں میں تعلیم کے لئے بھیجتے ہیں جن لوگوں کی اصل غرض یہ ہے۔ کہ وہ آپ کے بچوں کو اسلام سے نکال کر مسیحیت میں لیجائیں۔ وہ ظاہر ہے۔ کہ اس غرض کو پورا کرنے کے لئے ہر ایک ممکن طریق اختیار کریں گے۔ پس کیوں نہ ہم اپنے بچوں کو اسلامیہ کالجوں اور سکولوں میں داخل کر کے ابتلار سے بچا لیں۔ اور اپنے قومی سکولوں کی بہبودی کا موجب ہوں۔

مدارس اسلامی اور تعلیمی کانفرنس

پنجاب کی تعلیمی کانفرنس کے حسب ذیل ریزولیوشن مسلمانوں اور بالخصوص اسلامی مدارس کی خاص توجہ کے قابل ہیں۔

۱- صوبہ پنجاب کے تمام اسلامی مدارس میں جہانتک ممکن ہو۔ ایک ہی قسم کی درسی کتب استعمال کی جائیں۔

۲- صوبہ بھر کے تمام اسلامی مدارس میں دینیات پر خاص توجہ اور زور دیا جائے۔ اور اسے محض ایک رسمی حصہ نصاب نہ سمجھا جائے۔ اس کے لئے کانفرنس کی رائے میں ذیل کی تجاویز پر عمل پیرا ہونا مناسب ہوگا۔

(ا) اس صیغہ کے معلم اچھی استعداد اور معقول تنخواہ پر مقرر کئے جائیں۔

(ب) اس مضمون میں بھی طالب علموں کا امتحان سہ ماہی لیا جائے اور بہترین نکلنے والے طلبار کو انعام دئے جائیں۔

(ج) عملی پہلو سے مذہبی احکام میں خاص امتیاز حاصل کرنیوالے طلبا کو خاص انعام دئے جائیں،،

یہ تجاویز اگر نری تجاویز ہی نہیں اور ان کو عملی صورت میں بھی لانے کی کوشش کی جائے گی۔ تو فی الحقیقت بہت ہی مفید ..... ہیں۔ لیکن نمبر اوّل کے متعلق ہمیں یہ سمجھ نہیں آئی کہ جس حالت میں مسلمانوں کے کئی ایک فرقے حنفی۔ وہابی۔ شیعہ وغیرہ کئی ایک فروعی مسائل میں آپس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ تو تمام اسلامی مدارس میں ایک ہی قسم کی درسی کتابیں کیونکر استعمال ہو سکتی ہیں۔ یہ دقت تمام مدارس کے لئے مذہبی نصاب بنانے میں حائل ہوگی۔ ہاں اگر کوئی ایسی صورت ہو سکے۔ کہ ایسے فروعی مسائل کو ان درسی کتب میں نہ چھیڑا جائے۔ تو البتہ ایک بات ہے۔ مذہبی معلمین کے متعلق خدا کرے کانفرنس کی ہدایت بر سر کار آئے اور ایسے معلم مل جائیں۔ جو علوم دینیہ کے خود مجسم نمونہ ہوں اور ان کا طلبا پر اثر پڑ سکے۔ ورنہ موجودہ حالات میں مدارس اسلامیہ بالعموم ایسے معلمین سے عاری ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔

قرآن کریم کا صحیح ترجمہ پھیلاؤ

ہم ایک سے زیادہ مرتبہ یہ لکھ چکے ہیں۔ کہ مسلمانوں کی موجودہ خواہشات و مطالبات اگر بروئے کار آ سکتے ہیں۔ اگر یورپین اقوام کی نظروں میں وہ اپنی قدر و منزلت کو قائم کر سکتے ہیں۔ تو ان غلط فہمیوں کو دور کرنے سے۔ جو یورپ اور بالخصوص انگلستان کے اندر پھیلی ہوئی ہیں۔

لائق ہمقلم "وکیل" سیل کے ترجمہ قرآن کا ذکر کرتے ہوئے جس میں بہت سی غلط باتیں درج ہیں۔ توجہ دلاتا ہے۔ کہ مسلمانوں کے لئے یہ امر قابل غور ہے۔ کہ وہ کونسی شے ہے۔ جو قرآن کریم کو مغرب کے گوشے گوشے میں پھیلانے کی سفارش کرتی ہے۔ اور اگر غلط ترجمہ اور غلط تفسیر کے باوجود وہاں کے فہمیدہ لوگ اس کے مطالعہ کو ضروری سمجھتے ہیں۔ تو کیا اس بات کی ضرورت شدت کے ساتھ محسوس نہیں ہوتی۔ کہ قرآن کے صحیح ترجمہ کو چار دانگ عالم میں پھیلایا جائے۔ اس میں کلام نہیں۔ کہ مسیحی لوگ بالعموم اپنے تبلیغی مقاصد کے لئے قرآن

کے مطالعہ کو ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ اس واقعہ سے فائدہ اٹھائیں۔ اور ان کے معاندانہ مطالعہ کو ہمدردانہ مطالعہ میں بدل دیں۔ تاکہ اگر وہ پہلے محض حملہ کی غرض سے قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو وہ خود اس سے متاثر ہو کر حملہ آوروں کے مقابلہ میں ڈٹ جائیں جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ آیات قرآن کی تاثیر کی تاب نہ لا کر حضور سرور کائنات (صلعم) پر ایمان لے آئے تھے۔ اسی طرح بالکل ممکن ہے کہ اگر مغرب کے فہمیدہ طبقات میں قرآن کو اصلی رنگ میں پیش کیا جائے تو سب کی گردنیں رفتہ رفتہ اس کے آگے جھک جائیں۔ جو تحریک دو کنگ کے نتائج کو دیکھتے ہوئے ناممکن نہیں ہے۔

ہم اپنے لائق ہمقلم کے بدل مؤید ہیں۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ اس وقت قرآن کریم کا ایک صحیح انگریزی ترجمہ ہمارے ہاتھوں میں موجود بھی ہے یعنی حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کا ترجمہ جو اب پھر دس ہزار کی تعداد میں چھپ کر شائع ہوا ہے۔ اور جس کی طبع اول کی ہزارہا کاپیاں نہ صرف انگلستان بلکہ افریقہ۔ امریکہ۔ جرمنی۔ جاوا۔ سینگاپور اور بلاد اسلامیہ میں جا چکی ہیں ضرورت ہے۔ کہ مسلمان اس ترجمہ کی مفت اشاعت کا بندوبست کریں اور اس کی بہت سی کاپیاں خرید کر مغربی تعلیم یافتہ اقوام میں پھیلا دیں تاکہ وہ اسلام کے نور سے روشنی حاصل کر کے راہ راست کو پا سکیں۔

جدید بہائی خلیفہ کی تعلیم

آج کے بہرہ "عالم اسلام" میں جدید بہائی خلیفہ شوقی آفندی کی تعلیم کا خلاصہ عربی جرائد سے نقل کیا گیا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ یہ تعلیم سوائے ایک دو باتوں کے بہت قابل قدر اور لائق عمل درآمد ہے۔ اور اس سے جدید بہائی خلیفہ کے فہم و ذکا کا پتہ لگتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ آیا یہی وہ تعلیم ہے جس کی خاطر قرآن کریم کی شریعت کو منسوخ قرار دینے اور کوئی دوسری شریعت بنانے کی ضرورت ہے جیسا کہ فرقہ بہائیہ کا خیال ہے؟

جدید بہائی خلیفہ کی تعلیم کوئی نئی نہیں۔ قرآن کریم نے ان سب باتوں کی تعلیم پہلے سے دے رکھی ہے۔ تمام نسل انسانی کی وحدت کو قرآن کریم نے جس طریق پر قائم کیا ہے۔ دنیا کی کوئی دوسری کتاب اسکو پیش نہیں کرتی فرمایا۔ یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً ونساء۔ اے لوگو اپنے رب کا تقوے اختیار کرو جس نے تمہیں ایک ہی نفس سے پیدا کیا۔ اور اسی میں سے اسکا جوڑا بنایا۔ اور پھر ان دونو سے مرد و عورت کو کثیر تعداد میں پھیلا دیا۔

الفت و محبت کے بڑھانے میں قرآن کریم نے جیسا نمایاں اثر دکھایا ہے۔ شاید دنیا کے کسی مذہب کے اندر ایسا نہیں پایا جاتا۔ اسکا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا۔ اس نعمت کو یاد کرو جب ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پس تم کو اپنی نعمت کے ساتھ بھائی بھائی بنا دیا۔ اور تم آگ کے گڑھا کے کنارے پر تھے۔ تم کو اس سے بچا لیا۔

مذہب کا علم و عقل کے مطابق ہونا خود قرآن کریم نے ضروری قرار دیا ہے۔ جبکہ بار بار اہل علم و عقل کو لعلکم تعقلون۔ لعلکم یتدبرون کہکر معقولیت کی طرف بلایا ہے۔ تعصب مذہبی تو ایک طرف کسی قسم کا تعصب بھی قرآن کریم نے جائز نہیں رکھا اور کھلے طور پر فرمایا۔ لا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی۔ کسی قوم کی دشمنی تمہیں عدل سے نہ روکے۔ عدل کرو۔ وہ تقوے کے قریب ترین ہے۔

مرد و عورت کی مساوات سے بھی قرآن کریم بھرا پڑا ہے۔ فرمایا ولھن مثل الذی علیھن عورتوں کو ویسے ہی حقوق حاصل ہیں۔ جیسے کہ ان کے ذمہ مردوں کے حقوق ہیں۔

غرض قرآن کریم کو اگر دیکھا جائے۔ تو بہائی خلیفہ کی تعلیم نہایت اکمل پیرایہ میں اس کے اندر موجود ہے۔ بلکہ بعض باتیں قرآن کریم نے ایسی بتائی ہیں جن تک بہائی خلیفہ کا واہمہ بھی نہیں پہنچ سکتا۔ بہائی خلیفہ نے محض عدل ہی کی تعلیم دی ہے۔ لیکن قرآن کریم فرماتا ہے۔ ان اللہ یامرکم بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی۔ اللہ تعالےٰ تمہیں عدل کا حکم دیتا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر احسان کا۔ اور اس سے بھی بڑھ کر ایسے طریق سلوک کا جیسے قریبیوں کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔

ہاں ایک نئی بات بہائی خلیفہ نے کہی ہے۔ ایک ہی عالمگیر زبان اور رسم الخط کی ایجاد کی تجویز کرتے ہوئے اسکا یہ فائدہ بتایا ہے کہ انسانوں میں سے سوء ظنی جاتی رہے۔ عالمگیر زبان کی ایجاد بیشک دنیا کے لئے بیشمار فوائد کا موجب ہو سکتی ہے۔ اور ایسی زبان ہمیں کوئی ایجاد بھی کرنیکی ضرورت نہیں۔ خود بہائی خلیفہ کی زبان عربی ہی اپنے اندر ایسے سامان رکھتی ہے۔ کہ اگر مختلف اقوام و مذاہب کے بغض و تعصب آڑے نہ آئیں۔ تو ادنےٰ کوشش سے یہ عالمگیر زبان بن سکتی ہے لیکن بدظنی محض زبان کے ایک ہونے سے دور نہیں ہو سکتی۔ خود بہائی خلیفہ کے بہت سے ہمزبان بہت سی باتوں میں آپس میں بدظن ہیں۔ اور بہائیوں کو ان سے بدظنی ہے۔ پس بدظنی کو دور کرنیکا ذریعہ زبان کا اتحاد نہیں ہو سکتا بلکہ دوسرے کے حالات کو تحقیق کئے بغیر ایک برا قیاس کر لینا اسکا اصل موجب ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے اسی لئے فرمایا یا ایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم۔ یونہی لوگوں پر برا گمان نہ کر لیا کرو کیونکہ بعض ظن گناہ ہیں۔

پس بہائی حضرات سے ہم یہ التماس کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ جس تعلیم کی خاطر وہ قرآن کریم کو چھوڑتے ہیں۔ وہ بدرجہ اکمل و اتم قرآن کریم کے اندر موجود ہے۔ آؤ اور اس پر عمل کر کے فلاح پاؤ۔

عالم اسلام

یوگوسلاوی مسلمانوں کا مذہبی نظام

مقدونیہ کی فوج سے جو عثمانیوں، البانیوں اور بوسنیا اور ہرزیگووینا کے سرویائی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ یوگوسلاوی مسلمانوں کا حسب ذیل نظام مذہبی بقول نیرایسٹ ترتیب دیا ہے:۔

اوقاف کا مال بوسنیا کے قوانین کے مطابق جملہ مراعات کا استحقاق رکھتا ہے۔ ان کا نظم و نسق تین شعبوں پر منقسم ہے:۔ (۱) مقامی جماعت (۲) ضلع کی جماعت (۳) مرکزی انجمن۔ اس نظام کو اصل ضروریات کے مطابق سرکاری امداد دیجاتی ہے۔ کم از کم دو سو مسلمان گھروں کے مجموعہ کو جماعت کہا جاتا ہے۔ اور ان کی منتظم جماعت کو سر پیر۔ اور جملہ مملکت کا مرکزی دفتر بلگریڈ میں ہے۔ جس کی ایک ایک شاخ سراجیوو اور سکوپلی میں ہے۔ جملہ نظام کا صدر نائب الخلیفہ کہلاتا ہے۔ اور ہر ایک صوبہ کے لئے ایک ایک عدالت شرعی ہے۔ اور ہر ایک جماعت پر ایک ایک امام مقرر ہے۔ جن کے تین درجے جماعت کی اہمیت کے لحاظ سے مقرر ہیں۔ ان تمام کو حکومت کی طرف سے تنخواہ ملتی ہے۔ اور بموجب قواعد پنشن کا استحقاق رکھتے ہیں۔ اور ان تمام کو وزیر مذاہب حسب سفارش نیابت اور کمیٹی اوقاف مقرر کرتا ہے۔ ان کے فرائض اپنی اپنی جماعت کے اندر وہی ہیں۔ جو ایک چھوٹے پادری کے فرائض اس کے اپنے حلقہ میں ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی صوبہ کی وقف کمیٹی کے زیر ہدایت جماعت کے اوقاف کی حفاظت بھی اسے کرنی پڑتی ہے۔

ہر صوبہ کے شرعی ججوں کو جہاں کہ مسلمانوں کی آبادی ہو۔ وہی اختیارات حاصل ہیں۔ جو بوسنیا میں ایک قاضی کو ہیں۔ اس کے علاوہ یہ جج صوبہ کی وقف کمیٹی کے صدر بھی ہیں۔ سراجیوو کی اعلے شرعی عدالت کے علاوہ سکوپلی اور بلگریڈ میں بھی ایسی ہی عدالتیں قائم ہیں۔

نائب الخلیفہ اپنی کونسل کے ممبروں میں سے دو امیدواروں کا انتخاب مفتی کے منصب کے لئے کرتا ہے۔ اور ان دونوں میں سے وزیر مذاہب ایک کو منتخب کرتا ہے۔ یہ اعلے درجہ کے افسر شمار ہوتے ہیں۔ اور بہت بڑی تنخواہ پاتے ہیں۔ ان کا افسر اعلے نائب الخلیفہ ہوتا ہے۔ جسکا انتخاب اس طرح پر ہوتا ہے۔ کہ شریعت کی کونسل تین امیدواروں کے نام وزیر مذاہب کو بھیجتی ہے۔ جن میں سے ایک کو جسے وزیر موصوف منتخب کرتا ہے۔ بادشاہ اس منصب جلیلہ پر مقرر کر دیتا ہے۔

نائب الخلیفہ کے چار مددگار ہوتے ہیں۔ یہ لوگ تعلیم۔ شریعت سول اور مذہبی قانون کے بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ اور ان چاروں کو شریعت کی کونسل مقرر کرتی ہے۔ اور ان کو نائب المجلس کہتے ہیں۔ بغیر ثبوت جرم یا خلاف ورزی قانون کے ان میں سے کوئی برخاست نہیں ہو سکتا۔ مجلس شریعت میں نائب الخلیفہ۔ مفتیان سراجیوو۔ اور سکوپلی اور تین اعلے جج ان شریعت اور مسجد کے پرانا سابقہ وزیر مذہب اسلام حمد و وزیر مذاہب یا اسکا نائب ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر پچاس ہزار مسلمان انتخاب کنندوں کا ایک نائب بھی اس میں شامل ہوتا ہے۔ یہ کم از کم کونسل کا ثلث حصہ ہونا چاہئیں۔ اور ان کا انتخاب ۳ سال کے لئے ہوتا ہے مالی سال کے ختم ہونے سے پہلے اس مجلس کا جلسہ باری باری سراجیوو اور سکوپلی میں ہوتا ہے۔ جن کے اخراجات سنٹرل وقف فنڈ سے ادا ہوتے ہیں۔

اس مجلس شریعت کو نائب الخلیفہ کے انتخاب کا حق ہوتا ہے وہ تین امیدواروں کے نام وزیر مذاہب کو بھیجتی ہے۔ دستور (نائب المجلس) امیدواروں اور سکوپلی اور سراجیوو کے وقف مرکزیہ کا صدر منتخب کرتی ہے ان دونو مقامات کے وقف مرکزیہ کے حسابات اور بجٹ کو بھی وہی پاس کرتی ہے۔ ایسا ہی نیابت کے کاموں کی منظوری بھی وہی دینیات اور علماؤں کی تعلیم کے متعلق جملہ مسائل کا فیصلہ کرتی ہے۔

جدید بہائی خلیفہ اور اس کی تعلیم

ناظرین کرام غالباً اس سے باخبر ہونگے۔ کہ عباس آفندی جو بہاء اللہ کی مسند خلافت پر متمکن تھا۔ کچھ عرصہ ہوا۔ بڑھاپے کی عمر میں فوت ہوا ہے۔ عربی جریدہ "فتی الشرق" اس روایت کا ذمہ دار ہے۔ کہ مرحوم خلیفہ کی وفات کے چالیسویں دن عنان خلافت شوقی آفندی نامی ایک شخص کو دی گئی۔ جس کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ وہ انگلستان کا تعلیم یافتہ ہے۔ اور دانائی۔ قوت۔ ارادہ اور فکر سلیم رکھتا ہے۔

اس کی تعلیم اساسی میں سے ذیل کی باتیں بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں:۔

(۱) حقیقت کی تلاش اور اس پر یقین۔

(۲) وحدت عالم انسانی۔

(۳) دین الفت اور محبت بڑھانے کا ذریعہ ہونا چاہئے۔ نہ کہ عداوت اور بغض کا۔

(۴) مذہب کے لئے ضروری ہے۔ کہ علم و عقل کے مطابق ہو۔

(۵) تعصب خواہ وہ مذہبی ہو یا جنسی یا سیاسی یا اقتصادی یا ملکی اس کا ازالہ۔ کیونکہ ان تمام صفات کا اجتماع انسانیت کی بنیاد کو ہلا دینے والا ہے

(۶) دنیا میں ایک ہی زبان اور ایک ہی خط کی ایجاد۔ تا کہ تمام جدید پھیل سکے۔ یہ عام لوگوں کی زبان ہونی چاہئے۔ تا کہ بنی نوع انسان

میں سے سو ظن جاتا رہے۔ اور اس سے تمام ربع مسکون ایک ہی وطن بن جائے۔

(۷) مرد و عورت ہر دو کی بلا تمیز تعلیم اور ان دو نو جنسوں میں مساوات۔

(۸) تمام انسانوں کے درمیان مواسات اور اس کا درجہ مساوات سے بڑھ کر ہے۔

(۹) انسان کی ہدایت اپنے نفس میں۔

(۱۰) دین کی اتباع اور اسکا احترام۔ کیونکہ وہ انسان کا حصن حصین ہے۔

(۱۱) مدنیت الہٰیہ دنیا میں بنیادی طور پر اختیار کرنا۔

(۱۲) معارف کو ہر طرح سے عام کرنا۔

(۱۳) عدل اور حق کی اتباع۔

اس تعلیم پر علیحدہ نوٹ آج ہی بہرہ "شذرات" میں کسی دوسری جگہ ملاحظہ ہو۔

اہل کردستان کے اخلاق و عادات

کردوں کی قوم جن کی تعداد بقول "العدل" قسطنطنیہ دس اور پندرہ ملین یعنے ایک سے ڈیڑھ کروڑ تک ہے۔ ہندوستان کے سرحدی قبائل کیطرح ایک خودسر قوم ہے۔ اور اپنی آزادی اور خودسری کیوجہ سے بہت طاقتور اور لڑائی میں بہت زبردست ہے۔ بیشمار موقعوں پر اس قوم سے مسلمانوں کو فوائد عظیم حاصل ہوئے ہیں۔ اگرچہ بعض وقت اسکی خودسری کسیقدر نقصان کا موجب بھی ہوئی ہے۔

معاصر "العدل" کا بیان ہے کہ یہ لوگ سب کے سب زبان عربی میں کلام کرتے ہیں۔ اور سوائے لہجہ کے فرق کے جو مختلف ممالک میں آباد ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اور کوئی فرق ان کی زبان میں نہیں۔

ان لوگوں کے اخلاق و عادات میں بھی حد درجہ کی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ ان کی کئی ایک قومیں ہیں مثلاً:۔

(۱) کرد زنادی جو اصفہان کے قریب آباد ہیں۔

(۲) کرد لزا زا جو بدقان کی پہاڑیوں میں بستے ہیں۔

(۳) آرامس۔ (۴) للالکورانی۔ (للاندرانی وغیرہم

یہ تمام اقوام اپنی شمائل و عادات میں ایک دوسرے سے ذرہ بھر مختلف نہیں حالانکہ جغرافیائی طور پر وہ ذیل کی تین اقسام پر منقسم ہیں:۔

(۱) اکراد ایران۔

(۲) اکراد ترکی۔

(۳) اکراد عراق۔

عراق کے کردوں کے متعلق معاصر "العدل" کی رائے ہے۔ کہ اس ملک کی سیاسی حالت میں استقلال کی صورت پیدا ہونے پر اگر کردوں ...

ہمارے تبلیغی مشن

سپرچولسٹ ہال میں لیکچر

ڈوکنگ کی تازہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب کا ایک زبردست لیکچر Aelian Hall (ایلین ہال لنڈن میں "انسانیت کا نصب العین" پر ہوا۔ لیکچر میں کم و بیش ایکہزار کا مجمع تھا۔ جو انگلستان جیسے ملک میں ایک بڑا مجمع ہے۔

یہ ہال سپرچولسٹ لوگوں کے پاس ہے۔ جن کی مختلف مجالس عموماً مبلغین اسلام کو اپنے ہاں بلا کر لیکچر دلاتی ہیں۔ کیونکہ اصول اسلام سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ یہ لوگ حق بات کو سننے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ اگرچہ وہ اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں لیکن عیسائی مذہب کے اصولوں اور معتقدات سے وہ علانیہ منکر ہیں اور مسیح علیہ السلام کو ایسی تعلیم سے بری الذمہ ٹھیراتے ہیں۔

یہ لوگ اسپارت کے قائل ہیں۔ کہ مردہ روحوں کا تعلق اس دنیا کے ساتھ رہتا ہے۔ اور وہ اہل دنیا کے رنج و راحت میں بھی شریک ہوتی ہیں۔ ان کے ساتھ مکالمہ و مخاطبہ کے یہ لوگ قائل ہیں۔ اور بعض ایسے لوگ ان کی ہر ایک مجلس میں موجود ہوتے ہیں۔ جنکا یہ دعوے ہے۔ کہ مردہ روحیں ان کے پاس آتی ہیں۔ اور ان کے توسط سے کلام کرتی ہیں۔

لیکچر کی کامیابی اور اثر

حضرت خواجہ صاحب کا محولہ بالا لیکچر کسقدر موثر ثابت ہوا۔ اسکا پتہ ایک خط سے لگتا ہے۔ جو لیکچر کے بعد اسی سوسائٹی کے ایک کارکن نے حضرت خواجہ صاحب کو لکھا۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ:۔

"یہ بالکل عیاں ہے۔ کہ ایلین ہال میں آپ کا تازہ لیکچر سامعین کے قلوب کو مسخر کرنے والا تھا۔ اور میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہ کونسل نے اپنے گذشتہ اجلاس میں سیکرٹری مسٹر سربٹین کو ہدایت کی ہے۔ کہ وہ آپ تک پہنچے۔ اور ایک لیکچر کی درخواست آپ سے کرے۔ چنانچہ عنقریب ایک اتوار کے لیکچر کے لئے آپ کو اس کی طرف سے دعوت پہنچے گی"

ناظرین کرام بروقت خط و کتابت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ منیجر

روحوں پر لیکچر کا اثر

یہی صاحب اپنے اس خط میں لکھتے ہیں:-

"آپ کے لیکچر کے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ ہمارے فیملی گائڈز کے ذریعہ سے جو غریب روح آپ کی تقریر کو سننے کے لئے لائی گئی۔ وہ گذشتہ جمعرات کو ہماری چھوٹی سی جماعت کی ازحد شکر گذار تھی۔ اور اس نے یہ خواہش ظاہر کی۔ کہ اس امداد کے لئے جو آپ کے لیکچر سے اسے پہنچی آپ کا شکریہ ادا کیا جائے۔ وہ آپ کے بلند کرنے والے خیالات اور اعلیٰ تعلیم کی مقر تھی۔ اور محسوس کرتی تھی۔ کہ اس لیکچر سے اسے بہت فائدہ ہوا ہے۔ اور اس کی بعض تکالیف دور ہو گئی ہیں۔

میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ اپنی زمینی زندگی میں یہ روح ایک مادہ پرست ہستی تھی۔ جسکا اللہ تعالےٰ پر کوئی یقین و ایمان نہ تھا۔ اسکو ایک دماغی ضرر لاحق ہوا۔ اور اس نے خودکشی کر کے (ڈوب کر) اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ یہ سننا آپ کے لئے موجب دلچسپی ہوگا۔ کہ اس طرح سے آپ ایک غریب روح کے لئے جو مابعد الموت عالم میں ٹامک ٹوئے مار رہی تھی۔ روشنی حاصل کرنے میں امداد کا موجب ہوئے ہیں"

ایک نومسلمہ حضرت خواجہ صاحب کے لیکچر پر

حضرت خواجہ صاحب کے اسی لیکچر کے متعلق ایک نومسلمہ خاتون مسز زاہدہ پرل ایڈیٹر پیغام صلح کے نام ایک پرائیویٹ خط میں لکھتی ہیں:-

"کل میری دو سہیلیاں جن سے تم مل چکے ہو۔ اور میں خود ایلین ہال میں مسٹر کمال الدین کی تقریر "انسانیت کا نصب العین" پر سننے کے لئے گئی۔ میری دلی خواہش ہے۔ کہ یہ لیکچر پمفلٹ کی صورت میں طبع ہو۔ تاکہ اسے عام طور پر پھیلایا جا سکے۔ انہوں نے (یعنے خواجہ صاحب نے) ہم سب کو اس طرح بٹھائے رکھا۔ کہ گویا اپنی جادو بیانی اور صداقت کے ذریعہ سے انہوں نے ہمیں مسحور کر لیا۔ .... میں آئندہ کوشش کروں گی۔ کہ خواجہ صاحب کے جسقدر بھی لیکچر ممکن ہوں۔ جا کر سنوں۔ میری سہیلیاں اور میرا [illegible] کا بھی [illegible] مستفید ہے"

اسلامی اذان ایک انگریز بچّہ کے کانوں میں

تازہ ولایتی ڈاک سے ہمیں یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی ہے کہ ہمارے قابل نومسلم دوست مسٹر خالد شیلڈرک کو اللہ تعالےٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔

مسٹر خالد شیلڈرک اپنے پرجوش اسلامی مضامین اور قابلانہ تقاریر کیوجہ سے اسلامی دنیا میں خوب معروف ہیں۔ آپ کی اہلیہ بھی مسلمان ہیں۔ اور ان کا اسلامی نام غازیہ ہے۔

اس مبارک تقریب کے متعلق جو ان دونو میاں بیوی کو پیش آئی ہے ذیل کا بیان جو ایک انگریزی اخبار سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ امید ہے۔ کہ ناظرین کرام کے لئے موجب دلچسپی ہوگا:-

"جمعہ مورخہ ۷ راپریل کو حاجی خواجہ کمال الدین امام مسجد ووکنگ جو جزائر برطانیہ کے مسلمانوں کے لیڈر ہیں۔ حاجی عبد الحمی عرب کے ساتھ ایسٹ ڈلچ کے ایک پرائیویٹ نرسنگ ہوم میں گئے ان دونو کی پگڑیاں قرب و جوار کے لوگوں کے لئے ایک خاص دلچسپی کا موجب تھیں۔ یہ ایک اسلامی رسم کی ادائیگی کی تقریب تھی۔ جو ایک بچّہ کے پیدا ہونے پر ادا کی جاتی ہے۔ یہ مسیحیت کی رسم بپتسمہ کی مانند نہیں۔ جس کے ادا کرنے سے ہی ایک بچہ اطفال الٰہی میں شامل ہو سکتا ہے۔ مذہب اسلام کی یہ تعلیم ہے۔ کہ ہر ایک بچہ خاندان الٰہیہ کا ایک ممبر ہے اور اسے کسی بپتسمہ کی ضرورت نہیں۔ مسز غازیہ سیبل شیلڈرک اہلیہ ڈاکٹر خالد شیلڈرک کو جو ایک مشہور مصنف اور لیکچرر ہیں۔ مبارک دینے کے بعد حاجی عرب صاحب نے بچہ کے کانوں میں آہستہ آواز میں ذیل کے الفاظ دوہرائے:-

اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ۔ اشھد ان محمد رسول اللہ
حی علی الصلوٰۃ۔ حی علی الفلاح۔ اللہ اکبر اللہ۔ لا الٰہ الا اللہ۔

ان الفاظ کے دوہرانے کے بعد آہستگی کے ساتھ دعا کی گئی۔ کہ اللہ تعالےٰ اس نومولود اور اس کے والدین پر رحمت و برکت نازل فرمائے۔

اس رسم کی ادائیگی کے بعد تمام مجلس ڈاکٹر خالد شیلڈرک کی معیت میں افغانی سفارت خانہ میں کھانا کھانے کے لئے چلی گئی۔ مسٹر خالد شیلڈرک کو ہز ایکسیلنسی رشید پاشا ترکی سفیر۔ سفیر افغانستان۔ سفارت امریکہ پیرس سفیر ایران۔ فلسطینی عرب ڈیلیگیشن لارڈ ہیڈلے اور بہت سے دیگر اشخاص نے مبارکباد کے خطوط بھیجے ہیں۔ ماں اور بچّہ دونو کی حالت صحت افزا ہے"

ہماری دلی دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ مولود مسعود کو صحت و عمر عطا فرمائے۔ اور اسلام کا اسے سچا خادم بنائے

آمین

ولایتی ڈاک

جرمنی میں اشاعت اسلام کی ضرورت

ایک جرمن ڈاکٹر اور دو خواتین کا قبول اسلام
ہندوستانی مسلمانوں سے اپیل

ذیل کا مضمون مولوی عبدالستار خیری ایم۔ اے نے جو آجکل جرمنی میں پروفیسر ہیں۔ اخبار "محمڈن" میں بزبان انگریزی لکھا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جرمنی میں اشاعت اسلام کی ضرورت اسوقت کس قدر ہے۔

م۔ ح علیگڈھ کے پرانے متعلمین میں سے اور عمالبا دہلی کے باشندے ہیں۔ آپ عرصہ سے اپنے برادر بزرگوار پروفیسر عبدالجبار خیری ایم۔ اے کے ساتھ جرمنی میں مقیم ہیں۔ جن دنوں ہم انگلستان میں تھے پروفیسر عبدالجبار صاحب سے اسی موضوع پر مولوی مصطفےٰ خاں صاحب سابق امام مسجد ووکنگ کی خط وکتابت بھی ہوئی تھی۔ اور پروفیسر صاحب نے ایک نومسلمہ خاتون کی امداد سے جرمنی میں مشن قائم کرنے کے لئے ایک سکیم مرتب کر کے ووکنگ میں بھیجی تھی۔ جو اسی وقت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے غور کے لئے لاہور بھیجدی گئی۔

ہمیں خوشی ہے۔ کہ انجمن نے آخر کار برلن مشن قائم کرنے کا فیصلہ کر دیا۔ اور عنقریب دو قابل مبلغین (مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے اور ان کے تھوڑے عرصہ بعد مولنا مولوی صدرالدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی) اس مقدس فرض کی سرانجام دہی کے لئے یہاں سے روانہ ہونے والے ہیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ (ایڈیٹر)

یورپ اور مسلمانان ہند

ہندوستان میں دنیا کے تمام دیگر ممالک سے زیادہ مسلمان آباد ہیں اور ہندوستانی مسلمان دنیائے اسلام کا گویا فخر ہیں۔ وہ تمام یورپین فضلا جنہوں نے اسلامی دنیا کا مطالعہ وسعت نظر اور غور و خوض کے ساتھ کیا ہے اس حقیقت نفس الامری کو پورے یقین کے ساتھ مانے ہوئے ہیں۔ کہ اسلام کی شائستگی اور جاہ و جلال کا دوبارہ نمو اگر مقدر ہے۔ تو وہ ہندوستان میں ہوگا۔ نہ کہ عرب یا ٹرکی میں۔ لیکن یورپ کے عامۃ الناس کے نزدیک ہندوستانی مسلمان کوئی ہیں ہی نہیں۔ یورپ کے قریبًا ہر حصہ میں سیاحت کرتے ہوئے اور قریبًا ہر قسم کے انسانوں سے جن میں پروفیسر، جرنلسٹ اور وزراء مملکت بھی شامل ہیں۔ گفتگو کے دوران میں یہ دیکھ کر مجھے سخت تعجب اور درد پیدا ہوا ہے۔ کہ وہ بالعموم ہندوستان میں مسلمانوں کی ہستی ہی سے بےخبر ہیں۔ اور تو اور وہ پروفیسر بھی جو نام نہاد ماہرین ہند ہیں۔ اور ہندوستان کے متعلق واقفیت رکھنے میں انہیں درجہ خاص حاصل ہے۔ اس سے باخبر نہیں۔ ان پروفیسروں نے ہندوستان کو مطالعہ کرنے میں اپنی عمریں صرف کر دی ہیں۔ لیکن ان کی عمریں محض پورانی سنسکرت ہی کی ورق گردانی میں گذری ہیں۔

دوسرے پروفیسر جو اسلام کو خاص طور پر مطالعہ کرتے ہیں۔ بالعموم عرب۔ شمالی افریقہ۔ ٹرکی اور ایران سے باہر نہیں نکلتے۔ اس لئے ہندوستانی مسلمانوں کو سب کے سب ہی بھلا دیتے اور قطعًا نظرانداز کر دیتے ہیں۔ اور خود مسلمان بھی اس بارہ میں کوئی ہمت نہیں کرتے۔

صرف عامۃ الناس ہی کے نزدیک نہیں۔ تمام نام نہاد فضلا اور اعلےٰ تعلیم یافتہ اشخاص کے لئے بھی ہندوستان صرف بدھ مذہب کے لوگوں اور برہمنوں کی سرزمین ہے۔ اور ہر ایک وہ شخص جو ہندوستان سے آتا ہے۔ یا تو وہ بدھ مذہب کا پیرو ہوتا ہے۔ یا برہمن۔ یہانتک کہ آگرہ کا تاج محل بھی صرف برہمنوں ہی کا ایک مندر ہے۔ اس تمام ناواقفیت کا

ذمہ دار کون ہے؟

ہندوستانی مسلمان ہی اس کے دراصل ذمہ دار ہیں۔ مسلمانوں کے وہ چند ایک افراد جو یورپ میں بغرض تحصیل علوم۔ تجارت یا آرام و راحت کے لئے جاتے ہیں۔ سوائے شاذ و نادر کے عمومًا اپنا وقت عیش و عشرت ہی میں ضائع کر دیتے ہیں۔ اور اگر وہ نہایت اعلےٰ اخلاق کے انسان ہیں۔ تو وہ اپنا وقت عمومًا اس کام میں ہی لگاتے ہیں۔ جس کے لئے وہ وہاں پہنچے ہیں۔

ان خوشگوار ایام میں جو قرون اولےٰ کے نام سے موسوم ہیں ہر ایک مسلمان خواہ وہ طالب علم ہوتا تھا۔ یا تاجر۔ اسلام کا مشنری تھا۔ جیسا کہ آجکل ہر ایک ہندو اپنے مذہب کے فلسفہ اور علوم کو شائع کرتا اور پھیلاتا ہے۔

ہندوؤں کا مسلمانوں کے ذکر سے اغماض

ان ہندوؤں کا جو اس طرح سے اپنے مذہب کی اشاعت کرتے ہیں، ہر ایک فرد اس امر میں حد درجہ محتاط ہوتا ہے۔ کہ کوئی ایسی بات

ان کے منہ سے نکلے۔ جس سے کسی طرح سے یہ ظاہر ہو کہ ہندوستان میں مسلمان بھی موجود ہیں میرے پاس اس کی بہت سی مثالیں ہیں لیکن اس جگہ میں صرف دو ہی پر حصر کرتا ہوں۔ جو اپنے اثر کے لحاظ سے نمونہ کا کام دے سکتی ہیں۔

گزشتہ موسم گرما میں مشہور بنگالی شاعر ٹیگور نے برلن یونیورسٹی کے عظیم الشان ہال میں جو سامعین سے بھرپور تھا "ہندوستان کا پیغام" کے عنوان سے ایک لیکچر دیا۔ قریباً ایک گھنٹہ تک آپ نے تقریر کی اور بتایا۔ کہ ہندوؤں کو صحیفہ قدرت سے . . . . ایک دلی محبت ہے صحیفہ قدرت ایک ہندو کے نزدیک ایسی چیز نہیں۔ جس کو صرف سراہا جائے۔ بلکہ وہ اس کی بالکل قریبی چیز ہے۔ اسقدر قریبی جیسے اس کے قریب ترین رشتہ دار . . . .

. . . .

. . . .

غرض جناب ٹیگور نے صرف ہندوؤں ہی کے متعلق کہا جو کچھ کہا اور اس میں چنداں ہرج نہ ہوتا۔ اگر پہلے سے اس کی وضاحت کر دی جاتی کہ صرف ہندوؤں ہی کے متعلق آپ نے بیان کرنا ہے۔ مگر طریقہ یہ ہے کہ آپ "ہندوستان کا پیغام" اہل برلن کو پہنچاتے ہیں۔ اور مسلمانوں کا اس میں نام و نشان تک موجود نہیں۔

ٹیگور اسلام پر

صرف ایک ہی دفعہ اسلام کا ذکر انہوں نے کیا۔ اور وہ بحیرہ قلزم کے ناخوشگوار اور تکلیف دہ عربی کنارہ کی شکایت تھی۔ جس سے اپنے سفر کے دوران میں ان لوگوں اور اس مذہب کے خونین عادات و اخلاق کا خیال انہیں پیدا ہوا۔ جو اس سرزمین سے نکلے ہیں۔

اغماض کی ایک اور مثال

۸ فروری ۱۹۲۲ء کو مسٹر بی۔ کے سرکار ممبر بنگال لیجسلیٹو کونسل آف بنگال نے "ہندوستانی تماشگی میں سیاسی تحریکات" کے عنوان سے ایک مضمون پڑھا۔ اور سامعین میں ایک اشتہار تقسیم کیا۔ جس میں ذیل کی باتیں خلاصۃً بیان کی گئی تھیں:۔

(یہ باتیں چونکہ محض جمہوریت کے نظام سیاسی پر مشتمل ہیں اور ایسے نظام کے ضروری عناصر کو ہندوانہ نقطہ نگاہ سے بیان کیا گیا ہے جس کا تعلق اس مضمون سے چنداں نہیں اسلئے بغرض اختصار ہم ان کو نظر انداز کرتے ہیں۔ ایڈیٹر پیغام)

ان تمام لیکچروں میں مسلمانوں کے متعلق ایک بھی لفظ نہیں۔ نہ ہی "نوجوان ہندوستان کے پیغام" میں شروع سے آخر تک مسلمانوں کا نام تک بھی آیا ہے۔ یہ ہندو حضرات جب ہندوستان کے متعلق کچھ بیان کرتے ہیں۔ تو اسلام کا قطعاً ذکر تک نہیں کرتے۔

مسلمانوں کی غفلت اور اس کے نتائج

کیا یہ سچ ہے۔ کہ ہندوستان میں کوئی قابل مسلمان نہیں۔ یا قابل ہندوستانی مسلمان اسلام کی ذرہ برابر پروا نہیں کرتے۔ یا یہ بات ہے کہ وہ لوگ جو بڑی خوشی کے ساتھ ان خدمات کو سرانجام دینے کے لئے تیار ہیں۔ ان کے پاس اس کے سامان اور ذرائع موجود نہیں۔ اور نہ ہی دوسرے لوگ ان کو امداد دینے پر آمادہ ہیں؟ اگر یہ حالات جیسے اور ایسے ہی رہے۔ جیسے کہ اب تک چلے آتے ہیں۔ تو ان کے نتائج کا پیش از وقت بیان لینا کوئی مشکل امر نہیں۔ ارمنیوں کی مٹھی بھر جماعت کے اس پروپاگنڈا کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ جو انہوں نے بے شمار ترکوں اور کردوں کے اندر کیا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ یورپ اسلام کا دوست نہیں۔ کیونکہ یورپ کو پتہ نہیں کہ اسلام کیا چیز ہے جو کچھ اسے معلوم ہے۔ وہ ان مخالف اسلام کوششوں کا نتیجہ ہے جو گذشتہ تیرہ سو سال سے جاری ہیں۔ اسکا الزام کس کے اوپر ہے؟ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے سوا اور کوئی اس کا ملزم نہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ

یورپ اسلام کو جاننا چاہتا ہے

عامۃ الناس اپنی غلط رائے کو تبدیل کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر مسلمان انہیں یہ بتا دیں کہ فی الحقیقت اسلام کیا چیز ہے میں ہمیشہ ایسے لوگوں سے ملا ہوں جنہوں نے اسلام کے متعلق صداقت کے معلوم ہونے پر فوراً اپنی رائے کو بدل دیا ہے۔ صرف یہی نہیں بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو بعض نیکدل مسلمانوں سے چند مرتبہ گفتگو کرنے کے بعد اب مسلمان ہونے پر بالکل آمادہ ہیں۔

جرمنی میں اسلام پر لیکچر

تین چار مہینے ہوئے "ڈائی جیسلشیفٹ اسلام کنڈی" نامی ایک سوسائٹی نے اسلام کے مختلف موضوعات پر لیکچروں کا ایک سلسلہ شروع کیا۔ جس میں میرے برادر بزرگوار پروفیسر مولنا جبار خیری ایم۔ اے اور راقم سطور ہذا نے بھی عملی حصہ لیا۔ لوگ ان لیکچروں میں اسقدر دلچسپی لیتے تھے کہ ان دنوں میں بھی جب اس چار لاکھ کی آبادی کے عظیم الشان شہر میں ٹریم اور روشنی والوں کی ہڑتال تھی۔ وہ برابر لیکچر میں آتے رہے۔ لیکچروں کے بعد سوال و جواب اور بحث و مناظرات رات کو دیر تک ہوتے تھے۔ اس سوسائٹی کے

متفرق مقالات

اسلام کس طرح کامیاب ہوسکتا ہے

اسلام آجتک نہ صرف یورپ و امریکہ میں بلکہ خود ہندوستان میں غلط بیانی غلط فہمی۔ افترا اور بہتانوں کی تاریکی میں چھپا رہا۔ ہماری ہمسایہ قوم کے بعض سربرآوردہ بزرگوں کی تحریروں اور تقریروں سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ کہ باوجودیکہ انہیں ہمارے ساتھ رہتے سینکڑوں برس ہو گئے ہیں۔ تاہم انہیں ہمارے مذہب کی طرف سے بڑی بھاری ناواقفیت ہے اسبارہ میں ان کا کچھ قصور نہیں۔ بلکہ یہ سب ہماری غفلت کا نتیجہ ہے کیونکہ آجتک ان حجابوں کے دور کرنے کے لئے ہماری طرف سے کوئی باقاعدہ کوشش نہیں ہوئی۔ اگر ہم اسبارہ میں ذرا بھی کوشش کرتے۔ تو ہندوستان میں اور نیز دیگر ممالک میں اسلام کو بڑی بھاری کامیابی حاصل ہوتی۔ ابھی وقت ہے۔ کہ ہم اسبارہ میں کچھ عملاً کر کے دکھائیں۔ ہندوستان کی ہر ایک زبان اور نیز یورپ کی زبانوں میں اصول اسلام اور انکی خوبیوں کی کثرت سے اشاعت کی جائے۔ تاکہ مخالفین کو ہمارے مذہب سے پوری پوری واقفیت حاصل ہو۔ دو چار رسالے جو مسلمانوں کی طرف سے ہندی کی دیگر زبانوں میں نکلتے ہیں انھیں بجائے پولیٹکل رنگ نہ ہو۔ بلکہ ہم چاہتے ہیں۔ کہ ان کا اکثر حصہ اسلام کی خوبیوں سے مزین ہو۔ امید ہے۔ ہمارے معزز معاصرین جن کی طرف ہمارا اشارہ ہے۔ اس طرف توجہ فرماویں گے۔

اشاعت اسلام کی اہمیت

افسوس کی بات ہے۔ کہ اس زمانہ میں جبکہ ہر ایک قوم و مذاہب بذریعہ تبلیغ اپنے خاص مدعا کو دنیا کے کونہ کونہ میں پہنچا کر عوام کی ہمدردی حاصل کر کے اپنے مطالب میں کامیاب ہو رہا ہے۔ ہماری طرف سے اتنی غفلت برتی جا رہی ہے۔ کہ ہم ان ذرائع سے بہت کم کام لے رہے ہیں۔ جو اس وقت ہمیں حاصل ہیں۔ ہندوستان کی موجودہ پولیٹکل ہلچل اسی تبلیغ کا نتیجہ ہے۔ اس ملک کے پولیٹکل لیڈروں نے اس راز کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ کہ جبتک وہ اس تحریک کو ہر ایک ہندوستانی تک نہ پہنچائیں گے۔ عوام کی ہمدردی اور ان کی امداد حاصل ہونا دشوار ہے۔ اس لئے ان کے ہم خیال کثرت سے پیدا ہونے ضروری ہیں گو مسلمانوں کی دوسری تحریکات قومی اہمیت کے لحاظ سے تحریک اشاعت اسلام کے مقابل کوئی حقیقت و حیثیت ہی نہیں رکھتیں۔ مگر مسلمان اس ضروری کام کی طرف سے بالکل لاپرواہ ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ ہم بھی اس اہم مقصد کے لئے کثرت سے ہم خیال پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ ہمارے بھائیوں نے اسبارہ میں آجتک جو کوشش کی ہے۔ وہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ ان کے ذمہ کیا کیا فرائض ہیں۔ اور انہوں نے کہانتک ان کو ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر ان کو اسلام کی کامیابی بذریعہ اشاعت و تبلیغ پر حقیقی ایمان ہو۔ تو ان کی کوششیں پولیٹکل مبلغین سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہونی چاہئیں۔

خدا صرف کام کرنیوالوں کی مدد کرتا ہے

اشاعت کی کامیابی ہمارے ہاتھ پاؤں ہلانے پر موقوف ہے۔ جو لوگ غفلت کو چھوڑ کر کام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالٰے کی بے اندازہ نصرتیں ان کے شامل حال ہوتی ہیں۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین کی دعا میں استعانت سے پہلے عبادت کا ذکر ہے۔ خدا تعالٰے سے اعانت اور نصرت پانے کا وہی مستحق ہے۔ جو پہلے خود کچھ کر کے دکھلائے۔ ا[illegible] مسلمانوں کو سب سے پہلے اشاعت اسلام کے لئے قدم اٹھانا چاہئے۔ اور مختلف ممالک میں اپنے تبلیغی کام شروع کر دینے چاہئیں۔ انشاءاللہ ہر جگہ اللہ تعالٰے کا ہاتھ ان کی مدد کو تیار ہو گا۔

اشاعت اسلام کی راہ آسان ہے

اس وقت اللہ تعالٰے نے اشاعت اسلام کے لئے نہایت آسانیاں پیدا کر رکھی ہیں۔ موجودہ حکمران قوم بکثرت مذہبی تعصبات سے آزاد ہے علاوہ تبلیغ اسلام کے معاملہ میں کسی قسم کی رکاوٹیں اصولاً پیدا نہیں کرتی۔ اسلئے اگر ہم مذہبی تحریکات کو موجودہ پولیٹکس سے بالکل الگ رکھیں۔ اور اسلام کی خوبیوں کو دنیا میں تحریراً و تقریراً پھیلائیں۔ تو حکمران قوم ضرورت جائز کے وقت باوجود اختلاف مذہب ہماری مدد کرنے کو تیار رہیگی۔ اس سے بڑھ کر اور کیا خوبی ہو سکتی ہے۔ کہ خود اپنے ملک میں اس قوم نے ہمارے مبلغین کی عزت کی۔ اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئی۔ اپنے پادریوں کی ان کے مقابلہ پر کوئی خاص حمایت نہ کی۔ ایسی وسیع القلب قوم میں زور و شور سے تحریک اشاعت اسلام کا اجراء ہماری ہمتوں پر موقوف ہے۔ اس کام کے لئے روپیہ اور مجاہدین کی ضرورت ہے۔ جن کے ذریعہ سے اس کام کو وسعت دی جاسکے۔ امید ہے۔ کہ ہمارے احباب فرض شناسی سے قاصر نہ رہیں گے۔

اور اپنے اپنے حلقہ اثر میں اس تحریک کو پھیلانے کی کوشش کریں گے۔ (راست گو)

رمضان مبارک اور اس کے فواید

اگر اسلام کے چار اصولوں کو دیکھا جائے۔ جن پر کہ اس کی عالیشان عمارت قائم ہے۔ تو غور کرنے سے صاف معلوم ہوگا کہ شریعت اسلامیہ نے ان چاروں اصولوں کے اندر ایک ہی راز مضمر رکھا ہے۔ یہ صرف چار مختلف طریقے ہیں جن کے ذریعے سے اصل چیز حاصل ہو سکتی ہے۔ اولاً اگر نماز کو لیا جائے۔ تو اس کی غرض و غایت قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر۔ یعنی نماز کا اصل مدعا فحشاء اور منکر سے روکنا ہے۔ ان الفاظ میں دو قسم کی بدیاں مذکور ہیں۔ ایک تو وہ جن کا اثر فاعل کی اپنی ذات تک ہی محدود رہتا ہے۔ اور دوسرے وہ جن کا اثر دیگر متعلقین پر بھی ہوتا ہے۔ قرآن کریم جیسی پُرحکمت کتاب نے یوں یہ دونوں الفاظ اکٹھے رکھ کر بتا دیا کہ نماز کی اصل غرض ہر ایک بدی اور برائی سے بچنا ہے۔ اب اگر دوسرے اصول پر غور کیا جائے۔ (یعنی صوم) تو اللہ تعالیٰ نے اسکا اصلی مقصد بھی انہیں الفاظ میں بیان فرمایا ہے لتمی علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون یہاں تتقون کا لفظ اصل غرض کو ظاہر کرتا ہے۔ یعنی بدیوں اور برائیوں سے اجتناب۔ اسی طرح باقی دونوں اصولوں کا اصل مدعا تقوےٰ ہی ہے جیسا کہ زکوٰۃ اور خیرات کے متعلق ارشاد فرمایا۔ لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقویٰ منکم۔ یعنی قربانی یا خیرات یا زکوٰۃ سے اللہ تعالیٰ کو کوئی گوشت پوست یا روپیہ پیسہ نہیں پہنچتا۔ بلکہ اصل چیز فاعل کا تقوےٰ اور طہارت ہے۔ اسی طرح حج کے متعلق مذکور ہے۔ کہ وتزودوا فان خیر الزاد التقویٰ۔ یعنی بیشک زادِ راہ ضروری اور لازمی ہے۔ مگر اصل چیز تقوےٰ ہے۔ اگر ان چار اصولوں کے علاوہ بھی قرآن کریم پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اصل چیز تقوےٰ ہی ہے۔ چنانچہ شروع میں ہی مذکور ہے الم۔ ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدًی للمتقین۔ پھر ظاہری لباس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ یا بنی ادم قد انزلنا علیکم لباسًا ...... ولباس التقویٰ ذالک خیر۔ پھر اسی طرح انسان کی پیدائش اور پھر اس کی مختلف قبائل میں تقسیم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ یا ایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ ..... لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ غرضیکہ اصل چیز تقوےٰ ہے۔ یعنی انسان اللہ تعالیٰ سے ڈر کر بدیوں اور برائیوں سے بچ جائے۔ پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا اصل منشا ظاہر عبادت اور قربانی نہیں۔ بلکہ باطن کی صفائی اور روحانی ترقی مقصود ہے۔ جو کہ ان طریقوں پر چلکر حاصل ہو سکتی ہے۔ صرف مختلف ذرائع ہیں۔ جن پر قدم زن ہو کر انسان منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔

میں اسوقت عام مسلمانوں کی توجہ بالعموم اور اپنے احمدی احباب کی توجہ کو بالخصوص اس مبارک اور مقدس مہینے کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ جو کہ آجکل شروع ہے۔ یہ مبارک ماہ سال میں صرف ایک ہی دفعہ نصیب ہوتا ہے۔ اس کے فضائل و برکات اسقدر ہیں کہ ان کا مفصل ذکر ایک کتاب کا محتاج ہے۔ اس کی فضیلت کا اندازہ قرآن کریم کے اس ماہ میں نازل ہونے سے ہو سکتا ہے۔ پھر اُسکا ذکر بار بار احادیث میں آتا ہے۔ یہ مہینہ ہماری روحانی ترقیات کے لئے بے بہا خزانہ کا کام دیتا ہے۔ اولاً جبکہ ہم محض اور خالصًا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کے احکام کے ماتحت حلال اور جائز چیزوں کا استعمال بھی ایک خاص وقت کے لئے ترک کر دیتے ہیں۔ تو کسقدر اہم ضروری ہے کہ ہم حرام ناجائز اور ممنوع چیزوں سے کنارہ کش ہو کر اُن کے بیخ کو بیخ و بن سے اُڑا دیں۔ اور اُن کا نام و نشان تک باقی نہ رہے۔ اور ہمیں ان سے حد درجہ نفرت ہو۔ پھر دوسرے ہمیں اُن اپنے غریب مفلس اور نادار بھائی بہنوں کی حالت کا خوب پتہ لگتا ہے جنکو کئی روز نانِ جویں کو ترستے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ انسان فطرتًا ایسا پیدا ہوا ہے کہ جب تک وہ خود کسی تکلیف کا متحمل نہیں ہوتا تب تک دوسرے کی تکلیف کو بھی محسوس نہیں کر سکتا۔ پس اس ذریعہ سے ایک صائم (روزہ دار) خواہ وہ امیر ہے یا غریب۔ ایک مفلس اور بیکس بھائی کی اس حالت کا خوب اندازہ لگا سکتا ہے۔ جسمیں اسکے کئی کئی روز گذر جاتے ہیں۔ اور اس طرح سے اُس کے دِل کے اندر رحم۔ سخاوت و حلم جیسے عظیم الشان اخلاق خداوندی پیدا ہو کر نشو و نما پاتے ہیں۔ ایک امیر اور ایک غریب دونوں روزہ رکھ کر اور یکساں تکلیف میں مبتلا ہو کر انسانی مساوات کا عظیم الشان عملی نمونہ خلق خدا کو پیش کرتے ہیں۔ جو کہ اسلام کا عظیم الشان خاصہ ہے۔

پھر چوتھے بھوک اور پیاس کو روکنے سے انسان کو جو جو روحانی ترقیات حاصل ہوتی ہیں۔ ان کا اندازہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جنہوں نے تجربتہً اس کو آزمایا ہو۔ خدا اور مخلوق خدا سے محبت۔ ہمت و استقلال۔ فروتنی و انکساری جیسے اخلاق کا پیدا ہونا اس پاک مہینہ کا خاصہ ہے۔

پس اگر ایک طرف انسان روزوں کے ذریعہ سے چھوٹی سے چھوٹی اور معمولی سے معمولی بدیوں سے بچکر اُن کے لئے اپنے اندر ایک نفرت اور عداوت کا درجہ پیدا کر لیتا ہے۔ تو دوسری طرف اس ماہ کی برکات اسکے اندر اعلیٰ سے اعلیٰ اخلاق حمیدہ اور اوصاف ستودہ کا ایک بے بہا خزانہ پیدا کر کے اسکے حقیقی نشو و نما کا موجب ہوتی ہیں۔ اور اس طرح سے یہ پاک مہینہ انسان کو اسکے منشاء سے کمال تک پہونچانے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

بالآخر میں اپنے عزیز بھائیوں اور بزرگ دوستوں کی خدمت میں یہ التجا کروں گا۔ کہ اس پاک اور بابرکت مہینے کو یونہی اپنی غفلت سے

ضائع نہ کردیں۔ بلکہ جہاں تک ہوسکے اس سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ علاوہ اور باتوں کے عبادت اور سیّما ودت کو بالخصوص مدنظر رکھیں۔ نمازوں میں رقت اور عاجزی ہو۔ قرآن کریم کی تلاوت بکثرت کیا کریں۔ خیرات اور صدقات میں ایک دوسرے سے بڑھ کر حصہ لیں۔ یہ آنحضرت صلعم کا اسوۂ حسنہ ہے۔

سحری اور افطار کے وقت دعا کثرت سے قبول ہوتی ہے۔ لہذا اسوقت ایک دوسرے کے لئے خلوص دل سے دعا مانگا کریں۔ اور استغفار پڑھا کریں۔ والسلام

خاکسار شیخ محمد عبداللہ غفراللہ۔ انبالہ

مسئلہ تعدد ازدواج

یہ امر کسی سے مخفی نہیں بلکہ ہر مسلمان کا اس پر ایمان ہے۔ کہ تعدد ازدواج کا مسئلہ قرآن شریف کے نہایت اہم مسئلوں میں سے ایک مسئلہ ہے۔ اور یہ وہ مسئلہ ہے۔ کہ جس کی حکمت وفلسفہ کو باریک بین لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ دوسرے نہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ علمائے غیر مذاہب اس کے اسلامی جواز پر معترض ہو کر منعت میں اپنی نادانی اور کم فہمی کا بیّن ثبوت دیتے رہے۔ برعکس اس کے علماء اسلام کثرت ازدواج کی حکمت بیان کرکے ان سے ان کی غلطی کا اعتراف کراتے رہے ہیں۔ مگر افسوس صد افسوس! مولوی حشمت علی صاحب اڈیٹر اشاعۃ القرآن (قائم مقام مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی) نے بجائے اس کے کہ وہ موجودہ علوم سائنس وحکمت وفلسفہ سے اس مسئلہ کی تشریح کرکے صداقت اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کرتے۔ الٹا اس مسئلہ کی تردید پر خامہ فرسائی فرمائی ہے۔ چنانچہ اڈیٹر صاحب مسئلہ مذکور کی تردید میں رقمطراز ہیں "افسوس موجودہ زمانہ کے برائے نام مسلمانوں نے قرآنی آیات کے احکام کو ترک کرکے غلط روایات کی آڑ میں چار عورتوں سے ایک ہی زمانہ اور وقت میں نکاح کرلینا روا اور جائز قرار دیا ہے۔ یہاں تک ہی بس نہیں بلکہ سب سے پہلے جناب رسول اللہ صلعم علیہ کو قرآنی قانون شکن ثابت کیا ہے (نعوذباللہ من ذالک) جیسا کہ روایت زیر بحث میں مذکور ہے حالانکہ تمام قرآن کریم میں کل انبیاء اور مرسلین اور صالحین جو مذکور ہیں ان میں سے کسی کے نکاح میں ایک بیوی کے علاوہ دوسری یا تیسری یا اس سے زیادہ کی ایک بھی مثال کوئی شخص قرآن کریم سے دکھا نہیں سکتا۔ لہذا موجودہ زمانہ کے برائے نام مسلمانوں کو جناب رسول اللہ سلام علیہ پر کثرت ازدواج کا بہتان عظیم لگانے سے شرم شرم شرم کرنی چاہئے۔ کیونکہ اس میں رسول اللہ سلام علیہ کے قرآنی قانون شکن ثابت ہونے کے علاوہ ان کی سخت توہین ہے۔ اور مخالفین اسلام کو قرآن شریف سے نفرت دلانے کا زبردست ہتھیار ہے" (اشاعۃ القرآن [illegible] صفحہ ۴)

چونکہ اڈیٹر صاحب اپنی ازالہ غلطی کے لئے صرف قرآنی آیات سے استدلال کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اس لئے ہم آپ کی توجہ قرآن شریف کی ان آیات کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں جو ہمارے مطلب کے لئے ان کے لئے قاطع ہیں۔ بالکل پیش پا ہیں۔ ارشاد ہے۔ یا ایھا النبی قل لازواجک وبناتک (پ۲۲ ع ۷) اے نبی تو اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو کہہ دے۔ اس آیت سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوتا ہے۔ کہ رسول عربی کی متعدد بیویاں تھیں کیونکہ ازواجک کا صیغہ جمع ہے نہ کہ واحد۔ اس آیت میں تو رسول اللہ صلعم مخاطب ہیں۔ ایک اور دوسری آیت ملاحظہ فرمائیے جس میں رسول خدا کی خود ازواج مطہرات ہی مخاطب ہیں حکم ہوتا ہے۔ کہ یا نساء النبی لستن کاحد من النساء (پ۲۲ ع ۱) اے نبی کی بیویو تم اور عورتوں جیسی نہیں ہو۔ بتائیے اس آیت میں کون سا معمہ لاینحل ہے۔ جو اڈیٹر اشاعۃ القرآن کو دائرہ یقین کے اصل مرکز سے بہت دور لے گیا۔ جب کہ چار سالہ بچہ بھی مندرجہ بالا آیات قرآنی کو مدنظر رکھ کر کثرت ازدواج کو تسلیم کرسکتا ہے۔ میری حیرت واستعجاب کی کوئی حد نہیں رہتی۔ جب میں یہ دیکھتا ہوں۔ کہ آج مولوی حشمت علی صاحب نے اپنی جدت طرازی وندرت نوازی کے طفیل مسئلہ تعدد ازدواج کی تو غیر اقوام سے بھی بڑھ کر مخالفت کی ہے۔ حالانکہ ۱۳ سو سال سے علماء اسلام اس مسئلہ کی حکمت وفلسفہ کو دنیا کے سامنے پیش کرکے صداقت اسلام کو منواتے چلے آئے ہیں۔ کیونکہ ہمارا یہ دعویٰ ہے۔ کہ جو مذاہب تعدد ازدواج کی اجازت نہیں دیتے وہ کبھی قانون قدرت وفطرت کے مطابق نہیں ہوسکتے کہ جیسا کہ آگے چلکر ہم دلائل سے ثابت کریں گے۔ انشاءاللہ تعالےٰ۔

(عبدالرحمن مدرس کرٹ [illegible])

(باقی ارد)

فہرست چندہ اصحاب گوجرانوالہ

معرفت ڈاکٹر حسن علی صاحب

مرسلہ خزانہ مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۲۲ء

(۱) مسٹر عنایت علی صاحب۔ ایم ایس سی منجملہ موعودہ چندہ [illegible] بلا ذکر غیرہ — مبلغ [illegible]

(۲) شیخ نور الدین صاحب تاجر چرم زکوٰۃ برائے اشاعت اسلام — " [illegible]

(۳) میاں نبی بخش صاحب گوجرانوالہ — " [illegible]

(۴) بابو محمد حسین صاحب کلرک ڈاکخانہ کچہری چندہ ماہواری [illegible]

میزان مبلغ اکاون روپیہ [illegible]

میرزا صاحب کو جو اوائل بعثت میں فتنہ تکفیر کا بڑا زور و شور تھا۔ اور خاکسار اور بعض دیگر مخلصین کے قتل کا فتوے ریاست بھوپال و نیز پنجاب وغیرہ میں بڑی شدّت اور کثرت سے شائع ہو رہے تھے۔ کہ حضرت اقدس کو بڑی بڑی تجاویز اور تدابیر کرنے کی سخت ضرورت واقع ہوئی۔ اگر تائید الٰہی شامل حال نہ ہوتی تو خاکسار کے مقتول ہو جانے میں بظاہر کوئی کسر باقی نہ رہی تھی۔ اللہ تعالےٰ کا بڑا فضل ہوا کہ ملازمت بھوپال سے موقوف ہو کر خاکسار اپنے وطن میں آ کر حضرت اقدس کے پاس آ گیا۔ امرتسر وغیرہ میں بھی بوقت مباحثہ آتے قادیان کے میرے قتل کی تدابیر کی گئیں۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالےٰ نے مجھکو مخالفین معاندین کے حملوں سے محفوظ رکھا۔ اور اسوقت تک کہ جو بعمر ستاسی سال پہنچ گیا ہوں۔ اور مفلوج بھی ہوں مگر زندہ ہوں۔ لشکر الحمد للہ اور حضرت کی تحریرات و بیانات سے جو اس رسالہ میں قریب تیرہ یا چودہ کے خاکسار کو بہم پہنچی ہیں۔ میں ان سے غافل نہیں ہوں۔ اور وہ تحریرات میرے پاس موجود بھی ہیں۔ اس لئے احباب مبائعین متنبہ رہیں۔ کہ اس فتویٰ کے جواب میں مبائعین حضرات۔ حضرت اقدس کی وہی تحریرات جو مبنی بر مصالح متعددہ تھیں ان کو ہی پیش نظر رکھ کر قلم فرسائی اور کاغذ کو سیاہی سے آلودہ نہ کریں۔ ان بیانات و تحریرات میں جو حضرت اقدس نے تحریر فرمائی ہیں۔ ان میں کوئی تحریر تو بطور تغلیظ کے مقابلہ میں مخالفین کے تشدد کے تحریر فرمائی ہے۔ اور اکثر تحریرات مکفرین معاندین کے مقابلہ میں تحریر فرمائی ہیں۔ جن کے پیچھے نماز پڑھنا ہم پہلے ہی سے جائز نہیں رکھتے تھے۔

اور کسی تحریر میں آپ کا یہ مقصود تھا کہ مخالفین کی طرف سے جو فتنہ اور جوش و خروش ہمارے قتل وغیرہ کی نسبت کیا جاتا تھا۔ ان فتنوں کی اصلاح کریں اور دبائیں۔

اور کسی جگہ ہر مخاطب کے حال کے مقتضے کے بموجب آپنے جواب دیا ہے اور کہیں پر آپ کا یہ مقصود ہے۔ کہ اپنی جماعت کے لوگ فضیلت اور عزیمت کو اختیار کریں جو بمقابلہ رخصت کے افضل ہوتی ہے

چونکہ آپ عند اللہ ایک مقام عالی پر پہنچے ہوئے تھے۔ اپنی جماعت کے افراد کو بھی اُسی مراتب عالی تک پہنچانا چاہتے تھے۔ کیونکہ ایسے مجدد عظیم الشان کو ایسی تمنا بھی بالضرور لاحق ہو جاتی ہے۔ مگر وہ تمنّیٰ چونکہ علم الٰہی کے خلاف واقع ہوتی ہے۔ اس لئے پوری درجہ اجابت کو نہیں پہنچتی کما ثبت فی قلبیہ جیسا کہ چار مصلّوں کعبۃ اللہ کا ایک مصلّیٰ ہو جانے کی نسبت آپنے لکھا ہے۔ جو نہیں ہوا اب تک۔ بعض ایسی مصلحت وقتی ہوتی ہے۔ کہ ایک وقت میں ایک حکم کسی مصلحت سے دیا جاتا ہے بلکہ اس کے واسطے دعا بھی کی جاتی ہے۔ لیکن نہ وہ دعا قبولیت کو پہنچتی ہے نہ وہ تمنا پوری ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے چند دعائیں کیں ان میں سے بعض کی اجابت اللہ تعالےٰ کی طرف سے معلوم ہوگئی۔ اور بعض کی عدم اجابت معلوم ہوئی اور بعض جگہ مکفرین کے الزام تکفیر کو دور کرنا حضرت کا مقصود تھا۔ اور حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم کا فتوے جو ایک خط میں لکھا ہوا ہے۔ کہ جو لوگ منافق طبع نہیں اور جو لوگ واقعی حسن ظن رکھتے ہیں۔ وہ کسیقدر معذور ہو سکتے ہیں۔ آپ بعد استخارہ ان کے پیچھے نماز پڑھ لیں۔ نورالدین۔ ۲۵ فروری ۱۹۱۰ء اور خود میرزا صاحب کا نماز پڑھنا ایک مولوی غیر احمدی مخالف مکذب کے پیچھے۔ چنانچہ فتح اسلام میں لکھا ہوا ہے۔ وھو ھذا کہ میں اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ میںنے اُس چندروزہ اقامت کی حالت میں بعض دفعہ مسنون طور پر دو نمازوں کو جمع کر لیا ہے۔ اور کبھی ظہر کے اخیر وقت پر ظہر اور عصر دونوں نمازوں کو اکٹھی کر کے پڑھا ہے۔ مگر حضرات مواحدین تو کبھی کبھی گھر بیٹھے نمازوں کو جمع کر کے پڑھ لیتے ہیں۔ اور بلا سفر و مطر بر عمل درآمد رکھتا ہے۔ میں اس سے بھی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ میں نے ان چند دنوں میں مسجدوں میں حاضر ہونیکا بکلّی التزام نہیں کیا۔ مگر باوجود اپنی علالت طبع اور سفر کی حالت کے بکلّی ترک بھی نہیں کیا۔ چنانچہ مولوی صاحب کو معلوم ہوگا کہ ان کے پیچھے بھی جمعہ کی نماز پڑھی تھی۔ فتح اسلام حاشیہ صفحہ نمبر ۲۰

اگر اس رسالہ کو فتح اسلام اسم بامسمّیٰ کوئی مانتا ہے۔ تو حضرت کا یہ نماز پڑھنا بھی پیچھے ایک غیر احمدی کے فتح اسلام ہی کی آغاز شان ہے۔ اور اگر اس کو کوئی فتح اسلام نہیں مانتا ہے۔ تو پھر واقعات کے بالکل خلاف ہے کیونکہ وہ زمانہ تو آغاز فتح اسلام کا تھا۔ اور بالآخر اسی فتح اسلام کی اب نوبت یہاں تک پہنچی ہے۔ کہ مسجد ووکنگ وغیرہ میں حضرت خواجہ صاحب و مولانا محمد علی صاحب مدظلہ وغیرہم احباب لاہور اسلام کا ڈنکا بجا رہے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت اقدس نے ان وجوہ موجبہ مذکورہ بالا کے سبب واسطے اصلاح اپنی جماعت اور بنا بر فرو کرنے فسادات معاندین مخالفین کے اور دبانے شور و شر قتال و جدال کے ایسی تحریرات و بیانات کا شائع کرنا اجتہاداً تجویز فرمایا تھا۔ جو حجت شرعی نہیں کیونکہ مصلحین امت کو ایسی تجویزات کی ضرورتیں واقع ہو جاتی ہیں۔ خصوصاً اب ایک مجدد عظیم الشان یعنی حضرت مسیح موعود کو ایسی تحریرات و بیانات کے شائع کرنے کی سخت ضرورت لاحق ہوئی۔ پس یہ حکم نماز کا ایک مصلحت وقتی پر مبنی تھا جو تبدیل حالات سے تبدیل حکم ظہور میں آ جاتا ہے۔ وہ لوگ بڑے نادان ہیں جو ایسی تحریرات مصلحت آمیز حضرت کو حکم قطعی شرعی اعتقاد کرتے ہیں کیا حضرت کو یہ لوگ ایسے نبی شارع ہونیکے معتقد ہیں۔ جو احکام شریعت اسلام کو منسوخ کر دیوے۔ یا حضرت اقدس کو اُن نصوص کتاب و سنت سے نادان سمجھتے ہیں۔ جو در بارہ نماز با جماعت پڑھنے کی تاکیدات و فضیلتیں وارد ہوئی ہیں۔ یا حضرت نے ان نصوص کو بالکل منسوخ ہی فرما دیا تھا کلا وحاشا۔ چند نصوص مختصراً لکھی جاتی ہیں۔ قال اللہ تعالےٰ۔ و اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین۔ مفسرین

اس مسئلہ پر متفق ہیں۔ کہ وارکعوا مع الراکعین سے مراد نماز بجماعت ہے۔ ورنہ تکرار بے سود اور عبث لازم آتا ہے۔ نعوذ باللہ منہ کیونکہ اقیموا الصلوٰۃ میں اقامت صلوٰۃ کا ذکر تو مذکور ہو ہی چکا ہے۔ پھر وارکعوا مع الراکعین بطور عبث نعوذ باللہ کیوں فرمایا گیا۔ اس میں یہی نکتہ ہے کہ اول تو اقامت صلوٰۃ کا اللہ تعالےٰ نے ذکر فرمایا اور پھر دوسرے نمبر پر مع الراکعین فرما کر نماز کا جماعت میں پڑھنے کا حکم دیا۔ اور چونکہ یہود کے یہاں اُن کی نمازوں میں رکوع نہیں تھا۔ اس لئے وارکعوا کے ذکر کرنے میں مع الراکعین کے ساتھ دوسرا یہ فائدہ حاصل ہوا۔ کہ اہل اسلام کی ہی نماز جس میں رکوع بھی ہوتا ہے۔ بجماعت ادا کرنی لازم ہے کیونکہ وارکعوا صیغہ امر کا ہے۔ جو وجوب کے لئے آتا ہے۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔ احدھا۔ ان الیہود لارکوع فی صلاتھم فخص اللہ الرکوع بالذکر تحریضًا لھم علی الاتیان بصلاۃ المسلمین و ثانیھما ان المراد صلوا مع المصلین یعنی بالجماعت وعلی ھذا یزول التکرار لان فی الاول امر تعلق باقامتھا وامر فی الثانی بفعلہا فی الجماعتہ۔ اور تفسیر ابو سعود میں لکھا ہے ای فی جماعتھم فان صلاۃ الجماعتہ تفضل علی صلاۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ لما فیھا من تظاھر النفوس فی المناجاۃ وعبر عن الصلاۃ بالرکوع احترازًا عن صلاۃ الیھود اور تفسیر المدارک میں لکھا ہے۔ ای صلوا بالجماعتہ اذ فضلت علی صلاۃ الفذ فی ھٰذہ الملۃ بسبع وعشرین درجتہ فاتوا بنفسنا کل ھذا الکتاب سیما التی بھا تظاھر النفوس علی الخیرات۔ اور ایسا ہی کچھ دیگر تفاسیر میں بھی وارکعوا مع الراکعین سے تاکید اور فضیلت نماز جماعت کی مراد الٰہی ہونا بیان کی گئی ہے۔ اور اس میں کوئی قید مطلقاً نہیں ہے بجز اس کے کہ اہل کتاب کے مذہب کو چھوڑ کر اور اسلام میں داخل ہو کر کوئی مومن اور مسلم اقامت صلوٰۃ بھی کرتا رہے۔ اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا رہے۔ ہاں البتہ جو ما تقدم امام کے بسبب فضیلت امام کی بوجوہ موجبہ جو احادیث میں آئی ہے۔ اگر وہ سب فضائل امام میں موجود ہیں۔ تو ایسے امام کے پیچھے نماز نور علیٰ نور ہے۔ اس میں کوئی کلام کر سکتا ہے اور اگر کسی کی تسکین اس بیان سے نہ ہو تو حدیث بھی تفسیراً موجود ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم ...... والصلوٰۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم برًا کان او فاجرا وان عمل الکبائر والصلوٰۃ واجبۃ علی کل مسلم برًا کان او فاجرا وان عمل الکبائر رواہ ابوداؤد ترجمہ یعنی فرض نماز کا پڑھنا تم پر واجب ہے۔ خلف امام مسلم کے اگرچہ نیکوکار ہو یا فاجر ہو۔ اور اگرچہ اس نے گناہ کبیرہ بھی کیا ہو۔ اور نماز جنازہ واجب ہے۔ ہر مسلمان میت کے جنازہ کی تم پر خواہ میت نیکوکار ہو یا فاجر اگرچہ وہ گناہ کبیرہ کا بھی مرتکب ہوا ہو۔ اس قسم کی احادیث اور

بھی ہیں جو بسبب طوالت کے نہیں لکھی گئیں۔ پس جو لوگ کہ حضرت میرزا صاحب کی تحریرات و بیانات کو جو بسبب وجوہ موجبہ مذکورہ بالا کے آپنے تحریر یا بیان فرمائی ہیں۔ اُن کو شرعی حجت گردانتے ہیں۔ وہ یا تو میرزا صاحب کو نعوذ باللہ قرآن مجید اور حدیث سے جاہل سمجھتے ہیں۔ یا آپکو ایسا ہی شارع مانتے ہیں۔ جو ناسخ کتاب وسنت کا ہو۔ وکلا الشقین باطلان فالحق ھو الفتوی المذکورۃ المبرھنتہ بالکتاب والسنت۔

ایھا الاحباب کوئی انسان خواہ نبی ہو یا مجدد ملہم ہو یا مسیح موعود ہو۔ یا مہدی معہود ہو یا غوث ابدال قطب ہو۔ اس کی ساری تمنائیں پوری نہیں ہوا کرتیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ ام للانسان ما تمنی کیونکہ یہ جملہ افراد امت محمدیہ کے اور خود آنحضرت خاتم النبیین رحمۃ للعالمین صلعم خدا تو نہیں ہیں۔ اس کے بندہ فرمانبردار اور نہایت درجہ کے مطیع اور تابعدار ہی ہیں جو شخص قرآن مجید اور احادیث سے خبردار ہوگا۔ اُسکا دین و ایمان یہی ہوگا۔ دیکھیے حضرت خاتم النبیین صلعم کے تضرع اور زاری کو کہ باوجود وعدہ ہائے فتوحات کے جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے بطور بشارات نازل ہوتی تھیں معہذا پھر بھی کسقدر تضرع اور زاری ہی فرماتے رہے۔ مسلم کی حدیث میں حضرت سعد سے روایت آئی ہے۔ کہ آپنے فرمایا و انی سالت ربی ثلاثا فاعطانی ثنتین ومنعنی واحدۃ سالت ربی ان لا یھلک امتی بالسنتہ فاعطانیھا وسالتہ ان لا یھلک امتی بالغرق فاعطانیھا وسالتہ ان لا یجعل باسھم بینھم فمنعنیھا رواہ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۲ وغیر ذالک من الاحادیث اس حدیث سے چند فواید حاصل ہوئے۔ اول یہ کہ حضرت خاتم النبیین صلعم نے اپنی امت کی بہبودی اور خیر خواہی کے لئے تین باتیں طلب کیں دو قبول ہوگئیں۔ اور ان میں سے ایک امر درجہ اجابت کو نہ پہنچا۔ کیونکہ وہ علم ازلی کے خلاف تھا۔ پس اگر حضرت میرزا صاحب کی بھی یہ آرزو تھی کہ سب جماعت کے آدمی انتہا درجہ کے متقی ہو جائیں۔ یا چار مصلی جو خانہ کعبہ میں ہیں۔ وہ اُٹھ کر ایک مصلی ہو جاوے۔ پھر یہ آرزو آپ کی درجہ اجابت کو نہ پہونچی تو اس میں کیا محظور شرعی لازم آیا۔ یا حضرت کی پوزیشن میں کیا فرق آگیا۔ خاتم النبیین صلعم پر سورہ اذا جاء نصر اللہ نازل ہوئی ہے۔ جس میں یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ تمام ناس کی نسبت موجود ہے۔ جس کے معنی میں سہو و نسیان داخل ہے۔ پس اس لئے تمام افواج و انسانوں کا متقی ہو جانا خلاف علم الٰہی کے ہے۔ علیٰ ہذا القیاس تمنا میرزا صاحب کی جن کو بھی اس صورت سے کچھ حصہ الہامی ملا ہے۔ جسکی وجہ سے اب یورپ وغیرہ میں اسلام کا ڈنکا بج رہا ہے۔ اور یدخلون فی دین اللہ افواجا کی تمہید قائم ہو رہی ہے۔ پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ وہ تمام ناس یورپین جو ہوئے انسان ہیں۔ وہ سب کے سب ایسے درجہ تقرب الٰہی پر پہونچ جاویں جیسا کہ میرزا صاحب کا منشاء تھا کہ وہ سب متقیوں کے امام ہی بن جاویں۔ حضرت امام بخاری صاحب نے ایک باب منعقد کیا ہے۔ جسکا ترجمہ یہ ہے

کہ اذا لم یتم الامام واتم من خلفہ ۔ یعنی امام اگر کوئی قصور نماز میں کرے اور مقتدی کوئی قصور نہ کرے اس باب بخاری میں وہ حدیث موجود ہے۔ جسکے یہ لفظ ہیں ۔ ان رسول اللہ صلعم قال یصلون لکم فان اصابوا فلکم وان اخطأوا فلکم وعلیھم ۔ یعنی امام تمہارے لئے نماز پڑھا اگر وہ ٹھیک نماز پڑھیں گے ۔ تو تمہاری نماز بھی درست ہوگی ۔ اور اگر وہ کچھ خطا کریں گے ۔ تو تمہاری نماز ہو جاوے گی ۔ اور ان پر اس کا عذاب رہیگا ۔ حضرت امیر المومنین عثمان ذوالنورین کی اخیر خلافت میں جو فتنہ عظیم برپا ہوا ۔ اور وہ اُس میں شہید بھی ہو گئے تھے اس کی نسبت بخاری شریف میں ایک حدیث ہے جس کے یہ لفظ ہیں کہ اُن سے عبید اللہ بن عدی نے انکے پاس جاکر دریافت کیا کہ انک امام عامة ونزل بک ما تری ؛ یصلی لنا امام فتنة نتحرج فقال الصلوٰة احسن ما یعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معھم واذا اساؤا فاجتنب اساءتھم یعنی عبید اللہ ابن عدی ابن الخیار نے حضرت امیر المومنین عثمان کے پاس داخل ہو کر آپ سے دریافت کیا کہ تمام لوگوں کے امام تو آپ ہیں اور آپ دیکھ رہے ہیں جو فتنہ آپ پر نازل ہو رہا ہے ۔ اور فتنہ کا امام ہم کو نماز پڑھاتا ہے ۔ جسکی وجہ سے بسبب گنہگار ہونے کے ہم تنگ ہیں آپ فتوے دیں کہ ہم اُس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں تو حضرت عثمان نے فتوے دیا کہ نماز سب عملوں سے بہتر عمل ہے ۔ سو جب لوگ نیک کام کریں یعنی مثلاً نماز بجماعت پڑھیں تو تم بھی اُن کے ساتھ جماعت میں شریک ہو جاؤ اور اگر وہ برا کام کریں یعنی جیسے یہ فتنہ و فساد کر رہے ہیں ۔ تو اس سے بچتے رہو یعنی تمہاری نماز درست ہو جاوے گی ۔ اب رسول کریم صلعم کا تو وہ ارشاد ہے جو بخاری وغیرہ سے پہلے مذکور ہوا ۔ اور حضرت عثمان ذی النورین کا یہ فتوے جو ایسے فتنہ کے وقت موافق حدیث رسول مقبول کے آپ نے دیا تو پھر کوئی مدعی اتباع کتاب وسنت کا بیان کر سکتا ہے ۔ کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز کا پڑھنا جو استفتاء میں مندرج ہے ۔ کیونکر ناجائز ہو سکتا ہے ۔ ہاں جس قدر چاہو باتیں قیاسی بناؤ ۔ مگر نص کتاب وسنت کے مقابلہ میں ایسے قیاسات ہرگز ہرگز حجت شرعی نہیں ہو سکتے ہاں یہ بات علیحدہ ہے کہ حضرت میرزا صاحب کے اجتہاد میں بوجوہ مذکورہ صدر بعض اوقات میں رفع فتنہ مشورہ بشت و فتنہ قتال وجدال و فتنہ تکفیر وغیرہ کے لئے ایسی تدبیرات ذہن نشین ہوئیں ۔ جو بعض رسائل و اشتہارات و بیانات میں مندرج ہیں ۔ وہ مصلحت وقتی ہیں ۔ مگر وہ حجت شرعی نہیں ہو سکتیں ۔ واللہ اعلم وعلمہ اکمل واتم ۔

کہ آپکا ۔ مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۱۶ء میں جو سید عبد اللہ عرب کا سوال کا جواب تحریر فرمایا گیا ہے ۔ کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے اوپر حرام ہے اور قطعی حرام ہے ۔ کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے پڑھو ۔ سو واضح ہو کہ متردد کہتے ہیں وہ دوسرے کو کبھی تو وہ کافر کہدیتا ہے ۔ اور کبھی وہ مسلمان کہدیتا ہے چونکہ شک یا تردد میں دونوں طرفیں برابر ہوتی ہیں ۔ پس متردد تو مکفر سے بھی بڑھ گیا کیونکہ ایک حالت میں جبکہ وہ مسلمان سمجھتا ہے ۔ اسی کو وہ دوسری حالت میں .... کافر قرار دے دیتا ہے اور متردد سے یہاں یہ مراد الہی نہیں ۔ کہ آپ کی مجددیت میں متردد ہے ۔ جو ایک وقت میں آپ کو مجدد مانتا ہے اور دوسرے وقت مجددیت میں اسکو شک واقع ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ مجددیت میں شک کرنے سے کوئی مسلمان ایسا کافر نہیں ہوتا جو دائرہ اسلام سے خارج ہو جاوے ۔ ہاں مسلمان کو کافر کہنے سے حضرت کے نزدیک کفر لوٹ کر بموجب حدیث کے اسپر آجاتا ہے ۔ الحاصل اس امتناع الہی کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص ایک وقت میں مجھ کو کافر کہتا ہے ۔ اور دوسرے وقت میں کافر نہیں کہتا اس کے پیچھے بھی نماز نہیں چاہئے ۔ کیونکہ وہ تو ایک وقت میں مجھکو مسلمان مانکر بھی کافر کہہ دیتا ہے ۔ پس مکفر اور متردد تکفیر میں برابر ہے ۔ بلکہ متردد زیادہ ہو گیا ۔ اور اس مراد لینے سے قرینہ صحیح یہ ہے ۔ کہ اس تحریر میں اول سے آخر تک مکفر ہی کا ذکر ہے ۔ پس متردد وہ ہوا کہ آپ کے کفر و اسلام میں اسکو شک ہو نہ مجددیت اور غیر مجددیت میں ۔ وشتان بینھما ۔

نوٹ ۔ جو احباب اس فتوے کا جواب لکھیں تو وہ ضرور کتاب وسنت صحیحہ سے دیا جاوے لاغیر

حررہ

سید محمد احسن عفی اللہ عنہ بقلم خود
۲ر جمادی ۱۳۳۲ء

سکرٹری کا ایک ضروری اعلان

حساب کی سہولت اور مختلف چندوں کی تحریکات کی خواہ مخواہ بہت کو مختصر کرنے کے مجلس معتمدین نے فیصلہ کیا ہے ۔ کہ آئندہ یکم مئی ۱۹۱۴ء سے **احمدی جماعت کا ماہواری چندہ جو شرح فی** روپیہ آمدنی پر ہر ایک احمدی بھائی کو دینا لازمی ہے یکجا وصول ہو کر دفتر محاسب میں ہر ماہ کے اختتام پر حسب ذیل مدات میں تقسیم ہو ۔

اغراض عام ۷۲ فیصدی ووکنگ مشن ۵ فیصدی
بلاد غیر ۱۰ " مسلم ہائی سکول ۸ "

لہذا احمدی احباب کو اب اپنے ماہواری چندوں کی اندرونی تقسیم مختلف مدات میں نہ کرنی چاہئے ۔ بلکہ ایسے چندہ کو صرف ماہواری چندہ کے علاوہ ہوں ۔ مثلاً زکوٰۃ صدقات عیدفنڈ لنگرخانہ قیمت کھال قربانی کا روپیہ یا تحریک خاص یا بلاد غیر کا چندہ جس کے پہلے وعدے ہو چکے ہیں یا اب ہوں ۔ یا دیگر عطیہ جات جو کسی خاص مد کے واسطے ہوں ۔ مثلاً اشاعت اسلام بلاد غیر (جرمنی ۔ چین ۔ امریکہ وغیرہ) کے لئے تو ان کو صراحت کر دینی چاہئے تاکہ وہ مختلف مدات متعلقہ میں براہ راست داخل کئے جاویں ۔ والسلام ۲۶ / ۴ خاکسار محمد علی جائنٹ سکرٹری

تازہ خبریں

میاں فضل حسین کی طرف سے ایڈیٹر "دیش" کے نام نوٹس

میاں فضل حسین صاحب وزیر تعلیم نے حسب ذیل نوٹس ایڈیٹر دیش کو دیا ہے:-

نوٹس بنام لالہ دینا ناتھ صاحب ایڈیٹر مالک اخبار "دیش" لاہور

جناب من تسلیم۔

آپ کے اخبار دیش ... مئی ۲۳ء کے پرچہ کے صفحہ ۴ کے پہلے کالم میں ایک مضمون "ہردلعزیزی کہاں ہے"۔ (میاں فضل حسین اس کی تلاش میں) شائع ہوا ہے۔

قطع نظر اس کے کہ آپ کے اخبار کی رائے میں میاں فضل حسین وزیر تعلیم کی تعلیمی پالیسی کے متعلق کیا ہو۔ آپ نے کئی غلط اور بے بنیاد بیانات مضمون مذکور میں درج فرمائے ہیں۔ مثلاً میاں فضل حسین اپنی متعصبانہ روش کے باعث تمام ہندوؤں میں (اور معقول پسند آزاد طبقہ مسلمانوں میں بھی) سخت غیر ہردلعزیز ہو چکے ہیں

فقرہ مذکور کو نظر انداز کر کے مضمون مذکور کی آخری ۱۲ سطور سراسر غلط اور بے بنیاد اور قانوناً قابل گرفت ہیں۔ خصوصاً آپ کے بیانات کہ

(الف) مدعو شدہ ہندو اصحاب میں سے بہت سے ہندو اصحاب پارٹی میں شریک نہیں ہوئے اور

(ب) کہ وہ صرف اس وجہ سے شریک نہیں ہوئے کہ وہ میاں فضل حسین کی تعلیمی پالیسی کو پنجاب کے حق میں تفرقہ انگیز اور اس لئے سخت نقصان رساں سمجھتے ہیں اور ان کی طلب ہردلعزیزی میں مددگار نہیں ہونا چاہتے۔

(ج) ہم ان حضرات کو ان کی اس معاملہ فہمی اور اخلاقی دلیری پر مبارکباد دیتے ہیں۔

(د) لیکن ہم کو تعجب ہے کہ ان اصحاب نے جو ان کی جانبدارانہ پالیسی کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں ان کی اس طلب ہردلعزیزی کی مہم میں ان کا مددگار ہونا کیوں منظور کیا۔

مذکورہ بالا عبارت کے فقرہ جات الف و ب میں آپ نے کئی غلط بیانیاں کی ہیں اور فقرہ ج میں آپ اس مفروضہ و موہومہ جماعت ہندو اصحاب کی جماعت کو جو شریک نہیں ہوئے ان کی معاملہ فہمی اور اخلاقی دلیری پر مبارکباد دیتے ہیں (د) میں ان ہندو اصحاب کے خلاف جو شریک ہوئے تھے نفرت دلاتے ہیں غرضیکہ میاں فضل حسین کے خلاف آپ نے ہندو اصحاب کو ایک سوشل بائیکاٹ کا مشورہ دیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس پارٹی میں یہ سوشل بائیکاٹ ناقابل تعریف اور لائق تقلید طریقہ پر عمل میں آیا۔

اس سے میاں فضل حسین صاحب وزیر تعلیم کی سخت توہین اور ازالہ حیثیت عرفی مقصود ہے اور ایسی تحریر اشاعت کرنا قانوناً قابل مواخذہ ہے آپ تسلیم کریں گے کہ آپ کا اخبار ایک با رسوخ اور باوقعت ہندو اخبار ہے اور آپ ایک باثروت صاحب ہیں۔ ایسے اخبار میں اس قسم کے غلط اور بے بنیاد واقعات گھڑ کر درج کرنا اور ان کی بنا پر سوشل بائیکاٹ کی ترغیب دینا ایسے امور ہیں جن سے میاں صاحب موصوف کو دلی صدمہ پہنچا ہے اور جن سے ان کی حیثیت عرفی کو نقصان مقصود ہے اور ان سے نقصان پہنچا ہے۔ اس لئے آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اس نوٹس کے پہنچنے کے پانچ روز کے اندر تصفیہ کر لیں تو بہتر ورنہ میرا مؤکل مجبور ہوگا کہ آپ کے خلاف مناسب کارروائی کرے

دستخط نیاز محمد وکیل۔

دستخط دیوراج ساہنی بیرسٹر ایٹ لاء۔

دستخط عزیز احمد بیرسٹر ایٹ لاء۔

دستخط مکند لال پوری بیرسٹر ایٹ لاء۔

ایڈیٹر دیش کا جواب

میاں صاحب نے اس نوٹس میں زبردست خواہش ظاہر کی ہے کہ وہ ہمارے ساتھ تصفیہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ خواہش میاں صاحب کی طرف سے نہایت قابل تعریف ہے اور ہم بڑے ادب سے ان کی اس خواہش کے سامنے سر جھکاتے ہیں اور ہم خود بھی تصفیہ کے خواہاں ہیں اور تصفیہ کرنے میں ذرا میل و حجت نہیں کریں گے۔ اور اب سوال صرف یہ ہے کہ تصفیہ کی کیا شرائط ہوں۔ ہم اپنی طرف سے ایک نہایت سادہ اور آسان شرط تصفیہ پیش کرتے ہیں۔ میاں صاحب اگر اس شرط کو منظور کریں تو تصفیہ فوراً عمل میں آجائے گا وہ شرط یہ ہے کہ میاں صاحب کی تعلیمی پالیسی صوبہ پنجاب کے ہندو مسلمانوں کے فوائد کے لئے سخت مضر اور ہندو مسلمانوں کے اتحاد کے لئے سخت مہلک ہے میاں صاحب نے اپنے ہی ملک میں مذہب کی بنا پر ہندو مسلمانوں کے فوائد کو مختلف قرار دیکر اور تعلیمی اغراض کے لئے متخاصم مخصوص جماعتیں پیدا کر کے ایک سنگین پولیٹیکل گناہ کا ارتکاب کیا ہے وہ اپنی موجودہ تعلیمی پالیسی سے دستکش ہو جائیں اور اپنے کردہ پولیٹیکل گناہ کے لئے توبہ کر دیں۔ بس ہمارا اور ان کا ایک لحظہ میں تصفیہ ہو جاتا ہے یہ شرط بالکل آسان ہے میاں صاحب اسکو جب چاہیں (بشرطیکہ وہ چاہیں) پورا کر سکتے ہیں۔ اور ہمارے اور ان کے درمیان تصفیہ کی فوری صورت نکل آتی ہے۔

یہ تو ہے تصفیہ کی شرط ہماری طرف سے۔ میاں صاحب اگر یہ شرط منظور نہ کریں تو اپنی طرف سے تصفیہ کی شرط یا شرائط پیش کر دیں۔ ہم ان شرائط کو دیکھ کر بتا دیں گے کہ ہم کہاں تک ان کو منظور کر سکتے ہیں۔

فرض کیجئے کہ باہمی کوشش سے کوئی تصفیہ ہمارے اور میاں صاحب کے درمیان عمل میں نہیں آتا تو ہم بڑے ادب سے میاں صاحب سے درخواست کریں گے کہ وہ پانچ دن کی میعاد گذر جانے کے بعد (جیسا کہ انہوں نے اپنے نوٹس میں لکھا ہے) ضرور براہ مہربانی ہمارے خلاف عدالت میں تشریف لے جائیں اور تصفیہ کرانے کی کوئی صورت نکالیں۔ کیونکہ تصفیہ ضرور ہونا چاہئے۔ میاں صاحب بھی نان کوآپریٹر نہیں اور ہم بھی نہیں ہیں۔ اس لئے تصفیہ جیسی بیش قیمت چیز حاصل کرنے کی خاطر عدالت میں جانے سے نہ ان کو جھجک ہوگی نہ ہم کو

بازار حسن میں چل یوسف کا سامنا کر
کھوٹے کھرے کا سودا کھل جائیگا چلن میں

الصباح خير

پیغام صلح

اخبار لاہور

ہفتہ وار

ایڈیٹر دوست محمد

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۸۳۳

قادیان المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۶ رمضان ۱۳۴۰ ہجری مطابق ۲۴ مئی ۱۹۲۲ عیسوی

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

آریوں سے بحث۔ ہمارے مکرم دوست مولوی عبد الحق صاحب چند دن سے راولپنڈی اور وہاں سے کوہ مری تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ راولپنڈی میں آپ کو آریوں سے مباحثہ پیش آیا۔ جس کی کیفیت آپ یوں لکھتے ہیں:۔

"گذشتہ ہفتہ آریہ سماج راولپنڈی نے اپنے سالانہ جلسہ کی تقریب پر شنکا سما دھان (ازالہ شکوک) کا وقت رکھا تھا۔ مجھے بھی انہوں نے کہلوا بھیجا کہ ضرور حصہ لیں۔ میں نے جواب دیا کہ یہ پانچ پانچ منٹ کی بحث مجھے منظور نہیں۔ ہاں اگر وہ باقاعدہ مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس کے لئے کافی وقت رکھیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ بہت اچھا جس طرح مولوی صاحب کہتے ہیں۔ اسی طرح ہمیں منظور ہے۔ اور ہفتہ کی

رات کو ان کو وقت دیا جاویگا۔ میرے پاس چونکہ راولپنڈی میں۔ وید
وغیرہ ان کی کتب موجود نہیں تھیں۔ اس لئے میں ایک دن کے لئے لاہور
آکر کتب لے گیا۔ اور ایک دوست کو ان سے وقت
اور مضمون کے متعلق فیصلہ کرنیکے لئے بھیجا۔ تو
سماج والوں نے مباحثہ سے صاف
انکار کر دیا۔ شنکا سمادھان کے
متعلق یہ عذر تھا۔ کہ چونکہ
آجکل رمضان کے دن ہیں اس
لئے اڑھائی بجے دوپہر کا
وقت اس کے لئے موزوں
نہیں مگر انہوں نے نہ مانا
بحث کر لی تھی اور کی۔
مگر ہم بھی ان کی
ضد توڑنے کے لئے
۲½ بجے بروز ہفتہ
شنکا سمادھان
کے وقت سے فائدہ
اٹھانے کے لئے
جلسہ میں جا پہنچے
یہ وقت بھی انہوں
نے آپس کی بحث
میں ہی کھو دیا اور
صرف پون گھنٹہ تک
پانچ پانچ منٹ ان
سے گفتگو [illegible] کی وقت
کی تنگی کا لحاظ کرکے مختصر
[illegible] دو سوال
کئے گئے۔ کہ سوامی
دیانند نے ستیارتھ پرکاش
میں لکھا ہے۔ کہ قرآن کا دعویٰ
[illegible] فیضی نے
[illegible] قرآن بنایا تھا۔ اس پر
[illegible] کہ وہ فیضی کا
[illegible] ہے۔ اور اگر وہ خوش
[illegible] تو ہم فیضی کی بے نقطہ کتاب
[illegible] قرآن [illegible] نہیں بلکہ تفسیر
کے طور پر لکھی گئی ہے۔

دوسرا سوال یہ تھا۔ کہ سوامی دیانند نے لکھا ہے کہ جس
قرآن کے ترجمہ پر میں نے اعتراض کئے ہیں۔ وہ مولویوں
کا کیا ہوا ہے۔ اور ....
.... آریہ سماج مہربانی کرکے
بتلائے کہ وہ ترجمہ کن مولویوں کا
کیا ہوا ہے۔ اور دنیا میں کونسا
ایسا مولویوں کا ترجمہ ہے کہ
جس میں فاتقوا النار التی وقودھا
الناس والحجارۃ اعدت
للکافرین کا ترجمہ
"ڈرو اس آگ سے
جس کا ایندھن آدمی
ہیں۔ اور کافروں کے
لئے پتھر تیار کئے
گئے ہیں" کیا گیا ہے
ان سوالوں کا جواب
دینے کے لئے آریہ
مسافر مشن آگرہ کا
ایک چیلہ کھڑا کر دیا
گیا کہ بجائے اسکے
کہ سوالوں کا جواب
دیتا الٹی اپنی عربی
دانی بگھارنا شروع
کر دی۔ مگر ان کی
عربی دانی بھی سوامی
دیانند کے چاک گریبان
کا رفو نہ کر سکی نہ تو وہ فیضی
کا بے نقط قرآن ہی عنقا
کے پر کی طرح دکھا سکے۔ اور نہ
سوامی دیانند کے مولویوں کا ترجمہ
ہی پیش کر سکے۔
البتہ نقد جواب دینے کی بجائے
ادھار کا بہت کچھ وعدہ کرتے تھے جسے
افسوس ہے کہ پورا نہ کر سکے۔ والسلام

عبدالحق۔ از کوہ مری۔

مسائل صلوٰۃ العید

صدقۂ فطر اور عید فنڈ

رمضان المبارک قریب الاختتام ہے جس کے بعد عید الفطر آنیوالی ہے اسکے متعلق چند مسائل حوالۂ قلم ہیں صلوٰۃ العید دو رکعت ہوتی ہے۔ پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ تکبیریں۔ قراۃ تکبیر دل سے بعد پڑھنی چاہئے۔ دونوں رکعتوں میں سورۃ ق والقرآن المجید اور اقتربت الساعۃ وانشق القمر۔ عید الفطر میں صبح کے وقت صلوٰۃ العید سے پہلے کھانا کھا کر جانا چاہئے۔ کھجوریں کھانا سنت ہے۔ صلوٰۃ العید سے پہلے کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہئے عید کے دن عیدگاہ کو رستہ تبدیل کر کے جانا چاہئے یعنی جس رستہ جائیں اُسی رستہ سے نہ آئیں۔ عیدگاہ کو پیدل جانا چاہیے۔

عید کے دن کپڑے اچھے پہنے خوشبو وغیرہ لگائے۔

عیدگاہ کو جاتے ہوئے رستہ میں تکبیریں پڑھتا جائے۔

ارتفاع شمس سے لیکر زوال تک عید کا وقت ہوتا ہے امام خطبہ میں احکام صدقہ بتلائے۔ اور لوگوں کو وعظ کرے ایک ہی خطبہ ہوتا ہے۔ بعد میں دعا مسنون نہیں (خطبہ عید کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد دوسری جگہ ملاحظہ ہو) ایڈیٹر

عید کے دن عورتیں بھی عید کی نماز پڑھنے کے لئے برعایت پردہ جائیں خطبہ صلوٰۃ العید کے بعد ہوتا ہے۔ عید میں اقامت اور اذان نہیں کہی جاتی۔

اس عید کے موقعہ پر صدقۃ الفطر کے نام سے کچھ صدقہ ہر ایک مسلمان کیطرف سے دیا جانا واجب ہے۔ ہر ایک وہ شخص جو کسی کنبہ کا کفیل اور صاحب نصاب ہے اسپر واجب ہے۔ کہ اپنے ساتھ اپنے گھر کے تمام لوگوں بلکہ چھوٹے بچوں کا بھی صدقہ دے۔ صدقہ کی مقدار نصف صاع گیہوں ہے۔ صاع چار مُد کے برابر ہے۔ مُد ایک پیمانہ کا نام ہے جس میں ۱۳ چھٹانک گیہوں آتی ہے۔ اس حساب سے نصف صاع ۱½ سیر گیہوں فی کس یا اُس کی قیمت بحساب چھ سیر فی روپیہ ۴؍ فی کس واجب الادا ہے۔

صدقہ فطر کے علاوہ عید کے موقعہ پر حضرت مسیح موعود نے عید فنڈ دینے کے لئے بھی کہا ہے۔ جو اشاعت اسلام کی ضروریات کے لئے بہت کچھ کام آسکتا ہے۔ عید ایک خوشی کا دن ہے۔ اس لئے جہاں اور بہت سا روپیہ عیش و عشرت کے سامانوں پر مسلمان خرچ کرتے ہیں۔ اگر اشاعت اسلام جیسے اہم مقصد کے لئے دیدیا کریں تو اُس میں بہت کچھ مدد مل سکتی ہے۔

ہمارے تمام احباب کو چاہیئے کہ صدقہ عید فطر اور عید فنڈ اپنی اپنی جماعتوں کے سکرٹریوں کے پاس نماز عید سے پہلے جمع کرادیں نماز عید کے بعد صدقہ فطر نہیں ہوتا۔ جہاں باقاعدہ انجمنیں نہ ہوں۔ وہاں سے براہ راست محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو بھیجدیں۔ امید ہے کہ احباب ان چند ضروری باتوں کو یاد رکھیں گے۔ اور صدقہ فطر اور عید فنڈ جمع کرنے میں پورے اہتمام سے کام لیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۱ | مورخہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ | نمبر ۲

ہماری عید

از حضرت امیر ایدہ اللہ

جب حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حواریوں نے آپ سے درخواست کی کہ ان پر آسمان سے مائدہ اترے تو اس برگزیدہ خدا نے کیا لطیف جواب دیا۔ قال اتقوا اللہ ان کنتم مومنین۔ اگر تم مومن ہو تو اللہ کا تقوےٰ اختیار کرو۔ اسکا یہ مطلب نہیں کہ خدا سے ڈرو اور ایسے سوال نہ کرو۔ بلکہ انہیں ایک پرحکمت طریق پر سمجھایا کہ نبی کے آنے کی غرض یہ نہیں ہوتی کہ کسی قوم کو کھانے کو روٹی بہت مل جائے یا پہننے کو کپڑا اچھا مل جائے۔ یا دولت اور حکومت ملجائے۔ بلکہ اصل غرض تو یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ تقوےٰ کی تعلیم دے۔ یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی صحیح میزان کرکے اس پر لوگوں کو چلائے۔ تو تم اگر مجھ پر ایمان لائے ہو تو مجھے اللہ تعالےٰ کا نبی اور رسول جانکر ایمان لائے ہو۔ اسلئے یہ کھانے پینے کا سوال مومن کے شایان شان نہیں۔ اگر تم مومن ہو تو اصل غرض جو میرے آنے کی ہے اسے سمجھ لو اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کو صحیح طور پر ادا کرنا سیکھو۔ افسوس ہے کہ انجیل کی اس دعا نے کہ اے خدا ہمیں روز کی روٹی عطا فرما۔ اس حکمت کے موتی کو مٹی میں ملا دیا اور آخر قرآن نے اسے پھر باہر نکال کر انسانوں کی صحیح معنے میں رہنمائی فرمائی۔ کہ

مومنوں کی عید کھانے پینے سے نہیں

بلکہ فرائض انسانی کی ادائیگی سے ہے۔ یہی وہ بات ہے جس کی طرف میں اپنے احباب کو خصوصیت سے اس موقعہ پر توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اور اسلام نے تو اپنی دونوں عیدوں کو دو عظیم الشان قربانیوں کے ساتھ جو ہر فرد بشر سے کرائی ہیں یا کرانی مقصود ہیں۔ وابستہ کرکے بتا دیا کہ مومن کی حقیقی خوشی اسی بات میں ہے کہ اس نے اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے کچھ کیا اور کچھ چھوڑا اور یہی سب سے بڑی نعمت ہے۔ جو انسان کو مل سکتی ہے۔ وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ۔ کسی شخص کے پاس کوئی ایسی نعمت نہیں جس پر اسے بدلہ دیا جائے سوائے اس کے جو اس نے اللہ کی رضا کو چاہا ہو۔ سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ ایک خدا کا کام ہی باقی رہیگا ہاں جو کام خدا کی رضا کے لئے کئے گئے ہیں۔ انہیں بھی اللہ تعالےٰ باقی رکھیگا۔

پس جب رمضان میں تیس دن کے روزوں سے ایک مسلمان کو یہ تعلیم دی کہ محض اللہ کی رضا کے لئے دن کے وقت کھانا پینا ترک کرے۔ اور ہر قسم کی بری بات کے کہنے سے زبان کو اور سننے سے کان کو اور ہر ایک ممنوع چیز کے دیکھنے سے آنکھ کو محفوظ رکھے۔ اور پھر ان چیزوں کے ترک کرنے کے ساتھ اللہ ہی کی رضا کے لئے اس کی راہ میں کچھ مال خرچ کرنے ۔۔۔ اور کچھ عبادت الٰہی بھی معمولی سے بڑھ کر کرنے کی ہدایت فرمائی تو اس کے بعد جب ایک شخص اللہ تعالےٰ کی رضا کے حصول کے لئے یہ سب کچھ کر چکا اسکو بتایا کہ اب تمہارے خوش ہونے کا موقعہ ہے۔ اسلئے ایک عید کو روزوں کے بعد رکھا۔ پس ہماری عید یا حقیقی خوشی یہ ہے۔ کہ ہم رضائے الٰہی کے کسی کام کے کرنے میں کامیاب ہوئے۔

مگر ہر ایک کام جو ہم کرتے ہیں۔ وہ ہماری کسی آئندہ ترقی کے لئے بطور سیڑھی کے ایک درجہ کے ہوتا ہے۔ یعنی اس سے آئندہ ہمیں اور کسی ترقی کی منزل کی طرف قدم اٹھانا چاہئے۔ ورنہ اس پہلے کام کا کرنا نہ کرنا بھی برابر ہوتا ہے۔ اس لئے عید کے ساتھ خطبہ بھی رکھا ہے۔ اور خطبہ کی غرض یہی ہوتی ہے۔ کہ مسلمانوں کو ان کے فرائض ضروری اور اہم امور پیش آمدہ کی طرف توجہ دلائی جائے اس لئے میری یہ خواہش ہے۔ کہ ہمارے احباب جہاں جہاں عید پڑھیں خطبہ عید میں اپنی جماعت کو ان کے اس عظیم الشان فرض کیطرف توجہ دلائیں۔ جو

حصول رضائے الٰہی کا سب سے بڑا کام

ہے۔ یعنی اعلائے کلمۃ اللہ جو انبیاء اور صدیقوں اور شہداء اور صالحین کا کام ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ ہماری نظریں دنیا کی پست خواہشات کے حصول سے بلند ہوں اور اس بلند مقام کے حصول کے لئے ہماری پوری کوشش ہو جو موت کے وقت کو بھی ہمارے لئے خوشی کا وقت بنا سکتا ہے۔ وجوہ یومئذ مسفرۃ ضاحکۃ مستبشرۃ خطبۂ عید میں ہر جگہ احباب کو ان کے اس فرض کی طرف توجہ دلائی جائے کہ خدا کے نام کو دنیا میں بلند کرنے کا عہد ہم نے حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر کیا ہے۔ اس عہد کی پوری عزت ہمارے دلوں میں ہونی چاہئے۔ اور ہم میں سے ہر ایک کے دل کے اندر سب سے بڑی تڑپ یہی ہونی چاہئے۔ کہ کسطرح اسلام کے پیغام امن وصلح کو دنیا میں پہنچایا جائے۔ ہم نے فی الحقیقت ابھی اس کام کے لئے پہلا قدم اٹھایا ہے۔ اور ہمارے پیچھے جو اسی راہ میں کام کرنے والے ہوں ان کے لئے ہم سابق ہیں۔ مگر کوئی بھی سابق تقدم زمانی کے لحاظ سے نہیں بنتا بلکہ تقدم فی العمل سے بنتا ہے۔ پیچھے

اپنی کوششوں سے ہمیں سابق بننا چاہیئے۔ ہمارے سامنے جو کام ہے میں اسے بارہا بیان کر چکا ہوں۔ آج غیر تو ایک طرف رہے۔ خود مسلمان اس پاک پیغام کو بھولے ہوئے ہیں۔ جو ان کی فلاح کے لئے بھیجا گیا تھا۔ ہم میں وہ لوگ ہونے چاہئیں جن کے دلوں کے اندر تبلیغ اسلام کی ایسی تڑپ ہو۔ کہ وہ دیوانہ وار اس کام کے لئے نکل پڑیں۔ اور جنہیں اس رستہ میں مشکلات کے پہاڑ بھی ہیچ معلوم ہوں۔ اور درحقیقت انسان کے عزم کے سامنے پہاڑ ٹل ہی جاتے ہیں۔ ہم میں ایسے لوگ ہونے چاہئیں جو اسوقت اپنے کاروبار کرتے ہوئے دل میں اسی تڑپ کو لئے ہوئے ہوں۔ کہ کس طرح۔ جب انہیں موقعہ ملے وہ خدا کی راہ میں نکل کھڑے ہوں اور ہر وقت اس کام کے لئے تیاری میں رہیں۔ ہم میں وہ لوگ بھی ہونے چاہئیں جو ان کاروبار میں اعانت کے لئے اپنے اموال کو خدا کی راہ میں قربان کر دیں کیونکہ سلسلہ کا قیام بدوں اس کے نہیں ہو سکتا کہ اگر ایک گروہ جذبہ دینی کو لیکر کام کے لئے باہر نکل گیا ہے۔ تو دوسرا اسی جذبہ دینی کو اپنے اندر لئے ہوئے اپنے اموال سے اسی کام کو سرانجام دے رہا ہو۔ غرض ہماری عید از سر نو ہم میں یہ احساس پیدا کر دے کہ ہم نے کیا ذمہ واری اپنے سر پر لی ہوئی ہے۔ اور اس کے پورا کرنے کے لئے ہمیں کسقدر کوشش کرنی چاہیئے۔ ان باتوں کا یاد دلا دینا

خطیبوں کا فرض

ہے۔ عمل کی توفیق اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہی ملتی ہے۔ مگر میں یقین رکھتا ہوں کہ سچے دل سے نکلی ہوئی بات اپنا اثر کرا کے رہے گی۔ پھر یہ بھی یاد دلا دینا فرض ہے۔ کہ یہ عظیم الشان کام بغیر ایک قوم کی جدوجہد کے جاری نہیں رہ سکتا اس لئے ہمیں اس خدمت میں ہمارے ساتھ ملکر حصہ لینے والوں کی تعداد میں ہر وقت اضافہ کی فکر ہونی چاہئیے۔ مجدد صدی اور مسیح زمان کو اللہ تعالےٰ نے لغو طور پر نہیں بھیجا اس کے دامن سے وابستگی ہی اس کام میں ہمیں کامیاب کر سکتی ہے۔ پھر جو قوم بن چکی ہے۔ اس کے آئندہ رہنے کا اور اس کی ترقی کا بھی ہمیں فکر ہونا چاہیئے۔ باہم تعلقات محبت و الفت کو بڑھانے میں ساعی رہنا چاہیئے۔ باہم میل جول کے اور اکٹھے ہونے کے موقع پیدا کرنے چاہئیں اس سے ایک کو دوسرے سے قوت ملتی ہے۔ پھر اجتماع کا بہترین مطلب اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ ہماری جماعت میں ہر جگہ درس قرآن کا سلسلہ جاری ہو۔ اور علاوہ اس کے

ہر احمدی ماں باپ کا فرض

ہے۔ کہ اسکا بچہ لڑکا ہو یا لڑکی کم از کم قرآن شریف کو باترجمہ جانتا ہو۔ اور کسیقدر واقفیت موٹے موٹے مسائل شرعی سے اور حضرت نبی کریم صلعم اور صحابہ کی زندگی سے رکھتا ہو۔ نماز باجماعت اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے بھی توجہ دلانی چاہیئے۔

۲۰ رمضان المبارک — محمد علی

شذرات

ٹیگور اسلام پر

گذشتہ اشاعت میں پروفیسر عبدالستار خیری ایم۔ اے کے ایک مضمون کا ترجمہ بعنوان "جرمنی میں اشاعت اسلام کی ضرورت" ہدیہ ناظرین ہو چکا ہے پروفیسر صاحب نے بعض ہندو برادران وطن کے لیکچروں کا ذکر کرتے ہوئے مشہور بنگالی شاعر ٹیگور کے متعلق یہ شکایت کی ہے۔ کہ انہوں نے اپنے ایک لیکچر میں ہندوستانی مسلمانوں کا تو نہیں۔ ہاں اسلام کا ایک دفعہ ذکر کیا۔ اور وہ بھی اس رنگ میں کہ جس سے صریح طور پر اسلام اور مسلمانوں پر خطرناک حملہ کرنا مقصود تھا۔ پروفیسر موصوف کے یہ لفظ ہیں۔ کہ

"صرف ایک ہی دفعہ اسلام کا ذکر انہوں (ٹیگور) نے کیا اور وہ بحیرہ قلزم کے ناخوشگوار اور تکلیف دہ عربی کنارہ کی شکایت تھی۔ جس سے اپنے سفر کے دوران میں ان لوگوں اور اس مذہب کے خونیں عادات و اخلاق کا خیال انہیں پیدا ہوا جو اس سرزمین سے نکلے ہیں"

حیرانی ہے۔ کہ جناب ٹیگور کو صرف بحیرہ قلزم کے عربی کنارہ پر ہی یہ شکایت کیوں پیدا ہوئی۔ اور کیوں انہیں کبھی ساحل ہند۔ پر اس قسم کا خیال ہندوستان اور اس کے مذہب کے متعلق پیدا نہیں ہوا۔ جبکہ سال میں بہت تھوڑے دن ایسے آتے ہیں۔ کہ بحر ہند کے "ناخوشگوار اور تکلیف دہ سفر" کی شکایت اہل جہاز کو پیدا نہ ہو۔ جناب ٹیگور کو کئی دفعہ کلکتہ سے جہاز پر سوار ہونے کا موقعہ ملا ہوگا۔ پھر کیا وہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ بحیرہ قلزم کا طوفان خلیج بنگال اور بحر ہند بڑھ کر ہوتا ہے۔ کیا دنیا کے اور تمام سمندر سال بھر اس طوفان سے محفوظ رہتے ہیں۔ ہم نے خود بمبئی سے انگلستان تک کے تمام سمندروں کو دیکھا ہے اور اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ گرمیوں میں بمبئی سے لیکر عدن تک بحیرہ عرب میں اور سردیوں میں بحیرہ روم کے بعض حصص میں طغیانی اس درجہ پر ہوتی ہے۔ کہ مسافروں کو بعض وقت جان کے لالے پڑ جاتے ہیں بحیرہ قلزم صرف چند ہی دن طغیانی پر ہوتا ہے۔ اور وہ بھی بہت زیادہ نہیں۔ سال کے اکثر دنوں میں وہ بالکل ساکن ہوتا ہے۔ پھر سمجھ نہیں آتی کہ جناب ٹیگور نے موخرالذکر کی خصوصیت کے ساتھ کیوں شکایت کی۔ اور اسکی بنا پر اسلام اور عربوں کے کیرکٹر پر خونیں دھبہ کیوں لگایا۔ کیوں نہیں بحر ہند یا ساحل بمبئی کی ناخوشگواری کی بنا پر ایک شخص ہندو مذہب پر وہی الزام لگا سکتا۔ جو اسلام پر جناب ٹیگور نے لگایا ہے۔

تعجب ہے۔ اس قسم کی باتیں ٹیگور جیسی باوقعت شخصیت کے فہم و دماغ کا نتیجہ ہوں۔ کاش انہیں خیال ہوتا۔ کہ کسی سمندر کا طغیانی پر ہونا اس سے

ملحق ممالک کے عادات واطوار پر منحصر نہیں۔ اور اگر ایسا ہے تو ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ خلیج بنگال اور بحر ہند کے ملحقہ ممالک کے متعلق جناب ٹیگور کی کیا رائے ہے۔

مالاباری ہندو

مالاباری ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنانے کی داستانیں ایک مدت سے ہم سُن رہے ہیں۔ آؤ آج ہم آپ پر خود آریہ سماجی حضرات کی زبانی ہی جبری مسلمانوں کی کیفیت قلبی کا اظہار کریں۔ لالہ خوشحال چند خورسند جو آریہ سماج کی طرف سے ریلیف کے کام پر مالابار گئے ہوئے ہیں۔ آریہ گزٹ میں لکھتے ہیں:-

"موجودہ بغاوت میں جو ہندو جبراً مسلمان بنائے گئے۔ ان میں سے کچھ تھیہ اور کچھ چمار اب پھر ہندو بننا نہیں چاہتے انہوں نے برملا اور صاف صاف کہا کہ اب ہم ہندوؤں کے گھر میں جاسکتے ہیں۔ اب ہم برہمنوں اور نائروں کے ساتھ سڑکوں پر چل سکتے ہیں۔ اس لئے اب ہم ہندو بننا نہیں چاہتے"۔

یہ ہے۔ حالت ان لوگوں کی جنہیں کہا جاتا ہے کہ زبردستی مسلمان بنایا گیا ہے کیا جو شخص بلا رضا و رغبت مسلمان بنایا گیا ہو۔ جس پر وہ تمام ظلم و ستم روا رکھے گئے ہوں۔ جنکا مرتکب آریہ حضرات موپلوں کو آئے دن بتاتے رہتے ہیں وہ کبھی پسند کرسکتا ہے۔ کہ انہی ظالم لوگوں کا ساتھ دے اور جس دین سے اسے زبردستی نکالا گیا ہے۔ اسکو استقدر نفرت کی نگاہ سے دیکھے۔

ہمیں سمجھ نہیں آتی۔ کہ ان صریح شہادتوں کے باوجود آریہ حضرات "زبردستی" کا الزام غریب موپلوں پر کیوں لگاتے ہیں۔ اور کیوں ان لوگوں کو جو اب دوبارہ ہندو بننا نہیں چاہتے۔ کہ وہاں قدم قدم پر ذلت آفرین سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ اور انسانوں کو انسانیت کے حقوق سے بھی محروم کردیا جاتا ہے۔ پھر اسی ذلت میں دھکیلنا چاہتے۔ اور اسلام کے بلند وارفع مقام سے نیچے اتارنا چاہتے ہیں۔

سر سنکرن نائر کی رائے

انہی مہاشہ صاحب نے ان مسلمان شدہ ہندوؤں کے متعلق سر سنکرن نائر کی رائے بھی لکھی ہے۔ جو فرماتے ہیں۔ کہ

"میری رائے موجودہ حالات دیکھکر پختہ ہوگئی ہے۔ کہ اس سے تو بہتر ہے۔ کہ وہ عیسائی یا مسلمان بن جائیں۔ میں نائر کہلانے سے شرمندہ ہوں"۔

مہاشہ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ

"سر سنکرن نائر نے پھر کہا۔ کہ جب میں ہندوستان کے دوسرے حصوں میں جاکر یہ سنتا ہوں۔ کہ وہ نائروں کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں۔ تو مجھے اپنا سر شرم کے مارے جھکانا پڑتا ہے۔ اور میں کوشش کرتا ہوں کہ اپنے نائر لقب کو چھپاؤں اور جب تک نائروں سے میرے رسم ورواج جاری ہیں۔ تب تک اپنے آپ کو خارج از برادری کہتا ہوں اور میں اسبات میں بھی کوئی ہرج خیال نہیں کرتا۔ کہ ہندو مذہب چھوڑ کر کسی اور مذہب کو اختیار کروں"۔

سر سنکرن نائر کی یہ رائے ہمارے ان برادران وطن کی خاص توجہ کی مستحق ہے۔ جو غریب نائروں کو جو مسلمان ہوکر اپنی اس بدنامی اور شرم کے داغ کو دھو چکے اور انسانیت کے پورے حقوق حاصل کرچکے ہیں۔ دوبارہ ہندو بنانے کی فکر میں ہیں۔ ہمارے آریہ سماجی حضرات کو دعوے ہے۔ کہ وہ ان لوگوں کو پھر ہندو بناکر مساوات کی سطح پر لے آئیں گے۔ لیکن خود آریہ سماج کی آجتک کی عملی زندگی اس خیال کی غلطی پر شاہد ہے۔ بہت سے نیچ ذات کے ہندو اور چند دیگر مذاہب کے لوگ آریہ سماجی ہوئے۔ لیکن انکے ساتھ ایسا سلوک روا نہ رکھا گیا۔ جس کی وجہ سے انہیں آریہ سماج کو خیرباد کہنا پڑا۔

پس ہمارے برادران وطن کو غور کرنا چاہیئے کہ چند ہندو اگر مسلمان ہوگئے ہیں۔ تو اس سے قومیت ہند میں ترقی ہی کا سامان پیدا ہوا ہے کہ وہ ایک ذلت کی حالت سے نکلکر سوسائٹی کی عزت اور ہندوستان کے لئے قابل فخر ہونگے۔

ہماری عید

اس عنوان سے ایک افتتاحیہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے کسی دوسری جگہ ہدیہ ناظرین کرام ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے جس درد دل سے احباب کرام کو ان کی قومی ضروریات کی طرف متوجہ کیا ہے۔ اور عید کے موقعہ پر جن امور کو مدنظر رکھنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ امید نہیں۔ کہ وہ ہر ایک پڑھنے والے کے قلب پر اثر کئے بغیر رہے۔

اس کے علاوہ مسائل عید کے عنوان سے ایک ضروری مضمون صفحہ ۲ پر .... ہدیہ ناظرین ہے۔ اس مضمون میں ...... دیگر ضروری مسائل کیطرف توجہ دلاتے ہوئے صدقۃ الفطر کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ ڈیڑھ سیر فی کس گیہوں یا اس کی قیمت صدقہ فطر کے طور پر دینی ضروری ہے۔ جو گھر کے ہر ایک ممبر کی طرف سے ادا ہونا چاہیئے۔ اگر ایک بچہ اسی دن پیدا ہوا ہو۔ تو اسکی طرف سے بھی۔

اس کے متعلق اسقدر یاد رکھنا ضروری ہے۔ کہ اسلام کی ضروریات آج اسقدر بڑھی ہوئی ہیں۔ **ان کا مد نظر رکھنا ضروری ہے** ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اسلام کو قدم قدم پر بہت سے مصائب اور مخراجات **کا سامنا** ہے۔ اس لئے ایسی رقوم کو فرداً فرداً غربا میں تقسیم کر دینے کے بجائے ضروری ہے۔ کہ اسلام کی امداد کے لئے انہیں انجمن کے پاس بھیجا جائے۔ غربا کا حق بھی بیشک ہوتا ہے۔ لیکن باقی اموال میں سے انکو مدد دیجا سکتی ہے عید کے موقعہ پر لوگ کھانے پینے اور فضول مشغلوں میں بہت کچھ صرف کر دیتے ہیں۔ کیا وہ اتنا نہیں کر سکتے۔ کہ اپنے غربا کے لئے بھی دست امداد بڑھائیں اور ان کی بھی عید کرائیں۔ اور ساتھ ہی اپنے جان سے پیارے دین کی اس سے بڑھکر مدد کریں۔ کہ اسی میں ان کی فلاح و بہبود ہے۔

اسلام کی انہی بڑھی ہوئی ضروریات کو پیش نظر رکھکر سلسلہ عالیہ احمدیہ میں عید فنڈ قائم کیا گیا۔ جسکا چندہ کم از کم عہ فی کس ہے۔ یہ کوئی بڑی رقم نہیں۔ اگر ہمارے دوست ہمت کریں۔ اور جیسا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے فرمایا ہے۔ خطیب اپنی اپنی جگہوں پر ان قومی ضروریات کی طرف توجہ دلائیں۔ اور نہ صرف اپنی جماعت سے بلکہ دوسرے محبان دین سے بھی ان تھوڑے سے پیسوں کو وصول کرنے کی فکر کریں۔ تو ایک ادنےٰ توجہ سے بہت کچھ جمع ہو سکتا ہے۔ کسی دوسری جگہ احباب ووکنگ مسلم مشن کی مالی کمزوریوں کا حال پڑھیں گے۔ کیا یہ ضروری نہیں۔ کہ ایسی حالت میں دل کھولکر اسلام کی خدمت کرنے کی سعی کی جائے۔ اور ان پیش آمدہ مصائب کو دور کئے بغیر دم نہ لیا جائے۔

"مہر العلوم امرتسر کا تنقید نمبر"

"مہر العلوم" نامی ایک ماہوار رسالہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ابو عبد المجید منشی مہر الدین صاحب کے زیر ادارت امرتسر سے شائع ہوتا ہے۔ جس کی فروری و مارچ ۲۲ء کی یکجائی اشاعت میں ملک کے مشہور و مقتدر اخبارات اور رسائل اور جدید الطبع کتب وغیرہ پر ریویو کیا گیا ہے۔

یوں تو رسالہ کے ٹائٹل پر ہی "بے لاگ اور منصفانہ ریویو" کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ جسکو اس میں شک نہیں۔ کہ بعض اخبارات کے معاملہ میں نبھانے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ مثلاً پیسہ اخبار کی پالیسی جامعۃ المسلمین کے خلاف بتاتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ

"اس کی گذشتہ خدمات کو فراموش کر دینا بھی انصاف اور انسانیت کے خلاف ہے۔ بالخصوص اس حالت میں جبکہ تحریکات حاضرہ سے ان کی مخالفت دیانتداری پر مبنی ہو۔ بغیر کسی ثبوت کے کسی پر الزام لگانا اصول اسلام کے سخت منافی اور گناہ کبیرہ ہے"

لیکن تعجب ہے۔ کہ سلسلہ احمدیہ کے اخبارات کا تذکرہ آتے ہی ایڈیٹر صاحب اس وعظ کو بھول گئے۔ اور "انصاف و انسانیت" کے ان اصولوں سے منہ موڑ کر "بغیر کسی ثبوت کے" بانی سلسلہ پر الزام تراشنے شروع کر دئیے۔

جن رکیک الفاظ میں چار پانچ لاکھ کی جماعت کے ایک امام کو ایڈیٹر صاحب نے اپنے اس رسالہ میں یاد فرمایا ہے۔ وہ ان کی تہذیب و شائستگی پر خطرناک دھبہ لگانے والے ہیں۔

(۱) "مذہب مرزائیہ کا بانی"

(۲) "مولوی نور الدین صاحب سے سمجھوتہ کر کے محض حصول زر کی خاطر ایک نئی قسم کی دکانداری ۔ ۔ ۔ ۔ کی بنا ڈالی۔ قرآن و حدیث میں ناجائز تصرف کر کے اپنا الو سیدھا کرنا شروع کر دیا"

(۳) "خود ساختہ حدیثوں سے بھی کام لینے سے گریز نہ کیا"

(۴) "جھوٹی اور وضعی پیشگوئیوں اور الہاموں کی بارش شروع کر دی"

یہ اور اسی قسم کے بعض اور فقرات اور احمدی اخبارات کے ریویو میں بھی صریح اغلاط موجود ہیں۔ (مثلاً الفاروق کو نوز سمجھکر اس کے ایڈیٹر کو سکھ نومسلم اور اسکا مقصد سکھوں کو دعوت اسلام دینا بتایا ہے) مگر ان سب کے اظہار کی گنجائش نہیں۔

سوال یہ ہے۔ کہ یہ فقرات آیا کسی شائستہ انسان کا کلام ہو سکتے ہیں اور آیا ایڈیٹر صاحب "مہر العلوم" نے ان فقرات میں حضرت مسیح موعود پر جو الزام لگائے ہیں۔ ان کا کوئی ثبوت وہ بہم پہنچا سکتے ہیں۔ اگر نہیں تو ان کے اپنے قول کے مطابق یہ اصول اسلام کے منافی اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب انہوں نے کیا ہے۔ یا کیا؟

شروع میں چند اشعار سابق نواب ریاست بہاولپور کے حالات اور ان کے بعد ریاست کے نظم و نسق اور موجودہ نواب کی مدح سرائی میں لکھے ہیں۔ جن میں ذیل کا شعر گویا مقطع کا بند سمجھنا چاہئیے۔

مہر پر بھی آپ نے فرمانا چشم لطف و مہر
یہ دعا گوئے ریاست رہتا ہے صبح و مسا

ہماری بھی دعا ہے۔ کہ ہمارے لائق معاصر کی یہ دعا شرف قبولیت حاصل کرے۔ مگر کیا دنیا کے لئے امرا اور نوابوں کی دہلیز پر جبین نیاز رگڑنے کا یہ اثر ہوا کرتا ہے۔ کہ خدا کے پاک بندوں اور ماموریں کو ناشائستہ الفاظ میں یاد کیا جائے؟

تعطیل عید

"پیغام صلح" کی آئندہ اشاعت سے پہلے عید الفطر آنیوالی ہے اس روز تمام دفتر میں تعطیل ہوگی جسکا اثر لازمی طور پر یہ ہوگا۔ کہ کام تھوڑا ہو اور آئندہ نمبر بجائے ۱۶ کے صرف ۸ صفحات پر مشتمل ہوگا۔ قارئین کرام مطلع رہیں

ولایتی ڈاک

زندگی بعد الموت

یورپ کے بعض مادہ پرستوں کے خیالات کو اگر پڑھا جائے تو [illegible] حیرت ہوتی ہے۔ کہ جبتک انہیں ہر طرح کا عیش و آرام نصیب ہوتا ہے اسوقت تک کوئی چیز انہیں اسبات کا قائل نہیں کر سکتی۔ کہ اس مادی زندگی کے بعد ایک اور زندگی ملنے والی ہے۔ جہاں اس عالم کے عیب و صواب پر نتائج مترتب ہونگے۔ ہاں جونہی ان لوگوں کو کوئی مصیبت آکر پڑتی ہے۔ جو ان کو سخت صدمہ پہنچانے والی ہو تو پھر وہ بھی ناگہاں عالم آخرت پر امید یں جمانے لگتے ہیں اور اس عالم سفلی سے مایوس ہو جاتے ہیں۔

اس قسم کی ایک مثال ایک مشہور انگریز جرنلسٹ رابرٹ بلیچفورڈ کی اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ بعض بڑے بڑے وقیع اخبارات میں اس شخص کے مضامین باقاعدہ نکلتے رہتے ہیں۔ اور اس وجہ سے اسکا نام عوام الناس میں بہت مشہور ہے۔

اس شخص نے کچھ عرصہ ہوا۔ ایک مضمون میں زندگی بعد الموت سے انکار کیا تھا۔ اور صاف طور پر یہ لفظ لکھے تھے۔ کہ

"مادیت سے باہر کوئی دوسرا عالم نہیں۔ اور اگر ہے تو صرف خواب و خیال ہے"

لیکن خدا کی شان! اسی شخص نے اب ایک اور پلٹا کھایا ہے۔ حال ہی میں اس کی عالم مادیت کی سب سے پیاری چیز یعنے [illegible] رفیق حیات نے اس جہان فانی سے انتقال کیا ہے۔ جسکا صدمہ مسٹر بلیچفورڈ کو پہنچا ہوا ہے۔ کہ وہ اب عالم [illegible] مایوس ہو کر زندگی بعد الموت کی طرف جو پہلے ان کے نزدیک خواب و خیال تھی۔ رجوع کر رہے ہیں۔ ان کے حسب ذیل الفاظ جو ولایتی اخبار "ڈیلی کرانیکل" سے لئے گئے ہیں۔ اسی موجودہ رجحان طبیعت کا پتہ دیتے ہیں:-

"میں اپنے مادیت [illegible] فلسفہ سے اب کنارہ کش ہو چکا ہوں اور اب میں گویا ہوا میں لٹک رہا ہوں۔ اور میرے قدم کسی چیز کے اوپر قائم نہیں۔

کیا اسی پر وہ خیال کا ہمیں معتقد رہنا ہے۔ کہ مادہ کے بغیر کوئی زندگی نہیں۔ خواہ فی الحقیقت مادہ کا کوئی وجود نہ ہو؟ وہ چیز جو عزیزوں، ماؤں، دوستوں، محبتوں اور بیویوں کے لئے موجب تسکین ہے۔ وہ صرف یہ خیال ہے۔ کہ کسی جگہ اور کسی وقت وہ پھر ان لوگوں سے ملینگی جو ان کو محبوب تھے لیکن وہ ان سے جدا ہو چلے ہیں۔"

"سائنس نے مادیت کے قیام و بقائے اعتقاد کی غلطی آشکارا کر دی ہے اور روح کی بقا اور بقا کا سوال پیدا کر دیا ہے"

مسٹر بلیچفورڈ نے حال ہی میں ایک کتاب بھی پڑھی ہے۔ جو ایم کامل فلیمیرین نے [illegible] (موت اور اسکا راز) کے نام سے لکھی ہے۔ اسکا ذکر کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں:-

"[illegible] مادیت کے خیال کا مؤید نہیں رہا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ایم فلیمیرین کا خیال (زندگی بعد الموت کے بارہ میں) صحیح ہے۔ ہمیں ذرا صبر و استقلال سے کام لینا چاہئے [illegible] ہی غور و تدبر کو بھی ہمیں کام میں لانا چاہئے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمیں خواہ مخواہ ایک عقیدہ نہیں بنا لینا چاہئے۔ نہ ہمیں اس سب سے زیادہ خوبصورت سب سے زیادہ پائدار اور سب سے زیادہ بیش بہا امید کو خیرباد کہنے کی بیہودہ تکلیف نہیں اٹھانی چاہئے جسکو منوانے کے لئے انسان کی عقل و فکر ہمیشہ بنی نوع کو مجبور کرتی رہی ہے"

یہ خیالات اگرچہ حیات بعد الممات کے ابھی پورے طور سے مؤید نہیں لیکن اس سے قطعاً ناامیدی بھی نہیں ٹپکتی۔ اس کے بالمقابل مادیت پر جسقدر پہلے بھروسا تھا اسی قدر اب اس سے ناامیدی ظاہر کی گئی ہے۔ یہ ہے۔ قدرت الہٰی کا کرشمہ جسکو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم ابواب کل شیٔ حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذنٰہم بغتۃ فاذا ہم مبلسون جب وہ بھول جاتے ہیں اسبات کو جو انہیں یاد دلائی گئی۔ تو ہم ہر ایک چیز کے دروازے ان پر کھول دیتے ہیں۔ یہانتک کہ وہ جو کچھ ان کو دیا گیا اس سے جب بڑے ہی مسرور ہوتے ہیں۔ تو ہم اچانک آپکڑتے ہیں پھر وہ مایوس ہو جاتے ہیں۔

کنواری کے پیٹ سے پیدائش

محققین یورپ اگرچہ عیسائیت کے اصولوں سے مدت سے بیزار تھا لیکن اسکا علانیہ اظہار بالخصوص پادریوں کیطرف سے بہت ہی تھوڑے عرصہ سے ہونا شروع ہوا ہے۔ گذشتہ سال کینن بارنز کا بائبل کے قصہ پیدائش عالم سے انکار اور اس کے بعد ڈین آف کارلائل کا تمام معتقدات مسیحیت حتی کہ الوہیت کو بھی صریح جواب اس کی زندہ مثالیں ہیں۔ اب معلوم ہوا ہے۔ کہ بشپ آف آکسفورڈ نے آکسفورڈ یونیورسٹی کے انڈر گریجوایٹ طلبا کو اپنی ایک تقریر میں یہ نصیحت کی ہے۔ کہ یہ ان کے فرائض میں سے ہے کہ وہ اس روایت کو کہ مسیح کنواری کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ تاریخ کی کھنی

روشنی میں مطالعہ اور اس پر غور و فکر کریں"

اس کے علاوہ اخبار "نو ورلڈز" رقمطراز ہے۔ کہ ڈاکٹر پرسی گارڈنر ڈاکٹر آف لٹریچر کا خیال ہے۔ کہ "مسیح کے کنواری کے پیٹ سے پیدا ہونے کا خیال ایک تاریخی واقعہ ہونے کے لحاظ سے ہبوط آدم کے قصہ سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ اور اگر ایک کا انکار ہو گا۔ تو لازماً دوسرے سے بھی منہ موڑنا پڑے گا" اور کہ "متی نے مسیح کا جو نسب نامہ بیان کیا ہے۔ وہ ان الفاظ کی جو متی نے لکھے ہیں۔ کہ

"جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے"

غیر معتبر ہو جاتا ہے۔ اور تو اور خود یوحنا کا جسکے ساتھ مسیح کی والدہ کی رہائش تھی۔ اس واقعہ کا قطعاً ذکر ہی نہ کرنا بتاتا ہے۔ کہ اس نے مسیح کے اوتار ہونے کا جو خیال ظاہر کیا ہے۔ وہ محض کنواری کے پیٹ سے پیدائش کے فقرے کے بجائے گھڑ لیا گیا۔ کیونکہ یوحنا کے نزدیک مسیح کے کنواری کے پیٹ سے پیدا ہونے کا خیال قطعاً ناجائز تھا۔

مسٹر سٹینلے ڈی براتھ اخبار "نو ورلڈز" میں ان خیالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ تاریخ تصنیف کے لحاظ سے سب سے پہلی انجیل مرقس میں بھی اس واقعہ کا کوئی ذکر نہیں۔ اور مصنف انجیل نے ان کوششوں کا ذکر کیا ہے۔ جو مسیح کے احباب نے جن میں اس کی ماں اور اس کے بھائی بھی شامل ہیں۔ اس کو اپنے قریب رکھنے کے لئے کی ہیں۔ کیونکہ ان کو ڈر تھا۔ کہ مبادا وہ پاگل نہ ہو گیا ہو۔ کیا اسکی ماں اور اس کے بھائی جو بقول یوحنا اسوقت اس کے معتقدین میں نہ تھے۔ اس رویہ کو اختیار کر سکتے تھے۔ اگر ان کو یہ پتہ ہوتا۔ کہ اس کی پیدائش معجزہ کے طور پر ہوئی ہے؟ پھر پولس بھی صاف طور پر مسیح کو جسمانی رنگ میں داؤد کی اولاد قرار دیتا ہے۔ (رومیوں ۱ آیت ۳)"

یہودیوں اور مسلمانوں کی نماز

"نیر ایسٹ" کا ایک نامہ نگار یہودیوں کی ایک سالانہ رسم کا تذکرہ کرتے ہوئے جس میں ہر ایک گھرانے کیطرف سے ایک بڑے کی قربانی لازمی سمجھی جاتی ہے بتاتا ہے۔ کہ

"شام کے قریب مرد اپنی جوتیاں اتارتے ہیں۔ اور نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ نماز میں وہ دریوں کے اوپر جھکتے اور وہی حرکات کرتے ہیں۔ جو مسلمان اپنی نمازیں بجالاتے ہیں اور جونہی کہ سورج غروب ہوتا ہے۔ یہ آواز بلند کیجاتی ہے۔ کہ خدا اسرائیل کے فرزندوں پر سے گذر گیا۔ اور اُس نے آج کے دن مصریوں پر پھٹکار ڈالی"

اسپر حاشیہ میں نامہ نگار مذکور رقمطراز ہے۔ کہ

یہ امر موجب دلچسپی ہے۔ کہ مسلمانوں کی حرکات نماز

زبور ۹۵: ۶ سے ملتی جلتی ہیں۔ جہاں لکھا ہے۔ "آؤ ہم خداوند کی عبادت کریں۔ اور اس کے سامنے سجدہ کریں اور جھکیں کہ وہ ہمارا خدا اور پیدا کنندہ ہے۔"

اسلام کا عالمگیر مذہب ہونا اس سے ثابت ہے۔ کہ اس کی تعلیم اپنے اندر تمام انبیا کی تعلیم کو لئے ہوئے ہے۔ جیسا کہ اسکا دعوے ہے۔ کہ فیہا کتب قیمہ۔ خود مسیح کا بھی انا جیل سے سجدہ کرنا ثابت ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ عیسائی دنیا نے آج محض کرسیوں پر بیٹھکر سر جھکانا ہی کافی سمجھ رکھا ہے۔

انگلستان کی لاعلمی یورپ سے

"نیر ایسٹ" یورپ کے حالات حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے انگلستان کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ "یورپ .... کی موجودہ حالت اس درجہ کو پہنچ چکی ہے۔ کہ ایک معمولی آدمی کے لئے اسکو سمجھنا نہایت دشوار ہے اس کو یہ بھی پتہ نہیں ہوتا۔ کہ یوگو سلافی اور زیچو سلافک میں کیا فرق ہے ہاں ذرا تامل کے بعد وہ اس پر قسم اٹھانے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ کہ یہ دونو ہی خدا ہی کی مخلوق ہیں۔ کرنل رپنگٹن جیسے سمجھدار انسان پبلک کو ان سب امور سے باخبر کرنے کی سر توڑ کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن منکرین انجیل کی مانند وہ بھی غالباً کسی نشان کی منتظر ہے۔ اور حال یہ ہے۔ کہ ان ایام میں معجزوں پر اسے چنداں ایمان نہیں۔ عجیب بات یہ ہے۔ کہ آسٹریلیا کی واقفیت جسقدر ہے۔ آسٹریا کی نہیں۔ انہی ایام میں یورپ کسی دن دوبارہ دریافت ہو گا دس سال ہوئے بلقان کے متعلق ہماری ناواقفیت بہت گراں قیمت تھی۔ لیکن اب ہم پھر پرانی راہوں پر چل رہے ہیں۔ اور دنیا کے دوسرے سرے کی طرف ہجرت کی سکیمیں ہمارے زیر غور ہیں۔ اور براعظم یورپ کو کوئی جانتا بھی نہیں"

جن لوگوں کی یہ حالت ہے۔ ترکی یا اسلام کے متعلق ان کی عام رائے کی حقیقت معلوم۔

چندہ انجمن احمدیہ گوجرانوالہ

	روپیہ
بابو غلام رسول صاحب ہیڈ کلرک محکمہ ڈاکخانہ گوجرانوالہ	عہ
" عبد العزیز صاحب بی۔اے "	عہ ر
ایم این غنی صاحب "	عہ ر
بابو صاحب سب پوسٹ ماسٹر کچہری پوسٹ آفس گوجرانوالہ	عہ ر
اہلیہ منشی نواب خانصاحب	
" ڈاکٹر حشمت علی صاحب چندہ بلاد غیر	
بابو محمد حسین صاحب "	صہ ر

ایک عظیم الشان نشان

رمضان المبارک میں کسوف خسوف

آسماں بارد نشان الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

رمضان المبارک آیا اور اپنے ساتھ اہل اللہ کے لئے فیوض و برکات لایا۔ مومنین کے حوصلے بڑھے اور شوق وصال سے بیتاب اپنے معبود حقیقی کیطرف لپکے۔ برکت والا مہینہ آیا۔ اور عظیم الشان نشان کی یاد پھر دلوں میں تازہ ہوئی۔ کسوف خسوف کا نظارہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ اور اہل ایمان کی تقویت ایمان کا موجب ہوا۔ یہ وہ عظمت والے نشان تھے جنکی بشارت مخبر صادق نے ان الفاظ آج سے ۱۳۰۰ سو برس پہلے دی۔ فرمایا۔ ان لمہدینا آیتین لم تکونا منذ خلق السموات والارض ینکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منہ (دارقطنی)

یعنی ہمارے مہدی کے لئے دو نشان ہیں۔ اور جب سے کہ زمین و آسمان خدا نے پیدا کئے یہ نشان کسی اور مامور اور رسول کے وقت میں ظاہر نہیں ہوئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ مہدی معہود کے زمانہ میں رمضان کے مہینے میں چاند گرہن اس کی اول رات میں ہوگا۔ (یعنی تیرہویں تاریخ میں۔ کیونکہ چاند گرہن کے لئے خداوند تعالےٰ نے قانون قدرت میں تیرہویں اور چودھویں اور پندرہویں تاریخ کو مقرر فرمایا ہے۔ جیساکہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں) اور سورج کا گرہن اس کے درمیانے دن میں ہوگا۔ یعنی اسی رمضان کے مہینہ کی اٹھائیس تاریخ کو ہوگا۔ کیونکہ سورج کے گرہن کے لئے خدا نے ستائیس اور اٹھائیس اور انتیس تاریخ کو مقرر فرمایا ہے۔

علاوہ اس کے صرف اسلامی کتب میں اسکا تذکرہ نہیں۔ بلکہ انجیل میں بھی مسیح کی آمد ثانی پر سورج گرہن اور چاند گرہن کی علامت بتلائی گئی ہے۔ چنانچہ انجیل میں لکھا ہے۔

"ان دنوں کی مصیبت کے بعد ترت سورج اندھیرا ہو جائیگا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا۔ اور ستارے آسمان سے گر جائیں گے اور آسمان کی قوتیں ہل جائیں گی۔ تب ابن آدم کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا"

(دیکھو انجیل متی باب ۲۴)

پھر کتاب یسعیاہ نبی باب ۱۳ میں لکھا ہے۔ "اور سورج طلوع ہوتے ہی اندھیرا ہو جائیگا۔ اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا"

اب تمام دنیا جانتی ہے۔ کہ ۱۳۱۱ ہجری مطابق ۱۸۹۴ء میں یہ نشان نہایت صفائی کے ساتھ پورا ہو چکا ہے۔ یعنی ۱۳۱۱ھ کے رمضان المبارک میں چاند کو اس کی اول رات یعنی تیرھویں تاریخ کو گرہن لگا۔ اور اسی مہینہ میں سورج کو اس کے درمیانے دن میں یعنی اٹھائیس تاریخ کو گرہن لگا۔ اور ہزاروں انسانوں نے مسیح موعود اور مہدی معہود کے آسمانی نشان کو اپنی آنکھوں پورا ہوتے دیکھا اور اپنے ایمانوں کو تازہ کیا اور سلسلہ احمدیت میں داخل ہوگئے۔ لیکن افسوس اس گروہ علماء پر جنہوں نے زمینی نشانوں کا انکار کر کے اپنے نامہ اعمال کو تو سیاہ کیا ہی تھا۔ آسمانی نشان اور آواز کی بھی پرواہ نہ کی۔ اور ایسی عظیم الشان شہادت کیطرف نہ خود متوجہ ہوئے اور نہ لوگ عوام کو متوجہ ہونے دیا۔ اور حامل دین کہلا کر دین میں خیانت کی!

زمین پر لوگوں کے انکار کو دیکھ کر چاند اور سورج نے بھی ماتمی لباس پہنا لیکن ان سنگدل علماء کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ نشان پر نشان کو دیکھا مگر منہ پھیر لیا۔ مسیح محمدی آیا اور چلا بھی گیا۔ ماہ رمضان نے عین وقت پر اپنی امانت کو دنیا کے آگے رکھ دیا۔ لیکن نہ ماننے والوں نے قبول نہ کیا اور اپنی شومئی قسمت سے تعصب اور ہٹ دھرمی کی پٹی کو آنکھ سے نہ اُتارا۔ اور مسیح محمدی، رسل یزدانی کے انکار پر تلے رہے۔ زمین نے بھی شہادت دی۔ اور آسمان نے بھی شہادت دی۔ لیکن منکرین حقیقت نے پھر بھی توجہ نہ کی اور ولا یزید الظلمون الا خسارا کے مصداق بن گئے۔

لیکن وہ تبارک وتعالےٰ جس نے وہ نشان مقرر کیا تھا۔ اس کی یاد کو ہمیشہ تازہ فرماتا رہا اور ہر آنے والا ماہ رمضان حضرت مسیح موعود کے اس نشان کی یاد کو دنیا میں ہر سال تازہ کرتا رہیگا۔ مومنین کے لئے بشارت اور عید ہوگی۔ اور مکفرین کے لئے ندامت اور ماتم ہوگا۔

پس اے میدانوں اور پہاڑوں کے رہنے والو! خدائے قدوس کے اس نشان سے منہ مت پھیرو۔ وہ نشان جس کی خبر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آج سے تیرہ سو برس پہلے دی تھی۔ اور جس کی بشارت ہر مذہب وملت کی کتب مقدسہ میں پائی جاتی ہے۔ کہ آخری زمانہ میں آنے والے مصلح کی یہ نشانی ہوگی۔ کہ اس کے زمانہ دعوت میں چاند گرہن اور سورج گرہن ماہ رمضان میں ظاہر ہوگا۔ پس جان لو کہ وہ مامور جس کی شہادت میں یہ نشان ظاہر ہوا یقیناً برحق اور خدا کی طرف سے ہے۔

سوائے علمائے مسلماناں وپنڈتان ہنود وپادریان عیسایان آپ نے کسوف خسوف کو ماہ رمضان ۱۳۱۱ھ میں بچشم خود دیکھا اور تمام دنیا نے مشاہدہ کیا۔ لیکن پھر بھی آپ نے مسیح صادق کو نہ مانا اس سے بڑھ کر کسی صادق کی سچائی پر کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ خود اللہ جلشانہ آسمان سے گواہی دے۔ کیا یہ انسانی منصوبہ ہو سکتا ہے۔؟ یقیناً نہیں۔ پس انکار پر ضد مت کرو۔ اور اس نشان سے فائدہ اٹھاؤ تا نجات ابدی پاؤ۔ ورنہ صادقوں کے انکار کرنے والوں کا انجام ظاہر ہے۔

بالآخر ہم عوام الناس سے عموماً اور مسلمانوں سے خصوصاً التجا کرتے ہیں

سیر الاولین

سپین میں مسلمان

باب دوم

طارق بن زیاد سپین پر

اس سے پہلے ہم بتا چکے ہیں۔ کہ کونٹ جیولین (جسے عربی مورخین نے یلیان لکھکر پکارا ہے) حاکم (عربی سبتہ) نے شمالی افریقہ کے مسلمانوں کو سپین پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی۔

اسوقت شمالی افریقہ میں حضرت موسےٰ بن نصیر جو تابعین میں سے ہیں حاکم تھے انہوں نے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جیولین کی اس دعوت کو قبول کرنے میں اسوجہ سے تامل کیا۔ کہ مبادا اس میں کوئی دھوکا ہو۔ اور ایک غیر ملک میں جہاں بیچ میں سمندر حائل ہے۔ مسلمانوں کو خواہ مخواہ مصیبت کا سامنا ہو۔ جیولین نے سپین کی زرخیزی اور خوبصورتی کے قصے سنا کر۔ اس کے عظیم الشان شہروں اور عالیشان محلات کا ذکر کرکے قوم سی گوتھ (عربی قوط) کے خزائن کا پتہ دے کر اور تمام ملک میں دودھ اور شہد کی نہروں کا یقین دلاکر طمع اور لالچ دلانے کی کوشش کی۔ لیکن موسےٰ نے یہی پسند کیا کہ ذرا صبر اور حوصلہ کے ساتھ حقیقت الامر کی تحقیق کی جائے اور خود خلیفہ سے بھی اس بارہ میں استصواب کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے ایک طرف خلیفہ ولید بن عبد الملک کے پاس دمشق میں قاصد بھیجے۔ اور تمام حالات لکھکر ان سے استصواب کیا۔ کہ کیا کرنا چاہئے۔ اور دوسری طرف طریف بن مالک النخعی کو صرف پانچسو آدمیوں کے ساتھ بھیجا کہ جیولین کی کشتیوں میں بحیرہ روم کو عبور کریں۔ اور اندلس کے جنوبی کنارہ پر حملہ آور ہوں[۵۱]۔

طریف ۹۱ھ میں اس مہم پر روانہ ہوئے۔ اور بحیرہ روم کو عبور کرنے کے بعد جس مقام پر جاکر اترے۔ اسکا نام آجتک ان کے نام پر بیت طریف[۵۲] ہے۔ وہ الجزیرہ نامی مقام پر حملہ آور ہوئے۔ اور بلا مزاحمت اسکو فتح کر لیا۔

---

[۵۱] ابن خلکان۔

[۵۲] مورز ان سپین مصنفہ لین پول۔ Moor in Spain by Lane Poole.

[۵۳] الاستقصاء لاخبار دول المغرب الاقصیٰ۔ مورز ان سپین مصنفہ لین پول۔

بہت ہی تھوڑے عرصہ بعد وہ وہاں سے واپس آگئے۔ اور ہوتے کو یقین دلایا کہ جیولین نے جو یہ کہا تھا۔ کہ کوئی وہاں مقابلہ کرنے والا نہیں۔ یہ صحیح ہے اور خود جیولین بھی حملہ آوروں کا مطیع و فرمانبردار رہا ہے۔

اس کے بعد خلیفہ کا جواب بھی آگیا۔ جس میں مسلمانوں کی تمام فوج کو خواہ مخواہ خطرات میں ڈالنے سے منع کیا گیا تھا۔ اور صرف چھوٹی چھوٹی مہمیں بھیجنے کی اجازت دی گئی تھی۔ لیکن طریف کی کامیابی کو دیکھکر موسےٰ کی ہمت بندھ گئی تھی۔ اور ۹۲ھ مطابق ۷۱۱ء ہجری میں یہ دیکھکر کہ راڈرک (عربی زریق) اپنے شمالی مقبوضات کے تحفظ اور بعض باغیوں کی سرکوبی میں مصروف ہے۔ طارق بن زیاد کو کہ اسوقت طنجہ میں حکمران تھے۔ حکم دیا کہ سات ہزار آدمیوں کی سپاہ کے ساتھ اندلس پر چڑھائی کریں۔

طارق جس وقت اس مہم پر روانہ ہوئے۔ تو رستہ میں انہوں نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا جسکا ذکر مورخین نے یوں کیا ہے۔ وذکر عن طارق انہ کان نائما وقت العبور فی المرکب فرائ النبی صلی اللہ علیہ وسلم والخلفاء الاربعۃ یمشون علی الماء حتی مر بہ فبشرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالفتح وامرہ بالرفق بالمسلمین والوفاء بالعہد یعنے طارق بیان کرتے ہیں کہ سمندر کو عبور کرتے وقت جہاز کے اندر سوئے ہوئے تھے۔ اس حالت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء اربعہ کی زیارت انہیں ہوئی۔ وہ سب پانی کے اوپر چل رہے تھے۔ حتےٰ کہ طارق کے ساتھ چلتے گئے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں فتح کی خوشخبری دی۔ اور مسلمانوں سے نرمی کا برتاؤ کرنے اور عہد کو پورا کرنے کا حکم انہیں دیا[۵۳]۔

غرض طارق سمندر کو عبور کرکے ایک زبردست چٹان پر پہنچ گئے جسکا نام آجتک انہی کے نام پر جبل الطارق یا جبرالٹر[۵۴] مشہور ہے۔ وہاں سے آگے بڑھ کر آپ نے کارٹیا نامی مقام پر قبضہ کیا۔ اور اندرون ملک کی طرف بڑھے۔

لیکن ابھی تھوڑے ہی دور گئے ہونگے۔ کہ انہیں معلوم ہوا۔ کہ راڈرک اپنے تمام لاؤ لشکر کو لے کر ان کے مقابلہ کے لئے آرہا ہے۔ یہ دونو فوجیں ایک چھوٹے سے دریا کے پاس وادی بکہ میں جاکر ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرا ہوئیں۔

طارق کو پانچہزار اور آدمیوں کی کمک وہاں پہنچ گئی۔ گویا بارہ ہزار

---

[۵۳] ابن بشکوال ابن خلدون۔ لین پول نے مورز ان سپین میں اس خواب کا ذکر اسقدر اختلاف کے ساتھ کیا ہے۔ کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے طارق کو ہمت نہ ہارنے اور حوصلہ و شجاعت کے ساتھ فتح کرنے کا حکم دیا۔ منہ

[۵۴] یہ مقام سپین کے جنوب مشرقی ساحل پر واقع ہے۔ اور آجکل انگریزی حکومت کے ماتحت ہے۔ تمام انگریزی جہاز انگلستان سے آتے اور جاتے ہوئے اسکے قریب سے گزرتے ہیں۔

فوج ان کے زیر کمان تھی۔ لیکن بالمقابل راڈرک کی فوج اس سے چھ گنا زیادہ تھی[1]۔

ان حالات کو دیکھ کر مسلمانوں کے حوصلے پست ہونے لگے۔ طارق نے فوراً اس کو محسوس کیا۔ اور اسی وقت ایک حوصلہ بڑھانے والی تقریر کی سب کو للکار کر آپ نے کہا۔ کہ "لوگو! تمہارے سامنے دشمن کی افواج گھیرا ڈالے ہوئے ہیں۔ اور پیچھے تمہارے سمندر ہے۔ خدا کی قسم۔ اس وقت تمہارے سوائے شجاعت اور ہمت مردانہ و عزم مقبلانہ سے کام لینے کے اور کوئی بچنے کی صورت نہیں"[2]۔ اس تقریر کے جواب میں سب نے یکزباں ہو کر آواز دی کہ اے طارق! ہم سب تیرے پیچھے ہیں۔ یہ کہا۔ اور سب کے سب اپنے جرنیل کے ساتھ گھمسان کی لڑائی میں داخل ہو گئے۔ یہ جنگ پورے ایک ہفتہ تک رہی۔ اور طرفین نے شجاعت و مردانگی کے جوہر خوب ہی دکھائے۔ دونو افواج میں سے کسی نے بھی جان توڑ کر لڑنے سے فرق نہیں کیا۔ لیکن مسلمانوں کی شجاعت و مردانگی جس کے سامنے قیصر روم کی ٹڈی دل اور سامان حرب سے آراستہ افواج بھی ٹھیر نہ سکی تھیں۔ سپین کے غلامی کے اندر زندگی بسر کرنیوالوں سے کیونکر زک اٹھا سکتی تھی۔

ایک اور بات بھی مسلمانوں کی فتح کا موجب ہو گئی۔ اول تو جیسا کہ باب اول میں بتایا جا چکا ہے۔ سپین کے عامۃ الناس حکام سے ویسے بھی تنگ آئے تھے۔ اور اگرچہ وہ ان کے ساتھ ہو کر لڑتے تھے۔ لیکن دل ان کے ساتھ نہ تھے۔ اس کے علاوہ وسی گوتھ خاندان کے آخری تاجدار وٹیزا کے تخت پر راڈرک کا تسلط غاصبانہ ہونے کی وجہ سے خود بعض اراکین حکومت اور تمام وسی گوتھ قبایل اسپر ناراض تھے۔

اسی جنگ میں کہا جاتا ہے۔ کہ شاہ وٹیزا کے دو بیٹے بھی تھے۔ جو حکومت کے اصل حقدار تھے۔ اور جن کے متعلق جیسا کہ باب اول میں بتایا جا چکا ہے۔ بعض مورخین کا خیال ہے۔ کہ مسلمانوں کے اصل بانی وہی تھے۔

غرضکہ عین دوران جنگ میں ان لوگوں نے راڈرک سے علیحدگی اختیار کر کے مسلمانوں سے مل جانے کا عزم کر لیا۔ وٹیزا کے دونو بیٹوں نے طارق کے پاس پیغام بھیجا۔ کہ ہم دونو معہ ان تمام افواج کے جو ہمارے زیر نگین ہے۔ تمہارے ساتھ شامل ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ فتح حاصل کرنے کے بعد تم وہ تمام زمین جو ہمارے باپ کی ذاتی ملکیت تھی۔ (اور وہ نہایت بیش قیمت اور چنے ہوئے تین ہزار تھے) ہمارے حوالہ کر دو۔ طارق نے اس شرط کو منظور کر لیا۔ اور دوسرے دن یہ دونو شہزادے اپنی تمام افواج بہمیت مسلمانوں سے آملے۔

غرض راڈرک اور اس کی تمام افواج کو اس جنگ عظیم میں شکست فاش نصیب ہوئی۔ یہانتک کہ خود راڈرک کا نشان تک اس کے بعد نہیں ملتا۔ اسکا گھوڑا اور ساز و سامان جنگ کے بعد دریا کے کنارہ پر موجود تھے۔ لیکن خود راڈرک کہاں گیا اسکا پتہ آج تک کسی کو نہیں لگا۔ سپین کی توہم پرستی اس خیال کو پیدا کرنے کا موجب ہوئی۔ کہ راڈرک شیعوں کے امام مہدی یا انگلستان کے شاہ آرتھر کی طرح کسی آرام گاہ میں جا بیٹھا ہے۔ اور موقعہ پا کر آئیگا۔ اور ملک کو مسلمانوں سے پاک کر دے گا۔ لیکن مورخین کا قیاس ہے۔ کہ وہ غالباً دریا میں غرق ہو گیا اور اس کی لاش کو دریا کا پانی سمندر میں بہا لے گیا۔

---

[1] عربی مورخین کا بیان ہے۔ کہ راڈرک کی فوج چالیس ہزار تھی۔ الاستقصاء لاخبار المغرب الاقصٰے۔

[2] "مورزان سپین" مصنفہ لین پول۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ طارق نے سمندر کو عبور کرنے ہی تمام کشتیوں کو توڑ دیا تھا۔ تاکہ دشمن سے ڈر کر کوئی بھاگ جانے کی کوشش نہ کرے۔ اسی لئے پیچھے سمندر کی موجودگی کا خوف دلایا۔

[3] "عربک سپین" مصنفہ برنی نارڈ اینڈ ... "مورزان سپین" مصنفہ لین پول

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شملہ

فہرست زر چندہ بابت ماہ مئی ۱۹۲۲ء

(معرفت شیخ الہ دین صاحب کمپازیٹر)

مد زکوٰۃ

(۱) مخدوم محمد اشرف صاحب بی۔ اے میڈیکل برانچ	للعہ
(۲) شیخ عبدالعزیز صاحب کلرک کنٹرولر آف فارم	۹عہ
(۳) ؍؍ محمد لطیف صاحب کلرک کوارٹر ماسٹر جنرل	۹عہ
(۴) ؍؍ الہ دین صاحب کمپازیٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس	[illegible]

چندہ ماہوار

(۱) مولوی عبدالرحمٰن صاحب اسسٹنٹ میڈیکل برانچ	۲۳؍
(۲) مخدوم محمد اشرف صاحب بی۔ اے میڈیکل برانچ	لعہ
(۳) شیخ امیر الدین صاحب کلرک ڈائرکٹر جنرل ملٹری ورکس	صر؍
(۴) ؍؍ عبدالعزیز صاحب کنٹرولر آف فارم	صر؍
(۵) ؍؍ محمد لطیف صاحب کلرک کوارٹر ماسٹر جنرل	صر؍
(۶) قاضی احمد علی صاحب سارجنٹ درجہ اول تھانہ بابو گنج شملہ	چہر؍
(۷) بابو تاج الدین صاحب انڈین ریڈکراس سوسائٹی	[illegible]
(۸) بابو شاہ دین صاحب کلرک کنٹرولر	[illegible]
(۹) بابو سراج الحق صاحب بی۔ اے ریلوے روڈ	عہر؍
(۱۰) شیخ عبدالمجید صاحب کلرک میڈیکل برانچ	صر؍
(۱۱) ؍؍ اسلام الدین صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس	[illegible]
(۱۲) ؍؍ منظور الحق صاحب فارسٹر محکمہ جنگلات	[illegible]
(۱۳) شیخ امیر علی صاحب کلرک کمرشل ڈیپارٹمنٹ	[illegible]
(۱۴) ؍؍ محمد امین صاحب کلرک میڈیکل برانچ	عہ
(۱۵) منشی محمد لطیف صاحب	۱۲؍

میزان۔ مد زکوٰۃ لعہ۹ ماہوار چندہ لعہ کل مالعہ

متفرق مقالات

مسئلہ تعدد ازدواج

دلائل دربارہ ضرورت تعدد ازدواج

دلیل اوّل - انسانی سوسائٹی کی اہم ضروریات میں تعدد ازدواج کا ہونا ایسا ہی داخل ہے۔ جیساکہ خود نکاح۔ اگرچہ اسکا دائرہ نکاح کی طرح وسیع نہیں ہے۔ گویا ایک بیوی سے نکاح کرنا ایک قاعدہ ہے۔ اور تعدد ازدواج اس قاعدہ کے لئے ایسی ضروری استثنا ہے۔ جسکا دور کرنا انسانی سوسائٹی کے لئے ایسا ہی نقصان رساں ہے۔ جیساکہ خود نکاح کے قاعدہ کا دور کرنا۔ جب کہ نکاح کی سب سے بڑی غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ تقاضائے فطرت انسانی جو مرد کے دل میں عورت کے لئے اور عورت کے دل میں مرد کے لئے ہے۔ اس ذریعہ سے پورا کیا جائے تاکہ انسان کو اس تقاضا کے پورا کرنے کے لئے کسی ناجائز ذریعہ کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ اب غرض یہ ہے۔ کہ جس غرض کے لئے شادی کیجاتی ہے۔ اگر اس کو منکوحہ پورا کرتی ہے۔ تو نکاح کی علت غائی موجود ہے۔ ورنہ مفقود۔ مثلاً اگر عورت کو کوئی ایسی بیماری (مثل برص جذام) لاحق ہو جائے۔ جو اس کو ہمیشہ کے لئے یا بڑے بڑے وقفوں کے لئے اس امر کے قابل نہ رہنے دے۔ کہ خاوند اس سے اپنی دلی خواہش پوری کرسکے۔ تو کیوں وجہ نہیں کہ کیوں نکاح کی اصل غرض کو مرد دوسرے نکاح کے ذریعہ سے پورا نہ کرے۔ جو مذہب اس صورت میں نکاح ثانی کی اجازت نہیں دیتا وہ زناکاری کو حرام نہیں بلکہ حلال سمجھتا ہے پس عورت کے دائم المریض رہنے کے اعتبار سے نکاح ثانی ایسا ہی لازم آتا ہے۔ جیساکہ نکاح اول۔

دلیل دوئم - نکاح کی دوسری اہم غرض ہے۔ کہ اس جائز طریق سے نسل انسانی کا سلسلہ مسلسل قائم رہے۔ جس سے تعیین والدین بھی ہو سکے یوں تو یہ غرض ہر شادی شدہ انسان کا مطمح نظر ہے مگر افسوس کہ قوموں کی قومیں اس امر سے محض نابلد ہیں۔ کہ انسان کے لئے اس کو مقصر سے واپس مراد بھرنا غیر ممکن ہے۔ تاوقتیکہ تعدد ازدواج کے اسلامی اصول پر عمل نہ کیا جائے مثلاً اگر ایک عورت عقیمہ ہے۔ اور اسکا عقم ناقابل علاج ہے۔ تو تعدد ازدواج کی ممانعت کی صورت میں قطع نسل لازم آئیگا۔ ایسی صورت میں عورت کو طلاق دینا بھی سخت ناجائز ہے۔ پس بقائے نسل کا راز نکاح ثانی میں مضمر ہے۔

دلیل سوئم - اطباء اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ قدرت نے بعض آدمیوں کو معمولی آدمیوں کی نسبت زیادہ قوی الشہوت بنایا ہے۔ اور ایسے آدمیوں کے لئے ایک عورت کافی نہیں ہو سکتی ہے۔ وجہ یہ کہ عورت ہر وقت مرد کے قابل نہیں ہوتی۔ اول تو لازمی طور پر ہر ایک عورت پر ایک مہینہ میں سات دن ایسے آتے ہیں یعنی ایام حیض جن میں مرد کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ پھر علاوہ ازیں ایام حمل عورت کے لئے ایسے ہوتے ہیں۔ خصوصاً اس کے پچھلے مہینے جن میں عورت کو اپنی اور اپنے بچہ کی صحت کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ مرد کی صحبت سے پرہیز کرے۔ اور یہ صورت کئی ماہ قائم رہتی ہے۔ پھر اس کے بعد جب وضع حمل ہوتا ہے تو پھر کچھ مدت تک عورت کو مرد کی صحبت سے پرہیز کرنا لازمی ہے۔ اب ان تمام اوقات میں جب عورت کے لئے یہ قدرتی رکاوٹیں واقع ہو جاتی ہیں۔ خاوند کے لئے کوئی امر مانع نہیں ہوتا۔ تو اس تمام عرصہ میں جس کے اوپر تشریح کی گئی ہے۔ معمولی آدمی تو اپنے تقوے کو قائم رکھ سکتے ہیں۔ مگر قوی الشہوۃ آدمیوں کے لئے بہت ہی مشکل بلکہ غیر ممکن ہے۔ اگر ایسے آدمیوں کو نکاح ثانی سے روکا جاویگا تو خواہ مخواہ وہ اپنے تقاضائے فطرت انسانی کو پورا کرنے کے لئے کوئی اور ذریعہ تلاش کریں گے۔ اور وہ ذریعہ سوائے زنا کے کوئی اور نہ ہوگا۔ پس ایسے لوگوں کو نکاح ثانی کا حکم دینا گویا ان پر رحم کرنا ہے۔ اور اجازت نہ دینا ظلم۔ حق پوچھو۔ تو ایسے لوگوں کو جائز طور پر نکاح ثانی نہ کرنے دینا دوسرے معنوں میں ان سے خود زنا کروانا ہے۔

دلیل چہارم - اوپر تو ہم نے صرف مردوں کی نہایت اہم ضرورتوں اور مجبوریوں کو بیان کرکے تعدد ازدواج کی ضرورت کو ثابت کیا ہے۔ اب خود عورتوں کی وہ مجبوریاں ملاحظہ ہوں۔ جن کی رو سے عورتوں کو یہ لازم آتا ہے کہ وہ بعض وقت ایسے مردوں سے شادی کریں جن کے گھروں میں پہلے عورتیں موجود ہیں۔ آپ حیران ہونگے۔ کہ وہ کونسی بات ہے۔ جو عورتوں کو بھی مجبور کردیتی ہے۔ کہ وہ دو دو۔ تین تین مل کر ایک مرد سے شادی کریں۔ سو عرض ہے کہ دور میں ہمیشہ جنگوں کے موقعوں پر لاکھوں مردوں کے مر جانے کی وجہ سے لاکھوں عورتیں بیوہ ہوتی رہتی ہیں۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہئے۔ کہ ایسے مواقع پر عورتوں کی تعداد بہ نسبت مردوں کے تین چار گنا بڑھ جاتی ہے۔

اب جائے غور ہے۔ کہ ایسی صورت میں تعدد ازدواج کی ممانعت کیا حشر پیدا کریگی۔ جب کہ لاکھوں نوجوان عورتیں ملک میں بے خاوند ہوں۔ اگر اسلامی طریق کے مطابق جو بالکل جائز ہے۔ دو دو۔ تین تین عورتیں ایک مرد کیساتھ شادی کرلیں۔ تو وہ زنا کی مہلک بیماری سے جو انسان کو تباہ و برباد کردیتی ہے بچ سکتی ہیں۔ ورنہ نہیں جب کہ یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ جوانی کے وقت خواہش فطرت انسانی اسقدر زور پر ہوتی ہے۔ کہ اس کے پورا نہ ہونے کی صورت میں انسان اندھا ہو کر انسانیت کے درجہ سے گر جاتا ہے۔ اور اپنی تمام روحانی خوبیاں کھو بیٹھتا ہے۔ حال ہی کی جنگ یورپ میں جو لاکھ ہا عورتیں بیوہ ہوئی ہیں۔ انہوں نے تو زنا کو شیر مادر کی طرح سمجھ رکھا ہے۔ آئے دن اخبارات میں ولد الزنا بچوں کی پیدائش کے متعلق فہرستیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ افسوس! اگر یورپ میں تعدد ازدواج کی ممانعت نہ ہوتی۔ تو وہ ہرگز مرض زنا میں مبتلا نہ ہوتا۔ کیونکہ کثرت ازدواج کی ممانعت ہی انسان کو زنا کا حکم دیتی ہے۔

(باقیدارد)

حقیقت اختلاف

حضرت امیر قوم سلمہ ربہ نے میاں صاحب کی کتاب آئینۂ صداقت کا جواب تحریر فرما کر بھیجدیا ہے۔ جو زیر طبع ہے۔ یہ ۱۸×۲۲ سائز پر ۸۰ صفحہ کا رسالہ ہوگا۔ اور اس کا نام "حقیقت اختلاف" رکھا گیا ہے کیونکہ اس میں اختلاف کی اصل حقیقت بیان کی گئی ہے۔ احباب کو چاہئے کہ فوراً اس کتاب کے لئے درخواستیں بھیج دیں۔ تاکہ کتاب طیار ہونے پر بھیجی جاوے۔ اور احباب کا یہ فرض ہے۔ کہ خود بھی پڑھیں۔ اور میاں صاحب کے مریدوں میں اس کی خوب اشاعت کریں۔

خاکسار
عزیز بخش
جائنٹ سکرٹری

ضروری اعلان

برادران قوم! السلام علیکم و رحمة الله و برکاته۔

مسلم مشن ووکنگ انگلستان کی گذشتہ دس سالہ تبلیغی جد و جہد سے احباب جماعت کما حقہٗ واقف ہیں۔ جو فوق العادۃ کامیابی اللہ تعالیٰ نے اس مشن کو عطا فرمائی ہے۔ وہ بھی اظہر من الشمس ہے۔

مشن مذکور اس مدت میں بہت حد تک قومی چندہ سے مستغنی رہا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے گرانبار اخراجات کے سامان بیرونی طور پر فرما دئے۔ جسکا بوجھ آجتک قوم پر نہ پڑا۔

اس وقت ووکنگ (انگلستان) میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام۔ معاملات ووکنگ مشن کے متعلق مالی تکلیف میں ہیں۔ اس کی وجہ کچھ تو تجارتی نقصان ہیں۔ جو کل دنیا میں ہو رہے ہیں۔ ان کا اثر بہت حد تک ہمارے معاونین پر پڑا ہے۔ چنانچہ جن کی طرف سے مستقل بڑی بڑی امداد آتی تھی۔ وہ غریب اسوقت تباہ حال ہو کر مدد دینے کے قابل نہیں رہے۔ دوسری طرف سیاسی توجہ نے اسوقت عام غیر احمدی مسلم توجہ کو اسطرف کم کر دیا ہے۔ اس لئے مجبوراً ہمیں قوم کو تکلیف دینی پڑی ہے۔ مہربانی فرما کر آپ اسوقت مشن کی خصوصی مالی امداد فرمائیں۔ اپنے دوست و احباب کو اس میں شریک فرمائیں۔

مشن کے متعلق کئی ایک ایسے مبلغین ہیں۔ جن کا کسی قسم کا بوجھ ابتک مشن پر نہیں تھا۔ ہمارے بعض معاونین جن کی طرف میں نے اوپر اشارہ کیا ہے۔ ان کے اخراجات کے متکفل تھے۔ ان کے کاروبار کی وہ حالت نہ رہی۔ اس لئے اب وہ معذور ہیں۔ ان کی مستقل امداد اسی طرح بند ہو جانے سے مشن پر ان تمام مبلغین کا بوجھ آ پڑا ہے جو مشن کی طاقت سے بہت بڑا ہے۔ اس لئے مشن کی مالی حالت اچھی نہیں۔ اسوقت بزرگان قوم کے لئے خاص ہمت کا موقع ہے۔ تھوڑے بہت کا سوال موجب تامل نہیں ہونا چاہئے۔ جو کچھ ہو سکے اسیقدر فرمائیں۔ اس متبرک تحریک کو زندہ رکھنا احمدی قوم کا اہم ترین مذہبی و قومی فرض ہے۔ اس کے بچانے کے لئے تاکہ جسقدر بڑھے بڑھائیں۔ اور اس مد کے لئے آپ خصوصی چندہ بنام محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور روانہ فرمائیں۔ اور ترسیل زر کے وقت ازراہ کرم ضرور صراحت فرماویں کہ مرسلہ رقم ووکنگ مسلم مشن کے لئے ہے۔

امید ہے۔ کہ ہمارے احباب اس تحریک خاص کا اثر ماہواری چندوں پر نہ پڑنے دینگے۔ والسلام

خادم
سکرٹری ووکنگ مسلم مشن
مورخہ ۱۸ رمئی سنہ ۱۹۲۲ء

تازہ خبریں

لاہور کی نئی مسجد اور مندر کے زائد حصہ کو حکام نے پولیس اور فوج کھڑی کر کے اور تمام اردگرد کے ناکے بند کر کے گرا دیا۔ اب ان عمارات کا صرف وہ حصہ کھڑا ہے۔ جو اصل زمین کے اوپر ہے۔

معرکۂ حق و باطل۔ لاہور ۲۲ مئی۔ حکومت نے ۱۷ مئی کو شملہ سے ایک اعلان شائع کیا تھا۔ جس میں پنجاب گورنمنٹ کو ہدایت کیگئی تھی کہ وہ معافی اسکے حوالہ جنگ کو اپنے کالموں میں جگہ دی تھی۔ کانگرس کمیٹی صوبہ پنجاب کی مجلس عاملہ نے ایک انجمن تحقیقات مقرر کی ہے۔ جس میں ڈاکٹر گوکل چند نارنگ "بیرسٹر" میاں عبد العزیز بیرسٹر اور بھائی مان سنگھ ایم ایل اے شامل ہیں۔ یہ حضرات حادثہ مذکور کے متعلق شہادات قلمبند کر کے اصلی واقعہ کی اطلاع دیں گے۔ انجمن تحقیقات نے جمعہ ۱۹ مئی کو اپنی کارروائی کا آغاز کر دیا ہے تحقیقات جاری ہے توقع ہے کہ ایک دو دن میں اطلاع مشتہر ہو جائیگی

مہاتما گاندھی خوش و خرم ہیں۔ الہ آباد ۲۱ مئی۔ اس استفسار کے جواب میں جو مہاتما گاندھی کی صحت کے متعلق پیام برقی کے ذریعہ کیا گیا تھا۔ شریمتی گاندھی کو یرودہ سنٹرل جیل کے داروغہ کیطرف سے حسب ذیل پیام برقی موصول ہوا ہے "آپ کا شوہر بخریت اور خوش و خرم ہے"

مسٹر شاستری کی روانگی مدراس ۲۰ مئی۔ رائٹ آنریبل مسٹر وی۔ ایس سری نواس شاستری جو نو آبادیات کے دورے کے متعلق [illegible] چکے ہیں آج کی میل [illegible] دورے سے پہونچے۔ وہاں بہت سے ناظرین نے ان کا پرتپاک استقبال کیا۔ اور ان کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے۔ کل ۲۰ مدراس سے روانہ ہو کر آسٹریلیا کی طرف روانہ ہوں گے [illegible] میں کولمبو ٹھہریں گے۔

ہندوستانیوں کی اعلیٰ ملازمت کے لئے حوصلہ افزائی
ہندوستانیوں کی اعلیٰ ملازمت کے لئے حوصلہ افزائی کو مد نظر رکھتے ہوئے امپیریل بنک آف انڈیا کے ڈائرکٹروں نے تین آدمیوں کو جو پہلے بنک میں ملازم تھے۔ بنک کے ایجنٹ مقرر کر دیا ہے۔ یہ پہلا موقعہ ہے کہ [illegible] کسی ہندوستانی کو بنک کا ایجنٹ مقرر کیا گیا ہے۔

گرائیوں کی حالت احمد آباد ۱۹ مئی ایجنٹ گورنر جنرل مقیم بلوچستان کی طرف سے حسب ذیل تار موصول ہوا ہے۔

نہرانی نسل بمقام [illegible] اور [illegible] خود گرایوں کی شکایات سن رہے ہیں۔ کئی روز تک اُن کی مداخلت کا نتیجہ نہ نکلیگا۔ باقی سب طرح سے امن و امان ہے۔

اگر جرمنی نے تاوان ادا نہ کیا لندن ۱۸ مئی مسٹر چیمبرلین نے پارلیمنٹ میں بیان کیا۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ اگر جرمنی نے ۳۱ مئی کو تاوان ادا نہ کیا۔ تو فرانس اس کے خلاف فوجی کارروائی کریگا۔ اس قسم کی کارروائیوں کے لئے اتحادیوں کا باہم مشورہ کرنا ضروری ہے۔

ترکوں کی طرف سے الزامات کی تردید قسطنطنیہ ۱۸ مئی مسٹر چیمبرلین نے پارلیمنٹ میں جو کچھ بیان کیا ہے۔ اس کا اثر ترکوں پر بہت ہوا ہے انگورہ کے وزیر خارجہ نے اخبارات کو ایک تار دیا ہے جس میں [illegible] کے قتل کی خبر کی تردید کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ یہ خبر ایک امریکن مشن کی پھیلائی ہوئی ہے جس کو نکال دیا گیا تھا۔ [illegible] امریکن مشن جو ابھی تک [illegible] ملک میں ہیں۔ وہ اس خبر کی تردید کرتے ہیں۔ [illegible] یہ خیال ہے کہ گورنمنٹ انگورہ تحقیقاتی کمشن کی [illegible] نہیں کر سکتی۔ کیونکہ [illegible] کمالیوں کی فوجی [illegible] کیفیت دریافت کرنا ہے۔

امریکنوں کا بیان قسطنطنیہ ۱۹ مئی۔ یہاں کے امریکن [illegible] حلقوں نے کمالیوں کے اس بیان کی تردید کی ہے کہ جو امریکن ایشیائے کوچک میں کام کر رہے ہیں انہوں نے ترکی [illegible] کی تائید کی ہے۔

مسعودوں کی سرگرمیاں شملہ ۲۰ مئی حسب ذیل سرکاری اطلاع شائع ہوئی ہے۔

[illegible] کو جب بار برداری کا قافلہ [illegible] سے تین میل جنوب [illegible] کی طرف سرگرمی میں [illegible] مسعودوں نے [illegible] کی کوشش کی لیکن محافظ دستہ نہیں [illegible] گرفتار کر لیا۔ [illegible] مسعود قریب [illegible] سے نیچے [illegible] انکار کر دیا۔ بلکہ [illegible]

سے افسر پر فائر بھی کر دیا۔ گولی خطا گئی۔ اس افسر نے ایک مسعود کو گولی سے مار دیا۔ دوسرے کو محافظ دستہ نے دبوچ لیا۔ اسی روز جب باربرداری کا قافلہ جنڈولہ سے ساڑھے تین میل کے فاصلہ پر سپنکیلی کے قریب دریا کو عبور کر رہا تھا غنیم کی ایک مختصر جماعت نے اس پر گولیاں چلائیں۔ فوراً لوئس گن استعمال کی گئی۔ اور چار آدمیوں سے تیں گرتے ہوئے نظر آئے۔ پیازا اور لدھا کیمپ اور ارد گرد کے پکٹوں پر مختصر جھڑپیں ہوئیں جس میں انگریزی سارجنٹ مجروح ہو کر مر گیا۔

بلوچستان بادو افغان قبائل میں جھڑپ ۹ مئی۔ کو غلزئی افغانوں کی دو جماعتوں کے درمیان جھڑپ ہوگئی۔ اس کے قریب سلیمان خیلوں کی ایک جماعت نے لورالائی دکی کی سڑک کے اٹھتیسویں میل کے قریب نصیر کے اونٹ دولوں پر حملہ کر دیا۔ دو نصیر مقتول ہوئے اور ایک مجروح۔ مقتول اشخاص کے اعضاء کاٹ ڈالے گئے۔ دو سو اونٹ چار سو روپیہ کے چاول اور چھ سو روپیہ نقد لوٹ لیا گیا۔ ذرتہ اور مارتنگی سے طلائع گرد سوار فوراً پہنچے۔ اور پندرہ منٹ کی لڑائی کے بعد حملہ آور بھاگ نکلے۔ ان کے دو آدمی گرفتار اور سات زخمی ہوئے

بلفاسٹ میں مزید ہنگامے لنڈن۔ ۲۱ مئی ہسپتالوں کی اطلاعات سے ظاہر ہے۔ کہ بلفاسٹ کے ہنگامہ میں کل چار مقتول اور بارہ مجروح ہوئے کل فائر بریگیڈ نے سات جگہ آگ بجھائی۔ آج بھی ہنگامہ برپا ہے۔ مذہب پوچھنے کے بعد آدمی ہلاک کر دیئے جاتے ہیں

کئی ایک دیگر مقامات پر بھی فسادات رونما ہوئے۔ ایک پولیس بارک پر حملہ کیا گیا۔ تین حملہ آور مقتول اور سات مجروح ہوئے۔ ریل گاڑیاں بند ہوگئی ہیں۔ بلفاسٹ کے ہنگاموں کی صورت بہت نازک ہو رہی ہے۔ ایک باقاعدہ لڑائی ہوئی جس میں شاہی فوج کو مشین گن استعمال کرنی پڑی۔ مشورے ہو رہے ہیں۔ کہ کیا بند و بست کیا جائے۔

کابل میں زنانہ مدرسہ پشاور۔ ۱۸ مئی۔ افغانی اخبارات کی وساطت سے کابل کے زنانہ مدرسہ کے پہلے سالانہ جلسہ کی کارروائی موصول ہوئی ہے۔ یہ ایسا مدرسہ ہے جس پر کم و بیش افغانوں کو ناز ہے خاندان شاہی کی خواتین نے جلسہ مذکور سے خاص دلچسپی کی ہے۔ زنانہ مدرسہ کی صدارت علیا حضرت والدہ محترمہ حضور غازی امیر امان اللہ خان نے کی تھی۔ تمام طلبا اپنی مخصوص پوشاک میں حاضر ہوئی تھیں۔ ان کے چہروں پر سیاہ نقاب پڑے ہوئے تھے۔ طلبا کی پوشاک کا تمام سامان خاص افغانستان کی ساخت تھا منتخب طلباء نے اپنے اپنے ہنر کی نمائش کی۔ کسی نے آیات قرآنی خوش الحانی کے ساتھ پڑھیں۔ کسی نے جغرافیہ ریاضی اور سینے پرونے کا کام دکھایا۔ جو نہایت قابل تعریف تھا۔ پہلے سالانہ معائنہ کیا روئداد پڑھ کر سنائی گئی

اختتام کے وقت منتظمہ مدرسہ اور شیخ مدرسہ کو تمغہ جات عطا کئے گئے

[illegible] پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر دفتر اخبار پیغام صلح لاہور سے شائع کیا

الصلح خیر

پیغام صلح

اخبار — لاہور — جلد ۱۰

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۳ر شوال سنہ ۱۳۴۰ ہجری مطابق ۳۱ رمئی سنہ ۱۹۲۲ء عیسوی

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمده از مادریم
هم بریں از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق که قرآن نام اوست
باده عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد هست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مهر او باشیر شد اندر بدن
جان شد و با جان بدر خواهد شدن
هست او خیر الرسل خیر الانام
هر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم هر آبے که هست
زو شده سیراب هر سیری که هست
آنچه ما را وحی و الهامے بود
آن نه از خود از همان جائے بود

ما ازو یابیم هر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
هر چه زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک وز خبرہائے معاد
هر چه گفت آن مرسل رب العباد
آن همه از حضرت احدیت است
منکر آن مستحق لعنت است
معجزات او همه حق اندر است
منکر آن مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقین
آنچه در قرآن بیابی ہمچنیں
بر همه از جان و دل ایمان ما
هر که انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفرست و خسران و تباب

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ہمارے عزیز دوست مولوی عبدالحق صاحب کا چھوٹا بچہ بعمر چار سال جو کچھ عرصہ سے بعارضہ سل بیمار تھا۔ کوہ مری پر اپنے شفیق باپ کو داغ مفارقت دے گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولویصاحب موصوف کا یہ ایک ہی فرزند نرینہ ان کی مرحومہ بیوی سے تھا۔ اس صدمہ جانکاہ میں ہمیں ان سے اور دیگر پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ مولویصاحب موصوف اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور انہیں اسکا نعم البدل دے۔ اور مرحوم کو ان کے لئے باعث مغفرت بنائے۔ آمین

درخواست دعا۔ مخدوم الملت حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب کی صحت کچھ عرصہ سے بہت مخدوش رہی ہے۔ چند دن سے آپ حضرت امیر ایدہ اللہ کے پاس کوہ مری تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ وہاں آپ کی صحت روبترقی ہے۔ احباب سے التماس ہے۔ کہ اس بزرگ قوم کے حق میں دردِ دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ آپکو پوری صحت عطا فرمائے اور آپکے وجود سے تا دیر قوم کو متمتع ہونے کا موقعہ دے۔ آمین

مسئلہ زکوٰۃ پر ایک خط

ذیل کا خط مسئلہ زکوٰۃ کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام موصول ہوا ہے :-

(۱) یا ایھا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون۔ کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔ ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفاً کانھم بنیان مرصوص۔

بخدمت حضرت امیر ایدہ اللہ جماعت احمدیہ سلمکم اللہ تعالےٰ۔

بعد از السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ واضح رائے شریف ہو کہ میری نظر سے ایک روز اتفاقاً اخبار "پیغام صلح" گزرا اور پڑھتے پڑھتے آپکا خط از قسم بصورت اعلان دربارہ زکوٰۃ بنام برادران احمدیہ بذریعہ اخبار پیغام صلح پڑھا۔ جس کے پڑھنے سے مجھے دلی و روحی خوشی حاصل ہوئی۔ کیونکہ مسئلہ زکوٰۃ جو منشا ایزدی ہے۔ ہمارے ہی مفاد پر مبنی ہے۔ یہاں بھی عام لوگوں کو میں نے پیش کیا تھا۔ جس پر کچھ توجہ نہ ہوئی اب ایک ایسی جگہ سے اس کی آواز میرے کانوں میں آئی جن کے عمل پیرا ہونے اور احمدیت کا دعوےٰ بالعمل کرنے اور قرآن شریف کی تصدیق بالعمل کرنیکا دعوےٰ اور فخر کرتے ہیں۔ نہایت افسوس اور رونے کا مقام ہوگا۔ کہ مسئلہ زکوٰۃ کو عملی جامہ نہ پہنایا جاوے۔ اور ایک مستقل بیت المال اشاعت اسلام و خدمت اسلام کے لئے جو برادران احمدیہ کا اولین اصول ہے۔ بلکہ خدا اور رسول کا بموجب آیات شریف انما الصدقٰت للفقراء والمساکین والعاملین علیہا الخ چودہ سو سال سے مقرر کردہ اصول ہے۔ کیوں عملی جامہ نہ پہنایا جاوے۔ جسکا سنگ بنیاد رسول اللہ صلعم نے رکھا تھا۔ اور آپ کی رحلت کے بعد ابوبکرؓ صدیق صاحب نے اسی اصول کو زندہ رکھنے کے واسطے منکروں کے ساتھ سیاسی میدان میں نکل کر ایسی لڑائی لڑے جس میں میرے خیال میں تین سو حافظان قرآن شریف شہید ہوئے۔ جس میں قرآن شریف کو زندہ کرنے یعنی لکھنے کا خیال بھی پیدا ہوا چنانچہ مکمل کر لیا گیا۔ جو ہمیں عمل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ نہ کہ ساٹن دگرو اور ریشمی کپڑوں میں لپیٹ کر کے اونچے طاقوں میں رکھکر آلہ قسم بنا دیں اور عمل نہ کریں۔ یہ تو قرآن شریف کی عزت نہیں بلکہ بے عزتی ہے۔ آپنے قسم کھالی تھی۔ کہ جب تک اونٹ کا ایک رسی جس سے اونٹ کا گوڈا یعنی پاؤں باندھا جاتا ہے۔ زکوٰۃ میں باقی رہ جاوے لڑائی بند نہ کرونگا۔ صداقت تھی صداقت کو ہمیشہ فتح ہوتی ہے۔ اور ہر وقت فضل خدا شامل حال رہتا ہے۔ اصول زکوٰۃ خداوندی کو زندہ کر لیا یعنی لڑائی میں فتحیاب ہوئے۔ اور باقاعدہ زکوٰۃ وصول کرتے رہے۔ اور بیت المال کے اصول کو زندہ کر لیا اور ایک عملی نمونہ ہمارے لئے چھوڑ گئے جس پر ہمیں بھی قدم بقدم چلنا چاہئے۔ ورنہ بصورت خلاف ورزی ہمارا ایسا حال ہوگا جیسے آج کل اسلام اور ہم مسلمانوں کا ہوا ہے۔ اور

ہو رہا ہے۔ میں اسلام کا ایک ناچیز خادموں میں سے ایک خادم ہونیکا دعوےٰ کرتا ہوا ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔ آپنے اعلان تو کر دیا اور بری الذمہ ہوگئے لیکن میرے خیال میں جب تک سیاسی عملی کارروائی نہ کیجاوے تب تک ہم عہدہ برآ نہیں ہو سکتے اور بیت المال کو یقیناً قائم نہیں کر سکتے کیونکہ تمام قرآن شریف سیاست سے بھرا ہوا ہے۔ سیاسی پہلو سے بھی ہمیں فائدہ اٹھانا چاہئے۔ کیونکہ ایک یہی پہلو احمدیت کو اگر ہم تمام عمر چلا دیں۔ تو برادران احمدیہ کے بعض ایسے طبائع ہونگے جو سیاسی پہلو کی ضرورت محسوس کریں گے سیاسی پہلو سے میرا یہ منشا نہیں کہ جو کوئی زکوٰۃ نہ دیوے اس کے ساتھ لڑائی کیجاوے۔ کیونکہ ہم ایسے ملک میں آباد ہیں جو ہمیں شرعی سیاسی امور متنازعہ فیہ فیصلے کے اختیارات حاصل نہیں میری مراد روحانی لڑائی کی ہے۔ کہ اگر کوئی خلاف ورزی یا انکار کرے تو روحانی لڑائی کیجاوے۔ وہ یہ ہے۔ کہ برادران احمدیوں میں سے چند چیدہ چیدہ ذی عزت و ذی رعب صاحبان بطور وفد یا بطور کمیشن یا دوسرے لفظوں میں بطور عمال مقرر فرمائے جاویں۔ اور جتنے اصحاب سلسلہ احمدی میں شریک ہوں اور لاہور والی پارٹی سے تعلق رکھتے ہوں۔ اور جہاں جہاں مقیم ہوں۔ کیونکہ سب کی فہرست رجسٹر میں موجود ہوگی ان کے پاس جاویں اور ان سے باقاعدہ آمدنی و خرچ کا حساب کتاب کیا جاوے از قسم تجارت و حیوان و زرعی و زیورات و عشر وغیرہ کا جو صاحب نصاب ثابت ہوں اس پر زکوٰۃ باقاعدہ عاید کیا جاوے۔ اور باقاعدہ سالہا سال اس کے دو تہائی حصہ یا جتنا انجمن اشاعت اسلام مقرر کرے بیت المال میں بلا عذر و معذرت داخل کرے۔ اس اصول زکوٰۃ کو جاری کرنے کے لئے اور مسلمانوں کو ایک نمونہ قائم کرنے کے لئے جس سے ہماری قومی و ملی و مذہبی زندگی وابستہ ہے۔ بلکہ دوسرے لفظوں میں حیات و ممات کا سوال درپیش ہے۔ ایک مستقل بیت المال قائم کیا جاوے۔ تاکہ ہم اخلاف پر ثابت کر دیں کہ ہم نے جو دعوےٰ کیا ہے۔ اور جسکا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس کے ہم صحیح اہل ہیں۔ اور اپنی اہلیت کو ثابت کرنے میں دریغ نہ کریں۔ بلکہ ثابت کر کے دکھا دیں۔ ورنہ ہماری زندگی ناکامیابی کی زندگی ہوگی۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہمارا دائرہ اشاعت اسلام روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ جس کے ساتھ اخراجات بھی بڑھتے جاتے ہیں۔ اگر ہم اس اصول خداوندی کو جسکی بنیاد خیر البشر نے رکھی تھی زندہ کر کے قائم نہ کریں تو میں اعلان کرتا ہوں کہ ہمارا منشا اشاعت اسلام پورا نہ ہوگا۔ بلکہ ادھورا رہ جاویگا۔ خداوند کریم کے فضل و کرم سے اسلام ترقی پر ہے اور روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے۔ افلا یرون انا نأتی الارض ننقصہا من اطرافہا افہم الغالبون۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اہل مغرب خصوصاً اہل انگلستان کے بڑے بڑے ذی عزت وغیرہ اسلام میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔ اور اسلام کی حقانیت روز بروز ان پر کھلتی جاتی ہے۔ جس کے باعث وہ حلقہ بگوش اسلام ہو کر مشرف با اسلام ہوتے جاتے ہیں۔

....

باقی ملاحظہ ہو بر صفحہ ۷ کالم اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح
اخبار لاہور

جلد ۱۰ | مورخہ ۳ شوال ۱۳۴۰ ہجری | نمبر ۲۱

مسیحیت تہذیب جدید کی روشنی میں

مسیحیت کے بنیادی اصول

ایک ولایتی پادری کے نقطۂ نگاہ سے

(۱)

مسیحیت اور تہذیب جدید دو ایسی چیزیں ہیں۔ جو ایک دوسرے سے بالکل متغائر اور مخالف واقع ہوئی ہیں۔ مسیحی مشنری گو شاید اب بھی تہذیب جدید اپنے دین کی تعلیم کے ثبوت میں پیش کرتے اور جیسا کہ اسکا قاعدہ ہے۔ ناواقف لوگوں پر یہ کہکر اثر ڈالتے کہ مغرب کو جو کچھ ترقی ملا ہے۔ وہ دین مسیحی ہی طفیل ہے۔ لیکن وہ لوگ جو حق و صداقت کو اپنا خضر راہ بناتے اور اسی سے مخلوق خدا کو بہرہ ور کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ ہمیشہ ایسے عقیدہ کے مخالف رہے ہیں۔ اور رہیں گے۔ خواہ وہ کسی پادری کے منصب پر سرفراز ہوں۔ یا ایک عامی آدمی کی حیثیت انہیں حاصل ہو۔ وہ اپنے مذہب کی اصل حقیقت کے اظہار سے دریغ نہیں کرتے۔

اس قسم کے لوگ یورپ میں ریشنلسٹ فرقہ کے نام سے موسوم ہیں۔ اور ان لوگوں نے مسیحیت کی اصل حقیقت کو زبان و قلم سے ہمیشہ مبرہن کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ حامیان کلیسیا ان کی ان کوششوں اور احقاق حق کو خواہ کسقدر بری نظر سے دیکھیں حقیقت یہ ہے کہ ان کا کوئی جواب آجتک ان سے بن نہیں آیا۔

یہ خیالات اب صرف ریشنلسٹ فرقہ تک ہی محدود نہیں رہے۔ بلکہ ولایت کے بہت سے پادریوں کے دماغوں میں اب اسی قسم کے خیالات سرایت کر چکے ہیں۔ اور وہ علانیہ مسیحی اصولوں کو تہذیب جدید اور مغرب کی عملی زندگی کے خلاف بتانے اور ان کو دقیانوسی قرار ان کے ترک کرنے کا وعظ کرتے ہیں۔

ریورنڈ آر رابرٹس انہی چند آدمیوں میں سے ہیں۔ ان کا ایک ٹریکٹ The Passing of historical Christianity

کے نام سے اسوقت ہمارے سامنے ہے۔ جس میں انہوں نے یورپ کی موجودہ مذہبی حالت کا ذکر کرتے ہوئے مسیحیت کے اصولوں پر مفصل و مبسوط ریویو کیا ہے۔ اور صاف طور پر یہ کہا ہے۔ کہ

”ہم قطعاً ہارے ہوا چلے ہیں اور یہ پایۂ یقین ہے ہم۔ کہ اعلا سب وہ پرانے خیالات ہوئے ہیں۔ جو مغربی تہذیب پر پچھلے دو ہزار سال سے مسلط چلے آتے ہیں“

وہ فرماتے ہیں۔ کہ

”مسیحیت کی تھیوری کا کوئی ایک یا دو جز حصہ مثلاً مسیح کا کنواری کے پیٹ سے پیدا ہونا۔ مردوں میں سے جی اٹھنا اور صعود الی السماء ہی نہیں۔ جو زمانہ کی رفتار کا مقابلہ نہیں کر سکا۔ بلکہ خود وہ تمام کی تمام تھیوری ہی درہم برہم ہو گئی ہے۔ ہم ایسا تھیولوجی کے رہے سہے آثار باقیہ سے قطعاً کوئی دلچسپی نہیں لے سکتے“

آگے چلکر پادری صاحب یہ اعتراف کرتے ہوئے کہ تمام ہی اعلےٰ درجہ کے فضلاء ان کے اس خیال کے حامی نہیں۔ صفائی کے ساتھ لکھتے ہیں۔ کہ

”ریورنڈ ڈی ویلس جیسا مخلص اور سچا فاضل انسان بھی بائبل کے قصہ پیدائش عالم کو تاریخ سمجھے ہوئے ہے۔ اور سر آلیور لاج جیسا اعلےٰ تربیت یافتہ اور خوبیوں والا انسان بھی جو ایک لیڈر ہے۔ اور موجودہ سائنس کے اندر نئی روح ڈالنے والا فرشتوں کی پیغامبری کی نئی تاویل کے متعلق موید خیالات کا حامی ہے۔ لیکن ان کی عزت و قدر کا پورا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے میں یہ کہوں گا۔ کہ وہ تمدنی اور دماغی تبدیلیاں جنکا ذکر ہو چکا ہے۔ اس حقیقت نفس الامری کی مظہر ہیں۔ کہ طبائع کا موجودہ رجحان ان خیالات کے بالکل منافی ہے۔ جن پر تاریخی مسیحیت کا سارا دارومدار ہے“

اس موجودہ رجحان کی جس کی طرف پادری صاحب نے اوپر اشارہ کیا ہے تشریح کرتے ہوئے انہوں نے نہایت جامعیت کیساتھ چند لفظوں میں مسیحیت بنیادی اصولوں کو اہل دانش و بینش کے غور و فکر کے لئے پیش کیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ

”جب ہم اس تھیولوجی کی ذرا تفصیل و تشریح کرتے ہیں۔ تو موجودہ علوم و حکمت کے ساتھ اس کی نامناسبت اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے۔ کہ نسل انسانی کا آغاز ایک راحت آفرین کمال کے رنگ میں ہوا۔ لیکن یہ اس حالت سے گر کر ایک ایسی مصیبت اور گناہ میں گرفتار ہو گئی۔ جس سے چھوٹنا محال تھا۔ اب ان بیشمار گنہگاروں میں سے صرف چند ہی لوگ جو خدا کے بیٹے کی کفارہ کی موت پر ایمان لے آئیں۔ اس حالت سے نکل سکتے ہیں۔ ہم خوب جانتے ہیں۔ کہ واقعات عالم کا ایک نقطہ ان خیالات کے صریح خلاف ہے۔ نسل انسانی کا آغاز اس طریق پر نہیں ہوا۔ بنی نوع انسان کی غلطیوں اور گناہوں کا یہ طریق بیان صحیح نہیں۔ انسان کے کسی

دوسروں کی نیکیوں کے ذریعہ سے گناہ کی زندگی سے نکل جانا تو کجا۔ وہ توحید الٰہی کے آغاز سے لیکر آہستہ آہستہ اور تکلیف کے ساتھ دنیا کی مختلف طاقتوں سے مل ملا کر ایک عروج کی حالت میں پہنچا ہے۔ ایثار یا کفارہ ہونا عالمگیر قصے ہیں۔ ایک مجرم کی معافی اور جواز اس رنگ میں کہ ایک بے گناہ۔ خدائی حصہ دار اور نجات دہندہ گنہگار اس کے لئے کفارہ ہو گیا ہے۔ یہ صاف لفظوں میں اگر کہا جائے تو بد اخلاقی کو پھیلانے کی ایک صورت ہے۔ اگر یہی اصول ہماری اپنی عدالتوں میں برتا جائے تو ہمارا تمام نظام تمدن درہم برہم ہو جائیگا۔ نسل انسانی ان اصولوں پر قائم نہیں رہ سکتی۔ پس انسان کی اصلیت اور آغاز اور دنیا کے ساتھ اسکے تعلق کی تشریح اس تصویر سے رجو عیسائیت کی امتیازی اور بنیادی تصویر ہے منہ کرنا بالکل ٹھیک اور واجب ہے۔

پادری صاحب نے آگے چلکر مسیحیت کی تعلیم پر ریویو اور اسکو دنیا کی عملی زندگی پر پیش کیا ہے۔ جو اپنی نوعیت میں ایک بالکل جداگانہ اور دلچسپ مضمون ہے۔ جس کو آئندہ اشاعت میں ہدیہ ناظرین کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

شذرات

معاصر "نورافشاں" کا استفتا

معاصر "نورافشاں" نے اپنی ۱۹ مئی کی اشاعت میں "جملہ علمائے قرآن و اسلام" سے یہ سوال کیا ہے۔ کہ

"مسیحیت سے اسلام کا کیا رشتہ ہے مسیحیت اسلام اور اسلام مسیحیت ہے۔ یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کے ثبوت کیا ہیں۔ علمائے دین اس پر اپنے فتوے تحریر فرمائیں یہ سوال مسیحیت و اسلام کے معتقدوں کے جلد فیصلہ کرنے کا ہے۔ اس سوال کے جواب پر آنے والی دنیا کا امن منحصر ہے۔ اس کے جواب پر موجودہ اسلامی ممالک کی بہتری یا بہبودی منحصر ہے۔ اگر مسیحیت و اسلام میں مغائرت کلی ہے تو مسیحیت کو اسلام کی دوستی پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے اور نہ اسلام کو مسیحیت کی دوستی پر اعتماد کرنا چاہیے مسیحیت و اسلام دو دشمن سمجھ لینے چاہئیں۔ جن میں تا قیامت دوستی نہیں ہو سکتی"

ہم اپنے لائق معاصر کی موقعہ شناسی کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ نورافشاں کا یہ سوال اہل اسلام اور مسیحیوں ہر دو کے غور و فکر کے قابل ہے بالخصوص اس موقعہ پر جبکہ اسلامی اور مسیحی سلطنتیں باہم دست و گریبان ہیں ہمارے نزدیک مسیحیت کی موجودہ شکل و صورت اس سے قطعاً مختلف ہے

جو جناب مسیح نے تعلیم کی تھی۔ تمام انجیل میں کہیں بھی مسیح کے کل دنیا کے لئے کفارہ ہونے کا ذکر نہیں۔ کسی جگہ بھی کل بنی آدم کے گنہگار ہونے اور مسیح کی مصلوبیت کے ذریعہ سے نجات پانے کا اشارہ تک نہیں۔ نہ ہی جناب مسیح نے اصلی اور حقیقی معنوں میں خدا تعالے کا بیٹا ہونے کا دعوے کیا ہے۔ بلکہ اگر کہا تو یہی کہا کہ میں انہی معنوں میں خدا کا بیٹا ہوں جن معنوں میں تمہارے بڑے بڑے خدا بھی کہلاتے۔ (یوحنا)

پس وہ مسیحیت جس کی تعلیم جناب مسیح نے دی۔ وہ اسلام کے قطعاً خلاف نہ تھی۔ ایک خدا کی عبادت کا آپ نے حکم دیا۔ اور اتقا حاصل کرنے کے لئے اس قسم کی راہیں بتائیں۔ جو اسلام بتاتا ہے۔ مثلاً روزے اور انفاق فی سبیل اللہ۔ کسی اور عبادت کا اشارہ بھی نہیں کیا۔ بلکہ اس موقعہ پر بھی جب مسیحیوں کا اعتقاد ہے کہ وہ دنیا جہان کے لئے کفارہ ہونے والے تھے۔ اس ایک خدا سے ہی التجا کی کہ ایلی ایلی لما سبقتانی۔ اے میرے خدا۔ اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

اسلام اور مسیحیت کا رشتہ

ہاں اس سے علاوہ جو مسیحیت اسوقت کلیسا کے اندر پائی جاتی ہے وہ نہ تو اسلام سے کوئی تعلق رکھتی ہے۔ اور نہ ہی جناب مسیح کا کوئی تعلق اس سے ہے یہ بعد کی ایجاد ہے۔

لیکن باوجود اس کے ہم یہ کہیں گے۔ کہ اسلام ہرگز یہ روا نہیں رکھتا کہ اس کلیسائی مسیحیت کے پیروؤں سے خواہ مخواہ بغض و عناد رکھا جائے۔ ان کے اصولوں سے اختلاف ہونا الگ بات ہے۔ لیکن باوجود اس اختلاف کے جبکہ اسلام نے یہانتک اہمیت دی۔ کہ فرمایا تکاد السموات یتفطرن منہ الخ قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ جائیں۔ اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں پھر بھی جب ان کے ساتھ تعلقات و معاملات کا ذکر آیا۔ تو انہیں خدا کا بیٹا تجویز کرنے والوں کے متعلق فرمایا۔ ولتجدن اقربھم مودۃ للذین امنوا الذین قالوا انا نصاریٰ۔

ایسا ہی تاریخ اسلام پر غور کر کے دیکھ لو۔ جہاں جہاں مسلمان گئے ہیں۔ انہوں نے محکوم عیسائی رعایا کے ساتھ کسقدر مراعات روا رکھی ہیں۔ یہانتک کہ مسلمانوں کے حسن سلوک کو دیکھ کر بازنطین کے عیسائیوں نے جو اپنے عیسائی حکام سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ بڑی خوشی کیساتھ ان کا خیر مقدم کیا۔ اور ان کی سلطنت کو اپنے لئے رحمت و برکت سمجھا۔ حالانکہ دوسری طرف عیسائی سلطنتوں نے مسلمانوں کو تہ تیغ کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ مثال کے طور پر سپین کی تاریخ پر غور کریں۔ پس مسیحیت و اسلام موجودہ ملکی منافقت یا تصفیہ ان کے اصولوں کے اختلاف کو مد نظر رکھکر نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ انصاف۔ رواداری اور رحم و کرم کی اس سپرٹ کو مد نظر رکھنا چاہئے۔ جسکی تعلیم قرآن نے مسلمانوں کو دی ہے۔ اور جو مسلمانوں نے اندر عیسائیوں اور تمام دوسری اقوام سے معاملہ کرتے وقت ہمیشہ پائی گئی ہے۔

متفرق مقالات

مسئلہ تعدد ازدواج

(گذشتہ سے پیوستہ)

دلائل دربارہ ضرورت تعدد ازدواج

الغرض تعدد ازدواج کو جس پہلو سے دیکھیں۔ اسی سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اور جو مذاہب اس کی ممانعت کرتے ہیں۔ ان کو بالآخر تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کاش! پیروان غیر مذاہب کی چشم حقیقت باز اور سامعہ بصیرت وا ہو۔ اور وہ اسی معیار پر اسلام کو الہامی مذہب پاکر مشرف باسلام ہوں۔ مگر افسوس کہ بدقسمتی سے تعصب کا بھوت ان کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ الٹا وہ تعدد ازدواج کی ممانعت کے بدنتائج کو نظر انداز کرتے ہوئے **ایک عجیب اعتراض** کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔ کہ اگر اسلام نے مرد کو ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی اجازت دی ہے۔ تو کیوں عورت کو ایک سے زیادہ خاوند کرنے کی اجازت نہیں دی۔ جبکہ اسلام مساوات کا حامی ہے۔ لیکن یہ اعتراض اکثر جہلاء کی طرف سے ہوتا رہا ہے۔ پر شاباش مولوی حشمت علی صاحب کو جنہوں نے اس اعتراض کو بھی اپنے دعوے کے ثبوت میں بڑے فخر سے پیش کیا ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب کے الفاظ یہ ہیں۔ "اس کے کیا معنی ہیں کہ معاہدہ میں جب کہ زوج اور زوجہ ہر دو مساوی ہیں تو پھر زوج تو ایک سے زیادہ عورتیں کر سکتا ہے۔ اور زوجہ ایک زوج سے زیادہ زوج کیوں نہیں کر سکتی ہے (اشاعۃ القرآن ج ۳/۱ صفحہ ۲)

جواب اعتراض:۔ اس بات پر تمام دنیا متفق ہے۔ کہ اس مذہب کا شمار مذاہب باطلہ میں سے ہے۔ جس کے اصول۔ اصول حکمت کے ساتھ موافقت نہیں رکھتے۔ اللہ اکبر! اسلام بہ اعتبار اس معیار کیا سچا ثابت ہوتا ہے۔ جب کہ اس کا ہر اصول۔ اصول حکمت کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔ اسلام کا مرد کو ایک سے زیادہ عورتیں کرنا اور عورت کو ایک ہی خاوند کرنے کا حکم دینا عین حکمت و فلسفہ کے مطابق ہے۔ جیسا کہ اوپر ثابت کیا گیا ہے۔ د

دلیل سوئم کی رو سے جب ایک عورت صرف ایک قوی الشہوت خاوند کے لئے ہی کافی نہیں تسلیم کی گئی۔ تو بہت سے خاوندوں کے لئے وہ کب کافی سمجھی جا سکتی ہے۔

دلیل چہارم میں یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ جنگوں میں مردوں کے قتل ہو جانے سے تین تین چار چار عورتوں کے حصہ میں صرف ایک مرد ہی آیا کرتا ہے۔ اب جاننے غور ہے۔ کہ ایسی حالت میں ایک مرد کے لئے ایک سے زیادہ بیویاں کرنا لازم ہے۔ یا ایک عورت کے لئے زیادہ خاوند۔ علاوہ ازیں ایک عورت کا زیادہ خاوند کرنا دو بڑے بھاری رکھتا ہے۔

(۱) یہ کہ از روئے حکمت ایک سے زیادہ خاوندوں سے عورت کی بچہ پیدا کرنے والی طاقت بالکل ضائع ہو جاتی ہے۔ برعکس اس کے زیادہ بیویاں کرکے زیادہ بچے پیدا کر سکتا ہے۔

(۲) یہ کہ تعدد ازدواج کی صورت میں ہر بچہ کے ماں باپ معین ہوتے ہیں اس طرح پر جیسے ایک بیوی کی صورت میں ان کی تعیین ہو سکتی ہے اور اس طرح پر والدین کی صحیح صحیح تعیین کے ساتھ نسل انسانی کا قیام رہ سکتا ہے۔ لیکن جہاں ایک عورت کے زیادہ خاوند ہوں گے۔ وہاں یہ غرض مفقود ہوگی۔ اور والد کا پتہ ملنا محال ہوگا۔ اس طرح پر تعیین نسل ہرگز ہرگز نہیں ہو سکے گی۔ نیز بچہ اپنے باپ کے ترکہ سے محروم رہیگا۔ پس جہاں مرد کے لئے ایک سے زیادہ بیویاں کرنا اس کی خوشحالی کا باعث ہے۔ وہاں عورت کے لئے ایک سے زیادہ خاوند کرنا اس کی تباہی کا موجب ہے۔

اب میں ایڈیٹر صاحب اشاعۃ القرآن کی خدمت میں یہ التماس کرتا ہوا اپنے مضمون کو ختم کئے دیتا ہوں۔ کہ آنجناب تعدد ازدواج کے مسئلہ پر دوبارہ غور کریں۔ اور اپنے موجودہ عقیدہ کی اصلاح فرمادیں۔ جب کہ مدبران یورپ یورپ کو اس کی موجودہ بے نظیر زناکاری کی بیماری کا علاج مسئلہ تعدد ازدواج بتارہے ہیں۔ اور علانیہ کہہ رہے ہیں۔ کہ جب ملک میں بوجہ جنگ ہو جانے کے مردوں کی آبادی کم اور عورتوں کی زیادہ ہو گئی ہے۔ تو اب کثرت ازدواج کے اسلامی نسخہ کو استعمال میں نہ لانا سراسر زناکاری کی بیماری کو پھیلانا ہے۔ اب دیکھئے ایڈیٹر مذکور اپنی غلطی کو تسلیم کرتے ہیں۔ یا نہیں۔ جب کہ دشمنان اسلام بھی اس مسئلہ کے متعلق سنہ کی کما کر اپنی غلطی کا اعتراف کر چکے ہیں۔ نیز ہمارے مضمون کا جواب ہماری طرح حکمت و فلسفہ کے دلائل سے دیتے ہیں۔ یا نہیں۔ فقط

الراقم عبد الرحمٰن افضل آبادی مدرس کوٹ دھاکن

ناظرین کرام

کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ بر وقت خط و کتابت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ ورنہ تعمیل محال ہوگی۔ شکایت معاف فرمائیں

منیجر

(۱) میں اپنے اصلی مدعا سے دور چلا گیا ہوں۔ جو تجویز بیت المال کے لئے پیش کی گئی تھی اس مدعا پر پھر آتا ہوں۔ جو احمدی زکوٰۃ کے باقاعدہ ادائیگی اور باقاعدہ بیت المال میں داخل کرنے میں پس و پیش کریں۔ اور بصورت خلاف ورزی و انکار کے ان کو بائیکاٹ کی دھمکی دی جاوے اور اگر اس پر بھی وہ راہ راست پر نہ آوے تو اسکو پھر اصلی رنگ میں بائیکاٹ کیا جاوے لایخافون لومۃ لائم پر عمل کرکے اس بات کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے کہ فلاں ہم سے علیحدہ ہو گیا اور ہمیں نقصان پہونچا بلکہ یہ عین ترقی کے نشانات ہونگے یہی مراد میری روحانی لڑائی سے تھی جو عرض کر دی گئی۔ جب عمال زکوٰۃ کی جانچ پڑتال کے لئے مقرر کئے جاویں اور "دورہ" کرنیکا منشا ہو تو ایک اعلان اول ہی سے کچھ وقفہ دیکر کیا جاوے تاکہ برادران احمدی اصلی کارروائی سے مطلع رہیں یا اگر انجمن اتنے خرچ کا بار گراں سر پر نہ اٹھاوے تو اول عمال میں وفد اپنا خرچ کرے ورنہ بذریعہ اخبار ہر ایک سے اپنے آمد و خرچ کا حساب کتاب بذریعہ خط و کتابت ایک ماہ کا وقفہ دیکر طلب کریں میرے ناقص خیال میں جو تجویز اول بیان کی گئی ہے کہ ذیعزت و ذی رعب اشخاص روانہ کئے جاویں کیونکہ روبرو و غائب کے معاملہ میں بڑا فرق ہوتا ہے شرم و حیا سے سب کچھ منظور کرلیویں گے اور دیگر آپنے جو ۲۰ شعبان المبارک ۱۳۴۰ھ کے اخبار پیغام صلح میں دربارہ عشر کے تحریر فرمایا تھا کہ جس قدر غلہ خرچ خوراک سے زاید و بقایا زیادہ جاوے اسمیں سے چالیسواں حصہ برآمد کیا جاوے لہذا اس مسئلہ پر زیادہ روشنی ڈالی جاوے کیونکہ زرعی غلہ میں تو ہمیشہ عشر بھی دسواں حصہ نکلا کرتا ہے مذکورہ مسئلہ عشر زیادہ تشریح طلب معلوم ہوتا ہے حوالجات حدیث وغیرہ سے بھی ثابت کرنا چاہئے تاکہ دوسروں کو سمجھانیکے قابل ہو جاویں جو تجویز اصول بیت المال کے لئے پیش کی گئی ہے آیت شریف مندرجہ عنوان کے مطابق عملی رنگ و بنیاد ناموس کے مطابق ہو کر قدم اٹھایا جاوے تاکہ کوئی طاقت مخالف اسکو نہ روک سکے میں چاہتا ہوں کہ آپ صاحبان کے نزدیک کوئی امر مانع نہ ہو تو برادران احمدی کی دلچسپی کے لئے میری یہ تمام ناچیز تحریر و تجویز اخبار پیغام صلح میں شایع کرائی جاوے اور مجلس شوریٰ میں پیش کریں۔ اگر مناسب خیال کیا جاوے تو سالانہ جلسہ میں برائے عمل درآمد کے پیش کیا جاوے اور امیدوار ہوں کہ اسقدر طول طویل تحریر سے آپ اکتا نہ جاوینگے اور میں ایک نہایت ادنیٰ درجہ کا بے علم شخص ہوں اور اگر کوئی غلطی سرزد ہوگئی ہو تو مجھے معاف کرکے اسکی سے مطلع فرما وینگے کیونکہ دوست وہ ہے جو کہ اس کو اپنے عیب بتلاوے تاکہ وہ پھر ایسا نہ کرے۔ بخدمت شاہ صاحب۔ مرزا صاحب ڈاکٹر محمد یعقوب بیگ۔ مولوی محمد عبد الستار وغیرہ صاحبان کو السلام علیکم۔ زیادہ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

نوٹ۔ اس اصول زکوٰۃ و بیت المال کے لئے جو تجویز میں نے بیان کی ہے۔ اسکے اتباع میں میں ہی اول شخص اپنے آپ کو پیش کرنا چاہتا ہوں اور میں نے آج ہی اپنے غلہ ذخیرہ کا حساب شروع کیا ہے اور عشر کو باقاعدہ نکالا کرتا ہوں اور زیورات وغیرہ میرے عیالوں کی ملکیت ہیں ان کو راہ راست پر لانیکی کوشش کروں گا جو حصہ انجمن اشاعت اسلام لاہور مقرر کریگی دونگا میں بلا عذر و معذرت ادا کرتا رہوں گا اور یہ بھی واضح رہے کہ یہاں ایک اسلامی سکول اگر ممکن ہو سکے تو بناونگا اور ادھر سیاسی پہلو کو بھی مد نظر رکھتے ہوئے حتی المقدور سلسلہ خلافت میں بھی امداد و تیار ہونگا والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

اور دیگر عمال و وفد کے ذمہ یہ خدمت بھی ڈالی جاوے کہ برادران احمدی کس حالت میں ہیں۔ آیا ان کی عملی و روحانی و معاشرتی و اخلاقی زندگی کیسی گذرتی ہے۔ لائق امداد کے ہیں یا کہ نہ۔ تاکہ ان کی اخلاقی و روحانی جرأت میں اضافہ ہوتا رہے کیونکہ جو لوگ پچھلے سالوں میں تباہ ہوئے ہیں ان کی دلجوئی کرنی اولین فرض ہے زیادہ والسلام + آپ کا صادق دعاگو خاکسار سید سکندر شاہ سکنہ دیگ

تازہ خبریں

جینوا کانفرنس کی بحث کا آغاز۔ لندن ۲۵ مئی آج دار العوام میں مسٹر لائیڈ جارج نے جینوا کانفرنس کی بحث کا افتتاح کیا۔ روس کے متعلق انہوں نے کہا۔ کہ روسی جرمن معاہدہ اس آنے والے طوفان کا ایک نشان تھا، جو روس کے متعلق لاپرواہی برتنے سے پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ جنگ عظیم کو فی الحال غیر مسلح کر دیا جائے۔ مگر کوئی شئے ایسی ہے کہ جو ہاتھ ہتھیار اٹھانے کو مانع نہیں ہو سکتی۔ روس اس وقت سخت مصیبت میں مبتلا ہے۔ مگر وہ ایک نہایت طاقتور قوم ہے۔

مسٹر کلائنز نے کہا کہ لیبر پارٹی کسی عام تنسیخ قرضہ جات بالخصوص روسی قرضہ کی تنسیخ کو منظور نہیں کر سکتی۔

روس کسقدر قرضہ کا مطالبہ کرتا ہے۔ لندن ۲۵ مئی۔ سر الفریڈ منگش ایڈ منز نے دار العوام میں بیان کیا۔ کہ روس تین سال کی اقساط میں ۲۶ کروڑ پونڈ قرضہ طلب کرتا ہے۔ اور کہا کہ دنیا کی کوئی حکومت اس قدر قرضہ دینے کی استطاعت نہیں رکھتی۔

وسط ایشیا میں روس کا بڑھتا ہوا اثر۔ لندن ۲۵ مئی۔ ٹائمز کا نامہ نگار برلن سے رقمطراز ہے۔ کہ ماسکو کی اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حکومت روس وسط ایشیا میں اپنا رسوخ بہت بڑھا رہی ہے۔ اور افغانستان، ایران، بخارا اور خیوا میں اقتصادی مراعات حاصل کر رہی ہے۔ ایک ایرانی وفد ماسکو میں تجارتی معاہدہ کے لئے گفت و شنید کر رہا ہے۔ روس اور اس کی سرحدی ممالک کے درمیان تجارتی محصولات منسوخ ہوگئے ہیں۔

لارڈ کرزن کی علالت۔ لندن ۲۵ مئی۔ لارڈ کرزن کو ڈاکٹروں نے مشورہ دیا ہے۔ کہ وہ ہفتہ آرام کرے۔ اس اثنا میں لارڈ بالفور ان کی قائم مقامی کریں گے۔

آئرلینڈ نے ایک فرانسیسی جہاز گرفتار کر لیا۔ لندن ۲۵ مئی آئرلینڈ

کی عارضی حکومت نے ایک فرانسیسی جہاز گرفتار کر لیا ہے۔ کہ جو ساحل ڈونگل پیتن میل کی سرحد میں ماہی گیری کر رہا تھا۔ جہاز کے جہازی جزیرہ آرنا سور میں پہنچا دیئے گئے ہیں۔ جہاں وہ جمہوری فوج کی حراست میں ہیں۔

افغان وفد دہلی میں - دہلی - ۲۶ رمئی - وفد افغانستان نے جو کابل جا رہا ہوا دہلی میں ٹھیرا ہے۔ اس نے قومی مسلم سکول اور دیانند قومی سکول کا معائنہ کیا اور ہر ایک کو چار چار ہزار روپیہ عطیہ دیا انہوں نے آریہ سماج اور مسلم گرلز سکولوں کا معائنہ کر کے دو ہزار روپیہ عطیہ دیا۔ مولانا کفایت اللہ نے ایک سپاسنامہ پڑھ کر سنایا۔ جنرل سردار ولی خان نے پانچ سو روپیہ امام جامع مسجد کو دیا۔ حکیم اجمل خاں کے دولتخانہ پر ضیافت کھانے کے بعد وفد آج رات کو پشاور کو روانہ ہو جائے گا۔

ریاست میسور کے خراج میں کمی کا سوال - مدراس ۲۵ رمئی "نیو انڈیا" کو معلوم ہوا ہے۔ کہ مہاراجہ صاحب میسور شملہ اس لئے گئے ہیں۔ کہ موجودہ خراج میں کمی کرائیں۔ سول اور ملٹری سٹیشن کی جو زائد آمدنی ہے۔ وہ ریاست کو ملا کرے۔ اور ریاست کے لئے مجوزہ سکیم اصلاحات کے واسطے وائسرائے کی منظوری حاصل کریں۔

لاہور جیل میں مقاطعہ جوعی - شملہ ۲۵ رمئی - حکومت پنجاب کا ایک اعلان مظہر ہے - کہ لاہور سنٹرل جیل میں ۱۴ مئی کو مقاطعہ جوعی ہوئی۔ جس میں ۲۵۷ قیدیوں نے حصہ لیا۔ ہڑتال سے پیشتر کسی قسم کی شکایت نہیں کی گئی۔ سپرنٹنڈنٹ نے فوراً ہڑتالیوں کے مختلف گروہوں سے کہا کہ اپنا اپنا ایک ایک نمائندہ بھیجیں اور جائز شکایات دور کرنے کا وعدہ کیا۔ اس حکم پر عمل ہونے سے پیشتر ہی ہڑتال کا خاتمہ ہو گیا۔ کسی ہندو اور مسلمان تارکان موالات نے مقاطعین کو علی الاعلان کہدیا۔ کہ انہیں ان لوگوں سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ جو بلا وجہ کھانا چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ خبر بالکل غلط ہے۔ کہ بھوکے رہنے والے قیدی خطرناک حالت میں ہیں۔

الٰہ آباد بینک کی قزاقی کا مقدمہ - الٰہ آباد - ۲۵ رمئی معلوم ہوا ہے۔ کہ الٰہ آباد بنک کی قزاقی کے مقدمہ کے سلسلہ میں میسرز گلبرٹ اینڈ سنز انجنیروں نے شہادت دی کہ کس طرح انہوں نے ڈاکوؤں کا تعاقب کر کے انہیں گرفتار کیا۔ اس نے چار ملزموں کو شناخت کیا جو قزاقی کی واردات سے پیشتر پائپ وغیرہ خریدنے آتے تھے۔ مگر میں نے دینے سے انکار کیا۔ کیونکہ مجھے ان پر شک پیدا ہوا۔

الومینیم کمپنی میں ہڑتال - مدراس ۲۷ رمئی - انڈین الومینیم کمپنی نے مسٹر راجا گوپال چاریہ کے درمیان گفت و شنید ہوئی۔ جو ہڑتالیوں کی یونین کے صدر رہیں۔ مگر تا حال کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ مسٹر راجا گوپال چاریہ نے ہڑتالیوں سے کہدیا ہے۔ کہ ان کی ہڑتال ناواجب نہیں کیونکہ انہوں نے اس کی اجازت حاصل نہیں کی تھی۔ اور مشورہ دیا کہ فیصلہ تک کام پر چلے جائیں۔ مگر آدمیوں نے اس مشورہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا

شہزادہ ویلز کی کولمبو میں واپسی - کولمبو ۲۸ رمئی معلوم ہوا ہے۔ کہ آج شام کے بجائے کل شام کو شہزادہ ویلز کا جہاز ٹرنکومالی پہنچیگا۔ معلوم نہیں - مگر شاید وہ قبل لنچ یہاں آئے۔ سرکاری حلقہ اس بارہ میں خاموش ہیں۔ مگر اتنا معلوم ہوا ہے کہ شہزادہ صاحب ۳ یوم سیلون میں رہیں گے اور جزیرہ کی خوب سیر کریں گے۔

مسٹر تصدق احمد خاں شروانی کی رہائی - الٰہ آباد - ۲ رمئی معلوم ہوا ہے کہ مسٹر تصدق احمد خاں شروانی بیرسٹر ایٹ لا نینی تال جیل سے اپنی قید کی میعاد پوری کر کے رہا ہو گئے ہیں۔ اور علیگڑھ تشریف لے آئے ہیں۔

حیدر آباد سندھ میں قانون پولیس - حیدر آباد (سندھ) ۲۶ رمئی مقامی تارکان موالات جو گلی گلی کھدر کی تبلیغ وغیرہ کرتے پھرتے تھے۔ اب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے زیر دفعہ ۴۸ قانون پولیس تمام قسم کے لیکچروں تقریروں جلسوں جلوسوں وغیرہ کی ممانعت کر دی ہے۔ اس کے خلاف ہم خیال کے لوگوں نے سخت احتجاج کیا ہے۔ اور مقامی اعتدال پسند اخبارات مجسٹریٹ کے حکم پر خوب لے دے کر رہے ہیں۔

ایک تارک موالات نے معافی مانگ لی - حیدر آباد سندھ ۲۶ رمئی - ایک مشہور تارک موالات اور قومی سکول کے پرنسپل نے جسے دفعہ ۱۰۹ ضابطہ فوجداری کے ماتحت ۱۲ ماہ قید سخت کی سزا دی گئی تھی۔ صحت خراب ہونے اور نظر کمزور ہو جانے کے باعث معافی مانگ لی ہے۔ اور اسے رہا کر دیا گیا ہے۔

ایک جہاز کے نوکروں کی ہڑتال - مدراس میل کا نامہ نگار کولمبو تار دیتا ہے کہ "انڈین سٹیم نیویگیشن کمپنی کا جہاز "جبتران" جب یہاں پہونچا تو تمام ایشیائی جہازیوں نے ہڑتال کر دی اور برہما جانے سے جہاں جہاز جا رہا تھا۔ انکار کر دیا ان کی شکایت یہ ہے کہ ان سے ٹھیکہ کیا گیا تھا۔ کہ انہیں سب سے پہلی ہندوستانی بندرگاہ میں اتار دیا جائیگا۔ کپتان ان کی دلجوئی نہ کر سکا۔ تو آدمیوں کو بھگوڑے قرار دیکر مجسٹریٹ نے چھ چھ ہفتہ کی سزائے قید دی۔ کیونکہ اس نے کولمبو کو ہندوستان کی بندرگاہ تسلیم نہیں کیا۔

مہاراجہ کوچ بہار کی بیٹی کو طلاق - لندن ۲۴ رمئی - تازہ شہادت کی بنا پر مسٹر لایونل مانڈر کو اس کی بیوی راجکماری پرتوی سندری بنت مہاراجہ کوچ بہار کے خلاف طلاق کی ڈگری دیدی گئی ہے۔

"انڈی پنڈنٹ" کی ادارت مسٹر شعیب کے ہاتھ میں - الٰہ آباد ۲۵ رمئی معلوم ہوا ہے۔ کہ "انڈی پنڈنٹ" کی ادارت مسٹر شعیب قریشی کو پیش کی گئی ہے۔ جو اب تک "ینگ انڈیا" احمد آباد کی ادارت کر رہے ہیں۔

"ینگ انڈیا" کا نیا ایڈیٹر - احمد آباد - ۲۵ رمئی - مسٹر راجا گوپال چاریہ مسٹر شعیب قریشی کی بجائے "ینگ انڈیا" کی ادارت کریں گے۔ مسٹر شعیب الٰہ آباد "انڈی پنڈنٹ" کی ادارت کی باگ سنبھالنے جا رہے ہیں۔

حلف اٹھانے سے انکار - مدراس ۲۵ رمئی "سوراجیہ" رقمطراز ہے کہ چنگلپٹ تعلقہ بورڈ کا اجلاس مقرر کردہ حلف اٹھانے کے لئے منعقد ہوا مسٹر چیکا نگم پلے نے رکنیت سے استعفا دیدیا۔ کیونکہ وہ کانگرس کے حکم کے

لاہور پرنٹنگ پریس میں باہتمام لالہ دلیپ چند پرنٹر چھپا اور ماسٹر فقیر اللہ پبلشر نے دفتر پیغام صلح سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمدہ از مادریم
ہم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادہ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن
جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آن نہ از خود از ہمان جائے بود

قادیان للمسیح لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۰ شوال ۱۳۴۰ ہجری مطابق ۷ جون ۱۹۲۲ عیسوی

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بدستور پہاڑ پر تصنیف و تالیف کے کام اور دیگر مشاغل دینیہ میں مصروف ہیں۔ آپ کا نو تصنیف رسالہ حقیقت اختلاف جو میاں صاحب کی کتاب آئینہ صداقت کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ زیر طبع ہے۔ اور انشاءاللہ چند دن تک شائع ہو جائیگا۔ اس کی قیمت ۵ ر فی کاپی تجویز ہوئی ہے۔ احباب کرام اس کی بہت سی کاپیاں منگوا کر مریدین میاں صاحب میں تقسیم کریں۔ کہ اختلاف کی اصل حقیقت کو منکشف کرتے ہوئے اس میں بہت سی ایسی باتیں بتائی گئی ہیں۔ جو اس سے پیشتر پبلک میں نہیں آئیں۔

تصحیح۔ گزشتہ اشاعت میں مخدوم ملت حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب کی صحت کا ذکر اور آپ کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہوئے سہو کتابت سے یہ لکھا گیا تھا کہ آپ حضرت امیر ایدہ اللہ کے پاس کوہ مری تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ حالانکہ حضرت امیر ایدہ اللہ ڈلہوزی میں ہیں۔ اور حضرت شیخ صاحب مکرم بھی وہیں آپ کے پاس ہیں۔

انجمن احمدیہ کراچی کو نوٹس۔ کراچی سے منظور احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ فدوی قریباً آٹھ برس سے سلسلہ احمدیہ میں شامل ہے۔ خلیفہ اول کی وفات کے بعد میں نے جناب حضرت میاں صاحب اور ... کی مکمل ہی جھگڑے کو مطلق نہ سمجھا۔ جو اُن کے اور آپ کے مابین تھا۔ اب جب یہاں جماعت احمدیہ قائم ہوئی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ نبوت کا جھگڑا ہے۔ میں نے پھر بھی اس پر کافی توجہ نہ دی۔ رفتہ رفتہ یہاں کے لوگوں نے حضرت صاحب کو اصل انبیا کی سیڑھی پر چڑھانا شروع کیا۔ اور کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میرزا صاحب میں استاد اور شاگرد کا فرق ہے۔ مجھ سے یہ برداشت نہ ہو سکا۔ اور میں نے جماعت احمدیہ کراچی سے سوال کیا۔ کہ اگر صرف اسیقدر فرق ہے۔ کہ جیسے ایم۔ اے استاد اور ایم۔ اے شاگرد میں ہوتا ہے۔ تو صاف کیوں نہیں کہتے۔ کہ حضرت میرزا صاحب بھی آنحضرت کی طرح افضل الانبیاء ہیں۔ لیکن نہ تو وہ مقابلہ پر آکر صاف طور پر اسکا اقرار کرتے ہیں۔ اور نہ تحریری جواب دیتے ہیں۔ آخر میں نے میاں صاحب کو لکھا۔ لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔ اب یہ آخری خط میں لکھتا ہوں کہ پیغام صلح میں شائع کیا جائے۔ وہ یہ ہے:۔

"انجمن احمدیہ کراچی کو بذریعہ اخبار آگاہ کیا جاتا ہے۔ کہ ایک ہفتہ کی مہلت میری طرف سے ان کو ہے۔ اس غرض کے لئے کہ حضرت میرزا صاحب کی نبوت کے جو دلائل ان کے پاس ہوں۔ ان کو پیش کیا جائے۔ زبانی کہہ کہہ کر میں تھک گیا۔ تحریری بھی عرض کیا۔ لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ ایک ہفتہ گذرنے پر اگر کوئی جواب نہ ملا۔ تو میں میاں صاحب کی بیعت فسخ کر دونگا۔ کیونکہ میں نے حضرت مسیح موعود کو غلام احمد سمجھکر بیعت کی تھی۔ نہ کہ افضل الانبیاء اور محمد سمجھکر۔ پس اس بارہ میں مجھے کچھ بتانا چاہتے ہو تو ایک ہفتہ کے اندر بتا دیا جائے۔" (منظور احمد احمدی کراچی۔ محلہ رام سوامی۔ باؤ الدین بلڈنگ)

خریداران بیان القرآن کو ضروری اطلاع

بعض مستقل خریداران بیان القرآن کے نام غلطی سے بجائے پارہ ششم کے پارہ پنجم مکرر چلا گیا ہے۔ ایسے اصحاب کو جنہوں نے فوراً غلطی معلوم کر کے پارہ پنجم واپس کیا پارہ ششم بھیجدیا گیا ہے۔ ممکن ہے۔ بعض دوسرے اصحاب کے نام بھی جنہوں نے اب تک پارہ ششم نہیں دیکھا یہی غلطی ہوئی ہو۔ لہذا ایسے تمام اصحاب جنکو دفتر سے پارہ ششم و ہفتم اکٹھا روانہ کیا گیا ہے۔ اور جنہوں نے ابتک غور سے نہیں دیکھا۔ اب دیکھ لیں۔ اور اگر کسی صاحب کو غلطی سے بجائے پارہ ششم کے پنجم چلا گیا ہے۔ تو اسے واپس کر کے ششم منگوا لیں۔ پارہ پنجم صفحہ ۴۸۱ سے شروع ہو کر صفحہ ۵۶۸ پر ختم ہوتا ہے۔ اور ششم صفحہ ۵۶۹ سے شروع ہو کر صفحہ ۶۴۰ پر ختم ہوتا ہے۔

خاکسار نصیر اللہ مہتمم تصنیفات

تازہ خبریں

جہاز مصر کی غرقابی کا ہولناک منظر۔ ڈاک جہاز مصر کی غرقابی کے متعلق جسکی غرقابی نے ایک عالم میں تہلکہ مچا دیا ہے۔ اخبار ٹائمز کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ تصادم کے وقت جہاز مصر کہر میں گھرا ہوا آہستہ آہستہ جا رہا تھا کہ یکایک فرانسیسی جہاز سین کہر سے نکلکر مصر سے ٹکرایا۔ مگر کسی طرح بھی روکی نہیں جا سکتی تھی۔ ٹکر ہوتے ہی مصر کا درمیانی حصہ زور سے پھٹ گیا۔ جس سے سمندر کا پانی بڑی تیزی سے جہاز میں داخل ہونے لگا۔ اور جہاز آناً فاناً سمندر میں غرق ہونے لگا۔

تصادم کے وقت مسافران جہاز کھانا کھا رہے تھے۔ اتنے میں ہی بڑے زور کا دھکا لگا۔ سب لوگ گھبرا کر جہاز کی چھت کی طرف بھاگے۔ لیکن جہاز کے کپتان اور دیگر افسران نے مسافروں کو بھروسہ دیتے ہوئے امدادی کشتیوں کو جہاز سے اتارا۔ ایک وقت تھوڑی دیر کے لئے ہندوستانی ملاحوں نے بڑی کھلبلی مچائی۔ وہ عورتوں اور بچوں کو الگ ہٹا کر کشتیوں میں آپ کو دنے لگے۔ لیکن افسروں نے جلد ہی سب درست کر دیا۔

تصادم کے بعد سین جہاز پھر کہر میں چھپ گیا۔ وہ فوراً پھرا۔ اور واپس آکر مصر کو ڈھونڈنے لگا۔ لیکن بیس منٹ تک وہ اُسے نہ ملا۔ اور جب ملا تو قصہ تمام ہو چکا تھا۔ مصر تہ تک الٹ چکا تھا۔ اور قریب تھا کہ غرق ہو جاتا۔ اس کے ارد گرد ڈوبتے اور ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے لوگوں کی چیخوں سے سمندر کا رنگ سیاہ پڑ گیا تھا۔

سین کے کپتان نے ٹائمز کے نامہ نگار مقیم بریسٹ سے بیان کیا کہ اسوقت آسمان سخت دھندلا تھا۔ ڈوبتے ہوئے لوگوں کی چلاہٹ سُن پڑتی تھی مصر کے پاس پہنچنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے والے لوگوں کی حالت نہایت ہی دردناک تھی۔ ایک آدمی دو بچوں کو اپنی بغل میں دبائے ہوئے تھا۔ ہم نے فوراً اپنی کشتیاں اتاریں۔ اور ۲۱ مسافروں و ۲۱۰ جہازیوں کی جان بچائی۔

ڈوبنے سے بچے ہوئے سب لوگ بندرگاہ بریسٹ میں اتارے گئے ان کی کہانی رلا دینے والی تھی۔ کسی کے پاس بمشکل کوئی کپڑا تھا۔ کئی مجروح بھی ہو گئے تھے۔

۱۵ مسافروں اور جہاز کے ۳۰ افسروں اور ۵۰ ہندوستانی خلاصیوں کا کچھ پتہ نہیں۔

بریسٹ کا رپورٹر کا تار ہے۔ کہ تصادم بریسٹ سے ۲۰ میل دور رات کے ۷ بجے ہوا۔ جہاز ۲ منٹ میں غرق ہو گیا۔ اس وقت سخت کہر چھایا ہوا تھا۔ لیکن سمندر ساکن تھا۔ جہاز کا کپتان بچ گیا۔ لیکن جہاز کے ڈاکٹر اور ... کا کچھ پتہ نہیں۔ ۱۵۰ لاپتہ مسافروں میں انگریز عورتیں اور بچے بھی ہیں

(بقیہ خبریں ملاحظہ ہوں بر صفحہ ۱۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

مورخہ ۱۰ شوال ۱۳۴۰ھ

مسیحیت تہذیب جدید کی روشنی میں

(۲)

مسیحی قوانین کی عملی حیثیت

ایک ولایتی پادری صاحب کے خیالات

مسیحیت کے بنیادی اصولوں (کفارہ۔ گناہ اور نجات وغیرہ) کے متعلق پادری آر راپرٹسن کے خیالات کو ہم گذشتہ اشاعت میں ہدیہ ناظرین کرام کر چکے ہیں اپنے اسی ٹریکٹ میں پادری صاحب ان مسیحی قوانین پر بھی جن کی تعلیم از روئے انجیل جناب مسیح نے دی ہے۔ تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ "عیسائیت ایک علمی تھیوری کی حیثیت سے ہی ہمارے سامنے موجود نہیں۔ بلکہ ہماری زندگی اور اخلاق کے اصول و قوانین پیش کرنے کی حیثیت بھی اسے حاصل ہے۔ ریورنڈ ڈاکٹر ہارٹن فرماتے ہیں۔ کہ "وہ کلمات جو جناب مسیح کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ وہ ہماری زندگی کے طور و طریق کے قوانین ہیں۔ جبکہ اگر تمام انسانی خیالات و عملیات پر [illegible] انہیں انسانیت کا دوامی علم الاخلاق سمجھنا چاہئے۔" آؤ ہم اسی نقطہ نگاہ سے اسے ایک نظر دیکھیں۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ مسیحی علم الاخلاق کا تعلق ان اخلاقیات سے کیا ہے جو ہمارے زیر عمل ہیں۔ میں سب سے پہلے ان الفاظ کو نقل کرونگا جو جناب مسیح کی طرف منسوب ہیں۔

"ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے۔ دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔ اور اگر کوئی چاہے۔ کہ تجھ پر نالش کرکے تیری قبا لے۔ کرتے کو بھی اسے لینے دے۔ اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار لے جائے۔ اس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔ جو کوئی تجھ سے کچھ مانگے اسے دے اور جو تجھ سے قرض مانگے اس سے منہ نہ موڑ...... اپنے دشمنوں کو پیار کرو۔ اور جو تم پر لعنت کریں ان کے لئے برکت چاہو۔ جو تم سے کینہ رکھیں ان کا بھلا کرو۔ اور جو تمہیں دکھ دیں اور ستائیں ان کے لئے دعا مانگو...... اپنی زندگی کا کل کا خیال نہ کرو۔"

ان الفاظ کو نقل کرنے کے بعد اس حقیقت نفس الامری کا اعتراف کرتے ہوئے کہ انسانی زندگی میں ایک اعلیٰ نصب العین کا پیش نظر رہنا بہت قابل قدر ہوتا ہے اور مسیح کے ان الفاظ پر شاذ و نادر طور پر بعض نے حقیقی معنوں میں عمل بھی کیا ہے پادری صاحب موصوف لکھتے ہیں۔ کہ "ان الفاظ کو زندگی کا ایک موثر اور عالمگیر قانون قرار دینے کی کوشش کرنا تمام انسانی سوسائٹی کو تباہ و برباد کر دیگا۔ اور آسانی کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ ایک بھی ایسا بشپ موجود نہیں۔ جس نے اپنی زندگی کو ایک گھنٹہ کے لئے بھی اس اصول کے مطابق بنایا ہو جس کا منقولہ بالا الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔ کیا بپتسمہ دینے والے عیسائی کل کے لئے ویسے ہی متفکر نہیں۔ جیسے ایک [illegible] ہوتا ہے۔ کیا وہ اپنے روپیہ کو سود پر نہیں لگاتے اور اس سے سود لے کر نہیں کھاتے؟ انکا یہ طرز عمل اس مسیحی قانون کے الفاظ یا ان کے مفہوم و معانی سے کس طرح مطابق کیا جا سکتا ہے۔ بڑے بڑے مسیحی فضلا میری اس بات پر کہ یہ پہاڑی وعظ دنیا کے بہترین اور عقلمندانہ نظام کی جڑوں کو کاٹنے والا ہے۔ معترض ہوتے ہیں۔ لیکن ان ناموافق الفاظ کے ہوتے ہوئے جو میرے سامنے ہیں۔ میں اپنے اعتراض کو دوہراتا ہوں۔"

میں یہ کہونگا کہ ہر ایک وہ عیسائی جو آئندہ حالات و واقعات کے خلاف کوئی بیمہ کراتا ہے۔ اس نے اس تعلیم کا جو مسیح کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ عملاً انکار کر دیا...... شادی کی اصل گو میاں بیوی کی باہمی محبت میں مضمر ہے لیکن اس کا ذکر اس تمام پہاڑی وعظ میں نہیں ہوتا۔ اس ناانصافی کی طرف سے چشم پوشی جو عورت کو اس کی رضامندی کے بغیر شادی میں دے دینے میں مضمر ہے۔ طلاق حاصل کر لینے کے بعد دوسری شادی کی قطعی ممانعت یہ تمام باتیں اس حقیقت نفس الامری کی مظہر ہیں کہ اخلاقیات کے ایک ضابطہ کی حیثیت سے یہ تمام وعظ اس ملک کے کس قدر ناموافق اور ناممکن العمل ہے۔ جہاں زنا کے علاوہ دوسری وجوہات کی بنا پر طلاق کی عدالتیں قائم ہیں۔ اور جہاں طلاق یافتہ لوگوں کی دوسری شادیوں کی قانوناً اجازت ہے۔"

"عیسائی مناد جب جنگی جہازات کو بپتسمہ دیتے وقت ان کی کامیابی کی دعائیں کرتے ہیں۔ تو کیا وہ فی الحقیقت اپنے دشمنوں سے پیار کرتے ہیں۔ وہ مسیحی ہمدرد بنی نوع جو اپنے نام چندہ دہندوں کی فہرستوں میں چھپواتے ہیں۔ وہ اپنے استاد کی تعلیم کی لفظاً لفظاً تردید و اہانت کرتے ہیں۔"

آگے چل کر مسیح کو [illegible] کا مرتکب۔ اور اسے موجودہ اصول تمدن و تہذیب کے خلاف قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ "وہ اصول زندگی جو انجیل میں بیان کئے گئے ہیں [illegible] ہو چکے ہیں۔"

تاریخی مسیحیت اور موجودہ دل و دماغ کا مقابلہ کرتے ہوئے پادری صاحب لکھتے ہیں۔ کہ "تاریخی مسیحیت کے حلقہ میں موجودہ دل و دماغ کو بعض بہت پیچیدہ اور سخت ترین مشکلات درپیش ہیں۔ وہ مذہب جو مغربی دنیا پر دو ہزار سال تک مسلط

چلا آتا ہے۔ اب ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہے۔ انسان کی اصلیت اور اس کی حالت کے متعلق مسیحیت کا علمی نقطہ نگاہ نظام عالم کے یقینی حالات و واقعات سے مطابق نہیں۔ عملی اخلاقیات۔ عادات و اطوار زندگی جو مغربی سوسائٹی کے زیر عمل ہیں۔ اس تعلیم کے جو مسیح کی طرف منسوب ہے۔ بالکل غیر مطابق ہے۔ عدل و انصاف کے قوانین اور ان کے اصول جو عالم مسیحیت کے قانونی ضابطہ اور سول انتظامات میں رائج ہیں۔ زیادہ غیر مسیحی خیالات پر مبنی ہیں۔ اور پہاڑی وعظ کے منشا اور سیدھے سادے مطالب کے موافق قطعاً نہیں۔ مغربی دنیا کا ملکی انتظام اور حکومت کے متعلق ان کا اصول اور عمل زیادہ تر ارسطو اور مقنین سلطنت روما کی نقل ہے۔ نہ کہ یسوع مسیح اور عہد نامہ جدید کی۔ مغربی سائنس کو مسیحی کتب مقدسہ میں کوئی چیز اپنے ممد و معاون نظر نہیں آتی۔ اس کا اصل اور قدیم سرچشمہ ہیلاس ہے نہ کہ گلیل۔ مغربی صناعت جب اپنی کاریگری کے قویٰ کو تازہ کرنا چاہتی ہے۔ تو ایتھنز (یونان) کے مقامات ڈیڈیاس اور پریکلیس کی طرف رجوع کرتی ہے۔ نہ کہ یروشلم کو۔ کیونکہ اول الذکر مقامات اس کا منبع حیات ہیں۔ نہ کہ موخر الذکر۔"

آگے چلکر پادری صاحب پھر مسیح کے اس ارشاد کو دوہراتے ہوئے کہ "کل کی فکر مت کرو" ایسی زندگی کو پرندوں اور پھولوں کی زندگی قرار دینے اور صاف طور پر مسیحی اور موجودہ اصولوں کو ایک دوسرے کے متضاد بتاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ نہ صرف ایک مانے ہوئے نصب العین تک پہنچنے میں ہی ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ بلکہ دو متضاد راہیں ہمارے سامنے ہیں۔ ایک تو بالکل سستی اور اپنے اوپر جبر کرنے کی راہ ہے۔ اور دوسری عقلمندانہ اور دوسروں کا مقابلہ سکھانے والی۔ جب ہمیں اپنے دشمنوں سے پیار کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ اور حال یہ ہے۔ کہ ہم اپنے دشمنوں کو مارنے کے لئے ڈریڈناٹ بناتے اور سپاہیوں کو فنون حرب سکھاتے ہیں۔ تو اس سے ظاہر ہے۔ کہ ہماری تھیوری اور عمل میں صریح تضاد اور مقابلہ ہے۔ تھیوری غیر مقاومت سکھاتی ہے اور ہمارا عمل مقاومت کے انتہائی نقطہ پر ہے۔ اور اس طرح مسیحی اصول علم اور مسیحی اصول عمل دونو ایسے خیالات پر مبنی ہیں۔ جو موجودہ سوسائٹی کے قوانین کے اندر نہیں پائے جاتے۔"

اس کے بعد پادری صاحب نے یہ سوال اٹھایا ہے۔ کہ جس مسیح کا اناجیل میں ذکر ہے۔ آیا تاریخی نقطہ نگاہ سے ایسا مسیح کوئی ہوا بھی ہے۔ یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں پادری صاحب نے اناجیل کی تاریخ تصنیف اور ان کے بیانات کو غیر معتبر اور محض قصہ کہانی ظاہر کیا ہے۔ لیکن ہم ان کے اس خیال سے اتفاق نہیں کر سکتے۔ کہ چونکہ اناجیل غیر معتبر ہیں۔ اس لئے ان کا بیان کردہ مسیح کوئی ہوا نہیں دنیا میں تین بڑی قومیں یہود۔ عیسائی اور مسلمان اسبات کی مقر ہیں۔ کہ مسیح دنیا میں ہوا ہے۔ ان تین قوموں کی شہادت کو یونہی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بالخصوص جبکہ ایک اسکو صلیب پر چڑھانے کی خود مقر ہے۔

اناجیل کے غیر معتبر ہونے کا ذکر کرتے ہوئے پادری صاحب نے ایک دلچسپ فقرہ ان کی فصاحت و بلاغت کے متعلق لکھا ہے۔ کہ "قصص اناجیل کی ادبی ... خوبصورتی اور دلچسپی اس اعلےٰ اور موثر انگریزی کی وجہ سے ہے۔ جسکا جامہ ملکہ الزبتھ کے وقت کے مستند ترجمہ کو پہنایا گیا۔ ورنہ یہ خوبصورتی اصل یونانی نسخہ میں موجود نہیں۔"

شذرات

اسلام کی وسعت خیالی

کلکتہ کے مسیحی ہمعصر "ایپی فینی" کے کسی مسلمان نامہ نگار نے اسلام کی وسعت خیالی کا ذکر کرتے ہوئے اس کے ثبوت میں یہ آیت نقل کی ہے۔

ان الذین آمنوا والذین ھادوا والنصاریٰ والصابئین من آمن باللہ والیوم الآخر وعمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جو یہودی اور نصاریٰ اور صابی ہیں۔ جو بھی ان میں سے اللہ اور یوم آخر کو مانتا اور نیک اعمال کرتا ہے ان کے درجات ان کے رب کے ہاں ہیں۔ اور ان پر کوئی خوف اور حزن نہیں۔

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے نامہ نگار مذکور نے لکھا ہے۔ کہ

"یہ الفاظ باوجود اختصار اپنے اندر ایک عالمگیر مذہب کے اصل الاصول کو لئے ہوئے ہے۔ ایک ارحم الراحمین خدا اور عالم بعد الموت کی دائمی ہستی پر ایمان یہ دونوں امور ایک عالمگیر مذہب کی روح رواں ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی لکھا ہے۔ کہ "بعض غیر مسلموں کا خیال ہے۔ کہ جو شخص اسلام اور اس کے اصولوں پر ایمان نہیں لاتا وہ اللہ تعالےٰ کے رحم و کرم کا مستوجب نہیں ہو سکتا۔"

اسلام کا مذہب اپنے اندر جسقدر وسعت خیالی کو لئے ہوئے ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم اور اسلام کے اصول اس پر شاہد عادل ہیں۔ غیر مذاہب کے پیرووں سے حسن سلوک۔ ان کے معبودان باطلہ کو گالی دینے سے منع کرنا ان کے معابد کی حفاظت اور احترام اور مذہب میں جبر و اکراہ سے امتناع۔ پھر سب سے بڑھ کر کل انبیاء پر بلا تفریق ایمان یہ ایسی باتیں ہیں۔ جن سے زیادہ وسعت خیالی کے اصول کسی مذہب میں نہیں پائے جاتے۔

لیکن آیت مذکورہ بالا سے یہ استدلال کرنا کہ ایک شخص اسلام سے منہ موڑ کر اور محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت سے انکار کر کے بھی صرف اللہ اور یوم آخر پر ایمان لانے اور اعمال صالحہ بجالانے سے ...... نجات پا سکتا ہے بالکل غلط اور بے بنیاد بات ہے۔ قرآن کریم اور حدیث سے صریحاً ثابت ہوتا ہے کہ اللہ اور یوم آخر کے اندر ایمان بالرسل داخل ہے۔ اور قرآن کریم نے صاف طور پر انبیاء کے اندر اس قسم کی تفریق کرنا کہ ایک کو مانا جائے اور دوسرے کا انکار کیا جائے۔ موجب کفر بتایا ہے۔ اس کے علاوہ اعمال صالحہ کے یہ قطعاً خلاف بلکہ گناہ کبیرہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے ایک رسول کو نہ مانا جائے۔ اور کھلے طور پر اس سے انکار کیا جائے۔

سمجھ نہیں آتا کہ نامہ نگار "ایپی فینی" نے آیت مذکورہ سے مندرجہ بالا استدلال کرتے ہوئے اس موٹے اصول کو کیوں نظر انداز کر دیا۔ کہ ایک نبی کے انکار کو قرآن کریم نے روا نہیں رکھا۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کو منوانے کے لئے آئے۔ آپ کی اتباع کو موجب رضائے الٰہی قرار دے۔ تمام دیگر انبیاء پر ایمان اور محض آپ کے انکار کو انبیاء میں باعث تفریق بتائے اور اس پر اولئک ھم الکافرون حقا کا فتوے صادر کرے اور پھر اس آیت کو یہ بتائیں محض اللہ اور یوم آخر پر ایمان ہی کو نجات کے لئے کافی سمجھے۔ خواہ کوئی شخص اللہ اور یوم آخر کو مانتے ہوئے یہودی رہے۔ یا مجوسی یا صابی یا عیسائی؟

وسعت خیالی اس بات کا نام نہیں۔ کہ ایک نبی کے انکار کو باعث ہرج نہ سمجھا جائے اور اسکا ماننا نہ ماننا برابر قرار دیا جائے۔ بلکہ اس آیت کریمہ میں وسعت خیالی یہ ہے۔ کہ اسلام میں داخل ہونے اور نجات پانے کے لئے کسی خاص مذہب یا قوم کو مخصوص قرار نہیں دیا۔ جیسے یہود نے محض اپنے آپ کو ہی خدا کے برگزیدہ خیال کر رکھا تھا۔ یا ہنود خاص ذاتوں کے سوائے دوسرے انسانوں کو انسانیت میں برابر نہیں سمجھتے۔ اسلام نے محض اسمٰعیلیوں یا عربوں پر ہی نجات کا دروازہ نہیں کھولا۔ بلکہ آیت مذکورہ بالا میں اس نے بتایا کہ خواہ کسی بھی مذہب و ملت کا انسان ہو۔ یہودی ہو یا مجوسی یا عیسائی وغیرہ۔ اللہ اور یوم آخر پر ایمان لا کر (جس کے اندر محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت شامل ہے) اور اعمال صالحہ بجا لا کر نجات کے وہ ویسے ہی مستحق ہو جاتے ہیں جیسے کوئی اور مسلمان۔

"ایپی فینی" کا خیال رسول اللہ صلعم کے متعلق

نامہ نگار "ایپی فینی" کو اسلام کی اس وسعت خیالی کا ذکر کرنے کی ضرورت اسوجہ سے محسوس ہوئی۔ کہ ایڈیٹر "ایپی فینی" نے اپنی کسی سابقہ اشاعت میں رسول اللہ صلعم کی صداقت الہام کا اقرار ذیل کے الفاظ میں کر کے اپنی وسعت قلبی کا ثبوت دیا تھا۔

"ہمارا اعتقاد ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے محمد کو (اللہ تعالےٰ کی اسپر رحمت ہو) یقیناً الہام کیا۔ کہ وہ عربوں کو توحید اور رضائے الٰہی کی متابعت کی تعلیم دے۔"

خود مضمون محولہ بالا کے نیچے بھی ایڈیٹر مذکور نے یہ لفظ لکھے ہیں:۔

"ہم اور ہمارے ساتھ بہت سے اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ عیسائی یہ مانتے ہیں کہ محمد کو (اللہ تعالےٰ کی اسپر رحمت ہو) یقیناً اللہ نے مبعوث کیا اور اپنا الہام آپ پر نازل کیا۔"

لیکن ان الفاظ کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے۔ کہ

غلط فہمی کو رفع کرنے کے لئے یہ بہتر ہوگا۔ کہ ۱۵ اپریل کے "ایپی فینی" کے محولہ بالا فقرہ کو مکمل کر دیا جائے۔ فقرہ مندرجہ بالا کے ساتھ ہمارے یہ لفظ ہیں کہ "لیکن ہم آپ (رسول اللہ صلعم) کی تمام تعلیم کو الہامی نہیں مانتے۔"

ہم ایڈیٹر صاحب "ایپی فینی" کے مشکور ہیں۔ کہ انہوں نے کم از کم رسول اللہ صلعم کی صداقت الہام کا اقرار کیا۔ اور "اللہ تعالےٰ کی اسپر رحمت ہو" کے الفاظ اسکے ساتھ لکھنے ضروری سمجھے۔ گو یہ سمجھ میں نہیں آئی۔ کہ آپ کے ملہم ہونے کا اقرار کر کے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کے الہام کے ایک حصّہ کو مانا جائے۔ اور دوسرے کو رد کر دیا جائے۔ رسول اللہ صلعم کی تعلیم قرآن کریم کی شکل میں موجود ہے جسکا اول سے آخر تک الہامی ہونے کا دعوےٰ ہے۔ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ کہ اس میں سے کونسا حصّہ ایڈیٹر صاحب "ایپی فینی" کے نزدیک الہامی ہے۔ اور کونسا نہیں۔ اور اسکو غیر الہامی مانکر باقی کے الہامی ہونے کا کیا معیار باقی رہ جاتا ہے؟

"الفضل" کی پہلوتہی

معاصر وکیل اس عنوان سے اپنی ۱۴ مئی کی اشاعت میں رقمطراز ہے:۔

"ہمعصر "الفضل" (۱۱ مئی) نے آخرکار "وکیل" کے سوال کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ مگر اس کوشش کو تین کالموں پر پھیلا دیا ہے۔ ہم صرف ایک لفظ میں جواب کے متوقع و متمنی تھے۔ اور خوش ہونگے اگر ہمارا فاضل ہم قلم کالموں کے کالم سیاہ کرنے کے بجائے اس سوال کا جواب صرف ایک لفظ میں دے کہ جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان لائے وہ ایمان لانے سے پیشتر بت پرست یا مشرک یا کافر تھے؟

اپنی غیر معمولی خاموشی کی وجہ بیان کرتے ہوئے لائق ہمعصر نے لکھا ہے۔ کہ وکیل نے اپنی روایتی متانت اور سنجیدگی کی حدود سے گذر کر ایسا طریق عمل اختیار کر لیا تھا جس سے کسی مفید نتیجہ کے نکلنے کی امید نہ ہو سکتی تھی۔ اس لئے ہم نے اسے مخاطب کرنا چھوڑ دیا۔"

ہم اپنے ہمعصر کو چیلنج کرتے ہیں۔ کہ وہ "وکیل" کے نوٹوں میں ایک لفظ بھی ایسا دکھا دے جو متانت اور سنجیدگی کی حد سے گذرا ہوا ہو۔ علاوہ بریں وہ جن اخبارات سے ہمیشہ برسر جنگ رہتا ہے۔ کیا ان کی متانت اور سنجیدگی کا وہ معترف ہے۔ اور کیا اسے اس سلسل جنگ سے کسی مفید نتیجہ کے نکلنے کی امید ہے؟ کیا اب تک کوئی مفید نتیجہ نکلا ہے؟

"وکیل" کے ان دلچسپ سوالات کا جواب دیکھئے جناب "الفضل" کیا دیتے ہیں۔ اور کیونکر اپنی جماعت کے بڑے بڑوں پر یہ فتوے لگاتے ہیں۔ کہ وہ مسیح موعود کو ماننے سے پہلے مشرک اور بت پرست اور کافر تھے۔ بلکہ وہ مسیح موعود کو [illegible]

اس فعل کو کہ آپ نے ایک وقت تک اپنے نہ ماننے والوں کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ کیونکر نظر انداز کر سکتے ہیں۔

باقی متانت و سنجیدگی کے سوال پر ہمارے لائق ہمقلم "وکیل" کو اسقدر برافروختہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ کہ "الفضل" کی لغت میں ایسے الفاظ کے معنے ہمیشہ عام مفہوم کے خلاف ہوتے ہیں۔ جسطرح سے مجاز اور حقیقت ظل اور اصل کے معنے وہ نہیں جو عام لوگ سمجھتے ہیں اور امام الزمان حضرت مرزا صاحب نے کہا ہے۔ کہ سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ تو اس سے مراد میاں صاحب کی ڈکشنری میں یہی ہے۔ کہ میں حقیقی نبی ہوں۔ اور غیر حقیقی نہیں۔ ویسے ہی "وکیل" کے متانت و سنجیدگی کی حد سے گزر جانے کا مطلب صرف یہی ہوگا۔ کہ "وکیل" کے نوٹوں میں بیحد متانت و سنجیدگی موجود ہے۔ جو الفضل کے مذاق کے قطعاً خلاف ہے۔

مذہبی اختلافات میں رواداری

جگت گرو شری شنکر اچاریہ لکھنؤ میں ہندو مسلمانوں کے باہمی اسباب عناد پر تقریر کرتے ہوئے یہ قابل قدر نصیحت ہندوؤں کو کی۔ کہ

"وہ بروئے مذہب ہرگز اس امر کے مجاز نہیں ہیں۔ کہ کسی دوسرے مذہب کے پیرو ورں کو جبراً گاؤ کشی سے روکیں"

انہوں نے بتایا۔ کہ

"مذہبی حیثیت سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں بہت سے اختلافات ہیں ....

جس طرح ہندوؤں کے لئے صبح سویرے۔ دوپہر۔ غروب آفتاب کے وقت عبادت کے اوقات مقرر ہیں۔ جس طرح ہندوؤں کے لئے افعال قبیحہ کی ممانعت ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے عقاید مذہبی کے لحاظ سے زنا۔ چوری۔ جھوٹ۔ مکر۔ فریب۔ قتل۔ غارتگری یہ سب باتیں گناہ قرار دی گئی ہیں۔ ہندو اپنی عبادتگاہوں میں خدا کی پرستش کرتے ہیں۔ مسلمان اپنی مساجد میں نماز ادا کرتے ہیں۔ صرف مذہبی رسوم میں کچھ فرق ہے۔ مگر یہ وجہ اختلاف نہیں ہو سکتی"

آگے چلکر انہوں نے بجا طور پر فرمایا۔ کہ

"جب مقصد ایک ہی ہے۔ تو ہمیں ظاہری رسوم پر لڑنے جھگڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ اصل پر اتنا اختلاف نہیں ہے تو کیوں فرع پر منازعات کا بازار گرم رکھیں"

فی الحقیقت ایسے ہی چھوٹے چھوٹے اختلافات مذہبی دنیا میں آج موجب فساد ہو رہے ہیں۔ حالانکہ کسی کے دین وایمان یا رائے کے اختلاف پر اس سے غصہ یا ناراض ہونا معمولی تہذیب اور آزادی رائے کے قطعاً خلاف ہے۔ ہندوستان کو اسی نگوڑی اور باہمی رواداری کے فقدان نے بہت تباہ کیا ہے۔ اور شنکر اچاریہ جیسی سمجھدار شخصیتوں کا ہر بہی خواہ ملک کو ممنون ہونا چاہیئے۔ کہ ان کی یہ کوششیں اور نصائح اس تباہ حالی سے ملک کو نکالنے کا موجب ہونگی۔ ضرورت ہے۔ کہ برادران وطن ان قابل قدر باتوں کو آویزہ گوش بنائیں۔ اور ان پر عمل کر کے ملک کو خسران سے بچائیں۔

ٹیپو سلطان کی مذہبی رواداری

ٹیپو سلطان پر برادران وطن کے بہت سے اعتراض ہیں۔ اور دیگر شاہان اسلام کی طرح وہ ان کے بھی بغض و تعصب کے شاکی ہیں۔ لیکن شری شنکر اچاریہ جو میسور کے رہنے والے ہیں۔ انہیں بالتحقیق معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ الزام بالکل لغو اور بے بنیاد ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ ٹیپو سلطان سے زیادہ کسی ہندو راجہ نے بھی ہندوؤں اور ہندو مذہب کی سرپرستی نہیں کی۔ آج میسور میں ہزارہا ہندو معابد و مناور ایسے ہیں۔ جو ٹیپو سلطان ہی کے تعمیر کردہ ہیں۔ بہت سے مندروں کے لئے اس مسلمان بادشاہ نے جاگیریں وقف کر دی تھیں۔ جو اس وقت تک ان مندروں سے متعلق ہیں۔ ٹیپو سلطان کو ہندوؤں کے مذہبی پیشواؤں سے حد درجہ عقیدت تھی۔ اور وہ ان کا خاص احترام کرتے تھے۔ حضرت اورنگزیب عالمگیر پر بھی بے شمار الزامات لگائے گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اس اسلامی تاجدار نے ہندوؤں کو بے دریغ قتل کیا۔ اور ان کے مناور تباہ کئے۔ شنکر اچاریہ صاحب فرماتے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ عالمگیر نے ہندو مناور منہدم کرائے ہوں۔ مگر اس امر کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ انہوں نے نہ صرف ہندو مناور بلکہ مسلمانوں کی مساجد بھی اس لئے منہدم کرائی تھیں۔ کہ ان عبادت گاہوں کو سیاسی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا آماجگاہ بنایا گیا تھا۔ اس لحاظ سے اورنگزیب پر بھی یہ الزام درست نہیں۔ کہ وہ ہندو مذہب کا دشمن اور ہندو کش تھا۔ اور اگر ایسا ہوتا بھی تو یہ کونسا انصاف ہے۔ کہ ایک مسلمان بادشاہ کے ظالم ہونے کی وجہ سے تمام مسلمانوں کو ہندوؤں کا دشمن سمجھ لیا جائے۔

ایک جلد ترجمہ انگریزی قرآن کریم

جس کے حبدا اور اق کم تھے۔ اور جس کے لئے اخبار میں اعلان چھپا تھا کہ جس کی درخواست پہلے آجائے گی اُسے پانچ روپیہ میں دیا جائے گا فروخت ہو گیا ہے۔ لہٰذا اب کوئی صاحب درخواست نہ بھیجیں۔

خاکسار

عزیز بخش جائنٹ سکرٹری

ہمارے تبلیغی مشن

حضرت خواجہ صاحب لیگ آف نیشنز میں

کسی سابقہ اشاعت میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی ایک چٹھی درج ہو چکی ہے۔ جس میں آپ نے بتایا تھا کہ لیگ آف نیشنز کی صیغہ مذہبی میں آپ کو رکنیت کی دعوت دی گئی ہے اور ایک لیکچر کی بھی آپ سے درخواست ہوئی ہے۔

ماہ مئی کے اسلامک ریویو میں بتایا گیا ہے کہ لیگ آف نیشنز کی شاخ ونبسلام کی دعوت پر حضرت خواجہ صاحب نے کیشفورڈ ٹوئن ہال میں "اسلام اور لیگ" کے عنوان سے ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے ایک لیکچر دیا۔ حضرت خواجہ صاحب نے اپنی خاص مواد دینے والی تقریر میں قرآن کریم کے حوالجات کی بنا پر حاضرین کو یہ یقین دلا دیا کہ اسلام ہی ایک مذہب ہے۔ جو تمام دوسرے سامی مذاہب کے آگے دست شرکت کو بڑھاتا اور ان سے اتحاد قائم کرنا چاہتا ہے۔ دنیا کے تمام انبیاء پر ایمان جو "لیگ مذاہب" کا اگر وہ کامیابی کی شکل دیکھنا چاہتی ہے بنیادی پتھر ہونا چاہئے۔ صرف اسلام ہی نے ضروری اور فرض قرار دیا ہے۔ اس طرح پر اسلام نے رنگ۔ ذات۔ پیدائش اور مرتبہ کی تمام مصنوعی رکاوٹوں کو یکقلم دور کر دیا ہے۔ اور انسانی سوسائٹی کے متخالف و متضاد عناصر میں دوستی و مودت کی روح پیدا کر دی ہے۔

"کیا خواجہ مسلمان ہے؟ غلامی کو وہ کیا سمجھتا ہے۔ مہدی کے متعلق اس کا کیا خیال ہے۔ جو تمام کفار کو تہ تیغ بیدریغ کریگا؟ اس قسم کے مختلف سوالات حاضرین کے دماغوں میں پیدا ہوئے۔ فی الحقیقت وہ اسلام کے اس مفہوم کو جو ان کے دماغوں میں جاگزین ہے۔ کہ یہ ایک وحشیانہ مذہب ہے۔ جس میں تنگدلی۔ خونریزی۔ غلامی اور کیا کیا نہیں پایا جاتا۔ اس سچی پاکیزہ اور خوبصورت تصویر سے تطابق نہیں دے سکتے۔ جو انسان کے دل اور دماغ دونو کو اپیل کرتی ہے۔ اس لئے یہ امر موجب تعجب نہیں۔ اگر انہیں اس پر حیرت ہو۔ کہ خواجہ صاحب نے یہ اسلام کے متعلق کہا جو کچھ کہا۔ اور آیا وہ خود مسلمان ہیں؟ لیکن اس سے ظاہر ہے۔ کہ حاضرین پر اس تقریر کا اثر کسقدر ہوا۔"

مسلم مشن ٹرینیڈاڈ

ہمارے مکرم دوست مولوی فضل کریم خانصاحب مبلغ ٹرینیڈاڈ اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:-

"لیکچر بدستور جاری ہیں۔ چونکہ یہاں سے روانگی کے دن قریب ہیں اس لئے فرصت بہت کم ہے۔ کیونکہ تمام اضلاع کا دورہ کرنا ہے۔ چنانچہ اب صرف تین ضلع باقی رہ گئے ہیں۔ پورٹ سپین کے قریب میں ایک چھوٹا سا قصبہ سینٹ جیمز St. James ہے۔ یہاں بھی کئی ماہ سے ماہانہ لیکچر ہوتے رہتے ہیں۔ بمنا ...

لوگوں کے مذہبی نقطہ نظر میں بہت فرق آگیا ہے۔ اور میرا اب خیال ہے کہ یہ لوگ کم از کم عیسائیت کا مقابلہ تو کر سکتے ہیں۔ بعض سلیم طبائع پر غیر معمولی اثر ہوا ہے۔ بہت سے حالات لوگوں کو تبدیل مذہب سے روک رکھتے ہیں۔ جن میں سے سوسائٹی کا ڈر بہت حد تک اثر رکھتا ہے۔ دو نوجوان جن پر غیر معمولی اثر ہوا تھا۔ ۲۔ اپریل کو مزید حالات دریافت کرنے آئے۔ ایک تو بعض حالات کی وجہ سے پھر رک گیا۔ دوسرا نوجوان جو سرکاری ملازمت میں ہے کل آکر مشرف باسلام ہوا۔ اللہ تعالیٰ استقامت بخشے۔ اس کے والدین اور بہن بھائی ابھی عیسائی ہیں۔ حالات موجودہ کے لحاظ سے اس نے غیر معمولی جرات اسلام قبول کرنے میں دکھائی ہے۔

پہلا نام جوزف فرانسس تھا۔ اسلامی نام محمد یوسف رکھا گیا۔ لیکچروں کے ذریعہ سے اور دوسری کتب کے ذریعہ سے اس نے کافی واقفیت اسلام سے پیدا کر لی ہے۔ کافی تحقیق کے بعد مسلمان ہوا ہے۔ اگر یہاں کے مسلمانوں میں اتفاق ہوتا اور آپس میں اس قدر بغض و کینہ ایک دوسرے سے نہ رکھتے تو بہت لوگ اسلام میں داخل ہو جاتے۔ کیونکہ عیسائیوں کو بھی اب معلوم ہو گیا ہے کہ ان کے مذہب کی بنیاد محض ہوا پر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں پر رحم کرے۔ میرے خیال میں اگر کچھ عرصہ اور ان کے درمیان جدوجہد کی جائے۔ تو بہت بہتر نتائج مترتب ہو سکتے ہیں والسلام"

جرمن مشن

کسی سابقہ اشاعت میں یہ اطلاع دی جا چکی ہے کہ مکرمی مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے اور ان کے رفیق سفر میاں غلام عباس صاحب بی۔ اے۔ فرزند رشید خانصاحب میاں غلام رسول خان صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس لائل پور بعزم ولایت روانہ ہو چکے ہیں۔ مولوی صاحب دراصل ولایت سے ہو کر جرمنی میں تبلیغ اسلام کے لئے جا رہے تھے اور میاں غلام عباس ولایت ہی میں انجمن کا کام کرینگے۔ اللہ تعالیٰ ان ہر دو کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

بمبئی سے ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب مطلع فرماتے ہیں۔ کہ ہر دو صاحبان ۲۵۔ مئی کو جہاز پر سوار ہو گئے۔ اور چونکہ براہ فرانس لندن پہنچنے میں کچھ مشکلات اور اخراجات کی زیادتی کا احتمال تھا۔ اس لئے وہ سیدھے لندن جا کر اتریں گے۔ احباب کرام سے درخواست ہے کہ ان ہر دو خادمان دین کی صحت و سلامتی کے لئے دعا فرمائیں اور ان کی کامیابی کے لئے بھی۔ اس کے ساتھ ہی ہم ان ذی استطاعت احباب سے جو اشاعت اسلام کا درد اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ یہ اپیل کرنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ ان اسلامی مشنوں کے لئے دست امداد بڑھائیں۔

ولایتی ڈاک

اسلام صحرائے افریقہ میں

صحرائے افریقہ میں اسلام کی اشاعت جس سرعت و تیزی کے ساتھ ہو رہی ہے۔ اور بغیر کسی خاص نظام اور زبردست کوشش کے ہو رہی ہے۔ اسکا ذکر متعدد مرتبہ حضرات مسیحی اپنے اخبارات میں کر چکے اور اپنی ناکامی کا رونا رو چکے ہیں۔

اسی کا تذکرہ امریکن مسیحی رسالہ "مشنری ریویو آف دی ورلڈ" نے بھی اپنی تازہ اشاعت میں کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ کلیسا کو ایسی چیز کا مقابلہ کبھی بھی کرنا نہیں پڑا جیسا کہ اب افریقہ میں اسکو درپیش ہے۔ اور وہ مسلمانوں کا پختہ اور ہوشیارانہ عزم ہے۔ کہ افریقہ کے باقیماندہ تمام غیر مسلم قبائل کو جھوٹے نبی (معاذ اللہ) کا حلقہ بگوش بنا لیا جائے۔ حال ہی میں افریقہ کے ایک بڑے نواب اور اس کے ایک ماتحت رئیس کو مسلمان کیا گیا ہے۔ اب ان میں عقاید اسلام کا ایک باقاعدہ معلم موجود ہے۔ اور وہ عربی بھی لکھتے ہیں۔ اس واقعہ نے اسلام کو عیسائیت سے اسقدر قریب کر دیا ہے کہ اب وہ ماسافیلاڈ (مغربی افریقہ) سے جو عیسائیت کا صدر مقام ہے۔ ایک دن کی مسافت پر ہے۔ ...... سب سے زیادہ بہترین چیز جو ان لوگوں تک پہنچتی ہے۔ وہ ہوسا کا تاجر ہے۔ جو اسلام کا مشنری ہوتا ہے۔ اور جو کچھ وہ پیش کرتا ہے۔ لوگ اس سے قبول کرتے ہیں۔ افریقہ کے بعض حصص میں مسیح ان لوگوں کو جو اس کے ہونے چاہئیں۔ اسلام کے حوالے کر رہا ہے کیونکہ ہمارے گھر کے لوگ اس کی صدا کو نہیں سنتے"۔

عیسائیت کی یہ حالت یقیناً قابل رحم ہے۔ لیکن اس کی وجہ یہ نہیں کہ کوئی اسکی آواز کو نہیں سنتا۔ جیسا کہ ہمارے مسیحی معاصر کا خیال ہے۔ بلکہ اصل وجہ اسلام کی وہ سادگی ہے۔ جو اس کی تعلیم کے اندر پائی جاتی ہے۔ صداقت محض کسی کے چنے گوئے ہونے پر منحصر نہیں۔ بلکہ تعلیم کی معقولیت اور اس کی سادگی ہی اصل چیز ہے۔ جو افریقہ کے بھولے انسانوں کے دلوں کو کھائے جا رہی ہے۔

مصری عورتوں کی مصلحانہ جدوجہد

"نیر البنت" راوی ہے۔ کہ جس طرح سے ترکی انقلاب کے موقعہ پر ترک عورتوں نے اپنے اندر روح حیات کو ظاہر کیا تھا۔ ویسے ہی اب مصری عورتوں نے بھی اپنے ملک کی تاریخ میں موجودہ انقلاب کے موقعہ پر خاص جدوجہد شروع کر دی ہے چند دن ہوئے ان کا ایک وفد سلطان مصر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنے سیکرٹری کی معرفت دو درخواستیں پیش کیں جن میں سے ایک تو زاغلول پاشا اور اس کے ساتھی جلاوطنوں کی واپسی کے متعلق تھی۔ اور دوسری میں نہایت عاجزی سے یہ خواہش کی گئی تھی۔ کہ بعض توہم پرستی کے کاموں کو جو دریائے نیل کے کنارہ پر بہت پرانے زمانہ سے مروج چلے آتے ہیں۔ دور کرنے میں اپنے اثر کو کام میں لائیں"۔

ان ہر دو درخواستوں کا جواب بقول نیر البنت پتہ نہیں۔ کہ کیا دیا گیا لیکن دوسری درخواست کا پیش ہونا (بالخصوص عورتوں کیطرف سے جو سب سے زیادہ توہم پرست ہوتی ہیں) یقیناً ایک خوشگوار علامت ہے۔ اور اگرچہ ایسے توہمات جن کی جڑیں مصر کی سرزمین میں قدیم فرعونی زمانہ سے پائی جاتی ہیں۔ چند دن یا چند سالوں میں دور نہیں ہو سکتے۔ لیکن بہرحال اس کی ابتدا ہونا ضروری ہے اور یہ ابتدا اسقدر جلد ہوگی بہتر ہوگا"۔

"قدیم مصریں" بقول نیر البنت "عورتیں عملی جدوجہد میں بہت کچھ اہم اور بہت سا قابل عزت کام کرتی تھیں۔ اور یہ دیکھنا موجب دلچسپی ہوگا۔ اگر بیسویں صدی عیسوی میں وہ پھر اسی قدیم اہمیت کو دوبارہ حاصل کر لیں"۔

نماز کلیسا ایک کلیسائی کی نظر میں

"ڈیلی نیوز" کی ایک تازہ اشاعت میں ریورنڈ ٹی پی سٹیلینس کا ایک مضمون نماز کلیسا پر شائع ہوا ہے۔ جس میں اس حقیقت نفس الامری پر زور دیا گیا ہے۔ کہ "نواحات لنڈن میں ایک عام سنجیدہ مزاج آدمی شاذ و نادر ہی گرجا میں جاتا ہے۔ اگر اس سے اسکا سبب دریافت کیا جائے۔ تو وہ اس کے بتانے میں متامل ہوتا ہے۔ اور جب بتاتا ہے۔ تو صاف طور پر کہتا ہے کہ کلیسا کی نمازیں اس کے لئے موجب تکلیف ہوتی ہیں"۔

مسٹر سٹیڈنس نے دوران مضمون میں نماز کلیسا پر بہت لمبی چوڑی تنقید کرتے ہوئے بتایا ہے۔ کہ قدیم عبرانی لٹریچر کا نامرغوب ہونا ان نمازوں میں عدم دلچسپی کا موجب ہے۔ اور یہ عبرانی لٹریچر جو کلیسائی نمازوں میں شامل ہے۔ غیر مسیحی ہے۔ اس کے علاوہ عبرانی عورتوں کے متعلق پولوس کے بعض احکام .... اور قربانی کے خیالات جن کو آج کوئی جانتا بھی نہیں۔ اس بے رغبتی کا اصل باعث ہیں۔

ڈین آف کارلائل پر فتوائے کفر

ڈین آف کارلائل کے ان خیالات سے ہمارے ناظرین خوب واقف ہیں جو کہ انہوں نے کیمبرج کے ایک مباحثہ میں انہوں نے الوہیت، پیدائش اور معجزات مسیح کے متعلق ظاہر کئے تھے۔ اور جن کی وجہ سے انگلستان کے کلیسائی حلقوں اور رسالوں میں ایک عام شور برپا ہو گیا۔ کہ یہ خیالات عیسائیت کی جڑ اور بنیاد پر گویا ایک تبر ہیں۔

خود ڈین آف کارلائل کی جو خط وکتابت حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

اور مطمئن ہیں۔ اسوقت تک ان کا اعدادی غلبہ چنداں باعث تکلیف نہیں۔ لیکن بہتر سلوک کے لئے ان کی آیجی ٹیشن کا نتیجہ یہ ہوا۔ ۱۹ء میں بربروں کے دستور العمل میں تبدیلی کرنی پڑی۔ اس نئے دستور العمل کے روسے بربروں کو حق انتخاب دیا گیا۔ اور اس لئے نصف ملین دیسیوں کیوجہ سے ایک لاکھ چالیس فرانسیسی انتخاب کنندوں کا حق زائل ہو گیا۔ فرانسیسی جرنلسٹ ہمیں یقین دلاتے ہیں کہ اگر مسلم آبادی پر کلیۃً فرانس کی مطیع و منقاد ہوتی۔ تو اسکا یہ تفوق موجب پریشانی نہ تھا۔ مگر باوجود ان تمام کوششوں کے جو فرانس نے دنیائے اسلام کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے کی ہیں۔ اور جنکا اظہار کئی طریق پر ہو چکا ہے۔ اور جن میں سے بعض قابل تعریف کام بھی ہیں۔ جیسا کہ پیرس میں ایک مسجد اور اسلامی دار العلوم کا قیام۔ اور بعض کم درجہ رکھتی ہیں۔ جیسا کہ ہماری گورنمنٹ کے متذبذب دو دھنی طریق عمل کے خلاف اس نے اپنے آپ کو اسلام کا دوست اور خیر خواہ ظاہر کیا ہے۔ باوجود ان سب باتوں کے فرانس شمالی افریقہ کے بربروں پر فتحیاب ہونے میں ناکام رہا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ قومیت کے شیدائی رہتے ہیں۔ یا جو کچھ بھی نام تم ایسے دل کیلئے تجویز کرو۔ جو خارجی حکومت کو ماننے کی مخالفت پر تیار رہتا ہے۔

خطبہ جمعہ ترکی زبان میں

قسطنطنوی معاصر "العدل"، راوی ہے۔ کہ حکومت اناضول نے یہ قرار دیا ہے کہ ماہ مارچ سے خطبہ جمعہ ترکی زبان میں پڑھا جایا کرے۔ اس قرارداد کے مطابق عمل بھی شروع ہو گیا ہے۔ اور ترکی زبان میں اب خطبے دئے جاتے ہیں۔"

اخبار مذکور لکھتا ہے۔ کہ "اسبارہ میں استنبول کے علما میں اب مناظرہ شروع ہو گیا ہے۔ کہ آیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں۔ انہیں بعض کہتے ہیں۔ کہ خطبہ کی اصل غرض وعظ و نصیحت اور لوگوں کو واقعات و حوادث سے خبردار کرنا ہے۔ جو ایسی زبان میں ہونا چاہئے جسکو عام و خاص سب سمجھ سکیں۔ اسلئے اور اسوجہ سے بھی کہ وہ خطبے جو مساجد میں ترتیل اور ترنم کیساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ ان کو خاص لوگ بھی سمجھ نہیں سکتے۔ چہ جائیکہ عوام الناس جنکے ذہن ان مواعظ سے جو نفس کو سرکشی اور ضلال سے روکتے ہیں۔ خالی ہیں۔ ان سے متمتع ہو سکیں تو پھر کون ہے جو ان خطبوں کو سمجھ سکے۔ اس لئے چاہئے۔ کہ لوگوں کو ایسی زبان میں مخاطب کیا جائے جسکو وہ سمجھ سکیں۔ تاکہ اس سے فائدہ مترتب ہو۔ اور نیکی عام ہو۔"

معاصر "العدل"، کے اس بیان کو پڑھکر حیرت ہوتی ہے۔ کہ آستانہ خلافت کے مکین ابھی بسم اللہ کے گنبد ہی میں بیٹھے اور خطبہ کے زبان عربی یا ترکی میں ہونے پر بحث و مناظرہ کر رہے ہیں۔ بہر حال حکومت اناضول کی یہ قرارداد کہ خطبہ ایسی زبان میں ہونا چاہئے۔ جو سمجھ آسکے۔ معقولیت و دانشمندی پر مبنی ہے۔ خدا کرے یہ اصلاحات ترک قوم کی دوبارہ زندگی اور مذہبی و اسلامی حیات کے آثار ہوں۔ آمین

غیر مذاہب کی تبلیغی جدوجہد

آریہ سماج کی تبلیغی سرگرمی

معاصر "مدینہ"، اس عنوان سے رقمطراز ہے۔ کہ سوامی شردھانند صاحب مشہور آریہ جو گروکل کانگڑی کے گورنر ہیں۔ اور چند سال سے قومیت متحدہ کے بڑے بڑے لیڈروں کے ساتھ ملکر کانگریس کا کام کرتے رہے ہیں۔ اب گروکل سے رخصت ہو کر اور کسی دوسرے شخص کو اپنا قائم مقام بنا کر خود صوبہ مدراس میں چلنے اور آریہ مذہب کی تبلیغ و اشاعت کا کام کرنے والے ہیں۔ آریہ منادوں نے کچھ عرصہ سے دکن کے صوبوں کو اپنا جولانگاہ بنا رکھا ہے۔ اور وہاں ان کو روز افزوں کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں۔ اب شردھانند جیسے مشہور و زبردست آریہ نے دکن کا قصد کیا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ وہ بھی دکن میں جاکر مسلمانوں ہی کو اپنا معمول بنائیں گے۔ [illegible] مسلمانوں نے کبھی اپنی حالت اور اپنی مذہبی سرگرمی پر غور کیا ہے؟

ولایت سے نئے مشنری

معاصر "لائٹ"، بحوالہ نیرالیسٹ راوی ہے۔ کہ "ہندوستانی بشپوں کی درخواست پر انگلستانی کلیسا نے پنجاب کی منظوری سے اس کی روحانی امداد کے لئے ایک مشن بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔ جو سال حال کے نومبر سے مارچ سال آئندہ تک ہندوستان میں رہیگا اس مشن میں چوبیس پادری اور مشنری عورتیں ہونگی۔ وہ ہندوستانی کلیسا کے انگریزی بولنے والے ممبروں کو مخاطب کریں گے۔ اور کوئی ذات پات کی تفریق اس میں مدنظر نہ رکھیں گے۔ یہ اندازہ کیا گیا ہے۔ کہ اس مشن کے لئے پانچسو سے چھ سو پونڈ تک یعنے پانچ چھ ہزار روپیہ کی ضرورت ہو گی۔

معاصر لائٹ نے اسپر بجا لکھا ہے۔ کہ باوجودیکہ جناب مسیح نے عیسائیت کی اشاعت کا کہیں بھی حکم نہیں دیا۔ پھر بھی مسیحی مشنری اپنے مذہب کو پھیلانے میں کسقدر روپیہ صرف کرتے ہیں۔ اس کے بالمقابل یہ نہایت قابل افسوس بات ہے۔ کہ مسلمانوں کی تبلیغی کوششیں بالکل نہ ہونے کے برابر ہیں۔

جاپان میں مسیحیت کا اثر

امریکن مسیحی رسالہ مشنری ریویو آف دی ورلڈ کا بیان ہے۔ کہ ٹوکیو کے اخبارات نے اعلان کیا ہے۔ کہ اتوار کو تمام جاپان میں قومی تعطیل کے طور پر منانے کے لئے شاہی منظوری ہو گئی ہے۔ اور یہ اس اثر کا نتیجہ ہے جو مسیحیت ایک غیر مسیحی قوم میں پھیلا رہی ہے ...... جاپان کے دیہاتی مزدور بہت لمبے اوقات تک کام کرتے ہیں۔ اور کوئی آرام کا دن ان کے لئے نہیں ہوتا [illegible]

اقتباسات

تہذیب اسلام

اسلام نے جو تہذیب بنی نوع انسان کے روبرو پیش کی۔ وہ دنیا کی تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ یہ تہذیب باستثنا عجیب و غریب حالات میں ظہور پذیر ہوئی اتنی ہی سرعت کے ساتھ چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔ عیسائیوں کو مہذب بننے کے لئے ڈیڑھ ہزار سال کی مسافت طے کرنا پڑی۔ اور اس زمانہ کے گزرنے کے بعد بھی اُنہیں تہذیب آموزان اسلام کے سامنے زانوئے تلمذتہ کرنا پڑا۔ جب کہیں جاکے اُنہیں تہذیب کا مُنہ دیکھنا نصیب ہُوا۔ مسلمانوں کو یہ مقصد حاصل کرنے میں کتنا زمانہ لگا۔ پیغمبر اسلام (صلعم) ۵۷۱ء میں پیدا ہوئے تھے۔ اپنی عمر کے چالیسویں سال میں یعنی ۶۱۱ء میں آنحضرت صلعم نے تبلیغ شروع کی خلیفہ ہارون الرشید ۱۷۵ سال بعد پیدا ہُوا۔ اور اس ڈیڑھ سو سال کے وقفہ میں دنیا جانتی ہے۔ کہ عربوں نے تہذیب کی راہیں وہ کر دکھایا۔ جو عیسائی ڈیڑھ ہزار سال میں بھی نہیں کر سکے تھے۔

اسلام نے کیا کیا؟ اُس نے ایک وحشی جنگجو۔ باطل پرست۔ بے رحم۔ پراگندہ قوم کو ایک سربلند قوم میں تبدیل کر دیا جس نے عظیم الشان سلطنتوں کی بنیادیں رکھیں۔ شہر تعمیر کیے۔ اور سائنس و فلسفہ و علوم و فنون یورپ کو بخشے۔ عین اُسوقت جبکہ فرزندان اسلام فنون لطیفہ و ریاضیات و کیمیا وغیرہ کے مسائل حل کر رہے تھے۔ عیسائی چیتھڑوں اور ہڈیوں کو پوجتے اور آزاد خیالی کے درخت کو جس کے ابھی کلّے ہی پھوٹے تھے۔ اکھاڑ کر پھینکنے کی تدبیریں سوچ رہے تھے۔

موجودہ تہذیب اسی اسلامی تہذیب کی ایک ذلیل یادگار ہے۔ اہل اسلام تہذیب حاضرہ کو یونانیوں اور رومیوں کی تہذیب کا نتیجہ قرار دیتے ہیں لیکن یہ صریحًا غلط ہے۔ ان تہذیبوں کو تہذیب حال سے کوئی تعلق نہیں ہے ان لوگوں نے توحش و بربریت کو ایک دوسرے رنگ میں پیش کیا تھا۔ ان کی تہذیب کوئی حقیقی تہذیب نہ تھی۔ اور اگر یورپ اسی پر بھروسہ کرتا۔ تو وہ آج بھی بدستور جنگلوں اور درغاروں کا مسکن ہوتا۔ کیا یہ کوئی مبالغہ آمیز دعوی ہے؟ انگریزی زبان کی سب سے زیادہ مستند تالیف انسائیکلو پیڈیا برطانیکا کی شہادت سننے کے قابل ہے۔

"مور (اہل مراکش) مسلمان ہی ہیں۔ مسلمانوں کے زمانہ سے پیشتر کسی نے یورپ سے چین تک سفر کرنے کی جرأت نہیں کی تھی۔ مسلمانوں نے بحیرہ روم کے پانیوں اور سویز سے چین تک

سمندر ان تک گویا ایک کر ڈالا تھا۔ اُنہی نے مشرق کا راستہ ہمیں بتایا۔ .... اور حروب صلیبیہ کے بعد مشرقی اشیائے راحت کے ظہور ہی نے مشرق کی دولت و وسائل سے یورپینوں کو آگاہ کیا۔ اور جیسا کہ راؤویل نے تسلیم کیا ہے۔ وہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے مشرق کو مغرب سے ملا دیا۔ اسلام اور مسلمانوں کے بغیر یورپ آج بھی ازمنہ متوسط میں غوطے کھاتا ہوتا۔"

یہ سطور اس بات کی بیّن شہادت بہم پہنچاتی ہیں۔ کہ یورپ کی موجودہ تہذیب یونانی و رومی تہذیب کی نہیں۔ بلکہ اسلامی تہذیب کی رہین منت ہے۔ بے شک اس میں خون آشامی و راحت کوشی و عیش پرستی کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ اس کی ذمہ داری اسلامی تہذیب پر عائد نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ یہ باتیں تہذیب اسلام میں موجود ہی نہیں ہیں۔ مشہور فرانسیسی مورخ "والٹر" اس کے متعلق لکھتا ہے۔

"میں آپ سے پھر کہتا ہوں کہ وہ لوگ جاہل و ضعیف العقل ہیں جو مذہب اسلام پر دیگر اتہامات کے علاوہ عیش پرستی و راحت کوشی کا الزام عائد کرتے ہیں۔ یہ سب اتہامات بیجا اور صداقت سے معرّا ہیں۔ آپ کو دیگر مواقع کی طرح یہاں بھی غلط فہمی ہوئی ہے" یا در ہو۔ راہبو اور مجاورو۔ اگر ماہ جولائی میں (جبکہ رمضان المبارک اُس ماہ میں آئے) ۴ بجے صبح سے ۱۰ بجے شب تک آپ پر کھانے پینے کی ممانعت کا قانون عائد کر دیا جائے۔ اگر آپ کو ہر قسم کی قمار بازی سے منع کر دیا جائے۔ اگر آپ کے لئے شراب حرام کر دی جائے۔ اگر آپ کو تپتے ہوئے صحراؤں میں سے گزر کر حج کو جانے کے لئے کہا جائے۔ اگر آپ سے کہا جائے۔ کہ اپنی آمدنی کا ۲½ فیصدی حصہ محتاجوں اور ناداروں میں تقسیم کر دیں اگر آپ اٹھارہ عورتوں کی رفاقت کا لطف اٹھاتے ہوں۔ اور ان میں سے چودہ یک قلم طلاق دے دی جائیں۔ تو کیا آپ ایمانداری سے یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں۔ کہ ایسا مذہب عیش پرست ہے؟"

والٹر کی یہ سطور اسلام سے اُس کی ناواقفیت کو ظاہر کرتی ہیں۔ مگر اس کی پیش کردہ دلیل مذہب اسلام پر عیش پرستی و راحت کوشی کا الزام لگانے والوں کو ساکت کرنے کے لئے کافی ہے اور اس سے ظاہر ہے۔ کہ یورپین تہذیب کا اس پہلو سے تہذیب اسلام کو کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اسلام نے نہ صرف مغرب پر بلکہ تمام دنیا پر جو گہرا اقتدار ڈالا اُس کی تازہ ترین شہادت مسٹر الفرڈ مارٹن کے مضمون سے ملتی ہے۔ جو "دنیا کے عظیم مذاہب" میں شائع ہوا ہے۔ مسٹر موصوف فرماتے ہیں :-

"مسلمانان ازمنہ ماضیہ کے بیشمار گرانقدر احسانات سے تمام دنیا کی گردن خم ہے۔ وہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے یونانی علم و ادب کے خزانوں کو عہد وسطے سے دور جدید میں منتقل کر دیا۔

اور رفیع الشان فن تعمیر کی بنیاد ڈالی ہیں کی مشہور ترین مثالیں "تاج محل" اور "الحمرا" ہیں۔ وہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے جبر و مقابلہ، علم کیمیا (کیمسٹری) علم ہیئت اور علم طب کو عروج پذیر کیا۔ جنہوں نے عربوں کی سلطنت میں بمقام ہسپانیہ اور بغداد و قاہرہ میں ایسے عظیم الشان کتب خانے قائم کئے جو اپنی آپ ہی نظیر ہیں جس زمانے میں لندن میں جا بجا جھونپڑیاں نظر آتی تھیں۔ اور اس کے بازار اور گلی کوچے ایسے غلیظ و متعفن تھے کہ کسی شخص کو صاف و پاکیزہ ہوا میسر نہ تھی۔ قرطبہ کے بازار اور محلے اپنی صفائی و خوشنمائی میں مشہور عالم تھے۔ عربی ایک عالمگیر زبان ہے۔ جو دنیا کے بہت سے حصوں میں بولی جاتی ہے۔ اور اگرچہ زیادہ اقوام چینی حروف استعمال کرتی ہیں۔ تاہم عربی دنیا کے دور دراز حصوں میں رائج ہے۔ اور عربی الفاظ کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے مذہب نے ترقی کی ہے۔ آج ہم جن نفیس پارچات سے اپنی دیواروں اور فرشوں کو مزین کرتے ہیں۔ ان کے بننے اور تیار کرنے کا کام ہمیں مسلمانوں ہی نے سکھایا تھا جن عطروں اور خوشبوؤں سے ہم اپنے دماغوں کو معطر کرتے ہیں۔ ان کے تیار کرنے کا کام ہم نے مسلمانوں ہی سے سیکھا تھا۔ ہم اپنے بچوں کو جن نصاب کی کتابوں سے ریاضی سکھاتے ہیں۔ ان کے مصنف مسلمان ہی تھے"۔

پس اس وقت چار دانگ عالم میں علوم و فنون کی جس قدر ترقی نظر آتی ہے۔ اس کی بنیاد اسلام ہی نے رکھی تھی۔ اور اگر تہذیب اسلام دنیا کی تہذیبوں کی ماں کا لقب اختیار کرے تو بیجا نہ ہوگا۔ البتہ یہ امر ضرور افسوسناک ہے۔ کہ اسلامی تہذیب و تمدن کا صاف و مصفا چشمہ خارجی آلائشوں سے گدلا ہو گیا ہے۔ خود مسلمانوں میں اب تک نہ یہ احساس تھا۔ اور نہ اتنی ہمت تھی۔ کہ وہ اس چشمہ کو ایک دفعہ اور پاکیزہ صورت میں پیش کرتے۔ اگر خدا کا فضل شامل حال رہا۔ تو ہمیں مسلمانوں کے موجودہ احساس سے جسکا ابھی آغاز ہی ہوا ہے۔ امید ہے کہ اسلامی تہذیب ایک دفعہ اور اصلی اور اپنی دلکش صورت اور روشنی کے ساتھ صفحہ عالم پر جلوہ افروز ہوگی۔ اور وہ دن تاریخ عالم میں حقیقتاً ایک زرّیں دن ہوگا۔ جب ہم یہ کہنے کے قابل ہوں گے کہ تہذیب اسلام بے نقاب ہو کر اقوام عالم میں جلوہ فرما ہے۔

(وکیل)

قرآن اور قربانی

ہندوستان اس وقت ان مصائب کا ایک بڑا مجبس بنا ہوا ہے جن کو اہل ہند نے اپنی قومی نجات کے واسطے سیاسی اعتقاد کے اصل اصول کے طور پر اختیار کیا ہے۔ قرآن ابتدا سے انتہا تک اس اصول مصائب پر زور دیتا ہے۔ قرآن میں بتکرار قوموں اور قبیلوں کی زندگی کے وہ موثر حالات درج ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ان کی غلطیوں اور بے اعتقادیوں کی انہیں کسطرح مناسب مصیبتوں کے نزول کی صورت میں سزا دی گئی۔ لیکن ہر جگہ جہاں ان مصائب کا ذکر ہے۔ وہاں رحمت ایزدی کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ درحقیقت سزا جو بلا کا دوسرا نام ہے۔ اور اسکا تتمہ رحمت یہ دونوں قانون آلہیہ کی توام شاخیں ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے اس طرح پیدا ہوتی ہیں جس طرح پودا بیج سے یا پھل پھول سے پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس کتاب مقدس میں اس قانون کی توضیح اس سے بہتر طریقہ پر کہیں نہیں کی گئی جیسی سورۃ الحدید کی تیرہویں آیت میں ہے۔ جو حسب ذیل ہے:-

یوم یقول المنافقون والمنافقات الذین اٰمنوا انظرونا نقتبس من نورکم قیل ارجعوا وراءکم فالتمسوا نوراً فضرب بینھم بسور له باب باطنه فیه الرحمة وظاھره من قبله العذاب ط

ترجمہ:- جس روز منافق مرد اور عورتیں مومنوں سے کہیں گے۔ کہ ٹھہرو تاکہ ہم تمہارے نور سے اقتباس کر لیں۔ اس روز ان سے کہا جائیگا کہ واپس ہو اور روشنی ڈھونڈو۔ پس ان کے درمیان ایک دیوار کے ذریعہ سے جس میں ایک در ہوگا۔ اور جس میں اندرونی حصہ تک رحمت اور بیرونی حصہ تک سزا ہوگی۔ علیحدگی حائل کیجائے گی"۔

قرآن کی اس آیت کے معنی یہ ہیں۔ کہ نور حق یا ایمان کو صرف ایک دروازے سے راستہ گیا ہے۔ اور وہاں تک پہنچنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ راستہ یا طریقہ پہلے سزا یا بلا اور اس کے بعد رحمت الہیہ کے نزول پر مشتمل ہے۔ بادی النظر میں رحمت کا سزا کے بعد نازل ہونا عجیب معلوم ہوگا۔ یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ جب سزا مناسب طور سے دیدی گئی۔ تو پھر کیا رحمت کے واسطے کوئی جگہ باقی رہجاتی ہے۔؟ بہر کیف رحمت کے معنی سزا کا نہ دینا نہیں ہے۔ ہر اخلاقی قانون کے توڑنے کے واسطے سزا ہونی چاہیئے۔ کوئی اس سزا سے بچ نہیں سکتا رحمت سے مراد ہے۔ دلی تلاش کی نعمت ربانی اور اس نور یا حقانیت یا ایمان کے استقبال کے واسطے تیار ہونے کی برکت سبحانی جو صرف مصائب کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔ جب ہم کسی مصیبت یا ذاتی نقصان میں مبتلا ہوتے ہیں۔ تو کیا اس وقت ہمارا قلب دنیا کی حقیقت اور بے حقیقتی سے

نرم نہیں ہوجاتا۔ اور ہماری آنکھیں کھولتا ہے۔ دوست اور دشمن اہل خلوص اہل ریا اور وقتی اور دائمی احباب میں تفریق کر دیتا ہے۔ صبر و استقلال خود اعتمادی اور خدا سے ڈرتے ہوئے مردانگی کی خوشنما خوبیاں بلا کی رنجشوں ہی سے پیدا ہوتی اور پھولتی پھلتی ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ یہ پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ آیا وہ مومنین جو دیوار کی دوسری جانب ہیں۔ بالکل محفوظ ہیں۔ اسکا جواب ہے "نہیں" وہ بطور جزا اور بہ مقتبس ہوں حشر یعنی آفتیں۔ سے تعلق رکھتی ہیں۔ مومنین عقبیٰ کی تکالیف سے آزاد ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنی تکلیف کا حصہ دنیا ہی میں برداشت کر لیا ہے۔ عقبیٰ میں صرف انہی لوگوں کو آگ کا عذاب سہنا پڑے گا۔ جو دنیا میں اس سے بچے رہتے ہیں۔

ہندوستان کو آزادی حاصل ہونے کے روز جب قوم اپنی منزل مقصود پہنچے گی تو ایک دیوار ان لوگوں کے درمیان جنہوں نے مصیبتیں جھیلی ہیں اور جنہوں نے نہیں جھیلی قائم کی جائے گی۔ وہ بدبخت لوگ جنہوں نے مصائب میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اسوقت اپنے خوش قسمت بھائیوں کو روشنی اور امداد کے واسطے پکاریں گے۔ وہ روشنی اور امداد اُن کو اسوقت نہ دی جائے گی جب تک وہ اس خوفناک دروازے سے نہ گذریں گے۔ جکی ایک طرف سزا اور بلائیں اور دوسری طرف رحمت اس روز ان کے کام کیا آئیگا ؟ سرکاری احکام یا سرکاری عنایت ؟ اُن کے اونچے خطابات اور اُن کی شاندار طرز معاشرت ؟ جو ہندوستانی آرام طلب و عیش پرست ہے۔ کیا ہم اُسے مستدل کہہ سکتے ؟ وہ اس چمنستان کے ٹھنڈے اور محفوظ گوشوں میں سے جس کے اوپر ریفارم اصلاحوں کی ہمیشہ تر و تازہ رہنے والی بیلیں پھیلی ہوئی ہیں۔ باغ میں سے ایک ایک کر کے بلند سرو کے درختوں کا جڑوں سے اکھڑنا اور انار کے خوشنما پودوں اور گھاس کا سرکاری ناراضی کی جھلسا دینے والی دھوپ میں زرد ہونا پسندیدگی سے ساتھ دیکھ سکتا ہے۔ اگر اسے صرف یہ معلوم ہو یا ہم سب کو صرف یہ معلوم ہوتا اور ہمارے پاس بصیرت اور اعتقاد ہوتا کہ ہم اپنی موجودہ حالت میں اپنے شاندار مستقبل کی شہادت دیکھیں۔ تو ہم کو درختوں کا یہ جڑوں سے اکھڑنا۔ پودوں کا سوکھنا زرد ہونا قومی ترقی کی راہ میں محض ایک قدم معلوم ہوگا۔ آج ہم از سر نو تیار ہو رہے ہیں۔ یہ باغ کی زمین جس کے مختلف باشندے جو اس میں آباد ہیں۔ اس کی پھولوں کی کیاریاں ہیں۔ بونے اور فصل کاٹنے کی ضروری تیاری کی راہ سے گذر رہی ہے۔ جسقدر تیز گرم ہوائیں چلتی ہیں۔ اور جسقدر خشکی اور ذاتی نقصان و قربانی میں زیادتی ہوتی ہے۔ اسی قدر بارش لانے والی ہوا کی امید بندھتی ہے۔ اسی طرح اپنی موجودہ تکالیف و صعوبات سے ہمیں اس اعلیٰ انعام اور تازگی کی قوی امید رکھنی چاہئیے۔ جو رحمت الٰہیہ اور آزادی تک ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ ("ایک مسلمان")

(بمبئی کرانیکل)

صلائے آنحضرت بہ اہل ہمت

نتیجۂ فکر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی مبلغ اسلام انگلستان

(گذشتہ سے پیوستہ)

ترا ما زسے فقط بر تیغ و صمصام — شکست تیغ و ختم گشتہ کہانت
بگو اکنوں علاج و چارۂ چیست تا — کہ ماند قوم و دین ما سلامت
نمی دانم کہ از پلتیکس ہندی — چہ باید عالم مسلم اعانت
نہ عمالان مغرب بالیقیں داں — کنند امداد در امر خلافت
ترا نفعے بہ ہندوستان ممکن — مگر جائے دگر نقصان بہ ملت
بہ نہجے سعی و کوشش کن خدا را — کہ ہر جا قوم ما یابد فضیلت
بفکرم آید ایں امر است ممکن — بمغرب دین اگر یابد اشاعت
بہ اصفر، اسود و ابیض و احمر — نبی آدم آمد از بہر رسالت[1]
باصفر اسود آمد دین ز اسلاف — بہ ابیض و احمر آمد فرض ہدایت
برائے احمراں ہم کوششے کن — اگر در بخت تو باشد سعادت
در اخبار نبی زاں ہم نشاں باید — بہ یورپ۔ داں۔ ازیں رمز و کنایت[2]
تو اے جان برادر ہمتے کن — ز حق یابی یقیناً خیر و برکت

زجا برخیز ہاں وقت دیگر آمد
نسیم صبح جانبہ صرصر آمد

چو دید از ہر طرف احوال ما زار — پئے تائید آمد رحمت یار
شود بار دگر غلبہ بہ اسلام — بحمد اللہ۔ ارادہ کرد غفار
پئے توحید شورے در ممالک — شدہ علیین از تثلیث بیزار
شود حلقہ بگوشش دین احمد — ہماں قومے کہ کردہ آتش خوار[3]
نہ از تیر و تفنگ و تیغ و صمصام — ز تبلیغ و اشاعت پل شود کار
شود صمصام و نیا در نیامے — کہ یضع الحرب آمد حکم سردار[4]

---

[1] آنحضرت صلعم فرمود کہ من برائے ہدایت اصفر (اقوام چین و جاپان و جاوا و ملایا وغیرہ) و اسود (افریقہ) و ابیض (اقوام فرنگستان) و احمر مبعوث شدم۔

[2] آنحضرت بفرمود کہ بزاں سیاہ و سفید بکشف دیدم۔ اول ہمہ بزاں سیاہ بطرف من آمدند بعد ازاں چند بزاں سفید یکیک بالآخر ہمہ بزاں سفید ہم بطرف من آمدند ایں اشارت است باقوام افریقہ و فرنگستان وغیرہ۔

[3] در کانفرنس واشنگٹن (امریکہ) ارادہ اہالیان امریکہ ایں شدہ است۔ کہ جنگ از دنیا ختم شود۔ برائے ایں بہ تجویز اند کہ ہمہ دول تیغ را بہ نیام کنند۔

[4] صاحب الصلوٰۃ والتحیات ہم گفتہ است کہ در آوان آخر جنگ از دنیا معدوم شود چنانچہ حدیث یضع الحرب بایں اشارت می کند۔

بقیہ ۱۸ صفحہ ۱۸ نمبر ۲

کلکٹر صاحب کی عقلمندی - اکولہ یکم جون - خان بہادر مرزا رضا بیگ کا اہل اکولہ نے مقاطعہ کر دیا تھا - کیونکہ جناب ممدوح مذہب اور شرع کے خلاف چلتے ہیں - جناب ممدوح خود کو عیدگاہ کا خطیب تصور کرتے تھے - عید الفطر کے موقع پر آپ نے خواہ مخواہ حاکم ضلع کو درخواست دی جس میں اٹھارہ مسلمانوں کی شکایت کی گئی تھی - آپ نے حاکم ضلع سے التجا کی تھی - کہ جمہور کو عیدگاہ میں جانے سے باز رکھا جائے - کیونکہ وہ میری اہانت ہے - اسی مقصد کو مد نظر رکھکر خان بہادر صاحب نے قاضی کبیر الدین بیرسٹر بمبئی کو طلب کیا - اور بعض مقامی ہندو وکلا کی مدد سے عیدگاہ پر اپنا حق جتانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا - جناب عبد الستار خان ایک مقامی نوجوان وکیل جمہور کی وکالت کرتے تھے - حاکم ضلع نے سکوت کے ساتھ فریقین کے بیانات سننے کے بعد اصل حقیقت معلوم کی اور وقت کی نزاکت کو محسوس کرکے جمہور کے حق میں دانشمندانہ فیصلہ صادر کیا - آپ نے فرمایا کہ عیدگاہ ہیئت اجتماعی کی ملک ہے - حاکم ضلع نے جمہور کو پہلے نماز عید ادا کرنے کا حکم دیا جس کے بعد بیس پچیس حواریوں کو لیکر خان بہادر بھی غیظ و غضب کی حالت میں نماز ادا کرنے تشریف لے گئے تھے -

(مش بشیر خاں)

ایک مختار کو معطل کرنے کی تجویز - الہ آباد - ۲ جون - عدالت عالیہ الہ آباد نے آج پنڈت گھاسی رام مختار (میرٹھ) کے نام احکام جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے - کہ از روئے دفعہ ۳ مختاران قانون کیوں نہ تمہیں معطل کر دیا جائے - اور قابل اعتراض تقریریں کرنے کا کیوں نہ سبب دریافت کیا جائے -

احرار سندھ کے عزائم - کراچی یکم جون - حاکم ضلع حیدرآباد نے زیر دفعہ ۱۴۴ ضابطہ پولیس جلوس نکالنے اور گیت گانے کا جو امتناعی حکم صادر کیا تھا - اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لئے ڈسٹرکٹ کانگرس کمیٹی کی مجلس عاملہ کا جلسہ منعقد ہوا - اور قرار پایا کہ نادری حکم کی عام مخالفت کی جائے - نیز صوبہ کی کانگرس کمیٹی سے خلاف ورزی قانون کی اجازت طلب کی گئی ہے - (ا - پ)

عیدگاہ پر پولیس کا پہرہ - سہارنپور - ۲ جون - سال گذشتہ کی طرح امسال بھی مخالفین نے بہت کوشش کی کہ عوام قاضی شہر کے پیچھے جو سوالاتی ہے نماز عید پڑھیں - مگر خلافت کمیٹی و رضاکاران کی کوشش سے امسال بھی سخت شکست کا سامنا ہوا - حسب قاعدہ سال گذشتہ امسال بھی ایک ہفتہ پیشتر علماء کبار کا فتوے بڑی کثرت کے ساتھ شائع کرا کر تقسیم کیا گیا - اگرچہ مخالفین نے فتوے کی مخالفت میں جان توڑ کر کوشش کی اور کرایہ کے آدمی بھی ادھر اُدھر بہکانے کے لئے چھوڑے گئے آخر کار فتح حق کی ہوئی - تمام شہر و دیہات کے لوگوں نے میران جی شاہ میں (جو عیدگاہ سے متصل ہی میدان ہے) نماز عید پڑھی - یہاں پر اعلےٰ درجہ کا انتظام کیا گیا تھا - برف کی سبیل جاری تھی - کثیر تعداد رضاکار میں ملبس تھی - بعد نماز عید غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی فتح کے لئے دعا مانگی گئی - نیز چندہ بھی کیا گیا - ادھر عیدگاہ میں پولیس کا پہرہ تھا - دو تین سو سے زیادہ آدمی نہ تھے - جن میں یا تو قاضی شہر کے حواری تھے - یا ملازمین سرکار - کارکنان خلافت اس کامیابی پر شکریہ کے مستحق ہیں -

موسم متغیر ہونے لگا - شملہ ۲ جون - گذشتہ چوبیس گھنٹوں میں شملہ اور دیگر مقامات پر طوفانی موسم کا ظہور ہوا ہے - جس سے معلوم ہوتا ہے - کہ اب کی مرتبہ موسم باران ہندوستان میں جلدی شروع ہو جائیگا - موسم کا تغیر غیر معمولی ہے -

(ا - پ)

پچاس دکانداروں کا مظاہرہ - لاہور ۳ جون - دہلی دروازہ کے باہر پچاس میوہ فروش نانبائیوں اور دیگر دکانداروں نے بطور مظاہرہ دکانیں خالی کر دیں - کہا جاتا ہے - کہ مالکان نے ہر ایک دکاندار سے تین روپے روزانہ کرایہ طلب کیا تھا -

---

سکرٹری کا ایک ضروری اعلان

حساب کی سہولت اور مختلف چندوں کی تحریکات کی خط و کتابت کو مختصر کرنے کے لئے مجلس معتمدین نے فیصلہ کیا ہے - کہ آیندہ یکم مئی ۱۹۲۳ء سے **احمدی جماعت کا ماہواری چندہ** جو بشرح ؍ فی روپیہ آمدنی ہر ایک احمدی بھائی کو دینا لازمی ہے - یکجا وصول ہو کر دفتر محاسب میں ہر ماہ کے اختتام پر حسب ذیل مدات میں تقسیم ہوا -

اغراض عام	۶۷ فیصدی	ورکنگ مشن	۱۵ فیصدی
بلاد غیر	۱۰	مسلم ہائی سکول	۸

اس لئے احمدی احباب کو اب اپنے ماہواری چندہ کی اندرونی تقسیم مختلف مدات میں نہ کرنی چاہیئے - ہاں ایسے چندہ کو جو ماہواری چندہ کے علاوہ ہوں - مثلاً زکوٰۃ صدقات عید فنڈ - فطرانہ - قیمت کھال قربانی کا روپیہ یا تحریک خاص یا بلاد غیر کا چندہ جس کے پہلے وعدے ہو چکے ہیں یا اب ہوں - یا دیگر عطیہ جات جو کسی خاص مد کے واسطے ہوں مثلاً اشاعت اسلام بلاد غیر (جرمنی - چین - امریکہ وغیرہ) کے عنوان کی صراحت کر دینی چاہیئے تاکہ وہ مختلف مدات متعلقہ میں براہ راست داخل کئے جاویں - والسلام

خاکسار عزیز بخش جائنٹ سکرٹری

بقیہ ۱۸ صفحہ ۱۸ نمبر ۱

اور شہری کام کرنے والے عموماً مہینہ میں ایک یا دو دن چھٹی مناتے ہیں - اب یہ لوگ نہیں جانتے کہ اتوار کے دن وہ کیا کریں - اس کا نتیجہ ہے - کہ متحرک تصاویر کے تھیٹر بڑی کثرت کے ساتھ پیدا ہو گئے ہیں - اور ان کا بڑا چلن ہو رہا ہے -"

موخر الذکر فقرات خاص توجہ کے قابل ہیں - عیسائیت کا جہاں یہ اثر ہے کہ اتوار کی چھٹی منائے جس کا مسیح سے کوئی تعلق نہیں - بلکہ رومی مشرکوں کی تقلید ہے - وہیں یہ بھی ہے کہ تھیٹر اور سینما اور اکثر جگہوں میں شراب خانوں کو بھی ترقی ہوتی ہے

ایک وقت تھا کہ مسلمانوں کی نظریں جاپان پر تھیں - لیکن آج اس مشرقی طاقت کا رجحان جس طرف ہے - ظاہر ہے - اس کا باعث مسلمانوں کی سستی اور غفلت کے سوا اور کیا ہے؟

دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور کی چند ضروری کتب

کتب مصنفہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و دیگر بزرگان سلسلہ احمدیہ

(۱) سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول یعنی براہین احمدیہ ہر چہار حصص

اس میں قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی حقانیت براہین نیرہ اور دلائل قاطعہ کے ساتھ ثابت کی گئی ہے۔ اور ساتھ دس ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار اس شخص کے واسطے دیا ہوا ہے جو ان دلائل کو نمبروار توڑ دے۔ مگر اب تک خدا کے فضل سے اس کا جواب کسی سے نہیں ہو سکا۔

قیمت بے جلد قسم ادنیٰ عہ مجلد ادنیٰ عہ بے جلد اعلیٰ عہ مجلد اعلیٰ عہ

(۲) سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد دوم جو تین کتابوں یعنی سرمہ چشم آریہ۔ شحنہ حق اور ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب پر مشتمل ہے۔ پہلی دو کتابوں میں آریہ اسلام پر جو اعتراض کرتے ہیں اُن کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے اور اُن کے اپنے مذہب کی کمزوری کو بوضاحت ثابت کیا گیا ہے قیمت بے جلد عہ

(۳) سرمہ چشم آریہ ۔ شحنہ حق ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب

عہ ۸/ ۶/

(۴) سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد سوم - یہ بھی تین کتب ازالہ اوہام۔ توضیح مرام اور فتح اسلام پر مشتمل ہے۔ اس میں وفات مسیح اور دعاوی مسیح موعود پر مدلل طور پر دلائل سے بحث کی گئی ہے۔ نیز اس میں قرآن کریم کے بہت سے اسرار اور غوامض کا انکشاف کیا گیا ہے قیمت بے جلد عہ

(۵) ازالہ اوہام ہر دو حصص فتح اسلام توضیح مرام

۵/ ۵/

(۶) ملفوظات احمدیہ - اس میں حضرت مسیح موعودؑ کی معرکتہ الآراء تقاریر کو سلسلہ کے اخبارات سے لیکر کتاب کی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ ان تقاریر میں مسائل دینیہ پر بڑی عمدگی سے روشنی ڈالی گئی ہے جن کا مطالعہ ہر ایک کے لئے ضروری ہے

قیمت بے جلد عہ مجلد عہ

(۷) اسلامی اصول کی فلاسفی - حضرت صاحب کی وہ معرکتہ الآرا لکچر جو دہرم مہوتسو کے جلسہ میں اسلام کی خوبیوں کے بیان میں ہوا۔ اور جس نے ہر طرف سے خراج تحسین حاصل کر کے بڑے بڑے فلاسفروں کے قلوب تک کو مسخر کیا۔

قیمت اردو ۱۲/ قیمت انگریزی بے جلد عہ قیمت انگریزی مجلد عہ

(۸) درثمین کامل - اس میں آپ کی جملہ اردو اور فارسی کی نظموں کو یکجا جمع کیا گیا ہے۔ جن کے مطالعہ سے دل میں ایک خاص جذبہ محبت اسلام سے پیدا ہوتا ہے۔ ایک نہایت ہی قابل دید مجموعہ ہے۔

قیمت بلا جلد ۱۱/ قیمت مجلد عہ

کتب مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔

(۱) بیان القرآن اردو۔ جلد اول - یہ جلد ساڑھے سات پاروں کی سورت الانعام کے آخر تک عمدہ سفید کاغذ ۲۹×۲۲ سائز پر چھپکر ۵۰۷ صفحات پر ختم ہوئی ہے شروع میں تمہید اور فہرست مضامین دیدی گئی ہے تاکہ تلاش کرنے میں آسانی رہے۔ نہایت خوبی کی تفسیر ہے جو مسلمانوں کے اندر ایک نئی روح پیدا کرنے والی ہے

قیمت بے جلد عہ مجلد عہ

(۲) سیرت خیر البشر - اس میں آنحضرت صلعم کی زندگی کے حالات کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ جن کی اصل غرض آپ کے مختلف حالات پر روشنی ڈالکر بنی نوع انسان کو عموماً اور اہل اسلام کو خصوصاً اُن کی روزمرہ زندگی میں فائدہ پہنچانا۔ خدا کے فضل سے بہت تھوڑے عرصہ میں تین ہزار میں سے کثیر حصہ کتاب کا بک چکا ہے اور بہت تھوڑی رہ گئی ہے - کئی ایک سکولوں میں بطور کورس کے داخل ہے۔ اور پنجاب ٹکسٹ بک کمیٹی نے اسے تمام مڈل اور ہائی سکولوں کی لائبریریوں کے واسطے منظور فرمایا ہے اور دو سو کاپیاں خود خریدی ہیں قیمت بے جلد عہ قیمت مجلد عہ

(۳) محمد اینڈ کرائسٹ - اس کتاب میں آنحضرت صلعم اور حضرت عیسیٰؑ کا مقابلہ کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ میں کوئی بات دوسرے انبیاء سے بڑھکر نہیں۔ پھر اسی سلسلہ میں آپ کے معجزات۔ معصومیت۔ پیدائش۔ دعوت۔ وفات اور آمد ثانی پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ کتاب قابل دید ہے۔ قیمت بے جلد عہ مجلد عہ

(۴) مسیح موعود - اس کتاب میں سلسلہ احمدیہ کی خصوصیات پر مفصل بحث کی گئی ہے اور مسیح ابن مریم کے دوبارہ آمد کی حقیقت کو قرآن شریف سے واضح کیا گیا ہے اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے جملہ دعاوی پر قرآن کریم و احادیث شریف سے روشنی ڈالی گئی ہے غرض سلسلہ کے متعلق تحقیق کرنے والوں کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ازبس ضروری ہے قیمت مجلد عہ

(۵) مقام حدیث - اس میں اہل قرآن کا مدلل اور فیصلہ کن جواب دیا گیا ہے۔ اور جمع حدیث و تنقید حدیث پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ قیمت عہ بے جلد - عہ مجلد

(۶) جمع قرآن - قرآن کریم کی جمع و ترتیب کے متعلق تمام تاریخی واقعات کو نہایت تحقیق سے لکھا گیا ہے اور جو اعتراضات حفاظت قرآن کریم پر مخالفین کیا کرتے ہیں اُن کی تردید کی گئی ہے قیمت ۱۲/

تمام درخواستیں بنام **منیجر دارالکتب اسلامیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور** ہوں

مراج پرنٹنگ پریس رام گلی لاہور میں باہتمام لالہ ہنسراج پرنٹر چھپکر ماسٹر فقیر اللہ صاحب پبلشر دفتر اخبار پیغام صلح سے شائع ہوا

ماہواری چندوں کے متعلق سکرٹری کا ضروری اعلان

اس سے پہلے اخبار میں اعلان کیا جاچکا ہے۔ کہ مجلس معتمدین کے تازہ فیصلہ کے بموجب احمدی جماعت کا مستقل ماہواری چندہ بلا تعیین مدآت صرف ماہواری چندہ کے نام سے دفتر محاسب میں آنا چاہئے۔ بجز اس کے کہ وہ ایک غیر مستقل یا علیحدہ وعدہ کردہ چندہ کی صورت رکھتا ہو۔ مثلاً عید فنڈ۔ صدقات۔ زکوٰۃ یکمشت عطیہ جات برائے اشاعت اسلام یا حضرت امیر صاحب کی خاص تحریک یا جرمنی و امریکہ کے مشنوں کے لئے بلاد غیر کا چندہ جس کے وعدے گذشتہ سالانہ جلسہ میں کئے گئے تھے۔ کہ ان خاص صورتوں میں جیسا چندہ ہو اُس کی علیحدہ صراحت کر دی جاوے ماہواری چندہ جو ہر ایک احمدی کو دینا لازمی ہے۔ اُس کی کم سے کم شرح ایک پیسہ فی روپیہ آمد پر ہے۔ اس سے زیادہ جسقدر کوئی حسبۃً للہ دے اللہ کی بارگاہ سے اجر کا مستحق ہوگا۔ بعض خاص احباب نے اپنا دہم حصہ آمد کا دینا کیا ہوا ہے۔ ایسے تمام مستقل ماہواری چندے خواہ وہ دہم حصہ آمد ہی ہوں بموجب فیصلہ انجمن یکجا داخل ہوکر ہر مہینہ کے اخیر حسب ذیل مدات میں تقسیم ہوتے ہیں۔

اغراض عام	۶۷ فیصدی۔	ووکنگ مشن	۱۵ فیصدی
بلاد غیر	۱۰ ” ”	مسلم ہائی سکول	۸ ” ”

یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ جن احباب نے ماہواری چندہ یا دہم حصہ آمد کے دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ ان کو اب یہ اختیار نہیں ہے۔ کہ اس چندہ کی تقسیم مختلف مدات میں خود کریں۔ یا کسی مد میں کم یا کسی میں زیادہ دئے جانے کی ہدایت کریں۔ ہاں اگر وہ کسی خاص مد کے لئے زیادہ چندہ دینا چاہیں تو اس کی یہ صورت ہو سکتی ہے۔ کہ سابقہ ماہواری چندہ یا دہم حصہ آمد وعدہ کردہ کے علاوہ کوئی رقم بھیجکر اس کی صراحت کر دیں کہ یہ فلاں مد کے واسطے ہے۔ گذشتہ ایام میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی تحریک پر یا خواجہ عبدالغنی صاحب کے اعلان پر بعض احباب نے ووکنگ مشن کے علیحدہ چندہ کے متعلق استفسارات کئے ہیں۔ ایسے تمام احباب کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ جو مزید چندہ ووکنگ مشن کے واسطے دینا چاہیں۔ اسکی علیحدہ صراحت کر دینا ضروری ہے۔ لیکن بہرحال اس مزید چندہ کی وجہ سے ماہواری چندہ یا دہم حصہ آمد یا سابقہ وعدہ کردہ چندہ ہائے تحریک خاص یا بلاد غیر وغیرہ میں کوئی فرق نہیں آنا چاہئے۔ بلکہ ماہواری چندوں کے بڑھانے میں ہمت دکھائی جاوے۔ تو اس سے تمام مدات کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے۔ کہ ووکنگ مسلم مشن و بلاد غیر چندہ کے واسطے دو علیحدہ علیحدہ مدات ہیں۔ ووکنگ مشن کے لئے جو چندہ ہے۔ وہ صرف ووکنگ [illegible] [illegible] ہوتا ہے۔ لیکن بلاد غیر کا چندہ تمام دیگر مسلم مشنوں کے واسطے ہے جن میں سے ایک جرمن مشن ہے۔ جو کھل چکی ہے اور دوسری شمالی امریکہ کی مشن ہے جو منظور ہو چکی ہے اور آجکل کھلنے والی ہے اور تیسری سنگاپور۔ چین و جاپان کی مشن ہے جسکے لئے بھی مبلغ سفر کی تیاری کر رہا ہے ان کے علاوہ دیگر مقامات میں جو نہی مالی حالت اجازت دیگی۔ مشن قائم ہوتے چلے جاوینگے۔ پس جو احباب مستقل ماہواری چندہ یا دہم حصہ آمد کے علاوہ بلاد غیر کے مشنوں کے لئے چندہ دیں اوس کے لئے بلاد غیر کا چندہ لکھ دیا کریں اور جو صرف ووکنگ مشن کے واسطے ہو اوس کے لئے ووکنگ مشن کا چندہ کوپن میں لکھ دیا کریں۔

خاکسار عزیز بخش۔ جائنٹ سکرٹری

رسالہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

مِن تصنیف حضرت مولینا مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی ۸۰ صفحوں پر چھپکر تیار ہوگیا ہے جس میں حضرت مولینا ممدوح نے چالیس احادیث سے ثابت کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور میاں محمود احمد صاحب قادیانی اور اونکے پیرووں کے اس عقیدہ کا باطل ہونا ثابت کیا ہے جو چودھویں صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الرحمۃ مہدی و مسیح موعود کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرتے ہیں۔ اس رسالہ کے آخر میں فاضل ممدوح تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ مسئلہ نبوت چونکہ پہلے زیر بحث کامل طور پر نہیں آیا تھا اور اب یہ زیر بحث ہوا ہے اس لئے میرا مذہب بموجب اس رسالہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے" اس رسالہ کے ساتھ بطور ضمیمہ فاضل ممدوح کا وہ خط بھی شامل ہے جو آپ نے میاں محمود احمد صاحب کی خدمت اون کو سمجھانے کی غرض سے اپنے قیام قادیان کے آخری ایام میں لکھا تھا اور اس میں دس وجوہات اس امر کے متعلق پیش کی تھیں کہ کیوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت لفظ نبی کا استعمال نہ کرنا چاہئے اس خط کا جواب باوجود حضرت مولنا ممدوح کی یاد دہانی کے اب تک میاں صاحب نے نہیں دیا گویا اون پر اتمام حجت کرکے اون کو لاجواب کر دیا ہے۔ یہ رسالہ اس قابل ہے کہ اسکو میاں صاحب کے مرید غور سے مطالعہ کریں تو اون پر حق واضح ہو جاوے۔

یہ رسالہ مفت تقسیم ہوگا۔ لیکن چونکہ یہ صرف آٹھ سو کی تعداد میں چھپا ہے۔ جو صاحب حضرت امیر کی تازہ تصنیف حقیقت اختلاف بجواب آئینہ صداقت میاں صاحب (جسکی بابت پہلے اعلان ہو چکا ہے کہ زیر طبع ہے اور جو ایک ہفتہ کے اندر بعید ہے انشاء اللہ تیار ہو جاویگی) ۰۶ فی کاپی قیمت بمعہ محصول ڈاک بھیجکر منی کاپیاں منگوائیں گے اون کو اونہی کاپیاں اس رسالہ خاتم النبیین کی بھی ساتھ ہی بلا قیمت بھیجی جاوینگی احباب جلد درخواستیں بھیجیں اور دونوں کتابیں منگوا کر میاں صاحب کے مریدین تک پہونچاویں۔

خاکسار

عزیز بخش

جائنٹ سکرٹری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۱۰ مورخہ ۱۷ ر شوال ۱۳۴۰ھ نمبر ۲۴

طریق تبلیغ

(۵)

اُدعُ اِلیٰ سبیلِ رَبِّکَ بِالحِکمَۃِ وَالمَوعِظَۃِ الحَسَنَۃِ وَجَادِلهُم بِالَّتِی هِیَ اَحسَنُ ط

از قلم مولوی مصطفےٰ خانصاحب بی۔ اے سابق مبلغ اسلام انگلستان

اس مضمون کی پچھلی قسط میں میں نے وعدہ کیا تھا۔ کہ کسی آئندہ اشاعت میں اُن پاک نفوس کا ذکر کیا جائیگا۔ جنہوں نے عیسائیوں اور آریوں کے اعتراضات کے جواب میں کتابیں لکھیں۔ اس وعدہ کا ایفا آج کرنا چاہتا ہوں۔

اسلام ہمیشہ ہی سے ایک علمی مذہب رہا ہے۔ خود آنحضرت صلعم کے متعلق ارشاد الہی ہے۔ یعلمہم الکتاب والحکمۃ یعنے ہمارا پیغمبر لوگوں کو کتاب الہی اور حکمت سکھاتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے اپنے متبعین کو ہمیشہ تحصیل علوم کی تاکید فرمائی۔ اور طلب العلم فریضۃ علےٰ کل مسلم ومسلمۃ کا فرمان جاری کرکے تعلیم کو مسلمانوں کے لئے ایک فریضہ مذہبی قرار دے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ شاہان اسلام کے عہد میں علوم و فنون کے چرچے تھے۔ ان کی تفصیل کا یہ مقام نہیں۔ اور نہ ہی یہ ممکن ہے۔ کہ اسلام کے علمی کارناموں پر اس مختصر سے مضمون میں تبصرہ کیا جائے۔ اس لئے یہاں میں صرف ان چند خاص بزرگوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے ہندوستان میں حفاظت و اشاعت اسلام کے لئے مخالفین کے اعتراضات کے جواب دیئے

اس ذیل میں سب سے پہلے میں مولوی ابوالقاسم صاحب کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے پنڈت دیانند کی زہر آلود تحریروں کے جواب لکھے فرنس ہے۔ کہ ان کا نام چنداں مشہور نہ ہوا۔ ورنہ جو خدمت اسلام انہوں نے اپنے وقت میں کی وہ بسا غنیمت ہے۔ ان کے بعد مولوی چراغ علیصاحب کا نام نامی ہے۔

مولوی صاحب ممدوح خسرو دکن کے مشیر مال تھے۔ سرکاری ملازمت نے انہیں فکر معاش سے سبکدوش کر دیا تھا۔ فرائض منصبی کے ساتھ ساتھ آپ اسلام کی علمی خدمت میں بھی مصروف رہتے۔ چنانچہ چند تصانیف آپ کی زبان زد خاص و عام ہیں۔ ۱۷ء میں جب مجھے حیدر آباد جانے کا اتفاق ہوا تو کتب خانہ آصفیہ کے مہتمم مولوی محمد عبداللہ خانصاحب سے بھی ملا۔ باتوں ہی باتوں میں انہوں نے مولوی چراغ علیصاحب کا ذکر شروع کر دیا۔ اور ان کے چند رسالے بھی دکھائے جو زیر طبع تھے۔ مولوی عبداللہ خانصاحب نے یہ بھی بیان کیا۔ کہ مولویصاحب مرحوم کی خط و کتابت حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کے ساتھ بھی تھی۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب براہین احمدیہ زیر تالیف تھی۔ تو اس وقت حضرت صاحب مولوی صاحب ممدوح سے بھی مضمون طلب فرمایا کرتے تھے۔ لیکن براہین احمدیہ میں مولوی چراغ علی صاحب کا کوئی مضمون نظر سے نہیں گذرا۔ اس میں شک نہیں۔ کہ مولویصاحب مرحوم بڑے پایہ کے اہل قلم تھے۔ سر سید احمد خاں مرحوم کے مشہور و معروف رسالہ "تہذیب اخلاق" کے صفحات کی رونق آپ کے رشحات قلم سے ہوئی اور اسی بات نے انہیں سرسید کے حلقہ خاص میں منسلک کر دیا۔

ان کے بعد نواب مولوی مہدی علی صاحب کا نام نامی قابل ذکر ہے دنیوی مال و متاع کے لحاظ سے یہ بھی فارغ البال تھے۔ اور سرسید کے خاص دوستوں میں شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے بھی بعض مخالفین کے اعتراضات کو مدنظر رکھکر کتابیں لکھی ہیں۔ ایک چھوٹا سا رسالہ "واقعہ صلیب" پر بھی لکھا ہے۔ اور اس میں تاریخی طور پر ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح آسمان پر نہیں اٹھائے گئے۔ بلکہ قدرتی موت سے مرے۔ آخر میں آیت فلما توفیتنی بھی لکھی ہے۔ مگر ان کی تحریر پر تاریخ کا رنگ غالب ہے۔ اور مذہبی تحقیق و تدقیق سے کم کام لیتے ہیں۔ برخلاف اس کے مولوی چراغ علی صاحب کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ آیت حدیث سے بات کرتے ہیں۔ اور ایک قدم بھی سند کے بغیر نہیں چلتے۔

سرسید کا نام علی العموم ماہر تعلیم اور مسلمانوں میں تعلیمی جوش پیدا کرنے کے لئے تمام ہندوستان میں مشہور ہے۔ لیکن اس کے ساتھ انہوں نے کچھ مذہبی خدمت بھی کی ہے۔ قرآن مجید کی تفسیر گو مکمل نہ ہوئی۔ مگر جو کچھ بھی ہے۔ وہ اس لحاظ سے قابل دید ہے۔ کہ اس میں موجودہ سائنس کے اعتراضات کو مدنظر رکھکر قرآن مجید کے الفاظ کے معنے کئے گئے ہیں۔ سرسید کی طبیعت کا رجحان اس طرف غالب تھا کہ ہمارے مذہب کو آج کل یورپ کے فلسفہ اور سائنس سے مقابلہ ہے۔ اور ہمیں اسلام کے مسائل کو اس طرح پیش کرنا چاہئے جس سے سائنس کی طرف سے اعتراضات پیدا نہ ہوں۔ بلکہ قرآن اور سائنس میں تطبیق ہو جائے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپ کی تحریر میں علم کا رنگ زیادہ

پایا جاتا ہے۔ گو بعض مسائل میں انہیں غلطی بھی لگی۔ مگر غلطی سے پاک کون ہے۔ بہرحال ان کی نیت نیک تھی۔ جو کچھ کرتے تھے نیک نیتی سے کرتے تھے۔ اس میں اگر غلطی لگ جائے تو حوالہ بخدا۔

شذرات

نئی کتاب

جون ۱۹۲۴ء کے ریویو آف ریلیجنز میں بہائی مذہب اور اسلام کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جس میں منجملہ اور بہت سی باتوں کے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود نئی کتاب بھی لائے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ

اگر نئی کتاب کے لئے ایک اور طرز پر غور کیا جاوے تو حضرت مرزا صاحب نے واقعی ایک نئی کتاب موجودہ دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔ اگرچہ کتاب تو قرآن کریم ہی ہے مگر اس کے معانی۔ اس کے اسرار و نکات۔ اس کی تفسیر اور اس کے معارف جو حضرت مرزا صاحب نے دنیا کے سامنے پیش کئے ہیں۔ اس کی وجہ سے دنیا کہتی ہے۔ کہ مرزا صاحب کا نیا قرآن ہے۔ ان کی نئی کتاب ہے۔ جو جدید کلام جو جدید تفسیر اور جو پر معارف حقائق حضرت مرزا صاحب نے پیش کئے۔ ان کی وجہ سے واقعی ان موجودہ مسلمانوں سے گویا ایک نیا قرآن دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور نئے علم کلام کی بنیاد ڈالی ہے۔ اس وجہ سے یہ بھی کہنے کی گنجائش رہتی ہے کہ نئی کتاب ہی ضروری ہے۔ پھر جو حضور علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی وہ بھی نئی ہے اس عبارت کا آخری فقرہ بالخصوص غور کے قابل ہے۔ آجتک جماعت احمدیہ کا یہ دعویٰ تھا۔ اور بارہا خود حضرت مسیح موعود نے اس الزام کی کہ آپ کوئی نئی کتاب لیکر آئے ہیں یا کوئی نیا قرآن آپنے بنایا ہے۔ ببانگ دہل تردید کی لیکن آج ہمیں بتایا جاتا ہے۔ کہ یہ الزام دراصل صحیح تھا۔ اور فی الحقیقت آپنے نیا قرآن بنایا تھا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ جو وحی آپ پر نازل ہوئی۔ وہ بھی نئی ہے"

ہم جناب میاں محمود احمد صاحب سے ہی یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ یہ دعوے جو ان کے ایک مریدکیطرف سے ریویو آف ریلیجنز جیسے رسالہ میں جو صدر انجمن احمدیہ کی ملکیت اور گویا قوم کی آواز ہے۔ کیا گیا ہے۔ انکے معتقدات کے آیا موافق ہے۔ یا مخالف۔ اگر موافق ہے۔ تو اسکا اعلان خود ان کی طرف سے بھی ہونا ضروری ہے۔ اور اگر نہیں تو براہ کرم اسکی علانیہ تردید فرمائیں۔ ایسا ہی ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ کہ آیا قرآن کریم کی تفسیر اور اس کے حقائق و معارف کو بیان کرنا ایسا ہی ہے۔ جیسے ایک نئی کتاب لانا؟ ایسی صورت میں جو نئے حقائق و معارف سابقہ مجددین و مفسرین نے اپنے اپنے وقت میں بیان کئے۔ ان کو کیا کہا جائیگا اور پھر کونسی یہ نئی وحی ہے۔ جو حضرت مسیح موعود پر نازل ہوئی۔

ہم بارہا کہہ چکے ہیں۔ کہ میاں صاحب اور ان کے مریدین کا قدم دراصل مولوی ظہیر الدین صاحب کے قدم پر ہے۔ میاں صاحب نے جو نبوت حضرت مسیح موعود کیطرف منسوب کی۔ اسکا نتیجہ سوائے اسکے اور [illegible] نہیں۔ کہ وہ آہستہ آہستہ آپ کو صاحب کتاب نبی بنائیں۔ اور یہی وہ بات ہے۔ جو مولوی ظہیر الدین صاحب ایک مدت سے کہہ رہے ہیں۔

ترک موالات اور اشاعت اسلام

گذشتہ نمبر میں ہمعصر "مدینہ" سے "آریہ سماج کی تبلیغی سرگرمی" کے عنوان سے ایک نوٹ نقل کیا گیا تھا۔ جس میں ہمارے لائق ہمعصر نے سوامی شردھانند کے عزم دکن وغیرہ اس کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کو اس کی طرف متوجہ کیا ہے۔

اسی سلسلہ میں معاصر موصوف نے باوجود تارک موالات ہونیکے ایک اور نوٹ "مسلمانوں کی غفلت" کے عنوان سے لکھا ہے۔ جو ہمارے قارئین کے خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہے۔

"کئی سال پہلے تک ہندوستان میں مسلمانوں کے اندر ایسی انجمنیں اور ایسے لوگ موجود تھے۔ جو مذہبی تبلیغ و اشاعت کا کام بڑے پیمانے پر انجام دیتے ہوئے دیکھے جاتے تھے۔ لیکن جب سے قومی تحریکات اور ترک موالات وغیرہ کا سلسلہ جاری ہوا۔ اور خلافت کمیٹیاں قائم ہوئی ہیں مسلمانوں نے اپنی تمام تر توجہ ترک موالات کو کامیاب بنانے میں صرف کر دی اور ان تمام مذہبی کاموں کو جو پہلے سے انجام دیئے جا رہے تھے۔ معطل چھوڑ دیا۔ حتیٰ کہ واعظوں نے اخلاقی و روحانی مسائل پر وعظ کہنے اور نماز روزہ تک کی تلقین کو فراموش کر دیا۔ اس کا نتیجہ بجز اسکے اور کیا ہو سکتا ہے کہ مستقبل میں مسلمانوں کو اپنی اس حماقت یا غفلت پر افسوس کرنا پڑیگا آریوں کی مستعدی قابل تحسین ہے۔ کہ انہوں نے باوجود سیاسی دلچسپیوں کے اپنی مذہبی سرگرمیوں کو رتی برابر نقصان نہیں پہنچنے دیا"

ہم ان حضرات کو جو مسلمانوں کی کامیابی آج اسی میں دیکھتے ہیں کہ سیاسی تحریکات میں حصہ لیا جائے۔ معاصر "مدینہ" کے جو ایک تارک موالات اخبار ہے ان الفاظ کی طرف بالخصوص متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔

اس میں شک نہیں۔ کہ بعض مسلمانوں نے موجودہ پولیٹکل شورش میں اس قدر انہماک ظاہر کیا ہے۔ کہ ان کا اٹھنا بیٹھنا اور اوڑھنا بچھونا ہی ترک موالات بن چکا ہے۔ حتیٰ کہ قرآن کریم کے درس اور خطبات جمعہ میں بھی ان باتوں کا ذکر ضروری سمجھا جاتا ہے حالانکہ بالمقابل آریہ سماج اور مسیحی حضرات نے اپنی تبلیغی کوششوں میں ذرا بھی فرق نہیں آنے دیا۔

خدا کا شکر ہے۔ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے ان سیاسی دلچسپیوں کو اپنا نصب العین نہیں بنایا۔ اور اسی ایک کام کو اپنے پیش نظر رکھا جو حضرت مسیح موعود نے جماعت احمدیہ کے سپرد کیا تھا اور یہ وصیت کی تھی کہ

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں۔ توحید کی طرف کھینچے۔ اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو" (الوصیت صفحہ [illegible])

ضرورت ہے۔ کہ جماعت کے تمام افراد اسی ایک مقصد کی پیروی کریں اور تمام سیاسی تحریکات سے الگ ہوکر اپنی تمام تر توجہ کو اشاعت اسلام پر لگا دیں۔ کہ اسلام کی کامیابی آج اسی میں مضمر ہے۔

عورت اور مرد میں مساوات

کسی سابقہ اشاعت میں ہم نے جدید بہائی خلیفہ کی تعلیم ایک عربی اخبار سے نقل کرتے ہوئے یہ لکھا تھا۔ کہ یہ تعلیم قرآن کریم کے مطابق ہے۔ اور محض اس کی خاطر بہائیوں کو قرآن کریم کو چھوڑ کر علیحدہ شریعت بنانے کی ضرورت نہیں۔ معاصر "آریہ گزٹ" نے اس پر یہ سوال کیا ہے کہ

"کیا اسلام مرد اور عورت کو مساوات عطا کرتا ہے۔ اگر کرتا ہے۔ تو کیوں مردوں کو عورتوں پر خاص اختیارات حاصل ہیں۔ اسلام کی اجازت ہے۔ کہ مرد ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرے کیا یہ مساوات ہے۔ اسلام کا حکم ہے۔ کہ مرد ننگے منہ پھریں لیکن عورتیں جب گھر سے باہر نکلیں تو چہرے پر نقاب ڈال لیں کیا یہ مساوات ہے؟"

ہمیں افسوس ہے۔ کہ آریہ حضرات کی عادت ہمیشہ سے یہ چلی آئی ہے۔ کہ ایک بات کا خواہ لاکھ دفعہ جواب دیا جائے۔ وہ ہمیشہ اسی کو دوہرائے چلے جاتے ہیں۔ اور اس جواب کو پڑھتے تک نہیں۔ مثال کے طور پر ہم نے آریہ گزٹ کے اس سوال کا جواب کہ انگلستان کی نو مسلمات کیوں پردہ نہیں کرتیں۔ اپنی کسی پچھلی اشاعت میں دیا تھا۔ لیکن "آریہ گزٹ" نے معلوم ہوتا ہے۔ اس کو پڑھا تک نہیں۔ اور محولہ بالا سوال کے علاوہ بھی ایک اور نوٹ اسی پرچہ میں "کیا اسلام میں پردے کی پابندی نہیں" کے عنوان سے دھر گھسیٹا ہے۔ اور مزا یہ ہے۔ کہ خاموشی کا الزام ہم پر ہے چنانچہ فرماتے ہیں:-

"یہ سوال ہم نے ایک دفعہ پہلے بھی پوچھا تھا۔ لیکن پیغام چپ رہا تھا اب امید ہے اس دفعہ ہمارا ہمعصر ضرور ہی جواب دیو ےگا"

جواب خواہ آپ کو لاکھ دفعہ دیا جائے۔ آپ کا سوال وہیں کا وہیں رہیگا۔ یہی شروع سے لیکر آج تک آریہ سماج کا طرز عمل رہا ہے۔ سوامی دیانند۔ پنڈت لیکھرام۔ دھرمپال۔ آریہ مسافر اور ان کے تمام پیروؤں کی تحریروں کو اٹھا کر دیکھ لو۔ ان کے اعتراضات میں سر مو تفاوت نہ پاؤ گے۔ اور قطعاً یہ ذکر تک نہ ہوگا۔ کہ فلاں مسلمان نے اس کا یہ جواب دیا ہے۔ کیونکہ جواب الجواب میں ساری حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔

عورت مرد میں مساوات کے متعلق ہم نے ایک آیت اپنے اس نوٹ میں نقل کی تھی۔ جس پر آریہ گزٹ نے سوال کیا ہے۔ افسوس ہے۔ کہ اسکو بھی اس نے چھوا تک نہیں۔

ہم پھر منقولہ بالا سوال کے جواب میں اپنے لائق ہمعصر کو اس حقیقت نفس الامری کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ مرد و عورت کی بناوٹ میں قدرت نے فرق بین رکھا ہے عورت کو اللہ تعالیٰ نے ایسے خواص عنایت نہیں کئے۔ کہ وہ ایک سے زیادہ مردوں کے ساتھ تعلقات زن و شوئی رکھکر اس غرض کو پورا کر سکے۔ جو ان تعلقات میں مدنظر ہوتی ہے۔ اس سے سلسلہ پیدائش میں نقص واقعہ ہوتا ہے۔ اور عورت کے لئے باعث ضعف بھی ہے۔ بالمقابل مرد ایک وقت میں ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ بسر کر سکتا ہے۔ اور کوئی اخلاقی یا جسمانی نقص اس سے پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسے نقائص کا یہ ایک علاج ہے۔ جیسا کہ آج یورپ والوں کو تسلیم کرنا پڑا ہے۔

پھر عورت کو اللہ تعالیٰ نے ضعیف و ناتواں پیدا کیا ہے۔ اور مرد کو قوی الاعضاء تنومند۔ اسی وجہ سے دنیا کے تمام حصص میں عورتیں مردوں کی حفاظت کی ایک حد تک محتاج ہوتی ہیں۔ خود یورپ میں بھی جو آج مساوات کا سب سے بڑا حامی سمجھا جاتا ہے۔ عورتوں کو مردوں کے بالمقابل کمزور اور لائق امداد و ہمدردی سمجھا جاتا ہے

اسی فرق کی وجہ سے قرآن کریم نے یہ فرمایا الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضكم على بعض الخ مرد عورتوں کے ذمہ دار ہیں۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور اسلئے کہ وہ اپنے اموال کو ان پر خرچ کرتے ہیں۔

پس مرد و عورت کی مساوات پر زور دیتے ہوئے اس فرق بین کو جو قدرت نے ان دونوں میں رکھا ہے۔ مدنظر نہ رکھنا اور اسلام سے ایسی مساوات کا مطالبہ کرنا جو اللہ تعالیٰ نے نہیں رکھی کہاں تک جائز ہے؟

ہاں جہاں عورت و مرد کے باہمی حقوق کا ذکر ہے۔ وہاں قرآن کریم نے صاف کہا۔ ولهن مثل الذي عليهن عورتوں کے لئے وہی حقوق ہیں۔ جو مردوں کے حقوق ان کے اوپر ہیں۔

لیکن ہندو دھرم ازیں قدر حقوق بھی عورتوں کو عطا نہیں کرتا۔ مہابھارت وید کے ایک منتر کی بنا پر صاف طور پر لکھا ہے۔ کہ

"عورات ناقابل انتظام ہیں ان کو وراثت میں جائداد نہیں ملنی چاہیئے" ملاحظہ ہو دایہ بھاگ باب ۱ فصل ۵ فقرہ ۱ و ۱۴ و باب ۲ فصل ۲ فقرہ ۴ و فصل ۳ فقرہ ۲ و ۴

کیا وید کے اس حکم کے ہوتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ ویدک دھرم نے مرد و عورت کو مساوات عطا کی ہے؟

شق القمر

بہائی خلیفہ کی تعلیم میں ایک اور بھی فقرہ تھا۔ کہ مذہب علم و عقل کے مطابق ہونا چاہیئے۔ اس پر آریہ گزٹ ہم سے سوال کرتا ہے۔

"چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا علم و عقل کے مطابق ہے"

اس کا بھی جواب کئی مرتبہ دیا جا چکا ہے۔ خود آریہ سماج کے ایک بڑے رکن پنڈت مرلیدھر کے ساتھ حضرت مسیح موعود کا اس پر مباحثہ بہت مدت ہوئی ہوا تھا

373

جو سرسید ... آریہ کی شکل میں طبع شدہ موجود ہے - لیکن آریہ حضرات نے اپنی عادت کے مطابق معلوم ہوتا ہے - اس کو بھی نہیں پڑھا -

ہم اپنے لائق ہمعصر کو خلاصۃً بتائے دیتے ہیں کہ

(۱) قوانین قدرت کا احاطہ آج تک کسی انسان نے نہیں کیا - خود وہ سائنسدان جو اپنے علم وعقل سے حقائق اشیا کو معلوم کرتے اور قانون قدرت کی کھوج لگاتے ہیں تمام قوانین پر احاطہ نہیں کر سکے - اس لئے ان کا علم بھی آئے دن بدلتا رہتا ہے۔

(۲) خارق عادت امور کا وقوع پذیر ہونا علم وعقل کے خلاف نہیں ہوتا - بلکہ کسی نہ کسی قانون قدرت کے ماتحت ہوتا ہے - جس کا ہمیں علم نہیں ہوتا - یا جس کا عمل عادت جاریہ کی طرح نہیں ہوتا - جیسے دمدار ستاروں کا چڑھنا وغیرہ

(۳) خود شق القمر کی متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے - کہ ایک قسم کا چاند گرہن تھا - حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں - کہ چاند کے دو ٹکڑوں میں سے ایک نظر آتا تھا - اور دوسرا غائب تھا - جس سے پتہ لگتا ہے - کہ یہ چاند گرہن تھا

(۴) شق القمر کے معنے امام راغب نے یہ بھی لکھے ہیں - کہ ظہور امر یعنی امر ظاہر ہو گیا

(۵) چاند عرب کی قومی طاقت کا نشان تھا - اس لئے انشق القمر میں یہ پیشگوئی کی گئی - کہ عربوں کی قومی طاقت ٹوٹ جائیگی - جیسا کہ آنحضرت صلعم کے وقت میں ہوا

ان میں سے کوئی معنے سے لئے جائیں - علم وعقل کے کوئی بھی خلاف نہیں - پس سمجھ نہیں آئی "آریہ گزٹ" کو اسے "علم وعقل" کے مطابق سمجھنے میں کیا دقت پیش آئی - کم از کم اس اعتراض کو نوٹ کرتے وقت ہندوؤں کے چندر بنسی اور سورج بنسی خاندانوں کی اصلیت پر ہی غور کر لیا ہوتا -

اردو زبان کی تفسیریں

معزز ہمعصر "مدینہ" نے اپنی ۲۵ مئی کی اشاعت میں "الفرقان فی معارف القرآن" نامی ایک اردو زبان کی تفسیر پر ریویو کرتے ہوئے بعض دیگر اردو تراجم و تفاسیر قرآن کا ذکر بھی عنوان بالا کے ذیل میں کیا ہے - اور موجودہ زمانہ کی ضروریات کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے - کہ

ہمارے اس موجودہ زمانہ میں ہندوستان کے اندر حکیم مولوی نور الدین صاحب قادیانی اور مولانا عبید اللہ صاحب سندھی دو ایسے شخص تھے جو موجودہ زمانہ کی ضروریات کو سمجھتے اور قرآن کریم کا اصلی چہرہ ہر انگریزی تعلیم یافتہ اور ہر نئی روشنی کے دلدادہ کو دکھا کر اس کو قرآن کریم کا عاشق بنا سکتے تھے - مولانا ابو الکلام کی نسبت بھی ایسا ہی حسن ظن ہے لیکن نہایت افسوس اور کمال حسرت کے ساتھ کہا جاتا ہے - کہ مولوی نور الدین صاحب قادیانی تو کئی سال ہوئے فوت ہو گئے اور ان کے قلم کی لکھی ہوئی کوئی تفسیر شائع نہیں ہوئی - مولانا عبید اللہ صاحب سندھی کئی سال ہوئے ہندوستان سے چلے گئے - اور سنا ہے - کہ وہ آجکل افغانستان میں موجود ہیں ان کے مدرسہ نظارۃ المعارف القرآنیہ کی عمر بہت ہی تھوڑی ہوئی - ورنہ اس چشمۂ فیض سے ہندوستان کے سیراب ہونے کی توقع امید تھی - مولانا ابو الکلام آزاد کو سیاسی سرگرمیوں نے اتنی مہلت ہی نہ دی کہ وہ اپنی تفسیر شائع کر سکتے - اور اب تو وہ جیل میں پہنچے ہوئے ہیں۔

حضرت مولانا نور الدین صاحب مرحوم کا فہم قرآن فی الحقیقت موجودہ زمانہ کی ضروریات کے لئے از بس مفید تھا - اور جن لوگوں کو آپ سے قرآن کریم پڑھنے اور آپ کے شبانہ روز درسوں میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہے - وہ ان حقائق ومعارف کی لذت کو کبھی بھول نہیں سکتے - جو آپ سے سننے میں آتے تھے۔

لیکن ہم اپنے لائق معاصر کو یہ بتانا چاہتے ہیں - کہ مولانا مرحوم کا فیض صحبت آپ کی زندگی تک ہی ختم نہیں ہو گیا - اگرچہ اپنے ہاتھ سے آپ نے کوئی تفسیر نہیں لکھی - لیکن آپ کے فیض یافتگان میں سے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ زمانہ کی ضروریات کو اب بھی پورا کر رہے ہیں تعجب ہے - کہ آپ کی اردو تفسیر "بیان القرآن" کا ذکر ہمارے لائق ہمقلم نے نہیں کیا - حالانکہ اس تفسیر کا پہلا پارہ بھی منیجر صاحب کتب خانہ اسلامیہ کی طرف سے برائے ریویو ہمعصر موصوف کو بھیجا گیا تھا۔

ہم مشکور ہونگے - اگر ہمارا فاضل ہمعصر اس کوتاہی کو جو غالباً ذہول کا نتیجہ ہے - کسی قریبی اشاعت میں "بیان القرآن" پر ایک مفصل ریویو کے ذریعہ سے دور کر دے گا۔

النظر

روزانہ "ہمدرد"

دہلی کے مشہور اخبار "ہمدرد" کی پیدائش اور موت کو ابھی بہت زمانہ نہیں ہوا - اور اس کی یاد دلوں میں ابھی تک باقی ہے - بالخصوص اس کے بانی اور ایڈیٹر مولانا محمد علی کی اس دلچسپی نے جو ہندوستان کی موجودہ تحریکات میں انہوں نے لی ہے - "ہمدرد" کے نام کو پھر تازہ کر دیا ہے - غالباً یہی وجہ کہ انکی خدمات کی یادگار میں اب پھر اسکا احیا لکھنؤ سے ہوا ہے - اسوقت تک اس کے ۱۴ نمبر شائع ہو چکے ہیں - اور جہاں تک خبروں وغیرہ کا تعلق ہے - ان کے لئے خاص گنجائش نکالی جاتی ہے - ایڈیٹوریل میں عموماً صرف "لیڈر" پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے - اور ایڈیٹر چار صفحہ کا اخبار ہونے کے مختصر نوٹ نہیں دیتے - اگر اخبار کا حجم کسی صورت میں بڑھ سکے اور نوٹوں کی گنجائش نکل آئے - تو بہت زیادہ مفید ہوگا۔

ایک بات ہم اپنے لائق معاصر سے عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں - ملک کے عام اخبارات کی روش سوائے ایک دو کے اسوقت تک یہ ہے - کہ وہ عموماً عامۃ الناس کے خیالات کی پیروی کرتے ہیں - اور خود پیشرو بن کر صحیح رستہ نکالنے کی کوشش نہیں کرتے - ضرورت ہے کہ اس پہلو میں ذرا خاص احتیاط سے کام لیا جائے - کہ اسی پر ملک کی فلاح وبہبودی منحصر ہے -

ولایتی ڈاک

ڈین آف کارلائل اور انگلش چرچ یونین

گذشتہ اشاعت میں یہ بتایا جا چکا ہے۔ کہ ڈین آف کارلائل کی اس تقریر کی پاداش میں جو انہوں نے گذشتہ سال ماڈرن چرچمینز کانگریس کیمبرج میں الوہیت مسیح بائیبل اور معجزات مسیح کے خلاف کی تھی۔ انگلش چرچ یونین نے آرچ بشپ آف [illegible] و [illegible] ان پر فتوے کفر صادر کرنے کی تحریک کی ہے۔

اس تحریک پر غور کرتے ہوئے مختلف پادریوں نے اپنے خیالات کیا جو سننے کے قابل ہیں۔

بشپ آف ایلی کی رائے

بشپ آف ایلی نے ڈین آف کارلائل کی بڑے زور سے حمایت کی۔ اور صاف طور پر کہا۔ کہ "سوچ و بچار سے کام لینے والے عیسائیوں کا خیال بائیبل کے متعلق [illegible] ہے۔ کہ ہمیشہ کے لئے بدل چکا ہے۔ اور اسکا فیصلہ ہونا امر محال ہے"

بشپ آف لنڈن کا خوف

بشپ آف لنڈن نے ڈین آف کارلائل کی بعض آراء سے جو شائع شدہ رپورٹ میں ظاہر کی گئی ہیں۔ اتفاق کیا۔ لیکن ان کے نزدیک "اس میں منافرت آمیز [illegible] ہیں۔ جن سے ان کو یہ خوف پیدا ہو گیا ہے۔ کہ آئندہ نسلوں پر ایسی تعلیمات کا اثر بہت برا ہو گا۔ اور یہ نہایت سخت خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ کہ ایسی کوششوں سے دین مسیحی پر پانی پھر جائیگا"

بشپ آف گلوسٹر کا غصہ

بشپ آف گلوسٹر نے کہا۔ کہ "یہ نہایت خطرناک بات ہے۔ کہ یہ مصنفین کلیسا کے باقاعدہ منتخب شدہ لوگ ہیں۔ جو ذمہ داری کے عہدوں پر فائز ہیں۔ اور نہایت سخت قسمیں کھائے ہوئے ہیں" انہوں نے یہ تجویز کی۔ کہ [illegible] مذہب کی تعلیم جو کانفرنس کے مقررہ عقیدہ کے مطابق ہو۔ کلیسا کی حیات کا جزو لاینفک ہے۔ اور وہی دی جانی ضروری ہے۔ اور اس امر کی طرف توجہ دلائی۔ کہ کلیسا کے منصب پر وہی لوگ فائز ہو سکتے ہیں۔ جو اپنا تعلق اس کے ساتھ نہایت پختہ اور مضبوط رکھیں۔

(ملاحظہ ہو برصفحہ [illegible] کالم ۲)

مسیحیت کا روحانی غلبہ

اسلام کی اپیل مسلمانان عالم سے

از قلم حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایدہ اللہ بنصرہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے ایک چٹھی بزبان انگریزی معزز ہمعصر "لائٹ" کی تازہ ترین اشاعت میں بطور ضمیمہ شائع ہوئی ہے۔ جس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام کو اسوقت کسقدر ضرورت ہے۔ ان جاں نثاروں کی۔ جو جان و مال کے ساتھ اس کی حفاظت و اشاعت میں منہمک ہو جائیں۔ اور اس کے بغیر کسقدر خطرات مسلمانوں کو درپیش ہیں جنکا سامنا کرنا محال ہے۔

ہم اس چٹھی کو ذیل میں بتمام و کمال ناظرین "پیغام صلح" کے لئے ترجمہ کئے دیتے ہیں:-

محبی اخویم! السلام علیکم

اس حقیقت نفس الامری کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ اسلام کی کامیابی و فلاح اس بات پر منحصر ہے۔ کہ اکناف عالم کے تمام مسلمان متفقہ طور پر اس کے لئے جدوجہد کریں۔ میں آپ کی توجہ کو ایک ایسے اہم سوال کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں۔ جو اسلام کی اصل زندگی سے متعلق ہے۔

یہ عیسائی مشنری موومنٹ کے مہیب خطرہ کا سوال ہے۔ دنیا کی مسیحی اقوام میں صدیوں سے یہ تحریک وسیع پیمانہ پر موجود تھی کہ

اقوام عالم پر پولیٹیکل غلبہ

و تسلط حاصل کیا جائے۔ اور صلیبی جنگوں کی روح ہمیشہ کسی نہ کسی رنگ میں اپنا کام کرتی رہی ہے۔ اسلام کو عیسائیت نے دنیا پر پولیٹیکل غلبہ حاصل کرنے کے لئے اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھ رکھا ہے۔ لیکن مسلمان اقوام کو ان کے [illegible] کرنے میں عیسائیت کے زور و طاقت نے اسقدر کام نہیں دیا جسقدر کہ مسلمانوں کی اپنی بے عملی اور لاپرواہی نے اس میں مدد دی ہے۔ مگر ملکی اقتدار ایک وقتی اور عارضی بات ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے "تلك الايام نداولها بين الناس" عیسائیت کو محض اپنے پولیٹیکل غلبہ سے تشفی حاصل نہیں ہوئی اور نہ ہونی چاہیئے تھی۔ کیونکہ ملکی تسلط ایک گذر جانے والی حالت ہے۔ اور اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ دنیا کے عام خیالات کا رجحان اسطرف ہے۔ کہ ہر ایک قوم آئندہ خود ہی اپنی حکمران ہو گی۔ اور باوجود ان تمام حقائق

طاقتوں کے جو اس کی مخالفت پر کمربستہ ہیں۔ اس نتیجہ کا پیدا ہونا ایک یقینی اور لابدی امر ہے۔

لیکن اصل چیز جو باقی رہنے والی ہے۔ وہ

روحانی غلبہ

ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے۔ جس کے لئے مسیحیت اب نہایت سخت کوشش اور جد و جہد کر رہی ہے۔ اس کے مشنری ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور کل عالم کو مسیحیت کا بپتسمہ دینے کے لئے ایک عظیم الشان میدان رزم بالخصوص اسلامی ممالک میں تیار کیا جا رہا ہے۔ عیسائیت کے ذرائع تبلیغ غیر محدود ہیں۔ اور اس کی دنیوی طاقت اسقدر وسیع ہے۔ کہ سابقہ تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں پائی جاتی۔ لیکن باوجود ان سب باتوں کے عیسائیت

اسلام کی روحانی طاقت

سے نہایت خوفزدہ ہے۔ اسلام ہی اس کے نزدیک ایسا مذہب ہے جسکو عیسائیت کا دشمن سمجھا جاتا ہے۔ اور باقی تمام مذاہب صرف غیر مسیحی ہیں۔ اسکا سبب کوئی خاص عناد نہیں۔ جو اسلام نے مسیحیت کے ساتھ روا رکھا ہو۔ کیونکہ اسلام نے تمام مذاہب کے متعلق یہ تسلیم کیا ہے۔ کہ وہ خدا تعالٰے کی طرف سے ہیں۔ اور سب کے مذہبی لیڈروں کی عزت و تکریم کی ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر اس نے عیسائیت کے متعلق اپنی خاص خوشدلی کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔ جن میں عیسائیوں کو اقربھم مودۃ للذین اٰمنوا (ایمان والوں سے مودّت میں قریب ترین) قرار دیا گیا ہے۔ عیسائیت کا اسلام کو اپنا دشمن سمجھنا محض اسوجہ سے ہے۔ کہ وہ اسلام کی روحانی طاقتوں کو بہت زبردست سمجھتے ہیں۔ اور یہ جانتے ہیں۔ کہ اسلام ہی آخر کار دنیا میں غالب آئیگا۔ اسوقت دنیا کی تمام مادی طاقتیں عیسائیت کی پشت پناہ ہیں۔ اور اسلام محض ان روحانی طاقتوں ہی پر انحصار رکھتا ہے۔ جو اس کے زیر تصرف ہیں۔ اور اسلام ہی آخر کار فتحیاب ہوگا۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ لیظہرہٗ علی الدّین کلہ۔ اللہ تعالٰے اسلام کو تمام دینوں پر غالب کرے گا۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ آج اس عظیم الشان روحانی معرکہ میں مسلمان اسلام کی امداد سے ویسے ہی غافل ہیں۔ جیسا کہ جسمانی معرکوں میں انہوں نے غفلت سے کام لیا تھا۔

اسبارہ میں میں چاہتا ہوں کہ ہر ایک بہی خواہ اسلام کو اس عظیم الشان کام کی طرف توجہ دلاؤں۔ جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ذریعہ سے ہو رہا ہے۔ اس کی سالانہ رپورٹ کو (جو طلب کرنے پر بھیجی جا سکتی ہے) دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انجمن نے سال گذشتہ میں اسلامی مذہبی لٹریچر کی تیاری اور انگلستان اور دیگر ممالک میں تبلیغی کوششوں پر ایک لاکھ روپیہ صرف کیا ہے

دیکھنے کو تو یہ رقم بہت بڑی ہے۔ لیکن وہ

بہت بڑی رقم جو مسیحی مشن صرف کر رہے ہیں

ان کے سامنے اس کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ صرف ایک لندن کی چرچ مشنری سوسائٹی نے ۱۹۲۳ء میں اکیاسی لاکھ سے زیادہ روپیہ صرف کیا۔ اس میں ستاون لاکھ کی اس رقم کو جمع کیجئے۔ جو اس سوسائٹی نے اناجیل کی اشاعت پر خرچ کی۔ پھر ویسلین مشنری سوسائٹی کا چالیس لاکھ۔ لندن مشنری سوسائٹی کا انتیس لاکھ۔ ویسلین مشنری سوسائٹی کا پینتالیس لاکھ۔ اور برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی کا ساٹھ لاکھ بھی اس کے ساتھ شامل کیجئے۔ اور کل میزان تین سو تیئیس لاکھ ہوگی۔ جو ان چند ایک عیسائیت کی تبلیغ کرنے والی سوسائٹیوں کا ایک سال کا خرچ ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ تمام مسیحی دنیا کے مشنری اخراجات کو ملائیں۔ تو یہ تین سو تیئیس لاکھ کی مذکورہ بالا رقم بھی ناچیز نظر آئے گی۔

پس جس حد تک مادی ذرائع کا تعلق ہے۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ اسلام مسیحیت کے زور و طاقت کا سواں حصہ بھی فراہم نہیں کر سکتا۔ خواہ تمام کی تمام اسلامی دنیا بھی جو افسوس ہے۔ کہ اس وقت خواب غفلت میں سوئی پڑی ہے۔ اسلام کی اس اہم ضرورت کے لئے بیدار کیوں نہ ہو جائے۔

لیکن کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان اس سے حوصلہ ہار بیٹھیں۔ اور اس تحریک میں جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے شروع کر رکھی ہے۔ طاقت پیدا نہ کریں۔ میں یہاں مختصراً ان تین شعبوں کا ذکر کرتا ہوں۔ جن میں یہ انجمن کام کر رہی ہے۔

۱۔ مسلم مشنوں کا قیام اور ان کا کام

سب سے پہلا کام مسلم مشنریوں کو عیسائی ممالک بالخصوص یورپ اور امریکہ میں بھیجنا ہے۔ اس بارہ میں ووکنگ مشن نے جو کام خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی صدر الدین صاحب کے زیر سرپرستی کیا ہے۔ وہ عیاں ہے۔ اور اس کے دوہرانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ لیکن ان کے علاوہ انجمن نے اس سال

دو نئے مشن

قائم کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ ایک جرمنی میں اور دوسرا امریکہ میں۔ جن میں سے ایک مولوی صدر الدین صاحب کے چارج میں ہوگا۔ ان دونوں مشنوں کے لئے ایک خاص رقم فی الحال جمع ہو چکی ہے۔ لیکن ابتدائی اخراجات کے لئے جو بہت زیادہ ہوں گے۔ ہر ایک مسلمان بھائی کی جسکا دل اسلام کی خیر خواہی سے لبریز ہے۔ امداد کی ضرورت ہے۔

یورپ اور امریکہ کے یہ مسلم مشن صرف یہی کام نہیں کرتے۔ اور نہ ہی آئندہ صرف یہی ایک کام ان کے پیش نظر ہوگا۔ کہ عیسائیوں میں سے لوگوں

کو مسلمان بنایا ہے۔ گو اس میں شک نہیں کہ لارڈ ہیڈلے مسٹر مار مڈیوک پکتھال اور دیگر فضلائے و امرائے مغرب کے قبول اسلام سے اس پہلو میں کام کی ابتدا نہایت عمدہ ہوئی ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ ضروری کام جو ان مشنوں کے قیام سے ہمارے پیش نظر ہے۔ یہ ہے۔ کہ اسلام کی اصل تصویر کو ان ممالک میں پیش کیا جائے۔ اور ان غلط فہمیوں کو دور کیا جائے۔ جو اس کے پاکیزہ معتقدات اور بانی اسلام کی مقدس زندگی کے متعلق مغرب میں زیادہ تر پھیلی ہوئی ہیں۔ یہی غلط فہمیاں ہیں۔ جو اس بغض و عناد کا موجب ہیں جو مغرب میں ہر ایک اس چیز کے متعلق پایا جاتا ہے۔ جو اسلام سے کوئی تعلق اور لگاؤ رکھتی ہے۔ یہ کام بجائے خود ایسا اہم اور ضروری ہے۔ کہ اگر دعوت اسلام کا کوئی سوال بھی پیش نظر نہ ہوتا۔ تو بھی مسلمانوں کی قومی عزت کو بحال رکھنے کے لئے اسکا ہونا ضروری تھا۔

۲۔ عیسائیت کا اثر اور اسکے زائل کرنیکی کوشش

عیسائیت کے روز افزوں اثر کا مقابلہ اور اس کے زائل کرنے کی کوشش یہ اس انجمن کی تبلیغی سرگرمیوں میں سے دوسرا بڑا کام ہے مسلمانوں نے آج تک اپنے سب سے زیادہ ضروری فرض سے تغافل کیا ہے۔ اور اسکا یہ نتیجہ ہے۔ کہ ان کے ہم مذہب لوگوں کی بہت بڑی تعداد عیسائیت کی نذر ہو چکی ہے۔ فلیپائن کی آبادی کا جو ایک وقت ساری کی ساری مسلمان تھی ⅕ اسوقت عیسائی ہے۔ جاوا میں چوبیس ہزار مسلمان صلیب کی نذر ہو چکے ہیں۔ اور یہ رفتار ابھی تک تین سو نفوس سالانہ کے حساب سے جاری ہے۔ عیسائیت کا یہ اثر ٹرینیڈاڈ (جزائر غرب الہند) میں بھی ترقی پر تھا۔ جہاں انجمن نے دو سال ہوئے ایک مشنری بھیجا تھا۔ اور اس کی کوششوں سے وہاں کے لوگوں میں ایک عام بیداری ہو گئی ہے۔ ایسا ہی بعض دوسری جگہیں بھی امداد کی محتاج ہیں۔ اور ایسی مسلمان جماعتوں کے لئے جو دنیا سے الگ تھلگ پڑی ہیں۔ زندگی اور موت کا سوال پیدا ہو چکا ہے۔ لیکن صرف تمام مسلمانوں کی متفقہ کوشش ہی ایک چیز ہے۔ جو عیسائیت کی جو ہزارہا مشنریوں۔ ڈھیروں ڈھیر روپیہ اور کثیر لٹریچر کی پشت پناہ میں ممالک اسلام کے اندر گھسی چلی آ رہی ہے۔ ان زبردست حملوں کے بالمقابل اسلام کی عزت کو بچا سکتی ہے۔

۳۔ مسلمانوں میں اسلامی لٹریچر کی ضرورت

اس کے علاوہ انجمن نے خود مسلمانوں کے اندر اسلامی لٹریچر کو پھیلانے کا جو کام کیا ہے۔ وہ بھی کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا۔ اس شعبہ میں ہمارے سامنے دو کام ہیں۔ ایک تو لٹریچر پیدا کرنا اور دوسرے اس کی وسیع اشاعت کے سامان بہم پہنچانا۔ اول الذکر حصہ کو اگر دیکھا جائے۔ تو انجمن نہ صرف قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ اور تفسیر کو صرف کثیر کے ساتھ شائع کرنے میں ایک اعلےٰ درجہ کی خدمت اسلام سر انجام دینے کے قابل ہوئی ہے۔ بلکہ اس نے بعض دیگر ضروری کتب بھی شائع کی ہیں۔ لیکن اس کام کے دوسرے حصہ کو پورا کرنے میں بہت سی دشواریاں ہیں۔ ہماری نئی پود یعنے مسلمان طالب علموں کو خاص طور پر یہ ضرورت ہے۔ کہ پاکیزہ اسلامی لٹریچر ان کے ہاتھوں میں دیا جائے۔ مسیحی مذہبی سوسائٹیاں مسلمان طلبا میں اپنے لٹریچر کو بعض وقت بالکل مفت تقسیم کرتی ہیں۔ لیکن ہمارے پاس اس کے لئے فنڈ نہیں۔ بایں ہمہ انجمن انگریزی ترجمۃ القرآن جیسی قیمتی چیز اور بعض دوسری کتابیں طلباء کو نصف قیمت پر بہم پہنچاتی ہے۔ ان کے علاوہ "لائیٹ" نامی ایک پندرہ روزہ اخبار ہر ایک روپیہ سالانہ قیمت پر شائع ہوتا ہے۔ جو طلبا کو ۸ر سالانہ میں دیا جاتا ہے یہ سالانہ چندہ اخبار کے صرف پیکنگ اور محصول ڈاک کے لئے ہی مکتفی ہو سکتا ہے اپنے نوجوانوں کے اندر سچی اسلامی روح کو پھونکنا ہی سب سے زیادہ مفید تعمیری کام ہے۔ جس سے مسلمان قوم دوبارہ بن سکتی ہے۔ اور جتنی جلدی مسلمان اس ضرورت کے لئے بیدار ہوں۔ اتنا ہی بہتر ہے۔

مسلمانوں سے اپیل

یہ سیدھے سادے حالات اور وجوہات ہیں۔ جو چاہیئے کہ ہر ایک مسلم دل کو اپیل کریں۔ اسلام کی پولیٹیکل طاقت قریبًا مفقود ہو چکی ہے یہانتک کہ اس کی خلافت بھی پاش پاش ہو گئی ہے۔ لیکن یہ وہ اسلام کے مصائب ہیں۔ جن میں سے وہ زیادہ شان و شوکت کے ساتھ پھر دوبارہ اٹھیگا۔ مسیحی مشنری موومنٹ ہی ایک چیز ہے۔ جسکا اسلام کو سب سے زیادہ خطرہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ اسلام کی ہستی کو اس سے خطرہ ہے۔ اگر اب بھی ہم اس خطرہ کے خلاف اٹھیں گے نہیں۔ تو ہمیں ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔

امداد کے طریق

ہر ایک مسلمان ذیل کے طریقوں میں سے کسی ایک طرز پر اسلام کو امداد دے سکتا ہے۔

(۱) عام چندوں اور عطیات کے ذریعہ سے۔

(۲) زکوٰۃ کے ایک حصہ کو اشاعت اسلام کے لئے مختص کرنے اور اسکو انجمن کے خزانہ میں داخل کرنے سے۔

(۳) اپنے حسب توفیق ماہواری چندہ دینے کی ذمہ داری اپنے اوپر لے کر۔

(۴) اسلام اور اسلامی لٹریچر کی اشاعت کے لئے انجمن کے نام اپنی جائداد کا ایک حصہ وصیت کرنے سے۔

(۵) بہت سے مسلمان ہیں۔ جو بینکوں اور ڈاکخانوں میں حفاظت کے لئے روپیہ رکھتے ہیں۔ قرآن کریم نے سود کے لینے سے منع فرمایا ہے۔ لیکن سود کا روپیہ ایسے خیراتی کاموں جیسے کہ اشاعت اسلام ہے۔ صرف کیا جا سکتا

التفسیر

غسل ارجل

یا ایھا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین (سورہ مائدہ)

اس آیت کریمہ پر درمیان اہل سنت و تشیع ایک اختلافی بحث ہے اگرچہ جزئی طور پر چند اور اختلاف بھی ہیں۔ مگر سب سے بڑا اور سنگین اختلاف یہ ہے۔ کہ آیا آیہ مبارکہ سے پاؤں کا دھونا ثابت ہوتا ہے جیساکہ اہل سنت کا مذہب ہے۔ یا پاؤں پر بمثل سر کے مسح کرنا ثابت ہے۔ جیساکہ جناب تشیع کا مذہب ہے۔

بحث ازروئے علم نحو

(۱) ازروئے قواعد عرب اگر ارجلکم پر فاغسلوا فاعل ہو تو ارجلکم میں لام زبر سے پڑھا جاوے گا۔ اور اگر برؤسکم کی ب اسپر عامل ہو تو ارجلکم کا لام کی زیر سے پڑھا جاویگا۔ تشیع کہتے ہیں کہ اگرچہ عامل دونو ہو سکتے ہیں۔ مگر ب جو اقرب عامل ہے۔ وہ ارجلکم پر عمل کرے گی۔ اور قاعدہ جرالجوار اس میں جاری ہوگا مگر یہ امر صحیح نہیں اور یہ امر بھی ظاہر ہے۔ کہ فعل قوی عامل ہے۔ اور ب ضعیف عامل ہے۔ اور عمل میں قوی کا اثر مقدم ہوتا ہے۔ باقی رہا قاعدہ جرالجوار اس کے متعلق نحویین کی تحقیقات یہ ہے۔ کہ عطف اور التباس کے موقعہ پر قاعدہ جرالجوار جاری نہیں ہوگا۔ اور چونکہ یہاں عطف معطوف میں ایک التباس واقع ہوجاتا ہے۔ کہ اگر فاغسلوا کا عمل قرار دیا جاوے۔ تو اس سے پاؤں کا دھونا لازم ہوتا ہے۔ اور اگر ب کو عامل قرار دیا جائے۔ تو پاؤں کا مسح کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے قاعدہ جرالجوار یہاں جاری نہوگا۔ اور اگر اللہ تعالےٰ کو ارجلکم کا خفض مطلوب ہوتا تو ارجلکم پر حرف جار ب کا اعادہ ضرور واقع ہوتا۔ اور جملہ اس طرح ہوتا۔ برؤسکم و بارجلکم۔ اور چونکہ یہاں حرف جار (ب) کا اعادہ نہیں واقع ہوا اس لئے اللہ تعالےٰ کو ارجلکم میں لام ارجل کا خفض مطلوب ہی نہیں تھا۔ اور اس صورت ارجلکم تابع فاغسلوا رہیگا۔ اور اسکا دھونا لازم آئیگا۔ مثلاً مررت بک بزید یا قرآن کریم کی یہ امثال۔ انھم کفروا باللہ وبرسولہ (التوبۃ) ھو الذی فی السماء الٰہ وفی الارض الٰہ۔ لاکلوا من فوقھم ومن تحت ارجلھم۔ اٰمنا باللہ وبالیوم الاخر۔ پس عطف والتباس کے موقعہ پر حرف جارہ کا اعادہ ضروری ہوتا ہے۔ تاکہ معاملہ مشکوک مشتبہ اور ملتبس نہوجائے۔

اور اللہ تعالےٰ کی ذات اس سے عالی ہے۔ ولا تلبسوا الحق بالباطل نحو کی کتاب شرح مأۃ عامل عبدالرسول میں یہ اشعار پڑھو۔

گاہے اسے میشود مجرور از بہر جوار　　　ہم از اینجا گفتہ عامہ جراجل شد روا
لیک میگویم بتو تحقیق از قول نجات　　　اندریں جرالجوار اد آوری مسح رضا
کو قلیل اندر صفت نادر بتاکید آمدہ　　　ممتنع در عطف و جائے لبس مقصد سیما

پس چونکہ اسجگہ عطف اور التباس مقصود واقع تھا۔ کہ اگر فاغسلوا عامل ہو تو ارجل کا دھونا لازم قرار پاتا ہے۔ اور اگر (ب) عامل ہو۔ تو مسح لازم ہوتا تھا۔ پس قاعدہ جرالجوار یہاں جاری نہوگا۔ یعنے برؤسکم کی ب اس کے جوار ارجلکم پر عمل نہ کرے گی۔ کیونکہ متکلم کے مقصود کے خلط ملط ہونیکا اندیشہ ہے۔ غرضکہ جسطرح ان مثالوں میں معطوف پر عامل جارہ کا اعادہ لابد ہے۔ ایسا ہی عطف معطوف علیہ میں وہم التباس و خلط مقصود کے موقعہ پر معطوف کو مجرور بنانے کے لئے خافض یعنے جر دینے والے عامل جارہ کا اعادہ ضروری ہے۔ (دیکھو شرح ملا جامی باب العطف) اب یہ امر کہ فعل عامل قوی ہے۔ اس کے لئے شرح ملا باب الکنایات میں عبارۃ ذیل پر غور کرو۔ وکل ما قبلہ ای کل واحد من کم الاستفھامیۃ والخبریۃ وقع قبلہ حرف جر...... او مضاف ...... مجرور...... وانما جاز تقدیم حرف الجر والمضاف علیھما مع ان لھما صدر الکلام لان تاخیر الجار عن المجرور ممتنع نفف علم فجوز تقدیم الجار علیھما۔ اس عبارۃ سے ظاہر ہے کہ جار حرف یا اسم عمل کرنے میں ضعیف ہوتا ہے۔ اور اپنے معمول کے بعد نہیں آسکتا بمقابلہ اس کے فعل اپنے معمول کے بعد بھی کثرت سے آتا ہے۔ مثلاً ایاک نعبد وایاک نستعین۔ اور ایسی بہت مثالیں قرآن مجید میں ہیں۔ اور فعل اصل اور حقیقی عامل ہے۔ اور وہ اپنے ماقبل و مابعد دونوں پر عمل کرسکتا ہے۔ اس لئے وہ قوی عامل ہے۔ اور حرف جار صرف اپنے مابعد ہی پر عمل کرسکتا ہے۔ المحرم جو شرح مشکلات کافیہ ابن حاجب پر مزید شرح در شرح ہے اور علم نحو میں ایک عجیب اور لاثانی کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے و دعلے الکہ عطف علے نبیہ باعادۃ الجار اشارۃ الی انھم وکانو یستحقون الصلوٰۃ لمتابعتہ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کانھم استحقوھا اصالۃ مثل قولہ تعالےٰ فللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین جہاں تینوں اجزاء پر حرف جار کا اعادہ ہوا ہے جبکہ تینوں اس عزۃ کے مستحق تھے اسی طرح محاورہ ونظم قرآن شاہد ہے کہ اگر رجل پر مسح مقصود متکلم ہوتا تو اعادہ حرف جار اسپر مسح کے استحقاق کو قائم کرنا ضروری اور لابدی تھا۔ جیساکہ قرآن کی مثال سے مویدا ہے۔ اور ایک دوسرے موقعہ پر ہے ویقولون اٰمنا باللہ وبالرسول (النور)

(۲) الی الکعبین کی قید نے یہ امر بتلا دیا ہے۔ کہ واقعی پاؤں کا دھونا لازم ہے۔ جیساکہ۔ الی المرافق مقید ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس کا دھونا

صلائے نصرت بہ اہل ہمت

نتیجہ فکر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے۔ ایل۔ایل۔بی مبلغ اسلام انگلستان
(گزشتہ سے پیوستہ)

مگر از دست خود اورا ہلاکت
تا بہ چوں نمک تحلیل گردد
بالفاظ محمد کن نگاہے
کرا یارہ! کلیسہ را شکست۔

چنیں تقدیر کردہ رب جبار
ہموں ساں حالتش از خود شود زار
چہا تصدیق دادہ رب غفار
مگر از دست ارکان خودش خوار

مبارک عیسویت از جہاں شد
بنام ما فتوحات زماں شد

اگر جانت شود بر دیں نثارے
تو ہم باشی ز انصار محمد
فقیرانہ پئے دیں بر ورت ام
مگر دارم نہ ذاتی احتیاجے
شدم فارغ ز ارباب زمانہ
دلم شد پاک از دامان دنیا
ز اموال قناعت بہرہ ام داد
مگر خواہم صلیبے را صلیبے
خدا فرمود۔ لا اکراہ فی الدین
بدستم داد۔ حق تیغ براہیں
محمد ہست برہان محمد
شود مغرب بسجدات و تحیات
مگر تبلیغ دیں خواہد مخارج
اگر امروز در تائیب۔ باشی
ہمہ باز آید از ترویج اسلام
باصحاب نبی بنگر کہ ہر نوع
قدم زن یکقدم بر نقش ایشاں
ببیں از کوشش تنہا و یکہ
اگر زہ تن بامدادم نخیبزنار
نتیجہ کمال دین احمد
خراسندہ دیدہ ام در باغ احمد

ترا در اصفیا باشد شمارے
ز روجاں پیش کن در راہ یارے
ندارم زیں گدائی ہیچ عارے
کہ ہستم بر درے امید وارے
بمن نظر عنایت کرد یارے
کسے بستش بداماں نگارے
ندارم احتیاج شہریارے
سر دجال را بینم بہ دارے
مرا در کار دیں از جنگ عارے
چہ حاجت از تفنگ و تیغ و تارے
دلیل صدق۔ خود والا تبارے
اگر بینی ز روے آں نگارے
چرا غفلت ترا زیں نیک کارے
نشوی از فکر فردا رستگارے
کہ بر آید۔ بداں۔ کارے زکارے
شدہ از برکت دیں کامگارے
ترا یارت ہموں پروردگارے
چساں کردہ خدا اکم کامگارے
یقیں دارم شود کارے ہزارے
بلب جان حزیں در انتظارے
مرا بنما خدایا ہم بہارے

ازیں بہتر نہ بینم کار اسنے
کہ جانم در رہش باشد نثارے
مرا یک درد۔ در دل بود گفتم
مگر دُر ہا ز خونیں اشک سفتم۔

از جہاز ڈلتا
درسفر انگلستان برائے تبلیغ اسلام

سلہ اشارہ بنام ہام حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کردہ کہ بروایت ملت مصنفان را بیعت بود۔ از مہتمم

وله

اے قوم من بیا کہ زمیں آسماں کنیم
خیز بدا سے یلاں کہ نہ ایں وقت خفتن است
غفلت ہلاکت است کہ ایں وقت کار ست۔
مردانہ وار در صف میداں قدم زنید
تثلیث را بہ تیغ براہیں فنا کنیم
موسیٰ صفت بہ قوت ایماں عصا زنیم
گوسالہ را کہ سامری تہذیب نام داشت

از نور وحی پاک منور جہاں کنیم
چوں اہل عزم ہمت خود را جواں کنیم
تا کے بہ قیل و قال چنیں و چناں کنیم
ایں جبن و کسل و بیم سپر زماں کنیم
از نور دیں بسینہ شیطان سناں کنیم
از سنگ کفر چشمہ صافی رواں کنیم
ایں را کشیم و اصل حقیقت عیاں کنیم

از آب چشم و آہ سحرگاہ چوں خلیل
ایں آتش فرنگ بہ نخل جناں کنیم

وله

اے قوم من۔ ہشیار باش از مستی مستانہ خواب
تا بکے غفلت بہ بیں بر بام آمد آفتاب
کن نگاہ! بر افق مغرب رونمود آثار صبح
حیف باشد گر نہ ایں ایام بشناسی شتاب
در ملائک غلغلہ شد نصرت اسلام را
غلبۂ توحید میخواہد خود احدیت مآب۔
آہ! می ترسم اگر ایں وقت ہم از دست رفت
بالیقیں بینی بروز چند خسران و تباب
رب عزت قوم دیگر را دہد عز و شرف
گر ز ما باور نداری۔ رو بخواں ام الکتاب

سلہ وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم۔

ناظرین پیغام صلح کی خدمت میں ہم ایک دفعہ پھر یہ اپیل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ وہ اس قومی اخبار کی توسیع اشاعت میں حصہ لے کر ثواب دارین حاصل کریں۔ کہ یہ بھی بالواسطہ طور پر اشاعت اسلام کے کام کی امداد

تازہ خبریں

ایران میں بغاوت - طہران ۸ - جون - رشت کے شمال مغرب میں سید جلال الدین کی سرکردگی میں تین سو باغی سرکاری فوجوں سے برسرپیکار ہیں - جلال الدین دنگی قوم کے سردار کوچک خاں کا بیرو ہے - جو پچھلے سال مارا گیا تھا اس بغاوت کا اندیشہ اگر شروع ہی میں فرو نہ کیا گیا تو اندیشہ ہے کہ وسعت پکڑے کیونکہ باکو کے بالشویک اس کی مدد کر رہے ہیں - انہوں نے کوچک خاں کو بھی بڑی مدد دی تھی -

چین میں خانہ جنگی - ہانکن ۸ - جون - اسس امید پر کہ کوئی لیوان ہنگ صدارت کو قبول کر لیں - جنرل ووپے فو اور شاؤ کون نے تحریر کیا ہے کہ لڑائیوں کو موقوف کرنے کے خیال سے متفق ہیں جن کا مقابلہ بیرونی ڈاکو فوجوں سے کیا جا سکتا ہے - یہ جنرل اعلان کرتے ہیں کہ دیگر فوجوں کے سامنے اپنی جدوجہد کر کے ایک عمدہ نمونہ پیش کریں گے - جنرل ووپے فو نے جنگ شولن سے ہنگامی صلح کر لینے پر رضامندی ظاہر کی ہے - بشرطیکہ وہ منچوریا کی طرف پسپا ہو جائے - اور پیکن منکڈن ریلوے میں مداخلت نہ کرے - جنرل ووپے فو غیر جانبدار علاقہ چھوڑنے پر بھی رضامندی ظاہر کی ہے -

یونانیوں کی سرگرمی - یونانیوں نے سمسون پر گولہ باری کی ہے - جو اناطولیہ کے شمالی ساحل بحیرہ اسود کے جنوبی کنارے واقعہ ہے -

ایک عیسائی عورت کی موت - لاہور ۸ - جون - کل شام کو لاہور چھاؤنی کے انچارج سب اسسٹنٹ سرجن کو ایک کوٹھی میں طلب کیا گیا - جہاں ایک عیسائی عورت زخموں کی وجہ سے جان توڑ رہی تھی - اس کی گردن میں ایک گہرا زخم لگا ہوا تھا - اور اس سے خون بکثرت بہ رہا تھا - سب اسسٹنٹ سرجن نے حتی المقدور کوشش کی کہ اس کا خون بند ہو جائے مگر وہ کسی قسم کا بیان دیئے بغیر مر گئی - اس کی لاش کے قریب ایک استرہ پایا گیا - چھاؤنی کے پولیس انسپکٹر نے تحقیقات کی - بعد ازاں مسٹر کلارک اور گرے بھی لاہور سے آ گئے - چند اشخاص جن میں متوفیہ کی ساس اور خاوند بھی ہیں ٹھہرائے ہیں - اس کے خاوند پر قتل کا الزام لگایا ہے -

مہاراجہ بیکانیر کی نرالی بیماری - لندن ۹ جون - مہاراجہ بیکانیر لندن میں وارد ہوئے ہیں - تاکہ اپنی اس نرالی بیماری کا علاج معالجہ کرائیں - جس کا سبب دودھ کے جراثیم ہوئے ہیں - ان کے سیکرٹری میجر ہیرلیس کا بیان ہے - کہ برسوں سے اس بیماری کی تشخیص نہ ہو سکی - مگر بمبئی کی جراثیمی تجربہ گاہ میں خون کا معائنہ کرانے کی وجہ سے اس تکلیف کا سراغ مل گیا ہے -

ولایت میں آتشزدگی - لندن ۸ - جون - ساؤتھمپٹن کے قریب امن میں ایک کمپنی کی کشتیوں کی عمارت کو آگ لگ جانے سے ۲ سو کاریگر بیکار ہو گئے ہیں - ۲ کشتیاں بھی نذر آتش ہو گئیں -

ایران میں ہڑبونگ - طہران ۸ - جون سوجباک پر قبضہ کرنے کے بعد کردوں نے سرکاری فوجوں کا تعاقب کر کے ان کو شکست دی اور میاندوآب پر قبضہ کر لیا جہاں سے لوگ بھاگ کر تبریز آ رہے ہیں - قبیلہ شاہسوان نے اردبیل کو گھیر لیا ہے اور تبریز میں میانہ مشرق پر ڈاکہ مار رہے ہیں - اس ہڑبونگ کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آذربائیجان کا موروثی گورنر موقوف ہو گیا ہے - اور سرکاری فوجوں کی شکست نے بھی اس ہڑبونگ کو تازیانہ لگایا ہے - رقبہ یزدجرد میں قبیلے کے لوگ دیہات کو لوٹ رہے ہیں طہران سے ایک دستہ فوج امن و امان قائم کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے عربستان کے حاکم اکثر بختیاری قوم کے ہوئے ہیں اور چونکہ موجودہ حاکم ایک غیر قوم کا آدمی ہے لہذا حکومت کو مجبور کرنے کے لئے ڈاکہ زنیاں ہو رہی ہیں تاکہ وہ انہی میں سے کوئی گورنر مقرر کرے -

اخبار بندے ماترم پر دعویٰ - سنا جاتا ہے کہ مسٹر اوگلیوی قائمقام ڈپٹی کمشنر سرگودہا سابق قائم مقام ڈپٹی کمشنر لاہور کی طرف سے ایک دعویٰ اور کپتان پولیس لاہور کی طرف سے دوسرا دعویٰ اخبار بندے ماترم لاہور پر ازالہ حیثیت عرفی دائر کرنا تجویز کیا گیا ہے - کہ اخبار مذکور نے ان دونوں افسروں کے خلاف اپنے کالموں میں کچھ لکھا ہے - حال میں گورنمنٹ پنجاب نے اعلان کیا تھا کہ دو ونیکولر اخبارات پر مقدمات چلائے جائیں گے - معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک یہ ہے -

جعلی سکہ سازوں کو سزا - کوئٹہ ۷ - جون - ۲۱ - جنوری گزشتہ کو کرشنا سنگھ اور بھوانی سنگھ دو جعلی سکہ سازوں کو ریلوے پولیس نے ریل میں سفر کرتے ہوئے پکڑا تھا ان کے پاس سے ۵۰ نکل کی اٹھنیاں اور ۲۶ چونیاں برآمد ہوئی تھیں - ان پر مقدمہ زیر دفعہ ۲۴۳ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے پرسنل اسسٹنٹ نے لے سیاں دونوں کو ایک ایک سال قید با مشقت کی سزا اور پچاس روپے جرمانہ ہوا - جرمانہ کی عدم ادائیگی کی صورت میں ۲ ماہ قید با مشقت مزید -

جلسہ خلافت کمیٹی لکھنؤ - لکھنؤ ۹ جون - خیال کیا جاتا ہے کہ ایک سب کمیٹی اس مطلب کے لئے منعقد ہوئی ہے کہ اسلامی شریعت کے مطابق تشدد اور عدم تشدد کی تعریف کی جائے - سول نافرمانی کا سوال کل تک ملتوی ہو گیا -

کلکتہ میں ایک اور ڈاکہ - دو ڈاکوؤں کی خبریں پہلے شائع ہو چکی ہیں اب حال میں ایک اور ڈاکہ کی خبر آئی ہے - جو آٹھ جون کو وقوع پذیر ہوا ہے - کوئی آٹھ ڈاکو بیٹھک میں سیڑھی لگا کر ایک مکان پر چڑھ گئے اور مالک مکان کو کنجیاں کے دینے سے انکار کرنے پر چھروں سے زخمی کیا گیا اور دیگر رشتہ داروں کو دھمکی دی اگر تم کھسکو گے - تو تمہاری خیر نہیں - ڈاکوؤں نے پھر صندوق کھولا اور ۵ ہزار مالیت نقدی اور زیورات لے کر چیت ہو گئے زخمی مالک مکان کو ہسپتال پہنچایا گیا -

بالشویکوں کا بحری ڈاکہ - پیرس ۸ - جون - قسطنطنیہ سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ حال ہی میں بندرگاہ باطوم کے قریب بالشویک حکومت کے غیر معمولی گماشتوں نے دو اطالوی جہازوں کو لوٹ لیا - یہاں تک کہ ملاحوں اور مسافروں کی ذاتی اشیاء بھی نہ بچ سکیں - کل نقصان ۹۰ لاکھ فرانک خیال کیا جاتا ہے -

دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور کی چند ضروری کتب

کتب مصنفہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و دیگر بزرگان سلسلہ احمدیہ

(۱) **سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول یعنی براہین احمدیہ ہر چہار حصص** اس میں قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی حقانیت براہین بینہ و نصوص دلائل قاطعہ کے ساتھ ثابت کی گئی ہے۔ اور ساتھ دس ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار اس شخص کے واسطے دیا ہوا جو ان دلائل کو نمبروار توڑ دے۔ مگر اب تک خدا کے فضل سے اس کا جواب کسی سے نہیں ہو سکا۔

(۲) **سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد دوم** جو تین کتابوں یعنی سرمہ چشم آریہ۔ شحنہ حق اور ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب پر مشتمل ہے پہلی دو کتابوں میں آریہ اسلام پر جو اعتراض کرتے ہیں اُن کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے اور اُن کے اپنے مذہب کی کمزوری کو توضاحت کیا گیا ہے قیمت بے جلد عہ

(۳) **سرمہ چشم آریہ۔ شحنہ حق۔ ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب**
عہ ۸ ۶

(۴) **سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد سوم۔** یہ بھی تین کتب ازالہ اوہام توضیح مرام اور فتح اسلام پر مشتمل ہے۔ اس میں وفات مسیح اور دعاوی مسیح موعود پر مدلل طور پر دلائل سے بحث کی گئی ہے۔ نیز اس میں قرآن کریم کے بہت سے اسرار اور غوامض کا انکشاف کیا گیا ہے۔ قیمت بے جلد عہ

(۵) **ازالہ اوہام ہر دو حصص فتح اسلام توضیح مرام**
عہ ۵ ۵

(۶) **ملفوظات احمدیہ** اس میں حضرت مسیح موعود کی معرکتہ الآراء تقاریر کو سلسلہ کے اخبارات سے لیکر کتاب کی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ ان تقاریر میں مسائل دینیہ پر بڑی عمدگی سے روشنی ڈالی گئی ہے جن کا مطالعہ ہر ایک کے لئے ضروری ہے قیمت بے جلد عہ مجلد ہے

(۷) **اسلامی اصول کی فلاسفی۔** حضرت صاحب کی وہ معرکتہ الآراء لکچر جو دہرم مہوتسو کے جلسہ میں اسلام کی خوبیوں کے بیان میں ہوا۔ اور جس نے ہر طرف سے خراج تحسین حاصل کر کے بڑے بڑے فلاسفروں کے قلوب تک کو مسخر کیا۔
قیمت اردو ۱۲ قیمت انگریزی بے جلد عہ قیمت انگریزی مجلد عہ

(۸) **درثمین کامل۔** اس میں آپ کی جملہ اردو اور فارسی کی نظموں کو یکجا جمع کیا گیا ہے۔ جن کے مطالعہ سے دل میں ایک خاص جذبہ محبت اسلام سے پیدا ہوتا ہے۔ ایک نہایت ہی قابل دید مجموعہ ہے۔
قیمت بلا جلد ۱۲ قیمت مجلد عہ

کتب مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔

(۱) **بیان القرآن اُردو۔ جلد اول۔** یہ جلد سات تک حصص یا پارے کی سورت الانعام کے آخر تک عمدہ سفید کاغذ ۲۹×۲۲ سائز پر چھپکر ۷۵۰ صفحات پر ختم ہوئی ہے۔ شروع میں تمہید اور فہرست مضامین دیدی گئی ہے۔ تاکہ تلاش کرنے میں آسانی رہے۔ نہایت خوبی کی تفسیر ہے جو مسلمانوں کے اندر ایک نئی روح پیدا کرنے والی ہے۔ قیمت بے جلد عہ مجلد عہ

(۲) **سیرت خیر البشر۔** اس میں آنحضرت صلعم کی زندگی کے حالات کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ جس کی اصل غرض آپ کے مختلف حالات پر روشنی ڈالکر نوع انسان کو عموماً اور اہل اسلام کو خصوصاً اُن کی روزمرہ زندگی میں نمونہ پہنچانا۔ خدا کے فضل سے بہت تھوڑے عرصہ میں تین ہزار میں سے کثیر حصہ کتاب کا بک چکا ہے۔ اور بہت تھوڑی رہ گئی ہے۔ کئی ایک سکولوں میں بطور کورس کے داخل ہے۔ اور پنجاب ٹکسٹ بک کمیٹی نے اسے تمام مڈل اور ہائی سکولوں کی لائبریریوں کے واسطے منظور فرمایا ہے اور دو سو کاپیاں خود خریدی ہیں۔ قیمت بے جلد قیمت مجلد عہ

(۳) **محمد اینڈ کرائسٹ۔** اس کتاب میں آنحضرت صلعم اور حضرت عیسیٰ کا مقابلہ کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ میں کوئی بات دوسرے انبیاء سے بڑھکر نہیں۔ پھر اسی سلسلہ میں آپ کے معجزات۔ معصومیت۔ پیدائش۔ دعوت۔ وفات اور آمد ثانی پر مفصل بحث کی گئی ہے کتاب قابل دید ہے۔ قیمت بے جلد عہ مجلد عہ

(۴) **مسیح موعود۔** اس کتاب میں سلسلہ احمدیہ کی خصوصیات پر مفصل بحث کی گئی ہے اور مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کی حقیقت کو قرآن شریف سے کیا گیا ہے اور حضرت اقدس مسیح موعود کے جملہ دعاوی پر قرآن کریم و احادیث شریف سے روشنی ڈالی گئی ہے غرض سلسلہ کے متعلق تحقیق کرنے والوں کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ازبس ضروری ہے قیمت مجلد عہ

(۵) **مقام حدیث۔** اس میں اہل قرآن کا مدلل اور فیصلہ کن جواب دیا گیا ہے اور جمع حدیث و تنقید حدیث پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ قیمت بے جلد عہ مجلد عہ

(۶) **جمع قرآن۔** قرآن کریم کی جمع و ترتیب کے متعلق تمام تاریخی واقعات کو نہایت تحقیق سے لکھا گیا ہے اور جو اعتراضات حفاظت قرآن کریم پر مخالفین کیا کرتے ہیں۔ اُن کی تردید کی گئی ہے قیمت ۱۲

تمام درخواستیں بنام مینیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور ہوں

لاج پرنٹنگ پریس رام گلی لاہور میں باہتمام لالہ دلسراج پرنٹر چھپکر ماسٹر فقیر اللہ صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح سے شائع کیا۔

الصلح خیر

پیغام صلح

لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۰۸۳

جلد ۱۰ — ہفتہ وار — نمبر ۲۵

یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۴ شوال ۱۳۴۰ ہجری مطابق ۲۱ جون ۱۹۲۲ء عیسوی

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

جموں میں آریوں سے بحث۔ جموں سے چند دن ہوئے۔ اطلاع دی تھی کہ وہاں آریہ سماج کا جلسہ ہے۔ اور مسلمانوں کو بھی انہوں نے بحث کے لئے دعوت دی ہے۔ اس لئے مولوی عبدالحق صاحب کو کہ ان کا وجود ایسے موقعوں کے لئے بہت ضروری ہے۔ بذریعہ تار وہاں سے بلوایا گیا۔ مولوی صاحب موصوف وہاں گئے۔ اور آریہ مسافر کے کسی شاگرد کے مقابلہ میں وید وید کی اصل حقیقت اور ان کے نقشہ کو واضح کیا۔ اس بحث کی مفصل رپورٹ سکرٹری صاحب انجمن جموں کی طرف سے آنے پر شائع کی جاسکے گی۔ یہاں ہم صرف اس قدر بتانا چاہتے ہیں۔ کہ جموں جیسی ریاست میں یہ پہلا موقعہ تھا۔ کہ ویدک دھرم کی اصل حقیقت کا کھلے طور پر اظہار کیا گیا۔ اور اس کا غیر معمولی اثر ہندو اور مسلمانوں پر ہوا یہاں تک کہ ایک سناتنی پنڈت صاحب نے اٹھ کر تصدیق کی کہ جو کچھ مولوی صاحب نے ویدوں کے متعلق بیان کیا ہے۔ بالکل صحیح ہے۔

حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب لیوری سے واپس آگئے ہیں آپ کی صحت نسبتاً اچھی ہے لیکن

ماہواری چندہ کے متعلق سکرٹری کا ضروری اعلان

اس سے پہلے اخبار میں اعلان کیا جا چکا ہے۔ کہ مجلس معتمدین کے تازہ فیصلہ کے بموجب احمدیہ جماعت کا مستقل ماہواری چندہ بلا تعیین مدات صرف ماہواری چندہ کے نام سے دفتر محاسب میں آنا چاہئیے۔ بجز اس کے کہ وہ ایک غیر مستقل یا علیحدہ وعدہ کردہ چندہ کی صورت رکھتا ہو مثلاً عید فنڈ۔ صدقات زکوٰۃ یکمشت عطیہ جات برائے اشاعت اسلام یا حضرت امیر صاحب کی خاص تحریک یا جرمنی و امریکہ کے مشنوں کے لئے بلاد غیر کا چندہ جس کے وعدے گذشتہ سالانہ جلسہ پر لئے گئے تھے۔ کہ ان خاص صورتوں میں جیسا چندہ ہو اس کی علیحدہ صراحت کر دینی چاہئیے۔ ماہواری چندہ جو ہر ایک احمدی کو دینا لازمی ہے۔ اس کی مقدار کم سے کم ایک آنہ فی روپیہ آمد ہے۔ اس سے زیادہ جسقدر کوئی حسبتہً للّٰہ دے۔ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ سے اجر کا مستحق ہوگا۔ بعض خاص احباب نے اپنا دہم حصہ آمد کا دینا کیا ہوا ہے۔ ایسے تمام مستقل ماہواری چندے خواہ وہ دہم حصہ آمد ہی ہوں بموجب فیصلہ انجمن یکجا داخل ہو کر ہر مہینہ کے اخیر حسب ذیل مدات میں تقسیم ہوتے ہیں۔

اغراض عام	۶۷ فیصدی	ووکنگ مشن	۱۵ فیصدی
بلاد غیر	۱۰ "	مسلم ہائی سکول	۸ "

یہ یاد رکھنا چاہئیے۔ کہ جن احباب نے ماہواری چندہ یا دہم حصہ آمد کے دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ ان کو اب یہ اختیار نہیں ہے۔ کہ اس چندہ کی تقسیم مختلف مدات میں خود کریں۔ یا کسی مد کے لئے زیادہ چندہ دینا چاہیں تو اس کی یہ صورت ہو سکتی ہے۔ کہ سابقہ ماہواری چندہ یا دہم حصہ آمد وعدہ کردہ کے علاوہ کوئی رقم بھیجکر اس کی صراحت کر دیں کہ یہ فلاں مد کے واسطے ہے۔ گذشتہ ایام میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی تحریک پر یا خواجہ صاحب [illegible] کے اعلان پر بعض احباب نے ووکنگ مشن کے علیحدہ چندہ کے متعلق استفسارات کئے ہیں۔ ایسے تمام احباب کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ جو مزید چندہ ووکنگ مشن کے واسطے دینا چاہیں۔ اس کی علیحدہ صراحت کر دینا ضروری ہے۔ لیکن بہر حال اس مزید چندہ کی وجہ سے ماہواری چندہ یا دہم حصہ آمد یا سابقہ وعدہ کردہ چندہ ہائے تحریک خاص یا بلاد غیر وغیرہ میں کوئی فرق نہیں آنا چاہئیے۔ بلکہ ماہواری چندوں کے بڑھانے میں ہمت دکھانی چاہئیے۔ تو اس سے تمام مدات کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ ووکنگ مسلم مشن و بلاد غیر چندہ کے واسطے دو علیحدہ علیحدہ مدات ہیں۔ ووکنگ مشن کے لئے جو چندہ ہے۔ وہ صرف ووکنگ مشن پر ہی خرچ ہوتا ہے۔ لیکن بلاد غیر کا چندہ تمام دیگر مسلم مشنوں کے واسطے ہے۔ جن میں سے ایک جرمن مشن ہے۔ جو کھل چکی ہے۔ اور دوسری شمالی امریکہ کی مشن ہے۔ جو منظور ہو چکی ہے۔ اور آج کل کھلنے والی ہے۔ بعد تیسری مشن ہوگی۔ چین و جاپان کی تعین ہے۔ اس کے لئے ہمارے مبلغ سفر کی تیاری کر رہا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر مقامات میں جوں جوں مالی حالت اجازت دے گی۔ مشن قائم ہوتے چلے جاوینگے۔ پس جو احباب مستقل ماہواری چندہ یا دہم حصہ آمد کے علاوہ بلاد غیر کے مشنوں کے لئے چندہ دیں۔ اس کے لئے بلاد غیر چندہ لکھ دیا کریں۔ اور جو صرف ووکنگ مشن کے واسطے ہو اس کے لئے ووکنگ مشن کا چندہ کوپن میں لکھ دیا کریں۔

خاکسار عزیز بخش جائنٹ سکرٹری

غلط فہمی نہ ہو

ریویو قادیان بابت ماہ جون میں ایک مضمون بہائی مذہب اور اسلام پر چھپا ہے۔ اس کے ایک حصہ پر پیغام صلح ۱۷ جون صفحہ میں ایک جرح کی گئی ہے۔ ہم ناظرین پیغام صلح کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود کو جو نبی اللہ کہتے ہیں تو محض ان معنوں میں کہ وہ کثرت مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف تھے۔ آپ کو کوئی نئی کتاب نہیں دی گئی قرآن مجید ہی ہماری کتاب اور شریعت ہے۔ یہ فقرہ کہ نیا قرآن ہے۔ یہ فقرہ ایسا ہی ہے۔ جیسے حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ ہمارے لئے نیا خدا ہے۔ حقیقت نہیں بدلی محض فہم بدلا ہے۔ نئی وحی سے مراد تازہ وحی ہے۔

الفضل قادیان

پیغام صلح

ہم جناب الفضل کے مشکور ہیں۔ کہ انہوں نے ریویو کی مغالطہ وہ تحریر کے متعلق ہمارے سوال کا جواب دیا۔ اگرچہ اصل تحریر کے الفاظ اس مطلب کے متحمل نہیں ہو سکتے جو دیا گیا ہے۔ اور اس لئے ہمیں شک ہے کہ راقم مضمون (ڈاکٹر محمد حسین صاحب سفوری) بھی اپنے الفاظ کے ان معنوں کو تسلیم کریں گے یا نہیں۔ لیکن کم از کم اس سے مدیر ریویو کے خیالات کا پتہ لگ گیا کہ وہ حضرت مسیح موعود کا کوئی نئی کتاب لانا نہیں مانتے نہ ہی نئی وحی کے قائل ہیں اور حضرت مسیح موعود کو "جو نبی اللہ کہتے ہیں۔ تو محض ان معنوں میں کہ وہ کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف تھے" ورنہ اس سے بڑھکر نبوت کی حقیقت آپ میں نہیں۔

کیا جناب میاں محمود احمد صاحب آخری خط کرنے [illegible] تائید کریں گے؟

جماعت گوجرانوالہ

نام	صدقہ عید	عید فنڈ	چندہ [illegible]
(۱) حسن علی صاحب اسسٹنٹ سرجن	[illegible]	[illegible]	
(۲) نواب خان صاحب سب انسپکٹر	[illegible]	[illegible]	
(۳) مسٹر عنایت علی ایم اے ایس پی	۸ [illegible]	[illegible]	
(۴) میاں [illegible] الدین صاحب وزیری	[illegible]	[illegible]	[illegible]
(۵) شیخ عبد الرحمن صاحب بی اے بی ٹی	[illegible]	[illegible]	
(۶) استاد فضل الدین صاحب	[illegible]	[illegible]	

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغامِ صلح لاہور
اخبار

جلد ۱　مورخہ ۲۴ شوال ۱۳۳۲ھ　نمبر

ہندوستان میں تبلیغ اسلام

(۱)

جس دن سے ووکنگ مسلم مشن کی بنیاد انگلستان میں پڑی ہے۔ اور جماعت احمدیہ نے اپنی توجہات کو زیادہ تر مغرب کی طرف لگانا شروع کیا ہے یہ اعتراض عموماً مسلمانوں کے مونہوں سے سنا گیا ہے۔ کہ سب سے زیادہ اشاعت اسلام کی ضرورت ہندوستان میں ہے۔ اور اپنے وطن کو چھوڑ کر دور دراز ممالک میں جانا قرین عقل نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ہندوستان میں اشاعت اسلام کی بہت بڑی گنجائش ہے۔ کروڑوں انسان ایسے ہیں۔ جن کو کوئی پتہ نہیں کہ اسلام کیا چیز ہے۔ اور وہ غیر مذاہب کی مشرکانہ گتھیوں میں الجھے ہوئے ہیں لاکھوں نہیں تو ہزاروں ایسے ہیں۔ جو مسلمان ہونے کے باوجود اسلام سے بیگانہ محض ہیں۔ ان کے طور و طریق۔ ان کے رسم و رواج۔ ان کی بود و باش سب ہندوانہ ہے۔ یہاں تک کہ ان کے نام بھی اسلامی نام نہیں۔ زبان سے وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ لیکن کلمہ تک ان کو نہیں آتا۔ اور اس لئے اسلام سے ویسے ہی دور پڑے ہوئے ہیں جیسے ایک ہندو اور عیسائی پھر وہ بھی جن کو اسلام کی تعلیم ایسے رنگ میں پہنچی ہے۔ جو ان کے ضمیر و عقل کے خلاف ہے۔ پادریوں اور آریوں کی کتابوں میں اسلام کو پڑھتے ہیں اور اس زہر سے متاثر ہو کر جو ان کے اندر پایا جاتا ہے۔ اسلام کو چھوڑ کر عیسائی بن جاتے ہیں۔ ان سب کے علاوہ ایک بہت بڑی تعداد ان لوگوں کی پائی جاتی ہے جن کو انسانیت کی حدود سے ہی خارج سمجھا جاتا ہے۔ چوہڑے۔ چمار اور ہندوؤں کی وہ قومیں جو اچھوت کہلاتی ہیں اسی بدقسمتی کا شکار ہیں۔ مالابار کی اچھوت ہندو اقوام کے دردناک قصے خود آریہ حضرات کی زبانی آپ کو حال ہی میں سنائے جا چکے ہیں۔

غرض ان سب حالات کو پیش نظر رکھکر کون ہے۔ جو اس بات کا انکار کرے۔ کہ ہندوستان میں اشاعت اسلام کی ضرورت نہیں کون ہے۔ جو اس حقیقت نفس الامری کو نظر انداز کر سکتا ہے۔ کہ اسلام ہی وہ چیز ہے۔ جو ان قسمت کے مارے ہوئے لوگوں کی انسانیت کو منوانا اور دیگر افراد بنی نوع کے دوش بدوش انہیں کھڑا کر دیتا ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کو اسلام کے ذریعہ سے ایک ذلیل مقام سے اٹھا کر بلند کرنا۔ ایسے ناواقف انسانوں کو جو مسلمان ہونے کے باوجود اسلام کی برکات اور تعلیمات سے بہرہ ور نہیں۔ یا اسے چھوڑ کر غیر مذاہب میں جاتے اور جا رہے ہیں۔ اس پاکیزہ مذہب سے خبردار کرنا جسقدر ضروری ہے ظاہر ہے۔

اس میں بھی شک نہیں کہ ہندوستان میں اشاعت اسلام کے اخراجات یورپ وغیرہ سے نسبتاً کم ہوں گے۔ اور ان خاص قابلیتوں کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔ جو مغرب کے لئے بکار ہیں۔

(۲)

یہ سب کچھ صحیح ہے۔ اور ہم اس بات کو ماننے کے لئے تیار ہیں۔ کہ ہندوستان ایک ایسا مقام ہے۔ جہاں اسلام کو پھیلانا ہمارے لئے اشد ضروری ہے۔ لیکن ہم اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے ہم تیار نہیں۔ کہ یورپ اور امریکہ کو چھوڑ کر ہندوستان کو مقدم کرنا چاہیئے۔ اور بلاد غیر میں تبلیغ اسلام کے کام کو اسقدر اہمیت نہیں دینی چاہیئے جتنی کہ اب دی جا رہی ہے۔

اس کے لئے ہمارے پاس متعدد وجوہ ہیں :-

سب سے اول دیکھنے والی بات یہ ہے۔ کہ ایسے اعتراضات بالعموم وہ لوگ کرتے ہیں۔ جنکو خود کچھ کام کرنے کی توفیق نہیں۔ ووکنگ مشن کے قیام سے پہلے بھی یہی ہندوستان تھا۔ اور یہی اس کے حالات۔ لیکن معترضین میں سے کتنے ہیں۔ جنہوں نے خود یہاں کچھ کرنے کی سعی کی۔ پھر ووکنگ مشن کو قائم ہوئے آج دس سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے۔ معترضین نے سوا ان اعتراضات کے آجتک کچھ عملی کام بھی کر کے دکھایا؟ نہ تو ایک قائم شدہ مشن کو جو غیر ممالک میں ہی سہی۔ لیکن بہرحال دین اسلام کی اشاعت میں کوشاں ہے۔ مدد دیکر ثواب حاصل کیا۔ بلکہ اس کی مخالفت کا عذاب خریدا۔ اور نہ ہی اپنے خیال کے مطابق ہندوستان میں کچھ کر کے اس فریضہ مذہبی کو ادا کیا۔ جو قرآن کریم نے ہر ایک مسلمان کے ذمہ ڈالا ہے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر۔ غرض دونو طرف سے ان کو محرومی رہی ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

لیکن اسے بھی قطع نظر کر کے دیکھنا یہ ہے کہ کہنے والے کون ہیں۔ ہم یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ باوجود ان حالات کے جو ہندوستان میں اشاعت اسلام کے متقاضی ہیں۔ اور جن کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں۔ بلاد غیر میں تبلیغ اسلام کے جو فوری فوائد ہیں مل سکتے اور جس طرح ان قوم کے بیشتر ... ان سے متمتع ہو سکتی ہے۔ وہ ہندوستان میں نہیں۔

ہم بارہا ان کالموں میں بتا چکے ہیں۔ کہ اسلام کے متعلق جو غلط فہمیاں اسوقت مغربی دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہی زیادہ تر ان مصائب کی ذمہ دار ہیں جو اسلام کو دنیا میں اسوقت پہنچ رہی ہیں۔ ان غلط فہمیوں کو رفع کرنا۔ ان ناحق کوششوں کا انسداد ہی ایک چیز ہے۔ جو موجودہ حالات میں مسلمانوں کے لئے فائدہ بخش ہو سکتی ہے۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ اسلام کی صحیح تعلیم ان لوگوں تک پہنچائی جائے۔ انہیں بتایا جائے۔ کہ تم نے جس بات کا نام اسلام رکھا ہے۔ وہ تمہاری اپنی اختراع ہے۔ اسلام کوئی اور چیز ہے۔ جو گرے ہوؤں کو اٹھاتی۔ اور تہذیب تمدن کے اعلیٰ مقام پر کھڑا کرتی ہے۔

موجودہ حالات میں قوم کو بحیثیت مجموعی فائدہ پہنچانے اور پیش آمدہ مصائب کو دور کرنے کے لئے اسلام کو کرنا جس درجہ ضروری ہے۔ ظاہر ہے۔ ہندوستان میں چند نفوس کو مسلمان کر لینا اور اسلام کی تعلیم سے انہیں واقف کر دینا اگرچہ ضروری اور مفید کام ہے۔ جو بہر حال کرنا چاہئے۔ لیکن ان بہت بڑے فوائد کے بالمقابل جو یورپ میں تبلیغ اسلام سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور جن سے ہمارے موجودہ قومی مصائب کا انسداد ممکن ہے۔ اسکام کو چنداں اہمیت نہیں دیجا سکتی۔

پھر نتائج کے لحاظ سے بھی دیکھ لو۔ یورپ میں تبلیغ اسلام سے جو نتائج اس دس سال کے عرصہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ اور نہ صرف اکثر تعلیم یافتہ انگریزی اسلام کو قبول کر چکے ہیں۔ جن میں سے ایک اسوقت ہندوستان میں مسلمانوں کی خاص خدمات بجا لا رہا ہے۔ بلکہ بہت سے دلوں سے اسلام کے متعلق نفرت اور حقارت بھی دور ہو چکی ہے۔ اور وہ موجودہ مصائب میں مسلمانوں کے ہمدرد اور ہم آواز ہیں۔ یہ نتائج ہندوستان میں اس سے دگنے تگنے عرصہ میں بھی پیدا ہونے ممکن نہیں۔ یورپ اور بالخصوص انگلستان کے لوگ باوجود ازحد مصروف ہونے کے مطالعہ کے شائق اور بہت ہی معقول پسند واقع ہوئے ہیں۔ انہیں جب ایک حق بات معلوم ہو جائے تو اپنے پرانے عقائد کو فوراً چھوڑنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ حالت ہندوستان میں نہیں۔ اول تو یہاں مطالعہ اور تحقیقات کا شوق ہی لوگوں کو بہت کم ہے۔ جو لوگ بعض اہم تجارتی کاروبار میں مصروف ہیں۔ ان کی تو دین و دنیا ہی تجارت ہے۔ کتاب پڑھنا یا تجارت کے سوائے کوئی اور بات سننا ان کے لئے قطعی حرام ہے۔ (حالانکہ یورپ میں یہ نہیں) جن لوگوں کو ایسے مشاغل نہیں ان کے لئے بھی بہت سی شغل ماسے بیکاری موجود ہیں۔ بہت تھوڑے ہیں۔ جن کو مذہبی تحقیقات کا شوق ہے۔ لیکن وہ بھی اس تحقیقات میں غیر طرفداری کے اصول کو مدنظر نہیں رکھتے۔ اور عموماً اپنے ہی مذہب و عقیدہ پر جمے رہنا چاہتے اور دوسرے کی بہرحال تردید ہی کی فکر انہیں رہتی ہے۔ احقاق حق و ابطال باطل کے اصول کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا۔

یہ باتیں ہیں جو ہندوستان میں تبلیغ اسلام کے نتائج کو بہت پیچھے ڈال رہی ہیں۔ اور اسکے بالمقابل یورپ میں نتائج چونکہ زیادہ امید افزا ہیں۔ اس لئے وہاں اسلام کو پھیلانا بہر حال مقدم ہے۔ اگرچہ ہم یہ بھی کہینگے۔ کہ ہندوستان میں بھی کام ہونا ضروری ہے۔ خواہ اسکے نتائج کتنے ہی [illegible] کیوں نہ ہوں۔ آئندہ نمبر میں اس مضمون پر ذرا زیادہ تفصیل سے روشنی ڈالی جائیگی۔

شذرات

اسلامی پردہ

کسی سابقہ اشاعت میں ہم نے "نومسلمات انگلستان اور پردہ" کے عنوان سے "آریہ گزٹ" کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے یہ بتایا تھا۔ کہ

"پردہ کی حدود جو قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ ان میں چہرہ اور ہاتھوں کا ڈھانپنا ہرگز شامل نہیں۔ اور اسی پر قرون اولےٰ کے مسلمانوں کا عمل رہا ہے"

لائق معاصر "نورافشاں" نے اس پر سوال کیا ہے۔ کہ

"اگر آریہ گزٹ نے واذا سألتموهن متاعا فسئلوهن من وراء حجاب پڑھ کر پوچھا کہ یہاں پردہ کے معنے منہ ہاتھ اور تمام جسم کو چھپانے کے مسلم ہیں۔ ....
تو آپ کون سے قرآن سے ہاتھ منہ کو ننگا رکھنے کا نام پردہ ثابت کریں گے ؟"

غالباً ہمارے فاضل ہم قلم نے ان الفاظ کو لکھتے وقت آیت منقولہ بالا کے سیاق و سباق پر نظر نہیں ڈالی۔ اور حسب عادت کسی اعتراضات کی کتاب سے اسکو نقل کر دیا ہے۔ ورنہ اگر قرآن کریم میں اس کے موقعہ و محل کو دیکھا جاتا۔ تو پتہ لگ جاتا کہ اس آیت اور اس سے ماقبل و مابعد کی آیات میں رسول اللہ صلعم کی بیبیاں ہی خاص طور پر مخاطب ہیں۔ اور اس لئے انہیں کے لئے یہ خاص حکم ہے۔ کہ پردہ کے پیچھے سے ان سے کچھ طلب کیا جائے۔ عام عورتیں اس میں مخاطب نہیں۔

لیکن اس حکم کو اگر عام بھی سمجھا جائے۔ تو بھی اسکا مطلب صرف اسقدر ہے۔ کہ لوگ گھر کے اندر نہ گھسیں۔ بلکہ پردہ کے پیچھے سے جو چیز ضرورت ہو۔ مانگ لیں۔ ہر ایک شخص اس بات کا مجاز نہیں۔ کہ ذرا ذرا کام کے لئے دوسروں کے گھر کے اندر گھسے۔

صحابہ کی بیبیاں جنگوں میں جاتی تھیں۔ باہر کام کاج کرتی تھیں۔ باوجود ان سارے احکام کے جب وہ یہ کام کرتی تھیں۔ تو معلوم ہوا کہ ان کاموں کے لئے نکلنا جائز ہے۔ اور نکلنے میں ستر وہی ہے۔ جسکا ذکر دوسری جگہ ہے۔ جہاں فرمایا لا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها یہاں الا ما ظهر منها میں ان اعضا کو مستثنٰی کیا ہے۔ جن کو کام کاج اور ضروریات کے لئے کھلا رکھنا پڑتا ہے۔ مثلاً ہاتھ اور منہ۔

پس آیت منقولہ بالا علیحدہ رنگ کا حکم رکھتی ہے جسکو پردہ کی ان حدود کا تعلق نہیں۔ جو عام مسلمان عورتوں کے لئے مقرر کی گئی ہیں۔ امید ہے۔ اسقدر تصریح ہمارے فاضل ہم قلم کے لئے باعث تسلی ہوگی۔

جرمنی میں تبلیغ اسلام

کسی گذشتہ نمبر میں ہم نے پروفیسر عبدالستار خیری ایم۔ اے کے انگریزی مضمون کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرام کیا تھا۔ جس میں ممدوح نے جرمنی میں اشاعت اسلام کی ضرورت جتاتے ہوئے اپنی اور آپنے بھائی پروفیسر عبدالجبار خیری کی بعض تبلیغی کوششوں اور ان کے نتائج کا ذکر کیا تھا۔

معاصر "وکیل" پروفیسر ممدوح کے اس مضمون سے اقتباس کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ

"اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے۔ اور ہر فرزند اسلام کا فرض ہے۔ کہ وہ جہاں اور جس حالت میں ہو تبلیغ اسلام کا فرض ادا کرتا رہے .... ہم نے انفرادی کوششوں سے کبھی اہم نتائج کی توقع نہیں کی۔ اس زمانہ میں جبکہ وسائل آمدورفت وسیع ہوگئے ہیں۔ جبکہ زمانہ کے اطوار اور قوموں کے خیالات بدل گئے ہیں جب تک زبردست تنظیم و تنسیق سے کام نہ لیا جائے کامیابی کا کچھ زیادہ امکان نہیں ہوسکتا اس لئے یہ امر موجب اطمینان ہے۔ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے اپنے دو مبلغ ان نیکدل بھائیوں کی امداد کے لئے روانہ کئے ہیں۔ ہم اسکو ایک مبارک اقدام سمجھتے ہیں۔ اور قوم سے استدعا کرتے ہیں۔ کہ اس تحریک کو وسیع کرنے کی کوشش کرے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں خود ہندوستان میں تبلیغ اسلام کی ضرورت سے غافل نہیں رہنا چاہیئے۔ اس وقت سرزمین ملیبار میں اشاعت اسلام کے وسیع امکانات موجود ہیں اور ایک زبردست جماعت ایسی بھی ہونی چاہیئے۔ جو اندرون ملک میں اسلام کی ذمہ دار ہو۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ مسلمان ان ضروری معاملات کی طرف بیش از بیش توجہ کریں"

اپنے فاضل ہم قلم سے ہمیں اسبارہ میں پورا اتفاق ہے۔ کہ "ہندوستان میں تبلیغ اسلام کی ضرورت سے غافل نہیں رہنا چاہیئے" اور اگرچہ آج ہی کے افتتاحیہ میں ہم نے اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ اشاعت اسلام کا کام بلاد یورپ میں مقدم ہونا چاہیئے۔ لیکن جیسا کہ اسی افتتاحیہ میں ہم نے بتایا ہے ہندوستان میں بھی اشاعت اسلام بہرحال ضروری ہے۔ اور اس سے غفلت کرنا موجب نقصان عظیم ہے۔ اسبارہ میں کسی دوسری فرصت میں ہم مفصل لکھیں گے۔ اور ممکن ہے۔ اسوقت اس کی کوئی عملی صورت بھی بتائی جاسکے۔ لیکن یہاں ہم اپنے احباب کو ان الفاظ کی طرف خاص طور پر متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ جن میں ہمارے معزز معاصر نے انفرادی کوششوں کے نقائص اور ایک خاص نظام کی برکات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے ہماری جماعت کو ایک خاص نظام کے تحت جمع کر رکھا ہے۔ اور اسی کا یہ اثر ہے۔ کہ آجتک اس کام میں جو ہمارے پیش نظر ہے۔ بیش بہا فوائد نصیب ہوئے ہیں۔ یہ اسی نظام کی برکت ہے۔ کہ ووکنگ مشن دس بارہ سال سے مفید نتائج کے ساتھ چل رہا ہے۔ اور اب جرمن اور امریکن مشنوں کے قیام کی بھی توفیق پیدا ہوئی۔ ورنہ انفرادی کوششوں سے اسقدر اہم کاموں کا چلنا مشکل ہے۔ پس اس نظام کو مضبوط کرنے اور بیش از بیش فوائد حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ جماعت کا ہر ایک فرد اسی ایک مقصد کو اپنے پیش نظر رکھے۔ اور ان تمام مشنوں کو حسب استطاعت امداد دے۔ کہ انکے بغیر نظام کوئی چیز نہیں۔

مسلمانوں کا راز سربستہ

معاصر "دیش" اس خبر کا ذمہ دار ہے۔ کہ

"لاہور کی شاہی مسجد میں چار پانچ ہندو عورتیں روزانہ مسلمان ہو رہی ہیں مسلمان جانتے ہیں۔ کہ اس خبر کے باہر جانے کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہندو بھی بیدار ہو جائینگے۔ اسلئے انہوں نے اس رجسٹر کو جس میں ان کے مسلمان ہونے کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے پوشیدہ رکھنا ضروری سمجھا۔ لیکن ایک مقدمہ کے دوران میں اس رجسٹر کو عدالت میں پیش کیا۔ اور راز فاش کیا"

یہ خبر اگر صحیح ہے۔ تو مسلمانوں کے لئے اس سے بڑھکر خوشی کا مقام نہیں ہوسکتا کہ ہر روز چار پانچ نفوس کا اضافہ ان کی برادری میں ہوتا ہے لیکن ہم اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کہ یہ کونسا ایسا جرم تھا۔ جسکو پوشیدہ رکھنے کا الزام دیش نے مسلمانوں پر دیا ہے دنیا میں خدا جانے کتنے نفوس ہر روز داخل حلقہ اسلام ہوتے ہیں۔ ان سب کا اشتہار دینا اور معاصر "دیش" کے کانوں تک پہنچانا کوئی ضروری اور لابدی امر نہیں۔ بلکہ رجسٹروں میں ان کا اندراج بھی اختیاری بات ہے۔ اسلام میں تو ایسے واقعات ہر روز ہوتے ہیں پھر کس کس کا اشتہار دیا جاوے۔ اور معاصر "دیش" کو اس کی خبر پہنچائی جائے۔

ہاں ہندوؤں میں چونکہ کبھی سالہا سال کے بعد کوئی عبدالغفور دھرمپال بنتا ہے (اور پھر وہ بھی اسلام کی کشش سے نہیں چھوٹ سکتا) اس لئے وہ اگر کسی ایک آدھ شدھی ہو جانے پر خوشی کے شادیانے بجائیں۔ اور اسکی تشہیر و اعلانات سے دنیا کے کان بہرے کرنے چاہیں۔ تو بجا ہے مسلمانوں کے ہاں یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔ کہ اسکا اعلان ضروری سمجھا جائے۔

ہندوؤں کی بیداری

ہاں ہندوؤں کی بیداری کا ڈر بیشک بہت بڑا ہے۔ لیکن عجیب ہے کہ باوجود اس کے بادشاہی مسجد والوں نے رجسٹروں میں اس کے اندراج کی ضرورت کیوں سمجھی۔ اور انہیں عدالت میں پیش کرکے اس راز کو افشا کیوں کیا؟

بہرحال اب بھی ہندوؤں کے لئے موقعہ ہے۔ کہ وہ "بیدار" ہو جائیں اور بقول آریہ گزٹ

"اس کے ساتھ ہی آریہ سماج شدھی کا کام زور شور سے شروع کر دے"

تاکہ ہم بھی دیکھیں۔ کہ یہ مایۂ ناز شدھی جو سوامی دیانند کے زمانہ سے لیکر آجتک کند ہتھیار سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوئی۔ اب کتنوں کو اشدھ کرتی ہے۔ معاصر آریہ گزٹ کا خیال ہے۔ کہ

"اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ مسلمانوں کو ہوش آ جائے گی۔"

بہت خوب! لیکن سوال یہ ہے۔ کہ یہ شدھی کا بھوت آیا محض مسلمانوں کو ہوش دلانے کے لئے ہے۔ یا اس کی کوئی حقیقت بھی ہے۔ آیا آریہ سماج محض مسلمانوں کے بالمقابل شدھی کا کام کرتی ہے۔ یا تبلیغ ان کا مذہبی فرض ہے۔ جو کچھ بھی ہو۔ ہمیں خوشی ہوگی۔ اگر مسلمانوں کو شدھی ہی نام لیکر ہوش دلا دی جائے۔ تاکہ وہ حفاظت و اشاعت اسلام کے کام کو زیادہ رغبت اور مستعدی کے ساتھ کرنے لگ جائیں۔

خواتین اسلام کا ارتداد

کسی سابقہ اشاعت میں حیدرآباد کی دو خواتین کے آریہ ہو جانے کی خبر آریہ اخبارات سے نقل کی گئی تھی۔ خوشی کی بات ہے۔ کہ حیدرآباد کے صیغۂ مذہبی نے اس کی تحقیقات ضروری سمجھی جسکا یہ نتیجہ ہے۔ کہ یہ خبر غلط ثابت ہوئی ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور مسلمان خاتون کے ارتداد کی خبر شائع ہوئی ہے۔ معزز معاصر "وکیل" رقمطراز ہے۔ کہ جناب ظفر حق صاحب منصب دار ساکن آصف نگر کی تحریر سے واضح ہوتا ہے۔ کہ مدرسہ نسوان اردو کاچی گوڑہ کی ایک معلمہ میاں بیوی میں نفاق کی وجہ سے آریہ ہو گئی ہے۔ نفاق کیوجہ سے میاں بیوی کی جدائی اور بیوی کا تبدیل مذہب کوئی نیا واقعہ نہیں۔ اس سے پیشتر چند واقعات اس قسم کے پیش آ چکے ہیں۔ جن میں مسلمان عورتوں نے تعلقات زناشوئی سے نجات پانے کے لئے عیسائی مذہب قبول کر لیا۔ یہ اسلام کے لئے ایک اہم خطرہ ہے۔ اور مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ اس کے انسداد کی طرف متوجہ ہوں۔ ہمارے آریہ معاصر "پرکاش" نے حیدرآباد کے سابقہ واقعہ کی بنا پر اپنے ہمقوموں کو شرم دلاتے ہوئے۔ لکھا ہے۔ کہ کسی وقت عرب میں ویدک دھرم پھیلانے کا خواب دیکھا کرتے تھے۔ اب تو وہ بھی نہیں۔ آپکے حوصلے اور آپ کی امنگیں صرف کھدر پرچار تک محدود ہو گئیں۔

لیکن ہم مسلمانوں کو کن الفاظ میں مخاطب کریں۔ ان کو دنیا میں صرف خدا کے نام کی تقدیس کے لئے بھیجا گیا تھا۔ لیکن کیا وہ اپنے اس فرض اہم کو پورا کر رہے ہیں؟ کیا انہوں نے علمائے علم توحید کی حفاظت کی؟ کیا انہوں نے مسلمانوں کو خارجی اثرات سے بچایا؟ کیا انہوں نے بنی نوع انسان کو الٰہی جھنڈے کے نیچے آنے کی دعوت دی؟ مسلمانان سلف نے تو بے شبہ بہت کچھ کیا۔ مگر اسوقت ہمارے مخاطب موجودہ مسلمان ہیں جنہوں نے اس فرض اہم کو بالکل فراموش کر دیا ہے۔

النظر

زیب النساء بیگم

اس نام کی ایک قابل قدر تصنیف میو جوئل ایجنسی موچی دروازہ لاہور نے حال ہی میں تیسری مرتبہ چھپوا کر شائع کی ہے۔ جس کے مصنف حکیم مظفر حسین صاحب اظہر دہلوی ہیں۔ ہم جناب اظہر کی سعی بلیغ کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ انہوں نے جنابہ زیب النساء بیگم بنت خلد آشیاں حامی الملت والدین حضرت محی الدین اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کی اس مکمل سوانحعمری کی تیاری میں فی الواقعہ مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔ اور یہ امید کرنا بیجا نہیں۔ کہ ان کی یہ تصنیف علم دوست حضرات کے لئے عموماً اور تاریخ دان حضرات کے لئے خصوصاً مایۂ صد افتخار ہوگی۔ جناب اظہر نے جس خوبی سے اسکو لکھا ہے۔ وہ دیکھنے سے ہی تعلق رکھتی ہے۔ لغو اور جھوٹے فسانے جو یورپین حضرات کے دماغوں کی اختراع ہیں ان کو نہایت خوبی سے غلط ثابت کر کے اصل حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اور عفت مآب جنابہ زیب النساء بیگم کو تاریخی حوالوں کی بنا پر اسی شان سے دکھایا ہے۔ جو ایسے مقدس باپ کی بیٹی کے شایان ہے۔ ہم سفارش کرتے ہیں کہ ہر ایک وہ انسان جو علمی مذاق رکھتا ہے۔ یا جنکو واقعات ماضیہ سے دلچسپی ہے۔ وہ اس لطیف اور دلچسپ رسالہ کو ضرور ایکدفعہ پڑھے۔ اور اپنے دوستوں کو پڑھنے کی تحریک کرے۔ اگرچہ کاغذ اور لکھائی چھپائی کے اعتبار سے اسکا وہ پایہ نہیں۔ جو علیہ حضرت خلد آشیاں کی شان کے لائق ہے۔ تاہم اس زمانہ میں جبکہ ایسی باتوں کی چنداں قدر نہیں کیجاتی۔ ان حالات کا کتابی صورت میں شائع ہو جانا ہی بسا غنیمت ہے۔

زیب النساء اور عاقل خاں کا جو لغو قصہ مشہور کیا گیا ہے۔ اس کی خصوصاً نہایت عمدگی سے معقول طور پر تردید کی گئی ہے۔ جس سے جناب اظہر کے تاریخی مذاق کا پتہ لگتا ہے۔ غرض جناب اظہر نے ایسا کام کیا ہے کہ جس کی نہایت ضرورت تھی قوم کو فراخدلی سے اس کی قدر کرنی چاہیئے۔ تاکہ مصنف اور ناشر ہر دو کی حوصلہ افزائی کا موجب ہو۔ اور آئندہ بھی وہ اس مفید سلسلہ کو جاری رکھ سکیں۔ لارڈ میکالے کا قول ہے کہ بڑے لوگوں کے سوانحی حالات کا دلپذیر خاص اثر ہوتا ہے۔ اور لوگوں میں اوصاف حسنہ و اخلاق پاکیزہ پیدا کرنے کی تحریک ہوتی ہے۔ اگر آج قوم میں ایسے حضرات کے سوانحی حالات کی اشاعت اچھی طرح ہو کہ جن کی سیرت و سریرت سے قوم کی کایا پلٹی اور قوم نے.....

ولایتی ڈاک

مسیحی ملحدین کے خلاف وفد

گذشتہ اشاعت میں ہم بعض ان آرا کو نقل کر چکے ہیں۔ جو ڈین آف کارلائل پر فتوائے کفر صادر کرنے کی تحریک پر ہاؤس آف کنووکیشن میں کلیسائے انگلستان کے بڑے بڑے اراکین نے ظاہر کیں۔

اب "[illegible] ٹربیون" کے ولایتی نامہ نگار نے اپنے ارمئی کے خط میں پادریوں اور عامۃ الناس کے ایک بہت بڑے وفد کا حال لکھا ہے جو آرچ بشپ آف کنٹربری کی خدمت میں بدیں غرض بھیجا گیا ہے۔ کہ "اس آزادانہ رجحان کے خلاف جو کلیسائے انگلستان میں آجکل پیدا ہو چکا ہے ایک پبلک پروٹسٹ کرے"۔ رئیس وفد سر ڈبلیو جائنسن ہکس تھے۔ جو بقول نامہ نگار ٹربیون اس وجہ سے کہ وہ قومیت پسند کو سخت ترین نفرت کی نگاہ سے دیکھنے کے علاوہ کلیسا کے معتقدات کے نہایت پکے حامی ہیں اس کام کے لئے بہت موزون تھے۔ انہوں نے بھی مذہبی جوش رکھنے والوں کی اس غیر معروف جماعت کا آرچ بشپ سے انٹروڈیوس کرایا سر جائنسن ہکس موجودہ خیالات کی اشاعت کے خلاف بیس سال سے خطرات کا اظہار کر رہے ہیں۔ انہوں نے اس وفد کو اس بہت بڑی جماعت کی آرا کو پیش کرنیوالا ظاہر کیا۔ جو کلیسا میں قدیم معتقدات کی نہایت سختی کے ساتھ پابند ہے اور بتایا کہ یہ سب لوگ نہایت اضطراب کے ساتھ اس روش کو دیکھ رہے ہیں جو کیمبرج کانفرنس نے گذشتہ سال اختیار کی تھی۔ ایسا ہی وہ نئے خیالات جو کلیسا کے بہت سے نئے مصنفین و مقررین نے الوہیت کے متعلق ظاہر کئے ہیں۔ اس جماعت کے لئے موجب بے چینی ہیں"

آرچ بشپ آف کنٹربری کا جواب

اس گھبراہٹ اور بے چینی کا کیا علاج آرچ بشپ آف کنٹربری نے کیا اور اس مذہبی آزادی کے انسداد کی درخواست کو کس نقطۂ نظر سے دیکھا۔ نامہ نگار ٹربیون کے بیان کے مطابق اس پہلو میں وفد کو ایک طرح کی مایوسی ہی کا سامنا کرنا پڑا۔ اسکا بیان ہے۔ کہ "وفد مذکور کی آرچ بشپ نے کوئی ایسی مدد یا حوصلہ افزائی اس امر میں نہیں کی جس کی درخواست انہوں نے کی تھی۔ یہ سمجھدار انسان جو بحیثیت مجموعی خود بھی آزاد خیال ہے۔ اور فن ڈپلومیسی کا بہت بڑا ماہر۔ کیونکہ کلیسا کے متخاصم فریقین کے مابین فیصلہ کرنے کے لئے عدل و انصاف کا ترازو اس کے ہاتھ میں ہونا چاہیئے۔ اور فی الحقیقت وہی اس ترازو کو سنبھالے ہوئے ہے۔

آرچ بشپ موصوف نے دوران جواب میں اس حقیقت نفس الامری کا اعتراف کیا۔ کہ موجودہ زمانہ میں ان معتقدات کے بارہ میں خیالات میں بہت کچھ تغیر واقع ہو چکا ہے۔ انہوں نے اپنی مشتاق مخبیروں کے اس گروہ کو کھلے لفظوں میں یہ بتایا۔ کہ یہ تغیر صرف ان لوگوں کے خیالات میں ہی پایا نہیں جاتا۔ جو تنقید اعلیٰ میں حصہ لیتے ہیں۔ بلکہ عام کلیسائی مقتدیوں کے دلوں میں بھی یہ تغیر جڑ پکڑ چکا ہے۔

آرچ بشپ موصوف نے کہا۔ کہ خدا کا شکر ہے۔ کہ میری تربیت پرانی طرز کی سخت کلیسائی تعلیم پر ہوئی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں یہ جانتا ہوں۔ (جیسا کہ ہر ایک شخص کو معلوم ہے) کہ یہ تعلیم موجودہ زمانہ کے سمجھدار و فہیم و تدبر سے کام لینے والے مردوزن کے دلوں کو قطعاً اپیل نہیں کرتی۔

اس سے بھی بڑھکر انہوں نے یہ سوال کیا۔ کہ آیا ۔۔۔ وہ لوگ جو اس وقت ان کے سامنے موجودہ خیالات کی بدعت کے خلاف زور لگا رہے ہیں۔ قدامت کی اس شکل و صورت کو اختیار کرنا پسند کرینگے۔ جو آج ساٹھ سال پہلے موجود تھی"

امیدواران ہولی آرڈرز سے نیا سوال

ڈین آف کنٹربری نے اپنے بشپ کو یہ جتایا۔ کہ اس تنقیدی زبان کا جو موجودہ خیالات کے مصنفین نے کتب مقدسہ کے متعلق استعمال کی ہے۔ قدیم عیسائیت کے حامیوں سے خاص تعلق ہے۔ انہوں نے تجویز کی کہ ہولی آرڈرز یا پادریوں کے علاوہ کے امیدواروں کی سختی کے ساتھ آزمائش ہونی چاہیئے۔ وہ بھی اس سوال کے ذریعہ سے کہ "کیا تم عہد نامہ عتیق و عہد نامہ جدید کے مسلمہ نسخوں پر بغیر کسی تامل اور شک کے ایمان لاتے ہو؟"

نامہ نگار ٹربیون کی رائے ہے کہ "اس میں شک نہیں کہ اس سوال کا جواب آجکل بہت سے امیدوار خاص احتیاط کے ساتھ دینگے۔ کیونکہ میں جرأت کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ بہت کم ایسے تعلیم یافتہ انسان ہیں جو ان کتب کے الہامی اور معتبر ہونے پر دلی ایمان رکھتے ہوں۔

موجودہ زمانہ کے خیالات

موجودہ زمانہ میں مغرب کے اندر عام طور پر مذہب کو کیا سمجھا جاتا اور کن باتوں کا اس سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے نامہ نگار ٹربیون رقمطراز ہے۔ کہ

(۱) کسی شخص یا حکومت یا کلیسا کا یہ دعویٰ کہ عقلمند انسانوں کو بتا سکتا ہے۔ کہ فلاں خاص مذہبی طریق خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور اس میں کسی شک اور انکار کی گنجائش نہیں۔ ہرگز قابل قبول نہیں۔ وہ ناممکن ہے

یہ تمام مذہبی طریق لکھے ہیں۔ ان کے قابل اعتبار و استناد ہونے میں کلام ہو سکتا ہے اور ان کے ریکارڈ انسانیت کے اعلیٰ اخلاقی احساس کے خلاف ہیں۔

(۲) اخلاقی زندگی کا اصل معیار انسانیت کے صحیح ضمیر کے اندر پایا جاتا ہے یہی وہ بات ہے جو ہر زمانہ کے تجربہ سے بڑے لوگوں اور مصلحین نے بتائی ہے۔ اور ایک انسان کے مذہبی عقیدہ کی کسوٹی یہ ہے کہ اس میں اپنا ہمسایہ کا خیال ہے۔ جہاں ذریعہ سے ناپا اور تولا جاتا ہے۔

(۳) یہ بات فوق القدرت امور کو انسان کی اس تجربہ سے جو کائنات کا اسے حاصل ہوتا ہے۔ خارج نہیں کرتی۔ جبکہ فوق القدرت سے وہ چیزیں مراد ہیں جس کو ہم فطرتی طور پر بیان نہ کر سکیں مزید روشنی کے لئے ادب کے ساتھ تحقیق و تفتیش کرنا بہتر ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ ان معتقدات کو جنہیں معصوم عن الخطا کہا جاتا ہے۔ بغیر سوچ و بچار کے مان لیا جائے۔

"اللہ تعالیٰ اپنے سے کمتر کسی خارجی چیز میں کبھی حلول نہیں کرتا۔ بلکہ تمام نسل انسانی اللہ تعالیٰ کے حلول کا ایک حصہ ہے یسوع مسیح خدا کا سب سے بڑا بیٹا ہے۔ لیکن "اکلوتا" نہیں جیسا کہ عیسوی معتقدات میں بتایا جاتا ہے۔ وہ نسل انسانی کی طرف ایک بے نظیر (لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ معصوم عن الخطا بھی ہو) الہام لائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی مرضی ان پر آشکارا کی۔ آپ کی زندگی ہمارے لئے نمونہ تھی۔ اور آپ کی تعلیم ایک رہبر۔ ہم اس حد تک عیسائی ہیں۔ جس حد تک ہم آپ کی پیروی کرتے ہیں۔ آپ کے ماننے سے دوسرے رسولوں۔ پیغمبروں اور اولیا کی رہبری اور الہام کا انکار نہیں ہو جاتا۔"

ان خیالات کو عملی صورت میں لانے کے لئے وہ لکھتا ہے کہ ہر ایک

"انسان کو اس موجودہ زندگی میں زمین پر اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کو پورا کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کا اصل فرض یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے پورے دل سے محبت کرے۔ اور اس محبت کا اظہار ایسی زندگی سے کرے۔ جس میں دوسروں کے ساتھ بھلائی کی خاطر وہ قربانی اور ایثار سے کام لے۔ اور تمام بنی نوع انسان کے لئے تکمیل کے نصب العین کے حصول کے لئے اپنے ذاتی مفاد کو ترک کر دے۔"

ہم کہتے ہیں کہ یہ "جدید خیالات" نامہ نگار مذکور کی اور خود ہماری رائے میں بھی مذاہب کے بنیادی اصول ہیں۔ اور یہی وہ باتیں ہیں جو انسانی دل و دماغ کو اس وقت عزیز ہونگی جب تمام موجودہ قدامت پسندانہ خیالات اور مسٹر ولیم جانسن ہکس جیسے ان کے حامی اس دنیا سے فراموش ہو جاوینگے۔

اس بات سے قطع نظر کر کے کہ مسیح کے نمونہ اور تعلیم کے متعلق جو کچھ نامہ نگار مذکور نے بیان کیا ہے۔ وہ کہاں تک صحیح ہے۔ ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ یہ تمام خیالات جن کو "جدید" قرار دیا گیا ہے۔ اسلام نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر سے تعلیم کئے ہوئے ہیں۔ اور وہ وقت دور نہیں۔ جب دنیا طوعاً و کرہاً انہی خیالات کو مان کر آخرکار اسلام کے اطمینان بخش سایہ کے نیچے آ جائے گی۔

بائیبل کے بیانات

اخبار ٹو ورلڈز کے ایک نامہ نگار نے اپنی ایک مراسلت میں یہ دعویٰ کیا تھا۔ کہ

"بائیبل جو موجود ہے۔ میرا یقین ہے۔ کہ اس کا ایک ایک باب ایک ایک لفظ اور ہر ایک کلمہ بالکل صحیح ہے"

اس کے جواب میں ایک اور نامہ نگار نے اسی اخبار میں ایک مضمون لکھا ہے۔ اور یہ سوال کیا ہے۔ کہ

"اس ادعویٰ سائنس کے موجودہ انکشافات کے سامنے کیونکر قائم رہ سکتا ہے۔ یہ ایک ایسا معمہ ہے۔ جس کی عقدہ کشائی محال ہے۔ پیدائش عالم کے متعلق بائیبل کا بیان۔ آدم اول کی پیدائش کا زمانہ اور اس کا گناہ میں مبتلا ہو کر جنت سے نکالا جانا سائنس کے بالکل خلاف ہے۔ اور کوئی امید اسکی مطابقت کی نہیں ہو سکتی۔"

بقیہ صفحہ (۹)

ان سب کا رأس رئیس پاپائے افتیم ہے۔ جو کیساریہ کا آرچ بشپ ہے ترکی بیانات کے مطابق یہ کرمان علی قدیم عثمانی نسل سے ہیں۔ اور ان کے بزرگ قدیم بازنطین حکومت کے ایام میں اناطولیہ میں ہجرت کر آئے تھے۔ جب وہ اس ملک میں آکر آباد ہو گئے۔ تو انہوں نے حکومت کا مذہب یعنی عیسائیت اختیار کر لیا۔ اور آخرکار جب اناطولیہ یونان کے ہاتھ سے نکلکر ترکوں کے پاس آیا۔ تو وہ لوگ عیسائیت پر ہی قائم رہے۔ اور اس لئے "رعیت" یا "رومی ملت" کہلائے۔

یہ ان لوگوں کے مختصر حالات ہیں۔ جن کو اپنی قدیم نسل ترک قوم سے رشتہ اتحاد جوڑتے ہوئے دیکھکر پادری وگرام کو تکلیف محسوس ہوئی ہے۔ خود پادری صاحب نے ہی اپنے محولہ بالا مضمون میں ان حالات کو لکھا ہے اور حیرت ہے۔ کہ ترکوں کے مظالم اور مذہبی تعصب کا رونا رونے کے باوجود آخری فقرہ میں اس آزادی مذہب اور غیر جانبداری کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکے۔ جو ترکی حکومت میں ابتدا سے چلی آتی ہے۔ اور بالمقابل یونان میں نہیں۔

ترک کرمان علی قبائل کا یونانی حکومت میں عیسائیت کو اختیار کرنا اور ترکی حکومت میں اسی کے اوپر قائم رہنا آخر کس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے۔

عالم اسلام

عیسائی ترک

ترک اور مسلمان آجتک دو مترادف الفاظ سمجھے جاتے رہے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ ترک قوم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو نسلاً بعد نسل عیسائی چلے آتے ہیں۔ مگر سیاست چونکہ ترکوں کے مسلمان طبقہ کے ہاتھوں میں تھی اس لئے غیر مذاہب والوں کو خواہ وہ ترک قوم ہی سے ہوں کیوں نہ ہوں۔ رعیت کے طور پر عمل کیا جاتا تھا۔

لیکن موجودہ سیاسی پیچیدگیوں نے ترکوں کو اسطرف متوجہ کیا ہے۔ کہ وہ اپنی قوم کے اعداد وشمار میں ان لوگوں کو بھی شامل کریں۔ جو اگرچہ مذہباً ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔ لیکن قومیت کے لحاظ سے وہ ان کے بھائی ہیں۔

"دی نیر الیسٹ" مورخہ ۲۵ر مئی ۱۹۳۲ء میں ایک عیسائی مشنری (ریورنڈ جوا ہیلے نگرام ڈی ڈی) نے اسپر ایک طویل مضمون لکھا ہے۔ اور یہ سوال کیا ہے۔ کہ

"کیا ایک اسلامی سلطنت کے لئے یہ ممکن ہے۔ کہ وہ اس حد تک دوبارہ اپنے آپ کو مرتب کرے۔ یہ ایک سوال ہے۔ اور نہایت دلچسپ سوال ہے۔ نوجوان ترکوں کا خیال ہے کہ اسلامی حکومت ایسا کر سکتی ہے جبکہ وہ یورپ میں ہے۔ ایسا ہی ان کا یہ بھی خیال ہے۔ کہ حکومت عثمانیہ بہت سے دوسرے طریقوں میں بھی اصلاح کرے گی۔ وہ وجوہات جو اس بارہ میں بتائی جاتی ہیں۔ کہ کیوں اس نے ایسا کرنا ابھی شروع نہیں کیا۔ بالکل فرضی اور نمائشی ہیں۔ تاہم ایک تعلیم یافتہ عثمانی جو سب زیادہ قابل توجہ انسان ہے۔ ترکی کے اندر اسلام پر چند اں پابندی کے ساتھ عمل پیرا ہونے کا عادی نہیں۔ اگرچہ یہ بھی نہیں۔ کہ وہ اپنے آبائی مذہب سے علانیہ کنارہ کش ہو گیا ہے"

اسلام اور قومیت

پادری صاحب کا خیال ہے۔ کہ اسلامی حکومت کے لئے یہ مشکل ہے۔ کہ وہ قومیت اور اسلام میں امتیاز پیدا کرے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اسلام میں قومی تفریق اور نسلی امتیازات چنداں اہمیت نہیں رکھتے لیکن جس حد تک ایک دوسرے سے امتیاز کا تعلق ہے (اور دنیا کے بہت سے کام باہمی امتیاز پر ہی مبنی ہوتے ہیں۔) اسلام نے قومیت کو برا نہیں سمجھا انا جعلنٰکم شعوباً وقبائل لتعارفوا۔ اس سے یہ مطلب نہیں۔ کہ ترکوں کے سوائے باقی قوموں کو خواہ وہ مسلمان ہی ہوں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ جیسا کہ یورپ کا حال ہے۔ بلکہ یورپ میں ترکوں کے قیام کی چونکہ یہی ایک سبیل رہ گئی ہے کہ ترک قوم کی تعداد جن علاقوں میں زیادہ ہے وہی ان کے پاس رہیں۔ اسلئے ناچار انہیں قومیت کے اس خیال کیطرف جو دراصل یورپ کی ایجاد ہے۔ رجوع کرنا پڑا۔ تعجب ہے۔ کہ پادری صاحب کو اسپر رنج کیوں ہے۔ جبکہ خود ان عیسائی ترکوں کے متعلق انکا بیان ہے۔ کہ

"وہ جانتے ہیں کہ وہ ترک ہیں۔ اور باوجود اس کے عیسائی اور رہ جاتے ہیں۔ کہ ان کا مذہب بھی قائم رہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ان کی قومیت بھی ظاہر ہوتی رہے"

ایسے لوگوں کو جو خود ترک کہلانا اور ترکوں کی قومیت میں رہنا پسند کرتے ہیں کون ان سے جدا کر سکتا ہے۔ یہ ایک حیرت انگیز اعتراف ہے اس بات کا کہ ترک غیر مسلموں پر مذہبی تعصب کی وجہ سے ظلم وستم روا نہیں رکھتے۔ ورنہ ان لوگوں کا باوجود عیسائی ہونے کے ترک کہلانا چہ معنے دارد؟

حیرت ہے۔ کہ پادری صاحب نے باوجود اس اعتراف کے ترکوں کی خونریزیوں اور مظالم پر قریباً نصف کالم کس لئے سیاہ کیا ہے۔

کرمان علی عیسائی ترک

ترکوں کی جس عیسائی قوم کا پادری صاحب نے بالخصوص تذکرہ کیا۔ اور بتایا ہے۔ کہ ترک انہیں اپنی مردم شماری میں داخل کر رہے ہیں۔ اس کا نام کرمان علی ہے۔ یہ لوگ اناطولیہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی تعداد کم وبیش پانچ لاکھ ہے۔ بالعموم وہ دیہاتی لوگ ہیں۔ اور قرون سابق سے ان کے گاؤں افیوم قرہ حصار اور شک حصار کے علاقوں میں چلے آتے ہیں۔ وہ اس زمین کے چند باقیماندہ لوگ ہیں۔ جو ابتدائے تاریخ سے یورپ اور ایشیا میں حائل تھی۔ اور جہاں بہت سے ہجرت کرنے والے قبائل کے رستہ کے نشانات پائے جاتے ہیں۔ زبان کے لحاظ سے یہ کرمان علی قبیلہ کے لوگ ترک ہیں اور نسلی اعتبار سے بھی۔ اگرچہ وہ ترک زبان کو یونانی رسم الخط میں لکھتے ہیں تاہم وہ مذہباً عیسائی ہیں۔ اور اگرچہ برائے نام وہ کلیسائے قدیم سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن ترکی حکام انہیں رومی یا یونانی کے طور پر شمار کرتے رہے ہیں۔

اب ان کو عیسائی کلیسا کی ایک نئی شاخ میں داخل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یعنے قومی یا ترکی "قدیم" گرجا میں داخل کیا جا رہا ہے۔ ان کے دو سو گرجے ہیں۔ ان کے پانچ سو پادری اس نئی شاخ میں داخل ہو چکے ہیں۔ جن کے اوپر چار افسر ہیں۔ جو کلیسا کی رسوم کے مطابق پادری کے عہدہ پر کسی کا تقرر کر سکتے ہیں۔ (باقی بر صفحہ [illegible] کالم ۲) ملاحظہ ہو

غیر مذاہب کی تبلیغی جدوجہد

عیسائیت مشرق قریب میں

ایک عیسائی جو بقول انٹرنیشنل ریویو آف دی ورلڈ مشنری ایک قسطنطنیہ کے رقمطراز ہے۔ کہ یورپ کے سیاست دانوں نے یہ بہت بڑی غلطی کی کہ عارضی صلح کے بعد اس ملک پر اپنا قبضہ و تصرف نہ جمایا۔ عیسائیوں کو بھی یہ غلطی کا ارتکاب نہیں کرنا چاہئے۔ یہ کہنا کہ ہمیں اسوقت کی انتظار کرنی چاہئے۔ جب اس ملک میں امن و امان قائم ہو جائے۔ ایک خطرناک غلطی ہے۔ یہ بات کہ ابھی ملک میں پورے طور پر امن قائم نہیں ہوا۔ کوئی وقیع عذر اس بات کے لئے نہیں۔ کہ جو کچھ ہم کر سکتے ہیں اسکو بھی اب نہ کریں۔ یہ ایک بہت بڑا مرکز ہے۔ اور تمام مشرق قریب کی مذہبی زندگی کے لحاظ سے اہم ترین جگہ۔ اس مقام پر عیسائیت کے کام کے لئے بہت وسیع میدان ہے۔ اور لکھوکھا انسانوں کی قسمت اس شہر کے آئندہ حالات پر منحصر ہے۔ کون جانتا ہے۔ کہ اسلامی مسئلہ کی چابی اس جگہ موجود ہو۔ اس لئے ہمیں چاہئے۔ کہ اپنے کام کا ٹھیک طور پر جائزہ لیں۔ عقل سلیم سے ساتھ اپنا رستہ تلاش کریں۔ اور اپنی طاقتوں کو ترتیب دیکر کامل ایمان کے ساتھ آگے بڑھنا شروع کر دیں۔" ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عیسائی مشنری اب کسطرف اپنا رخ کرنے والے ہیں۔ مشنری جدوجہد تو پہلے سے ہی قسطنطنیہ اور دیگر اسلامی ممالک میں جاری ہے۔ لیکن موجودہ حالات سے فائدہ اٹھا کر ان کوششوں کا بڑھ جانا کوئی غیر متوقع بات نہیں۔

[illegible] پڑھ کر منقولہ بالا سطور میں جن جلی الفاظ کی طرف ہم اپنے ناظرین کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ عیسائی بھی اسلامی مسئلہ کے حل کی چابی آج قسطنطنیہ میں ہی ڈھونڈنا چاہتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں۔ کہ جو بات زور حکومت سے انہیں حاصل نہیں ہوئی۔ اور اسلام کا نام و نشان اگر وہ تلوار کے ذریعہ یورپ سے نہیں مٹا سکے۔ تو اپنے مذہب کی تبلیغ اور لوگوں کو مسیحی بنا کر وہ اس مقصد کو حاصل کر لیں گے۔

افسوس ہے۔ کہ مسلمانوں کا آج اس پر ایمان نہیں رہا۔ کہ تبلیغ و اشاعت اسلام ہی ایک چیز ہے۔ جو انہیں سب قوموں پر غلبہ و طاقت دے سکتی ہے۔ اگر آج ہم متفقہ طور پر تبلیغ اسلام میں لگ جائیں۔ تو تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل کر لیں گے

مشرقی افریقہ میں عیسائیت

صحرائے افریقہ میں عیسائی مشنریوں کی ناکامی اور اسلام کی فتوحات

کا تذکرہ بارہا ان کالموں میں آچکا ہے۔ لیکن یہ صورت حالات بالعموم مغربی افریقہ میں ہے۔ مشرقی افریقہ حالانکہ اسلامی ممالک سے بالکل قریب ہے۔ اور ہندوستانی مسلمان وہاں کثرت سے موجود ہیں۔ لیکن وہاں عیسائیت کا قدم ترقی پر ہے۔

یوگنڈا میں اسوقت ولیسی عیسائیوں کا ایک بہت بڑا گرجا ہے جسکو قائم ہوئے پینتالیس سال ہو گئے ہیں۔ یہاں کے بپتسمہ یافتہ عیسائیوں کی تعداد ۱۰۰۰۰۰ (ایک لاکھ دس ہزار) ہے۔ بہتر آدمی پادریانہ منصب پر فائز ہیں۔ تین ہزار پانچسو دینی واعظین اور استاذہ ہیں۔ جو اسی ہزار لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے ذمہ دار ہیں۔

"چرچ مشنری آؤٹ لک" میں کینن بلیک لیج نے ایک مضمون لکھا ہے۔ جس میں بتایا ہے۔ کہ یوگنڈا کے ولیسی گرجا کو تین بڑے خطرات درپیش ہیں۔ سب سے پہلا خطرہ تو افریقن وحشیوں کا بغض و تعصب ہے۔ دوسرے درجہ پر یورپینوں کا اثر ہے۔ افریقہ کے لوگوں کے نزدیک تمام یورپین ایک جیسے ہیں۔ کیونکہ وہ سب یورپ سے آئے ہیں۔ لیکن یہ ظاہر ہوتا جا رہا ہے۔ کہ بہت سے یورپین اپنی زندگیوں میں اللہ تعالیٰ کو پیش نظر نہیں رکھتے۔ وہ شراب پیتے ہیں۔ اتوار کو بطور مذہبی دن کے نہیں مناتے۔ اور بہت سی دوسری بدعادات میں مبتلا ہیں۔ ان باتوں کا اثر یگنڈا (افریقن قوموں) پر برا ہوتا ہے۔ اور بہت سے عیسائیت سے مرتد ہو جاتے ہیں۔

تیسرا خطرہ یہ ہے۔ کہ ان قوموں کے ہاتھوں میں روئی کی فروخت سے روپیہ بکثرت آگیا ہے۔ اس لئے ان کے دل خدا سے غافل ہو گئے ہیں"

تعجب ہے۔ کہ وہی باتیں جو ایک وقت عیسائیت کے لئے باعث فخر و مباہات سمجھی جاتی تھیں۔ بلکہ آجتک بعض عیسائی حصوں میں سمجھی جاتی ہیں وہی کینن بلیک لیج کے نزدیک اس کی اشاعت میں روک اور خطرہ کا موجب ہیں۔ شراب تمام یورپ کی گویا گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ کلیسا کے اندر بھی اعشائے ربانی کے وقت اسے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بقول ایک عیسائی مصنف جہاں جہاں عیسائیت گئی ہے۔ شراب ساتھ ساتھ گئی ہے لیکن آج افریقہ والوں کو عیسائی بنانے کے لئے شراب خواری کی مذمت کیجاتی ہے۔۔۔۔۔ اور اسکو برا کہا جاتا ہے۔

بہرحال مسلمانوں کے یہ قابل غور بات ہے۔ کہ عیسائی مشنری باوجود ہر طرح کی ناکامیوں کے پیش آنے کے کس طرح سے اپنے مذہب کی اشاعت میں سرگرم ہیں۔ اور کوئی حصہ دنیا ان کی جدوجہد سے خالی نہیں کیا ہمارا فرض نہیں۔ کہ اسلام کے لئے اس سے بڑھ کر سرگرمی اور جوش دکھائیں۔ کم از کم مسلمانوں ہی کی حفاظت کر کے اسلام کو نقصان ہی سے بچائیں؟

التفسیر

غسل رجل

گذشتہ سے پیوستہ

یاایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین (س مائدہ)

(۹) عن زید بن علی عن ابائہ عن علی علیہ السلام قال جلست اتوضاء فاقبل رسول اللہ صلعم .... وغسلت قدمی فقال لی یا علی خلل بین الاصابع لا تخلل بالنار.. فھذا خبر موافق للعامۃ وقد ورد مورد التقیۃ (ص۳۴ استبصار)

(۱۰) عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام.... وان نسیت مسح راسک حتی تغسل رجلیک فامسح راسک ثم اغسل رجلیک الخ (ص۳۸ استبصار) ان تمام احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ پاؤں کا دھونا احادیث تشیع میں ائمہ اہلبیت علیہم السلام سے مروی ہے۔ اور مجھ کو ہمیشہ اس بات سے تعجب ہوتا رہتا ہے۔ کہ جب کوئی شیعہ محدث یا متکلم ائمہ اہلبیت علیہم السلام سے حدیث روایت شدہ نقل کرتا ہے۔ اور وہ روایت اس کے مذہب موجودہ کے مخالف ہوتی ہے اور اس کے مذہب اختیار کردہ (جو درحقیقت مجتہدین و متکلمین شیعہ کا اپنا وکردہ مذہب ہے) کی تائید اس سے نہیں ہوتی تو جھٹ کہدیتا ہے کہ یہ حدیث مخرج تقیہ سے نکلی ہوئی ہے۔ گویا کہ درحقیقت یہ قول امام علیہ السلام کا تو ہے۔ مگر امام صاحب نے تقیہ سے ایسا فرمایا ہے۔ ڈر یا خوف یا کسی اور وجہ سے۔ تو گویا باب تقیہ ایسا وسیع ہے۔ کہ اس سے ہزارہا ہاتھی گذرجاتے ہیں ایک محدث کا ایسا کہنا گویا امام پر حکم بنتا ہے ظاہر ہے۔ کہ یہ محدث یا متکلم جو ایسا فتوے اس حدیث امام کے متعلق لگاتا ہے۔ امام صاحب کے پاس اسوقت جبکہ امام صاحب حدیث بیان فرما رہے تھے خود موجود تو نہیں تھا۔ پھر کس طرح اسکو معلوم ہوا کہ یہ حدیث تقیہ والی ہے۔ اور دوسری حدیث آزاد مرضی امام والی شائبہ تقیہ سے پاک اور مبرا ہے۔ متکلمین و محدثین اہل سنت جب کسی حدیث کی جرح اور تعدیل کرتے ہیں۔ تو اس میں رواۃ کی فقاہت ثقاہت علم جہالت وغیرہ واقعات پر بحث کرکے حدیث کے متعلق حکم لگاتے ہیں کہ یہ حدیث اس پایہ اور اس قسم کی ہے۔ مگر تقیہ تو فعل قلب ہے۔ اسپر ایک محدث کسطرح رائے لگاسکتا ہے۔ یا راوی کس طرح سمجھ سکتا ہے۔ کہ امام صاحب کا یہ کہنا اسوقت کا تقیہ سے ہے۔ اور فلاں بات دوسرے وقت کا تقیہ سے نہیں ہے تو

شیعہ علماء اور محدثین کا دل وگردہ اور دماغ ہے جنکو وہ علم بتلاتے ہوں گے۔ یا امام صاحب بھی پہلے ان کو الہام ہوتا ہوگا۔ کہ یہ حدیث منبع تقیہ سے برآمد ہوئی ہے۔ قرآن نے اصول جرح و تعدیل کا ماخذ صاف بیان کردیا ہے۔ وہاں تقیہ والی بات کی گنجائش ہی نہیں۔ کیونکہ فعل قلب پر تحقیقات حاوی نہیں ہوسکتی اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔ وان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا الخ اس آیت میں مقدم فاسق کا لفظ رکھا گیا ہے۔ جو راوی کے کیرکٹر کی تحقیقات اور تفتیش اور تبین پر مشتمل ہے۔ نہ کہنے والے معصوم کی کسی حالت کے اظہار اور تفتیش کے متعلق فہم۔ اگر خلط اور طول بحث کا خوف نہ ہوتا تو خدا کے فضل سے شیعہ اصول احادیث پر ایسی بحث کرتا کہ ناظرین کی آنکھ وجد میں آجاتی۔ مگر یہاں اسکا محل نہیں۔

(۵) مسح کے دو معنے ہیں ایک مشہور اور دوم غسل خفیف جیسا کہ اہل لغت نے لکھا ہے۔ تمسحت بمعنے توضات یا تغسلت انہ تمسح وصلی اے توضاء ومن مسح الرجل توضاء والمسح یکون مسحا بالید وفیہ فجعلنا نمسح علی ارجلنا اے نغسل غسلا خفیفا (ص۲۹۰ مجمع البحار گجراتی) اور مسح الارض المطر۔ بولا جاتا ہے۔ جبکہ بارش زمین کو دھوئے۔ پس اس لغت اور اصطلاح کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ امسحوا برؤسکم میں چونکہ کوئی قرینہ نہ تھا۔ کہ مسح کے عام معنے مراد نہیں بلکہ بمعنے غسل خفیف ہے۔ لہذا اسجگہ مسح اپنے مشہور معنوں پر قائم رکھا گیا اور سنت متعاملہ میں اس پر تواتر ثابت ہے۔ اور بر تقدیر جر جو امسحوا بارجلکم میں مسح مقدر ہے۔ اس کے ساتھ چونکہ الی الکعبین کا صریح قرینہ ہے جو کہ صاف بتاتا ہے۔ کہ اس جگہ مسح کے مشہور معنی مراد نہیں ہوسکتے اس لئے کہ مسح بمعنے مشہور کبھی کسی غایت یعنی الی کے ساتھ مقید نہیں آتا یہی وجہ ہے کہ باوجودیکہ تیمم وضو کا بدل ہے۔ اور وضو میں نہایت بیان ہے۔ پر تیمم میں ایدیکم وغیرہ کے ساتھ کوئی غایت اور قید بیان نہیں کی گئی۔ اور مسح بمعنے غسل تو ایسا ہی مقید ہوسکتا ہے جیسا کہ غسل ہوتا ہے۔ جیسا کہ الی المرافق اور الی الکعبین کا مقابلہ بتلاتا ہے۔

پس اس میں مسح سے مراد غسل خفیف ہے۔ پھر سر کا صاف رہنا اور پاؤں کا ہر وقت مٹی وغیرہ میں ملوث رہنا بھی قرینہ ثانی ہے کہ اول میں مسح بمعنے مشہور اور دوم میں بمعنے غسل ہو۔

(۶) اہل سنت اور اہل تشیع۔ دونو قرائتوں کے تواتر پر متفق ہیں۔ اور پھر دونوں اس اصل کو بھی مانتے ہیں۔ کہ اختلاف کی صورتوں میں جمع اور توفیق کی صورت پیدا کرنی چاہیئے۔ جبکہ بظاہر اختلاف نظر آتا ہو۔ اور جب کسی طرح توفیق نہ ہو۔ تو پھر ایک کو ترجیح دینی چاہیئے۔ اور جب ترجیح کی بھی کوئی وجہ نہ ملے تو پھر ان کو ویسا ہی رہنے دیں۔ اور ان کے بعد کے دلائل کی طرف رجوع کرکے فیصلہ کریں۔ اور حدیث کیطرف رجوع کریں۔ مگر مذہب بہ ہی بلا ہے۔ اور مسلمان عموماً جعل القرآن بعضین کے خوگر ہو چکے ہیں

اس لئے وہ اصل مقصد کیطرف نہیں آسکتے ورنہ یہ امر بدیہی ہے کہ بعض حالتوں میں پاؤں پر مسح کیا جاتا ہے مثلاً جوراب۔ موزہ اور خف یا جبیرہ وغیرہ کی حالت میں۔ پس ان دونوں حالتوں کی تعیین سنت نے کر دی ہے جب پاؤں ننگے ہوں تو دھوئے جاویں اور جب جوراب یا خف موزہ اور جبیرہ میں ہوں تو ان پر مسح کیا جاوے۔ مگر لطف ہے۔ کہ شیعہ مسح خف اور جوراب کے بھی منکر ہیں۔ مگر جبیرہ کی صورتیں اس پر کپڑہ رکھ کر مسح جائز قرار دیتے ہیں تعجب ہے کہ جب جبیرہ کی صورت میں لکڑی کپڑہ اور پٹی پر مسح صحیح ہے تو جوراب اور خف کی صورتیں کیوں جائز نہیں کیونکہ وہ بھی تو تخفیف زمستان اور سردی اور بیماری کے احتمال کے دفعیہ کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ فیا للعجب!

اور اگر شیعہ جبیرہ وغیرہ کی صورت کو جوراب اور خف سے سخت بتلا دیں تو ان کی حیاء اور شرم کرنے کے لئے

باب المسح علی الرأس وعلیہ الخفا کو پڑھ لینا چاہیئے۔ } ۳۹ ۴۴ استبصار
یا باب جواز التقیہ فی المسح علی الخفین پر غور کرنا چاہیئے }
یا باب المسح علی الجبائر پر نظر رکھنی چاہیئے۔ }

اور اس تحقیقات سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ مسح کسی عارضہ سے اصل حکم کے لئے بطور بدل اور قائم مقام کے ہوتا ہے۔ اور عدم عارض کی صورت میں اصلی حکم پر عملدرآمد ہوتا ہے۔

(۴) کعبین۔ تثنیہ ہے کعب کا اور کعب کے معنے لغت عرب میں۔ ما کان اسفل من الکعبین فنی الھا ھما العظمان الناشزان عند مفصل الساق والقدم وقیل العظمان فی ظہر القدم وھو مذھب الشیعۃ... وکل شیئ اعلی وارتفع فھو کعب الخ (ص ۲۱۵ مجمع البحار)

کعب۔ ٹخنہ۔ گیا کو معب اثرابًا۔ اُس عورت کو کہتے ہیں۔ جس کے انار پستان ابھرے ہوئے ہوں۔ جیسے ٹخنہ ابھرا ہوا ہے۔ الی المرافق میں مرافق مرفق کی جمع ہے۔ تثنیہ اسکا مرفقین ہے۔ اس قاعدہ مقدم کے رو سے جیسا کہ الی المرافق ہے الی الکعاب جمع کا لفظ آتا مگر کعبین تثنیہ کا لانا خود اس امر پر مشعر تھا کہ ہر پاؤں میں دو ٹخنے ہیں اور دونوں پاؤں میں چار ٹخنے ہیں۔ مگر کعاب جمع کا لانا ترک کیا گیا حالانکہ دوسری طرف ہر ہاتھ میں ایک مرفق ہے۔ اور دو ہاتھوں کی دو مرفقین لانا چاہیئے تھا مگر مرفقین اس لئے نہیں کہا گیا۔ کہ ہر ہاتھ میں دو مرفق نہ تھے۔ اگر ہر ہاتھ کے دو دو مرفق ہوتے تو ضرور الی المرفقین ہوتا۔ اُس جگہ الی المرافق فرمایا اور یہاں تثنیہ۔ کعبین فرمایا نہ کہ کعاب جمع۔ پس بطور دلالت و فحوا الاشارۃ النص معلوم ہو گیا۔ کہ یہاں کعبین سے مراد ٹخنے ہیں نہ کعب بمعنے ظہر القدم کیونکہ ہر قدم میں ایک ظہر ہے نہ کہ دو جیسا کہ ہر ہاتھ میں ایک مرفق ہے نہ کہ دو۔

علم نحو سے ایک اشارہ

(۸) ولذا الجر والمتصل نحو مررت بک وبزید لا حاجۃ فیہ الی التاکید الا ان اعادۃ الجار فیہ حسن لما سیاتی الخ (المحرم ص ۲۰۲)

فلم یبق لنا شیئ الا اعادۃ العامل الاول سواء کان ذالک العامل حرفًا نحو مررت بک وبزید او اسمًا مضافًا نحو المال بینی وبین زید۔ لیکون کالاسم المستقل فیصح العطف علیہ کما یصح علیہ والمعطوف فی ھذین المثالین وامثالھما ھو الجر ورفقط والعامل مکرر لیصح العطف لانہ اذا لم یکرر العامل لم یکرر العامل لم یصح العطف الخ (المحرم ص ۲۰۶)

ایک وجدانی دلیل تشیع کی غلطی پر

(۹) مجھکو شیعہ مفسرین کی یہ بات ان کی تفسیروں میں پڑھ کر حیرت ہوئی کہ وہ اپنی تفسیر میں اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں۔ وقرء بنصب الارجل وھو مردود عندنا۔ اور پھر اسی جگہ اسی تفسیر میں اَرْجُلَکُمْ کو نصب سے بھی لکھ دیتے ہیں۔ لم تقولون ما لا تفعلون۔ ورنہ کم از کم جو شخص ایک سطر کی عبارۃ میں ایسے صریح تناقض کا ارتکاب کرتا ہے کہ نصب ارجل کو مردود بھی کہتا ہے اور پھر ارجلکم کو نصب سے لکھ بھی دیتا ہے کس پوزیشن کا آدمی سمجھا جاویگا جو اپنے قول اور فعل میں بھی مطابقت نہیں رکھتا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے قول میں حق پر نہیں ورنہ اسکا قول عمل سے کیوں نہیں ملتا۔ درحالیکہ لکھنے والا خود کتاب اور تفسیر اس کی اپنی چھاپی ہوئی بھی شیعوں کی۔ یہ عدم وجدان و عدم جرأت۔ فیا للعجب۔

یا یہ علمی اور حسی شہادت اللہ تعالیٰ نے ان کے کذب پر قیامت تک قائم کر دی ہے۔ (ص ۱۴۴ التفسیر صافی) اور (ص ۲۹۵ تفسیر عمدۃ البیان سید عمار علی)

تا سیہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد

اور طرفہ یہ ہے۔ کہ پڑھتے پڑھاتے بھی ارجلکم ہیں۔ کیونکہ جب ان کے قرآنوں میں بھی ارجلکم لام کے زبر سے ہی لکھا ہوا ہے۔ تو خود پڑھتے وقت ارجلکم ہی پڑھتے ہیں۔ نہ پوچھ اور تمام شیعوں کے قرآنوں کو جمع کر واور دیکھو کہ وہاں ارجلکم لام کی نصب سے لکھا ہے۔ یا کسرہ سے۔ پس تعجب پر تعجب ہے۔ کہ جب وہ ارجلکم نصب سے تلاوت کرتے ہیں۔ تو کیا وہ اسوقت گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے مسلمات کے رو سے تلاوت نصب ارجل سے مردود ہے۔ افسوس صد افسوس ان کے علماء کی سمجھ ہوش اور فہم پر کہ مردود عندنا کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔ اور پڑھتے وقت ارجلکم نصب ہی سے پڑھتے ہیں۔

(۱۰) شیعہ مفسر لکھتے ہیں والباء فی برؤسکم للتبعیض۔ یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ ب تبعیض کے لئے نحویں نہیں آتی۔ بلکہ استعانت تعلیل۔ ظرفیت۔ قسم۔ الصاق۔ مصاحبت۔ مقابلہ تعدیہ۔ زائدہ کسی نحوی نے ایسا نہیں لکھا ہے۔ اور بعض شیعہ نے اس کی مثال کوئی قرآن کریم اور عرب سے پیش نہیں کی ہے۔ بلکہ خود قرآن سے یہ امر بدیہیاً باطل معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ لفظ بعض کے ساتھ ب کبھی نہ آتی جبکہ حرف لفظ کی جگہ کام دے سکتا ہے۔ تو پھر اس حرف کے ہمراہ اصلی لفظ کا لانا فصیح کلام کی شان سے بعید ہے۔ مثلاً افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض۔ رفع اللہ الناس بعضہم ببعض۔ ببعض اکسبوا ببعض ما اتیتموھن۔ یصیبہم ببعض ذنوبھم۔ یکفر بعضکم ببعض۔ الغرض ب تبعیض کے لئے نہیں آتی۔

اور اس جبکہ عطف ہو وہاں حکم ہوا اور ایسا قرآن میں بہت ہے یحلون فیہا من اساور من ذھب ولؤلؤاً۔ یہاں لؤلؤاً کا عطف یحلون پر ہے۔ دوسری آیت یہ ہے۔ ان اللہ بریٔ من المشرکین ورسولہ۔ یہاں رسولہ کا عطف من المشرکین پر نہیں۔ کیونکہ معنی باطل ہوتے ہیں اور التباس واقع ہوتا ہے۔ پس اصل اسطرح ہے۔ ان اللہ ورسولہ بریٔ من المشرکین ایک اور آیت ہے جس میں اعادہ جار ہے۔ انہم کفروا باللہ وبرسولہ ایک اور موقعہ ہے جس میں اعادہ جار نہیں۔ سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ ......

اسکا عطف اللہ پر ہے نہ کہ من فضلہ پر۔ دوسرے موقعہ پر ہے۔ ھو الذی فی السماء الٰہ وفی الارض الٰہ۔ ان آیات کے تتبع سے معلوم ہوگا۔ کہ عطف اور التباس کی صورتیں ضرور ہے کہ حرف جار کا اعادہ معطوف پر ہو۔ تاکہ عطف صحیح ہو سکے۔ جیساکہ آیت زیر بحث میں (دیکھو بحث دلیل ۱)

(۱۱) تشیع تیمم کی آیت کو دیں میں اسطرح پیش کرتے ہیں۔ کہ تیمم میں چار چیزوں سے دو کو لیا گیا ہے۔ اور دو وہ ہیں جو دھوئی جاتی ہیں۔ اور دو مسح والی ترک کی گئی ہیں اگر پاؤں کا دھونا مقصود شارع ہوتا تو تیمم میں پاؤں کو بھی شامل رکھا جاتا۔

یہ دلیل معقولیت سے گری ہوئی ہے۔ اگرچہ بادی النظر میں جہلا کے ڈگمگانے کے لئے ایک کشتی آلہ کیطرح وہ استعمال کرتے ہیں۔ مگر صحیح یہ ہے۔ کہ چار میں دو کا اختیار قصر فی الصلوٰۃ کیطرح ہے۔ اور ظاہر ہے کہ نماز قصر میں پہلی دو ہی کو اختیار کرتے ہیں۔ نہ کہ پہلی یا پچھلی کو۔ دوم پاؤں پر مسح عقلاً بھی بغیر کسی عارض کے صحیح نہیں۔ کیونکہ پاؤں ہر وقت گرد آلود رہتے ہیں پس تحصیل حاصل عند العقل مذموم ہے۔ اور اگر شیعہ اصول و محض تعقل سے تعیین ہوتی تو سر اور پاؤں مناسبت بھی رکھتے ہیں۔ کہ ایک ابتدائی اور دوسرا انتہائی عضو ہے۔ اور بموجب علمات تشیع انہیں مسح کا حکم اول و دائم بھی تھا۔ پس قصر میں بایدکہ وہی مسح والے لئے جاتے کہ دھونے والے۔ پس صحیح امر یہی ہے کہ غرض حکم شارع قصر ہے اور چار کی قصر دو ہی ہو سکتی ہے جیساکہ نماز قصر اور نماز جمعہ میں اور تعیین بھی پہلی دو ہیں جیساکہ قصر فی الصلوٰۃ۔ اور تیمم قائم مقام اور خلیفہ وضو کا ہے۔ اور اس میں قصر کی حالت کا اختیار کرنا مقصود شارع ہے۔ اور کچھ نہیں یہ دلیل غلط ہے۔ کہ دھونے والے عضو تیمم میں اختیار کئے گئے ہیں۔ بلکہ صرف مطلوب شارع اس میں قصر ہے۔ جیساکہ قصر الصلوٰۃ کا مسئلہ۔

پس فی الجملہ ہم نے اس مسئلہ پر بحث کر دی ہے۔ اور امید ہے۔ کہ ہر فہیم با انصاف

متفرق مقالات

شکر نعمت

لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید

قرآن کریم کی آیت بالا کا مفہوم یہ ہے۔ کہ شکر گزار بننا نعمائے الٰہی کی زیادتی کا موجب اور کفران عذاب شدید کے لانے کا ذریعہ ہے۔ جس سے یہ سمجھ میں آتا ہے۔ کہ مقدس اسلام اس آیت کے ذریعہ ہم کو یہ تلقین کرتا ہے۔ کہ ہم خدا کے شکر گزار بندے بنیں۔ کفران نعمت کرنے کی طرف ہمارے قدم ہرگز نہ اٹھیں۔

اب یہ ظاہر ہے کہ خوردنی و پوشیدنی اشیاء کے اقسام میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں۔ اور ان کے اجزاء کہ جو ہمکو مختلف ممالک سے پہنچتے ہیں۔ ان کے ہمارے ہاتھوں تک پہنچنے کے وہ خاص وسائل و ذرائع ہیں کہ جو قدرت نے خاص رنگ و صورت میں اور خاص قسم کے اسباب کے ساتھ وابستہ کئے ہیں۔ اگر یہ ہوتا ہے کہ ہر ایک وہ شئے کہ جس کی حضرت انسان کو زندگی کی دوڑ میں ضرورت ہے اس کے موجود کرنے کے لئے اس کی اپنی ہستی کی ہی دوڑ دھوپ ضروری ہوتی تو ممکن نہ تھا۔ کہ ہر ایک امر و معاملہ میں ایک ہستی بھی کامیابی کا روئے روشن دیکھنے کے قابل ہو سکتی۔

رب الاسباب کی حکمتوں نے ہر ایک شئے کے رسل رسائل کا سلسلہ تجارتی طریق کی عام تحریک پھیلا کر جو کیا ہے۔ وہ ہر آئینہ نفع بخش و فائدہ دہ ہے۔ اور اب یہ صورت ہے۔ کہ امریکہ۔ جرمن۔ سپین۔ چین۔ روس اور اس سے بھی دور و دراز ممالک کی وہ چیزیں جن کو ضروریات و لوازمات زندگی میں شمار کیا جاتا ہے۔ ہر ایک جگہ ہر طرف سے کھچی چلی آتی ہیں۔ اور ایک حاجتمند کو چند پیسے یا روپے لیکر صرف اٹھنا اور جاکر اسکو حاصل کرنا ہی پڑتا ہے۔ یہ وہ صورت رزق و اسباب سامان اور مختلف ممالک کے میوہ جات رسائی درسی کی ہے کہ جو بجائے خود دلربا رنگ رکھتی ہے۔ جس پر ایک فکر کرنے والا عش عش کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اس میں شک نہیں کہ سادہ زندگی بسر کرنے والا اور دقیانوسی خیالات کا خوگر زیادہ ساز و سامان و اسباب وغیرہ کی حاجت نہیں رکھتا مگر ایسے آدمی بہت ہی کم ہیں۔ زیادہ تر وہ ہی حضرات ہیں۔ جو دنیا میں سامان ضروریہ کے ساتھ رہنے میں ہی راحت یقین کرتے ہیں۔ اور کہ جن کو وہ سب حاصل نہ ہوں۔ ان کو جینے کا مزا اور زندگی کا لطف نہیں آتا۔

اب غور فرمائیے کہ پوشیدنی و خوردنی اشیاء اور زیب و زینت الامور خانہ داری ہاں شریفانہ طور پر زندگی کے دن کاٹنے کے لئے جو کچھ ممالک غیر سے یہاں آتا ہے۔ وہ صرف ہماری اپنی سعی کا نتیجہ نہیں بلکہ قدرت نے چند حضرات کو اس طرف لگا کر ہمارے لئے ایک بہتر سبیل راحت رسانی

تازہ خبریں

کلکتہ میں ہنگامہ عظیم۔ کلکتہ۔ ۱۷ جون۔ ۲۰ ہزار بحری مزدوروں نے ہڑتال کر دی تھی۔ کہا جاتا ہے۔ کہ کل سہ پہر کو انہوں نے انتشار انگیز ہنگامہ برپا کر دیا۔ ہنگامہ کالج اسٹریٹ پر واقع ہوا تھا جس میں پولیس والے اور ہڑتالی بکثرت مجروح ہوئے۔ ۵۲ ہنگامہ پسند ہڑتالی گرفتار کئے گئے ہیں۔

بنائے ہنگامہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک بنگالی اسٹیوڈور پولیس گارڈ کے ہمراہ بعض بحری مزدوروں کے مکان پر گیا جو کام کرنے پر رضامند تھے۔ بنگالی کا منشا تھا کہ وہ ان کو بحفاظت کام پر لائیگا۔ جب یہ مزدور پولیس کی حفاظت میں کالج اسٹریٹ تک پہنچے تو تقریباً دو ہزار ہڑتالیوں نے پولیس پر سنگ باری کی ایک ہیڈ کانسٹبل اور ایک کانسٹبل کو کاری ضرب لگی ہیڈ کانسٹبل کو میڈیکل کالج کے شفاخانہ میں بھیجا گیا جہاں اسے معلوم ہوا کہ مجروح ہڑتالی اس کے قبل ہی پہنچ گئے ہیں۔ ہیڈ کانسٹبل نے پولیس کو ٹیلیفون کیا۔ حکام نے فی الفور اسی شفاخانہ گھیر کر دونوں ہڑتالیوں کو زیر حراست لے لیا۔ کالج اسٹریٹ میں ہنگامہ برپا ہوا۔ اور طرفین کے آدمی مجروح ہوئے۔ قبل اس کے کہ پولیس کا مزید دستہ پہنچے ہڑتالیوں نے کئی دوکانیں لوٹ لیں۔ گرفتار شدہ لوگوں کو چھڑا لیا۔ اور ایک جھونپڑی برباد کر دی۔ جب دونوں وقت ملنے لگے تو پولیس مجمع کو منتشر کرنے میں کامیاب ہوئی۔ اسی وقت ترپن ہڑتالی گرفتار کر لئے گئے۔ (۱۔ پ)

مقدمہ بم۔ کلکتہ ۱۶۔ جون۔ جنوبی پولیس کی عدالت میں بم کا مقدمہ پیش ہوا جس کے سلسلہ میں نقیراد وسا۔ راجکمار ودسد۔ اور روپ سال دوسا۔ گرفتار کئے گئے تھے۔ ان پر ۲۸۶ تعزیرات ہند اور دفعہ ۱۴۸ قانون مادۂ آتشگیر کا جرم عاید کیا گیا ہے کہا جاتا ہے کہ پولیس نے چار بم بیلو بدر رے روڈ کے قریب برآمد کئے تھے۔ ایسے بم عام طور پر شادیوں کی تقریب میں بطور آتشبازی استعمال کئے جاتے ہیں۔ مجسٹریٹ نے پہلے ملزم کو سو روپیہ جرمانہ یا بصورت عدم ادائیگی جرمانہ دو ماہ قید بامشقت کی سزا دی دوسرا ملزم بری کر دیا گیا اور تیسرے ملزم کو پچاس روپیہ جرمانہ یا چھ ہفتوں کی سخت سزا دی۔ (۱۔ پ)

سفید خطرہ۔ جیترا۔ ۱۵۔ جون۔ ٹھاکر بجرنگ سنگھ صاحب ایک معزز شریف بزرگ ہیں۔ آپ گاندھی ٹوپی اوڑھتے ہیں۔ ۱۲۔ کو ٹھاکر صاحب کسی مقدمہ کی وجہ سے سب ڈویژنل افسر کی عدالت میں گئے۔ آپ بالو سر بندھا ناتھ گھوش وکیل کے پاؤ سے کھڑے تھے جونہی مجسٹریٹ نے آپ کی صورت دیکھی اس کی پیشانی پر شکن آگئی پھر وہ لال پیلا ہونے لگا اور اس کے بعد سخت کلمات کہنے لگا۔ مجسٹریٹ نے کسی بات کا انتظار نہیں کیا۔ بلکہ زور سے ٹھاکر سے دریافت کیا "تم کون ہو؟" ہم کہنے لگا یہاں گاندھی ٹوپی کی ضرورت نہیں۔ تم یہاں سے چلے جاؤ ورنہ نکالدئے جاؤ گے یہ کوئی ۔۔۔

ٹھاکر صاحب مجسٹریٹ کے مزید کلمات کہنے کے قبل ہی باہر چلے گئے۔ (۱۔ ن۔ ب)

جعلی تارگھر اور جعلی منی آرڈر۔ کلکتہ ۱۵۔ جون۔ ڈائرکٹر جنرل پوسٹ اینڈ ٹیلیگراف نے اعلان کیا ہے کہ جو شخص ان جعلسازوں کو گرفتار کرا دیگا جنہوں نے کنچن پور کے قریب جعلی تارگھر بنایا تھا اور جعلی منی آرڈر روانہ کئے تھے اسے ایک ہزار روپے بطور انعام ملیں گے۔ (۱۔ پ)

پریسیڈنسی جیل کا مفرور قیدی گرفتار۔ کلکتہ ۱۷۔ جون۔ پریسیڈنسی جیل کا مفرور قیدی مسمی غلام قادر خاں از سر نو گرفتار کر کے مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا۔ ملزم نے فراری کا اقبال کیا۔ اور مجسٹریٹ نے اسے چھ ماہ قید کی سزا دی۔ غلام قادر نے درخواست کی کہ مجھے کسی دوسرے جیل میں بھیجا جائے لیکن مجسٹریٹ نے یہ کہکر درخواست مسترد کر دی کہ حکام زندان کو اختیار ہے کہ جہاں چاہیں وہاں تمہیں رکھیں (ا۔ ب)

جہاز "ایجپٹ" کے مصیبت زدہ بمبئی میں۔ بمبئی ۱۶۔ جون۔ دخانی جہاز "مقدونیہ" آج بمبئی پہنچ گیا ہے اس میں ایجپٹ (غرقاب شدہ) جہاز کے ایک سو سے زیادہ مسافر مصیبت زدہ لوگ ہیں جنہیں مقدونیہ میں برلیسٹ سے سوار ہونے کا موقع ملا تھا۔ "مقدونیہ" ایجپٹ کی غرقابی کے آٹھ روز بعد برلیسٹ پہنچا تھا خانساماؤں اور ملازموں نے دوران گفتگو میں اس خبر سے صاف انکار کر دیا کہ کشتیوں تک پہنچنے میں سبقت کرنے کے لئے وہ لوگ چھریوں اور طمنچوں سے آپس میں لڑتے رہے انہوں نے تسلیم کیا کہ جب مسافروں کو کشتیوں میں کودنا چاہا لیکن انہیں جگہ نہیں دی گئی۔ صرف جگہ کے لئے لڑائی جھگڑا ہوا تھا۔ بمبئی کے خانساماؤں نے انکار کیا کہ انہوں نے ہیبت کا سکہ جمانے کی سعی کی یا کشتیوں پر چڑھ جانے کی جد و جہد کی تھی ان کا بیان ہے کہ ہمارے پاس طمنچے کہاں تھے جو ہم مقابلہ کرتے۔ (ا۔ پ)

بغیر ٹکٹ کے سفر۔ بمبئی ۱۵ جون گذشتہ سال ڈھائی کروڑ روپیہ کا (نقصان) ہونے کے باعث جی آئی پی ریلوے کمپنی تخفیف مصارف کے فکر میں ہے۔ حکام ریلوے نے ایک کام یہ کیا ہے کہ وہ بغیر ٹکٹ سفر کرنے والوں کی سختی سے جانچ کر رہے ہیں۔ جمعہ کو وکٹوریہ ٹرمینس اسٹیشن پر پانسو مسافر پکڑے گئے جن کے پاس ٹکٹ نہیں تھا۔ لطف یہ ہے کہ ان اصحاب کے پاس منزل مقصود سے دوگنا کرایہ موجود تھا۔ اکثر لوگوں نے جرمانہ مع دوگنا کرایہ دیدیا اور رہا ہو کر شادیانے بجاتے ہوئے چلے گئے۔

اکثر لوگوں نے دوسرے روز ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ ان کا پورا پتہ درج کر لیا گیا اور وہ چھوڑ دیئے گئے جن لوگوں نے گڑبڑ مچائی وہ پولیس کے حوالہ کر دئے گئے۔ (ماہر مہلال)

ینگ انڈیا اور نوجیون۔ احمد آباد ۱۵۔ جون۔ معلوم ہوا ہے کہ جناب رام داس گاندھی فرزند رشید مہاتما گاندھی عنقریب "ینگ انڈیا" اور "نوجیون" کے ناشر و طابع بننے والے ہیں (ا۔ پ)

دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور کی چند ضروری کتب

کتب مصنفہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و دیگر بزرگان متعلقہ احمدیہ

(۱) سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول یعنی براہین احمدیہ ہر چہار حصص
اس میں قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی حقانیت براہین نیرہ اور دلائل قاطعہ کے ساتھ ثابت کی گئی ہے۔ اور ساتھ دس ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار اس شخص کیواسطے دیا ہوا ہے جو ان دلائل کو نمبروار توڑ دے۔ مگر اب تک خدا کے فضل سے اسکا جواب کسی سے نہیں ہو سکا۔ قیمت بیجلد قسم ادنے ؏ مجلد ادنے ؏ بیجلد اعلے ؏ مجلد اعلے ؏

(۲) سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد دوم جو تین کتابوں یعنی سرمہ چشم آریہ۔ شحنۂ حق اور ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب پر مشتمل ہے۔ پہلی دو کتابوں میں آریہ اسلام پر جو اعتراض کرتے ہیں۔ انکا دندان شکن جواب دیا گیا ہے اور ان کے اپنے مذہب کی کمزوری کو بوضاحت ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت بیجلد ؏

(۳) سرمہ چشم آریہ ؏ شحنۂ حق ؏ ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب ؏

(۴) سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد سوم۔ یہ بھی تین کتب ازالہ اوہام توضیح مرام اور فتح اسلام پر مشتمل ہے۔ اس میں وفات مسیح اور دعاوی مسیح موعود پر مدلل طور پر دلائل سے بحث کی گئی ہے۔ نیز اس میں قرآن کریم کے بہت سے اسرار اور عوامض کا انکشاف کیا گیا ہے۔ قیمت بیجلد ؏

(۵) ازالہ اوہام ہر دو حصص ؏ فتح اسلام ؏ توضیح مرام ؏

(۶) ملفوظات احمدیہ۔ اس میں حضرت مسیح موعود کی معرکۃ الآرا تقاریر کو سلسلہ کے اخبارات سے لیکر کتاب کی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ ان تقاریر میں مسائل دینیہ پر بڑی عمدگی سے روشنی ڈالی گئی ہے جن کا مطالعہ ہر ایک کے لیے ضروری ہے قیمت بیجلد ؏ مجلد ؏

(۷) اسلامی اصول کی فلاسفی۔ حضرت صاحب کی وہ معرکۃ الآرا لکچر جو مذاہب عالم کے جلسہ میں اسلام کی خوبیوں کے بیان میں ہوا۔ اور جس نے ہر طرف سے خراج تحسین حاصل کر کے بڑے بڑے فلاسفروں کے قلوب تک کو مسخر کیا۔ قیمت اردو ؏ قیمت انگریزی بیجلد ؏ قیمت انگریزی مجلد ؏

(۸) درثمین کامل۔ اس میں آپ کی جملہ اردو اور فارسی کی نظموں کو یکجا جمع کیا گیا ہے جن کے مطالعہ سے دل میں ایک خاص جذبہ محبت اسلام سے پیدا ہوتا ہے۔ ایک نہایت ہی قابل دید مجموعہ ہے۔ قیمت بیجلد ؏ قیمت مجلد ؏

کتب مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔

(۱) بیان القرآن اردو جلد اول۔ یہ جلد ساڑھے سات پاروں کی سورۃ الانعام کے آخر تک عمدہ سفید کاغذ ۲۲×۲۹ سائز پر چھپکر ۔۔۔ صفحات پر ختم ہوئی ہے۔ شروع میں تمہید اور فہرست مضامین دیدیگئی ہے تاکہ تلاش کرنے میں آسانی رہے۔ نہایت خوبی کی تفسیر ہے جو مسلمانوں کے اندر ایک نئی روح پیدا کرنے والی ہے۔ قیمت بیجلد ؏ مجلد ؏

(۲) سیرت خیر البشر۔ اس میں آنحضرت صلعم کی زندگی کے حالات کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے جن کی اصل غرض آپ کے مختلف حالات پر روشنی ڈال کر بنی نوع انسان کو عموماً اور اہل اسلام کو خصوصاً ان کی روزمرہ زندگی میں فائدہ پہنچانا ہے۔ خدا کے فضل سے بہت تھوڑے سے عرصہ میں تین ہزار سے زیادہ حصہ کتاب کا بک چکا ہے۔ اور بہت تھوڑی رہ گئی ہے۔ کئی ایک سکولوں میں بطور کورس کے داخل ہے۔ اور پنجاب ٹکسٹ بک کمیٹی نے اسے تمام مڈل اور ہائی سکولوں کی لائبریوں کے واسطے منظور فرمایا ہے۔ اور دو سو کاپیاں خود خریدی ہیں قیمت بیجلد ؏ قیمت مجلد ؏

(۳) محمد اینڈ کرائسٹ۔ اس کتاب میں آنحضرت صلعم اور حضرت عیسیٰ کا مقابلہ کر کے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ میں کوئی بات دوسرے انبیاء سے بڑھکر نہیں پھر اسی سلسلہ میں آپ کے معجزات معصومیت پیدائش۔ دعوت۔ وفات اور آمد ثانی پر مفصل بحث کیگئی ہے کتاب قابل دید ہے۔ قیمت بیجلد ؏ مجلد ؏

(۴) مسیح موعود۔ اس کتاب میں سلسلہ احمدیہ کی خصوصیات پر مفصل بحث کیگئی ہے اور مسیح ابن مریم کے دوبارہ آمد کی حقیقت کو قرآن شریف سے کیا گیا ہے۔ اور حضرت اقدس مسیح موعود کے جملہ دعاوی پر قرآن کریم و احادیث شریف سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ غرض سلسلہ کے متعلق تحقیق کرنے والوں کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔ قیمت مجلد ؏

(۵) مقام حدیث۔ اس میں اہل قرآن کا مدلل اور فیصلہ کن جواب دیا گیا ہے۔ اور جمع حدیث و عقیدہ حدیث پر مفصل بحث کیگئی ہے قیمت بیجلد ؏ مجلد ؏

(۶) جمع قرآن۔ قرآن کریم کی جمع و ترتیب کے متعلق تمام تاریخی واقعات کو نہایت تحقیق سے لکھا گیا ہے۔ اور جو اعتراضات حفاظت قرآن کریم پر مخالفین کیا کرتے ہیں۔ ان کی تردید کی گئی ہے۔ قیمت ۱۲/

تمام درخواستیں بنام منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور آنی چاہئیں

راجپوت پرنٹنگ پریس ۴۲ م گلی لاہور میں باہتمام لالہ دیسراج پرنٹر چھپکر بابو فقیر اللہ صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح سے شائع کیا

الصلح خیر

پیغام صلح

اخبار لاہور

جلد ۱۰ — نمبر ۲۶ — ہفتہ وار

قادیان للمسیح لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۲ ذیقعد سنہ ۱۳۴۰ ہجری مطابق ۲۸ جون سنہ ۱۹۲۲ عیسوی

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

وفات - مولوی مصطفےٰ خانصاحب ایڈیٹر "لائٹ" کی چھوٹی صاحبزادی بہت دنوں کی علالت کے بعد دو اڑھائی سال کی عمر میں اس جہان فانی سے انتقال کر گئی ۔ ایسا ہی حضرت خواجہ صاحب کا نوزائیدہ بچہ جس کی اطلاع سابقہ اشاعت میں دی جا چکی ہے فوت ہو گیا ہے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہمیں ہر دو کے پسماندگان سے ان صدمات پر دلی ہمدردی ہے ۔ اللہ تعالیٰ انہیں نعم البدل عطا فرمائے ۔

مخدوم الملۃ حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب کی واپسی از ڈلہوزی کی اطلاع گذشتہ اشاعت میں دی جا چکی ہے ۔ لیکن اخبار کے پریس میں جانے کے بعد معلوم ہوا ۔ کہ حضرت شیخ صاحب مکرم پھر معہ عیال ڈلہوزی تشریف لے گئے ہیں ۔ آپ کی صحت جیسا کہ قبل ازیں لکھا جا چکا ہے کسی قدر مخدوش ہے ۔ گو اب نسبتاً آرام ہے ۔ احباب اس بزرگ ملت کے لئے ضرور دعا فرمائیں ۔

ماہواری چندوں کے متعلق سکرٹری کا ضروری اعلان

اس سے پہلے اخبار میں اعلان کیا جاچکا ہے۔ کہ مجلس معتمدین کے تازہ فیصلہ کے بموجب احمدی جماعت کا مستقل ماہواری چندہ بلا تعیین مدات صرف ماہواری چندہ کے نام سے دفتر محاسب میں آنا چاہیئے۔ بجز اس کے کہ وہ ایک غیر مستقل یا علیحدہ وعدہ کردہ چندہ کی صورت رکھتا ہو۔ مثلاً عید فنڈ صدقات۔ زکوٰۃ یکمشت عطیہ جات برائے اشاعت اسلام یا حضرت امیر صاحب کی خاص تحریک۔ یا جرمنی و امریکہ کے مشنوں کے لئے بلاد غیر کا چندہ جس کے وعدے گزشتہ سالانہ جلسہ میں کئے گئے تھے۔ کہ ان خاص صورتوں میں جیسا چندہ ہو اس کی علیحدہ صراحت کر دی جاوے۔ ماہواری چندہ جو ہر ایک احمدی کو دینا لازمی ہے۔ جس کی حد کم سے کم ۶ فی روپیہ آمد پر ہے۔ اس سے زیادہ جس قدر کوئی حسبۃً للّٰہ دے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اجر کا مستحق ہوگا۔ بعض خاص احباب نے اپنا دہم حصہ آمد کا دینا کیا ہوا ہے۔ ایسے تمام مستقل ماہواری چندے خواہ وہ دہم حصہ آمد ہی ہوں۔ بموجب فیصلہ انجمن یکجا داخل ہوکر ہر مہینہ کے اخیر حسب ذیل مدات میں تقسیم ہوتے ہیں۔

اغراض عام	۷۷ فیصدی	ووکنگ مشن	۵ فیصدی
بلاد غیر	۱۰ ،،	مسلم ہائی سکول	۸ ،،

یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جن احباب نے ماہواری چندہ یا دہم حصہ آمد کے دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ ان کو اب یہ اختیار نہیں ہے۔ کہ اس چندہ کی تقسیم مختلف مدات میں خود کریں۔ یا کسی مد میں کم یا کسی میں زیادہ دئے جانے کی ہدایت کریں۔ ہاں اگر وہ کسی خاص مد کے لئے زیادہ چندہ دینا چاہیں۔ تو اس کی یہ صورت ہو سکتی ہے۔ کہ سابقہ ماہواری چندہ یا دہم حصہ آمد وعدہ کردہ کے علاوہ کوئی رقم بھیجکر اس کی صراحت کر دیں کہ یہ فلاں مد کے واسطے ہے گذشتہ ایام میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی تحریک پر یا خواجہ عبد الغنی صاحب کے اعلان پر بعض نے ووکنگ مشن کے علیحدہ چندہ کے متعلق استفسارات کئے ہیں۔ ایسے تمام احباب کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ جو مزید چندہ ووکنگ مشن کے واسطے دینا چاہیں۔ اس کی علیحدہ صراحت کر دینا ضروری ہے لیکن بہرحال اس مزید چندہ کی وجہ سے ماہواری چندہ یا دہم حصہ آمد یا سابقہ وعدہ کردہ چندہ ہائے تحریک خاص یا بلاد غیر وغیرہ میں کوئی فرق نہیں آنا چاہیئے۔ بلکہ ماہواری چندوں کے بڑھانے میں ہمت دکھائی جاوے۔ تو اس سے تمام مدات کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ ووکنگ مسلم مشن و بلاد غیر چندہ کے واسطے دو علیحدہ علیحدہ مدات ہیں ووکنگ مشن کے لئے جو چندہ ہے۔ وہ صرف ووکنگ مشن پر ہی خرچ ہوتا ہے لیکن بلاد غیر کا چندہ تمام دیگر مسلم مشنوں کے واسطے ہے۔ جن میں سے ایک جرمن مشن ہے۔ جو کھل چکی ہے۔ اور دوسری شمالی امریکہ کی مشن ہے۔ جو منظور ہو چکی ہے۔ اور آج کل کھلنے والی ہے۔ اور تیسری سنگاپور۔ چین و جاپان کی مشن ہے۔ اس کے لئے بھی مبلغ سفر کی تیاری کر رہا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر مقامات میں جوں جوں مالی حالت اجازت دے گی مشن قائم ہوتے چلے جاویں گے۔ پس جو احباب مستقل ماہواری چندہ یا دہم حصہ آمد کے علاوہ بلاد غیر کے مشنوں کے لئے چندہ دیں۔ اس کے لئے **بلاد غیر کا چندہ** لکھ دیا کریں اور جو صرف ووکنگ مشن کے واسطے ہو اس کے لئے ووکنگ مشن کا چندہ کوپن میں لکھ دیا کریں۔

خاکسار عزیز بخش۔ جائنٹ سکرٹری

بیان القرآن

بعض احباب بیان القرآن کی پہلی جلد مجلد کے انتظار میں تھے۔ ایسے تمام احباب کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے۔ کہ بیان القرآن کی پہلی جلد مجلد ہوکر دفتر میں آگئی ہے۔ اور جن اصحاب کی فرمائشات دفتر میں موجود تھیں اُن کو بھیجی جارہی ہیں۔ اگر اس اخبار کے پہنچنے تک کسی صاحب کو مجلد جلد نہ پہنچی ہو تو دفتر میں یاد دہانی کراکر منگوالیں نیز ایسے اصحاب بھی جو مجلد جلد کے انتظار میں تھے۔ اور اب تک انہوں نے منگانے کی فرمائش نہیں بھیجی جلد ہی فرمائش بھیجکر منگوالیں۔ کیونکہ سردست جس قدر فرمائشات دفتر میں موجود تھیں اُن سے بہت تھوڑی زائد جلدیں مجلد کرائی گئی ہیں۔ اگر کسی صاحب کی فرمائش دیر سے پہنچے تو ممکن ہے۔ کہ مجلد جلدیں اسوقت تک ختم ہو جائیں اور اُن کو اور جلدیں مجلد ہونے تک انتظار کرنا پڑے۔

پہلی جلد کے ساڑھے سات سو (۷۵۰) صفحات ہیں۔ بے جلد کی قیمت ۷ ساڑھے سات روپیہ اور مجلد کی قیمت لو نو روپیہ ہے تمام درخواستیں بنام

مہتمم تصنیفات۔ دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور آنی چاہیئے

حضرت امیر ایدہ اللہ مطلع فرماتے ہیں۔ کہ ان کے پاس ایک خالی لفافہ پہنچا ہے جس پر ٹائپ کا لکھا ہوا حسب ذیل پتہ ہے "پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام مال مین س ڈلہوزی" لیکن ان کے اندر سے کوئی خط نہیں ملا۔ ڈاکخانہ کی مہر پڑھی نہیں گئی۔ جس صاحب کا یہ لفافہ ہو وہ لکھیں کہ اس اندر کیا خط بھیجا گیا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۱۸ | مورخہ ۲۱ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۸ ہجری | نمبر ۴۶

اسلام کا عالمگیر غلبہ

"عالمگیر غلبہ کی حریفانہ کوششوں میں اسلام اور عیسائیت بظاہر ایک دوسرے کے سخت مدمقابل ہیں۔ اور آج اگرچہ اسلام کی کامیابی کی امید پر ان ایام بایں وجہ سے جو مسلمان سلطنتوں پر آئے ہوئے ہیں۔ مایوسی کے بادل چھا رہے ہیں۔ لیکن اس کی اندرونی اور ذاتی خوبصورتی اور مذہب کی وہ کامل و مکمل روح جو اس کے اندر پائی جاتی ہے دنیا کی روحانی فتوحات میں آخر کار اسلام ہی کی کامیابی کا وعدہ دلاتی ہے"

یہ ایک دیسی عیسائی کے الفاظ ہیں۔ جو ایک جدید کتاب بنام (اسلام پر ایک جواب مضمون) میں ظاہر کئے گئے ہیں۔

یہ ایک تازیانہ عبرت ہے۔ ان مسلمانوں کے لئے جو اسلام کے ظاہری تنزل اور اسلامی سلطنتوں کی شکست و ریخت کو دیکھکر اس کے روحانی غلبہ سے مایوس ہو چکے ہیں۔ تعجب ہے۔ ایک عیسائی کو اسلام کے اس تنزل کے اندر اس کی آخری کامیابی کے بیج نظر آتے ہیں۔ وہ اس کے ظاہری سامانوں اور طاقت و قوت کے چھن جانے پر نظر نہیں رکھتا۔ بلکہ اس ذاتی اور اندرونی خوبصورتی کو دیکھتا ہے جو اس کے اصولوں میں مضمر ہے۔ اسکو صاف طور پر دکھائی دے رہا ہے۔ کہ اسلام ہی کے اصول آخر کار کامیاب ہوں گے۔ اور دنیا پر کسی مذہب کا روحانی غلبہ اگر ہو سکتا ہے۔ تو وہ اسلام ہی ہے۔

فی الحقیقت اگر غور کر کے دیکھا جائے۔ تو روحانی غلبہ ہی ایک چیز ہے۔ جو کسی مذہب کا اصل غلبہ اور اس کی کامیابی کا نشان ہو سکتا ہے۔ ورنہ ظاہری سلطنتوں کا ہونا کسی مذہب کے اصولوں کی صداقت کا ثبوت نہیں۔ ایک وقت تھا کہ عیسائی پادری جاہل لوگوں پر اثر ڈالنے اور انہیں ورغلانے کے لئے مغرب کی موجودہ ترقیات اور دنیوی غلبہ کو ان کے سامنے پیش کرتے اور مسیحیت کی صداقت کا سب سے بڑا ثبوت اسے بتاتے تھے۔ لیکن خود مغرب کے اندر جا کر دیکھو۔ کہ وہاں عیسائیت کی کیا حالت ہے۔ باوجود اس کے کہ انگلستان میں بادشاہ صرف عیسائی ہی ہو سکتا ہے۔ اور کوئی نہیں۔ باوجودیکہ تمام مغربی ممالک آج بالعموم عیسائی کہلاتے ہیں لیکن عیسائیت کی جو گت وہاں بنتی ہے۔ جو خیالات مسیحی اصولوں کے متعلق اور تو اور خود عیسائی پادریوں کے دلوں میں جاگزین ہیں۔ وہ آپ سے چھپے ہوئے نہیں۔ "پیغام صلح" کے کالموں میں ایک سے زیادہ مرتبہ ایسے خیالات کو نقل کیا جا چکا ہے۔ اور آئے دن مغرب سے اسی قسم کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ جن میں علانیہ مسیحی اصولوں کی تردید کیجاتی ہے۔

پس وہ مذہب جس کے اصولوں کا یہ حال ہے۔ کہ کوئی اسکو ماننے والا نہیں۔ اور جو مانتے اور دل سے اسپر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ بھی اس کو عملی جامہ پہنانے سے قاصر ہیں۔ ایسا مذہب نہ ہونے کے برابر ہے۔ خواہ دنیا کی کتنی بھی بڑی بڑی سلطنتیں اس کے نام سے تعلق کیوں نہ رکھتی ہوں۔ اسے کچھ فائدہ نہیں۔ حقیقی فائدہ یونہی اسے حاصل ہو سکتا ہے۔ کہ اس کے اصول ایسے ہوں کہ لوگ ان پر چلیں۔ ان سے فائدہ اٹھائیں۔ اور اُن کے ذریعہ سے ہی انہیں وہ تمام کامیابیاں حاصل ہوں۔ جو غلبہ کے نام سے موسوم ہو سکتی ہیں۔

کون کہہ سکتا ہے۔ کہ مغرب نے جو کچھ حاصل کیا ہے۔ وہ عیسائیت کے اصولوں پر چلکر حاصل کیا ہے۔ اور تو اور خود عیسائی پادریوں نے بڑی بڑی کتابیں اسپر لکھی ہیں۔ کہ مغرب نے مسیحیت کو چھوڑ کر ہی پایا جو کچھ پایا۔ حفاظت خود اختیاری اور کمزوروں کی امداد کے خیال نے خواہ کتنا ہی بڑا رنگ اختیار کر رکھا ہے لیکن مغرب کو یہ خیال کہاں سے ملا۔ کیا عیسائیت سے؟ وہاں تو حفاظت خود اختیاری سرے سے ہی گناہ۔ انجیل کی تو صریح تعلیم ہے۔ کہ دشمن کا مقابلہ نہ کرو اور جو کچھ وہ زبردستی لینا چاہے۔ اس سے بڑھ کر اسے دینا چاہئے۔ پس مغرب کا اس کے خلاف طریق عمل عیسائیت کی صریح خلاف ورزی ہے۔ بالمقابل اسلام نے حفاظت خود اختیاری کو ضروری قرار دیا ہے۔ اور جہاں کہیں بھی جاؤ۔ انسانی فطرت اسی کی شہادت دیتی ہے۔ کہ اپنی حفاظت کے سامان انسان کو کرنے چاہئیں۔

پھر گذشتہ جنگ کے بعد کتنے ہی اصول ہیں۔ جو مغرب کو اختیار کرنے پڑے ہیں۔ تعدد ازدواج کا اصول زیر غور ہے۔ اور بعض ممالک میں زیر عمل۔ حالانکہ مسیحیت کے نزدیک یہ قطعاً ناجائز ہے۔ شراب امریکہ جیسے مسیحی ملک میں بالکل ممنوع ہے۔ اور بعض دیگر ممالک میں اس کے خلاف جدوجہد جاری ہے۔ حالانکہ انجیل میں شراب کا معجزہ جناب مسیح سے منسوب ہے۔ اور گرجوں کے اندر عشائے ربانی کے وقت شراب استعمال ہوتی ہے۔ طلاق کے لئے انگلستان کو آج ایسے قواعد قائم کرنے پڑے ہیں۔ جو مسیحیت کی تعلیم کے خلاف ہیں۔ اور اسلام کے نزدیک جائز اور فطری۔ ایسا ہی بہت سے تمدنی و معاشرتی طریق ہیں جن کی تعلیم مسیحیت میں نہیں۔ اور مغرب نے اس فطرت مجبور سے کام لے کر جن کے مطابق اسلام نے تعلیم دی ہے۔ وہ راہیں اختیار کی ہیں۔ جو اسلام کے عین مطابق ہیں۔ ان [illegible] یہاں گنجائش نہیں۔ لیکن جن لوگوں نے مغرب کو دیکھا ہے۔ [illegible]

کہ انجیل سے وہ قطعًا دور اور اسلام کے عین نزدیک ہیں۔

پس ایسی حالت میں یہ کہنا کہ عیسائیت کامیاب اور اسکا ظاہری غلبہ اس کے روحانی غلبہ کی دلیل ہے قطعًا بے بنیاد ہے۔ کسی مذہب کی کامیابی کسی سلطنت کی زندگی سے وابستہ نہیں۔ بلکہ ان اصولوں کے ساتھ وابستہ ہے .... جو اس نے سکھائے ہیں۔ اگر وہ دنیا میں زیر عمل ہیں۔ وہ مذہب زندہ اور کامیاب ہے۔ ورنہ نہیں۔

ہم دنیکا نارتنام بھی (جن کے لفظ ہم اوپر نقل کر چکے ہیں) مذاہب عالم کے متقابلہ مطالعہ کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ اور اسلام اور عیسائیت کے اصولوں کا مقابلہ کرکے انہیں معلوم ہوا ہے کہ

"انسان کی شخصیت کا جذباتی اور عقلی ہر دو پہلوؤں میں متوازن نشو ونما اسلام کی ایک زبردست خصوصیت ہے جو کلیسائیت کے یکطرفہ اور مبالغہ آمیز اصولوں میں نہیں پائی جاتی ہے"

اسی خیال کی بنا پر انہوں نے اسلام کی آخری کامیابی کی پیشگوئی ہے لیکن افسوس ہے۔ کہ مسلمانوں کے اندر آج اتنا بھی ایمان نہیں۔ وہ اسلام کی کامیابی اس کی ظاہر سلطنت کے ساتھ وابستہ سمجھتے ہیں۔ اور نہیں سوچتے کہ اسلام کسی سلطنت کا نام نہیں۔ بلکہ ان فطری اصولوں کا نام ہے۔ جنکی تلقین کرنے آیا ہے۔ اگر وہ کامیاب ہیں۔ اگر ان پر عمل پیرا ہو کر دنیا فلاح و بہبود کا رستہ پا سکتی اور پا رہی ہے۔ تو اسلام کامیاب ہے۔ اور ہو گا۔ اور اگر ان کو پس پشت ڈالا جا رہا ہے۔ تو فی الحقیقت اس سے بڑھ کر ناکامی اس کو نہیں ہو سکتی۔

پس آؤ ہم اسلامی اصولوں پر گامزن ہوں۔ ان کو دنیا جہان میں پھیلانے اور اس ذریعہ سے اسلام کی روحانی سلطنت کو دنیا میں قائم کرنے کی فکر کریں۔ کہ اسی کے اندر مسلمانوں کی دوبارہ زندگی مضمر ہے۔

شذرات

مدراس میں ہندوؤں کی حالت

پیشتر ازیں مالابار کے ہندوؤں اور ان کی اچھوت ذاتوں کی ناگفتہ بہ حالت کا تذکرہ ان کالموں میں متعدد مرتبہ ہو چکا ہے۔ اب آریہ سماج کے ایک ممبر لالہ خوشحال چند صاحب خورسند چار مہینہ تک صوبہ مدراس میں دورہ کرنے کے بعد واپس آئے ہیں۔ اور ملاپ کے کالموں میں انہوں نے مدراس کے ہندوؤں کے اندرونی تفرقوں اور ان پر عیسائیت کے گہرے اثر کا مفصل حال لکھا ہے وہ لکھتے ہیں۔ کہ

"مدراس کی کل آبادی تین کروڑ ۶۸ لاکھ ۲۲ ہزار تین سو تیرہ ہے۔ جو ۲۵ ضلعوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ ان میں سے ۲۴ لاکھ ۸۴ ہزار ۷ سو ۶۷ صرف اچھوت ہیں"

آگے چلکر برہمن اور غیر برہمن کے باہمی عناد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"اس تفرقہ نے بڑی خوفناک صورت اختیار کر لی ہے۔ خصوصًا تناولی اور مدورا اور ترچناپلی کے اضلاع میں یہ اپنی پورنیمت ناک تصویر دکھا رہا ہے۔ ان اضلاع میں ناڈار ہندو بڑی بھاری تعداد میں رہتے ہیں۔ جو بڑے دولتمند۔ امیر۔ تعلیم یافتہ وکیل۔ بیرسٹر ہیں۔ نیز اچھے اچھے عہدوں پر ہیں۔ یہ ماس (گوشت) نہیں کھاتے۔ بڑے ساتوک سبھاؤ کے لوگ ہیں۔ لیکن ان کو یہ اجازت نہیں۔ کہ وہ براہمنوں کے مندروں میں جاکر پوجا پاٹھ کر سکیں۔ صدیوں تک ناڈار اسے برداشت کرتے رہے لیکن اب ان کے صبر کا پیالہ لبریز ہو چکا ہے۔ اور پچھلے دنوں ایک کانفرنس کرکے انہوں نے یہ فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ کل براہمنوں کو۔ براہمنوں کے مندروں اور براہمنوں کی دیگر باتوں کو بائیکاٹ کر دیا جاوے"

خود برہمنوں کی اندرونی حالت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"مدراس کے براہمنوں میں کئی خاندان ایسے ہیں۔ جن کو وید پڑھنے کا ادھیکار (اجازت) ہی نہیں۔ مالابار کے اندر نمبودری برہمن رہتے ہیں۔ ان کے صرف ۱۶۷ خاندان ہیں۔ لیکن ان میں ۱۷ خاندانوں کو وید پڑھنے کا ادھیکار نہیں"

ہندو سوسائٹی کی اس افسوسناک حالت کو عبرت کی نگاہوں سے دیکھنا چاہئے اس ناگفتہ بہ صورت حالات کے ہوتے ہوئے ان لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکنا کہاں تک قرین انصاف ہے۔

ہاں ہمیں مسلمانوں سے یہ کہنا ہے۔ کہ یہ میدان اس وقت زیادہ تر عیسائیوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور اب آریہ سماجی بھی وہاں پہنچ چکے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ایک باقاعدہ نظام کے ماتحت مسلمان اس کام کو اپنے ذمہ لیں۔ اور ان گرے ہوئے انسانوں کو اسلام کے ذریعہ سے انسانیت کے دائرہ کے اندر لانے کی کوشش کریں۔

ارتداد کی خبر صحیح ہے

پچھلے دنوں حیدرآباد میں دو مسلمان خواتین کے آریہ سماجی بننے کی خبر اخبارات میں شائع ہوئی تھی جس پر ریاست حیدرآباد کے محکمہ مذہبی کو توجہ دلائی گئی۔ اس کے چند دن بعد محکمہ مذہبی کی اطلاع آئی۔ کہ تحقیقات سے یہ خبر غلط ثابت ہوئی ہے۔

"آریہ گزٹ" مورخہ ۲۲ جون نے اس "تحقیقات" کی تغلیط خود مرتد شدہ خاتون کے قلم سے شائع کی ہے۔ جس میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ

"ادھر میں ویدک دھرم کی شرن کی اور ادھر شیلور (حیدرآباد دکن) کو خیرباد کہا۔ کہ تاکہ جب منصور سرمد۔ شمس تبریز جیسے مہاتماؤں کو سولی پر چڑھایا گیا۔ کھال کھینچی گئی۔ اور دروں سے پیٹا گیا تو ہم غریبوں کا کیا ٹھکانہ مذہبی جنون کی کوئی انتہا ہے۔ اخیر میں شاہد ہونے کے پشیمانات بھی مل گئی"

حیرت ہے۔ کہ حیدرآباد جیسی ریاست کے صیغہ مذہبی کی تحقیقات کا یہ حال ہو۔ یہ بیشک ممکن ہے۔ کہ خاتون موصوفہ کے شدھ ہونے کے بعد ہی بمبئی چلے جانے اور شدھی کی خبر ظاہر نہ کرنے کی وجہ سے تحقیقات میں اس شدھی کا پتہ نہ لگا ہو۔ لیکن کم از کم اتنا تو پتہ لگ جاتا۔ کہ ایسی کوئی عورتیں وہاں رہتی تھیں جواب لاپتہ ہیں۔

ہم یہ شکایت اس لئے نہیں کرتے۔ کہ ان عورتوں کا پتہ لگوانے پر ان کو کوئی سزا دی جاتی۔ اسلام نے مذہب میں ایسا جبر ہرگز جائز نہیں رکھا۔ اور ہم الحمد للہ اس سے بیزار ہیں لیکن صحیح تحقیقات کی ہوتی تاکہ کم از کم آنکھیں کھلتیں اور وہ اپنے مذہب کی حفاظت کی کوئی فکر کرتے۔

دیسی اور یورپین عیسائی

اوپر ہم مدراس کے ہندوؤں کی حالت "آریہ گزٹ" سے نقل کر آئے ہیں اس کے ساتھ ہی عیسائیوں کی اندرونی کیفیت اور باہمی منافرت کو بھی ملاحظہ کر لیجئے کچھ دن ہوئے بعض ہندو اخبارات میں ایک دیسی عیسائی کی چٹھی شائع ہوئی تھی جس میں اس نفرت آمیز سلوک کی شکایت کی گئی تھی۔ جو یورپین عیسائی دیسی عیسائیوں سے روا رکھتے ہیں۔

معاصر "نور افشاں" نے اپنی متعدد اشاعتوں میں اس چٹھی کا جواب دینے اور اصل سوال کو پولیٹیکل رنگ دینے کی کوشش کی۔ اس کے جواب الجواب میں ایک اور دیسی عیسائی نے ۲۴ جون کے نور افشاں میں ایک طویل مضمون لکھا ہے جس کے ذیل کے فقرات پڑھنے کے قابل ہیں:-

"کیا ایک دیسی مشنری گوری مشنری کے برابر تنخواہ پاتا ہے۔ کیا دیسی پادری کو رہنے اور بیٹھنے کو وہی جگہ دی جاتی ہے۔ کیا ایک گورا عیسائی دیسی پادری پر ایمان لاتا ہے۔ اور اس کی عزت کرتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ایڈیٹر صاحب کو معلوم ہوگا کہ وہ "لوسے پادری" جو کالے عیسائیوں میں کام کرتے ہیں۔ گورے پادری کے ہاتھوں نفرت برداشت کرتے ہیں۔

امید ہے۔ کہ ایڈیٹر صاحب یورپین تہذیب اور اثر کو دور کر کے اپنے دیسی بھائیوں کا حق ادا کریں گے۔ ورنہ ہمارے ہزاروں بھائی آگے ہی محسود ہیں۔ جنہوں نے تمام ہندوستانی طرز و طریق چھوڑ دیا۔ زبان چھوڑ دی لیکن افسوس ہے۔ کہ ہمارا دیا ہوا رنگ وخط وخال دور نہ کر سکے اور نہ یورپین بن سکے۔

نظروں میں یورپین بن سکے"

ہمارا ایمان ہے۔ کہ اسلام ہی ایک مذہب دنیا میں ہے۔ جو بنی نوع انسان کی مساوات کا سبق دیتا ہے۔ ایک نہایت ادنے سے ادنے ذات کا انسان بھی اسلام کے اندر آکر انہی برادرانہ حقوق کا مستحق ہو جاتا ہے۔ جو کسی اعلے سے اعلے ذات اور خوبصورت خط وخال کے مسلمان کو حاصل ہیں۔

یہ خصوصیت اور کسی مذہب میں پائی نہیں جاتی۔ زبانی دعوے کر لینے آسان ہیں۔ عملی طور پر اسکا وجود اور کہیں نظر نہیں آتا۔ آج ہندوؤں میں اچھوت قوموں کو مساوات کے درجہ پر لانے کی تحریک ہو رہی ہے۔ چنانچہ لاہور میں ۲۴ جون کو ایک جلسہ بھی اسی غرض کے لئے موری دروازہ کے باہر ہوا۔ جس میں بعض ہندو اخبار نویسوں نے اس مطلب کی تقاریر کیں۔ کہ جب ہم انگریزوں سے اپنا حق مانگتے ہیں۔ تو کیوں ہم اچھوت لوگوں کو ان کا حق نہ دیں۔ لیکن غور کر کے دیکھ لیا جائے کہ اس تحریک کی (جو فی الحقیقت نہایت مبارک اور قابل قدر تحریک ہے) بنیاد پولیٹیکل مصالح پر ہے۔ نہ کہ ہندو مذہب پر۔ سوراج کی خاطر اچھوت قوموں کو مساوات عطا کرنا گو ایک مستحسن بات ہے۔ لیکن آخر اغراض پر مبنی ہے۔ اور مذہبًا ان کی تائید اسلام کے سوائے اور کہیں نہیں پائی جاتی۔

روزانہ انگریزی اخبار

بہت عرصہ سے پنجاب میں مسلمانوں کے کسی روزانہ انگریزی اخبار کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ "آبزرور" مرحوم کے بعد۔ جو ایک مدت تک مسلمانوں کی خدمات باحسن وجوہ سرانجام دینے کے بعد عرصہ ہوا جان توڑ چکا ہے یہ ضرورت بالخصوص دور حاضرہ میں شدت کے ساتھ محسوس ہو رہی تھی تاکہ مسلمانوں کے ان قومی مفاد کی جو "ٹریبیون" جیسے قوم پرست اخبار کی طرفدارانہ پالیسی کے ذریعہ پامال ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ پورے طور پر نگرانی کر سکے۔

خوشی کی بات ہے۔ کہ اس ضرورت کو مولوی عبدالحق صاحب مالک رفاہ عام پریس لاہور کے روزانہ مسلم آؤٹ لک نے (جس کے صرف پانچ چھ نمبر تا حال شائع ہوئے ہیں) پورا کر دیا ہے۔

یہ اخبار نہ صرف اپنی ظاہری شکل وصورت کے لحاظ سے بلکہ مضامین کے اعتبار سے بھی مسلمانوں کا قابل قدر آرگن ہے۔ اور ہمیں قوی امید ہے کہ اسکی موجودہ روش مسلمانوں کی قومی زندگی کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگی۔

افسوس ہے۔ کہ برادران وطن کو باوجود "اتحاد" "اتحاد" کی بلند آہنگی کے مسلمانوں کی ہر ایک حرکت خار ہو کر کھٹکتی ہے۔ اسوقت ہمارے سامنے لاہور کا روزانہ اخبار "کیسری" ہے۔ جس نے مسلم آؤٹ لک کو محض اسوجہ سے کہ اس نے میاں فضل حسین صاحب کی تعلیمی پالیسی کی تائید اور "ٹریبیون" کی تردید کی ہے۔ "میاں فضل حسین کا آرگن" قرار دیا ہے۔ اور ہندو مسلم اتحاد کا مخالف۔ اس کے ساتھ ہی میاں فضل حسین صاحب پر نہایت گندے [illegible]

ساتھ نکتہ چینی کی ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ

"میاں فضل حسین نے وزارت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لیکر ہندوؤں کو جو نقصان پہنچایا ہے۔ اس سے کوئی سنجیدہ مزاج شخص انکار نہیں کر سکتا"

غور کرنے کی بات ہے۔ کہ ہمارے برادران وطن جب مسلمانوں کے خاص مفاد کے (جو جیسا کہ قبل ازیں لکھا جا چکا ہے۔ ہندوؤں کے لئے نقصان رساں ہرگز نہیں۔) خلاف لکھیں۔ تو وہ بالکل جائز۔ اور مسلمان اگر اپنی حفاظت کرنا چاہیں۔ اگر کوئی مسلم اخبار برادران وطن کی اس ناانصافی کا جواب دے۔ تو وہ اتحاد شکن ہے۔ سے

نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
دم گھٹ کے مر جاؤں یہ مرضی میرے صیاد کی ہے

سوال یہ ہے۔ کہ اگر اپنے خاص حقوق کی حفاظت کرنا ہندو مسلم اتحاد کے منافی ہے۔ تو ہندو اخبارات کیوں میاں فضل حسین صاحب کی منصفانہ پالیسی کے (جو کانگریس کے فیصلہ کے عین مطابق ہے۔) خلاف لکھتے ہیں۔ کیوں نہیں "ٹربیون" کو ایسی اتحاد شکن بحث کے چھیڑنے پر مورد طعن ٹھیرایا جاتا۔ کیوں ہمارا لائق ہمقلم "کیسری"، "مسلم آؤٹ لک" کی روش کو اتحاد شکن قرار دینے کے باوجود میاں فضل حسین صاحب کے اس وجہ سے کہ انہوں نے مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق دلائے ہیں۔ نکتہ چینی کرنے سے باز نہیں آتا؟

بہر حال ہم اپنے جدید اور لائق ہمقلم کا تہ دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں۔ کہ مسلمان اس مفید قومی آرگن کی پوری قدر کرینگے۔ اور اس کی خریداری میں حصہ لیکر اپنی قومی زندگی کا ثبوت دیں گے

قرآن کریم کا ترجمہ مختلف زبانوں میں

قرآن کریم کا دعوے ہے۔ کہ وہ تمام اقوام عالم کے لئے ہدایت اور نصیحت ہو کر آیا ہے۔ اور اسکا پیغام کسی ایک قوم کے ساتھ مخصوص نہیں۔ لیکن باوجود اس کے مسلمانوں نے جنکا فرض تھا۔ کہ اس کلام پاک کو کل دنیا میں پہنچانے کا انتظام کرتے۔ اور اس کا ترجمہ دنیا کی ہر ایک زبان میں ہوتا اس فرض اہم کی طرف سے غفلت اور لاپرواہی اختیار کی۔ اور اردو و فارسی کے سوائے بہت کم زبانوں میں اسکا ترجمہ کیا گیا۔

بالمقابل عیسائیوں کو دیکھو۔ باوجود اس کے کہ بائیبل ایک مختص القوم کتاب ہے لیکن اب تک ساڑھے پانسو زبانوں میں اسکا ترجمہ ہو چکا ہے ان حالات میں یہ موجب طمانیت ہے کہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل۔ بی کا انگریزی ترجمہ قرآن کریم اس شدید ضرورت کو ایک حد تک پورا کرنے کا موجب ہوا اور جو لوگ عربی زبان سے ناآشنا تھے۔ انہوں نے اس کے ذریعہ قرآن کریم کے اصلی مطالب پر آگاہ ہو کر اب اسطرف بھی توجہ کی ہے کہ اسکا ترجمہ اپنے حصہ ملک کی زبان میں کریں۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ اسطرف توجہ زیادہ انہیں سے پہلے ہندو قوم کے ذی علم اصحاب کا قدم ہے چنانچہ حال ہی میں ایک صاحب نرائنا راؤ ایم۔ اے۔ ایل۔ ٹی نے جو راجمندری ضلع گوداوری کے گورنمنٹ آرٹس کالج میں زبان تیلگو و سنسکرت کے لیکچرار ہیں۔ اطلاع دی ہے۔ کہ انہوں نے قرآن کریم کا ترجمہ تیلگو زبان میں کیا ہے لیکن وہ اس پر مطمئن نہیں ہیں اور اب انہوں نے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کا ترجمہ انگریزی منگوایا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ میں اس کے مطابق اپنے ترجمہ کو کر کے شائع کرونگا۔

ایسا ہی ایک اور صاحب ایس۔ این کرشن صاحب بی۔ اے نے جو ریاست کوچین واقعہ جنوبی ہند کے ایک ملیالم زبان کے ماہواری رسالہ "سرگو" کے ایڈیٹر ہیں۔ اور کوئی مذہبی عناد دل میں نہیں رکھتے ارادہ کیا ہے۔ کہ علاقہ مالابار اور ریاست کوچین وغیرہ کے باشندوں کے فائدہ کے لئے حضرت امیر کے قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کو ملیالم زبان میں شائع کریں اور امید ہے۔ کہ وہ جلد اس کام کو کر کے رہیں گے۔ یہ مثالیں بہت ہی قابل قدر ہیں۔ اور ضرورت ہے۔ کہ مسلمان ان سے سبق لیں۔ اور اپنی اس کتاب کو دنیا کی تمام زبانوں میں ترجمہ کرنے اور اسے دنیا میں پھیلانے میں ساعی ہوں

اسلام پر ایک جواب مضمون

آج کے انشاعیہ میں مدراس کے عیسائی ایم دنیکا تا نام کی ایک جدید تصنیف کا حوالہ دیا گیا ہے۔ یہ کتاب انگریزی زبان میں ہمارے پاس برائے ریویو پہنچی ہے۔ یہ دراصل انجمن عید المیلاد مدراس کی دعوت کے جواب میں بطور جواب مضمون لکھی گئی تھی۔ اور خوشی کی بات ہے کہ اسنے انجمن مذکور سے طلائی تمغہ (جو بہترین مضمون کے لئے پیش کیا گیا تھا) حاصل کیا اور اب حمدیہ انجمن اشاعت اسلام مدراس نے اسے چھپوا کر شائع کیا ہے۔ کتاب کا نام ہے۔ An Essay on Islam لیکن چونکہ مذاہب کے مقابلہ کے اصولوں پر لکھی گئی ہے۔ اسلئے قریباً سب مذاہب پر اس میں بالتفصیل ریویو کیا گیا ہے ہندو مذہب اور اسکی شاخوں بدھ مذہب۔ عیسائیت اور اسلام پر خوب گہری نظر ڈالی ہے۔ اور ان کے اصولوں پر منصفانہ نقطۂ نگاہ سے تنقید کی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے مذاہب عالم کے مطالعہ میں کافی وقت خرچ کیا ہے اور بالکل غیر طرفدارانہ نقطۂ نگاہ سے بہت محنت کیساتھ مطالعہ کیا ہے۔

ایک عیسائی قلم سے ایسی کتاب کا لکھا جانا اور دیگر جملہ مذاہب کیساتھ عیسائیت پر بھی جرح و تنقید کر کے اس کو اکثر مذاہب کے دائرہ سے خارج کرنا اور آخری فیصلہ اسلام کے حق میں دینا یہ وہ خصوصیت ہے جو اسلام کو ہندوستان میں حاصل ہوئی ہے اسلام کے حق میں اس سے پیشتر بھی بہت سے غیر مسلموں نے اپنی رائیں ظاہر کی ہیں۔ بلکہ اس کتاب کی یہ خصوصیت ہے۔ کہ اس میں اسلام کیساتھ دیگر مذاہب کی تعلیمات کو بھی نقل کیا ہے۔ جس سے پڑھنے والا خود رائے قائم کر سکتا اور بہترین مذہب کا انتخاب کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اہم مذاہب کی مختلف فرقوں کی تصاویر بھی دی ہیں۔ مثلاً ہندو مذہب کے ذکر میں کالی۔ جگن ناتھ وغیرہ کی تصاویر دی ہیں۔ ایسا ہی مہاتما بدھ اور بدھ مذہب کی عبادت گاہ کے چرچ اور مریم اور مسیح کی پرستش کی تصاویر بھی دی ہیں۔ اسی طرح میں تمام دنیا کا ایک نقشہ ہے جس میں مذاہب کے مقامات بتائے گئے ہیں۔

ہمارے تبلیغی مشن

ووکنگ میں عید الفطر

پیرالیسٹ اپنی یکم جون کی اشاعت میں رقمطراز ہے۔ کہ "۲۸ مئی کو مسجد ووکنگ (انگلستان) میں عید الفطر کو جیک (بیرام عشری) کا تہوار منایا گیا۔ حاضرین میں لارڈ ہیڈلے۔ ریاست منگرول کے دوراج کماران عزیز اور صادق افغان سفیر۔ ترکی سفیر۔ سفارت ایران کے چیف سیکرٹری فلسطینی وفد کے پریذیڈنٹ اور سیکرٹری۔ نواب صاحب ...... اور حجاز اور عراق کے نمایندگان شریک تھے۔

ان کے علاوہ عرب۔ شام ہندوستان۔ امریکہ۔ افغانستان۔ ترکی چین اور جاوا کے مسلمان شامل نماز تھے۔

خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد نے نماز پڑھائی اور ایک خطبہ دیا جس میں آپ نے بتایا۔ کہ ہر ایک چیز جو پیدا ہوتی ہے۔ اس کی تربیت درجہ بدرجہ ہوتی اور قوانین و قواعد کے ایک کامل نظام کے ماتحت انہیں آخر کار تکمیل کے درجہ پر پہنچایا جاتا ہے۔ اس نظام قوانین کو آپ نے تین حصوں میں تقسیم کیا۔

(۱) قانون پیدائش

(۲) قانون تربیت

(۳) قانون ارتقا

اور بتایا کہ اللہ تعالےٰ ہی ان تمام عالمین کا جو ہمارے گردونواح میں موجود ہیں۔ خالق۔ مربی اور ارتقا کی سیڑھیوں پر چڑھانے والا ہے۔ یہ مخفی طاقت وہی ہے جو قوانین قدرت کی صورت میں موجود ہے۔ اور یہ اسی طرح کام کرتے ہیں جسطرح اس خالق حقیقی کیطرف سے ان کو ہدایت ہوتی ہے۔ اس لئے یہ کہنا بیجا نہیں کہ سائنس اور مذہب ایک دوسرے کے بالکل مطابق اور ہمنوا ہیں۔

آپ نے سامعین کو یہ نصیحت فرمائی۔ کہ وہ قرآن کریم کے مطالعہ کو اپنا روزانہ شغل بنائیں۔ جس کے ایک ایک صفحہ پر اللہ تعالےٰ کا نام ننانوے طرزوں میں لکھا ہے۔ یہ تمام نام اللہ تعالےٰ کی بہت سی صفات کا پتہ دیتے ہیں آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ اگر وہ ان صفات باری تعالےٰ کے مطابق اپنی زندگی کو بنائیں تو ان کی اخلاقی حالت بہترین ہو گی۔ ان صفات سے علیحدگی اختیار کرنا۔ ان کو نظر انداز کر کے کسی اور راہ پر چلنا گناہ کے رستہ پر گامزن ہونا ہے مثلاً اللہ تعالےٰ چونکہ رحیم ہے۔ اس لئے چاہیئے۔ کہ لوگ بھی ایکدوسرے سے رحیمت کا برتاؤ کریں۔ اور اسبارہ میں قومیت کی کوئی تفریق روا نہ رکھیں۔"

ٹرینیڈاڈ میں تین نومسلم

ہمارے مکرم حضرت مولوی فضل کریم خانصاحب ٹرینیڈاڈ (جزائر غرب الہند) میں دو سال تک کام کرنے کے بعد اب انگلستان آئے ہیں۔ اور وہاں غالباً آخر اگست تک ٹھیرنے کے بعد شروع ستمبر میں شمالی امریکہ میں پہنچ جائیں گے۔ تاکہ امریکن مشن کی تجویز کو عملی صورت دیں۔

ٹرینیڈاڈ میں اللہ تعالےٰ نے انہیں خاص کامیابی عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ وہاں سے جو آخری خط اُن کا پہنچا ہے۔ اسمیں تین نومسلموں کی خوشخبری آپ نے سنائی ہے۔ ان میں سے ایک ہندو تھا۔ اور دو ویسٹ انڈین۔ ان تینوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

پہلا نام	اسلامی نام
(۱) رام برن	عبد الکریم
(۲) ایڈمنڈ پیرس	صدیق
(۳) ہیلٹن بیلامی	سلیم

اللہ تعالےٰ ان سب کو استقامت بخشے۔ اور سچی اسلامی روح ان کے اندر پیدا کرے۔

مشن کی موجودہ حالت

مولوی فضل کریم خانصاحب اپنے اسی خط میں ٹرینیڈاڈ میں کام کی موجودہ حالت اور گذشتہ دو سال کی جدوجہد پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"میری محنت کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ ٹرینیڈاڈ میں ایک ہیجان آگیا ہے۔ چند ماہ پیشتر میرا خیال تھا۔ کہ یہاں اشاعت کرنا ناممکن ہے۔ صرف حفاظت تک ہی ہماری کوششیں محدود رہنی چاہئیں۔ میری رائے اب بالکل بدل گئی ہے۔ یہاں اشاعت کے لئے بھی کام وسیع ہو گیا ہے۔ بشرطیکہ پریس سے کام بخوبی طور سے لیا جائے۔"

اسی خط میں آپ لکھتے ہیں۔ کہ "وفات مسیح پر مفصل بحث زبانی ہو چکی ہے اب ضرورت ہے۔ کہ اسی مضمون پر ایک مختصر رسالہ انگریزی میں شائع کیا جائے اردو میں "حقیقت المسیح"، اور "عیسائیت کا آخری سہارا" بالکل کافی کام کر چکے ہیں۔ لیکن مضمون یہاں کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر لکھا جانا چاہئے۔ ورنہ عیسائی لوگ آکر گلا دبا لیتے ہیں۔"

"اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضرورت ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کو پیش کیا جائے۔ پبلک اب بالکل تیار ہے۔ کہ حضرت صاحب کے دعاوی کو سنے۔ اور اُن کو قبول کرلے میرے خیال میں ایک سال کی اور کوشش

ولایتی ڈاک

ڈاکٹر نہاد رشید بے ترکی مظالم پر

نیرایسٹ مورخہ یکم جون میں ڈاکٹر نہاد رشید بے کی جو انگورہ کیطرف سے لندن میں گئے ہوئے ہیں۔ ایک معرکتہ الآرا تقریر شائع ہوئی ہے۔ جو انہوں نے ممبران پارلیمنٹ کے سامنے ہوس آف پارلیمنٹ میں کی۔

اس تقریر میں پارلیمنٹ کے دیگر ممتاز ممبروں کے علاوہ مسٹر مانٹیگو سابق وزیر ہند اور دائی کونٹ کرزن بھی موجود تھے ڈاکٹر نہاد رشید بے نے دوران تقریر میں ان غلط فہمیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے جو انگلستان میں ترکوں کے متعلق موجود ہیں۔ اس اعتراض کا بھی جواب دیا جو ترکی مظالم کے متعلق عام طور پر کیا جاتا ہے۔

"آپ نے گذشتہ چند سال کے تاریخی واقعات کو بیان کرتے ہوئے "مذہبی ظلم و تعدی" کے خیال کی تغلیط کی۔ اور اس سلوک کیطرف اشارہ کیا۔ جو سلطنت عثمانیہ کے قیام سے لے کر آج تک عیسائیوں کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے" آپ نے بتایا۔ کہ ترک ایک وقت بڑی طاقت رکھتے تھے۔ اگر اسلام انہیں اس بات کی اجازت دیتا۔ تو وہ اس طاقت کے زمانہ میں عیسائیوں کو بالکل ہی نیست و نابود کر سکتے تھے۔ اور یا انہیں زبردستی اسلام میں داخل کر لیتے۔ مگر بجائے اسکے انہوں نے ہمیشہ عیسائیوں کے گرجوں اور ان کی زبانوں کا احترام ملحوظ رکھا اور ہر ایک جماعت کو بہت بڑے پیمانہ پر امداد دی۔ جو آج کے دن تک جاری ہے۔

اس کے بالمقابل آپ نے دکھایا۔ کہ مقدونیہ۔ کریٹ اور دوسرے مقامات پر مسلمانوں پر کیا کچھ مظالم توڑے گئے ہیں۔ اور اعداد و شمار کے ذریعہ سے ثابت کیا۔ کہ ان مظالم اور ہر طرح کے دباؤ کیوجہ سے مسلمانوں کی آبادی بہت کم ہو گئی ہے۔ جسکا آخری نتیجہ یہ ہے۔ کہ ان کو اپنی حفاظت کے لئے مجبوراً ہجرتیں کرنی پڑی ہیں۔

اس کے ساتھ ہی آپ نے بتایا۔ کہ ترکی نے بار بار تجربہ اس پر اپنی آمادگی ظاہر کی۔ کہ وہ یونانیوں اور ترکوں کی آبادی اور فریقین کے قتل و غارت کے [illegible] کی تحقیقات کو قبول کرے گی۔ یونانیوں نے اسکو تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ آپ نے شکایت کی۔ کہ اول تو ایسی غیر طرفدارانہ تحقیقات کبھی منظور ہی نہیں کی گئی۔ اور جب ایسا ہوا بھی۔ اور نتائج ترکوں کے حق میں ثابت ہوئے (جیسا کہ سمرنا میں بین الاتحادی تحقیقات اور ساحل مارمورا میں جینوا کی صلیب احمر کی تفتیش حالات کے نتائج سے ظاہر ہے) تو ایسی رپورٹوں کو اس ملک میں کبھی عام نہیں کیا گیا۔ اگرچہ ہر ایک یونانی اور ارمنی افسانہ کو جس کی بنیاد صرف شک پر ہوتی تھی یا اس کی کوئی بنیاد ہی سرے سے نہ تھی۔ فی الفور چھاپ کر شائع کیا گیا" آگے چلکر آپ نے قلیل التعداد اقوام کے سوال کا ذکر کرتے ہوئے بتایا۔ کہ ان کے متعلق "جو بھی مصائب پیش آئی ہیں۔ وہ محض سیاسی ہیں۔ نہ کہ مذہبی" "غیر مسلم رعایا کے متعلق آپ نے ترکی کی یہ خواہش ظاہر کی۔ کہ انہیں بیرونی انگیخت پر بغاوت پر نہیں اٹھ کھڑا ہونا چاہیئے۔ بلکہ پھر انہیں وفادار شہری بنکر رہنے کا فیصلہ کرنا چاہیئے۔ اور بتایا۔ کہ "ترکی نے کبھی اسلام کو عیسائیت کے بالمقابل کھڑا کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ بلکہ اس کے خلاف ہمیشہ ان لوگوں کو بری نگاہ سے دیکھا۔ جو سیاسی وجوہ کی بنا پر پیدا شدہ معاملات سے روپیہ کمانا چاہتے۔ اور سیاسی معاملات کو مذہبی عناد سے ناگوار بنا دیتے ہیں"

ڈاکٹر نہاد رشید بے کی یہ تقریر امید ہے۔ کہ ان لوگوں کے لئے جو غلط اور سنی سنائی باتوں کی بنا پر ترکوں کو ظالم اور وحشی اور کیا کیا بتلاتے اور ان کے مظالم کی داستانوں کو کالوحی من السماء سمجھتے ہیں۔ خاص اخبار انگلستان جیسے مقام میں جو ان غلط فہمیوں کا مرکز ہے۔ بہت فائدہ کا موجب ہوگی۔ یہی ایک طریق ہے۔ جس سے موجودہ حالات میں مسلمان اپنے واجبی مطالبات کو قبول کرا سکتے ہیں۔ اور جیسا کہ ہم بار بار کہہ چکے ہیں۔ اسلام کی صحیح اور اصل تصویر اور مسلمانوں کا نیک نمونہ ہی ہے۔ جو انگلستان کو اسلام کا موید بنا سکتا ہے۔

"کلیسائے انگلستان کا دیوالہ"

عیسائیت کا قدم جہاں بیرونی دنیا میں تیزی کیساتھ بڑھ رہا ہے۔ وہاں یہ دیکھنا موجب تعجب ہے۔ کہ انگلستان میں اس کی حالت سخت روبتنزل ہے۔ آئے دن کوئی نہ کوئی آواز کسی نہ کسی اہل کلیسا کی جانب سے اٹھتی ہے۔ جس میں یا تو کلیسائے مالی مصائب کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اور یا لوگوں کی عدم دلچسپی اور اسکے عقاید کی غلطیوں کا پردہ فاش کیا جاتا ہے۔

ایک اسی قسم کا بیان آرچ ڈیکن کراس کیطرف ولایتی اخبار "ورلڈ" نے منسوب کیا ہے۔ آرچ ڈیکن موصوف نے اپنی ایک تقریر کے دوران میں یہ بتایا۔ کہ "کلیسائے انگلستان اب دیوالیہ ہو چکا ہے۔ اس ملک (انگلستان) کی تمام مجالس میں آج کلیسا نہایت سخت مالی مصائب میں مبتلا ہے۔ اسباب بہم پہنچانا ضروری ہے۔ اوقاف لوٹ چکے ہیں۔ اور ان کو چھوڑ کر کلیسا کے پاس آمدنی کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے۔ اور وہ کلیسا کے مریدوں کی جیبیں ہیں۔ مالیات کا موجودہ طریق اب بالکل ٹوٹ چکا ہے۔ ان کے پاس گرجے موجود ہیں لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ صرف ایک سال میں سنہ ... کی نسبت [illegible] پادری کم ہیں۔ اور حال یہ ہے۔ کہ سنہ ... سے لے کر آج تک آبادی میں ساٹھ ہزار کا اضافہ ہو چکا ہے"

"پادری نہیں ملتے"

اسی تقریر میں آرچ ڈیکن موصوف نے اس سوال کا بھی جواب دیا۔ کہ "پادری انہیں کیوں نہیں ملتے" ؟ جواب میں انہوں نے بتایا۔ کہ اس کی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ کافی طور پر ان کی کفالت نہیں ہوتی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پادریوں کا تقرر اور انتخاب کافی تعداد میں نہیں ہوتا۔ اور اس لئے جو مرتے ہیں۔ ان کی جگہ لینے والا کوئی نہیں۔ ہمارے پادریوں کو ہلاک کیا جا رہا ہے۔ صرف گذشتہ پندرہ دن میں چار پادری مر چکے ہیں۔ ان پر بہت زیادہ بوجھ تھا۔ لیکس حد سے زیادہ انہیں دینا پڑتا تھا۔ اور اس حلقے کا م کے کرنے میں انہیں سخت جدوجہد کرنی پڑتی تھی اتنا استقدر بوجھ اٹھائے ہوئے تھے۔ جو ان کی حد استطاعت سے باہر ہے۔ اس لئے کہ کوئی پادری ہمیں ان کی امداد کو بھیجنے کے لئے نہیں ملتا اور اگر وہ مل بھی جائے۔ تو ان کو تنخواہوں کی ادائیگی کے لئے کوئی روپیہ موجود نہیں پادریوں کی تہیہت کا ذمہ دار تمام کلیسا کو ہونا چاہئے۔ ہمیں اپنے پس و پیش دیکھنا اور اس پر غور کرنا چاہئے۔ کہ ہم کلیسا کو دیوالیہ ہونے سے کیونکر بچا سکتے ہیں۔ نہ صرف مالی لحاظ سے بلکہ پادریانہ خدمات کی سرانجام دہی اور ان لوگوں کے حالات کے لحاظ سے بھی۔ جو ہمارے لئے کام کرتے ہیں"

مسیحی معتقدات

اخبار "لو ورلڈز" آرچ ڈیکن موصوف کے ان الفاظ کو نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے۔ کہ بظاہر یہ معاملات بہت خطرناک ہیں۔ لیکن کیا فی الحقیقت اس کی یہی صورت ہے ؟ کیا یہ صحیح نہیں۔ کہ انگلستان کا سواد اعظم یہ رائے رکھتا ہے۔ کہ بہت سے پادری ایسے معتقدات کی تلقین کرتے ہیں۔ جن کو وہ خود ذاتی طور پر اب نہیں مانتے۔ اور جب لوگ خوراک لینا چاہتے ہیں۔ تو پادریوں کی طرف سے ایک متحکمانہ اور دقیانوسی عقیدہ کی شکل میں سنگریزی ان پر پھینکے جاتے ہیں۔ لطف گرجے اب عملی طور پر خالی ہیں۔ دوسری طرف ان گرجوں میں جہاں ایک زندہ اور موجودہ زمانہ کے مطابق تعلیم دیجاتی ہے خوب حاضری ہوتی ہے۔ ہمارے پاس سوائے اس کے کہ ہر مذہب و ملت کے گرجوں سے جس حد تک وہ قوم کی زندگی کو سدھارنے کا کام کر رہے ہیں رواداری برتاؤ کریں۔ اور کچھ بھی نہیں۔ کلیساؤں سے ہمیں صرف اسی بات میں اختلاف ہے۔ کہ ان میں سے بہت کا خدا دو ہزار سال ہوئے مر چکا ہوا ہے۔ اور ابھی تک اس کے معتقدین اس کے ماتم میں مصروف ہیں"

ناظرین پیغام صلح کی خدمت میں ہم ایک دفعہ پھر یہ اپیل کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ اس قومی اخبار کی توسیع اشاعت میں حصہ لیکر ثواب دارین حاصل کریں کہ یہ بھی بالواسطہ طور پر اشاعت اسلام کے کام کی امداد ہے۔

عید الفطر برلن میں

جرمنی میں ہزارہا مسلمانان عالم نے ملکر نماز عید پڑھی

ذیل کا مضمون حافظ فیروز الدین احمد صاحب نے جرمنی سے روزانہ پیسہ اخبار کو لکھ کر بھیجا ہے۔ جو امید ہے کہ خاص دلچسپی کیساتھ پڑھا جائیگا۔ اسوقت جبکہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے جرمنی میں تبلیغ اسلام کا سامان ہو چکا ہے۔ اور ایک مبلغ قبل ازیں روانہ ہو چکے ہیں۔ اور دوسرے یعنی مولوی صدر الدین صاحب غالباً شروع ستمبر میں روانہ ہونے والے ہیں ہمارا یہ سننا طمانیت بخش ہے۔ کہ اللہ تعالے نے وہاں پہلے ہی سے اسقدر سامان کر رکھے ہیں جن کا ذکر اس مضمون میں ہے۔ اللہ تعالے ان کا حامی و ناصر ہے۔ اور ان دور دراز ممالک میں اپنے بندوں کو ایک ہی علم توحید کے نیچے جمع ہونے کی توفیق دے۔ ایڈیٹر

خوشی کے آنسوؤں سے کپڑے تر

کل یہاں عید الفطر تھی۔ صبح کے وقت ہم حسب اطلاع شائع شدہ برلن سے ریل پر سوار ہو کر ونزڈارف کو جو یہاں سے ۳۰ میل کے قریب ہے نماز عید ادا کرنے کے لئے روانہ ہوئے برلن کے ریلوے سٹیشن پوسٹ۔ امریلاز۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

پر جہاں سے ونزڈارف کے لئے ٹرینیں روانہ ہوتی ہیں سخت بھیڑ بھاڑ دیکھی۔ ہمیں ۴۰ - ۵۰ ترک ٹوپیوں والے دکھائی دیئے۔ تو ہمنے سمجھا کہ یہ لوگ مسلمان ہوں گے جو ہماری طرح نماز کے لئے ونزڈارف کو جا رہے ہیں۔ اور ہم نے اس وقت اسی تعداد پر خدا کا شکر ادا کیا۔ کہ کم از کم ۴۰ - ۵۰ تو ہمارے ساتھ نماز عید میں شامل ہوں گے لیکن سب ہم اس بھیڑ بھاڑ میں داخل ہوئے۔ جو سوائے چند ترکی ٹوپی والوں کے ساری کی ساری مکمل یورپین ڈریس میں ملبوس تھی۔ تو ہم پر چاروں طرف سے السلام علیکم کی اس زور سے بارش ہوئی۔ کہ ہمارے خوشی کے آنسوؤں سے کپڑے تر ہو گئے۔ اور ہم سخت حیران ہوئے۔ کہ الہی کیا یہ سب مسلمان ہیں۔ جو یہاں ٹکٹ گھر پر جمع ہیں۔ میری رفاقت میں چند مسلمان طالب العلم تھے جنہوں نے اپنے اسلامی لباس رکھا ہوا تھا ترکی ٹوپی اور کلاہ عمامہ زیب سر کیا ہوا تھا۔ اور اس طرح ہم کو مسلمان سمجھا گیا تھا یہی وجہ تھی۔ کہ ہم پر سلام علیکم کے پھول اس کثرت سے برسے کہ ان کی مہک ان الفاظ کے ذریعہ سے جو میں لکھ رہا ہوں۔ ہندوستان میں پہنچے گی۔

مسلمان مرد اور عورتیں اور نونہالان افغانستان

ونزڈارف میں پہنچے تو ٹرین سے نکلنے کے وقت ہمکو معلوم ہوا کہ پانچ دس دیگر مسافروں کے سوا باقی سب مسافر ہمارے مسلمان بھائی اور مسلمان بہنیں ہیں جو عید کی نماز کے لئے وہاں پہنچے ہیں۔ اسی ٹرین سے ۴۰ - ۵۰ بچوں کا ایک دستہ جرمن فوجی سکولوں کی وردی میں ملبوس اترا۔ جن کی عمریں دس سے سولاں سال تک ہونگی۔ یہ بچے کسی جرمن سکول کے جرمن طالب علم ہیں۔ جو تفریح کے لئے آج یہاں ونزڈارف میں آگئے ہیں۔ کیونکہ آج کل موسم گرما کی وجہ سے اکثر طلب چھوٹی چھٹی اور چھٹی پر ہیں۔

بڑی ٹولیوں میں برلن کے گرد و نواح میں اپنے استادوں کے ساتھ سیر و تفریح کے لئے نکل جاتے ہیں۔ جہاں ان کی آسائش کے لئے مستقل قیام گاہ بنی ہوئی ہیں۔ لیکن اسی وقت اس کے منتظم استاد سے جو ترکی لباس میں ملبوس تھا۔ اور فارسی بولتا تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ یہ بچے تمام کے تمام نونہالان افغانستان ہیں۔ جو برلن میں ایک خاص انتظام کیساتھ تعلیم پاتے ہیں۔ اور جو چند سال کے اندر میکینکل اور الیکٹریکل انجینیر بن کر کابل کو رشک پیرس اور لندن بنائیں گے۔ اور آج وہ یہاں ونزڈارف میں نماز عید کے لئے آگئے ہیں بہر کیا تھا۔ میں نے خوب دل کھول کر ان بچوں سے فارسی زبان میں گفتگو کی۔ اور ان کے جواب برجستہ اور چست پائے۔ اور ان کے لب لہجہ میں چستی اور تیزی پائی۔ جو ایک دو سال گذشتہ سے تمام کابلی پٹھانوں کے لب و لہجہ میں پائی جاتی ہے۔

ایک عظیم الشان مسجد

ریلوے اسٹیشن ونزڈارف سے نصف میل کے فاصلے پر ایک بہت بڑا ٹکڑا زمین کا پارسی نما مکانات سے گھرا ہوا پایا۔ جس کے دروازہ کلاں پر پہرہ داروں کیواسطے ایک اونچا برج بنا ہوا دیکھا۔ اس بڑے احاطہ کے اندر جس میں موٹریں اور گاڑیاں وغیرہ بھی جا رہی تھیں ایک خاصی بڑی مسجد دیکھی جس کی چھت کے نیچے تین ہزار نمازی نماز باجماعت ادا کر سکتے ہیں۔ اور صحن میں پانچ ہزار کے قریب نماز ادا کر سکتے ہیں۔

مسلمانوں کے اسلامی ترانے

مسجد میں داخل ہونے سے پہلے حضرت سفیر افغانستان اور علامہ حضرت شکری امام سفارت ترکی نے ہم مہمانوں کا استقبال کیا۔ ہم سے پہلی ٹرینوں میں بھی لوگ ہاں پہنچ چکے تھے اور ہمارے بعد کی ٹرینوں سے بھی نمازی وہاں آئے۔ اور برلن کی اس مسجد میں نماز عید کی وہی رونق دکھائی دی۔ جو ہندوستان کے متوسط الآبادی شہروں میں دکھائی دیتی ہے۔ یعنی کئی ہزار نمازی تھے۔ البتہ فرق صرف یہ نظر آتا تھا۔ کہ ہندوستان کی عیدگاہوں میں نسبتاً ضعیف الجثہ لوگ۔ غریب شکلیں اور کم لباسی ہوتی ہے۔ اور یہاں تو تقریباً سب کے سب بڑے باطاقت و توانا صاحب لوگ اور میم صاحبات تھیں۔ جو نہایت ہشاش و بشاش چہروں سے اہلاً و سہلاً کہتے ہوئے اور مختلف زبانیں بولتے ہوئے اپنے اپنے رنگ اور اپنی اپنی زبان میں اسلامی ترانے گاتے ہوئے مسجد کے باہر اور مسجد کے صحن میں نماز کے انتظار میں خراماں خراماں نظر آتے تھے۔

برلن میں پندرہ ہزار مسلمان

یہ لوگ کہاں سے آئے تھے۔ یہ عقدہ بھی انہیں کی زبان سے حل ہوا کہ اس وقت برلن میں بارہ اور پندرہ ہزار کے درمیان مسلمان رہتے ہیں۔ اور تعلیم و تجارت، صنعت و حرفت میں مصروف ہیں۔ الصلوٰۃ الصلوٰۃ کی آواز نے تمام مسلمانوں کو مسجد کے اندر جمع کر کے بٹھا دیا۔ ایک نہایت خوشرو اور خوش لباس انسان جس کے سینہ پر ۹ یا ۱۰ تمغے تھے۔ امام کے مصلے پر دکھائی دیا۔ یہ صاحب حضرت شکری ہیں۔ جو سفارت ترکی کے امام ہیں۔ اور اس مسجد کے بھی امام ہیں۔ جس میں ہم جمع ہوئے اور ان تمام املاک کے مہتمم بھی ہیں۔ جو اس قطعہ کے متعلق ہیں۔

کہاں کہاں کے مسلمان تھے

نمازیوں کی اس جماعت میں ترکی جرمنی۔ مصر۔ الجیریا۔ مراکو۔ روس۔ پولینڈ اٹلی۔ فرانس۔ آسٹریا ہنگری۔ رومانیہ۔ بلدیویہ۔ سوئٹزرلینڈ۔ ہالینڈ۔ بلجیم آذربائیجان۔ ایران۔ ہندوستان۔ افغانستان۔ ممالک متحدہ امریکہ۔ عرب بخارا سمرقند۔ چین۔ جاپان وغیرہ مشرق و مغرب کے مسلمان جمع تھے۔ کچھ مسافر اور اکثر مقیم جرمنی۔

قرآن خوانی اور نماز

مسجد میں بیٹھتے ہی قرآن خوانی شروع ہو گئی۔ اور مختلف اقوام کے لوگوں نے یکے بعد دیگرے آیات قرآنی کی تلاوت شروع کی۔ عجیب سماں تھا۔ جو اس سے پہلے ہندوستانی آنکھوں نے نہ دیکھا تھا۔ ابھی ایک ترک نے تلاوت ختم کی تو فوراً ایک پول (باشندہ پولینڈ) نے شروع کر دی۔ اور اس نے ختم کی تو ایک ایرانی لہجہ سنائی دیا۔ غرض اس دور قرآنی کے بعد امام صاحب کھڑے ہوئے اور سورۃ الرحمٰن کے ساتھ نماز عید پڑھائی۔ ....

عجیب ڈھنگ کا خطبہ

دوگانہ نماز ختم ہوا۔ خطبہ عجیب ڈھنگ کا تھا جو میں نے کبھی ہندوستان میں نہیں سنا۔ امام صاحب جو بعد نماز خطیب کے منبر پر تشریف لائے۔ خداوند تعالیٰ کے جبروت و عظمت و جلال کی آیات یکے بعد دیگرے اعلان کے طور پڑھتے تھے۔ اور حاضرین سے روبرو مخاطب ہوتے تھے۔ اور ہر ایک آیت کے ختم ہونے پر حاضرین تسبیح و تکبیر و تحمید کے جواب دیتے تھے۔

خلیفہ کی عافیت اور خلافت کی بقا کے لئے دعا

خطبہ کے ختم ہونے سے پہلے حضرت سلطان وحید الدین خاں خلد اللہ ملکہ و خلافتہٗ کی صحت و عافیت اور خلافت عظمیٰ کے بقا و دوام کے لئے ایک لمبی دعا مانگی گئی۔ جس پر آمین کہنے کے واسطے ممالک مختلفہ یورپ ایشیا امریکہ اور افریقہ کے لوگ عالم بیخودی میں ایک دوسرے سے بڑھتے جاتے تھے۔

سامان چاء نوشی و ناشتہ

خطبہ ختم ہونے کے بعد مساکین کے لئے صدقہ عام اور غیر اداشدہ صدقہ فطر جمع کیا گیا۔ اور تمام مجمع مسجد سے نکلا۔ اور فوٹوگرافروں نے فوٹو لئے اور سنیماٹوگرافروں نے متحرک فوٹو اور تمام جماعت اسلامی ایک بڑے ڈائننگ ہال میں داخل ہوئی۔ جو اسی احاطہ کے اندر ہے اور اسی مسجد کے متعلق ہے۔ جسکا اوپر ذکر ہوا۔ چاء نوشی کا سامان اور ناشتہ میزوں پر لگا ہوا تھا۔ خدمتگاران جابجا موجود تھے۔ مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے سینکڑوں چھوٹی میزیں آسمان کے تلے بچھائی گئیں۔ اس مجمع میں سلطنت المانیہ (جرمنی) کے بڑے بڑے عمال بھی تھے۔ جو سرکاری طور پر آ کر شامل ہوئے تھے۔

باقی بر صفحہ ۱۵

متفرق مقالات

ترک موالات اور اشاعت اسلام

عنوان بالا سے ہم نے کسی سابقہ اشاعت میں معاصر "مدینہ" کے ایک نوٹ کی بنا پر مسلمانوں کی اس بے اعتنائی اور تغافل کا ذکر کرتے ہوئے جو ترک موالات کے جوش میں انہوں نے اپنے اہم مذہبی و قومی فرائض کے متعلق اختیار کر رکھا ہے یہ بتایا تھا۔ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے اس موقعہ پر بھی اپنے فرض کو نہیں بھلایا۔ اور اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو حضرت مسیح موعود نے جماعت احمدیہ کا قرار دیا تھا اشاعت اسلام کے کام کو پوری مستعدی کے ساتھ جاری رکھا۔

ہمارے اس نوٹ پر ایک غیر از جماعت مسلمان اخبار نویس نے جو ایک روزانہ مقامی ہمعصر کے سٹاف میں داخل ہیں۔ ذیل کا مضمون ہمیں لکھکر بھیجا ہے۔ جو اس لحاظ سے کہ اشاعت اسلام کے کام کا موئید ہے۔ ناظرین کرام کے خاص مطالعہ کے قابل ہے امید ہے۔ ہمارے یہ فاضل ہم قلم آئندہ بھی ہمیں وقتاً فوقتاً اپنے فوائد قلمی سے مستفید فرماتے رہا کریں گے۔

"پیغام صلح مطبوعہ ۷ ارشوال ۱۳۴۱ ہجری میں ایک نوٹ بعنوان "ترک موالات اور اشاعت اسلام" نکلا ہے۔ جس میں "مدینہ" کا ایک نوٹ نقل کر کے جو رائے زنی کی گئی ہے۔ وہ نہایت مناسب اور صحیح ہے۔ اور اسے دیکھ کر مجھے بھی ترک موالات اور نیز اشاعت اسلام کے متعلق کچھ اظہار خیالات کی رغبت پیدا ہوئی۔

اشاعت اسلام ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اور تاریخ اسلام زبان حال سے بتا رہی ہے۔ کہ ابتدائی زمانہ کے مسلمان اشاعت اسلام کو اپنی زندگی کے اولین مقاصد میں داخل سمجھتے تھے۔ اور جہاں جاتے یا جو کچھ کاروبار کرتے۔ اس میں وہ اشاعت اسلام کو نہیں بھولتے تھے۔ لیکن فی زمانہ مسلمانوں کی فروغ اسلام کی طرف مطلق توجہ نہیں۔ جماعت احمدیہ ہزار مبارک باد کی مستحق ہے۔ کہ وہ اشاعت اسلام کو تمام کاموں پر مقدم سمجھتی ہے۔ اس نے اپنے طرز عمل اور سلسلۂ تبلیغ سے دوسرے اسلامی فرقوں کے لئے قابل تقلید مثال قائم کی ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ دوسرے اسلامی فرقے اس طرف التفات ہی نہیں کرتے۔ حالانکہ مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنے کے لئے عیسائیوں اور آریہ سماجیوں کی طرف سے نہایت سرگرم کوششیں ہو رہی ہیں۔

مسلمانوں کا تعلق سیاسیات سے منقطع نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ ہم سیاسیات میں اسقدر منہمک ہو جائیں کہ باقی دینی و دنیاوی کاموں سے غافل بنجائیں۔ سیاسیات میں مسلمانوں کا حصہ لینا کوئی گناہ نہیں۔ بلکہ اتنا ہی ضروری ہے۔ جتنی کہ اور تحریکات۔ مگر سیاسی جدوجہد کو ہجرت اور ترک موالات جیسے مسائل میں رنگ دینا اور اس میں اسقدر استغراق دکھانا کہ مساجد اور مجالس وعظ میں ترک موالات کی تبلیغ کا سلسلہ زور و شور سے جاری رکھا جائے۔ پرلے درجہ کی نادانی اور ناعاقبت اندیشی ہے۔

ترک موالات کوئی مقصد نہیں ہے۔ بلکہ محض حصول مقصد کا ایک ذریعہ۔ لیکن اس میں ہندوستان کے زیادہ تر مسلمانوں نے جو انہماک و معروفیت دکھائی ہے۔ اس کے باعث ترک موالات ان کی زندگی کا مقصد بنگیا ہے اور یہ مسلمانوں کی بدترین غلطی ہے۔ جس کا خمیازہ ان کو آگے چلکر بھگتنا پڑے گا۔

مسلمانوں نے مہاتما گاندھی کی (جو مشرک ہیں) سرکردگی میں ترک موالات اختیار کیا۔ اول انہوں نے تحریک ہجرت کو بلا سوچے سمجھے لبیک کہا ہزاروں خاندانوں نے اپنی جائدادیں اور مال و اسباب ارزاں داموں فروخت کیا۔ مآل اندیش ہندوؤں نے ان کی خریداری سے فائدہ اٹھایا مسلمانوں نے ہجرت کی۔ نقصان کے علاوہ سفر کی صعوبتیں جھیلیں اور ان میں سے اکثر کو ندامت کے ساتھ واپس آنا پڑا مسلمانوں نے ترک موالات کے ساتھ اسقدر زیادہ عملی ہمدردی دکھائی کہ ہندوؤں سے بازی لے گئے اور ہزاروں کی تعداد میں زندانی زندگی کی تکالیف جھیل رہے ہیں۔ باوجود اس کے ہندوؤں کی نگاہوں میں وہ غیر معتمد ہیں۔ ہندو برادران وطن کو ان پر اب بھی اعتماد نہیں اور ہندو مسلم اتحاد جو ہندوستانیوں کے نصب العین یعنی حکومت خود اختیاری کے حصول کا سب سے زبردست ہتھیار مانا جاتا ہے۔ اس میں خود ہندوؤں کی طرف سے رخنے ڈالے جاتے ہیں۔ مسلمانوں نے یہ نہ سوچا کہ ہندوؤں کے ساتھ نہ تو ان کا اشتراک عملی ہو سکتا ہے۔ اور نہ اتحاد۔ حیرت ہے۔ کہ عام مسلمان تو درکنار بڑے بڑے عالم و فاضل بھی مہاتما گاندھی کے سیاسی حلقہ میں آ گئے اور ترک موالات کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے ایک غیر مسلمان کی علمبرداری میں میدان عمل میں آ گئے۔

مسلمانوں کے سروں پر ترک موالات کا بھوت سوار ہے۔ اور اس کے زیر اثر مسلمان اپنی باقی ضروریات پر ترک موالات کو ترجیح دے رہے ہیں حالانکہ یہ تحریک غیر فطری ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ اسے کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ اور نہ ہو سکتی ہے۔ یہ تحریک زندگی کی آخری گھڑیاں گذار رہی ہے۔ اس کے نقصانات بھی واضح ہو چکے ہیں۔ باوجود اس کے مسلمانوں کی عقلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ کہ وہ اس سے دستکش نہیں ہوتے۔ جماعت احمدیہ کی یہ دانائی اور معاملہ فہمی ہے۔ کہ اس نے ترک موالات پر التفات نہیں کیا اور دینی مشاغل پر سیاسیات کو ترجیح دی۔

مسلمانوں نے ترک موالات کو اپنا شعار زندگی بنا رکھا ہے۔ اور تلک سوراج فنڈ میں دل کھولکر چندے دئے ہیں۔ اس فنڈ کا روپیہ ترک موالات کی

تحریک خصوصاً کھدر کی تبلیغ اور تارک موالات وکلا کے وظائف پر خرچ کیا جا رہا ہے اور اگرچہ ہندو مسلم دونوں تارکان موالات کے اتحاد پر زور دیا جاتا ہے۔ اور دونوں کا سیاسی نصب العین یعنی حصول سوراج مشترکہ بتایا جاتا ہے۔ لیکن تلک سوراج فنڈ سے نہ تو ترکوں کی امداد کے لئے کچھ دیا گیا۔ اور نہ مسلمانوں کے کسی دینی کام کے لئے ایک کوڑی دی گئی۔ اور باتوں کو تو جانے دو۔ جو غیر ملکی کپڑے مقاطعہ کے سلسلہ میں ہاتھ لگے وہ نذر آتش کئے گئے۔ لیکن ترکوں کو نہ بھیجے گئے۔ ان کے ترکوں کے لئے وقف کرنے کی آواز کو تو خود مہاتما گاندھی نے یہ کہہ کر ٹھنڈا کر دیا کہ ترکوں کی حمیت یہ گوارا نہ کرے گی۔ کہ وہ اترن پہنیں۔

اگر ہندوستان کے وہ مسلمان جن پر ترک موالات کا جادو چل گیا ہے اب بھی ترک موالات کے متعلق اپنی روش میں اصلاح نہ کریں گے۔ تو وہ نہ صرف خود ہی نقصان اٹھائیں گے۔ بلکہ اپنی قوم اور اپنے مذہب کو بھی نقصان پہنچانے والے ہوں گے۔

ہمارے معاصرین

ہماری تعلیمی پستی کے اسباب

(از جناب مولانا راشد الخیری دہلوی)

اس عنوان کے تحت میں اپنی ۷ جون کی اشاعت میں اخبار "وکیل" نے جو وجوہ بیان کئے ہیں وہ کہاں تک قابل تسلیم، اور جو علاج تجویز کیا ہے وہ کس حد تک لائق عمل ہے۔ یہ ایک جداگانہ بحث ہے۔ مگر اس مسئلہ کا ایک اور بھی جگر خراش پہلو ہے۔ اور اگر اسکا تدارک نہ کیا گیا (اور بظاہر تدارک کی کوئی توقع نظر نہیں آتی) تو کیسی پستی اور کس کا تنزل۔ قوم صفحہ تہذیب سے حرف غلط کی طرح مٹ جائے گی۔ "وکیل" مسلمانوں کی تعلیم پر اس لئے روتا ہے۔ کہ یونیورسٹی کے نتائج اس کا دل دہلا دیتے ہیں۔ مگر اس کو وہ نتیجہ بھی پیش نظر رکھنا چاہئے جو دس بارہ برس بعد ظہور میں آنیوالا ہے اور یہ وہ ہولناک ساعت ہوگی۔ جب جیل خانے مسلمان چوروں سے لبریز ہونگے۔ اور "وکیل" آج جس قوم کا ذکر کر رہا ہے۔ وہ اقوام جرائم پیشہ سے ایک ہوگی۔

مسلمان بچوں کی آوارہ گردی

آجکل جیٹھ اساڑھ کی گرمیوں میں ٹھیک دوپہر کے وقت جب چند ضرورت مندوں کے سوا سڑک پر کسی کی صورت نظر نہیں آتی۔ مسلمان محلوں سڑکوں اور گلی کوچوں میں لڑکوں کا ایک جم غفیر نظر آتا ہے۔ ان کا لباس۔ ان کی گفتگو۔ ان کی عادات وخصائل بتاتی ہیں۔ کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ اور کیا کرنے والے ہیں۔ اُن کے ہاتھ میں گلی ڈنڈے ہوتے ہیں۔ کبھی پالے کی کوڑیاں ہوتی ہیں۔ اور نہایت اطمینان سے کھیلتے پھرتے ہیں۔ کوئی لمحہ ایسا نہیں جاتا کہ ان کی زبان سے پھول نہ جھڑتے ہوں۔ اور یہ ناممکن ہے۔ کہ کوئی پردہ نشین خاتون ڈولی یا برقع میں ایک محلہ سے دوسرے محلہ تک اس طرح گذر جائے کہ ان فرزندان اسلام کی گالیوں سے اس کے کان ناآشنا ہوں۔ کیا یہی کیفیت ہنود اور عیسائیوں کے محلوں میں بھی ہے؟ اور اس درفشانی میں مسلمانوں کے سوا کوئی اور بچہ بھی ہوتا ہے۔؟ اس کا جواب ہر مسلمان آنکھ دے سکتی ہے۔

دوسری قوموں کے بچے

دوسری قوموں کے بچے اُس وقت جب مسلمان بچے کسی ایک محلہ یا ایک شہر میں نہیں۔ شمالی ہندوستان کے اکثر مقامات پر اسلام کے یہ نمونے پیش کرتے پھرتے ہیں۔ اپنے کاروبار میں مصروف ہوتے ہیں۔ اور اُن کا طرز عمل بتاتا ہے کہ وہ زندہ رہنے کا کہاں تک حق رکھتے ہیں جس وقت ایک مسلمان بچہ گالیاں بکتا ہوا گچی میں کوڑیاں ڈالتا ہے۔ اسی وقت گلی گلی کے ایک کونے سے یہ صدا بلند ہوتی ہے "چٹکیلوں کی بہار" یہ بھی دس بارہ برس کے ایک بچہ کی آواز ہے جو صرف چار آنے کے چنے اُبال کر اپنے سر پر لئے پھرتا ہے۔ مگر یہ کون ہے؟ سنسکرت سکول کا ایک بنیا طالبعلم ہے۔ اور اس کی زندگی بآسانی پتہ دے رہی ہے۔ کہ وہ آئندہ چلکر کیا کرے گا۔ جس قوم کے معصوم بچے منزل زندگی کی ابتدا میں اس مقام پر نظر آئیں اس سے یہ توقع رکھنی کہ اس کے نوعمر افراد یونیورسٹیوں کے نتائج میں دوسری قوم کے دوش بدوش گامزن ہوں شیخ چلی کے منصوبوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ اور نہ یہ شور وشیون حق رکھتا ہے۔ کہ کوئی معقول انسان اس پر توجہ کرے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

اس اظہار واقعہ کے بعد اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ آج سے دس سال قبل بھی مسلمان بچوں کی تعلیمی حالت یہی تھی۔ اگر نہیں تھی تو اس کے اسباب کیا ہیں؟ اور علاج کیا؟ افسوس یہ ہے۔ کہ میرے پاس سوائے پنجاہ سالہ مشاہدہ کے کوئی اعداد وشمار نہیں۔ اور مجھے اعتراف ہے کہ ایسے انفاس کا وجود پہلے بھی تھا۔ اور ہندوستان کا اسلام اس قسم کے بچوں سے خالی نہ تھا۔ اور اگر خالی ہوتا۔ تو آج ایسے بچے پیدا ہی نہ ہوتے اور قوم معراج کمال پر پہنچی ہوتی۔ لیکن ان بیگناہ ہستیوں میں جو تعجب خیز اضافہ ہوا ہے۔ وہ ایک ناگہانی مصیبت ہے۔ جس کے اٹل ہونے کی خبر آج سے تیرہ صدی پیشتر کتاب اللہ ان الفاظ میں مسلمانوں کے کانوں تک پہنچا چکی ہے۔ واذا اراد اللہ بقوم سوءً فلا مرد لہ۔ اور جب ہم کسی قوم پر اس کے اعمال کی پاداش میں کوئی مصیبت نازل کرتے ہیں۔ تو وہ اس کے ٹالے نہیں ٹل سکتی۔

لیکن ان کتب خانوں کی حیثیت محض ذاتی ہوتی تھی۔ پبلک کتب خانوں کی بنیاد سب سے اول سایور بن اردشیر نے بغداد میں رکھی۔ اس کے بعد پبلک کتب خانوں کا طریقہ عام ہو گیا۔ اور تمام ممالک اسلامیہ میں سینکڑوں ہزاروں کتب خانے قائم ہو گئے۔ حتےٰ کہ پانچویں صدی ہجری میں تمام مدرسوں اور یونیورسٹیوں کے ساتھ کتب خانے موجود تھے۔ ہر درسگاہ کے ساتھ کتب خانوں کا ہونا لازمی قرار دیا گیا تھا۔ کتابیں جمع کرنے کا شوق اسقدر عام تھا۔ کہ لوگ ایک ایک نسخہ کے حاصل کرنے کے لئے دشت و جبل ایک کر ڈالتے تھے اور بڑی بڑی قیمتیں کتابوں کے لئے دیتے تھے۔ مگر آج یہ باتیں محض قصے کہانیاں ہیں۔ نہ وہ ذوق علمی رہا ہے۔ نہ وہ شوق جستجو۔ اور نہ وہ ہمت و استقلال۔ بایں ہمہ اس زمانہ میں بعض بڑے بڑے کتب خانے اسلامی ممالک میں موجود ہیں۔ حتےٰ کہ ہندوستان میں کہیں کہیں یہ دولت نظر آتی ہے۔ لیکن عام بدمذاقی و کم سوادی کا یہ حال ہے۔ کہ کتابیں جو انفرادی یا اجتماعی کوششوں سے جمع کی جاتی ہیں۔ وہ بھی کسی خاص شخص یا انجمن کی زندگی تک موجود رہتی ہیں اور اس کے بعد وہ ردی کے سوائے اور کسی کام نہیں آتیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ تو یہ ہے۔ کہ بوجہ کم علمی کتابوں کی قدر و قیمت سے عام لوگ واقف نہیں ہیں۔ اور تعلیم یافتہ اصحاب میں بھی کتابیں محض الماری کی زینت ہوتی ہیں وہ اُن سے کوئی کام نہیں لیتے اور یا تو وہ کیڑوں کی نذر ہو جاتی ہیں۔ یا بالآخر کباڑیوں کی دوکانوں میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ یہ نظارہ کیسا جانسوز ہوتا ہے۔ کہ بعض اوقات کباڑیوں کے ہاں نہایت قیمتی کتابیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ جو کوڑیوں کے مول بکتی ہیں۔ اگر لوگ کتابوں کی قدر و قیمت سے واقف ہوں تو یہ کبھی ممکن ہی نہیں کہ یہ جواہرات دوکانوں میں مٹی میں ملائے اور پاؤں تلے روندے جائیں۔ علم دوست قوموں اور جماعتوں کے ہاں ہر گھر ایک لائبریری ہوتی ہے۔ تم یہ سُنکر حیران ہوتے ہو۔ کہ یورپ و امریکہ میں ایک ایک کتاب کے کئی کئی اڈیشن لاکھوں کی تعداد میں چھپتے اور فروخت ہوتے ہیں۔ یہ مغربی اقوام کی علم دوستی کا ایک بین ثبوت ہے۔ ان میں سے بعض کمتر درجہ کی کتابیں مثلاً معمولی ناول وغیرہ عارضی تفریح کا کام دیتی ہیں۔ مگر ٹھوس اور بلند پایہ کتابیں دل و دماغ کی زینت بنتی ہیں۔ اور وہ اُن سے مستقل طور پر فائدہ اُٹھاتے رہتے ہیں۔ وہ کسی کتاب کو ضائع نہیں جانے دیتے۔ اور اگر وہ ان سے کام نکال لیتے ہیں۔ تو اُن کو کسی کتب خانہ میں بھیج دیتے ہیں۔ تاکہ اپنے قوم و ملک کے لئے وہ مستقل چشمہ رشد و ہدایت و روشنی بنجائیں۔ یورپ و امریکہ میں سینکڑوں کتب خانے "قطرہ قطرہ بہم شود دریا" کے مصداق اسی قسم کی علمی خیرات سے بنے ہیں۔ اور اُن سے اہل علم کو فائدہ پہنچتا رہتا ہے۔ لوگ خود اپنی خوشی سے ان کتب خانوں میں کتابیں بھیجتے ہیں۔ اور ان کتب خانوں کے منتظمین بھی کتابیں حاصل کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔ اسی طرح رفتہ رفتہ عظیم الشان لائبریریاں قائم ہو جاتی ہیں۔ افسوس ہے۔ کہ ہمارے ہاں اس قسم کا کوئی نظام ابتک قائم نہیں ہوا۔ وقتاً فوقتاً بعض کتب خانوں یا انجمنوں کیطرف سے اخبارات میں فراہمی کتب کے لئے اپیلیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ یہ ساری خرابی اس لئے ہے۔ کہ کوئی باقاعدہ نظام نہیں ہے۔ اگر کوشش کیجائے تو ہر بڑے شہر میں اس قسم کا ایک کتب خانہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جب تک یہ نہ ہو مشہور اور مستقل انجمنیں اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہیں۔ اور فراہمی کتب کے لئے الگ صیغے قائم کر سکتی ہیں۔ دوسری طرف پبلک میں کتابوں کی قدر و قیمت اور کتبخانوں کی اہمیت و ضرورت کا احساس پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تاکہ وہ لوگ جو اپنے بعد کسی کو کتابوں کا اہل نہ سمجھیں اپنی کتابیں قابل اعتماد انجمنوں کے نام وقف کر دیں۔ تاکہ وہ انجمنوں کے کتب خانوں میں منتقل ہو کر خیر جاریہ بن جائیں۔ ہم اس تحریک کو تمام علم دوست اصحاب کے غور کے لئے پیش کرتے ہیں۔ اور توقع رکھتے ہیں۔ کہ پورے غور و تامل کے بعد اس کو عملی لباس پہنانے کی کوشش کیجائے گی۔ مسلمانوں کو خیال کرنا چاہیئے کہ ان کے آبا و اجداد علم دوستی کے لئے زمانہ میں مشہور رہے ہیں بہت سے علوم و فنون محض انہی کی سرپرستی کی وجہ سے ابتک زندہ ہیں۔ اور بہت سی نادر و نایاب کتابیں اُنہی کی علم پروری کی بدولت دنیا میں موجود ہیں اگرچہ امتداد زمانہ سے یہ خصوصیت ایک بڑی حد تک رخصت ہو چکی ہے لیکن اب وقت آ گیا ہے۔ کہ اسکو اب از سر نو پیدا کیا اور زندہ رکھا جائے نایاب قلمی مسودات کیطرف خاص توجہ لازم ہے۔ اس لئے کہ ان کا عام طور پر ایک ہی نسخہ موجود ہوتا ہے۔ ممکن ہے۔ اس قسم کا کوئی مسودہ ضائع ہو جائے اور دنیا اس سے محروم رہے۔ ہم ان تمام امور کی طرف علم دوست اصحاب کی توجہ معطوف کراتے ہیں۔ اور امید رکھتے ہیں۔ کہ یہ تحریک ان کی مساعی سے بار آور ہو گی۔

زرچندہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شملہ

(معرفت شیخ الہ دین صاحب کمپازیٹر)

قسط اول برائے جرمن مشن

(۱) مخدوم محمد اشرف صاحب بی۔ اے میڈیکل برانچ	للعہ
(۲) شیخ امیرالدین صاحب۔ ملٹری ورکس	صہ
(۳) " الہ دین کمپازیٹر گورنمنٹ پریس	سے ر
(۴) " امیر علی صاحب۔ محکمہ کومرس	۶ر
(۵) " منظور الحق صاحب محکمہ جنگلات	عہ ر
(۶) قاضی احمد علی صاحب سب انسپکٹر پولیس	عہ ر
میزان کل	للصہ

جلسہ اور فصاحت و بلاغت والی تقاریر

یہاں سے آٹھ بجے کا ایک نیا باب شروع ہوتا ہے۔ یہ چار گھنٹہ کا جلسہ تھا یا فصاحت و بلاغت کے سمندر تھے جو اپنی کناروں کو توڑ پھوڑ کر قلوب انسانی پر تلاطم سے چلے آ رہے تھے ترکی عربی جرمن۔ فرانسیسی۔ روسی اور فارسی وغیرہ زبانوں میں نہایت فصیح و بلیغ تقریریں یکے بعد دیگرے ہو رہی تھیں۔ اور جب کوئی تقریر نہایت موثر ہوتی تھی۔ تو سلطنت جرمنی کا کوئی مقتدر نمایندہ مثلاً ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن یا منسٹر آف ایجوکیشن یا کوئی سیکرٹری گورنمنٹ یا یونیورسٹی پروفیسر کھڑے ہو کر اپنا سر جھکا کر تقریر کنندہ کی تقریر کی داد دیتا تھا۔ تقریر دل کا رنگ مذہبی تھا۔ اور آیات قرآنی سے مزین ہوتی تھیں۔ لیکن ایک سُر جو ہر تقریر سے نکلتی تھی وہ یہ تھی۔ کہ مسلمانان عالم میں اتحاد ہو۔ اقوام مشرق میں اتفاق ہو۔ اور مشرق و مغرب ملکر ترقی کرے یہ جلسہ کوئی تین گھنٹہ تک رہا۔

ہز میجسٹی حضرت پادشاہ کابل کو خاص طور پر عید مبارک

لیکن عید کے اس پر عظمت مجمع کا ذکر ابھی باقی ہے جس پر برلن کی عید ختم ہوئی حضرت سفیر افغانستان متعینہ برلن کیطرف سے چند روز پہلے ایک دعوت نامہ شائع ہوا تھا۔ تمام مسلمان اور مشرقی لوگ جو برلن میں ہوں مدعو ہیں کہ عید کی شام کو برلن کے ایک نہایت شاندار جلسہ گاہ میں سفارت افغانستان کیطرف سے جو تقریب ہو گی اس میں تشریف لائیں۔ اور جہانتک ممکن تھا۔ ہر ایک کو اور سلطنت جرمنی کے حکام اور رؤساء کو دعوت نامے بھیجے گئے۔ ہم ساڑھے آٹھ بجے جلسہ گاہ میں شامل ہوئے۔ وہ سماں تھا۔ کہ کبھی ان آنکھوں نے نہ دیکھا تھا۔ نہ کانوں نے سُنا تھا۔ اور نہ کبھی دل میں خیال گذرا تھا۔ کہ کبھی ایسا سماں دکھائی دیسکتا ہے۔ ایک بہت بڑے ہال کے اندر اس کی پہلو میں اسکے متعلق کمروں اور کمروں میں ایک نہایت معزز خوش لباس خوش سلیقہ شاندار مجمع تھا جس میں مشرق و مغرب جمع ہو رہا تھا۔ اور معلوم ہوتا تھا۔ کہ دنیا کی تمام عزت و خوشحالی اس مجمع میں اقوام عالم کیطرف سے سفیر بنکر آئی ہے۔ ایک بہت وسیع اور اونچے تخت گاہ پر سلطنت جرمنی کا سب سے مشہور باجا اپنی شان و شوکت اور جہل پہل کیساتھ عظمت و شان و شادمانی و اتحاد کے ترانے اڑا رہا تھا۔ اس کے اوپر سلطنت خداداد افغانستان کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ اس جھنڈے کے ایکطرف خلافت عثمانیہ کا جھنڈا اور دوسری طرف سلطنت جرمنی کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ اور ان جھنڈوں کے بالمقابل اسی وسیع ہال کے دوسری طرف مصر اور ایران کے جھنڈے ایکدوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ اور زمانہ کی نیرنگیاں دیکھ کر انگشت بدندان تھے۔ تمام مجمع ان جھنڈوں کے نیچے خوشیاں منا رہا تھا۔ میزوں پر تمام مہمانوں کے سامنے اکل و شرب کی اشیاء چنی ہوئی تھیں۔ مردوں اور عورتوں کی تعداد تقریباً برابر تھی۔ اور تمام کے تمام مجسم عید بنے ہوئے تھے۔ کہ یکدم حضرت سفیر افغانستان داخل ہوئے۔ ان کے داخلہ پر تمام مجمع سر و قد استادہ ہو گیا اور باجہ نے افغانی جنگی ترانہ گایا سلطنت افغانستان کی سلامتی بخشنے پر تمام مجمع پھر استادہ ہو گیا۔

سفیر افغانستان کی تقریر

حضرت سفیر نے باجہ کی سُر ختم ہوتے ہی فارسی زبان میں ایک صوان بہار تقریر سلطنت افغانستان کیطرف سے کی جسکے ترجمے اسی وقت دیگر زبانوں میں سنائے گئے تقریر میں خدا کی حمد و ثنا تھی۔ جس نے افغانستان کو یہ دن دکھایا۔ کہ وہ سلطنتوں کی برادری میں آج سرخرو ہو کر شامل ہوا۔ اور آج تمام دنیا میں ایسی قسم کی عید منا رہا ہے۔ جیسا کہ اسوقت جرمنی میں منائی جا رہی ہے۔ کئی سو کابلی موجود ہیں۔ اسی طرح ترک۔ ایرانی۔ مصری روسی وغیرہ بھی موجود تھے۔ سفیر افغانی کی تقریر کے وقت مجمع میں نہایت جوش و خروش تھا۔ اور سفیر موصوف پر چاروں طرف سے مبارکباد کے پھول برسائے جا رہے تھے پھر اتحاد مشرق پر مختلف زبانوں میں تقریریں ہوئیں۔ اور فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دئے گئے۔ میں نے محسوس کیا۔ کہ عربی زبان میں غضب کی زندگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اور وہ سب دیگر زبانوں سے بڑھ کر اور بہتر ذریعہ اظہار خیالات کا ہے۔

تماشے جلسے اور دیگر مشاغل

پھر تماشے ہوئے۔ پھر جلسے ہوئے۔ پھر ناچ ہوئے۔ پھر گانے ہوئے۔ پھر وہ افغانی ناچ ہوا کہ جس میں چھریاں اور تلواریں چمک رہی تھیں۔ اور جو جرمنوں کی جنگی حرارت کے بارود پر شرارہ برقی کا کام دے رہی تھیں۔ اور وہ اچھلے پڑتے تھے۔ او بیحال ہوتے جاتے تھے۔ ساری رات جلسہ رہا۔

صبح کے وقت میں نے جلسہ سے واپس آکر یہ مختصر نوٹ لکھا ہے۔ امید ہے کہ احباب وطن کی دلچسپی کا باعث ہو گا۔ نیند کے مارے قلم ہاتھ سے گرا جاتا ہے۔ اور ہندوستان کی ڈاک روانہ ہونے والی ہے۔ اسواسطے جلدی میں جو سہو و خطا رہ گئے ہوں۔ قارئین کرام معاف فرمائیں۔ اس عید پر سب سے بڑھ کر ہز میجسٹی حضرت امیر امان اللہ خان پادشاہ دولت خداداد افغانستان رہے۔ ان کی بارگاہ عالی میں خاص طور پر عید مبارک بھیجتا ہوں۔ والسلام حافظ فیروز الدین احمد ساکن لاہور معرفت نیشنل بنک آف انڈیا ۲۶ بشپ گیٹ لنڈن

تازہ خبریں

پنڈت مالوی جی اور سول نافرمانی۔ الہ آباد ۲۳ جون۔ اعظم گڈھ کا ایک تار مظہر ہے۔ کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورکھپور اور سب ڈویژنل افسر دیوریا کا سیہ نے زیر دفعہ ۱۴۴ احکام جاری کرکے پنڈت مدن موہن مالوی کو گورکھپور شہر کے باہر ضلع گورکھپور میں تقریر کرنے کی اس بنا پر ممانعت کردی۔ کہ ان افسران کی رائے میں ان کی تقریروں سے امن عامہ میں خلل پیدا ہونے کا امکان ہے لیکن پنڈت مالوی جی نے ان احکام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پانچ عام جلسوں میں تقریریں کیں۔ پنڈت نہرو۔ پنڈت مالوی اور مسٹر ... اعظم پور پہنچ گئے ہیں۔ وہ آج شام کو ایک جلسہ میں تقریر کریں گے۔ کانگریس کے کام کے تعلق میں پنڈت موتی لال نہرو صوبہ میں ایک مختصر دورہ کر رہے ہیں۔ بنارس اور بلیا میں بھاری ہجوم نے ان کا استقبال کیا جہاں انہوں نے مختصر تقریریں کیں۔ بلیا میں پنڈت مالوی اور پنڈت موتی لال جی نے شام جلسہ میں تقریریں کیں۔ اور بلیا میں ہندوستانی افسروں کے ماتحت جو سخت تشدد برتا جا رہا ہے۔ اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا جس بات کی ضرورت ہے۔ وہ یہ نہیں۔ کہ زیادہ تعداد میں ہندوستانی مقرر کئے جائیں بلکہ یہ ہے کہ ان کی جگہ ذمہ دار گورنمنٹ مقرر ہو۔

اقدام قتل۔ کلکتہ۔ ۱۲ جون۔ ہائی کورٹ کی عدالت سشن میں آج شیخ ہینگو کو ایک پولیس ہیڈ کنسٹیبل پر ۸ مئی کو کلکتہ میں بھرے ہوئے پستول سے فائر کرکے اقدام قتل کے الزام میں ۷ سال قید سخت کی سزا دی گئی۔ ملزم نے اقبال جرم کیا۔

مقاطعہ جوعی۔ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے۔ کہ اخبار ٹریبیون مورخہ ۱۹ مئی میں یہ بیان شائع ہوا ہے۔ کہ بیان کردہ بدسلوکی اور خراب خوراک کی وجہ سے جالندھر جیل میں ہنگر سٹرائک ہوگئی تھی۔ بعض قیدیوں نے ہنگر سٹرائک کی تھی۔ جو ختم ہوگئی ہے۔ دو غیر سرکاری افسروں نے جیل کا معائنہ کیا۔ ایک نے ٹریبیون کے نوٹس کی تاریخ سے دو ہفتہ پہلے اور دوسرے پانچ دن بعد پہلے کا بیان ہے۔ کہ جیل کے کسی قیدی کو کوئی شکایت نہ تھی۔ اور میں نے ایک چپاتی کا ذائقہ دیکھا۔ اور اسے فی الحقیقت اچھا پایا۔ دوسرے نے کہا کہ قیدیوں نے کوئی شکایت نہیں کی بسوائے ایک کے جس نے کہا۔ کہ میں بیماری کی وجہ سے معمولی خوراک کو ہضم نہیں کر سکتا غیر سرکاری وزیٹر نے اس قیدی سے کہا کہ اسے طبی افسر کی تجویز کردہ خوراک ملے گی۔

لاہور میونسپلٹی اور دیوسماج سکول لاہور ۲۲ جون کل لاہور میونسپلٹی میں میونسپل کمشنروں نے ایک اور موقعہ پر اپنے جائز رعب وداب کو قائم رکھا۔ واقعہ اس طرح پر ہے۔ کہ دیوسماج نے کمیٹی کے احکام کے خلاف اپنے سکول کی عمارت کمشنر کے دفتر کے پیچھے تعمیر کرلی۔ لیکن آخرکار بعض شرائط کے ماتحت کمیٹی نے نقشہ منظور کرلیا۔ دیوسماج ان شرائط کو پورا کرنے سے قاصر رہی۔ جب تعمیر مکمل ہوگئی تو پبلک ورکس سب کمیٹیوں نے سفارش کی۔ کہ ایک سڑک جو نقشہ کے مطابق اس قطعہ میں سے گذرتی ہے۔ جس میں سکول کی عمارت کا ایک حصہ تعمیر ہے۔ اس طرح پر موڑ دی جائے۔ کہ اس سے عمارت بچ جائے۔ کمیٹی نے یہ مشورہ قبول کرنے سے اس بنا پر انکار کردیا۔ کہ اس سے کمیٹی کے رعب وداب میں فرق آئیگا۔

یورپ کی سب ... شراب خور قوم کانگریس میں ڈاکٹر جی برکن نے اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ کہ یورپ میں سب سے زیادہ شراب خور قوم کونسی ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل ممالک میں ہر شخص حسب ذیل مقدار شراب کی پیتا ہے۔

فرانس	فی کس	۵ گیلن
اٹلی	״	۳ ״
بلجیم	״	۳ ״
سوئٹزرلینڈ	״	۳ ״
ڈنمارک	״	۲ ۳/۴ ״
سپین	״	۲ ۳/۴ ״
جرمنی	״	۲ ۱/۲ ״
سویڈن	״	۱ ۱/۲ ״
روس	״	״ ״

اس سے ثابت ہوا کہ فرانس یورپ کے اندر سب سے زیادہ شراب خوری ہے۔

بمبئی کے بھنگی کام پر واپس۔ بمبئی ۲۲ جون۔ بمبئی کی سڑکیں صاف کرنے والے محکمہ کے ملازمین جنہوں نے ایک ہفتہ ہوا ہڑتال کردی تھی۔ اب برخواستگی اور مکانات سے نکالے جانے کی دھمکی دیئے جانے پر پھر کام شروع کردیا ہے۔

قانون اسلحہ۔ شملہ ۲۳ جون۔ قانون اسلحہ کے نئے قواعد پر نظرثانی کرنے کے لئے جو کمیٹی مقرر کی گئی تھی۔ وہ وسط جولائی سے شملہ میں اپنے اجلاس شروع کردے گی۔

بارشوں کا زور۔ شملہ ۲۳ جون۔ برساتی ہوائیں صوبجات متوسط میں طاقتور ہوئیں۔ اور کل کے مغربی انتشار سے مل کر انہوں نے صوبجات متحدہ پنجاب اور کشمیر میں وسیع بارشیں کیں۔

راج پرنٹنگ پریس رام گلی میں باہتمام لالہ دلیپ راج پرنٹر چھپکر ماسٹر فقیر اللہ صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

الصلح خیر

اخبار پیغام صلح لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۳۰۳

جلد ۱۰ — ہفتہ وار — نمبر ۲۷

قادیان المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۹ ذیقعد سنہ ۱۳۴۰ ہجری مطابق ۵ جولائی سنہ ۱۹۲۲ عیسوی

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

ایک مبارک تقریب ۔ ہمارے مکرم دوست ... صاحب کا نکاح گذشتہ جمعہ مورخہ ۳۰ جون کو شام کے بعد مولوی محمد صاحب احمدی مزنگ کی صاحبزادی اور شیخ عبد العزیز صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس برانچ کی ہمشیرہ کے ساتھ ہوا۔ برات نماز مغرب سے پہلے سردار فضل حق صاحب کے مکان سے چلکر شیخ عبد العزیز صاحب کے مکان پر گئی۔ نماز مغرب کے بعد مولانا مولوی صدر الدین صاحب نے خطبہ نکاح پڑھا۔ اور ... کی عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت کو بیان کرتے ہوئے بائبل ... کی اپنی ماں اور بعض دیگر عورتوں سے بدسلوکی کا ذکر کیا۔ اور ... انگلستان کی ... کتاب سے خطبہ نکاح پڑھ کر سنایا۔ جس میں عورت کو مرد کی پوری ... اور فرمانبردار رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اسکو اپنی آنکھ اونچی نہ کرنے ... اور موتیوں وغیرہ زینت کی چیزوں سے محترز رہنے کا ارشاد ہے۔ ... ہیں۔ جو موجودہ مسیحی دنیا نے قطعاً غلط ... نکاح ... کے گیارہ بجے رخصت ہوئی۔

ماہواری چندوں کے متعلق سکرٹری کا ضروری اعلان

اس سے پہلے اخبار میں اعلان کیا جا چکا ہے۔ کہ مجلس معتمدین کے تازہ فیصلہ کے بموجب احمدی جماعت کا مستقل ماہواری چندہ بلا تعیین مدات صرف ماہواری چندہ کے نام سے دفتر محاسب میں آنا چاہیئے۔ بجز اس کے کہ وہ ایک غیر مستقل یا علیحدہ وعدہ کردہ چندہ کی صورت رکھتا ہو۔ مثلاً عید فنڈ۔ صدقات۔ زکوٰۃ۔ یکمشت عطیہ جات برائے اشاعت اسلام یا حضرت امیر صاحب کی خاص تحریک یا جرمنی و امریکہ کے مشنوں کے لئے بلاد غیر کا چندہ جس کے وعدے گزشتہ سالانہ جلسہ میں کئے گئے تھے۔ کہ ان خاص صورتوں میں جیسا چندہ ہو اس کی علیحدہ صراحت کر دیجاوے۔ ماہواری چندہ جو ہر ایک احمدی کو دینا لازمی ہے۔ جس کی حد کم سے کم شرعی روپیہ آمد پر ہے۔ اس سے زیادہ جسقدر کوئی حسبۃً للّٰہ دے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اجر کا مستحق ہوگا۔ بعض خاص احباب نے اپنا دہم حصہ آمد کا دینا کیا ہوا ہے۔ ایسے تمام مستقل ماہواری چندے خواہ دہم حصہ آمد ہی ہوں۔ بموجب فیصلہ انجمن یکجا داخل ہو کر ہر مہینہ کے آخیر حسب ذیل مدات میں تقسیم ہوتے ہیں۔

اغراض عام ۶۷ فیصدی ووکنگ مشن ۱۵ فیصدی
بلاد غیر ۱۰ " مسلم ہائی سکول ۸ "

یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جن احباب نے ماہواری چندہ یا دہم حصہ آمد کے دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ ان کو اب یہ اختیار نہیں ہے۔ کہ اس چندہ کی تقسیم مختلف مدات میں خود کریں۔ یا کسی مد میں کم یا کسی میں زیادہ دیئے جانے کی ہدایت کریں۔ ہاں اگر وہ کسی خاص مد کے لئے زیادہ چندہ دینا چاہیں۔ تو اس کی یہ صورت ہو سکتی ہے۔ کہ سابقہ ماہواری چندہ یا دہم حصہ آمد وعدہ کردہ کے علاوہ کوئی رقم بھیجکر اس کی صراحت کر دیں کہ یہ فلاں مد کے واسطے ہے۔ گزشتہ ایام میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی تحریک پر یا خواجہ عبدالغنی صاحب کے اعلان پر بعض احباب نے ووکنگ مشن کے علیحدہ چندہ کے متعلق استفسارات کئے ہیں۔ ایسے تمام احباب کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ جو مزید چندہ ووکنگ مشن کے واسطے دینا چاہیں۔ اس کی علیحدہ صراحت کر دینا ضروری ہے۔ لیکن بہرحال اس مزید چندہ کی وجہ سے ماہواری چندہ یا دہم حصہ آمد یا سابقہ وعدہ کردہ چندہ برائے تحریک خاص یا بلاد غیر وغیرہ میں کوئی فرق نہیں آنا چاہیئے۔ بلکہ ماہواری چندوں کے بڑھانے میں ہمت دکھائی جاوے۔ تو اس سے تمام مدات کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ یہ بھی واضح رہے۔ کہ ووکنگ مسلم مشن اور بلاد غیر چندہ کے دو علیحدہ علیحدہ مدات ہیں۔ ووکنگ مشن کے لئے جو چندہ ہے۔ وہ صرف ووکنگ مشن پر ہی خرچ ہوتا ہے لیکن بلاد غیر کا چندہ تمام دیگر مسلم مشنوں کے واسطے ہے۔ جن میں سے ایک جرمن مشن ہے۔ جو کھل چکی ہے۔ اور دوسری شمالی امریکہ کا مشن ہے۔ جو منظور ہو چکی ہے۔ اور آج کل کھلنے والی ہے۔ اور تیسری سنگاپور چین و جاپان کی مشن ہے۔ اس کے لئے بھی مبلغ سفر کی تیاری کر رہا ہے ان کے علاوہ دیگر مقامات میں جوں جوں مالی حالت اجازت دے گی مشن قائم ہوتے چلے جاویں گے۔ پس جو احباب مستقل ماہواری چندہ یا دہم حصہ آمد کے علاوہ بلاد غیر کے مشنوں کے لئے چندہ دیں۔ اس کے لئے بلاد غیر کا چندہ لکھ دیا کریں۔ اور جو صرف ووکنگ مشن کے واسطے ہو۔ اس کے لئے ووکنگ مشن کا چندہ کوپن میں لکھا کریں۔

خاکسار
عزیز بخش جائنٹ سکرٹری

جذبات حکیم

از خلیفہ عبدالحکیم صاحب فلور ملز جڑانوالہ

چساں طوفان شور و شر عیاں اندر جہاں است ایں — چرا در ہر مکاں فتنہ و غوغا و فغاں است ایں
چساں دلہائے ہم وطناں بسا غمگیں و اندوہگیں — چرا بر ہر زبانے ایں چنیں آہ و فغاں است ایں
چساں ہر رہنمائے قوم در جوش و خروش آمد — ز بغض و کینہ از قومے چرا دامن کشاں است ایں
ہمہ افراد جویاں اند از حرص و ہوائے دل — بت زرین نگار اندر کنار شاں نہاں است ایں
مسلمانان ہنود آریہ سکھاں و عیسائی — ہمہ در کش مکش ہر سو کشاں تیر و کماں است ایں
ہمہ شاں منہمک اندر امورات سیاسی اند — نمی شنوند امر حق چہ غفلت بیکراں است ایں
پرستاران سیم و زر بت درہم و دراہم را — بہ از معبود حق دانند طور بد زماں است ایں
بکفر یکدگر مفتی ز جستی فتوے بنویسند — ز علم شہرہ آفاق گیتی و جہاں است ایں
فصل در نظر شاں خوبی و صل از زشت میدانند — ز حسن و قبح نااہل از رجال عالماں است ایں
زناموس خدا دوری غرض دور از خدا بودن — کجا فہم و ذکا ماند وجہ کذب بیاں است ایں
بیا اے عاقل ذی ہوش مامور خدا بنگر — ز فرمان خدا نازل شد اندر قادیاں است ایں
حدیث اندر که مہدی نام نکو از قادیاں آمد — بجو اں جان برادر غور کن صادق نشاں است ایں
کسوف شمس خسف قمر دو بین نشاں ما بین — مشاہد عالم دنیا نشان آسماں است ایں
چرا باور نداری اے برادر چیست انکارے — نزول ابن مریم را نشان بیگماں است ایں
مجدد ایں صدی مسیح موعود ظاہر شد — محدث کالنبی انکار مہدی رہ زناں است ایں
دریں طوفان شور و شر منہ پا سلامت باش — ز ایں فتنہ اگر باشی جدا امن و اماں است ایں

بیا اے عالم دنیا صلح کن با خدا ورنہ
ہلاکت آمدہ بر سر بہ ہیں سیلے رواں است ایں

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۱۱ مورخہ ۹ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۱ھ نمبر ۲۷

طریق تبلیغ

(۶)

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن

از قلم مولوی صدرالدین صاحب بی۔ اے سابق مبلغ اسلام انگلستان

گذشتہ نمبر میں جن بزرگوں کی قلمی خدمات کا ذکر ہوا وہ سب علمائے ظاہری تھے۔ علوم باطنی سے جو علمائے ربانی کا زیور ہے۔ انہیں کوئی حصہ نہ ملا تھا۔ کہ یہ دولت ہر شخص کو نہیں ملتی۔ نہ وہ خدا تعالے کیطرف سے اس خدمت کے لئے مامور تھے۔ کیونکہ خلعت مجددیت ایک خاص معیار کے بعد ہی کسی خاص بندہ درگاہ کو پہنائی جاتی ہے۔

عمرے باید کہ یار آید بکنار

ایں دولت سرمد ہمہ کس را نہ دہند

ہاں اس میں شک نہیں کہ ان کا وجود۔ ان کی کوششیں۔ ان کے علمی کارنامے بطور ارہاص ایک سلطان القلم کی بعثت کا پتہ دیتے تھے۔ جسکا ظہور چودھویں صدی کے آغاز میں ہونے والا تھا۔ چونکہ اس عظیم الشان مجدد کی بعثت کی علت غائی ہی علمی طور پر اعلائے کلمۃ اللہ تھی۔ اس لئے خدا تعالے کی مصلحت نے پسند کیا۔ کہ اس کی بعثت سے پہلے علمائے ظاہری سے بھی اسی طرح کی خدمت لے۔ جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب میں کچھ موحد لوگ پیدا ہو گئے تھے۔ خدا تعالے کا یہ فعل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے لئے بطور ارہاص کے تھا۔ کہ حضور علیہ السلام کی بعثت کی سب سے بڑی غرض بھی توحید الہی قائم کرنا تھی۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود مرحوم و مغفور کے علمی کارناموں پر تبصرہ ایک علیحدہ ضخیم تصنیف چاہتا ہے۔ لیکن اس مختصر مضمون میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس زمانہ میں جس قدر اسلام کی علمی خدمت اس عظیم الشان مجدد نے کی ہے۔ اس کی نظیر گذشتہ صدیوں میں مشکل سے ملے گی۔ حضرت مسیح موعود کی بعثت کی بڑی غرض بھی یہی علمی خدمت معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ بعثت کے ساتھ ہی آپ کو ایک تصنیف کرنے کا حکم ملتا ہے۔ جو براہین احمدیہ کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ اس تصنیف میں آریہ اور عیسائیوں کے عقاید باطلہ کی تردید۔ اسلام اور نبوت محمدیہ کی تائید نہایت پر زور دلائل سے کی ہے۔ اور اس تحدی کے ساتھ کی ہے۔ کہ اس کے ابطال کے لئے دس ہزار روپیہ کا انعام مقرر کیا ہے۔ اس کے بعد بھی آپ نے تمام عمر اسی قسم کے مشاغل علمی میں صرف کی۔ کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا تھا جس میں غیر مذاہب کے اعتراضات کے جواب کی فکر نہ ہوتی ہو۔ آپ نے اسی کتابیں لکھی ہیں۔ گو بعض اُن میں اپنے دعوے مسیحیت و مجددیت کے اثبات میں ہیں۔ مگر ہر ایک میں غیر مذاہب کے اعتراضات کا جواب بھی ضمناً موجود ہے اور سچ پوچھئے تو آپ کا دعوے خود عیسائی مذہب کی تردید کے لئے ایک زبردست ہتھیار ہے۔ مسیح ناصری انتقال کر گئے ہیں۔ آسمان پر نہیں گئے۔ آنیوالا مسیح امت محمدیہ کا ایک مجدد ہونا چاہئے جو میں ہوں۔ اس دعوے کے ہوتے ہوئے عیسائی مذہب کا تار و پود بکھر جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ کوئی پادری احمدی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

باقی رہے آریہ سماجی ان کے لئے بھی آپ نے نہایت بیش بہا تصانیف کی ہیں اور اُن کے عقاید باطلہ کی خوب تردید کی ہے جن لوگوں نے حضرت ممدوح کی تصنیف سرمہ چشم آریہ دیکھی ہے۔ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ یہ کتاب ہر ایک شخص کے پاس ہونی چاہئے۔ جو آریہ خیالات کی تردید کا عزم رکھتا ہو۔ اور تو اور مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہل حدیث جو حضرت مسیح موعود کے سخت دشمن ہیں۔ جب آریہ سماجیوں سے بحث کے لئے جاتے ہیں۔ تو سرمہ چشم آریہ کا ایک نسخہ بغل میں ضرور دباتے ہیں۔ سُنا ہے کہ ایک جلسہ میں جب مولوی صاحب ممدوح دھڑا دھڑ سرمہ چشم آریہ کی عبارتیں پڑھ پڑھ کر سُنا رہے تھے۔ تو حاضرین میں سے ایک مہاشہ صاحب اُٹھے اور کہا کہ مولوی صاحب! یہ آپ اس شخص کی تصنیف پڑھ رہے ہیں۔ جو آپ کے نزدیک مسلمان ہی نہیں۔ پھر یہ اسلام کی طرف سے کیوں پیش کی جاتی ہے۔ مولوی صاحب نے جواب میں کہا کہ یہ ہمارا ان کا اندرونی جھگڑا ہے۔ تمکو اس سے کیا؟ غرض حضرت مسیح موعود کے علم کلام سے ان کے دشمن بھی فائدہ اٹھاتے ہیں

والفضل ما شھدت بہ الاعداء

سرمہ چشم آریہ کے علاوہ خود براہین احمدیہ میں جو حضرت صاحب کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔ آریوں کے خیالات کی عموماً اور پنڈت دیانند کی تحریرات کی خصوصاً نہایت زبردست دلائل سے تردید کی گئی ہے۔ اور

ہر ایک بنیادی اصول پر جو سماج نے پیش کیا ہے۔ ناقدانہ نظر ڈال کر اس کی تغلیط کی ہے۔ اس کے بعد اپنی عمر کے آخری ایام میں ایک ضخیم و مدلل کتاب چشمہ معرفت لکھی ہے۔ جس میں شروع سے لیکر آخر تک آریہ سماج کے ایک ممبر کے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ یہ سب اعتراضات وہی ہیں جو ہمارے آریہ سماجی دوست بار بار اسلام پر کرتے رہتے ہیں۔ اور چونکہ ان سب کا جواب اس میں آگیا ہے۔ اس لئے یہ کتاب موجودہ زمانہ میں آریہ سماج کے اعتراضات کے لئے خدا کے فضل سے کافی ہے۔

یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خود حضرت مسیح موعود کا دعوئے الہام و وحی بھی آریہ سماج کے ایک بنیادی اصول کے ابطال کے لئے زبردست ہتھیار ہے۔ آریہ سماج کا اصول یہ ہے۔ کہ خدا ویدوں کے وقت ہی بولا تھا۔ اسکے بعد خاموش ہوگیا۔ اور پھر یہ مہر سکوت کبھی نہیں ٹوٹی۔ لیکن حضرت مرزا صاحب نے یہ دعوی کر کے کہ خدا اب بھی اسی طرح بولتا ہے جس طرح پہلے بولتا تھا۔ اس اصول کی جڑھ کاٹ دی۔ اس پر طرہ یہ کہ آپ کے گاؤں کے بعض آریہ جو اوائل عمر سے آپ کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھتے تھے اور آپ کی جوانی کے حالات سے خوب واقف تھے آپ کے بعض الہامات کے گواہ ہیں۔ چنانچہ حضرت ممدوح نے اپنی بعض تصانیف میں ان سے حلفاً شہادت بھی طلب کی ہے۔ اور بطور تحت ملزمہ یہ امر پیش کیا ہے کہ وہ بذات خود ان الہامات کے شاہد ہیں۔ جو نزول وحی کے وقت ان کو بتا دیئے گئے۔ اور بعد میں پورے ہوئے۔

شذرات

انسداد گداگری کی ضرورت

معاصر پیسہ اخبار نے ایک دفعہ پھر اس مہتم بالشان ضرورت کو بھی خواہان ملک کے سامنے پیش کیا اور میونسپل کمیٹیوں کو توجہ دلائی ہے۔ کہ وہ مختلف شہروں میں گداگری کا قانوناً انسداد کریں۔

ایک مدت ہوئی اس کی تحریک اخبارات میں بڑے زور شور سے ہوئی تھی اور گورنمنٹ کو اس طرف متوجہ کیا گیا تھا۔ کہ وہ اس بارہ میں ایک خاص قانون وضع کر کے گداگری کو جرم قرار دے۔ لیکن یہ آواز کوئی باقاعدہ اور مستقل کوشش نہ تھی۔ کہ اس کا چنداں اثر ہوتا۔ اور عملی قدم حکومت کی طرف سے اٹھایا جاتا۔ اخبارات کے اندر ایک بات آئی۔ اور پھر وہیں کی وہیں رہ گئی۔ اب بھی اگر مستقل کوشش اسبارہ میں نہ کی گئی۔ تو امید نہیں۔ کہ معاصر پیسہ اخبار کی یہ آواز بھی چنداں کارگر ہو۔

اصل میں سچ پوچھئے۔ تو گداگری کا پیشہ قانونی آزادی کی وجہ سے نہیں بلکہ عوام الناس کی بے جا فیاضی سے ترقی کر رہا ہے۔ اچھے بھلے تندرست و توانا انسان (زیادہ تر مسلمان) ہر روز سینکڑوں کی تعداد میں بھیک مانگتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اور آئے دن ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ کیوں؟ اگر خیرات دینے والے ذرا احتیاط سے کام لیتے اور ایسے قوی ہیکل انسانوں کو بجائے محنت مزدوری کر کے اپنا اور دوسرے بہت سے انسانوں کا پیٹ پال سکتے ہیں۔ خیرات نہ دیتے۔ اگر خیرات کو اس طرح بیجا طور پر دینے کے بجائے ان شریف سائلین تک اسے پہنچانے کی کوشش کی جاتی جن کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا کہ لا یسئلون الناس الحافا۔ وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔ تو اس سے نہ صرف گداگری کے پیشہ کو ہی اسقدر ترقی نہ ملتی۔ بلکہ بہت سے ذی عسرت اور مستحق لوگ عسرت و فلاکت سے نکل جاتے۔

کاش اب بھی اسطرف توجہ کیجائے۔ قانوناً تو اس کے انسداد کی ضرورت ہے ہی۔ لیکن خیرات دینے والے خود بھی ایسی راہ اختیار کریں جس سے قوم میں گداگری کے اس ہولناک مرض کا انسداد ہو جائے۔ قوم میں کام کرنے کی روح پیدا ہونی چاہئے۔ قوی اور توانا لوگوں کو کام پر لگانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور خیرات کا روپیہ ایسے مستحق لوگوں کو دینا چاہئے۔ جو یا تو اس سے کوئی کام کر کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں۔ اور یا کام کے ناقابل ہونے کی صورت میں وہ اسی سے اپنی گذر اوقات کر سکیں۔

اس صورت میں قوم کے اندر ایک رنگ پیدا ہو سکتا ہے۔ ورنہ موجودہ حالات میں بقول مولانا راشد الخیری یہ قوم جرائم پیشہ لوگوں کی قوم بنتی جا رہی ہے۔ ناکارہ لوگوں کی کثرت ان میں ہے۔ فقیر اور گداگر زیادہ تر اس قوم کے لوگ ہیں۔ اور جرائم میں بھی یہی ترقی کر رہے ہیں۔

سکھوں اور مسلمانوں کا تعلیمی تناسب

اس دور ترقی میں جبکہ ہر ایک قوم دوسروں سے سبقت لیجانے میں مصروف جد و جہد ہے۔ یہ کسقدر حسرت اور افسوس کا مقام ہے۔ کہ مسلمانوں کا قدم ہر میدان میں پیچھے ہے۔ اور آئے دن اور بھی پیچھے ہٹتا جا رہا ہے۔

لائل گزٹ "خالصہ اینڈ خالصہ ایڈوکیٹ" نے اس امر پر خاص طور پر خوشی کا اظہار کیا ہے کہ میدان تعلیم میں سکھ مسلمانوں سے سبقت لیجا رہے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

"بی۔ ایس سی کے امتحان میں سکھ ۱۹ پاس ہوئے۔ اور مسلمان ...
بی۔ ایس سی میں آنرس کیساتھ سکھ ۱ پاس ہوئے اور مسلمان ...

....

ایف۔ ایس سی (نان میڈیکل گروپ) میں سکھ ۹ پاس ہوئے اور مسلمان صرف ایک"

معاصر "لائل گزٹ" اسپر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

"مسلمانوں کی آبادی سکھوں سے چار گنا زیادہ ہے۔ باوجود ان سے تھوڑی آبادی رکھنے کے سکھوں کا سائنس کے امتحانات میں مسلمانوں سے زیادہ تعداد میں پاس ہونا اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ خالصہ جیسی کام کو ہاتھ میں لے اتنی ہمت بہادری کے ساتھ کامیاب ہو سکتا ہے۔"

سکھوں کی یہ ہمت و کوشش بیشک قابل داد ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ زمانہ کی رفتار کے مطابق انہوں نے میدان ترقی میں نہایت سرعت کے ساتھ قدم اٹھایا ہے۔

کیا مسلمانوں کے لئے یہ افسوس کا مقام نہیں۔ کہ ایک قلیل التعداد ہمسایہ قوم جو کل تک جہالت کی وحشت افزا تاریکیوں میں پڑی ہوئی تھی۔ جسکا نمونہ آج بھی کہیں کہیں ملتا ہے۔ اس تیزی کے ساتھ آگے نکل جائے۔ اور وہ جو اس میدان کے گویا شہسوار تھے۔ جن کے آباؤ اجداد علم و حکمت کے معلم ہو گذرے ہیں۔ جن کے گھر سائنس اور علوم و فنون کے مخزن و معدن رہ چکے ہیں۔ دن بدن اپنے قدموں کو پیچھے ہٹاتے چلے جائیں۔

ضرورت ہے۔ کہ مسلمانوں کے ارباب حل و عقد ترک موالات اور سوراج کی الجھنوں سے تھوڑی دیر کے لئے باہر نکلیں اور ایسے اہم قومی مسائل پر سوچ و بچار کر کے کوئی مفید عملی تجاویز اختیار کریں۔ کہ یہ امور ہی دراصل اس گوہر مقصود تک پہنچانے کی ابتدائی راہیں ہیں جس کے لئے وہ مصروف جدوجہد ہیں۔

فضول طعنہ زنی

جس وقت سے آنریبل میاں فضل حسین صاحب وزیر تعلیم نے مسلمانوں کو محکمہ تعلیم و پنجاب میں چالیس فیصدی حصہ ملنے کا حکم جاری فرمایا ہے ہندو اخبارات اور ان کے بڑے بڑے لیڈر میاں صاحب موصوف کے اسقدر گرد ہوئے ہیں۔ اور اسقدر آپ پر اعتراضات کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔ کہ پناہ بخدا۔

تعجب ہے۔ کہ یہ تمام اخبارات قوم پرست ہونے کے مدعی ہیں قومیت متحدہ کے زبردست حامی ہیں۔ ترک موالات کے اصول کو تسلیم کرتے ہیں لیکن باوجود اس کے مسلمانوں پر نیش زنی کرنے سے باز نہیں آتے۔ اور اگر کوئی مسلمان آواز اٹھائے۔ تو اسے اتحاد شکن کا خطاب دیا جاتا ہے۔ اسی جوش نفس اور بغض و تعصب میں جو برادران وطن کی طرف سے آجکل ظاہر ہو رہا ہے۔ بعض وقت وہ ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں۔ جن کو اگر ان کی عقل اور سمجھ کا قصور نہ سمجھا جائے تو کم از کم وہ ان کی اخلاقی کمزوری کا پتہ ضرور دیتی ہیں۔

آنریبل میاں صاحب کے مذکورہ بالا حکم کے مطابق گورنمنٹ کالج میں مسلمانوں کو چالیس فیصدی تناسب سے امسال داخل کیا جا رہا ہے۔ اس پر ہمارے ہندو معاصرین سخت برافروختہ ہو کر فرماتے ہیں۔ کہ ممتحنوں کو بھی میاں صاحب یہ کہہ دیں۔ کہ وہ مسلمانوں کو اسی تناسب سے پاس کریں۔ گویا ان کو فخر ہے۔ کہ مسلمان خواہ کتنے ہی زیادہ کالجوں میں کیوں نہ چلے جائیں۔ کامیابی ہندوؤں کو ہی زیادہ ہو گی۔ اس کی وجہ خاص ہے۔ وہ یہ کہ ممتحن زیادہ تر ہندو ہیں۔

ہم اپنے قومیت متحدہ کے ان شیدائیوں سے یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ اگر ان کو تناسب آبادی کے اصول کا پاس نہیں۔ جو ان کے ارباب حل و عقد منظور کر چکے ہیں۔ اگر کانگریس کے اس فیصلہ کی جو مسلمانوں کو ان کی آبادی کے لحاظ سے حصہ ملنے کے متعلق اس نے کیا تھا۔ انہیں پروا نہیں۔ اور یوں سوراج کے دل خوش کن خواب دیکھنے والی اس مجلس کے احکام کو وہ کالعدم قرار دیتے ہیں۔ تو کم از کم ایسی بودی اور کچی باتیں کہہ کہہ کر اور اس قسم کے طعنے دے کر اس اندرون قلب کو تو ظاہر نہ کریں جو عورتوں ہی کا حصہ ہے۔

مسلمان اگر اپنے اندر ایسی قابلیت پیدا کریں گے۔ جو امتحانات میں ان کی کامیابی کا موجب ہو سکے۔ تو کوئی ممتحن انہیں فیل نہیں کر سکتا۔ اور اگر کرے تو یہ ہندو قوم کے اخلاق پر ایک بدنما دھبہ ہو گا۔ اور اگر باوجود موقع دئیے جانے کے وہ اپنی قابلیتوں کو نہ بڑھائیں تو کوئی حق انہیں پاس ہونے کا نہیں پہنچتا۔ لیکن ان کا یہ مطلب نہیں۔ کہ انہیں موقعہ ہی نہ دیا جائے۔ اور ان کے جائز حقوق کو بھی اس بنا پر ان سے لے لیا جائے۔ کہ وہ زیادہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔

ضرورت ہے۔ کہ برادران وطن اس بارہ میں اپنے حوصلوں کو ذرا زیادہ بلند کریں۔ اور ایسی باتوں سے اپنی اخلاقی کمزوری کا تو ثبوت نہ دیں۔

"اشاعۃ القرآن" جواب دے

کچھ عرصہ سے لاہور کے فرقہ اہل قرآن کی طرف سے مولوی حشمت علی صاحب نے ایک رسالہ بنام "اشاعۃ القرآن" جاری کر رکھا ہے۔ جس میں فرقہ مذکور کے مخصوص معتقدات کی حمایت میں دوسرے مسلمانوں پر بعض وقت نہایت رکیک الفاظ میں نکتہ چینی کی جاتی ہے۔

ہم اس بات کے حامی نہیں۔ کہ آزادی رائے کو روکا جائے۔ یا کسی فریق کو اپنے خیالات کے پیش کرنے سے خواہ مخواہ منع کیا جائے۔ ہر شخص کو اپنے معتقدات بیان کرنے اور دوسروں کی غلطیوں کو آشکارا کرنے میں آزادی ہونی چاہئے۔ لیکن ضرورت ہے۔ کہ ایسے مباحثات میں ایک دوسرے پر فضول نوک جھونک اور رکیک الفاظ میں حملہ آوری سے حتی الوسع اجتناب کیا جائے۔

لیکن اسجگہ ہمارا موضوع ایسی رکیک عبارات کو پیش کرنا نہیں وہ ایک مخلصانہ مشورہ ہے۔ جو ہم نے اپنے فاضل ہمعصر کو دیا ہے۔

یہاں ہم اپنے لائق معاصر سے ایک خاص بات کا جواب طلب کرنا چاہتے ہیں۔ جو اس نے اپنے جون سنہ ۲۲ء کے پرچہ میں صفحہ ۳ پر حسب ذیل الفاظ میں لکھی ہے:۔

"مرزا صاحب کا بھی یہی اعلان تھا۔ کہ جو کوئی صرف قرآن کریم پر ایمان رکھے۔ اور میرے الہاموں اور کتابوں کا انکار کرے وہ کبھی نجات نہیں پائیگا۔"

ہم صرف یہ چاہتے ہیں۔ کہ ہمارا لائق ہمعصر حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کی اس کتاب کا حوالہ ہمیں دیدے۔ جہاں آپ نے ایسا لکھا ہو۔ کم از کم آپ کی کسی تقریر یا کسی اشتہار سے اسکو ثابت کر دیا جائے۔ جس میں آپ نے نجات کا دروازہ ان لوگوں پر ہمیشہ کے لئے بند قرار دیا ہو جو قرآن کریم کو مانتے ہیں۔ مگر آپ کے الہامات اور کتابوں کو نہیں مانتے۔

کیا ہمارا فاضل ہمعصر اپنی آیندہ اشاعت میں اس کا جواب دیگا؟

اچھوت اقوام اور سناتن دھرمی ہندو

گذشتہ اشاعت میں ہم نے ان کوششوں کا مختصراً ذکر کیا تھا۔ جو ہندو قوم کے بعض افراد اچھوت اقوام کو اپنے اندر شامل کرنے کے لئے کر رہے ہیں۔ اسی سلسلہ میں یہ امر موجب دلچسپی ہے۔ کہ ایسے تمام لوگ آریہ سماجی ہیں یا اور سناتن دھرمی ہندو اس کے قطعاً مخالف ہیں۔

حال ہی میں وچھو والی لاہور میں سناتن دھرم کے متعدد جلسے ہوئے ہیں۔ جن میں بہت سے اصحاب نے تقریریں کیں۔ اور ہندوؤں کی مستند مذہبی کتب سے یہ دکھایا ہے۔ کہ اچھوت لوگوں سے کسی طرح بھی ملنا جائز نہیں۔ یہانتک کہ برہمن کے پاس سے اگر کوئی اچھوت قوم کا شخص گذر جائے۔ تو اسکو سزا دینی چاہئیے۔ اور برہمن کو بھی توبہ کرنی چاہئیے اگرچہ برہمن کی توبہ صرف یہ ہے۔ کہ وہ دودھ پی لے (بڑی مزیدار توبہ ہے)

اسی قسم کے بہت سے حوالے ہیں۔ جو ان سناتن دھرمی حضرات نے پڑھ کر سنائے۔ اور جن کو آیندہ اشاعت میں ہمارے قابل دوست مولوی عبدالحق صاحب ایک مستقل مضمون کی شکل میں ہدیہ ناظرین کرینگے انشاءاللہ۔

ان سناتن دھرمی حضرات کو یہ کسی طرح بھی گوارا نہیں۔ کہ اچھوت اقوام کو جن کے متعلق انکی کتب میں بعقدر ممانعت آئی ہے اپنے اندر شامل کیا جائے۔ گویا ہندوؤں کا سواد اعظم اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوق کو حد انسانیت سے خارج رکھنا چاہتا ہے۔ اور انہیں اپنے برابر انسانیت کے درجہ پر بٹھانا اسے گوارا نہیں۔

ایسی حالت میں آریہ سماجی حضرات کی کوششیں اچھوت اقوام کے لئے کیونکر کامیاب ہو سکتی ہیں۔ جبتک یہ سواد اعظم اپنا مذہب تبدیل نہ کرے۔ نہ ہی ان کا یہ کہنا کہ ہمارا مذہب ان لوگوں کو ملانے کی اجازت دیتا ہے۔ کچھ زیادہ مفید ہو سکتا ہے۔

پس ضرورت ہے۔ کہ مسلمان اس موقع سے فائدہ اٹھائیں۔ اور اچھوت اقوام کو اسلام کی آغوش محبت میں لاکر بٹھائیں۔ کہ اس کے بغیر اس نکبت و رسوائی سے ان کا نکلنا محال ہے۔

پچھلے دنوں پنجاب خلافت کمیٹی نے اس بارہ میں ایک ریزولیوشن پاس کر کے مختلف انجمنوں کو بھیجا تھا۔ پھر اس بارہ میں کچھ سننے میں نہیں آیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ ریزولیوشن پر ہی کارروائی ختم ہو گئی۔ کاش مسلمان اپنے کاموں کو ذرا زیادہ اہمیت دیں۔ اور انہیں تجاویز سے بڑھ کر عمل میں بھی لانے کی سعی کریں۔

نادار حجاج کے لئے چندہ کی اپیل

قریباً ہر سال غریب اور نادار حاجیوں کی مشکلات کا سوال پیدا ہوتا ہے اور ان عازمان حجاز کو جو زاد راہ نہیں رکھتے۔ گورنمنٹ کیطرف سے ایسی مشکلات اور خطرات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ فریضہ حج کے متعلق خود قرآن کریم کا جہانتک حکم ہے۔ ہم اہتمام سرکاری اعلانات کے موقعہ پر ہم یاد دلا دیتے رہے ہیں۔ اور بتاتے رہے ہیں۔ کہ حج کی شرائط میں یہ بھی ایک ہے۔ کہ زاد راہ کو ساتھ لیا جائے لیکن افسوس کا مقام ہے۔ کہ مسلمان ایک فرض کی بجا آوری کے لئے دوسرے احکام کو قطعاً نظر انداز کر دیتے ہیں اور بالکل اسکی پروا نہیں کرتے۔ اسکا یہ نتیجہ ہے۔ کہ نہ صرف حکومت ہی کو بلکہ خود انکو بھی خطرناک مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور بعض اوقات ان کی مصائب بہت سے دوسرے لوگوں کی بھی باعث [illegible] ہو جاتی ہیں۔ اسوقت ہمارے سامنے سنٹرل حج کمیٹی آف انڈیا کا ایک اعلان ہے جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ گذشتہ سال قریباً پانچسو حاجی جاز میں ناداری کے سبب رک گئے۔ اور ان کی واپسی کیلئے صرف جہاز کے کرایہ کا چالیس ہزار روپیہ خرچ کرنا پڑا۔ خوراک کا خرچ علیحدہ تھا۔

اس خیال سے کہ یہ اخراجات کہاں سے پورے کئے جائیں۔ دو نو چیمبرز کے مسلمان ممبر ۱۸ فروری کو امپیریل سیکرٹریٹ بلڈنگس دہلی میں جمع ہوئے۔ اور یہ تجویز کی گئی۔ کہ سنٹرل حج کمیٹی آف انڈیا کے نام سے ایک کمیٹی بنائی جائے جس کے پریذیڈنٹ آنریبل خان بہادر میاں محمد شفیع کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ سی۔ آئی۔ ای ہوں۔ یہ کمیٹی مسلمانوں سے جنکے دلوں میں اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی ہمدردی ہو۔ اسقدر چندہ کی اپیل کر رہی ہے کہ جو امسال اور آیندہ سالوں میں بھی ایسے نادار حجاج کے کام آئے۔

کمیٹی مذکور کو امید ہے کہ وہ گورنمنٹ سے بھی ایک بہت بڑی رقم یا کم از کم اسقدر روپیہ جو مسلمانوں کے چندہ سے جمع ہو سکے لے گی۔ اور یہ تمام چندہ ایک ہی جگہ جمع کیا جائیگا۔ جو ہمیشہ کام آئیگا۔

ہم بے شک کمیٹی مذکور کی ہمدردانہ مساعی سے دلی ہمدردی ہے۔ مگر ساتھ ہی ہم یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ جب قرآن کریم کا صریح حکم موجود ہے۔ کہ حج کو جانے کے لئے زادراہ ہونا چاہئیے۔ تو کیوں ایسے نادار لوگوں کو یہ سمجھا اور روکنے کی تدابیر نہ کی جائیں۔ کیا ایسے لوگوں کے لئے اس قسم کے امدادی فنڈ قائم کرنا ایک ایسے فعل میں انکی حوصلہ افزائی کرنا نہیں۔ جو صریحاً قرآن کریم کے حکم کے خلاف ہے۔

ہاں ایسے فنڈ کی البتہ ان لوگوں کے لئے ضرورت ہو سکتی ہے۔ [illegible] کیوجہ سے وہ گرفتار مصیبت ہو جائیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے اتفاقات بھی پیش آتے ہیں۔ اور ان کے لئے ایک مستقل فنڈ کا قائم ہونا بہرحال ضروری ہے۔ باقی نادار لوگوں کو حج پر جانے [illegible]

ولایتی ڈاک

اسلام کی طاقت صحرائے افریقہ میں

اسلامی سلطنتوں کے موجودہ زوال اور شکست و ریخت کے زمانہ میں جسکو ایک ظاہر بین انسان اسلام کے زوال اور شکست و ریخت سے تعبیر کرتا ہے۔ یہ دیکھنا کسقدر موجب مسرت ہے۔ کہ اسلام کی طاقت دوسری راہوں سے بڑھ رہی ہے۔ جو آخر کار اس کے غلبہ کا موجب ہوگی۔

ریورنڈ چارلس پور کوٹن نے جو سوئٹزر لینڈ کے مشن سے تعلق رکھتے ہیں۔ حال ہی میں ایتھینم سوسائٹی پریٹوریہ میں ایک لیکچر دیا ہے۔ جس میں کالے لوگوں کی روز افزوں ترقی تعداد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ "اگرچہ اسلامی دنیا قریباً سب کی سب یورپین تصرف میں آ چکی ہے۔ مگر اسلام اس حالت میں بھی ایک بہت بڑی طاقت ہے۔ اور اس میں اور زیادہ نشو و نما حاصل کرنے اور اپنی طاقت کو بڑھانے کی استعداد موجود ہے۔ اسلام میں سرعت کے ساتھ مغربی خیالات اور طریق زندگی جمع ہو رہے ہیں۔ اس سے مسلمانوں کی اصل مراد روحانی انقلاب برپا کرنا اور سیاسی آزادی کو پانا ہے۔ اس غرض کے لیے ان کے اندر برادریاں بن گئی ہیں۔ جن میں طلبیہ سب سے زیادہ اہم ہے۔

"یہ لوگ اپنے قیام گاہوں اور سکولوں کے ذریعہ تمام افریقہ پر پھیلتے چلے جا رہے ہیں۔ اور لوگوں کی تربیت ایسے طریق پر کر رہے ہیں۔ کہ وہ اپنے سرداروں کی آوازوں پر لبیک کہنے کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔ لاکھوں کالے مشرک حبشیوں کو وہ اپنے مذہب کے اندر داخل کرتے چلے جاتے ہیں۔

"افریقہ میں روز افزوں کالے آدمیوں کا رجحان کس طرف ہے۔ عرب اور یورپین ہر دو سیاہ رنگ افریقہ پر تصرف حاصل کرنے کے لئے حریفانہ جد و جہد میں مصروف ہیں۔ ان میں سے کونسا فریق دوسرے پر غالب آئیگا؟

ساتویں صدی سے ابتک پانچ کروڑ سیاہ رنگ کے لوگ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ محمڈن (صلعم) افریقہ کے اندرونی حصص میں بہت بڑی ترقی حاصل کر رہے ہیں۔ نیاسا لینڈ میں مسلمانوں نے ۱۹۱۰ء میں اشاعت اسلام کا کام شروع کیا۔ اس سے دس سال بعد جنوبی نیاسا لینڈ میں قریباً ہر گاؤں کے اندر ایک مسلمان معلم اور ایک مسجد موجود تھی۔"

پین اسلام ازم

اسلام کی یہ پر امن تبلیغی کوششیں اور کامیابیاں افسوس ہے۔ کہ مسیحی حضرات کو ایک [illegible] اور [illegible] پولیٹیکل خطرات کے رنگ میں پیش کر کے اہل مغرب کو مسلمانوں کے خلاف اکسانا چاہتے ہیں۔

پین اسلام ازم کا جو غلط مفہوم یورپ میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کے ماتحت ریورنڈ چارلس پور کوٹن نے افریقہ میں اسلام کی ان ترقیات کو سفید اقوام کے خلاف ایک خطرہ کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ کہ

"ایک حبشی کے مسلمان ہو جانے سے اس کی جنگجویانہ خواہشات زیادہ تیز ہونگی اور عرب اسے سفید اقوام کے خلاف بطور ہتھیار استعمال کرینگے۔ افریقہ کو پین اسلام ازم کے تصرف میں دیکھنا ہماری قوم کے لئے موجب خطرہ ہے۔ کیونکہ اس سے سیاہ رنگ افریقہ جوشیلے غازیوں کی ایک زبردست فوج بن جائیگا اور یہ مسلمانوں کے ہاتھ میں ایک نہایت خطرناک ہتھیار ہوگا۔"

مسیحیت کی (جو اسلام کی زبردست روحانی طاقت کے مقابلہ میں ہر سامان افریقہ میں پسپا ہو چکی ہے) امداد کے لئے اپیل کا یہ رنگ ہے تیک سفید اقوام اپنی طاقت و حکومت سے کام لیکر اسلام کو افریقہ سے نکال دیں۔ کیا وہ یہ چاہتے ہیں۔ کہ مغرب کی روایتی مذہبی آزادی اب جبر و استبداد کی شکل اختیار کر کے مسیحیت کی علیم بھیڑوں کا قدم زبردستی افریقہ میں جما دے؟ اگر ایسا ہے تو انہیں یاد رکھنا چاہئے۔ کہ اگرچہ قومیت کا اثر اور گورے اور کالے کا امتیاز سفید اقوام میں بہت پایا جاتا ہے۔ لیکن مسیحیت کا اثر ان پر کوئی نہیں۔ اور اس لئے ان کی سطحی کے واسطے اور پین اسلام ازم کا نام لے کر مسیحیت کے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کو استوار کرنے کی کوشش بالکل بیہودہ ہے۔

ایک حبشی کا قبول اسلام اگر "سفید اقوام" کے لئے ایسا ہی موجب خطرات ہے۔ اور اس کی جنگجویانہ خواہشات محض قبول اسلام کی وجہ سے ان کے خلاف بھڑک سکتی ہے۔ تو تعجب ہے۔ افریقہ جیسے صحرا میں حبشی مسلمانوں کی روز افزوں تعداد کے باوجود گوروں کو چلنے پھرنے کی مہلت کیونکر ہوتی ہے۔ اور کیوں آئے دن ایسی جنگجویانہ سپرٹ کے کرشمے دیکھنے سننے میں نہیں آتے۔

غرض پادری صاحب "پین اسلام ازم" اور کالوں گوروں کے عناد کا وہمی ہوّا کھڑا کرنے میں محض ان حرکات مذبوحی کا پتہ دیا ہے۔ جو اسلام کے بالمقابل ان سے سرزد ہو سکتی تھیں۔

حقیقت اختلاف شائع ہوگئی

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تازہ تصنیف حقیقت اختلاف بجواب آئینہ صداقت مصنفہ میاں صاحب شائع ہو گئی ہے۔ اس کتاب میں حضرت امیر نے سلسلہ کے اختلافات کی اصل حقیقت اور حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے بعض واقعات کو خوب واضح کر دیا ہے۔

ہمارے تبلیغی مشن

ہمارے عزیز دوست پیر محمد امین صاحب جو حضرت خواجہ صاحب کے ساتھ ووکنگ مسلم مشن کی خدمات کے لئے انگلستان گئے ہوئے ہیں ذیل کی چٹھی میں ایڈیٹر پیغام صلح کو وہاں کی تبلیغی سرگرمیوں اور مبلغین کی مذہبی زندگی کا حال لکھتے ہیں۔ جو امید ہے ناظرین پیغام صلح کے لئے موجب دلچسپی ہوگا۔

انگلستان میں رمضان المبارک

رمضان شریف نہایت خوشی و مسرت کے ساتھ اتمام کو پہنچا اگرچہ دن نہایت لمبے تھے یعنی اٹھارہ گھنٹے کے روزہ تھے۔ علاوہ اس کے اور بھی کئی دقتیں اس شہر میں ایک پابند مذہب کے لئے ہیں جو آپ پر مخفی نہیں لیکن باوجود اس کے خدا کے فضل سے ان سب دقتوں پر ہم غالب آ گئے۔ اور رمضان شریف میں نہایت احترام کے ساتھ روزے رکھے۔ علی الخصوص حضرت خواجہ صاحب نے ہم جیسے نوجوانوں کے حوصلے بڑھائے اور استقلال سے تمام روزے رکھے اور تبلیغی کام جاری رکھا۔ یعنی ہفتہ میں دو بار لندن میں لکچر کے علاوہ دیگر مقامات مانچسٹر . . . . وغیرہ میں بھی جا کر لیکچر دیتے سوالات کے جوابات بھی دیتے رہے۔

مسلم طالبعلم اور اسلام

مسلم طالب علم جو اکثر یہاں آتے ہیں۔ اسلام سے ایسے لاپروا ہوتے ہیں۔ کہ العیاذ باللہ۔ ایک طالبعلم جو حیدرآباد کا رہنے والا ہے۔ چند روز ہوئے یہاں جمعہ کے دن آیا تھا۔ اس نے اسلام پر ایسے اعتراض کئے اور ایسی پھبتیاں اڑائیں کہ اس پر ایک دیندار کو رونا آنا چاہئے حضرت خواجہ صاحب نے اسے قریباً تین گھنٹے وعظ کیا۔ اور اس کے اعتراضوں کے ایسے جواب دیئے۔ کہ وہ اخیر میں شرمندہ ہوا۔ وہ منظر شاقہ جو جو المرد سے جوا مرد کو بھی تھکا دیتی ہے۔ اس دلدادۂ اسلام کے لئے موجب تحریک ہوتی ہے۔ پھر تو اس مادہ پرست شہر میں جہاں قطب کو بھی ٹھوکر کھانے کا خوف ہے۔ ایسا مردہ دل ایک پھرنا کوئی آسان کام نہیں۔

ایک خاتون کا قبول اسلام

رمضان شریف کے آخری جمعہ کی نماز پر بہت سے اصحاب آئے تھے حتی کہ سارا ہال بھر گیا۔ خطبہ بہت موثر تھا جس نے سامعین کو ہمہ تن گوش بنا دیا چند غیر مسلم اصحاب بھی تھے۔

اخیر میں ایک خاتون مشرف باسلام ہوئی۔ یہ ہمارے نومسلم بھائی خالد شیلڈرک کی تبلیغی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

حضرت خواجہ صاحب کے اس خطبہ نے اس خاتون پر بہت اثر کیا۔ اسلامی نام اسکا خدیجہ رکھا گیا۔

ایک اور خاتون پر اثر

اور ایک خاتون جو داؤد شاہ صاحب کے لکچروں میں شامل ہوئی آخر کار ان اعتراضات سے دست بردار ہو گئی۔ جو اس کے دل میں دشمنان اسلام نے بٹھائے تھے۔ کل لکچر میں اس نے خواجہ صاحب سے وعدہ کیا کہ وہ مزید مطالعہ کے بعد عنقریب داخل اسلام ہو جائے گی۔ اس نے مجھ سے کئی کتابیں لیں اور کہا کہ میں انہیں غور سے پڑھوں گی۔

مسٹر خالد شیلڈرک کا لیکچر

اس خاتون کے دل پر کل کے لکچر نے جو خالد شیلڈرک صاحب نے پیغام صلح پر دیا۔ بہت گہرا اثر کیا۔ لکچرار نے بتایا کہ وہ پیغام جو ابراہیم سے لیکر عیسیٰ تک مختلف پیغمبروں کے ذریعہ دنیا کو ملا۔ عین ضرورت پر وہی پیغام عرب کی وادی سے دوبارہ بلند ہوا۔ کہ اب کبھی مٹنے والا نہیں۔ غرض نہایت خوبی سے مضمون کو ادا کیا۔ جس پر غیر مسلم ایک معتبر شخص نے نہایت اچھے ریمارکس کئے اور لکچر پر تبصرہ کرتے ہوئے بیان کیا۔ کہ واقعی یہ بات ہمیں ماننی پڑتی ہے کہ اگر موجودہ وقت میں کوئی آسمانی کتاب دستور العمل کے قابل ہے۔ تو وہ آپ کی کتاب ہے۔

محمد امین قریشی

ووکنگ میں عید الفطر

عید الفطر کا مختصر حال گذشتہ اشاعت میں نذر ہو چکا ہے وہ ناظرین کیا جا چکا ہے۔ اس ہفتہ کی ولایتی ڈاک میں حضرت خواجہ صاحب نے اس کی مفصل روئداد مختصر فوٹوؤں کی شکل میں بھیجی ہے جو آئندہ اشاعت میں ہدیہ ناظرین کرام ہوگی۔

ناظرین کرام خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ منیجر

عالم اسلام

اس سرخی کے نیچے ہم چاہتے ہیں۔ کہ نہ صرف بلاد اسلامیہ بلکہ مسلمانان عالم کے حالات وقتاً فوقتاً ہدیہ ناظرین کرام کرتے رہیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ

مسلمانان کنٹن

کنٹن چین کا ایک بہت بڑا شہر ہے۔ جو جنوبی چین میں تجارتی مقام ہونے کے لحاظ سے ہانگ کانگ کے بعد دوسرے درجہ پر ہے۔

ریورنڈ سی۔ ایس۔ کیمپ بیل نے مسیحی رسالہ "نارتھ فیلڈ" میں یہاں کے مسلمانوں کے کچھ حالات لکھے ہیں۔ جو اگرچہ بالکل صحیح تو نہیں کہے جا سکتے لیکن حقیقت سے خالی بھی نہیں۔

مسلمانان کنٹن کو وہ تمام چینی مسلمانوں کا نمونہ قرار دیتے اور لکھتے ہیں۔ کہ "اس دنیا کے سب سے بڑے بت پرست شہر میں رسول (صلعم) کے متبعین کی مٹھی بھر جماعت موجود ہے۔ دوسرے صوبوں کے مسلمانوں کی طرح انہوں نے بھی اپنے مذہب کی بہت سی امتیازی خصوصیات کو قائم رکھنے کا انتظام کر رکھا ہے۔ اگرچہ ان سے قریبی تعلقات اور جان پہچان رکھنے سے پتہ لگتا ہے۔ کہ وہ نہ تو اعلےٰ درجہ کے چینی ہیں اور نہ ہی پختہ مسلمان ہیں۔ وہ اپنی نمازیں پڑھتے ہیں جن میں زیادہ تر عربی استعمال ہوتی ہے۔ برائے نام وہ قرآن کو پڑھتے ہیں۔ اگرچہ بہت کم ہیں۔ جو اس کی عربی کو سمجھتے ہوں۔ ہاں چند سلام و دعا کے الفاظ جو عام طور پر رائج ہیں انکے بھی زبان زد ہیں اسکے علاوہ ان کے پاس متعدد دینیات اور سوال و جواب کی کتابیں جو چینی اور عربی زبان میں ان کے اپنے لوگوں اور مدارس کے لئے چھپی ہوئی ہیں۔ موجود ہیں

عام طور پر وہ اپنے مذہب سے بہت کم آشنا ہیں۔ اسکا اعتراف خود ان کے ملانوں نے ہمارے آگے کیا ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ ہمارے لوگ کوئی عمدہ مسلمان نہیں۔ ہمارا اقتدار ان پر بہت کم ہے۔ بالمقابل ہمارے پادریوں کی حالت اس سے مختلف ہے۔ اس کے خلاف حیرت ہوتی ہے۔ جب ایک شخص جذبۂ کوشش کی اس حیرت انگیز طاقت کا خیال کرتا ہے جو ان لکھے پڑھے انسانوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ جو ان کے ارد گرد جمع ہوتے ہیں۔

یہ سچ ہے۔ کہ چینی مسلمان خنزیر اور بت پرستی سے برائے نام پرہیز کرتے ہیں۔ لیکن ان کے عمل میں بہت کچھ کمزوری اور آزادی پائی جاتی ہے مثلاً یہ کہا جاتا ہے۔ کہ ان میں سے بہت لوگ خنزیر کو کھا لیں گے۔ اگر پہلے ہی اسکو مٹن (بھیڑ کا گوشت) کا نام دیا جائے۔ اسی بنا پر چین کا ایک مشہور مقولہ ہے۔ کہ ایک مسلمان سفر کے اندر موٹا ہو جاتا ہے۔ وہ اگر سفر پر جائیں تو وہ موٹے ہو جائیں گے .... لیکن بہت سے امور میں یہ لوگ دوسرے عام لوگوں سے کھلے طور پر متمیز ہیں۔ ان کے اپنے قصاب ہیں۔ تمام گوشت کو آہنگ (ملاں) لوگ خاص اسلامی طریق پر تیار کرتے ہیں۔ بہت سے حصص میں مسلمانوں کی خاص دکانیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ جن پر ایک خاص نشان یعنی پانی کا برتن رکھا ہوا ہوتا ہے۔ جس سے پاکیزگی کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ بعض حالات میں اس کے اوپر پگڑی رکھی ہوتی ہے۔

ان کی شادی اور موت کی مراسم بھی ایک خاص امتیاز رکھتی ہیں۔ مثلاً مردہ کو دفن کرنے کے بعد عموماً وہ صندوق کو واپس لے آتے ہیں۔ اسی بنا پر ایک اور چینی ضرب المثل ہے۔ کہ "وہ حریص لوگ آ رہے ہیں" ان میں بعض حفظان صحت کی خاص عادات بھی پائی جاتی ہیں۔

پبلک عبادت کے وقت چالاکی اور حیلہ کے ساتھ انہوں نے شہنشاہ چین کی لوح کے آگے سجدہ کرنے سے جو پیشتر ازیں قانوناً لازمی تھا۔ ہمیشہ احتراز کیا ہے"

کنٹن کے مسلمانوں کے یہ حالات جہاں اس وجہ سے مسرت افزا ہیں کہ انہوں نے اپنی خاص اسلامی خصوصیات کو ترک نہیں کیا۔ اور قانون کا خوف اور شہنشاہ کا رعب بھی خدا تعالےٰ کے سوائے دوسروں کے آگے ان کو سجدہ نہیں کرا سکا۔ جہاں یہ امر ایک حد تک موجب خوشی ہے۔ کہ قرآن اور عربی زبان انکی محبوب ترین چیزیں ہیں۔ اور دوسرے چینیوں کے خلاف حفظان صحت کے خاص اصول بھی ان کے اندر پائے جاتے ہیں۔ وہیں یہ امر سخت افسوسناک ہے۔ کہ ظاہری خصوصیات و عقائد اسلام کے باوجود عمل میں وہ ایسے گر گئے ہیں۔ کہ سؤر تک کو مکر و فریب سے کھا لینا جائز سمجھتے ہیں۔ اگرچہ پادری صاحب نے مسلمانوں کے اپنے قصابوں اور گوشت کے احتیاط کے ساتھ تیار ہونے کا ذکر کر کے معاملہ کو مشتبہ کر دیا ہے۔ لیکن اس تمام بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی روح ان کے اندر موجود نہیں۔ ملانوں کے عوام پر اثر نہ ہونے کی شکایت بیجا ہے۔ کیونکہ انہوں نے خود ہی اپنی حرکات سے اپنے اثر اور اقتدار کو کھویا ہے ورنہ اگر یہ خود عامل ہوتے تو ان کا اثر بھی ہوتا۔

بہرحال ان مسلمانوں کے اندر عیسائی جا جا کر اپنے مذہب کو پھیلاتے اور صلیب کو ان کے آگے پیش کرتے ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ جو لوگ قرآن کو سمجھ نہیں سکتے اور طوطے کی طرح پڑھتے ہیں۔ جیسا کہ عوام الناس کا حال ہے۔ ان کا عیسائیوں سے بچنا بہت مشکل ہے۔ کاش کم از کم ایسے لوگوں کی حفاظت ہی کا کوئی سامان مسلمان ملکر کریں۔

متفرق مقالات

"مغالطہ فہمی نہ ہو"

اکمل آف قادیاں کی تحریر ہے۔ جو مذکورہ بالا عنوان کے ساتھ پیغام صلح میں چھپی ہے۔ احباب کو مغالطہ فہمی نہ ہو۔ ہمارے ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کو اپنی حسن ظنی پر اکمل صاحب کے مشکور ہو جائیں اور اسے ریویو آف ریلیجنز کی تحریر پر اپنے ریمارکس کا جواب سمجھ لیں اور اکمل صاحب کے تبدیلیٔ عقیدہ کے قائل ہو جائیں۔ مگر میرے لئے اکمل صاحب کی یہ تحریر نہ صرف غیر تسلی بخش ہے۔ بلکہ مجھے تو یہ صاف نظر آ رہا ہے۔ کہ ریویو آف ریلیجنز کی صاف تحریر کو اکمل صاحب نے گول مول فقروں کے گورکھ دھندے میں لا کر بات کو مغالطہ میں ڈال دیا ہے

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم

آخر نئی کتاب کی تجویز ایوان خلافت میں اشارۃً کنایۃً عرصہ سے ہو رہی ہے۔ انکار کے ساتھ ساتھ اقرار گول مول تحریر کو چاہتی ہے۔ اور یہی اکمل صاحب نے کیا جسے پڑھ کر بیساختہ زبان سے نکلتا ہے۔ کہ ایں کار از تو آید و محمودیاں چنیں کنند۔ حضرت خلافت مآب کی بھی یہی طرز ہے۔ ان کے حاشیہ نشینوں اور خوشہ چینان خوان خلافت کا بھی یہی انداز ہے۔ کہ بات ایسی کہنی کہ اگلے کو پتہ نہ لگے۔ صرف لفظوں کی پیچ در پیچ پر سننے والا سر دھنا کرے۔ اور در اصل لفظوں کے اندر حقیقت خاک نہ ہو۔ اسی اعلان کو ملاحظہ فرمالیں۔ فرماتے ہیں۔ "ہم حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود کو جو نبی اللہ کہتے ہیں۔ تو محض ان معنوں میں کہ وہ کثرت مکالمہ مخاطبہ سے مشرف تھے۔ آپ کو کوئی نئی کتاب نہیں دی گئی قرآن مجید ہی ہماری کتاب اور شریعت ہے"

اکمل صاحب نے "محض ان معنوں میں" کا فقرہ جو یہاں کثرت مکالمہ مخاطبہ کے ساتھ چسپاں کیا ہے اس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ انبیائے سابقین کی نبوت کا مفہوم چونکہ کچھ اور ہے۔ اس لئے نبی اللہ کے لفظ سے سامع اُن معنوں میں حضرت مرزا صاحب کو نبی نہ سمجھ لے۔ بلکہ نبی اللہ کا لفظ ایک خاص معنے میں یہاں استعمال کیا گیا۔ اور وہ ہے کثرت مکالمہ مخاطبہ۔ لیکن کیا یہ سچ نہیں کہ محمودی لغت میں کثرت مکالمہ مخاطبہ ہی عین نبوت ہے۔ اور اگلے پچھلے کل کے کل نبی صرف انہی معنوں میں نبی کہلاتے ہیں۔ نہ کہ کسی اور معنے میں۔ مرزا صاحب کی نبوت اور انبیائے سابقین کی نبوت بالکل ایک سی ہے۔ مفہوم میں قطعاً کوئی فرق نہیں۔ طریق حصول نبوت جدا چیز ہے۔ اور نفس نبوت جدا امر ہے۔ پھر "محض ان معنوں میں" کا فقرہ بڑھانا کیا دھوکہ نہیں؟ جو ناظرین پیغام صلح یا لاہوری احمدی جماعت کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے اختیار کیا گیا۔ صاف گوئی۔ راستبازی اور تقوی اللہ کا تقاضا تو یہ تھا کہ صاف کہتے کہ ہم مرزا صاحب مسیح موعود کو نبی بلا کتاب مانتے ہیں۔ مگر وہاں تو پیچ میں ڈالنا مقصود ہے۔ نبی اللہ کہکر اُسے "صرف ان معنوں میں" کا پردہ ڈالکر چھپایا پھر کتاب کا انکار کر کے اُسکا اقرار یوں کیا۔ کہ "یہ فقرہ کہ نیا قرآن ہے۔ ایسا ہی ہے جیسے حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے۔ کہ ہمارے لئے نیا خدا ہے۔ حقیقت نہیں بدلی بلکہ فہم بدلا ہے۔ نئی وحی سے مراد تازہ وحی ہے" کیسی خوبصورتی سے نئی کتاب کے انکار کے بعد پردہ میں اقرار ہوتا ہے۔ مناسب ہے۔ کہ مضمون نگار صاحب نے جو مضمون ریویو آف ریلیجنز میں لکھا تھا۔ اسکا وہ حصہ جو زیر بحث ہے ذیل میں نقل کر دوں تاکہ یہ راز صفائی سے طشت از بام ہو جائے۔

"اگر نئی کتاب کے لئے ایک اور طرز پر غور کیا جاوے تو حضرت مرزا صاحب نے واقعی ایک نئی کتاب موجودہ دنیا کے سامنے پیش کی ہے اگرچہ کتاب تو قرآن کریم ہی ہے۔ مگر اس کے معانی۔ اس کے اسرار و نکات۔ اس کی تفسیر اور اس کے معارف جو اس وقت حضرت مرزا صاحب کا نیا قرآن ہے۔ ان کی نئی کتاب ہے جو جدید کلام۔ جو جدید تفسیر اور جو معارف حقائق حضرت مرزا صاحب نے پیش کئے ہیں۔ ان کی وجہ سے واقعی ان موجودہ مسلمانوں سے گویا ایک نیا قرآن دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور نئے علم کلام کی بنیاد ڈالی ہے۔ اسوجہ سے یہ بھی کہنے کی گنجائش نہ رہی کہ نئی کتاب ہی ضروری ہے۔ پھر جو حضور علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی۔ وہ بھی نئی ہے"

ہر ایک شخص جس کے دماغ میں عقل سلیم ہے اوپر کی عبارت سے صاف سمجھ لے گا کہ مضمون نگار حضرت مرزا صاحب کے لئے نئی کتاب تجویز کرنا چاہتا ہے۔ جو کسی مطالبہ کا جواب معلوم ہوتا ہے۔ غالباً اس نے قرآن مجید میں دیکھا ہے کہ نبی بلا کتاب نہیں ہوا کرتا۔ اور نص قرآنی اس امر کی متقاضی ہے۔ کہ اگر حضرت مرزا صاحب کو نبی قرار دیا جائیگا تو کوئی کتاب بھی ماننی پڑیگی۔ اس لئے وہ بیچارہ سخت پریشان اور ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ کہ کسی طرح حضرت مرزا صاحب کے لئے کوئی نئی کتاب تجویز کرے۔ کبھی تو وہ یہ رکیک اور قابل مضحکہ کوشش کرتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی پر معارف تحریر و تفسیر کو نئی کتاب تجویز کرتا ہے۔ اور کبھی جو آپ پر وحی نازل ہوئی اسکو نئی کتاب ٹھیراتا ہے۔ گویا خود بھی مطمئن نہیں معلوم ہوتا۔ کہ وہ کتاب کونسی ہے۔ جو مرزا صاحب لائے ہیں۔ بہر حال صاف نظر آتا ہے۔ کہ وہ کوشش کر رہا ہے۔ کہ مرزا صاحب کے لئے کوئی نئی کتاب قرار دے۔

اکمل صاحب اگر اُس سے متفق نہ تھے۔ تو صاف صاف اعلان کرتے کہ ہم مرزا صاحب کو نبی بلا کتاب مانتے ہیں۔ اور اگر کسی نے ان کے لئے کوئی کتاب تجویز کی ہے۔ تو اس نے غلطی کی ہے۔ ہم اس سے متفق نہیں۔ مگر نہیں ایک طرف تو نبوت کا اقرار یوں کیا کہ ہم مرزا صاحب کو صرف ان معنوں میں نبی مانتے ہیں کہ وہ کثرت مکالمہ مخاطبہ سے مشرف تھے۔ [illegible]

اس لئے مانتے ہیں کہ وہ نبی ہیں۔ کیونکہ محمودیہ جماعت کثرت مکالمہ مخاطبہ کو ہی عین نبوت قرار دیتی ہے۔

دوسری طرف نئی کتاب کی تائید۔ یوں کی کہ لکھ دیا۔ یہ فقرہ کہ نیا قرآن ہے یہ فقرہ ایسا ہی ہے۔ جیسا حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے۔ کہ ہمارے لئے نیا خدا ہے "حقیقت نہیں بدلی محض فہم بدلا ہے" یعنی قرآن تو وہی ہے۔ مگر فہم بدل گیا۔ اس لئے یہ نیا قرآن کہا جانے کا مستحق ہے۔ یعنی محمد رسول اللہ صلعم نے جو کچھ قرآن سے سمجھا تھا۔ اور لوگوں کو سکھایا تھا۔ یا آپ کے خلفائے راشدین۔ صحابہ کبار۔ مجددین عظام۔ علمائے ربانی نے سمجھا تھا۔ اب وہ مفہوم نہیں رہا۔ الفاظ تو وہی ہیں۔ مگر اب ان کا مفہوم کچھ اور ہے۔ اب صلوٰۃ اور صوم زکوٰۃ اور حج اور دیگر احکام قرآنیہ کا وہ مفہوم نہیں۔ جو نبی کریم صلعم اور آپ کے خلفا نے سمجھا تھا۔ اللہ تعالے کی صفات اور توحید و معرفت کا علم جو رسول کریم صلعم اور آپ کے خلفا اور اولیا امت نے سمجھا تھا۔ اب وہ مفہوم نہیں رہا۔ بلکہ مسیح موعود نے اور ہی فہم بدل دیا۔ اس لئے یہ کتاب اب ایک نئی کتاب کہلانے کی مستحق ہو گئی۔ اس سے بڑھ کر افترا مسیح موعود پر نہیں ہو سکتا۔ اگر کہو کہ نہیں۔ موجودہ مسلمانوں نے جو سمجھا تھا۔ اس سے بہت بڑھ چڑھ کر معارف و حقائق دنیا کو سکھائے۔ یا موجودہ مسلمانوں کو جو غلطیاں لگی ہوئی تھیں ان کی اصلاح کی تو فرمائیے کہ نیا قرآن کس طرح ہوا۔ کیونکہ اگر یہ معارف و حقائق رسول کریم صلعم کے فہم قرآن کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں۔ تو پھر تو یہ قرآن جو مرزا صاحب پیش کرتے ہیں۔ اپنی حقیقت اور فہم دونو کے رو سے وہی کتاب ٹھہرا۔ جو محمد رسول اللہ صلعم پر نازل ہوا۔ کتاب کا نیا کہلانا نبوت کے لحاظ سے ہوگا نہ کہ بلحاظ امت کی غلطیوں کے۔ امت کی غلطیوں کی اصلاح تبدیلی فہم نہیں کہلا سکتی۔ البتہ فہم بدلنا جب جائز ہوگا۔ کہ پہلے نبی کے وقت کچھ اور سمجھا گیا۔ اور دوسرے نبی کے وقت مفہوم میں تبدیلی ہوئی۔ تب تو وہ نئی کتاب اپنے معنوں کے لحاظ سے کہلا سکیگی ورنہ ہرگز نئی کتاب نہیں کہی جا سکتی۔ یونہی ہاتھ میں قلم پکڑ لیا۔ اور انا پ شناپ جو کچھ جی میں آیا لکھنے چلے گئے۔ اور دنیا کو ضلالت کے گڑھے میں دھکیل دیا۔ باقی رہی یہ مثال کہ حضرت مسیح موعود نے کہیں لکھا ہے۔ کہ ہمارے لئے نیا خدا ہے اول تو اسکا حوالہ دیا نہیں گیا۔ دُم بریدہ فقرہ ہے۔ دوم اس فقرہ سے اگر کوئی مطلب حضرت صاحب کا ہو سکتا ہے۔ تو وہ یہی کہ ہمارا خدا تازہ بتازہ نشانات آسمانی ظاہر کر رہا ہے۔ اور ایمان کو تازہ کر رہا ہے۔ یہ معنے تو ہرگز نہیں کہ خدا تو وہی ہے جو ہمیشہ سے ہے۔ مگر اس کے مفہوم میں فرق آگیا ہے یعنے جو کچھ تمام انبیاء اور اولیا خدا کو سمجھا کئے ہیں۔ وہ مفہوم اب بدل گیا ہے۔ اب خدا کے لفظ سے یا خدا کی ہستی سے ہم کچھ اور ہی مفہوم لینے لگے ہیں۔ وہ پہلا مفہوم اب نہیں رہا! اب فرمائیے "حقیقت نہیں بدلی محض فہم بدلا ہے" ایک مہمل فقرہ ہے یا نہیں اور محض اس سے مضمون نگار کی تائید اور اخبک شوئی منظور ہے۔ یا نہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ فقرہ مہمل ہے۔ کہ نئی وحی سے مراد تازہ وحی ہے۔ "نئی" کی جگہ "تازہ" کا لفظ رکھ دیا گیا۔ یعنے رکھنا ہے۔ کیا یہ مطلب ہے کہ تازہ

مرزا صاحب کو تازہ بتازہ گرم گرم وحی ہوئی۔ اور باسی نہ ہوئی۔ یا تازہ سے مراد نئی ہے۔ ظاہر ہے کہ نئی وحی ہی مراد ہے۔ صرف تازہ کا لفظ رکھ کر نئی کے لفظ کو درمیان سے نکال دینا تھا۔ جو نئی کتاب کا ایک جزو ہونے کی وجہ سے کھٹکتا تھا۔ ورنہ نئی کی جگہ تازہ کا لفظ رکھ دینا کیا معنی رکھتا ہے۔ مضمون نگار صاحب لکھتے ہیں۔ کہ "پھر جو حضور علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی تو وہ بھی نئی ہے" مضمون نگار کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب پر جو نئی وحی ہوئی ہے وہ بھی نئی کتاب کہلا سکتی ہے۔

اکمل صاحب کہتے ہیں۔ کہ نئی وحی کی جگہ تازہ وحی پڑھو۔ بہت اچھا تو مفہوم یوں ہوگا۔ کہ حضرت مرزا صاحب پر جو تازہ وحی ہوئی ہے۔ وہ بھی نئی کتاب کہلا سکتی ہے۔ کیونکہ بحث تو نئی کتاب کی ہے۔ مضمون نگار کہتا ہے کہ قرآن کی جدید تفسیر نئی کتاب ہے۔ مرزا صاحب کی نئی وحی بھی نئی کتاب ہے۔

اکمل صاحب کہتے ہیں۔ کہ ہاں یہ سچ ہے قرآن کی گو حقیقت نہیں بدلی فہم بدل گیا۔ اس لئے اُسے نیا قرآن کہہ سکتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کی نئی وحی کی جگہ تازہ وحی پڑھو۔ یعنے مضمون نگار کا مفہوم یوں سمجھو کہ تازہ وحی بھی نئی کتاب ہے۔ اب فرمائیے۔ نئی کتاب کی بحث جو مضمون نگار نے اٹھائی تھی۔ اس کی اکمل صاحب نے تائید کی یا تردید۔ ظاہر ہے۔ کہ تائید کی۔ اور اس سے پہلے کہہ چکے تھے۔ کہ "آپ کو کوئی نئی کتاب نہیں دی گئی" اور بعد میں مضمون نگار کی نئی کتاب کی بحث میں پردہ کے اندر مضمون نگار کی تائید کر دی۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ نئی کتاب دی گئی۔ اور وہ یا تو تفسیر اور علم قرآن ہے۔ یا تازہ وحی ہے۔ جو آپ پر نازل ہوئی۔ یہ دو رخی چالیں اور لفظوں کے گورکھ دھندے ان بزرگوں کے بائیں ہاتھ کے کرتب ہیں۔ انہی پیچ در پیچ طریقوں سے ان کے اخبار پر ہوتے ہیں۔ جن سے ایک جماعت کی آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا ہے۔ یہاں بھی یہی چال چلی تھی۔ مگر ؂

اڑنے ہی پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے

کے مصداق محض خدا کے فضل سے ٹھیر گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک

خاکسار بشارت احمد عفی عنہ

مسیح موعود کا فوٹو

مکرم بندہ! السلام علیکم۔ یہاں کے احمدی نوجوان شیخ محمد علی و شوکت علی نے Cabinet Size کی طرز پر حضرت مسیح موعود کا ایک Cabinet Size تیار کرایا ہے۔ جس میں پیارا ماٹو ولتکن منکم الخ اور کلمہ کو نہایت خوشخط لکھا گیا ہے قیمت فی عدد چھ آنے ....

خاکسار

ملنگ امیر بادشاہ

68 Broadway Road

Adyar Madras

ہمارے معاصرین

نسلی فضیلت

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

گذشتہ ہفتہ آئندہ ممالک متحدہ امریکہ کی عدالت عالیہ میں اس نہایت دلچسپ سوال کا فیصلہ کیا جائیگا کہ آیا جاپانی سفید نسل سے ہیں۔ امریکہ میں ایک قانون ہے۔ جس کے رو سے "رنگدار" اقوام کے باشندوں پر خاص پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ بظاہر جزیرہ ہوائی کے جاپانی باشندے ان پابندیوں سے بچنا چاہتے ہیں۔ اس لئے وہ بڑے زور شور سے اس سوال کی پیروی کر رہے ہیں۔

ان جاپانیوں کا دعوےٰ ہے کہ ہم باشندگان قفقازیہ (کوہ قاف) کی نسل سے ہیں۔ جو اپنے سفید رنگ۔ گہرے خد و خال اور حسن صورت کے لئے مشہور ہیں۔ جاپانیوں کا یہ دعوےٰ یکسر بے بنیاد ہے۔ ایشیائی اقوام بسا اوقات سفید رنگ اقوام کو شیخی اور انانیت کا الزام دیتی ہیں۔ اور اُن کی برتری و فضیلت کے دعاوی کو نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ لیکن اقوام ابیض میں یہ شیخی کہاں سے آئی۔ اور یہ انانیت کیوں پیدا ہوئی؟ اس کی وجہ یہی تو ہے کہ ایشیائی قومیں اُن کی موجودہ ترقی پذیر رفتہ حالت کو دیکھکر ان کی تقلید پر آمادہ ہو جاتی ہیں۔ حتےٰ کہ اپنے بھورے یا کالے رنگ کو بھی سفید رنگ سے بدلنے کی کوشش کرتی ہیں جسکے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہیں کہ وہ ان کی خوشامد کرتی ہیں۔ اور خوشامد غلامی کی ایک زبردست علامت ہے پس یہی وہ غلامی کی روح ہے جو مغرب کے سفید انسانوں میں انانیت کا وصف پیدا کرنے کا موجب ہوئی ہے۔ اور جس کی وجہ سے وہ اپنے کو اخلاقی۔ ذہنی۔ اور طبعی اعتبار سے عام رنگ دار اقوام سے برتر و افضل سمجھتے ہیں۔

جاپانی ذہنی نسل کے باشندوں کی روایات کچھ کم شاندار نہیں ہیں چین ایک ایسی تہذیب کا گہوارہ ہے۔ جو یورپ کی موجودہ تہذیب سے کہیں پرانی اور کئی پہلوؤں سے اُس کی نسبت اچھی ہے۔ جاپان قدیم ایک لطیف و [illegible] تہذیب کا مالک تھا۔ اُس کے فنون لطیفہ میں ایک لطافت پائی جاتی تھی اور اس کی تہذیب خالص سادہ اور محبت آمیز تھی۔ افسوس ہے۔ کہ یورپ کی کورانہ تقلید کی وجہ سے جاپان نے اپنی حقیقی روح کو خیرباد کہدیا ہے۔ اور اُس کی خوبصورت تہذیب مردہ ہو چکی ہے۔ ابھی کل کی بات ہے۔ کہ جاپان اپنی قومی زندگی اور قومی فنون کی خوبصورتی پر نازاں تھا۔ اس کے فرزندوں میں عزت نفس کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ اسکا ہر [illegible] ہاتھی کا نام سُن کر بھی چپکے سے اپنا خاتمہ کر لیتا تھا۔ لیکن آج ایک زمانہ ہے۔ کہ "سرزمین مطلع شمس" سے روحانیت کا چراغ گل ہو گیا ہے۔ اور ایک جنگجویانہ روح نے اُس کی جگہ لے لی ہے۔ یورپ کی مادہ پرستی اس پر غالب آتی جاتی ہے ان کی حالت منقلب ہوتی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اب اس کے باشندے نسل و رنگ کی الجھنوں میں پھنسکر "سفید رنگ" قوم ہونے کا دعوےٰ کرنے لگے ہیں۔ اور اپنا سلسلہ قوم انیس سے ملاتے ہیں۔ جو کوہ قاف سے تعلق تو ضرور رکھتی ہے مگر کوئی زبردست تہذیب اپنی پشت پر نہیں رکھتی۔ اور جس کو جاپانی اس سے پہلے ایک "ادنیٰ نسل" سمجھتے تھے! اور یہ سب کچھ کس لئے۔ محض اس لئے کہ چند جاپانی جو امریکہ میں مقیم ہیں وہ "سیاہ رنگ اقوام" کے قواعد سے مستثنےٰ کر دیئے جائیں یہ سودا کسقدر مہنگا ہے؟ ایک زمانہ تھا۔ اور یہ زمانہ ابھی ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ کہ اہل ہند بھی یورپ کی ترقیوں کو دیکھکر اپنے آپ میں شرمندہ ہوئے جاتے تھے۔ جب نوجوان ہندوستانی یورپ سے تعلیم پاکر تازہ ترین فیشن کے لباس میں ملبوس ہندوستان واپس آتے تھے تو ان کو یہاں کی ہر چیز مضحکہ خیز اور ذلیل نظر آتی تھی۔ اور اس روح کا یہانتک غلبہ ہو گیا تھا کہ ان ہونہار فرزندان ہند کو اپنے والدین کا مذہب۔ ان کی تہذیب اور ان کی معاشرت سب کچھ فضول نظر آتا تھا۔ اگر جاپانیوں کی طرح مغربی تہذیب ان پر بھی پورے طور پر غالب آجاتی تو وہ بھی "سفید رنگ" باشندوں کی نسل بننے کے شوق میں امریکہ پہنچتے اور ممکن ہے۔ کہ اگر اس میں کامیابی نہ ہوتی تو حضرت اکبر مرحوم کے ارشاد کی تعمیل میں گلٹ کا برقی سفوف استعمال کرتے!

بہت شوق انگریز بننے کا ہے\
تو چہرہ پہ اپنے گلٹ کیجیے!

لیکن جدید حالات کے ظہور نے ہندوستانیوں کی آنکھیں کھول دیں۔ ان کو معلوم ہو گیا۔ کہ جس شے کو وہ سونا سمجھتے ہیں۔ وہ در اصل پیتل بھی نہیں ہے اُن پر مغربی تہذیب کی حقیقت کھُل گئی۔ اُن پر روشن ہو گیا کہ مشرقی تہذیب شائستگی مغربی تہذیب سے ہزار درجہ بہتر اور اُن کے حالات و طبائع کے عین مطابق ہے اُن کو اپنی گمراہی کا علم ہو گیا۔ اور وہ اُن اثرات کے خلاف سعی و جہد کرنے لگے جو تہذیب مغرب نے ایک غیر محسوس پیرایہ میں سرزمین ہند میں پیدا کر دیئے تھے تقلید نہایت درجہ کی خوشامد کا نام ہے۔ اور جب کسی کی تقلید کیجائے تو وہ سمجھ لیتا ہے کہ تقلید کرنے والا اُس کا غلام ہو گیا۔ یہی وہ شے ہے جس نے بعض باشندگان یورپ کے دلوں میں اہل ہند کی طرف سے نفرت و حقارت کے جذبات بھر دئے۔ لیکن یہ زمانہ غالباً اب گذر چکا ہے۔ اور شاید پھر کبھی نہ آئے۔

آخر کیوں لوگ "سفید اقوام" میں سے ہونے کی خواہش کرتے ہیں؟ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ انہیں عہد حاضرہ میں اقوام ابیض کی برتری و فضیلت ہر شعبہ زندگی میں نظر آتی ہے۔ لیکن کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ محض یہ کہہ دینے سے کہ ہم سفید رنگ کی نسل سے ہیں۔ یا ہمارا رنگ سفید ہے۔ وہ تمام خوبیاں

پیدا ہو جاتی ہیں۔ جو انسانوں اور اقوام کا رتبہ دنیا میں بلند کرتی ہیں؟ بے شبہ ان سفید اقوام میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کی ہمیں تقلید کرنی چاہئے اور جنکی تقلید کے بغیر ہم کسی قسم کی دنیوی ترقی نہیں کرسکتے۔ نہ تو حالت محکومیت میں ہم کوئی مہم سر کرسکتے ہیں اور نہ حالت آزادی میں ہم دیگر زبردست اقوام اور سلطنتوں کی دستبرد سے اپنے کو محفوظ رکھ سکتے ہیں اس لئے یہ تو قطعی ضروری ہے کہ ہم اُن کی سائنس۔ اُن کے فنون۔ اُن کی مستعدی۔ ان کا استقلال غرضکہ وہ تمام اوصاف اُن سے لے لیں جنہوں نے اُن کو اس درجہ پر پہنچایا ہے مگر ایک ایسی چیز ہے جس کو ہمیں کسی حالت میں بھی ہاتھ سے نہیں دینا چاہئے اور وہ ہماری مشرقی تہذیب ہے۔ اگر ہم مغرب کے مروجہ فنون اور شرق کی حقیقی اور سچی تہذیب کو باہم ملا دیں تو بر اعظم ہند ایک بے مثل خطہ زمین بن سکتا ہے۔ ورنہ نسل کی برتری ثابت کرنے میں مصروف رہنے کا تو یہ مطلب ہے کہ ہم امتیازات نسل و رنگ کی طاقت کو مانتے ہیں حالانکہ خدائی تہذیب اس قسم کے ناروا امتیازات کو مطلق روا نہیں رکھتی۔ وہ صرف ایک ہی نوع کی بزرگی کو تسلیم کرتی ہے۔ اور وہ بزرگی "اتقا" کی بزرگی ہے جس کے آگے اور تمام بزرگیاں ہیچ ہیں۔ تقویٰ و سیرت ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو انسان کو حقیقی معنی میں "بڑا" بنا دیتی ہے۔ ورنہ اگر سفید رنگ ہی میں کوئی خاص بات ہوتی تو یورپ کے باشندے اس وقت توحش و بربریت کے سمندر میں کیوں غوطے کھاتے ہوتے جبکہ مشرقی اقوام اور بالخصوص مسلمان آفتاب تہذیب و تمدن کے نصف النہار پر چمک رہے تھے؟ مساوات کے زریں اصول کے سامنے نسل و رنگ کی تمام خصوصیتیں ماند پڑ گئی ہیں۔ دنیا میں نسلی بڑائی اور رنگ کا امتیاز کوئی شے نہیں۔ دنیا میں کوئی اعلیٰ نسل موجود نہیں ہے۔ تمام اقوام یکساں ہیں اور تمام میں انتہائی ترقی و کامرانی کا مادہ ودیعت کیا گیا ہے رنگ بدلنے کی کوشش نہ کرو۔ چہرہ کے آب و رنگ و خد و خال میں کیا رکھا ہے۔ اپنی سیرت کو بدلو۔ تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ۔ اور پھر دیکھو کہ تم آسمان فضیلت پر آفتاب بن کے چمکتے ہو یا نہیں۔ ایک مسلمان کے لئے تو امتیازات نسل و رنگ بالکل بے معنی اور حقیر چیز ہیں۔ ہم وہ لوگ ہیں جن کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی زندگی میں سب سے آخری مہم روانہ کی تو اس کی سرداری اسامہ بن زید کو تفویض کی۔ جن کے والد آپ کے غلام تھے لوگوں نے اس پر طعن کیا تو آپ نے مدافعت میں اُن کی اہلیت کو پیش کیا اور امارت و سرداری اسی پر منحصر ہے۔ نہ کہ نسل و رنگ پر۔

(وکیل)

ناظرین پیغام صلح کی خدمت میں ہم ایک دفعہ پھر یہ اپیل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ وہ اس اخبار کی توسیع اشاعت میں حصہ لے کر ثواب دارین حاصل کریں۔ کہ یہ بھی بالواسطہ طور پر اشاعت اسلام کے کام کی امداد ہے

رسیدات زر

فہرست زر چندہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شملہ

بابت جون ۱۹۲۲ء

(معرفت شیخ الہ دین صاحب کمپازیٹر)

نمبر	نام معطی	چندہ ماہوار	عید فنڈ	فطرانہ
۱	شیخ امیر علی صاحب ملازم محکمہ کورٹ شملہ	[illegible]	عہ ر	۱۵ر
۲	میاں وزیر الدین صاحب طالب علم ״	.	.	۵ر
۳	مخدوم محمد اشرف صاحب بی۔اے میڈیکل برانچ	[illegible]	عہ ر	[illegible]
۴	صوفی شمس الدین صاحب کمپازیٹر گورنمنٹ پریس	عہ ر	عہ ر	[illegible]
۵	شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر ״	[illegible]	عہ ر	[illegible]
۶	شیخ الہ دین صاحب کمپازیٹر ״	عہ ر	عہ ر	۵ر
۷	محمد لطیف صاحب دفتر کوارٹر ماسٹر جنرل	[illegible]	.	.
۸	بابو تاج الدین صاحب ریڈر کراس سوسائٹی	.	.	۱۵ر
۹	بابو عبد الرحمان صاحب۔ اسسٹنٹ میڈیکل برانچ	[illegible]	عہ ر	[illegible]
۱۰	منشی محمد اقبال صاحب بوٹ مرچنٹ	.	.	۵ر
۱۱	شیخ عبد العزیز صاحب دفتر کنٹرولر آف فارمس	[illegible]	عہ ر	۱۵ر
۱۲	شیخ منظور الحق صاحب دفتر محکمہ جنگلات	[illegible]	عہ ر	[illegible]
۱۳	بابو عبد الرزاق صاحب دفتر ڈی جی آئی۔ ایم۔ ایس	.	عہ	[illegible]
۱۴	ماسٹر نور احمد صاحب دفتر ״	[illegible]	عہ ر	[illegible]
۱۵	شیخ عبد المجید صاحب میڈیکل برانچ	.	.	۱۵ر
۱۶	منشی علاؤ الدین صاحب ریاست نالہ گڑھ	.	.	۵ر
۱۷	بابو شاہ دین صاحب دفتر وار کنٹرولر	[illegible]	عہ	۵ر
۱۸	شیخ سراج الحق صاحب ریلوے بورڈ	[illegible]	.	.
۱۹	شیخ امیر الدین صاحب دفتر ملٹری ورکس	[illegible]	.	.
۲۰	״ محمد امین صاحب میڈیکل برانچ	عہ ر	.	.
۲۱	منشی محمد لطیف صاحب کمپازیٹر گورنمنٹ پریس	عہ ر	[illegible]	۵ر
۲۲	نامعلوم الاسم شملہ	.	.	.
	میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]

کل میزان [illegible] ۹۶/۱۱/۱۰

تازہ خبریں

سول نافرمانی کی تحقیقاتی کمیٹی - دہلی یکم جولائی۔ سول نافرمانی کی تحقیقاتی کمیٹی نے گذشتہ شب ایک ابتدائی جلسہ میں اپنے دورہ کے پروگرام میں بعض تبدیلیاں کی ہیں۔ جس کے بموجب وہ دہلی کی نشستوں کے بعد تین روز کی نشست کے لئے لاہور جائے گی۔ اس سے اس کے نظام کی تاریخوں میں دو روز کا فرق ہو جائے گا۔ جسکو وہ درست کرے گی۔ اس کمیٹی نے آسام اور وادی سرما کے لئے پانچ روز مقرر کئے ہیں۔ اور اگر وقت ملا تو چٹاگانگ بھی جائے گی۔ نظام نامہ میں پوری کی جگہ اب کٹک کر دیا ہے۔

کانگریس کی مجلس عاملہ کا دوسرا اجلاس ۱۸ ماہ حال کو منعقد ہو گا۔

کمیٹی ۲۳ جولائی کو لاہور پہنچ گئی۔

سول نافرمانی کی تحقیقاتی کمیٹی کا اجلاس - دہلی ۳۰ جون۔ سول نافرمانی کی تحقیقاتی کمیٹی کے اجلاس کی تیاریاں نہایت زور شور سے ہو رہی ہیں۔ ہر ایک گاڑی سے ممبر آ رہے ہیں کل رات خورجہ سے پنڈت موتی لعل نہرو اور آج صبح مسٹر سین گپتا اور مسٹر دی۔ جے۔ پٹیل تشریف لائے ہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ باقی ممبر بھی آج پہنچ جائیں گے۔ آج صبح حکیم اجمل خاں کی صدارت میں کمیٹی کی مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا تھا۔

تقریر کرنے کے الزام میں مقدمہ - کلکتہ ۳۰ جون۔ مسٹر منظور عالم جن پر کانگریس و خلافت اور سوراجیہ کے تعمیری پروگرام پر اردو میں تقریر کرنے کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا تھا۔ مجرم گردانا گیا۔ اور دو سال قید بامشقت کی سزا ملی۔

ایک سکھ سپاہی کو سزا - الہ آباد ۳۰ جون۔ مدراس سے ایک پیغام مظہر ہے کہ پلٹن نمبر ۴۵ کے سکھ نے سیاہ پگڑی پہننے پر اصرار کیا۔ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ اس نے سرکاری وردی پہننے اور قواعد کرنے سے انکار بھی کیا۔ جنرل کورٹ مارشل کیا گیا۔ اور ۱۰۰ سے ۱۴ سال قید سخت کی سزا دی گئی۔ یہ خبر کہ وردی نہ پہننے کے وقت بھی انہیں اس قسم کی پوشش کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ بالکل بے بنیاد ہے۔

داروغہ جیل پر قاتلانہ حملہ - الہ آباد ۳۰ جون۔ نینی تال مرکزی جیل کے ملزم گھاسی لعل کو جس پر داروغہ جیل پر قاتلانہ حملہ کرنے کا الزام تھا۔ اور جسے قانونی مشیروں نے بے قصور ٹھہرایا تھا سشن جج الہ آباد نے زیر دفعہ ۳۰۲ تعزیرات ہند پھانسی کی سزا کا حکم دیا۔

وزیر ہند پر ۳۵ لاکھ کا دعوے - میسرز لکشن رام پدار اینڈ کمپنی نے وزیر ہند کے خلاف ۳۵ لاکھ کے نقصان کا دعوے کیا ہے کیونکہ "انڈین میونیشن بورڈ" کے لئے جس مال کا ٹھیکہ دیا گیا تھا۔ وہ چھڑایا نہیں گیا۔

سرحد پر پولیس والوں سے لڑائی - پشاور ۳۰ جون میانخیل اور

اور ہوں کی جانب سے ایک سنسنی پیدا کرنے والی واقعہ کی خبر موصول ہوئی۔ تنی بے ضابطہ اشخاص نے جو ایک غلاف قانون مجمع کی صورت اختیار کئے ہوئے تھے ۸ پولیس کانسٹیبلوں پر حملہ کر دیا۔ کانسٹیبل تقریباً ۳ گھنٹہ تک لڑتے رہے۔ اور انہوں نے ۳ حملہ آوروں کو ہلاک اور ایک کو زخمی کر دیا۔ زخمی آدمی جو اس باغی جماعت کا سرغنہ تھا ہسپتال میں جا کر مر گیا۔

ایک فوجی کی زبردست جرأت - ایک نام کٹے فوجی نے کشمیری بازار میں کی زبردست جرأت کا ایک عجیب واقعہ سنا گیا ہے۔ اس فوجی نے رپن سٹریٹ کے پہرہ دینے والے پولیس کنسٹبل پر دو مرتبہ گولی چلانے کی کوشش کی کی آواز سے تمام کوچہ میں کہرام مچ گیا۔

واقعہ کی کیفیت یہ ہے۔ کہ مہاراج سنگھ کچھ عرصہ ہوا فوج سے پنشن پا کر واپس آیا تھا۔ اور ۱۹ رپن سٹریٹ میں کوئلہ کا کام کرتا تھا۔ منگلوار کو رات کے بارہ بجے کے قریب شراب کے نشہ کی حالت میں اس نے نزدیک کے پہرہ دینے والے سپاہی مسی کرپال سنگھ کو اپنے گھر میں بلایا جب پولیس کا سپاہی اندر داخل ہو گیا تو مہاراج سنگھ نے اس کی طرف بندوق کی نشست باندھی۔ انسپکٹر کرپال سنگھ بھاگ نکلا۔ اور اپنے تھانہ میں جا کر رپورٹ دی۔ پولیس آئی اور دیکھا کہ مکان کا دروازہ بند ہے۔ اور باہر قفل لگا ہوا ہے۔ پولیس واپس چلی گئی۔ اور کرپال اپنے پہرہ پر کھڑا ہو گیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد مہاراج سنگھ نے اپنے مکان سے پولیس کنسٹیبل پر گولی چلائی جو سپاہی کی خوش قسمتی سے اسے نہ لگی۔ پہرہ والا فوراً بھاگا۔ اور اپنے تھانہ میں جا کر اطلاع دی۔ پولیس انسپکٹر اور کچھ سپاہی موقعہ پر آئے۔ مہاراج سنگھ بڑے اطمینان کے ساتھ اپنے مکان میں بیٹھا تھا۔ اسے گرفتار کر کے لے گئے۔

ایک سیاسی قیدی کی موت - سکرٹری کانگریس کمیٹی بنارس لکھتے ہیں۔ کہ ہامن پور کے ایک رضاکار کانگرس مسٹر ہادی حسین کو جنہیں زیر دفعہ ۱۱۰ ایک سال قید بامشقت کی سزا ملی ہوئی تھی۔ کل شام کے تین بجے عدم کو چل بسے (انا للہ وانا الیہ راجعون) مگر رات کے نو بجے تک کسی کو معلوم نہ ہوا۔ اور جب اس واقعہ کی خبر ہمیں ملی۔ تو نہایت تعجب ہوا۔ کیونکہ آپ کے بیمار ہونے کی خبر بھی ہم نے نہیں سنی تھی۔ صبح ہوتے ہی ہم داروغہ جیل کے پاس گئے۔ اور لاش طلب کی داروغہ جیل نے جواب میں کہا کہ اس وقت لاش دی جائے گی۔ کہ سپرنٹنڈنٹ جیل کے نام ایک درخواست تحریری اس امر کی دی جائے اور لاش کا بطور ایک دوست یا رشتہ دار ہونے کا مطالبہ کیا جائے کانگرس یا خلافت کے تعلق کے اظہار پر لاش ہرگز نہیں دی جا سکتی۔ بنا بریں مولانا محفوظ الرحمن صاحب احمد قادری سکرٹری خلافت نے تحریری درخواست پیش کی۔ لاش ہمارے حوالے کی گئی۔ اور عام مذہبی رسم و رواج کے ساتھ سوہی باغ میں دفن کی گئی۔ موت کی وجہ ہمیں معلوم نہیں ہوئی جیل ڈاکٹر کا بیان ہے۔ کہ آپ کو نمونیا ہو گیا تھا۔ مگر سخت تعجب کے ساتھ ہم نے لاش پر دیکھا کہ بعض جگہوں پر سیاہ نشانات موجود ہیں۔ اور آپ کے منہ اور ناک کے راستے خون سرعت کے ساتھ جاری تھا حقیقت کیا ہے

دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور کی چند ضروری کتب

کتب مصنفہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و دیگر بزرگان سلسلہ احمدیہ

(۱) سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول یعنی براہین احمدیہ ہر چہار حصص اس میں قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی حقانیت براہین نیرہ اور دلائل قاطعہ کے ساتھ ثابت کی گئی ہے اور ساتھ دس ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار اس شخص کے واسطے دیا ہوا جو ان دلائل کو نمبر وار توڑ دے۔ مگر باوجود خدا کے فضل سے اسکا جواب کبھی نہیں ہو سکا۔

(۲) سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد دوم جو تین کتابوں یعنی سرمہ چشم آریہ شحنۂ حق۔ اور ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب پر مشتمل ہے۔ پہلی دو کتابوں میں آریہ اسلام پر جو اعتراض کرتے ہیں ان کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے۔ اور ان کے اپنے مذہب کی کمزوری کو بوضاحت بیان کیا گیا ہے قیمت بیجلد ۶/ مجلد ۸/

(۳) سرمہ چشم آریہ ۔ شحنۂ حق - ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب

(۴) سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد سوم - یہ بھی تین کتب ازالہ اوہام - توضیح المرام - اور فتح اسلام پر مشتمل ہے۔ اس میں وفات مسیح اور دعاوی مسیح موعود پر مدلل طور سے بحث کی گئی ہے نیز اسمیں قرآن کریم کے بہت سے اسرار اور نکات کا انکشاف کیا گیا ہے قیمت بیجلد

(۵) ازالہ اوہام ہر دو حصہ - فتح اسلام ۔ توضیح مرام

(۶) ملفوظات احمدیہ - اس میں حضرت مسیح موعود کی معرکۃ الآرا تقاریر کو سلسلہ کے اخبارات سے لیکر کتاب کی شکل میں شائع کیا گیا ہے - ان تقاریر میں مسائل اہم پر بڑی عمدگی سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ جن کا مطالعہ ہر ایک کے لئے ضروری ہے - قیمت بیجلد مجلد

(۷) اسلامی اصول کی فلاسفی - حضرت صاحب کی وہ معرکۃ الآرا تقریر جو مہوتسو کے جلسہ میں اسلام کی خوبیوں کے بیان میں ہوئی۔ اور جس نے ہر طرف سے خراج تحسین حاصل کر کے بڑے بڑے فلاسفروں کے قلوب تک کو مسخر کیا قیمت اردو ۱۲/ قیمت انگریزی بے جلد قیمت انگریزی مجلد

(۸) درثمین کامل - اس میں آپ کی جملہ اردو اور فارسی کی نظموں کو یکجا جمع کیا گیا ہے - جن کے مطالعہ سے دل میں ایک خاص جذبہ محبت اسلام سے پیدا ہوتا ہے - ایک نہایت ہی قابل دید مجموعہ ہے -
قیمت بلا جلد ۱۰/ قیمت مجلد

کتب مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم - اے - ایل - ایل - بی

(۱) بیان القرآن اردو جلد اول - یہ جلد ساڑھے سات پاروں کی سورۃ الانعام کے آخر تک عمدہ سفید کاغذ ۲۲×۲۹/۸ سائز پر چھپکر ۵۰۷ صفحات پر ختم ہوئی ہے - شروع میں تمہید اور فہرست مضامین دے دی گئی ہے تاکہ تلاش کرنے میں آسانی رہے - نہایت خوبی کی تفسیر ہے - جو مسلمانوں کے اندر ایک نئی روح پیدا کرنے والی ہے - قیمت بیجلد مجلد

(۲) سیرت خیر البشر - اس میں آنحضرت صلعم کی زندگی کے حالات کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے - جن کی اصل غرض آپ کے مختلف حالات پر روشنی ڈال کر بنی نوع انسان کو عموماً اور اہل اسلام کو خصوصاً ان کی روزمرہ زندگی میں فائدہ پہنچانا ہے خدا کے فضل سے تین ہزار کے کثیر حصہ کتاب کا بک چکا ہے - اور بہت تھوڑی رہ گئی ہے - کئی ایک سکولوں میں بطور کورس کے داخل ہے - اور پنجاب ٹکسٹ بک کمیٹی نے اسے تمام مڈل اور ہائی سکولوں کی لائبریریوں کے واسطے منظور فرمایا ہے - اور دوسو کاپیاں خود خریدی ہیں - قیمت بے جلد ۱۲/ مجلد

(۳) محمد اینڈ کرائسٹ - اس کتاب میں آنحضرت صلعم اور حضرت عیسیٰ کا مقابلہ کر کے ثابت کیا گیا ہے - کہ حضرت عیسیٰ میں کوئی بات دوسرے انبیاء سے بڑھ کر نہیں - پھر اسی سلسلہ میں آپ کے معجزات معصومیت پیدائش - دعوت - وفات - اور آمد ثانی پر مفصل بحث کی گئی ہے - کتاب قابل دید ہے - قیمت بیجلد مجلد

(۴) مسیح موعود - اس کتاب میں سلسلہ احمدیہ کی خصوصیات پر مفصل بحث کی گئی ہے - اور مسیح ابن مریم کے دوبارہ آمد کی حقیقت کو قرآن شریف سے ثابت کیا گیا ہے - اور حضرت اقدس مسیح موعود کے جملہ دعاوی پر قرآن کریم و احادیث شریف سے روشنی ڈالی گئی ہے - غرض سلسلہ کے متعلق تحقیق کرنے والوں کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ازبس ضروری ہے - قیمت مجلد

(۵) مقام حدیث - اس میں اہل قرآن کا مدلل اور فیصلہ کن جواب دیا گیا ہے - اور جمع حدیث و تنقید حدیث پر مفصل بحث کی گئی ہے

(۶) جمع قرآن - قرآن کریم کی جمع و ترتیب کے متعلق تمام تاریخی واقعات کو نہایت تحقیق کر کے لکھا گیا ہے - اور جو اعتراضات حفاظت قرآن کریم پر مخالفین کرتے ہیں - ان کا [illegible]

تمام درخواستیں بنام مینیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور آنی چاہئیں

[illegible] پرنٹنگ پریس [illegible] لاہور [illegible] باہتمام [illegible] شائع کیا

استفتاء متعلق صدقۂ فطر اور اسکا جواب

عید الفطر تو گذر چکی ہے لیکن صدقۂ فطر کے متعلق ایک ضروری استفتاء اور اسکا جواب منجانب مولنا مولوی عبد الستار صاحب اور اسپر حضرت امیر ایدہ اللہ کی ہدایات کہ جماعت کو آئندہ صدقۂ فطر کے متعلق کیا طریق اختیار کرنا چاہئے۔ ہمارے پاس پہنچا ہے۔ جس کو ناظرین کرام کی آگاہی کے لئے ذیل میں درج کر دیتے ہیں :-

استفتاء از حضرت امیر ایدہ اللہ

سیدی و مخدومی! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ایک سوال کا جواب جناب سے دریافت طلب ہے۔ صدقۂ فطر کے متعلق میرا خیال ہے۔ کہ مساکین اور غربا کے لئے تھا۔ تاکہ وہ بھی عید کی خوشی میں شامل ہوسکیں۔ اسی لئے اسکو نماز سے پہلے رکھا ہے۔ بلکہ یہ بھی ہے۔ کہ بعض صحابہ یوم عید سے پہلے ہی شام کو صدقۃ الفطر دے دیتے تھے۔ لیکن اس کے خلاف اخبار میں تحریک ہوئی ہے۔ کہ صدقہ فطر کا تمام روپیہ انجمن کو بھیجا جائے حالانکہ اس میں شک نہیں۔ کہ بہت سے غربا اور مستحقین ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ان کو دینا چاہیئے جناب کا اس کے متعلق کیا فتوے ہے" والسلام خاکسار . . . . "

حضرت امیر ایدہ اللہ نے یہ استفتاء مولنا مولوی عبد الستار صاحب کے پاس برائے جواب بھیجا۔ اور انہوں نے حسب ذیل جواب لکھکر بحضور حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں بھیجدیا۔

جواب از مولنا مولوی عبد الستار صاحب:

کتب احادیث کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صدقۃ الفطر نماز سے پہلے تقسیم ہونا چاہیئے۔ امام بیہقی اور دار قطنی نے ابن عمر سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اغنوھم عن الطواف فی ھذا الیوم یعنی فقراء کو اس دن دربدر بھیک مانگنے سے مستغنی کر دیا جائے۔ روضۃ الندیۃ شرح الدار البہیۃ میں حدیث مذکور کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔ فظاہر قولہ "اغنوھم" انھم یصیرون اغنیاء اذا نالوا مایکفیھم والمراد انھم اغنیاء عن الطواف. یعنی جب اس دن فقراء کو صدقۃ الفطر دیا جائے گا۔ تو وہ غنی یعنی در بدر بھیک مانگنے سے بے نیاز ہو جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صدقۃ الفطر کو اس لئے واجب قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ صلوٰۃ عید سے پہلے ادا کیا جائے تاکہ غربا بھی عید کریں اور نماز عید میں انبساط سے شامل ہوسکیں۔ اور ایک حد تک اس مبارک دن میں امیر اور غریب میں مساوات بھی قائم ہوسکے۔ والسلام

خاکسار عبد الستار

حضرت امیر ایدہ اللہ کی جماعت کے نام ہدایات

اس فتوے پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے ذیل کی ہدایات لکھی ہیں جو جماعتوں کے نوٹ کرنے کے قابل ہیں :-

"صدقہ فطر کے متعلق آئندہ کے لئے حسب ذیل طریق پر عمل ہو :-

(۱) صدقہ فطر نماز عید سے پیشتر ادا کرنا ضروری ہے۔

(۲) اگر کوئی مقامی مساکین ایسے ہوں کہ جو اس صدقہ کے مستحق ہیں تو ان کو حسب ضرورت کچھ حصہ یا سارا دیا جا سکتا ہے۔ بقیہ لاہور انجمن کو مساکین کے لئے بھیجا جائے

(۳) بہتر یہی ہے۔ کہ جہاں جماعت ہو وہاں صدقہ فطر ایک جگہ جمع ہو اور جو لوگ مستحق ہیں ان کی فہرست سب احباب کے مشورہ سے پہلے سے تیار رہے۔ اور اندازہ کہ کتنا حصہ کے وہ مستحق ہیں۔ اسکا بھی مشورہ احباب سے پہلے سے فیصلہ کیا جائے۔ اور ممکن ہو تو نماز سے پیشتر ان کو دے دیا جائے گا

رسیدات زر

فہرست چندہ جماعت منارسا کپورتھلہ

نمبر شمار	نام معطی	زکوٰۃ	ماہواری چندہ
(۱)	میاں احمد علی صاحب	[illegible]	[illegible]
(۲)	بھائی امیر الدین ″	.	[illegible]
(۳)	میاں نبی بخش ″	.	[illegible]
(۴)	میاں نور احمد ″	[illegible]	[illegible]
(۵)	″ غلام محمد ″	[illegible]	[illegible]
(۶)	″ غلام قادر ″	.	[illegible]
(۷)	″ عبد القادر ″	.	[illegible]
(۸)	″ مراد علی ″	.	[illegible]
(۹)	منشی فضل احمد ″		[illegible]
(۱۰)	میاں عمر الدین ولد کاکا		[illegible]
(۱۱)	میاں سلطان علی صاحب باجوالہ		[illegible]
(۱۲)	″ نور الدین صاحب	[illegible]	[illegible]
(۱۳)	″ عبد الرحمن صاحب نمبردار	[illegible]	[illegible]
(۱۴)	″ علی بخش صاحب [illegible]	.	[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۱ | مورخہ ۱۶ ذیقعد سنہ ۱۳۳۴ ہجری | نمبر ۲۸

مذہب کا فائدہ کیا ہے؟

یہ ایک سوال ہے۔ جو ولایتی اخبار "فری تھنکر" میں اٹھایا گیا ہے۔ یہ کوئی نیا سوال نہیں۔ جس وقت سے مغرب نے مادی ذرائع سے کام لیکر موجودہ ترقیات کو حاصل کیا ہے۔ جس وقت سے اس مذہب کی جو ان کے سامنے ہے یعنی عیسائیت اصل حقیقت اور بعض لایعنی معتقدات کا پتہ لگا ہے۔ جو ترقی کے بجائے تنزل کی طرف لیجانیوالے ہیں۔ طبعًا ان کے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب تمام ترقیات کا دارومدار مادیات پر ہے۔ اور جو کچھ آجتک انہوں نے حاصل کیا ہے وہ ان کے مذہب نے نہیں دلایا۔ بلکہ ان چیزوں نے جن کی اس مذہب نے مذمت کی ہے۔ تو پھر مذہب کا فائدہ کیا؟

یہی جواب اس سوال کا اب بھی ۲۰ اپریل کے "فری تھنکر" میں دیا گیا۔ اور صاف طور پر یہ بتایا گیا۔ کہ مذہب کا کوئی فائدہ نہیں۔ جسپر ہمارے محترم دوست مولوی محمد یعقوب خاں صاحب کو جو ووکنگ مسلم مشن میں حضرت خواجہ صاحب کے ساتھ تبلیغ اسلام کے کام میں منہمک ہیں۔ اسپر قلم اٹھانے کی ضرورت محسوس ہوئی آپ نے ۱۴ مئی کے "فری تھنکر" میں اس کے جواب میں ایک لطیف مضمون لکھا ہے۔ جس میں آپ فرماتے ہیں۔ کہ "یہ امر ہرگز موجب حیرت نہیں۔ کہ مغرب میں بے دینی یا مخالفانہ سپرٹ عام طور پر پھیلی ہوئی ہے۔ اسکا سبب تلاش کرنا کوئی مشکل امر نہیں۔ مغربی دنیا نے مذہب اور عیسائیت کو ایک سمجھ رکھا ہے۔ اور چونکہ مسیحیت کے اصول عقل و فہم سے قطعًا مختلف ہیں۔ اس لئے انہوں نے مذہب کو خلاف عقل توہمات کا مجموعہ بیفائدہ چیز اور کیا کیا نہیں سمجھ لیا۔ جس حد تک کلیسا کے مذہب کا تعلق ہے اس فیصلہ کی صداقت میں کلام نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اسی عقل و تدبر کے نام پر جسکا فخر "فری تھنکر" کے نقاد صاحب کو ہے۔ یہ سوال اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ یہ کہانتک جائز ہے۔ کہ ایک خاص مثال کو مدنظر رکھکر عام نتیجہ نکال لیا جائے؟ کیا برہمن ازم۔ بدھ مذہب۔ مذہب کنفیوشش زرتشتی مذہب۔ یہودیت اور اسلام لفظ "مذہب" کے مفہوم میں شامل نہیں؟ اگر ہیں۔ تو کیا نقاد صاحب نے ان تمام مذاہب کو ان کی اچھی خوبیوں کی بنا پر جانچنے کی تکلیف گوارا کی ہے؟ اگر ایسا نہیں کیا۔ تو اپنی عقلمندانہ روش پر قائم اور بحال رہکر وہ یہ دعوے نہیں کر سکتے۔ کہ مذہب کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

ایک اور غلطی جو عام طور پر کی جاتی ہے۔ اور جو مذہب کے متعلق نفرت کا اصل موجب ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ایک خاص مذہب کے اندر کوئی صداقت موجود ہے۔ لیکن اس کے ماننے والوں کا عمل اس سے قطعًا مختلف ہے۔ حالانکہ اعتقاد ایک چیز ہے۔ اور عمل ایک دوسری شئے۔ اگر اعتقاد یا ب کا عمل اس کے اعتقاد کے مطابق نہیں۔ تو کیا یہ جائز ہے۔ کہ اسکا الزام سرے سے مذہب پر دیدیا جائے؟ کونین کو ملیریا کا ایک حتمی علاج سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اگر ایک مریض محض اسکی عمدہ تاثیر کی تعریفوں میں رطب اللسان رہے۔ اور اسکو استعمال نہ کرے۔ یا اسکے بجائے کوئی اور دوائی پی لے۔ تو کیا اسکا یہ فعل کونین کی خاصیت کے خلاف ایک دلیل ہوگا؟ اس کے خلاف ایک ایسا شخص ہے۔ جسکو دوائی پر کوئی ایمان نہیں۔ لیکن اگر وہ نادانستہ اسکو پی لے۔ تو یقینًا وہ اس سے فائدہ اٹھائیگا۔ جو بات جسمانیات کے لئے صحیح ہے۔ روحانیات میں بھی وہی کام دے سکتی ہے۔ اسکو وہ آپ ..... مذہب کہ لیجئے۔ کیونکہ اسلام میں مذہب اسی بات کا نام ہے وہ ایک ضابطہ قوانین ہے۔ جو انسان کی اخلاقی اور روحانی ترقی کا موجب ہے۔ ایپی کیورس کے متعلق نقاد صاحب نے لکھا ہے۔ کہ اس نے ... پوری اور مفید زندگی بسر کی ہے۔ جو جذبات اور تحریک اور طاقت کے لحاظ سے بہت بڑی ہے۔ اور باوجود اس کے مذہب پر وہ سختی کے ساتھ حملہ آور رہا ہے۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ایپی کیورس نے مذہب کی جو اس کے سامنے "عیسائیت" ہی کی شکل میں موجود تھا۔ مذمت کرنے میں حق پر تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی نادانستہ طور پر وہ ایک سچے مذہب کے قوانین پر عمل پیرا تھا۔ اسی لحاظ سے اس کے حملے دراصل مذہب پر نہیں۔ بلکہ مذہب کی اس خاص صورت پر تھے۔ جو اسے معلوم تھی (یعنی عیسائیت)

نقاد صاحب نے یہ بھی سوال کیا ہے۔ کہ "کیا لنڈن عیسائیت کے زیر اثر ایک ناپاک چوبچہ بنا ہوا نہیں۔ ہم آئے دن اخبارات میں پڑھتے ہیں۔ کہ والدین کے لئے یہ ٹھیک نہیں۔ کہ وہ اپنے بچوں کو محافظ کے بغیر باغات میں بھیجیں۔ اور ضروری سمجھا جاتا ہے۔ کہ ہم چوروں اور ڈاکوؤں کے ڈر سے اپنے دروازوں اور کھڑکیوں کو قفل اور تالے لگائیں۔ اور یہ سب کچھ اس مسیحی تعلیم اور اثر کا نتیجہ ہے۔ جو جو دہ صدیوں سے یہاں کام کر رہا ہے"

اپنے آزاد خیال نقاد کی اس رائے سے بھی میں اتفاق نہیں کر سکتا ان تمام غلطیوں اور کمزوریوں کے باوجود جو عیسائیت میں موجود ہیں۔ اور اس بغض و تعصب کے باوجود جو عقل کے خلاف اس میں پایا جاتا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ مسیحیوں کی برائیوں کا ذمہ دار مسیحی مذہب کو کیونکر قرار دیا جاتا ہے۔

مسیحیت اور عدم تعاون

ایک ولایتی پادری صاحب کے بعض خیالات کا جو ایک انگریزی ٹریکٹ کی صورت میں ہم تک پہنچے تھے۔ ہم نے گزشتہ نمبروں میں ہم نے ترجمہ کیا تھا جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسیحیت کی تعلیم کیا تعلیم ہونے کے لحاظ سے اور کیا عملی حیثیت سے موجودہ زمانہ میں قابل وقعت نہیں۔

ہمارے مسیحی ہمعصر "نور افشاں" کو یہ خیالات طبعاً ناگوار گذرے ہیں۔ اور مسیحیت نے عدم تعاون کا حامی ہونے کے باوجود جوش میں آکر ان خیالات کو "بکواس" تک کہنے سے دریغ نہیں کیا۔ ہم اس تہذیب و شائستگی کے جواب میں سوائے اس کے کیا کہیں۔ کہ "پروفیسر محمد اسماعیل صاحب ایم۔ اے" (ایڈیٹر نور افشاں) کے نام کے شایان نہیں

ہمارا مقصود یہاں ایک اور امر کی طرف توجہ دلانا ...... ہے۔ پادری صاحب نے جناب مسیح کے اس پہاڑی خطبہ کی نقل کر کے جس میں ظالم کا مقابلہ نہ کرنے اور ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری پھیر دینے کا ارشاد ہے، یہ سوال کیا تھا کہ اس تعلیم پر آج کون عامل ہے۔ اور کیا مسیحی سلطنتوں کا رویہ اس کے قطعاً مخالف نہیں؟

"نور افشاں" نے اس کے جواب میں ہمیں بتایا ہے۔ کہ جناب مسیح کی یہ تعلیم ان کمزوروں کے لئے ہے۔ جن میں مقابلہ کی طاقت نہیں ایسی حالت میں سوائے عدم تعاون کے جو اس تعلیم میں مضمر ہے۔ اور کوئی راہ مفید نہیں ہو سکتی چنانچہ مہاتما گاندھی نے بھی آج یہی طریق اختیار کر رکھا ہے۔

قطع نظر اس کے کہ مہاتما گاندھی کا یہ اصول کہاں تک لائق عمل ہے۔ اور کس قدر کامیابی اسے حاصل ہوئی ہے۔ ہم اپنے لائق ہمعصر سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ آیا جناب مسیح محض کمزوروں کو ہی تعلیم دینے آئے تھے۔ یا طاقتوروں کو بھی کوئی نصیحت انہوں نے کی ہے۔ کیا ہمارا لائق ہمعصر ایسی تعلیم جو زور و طاقت رکھنے والوں کو دی گئی ہے، اناجیل سے نقل کر کے ہمیں ممنون فرمائیں گے۔ تاکہ ہم سمجھ سکیں۔ کہ آج جو مسیحی سلطنتیں اپنے طاقت و غلبہ کے ذریعہ سے ایک دوسرے کو کھانے چلی جا رہی ہیں۔ بلکہ دنیا جہان کو کھا جانا چاہتی ہیں۔ یہ اناجیل کے عین مطابق ہے۔ اور ان کا یہ عمل مسیحیت کے خلاف نہیں جیسا کہ ان پادری صاحب کا جن کا مضمون ہم نے ترجمہ کیا۔ خیال تھا۔

"اچھوتوں کو مسلمان بناؤ"

ہم ایک سے زیادہ مرتبہ مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کر چکے ہیں۔ کہ وہ ہندوستان کے ان لاکھوں کروڑوں انسانوں کو جو اچھوت کے نام سے ذلت و نکبت کے انتہائی گڑھے میں پڑے ہوئے ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ حد انسانیت سے خارج ہیں۔ مسلمان بنا کر حق انسانیت دلائیں۔ وہ رحمت و برکت جو اسلام نے مسلمانوں کو عنایت فرمائی ہے۔ دوسروں کو بھی اس سے متمتع کرنے کی کوشش کریں۔

معاصر پیسہ اخبار نے اپنی ۱۷ جولائی کی اشاعت میں اس کی تائید میں آواز اٹھائی ہے۔ اور یہ لکھا ہے۔ کہ

"سب سے اول اسلام نے دنیا کو آزادی مساوات اور اخوت کا سبق پڑھایا۔ اس کی نگاہ میں نہ کوئی اونچ ہے نہ کوئی نیچ اور نہ کوئی اچھوت۔ لیکن ہندوؤں میں ذات پات اور اونچ نیچ کی قیود موجود ہیں۔ آریہ سماج نے آواز اٹھائی۔ کہ اچھوتوں کو شدھ کیا جائے۔ پھر مہاتما گاندھی نے اپنی سیاسی تبلیغ کی خاطر اچھوت پن دور کرنے کے لئے آواز اٹھائی۔ آریہ سماج اور مہاتما جی دونوں کی غرض یہ ہے۔ کہ اچھوتوں کی حالت کو سدھارا جائے۔ اس وقت ہندوستان میں اشاعت اسلام کا کام صرف فرقہ احمدیہ یا اکا دکا غیر احمدی مسلمانوں کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ اگر ہماری بڑی بڑی انجمنیں۔ مثلاً انجمن حمایت اسلام انجمن اشاعت اسلام۔ انجمن اسلام بمبئی وغیرہ ایک تبلیغی فنڈ قائم کریں۔ اور ان قوموں میں جو مسلمان نہیں ہیں۔ اور جن کو ہندوؤں میں نیچ اور اچھوت سمجھا جاتا ہے۔ اشاعت اسلام کی کوشش کریں۔ تو آج کئی کروڑ انسان ہندوستان میں دائرہ اسلام میں داخل ہو سکتے ہیں۔ جس سے مسلمانوں کو مجموعی حیثیت سے کئی طرح کے فوائد پہنچیں گے۔"

ہم اپنے قابل معاصر کے ان قابل قدر الفاظ کی زور سے تائید کرتے اور مسلمانوں کی خدمت میں پھر یہ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ کہ یہی ایک راہ ہے۔ جس سے اسلام کی گم گشتہ شوکت و عظمت کو وہ دوبارہ پا سکتے ہیں۔ اسلام کا پیغام دوسروں تک پہنچاؤ۔ خدا کی مخلوق کو اسی بلند سطح پر لانے کی کوشش کرو جو انسانیت کے شایان ہے۔ اور پھر ان کو انسان سے باخدا انسان بنانے کی کوشش کرو کہ اسی پر قرآن کریم نے اولئك هم المفلحون کا فتویٰ صادر کیا ہے۔

"اشاعت اسلام کی ضرورت"

اسی سلسلہ میں ہمارے جدید الشیوع انگریزی ہمعصر مسلم آؤٹ لک کا حسب ذیل نوٹ لائق توجہ ہے:-

اسلام ایک جمہوریت پسند مذہب ہے۔ اس کے نزدیک شاہ و فقیر مساوی ہیں۔ جن ذاتوں کے امتیاز نے ہندوؤں کو اسقدر مبتلائے مصائب کر رکھا ہے۔ اسکا اسلام میں نام و نشان نہیں ہے۔ چھوت چھات کے الفاظ لغت اسلام میں پائے نہیں جاتے۔ ہم نہایت فخر سے اعلان کر سکتے ہیں۔ کہ جہاں مقدس مذہب اسلام کا علم گیا ہے۔ وہاں حریت۔ مساوات اور اخوت کی تعلیم،

کیا جناب مسیح نے کبھی ان امور کی تعلیم دی یا ان باتوں پر عمل کیا۔ جو آج ان کی طرف منسوب کیجاتی ہیں۔ میں اپنے نقاد دوست کی سائیکالوجی کو سمجھنے سے یقیناً قاصر ہوں۔ اس کے نزدیک عقل گویا اپیل کی آخری عدالت ہے۔ اور فی الحقیقت یہی سچی بات ہے۔ لیکن مذہب کو تمام فوائد سے عاری قرار دیتے ہوئے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے اس آخری عدالت اپیل کا کوئی لحاظ نہیں کیا۔ اگر ایک موجودہ زمانہ کے مادہ پرست مسیحی کو حرص و آز نے اپنا گہوارہ بنا لیا ہے۔ تو کیا یہ جائز ہے۔ کہ اسکا الزام مسیح کی تعلیم پر دیا جائے۔ حالانکہ وہ بڑے زور سے یہ تلقین کرتی ہے۔ کہ "اپنے ہمسایہ سے محبت کر جیسا تو اپنے آپ سے پیار کرتا ہے"

اب میں اسلامی نقطۂ نگاہ سے اس سوال کا جواب دیتا اور یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ مذہب کا (جو ان قوانین کا جن سے انسانی تمدن بنتا ہے۔ دوسرا نام ہے) وہی فائدہ ہے۔ جو کسی دوسرے قانون فطرت کا فائدہ ہو سکتا ہے۔ کیا ان ہزار ہا قوانین کے اندر جو صحیفۂ فطرت میں کام کر رہے ہیں۔ کوئی فائدہ نہیں مثلاً ایک پودے کو اگر پانی نہ دیا جائے تو کیا وہ اُگ سکتا۔ نشو و نما حاصل کر سکتا اور پھل لا سکتا ہے؟ اگر ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو میں کہونگا۔ کہ اخلاقی اور روحانی شعبوں میں بھی مقررہ اور ناقابل تبدیل قوانین موجود ہیں جن کی ویسی ہی اطاعت ہونی ضروری ہے جیسے جسمانی قوانین کی۔ ورنہ نتیجہ اخلاقی تنزل کی صورت میں ہوگا۔ قوانین قدرت جب دریافت ہوتے ہیں۔ تو ان سے جسمانی علوم پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح سے اخلاقی اور روحانی قوانین جب انسان انہیں وضع کریں۔ تو انہیں الٰہیات کے قوانین کہا جاتا ہے۔ اور جب اللہ تعالےٰ کیطرف سے وہ الہام ہوں۔ تو ان کا نام "مذہب" ہوتا ہے یہ خیال کرنا بالکل غلط ہے۔ کہ الہام عقل کو معطل کرنے کے لئے آتا ہے۔ بلکہ وہ تو اس کی امداد و اعانت کے لئے نازل ہوتا ہے۔ جیسے ایک ننگی آنکھ کے لئے خوردبین مددگار کا کام دیتی ہے۔ قرآن کریم محض کسی چیز کو بیان ہی نہیں کر دیتا۔ بلکہ وہ انسانی عقل کو اپیل کرتا ہے تاکہ انسان اسپر غور و تدبر سے کام لے اور سمجھ سکے۔

میں پھر کہتا ہوں۔ کہ الہام الٰہی جو الٰہیات اور مذہب میں ایک ہی مابہ الامتیاز ہے۔ محض اسی کے ذریعہ سے کائنات عالم ایک نظام اور ترتیب کی شکل اختیار کرتی ہے یا الہام ہی ایک چیز ہے۔ جو زندگی کے معمہ کو پورے طور پر اور ٹھیک ٹھیک حل کرتا ہے۔ عقل کی بلند پروازی زیادہ سے زیادہ اس مقام تک ہمیں لیجاتی ہیں۔ جہاں پہنچکر ہم یہ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس کائنات پر ایک نہ ایک اعلےٰ حکمران ہونا چاہئیے۔ الہام آتا ہے۔ اور شک و شبہ امکان اور ظنیت کی تاریکیوں سے ہاتھ پکڑ کر ہمیں باہر نکالتا اور بتاتا ہے۔ کہ اس کائنات کا ایک خالق موجود ہے۔ اس کے ساتھ ہی الہام کے ذریعہ سے سب کچھ ایک ترتیب اور نظام کی صورت میں آجاتا ہے۔ زندگی کی ایک خاص غرض و غایت ہمیں بتائی جاتی ہے۔

ایک سچے مذہب نے آجتک دنیا میں نسل انسانی کے لئے کیا کچھ کر دکھایا۔ اور کیا کچھ فوائد اس سے مترتب ہو سکتے ہیں اسپر مفصل بحث اس مختصر مضمون میں جو اخبار کے لئے ہے۔ نہیں ہو سکتی۔ اس لئے میں کم از کم صرف اسی قدر سوال کرنا چاہتا ہوں۔ کہ کیا یہ لاکھوں کروڑوں پیروان مذہب کی ہستی کو واجب اور برمحل ٹھہرانے کے لئے کافی نہیں؟

شذرات

مسیحیت اور اسلام کا رشتہ

کسی سابقہ اشاعت میں ہم نے مسیحی معاصر نور افشاں کے ایک استفتا کا جواب دیتے ہوئے یہ بتایا تھا۔ کہ وہ مسیحیت جو جناب مسیح نے تعلیم کی اسلام کے ہرگز مخالف نہیں۔ ہاں یہ موجودہ مسیحیت جو آجکل کلیسا کے اندر پائی جاتی ہے۔ نہ تو اسلام سے کوئی تعلق رکھتی ہے۔ اور نہ ہی جناب مسیح نے اس کی تعلیم دی ہے۔

ہمارے لائق ہمقلم نے اپنی ۲۰ جولائی کی اشاعت میں اسپر خامہ فرسائی فرماتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ

"ایک اور بات بھی آپ کے جواب سے ظاہر ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ گو مسیحیت آپ کے مفہوم کے اسلام سے مقدم ہے۔ مگر آپ مسیحیت اور اسلام کا مقابلہ کر کے تخالف کا الزام مسیحیت کو پہلے اپنے مفہوم کے موخر اسلام کو الزام تخالف نہ دیں گے۔ گویا آپ بیلوں کو گاڑی کے آگے نہیں جوڑینگے۔ بلکہ پیچھے جوڑینگے بیٹے کو باپ کے مخالف نہ بنائیں گے۔ بلکہ باپ کو بیٹے کے مطابق بنانے کی کوشش کرینگے"

افسوس ہے۔ کہ ہم اپنے لائق ہمعصر کی اس نکتہ سنجی کو سمجھنے سے قاصر ہیں ہم نے صاف لکھا تھا۔ کہ جناب مسیح کی تعلیم اسلام کے ہرگز مخالف اور متضاد نہیں۔ ہاں کلیسا کی تعلیم اس کے مخالف و متضاد ہے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا یہ "تخالف کا الزام اسلام کو نہ دینے اور بیلوں کو گاڑی کے پیچھے جوڑنے کے کیا معنے؟ کیا ہمارے لائق ہمعصر کا یہ مطلب ہے۔ کہ اس مسیحیت سے جسکی تعلیم جناب مسیح نے نہیں دی۔ اور محض کلیسا کی چار دیواری کے اندر ہی پائی جاتی ہے۔ یہانتک کہ ہمارا دعوےٰ ہے کہ موجودہ اناجیل بھی اس کی شہادت نہیں دیتیں۔ اس سے تخالف کا الزام اسلام پر دیں؟ اسکا تو ہم اقرار کر چکے ہیں۔ کہ اسلام نے اس کی بڑے زور سے مخالفت کی ہے۔ لیکن سوال کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ جسکو ہمارے قابل ہمعصر نے نظر انداز کر دیا ہے وہ یہ کہ اس موجودہ مسیحیت پر (جسے کلیسائیت کہنا چاہئیے) جناب مسیح کی تعلیم سے تخالف کا الزام آیا عائد ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر عائد ہوتا ہے۔ تو کیوں اس تخالف کو دور کر کے اور کفارہ اور الوہیت مسیح اور اسی قسم کے دوسرے معتقدات کو نکال کر مسیح کی تعلیم کے اسے مطابق نہ کیا جائے۔؟ اور اگر ایسا الزام کلیسائیت پر عائد نہیں ہوتا۔ تو ہم ممنون ہوں گے۔ اگر ہمارا لائق ہمقلم خود انجیل کے بیانات کے مطابق اسے ثابت کر دے۔

بہار چلنی شروع ہو گئی ہے۔ اس نے ادنےٰ ذاتوں کو اعلےٰ کے ہمسر بنا دیا ہے کتنے ہی غلاموں کے سر پر تاج دہلی جگمگایا ہے۔ سبکتگین۔ الپتگین کا ایک ادنیٰ غلام تھا۔ اسی طرح قطب الدین محمد غوری کا غلام تھا۔ التمش اور کیقباد بھی غلام ہی تھے۔ خسرو ملک جو مبارک خلجی کے قتل کے بعد تخت دہلی پر متمکن ہوا۔ ایک ادنےٰ ذات کا ہندو تھا۔ جو حلقہ بگوش اسلام ہو چکا تھا۔

بخلاف اس کے جہاں آریہ فاتح گئے۔ وہاں انہوں نے مفتوحین کو غلام بنایا۔ اور ہر شئے جو اُن کے آگے آئی۔ تباہ و برباد کر دی گئی۔ یورپ کے آریاؤں نے امریکہ کے اصلی باشندوں سے جو سلوک کیا وہ تاریخ انسانی کا تاریک ترین باب ہے۔ اس طرح آریاؤں نے ہندوستان کے بھیلوں۔ گونڈوں۔ اور سنتھالوں سے جو سلوک کیا۔ وہ بھی ہر ہندی کی تاریخ ہند کے صفحات پر سیاہ حروف میں لکھا ہوا ہے۔ آجکل کی اچھوت ذاتیں ہندوستان کے ان اصلی باشندوں کی نسل سے ہیں جن کو آریاؤں نے مفتوح و مغلوب کیا تھا۔

ہم یہ دیکھکر مسرور ہیں۔ کہ مہاتما گاندھی کی تعلیمات کے اثر سے ہندو ان ادنیٰ ذاتوں کو گلے لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جن کو انہوں نے اپنے پاؤں تلے روندا تھا۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ کیا شیدایان اسلام ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے دیکھا کریں گے۔ اور ہندوؤں کو موقعہ دیں گے کہ ان نام نہاد اچھوت ذاتوں کو ہندو دھرم میں جذب کر لیں۔ رسول عربیؐ کا قانون امیر و غریب کے لئے یکساں ہے۔ اور مسلمانوں کے لئے یہ نہایت قابل شرم امر ہوگا کہ وہ ان لوگوں سے روکش ہو جائیں . . . . انجمن اشاعت اسلام اور دیگر انجمنیں معاملہ کو ہاتھ میں لیں۔ اور ان لوگوں کو جن کو آریہ اب تک اسقدر ہدف استبداد بناتے رہے ہیں۔ آزادی و مساوات کی نعمت سے مالا مال کریں۔

ہمارا روئے سخن نوجوان فرزندان اسلام کی طرف ہے۔ کیا وہ خاموش بیٹھے رہیں گے۔ جبکہ ان کے دیگر ہم مذہب صف اول میں مصروف جدوجہد ہیں۔ کیا وہ اس فرض عظیم سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش نہ کرینگے جو رسول عربی (الف الف صلوٰۃ اللہ علیہ) نے ان پر عائد کیا ہے۔ اچھوت ذاتوں کو جو ضیافت کھلائی گئی تھی۔ اس میں اعلیٰ خاندانوں کے ہندو رئیس۔ سرکاری ملازم اور وکلاء اور جہنت شامل تھے۔ ہندو عورتیں بھی اس بارہ میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ کیا ہم نوع انسانی کے اس گرے ہوئے حصہ کو رفیع کرنے کے لئے چھوٹی عزت کی وجہ سے پیچھے رہیں گے۔

بائیبل کی جبری تعلیم

معاصر پیسہ اخبار نشاکی ہے۔ کہ مشن سکولوں اور کالجوں میں بائیبل کی تعلیم اب لازمی رکھی گئی ہے۔ اور جو طالب مسلم بائیبل کلاس سے غیر حاضر ہو اُسکو ویسی ہی سزا دیجاتی ہے۔ جیسے دیگر مروجہ علوم کی جماعت سے غیر حاضری پر۔ معاصر موصوف نے لکھا ہے۔ کہ ان مدارس کو پبلک کے روپیہ سے سرکاری امداد دی جاتی ہے۔ اور یہ قطعًا ناواجب ہے۔ کہ بائیبل کی تعلیم میں پبلک کا روپیہ خرچ ہو۔ اس لئے ایسے سکولوں اور کالجوں کی سرکاری امداد بند ہونی چاہئیے۔

ہمارے نزدیک اس کا بہترین علاج یہ ہے۔ کہ مسلمان اور ہندو ہر دو مشن سکولوں کو چھوڑ کر اپنے قومی کالجوں اور سکولوں میں جا داخل ہوں۔ اور وہاں بھی مشن سکولوں کی طرح مذہبی تعلیم لازمی کر دیجائے۔ گو یونیورسٹی اسے لازمی قرار نہیں دے سکتی اور نہ ہی اس نے بائیبل کو لازمی قرار دیا ہے۔ لیکن جس حد تک اپنے اندرونی انتظامات کا تعلق ہے۔ اسلامیہ سکولوں اور ہندوؤں کے مدارس میں بھی ان کی مذہبی تعلیم کو رائج کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر مسلمان اور ہندو مشن کالجوں اور سکولوں سے قطعًا علیحدہ ہو کر اپنے اپنے قومی سکولوں میں آ جائیں۔ تو ان سکولوں کو بہت بڑی مدد بھی مل سکتی ہے۔ اور مشن والے خود بھی ایسے طریق سے توبہ کر سکتے ہیں۔

اسلام اور فرانسیسی شہریت

تازہ ولائتی خبروں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ پیرس کی پارلیمنٹ میں ایک عجیب غریب مسودہ قانون پیش کیا گیا ہے۔ اسکا مقصد یہ ہے۔ کہ حکومت فرانس کے ماتحت حق شہریت حاصل کرنے کے واسطے یہ لازمی ہے۔ کہ اصول کثرت ازدواج کو ترک کر دیا جائے۔ سینی گال* میں مسلمان کثرت سے آباد ہیں۔ جو رسوم و رواج اسلامی کے سختی سے پابند ہیں۔ ابتک انہیں اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے جس میں کثرت ازدواج بھی شامل ہے۔ نو آبادی میں حق رائے دہندگی حاصل تھا۔ اس سے پہلے فرانسیسی پارلیمنٹ نے اُن کے حق شہریت کو تسلیم کیا۔ موسیو والڈ۔ جو اس جدید مسودہ قانون کو پیش کرنیوالے ہیں کہتے ہیں کہ اہل الجزائر نے حکومت فرانس کے ماتحت حق شہریت سے اس لئے دستکشی کر لی ہے۔ کہ وہ اپنے مذہب اسلام کو اسکی خاطر چھوڑ نہیں سکتے تھے موسیو والڈ اس بے انصافی کا تدارک کرنا چاہتے ہیں انکا ارادہ ہے۔ کہ اس قانون کی رو سے ہر فرانسیسی شہری کو مقام ڈاکر کو جانے کی ممانعت ہو گی۔ وہ اسلام قبول نہیں کر سکیگا۔ اور نہ شہریت کے حقوق سے مستفید ہوتا ہوا اکئی بیویاں رکھ سکیگا"۔ ابتک تو امریکہ میں داخل ہونے کے لئے ہی تعدد ازدواج سے انکار کرنا پڑتا تھا۔ اب فرانس کے علاقہ سینی گال میں بھی مسلمانوں پر یہی مصیبت آنیوالی ہے۔

کیا یہ ضروری نہیں۔ کہ ایسی ناجائز رکاوٹوں کے انسداد کے لئے خاص طور پر کوشش کیجائے؟

* ڈاکر سینی گال میں فرانسیسی حکومت کا صدر مقام ہے۔ اور اس کے منتہا پر واقعہ ہے۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں اس کی آبادی ۲۴۴۴۸ تھی جس میں مسلمانوں کی بہت کثرت ہے۔

عالم اسلام

مسیحیین اناطولیہ ترکی مظالم پر

ترکی مظالم کی داستانیں کوئی نئی نہیں۔ سالہا سال ایسی ہی فرضی داستانوں کو سنتے ہوئے ہو گئے ہیں۔ اور شاید ارمنیوں اور ترکی کے دیگر مسیحیوں کی مجموعی تعداد بھی اسقدر نہ ہو۔ جسقدر آج تک ان داستانوں کے مطابق ان بیچارے لوگ ہلاک ہوئے ہیں اورنگ زیب علیہ الرحمتہ کے سوانح جھوٹی کی طرح ارمنی بھی لکھو کہا کی تعداد میں آج تک تلوار کے گھاٹ اتر چکے ہیں۔ اور پھر بھی ہزارہا کی تعداد میں موجود ہیں۔ لیکن جہاں ایسے قصے بیان کرنے میں ایک خاص غرض اور مقصد مدنظر ہو۔ وہاں اعداد و شمار کی جانچ و پڑتال تو چنداں فائدہ نہیں دے سکتی۔

اسوقت ہمارے سامنے ایسی ہی بعض فرضی داستانوں کے متعلق جو انگلستان میں ایک "چشم دید گواہ" کیطرف سے شائع ہو رہی ہیں۔ اور جن میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ اناطولیہ میں مسیحیوں پر خطرناک مظالم ترکوں کی طرف سے برپا کئے جا رہے ہیں۔ خود مسیحیین اناطولیہ کے بعض بیانات ہیں۔ جو غور سے پڑھنے کے قابل ہیں۔

قسطنطنیہ کا عربی اخبار "العدل" اپنی ۱۲ شوال کی اشاعت میں رقمطراز ہے۔ کہ

"اناطولیہ کی برقی خبروں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ رومن کیتھولک طائفہ کے عام روسا نے اناطولیہ کے تمام شہروں سے اپنے رئیس اعظم کیطرف بہت سی تقاریر ارسال کی ہیں۔ جو سب کی سب ان مفتریات کے کذب پر دال ہیں۔ وہ اس امر پر مصر ہیں۔ کہ ان کی یہ تقاریر شائع کی جائیں۔ کیونکہ اس طائفہ کے عام افراد راحت اور اطمینان کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور ان کو وہ تمام حقوق حاصل ہیں۔ جو اناطولیہ کے مسلمانوں کو ملے ہوئے ہیں۔ اور وہی فرائض ان کے ذمہ ہیں۔ جو مسلمانوں کو ادا کرنے پڑتے ہیں۔ ان کے عیش و عشرت کو اس پاک اور مقدس سرزمین میں یونان کی دشمنی کے سوائے اور کوئی چیز منغص کرنے والی نہیں۔ اور وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ سے تضرع اور عاجزی کے ساتھ یہ دعا کرتے ہیں۔ کہ وہ ان لوگوں کو ان بلاد مبارکہ سے جلد سے جلد ذلیل و خوار اور نیست و نابود کرے۔"

پاپائے افتیم کی شہادت

"پیغام صلح" کی کسی گذشتہ اشاعت میں کرمان علی ترک عیسائیوں کا مفصل ذکر کرتے ہوئے یہ بتایا گیا تھا۔ کہ وہ ترک قوم میں سے ہیں۔ اور اسی کے ساتھ رہنا پسند کرتے ہیں۔ یہ بھی ہم نے بتایا تھا کہ ان سب کے رئیس رئیس پاپائے افتیم ہیں۔ جن کے ماتحت اس قبیلہ کا مذہبی نظم و نسق ہے۔ اور وہ روحانی حیثیت سے ایک طریق پر اپنے تمام انتظامات مذہبی کو چلاتے ہیں۔

انہی پاپائے افتیم کا ایک اعلان ترکی مظالم کے متعلق اخبار "المسلم" میں شائع ہوا ہے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں :-

"ہمیں معلوم ہوا ہے۔ کہ پادری جو امریکہ کی جمعیت معاونہ مشرق قریب میں تھا۔ اور جسکو اناطولیہ سے اس کی بدنیتی اور خبیث ارادہ کیوجہ سے خارج البلد کر دیا گیا تھا۔ اپنے بعض رفقا کے ساتھ ملکر جو خود اسی کی مانند ہیں۔ یہ شائع کیا ہے۔ کہ اناطولیہ میں مسیحیوں کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے۔ اور اناطولی کے مسیحی ایسے ایسے ہولناک مظالم کے شکار ہو رہے ہیں۔ جو بیان نہیں ہو سکتے۔ یہ تمام شائع شدہ بیانات بالکل باطل ہیں۔ اور ان کے اندر صحت کا شائبہ بھی پایا نہیں جاتا۔

"اصل بات یہ ہے۔ کہ اس مفتری۔ اور اس کے شرکا نے اس ذریعہ سے ہماری حکومت وطنی سے اس بات کا بدلہ لینا چاہا ہے۔ کہ انہیں حدود مملکت سے خارج کر دیا گیا۔ اسی سبب سے انہوں نے ان سب مفتریات کو مرتب کر کے یہ گمان کر لیا ہے۔ کہ اس طرح سے وہ اپنے انتقام کی پیاس کو بجھا لینگے۔ لیکن اس حقیقت کو انہوں نے فراموش کر دیا۔ کہ ہم مسیحی ان بیانات کے کذب پر شاہد عادل ہیں۔ اور اگر یہ فرض کر لیا جائے۔ کہ اسجگہ یہ سب مظالم اسی طرح ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ان کا دعوے ہے۔ تو سوال یہ ہے۔ کہ خود یہ مفتری اسقدر عرصہ تک اس سرزمین میں کیونکر زندہ اور باقی رہے۔ اور کہاں سے ان کو رزق ملتا رہا؟

"ہماری حکومت شورے پر مبنی ہے۔ اس قسم کی اکاذیب کی دال یہاں نہیں گلتی۔ اور خود دول یورپ میں سے ایک بھی ایسی نہیں۔ جسکو ترکوں کا حال معلوم نہ ہو۔ اور وہ ان کی پاک خصائل سے واقف اور ان کی قائل نہ ہو چکی ہو۔

"پھر اس کے علاوہ اناطولیہ میں بے شمار اجنبی اور امریکن لوگ آج تک آ چکے ہیں۔ اور قریب سے وہ تمام احوال کو ملاحظہ کرتے رہے ہیں۔ اور جو کچھ ان پر اور ان کے ساتھیوں پر گذرتی رہی ہے۔ اس سے وہ خبردار ہیں۔ اور اس لحاظ سے وہ شاہد حق و عدل ہیں۔ جیسا کہ خود ہمارا وجود سب سے بڑا شاہد اور ان ناپاک بیانات کے جو خبیث اغراض کے لئے شائع کئے گئے ہیں۔ کذب پر سب سے بڑی دلیل ہے۔

"ہمارے اس ملک میں ایک مسیحی پر اسی طرح سے محاکمہ ہوتا ہے۔ جیسے ایک مسلمان پر۔ اور اگر وہ مجرم ہوتا ہے۔ تو اسے سزا دیجاتی ہے۔ اور بری ہوتا ہے تو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ بغیر اس تمیز کے کہ مسلمان ہے یا عیسائی۔"

پاپائے افتیم کی یہ تحریر تہذیب مغرب کے چہرہ پر جو ایسی مفتریات کی اشاعت کو روا رکھتی ہے۔ کلنک کا ٹیکا بنکر چمکے گی اور جبتک ترکوں اور مسلمانوں کا نام دنیا میں باقی رہیگا۔ ان کی رواداری اور تہذیب و شائستگی کے یہ نمونے دنیا سے خراج تحسین وصول کرتے رہینگے۔ کاش مغرب کے حق پسند اصحاب اس قسم کی مفتریات کے خلاف آواز اٹھائیں۔ اور ایسی تحریرات کو شائع کر کے ان کی حقیقت آشکارا کریں۔

ولایتی ڈاک

کالے اور گورے کا سوال

گذشتہ اشاعت میں ریورنڈ چارلس بورکوئن کی ایک تقریر سے اقتباس دیتے ہوئے بتایا گیا تھا کہ پادری صاحب کو افریقہ میں اسلام کی روز افزوں ترقی سے کسقدر خطرات لاحق ہیں۔ اور کن ناواجب باتوں کے ذریعہ سے انہوں نے اسلام کے خلاف جذبات کو ابھارنے کی کوشش کی ہے۔

اپنی اسی تقریر میں پادری صاحب نے ایک امریکن مصنف شاڈرفؔ کی ایک کتاب سے کالے اور گورے کے سوال پر چند اعداد و شمار نقل کئے ہیں جو دلچسپی سے خالی نہیں۔

"۱۸۰۰ء میں برطانیہ کی آبادی بیس لاکھ تھی۔ جو آج چار کروڑ پچاس لاکھ سے بھی متجاوز ہے۔ اور اس طرح سے "سفید اقوام" کی تعداد سات کروڑ سے ترقی کر کے ۵۵ کروڑ تک جا پہنچی ہے۔ کرۂ ارض کا ۵/۹ حصہ ان کی دست تصرف میں ہے۔

"سفید اقوام" کا خیال ہے۔ کہ وہ غیر محدود طور پر ترقی کرتے جائینگے۔ شاڈرفؔ کے نزدیک یہ خیال قطعاً غلط ہے۔ اس کے نزدیک یہ ممکن ہے کہ جو کچھ واقعات وسطی ایشیا میں جو سفید اقوام کی زاد بوم ہے اس وقت گندم گون لوگوں کی جا سکونت ہے۔ پیش آئے۔ وہی کچھ پھر ظہور پذیر ہو۔ کالے آدمیوں کی کل تعداد ۱۵۰۰۰۰۰۰۰۰ (ایک ارب پچاس کروڑ) ہے۔ اور یہ سفید لوگوں سے سرعت کے ساتھ ترقی کر رہی ہے۔ اور یہ تمام لوگ سفید اقوام کے جوئے سے آزاد ہونے کے لئے بیقرار ہیں۔ سفید لوگوں کی تعداد اسی سال میں دگنی ہوتی ہے۔ زرد رنگ کے اور گندم گون انسان ساٹھ سال میں اور سیاہ رنگ کے لوگ چالیس سال میں دگنے ہو جاتے ہیں۔

یہ قابل غور امر ہے۔ کہ سفید لوگوں کی شرح پیدائش دن بدن کم ہو رہی ہے"

عیسائیت اور موجودہ ترقیات

اپنے اسی لیکچر میں پادری صاحب نے کالے اور گورے کے موجودہ باہمی تعلقات پر بالتفصیل بحث کرتے ہوئے ان خطرات کا ذکر کیا ہے۔ جو ان تعلقات سے سفید اقوام کو لاحق ہونے والے ہیں۔ اور جنوبی افریقہ کے حالات بالخصوص بیان کئے ہیں۔ جو کسی وجہ سے [illegible] ناظرین کرام ہو نگے۔

آپ نے [illegible] مسیحیت کے [illegible] کا بھی ذکر کیا ہے۔ [illegible]

[illegible] جن پر مسیح اور ان کے ساتھیوں نے عمل کیا۔ وہ قوانین جن کی تعلیم انہوں نے دی۔ وہ ہماری فطرت اور انسانی سوسائٹی کی ضروریات کے عین مطابق ہیں۔ ان قوانین کی اطاعت کرنے پر ہی ہماری صحت۔ زندگی اور خوشی منحصر ہے۔ اور اگر ہم ان کو توڑ دیں۔ تو وہ ہمیں توڑ دیں گے۔ موجودہ سائنس اور عیسائیت اس خیال پر متحد الرائے ہیں"

اسی سلسلہ میں آپ نے بعض ان تمدنی و معاشرتی اصلاحات کا ذکر کیا ہے۔ جو مغربی تاثرات نے افریقہ کے دیسی باشندوں کے اندر پیدا کی ہیں۔ ان اصلاحات کو پادری صاحب نے عیسائیت کا اثر بتایا۔ اور ایک خاص علاقہ کے متعلق یہانتک لکھ دیا ہے۔ کہ

"ملک اب دولتمند ہے۔ میں ایک دیسی عیسائی سے ملا ہوں۔ جو اپنی بھیڑوں کے ذریعہ سے دو ہزار پونڈ سالانہ کماتا ہے"

تعجب ہے۔ ان اصلاحات اور دولتمندیوں کو پادری صاحب عیسائیت کا نتیجہ اور اثر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ جناب مسیح کا ارشاد ہے۔ کہ دولتمند کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا اونٹ کے سوئی کے ناکے سے گذرنے سے زیادہ مشکل ہے۔ باوجود ان صریح الفاظ اور دولتمندوں کی اسقدر مذمت کے حضرات یورپ کا دولت پر فخر و ناز اور اسے عیسائیت کا اثر قرار دینا نہمت حیرتناک ہے۔ صرف مسیحی کہلانے والوں سے ان اصلاحات کا ظہور پذیر ہونا اس امر کی دلیل نہیں کہ وہ مسیحیت کا اثر ہیں۔ اور نہ ہی اس سے مسیحیت کی مطابقت سائنس اور قوانین فطرت سے ہو سکتی ہے۔

ایک بیوی کا فائدہ

مسیحیت کے اصولوں کو باعث ترقی قرار دیتے ہوئے ایک مثال بھی پادری صاحب نے دی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"مثال کے طور پر ایک بیوی رکھنے کے اصول کے فائدہ اور اثر کو دیکھنا چاہیئے۔ ایک بیوی رکھنے والا جس کے پاس بہت سی بیویاں اس کی خوراک کا انتظام کرنے اور اس کے باغات کو کاٹنے کے لئے نہیں۔ وہ مجبوراً باقاعدہ کام کریگا۔ اور اسے کوئی سستی بھی طاری نہ ہوگی۔ جیسا کہ افریقہ کے غیر مسیحیوں کا حال ہے۔ گویا ایک بیوی رکھنے کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ کام زیادہ اور بہتر ہو"

پادری صاحب کی یہ منطق افریقہ کے وحشت گزینوں میں ممکن ہے۔ سمجھ آ سکتی ہو لیکن خود ان کے گھر میں اس کو کیا سمجھا جائیگا۔ جہاں کام کی زیادتی اور بہتری اسی پر منحصر سمجھی جاتی ہے۔ کہ اس کے کرنے والے بہت زیادہ ہوں۔ اور جہاں [illegible] (یعنی یورپ میں) انہیں تعدد ازدواج بہر حال ہونا پڑتا ہے۔

گو اس کے لئے درخواستیں بھیجدیں۔ تاکہ چھپنے پر انہیں اس کی کاپیاں بھیجدی جائیں۔
خطبہ عید کے بعد تمام لوگوں نے آپس میں معانقہ کیا۔ اور پھر ایک دفعہ ایکدوسرے سے اس برادرانہ محبت کا ثبوت دیا۔ جو اسلام نے ان کے اندر پیدا کی ہے۔

دعوت عید

تیسری مرتبہ پھر اس اخوت کا ثبوت کھانے کی میز پر دیا گیا۔ جہاں ان سب اصحاب نے کسی چھوٹے بڑے۔ امیر و غریب اور کالے اور گورے کے امتیاز کے بغیر ایک ہی میز پر کھانا کھایا۔ پلاؤ۔ کوفتہ۔ قلیہ۔ آلو۔ گوشت اور ایک انگریزی طرز کا میٹھا غرض جو کچھ میسر آسکتا تھا۔ ووکنگ مسلم مشن کی طرف سے حاضرین کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اور انہوں نے اس دعوت کو جو انگلستان جیسے ملک میں دعوت شیراز سے بڑھ کر نہیں۔ خوشی و رغبت کے ساتھ قبول کیا اور کھایا۔

یہ سب کچھ مسجد ووکنگ کے باہر ایک وسیع باغ میں ہوا۔ وہیں نمازیں وغیرہ پڑھی گئیں۔ کیونکہ مسجد اتنی چھوٹی ہے۔ کہ اس میں اس قدر آدمیوں کے آنے کی گنجائش نہیں۔

ایک اور لیکچر

کھانے اور نماز ظہر کے تھوڑی دیر بعد سوا تین بجے دوسرا لیکچر ہوا۔ کیونکہ اس وقت بہت سے غیر مسلم جن کی تعداد ایک سو سے زیادہ تھی۔ آگئے تھے۔ ان کی خاطر یہ دوسرا لیکچر حضرت خواجہ صاحب نے دیا۔ یہ لیکچر مسجد میں اسلام کے "عالمگیر مذہب" ہونے پر دیا گیا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد مسجد میں اسقدر آدمی آگئے کہ گنجائش نہ رہی۔ اور بہت سے لوگ اس سے محروم رہے۔

چائے کا دور

لیکچر کے بعد تیسرے پہر کی چائے دی گئی۔ جسکا دور چھ بجے تک چلتا رہا۔ اس کے بعد بہت سے لوگ رخصت ہو گئے۔ لیکن پھر بھی طعام کے کھانے پر سو کے قریب آدمی تھے۔ جو سب کے سب مختلف ممالک کے مسلمان اور نومسلم انگریز تھے۔

غرض عید کا یہ دن نہایت خوشیوں اور برکات کے ساتھ گذرا۔ اور اسلام کی حقانیت کا نقش بہت سے دلوں پر بیٹھ گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

قبول اسلام

اس کے ساتھ ہی یہ سننا موجب مسرت ہے۔ کہ گذشتہ دو ماہ میں پانچ انگریز خواتین اور دو انگریز مرد حضرت خواجہ صاحب کے ہاتھ پر اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت عطا فرمائے۔ اور اسلام پر پورے طور پر کاربند رہنے کی توفیق دے۔ آمین

خریداران پیغام صلح کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور تحریر فرمایا کریں۔

مینیجر

مفید معلومات

ہوا سے بجلی

مسٹر ٹی۔ آر۔ این۔ کاما تاج محل ہوٹل بمبئی کو ولائتی جہاز کے ایک مسافر سے بعض کاغذات ملے ہیں۔ جو "فارم۔ لائیٹ اینڈ پاور" نامی کسی رسالہ کے اوراق ہیں۔ ان میں بتایا گیا ہے۔ کہ امریکہ کے سائنس دانوں نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے۔ جس کے ذریعہ سے بہت سی ہوا کو جمع کر کے اس سے بجلی کی طاقت پیدا کی جا سکتی ہے۔

اس آلہ کے متعلق لکھا ہے۔ کہ اس میں قطعاً کوئی پیچیدگی نہیں۔ نہ ہی اس کے لگانے میں کوئی دقت واقعہ ہوتی ہے۔ یہ اسی طرح سے کام کرتا ہے جیسے ایک اعلیٰ درجہ کا پٹرول سے کام دینے والا روشنی اور طاقت کا آلہ۔ ان دونو آلات میں بڑا فرق صرف اسقدر ہے۔ کہ اس میں پٹرول یا کسی اور ایندھن کی ضرورت نہیں۔ سال میں صرف ایک مرتبہ اسے تیل دینا کافی ہے۔ یہ عملی طور پر خود بخود کام کرتا ہے۔ اور اس کے چلانے کے لئے کوئی انجن یا کسی اور چیز کی قطعاً ضرورت نہیں۔ اسکو کسی اونچی سرزمین پر یا ایسی جگہ جہاں ہوا بہت زیادہ ہو۔ لگایا جاتا ہے۔

اس طریق سے بجلی پیدا کرنا گویا اس پہلو میں ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اس سے ان لوگوں کو بھی بجلی کی روشنی میسر آسکیگی۔ جو ایسی جگہوں پر رہائش رکھتے ہیں۔ جہاں بجلی پیدا کرنے کا کوئی آلہ نہیں۔ ہزار ہا گاؤں ایسے ہیں۔ جو ابھی تک بجلی کے محیر العقول کرشموں سے محروم ہیں۔

اخبار مذکور رقمطراز ہے۔ کہ اس نو ایجاد آلہ کے ذریعہ جو خود بخود چلتا ہے گھر اور جسے مکان یا اس جگہ سے جہاں بجلی کی ضرورت ہے۔ کسی فاصلہ پر لگایا جا سکتا ہے۔ بجلی اگر ہوا سے اخذ کر لی جائے۔ تو بجلی کی روشنی۔ پنکھے اور استری وغیرہ کرنے اور دودھ سے ملائی نکالنے اور دیگر کلوں کا کام بہت سے ایسے لوگ بآسانی لے سکتے ہیں۔ جو اب اس کے لئے ترستے ہیں۔ لیکن انہیں بجلی میسر نہیں۔

یہ بھی لکھا ہے۔ کہ اگرچہ اس کے لئے تمام ممالک کے سائنس دان کوشش کرتے رہے ہیں۔ لیکن امریکہ نے اس سوال کو سب سے پہلے حل کیا ہے۔ اسمیں ایک ضروری بات مدنظر رکھنے والی یہ تھی۔ کہ یہ رات دن کام کرے۔ اور ہر ایک گھر کی ضروریات کے لئے مکتفی ہو۔

کہا جاتا ہے۔ کہ اس نئی ایجاد کیطرف ان لوگوں کی جن کی جائدادیں دور دور واقع ہیں۔ توجہات خاص طور پر مبذول ہو رہی ہیں۔ اور بعض مقامات پر اسکو لگا کر آزمائش کی گئی۔ اور اسکے کام کی رفتار کو خاص طور پر نوٹ کیا گیا ہے۔ جو تسلی بخش ثابت ہوئی ہے۔

ان اطلاعات کے رو سے یہ توقع کرنا بیجا نہیں۔ کہ بجلی کے تمام کاروبار میں عنقریب ایک انقلاب عظیم برپا ہونیوالا ہے۔ اور وہ دن دور نہیں جب ہوا سے حاصل شدہ بجلی سے دور افتادہ مقامات بھی روشن ہو جائیں گے۔

متفرق مقالات

انگلستان میں جھٹکا

ایک سوال کا جواب

(از قلم مولنا مولوی صدرالدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی)

برادرم عبدالشکور صاحب پسروری کے جواب میں چند سطور لکھتا ہوں آپ نے پوچھا ہے۔ کہ میاں محمود احمد صاحب قادیانی نے اپنی کتاب آئینہ صداقت میں لکھا ہے کہ خواجہ کمال الدین صاحب نے عملاً جھٹکے کا گوشت کھا کر شریعت کے حکم کو منسوخ کر دیا ہے۔ کیا یہ درست ہے۔

اس کے جواب میں عرض ہے۔ کہ میاں صاحب کو ایسا لکھنا بہت ہی نامناسب تھا۔ میاں صاحب کو ولایت کے طریق ذبح کا علم نہیں ہے ان کو چاہئیے تھا کہ وہ اس کے متعلق تحقیقات کئے بغیر خواجہ صاحب کی مذمت نہ کرتے اور مذمت بھی ایسے الفاظ میں جو ایک مسلمان کے حق میں نہایت تکلیف دہ ہے۔ ان کے پاس تحقیقات کے ذرائع بھی موجود ہیں۔ چودھری ظفراللہ صاحب بیرسٹر اور چودھری فتح محمد صاحب ایم۔ اے مبلغ انگلستان ان کے مرید ہیں۔ ان سے پوچھ لیتے کہ آپ دونو صاحب جو خواجہ صاحب کے ساتھ گوشت کھاتے رہے ہو۔ آپ نے غلطی کھائی ہے۔ یا عمداً جھٹکے کا گوشت کھاتے رہے ہو۔ یا آپ کے نزدیک وہاں کا گوشت ذبح شدہ ہونے کا حکم رکھتا ہے۔ یا چونکہ ولایت میں مصری اور ترکی اور عربی مسلمان اپنے ممالک کے فتوے کے مطابق جو اس گوشت کو جائز سمجھتے ہیں کیا اس فتوے کے ماتحت آپ لوگ اس گوشت کا کھانا جائز سمجھتے رہے ہیں۔ اور جائز سمجھتے ہو۔ غرضیکہ جناب میاں صاحب کو تحقیقات کا خوب موقع میسر تھا۔ لیکن انہوں نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ اور خواجہ صاحب پر الزام لگانے میں اپنے مقربین کی خوب ہتک کی ہے۔ وہ چونکہ میاں صاحب کے مرید ہیں۔ اس لئے ان کے ایسے خطرناک الزام کو پی گئے ہیں۔ لیکن ان کے دلوں پر اچھا اثر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اس وقت ان کے مرید ولایت میں موجود ہیں۔ اور وہ انگریزی ذبح شدہ گوشت کا استعمال دن رات جائز رکھتے ہیں میاں صاحب کو چاہئیے تھا۔ کہ وہ اپنے ان مریدین کو جو ولایت سے واپس آ گئے ہیں۔ ملامت کرتے اور ان مریدین کو جو ولایت میں تعلیم پاتے ہیں۔ تلقین کرتے اور شدت کیساتھ جھٹکے کا گوشت کھانے سے منع کرتے۔ اس کے بعد صلحا اور اتقیا کا طریق یہ تھا۔ کہ خواجہ صاحب کو بھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی شان لیتے ہوئے برادرانہ خط لکھکر اس طرف توجہ دلاتے۔ لیکن جو کچھ انہوں نے کیا ہے۔ وہ نہایت ہی غیر مناسب ہے۔ سید امیر علی صاحب جو مسلمانوں کی فقہ کے بڑے عالم ہیں۔ مدت سے ولایت میں اس گوشت کو استعمال کرتے ہیں۔ اور انکے دوست جو بڑے بڑے رتبے کے مسلمان ہیں وہ بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ میاں صاحب کے مریدین نے بھی ان کی تقلید کی ہو۔ لیکن چودھری فتح محمد صاحب ایم۔ اے اور چودھری ظفراللہ صاحب بیرسٹر بچے نہیں کہ وہ کسی کی تقلید کریں۔ وہ اپنی رائے رکھتے ہیں۔ اور وہ اس رائے میں میاں صاحب کے برخلاف ہیں۔ چودھری فتح محمد صاحب دوبارہ ولایت جاکر بھی ولایتی ذبیحہ کے کھانے پر مصر رہے ہیں تو ان کو جھٹکا کھانے والا کہنا بڑی جرأت ہے۔ اور بڑی ہتک کی بات ہے۔ اگر وہ اسکو جائز نہ سمجھتے تو کیا وہ اس کو کھاتے۔ ہمارے خیال میں یہ نہیں آتا۔ ان امور پر اگر میاں صاحب غور کر لیتے تو بھی خواجہ صاحب کی مذمت کی تشہیر نہ کرتے۔ ایک شخص جو اپنے تئیں ایک قوم کا راہبر یقین کرتا ہو اسکا کام اصلاح ہونا چاہئیے۔ اس معاملہ میں جو انہوں نے اپنے حلقہ بگوشوں کی اصلاح کی ہے۔ وہ ان کے عمل سے ظاہر ہے۔

۲ر جولائی — صدرالدین

آریہ سماج جموں کا سالانہ جلسہ اور اسلام کی فتح

پچھلے سال بھی آریہ سماج جموں نے سالانہ جلسہ کیا۔ اور بیرونجات سے لکچرار بلائے۔ جن میں ایک رام دیو صاحب بھی تھے۔ جنہوں نے اسلام کے خلاف سخت زہر اگلا اور قرآن کریم اور رسول اکرم صلعم پر سخت بیجا حملے کئے۔ جموں کے مولوی صاحبان اور اسلامی لیڈر سنکر واپس چلے گئے۔ اور بالکل خاموش رہے۔

ہم چندکس جماعت احمدیہ کے ان کے سٹیج کے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے خاکسار نے بحیثیت سکرٹری آریہ سماج کے سکرٹری کو ایک رقعہ لکھا۔ کہ براہ نوازش ہم کو پندرہ منٹ وقت دیا جاوے۔ تاکہ رام دیو کے اعتراضات کی تردید کیجاوے۔ اور تین چار ریمائنڈر دیئے۔ آخر جواب ملا کہ ہم اپنے سٹیج پر وقت ہرگز نہیں دے سکتے۔ میں نے رقعہ پر صرف اپنے دستخط کئے تھے۔ مگر ان کے سکرٹری نے رام دیو کو کہہ دیا۔ کہ یہ شخص انجمن احمدیہ جموں کا سکرٹری ہے۔ احمدیہ جماعت کا نام سن کر ہی رام دیو آرام کو ٹھڑی میں گھس گیا۔ جلسہ ختم ہونے پر اسی وقت ہم نے زور سے اعلان کر دیا۔ کہ ہم کو وقت نہیں دیا گیا۔ خلقت کھڑی ہو گئی۔ ہم نے خوب جوابات دیئے۔ اور تردید کی۔

امسال آریہ سماج جموں نے بڑی حوصلہ فزائی کی اور جلسے سے ایک دن پیشتر اشتہارات چسپاں کئے۔ کہ دھرم چرچا پر غیر مذاہب سے مباحثہ ہوگا جو صاحب مباحثہ کرنا چاہیں۔ پیشتر سکرٹری کو اطلاع دیں۔ ہم نے ان کے مہاشوں کی تقریریں سنیں۔ آخری روز سے پہلے ان کا ایک مہاشہ مسمی دھرم بھکشو نے جسکو آریوں نے عمدۃ العلماء کا خطاب دیا ہوا ہے۔ صبح تقریر کی۔ جو نہایت ہی بیجا

حملوں سے لبریز تھی۔ ہم نے آریوں کو چٹھی لکھی کہ ہمارے ساتھ مباحثہ کرلیں۔ ابھی جواب نہ آیا تھا۔ کہ شام سے پہلے پھر اس کی ایک تقریر ہوئی جس میں انہوں نے اسلام پر سخت بیجا حملے کئے۔ اور دریدہ دہنی سے کام لیا۔ ہم نے سکرٹری کو لکھا کہ اس کے اعتراضات کی تردید ہی ہمارا مضمون ہوگا۔ آریوں نے نامنظور کیا۔ اور کہا کہ مضمون اور ہونا چاہیئے۔ ہم نے ایک تار لاہور دیدیا۔ کہ مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی کو بھیجا جائے جواب آیا کہ ۱۲ جون کو وہ آسکیں گے۔ چونکہ مباحثہ ۱۲ جون کو تھا۔ اسواسطے ہم نے آریوں کے سکرٹری کو کہا کہ ۱۲ جون کو ہم تیار ہوسکتے ہیں۔ اس پر سکرٹری صاحب نے جھنجلا کر لکھا کہ نہیں صاحب اگر مباحثہ کرنا ہے۔ تو ۱۲ جون کو کریں۔ میں نے پھر ایک تار جنرل سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو ضروری صیغہ میں دیدیا۔ کہ فوراً مولوی عبدالحق صاحب یا کسی اور صاحب کو روانہ کرو۔ اِدھر ہماری خط وکتابت سکرٹری آریہ سماج سے ہو رہی تھی۔ اِدھر لاہور سے مایوسی ہو رہی تھی۔ آریوں کیطرف سے زور تھا۔ کہ مضمون مقرر کرو۔ ہم نے اپنی لیاقت کے مطابق اُنکو لکھا کہ ہمارا مضمون یا "بریت اسلام" یا "آریہ اور قرآن" ہوگا۔ آخر بڑی طوالت کے بعد آریوں نے ہمارا مضمون بریت اسلام منظور کیا۔ اِدھر خدا تعالےٰ نے فضل کیا۔ کہ عین وقت پر مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی تشریف لے آئے۔ شہر میں ایک شور برپا تھا۔ تمام مسلمان آپس میں گفتگو کرتے تھے کہ دیکھو جی کسی مسلمان کو غیرت نہیں آئی۔ صرف ایک احمدی جماعت ہے جسکو اسلامی غیرت ہے۔ اس عرصہ میں ہمنے تمام علما اور دیگر مسلمانان کو اطلاع کر دی۔ کہ اگر اسوقت آپ لوگوں سے کچھ ہوسکتا ہے۔ تو پیش ہوکر جواب دو۔ مگر کسی سے جواب نہ بن آیا۔ ہاں فرقہ اہل حدیث نے ہمارے ساتھ مشورہ کیا اور مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کو تار دیا کہ فوراً پہنچیں۔ مگر مولوی صاحب وقت پر تشریف نہ لاسکے۔ اِدھر مولوی عبدالغنی صاحب کا انتظار اور ان کی تشریف آوری سے پہلے چودھری عبدالرحمٰن صاحب اور خاکسار نے اپنی لیاقت کے مطابق اچھا خاصہ مصالحہ جمع کر لیا۔ صرف کمی یہ تھی۔ کہ ہم سنسکرت نہیں جانتے ہیں۔

ہم نے سٹیشن پر تین بجے کی گاڑی کے وقت اپنے احمدی احباب کے تین صاحب بھیجے ہوئے تھے۔ اور تمام رات خاکسار دعائیں مانگتا رہا۔ اچانک ہمارا آدمی دوڑتا ہوا آیا۔ کہ مولویصاحب تشریف لے آئے ہیں۔ پس اسی وقت خاکسار نے ایک روپیہ صدقہ کا انجمن میں دیدیا۔ پس مولوی صاحب کا آنا۔ اور شہر میں بچے بچے کو خبر ہو جانا۔ سبحان اللہ عجیب نظارہ تھا۔

جب ہم جلسہ گاہ میں پہنچے۔ تو خلقت کا اسقدر ہجوم تھا۔ کہ آج تک [illegible] ایسا نظارہ نہیں دیکھا۔ آخر دونوں طرف سے مباحثہ شروع ہوا [illegible] مقرر کردہ تھا۔ مگر ایسا ہی تاسخ اور [illegible] کا رنگ گہرا [illegible] فرمایا کہ جیسا اور کی [illegible] ہوتا (قد لعبت [illegible]) [illegible] سے بچ لو۔ مگر آریہ مباحثہ سوائے چڑیا چڑے کی

کہانی کے ویدوں میں سے کوئی ثبوت نہ پیش کرسکا۔ مہاشہ دھرم بھکشو نے کہا کہ روح کا لفظ قرآن سے نکالو۔ اور بڑے زور سے کہا کہ ہرگز نہ نکال سکوگے مولوی صاحب نے یسئلونک عن الروح کی آیت پڑھی۔ اور اس کی نہایت لطیف تفسیر بیان کی تو عام جلسہ کے مُنہ سے اللہ اکبر کے نعرے بلند ہوگئے۔

غرض مہاشہ صاحب ہر دفعہ جواب وسوال پر مُنہ کی کھاتے تھے۔ آریہ صاحبان کا رنگ فق تھا۔ مولوی صاحب نے مہاشہ کو خوب لیا۔ اور وید کی نسبت ان کے رشیوں کے مستند حوالے سنا کر ثابت کر دیا کہ وید الہامی کی کتاب نہیں۔ مباحثہ بڑے آرام سے ہوا۔ کوئی شور و غل نہ ہوا۔ کیونکہ خاکسار نے مسلم ہجوم کو پہلے ہی ہدایت کر دی تھی۔ کہ بالکل خاموش رہیں۔ مباحثہ ختم ہونے پر خاکسار نے اسی وقت اعلان کر دیا۔ کہ مسجد تالاب کھٹیکاں میں کل ۵ بجے مولوی صاحب کا لکچر ہوگا۔ ہندو مسلم تمام صاحبان تشریف لاویں۔

مسلم طبقہ کو پتہ لگ گیا۔ کہ یہ جماعت جسکو ہم کافر کہتے ہیں۔ اسلام کے حامی فقط یہی ہیں۔ دوسرے روز صبح ہی اہل اسلام کے چند نوجوانوں نے مسجد میں انتظام کرنا شروع کر دیا۔ جن میں سے خصوصیت کے ساتھ چیدہ احباب قابل ذکر ہیں۔ جنہوں نے نہایت شوق اور جانفشانی سے جلسہ کے کام کو سر انجام دیا۔ سید گلزار حسین صاحب۔ غلام حیدر صاحب چشتی مدرس محمد الدین صاحب جمعدار اور دیگر عزیزان غلام قادر صاحب بٹ۔ محمد جان غلام عباس۔ عبدالغفور۔ پیر اندتا حجام۔ دیگر عزیزان کا لیبٹ نے نہایت اعلےٰ کام کیا۔ اپنی گرہ سے خرچ کرکے پانی۔ شامیانے اور فرش وغیرہ کا سامان مہیا کیا۔ مرزا مبارک بیگ صاحب نے کام کو ملاحظہ فرما کر کمی بیشی کو درست کیا۔

جلسے کے پریذیڈنٹ سید الطاف علی شاہ صاحب ممبر میونسپل کمیٹی جہلم تھے۔ خاکسار نے ایک رکوع قرآن شریف پڑھ کر نظم حضرت اقدس پڑھی۔ بعدازاں مولوی عبدالحق صاحب نے وید سے منتر نکال کر خوب آریہ صاحبان کے کان کھولے اور چیلنج دیا کہ اگر دوبارہ آریہ صاحبان مباحثہ کرنے کے واسطے تیار ہوں۔ تو ہم انکے ساتھ کل مباحثہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مولوی صاحب کے لیکچر کے بعد مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا وقت تھا۔ مگر آپ نے خود کھڑے ہوکر کہا کہ میں اپنا وقت قربان کرتا ہوں۔ الحمد للہ بڑی اچھی خدمت اسلام ہو رہی ہے۔ یہ کہہ کر مولوی ابراہیم صاحب نے اپنا وقت بھی مولوی عبدالحق صاحب کو دیدیا اور مولوی صاحب نے بڑی شرح اور بسط کے ساتھ ہندو دھرم کے قدیم رشیوں منیوں اور موجودہ زمانے کے فضلاء سنسکرت اور مذہبی مقتداؤں کے حوالوں سے یہ امر ثابت کر دیا۔ کہ موجودہ ویدیں لوگوں نے کسقدر تحریف کر دی ہے۔ چنانچہ اسی لیکچر کا یہ اثر تھا۔ کہ ایک سناتنی پنڈت نے اٹھ کر مولوی صاحب کے لیکچر کی تائید کی اور اقرار کیا۔ کہ مولوی صاحب نے ہمارے ویدوں کی نسبت جو کچھ بیان کیا ہے۔ وہ بالکل ٹھیک ہے۔ ہمارے وید [illegible] بڑی گڑبڑی ہو گئی [illegible]

جلسہ ختم ہونے پر پھر اعلان ہو گیا۔ کہ صبح ۷ بجے سے ۱۱ بجے تک پھر مولوی عبدالحق صاحب کا وعظ ہوگا۔ بس صبح کو پھر خلقت کا ہجوم بیشمار تھا۔ ۷ بجے سے ۱۰½ بجے تک مولوی صاحب نے پہلے عیسائیوں کی خوب خبر لی۔ پھر آریوں کی طرف مخاطب ہوئے۔ اور وید کی حقیقت کو اچھی طرح افشا کیا۔ مگر کوئی آریہ مقابلہ پر نہ آیا۔ جلسہ میں مسجد کے صحن کے اندر سات سو کے قریب صرف پڑھا لکھا طبقہ ہی تھا۔

رات کے واسطے پھر اعلان ہوا کہ یہی مولوی عبدالحق صاحب یہاں ہی تشریف رکھیں گے۔ چونکہ مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کو کوئی موقعہ وعظ کا نہیں ملا۔ اسواسطے رات کو ان کا وعظ ہو۔ اور ان کے واسطے پیر مٹھا صاحب کی جگہ مقرر ہوئی۔ رات کو بھی خلقت بے شمار آئی۔ کیونکہ لوگوں کو یہ گمان تھا کہ مولوی عبدالحق صاحب بھی وعظ فرماویں گے۔ مگر رات زیادہ گذر جانے اور گرمی کے باعث نیز مولوی عبدالحق صاحب اپنے دنوں سے تھکے ہوئے تھے خاکسار نے کہا کہ اب اتنا ہی کافی ہے۔ بیشمار لوگ خاکسار کو کہتے تھے کہ مولوی عبدالحق صاحب کو ابھی نہ جانے دو۔ کم از کم ایک ہفتہ اور رکھو۔ میں نے کہا کہ ان کو اور جگہ بھی بہت سے کام ہوتے ہیں۔ فی الحال اتنا ہی کافی ہے۔ جب پھر آپ لوگوں کو ضرورت پڑے گی۔ ہماری جماعت حاضر ہے۔

جموں کے ہر مسلمان کی زبان پر اسوقت یہی ہے۔ کہ جو کچھ اسلام کے واسطے احمدیہ جماعت کر رہی ہے۔ کوئی جماعت نہیں کر سکتی۔ اسلام کے خدمتگار صرف یہی لوگ ہیں۔ اور کوئی نہیں۔ ملاں جی کو اور مولویوں کو ہر وقت کہتے ہیں۔ کہ دیکھو تم نے ہم کو اس جماعت کا دشمن بنایا تھا۔ اب یہی اڑے وقت پر کام آئے ہیں۔ تم صرف حجروں میں بیٹھنے والے اور فتوے لگانے والے ہو۔

غرضیکہ جموں کے مخالفین تمام اب موافق ہو گئے ہیں۔ اور احمدیوں کو محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہم بھی دعا کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ ان مسلمانوں کو اپنے دین کی سمجھ اور اشاعت اسلام کی توفیق دے اور صراط مستقیم پر قائم کرے۔ آمین ثم آمین۔

۲ مئی

خاکسار سید گوہر شاہ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جموں

رسیدات زر

فہرست چندہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لائل پور

نمبر شمار نام معطی	چندہ مارچ	چندہ اپریل	بقایا	بلا دغیر	اشاعت اسلام	ووکنگ مشن	زکوٰۃ	فطرانہ	عید فنڈ	صدقہ
۱۔ خانصاحب میاں غلام رسول صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ	[illegible]	[illegible]	•	•	•	[illegible]	[illegible]	[illegible]	عہ/	•
۲۔ سید امیر علیشاہ صاحب چک ۱۲۶ تحصیل توبہ ٹیک سنگھ گوگیرہ	سے/	[illegible]	•	•	•	•	•	•	•	•
۳۔ شیخ محمد اسماعیل صاحب کارخانہ دار	[illegible]	[illegible]	•	•	•	•	•	[illegible]	عہ/	•
۴۔ ″ مولا بخش ″ ″	[illegible]	[illegible]	•	•	•	۱۰ روپے	•	روپے ۱/	عہ/	•
۵۔ ″ میاں محمد صاحب ″	[illegible]	[illegible]	•	•	•	•	•	روپے ۲/	عہ/	•
۶۔ ″ نذر محمد صاحب خزانچی ″	[illegible]	[illegible]	•	•	•	[illegible]	•	•	۹/	•
۷۔ حاجی مبارک دین صاحب چکی گھر	سے/	[illegible]	•	•	•	صہ/	•	[illegible]	•	•
۸۔ شیخ مولا بخش صاحب کالونی ہوس	[illegible]	صہ/	•	•	•	[illegible]	•	[illegible]	عہ/	صہ/
۹۔ ″ ″ ″ آڑھتی	صہ/	صہ/	صہ/	۱	•	[illegible]	•	[illegible]	عہ/	•
۱۰۔ ″ محمد الدین ″ سوداگر چرم	عہ/	عہ/	•	•	•	عہ	•	•	•	•
۱۱۔ ″ الہ بخش ″ عرائض نویس	سے/	•	سے	•	•	عہ/	•	۹/	۲/	•
۱۲۔ خانصاحب جہانگیر خان صاحب انسپکٹر پولیس	صہ/	[illegible]	•	•	•	[illegible]	•	•	•	•
۱۳۔ چوہدری محمد خان صاحب ″	[illegible]	•	سے	•	•	[illegible]	•	[illegible]	•	•
۱۴۔ خواجہ غلام حسین صاحب وکیل	•	•	•	•	•	[illegible]	•	•	•	•
۱۵۔ سید بشیر حیدر صاحب انسپکٹر آبکاری	صہ/	صہ/	•	•	•	•	•	•	•	•

تازہ خبریں

جمہوریت پسندوں کی فتوحات۔ لندن۔ ۷ر جولائی۔ ڈبلن کے جنگی کھیل کے خاتمے کے بعد اب قومی فوجیں ان باغیوں کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ جو مختلف اضلاع میں منتشر ہیں۔ کئی اضلاع سے لڑائی کی خبریں موصول ہوئی ہیں۔ جن میں بہت سے زخمی ہوئے ہیں۔ ڈبلن کی لڑائی میں مسٹر کسرفی اور مسٹر کیول بری قید ہوئی ہیں۔ ان کو بعد میں رہا کر دیا گیا۔

بعض اطلاعات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ مسٹر ڈی ولیرا مجروح ہو گئے ہیں۔

لندن۔ ۷ر جولائی۔ آج برطانوی جہاز بندرگاہ کارک میں پہنچ گئے ہیں۔

جمہوری فوج نے اعلان کیا ہے۔ کہ جمہوری فوج بڑی سرعت سے بڑھ رہی ہے۔ اور کئی اضلاع میں اسے کامیابی حاصل ہوئی ہے۔

بلفاسٹ میں شب گذشتہ کئی آتشزدگیاں ہوئیں مگر کثیر نقصان ہونے سے پیشتر آگ کو بجھا دیا گیا۔

نٹال میں ہندوستانیوں کے خلاف قوانین۔ دفتر نو آبادیات تنسیخ کی کوشش نہیں کریگا۔

لندن۔ ۷ر جولائی۔ دارالعوام میں کرنل ویجوڈ نے دریافت کیا کہ نٹال میں ہندوستانیوں کے خلاف پراونشل کونسل میں جو قوانین زیر بحث ہیں۔ آیا مسٹر چرچل ان کو منسوخ کی کوشش کریں گے۔ مسٹر چرچل نے جواب دیا۔ کہ اسکا فیصلہ کرنا کہ آیا یہ قوانین منظور ہوں یا نہ ہوں۔ یونین گورنمنٹ کا کام ہے۔ کرنل ویجوڈ نے پھر دریافت کیا کہ چونکہ ہندوستان کے انگریزی اور دیسی اخبارات نے ان قوانین کی مذمت کی ہے۔ تو کیا مسٹر چرچل یونین گورنمنٹ کو اس کی اطلاع دیں گے۔ مسٹر چرچل نے جواب دیا۔ کہ میں یونین گورنمنٹ کے ساتھ جھگڑا نہیں چاہتا۔

ملتان جیل میں فساد۔ ملتان جیل میں جو فساد ہوا تھا۔ اس کے پانچ مجرموں کو تین تین سال قید سخت کی سزا دی گئی تھی۔

بالشویکوں کا اخراج پارلیمنٹ سے۔ لندن۔ ۵ر جولائی۔ ایک سیاسی مراسلہ نگار لکھتا ہے۔ کہ اگلے ہفتہ دارالعوام میں۔ ایک قرارداد پیش کی جائیگی ۔۔۔۔ کر دیا جائے۔ ان کے حلقہ کے لئے دوبارہ انتخابات کی تیاریاں ابھی سے شروع ہو گئی ہیں۔ غالباً بالشویک قرارداد اخراج کی پیشی کی وقت جوابدہی کے لیے حاضر نہ ہونگے۔

جوٹ کے کارخانہ میں ہڑتال۔ کلکتہ۔ ۶ر جولائی۔ ۲۲ر جون کو جوٹ کے ہندوستانی کارخانوں میں جو ہڑتال ہوئی تھی۔ اسکا خاتمہ ہو گیا۔ اور مزدوروں کی اجرتوں میں مناسب اضافہ کر دیا گیا ہے۔

حکومت ہند کا قرضہ۔ شملہ۔ ۶ر جولائی۔ ۱۴ر جولائی تک حکومت ہند کے قرضہ کی مقدار ۱۵۵۳۱۹۰۰۰ روپے تھی۔

تار کا سلسلہ ہندوستان سے یورپ تک۔ وارسا۔ ۶ر جولائی۔ حکومت لہستان (پولینڈ) نے انڈو یورپین ٹیلیگراف کمپنی کو مغرب کیطرف شیو و مہل سے براہ تھارن اور مشرق میں وارسا سے رونو تک اپنی ایک لائن پر رعایت عطا کی ہے۔ سوویٹ گورنمنٹ نے بھی ایرانی سرحد تک رعایت دینے کا وعدہ کیا ہے۔

قانون اسلحہ پر نظر ثانی۔ شملہ ۶ر جولائی۔ قانون اسلحہ پر نظر ثانی کرنے کے لئے جو کمیٹی مقرر ہوئی ہے۔ وہ اپنا اجلاس ۱۸ر جولائی سے شملہ میں شروع کریگی۔

بابا گوردت سنگھ کا مقدمہ بغاوت۔ امرتسر۔ ۴ر جولائی۔ بابا گوردت سنگھ کے مقدمہ میں ۲ر تاریخ کو احکام نافذ ہوئے ہیں۔ کہ سوائے مسٹر جے۔ ایم ڈینٹ ڈپٹی کمشنر اور مسٹر سی۔ اے میکفرسن سپرنٹنڈنٹ پولیس کے اور کوئی گواہ طلب نہ کیا جائے۔ اس کی وجہ مجسٹریٹ نے یہ بیان کی۔ کہ تمام گواہ حادثہ بج بج اور تحقیقات کوماگاٹا مارو سے تعلق رکھتے تھے اور اس مقدمہ میں پیش نہیں ہو سکتے۔ مسٹر ڈنٹ اور مسٹر میکفرسن پر ۱۲ر تاریخ کو جرح ہوگی۔

پٹیالہ کے اکالی قیدی رہا ہو گئے۔ پٹیالہ۔ ۶ر جولائی۔ مہاراجہ صاحب پٹیالہ نے وہوری کے اکالی لیڈروں کو رہا کرنے کا حکم دیدیا ہے چنانچہ آج تین بجے ان کو رہائی مل گئی۔ اور ان کے احباب اور ہمدردان کو ہاتھوں ہاتھ دروازہ جیل سے لے گئے۔ گوردوارہ میں پہنچکر ان کو کڑاہ پرشاد اور پھل تقسیم کئے گئے۔ پٹیالہ کی تمام سکھ آبادی مہاراجہ صاحب کے اس مراحم شاہانہ پر تہ دل سے شکر گذار ہیں۔

مالابار کی صورت حالات۔ مدراس۔ ۶ر جولائی۔ ایک پریس کمیونک گذشتہ جون میں مالابار کے صورت حالات کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ یہ افواہ مشہور ہے۔ کہ کونارا تھنگال کی بغاوت کا واحد سرغنہ ضلع سے فرار ہو گیا ہے صحیح خبر نہیں مل سکی ہے۔ مگر بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وہ کہیں بھی ہو اس کی پاس کے گروہ کی طرف سے جنہوں نے حال ہی میں کالی کٹ تعلقہ میں بہت سے گاؤں تباہ کر دئیے حملے کا اندیشہ جاتا رہا۔

علمائے روس کی اعانت۔ شانتی نکیتن۔ ۵ر جولائی۔ رابندرا ناتھ ٹیگور کا روسی اعانت علما کا فنڈ ۳۲۲۳ روپیہ تک پہنچ چکا ہے۔ جس میں وائسرائے کے ۳۰۰ روپیہ اور پنجاب صوبجات متحدہ اور مدراس کے گورنروں کے عطیات بھی شامل ہیں۔

الصلح خیر

پیغام صلح لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۳۰۸

ہفتہ وار

جلد ۱۰ — نمبر ۲۹

یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۳ ذیقعد ۱۳۴۰ ہجری مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۲۲ عیسوی

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بمقام ڈلہوزی مع متعلقین خدا کے فضل سے بخیریت ہیں۔ اور قرآن حمید کی اردو تفسیر نویسی کے کام میں اور اسلامی سلسلہ کے دوسرے ضروری کاموں میں ہمہ تن مصروف۔ اللہ تعالےٰ آپ کی عمر میں برکت دے۔ اور ایسے نافع وجود کو تا دیر سلامت رکھے۔ آمین۔ بیان القرآن کی جلد دوم بھی امید ہے۔ اکتوبر تک تیار ہو جاوے گی۔

حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب بھی مع اہل خانہ وہیں فروکش ہیں۔ آپ کی صحت میں پہلے سے بہت افاقہ ہے۔ خدا تعالےٰ اس خادم سلسلہ عالیہ احمدیہ کو صحت و تندرستی سے رکھے اور خدمات دینی میں از سر نو توفیق بخشے۔

مسلم ہائی سکول لاہور۔ موسمی تعطیلات کی وجہ سے ۱۵ جولائی سے ۱۴ ستمبر تک یعنی دو ماہ کے لئے بند کیا گیا ہے۔ ایسا ہی برانچ مسلم مڈل سکول بھی ۱۹ جولائی سے ڈیڑھ ماہ کے لئے بوجہ موسمی تعطیلات بند کیا جائے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح (لاہور)

جلد ۱۰ | مورخہ ۲۳ - ذیقعدہ ۱۳۴۰ ہجری | نمبر ۲۹

بنک کے سود کا اشاعت اسلام پر خرچ

اشاعت اسلام کی تحریک میں میں نے جہاں ان امور کی طرف اپنے مسلمان بھائیوں کو توجہ دلائی تھی کہ وہ کس طرح پر مالی رنگ میں اس تحریک کی اعانت کر سکتے ہیں وہ بھی لکھا تھا کہ جو لوگ صرف روپیہ کی حفاظت کے لیے اپنا روپیہ بنکوں میں جمع کرتے ہیں وہ رقم سود کو بھی اشاعت اسلام کے لیے صرف کر سکتے ہیں۔ اسکے متعلق کئی جگہ سے میرے پاس یہ سوال آیا ہے کہ سود کے روپیہ کا جو حرام ہے اشاعت اسلام پر مصرف کیونکر جائز ہے ۔ یہ چند سطور اس مسئلہ پر مزید روشنی ڈالنے کے لیے ہیں ۔

میرے نزدیک ان دونوں صورتوں میں فرق ہے یعنی ایک سود پر روپیہ دینا دوسرے بنک میں روپیہ حفاظت کے لیے رکھوانا ۔ صورت اول قطعاً ناجائز ہے ۔ گو بعض علماء نے ہندوستان کو دار الحرب قرار دے کر اسمیں غیر مسلموں کو سودی روپیہ دینے کا بھی جواز نکالا ہے ۔ مگر میرے نزدیک جو چیز اصولاً ممنوع ہے وہ دار الحرب میں بھی ممنوع ہے ۔ دوسری صورت یعنی بنک میں روپیہ حفاظت کے لیے یا پس انداز کرنے کے لیے رکھوانا اس سے بالکل الگ ہے ۔ گو اس روپیہ پر بھی بموجب قوانین بنک کوئی رقم زائد مل جائے ۔ ان دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ صورت ثانی میں روپیہ رکھوانیوالے کی نیت سود لینے کی نہیں ہوتی ۔ اور نہ وہ سود کی خاطر روپیہ بنک میں دیتا ہے ۔ اور جب نیت سود لینے کی نہ ہو ۔ یا کچھ زائد رقم لینے کی نہ ہو تو اگر قرضہ کے واپس کرنے میں بھی کوئی شخص قرضہ سے زائد کچھ رقم قرض دہندہ کو دیدے تو اس کا لے لینا جائز ہے ۔ بشرطیکہ تقرر رقم کا نہ ہوا ہو ۔ اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلعم نے کسی کو قرضہ واپس کیا تو کچھ زائد بھی ساتھ دیدیا ۔ یہ صرف هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ کے طور پر تھا نہ قرضہ دینے والے کی نیت ایسی رقم لینے کی ہوتی ہے اور نہ قرضہ لینے والا اس کے دینے کا پابند ہوتا ہے ۔ اور نہ کوئی رقم مقرر ہوتی ہے ۔ اب جو روپیہ بنک میں حفاظت کے لیے رکھوایا جاتا ہے اسے اس جائز صورت کے ساتھ ایک رنگ میں مشابہت حاصل ہے ۔ اور ایک رنگ میں اختلاف ہے ۔ مشابہت تو یہ ہے کہ روپیہ رکھوانے والا جو یہاں قرضہ دینے والے کی جگہ ہے سود لینے کی نیت سے روپیہ نہیں رکھواتا ۔ اور اختلاف یہ ہے کہ جن کے پاس روپیہ رکھا گیا ہے جو یہاں قرضہ لینے والے کی جگہ ہے ۔ وہ ایک رقم مقرر کر کے اسکے ادا کرنے کا اپنے آپ کو پابند کر دیتا ہے ۔ اگر روپیہ رکھنے والا یا قرضہ لینے والا کسی رقم کے ادا کرنے کا پابند نہ کرتا ، تو جو روپیہ وہ زائد از امانت یا قرضہ دیتا اسکا لے لینا اور اپنے مصرف میں لانا روپیہ رکھوانیوالے یا قرضہ دینے والے کے لیے صاف طور پر جائز تھا ۔ لیکن اس اختلاف کی وجہ سے جسکا اوپر ذکر ہوا ۔ اس زائد روپیہ کو اپنے مصرف میں لانا درست نہیں ۔ ہاں اسے لیکر کسی خیراتی کام پر بالخصوص اشاعت اسلام پر صرف کر دینے میں کوئی حرج نہیں اور نہ کوئی گناہ ہے ۔ البتہ اگر وہ اسے اپنے مصرف میں لائے تو پھر یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس کی نیت سود لینے کی نہ تھی بلکہ اس نے عملاً سود کا روپیہ اپنے مصرف میں لا کر بتا دیا کہ بنک میں روپیہ رکھوانا بغرض حفاظت نہ تھا سود لینے کے لیے تھا ۔ وہ امر جو بنک میں بطور حفاظت یا پس انداز روپیہ رکھوانے کو سود کی صورت سے الگ کرتا ہے ۔ صرف اسقدر ہے کہ روپیہ رکھوانے والے کی نیت سود لینے کی نہ ہو ۔ اور یہ نیت اس وقت تک رہ سکتی ہے کہ سود کی اپنی ذات پر مصرف کو وہ حرام سمجھے ۔ اگر وہ ایسا کرے تو حکم الٰہی کی اس نے تعمیل کر دی ۔ اب جو روپیہ اسے بغیر نیت سود کے مل گیا ہے ۔ اسے نیک کام پر صرف کر دینا کسی حکم شرعی کے خلاف نہیں کیونکہ وہ ربا کی حقیقی تعریف میں اسیوقت آئیگا جب سود لینے کی نیت ہو ۔ یا اس نیت کا عملی ثبوت یہ مل جائے کہ اس نے ایسا روپیہ لیکر اپنی ذات پر صرف کر لیا ۔ دوسری صورت میں وہ ممنوع سود کی تعریف میں نہیں آتا ۔

بعض دلوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ بنکوں میں روپیہ رکھتے ہیں وہ سود لینے کی نیت سے ہی رکھتے ہیں ۔ اگرچہ میں مانتا ہوں کہ عام روپیہ رکھنے والوں کی یہی حالت ہے ۔ لیکن ایک مسلمان جو اللہ اور اسکے رسول کے احکام کے سامنے گردن جھکاتا ہے ۔ اسکی طرف ایسا ارادہ کیوں منسوب کیا جائے ۔ جب وہ عملی طور پر اس بات کا ثبوت بھی دیدے کہ اس کی نیت سود لینے کی نہ تھی ۔ اور واقعات شاہد ہیں کہ اس قسم کے ہزارہا مسلمان ہیں ۔ شاید کوئی دو تین سال کا عرصہ گزرا ہوگا یا کم زیادہ میں نے خود یہ پڑھا ہے کہ سود کی جو رقم جو ڈاک خانہ سیونگ بنک سے مسلمانوں نے وصول نہیں کی پونے تین لاکھ روپیہ ہے ۔ یہ ظاہر ہے کہ ان لوگوں نے ڈاک خانہ سیونگ بنک میں روپیہ محض حفاظت کے لیے جمع کرایا اور ان کی نیت سود لینے کی نہ تھی ۔ میرے نزدیک یہ ان کی غلطی ہے کہ مسلمانوں کے فائدے کے لیے اس روپیہ کو صرف نہ ہونے دیا ۔ اس غریب قوم کے لیے تین لاکھ روپیہ کی رقم کوئی تھوڑی سی چیز نہیں ۔ اور یہ ابھی ڈاک خانہ کے سیونگ بنک کی رقم ہے ۔ دوسرے بنکوں میں خدا جانے کتنی رقم اس قسم کی ہوتی ہوگی ۔ ہاں ان کا سود کا روپیہ نہ لینا جس طرح اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی سے باہر نکال دیتا ہے اسیطرح اس روپیہ کو اپنے مصرف میں نہ لانا بلکہ کسی نیک کام پر صرف کر دینا بھی ان کی بریت کے لیے کافی ہے ۔ ہاں اس صورت میں مسلمان قوم کے بہتیرے کام جو روپیہ کے نہ ہونے کی وجہ سے ادھورے پڑے ہوئے ہیں کچھ نہ کچھ تکمیل کو پہنچ جاتے اور ان کے اس روپیہ کو نہ لینے کی صورت میں ممکن ہے کہ وہ روپیہ ایک مشہور ہے کسی عیسائی مشنری پروپیگنڈا کی امداد میں صرف ہوتا ہو ۔

اور یوں جو روپیہ اسلام کی قوت کا موجب ہو سکتا ہے وہ اسلام کو نقصان پہنچانے کا موجب بن رہا ہو۔ اِن حالات میں میری یہی رائے ہے کہ اس روپیہ کو نہ لینے سے یہ بہتر ہے کہ اُسے لیکر اسلام کی قوت کا موجب بنایا جائے ۔

حدیث سے ثابت ہے کہ جب قرآن کریم میں آیت غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے ابی بن خلف کے ساتھ یہ شرط لگائی کہ اگر اہل روم تین سال میں اہل فارس پر غالب نہ آئے تو وہ دس اونٹ ابی کو دیں گے اور اگر غالب آگئے تو اس سے دس اونٹ لیں گے۔ ابھی حرمت قمار نازل نہ ہوئی تھی۔ آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا البضع کا لفظ تین سے نو تک بولا جاتا ہے۔ اس لیئے میعاد کو بڑھا کر نو سال کر دو اور شرط دس اونٹ کی جگہ سو اونٹ کر دو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ پیشگوئی جنگ بدر کے دن پوری ہوئی یعنی رومی اہل فارس پر غالب آئے۔ اور یہ نو سال کے اندر اندر ہوا تو حضرت ابوبکرؓ نے ابی کے ورثا سے وہ سو اونٹ وصول کیا۔ چنانچہ ترمذی کی روایت یہی ہے۔ انہ لما کان یوم بدر ظھرت الروم علی فارس فاخذ ابوبکر رضی اللہ عنہ الخطر من ورثۃ ابی وجاء بہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال علیہ الصلوۃ والسلام تصدق بہ یعنی حضرت ابوبکرؓ شرط کا سو اونٹ لیکر آنحضرت صلعم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ صدقہ کر دو۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ھذا السحت تصدق بہ ۔ یہ مال حرام ہے اس کے ساتھ صدقہ کر دو۔ جس سے معلوم ہوا کہ مشتبہ مال کو صدقہ میں دیدینا جائز ہے ۔ ہاں اس کا یہ منشا نہیں کہ لوگ حرام کمائیں اور پھر اُسے صدقہ کریں۔ بلکہ صورت یہ تھی کہ شرط تو حرمت قمار سے پہلے ہو چکی تھی۔ لیکن اسکی وصولی کا وقت حرمت قمار کے بعد تھا تو آنحضرت صلعم نے اسے کفار سے لیکر مسلمانوں کی بہتری پر صرف کرا دیا۔ اگر نہ لیا جاتا تو وہی مال کفار کی قوت کا موجب ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی تقویت کو بھی ایسے حالات میں مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ اور اس بنا پر میں نے یہ لکھا ہے کہ ایسی صورتوں میں سود کا روپیہ جب نیت سود لینے کی نہ ہو بلکہ روپیہ کو محفوظ رکھنے کی ہو۔ لیکر اسلام کی تقویت پر خرچ کر دینا چاہیئے ۔ ورنہ وہ مال بجائے اسلام کی قوت کے کفار کی قوت کا موجب ہوگا۔ اور یہ بھی ثابت کر چکا ہوں کہ ایسا روپیہ سود اسی صورت میں بنے گا۔ جب روپیہ رکھوانے والے کی نیت سود لینے کی ہو۔ وہ یا علاوہ اسے لیکر اپنے ذاتی مصرف میں لائے ۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلتا ہے کہ اگر ایک شخص نے ناجائز کچھ کمایا ہو اور پھر وہ توبہ کرے تو اس ناجائز کمائی کا خدا کی راہ میں صرف کر دینا جائز ہے ۔

محمد علی

ڈلہوزی
۷ جولائی ۱۹۲۲ء

شذرات

نظام حیدرآباد کی مذہبی رواداری

مذہبی رواداری تاریخ اسلام میں کوئی انوکھی بات نہیں۔ اسلامی سلطنتوں میں غیر مذاہب کے ساتھ جو جو مراعات روا رکھی جاتی رہی ہیں۔ تاریخ دان حضرات کو چاروناچار اس کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ آج ہندو برادران وطن سلاطین مغلیہ کے مذہبی تعصب کو بعض فرضی اور بعید از قیاس داستانوں کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں نے تاریخ کا مطالعہ کیا ہے (مثلاً کے۔ این سرکار۔ اور مسٹر بینی پرشاد ایم۔ اے) انہوں نے ایسے تمام قصص کی علانیہ تردید کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ انہی سلاطین مغلیہ کے عہد میں ہندو سلطنت کے نظم ونسق میں کسقدر ذمہ داری کے عہدوں پر سرفراز تھے ۔

لیکن مذہبی رواداری کی یہ مثالیں تاریخ کے اوراق میں ہی لکھی ہوئی نہیں آج بھی اسکی مثالیں اسلامی ریاستوں بالخصوص قلمرو نظام میں موجود ہیں ۔

معاصر پیسہ اخبار رقمطراز ہے کہ یہ فخر سلطنت حیدرآباد ہی کو حاصل ہے کہ وہ اپنی ہندو مسلم رعایا کے ساتھ یکساں برتاؤ کرتی ہے۔ اور جسقدر جاگیرات وعطیات اسلامی معابد کے لیئے ہیں۔ اتنی ہی ہندو منادر کے لیئے ہیں۔ گوردوارہ بندسنگھ جی مسلمانوں کے مخالف کہے جاتے ہیں۔ لیکن جتنی بڑی جاگیر ان کی خدمت وعظمت کے لیئے سرکار نظام نے دے رکھی ہے اتنی امرت سر میں بھی نہیں۔ حکومت میں ہندو مسلم کی کوئی تفریق نہیں اور ریاست کے اعلیٰ سے اعلیٰ عہدے ہندوؤں کے قبضہ میں ہیں چنانچہ ریاست کا اہم ترین صیغہ محکمہ مالگزاری ایک ہندو سکرٹری راجہ اندرکرن بہادر کے تفویض ہے خود اعلیحضرت کے ذاتی علاقے کھتہ میں ایک ہندو وزیر رائے مرلیدھر کے سپرد ہیں اور اسیطرح دوسری بڑی خدمتیں ہندوؤں کے پاس ہیں۔ ہائیکورٹ میں تھوڑا زمانہ پہلے رائے بالمکند جیسا قابل منصف موجود تھا۔ مگر رائے صاحب کے بعد سے ایک ہندو کی جگہ خالی تھی۔ اعلیحضرت نے اسپر کیشوراؤ صاحب کا تقرر فرمایا ہے جو ایک نہایت آزاد خیال اور لائق منصف ہیں۔ اور تحریک قومیت کے بانی مبانی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اعلحضرت نے حکم دیدیا ہے کہ آئندہ ہائیکورٹ میں ایک ہندو جج لازمی طور سے ہوا کرے۔ اسیطرح ملک کے بڑے سے بڑے عہدے اور خطابات اعزاز ہندو اُمرا کو عطا ہوتے ہیں چنانچہ حال ہی میں والیان ریاست گدوال اور ونپرتی کو مہاراجہ کا خطاب عطا ہوا ہے۔ کہاں ہیں وہ کور باطن نکتہ چیں جنہوں نے گزشتہ سال اعلیٰحضرت کی ذات گرامی پر نہایت رکیک حملے کیئے تھے وہ حیدرآباد کی مذہبی رواداری کو دیکھیں اور شرمائیں ۔

ہمارے لائق ہمقلم کو نکتہ چینیوں پر اسقدر برافروختگی کی ضرورت نہیں۔ زمانہ اور حالات آخر کار خود بخود انہیں شرمندہ کریں گے۔ اہل یورپ نے ترکوں کے مذہبی تعصب اور وحشیانہ مظالم کی داستانیں بنا بنا کر آجتک انہیں بدنام کرنے اور یورپ سے خارج کر دینے کے لیئے کیا کچھ کوششیں نہیں کیں۔ لیکن اب خود وہ عیسائی جنہیں ان مظالم کا شکار بتایا جاتا ہے۔ علانیہ ان کی تردید کر رہے ہیں۔ جیسا کہ پارسال انقرہ کے اس مضمون سے

ظاہر ہے جیسے "پیغام صلح" کی سابقہ اشاعت میں "العدل" سے ترجمہ کیا جا چکا ہے۔
ضرورت ہے کہ ایسے حالات اور بیانات کو کثرت کے ساتھ نکتہ چیں حلقوں میں شائع کیا جائے اور ناواقف لوگوں کو بھی ان سے مطلع کیا جائے جو خود بخود انکی شرمندگی کا موجب ہوگا۔

پنڈت لیکھرام اور آریہ گزٹ

معاصر "آریہ گزٹ" نے اپنی ۱۳- جولائی کی اشاعت میں دو سوال

(۱) کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ مرزا صاحب نے اعلان کیا تھا کہ پنڈت لیکھرام عید کے دن قتل کئے جائیں گے۔ مگر پنڈت جی اس دن قتل نہ ہوئے اور اس طرح پر یہ پیشگوئی غلط ثابت ہوئی۔

(۲) کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ مرزا صاحب نے بعض اصحاب کی موت کا اعلان کیا۔ مگر وہ آجتک زندہ ہیں؟

امر اول کے متعلق ہم اپنے لائق معاصر کی خدمت میں افسوس کے ساتھ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ باوجودیکہ پنڈت لیکھرام کے قتل کا واقعہ آریہ سماج کی تاریخ میں ایک نہایت اہم اور ہولناک واقعہ ہے۔ باوجودیکہ مسلمانوں کا دعوٰے ہے کہ یہ واقعہ اسلام کی صداقت کے ثبوت میں ایک حجت برہنہ کا حکم رکھتا اور ویدک دہرم کی بطالت کو ظاہر کرتا ہے پھر بھی اسکے متعلق پورے حالات اور حضرت مسیح موعود کی اصل پیشگوئی کو ہمارے لائق ہمقلم نے مطالعہ نہیں کیا۔ محض سنی سنائی باتوں کی بنا پر یہ لکھدیا ہے کہ "مرزا صاحب نے اعلان کیا تھا کہ پنڈت لیکھرام عید کے دن قتل کئے جائیں گے۔" حالانکہ اصل پیشگوئی کے لفظ یہ ہیں:-

ستعرف یوم العید والعید اقرب

جس میں صاف بتایا گیا ہے کہ عید یا عید کے قریب کے دن یہ واقعہ ہوگا۔ اور پنڈت لیکھرام عید کے دوسرے دن قتل ہوئے۔ پس پیشگوئی کو محض عید کے دن کے ساتھ مخصوص قرار دینا اور "والعید اقرب" کے الفاظ کو چھوڑ جانا اگر بدظنی نہ کی جائے تو ناواقفیت کا نتیجہ ضرور ہے۔

اسکے علاوہ اس پیشگوئی میں بعض اور بھی باتیں ہیں جو من وعن طور پر پوری ہوئیں:-

(۱) الہام الٰہی۔ عجل جسد له خوار۔ له نصب و عذاب۔ اس میں پنڈت لیکھرام کو گوسالہ سامری قرار دے کر وہی عذاب ان کے لیے بتایا گیا ہے جو موخرالذکر کو دیا گیا تھا یعنی ٹکڑے کرکے جلانا اور دریا برد کیا جانا۔

(۲) حضرت مسیح موعود کی دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا یہ بتانا کہ انہیں چھ برس کے اندر ہلاک کیا جائے گا۔

یہ باتیں ہمارے لائق ہمقلم کے لیے لائق غور ہیں۔ اور ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ان صریح واقعات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ "یہ پیشگوئی غلط ثابت ہوئی" کہاں تک قرین انصاف ہے۔

دوسرے سوال کے متعلق ہم ممنون ہوں گے کہ اگر ہمارا فاضل ہمقلم "ان بعض اصحاب" کے نام پیش کرے گا۔ جن کی موت کا مرزا صاحب نے اعلان کیا تھا مگر وہ آج زندہ ہیں۔ بہتر ہوگا اگر مرزا صاحب کے اصل الفاظ جن میں ان کی موت اعلان کیا گیا ہو نقل کر دیئے جائیں۔

مظلوم موپلوں کی امداد

مالابار میں آریہ سماج کی طرف سے ہندوؤں کی نصرت و امداد اور نومسلموں کو دوبارہ ہندو مذہب میں داخل کرنے کے حالات آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ لکھے جا چکے ہیں۔

ہندوؤں نے اپنے بھائیوں کی مظلومیت کو جن دردانگیز و رقت خیز الفاظ میں بیان کرکے عامتہ الناس کو رلایا ہے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ہندو قوم کے کثیر التعداد افراد کو ہی یہ صدمات اٹھانے پڑے ہیں اور مسلمانوں کو کوئی مصیبت نہیں پڑی۔ نہ ہی آجتک کسی آریہ سماجی کے قلم سے موپلوں کی مظلومیت پر ایک حرف بھی نکلا ہے۔ حالانکہ یہ امر واقعہ ہے کہ ہندوؤں کے ساتھ موپلا مسلمانوں کو بھی سخت تباہیوں اور خانمان ویرانیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

مدراس کی موپلا ریلیف کمیٹی نے (جو موپلا مصیبت زدوں کی امداد کے لیے قائم ہوئی ہے) تحقیقات کے بعد یہ رپورٹ کی ہے۔ ایسے مصیبت زدوں کی تعداد کم از کم ۷۵ ہزار ہے جن کی امداد کے لیے تین لاکھ روپیہ کا جمع ہونا اشد ضروری ہے۔

جمعیت العلماء ہند نے اس روپیہ کے لیے اپیل کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ ۱۶ ہزار روپیہ جمعیت مذکور کے پاس اب تک آ چکا ہے۔ مرکزی جمعیت خلافت اور دیگر ذرائع سے ۳۰-۲۵ ہزار روپیہ ان مظلوموں کی امداد میں اور پہنچا ہوگا ابھی ڈھائی لاکھ روپیہ کی فوری ضرورت ہے۔

اپنے مظلوم بھائیوں کی امداد مسلمانوں کا ایک ضروری فرض ہے اور اس راہ میں جسقدر بھی دیا جاسکے عین موجب ثواب ہے۔

لیکن جمعیت العلماء کی خدمت میں ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ محض مدراس موپلا ریلیف کمیٹی کے ذریعہ سے چند روپیوں کی امداد کر دینا اس جمعیت کے شایان شان نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جمعیت مذکور اپنے خاص اراکین کو جن کے دل میں اسلام کا سچا درد اور جوش ہو۔ مالابار میں بھیجے۔ اور وہاں اشاعت و حفاظت اسلام کا بندوبست کرے۔ آریہ حضرات جیساکہ دوسری جگہ لکھا جا چکا ہے ان نومسلموں کو بھی جو دوبارہ ہندو ہونا پسند نہیں کرتے (اور انکی یہ ناپسندیدگی ثبوت ہے اس امر کا کہ کسی جبر کے ماتحت انہوں نے اسلام کو قبول نہیں کیا) ہندو بنانے کیلئے پورے طور پر سرگرم و کوشاں ہیں پس کیوں ایسے لوگوں کی حفاظت اور دوسروں میں اسلام کی اشاعت کا بندوبست نہ کیا جائے۔ لیکن افسوس ہے کہ جمعیت العلماء نے اپنا مطمح نظر چند پولیٹکل باتوں کے سوا کے اور کچھ نہیں رکھا۔ اور مذہب کا نام و نشان ان کے پروگرام میں نہیں ہے۔

کمسن بچوں کی تمباکو نوشی

کچھ عرصہ ہوا پنجاب لیجسلیٹو کونسل نے کمسن بچوں کی تمباکو نوشی کے خلاف ایک قانون پاس کیا تھا۔ اور اُسپر خاص سزائیں مقرر کی تھیں۔ اس قانون کے نفاذ کے وقت کچھ اس کا اثر معلوم ہوتا تھا۔ مگر برائے نام۔ لیکن اسکے تھوڑے عرصہ بعد وہ بالکل فراموش ہوگیا۔ اور اب اسکو کوئی جانتا بھی نہیں۔

اس کے متعلق ۵- مارچ کو کونسل کے اجلاس میں سوال ہوا تھا۔ اور اب پھر راستے صاحب لالہ ٹھاکر داس نے ذیل کے دو سوالات کا نوٹس لیجلیٹو کونسل کے آیند اجلاس کے لیئے دیا ہے:-

(۷) ۵- مارچ ۱۹۲۱ء کے سوال نمبر ۱۶۸ کے سرکاری جواب پر غور کرتے ہوئے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ابھی تک کمسنوں کی تمباکو نوشی کے انسداد کا قانون عملی طور پر ردی کاغذ کے برابر ہے اور اس پر بالکل عملدرآمد نہیں کیا گیا۔ اگر یہ امر واقعہ ہے تو میں جاننا چاہتا ہوں کہ کن وجوہات سے ابھی تک اسے تسلی بخش طور پر استعمال نہیں کیا گیا۔

(۸) کیا یہ امر واقعہ ہے کہ کمسن بچوں کے اندر تمباکو نوشی کی عادت دن بدن بڑھ رہی ہے۔ کیا گورنمنٹ اس ایکٹ کی دفعات میں کچھ ترمیم کرنے پر غور کررہی ہے یا اس عادت بد کی روک تھام کے لیئے اس قانون کو زیادہ کامیاب بنانے کے لیئے کچھ سوچ رہی ہے؟

گورنمنٹ ان سوالات کا جو کچھ جواب دے گی وہ شائع ہونے پر معلوم ہو جائیگا لیکن ہمیں افسوس ہوتا ہے جب اس قسم کے سوالات جو معمولی اخلاق سے تعلق رکھتے ہیں ہم گورنمنٹ سے ہوتے ہوئے سنتے ہیں - یہ سوالات گویا ہمارے اخلاق تنزل کا ایک کھلا ہوا ثبوت ہیں۔ تمباکو نوشی ہمارے کمسن بچوں کو کس نے سکھائی؟ بچے ہمیشہ بڑوں کی نقل کرتے ہیں - اور جو بات بڑوں کے لیئے عیب کا موجب نہیں بچے اس سے کس طرح باز رہ سکتے ہیں - قانون اگر زبردستی بچوں کو تمباکو نوشی سے روک بھی دے تو بھی ان کے اخلاق پر اس سے اچھا اثر نہیں پڑ سکتا۔ اخلاق تو تبھی درست ہو سکتے ہیں کہ بڑے اپنا بہترین نمونہ اُن کے سامنے پیش کریں پھر قانون کا نفاذ تو ظاہر حالات پر ہی ہوگا۔ چھپ کر تمباکو پینے سے کون انہیں منع کرے گا؟

پس سب سے بڑا فرض والدین اور اُن پر عائد ہوتا ہے جو حقہ نوشی کے عادی ہیں سب سے پہلے ان کی اس عادت کی اصلاح ہونی چاہیئے - اور قانون کے ذریعہ سے نہیں بلکہ اخلاقاً اُن کو درست کرنا چاہیئے کہ اُن کے نمونہ سے اُنکے بچے بھی نیک اخلاق ہوں - اور ایسی قبیح عادت کو ترک کردیں۔

اکبر - اورنگزیب اور میاں فضل حسین

آنریبل میاں فضل حسین صاحب وزیر تعلیم کے خلاف برادران وطن نے جو جہاد آجکل شروع کر رکھا ہے۔ اس میں بعض وقت ایسی ایسی باتیں دیکھنے میں آتی ہیں جن کی توقع ایک انصاف پسند اور بہی خواہ وطن و قوم سے نہیں ہو سکتی۔ ایک لوکل معاصر کے کسی نگار نے اس جہاد میں حصہ لیتے ہوئے یہ لفظ لکھے ہیں:-

"اُسکے (میاں فضل حسین صاحب کے) سامنے اکبر اور اُسکا دین الٰہی بھی ناکام رہا۔ اور شاہنشاہ اورنگزیب کا ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنانا بھی مات ہوگیا"

اس فقرہ میں نامہ نگار نے نہ صرف میاں فضل حسین کی منصفانہ پالیسی پر ہی حملہ کیا ہے بلکہ اکبر جیسے غیر طرفدار اور اورنگزیب جیسے منصف مزاج بادشاہوں پر بھی ناروا الزام لگائے ہیں۔

معاصر مسلم آؤٹ لک نے اس فقرہ پر ریمارک کیا ہے کہ تمام دنیا اکبر کی امن پالیسی کی دل سے قدر کرتی ہے جو اس نے ہندو مسلمانوں کو دین الٰہی کے مشترکہ عقائد کے ذریعہ سے ایک پلیٹ فارم پر لانے کی کوشش کی۔ مدح خواں ہے۔ بالخصوص ہندو اسکی ثنا خوانی میں سب سے زیادہ بلند آواز ہیں۔ لیکن ایک کوتاہ بین شاہد آج اس بیسویں صدی میں ایسی حقارت اور جرأت کے ساتھ اس شہنشاہ کے متعلق آواز اٹھاتا ہے جسکے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس نے سب سے پہلے ایک متحدہ ہندوستان کے قیام کا خواب دیکھا تھا۔

ایسا ہی اورنگزیب کے متعلق لکھا ہے کہ ایک شخص کو بھی جبراً مسلمان کرنا تاریخ کی روشنی میں آپ کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ شاہد آپ کے مکتوبات ہی کو جو ایک چھوٹے سے رسالہ میں جمع کئے گئے ہیں دیکھ لیتا تو ان سے معلوم ہو جاتا کہ حضرت اورنگزیب نے کتنی مرتبہ یہ لکھا ہے کہ میں اپنی رعایا کے مختلف مذاہب سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں رکھتا۔ اور کہ ان کے لئے یہ امر موجب مسرت ہے کہ ہندو اور مسلمان اپنے اپنے مذہب کے عقائد و تعلیمات پر عمل پیرا ہوں"۔

معاصر مسلم آؤٹ لک کے ذیل کے فقرات خاص طور پر پڑھنے کے لائق ہیں:-

"یہ امر سخت موجب افسوس ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے بھیلوں۔ گونڈوں اور سنتھالوں کا استیصال کیا۔ اور بدھ مذہب والوں کو یا تو زبردستی ہندو بنا لیا اور یا انہیں مظالم کا شکار بنا کر ہندوستان سے باہر نکال دیا - یہ لوگ حضرت اورنگزیب علیہ الرحمۃ پر الزام دیں کہ انہوں نے ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنایا ہے۔ وہ خود شیشے کے ان محلات میں رہتے ہیں۔ جنکو پرسرام۔ شنکراچاریہ۔ کمارل بھٹا اور دیگر متعصب ہندوں نے اُنکے لیئے تعمیر کیا - حیرت ہے کہ ان شیشے کے محلات میں بیٹھ کر وہ دوسروں پر پتھر پھینکتے ہیں۔

ضرورت نکاح

میرے ایک نہایت معزز با حیثیت اور شریف احمدی دوست کو نکاح کی ضرورت ہے۔ پہلی بیوی کا انتقال ہو چکا ہے۔ عمر متوسط۔ بیوہ سے نکاح کرنے پر بھی آمادہ ہیں۔

خط و کتابت عزیز احمد قریشی ایم۔ اے نور پور ضلع کانگڑہ کی معرفت ہو۔

ولایتی ڈاک

جبر یا اختیار

انگلستان میں حال ہی میں ایک قتل کے مقدمہ کا فیصلہ ہوا ہے۔ جس میں قاتل کے لئے جیوری اور کورٹ آف کریمنل اپیل ہر دو نے سزائے موت کا حکم دیا تھا۔ لیکن ہوم سیکرٹری نے سزا کو کچھ مدت کے لئے ملتوی کر دیا کیونکہ میڈیکل کمیٹی نے اسکا دماغ صحیح نہ ہونے کا فتوے دیا تھا۔

ہوم سیکرٹری کے اس حکم اور میڈیکل کمیٹی کے فتوے پر عام طور پر اظہار ناراضی کیا جا رہا ہے۔ اور اگرچہ مسٹر شارٹ (ہوم سیکرٹری) نے پارلیمنٹ میں ایک قانونی دفعہ کا حوالہ دیکر اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کیا ہے۔ لیکن بحث کا ایک اور پہلو یہ پیدا ہو گیا ہے۔ کہ ڈاکٹری رائے آجکل جرائم کے متعلق بہت کچھ بدل چکی ہے۔ اور بالفاظ "ٹائمز" "یہ ممکن ہے۔ کہ ہوم سیکرٹری کے مشیر وہ لوگ ہوں جنکا یہ خیال ہے۔ کہ سب قسم کے جرائم ایک خاص دماغی خرابی کی وجہ سے سرزد ہوتے ہیں"

اسی بحث نے یہ سوال بھی پیدا کیا ہے۔ کہ آیا دنیا میں قوت ارادی بھی موجود ہے۔ یا نہیں۔ آیا تمام کام جو ہم کرتے ہیں وہ کسی خاص دماغی حالت کیوجہ سے ہم سے سرزد ہوتے ہیں۔ یا اپنی آزاد قوت ارادی کے ساتھ ہم کرتے ہیں۔

ظاہر ہے۔ کہ اس بحث کا تعلق زیادہ تر وکلاء اور ڈاکٹروں سے ہے۔ اور اگر یہ ثابت ہو جائے۔ کہ انسان اپنی آزاد قوت ارادی کے ساتھ کوئی کام نہیں کرتا۔ تو اسکا اثر جرائم پیشہ لوگوں اور سوسائٹی پر بہت بُرا ہو گا۔

یہی وجہ ہے۔ کہ انگلستان میں عام طور پر اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی جا رہی ہے۔ اور اس بات پر زور دیا جا رہا ہے۔ کہ ایسے حالات میں کہ ایک ہولناک قتل ثابت ہو جائے۔ تاوقتیکہ اسکا یقینی اور پبلک ثبوت نہ دیا جائے کہ مجرم کو دماغی بیماری لاحق ہے۔ سزا سے اسے بری نہ کیا جائے۔

"نیر ایسٹ" کی رائے ہے۔ کہ اس اعتقاد میں کہ آزاد قوت ارادی دنیا میں موجود ہے۔ وکلا کا اتفاق ہے۔ اور وہ ڈاکٹروں کو جیت لینگے۔ کیونکہ موخر الذکر کی آرا میں اختلاف ہے۔ اور ایک کی رائے ایک سے نہیں ملتی۔

یہ دراصل بقول نیر ایسٹ جبر اور اختیار کے مسئلہ کا ایک دوسرا رنگ ہے جو اپنی مذہبی و روحانی خصوصیات سے علیحدہ ہو کر اس رنگ میں نمایاں ہوا ہے۔ مسلمان حکما نے اس پر بڑی پُر برکت بحثیں کی ہیں۔ اور امید ہے۔ کہ یہ نیا رنگ اس مسئلہ کے متعلق بہت سے دلچسپ انکشافات کا موجب ہو گا۔

کلیسا کی خاموشی

باوجود اس نئے رنگ کے جو اس مسئلہ نے اختیار کیا ہے۔ اگر غور کر کے دیکھا جائے۔ تو اس حد تک اسکا تعلق مذہب سے ضرور ہے۔ کہ اسکا اثر اخلاقیات پر ہو گا۔ اور مذہب اخلاقیات کا سب سے بڑا محافظ ہے۔ لیکن "نیر ایسٹ" متعجب ہے۔ کہ کلیسا ان مسائل پر بالکل خاموش ہے۔ حالانکہ "یہی مسئلہ اگر آج سے پچاس یا سو سال پہلے پیدا ہوتا تو ہر ایک گرجا اس بحث میں سرگرمی کے ساتھ صرف اس بنا پر حصہ لیتا۔ کہ قانون یا طب اخلاقیات کے ذمہ دار نہیں۔ بلکہ اصل ذمہ داری کلیسا پر عائد ہوتی ہے"

وہ لکھتا ہے۔ کہ

"میں نے اس مسئلہ پر ایک بھی خطبہ آج تک نہیں سنا۔ عالم نیبا کے مقررین کی زبانیں اسبارہ میں گنگ ہیں"

اصل بات یہ ہے کہ اہل کلیسا کے لئے یہ سوال ذرا مشکل اور نازک ہے۔ ان کا تو اعتقاد ہے۔ کہ انسان فطرتاً گنہگار پیدا ہوا ہے۔ اور اس لئے گناہ سے وہ علیحدہ ہو سکتا ہی نہیں۔ کفارہ مسیح نے کچھ دستگیری کرنی چاہی تھی۔ لیکن باوجود اس پر ایمان رکھنے کے نہ گناہ مسیحی دنیا سے سلب ہوا۔ اور نہ سزا سے ہی مخلصی نصیب ہوئی۔ پس وہ اسبارہ میں کہیں تو کیا۔ اگر ڈاکٹروں سے اتفاق کریں تو فطری طور پر گنہگار ہونے کے عقیدہ کی ایک حد تک تائید ہو گی۔ لیکن کفارہ کو کیا کریں۔ اور اگر وکلاء کا ساتھ دیں۔ تو پھر تو کچھ رہا ہی نہیں۔

پس کلیسا سے ایسے مسائل میں روشنی کی توقع کرنا عبث ہے۔

کلیسا کی کتاب نماز میں تبدیلیاں

یہی نامہ نگار "نیر ایسٹ" آگے چلکر لکھتا ہے۔ کہ کلیسا ایسے معاملات میں دخل دے تو کیسے۔ اس کے اندر تو خود تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ نئے خطبہ نکاح میں جو کنیڈا کی انگلستانی کتاب نماز میں موجود ہے۔ اور جو غالباً انگریزی کلیسا میں اختیار کر لیا جائے گا۔ بہت سی تبدیلیاں ہو گئی ہیں۔ اس میں صاف طور پر ان الفاظ کو کہ "نکاح ایک خدائی حکم ہے۔ جو انسان کی معصومیت کے وقت دیا گیا تھا" حذف کر دیا گیا ہے۔ شادی کی اغراض کے متعلق جو الفاظ "کتاب نماز" میں موجود تھے۔ اور جن کا دوہرانا بہت سی دلہنوں کے لئے موجب شرمساری تھا۔ ان کو بھی حذف یا نرم کر دیا گیا ہے۔ لیکن یہ میں [illegible] کے ساتھ دیکھتا ہوں کہ ابھی تک وہ بے معنی الفاظ اس کے اندر موجود ہیں [illegible] منشا ہے۔ کہ خاوند کی اطاعت کیجائے۔ اور ہر ایک عورت کو ان [illegible] کھانی پڑتی ہے۔ لیکن فی الفور ہی وہ فراموش ہو جاتے ہیں"

ایسا ہی بتایا گیا ہے۔ کہ "مجوزہ نماز جنازہ میں" ہمارا ناپاک جسم" کے الفاظ بدل کر ایسے الفاظ رکھ دیئے گئے ہیں۔ جن کو جو لوگ چاہیں۔ میت کے لئے دعا

کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔ یہ دراصل جنگ کے اثرات میں سے ہے۔ کیونکہ [illegible] جو کلیسا کے اندر مستند نہیں۔ بہت رائج اور مقبول ہو چکی ہیں"

ان تبدیلیوں کے خلاف لکھا ہے۔ کہ "ایک فریق کی طرف سے پروٹسٹ ہوگا" لیکن ایسے پروٹسٹ جو زمانہ کی ہوا کے خلاف ہوں کسی کام نہیں آ سکتے۔ کلیسائے انگلستان بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ کلیسائے مسیحیت کے اندر یہ کوئی نئی تبدیلیاں نہیں۔ ہر زمانہ میں اس کو اپنے اندر کچھ نہ کچھ تبدیلی کرنی پڑی ہے۔ اور ہر ایک وہ قانون جو خدائی ہاتھوں سے وضع نہیں [illegible] ایسی ہی دستبرد کا شکار ہوگا۔

سر ویلنٹائن چرول اسلام پر

سر ویلنٹائن چرول ان انگریز مستشرقین میں سے ہیں جنہیں اسلام اور مسلمانوں سے خدا واسطہ کی دشمنی ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کے متعلق بہت سی کتابیں اور مضامین لکھے ہیں۔ جن میں ان کا بغض و تعصب آشکارا ہے۔ گزشتہ سال لندن ٹائمز کیطرف سے وہ ہندوستانی شورش کے حالات معلوم کرنے کے لئے ہندوستان آئے ہوئے تھے۔ اور یہاں سے بہت کچھ لکھ لکھ کر بھیجتے رہے۔ حال ہی میں انہوں نے ایک لیکچر سنٹرل ایشین سوسائٹی لندن میں دیا ہے جس میں مشرق و مغرب کے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے یہ بیان کیا ہے۔ کہ

"چھٹی صدی عیسوی نے مشرق و مغرب کے تعلقات میں ایک نئی چیز کا اضافہ کیا اور یہ صحرائے عرب سے دنیا کے اس ایک عظیم الشان مذہب کا پیدا ہونا تھا جس نے پیدائش کیساتھ اپنے آپ کو تلوار سے مسلح کر لیا۔ چار پانچ صدیوں کے عرصہ میں جبکہ خلفا دمشق اور بغداد۔ قاہرہ اور قرطبہ کے زیر سایہ ایک نئی تہذیب نے تاریخ اسلام کو اپنی ناقابل محو روشنی سے منور کر دیا۔ ترکی ابھی پیدا بھی نہیں ہوئی تھی سلطنت عثمانیہ تیرھویں صدی عیسوی میں مشرقی فاتحین کی ایک نئی نسل کے ذریعہ سے ظہور میں آئی جنہوں نے وسطی ایشیا میں اپنے گھر سے نکلکر چلتے چلتے رستہ میں قرآن کو پایا۔ ترکی سلطنت کے قیام کے ذریعہ اسلام کی سیادت ایک سامی نسل سے جو اعلیٰ دماغی قابلیت اور اپنے اندر ترقی کی استعداد رکھتی تھی نکل کر ایک تورانی کے پاس چلی گئی۔ جو جو اہر دبیشک تھے۔ لیکن کند ذہن تنگدل اور سخت واقعہ ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کے دلوں کو اسلامی عقیدہ نے زیادہ تر اسوجہ سے اپیل کیا۔ کہ وہ غلبہ حاصل کرنیکا ایک آلہ ہے جسکا دارومدار تلوار پر ہے"

سر ویلنٹائن چرول کے یہ فقرات ترکوں کی دشمنی میں ان کی ایک عجیب حرکت مذبوحی کا پتہ دیتی ہیں۔ ایکطرف اسلام کو اپنی پیدائش کیساتھ ہی تلوار سے مسلح ہونا بتایا جاتا ہے پھر ترکوں کے بالمقابل اپنی تلوار سے کام لینے والے مسلمانوں کی مدح سرائی تھی۔ اور دماغی قابلیتوں اور استعداد ترقی کی ثنا خوانی شروع ہو جاتی ہے۔ اور پھر ترکوں ہی کو فقرہ میں اسلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ اسکے ذریعہ سے غلبہ حاصل کر سکتے ہیں لہذا اسکا دارومدار تلوار پر بتایا جاتا ہے۔

ان بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے۔ کہ ترک تو پہلے ہی تلوار ہاتھ میں لیکر بغداد تک آ پہنچے تھے اور انہوں نے اسلام قبول کئے بغیر ہی اینٹ سے اینٹ بجا کر اس غلبہ و تسلط کو حاصل کر لیا تھا۔ جو آپکے نزدیک اسلام کے ذریعہ حاصل کرنے کی انہیں سوجھی کیا اسلام نے انکے ہاتھ سے تلوار کو چھین لیا تھا۔ کہ چار و ناچار انہیں اسے قبول کر کے پھر اسے حاصل کرنا پڑا؟۔

پھر جس قوم کے اندر تم خود ایسی اعلیٰ قابلیت اور استعداد ترقی کے قائل ہو۔ وہ اگر ترقی کرتی ہے تو اس پر پیدائش سے ہی تلوار سے مسلح ہونے کا الزام دینا چہ معنی دارد؟

حقیقت یہ ہے۔ کہ اسلام اور مسلمانوں کیساتھ جو تعصب بعض افراد یورپ کو ہے۔ وہ ایسی ہی بہکی باتوں کا موجب ہے۔ اور اسکا بہترین علاج یہ ہے کہ یورپ میں اسلام کا صحیح علم پھیلایا جائے۔ تاکہ ایسی غلط بیانیوں کا چنداں اثر عوام الناس پر نہ ہو۔

بقیہ صفحہ نمبر ۱

گذشتہ دو ماہ کی جو رپورٹ مہاشہ ساونمل جی وت کے قلم سے آریہ گزٹ میں شائع ہوئی ہے اس میں سے ذیل کی باتیں خاص طور پر قابل نوٹ ہیں:۔

(۱) "گذشتہ دو ماہ میں روزانہ چھ ہزار محتاج آریہ سماج کے ڈپوؤں سے چاول نمک اور کپڑا وغیرہ کی امداد حاصل کرتے رہے"

(۲) ماہ اپریل کے آخیر تک دو ہزار جبراً مسلمان شدہ ہندو شدھ کئے جا چکے ہیں۔ اسکے بعد چار پانچ سو کے قریب ہندو مولے مشکل میں بتائے جاتے تھے۔ جن میں سے چار سو کے قریب ماہ مئی اور جون میں شدھ کئے گئے ہیں۔

(۳) یہاں کے اخباروں میں کئی ایک مضامین لکھے گئے۔ اور ملیالم و انگریزی میں بہت سا لٹریچر چھپوا کر اندرونی علاقوں کے اندر تقسیم کیا گیا جس سے مالا بار کے ہندوؤں کے اندر جاگرتی آ رہی ہے"

"مالا بار کے مہاشہ ٹی نارائن نمبیر بی۔ اے نے تین ماہ کا لیکٹ میں رہکر بہت لٹریچر ملیالم بھاشا میں تیار کر دیا ہے"

(۴) جولائی اور اگست دو بڑی جد و جہد اور سختی کے مہینے ہیں۔ ان دو ماہ میں امداد حاصل کرنیوالوں کی تعداد دس ہزار سے بھی زیادہ ہو جانے کا خیال ہے۔ ہزاروں نئے خاندانوں کو امداد دینی پڑے گی چار ہزار شدھ شدہ ہندوؤں کی تشویش مشکلات کو حل کرنا ہوگا"

اس سے پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ آریہ سماج کس طریق پر مالا بار میں کام کر رہی ہے اور کسقدر روپیہ خرچ کر کے اسنے مالا باری ہندوؤں کی حالت درست کرنے کی کوشش کی ہے جو فی الواقعہ ایک قابل تحسین کام ہے۔

لیکن مسلمانوں سے ہمیں پوچھنا ہے۔ کہ انہوں نے اپنے بھائیوں کی حالت کو درست کرنے اور ان ہزارہا موپلوں کو جو ہمسایہ ہندوؤں سے بہت بڑھ کر تباہی و بربادی کا شکار ہوئے امداد دینے کی کہانتک کوشش کی۔ سب سے بڑھ کر ان ہندوؤں کو جو لغول مہاشہ خوشحال چند جبراً مسلمان ہونے کے باوجود دوبارہ ہندو بننا نہیں چاہتے تھے آریہ سماج کے دست تصرف سے کہانتک بچایا۔ اور آئندہ تبلیغ کی صورت کی؟

سنا تھا۔ مولوی محی الدین احمد صاحب اسی غرض کے لئے مالا بار گئے ہوئے ہیں۔ اور شاید جمعیتہ العلما نے بھی کوئی تحقیقاتی وفد وہاں بھیجنا تجویز کیا تھا۔ لیکن ان کی کوششوں کی کوئی اطلاع آجتک شائع نہیں ہوئی۔ نہ معلوم مسلمان کس عالم میں آجکل کام کر رہے ہیں۔ یا لاپرواہی اور غفلت سے ہی انہیں چھٹکارا نہیں۔

ہمارے تبلیغی مشن

ایک نومسلم کا خط

مسٹر خالد شیلڈرک جو اپنے جوش اسلامی کے لحاظ سے نومسلمین انگلستان میں ایک خاص درجہ رکھتے ہیں۔ ایڈیٹر "پیغام صلح" کے نام ایک تازہ خط میں لکھتے ہیں۔

مسٹر بل (اسلامی نام محمد) کے باپ کی لئی (جو بہت مخالف تھا) حضرت خواجہ صاحب کی خاص کوشش کا موجب ہوئے ہیں۔ وہ بارہا آپ کا مہمان ہوا ہے۔ وہ سب کے سب عید کے دن ووکنگ میں آئے۔ اور حضرت خواجہ صاحب نے انہیں کہہ رکھا ہے۔ کہ جس وقت وہ چاہیں وہاں بیشک آئیں۔

محمد اور ان کی بیوی ہاجرہ دونو مخلص مسلمان ہیں۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ اس کی بہن اور بہن کا منگیتر بھی مسلمان ہو جائیں گے۔

مسٹر شاد یر بھی ایک اور نومسلم کا نام ہے جو مسٹر خالد شیلڈرک کی ہی تبلیغی کوشش کا نتیجہ ہے) ابھی تک کام میں مصروف ہے۔ اور دوسروں کو اسلام میں لانے کا دل سے متمنی۔

میری بیوی کی بڑی بہن نے بھی قبول اسلام کا کھلا اعلان کر دیا ہے۔ اس کے بھائی کی بھی عنقریب امید ہے۔

لالہ (خواجہ نذیر احمد پسر حضرت خواجہ صاحب) ووکنگ میں بہت عمدہ کام کر رہا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ وہ اپنے باپ کے لئے بہت بڑی امداد کا موجب ہے۔

لارڈ ہیڈلے اور ڈاکٹر لیون ہردو آتے اور ہمیں ملتے رہتے ہیں۔

اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ نومسلمین انگلستان اسلام کا کسقدر جوش اپنے اندر رکھتے ہیں۔ کہ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں تک اسے پہنچانا اور انہیں مسلمان کرنا اپنا ضروری فرض خیال کرتے ہیں۔ اللہ تعالے انہیں بیش از بیش خدمات اسلامی کی توفیق عطا فرمائے۔ اور حضرت خواجہ صاحب کو کہ آپ کا وجود بہت سی برکات کا موجب ہے۔ صحت اور روز افزوں کامیابی عطا فرمائے آمین۔

ناظرین کرام

کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ بروقت خط و کتابت چٹ خریداری کا نمبر ضرور حوالہ قلم فرمایا کریں۔ تاکہ تعمیل ارشاد میں توقف نہ ہو

منیجر

سوال و جواب

سوال۔ تصویر کھینچنا۔ کھچوانا یا رکھنا از روئے اسلام کیسا ہے۔ اگر رکھے تو دیوار پر اونچی لٹکائے یا نیچے یا کہاں۔ اور کس صورت سے۔ قرآن اور حدیث کے حوالے جواب میں ضرور درج فرمائیں۔ اور مفصل و شرح لکھیں۔

جواب۔ اسلام ایک مذہب ہے۔ جو انسان کے ان فرائض کو بیان کرتا ہے جو خدا تعالے اور دوسرے انسانوں کے متعلق اس کے ذمہ ہیں۔ تصویر کھینچنا کھنچوانا یا رکھنا اگر ان فرائض کی ادائیگی میں موجب روک ہو۔ تو اس سے محترز رہنا چاہیئے۔ لیکن بعض حالات ایسے بھی ہیں جن میں تصاویر کے ذریعہ سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اور کوئی نقصان ان سے نہیں پہنچتا۔ ایسے حالات میں ان کو استعمال کرنے سے شریعت اسلامی نے کہیں منع نہیں فرمایا۔

س ۲۔ ان اصحاب کے نام مع حوالہ کتب لکھیں جو حضرت عیسٰے کی بغیر باپ کے پیدائش کے قائل نہیں۔

ج۔ پہلے بزرگوں میں سے کوئی ایسے نام ہمیں معلوم نہیں۔

س ۳۔ کیا حضرت عیسٰے علیہ السلام کا تیس سال کے قریب کی عمر میں نبی بننا آنحضرت صلعم پر موجب فضیلت ہے۔

ج۔ ہرگز نہیں۔ فضیلت کام اور دائرہ تبلیغ کے لحاظ سے ہو سکتی ہے۔ سو آنحضرت صلعم نے جو کام کیا۔ وہ حضرت عیسٰے بلکہ تمام انبیا سے بہت بڑا ہے اور آپ کا دائرہ تبلیغ کل دنیا اور تمام زمانوں پر محیط ہے۔ حالانکہ حضرت عیسٰے ایک مختص القوم اور مختص الوقت نبی تھے۔

س ۴۔ کیا مولوی محمد علی صاحب (امیر قوم) ملہم ہیں۔

ج۔ ملہم سے مراد اگر مامور من اللہ ہو۔ تو مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ کو اسکا دعوٰے نہیں۔ اور اگر اس سے مراد محض مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہونا ہے۔ تو کم و بیش ہر ایک مومن رویا و مبشرات کے ذریعہ سے متمتع ہوتا ہے۔ بعض وقت الفاظ کی شکل میں بھی الہام ہوتے ہیں۔ مولوی محمد علی صاحب کو بھی اس رنگ میں الہام ہونا کوئی بعید بات نہیں۔

س ۵۔ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے معجزات کے متعلق اپنا عقیدہ اول سر سید کے خلاف رکھا۔ اور کچھ عرصہ بعد ان کے موافق کر لیا تھا۔

ج۔ بالکل نہیں۔ آپ کا عقیدہ معجزات کے متعلق شروع سے آخر تک ایک ہی رہا۔ اور وہ سر سید کے خیالات کے موافق نہ تھا۔

(باقی آئندہ)

غیر مذاہب کی تبلیغی جدوجہد

بیروت میں مشنری پریس

بیروت پریس پریسبٹیرین بورڈ آف فارن مشنز نے حال ہی میں صد سالہ سالگرہ منائی ہے۔ اس موقعہ پر مشن کیطرف سے نئی امریکن طرز کی دو فولادی عمارات تعمیر کی گئیں۔ پرانے پریس جو چھ سو شیٹ فی گھنٹہ کے حساب سے چھاپتے تھے۔ ان کی جگہ بجلی کی خود بخود چھاپنے والی مشینیں لگائی گئی ہیں۔ جو ۶۰۰۰ شیٹ فی گھنٹہ کے حساب سے طبع کرتی ہیں۔ ٹائپ کو ترتیب دینے والے سولہ دستی آلات کے بجائے نیا عربی مینو ٹائپ قائم کیا گیا ہے۔ موجودہ ایجادات و ترقیات کے مطابق ان انتظامات کو یہانتک مکمل کیا گیا ہے۔ کہ سالگرہ کے دن مسیحی لٹریچر کے لئے ہوائی جہاز کے ذریعہ سے اسقدر آرڈر عراق سے آئے کہ کبھی اس سے پیشتر نہ آئے تھے۔ بصرہ سے بیروت تک ہوائی جہاز میں صرف دو دن صرف ہوئے حالانکہ کو رک کے دوسرے معمولی رستہ کے ذریعہ سے جو ہندوستان سے ہوتے ہوئے بحیرۂ قلزم اور مصر کے رستہ سے بیروت جاتا ہے قریباً تین ماہ صرف ہوتے ہیں۔

اس سے بھی بڑھ کر بیروت کا یہ مشنری پریس اب اس بات کے درپے ہے۔ کہ تقسیم لٹریچر کا کام بھی ہوائی جہازوں کے ذریعہ سے ہی کرایا جائے۔

بیروت شام کا بہت بڑا اسلامی بندرگاہ ہے۔ وہاں امریکن مشنریوں کا ایک بہت بڑا کالج بھی ہے۔ جہاں بہت سے مسلمان طالبعلموں نے ڈاکٹری اور دوسرے علوم میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے۔ اور حالات مندرجہ بالا سے اس مشن کو قائم ہوئے سو سال گذر گیا ہے۔ بالمقابل مسلمانوں کا کیا حال ہے ہمیں معتبر ذرائع سے اس بات کا علم ہے۔ کہ بیروت میں کوئی اسلامی لٹریچر مفتی بیروت کی مرضی اور اجازت کے بغیر شائع نہیں ہو سکتا۔ اور اس لئے بہت سی ایسی کتابیں جو ان مشنری اثرات سے مسلمانوں کو بچانے کا موجب ہو سکتی۔ اور موجودہ علوم کی روشنی میں اسلام کی صداقت اور قرآن کریم کی حقانیت کو اظہر من الشمس کرتی ہیں۔ بیروت میں شائع نہیں ہو سکتیں۔

حیرت ہے۔ کہ مشنری لٹریچر مسلمانوں کے اندر اس کثرت کے ساتھ شائع ہو۔ کہ اب ہوائی جہاز کے ذریعہ سے اس کی تقسیم کی ضرورت محسوس ہوتی ہے مسلمان بچے مشنری کالج میں جا کر تعلیم پائیں۔ اور مسیحیت سے متاثر ہو کر نکلیں لیکن مفتی صاحب اس سے مست ہوں۔ لیکن اسلامی لٹریچر جو ایسے اثر کو زائل کرنے اور حفاظت اسلام کا موجب ہے۔ محض اسوجہ سے بند کر دیا جائے۔ کہ اسمیں بعض فروعی مسائل مفتی صاحب کے بعض خاص خیالات کے مطابق بیان ہوئے۔

جرمن مشنری ہندوستان میں

ہندوستان میں ایک مدت سے بہت سے ممالک کے مشنری کام کر رہے ہیں۔ اور پھر ان کی کئی ایک علیحدہ علیحدہ سوسائٹیاں ہیں۔ ان میں سے جرمن مشنریوں کو ایام جنگ میں روک کر خارج البلد کر دیا گیا تھا۔ اب پھر حکومت ہند نے ان کو بعض خاص شرائط کے ماتحت کام پر واپس آنے کی اجازت دیدی ہے۔ یہ مشنری ایسے علاقوں میں جہاں تبلیغ مسیحیت کے کام کو کوئی نقصان پہنچ رہا ہے۔ انفرادی طور پر آ کر کام کر سکتے ہیں۔ سوسائٹیوں کے رنگ میں آ کر کام کرنے کی اجازت ابھی نہیں۔ اس مشن کا جس کے ساتھ ان کا تعلق ہوگا سب سے بڑا افسر لازمی طور پر برطانوی رعایا میں سے ہونا چاہیئے۔ اس غرض کے لئے درخواستوں کی تعداد محدود ہوگی۔ اور صرف ان لوگوں کیطرف سے ہونگی جو پہلے ہندوستان میں کام کر چکے ہیں۔ یہ سب انڈیا آفس لندن سے حکومت ہند کے پاس بھیجی جائیں گی۔ جو ہر ایک درخواست کا اس کے خاص حالات کے مطابق فیصلہ کرے گی۔

تعجب ہے۔ اس گئی گذری حالت میں بھی جبکہ نہ صرف ملکی اور تمدنی طور پر ہی بلکہ جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ مذہبی پہلو سے بھی جرمن قوم سخت مصائب میں سے ہو کر گذر رہی ہے۔ تبلیغ مذہب کا جوش ابھی ان میں باقی ہے۔ کاش مسلمانوں میں اسکا عشر عشیر ہی ہوتا۔ تو کم از کم ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ چنداں مشکل بات نہ تھی۔

مالابار میں آریوں کا کام

مالابار کی گذشتہ شورش کیا تھی۔ گویا آریہ سماج کے لئے تبلیغ کا ایک نیا مرکز کھل گیا۔ اس سے پیشتر مہاشہ خوشحال چند خورسند کے بعض مضامین کا اقتباس ان کالموں میں ہو چکا ہے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ باوجودیکہ مالاباری ہندوؤں کی حالت نہایت ابتر ہے۔ یہانتک کہ ان کے اکثر خاندان برہمنوں کے قریب بھی پھٹک نہیں سکتے۔ مسلمان اور عیسائی ہو کر وہ ان کے برابر بیٹھ سکتے ہیں۔ لیکن ہندو ہو کر ان کے نزدیک سے گذرنا بھی خطرناک جرم ہے۔ باوجودیکہ ان لوگوں کا طرز معاشرت و طریق تمدن اسقدر ناگفتہ بہ ہے۔ کہ اور تو اور مسٹر سنکرن نائر جیسے ہندو لیڈر نے بھی بقول مہاشہ خوشحال چند نائر قوم کو باعث ننگ قرار دیا اور ان کا مسلمان ہو جانا ہندو رہنے سے بہتر ٹھیرایا۔ پھر سب سے بڑھ کر باوجود اس امر کے کہ وہ ہندو جن کو زبردستی مسلمان کرنے کا الزام موپلوں پر دیا جاتا ہے۔ دوبارہ ہندو بننا نہیں چاہتے۔ پھر آریہ قوم کی ہمتیں پست نہیں ہوئیں۔ اور وہ ویسے ہی کمر ہمت چست کئے ہوئے امدادی اور تبلیغی کام میں مصروف ہیں۔

(باقی بر صفحہ ۱۴ کالم ۲)

التفسیر

آیت معراج کی تفسیر

از مرزا نذر علی صاحب پشاور

واذ قلنا لک ان ربک احاط بالناس وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن ونخوفهم فما یزیدهم الا طغیانا کبیرا۔

ان آیات کی تفسیر لکھنے پر مجھ کو بعض شیعہ احباب نے راغب کیا جیسا کہ آگے چل کر اس مضمون سے معلوم ہوگا۔ اس میں تین امور پر بحث ہے۔ رویا سے کونسی رویا مراد ہے۔ فتنۃ للناس کا کیا مطلب ہے۔ الشجرۃ الملعونۃ فی القرآن کی کیا تاویل ہے۔ میں نے علامہ لاہوری کی بڑی حجم والی تفسیر از صفحہ ۲۰۰ لغایت صفحہ ۲۱۱ جو اس آیت کی تشریح میں مملو رہے۔ بغور دیکھی ہے۔ علامہ لاہوری جو علمار شیعہ سے ہیں۔ انہوں نے اپنے مذہب کی تائید میں سب کچھ لکھا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ انصاف کا پہلو انہوں نے ترک کر دیا ہے اور فی الحقیقت وہ اپنے اکابر اور سلف کے اصول سے کس طرح تجاوز کر سکتے تھے۔ اصول شیعہ یہ ہے۔ کہ ہر رطب و یابس قول جس سے تائید مذہب ہوتی ہو تسلیم کر دینا چاہئے۔ تاکہ تقویت مذہب اہلبیت ہو۔

مگر میں تعجب کرتا ہوں کہ جب کوئی آیت یا آیات اقسام متشابہات سے ہوں تو ان میں ایک معنے پر جزم چہ معنے دارد۔

اگر علامہ لاہوری ذرہ تامل کرتے تو اس ابتغاء فتنہ کے مورد نہ ہوتے حالانکہ خود فتنۃ للناس اور شجرۃ الملعونۃ اور وما یزیدهم الا طغیانا کبیرا۔ کی تفسیر بیان فرما رہے ہیں۔ ذرہ تامل کر کے سوچیں کیا وہ آل عمران کی اس آیت کے مصداق کو تو پورا نہیں کر رہے ہیں۔

علماء مفسرین اس میں مختلف الرائے ہیں۔ کہ اس رویا سے کونسی رویار مراد ہے۔ بعض اس طرف گئے ہیں۔ کہ اس سے وہی معراج اور اسرار بعبدہٖ لیلاً والی رویار مراد ہے۔ اور اس پر خود قرینہ سیاق کلام ہے۔ جس میں معراج کا ذکر ہے۔ ترجمتم وما جعلنا الرؤیاء الخ (قاضی عیاض شفاء صفحہ ۸۵/۸۶) اور جبکہ یہ آیت اسی سورۃ میں ہے۔ جس میں ابتدائے معراج کا ذکر ہے۔ اور اس سورۃ کو سورۃ بنی اسرائیل اور سورہ اسرار کہتے ہیں۔ تو ادنیٰ تامل سے سمجھ میں آجاتا ہے۔ کہ آیت اسرار کے معنوں کی توضیح اور تشریح کرتی ہے اور راسی معراج کے متعلق ہے۔

(دیکھو فتح الباری علامہ ابن حجر جلد ۷ صفحہ ۱۷۱) لاکن اعتماد فی تفسیرها علی ترجمان القرآن اولیٰ واللہ اعلم۔ اس میں ابن عباس کے مذہب کی تائید ہے۔ اور اسی واسطے سورہ فتح کی آیت میں جس رویار کا ذکر ہے صدق اللہ رسولہ الرؤیاء بالحق الخ وہ اس آیت سورہ بنی اسرائیل کے متعلق نہیں ہے۔ کہ امام رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں والقول الرابع وهو الاصح وهو قول اکثر المفسرین ان المراد بها ما اراه اللہ لیلۃ الاسراء واختلفوا فی معنی هذه الرؤیاء (تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۲۴۶)

وعلیہ اکثر المفسرین فی قولہ تعالیٰ۔ وما جعلنا الرؤیاء التی ..... یعنی ما رآه لیلۃ المعراج یقظۃ علی الصحیح۔ (شرح درۃ الغواص خفاجی صفحہ ۱۴۳)

تفسیر انوار التنزیل واسرار التاویل میں ہے۔ التی اریناک لیلۃ المعراج وتعلق بہ من قال انہ کان فی المنام ومن قال انہ کان فی الیقظۃ فسر الرؤیا بالرؤیۃ او عام الحدیبیۃ حین رای انہ دخل مکۃ وفیہ ان الآیۃ مکیۃ الا ان یقال رآها بمکۃ وحکاها۔۔ ولعلہ رؤیا رآها فی واقعۃ بدر لقولہ اذ یریکهم اللہ فی منامک قلیلاً ولما روی انہ لما ورد دمائہ قال کانی انظر الی مصارع القوم هذا مصرع فلان هذا مصرع فلان فلتسامعت بہ قریش واستسخر ومنہ وقیل رای قوما من بنی امیۃ یرقون منبره وینزون علیہ نزو القردۃ فقال هو حظهم من الدنیا یعطونہ باسلامهم۔ اب علماء مفسرین اہل سنت نے تین معانی کو اول ذکر کیا ہے۔ اور چوتھی احتمال کو لفظ قیل سے سب سے متاخر اور کمزور اور ضعیف طور پر ذکر کیا ہے۔ نیز دیکھو تفسیر نواب صاحب ترجمان القرآن بلطائف البیان صفحہ ۳۲۲ غایت صفحہ ۳۲۵ نواب صدیق حسن خاں نے بھی پہلی وجہ کی تقویت کی ہے۔ رواہ البخاری واحمد وعبد الرزاق ومجاہد وسعید بن جبیر وحسن ومسروق ابراہیم وقتادہ وابن زید وغیرہم۔ نواب نے بھی اپنی تفسیر میں چوتھی احتمال بنی امیہ والی روایت کو غریب اور ضعیف کہا ہے۔ اور لکھا ہے۔ رواہ ابن جریر وهذا السند ضعیف جداً اور لکھا ہے۔ کہ اس کی سند میں محمد بن زبالہ متروک ہے۔ اور اسکا شیخ بالکل ضعیف ہے۔ اور حاشیہ تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ یہ روایت محض غلط و بے اعتبار ہے۔ اور کیا عجب کہ یہ قول روافض سے نکلا ہوا ہے الخ صفحہ ۳۲۳)

اور لکھا ہے۔ کہ خفاجی نے کہا۔ حدیبیہ والے خواب اس سے مراد لینا بعید ہے۔ بسبب قلت نفع کے اور حمل اسکا بنی امیہ پر اور بھی زیادہ ضعیف تر ہے۔ بعض نے کہا خواب میں مصارع قریش کو دیکھا تھا۔ واقعہ بدر کے متعلق۔

پھر آخر میں کہتے ہیں۔ بالجملہ اسباب نزول متعارض ہیں۔ اور جمع ناممکن اسلئے جانا طرف ترجیح کے واجب ٹھیرا سوا ارجح براہ کثرت وصحت یہی ہے کہ سبب نزول اس کا قصہ اسرا ہے۔ اور یہی متعین ہونا چاہئے۔ سید احمد صاحب نے اپنی تفسیر میں پہلی وجہ کو قوی قرار دیا ہے۔ اور

ہمارے معاصرین

دنیا کیا کر رہی ہے۔ اور ہم کیا کر رہے ہیں

(۱)

کہتے ہیں ہماری زمین حرکت کرتی اور تیزی سے دورہ میں رہتی ہے۔ لیکن ہمیں زمین پر بیٹھے اور کام کاج کرتے ہوئے اس کا احساس نہیں ہوتا بلکہ بعض ہم میں سے جب زمین کی حرکت کا قصہ سنتے ہیں۔ تو حیران رہ جاتے ہیں کوئی جہالت ہو یا نہ ہو۔ مانے یا نہ مانے۔ زیر آسمان زمین متحرک ہے۔ اور اپنے رنگ میں جنبش کرتی ہے زمانہ قوموں اور افراد اقوام کو جنبش میں لا رہا ہے اور تنازع للبقا کے قانون کے ماتحت قومیں اپنی اپنی ہستی کے قیام اور ثبات کے واسطے حرکت اور جنبش میں ہیں۔ کوئی ملکی اور پولیٹکل رنگ میں کوئی اقتصادی اور تمدنی پہلو سے کوئی سوشل رنگ میں اور کوئی مذہبی حیثیت سے جد وجہد۔ دنیا کی قوموں میں ایک جنبش نظر آتی ہے۔ وہ قومیں جو دوسری قوموں سے بات کرنا بھی مذہب کے برخلاف جانتی تھیں۔ وہ قومیں جو اپنے مذہبی اصول کے تحت کسی کو شودر کسی کو چنڈال کسی کو بھنگی اور کسی کو چمار کہہ کر اپنے تقدس کی حفاظت کرتی تھیں۔ وہ قوم جو دوسری قوموں کے چھو جانے سے ہی ناپاک ہو جاتی تھی۔ وہ مذہب جس کے کھانے پر دوسری قوم کی نگاہ پڑنی بھی اسے وہم میں ڈالے بغیر نہ رہتی تھی۔ وہ مذہب جو صرف اپنی ہی چار دیواری میں مگن رہنا ہی دھرم جانتا تھا۔ وہ مذہب جس میں اب تک بھی مساوات اور غیروں کی عظمت کا اعتراف خلاف مذہب شمار ہوتا تھا۔ آج زمانہ کشاں کشاں اسے ضرورتاً اس ڈگر پر لا رہا ہے کہ خاکروبوں مردارخواروں۔ بھنگیوں اور چماروں کو اپنے ساتھ ملایا جائے۔ انہیں عام جلسوں پر بھوجن دیا جائے۔ ان سے ہاتھ ملایا جائے۔ اور مذہبی اور قومی رنگ میں انکا خیر مقدم کیا جائے۔

وہ سناتنی جو بہ نسبت دیگر فرق ہنود کے زیادہ تر اپنے خلا ملا سے محتاط تھے۔ وہ بھی ضرورت زمانہ کا احساس کر کے ان لوگوں کے خیر مقدم کو تیار ہیں گو ان میں سے بعض بعض لوگ اب بھی اس میں چون وچرا کرتے ہیں۔ لیکن حالات کہہ رہے ہیں۔ کہ یہ روک ان کے مقابلہ میں بھی رفتہ رفتہ اٹھنے والی ہے۔ گو ایسے لوگوں کو عملی اور مساواتی رنگ میں ہندو بہت جلد جذب اور ہضم نہیں کر سکتے۔ لیکن زمانہ امید دلاتا ہے کہ کسی وقت دیگر ہندو شودروں کی طرح ان میں جذب ہو جائیں گے۔

آریہ اور ہندوؤں نے یہ کوشش کر کے اپنے کو [illegible] ثابت کیا ہے۔ گو ہم جانتے ہیں کہ اس راہ میں انہیں چند در چند مشکلات کا سامنا ہوگا۔ لیکن آخیر پر شاید میدان انکے ہاتھ ہی رہے۔ اور رفتہ رفتہ انکا ہاضمہ اسقدر مضبوط اور قوی ہو جائے۔ کہ وہ مساواتی اور عملی رنگ میں بھی انہیں ہضم اور جذب کر سکیں۔ گو انکی قدامت اور تنگ خیالی انہیں قدم بقدم پر روکے گی اور ذرا ذرا سی مشکل ہی سے ان کی عملی راہ سے کھسپٹ ہوگی۔ مگر اس کے باوجود ان کی ہمت اور وسعت خیالی مشاہر ہو کر رہے گی۔ اور ایک وقت ایسا بھی آ جائے گا۔ کہ ان کی یہ وسعت خیالی انہیں دوسری اقوام اور دوسرے مذاہب سے بھی قریب تر لائے گی

ہندو قوم شروع ہی سے قومی اور مذہبی اعتبار سے دوسری اقوام سے جو نفرت رکھتی ہے۔ اور جس قسم کا عدم تعاون اور عدم موالات ان کا مدتوں سے معمول ہے وہ بھی امید ہے۔ کہ رفتہ رفتہ کم ہوتا جائیگا۔ کیونکہ جب بھنگیوں سے ان کا ملاپ ہو سکتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ دوسری اقوام سے نہ ہو۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ہندو قوم اب تک جو کچھ نفرت دوسری قوموں اور دوسرے مذاہب سے رکھتی ہے۔ وہ بین الاقوامی رشتہ کے واسطے ایک بڑی روک ہے۔ بہرحال یہ تدبیر جو اب برادران ہنود اختیار کرنے والے ہیں۔ دوسری قوموں کے مقابلہ میں بھی ایک خوش کن اور آسان مسلک ثابت ہو گی۔ اور وہ صورت ترک موالات کی جو ہندو قوم کے رگ و ریشہ میں صدیوں سے پیوستہ ہے۔ رفتہ رفتہ اس میں فرق یا انقلاب آتا جائیگا۔ اور یہ بات ملک کے لئے ایک مبارک فال ہے۔

دیکھنا یہ ہے۔ کہ اس کے مقابلے میں مسلمان کیا کر رہے ہیں۔ اسلام نے ہمیں اسلام کی شفیق آغوش میں کھینچ کر یہ تعلیم دی تھی۔ کہ تمہیں آپس میں بھائی بھائی بنایا گیا ہے۔ تم ایکدوسرے کے دشمن تھے۔ تم میں اخوت کا رشتہ قائم کیا گیا ہے۔ تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت ڈالی گئی ہے۔ اور تمہیں ایک دوسرے کے قریب تر لایا گیا ہے۔ اور تمہیں واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہ وہ تعلیم ہے۔ جو اسوقت بھی جلی حروف اور نمایاں الفاظ میں قرآن مجید کے اندر مختلف اوراق پر موجود ہے اور ثبت ہے۔ ہم ہر روز ان الفاظ اور ان فقروں کی تلاوت کرتے ہیں۔ اگرچہ ہمارے مواعظ اور مساجد میں ان کا اعادہ اور ذکر نہیں ہوتا۔ اگر ایک طرف دنیا کی دوسری قومیں اور دوسرے مذہب غیروں۔ شودروں۔ بھنگیوں اور چماروں کو اپنا بنا رہے ہیں۔ اور ان کی دلدہی کے واسطے سر توڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ اور تمام پچھلی پابندیاں توڑ کر ان کا خیر مقدم کرنے کو تیار ہیں۔ تو ادھر ہم تازیانہ کفر وارتداد سے اپنوں کو ہی دائرہ اسلام سے خارج کرنے میں مصروف ہیں۔ ہماری تمام کوششیں کہہ رہی ہیں۔ کہ پیروان اسلام میں سے صرف ایک ہی فرقہ مسلمان ہے۔

نجات کا حال تو خدا ہی جانتا ہے۔ مگر ہم نے بطور خود یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ وہی لوگ مسلمان ہیں یا ہو سکتے ہیں۔ جنہیں ہم اپنے نقطہ خیال سے مسلمان کہیں۔

اگر اسکا ثبوت اور سبب دریافت کیا جائے۔ تو سوائے اس کے اور کیا جواب ہو سکتا ہے۔ کہ چونکہ ہر ایک فرقہ کے اجتہادات جداگانہ اور دلائل منفردانہ ہیں۔ اسواسطے اگر ایک قوم یا ایک فرقہ الف کے کہنے سے کافر ہے تو دوسری قوم اور دوسرا فرقہ ب کے افتاء سے۔ مختلف فتاوے اور تحریرات کے ملاحظہ سے ظاہر ہے۔ کہ ایک شخص اپنی شخصیت کے مقابلہ میں دوسروں کو کافر کہہ رہا ہے۔ ایک ہی کلمہ پڑھتے ہیں۔ ایک ہی رسول کو مانتے ہیں۔ اور ایک ہی قرآن ہے۔ پھر بھی ایک دوسرے کو دائرہ اسلام سے خارج کر رہے ہیں۔ ایک طرف حکومت اور دنیاوی شوکت و [illegible]

کی کشمکش سے تذرا دبار ہوئی ۔ اب دو مصطلوف مذہبی فرخشت او جیسیں یہیں یا (خاکم بدہن) مدت بھی رخصت ہونے والی ہے ۔ دنیا کے دوسرے مذہب ہزاروں صدیوں کے بچھڑوں کو ملا رہے ہیں ۔ اور ہم ہیں ۔ کہ صرف ۱۲ صدی کے بھائیوں کو ایک دوسرے سے جدا کر رہے ہیں ۔ دیکھتے ہیں ۔ مگر اس بازیچۂ کفر دار تدار سے باز نہیں آتے ۔

ہم جانتے ہیں ۔ کہ مسلمانوں میں سے یہ خرخشے بمشکل ہی مٹیں گے ۔ کیونکہ ہمیں پہلی کہانیاں خاموشی سے کہہ رہی ہیں کہ اسلام کے بڑے بڑے مشاہیر بھی اس گرداب میں دھکیل دیئے گئے ۔ تو اب جن کی تعظیم ہر مسلمان کے دل و دماغ میں ممکن ہے ۔ مگر وہ زمانہ کچھ اور تھا ۔ اس عہد میں اگر پچھلے کفر کی بحث کرنے والے بھی زندہ ہوتے تو وہ بھی خاموش ہو جاتے ۔ اس عہد میں اسلام اور مسلمان جس گرداب ادبار و ذلت میں غرق ہیں اسکا اقتضا یہ نہیں ہے ۔ کہ اب رخ نہ بدلا جائے غضب ہے ۔ کہ دنیا اسلام کو اپنا تختۂ مشق بنانے میں مصروف ہے اور ہم ہیں ۔ کہ خود اپنے ہی ہاتھوں سے زیادہ عمر کی بحثوں میں ان مصائب کو اور بھی دوبالا کر رہے ہیں ۔

اے کہ نشناسی خفی را از جلی ہوشیار باش
اے گرفتار ابوبکرؓ و علیؓ ہوشیار باش

(۲)

اگر اس وقت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہٗ بھی لباس حیات پہنکر دنیا میں جلوہ افروز ہوں تو وہ مسلمانوں کی اس گستاخی کو دیکھکر حیران ہو جائیں اور یقیناً ان کو ان راہوں سے دور رکھنے کی سعی بلیغ کریں ۔ یہ جھگڑے تو اسوقت تک ہیں ۔ جب تک اسلام ہے ۔ اور اسلام اُس وقت تک ہے ۔ جب تک مسلمان ہیں ۔ اور مسلمان اسوقت تک ہیں ۔ جب تک ان کا احترام دنیا میں ہے ۔ جب یہ نہ رہیں گے تو ابوبکرؓ و علیؓ کا ذکر بھی باقی نہ رہیگا ۔ احمدی ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہکر خوش ہو لیں ۔ اور دوسرے مسلمان اُن کو دائرہ اسلام سے خارج کر کے دیکھ لیں ۔ اہل حدیث ۔ اہل قرآن کی گوشمالی کر کے شاد ہو لیں ۔ اہل سنت اہل تشیع کی ۔ اور اہل تشیع سنیوں کی بدگوئی کر کے دل خوش کر لیں ۔ آخر وہ وقت آنے والا ہے ۔ کہ جب یہ سب کے سب قعر مذلت کا لقمہ ہونگے ۔ اسوقت تک اس اندرونی کشاکشی سے جو ہماری حالت ہو چکی ہے ۔ وہ دور اندیش و فہمیدہ دلوں و دماغوں سے پوشیدہ نہیں ۔ اب ذرا دل تھام کر تماشا کرو کہ اسکا نتیجہ کیا نکلتا ہے ۔

ایک دوسرے کو کافر بنا کر ۔ مرتد کہکر خوش ہو لو ۔ فتویٰ بازی بزرگان سلف اور مشاہیر اسلام کی مساعی جمیلہ کو برباد کر کے دیکھ لو ۔ مسجدوں میں خوش ہو لو ۔ مقتدیوں کو خوش کر لو ۔ مریدوں سے اپنی وجاہت کا اقرار لے لو ۔ ایک دوسرے کے رد میں مقابلتہً کتابیں لکھ لو ۔ اخبارات کے کالم سیاہ کر لو لیکن یاد رکھو یہ تمام کوششیں خلاف اسلام و خلاف قرآن و خلاف پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں ۔

ہم سے کہا گیا تھا ۔ کہ تم میں سے ایک ایسا فرقہ یا گروہ بھی ہونا چاہیے جو اخیار کو نیکی وعظ اور ذکر سے اسلام کی دعوت دے ۔ آج دیکھو اور ذرا آنکھ کھول کر دیکھو ۔ کہ کتنے لوگ اس راہ کے سالک ہیں ۔ اور کیا کیا بہتات اس میں دکھائی جا رہی ہے اگر ایک فرقہ کسی غیر کو اپنے میں شامل کرتا ہے تو دوسرے فرقہ والے اس کے مشرف باسلام ہونے کو تسلیم نہیں کرتے یہاں تک کہ نومسلم کو بالآخر پھر اپنے متروکہ مذہب کی آغوش میں جانا پڑتا ہے ۔ اور اس طرح ہم نہ صرف تبلیغ اسلام کے لئے خود کوشش نہیں کر رہے ہیں ۔ بلکہ جو لوگ برضا و رغبت خود حلقہ بگوش اسلام بننا چاہتے ہیں ۔ ہم اپنے طریق عمل سے ان کو بھی بیزار کر دیتے ہیں تعجب ہے کہ غیر مذہب والے لوگ صدیوں کے بچھڑوں کو ملاتے ہیں ۔ اور یہاں آنے والے مہمانوں کی یہ درگت ہو رہی ہے ۔

مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیئے ۔ کہ اچھوتوں اور دیگر ادنے اقوام کو ابھارنے اور انہیں مساوات کی سطح پر لانے کی جو زبردست کوششیں برادران ہنود و آریہ کی طرف سے عمل میں آ رہی ہیں وہ نہایت معنی خیز ہیں آجتک کروڑوں اچھوت اور ادنے اقوام کے لوگ ہندو قوم کا عضو معطل تھے انکو صرف گرمی بازار اور ہنگامہ حقوق کے لئے مردم شماری کے کاغذوں میں ہندو لکھا جاتا ہے اور وہ اسکے سوائے اُس قوم کے لئے کسی مصرف کے نہیں تھے اس لئے یہ زمانہ شناس قوم بھلا اُن فوائد سے ہمیشہ کے لئے کیونکر محروم رہنا گوارا کر سکتی تھی جو اچھوتوں وغیرہ کو ابھار کر بلند سطح پر لانے سے اُنکو حاصل ہو سکتے تھے ۔ ہم سمجھتے ہیں ۔ کہ مہاتما گاندھی نے ہندو قوم کی ترقی کے لئے جو کارہائے نمایاں سالہائے گذشتہ میں انجام دیئے ہیں ان میں اچھوتوں کی اصلاح کا کام سب سے زیادہ اہم ہے ۔ خیال تو کیجیئے ۔ ان چند کروڑ انسانوں سے جنکو حقیر و ذلیل سمجھکر نفرت سے ٹھکرا دیا جاتا تھا اور جو اپنے ”ہم قوموں“ کی بدسلوکی سے تنگ آ کر عیسائی اور مسلمان ہوتے جاتے تھے ۔ دفعتاً یہ معلوم کر لینا کہ اب انکے ساتھ برابری کا برتاؤ کیا جائیگا ۔ بالخصوص جبکہ انکا یہ احساس نہ صرف خود اُن میں ترقی کا جذبہ پیدا کر دیگا ۔ بلکہ ہندو قوم کی موجودہ ۱۵-۱۶ کروڑ کی تعداد میں حقیقی اور کارگر اضافہ کا موجب ہوگا اس طاقتور قوم کو کسقدر تقویت حاصل ہو گی لیکن مسلمان جہاں پہلے تھے اب بھی وہیں رہینگے ۔ ان کی تعداد میں جو قدرتی اضافہ رفتہ رفتہ ہو رہا تھا اس میں بھی اس تحریک سے کمی واقع ہو جائے گی اور اگرچہ قوموں کی عددی قلت و کثرت تنظیم قوت تنظیم و حسن قابلیت و اہلیت کار کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی ۔ تاہم جہاں پارلیمنٹری طرز حکومت کو مروج راہ بنایا جانے والا ہے ۔ اور جہاں معاملات کا انفصال ووٹوں کی کثرت و قلت پر موقوف ہے ۔ وہاں آبادی میں کمی یا بیشی قوموں کی قسمت پر خاص اثر رکھتی ہے ۔ اور اچھوتوں کی اصلاح و ترقی کی تحریک ہماری رائے میں نہ صرف ملک کی موجودہ حالت پر گہرا اثر ڈالنے والی ہے ۔ بلکہ آئندہ جب ان صوبوں کی اندرونی مختاری حاصل ہو جائے گی یا اس سے بھی آگے قدم بڑھایا گیا ۔ اور ہمیں مرکزی حکومت میں آزادی یا حکومت خود اختیاری دیدی گئی ۔ تو اسکا ایسا زبردست اثر سیاسیات میں محسوس ہوگا کہ جسکا اسوقت مسلمان مطلق اندازہ نہیں کر سکتے اور یہ اسی مآل اندیشی کی کمی کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں نے اس تحریک کو کامل اطمینان و سکون کے ساتھ دیکھا ہے ۔ اور انہوں نے کوئی کوشش اسی نسبت سے اپنی طاقت کو بڑھانے کی نہیں کی کیا مسلمانوں کیلئے اس سوال پر غور کرنیکا وقت ابھی نہیں رہا کہ دنیا کیا کر رہی ہے اور وہ کیا کر رہے ہیں

دار الکتب اسلامیہ کی مفید کتب

مصنفہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مجدد اعظم صدی چہاردہم

(۱) [illegible] ... اس کتاب میں قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی صداقت [illegible] دلائل قاطعہ کے ساتھ ثابت کی گئی ہے۔ اور ساتھ ہی باطل مذاہب کے اوہام [illegible] باطل ہونا ظاہر کیا گیا۔ کتاب کے ساتھ دس ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار اس [illegible] دیا ہوا ہے۔ جو ان دلائل کو نمبروار توڑ دے یا اپنی الہامی کتاب [illegible] دلائل ثابت کر کے دکھائے۔ آج تک اسکا جواب نہ ہو سکنے کیوجہ سے کتاب کی عظمت [illegible] کتاب اسلام کی حقانیت کے ثبوت میں نایاب ہے [illegible] نے بھی تسلیم کرنا پڑا کہ گذشتہ تیرہ سو برس میں ایسی کتاب کوئی [illegible] قیمت حصہ دوم بے جلد ۔ قسم اول بے جلد ۔ قسم دوم مجلد

(۲) [illegible] آپ کی مختلف الآراء تقاریر کو سلسلہ کے اخبارات [illegible] کتاب کی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ ان تقاریر میں مختلف مسائل دینیہ پر بڑی عمدگی سے روشنی ڈالی گئی ہے جن کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔ قیمت مجلد [illegible] مجلد سے [illegible]

(۳) اسلامی اصول کی فلاسفی۔ آپ کا وہ مشہور لیکچر جو جلسہ مذاہب لاہور کے مشہور [illegible] کے بڑے جلسہ میں پڑھ کر سنایا گیا۔ جس مضمون کے بالا رہنے کا الہام پیشتر سے آپ نے شائع کرا دیا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ بڑے بڑے اخبارات نے اس کے بالا رہنے کا اقرار کیا۔ اس میں ان پانچ سوالات کا حل قرآن کریم سے دلائل قاطعہ کے ساتھ ثابت کیا گیا۔ جس نے بڑے بڑے فلاسفروں تک کے قلوب کو مسخر کیا۔ یہ کتاب کئی بار شائع ہو کر ختم ہو چکی ہے۔ اب انجمن نے پھر اسے نیا طبع کرایا ہے۔ قیمت صرف ۱۲ [illegible] اسی کا انگریزی ترجمہ جو اسوقت حضرت مولانا محمد علی صاحب نے آپ کے ارشاد پر کیا اور ٹیچنگز آف اسلام کے نام سے کتاب کی صورت میں نکلا۔ اس کی قیمت بے جلد کی [illegible] اور مجلد کی [illegible]

(۴) سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد دوم۔ یہ کتاب تین کتب سرمہ چشم آریہ۔ شحنۂ حق۔ "ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب" پر مشتمل ہے۔ پہلی دو کتابوں میں آریوں کا دندان شکن جواب ہے۔ اور ان کے مذہب کی حقیقت کا انکشاف کیا گیا ہے۔ جو خاص کر واعظین کے واسطے نہایت ہی مفید اور نایاب ہے۔ قیمت بے جلد دو روپیہ۔ مجلد [illegible]

[illegible] علیحدہ علیحدہ بھی دستیاب ہو سکتی ہیں۔ جن کی قیمت حسب ذیل ہے۔
سرمہ چشم آریہ [illegible] شحنۂ حق ۸ر ایک عیسائی کے تین سوالوں کا [illegible]

مصنفہ حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی

(۱) بیان القرآن اردو جلد اول۔ یہ جلد ساڑھے سات پاروں کی سورۃ الانعام کے آخر تک عمدہ سفید کاغذ ۲۹×۲۲ سائز پر چھپ کر ۷۵۰ صفحات پر ختم ہوئی ہے۔ شروع میں تمہید اور فہرست مضامین شامل کر دی گئی ہے۔ اس کی خوبی اور بے نظیری کا حوالہ ترجمۃ القرآن انگریزی اور اردو بیان القرآن کے حاشیہ کافی ہیں جن پر بڑے بڑے اہل قلم مصنفین و اخبارات عمدہ آراء کا اظہار کر چکے ہیں۔ تفسیر اور ضروری مطالب کے بیان کرنے میں خود قرآن کریم کے دوسرے مقامات اور احادیث صحیحہ امام بخاری کی کتاب التفسیر۔ ابن جریر۔ ابن کثیر کبیر اور روح المعانی جیسی محققانہ تفاسیر مشکل اور نادر لغات کے حل کے لئے مفردات امام راغب تاج العروس اور لسان العرب کو خصوصیت سے پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ہر ایک صفحہ کے شروع میں قرآن کریم نہایت اعلیٰ درجہ کا خوشخط بین السطور لفظی مگر بامحاورہ اردو ترجمہ نیچے لغت کی پوری تشریح اور ضروری مقامات کی تفسیر معہ حوالجات نہایت بسط اور شرح سے لکھی گئی ہے۔ بقایا حصہ قرآن کریم کا دو جلدوں میں شائع ہوگا۔ جن میں سے دوسری جلد انشاء اللہ نومبر میں اور تیسری آخری اپریل ۱۹۳۳ء میں شائع ہوگی۔ مستقل خریداروں کے نام دفتر میں نوٹ کر لئے جاتے ہیں۔ اور جوں جوں جلد شائع ہو ان کے نام ارسال کر دی جاتی ہے۔ پہلی جلد کی قیمت بے جلد کی [illegible] اور مجلد کی [illegible] ہے۔ خرچ محصول ڈاک و پیکنگ [illegible]

(۲) سیرت خیر البشر (صلعم) اس میں رہبر کامل حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے جس کی اصل غرض آپؐ کے مختلف حالات پر روشنی ڈالکر بنی نوع انسان کو عموماً اور اہل اسلام کو خصوصاً ان کی روزمرہ زندگی میں فائدہ پہنچانا ہے۔ یہ کتاب کئی ایک مڈل اور ہائی سکولوں میں بطور کورس کے داخل کی گئی ہے یہانتک کہ پنجاب ٹکسٹ بک کمیٹی نے اس کی دو سو کاپیاں خرید کر لائبریریوں میں رکھوائی ہیں۔ قیمت بے جلد [illegible] مجلد [illegible]

(۳) مقام حدیث۔ اس میں اہل قرآن کا مدلل اور فیصلہ کن جواب دیا گیا ہے۔ اور جمع حدیث و تنقید حدیث پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ قیمت بے جلد [illegible] اور مجلد [illegible]

مہتمم تصنیفات احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

[illegible]

الصلح خیر

پیغام صلح
لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۳۰

ہفتہ وار

جلد ۱۰ — نمبر ۳۰

مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مورخہ ۳۰ ذیقعد سنہ ۱۳۴۰ ہجری مطابق ۲۶ جولائی سنہ ۱۹۲۲ عیسوی

ما از و یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک وز خبر ہائے معاد
ہر چہ گفت آن مرسل رب العباد
آن ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آن مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست
منکر آن مورد لعن خدا ست
معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

حضرت مولنا مولوی غلام حسن خانصاحب پشاوری جو حضرت مسیح موعود کے پرانے خدام میں سے ہیں۔ اور عالم باعمل کچھ دنوں سے بوجہ درد کان وغیرہ بیمار ہیں۔ اور بیماری بعض وقت نہایت خطرناک صورت اختیار کر لیتی ہے۔ احباب کرام ان کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس بزرگ قوم کو جس کا وجود دینی و دنیوی ہر دو پہلوؤں سے نافع ہے صحت عطا فرمائے۔

ولادت اخویم مکرم ماسٹر فقیر اللہ صاحب مطلع فرماتے ہیں۔ کہ ان کے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ اور والدین کے لئے موجب قرۃ العین ہو۔

امتحان وکالت میں کامیابی۔ گذشتہ اشاعت میں یہ خبر درج ہونے سے رہ گئی کہ امتحان وکالت میں ہماری قوم کے تین فرزند کامیاب ہوئے ہیں۔ (۱) اخویم عبدالحمید خانصاحب بی۔ اے پسر حضرت مولوی غلام حسن خانصاحب پشاور۔ (۲) مولوی محمد امین صاحب ایم۔ اے برادرزادہ مولنا صدر الدین صاحب۔ (۳) حافظ محمد حسن صاحب بی۔ اے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ اور ہر سہ کا وجود قوم کے لئے موجب برکات ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۱۰ مورخہ ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۴۰ھ نمبر ۳۰

مسیحی طریق تبلیغ

(۱)

طریق تبلیغ کے عنوان سے ایک سلسلہ مضامین ہمارے مکرم دوست مولوی مصطفٰے خان صاحب بی۔ اے کے قلم سے ان کالموں میں شائع ہو چکا ہے۔ جس کی چند ایک کڑیاں ابھی باقی بھی ہیں جن سے امید ہے۔ کہ عنقریب ہی خانصاحب مکرم ناظرین "پیغام صلح" کو متمتع فرمائیں گے۔

ہمارے سامنے اسوقت اس مضمون کا ایک خاص پہلو ہے۔ جو بعض عیسائی مشنریوں کے آجکل زیر بحث ہے ہم چاہتے ہیں۔ کہ خانصاحب مکرم ومعظم اسی سلسلہ میں اور دیگر حضرات جن کو تبلیغی کاموں سے واسطہ ہے۔ اور اس میدان کے وہ شہسوار ہیں اپنے تجربات کی روشنی میں اس پر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ کہ ایسے ہی ضروری مباحث اس عظیم الشان کام میں ہمارے لئے خضر راہ کا موجب ہو سکتے ہیں۔ عیسائی مشنریوں نے طریق تبلیغ کو دو مختلف شعبوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔

۱۔ بحث ومباحثات یا مقابلہ مذاہب۔

۲۔ محبت وآشتی کے ساتھ دوسرے کا مقابلہ کئے بدون محض اپنے مذہب کو پیش کرنا۔

یہ دونوں طریق آجتک مسیحی دنیا میں رائج رہے ہیں۔ لیکن اب یہ سوال اٹھایا گیا ہے۔ کہ ان دونوں میں سے کونسا طریق بہتر ہے۔ اور کس طریق سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔

ریورنڈ شیروڈ ایڈی کا ایک مضمون "انٹرنیشنل ریویو آف مشنز" میں شائع ہوا ہے جس میں مشرق قریب کے تبلیغی تجربہ کی بنا پر بتایا گیا ہے کہ اول الذکر طریق یعنے بحث ومباحثات اور مقابلہ مذاہب مسلمانوں میں بجائے فائدہ کے نقصان کا موجب ہوا ہے۔

پادری صاحب موصوف اپنے تجربات کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"ہم نے عیسائیت اور اسلام۔ مسیح اور محمدؐ کو ایک دوسرے کے بالمقابل دکھلا کر پیش کیا۔ اور ایک متلاشی حق کے بالمقابل مسیحی کارندوں کی حق پژوہانہ کارروائیوں کو رکھا تو ہمارا مکالمہ تحقیق حق کی حد سے نکلکر دلائل اور مباحثات کے میدان میں جا گھسا۔ اس طریق سے ہم فریق مقابل کی تمام عصبیت اس کی قومی غیرت ومحبت۔ اس کے اپنے مذہب کیساتھ وفادارانہ جذبات۔ اس کے گہرے مذہبی تجربات اور ہر ایک اس چیز کو اپنے خلاف برانگیختہ کر لیتے ہیں۔ جو اسے عزیز ترین ہے۔ یہ گویا ایک رسہ کشی ہے۔ جس میں دلائل نے اگر ہمارا ساتھ دیا۔ اور میدان ہمارے ہاتھ رہا۔ تو وہ آدمی جو ہمارے بالمقابل ہے۔ ہاتھ نہیں آئیگا"

آگے چلکر بتایا ہے۔ کہ

"جلسوں کے مہینہ کے اختتام پر عیسائی مبلغین کا گروہ اسبات پر غور کرنے کے لئے جمع ہوا۔ کہ مسلمان بھائیوں تک دوستانہ طریق سے رسائی کیونکر ہو سکتی ہے۔ اس کانفرنس کا نتیجہ ذیل کی تجاویز کی صورت میں ہوا:-

۱۔ تمام بحث ومباحثات کے لٹریچر کا فوری انسداد کر دیا جائے جو آخر کار مسلمانوں کے لئے موجب روک ہو جاتا ہے۔ بالخصوص وہ لٹریچر جو اگر حملہ آوری کے لئے لکھا گیا ہے۔ تو غیر ضروری حملے اس میں ہوتے ہیں۔ اور اگر مدافعی صورت رکھتا ہے۔ تو تیز مزاجی کا رنگ اس میں پایا جاتا ہے۔

۲۔ صرف وہی لٹریچر مسلمانوں کے لئے باقی رہنا چاہئے۔ جو تعاقب کا رنگ رکھتا ہو۔ واقفیت اس میں بہم پہنچائی گئی ہو۔ یعنے بائیبل کو مطالعہ کرنے کی دعوت اس میں دیجائے اور مسیح کے ذریعہ نجات ملنے کے کام کے حالات کا مطالعہ کرایا جائے۔

۳۔ محمد (صلعم) کو بالکل تنہا چھوڑ دیا جائے۔

۴۔ طریق وعظ میں بھی لٹریچر کی طرح ترمیم ہونی چاہئے۔ اس میں گناہ کی خرابیوں اور بد نتائج کا بہت زیادہ ذکر آنا چاہئے۔ اور اسی نسبت سے مختلف مذاہب کی صداقتوں اور خوبیوں کا ذکر بہت کم کیا جائے"

یہ تجاویز پادری صاحبان نے اور کسی ملک میں نہیں کیں۔ نہ ہی ان کا تعلق عام مذاہب اور دیگر ممالک سے ہے۔ بلکہ محض اسلامی ممالک کے ساتھ ان کا تعلق ہے۔ اور صرف مسلمانوں ہی کے بالمقابل اس راہ کو اختیار کرنیکا ارادہ انہوں نے

میاں محمود احمد صاحب عدالت میں

الفضل مورخہ ۲۶ ۲۹ جون ۱۹۲۲ء میں جناب میاں محمود احمد صاحب کا ایک بیان شائع ہوا ہے۔ جو سینئر سب جج ضلع گورداسپور کی عدالت میں انہوں نے ۱۷ جون کو دیا ہے۔

میاں صاحب اس عدالت میں بطور ایک گواہ کے پیش ہوئے تھے۔ مقدمہ یہ تھا کہ ایک احمدی کی بیوی کیساتھ ایک غیر از جماعت شخص نے بلا طلاق نکاح کر لیا تھا۔ اور جب استغاثہ ہوا۔ تو اس نے عدالت میں بیان دیا۔ کہ احمدی چونکہ کافر ہیں۔ اس لئے ان کے ساتھ مسلمان عورت کا نکاح نہیں ہوتا۔ لہٰذا طلاق کی ضرورت نہیں۔

نفس اس مقدمہ یا اس کے اسباب و نتائج سے یہاں ہمیں بحث نہیں ہم صرف اسقدر بتانا چاہتے ہیں۔ کہ جناب میاں صاحب نے اس میں بطور گواہ پیش ہو کر جو بیان دیا ہے۔ اور اس میں اندرونی اختلافات اور بعض دیگر مسائل پر جو تبصرہ فرمایا ہے۔ وہ پڑھنے کے قابل ہے۔

سب سے پہلی بات میاں صاحب نے یہ کہی۔ کہ

"ہم میں اور دوسرے فریق میں اصول کا فرق نہیں۔ چونکہ ان میں سے بعض کو ہم میں سے بعض سے ذاتی اختلاف تھا اسلئے وہ جدا ہو گئے"

لیکن آگے چلکر دوسرے مسلمانوں کے متعلق فرماتے ہیں :-

"ہم چونکہ حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں۔ اور غیر احمدی آپ کو نبی نہیں مانتے۔ اس لئے قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق کہ کسی نبی کا انکار بھی کفر ہے۔ غیر احمدی کافر ہیں"

سوال یہ ہے۔ کہ نبی کے انکار سے مراد اس کی نبوت کا انکار ہے۔ یا کسی اور بات کا اگر نبوت کا انکار مراد ہے۔ تو ہم بھی حضرت مسیح موعود کو نبی نہیں مانتے۔ پس ہمارے ساتھ اصولی اختلاف نہ ہونا کیا معنی دارد؟

پھر اس سے بھی بڑھ کر میاں صاحب حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کو مباہلہ کا چیلنج دیتے ہوئے اس کی یہ بنا قرار دے چکے ہوئے ہیں۔ کہ جن مسلمانوں کو میاں صاحب کافر قرار دیتے ہیں۔ ہم انہیں مسلمان کہتے ہیں۔ اس لئے یہ گویا اصولی فرق ہے۔

سمجھ نہیں آتا۔ کہ ان میں سے میاں صاحب کی کونسی بات کو صحیح سمجھا جائے اگر ان میں اور ہم میں اصولی اختلاف نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ

۱۔ حضرت مسیح موعود کو نبی نہ مانکر بھی ایک شخص مسلمان رہ سکتا ہے۔ اور کل دنیائے اسلام پر ان کا فتوٰے کفر غلط ہے۔

۲۔ میاں صاحب کی حضرت امیر ایدہ اللہ سے مباہلہ کی جو بنا ٹھہرائی تھی۔ وہ بھی غلط محض ہے۔

امر دوم میں حالانکہ یہ صحیح ہے۔ کہ ہم ان مسلمانوں کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔ جنہیں میاں صاحب کافر کہتے ہیں۔ لیکن ان کے عدالت کے بیان کے رو سے باوجود اسکے ہم میں اور ان میں اصولی فرق نہیں۔ پھر سمجھ نہیں آتا۔ کہ ان کے کس بیان کو صحیح سمجھا جائے۔ زیادہ سے زیادہ عدالت کے بیان کو سچ کہا جا سکتا تھا۔ کیونکہ وہاں بیرون والی باتیں نہیں چلتیں۔ جو گھر بیٹھکر مریدوں میں میاں صاحب کر لیتے ہیں۔ لیکن وہاں بھی ان کے بیان میں اختلاف ہے۔ ہمیں باوجود مسیح موعود کو نبی نہ ماننے کے اصولی اختلاف کا مرتکب نہیں قرار دیتے۔ اور اسی وجہ کی بنا پر تمام دنیائے اسلام کو کافر ٹھیراتے ہیں۔ پھر آپ فرماتے ہیں۔ کہ

"غیر مبائعین کے ساتھ ایک ہزار آدمی ہوگا"

یہ تعداد کا سوال بھی احمدی جماعت میں عجیب کیفیت رکھتا ہے۔ جسدن سے میاں صاحب خلافت کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ ان کے اور ان کے مریدین کے کئی ایک بیانات اس بارہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور حیرت ہے۔ کہ ایک ایک سے نہیں ملتا۔

دور جانے کی بات نہیں۔ "آئینہ صداقت" میاں صاحب کی تازہ ترین تصنیف ہے۔ اس میں انہوں نے پانچ لاکھ کی جماعت میں سے ننانوے فیصدی اپنے ساتھ بتائے ہیں۔ صہ ۱۹۸ گویا "آئینہ صداقت" کی تصنیف کے وقت پانچ لاکھ میں سے پانچ ہزار ہمارے ساتھ تھا۔ لیکن جونہی میاں صاحب عدالت میں تشریف لیگئے ہیں۔ اس میں سے ۴ ہزار اور میاں صاحب کیساتھ جا ملتے ہیں۔ اور ہمارے ساتھ صرف ایکہزار رہ گیا۔

اب فرمایئے۔ کس بیان کو صحیح سمجھا جائے۔ حیرت ہے۔ احمدی جماعت کے خلیفہ کہلا کر اور مذہبی لیڈر ہو کر عدالت میں اور گھر میں بیٹھکر بھی اس قدر خلاف بیانی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہم کہتے ہیں تعداد کو اگر دیکھنا ہے۔ تو آؤ چندوں سے اسکا فیصلہ کر لو۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہمارا صرف ماہوار چندہ بیس ہزار سالانہ سے اوپر ہے گویا ایکہزار آدمی بیس ہزار روپیہ سالانہ ماہوار چندوں کی صورت میں دیتے ہیں۔ اس لحاظ سے چاہیئے۔ کہ میاں صاحب کی جماعت کا ماہوار چندہ ایک کروڑ روپیہ سالانہ ہو۔

کیا میاں صاحب اس پہلو پر کچھ روشنی ڈال سکتے ہیں؟

آگے چلئے! اپنے اسی بیان میں احمدیوں پر فتوے کفر کے متعلق میاں صاحب فرماتے ہیں۔ کہ

"جن بعض لوگوں نے ہم پر کفر کا فتوےٰ دیا ہے۔ وہ فتوےٰ غلط ہے۔ ان کو کوئی حق نہ تھا۔ کہ وہ ہمیں کافر کہتے"

اس کے بالمقابل میاں صاحب کی ۱۹۱۵ء کے سالانہ جلسہ کی تقریر سے جو "فاروق" مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۱۶ء کے حسب ذیل الفاظ کو پڑھئے۔ فرماتے ہیں :-

"جیسے ایک غیر احمدی کا فرض ہے۔ کہ جب تک وہ بیعت میں داخل نہ ہو۔ مسیح موعود اور اس کے متبعین کو مسلمان نہ سمجھے۔ ایسے ہی ایک احمدی کا فرض ہے۔ کہ جو مسیح موعود کی بیعت میں نہیں اسے مسلمان نہ سمجھے"

اس فقرہ میں خط کشیدہ الفاظ کو میاں صاحب کے عدالتی بیان کے ساتھ رکھیئے

اور سوچئے کہ آج سے سات برس پہلے احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھنا ایک "عقیدہ" نہیں بلکہ "فرض" تھا۔ تو سات برس بعد سینئر سب جج کی عدالت میں اس "فرض" کی ادائیگی کا "حق" کیونکر زائل ہوگیا۔ میاں صاحب جیسا ہی کوئی حافظہ رکھنے والا اسپر روشنی ڈال سکتا ہے۔

لیکن اس سے بھی بڑھ کر ایک عجیب و غریب بات ہے۔ جسکو پڑھ کر آپکو میاں صاحب کی راست گفتاری کا پتہ لگجائیگا۔ فرمایا

"کسی احمدی نے احمدیت کی حالت میں غیر احمدی سے احمدی لڑکی کا نکاح نہیں کیا۔"

ذرا سے ان الفاظ کو کیا سمجھا جائے۔ میاں صاحب نے "احمدیت کی حالت میں" کے الفاظ بولے ہیں۔ اور "الفضل" نے اسپر لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مومن کی مثال دی ہے۔ گویا حضرت مسیح موعود نے جو خلیفہ رشیدالدین صاحب کی لڑکی کے غیر از جماعت کیساتھ نکاح کی اجازت دی۔ تو آپ احمدیت کی حالت میں اسوقت نہ تھے۔ نہ ہی مولوی نورالدین صاحب جنہوں نے نکاح پڑھایا۔ نہ ہی خلیفہ رشیدالدین جنہوں نے خود لڑکی دی۔ نہ ہی خود میاں صاحب جو نکاح میں شریک ہوئے۔

ایسا ہی میاں شمس الدین صاحب تاجر چرم لاہور۔ خان بہادر شیخ محمد حسین صاحب جج جنہوں نے غیر از جماعت اصحاب سے اپنی لڑکیوں کی شادیاں کیں۔ وہ اسوقت احمدیت کی حالت میں نہ تھے۔

سوال یہ ہے۔ کہ بعد میں وہ احمدی کس طرح ہوئے؟ ایک زانی تو جب زنا سے تائب ہو جائے۔ تو مومن ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ تمام اصحاب غیر از جماعت کو لڑکی دیکر پھر کب تائب ہوئے ہیں۔ اور کیونکر؟ کیا اپنی لڑکیاں انہوں نے واپس کرلی ہیں۔ یا کیا ایک شخص کافر سے لڑکی کا نکاح کرکے پھر تائب ہو جائے تو وہ نکاح جائز ہو جاتا ہے۔ اور لڑکی اسی کافر کے پاس رہنی چاہئے۔

دیکھئے میاں صاحب نے مرتد لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مومن کی حدیث سے فائدہ اٹھاکر ہندوؤں اور عیسائیوں کو کب لڑکیاں دیتے ہیں۔ آخر ایمان ہی تو ہے۔ کیا ہرج ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے اس چولا کو اتار پھینکا۔ اور پھر مطلب پورا کرکے پہن لیا۔

کاش میاں صاحب ان باتوں پر غور کریں۔ اور ایسی رکیک باتوں کی بجائے راہ حق کو اختیار کریں۔ کہ اسی میں سلامتی ہے۔

ہاں ایک بات کی ہمیں خوشی بھی ہے۔ وہ یہ کہ آجتک جناب میاں صاحب کی طرف سے یہ مطالبہ کیا جاتا تھا۔ کہ کسی ایک غیر از جماعت کو پیش کرو جو حضرت مسیح موعود کو مسلمان سمجھتا ہو۔ اور جب بہت سے لوگوں کو پیش کیا جاتا تو یہ کہہ دیا جاتا تھا۔ کہ جب یہ مسلمان سمجھتے ہیں تو مانتے کیوں نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دل سے آپ کو مفتری یقین کرتے ہیں۔

یہی طریق استدلال آجتک کل دنیائے اسلام کو کافر قرار دینے کے متعلق برتا جاتا رہا ہے۔ لیکن اپنے اس عدالتی بیان میں میاں صاحب نے صاف طور پر تسلیم کیا ہے۔ کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کو کافر نہیں سمجھتے۔ چنانچہ آپ کے ذیل کے فقرات پڑھنے کے قابل ہیں:۔

"غیر احمدی کیا جانتے ہیں یہ کثرت سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ بعض جن کے فتوے شائع ہوئے ہیں۔ اور جو فتوے شائع کرنے والے ہیں۔ وہ کافر سمجھتے ہیں۔ مگر ان میں ایسے بھی ہیں۔ جو ہمیں کافر نہیں سمجھتے۔ ان میں مولوی شبلی بھی تھے . . . .

. . . .

زندہ علماء میں سے جن سے میں ملا ہوں۔ ان میں بھی بعض ایسے ہیں۔ جو ہمیں کافر نہیں سمجھتے۔ ہاں وہ مفتی ہیں۔ اور جب میں انکا نام لونگا تو آپ کو بھی ماننا پڑیگا۔ وہ مولوی عبدالباری صاحب لکھنوی ہیں۔ میں ان سے ملا تھا۔ انہوں نے میرے سامنے اور لوگوں کی موجودگی میں کہا تھا۔ کہ ایک شخص میرے پاس آپ لوگوں کے کفر کا فتوے برائے دستخط لایا تھا۔ لیکن میں نے اس کو کہا کہ میں اسپر دستخط نہیں کرسکتا . . . .

. . . .

ایک اور صاحب ہیں جن کو ہندوستان میں مولوی کہتے ہیں گو مفتی نہیں وہ مولوی عبدالحلیم صاحب شرر ہیں۔ . . . . . .

. . . .

پھر ایک صاحب ہیں جو دیوبند کے مشہور عالم ہیں جنہوں نے دلی میں ایک مدرسہ بھی کھولا تھا۔ جو اب مفرور ہیں۔ اور کابل میں مقیم ہیں۔ اور وہاں ان کا رسوخ بھی ہے۔ ان کا نام مولوی عبیداللہ ہے۔ وہ قادیان آیا کرتے تھے۔ اور ہمارے پیچھے نماز بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔ ان لوگوں سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے یہ خیالات ظاہر کئے تھے۔ ان کا فتوے لکھا ہوا میں نے نہیں دیکھا۔ ایسا یاد پڑتا ہے کہ مولوی شبلی صاحب کا ہے۔ . . . .

غیر احمدی یہ کہتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب نبی نہ تھے۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو حضرت مرزا صاحب کو جھوٹا نہیں کہتے اور وہ نبی بھی نہیں مانتے۔ چنانچہ بنگال کے ایک ایم۔ اے ڈپٹی کلکٹر نے ایک کتاب لکھی تھی۔ اور اس میں لکھا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب بڑے ولی اللہ تھے۔ مگر ان کو دھوکا لگ گیا تھا۔ اس کتاب پر حکیم اجمل خاں صاحب نے ریویو کیا ہے۔ اور اس کی تعریف کی ہے۔ ہر ایک غیر احمدی حضرت مرزا صاحب کو جھوٹا نہیں کہتا۔ ہاں بعض دعووں میں غلطی خوردہ کہتا ہے۔ دوسرے وہ ہیں۔ جو آپکو جھوٹا سمجھتے ہیں اور جھوٹا کہتے ہیں۔ یہ جھوٹا کہنے والے لوگ آپ کو کافر کہتے ہیں۔ اور جو دوسرے ہیں۔ وہ آپکو . . .

ولایتی ڈاک

امریکن مظالم

ترکی مظالم کی داستانیں سننے کے آپ عادی ہیں ہی۔ آؤ ہم آپ کو امریکن تہذیب کے بھی چند نمونے دکھائیں۔ اور بتائیں کہ مہذب دنیا کا یہ قابل نازدیس ، مظالم جو آئے دن دنیا کو تہذیب و شائستگی کے وعظ کرتا اور ترکی مظالم کی داستانیں سناتا ہے۔ وحشت و بربریت پر کہانتک فتحیاب ہو چکا ہے۔

براعظم امریکہ تہذیب جدید کا سب سے بڑا مرکز سمجھا جاتا ہے۔ لیکن یہاں تہذیب گورے اور کالے کی تمیز نے جو وحشیانہ رنگ وہاں اختیار کر رکھا ہے۔ دنیا کے وحشت کدوں میں بھی اس کی مثال نظر نہیں آتی۔ امریکہ کے اصلی باشندے جو حبشی ہیں۔ سفید لوگوں کے ہاتھوں ہمیشہ سے مظالم کا تختہ مشق بنے ہوئے ہیں۔ ان کے لئے ایک خاص قانون ہے۔ جو لنچنگ کے نام سے موسوم ہے۔ اس قانون کے رو سے ہر ایک اس حبشی کو جو بقول مانچسٹر گارڈین کسی گورے سے سختی سے کلام کرے۔ بلکہ کوئی ایک خفیف سی خفیف حرکت اس سے سرزد ہو۔ جو سفید لوگوں کے اقتدار میں فرق لانے والی ہو تو اس کو زندہ جلایا جا سکتا یا کسی اور وحشیانہ طریق سے اس کی جان لیا سکتی ہے۔

"مانچسٹر گارڈین" کا خاص نامہ نگار نیویارک سے اطلاع دیتا ہے کہ ۷ مئی کو تین حبشیوں کو ٹیکساس (ایک جنوبی ریاست) کے ایک چھوٹے سے شہر میں ایک ساتھ زندہ جلا دیا گیا۔ ان میں سے ایک نے جلتے وقت اپنے اس جرم کا اعتراف کیا۔ کہ ایک سفید لڑکی کو اس نے تکلیف پہنچائی تھی۔ باقی دو نے آخر تک اپنی بے گناہی ظاہر کی۔ تینوں مر بھی گئے۔ تو بھی ان کی لاشوں کو آخر تک آگ سے نہیں نکالا گیا۔ یہانتک کہ وہ جلکر راکھ ہو گئیں۔ اس کے دو دن بعد ایک اور حبشی کو درخت کے ساتھ لٹکا کر پھانسی دے دیا گیا۔ ۱۹ مئی کو ایک پندرہ سالہ حبشی لڑکے کو ہلکی ہلکی آگ پر جلا کر سوختہ کیا گیا۔ دو ہزار آدمی اس وحشتناک منظر کو دیکھتے اور اس کی چیخ و پکار پر خوش ہو ہو کر تالیاں بجا رہے تھے۔ آخرکار لڑکے نے اعتراف کیا کہ فلاں شخص نے ایک سفید عورت کو قتل کر کے لوٹا ہے۔ (گویا خود وہ لڑکا مجرم نہ تھا) جس وقت اس لڑکے نے یہ اعتراف کیا۔ تو گرم آگ کے اوپر وہ لٹکا ہوا تھا۔ اس وقت تماشائیوں میں سے دو سو سے زیادہ آدمیوں نے اس کے جلتے ہوئے جسم کو بندوق کی گولیوں کا نشانہ بنایا۔

اس سے اگلے ہی دن ایک سیاہ رنگ لڑکے کو ایک گاڑی کے ساتھ باندھ کر گھسیٹا گیا۔ یہانتک کہ وہ مرگیا۔

اس سے ایک دن بعد ایک اور حبشی لڑکے کو ٹیکساس کے ایک اور شہر میں منظر عام پر زندہ جلا دیا گیا۔

۲۴ مئی کو جارجیا میں ایک اور حبشی کو یہی سزا دیجانے والی تھی لیکن جب عوام الناس قید خانہ سے لیکر آئے۔ تو گاڑی سے وہ نظر بچا نکل گیا۔ اسی دن ایک اور حبشی کو مویشی چرانے کے جرم میں ماخوذ کیا گیا۔ اور مار مار کر اسے مار ڈالا گیا۔"

سالانہ ۶۵ آدمیوں کا قتل

ان تازہ ترین واقعات کو بیان کرنے کے بعد نامہ نگار "مانچسٹر گارڈین" رقمطراز ہے۔ کہ یہ واقعات بہت جلد جلد ہوئے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ ان کی تعداد گذشتہ سال کے ابھی برابر نہیں ہوئی۔ اس سال ابتک چھبیس آدمیوں کو اس طرح قتل کیا گیا ہے۔ گذشتہ سال اسوقت تک ۱۳ ایسے واقعات ہوئے تھے۔ گذشتہ دس سال میں ۶۵ حبشیوں کو ہر سال اسی طرح [illegible] قتل و غارت کیا جاتا رہا ہے۔ ۱۹۱۳ء کی تعداد سب سے کم ہے۔ یعنی ۴۸ اور ۱۹۱۵ء کی سب سے زیادہ یعنی ۹۶۔

سب سے عجیب ترین بات یہ ہے۔ کہ ۸۳ فیصدی سے زیادہ پر بالکل ناکافی اور غیر معتبر شہادت کی بنا پر الزام لگا دیا جاتا ہے۔"

یہ واقعات کیا مہذب دنیا کے لئے باعث ننگ و عار نہیں؟ ترکوں کے فرضی مظالم کی داستانیں امریکہ ہی سے آجتک زیادہ تر شائع ہوتی رہیں۔ امریکہ ہی نے "روحوں کی نیلام" کے نام سے وہ فلم تیار کیا تھا۔ جس میں ارمنیوں پر ترکوں کی سفاکی کا نقشہ دکھایا گیا ہے۔ لیکن خود امریکہ میں روحوں کی یہ نیلام کیا نام نہاد مہذب دنیا کی وحشت و بربریت کا زندہ ثبوت نہیں کسقدر ظلم اور اندھیر ہے۔ کہ یہی گناہ ایک سفید رنگ کا آدمی کرے (اور کثرت سے یورپ و امریکہ کے سفید لوگ ان سے بڑھ کر خطرناک جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں) تو ان کو بالکل معمولی سی سرزنش کر دیجائے۔ بلکہ اکثر حالات میں ان سے چشم پوشی کی جائے۔ لیکن اگر ایک سیاہ رنگ کا آدمی جو انسانیت کے لحاظ سے ویسا ہی احساس اپنے اندر رکھتا ہے۔ کوئی ذرا سی حرکت کر بیٹھے۔ تو خطرناک مظالم کا اسے تختہ مشق بنایا جائے۔ اور اس پر طرفہ یہ [illegible]

اسلام پر عورت کے اندر روح نہ ماننے کا الزام دینے والے اپنے گریبان میں منہ ڈالکر دیکھیں کہ باایں ہمہ تہذیب خدا کی کثیر التعداد مخلوق کے اندر کہانتک وہ روح کے قائل ہیں۔

یہودیوں کی قسمت نئے عہد نامہ پر

قوم یہود عہد نامہ جدید یعنے اناجیل پر ایمان نہیں رکھتی۔ باوجود امریکے

یہ سننا موجب دلچسپی ہے۔ کہ عدالتوں میں وہ اس پر قسم اٹھانے میں حرج نہیں سمجھتے۔ حال ہی میں انگلستان کی ایک عدالت میں ایک یہودی بطور مدعا علیہ پیش تھا۔ عام دستور کے مطابق وہ ننگے سر قسم اٹھانے لگا۔ اسپر وکیل نے یہ سوال اٹھایا۔ کہ کیا ننگے سر اٹھائی ہوئی قسم کے تم پابند ہو گے؟ اس نے جواب دیا۔ کہ میرے نزدیک اسکا چنداں حرج نہیں۔ اور نہ ہی مجھے اسکا خیال ہی کبھی ہوا ہے۔ اس پر جج نے کہا مجھے معلوم ہے۔ کہ بعض لوگ اسکو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ میرے پاس یہاں ایک چھوٹی سی کتاب ہے۔ "فورڈ اوتھ" اس میں لکھا ہے۔ کہ سر کو عموماً قسم اٹھاتے وقت ڈھانپ لیا جاتا ہے لیکن کمشنر اقسام اس پر اصرار نہیں کر سکتا"

یہ بھی کہا گیا۔ کہ مدعا علیہ نے پرانے عہد نامہ پر قسم اٹھائی ہے۔ اگرچہ ایک یہودی اگر نئے عہد نامہ پر قسم اٹھائے۔ تو اسکا بھی اسے ویسا ہی پابند ہونا ضروری ہے۔

ڈاکٹر ہرمین ایڈلر چیف ربی کے نزدیک کانشنس کا لحاظ کرتے ہوئے اس میں کلام نہیں ہو سکتا۔ کہ اگر نئے عہد نامہ پر بھی قسم اٹھائی جائے۔ تو اگرچہ یہودیت کے یہ قطعاً خلاف ہے۔ تاہم اسکا پابند ہونا پڑے گا۔

کلیسائے روس میں ابتری

جس دن سے بولشویک فرقہ کا تسلط روس پر ہوا ہے۔ وہاں کے کلیسا میں عام طور پر ابتری پھیلی ہوئی ہے۔ جس کی زیادہ تر وجہ یہ ہے۔ کہ بولشویک فرقہ نے اپنے اصول کے مطابق ہر ایک سے اس کی ضروریات سے زاید مال واسباب لیکر حاجتمندوں میں حصہ رسدی تقسیم کرنا شروع کیا۔ اہل کلیسا کو یہ امر گوارا نہ تھا انہوں نے اپنے مذہبی تقدس کے اثر سے اسکو روکنا چاہا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بہت سے پادریوں کی جانوں پر آبنی۔

مسٹر آرتھر رینسم نے ایک طویل الذیل مضمون مانچسٹر گارڈین میں چھپوایا ہے جس میں اس ابتری کی بعض تازہ ترین مثالیں دی ہیں۔ اور بتایا ہے۔ کہ کلیسائے روس میں بہت سا اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ اس اختلاف کی بنا محض یہ ہے۔ کہ روس کے بعض علاقوں میں قحط سالی کی وجہ سے لوگ مر رہے تھے۔ ان کی امداد کے لئے گرجاؤں میں سے وہ سامان جو بہت زیادہ قیمتی ہیں۔ اور سوائے فضول نمائش کے اور کسی کام نہیں آتے۔ لے لئے گئے۔ اور ان کو بیچکر غربا کے لئے نان جویں کا بندوبست کیا گیا۔

ظاہر ہے کہ متعصب لوگ اسکو قطعاً گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے اس کے خلاف شور مچایا۔ اور بولشویک لوگوں کے ملکی انتظامات میں بھی دخل دینا شروع کیا۔ اس پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ حکومت نے اپنی جابرانہ پالیسی سے کام لیا۔ اور ایسے لوگوں سے سختی کا سلوک کیا ہے۔

اب وہاں کے مذہبی حلقوں میں یہ مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔ کہ کلیسا کی قیمتی اشیا کو اس طرح بیچنا کر فاقہ زدوں [illegible] آیا جائز ہے یا نا جائز۔ پادری ٹیکھون نے اس کے خلاف ایک سرکلر شائع کیا تھا۔ جس سے اہل کلیسا میں اختلاف پیدا ہو گیا۔

ڈاکٹر لوہ ناسی ایک شخص نے ایک مضمون کے دوران میں صاف لکھا ہے کہ "اگر پادری صاحبان اپنے پبلک عہدوں پر بحال رہنا چاہتے ہیں۔ تو انہیں چاہئے کہ کلیسا کی تمام قیمتی اشیا فاقے مرنے والے روسیوں کے سپرد کر دیں۔ روسی لوگ ان صدقات کو لینا نہیں چاہتے۔ بلکہ مسیحی فرائض کی بجا آوری ان کی واپسی کا مطالبہ کرتی ہے"

یہ بھی اس نے صاف لکھا ہے۔ کہ "سوویٹ گورنمنٹ مذہب میں دخل دینا نہیں چاہتی۔ بلکہ پادری کلیسا کو اس کے مقابلہ میں لا رہے ہیں۔ پس اگر مذہب گورنمنٹ کی ملکی اغراض میں روک کا موجب ہوا۔ تو وہ بھی مذہب میں دخل دینے پر مجبور ہو گی"

روس کی ان ابتریوں کے خلاف انگلستان میں بھی شور بپا ہو گیا ہے اور حضرات پادر نے ایک میموریل سوویٹ گورنمنٹ کو ارسال کیا ہے۔

بولشویزم اور مسیحیت

دیکھئے اس کشمکش کا آخری نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ لیکن یہ بتانا خلاف محل نہیں کہ مسیحیت کے ابتدائی حالات کو اگر دیکھا جائے۔ تو بولشویزم کا رنگ وہاں صاف دکھائی دیتا ہے۔ کتاب اعمال میں حواریین مسیح کے حالات کو لکھتے ہوئے ابتدائی ابواب میں صاف طور پر بتایا گیا ہے۔ کہ وہ لوگ جو کچھ کماتے تھے سب ایک جگہ لا کر جمع کرتے اور ایک ساتھ مل کر کھاتے اور پیتے تھے۔

یہی اصول بولشویزم کا ہے۔ اگر آپ کے گھر میں تین کمرے ہیں۔ اور آپ دو آدمی ان میں رہتے ہیں۔ تو ایک کمرہ آپ کی ضروریات سے زائد ہے۔ کسی اور حاجتمند کو وہاں رکھنا چاہئے۔ اگر آپ کے پاس دو روپے ہیں۔ اور آپ کی ضروریات کے لئے ایک ہی کافی ہے۔ تو باقی ایک کسی حاجتمند کو پہنچنا چاہئے۔ اگر چار کپڑے آپ کے پاس ہیں اور دو کی آپ کو ضرورت ہے۔ تو باقی دو کسی محتاج کو ملنے چاہئیں۔ اس لئے ان کا اصول ہے۔ کہ تمام مال واسباب ایک جگہ لا کر حکومت کے پاس جمع کر دیا جائے۔ اور حکومت اسکو حصہ رسدی تقسیم کرے۔

اسلام نے اس کی جگہ زکوٰۃ اور صدقات کو رائج کیا ہے۔ تاکہ نہ تو تمام اموال ایک حصہ سوسائٹی میں جمع ہو کر دوسرے اسقدر مفلس ہو جائیں۔ کہ بولشویزم کی ضرورت پڑے۔ اور نہ ہی اپنے پیدا کردہ اموال و جائداد پر سے تصرف کا حق زائل ہو کر آئندہ کام کرنے اور اموال کو بڑھانے کی تحریص جاتی رہے۔ جو بولشویزم کا لازمی نتیجہ ہے۔

نہیں معلوم حضرات پادر کو مسیحی کہلا کر کیوں ایک طرف اپنے اسلاف کے نمونہ پر عمل کرنے سے ایسی چڑ ہے۔ اور دوسری طرف اسلامی اصولوں کی صداقت کا عملی اعتراف کرنیکے باوجود اس پاک مذہب کے وہ کھلے دشمن ہیں۔

غیر مذاہب کی تبلیغی جد وجہد

تبلیغ عیسائیت کے لئے ۲۷½ لاکھ پونڈ

سوز محصر وکیل عنوان بالا سے رقمطراز ہے:۔

مغرب کے لوگ مذہب سے بیزار ہیں۔ کفر و الحاد اُن کا طغرائے امتیاز ہے۔ لیکن بایں ہمہ اپنے مذہب کی اشاعت کا خیال انہیں ہر وقت دامنگیر رہتا ہے۔ اور اس مدعا کے لئے وہ اپنی جانیں تک قربان کرنے کو تیار ہیں۔ حال میں ایک تمباکو فروش کمپنی کے ایک حصہ دار نے ۲۷ لاکھ ۵۰ ہزار پونڈ کی گرانقدر رقم تبلیغ عیسائیت کے لئے وقف کی ہے۔ جس میں سے ۷۰ ہزار پونڈ چھوٹا ناگپور اور کلکتہ کی مشنری عورتوں کے حصے آئے ہیں۔ ہم مسلمانان ہند مذہب کے شیدائی کہلاتے ہیں۔ اور مسجد کی ایک ایک اینٹ کے لیے جانیں لڑا دینے پر تیار رہتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ اپنے فرض تبلیغ مذہب کے لئے ہم کیا کر رہے ہیں۔ ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں نے گذشتہ ایک صدی میں تبلیغ اسلام کے لئے جو چندے دئیے ہیں۔ کیا اُن سب کی مجموعی تعداد ۲۷½ لاکھ پونڈ تک پہنچتی ہے؟ اس پر بھی ہمیں اپنی دینی حرارت اور مذہبی حمیت پر ناز ہے!

قسطنطنیہ میں مشن سکول

"مسلم ورلڈ" کا ایک نامہ نگار قسطنطنیہ میں ایک مشن سکول کے قیام کی اطلاع دیتا ہے۔ جو ینگ مین کرسچین ایسوسی ایشن نے قائم کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ ہمارے قریب ہی وائی۔ ایم۔ سی۔ اے کا افتتاح جمعہ کے دن ہوا ہے۔ ساتھ ہی اس کی عمارت کا بھی افتتاح ہوا۔ اور چائے پلائی گئی۔ اور چیرمین اور نیشنل سیکرٹری وائی۔ ایم۔ سی۔ اے ترکی نارمل سکول کے افسر اعلےٰ شہر کے ترکی یتیم خانوں کے ڈائرکٹر جنرل اور پروٹسٹنٹ چانسلری کے افسر اعلےٰ نے تقاریر کیں"۔

"اس جلسہ میں بہت کثرت سے ترک موجود تھے۔ صرف تھوڑے سے بیرونی آدمی تھے"۔

"عنقریب ہی ایک خاص مسلم آبادی میں ہم لڑکیوں کے لئے بھی ینگ ومن کرسچن ایسوسی ایشن کے نام سے ایک مکان لینے والے ہیں"۔

نئے قائم شدہ سکول کے متعلق لکھا ہے۔ کہ گذشتہ اگست سے لیکر ابتک ۱۸۸ لڑکوں کو داخلے سے ہم جواب دے چکے ہیں۔ کیونکہ ہمارے پاس ۲۷۰ لڑکے موجود ہیں۔ اور ان کے لئے کمرے ناکافی ہیں۔ ۱۸۸ میں نصف ترک تھے۔ پھر لکھا ہے۔ کہ افسر حفظان صحت اپنی چار سالہ لڑکی کو لیکر آیا کہ اسے داخل کیا جائے۔

مشن سکولوں کا مقصد و مدعا تبلیغ مسیحیت کے سوائے اور کیا ہے بس کیا یہ رونے کا مقام نہیں۔ کہ آستانہ خلافت جسکے ظاہری اقتدار کے لئے مسلمانان عالم بے چین ہو رہے ہیں۔ خود اس کے اندر اسلام کے روحانی اقتدار کو مٹانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اور مسلمانوں کو خبر تک نہیں نہ ہی خود خلافت کیطرف سے حفاظت و اشاعت اسلام کے لئے کوئی تحریک ہوتی ہے۔ کاش مسلمانان ہند ہی اپنے روپیہ اور مبلغین سے اس رنگ میں اسلام کی امداد کے لئے ساعی ہوں۔

عالم اسلام

مسلمانان جاوا اور مدورا

گذشتہ سال کی مردم شماری کے رو سے جو نومبر ۱۹۳۰ء میں ختم ہوئی۔ جزائر جاوا اور مدورا کی کل آبادی ۴۰۲۰۱۷۲۰۵۰۳ ہے۔ بیرونی صوبجات جن میں سماٹرا بھی شامل ہے۔ نیوگنی کو علیحدہ کرکے ۵۴۸۳۸۵۴۱۴۱ کی آبادی رکھتے ہیں۔

مسلمان بقول "مسلم ورلڈ" عیسائیت کی ترقی پر بہت چونکہ اٹھتے ہیں۔ اور اشاعت اسلام کے کام کو مضبوط کرنے کی تدابیر کر رہے ہیں۔ ملائی اور جاوانی زبانوں میں وہ اخبارات اور رسالے شائع کر رہے ہیں۔

قسطنطنیہ میں رفتار تعلیم

قسطنطنیہ میں ایک مشن سکول کے قیام کا تذکرہ "مسلم ورلڈ" کے حوالہ سے کسی دوسری جگہ ہو چکا ہے۔ اسی سلسلہ میں بتایا گیا ہے۔ کہ اسوقت ایک لاکھ ترک بچے سکول کی عمر کے موجود ہیں۔ اور ترکی سرکاری اعداد و شمار کے رو سے ۲۵ ہزار نام سکولوں میں رجسٹر ہو چکے ہوئے ہیں ان اعداد و شمار کے شائع ہونے کے بعد اکثر ترکی سکول بند ہو چکے ہیں۔

ارمنی اور یونانی لڑکوں کی نسبتاً زیادہ تعداد سکولوں میں موجود ہے۔ تازہ پناہ گزینوں کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔

ترکی سکولوں کے بند ہونے کی وجہ سرمایہ کی کمی ہے اور اس لئے امراء کے لڑکے گھروں میں استاد مقرر کر لیتے ہیں اور غرباء کے بچے گلیوں میں آوارہ پھرتے ہیں۔

دلچسپ معلومات

ہوا میں شادی

امریکن لوگ جہاں آئے دن کی نئی ایجادات میں بہت کچھ طاق ہیں۔ وہیں ان ایجادات سے عجیب عجیب رنگ میں وہ اپنے شوق پورے کرتے ہیں۔

ہوائی جہازوں میں بیٹھکر اڑنا تو ایک معمولی بات ہو چکی ہے۔ آجکل امریکن شوقین ہوائی جہازوں میں بیٹھکر شادیاں کرتے ہیں۔ اور ان میں بھی بے تار برقی آلات سے کام لیکر۔

نیو یارک کا ایک بے تار برقی رسالہ "ریڈیو براڈکاسٹ" راوی ہے کہ حال ہی میں ایک لفٹننٹ کی شادی ہوئی ہے۔ وہ اور اس کی دلہن ایک چھوٹے ہوائی جہاز میں بیٹھکر اڑے۔ نیچے تماشائیوں یا براتیوں کا ایک بہت بڑا ہجوم تھا۔ پادری بھی جس نے نکاح پڑھانا تھا۔ ایک دوسرے ہوائی جہاز میں اڑا۔ اور ٹیلیفون کے ذریعہ سے نکاح پڑھایا۔

نیچے جہاں ہجوم تھا۔ بہت سے بلند آواز مقررین کو کھڑا کیا گیا تاکہ وہ ان رسوم نکاح کی جو اوپر ادا ہو رہی تھیں۔ اطلاع تمام مجمع کو پہنچا سکیں اور خطبہ نکاح ان کے کانوں تک پہنچائیں۔

تین ہزار میل سے خطبہ نکاح

ایک اور شادی بے تار برقی سے ہوئی۔ ڈیٹروایٹ (امریکہ) کی ایک لڑکی اور ایک اور شخص کی منگنی کچھ عرصہ ہوا برمنگھم نامی ایک جنگی جہاز میں بحر الکاہل کے کسی مقام پر ہوئی تھی وہی شخص اب پھر بحر الکاہل ہی میں سفر کر رہا تھا۔ کہ عین وسط سمندر میں بے تار برقی کے ذریعہ سے اس کی شادی کی اطلاع پہنچی۔ اسیوقت تمام جہاز ران تختہ جہاز پر جمع ہو گئے۔ اور دولہا ان میں اپنی خاص شان کے ساتھ آ بیٹھا۔

اسیوقت ایک پادری نے نکاح پڑھنا شروع کیا۔ اور تمام مراسم اور خطبہ نکاح کی اطلاع بے تار برقی کے ذریعہ سے اسی وقت ساتھ کے ساتھ تین ہزار میل کے فاصلہ پر ڈیٹروایٹ کے فرسٹ پریسبٹیرین چرچ کو پہنچائی گئی جہاں دلہن اور اس کے براتی اور پادری سب موجود تھے۔

موخر الذکر پادری صاحب نے دلہن کی متعلقہ مراسم کی اطلاع ٹیلیفون کے ذریعہ سے قریب کے تار گھر کو پہنچائی۔ جہاں سے بے تار برقی کے بڑے سٹیشن کو پیغام پہنچایا گیا۔ اور اس جگہ سے تمام مراسم کی اطلاع دولہا کو بھیجی جاتی اور اسطرح سے وصول کیجاتی رہی۔

انگلستان سے ہفتہ میں دو دفعہ ہوائی جہاز

انگلستان سے ہندوستان تک ہوائی ڈاک کی تجویز مدت سے زیر غور ہے۔ لیکن اب اس کے بر راہ ہونے کے آثار نظر آنے لگے ہیں۔ حال ہی میں کمانڈر برنی نے ایک سکیم تیار کی ہے۔ جسکے ماتحت ایک پرائیویٹ کمپنی سرکاری امداد کے ساتھ اس کام کو اپنے ذمہ لے گی۔ وزارت ہوائی انگلستان نے اس سکیم کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور پسند کیا ہے۔ لیکن امداد جو طلب کی گئی ہے یا جو شرائط اس کے لئے رکھی گئی ہیں۔ انہیں چنداں پسند نہیں کیا گیا۔ اس لئے کمانڈر برنی اب ان میں ترمیم کر رہے ہیں۔

لیکن وزارت ہوائی اور محکمہ امیر البحری میں اب یہ کشمکش شروع ہو گئی ہے کہ موخر الذکر محکمہ اس کام کو اپنے ماتحت لینا چاہتا ہے۔ ایک لاکھ اکہتر ہزار کی رقم جو کمانڈر برنی نے بطور امداد طلب کی ہے۔ اس سے بڑھ کر اس محکمہ نے دینا منظور کر لیا ہے۔ کیونکہ غالباً ان کا خیال ہے کہ جو روپیہ جنگی جہازات پر خرچ کرنا ہے۔ اس کو اس ہوائی ڈاک پر صرف کر کے ایام صلح میں کافی تجربہ حاصل کر لیا جائے۔ جو ممکن ہے۔ آئندہ جنگوں میں مفید ثابت ہو۔ اس کے خلاف وزارت ہوائی اس کام کو ہاتھ سے دینا پسند نہیں کرتی۔

ہمیں اس سے بحث نہیں۔ کہ یہ کام آخر کار کس کے سپرد ہوگا۔ یا کسے اپنے ہاتھ میں لینا چاہیئے۔ لیکن بقول ٹائمز آف انڈیا ان حالات سے ظاہر ہے کہ آخر کار ایک باقاعدہ ہوائی ڈاک کے اجرا کا نظام عنقریب زیر عمل آنیوالا ہے۔

ہوائی جہازوں کا سب سے بڑا اسٹیشن

ٹائمز آف انڈیا راوی ہے۔ کہ پیرس کے مقام بورجیٹ پر جہاں آجکل ہوائی جہاز ٹھیرتے ہیں۔ عنقریب ایک عظیم الشان سٹیشن بننے والا ہے۔ جو ہوائی جہازوں کا دنیا بھر میں سب سے بڑا اسٹیشن ہوگا۔

یہ ایک نہایت عظیم الشان عمارت ہوگی۔ جس کے اوپر ایک عالیشان گنبد ہوگا جس کی چوٹی پر ہوائی جہاز کا ایک چمکتا ہوا نشان ہوگا۔ اور بے تار برقی کا ایک بہت زبردست آلہ اس کے اوپر لگایا جائے گا۔

سٹیشن اپنی وضع میں خاص ہوگا۔ اور اس کی چھتیں بہت اونچی ہونگی۔ ٹکٹ دینے والے رسٹارنٹ پر ہوٹلوں اور دیگر نقل و حرکت کے ہوائی سامانوں کے علاوہ سکیم میں بعض چھوٹے دفاتر کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ کہ ایسے مسافر جو اپنا وقت بچانا چاہتے ہوں۔ اور یورپ کے مختلف ممالک سے پیرس کو آ رہے ہوں۔ ہوا ہی میں بیٹھے بیٹھے ٹیلیفون کے ذریعہ سے ملاقات کا وقت مقرر کر لیں۔ اور ان دفاتر میں پہنچکر ان سے ملاقات کر لیں۔

التفسیر

آیت معراج کی تفسیر

گذشتہ سے پیوستہ

یہ ان شیعیان علی کا حال ہے۔ جو ہر وقت حاضر مجلس امام رہتے اور معجزات اور کرامات ملاحظہ کرتے۔ پھر حال شیعیان موجودہ جن کا امام ہزار سال سے بخیال ان کے مفقود الخبر ہے۔ من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاہلیۃ۔ یعنی شیعیان موجودہ کو اس سے بدتر پایا ہے۔ جس طرح علی مرتضیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانہ کے شیعیان کی حالت بیان کی ہے۔ یا شاید وہ اس زمانہ کے شیعیوں کا نقشہ اپنے کلام میں کھینچ رہے ہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ علی مرتضیٰ کو کشف میں چودھویں صدی کے شیعیوں کا نقشہ بتلایا گیا ہے۔ بیشک موجودہ علماء و مفسرین شیعہ تعقل میں ان سے اگر بڑھ کر نہیں ہیں۔ تو کم بھی نہیں۔ اگر اصل مضمون سے تجاوز نہ ہوتا تو میں احادیث ائمہ کے شیعیہ رواۃ پر ایک بحث لکھتا۔ مگر افسوس مضمون لمبا ہوا جاتا ہے۔

الغرض میں اصل مضمون کی طرف عود کر کے لکھتا ہوں کہ اہل سنت کے محققین نے تو احتمال چہارم کی تضعیف اور تنکیر کر دی ہے۔ اور احتمال اور وجہ اول کو بہت قوی اور صحیح قرار دیا ہے۔ اور شیعیہ اخبار میں بھی تعارض اور تناقض ہے جس قدر احادیث اس بارہ میں امامیہ طریق پر مروی ہیں۔ وہ بھی من حیث الروایۃ ضعیف اور منکر ہیں اور اہل تشیع کی کسی صحیح اور مرفوع متصل حدیث سے اس خبر کی توثیق نہیں ہو سکتی۔ اور مفسرین شیعہ نے بلا سلسلہ اسناد و رواۃ اپنی تفاسیر میں احادیث روایت کی ہیں۔ مگر حدیث بے سند گوز شتر است کی مصداق ہیں مثلاً علامہ لاہوری نے اپنی تفسیر میں ص ۲۰۱ پر شیعہ تفاسیر کے حوالہ سے جو حدیث لکھی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے خواب میں دیکھا در حالیکہ آپ مدینہ میں تھے اور آیت زیر بحث مکی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے مکہ میں خواب دیکھا تھا۔ اور علامہ لاہوری نے جو حدیث لکھی ہے۔ اس کے الفاظ صاف ہیں۔

ان النبی صلعم رای ذات لیلۃ وھو بالمدینۃ ینتدر یہ آیت زیر بحث سے حدیث خود متناقض ہے۔ کیونکہ حدیث تشیع سے جس خواب کا مذکور معلوم ہوتا ہے۔ وہ مدینہ والی خواب ہے۔ اور آیت چونکہ مکی ہے۔ اس لئے وہ خواب مکہ میں دیکھا گیا کیونکہ آیت کے الفاظ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک سے صاف مفہوم ہوتا ہے۔ کہ اس آیت کے نزول سے پہلے کوئی خواب دیکھا تھا نبی کریم صلعم نے اور یہ آیت بعد کو نازل ہوئی۔ پھر حدیث میں جو الفاظ آنحضرت صلعم کے ہیں۔ وہ صرف اسقدر ہیں۔ جماعۃ من قریش لیسو کذالک

اھلاً۔ اور بنی امیہ والے الفاظ امام کے اپنے ہیں آنحضرت کے نہیں ہیں پھر دوسری حدیث میں ہے۔ رجالاً من بنی تیم و من بنی عدی الخ پھر تیسری حدیث میں ہے۔ صبیان بنی امیہ۔ پس علاوہ بریں کہ تمام احادیث غیر مذکور السند و مقطوع السند ہیں۔ اختلاف الفاظ خود ان کی اور وضع پر دال ہیں۔ پھر مولوی صاحب مفسر حدیث بنگر لکھتے ہیں۔ کہ مراد از بنی تیم و بنی عدی کنایہ از اول و ثانی است۔

بلے مولانا صاحب۔ ہماں اول و ثانی کہ خدا ــــ شما با ایشاں بیعت کردہ بود و در پس ایشاں در نماز ہائے پنجگانہ خود اقتدا رسے نمود و از اموال غنائم ایشاں کہ بخیال شما بوجہ غاصب خلافت بودن از اموال مردم بجور و تعدی اخذ میکرد حصہ وافر و حظ وافر داشت و در مدح و ثنائے ایشاں نہایت قصدے وجہد بلیغ ساعی و رطب اللسان بود۔ وھذا انبذ من کلامہم

(۱) قال علی فی کلام لہ و ولیہم وال فاقام واستقام حتی ضرب الدین بجرانہ (نہج البلاغۃ ص ۲۱۷ جلد ۲)

اس کے متعلق شارح شیرازی لکھتے ہیں۔ و والی ایشاں شد و الی کہ آں عمر ابن الخطاب است۔ والکلام حتی ضرب الدین بجرانہ۔ کنایۃ عن تمکن الدین ولیمکن لہم دینہم الذی ارتضی لہم۔

(۲) ومن کلام علی علیہ السلام۔ للہ بلاد فلان فقد قوم الاود۔ وداوی العمد۔ خلف الفتنۃ۔ واقام السنۃ۔ ذھب نقی الثوب۔ قلیل العیب۔ اصاب خیرھا وسبق شرھا۔ ادی الی اللہ طاعتہ واتقاہ بحقہ الخ (نہج البلاغۃ جلد ۱ ص ۴۶۲)۔ قال الشارحین وھو عمر ابن الخطاب وقال ابن میثم ابو بکر رضی اللہ عنہما۔

کیا علی مرتضیٰؑ نے انہی اول و ثانی کی ایسی تعریف اور مدح کی ہے مولوی اس کلام امیر المومنین کو دیکھے۔ اور اپنی تفسیر کے ان ظلماتی اوراق پر نگاہ کرے۔ اور حیاء و شرم کو مدنظر رکھے فتفہم۔

مولوی حائری صاحب سنئے امام حسن علیہ السلام تمہارے اکابر سے کیا خطاب فرماتے ہیں۔

فقال اری واللہ ان معاویۃ خیر لی من ھؤلاء یزعمون انھم لی شیعۃ الخ (ناسخ التواریخ ص ــ جلد ۵ کتاب دوم)

اہل البصیرۃ تمہاری حالت کو علی وجہ الایقان تسلیم کرتے ہیں۔ کہ تم اس آیت کے مصداق ہو۔ افتطمعون ان یؤمنوا لکم وقد کان فریق منھم یسمعون کلام اللہ یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون (بقر)

حقیقت الامر یہ ہے۔ کہ یہ آیات سورہ بنی اسرائیل میں واقع ہیں اور سورہ بنی اسرائیل مکی ہے۔ اور رؤیا اس لئے کہا گیا کہ اس میں کشف قبل وقوع اور پیشین گوئی کا رنگ پایا جاتا ہے۔ اور اس میں اسلام کے عروج

اور ترقی اور مخاطبین کفار کے عذاب اور ہلاک اور ذلت کی خبریں ہیں۔ اور قرآن کریم میں قصص کے فلسفہ پر غور کرنے والے جو لا یمسہ الا المطہرون کے مصداق ہوتے ہیں اس امر کو جانتے ہیں۔ کہ قرآن کریم بار بار بنی اسرائیل کے واقعات کو جو اہل اسلام کے سامنے دہراتا ہے۔ اور یہ قوم نزدیک ترین زمانہ کی گذری ہوئی ہمسایہ قوم مسلمین کے تھی۔ اور ان کا شارع نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام جسکو ہمارے حضور علیہ السلام کے ساتھ مماثلت تھی۔ کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا۔ فعصیٰ فرعون الرسول الخ اور کما استخلف الذین من قبلھم۔ اس میں یہ سبق دیا گیا ہے۔ کہ تم اہل اسلام اس قسم کے افعال اور نافرمانیوں اور معاصی سے متنبہ رہو۔ جس میں بنی اسرائیل مبتلا ہو کر مورد لعن بنے اور قصص میں عبرۃ پکڑنے کا پہلو بہت مرعی رکھا گیا ہے۔ اور تذکر کے لئے بہت موثر پیرایہ قصص اقوام گذشتہ ہی ہو سکتا ہے۔ نہ اور کچھ۔ اور قرآن کے طرز بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ضرور اس میں ایک اشارہ اس امر کی طرف بھی ہوتا ہے۔ کہ ایسے واقعات قوم پر آنے والے ضرور ہیں۔ تاکہ وقت کے آنے پر مستعد روحیں فائدہ اٹھالیں۔ واتقو فتنۃً لا یصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ۔ آثار میں آتا ہے۔ کہ بعض صحابہ کہتے ہیں۔ کہ ہم آنحضرت صلعم کے زمانہ میں یہ آیت پڑھتے تھے۔ مگر ہم کو کیا خبر تھی۔ کہ ہم خود بھی اسمیں مبتلا ہو جاویں گے۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد جب فتنہ کا دروازہ کھل گیا تھا۔ وہ کبھی بند نہ ہوا اسلام میں خواہ وہ مروانیوں کا فتنہ ہو خواہ معتزلہ کا فتنہ ہو۔ خواہ بنی فاطمہ کا فتنہ ہو۔ خواہ حجاج کا فتنہ ہو خواہ ہلاکو اور علقمی اور خواہ نصیر کا فتنہ ہو وغیر ذالک قال رسول اللہ صلعم سیکون فتن القاعد فیھا خیراً من القائم الخ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۶۲ کتاب الفتن)

عن سعد ان رسول اللہ صلعم مر بمسجد بنی معاویۃ… فقال سئلت ربی ثلثا فاعطانی ثنتین ومنعنی واحدۃ . . . . . وسئلتہ ان لا یجعل

(مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۲) الخ

یہاں آیت میں فتنہ کو بطور نکرہ ذکر کیا گیا ہے۔ اور حدیث میں جمع کے الفاظ ہیں۔

پس آیت زیر بحث ذو الوجوہ اور متشابہ کی قسم سے ہے۔ اور ایک وجہ پر جزم درست نہیں اور مرجح وجہ وہی وجہ اول ہے۔ اگرچہ حدیبیہ والا خواب بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اور متشابہ کے یہی معنے ہیں کہ مختلف معانی کا محتمل ہو۔

اگر بنی امیہ والی روایت صحیح ثابت ہو جاوے تو بے شک وہ بھی مراد لیا سکتا ہے مگر افسوس کہ وہ اصول روایت کے رو سے صحیح ثابت نہیں ہو سکتی۔ خواہ اہل سنت کی کتب احادیث میں مذکور ہو۔ خواہ شیعہ کی کتب احادیث میں۔ اب ہم آئندہ چلکر اس امر پر بحث کریں گے۔ کہ فتنۃ للناس سے کیا مراد ہے اور والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن سے کیا معنے ہیں۔

مقالات

تہذیب مغرب اور سینما

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام انگلستان)

مغرب میں سینما فلمز وہ کام کر رہی ہیں۔ جسے پورا کرنے میں مذہب تہذیب بھی ناکامیاب رہے۔ یہاں دولتمند اولاد اور غریب والدین دیکھنے میں آتے ہیں۔ مشرقی نگاہ کے لئے یہ نظارہ نہایت ہی افسوسناک ہے۔ مغرب میں لوگ سوشلزم کے حامی ہیں۔ اور دنیا کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ معمولی اخلاق سے بے بہرہ ہیں اور اپنے عزیز و اقارب اور والدین سے بھی حسن سلوک نہیں کر سکتے۔ وہ جمہوریت کے دلدادہ ہیں۔ لیکن جب وہ دنیا میں ترقی پا جاتے ہیں۔ تو اپنی پہلی غربت اور حسب و نسب پر نادم ہوتے ہیں۔ جمہوریت میں مال و دولت اور خاندانی مراتب کی کوئی وقعت نہیں۔ اس لئے ایک شخص جو اپنی سعی سے ترقی پا گیا ہو اسے اپنی پہلی غربت پر ناز کرنا چاہیئے۔ حضرت عمر رضؓ کے نزدیک ایک انسان کے لئے یہی باعث فخر ہے۔ کہ وہ انسان کا بیٹا ہے۔ جمہوریت کا درخت ایسی جگہ نشوونما پائیگا۔ جہاں ادنے درجے کے لوگوں کی اعلیٰ مراتب حاصل کرنے میں حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ اور ان کی اس خواہش کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور اگر ہماری پیدایش ہمارے لئے شرم کا موجب ہو جاتی ہے۔ تو پھر ہم اپنے خیالات کو حقیقت کا جامہ کب پہنا سکتے ہیں۔ ایک ایسی قوم کی تہذیب جو والدین کے حقوق کی پرواہ نہ کرے۔ ہرگز قابل رشک نہیں ہو سکتی۔ خود غرضی میں ہم اور جانوروں سے بہتر نہیں اگر اپنی محنت کا سب معاوضہ اپنی ذات پر ہی صرف کر لیں۔ زندگی کو شروع کرنے کے لئے اگر سب سے بڑی دولت صحیح اعضا اور اعلےٰ تربیت ہے۔ تو مال و دولت حاصل کرنے میں ہم کہاں تک ان کے محتاج ہیں۔ لیکن ان خیالات کی مادہ پرست طبیعتوں میں جگہ نہیں۔ مغرب میں بدقسمتی سے مذہب نے اس معاملہ میں کچھ نہیں کیا۔ ہمیں ان سے کسی اعلیٰ اخلاق کو توقع بھی نہیں رکھنی چاہیئے۔ کیونکہ ان کا مذہب چند ایک عقاید پر ایمان لانے سے تمام افعال کی ذمہ داری کے احساس کو دور کر دیتا ہے یقیناً پانچواں حکم کہتا ہے۔ کہ تو اپنے ماں باپ کو عزت دے تاکہ تیری عمر اس زمین پر جو خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے۔ دراز ہو جاوے (خروج باب ۲۰ آیت ۱۲) اس حکم پر عمل کرنے کے لئے جو وجوہات بتائی گئی ہیں۔ وہ موجودہ لوگوں کے لئے باعث تسلی نہیں۔ انجیل میں دیگر مقامات پر بھی اسی حکم کو دہرایا ہے۔ اس پر بھی والدین سے حسن سلوک میں کوئی ترقی نہیں۔ اس موقعہ پر سینما کی فلمیں میدان میں آئی ہیں۔ اور تصویروں کے ذریعہ نہایت خوش اسلوبی سے اولاد کی بدسلوکی

کو ملحالی ہیں ... نہایت غربت کی حالت میں تھے۔ اور اب مالدار ہو گئے ہیں۔ اگر اتفاقاً غریب والدین اپنے لڑکے کے پاس اس کے دوستوں کی موجودگی میں آ نکلیں۔ تو انہیں باغبان یا دایہ کی حیثیت میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ ہیں وہ ناک واقعات جو مغرب میں روزانہ ہوتے رہتے ہیں۔ مشرق میں اور خاص کر اسلامی ممالک میں بہت ہی شاذ و نادر پائے جاتے ہیں کیونکہ مسلمان قرآن کریم کو اپنا ہادی راہ مانتے ہیں۔ جس میں خداوند تعالےٰ نے فرائض کے بعد والدین سے نیک سلوک کو بہت اہمیت دی ہے اور نہایت عمدگی کے ساتھ اس سچائی کو ظاہر کیا ہے۔ سینما کی فلمیں جو ایک بیٹے مذہب کی اعانت کو آئی ہیں۔ جو ناکامیاب ہو چکا ہے۔ ہرگز وہ اثر نہیں رکھتیں جو تعلیم قرآنی سے پیدا ہوتا ہے۔

وقضٰی ربك الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا۔ اما یبلغن عندك الکبر احدھما او کلٰھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما واخفض لھما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمھما کما ربیٰنی صغیرا۔ ربکم اعلم بما فی نفوسکم ان تکونوا صٰلحین فانه کان للاوابین غفورا (بنی اسرائیل ع ۳ آیت ۲۳-۲۴)

ترجمہ:- تمہارے پروردگار نے حکم قطعی دیدیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔ اگر والدین میں سے ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچیں تو ان کے آگے ہوں بھی نہ کرنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے کچھ کہنا ہو تو ادب سے کہنا اور محبت سے خاکساری کا پہلو ان کے آگے جھکائے رکھنا اور ان کے حق میں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار جس طرح انہوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا ہے۔ اور میرے حال پر رحم کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح تو بھی ان پر اپنا رحم کیجیو۔

سینما کی فلمیں جو مصنف کی اعلیٰ قابلیت کا کیا اظہار کرتی ہیں ہرگز ایک اوسط درجے کے انسان میں والدین سے حسن سلوک کا وہ احساس پیدا نہیں کر سکتیں۔ جیسا کہ مندرجہ بالا تعلیم قرآنی سے ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ اسے عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھا جائے۔

ایک مسلم کی وفات پر والدین بھی اس کی دولت میں حصہ دار ہوتے ہیں۔ بالوالدین احسانا وبذی القربیٰ قرآن میں کئی مرتبہ آیا ہے یہانتک کہ والدین کو اولاد کے مال میں پہلا حقدار ٹھیرایا ہے۔

یسئلونك ماذا ینفقون ۵ قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتٰمی والمسٰکین وابن السبیل وما تفعلوا من خیر فان اللہ بہ علیم۔ (البقرہ رکوع ۲۶ آیت ۲۱۵)

ترجمہ:- لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ خدا کی راہ میں کیا خرچ کریں۔ تو ان کو سمجھا دو کہ جو مال بھی خرچ کرو وہ تمہارے ماں باپ کا حق ہے۔ اور قریب کے رشتہ داروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا اور تم کوئی سی بھلائی بھی لوگوں کے ساتھ کرو گے تو اللہ اس کو جانتا ہے۔ ہم یہاں انجیل اور دیگر الہامی کتابوں کے مقابل قرآن کریم کی اہمیت پر کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ اس موضوع پر باقی تمام الہامی کتب نے بہت ہی کم روشنی ڈالی ہے۔ انجیل میں کئی مرتبہ دہرایا گیا ہے کہ اپنے والدین کی عزت کرو۔ لیکن اس تاکید کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔ نبی کریم صلعم یتیمی کی حالت میں رہ گئے تھے۔ اس لئے آپ تعلیم قرآنی کا پوری طرح اظہار نہ کر سکے۔ لیکن آپ اپنی دایہ حلیمہ سے والدہ کی طرح سلوک کرتے تھے۔ جب آپ عرب کے فاتح اور بادشاہ تھے۔ تو حلیمہ اپنے قبیلہ کے اور قیدیوں کے ہمراہ زنجیروں میں نبی کریم صلعم کے سامنے لائی گئیں عرصہ دراز کے بعد آپ نے حلیمہ کو دیکھا اور اپنی بوڑھی دایہ کو فوراً پہچان خوشی سے آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور ایک فرمانبردار لڑکے کی طرح اپنی بوڑھی دایہ کے پاس گئے۔ اور اپنا چغہ اتار کر فرش پر بچھایا اور انہیں بیٹھنے کے لئے کہا۔ اپنی دایہ کی عزت میں نبی کریم صلعم نے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا جو ان کے ساتھ تھے۔ قرآن کے احکام کی اس سے بڑھ کر علمی فرمانبرداری کرنا محال ہے۔ نصیحت کی نسبت عمل سے زیادہ اثر پڑتا ہے۔ تاریخ عالم میں کسی نبی کا عملی پہلو ایسا زبردست نہیں رہا جتنا کہ نبی کریم صلعم کا ہے۔ حضرت مسیح نے یقیناً اپنے پیروؤں میں پانچویں حکم کی یاد کو تازہ کیا۔ لیکن ہمیں تامل سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ حضرت مریم سے جو سلوک ہوا وہ اس حکم کے بالکل برعکس تھا۔

تبلیغ اسلام

بر کجا ہمارا شور کاش اللہ اکبر ہے — شکوہ اپنی تمنا ہے یہی اپنا اور دل سے
دعا ہی گونج اٹھے ہر طرف بانگ اذاں ہو کر — عروج اسلام کا پھر سوز ناں یہ عیاں ہو کر

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکٰفرون ھو الذی ارسل رسوله بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کله ولو کرہ المشرکون ...... (الصف ۱۰)

وہ چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں اور خدا تو اپنے نور کو پورا ہی کر کے رہیگا گو منکر لوگ برا مانیں۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا۔ کہ اس کو سارے دینوں پر غالب کر دے اور گو مشرک برا مانیں۔

مندرجہ بالا آیتیں اسبات کیطرف اشارہ کر رہی ہیں کہ اسلام عالمگیر مذہب ہے۔ اور اسلام کا غلبہ آخرکار تمام ادیان عالم پر ہوگا۔ ان آیتوں سے نہیں یہ بھی پتہ لگتا ہے۔ کہ دنیا کا آیندہ مذہب اسلام ہوگا۔ خداوندتعالےٰ خود اس پاک مذہب کی حمایت کا وعدہ کرتا ہے۔ اور اپنی ذات کو اسکا محافظ قرار دیتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی تبلا دیا گیا۔ کہ مخالفین اس کے خلاف طرح طرح کے منصوبے کریں گے۔ لیکن وہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

اگر کلام مجید الہامی ہے۔ اگر خداوند تعالےٰ لاتخلف المیعاد ہے۔ یعنے اپنے وعدہ کے خلاف کرنے والا نہیں تو پھر اسلام کو کسی بات کا خطرہ نہیں۔ اسلام محفوظ ہے۔ نہ اسلام مٹ سکتا ہے۔ نہ اس کی تعلیمات مٹ سکتی ہیں۔ لیکن اب سوال یہ ہے۔ کہ ہم کو کیا کرنا چاہئے۔ اس میں شک نہیں کہ پروردگار عالم اسلام کی حمایت وحفاظت کا بیڑا اپنے ذمہ لیتا ہے لیکن انا لہ لحافظون کے ساتھ ہم کو اپنے فرض منصبی سے بھی آگاہ کرتا ہے۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون۔۔۔۔۔ (آل عمران ۱۱)
اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے۔ جو لوگوں کو بھلائی کیطرف بلائے۔ لوگوں کو نیک کام کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے اور یہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں"

ولینصرن اللہ من ینصرہ۔۔۔۔۔ (الحج۔۶) "بیشک جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ اس کی مدد کرے گا"

ان تنصروا اللہ ینصرکم۔۔۔۔ (محمد۔۱) "اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کریگا" یعنے خداوند تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر ہم اسلام کی حمایت اور حفاظت کیلئے کوشش کریں گے۔ تو وہ دست اعانت ہماری طرف دراز کرے گا۔ اور ہم کو کامیابی کیطرف لیجائے گا لیکن اگر ہم اپنے فرائض سے غافل رہیں گے تو پھر ہمارا کیا حشر ہوگا۔ وہ ظاہر ہے۔ مغرب میں تبلیغ اسلام کی سخت ضرورت ہے۔ یورپ۔ انگلستان اور امریکہ آج تہذیب وتمدن کا گہوارہ اور تجارتی دنیا کا مرکز ہے۔ دنیا کی تمام قومیں وہاں پائی جاتی ہیں۔ انگریزی دن بدن مشترکہ زبان بنتی جاتی ہے۔ مخالفین نہایت سرگرمی سے اسلام کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں۔ کتابیں اخبارات ورسائل وٹریکٹ وغیرہ شائع کرتے ہیں۔ اور انہیں مفت تقسیم کرتے ہیں۔ اسلام کو وہ ایک ڈراونی چیز ظاہر کرتے ہیں۔ اور اس کے متعلق طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلاتے ہیں۔ تاکہ غیر مسلم اور نومسلم انہیں پڑھ کر اسلام سے بدظن ہو [illegible] تعلیم یافتہ نوجوان بھی اس کے اثر سے محفوظ نہیں رہتے وہ بھی دین حق سے ایک حد تک متنفر ہوتے ہیں۔ اگر ہمارے مشنری مغرب میں ہوں اور اسلام کی منادی کریں تو امید ہے۔ کہ تمام غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔ اور لوگ اسلام کو اس کی اصلی صورت میں دیکھکر اس سے مستفیض ہو سکیں گے۔

اسلام عین فطرت کے مطابق ہے۔ اسلام فلسفہ اور سائنس کا مخالف نہیں ہے۔ اسلام تحقیق کی اجازت دیتا ہے۔ تعلیمات اسلام عام فہم اور قابل عمل ہیں۔ اگر معلوم کرنا ہو۔ کہ اس کی تعلیمات پر عامل ہوکر ایک قوم کسطرح ترقی کر سکتی ہے۔ تو تاریخ اسلام کی صفحہ گردانی کیجئے۔

مغرب میں لوگ عیسائیت سے بیزار ہو چکے ہیں۔ وہ ایک ایسی مذہب کی تلاش میں ہیں۔ جو عین فطرت کے مطابق ہو۔ اور اس کی تعلیمات عام فہم قابل عمل اور زمانہ حال کی ضروریات کے مطابق ہوں۔ آج میدان ہمارے لئے خالی ہے۔ کامیابی ہمارے ساتھ ہے۔ اگر ہم غفلت کریں گے۔ اور اس نادر موقع کو ہاتھ سے جانے دیں گے۔ تو یاد رکھو کہ بہت دراز تک ہم کو اسکا خمیازہ اٹھانا پڑے گا۔ اور کل روز قیامت میں احکم الحاکمین کے سامنے جوابدہ ہونگے۔

ہمارے بزرگان کرام اشاعت وتبلیغ مذہب کے لئے اپنا خون بہا دیتے تھے۔ آج وہی کام ہم گھر بیٹھے کر سکتے ہیں۔ صرف زبانی اور مالی تائید کی ضرورت ہے۔ دیکھیں کسے یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔

بکہ شبہا آج از ایمان تابدیں قوت شود پیدا | بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا
بجنبید از پئے کوشش کہ از درگاہ ربانی | زبہر ناصران دین حق نصرت شود پیدا
اگر دست عطا در نصرت اسلام بکشاید | ہم از بہر شما ناگاہ ید قدرت شود پیدا

رسالہ اشاعت اسلام کے اپریل نمبر میں یہ خبر پڑھ کر میری مسرت کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ کہ اس سال انجمن اشاعت اسلام کے ماتحت دو نئے مشن امریکہ اور جرمنی (پرشیا) میں کھولے جانیوالے ہیں۔ اور حضرت مولوی صدرالدین صاحب اس کے صدر ہونگے۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب جن اصول پر ووکنگ مشن چلا رہے ہیں۔ اگر ان کو یہاں بھی مدنظر رکھا گیا۔ تو ان شاء اللہ کامیابی یقینی ہے۔ اور میدان ہمارے ہاتھ ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے۔ کہ اشاعت اسلام کو مشترکہ کام سمجھ کر اور مذہبی اختلافات کو دخل نہ دیکر اس مجوزہ مشن کی امداد کریں۔ تاکہ ہم بہت جلد مولانا ممدوح کی زیر سرکردگی مشن کو روانہ کر سکیں۔ اور باشندگان امریکہ وجرمنی کو یہ مژدہ سنا سکیں کہ ؎

اہل امریکہ وجرمن ہو مبارک اب تمہیں | لطف حق آنے کو ہے اور بے نقاب آنیکو ہے
وہ صدر دین وہ عالیجناب آنے کو ہے | حق نما اسلام جسکے ہمرکاب آنے کو ہے
اُنکے آنیسے تمہارے بت معطل ہونگے مشرکو | اک نئے فیشن ہو تم پر انقلاب آنیکو ہے
حسرت اے کفار مژدہ اے گروہ حق پرست | کفر جاتا ہے دین مستجاب آنے کو ہے

امید ہے کہ مسلم قوم بہت جلد اس مسئلہ کی اہمیت کو محسوس کرے گی۔ اور [illegible] مشن کو امداد دیکر عند اللہ ماجور ہونگے۔ انشاء اللہ بہت جلد ہم سنیں گے کہ ؎

آ رہی ہے قوم اپنا زر لٹانے کے لئے | مومنوں کے ہاتھ اب الحمد ثواب آنیکو ہے

وما توفیقی الا باللہ

مولوی ابراہیم [illegible] رنگون

بقیہ صفحہ نمبر ۶

[illegible] دنیائے اسلام پر فتوے کی ایک بنا زائل ہو گئی [illegible] میاں صاحب کا خیال تھا۔ کہ چونکہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود [illegible] نہیں رکھتے بلکہ آپ کو مفتری سمجھتے ہیں۔ اس لئے کافر ہیں۔ میاں صاحب [illegible] کہ انہوں نے اس کی تغلیط کی۔ اور کھلے طور پر اعتراف کیا [illegible] لوگ ہیں جو آپ کو مسلمان بلکہ ولی اللہ سمجھتے ہیں۔ اور پھر بھی [illegible] نہیں رکھتے۔ ایسے لوگوں کو کافر کہنا کیونکر جائز ہو سکتا [illegible] میاں صاحب سے ان کے مریدین بھی قبول کرا سکتے ہیں۔ ہم [illegible] کے مریدین کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ ان باتوں کو [illegible] دل کے ساتھ پڑھیں اور دیکھیں۔ کہ صداقت اور راستبازی [illegible] موجود ہے۔ ایک ہی امر کے متعلق میاں صاحب کہیں کچھ کہتے ہیں۔ کہیں کچھ۔ کہیں اسے اصولی فرق بتاتے ہیں۔ اور کہیں [illegible] ہمارے لئے موجب کفر نہیں۔ یعنی نبوت مسیح موعود۔ کل دنیائے اسلام اس کی بنا پر کافر قرار دیتے ہیں۔ ہماری تعداد کے متعلق وہ عجیب [illegible] ہیں۔ کہیں ہم پانچ ہزار ہوتے ہیں۔ اور کہیں ایک ہزار۔ ایک جگہ میاں صاحب غیر از جماعت کا فرض قرار دیتے ہیں۔ کہ وہ انہیں کافر کہیں اور عدالت میں جا کر ایسا کہنے کا حق بھی نہیں رہتا۔ دوسرے مسلمانوں [illegible] دینے والے تو کبھی خارج از جماعت کے لئے میاں صاحب تیار ہوتے ہیں۔ کبھی اس کے احمدی ہونے کے قائل نہیں رہتے۔ جیسا کہ ہم ان کے [illegible] قبل ازیں نقل کر چکے ہیں۔ اور اگر کوئی صاحب بحیثیت مرید ایسا [illegible] کا مرتکب ہو۔ تو اس سے چشم پوشی بھی ہو جاتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ کہہ دیا کہ اس نے احمدیت کی حالت میں ایسا نہیں کیا۔ ایک [illegible] وقت ایک ہی حالت میں وہ احمدی بھی ہوتا ہے۔ اور احمدیت سے نکل بھی جاتا اور واپس بھی آ جاتا ہے۔

یہ اختلاف بیان کیا ذی فہم حضرات کے لئے قابل غور نہیں؟ انہیں دیکھنا چاہئے۔ کہ ان اوصاف کا مالک جیسے کہ میاں صاحب ہیں ان کے دین و ایمان کا ماہر کیونکر ہو سکتا ہے۔

تازہ خبریں

جیوٹ ملز کی ہڑتال۔ کلکتہ۔ ۱۲ر جولائی۔ جیوٹ ملز کی ہڑتال بدستور ہے۔ البتہ اتنا ہو گیا ہے۔ کہ ہوڑہ جیوٹ ملز کے باشندے غیر مشروط طور پر کام پر آ گئے ہیں۔

بغاوت اور قید۔ کراچی ۱۲ر جولائی۔ میلا رام بھروانی [illegible] کو بغاوت کے جرم میں [illegible] قید بامشقت کی سزا دی گئی ہے۔

مستورات کو حق رائے دہندگی۔ کلکتہ ۱۲ر جولائی۔ کلکتہ میونسپل بل پر غور و بحث کے دوران میں بلدیہ کلکتہ نے یہ تجویز منظور کی ہے۔ کہ مستورات کو حق رائے دہندگی دیا جائے۔ اکیس آرا اس کے موافق اور چار مخالف ہیں۔ یہ بھی قرار دیا ہے۔ کہ ایک آدمی ایک رائے دے سکتا ہے۔ تجویز پیش کی گئی تھی۔ کہ نیابت ملی کا مسئلہ اڑا دیا جائے۔ لیکن ۱۸ آرا اس کے مخالف تھیں۔ ۱۶ اس کے موافق۔ اس لئے تجویز نامنظور ہو گئی۔

جعلی پروانہ اور گرفتاری۔ الہ آباد۔ ۱۲ر جولائی۔ ایک شخص مسمی بھولا لا لہ بھی سنٹرل جیل میں قید تھا۔ مسٹر لی رسی فوربس سشن جج فرخ آباد نے اسے تین سال کی سزا دی تھی۔ اس نے سشن جج کے جعلی دستخط بنا کر رہائی کا پروانہ تیار کر لیا۔ اور رہا ہو گیا۔ آخر پھر گرفتار کر لیا گیا۔ اب جائنٹ مجسٹریٹ الہ آباد کی عدالت میں پیش ہو گا۔

ٹکٹ چور ڈاکیہ کو سزا۔ بنارس۔ ۲۱ر جولائی۔ ایک ڈاکیہ مسمی واجد حسین اپنے علاقے کے لیٹر بکسوں میں سے خط نکال کر ان کے ٹکٹ اتار لیا کرتا تھا۔ سشن جج نے اُسے تین سال قید بامشقت کی سزا دی ہے۔

ہندوستانی مقتولین کے خاندانوں کی اعانت۔ شملہ۔ ۱۲ر جولائی۔ حکومت پنجاب نے آخرکار اس انجمن کی تجاویز کو قبول کر لیا ہے۔ جو ۱۹۱۹ء کے فسادات میں مقتول و مجروح ہندوستانیوں کے خاندانوں کو معاوضہ دلانے کی سفارش کرنے کے لئے مقرر کی گئی تھی۔ اس انجمن کی سفارش سے حکومت نے جو رقم منظور کی ہے۔ اس کی تعداد بائیس لاکھ چھیاسٹھ ہزار سات سو بائیس روپیہ ہے۔ اس روپیہ کی تقسیم انجمن مذکور کی اعانت سے قسمت لاہور کے کمشنر کے ہاتھ سے ہو گی۔ قسمت لاہور کے مدعیان معاوضہ کے لئے ۲۴ر اور ۲۵ر جولائی کی تاریخیں اور مقام امرتسر کا دفتر ضلع مقرر ہوا ہے۔ اور امرتسر کے مدعیان معاوضہ کے لئے بھی قیام اور ۲۷ر جولائی کی تاریخ مقرر ہوئی ہے۔ گوجرانوالہ کے لئے ۲۸ر اور ۲۹ر جولائی کی تاریخ اور کمشنر صاحب کا دفتر مقام ہے۔ دیگر اضلاع کے اشخاص کے لئے جو قسمت لاہور میں واقع ہیں۔ یہی تاریخیں مقرر ہوئی ہیں۔ ریاستوں اور قسمت لاہور کے باہر کے اضلاع کے اشخاص کو پولٹیکل افسروں اور ڈپٹی کمشنروں کی معرفت معاوضہ دیا جائے گا۔

قابل تقلید مثال۔ جناب نور محمد صاحب رضاکار مجلس خلافت سٹروالی ضلع شاہپور ان کے بھائی اور دو ایک اور عزیزوں کی شادیاں ہوئیں۔ صاحب صدر [illegible] کمیٹی سٹروال کے ایک رشتہ دار کی شادی ہے۔ کوئی غیر مشروع رسم نہیں منائی گئی۔ جہیز میں کھدر کا لباس دیا گیا۔ دولہا دولہن کھدر میں ملبس تھے۔ فریقین نے مجلس خلافت کو چندہ عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے نیک افعال کے تقلید کی توفیق عطا فرمائے۔

(معتمد مجلس خلافت پنجاب)

ایک روپوش خزانچی۔ کلکتہ۔ ۲۰ جولائی۔ اندجرن چکرورتی خزانچی چیف پیوریٹی لینی جس کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ وہ نصف لاکھ روپیہ لیکر روپوش ہو گیا۔ خود بخود تھانہ میں حاضر ہو گیا۔ اسے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اور حراست میں اسے کر لیا گیا۔

دو ہوائی جہازوں کا حادثہ۔ پیرس۔ ۱۷ جولائی۔ چار انگریز ایک ہوائی جہاز میں سوار تھے۔ مشین بگڑ گئی۔ اور ہوائی جہاز کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے چاروں انگریز ہلاک ہوئے۔ ایک اور ہوائی جہاز میں چار مسافر سوار تھے یہ جہاز بھی سٹراسبرگ کے نزدیک تباہ ہو گیا۔ اور ان میں سے دو مسافر زخمی ہوئے۔

ٹراونکور کی اصلاح یافتہ کونسل کا اجلاس۔ ٹرونڈرم۔ ۱۹ جولائی ٹراونکور کی اصلاح یافتہ قانونی کونسل کے پہلے اجلاس میں جو آج دیوان صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مہاراجہ صاحب کی طرف سے مبارکباد کا پیغام پڑھ کر سنایا گیا۔ جس میں ممبران اور افسران کو تحریک کی گئی تھی کہ وہ باہمی اتفاق سے ملک کی بہبودی کے لئے کوشش کریں۔ کارروائی شروع کرنے سے پہلے صدر نے پیغام پڑھ کر سنایا۔

خان محمد عبد الرشید خان کی رہائی۔ جناب خان محمد عبد الرشید خان صاحب بی۔ اے۔ (آکسن) بیرسٹرایٹ لا انبالوی خدمت ماک رملت کے جرم میں ڈیرہ غازیخاں میں مقید تھے۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ آپ ۲۲ جولائی کو وہاں سے رہا ہو گئے۔ اور بر راستہ لاہور انبالہ تشریف لیجائیں گے۔

لالہ دنی چند انبالوی کی رہائی۔ فخر انبالہ جناب دنی چند صاحب انبالوی کی مشہور و ممتاز ہستی محتاج تعارف نہیں۔ آپ خدمت ملک کے جرم صریح کی پاداش میں ڈیرہ غازیخاں کے جیل خانہ کی سختیاں برداشت کر کے بعد انقضائے مدت قید کل یا پرسوں رہا ہو کر لاہور پہنچیں گے۔

ایک عیسائی مشرف بہ اسلام ہوا۔ ایچ پیٹرسن نامی عیسائی ۲۴ ذیقعد کو مولوی محمد عبد الہادی صاحب کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوا۔ اور اسلامی نام محمد احمد رکھا گیا۔

راج پرنٹنگ پریس رام گلی لاہور باہتمام لالہ [illegible] پرنٹر چھپکر [illegible] دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا۔

احکام ومسائل عید الاضحیٰ

(۱) عید الاضحیٰ کی نماز عید الفطر کی نماز کی طرح ہوتی ہے۔ وقت آفتاب بلند ہونے سے شروع ہوتا ہے۔ چونکہ نماز کے بعد قربانی کرنی ہوتی ہے۔ اس لئے اول وقت پڑھنی بہتر ہے۔

(۲) کھانا نماز کے بعد قربانی میں سے کھانا بہتر ہے۔ اگرچہ پہلے کھانا حرام بھی نہیں۔

(۳) نویں ذی الحجہ کی صبح سے تیرہویں کی عصر تک ہر ایک نماز فرض کے بعد تکبیر تشریق یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد تین دفعہ کہنا چاہیئے۔

(۴) ہر ایک آزاد مقیم مسلمان پر جو توفیق رکھتا ہو۔ قربانی واجب ہے۔

(۵) بکرا۔ دنبہ یا بھیڑ ایک اکیلے شخص کو قربانی کرنی چاہیئے۔ گائے بھینس اونٹ میں سات آدمی یا ان سے کم شریک ہو سکتے ہیں۔ اونٹ پانچ برس کا گائے بھینس دو برس کی ہونی چاہئیں۔ دنبہ اور بھیڑ وغیرہ اگر خوب موٹے اور تندرست ہوں تو چھ ماہ کے بھی درست ہیں۔ لیکن دو برس کا ہونا انسب ہے۔

(۶) شہر والوں کو نماز عید کے بعد قربانی کرنی چاہیئے۔ اگر کسی سبب سے نماز قضا ہو گئی۔ اور دوسرے دن پڑھنی ہو۔ تو نماز سے پہلے بھی کر سکتے ہیں۔ اور تین دن یعنی ۱۰-۱۱-۱۲ ذی الحجہ غروب آفتاب تک قربانی جائز ہے۔ گاؤں والے صبح صادق سے تین دن تک قربانی کر سکتے ہیں۔

(۷) قربانی کو جب قبلہ رخ لٹا دے تو یہ دعا پڑھے۔ انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ہ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین۔ ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہے اور یہ دعا پڑھے اللھم تقبلہ منی کما تقبلت من حبیبک محمد وخلیلک ابراھیم علیھما الصلوٰۃ والسلام۔ ممکن ہو تو خود قربانی کرے ورنہ پاس ٹھہرے۔

(۸) قربانی کے گوشت کے تین حصے کرے۔ غربا ومساکین کے لئے۔ دوست واحباب کیلئے۔ اہل وعیال کیلئے۔ اگر عیال زیادہ ہو یا کوئی ضرورت ہو تو سارا گوشت خود رکھ سکتا ہے۔ فروخت کرنا منع ہے۔

(۹) قصاب کی اجرت قربانی میں سے دینا درست نہیں نہ ہی اجرت وغیرہ یا تنخواہ میں امام مسجد اور موذن کو دینا جائز ہے۔ اس کو صدقہ کرنا چاہیئے۔

ایسے صدقات اگر دین کی اشاعت اور حفاظت کے کاموں میں خرچ ہوں تو بہت بہتر ہو۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دین کی تبلیغ کا جو کام کر رہی ہے۔ اس میں ان صدقات سے بہت بڑی امداد مل سکتی ہے۔ یہ مفت کا ثواب ہے۔ قربانی کی کھالیں یا ان کی قیمت انجمن کو بھیج کر حق نصرت ادا کرنا چاہیئے۔

(۱۰) عید کے موقعہ پر لوگ بہت سا روپیہ فضول عیش وعشرت میں خرچ کر دیتے ہیں ان باتوں سے پرہیز کرنا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کی یاد کو ہی عید کی خوشی سمجھنا چاہیئے اور فضول روپیہ اڑانے کے بجائے کچھ دین کیلئے دینا چاہیئے سلسلہ احمدیہ میں عید کے موقعہ پر ہر شخص کم از کم ۲ عید فنڈ میں دیتا ہے جو اشاعت اسلام کے کام آتا ہے۔ تمام احباب اس کی تعمیل ضرور کریں اور جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان عید فنڈ اور کھالوں کا روپیہ جمع کر کے محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو بھجوا دیں۔

احباب کو غلط فہمی نہ ہو (۲)

میں نے پیغام صلح میں یہ نوٹ دیا تھا۔ کہ ہم حضرت مسیح موعود کو نبی ان معنوں میں سمجھتے ہیں۔ کہ وہ بکثرت مکالمہ مخاطبہ سے مشرف تھے۔ آپ کو کوئی کتاب نہیں دی گئی قرآن مجید ہی ہماری کتاب وشریعت ہے۔ مکرم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مجھے دھوکہ باز قرار دیتے ہیں۔ عفاک اللہ کیوں کہتے؟ اور فرماتے ہیں صاف گوئی۔ راستبازی تقویٰ اللہ کا تقاضا تو یہ تھا کہ صاف کہتے۔ ہم مرزا صاحب مسیح موعود کو نبی بلا کتاب مانتے ہیں سو حسب ارشاد ڈاکٹر صاحب موصوف عرض کرتا ہوں

"ہم حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی بلا کتاب مانتے ہیں"

فرمایئے اب صاف گوئی راستبازی۔ تقویٰ اللہ کا تقاضا پورا ہو گیا۔ یا نہیں؟ حضرت بڑھا دینے سے مفہوم بدل گیا دوسرے مضمون نگار کی آپ نے ایک عبارت نقل کر کے ثابت کرنا چاہا ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود کے لئے نئی کتاب تجویز کرنا چاہتے ہیں۔ میں سچے دل سے عرض کرتا ہوں۔ کہ قرآن مجید ہی ہماری اور حضرت مسیح موعود کی کتاب شریعت ہے۔ اور میں لعنتی سمجھتا ہوں اس کو جو یہ کہے۔ کہ حضرت خاتم النبیین نے جو کچھ قرآن مجید سے باعلام الٰہی سمجھا تھا۔ یا لوگوں کو سکھایا تھا اب وہ مفہوم مسلم نہیں رہا۔

مجھے یقین ہے کہ میرا اور مضمون نگار کا ایک ہی عقیدہ ہے باقی جو کچھ جناب نے اپنی روشنی طبع سے ہمارے الفاظ کا مفہوم نکالا ہے اس کی نسبت کیا عرض کروں

دیکھیے کوئی نیرنگ محبت کے یہ نقشے
کرتے ہیں جفا آپ تو دیتا ہوں دعائیں

راکمل عفا اللہ قادیان

تصحیح وتردید

بخدمت شریف جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) اخبار پیغام صلح نمبر ۴۴ مورخہ ۱۲ جولائی میں جو فہرست چندہ جماعت منارکی چھپی ہے اسمیں خلیفہ فضل احمد صاحب کے علاوہ زکوٰۃ کے اور ۲ ماہواری چندہ کے کل ۲ وصول ہوئے تھے۔ مگر اعلان صرف ماہواری چندہ کی رقم کا ہوا ہے اور زکوٰۃ کے ۲ رہ گئے لہٰذا اسکا بھی نوٹ دے دیں تا فہرست مکمل ہو جاوے۔

(۲) اخبار پیغام صلح ۲۷ مورخہ ۵ جولائی میں آپ نے مسیح موعود کا فوٹو ۲ کے عنوان سے ایک قیمت کا اعلان کیا تھا اسکی بابت آپ کو لکھا تھا کہ اسکی تردید کر دیں کیونکہ یہ حضرت امیر کے منشا کے خلاف درج اخبار ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعود اس قسم کی تجارت [illegible]

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۱۰۔ مورخہ ۷۔ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۲ ہجری نمبر ۱۳

عید الاضحیٰ و یوم الحج

اسلام اور دیگر مذاہب میں ایک فرق بین ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ جہاں دنیا کے عام مذاہب بعض ایسے قوانین اور اصول پیش کرتے ہیں جو عمل کی سرحد سے دور رہ جاتے ہیں۔ یا زیادہ سے زیادہ ان کا اثر ایک خاص زمانہ تک ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد اپنی خاص مذہبی کتابوں کے اندر ہی بند رہ جاتے ہیں۔ وہاں اسلام کے اصول صرف ایک خاص وقت کیلئے ہونے نہیں بلکہ ہر زمانہ اور ہر مقام اپنا عملی رنگ دکھاتے ہیں۔

جناب مسیح دنیا میں جس تعلیم کو لے کر آئے۔ اگرچہ وہ بظاہر نہایت دلکش اور پاکیزہ تعلیم ہے۔ بدی کا مقابلہ نہ کرنا اور ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دینا بظاہر بے شک بہت بڑی اور قابل تحسین بات ہے۔ لیکن غور کر کے دیکھنا چاہیئے کہ عملی طور پر اس تعلیم کا اثر کیا ہے۔ انسانی فطرت کہاں تک اس تعلیم کی موید اور دنیا کا امن و امان کہاں تک اس کا حامی ہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ گذشتہ جنگ یورپ اور اس کے نتائج و اثرات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے۔ کہ جناب مسیح کی تعلیم پیروان مسیح کے قطعاً خلاف چل رہی ہے۔ دشمن سے محبت و پیار کے وہ دل خوشکن سبق جو اناجیل مقدسہ کے صفحات کی زینت ہیں۔ دنیا کے کس حصہ و طبقہ قابل تعمیل سمجھے گئے؟

اس کے خلاف اسلام کو لو۔ مساوات انسانی اس مذہب کا اصل الاصول ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کے لئے آج دنیا کا ایک کثیر حصہ بے قرار ہے۔ عیسائیت اور ویدک دھرم بھی مساوات کا مدعی ہے۔ لیکن دنیا میں کالے اور گورے۔ چھوت اور اچھوت لوگوں کی جنگ ہر دو کی عملی تغلیط کر رہی ہے۔ اسلام نے اس کے بالمقابل صرف اصولاً ہی ذات و نسل۔ رنگوں اور طبقات کے اختلافات کو غلط قرار نہیں دیا۔ بلکہ عملاً ان سب باتوں کو اپنے نام لیواؤں میں سے یکسر مٹا دیا۔

صرف روزمرہ کی نمازوں اور عبادات میں ہی نہیں۔ کہ جہاں شاہ و گدا ایک دوسرے کے دوش بدوش کھڑے ہو سکتے۔ اور خدا ئے واحد کے سامنے اپنی یکسانیت کا ثبوت دن میں پانچ مرتبہ دیتے ہیں۔ بلکہ اس سے بڑھکر اس کا نظارہ سال میں ایک دفعہ اس مقام پر دکھائی دیتا ہے۔ جو قوموں کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعمیر کردہ ہے۔

یوم حج میں چند دن ہی باقی ہیں۔ اور شاید اس پرچہ کے ناظرین کرام کے ہاتھوں میں پہنچنے کے وقت ایک ہی دن باقی رہ جائے گا۔ ذرا ایک منٹ کے لئے اس نقشہ کو ذہن میں لاؤ۔ جو مختلف قوموں۔ مختلف ممالک مختلف رنگ و نسل کے کروڑہا انسانوں کے ایک ہی سفید کپڑے میں ملبوس ہوئے اور لبیک اللہم لبیک کہتے ہوئے عشق الٰہی میں دیوانہ وار دوڑتے ہوئے خانہ کعبہ میں نظر آئے گا۔ قرآن کریم نے اگر ایک طرف اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کہہ کر تمام ذاتی و نسلی و دیگر اختلافات کو یکسر غلط قرار دیا۔ اور بتایا کہ خدا کے نزدیک متقیوں ہی کا درجہ بڑا ہے۔ تو دوسری طرف حج کے عملی رکن سے ہمیں یہ ہر سال سبق ملتا ہے۔ کہ کس طرح سے اللہ تعالیٰ کے سامنے آکر ہم سب کو ایک ہی حیثیت اور ایک ہی لباس اختیار کرنا پڑتا ہے۔ روزمرہ کی نمازوں میں اگر ایک دوسرے کے دوش بدوش کھڑے ہو کر ذاتی امتیازات سے کنارہ کشی کی جاتی ہے۔ تو وادی بطحا میں اس سے بھی بڑھ کر لباس کا امتیاز بھی نہیں رہتا۔ کہ خدا کی نظر میں خواہ کوئی بادشاہ ہے یا فقیر۔ کوئی ریشم و اطلس میں ملبوس ہو۔ یا گدڑی میں لپٹا ہوا ہو۔ سب ایک برابر ہیں۔ پس اس برابری کو علانیہ آشکارا کرنا اور سب کو اس کی ایک جیسی مخلوق کی حیثیت میں اس کے سامنے آنا چاہیئے۔

یہ نظارہ اگر کامل طور پر مکہ معظمہ میں دکھائی دیتا ہے۔ تو اس کا کچھ رنگ ہر شہر اور ہر قریہ میں بھی نظر آئے گا۔ جبکہ حج کے دوسرے دن عید کی نماز کے لئے لوگ جامع مسجدوں میں جمع ہوں گے۔ کیونکہ وہاں بھی ایک حد تک مساوات انسانی ہی کا رنگ نظر آتا ہے۔

نہ صرف مساوات بلکہ ان تمام مناظر میں ایک عظیم الشان سبق ہمیں یہ بھی دیا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے سامنے ہماری کیا حقیقت ہے۔ اور دنیا میں معزز و ممتاز حتی کہ بادشاہ ہو کر بھی اس احکم الحاکمین کے سامنے ہمیں کیا رنگ اختیار کرنا چاہیئے۔ اس سبق کو زیادہ واضح کرنے کے لئے نماز عید کے بعد ہی قربانی کو رکھ دیا۔

قربانی کی اصل حقیقت اور علت غائی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ۔ اللہ تعالیٰ کو تمہاری قربانیوں کا گوشت و خون نہیں پہنچتا۔ اور نہ اس سے غرض ہے۔ بلکہ اس کو تمہارے تقویٰ ہی سے واسطہ ہے۔ تقویٰ ہی اس تک پہنچتا ہے پس قربانی ہمیں تقویٰ سکھاتی ہے۔ وہ ایک عملی سبق ہے۔

اس بات کا کہ جس طرح ایک جانور جو تمہارے چند داموں کی خریدا یا تھوڑے دنوں کا پرورش یافتہ ہے اپنی گردن تمہارے آگے رکھ دیتا ہے۔ اور تم حقدار ہو کہ اس کے گلے پر چھری چلاؤ اس طرح تمہیں بھی اپنی گردنیں اس خالق و مالک حقیقی کے سامنے رکھ دینی چاہئیں۔ جو تمہارا رازق اور پرورش کنندہ ہے اس کی راہ میں اگر ضرورت ہو اس کے دین کی خاطر۔ اس کی عبادت اور دنیا میں اصلاح کی غرض ہو اگر تمہیں اپنی جانیں بھی فدا کرنی پڑیں۔ تو اس سے تمہیں دریغ نہ ہو۔ جس طرح کہ خدا کے اس عظیم الشان بندہ نے جس کا نام ابراہیم ہے اپنے بیٹے کو ایک خواب کی بنا پر قربان کرنے کا تہیہ کیا جس طرح سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے **یا ابت افعل ما تؤمر** کہہ کر اپنی گردن کو ذبح کے اوپر رکھ دیا تا کہ حکم الٰہی کی تعمیل ہو جائے۔ اسی طرح سے تمہیں بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کیلئے اپنی گردنیں کٹوانے سے دریغ نہیں ہونا چاہئیے۔ اور تم دیکھ سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس اخلاص کو جو ان پاک انسانوں نے ظاہر کیا یونہی ضائع نہیں کر دیا بلکہ آج ہزار ہا سال کے بعد بھی ان کی یاد ان ایام میں سنت ابراہیمی کے نام سے تازہ ہے۔

اس سے بھی بڑھکر اس صدق و وفا کو دیکھو جو آج سے تیرہ صد برس پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے ظاہر ہوا۔ کون ہے جو دنیا میں اپنی قربانی کو چھوڑ کر دوسروں کو آسمان فضیلت پر چڑھانا پسند کرتا ہے لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو۔ کیا آپ کو یہ موقعہ حاصل نہ تھا کہ سنت ابراہیمی گوارا نہ کر کے اس کی جگہ کوئی اپنی سنت قائم کر لیتے۔ یا اس کو حضرت ابراہیم سے منسوب ہی نہ کرتے۔ یا مقام ابراہیم کے بجائے مدینہ کو مقام حج قرار دیتے۔ لیکن جہاں اور بہت سی قربانیاں اس عظیم الشان اور پاک انسان نے کی ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے نہ صرف تیرہ سال تک آپ نے بڑی بڑی مصیبتیں اور اذیتیں سہیں۔ اور پھر دس سال دشمنوں کے نیزہ و تلوار کا مقابلہ کیا۔ وہیں خواہشات اور حرص و ہوا کو بھی ہمیشہ قربان کیا بلکہ اپنے نام کو خواہ مخواہ بلند کرنا نہیں چاہا۔ اور فی الحقیقت یہ وہ قربانی ہے جس کا کوئی مقابلہ دنیا میں نہیں ہو سکتا۔ جان و مال کی قربانی آسان ہے۔ آرام و راحت کا چھوڑنا بہت سہل ہے۔ بہانتک کہ حق کی خاطر مصیبتیں اور اذیتیں جھیلنا چنداں مشکل نہیں لیکن حرص و آز کو مٹا دینا اشد مشکل ہے۔ اور یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ کارنامہ ہے جس کی نظیر دنیا میں ملنی مشکل ہے۔

غرض یہ وہ چند ایک سبق ہیں جو ان ایام سے ہمیں ملتے ہیں۔ آؤ ہم ان پر کاربند ہونے کی کوشش کریں۔ آؤ ہم ذاتی و نسلی اختلافات کو مٹا کر بلکہ سب کچھ فروعی اختلافات کو بھی اسلام کے نام کی خاطر ایک طرف کر کے ایک ہو جائیں اور متحد ہو کر بقا کے لئے ... ہوں۔ آؤ اللہ کے دین کیلئے اسکو پھیلانے اور مخالفین کے حملوں سے اسکی حفاظت کرنے کیلئے مل جائیں۔ اور اس راہ میں اگر جانیں فدا کرنے کی بھی ضرورت ہو تو ہمیں دریغ نہ ہو۔ کیونکہ یہی وہ راہ ہے جس پر چل کر ہم اس فلاح و کامیابی کو پا سکتے ہیں جس کی ہمیں رات دن تلاش ہے۔

شذرات

خاتونان اسلام کے ارتداد کی کیفیت

"پیغام صلح" کی کسی سابقہ اشاعت میں حیدرآباد کی دو مسلمان عورتوں کے ارتداد کی خبر "آریہ گزٹ" سے نقل کی گئی تھی۔ جس پر حیدرآباد کے محکمہ مذہبی نے تحقیق کی۔ اور اس واقعہ اور اس نام کی عورتوں کا پتہ لگانے میں ناکام رہا۔ "آریہ گزٹ" نے اس کے جواب میں ایک مراسلت ان میں سے ایک مرتاد بیگم کے نام سے شائع کی جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ آریہ بننے کے بعد بمبئی چلی گئی ہیں۔

اس خبر کے معلوم ہونے پر ہمارے مکرم دوست ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب مبلغ بمبئی نے آریہ سماج بمبئی کو ایک خط لکھا جس کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

جناب سکرٹری صاحب آریہ سماج بمبئی

جناب من آریہ گزٹ مورخہ ۲۲ جون مظہر ہے کہ وہ دو عورتیں جو حیدرآباد دکن میں ہندو ہو گئی تھیں بمبئی آگئی ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ معلوم کریں۔ کہ آیا وہ یہاں ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ ان سے یا ان کے نمائندہ سے ان کی موجودگی میں وہ امور اور شکوک بھی معلوم کریں۔ جن کی وجہ سے انہوں نے مذہب اسلام کو چھوڑا۔ اور اگر ممکن ہو تو ہم بہت پسند کریں گے۔ کہ ان کی تبدیلی مذہب کی حکایت خود ان کی زبان سے سنیں۔ چونکہ بدلائل قاطعہ ہمارا یقین ہے کہ مذہب اسلام تمام کامل خوبیوں کا جامع ہے۔ جو تمام دیگر مذاہب میں ناقص اور غیر مکمل طور پر پائی جاتی ہوں۔ اور ان تمام نقائص سے قطعی بیزار ہے جو دیگر مذاہب عالم میں موجود ہیں سے دیدہ دانستہ یا کسی علمی غلط فہمی سے راہ پا کر جاگزین ہو گئے ہیں۔ اس لئے اس گفتگو میں ہمیں ہر دو مذاہب کی خوبیوں اور نیز نقائص کا اگر بالفرض ہوں، مقابلہ کرنے کا خوب اچھا موقعہ ہوگا۔ ہم پبلک طور پر بھی اپنے عقائد کو حق اور معقول اور مفید ترین نسل انسانی کے لئے ثابت کرنے کو تیار ہیں۔ فقط

عصمت اللہ مبلغ اسلام احمدیہ مسلم پبلیکیشنز ... بمبئی

ڈاکٹر صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ [illegible] ہم نے پہلے پرچہ آریہ سماج کو گم جولائی کو اپنے ہاتھ سے دیا تھا۔ اس کا جواب

گئے اور مولوی مومن حسین صاحب سکرٹری کو یہ ملا کر تا حال ان کو کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ دوم جولائی کو ہم معہ ملک تاج الدین احمد صاحب ایم اے، چودھری محمد اسمعیل ایم اے اور چودھری اللہ دتا صاحب آریہ سماج گئے۔ اور ان سب صاحبان کی موجودگی میں ڈاکٹر کلیان داس صاحب بی اے، ایل ایم ایس پریذیڈنٹ آریہ سماج بمبئی نے یہ بیان کیا کہ کوئی کسی قسم کی خط و کتابت تا حال ان کے ساتھ یا آریہ سماج کے ساتھ نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی اس معاملہ کے متعلق ان کو کچھ اطلاع ملی ہے۔ اور ان کے علم میں اور نہ ہی ان کی کمیٹی کے علم میں کوئی مرتدہ عورت بمبئی میں وارد ہوئی ہے۔" زیادہ حد ادب۔

عصمت اللہ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آریہ گزٹ کی روایت اور اسکی شائع کردہ [illegible] میں کچھ التباس ضرور ہے اور یہ واقعہ صریحاً غلط اور فرضی ہے۔ ورنہ کچھ نہیں تو کم از کم یہ تو چھپنا چاہیے جہاں وہ عورتیں مرتد ہوئی ہیں انکا پتہ لگ سکے اور نیز آریہ سماج بمبئی کو جن کے پاس وہ عورتیں مرتد ہونے کے بعد چلی گئیں۔ انکا کوئی علم ہو۔ کیا آریہ گزٹ بتا سکتا ہے کہ کوئی معتبر راوی اس پر قابل وثوق روشنی ڈالیگا؟ اور اگر فی الحقیقت ان عورتوں کا وجود دنیا میں ہے۔ تو کسی مسلمان کو ان سے ملاقات کا موقعہ دیا جائیگا؟

معاصرانہ شکایت

کچھ دنوں سے ہمارے بعض معاصرین "پیغام صلح" کے اقتباسات کو اپنے معزز صحیفوں میں شرف اندراج عطا فرماتے ہیں جس کیلئے ہم ان کے تہ دل سے ممنون ہیں۔ لیکن اس کا حوالہ دینا انہیں پسند نہیں۔ ہمارے سامنے اسکی تازہ مثال لائق معاصر "[illegible]" کی ہے جس نے اپنی ۲۸ جولائی سنہ [illegible] کی اشاعت میں "ہمارے معاصرین" کے ذیل میں بعض اخبارات سے اقتباس کرتے ہوئے "پیغام صلح" کا ایک نوٹ بعنوان "[illegible]" بھی نقل کیا ہے۔ ہمارے لائق معاصر نے سوائے اس ایک نوٹ کے ان تمام اخبارات کے نام لکھے ہیں جن سے کچھ لیا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ "پیغام صلح" کا نام کیوں لکھنے سے رہ گیا۔ یا شاید "[illegible]" کو "پیغام صلح" سے کچھ ایسا عناد ہے۔ کہ اسکی عبارات نقل کرنے کے باوجود نام لکھنا اسے گوارا نہیں۔

صرف ایک مرتبہ ہی نہیں بعض دیگر معاصرین نے بھی ہمارے [illegible] کو یا [illegible] نقل کرتے ہیں اور حوالہ تک نہیں دیتے۔ ہمیں گلہ [illegible] کہ ہم ان کو کوئی مضامین کا سرقہ الزام کوئی ایسا [illegible] نہیں لیکن ہمارے معاصرین بھی اس کو کم از کم اخلاقی جرم ضرور سمجھتے ہیں کیونکہ انہیں بھی بعض وقت ایسی ہی شکایات کا اظہار کرنا پڑتا ہے۔

کیا ہمارے قابل معاصرین اس طرف توجہ فرمائیں گے؟

انگریزی ترجمۃ القرآن پر ریویو

مدراس میل میں "قادیانی فرقہ اسلام" کے عنوان سے حضرت مولنا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ کے انگریزی ترجمۃ القرآن پر ایک بسیط ریویو شائع ہوا ہے جس میں ووکنگ مسلم مشن، حضرت مسیح موعود اور آپ کے دعاوی کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ

"کچھ سال ہوئے۔ قرآن کریم کی ایک انگریزی تفسیر ہندوستان میں لیڈر قادیان کی طرف سے شائع ہوئی تھی۔ یہ کوئی فاضلانہ تفسیر نہ تھی اور اس کے مطالب اس قدر بعید از قیاس تھے کہ ان پر کوئی خاص توجہ کرنے کی ضرورت نہیں۔"

یہ الفاظ میاں محمود احمد صاحب کے اس انگریزی ترجمہ کے متعلق ہیں۔ جو قرآن کریم کے پارہ اول کا انہوں نے کرایا ہے۔ ہمیں یاد پڑتا ہے کہ جن دنوں یہ ترجمہ شائع ہوا تھا۔ مدراس ہی کے ایک اخبار میں ایک ریویو اس پر نکلا تھا۔ جس کو الفضل نے بڑے طمطراق سے نقل کرتے ہوئے ہم پر حجت کی تھی۔ کہ مولوی محمد علی صاحب کی انگریزی قابلیت پر بڑا گھمنڈ ہے کہ کسی انگریز نے ان کے ریویو کے متعلق لکھا کہ یورپین انگریز کی لکھی ہوئی انگریزی ہے۔ مدراس میل نے یہی لفظ میاں صاحب کے اس پارہ کی انگریزی کے متعلق بھی لکھ دیئے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں تھیں جن میں میاں صاحب کے اس ترجمہ کی فضیلت بتائی گئی تھی۔

لیکن آج ہم حیرت کے ساتھ اس کے علاوہ [illegible] ایک معزز انگریزی اخبار میں مندرجہ بالا الفاظ کو پڑھتے ہیں۔ ہمارا ماتھا تو اسی وقت ٹھنکا تھا جب الفضل نے اس ریویو پر اس قدر لمبا چوڑا آرٹیکل لکھا اور حضرت مولنا مولوی محمد علی صاحب کے متعلق کسی انگریز کے تعریفی کلمات کی جو ہو بہو نقل "[illegible]" میں میاں صاحب کے پارہ کا ترجمہ کرنے والے کے لئے اتاری گئی۔ ہم نے اسی وقت یہ سمجھا تھا کہ اس کی تہ میں کوئی راز پنہاں ہے۔ اور عمداً کسی طریق سے یہ الفاظ "مدراس [illegible]" میں چھپوائے گئے ہیں۔ مندرجہ بالا الفاظ ہمارے اس قیاس کے علانیہ مصدق ہیں۔ اور ان سے ظاہر ہے۔ کہ قابل اور ذی علم انگریزی دانوں کے نزدیک میاں صاحب کے اس ترجمہ کی کیا حقیقت ہے۔

حضرت مولنا محمد علی صاحب کا ترجمہ

میاں صاحب کے پارہ اول کے متعلق منقولہ بالا الفاظ کے ساتھ ہی حضرت امیر ایدہ اللہ کے ترجمہ کے متعلق لکھا ہے:

"موجودہ تصنیف اس سے بہت بلند سطح پر ہے۔ اور ان لوگوں کی جو علوم مشرقیہ سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ توجہ کو جاذب [illegible] غور کرنے کی بات ہے کہ جس ترجمہ کی [illegible] کو کم کرنے کے لئے [illegible] میں میاں صاحب کے پارہ پر مندرجہ بالا ریویو کئے چند سال [illegible] شائع

کیا گیا۔ جس سے لوگوں کو بدظن کرنے کیلئے اخبارات میں اشتہار دیئے گئے۔ اور اسے خود میاں صاحب نے خطبہ جمعہ میں معاذ اللہ "ردی کی ٹوکری کے لائق" قرار دیا۔ اسکی قبولیت اور قدر و منزلت دنیا میں جو کچھ ہوئی ہے اور الفاظ مندرجہ بالا میں "مدراس میل" نے اسے جس درجہ پر قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ اسکی طرف کسی کو توجہ دلانے کی ضرورت نہیں وہ خود لوگوں کی توجہات کو کھینچتا ہے۔ اس کو ایک طرف رکھئے اور میاں صاحب کی تفاسیر کو

"کوئی خاص توجہ کرنیکی ضرورت نہیں"

کے الفاظ دوسری طرف۔ اس سے "ردی کی ٹوکری" والے الفاظ کی حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے۔ گویا "مدراس میل" نے خود میاں صاحب ہی کی بات کو دوسرے لفظوں میں ان کے اوپر الٹ دیا۔

یہ شان خداوندی ہے۔ یہ گنبد کی صدا ہے۔ میاں صاحب نے ایک نیکی اور اخلاص کے کام کو رد کیا اور اس کو ردی کے لائق سمجھا۔ تو خود بھی ان الفاظ سے نہ بچ سکے۔ اور وہ بھی کس جگہ کہ ایک معزز انگریزی اخبار کی طرف سے جہاں فضیلت کا اشتہار دیا گیا تھا۔ ہاں اسی مقام سے جہاں حضرت مولانا کے پاک کام کو تخفیف کرنا چاہا تھا اسکی عظمت و بلندی کا اعلان ہونا ہی تھا۔

بعض اعتراضات کے جواب

ہاں اسی ریویو میں حضرت امیر ایدہ اللہ کے ترجمہ کو اس قدر "بلند سطح" پر ماننے کے بعد بعض اعتراضات بھی اس پر کئے گئے ہیں۔ جو زیادہ تر غور نہ کرنے کا نتیجہ ہیں۔ مثلاً یہ کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے دیباچہ میں اسلام کی تعلیم کے متعلق بعض ایسی تفصیلات کو چھوڑ دیا ہے۔ جو تاریخی رنگ رکھتی ہیں۔ اور فرقوں وغیرہ سے متعلق ہیں۔ اس بارہ میں آپ نے خود ہی دیباچہ کے شروع میں "قرآن کے مطالعہ کے متعلق بعض اہم باتوں کی تفصیلات ایک الگ کتاب پر ملتوی کر دی ہیں۔ جو کسی دوسرے موقعہ پر شائع ہو گی۔ اور اس دیباچہ کو صرف دو باتوں پر محدود رکھا ہے (۱) قرآن کریم کی تعلیم کا خلاصہ اور (۲) اس کی جمع و ترتیب۔ پس ان دو باتوں کو چھوڑ کر کسی اور طرف جانا اور دیگر تفصیلات کو چھیڑنا اس دیباچہ کی اغراض کے منافی تھا۔ اور ایک دیباچہ میں اس کی گنجائش بھی نہ ہو سکتی تھی۔ اس کے علاوہ جمع قرآن کے دلائل پر یہ اعتراض ہے کہ ایک جگہ لکھا ہے کہ "قرآن کریم رسول اللہ صلعم کی آنکھوں کے سامنے تحریر میں آچکا تھا" اور دوسری جگہ ہے کہ "یہ تمام و کمال صرف قاریوں کے حافظوں ہی میں موجود تھا" اور پھر حضرت ابوبکرؓ کے لکھوانے کے بعد بھی حضرت عثمانؓ نے لکھوایا۔ اور سابقہ نسخوں کو جلوا دیا۔

ریویو نگار نے غالباً حضرت مولینا کے الفاظ کو بغور نہیں پڑھا۔ جہاں آپ نے قرآن کریم کے آنحضرت صلعم کی آنکھوں کے سامنے لکھا جانے کا ذکر کیا ہے وہاں صاف لکھا ہے کہ "ہر ایک آیت اور ہر ایک سورت بے شک اس وقت لکھ لی گئی۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی۔ لیکن آنحضرت صلعم کی زندگی تک تمام قرآن کریم ایک کتاب کی شکل میں نہیں لکھا گیا۔ کیونکہ جس وقت کوئی آیت نازل ہوتی تھی۔ اس کو کسی سورت کے درمیان رکھنا ضروری ہوتا تھا اس لئے ان حالات میں ایک جلد میں اس کا لکھا جانا محال تھا"

آگے چلکر آپنے جہاں یہ لکھا ہے کہ "یہ تمام و کمال صرف قاریوں کے حافظوں ہی میں موجود تھا" وہاں "تمام و کمال" سے مراد شروع سے آخر تک ایک ترتیب کے ساتھ محفوظ ہونا ہے۔ ورنہ الگ الگ ٹکڑوں پر قرآن کریم کی مختلف آیات اور سورتیں آپ کی زندگی میں ہی ساتھ کے ساتھ لکھی جاتی رہیں جیسا کہ اگلے ہی فقرہ میں آپ نے لکھا ہے کہ تحریر شدہ ٹکڑوں کو ایک جلد کے اندر جمع نہیں کیا گیا تھا"

اسلئے محولہ بالا بیانات میں کوئی تضاد نہیں۔ جیسا کہ ریویو نگار کا خیال ہے۔ رہا حضرت عثمانؓ کا اسکو پھر لکھوا کر سابقہ نسخے تلف کرانا۔ وہ سوائے اسکے نہیں کہ آپ نے حضرت ابوبکرؓ کے لکھوائے ہوئے نسخہ سے بہت نقلیں کرائیں۔ اور اپنی مہر سے اپنی حدود سلطنت میں ان کو پھیلا دیا۔ اور ان کے علاوہ مختلف لوگوں نے جو نقلیں کر رکھی تھیں ان کو تلف کرایا۔ کہ اختلاف نہ ہو۔

لیکن مندرجہ بالا اعتراض کے باوجود ریویو نگار کو اعتراف ہے کہ
"فضلائے علوم مشرقیہ عام طور پر قرآن کریم کے متن کی صحت کا اقرار کرتے ہیں اور اسلئے جس طریق سے یہ صحت بحال رہی اس پر کوئی اتنا زور دینے کی ضرورت نہیں"

اس کے علاوہ ان پیشگوئیوں کے متعلق جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسےٰ نے آنحضرت صلعم کے متعلق کی ہیں۔ اعتراض ہے۔ کہ اول الذکر کے محولہ الفاظ کو مدنظر نہیں رکھا گیا۔ اور کوئی عبرانی کا فاضل مصنف کے بیان سے اتفاق نہیں کر سکتا لیکن تعجب ہے کہ نہ تو ان الفاظ کو پیش کیا گیا ہے اور نہ کسی عبرانی فاضل کے نقطہ نگاہ کو لکھا ہے۔ پیشگوئی کے الفاظ صاف ہیں کہ۔

"میں ان کیلئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا"

اب کوئی عبرانی کا فاضل بتا دے کہ آیا اصل عبرانی میں یہی لفظ ہیں یا کچھ اور۔ اور اگر یہی ہیں تو "ان کے بھائیوں" سے آیا بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل مراد ہیں یا نہیں۔ جیسا کہ اوپر ہی حضرت موسیٰؑ کو مخاطب کر کے "تیرے بھائیوں میں سے" کہا ہے۔ پھر حضرت موسیٰ کی مانند ہونیکا آنحضرت صلعم کے سوا اور کس نے دعویٰ کیا ہے۔ حضرت مسیح تک تو کوئی ایسا ہوا نہیں۔ نہ ہی خود مسیح اس کے مصداق ہیں۔ کیونکہ پطرس نے اعمال باب ۳ آیت ۲۱-۲۲ میں اعتراف کیا ہے کہ مسیح اسوقت تک دوبارہ نہیں آسکتا جب تک حضرت موسیٰ کی یہ پیشگوئی پوری نہ ہو لے۔ گویا حضرت مسیح کے بعد بھی اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی انتظار تھی پس آنحضرت صلعم کے سوا جو حضرت مسیح کے بعد آئے۔ اور اس پیشگوئی کے مصداق ہو کر آئے۔ اور کس پر اس کو لگاؤ گے۔

حضرت مسیح کی فارقلیط والی پیشگوئی پر اعتراض ہے کہ حواریوں کے یروشلم میں رہتے ہوئے "تسلی دہندہ" نے آنا تھا۔ معلوم نہیں۔ انجیل کے کس فقرہ سے یہ مطلب نکالا گیا ہے۔ حالانکہ وہاں صاف طور پر وہ علامات لکھی ہیں۔ جو آنحضرت صلعم کے سوا اور کسی پر منطبق نہیں ہوتیں۔ اس کو ہم کسی پیشہ فرصت میں تفصیل کیساتھ لکھینگے۔ انشاءاللہ

ولایتی ڈاک

مسیح سنما میں

مغرب میں اشاعت کے کئی ایک مختلف ذرائع میں سے ایک بہترین ذریعہ سنما کو سمجھا گیا ہے۔ اور بہت سے تمدنی و اقتصادی اور ملکی بلکہ علمی امور کی اشاعت سنما کے ذریعہ سے کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ عوام الناس میں کسی کے خلاف نفرت و دشمنی کے جذبات کو بھڑکانے کے لئے بھی سنما سے کام لیا جاتا ہے۔ جیسے ترکوں کے خلاف نفرت پھیلانے کے لئے "روحوں کی نیلام" کا فرضی فلم دکھایا گیا۔

اسی سنما کو اب مذہب کی اشاعت کا بھی ذریعہ سمجھا گیا ہے۔ معاصر اسلامک ریویو جون۔ جولائی ۱۹۳۲ء سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک فلم بعنوان "چرنی سے گلگتھا تک" سنما میں آج کل دکھایا جا رہا ہے جس میں مسیح کی پیدائش مصائب قربانی۔ موت اور مردوں سے جی اٹھنا سب کچھ پیش کیا گیا ہے۔

معاصر اسلامک ریویو نے اس پر بجا ریمارک کیا ہے کہ "و سنما فلم کے ذریعہ سے وہ غرض بے شک پوری ہو جائے جس کو باجا اور دیگر تصنع کل جاذب و کشش کی چیزیں جو کلیسا کی نمازوں میں رائج ہیں پورا نہیں کر سکیں اس سے خالی بنچیں اور ہو کلیسا کی نشستیں، بیٹھنے والوں سے پر ہو جائیں۔ اور نمازیوں کی تعداد بہت بڑھ جائے۔ کلیسا کے پادری سٹیج منیجروں کا کام کریں۔ اور نمازی سنما جانے والی پبلک ہو۔ لیکن اس سے مذہب کی عزت کچھ نہ رہے گی۔ اور وہ عوام الناس کے لئے تفریح کا مشغلہ بن جائے گا۔"

"سنما فلم کچھ عرصہ کے لئے کلیسا کے مفاد اور اغراض کو پورا کرنے کا موجب ہو سکتی ہے۔ لیکن آخرکار اس میں انہی باتوں کو تصویری زبان میں دہرایا گیا ہے جن کو ہر شخص جانتا اور ہزار ہا مرتبہ بائبل میں پڑھ چکا ہے اس لئے رفتہ رفتہ دلچسپی بھی جو فلم کے ذریعہ سے پیدا ہو سکتی ہے تھوڑے عرصہ بعد بالکل جاتی رہے گی۔

ترکی مظالم کی حقیقت

ترکی مظالم کے متعلق کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے بتایا تھا کہ ان کی وہی کیفیت ہے۔ جو اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کے روزانہ سوا من جنیو اتروانے کی حقیقت ہے۔ مظلوم ارمنیوں کی پوری تعداد بھی اس قدر نہ ہوگی۔ جس قدر تعداد میں وہ قتل و غارت ہو چکے ہیں۔

اس حقیقت نفس الامری کا ثبوت ذیل کے اعداد و شمار سے ملتا ہے جو "اسلامک ریویو" میں ہمارے قابل نومسلم دوست مسٹر خالد شیلڈرک نے نقل کئے ہیں:۔

"سرکاری اعداد و شمار سے ثابت ہے کہ جنگ طرابلس سے پہلے تمام ترکی سلطنت میں ارمنیوں کی کل تعداد آٹھ لاکھ تھی۔ تاہم اس وقت کے بعد جبکہ طرابلس ترکی قبضہ سے نکل گیا۔ اور ترکی کے یورپین مقبوضات جنگ بلقان کے اختتام پر بہت محدود ہو گئے۔ تو لارڈ برائس نے ایک رپورٹ شائع کی جس میں بتایا گیا۔ کہ گذشتہ عالمگیر جنگ میں دس لاکھ سے زیادہ ارمنیوں کو قتل و غارت کیا گیا۔ بعد ازاں روزانہ اخبارات نے اس تعداد کو بیس لاکھ تک بڑھا دیا۔" مسٹر خالد کا یہ بھی دعوے ہے کہ ترکی مظالم کی خبروں میں جغرافیہ کا بالکل غلط علم ظاہر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان خبروں کے بھیجنے والے ان واقعات کے عینی شاہد نہیں۔ بلکہ ایسے واقعات کو انہوں نے کہیں پڑھا یا سنا ہوتا ہے۔

اس کے ثبوت میں انہوں نے بتایا ہے کہ ارمنیوں اور ان کے حامیوں کا یہ دعوے ہے کہ آج ارض روم کے دیہات وان اور بطلیس میں ارمنیوں کی آبادی بہت زیادہ ہے۔"

اسلام کی فتوحات

ڈاکٹر زویمر اپنے مسیحی رسالہ "مسلم ورلڈ" میں اسلام اور عیسائیت کے گذشتہ تعلقات کا ذکر اور مسلمانوں میں مسیحیت کی تبلیغ کی تحریک کرتے ہوئے رقمطراز ہے:۔

"اس حقیقت نفس الامری کو ہم چھپا نہیں سکتے۔ کہ اسلام نے عیسائیت خاص اس سرزمین میں شکست فاش دی ہے۔ جہاں مؤخر الذکر نے نشوونما پایا۔ اور اپنی ابتدائی طاقت و قوت کا اظہار کیا تھا۔ ہمارا اشارہ اسلام کی صرف ملکی فتوحات یا مسیحی فنون۔ دستکاری۔ لٹریچر اور تہذیب پر اسلام کے سبقت حاصل کرنے کی طرف ہی نہیں۔ بلکہ کروڑہا نفوس انسانی کی طرف سے تیرہ صدیوں تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخلصانہ اطاعت مراد ہے۔"

ڈاکٹر زویمر جیسے دشمن اسلام کے قلم سے یہ حیرت انگیز اعتراف ثبوت ہے اس قوت قدسی کا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تیرہ سو برس سے کام کر رہی ہے۔ کیا ایک مفتری انسان اس قدر لمبے عرصہ تک بے شمار مخلوق کے دلوں پر اپنا ایسا تسلط جما سکتا ہے؟ کیا وہ دشمن امن جس کا سارا زور تلوار کی تیز دھار پر ہو۔ اور وہ اس کو ہاتھ میں لیکر لوگوں سے زبردستی اپنا مذہب منوانا پھرے علوم و فنون اور تہذیب و تمدن میں دوسروں پر فتوحات حاصل کر کے دنیا کے لئے سو برس [illegible]

سلہ کھرلی کی جگہ [illegible] کا نام ہے جہاں مسیح کو صلیب دیا گیا۔

وہ ثابت ہو سکتا ہے ہ تاریخ انسانی کے تمام اوراق کو الٹ جاؤ۔ محمد رسول اللہ صلعم جیسی شان رحمۃ للعالمین کا وارث ایک بھی نظر نہیں آئے گا۔ اور آخرکار ڈاکٹر زویمر جیسے دشمنانِ اسلام کو بھی اس عدیم النظیر ہستی کے متعلق وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین کا ہی اعتراف کرنا پڑے گا +

کلیسا سے بیزاری کی وجوہات

بشپ آف ناروچ (انگلستان) نے ڈیلی ایکسپریس میں ایک سلسلہ مضامین اس موضوع پر لکھا تھا۔ کہ لوگ گرجاؤں میں کیوں نہیں آتے۔ ایک اور شخص نے اس کا جواب دیا ہے۔ جو سننے کے قابل ہو گا۔

ان وجوہات کی تلاش میں کہ لوگ گرجا سے کیوں الگ رہتے ہیں ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بہت سے لوگ گرجا میں اس وجہ سے نہیں جاتے کہ وہ اپنا ایمان اور صداقت کے ساتھ کلیسا کے معتقدات کو دوہرا نہیں سکتے۔ کون دانا انسان آج کل مسیح کی بے عیب زندگی کنواری کے پیٹ سے پیدائش۔ مُردوں کے دوبارہ اٹھنے، مسیح کے دوبارہ جی اٹھنے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے، اور ازیں قبیل معتقدات پر ایمان رکھ سکتا ہے۔ گناہ یا اور کسی بیماری کا خون میں نہانے سے جاتے رہنا جسمانی اور روحانی ہر دو طریق سے ایک مردود اور قابل نفرت خیال ہے۔"

اس کے بعد مسیحیوں کے باہمی بغض و نفرت اور کشت و خون کی مثال میں آئرلینڈ کو پیش کرتے اور اس کا ذمہ وار مسیحی معتقدات کو قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ کلیسا ایسے معتقدات کی تعلیم میں جن کا کوئی فائدہ نہیں وقت ضائع کر رہا ہے۔ یہ معتقدات غیر مسیحی لوگوں کے سورج پرستی اور انسانی قربانیوں کے خیالات سے مرکب ہیں۔ وہ یہودیوں کی قدیم تاریخ کے اقتباسات کو جو صرف یہودی معبدوں میں ان لوگوں کے سامنے پڑھے جانے چاہئیں جن سے وہ تعلق رکھتے ہیں تلاوت کر کے اپنے وقت کو کھو رہا ہے۔ اور پھر کلیسا کو تعجب ہوتا ہے کہ لوگ گرجا کے اندر جا کر ایسی نمازوں میں شمولیت کر کے وقت کیوں ضائع نہیں کرتے۔ لوگوں کے لئے ہتھا اس سے زیادہ سبق آموز اور دلچسپ ہے"+

ناظرین پیغام صلح

کی خدمت میں ہم پھر یہ اپیل کرنا چاہتے ہیں کہ وہ قوم کے اس واحد آرگن ہکی توسیع اشاعت میں دست اعانت بڑھائیں۔ کیا یہ کوئی مشکل بات ہے۔ کہ آپ میں سے ہر ایک صاحب چار نئے خریدار بہم پہنچائیں۔ اس سے آپ ہی کی قوم کی ۔۔۔ ایک طرح پر ہو گی۔ کیونکہ آپ کا قومی آرگن اپنے قدموں پر کھڑا ہو کر ۔۔ زندگی کا ثبوت دے گا +

عالم اسلام

مسلمانان امریکہ

مسیحی مشنری رسالوں کا وجود بھی بسا غنیمت ہے کہ ان کے ذریعہ سے مختلف ممالک کے مسلمانوں کے حالات وقتاً فوقتاً معلوم ہوتے رہتے ہیں۔ ورنہ خود مسلمانوں کو آج یہ توفیق کہاں حاصل ہے۔ کہ وہ ایک ایسے نظام میں اپنے آپ کو وابستہ کریں۔ کہ اس کے ذریعہ سے ایک دوسرے کے حالات سے خبردار اور ایک دوسرے کے رنج و راحت میں شریک رہیں۔

انہی مشنری رسالوں میں سے ایک مسلم ورلڈ ہے۔ جو اگرچہ اسلام کا سخت ترین دشمن ہے لیکن مسلمانوں کے ضروری حالات اس سے معلوم ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اپنی ایک تازہ اشاعت میں مسلمانان امریکہ کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے کہ ریو ڈی جینیرو کے مسٹر جارج اساس نے جنوبی امریکہ کے مسلمانوں کی آبادی معلوم کرنے کی کوشش کی۔ مستند اعداد و شمار کی عدم موجودگی کے باوجود مسٹر موصوف کا اندازہ ہے کہ شمالی برازیل میں قریباً بیس ہزار مسلمان ہیں۔ جو یا تو سمندر یا دریاؤں کے کناروں پر رہتے ہیں۔ یہ زیادہ تر شامی ہیں۔ ان کے علاوہ قریباً پانچ ہزار مراکو سے آئے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ اپنے مذہب کی پابندی سے غافل نہیں۔ اگرچہ مسجد ان کے پاس کوئی نہیں لیکن اشاعت اسلام کا کوئی کام وہ نہیں کرتے۔

حبشی مسلمانوں کی بھی خاصی تعداد ہے۔ جن میں سے بعض عربی خوب بولتے ہیں۔ خون اور مذہب ہر دو کے اعتبار سے وہ برازیلی اور رومن کیتھولک لوگوں سے ملے جلے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ گرجوں کے اندر جا کر صلیب کے سامنے جھکتے اور کلمہ پڑھتے ہیں۔ ان کی تعداد عام لوگوں میں جذب ہو ہو کر بہت سرعت کے ساتھ کم ہوتی جا رہی ہے"!

یہ حالات بہی خواہانِ اسلام کی خاص توجہ کے قابل ہیں۔ ان سے جنوبی امریکہ میں حفاظت و اشاعت اسلام کی ضرورت و اہمیت واضح ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ یہ تھوڑی بہت تعداد آہستہ آہستہ عوام الناس میں مدغم ہو کر اسلام کا نام و نشان ان علاقوں سے مٹ جائے گا۔ جو مسلمانوں کی موجودہ ذلت و نکبت کا سب سے بڑا سبب ہے +

مسلمانانِ فلپائن

جزائر فلپائن جو کسی وقت مسلمانوں ہی سے معمور تھے اس کی تازہ ترین مردم شماری سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں اس وقت مختلف مذاہب

کے معتقدین کی تعداد حسب ذیل ہے :-

رومن کیتھولک	۷۷۰۹۳۷	یعنے ۷۵ فیصدی
ایگلیپے انز[۱]	۱۴۱۷۴۸	۱۳ء۷ 〃
پراٹسٹنٹ	۱۱۴۵۷۵	۱۱ء۳ 〃
مسلمان	۴۴۳۰۳۷	۴۳ء۶ 〃
بدھ مذہب	۲۴۳۶۳	۲ء۱۰ 〃
دیگر مذاہب	۵۲۵۴	

ان اعداد و شمار سے ظاہر ہے کہ عیسائیوں کی آبادی مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ ہے۔ یہاں تک کہ ان کے ایک ہی فرقہ رومن کیتھولک کی تعداد ۷۵ فیصدی ہے۔ تاہم دیگران چہ رسد؟

ان حالات میں بھی عیسائی مبلغین سیر نہیں ہوسکے۔ آج کل سے مسلمانوں کی طرح تھوڑی یا بہت کامیابی ان کے لئے غفلت کا باعث نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کی ہمتوں کو اور بھی بلند کرتی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے متعلق کچھ تھوڑی بہت رکاوٹیں اگر حکومت کی طرف سے تھیں تو پادری فرینک سی لاباچ کے مضمون مندرجہ انٹرنیشنل ریویو آف مشنز سے معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ بھی رفع ہوگئی ہیں۔

یہ مسلمان مورو کہلاتے ہیں۔ اور جیسا کہ مندرجہ بالا اعداد و شمار سے ظاہر ہے۔ قریباً نصف ملین ان کی تعداد ہے۔ پادری ایف سی لاباچ کا خیال ہے کہ اگر ان سب کو فتح کر لیا جائے۔ تو ان کو جنوب میں ملایا کے پچاس ملین مسلمانوں کے اندر مسیحیت کی تبلیغ پر لگایا جاسکتا ہے اور "فلپائن کی ایک ناقابل جواب حجت ہوگی۔ کہ عیسائیت اسلام کے لئے کیا کچھ کرسکتی ہے"۔

آخری خط کشیدہ الفاظ مسلمانوں کے خاص غور اور توجہ کے قابل ہیں۔ پادری صاحب کے اس ریمارک سے ظاہر ہے کہ نہ صرف فلپائن کے نصف ملین مسلمان بلکہ ان کی وجہ سے ملایا کے پچاس ملین فرزندان اسلام کا بھی ایمان سخت خطرہ میں ہے۔ اور اس کو اسلام پر ایک "ناقابل جواب حجت" قرار دیا گیا ہے۔ کیا غیر تمندان اسلام کی رگ حمیت ان الفاظ سے پھڑک نہیں اٹھے گی۔ اور اسلام کی حفاظت اور اس حجت کو توڑنے کے لئے وہ قدم ہمت کو میدان تبلیغ میں سرعت کے ساتھ نہیں بڑھائینگے؟

خاتونان مصر

کچھ عرصہ سے مصری عورتوں میں حب الوطنی اور اسلام کا جوش غیر معمولی طور پر اپنا کام کر رہا ہے۔ کسی سابقہ اشاعت میں ہم ایک جدید ایجپشن رسالہ "النھضۃ النسائیہ" سے ایک اقتباس کیا تھا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ اس رسالہ کے نام پر ہی عورتوں کی ایک مجلس بھی بنائی گئی ہے جس کی پریزیڈنٹ رسالہ مذکور کی ایڈیٹرہ جناب لبیبہ احمد ہیں۔ اس سوسائٹی کی ممبر بننے والی عورتوں سے ایک قسم لی جاتی ہے جس میں حکومت کی وفاداری اور اپنی رہنما کی عزت کرنا۔ ایک آزاد عورت ایک نیک اور مفید بیوی اور ماں کی زندگی بسر کرنا۔ اپنے والدین اور اپنے ملک کے متعلق دیانت داری کے ساتھ فرائض ادا کرنا۔ دوسروں سے اپنے جیسی محبت اور اپنے جیسی ہی نفرت کا برتاؤ کرنے کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔

مجلس مذکور کی پریزیڈنٹ نے بڑے زور سے لکھا ہے کہ انہوں نے عورت کو اس کا گھر جو اس کی چھوٹی سی بادشاہت ہے۔ واپس دلانے اپنے بچوں کی تعلیم کا انتظام کرنے بیوی اور ماں کے دو خوبصورت ناموں کے لائق بنانے اور اپنے خاوند کے لئے ایک خاتون نہ کہ غلام بنانے میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔"

اللہ تعالیٰ ان نیک دل خاتونوں کی مساعی جمیلہ کو بابرکت کرے اور ان کو اسلام کی بہترین خادم بنائے۔ آمین ؛

مسلمانان ترکستان

"مسلم ورلڈ" میں ایک پادری نے سمرقند سے ترکستان کے حالات اور زندگی کے تمام شعبوں کی مفصل کیفیت لکھی ہے جس میں مسلمانوں کی مذہبی زندگی کا حال لکھتے ہوئے بتایا ہے کہ ترک منگولی قوم کے لوگ سنی ہیں اور ایرانی نسل کے لوگ اور تاجک ہیں قرآن اور شریعت ان کی مذہبی اور تمدنی زندگی کے رہنما ہیں۔ پڑھے لکھے لوگوں کو ملا کہا جاتا ہے۔ جو امامت کے کام پر مقرر ہیں۔ دین کے علماء کو علما کہا جاتا ہے۔ امام کے علاوہ مسجد میں موذن ہوتا ہے۔ اور ان دونوں کو اہل قریہ کچھ گذر اوقات کیلئے دیتے ہیں عید قربان کی کھالیں بھی انہی کا حصہ ہیں۔ ان کے علاوہ صوفی ہیں جن کے بہت سے مرید ہیں وہ ان کی خدمت کرتے ہیں۔ اور بعض مجذوب بھی دنیا ترک کئے بیٹھے ہیں۔ اور وہ کرامات کا مظاہرہ بھی کرتے ہیں۔

یہی پادری صاحب لکھتے ہیں کہ مذہب اسلام کا مسلمانان ترکستان پر بہت بڑا تصرف ہے۔ کوئی شخص ان کے درمیان رہتے ہوئے یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے اس کی قدرت کاملہ اور حفاظت کا خیال ان کی زندگیوں پر بہت اثر رکھتا ہے۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہی حقیقت نفس الامری ہے جو میرے لئے ان لوگوں کی طرف جن کے درمیان میں تبلیغ مسیحیت کے لئے رہا ہوں۔ بہت زیادہ کشش کا موجب ہوئی ہے۔ ان کے درمیان رہ کر اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کے خیال کو دیکھنا ایک عام سا عیسائی کے لئے سمجھنا بہت زیادہ آسان ہوگیا۔ خاندانوں کے اوقات کی اس طرح سے حفاظت کی جاتی ہے کہ ایک عیسائی کو ان کے بالمقابل شرم آنی چاہئے ؛

ملہ عیسائیوں کے فرقہ کا نام ہے۔ جو پاپائے انگلیپے سے منسوب ہے اس شخص نے روما سے اپنے تعلق کو توڑ کر اس نئے فرقہ کی جزائر فلپائن میں بنا رکھی تھی۔

دلچسپ معلومات

سرطان کا حملہ تہذیب جدید پر

یورپ اور دیگر مغربی ممالک میں سرطان کا مرض بہت کثرت سے پایا جاتا ہے۔ اس کے اسباب کی تفتیش میں بہت سے ڈاکٹر مدت سے لگے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض کی رائیں پڑھنے کے قابل ہیں۔

سر ولیم ویتو لکھتے ہیں کہ "سرطان کا مرض مہذب سوسائٹی کا ایک کھلا اور خطرناک دشمن ہے۔ اعداد و شمار سے یہ حقیقت پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اس مرض کا آغاز مہذب طریق زندگی مثلاً غذا اور عادات واطوار سے ہوتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو اس کی طرف فوری توجہ مبذول ہونی چاہیئے۔ . . .

سرطان کے اعداد و شمار بہت زیادہ ہیں۔ برطانیہ عظمے میں چالیس ہزار سے زیادہ نفوس ہر سال اس مرض کا شکار ہوتے ہیں۔ ریاستہائے متحدہ (امریکہ) میں یہ تعداد اسی ہزار سالانہ سے زیادہ ہے۔ بہت سے دیگر ممالک کے اعداد و شمار نقل کرنے کے بعد سر ولیم ویتو لکھتے ہیں کہ ان اعداد و شمار سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ مہذب اور غیر مہذب لوگ نیم تہذیب یافتہ اور وحشی انسانوں سے زیادہ اس مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ جہاں کہیں بھی حبشی آبادی زیادہ ہے۔ وہیں سرطان سے شرح اموات بہت کم ہے۔ انسانی فہم و تدبر کو اس مسئلہ کی گتھی کو سلجھانے میں اپنی پوری طاقت کام کرنا چاہیئے۔ سرطان بظاہر غصہ و انتقام کا دیوتا ہے جو ہمیں سادہ طبعی زندگی کو چھوڑنے پر ہمارا تعاقب کر رہا ہے ضروری ہے کہ تہذیب اس کو شکست فاش دے۔"

تمباکو اور چائے نوشی کا اثر

پروفیسر جے جبالی کی رائے ہے کہ چائے اور تمباکو میں ٹینین بہت کثرت سے ہوتی ہے جو ایک قسم کی محرک شے ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ انگلستان میں آجکل چائے نوشی کی کثرت کے ساتھ ساتھ سرطان کی اموات میں ترقی ہو رہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اطبا کو اس بات کا اعتراف ہوگا کہ بعض حالات میں کثرت چائے نوشی اور سرطان کے باہمی تعلق کی شہادت پائی جاتی ہے۔ مجھے اس شہر کے ایک ایسے ہی تازہ مریض کا علم ہے اس کے علاوہ تمباکو نوشی سے منہ میں سرطان پیدا ہونا اس سے پہلے ثابت ہو چکا ہے اور اس کے متعلق بہت کھلی شہادت ملتی ہے۔ اس میں بھی بعض زبردست نمونے موجود ہیں۔"

غرض کہ سرطان کا مرض فی الحقیقت روزافزوں ترقی پر ہے۔ ایک مسلمہ بات ہے۔ سر ولیم ویتو اس کے اسباب کو تہذیب کی طرف منسوب کرنے میں حق پر ہیں۔ جس سے مراد ہماری عادات اور خوراک ہے۔ لیکن پورے تدبر کے بعد مجھے یہ یقین ہو گیا ہے۔ کہ اس مرض کا تعلق صرف مؤخرالذکر یعنے خوراک سے ہے۔"

خیالات کا اثر صحت اور حالات پر

کسی گذشتہ اشاعت میں ایم کو نامی ایک فرانسیسی کا ہم تذکرہ کر چکے ہیں جس کا یہ دعوے ہے کہ ایک مریض اگر صبح اور شام بیس دفعہ یہ ورد کرے۔ کہ "میں اچھا ہو رہا ہوں میں اچھا ہو رہا ہوں" تو وہ صحتیاب ہو جائے گا۔

اس شخص کی ایک تحریر حال ہی میں لندن ٹائمز میں طبع ہوئی ہے جس میں اس نے بتایا ہے۔ کہ انسان کے اندر خیال اور مرضی کی جنگ رہتی ہے جس میں ہمیشہ خیال ہی کو فتح حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص چاہتا ہے کہ وہ سو جائے لیکن جس قدر وہ سونے کی کوشش کرتا ہے۔ اتنا ہی زیادہ چونکتا ہے۔ ایک شخص کا بھولا ہوا نام ہم یاد کرنا چاہتے ہیں لیکن جس قدر کوشش اپنی یاد کو واپس لانے کی کرتے ہیں۔ اتنا ہی زیادہ وہ نام ہم سے دور بھاگتا ہے جتنی زیادہ کوشش ہم اپنی ہنسی کو دبانے کی کرتے ہیں۔ اتنی ہی وہ زیادہ زور سے پیدا ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر بات کا انحصار ہماری مرضی پر نہیں بلکہ ہمارا خیال ہی عمداً یا بغیر ارادہ اخلاقی اور جسمانی طور پر ہمیں ایک چیز کی طرف لے جاتا ہے۔

اس کی شہادت میں ایم کو نے لکھا ہے کہ حاضرین میں سے جس شخص کو سر درد ہو۔ میں اس کو کہتا ہوں کہ آنکھیں بند کرے۔ اور خود اس جگہ پر جہاں درد ہے ہاتھ پھیرتا ہوں۔ اور اس کو کہتا ہوں کہ جلدی جلدی کہے کہ "درد جا رہا ہے! درد جا رہا ہے" اور پندرہ بیس منٹ کے بعد درد عام طور پر رفع ہو جاتا ہے۔ یہی طریق ہر مرتبہ جب درد ہو تو استعمال کرنے کی میں انہیں ہدایت کرتا ہوں۔

پھر لکھا ہے کہ میں تمام لوگوں کو کہتا ہوں کہ آنکھیں بند کر لیں۔ اور انہیں مخاطب کر کے یہ تقریر کرتا ہوں کہ تمام جسمانی حالات رفتہ رفتہ بہتر ہو جائیں گے۔ ان کی بھوک خوب چمک اٹھے گی۔ اور ان کا ہاضمہ تیز اور عمدہ ہو جائے گی۔ اگر کوئی غیر معمولی چیز ان کی صحت کے خلاف ہوگی۔ تو رفتہ رفتہ وہ دور ہو جائے گی۔ میں ان کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے آپ پر زیادہ بھروسہ کریں۔ اور ان حالات میں وہ آسانی کے ساتھ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ جو وہ کرنا چاہتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ خلاف عقل نہ ہو۔

ناظرین خط وکتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد محال ہے۔

منیجر

متفرق مقالات

مماثلت مسیح

اس صدی کا مجدد مثیل مسیح ہو کر آیا۔ اب یہ لازمی تھا کہ جس طرح مسیح ناصری کے پیروؤں نے غلو کر کے اس کو کچھ کا کچھ بنایا۔ اسی طرح محمدی مسیح کے پیرو بھی افراط کر کے اس کو اس کے درجے سے اونچا کرتے جس قسم کی بودی اور مہمل تاویلات سے عیسائی صاحبان حضرت عیسےٰ کو ابن اللہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ تو ہر ایک پر ظاہر ہے۔ پھر ان کا یہ اعتقاد کہ ایک تین ہے اور تین ایک یعنی باوجود تثلیث کے وحدانیت بھی ہے جس طرح کسی کے دماغ میں نہیں آ سکتا۔ ایسا ہی ہمارے محمودی بھائیوں کا عقیدہ کہ باوجود حضرت مرزا صاحب نبی صلعم کی امت میں ہونے کے اپنے طور پر ایک مستقل نبی بن سکتے ہیں عقل کے سراسر خلاف ہے عیسائی صاحبان کہتے ہیں۔ کہ حضرت عیسےٰ میں دو شانیں خدائی کی تھیں۔ ایک خدائی کی وہ شان جس میں اس کے شریک اور بھی نبی ہیں۔ اور ایک خدائی کی اس میں وہ شان ہے جس کے لحاظ سے وہ مخصوص اور ممتاز دوسروں پر ہے۔ ہمارے قادیانی بھائی بھی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب میں دو شانیں نبوت کی تھیں۔ ایک تو وہ شان جس میں وہ دوسرے اس امت کے اولیاء اللہ کے ہم رنگ ہیں۔ اور دوسری نبوت کی شان جس میں وہ مخصوص ہیں۔ اور جو شان کسی اولیاء اللہ کو اس امت میں میسر نہیں آئی۔ عیسائی صاحبان کہتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ پر جب یہودیوں نے کفر کا الزام دیا۔ اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو خدا کہتا تھا۔ تو اس نے یہ کہہ کر پیچھا چھڑایا کہ مجھ پر کفر کا الزام کس لئے عاید کرتے ہو۔ اگر اس لئے کہ میں نے خدا کا لفظ یا خدا کے بیٹے کا لفظ اپنے لئے استعمال کیا۔ تو یہ خدا کا لفظ تو تمہارے بزرگوں نے بھی اپنے لئے استعمال کیا۔ ان کو تم پہلے کافر بناؤ۔ عیسائی صاحبان کہتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ کے ایسے جواب سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ وہ دوسرے نبیوں سے اب بڑھ کر کوئی اور شان خدائی کی رکھتا ہی نہیں۔ بلکہ یہ جواب اس نے ان کو چپ کرانے اور ان کا "عذر فرد" کرنے کے لئے دیا تھا۔ اور پھر وہ کہتے ہیں کہ یہودیوں کا سوال حضرت عیسےٰ پر اس کی الوہیت کے متعلق نہ تھا۔ بلکہ وہ صرف اس کو اس لئے کافر کہتے تھے۔ کہ اس نے یہ لفظ ہی کیوں استعمال کیا۔ بعینہ اسی طرح کے عقائد آج قادیان سے نکلتے ہیں۔ ہمارے محمودی بھائی کہتے کہ جب مولویوں نے حضرت مرزا صاحب پر کفر کا الزام لگایا تو مرزا صاحب نے ان کو انہی کے عقائد کے رو سے اسی طرح لازم کیا۔ کہ اگر نبی کے لفظ کا استعمال ہی کفر ہے۔ تو پھر پہلے اولیاء اللہ کو بھی کافر کہو۔ جن میں بعض نے اپنے آپ کو نبی کہا۔ ہمارے بھائی یہ کہتے ہیں کہ یہاں سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ کہ حضرت صاحب اپنے آپ کو دوسرے اولیاء اللہ کے مشابہ قرار دے کر اپنا کوئی اور درجہ نہیں بتاتے۔ بلکہ اس سے تو صرف ثابت ہوتا ہے کہ یہ جواب الزامی طور پر مولویوں کو انہی کے عقائد کے رو سے دیا گیا تا کہ وہ چپ ہو جائیں۔ ورنہ اس سے یہ مراد نہیں کہ آپ کا کوئی درجہ اور نہیں۔ اور پھر ہمارے بھائی کہتے ہیں کہ مولوی لوگ نزول الہام کے ہی قائل نہ تھے۔ اور ان کا یہ سوال نہ تھا کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو نبی کیوں کہتے ہیں۔ بلکہ سوال ان کا یہ تھا کہ یہ ملہم ہونے کا دعویٰ کیوں کرتے ہیں۔ اب یہ جو کچھ مماثلت میں نے اوپر دکھلائی ہے شاید کوئی یہ سوال کرے۔ کہ میں نے اپنی طرف سے کسی کی طرف کچھ منسوب کر کے لکھا ہے۔ اس لئے میں پہلے اصل تحریریں دونوں طرف مقابل پر رکھ دیتا ہوں تا پڑھنے والے خود فیصلہ کر لیں۔ ایک طرف میں وہ تحریریں رکھوں گا۔ جو پادری عبد اللہ آتھم نے امرتسر میں حضرت مرزا صاحب سے مباحثہ کرتے ہوئے لکھیں۔ اور دوسری طرف جناب میاں صاحب کی کتاب حقیقۃ النبوۃ کے تتمہ سے چند سطور لکھوں گا۔ اتنی بات اور قابل ذکر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا سوال پادری عبد اللہ صاحب پر حضرت مسیح کی الوہیت ثابت کرنے کے بارہ میں تھا۔ پادری صاحب نے اس کے جواب میں انجیل کا وہ مقام پیش کیا۔ جہاں لکھا ہے کہ میں اور باپ ایک ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت مرزا صاحب نے کہا کہ یہاں تو حضرت عیسےٰ اپنے آپ کو دوسروں کا ہم رنگ خدائی میں قرار دیتے ہیں۔ اس پر اس نے جو تاویلات کیں وہ ذیل میں لکھتا ہوں انجیل کی عبارت یہ ہے۔

"میرا باپ جس نے انہیں مجھے دیا ہے۔ سب سے بڑا ہے اور کوئی انہیں میرے باپ کے ہاتھ سے چھین نہیں سکتا۔ میں اور باپ ایک ہیں۔ تب یہودیوں نے پتھر اٹھائے۔ کہ اس پر پتھراؤ کریں۔ یسوع نے انہیں جواب دیا کہ میں نے اپنے باپ کے بہت سے اچھے کام تمہیں دکھائے ہیں۔ ان میں سے کس کام کے لئے تم مجھے پتھراؤ کرتے ہو۔ یہودیوں نے اسے جواب دیا کہ ہم تجھے اچھے کام کے لئے نہیں بلکہ اس لئے تجھے پتھراؤ کرتے ہیں کہ تو کفر بکتا ہے۔ اور انسان ہو کے اپنے تئیں خدا بناتا ہے۔ یسوع نے انہیں جواب دیا۔ کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے۔ کہ میں نے کہا تم خدا ہو۔ جب کہ اس نے انہیں جن کے پاس خدا کا کلام آیا خدا کہا۔ اور ممکن نہیں کہ کتاب باطل ہو۔ تم اسے جسے خدا نے مخصوص کیا اور جہان میں بھیجا۔ کہتے ہو کہ تو کفر بکتا ہے۔ کہ میں نے کہا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں۔ یوحنا ۱۰ باب ۲۹ - ۳۶ آیت۔

اسی طرح ایک حوالہ حضرت مرزا صاحب کا بدر کی ڈائری سے بھی نقل کر دوں گا۔

"لاہور ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء ایک شخص سرحدی آیا۔ بہت شوخی سے کلام کرنے لگا۔ اس پر فرمایا" میں نے اپنی طرف سے کوئی اپنا کلمہ نہیں بنایا۔ نہ نماز علیحدہ بنائی ہے بلکہ آنحضرت صلعم کی پیروی کو دین و ایمان سمجھتا ہوں۔ یہ نبوت کا لفظ جو اختیار کیا گیا ہے صرف خدا کی طرف سے ہے جس شخص پر پیشگوئی کے طور پر خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی بات کا اظہار بکثرت ہو۔ اُسے نبی کہا جاتا ہے۔ خدا کا وجود خدا کے نشانوں سے پہچانا جاتا ہے۔ اسی لئے اولیاء اللہ بھیجے جاتے ہیں۔ مثنوی میں لکھا ہے" آں نبی وقت باشد اے مرید" محی الدین ابن عربی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ حضرت مجدد نے بھی یہی عقیدہ ظاہر کیا ہے پس کیا سب کو کافر کہو گے۔ یاد رکھو کہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔"

اب مندرجہ بالا حوالہ انجیل سے جس قسم کی تاویلات کر کے عیسائی صاحبان حضرت عیسےٰ کا ابن اللہ ہونا ثابت کرتے ہیں ایک طرف وہ تاویلیں رکھو۔ اور دوسری طرف اس بدر کے حوالہ کی جو تاویلات جناب میاں صاحب نے کی ہیں وہ رکھو تو مشابہت میں ایک ذرہ بھر فرق نہیں۔

پادری اتھم

(۱) آپ ان الفاظ سے جو مسیح خداوند نے کہے کہ تم اس کو کفر نہیں کہتے ہو۔ جو تمہاری قضات اور بزرگوں کو الوہیم کہا تب مجھکو ابن اللہ کہنے سے کیوں الزام دیتے ہو۔ یہودی لوگوں سے خداوند مسیح اپنے آپ کو کہتے تھے کہ میں خدا کا بیٹا ہوں تو سنگسار کرنے کو تیار ہوئے کہ تو اپنے آپ کو بیٹا خدا کا کہکر مساوی خدا کا بنتا ہے۔ اور یہ کفر ہے۔ اس لئے ہم تجھ کو سنگسار کرتے ہیں۔ ہمارے خداوند نے ان کے زعم کو اس طرح پر ہٹایا کہ مساوی خدا خدا ہوا اگر میں نے اپنے آپ کو خدا کہا تو تمہارے بزرگوں کو خدایان کہا گیا۔ وہاں تم نے ان کے کفر کا الزام کیوں نہ دیا۔ میرا اس کی یہ والی بندی

جناب میاں صاحب

(۱) "اس کو ان بزرگوں کی مثالوں سے سمجھایا گیا۔ جن کا وہ بھی قائل تھا۔ ورنہ اس سے یہ مراد نہ تھی کہ اس سے بڑھکر آپ کا کوئی درجہ نہیں۔ آپ تو صاف لکھتے ہیں کہ جس کثرت کا نام نبوت قرآن کریم نے لکھا ہے وہ سوائے میرے اور کسی ولی میں نہیں پائی گئی پس محدثیت کی نبوت کے اوپر ایک اور درجہ آپ کا ثابت ہے۔ اور دیگر محدثین میں اگر کبھی اپنے آپ کو شامل کر بھی لیا ہے۔ تو اس کا صرف اس قدر مطلب ہوگا۔ کہ آپ کو وہ درجہ بھی حاصل ہے۔ جیسے ہمارے آنحضرت صلعم کو سو سنوں اور حضرت موسیٰ کے تقیا دقیا میں شامل کرنے سے یہ مطلب ہے۔ کہ آپ ان میں شامل ہیں۔ نہ یہ کہ اس سے بڑا

خداوند نے کر دی نہ کہ اپنی الوہیت کا انکار کر دیا۔ اور نہ اس کا کچھ ثبوت پیش کیا۔ گویا انکی یہ علیحدہ بات رہی۔ اور اس میں نہ کمی کا اقرار ہے نہ زیادتی کا۔"

صفحہ ۲۵۔

(۲) "وہ جو خداوند مسیح نے کہا کہ تم میرے ابن اللہ کہنے پر کفر کا الزام کیوں لگاتے ہو۔ کیا تمہارے قضات اور بزرگوں کو الوہیم نہیں کہا گیا۔ ان پر کفر کا الزام ہے تو مجھ پر کیوں ہے اس سے اس نے اپنی الوہیت کا انکار کچھ نہیں کیا۔ مگر ان کے غصہ کو بیجا ٹھہرایا۔ اور الزام دیا۔"

صفحہ ۳۴

"میری التماس یہ ہے کہ ایک شخص کا کچھ بیان کرنا مجملاً اس کی دعوات مضمنہ کے منافی اس کے باقی مضمنہ کا نہیں یعنی الوہیت کا انکار اس میں نہیں ایسی میں مراد المسیح کی صرف ان کے غصہ کو فرو کرنا تھا۔ کیونکہ وہ اس امر پر اس کو پتھراؤ کرنا چاہتے تھے۔"

صفحہ ۲۴

(۳) ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یہودیوں کا الزام یہی نہ تھا کہ تو انسان ہو کر خدا بنتا ہے یہ کفر ہے۔ اور جواب اس کا یہ ہوا کہ میں انسان بن کر بھی اپنے آپ کو ابن اللہ کہہ سکتا ہوں۔ اور کفر نہیں ہوتا۔ جیسے نبی اللہ بھی تو انسان تھے۔ اور ان کو اللہ کہا گیا۔ تو پس اس میں سوال اس کی الوہیت کا کونسا تھا۔"

صفحہ ۵۷۔

درجہ آپ کو حاصل نہیں۔"

حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۸۴

(۲) "کیونکہ جیسا کہ بدر میں لکھا ہے اس نے نہایت شوخی سے کلام شروع کیا تھا۔ کیا یہ درست اور مناسب ہو سکتا تھا کہ اس کے سامنے آپ نبوت کے اقسام اور اس کی تشریح شروع کرتے۔ تو اس شخص کی سمجھ میں کیا آ سکتا تھا۔ وہ تو سرے سے الہام اور مجدد دین کا ہی منکر تھا پھر آپ اس کے سامنے یہ تقریر کس طرح کرتے کہ میں محدثوں سے بڑھکر ایک اور رتبہ پر فائز ہوں۔ پس اس کے عقائد کے مطابق تو یہی جواب تھا کہ اگر تم نبی کے لفظ سے چڑتے ہو تو پہلے بزرگوں نے بھی یہ لفظ استعمال کیا ہے پھر ان کو بھی کافر کہو۔" صفحہ (۲۸۲)

"غرضکہ سوال کے مطابق جواب ہوتا ہے۔ اور اس سے صرف اس قدر مطلب نکالنا جائز ہوتا ہے جس کیلئے وہ دیا گیا نہ کہ اس سے زائد۔" صفحہ ۲۸۳

(۳) جبکہ حضرت مسیح موعود نے ایک قسم کی نبوت جو جزوی کہلاتی ہے محدثین میں بھی قبول کی ہے۔۔۔۔ تو کیوں اس حوالہ کو دوسرے حوالہ سے اس طرح مطابق نہیں کرتے کہ جہاں دوسرے محدثوں میں اپنے آپکو شامل کرتے ہیں اس سے محدثیت والی جزوی نبوت کی مشابہت مراد ہے اور جہاں ان سے الگ کرتے ہیں وہاں وہ نبوت مراد ہے جو اس امت میں اور کسی شخص کو نہیں ملی اور اگر نہیں کرتے تو بتاؤ کہ عیسائیوں کے اعتراضوں کا تمہارے پاس کیا جواب ہے ہم کب کہتے ہیں کہ محدثوں میں بھی ایک قسم کی نبوت نہیں پائی جاتی۔ صفحہ ۲۷۹۔

اب میں صرف یہ دکھلانا چاہتا ہوں کہ جس قسم کا نتیجہ انجیل کی مندرجہ بالا عبارت سے حضرت مرزا صاحب پادری اتھم کے مقابلہ میں نکالتے ہیں۔ اسی قسم کا نتیجہ میاں صاحب حضرت مرزا صاحب کی ڈائری بالا سے اخذ کرتے

ذیل میں ایک طرف وہ عبارت ہے اور وہ دلائل ہیں جو حضرت مرزا صاحب نے پادری آتھم کو اس کی تاویلات کے دیئے۔ اور دوسری طرف چند ایک الفاظ کے تغیر سے وہی عبارت پھر میں نے لکھ دی ہے یہ ہماری طرف سے جناب میاں صاحب کی تاویلات کے جواب ہیں۔

حضرت مرزا صاحب کا بیان اور میاں صاحب کی تحریف

حضرت مرزا صاحب کا بیان

"اب منصف لوگ اللہ تعالیٰ سے خوف کر کے ان آیات پر غور کریں کہ کیا ایسے موقعہ پر کہ حضرت مسیح کی ابنیت کے متعلق سوال کیا گیا تھا حضرت مسیح پر یہ بات فرض نہ تھی کہ وہ حقیقت میں ابن اللہ تھے۔ تو انہیں یہ کہنا چاہئے تھا کہ میں در اصل خدا تعالیٰ کا بیٹا ہوں اور تم آدمی ہو۔ مگر انہوں نے تو ایسے طور سے الزام دیا جس سے انہوں نے مہر لگا دی کہ میرے خطاب میں تم اعلیٰ درجہ کے شریک ہو۔ مجھے تو بیٹا کہا گیا اور تمہیں خدا کہا گیا"

جنگ مقدس صفحہ ۲۱

"اب ہر ایک منصف اور ہر ایک متدین سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہودیوں کا یہ اعتراض تھا کہ انہوں نے باپ کا لفظ سُن کر اور یہ کہ میں اور باپ ایک ہیں یہ خیال کر لیا کہ یہ اپنے تئیں حقیقی طور پر خدا کا بیٹا قرار دیتا ہے۔ تو اس کے جواب میں حضرت مسیح نے صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا۔ کہ مجھ میں کوئی زیادت نہیں۔ دیکھو تمہارے حق میں تو خدا کا اطلاق بھی ہوا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر حضرت مسیح درحقیقت اپنے تئیں ابن اللہ جانتے اور حقیقی طور سے اپنے تئیں خدا تعالیٰ کا بیٹا تصور کرتے۔ تو اس بحث اور پرخاش کے وقت میں جب یہودیوں نے ان پر الزام لگایا تھا۔ مرد میدان ہو کر صاف اور کھلے کھلے طور پر کہہ دیتے کہ میں درحقیقت ابن اللہ ہوں۔ اور حقیقی طور پر خدا تعالیٰ کا بیٹا ہوں۔ بھلا یہ کیا جواب تھا کہ اگر میں اپنے تئیں بیٹا قرار دیتا ہوں تو تمہیں بھی تو خدا کہا گیا ہے۔ بلکہ اس موقعہ پر تو خوب تقویت اپنے اثبات دعوے کی ان کو ملی تھی۔

"ناظرین کی زیادہ معرفت کی غرض سے پھر کسی قدر لکھتا ہوں کہ حضرت مسیح یوحنا باب ۱۴ میں، ۲۰ تک صاف طور پر فرما رہے ہیں۔ کہ مجھ میں اور دوسرے مقربوں اور مقدسوں میں ان الفاظ کے اطلاق میں جو بائیبل میں اکثر انبیاء وغیرہ کی نسبت بولے گئے ہیں۔ جو ابن اللہ ہیں یا خدا ہیں۔ کوئی امتیاز اور خصوصیت نہیں۔ ذرا سوچ کر دیکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح پر یہودیوں پر نے یہ بات سنکر کہ وہ اپنے تئیں ابن اللہ کہتے ہیں یہ الزام لگایا گیا تھا کہ تو کفر کہتا ہے یعنی کافر ہے اور پھر انہوں نے اس الزام کے لحاظ سے ان کو پتھراؤ کرنا چاہا۔ اور بڑے افروختہ ہوئے۔ اب ظاہر ہے کہ ایسے موقعہ پر کہ جب حضرت مسیح یہودیوں کی نظر میں اپنے ابن اللہ کہلانے کی وجہ سے کافر معلوم ہونے لگے۔ اور انہوں نے اسکو سنگسار کرنا چاہا تو ایسے موقعہ پر کہ اپنی بریت یا اثبات دعویٰ کا موقعہ تھا مسیح کا فرض کیا تھا۔ ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے کہ اس موقعہ پر کہ کافر بنایا گیا حملہ کیا گیا سنگسار کرنے کا ارادہ کیا گیا۔ دو صورتوں میں سے ایک صورت اختیار کرنا مسیح کا کام تھا اول یہ کہ اگر حقیقت میں حضرت مسیح خدا تعالیٰ کے بیٹے ہی تھے تو یوں جواب دیتے کہ یہ میرا دعوے حقیقت میں سچا ہے۔ اور میں واقعی طور پر خدا کا بیٹا ہوں۔ اور اس دعوے کے ثابت کرنے کے لئے دو ثبوت ہیں۔ ایک یہ کہ تمہاری کتابوں میں میری نسبت لکھا ہے . . . . . . دوسرا ثبوت یہ دینا چاہئے تھا۔ کہ آؤ خدا کی علامتیں مجھ میں دیکھ لو۔ لیکن حضرت مسیح نے ان دونوں

میاں صاحب کی تحریف

"اب منصفین جناب میاں صاحب اللہ تعالیٰ سے خوف کر کے غور کریں کہ کیا ایسے موقعہ پر کہ مسیح موعود کی نبوت کے متعلق سوال کیا گیا تھا حضرت مسیح موعود پر یہ بات فرض نہ تھی کہ وہ حقیقت میں نبی اللہ تھے۔ تو انہیں یہ کہنا چاہئے تھا کہ میں در اصل خدا تعالیٰ کا نبی ہوں اور تم عالم ہو۔ مگر انہوں نے تو ایسے طور سے الزام دیا جس سے انہوں نے مہر لگا دی کہ میرے خطاب میں تمہارے بزرگ اعلیٰ درجہ کے شریک ہیں۔"

"اب ہر ایک منصف اور ہر ایک متدین سمجھ سکتا ہے کہ مولویوں کا یہ اعتراض تھا۔ کہ انہوں نے نبی کا لفظ سُن کر اور یہ کہ میں اور محمد رسول اللہ ایک ہیں یہ خیال کر لیا کہ یہ اپنے تئیں حقیقی طور پر خدا تعالیٰ کا نبی قرار دیتا ہے۔ تو اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود نے صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ مجھ میں کوئی زیادت نہیں۔ دیکھو تمہارے بزرگوں نے بھی اپنے لئے نبی کا اطلاق کیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود درحقیقت اپنے تئیں نبی اللہ جانتے اور حقیقی طور سے اپنے تئیں خدا تعالیٰ کا نبی تصور کرتے تو اس بحث اور پرخاش کے وقت میں جب مولویوں نے ان پر الزام لگایا تھا۔ مرد میدان ہو کر صاف اور کھلے کھلے طور پر یہ کہہ دیتے۔ کہ میں درحقیقت نبی اللہ ہوں۔ اور حقیقی طور پر خدا تعالیٰ کا نبی ہوں۔ بھلا یہ کیا جواب تھا۔ کہ اگر میں اپنے تئیں نبی قرار دیتا ہوں تو تمہارے بزرگوں کو بھی نبی کہا گیا ہے۔ بلکہ اس موقعہ پر خوب تقویت اپنے اثبات دعوے میں ان کو ملی تھی۔

"ناظرین کی زیادہ معرفت کی غرض سے پھر کسی قدر لکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود ڈائری میں صاف طور پر فرماتے ہیں کہ مجھ میں اور دوسرے مقربوں اور مقدسوں میں ان الفاظ کے اطلاق میں جو نبی اللہ ہیں کوئی امتیاز اور خصوصیت نہیں۔ ذرا سوچ کر دیکھنا چاہئے۔ کہ حضرت مسیح موعود پر مولویوں نے یہ بات سنکر کہ وہ اپنے تئیں نبی اللہ کہتے ہیں یہ الزام لگایا تھا کہ تو کفر کہتا ہے یعنی کافر ہے اور پھر . . . . . اب ظاہر ہے کہ ایسے موقعہ پر کہ جب حضرت مسیح موعود مولویوں کی نظر میں اپنے نبی اللہ کہلانے کی وجہ سے کافر معلوم ہوتے تھے اور انہوں نے اس کو قتل کرنا چاہا۔ تو ایسے موقعہ پر کہ اپنی بریت یا اثبات دعوے کا موقعہ تھا مسیح موعود کا فرض کیا تھا؟ ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے کہ اس موقعہ پر کہ کافر بنایا گیا شوخی سے پیش آیا گیا۔ دو صورتوں میں سے ایک صورت اختیار کرنا مسیح موعود کا کام تھا اول یہ کہ اگر حقیقت میں حضرت مسیح خدا تعالیٰ کے نبی ہی تھے تو یوں جواب دیتے کہ یہ میرا دعوے حقیقت میں سچا ہے۔ اور میں واقعی طور پر خدا کا نبی ہوں اور اس دعوے کے ثابت کرنے کیلئے دو ثبوت ہیں ایک کہ تمہاری کتابوں میں میری نسبت لکھا ہے . . . دوسرا ثبوت یہ دینا چاہئے تھا کہ آؤ نبوت کی علامتیں مجھ میں دیکھ لو۔ لیکن حضرت مسیح موعود نے ان دونوں ثبوتوں میں سے کسی ایک ثبوت کو بھی پیش نہ کیا۔

اب منصفین سوچ لیں کہ کیا الزام کفر دور کرنے کیلئے اور اپنے آپ کو حقیقی طور پر نبی اللہ ثابت کرنے کیلئے یہی موقع تھا۔

تازہ خبریں

مولانا مظہر الحق کو تین ماہ قید محض :- پٹنہ ۲۶ - جولائی - مولانا مظہر الحق کا مقدمہ زیر دفعہ ۱۲۴ - الف تعزیرات ہند ڈپٹی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا - حاضرین کی تعداد بیشمار تھی - اس لئے اجلاس کھلی جگہ کیا گیا - کرنل نیابت والا استغاثہ کا پہلا گواہ تھا کہ مولانا نے اخبار ... مورخہ ۲۶ - مئی میں جو مضمون شائع کیا ہے - وہ ہتک آمیز ہے - کوئی جرح نہیں کی گئی - مجسٹریٹ نے جناب مولانا کو ایک ہزار روپیہ جرمانہ یا بصورت عدم ادائیگی تین ماہ قید محض کی سزا دی - مولانا نے جیل میں جانا پسند کیا - اور دوستوں سے مصافحہ کے بعد بندے ماترم اور مظہر الحق کی جے کے فلک دوز نعروں میں جیل کو روانہ ہو گئے - مولانا صاحب نے فیصلہ کیا ہے - کہ کوئی شخص ان سے ملاقات نہ کرے - جناب مولانا صاحب کی بیگم صاحبہ نے اس التجا کو بطیب خاطر قبول کیا -

وکیلوں کی ترک موالات سے علیحدگی :- کلکتہ ۲۶ - جولائی - مسٹر جے ایم سین گپتا صدر مجلس کانگرس بنگال کے علاوہ جنہوں نے دوبارہ پریکٹس شروع کرنے کا اعلان کیا ہے - شہر اور مضافات کے کئی اور تارک موالات وکیلوں نے پریکٹس شروع کر دی ہے - ان میں سے مشہور یہ ہیں :- میسرز ایس - جے رائے کلکتہ - پاٹن ہوڑہ اور اے کے دت کمیلا اڑیسہ میں بھی دو تارک موالات وکیلوں نے وکالت شروع کر دی ہے -

رہائی کے بعد گرفتاری - الہ آباد ۲۶ - جولائی - پنڈت سیوا رام شکلا ایک تارک موالات ۲۰ - جون کو لکھنؤ جیل سے رہا کیا گیا تھا - اسے سلطان پور میں جمعہ کے روز گرفتار کر لیا گیا - اور دوسرے ہی دن مجسٹریٹ سلطان پور نے زیر دفعہ ۱۰۸ ضابطہ فوجداری ایک سال قید سخت کی سزا دی ہے -

اجمیر کے کارکن کانگریس کی گرفتاری الہ آباد ۲۶ - جولائی - مسٹر جمال الدین کارکن کانگریس سیوا اجمیر کو زیر دفعہ ۱۰۸ ضابطہ فوجداری گرفتار کر لیا گیا

معافی مانگ کر رہائی :- مسٹر محمد تقی کارکن کانگرس جسے بارہ بنکی میں حال ہی میں گرفتار کیا گیا تھا - معافی مانگ کر رہا ہو گیا - وہ مسٹر مرتضیٰ حسین کے خلاف جسے زیر دفعہ ۱۰۸ گرفتار کیا گیا ہے - استغاثہ کی طرف سے گواہی دے گا -

قیدیوں کا حملہ محافظ پر :- حیدر آباد ۲۶ - جولائی - معلوم ہوا ہے کہ پچاس قیدیوں نے جو کراچی سے حیدر آباد کے سنٹرل جیل میں لائے گئے ہیں - محافظ پر جبکہ وہ ان کو جیل کے قواعد سے آگاہ کر رہا تھا - حملہ کیا - تین قیدی زخمی ہوئے قیدیوں پر فوراً قابو پا لیا گیا - اور ان کو علیحدہ علیحدہ کوٹھڑیوں میں بند کر دیا گیا -

چاولوں کی چوری :- رنگون ۲۶ - جولائی - رنگون میں چاولوں کے مقدمہ میں ۹ ملزموں کے خلاف اب تک ۱۴ گواہ پیش ہو چکے ہیں - ملزموں نے اپنے بیانات میں الزام سے انکار کیا اور کہا کہ ان کے خلاف ایک خفیہ سازش کی گئی ہے -

آل انڈیا کانگرس کمیٹی :- ناگپور ۲۶ - جولائی - ایک گشتی چٹھی کے جواب میں آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے ارکان نے پنڈت موتی لال نہرو کو بذریعہ پیغام برقی اطلاع دی کہ کمیٹی کا اجلاس جو کلکتہ میں ہونے والا ہے - تقریباً ۱۵ ستمبر تک ملتوی کر دیا جائے - تاکہ مجلس تحقیقات خلاف ورزی قانون اپنی رپورٹ کامل غور و خوض کے بعد مکمل کر سکے -

بدیشی کپڑے کی دوکانوں پر پہرہ - کلکتہ ۲۶ - جولائی - ۱۳ تارکان موالات میں سے جو بدیشی کپڑے کی دوکانوں پر پہرہ دینے کی وجہ سے گرفتار کئے گئے تھے - ۱۰ کو ۱۰ - ۱۰ روپیہ جرمانہ یا ایک ماہ قید محض کی سزا دی - ان پر راستہ بند کرنے کا الزام لگایا گیا - باقی تین کو رہا کر دیا گیا - آج نہ پہرے لگائے گئے نہ گرفتاریاں ہوئیں -

قواعد اسلحہ کی کمیٹی - شملہ ۲۶ - جولائی - قواعد اسلحہ کی کمیٹی نے شہادتیں لینے کا کام ختم کر لیا - آج جو شہادتیں ہوئیں - وہ پہلے ہی جیسی تھیں - سرکاری گواہوں نے زور دیا کہ موجودہ قواعد و ضوابط تسلی بخش ہیں - غیر سرکاری گواہوں نے زور دیا کہ مستثنیات کو وسعت دی جائے -

ماسٹر موتا سنگھ کا مقدمہ جالندھر ۲۶ - جولائی - ماسٹر موتا سنگھ کا مقدمہ پیش ہوا - استغاثہ کی طرف سے گواہیاں ہوئیں - عدالت کے ایک سوال کے جواب میں ماسٹر صاحب نے کہا کہ میں اکالی سکھ ہوں اور قوم پرست ہوں - دفعات ۱۲۴ الف - اور ۱۵۳ الف کے ماتحت فرد جرم مرتب ہونے کے بعد انہوں نے کہا کہ اگر افسروں اور پولیس والوں کی بعض بداعمالیوں کو ظاہر کرنا اور بعض سرکاری افسروں کی رشوت ستانیوں کا پردہ فاش کرنا جرم ہے تو واقعی میں مجرم ہوں - مقدمہ ۲۵ تاریخ کو ملتوی کر دیا گیا - ۲۵ تاریخ کو مقدمہ کی کارروائی ختم ہونے کے بعد کورٹ انسپکٹر نے ماسٹر موتا سنگھ کے خلاف دو اور مقدمات دائر کئے - ایک تو ۲ دسمبر اور ایک ۲ دسمبر ۱۹۲۱ء کی تقریر کے متعلق تھا - یہ دونوں مقدمات زیر دفعہ ۱۲۴ الف ہیں - مقدمہ کی آئندہ سماعت علیحدہ طور پر ۱۰ اگست کو ہوگی - فیصلہ ۱۲ - اگست کو سنایا جائے گا -

محسودوں کے حملے - شملہ ۲۶ - جولائی - مندرجہ ذیل سرکاری اعلان کا ملخص ہے ۲۱ تاریخ کو گھر گی کے پاس محسودوں نے ڈوگرہ سپاہی پر حملہ کیا جو سخت زخمی ہوا ہے - محسودوں نے بھیڑوں کے غلہ پر سارا روگا کے قریب حملہ کیا - بدرقہ کے دو آدمی مارے گئے - اور غنیم ایک ہزار بھیڑ بکریاں لیکر بھاگ گئے - بدرقہ والوں نے تعاقب کیا اور ۲ سو بھیڑیں واپس لے آئے -

ترکی حملہ شروع ہو گیا - انگورہ کے اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ ترکی سپاہ نے محاذات جنگ کے تمام خطوط پر حملہ شروع کر دیا - طیارات قابل قدر خدمات انجام دے رہے ہیں - ان کے ایک دستہ نے سمرنا اور بروصہ پر پرواز کی - اور دونوں شہروں کے باشندوں پر کثیر التعداد اشتہار پھینکے جن میں تسلی دی گئی تھی - کہ وہ گھبرائیں نہیں انشاء اللہ فتح کا وقت آ رہا ہے اور وطن عزیز بہت جلد اعدائے اسلام سے پاک ہو جائے گا -

ایک ہوائی جہاز کی تباہی - غرناطہ ۲۶ - جولائی - ہسپانیہ کے ہوائی ڈاک کے ایک جہاز کو آگ لگ گئی - ہواباز اور دو مسافر جل کر مر گئے -

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۱۰۔ مورخہ ۱۴ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۰ھ نمبر ۱۳۲

برلن میں مسلم مشن کا افتتاح

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

یہ خبر اسلامی دنیا میں نہایت خوشی سے سنی جائے گی۔ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے برلن (جرمنی) میں مسلم مشن کا افتتاح ہو گیا ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی ایک تازہ ترین برقی خبر سے معلوم ہوا کہ آپ برلن (دار الخلافہ جرمنی) میں مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے کے ساتھ پہنچ گئے ہیں۔ خواجہ صاحب کا نام نامی مغرب میں تبلیغ اسلام کے کام میں کامیابی کے لئے ایک نیک فال ہے۔ سب سے پہلے خواجہ صاحب ممدوح ہی نے ووکنگ مشن قائم کر کے مغربی دنیا میں اسلام کی بنیاد ڈالی۔ اور اس میں خدا کے فضل سے شاندار کامیابی ہوئی۔ اگرچہ اس کامیابی میں وہ حضرات بھی شریک ہیں۔ جو خواجہ صاحب کی غیر حاضری میں ووکنگ مشن کے کام کو نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے چلاتے رہے لیکن چونکہ الفضل للمتقدم ایک پرانی حقیقت ہے اس لئے ووکنگ مشن کی کامیابی کو خواجہ صاحب کے نام نامی سے منسوب کرنا بھی جائز ہے۔ اس خبر سے ہمیں دلی مسرت ہوئی۔ کہ یورپ میں دوسرا مشن بھی خواجہ صاحب کے ہاتھ ہی سے کھلا ہے اور چونکہ فال لینا نہ صرف اسلام میں جائز ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی بعض امور میں بطور تفاؤل کرتے تھے۔ اس لئے ہم بھی اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے نیک کام کے لئے یہ فال لیتے ہیں کہ جرمنی میں بھی خدا کے فضل سے اسلام اور داعیان اسلام کو وہی کامیابی ہوگی جو ووکنگ میں ہوئی۔

ناظرین کرام کو یاد ہوگا کہ ہم کسی گذشتہ اشاعت میں اس امر کا ذکر کر چکے ہیں۔ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے جرمنی میں مشن کھولنے کا تہیہ کیا ہے۔ اور اس کے لئے مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے بطور مبلغ روانہ بھی ہو چکے ہیں۔ اور ان کے بعد مولوی صدر الدین صاحب جانے والے ہیں۔ اس پر ہمارے بعض معاصرین کو یہ عجیب غلط فہمی ہوئی تھی۔ کہ گویا جرمنی میں پہلے ہی سے تبلیغ کا کام ہو رہا ہے۔ اور مولوی صدر الدین اور مولوی عبدالمجید صاحب محض پہلے کام کرنے والوں کی امداد کے لئے جاتے ہیں۔ حالانکہ واقع یہ ہے کہ جرمنی میں اب تک تبلیغ کا کام شروع نہیں ہوا۔ بلکہ اب خواجہ صاحب کے پہنچنے پر اس مشن کا بنیادی پتھر رکھا گیا ہے۔ اگرچہ برلن سے محض ایک مختصر سا برقی پیغام آیا ہے۔ اور اس میں مشن کے قیام اور مبلغوں کی مشغولیت کا کچھ ذکر نہیں۔ بلکہ محض یہی خبر ہے کہ خواجہ صاحب وہاں پہنچ گئے لیکن امید غالب ہے کہ صاحب ممدوح وہاں کچھ عرصہ تک ٹھہریں گے اور مشن کے کام کو عملی طور پر شروع کر کے مراجعت فرمائیں گے۔ ووکنگ میں آجکل خدا کے فضل سے کافی مبلغ موجود ہیں۔ اس لئے خواجہ صاحب ممدوح کو ووکنگ کی طرف سے اطمینان حاصل ہے کہ ان کی غیر حاضری میں بھی کام ہوتا رہے گا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ عنقریب ہم اپنے ناظرین کو برلن مشن کے حالات سے مطلع کر سکیں گے۔

اس مختصر سی اطلاع کے بعد اب ہم احمدی قوم کو بالخصوص اور تمام مسلمانوں کو بالعموم اس اہم امر کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کی تمام امراض کا علاج تبلیغ اسلام میں مضمر ہے۔ خواہ یہ تبلیغ باقاعدہ نظام قومی کے ماتحت ہو یا انفرادی طور پر۔ حقیقت یہ ہے کہ سب کے سب مسلمان اسلام کی تبلیغ کے لئے مامور ہیں۔ اور قرآن مجید میں صریح طور پر تمام مسلمانوں کو تبلیغ اسلام کا حکم ہے۔ بلکہ خیر الامم ہونے کا فخر اس بنا پر ہے کہ یہ قوم تمام دنیا کے لئے باعث ہدایت ہے علاوہ بریں احمدیوں نے تو ایک مامور کے ہاتھ پر یہ عہد کیا ہے کہ وہ اشاعت اسلام کو اپنا نصب العین قرار دیں گے۔ اور اس لئے ہمیں یقین نہیں آتا۔ کہ اس نئے مشن کے افتتاح میں کچھ مالی مشکلات کا سامنا ہو۔ اس میں شک نہیں کہ یورپ میں تبلیغ کے لئے بہت روپیہ چاہیئے۔ لیکن جس قوم کا مقصد ہی اشاعت اسلام ہو۔ وہ اس کے لئے روپیہ قربان کرنے سے ہرگز دریغ نہ کرے گی۔

متفرق مقالات

ترک موالات سے اسلام میں بدعتوں کا رواج

(ایک مسلمان جرنلسٹ کے قلم سے)

ترک موالات کی موجودہ تحریک جسے غلط طور پر مذہبی رنگ دیا جاتا ہے جس کی غرض استحکام مذہب ظاہر کی جاتی ہے۔ اس میں مبتلا ہو کر ہندوستان کے مسلمان خلاف اسلام حرکات کے مرتکب ہوتے رہے ہیں۔ اور ان کی ایسی حرکات سے اسلام کو نقصان پہنچتا رہا ہے۔ تارک موالات مسلمانوں نے مذہبی تقلید میں پڑ کر گاندھی صاحب کی ذات کے ساتھ ایسے جوش عقیدت کا اظہار کیا۔ جو اولیاء اور انبیاء کرام کے لئے مخصوص تھا۔ چنانچہ گاندھی صاحب کو "ملہم" "ولی" "اسلام کا سب سے بڑا خادم" اور بالقوت نبی بتایا گیا۔ اور حال میں تو ان کے "ہندوستان کے مسیح" ہونے کا بھی اعلان ترک موالات اخباروں میں کیا گیا ہے۔

گاندھی جی مشرک ہیں۔ آپ کی شان میں مقدس اسلامی الفاظ اور اصطلاحات کے ان اخباروں میں اظہار کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ عام مسلمان جو سادہ فہم ہیں اور تعلیم یافتہ نہیں یہی سمجھنے لگیں گے۔ کہ جن بزرگ ہستیوں کے لئے اسلام میں ان الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔ وہ بھی گاندھی جی جیسے لوگ ہوں گے۔ اس سے مسلمانوں کے دلوں سے وحدت اور کفر کا امتیاز اٹھ جائے گا۔ اور عام مسلمانوں کا جو خصوصا بہت تعلق اسلام کے ساتھ ہے۔ وہ بھی کالعدم ہو جائے گا۔

ترک موالات کے سلسلہ میں جو اسلامی اصطلاحیں غیر مسلموں کے لئے استعمال کی گئی ہیں۔ ان میں سے "شہید" اور "شہادت" بھی ہیں۔ اسلامی اصطلاحات اور حقائق میں "شہید" کا بڑا رتبہ ہے۔ اور یہ متبرک اور عزیز ترین لقب اللہ جلشانہ نے کلام مجید میں ان بزرگ ہستیوں کے لئے مخصوص کیا ہے۔ جو راہ مولا میں اس کے دشمنوں سے لڑتے ہوئے اپنا سب کچھ یہاں تک کہ جان عزیز بھی نثار کر دیں۔ مگر اب یہ اصطلاح صرف طالبان بھارت کے لئے جو اس کے مستحق نہیں۔ اور جن میں ہندو سکھ عیسائی جینی بھی شامل ہیں کھلے خزانہ اور تحریر طور پر استعمال کی جاتی ہے۔

ترک موالات کے سلسلہ میں اسلام میں جن بدعتوں کو داخل کیا گیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ مسجدوں کے ممبروں پر سے غیر مسلمانوں کے وعظ کرائے گئے۔ اور وہ بھی اتحاد ہندو مسلم کی خاطر۔ حالانکہ عقائد۔ معاشرت اور تمدن کے اعتبار سے ہندو مسلمانوں میں بعد المشرقین ہے۔ دونوں کا حقیقی اتحاد ناممکن ہے۔ البتہ ایک صورت میں ممکن ہے۔ کہ یا تو ہندو اسلام لا کر مومن بن جائیں اور یا مسلمان مرتد ہو کر مشرک و کافر بن جائیں۔ اور کوئی دوسری صورت حقیقی اتحاد کی نظر ہی نہیں آتی۔ محض نمائشی سطحی اور ظاہری اتحاد کی خاطر غیر مسلموں سے مسجدوں میں وعظ کرائے گئے ہیں۔ گویا مساجد کی حرمت کو مشرک پاؤں سے ملوایا گیا۔

اور سنئے "قشقہ" جسے ہندو پیشانی پر مختلف صورتوں میں لگاتے ہیں۔ اور جس کو ہندو اصطلاح میں "تلک" کہا جاتا ہے۔ ایسے ہندو عدم تعاونیوں کی محبت کے اثر سے مسلمانوں نے اپنی پیشانی کی زینت بنایا۔ اور وہ پیشانی جو بارگاہ ایزدی میں جبہ سائی سے مزین ہونی چاہیئے تھی اسے قشقہ سے رونق دے کر بدنام کیا گیا۔ چنانچہ ناظم صاحب جمعیت اخوان الصفا دہلی رقمطراز ہیں کہ رتھ جاترا کے موقع پر بعض مسلمانوں نے ہندو حضرات کی تقلید میں محض ان کی خوشنودی کی خاطر اپنی پیشانی پر قشقہ لگایا۔ جو سخت ممنوع اور ناجائز ہے۔ جن مسلمانوں نے ایسا کیا۔ انہیں توبہ کرنی چاہیئے۔ افسوس کہ ان مسلمانوں نے حضرت سعدی کے مصرع ذیل کے معنی ہی الٹے سمجھے کہ

"بہ تقلید کافر شدم چند روز"

ڈیرہ دون میونسپل کمیٹی نے گورنمنٹ کی معرفت ایک ہندو راجپوت کی زمین حاصل کی جس میں کمیٹی نے ایک جدید ذبح خانہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ فیصلہ کے خلاف ہندو مسلمانوں نے متعدد درخواستیں کمیٹی میں روانہ کیں۔ جب ان پر کمیٹی نے توجہ نہ کی۔ تو ۰۰ ۶ ہندو مسلمانوں کے دستخطوں سے ایک عرضداشت شنکراچاریہ کی خدمت میں جن کو ہندو جگت گورو کہتے ہیں۔ ارسال کی گئی۔ اور ان سے استدعا کی گئی۔ کہ وہ اس معاملہ میں ضروری کارروائی کریں۔ سوامی شنکراچاریہ نے ڈیرہ دون کے ہندو مسلمانوں کو میونسپل کمیٹی کے فیصلہ کی مخالفت کرنے کا مشورہ دیا۔ جس کے بعد ایک جلسہ ہوا۔ جس میں ہندو مسلمانوں کی متفقہ رائے سے کمیٹی کے فیصلہ کے خلاف قرارداد پاس کی گئی۔ اس قضیہ سے عیاں ہے کہ ڈیرہ دون میں مسلمانوں نے ذبح خانہ کے قیام کی تجویز کی مخالفت میں حصہ لیا۔ یہ ذبح خانہ ذبیحہ گاؤ کے لئے ہے۔ مسلمانوں میں گاؤ کا ذبیحہ حلال ہے جس سے ان کو کوئی قانون یا طاقت محروم نہیں کر سکتی۔ لیکن خود مسلمان اس ذبح خانہ کی مخالفت کر کے اپنے ایک مذہبی حق کی تذلیل کر رہے ہیں اور وہ بھی ہندو مسلم اتحاد کی خاطر اور ترک موالات کے اثر سے۔ اس ڈیرہ دون کے واقعہ کا ذکر ہندوؤں یا سکھوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگنے کی خاطر نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ مقصود امر واقعہ کی وجہ سے اور یہ دکھانا مقصود ہے کہ ترک موالات نے عام مسلمانوں کو ان کے مذہبی احکام سے کہاں تک برگشتہ کر دیا ہے:

ترک موالات سے مسئلہ خلافت کو حل ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں نے ترک موالات کو اپنا قومی شعار بنایا تھا۔ ترک موالات سے سوراج بھی حاصل نہ ہوا اور نہ ابھی کے حصول سکیم کوئی آثار پائے جاتے ہیں۔ ہم جانتا

کا سب سے زبردست آلہ سول نافرمانی بھی ناکام رہا ہے جس کے اب دوبارہ تازہ کرنے کی تجویز ہے۔ ترک موالات سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ البتہ اتنا وہ اپنے مذہبی اشغال سے برگشتہ ہو رہے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہ اسے ترک کر دیں۔ اور تعلیم یافتہ مسلمانوں کو چاہئیے۔ کہ وہ عام مسلمانوں کو جو ترک موالات کی تحریک کا شکار ہو چکے ہیں۔ اس سے گریز کرنے پر آمادہ کرنے کے لئے کوشش کریں۔ اس بارہ میں احمدی جماعت کا رویہ قابل تعریف رہا ہے جس سے مسلمانوں کو بہت کچھ فائدہ ہوا اور ہوگا۔

پیغام صلح اپنے معزز مضمون نگار کی آراء کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے ہم اس قدر کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ ہمارے نزدیک ترک موالات اگرچہ مسلمانوں کے لئے کامیابی کی صحیح راہ نہیں۔ اور ہندو مسلم اتحاد کے نمایشی استحکام کے لئے بعض مسلمانوں کی طرف سے اگرچہ بہت سی نا واجب حرکات ظہور میں آئی ہیں۔ لیکن یہ کہنا بھی صحیح نہیں۔ کہ حقیقی اتحاد صرف اسی طرح ہو سکتا ہے کہ "یا تو ہندو اسلام لا کر مومن بن جائیں۔ اور یا مسلمان مرتد ہو کر مشرک و کافر بن جائیں"۔ ہمارے نزدیک ہندو و مسلمانوں کے اختلاف کی بڑی وجہ آپس میں رواداری کا نہ ہونا ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہندو و مسلمانوں کا قومی امتیاز مذہب ہی کی بنا پر ہے۔ لیکن اسلام کا جہاں تک تعلق ہے۔ وہ دوسری قوموں کے ساتھ رواداری اور مروت کا برتاؤ کرنے سے نہیں روکتا۔ بلکہ تمام قوموں کے انبیاء پر ایمان لانے کا حکم دے کر اسی رواداری کو عملی طور پر سکھایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے ہندوؤں کو اپنے آخری ایام زندگی میں صلح کا پیغام دیتے ہوئے یہ کہا کہ ہم ہندوؤں کے مقدس انبیاء کی دل سے عزت کرتے اور ان پر ایمان لاتے ہیں۔ ہندو بھی ہمارے مقدس نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا نبی تسلیم کر لیں۔ اور عزت کے ساتھ آپ کو یاد کریں۔ تو اتحاد ہو جائے گا۔ ایسا ہی اسلام نے ایک قوم کے مذہبی جذبات کی خاطر ایک حلال چیز جو فرائض میں سے نہیں چھوڑنے سے منع نہیں کیا۔ اور حضرت مسیح موعود نے اسی "پیغام صلح" میں اسکو بھی ہندوؤں کی خاطر چھوڑنا چاہا۔ یہی ہمارے خیال میں اتحاد کی حقیقی راہ ہے۔ اور اگر ہندو قوم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو تسلیم کرے۔ جیسے مہاتما گاندھی نے باوجود ہندو ہونے کے کیا ہے۔ اور مسلمانوں کو ہندوستان کا جزو لاینفک [illegible] وہ تمام حقوق دینا منظور کرے جو ان کا واجبی حق ہے۔ تو اتحاد یقینی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ابھی تک ایک کثیر تعداد ہندوؤں میں ایسی ہے۔ جو ناعاقبت اندیشی سے اپنے سوا سب قوموں کو نہیں دیکھ سکتے۔ اور اس طرح سے سارے ملک کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ مختصر یہ کہ یہاں اسلام میں جائز نہیں جو ہیں ایسی نمایشی باتوں کا چنداں اثر بھی نہیں۔ جب تک کہ تبلیغ کی روح تمام قوم میں پیدا نہ ہو۔ اور اس کے صحیح ذرائع کو استعمال نہ کیا جائے۔ باقی سلسلہ میں [illegible] اسلام کے خلاف نہ ہو [illegible] قابل نہیں۔

امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام

اور

خطبہ شقشقیہ

(مولینا مولوی نذر علی پشاوری کے قلم سے)

اما واللہ لقد تقمصہا فلان وانہ لیعلم ان محلی منہا الخ (صفحہ ۳۴ نہج البلاغہ جلد ۱)

مجھ کو اپنے بعض احباب کی طرف سے تحریک کی گئی ہے۔ کہ میں اس خطبہ کے متعلق کچھ لکھوں۔ کیونکہ حضرات شیعہ اس خطبہ کو اپنی تائید میں اکثر پیش کرتے رہتے ہیں۔ اس خطبہ سے شیعہ متکلمین کا وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں علی مرتضیٰ علیہ السلام نے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ خلافت میرا حق تھا۔ اور میں اس کا سزاوار تھا۔ جو ابوبکرؓ عمرؓ و عثمانؓ نے غصب کر لی۔ اور اس میں وہ اس شوریٰ سے بھی شاکی ہیں جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا۔ اور جب کہ صورت واقعہ یہ ہو تو شیعہ عقیدہ خیال سے۔ الحق مع العلی والعلی مع الحق صحیح بات یہ ہوگی کہ اصحاب ثلاثہ مع مبایعین خود کے ظالم۔ غاصب فاسق وغیرہ قرار پاویں۔ وقس علی ھذا۔ میں چند نمبرات میں اس پر کچھ عرض کرتا ہوں۔

سب سے اول سوال یہ ہے کہ علی مرتضیٰؓ نے یہ خطبہ کب بیان فرمایا۔ پس خطبہ کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ یہ شکایت اس وقت علی مرتضیٰؓ نے بیان کی۔ جبکہ ابوبکرؓ اور عمرؓ فوت ہو چکے تھے۔ اور حضرت عثمانؓ پر شوریٰ کے فتویٰ کے مطابق خلافت منعقد ہو چکی تھی۔ پس تعجب ہے کہ یہی امر خلافت اول میں کیوں حضرت علیؓ نے ظاہر نہ کیا۔ جبکہ وہ مع صحابہؓ میں طلب کرنے پر دربار صدیقی میں حاضر ہوئے تھے۔ کیا اس وقت اس کے اظہار کا موقعہ اور محل نہ تھا۔ تھا اور ضرور تھا۔ جبکہ خود ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ اولیٰ میں یہ صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا۔

ایہا الناس قد ولیت امرکم ولست بخیرکم انا متبع ولست لمبتدع فان احسنت فاعینونی وان زغت فقومونی۔ (ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۲۹) میں علی مرتضیٰ پر لازم اور ضروری تھا کہ اس پر حجت تمام کرتے۔ کہ اے ابوبکرؓ ۲ ماہ کا واقعہ ہے۔ غدیر خم پر ستر ہزار کے مجمع میں میری خلافت اور دستار بندی کی رسم ادا ہوئی تھی آپ نے اور عمرؓ نے اور تمام صحابہؓ نے میری جانشینی رسول پر بیعت کی۔ اب خلافت تم اپنے لئے تجویز کرتے ہو۔ خلاف حکم خدا و رسول اس سے بڑھ کر گمراہی اور کیا ہو سکتی ہے۔ اور اس سے زیادہ بدعت اور کونسی ہے۔ ابوبکرؓ نے خود کہہ دیا

تازہ خبریں

ترکی وزیر خارجیہ کا اعلان - لندن ۳۰ - جولائی نہایت معتبر اور مصدقہ ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ برطانیہ کلاں اور فرانس نے متفقہ فیصلہ کر لیا ہے کہ قسطنطنیہ کی غیر جانبداری کو برقرار رکھنے کی غرض سے انتہائی وسائل عمل میں لائینگے۔ ڈراؤننگ سٹریٹ میں خیال کیا جاتا ہے۔ کہ شہر قسطنطنیہ کے خلاف یونانی فوجی مظاہرہ قرین قیاس نہیں۔ ایم پانکیر لندن میں آنے والے ہیں اور اس وقت ترکی یونانی مخاصمت کے مسئلہ پر مسٹر لائڈ جارج اور ایم پانکیر گفتگو کریں گے۔ یہ معلوم ہوا ہے۔ کہ سیکنڈ سٹیکس رجمنٹ کا مالٹا سے قسطنطنیہ میں بھیجا جانا عام ردو بدل کا نتیجہ ہے اس سے قسطنطنیہ کی قابض افواج کو تقویت دینا مقصود نہیں ✦

تھریس میں یونانی افواج قسطنطنیہ یکم اگست وزیر خارجہ نے اتحادی ہائی کمشنروں کو ایک یادداشت پیش کی ہے جس سے ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ تھریس میں یونانی نقل و حرکت کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ قسطنطنیہ کی غیر جانبداری برقرار رکھنے کے لئے ہر ممکن کارروائی کیجائے گی۔ آپنے اندازہ لگایا ہے کہ تھریس میں ۳۰ ہزار یونانی افواج داخل ہو چکی ہیں ✦

وزیر داخلہ نے اعلان کیا ہے۔ کہ انہیں اتحادیوں کی جانب سے پورا اطمینان دلایا گیا ہے۔ کہ مقبوضہ علاقہ میں مکمل غیر جانبداری برقرار رکھی جائے گی ✦

اتحادی نمایندوں کا جواب استھنز یکم اگست برطانوی۔ فرانسیسی اور اطالوی نمائندوں نے وزیر خارجہ ایم بالٹازز کو جواب دیا ہے جس میں یونانیوں کی اس درخواست کو کہ قسطنطنیہ تک مفت سفر کی اجازت دی جائے۔ نامنظور کیا گیا ہے۔ مزید براں اس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اتحادی افواج مقیم قسطنطنیہ کے کمانڈر انچیف کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ ہر ایک یونانی پیش قدمی کا مقابلہ کرے ✦

یونانی وزیر خارجہ کی اطمینان دہی لندن ۳۱ - جولائی۔ دارالعوام میں سوالات کا جواب دیتے ہوئے مسٹر لائڈ جارج نے کہا۔ کہ اس دن جبکہ یونانیوں نے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کی درخواست کرتے ہوئے ایک یادداشت پیش کی تھی لندن کی ہدایات کے مطابق استھنز کے برطانوی نمایندوں نے یونانی حکومت کو متنبہ کر دیا تھا۔ کہ ایسی کارروائی کا نہایت اہم انجام ہوگا۔ یونانی وزیر خارجہ نے جواب میں پورا اطمینان دلایا۔ کہ کسی قسم کا خوف و اندیشہ نہیں ہونا چاہیئے جب تک اتحادیوں کی اجازت حاصل نہ ہو۔ یونانی افواج غیر جانبدار علاقہ میں پاؤں نہیں رکھ سکتی۔ یونانی حکومت نے یہ کارروائی محض اس لئے کی ہے۔ کہ مشرق قریب کا مسئلہ جلد حل ہو سکے ✦

برطانوی بحری جنگی بیڑے قسطنطنیہ کو مالٹا ۳۱ - جولائی۔ ایرل بیٹی مع سرجناب لارڈ سوم لاسٹ گورنر دو جنگی جہاز کے ساتھ مالٹا پہنچ آئے ہیں وہاں سے گولہ بارود اور سامان لے کر قسطنطنیہ کو روانہ ہو جائیں گے جس کے بعد امیر البحر بروک کا بحیرۂ روم کا جنگی بیڑہ طاقت کو مکمل کرنے کی غرض سے وہاں پہنچ جائیگا ✦

جنرل ٹاؤنشنڈ کی مراجعت قسطنطنیہ ۲۴ - جولائی۔ انگورہ سے لندن روانہ ہونے سے پیشتر جنرل ٹاؤنشنڈ نے مجلس ملیہ عالیہ کا از حد شکریہ ادا کیا۔ کہ اس نے ان کا نہایت پرجوش خیر مقدم کیا تھا آپنے فرمایا کہ میں ٹرکی کو مضبوط اور طاقتور ہونے کی حالت میں دیکھ چکا ہوں۔ اور میرا سفر کا مقصد تھا۔ کہ میں دوبارہ امن و امان قائم کرنے کے لئے ذاتی طور پر کام کروں۔ میری سیاحت کامیاب ہوئی ہے۔ اور یقین دلایا کہ اگر یونانی فوراً ایشیائے کوچک کو خالی کر دیں۔ اور وہ ٹرکی کو واپس کر دیا جائے۔ تو ممکن ہے۔ کہ بہت جلد صلح ہو جائے ✦

سیاسیات ایران الہ آباد یکم اگست۔ پانیر کا ایک تار جو ۲۱ جولائی کو طہران سے روانہ کیا گیا تھا مظہر ہے کہ مجلس ایران نے پانچ سال کے لئے محکمہ مال میں ایک امریکن ڈائرکٹر جنرل کے تقرر کو منظور کر لیا ہے۔ اس کی سالانہ تنخواہ ۱۵ ہزار ڈالر ہوگی۔ فریقین کو اختیار ہوگا۔ کہ اگر وہ چاہیں۔ تو تین سال کے بعد اس معاہدے کو منسوخ کر دیں۔

وہ تمام ایرانی مالی معاملات کے لئے ذمہ دار ہوگا۔ وہ وزیر مال کی ماتحتی میں کام کرے گا۔ اور بالواسطہ اس کے روبرو جوابدہ ہوگا۔ وہ ملک میں اصلاح کرنے کی غرض سے بجٹ اور بلوں کے مسودے تیار کریں گے ✦

حکومت ایران نے وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ اس کے ساتھ مال اور مراعات کے متعلق تمام مسائل میں مشورت کریگی۔ اور اس وقت تک کسی مالی کاروبار میں پیش نہ پڑے گی۔ جب تک کہ اس کی اور وزیر مال کی دستخطی تحریر موجود نہ ہو۔ تمام لین دین اور حکومت کے لئے جو روپیہ نکالا جائے۔ اس کے لئے وزیر مال کے دستخط ضروری ہوں ✦

پولیس کی اعلیٰ آسامیوں پر ہندوستانیوں کا تقرر پونا ۳۱ - جولائی بمبئی مجلس آئین کا آج آخری اجلاس ہوا۔ اور ۱۲ ستمبر تک ملتوی کیا گیا ہے۔ آج کی کارروائی میں بمبئی میونسپل بل و بعض غیر سرکاری امور کے متعلق قراردادیں پاس کی گئیں۔ ایک تحریک جسے ترمیم کے ساتھ منظور کیا گیا۔ یہ تھی۔ کہ بمبئی کی سٹی پولیس کی اعلیٰ اسامیوں پر ہندوستانیوں کی کثیر تعداد ہونی چاہیئے۔ ایک دوسری قرارداد میں دیہات میں وسائل آلات کاشت و زراعت کے کم ہونے اور ارزاں نرخ پر ان کے مہیا کرنے کے متعلق غور کیا گیا۔ ایک ممبر نے تجویز کیا کہ فصل کی ضمانت پر امپیریل بنک اپنی شاخوں کی معرفت قرضہ دے کر اس دقت کو آسان کر سکتا ہے لیکن متعدد ممبروں نے خیال ظاہر کیا۔ کہ موجودہ صورت میں کم شرح سود پر قرضہ حاصل کرنا ناممکن ہے۔ آخر یہ قرارداد واپس لی گئی ✦

رائل ملٹری کالج کے امیدوار لاہور یکم اگست۔ گورنر نے دو غیر سرکاری معاونوں ملک فیروز خاں ممبر کونسل و سردار فتح سنگھ فرید کوٹ کونسل کی امداد سے تین امیدواروں کا معائنہ کیا۔ جو رائل ملٹری کالج [illegible] میں داخلہ کے لئے سفارش کا مطالبہ کرتے تھے ✦

[illegible] پرنٹنگ پریس رام گلی لاہور میں باہتمام لالہ ... مینیجر پرنٹر چھپکر ناشر فقیر اللہ پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا ✦

اس حقیقت پر بھی ایمان ہے۔ کہ ہماری بہت سی استعدادیں دوسری زندگی میں ہی بارآور ہوں گی۔ تو اس کے لئے کیا ہمیں ایک ایسے پیغام کی ضرورت نہیں جو ہمیں ایسی لہلہاتی فصل کاٹنے کے قابل بنا سکے۔ میں نے بہت سے ایسے پیغام پڑھے ہیں۔ جو روحوں کے توسط سے حاصل کئے گئے تھے۔ لیکن ان میں سے شاذونادر ہی کوئی ایسا ہوتا ہے جس سے کوئی سبق حاصل ہو سکے۔ بہت سے محض تماشے کی غرض کے لئے ہوتے ہیں۔ ان میں میں نے روحانی معمولوں کو بہت سے لوگوں کو پیغام دیتے سنا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ حاضرین میں سے کسی ایک پر کسی روح کو منڈلاتے دیکھتا ہو۔ بعض اوقات وہ اس روح کی شکل و شباہت رنگ اور لباس کے متعلق بھی بتا دیتا ہے۔ لیکن جو پیغام ملتا ہے اس نے کبھی میرے علم میں اضافہ نہیں کیا۔ اگر اپنے مطالعہ کے لئے ہم عمدہ تصانیف کو منتخب کر لیں۔ تو ہم راستی پر ہیں۔ کیونکہ چند روزہ زندگی کو فضول کتابوں کے مطالعہ میں ضائع کر دینا کیا ہمارے لئے یہ بہتر نہ ہوگا۔ کہ ان روحانی پیغامات کو چھوڑ کر اپنا تعلق خداوند تعالیٰ سے بڑھائیں۔ اس سے نہ صرف ہمارے علم میں مفید اضافہ ہوگا۔ بلکہ اس سے روح کی صفائی اور زندگی میں پاکیزگی پیدا ہوگی۔ ان مجالس سے کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ جہاں بازاری گیت گائے جاتے ہیں۔ اور روحوں کے پیغام سنے جاتے ہیں۔

آگے چل کر حضرت خواجہ صاحب نے اپنی بعض خوابوں کا تذکرہ کر کے بتایا ہے۔ کہ روحوں سے استمداد و استعانت کے بجائے اگر براہ راست اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جائے۔ تو وہ خواب کشف یا الہام کے ذریعہ سے ہماری تکالیف کے انسداد کی راہ بتا دیتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

آخر میں پھر ان خوابوں کی طرف رجوع کرتا ہوں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اس بات کو نہیں بھولنا چاہئے۔ کہ ایسی خوابیں ہی خداوند تعالیٰ سے پیغام حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہیں۔ مختصر طور پر یہاں بیان کر دیتا ہوں۔ کہ ایک دفعہ میں ایک مرض میں مبتلا ہو گیا۔ جو دماغی محنت کا نتیجہ تھا۔ ڈاکٹر اس مرض کی تشخیص نہ کر سکے اسلئے علاج بے سود ثابت ہوا۔ خواب کے ذریعہ جو پیغام دیا گیا۔ اس نے نہ صرف بیماری کا علاج ہی بتا دیا بلکہ نہایت واضح طور سے بیماری کی وجہ بھی ظاہر کر دی۔ اس علاج سے صحت ہو سکتی تھی۔ لیکن مرض کی وجہ ابھی بدستور تھی۔ دوائی نے فائدہ تو کیا۔ لیکن مرض نے ایک نئی شکل اختیار کر لی۔ ایک ڈاکٹر کی طرح جو مرض کے مطابق نسخہ تبدیل کرتا ہے۔ روحانی پیغام بھی اسی طرح وقتاً فوقتاً نئی دوائیاں ظاہر کرتا رہا۔ پہلے تو میرے ہی ذریعے پیغام نازل ہوا دوسری دفعہ ایک سفید ریش درویش کے توسط سے ظاہر ہوا۔ اسکے بعد دو ڈاکٹروں کے ذریعہ جو میرے دوست تھے۔ اور آخر میں ایک انگریز بچے کی شکل میں۔ دماغی کام کی زیادتی اکثر اوقات نا امیدی کی حالت تک پہنچا دیا کرتا تھا۔ اور یہ پیغام میری صحت کیلئے [illegible]

شذرات

حضرت عیسیٰ کی عمر اور حضرت مسیح موعود

معاصر اہلسنت والجماعت نے اپنی یکم اگست کی اشاعت میں حضرت مسیح موعود کی کتاب تذکرۃ الشہادتین کے حوالہ سے ایک عبارت نقل کی ہے جس میں آپ نے لکھا ہے کہ :-

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وآویناھما الیٰ ربوۃ ذات قرار ومعین یعنے اس مصیبت کے بعد جو صلیب کی مصیبت تھی۔ ہم نے مسیح اور اس کی ماں کو ایسے ملک میں پہنچا دیا۔ جس کی زمین بہت اونچی تھی اور صاف پانی تھا۔ اور بڑے آرام کی جگہ تھی۔ اور احادیث میں آیا ہے کہ اس واقعہ کے بعد عیسیٰ بن مریم نے ایک سو بیس برس عمر پائی۔ اور پھر فوت ہو کر اپنے خدا کو جا ملا۔"

اس عبارت میں "اس واقعہ کے بعد" کے الفاظ سے معاصر "اہلسنت" نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ گویا حضرت مسیح موعود نے حضرت مسیح کی واقعہ صلیب کے بعد کی عمر کو ایک سو بیس برس بتایا ہے۔ اور واقعہ صلیب چونکہ ۳۳ برس کی عمر میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ اس لئے حضرت مسیح کی کل عمر ۱۵۳ برس ہوئی۔ جو کسی حدیث میں نہیں۔

اس کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود کی ایک دوسری کتاب ست بچن صفحہ ۱۶۴ حاشیہ ب کی یہ عبارت نقل کی ہے :-

"اور حدیث صحیح سے جو طبرانی میں ہے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس واقعہ کے بعد ستاسی برس زندہ رہے۔"

تو گویا یہاں حضرت مسیح موعود نے حضرت عیسیٰ کی واقعہ صلیب کے بعد کی عمر ۸۷ سال مانی ہے۔ اور اس حساب سے کل عمر ۱۲۰ برس ہوئی۔ ان ہر دو عبارات پر معاصر اہلسنت کا یہ اعتراض ہے کہ

"ان ہر دو تحریروں میں اختلاف کثیر ہے۔ قال تعالیٰ لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ حدیث کی کسی معتبر کتاب میں مرفوعاً یا موقوفاً کسی طریق سے ایسی حدیثیں نہیں ہیں۔ جن میں آیا ہے۔ کہ صلیبی واقعہ کے بعد عیسیٰ بن مریم نے ایک سو بیس برس عمر پائی۔ اور پھر فوت ہو کر اپنے خدا کو جا ملا۔"

ولایتی ڈاک

قیصر جرمنی کا مذہب

نیویارک ٹائمز کے ایک نامہ نگار نے حال ہی میں قیصر جرمنی سے ملاقات کی ہے جس کی کیفیت بیان کرتے ہوئے وہ رقمطراز ہے کہ قیصر نے اس سے کہا کہ جرمنی میں جمہوریت زیادہ دیر تک نہیں رہے گی۔ اور بادشاہت پھر قائم ہوگی۔ کیسے اور کب یہ ہوگا۔ مجھے معلوم نہیں لیکن میں جرمنی کے تخت پر واپس نہیں جاؤں گا۔ یہ بھی کہا کہ میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں چاہتا۔ کہ اپنے آپ کو چھپائے رکھوں۔" قیصر کو یقین ہے کہ جرمنی صنعتی۔ اقتصادی اور ملکی طور پر پھر ترقی کرے گا۔ اور اس کا مستقبل پھر اسی قدر بلند ہوگا۔ جس قدر اس کا ماضی تھا۔"

نامہ نگار مذکور لکھتا ہے کہ "قیصر کا رجحان آجکل رومن کیتھولک مذہب کی طرف زیادہ ہے۔ اس مذہب کی تصوف کی باتوں نے اس کے دل پر گہرا اثر ڈالا ہے وہ علاقہ رائین کے رومن کیتھولک بشپوں سے مذہب کے متعلق متواتر سنتا رہتا ہے۔ اس کی گفتگو عموماً مذہبی سوالات پر مشتمل ہوتی ہے۔ جو زیادہ تر اس کے حاشیہ نشینوں کے لئے موجب نفرت ہے۔"

خدا کی شان ایک وقت تھا۔ جب اسی قیصر کو اپنی مادی طاقتوں پر اس قدر فخر و ناز تھا۔ کہ ان کے بل بوتے پر وہ دنیا کو کھا جانے کے لئے تیار تھا۔ لیکن آخر خدا نے اسے دکھایا کہ نرا مادیت پر انحصار کس قدر موجب خسران ہے۔ جس سے اس کی طبیعت نے یہ دوسرا پلٹا کھایا۔ اور روحانیت کی طرف متوجہ ہوئی ہے۔ بلکہ یوں کہیئے کہ رومن کیتھولک مذہب کی رہبانیت کا سایہ تلاش کیا ہے۔ جو وہ بھی اسفل سافلین کی راہ ہے۔ کاش اسلام کا پیغام قیصر تک پہنچانے کی کوشش کی جائے جو نہ تو مادی ذرائع کی طرف یہاں تک متوجہ کرتا ہے۔ کہ روحانیت اس میں نام کو بھی نہ ہو۔ جیسے قیصر کی پہلی حالت تھی۔ اور تمام یورپ کا یہی حال ہے۔ اور نہ ہی روحانیت کو اختیار کرکے تمام قوائے انسانی کو ترک کر دینے کی تعلیم دیتا ہے۔ جیسا کہ قیصر کا موجودہ طبعی رجحان ہے۔ اور تمام عیسائی دنیا کی ابتدائی حالت ایسی ہی تھی۔ اسلام نے انسان کو ترقی حاصل کرنے کے لئے روحانیت اور مادی ذرائع ہر دو کے استعمال کی تعلیم دی ہے۔ اور یہی کامیابی کی صحیح راہ ہے۔ یورپ اگر آج اسے نہیں سمجھتا۔ تو کل اسے سمجھنا ہوگا۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ قیصر جرمنی کی طرح جن جن یورپین اقوام کو اپنی مادی طاقتوں پر ناز ہے۔ عنقریب ان کی یہ طاقتیں سلب ہو کر روحانیت ہی کا انہیں اپنا ملجا و ماوی بنانا پڑے گا۔

عیسائیت اور اسلام

لندن کا ایک ہفتہ وار اخبار عیسائیت کے حالات و اخرات پر ایک مؤرخانہ نظر ڈالتے ہوئے رقمطراز ہے کہ عیسائیت ایک ملکی طاقت کی حیثیت میں پیدا ہوئی۔ اور ان لوگوں کے اندر اس نے جنم لیا جن کی شائستگی اور باضابطہ سلطنت کی ملکی روایات ابھی زندہ تھیں۔ جو فلسفہ علم و ہنر لٹریچر اور قانون دانی میں طاق تھے۔ دوسری طرف اسلام کا مذہب ہم دیکھتے ہیں ایک بالکل ناشائستہ قوم میں پیدا ہوا۔ اور اس کے ابتدائی لیڈروں نے دنیائے قدیم کے علوم کی تحصیل میں اس قدر آمادگی اور سرعت دکھائی کہ چند ہی صدیوں میں ایک نہایت شاندار اور بارآور تہذیب اس سے نشوونما حاصل کرنے لگی۔ یہی وہ تہذیب تھی۔ جس نے یورپ کو یہ جرأت دلائی کہ وہ کلیسائے مسیحت کی برباد کن حکومت سے اپنے آپ کو آزاد کرے۔ عیسائیت میں اس کے بالمقابل دنیائے قدیم کے علوم و سائنس کے خلاف ایک خطرناک مخالفت پائی جاتی ہے۔ اس کی تہذیب کو ہم اتنا ہی زیادہ انحطاط کی طرف جاتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ جس قدر کلیسا کے اندر طاقت و عروج پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ نہیں کہ کلیسا نے اس انحطاط کو روکنا چاہا۔ اور اس کے خلاف جد و جہد کی ہو۔ بلکہ یہ وہ نتیجہ ہے جس کا وہ دل سے متمنی تھا۔"

آگے چل کر لکھا ہے کہ "تہذیب جدید کا آغاز کسی ایسی چیز سے نہیں ہوا۔ جو کلیسا کے اثر سے پیدا ہوئی ہو۔ بلکہ اس کے اصل اسباب صلیبی لڑائیوں۔ اسلامی شائستگی اور بازنطین کلیسا کے جو صیسوی علوم وحشیہ اور تاریکی کا گھر تھا۔ زوال کے اندر نظر آتے ہیں۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب سے ان حق پرستوں کا فقدان ابھی نہیں ہوا۔ جو علوم اور واقعات کی روشنی میں اسلام اور عیسائیت کا جب مقابلہ کرتے ہیں۔ تو صداقت کے اعتراف میں ان کا آبائی مذہب موجب روک نہیں ہوتا۔ ضرورت ہے کہ ایسے لوگوں میں علوم حقہ کو کثرت کے ساتھ پھیلایا جائے۔ اور اس کے لئے جو قدم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے اٹھایا ہے۔ مسلمان اس میں کھلے دل سے امداد دیں۔

اسلام کا اثر ملایا میں

لنڈن ٹائمز میں ایک شخص نے اہل ملایا کا تذکرہ کرتے ہوئے ایسا لکھا ہے:۔

اہل ملایا کے دل کو جس میں اسلامی شریعت کی پابندی قدیم روایات کے اثر کو زائل نہیں کر سکی۔ برطانوی محققین نے خوب احتیاط کے ساتھ مطالعہ کیا ہے۔ . . . .

اس فقرہ کے خط کشیدہ الفاظ ہمارے سینگاپور کے جدید انگریزی ہمعصر "مسلم" کی خاص عذب توجہ کا موجب ہوئے ہیں اور اس نے اس کے جواب میں ایک انگریز مصنف مسٹر آرسینے ولکنسن کی کتاب سے حسب ذیل اقتباس کیا ہے:-

"بعض خاص پہلوؤں میں اسلام نے جو اثر ملایا میں ایک شاندار کام سرانجام دیا ہے۔ جاوا میں اس نے ...... بیواؤں کا ستی ہونا موقوف کرادیا۔ ذات پات کی تفریق کو اس نے مٹایا۔ اور ہندوؤں کے تاریک تشکی دہ مذہب کے بجائے ایک دل خوشکن مذہب لوگوں کو دیا۔ اس نے [illegible] اہل ملایا کو دیا۔ جواب ان کے پاس ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے انہیں اس بہت بڑی دنیا کا کچھ تھوڑا بہت علم حاصل ہوا"

ایک دوسرے موقعہ پر مصنف مذکور رقمطراز ہے:-

"اسلام ایمان سے بڑھکر ایک چیز ہے۔ یہ ایک عظیم الشان مذہبی برادری ہے جس میں شامل ہونے کا ہر ایک ملائی کو فخر ہے"

ہمعصر مسلم کا بیان ہے کہ مسٹر ولکنسن اگرچہ "اسلام کا حامی اور دوست نہیں" لیکن "ملایا پر اسلام کے اثر کا انہوں نے خود ملایا میں رہ کر مطالعہ کیا ہے" اس لئے یہ کہنا بے جا نہیں کہ مسٹر ولکنسن کی رائے ان تمام نام نہاد برطانوی محققین کے بالمقابل جن کی طرف نامہ نگار ٹائمز نے اشارہ کیا ہے زیادہ وزنی اور قیمتی ہے۔

ضرورت

موضع احمد پور چک [illegible] متصل بہا سے سٹیشن اوکاڑہ ضلع منٹگمری میں پرائمری سکول مردانہ و زنانہ کے واسطے ایک ایسے دیندار مسلمان معلم کی ضرورت ہے جس کے ساتھ اس کی بیوی یا لڑکی یا دیگر رشتہ دار عورت خواندہ ہو۔ مرد کم از کم ورنیکلر مڈل پاس ہو۔ اور تعلیم کا تجربہ رکھتا ہو۔ ٹرینڈ کو ترجیح دی جائے گی۔ تنخواہ کا گریڈ [illegible] روپیہ ماہوار سے [illegible] تک ہے۔ ایک روپیہ سالانہ ترقی۔

معلمہ اردو نوشت خواند، دینیات اور سینے پرونے کے کام سے واقف ہو۔ تنخواہ کا گریڈ بیس روپے سے پچیس روپے تک ہے۔ ایک روپیہ سالانہ ترقی۔

درخواستیں بنام سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور بمعہ نقول اسناد جلد آنی چاہئیں۔

[illegible] سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

فتاویٰ

مردہ مچھلی کے متعلق استفتا

مکرم و معظم جناب مولانا صاحب زاد قدرہ۔ بعد ہدیہ سلام مسنون الاسلام کے التماس ہے کہ سوال مندرجہ ذیل کا جواب باصواب قرآن مجید فرقان حمید سے آپ تحریر فرما دیجئے۔ سوال یہ ہے کہ مردہ مچھلی حرام ہے یا حلال۔ قرآن مجید میں مرقوم ہے کہ حرمت علیکم المیتۃ والدم و لحم الخنزیر الخ۔ اور حدیث شریف میں ہے احلت لنا المیتتان الخ۔ اور حدیث شریف میں یہ بھی مذکور ہے کہ کلامی لا ینسخ کلام اللہ و کلام اللہ ینسخ کلامی۔ علاوہ اس کے حرمت مردار کے بارے میں چار مقام پر قرآن مجید میں مذکور ہے۔ مگر مچھلی کو کہیں مستثنےٰ نہیں کیا۔ والسلام۔

(محمد علی از کلکتہ)

جواب از مولانا مولوی احمد صاحب

یٰاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو طیبات کے کھانے کی عام اجازت دی ہے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے خبائث کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ خبیث اور طیب کا امتیاز افراد انسان کی طبیعت پر چھوڑ دیا ہے۔ اگرچہ بعض کو بیان بھی کیا ہے تاہم وہ بیان سب ماکولات کو شامل نہیں ہو سکتا کیونکہ بہت سی چیزوں کی تفصیل اس میں نہیں ہے۔ پس ظاہر ہے کہ مری ہوئی مچھلی کو ہر طبقہ کا انسان طیب سمجھتا ہے۔ اور کھاتا ہے۔ اس لئے وہ آیت مذکورۃ الصدر کے ماتحت حلال ہے۔ اور آیہ حرمت علیکم المیتۃ سے مستثنےٰ ہے۔ اور اس کے ماتحت وہ میتہ آتے ہیں جو خبیث ہے اور طبیعت سلیمہ اس سے نفرت کرتی ہے۔ کیونکہ اس میں اجمال خبائث کی تفصیل ہے۔ اور مچھلی غیر مذبوح چونکہ خبیث میں داخل نہیں ہے اس لئے وہ حرمت علیکم المیتۃ کے ماتحت بھی نہیں آسکتی پس حدیث میں جو آیا ہے۔ احلت لنا میتتان اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ طیب ہے۔ اور آیہ مذکورۃ الصدر میں شامل ہو کر یہ حرمت علیکم المیتۃ سے مستثنےٰ ہے۔ دوسرا [illegible]

دلچسپ معلومات

ایک جدید اختراع

پچھلے زمانہ میں اس قسم کے اکتشافات غیبی کے لئے متعدد آلات ایجاد کئے گئے لیکن تجربہ نے ثابت کر دیا۔ کہ یہ آلات صرف لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے بنائے گئے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں دو جرمن مخترعین نے دو آلات ایجاد کئے ہیں اور ہر ایک کا خیال ہے کہ اس سے غرض مقصود پوری طرح حاصل ہو سکتی ہے پہلی اختراع ایک جرمن انجینئر کی ہے۔ جس کا نام چیرونکا ہے۔ آلہ میں ایک برتن ہوتا ہے جس میں الکحول کی قسم کا ایک مادہ سائلہ بھرا رہتا ہے اور اس میں ایک سوئی ڈوبی رہتی ہے۔ جو نہایت درجہ حساس ہوتی ہے۔ زیر زمین جو معدنی مواد موجود ہیں۔ ان کے ابخروں سے یہ سوئی متاثر ہوتی رہتی ہے۔ اور جس قدر اس کا تاثر زیادہ ہوتا ہے اسی قدر مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ سوئی کی حرکت کو بغور دیکھنے سے پوشیدہ معادن کا (اس کے خیال میں) پتہ لگ جاتا ہے۔

دوسری اختراع کا ذکر رسالہ "سائنٹیفک امریکن" نے کیا ہے اگرچہ ہمیں اس آلہ کی صحت کا بھی پورا یقین نہیں ہے۔ مگر چونکہ رسالہ مذکور ایک معتبر پرچہ ہے۔ اس لئے ہم اس آلہ کا ذکر ذرا تفصیل سے کرتے ہیں۔

ایک سال ہوا کہ مسٹر ہولز نے جو نیویارک کا رہنے والا ہے۔ یہ خبر شائع کی۔ کہ ایک جرمن مخترع نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے۔ جو عصائے موسیٰ کا بالکل قائم مقام ہے۔ اور تحت الارض کی چیزوں کا پتہ دیتا ہے۔ مسٹر ہولز ایک مشہور شخص ہے۔ اور وہ ایک مخصوص کارخانہ کا مالک ہے۔ جس میں وہ دقیق آلات بنائے جاتے ہیں۔ جن سے علما اپنے نازک علمی تجربوں میں کام لیتے ہیں مسٹر مذکور بذات خود جرمنی گیا۔ اور مخترع سے ملاقات کر کے اس کے آلہ کا متعدد مرتبہ تجربہ کیا۔ ایک دفعہ بھی غلطی واقع نہیں ہوئی۔ اس آلہ کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ ہر ایک معدنی شے سے خاص قسم کی شعاعیں اور ابخرے اٹھتے رہتے ہیں۔ اور ان سے ہوا میں ایک غیر محسوس تموج پیدا ہوتا رہتا ہے۔ ہر ایک معدن کے ثقل نوعی میں جو فرق ہوتا ہے اسی نسبت سے ان کی شعاعوں اور ابخروں میں فرق پڑ جاتا ہے۔ اس اختلاف تموج کا مخترع نے نہایت نازک مطالعہ کیا ہے اور ان سب کو منضبط کر لیا ہے۔ یہ آلہ انہی تموجات سے متاثر ہوتا ہے جن کے معلوم کرنے کی ضرورت ہو۔ اگر ہمیں معلوم کرنا ہے کہ اس زمین میں لوہا ہے یا نہیں تو لوہے کے جو تموجات ہو جاتے ہیں۔ آلہ ان کے مطابق کر کے رکھ دیا جاتا ہے۔ اب اگر اس زمین میں لوہا ہے۔ تو وہی خاص حدیدی تموجات پیدا ہوں گے۔ اور آلہ ان سے متاثر ہو کر پتہ بتا دے گا۔

تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ معدنی تموجات اور شعاعیں سخت ترین مواد میں بھی نفوذ کر کے سطح زمین تک پہنچ جاتی ہیں۔ اس لئے یہ بالکل رانٹجن کی شعاعوں سے مشابہ ہیں۔ جو ہر ایک سخت چیز میں نفوذ کرتی ہیں۔

مسٹر ہولز نے صرف اس آلہ کی خبر ہی شائع نہیں کی بلکہ اس کے مخترع فلیپ شروڈلی کو امریکہ میں بلایا۔ جہاں وہ مشہور مہندسین کے سامنے اپنے تجربات پیش کر رہا ہے۔ اس وقت تک اس نے جس قدر تجربے کئے ہیں ان میں فیصدی پوری کامیابی ہوئی ہے۔ یہ آلہ مختلف مقامات میں مختلف قسم کی معاون کا پتہ بتا دیتا ہے۔ اگر اس آلہ کی صحت پر علمی دنیا نے اتفاق کر لیا۔ تو بے شک یہ عجیب و غریب اختراع عالم اقتصاد اور عالم صنعت و حرفت میں ایک زبردست انقلاب پیدا کر دے گی۔

جسم بشری کی شعاعیں

جس طرح کرۂ زمین کے گرد ایک ہوائی غلاف محیط ہے۔ جس میں مختلف گیسیں پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح جسم انسانی کے گرد بھی ایک نورانی غلاف ہے جو خالی آنکھ سے نظر نہیں آتا۔ بلکہ خاص طریقہ سے محسوس ہوتا ہے۔

پروفیسر کلز نے ایک کتاب اسی موضوع پر لکھی ہے۔ جس کا نام "فضائے بشری" رکھا ہے۔ کتاب میں اس نے متعدد فوٹو کی تصویریں دی ہیں۔ اور ثابت کیا ہے۔ کہ جسم انسانی سے ایک خاص قسم کی نورانی شعاعیں نکلتی ہیں جن کا رنگ بنفشی سے ذرا گہرا ہوتا ہے۔ لیکن یہ شعاعیں اس قدر ہلکی ہوتی ہیں۔ کہ خالی آنکھ سے نظر نہیں آ سکتیں۔ پروفیسر مذکور یہ بھی لکھتا ہے کہ بعض عورتیں اپنے ارادے سے اپنی نورانی فضا کا رنگ بدل سکتی ہیں۔ اور اس کا یہ خیال بھی ہے۔ کہ فضائے انسانی کہربائی اور کیمیاوی عمل سے بھی متاثر ہو جایا کرتی ہے۔

شعاع انسانی کو دیکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس شخص کی شعاعیں دیکھنا ہوں اسے سامنے کھڑا کر دیا جائے۔ ایک رنگین مجوف شیشے سے اسے دیکھا جائے اس شیشہ میں الکحل کی قسم کا ایک تیزاب ہوتا ہے۔ جو مادہ Decyanin سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اور دیکھنے والے کو اپنے سر پر ایک سیاہ کپڑا ڈال لینا چاہیئے جس طرح کہ فوٹو گرافر ڈالا کرتا ہے۔ تاکہ خارجی روشنی دیکھنے میں خلل انداز نہ ہو۔

اس کا بھی تجربہ کیا گیا ہے کہ سب لوگ ان شعاعوں کو ایک نسبت سے نہیں دیکھ سکتے۔ بعض لوگوں کو ان کے دیکھنے کے لئے دیر تک نظر جمائے رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور بعض نصف دقیقہ سے بھی پہلے دیکھ لیتے ہیں صرف ایک عضو مثلاً ہاتھ کی شعاعوں کا بھی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ مگر زیادہ واضح طریقہ پر یہ شعاعیں اسی وقت محسوس ہوتی ہیں جبکہ پورے جسم کا مشاہدہ کیا جائے۔ کیونکہ سوقت اس فضائے محیط کا طبقہ داخلی اور خارجی صاف نظر آتے ہیں اور جسم سے ملا ہوا ایک خالی طبقہ بھی نظر آتا ہے جسے ایتھری Ethericdauble کہتے ہیں۔

شعاع بشری میں لحاظ عمر و صحت و مرض کے بھی فرق ہوتا ہے حالت صحت میں شعاعیں تیز اور مرض میں کمزور ہوتی ہیں لہذا بعض علما نے ان شعاعوں سے طبی تجربات میں کام لینا چاہا ہے لیکن ابھی اس میں کامیابی نصیب نہیں ہوئی ہے۔ (نگار)

متفرق مقالات

غلط فہمی کیوں نہ ہو؟

جب تبدیلی عقیدہ کا خطرناک اصول محمودی لوگ نبیوں میں بھی تسلیم کریں۔ پھر امتیوں کا کیا حال۔ دروازہ کھل گیا جب چاہا رنگ پلٹ لیا۔ اکمل صاحب آف قادیان بھی کئی ہزار رنگ پلٹتے ہیں۔ مگر نہایت چالاکی اور ہوشیاری کے ساتھ۔ یا تو ایک نوٹ نکلا تھا جس میں ایک نامہ نگار کی تحریر مندرجہ ریویو آف ریلیجنز کی وجہ سے جو غلط فہمی بقول ان کے پیدا ہوئی تھی۔ اس کا ازالہ کرنے لگے تھے۔ مگر در پردہ اس کی تائید کر گئے۔ جب یہ راز افشا کر دیا گیا۔ تو بہت سٹ پٹائے اور خفا ہو کر اپنی ساری تشریحات سے منکر ہو گئے۔ اور "نیا قرآن" "حقیقت کا نہ بدلنا اور مفہوم کا بدل جانا" "تازہ وحی" "نئی وحی" یہ سب باتیں ایک طلسم کی طرح سے غائب ہو گئیں۔ اور فرمانے لگے۔ کہ میں نے تو یہ صرف لکھا تھا۔ کہ ہم مرزا صاحب کی نبوت صرف یعنے "کثرت مکالمہ مخاطبہ" مانتے ہیں۔ باقی سب تمہاری حاشیہ آرائیاں ہیں۔ اور جو اگر یہی منشا ہے۔ تو چلو ہم حضرت مرزا صاحب کو "نبی بلا کتاب" کہہ دیتے ہیں۔ آخر مرد میدان ہیں۔ اور تجربہ کار ہیں یہاں بھی مغالطہ دے گئے۔ نبی بلا کتاب کہنے کو قبول کر گئے۔ کہ ہم تو حضرت مرزا صاحب کو صرف ان معنوں میں نبی سمجھتے ہیں۔ کہ وہ کثرت مکالمہ مخاطبہ سے مشرف تھے۔" یہی وہ مغالطہ ہے جس پر سے پردہ پہلے بھی میں نے اٹھایا تھا۔ اور اب بھی اس چالاکی کو ظاہر کر دیتا ہوں۔ وہ یہ کہ کثرت مکالمہ مخاطبہ والی نبوت تو ہم بھی حضرت مرزا صاحب میں مانتے ہیں۔ مگر فرق یہ ہے کہ محمودی صاحبان اس نبوت کو وہی نبوت سمجھتے ہیں جس کا ذکر قرآن میں ہے اور جو آدم سے لیکر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک جاری رہی اور اسی نبوت کی وجہ سے وہ لوگ نبی کہلائے۔ مگر لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کے ماتحت کثرت مکالمہ مخاطبہ کو محض جزوی ظلی نبوت یا محدثیت کہتے ہیں۔ اور اسے عین نبوت سے مختلف سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود کے اس فقرہ سے ظاہر ہے جو حقیقۃ الوحی میں ہے کہ ما اراد اللہ من نبوتی الا کثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ وھو مسلم عند اکابر اھل السنۃ یعنے میری نبوت سے اللہ تعالیٰ کی مراد صرف کثرت مکالمہ مخاطبہ ہے۔ اور وہ اکابر اہل سنت کے نزدیک مسلم ہے۔ اگر نبوت اور کثرت مکالمہ مخاطبہ ایک ہی چیز ہیں تو یہ فقرہ مہمل اور بے معنی ہے۔ کیونکہ پھر یہ فقرہ یہ مفہوم رکھے گا۔ کہ ما اراد اللہ من نبوتی الا النبوۃ۔ یعنے اللہ نے میری نبوت سے مراد نہیں رکھا مگر نبوت۔ جو بالکل بے معنی فقرہ ہے۔ اور اس قسم کی لغو اور مہمل تحریر کو حضرت مسیح موعود سے منسوب کرنا ان کی سخت ہتک ہے۔ پس ہم کثرت مکالمہ مخاطبہ والی نبوت کو وہ نبوت نہیں سمجھتے جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ اور جو تمام انبیائے سابقین کو آدم سے لیکر حضرت نبی کریم صلعم تک ملی۔ اور پھر حضور سرور کائنات پر ختم ہو گئی۔ اس لئے کثرت مکالمہ مخاطبہ کے فقرہ سے کوئی صاحب دھوکا نہ کھائیں۔ اس تشریح کے بعد اب بیشک اکمل صاحب حضرت مرزا صاحب کو نبی یا نبی بلا کتاب کہیں۔ اس لفظ پر سے ابہام کا پردہ اٹھا دینا مقصود تھا۔

باقی رہا اکمل صاحب کا ڈوبتے ہوئے تنکے کا سہارا تلاش کرنا اور میری تحریر میں حضرت مرزا صاحب کی بجائے "مرزا صاحب" لکھا جانا اور حضرت کا لفظ رہ جانا اور اس پر طعن کرنا یہ کھسیانے پن کی نشانی ہے۔ اور کچھ بس نہ چلا تو ایک چٹکی ہی لے لی۔ حالانکہ ایک معقول انسان اس قسم کے چھوٹے ہتھیاروں پر کبھی نہ اترے گا۔ اور اس قسم کی فروگذاشتوں کو کبھی وقعت نہ دے گا۔ اس لئے میں اس قسم کی لغو اور رکیک طعنہ بازیوں کی طرف توجہ کرنا فضول سمجھتا ہوں۔ اب اکمل صاحب کو یہ چاہیئے۔ کہ ریویو کے نامہ نگار صاحب نے ریویو آف ریلیجنز جیسے قومی آرگن میں جو تمام عالم میں محمودی پارٹی کی طرف سے اشاعت اسلام اور احمدیت کا ذمہ وار ہے۔ اپنے مضمون سے جو کچھ غلط فہمی پیدا کی ہے اسے دور کریں۔ اور بجائے "پیغام صلح" کے اب ریویو میں ہی نوٹ لکھ بھیجیں۔ اور نیز اس عزیز نامہ نگار کو بھی تسلی دیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو صاحب کتاب نبی بنانے کی کوشش بالکل غیر ضروری ہے۔ اور اس عزیز نے غلطی کی جو کبھی تو قرآن کو "نیا قرآن" کہہ کر حضرت مرزا صاحب کے لئے کتاب تجویز کی اور کبھی ان کی "نئی وحی" کو ان کے لئے کتاب قرار دیا۔ اور جس کے لئے خود حضرت اکمل کو مفت کی سردردی کرنی پڑی۔ کہ قرآن کی "حقیقت" نہیں بدلی مفہوم بدلا ہے" اور کبھی "نئی وحی" سے مراد "تازہ وحی" لکھ کر اپنی مہمل نویسی کی داد دینی پڑی۔ کاش پہلے ہی "نبی بلا کتاب" کہہ کر پیچھا چھڑا لیا ہوتا۔ مگر کیا کریں عادت سے مجبور ہیں۔ محمودی اکھاڑے میں تو یہ مبہم نویسی وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ مگر اس میدان میں آ کر قلعی کھل گئی۔ یہاں اکمل اقرار کریں کہ نامہ نگار موصوف اور ان کے عقائد ایک ہیں۔ مگر ہم نامہ نگار موصوف کی کھلی تحریر کو کہاں لے جائیں۔ جو ایک ممتاز قومی آرگن میں شائع ہو چکی ہے۔ وہ بیچارہ تو نو مشق آدمی صاف صاف لکھ گیا۔ گول مول لکھنے کی مشق کچھ دنوں ایوان خلافت کی ہوا کھانے کے بعد ہوگی۔ بہتر ہو اکمل صاحب اسے مجبور کریں۔ کہ وہ اپنے مضمون کی تردید کر دے۔ مگر مجھے امید نہیں جو وہ عزیز مانے۔ وہ بھی سچا ہے۔ قرآن کریم کو جب پڑھتا ہے تو وہ مجبور ہو جاتا ہے۔ کہ اگر حضرت مرزا صاحب کو نبی مانے تو ان کے لئے کوئی کتاب بھی تجویز کرے۔ اکمل صاحب نے تو لکھا یا کہ ہم "نبی بلا کتاب" کہتے ہیں۔ مگر قرآن کے رو سے اسے یہ مہمل مجموعہ الفاظ نظر آئے گا۔ وہ ان آیتوں کو کہاں لے جائے۔

لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت وانزلنا معھم الکتاب

والمیزان لیقوم الناس بالقسط۔

(۲) کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ ۰

(۳) ووھبنا لہ اسحاق ویعقوب کلاً ھدینا ونوحاً ھدینا من قبل ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسیٰ وھارون وکذالک نجزی المحسنین ۰ وزکریا ویحییٰ و عیسیٰ والیاس کل من الصالحین ۰ واسمٰعیل والیسع و یونس ولوطاً۔ کلاً فضلنا علی العالمین ۔ اولئک الذین اٰتینٰھم الکتٰب والحکمۃ والنبوۃ ۰

ان کے علاوہ نص قطعی کو کہاں لے جائے۔ قرآن نے یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک فرما کر ہر ایک مومن کے لئے یہ عقیدہ فرض قرار دیا ہے۔ کہ جو کچھ انبیائے سابقین اور محمد رسول اللہ صلعم پر اتارا گیا ہے۔ سب پر ایمان لایا جائے۔ اس میں صرف شریعت کے چند احکام پر ایمان لانے کی خصوصیت نہیں۔ بلکہ جو کچھ بھی انبیاء پر اتارا گیا ہے ان سب پر ایمان لایا جائے۔ دوسری طرف جہاں ایمانیات تمام ایک آیت میں ذکر کیا ہے۔ وہاں فرمایا ہے۔ کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ۔ یہاں کتابوں اور رسولوں پر ایمان ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ان دونوں آیتوں کو تطبیق دینے سے پتہ لگتا ہے۔ کہ پہلی آیت میں جو مراد یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک سے ہے۔ وہی اس دوسری آیت میں کتبہ سے ہے۔ پس جو کچھ بھی انبیاء پر نازل ہوا۔ یعنے وحی ہوئی۔ اسی کو دوسری جگہ کتاب فرمایا۔ جس سے صاف ثابت ہوا کہ ہر ایک نبی کی اپنی وحی اس کی کتاب کہلاتی ہے۔ اور یہی کتاب ہی ہوتی ہے۔ جس پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے۔ اور جس کے مخلوق تک پہنچانے کے لئے نبی مبعوث ہوتا ہے۔ اگر کتاب نہ ہو تو نبی کی بعثت کا کیا فائدہ۔ جب کوئی ہدایت خدا کی طرف سے انسان کو نہیں پہنچائی گئی۔ تو نبی کا آنا بیکار ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ جب کتاب کوئی نہیں تو نبی بھی کوئی نہیں۔ اسی سے یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک جہاں فرمایا۔ وہاں کسی نبی پر ایمان لانے کا ذکر نہیں فرمایا۔ اس میں صاف یہ اشارہ ہے کہ وحی نبوت یعنے کتاب پر ایمان لانے کے اندر ہی نبی پر ایمان لانا بھی مضمر ہے۔ کیونکہ کتاب اور نبی دونوں پر ایمان لانا لازم و ملزوم ہے۔ اگر کتاب ہے تو جو اس کا لانے والا ہے وہ نبی ہے۔ جب کتاب کو مانو گے تو نبی کو ماننا بھی ضروری ہوگا۔ اور اگر کوئی نبی ہے تو کتاب اس کے ساتھ ضرور ہونی چاہیئے۔ ورنہ اس نبی کے آنے کی دنیا کو ضرورت کیا۔ پس ریویو کا مضمون نگار جو ہے۔ وہ غریب جب حضرت مرزا صاحب کو نبی ماننے کھڑا ہوتا ہے۔ تو اپنے نبی کے لئے کتاب کیوں تلاش نہ کرے۔ جبکہ اس نبی پر

ایمان کفر و اسلام کے لئے حد فاصل ہو۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ ۰

(بشارت احمد)

امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام اور خطبہ شقشقیہ

(گزشتہ سے پیوستہ)

(سید نذر علی صاحب پشاوری کے قلم سے)

علی مرتضیٰ علیہ السلام الائمۃ من القریش کی حدیث کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور اگر یہ کلام ان کا واقعی ہو تو اس سے اس قدر معلوم ہوتا ہے۔ کہ علی مرتضیٰ قریش سے بنی ہاشم کو منتخب کرتے ہیں۔ اور قریش کو شجر قرار دیتے ہیں۔ اور بنی ہاشم کو ثمر قرار دیتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ کیا ہیں۔ حدیث کے الفاظ الائمۃ من القریش ہیں۔ من بنی ھاشم یا من ال جعفر یا من ال علی یا من آل فاطمہ نہیں ہیں۔ حدیث کے الفاظ خود بتلاتے ہیں۔ رسول کریم صلعم امارت کو مخصوص نہیں فرماتے بلکہ بڑی بیخ کو لیتے ہیں۔ تاکہ سب شاخیں اس میں جمع ہوں۔ اور دائرہ امارت کو تنگ کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ دائرہ امارت میں وسعت مطلوب ہے۔

حضرت امامیہ نے قریش سے بنو ہاشم میں امارت کو منحصر کر دیا پھر اس پر بھی قائم نہ رہے۔ اور آل فاطمہ میں اس کو محدود کر دیا۔ پھر اس پر بھی ثابت قدمی نہ بتلائی۔ بلکہ تمام باقی آل فاطمہؑ کی نفی کی۔ حتیٰ کہ آل حسنؑ کو بھی ترک کیا۔ اور صرف آل حسینؑ میں اس کو محدود سمجھا۔ طرفہ یہ کہ اس پر بے جا جزم نہ کیا۔ بلکہ دس یا گیارہ میں اس کو محصور کر دیا۔ حتیٰ کہ گیارہواں یا بارہواں ہزار سال سے مفقود الخبر لا حس ولا خبر بتلایا۔ تلک اذاً قسمۃ ضیزیٰ یہ کیوں ان کو ایسا کرنا پڑا۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے اصول کو بگاڑ دیا۔ اور اس کو مطابق منطوق رسول اللہ صلعم قائم نہ رہنے دیا ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج

تا ثریا مے رود دیوار کج

ان کی مثال بعینہ اس جھوٹے مقدمہ باز ہی کی طرح ہے۔ جو اپنے ... کی بنا اول ہی سے غلط اور جھوٹ پر رکھتا ہے۔ پھر ایک جھوٹ ... کے لئے ہزارہا جھوٹ در جھوٹ اس کو تراشنے پڑتے ہیں اور بناء فاسد علی الفاسد اور بناء باطل علی الباطل کا مورد اس کو بننا پڑتا ہے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا ۰

پھر اگر حضرت علی علیہ السلام سے اس خطبہ کو ہم منسوب کریں۔ تو اس

تناقض کا دفع کرنا ہمارا فرض ہوگا۔ جو دیگر خطبات اور اس خطبہ کے درمیان واقع ہو جاتا ہے۔ بایں کہ دیگر کلام علی علیہ السلام اس کا مؤید ہوتا کہ مخالف۔ اور جب ہم دیگر کلام علی علیہ السلام میں غور اور تامل کرتے ہیں۔ تو یہ کلام اس کثیر کلام علی علیہ السلام سے مخالف ہو جاتا ہے۔ جو اسی نہج البلاغہ میں مذکور ہے۔ اس سے دو صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اول یہ کہ کلام علی مرتضیٰ کا نہیں۔ دوم ممکن ہے کہ پہلے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کچھ خیال ہو۔ بعد ازاں وہ رائے تبدیل ہو گئی ہو۔ اور دوسری رائے پر قائم ہو گئے ہوں۔ تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تناقض کچھ نہیں جو بادی النظر میں (نظر آتا) ہے۔ بلکہ توفیق ہر دو قسم کے کلام میں ہو سکتی ہے۔ اب میں اسی نہج البلاغہ سے وہ کلام علی نقل کرتا ہوں۔ جو اس کلام زیر بحث کے مخالف ہے۔

(الف) للہ بلاد فلان۔ فقد قوم الاود۔ وداوی العمد خلف الفتنہ۔ واقام السنۃ۔ ذھب نقی الثوب قلیل العیب۔ اصاب خیرھا وسبق شرھا۔ ادی الی اللہ طاعتہ واتقاہ بحقہ رحل وترکھم فی طرق متشعبۃ الخ (صفحہ ۴۶۵ نہج البلاغہ جلد ۱) اب اس خطبہ میں علی مرتضیٰ خلافت صدیقی و بقول بعض شارحین خلافت فاروقی کی کس قدر تعریف فرماتے ہیں۔ اور قریباً اسی وقت یہ خطبہ بھی کہتے ہیں جب خود ان پر خلافت منعقد ہوتی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے:۔

(فلاں) یعنے ابوبکرؓ یا حضرت عمرؓ کے شہروں کی آبادی خدا کے لئے ہو۔ تحقیق اس نے کجی کو سیدھا کیا۔ (داعتدال الاعوجاج) اس نے بیماری اور مرض از ناداء کا علاج کیا۔ فتنہ کو پیچھے چھوڑ دو۔ (لم یدرکہا ولم تدرکہ) اس نے سنت نبوی کو قائم کیا دنیا سے ایسی حالت میں گذر گیا۔ کہ پاک دامن تھا اور قلیل العیب تھا۔ اس نے خلافت کی خوبی اور خیر کو پالیا۔ اور اس کی شر سے محفوظ رہا۔ اس نے خدا کی طاعت پوری پوری ادا کی۔ اور اس سے پورا پورا تقویٰ کیا جیسا کہ تقویٰ کرنے کا حق تھا۔ اب دیکھیں اس خطبہ میں کس قدر تعریف ان کی حضرت علیؓ کرتے ہیں۔ پھر اگر یہ خطبہ حضرت علیؓ کا ہے۔ تو وہ پہلا ضرور نہیں۔ کیونکہ حضرت علیؓ ایک وقت میں اس قدر تعریف کرتے ہیں۔ اور ایک وقت میں فریاد کرتے ہیں۔ وذلک شتان بینھما۔

(ب) دشمنی اور حب تعصب بری چیز ہے۔ تشیع کے متکلمین نے مثل مذبوح بے سر ہیت ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔ کہتے ہیں۔ اس میں لفظ فلاں ہے۔ نام تو کسی کا نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ خطبہ شقشقیہ میں بھی تو لفظ فلاں ہے۔ نام کسی کا نہیں۔ قرائن اگر اس میں ہیں۔ تو اس میں اس سے بڑھکر ہیں بہرحال شارحین امامیہ نے فلاں کے لفظ سے ابوبکرؓ اور عمرؓ ہی کو مراد لیا ہے شارح عجم ابوبکرؓ مراد لیتا ہے۔ اور دیگر شارحین عمرؓ۔ ابن ابی الحدید جو تشیع کے چشم و چراغ ہیں۔ وہ کہتے ہیں مبنی وہ نسخہ قلمی سید رضی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اس میں فلاں کے لفظ کے نیچے عمرؓ کا لفظ موجود تھا۔ ایک ناسخہ شیعہ نے

تو صد ہی کردی۔ یہودیوں کے بھی کان کتر دیئے۔ جو جملہ کتے ہوئے تحریف معنوی کے ایسے مرتکب ہوئے ہیں۔ کہ انسان حیران اور پریشان رہ جاتا ہے۔ اگر یہ شخص علی مرتضیٰ رضؓ کے سامنے اس نامہ اعمال کے ساتھ حیثیت قضی پیش ہو۔ تو علی مرتضیٰؓ اس کو کوڑے لگوائیں گے۔ حال کے شارح شیخ محمد عبدہ اس سے عمرؓ ہی کو مراد لیتے ہیں۔ اور محمد حسن نائل المرصفی مصری بھی اس سے مراد عمرؓ ہی کو لکھتے ہیں۔

(۶) ووليهم وال فاقام واستقام حتى ضرب الدين بجرانه (صفحہ ۲۱۰ نہج البلاغہ جلد ۲)

اس کی شرح میں ملا فتح اللہ شیرازی لکھتے ہیں۔ والی ایشاں شد والی کہ آں عمر ابن الخطاب است تا آنکہ بزد دین پیش سینہ خود را بر زمین و ایں کنایت است از استقرار و تمکین دین اسلام۔ اس میں تمکین دین اسلام کا ذکر ہے۔ الجران کتاب مقدم عنق البعیر یضربہ علی الارض عند الاستراحۃ والکلام کنایۃ عن تمکن الدین۔

اس میں حضرت علی علیہ السلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے توصیف فرماتے ہیں کہ اس کے وقت میں دین اسلام اور اہل اسلام کو تمکنت حاصل ہوئی۔ اور یہ تفسیر ہے آیۂ استخلاف۔ ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم۔ کی۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ اس خلافت سے حضرت علی داد و فریاد کریں۔ جس میں دین اسلام ممکن فی الارض ہو۔ اور جس کی تعریف حضرت علی فرماتے ہیں۔

(۷) ایھا الناس ان احق الناس بھذا الامر اقواھم علیہ واعلمھم بامر اللہ فیہ فان شغب شاغب استعتب فان ابی قوتل ...... الا وانی اقاتل رجلین رجلا ادعی ما لیس لہ الخ (صفحہ ۳۹۷ نہج البلاغہ جلد ۱) اے لوگو اس خلافت کا سب سے زیادہ حقدار وہ شخص ہے۔ جو ان پر ان سب سے قوی ہو۔ اور زیادہ جاننے والا ہو حکم اللہ کا جو اس سے متعلق ہے۔ پس اگر کوئی اس میں فتنہ پردازی کرے تو اس کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کی جاویگی۔ اگر وہ باز نہ رہا تو اس سے لڑائی کی جاوے گی۔ ...... آگاہ رہو میں دو شخصوں سے ضرور مقابلہ کروں گا۔ ایک وہ جو مدعی خلافت ہو حالانکہ اس کا وہ مستحق نہ ہو۔ دوسرا وہ جس پر حق خلافت (تابعداری) واجب ہو چکی ہے۔ اور اس کو ادا نہیں کرتا ہے۔ اس خطبہ سے صاف ثابت ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ حقدار خلافت وہ ہے جو امور خلافت سے پورا واقف اور اس پر حاوی ہے۔ اور احکام خدا کا جاننے والا ہے۔ اور جو شخص حقدار اور لائق خلافت نہیں۔ صرف دعوے کرتا ہے۔ میں اس سے مقاتلہ اور محاربہ کرونگا۔

اب حضرت علی علیہ السلام ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ کی خلافتوں میں خاموش رہے۔ ہر ایک کی یکے بعد دیگرے بطیب خاطر بیعت کرتے رہے۔ مگر معاذ

سے کرتے - اور اپنے قول کو عمل سے ثابت کر کے اپنا مذہب بتلا دیا تو ثابت ہوا کہ وہ پہلی خلافتوں کو حق صواب درست اور صحیح سمجھتے تھے - ورنہ ان سے بھی ضرور اسی طرح جنگ کرتے جس طرح امیر شام سے برسرپیکار ہوئے۔

(۸) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت پر حضرت علیؓ فرماتے ہیں :-

لقد علمتم انی احق الناس بہا من غیری واللّٰہ لاسلمن ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیہا جور الا علی خاصة الخ (ص۱۲۶ نہج البلاغہ جلد ۱) تحقیق تم نے جان لیا ہے کہ میں اپنے غیر سے اس خلافت کا زیادہ حقدار ہوں - اور قسم اللہ تعالیٰ کی جب تک امور مسلمین درست اور سلامت رہیں - حضرت عثمانؓ کو میں تسلیم کرتا رہوں گا - بشرطیکہ اس میں کسی قسم کا جور اور ظلم نہ ہو - اگرچہ بالخصوص میرے پر ظلم بھی ہو۔

اس خطبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ دو خلافتوں میں کسی قسم کا ظلم اور جور نہیں ہوا - کیونکہ ان کی خلافتوں میں ایسی شرط کوئی پیش نہیں کی گئی - اور نہ یہ کہا گیا - کہ میں ان سے زیادہ حقدار ہوں - اور یہ بس ثابت ہوا کہ مفضول کو فاضل کی موجودگی میں خلافت مل سکتی ہے - اور فاضل مصالح دین کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی بیعت کر سکتا ہے - علیؓ نے اپنے قول کو عملی طریق پر پورا کر کے بتلا دیا اور پھر اسی خطبہ میں فرماتے ہیں کہ میں اس لئے حضرت عثمانؓ کی خلافت تسلیم کرتا ہوں - تاکہ مجھ کو اس تسلیم و رضا و صبر پر اجر اور ثواب عطا ہو - اب تلاؤ کہاں گئی وہ غدیر خم والی خلافت جو خدا اور رسولؐ کے حکم سے نازل ہوئی تھی - اگر ایسا ہوتا تو حضرت علیؓ اس کی ترک پر گناہ کے مرتکب قرار پاتے - ان کو کیا حق تھا کہ وہ اس خلافت کو دھتکار دیتے - غور کرو اس پر کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ کو فرمایا تھا کہ خبردار اس خلعت خلافت کو کبھی اپنے سے نہ اتارنا جو خدا نے تجھ کو پہنایا جو اس پر باوجود قتل ہو جانے کے بھی حضرت عثمانؓ نے فرمودہ رسول اللہ کے مطابق خلع خلافت نہ کیا - اور یہاں حضرت علی اس کو لینے سے دور کر رہے ہیں، جو بقول تشیع آسمان سے جبرائیلؑ کی آمد و رفت سے بحکم خدا و رسول نازل ہوئی تھی - سبحانک ھذا بہتان عظیم ۔ پھر حضرت حسن علیہ السلام نے بھی مطابق فرمودہ رسولؐ خلع خلافت فرمایا - حتیٰ کہ تشیع کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بعض صحابہؓ نے خلع خلافت پر امام حسنؑ کو ملامت کی - تو امام حسن علیہ السلام نے باعجاز امامت اس کو رسول کریم صلعم سے اپنی خلع خلافت کی تصدیق کروا دی - اسی سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ خلافت کی پوزیشن کیا ہے -

(۹) ایک دوسرا خطبہ ہے - فنظرت فی امری فاذا طاعتی قد سبقت بیعتی واذا المیثاق فی عنقی لغیری (ص۸۳ نہج البلاغہ جلد ۱) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد میں نے اپنے معاملہ میں غور کی تو میرا اطاعت کرنا ابوبکرؓ کے لئے میری بیعت کرنے سے پیشتر ہی مجھ پر لازم ہو گیا تھا - اور میری گردن میں دوسرے کا میثاق اول ہی سے پڑ چکا تھا - اس خطبہ سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ نے جب دیکھا کہ ابوبکرؓ کی بیعت لوگوں نے کر لی ہے - تو انہوں نے بھی بیعت کر لی - اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ بیعت خلافت کو شوریٰ مہاجرین و انصار سے وابستہ سمجھتے ہیں - چنانچہ اس خط میں جو امیر معاویہؓ کو لکھتے ہیں صاف لکھتے ہیں انما الشوریٰ للمہاجرین والانصار الخ تشیع کے ابن میثم شارح نہج البلاغہ لکھتے ہیں - کہ اس کے یہ معنے ہیں کہ حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلعم کے میثاق کے مطابق بیعت ابوبکرؓ کر لی - کیونکہ آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ سے عہد موثق لے لیا تھا - کہ تم ان سے جھگڑا نہ کرنا - چنانچہ مفسرین شیعہ نے لکھا ہے - فقال رسول اللہ ان ابا بکر یلی الخلافة بعدی ثم بعدہ ابوک فقالت (حفصة) من انبأک ھذا قال نبأنی العلیم الخبیر الخ (تفسیر صافی ص۵۰۸) رسول اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو خبر دی ہے کہ تیرے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ خلیفہ ہوں گے - پھر حضرت علیؓ کیوں فریاد کرتے ہیں جب خدا نے خبر دی تھی - رسول اللہ صلعم کے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ خلیفہ ہونگے - اور خدا کی بات سے سچی بات اور کون ہو سکتی ہے - ومن اصدق من اللہ قیلا - فبای حدیث بعدہ یؤمنون۔

(۱۰) پھر ایک اور خطبہ ہے کہ ابوسفیان اور حضرت عباس کہتے ہیں ہم اے علیؓ آپ کی بیعت کرتے ہیں - اس پر جواب میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں ایھا الناس شقوا امواج الفتن بسفن النجاة ..... ھذا ماء اٰجن ولقمة یغص بھا آکلھا ومجتنی الثمرة لغیر وقت ایناعھا کالزارع بغیر ارضہ الخ (ص۵۷ جلد ۱ نہج البلاغہ) حضرت علیؓ ان کو فتنہ اٹھانے سے منع فرماتے ہیں - کہ اے لوگو اسیا مت کرو - اس وقت خلافت کی خواہش کرنا پانی ہے - اور ایک ایسا لقمہ ہے کہ کھانے والے کے حلق میں اٹک جائے - اور تنفس کو بند کر دے - قبل از وقت پھل بغیر پکنے کے توڑنے والے کی مثال مانند اس کاشتکار کے ہے جو دوسرے کی زمین میں کاشت کرتا ہے - حضرت علی علیہ السلام نے صاف فرما دیا - کہ اس وقت خلافت میں میرا حق نہیں ہے - حالانکہ ابوسفیان نے اس کو کہا کہ مدینہ کو فوجوں سے بھر دوں گا - اگر تم ادعا کرو - شیعہ کہتے ہیں اعوان نہ تھے - جھوٹے ہیں بنی ہاشم کی عصبیت کے بالمقابل اور کسی کی عصبیت اس وقت زیادہ نہ تھی - مگر علی علیہ السلام جانتے تھے کہ میرا حق اس وقت نہیں - اور یہی وجہ تھی کہ مرض موت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی حضرت عباسؓ نے فرمایا تھا کہ یا علیؓ چلو - آنحضرت صلعم سے خلافت کے متعلق دریافت کر لیں کہ اس میں آپ کے بعد ہمارا کوئی حق ہے یا نہ - حضرت علیؓ نے حضرت عباسؓ کو کہا میں نہیں پوچھتا - اگر اس وقت پوچھ لیا - اور انہوں نے انکار کر دیا - تو پھر کبھی خلافت میں ہمارا حق کبھی باقی نہ ہوگا - انہی خطبوں سے غدیر خم والی دروغبافی کی حقیقت بھی کھل جاتی ہے۔

کہ وہ بالکل غلط ہے بلکہ بات کچھ اور تھی۔ مگر سبائیہ کمیٹی کے ممبروں نے اس سے اپنا الو سیدھا کر لیا۔ اور اس معاملہ کو خلافت پر چسپاں کر دیا۔ حدیثیں ثلث حمد ابن سعد عظیمہ غدیر خم والی حدیث یا اور احادیث خصائل علیؓ یا اہلبیت سے صرف منقبتین اہل دین کی یہ غرض تھی۔ کہ امیر شام کے بالمقابل علی مرتضیٰ کی حیثیت اعلیٰ کا اظہار کیا جاوے اور بعض بنی امیہ خلفاء کے عہد میں جو یہ رسم بدعت اور سب علی کا ناجائز عمل جاری ہو گیا تھا اسکا سد باب ہو۔ مگر سبائیہ کمیٹی کے چلتے پرزوں نے اس سے دوسرا مطلب پورا کیا جس کی داستان طویل ہے۔ والسلام *

تازہ خبریں

کلکتہ میں ایک ایڈیٹر کو سزا۔ کلکتہ ۸۔ اگست چیف پریزیڈنسی مجسٹریٹ نے اس مقدمہ کا فیصلہ سنایا جس میں مسٹر زمیندر ناتھ چکرورتی پر "ویشیر وک" (صدائے وطن) نامی ایک کتاب تصنیف کی وجہ سے بغاوت کا الزام تھا۔ ملزم کو ۱۸ ماہ قید سخت کی سزا دی گئی ہے۔

مسٹر داس اور تارکان موالات وکلاء۔ کلکتہ ۸۔ اگست۔ اس بارہ میں کہ جن وکلاء نے پیشہ وکالت پھر شروع کیا ہے۔ انہوں نے مسٹر سی آر داس کے مشورہ سے کیا ہے۔ مسٹر لوییس جو حال ہی میں رہا ہوئے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ کہ مسٹر داس نے انہیں بتایا ہے۔ کہ ان وکلاء میں سے بعض نے ان سے یعنی مسٹر داس سے مشاورت کی تھی۔ مگر مسٹر داس نے انہیں جواب دیا۔ کہ موجودہ حالات کے مطابق وہ خود ہی فیصلہ کر لیں۔

مسٹر لوییس اس خبر کی تردید بھی کرتے ہیں۔ کہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ انسپکٹر جنرل جیلخانجات نے باریسال کے ایک وکیل کو پہنچائی ہے۔ کہ رہا ہونیکے بعد مسٹر سی آر داس ترک موالات سے علیحدگی اختیار کر لیں گے۔

وکلاء مدراس کی طرف سے سول نافرمانی کمیٹی کی ضیافت۔ مدراس ۸ اگست۔ دوران قیام مدراس میں پنڈت موتی لال نہرو۔ مسٹر وی۔ جے پٹیل اور مسٹر شروانی کو انجمن وکلاء مدراس ہائی کورٹ کی عمارت میں ضیافت دی گئی۔ اب معلوم ہوا ہے کہ رجسٹرار ہائی کورٹ نے انجمن کے سکرٹری کو اطلاع دی ہے۔ کہ آنریبل جج صاحبان ہائی کورٹ کی عمارتوں کو کسی سیاسی کام کے لئے استعمال کرنے پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور انجمن سے وعدہ چاہتے ہیں۔ کہ یہ عمارت آئندہ اس قسم کے کاموں کیلئے استعمال نہیں کیجائیگی جبتک آنریبل چیف جسٹس کی صریحی اجازت حاصل نہ کیجاوے۔

تبت سے سلسلہ برقی پیغام رسانی۔ بمبئی ۸۔ اگست۔ لاسہ سے برقی پیغام رسانی کا سلسلہ ۱۵ جولائی کو قائم ہو گیا *

افغانستان میں حفظان صحت کی تدابیر۔ پائونیر رقمطراز ہے کہ اہل افغانستان پل سازی اور حفظان صحت پر بہت زور دے رہے ہیں چنانچہ جلال آباد کے پاس ایک پل بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ تاکہ تجارت کو ہر سال جو نقصان پہنچتا ہے اس سے تحفظ حاصل ہو۔

حفظان صحت کے متعلق بھی بہت توجہ دی جا رہی ہے۔ اور اس سلسلہ میں طبی اور مذہبی احکام پر خاص زور دیا جا رہا ہے۔ عام طور پر دستور تھا کہ مردے کی لاش گھر لا کر دفن کی جاتی تھی۔ بعض اوقات جنگل تک سے مردے لائے گئے ہیں۔ اب حکومت افغانستان نے لاش کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا قانوناً قابل تعزیر قرار دیا ہے۔ اور اس قانون کی خلاف ورزی کے لئے یکصد روپیہ کی سزا مقرر کیا ہے۔

راولپنڈی میں کارکنان کانگریس کی سزایابیاں۔ راولپنڈی ۸۔ اگست۔ سردار ہند سنگھ سیٹی مجسٹریٹ نے بہت سے کارکنان کانگریس کو قانون ترمیم ضابطہ فوجداری کے ماتحت مختلف میعاد کی سزائیں دیں اور ڈاکٹر پربھی چند کو جس نے اپنے مقدمہ کی پیروی کی تھی، رہا کر دیا۔

چین کے ساحل پر ہلاکت آفرین طوفان۔ ہانگ کانگ ۵ جون۔ ساحل سواٹو پر جو طوفان باد و باراں آیا تھا۔ اسمیں کئی جہاز اور کشتیاں تباہ ہو گئیں۔ لاسلکی پیغام کے مطابق پانچ ہزار جانوں کا نقصان ہوا۔

میجر بلیک کا نزول آگرہ میں۔ الہ آباد ۵۔ اگست میجر بلیک آج سہ پہر کو دہلی سے بقصد الہ آباد روانہ ہوئے۔ مگر آگرہ میں نزول کرنا پڑا۔ کیونکہ بارش تیز تھی۔ اور انجن قدرے بگڑ گیا تھا میجر صاحب کوشش کر رہے ہیں کہ نیا انجن حاصل کریں۔

ہمدم کو نالش کی دھمکی۔ ہمعصر "ہمدم" رقمطراز ہے۔ کہ سید اشرف علی صاحب ساکن جھاؤلال لکھنؤ نے رجسٹری خط کے ذریعہ اطلاع دی ہے۔ کہ ہمدم میں "مسجد کے روپیہ کا مقدمہ" کے زیر عنوان ایک مقدمہ کا حال درج ہوا ہے۔ جو آجکل ان کے خلاف کورٹ آف وارڈس میں چلایا گیا ہے۔ اور ایک نوٹ میں غلط واقعات درج کر کے اس مقدمہ پر خراب اثر ڈالا ہے سید اشرف علی صاحب نے ایڈیٹر ہمدم سے تردید کا مطالبہ کیا ہے۔ اور بصورت عدم تردید دھمکی دی ہے۔ کہ ان کے خلاف فوجداری اور دیوانی چارہ جوئی کی جائے گی۔

جناب مدیر ہمدم لکھتے ہیں کہ جس نوٹ کا حوالہ دیا گیا ہے وہ ایسوسی ایٹڈ پریس کی رپورٹ کا ترجمہ ہے۔ جو بجنسہٖ انڈین ڈیلی ٹیلیگراف اور بعض انگریزی اخبارات میں شائع ہوا ہے۔

کارک پر جمہوریت پسندوں کا قبضہ۔ لنڈن ۷۔ اگست۔ کارک واٹرلینڈ پر جمہوریت پسندوں نے قبضہ کر لیا ہے جس کا پہلا اثر یہ ہے کہ سب کاروبار رک گئے ہیں۔ بینکوں کو فوج کے آدمی ڈاکخانہ تار گھر کسٹم ہاؤس اور دفاتر محصول پر قابض ہیں۔ اور خیال یہ ہے کہ اس ذریعہ سے انہوں نے ایک لاکھ پونڈ جمع کر لیا ہے *

الصلح خیر

پیغام صلح

لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۳۸۸

ایڈیٹر دوست محمد

ہفتہ وار

جلد ۱۰ — نمبر ۳۴

قادیان للمسیح لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۰ ہجری مطابق ۲۳ اگست سنہ ۱۹۲۲ عیسوی

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
اندرین دین آمده از مادریم
ہم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادہ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن
جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایماء بود
آن نہ از خود از ہمان جاے بود

ما ازو یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتداے قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک وز خبرہائے معاد
ہر چہ گفت آن مرسل رب العباد
آن ہمہ از حضرت احدیت است
منکرش مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر رہ است
منکر آن سور و لعین خدا است
معجزات انبیاے سابقین
آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکار سے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

شیخ عبد الحق صاحب دہلی سے اطلاع دیتے ہیں۔ کہ گذشتہ ہفتہ میں دو مباحثے خاکسار کے ہوئے۔ ایک تو جناب حافظ احمد مسیح صاحب کیساتھ معجزات حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور دوسرا مولوی محمد ادریس صاحب کے ساتھ حضرت صاحب کے دعویٰ مجددیت پر۔ ہر دو مباحثے نہایت کامیاب رہے حافظ صاحب ایک مشہور استاد ہیں۔ احیائے ہونے کا مسئلہ تو قریباً حل ہو گیا۔ اب سلسلہ حضرت صاحب کے دعاوی کے متعلق شروع ہوا ہے۔ محرم کی رخصتوں اور نیز آخری ہفتہ اور اتوار کو "قدامت وید" اور حضرت صاحب کے دعوے مجددیت پر آریوں اور مسلمان بھائیوں سے مباحثے ہوں گے۔ اس وقت مباحثوں کا اثر اتنا ضرور ہوا ہے کہ مخالفت جو تھی۔ وہ قریباً قریباً دور ہو چکی ہے +

بیعت۔ اجمیر سے مستری بدر الدین صاحب ایمیستری صاحب موصوف فیروز الدین صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار
پیغام صلح لاہور

جلد ۱۰ - مورخہ ۲۸ - ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ نمبر ۳۴

ہجرت!

"ہمیں یا تو ایسی حکومت دو جسے ہم اپنی کہہ سکیں۔ ورنہ ہمیں جانے دو"
کوئی تین سال بعد اب سیٹھ چھوٹانی نے دہرائی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ اس فریق کی طرف سے ہے جو آج سے تین سال پیشتر ہجرت کا مخالف تھا مسٹر لائڈ جارج کی اس تقریر کے جواب میں جو انہوں نے حال ہی میں سول گورنمنٹ کے متعلق دارالعوام میں کی ہے۔ جواب میں یہ الفاظ سیٹھ چھوٹانی کی طرف سے شائع ہوئے ہیں۔ جو مرکزی خلافت کمیٹی کے صدر ہیں۔

گذشتہ تین چار سال کی شورش میں مسلمانان ہند کو جو تلخ تجربات ہوئے ہیں۔ ان میں سے "ہجرت" تلخ ترین تجربہ ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنے گھر بار اور وطن مالوف کو ترک کرکے ہجرت اختیار کی۔ ان کے اس طریق عمل کو ہم اس لحاظ سے برا کہنے کے لئے تیار نہیں۔ کہ ان کی نیتیں بہرحال نیک تھیں اور اپنی طرف سے انہوں نے ایک نیک کام سمجھ کر اس راہ کو اختیار کیا لیکن جو نتائج اس سے پیدا ہوئے مسلمانوں کی ہزارہا روپیہ کی املاک کی تباہی ان کی خانمان بربادی اور یاس و حسرت و یاس و واپسی کے جو مناظر دیکھنے میں آئے وہ ابھی بھولے نہیں۔ ان نتائج کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں جنہوں نے بلا سوچے سمجھے یا خاص اغراض کے ماتحت اس آواز کو اٹھایا۔ اور یہاں تک اس پر زور دیا۔ کہ ہجرت کے لئے بیعتیں لینی شروع کردیں۔ انہوں نے نہ کسی نظام کی پروا کی اور نہ مسلمانوں کے خاص حالات پر غور کیا۔ اور اندھا دھند انہیں تباہی کی طرف دھکیلنا شروع کردیا۔ فتووں پر فتوے دیے گئے۔ اور اتنا نہ سوچا گیا۔ کہ آخر جس جگہ یہ جائیں گے۔ ان کے رہنے۔ ان کے معاش اور ضروریات زندگی کا بھی کوئی سامان ہوگا۔ اور سب سے بڑھکر انہوں نے کوئی غور اس بات پر نہ کی۔ کہ اس ہجرت کا نتیجہ آخر سوائے اس کے کیا ہوگا۔ کہ ہندوستان سے مسلمانوں کی بڑی سی تعداد بھی نابود ہوجائے۔

ایک ظریف نے اس موقعہ پر ایک مولوی صاحب سے جو ہجرت کے بہت بہت بڑے حامی تھے۔ یہ سوال کیا۔ کہ آپ جو دوسروں کو ہجرت کے لئے کہتے ہیں۔ آپ خود کیوں ہجرت نہیں کرتے۔ مولوی صاحب نے اس کا جواب دیا کہ ہم تو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے یہاں بیٹھے ہیں۔ کیا خوب۔ آپ تو اعلائے کلمۃ اللہ کے بہانے گھر میں بیٹھے رہے۔ اور دوسرے ہزارہا انسانوں کو ایک فرضی خیال کے نشہ میں بے خانمان کردیا۔ آخر اعلائے کلمۃ اللہ کا کام ان دوسروں سے بھی لیا جاسکتا تھا۔ اس سے بڑھکر اور کونسا مقدس کام ہوسکتا تھا۔ کابل میں جاکر انہوں نے کونسی دنیا فتح کرلینی تھی اور کرلی جس کام کو خود اختیار کیا تھا دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے۔ اور لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ کے خلاف عمل نہ کرتے۔

لیکن مولوی آخر مولوی ہیں۔ اگر ایسے ہی موقعوں پر ان کا خاص رنگ نظر نہ آئے۔ تو کب ظاہر ہو۔ ایک اور مولوی صاحب نے ترک موالات کے متعلق بھی تو کہہ دیا تھا کہ اس کا ذکر سبعہ معلقات میں بھی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کون جانتا تھا کہ چودھویں صدی میں سبعہ معلقات بھی اسلامی ہند کی شریعت کا جزو بن جائیں گے۔

غرض گذشتہ تین چار سال کے واقعات پر ایک حقیقت بین نگاہ کے ساتھ نظر ڈالو عجیب عجیب رنگ اور نمونے نظر آئیں گے۔ اور ان میں ہجرت کا واقعہ تمام تاریخ اسلام میں ایک نہایت ہی افسوسناک واقعہ دکھائی دیگا۔ جس میں ناعاقبت اندیشی اور بعض رہنمایان قوم کی مسلمانوں کے ساتھ بیرحمی صاف ظاہر ہے۔

اس تلخ ترین تجربہ کے باوجود اب پھر سیٹھ چھوٹانی کا "ہمیں جانے دو" کے الفاظ کتنا حیرتناک بات ہے۔ ہمیں شک نہیں۔ کہ وزیر اعظم کی تقریر ہندوستانی خواہشات کو ملیامیٹ کرنے والی ہے۔ یہ بھی سچ ہے کہ ٹرکی کے تجزیہ میں برطانیہ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ لیکن ایسی باتوں اور ان واقعات سے مایوس ہوکر "ہمیں جانے دو" کی آوازیں بلند کرنا باوجودیکہ اس کے نتائج پہلے دیکھ چکے ہیں۔ اگر سمجھ کا قصور نہیں۔ تو اسے کیا کہا جائے۔

سیٹھ چھوٹانی کو ہجرت کی اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہ معلوم کیوں پیش آئی جبکہ اس سے پیشتر بھی جن لوگوں نے ہجرتیں کیں۔ ان کو کسی نے روکا نہیں بلکہ خود گورنمنٹ نے امداد دی۔ اور خاص ٹرینیں ان کیلئے چلائیں۔ باوجود اسکے اب یہ کہنا کہ "ہمیں جانے دو" آخر کیا معنے رکھتا ہے۔ حکومت اگر دشمن ہے۔ تو اسے تو اسی میں فائدہ ہے نہ کہ نقصان۔ مسلمان تباہ ہوں۔ ہندوستان ان سے خالی ہوجائے۔ وہ یہودیوں کی طرح ہر جگہ مارے مارے پھریں۔ اس سے بڑھکر اور کیا خواہش ایک دشمن اسلام کی ہوسکتی ہے۔

وزیر اعظم کی تقریر محض مسلمانوں ہی کے متعلق نہیں بلکہ تمام ہندوستان کے متعلق ہے۔ اور اس کا سب سے زیادہ تعلق برادران وطن سے ہے۔ کیونکہ وہ آزادی ہند کے سب سے زیادہ متمنی ہیں اور وہی سب سے بڑھکر حصہ دار ہونگے

پس "ہمیں جانے دو" کی آواز نکلنے سے پہلے ان کی بھی روش کو دیکھنا چاہئے تھا۔ قومیت متحدہ کا اصول اگر صحیح اور اس کا نفوذ اگر لازمی ہے تو اس کا یہ تقاضا ہونا چاہئے تھا۔ کہ دونوں فریق باہم ملکر اس پر غور کرتے۔ اور پیش آمدہ مشکلات پر غور کر کے ان سے نکلنے کی وہ راہ سوچتے۔ جو دونوں کے لئے مفید ہوتی۔ لیکن حیرت ہے۔ کہ باہمی افہام و تفہیم تو ایک طرف ایک دوسرے کے خیالات سے آگاہی حاصل کرنے کی بھی کوشش نہیں کی جاتی۔ اور جو سکہ جی چاہے۔ کہنے لگ جاتا ہے۔ کوئی پیش آمدہ مشکلات سے مایوس ہو کر کابل کی طرف دوڑنے لگتا ہے۔ اور کوئی اپنے سے کمزور کے سر اونچا کرنے پر اس کو کاٹنے کو تیار ہو جاتا ہے۔

ہندو بھائیوں نے بھی حالات کو دیکھو۔ ان کی نظر کسی باہر کی سرزمین پر نہیں۔ ہندوستان ہی میں وہ رہنا اور جینا مرنا اور اسلئے اسے آزاد کرانا ضروری سمجھتے ہیں۔ مسلمانوں کی نظریں اگر بیرونی دنیا پر ہیں۔ اور مشکلات کے پہاڑ سامنے آنے پر وہ باہر دوڑنے کیلئے تیار ہیں۔ تو ان کے ارادوں اور ہمتوں کی بلندی ظاہر ہے۔ ایسے ارادہ اور ہمت کے ساتھ نہ تو وہ ہندوستان میں کبھی بہالی کا منہ دیکھ سکتے ہیں۔ اور نہ ہی بیرونی دنیا میں انہیں وہ آزادی میسر آ سکتی ہے جس کیلئے یہاں سے دوڑتے ہیں۔ مسلمانوں کا وطن بیشک کل دنیا ہے اور اس لحاظ سے ان کا بیرونی دنیا پر نظر رکھنا بیشک مستحسن ہے کہ صرف اپنے ہی لئے نہیں بلکہ کل دنیا کی بھلائی کے لئے وہ کوشش کریں۔ لیکن ؎

تو کار زمیں را نکو ساختی
کہ با آسماں نیز پرداختی

تعجب ہے کہ کل دنیا کی بھلائی کے لئے جو قوم پیدا کی گئی ہو۔ وہ ایک ملک میں مشکلات دیکھ کر اس سے دور بھاگنا چاہے۔ رسول اللہ صلعم نے ہجرت بیشک کی لیکن اسلئے نہیں۔ کہ مکہ میں آپ مشکلات کو دیکھکر اس سے مایوس ہو گئے تھے بلکہ اسلئے کہ آپ کی جان پر آ بنی تھی۔ اور آپ کی جان جانے سے اسلام کا وہ چھوٹا سا پودا جو آپ نے بویا تھا نیست و نابود ہو جانے کا خطرہ تھا۔ تیرہ سال تک آپ نے ان مشکلات کا مقابلہ کیا۔ مسلمانوں کو تو ابھی تین چار سال ہی ہوئے ہیں۔ اور رونا بھی ہم کہیں گے۔ کہ بعض غلط رستوں کو اختیار کرنے سے پیدا ہوئی ہیں۔

آخر میں حکومت ہند سے بھی ہمیں یہ عرض کرنا ہے۔ کہ رعایا کے دلوں کو ہاتھ میں لینا اصول سیاست کا سب سے بڑا راز ہے ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر است

ایک فارسی شاعر کا مقولہ ہے اور اس میں شک نہیں کہ بڑا ہی پر حکمت مقولہ ہے۔ ضرورت ہے کہ برطانیہ عظمٰی اپنی روایات ملکی کو مد نظر رکھتے ہوئے اس اعلیٰ درجہ کے اصول سے کام لے۔ اور لوگوں کے جذبات کو اشتعال دینے کے بجائے ان کے دلوں کو ہاتھ میں لینے کی کوشش کرے۔ کہ اسی میں حکومت کی سب سے بڑی شان ہے●

شذرات

اسلام اور احمدیہ جماعت

اس عنوان سے ۱۶ اگست کی ایک خبر آجکل انگریزی و اردو اخبارات میں شائع ہو رہی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ "مدراس ہائی کورٹ کی سپیشل بنچ کے سامنے ایک درخواست نظر ثانی کیلئے پیش تھی جس میں مسٹر ظفر اللہ خاں بیرسٹر لاہور ہائیکورٹ نے شرع محمدی کے ایک اہم سوال پر بحث کی"

اصل مقدمہ یہ تھا کہ شمالی ملابار میں ایک شخص جماعت احمدیہ (میاں محمود احمد صاحب کے مریدین) میں داخل ہو گیا۔ اس پر اس کی اہلیہ نے مدراس کے سرکاری قاضی کا فتویٰ حاصل کر کے ایک اور شخص سے نکاح کر لیا۔ اس جرم میں عورت مذکور اور اس کے بھائی کو جس نے اس کا نکاح کرایا۔ اس مرد کو جس نے اس سے دوسرا نکاح کیا۔ قاضی کو جس نے نکاح پڑھا۔ اور اس مرد کو جس نے نکاح کی فیس ادا کی تھی ماخوذ کیا گیا۔ اور شمالی ملیبار کے سشن جج کی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔

عدالت مذکور نے یہ فیصلہ کیا کہ مستغیث یعنی پہلا خاوند احمدی عقیدہ اختیار کر کے مرتد ہو گیا ہے۔ اور اس لئے ملزمہ دوسری شادی کرنے کی مجاز تھی۔ یہ بھی لکھا کہ ملزمہ نے مدراس کے سرکاری قاضی کا فتویٰ حاصل کر کے اپنی نیک دلی کا ثبوت دیا ہے۔

اس فیصلہ کے خلاف پہلے خاوند نے اب مدراس ہائی کورٹ میں نگرانی کی ہے۔ اور جیسا کہ متذکرہ بالا خبر میں بتایا گیا ہے۔ چودھری ظفر اللہ خاں صاحب اس کی پیروی کر رہے ہیں۔

اصل خبر میں شرع محمدی کے جس اہم سوال کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ جیسا کہ عدالت سشن جج میں قرار دیا گیا ہے۔ آیا احمدی بن جانے سے کوئی شخص مرتد ہو جاتا ہے۔ اس کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

"مستغیث کے وکیل چودھری ظفر اللہ خاں صاحب نے کہا کہ جب تک ایک شخص توحید الٰہی کا قائل اور نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معتقد ہے برٹش کورٹ میں وہ ضرور مسلمان سمجھا جانا چاہئے"

چودھری ظفر اللہ خاں صاحب کے یہ الفاظ خاص غور کے قابل ہیں۔ آیا اس سے ان کا یہ مطلب ہے۔ کہ محض توحید الٰہی اور نبوت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہونا ایک شخص کے مسلمان ہونے کے لئے کافی ہے۔ خواہ مسیح موعود کی نبوت کا وہ قائل ہو یا نہ ہو۔ یا وہ

مانتے ہیں اور حضرت مسیح موعود اور آپ کے نہ ماننے والوں کے خارج از اسلام ہونے کا عقیدہ ایک باطل عقیدہ ہے۔ اگر ان کے بالفاظ مختصر کیا یہ نہیں بلکہ ہم ان سے دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ کیا یہ بھی کے مسلمان ہونے کے ثبوت ہیں جن دو ریویو کا انہوں نے پیش کیا ہے۔ آیا ہی ویوہ کسی دوسرے شخص کے مسلمان ہونے کے لیے کافی ہو سکتی ہیں یا نہیں۔

چودھری صاحب فرماتے ہیں کہ دو برٹش کورٹ میں وہ ضرور مسلمان سمجھا جاتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ میاں صاحب کی عدالت میں بھی آیا ایسے لوگ مسلمان متصور ہو سکتے ہیں۔ میاں صاحب کا کھلا فتویٰ ہے

”جیسے ایک غیر احمدی کا فرض ہے۔ کہ آپ کی بیعت میں داخل ہو۔ مسیح موعود اور اس کے متبعین کو مسلمان سمجھے ایسے ہی ایک احمدی کا فرض ہے کہ جو مسیح موعود کی بیعت میں نہیں۔ اسے مسلمان نہ سمجھے“

پھر ایک ”غیر احمدی“ اگر اپنے ”فرض“ پر عامل ہو تو اس پر اس قدر نارا‌ضی اور منافرت کی کیا ضرورت ابھی اسی دن میاں صاحب نے گورداسپور کے سینیر سب جج کی عدالت میں کھڑے ہو کر یہ کہا تھا کہ

”ہم چونکہ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں اور غیر احمدی آپ کو نبی نہیں مانتے اس لئے قرآن کریم کے مطابق کہ کسی نبی کا انکار بھی کفر ہے غیر احمدی کافر ہیں“

اب اس کے خلاف چودھری ظفر اللہ خان صاحب فرماتے ہیں کہ جب تک ایک شخص توحید الٰہی کا قائل اور نبوت حضرت محمد صلعم کا معتقد ہے برٹش عدالت میں وہ مسلمان سمجھا جانا چاہیئے۔ شاید خدانخواستہ ان الفاظ کا مطلب یہ ہو کہ برٹش عدالت ایسے تمام لوگوں کو خواہ احمدی ہوں یا نہ ہوں مسلمان سمجھے۔ چودھری صاحب کا اپنا مذہب خواہ اس بارہ میں مختلف ہو لیکن ملزمہ کے وکیل کا جواب بھی سننے کے قابل ہے۔

”اس نے دونوں فرقوں (احمدی اور غیر احمدی) کے اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ احمدی پرانے خیالات کے لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اور انہیں موعز الذکر کے نکاح میں لڑکیاں دینے سے منع کیا گیا ہے“

معلوم نہیں چودھری صاحب نے اس کا کیا جواب دیا۔ لیکن جیسا کہ انہوں نے خود کہا ”اس مسئلہ کا فیصلہ احمدیہ جماعت کے لئے ان کے حقوق کے بارہ میں دوررس اہمیت رکھتا ہے“ فی الحقیقت یہ مسائل جماعت احمدیہ کے لئے بہت دوررس اور خطرناک نتائج کا موجب ہوں گے۔ اور چودھری صاحب نے ہمارے نزدیک دانشمندی سے کام لیا ہے کہ میاں صاحب کے معتقدات کو درمیان میں نہیں لائے۔ کاش میاں صاحب ان کھلے نتائج کو دیکھ کر ہی اصلاح کی فکر کریں۔

محرم اور بدعات محرم

محرم کے ایام قریب آرہے ہیں۔ اور جوں جوں وہ نزدیک آتے ہیں مسلمانوں میں خاص قسم کی پیش گوئیاں ہو رہی ہیں۔ یہ چہ میگوئیاں خدا کا شکر ہے کہ کسی بدعت کے لئے نہیں۔ بلکہ جیسا کہ گذشتہ سال اس ہوشمند سنی حضرات نے طریق عمل اختیار کیا تھا۔ بدعات محرم سے احتراز اور بیزاری ہی کا رنگ ان میں غالب ہے۔

مقام مسرت ہے کہ عوام الناس سے وہ جہالت اب رفتہ رفتہ مفقود ہوتی چلی جا رہی ہے۔ جو آج سے چند سال قبل تک ایام محرم اور واقعہ کربلا کے متعلق پائی جاتی تھی۔ اور جس کی وجہ سے شیعہ تو شیعہ، سنی بھی بدعات محرم میں بہت بڑا حصہ لیتے تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ سب سے بڑا حصہ سنیوں ہی کا اس میں ہوتا تھا۔

اس کے خلاف اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ واقعہ کربلا کی حقیقت علانیہ بازاروں میں بیان کی جاتی ہے۔ اور اس پر سوائے شاذ و نادر کے کسی کو چون و چرا کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ لوگ واقعات تاریخی کو اب تعصب اور ضد یا غلو کی عینک سے نہیں بلکہ تحقیق حق کے لئے پڑھتے ہیں۔ اور جب انہیں وہ حالات وہاں نظر نہیں آتے۔ جو شیعہ حضرات کے غم و الم اور غلو و افراط کا موجب ہیں۔ تو ان کی حیرانی کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ اور اس بات پر وہ متیقن ہو جاتے ہیں۔ کہ لوگوں نے اپنی خاص اغراض اور مصالح کے لئے اصل واقعات کو کچھ کا کچھ رنگ دے دیا۔ ورنہ بات کچھ اور تھی۔

یہ بیداری۔ یہ اعتراف حق اور غلطیوں کا علم کچھ کم موجب مسرت نہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ اس بارہ میں بعض اصحاب نے خاص طور پر پبلک کو بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔ ”دائرۃ الاصلاح“ کے نام سے جو مجلس کچھ عرصہ سے لاہور میں قائم ہے۔ اس کی مساعی اس بارہ میں بہت اچھی لائق تحسین ہیں۔ ایسا ہی ہمارے مکرم دوست میرزا نذر علی صاحب کے مضامین بھی جو عموماً ”پیغام صلح“ میں شائع ہوتے ہیں۔ خاص فوائد کا موجب ہوئے ہیں۔ لیکن پبلک کا ایسی باتوں کو پڑھنا اور واقعات صحیحہ کو قبول کر کے اصلاح کی طرف رجوع کرنا اور بھی خوشی کا باعث ہے۔

ضرورت ہے کہ ایسی کوششوں کو جو پبلک کی بیداری کا موجب ہیں۔ جاری رکھا جائے۔ اور ان میں پوری طرح سے امداد کی جا سکے۔ تا کہ نہ صرف سنی بلکہ شیعہ حضرات بھی اپنی غلطیوں سے واقف ہو کر صحیح راہ اختیار کریں۔ اس کے ساتھ ہی ہم اپنے بزرگ دوست میرزا نذر علی صاحب کی خدمت میں اس قدر عرض کر دیں گے۔ کہ وہ اپنے مضامین کو جہاں تک ہو سکے۔ سادہ اور عام فہم الفاظ سے مزین کرنے کی سعی فرمائیں۔ اور عربی عبارات کے ساتھ ترجمہ بھی دے دیا کریں۔ تا کہ عوام الناس اس کو سمجھ سکیں۔ اور وہ زیادہ فائدہ کا موجب ہوں۔

مسلمانان کشمیر

معاصر "مسلم آؤٹ لک" کے ایک خاص نامہ نگار نے مسلمانان کشمیر کے حالات پر روشنی ڈالی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی ہند کا یہ حصہ خطرناک تنزل میں پڑا ہوا ہے۔ اور قومیت متحدہ کے ایسے دلخوش کن خواب بھی اس کی اصلاح کا موجب نہیں ہو سکتے۔

نامہ نگار مذکور کا بیان ہے کہ ایک تحریک جو عملاً خاص ہندو جماعت سے تعلق رکھتی ہے لیکن اسے قومی تحریک کہا جاتا ہے۔ پنڈتان کشمیر کی جانب سے شروع ہوئی ہے جس کا مقصد اپنی خاص اغراض کو پورا کرنا ہے۔ مسلمانان کشمیر کے خاموش طرز عمل کا ناجائز فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔ ہندو کل آبادی کا ۵ فیصدی ہیں۔ اور ان میں سے ایک فیصدی بھی پڑھے لکھے نہیں۔ لیکن چونکہ ریاست ہندو ہے۔ اس لئے ہندو ہی سب سے آگے ہیں۔ مسلمانوں کو اس تحریک میں شمولیت اختیار کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔

آگے چلکر بتایا ہے کہ میونسپل کمیٹی کا پریذیڈنٹ ہندو ہے اس لئے تمام سٹاف میں سوائے ایک مسلمان کے جو ۱۲ روپیہ تنخواہ لیتا ہے باقی سب ہندو ہیں "ہیلتھ افسر، انجینئر، سیکرٹری، اسسٹنٹ سیکرٹری۔ اور سپرغرض فی الحقیقت سارا کا سارا سٹاف اسکی اپنی قوم کے آدمیوں پر مشتمل ہے۔ محکمہ صفائی میں صرف ایک داروغہ اور نصف درجن مسلمان ہیں۔ تمام شہر میں اور اس کے باہر ہندو کے علاقوں میں فرش بھی ہے بجلی کی روشنی بھی۔ اور صفائی کا بھی خوب انتظام ہے لیکن مسلمانوں کے علاقے ان سب باتوں سے محروم اور نہایت گندے ہیں۔

ایسا ہی دو سرکاری سکولوں کے ہیڈ ماسٹر ہندو ہیں۔ اور اس لئے ان کے ماتحت سٹاف میں بھی ہندوؤں ہی کی کثرت ہے۔ اور مسلمان طلبا کے ساتھ بھی برا سلوک روا رکھا جاتا ہے۔

پھر بیگار کی شکایت اور بھی افسوسناک ہے۔ نامہ نگار مذکور راوی ہے کہ ہفتہ ہفتہ بھر سخت ترین جبری محنت و مشقت کرنے کے بعد ایک غریب کشمیری مسلمان کو تحصیل افسر، ذیلدار، نمبردار کے درباروں میں کئی کئی دن تک آستانہ بوسی کرنی پڑتی ہے۔ اور تب کہیں ان کو کچھ پیسے ملتے ہیں۔ لیکن رسیدات کی مہر روز کے حساب سے لیجاتی ہے۔

ان کے علاوہ عام ملازمتوں اور سرکاری محکموں میں مسلمانوں کا فقدان ہے۔

آخری اور سب سے زیادہ افسوسناک شکایت مساجد کے متعلق ہے اور لکھا ہے۔ کہ پتھر مسجد۔ خانقاہ سوختہ۔ خانقاہ مل۔ لنگر وغیرہ سرکاری تحویل میں ہیں۔ ان مساجد میں سے بہت سی مغل شہزادوں اور شہزادیوں کی تعمیر کردہ ہیں لیکن بہت عرصہ سے انہیں غلہ کے گودام کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور بارہ لاکھ کشمیری مسلمانوں کے جذبات کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا۔

فی الحقیقت یہ تمام شکایات از حد افسوسناک ہیں۔ اور دربار کشمیر ان کی طرف جس قدر جلد متوجہ ہو ضروری ہے۔ ہمارے خیال میں ہز ہائینس مہاراجہ صاحب کشمیر کی خدمت میں ایک وفد جانا چاہیئے۔ جو ان شکایات کو ان کے کانوں تک پہنچائے۔ اور ان کے انسداد کی درخواست کرے۔ ورنہ محض اخباروں کے اندر آنیکا نتیجہ سوائے اس کے نہیں۔ کہ ہندو اہلکاروں کا نزلہ ان اخباروں پر آگرے۔ اور معاملہ یونہی دب جائے۔

آخر میں ہم افسوس کے ساتھ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ ہندو مسلم اتحاد کے نمائشی شور و پکار کا آخر کیا فائدہ ہے جب عملاً اسکی عقد نظر ہندو ہی ہے

لے طبل بلند بانگ در باطن ہیچ

اشاعت القرآن کا جواب

کسی سابقہ اشاعت میں ہم نے اپنے لائق معاصر "اشاعۃ القرآن" سے یہ دریافت کیا تھا کہ اس نے جو یہ لکھا ہے کہ

"مرزا صاحب کا یہی اعلان تھا کہ جو کوئی صرف قرآن کریم پہ ایمان رکھے۔ اور میرے الہاموں اور کتابوں کا انکار کرے وہ کبھی نجات نہیں پائے گا"

اسکا حوالہ وہ ہمیں دے کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی کونسی کتاب یا اشتہار میں ایسا لکھا ہے۔ یا کم از کم آپ کی کسی ایسی تقریر ہی کا حوالہ دیا جائے جس میں آپ نے ایسا اعلان کیا ہو۔ اس کے جواب میں ہمارے لائق معاصر نے ۱۵ اگست کی اشاعت میں حضرت مسیح موعود کے بعض الہامات اور کشوف کا ذکر کر کے یہ سوال کیا ہے کہ

"جو شخص صرف قرآن کریم پر عمل اور مرزا صاحب کے کشف و الہام اور وحی کو شیطانی یقین کرے۔ اور ان کو کافر ملحد اور زندیق اور مفتری علی اللہ اور کاذب کہے وہ ناجی ہو یا نہیں اگر ناجی ہے تو پھر ہم اور آپ ایک ہی کتاب اللہ کے عالم اور عامل ہیں۔ چشم ما روشن دل ما شاد۔ لیکن اگر پیغام صلح اسکو ناجی نہیں سمجھتا تو اسکے جواب سے ہماری تسلی نہیں ہو گی کہ وہ جواب کو پیچیدگی کریں گے۔ دیدہ باید"

ان فقرات میں ہمارے فاضل معاصر نے حضرت مسیح موعود کی کسی بھی تحریر یا تقریر کا حوالہ نہیں دیا جس میں آپ نے فرمایا ہو کہ "جو کوئی صرف قرآن کریم پر ایمان رکھے اور میرے الہاموں اور کتابوں کا انکار کرے وہ کبھی نجات نہیں پائیگا" بلکہ اس کے خلاف ایک نیا سوال ہمارے سامنے رکھا ہے کہ جو شخص صرف قرآن کریم پر عامل ہو اور حضرت مسیح موعود کے الہامات کو شیطانی قرار دے اور آپکو نعوذ باللہ کافر ملحد۔ زندیق۔ مفتری علی اللہ کہے وہ ناجی ہے یا نہیں؟"

اس سوال کا جواب دینے کے ہم ذمہ دار نہیں۔ نجات کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ وہی اسکا فیصلہ کرے تو کرے۔ ہاں جہاں تک ظاہر شریعت کا تعلق ہے جو شخص ایک مسلمان کلمہ گو کو کافر وغیرہ قرار دیتا ہے اسکے مومن اور عامل القرآن ہونے کی حقیقت معلوم۔ قرآن کریم تو فرماتا ہے لا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا۔ اور جو شخص ایک مسلمان کو محض اس وجہ سے کافر ٹھیراتا ہے کہ اسکے الہامات اور کشوف اسکے نزدیک خلاف قرآن ہیں حالانکہ خود مدعی ان الہامات اور کشوف کو کبھی ظاہر معنوں پر محمول نہیں کرتا۔ اور ہمیشہ انہیں قرآن کریم کے ماتحت کر کے تاویل کرتا ہے۔ ورنہ ہمیں بتایا جائے کہ کب حضرت مرزا صاحب نے کہا کہ

ہمارے تبلیغی مشن

ووکنگ اور لنڈن میں اتوار کا دن

معاصر اسلامک ریویو اپنے ماہواری خط میں رقمطراز ہے کہ "ہمارے اتوار کے لیکچر ہیں از بیش عظمت اور سنجیدہ اور اسلام کے متعلق دریافت کرنے والے اصحاب کی خاص توجہ کا موجب ہوتے ہیں۔ ہماری لنڈن کی نماز گاہ میں اتوار کا دن ... ووں کا موجب ہوتا ہے۔ مثلاً شایان حق جو مختلف خیالات اور مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اپنے شکوک وشبہات اور سوالات کو پیش کرتے ہیں۔ اور عام طور پر اسلامی تعلیمات سے ہی انہیں تسکین حاصل ہوتی ہے لیکچروں کے بعد سوال وجواب کا ایک طویل اور دلچسپ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اور اس کے بعد خیالات کا عام تبادلہ ہوتا ہے۔ اس طرح ہر اتوار کو ہم قریباً تین علمی ورزشی اور مصروفیت کے گھنٹے ہم صرف کرتے ہیں"

ایک کلیسائی کی مخالفت

ووکنگ مسلم مشن کی کامیابیاں اہل کلیسا کے لئے جس قدر موجب تکلیف ہیں۔ وہ اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے مشن کے شروع سالوں میں بعض ہندوستانی پادریوں کو بلا بلا کر لیکچر دلوانے شروع کئے اور اس روشنی اور نور کو مٹانے کی از حد کوشش کی۔ لیکن اس مقابلہ میں چونکہ انہیں ناکامی ہوئی۔ اور انہوں نے دیکھا کہ معقول پسند لوگوں پر اس کا الٹا اثر ہوتا ہے۔ اس لئے تھوڑے ہی دنوں میں مقابلہ کے میدان سے باہر نکل گئے اب پھر معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوششیں ایک نئے رنگ میں شروع ہو رہی ہیں جیسا کہ ذیل کے خط سے معلوم ہوتا ہے۔ جو ووکنگ کے ایک دوکاندار نے حضرت خواجہ صاحب کو لکھا ہے:۔

"جناب من! کلیسائے انگلستان کے ایک ممبر نے جو میرے ہمسایہ میں رہتا ہے۔ اور جس پر میرے کاروبار کا بہت کچھ انحصار ہے مجھے شکایت کی ہے۔ جن کی وجہ سے میں افسوس کرتا ہوں۔ کہ میں آپ کی مزید فرمائشات کو پورا نہیں کرسکتا۔ آپ کا آج تک کا حساب ارسال خدمت ہے۔ جسے کے ساتھ ہی میں آپ کی گذشتہ مہربانیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

آپ کا وفادار
جی۔ ای۔ این۔ ڈی۔ ایل" ✦

اہل کلیسا کی یہ تنگ دلی جس قدر موجب افسوس ہے اسی قدر امید ہے کہ ووکنگ مسلم مشن کے فائدہ کا موجب ہوگی۔ معقول پسند اصحاب اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ اور اسی سے انہیں اسلام کی طرف توجہ کرنے کا موقعہ ملے گا۔ انشاءاللہ تعالےٰ۔

احباب دعا فرمائیں کہ ان مشکلات میں اللہ تعالیٰ خادمان اسلام کے ساتھ ہو۔ اور انہیں ہر قسم کی آفات سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

تین انگریزوں کا قبول اسلام

اس کے ساتھ ہی یہ سننا موجب مسرت ہے کہ انہی ایام میں تین اور اصحاب نے قبول اسلام کا اعلان کیا ہے۔ ان کے انگریزی اور اسلامی نام جو دیئے گئے حسب ذیل ہیں:۔

(۱) مسٹر جی۔ ڈرمنڈ کا ہیپم	عبدالحفیظ
(۲) مسٹر پی۔ سی جے گیبنی	عبدالغفار
(۳) مسٹر آئی۔ نوسٹ	فقیر اللہ

اللہ تعالیٰ ان ہر سہ اصحاب کو استقامت عطا فرمائے۔ اور اپنے پاک دین پر گامزن ہونے کی توفیق دے۔ آمین ✦

جرمن مشن

حضرت خواجہ صاحب کے مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے کے ساتھ جرمنی تشریف لے جانے کی اطلاع پیشتر ازیں شائع ہو چکی ہے اسلامک ریویو کے اسی ماہواری خط میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب وہاں انگریزی بولنے والی جرمن پبلک کے سامنے لیکچر بھی دینگے اور جرمنی میں کچھ دن ٹھہرنے کے بعد آپ آسٹریا بھی جائیں گے۔

یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کا یہ دورہ فرانس رحیان آپ قبل ازیں قیام پذیر رہ چکے ہیں، جرمنی اور انگلستان کے حالات کو خود ملاحظہ کرنے اور یہ جاننے اور رائے قائم کرنے کے لئے ہے۔ کہ آیا وہاں مشن قائم کر کے اپنی کوششوں کو وسعت دینا مفید ہوسکتا ہے یا نہیں۔ خود حضرت خواجہ صاحب کے ایک خط سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جرمنی میں صورت حالات بہت کچھ ہمارے حق میں ہے۔ اور وہاں کا مشن انشاءاللہ مفید اور بابرکت ہوگا۔

مبلغین اسلام کی ہر دلعزیزی

تبلیغ کے کام میں ہر دلعزیزی کی جس قدر ضرورت ہوتی ہے وہ محتاج تشریح نہیں۔ اس پہلو میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے کرم دوست مولانا ...

[illegible] صاحب [illegible] عطا فرمایا ہے۔ آپ کو اگرچہ ووکنگ سے
واپس آئے ہوئے [illegible] سے زائد عرصہ ہو گیا ہے لیکن آپ کی یاد ابھی
تک نو مسلمین [illegible] سے محو نہیں ہوئی۔ چنانچہ ایک نو مسلم اپنے ایک
خط میں لکھتے ہیں:

"[illegible] جرات کر سکتا ہوں کہ [illegible]
ذاتی علم [illegible] خدمات اسلامی کے متعلق
خواجہ [illegible] بہت [illegible] جہاں انہوں نے
ہم سب [illegible] ایک اسلامی
خاندان [illegible] پایا۔ وہ آپ کو بہت
یاد کرتے [illegible] میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب
[illegible] اگر آپ
[illegible] اس دلی خواہش [illegible]
رکھئے اور اگر [illegible]
کی محبت [illegible] ضرورت شریف لا سکے ہم
سب آپ دونوں کی مفارقت کو بہت محسوس
کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا
تعالیٰ آپ دونوں اور آپ کے متعلقین
پر رحمت فرمائے"

"انڈیا ان دی بیلنس"

یہ [illegible] کی ایک نئی تصنیف ہے جو ہندوستان کے موجودہ ملکی مسائل پر حضرت خواجہ صاحب نے انگریزی زبان میں تحریر فرمائی ہے چونکہ مسلمانوں کے موجودہ پالیٹکل مطالبات اور بالخصوص ٹرکی کے متعلق انگلستان میں بہت کچھ غلط فہمیاں ہیں اسلئے حضرت خواجہ صاحب نے اس کتاب کے ذریعہ ان کا ازالہ کرنا چاہا ہے تاکہ ایسی غلط فہمیاں اشاعت اسلام کی راہ میں موجب روک نہ ہوں۔

خوشی کی بات ہے کہ اس کتاب کو عام طور پر مقبولیت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ چنانچہ اسلامک ریویو نے انگلستان کے بہت سے سرکردہ لوگوں اور بعض ممبران پارلیمنٹ نیز ٹائمز اور دیگر وقیع اخبارات کی جو رائیں نقل کی ہیں۔ وہ بہت کچھ اس کتاب کی تائید میں ہیں۔ ان کے علاوہ لاہور کے اسلامی انگریزی معاصر مسلم آؤٹ لک نے قریباً چھ کالم اپنی متعدد اشاعتوں میں حضرت خواجہ صاحب کی اس تصنیف کی تعریف اور تائید میں صرف کئے ہیں۔

کتاب کی اصل قیمت تین شلنگ ہے یعنے قریباً سوا دو روپے۔ نیز اسلامک ریویو عزیز منزل لاہور یا مسجد ووکنگ انگلستان کے پتہ سے مل سکے گی۔

ولایتی ڈاک

پیرس کی مجوزہ مسجد

افریق فرینکیس نامی ایک فرانسیسی رسالہ نے پیرس کی اس مجوزہ مسجد اور دار العلوم کے حسین نقشے شائع کئے ہیں جس کا ذکر قبل ازیں ان کالموں میں آچکا ہے کچھ حالات بھی جو سننے کے قابل ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اس مسجد اور دار العلوم کے بنانے کا خیال ۱۸۹۵ء میں ایک کمیٹی کو پیدا ہوا تھا جس میں پرنس [illegible] ایٹن برگ۔ مسیو ژولس کیمبون۔ پرچر اور بعض دوسرے لوگ شامل تھے۔ لیکن عملی طور پر گذشتہ اگست ہی میں اس پر کارروائی ہوئی۔ جبکہ فرانسیسی گورنمنٹ نے اس غرض کے لئے پانچ لاکھ فرانک کا بل پاس کیا۔ اس کام کو ایک اسلامی سوسائٹی کے سپرد کیا گیا ہے جو ایک زبردست کمیٹی کے ماتحت کام کرے گی۔ اس کمیٹی کے رکن فرانس کے بڑے بڑے سرکاری و غیر سرکاری عہدہ دار ہیں۔ جن کے نام لکھنے کی ضرورت نہیں۔

الجیریا۔ ٹیونس اور رباط سے اس مقصد کے لئے بہت کچھ چندہ بھی آیا ہے۔

ان عمارات کے اغراض و مقاصد کا ذکر بہت تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ ان کے اندر جو لائبریری ہوگی۔ اس میں اسلام پر بہترین اور بیش بہا کتب مہیا کی جائیں گی۔ اور مغربی لٹریچر کے اعلیٰ انتخابات اس میں جمع کئے جائیں گے۔

یہ مسجد فرانس کے ماہرین فنون کے لئے غالیچوں۔ چمڑوں اور پیتل کے کام میں عربی۔ ترکی اور ایرانی فنون کا نمونہ ہوگی۔ ایسا ہی مسجد کو نہایت شاندار اور خوبصورت ساز و سامان سے آراستہ کرنے کی تجویز ہوئی ہے۔ اور ارادہ ہے کہ اس غرض کے لئے فیض۔ ٹیونس اور دمشق اور اناطولیہ کے خزانوں کو چھانا جائے۔"

ان حالات سے ظاہر ہے کہ پیرس جیسے عروس البلاد کے اندر یہ مسجد گویا عروس المساجد ہوگی۔ کاش انگلستان بھی اور نہیں تو مسابقت کے طور پر ہی ایک مسجد لندن میں تعمیر کرے۔ کہ اس پر مسلمانوں کا سب سے زیادہ حق ہے۔

حالات حاضرہ اور عیسائیت

معاصر "اسلامک ریویو" راوی ہے کہ کیمبرج اور ڈسٹرکٹ فیڈریشن

کے مشتہاری اجلاس میں مسٹر اینڈریو چینین (سیکرٹری آف دی ہیں) نے بیان کیا کہ:-

"اگر عیسائی کانفرنسوں کا افتتاح مسیح کے پہاڑی وعظ کی تلاوت سے ہوتا۔ اور اسی سے آئندہ پالیسی بنائی جاتی۔ تو آئندہ کوئی مصائب دنیا میں پیش نہ آئیں۔ نہ کوئی آئندہ کانفرنسوں کی ہی ضرورت پڑتی۔"

مسٹر موصوف نے یہ بھی کہا کہ:-

"میں کسی گرجا میں کبھی نہیں جاتا۔ کیونکہ میں ان لاکھوں مردوں اور عورتوں میں سے ہوں۔ جو اس کو محسوس کرتے ہیں کہ کلیسا کا پیغام ان کی ضروریات کو پورا نہیں کرتا۔"

ایک عورت مسز ایم جوسلین نے بیان کیا کہ:-

"ہمیں کہا جاتا ہے کہ مرد اور عورتیں مذہب سے بالکل لاپرواہ ہیں۔ میں اس کو نہیں مانتی۔ بلکہ میرا خیال ہے۔ لوگ اس مذہب سے بیزار ہیں۔ جو ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ عورتوں کو ایک گرجے اور جذباتی مذہب کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ایک ایسی چیز کی ضرورت ہے جو ان کے مفید ہو۔"

ان بیانات سے ظاہر ہے کہ انگلستان میں لاکھوں ایسے مرد و عورتیں ہیں۔ جو عیسائیت سے قطعاً بیزار ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ قبل ازیں بہت سے ایسے ہی بیانات شائع ہو چکے ہیں۔ باوجود اس کے مسیحی مشنریوں کا تہذیب جدید کی بنا مسیحیت پر رکھنا اور اسے مسیحیت ہی کا نتیجہ قرار دینا نہ معلوم کہاں تک صحیح ہے۔

رہا مسیح کا پہاڑی وعظ قطع نظر اس سے کہ عیسائی دنیا نے اس کو بالکل پس پشت ڈال رکھا ہے عملی میدان میں وہ بھی پورا نہیں اتر سکتا معاصر "اسلامک ریویو" نے بجا لکھا ہے کہ "حضرت نبی کریم صلعم ہی کی پاک زندگی کے امتیازی اخلاق ہیں۔ جن سے انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں نہ صرف ہدایت کے عملی اصول مل سکتے ہیں۔ بلکہ آپ نے خود اپنی زندگی میں ان اصولوں پر عمل کر کے اپنے نمونہ سے دنیا کی رہنمائی فرمائی۔" پس ان عملی اصولوں کو چھوڑ کر پہاڑی وعظ کے دل خوش کن فقرات دنیا کے لئے موجب امن کیونکر ہو سکتے ہیں۔

انگلستان میں جرائم

انگلستان کے کمشنران جیل خانجات نے قبل از جنگ اور بعد جنگ حالات اور جرائم کے اعداد و شمار کا مقابلہ کر کے بتایا ہے کہ گذشتہ سات سال میں ذیل کے تناسب سے جرائم میں کمی واقع ہوئی ہے:-

قتل دس فیصدی۔ ڈاکہ زنی بیس فیصدی۔ نقب زنی تیس فیصدی۔

اس کے علاوہ شراب خواری میں جو لوگ ماخوذ ہوئے۔ ان کی تعداد پہلے ۱۵۸۱۵ تھی۔ ایک سال کے اندر ایسے لوگوں کی تعداد ۸۷۵[illegible] رہ گئی۔ زناکاری کے جرم میں ماخوذ ہونے والوں کی تعداد ۵۲۹۱ تھی۔ جو ایک سال میں [illegible] رہ گئی۔

اس کمی کی وجوہات کمشنروں کے نزدیک بہت سی ہیں۔ اچھی تعلیم کام کاج کی عمدہ حالت۔ اعلیٰ مزدوریاں۔ زیادہ بچت۔ ٹمپرنس۔ جنگ کی پنشنیں۔ نوجوانوں کے متعلق عدالتیں۔ اور قبل از جنگ کی حد درجہ مفلسی کا فقدان یہ سب باتیں جرائم میں کمی کا موجب ہوئی ہیں۔

لیکن اس کے خلاف جیل خانہ ڈیہم کا بیان ہے کہ نئی قسم کے مجرم اب پیدا ہو گئے ہیں۔ اعلیٰ خاندانوں کے مرد اور عورتیں جو باقاعدہ کاموں پر لگے ہوئے ہیں۔ اور جرائم پیشہ طبقہ سے تعلق نہیں رکھتے۔ نہایت آسانی کے ساتھ سخت خطرناک جرائم مثلاً خیانت، جعل، غلط بیانات نقب زنی اور چوری کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ جرائم کا اس طرح سے ادنیٰ طبقہ سے نکل کر اعلیٰ طبقہ میں منتقل ہونا موجب حیرت ہے۔

زوال مغرب

اس نام سے ایک جرمن مصنف سپنگلر نے ایک کتاب حال ہی میں شائع کی ہے جس میں اس نے بتایا ہے کہ مغربی یورپ کی تہذیب اپنے انتہائی کمال تک پہنچنے کے بعد اب زوال پذیر ہے۔ اور جلدی اس کی تہذیب بھی یونان۔ روما۔ مصر اور ہندوستان کی طرح دنیا سے نیست و نابود ہو جائے گی۔

اس زوال کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے مصنف مذکور رقمطراز ہے کہ:-

"یورپ سے روحانیت کا اب خاتمہ ہو چکا ہے۔"

اور اس کے علاوہ اب لوگوں میں اس کے نزدیک جدت طرازی نہیں رہی۔ سب پرانی ڈگر پر چلے جا رہے ہیں۔

لیکن جہاں تک روحانیت کا تعلق ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ یورپ روحانیت کے لئے اب بیدار ہو رہا ہے۔ خدا نہ کرے اس کی یہ بیداری شاید رہبانیت کا رنگ اختیار کر کے زمانہ جاہلیت کی طرف لیجائے۔ لیکن اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ الفاظ صحیح ہیں جن میں آخری زمانہ میں آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ اور ان کے برحق ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ تو ہمیں امید رکھنی چاہیئے۔ کہ مغرب کا روحانیت کی طرف متوجہ ہونا اسلام کی کامیابی و فتحمندی کا موجب اور آفتاب اسلام کے مغرب سے طلوع کا باعث ہوگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

عالم اسلام

ترک دہقانوں کی زندگی

بعض مغربی لوگوں بالخصوص مسیحی مشنریوں نے کسی قوم کی تہذیب و شائستگی کا معیار بس اسی کو سمجھ رکھا ہے کہ اس کے شہروں اور دیہات کی سڑکیں پختہ ہوں۔ وہاں تھیئیٹر اور سنیما کثرت ہوں۔ خواہ معمولی اخلاق کا وہاں نام و نشان تک بھی نہ ہو۔ مسیحی رسالہ "مسلم ورلڈ" کا ایک امریکن نامہ نگار اسی خیال کو پیش نظر رکھتے ہوئے "ترک دہقانوں کی اجتماعی زندگی اور مراسم" کا یوں ذکر کرتا ہے:۔

"مٹی کے بنے ہوئے پست مکانات، گندے بازار جن میں درخت کہیں نہیں۔ تنگ گزرگاہوں کے درمیان میں محض دکھینے کے لئے صفائی کا انتظام بھٹکتے ہوئے کتے اور فضا میں صرف کسی ایک شدہ مسجد کا پتلا سا سفید مینار یہ ایک ترک دہقان کی زندگی کا ساز و سامان ہے"

آگے چلکر لکھا ہے:۔

"مسلمان دہقانوں کے اندر تمدنی زندگی بمشکل پائی جاتی ہے عورتوں کی علیحدگی۔ عوام الناس کی دماغی جہالت کسی قسم کے باغات اور کھیل کود کے مقامات کا نہ ہونا۔ لائبریریوں، گانے اور ناچنے کی جگہوں [illegible] دریا متحرک تصاویر کا بھی جو اکثر ملکوں میں پہنچ چکی ہیں۔ اور ایسے ہی تمام قسم کے کھیل کود کے مقامات کا فقدان ان تمام جگہوں میں ہے۔ جہاں ترکی حکومت موجود ہے۔ اور اسلامی مراسم رائج ہیں"

اس مضمون کے لکھنے والے کو شاید کبھی ہندوستانی قصبوں اور دیہات کی سیر کا اتفاق نہیں ہوا۔ ورنہ اسے معلوم ہو جاتا کہ صرف ترکوں کی حکومت میں ہی نہیں۔ مغرب کی شائستہ اقوام کے زیر سایہ بھی دیہاتی زندگی کی وہی کیفیت ہے جس کا نقشہ اوپر کھینچا گیا ہے بلکہ ہم کہینگے کہ دیہاتی زندگی دنیا کے قریباً ہر ایک ملک میں ایسی ہی ہوتی ہے۔ شہروں سے دور پڑے ہوئے ہونگے دیہات کو وہ سامان میسر نہیں آ سکتے۔ جو بڑے بڑے شہروں میں ہوتے ہیں۔ اس سے کسی قوم کی تہذیب و شائستگی کے خلاف دلیل پکڑنا اپنی نا سمجھی کا ثبوت دینا ہے۔

ترکوں کی مہمان نوازی

کسی قوم کی تہذیب و شائستگی کو اگر پرکھا جا سکتا ہے تو اس کے اخلاق سے آداب کو اسی نامہ نگار کے قلم سے ترکوں کے ایک خلق عظیم کا حال بتائیں:۔

وہ ایک ترک دہقان کے گاؤں میں جہاں کہیں بھی جاؤ۔ مہمانوں کی خوب آؤ بھگت ہوتی ہے۔ اگر کسی گاؤں کا خان اور اس کا مہمان خانہ موجود نہیں۔ تو گاؤں کے رئیس اعظم کے ہاں اس کے گھر میں مہمانخانہ ہوتا ہے۔ جہاں اجنبیوں کی تواضع اور تکریم کی جاتی ہے۔

اناطولیہ کے دور دراز کے علاقوں میں بھی وحشی اور نیم تہذیب یافتہ انسانوں کا یہ خیال ہے۔ کہ ایک اجنبی مہمان ہوتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرنا لازمی ہے۔

آگے چلکر ایک واقعہ لکھا ہے کہ:۔

"جس وقت قسطنطنیہ کے دروازوں پر بلغاریہ کی توپیں گرج رہی تھیں۔ اور اس وجہ سے عیسائیوں کے خلاف جذبات اشتعال پر تھے میں اور میری بیوی ایک ارتی کے ساتھ۔ . . . سیر کر رہے تھے ہم پر ایک درجن دیہاتی لڑکوں کے گروہ نے حملہ کیا۔ اور پتھر پھینکے اور گالیاں دیں۔ اور کافر کافر کہکر پکارا۔ اس پر ہمارا وہ ارتی دوست مڑا اور لڑکوں کی طرف گیا۔ . . . . . اور ان سے پوچھنے لگا کہ کیا تمہاری قوم میں یہ طریق نہیں۔ کہ مہمانوں کے ساتھ خاطر و مدارات سے برتاؤ کرتے ہیں؟ کیا تمہارے اندر ان کو قہوہ اور مٹھائی پیش کرنے کا رواج نہیں؟ اور کیا اگر ہم تمہارے گھروں میں جائیں۔ تو تمہاری قوم کے لوگ ہماری اس قسم کی مہمان نوازی نہ کرینگے؟ ان باتوں کا ان لڑکوں نے اعتراف کیا۔ اور اس راستی نے ان کو شرم دلائی۔ کہ یہ لوگ امریکہ سے آئے ہیں۔ یہ کیا اثر لیکر جائیں گے۔ . . . . لڑکوں نے اس پر نہایت شرم سے پتھر پھینک دیئے اور پہاڑی کی طرف یہ کہتے ہوئے مڑ گئے۔ کہ اس شخص نے سچ کہا ہے"

یہ ایک عیسائی مشنری کی شہادت ہے۔ چند ان ترک لڑکوں کے متعلق جن کو بقول نامہ نگار مذکور تہذیب و شائستگی کی ہوا بھی نہیں لگی۔ جو مٹی کے گھروں میں رہتے اور گندے راستوں پر چلتے ہیں۔ ان کے تو بڑے بڑوں کیلئے بھی تہذیب و شائستگی پیدا کرنیوالی کوئی کلب اور سوسائٹی یا سنیما نہیں۔ چہ جائیکہ انہوں نے اس بچپن کی عمر میں کہیں سے ایسے اخلاق سیکھے ہوں

ظاہر ہے جن لوگوں کی تمدنی و معاشرتی زندگی اس قسم کی ہو جیسا کہ نامہ نگار مذکور نے ترک دہقانیت کا نقشہ کھینچا ہے۔ پھر جنگ کے ایام ہوں اور مخالف قوم کے لوگ ان کے قبضہ میں ہوں۔ پھر لڑکوں اور بچوں کے ہاتھ میں انکی قسمت ہو جنکو یہ خیال ہے کہ یہ ہمارے دشمن ہیں۔ نہ صرف مذہبی بلکہ سیاسی، ایسے بچوں کو ان کے قومی خصائص ان کے شریفانہ اخلاق کی یاد دلانا اور ان کی مہمان نوازی کا ذکر کرنا کس قدر مشکل ہوتا ہے۔ اور کون ایسے موقعہ پر سمجھ سکتا ہے +

فرانس اور انگلستان اور دیگر مغربی ممالک میں گذشتہ جنگ کے ایام میں مشتبہ اجنبیوں کے ساتھ سلوک کو ایک طرف رکھو۔ اور ان ترک بچوں کے ان اخلاق کو دوسری طرف اور پھر دیکھو کیا ایسے لوگوں پر مذہبی تعصب اور قتل و غارت کے الزامات کہاں تک درست ہیں +

(۴) سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور نے مولوی صاحب کو اپنے سالانہ جلسہ میں لیکچر دینے کے لئے مدعو کیا۔ آپ نے اپنے لیکچر میں تبلیغ و اشاعت اسلام و قرآن مجید پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہماری چھوٹی سی جماعت جو احمدیہ جماعت ہے۔ یہ کام کر رہی ہے۔ غرضکہ اس غیر احمدی جلسہ میں ان لوگوں میں سٹیج پر احمدی جماعت کو پیش کیا۔ جو خوب جانتے تھے۔ کہ احمدی جماعت حضرت مسیح موعود کی جماعت ہے۔ اور میں نے سنا کہ ایک ایڈیٹر اخبار نے انجمن والوں پر بہت غصہ نکالا۔ کہ ان احمدیوں کو اپنے جلسہ میں بلا کر کیوں لیکچر دلاتے ہیں۔ جو اپنے سلسلہ کو پیش کر جاتے ہیں۔

(۵) پھر آپ ۲۲ ۱۷ کو سکرٹری صاحب کو تحریر فرماتے ہیں کہ علاقہ بھوم (بی این ریلوے) میں جہاں سے ایک مبلغ کی طلبی آئی ہے۔ مولوی عبدالحق صاحب کو بھیج دیا جاوے۔ مولوی صاحب وہاں کام اس طرح پر کریں۔ کہ پہلے آریہ سماج کے یا عیسائیت کے یا دونوں کے خلاف کچھ لیکچر وغیرہ دیں۔ پھر سلسلہ کے متعلق تبلیغ کریں۔ کم از کم ایک ماہ وہاں ٹھہریں۔ کچھ لٹریچر پھیلانے کے قابل ساتھ لے جائیں۔

اب مولوی صدر الدین صاحب کا حال سنئے۔ جن پر ایک شخص نے مبایعین کی مجلس میں اپنا ایمان ظاہر کرنے کے لئے یہ افترا کیا کہ مولوی صاحب کے سامنے جب حضرت مسیح موعود کا نام لیا جاوے۔ تو ان کے چہرے پر رنج سے بل پڑ جاتے ہیں۔ اور تیوری چڑھا لیتے ہیں۔ یہ شخص کذاب ہے۔ مفتری ہے اور چالباز ہے۔ اگر یہ شخص ایسا ہی ایمان رکھتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود کا جان نثار ہے۔ تو اس نے نعوذ باللہ ایسے دشمن مسیح موعود اور دشمن احمدیت لوگوں کے پاس حاضر ہو کر تبلیغ و اشاعت کے کام میں خدمات بجا لانے اور ملازمت کرنے کی لمبی چوڑی درخواست کیوں دی۔ کیا ایک دیندار اور بے دین کا نباہ ہو سکتا ہے۔ یا حضرت مسیح موعود کا دوست اور دشمن ایک جا جمع ہو سکتے ہیں۔ اور کام کر سکتے ہیں۔ ممکن ہے اس کے ایمان کا یہی تقاضا ہو اور اس کے خیال میں میاں صاحب تبلیغ اسلام کا کوئی کام یا تو بالکل کرتے ہی نہیں یا صحیح طور پر نہیں کرتے۔ اور یہی دشمن احمدیت جماعت اشاعت اسلام کا کام کرتی ہے۔ اور اسے صحیح خدمت اسلام بجا لانے کے لئے یہاں درخواست بھیجنی پڑی۔ پس ایک طرف تو میں اس کی زبان تیز چھری کی طرح چلتی دیکھتا۔ دوسری طرف اس کی اس درخواست کا خیال آتا۔ تو مجھے حیرت ہوتی۔ آخر جب میں نے اسے ملامت کی۔ تو اس کے ہوش اڑے۔ اور سامعین بھی حیران رہے۔ مگر افسوس ہے کہ مخلصین حضرت مسیح موعود کی جگہ اب ایسے ہی لوگوں نے لی ہوئی ہے۔ یہ شخص قادیان میں رہنے والا ہے۔ غالباً وظیفہ خوار ہے۔ پس راز افشا ہو جانے کے ڈر سے بہت ہاتھ پاؤں مارے۔ کہ کسی طرح میری درخواست واپس مل جاوے۔ کہیں تو ذلہوزی حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں درخواست واپس کرنے کو لکھا۔ اور کہیں اپنے بھائی کو اصل درخواست کے لینے کے لئے دوڑایا۔ اور اسے چین نہیں آیا جب تک درخواست منگا نہیں لی۔ کہ مبادا کوئی نقصان نہ پہنچے۔ یہ ایمان ہے ان لوگوں کا جن کی نظر میں اور لوگ بے دین ہیں اور خود حقیقی احمدی قادیانی ہونے کا دعوےٰ ہے۔

مولوی صدر الدین صاحب مسجد احمدیہ میں درس قرآن مجید دیا کرتے تھے۔ مولوی صاحب اپنے درس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح کبھی کبھی بیان فرمایا کرتے وہاں موقع اور محل پر حضرت مسیح موعود کے حالات بھی سنایا کرتے جن کا اقتباس میں درج کرتا ہوں۔

ایک روز فرمایا کہ لوگوں نے اپنے انبیا کو ساحر کہا اور یہی بات اس زمانہ کے مولویوں نے حضرت مرزا صاحب کو کہی۔ اور واقع میں وہ بخیال ان کے بڑے ساحر تھے۔ کیونکہ ان کی شکل میں۔ تقریر میں اور تحریر میں خدا نے ایک جذبہ رکھا تھا جس سے مولوی لوگ گھبراتے تھے۔ کہ کوئی طالب حق اگر گیا تو پھر خالی نہیں لوٹے گا۔ اور واقع میں ایسا ہی ہوتا تھا۔ کہ سوائے کسی شاذ و نادر کے باوجود ان کے سد راہ ہونے کے جو جاتا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ کیونکہ خدا نے ان کو حق عطا فرمایا تھا۔ جو اثر کئے بغیر نہ رہتا تھا۔ یہی حال ہمارے احمدیہ مدرسہ کا ہے۔ لوگ اول تو بچے داخل نہیں ہونے دیتے۔ اور داخل ہوں تو بعض بچوں کی سختی سے نگرانی ہوتی ہے۔ کہ سوائے تعلیمی کام کے کسی سے سروکار نہ رکھا جائے۔ اور وہ ہم سے چوکس رہتے ہیں۔ اس لئے کہ سرپرستوں نے سکھایا ہوتا ہے۔ کہ احمدی لوگ ایسے ہوتے ہیں اور ویسے ہوتے ہیں۔ مگر ہم میں رہ کر جب ہمارے حالات ہماری تعلیم سے واقف ہو جاتے ہیں تو وہ بہت متاثر ہو کر گھر جاتے ہیں۔ اور والدین سے ہماری طرف سے جنگ کرنے لگ جاتے ہیں اور گھر میں ایک کہرام مچ جاتا ہے۔ کہ صاحب ہم نے تو اسے تعلیم کے لئے بھیجا تھا۔ بچے کو کیا ہو گیا۔ بات کیا ہے۔ صداقت اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔

ایک موقع پر فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب کے مخالف مولویوں کا کیا ایمان ہے کہ حضرت صاحب پر کفر کا فتوےٰ لگاتے اور لوگوں کو کہتے کہ دیکھنا مرزا صاحب کی کوئی کتاب نہ پڑھنا حتیٰ کہ کسی احمدی کا لیکچر تک نہ سننا ورنہ تم خود بھی کافر ہو جاؤ گے۔ اور تمہارے نکاح ٹوٹ جائیں گے۔ مگر خود یہ حالت ہے کہ جب کسی آریہ یا عیسائی سے مقابلہ پڑتا تو حضرت مرزا صاحب کی کتب چوری چوری منگا کر مقابلہ کی طیاری کرتے اور وہ گواہی دیتے کہ آج اس شخص نے جیسے ہم کافر کہتے ہیں۔ ادیان باطلہ کی تردید میں جو دندان شکن جواب دیئے ہیں ان کے بغیر اسلام کو فتح نصیب نہیں ہو سکتی۔

ایک بار فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب کے حالات زندگی پڑھ کر سنے سے پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ وہ کس قسم کا راستباز انسان تھا۔ کہ جبکہ وہ اپنے بچوں کے بہلانے میں ذرا سی تمام بہانہ سے کام نہیں لیتا۔ جیسے ایک کوئی

گر وہ نہیں سمجھتا۔ تو خدا پر کیسے جھوٹ باندھ سکتا ہے۔ میاں مبارک احمد بیمار ہوا دوائی نہیں لیتا تھا۔ اور کوئی خاص چیز مانگتا تھا۔ جو دی نہ جاتی تھی۔ اور وہ اس بارہ سخت تنگ کرتا تھا حضرت بیوی صاحبہ بار بار کوئی اور چیز اس کی جگہ لے کر جاتیں۔ اور کہتیں لو مبارک وہ چیز موجود ہے۔ مگر وہ اعتبار نہ کرتا۔ اور روتے جاتا۔ آخر حضرت صاحب کے پاس گئیں۔ کہ مبارک تنگ کرتا ہے۔ ہمارا تو اعتبار نہیں کرتا۔ ہاں آپ کا اعتبار کرتا ہے آپ جا کر کہیں کہ یہ وہی چیز ہے۔ لے لو تو اس طرح وہ بہل جاوے گا۔ حضرت صاحب جا کر کہتے ہیں کہ مبارک احمد لو۔ اس چیز کو وہی سمجھ لو۔ جو تم مانگ رہے ہو۔ مگر اس نے نہ مانا۔ پھر بیوی صاحب کو سخت تنگ کیا۔ حضرت صاحب کام میں مصروف تھے۔ وہ آئیں اور کہا کہ وہ تو ہمیں تنگ کر رہا ہے۔ اور آپ ہماری بات مانتے نہیں۔ جا کر اسے اتنا کہہ دیں کہ یہ وہی چیز ہے۔ بس آپ کی بات مان جائے گا۔ حضرت صاحب پھر جاتے ہیں۔ اور اسے کہتے ہیں کہ مبارک احمد لو اسے تم وہی چیز خیال کر لو۔ اللہ اللہ کیسی پاک فطرت ہے۔ کہ ایک بچہ کو بھی دھوکا دینا نہیں چاہتا ہے حالانکہ لوگ ان باتوں کو کسی قسم کا عیب ہی نہیں سمجھتے۔ بھلا ایسا شخص لوگوں کو خدا کے متعلق دھوکا دے سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر غور کرو۔ مبارک احمد فوت ہو جاتا ہے۔ بڑھاپے میں پرورش ہوا ہوا بچہ ہے۔ انسان کی کمر ٹوٹ جاتی ہے مگر عجیب سماں ہے۔ کہ بچہ تو ان کا فوت ہوا اگر مریدوں کو صبر و استقلال کا وعظ کرتے ہیں۔ پھر گھر جاتے ہیں۔ تو مستورات کو بھی یہی وعظ ہے۔ کیا یہ کسی کاذب کے کام ہیں۔ اگر کوئی جھوٹا ہوتا تو کم از کم اندرون خانہ تو ضرور بے صبری دکھاتا اس قسم کی اور کئی باتیں ہیں۔ جو مولوی صاحب درس میں یا اپنے لیکچروں میں بڑے مزے لے لے کر بیان فرماتے رہے ہیں۔ افسوس میں سب محفوظ نہیں رکھ سکا۔ نمونہ کے طور پر یہ چند باتیں بیان کی ہیں۔

اب میں دکھاؤں گا کہ سالانہ جلسہ ۱۹۲۱ء کے موقع پر جہاں احمدی اور غیر احمدی موجود ہوتے ہیں حضرت مسیح موعود کا ذکر کیا گیا یا نہ یا اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود سے بے تعلق ثابت کر کے مثل دیگر مسلمانوں کے اپنے آپ کو پیش کیا۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۲۱ء خان شاہ محمد صاحب انجینیر رخصتی میانی ضلع ہوشیار پور نے حضرت مسیح موعود کی صداقت پر لیکچر دیا۔ ۲۷ دسمبر ۱۹۲۱ء حافظ محمد حسن صاحب بی اے نے حضرت مسیح موعود کے مشن پر تقریر کی۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب "زندہ قوم" پر مضمون بیان کرتے ہوئے حضرت مرزا صاحب کو پیش کیا۔

علاوہ ان خاص مضامین کے سالانہ جلسہ کے موقع پر اختلافی مسائل کی بحث میں حاضرین کے سامنے حضرت مسیح موعود کا نام مبارک اور آپ کی تعلیم پیش ہوتی رہی۔

اب انجمن کا حال سنیئے سنہ ۱۹۲۰ء میں سردار محمود بیگ طرزی وزیر خارجہ سلطنت افغانستان ہندوستان میں تشریف لاتے ہیں۔ اس موقع پر اس انجمن کے پریذیڈنٹ یعنی حضرت امیر قوم کی طرف سے میموریل پیش کیا گیا تھا۔ اس میں آپ اس انجمن کی تاریخ لفظ احمدی کی وجہ تسمیہ پیش کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود کو پیش کرتے ہیں۔ پھر ابو داؤد والی حدیث کا انکار کر کے حضرت صاحب کا مجدد ہونا ثابت کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت مسیح ابن مریم کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ نزول مسیح والی پیشگوئی اسی طرح پوری ہوئی ہے۔ جیسے حضرت الیاس کی آمد ثانی والی پیشگوئی حضرت یحیی کے آنے سے پوری ہوئی تھی۔ جو حضرت الیاس کے بروز تھے پھر یہ بھی بتایا ہے کہ چاروں اماموں میں سے حضرت امام مالک تو حضرت مسیح ابن مریم کی وفات کے قائل تھے۔ اور باقی تین امام خاموش ہیں اور حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کو پیش کرنے اور اچھی طرح حق تبلیغ ادا کرنے کے بعد اپنا اصل مدعا اس میموریل میں یہ پیش کیا ہے۔ کہ ملک افغانستان میں جو ہماری جماعت کے اراکین آباد ہیں۔ ان کو آزادی رائے و عمل بخشا جاوے۔

سال حال میں سردار عبد الہادی خاں صاحب سفیر سلطنت افغانستان تشریف لاتے ہیں۔ ان کو بھی ایک میموریل میں یہ امر پیش کیا گیا ہے۔ کہ "ایں جماعت احمدیہ بخدمت اشاعت اسلام دامن کمر بستہ میدارد۔ چونکہ بانی ایں سلسلہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کہ مجدد ایں صدی چہار دہم بود راست ولیقین ہمیں داریم۔ بر حسب ایمار آں جناب خدمت اشاعت اسلام را نصب العین داشتہ ایم۔ و دریں خیال ہمہ امور دین را بر کارہائے دنیاوی مقدم داشتہ ایم۔ و دریں عہد از ہر کس بیعت گرفتہ دین را بر دنیا مقدم خواہد داشت۔ بحمد اللہ کہ مایان ازادنی ترین غلامان حضرت خاتم الانبیاء صلعم و کمترین بندگان مرزا غلام احمد صاحب مرحوم ہستیم۔ خدمت دین بہر نوعی کہ از ما میسر می آید۔ بر خود لازم گرفتہ ایم۔ و بجہت ایں غرض احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور را مقرر ساختہ ایم۔" غرضکہ اس طرح سے سلسلہ کو پیش کرنے کے بعد سب سے اخیر فارسی درثمین کے چند اشعار نقل کئے گئے ہیں۔

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

اور صاف لکھا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے چند اشعار پیش کرتے ہیں۔

پھر اور سنیئے۔ سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اپنے ایک مبلغ کو چند ہی روز کی بات ہے لکھتے ہیں۔ کہ "آپ کا خط حضرت امیر کی خدمت میں پہنچا۔ آپ تبلیغ کے کام کے واسطے جس قسم کی تجاویز پیش کرتے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ گویا اس شرط کی پابندی اپنے اوپر لینا چاہتے ہیں کہ مسیح موعود کا نام درمیان نہ آئے۔ لیکن انجمن کسی شخص کو اس شرط کے ساتھ مبلغ مقرر نہیں کر سکتی۔ کہ وہ حضرت مرزا صاحب کا نام نہ لے گا۔" اے صاحب بصیرت اصحاب خدا کے لئے غور کرو۔ سکرٹری صاحب اپنے مبلغ کو کیا یہ لکھ رہے ہیں۔ کہ دیکھنا حضرت مرزا صاحب کا نام کہیں نہ

سے بیٹھنا۔ یا یہ فرمان جاری کر رہے ہیں۔ کہ تم جو تبلیغ میں مشکلات بتا کر ایسی باتیں کرتے ہو کیا تمہارا منشا ملازمت کرنے کا بھی ہے یا نہ؟

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

جو بہتان لگایا جاتا ہے یہ اس کے برعکس ہے۔ پس خدا کا خوف کرنا چاہیئے۔ اس کو جان دینی ہے۔ اور اسی کے حضور حاضر ہونا ہے۔

پھر ابھی کل کی بات ہے۔ کہ ایک مدرس موسمی تعطیلات میں یہاں آیا مسجد احمدیہ میں بعد نماز جمعہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے سلسلہ گفتگو میں مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ تعطیلات میں آپ اپنے وطن (علاقہ سرحد) جائیں گے۔ وہاں سلسلہ کی چیزیں جیا کریں۔ یعنی تبلیغ احمدیت کریں

پھر سنیئے شاہ صاحب ایک شخص کو ۶/۲۲ ۶ کے خط میں کیا کچھ تحریر فرماتے ہیں:۔

دوستو! خدا کے لئے غور کرو۔ اور پھر انصاف کی نظر سے دیکھو کہ آیا یہ تحریر اس شخص کے قلم سے اظہار ما فی الضمیر ہو سکتا ہے جو حضرت مسیح موعود سے محبت رکھتا ہے۔ یا اس کا جو بغض رکھتا ہو؟ یہ ایک عاشق حضرت مسیح موعود کا کام ہے یا دشمن مسیح موعود کا؟ - اس قسم کی غلط بیانیاں کب تک پیش جائیں گی۔ اور کب تک لوگوں کی آنکھوں میں دھول ڈالتے رہو گے۔ ایسے موقع کے لئے حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے

یاد وخودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں
خو اپنی پاک و صاف بناؤ گے یا نہیں
باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں
حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں
کب تک رہو گے ضد و تعصب میں ڈوبتے
آخر قدم بصدق اٹھاؤ گے یا نہیں
کیونکر کرو گے رد جو محقق ہے ایک بات
کچھ ہوش کر کے عذر سناؤ گے یا نہیں

اخی مکرم جناب شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ نوازشنامہ اور پہلے ایک کارڈ موصول ہوا۔ اللہ کا شکر ہے اور بڑی خوش قسمتی ہے کہ آپ اپنے اوقات گرامی کو خدمت دین میں لگا رہے ہیں۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے مسلمانوں کے حال پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھا ہے

بیکسے شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کار خود با دین احمد کار نیست

اُس زمانہ میں تو اسلام کی یہ حالت نہ تھی۔ مگر آپ کی دوربین چشم دیکھتی تھی۔ کہ مسلمانوں اور اسلام پر کیا واقعہ ہونے والا ہے چنانچہ پھر فرمایا ہے:۔

ہے سزد گر خون ببارد دیدۂ ہر اہل دین
بر پریشان حالئے اسلام و قحط المسلمین
ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

گویا کہ آجکل کے زمانہ کا یہ نقشہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مامور نے جو علاج اس ذلت اور نکبت سے نکالنے کا اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر تجویز کیا وہ **اشاعت اسلام** ہے۔ اسی میں اسلام کی ترقی کا راز مضمر ہے۔ اسی میں مسلمانوں کے تنزل سے نکلنے کے اسرار ہیں۔ اسی سے خلافت پھر قائم ہوگی لیکن مسلمانوں نے آپ کی آواز پر کان نہیں دھرے۔ آج مہاتما گاندھی جی کے **کہنے پر مان لیا۔ کہ ہم تشدد نہیں کریں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نے جب کہا کہ جہاد بذریعہ تلوار اس زمانہ کے مشکلات کا علاج نہیں۔ تو انکار کر دیا**

حضرت اقدس نے فرمایا ہے

غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے؟

پھر فرمایا ہے

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

الغرض حضرت شاہ صاحب شکر ہے کہ مسلمانوں میں اب بیداری شروع ہوئی۔ اگر دشمنان اسلام ترکوں اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے سچے دین سے اکھاڑنا چاہتے ہیں۔ تو وہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے اب اور ہیں۔ وہ اب کفر کے بجائے اسلام کو قائم کرنے والا ہے۔ جیسے فرمایا ہے

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید
و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد

دستخط

سید محمد حسین۔ آنریری جنرل سکرٹری

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

(باقی دارد)۔ محمد نصیب احمدی

تازہ خبریں

انور پاشا کی شہادت ترکستان میں۔ نیویارک ۱۹ اگست۔ ماسکو سے ایک برقی پیغام کے مطابق سوویٹ گورنمنٹ کو معلوم ہوا ہے۔ کہ انور پاشا خاکی وردی میں شہید پائے گئے۔ ان کے بدن پر پانچ زخم تھے۔ آپ بخارا کے مشرق میں بولشویکوں کے خلاف برسرپیکار تھے۔

برلن ۱۹ اگست۔ انور پاشا کی شہادت کے متعلق اخبارات ماسکو سے خبریں شائع کر رہے ہیں۔ کہ آپ نووو بیپٹروو سک کے قریب جو بحیرہ خزر کے مغرب میں ہے۔ شہید ہوئے تھے۔ مگر ماسکو میں یہ افواہ گرم ہے کہ آپ کو کسی بالشویک فرستادہ نے شہید کیا ہے۔ اب تک اس خبر کی تصدیق نہیں ہوئی۔ آپ کی زوجہ محترمہ کو جو اپنے تین بچوں کے ساتھ برلن میں مقیم ہیں۔ اپنے معزز خاوند کے متعلق اس سے زیادہ اور کوئی خبر نہیں۔ جو اخبارات میں مشہور ہے۔

برطانوی یادداشت فرانس کے نام لندن ۱۹ اگست فرانس کی تجاویز کے جواب میں برطانیہ نے مشرق لوزان کے متعلق ایک کانفرنس منعقد کرنے کے بارہ میں جس میں ترکی اور یونان بھی شامل ہوں ایک یادداشت روانہ کی ہے جس کا مضمون تاحال نامعلوم ہے۔

ایونیا کی خودمختاری ایتھنز ۱۰ اگست ایونیا کی خودمختاری کے متعلق اتحادیوں نے جو یادداشت یونان کے نام ارسال کی ہے۔ اس کے متعلق سرکاری اخبارات اظہار غیظ و غضب کر رہے ہیں۔ اخبار کتھیمرو امنی میں ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جو بظاہر کسی باخبر قلم سے نکلا ہوا ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ اگر جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے نظریہ کو نظر انداز کر دیا جائے تو اتحادیوں کو یونان پر کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ یونان نے تسلیم کے بارہ میں تو مذکورہ بالا نظریہ کو تسلیم کر لیا۔ مگر اناطولیہ میں وہ ماننے کو تیار نہیں۔

وائسرائے کی خدمت میں وفد شملہ سر کے رنگا چاری ممبر لیجسلیٹو اسمبلی کی زیر سیادت ۱۰۹ اراکین کا ایک وفد وائسرائے کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وفد میں مرکزی اور صوبجاتی کونسلوں کے اراکین تھے۔ اس نے پارلیمنٹ میں وزیراعظم کی تقریر کے متعلق ایک ایڈریس پیش کیا جس کے جواب میں وائسرائے نے فرمایا۔ کہ اصلاحات درحقیقت ایک تجربہ ہیں۔ مگر ان کو وزیراعظم کی طرف سے یہ کہنے کی اجازت ملی ہے۔ کہ ملک معظم کے اعلانات کی خلاف ورزی یا حکمت عملی میں کسی قسم کا تغیر مقصود نہیں مفصل کیفیت بعد میں درج کیجائیگی۔

جرمنی میں قحط۔ لندن ۱۶ اگست اشیائے خوردنی کی قیمت میں اضافہ ہو جانے کی وجہ سے حکومت جرمنی نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ ملک میں ان قیمتوں کو نافذ کیا جائے۔ جو دوران جنگ میں تھیں۔

ایک مسجد کے انہدام کی افواہ ۱۱ اگست کو شام کے وقت ایک اطلاع کا نپور میں گشت کرتی ہوئی معلوم ہوئی۔ کہ صبح کو مسجد شہید کیجائیگی اس پر پبلک کی بڑی بے چینی پھیل گئی۔ اور مسجد کے موقعہ پر مجمع ہونا شروع ہو گیا مگر سکرٹری خلافت کمیٹی اناؤ اور شیخ محمد داؤد قریشی گنگا گھاٹ والے واپس آکر تمام مجمع کو یہ اطمینان دلایا کہ جو افواہ سنی گئی تھی وہ غلط ہے۔

اخبار سیاست پر مقدمات مقامی معاصر "سیاست" پر دو مقدمات دائر کئے گئے ہیں۔ ایک میں اس پر ایک فحش اشتہار شائع کرنے کا الزام ہے جس کی پیشی آج ۱۷ تاریخ کو ہوئی۔ اس کے متعلق آئندہ پیشی ۲۴ اگست کو ہوگی دوسرا مقدمہ ہرجانہ اس سب انسپکٹر پولیس تھانہ چونیاں کچہری ضلع لاہور کی جانب سے عمل میں آیا ہے۔ جس نے ایک مضمون بعنوان "قصور میں پولیس کی سختیاں" کی بنا پر ایک ہزار روپیہ ہرجانہ طلب کیا ہے۔ اس مقدمہ کی پیشی ۴ اکتوبر کو ہوگی۔

ہندوستانی مزدوروں کی مانگ کولمبو سے ایک پیغام مظہر ہے کہ ایک وفد لنکا سے اور ایک ملایا سے عنقریب شملہ کو روانہ ہونے والے ہیں تاکہ مجلس ترک وطن کے روبرو اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ یہ وفد سرکاری اور غیر سرکاری نقطہ نگاہ سے ان دونوں ممالک میں مزدوروں کے نقل وطن کے متعلق ترک وطن کی کوئی بندش عائد نہ کی جائے۔ کیونکہ اس سے ان صنائع پر مہلک اثر پڑے گا۔ جن کا انحصار ہندوستانیوں کی آمد پر ہے۔

فرانس کا عزم بالجزم سٹاک ہولم کا لاسلکی پیغام مظہر ہے کہ فرانس میں یہ رائے عام ہے۔ کہ کمیشن تاوان بغیر سخت ضمانتوں کے جرمنی کو مہلت نہیں دے گا۔ توقع کی جاتی ہے۔ کہ اس بارہ میں بلجیم فرانس کی حمایت کریگا اگر کمیشن کا فیصلہ اس کے مخالف ہوا۔ تو فرانس جرمنی پر مالی اور اقتصادی قبضہ حاصل کرنے کے واسطے اپنے طور پر کوشش کرے گا۔

ڈاکٹر کونو نے جرمن چانسلر نے غیر ملکی اخبارات کے نمائندوں سے برلن میں خطاب کرتے ہوئے فرانس کی حکمت عملی پر سخت جرح و قدح کی۔ اس نے کہا کہ مارک کی قیمت گر جانے سے لوگ غریب ہو گئے ہیں اور ان کا افلاس نظم و نسق کو برباد کر رہا ہے۔

نائب وزیر ہند کا ارادہ سیاحت ہند شملہ ۱۸ اگست سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ ارل ونٹرٹن نائب وزیر ہند نے وزیر ہند کی منظوری سے حکومت بمبئی کی اس دعوت کو منظور کر لیا ہے۔ کہ تعطیل کے ایام میں بحیثیت کے طور پر ہندوستان کی سیاحت کریں۔ آپ کچھ عرصہ وائسرائے کے ساتھ شملہ میں قیام کریں گے۔ اور اس کے بعد ہندوستان میں اپنے ذاتی دوستوں سے ملاقات کریں گے۔ آپ یکم ستمبر کو مارسیلز سے روانہ ہوں گے اور پارلیمنٹ کے اجلاس تک واپس ولایت تشریف لے جائیں گے۔

حکومت کا قرضہ شملہ ۱۸ اگست۔ ۱۶ اگست تک حکومت ہند کے سرکاری قرضہ کی مقدار ۵ کروڑ ۱۱ لاکھ ۵۲ ہزار سات سو روپیہ تک پہنچ گئی ہے۔

الصلح خیر

پیغام صلح

اخبار لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۳۸

ایڈیٹر چوہدری ظہور احمد بی۔اے

ہفتہ وار

جلد ۱۰

نمبر ۳۵

قادیان المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۶ محرم الحرام ۱۳۴۱ ہجری مطابق ۳۰ر اگست ۱۹۲۲ عیسوی

ما ازو یا بیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
اندر ملائک وز خبر ہائے معاد
ہر چہ گفت آن مرسل رب العباد
آن ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آن مستحق لعنت است
معجزات احمد حق اندر است
منکران مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمدہ از مادریم
ہم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن
جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آن نہ از خود از ہمان جائے بود

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

حضرت امیر بخیریت ہیں۔ اور خدمت قرآن میں مصروف۔ خداوند کریم برکت دے۔

جناب شیخ رحمت اللہ صاحب بخیریت ڈلہوزی سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔ اور آپ کی صحت اچھی ہے۔ اللہ تعالیٰ خادم دین وجود کو عرصہ تک سلامت رکھے آمین۔

مولوی عزیز بخش صاحب بی۔اے جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن و مرزا خدا بخش صاحب مصنف عسل مصفیٰ بغرض تبلیغ ڈیرہ غازیخاں گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کامیاب کر کے واپس لائے

چوہدری ظہور احمد صاحب بی۔اے کے ہاں اللہ تعالیٰ نے الحمد للہ فرزند عطا فرمایا ہے۔ اور سید غلام مصطفیٰ شاہ صاحب کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر دو بچوں کو سعادت دارین عطا فرماوے اور والدین کے لئے مبارک ہو گا۔

رسیدات زر

(۱) چندہ جماعت گجرات بابت ماہ اگست ۲۲ء

نام	چندہ ماہوار	رقم
شیخ فضل الٰہی صاحب ڈپٹی	"	ع
ڈاکٹر نور الحسن صاحب	"	سے
مرزا اکرم بیگ صاحب	"	عہ ر
حافظ علم الدین صاحب	"	ا ر
میزان		للعہ ا ر

(۲) چندہ عید فنڈ

نام		رقم
شیخ فضل الٰہی صاحب	چندہ عید فنڈ	سے ر
چودھری ظہور احمد صاحب	"	عا ر
بشارت احمد صاحب	"	عا ر
اہلیہ بشارت احمد صاحب	"	عہ ر
اہلیہ محمد یعقوب صاحب	"	عہ ر
مرزا حاکم بیگ صاحب	"	عہ ر
ڈاکٹر نور الحسن صاحب	"	عا ر
میزان		عہ عکا

(۳) قیمت کھالہائے قربانی

نام		رقم
بشارت احمد صاحب	قیمت کھالہائے قربانی	عہ ر
اہلیہ محمد یعقوب صاحب	"	عہ ر
چودھری ظہور احمد صاحب	"	عہ ر
مرزا اکرم بیگ صاحب	"	عہ ر
راجہ احمد خاں صاحب	"	عا ر
مرزا سردار بیگ صاحب		عہ ر
میزان		معہ ر

فہرست نومبائعین

(۱) حافظ احمد اللہ صاحب کشمیری منشی فاضل فتحکدل سرینگر کشمیر
(۲) شیخ محمد ابراہیم صاحب۔ محلہ ملک آنگن تھرڈ برج " "
(۳) " حاجی محمد حسین صاحب انجنیر ساکن چھرا " " "

اعلان

کیا احمدی دوسرے مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں

مدراس ہائی کورٹ میں ایک نگرانی سشن جج کے اس فیصلہ کے خلاف تھی۔ کہ ایک مسلمان عورت کا نکاح خاوند کے احمدی ہو جانے سے فسخ ہو گیا۔ وکیل ملزمان نے اثنائے بحث میں یہ دلیل پیش کی کہ احمدی دوسرے مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ اس پر مجھ سے دریافت کیا گیا ہے کہ آیا یہ بات صحیح ہے۔ اور اگر نہیں تو بذریعہ اخبارات میں اس کی تردید کروں۔ اصل بات یہ ہے کہ کوئی عرصہ آٹھ سال سے احمدیوں کے دو فریق ہو گئے ہیں۔ اور ان کے اختلاف کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی یعنی ایک فریق کا دوسرے مسلمانوں کو کافر قرار دینا۔ یہ صحیح ہے۔ کہ احمدیوں کا وہ فریق جو قادیان سے تعلق رکھتا ہے۔ انکا یہی عقیدہ ہے۔ کہ روئے زمین کے کل مسلمان کافر ہیں سوائے ان کے جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں لیکن دوسرا فریق جس نے اپنے آپ کو لاہور میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام سے قائم کیا ہے اس عقیدہ کو غلط سمجھتا ہے۔ اور اس کی طرف سے اس عرصہ آٹھ سال میں لگاتار تردید ہوتی رہی ہے۔ اسپر کوئی صاحب مفصل بحث دیکھنا چاہیں تو سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے رسالہ "ردتکفیر اہل قبلہ" مفت طلب کر سکتے ہیں۔

محمد علی
پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد | مورخہ ۱۶ر محرم الحرام سنہ ۱۳۴۱ھ | نمبر ۳۵

معجزہ یا خرق عادت

(۱)

ہر ایک مذہب کے پیرو مانتے ہیں۔ کہ ان کے نبیوں نے اپنے وقت میں معجزات دکھلائے۔ معجزات کی کیا حقیقت ہے۔؟ کس غرض کے لئے وہ دکھلائے جاتے ہیں؟ ان کا اثر لوگوں پر کیا ہوتا ہے؟ نبی ان کے دکھلانے پر کس طرح قادر ہوتے ہیں؟ یہ چند ایک سوالات ہیں جن کو ہم حل کرنا چاہتے ہیں۔ قبل اس کے کہ معجزات کی حقیقت بیان کیجائے۔ اور یہ بتلایا جائے کہ خدا کے مامور کس طرح ان کے دکھلانے پر قادر ہوتے ہیں۔ پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے۔ کہ معجزات کے دکھلانے سے غرض کیا ہوتی ہے؟ یعنی آیا وہ نفسہٖ کوئی غرض ان لوگوں کی ہوتی ہے جس سے وہ صادر ہوتے ہیں۔ یا یہ کہ ان کے ذریعہ سے کسی اور مقصد کو حاصل کرنا ہوتا ہے ہر ایک شخص اسکو تسلیم کرے گا۔ کہ جو لوگ خدا کی طرف سے مامور ہو کر آتے ہیں۔ وہ نہ تو جادوگر یا شعبدہ باز ہوتے ہیں۔ اور نہ ہی وہ کوئی کھیل تماشہ کرنے کی غرض سے اس دنیا میں مبعوث کئے جاتے ہیں۔ کہ لوگوں کو کچھ عجوبہ کرتب دکھلا کر تھوڑی دیر کے لئے حیران کر دیا جائے۔ یا ان کی تفریح کا سامان مہیا کیا جائے۔ ہاں یہ سچ ہے۔ کہ خدا کے ماموروں کے مخالف جو لوگ ہوتے ہیں۔ وہ ان کو جادوگر ساحر وغیرہ کے ناموں سے پکارتے ہیں۔ مگر وہ خود ہمیشہ اس بات کی تردید کرتے ہیں نبیوں یا ماموروں کے آنے کی غرض تو یہ ہوتی ہے۔ کہ لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کیا جائے۔ ان کا مقصد لوگوں میں ایک ایسی روح کا پھونکنا ہوتا ہے کہ جس سے وہ ہر وقت سچائی کی راہ پر قدم مارنے کے لئے مستعد ہوں گناہوں اور گندگیوں کی آلائشوں سے نکلکر ایک پاک اور مطہر زندگی بسر کرنے لگجاویں۔ ان کا نصب العین نہ صرف یہ ہوتا ہے۔ کہ لوگ ظلم و فساد و بے حیائی و بیوفائی۔ قتل و ڈاکہ غرضکہ ہر قسم کی بدی سے نکلکر انصاف و امن۔ پاکدامنی و وفا رحم و شجاعت کے اعلیٰ سے اعلیٰ منازل پر پہنچ جائیں۔ بلکہ وہ اپنے پیروؤں میں وہ طاقت و قوت پیدا کرنے کے لئے آتے ہیں۔ کہ جس سے ان کے پیرو دوسروں کو صدق و راستی کی راہ پر لا سکیں پس جب ان کے آنے کی غرض یہ ہوئی اور مقصد ان کی بعثت کا یہ ٹھیرا تو لازم آیا کہ بات وہ کرتے ہونگے۔ جو اسی مقصد کے پورا کرنے کے لئے ہوتی ہوگی۔ اس لئے معجزات کی بھی اگر کوئی حقیقت قرار دینی ہو تو وہ ایسی ہوگی جو اس غرض کی تکمیل میں ممد ہوگی۔ معجزات کے ذریعے وہ غرض اس طرح پر پوری ہوتی ہے۔ کہ جب ایک منصف مزاج انسان دیکھتا ہے۔ کہ ایک اس جیسا عاجز انسان وہ وہ باتیں کر کے دکھلاتا ہے جنکا عمل میں لانا بغیر کسی بڑی طاقت کی مدد کے ممکن نہیں۔ جب وہ مشاہدہ کرتا ہے۔ کہ ایک کمزور اور ناتوان بندہ استقلال اور صبر کے وہ وہ نمونے پیش کرتا ہے جنکا وہم و گمان نہیں ہو سکتا۔ جب وہ مجموعی طور پر ایک تعمق کی نگاہ ان واقعات پر ڈالتا ہے۔ جو ایک خدا کے برگزیدہ مرسل سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ایسے واقعات جو اس کی عقل کو دنگ اور اس کی آنکھوں کو خیرہ کرتے ہیں۔ جو اس کے فلسفہ کو باطل اور اس کے تخیل کو جھوٹا بتاتے ہیں۔ تو وہ مجبوراً اس منبع ہدایت کی طرف کھچا چلا جاتا ہے۔ خدا کا مامور ایک مقناطیس کی مانند ہوتا ہے۔ کہ جہاں کہیں بھی لوہا ہوتا ہے۔ اسکو اپنی طرف ایک زبردست کشش سے کھینچ لاتا ہے۔ وہ ایک آب حیات کا دریا ہوتا ہے جس کی طرف پیاسا آدمی دوڑ کر جاتا ہے۔ وہ ایک نور کا آفتاب ہوتا ہے کہ روشنی سے محبت کرنے والے اس کی طرف لپکتے ہیں۔ وہ ایک ہدایت کی شمع ہوتی ہے۔ کہ سچائی کے پروانے اس پر نثار ہو جاتے ہیں۔ وہ ایک صدق کا پھول ہوتا ہے۔ کہ اس کے کھلنے سے مذہب کا چمن خوشبو سے مہک جاتا ہے۔ اور بلبلیں اس پر آکر چہچہاتی ہیں۔ خلاصۃً یہ کہ معجزات کی غرض لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لینا ہوتی ہے۔ جب لوگ اس کی طرف کھچ آتے ہیں تو پھر ناممکن ہے۔ کہ وہ کہے کہ فلاں کام کرو اور وہ وہ کام نہ کریں جب یہ حالت ہوتی ہے۔ تو وہ مقصد پورا اور وہ غرض تکمیل کو پہنچ جاتی ہے۔ جس کے لئے وہ بھیجا گیا تھا۔ وہ ان کو گناہوں کے غلیظ کنوؤں سے نکال کر پاکی کے دریا میں غوطہ دیتا ہے۔ وہ ان کے سینوں میں نور الٰہی کی بتی کو روشن کرتا ہے۔ شک و شبہ کے گڑھوں سے نکالکر وہ ان کو یقین کے ایک اونچے اور محفوظ ٹیلے پر بٹھا دیتا ہے۔ ایک کمزور اور ناتوان پودہ ہے جو کبھی ہوا کے جھکولے سے ادھر اور کبھی طوفان کے جھکڑ سے ادھر کو مڑ جاتا ہے۔ وہ اس حالت سے ان کی اس طرح پرورش کرتا ہے کہ وہ ایک قوی اور مضبوط درخت بنجاتا ہے۔ کہ جس کی جڑیں زمین کے اندر دور دھنس جاتی ہیں۔ اور جس کی شاخیں آسمان میں پھیل جاتی ہیں جس کے سایہ کے تلے لوگ آرام کرتے اور جس کے پھل اور پھول سے انسان فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

معجزات کی حقیقت کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے دو ایک اور باتوں

کا مدنظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ یہ ایک واقعہ ہے۔ اور تاریخ کے اوراق اس کی گواہی دیتے ہیں۔ کہ معجزات کی اصلیت کچھ ایسی ہوتی ہے۔ اور ان کی ماہیت میں کچھ ایسی چیز مضمر ہوتی ہے۔ کہ تمام لوگ جو ان معجزات کو اپنی چشم سے پورا ہوتے دیکھتے ہیں وہ ان باتوں کو معجزہ تسلیم نہیں کرتے۔ اور نہ اس مرسل پر جس کے ہاتھ سے وہ ظاہر ہوئے اس پر ایمان لانے والے بنتے ہیں۔ بلکہ سچ بات تو یہ ہے۔ کہ عام طور پر مرسل پر ایمان لانے والوں کی تعداد اس کے منکروں کے مقابل پر بہت ہی تھوڑی ہوتی ہے۔ ایک اور بات کا بھی ہم کو نبیوں پر ایمان لانے والوں کی زندگیوں سے پتہ چلتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جو لوگ اس مرسل کے مومن ہوتے ہیں۔ عام طور پر راستی اور صدق امن اور وفا کے جوہروں سے مزین نظر آتے ہیں۔ یعنی یہ کہنا سچ ہے۔ کہ جتنا کسی شخص میں نیکی سے دلبستگی اور برائی سے نفرت ہوتی ہے اتنا ہی وہ زیادہ یقین کیساتھ اس مرسل پر ایمان لانے والا ہوتا ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں اسکو یوں ادا کیا جا سکتا ہے۔ کہ وہی انسان مرسل کی زندگی میں اس پر اپنے تمام یقین سے ایمان رکھتے ہیں۔ جو کہ سچائی اور امن کے راہوں سے محبت اور بدی اور فساد کے طریقوں سے متنفر ہوتے ہیں۔ گویا کہ مرسل ایک آلہ کی مانند ہوتا ہے۔ جو دودھ کو دودھ اور پانی کو پانی کر دیتا ہے۔ یا کہ وہ ایک کسوٹی ہوتی ہے جس پر سونا الگ اور لوہا الگ کیا جاتا ہے۔

معجزات کی حقیقت کو صحیح طور پر جاننے کے لئے اب ہمارے پاس تین بڑے معیار قائم ہو گئے ہیں۔ اور یہ معیار ایسے ہیں کہ ہر ایک آدمی ان کو تسلیم کرے گا۔ وہ تین اصول یہ ہیں۔

(۱) معجزات کوئی کھیل اور تماشہ کے طور پر لوگوں کو دکھلائے نہیں جاتے بلکہ ان کی غرض لوگوں کی زندگیوں کو پاک و صاف کرنا ہوتی ہے۔ ان کی حقیقت اور اصلیت کچھ ایسی ہوتی ہے۔ کہ ایک منصف مزاج اور بے تعصب آدمی ان کی حقیقت کو جانکر اس مرسل پر اس کے خدا تعالٰے کی طرف سے مامور ہونے پر یقین کر لیتا ہے۔

(۲) معجزہ کی حقیقت ایسی قائم کرنی پڑے گی جو واقعات کے مطابق ہو۔ تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے۔ کہ سارے لوگ جو معجزوں کو خود اپنی آنکھ سے واقع ہوتے دیکھتے ہیں۔ وہ سارے کے سارے مرسل پر ایمان نہیں لاتے بلکہ مومنوں کی تعداد منکروں سے بہت قلیل ہوتی ہے۔

(۳) قدرتاً جس میں نیکی کا مادہ جتنا زیادہ رکھا گیا ہے۔ اتنا ہی مرسل کے قریب ہوتا جاتا ہے۔ اور جتنا کسی طبیعت میں فطرتاً برائی کا رجحان زیادہ ہے اتنا ہی وہ اس مامور سے دور و مہجور ہوتا ہے۔

اب یہ تین اصول جو قائم کئے گئے ہیں۔ ان اصولوں کی بنا پر ہم معجزوں کی حقیقت کو پرکھیں گے

شذرات

فتوی کفر کے تلخ تجربات

پیغام صلح کی کسی پچھلی اشاعت میں جناب میاں صاحب کے بیان کو کچھ نقل کیا جا چکا ہے۔ جو انہوں نے سینیئر سب جج ضلع گورداسپور کی عدالت میں بطور گواہ دیا تھا۔ اس بیان کے دینے میں جو جو مشکلات ان کو پیش آئیں۔ اور جو جو تضاد و امور انہوں نے اس بیان میں جمع کئے۔ وہ تو انہی کا خاص انداز بیان ہے۔ اب ایک اور مقدمہ اسی قسم کا مدراس ہائیکورٹ میں دائر ہے۔ جس کی بابت گذشتہ اشاعت میں بیان کیا گیا ہے .... آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ حضرت امیرایدہ اللہ کا ایک اعلان شائع کیا جاتا ہے۔ جو انہوں نے اس استفتاء کے جواب میں شائع کیا ہے۔ کہ کیا احمدی غیر احمدیوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ مبائعین میاں صاحب نے اب جو اپیل ہائیکورٹ میں اس مقدمہ کی ہے۔ جو سب [illegible] جج کی عدالت سے انکے برخلاف فیصلہ ہوا اس اپیل کی حقیقت ہمیں سمجھ نہیں آتی۔ جب یہ میاں صاحب کا عقیدہ ہے۔ کہ سب غیر احمدی کافر ہیں۔ کیونکہ وہ ایک نبی کے منکر ہیں اور جب وہ فرما چکے ہیں۔ کہ ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو کافر سمجھیں اور غیر احمدیوں کا فرض ہے کہ وہ ہمیں کافر سمجھیں تو اب یہ تبلایا جائے۔ کہ یہ ایک دوسرے کا کافر سمجھنا صرف منہ تک ہی محدود ہے۔ یا جو شریعت کے معاملات ہیں ان میں بھی ہر ایک فریق کو دوسرے کے ساتھ کفار کا سا برتاؤ کرنا ہوگا۔ اگر کافر سمجھنے کا یہی مطلب ہے کہ شریعت کے معاملات میں ایک دوسرے کے ساتھ کفار جیسا برتاؤ ہوگا تو خدا را کوئی بتلا دے کہ اب یہ اپیل میاں صاحب کے مریدوں کی طرف سے کس لئے کی جا رہی ہے؟ غیر احمدیوں نے جب ایک عورت کا جس کا خاوند احمدی ہو گیا نکاح کسی دوسرے غیر احمدی سے کر دیا تو انہوں نے تو جناب میاں صاحب کے نزدیک اپنا ایک فرض ادا کیا۔ جو جناب میاں صاحب نے ان پر قرار دیا تھا۔ کیونکہ اس طرح سے انہوں نے اپنے عمل سے مہر کر دی۔ کہ وہ فی الواقع اس خاوند کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اب اس سے بہتر ذریعہ غیر احمدیوں کے پاس اور کونسا ہے جس سے وہ اپنے فرض کو جو میاں صاحب نے ان کا قرار دیا ہے اس کی ادائیگی کا عملی ثبوت دیں۔ کتنا صاف امر ہے۔ کہ جب خاوند احمدی ہو گیا اور غیر احمدی عورت کے رشتہ داروں نے اسکا نکاح بغیر طلاق کے دوسری جگہ کر دیا۔ تو گویا اس طرح سے ان غیر احمدیوں نے اپنے فرض کو نہایت احسن طریقہ سے انجام دیا جناب میاں صاحب تو ضرور خوش ہونگے کہ احمدی بھی اب ان کے فتوی

(ملاحظہ ہو صفحہ [illegible] کالم ۱)

ولایتی ڈاک

سر آرتھر ڈائل اور بندش شراب

سر آرتھر کینن ڈائل یورپ بلکہ تمام مغربی دنیا کے سپر چولسٹ فرقہ کے سب سے بڑے لیڈر ہیں۔ اور عموماً اسی فرقہ کی تبلیغ و تلقین کے لئے مختلف حصص دنیا میں چلتے پھرتے رہتے ہیں۔

چند ہی دن ہوئے۔ وہ امریکہ میں تھے۔ جہاں بندش شراب کا قانون چند سالوں سے نافذ ہو چکا ہوا ہے۔ سر آرتھر کو امریکہ میں بندش شراب کے نظارہ نے معلوم ہوتا ہے۔ بہت ہی متاثر کیا ہے۔ چنانچہ نیویارک سے روانگی کے وقت انہوں نے نیویارک ٹائمز کے نامہ نگار سے جو باتیں کیں۔ وہ سننے کے قابل ہیں۔

"انہوں نے کہا۔ کہ میں انگلستان میں قانون بندش شراب کا ہم نوا ہو کر واپس جا رہا ہوں۔ میں وہ شخص ہوں جسکو شراب خواری آج تک مرغوب رہی ہے۔ تاہم میں سمجھتا ہوں کہ یہ نسل اگر وہ اپنے عیش و عشرت کی چیزوں سے باز آ جائے۔ تو ایک بہت بڑا کام کرے گی۔ بجائے ایسا کرنے سے وہ آیندہ نسل کو کثرت شراب خواری کے بدنتائج اور مصائب سے بچا سکے۔ یہاں (امریکہ میں) شراب خواری پہلے کی نسبت بہت کم رہ گئی ہے۔ آج اگر آپ کو شراب کی ضرورت ہو۔ تو ایک تریاق کی بڑیہ کی طرح اس کی تلاش میں آپکو سرگرداں ہونا پڑتا ہے۔ قبل ازیں کثرت شراب کی یہاں یہ حالت تھی۔ کہ گویا شراب کی بوتل خود آپ کے منہ سے آلگتی تھی۔"

انہی خیالات کی تائید لیڈی کینن ڈائل نے بھی کی۔ اور اپنے خاوند کی بڑے زور سے تصدیق کی۔

ان خیالات سے ظاہر ہے۔ کہ امریکہ نے بندش شراب کے متعلق قانون نافذ کرنے میں جو سبقت دکھائی ہے۔ وہ بہت فائدہ کا موجب ہو رہی ہے اور نہ صرف خود امریکہ میں ہی شراب خواری کا اب بہت کچھ انسداد ہو چکا ہے۔ بلکہ دوسرے ممالک (انگلستان وغیرہ) میں بھی عنقریب وہ دن آنیوالا ہے جب اسکا استیصال قانوناً ہو جائے۔ سر آرتھر کینن ڈائل کا اثر سپر چولسٹ فرقہ پر بہت ہے۔ اور اگر وہ اپنے اثر سے کام لیکر شراب خواری کو روکنا چاہیں۔ تو سپر چولسٹ فرقہ کے ہزارہا لوگ اس سے تائب ہو جائیں گے۔ اور اس طرح یہ تحریک بہت سرعت کے ساتھ پھیل سکیگی۔

کاش ہندوستان میں بھی جہاں تمام اقوام و مذاہب کے لوگ شراب خواری کو برا سمجھتے ہیں۔ انسداد شراب کی کوئی صورت پیدا ہو۔

پسی فٹ جانسن

ڈبلیو ای جانسن اس شخص کا نام ہے۔ جو امریکہ میں بندش شراب کا موجب ہوا۔ "پسی فٹ" (گربہ قدم) کا ظریفانہ خطاب عوام الناس کی طرف سے اس کو ملا ہے۔ کیونکہ وہ نہایت چپکے چپکے اور خاموش طریقوں سے قانون بندش شراب کی خلاف ورزی کرنیوالوں کی خلاف ورزی کا کرتا رہا ہے۔ اس شخص کی ہمت قابل داد ہے۔ شراب کے خلاف تبلیغ و اشاعت کرنے میں وہ ہر وقت مصروف ہے۔ بلکہ اس بندش شراب کے حق میں لندن میں لیکچر دیتے ہوئے ایک مخالف کے پتھر نے اس کی آنکھ کو زخمی کیا۔ اور آنکھ نکلوانی پڑی۔

اور تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ ہندوستان بھی آیا تھا۔ "ٹریبیون" کا لندنی نامہ نگار راوی ہے۔ کہ حال ہی میں وہ نیوزی لینڈ جا رہا تھا۔ کہ رودبار انگلستان میں جہاز لوٹ گیا۔ اس کی ظرافت پسندی سے فائدہ اٹھا کر اسکو پولس نے یہ مہلت دی۔ اور تجویز کی۔ کہ جسطرح جہاز کو بچانے کے لئے پولس کو اسکے سامان اٹھا کر دریا میں پھینک دیا تھا۔ اسکو بھی سمندر میں پھینکدیا جائے۔ بہر حال خیر ہوئی۔ کہ جوں توں کر کے جہاز واپس ساحل انگلستان پر پہنچ گیا۔ اور "پسی فٹ" حسب معمول ہنستا ہوا خشکی پر آگیا۔ اور پھر دوسرے روز نیوزی لینڈ روانہ ہوا۔

نامہ نگار ٹریبیون کا بیان ہے۔ کہ ہندوستان کی اصلاح شراب نوشی کے متعلق مسٹر جانسن اپنے آپ کو پوری طرح خبردار رکھتے ہیں۔ اور ان کو اپنے ہندوستانی سیکرٹری مسٹر تربینی پرشاد سہنا سے پورے حالات معلوم ہوتے رہتے ہیں۔ مسٹر سہنا امریکہ جا رہے ہیں جہاں مقام ٹارینٹو میں شراب کے خلاف ایک بڑی مجلس منعقد ہونے والی ہے۔ جسکا نام ہے۔ انٹرنیشنل کونفنش آف دی ورلڈ لیگ اگینسٹ الکحل۔

صلح کا دیوتا

"ویرالیسٹ" راوی ہے۔ کہ مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم نے پادریوں کی ایک مجلس میں حال ہی میں ایک تقریر کی ہے۔ جس میں انہوں نے حاضرین کو متنبہ کیا۔ کہ براعظم یورپ میں اسلحہ جنگ بجائے کم ہونے کے دن بدن بڑھ رہے ہیں۔ اور اگر زیادہ احتیاط نہ کی گئی۔ اور حالت بدستور رہی۔ تو ایک اور جنگ چھڑ جانے کا اندیشہ ہے۔

مسٹر لائڈ جارج نے یہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ میرا ارادہ ہے۔ کہ اپنی بقیہ زندگی صلح اور امن قائم کرنے کی کوشش میں گذار دوں۔

"اس تقریر کے متعلق اہل انگلستان کی مختلف رائیں ہیں۔ مخالفین مسٹر لائڈ جارج کا خیال ہے۔ کہ یہ محض کلیسا کو اپنا ساتھی و ہمدرد بنانے اور بالخصوص نان کانفرسٹ (کلیسائے انگلستان سے غیر ملحق) کلیسا کو

سنجیدگی میں لانے کے لئے ہے۔

نیرالیسٹ کا بیان ہے۔ کہ اس امر کے لئے متفقہ طور پر کوشش ہو رہی ہے۔ کہ ہر ملک کے لوگوں کو اسلحہ جنگ کی برائیوں سے واقف کرایا جائے۔ اور اس غرض کے لئے انگلستان میں " (صلح کا اتوار) بھی منایا گیا۔

"اس کے ساتھ ہی اخبار مذکور کی رائے ہے۔ کہ صلح کا خیال بیشک ایک نیک اور قابل قدر خیال ہے۔ لیکن یہ امر کہ جنگ کبھی وعظ کے ذریعہ سے بھی ترک ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے اس سے زیادہ ایمان درکار ہے۔ جو راقم ہذا کے پاس تادم تحریر موجود ہے"

مسٹر لائڈ جارج کی متذکرہ صدر تقریر کا مطلب خود "نیرالیسٹ" کو بھی سمجھ میں نہیں آیا۔ جس کو اس نے خود وزیر اعظم ہی کے منہ سے پارلیمنٹ کے آخری اجلاس میں سننے کی انتظار دلائی ہے۔

مسٹر لائڈ جارج کی تقریر کا مطلب خواہ کچھ ہو۔ ان کا صلح و امن کا دیوتا بنکر بقیہ زندگی گذارنے کا ارادہ قابل غور ہے۔ ان کے عہد وزارت کی تاریخ کے تمام صفحات جن خونین مناظر سے لبریز ہیں۔ ترکوں کے متعلق جو جو سیاسی پیچیدگیاں ڈالکر ان کو کچلنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر قیام امن و صلح سے مراد یہی ہے۔ اور مرے کو مارے شاہ مدار ہی آجکل کے امن و صلح کا نصب العین ہے۔ تو اس ارادہ کی اہمیت کون محسوس نہ کرے گا۔

بہر حال دیکھنا چاہئے۔ کہ یہ ارادہ کیونکر عمل میں آتا ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر ۴

پر عمل کرنے لگ گئے ہیں۔ کیونکہ جو فرض وہ خود غیر احمدیوں کا قرار دے چکے ہیں۔ اس فرض کے بجالانے میں غیر احمدی اپنی طرف سے سب سے احسن طریقہ اختیار کر رہے ہیں۔ مگر افسوس ہے۔ تو ان مریدوں پر کہ جو اسقدر مریدی اور ہوا خواہی کا دم بھرنے کے باوجود اپنے پیر کی خوشی میں رخنہ اندازیاں کرتے ہیں۔ میاں صاحب کی خوشی کی تو انتہا نہ ہوتی کہ مرید تو مرید غیر احمدی بھی ان کے فتوی کے بموجب عمل کرنے لگ گئے ہیں۔ مگر حیف ان چیلوں پر جو اپنے پیر کی خوشی کو پورا نہیں ہونے دیتے اور برخلاف اپیل دائر کر دیتے ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ میاں صاحب کے مرید بھی غیر احمدیوں سے وہ بات کرواتے جسکا حکم میاں صاحب نے غیر احمدیوں کو کرنے کا دیا تھا۔ لیکن اب معاملہ بالکل برعکس ہے۔ کہ جب بچارے غیر احمدی خود بخود میاں صاحب کے فتوے کے مطابق عمل کرنے سے روکتے ہیں اور عدالت تک چارہ جوئی کرتے ہیں۔

عالم اسلام

عربوں کا ایمان

ریورنڈ پال ہیریسن نے جو بحرین میں مسیحیت کی تبلیغی خدمات سرانجام دے رہے ہیں "مسلم ورلڈ" میں "عربوں کا دل اور انجیل" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے۔ جس کے شروع ہی میں عربوں کی مذہبی پختگی اور اللہ تعالے پر ایمان کے متعلق یہ بیان کیا ہے۔ کہ "عربوں کا دل ایک مذہبی دل ہے۔ جو اپنے اعتقاد اور مذہب کے ساتھ وابستگی میں امریکن قلب سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ ایک عرب کے نزدیک کسی چیز کا علت العلل اللہ تعالے کے سوائے اور کوئی نہیں مینہ برستا ہے کیونکہ اللہ تعالے اسے برساتا ہے۔ اور جب امساک باران سے ملک میں خشک سالی اور ویرانی پیدا ہوتی ہے۔ جانور مرتے اور انسان فاقہ کشی پر اتر آتے ہیں۔ تو اس کی وجہ ایک عرب کے نزدیک سوائے اس کے نہیں ہوتی۔ کہ اللہ تعالے نے مینہ کو برسنے کا حکم نہیں دیا۔ اللہ تعالے کے قادر مطلق ہر چیز پر حاوی۔ ہر چیز کا مالک۔ خاموش۔ نایاب اور غالب ہونے کا یہ اعتقاد ایک بہت بڑی چیز ہے۔ جو مغرب کے رہنے والے ہیں۔ بہتر ہوگا۔ کہ اس کے مطالعہ کرنے اور اس سے کچھ سیکھنے کی کوشش کریں۔

"علاوہ ازیں اللہ تعالے صرف قادر مطلق ہی نہیں۔ ایک عرب کے نزدیک وہ حاضر و ناظر بھی ہے۔ جو کچھ ہم کرتے ہیں۔ وہ دیکھتا ہے۔ اور اسی کا ہاتھ حالات زمانہ کو سنوارتا یا بگاڑتا ہے۔ یہ اسی کی رحمت و عنایت ہے۔ کہ ہمارے سفر جلدی ختم ہوتے ہیں۔ اور اسی کی یہ مرضی ہوتی ہے۔ کہ تاخیر اور تکالیف ہم پر وارد ہوتی ہیں۔ اللہ تعالے کا نام ایک عرب کے منہ میں بار بار آنا کوئی چھوٹی سی بات نہیں۔ اللہ تعالے کا نام لب پر آنا۔ اس کا خیال دل میں گذرنا ایک عرب کے نزدیک بہت بڑی اور عظیم الشان نیکی ہے۔ اور کون ہے جو اس اعتقاد میں اسے غلطی پر قرار دے"

یہ ایک مسیحی مشنری کی شہادت ہے۔ گو جہانتک اللہ تعالے کے "خاموش" اور "نایاب" ہونے کا تعلق ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اسلام نے اللہ تعالے کو ایسا قرار نہیں دیا۔ بلکہ اس کے نزدیک اللہ تعالے آج بھی ویسے ہی اپنے پاک بندوں سے کلام کرتا ہے۔ جیسے پہلے زمانوں میں کرتا تھا۔ اور قرآن کریم کی شہادت ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا جو ہماری تلاش میں سرگرداں ہوگا۔ ہم اسے اپنی راہ دکھائیں گے۔ خود اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود کا وجود اس کی ایک بین دلیل ہے۔ ہمارے خیال میں اللہ تعالے کے متعلق یہی اعتقاد ہے۔ جو انسان کو ہر قسم کی برائیوں سے بچا سکتا ہے۔ اور اگر مغربی قوموں سے قلوب میں بھی آج یہی اعتقاد راسخ ہو جائے تو بہت سی برائیوں سے دنیا نجات پا سکتی ہے۔

ہمارے تبلیغی مشن

ناظرین کرام کو معلوم ہے۔ کہ بفضلہ تعالےٰ جرمنی میں ہمارا مشن قائم ہو چکا ہے اور عنقریب حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب وہاں تشریف لیجانے والے ہیں۔ اس مشن کے افتتاح کے لئے حضرت خواجہ صاحب مولوی عبد المجید صاحب کے ساتھ جرمن تشریف لے گئے ہیں۔ ذیل میں حضرت خواجہ صاحب کا ایک خط جو انہوں نے برلن سے حضرت امیر قوم ایدہ اللہ بنصرہ کے نام لکھا ہے۔ درج کیا جاتا ہے۔ اس خط کے پڑھنے سے ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ جرمنی میں کس قدر امید اسلام کی کامیابی کی ہو سکتی

(ایڈیٹر)

جرمن مشن

میں نے یہاں آ کر جہانتک ممکن تھا تحقیق کی۔ تین نو مسلم جو یہاں ہیں۔ ایک تاجر دوسرا ایک اعلےٰ افسر۔ تیسرے کے حالات کا پتہ نہیں۔ ان سے ملا۔ گھر میں بلایا۔ مختلف باتیں کیں۔ یہاں کے اعلےٰ طبقہ کے پروفیسرز اور مستشرقوں سے ملا۔ اور ایکدن ایک مقرر جگہ میں دہ بحیثیت مجموعی مجھے ملے۔ لیکچر کا انتظام اس لئے نہ ہوا۔ کہ یہاں تعطیلات تھیں اور انگریزی دان طبقہ جس سے مراد یہاں کے علماء و فضلاء ہیں۔ کوئی نہ تھا۔ اس لئے انتظام نہ ہو سکا۔ ان لوگوں سے اور اور لوگوں سے اچھی طرح گفتگو کی میرے نتائج حسب ذیل ہیں۔ اور اس میں یہاں کے پروفیسر شریک ہیں۔ بلکہ بعض مسلمان جو برس دو برس سے یہاں رہتے ہیں۔ اور جن کی نگاہ کو میں بعض وجوہ سے جن کے ذکر کرنے کی یہاں ضرورت نہیں۔ میں نگاہ معتبر کہتا ہوں

(۱) مغربی دنیا میں اسوقت جرمنی کے مقابل کوئی جگہ یا کوئی قوم نہیں جس میں اسلام کی عزت۔ علوم اسلام کیطرف رغبت ہو۔ کوئی وجوہ ہوں ایک قسم کا انتشار شوق اسلامی علوم کے حاصل کرنے کا ہے۔ ایسا ہی کوئی مغربی قوم نہیں۔ جو اہل جرمن جیسی اسلام سے واقف ہو۔ اور اس واقفیت کا نتیجہ اسلام کی عیب چینی پر واقعہ نہیں ہوا بلکہ اسلام کی عزت پر واقعہ ہوا۔ یہ لوگ جن سے میں مراد طبقہ علماء لیتا ہوں۔ یہ ایسی کوشش کو نظر استحسان سے دیکھتے جن سے ان کی اسلامی معلومات بڑھیں۔ یہاں کے مستشرقین میں سے بعض عربی میں گفتگو کر سکتے ہیں۔ عربی پڑھنے کا خاص شوق ہے۔ اور اس وقت سنسکرت کے مقابل بہت کچھ زیادہ ہے۔

(۲) عام ملک کی رائے جمہوریت کیطرف ہے۔ کیمونی زم جسکی ایک شکل پرانا سوشلزم اور جس کی انتہائی شکل بالشوزم ہے ایک متوسط درجے پر یہاں کام کر رہا ہے۔ یہ اس خیال کا طبقہ زیادہ تر انہیں کی حکومت اسلام کا socialistic پہلو بالیقین ان لوگوں پر اثر کرے گا۔ اس طبقہ کے ممبروں سے بھی گفتگو ہوئی۔

(۳) قوم کے سر میں سے بہت حدتک غرور اور تکبر کے خیالات نکل چکے ہیں۔ نہ معلوم پہلے تھے یا نہ تھے۔ لیکن اسوقت طبائع میں غربت اور مسکینی ہے اور نیک سلوک یا مراعاۃ خاص طور پر قدر کرتے ہیں۔ بعض مغربی اقوام کو میں نے دیکھا ہے۔ کہ ہماری مراعاۃ یا حسن سلوک کو وہ کسی اور نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کی نگاہ میں یہ بھی ایک قسم کا خراج ہے۔ جو ہمیں انہیں ادا کرنا ہے لیکن یہاں حسن سلوک کی قدر نگاہ مساوات سے ہوتی ہے۔ مقصد میرا یہ ہے کہ خوش اخلاقی اور حسن سلوک یہاں خاص قسم کا اثر پیدا کرے گی۔

(۴) انگلستان کے مقابل یہاں کا مذاق علمی بہت بڑھ کر ہے۔ ہر گفتگو اور ہر مذاکرہ میں شان علم کی جھلک ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ کل دنیا میں معدن علوم یہی جگہ ہے۔ میں امریکہ نہیں گیا۔ لیکن امریکن لوگوں سے اکثر ملا ہوں اہل جرمنی میں اسلامی مبلغ علمی شان کا چاہیئے۔ نہ عیسائیت کی غلطیاں بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ نہ اس کے اصولوں پر نکتہ چینی کی ضرورت ہے کیونکہ ان باتوں سے یہ قوم فارغ ہے۔ اور نہ معمولی اسلامی باتیں بتانے کی ضرورت ہے۔ یہاں علم اقتصاد فلسفہ اخلاق۔ فلسفہ تمدن و تہذیب اور اسی طرح سے مختلف علوم کو سامنے رکھکر یہ دکھلانا ہے کہ تعلیم اسلام میں اور علی الخصوص قرآن شریف میں نہ یہ ساری باتیں ہی ہیں۔ بلکہ اسلامی تعلیم کو ان پر تفوق ہے خصوصاً کیمونی زم۔ ریشنلزم اور [illegible] (فلسفہ اخلاق) اس لئے جو بھی مبلغ یہاں آئے وہ کم از کم Kant, Hume اور الٰہیات اور باطنیات میں [illegible] وغیرہا سے واقف ہو۔ پہلا معاملہ جو مبلغ کا یہاں پڑتا ہے۔ اگر وہ یہاں کچھ اثر ڈالنا چاہتا ہے۔ اور مستقل عزت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو انہیں لوگوں سے ہو گا۔ جو انگریزی دان ہیں۔ اور انگریزی دان وہی ہیں۔ جو اعلےٰ طبقہ کے لوگ ہیں۔ انہیں سے ملنا جلنا ہو گا۔ اور یہ چند منٹوں میں انسان کو پہچان لیتے ہیں۔ کہ انسان کس پایہ کا ہے۔ لہٰذا اگر کسی کی واقفیت عامہ ہو۔ اور ہر فن مولے علمی دنیا میں ایک حد تک نہ ہو۔ تو پھر اس طبقہ میں اس کی کوئی عزت نہیں ہو سکتی۔ پھر دوسرا طبقہ ہے۔ جہانتک پہنچنا ایک وقت چاہتا ہے۔ علمی طبقہ سے ملکر جو بہت فائدہ ہونے والا ہے۔ وہ لا تعداد طلباء کا ہے۔ ان کے ذریعہ یونیورسٹی میں لیکچر ہو سکتے ہیں۔ اور بہترین سامعین مل سکتے ہیں۔ اور یہی وہ طبقہ ہے جن کو علوم سے خاص محبت ہے۔ اس طبقہ کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ مسلمان ہوں گے۔ اس کو خدا پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ البتہ یہ طبقہ از حد ممد و معاون ثابت ہو گا۔ بشرطیکہ مبلغ کی علمی وجاہت اور قابلیت ان پر اثر کر جائے۔

(۵) یہاں اور میرے نزدیک ہر جگہ اشاعت اسلام سے مراد اشاعت علوم اسلامیہ ہونی چاہیئے۔ اور تبدیل مذہب کا نام

تبدیلی آرا ہونا چاہئے۔ بات تو ایک ہی ہے۔ لیکن لفظ مشن اور مشنری سے عزت اور محبت کی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے اور یہ کہیں بھی نہیں دیکھے جانے چاہئیں۔ اسلامی مبلغ کا فرض ہے کہ امور حقہ کو دنیا میں پیش کردے اور اس بات کی ذرا بھی پرواہ نہ کرے۔ کہ کون اپنا مذہب چھوڑ کر اس کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔ قرآن کی بھی یہی تعلیم ہے۔ یہ خدا تعالےٰ پر چھوڑنا چاہئے۔ اگر انگلستان کی طرح لوگ عیسائیت سے نکلکر ہمارے ساتھ شریک ہوگئے ہیں۔ یہاں ہمارے مشن کا نام مشن نہ ہوگا۔ بلکہ اشاعت علوم اسلامیہ انسٹی ٹیوشن یا کوئی اور جو مناسب ہو ہوگا۔ عیسائی مشنریوں نے اپنے طرز عمل سے کہیں بھی اپنے آپ کو قابل عزت نہیں بنایا۔ اس لئے ایک اعلےٰ حلقہ میں جب کسی نے میرے متعلق یہ ظاہر کیا۔ کہ ان کا ارادہ یہاں اسلامی مشن کھولنے کا ہے۔ تو فی الفور سامعین میں سے بعض نے ایک قسم کی مخالفت ظاہر کی۔ جو میرے لئے کافی اشارہ تھا۔

(٦) اس کے ضمن میں مجھے یہ کہنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اہل جرمنی اہل انگلستان سے معاملہ گفتگو میں جسکا اثر تبادلہ آرا و خیالات پر پڑتا ہو بالکل الگ واقع ہوئے ہیں۔ وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ جس سے وہ گفتگو کرتے ہیں۔ وہ ایک اجنبی ہے۔ یا اس سے پہلے ملاقات ہوئی ہے۔ اس لئے گر وہ اختلاف رائے رکھتے ہیں تو پہلی ملاقات کا کچھ لحاظ کریں۔ انگلستان میں اس امر کا لحاظ ہوتا ہے۔ اور وہ ایک مدت تک اختلاف ظاہر نہ کرنا مراعاۃ و مراسم تعلقات ابتدائیہ میں ضروری جانتے ہیں۔ لیکن یہاں کا انداز ہی الگ ہے۔ آن واحد میں جس امر سے وہ اختلاف رکھتے ہوں۔ نہ صرف اظہار اختلاف بلکہ استدلال پر بڑی شدت کیساتھ اتر آتے ہیں۔ یہ بات بھی میں ذاتی تجربہ کی بنیاد پر کرتا ہوں۔ جب میں مستشرقین سے ملا۔ لازم تھا کہ عربی زبان کے محاسن پر گفتگو ہوتی۔ جو نہی میں نے عربی فلالوجی پر گفتگو کی فی الفور جہاں کہیں انہوں نے اختلاف کرنا تھا۔ انہوں نے اختلاف کیا۔ اور بڑے مزے کی بات یہ تھی۔ کہ جن سے مجھے معرف ہوئے۔ صرف دس منٹ ہی گزرے تھے۔ ان سے میری بحث اس شدت کے ساتھ ہوئی جیسے کہ دو وکیل کسی عدالت میں ایکدوسرے کے مقابل گفتگو کرتے ہیں۔ آپ مجھے جانتے ہیں۔ کہ مجھ میں ان باتوں کے متعلق تحمل نہیں۔ بالکل ساملہ میں چوگان میں گو کا تھا۔ اور خدا کا احسان کہ میں نے انہیں متاثر چھوڑا۔ یہ کہنا غلط ہوگا کہ میں نے انہیں ہم آواز کیا لیکن ان پر روشن ہوگیا کہ میں اپنے قدم پر نہایت ہی مضبوط کھڑا ہوں۔ اور جو وہ علم لسان کے متعلق کہہ سکتے تھے۔ ان سے میں ناواقف نہیں اور ان کے نقصوں سے بھی واقف ہوں۔ مطلب میرا یہ ہے کہ یہاں انسان نہ صرف مختلف علوم سے آراستہ ہی ہونا چاہئے۔ بلکہ جری القلب بھی ہونا چاہئے

(٧) زبان گو مشکل ہے۔ لیکن لسانی اصول کو سامنے رکھکر اس زبان کا سیکھنا کوئی مشکل نہیں اول تو کثرت سے ایسے الفاظ ہیں۔ جو تبدیلی تلفظ انگریزی زبان میں موجود ہیں۔ البتہ انگریزی زبان کے مقابل یہاں کے اسماء و افعال میں عربی زبان کے اس طرح زیادہ resemblance گردان موجود ہے۔ عربی کی طرح تذکیر و تانیث بھی ہر چیز پر حاوی ہے۔ اور ایسا ہی کثرت سے نیوٹر جینڈر بھی ہے۔ اور اسکا اثر افعال پر پڑتا ہے۔ نحوی ترکیب انگریزی سے ایک ہندوستانی کے لئے آسان ہے۔ وہ بالکل اردو کی نحوی ترکیب سے ملتی جلتی ہے۔ اس لئے ایک ہندوستانی کے لئے آسان ہے۔ میری رائے میں اگر خاص محنت و مشقت سے کام لیا جاوے تو چھ ماہ میں اظہار مطالب کو ایک حد تک ایک انسان کر سکتا ہے۔ البتہ ایک سال کی محنت انسان کو platform کے قابل کر دے گی۔ اصل اصول یہی ہے۔ جو اپنی زبان پہ حکومت رکھتا ہے۔ وہ دوسری پر بھی آسانی سے کر لیتا ہے۔

(٨) مکانات کا کرایہ سستا ہے۔ لیکن کچھ ان لوگوں میں نہ معلوم کیوں معاملات میں پیچیدگی پیدا ہو گئی ہے۔ کچھ تو مارکس mark کی قیمت ہر روز بدلنے کا نتیجہ ہے۔ اس لئے محفوظ طریق یہی ہے۔ کہ کرایہ پر مکان لینے کی جگہ اپنا مکان خرید لیا جاوے۔ مکان اس حصہ میں ہونا چاہئے۔ جہاں اعلےٰ طبقہ کے لوگ رہیں۔ انداز رہائش بھی اعلےٰ ہونا چاہئے۔ جہاں کہیں جاؤ۔ مغرب اور مشرق میں یہ فرق قائم ہے۔ مشرق میں سادہ پوشی بلکہ بعض مشرقی قوموں کے نزدیک بے پارچہ ہونا نشان تقدس ہے۔ یہاں "الناس باللباس" یا "الناس بالمکان" یا "الناس بالاموال" پورے طور پر مغرب میں عمل کرتا ہے۔ اسکا لحاظ تخمینہ اخراجات میں کر لینا چاہئے۔

فی الجملہ اشاعت اسلام کے لئے کیا بلحاظ حالات ملک کیا بلحاظ مزاج قومی یا استعداد قومی کل مغربی دنیا میں یہ ایک بہترین مقام ہے۔ اور خدا کی شان ہے۔ کہ اس جگہ آکر مینے دیکھا کہ جن اصولوں کیطرف میری طبیعت چار سال سے جاری ہے۔ یعنے سائنس۔ فلسفہ۔ علم تصوف باطنیات۔ اور ان میں سے بعض کے ساتھ آپ کا ہمیشہ مجھ سے اختلاف رہا ہے۔ اس کا میدان جرمنی ہے۔ پہلے ہفتہ تو ان باتوں کا مجھ پر اسقدر اثر ہوا کہ میں اس ارادہ کے قریب آرہا تھا۔ کہ آپ کو لکھوں کہ ووکنگ کی سرگرمی کے لئے مولوی صدرالدین آجائیں اور میں یہیں رہوں۔ لیکن بعض دیگر وجوہات نے مجھے روک دیا ایک تو یہ کہ انسان کند کند انسان۔ جو کچھ میں کر سکتا ہوں۔ مجھ سے بہتر مولوی صدرالدین کر سکتا ہے۔ دوسرا میرے سامنے چونکہ چند تصنیفات تھیں۔ اور جنکا ہو جانا اس سفر جرمنی نے اور ضروری کر دیا۔ اس لئے میرے پاس زبان سیکھنے کا وقت نہیں۔ علاوہ ازیں ہماری سب کوششیں متحد ہیں۔

(٩) خوراک اخراجات انگلستان کے مقابل نصف لیکن اس

چنداں حصر نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ سب کچھ مارکس کی قیمت ارزان ہونے پر رہا ہے۔ اہل جرمن تو نالاں ہیں یہاں گرانی ہے۔ لیکن ہمیں یہاں کی گرانی محسوس نہیں ہوتی۔ کیونکہ ہم اپنا حساب پونڈ شلنگ یا روپیہ آنہ پائی میں کرتے ہیں۔ اس لئے ہمیں یہاں کے اخراجات بہت کم نظر آتے ہیں لیکن اگر یہ ارزانی قیمت مارکس ختم بھی ہوجاوے۔ تو بھی یہاں کے ہر قسم اخراجات انگلستان کے مقابل کم ہوں گے۔ اور ہمیشہ ہوتے ہیں۔

(۱۱) یہاں مسلمانوں کی تعداد خاصکر اس شہر میں ڈیڑھ ہزار سے اوپر ہوگی۔ تاتاری۔ ترکی۔ ایرانی۔ عرب۔ سریانی۔ شامی۔ افغانی الغرض ایشیا کی مختلف قوموں کے لوگ یہاں موجود ہیں۔ کثرت سے تجارت کیساتھ وابستہ ہیں۔ اور بعض طالب علم ہیں۔ کم از کم یہ لوگ عید پر جمع ہو جاتے ہیں۔ تاتاریوں میں ایک مسجد بھی ہے۔ لیکن صحیح اور باقاعدہ انتظام جمعہ کا یہاں نہیں ہے۔ جو مسجد گورنمنٹ نے ایام جنگ میں بنائی تھی۔ وہ برلن سے ایک گھنٹہ کی مسافت پر ایک قریہ موسوم بہ ونڈرڈاف میں موجود ہے۔ اسکا ایک امام ترکی ہے۔ لیکن اس مسجد کے ارد گرد کوئی اسلامی آبادی نہیں ہے۔ وہ جنگی اغراض کے لئے تھی۔ وہ ترکی اور دیگر سپاہیوں کا کیمپ تھا۔ اس لئے یہ مسجد عیدین میں معمور ہوتی ہے۔ باقی زیادہ تر تماشا گاہ ہے۔ یہاں اسوقت کی قیمت زمین اور اجرت تعمیر اور قیمت مسالہ کو اگر سامنے رکھو تو انگلستان چھوڑ ہندوستان کے خرچ تعمیر کے مقابل ایک چوتھائی میں جس حیثیت کی چاہو مسجد بن سکتی ہے۔ اس لئے اگر مساعدت وقت اور توفیق خداوندی شامل حال ہووے تو ہمارے مشن کے قیام میں بہت ہی جلد ایک مسجد کا بن جانا ایک امر یقینی ہے۔ یہ امر نہ مجھپر بصورت تجربہ روشن ہوچکا ہے۔ بلکہ جو گفتگو میں نے یہاں ایک نومسلم سے جو اعلےٰ پایہ کا افسر موجودہ گورنمنٹ میں ہے۔ اور ایسا ہی گزشتہ گورنمنٹ میں رہ چکا ہے۔ اس نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ کہ مسجد کی شکل اور اسکا وجود جس قسم کی مبلغیت کر سکتا ہے۔ وہ مغربی دنیا میں اشاعت تصنیف اسلامی سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور میں تو انگلستان کے متعلق اس نتیجہ پر متیقن ہو چکا ہوں۔ آئندہ اب کوئی ذریعہ رفتار قبولیت اسلام کو انگلستان میں تیز کرنے کا ہے۔ تو لندن میں مسجد کا بنانا ہے۔ خدا کے فضل سے لندن مسلم ہاوس اب پھر بارونق ہوتا جاتا ہے لیکن اس سے کئی گنا نتائج مسجد کے وجود سے مترتب ہونگے۔

(۱۲) اس وطن میں بعض مشکلات بھی ہیں۔ پالیٹکس کی ہوا بہت زور سے ہے۔ اور اس طرح مختلف شکلوں میں چل رہی ہے۔ کہ اس سے متاثر نہ ہونا بھی ایک مرد کا ہی کام ہے۔ پالٹیکس میں خصوصاً ہماری جماعت کا دخل دینا اس لئے بھی نامناسب ہے۔ کہ ہمارے مشن ایسی ایسی قوموں میں ہیں۔ جو پولٹیکل آرا میں ایک دوسرے سے متفق نہیں اس لئے ہمارا Platform جبتک پالٹیکس سے الگ نہ ہووے اقوام مختلفہ کے لئے مشترک Platform نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ جس جس ہندوستانی سے میں یہاں ملا۔ میں نے کسی نہ کسی انداز پر اسے سمجھا دیا۔ کہ ہمیں پالٹیکس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور اس کام کو جو ہم یہاں شروع کرنے لگے ہیں۔ پالٹیکس سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ اس امر کو ان میں سے اکثر نے نظر استحسان سے دیکھا۔ بدقسمتی سے یہاں چند ہندوستانی ہیں۔ جن میں سے بعض بالشویک خیالات کے ہیں بعض انقلاب پسندی کے انتہائی مقام پر پہنچے ہیں۔ بعض ایسے لوگوں کا بھی یہ علاقہ ملجا و مامن ہے۔ کہ جن کے لئے ہندوستان میں رہنا شائد مشکل ہو۔ ان لوگوں کی ایک جماعت یہاں ہے۔ اُن میں سے صرف ایک یا دو آدمی کے ملنے کے بعد جب انہیں یہ علم ہوا۔ کہ میں پالٹیکس سے ہمیشہ الگ رہتا ہوں۔ پھر کسی کو مجھے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ یا یہ کہنا بہتر ہوگا۔ کہ وہ مجھے نہیں ملے۔ ہمارے ممبران مشن کو جو یہاں ہوں گے۔ تو ان سے کیا تعلق ہوگا۔ لیکن یہاں جو ہندوستانی طلباء آئے ہیں۔ وہ بالضرور ان کے حلقہ اثر سے باہر رہنا چاہئیں۔ کیونکہ طالبعلم کو ان باتوں سے کیا سروکار ہے۔ میں تو ہر ایک شخص کو یہی مشورہ دونگا کہ وہ اپنے بچہ کو جرمنی بھیجنے سے پہلے اس بات کا فکر کرلے۔ کہ اس کی اولاد مذکورہ بالا حلقوں کے اثر سے باہر رہے گی۔ مشکل یہ ہے۔ کہ جسقدر اعلےٰ علوم و فنون مقابلتہً بہت ارزاں خرچ پر اور فراخدلی سے سکھائے جاتے ہیں اس کی نظیر کہیں اور نہیں۔

انگریزی اخبارات کی آرا

ووکنگ میں دلکش نظارہ

مسجد ووکنگ کے وسیع میدان میں یہ میرا پہلا موقعہ تھا کہ میں نے ایک امریکن خاتون کو اسلام قبول کرتے دیکھا۔ اس عورت نے سمور کا لباس پہن رکھا تھا۔ اسکے گلے میں ہار تھا۔ اور اس کے ایک ہاتھ میں بیگ تھا اسکے پاس ہی ایک جسیم ریش دار شخص پگڑی اور لمبا جبہ پہنے کھڑا تھا۔ وہ عورت اس کے ساتھ ساتھ کہ رہی تھی "میں گواہی دیتی ہوں کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں۔ اور کہ محمد (صلعم) اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ ...... میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں اسلام کے احکام پر چلنے کی کوشش کروں گی۔"

یہ معزز خاتون پرنس حسن تھی جسکا خاوند موجودہ سلطان مصر کا چچازاد بھائی ہے۔ اور سلطان فاد کا بھتیجا ہے۔ لیکن اسکی اپنی پیدائش کیلیفورنیا میں ہوئی۔

جس کارڈ سے مجھے اندر جانے کی اجازت ملی اسپر یہ الفاظ سنہری حروف میں منقش تھے "خواجہ کمال الدین آپ سے استدعا کرتا ہے کہ آپ اس اسلامی تقریب میں جو حضرت ابراہیم کی قربانی کی یادگار میں منائی جاتی ہے۔ بشمولیت دیکر مسرور فرمادیں۔"

اسکو ہاتھ میں لیکر میں اس گروہ میں مل گیا۔ اور مسلمانوں کو سجدہ کرتے دیکھا۔ ان کا منہ مکہ کیطرف تھا۔

وزیر افغانستان

تین بڑی لمبی دریاں اور کچھ سفید کپڑے گیلی گھاس پر بچھے تھے اور ان کے ایک طرف ایک بوٹوں اور جوتیوں کی قطار تھی جو کہ نمازیوں نے اتار کر رکھے تھے۔ یہاں سب اطراف کے مسلمان جمع تھے۔ ان میں انگریز خواتین اور بچے بھی شامل تھے۔ سیاہ ریش اور وجیہ وزیر افغانستان بمع اپنی جماعت کے سب اونی قمیص پہنے ہوئے تھے۔

ترکی سفیر نماز کے بعد وہاں پہنچا۔ ایرانی سفیر بھی وہاں موجود تھا لارڈ ہیڈلے ایک سادہ انگلش جنٹلمین معلوم ہوتا تھا۔ علاوہ ان کے ہندوستانی طلبا۔ ایک مصری جو برمنگھم میں مقیم ہے۔ اور مختلف رنگوں کے اشخاص خوبصورت عمامے پہنے ہوئے چند لڑکے نئے لباس پہنے ہوئے اور کئی حبشی بھی حاضرین میں شامل تھے۔

سب لوگ ایک معمر شخص کی اذان پر جس نے اپنے دونو ہاتھ کانوں پر رکھے تھے۔ فرش پر آ گئے۔ امام مسجد خواجہ کمال الدین صاحب

ووکنگ مشن میں عید اضحیٰ

یہ ہفتہ بارش کا تھا۔ اور بارش صبح کے نو بجے تک رہی۔ پھر بھی عین وقت خدا نے بادل کھولدیا۔ نماز باہر ہوئی۔ پانچ ممبران پارلیمنٹ نے وعدہ آنے کا کیا لیکن بوجہ بارش نہ آئے۔ نمازیں دوسو کے اوپر قریب تھے۔ ستر نو مسلم۔ ٹائمس کا تخمینہ پچاس نو مسلم تھا۔ سفیر ترکی بمعہ اسٹاف سفیر ایران بمعہ کل شاف و امیر الدولہ سابق وزیر اعظم ایران و برادر وزیر اعظم حال ایران۔ سفیر افغانستان بمعہ شاف۔ برادر سلطان رف۔ ترکی۔ مصری۔ عرب۔ شامی۔ افغان۔ اہل نیجیریا۔ اہل ٹیونس اور دیگر نو مسلم انگریز۔

خاص خصوصیت

لندن کے کل بڑے اخباروں میں تصویریں نکلیں۔ مانچسٹر گارڈین اور شیفلڈ کرانیکل اور اڈنبرا کے بعض اخباروں میں تصویریں اور نوٹ چھپے۔ یہ پہلا موقعہ ہے۔ کہ ٹائمس کے اخبار میں تصویریں اور نوٹ نکلا ہے۔

ایک امریکن خاتون کا قبول اسلام

ایک امریکن نژاد خاتون جس نے موجودہ سلطان مصر کے چچازاد بھائی شاہزادہ ابراہیم حسن سے شادی کی۔ اور وہ ایام زندگی خاوند عیسائی رہی اب عید کے دن مسلمان ہوئی۔ مسلمان ہونے کی تصویر ٹائمس نے دی۔

نے ایک نفیس چٹائی پر نماز پڑھائی۔ اور بعد میں خطبہ دیا۔ جس کی تقریر سیاسی پالیٹکس کا کچھ حصہ ملا ہوا تھا۔ اس نے خدا تعالےٰ کے چار اوصاف بیان کئے اس نے کہا کہ وہ رب العالمین ہے۔ یعنی خالق۔ قیوم۔ رازق اور ترقی دینے والا ہے۔ وہ لوگ جو حکومت کے مالک ہیں ان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے ان اوصاف کی پیروی کریں تاکہ دنیا میں امن و امان قائم ہو جائے اور جینوا اور ہیگ کانفرنس کی تمسخر سے بچ جائیں۔

اس کے بعد کہا کہ آج تم ایک قوم کو ڈاکو اور سفاک کہتے ہو۔ اور دوسرا دن انہی سے جاکر ہاتھ ملاتے ہو۔ گویا کہ وہ شائستہ انسان ہیں۔ یہ سب کس لئے۔ صرف اپنی اغراض کو پورا کرنے کے لئے اور ایک دوسری قوم کو نیست و نابود کرنے کے لئے۔ اللہ کی زمین پر امن قائم کرنے کا یہ طریقہ نہیں۔ دنیا سے شر و فساد کو دور کرنے کے لئے اس امام نے یہ نسخہ بتایا۔ اللہ تعالےٰ کے سامنے خاکساری سے چلو۔

جب خطبہ ختم ہوا تو سب لوگ اٹھے اور ایک دوسرے سے جوش کیساتھ بغلگیر ہوئے۔ اس دوران میں ایک ترکی سوداگر لندن سے وہاں پہنچا اور ان سے یہ تجویز پیش کی کہ ایک مبارک کا پیغام اعلیحضرت املان کیخدمت میں بھیجا جائے۔ پھر وزیر افغانستان نے تجویز کیا کہ اسی قسم کا ایک پیغام شاہ ایران کیخدمت میں بھی روانہ کیا جائے۔ اسپر امام نے کہا کہ ایک پیغام امیر افغانستان کی خدمت میں بھی بھیجا جائے۔

دست منشر گزٹ 15 8/22

ووکنگ میں عیدالضحیٰ

ابراہیم کی قربانی

کل ووکنگ میں قریباً دوسو مسلمانوں نے عیدالضحیٰ منائی۔ یہ تقریب حضرت ابراہیم کی قربانی کی یادگار میں کی جاتی ہے۔ جس کی عزت یہودی عیسائیوں اور مسلمانوں کی نظروں میں یکساں طور پر ہے۔ نماز عید مسجد کے سامنے میدان میں ادا کی گئی۔ ایک دلچسپ نظارہ تھا۔ اس کے بعد شاہزادی حسن نے ایک دلچسپ تقریر میں اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کیا۔ اس خاتون کا پیدائشی وطن امریکہ ہے۔ لیکن اس نے شادی مصر میں کی ہے۔

حاضرین میں سے ذیل کے اشخاص قابل ذکر ہیں۔ امام ووکنگ (خواجہ کمال الدین صاحب) ترکی اور ایرانی سفیر۔ قونصل ایران جو لندن میں مقیم ہے۔ عالیحضرت امیر السلطنت (ایران کے شاہی خاندان سے) صاحبزادہ آفتاب احمد خاں اور ان کے بھائی صاحبزادہ سلطان احمد خاں۔

دوران خطبہ میں اس واقعہ پر حاضرین کو توجہ دلائی گئی۔ جو کہ بائیبل میں مذکور ہے۔ کہ حضرت ابراہیم نے خدا تعالےٰ کے حکم سے ایک مینڈھ کی قربانی کی۔

تازہ خبریں

پیرس سے تازہ بشارت

غازی انور پاشا زندہ باد۔ حاجی احمد صدیق کھتری معتمد مرکزی مجلس خلافت بمبئی کو ان کے برقی پیغام کے جواب میں پیرس سے ڈاکٹر رشید بے سفیر دولت عالیہ انگورہ نے اطلاع دی ہے۔ کہ غازی انور پاشا کی وفات کے متعلق جو خبریں مشہور ہیں۔ وہ سراسر بے بنیاد ہیں۔

آئرلینڈ میں بالشویت کا خطرہ۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ڈی ولیرا نے کونٹی لوتھ میں پھر خروج کیا ہے۔ اور نئی کوششیں کر رہا ہے۔ آزاد فوج کے حکام نے ڈبلن کی سڑک کے قلعوں کو کمک پہنچا دی ہے۔ مگر مائکل کالنز کے جنازے پر فوجوں کے اجتماع سے جمہوریوں کو موقعہ مل گیا ہے۔

سردار مہتاب سنگھ کی گرفتاری۔ شملہ ۲۷ اگست۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے آٹھ اراکین گرفتار کرلئے گئے ہیں جن میں سردار بہادر سردار مہتاب سنگھ بھی شامل ہیں۔

یونانیوں کی پسپائی شروع ہوگئی۔ قسطنطنیہ ۲ اگست اناطولیہ میں جنگی کارروائی شروع ہوگئی ہے۔ ترک احرار نے اور طلبی کی یونانی چوکی پر قبضہ کر لیا۔ جو ضلع میاندر میں ہے۔ اور اس کے بعد ۶ اگست کو ضلع اسمار کے قریب مقام رکوی پر حملہ کیا۔

فلسطین کے عربوں کا استقلال۔ یروشلم ۲۷ اگست۔ نبلوس کی عربی کانگرس نے یہ قرارداد منظور کی ہے جسکا مقصد یہ ہے کہ جمعیتہ مذکور فلسطینی دستور کی مخالفت کرے گی۔ جائز ذرائع سے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔ فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن نہیں بننے دے گی۔ اور یہودیوں کے فلسطین میں متوطن ہونے کی مخالفت کرے گی۔

جرمنی کا دوالہ نکل گیا۔ پیرس ۲۷ اگست۔ اخبارات بیان کرتے ہیں۔ کہ سرجان بریڈبری اور موسیو موکلیر تاوان کمیشن کو اطلاع دی ہے۔ کہ تمام جرمن وزراء سوائے ڈاکٹر ہرمیز اور ہربرگ مَن کے تسلیم کرتے ہیں۔ کہ جرمنی کا دوالہ نکل گیا ہے۔ کہ ہر ورتھ کو اندیشہ ہے۔ کہ اسے قتل کر دیا جائیگا

ناظرین کرام خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ (منیجر)

دار الکتب اسلامیہ کی مفید کتابیں

مصنفہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مجدد اعظم صدی چہاردہم

(۵) سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد سوم۔ اس میں تین کتابیں ازالہ اوہام ہر دو حصص فتح اسلام۔ توضیح مرام شامل ہیں۔ اول اور آخر کتاب میں دعویٰ مسیح موعود اور وفات مسیح ناصری کے متعلق بڑے بسوط اور روشن دلائل دیئے ہیں جن کا جواب بالکل غیر ممکن ہے۔ درمیانی کتاب میں سلسلہ کے بڑے بڑے کاموں کا تذکرہ کر کے اہل دل لوگوں کو ان کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ تاکہ وہ ان میں شامل ہو سکیں۔ یہ تقسیم کام اللہ تعالےٰ کے منشاء کے ماتحت آپ نے تحریر فرمائی۔ قیمت بے جلد ۱۲/ علیحدہ علیحدہ کی قیمت حسب ذیل ہے۔

ازالہ اوہام ہر دو حصص - فتح اسلام - توضیح مرام

۶/ ۵/ ۵/

(۶) درثمین کامل۔ اس میں آپ کی جملہ اردو فارسی کی نظموں کو یکجا جمع کر کے کتاب کی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ یہ مجموعہ واقعی قیمتی جواہرات پر مشتمل ہے اور اپنے اندر نہایت دلکش تاثیر رکھتا ہے۔

قیمت بے جلد مکمل ۱۱/ مجلد عہ/

اردو بے جلد - مجلد - فارسی بے جلد - مجلد

۱۰/ ۷/ ۹/ ۶/

(۷) الحق مباحثہ لدھیانہ۔ یہ مباحثہ مولوی محمد حسین بٹالوی اور حضرت اقدس علیہ السلام کے مابین ہوا۔ جس کی اصل غرض وفات اور حیات مسیح کے مسئلہ پر روشنی ڈالنی تھی۔ مگر بٹالوی صاحب نے منظور نہ کیا۔ اور اس سے گریز کر کے ادھر ادھر کی باتوں میں مشغول رہے۔ جس سے حاضرین اور عوام پر ان کی مولویت کا پردہ پھٹ گیا۔ اور ان کو بڑی حسرت اور شرمندگی سے لدھیانہ چھوڑنا پڑا۔

قیمت بے جلد ۱۳/

(۸) الحق مباحثہ دہلی۔ آسمانی فیصلہ اور نشان آسمانی۔ تینوں عنقریب دفتری سے دفتر میں آنے والی ہیں۔ جو اصحاب منگوانا چاہتے ہوں۔ آرڈر بھجوادیں۔

مصنفہ حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی

(۴) محمد اینڈ کرائسٹ۔ اس کتاب میں بزبان انگریزی آنحضرت صلعم اور حضرت عیسےٰ کا مقابلہ کر کے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ میں کوئی بات دوسرے انبیاء سے بڑھ کر نہیں۔ پھر اسی سلسلہ میں آپ کے معجزات معجزہ پیدائش۔ دعوت۔ وفات اور آمد ثانی پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ کتاب قابل دید ہے۔ قیمت بے جلد ۱۲/ مجلد ۱۴/

(۵) مسیح موعود۔ اس کتاب میں سلسلہ احمدیہ کی خصوصیات پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اور مسیح ابن مریم کے دوبارہ آمد کی حقیقت کو قرآن کریم و احادیث شریف سے ظاہر کر کے حضرت اقدس مسیح موعود کے جملہ دعاوی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور آخر میں ان بڑی بڑی پیشگوئیوں کا ذکر کیا گیا ہے جو آن کے ہاتھوں پوری ہوئیں۔ غرض سلسلے کے متعلق تحقیق کرنے والوں کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔ قیمت بے جلد ۱۲/ مجلد ۱۴/

(۶) احمدیہ موومنٹ یہ چار حصوں پر مشتمل ہے۔ جن کے پہلے تین حصوں میں بزبان انگریزی حضرت اقدس کے حالات۔ دعویٰ مجددیت اور پیشگوئیوں وغیرہ کا ذکر کر کے آپ کا مسیح موعود ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ اور آخری چوتھے نمبر میں جماعت قادیان کا آپ کی طرف دعویٰ نبوت وغیرہ کا منسوب کرنا حضرت اقدس کی اپنی تحریرات سے غلط ثابت کر کے اس جماعت کا باطل پر ہونا دکھایا گیا ہے۔ قیمت ۱۲/ مکمل

حصہ اول - دوم - سوم - چہارم

۵/ ۵/ ۵/ ۱۵/

(۷) النبوت فی الاسلام۔ اس میں نبوت۔ رسالت۔ محدثیت مجددیت۔ اور حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی نبوت پر بحث کی ہے۔ قرآن کریم اور حدیث شریف اور حضرت مرزا صاحب کی کتب سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی ہے اور حضرت مرزا صاحب نبی بمعنی محدث ہیں۔ آخر میں اس کتاب کے ضمیمہ دیا گیا ہے۔ جس میں حضرت مرزا صاحب کی ان تمام تحریروں کو یکجا جمع کیا گیا ہے۔ جن میں آپ کا نبوت سے انکار کرنا ثابت ہوتا ہے

قیمت بے جلد ۲/ مجلد ۲/۸

المشتہر

مہتمم تصنیفات احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

راجہ پرنٹنگ پریس ... لاہور میں لالہ ... پرنٹر چھپکر باہتمام جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب پبلشر دفتر اخبار پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا

الصلح خیر

ہفتہ وار

پیغام صلح

لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۳۸

جلد ۱۰ — ایڈیٹر چودھری ظہور احمد بی۔اے — نمبر ۳۶

مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۳ محرم الحرام ۱۳۴۱ ہجری مطابق ۶ ستمبر ۱۹۲۲ عیسوی

اسلامیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
اندرین دین آمدہ از مادریم
ہم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن
جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آن نہ از خود از ہمان جائے بود

ما از و یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک وز خبر ہائے معاد
ہر چہ گفت آن مرسل رب العباد
آن ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آن مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر ہست
منکر آن مورد لعن خدا ست
معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری از ان روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

دُرِّ منثور

مدراس ہائی کورٹ کا فیصلہ

احمدی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے

مالابار میں ایک مسلمان کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے پر اس شخص کو مرتد قرار دے کر اس کی بی بی کا نکاح دوسری جگہ کر دیا گیا۔ اسپر فوجداری مقدمہ اس بی بی اور نکاح کرانے والوں کے خلاف ہوا۔ سشن جج مالابار نے فیصلہ کیا کہ جب ایک مسلمان احمدی ہو جائے۔ تو وہ مرتد ہو جاتا ہے۔ اور اس کی عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ اس پر ہائیکورٹ میں نگرانی ہوئی اور ہائیکورٹ کے سامنے یہ دلیل احمدیوں کی طرف سے پیش ہوئی کہ احمدی بھی مسلمان ہیں۔ کیونکہ وہ خدا کو ایک مانتے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کو خدا کا رسول مانتے ہیں۔ بالفاظ دیگر چونکہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اس لئے مسلمان ہیں فاضل ججان ہائیکورٹ نے فیصلہ کیا کہ احمدی مسلمانوں کا ایک اصلاح یافتہ فرقہ ہے۔ وہ قرآن کو مانتے ہیں۔ اور یہ کہنا درست نہیں کہ احمدی مرتد ہیں۔ اس لئے انہوں نے عورت کی بریت کے حکم کو منسوخ کیا مگر حالات مقدمہ کے ماتحت پھر اسپر مقدمہ چلانے کو غیر ضروری خیال کیا۔

فیصلہ میں کون مستحق مبارکباد ہے

بظاہر یہ فیصلہ احمدیوں کے حق میں ہوا۔ اور چودھری ظفر اللہ خان صاحب بیرسٹر جو جناب میاں محمود احمد صاحب کے حکم پر اس مقدمہ کی پیروی کے لئے گئے مستحق مبارکباد ہیں۔ لیکن ادنیٰ تامل سے معلوم ہوگا کہ اگر اس فیصلے کو صحیح مانا جائے جیسا کہ فی الواقع یہ ہے تو قادیاں کی احمدی جماعت کے عقائد کا کچھ باقی نہیں رہتا۔ اخبارات میں جو خلاصہ چھپا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چودھری ظفر اللہ خان

صاحب کی بحث ہائی کورٹ کے سامنے یہ تھی۔ کہ ہر ایک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل مسلمان ہے۔ اور اسی کے مطابق ہائی کورٹ کا فیصلہ ہے۔ لیکن یہی وہ بات ہے جس کی تردید کے لئے جناب میاں صاحب آٹھ سال سے پورا زور صرف کر رہے ہیں اور ثابت کر رہے ہیں کہ کوئی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل مسلمان نہیں جبتک کہ وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو بھی نبی نہ مانے۔ تو گویا ہائیکورٹ نے بظاہر مقدمہ جناب میاں صاحب کے وکیل کے حق میں کیا۔ مگر ساتھ ہی میاں صاحب کے اصول پر پانی پھیر دیا۔ اور احمدیوں کو مسلمانوں کا ایک فرقہ قرار دے کر اس ہماری عمارت کو گرا دیا۔ جو آٹھ سال میں بڑی محنت سے تیار ہوئی تھی۔ کیونکہ اگر یہ صحیح ہے۔ کہ احمدی بھی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے تو اس سے صرف احمدیوں کو کافر کہنے والوں کے گھر ہی ماتم نہیں پڑتا بلکہ اس سے بڑھ کر یہ امر میاں صاحب کے لئے موجب افسوس ہونا چاہیئے۔ اور جناب میاں صاحب کے سامنے یہ ایک نہایت اہم سوال ہے۔ جس کے جواب کیطرف وہ امید ہے ضرور توجہ فرمائیں گے۔ کہ

کیا ہر ایک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کہنے والا مسلمان ہے۔

اگر یہ درست ہے تو میاں صاحب کا آٹھ سالہ مذہب باطل ہے اگر یہ غلط ہے۔ تو انہیں بجائے اس فیصلہ پر خوش ہونے کے کہ یہ ہمارے حق میں ہوا سر توڑ کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ یہ فیصلہ تبدیل ہو۔ یہ کہنا کہ یہ ہائیکورٹ کا فیصلہ ہے۔ ہمارے عقائد سے اسے کیا واسطہ اپنے آپ کو سخت دھوکے میں ڈالنا ہے۔ اگر ہائیکورٹ ہمارے عقاید مذہبی کے خلاف ایک فیصلہ کرتی ہے۔ تو ہم چین نہیں لے سکتے۔ جبتک کہ اس کے خلاف پورا زور نہ لگائیں۔ مانا کہ ہمارا اختیار نہیں کہ ہائیکورٹ اس فیصلہ کو بدل دے۔ لیکن یہ تو ہمارا فرض ہے کہ اسے غلط ثابت کرنے کے لئے پورا زور لگائیں۔

سوال تو سیدھا ہے۔ کہ وہ اصول جس پر ہائیکورٹ نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ہر قائل مسلمان ہے۔ صحیح ہے یا غلط۔ اس سے تو چارہ نہیں کہ ہم دو باتوں سے ایک مانیں یا یہ کہ یہ اصول غلط ہے۔ یا یہ کہ یہ اصول صحیح ہے۔ اب جناب میاں صاحب کا اعلان شدہ مذہب ہے۔ کہ جسطرح وہ شخص کافر ہے۔ جو حضرت موسےٰ کو مانتا ہے۔ اور حضرت عیسےٰ کو نہیں مانتا۔ اور جسطرح وہ شخص کافر ہے جو حضرت عیسےٰ کو مانتا ہے اور محمد رسول اللہ صلعم کو نہیں مانتا۔ اسی طرح وہ شخص کافر اور خارج از دائرہ اسلام ہے۔ جو محمد رسول اللہ صلعم کو مانتا [illegible] زا صاحب کو نہیں مانتا۔ اب ہائیکورٹ کا یہ فیصلہ کر دینا [illegible] م کو مانتا ہے خواہ حضرت مرزا صاحب کو مانے یا نہ مانے مسلمان ہے۔ جناب میاں صاحب کے نزدیک ایسا ہی ہے۔ جیسا یہ فیصلہ کہ جو شخص حضرت عیسےٰ کو مانتا ہے وہ خواہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو مانے یا نہ مانے مسلمان ہے۔ اصولاً ان دونوں باتوں میں کوئی فرق نہیں۔ تو کیا کوئی مسلمان اس دوسرے فیصلہ کو برداشت کر سکتا ہے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں تو جس شخص کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم کو ماننے سے انسان مسلمان نہیں ہوتا جبتک کہ مرزا صاحب کو بھی نہ مانے اس کے لئے ہائیکورٹ کا فیصلہ ویسا ہی قابل اعتراض ہے۔ جیسا ایک مسلمان کے لئے یہ فیصلہ کہ جو شخص حضرت عیسےٰ کو مان لے وہ مسلمان ہے۔ خواہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانے یا نہ مانے۔ اگر میاں صاحب کا عقیدہ درست ہے تو ہائیکورٹ کا فیصلہ غلط ہے۔ اور اس غلط فیصلہ کی غلط دلیل دینے والے میاں صاحب کے اپنے وکیل ہیں۔ اور اگر ہائیکورٹ کا فیصلہ صحیح ہے میاں صاحب کا عقیدہ یقیناً غلط ہے۔

دیوار کی تحریر

کسقدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ مسلمان ان باتوں پر ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں۔ جنکو وہ خود اسقدر کمزور سمجھتے ہیں۔ کہ عدالت میں انہی کے خلاف جا کر کہتے ہیں۔ بالفاظ دیگر مسلمان چاہتے ہیں کہ ایک ہندو یا عیسائی تو انصاف کی کرسی پر بیٹھکر یہ فیصلہ کرے۔ کہ ہر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل مسلمان ہے۔ اور خود ایمان کی کرسی پر بیٹھکر اسکے خلاف فیصلہ کرتے ہیں۔ یہ شرم کا مقام ہے۔ اور ڈوب مرنے کی جگہ ہے اور اس بارہ میں میاں صاحب اکیلے الزام کے نیچے نہیں۔ بلکہ ہمارے تمام علماء کی یہی حالت ہے۔ ابھی سال نہیں گذرا کہ ہماری جماعت کے بعض معزز احباب نے یہی بات ایک بڑے مولنا صاحب کی خدمت میں پیش کی کہ مسلمانوں میں سے تکفیر کی بیماری کو دور کیا جائے۔ اور سب کا اس پر اتفاق ہو کہ جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے اسے مسلمان کہا جائے اور مسلمان سمجھا جائے۔ اور کوئی شخص دوسرے کو کافر اور خارج از اسلام قرار دینے کا مجاز نہ ہو۔ تو مولنا نے انکار کر دیا۔ مگر یہ دیوار کی تحریر ہے۔ مسلمانوں پر اتمام حجت ہو رہا ہے۔ کہ ہندو اور عیسائی تو انصاف کی کرسی پر بیٹھکر یہ فیصلہ کرتے ہیں۔ کہ ہر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل مسلمان ہے۔ اور یہ قریباً ہر لا الہ کے قائل کو کافر بنا رہے ہیں اگر مسلمان اسبارہ میں اپنی اصلاح نہ کریں۔ تو وہ خدا تعالےٰ کے الزام کے نیچے ہیں

(خاکسار محمد علی)

سید محمد یعقوب صاحب نے ہمیں امروہہ سے اطلاع دی ہے۔ کہ ان کے والد قبلہ مولوی سید محمد احسن صاحب کی طبیعت کچھ [illegible] سے زیادہ علیل ہو گئی ہے احباب ان کے حق میں دعا فرماویں کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحت عطا دے کیونکہ بزرگ دنیا میں [illegible] سے [illegible] ہیں۔ اور ان کا وجود نہایت ہی بابرکت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح اخبار لاہور

جلد ۱ | مورخہ ۱۳ محرم الحرام سنہ ۱۳۷۱ھ | نمبر ۲۰۶

ایک سادہ لوح دوست

کئی مرتبہ احباب نے دوران گفتگو میں استفسار کیا کہ ووکنگ میں جو لوگ مسلمان ہوتے ہیں۔ کیا وہ شعائر اسلامی کے پابند ہوتے ہیں کیا وہ نماز ادا کرتے ہیں۔ وہ دنیائے اسلام کے مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں دنیائے اسلام سے انہیں کوئی رابطہ انس و اخوت ہے۔ یا اسے قائم کرنے کی وہ کوشش کرتے ہیں۔ مگر کیا وہاں کی نومسلمہ پردہ اسلامی کی پابندی کرتی ہیں ایسے ایسے سوالات تعجب خیز نہیں ہوتے بعض اوقات تو طنز اور استہزاء ان کے محرکات ہوتے ہیں۔ مگر عموماً لاعلمی۔ واقعات سے بے خبری اخباری دنیا سے منافرت ان اصحاب کے تعجب کا موجب ہوتی ہیں۔ ان میں ایک قسم ان لوگوں کی بھی ہوتی ہے۔ جو ہر وقت مطالعہ میں مستغرق رہتے ہیں۔ لیکن مطالعہ کس قسم کا وہی بغداد کے مباحثات کا عصر غزالی کی یونانی فلسفہ کا معتزلہ کے پیچ در پیچ اور لطیف استعارات کا۔ فی نفسہ ہم تحقیق اور تدقیق کو برا نہیں کہتے مگر محقق ایسا نہ ہونا چاہئے جو چوتھی یا پانچویں صدی ہجری کے محض عالم خیال میں جا بسے اور اسے یہ علم نہ رہے کہ میں اس چودھویں صدی کے پرآشوب دور میں زندگی کے سانس لے رہا ہوں۔ اسے پوست کندہ استخوان کو اپنے دسترخوان پر جگہ نہ دینی چاہئے جبکہ دور جدید اس کے واسطے نئے سامان لئے کھڑا ہے۔ جبکہ چمنستان عالم طرح طرح کے فواکہ اور اثمار اس کے لئے حاضر کئے ہوئے ہے۔ اور اگر کسر باقی ہے۔ تو اس امر کی کہ کوئی جری آدمی آگے بڑھے لذیذ پھل چنے خود بھی بہرہ اندوز ہو اور دوسروں کو بھی متمتع کرے۔ کیا اسے علم نہیں کہ زمانہ بدل گیا۔ نئے حالات نے جدید تحقیقات علمی نے خیالات کو انوکھے قالب میں ڈھال دیا ہے۔ علم مشاہدات نے دماغوں کی کیفیت کچھ اس نوع کی منقلب کی ہے۔ کہ محض ادعا کچھ کام نہیں دیتے جبتک کہ ان کے ساتھ عقلی دلائل مویدات نہ ہوں۔

قرآن وحدیث کے باغ ہر وقت تر و تازہ ہیں۔ ان کی انہار عادیہ ہر وقت جاری ہیں۔ ریگستان الحاد سے العطش العطش پکارتا ہوا کوئی پیاسا آوے۔ وہ کٹورے بھر بھر کر اپنی پیاس بجھاوے۔ ظلمات توہم میں ٹھوکریں کھاتا ہوا۔ نور توحید کا متمنی۔ لق و دق جنگلوں میں حیران شدہ اور خلاصی کا طلبگار۔ استعارات وتشبیہات کے پایاب دلدلوں میں پھنسا ہوا اور راستہ گم کردہ اس سے ہدایت پائے اور جہاں کہیں انسان کا ہاتھ لگا ہے۔ اس نے خامی اور سقم پیدا کئے کامل اور مکمل وہی ذات پاک ہے۔ جس نے ہماری ہدایت کے لئے ایک مکمل مجموعہ قوانین بھیجا۔ جو ہر شعبہ زندگی میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ امام محمد اسحٰق امام مالک کی معیت میں حج بیت اللہ کے واسطے تشریف لے گئے۔ مگر امام محمد اسحٰق کے دل میں امام شافعی کی کوئی خاص عزت نہ تھی بشری کمزوریاں ہوتی ہیں۔ اور وہ انہیں بھی مبتلا تھے امام احمد انہیں ساتھ لیکر امام شافعی کے دولت کدہ پر گئے۔ کہنے میں میزبان نے کوئی حق مہمانداری اٹھا نہ رکھا۔ ان کے ایک ایک اشارہ پر اپنی جان کو پیش کیا۔ ان دنوں مکہ کی زمین کی فروخت کے جواز یا عدم جواز کا مسئلہ درپیش تھا۔ امام شافعی کو اس میں اسحٰق سے اختلاف تھا مؤخر الذکر نے اعتراضات کرنے شروع کئے۔ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم سے استدلال کیا۔ انہوں نے حدیث طلب کی۔ پھر آپ نے احادیث پیش کیں۔ اسحٰق صاحب نے فرمایا کہ حسن بصری تو یوں کہتے ہیں وہ بزرگ جوش میں بھڑک اٹھے ان کا چہرہ تمتما گیا۔ اور فرمانے لگے میں قرآن پیش کرتا ہوں حدیث کی سند سامنے لاتا ہوں۔ اور تو ایک انسان کا قول ان کے خلاف حجت میں پیش کرتا ہے۔ اگر مہمان کے احترام کا خیال دامنگیر نہ ہوتا تو اسی دم مار کر تجھے باہر دھکیل دیتا۔

یہ تھا خیال ہمارے بزرگوں کا۔ قال اللہ و قال الرسول اور اس کے مقابلہ قال غیرھم کے متعلق اس سے یہ مراد نہیں کہ سلف صالحین نے جو خدمات اللہ کے راستے میں کیں وہ کم ہیں۔ جو جان فروشی اور ایثار ان نفوس قدسیہ نے کیا دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ مگر جہاں کہیں قرآن وحدیث کے فہم میں یا کسی اجتہاد میں ان سے کوئی کمزوری ثابت ہوئی ہے تو ہم ان کی ذرہ بھر پرواہ نہ کریں گے اور قال اللہ وقال الرسول کو صرف اپنے پیش نظر رکھیں گے۔

کلام کا سلسلہ دور نکل گیا مگر ہم ایسے احباب کی خدمت میں گزارش کرینگے کہ اگر وہ وقتاً فوقتاً اسلامک ریویو یا اس کے ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام کا مطالعہ بھی کر لیا کریں تو یہ شکوک اس طرح رفع ہو جاویں جیسے روشنی کے سامنے اندھیرا غائب ہو جاتا ہے۔ جیسے طلوع آفتاب کے ساتھ شبنم اپنی حکومت کھو بیٹھتی ہے۔ یا اگر انہیں احتمال ہو کہ ان اخبارات کے پڑھنے سے ان کے جذبہ مذہبی کو ناشاد اللہ ٹھیس لگیگی۔ یا اس امر کا احتمال ہو کہ ان کا

ایمان متزلزل ہو جاوے گا۔ تو وہ ہندوستان میں ایک جیتی جاگتی ہستی کا مطالعہ کر لیں اور مشتے از خروارے پر قیاس کریں ہماری مراد محمد علی مارماڈیوک پکتھال ایڈیٹر بمبئی کرانیکل سے ہے۔

اسی طرح ہمارے معزز معاصر اہل سنت والجماعت نے امرتسر سے اپنے اخبار گوہر بار میں سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی جرمن مشن کے قیام کی اطلاع پر ذیل کے خیالات کا اظہار فرمایا ہے

اخبار اہل سنت والجماعت ۱۱ اگست [illegible] صفحہ [illegible]

تبلیغ اسلام کا کام اگرچہ فی نفسہ نہایت اچھا اور ضروری ہے۔ مگر جب اس میں مرزائیت (یعنے احمدیت) کی اشاعت بھی کیجائے اور اشارۃً اور کنایۃً بلکہ بعض وقت صراحتہً بھی مرزا صاحب قادیانی کے دعوے مسیحیت و مجددیت وغیرہ کا ذکر بھی کیا جاوے تو وہ تبلیغ اسلام بحیثیت الاسلام کے منافی ہے۔ کیونکہ مبلغین اسلام کو لازم ہے کہ وہ اس اسلام اور دین کو لوگوں تک پہنچائیں۔ اور مرزا صاحب نے بہت سی باتیں سلف صالحین صحابہ و تابعین و خیر القرون کے خلاف بتائی ہیں۔ لہذا احمدی مبلغین کو خواہ قادیانی ہوں یا لاہوری۔ اشاعت اسلام میں ان کا ذکر نہ کرنا چاہئے۔ قال رسول اللہ صلعم من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد۔ خواجہ صاحب نے ایکدفعہ امرتسر میں لیکچر دیا تھا جس میں مرزا صاحب کا بھی ذکر کیا تھا۔

بوالعجبیت کہ حضرت مرزا صاحب نے عیسائی خیالات کے استرداد کی خاطر ایک نیا علم الکلام پیدا کیا۔ ایک مسیحی پادری کو پتہ لگ جاوے کہ ان کے مقابل انکا ایک خادم کھڑا ہے۔ تو وہ اپنے پرسیپٹ کے پرواز اختیار کرتا ہے۔ وہ زبردست شخصیت جس نے تنہا سب ادیان باطلہ کا مقابلہ کیا۔ جسکا لوہا سب ان چکے ہیں۔ اگر نہیں تو وہ ہٹ دھرم جو حق کو اسواسطے قبول نہیں کرتے کہ وہ حق نہیں ہے۔ بلکہ اسلئے کہ وہ اس کے مقابل ایک دفعہ کھڑے ہو گئے اب اس کے آگے سر تسلیم خم کرنے میں ان کی بات نہیں رہتی۔

باقی رہا سوال تبلیغ اسلام کی اہمیت کا سو اس کے واسطے ہم ان کی خدمت میں بادب گذارش کریں گے۔ کہ وہ اس بات کو صرف اتنا کہنے سے نہ ٹال جائیں "کہ تبلیغ اسلام کا کام اگرچہ فی نفسہ نہایت اچھا اور ضروری ہے"۔ بلکہ انہیں یہ ہمیشہ کے واسطے سمجھ لینا چاہئے کہ مسلمانوں کا اولین فرض اعلاء کلمۃ اللہ ہے۔ باقی سب اس کے فروعات ہیں۔ اور جب تک مسلمان اس فرض کا احساس اپنے قلوب میں رکھتے تھے۔ کسریٰ کے ایوانوں کے کنگرے ان کے آگے سجدے کرتے تھے۔ اور دنیا کے بڑے بڑے متکبر اور غیور بادشاہ ان کی پیشوائی اپنے لئے فخر سمجھتے تھے مگر جبدم وہ فرع کو اصل سمجھنے لگے صرف حکومت اسلام کو وہ سمجھ بیٹھے کہ اصلی کام ہے۔ اور حقیقی فرض کو نظر انداز کر بیٹھے۔ اس وقت سے انحطاط شروع ہو گیا۔ اور اگر خواجہ کمال الدین صاحب نے امرتسر والے لیکچر میں حضرت صاحب کا نام لیا۔ تو انہوں نے کس جرم کا ارتکاب کیا۔ کیا وہ عبداً کفر ہے

کہ جس استاد نے انکو اس فرض کا احساس کرایا اس کی شکر گذاری کا احساس نہ کرائے۔

اوپر ہم نے اپنے معزز معاصر کے اعتراضات کچھ وضاحت سے مگر زیادہ تر اشارات سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ ناگوار خاطر نہ ہو مگر ذیل میں ہم اپنے مکرم دوست محمد یعقوب خانصاحب کے ایک تازہ مکتوب سے چند سطور ان کی تفنن طبع کی خاطر درج کرتے ہیں۔

"مسلمانان عالم کیساتھ انگریزی سے بڑھ کر زبان عربی تعلقات قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ حجاز۔ عراق۔ شام۔ مصر۔ مراکو۔ الجزائر۔ طرابلس جیسے ممالک ہیں۔ جہاں سے بکثرت مسلمان لندن۔ سیاسی و تجارتی و تعلیمی اغراض کے لئے آتے رہتے ہیں۔ انکے تبادلہ خیالات کا واحد ذریعہ عربی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر بلاد غیر مثلاً چین و روس وغیرہ کے علماء سے بھی اسی زبان میں گفتگو ہو سکتی ہے۔ گویا نہ صرف اسواسطے کہ اس میں تحصیل علوم دینیہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ اس کے ذریعہ سے ہم اپنے خیالات ممالک اسلامیہ میں نشر کر سکتے ہیں۔ علوم دینیہ و دنیویہ کے خواہ بحر بھی ہمارے دماغ میں موجود ہوں۔ مگر جبتک اس زبان سے واقفیت نہ ہو۔ مسلمانان دنیا کے اکثر حصہ تک ان خزائن کو نہیں پہنچا سکتے۔ تمام اسلامی دنیا میں بیداری ہے۔ اور اس میں حصہ لینے کے مشتاق کو اس زبان کا علم ضروریات میں سے ہے۔

اسلام نے بھی عجیب برادری قائم کی ہے۔ مشرق و مغرب۔ شمال و جنوب کے دور دراز ممالک سے دو آدمی ملتے ہیں۔ تو بھائیوں سے زیادہ محبت و الفت سے ملتے ہیں۔ گو نہ قومیت مشترک۔ نہ زبان مشترک۔ نہ لباس مشترک۔ نہ رنگ مشترک۔ دین کا حبل المتین ایک کو دوسرے سے مضبوط باندھے ہوئے ہے۔ قادیان کی فرقہ آرائیوں کی لغویت بھی اس جگہ بخوبی منکشف ہوتی ہے۔ جبکہ اسلام کی عالمگیریت کا حقیقی نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

مگر ایک عجیب بات دیکھی ہے۔ یہ باہم محبت و الفت کی روح اگر دیکھی ہے۔ تو انہی مسلمانوں میں دیکھی ہے جنکا واسطہ سیاسیات سے ہے۔ یعنے جن کے سامنے مسلمانوں کی عملی زندگی کی اصلاح و بہبود و پیش ہے۔ وہ جو اپنے آپ کو دیندار بتلاتے ہیں اور مولوی کہلاتے ہیں۔ وہ علی العموم ممالک غیر میں بھی ان [illegible] کی طرح ہیں جنکا [illegible] اپنے [illegible] ہے۔ لیکن اس قسم کا [illegible] اور [illegible] مولوی [illegible] تھا۔ [illegible] رکھنے والا۔ علم دین سے خوب واقف۔ [illegible]

ہے۔ ساٹھ سے اوپر عمر ہوگی۔ اتفاق سے ایک نو مسلمہ انگریز لڑکی بھی اسٹارن آئی تھی۔ ہم نے خیال کیا کہ حضرت دیکھکر خوش ہونگے کہ مسلمان لڑکی ہے۔ انکو بتلایا۔ مگر اسکا دل بغض و حسد سے جل رہا تھا۔ کہ یہ ہندوستانی جو عربی بھی نہیں جانتے جہاں میں اسقدر نام حاصل کر رہے ہیں۔ فرمانے لگے یہ کیسی مسلمان ہے۔ یہ تو منافق ہے۔ منہ ننگا ہے۔ سر ننگا ہے۔ بازو ننگے ہیں۔ پردے میں کیوں نہیں رہتیں داڑھی وغیرہ تم پھر دیکھئے۔ ساٹھ سال سے عمر گزری تھی۔ مگر شادی کی ہوس لوٹ پڑی۔ اور اس غرض کو بذریعہ اڈیٹر پورا کرنے کی کوشش کی۔ فرمانے لگے کہ لڑکیاں چونکہ مسلمان مردوں سے شادیاں نہ کریں گی معلمات نہیں رہ سکتیں۔ میں بھی اس کار خیر میں حصہ لیلونگا۔ گو ساٹھ ایک نو سالہ لڑکا بھی تھا اور وطن میں بیوی بھی چھوڑ آیا تھا۔ خدا جانے ہمارے پیشوایان دین کو کیا ہوگیا۔ جہاں جاکر دیکھئے۔ بدترین طبقہ ہی نظر آتا ہے یا لا ماشاء اللہ۔ شاید نبی کریم کی کوئی پیشگوئی پوری ہو رہی ہے۔

شذرات

فلسطین

یورپ سے واپس آتے ہی ہائی کمشنر سر ہربرٹ سیموئل نے اپنی کونسل شوریٰ کا اجلاس کیا۔ اس غیر معمولی انعقاد کا مقصد یہ تھا۔ کہ گورنمنٹ باشندگان فلسطین سے ایک رقم بطور قرض لینا چاہتی ہے۔ اسی دوران میں ہائی کمشنر نے بیان کیا کہ مجھے یہاں آنے پر معلوم ہوا کہ گورنمنٹ کی پالیسی کے متعلق یہاں سا چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ اور کئی قسم کی افواہیں اڑ رہی ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ ہم مسجد اقصےٰ اور حرم شریف پر حملہ کرنے والے ہیں۔ اور بہت سے لوگ ہیں جو ان باتوں کو یقینی مانتے ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل بے بنیاد ہیں۔ نہ صرف گورنمنٹ کے اعلان سے بلکہ حکمبرداری فلسطین کی دفعہ ۱۳ سے یہ قرار دیا گیا ہے۔ کہ یہ مقامات مقدسہ ہمیشہ مسلمانوں کے قبضہ میں رہینگے۔ یہ بھی مشہور کیا جاتا ہے کہ حکمنامہ فلسطین پر عمل ہونے کا یہ مطلب ہے۔ کہ یہاں یہودیوں کا جھنڈا لہراتا نظر آئیگا۔ اور سب انتظام یہودیوں کے ہاتھ میں چلا جائیگا۔ میں حیران ہوں۔ کہ اس قسم کی باتیں یہاں پھیلائی جاتی ہیں۔ مگر میں اس سے زیادہ حیران اس بات پر ہوں۔ کہ کثیر التعداد باشندگان ان باتوں کو سچ تصور کرتے ہیں۔ اور یقین رکھتے ہیں۔ کہ ایک دن یونہی ہوکر رہیگا۔

قرض کے سوال پر بحث کرتے ہوئے سر ہربرٹ نے کہا۔ کہ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ سالانہ محصول کے یہاں ایک رقم جمع رہنی چاہیے۔ غرض یہ تجویز ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے ایک قرض کا اعلان کیا جائے جو رقم گورنمنٹ پبلک کاموں میں صرف کرے گی۔ مثلاً ریلوے۔ ڈاک۔ سڑکوں کی تعمیر۔ ترقی زراعت۔ اندفاع امراض۔ سرکاری مکانات۔ اور پلوں کی تعمیر۔

مگر سب سے دلچسپ وہ آراء ہیں۔ جو اس تجویز کے متعلق ملک کے مختلف جرائد نے کی ہیں۔ ان کو پڑھکر مسلمانوں کو ایک حد تک مسرت ہوگی۔ کہ عربوں میں آزادی کی روح اور قومیت کا جوش ابھی کچھ باقی ہے۔ اور وہ ان خطرات سے اچھی طرح واقف ہیں۔ جو اس موجودہ انقلاب سے آنے والے ہیں۔ اس بات کا بھی اندازہ خوب لگ سکتا ہے۔ کہ انگریزوں کو وہاں کس نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اور ان کی اصلاحات پر وہ لوگ کیا رنگ اختیار کرتے ہیں۔ نیز ایسے ہی دو عربی اخبارات میں سے اقتباس دیئے ہوئے ہیں۔ ان کو ہم ناظرین کی دلچسپی کے لئے ترجمہ کرتے ہیں۔

"بیت المقدس" اپنے ایک افتتاحیہ بعنوان "ایک دل خوش کن پالیسی" میں اسے ایک چھینپنے کی ادا لکھتا ہے۔ جو کہ لوگوں کی توجہ کو ضروری اور اہم معاملات سے ہٹانے کے لئے کی گئی ہے۔ بھلا یہ کوئی وقت تھا۔ کہ ریلوں اور سڑکوں وغیرہ کے ذکر کو چھیڑا جاتا جبکہ سخت اہم معاملات ابھی طے نہیں ہوئے۔

اس کے بعد وہ لکھتا ہے۔ کہ سر ہربرٹ کا اعلان ہے۔ کہ جب حکمبرداری منظور ہو جاویگی۔ تو لیجسلیٹو کونسل کے وجود میں ملک میں ایک قسم کی جمہوری حکومت کا قیام ہوگا۔ اس کونسل میں زیادہ تر تعداد ملک کے منتخب ممبروں کی ہوگی۔ مگر عین اسی وقت وہ اسکو ایک باطل خیال قرار دیتا ہے جبکہ وہ بغیر لوگوں کی مرضی کے اور بغیر ان منتخب شدہ ممبروں کی رائے کے ایک قرض کی تجویز پاس کرتا ہے۔ حالانکہ یہ سب معاملات اس لیجسلیٹو کونسل کے وجود کے ساتھ وابستہ ہیں۔ جسکا وہ اعلان کرتا ہے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ یہ سب کچھ وہ مینڈیٹ کی منظوری کے بعد کرتا ہے۔ نہ کہ پہلے۔

"الصباح" یوں رقمطراز ہے۔ "کچھ دن ہوئے سر ہربرٹ سیموئل نے اپنی مجلس شوریٰ کا اجلاس کیا۔ اور ممبروں کو اپنی اس تجویز سے متفق ہونے کے لئے کہا کہ گورنمنٹ کیطرف سے ایک رقم کثیر کی بطور قرض لوگوں سے درخواست کیجائے۔ مگر عرب ارکان مجلس اس تجویز کو ہرگز منظور نہیں کرسکتے کیونکہ ان کو معلوم ہے۔ کہ اس سے ان کو کیا مصائب پیش آئیں گے باوجود اس مخالفت کے ہائی کمشنر بھی اپنی بات سے رکنے کا نہیں اور قرض لیکر ہی رہیگا۔ مگر اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ یہ رقم یہودی سرمایہ داروں سے لیجاوے گی۔ اور یہودی مہاجرین پر خرچ کیجاوے گی۔ اسکا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ یہ سب ملک کے قرض میں شمار کیا جاوے گا۔ اور اس کی ادائیگی کا بوجھ عربوں پر پڑے گا۔ جسطرح کہ ایک

وہ اس سلطنت کے بوجھ کو اُٹھائے ہوئے ہیں جو اس کوشش میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتی کہ ان کو اپنے وطن سے نکالے اور ان کی بجائے دشمنوں کو جگہ دے "

نیر ایسٹ اس کے بعد تحریر کرتا ہے۔ کہ یہ اخبار (یعنی الصبح) ایسے خیالات کی اشاعت کرتا ہے۔ جو ہم نے پہلے کبھی عربوں سے نہیں سُنے۔ چنانچہ یہ اخبار لکھتا ہے "یہودیوں میں سے سمجھدار طبقہ کو یہ ذہن نشین کر لینا چاہئیے کہ انگریزوں کا ان کو فلسطین کی حکومت دینے سے یہ مطلب نہیں کہ یہ ملک ان کے قبضہ میں ہو جائیگا۔ گو مجلس اقوام فلسطین حکمبرداری کو منظور کر بھی دے تاہم عرب جو یہاں کے باشندے ہیں۔ اس کو ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں .... ہوشیار اور باخبر یہودی یہ بھی سمجھ لیں کہ برطانیہ کلاں جو برتاؤ ان سے کر رہا ہے۔ اسکا مقصد یہ نہیں کہ یہودیوں کو حکومت حاصل ہو۔ اسکا مطلب تو صرف عرب مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنا ہے۔ اسی غرض کو انجام دینے کے لئے برطانیہ کلاں یہودیوں کے اموال سے مدد لے رہا ہے۔ اگر اس میں کامیابی ہوئی تو سب نفع برطانیہ کے ہاتھ جائیگا۔ اور اگر اس میں مطلب براری نہ ہوئی تو برطانیہ کا کچھ نہیں بگڑتا اور ابھی کے بعد وہ عربوں سے راہ و ربط شروع کر دیں گے۔ اور اس کی ذرہ پرواہ نہیں کرینگے۔ کہ یہودیوں کو تلوار کے گھاٹ اتار رہے ہیں اور ان کی عزت و حشمت کو خاک میں ملا رہے ہیں۔ آرمینیا کا مسئلہ گزشتہ زمانہ میں اور حال میں اسبات کا صریح ثبوت ہے "

قضیہ مدراس

سنا کرتے تھے کہ شاہنشاہ اکبر کے زمانے میں بہت سے لوگ سیّد بن گئے۔ ان کی تعداد اسقدر بڑھ گئی کہ حقیقی سیّدوں کی تمیز کرنی مشکل ہو گئی چونکہ ان دنوں نسلی امتیاز پر بڑی شد و مد کیساتھ زور دیا جاتا تھا۔ اس لئے ایک پکار مچ گئی۔ کہ ان جعلی سیّدوں کو بادشاہ غازی پرکھ کر مسترد کرے معاملہ اسقدر اہمیت پکڑ گیا کہ بادشاہ کو بھی توجہ کرنی پڑی اور ایک محکمہ باقاعدہ طور پر کھرے اور کھوٹے کی جانچ پڑتال کے لئے کھولا گیا۔ حکومت ہندوستان کو بھی ہمارے عہد میں اسی طرح کئی مشکلات پیش آجاتی ہیں جنکا سامنا کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ رفتار استبداد کو دیکھ دیکھ سنجیدہ و متین طبقہ کے زہرے بھی آب آب ہوئے چلے جاتے ہیں۔ گورنمنٹ لاکھ اعلان کرے کہ وہ کسی کے مذہبی معاملات میں دست اندازی نہیں کرے گی ان کے مذہبی حسیات کا احترام کرے گی۔ مگر بعض اوقات واقعات مجبور کر دیتے ہیں۔ کبھی تو اس خیال سے کہ ان کے کسی وفاکیش بندہ کی خانہ بربادی کا خوف لاحق ہے۔ کبھی یہ امر ملحوظ ہوتا ہے کہ ملک میں ایک انتشار پیدا ہو جاویگا۔ کبھی داب سلطنت اور قیام امن کی خاطر اہل الرائے لوگوں کے مشورہ سے دخل دینا پڑتا ہے۔

ہمیں بڑی خوشی ہوئی ہے۔ کہ حکومت ہند نے جسٹس اولڈفیلڈ اور جسٹس کرشنام کی زرّیں کلک سے ہمارے قادیانی دوستوں کے عقیدہ مذہبی پر اسلام کی مہر لگا دی۔ اور ایسی سند مرحمت فرمائی ہے۔ کہ خلیفہ میاں صاحب بھی اعلان کرتے رہیں کہ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم انہیں (یعنی غیر احمدیوں کو) کافر سمجھیں اور ان کا فرض ہے۔ کہ وہ ہمیں کافر کہیں لیکن کوئی نہیں سنیگا۔ بھلا لوگوں کے سر پھرے تھے کہ وہ ایسے غیر معقول فتوے سے سراسیمہ و حیران ہو کر خوف کی حالت میں عقبےٰ کا دھیان لگائے ہوئے کوئی چارہ نہ دیکھتے۔ اور حضرت میاں صاحب کے امن و عافیت کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر شفاعت کے امیدوار بن جاتے۔ لیکن اس فتوے کی ضرب کاری سے ایک دفعہ سٹ پٹائے تو ضرور ہونگے لیکن وہ سنبھلے انہوں نے غور کیا بڑی تحقیق کی۔ قرآن کریم کے احکام کی خلاف ورزی نعوذ باللہ۔ خاتم النبیین کی شان میں گستاخی۔ استغفر اللہ۔ مسیح موعود کے دعوے کا صریح ابطال۔ جس غلط فہمی کی بنیاد پر علماء نے ان پر کفر و ارتداد کے فتوؤں کی بوچھاڑ کی اور جس کی تردید میں حضرت صاحب نے اپنی قلم سے کس زور سے اپنے عقیدہ کا اعلان کیا۔ آج اسی فتوے کو گھر کے لوگ عملی رنگ میں ان پر چسپاں کر رہے ہیں۔

للہ الحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست

حق کو عمداً چھپانے میں بڑے ایچ پیچ کرنے پڑتے ہیں۔ اور مسٹر ظفر اللہ خان صاحب وکیل نے نہایت عقلمندی اور فراست سے کام لیکر حضرت مسیح موعود کی شخصیت کو پس پردہ رکھ کر استدلال سے اس غریب مالابار کی کھوئی ہوئی بیوی دلا دی۔ کہ ہم چونکہ خدا کو ایک مانتے ہیں اور محمد صلعم کو نبی تسلیم کرتے ہیں۔ اسلئے ہم بھی مسلمان ہیں۔ اڑے وقت میں حق سے ہی کام لینا پڑا۔ اور جناب میاں صاحب کے دلائل کو نظر انداز کر کے فن وکالت کے ذریعہ سے حقیقت کے چہرہ کو بے نقاب کیا۔

مدراس ۱۳ اگست۔ آج ہائیکورٹ میں جسٹس اولڈفیلڈ اور جسٹس کرشنام نے اس نگرانی کی عرضی کی سماعت کی جو احمدیہ فرقہ کے ایک شخص نے سشن جج ملیبار کے فیصلہ کے خلاف پیش کی تھی۔ اسمقدمہ کی حقیقت یہ ہے۔ کہ عرضی دہندہ مسلمان احمدی ہو گیا۔ اس کی بیوی نے سرکاری وکیل اور علمائے اسلام کے مشورہ کے بعد ایک اور شخص سے شادی کر لی۔ اسپر اس عورت کے پہلے خاوند نے جو احمدی ہو چکا تھا۔ عورت کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ سشن جج ملیبار نے عورت کو بری کر دیا۔ اور فیصلہ سنایا کہ جب کوئی مسلمان احمدی ہو جاتا ہے۔ تو حلقہ اسلام سے نکل جاتا ہے۔ اس لئے عورت کو دوسرے شخص سے شادی کرنے کی اجازت ہے۔

ہائیکورٹ میں یہ دلیل پیش کی گئی۔ کہ احمدی بھی مسلمان ہیں۔ انہیں حلقہ اسلام سے خارج نہیں تصوّر کرنا چاہئیے۔ کیونکہ وہ حضرت محمد صلعم کو

پیغمبر خدا تسلیم کرتے ہیں۔ اور توحید پرست ہیں۔ فاضل ججوں نے فیصلہ دیا ہے کہ احمدی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہیں۔ وہ قرآن کو تسلیم کرتے ہیں۔ انہیں دائرہ اسلام سے خارج تصور کرنا نامناسب ہے۔ اس لئے عورت کی بریت کے خلاف فیصلہ سنایا۔ لیکن مقدمہ کے حالات کو پیش نظر رکھ کر دوبارہ مقدمہ چلانے کو غیر ضروری قرار دیا۔

(زمیندار)

میاں فضل حسین کے خلاف ایک الزام کی قطعی تردید

مسلمانان لاہور کا جو عظیم الشان پبلک جلسہ محمڈن ہال لاہور میں ۲۶ ہندو و سکھ ممبران لیجسلیٹو کونسل کی میاں فضل حسین کی پالیسی کے خلاف عرضداشت پر اظہار ملامت کرنے کے لئے ہو چکا ہے اس میں پہلے ریزولیوشن کی تائید کرتے ہوئے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ نے اس الزام کی تردید کی جو فوجی طبی ملازمت میں ہندوؤں اور سکھوں کی حق تلفی سے تعلق رکھتی ہے چنانچہ مرزا صاحب نے بتایا کہ طبی محکمہ میں طلباء اور پریکٹس کرنیوالے ڈاکٹروں میں مسلمانوں کی ہمیشہ سے کمی رہی ہے۔ یہانتک کہ اب سے چند سال پیشتر تک دونوں میں مسلمانوں کی اوسط کبھی ۱۰ فیصدی سے نہیں بڑھ سکی۔ پنجاب کے ۶ ہندوستانی سول سرجنوں میں سے صرف دو مسلمان تھے ۵۱ اسسٹنٹ سرجنوں کو فوجی خدمت پر مامور کیا گیا تھا۔ اور ان میں سے ۴۴ کو ان کی میدان جنگ سے واپسی پر میاں فضل حسین بلالحاظ مذہب و قومیت مستقل اسامیاں ابتک دے چکے ہیں۔ اور باقی نوے انہوں نے وعدہ کیا ہے۔ کہ مناسب وقت پر ان کو بھی مستقل کیا جائے گا میڈیکل کالج میں پنجابی مسلمانوں کے لئے ۴۰ فیصدی داخلہ مخصوص کرنا یہ وزیر تعلیم کی اختراع نہیں ہے۔ بلکہ اس سے پیشتر ہی کرنیل سدرلینڈ صاحب پرنسپل مسلمانوں کے لئے ۳۳ فیصدی مخصوص کر چکے تھے۔ اور یہ اوسط کافی تھا۔ اور تمام مسلمان امیدواروں کا داخلہ عمل میں آیا۔ لیکن اب چونکہ اسلامیہ کالج لاہور میں "ایف۔ ایس۔ سی۔ کلاس کھل گئی ہے۔ اور سابق کی نسبت اب مسلمان طلباء زیادہ تعداد میں میڈیکل کالج میں داخلہ کے لئے آتے ہیں۔ اس لئے زیادہ اوسط کی ضرورت واقع ہوئی۔ جو میاں فضل حسین نے مقرر کرایا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے بیان سے ہندوؤں اور سکھوں کے الزام کی قطعی تردید ہوتی ہے۔ اور میاں صاحب نے جو ۴۰ فیصدی اوسط مسلمانوں کے لئے مقرر کر دیا ہے۔ اس سے بھی مسلمانوں کی حق تلفی کی پوری تلافی نہیں ہوتی۔ باوجود اس کے ہندوؤں نے سکھوں کو اپنے ساتھ ملا کر میاں صاحب کے خلاف آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے۔ جس کی علانیہ غرض مسلمانوں کی حق تلفی کا قائم رکھنا ہے۔

(پیسہ اخبار)

کانگرس کمیٹی کے ارکان کی پیش کردہ کیفیت

پراونشل کانگرس کمیٹی کی مجلس عاملہ کی استدعا پر ہم امرتسر گئے تا گورو کے باغ جائیں اور حالات بچشم خود ملاحظہ کریں اور یہ دیکھیں کہ اشتعال انگیزی کے باوجود اکالی پُرامن اصولوں پر کاربند رہتے ہیں یا نہیں۔ ہم ۲۷ کو سہ پہر کے وقت امرتسر پہنچے۔ رات بھر وہاں قیام کیا دوران قیام میں ہمیں گورو کے باغ کے واقعات و حوادث کی اطلاعات موصول ہوتی رہیں۔ جو شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے آدمی ہر وقت پہنچاتے رہتے تھے۔ ان اطلاعات سے ہمیں معلوم ہوا کہ ۲۷ اگست ۱۹۲۲ء کو کم از کم چھ دستوں نے لکڑی کاٹنے کی کوشش کی اور پولیس والوں نے انہیں سخت بیرحمی سے پیٹا۔ بعض سکھ تو لاٹھیوں سے ایسے سخت پیٹے ہیں کہ وہ بیہوش ہو ہو گئے۔ ان کے بعد جو دستے جاتے رہے ان پر اور زیادہ سختی ہوتی رہی۔ کچھ رات گئے یہ اطلاع ملی کہ بعض آدمیوں کی حالت بہت تشویش انگیز ہے۔ اگر طبی امداد نہ بھیجی گئی تو خیر نہیں شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے ارکان بہت پریشان ہوئے۔ ڈاکٹر بھگوان سنگھ جو گورو کے باغ میں چند گھنٹے کام کرتے تھے اور مجروحین کی مرہم پٹی کیا کرتے تھے شام کو چھ بجے واپس آ گئے تھے۔ اس لئے کوشش بلیغ کی گئی کہ کوئی اور ڈاکٹر ملجائے اور اسے تمام سامان دیکر فوراً گورو کے باغ بھیجدیا جائے۔ لیکن رات کا وقت تھا قابل ڈاکٹر کا ملنا یا موٹر کا دستیاب ہو جانا مشکل کام تھا۔ آخرکار انتظام مکمل ہو گیا۔ اور ۲ بجے صبح ڈاکٹر صاحب کو موٹر میں بٹھا کر روانہ کر دیا گیا۔

۲۸ تاریخ کی صبح کو ہم سردار ہری سنگھ (جالندھری) اور سردار گوردیال سنگھ (راجہ سانسی) کی معیت میں موٹر میں بیٹھکر گورو کے باغ کیطرف روانہ ہوئے۔ یہ دونوں حضرات گوردوارہ کمیٹی کے رکن ہیں۔ یہ اس لئے گورو کے باغ جا رہے تھے۔ کہ سخت مجروح شدہ سکھوں کو امرتسر لانے کا انتظام کریں۔ جب ہم کچہری والی سڑک سے گذر رہے تھے تو ہم نے پچاس اکالیوں کا ایک گروہ تیتیس پولیس والوں کی حراست میں دیکھا جن کے ساتھ دو ہندوستانی اور ایک یورپین افسر تھے۔ ان اکالیوں کے منہ پر کپڑے بندھے ہوئے تھے یہ لوگ حسب معمول اکٹھے شبد پڑھ رہے تھے۔ ہم نے اچھی طرح تحقیق کیا اتفاقاً ایک پولیس کا ملازم سامنے آ گیا۔ میں نے اس سے کئی باتیں پوچھیں جن سے اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ یہ آدمی جیلخانہ سے کچہری کیطرف لیجا رہے تھے۔ کیونکہ ان کا مقدمہ پیش ہونا تھا۔ انہیں گورو کے باغ میں گرفتار کیا گیا تھا۔ سردار مہتاب سنگھ۔ سردار تیجا سنگھ (چوہڑکانہ) بھگت جسونت سنگھ ماسٹر تارا سنگھ بی۔ اے۔ سردار نرائن سنگھ بیرسٹر۔ سردار صاحب سنگھ بی۔ اے اور دیگر رہنمایان قوم ان کے ہمراہ نہ تھے۔ یہ حضرات سو کے قریب گرفتار شدہ سکھوں کی معیت میں جیل میں تھے کسی کو معلوم نہیں کہ ان کے مقدمات کب پیش ہوں گے۔

جیلخانہ سے نکلکر پچاس آدمی جنہیں ہم نے دیکھا تھا شبد پڑھنے لگے۔ انہیں حکم دیا گیا کہ شبد پڑھنا بند کردیں اور خاموش ہوجائیں لیکن انہوں نے کہا کہ ہم تو نامذہبی اشعار پڑھ رہے ہیں بھجن گا رہے ہیں۔ اسپر انہیں کہا گیا کہ اگر وہ خاموش نہیں ہوں گے تو گھوڑوں کیطرح دہانہ چڑھا دیا جائیگا۔ خیر یہ تو نہیں کیا گیا۔ البتہ ان کے منہ پر کپڑے باندھ دئے گئے۔ لیکن اس پر بھی یہ لوگ بھجن پڑھتے اور شبد گاتے رہے۔

ہم موٹرکار میں بیٹھے چلے گئے۔ جب امرتسر سے چھ میل کے فاصلہ پر راجہ سانسی کے نزدیک پل پر پہنچے تو پولیس والوں نے ہمیں روکا ہمیں گالیاں دیں۔ دھمکیاں دیں اور دھوپ میں کھڑے ہونے کا حکم دیا ہم دھوپ میں تو کھڑے نہیں ہوئے البتہ سائے میں جا کھڑے ہوئے۔ مسٹر بیٹی ایڈیشنل سپرنٹنڈنٹ پولیس بہت سے ملازمان پولیس کو ساتھ لئے چھاؤنی ڈالے ہوئے تھے۔ اس اثنا میں کسی اکالی کو پولیس والوں نے پل پر سے گزرنے نہیں دیا۔ وہ موٹرکاروں۔ تانگوں۔ لشموں کے چلانے والوں کو متنبہ کرتے تھے۔ کہ کسی اکالی یا خلافت والے کو نہ لائیں۔ ورنہ خوب ادھیڑے جائیں گے۔ پولیس والے "خلافت" کے بجائے "لخافت" کہتے تھے۔ دس پندرہ منٹ گزرے ہوں گے کہ مسٹر بیٹی بہت سے پولیس والوں کی معیت میں آپہنچے۔ انہوں نے ہم میں سے ہر ایک کا نام پوچھا اور دریافت کیا کہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔ ہمارے نام اور منزل مقصود سے آگاہ ہوکر انہوں نے نہایت بیرحمی اور بداخلاقی سے ہم میں سے تین کو یہ کہہ دیا کہ واپس چلے جائیں۔ مسٹر بیٹی نے سردار گوردیال سنگھ کا گریبان پکڑ لیا اور اپنے ہمراہ لے گئے ہم اپنے موٹر میں بیٹھکر امرتسر لوٹ آئے۔

گورو کے باغ کے حوادث و واقعات کا یہ ہلکا سا نقشہ ہے معمولی سا نقل ہے۔ کہتے ہیں کہ مسٹر ڈنٹ ڈپٹی کمشنر امرتسر بنفس نفیس وہاں تشریف لے گئے۔ گورو کے باغ میں ایک سو کے قریب آدمی پڑے تھے کل پرسوں ان پر پولیس والوں نے خوب لاٹھیاں برسائی تھیں۔ ان لوگوں کو آپ نے باغ سے نکالدیا۔ اسوقت گرنتھ صاحب کو باغ سے اٹھاکر نواح کے کسی اور گوردوارہ میں پہنچا دیا گیا۔ اس قسم کی کارروائیوں سے سکھوں کے جذبات بہت مجروح ہوتے ہیں۔ جو اطلاعات گوردوارہ کمیٹی کو موصول ہوئی ہیں ہم وہ اطلاعات بالتفصیل نہیں بیان کرتے لیکن ایک بات ہم ضرور کہیں گے۔ کہ اسوقت تک سرکاری طور پر اس حالت پر قابو نہیں ہے۔ آزاد خیال حضرات کی شہادتیں نہیں مل سکیں گی۔ اس لئے پولیس والے ایسی حرکات کا ارتکاب کریں گے جن سے باہمی مغائرت اور ناراضی اور زیادہ ہوجائے گی حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ حالت پہلے ہی موجود ہے۔ ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسوقت بروئے کار آنے کے لئے کچھ کیا ہے۔ اور بہت جلد کیا جائے۔ ورنہ ممکن ہے۔ کہ ایسے وقت میں جب اکالیوں کے سردار جیلخانوں میں پڑے ہیں اکالیوں [illegible] ایسی حالت پیدا کردے گا۔۔۔

اقتباسات

اورنگ زیب

نماز صبح اورنگ زیب طلوع آفتاب سے قبل بیدار ہوکر ضروریات صباحی سے فارغ ہوتا اور ایوان خاص کی مسجد میں ذکر و شغل کرتا اور نماز فجر سے فارغ ہونے کے بعد وہ چاشت کے وقت (ساڑھے سات بجے) تک تلاوت قرآن میں مصروف رہتا۔

خلوت گاہ اور عدالت اس کے بعد وہ خلوتگاہ میں جاتا۔ جہاں مخصوص سردار باریاب ہوسکتے۔ یہاں وہ تخت پر متمکن ہوتا اور افسر عدالت گاہ فریادیوں کو پیش کرتا۔ اورنگ زیب ان کی شکایات سنتا اور خود ان سے استفسار حال کرتا۔ وہ فریادی جو بالکل نادار ہوتے اُن کو خزانہ شاہی سے امداد دیجاتی۔ اور تمام مقدمات کا فیصلہ شریعت کے مطابق کیا جاتا۔

درشن اور درباری ساڑھے آٹھ بجے تک اس سے فارغ ہونے کے بعد وہ "جھروکہ درشن" میں جاتا اور یہیں سے فوج کا معائنہ وغیرہ کرتا۔ جو شاہجہان کا دستور تھا۔ تقریباً ایک گھنٹہ اس میں صرف ہوجاتا اور سوا نو بجے دربار عام میں آکر قریب قریب وہی فرائض ادا کرتا جو آپ عہد شاہجہاں میں پڑھ چکے ہیں۔ اس میں تقریباً دو گھنٹے صرف ہوجاتے۔

دیوان خاص دوپہر سے کچھ قبل وہ دیوان خاص میں جاتا۔ یہاں سلطنت کے تمام معاملات طے پاتے اور تقسیم خلعت و انعام بھی ہوتی۔ خاص خاص امرا۔ حاجب۔ چوبدار۔ کاتب یہاں موجود رہتے تھے۔ صدر اعظم۔ تمام گورنروں کے خطوط پیش کرتا۔ اورنگ زیب ان کو سنتا۔ احکام لکھواتا کبھی کبھی وہ خود اپنے قلم سے ایک آدھ فقرہ لکھ دیتا جس سے اعزاز بڑھانا یا کام کی اہمیت کو ظاہر کرنا مقصود ہوتا تھا۔ جو توقیعات و فرامین شاہی صاف ہوجاتے۔ وہ بھی اسی وقت پیش ہوتے تھے۔ اور یہیں ان پر مہر شاہی ثبت ہوتی تھی۔

حرم اور نماز ظہر دیوان خاص میں کام کرتے کرتے دوپہر ہوجاتی اسلئے وہ یہاں سے اٹھ کر حرم میں جاتا اور کھانا کھا کر قیلولہ میں مصروف ہوجاتا۔ ٹھیک دو بجے بیدار ہوتا اور وضو کرکے حرم کی مسجد میں بیٹھ کر تسبیح و تہلیل کیا کرتا۔ یہانتک کہ ظہر کا مقررہ وقت آجاتا اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا جماعت میں بڑے بڑے علما۔ فقرا۔ شیوخ و سادات شامل ہوا کرتے تھے۔

خلوت خانہ اس کے بعد وہ خلوت خانہ میں جاتا۔ جو حرم اور دیوان خاص کے درمیان واقع تھا۔ پہلے وہ یہاں قرآن پڑھتا۔ اس کی نقل کرتا۔ احادیث

اور کتب فقہ وغیرہ کا مطالعہ کرتا اور پھر امور سلطنت کیطرف متوجہ ہوتا۔ اگر اس سے کچھ وقت بچتا تو پھر حرم کے اندر جاتا اور یہاں غریب و بیوہ عورتوں اور یتامےٰ وغیرہ کی درخواست سُن کر ان پر احکام صادر کرتا۔

اس اثنا رمیں عصر کا وقت آجاتا اور نماز جماعت کے ساتھ ادا کر کے پھر انتظامی امور میں مشغول ہوجاتا۔

شام کا دربار | غروب آفتاب سے نصف گھنٹہ قبل وہ پھر دیوان خاص میں آکر تخت شاہانہ پر جلوہ افروز ہوتا۔ امرار درباری لباس میں موجود ہوتے۔ میر تزک ان سب کو ترتیب وار بٹھاتا اور بادشاہ ان درباریوں کا معائنہ کرتا یہانتک کہ مغرب کی اذان ہوجاتی اور بادشاہ تمام حاضرین کیساتھ اسیوقت اُٹھ کر مسجد میں جاتا اور نماز ادا کرتا۔

دیوان خاص اور نماز عشار | نماز مغرب سے فارغ ہونے کے بعد بادشاہ پھر دیوان خاص میں آتا۔ یہاں وزیر محکمۂ مال کے کاغذات لے آتا اور فرمان شاہی حاصل کرتا۔ چونکہ رقص و موسیقی شرعًا ناجائز ہے اس لئے وہ اس کی طرف متوجہ نہ تھا۔ اور عشار کے وقت تمام امور سلطنت دیوان خاص میں طے کرنے کے بعد ۸ بجے نماز عشا پڑھنے مسجد میں جاتا۔ اور دربار برخاست کردیا جاتا۔ اورنگ زیب۔ نماز عشا کے بعد عرصہ تک مسجد میں بیٹھا رہتا اور تسبیح و تہلیل میں مصروف ہوجاتا۔ اس کے بعد حرم میں جاتا اور سو رہتا

ہفتہ میں تین دن ایسے ہوتے جب اس معمول میں کچھ فرق ہوجاتا تھا جمعہ کو بالکل دربار نہ ہوتا۔ اور بدھ کو عام دربار عدالت قائم ہوتا تھا۔ اس دن وہ جھرکہ درشن سے سیدھا دیوان عام میں جاتا جہاں علما۔ فقہار۔ فضلاء و مفتی۔ قاضی جمع رہتے اور بادشاہ تمام فریادیوں کو اپنے حضور لائے جانے کی اجازت دیتا۔ جمعرات کو نصف دن تعطیل ہوتی۔ یعنی صرف دوپہر تک کام ہوتا۔ اور اسکے بعد شام تک صرف عبادت میں مشغول رہتا۔

کیا آج دنیا کا کوئی فرمانروا ایسا پیش کیا جاسکتا ہے جس کا روزانہ معمول اس سے زیادہ دلسوزی و ہمدردی۔ انصاف پسندی و جانفشانی کا مظہر ہو؟

اعلان فسخ بیعت

سیالکوٹ سے محمد ابراہیم صاحب ولد جمال دین صاحب سکنہ پسرور قوم کشمیری بٹ نے میاں صاحب سے فسخ بیعت کا اعلان لکھکر بھیجا ہے۔ جس میں انہوں نے بتایا ہے۔ کہ مکرم شیخ مولا بخش صاحب بوٹ مرچنٹ کے اثر اور آپ سے گفتگو کرنے سے انہیں یہ معلوم ہوا۔ کہ میاں صاحب کے عقاید صحیح نہیں۔ اور حضرت صاحب نے نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا۔ اسکے ساتھ ہی اس خط وکتابت کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو شیخ صاحب موصوف نے مولوی فیض الدین صاحب اور مولوی نواب دین صاحب مریدین میاں صاحب کے ساتھ کی ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ اول الذکر نے شیخ صاحب کے خط کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اور مؤخر الذکر نے جو جواب بہت دنوں کے بعد لکھا۔ اس سے مجھپر ان کے عقاید کی غلطی واضح ہوگئی۔

علاوہ ازیں ایک خط مولوی محمد ابراہیم صاحب نے میاں صاحب کو بھی لکھا۔ جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اس خط پر میاں صاحب نے مولوی نواب الدین صاحب کو ہدایت بھیجی۔ کہ بیعت فسخ کنندہ کو جاکر سمجھائیں۔ چنانچہ وہ انہیں اپنے مکان پر لے گئے۔ اور بہت سی لاطائل گفتگو کی۔ جس سے کوئی تسلی نہ ہوئی۔ مولوی نواب الدین صاحب کے متعلق لکھا ہے۔ کہ کچھ دن ہوئے۔ وہ جموں بھی گئے تھے۔ اور وہاں کے احمدی دوستوں سے مسئلہ نبوت پر ان کی گفتگو ہوئی تھی۔ اور آخر کار تھک کر یہ اقرار نامہ لکھوایا۔ کہ مولوی محمد علی صاحب کو جماعت جموں بلوائے۔ اور میاں صاحب کو مولوی نواب الدین اور دونوں کی بحث ہو۔ جماعت جموں نے تو لکھ دیا۔ لیکن مولوی نواب الدین صاحب وہاں سے بغیر لکھے واپس چلے آئے۔ ان کا سیالکوٹ تک تعاقب کیا گیا جس پر انہوں نے بحث کو ٹالنے کی یہ طرح ڈالی۔ کہ تم نے میری طرف سے چیلنج لکھا ہے۔ حالانکہ چیلنج تمہاری طرف سے ہے۔ اس عذر کو بھی جماعت جموں نے باقی نہ رہنے دیا لیکن اب مولوی صاحب قادیان چلے گئے ہیں۔ ان کو وہیں خط لکھا گیا ہے۔

میاں صاحب کو جو خط میاں محمد ابراہیم صاحب نے لکھا۔ حسب ذیل ہے:-

بخدمت اقدس جناب صاحبزادہ صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

گزارش ہے۔ کہ میرے والد جمال الدین صاحب احمدی مرحوم پسرور حضرت مسیح موعود کے پرانے خادم تھے۔ ان کا انتقال ہوگیا۔ اور میں نے رسمی طور پر آپ کی بیعت کرلی اب میں سیالکوٹ میں شیخ مولا بخش صاحب کارخانہ بوٹ کے مکان میں کام ٹرنک سازی کا کرتا ہوں اور مجھے اکثر آپ کے مریدوں کو شیخ صاحب سے بحث مباحثہ کرتے ہوئے سننے کا اتفاق ہوتا ہے۔ اور مولوی فیض الدین صاحب سے بھی ان کی خط وکتابت ہوتی رہی۔ جسکو میں سنتا رہا۔ مولوی صاحب سے کوئی جواب نہیں بن سکا۔ جس کا میرے دل پر بہت اثر ہوا۔ اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ آپ کے عقاید قرآن و حدیث و مسیح موعود کے برخلاف ہیں۔ اسواسطے حیران ہوں کہ کیا کروں کیا آپ مہربانی کرکے مجھے سمجھا سکتے ہیں۔ تو میں ایک ہفتہ جناب کے ارشاد نامہ کی انتظار کروں۔ بصورت دیگر میں مجبوراً اخبار پیغام صلح میں اعلان فسخ بیعت شائع کرادونگا۔ میں نے حضرت مولوی محمد علی صاحب کی تکفیر اہل قبلہ وغیرہ چند تصانیف کا مطالعہ کیا ہے۔ آپ کی کتابیں بھی پڑھی ہیں۔ میرے خیال میں مولوی صاحب کے دلائل اور عقاید میرے اور حضرت مسیح موعود کے عقاید کے عین مطابق ہیں۔ اسواسطے جناب مجھے اپنے عقاید کو قرآن و حدیث کے مطابق کرکے بتلاویں۔ اگر زبانی سمجھانے کی

ضرورت سمجھیں۔ تو مولوی فیض الدین صاحب کو لکھدیں جو امام مسجد کبوترانوالی ہے۔ یا مولوی نواب دین صاحب کو لکھدیں۔ کیونکہ مولوی نواب الدین صاحب اکثر شیخ صاحب کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں۔ اور ان کی خط و کتابت بھی ہو رہی ہے۔ وہ مجھ کو وہیں شیخ صاحب کے پاس آکر سمجھا دیں۔ اس کی نقل میں نے رکھ لی ہے۔ اگر مجھے جواب نہ ملا۔ تو میں اسکو اخبار میں شائع کرا دونگا۔ والسلام

(بقلم خود ابراہیم سکنہ بسرور حال سیالکوٹ بازار ٹرنکانوالہ)

رسیدات زر

فہرست چندہ عید فنڈ چک نمبر ۲۷/۳.ب احمد پور ضلع منٹگمری

نام					رقم
(۱) چودھری غلام حسن صاحب چک نمبر ۲۷/۳.ب احمد پور ضلع منٹگمری					عہ/
(۲) سید عالم شاہ صاحب مدرس	”	”	”	”	عہ/
(۳) نواب علی ہارنی	”	”	”	”	عہ/
(۴) ہیرا	”	”	”	”	عہ/
(۵) محمد اکبر پکھی وارہ	”	”	”	”	عہ/
(۶) نور الہی	”	”	”	”	عہ/
(۷) دولو بھاٹ		”	”	”	عہ/
(۸) شیرا گھار		”	”	”	۱/
(۹) امام الدین بھاٹ		”	”	”	عہ/
(۱۰) غلام علی ہارنی		”	”	”	۴/
(۱۱) تاجدین ترکھان		”	”	”	عہ/
(۱۲) جھنڈا پکھی وارہ		”	”	”	عہ/
(۱۳) جھنگا ہارنی		”	”	”	۲/
(۱۴) قیمت کھال قربانی عید الضحٰے		”	”	”	عـــہ/

کل میزان   ۱۵/ عـــہ

فیس منی آرڈر

باقی   ۱۱/ عـــہ

فہرست نو مبایعین

مندرجہ ذیل دوست حضرت امیر قوم کے ہاتھ پر سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے

(۱) سید مقبول شاہ صاحب عرف لانگر شیخ محلہ۔ سرینگر کشمیر
(۲) خواجہ احمد شاہ صاحب شال مرچنٹ ”
(۳) شیخ محمد ابراہیم صاحب سنجار ”
(۴) حافظ احمد اللہ صاحب منشی عالم ”
(۵) خواجہ عبد السلام صاحب کچھ ہٹی ”
(۶) مولوی عبد الرحیم صاحب متعلم سری پرتاب کالج ”
(۷) خواجہ محمد صدیق صاحب سوداگر کلگام
(۸) حافظ نور الدین صاحب قاری مولوی فاضل مدرس سری پرتاب ہائی سکول

نے میاں صاحب کی بیعت فسخ کرکے ہمارے ساتھ شمولیت اختیار کی ہے۔ ان احباب کے لئے دعائے استقامت فرمائی جاوے۔

ضرورت

موضع کوٹ موکھل۔ ڈاکخانہ ستراہ ضلع سیالکوٹ اور موضع احمد پور چک ۲۷/۳.ب متصل ریلوے اسٹیشن اکاڑہ ضلع منٹگمری میں پرائمری سکول مردانہ و زنانہ کے واسطے دو ایسے دیندار مسلمان معلموں کی ضرورت ہے جن کے ساتھ ان کی بیوی یا لڑکی یا دیگر رشتہ دار عورت خواندہ ہو۔ مرد کم از کم ورنیکلر مڈل پاس ہوں۔ اور تعلیم کا تجربہ رکھتے ہوں ٹرینڈ کو ترجیح دیجاوے گی۔ تنخواہ کا گریڈ عـــہ روپیہ ماہوار سے عـــہ روپیہ تک ہے۔ ایک روپیہ سالانہ ترقی۔

معلمہ اردو نوشت خواندہ و دینیات اور سینے پرونے کے کام سے واقف ہو۔ تنخواہ کا گریڈ بیس روپے سے پچیس روپے تک ہے۔ ایک روپیہ سالانہ ترقی۔

درخواستیں بنام سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور بمعہ نقول اسناد جلد آنی چاہئیں۔

عزیز بخش سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

النظر

فی کتاب - الصراط السوی فی احوال المہدی

مؤلفہ

سید محمد سبطین صاحب سرسوی - شیعی

کتاب زیر عنوان کے بعض مطالب میں نے دیکھے ہیں - اس تمام کتاب پر ریویو لکھنا اسکے مترادف ہے - بایدکہ الگ دوسری کتاب چھ سو صفحوں کی اور لکھی جاوے گرانشت نمونہ خروار کی ضرب المثل کو تازہ کرتے ہوئے اس کی بعض موٹی اور صریح غلطیوں کو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں - اور سید محمد سبطین صاحب سے التماس کرتا ہوں کہ جب تک آپ کی کتاب میں ان امورات کا جواب اور تحقیقات نہو آپ کی کتاب اہل علم وعقل کے لئے تضیع اوقات کی معنی ہے - وھو ھذا

(جرح اول) (احادیث)

جسقدر احادیث آپنے اپنی کتاب میں لکھی ہیں - اس میں آپنے اپنے اسلاف کے نقش قدم کا تتبع کرتے ہوئے یہ مکر اور کید لطیف اختیار کیا ہے - کہ احادیث کی بہتات اور کثرت کو وجہ دلیل قرار دیا ہے - اور اس حیلہ سے عوام کو مرعوب کرنے کی کوشش کی ہے - اور بیشک یہ ایک ایسا باریک مکر اور فریب ہے جس سے عوام کی قوت فیصلہ مرعوب ہو کر متحیر ہو جاتی ہے مگر اہل علم تحقیق اس حیلہ کی کچھ وقعت نہیں سمجھتے - غرض بہتات اور کثرت سے نہیں بلکہ غرض تو صحت سے ہے اور پھر صحیح کے تواتر سے ہے اور کہ معارض قرآن نہوں - احادیث میں تو قبولیت کے شرائط نامقبولیت کی وجوہ جرح وتعدیل امتیازات احادیث مشتبہات درایت کے اصول موضوع مقلوب شاذ منکر معلل مضطرب وغیرہ کی شناخت - عقل کے خلاف نہ ہو - اصول کے خلاف نہ ہو - مشاہدہ اور حس کے خلاف نہو - قرآن کے خلاف نہو - احادیث متواتر کے خلاف نہو - اجماع قطعی کے خلاف نہو - موؤل نہ ہو - سلسلہ روایت یا نفس مضمون اصولاً قابل اعتراض نہو - اس سے غرض نہیں - کہ دیلمی نے یہ کہا ہے - او سلیم نے یہ روایت کی ہے - اور عکرمہ اور ابو نعیم یہ لکھتے ہیں - اور یہ لوگ بڑے عالم اور فقیہہ اور محدث تھے - ان کی تعلیم فلاں فلاں علماء نے اپنی اپنی مؤلفات میں مختلف ٹائٹلوں میں کی ہے - جب مینے سید حامد حسین صاحب کی کتاب عبقات الانوار کی جلد حدیث غدیر والی دیکھی جو چھ سو صفحات میں مرتب کی گئی ہے - تو اس میں اسی قسم کی کارستانی دیکھکر مجھکو ہنسی آگئی تھی - شیعہ متکلمین کا یہ اصول ہے کہ وہ سلسلہ کلام کو اسقدر طول دیتے اور اس میں اسقدر غیر متعلق امورات بھر دیتے ہیں جس سے مخاطب تنگ - اگر کراہت سے اسکا جواب اور مخاطبت ہی چھوڑ دیوے اور اس حیلہ سے متکلم کو جھوٹی فتح حاصل ہو جاوے - اور اسکو یہ کہنے کا موقعہ ملجاوے کہ ہماری فلاں کتاب کا آجتک جواب نہیں دیا گیا گویا یہ ایسی کتاب ہے جو لاجواب ہے - اور مخالف سے اسکا جواب نہیں ہو سکا - مگر واقعہ صورت ایسی نہیں ہوتی - بلکہ اعرض عن الجاھلین - وھم عن اللغو معرضون - مروا باللغو مروا کراما - بہت سے اہل سعادت اصحاب اسی امر کو مدنظر رکھکر جواب نہیں دیتے - کہ اس میں تضیع اوقات ہے -

اہل علم اصحاب جانتے ہیں کہ اگر ایکہزار احادیث بھی کسی مقصد پر پیش کیجاویں - مگر وہ احادیث مطابق اصول علم حدیث وفن درایت محک تنقید پر صحیح ثابت نہوں تو وہ سب بجوے نکمی ارزد کی مصداق ہیں - اور سید محمد سبطین صاحب نے جسقدر احادیث پیش کی ہیں وہ سب اسی قسم کا طومار ہے - اور وہ عموماً فضائل اور مناقب کی احادیث غیر منقد ہیں - جیسے سید صاحب اصول دین کا ایک مسئلہ امامت یا کم از کم اعتقاد کا ایک مسئلہ ثابت کرتے ہیں - حال آنکہ مناقب کی احادیث سے جن کے متعلق شیعہ وسنی متفق ہیں - کہ احادیث الفضائل یتسامح فیہا عند اھل العلم - ایک اعتقاد کا مسئلہ ثابت کسطرح ہو سکتا ہے - تعجب کی بات ہے کہ ایک مدعی علم کا ہو کر ایسی کمزور تحقیقات - بیشک فضائل اور مناقب میں احاد واضعاف حجت ہو سکتی ہیں - نہ کہ اعتقادات اور مسائل اصول دین اور احکام حلال وحرام میں - مسئلہ امامت اور اس کے متعلقات پر ایسی احادیث سے استشہاد لانا ضرور بیعلمی کی دلیل ہے - واعلم ان الاخبار علی ضربین متواتر وغیر متواتر فالمتواتر منہ اوجب العلم ... . منہا ان تکون مطابقتہ لادلۃ العقل ومقتضاہ ومنہا ان تکون مطابقتہ لظاھر القران ومنہا ان تکون مطابقتہ للسنتہ المقطوع بہا - (صفحہ استبصار)

جرح دوئم

قال انی جاعلک للناس اماما الخ - سید محمد سبطین صاحب نے اثبات امامت کے لئے اس آیت کو اصل الاصول قرار دیا ہے - اور اپنے مدعا کو بڑے زور شور سے ثابت کرنے کی جدو جہد کی ہے - مگر سید صاحب نے اس کی دوسرے پہلو پر کافی غور نہیں کی ہے کیونکہ سید صاحب کہتے ہیں کہ یہ منصب بعد نبوت کے ملا ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اول نبی تھے پھر امامت پر فائز ہوئے تو اسجگہ سوال بحث طلب یہ پیدا ہوتا ہے - کہ امامت [illegible]

یا نبوّت۔ کیونکہ یہ امر بدیہی ہے۔ کہ ہر نبی اپنی امت اور قوم کا مقتدا اور امام ہوتا ہے۔ پھر جب کہ وہ نبی تھے۔ تو گویا وہ امام تھے۔ پھر جاہلانہ سے تحصیل حاصل کی بشارۃ چہ معنے دارد۔ دوسرا امر یہ ہے۔ کہ ہمارے نبی کریم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اس صورت میں امام الناس نہیں ٹھیر سکتے۔ کیونکہ نص اپنی کملی منطوق میں صرف حضرت ابراہیم ہی کو چوز کرتی ہے۔ اگرچہ دعاء ابراہیمی سے وہ بھی شامل ہو جاویں مگر پھر آنحضرت صلعم افضل الانبیاء نہیں ہو سکتے۔ تیسرا امر یہ ہے۔ کہ کیوں اس سے مراد نبوّت نہ لیجاوے۔ جیسا کہ اکثر مفسرین کا مذہب ہے۔ چہارم امر یہ ہے۔ کہ اسپر کوئی قطعی دلیل نہیں بیان کی گئی۔ کہ یہ امامت کا منصب بعد نبوۃ ان کو ملا ہے۔ ہم کہتے ہیں قبل از نبوّت ملا ہے۔ خود سیاق و نظم قرآن و اسلوب عبارت کلام اللہ اس امر کو ظاہر کرتی ہے کہ یہ منصب کسب اور مجاہدہ کے بعد ان کو ملا ہے۔ اور نبوۃ کسب سے نہیں ملتی۔ وہ موہبت ہے۔ اور یہاں۔ واذا بتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن۔ امامت بعد اس تتمیم کے ملی۔ پس امامت دون مرتبہ نبوت ہے۔ پنجم امر یہ ہے۔ کہ دوسرے لوگوں کو اس میں شامل کرنا امامت للناس کی منافی ہے۔ ششم امر یہ ہے۔ کہ للناس سے مراد کیا ہے۔ آیا اپنے زمانہ کے لوگوں کے لئے مقتدا بنانا ہے یا قیامت تک کی نسلوں کے لئے امام بنانا مراد ہے۔ اس صورت میں ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پوزیشن کیا ہوگی۔ ہفتم امر یہ ہے۔ کہ امامت منصب ہے یا مرتبہ اور درجہ قرب ہے۔ امام۔ پیشوا۔ بادشاہ۔ ہادی۔ قرآن کریم میں لفظ امام مختلف معانی میں وارد ہے۔ آیت زیر بحث میں کن معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ اور جو معنے معیّن کئے جاویں۔ اسپر دلیل کیا ہے۔ پس جب تک سید صاحب سب امور پر کافی بحث کر کے ایک معنے مقرر نہ کر دیں۔ ان کی تحقیقات ادھوری ہے۔ اگرچہ میرا ارادہ تھا۔ کہ میں تمام کتاب کے مضامین پر کچھ کچھ جرح لکھدوں مگر میں نے جب اس پر غور کی تو معلوم ہوا کہ اگر بہت تھوڑا تھوڑا بھی ہر ایک امر پر لکھا جاوے۔ تاہم ایک کتاب چاہیئے۔ پس بجائے اس طریق کے میری طبیعت کا میلان دوسری طرف منتقل ہو گیا۔ کہ کتاب سے ایک جید اور زبردست امر منتخب کر لوں۔ اور اس ایک امر پر پوری بحث لکھدوں۔ تاکہ معلوم ہو اور اس ایک تحقیقات سے اہل علم حق اور باطل میں تمیز کر کے تمام کتاب کے مضامین کا اسی پر قیاس کر لیں۔ (مشت نمونہ خروارے)

پس جب میں نے سید صاحب کی تمام کتاب میں نظر کی تو مجھکو لفظ اھل البیت والا مضمون جید معلوم ہوا۔ اور اس مضمون پر سید صاحب کی عبارت سے بھی مترشح ہوتا تھا۔ کہ جناب سید صاحب کو بھی اسپر بڑا ناز ہے۔ پس میں نے چاہا کہ آیت کریمہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا کو منتخب کروں۔ اور اسکو سامنے رکھکر اسپر کافی بحث لکھدوں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

وھو ھذا

لفظ اھل اور آل کی تحقیقات

اھل الرجل من یجمعہ وایاھم نسبًا او دینًا و یعبر باھل الرجل عن المرأۃ واھل الاسلام الذی یجمعھم ھو الدین والقرآن انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح۔ اھلک الا من سبق علیہ القول۔ واذ غدوت من اھلک قالت ما جزاء من اراد باھلک۔ والعامۃ تقول۔ اھول۔ زن خواستن و باہل شدن قال الکسائی اھلت بالرجل اذا انسیت بہ۔ قال ابو زید۔ اھلک اللہ فی الجنتہ۔ ای ادخلھا وزوجک فیھا۔

آل۔ اتباع الرجل ام قرابتہ وھو مقلوب عن الاھل قال اللہ تعالے۔ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب واذ نجیناکم من آل فرعون۔ واغرقنا آل فرعون۔ اہل و عیال

محدّثین اہل سنت

اعلم انہ قد جاء اھل البیت بمعنی من حرم الصدقۃ علیھم وھم بنو ھاشم فیشمل آل العباس وآل علی وآل جعفر وآل عقیل وآل الحارث فان کل ھولاء یحرم علیہ الصدقۃ وقد جاء بمعنی اھلہ صلعم شاملا لازواجہ المطھرات اخراج نسائہ صلعم من اھل البیت فی قولہ ویطھرکم تطھیرا۔ ان خطاب معھن سباقًا وسیاقًا فاخراجھن مما وقع فی البیان یخرج الکلام عن الاتساق والانتظام۔ قال الامام رازی انھا شاملۃ لنسائہ صلعم لان سیاق الایت ینادی علی ذالک فاخراجھن من ذالک وتخصیصہ بغیرھن ما غیر صحیح والوجہ فی تذکیر الخطاب فی قولہ لیذھب عنکم ویطھرکم باعتبار لفظ الاھل او لتغلیب الرجال علی النساء ولو انث الخطاب لکان مخصوصا بھن ولا بد من القول من التغلیب علی ای تقدیر والا لخرجت فاطمۃ وھی داخلۃ فی اھل البیت بالاتفاق۔ قال التوربشتی عترۃ الرجل اھل بیتہ

والاستعمال القرۃ علی انحاء کثیرۃ بینھا رسول اللہ صلعم لقولہ اھل بیتی لیعلم انہ اراد بذالک نسلہ وعصابتہ الادنین وازواجہ۔ والظاھر ان المراد باھل البیت ھھنا اخص من اولاد الجد القریب وھم بنو ھاشم بل

اولاده وذریته والقرابة اعم من ذالك (لمعات الشيخ)
وآل علی تفسیر زید بن ارقم - آل علی وآل جعفر
وآل عقیل وآل عباس (نیل الاوطار وسبل السلام)

حدیث

(۱) عن عبد المطلب بن ربیعة بن الحارث رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلعم - ان الصدقة لا تنبغی لآل محمد انما هی اوساخ الناس وفی روایة وانها لا تحل لمحمد ولا لآل محمد (رواه مسلم)

(۲) عن جبیر بن مطعم رضی الله تعالٰی عنه قال مشیت انا وعثمان بن عفان الی النبی صلعم فقلنا یا رسول الله صلعم اعطیت بنی المطلب من خمس خیبر وترکتنا ونحن وهم بمنزلة واحدة فقال رسول الله صلعم انما بنو المطلب وبنو هاشم شئ واحد (بخاری)

(۳) وعن ابی رافع رضی الله تعالٰی عنه ان النبی صلعم بعث رجلاً علی الصدقة من بنی مخزوم فقال اصحبنی فانك تصیب منها فقال حتی آتی النبی صلعم فاسئله فاتاه فسئله فقال مولی القوم من انفسهم وانا لا تحل لنا الصدقة (رواه احمد وغیره)

وفی المراد بالآل ایضاً خلاف والاقرب ما فسرهم به الراوی و هو زید بن ارقم فی صحیح مسلم بانهم آل علی وآل العباس الخ ...... وکذالك یدخل فی تحریم الزکوٰة علیهم بنو مطلب بن عبد مناف کما یدخلون معهم فی قسمة الخمس وقوله اعطیت بنی المطلب الخ .... فاجاب النبی صلعم انه اعطی بنی المطلب من خمس خیبر بسبب النصرة والاسلام وما لبنی عبد شمس وعبد نوفل مانع لکونهم محاربو لبنی هاشم وبسبب النصرة فیما بین بنی المطلب وبنی هاشم فی الجاهلیة قال صلعم انما بنو المطلب وبنو هاشم شئ واحد (فتح الباری - فتح العلوم)

(۴) عن عبد الرحمٰن ..... فقلنا یا رسول الله کیف الصلوٰة علیکم اهل البیت .... قال قولوا اللهم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراهیم الخ (متفق علیه)

(۵) وعن ابی حمید الساعدی قال قالوا یا رسول الله کیف نصلی علیك فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم قولوا اللهم صل علی محمد وازواجه وذریته الخ (متفق علیه)
واحتج به طائفة من العلماء علی ان الآل هم الازواج والذریة ووجه الاحتجاج انه قام الازواج والذریة ... آل محمد فی ... روایات .... وعند بعضهم لا یدخل

فیه اولاد البنات الا اولاد بناته صلعم (نیل - عون - کشف)

مولی القوم من انفسهم - ای حکمه کحکمهم فی تحریم الصدقة قال ابن عبد البر فی التمهید انه لا خلاف بین المسلمین فی عدم حل الصدقة للنبی صلعم ولآله ولمو الیهم - وذهب مالك وهو قول الشافعی الی عدم تحریمها علی الموالی لعدم المشارکة فی النسب - ولانه لیس لهم فی الخمس سهم واجیب بان النص لا تقدم علیه هذه العلل (نیل الاوطار وفتح العلام)

عن عمر انه فرض لاسامة ..... قال لان زیداً کان احب الی رسول الله الخ (رواه الترمذی)

لان زیداً کان احب .... وسببه انهما من اهل البیت فان مولی القوم منهم (مرقاة)

اختلفوا فی الآل من هم قیل من حرمت علیهم الزکوٰة کبنی هاشم وبنی مطلب والفاطمة والحسن والحسین وعلی اخویه جعفر وعقیل واعمامه العباس والحارث والحمزة واولادهم و قیل کل تقی آله صلعم وذکره الطیبی وقال الشیخ عبد الحق ازواجه صلعم داخلة فی هذا الخطاب والآل ایضاً بمعنی الاتباع وبهذا المعنی ورد آل کل مؤمن ومال الله مالك واختار الزهری وهو قول سفیان الثوری وغیره. ورجح النووی فی شرح مسلم الخ)

واورده النووی فی باب فضائل الحسن والحسین رضی الله تعالٰی عنهما عن عائشة قالت خرج رسول الله صلعم ذات غداة علیه الخ ... ثم قال انما یرید الله لیذهب علیکم الرجس الخ .... وفی هذا الحدیث فضیلة ظاهرة لاهل بیته صلعم وانهم هؤلاء المذکورون فی هذا الحدیث ولکن لیس فی هذا الحصر فیهم فیدخل فی اهل البیت ازواجه المطهرات بل صدق هذا اللفظ علیهن اظهر من صدقها علی غیرهن وظاهر الآیة ذهاب الرجس عن الموجودین منهم فی حیات النبی صلعم وارادة التطهیر لهم دون کل من کان من نسلهم الی یوم القیامة. والله اعلم (السراج الوهاج نواب صدیق حسن ص ۴۶)

(۶) عن عائشة قالت ان کنا آل محمد صلعم لنمکث شهراً ما نوقد فیه بنار ما هو الا التمر والماء الخ (ابن ماجه ص ۳۱۵)

(۷) عن انس بن مالك قال سمعت رسول الله صلعم یقول ... والذی نفس محمد بیده ما اصبح آل محمد صاع حب ولا صاع تمر وان له یومئذ تسع نسوة (ابن ماجه ص ۳۱۶)

(۸) ... عن ... بن طریف ... عن ... العباس بن عبد المطلب

قال کنا نلقی النفر من قریش وهم یتحدثون فیقطعون حدیثهم فذکرنا ذلک لرسول الله صلعم ما بال اقوام یتحدثون فاذا راو الرجل من اهل بیتی قطعو حدیثهم والله لا یدخل قلب رجل الایمان حتی یحبهم لله ولقرابتهم منی (ابن ماجه ص۱۳)

(۹) شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں بعض اور احادیث ذکر کی ہیں۔

قال من اذی عمی فقد اذانی وانما عم الرجل صنو ابیه و فرمود مرعباس را بیا فرزندان تو ای عم با ما فردا پس جمع کرد ایشان را و پوشانید چادر مبارک خود را ۔۔۔ و فرمود اللّٰهم اغفر للعباس و ولده مغفرة ظاهرة و باطنة لا تغادر ذنبا اللّٰهم احفظه فی ولده وگفته اند که آن شش تن بودند فضل و عبدالله و قثم وغیرہ و فرمود هذا عمی و صنو ابیه و هؤلاء اهل بیتی و عترتی فاسترهم من النار الخ ۔۔۔ (ص۳۵۶ مدارج)

(۱۰) قال رسول الله صلعم العباس منی وانا منه (رواه الترمذی) ای من اقاربی او من اهل بیتی او متصل بی الخ (مرقاۃ)

(۱۱) وعن ابن عباس قال لما حضر رسول الله صلعم وفی البیت رجال ۔۔۔۔۔ فاختلف اهل البیت واختصموا الخ (کتاب وفاۃ النبی) متفق علیه

(۱۲) وعن عمر قال امرنا رسول الله ۔۔۔ ما ابقیت لاهلک فقلت مثله (مشکوۃ ص۵۵۵)

(۱۳) فی عائشة رضی الله عنها فدعی رسول الله صلعم علی ابن ابیطالب واسامه بن زید ۔۔۔۔ تستشیرهما فی فراق اهله فاما اسامة فاشار علیه بما یعلم من برأة اهله ۔۔۔۔ فقال اسامة هم اهلک یا رسول الله ۔۔۔۔ فقال وهو علی المنبر من تعذرنی من رجل بلغنی اذاه فی اهلی فو الله ما علمت علی اهلی الا خیرا (تیسیر الوصول ص۲۰۱)

(۱۴) عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله ۔۔۔۔ حتی یملک العرب رجل من اهل بیتی یواطئ اسمه وفی روایة له قال لو لم ۔۔۔ حتی یبعث الله فیه رجلاً منی او من اهل بیتی یواطئ اسمی الخ (رواه الترمذی و ابوداؤد)

(۱۵) عن ابی سعید الخدری ۔۔۔ المهدی منی اجلی الجبهة الخ (ابوداؤد)

(۱۶) عن ابی اسحاق قال قال علی ونظر الی ابنه الحسن قال ان ابنی هذا سید کما سماه رسول الله صلعم وسیخرج من صلبه رجل یسمی باسم نبیکم الخ (ابوداؤد)

(۱۷) عن ام سلمه قالت سمعت رسول الله صلعم یقول المهدی من عترتی من اولاد فاطمه (ابوداؤد)

(۱۸) قال یکون فی امتی المهدی لا مهدی الا عیسی (ابن ماجه)

مہدی کے متعلق بطور جملہ معترضہ

اگرچہ اس کے متعلق کچھ لکھنے کا ہمارا ارادہ نہ تھا۔ مگر مسلسل ایسی احادیث آگئی ہیں جس پر طبیعت اسطرف مائل ہوئی کہ ایک مبحث اسپر ذکر کیا جاوے۔

درمیان محققین اہل سنت ان احادیث کے متعلق جو مہدی کی نسبت وارد ہیں اختلاف ہے اگرچہ مہدی کا زمانہ بھی وہی بتلایا جاتا ہے۔ جو نزول مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ ہے۔ اور ان کا باہمی اشتراک اصلاح خلق اللہ کے لئے احادیث میں مذکور ہے۔ مگر باوجود اس کے امام بخاری اور امام مسلم رضی اللہ عنہما نے نزول مسیح موعود علیہ السلام کی احادیث صحیحہ اپنی کتابوں میں لکھی ہیں۔ مگر مہدی کی احادیث کے متعلق وہاں کچھ نشان نہیں۔ اور نہ کوئی جداگانہ باب وہاں باندھا گیا ہے۔ پس بعض محققین اور دقیق النظر اصحاب اہل اللہ نے ایک لطیف تطبیق دی ہے جسمیں کشف اور الہام اور رویا صالحہ شامل ہیں۔ لا مہدی الا عیسیٰ کی حدیث کو صحیح قرار دے کر اسپر جزم کیا ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ اور بعض نے تمام احادیث مہدی کو مجروح اور ضعیف سمجھکر وجود مہدی ہی سے انکار صریح کر دیا ہے۔ اور بعض نے مہدی کے وجود کا اقرار کیا ہے۔ مگر اسکا اولاد حسن ابن عسکری مرتضیٰ علیہما السلام سے ہونا تسلیم کیا ہے۔ جن کی والدہ اولاد حسین رضی اللہ عنہ سے ہوگی پس قریب بصحت خیالات و دراز تو اسیقدر ہیں۔ مگر آثار اور احادیث میں علاوہ اس کے اور خیالات بھی ہیں۔ کہ مہدی اولاد عباس رضی اللہ عنہ سے ہوگا مہدی بنی امیہ سے ہوگا۔ مہدی امت محمدیہ سے ہوگا۔ اس لئے بعض وسیع النظر اصحاب نے تمام احادیث میں اسطرح تطبیق دی ہے کہ فی الحقیقت مہدی امت محمدیہ میں بہت ہیں اور ہر زمانہ میں مہدی ہوتے رہے ہیں۔ علماء اور محدثین سے یہ غلطی ہوئی کہ انہوں نے تمام احادیث متعلق مہدی کو صرف ایک مہدی موعود کے وجود پر منطبق کرنے کی لاحاصل کوشش کی ہے اور یہ واقعی ان سے سخت غلطی ہوئی ہم اس سے انکار نہیں کرتے کہ کوئی مہدی آئندہ اولاد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ہو۔ یا گذر چکا ہو۔ مگر بہرحال اس مہدی کا جو مہدی ہے۔ اور جو مسیح موعود بھی ہے اور احادیث میں مذکور ہے۔ وہ وہی ہے۔ جو لا مہدی الا عیسیٰ کے مصداق کو پورا کرتا ہے۔ اور یہی مجدد و مہدی چہاردہم بھی ہے۔ اور اگر مجدد مہدی نہیں ہوتا تو اور کون ہو سکتا ہے۔

(باقی دارد) مرزا عزیز علی پشاوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

برادران!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جب قادیان دارالامان سے ہجرت کرکے حضرت مسیح موعود علیہ السلام احمدیہ بلڈنگس میں تشریف لائے۔ اور اسی جگہ وصال فرما کر الہام الٰہی کے ماتحت شہر لاہور مدینۃ المسیح قرار پایا۔ تو ہم نے اس معاملہ کو سرسری نگاہ سے دیکھا۔ اور اس کی اہمیت کو ہم نے اچھی طرح سے نہیں سمجھا۔ یہانتک کہ ایک چھ سات سال کا زمانہ گذر گیا۔ اور دارالامان قادیان دارالحرب ہوگیا۔ اور امام معصوم حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ سید الشہداء کی طرح اسلام کے نئے درد رکھنے والے احباب کے لئے یزید طبع اشرار کے مقابلہ میں وہاں رہنا مشکل ہوگیا۔ اور نتیجا تو یہ کہ وہاں پیر پرستی اور دنیا طلبی کا پرچار ہونے لگا۔ تو مجبوراً جو خدا کو منظور تھا۔ وہ ہمیں کرنا پڑا۔ یعنی الہام الٰہی نے جو مقرر کر دیا تھا۔ اصحاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قادیان سے لاہور مدینۃ المسیح میں ہجرت کرنی پڑی۔ لاہور میں احمدیہ بلڈنگس میں وہ مقام جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز جمعہ ادا کیا کرتے تھے۔ پہلے سے ہی مسجد کی شکل اختیار کر چکا ہوا تھا۔ اور اس کے اردگرد کی زمین کچھ ایک اصحاب مسیح موعود علیہ السلام کے قبضہ میں تھی اس لئے اسی جگہ ۱۹۱۴ء میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کی جگہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور قائم ہوگئی۔ اور اس کے ذریعہ سے ایک جماعت کا نظام اس بکھرے ہوئے موحد گروہ کو عطا کیا۔ اور باوجود اندرونی اور بیرونی مخالفتوں کے اس قلیل گروہ کی اللہ تعالےٰ نے نصرۃ فرمائی۔ اور وہ مقام جہاں حضرت مسیح موعود نمازیں ادا کرتے رہے تھے۔ اور جو کہ انجمن نے پہلے صرف کرایہ پر لیا ہوا تھا۔ اور جسکو کہ مخالف طعنہ کے طور پر کہا کرتا تھا۔ کہ وہ گڑھا ہے۔ اور کرایہ پر ہے۔ اس کی ملکیت بھی احباب کو مل گئی۔ اور تھوڑے عرصہ میں کل کا کل رقبہ اسکا آبادی سے بھر گیا۔ اور جو زمین اردگرد تھی اسکا مالک بھی بفضلہ احمدی ہوگیا۔ اور اس طرح سے احمدیہ محلہ میں پہلے سے زیادہ وسعت ہوگئی۔ لیکن سلسلہ کی رفتار اسقدر تیز تھی۔ کہ موجودہ زمین اسکا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ اور ادھر شہری زمین کی قیمت بہت جلد ترقی کر گئی اور آج کل اس نواح میں جو زمین ہے۔ وہ بیس ہزار روپیہ کنال سے کم میں نہیں مل سکتی۔ اور اس طرح ہماری غریب جماعت کے لئے اسی صورت میں یکجا آباد ہونا محال نظر آتا تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ لاہور کی نواح میں کسی جگہ کوئی زمین خریدی جاوے۔ جو کہ سستے داموں احباب کو دی جا سکے۔ اور جہاں کہ دوست اکٹھے رہکر جمعیت کا رنگ اختیار کر سکیں۔ اور انجمن کے مختلف بڑھتے ہوئے شعبے وہاں جاری کئے جاویں۔ اور آئے دن کے تفصیل کرایوں سے قوم کو نقصان نہ پونچے۔ وہیں اپنا ہائی سکول ہو اور وہیں بورڈنگ۔ چنانچہ اسی خیال سے کبھی شاہدرہ اور کبھی شیش محل کی جانب اور کبھی میانمیر کی جانب زمین کے حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن مشکل یہ تھی۔ کہ پہلے روپیہ کون خرچ کرے۔ کیونکہ انجمن کا سرمایہ اس کی اپنی ضروریات کے لئے کافی نہ تھا۔ چنانچہ ۲۴ کنال زمین بھاٹی دروازہ سے باہر تین ہزار روپیہ پر اس کام کے لئے لی گئی۔ بیعانہ بھی دیا گیا۔ لیکن روپیہ کے نہ ہونے کی وجہ سے بیعانہ چھوڑنا پڑا۔ اب اللہ تعالےٰ نے ایک موقع مہیا کر دیا ہے۔ جسے ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب نے خود خرید کر لیا ہے۔ وہ ہماری قوم کی ضرورت کے عین مطابق ہے۔ ایک جگہ ایک ٹکڑہ تقریباً اسی کنال کا ملگیا ہے۔ جو نہر کے قریب ہے۔ اور اونچی جگہ ہے۔ اور بہت صحت افزا مقام پر ہے انہوں نے چاہا ہے۔ کہ اس میں احمدیوں کی بستی بنائی جاوے۔ اس تجویز کو حضرت امیر نے پسند فرمایا ہے۔ اور کمیٹی بنانے کے لئے کہا جو اسکے متعلق انتظام کرے۔ چنانچہ ہم راقمین ذیل کی ایک کمیٹی بنائی گئی ہے۔ جو اس بستی کے متعلق مختلف تجاویز سوچیں اور اس کی آبادی کے لئے سہولتیں پیدا کریں۔ اس زمین کی قیمت صرف دوسو روپیہ فی کنال رکھی گئی ہے۔ جو درخواست کے ساتھ پیشگی لیجاوے گی۔ دو کنال سے زیادہ اور دس مرلہ سے کم زمین کسی کو نہ دیجائے گی۔ زمین کے ٹکڑے بنائے جاویں گے۔ تقسیم بذریعہ قرعہ اندازی کیجائے گی۔ قبضہ کے وقت مبلغ پچاس روپیہ فی کنال اور لیا جائیگا۔ جس سے کنوواں مسجد وغیرہ طیار کئے جائیں گے۔ ماسوائے اس کے ترقی کے لئے جو اخراجات وقتاً فوقتاً آپڑیں بموجب حصص کے سب کو دینے ہوں گے۔ جو احباب قیمت درخواست کے ساتھ نہ بھیجیں گے۔ ان کی درخواست پر غور نہ کیجائے گی۔ ایک ماہ کے اندر جو درخواستیں آئیں گی۔ ان کو انہی حساب سے زمین دیجائیگی۔ بعدہ کمیٹی کو اختیار ہوگا۔ کہ زمین کی قیمت بڑھا دے۔ جو احباب زمین لینگے ان کو اسی سال کے اندر اندر آباد کرنا ہوگا۔ معمولی مکان بنانے پر تقریباً ۱۵۰۰ روپیہ خرچ آئیگا۔

سب احباب کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ جہاں یہ زمین ہے۔ وہاں اسکے اردگرد اب بھی پانچسو چھ سو روپیہ کنال زمین بک رہی ہے۔ صرف قومی اغراض کو مدنظر رکھ کر یہ قلیل قیمت لگائی گئی ہے۔ بستی کے بننے کے ساتھ ہی اردگرد کی زمین کی قیمت کم از کم ایکہزار روپیہ کنال ہو جائے گی۔ اسلئے جو احباب یہاں زمین خریدیں۔ وہ صرف اس غرض کے لئے خریدیں۔ کہ انہوں نے اپنے بھائیوں کے اندر رہنا ہے۔ تجارت کے خیال سے نہ خریدیں۔ اگر کوئی بھائی خرید کر بعد میں بیچنا چاہیں گے۔ تو انہیں سوائے منظوری منتظمہ کمیٹی کے فروخت کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ اور اگر انجمن چاہے تو اصل لاگت دیکر اسکو خود خرید کر لیگی۔ اور اگر خود خریدنا نہ چاہے۔ تو پھر کسی احمدی کو خرید کر دے گی۔ ماسوائے ان کے جو قواعد کمیٹی بنائے گی۔ تمام خریداران کو ان کی پابندی کرنی ہوگی۔ اگر کسی کو اس کمیٹی کے فیصلہ کے متعلق کوئی

شکایت ہوگی۔ تو یہ کمیٹی قرار دیتی ہے۔ کہ اس کے لئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی منتظمہ کمیٹی کا فیصلہ آخری ہوگا۔ والسلام۔

سید محمد حسین۔ ظہور احمد۔ فقیر اللہ۔ عزیز بخش۔ شیخ دین محمد۔ عبد الحق۔

سو روپیہ ماہوار سے بنام ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب آنا چاہئے

ضرورت طلباء تبلیغ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو آیندہ سال چھ ایسے طالب علموں کی ضرورت ہے۔ جنہیں دینی علوم حاصل کرنے اور تبلیغ کا شوق ہو۔ جو ذہین اور فہیم ہوں۔ اور ساتھ اس کے انٹرنس پاس ہوں یا کم از کم آٹھویں نویں جماعت تک سکول میں مروجہ تعلیم پائی ہوئی ہو۔ ان طلبا کو مبلغین کی جماعت میں تعلیم دلائی جاوے گی۔ جہاں وہ اسلام و سلسلہ احمدیہ کے تبلیغ کے کام کے لئے طیار کئے جاویں گے۔ زمانہ طالب علمی میں اُن کو اخراجات خوراک ولباس اور کتب دیا جاوے گا۔ اور بعد حسب لیاقت تنخواہ۔ سکرٹری صاحبان اپنے اپنے مقامات سے ایسے طلبا کی جو اس کام کے اہل ہوں۔ درخواستیں بھجوادیں۔ مگر یہ یاد رہے کہ ایسے ضروری و مفید کام کے لئے نکمے طالب علم نہیں چاہئیں۔ جن پر بیجا روپیہ صرف ہو۔ بلکہ قابل اشخاص چاہئیں۔ جو تعلیم و تبلیغ۔ مناظرہ۔ مباحثہ اور لکچرار بننے کے اہل ہوں۔ جس قدر درخواستیں آئیں گی۔ ہم اُن میں سے چھ قابل طلبا چن لیں گے۔ درخواست ہائے سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے پتہ پر آویں۔

جائنٹ سکرٹری عزیز بخش

تازہ خبریں

عدالت میں شیر خوار بچہ کی شہادت۔ ولایت میں ایک دلچسپ مقدمہ طلاق کی سماعت ہو رہی ہے۔ جسکا عجیب پہلو یہ ہے۔ کہ اس میں ایک شیر خوار بچہ کو بھی بطور اگزہبٹ پیش کیا گیا ہے۔ واقعات یہ ہیں کہ لارڈ ایمتھل کے بیٹے کو اپنی بیوی کی عصمت پر شبہ ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ لڑکا جو اس کے یہاں سے پیدا ہوا میرا نہیں۔ اس عذر پر وہ اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے مگر یہ بیان نہیں کر سکتا۔ کہ اسکا ناجائز تعلق کس غیر مرد سے رہا ہے۔ بچہ کو ججوں کے سامنے اس غرض سے پیش کیا گیا۔ کہ وہ اس کی صورت کا مقابلہ اس کے باپ کے خون سے ملا کر اندازہ کریں۔ آیا یہ بچہ اپنے باپ ہی اولاد ہے۔ مقدمہ کا آخری فیصلہ ابھی تک نہیں ہوا۔ (پیسہ اخبار)

گرو کے باغ میں فسادات کی اصلی وجہ۔ امرتسر ۳۰ اگست۔ مسردار شام سنگھ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے سول ملٹری گزٹ کے نمایندہ سے بیان کیا۔ کہ گرو کے باغ کا اصلی فساد ۲۲ اگست کو اماوس کے روز شروع ہوا۔ اکالیوں نے گرو کے باغ میں آٹھ دس ہزار آدمیوں کا دیوان کیا جس میں اشتعال انگیز تقریریں کی گئیں۔ اور مہنت کی زمین پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی گئی۔ اس کے بعد اکالیوں کی روش دھمکی آمیز ہوگئی۔ اور وہ جبراً باغ میں داخل ہوگئے۔

گرو کے باغ کا معاملہ اور گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے بیانات۔ امرتسر۔ ۳۱ اگست۔ ایک دستہ گورو کے باغ کے گرد و دیہات کا چکر لگا رہا ہے۔ ایک مسلمان بہشتی کو اس لئے زدوکوب کیا گیا۔ کہ اس نے سیاہ پگڑی باندھی ہوئی تھی۔ گورو کے باغ کے لنگر کے لئے ذخائر خوراک جانے نہیں دیئے جاتے۔

۳۵ اکالی بیہوش ہوگئے۔ امرتسر۔ ۳۱ اگست۔ راجہ سانسی اور رانیوالا پل کے درمیان ایک اکالی جتھہ کو رات کے وقت اسقدر زدوکوب کیا گیا۔ کہ ۳۵ اکالی ضربات شدید سے بیہوش ہوگئے۔

افیون قرہ حصار پر قبضہ۔ الفضل ما شهدت به الاعداء ایتھنز ۲۹ اگست۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ اناطولیہ کا مشہور ریلوے جنکشن افیون قرہ حصار یونانی فوج نے خالی کر دیا ہے۔ کیونکہ ترک احرار نے اس پر نہایت بے جگری سے حملہ کیا تھا۔

ترک احرار کے جارحانہ حملے۔ ایتھنز۔ ۲۹ اگست۔ ترک احرار نے افیون قرہ حصار پر سخت حملہ کیا جس کی وجہ سے یونانیوں کو پسپا ہونا پڑا۔ اور وہ مغرب کی طرف ہٹ آئے ہیں۔ ترک احرار نے پیر کے روز ایلو ندر پر حملہ کیا مگر بقول یونانی سرکاری اعلان کے ان کو پسپا ہونا پڑا۔

لندن ۳۰ اگست۔ شمالی اناطولیہ میں بھی لڑائی جاری ہے۔ اور یونانی فوجیں محاذ اسمد پر ترکی حملہ کی تاب نہ لا کر پسپا ہو رہی ہیں۔ اس میں یونانیوں کو سخت نقصان برداشت کرنا پڑا۔ اور ترکوں نے کثیر تعداد اسیر و گرفتار کئے۔ اور عظیم الشان ذخائر جنگ پر قبضہ کر لیا۔ ترک احرار کی پیشقدمی سے یونانیوں کو اندیشہ ہے۔ کہ ان کا سلسلہ ساحل سے منقطع ہو جائے گا۔

ٹرین میں موپلوں کی ہلاکت کا ذمہ دار کون ہے۔ شملہ۔ ۳۰ اگست۔ حکومت ہند نے فیصلہ کیا ہے کہ نیب کمیٹی کی تحقیقات کے مطابق ٹرین میں موپلوں کی ہلاکت کی ذمہ داری اینڈریوز پر عائد ہوتی اس پر مقدمہ چلایا جائے گا۔

تصحیح۔ ۱۷ اگست کے پیغام صلح میں ایک غلط خبر درج ہو گئی۔ جناب شیخ رحمت اللہ صاحب تا ہنوز ڈلہوزی ہی میں مقیم ہیں اور خیریت ہیں۔ سکرٹری صاحب کے دفتر سے ہمیں یہ خبر تحریری موصول ہوئی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ واقعہ یہ ہے اسلئے ہمیں پڑا۔

اخبار پیغام صلح لاہور

الصلح خیر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

جلد ۱۰ — ایڈیٹر چودھری ظہور احمد بی۔ اے — نمبر ۳۷

مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۰ محرم الحرام سنہ ۱۳۴۱ ہجری مطابق ۱۳ ستمبر سنہ ۱۹۲۲ عیسوی

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ بخیریت ہیں۔ ایک مہینے تک [illegible] تشریف فرما ہوں گے۔

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب و چودھری ظہور احمد صاحب چند روز کے لئے ڈلہوزی تشریف لے گئے ہیں۔

مولوی عزیز بخش صاحب ڈیرہ غازیخاں کے دورہ سے فارغ ہو کر ملتان ہوتے ہوئے لائلپور تشریف لے گئے ہیں۔ ایک ہفتہ تک انکی واپسی کی امید ہے۔

مرزا خدا بخش صاحب ڈیرہ غازیخاں کے دورے سے کل واپس آئے ہیں۔ خدا کے فضل سے دورہ میں اچھی کامیابی ہوئی۔ قریباً سوا پانچسو روپیہ کے وہاں کے رؤسا سے چندہ جمع ہوا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

بابو منظور الٰہی صاحب جو رخصت پر کشمیر گئے ہوئے تھے۔ اب واپس آ گئے ہیں۔

مولوی عبد الحق صاحب ودیارتھی دہلی میں آریوں اور عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ سے فارغ ہو کر ناناتگر جا رہے ہیں۔ احباب ان کے لئے دعا فرماویں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چودھواں سال اور چودھویں صدی

طٰہٰ ۝ مآ انزلنا علیک القراٰن لتشقٰی ۝

اے مرد کامل ہمنے تجھ پر قرآن اسلئے نہیں اتارا کہ تو ناکام رہے۔

یہ وہ لفظ تھے جو حضرت عمرؓ کے دل کو کھا گئے۔ گھر سے تلوار لیکر نکلے تھے کہ آج محمد رسول اللہ صلعم کا کام تمام کر کے آئیں گے۔ رستہ میں بہن اور بہنوئی کے اسلام کی خبر سنکر ان کے دروازے پر جا پہنچے اور دونوں کو مار کر لہو لہان کیا۔ وہ مار کھاتے جاتے تھے اور رسول اللہ صلعم کی صداقت کا اقرار کرتے جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے سینہ میں جو دل تھا وہ صرف جری ہی نہ تھا۔ سلیم بھی تھا۔ عین اس غضب کی حالت میں فکر کرنے لگے کہ آخر کیا معاملہ ہے۔ آخر کہا مجھے بھی وہ کلام سناؤ جو تم پڑھ رہے تھے۔ تا دیکھیں اس کے اندر کیا جادو بھرا ہے۔ جسنے لوگوں کو یوں فدا کر رکھا ہے یہی سورت ان کے پاس تھی۔ پڑھنا شروع کیا۔ تھوڑا ہی سنا تھا کہ حالت دگرگوں ہو گئی اور آخر جان لینے کی بجائے جان دینے کے لئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ کیا بات تھی جس نے یہ اثر کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک طرف تو رسول اللہ صلعم کی یہ حالت ہے۔ کہ چھ سال ہو چکے کوئی ان کی بات سنتا نہیں۔ ساری قوم دشمن ہے۔ جان لینے کی درپے ہے قتل کے انعام مشتہر ہوتے ہیں۔ چند لوگ جو ساتھ ہوئے تھے۔ انہیں بھی وطن چھوڑنا پڑا۔ چھپکر گھروں میں نماز ادا کرتے اور دروازے بند کر کے دین کی بات کرتے ہیں اور دوسری طرف یہ زبردست پیشگوئی کہ قرآن اسلئے نہیں اتارا گیا کہ تو ناکام رہے۔ قرآن اور ناکامی یہ جمع نہیں ہو سکتے کیونکہ تنزیلًا ممن خلق الارض والسمٰوٰت العلٰی۔ اتنے بڑے بادشاہ کا پیغام نہ مانا جائے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ ایکطرف دنیا کی ساری طاقتیں جمع ہیں۔ دوسری طرف بیکسی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ مگر اس انتہا درجہ کی بیکسی میں یہ کیسی آواز ہے۔ جو ان ساری طاقتوں کو پرِ پشہ کے برابر وقعت نہیں دیتی۔ ہر قلب سلیم دیکھ سکتا ہے۔ کہ اسقدر بیکسی اور اسقدر مخالف طاقتوں کے اجتماع میں انسان کے دل سے وہ آواز نہیں نکل سکتی جو ایک دو بار نہیں شب و روز محمد رسول اللہ صلعم کے منہ سے نکل رہی ہے اور اسی زور اور اسی شان سے نکل رہی ہے۔ یہ خدائے ذوالجلال کے سوائے دوسرے کی آواز نہیں ہو سکتی۔ جو کہہ رہا ہے۔ کہ سب طاقت میرے ہاتھ میں ہے۔ سب طاقتیں جو مخالفت پر کھڑی ہیں ہیچ ہیں۔ لہٗ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض وما بینہما وما تحت الثرٰی۔

یہی پرہیبت آواز تھی جو حضرت عمرؓ کے دل کو کھا گئی۔ اور آج بھی یہی پرہیبت آواز بہتیرے دلوں کو کھا سکتی ہے۔ مگر کون ہے۔ مگر کون ہے جو اس آواز کو ان دشمنان اسلام کے کانوں تک پہنچائے۔ جو اس کی بربادی کے منصوبے کر رہے ہیں۔ خوب یاد رکھو کہ قرآن اور ناکامی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ یہ اس خدا کا فرمان ہے۔ جس کے ہاتھ میں سب طاقت ہے۔ آج مسلمان خود قرآن کو پڑھیں۔ مگر غور و فکر کرتے ہوئے پڑھیں اس کے پیچھے چلنے کی غرض سے پڑھیں۔ دوسروں کو یہ قرآن سنائیں ہاں ایسے خطرناک دشمنوں کو بھی سنائیں۔ جو اسلام کی تباہی کے درپے ہوں۔ اگر خدا کی طاقت کو دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کے کلام میں دیکھیں یہ تو ان الفاظ کا صریح منطوق ہے کہ قرآن جب بھی دنیا میں پیش کیا جائیگا ناکام نہیں رہے گا۔ مگر اس کے لئے وبطن ہے۔ روح المعانی میں یہاں ایک اشارہ یہ ہے کہ طٰہٰ کے عدد بحساب جمل چودہ ہیں۔ اور یہ اشارہ مرتبہ بدریہ کی طرف ہے یعنی آپ کا نور کمال کو پہنچکر رہیگا۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ ملک عرب میں اسلام پر مشکلات کا زمانہ تیرہ سال تک رہا۔ اور تیرھواں سال اسلام کی انتہائی بیکسی کا زمانہ تھا۔ جب رسول اللہ صلعم کو ہجرت کر کے مدینہ آنا پڑا۔ اور چودھویں سال میں اسلام کی کامیابی کی بنیاد پڑی۔ جب جنگ بدر میں وہ دشمن جو اسلام کو تباہ کرنے آئے تھے خود تباہ ہوئے۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ تیرھویں صدی میں اسلام کے مصائب پھر انتہا کو پہنچ گئیں۔ اور اسلام کا قدم دنیا میں بہت پیچھے ہٹ گیا۔ جس کے نتائج ہم آجتک بھگت رہے ہیں۔ اور یہ بھی اللہ تعالےٰ کا قانون ہے۔ کہ جب مصائب انتہا کو پہنچ جاتی ہیں تو پھر وہ ایک افتادہ قوم کی دستگیری فرما کر بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈالتا ہے۔ اس لئے چودھویں صدی میں اسلام میں چودھویں سال کی طرح اسلام کی کل عالم میں کامیابیوں کی ابتدا ہے۔ اور آج ہم آنکھیں بند کر لیں۔ تو اور بات ہے ورنہ صاف نظر آتا ہے کہ اصول اسلامی دلوں میں اپنا گھر کرتے چلے جاتے ہیں۔ ہاں ظاہری طور پر بھی بہت کچھ احساس مسلمانوں میں پیدا ہو گیا ہے۔ اور اسی چودھویں صدی میں ان میں جگہ جگہ ایک بیداری پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہ علامت ہے اس بات کی کہ جس طرح عرب میں اسلام کی مصائب تیرھویں سال میں انتہا کو پہنچکر چودھویں سال میں اس کی کامیابیوں کا آغاز ہوا اسی طرح اب کل دنیا میں اسلام کے مصائب تیرھویں صدی میں انتہا کو پہنچکر چودھویں صدی اس کی کامیابیوں کا آغاز ہے۔

(محمد علی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳۰ | لاہور [illegible] ۲۰ محرم الحرام سنہ ۱۳۶۱ھ | نمبر ۳۴

ہمارے حضرت صاحب

کوئی دو اڑھائی سال کا عرصہ ہوا جب ہمیں انہیں اوراق کے ذریعہ احباب سے [illegible] کرنے کا موقع ملا تھا۔ اس کے بعد کثرت اشغال نے اسقدر فراغت کو کم کر دیا کہ کسی سے روشناسائی نہ رہی۔ حتیٰ کہ خاکسار کو بھی صاحب کے ارشاد کے مطابق کچھ وقفہ کے لئے اس خدمت کا فخر حاصل ہوا ہے۔ اور وہ جگہ جہاں اہل الرائے اور باخبر بزرگ متمکن تھے۔ اور اپنی ایک جنبش قلم سے صد حجت پیش کیا کرتے تھے۔ اور اگر وہ علم دنیا سے مزین تھے تو دینوی علوم سے ان کو وافر حصہ ملا تھا۔ اب وہاں ایک نابلد اور اس کے نااہل کو جو اس میدان کا مرد نہیں۔ یہ خدمت سرانجام دینے کے موقع دیا گیا ہے۔ مگر اس قلیل زمانہ میں جو دو اڑھائی سال پر مشتمل ہے کیا کیا نیرنگیاں آشکار ہوئی ہیں۔ لیکن اگر استداد زمانہ کو حیات امور کے معیار سے جانچا جاوے۔ تو جو واقعات اس اثنا میں ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ ان کے لحاظ سے برسوں کا کیا ذکر صدیاں بھی اس قلیل مدت پر ہزار جان سے نثار ہیں

انقلاب اپنی کس شان سے نمودار ہوا ہے۔ زمانہ نے کسقدر پلٹا کھایا ہے۔ دنیا کی جغرافیائی حیثیت بدل کر کچھ کی کچھ ہو گئی ہے۔ اژدہام توپوں نے اور ہوا بازوں کے بموں نے بستیوں کی جگہ ٹیلے کھڑے کر دیئے اور پہاڑیوں کو دھواں دھار اڑا کر وہاں کھڈیں اور غار دکھا دیئے اور اس سرعت کے ساتھ کہ کبھی خیال گذر جاتا کہ کہیں الہ دین اور اس کے چراغ کا افسانہ واقعی سچ نہ ہو۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اس تمام عرصہ میں ہلاکت آفرین مشینوں کے ذریعہ سے جن میں بعض تو اپنی شکل کی وجہ سے ہیبتناک تھیں اور بعض اپنے اثر کی وجہ سے وہ وہ کرشمہ آرائیاں کیں کہ طلسم ہوشربا کے افسانے گرد معلوم ہوتے تھے۔ اور وہ لوگ جو مغرب کی غریب نوازیوں سے تباہ و برباد ہو کر اپنی طاقت سلب کر چکے تھے۔ اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا بھول چکے تھے سمجھنے لگے کہ اب زمانہ آگیا ہے۔ کہ ہم حریت و آزادی کی تازہ ہوا کھائیں گے اور پرانے آلام سے نجات پا کر پھر از سر نو زندگی حاصل کر کے اپنی گذشتہ شوکت حاصل کریں گے۔ اور مرزا غالب کا یہ شعر زبان پر جاری تھا۔

از سر نو زندگی ہو گر رہا ہو جائیے

انکا خیال تھا کہ فرعون مزاج اور استبداد پسند شاہان یورپ ایکدوسرے سے کٹ کر اپنے آپ کو کمزور کر دیں گے۔ اور اپنی عزت و وقار کھو بیٹھنے کے بعد انہیں الجھنوں میں اسقدر پھنس جائیں گے کہ ان کے ممالک محروسہ خود بخود آزاد ہو جاویں گے۔

تاریخ عالم ایسے واقعات عبرت کے طور پر ہمارے سامنے لاتی ہے کسی زمانہ سلطنت روم نے تمام مہذب دنیا پر اپنا اقتدار قائم کر لیا تھا جس طرح آج یورپ کی ہر ایک طاقت نے اپنی بساط کے مطابق مختلف ممالک اور اقوام پر تسلط کر رکھا ہے۔ روم کی سلطنت جب نہایت وسیع ہو گئی۔ ملک میں سیم و زر کی ندیاں بہنے لگیں۔ تو تنعم اور عیش پسندی نے مجبوراً غربت اور جفاکشی کی جگہ سنبھالی۔ اور روم کی وسعت ہی اس کے زوال اور اندرونی خانہ جنگی کی وجہ سے اردگرد کے محکوم لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا۔

اسی اثنا میں ٹرکی بھی جنگ میں شامل ہو گئی اور اس نے انگریزوں کے مخالف جرمنی کا ساتھ دیا۔ بہت سے اتار چڑھاؤ کے بعد اتحادی اس گرداب بلا سے سلامتی کے ساتھ نکل آئے۔ مگر دوران جنگ میں کارپردازان کی غلطیوں سے اور بعض حالات کا صحیح اندازہ نہ لگانے کے سبب اپنے سایہ عاطفت میں رہنے والوں کو اپنا دشمن بنا لیا۔ یہی حالت ہندوستان میں بھی پیدا ہو گئی۔ وہ وفاکیش اور غلامان ابدی جو اپنی زندگی کا مقصد برٹش گورنمنٹ کی بنیاد و استحکام سمجھتے تھے۔ اور جس کی خاطر وہ مساعی اور جدوجہد جاری رکھتے تھے۔ ان کی بہبودیت سرکشی سے بدل گئی۔ اور ان کے کاسہ محبت میں نفرت و عداوت کا مکدر پانی چھلکنے لگا

لیکن اس تمام کشمکش میں اور کرہ عالم کی ادھیڑ بن میں اگر کوئی ہستی سب سے زیادہ گھاٹے میں رہی تو وہ غریب مسلمان تھے۔ وہ مرض جسکا علاج کرنے کے واسطے اللہ تعالے اپنی عنایت سے مصلحین مبعوث فرماتا تھا۔ ان کے اندر بھی سرایت کر چکا تھا جس سے انکا سارا تار و پود بکھر رہا تھا۔ اور جنکو کوئی سانس آرام سے نہیں آتا تھا۔ وہ اپنا رستہ گم کر چکے تھے۔ اور ترقی کی منزل سے بھٹک کر پستی کیطرف دوڑے دوڑے جا رہے تھے۔ ان کی جمعیت منتظم نہ رہی تھی۔ اور اس بکھرے ہوئے شیرازہ کو اکٹھا کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ وقتاً فوقتاً اس بیمار کو یا تھا ماندہ رمق سے کچھ سانس آ گیا بھی تو فوراً غشی اور غنودگی مستولی ہو جاتی

تھی۔ اسکا چراغ سحری ٹمٹما اٹھا تو ساتھ ہی طلوع آفتاب نے اس کی روشنی کو ماند کر دیا۔ بعینہ کچھ اسطرح کی حالت طاری تھی۔ اس کے کرم خوردہ دروازہ کو آندھی وطوفان کے ایک تیز جھونکے نے گرا کر پاش پاش کر دیا۔

تمام شمالی افریقہ ہاتھ سے نکل گیا۔ طائف الملوکی جگہ جگہ نمودار ہوئی۔ ٹرکی کی سلطنت کے حصے بخرے ہو کر کہیں یونان اور بلغاریہ اپنے جھنڈے گاڑنے لگے اور کہیں ارمنی اور کوہ قاف کے لوگ ریشہ دوانیاں کرنے لگے۔ حتٰے کہ بصرہ وبغداد پر اغیار نے اپنا جھنڈا نصب کیا۔ وہ عرب جس کی ریت کا ایک ایک ذرہ شہیدوں کے خون کا چاشنی چشیدہ تھا۔ وہ بھی ان کی دست برد سے نہ بچا۔ اور شریف حسین جو سلطان کی طرف سے مکہ معظمہ کی خدمت پر مامور تھا۔ اپنے آقائے قدیم کا باغی بن گیا۔ اس کے دروازے سے اس نے انحراف کیا اور انگریزوں کا ایک وظیفہ خوار بن کر مسلمانوں کے ماتھے پر ایک ایسا کلنک کا ٹیکا لگا جسکی سیاہی منوں آب زلال سے بھی نہ مٹ سکے اور اس ذلت کی انتہا یہ ہوئی۔ کہ خلیفۃ المسلمین کا دنیاوی اقتدار بھی ختم ہوا۔ اور وہ اتحادیوں کے ہاتھ میں نظر بند ہوا۔

کہ اس انتہائی ادبار کی وجوہات کو ڈھونڈھنا اور ان کی علل پر بحث کرنا تو ایک طویل قصہ ہے۔ مگر چند بدیہی امور جو صاف صاف اور نمایاں ہیں ان میں سے ایک یہ بات ہے۔ کہ اپنی حکومت کے نشے میں وہ بھول گئے کہ دنیا کس سرعت کے ساتھ علوم مادیات میں ترقی کر رہی۔ ان کے دماغوں سے یہ بات اٹھ گئی کہ ہمارے واسطے صریح حکم ہے۔ کہ اپنی سرحدوں پر گھوڑے باندھ کر رکھو۔ ان الفاظ کے صرف ظاہر معنی نہیں۔ بلکہ یہ حقیقت ہم پر الم نشرح کی گئی ہے۔ کہ ہر دشمن کے واسطے ہر وقت اپنے آپ کو تیار رکھا جاوے تا وہ اچانک ہمیں دبوچ نہ لے۔

مگر جسوقت حریف قوی اور حیلہ باز نے غلبہ حاصل کر لیا۔ پھر بھی سوچنا چاہیئے تھا۔ لیکن ایک باقاعدہ اور ترتیب پذیر پروگرام کے سامنے کس کی مجال تھی کہ سر اٹھاوے۔ اور کچلا نہ جاوے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تعز من تشاء و تذل من تشاء فتح و نصرت یعنی وادبار سب اسی کے ہاتھ میں ہے۔ مگر اسی نے ہی یہ بھی اصول بتایا ہے ما اصابك من حسنة فمن الله وما اصابك من سيئة فمن نفسك۔ کہ جو تکلیف تمہیں پہنچے وہ تمہارے اپنے نفسوں کی طرف سے ہے۔ اور جو بھلائی تمہیں پہنچے وہ منجانب اللہ ہے۔ ہمارے اپنے نفسوں کی شوخی تھی کہ دشمن قوی نے ہم پر قدرت حاصل کی مگر ہم اسبات کو دل سے فراموش کر بیٹھے۔ کہ وعد الله الذين امنو وعملو الصلحت ليستخلفنهم في الارض - وہ اپنے ایماندار صالح اور تقویٰ اختیار کرنے والے بندوں کو ہی اپنے انعام واکرام کی بشارت دیتا ہے

جو اس سے روگردانی کرے۔ اس سے سرتابی کرے اس کے احکام کی اتنی پرواہ نہ کرے جتنی ایک دنیاوی سرخ پگڑی والے سپاہی کی۔ اس کی قدرت قادر ہے وہ قہار ہے۔ اس کے دریار غیرت میں جوش آجاتا ہے۔ اور وہ اس کی گوشمالی کے لئے تازیانہ بھی لگوا دیتا ہے۔

غلط انتظار

اس وھن اور سستی کے زمانہ میں ہم نے حریف چابک دست کے نقش قدم پر صرف چلکر سمجھا کہ ہم بھی اپنی فلاح وبہبود کی منزل کو دیکھ پاوینگے۔ مگر جسطرح کہ ہماری اور ان کی رفتار کا فرق تھا بلکہ یہ لفظ تو کہہ ہی نہیں سکتے۔ حالت جمود کو بجلی کی لپک کے ساتھ کیا نسبت اسی طرح میدان عمل میں ہمارا بعد۔ وہ بام اوج پر اور ہم اس کی سیڑھی کے ابھی زینے ہی گن رہے ہیں۔ بھلا انہی سطوت اور قدرت رکھنے والوں کے ساتھ انہیں کی ریزہ خوری کر کے کہاں مقابلہ ہو سکتا تھا مگر اس مولے کے رنگ نیارے ہیں۔ اس کے علم میں تھا کہ مسلمانوں پر ایک دن ایسی مصیبت کا آنیوالا ہے۔ نبی پاک نے اس منحوس دن کی آج سے تیرہ سو سال پیشتر اطلاع کر دی تھی۔ تاکہ لوگ چوکس رہیں۔ اور ایسی نحوست کے ایام توبہ واستغفار سے ٹل جاویں۔ مگر وہ ہو کر رہنا جسنے ہونا تھا۔ اور جس منحوس دن نے ہم پر چڑھنا تھا وہ آہی گیا۔ مگر چرخ کج رفتار کا گلہ شکوہ کیوں۔ ستاروں کی گردش طالع کی نحوست کیسی تلك الايام نداولها بين الناس اپنی بداعمالیوں سے اور شقاوت قلبی سے یہ دن ہمیں دیکھنے پڑے۔

از چشم خود بپرس کہ مارا کہ مے کشد
جاناں گناہ طالع وجرم ستارہ نیست

مگر جس طبیب نے ہمیں بتایا تھا کہ فلاں وقت تم ایسی بیماری میں مبتلا ہوگے اس حاذق نے اسکا نسخہ بھی بتلا دیا تھا۔ ہماری صحت اور بیماری کا انحصار اس نسخے کے استعمال پر موقوف ہے۔ ڈاکٹر کا اس میں کیا قصور۔ اگر ہم اس کی مجوزہ دوائی ہی استعمال نہ کریں۔ مگر ہمیں انتظار تھا ایسے ہادی کا جو ہاتھ میں تلوار لیکر روئے زمین پر ابلیس وطاغوت کے خون کی ندیاں بہا دے۔ اور اس طرح اللہ کا دین ہی صرف رہ جاوے مگر یہ فتح تو بڑی گراں ہے۔ کیا ہمیں اللہ تعالےٰ کی وحدانیت پر ایمان نہیں کیا ہمیں قرآن کریم کی حقانیت پر یقین نہیں۔ کیا اپنے نبی برحق پر بھروسہ نہیں۔ تو کیا جس خدا نے انسان کو اپنا مظہر بنایا اس کی فہم وفراست میں اگر اللہ تعالےٰ کا کلام اسکو پہنچایا جاوے۔ دنیا میں آنے کی غرض اسکو بتائی جاوے تو کیا وہ ماننے سے انکار کریگا۔ علیك البلاغ۔ تجھے اپنے غرض میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے۔

تو کس خیال میں پڑا ہے۔ جس نے آنا تھا۔ وہ آگیا ہے۔ اپنی قیاسات پر اور اپنے غلط اندازوں پر اس کی آمد کو پرکھنا عقلمندی نہیں۔ یہود نصویں صدی میں مسیح کا انتظار رکھتا تھا۔ آسمان سے سر پر آیا۔ اس نے للکار کر میدان عمل میں ہانک ڈالی۔ کئی لوگوں نے سنا ہے۔ اور اس کی صدا پر لبیک کہی۔ لوگوں نے کانوں میں انگلیاں دے دی ہیں۔ ع

پنبہ در گوش چہ ابر خیز کہ آب از سر گذشت

لیکن شروع سے ہی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کسی کی آمد کے متعلق لوگوں نے اپنے اندازے کے مطابق سمجھ رکھا تھا۔ کہ وہ اس نوع کی حیثیت سے کر نمودار ہوگا مگر غلط قیاسات نے ان کو گمراہی میں ڈالے رکھا۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا کیا۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں ان کے متعلق کیا پیشگوئیاں تراش رکھی تھیں۔ اسی طرح ہمارے نبی مصطفیٰ کے متعلق انہوں نے سمجھ رکھا تھا۔ کہ وہ بنی اسرائیل میں سے ہونگے۔ مگر وہ بنی اسماعیل میں سے ہوئے۔ اس پر یہود نے آپ کی بھی تکذیب کی۔ مگر بدر کے واقعات نے بتا دیا۔ کہ جو آنیوالے تھے وہ تو آچکے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو اتنی وضاحت منظور ہوتی۔ تو وہ ان کا نام بھی بتا دیتا۔ یہ بھی کہہ دیتا کہ ان کے باپ کا نام عبداللہ ہوگا۔ ان کے دادا کا نام عبدالمطلب۔ مگر یہ اس کے بھید ہیں۔ اس کی مصلحتیں ہیں۔ اس میں اسکو اپنے پاک بندوں کا امتحان لینا بھی منظور ہوتا ہے۔

مگر ہمارے حضرت صاحب

پیشگوئی کے مطابق مامور ہوئے۔ اور جس جگہ مرض کی جڑ تھی انہوں نے اس جگہ قصد کیا۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ اب یہ زمانہ دلائل کے پیش کرنے کا ہے۔ تلوار کے ذریعہ سے مذہب کو پھیلانا جائز نہیں۔ اور اب اس قسم کا پودہ ہرگز بارور نہیں ہوگا۔ بلکہ جلد خشک ہو جائیگا۔ لیکن ہماری شقاوت کی کوئی انتہا ہو سکتی ہے۔ جب ہمارے دشمن ایسے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ما در ہمیں ایک رستہ پر لگانا چاہے۔ اور ہم اس سے احتراز کریں۔ وہ ہمیں تریاق کے گھونٹ پلادے۔ مگر ہم اس کے کاسہ کو چکنا چور کرنے کی کوشش کریں۔ ہماری بیماری کبھی ہم سے جدا ہو سکتی ہے۔ جبکہ ہم نوشدارو کو اٹھا پھینکیں۔ مگر اس نے خود ہی یہ بھی بتا دیا۔ کہ میں ایک نفس کی طرح اہل حق کے لئے آیا پر مجھ سے ٹھٹھا کیا گیا۔ اور مجھے کافر و بطال ٹھہرایا گیا۔ اور بے ایمانوں میں سے مجھے سمجھا گیا۔ اور ضرور تھا۔ کہ ایسا ہی ہوتا تا وہ پیشگوئی پوری ہوتی جو آیت غیر المغضوب علیھم کے اندر مخفی ہے۔ کیونکہ خدا نے منعم علیہم کا وعدہ کر کے اس آیت میں بتا دیا ہے۔ کہ اس آیت میں وہ یہود بھی ہونگے۔ جو یہود کے علماء سے مشابہ ہونگے۔ جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو سولی دینا چاہا۔ اور جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو کافر اور دجال اور ملحد قرار دیا۔

مگر یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں۔ وہ تمام مریں گے۔ اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھیگا۔ .... تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالیگا۔ کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا۔ اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی۔ مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔ .... اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا۔ اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھیگا۔ اور پھولیگا۔ اور کوئی نہیں جو اسکو روک سکے۔

شذرات

ترک مے نوشی

یہ ایک حقیقت نفس الامری ہے۔ کہ دنیا میں صحیح طور پر انقلاب اللہ تعالیٰ کے فرستادہ اس کے مامورین ہی پیدا کر سکتے ہیں۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ دنیا میں ایسے بہت سے لوگ گذرے ہیں۔ جنہوں نے غیر معمولی طور پر بڑے بڑے کارنامے نمایاں کئے اور قوموں کی ہستیوں میں ایک تزلزل پیدا کر دیا۔ مگر وہ انقلاب جو عوام کے جذبات ان کی عادات و اطوار اور ان کے اخلاق میں ایک مصلح پیدا کرتا ہے۔ اسکا اثر دور ہوتا ہے اس کی ان کی اصلاح پایہ تکمیل تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کے احکام کی متابعت میں ان کے قلوب میں فرمانبرداری کے جذبات موجزن ہوتے ہیں اور خواہ وہ حکمنامے انہیں کیسے ہی عجیب کیوں نہ معلوم ہوں مگر وہ کر گزرتے ہیں۔ اور وہ کراہتے بھی نہیں۔ اور نہ ان کی طبیعت میں انقباض پیدا ہوتا ہے۔ نبی کریم فداہ ابی و امی نے پڑھ کر سنایا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب کی حرمت کا حکم صادر فرمایا ہے۔ سننے والے یہ حکم لیکر اڑے۔ اور کتب سیرت و احادیث میں ہم پڑھتے ہیں۔ کہ شہر کی موریوں میں شراب بہنے لگی۔

جب ریاستہائے متحدہ امریکہ نے شراب کی کشید اس کی بیع شرار کو قانوناً ممتنع قرار دیا تو ہم بڑے خوش ہوئے تھے۔ کہ مغرب میں اب اس خانہ خراب کی جڑ اکھیڑنے سے بہت حد تک اخلاقی اصلاح ہو جائے گی۔ وہ قانون پاس ہو گیا۔ حکومت نے نہایت سختی کے ساتھ اسکا نفاذ کیا۔ مگر جس چیز کو دل قبول نہ کرے۔ جن کے خیالات میں شراب بسی تھی۔ جو اس کے متوالے و سرشار تھے قانون کے خوف سے اسے وہ کب چھوڑتے تھے۔

مسٹر بومر جو نیویارک میں بہت سے ہوٹلوں کے مالک ہیں۔ اور اس کے علاوہ دیگر بعض ممالک میں بھی ان کے عظیم الشان ہوٹل چل رہے ہیں۔ حال ہی میں لندن آئے ہوئے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ نیویارک جیسے بڑے بڑے شہروں میں یہ ایکٹ بڑا ہی غیر ہردلعزیز تھا۔ اور اس کی مطلق پرواہ نہ کی جاتی تھی۔ مضافات میں تمام چھوٹے چھوٹے قہوہ خانوں میں کھلم کھلا اس کا استعمال جاری تھا۔ اور اس نے زندگی میں ایک مایوسی اور افسردگی پیدا کر دی ہے۔ تمام تجارت پیشہ اصحاب کبھی یقین نہ لاتے تھے کہ کب ہمارا شہر اس کی خوشبو سے محروم رہ سکتا ہے۔

اس لئے اس قانون میں ترمیم ہونی لابدی ہے۔ جبکہ تمام ملک کا ملک ہی اس کے خلاف ہو گیا ہے۔ اسلئے آبادی کا بہت سا عنصر اس ترمیم کو بنظر پسندیدگی دیکھے گا۔ کہ جو سے تیار کردہ اور دیگر ہلکی نشہ والی شرابوں کا استعمال قانوناً جائز قرار دیدیا جاوے۔

لاہور کا پنجابی

ناظرین کرام کی توجہ کے واسطے ہم ماہوار رسالہ عبرت سے یہ چند سطور درج اخبار کرتے ہیں۔ اخبار پنجابی تو ہمیں پہنچتا نہیں۔ اس لئے ہم اس کی تحریرات سے واقف نہیں مگر جو تنقید عبرت نے اس پر کی ہے وہ اس کی ماہیت کو ظاہر کر رہی ہے۔ البتہ ہمیں ایک حرف او کہنا ہے۔ رسالہ عبرت کے متعلق جسکی ہستی خود اس کی عظمت کی شاہد ہے اور اس کے ایڈیٹر کی شخصیت سے تعارف کی ضرورت معلوم نہیں۔ مولوی اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی کی ذات ستودہ صفات سے احمدی احباب ناواقف نہیں اور ان کے متبحر علمی اور تاریخی معلومات سے بھی ارباب ذوق واقف ہیں۔

پنجاب کے دارالحکومت لاہور کو بر اعظم ہندوستان کے تمام شہروں پر یہ فضیلت حاصل ہے۔ کہ وہاں سب سے زیادہ تعداد میں اخبار چھپتے اور شائع ہوتے ہیں۔ لاہور کے نوزائیدہ اولاد میں ایک روزانہ اخبار پنجابی ہے جسکا سولھواں نمبر ۱۳ اگست ۱۹۳۲ء کا شائع شدہ اسوقت میرے سامنے موجود ہے۔ اس اخبار کی پیشانی پر درج ہے۔ کہ "پنجاب کے ماڈریٹوں کا واحد آرگن"، متذکرہ بالا نمبر کے صفحہ ۴ پر ایک مضمون ہے۔ جسکا عنوان "اسلام اور چندربنسی خاندان" ہے۔ اس مضمون سے فن تاریخ نویسی کا سینہ چاک ہو جائیگا۔ اور مورخین عالم سخت اندوہناک ہونگے۔ کیونکہ اس کے مطالعہ سے شرم و حیا دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پیٹتی اور قابلیت علمی اپنے چہرہ کو زخمی کرتی ہے۔ صرف اس لئے کہ میرے دوستوں کو اندازہ ہو جائے۔ کہ تاریخ کے چشمۂ صافی کو کس طرح مکدر کیا جا رہا اور نااہل ہاتھوں سے کیسا ستم برپا کر رکھا ہے۔ میں پنجابی کے مضمون کا ملخص ذیل میں درج کرتا اور کسی جواب کی مطلق ضرورت نہیں سمجھتا ہوں۔

وھو ھٰذا

"ریاغستان کبھی یگیہ ستھان تھا۔ جہاں بڑے بڑے یگیہ (جگ) ہوا کرتے تھے۔ موجودہ پٹھان کبھی بدھ دھرم میں شامل تھے۔ جب سے اسلام آیا۔ بنی اسرائیل میں شمار ہونے لگے۔ یوسف زئی پٹھان کیکئی کے خاندان میں سے ہیں۔ اسی طرح عرب سنسکرت میں گھوڑے کا نام ہے۔ وہ زمین جو قدرتی طور پر گھوڑوں کو پیدا کرتی ہے۔ اسی کا نام عربستان ہے (اسی لئے اونٹ ملک عرب میں بہت ہی کم پیدا ہو سکتے ہیں اسی ملک عرب میں محمد صاحب سے پہلے بھی پیشتر قریش منی ملک مصر کے راستہ سے عرب میں وارد ہوئے۔ (کیونکہ ملک ہندوستان سے ملک عرب میں جانے کے لئے اس سے زیادہ سیدھا کوئی دوسرا راستہ ہو ہی نہیں سکتا تھا) قریش منی چندربنسی خاندان میں سے تھے۔ قریش منی چندر کا نشان ملک عرب میں اپنے ساتھ لے گئے یہی وجہ ہے۔ کہ ملک عرب کی جو پولس ہے اس کے بلوں پر چندر (ہلال) کا نشان ہے۔ وہاں کے جو علم ہیں ان پر بھی چندر (ہلال) کا نشان پایا جاتا ہے۔ سب سے بڑا ثبوت یہ ہے۔ کہ رومی ٹوپی کے اوپر بھی ہلال کا نشان موجود ہے۔ اور اس کے اوپر جو کالا پھندنا موجود ہے۔ وہ ہندؤوں کی چوٹی کا نشان ہے جس کو ابھی تک انہوں نے ترک نہیں کیا۔ (اور اسی لئے عربوں کا نام ترک مشہور ہو گیا۔) قریش منی کے بعد شانڈل رشی تین سو شاگردوں کو لیکر (امریکہ اور لنکا کے راستہ) ملک عرب میں بغرض تبلیغ تشریف لے گئے وہاں انہوں نے گائتری منتر کا پرچار کیا۔ جو سورۂ فاتحہ کی شکل میں موجود ہے۔ یہ سب امور ثابت کرتے ہیں کہ اسلام ہندو دھرم کا ایک جزو اعظم ہے۔ اور چندربنسی خاندان کی ایک شاخ ہے۔"

(عبرت)

تصحیح

گذشتہ اخبار میں جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور چند اور احباب کیطرف سے ایک درخواست احباب کی خدمت میں کی گئی ہے۔ اور اس کام کی سرانجام دہی کے واسطے ایک کمیٹی بنائی گئی ہے۔ اس میں سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور بھی ہیں۔ جنکا نام سہواً رہ گیا تھا۔

عبادت الٰہی

اور

آریہ گزٹ کی تنقید

پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے شوق
ساماں صد ہزار نمکداں کئے ہوئے

ہمارے ہمسایہ آریہ مہربان نے آریہ گزٹ کی تازہ ترین اشاعت میں وید امرت کے عنوان سے ایک مضمون کو مزین کیا ہے۔ جس میں سام وید کو پانچویں منتر کو سنسکرت میں تحریر فرمایا ہے۔ اور پھر اس کی کچھ تفسیر اردو الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔ گو منتری صاحب نے بڑی کوشش کی ہے۔ کہ اسکا صحیح ترجمہ کسی کے گوش گذار نہ ہوسکے۔ اور جو شرح لکھی ہے۔ وہ بھی ادھوری۔ اس اغماض کے بعد انہوں نے مذہب اسلام پر کچھ معترضانہ رنگ میں اپنے خیالات کو ظاہر کیا ہے۔ مگر ہمارے منتری صاحب یہ بھول گئے۔ کہ مخالف پر حجت قائم کرنے کے واسطے یہ ضروری ہوتا ہے۔ کہ اپنے دعوے کو پیش کرتے وقت خوب سوچ سمجھکر اور تدبر کو کام میں لاکر مشاہدہ کر لینا چاہیے کہ کہیں میری آنکھ میں کوئی شہتیر تو نہیں اٹکا ہوا۔ اسے خوب واضح کرکے بیان کر دے۔ تاکہ دوسرے کی کلام پر وہ ایک معقول حجت ہو۔ اس کے بعد پھر اعتراض کرے۔ معقول رنگ میں جن میں شکی اور چھچھورا پن نظر نہ آوے۔ بلکہ نہایت ثقاہت سے اور متانت سے گفتگو کرے اور اس کے دعوے کے ساتھ براہین و دلائل کی ایک مسلسل زنجیر والے بھی اس سے استفادہ کریں اور ہمیشہ کے لئے وہ حجت بن جاوے۔

اب ہم اس منتر کا صحیح ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کو علم ہو جاوے کہ ان کے اپنے پاس کیا سرمایہ ناز ہے۔ اور جو اعتراضات انہوں نے تسلیم قرآنی پر صادر فرمائے ہیں۔ ان کا منبع و محرک وہ منتر ہے۔ یا ان کی قدیم عادت جاریہ ہے۔ جس سے مقصود اعتراض کرنا ہے۔ اور مدد و استمداد کی خاطر وید منتر اوپر تبرکاً لکھ دیا ہے۔

پریشٹھم وو اتتھیم۔ ستشٹے متر ہو پریم اگنے رتھنگ نویدیم
...... سام وید منتر ۵

لفظی ترجمہ

پریشٹھم - بہت پیارا۔　ووو - واجب التعظیم۔
اتتھیم - مہمان کی طرح۔　ستشٹے - میں آپکو تعریف سے خوش کرتا ہوں
متر مو - دوست کیطرح　پریم - خوشی دینے والے۔
اگنے - اے اگنی (آگ) دیوتا۔　رتھنگ - رتھ کی طرح۔
نویدیم - دھن لابھ فائدہ دینے والے۔ یا منزل پر پہنچانیوالے

اے آگ دیوتا۔ بہت پیارے مہمان کیطرح واجب التعظیم۔ دوست کیطرح خوش کرنے والے رتھ کی طرح فائدہ بخشنے والے۔ میں تیری تعریف کے ساتھ تجھے خوش کرتا ہوں۔

اس منتر کو مدنظر رکھ کر منتری صاحب نے مختلف نقشے قائم کئے ہیں۔

(۱) دنیا میں ایک غلط خیال عالمگیر بن گیا ہے۔ کہ ہم کو پرماتما سے ڈرنا چاہئے۔ وید بھگوان کہتا ہے۔ کہ ہم کو پرماتما سے ڈرنا نہیں چاہئے بلکہ اس سے پریم کرنا چاہئے۔ کیونکہ ڈرنا اس ذات سے مناسب ہوتا ہے جو کہ ڈراؤنی اور بھیانک ہو اور ہمیشہ ہمیں نقصان پہنچانے کے درپے رہتا ہو...... جو ماتا پتا سے بھی بڑھ کر مہربان اور مشفق ہو۔ اس سے ڈرنا اور خوف کھانا موزوں کہتا ہے......"

مگر وید بھگوان نے یہ کہاں کہا ہے۔ کہ ہم کو پرماتما سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض بھیانک صورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ انسان ان سے سراسیمہ و ہراساں ہوجاتا ہے۔ کسی نقصان دہ اور ضرر رساں ہستی سے وہ ضرور خوف کھاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ صاحب فطرت ہے۔ اور فطرت نے اسکو سمجھا دیا ہے۔ کہ دفع مضار تیرے واسطے سلامتی کی پناہ گاہ ہے۔ مگر انہوں نے کبھی مکتب میں یا پاٹھ شالہ میں کسی استاد یا گرو کو سبق یاد نہ کرنے پر اپنے عزیز شاگردوں کی تربیت اور ان کی اخلاقی درستگی کی خاطر تہدید کرتے دیکھا ہے۔ یا اگر منتری صاحب غیر معمولی اصلاح شدہ ہستی کے مالک نہیں تھے۔ تو ان کو اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر اگر انہوں نے کسی استاد کے آگے زانوئے ادب ٹیکا ہے۔ تو خوب یاد ہوگا کہ وہ استاد کی ایک جنبش مژگاں پر کتنے حیران ہو جاتے تھے۔ تو کیا وہ اسے اپنا دشمن قرار دیتے تھے۔ کیا انہوں نے کبھی دیکھا ہے۔ کہ کسی قصور کی وجہ سے "ماتا اور پتا" نے اپنے بچے کو خوب جھڑکا بھی ہے۔ سرزنش بھی کی ہے۔ اور زدوکوب سے بھی کام لیا ہے۔ کیا انہوں نے کبھی کسی بے رحم ڈاکٹر یا جراح کو دیکھا ہے۔ کہ مریض بستر پر بیٹھا ہوا چلا رہا ہے اور وہ اپنا چاقو گھونپ رہا ہے۔ اور دیکھنے والوں کے دل بھی بیٹھے جا رہے ہیں۔ کیا یہ سب ظالم اور نقصان دہ ہیں۔ کیا کوئی بادشاہ جو بدکاروں کو جیلخانہ میں ڈالتا ہے۔ انہیں جسمانی سزائیں دیتا ہے۔ کیا اس کی ان کے ساتھ کوئی ذاتی عداوت ہوتی ہے۔ کہ کینے کی آگ اسے مجبور کرتی ہے۔ کہ وہ ضرور ان کے درپے آزار ہو۔

اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو بد اعمال کی عقوبت یاد دلاکر تنبیہ کرتا ہے۔ خواہ وہ جون بدلنے والے کے لئے ہی ہو۔ اور جس کے دل میں بدی کی سزا کا ڈر نہیں وہ سزا دینے والے سے بھی نہیں ڈرتا۔ اگر آج دنیا کے دل سے خدا کا خوف اٹھ جائے تو تمام نیکیاں معدوم ہوجاویں۔ اور بدی

کا دور دورہ ہو۔ خدا ڈراونا یا نقصان دہ نہیں۔ بلکہ انسان کے اعمال اسکو ڈراونا یا نقصان دہ تصور ہیں۔ ہاں اگر بالکل نربھرانت (بے عیب۔ معصوم) ہے۔ تو بلا شبہ اسکو کسی کا ڈر نہیں۔ مگر ایسا بے عیب کوئی نہیں الا ماشاء اللہ۔ اور آپ کے مذہب کی رو سے تو کوئی تا قیامت بھی بے عیب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر بے عیب ہو گیا تو خدا پھر اسکو کس جرم میں مجرم گردان کر جونوں میں ڈالیگا۔ اور جونوں کا سلسلہ خدا نے قائم رکھنا ہوا۔ حتےٰ کہ مکتی کے بعد بھی اس جون چکر سے مکتی نہیں مل سکتی۔ افسوس کہ آپنے حوالہ نہیں دیا کہ وید نے کہاں کہا ہے۔ کہ پرماتما سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ تاہم جہاں تک میرا خیال ہے۔ وید میں کہیں ایسی تعلیم نہیں کہ مجرم سزا دہندہ سے نہ ڈرے۔ دنیا میں جتنی کتب مقدسہ آئیں یا جسقدر بھی انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے وہ محض اس لئے کہ تا دنیا کو بدی سے ہٹا کر نیکی پر لگا دیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ بدی سے ہٹنا اور نیکی کیطرف لگنا فی الواقعی نہایت ہی مشکل کام ہے۔ جس کے لئے اللہ تعالےٰ کو اسقدر انتظام کرنا پڑا۔ لیکن میں آپکو آسان طریقہ بتاتا ہوں۔ کہ خدا کا خوف دل میں پیدا کر لو۔ تو نیکی لازماً آپ کے دل میں پیدا ہو گی۔ بدی سے بچنے کے لئے بدی کی سزا کا ڈر ضرور ہونا چاہئے۔ اور سزا کا ڈر نہیں پیدا ہوتا۔ جب تک دل میں یہ خوف نہ ہو کہ میرے بد اعمال پر ایک قہار (غالب) سزا دینے والا بھی ہے۔

---

(۲) "وہ پرماتما جبار یا قہار نہیں۔ وہ پربھو خیر الماکرین نہیں"

جبار کے معنے مسلط اور قہار کے معنے غالب کے ہیں۔ اور الفاظ کے معنے سمجھنے کے لئے علمیت کیساتھ غیر متعصبانہ اور منصف دل بھی چاہئے تاکہ موقع و محل کے لحاظ سے معنے سمجھ میں آسکیں۔ الفاظ کے معنے کئی مختلف صورتوں میں ہوتے ہیں۔

۱۔ بعض اوقات اصل معنے کی بجائے استعارہ مراد ہوتا ہے جیسا: تو بڑا بشیر ہے۔

۲۔ کبھی ایک لفظ کے دو معنے بھی ہوتے ہیں۔ جیسے سیندھو۔ یہ سنسکرت کا لفظ ہے۔ جس کے معنے گھوڑا اور نمک ہیں۔ اگر کوئی کھانا کھاتے وقت کہے کہ سالن پھیکا ہے۔ تھوڑا سیندھو لاؤ۔ تو کیا کوئی عقلمند اس سے گھوڑا مراد لیگا۔

۳۔ بعض الفاظ کے اچھے معنے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی۔ مثلاً رلانے والا۔ اب رلانے والا ایک سزا دہندہ حاکم بھی ہے۔ جو انصاف کی رو سے بدکار کو مارتا اور رلاتا ہے۔ اور ایک ظالم بھی کسی نیکبخت کو مار کر رلا دیتا ہے۔ چنانچہ ستیارتھ پرکاش میں جہاں خدا کے ایک سو نام کی تشریح کی ہے۔ وہاں ایک "رودر" بھی ہے۔ جسکے معنے ہیں رولانے والا۔ خیر الماکرین بھی اسی قسم کا لفظ ہے۔ مکر معنے تدبیر۔ تدبیر اچھی بھی ہو سکتی ہے۔ اور بری بھی۔ لیکن اللہ تعالےٰ کیطرف بری تدبیر کا منسوب

کرنا اپنی بدباطنی کا ثبوت دینا ہے۔ اوصاف الٰہی کے سمجھنے میں اگر آپ نے یہی اصول رکھا۔ تو آپ آریہ شاستر کی رو سے بھی خسران میں رہیں گے دنیا میں جو نیک نام آپ تجویز کر سکیں وہ سب خدا کے بھی نام ہو سکتے ہیں مگر فرق اتنا ہے کہ جب انہی ناموں کو خدا کیطرف منسوب کریں گے تو ان ناموں کے معنوں سے جو اصل غرض یا نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ اس کی نسبت خدا کی طرف کیجاوے گی۔ مثلاً رحیم۔ بصیر۔ علیم۔ خبیر صفاتی نام بندوں کو بھی دئے جا سکتے ہیں۔ مگر بندوں کے اور خدا کے رحیم وغیرہ ہونے میں بڑا فرق ہے۔ سوامی دیانند جی نے تو زمین۔ آسمان۔ ہوا پانی۔ مٹی۔ آگ۔ چاند۔ سورج۔ بدھ۔ منگل۔ برہسپت۔ شکر وغیرہ اجرام کو بھی خدا کے نام ثابت کیا ہے۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش ایشور کے سو ناموں کی تشریح۔

آپ قہار یا جبار کے معنے غالباً بے قصور اور معصوم پر ظلم و تشدد کرنے والا سمجھے ہیں۔ سچ ہے جس رنگ کی عینک ہو گی۔ اسی رنگ کا سارا عالم نظر آئیگا۔ چونکہ آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ ایک وقت میں خدا تمام لوگوں کو خواہ وہ کیسے ہی پارسا نیک بخت کیوں نہ ہوں۔ حتےٰ کہ سوامی دیانند جی جیسوں کو بھی کہ جن کو آپ بالکل بے عیب مانتے ہیں۔ زبردستی پکڑ کے پھر جونوں کے چکر میں غیر معلوم زمانہ تک گھماتا رہیگا۔ اسی لئے آپنے جبار و قہار کا مفہوم بھی کچھ اور ہی سمجھا۔

(۳) "مسلم غلط کہتے ہیں۔ کہ خداوند نے حضرت محمدؐ صاحب کو مخاطب کر کے آیت لولاک کا الہام فرمایا"

قرآن شریف میں تو یہ آیت کہیں نہیں اور نہ کسی صحیح حدیث سے اس کی سند ملتی ہے۔ اگر کسی نے جذبۂ محبت و عشق میں یہ نبی کریم صلعم کیطرف منسوب کر دیا تو اسکا ذمہ دار وہ فرد خاص ہے نہ کہ اسلام۔

(۴) "قرآن کا مصنف ناواقف تھا۔ جس نے اسکو (خدا کو) مالک یوم الدین کہا۔ وہ پرماتما تو ہر وقت ہمارا منصفانہ کرنے کو طیار ہے"

یوم کے معنے وقت یا زمانہ کے ہیں۔ ایک سکینڈ ہو یا ایکدن یا ہفتہ یا مہینہ یا سال سب پر یوم کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اور عام محاورہ میں یوم کے معنے دن کے بھی ہیں۔ لیکن فی الحقیقت وقت کے ہر حصہ کا نام یوم ہے۔ چنانچہ آیت قرآنی اس کی شاہد ہے۔ کل یوم ھو فی شان۔ یعنی وہ ہر آن کسی نہ کسی کام میں مشغول ہے۔ اگر یہاں یوم سے مراد محض دن ہو تو راتوں کو بیکار سمجھا جاوے گا۔

اور پھر دین کے معنے ہیں۔ جزا اور سزا۔ اسلام۔

چنانچہ آیت کے صاف معنے ہیں۔ کہ جزا و سزا کے وقت کا مالک خدا ہے۔ اس کے حکم سے جزا یا سزا مل سکتی ہے۔ اب بھی اور آئندہ۔ اسلام کے وقت کا مالک خدا ہے۔ وہ اس کی آپ حفاظت و نصرت کرے گا۔

بقول آپ کے اگر وہ پرماتما ہر وقت ہمارا محاسبہ کرتا ہے۔ تو کیا عمل کے ارتکاب کے ساتھ معًا اس کی مجوزہ سزا یا جزا دیدیتا ہے۔ یعنی اگر کسی شخص نے مثلاً ایسا کام کیا کہ جس کی سزا سور یا بندر یا کتا بننا ہے۔ تو کیا وہ حرکت عمل کے ساتھ معًا اس جون کو پراپت کر لیتا ہے؟ نہیں مہربان اللہ تعالیٰ نہیں۔ وقت نزدیک اعمال کی سزا یا جزا کے لئے وقت مقرر ہوتا ہے۔ اسی وقت کو یہاں یوم کہا ہے۔

(۵) مسلمان لوگ مکہ اور مدینہ میں اسے ڈھونڈنے جاتے ہیں۔ ......

...... لیکن وید فرماتا ہے۔ کہ پربھو شاہرگ سے بھی نزدیک ہے"

وید میں تو ہمیں کہیں نظر نہیں آیا۔ البتہ قرآن کریم میں صاف الفاظ ہیں۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ یعنے ہم انسان کی شاہرگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔ یہی آیت آپکے اعتراض کا کافی جواب ہے۔

(محمد یوسف گرنتھی)

النظر

فی

کتاب الصراط السوی فی احوال المہدی

مؤلفہ

سید محمد سبطین صاحب سرسوی

شیعی

گذشتہ سے پیوستہ

قال المجدد ھذہ المائتہ

قد ثبت ان الاحادیث التی جاءت فی المھدی الغازی من نسل الفاطمۃ الزھراء کلھا ضعیفۃ مجروحۃ بل اکثرھا موضوعۃ ومن قسم الافتراء وما وثق برواتھا واشکل علی المحدثین اثباتھا ولاجل ذٰلک ترکھا الامام البخاری والمسلم والامام الھمام صاحب الموطاء وجرحھا کثیر من المحدثین ...... بل الحق الثابت انہ لا مھدی الا عیسیٰ ...... وما ھذہ الاخطاء نشاء من قلتہ التدبر فی احادیث خیر الانام ومن عدم التفریق بین الموضوعات والصحاح واتباع الاوھام ولا سف کل الاسف علی رجال یعلمون ان احادیث المھدی الغازی مجروحۃ غیر صحیحۃ ثم یعتقدون من غیر بصیرۃ الخ (ص۲۲ حقیقۃ المہدی)

محققین اہل سنت

اہل سنت کے صحیح مذہب کے رو سے جو روایات ابوداؤد پر منحصر ہے جس میں اولاد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی روایت کی تقویت پر مہدی کا اولاد حسن ابن علی سے ہونا ارجح اور قطعی ہے۔

اختلف فی انہ من بنی الحسن او من بنی الحسین ویمکن ان یکون جامعًا بین النسبتین الحسنتین والاظھر من جھت الاب حسنی و من جھتہ الام حسینی قیاسا علی ما وقع فی ولدی ابراھیم وھما اسماعیل واسحاق علیھم السلام حیث کان انبیاء بنی اسرائیل کلھم من بنی اسحاق و من ذریتہ اسماعیل نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام وقام مقام الکل ونعم العوض ھو صار خاتم الانبیاء فکذالک لما ظھرت اکثر الائمۃ واکابر الامتہ من اولاد الحسین فناسب ان ینجبر الحسن بان اعطی لہ ولایکون خاتم الاولیاء ویقوم مقام سائر الاصفیاء (مرقاۃ)

وبہ یبطل قول الشیعۃ ان المھدی ھو محمد بن الحسن العسکری فانہ حسینی بالاتفاق (مرقاۃ)

ہاں بعض اہل تصوف اہل اللہ اسطرف بھی مائل ہو گئے ہیں کہ مہدی اولاد حسین رضی اللہ عنہ سے ہوگا۔ اور بعض نے محمد بن الحسن العسکری کو مہدی قرار دیا ہے۔ اور بعض اس کی وفات کے قائل ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں۔ امام حسن العسکری کا کوئی فرزند باقی نہیں رہا تھا۔ مگر اہل تشیع کو اس میں کوئی تقویت نہیں ملتی۔ کیونکہ ان کی اپنے فرقوں میں اندرونی طور پر باہم سخت اختلاف ہے۔ کوئی کسی کے مہدی موعود ہونے کا قائل ہے۔ اور کوئی کسی اور کا۔ تشیع کا ایک متکلم اپنی دلیل کی معقولیت کو اسطرح پر ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ ہمارا محمد ابن حسن العسکری کے مہدی موعود ہونے پر اتفاق ہے۔ اور ہمارے اس اتفاق پر بعض اہل کشف و شہود و محدثین اہل سنت بھی صاد کرتے ہیں۔ اور وہ احادیث اہل سنت بھی جن میں مہدی موعود کے حسینی ہونے کا ذکر ہے۔ ہمارے دعوے کی مؤید ہیں۔ پس فریقین کا متفقہ امر قابل قبول ہونا چاہئیے۔ اس لئے مختلف فیہ کو ہم ترک کرتے ہیں۔ اور متفقہ کو ہم لیتے ہیں۔ تشیع کی یہ ایک مخدوعہ کارروائی ہے۔ اور اس میں ایک باریک مکر اور دھوکہ مضمر ہے۔

اہل سنت کی وہ احادیث جن میں مہدی موعود کے حسینی ہونے کا مذکور ہے۔ ان میں ہرگز کسی اہل سنت کا یہ مذہب نہیں کہ وہ حسن العسکری کا فرزند ہزار سال سے پیدا شدہ کسی جزیرہ یا پہاڑ یا غار

ثابت موجود ہے۔ اور وہ قرب قیامت نکل کر امام اور خلیفۃ اللہ ہوگا۔ بلکہ ان احادیث کے تسلیم کرنے والوں کا صرف اسیقدر مطلب ہے۔ کہ قرب الساعۃ سادات حسینی سے ایک مولود پیدا ہوگا۔ جو چالیس کی عمر کو پہنچ کر مطابق پیشگوئی مندرجہ احادیث مہدی معہود ہوگا۔ اور وہی امام آخرالزمان کہلاوے گا۔ اسی طرح وہ احادیث جو اس کے حسنی ہونے پر صریح دلائل سے دال ہیں۔ ان کا بھی اسیقدر مفہوم ہے۔ کہ آخری زمانہ میں سادات حسنی سے ایک مولود پیدا ہوگا۔ جو بمطابق پیشگوئی مندرجہ احادیث مہدی معہود کہلائیگا۔ سوائے معدودے چند اہل سنت کے کسی کا یہ مسلمہ نہیں کہ گیارہ سو سال عمر کا ایک شخص یعنی سید محمد بن الحسن العسکری نام اسوقت تک دنیا میں موجود ہے اور وہ فی الحال غائب ہے۔ ایک وقت ظاہر ہوکر امام زمان خلیفۃ اللہ المہدی ہوگا۔ علاوہ بریں سوائے اثنا عشری گروہ کے اور تمام امامیہ اور تشیع کی فرق ان سے اختلاف شدید رکھتے ہیں۔ اور وہ ایسے امام غائب کے وجود ہی کے سرے سے منکر ہیں۔ وہ باوجود اپنے امام کے مرجانے کے پھر بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہی امام پھر پیدا اور ظاہر ہوکر مہدی آخرالزمان ہوگا۔ ان میں اور اثنا عشری فرقہ کے لوگوں میں کچھ فرق نہیں۔ اثنا عشری بھی امام غائب کے قائل ہیں۔ اور دیگر فرق امامیہ بھی اپنے اپنے امام غائب کے قائل ہیں۔ بلکہ وہ بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ ہمارا امام فوت نہیں ہوا۔ بلکہ غائب ہوگیا ہے۔ جو آخری زمانہ میں پیدا ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ فوت ہوگیا ہے۔ مگر آخری زمانہ میں پھر زندہ ہوکر آویگا۔

انصاف شرط ہے۔ اثنا عشری گروہ کو اس میں فوقیت کیوں دیجاوے۔ اگر ان کا عقیدہ امام غائب کا غلط ہے۔ تو انکا کب صحیح ہوسکتا ہے۔ اذجاء الاحتمال بطلت حجۃ۔ اذا تعارضا تساقطا۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ مہدی معہود کی احادیث تمام مجروح ضعیف اور موضوع ہیں۔ اور کون عقلمند باوجود اسقدر تناقضات اور اختلافات کے مہدی کو حضرت اولاد حسین رضی اللہ عنہ میں معین کرسکتا ہے۔ بیشک ایسی رکھنے والے تحقیق کے پہلو کو عمداً ہاتھ سے دیتے ہیں۔ اور تعصب مذہبی ان پر غالب ہے۔

احادیث تشیع اہل البیت کے متعلق

(۱) قال ابوجعفر علیہ السلام لا تقولوا سلمان الفارسی ولکن قولوا سلمان المحمدی ذلک رجل منا اہل البیت (ص رجال کشی)

(۲) ان سلمان باب اللہ فی الارض من عرفہ کان مومنا ومن انکرہ کان کافرا وان سلمان منا اہل البیت (ص رجال کشی)

(۳) انما صار سلمان من العلماء لانہ امرؤ منا اہل البیت الخ (اصول کافی ص ۲۵۱)

(۴) من احبنا فهو منا اہل البیت (تفسیر صافی ص ۲۴۷)

(۵) ان اولی الناس بالانبیاء اعلمہم بما جاؤا بہ (ان اولی الناس بابراہیم للذین اتبعوہ وہذا النبی الخ) ثم قال ان ولی محمد من اطاع اللہ وان بعدت لحمتہ وان عدو محمد من عصی اللہ وان قربت قرابتہ (نہج البلاغۃ ص ۲۰۶ جلد ۲)

(۶) والقمی والعیاشی عن عمر بن یزید عنہ قال انتم واللہ من آل محمد فقلت من انفسہم جعلت فداک قال نعم واللہ من انفسہم ثلاثۃ ثم نظر الی ونظرت الیہ فقال یا عمر ان اللہ یقول فی کتابہ ان اولی الناس بابراہیم الخ (تفسیر صافی ص ۹۳)

(۷) قال علی بن موسی الرضا علیہما السلام رحم اللہ ادریس بن ادریس بن عبد اللہ فانہ کان نجیب اہل البیت وشجیعہم واللہ ما ترک فینا مثلہ (ص ۳۶۴ ناسخ التواریخ)

جناب عقیل برادر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما خفا ہوکر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے۔ صعصعہ بن صوحان صحابی امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ نے اسکو خط لکھا۔ اس کے فقرات یہ ہیں۔

ولئن نزعت بک نفسک الی معاویہ طلبا لما لہ انک لعالم بجمیع خصالہ......

قد رفع منکم اہل البیت ما وضع عن غیرکم الخ

خداوند شما اہل بیت را از غیر شما برگزید (ص ۱۰۱ ناسخ التواریخ جلد ۹ کتاب ۲)

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کو اہل البیت میں داخل کیا گیا ہے اور خط لکھا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک خاص صحابی کا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں اس نے لکھا ہے۔ پس لفظ اہل بیت کو پانچ میں مخصوص کرنا دعوے بلا دلیل ہے۔ اور اسپر خود شیعان کے ائمہ معصومین اور باقی علماء شیعہ قائم نہیں رہے اور رسی کو نیا کردیا۔ اور ہماری بات پر از روے نتیجہ آگئے۔

انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس الخ کی تفسیر

اس آیت کی تفسیر میں شیعہ مفسرین اور متکلمین نے بڑی بحثیں کی ہیں۔ اور ایک حدیث کی بنیاد پر جو حدیث کساء کے نام سے مشہور ہے۔ امامیہ اجماعاً قرار دیتے ہیں۔ کہ اس آیت کے مصداق پنجتن پاک یعنے رسول کریم صلعم و حضرت علی و حضرت فاطمۃ الزہراء و حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(باقی دارد)

مراسلات

ہمارے مکرم دوست مولوی فضل کریم خانصاحب کو ٹرینیڈاڈ سے ایک شخص نے خط لکھا ہے۔ جسکا ملخص ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ ان سطور کے مطالعہ سے ہی اندازہ ہو جاویگا۔ کہ ان لوگوں میں کسقدر اب صلاحیت پیدا ہو گئی کہ وہ عیسائی مشنریوں کو ان کے گھر میں کس طرح پچھاڑ رہے ہیں۔ ویسے بھی وقتاً فوقتاً اور ذرائع سے معلوم ہوتا رہا ہے۔ کہ ان لوگوں میں ایک حقیقی روح پیدا ہو گئی ہے۔ اسلام کی بہبودی کی اور اپنی جماعت کو منتظم کرنے کی۔ وگرنہ دور افتادہ محنت و مزدوری کرنے والے اپنے کاروبار میں منہمک جنہیں مدت العمر سے ایک جزیرہ میں پڑے رہنے سے دنیا اسلام سے کوئی تعلق اور رابطہ نہیں رہا تھا۔ اور حالت یہ کہ وہ چاروں طرف سے پادریوں کے نرغہ میں تھے۔ اور عیسائیوں کا دنیاوی تفوق بھی ان کے لئے ہزار ابتلاء کا موجب تھا۔ اور اگر یہ بھی مان لیا جاوے۔ کہ ان میں اپنے دین اپنے مذہب اپنے قرآن اپنے محمد صلعم کی نسبت از سر نو ایک انس پیدا ہو رہا تھا۔ لیکن یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ اب وہی گنے کے کھیتوں میں کام کرنے والے سیاہ فام مگر دل میں ایک نور رکھنے والے سر بازار ایک بڑے ہال میں تمام ساز و سامان سے مرصع عیسائی مشنریوں کیساتھ ایسی گفتگو کرتے ہیں۔ کہ انہیں غور کرنے کی فرصت نہیں ملتی

سے تا قیامت زندہ دار ایں جوش بے اندازہ را

مگر ڈر ہے۔ کہ وہ پودا جسکا بیج مولوی فضل کریم صاحب نے لگایا ہے۔ ابھی چھوٹا سا ہے۔ اس کی آبیاری کی ابھی بڑی ضرورت ہے۔ مخالف ہواؤں کے جھونکے اسے اکھاڑ نہ پھینکیں اس لئے ضروری ہے۔ کہ اسے نظر سے اوجھل نہ ہونے دیا جاوے۔

سینٹ جیمز
ٹرینیڈاڈ

۲۶ جون ۱۹۲۲ء

محبی مولوی صاحب

آپ کی روانگی کے بعد مذہبی مباحث کا بازار گرم ہو گیا۔ ہر جگہ "مسلمان اور عیسائی" دو الفاظ زبان زد خلق ہیں۔ اور اسقدر دلچسپی لیجا رہی ہے کہ میں اس کی تفصیل بیان نہیں کر سکتا۔ بلکہ چند دنوں کی سرگرمیوں کا صرف تذکرہ کرتا ہوں۔

۱۹ جون کی شام کو C. R. S. E. سکول میں ایک بڑا مجمع اکٹھا ہوا۔ نصاریٰ کیطرف سے ایک غیر مقلد پادری صاحب تھے جن کے دو مویّد ایک رومن کیتھولک اور دوسرا پروٹسٹنٹ تھا۔ یہ سب ایمانیات اور اعتقادات کا اختلاف رکھتے ہوئے اکٹھے مل کر مسلمانوں پر براہین کا غلبہ حاصل کرنا چاہتے تھے اور ان کے مقابل ہم علاقہ سینٹ جیمز کے مسلمان تھے۔ رات کے بارہ بج گئے اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ اس لئے ۱۱ تاریخ پر مباحثہ کو ملتوی کیا گیا۔ اس رات ہجوم بیشتر سے زیادہ تھا۔ اور ایک پروٹسٹنٹ پادری جج مقرر ہوا۔ ڈیڑھ بجے تک گفتگو جاری رہی۔ جب گھبرا کر جج صاحب اٹھ کھڑے ہوئے اور بغیر اپنی دلائل دینے کے فیصلہ ہمارے خلاف دے دیا۔ مگر سامعین نے یکزبان ہو کر اس فیصلہ کے خلاف احتجاج کیا اور ۱۸ تاریخ پھر مقرر کی گئی۔ اور یہ قرار پایا کہ دونو فریقوں کیطرف سے ایک منصف منتخب کیا جاوے۔

اس رات عیسائی۔ ہندو مسلمان بڑی تعداد میں آئے اور بالاتفاق ایک ہندو صاحب جج مقرر ہوئے۔ بحث کا موضوع تثلیث تھا۔ رومن کیتھولک پادری نے پہلے تقریر کی۔ ان کی فرسودہ اور کمزور دلائل اس قابل نہیں کہ انہیں بیان کروں۔ جس بات پر اس نے زیادہ زور دیا وہ مسیح کی الوہیت تھی۔ جسکا ثبوت یہ تھا کہ عہد نامہ عتیق باب پیدائش میں خدا نے اپنے لئے صیغہ جمع استعمال کیا ہے۔ ہم میں سے ایک صاحب نے ان کا دندان شکن جواب دیا۔ جس پر جج صاحب نے کہا کہ یہ امر تو صاف ہو گیا اور مزید گفتگو سننا بے سود ہے۔ تب پادری صاحب نے فرمایا کہ تثلیث گو ایک معما معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ ہمارے ایمان میں داخل ہے حقیقی بات یہ ہے۔ کہ مسلمان اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ لیکن اگر وہ بپتسمہ لے لیں تو فی الفور روح القدس ان میں حلول کرے گا۔ ...... قصہ تب سامعین کی خدمت میں صاحب منصف نے التماس کی کہ اگر تثلیث کو ثابت کرنے کے لئے کوئی صاحب کچھ کہنا چاہیں تو اجازت ہے۔ مگر کوئی بھی ایک حرف زبان پر نہ لایا۔ بلکہ عیسائی اصحاب تثلیث کے خلاف ہی کلام کرتے رہے۔

گیارہ بجے کے قریب جج کھڑا ہوا اور کہا کہ عیسائی تثلیث کے مسئلہ کو ثابت نہیں کر سکے۔ اور پادری صاحب کو اختیار ہے کہ وہ کسی اور وقت میں غور کر کے پھر تشریف لائیں۔ آئندہ دیکھیے واقعات کیا پیش کرتے ہیں۔

آپ کے شاندار کام کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے آگے نصاریٰ اب کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ ہماری تو دردِ دل سے دعا ہے کہ جس طرح سورج ہماری راحت کا باعث ہے اسی طرح آپ کے خیالات کا اثر بھی ہم پر ہمیشہ تک رہے۔ اور وہ شاندار پھل لاوے۔

تابعدار محمد یوسف

الفضل اور ہائیکورٹ کا فیصلہ

مدراس ہائیکورٹ نے مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا ہے۔ کہ کوئی شخص احمدی ہونے سے کافر نہیں ہو جاتا اور اس لئے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ اس پر الفضل اپنی تازہ اشاعت میں یوں گویا ہے۔

"چند دن ہوئے اخبارات میں مدراس کا تار شائع ہوا تھا جس میں اس مقدمہ پر بحث کرنے اور فیصلہ کے محفوظ رہنے کا ذکر تھا اس کی بنا پر پیغام نے ایک مضمون ہمارے خلاف آگ لگانا چاہا اور نہ صرف پیغام نے بلکہ مولوی محمد علی صاحب نے بھی اسی بارے میں غیر احمدیوں کو ہمارے خلاف اشتعال دلانے کے لئے وہی حربہ چلایا جسے وہ بہت کارآمد سمجھتے ہیں۔ یعنی یہ کہ قادیاں والے غیر احمدیوں کو کافر سمجھتے ہیں اور ہم نہیں سمجھتے"

"معلوم نہ مذکورہ بالا مقدمہ کے متعلق حسب ذیل تار پڑھ کر ان کے قلوب پر کیسی بجلی گرے گی۔ اور ان کی مجلس کتنے دن ماتم گاہ بنی رہے گی۔"

قبل اس کے کہ ہم اس پر کچھ لکھیں امید ہے۔ کہ ہمیں الفضل ذیل کے دو تین سوالات کے جوابات سے اطلاع دیگا۔

۱۔ جبکہ میاں صاحب کا فرمودہ ہے کہ ان کے مریدین کا فرض ہے کہ وہ غیر احمدیوں کو کافر سمجھیں اور غیر احمدیوں کا فرض ہے۔ کہ وہ ان کے مریدین کو کافر سمجھیں۔ گویا کہ جب مریدوں کا غیر احمدیوں کو کافر سمجھنا فرض ٹھیرا تو اب کس دلیل سے مرید گورنمنٹ کو یہ یقین دلاتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ کو غیر احمدیوں کو کافر نہیں تسلیم کرنا چاہئے۔ بلکہ مسلمان۔ جیسا کہ چودھری ظفر اللہ خاں نے یہ بات پیش کی تھی۔ اور کیا وہ دلیل جس سے گورنمنٹ کو اپنے مسلمان ہونے کا یقین دلایا ہے۔ وہ ان کے اپنے نزدیک مسلمان ہونے کی صحیح دلیل ہے؟

۲۔ جیسا کہ پچھلی اشاعت میں اس پر مفصل بحث ہو چکی ہے امید ہے الفضل اس سوال کا جواب ضرور دیگا۔ کہ کیا وہ غیر احمدیوں کو کافر صرف منہ سے کہتے ہیں۔ یا ان کے ساتھ شریعت کے معاملات میں بھی کافروں جیسا برتاؤ ضروری جانتے ہیں۔ اگر کسی کے کافر بننے سے فی الواقع یہی مراد ہے۔ کہ اس سے مسلمانوں والے تعلق بھی نہیں ہونے چاہئیں اور میاں صاحب غیر احمدیوں کا احمدیوں کو کافر سمجھنا فرض قرار دیتے ہیں۔ تو میاں صاحب کے عقیدہ کے رو سے غیر احمدیوں کا احمدیوں کے ساتھ کافروں جیسا برتاؤ کرنا بھی ان کا فرض ٹھیرا تو اس صورت میں جب کہ میاں صاحب کے عقیدہ کے رو سے غیر احمدی اپنا فرض ادا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ تو اب مریدوں نے کیوں غیر احمدیوں کو ان کا فرض (جو میاں صاحب نے خود ان کے ذمہ لگایا تھا) ادا کرنے سے روکا اور کس لئے اپیل کی؟

۳۔ سوال یہ ہے کہ جب خاوند غیر احمدی سے احمدی ہو جاتا ہے تو مرید گورنمنٹ کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ نکاح فسخ نہیں ہوا اس لئے کہ گورنمنٹ کی نگاہ میں ہر فرقہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے مسلمان تسلیم ہونا چاہئے۔ اب ہمارا سوال یہ ہے۔ کہ اگر خاوند احمدی سے غیر احمدی ہو جائے اور عورت احمدی ہی رہے۔ تو کیا پھر بھی مریدین میاں صاحب گورنمنٹ کو یہی دلائل نکاح کے فسخ نہ ہونے میں دینگے یا نہیں اور کیا مریدین اس صورت میں نکاح فسخ سمجھیں گے یا نہیں؟

ہمیں امید ہے۔ کہ الفضل اپنے فضلوں میں سے ایک فضل یہ بھی کرے گا۔ کہ ان سوالات کے جوابات عنایت کرے گا۔ باقی رہا۔ الفضل کا یہ کہنا کہ حضرت امیر اور پیغام صلح نے غیر احمدیوں کو اشتعال دلانے کی کوشش کی ان الفاظ کے لکھنے سے کہ قادیاں والی پارٹی غیر احمدیوں کو کافر سمجھتی ہے۔ اس کی حقیقت ہر ایک منصف کے نزدیک ظاہر ہے کہ اگر الفضل میں یہ شائع ہوتا رہے۔ کہ غیر احمدی پکے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ تو یہ تو کچھ ہرج کی بات نہیں۔ اگر مریدین میاں صاحب غیر احمدیوں کو ان کے منہ پر کافر کہدیں۔ تو یہ صدق گوئی کی نشانی اور اظہار حق کی دلیل اور اگر جناب میاں صاحب کمال مہربانی سے حکم صادر فرمادیں کہ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم غیر احمدیوں کو کافر سمجھیں تو یہ دوسروں کیساتھ محبت و اتحاد بڑھانے کی کارروائی! ہاں اگر ہماری طرف سے استفسار کے جواب میں یہ شائع ہو کہ ہم تو کافر نہیں سمجھتے البتہ قادیاں والے کافر جانتے ہیں تو پھر البتہ غیر احمدیوں کو ضرور اشتعال آئے گا اور ضرور ہم نے اس یگانگت اور اتحاد میں رخنہ اندازی کی جس اخوت اور برادری کے قائم کرنے کے لئے میاں صاحب اتنی مدت سے پکار پکار کر دعوت دوسرے مسلمانوں کو دے رہے ہیں۔ الفضل یہ بھی کہتا ہے۔ کہ ہماری مجلس میں ماتم رہیگا۔ اس کے متعلق تو صرف اتنا دیکھنا ہے کہ جس شخص نے غیر احمدیوں کا یہ فرض قرار دیا ہے۔ کہ وہ احمدیوں کو کافر سمجھیں۔ اس کے ملال و غم کی کوئی انتہا نہ ہو گی۔ جب وہ یہ دیکھیگا کہ غیر احمدی جو میرے مرید نہیں۔ انہوں نے تو کمال مہربانی سے فرض بجالانے کی کوشش کی مگر وہ میرے ہی مرید نکلے جنہوں نے ان کے اس فرض کی بجا آوری میں رخنہ ڈالا۔ یہ عجیب حیرت کا مقام ہے۔ کہ جو مریدوں میں سے نہیں۔ انہوں نے تو مریدی کا کام کیا۔ اور مریدوں نے غیر مریدوں کا۔

فتاوے

کیا فرماتے ہیں۔ علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مفتی نے مفصلہ ذیل مسئلہ کے سائل کو دو حکم متضاد دیئے ہیں۔ اصل مسئلہ کی نقل برائے ملاحظہ ارسال خدمت ہے۔

مسئلہ ۔ برادرم نتھو۔ السّلام علیکم۔ چونکہ ہمارا علاقہ سخت جاہل ہے۔ مولوی تو درکنار کوئی معمولی آدمی بھی نہیں۔ دین اسلام کی واقفیت نہیں۔ اوّل تو مسلمان آبادی ہی نہیں۔ اگر ہے بھی تو بالکل بے علم اب مجھے ایک ضرورت درپیش ہے۔ میں نے اپنے بچا کی لڑکی سے نکاح کیا تھا صحبت سے پہلے میں نے اسکو طلاق دیدی۔ اب میرا چچا فوت ہو گیا۔ میری چچی بالکل جوان ہے۔ میں اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ جب تک میں جانتا ہوں اور عام خیال ہے کہ جائز ہے۔ مگر چچی شک کرتی ہے۔ لہٰذا آپ جاکر کسی مولوی صاحب سے فتوے لکھوا کر بھیجیں۔ تاکہ میری چچی کو یقین ہو جائے۔ کوئی ایک مولوی صاحب ہوں۔ آپ زیادہ دریافت کرنے کی تکلیف نہ کریں۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

تابعدار گلاب الدّین از بھنالہ ضلع کانگڑہ

الجواب

صورت مذکورہ بالا میں بشرط صدق قول مستفتی کے تجویز نکاح مذکور شرعًا ناجائز و نامنظور ہے۔ کیونکہ چچی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے۔ مگر بشرطیکہ اُسکی لڑکی اس کے ساتھ نکاح نہ پڑھا بیٹھی ہو۔ پس اگر وہ اسکی منکوحہ ہو گئی ہو تو عقد مذکور کی تجویز لا محالہ ناجائز ہو گی۔ جیساکہ سند سے جو ذیل میں مکتوب ہے۔ صاف ظاہر ہے۔ لایحل للرجال ان یتزوج بامرأتہ التی دخل بابنتھا اولم یدخل لقولہ تعالےٰ وامھات نسائکم من غیر قید الدخول۔ یعنی کسی کو اپنی منکوحہ کی والدہ سے نکاح جائز نہیں خواہ منکوحہ سے صحبت ہوئی ہو۔ یا نہ۔ بہر دو صورت نکاح شرعًا ناجائز و نامشروع ہے۔ فصل فی بیان المحرمات ھدایہ الشریف جلد ۲ صفحہ ۲۸۷

مذکورہ جواب ملنے پر سائل نے عرض کی۔ مولانا میرا مطلب پورا نہیں ہوا۔ جسپر مولویصاحب نے حسب عادت اپنا دنیاوی لالچ پورا کرنے کی خاطر خود عبارت تجویز کرکے اسی وقت دوسرا حکم لکھدیا۔ جو ذیل میں درج ہے۔

استفتاء

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اولًا اپنی چچی کی بیٹی کے ساتھ خواستگاری نکاح کی تھی بعدیش بے ہمبستری سے اس کو فارغ کر دیا۔ یعنے یہ عورت اس سے مطلقہ ہو گئی۔ اب قابل دریافت یہ امر ہے۔ کہ موجودہ صورت میں یہ شخص اپنی چچی کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے۔ یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مذکورہ بالا میں بشرط صدق قول مستفتی کے شخص مذکور مذکورہ عورت کے ساتھ عقد نکاح کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ سات ناطے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ محرمات ہیں۔ اور ان کے ماسوا سب حلال و جائز النکاح ہیں۔ وہ حرمت علیکم امھاتکم تا وبنت الاخت پھر اللہ تعالےٰ آیہ شریفہ میں فرماتا ہے۔ جو ذیل میں مکتوب ہے کہ ان کے ماسوا سب ناطے جائز النکاح اور حلال کر دیئے ہیں۔ چونکہ مطلقہ مذکورہ کے ساتھ کوئی قربت حاصل نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا اس کی عدت وغیرہ گذرنے کی بھی کچھ حاجت نہیں۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ شخص مذکور کا نکاح اپنی چچی سے بمقتضائے دلائل شرعیہ مذکورہ کے کر لینا جائز ہے کوئی روک نہیں۔ ھٰذا ارایت فی الکتاب واللہ اعلم بالصواب

چونکہ مولانا صاحب اسی قسم کے متضاد فتوے لالچ دنیا میں آکر عمومًا ہمیشہ دیدیتے ہیں۔ جس پر کئی دفعہ عام مسلمان مولانا صاحب کو بالمشافہ منع کرتے رہے ہیں۔ مگر کچھ اثر آج تک نہیں ہوا۔ کیا ایسے مفتی یا مولوی کو بحیثیت امام و خطیب و مفتی مسجد میں رکھنا جائز ہے۔ یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

برائے نوازش جواب باصواب سے بہت جلد ممنون فرمایئے

مرسلہ عبد الجلیل معرفت غلام حسن شیشہ گر
ڈبی بازار۔ لاہور۔

جواب

از مولنا مولوی احمد صاحب لاہور

اگر کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اسکو قبل از صحبت یا ہمبستری طلاق دیدی تو اس عورت منکوحہ مطلقہ قبل الدخول کی والدہ سے اسکا نکاح جائز نہیں۔ اللہ تعالےٰ تفصیل محرمات میں فرماتا ہے۔ (وامھات نسائکم) اور حرام ہے۔ تمپر تمہاری

لی بیوں کی مائیں۔ اس میں کوئی شرط نہیں ہے۔ اسلئے کسی صورت میں یہ نکاح جائز نہیں ہو سکتا۔

ترمذی شریف میں ایک حدیث ہے۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ منکوحہ کی ماں سے نکاح جائز نہیں ہے۔

حدیث ترمذی صـ۱۳۳ عن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما رجل نکح امرأۃ فدخل بہا فلا یحل لہ نکاح ابنتھا فان لم یکن دخل بہا فلینکح ابنتھا وایما رجل نکح امرأۃ فدخل بہا او لم یدخل فلا یحل لہ نکاح امھا۔

جس شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اس سے ہمبستر ہوا یا ہمبستر نہیں ہوا۔ اسکو اس کی ماں کے ساتھ نکاح ناجائز ہے۔

عبداللہ بن مسعود نے ایک شخص صورت مسئولہ میں جواز کا فتویٰ دیا تھا جب مدینہ تشریف لے گئے تو معلوم ہوا کہ سب صحابہ اس کے خلاف فتوے دیتے ہیں۔ تو واپس آ کر۔ اس عورت کو اس مرد سے جدا کر دیا۔ تفسیر کبیر جلد ۳ صـ۱۸۱

ائمہ مذاہب اربعہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا باستثناء پانچ چھ کے اور تمام تابعین کا بھی یہی مذہب ہے کہ صورت مسئولہ میں مرد کا نکاح منکوحہ کی ماں کے ساتھ ناجائز ہے۔

ضرورت

موضع کوٹ موکہل ڈاکخانہ ستراہ ضلع سیالکوٹ اور موضع احمدپور چک ۲۵/۴ متصل ریلوے اسٹیشن اکاڑہ ضلع منٹگمری میں پرائمری سکول مردانہ و زنانہ کیواسطے دو ایسے دیندار مسلمان معلموں کی ضرورت ہے جن کے ساتھ ان کی بیوی یا لڑکی یا دیگر رشتہ دار عورت خواندہ ہو۔ مرد کم از کم ورنیکلر مڈل پاس ہوں۔ اور تعلیم کا تجربہ رکھتے ہوں۔ ٹرینڈ کو ترجیح دی جاوے گی۔ تنخواہ کا گریڈ عــــہ روپیہ ماہوار سے عـــہ روپیہ تک ہے۔ ایک روپیہ سالانہ ترقی۔

معلمہ اردو نوشت خواند اور دینیات اور سینے پرونے کے کام سے واقف ہو تنخواہ کا گریڈ عـــہ روپیہ سے [illegible] روپے تک ہے ایک روپیہ سالانہ ترقی۔

درخواستیں بنام سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور بھیجیں نقول اسناد و علیہ آنی چاہئیں

عزیز بخش سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

حقوق والدین

الحمد للہ نور السمٰوات والارض حمداً کثیراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ

اما بعد۔ فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
وقضیٰ ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا۔ . . .
. . . .
. . . . وقل لھما قولاً کریما۔

ترجمہ۔ اے محمدؐ بیشک تیرے رب نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ نہ بندگی کرو کسی کی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی۔ اور والدین کے ساتھ احسان کرنیکا جب کہ پہنچ جائیں تمہارے پاس بڑھاپے میں ایک یا دونوں والدین میں سے۔ پس ان کو اُف تک نہ کہو اور نہ ہی ان پر اپنی دہشت جماؤ اور ان کو نرم بات کہو۔

پھر فرمایا۔ ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا

غور کرنے کا مقام ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو رسول اللہ صلعم کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔ کہ (تیرے رب نے) کیا رب صرف محمد رسول اللہ صلعم کا ہے۔ اور کسی کا نہیں؟ نہیں رب تو تمام جہان کا ہے مگر انہیں صرف محبت اور شفقت کا تقاضا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ والدین کی خوشی اللہ تعالیٰ کی خوشی ہے۔ اور والدین کا غصہ اللہ تعالیٰ کا غصہ ہے۔ والدین کے حقوق بہت ہیں۔ یہ کبھی بیٹے کے سر سے نہیں ٹلتے۔ مگر صرف ایک حالت میں۔ کہ رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ والدین کے حقوق بہت ہیں۔ اور یہ کبھی بیٹے کے سر سے نہیں ٹلتے۔ مگر جب کہ وہ اپنے والدین کو غلامی کی حالت میں پائے اور خرید کر کے ان کو آزاد کر دے۔ پھر تمام حقوق سے سبکدوش ہو سکتا ہے۔ بجائے تمام عمر والدین کی خدمت کرنے سے تمام حقوق سے بیٹا سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ مگر صرف روپیہ خرچ کرنے سے تمام حقوق اس کے سر سے ٹل جاتے ہیں۔ نکتہ اس میں یہ ہے۔ کہ جب لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ تو اسوقت وہ زندگی کی حالت میں نہیں ہوتا بلکہ عدم کی حالت میں ہوتا ہے تو والدین اُسے پرورش کرتے ہیں اور ہر ایک قسم کی مصیبت سے اسکو سبکدوش کرتے ہیں۔ اور اس کے لئے تمام مصائب اپنے اوپر گوارا کرتے ہیں۔ مگر اُسے آنچ تک نہیں آنے دیتے گویا اسکو وہ عدم سے حیات میں لاتے ہیں۔ اسی طرح غلامی بھی ایک قسم کی موت ہے۔ اور اس سے خرید کر بالکل آزاد کر دینا گویا عدم سے حیات میں لانا ہے۔ تو پھر جب بیٹے نے ایسا کیا تو اس کے تمام حقوق جو اس پر عائد ہو سکتے تھے اُن سے سبکدوش ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ

صلعم کے وقت آپ کا ایک اصحابی بیمار ہو گیا۔ حتےٰ کہ وہ فوت ہو گیا اور رسول اللہ صلعم اس کی تجہیز و تکفین کے لئے گئے اور اس کے گھر والوں سے پوچھا کہ اس پر کسی کا کوئی حق تو نہیں ہے۔ اس کی والدہ نے عرض کی کہ میں اس سے ناخوش ہوں۔ آپ نے فرمایا کیوں؟ بڑھیا نے کہا کہ جب یہ کما کر لاتا تھا تو سب کچھ اپنی بیوی کو دیتا تھا۔ اور میری ہتک کے درپے تھا۔ اسلئے میں اس سے ناخوش ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا لکڑیاں جمع کرو اور اس کی لاش کو جلا دو۔ تب اس کی والدہ نے کہا کہ ایسا نہ کرو۔ میں اسے اپنے تمام حقوق بخش دیتی ہوں۔ آپ اسے نہ جلائیں۔ تو آپ نے جلانے سے منع فرمایا۔ اب سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ آگ کا عذاب دینے کا استحقاق صرف اللہ تعالےٰ کو ہے۔ اور کسی کو نہیں۔ تو آنحضرت صلعم نے ایسا کیوں فرمایا؟ تو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ اور لوگوں کو ایسے خطرناک معاملہ کے مشاہدہ سے عبرت حاصل ہو۔ تاکہ والدین کی نہ فرمانی نہ کریں۔ اور ہمیشہ ان کی فرمانبرداری کرتے رہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ میرے تین باپ ہیں۔ ایک حقیقی اور دو مجازی۔ حقیقی باپ تو وہ ہے۔ جس نے مجھے جنا۔ اور دو مجازی وہ ہیں۔ کہ ایک جس نے مجھے سکھایا۔ اور دوسرا جس کی لڑکی میرے گھر ہے۔ حقیقی باپ تو صرف پرورش کی اور کچھ سامان بیٹے کی زندگی کے لئے کرتا ہے۔ مگر اس کی عادتوں اور زندگی کا سنوارنا صرف یہ استاد کا کام ہے۔ اور استاد کے حقوق حقیقی والد سے بہت بڑھ کر ہیں اور یہ کبھی نہیں ملتے۔ اور نہ ہی انسان ان سے سبکدوش ہو سکتا ہے۔

آئمہ اربعہ میں سے حضرت نعمان بن ثابت کا ذکر ہے۔ کہ ان کو یہ معلوم نہ تھا۔ کہ کتی کا بچہ کتنے دنوں میں سن بلوغت کو پہنچتا ہے۔ تو انہوں نے بھنگی سے یہ پوچھا کہ بھائی کتے کا بچہ کتنے عرصہ میں جوان ہوتا ہے۔ اس نے کہا قریباً چھ ماہ میں۔ تو جب وہ بھنگی آیا کرے تو آپ اس کی تعظیم کے لئے فوراً اٹھ کھڑے ہوں۔ یہ تو آئمہ دین کا طریق ہے۔ تو سب مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے والدین اور استادوں کی جہاں تک ہو سکے فرمانبرداری کرنے میں کوتاہی نہ کریں۔ امین

خاکسار
غلام غوث عفی عنہ

ناظرین پیغام صلح

کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور تحریر فرمایا کریں۔

(مینیجر)

تازہ خبریں

الہ آباد میں محرم پر مسلمانوں میں فساد

الہ آباد میں کوتوالی کے قریب سنیچروار کی رات کو محرم والی دو جماعتوں میں فساد ہو گیا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گذشتہ تین سال سے شاہ گنج پارٹی اور صوندی پور پارٹی میں دشمنی چلی آتی تھی۔ سنیچروار کی رات کو مشعلیں جلاتے وقت صوندی پور کا ایک آدمی خفیف طور پر جل گیا۔ اس پر اس پارٹی والوں نے شاہ گنج پارٹی پر حملہ کیا۔ دونوں پارٹیوں میں سخت لڑائی ہوئی۔ دس آدمی زخمی ہوگئے۔ پولیس نے حالات پر قابو پا لیا ہے۔

ہر روز سو اکالیوں کا جتھہ گورو کے باغ کو جایا کریگا

گورو کے باغ میں صورت حالات نازک ترین ہوتی جاتی ہے۔ گوردوارہ کمیٹی نے ایک مرتب شدہ طول طویل جنگ کے لئے پوری تیاریاں کر لی ہیں۔ سنا گیا ہے۔ کہ ۵ ہزار سے زائد اکالیوں نے اپنے نام اس لئے رجسٹرڈ کرائے ہیں کہ ان میں سے سو اکالیوں کا جتھہ ہر روز گورو کے باغ کو جایا کرے گا۔ روانگی سے پہلے اکال تخت میں اکالیوں کو شانت رہنے کا حلف دیا جاتا ہے۔ جس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اکالیوں نے اس جنگ میں کیسی حیرت انگیز عدم تشدد کا ثبوت دیا ہے۔

حالات کو مدنظر رکھ کر کہنا پڑتا ہے۔ کہ یہ لڑائی اسوقت تک ختم نہ ہوگی۔ جب تک گورنمنٹ بھی مناسب طور پر اپنا قدم پیچھے نہ ہٹالے۔ پنجاب میں کئی مقامات پر اکالیوں نے گورو کے باغ کے لئے اپنی خدمات پیش کی ہیں جس سے حالت اور بھی تشویشناک ہو گئی ہے۔

افغانستان بھی یونان سے جنگ آزما ہونے کو تیار ہے

گذشتہ ہفتہ افغانی کمانڈر کے انگورہ پہنچنے کی خوشی میں غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے ایک دعوت دی جس میں مشرقی ممالک کے تمام سفراء موجود تھے غازی موصوف نے تقریر فرماتے ہوئے کہا کہ تمام اسلامی حکومتیں نہایت اطمینان اور دلچسپی سے افغانستان کے جدید نظام کو دیکھ رہی ہیں۔ اور یہاں ۱۴ افغانی افسران کا تشریف لانا ثابت کرتا ہے۔ کہ دونوں اسلامی حکومتیں ایک ہی مقصد میں کوشاں اور آزادی کی متمنی ہیں۔ سردار ولی خاں صاحب نے فرمایا کہ افغانی فوج ترکی فوج کا ایک جزو ہے۔ اگر خدانخواستہ دشمن کو باہر نکالنے میں ترک ناکام رہے۔ تو صرف افغانی ہی نہیں بلکہ تمام اسلامی قومیں جو جنگ کے لئے شریک ہیں دنیا کو دکھا دیں گی۔ کہ وہ کیا کر سکتی ہیں۔

اگر جرمنی تاوان نہ دے

پیرس سے جرمن نمایندہ دیکھتے ہی ایک نیم سرکاری بیان شائع ہوا ہے۔ کہ اگر جرمنی نے تاوان

مطالبات سے انکار کیا تو معاہدہ صلح کے مطابق اسکا صرف یہی ایک حل ہوگا۔ کہ مہلت دینے سے انکار اور جرمن کے عدم ادائے تاوان کا اعلان کر دیا جائے بیان مذکور میں یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ اگر بغیر خاص شرائط کے مہلت کو منظور کیا گیا۔ جو سر دست بعید از قیاس ہے۔ تو فرانس کو جو لندن میں اختیار کردہ پوزیشن سے بیٹھنے کے ناقابل ہے۔ اختیار ہوگا۔ جو چاہے سو کرے۔

ترک احرار نے سمرنا فتح کرلیا۔ خوشی کا مقام ہے۔ کہ ترک احرار نے سمرنا کو فتح کرلیا۔ اور یہ کہ ترکی فوج بڑی شان اور شوکت کے ساتھ سمرنا میں داخل ہو گئی۔ یونانیوں کے سمرنا کا انتظام دول متحدہ کی قونصلوں کے سپرد کر دیا ہے۔ اور دول متحدہ نے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو بذریعہ لاسلکی پیغام دیا ہے۔ کہ اپنے نمائندے بھیجے۔ تاکہ شہر پر ترکوں کے پرامن قبضہ کے لئے روح افزا اور مسرت بخش ہے۔ اور اس پر بیساختہ ہر مومن کی زبان سے یہ کلمہ نکل جاتا ہے۔ کہ "زندہ باش ترک احرار۔ زندہ ترک احرار" اس خبر سے یہ بھی عیاں ہے۔ کہ دول متحدہ اب جنگ ترکی و یونان میں مداخلت نہیں کریں گی۔ اور یہ بہت اچھا ہوگا۔ کیونکہ اس سے ترکوں کو تھریس واپس لینے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔

شاہ قسطنطین کا فرار۔ ایتھنز ۹ ستمبر۔ موسیو کلوغرو پولوس نے یونان کی وزارت قبول کر لی ہے۔

لندن۔ ۱۰ ستمبر۔ خیال ظاہر کیا جاتا ہے۔ کہ اگرچہ ایتھنز سے قسطنطین کے فرار کی خبر کی بعد میں تردید کر دی گئی ہے۔ مگر نئے وزیر اعظم کے تقرر سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

ایزردر رقمطراز ہے کہ ایتھنز کے باخبر حلقوں میں یقین کیا جاتا ہے کہ ملکہ یونان شاہ قسطنطین کے تخت سے دست بردار ہونے اعتراض نہیں کرے گی۔ جس سے یہ مراد ہے۔ کہ اس نے دستبردار ہونا قبول کر لیا ہے۔

لاہور میں مسلمانوں پر ہندوؤں کی زیادتی

دو مسلمان لڑکوں کو سخت زدکوب کیا گیا۔

ہندوؤں نے دوکانیں بند کرلیں۔ مچھی ہٹہ بازار میں ۱۰ رمئی کو ہندوؤں نے دو مسلمان لڑکوں کو مار مار کر مردہ کر دیا۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ ۱۰ رمئی کی دوپہر کو دو مسلمان عورتیں چاندی کا زیور بیچنے کے لئے مچھی ہٹہ بازار میں آئیں۔ ہندو صراف نے زیور کا وزن ۱۴ تولہ بتایا۔ عورتوں نے کہا۔ کہ وزن ۱۷ تولہ ہے اسپر صراف نے مسلمان عورتوں کو گالیاں دیں۔ وہاں ایک مسلمان لڑکا پندرہ برس کا کھڑا تھا۔ اس نے بنت ہندو صراف کو گالی دینے سے منع کیا۔ اسپر ہندوؤں نے اس مسلمان لڑکے کو بیدردی اور بیرحمی سے مار مار کر ادھموا کر دیا۔ دو بجے کے قریب اس کے بھائی کو معلوم ہوا۔ وہ وہاں پہنچا دوبارہ ہندوؤں نے دونوں کو اسقدر مارا۔ اور چھریوں اور سوؤں سے اسقدر زخمی کیا۔ کہ دونوں بھائی مردہ ہوکر وہیں پڑے رہے۔ بڑے بھائی کی گھڑی اور نقدی چھین لی۔ قریب ۴ بجے کے دوسرے مسلمانوں کو معلوم ہوا۔ نوجوان مسلمان ازراہ ہمدردی وہاں پہنچے۔ ان کو بھی پیٹا گیا۔ اسوقت تمام شہر کے مسلمانوں میں مچھی ہٹہ کے ہندوؤں کے ظلم کو دیکھ کر ہلچل مچ گئی۔ مسلمانوں نے مچھی ہٹہ میں جاکر مسلمان زخمی لڑکوں کو دیکھنا چاہا۔ اسپر ہندوؤں نے چالاکی سے بذریعہ ٹیلیفون پولیس کو اطلاع دی۔ کہ مسلمان بلوہ کرکے لوٹنے آرہے ہیں۔ ادھر ہندو انچارج پولیس نے فوراً پولیس کو شہر میں تعینات کر دیا۔ ہندو دوکاندار خود ہی دوکانیں بند کرکے مکان کی چھتوں سے پتھر اور اینٹیں اور بوتلیں پھینکتے رہے۔ اور مسلمانوں کو گالیاں دیتے رہے۔

فلسطین میں بغاوت کا اندیشہ۔ لندن ۶ ستمبر۔ بغداد کے مراسلات موصول ہوئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایشیائے کوچک میں ترک احرار کی فتوحات سے حوصلہ پاکر فلسطین کے عرب انگریزی حکمرانوں کے خلاف بغاوت کے لئے آمادہ ہیں۔ سر ہربرٹ سیموئل کی جابرانہ کارروائیوں نے خفیہ سازشوں کا بازار گرم کر دیا ہے۔ ملک خفیہ انجمنوں سے پٹا پڑا ہے اور کثیر مقدار اسلحہ پوشیدہ تیار ہو رہے ہیں۔

ترکوں کو صلح کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ لندن پنجشنبہ۔ سٹیبن کا لاسلکی پیغام مظہر ہے۔ کہ حکومت فرانس اور حکومت اٹلی نے متفقہ طور پر ترکوں اور یونانیوں کی جنگ میں مداخلت کرنے سے انکار کر دیا۔

اکالیوں کو جبراً منتشر کرنے کی کارروائی ترک حکومت پنجاب کا اعلان شملہ ۱۰ ستمبر۔ حکومت پنجاب کا اعلان مظہر ہے۔ کہ ڈپٹی کمشنر امرتسر نے مقامی حکومت کے ساتھ غور کرنے کے بعد فیصلہ کیا ہے۔ کہ اکالیوں کو جبراً منتشر کرنے کی کارروائی ترک کر دی ہے۔ مگر حکومت نے اس ارادہ کو ترک نہیں کیا ہے۔ کہ شخصی جائداد کی حفاظت کیجاوے گی۔ اور قانون امن قائم رکھا جائیگا۔ اکالی جتھوں اور گوردوارہ پربندھک کمیٹی کو متنبہ کر دیا گیا ہے۔ کہ مہنت کی اراضی پر قبضہ کرنے سے روکا جائیگا اس مقصد کے لئے حکومت نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو کافی فوج دے دی ہے۔ تاکہ امن و قانون قائم رکھے۔ اور خلاف قانون مداخلت کرنیوالوں کو روکے۔

اکالیوں کی تحریک جاری ہے۔ امرتسر۔ ۹ ستمبر۔ اکالیوں کی تحریک جاری ہے۔ بعض مقامی روسا نے اپنے احاطے گوردوارہ پربندھک کمیٹی کو دیدئے ہیں۔ تاکہ ان میں زخمیوں کو رکھا جائے۔ انسپکٹر جنرل پولیس امرتسر پہنچگیا ہے۔

راج پرنٹنگ پریس راجہ گلی لاہور میں باہتمام لالہ دلسکھ رائے چھپا۔ اور ماسٹر فقیر اللہ صاحب پبلشر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور نے شائع کیا

الصلح خیر

پیغامِ صلح

اخبار لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۸۳۰

جلد ۱۰ — نمبر ۳۸

ایڈیٹر۔ چوہدری ظہور احمد بی۔اے

قادیان للمسیح لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۷ محرم الحرام سنہ ۱۳۴۱ ہجری مطابق ۲۰ ستمبر سنہ ۱۹۲۲ عیسوی

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب تشریف لے آئے ہیں۔ آپ جرمنی جانے کی تیاری میں مصروف ہیں۔ آپ نے جرمن زبان سے ابتدائی واقفیت یہیں سے حاصل کرنی شروع کر دی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے مولانا ممدوح کو بعض نہایت عمدہ صفات سے متصف کیا ہے آپ کی عمیق نگاہ آپکا اسلامی جوش و ایثار آپ کی شیریں بیانی صفائی اور نفاست ہماری جماعت میں سے کس کو معلوم نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے پہلے بھی حضرت خواجہ صاحب کی غیر موجودگی میں ووکنگ مشن کی امامت کا اہم اور عظیم الشان کام آپ سے بطور احسن سرانجام دلایا۔ اب خدا تعالےٰ سے دعا ہے کہ آپ جس نئے مشن کے استحکام کے لئے جانے والے ہیں اس میں بہت بہت برکتیں دے اور اس علوم و فنون کے ملک میں توحید اور دین اسلام کا چشمہ آپ کے ہاتھ سے پھوٹ نکلے۔

ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب راولپنڈی سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ انہوں نے ماں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جلد ۱۱ | مورخہ ۲۷ محرم الحرام سنہ ۱۳۴۱ھ | نمبر ۸

حضرت مرزا صاحب کا کام

(حضرت امیر کے قلم سے)

حضرت مسیح موعود کو فوت ہوئے چودہ سال گذر گئے مگر آپ کی مخالفت ابھی خوب زور پر ہے۔ کفر کا فتوے لگانے والے ابتک اپنی ضد پر قائم ہیں عوام الناس میں علماء کی اس مخالفت کیوجہ سے حضرت مرزا صاحب کا نام سننے کی تاب نہیں۔ ایک مسلمان شرابخوری کرے زنا کرے۔ جوا کھیلے بُری مجالس میں بیٹھے۔ کسی لنگوٹی پوش مجذوب کو سجدہ کرے۔ اور اسے قاضی الحاجات سمجھے۔ کسی رند مشرب کو اپنا پیر کہے۔ کوئی اس سے تعرض نہیں کرتا۔ لیکن اگر کوئی مسلمان کہلا کر حضرت مرزا صاحب کے کسی مرید یعنی کسی احمدی کے درس قرآن کریم کو سننے آجائے تو اس کے خلاف عام مسلمانوں میں مخالفت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ اور اکثر دلوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیوں حضرت مرزا صاحب کو وہ قبولیت حاصل نہیں ہوئی جو پہلے اولیاء اور مجددین کو حاصل ہے۔ کیونکہ گو ان میں سے بھی بہتیروں کو ان کی زندگی میں کافر و زندیق کہا گیا۔ مگر وہ مخالفت جلد ہی قبولیت میں تبدیل ہو گئی۔ لیکن یہاں وہ حالت نظر نہیں آتی۔ اس سوال پر کسیقدر تفصیل سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت مرزا صاحب بحیثیت مجدد

حضرت مرزا صاحب کی کامیابی بحیثیت مجدد بے نظیر ہے۔ آپ کا دعویٰ مجددیت سنہ ۱۸۸۳ء کا ہے۔ اور اسوقت سے لیکر سنہ ۱۸۹۱ء تک یعنی قریباً آٹھ سال آپ کی قبولیت یہانتک عام ہوئی کہ شاذ و نادر ہی کوئی آواز آپ کے خلاف اٹھی۔ اور اس زمانہ میں آپ نے خدمت اسلامی کی۔ جس کے اعتراف میں سوقت کے بڑے سے بڑے علماء رطب اللسان تھے۔ چنانچہ براہین احمدیہ پر جو آپ کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔ ریویو کرتے ہوئے یہانتک اعتراف کیا گیا۔ کہ اس خدمت اسلامی کی تیرہ سو سال میں نظیر نہیں ملتی۔ یہ بیان مبالغہ آمیز نہ تھا۔ بلکہ فی الواقع دہریت کے خلاف۔ برہمو سماج کے خلاف۔ آریہ سماج کے خلاف۔ اور اسلام کی حقانیت پر اسقدر زبردست تحریریں نکلیں اور دلائل عقلیہ کا جن کی بنیاد قرآن کریم پر تھی۔ وہ دریا بہا دیا گیا۔ کہ نہ صرف مسلمانوں نے ہی اسے محسوس کیا بلکہ دوسرے مذاہب بھی ان کے جواب سے عاجز آئے اور باطل کی عادت قدیم کے مطابق بجائے اصولی بحث اور اصولی دلائل کے پیغمبر اسلام صلعم کی ذات پر نکتہ چینی پر اتر آئے۔ یوں آپ نے اپنا کام بحیثیت مجدد ایسی کامیابی سے کیا جس کی نظیر مشکل سے مل سکے گی۔ اور اہل اسلام میں آپ کی قبولیت کا عام تھی۔ اور مذہبی دنیا میں تمام مسلمانوں کی نظریں آپ کی طرف تھیں۔

مخالفت کی ابتدا

مگر فی الحقیقت ان خدمات کو اس عظیم الشان خدمت سے جو ابھی آپ کے سپرد کیجانی تھی۔ کچھ نسبت نہ تھی۔ دنیا میں اگر اسلام کا مقابلہ کسی مذہب سے ہے تو وہ دہریت سے۔ برہمو سماج۔ آریہ سماج سے ایسا نہیں جیسا عیسائی مذہب سے ہے۔ اس مذہب کے خلاف آپ کی طبیعت میں ابتدا سے ہی ایک جوش تھا۔ اور زمانہ ملازمت سیالکوٹ میں آپ بعض پادریوں سے بحث بھی کیا کرتے تھے مگر وہ جوہر ابھی پوری تاب سے نہ چمکا تھا۔ چھوٹی چھوٹی تحریکیں جیسے برہمو سماج یا آریہ سماج جو اسوقت پیدا ہوئی تھیں۔ اور جن سے مسلمانوں کو متنبہ کرنا ضروری تھا۔ ان کے خلاف اپنا کام آپ کر چکے تھے۔ اور اب آپ کے سامنے اس زبردست عدو کا مقابلہ تھا جو عیسائیت کے رنگ میں دنیا کو کھا رہی تھی اور خود دنیائے اسلام پر دندان آز تیز کر رہی تھی۔ اور جسکے پاس مذہبی رنگ میں دنیا کو مغلوب کرنے کے سامان اسی طرح زبردست تھے جس طرح ملکی رنگ میں دنیا کو مغلوب کرنے کے سامان لایدان لاحد بقتالہم کا مصداق تھے۔ یہ کام شروع ہو چکا تھا گو جس قوت کی حالت کو یہ آج پہنچا ہے۔ اسوقت اسکا عشر عشیر بھی نہ تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اس کے مقابلہ کے لئے آپ کو کھڑا کیا۔ اور حکم دیا کہ ایک جماعت بناؤ۔ جو اس کام کو دنیا میں جاری اور زندہ رکھے۔ اور چونکہ اس مقابلہ میں مسلمانوں کے اندر ایک خاص کمزوری تھی۔ یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کو جسم عنصری کے ساتھ چوتھے آسمان پر زندہ ماننا اور انہیں کھانے پینے تک کا محتاج نہ سمجھنا اور الآن کما کان کا جو خدائے لایزال کی صفت ہے۔ مصداق ماننا یعنی یہ کہ ان کے جسم عنصری میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ اس لئے اس غلطی کا دور کرنا عیسائیت کے مقابلہ میں سب سے پہلا کام تھا۔ ایکطرف یہاں سے عیسائیت کے حملہ کا اسلام پر زور پڑتا تھا۔ دوسری طرف عیسائیت کی بنیاد حضرت مسیح کا زندہ آسمان پر چڑھنا تھا۔ اس لئے جب اس مذہب کے مقابلہ کے لئے آپ کو تیار کیا گیا۔ تو آپ کو مسلمانوں کی اس غلطی پر بھی متنبہ کیا گیا۔ اور بتایا گیا۔ کہ حضرت

عیسےٰ علیہ السلام دوسرے انبیاء کیطرح فوت ہو چکے ہیں۔ اگر آپ کے ہاتھ میں یہ ہتھیار نہ دیا جاتا۔ تو نہ اسلام کو عیسائیت کی زد سے بچایا جا سکتا تھا۔ اور نہ ہی عیسائیت پر اسلام کے حملے کا زور پڑ سکتا تھا۔ ایک ہی بات تھی جس میں نہ صرف اسلام کا بچاؤ تھا بلکہ اسی میں عیسائیت کی شکست کا راز مضمر تھا۔ اسپر اللہ تعالےٰ نے آپ کو اطلاع دی اور حکم دیا کہ عیسائیت اور اسلام کے مقابلہ میں اس ہتھیار کو برتو۔ یہیں سے مسلمانوں میں آپ کی مخالفت شروع ہوئی

مسیح موعود کا دعوےٰ

مگر وفات مسیح کا سوال نزول مسیح کے سوال سے وابستہ تھا۔ اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیثوں میں بکثرت ایسی پیشگوئیاں پائی جاتی تھیں جن سے یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ عیسائیت کے ساتھ آخری مقابلہ کے لئے ابن مریم کا نزول ہوگا۔ وفات مسیح کے قائل پہلے بھی ہو گئے تھے۔ ابتدائی زمانہ میں تو صحابہ رضی اللہ عنہم کا اسپر اتفاق نظر آتا ہے۔ حدیثوں میں لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیین کے قطعی الفاظ موجود ہیں۔ یعنی اگر موسےٰ اور عیسےٰ زندہ ہوتے جس سے قطعی طور پر معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم اور صحابہ کے نزدیک وہ زندہ نہ تھے۔ حضرت عیسیٰ کی عمر احادیث میں [illegible] ہوئی۔ موجود ہے۔

حضرت عیسیٰ ایک سو بیس برس زندہ رہے۔ پھر امام مالک کا مذہب [illegible] کتابوں میں موجود ہے۔ قال مالک مات امام مالک کہتے ہیں۔ حضرت عیسےٰ فوت ہو گئے۔ ہمارے اس زمانہ میں بھی سر سید احمد خاں وفات مسیح کے قائل تھے۔ لیکن نزول کی پیشگوئیوں کی طرف توجہ نہ ہوئی تھی احادیث میں تو ابن مریم کے اسی امت میں سے ہونے کے صاف الفاظ موجود ہیں۔ امامکم منکم۔ امکم منکم۔ حضرت مسیح اسرائیلی اور اس امت میں آنے والے مسیح کے دو الگ الگ حلئے موجود ہیں۔ لیکن جو لوگ پچھلے زمانہ میں وفات مسیح کے قائل ہوئے انہوں نے ان پیشگوئیوں کیطرف توجہ نہ کی۔ اور اس زمانہ میں بعض لوگوں نے احادیث کو پایہ اعتبار سے ساقط قرار دے کر نزول مسیح کا انکار ہی کر دیا۔ اگر یہ حدیثیں صرف ایک نزول مسیح کے متعلق [illegible] تو بھی ان کا انکار نہ ہو سکتا تھا۔ بخاری اور مسلم میں یہ احادیث موجود ہیں [illegible] وہ نہیں جو مختلف اصحابوں سے اس قسم کی احادیث مروی ہیں۔ ان کا انکار گویا حدیث کی صحت پر سخت حملہ ہے۔ لیکن اس کے ساتھ جب اسبات پہ غور کیا جاتا ہے۔ کہ ان احادیث کا لازم و ملزوم کا تعلق بعض اور احادیث سے ہے۔ جیسے یاجوج و ماجوج کا خروج۔ دجال کا نکلنا۔ عیسائیت کا غلبہ وغیرہ تو پھر ان تمام احادیث کو رد کر کے حدیث کی صحت کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ اس لئے جب اللہ تعالےٰ نے مجدد صدی چہاردہم کو عیسائیت کے مقابلہ کے لئے کھڑا کر کے یہ اطلاع دی کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں تو ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ نزول مسیح سے جو پیشگوئیاں تعلق رکھتی ہیں ان

کے مصداق آپ ہی ہیں۔ اسی مضمون کو آپ نے یوں ادا کیا ہے۔

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

یہی وہ آواز تھی جسپر مخالفت کی رو ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بجلی کی سرعت سے پھر گئی۔ کسی نے اس کام پر غور نہ کیا۔ جو آپ کے سپرد ہوا تھا۔ نام پر ٹھوکر کھا گئے۔ اسی پر طرح طرح کے غلط اعتراض بنا کر کفر کا فتوےٰ تیار کیا گیا۔ کہ یہ شخص مدعی نبوت ہے۔ منکر معجزات ہے منکر معراج ہے۔ منکر ملائکہ ہے۔ منکر لیلۃ القدر ہے۔ جن سب کا جواب آپ نے ایک ہی دیا۔ اور بار بار دیا۔ کہ یہ سب غلط فہمی ہے۔ یا افترا ہے۔ میں آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین یقین کرتا ہوں۔ اور جو شخص آپ کے بعد دعوےٰ نبوت کرے اسے کافر و کاذب جانتا ہوں۔ معجزات۔ معراج۔ ملائکہ لیلۃ القدر کا قائل ہوں۔ اور ان تمام عقائد پر ایمان رکھتا ہوں۔ جو اہل سنت والجماعت کے عقائد ہیں۔ مگر مخالفت کی آگ ایسی بھڑکی کہ اس پانی کا بھی اسپر کچھ اثر نہ ہوا۔ موٹی بات ہے۔ کہ اگر آپ اسے خدا کا حکم یقین نہ کرتے تو اس مصیبت کو اپنے گلے کیوں ڈالتے۔ آپ اس اعلان کے وقت کوئی گمنام آدمی نہ تھے۔ کہ یہ اعلان کر کے شہرت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ آپ کی قبولیت مسلمہ تھی۔ آپ کے دعوےٰ مجددیت پر آٹھ سال گزر چکے تھے۔ آپ یہ جانتے تھے۔ کہ جب میں وفات مسیح کا نام لونگا۔ تو مخالفت کی آگ بھڑک اٹھے گی۔ جس طرح آج بھی بعض بڑے بڑے مشہور علماء وفات مسیح کے قائل ہیں۔ مگر عوام الناس کی مخالفت کے خوف سے اسے زبان پر نہیں لاتے۔ مگر آپ نے جسے خدا کا حکم سمجھا اسے ساری قبولیت پر ساری عزت و شہرت پر ترجیح دی۔ اور خدا کے حکم کو پورا کرنے کے لئے ہر قسم کی ذلت کو برداشت کیا۔ مسلمانوں کی نگاہ میں کافر بننا قبول کیا۔ مگر خدا کے حکم کو نہ چھوڑا۔

حضرت مرزا صاحب بحیثیت مسیح موعود

مولانا ابو الجمال احمد مکرم صاحب عباسی چریا کوٹی اپنی کتاب حکمت بالغہ کی جلد ۲ کے صفحہ ۷۲ پر لکھتے ہیں۔

"اگر ہمارے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مہدی اور مثیل مسیح ہوں تو اس میں کوئی شرعی [illegible] نہیں ہے۔ نہ ہم کو اس سے انکار کرنے کی کوئی وجہ ہے۔ بلکہ اسلام کی جو خدمتیں انہوں نے کی ہیں۔ وہ بلا شبہ ان کو مجددیت کے دعوے میں من وجہ ثابت کر سکتی تھیں۔ ہاں یہ بات کہ وہ نبی اور رسول اور صاحب وحی تھے اور یہ کہ محمد رسول اللہ صلعم خاتم النبیین نہیں تھے۔ اور آپ پر نبوت ختم نہیں ہوئی۔ ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ اور فاضل قادیانی کو [illegible] سے ایسا دعوےٰ کرنا ہرگز زیبا نہ تھا"۔

اور اسی کتاب کے صفحہ ۷۰ پر لکھتے ہیں۔

"وہاں تبلیغ احکام کے لئے علماء مجددین ائمہ اور مہدیین کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا۔ جسکی صراحت احادیث صحیحہ میں خود موجود ہے۔ پس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مہدی و مجدد ہونے میں ہم کو بحث نہیں نہ اس کے تسلیم کرنے میں کوئی امر مزاحم ہے۔ البتہ ان کا نبی اور رسول ہونا شرع و عقل کے دلائل یقینیہ کی رو سے باطل ہے۔"

بہت سے اور بزرگ بھی اس خیال کے ہونگے۔ ان کی خدمت میں میری یہ التماس ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب پر دعوے نبوت صرف علمائے مخالف کی غلط فہمی تھی۔ اور یہ ایک غلط الزام تھا۔ حضرت مرزا صاحب نے کبھی دعوے نبوت نہیں کیا۔ بلکہ مدعی نبوت کو کاذب اور کافر جانتے تھے۔ آپکا مشہور مصرعہ ہے۔ جو آپ کی وفات کے بعد تک اخبار کی پیشانی پر لکھا جاتا رہا ہے۔

ہر نبوت را بروشد اختتام

آپ کے اپنے لفظ یوں۔ "بعض اکابر علما میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ملائک کا منکر ۔۔۔۔۔ ہے۔ لہذا میں اظہاراً للحق عام و خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں۔ کہ یہ الزام سراسر افترا ہے۔ میں نہ نبوت کا مدعی ہوں۔ اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر ۔۔۔۔۔ اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔"

بہت سے برادران اسلام کا یہ خیال ہے کہ آپ کا دعوے مجددیت تو قابل تسلیم ہے۔ مگر مسیح موعود کا دعوے نہیں مانا جاسکتا۔ وہ غور کریں کہ اگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام واقعی وفات پاچکے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں صراحت سے مذکور ہے۔ تو آخر ان پیشگوئیوں کا مصداق جو نزول مسیح سے تعلق رکھتی ہیں۔ اسی امت کا کوئی بزرگ ہوگا۔ اور کوئی مسلمان کہلا کر جرأت نہیں کرسکتا۔ کہ ان سب حدیثوں کو ہی جھوٹا باطیل قرار دے۔ جن میں نزول مسیح اور خروج دجال و یاجوج ماجوج کا ذکر ہے۔ پس اگر کوئی اور بزرگ ان احادیث کا مصداق ہوسکتا ہے۔ تو وہی شخص کیوں نہیں ہوسکتا۔ جسکو اسوقت یہی ہتھیار دے کر عیسائیت کے مقابلہ پر کھڑا کیا گیا ہے۔ دعوے نبوت کیطرف سے مطمئن ہوجانے کے بعد کاش لوگ ان لفظوں پر غور کریں۔ جو حضرت بالنفس سے اوپر نقل کئے گئے ہیں۔ اگر حضرت مرزا صاحب مسیح موعود یا مثیل مسیح ہیں تو نہ اپنے نفس کی بڑائی کے لئے بلکہ صرف خدمت اسلام کے لئے اگر انہوں نے ایک جماعت بنائی ہے۔ تو اسلام میں کوئی تفرقہ پیدا کرنے کے لئے نہیں بلکہ صرف تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے۔ مسیح موعود کا دعوے کیا ہے۔ صرف یہ کہ اللہ تعالےٰ نے غلبہ عیسائیت کیوقت وفات مسیح کا زبردست ہتھیار دے کر مجھے بھیجا ہے کہ تا عیسائیت پر اتمام حجت کردوں۔ آیا اس ہتھیار سے عیسائیت کی بنیاد متزلزل ہوجاتی ہے۔ یا نہیں۔ یہ آج کوئی راز نہیں ہر ایک شخص جانتا ہے۔ کہ مسلمان اسے مانیں یا نہ مانیں۔ مگر عیسائی اس سے سخت پریشان ہیں اور بارہا عیسائی مشنریوں نے اسی وجہ سے احمدیوں سے بحث کرنے سے انکار کیا ہے۔ اس سے بڑھ کر مسیح موعود کے دعوے کی صداقت پر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے۔ اور آپ نے آج ان پیشگوئیوں کا جو اس زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں پورا ہونا ثابت کرکے اسلام کی صداقت پر ہی نیا ایمان پیدا کیا ہے۔ نہ کہ اسلام کا کچھ بگاڑا ہے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ اگر آج ہم رسول اللہ صلعم کے لفظوں کو پورا ہوتے دیکھیں تو ہمارا ایمان آپکی صداقت پر اور زیادہ ہوتا ہے۔ اور ہمارے دلوں کے اندر کام کے لئے ایک نیا جوش پیدا ہوتا ہے۔ میں حیران ہوں۔ کہ برادران اسلام ان سیدھی سیدھی باتوں پر غور کرکے کیوں اس مجدد کا ساتھ عملاً نہیں دیتے تاکہ اسلام کی حجت عیسائیت پر تمام ہو تاکہ مغرب بھی اپنے وقت پر اس نور سے منور ہو جس نے تیرہ سو صدیوں سے مشرق کو روشن کیا ہے۔ تاکہ رسول اللہ صلعم کے وہ الفاظ پورے ہوں۔

اعطیت کنزین الاحمر والابیض

مجھے دو خزانے دیئے گئے ہیں۔ ایک سرخ ایک سفید۔ سفید خزانہ یورپ ہے۔ جو آخر کار اسلام کی غلامی میں آئیگا۔ لیکن اسوقت جب مسلمان اپنے سچے مقام فرض اشاعت اسلام و تبلیغ حق کیطرف متوجہ ہونگے اور اسکا ساتھ دینگے۔ جسے اللہ تعالےٰ نے عیسائیت کے مقابلہ کے لئے کھڑا کیا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی کامیابی

بحیثیت مجدد حضرت مرزا صاحب کی کامیابی ایک مسلم امر ہے۔ بحیثیت مسیح موعود آپ کی کامیابی کیا ہے۔ آپ کا اصل کام مسلمانوں میں سے مسیح کی زندگی کے عقیدہ کی غلطی دور کرنا ہے۔ اور اسی ذریعہ سے عیسائیت کی قوت کو توڑنا۔ سو اللہ تعالےٰ کے فضل سے مسلمانوں میں سے یہ غلطی دور ہوتی چلی جاتی ہے۔ جتنی بڑی غلطی ہو اسیقدر زیادہ وقت اس کے دور ہونے میں لگتا ہے۔ حیات مسیح کی غلطی دور کرنا ایک ان کا کام نہ تھا مگر حالات سے واقف لوگ اس بات سے انکار نہیں کرسکتے کہ ان لوگوں کو چھوڑ کر جنہوں نے اس مسئلہ کی طرف توجہ ہی نہیں کی۔ کثرت سے مسلمان وفات مسیح کے قائل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہانتک کہ علما کے دل ہی اندر سے کھائے ہوئے ہیں۔ ہاں اس کے بعد کام کا دوسرا مرحلہ باقی ہے یعنی اسلام کا پھیلانا۔ اسکا انحصار اس قوت پر ہے۔ جس قوت سے تبلیغ اسلام کے کام کو ان کے اندر کیا جائے گا۔ لیکن جب تک یہ انتظار رہے کہ کوئی آسمان سے اترنے والا مسیح ہے جو تبلیغ اسلام آکر کرے گا۔ اسوقت تک وہ قوت پیدا نہیں ہوسکتی جس کی تبلیغ اسلام جیسے کام کے لئے ضرورت ہے۔ اس وقت برادران اسلام کیوں اس بات پر زور نہیں لگاتے اس لئے

کہ انتظار ہے۔ کہ مسیح آسمان سے آئیگا۔ تو اس کے دم سے کافر مرجائیں گے جسدن یہ انتظار ختم ہوجائیگا۔ وہی دن اسلام کے غلبہ کا ہوگا۔ کیونکہ اسدن مسلمانوں کو معلوم ہوجائیگا۔ کہ اصل ہتھیار جس کے ساتھ انہوں نے عیسائیت پر غالب آنا ہے۔ وہ تو ان کے پاس ہے۔ انہوں نے ایک غلط انتظار میں اسے نہیں برتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جن لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود مان لیا ہے۔ وہ باوجود ایک قلیل جماعت ہونے کے اسلام کی تبلیغ کے کام کو دور دور کے عیسائی ممالک میں لے گئے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے عظیم الشان کامیابی حاصل کر رہے ہیں۔

خاکسار محمد علی

شذرات

مسلمان کی تعریف

الفضل ۱۴ ستمبر لکھتا ہے۔ "ہم تو مسلمان کی یہی تعریف سمجھتے ہیں کہ جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ کا قائل ہے۔ اور قائل ہوکر اس مفہوم کا پابند ہے۔ وہی مسلمان ہے۔ اگر کوئی شخص صرف زبان سے کلمہ کہدیتا ہے۔ اور اس کے باقی اعمال اور عقائد اس کلمہ کے خلاف اور منافی ہیں تو ہمارے نزدیک وہ سچا اور حقیقی مسلمان نہیں ہے" آج تک تو ہم یہی سنتے اور پڑھتے رہے۔ کہ مسلمان کے مقابل جو لفظ ہے۔ وہ کافر ہے۔ لیکن الفضل کی مہربانی سے آج معلوم ہوا کہ مسلمان کے مقابل "سچا اور حقیقی مسلمان نہیں" کا جملہ ہے۔ کیونکہ تعریف کرتے ہوئے لکھنا تو یہ چاہئے تھا کہ جو کلمہ کا قائل اور اس کے مفہوم کا پابند ہے۔ وہ ہمارے نزدیک مسلمان ہے۔ اور جو صرف زبان سے کلمہ کا قائل اور باقی عقاید اور اعمال میں کلمہ کے مخالف ہے تو وہ کافر ہے۔ مگر دھوکہ دہی کیسے ہو اور مریدوں کی آنکھوں میں خاک کیونکر جھونکی جاوے۔ جبتک مسلمان کے مقابل یہ جملہ نہ رکھا جاوے۔ "وہ سچا اور حقیقی مسلمان نہیں ہے۔ کوئی پوچھے کہ اس جگہ "سچے اور حقیقی مسلمان" کی کونسی بحث تھی۔ یا کیا یہ مراد ہے۔ کہ جو "سچا اور حقیقی مسلمان نہیں ہے" وہ کافر ہے۔ تو یوں ہوا کہ "جو شخص صرف زبان سے کلمہ کہہ دیتا ہے۔ اور اس کے باقی اعمال اور عقاید اس کلمہ کے خلاف اور منافی ہیں۔ تو ہمارے نزدیک وہ کافر ہے" یعنی کسی شخص کو مسلمان یا کافر بنانے کے لئے اس کے اعمال اور عقاید کی جانچ پڑتال ضروری ٹھیری نہ یہ کہ ہم صرف یہ دیکھیں کہ وہ کلمہ پڑھتا ہے۔ یا نہیں۔ اب اگر مریدین میاں صاحب میں سے کوئی ایسا ہے جو جھوٹ یا خیانت یا چوری کا مرتکب ہوا ہو یا یہ کہ وہ نماز و روزہ کا پوری طرح پابند نہ ہو۔ تو وہ بھی "سچا اور حقیقی مسلمان نہ ہوا" اور اس لئے کافر ہوا اگر یہ منطق صحیح ہے۔ تو الفضل کو چاہئے۔ کہ مریدوں کی ایک فہرست شائع کردے۔ کہ فلاں فلاں مرید سب اعمال و عقاید کلمہ کے مطابق رکھتے ہیں۔ اسلئے مسلمان ہیں۔ اور فلاں فلاں منہ سے تو کلمہ کے قائل ہیں۔ بلکہ مسیح موعود چھوڑ میاں صاحب کی گدی کو بھی مانتے ہیں۔ مگر ان کے باقی عقاید اور اعمال کلمہ کے منافی ہیں۔ اس لئے وہ "سچے اور حقیقی مسلمان نہیں" یعنی کافر ہیں۔ یہ وہ اسلام ہے۔ جسکو عالمگیر مذہب کہا جاتا ہے۔ اور یہ وہ مذہب ہے۔ جسکو فخریہ پیش کیا جاتا ہے۔ کہ اس کے اصول نہایت آسان اور سادہ ہیں۔ اب کوئی بتلائے جب کسی کو مسلمان کہنے کے لئے معیار اس کے سارے اعمال اور عقاید کی جانچ پڑتال ٹھیری۔ تو وہ کون شخص ہے جو یہ جانچ پڑتال کرتا پھرے۔

پھر الفضل لکھتا ہے "ہمنے کب مانا ہے۔ کہ ہائیکورٹ کے فیصلہ یا قانون انگریزی میں مسلمان کی جو تعریف کی گئی ہے۔ وہ ایسی صحیح ہے۔ کہ ہم کو اس سے پوری طرح اتفاق ہے" یہی تو سوال حضرت امیر نے کیا تھا کہ اگر تمہیں اس تعریف سے اتفاق نہیں۔ تو کیا تمہارا فرض نہیں کہ تم اسکی تصحیح کے لئے کوشش کرو۔ اسکا جواب الفضل نے یہ دیا ہے کہ حضرت امیر کے نزدیک ابھی یہ تعریف صحیح نہیں۔ کیونکہ وہ بھی مکفرین کو کافر کہتے ہیں اس لئے یہ فرض ان پر بھی ہے۔ اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ قانون میں جو تعریف مسلمان کی ہے۔ وہ حضرت امیر کے نزدیک صحیح نہیں۔ تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ میاں صاحب اس فرض سے سبکدوش ہوجائینگے۔ جو ان پر عاید ہوتا ہے۔ کیا کسی کو الزامی جواب دینے سے اپنے سر پر سے فرض ٹل جایا کرتا ہے؟ ہم پھر زور کے ساتھ الفضل کو اس کا جواب دینے کے لئے کہتے ہیں۔ کہ کیا قانون کی تعریف مسلمان صحیح ہے یا نہیں؟ اگر نہیں جیسا کہ اس نے تسلیم کیا ہے۔ تو کیا یہ اسکا فرض نہیں۔ کہ وہ ایسی عظیم الشان اور بنیادی غلطی کی اصلاح کی کوشش کرے؟ پھر اسکا حق ہوگا۔ کہ ہم سے پوچھے کہ کیا تمہارے نزدیک بھی یہ صحیح ہے۔ یا غلط۔

جو سوالات ہمنے کئے تھے الفضل نے ان کا جواب دینے کی بجائے ایسی بے سر و پا سوالات کئے ہیں کہ جنکا کچھ بھی تعلق بحث سے نہ تھا چنانچہ لکھا ہے۔ "پیغام نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ مالا بار کے غیر احمدیوں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ اگر ایک غیر احمدی اپنے فرض پر عامل ہوتا ہے۔ تو اس پر مقدمات چلانے کی کیا ضرورت ہے؟" ہم نہایت افسوس سے کہتے ہیں۔ کہ اگر الفضل ذرا آنکھیں کھول کر سوالات کو پڑھتا یا اگر اسکو دھوکہ دینا منظور نہ ہوتا تو اس طرح کبھی نہ کہتا ہمنے یہ کب کہا تھا کہ جب وہ اس فرض کو پورا کرتا ہے۔ جو میاں صاحب نے اسکا قرار دیا تھا۔ کیونکہ میاں صاحب کمال مہربانی سے نہ صرف اپنے مریدوں پر ہی فرائض عائد کرنے کے عادی ہیں

طرف سے ہو کر معجزات بھی ایسے دکھائے اور اس کے خاص پیرو بھی اسقدر بزدل) اور کم ہمت نکلیں کہ ایک تیس روپے کے بدلے اپنے استاد کو اس کے دشمنوں کے حوالے کر دے اور دوسرا پکڑے جانے کے خوف سے اپنے ہادی پر تین دفعہ لعنت کرے اگر یہ دو امر جمع ہو جائیں تو ہمارا قائم شدہ اصول باطل قرار دینا پڑیگا کیونکہ اصول کے مطابق یہ لازم امر تھا کہ معجزات انبیاء کو تائید ہی رنگ میں دئے جاتے ہیں۔ پس جسقدر وہ قوی اور عظیم ہونگے اسی قدر لوگ دین کی تائید قوی اور عظیم رنگ میں کرینگے اور جسقدر وہ کمزور اور بودے ہونگے اسیقدر لوگ ان پر ایمان لانے کیطرف کم مائل ہونگے۔ اور اسیقدر ان کے ایمان کمزور اور ان میں اخلاقی جرأت کم ہو گی۔ ہمارے لئے اب لازم ہوا کہ اس محکم اصول کو مانکر ایک بات کو غلط قرار دیں یا تو معجزات کی جو حقیقت سمجھی گئی ہے۔ وہ غلط ہے۔ اور یا حضرت عیسےٰ کے خاص مریدوں کی جو اخلاقی حالت ہے۔ وہ صحیح نہیں یہ دوسری بات تو غلط نہیں ہو سکتی کیونکہ اسپر تاریخ گواہ ہے۔ لازماً ہمکو معجزات کی حقیقت کچھ اور تلاش کرنی ہو گی۔

اسیطرح پر دوسکر اصول کے سامنے یہ حقیقت ٹھیر نہیں سکتی اس آزادی اور بے ایمانی کے زمانے میں بھی کوئی شخص ان معجزات کو اپنی تائید میں اگر لانے پر قادر ہو سکے جس قسم سے کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰؑ سے ظاہر ہوئے تو بھی یہ سوال ہو گا کہ کسقدر لوگ اس شہر اور اس قوم کے ایسے ہونگے جو بعد دیکھنے ایسے خوارق کے پھر بھی اس شخص کی تکذیب پر کمربستہ ہوں یہ کس دباغ میں آسکتا ہے۔ کہ ایک شہر میں ایک انسان آکر اس شہر کے اندھے کوڑھیوں اور دوسکر مریضوں کو یکدم شفا دے۔ اس شہر کے باشندوں میں سے کئی ایک کے باپ اور ماں اور دوسکر بزرگوں کو جو مدتوں ہوئے سپرد خاک کر چکے تھے۔ قبروں سے لا زندہ کھڑا کرے اور وہ لوگ دوبارہ اس دنیا میں آکر اس دوسکر عالم کے سب راز کھولیں۔ وہ لوگ اپنے اندر اپنے مدت کے مرے ہوئے بزرگوں کو چلتا پھرتا اٹھتا بیٹھتا دیکھیں اور پھر اس شخص کی جو اسقدر احسانات ان پر کرے اور ایسے خوارق ان کو دکھلاوے اس کی اسقدر وہ مخالفت اور اس زور سے اس کی تکذیب پر کھڑے ہو جائیں کہ اسکو صلیب پر لٹکانے میں کامیاب ہوں؟ انسانی قیاس تو یہ چاہتا ہے جو شخص ایسے خوارق دکھلائے اور لوگوں پر ایسے احسانات کرے تو کم از کم اس شہر کے لوگ اس پر ایسا ایمان لے آئیں گے۔ کہ وہ موت کو اپنے پروار کرنے کو آسان سمجھیں گے۔ بہ نسبت اس بات کے کہ بزدل اور پست اخلاق کی طرح ایک تھوڑے سے ابتلاء میں اس پر لعنت کرنے لگجائیں۔ غرضیکہ حضرت عیسےٰؑ کے معجزات کی حقیقت اگر یہی سمجھی جائے جو عام طور پر سمجھی جاتی ہے؟ تو ماننا پڑیگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس جگہ اور جس شہر میں اپنے عظیم الشان [illegible]ات دکھلائے تو اس شہر کے بہت سے لوگ ان پر ایمان لے آئے ہوں گے [illegible] نادر ہو گا جو پھر بھی بعد دیکھنے ان خوارق کے ان کی تکذیب کرتا ہو۔ مگر تاریخ تو ہمکو بتلاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باوجود اپنی ساری عمر کی تعلیم کے اور باوجود دکھلانے ان تمام معجزات کے اپنی قوم میں اسقدر ضعیف اور کمزور تھے اور ان کے ساتھ اسقدر کم لوگ ہوئے تھے کہ ان کے دشمن ان کو پکڑنے اور صلیب پر لٹکانے میں کامیاب ہو گئے۔ پس یہ کبھی قابل قبول نہیں کہ اس شخص سے ایسے معجزات صادر ہوئے ہوں جس پر ایمان لانے والے اتنے قلیل ہوں اور ان ایمان والوں کا ایمان بھی اسقدر کمزور اور روحانی طاقت اس قدر گری ہوئی ہو کہ اپنے ہادی اور آقا کو ایک تھوڑے سے ابتلاء پر دشمنوں کے حوالے کر دیں۔ اور خود اُن سے جدا ہو جاویں۔

اقتباسات

تہذیب یورپ

ڈاکٹر ہنٹنگٹن نے اپنے ایک لیکچر کے دوران میں جو برٹش ایسوسی ایشن کے شعبہ جغرافیہ سے تعلق رکھنے والی جماعت کے سامنے دیا۔ اس میں انہوں نے اعلان کیا کہ مغربی یورپ کی تہذیب کے مرکز آج مشرق کی طاقتوں سے اسی طرح متزلزل ہو رہے ہیں جس طرح کہ زمانہ قدیم میں سلطنت روم کو یہ مصیبت اس کی سرحدوں پر پیش آنے سے لاحق ہوئی تھی۔ اسلئے بہت سے اہل الرائے اس نتیجہ پر پہونچ رہے ہیں۔ کہ پھر از سر نو تہذیب کا منبع مشرق میں پھوٹنے لگا ہے۔ اور شمال مغربی یورپ اپنا تفوق اور برتری کھو بیٹھنے کو ہے اسیطرح ایک اور پروفیسر نے کہا کہ اگر تہذیب و تمدن خطرہ کی حالت میں ہے تو اسکی اصلی وجہ یہ ہے کہ ہم نے ایشیا کو نظر انداز کر رکھا تھا اور اس سے مغایرت پیدا کر رکھی ہے۔ اس واسطے انہوں نے تجویز کی کہ مشرق و مغرب دونوں میں ایک دوسرے کی معاشرت تہذیب و تمدن کا اچھی طرح مطالعہ کر کے ہمدردی اور اخوت پیدا کرنے کی کوشش کی جاوے اور نہایت محبت والفت سے رشتہ اتحاد کو مضبوط کرنے کی کوشش کی جاوے جس سے منافرت دور ہو۔

[illegible] نوٹ)

ہندوستان پیپلز بنک عنقریب جاری ہونیوالا ہے جسکا ایک بڑا مدعا یہ ہو گا کہ [illegible] درجہ کے لوگوں اور عوام کو مدد دی جاوے۔ جو ضرورت کے وقت موجود بینکوں سے [illegible] نہیں لے سکتے اور وہ مجبور ہوتے ہیں کہ مارواڑی اور پٹھان ساہوکاروں کو کثیر سود [illegible] کریں۔ روپیہ دیتے وقت حصہ داروں کو ترجیح دی جاویگی۔ اسکے منتظم لوڈ ڈائرکٹر [illegible] وہ لوگ ہوں گے جو اپنی دیانتداری اور تجربہ کیواسطے خاص شہرت رکھتے ہیں۔ اسکا سرمایہ ایک کروڑ روپیہ ہو گا۔ اور اسکی شاخیں ہندوستان میں ہر جگہ کھولنے کی کوشش

مسیح کی موت

جب سے حضرت مسیح موعود نے صلیب کے فتنے کو پاش پاش کیا ہے۔ اُسی وقت سے تمام دنیا پر ایک ایسی ہوا چلنی شروع ہو گئی ہے کہ مغرب کے لوگ عیسائیت کے اصولوں سے بیزاری اور نفرت ظاہر کرنے لگ گئے ہیں آئے دن یہ واقعات دیکھنے میں آتے ہیں ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ بشپ ڈرہم آف کارلائل کی تحریر نقل کی تھی کہ جس میں وہ مسیح کی خدائی سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ مسیح آدمی تھا اسیطرح یہ رونا رویا جاتا ہے کہ گرجوں میں اب لوگ کم آتے ہیں۔ ۱۴ راگست کے چرچ ٹائمز میں لیبرلی سے واکر کی ایک کتاب مسمی بہ "خدا آدمی کیوں بن کر آیا" پر ریویو کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"سینٹ انسلم نے اپنے وقت کی ضروریات اور سوالات کو مدنظر رکھ کر اس وقت کے مطابق ایک تحقیق لکھی تھی۔ جس میں اُس نے الوہیت مسیح کی بجائے کفارہ پر بڑا زور دیا تھا۔ اس زمانہ میں اس کتاب نے جس ضرورت کو پورا کیا آج وہ اس ضرورت کو پورا نہیں کر سکتی۔ کیونکہ فی زمانہ .... راسخ الاعتقاد لوگ اس خیال سے بہت بیزار ہیں کہ مسیح کی دنیا میں آنے کی بڑی غرض یہ تھی کہ وہ باپ کے اس قرضہ کو ادا کرے جو انسان ادا کرنے سے قاصر ہے"

اب اس آخر فقرہ پر غور کرو کہ "ارتھوڈاکس" مسیحی بھی عیسائیت کے بنیادی اصولوں سے کس قدر بیزاری ظاہر کر رہے ہیں۔ اور اسبات کیلئے ہر زمانے میں ضرورت پیش آتی رہی ہے۔ کہ پادری صاحبان کی طرف سے ایسی کتابیں شائع ہوتی رہیں جو ان شکوک کو مٹائیں۔ مگر یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ یہ شکوک اور شبہات جو عیسائی دنیا میں اُٹھ رہے ہیں پادری لوگ کسیطرح کی کوشش سے مٹا نہیں سکتے۔ بلکہ یہ اور ترقی کریں گے اور صحیح کر رہے ہیں۔ ان شکوک و شبہات کا ازالہ صرف ایک ہی طرح پر ہو سکتا ہے۔ یعنے اسلام کی تعلیم پیش کرنے سے اور سب حربے ناکام ہونگے اور کوئی بھی دلیل عیسائیت کے اصولوں کو مضبوط نہیں کر سکتی۔ گو دنیا کے ایسے واقعات ایک سطحی نگاہ میں معمولی معلوم ہوں تو ہوں مگر ایک واقعات سے واقف انسان کے لئے یہ سرسری باتیں نہیں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ عیسائیت کی بنیاد کھوکھلی ہو چکی ہے۔ اور مدت سے کھوکھلی ہو چکی ہے۔ لیکن بے نصیب عیسائی اقوام کیا کریں۔ صحیح مذہب تو اُن کے سامنے نہیں مجبوراً ایک غلط مذہب پر کسی نہ کسی طرح اپنی تسلی کرنی ضروری سمجھتے ہیں۔ کیونکہ مذہب انسان کی فطرت میں ہے۔ ہاں بتیرے لامذہب ہو جاتے ہیں۔ کاش! یہ واقعات ایسی قوم کے سامنے ہوتے جو ذرا بھر غور کرنے کی عادت رکھتی۔ جن کے پاس مذہب تو صحیح موجود ہے۔ ساری دنیا اس مذہب کی تلاش اور اس آسمانی پانی کی پیاس میں مر رہی ہے۔ مگر اس مذہب کے حامل سوئے ہوئے ہیں۔ یہ ہم جانتے ہیں کہ مسلمانوں کی قوم مفلس ہے نادار ہے۔ اسبات کو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمان ترقی کے ہر میدان میں پیچھے ہیں۔ اور اس کے ماننے سے چارہ نہیں کہ مسلمان قوم فی زمانہ ہر ایک قوم کی نسبت ہر ایک میدان عمل میں شکست ہے۔ لیکن جو تغافل مسلمانوں نے اس فرض عظیم یعنے **اعلاء کلمۃ اللہ** کے بجالانے میں برتا ہے اس کی نظیر دنیا میں نہیں۔ جو کچھ مسلمان لوگ اپنا زور سیاست میں لگاتے ہیں جتنی کوشش اور جدوجہد ہندوستان کی آزادی کے لئے کی جا رہی ہے جو مال و دولت اور ایثار و توجہ مسلمانوں نے خلافت کے بحال کرنے میں صرف کی ہے یہ سب کچھ اسبات کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتی جتنا کہ ان کو کرنا چاہیئے تھا۔ مگر اسی زور و طاقت اس سیم و زر اور اس ایثار و توجہ کا اگر دسواں حصہ اشاعت اسلام پر صرف کیا جاتا تو اُس کے نتائج ان ثمرات سے جو آج کل ان کوششوں کے حاصل ہو رہے ہیں کہیں بڑھ چڑھ کر ہوتے اور یہ منہ سے کہنے کی بات نہیں۔ ان چند سالوں میں قوم کی متفقہ کوشش نے جو کچھ تھوڑا بہت کیا ہے وہ بھی سامنے ہے۔ اور جو نتائج اسپر مترتب ہوئے ہیں۔ وہ بھی مخفی نہیں۔ اسکے مقابل ایک نہایت حقیر کوشش کے ثمرات دیکھو۔ ایک تن تنہا شخص آج کچھ سال پیشتر اشاعت اسلام کے لئے انگلستان کو نکل گیا۔ پھر اس عرصہ میں جو کچھ اس کی اور اس کے چند مددگاروں کی سعی میں اللہ تعالےٰ نے برکت دی وہ اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ حاکم قوم سے اندر چند سال کے عرصہ میں دو چار نفوس کی تبلیغ سے چار سو کے قریب لوگوں کا محکوم قوم کے مذہب میں آجانا کوئی معمولی بات نہیں۔

جتنے مسلمان اس دو سال کے عرصے میں ہندوستان کی جیلوں میں گئے ہیں اور جتنا روپیہ مسلمان قوم نے ان ایام میں بطور چندہ دیا ہے۔ اگر ان آدمیوں کا دسواں حصہ اور اس سال کا بیسواں حصہ اشاعت اسلام میں وقف ہوتا تو آج نتائج کچھ اور ہوتے۔ مگر اس کا کیا کیا جائے کہ مسلمان قوم اشاعت اسلام کو اپنا فرض نہیں سمجھتی اور وہ دوسرے ممالک کے مسلمان ہونے میں اسلام کا کچھ فائدہ نہیں دیکھتی۔ ورنہ اتنی بے توجہی نہ ہوتی اور اتنی بے اعتنائی نہ برتی جاتی۔ **یستبدل قوماً غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم۔**

(اللہ بخش)

اعلان ضروری

جملہ احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ مہربانی فرما کر ہر ایک قسم کا چندہ بنام محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور بھیجا کریں اور ساتھ ہی اس رقم کی تفصیل بھی خواہ کوپن منی آرڈر پر ہو یا علیحدہ خط میں بنام محاسب ہی بھیجا کریں کسی اور عہدہ دار مثلاً سکرٹری انجمن یا کسی شخص کے نام روپیہ نہ بھیجا کریں۔ کیونکہ اس سے ایک تو عملہ بڑھتا ہے دوسرے ڈاکخانہ سے روپیہ وصول کرکے دفتر محاسب میں بھیجنے سے ایک آدھ روز کی دیر بھی ہو جاتی ہے۔

عزیز بخش جائنٹ سکرٹری

النظر

فی کتاب الصراط السوی فی احوال المہدی

مؤلفہ

سید محمد سبطین صاحب سرسوی شیعی

(گذشتہ سے پیوستہ)

مگر قرآن کریم کے سیاق وسباق کو مدنظر رکھتے ہوئے حیران وپریشان ہوجاتے ہیں۔ اور اسکا تدارک ایسی رکیک جوابات اور دلائل سے کرتے ہیں جو ایک ذی علم وعقل انسان کو ہرگز سزاوار وزیبا نہیں۔

چنانچہ اُن کی مفسرین کو تنگ ہوکر لکھنا پڑا (العیاشی عن الباقر لیس شئ ابعد من عقول الرجال من تفسیر القرآن) ان الآیۃ ینزل اولھا فی شئ واوسطھا فی شئ واٰخرھا فی شئ ثم قال انما یرید اللہ لیذھب الخ (تفسیر صافی صـ۲۰۶) اور متکلمین نے تحریف قرآن اور خلاف تنزیل ترتیب وقوعی کو اسمیں بطور وجہ ثبوت کے پیش کردیا۔

مگر میں سخت تعجب کرتا ہوں ان متکلمین شیعہ کے جوابات پر جو یہہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو یہاں پر داخل کردیا یعنے آیات ازواج میں مگر وہ یہ نہیں تبلا سکتے۔ اور ابتک جو تیرہ سو سال اس مدسوس کارروائی پر گذر گئے اسکا محل قرآن مجید میں وہ قائم نہ کرسکے کہ اگر اسجگہ اسکا محل نہ تھا تو پھر ساری قرآن کو ہاتھ میں لیکر تبلاؤ کہ کسجگہ اس آیت کو رکھا جاوے اور اسکا محل کونسا ہے۔

جو شخص یہ دعوی کرتا ہے کہ آیت اسجگہ مدسوس ہے اسپر اپنے دعوے کا ثبوت لازمی اور فرض ہے کہ وہ تبلا دے کہ پھر آیت کا محل وقوع از روئے وضع سارے قرآن میں کہاں اور کسجگہ ہے اور جب تیرہ سو سال میں وہ ایسے صحیح جواب سے عاجز ثابت ہوچکے ہیں تو اُن کے دعوے بلا دلیل کے جھوٹے ہونے میں اب کیا شک باقی رہگیا ہے۔ میں ہمیشہ اس خیال کو کہ حضرت عثمان نے قرآن سے بہت نکال ڈالیں تعجب ہی سے دیکھتا ہوں۔ علاوہ دیگر دلائل کے یہ دلیل بڑی مضبوط وقوی ہے کہ جب حضرت عثمان پر بلوہ کیا گیا اور اسپر الزامات لگائے گئے تو یہ الزام کسی نے ابتک نہیں لگایا کہ انہوں نے قرآن سے آیتیں نکال دی ہیں

البتہ ایک جواب ان کے پاس ہے کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ والے قرآن میں اس آیت کا محل نزول ووقوع صحیح موقعہ پر درج ہے مگر حضرت علی مرتضی علیہ السلام نہ اپنی خلافت میں اور نہ دیگر ائمہ اپنے اپنے وقت میں اور نہ سلاطین امامیہ اپنی اپنی سلطنت میں اُس قرآن کو شائع اور رائج کرسکے بلکہ امام مہدی صاحب محمد بن الحسن العسکری آکر اسکو رائج کرینگے۔ (کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون

الاکذبا۔

قرآن کریم کی اصطلاح اہل بیت کے متعلق

رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت۔ وأتونی باھلکم اجمعین قَالَ لِاَھْلِہٖ اَمْکُثُوْا۔ ھل ادلکم علی اھل بیت۔ فاسر باھلک بقطعٍ مِّنَ الَّیْلِ۔ قالت ما جزاء من اراد باھلک۔ اِنَّا مُنَجُّوْکَ وَاَھْلَکَ۔ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ۔ فَاَنْجَیْنَاہُ وَاَھْلَہٗ اِلَّا امْرَاَتَہٗ کَانَتْ مِنَ الْغَابِرِیْنَ۔ اِلَّا اَنْ قَالُوْا اَخْرِجُوْا اٰلَ لُوْطٍ۔ رَبِّ نَجِّنِیْ وَاَھْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ۔ فَنَجَّیْنَاہُ وَاَھْلَہٗ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغَابِرِیْنَ۔ اَھْلَبَیْتِہٖ وَمُتَّبِعِیْنَ لَہٗ عَلٰی دِیْنِہٖ۔ فَقَالَ لِاَھْلِہٖ امْکُثُوْا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا سَاٰتِیْکُمْ مِّنْھَا لَعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ۔

(قِیْلَ اِنَّہٗ اسْتَاْذَنَ شُعَیْبًا فِی الْخُرُوْجِ اِلٰی اُمِّہٖ فَخَرَجَ بِاَھْلِہٖ۔ (تفسیر صافی صـ۳۲۳) وَسَارَ بِاَھْلِہٖ بِامْرَاَتِہٖ۔ (تفسیر صافی صـ۵۹۲) ساٰتیکم اور لعلکم کی ضمائر جمع ذکر حضرت موسی کی زوجہ کی طرف پھرتی ہیں۔ کیونکہ وہاں حضرت موسی علیہ السلام کے ہمراہ اسکی زوجہ ہی تھی نہ اور کوئی۔) (علیکم کی ضمیر حضرت سارہ زوجہ ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ ان ھذا وامثالھا مما یکرمکم اللہ بہ یا اھل بیت النبوۃ۔ تفسیر صافی صـ۲۲۸)۔

الغرض۔ قرآن کریم کی اصطلاح بآواز بلند پکار رہی ہے کہ ازواج اہل بیت میں داخل ہوتی ہیں۔ بلکہ جسوقت اہل یا اہل بیت کا فقرہ کہا جاوے تو اشارہ مفہمہ سب سے مقدم زوجہ پر دال ہوگا۔ اور بعض جگہ اہل یا اہل البیت سے صاف طور پر واحد زوجہ ہی مراد ہے۔ پھر دیگر کنبہ اتباع اور اہل دین کو بھی شامل ہے۔ یہ اعتقاد عدم معرفت سے ناشی ہے کہ حضرت سیدنا ابراہیم اور حضرت موسی اور حضرت لوط علیہم السلام کی ازواج تو اُن کے اہل میں داخل ہوں۔ اور حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات جو الطیبات للطیبین والطیبون للطیبات لھم مغفرۃ ورزق کریم کی مصداق ہوں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلبیت میں شامل نہ ہوں۔ ان ھذا لشئ عجاب ۔

لاقائل بہ احدًا من المسلمین الا الامامیۃ۔

جب اللہ تعالی نے حضرت لوط علیہ السلام کی بی بی کو اہل سے خارج فرمایا۔ تو اس شبہ کے ارتفاع کے لئے کہ بی بی اہل میں شامل سمجھی جاتی ہے ایک استثنے وہاں ذکر کرنے کی ضرورت پڑی۔ الا امراۃ کانت من الغابرین (دیکھو تفسیر صافی شیعی)

بلکہ قرآن کریم کے سب مواقعات میں جہاں حضرت لوط اور اسکے اہل کا ذکر کیا گیا ہے وہاں ضرور استثناء کا ذکر موجود ہے کسقدر احتیاط کا پہلو مدنظر رکھا گیا ہے۔ یہ سب اسلئے کہ بی بی لابدی طور پر اہل بیت میں ضرور ہی شامل

ہوتی ہے۔

اگر قرآن کریم کی اس منتہیٰ درجہ کی احتیاط کو دیکھا جاوے تو عقل تجویز کرتی ہے کہ العیاذ باللہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی ایسی ویسی ہوتیں جیسا کہ امامیہ احباب کا ملعون خیال ہے تو ضرور قرآن حمید وہاں بھی مستثنیٰ ذکر فرماتا جس سے صاف معلوم ہو جاتا کہ ازواج اہل بیت نبوی میں داخل نہیں ہیں۔

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا اگر اللہ تعالیٰ نہ فرماتا لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ۔ تو وہ اہل میں شامل تھا۔

جس وقت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ کو فرزند کی بشارت ملی تو انہوں نے تعجب فرمایا۔ اسپر ملک بشارت دہندہ حضرت سارہ رضی کو فرماتے ہے اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ۔ اسجگہ اہل البیت حضرت سارہ کو فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ کے ہمراہ اسکی بی بی تھیں وہاں پر فرمایا فقال لِاَھْلِہٖ امْکُثُوْا اِنِّیْ اٰنَسْتُ نَارًا سَاٰتِیْکُمْ وغیرہ۔۔۔۔۔ دو نوضمیریں جمع مذکر کی حضرت موسیٰ کی بی بی طرف راجع ہیں اور آیت تطہیر میں اسکا جواب دیا گیا ہے کہ جمع مذکر کی ضمائر سے خطاب باعتبار لفظ اہل کے ہے کیونکہ اہل کا لفظ مذکر ہے یا او لتغلیب الرجال علی النساء اگر آیت زیر عنوان میں خطاب تانیث سے ہوتا تو پھر آیت ازواج مطہرات سے مخصوص ہو جاتی۔ اور حضرت فاطمۃ الزہرا و حسنین اسمیں شامل نہ ہوتے مگر وسعت معنوی لفظ اہل اور دعاء نبوی سے وہ بھی داخل تھے اسلئے خطاب جمع مذکر سے واقع ہوا۔ پھر اسپر غور کریں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ تو اسکی بی بی اکیلی تھیں تو آیہ سَاٰتِیْکُمْ اور لَعَلَّکُمْ۔ میں جمع مذکر کی ضمائر سے کیوں مخاطبہ ہے۔

اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ بعض دفعہ عظمت اور بزرگی مخاطب کی وجہ سے گو مخاطب عورت ہو ضمیر جمع مذکر کی لاتے ہیں جیسا کہ کلام عرب میں اسکا ورود ثابت کرتا ہے اور ایک شاعر کہتا ہے۔

(فَاِنْ شِئْتِ حَرَّمْتُ النِّسَاءَ سِوَاکُمْ) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بی بی ایک تو حضرت موسیٰ جیسے نبی مرسل کی زوجہ ہونے کی وجہ سے دوم حضرت شعیب جیسے نبی کی لڑکی ہونے کی وجہ سے۔ بڑی عظمت اور بزرگی اسکی ثابت ہے اس لئے ضمائر بھی عظمت مخاطب کے لحاظ سے جمع مذکر کی لائی گئی ہیں۔

دوسرا جواب وہی ہے کہ لفظ اہل۔ مذکر ہے اسلئے ضمیر مذکر کی لائی گئی۔ قرآن کریم میں ایسا بہت ہی کہ ضمیریں اکثر الفاظ کی طرف پھرتی ہیں اور بر رعایت الفاظ کے مذکر اور مؤنث ہونے کے ضمائر آتی ہیں۔ جیسا کہ سَیُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖ فَتَعْرِفُوْنَھَا۔ یہاں پر آیت لفظاً مؤنث ہے۔ اسلئے فتعرفونہا میں ھا کی ضمیر مؤنث آئی ہے اور آیت کی طرف راجع ہے۔ علاوہ ازیں قرآن کریم میں اکثر مخاطب مرد اور مذکر ہیں مگر اناث ان سب خطابات میں تبعاً داخل ہیں۔ مثلاً۔ اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ الخ اور تفنن خطابات بھی عبارات میں اکثر واقع ہے۔ قرآن کریم میں یا ایہا الذین امنوا سے اکثر خطاب واقع ہے۔ یا ایہا المؤمنات سے جدا مخاطبہ نہیں اور اہل علم جانتے ہیں کہ یا ایہا

(۱) امثال۔ تفنن و اختلافات تخاطب۔ وَاِنْ تُخَالِطُوْھُمْ فَاِخْوَانُکُمْ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَاَعْنَتَکُمْ وَلَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکٰتِ حَتّٰی یُؤْمِنَّ وَلَاَمَۃٌ مُّؤْمِنَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکَۃٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْکُمْ الخ۔

(۲) فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰی یَطْھُرْنَ فَاِذَا تَطَھَّرْنَ فَاْتُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَکُمُ اللّٰہُ سورہ بقرہ کے رکوع ۲۷ و ۲۸ و ۲۹ و ۳۰۔ کو آخر لعلکم تعقلون تک بغور پڑھو اور دیکھو کہ خطابات میں کبھی مؤنث اور کبھی مذکر اور کبھی جمع مذکر کی ضمائر اور خطابات واقع ہیں۔

پھر آیت میراث سورۂ نساء رکوع ۲ تا ۳ تک بغور مطالعہ کرو خطابات اور ضمائر پر تدبر کرو کبھی مؤنث کبھی مذکر کبھی جمع مذکر کی ضمائر اور خطابات واقع ہیں بلحاظ موقعہ اور محل جیسی کہ ضرورت ہو۔

یہ دلیل شیعہ کے اس جرح کا جواب ہے کہ سورۂ احزاب میں آیت زیر بحث اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ الخ کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ اس آیت کے اول بھی مخاطبہ نساء سے ہے اور تمام ضمائر جمع مؤنث کے وارد ہیں۔

یا نساء النبی من یات الخ اور واذکرن ما یتلی فی بیوتکن الخ اور درمیان میں یہ آیت ہے اگر خطاب آیت ہذا میں نساء النبی مراد ہوتیں تو ضمائر جمع مؤنث کی آتیں جیسا کہ اس آیت سے اگلی اور پچھلی آیات کا حال ہے۔ تبھی ہم نے پچھلی آیات اور انکے خطابات اور ضمائر کو نظیراً المعدہ بیان کیا ہے کہ وہاں تفنن خطابات اور ضمائر مذکر مؤنث جمع مذکر سب وارد ہیں اور تخاطب میں اختلافات بھی اور تبدیل سیاق بھی مذکور ہیں اور یہی اس آیت کا بھی حال ہے اور یہی انکی جرح کا جواب ہے۔

علاوہ ازیں حضرات شیعہ کی جرح تب صحیح ہو جب اہل سنت آیت زیر بحث کو ازواج سے مختص کریں۔ حالانکہ اہل سنت تو حضرت علی اور حضرات حسنین و حضرت زہرا رضی اللہ عنہم کو خطاب میں شامل سمجھتے ہیں۔ اعتراض تو شیعہ پر وارد ہوتا ہے کہ وہ ازواج النبی کو خطاب میں شامل نہیں سمجھتے اور سیاق و سباق نظم و ترتیب آیات کو توڑتے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ آپ مطابق اصول شیعہ الیکم میں ضمیر جمع مذکر کی ہے اسمیں مؤنثات شامل نہیں۔ ایک معقول جرح سے بڑھکر نہیں۔ خود شیعہ کو بھی مسلم ہے کہ مؤنثات تبعاً داخل ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ آیت تطہیر میں چونکہ حضرت

اس بیت سے مناسبت رکھنے والا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ چونکہ بیت اللہ میں پیدا ہوئے اور فتح مکہ کے دن دوش نبی پر سوار ہو کر بت گرائے اس لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اہل البیت ہیں اس قوم کے مخلوق پرست کبھی دانشمند نہیں ہو سکتے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اہلبیت ہونے کا یہ نشان ہوتا تو پھر سب مطہر تابہ الانتہا زیہ نشان پایا جاتا اور پنجتن پاک سے کہا سب بیت اللہ میں پیدا ہوتے اور بتوں کے گرانے میں تو بہت سے صحابہ شامل تھے۔ یہ دلیل بودی اور بہت پوچ ہے اور تمام مفسرین شیعہ کے خلاف ایک جدت ہے کاش تشیع میں کچھ عقل ہوتی اور وہ خیال کرتے کہ بعد فتح مکہ بیت اللہ کے کلید آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسکو دی اگر بیت اللہ کی چابی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس روز ملجاتی تو یہ زیادہ زیر دست دلیل تشیع کی فرعونی دلیل سچی ہوتی مگر بیت اللہ کی چابی مستحق کو ملی جس کے خاندان میں آجتک وہ شرف تولیت پایا جاتا ہے وہ زیادہ اہل البیت کہنے کے مستحق ہیں۔ (بموجب دلیل بیکیہ دہ تشیع)۔

پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی بیت اللہ میں پیدا نہیں ہوئے پھر اگر بیت اللہ میں پیدا ہونا ہی شرف رکھتا ہے تو اسمیں بھی ایک دو آدمی شریک ہیں جیسے حکیم بن حزام اور روایت میں بھی نظر ہے۔ اور اہل البیت کی یہ انوکھی تفسیر خلاف سیاق و سباق تفسیر بالرائ مقعدہ من النار کی مصداق ہے۔ اگر یہ انوکھی تفسیر صحیح ہوتی اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ شریف میں پیدا ہوتے نہ کہ علی۔ رسول اللہ نبی ہیں نہ کہ علی۔

مؤلف کی رائے

قرآن کریم نے جسمانی اور نسبتی تعلقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاف طور پر نفی کر دی ہے ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین الخ۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم اور ساس جسمانی تعلقات پر کوئی فضیلت بالکلیہ خدا اور رسول نے قایم نہیں فرمایا۔ قرآن کریم میں یہ آیت معارف کثیرہ پر مشتمل ہے اسکے ایک حصہ میں جسمانی اولاد کی نفی ہے۔ اور دوسرے جملہ میں جو لاکن حرف استدراک کے بعد ہے روحانی اولاد کی تثبیت ہے اولیاء امت محمدیہ کو اپنے آقا اور مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک روحانی مناسبت اور تعلق ہے اور شرع اسلام میں اسی کا اعتبار ہے اور یہی لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی اولاد اور اہل البیت ہیں اور یہ سلسلہ روحانی اولاد کا قیامت تک قائم رہے گا۔

عن الباقر والصادق انہما قراء وازواجہ امہاتھم وھو اب لھم والتی قال نزلت وھو اب لھم اقول یعنی فی الدنیا والدین جمیعا اما فی الدین فان کل نبی اب لامتہ من جھتہ انہ اصل فیما بہ الحیوۃ الابدیۃ ولذلک صار المؤمنون اخوۃ الخ القمی جعل اللہ عز وجل المؤمنین اولاد رسول اللہ وجعل رسول اللہ اباھم الخ (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۹)

پس جبکہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے روحانی باپ ہیں اور انا اعطینک الکوثر میں یہ بشارت بھی مرکوز ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار ابتر کہتے تھے۔ اور اگر جسمانی اولاد کیطرف دیکھا جاوے تو واقعی آپ ابتر تھے کفار کا مقولہ صحیح ثابت ہوتا ہے مگر اسی جگہ قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابتر ہونے کی نفی بھی کرتا ہے ان شانئک ھو الابتر۔ اور دوسری طرف قرآن بھی ابتر ہونے کو ظاہر کرتا ہے ابا احد من رجالکم تو اب سوائے اسکے چارہ نہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روحانی اولاد کی تثبیت کی جاوے تاکہ کفار کا ابتر کہنا باطل ثابت ہو اور ایک ایسی اولاد کی طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منسوب کیا جاوے جو دائمی قیامت تک رہنے والی اور خادم دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو۔ اور جو باغ اسلام اُس نے لگایا ہے اوسکا مالی اور اسکا نگران خبر گیر اور اسکا آب پاشی کرنے والا اس باغ اسلام کو تروتازہ اور سرسبز رکھنے والا ہو اگر جسمانی اولاد ناکارہ ہو تو اگر وہ ہزار ایسی ہو تو کچھ عزت کی بات نہیں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسوقت تشریف فرما کر ملاحظہ کریں اور اپنی بیٹی جنت الخاتون کی اولاد کو دیکھیں اور انکی خرابی حالت کا نظارہ کریں تو بتلاؤ خوش ہونگے یا نہ۔ پس جسمانی اولاد پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ خوش ہوتے ہیں نہ وہ تفاخر کا موجب ہو سکتی ہے۔ اولاد روحانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار قسم کی ہے۔ جو آیت۔ اولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین میں مذکور ہے اور انہی لوگوں سے مجدد دین جو روحانی فرزند ارجمند آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے مبعوث ہوتے ہیں ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ الخ۔ اور یہی روحانی فرزند آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محافظ دین و قرآن ہیں انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون پس قرآن کی حفاظت انہی چار گروہوں کے ذریعہ عمل میں آتی ہے جب اللہ تعالی کی مصلحت تقاضا فرماتی ہے تو مفاسد زمانہ موجودہ کے لحاظ سے مجدد مبعوث فرماتا ہے اور اسکی بعثت مطابق مفاسد رونما شدہ کے ہوتی ہے جس قسم کے مفاسد ظہور پذیر ہوتے ہیں اسی شان اور حیثیت کا مجدد یا مجددین بھی کھڑے کئے جاتے ہیں (اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ جب ایسے لوگ خدا کی طرف سے مبعوث ہوتے ہیں تو جو لوگ سعید الفطرۃ ہوتے ہیں وہ اسکے معاون اور مددگار اسکی جماعت میں خدمت دین کے لئے داخل ہو جاتے ہیں۔ اور وہ حتیٰ الوسع دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوتے ہیں۔ (باقی سلسلہ کے واسطے دیکھو الفاحقہ آیندہ)

فہرست چندہ احمدیہ مسلم یونین پراک محل بمبئی

نام چندہ دہندہ	عید فنڈ	ماہواری	اشاعت الاسلام
سیٹھ اسمٰعیل صاحب	۵ر	۵ر	عسہ ر
مولوی ملک تاج الدین صاحب ایم اے	عہ ر	x	عا ر
محمد شریف خان صاحب	عا ر	x	x
حسن محمد خان صاحب سب انجنیئر	عہ ر	x	x
ولی محمد خان صاحب	عہ ر	x	x
ابراہیم ولد بابا [illegible] الدین صاحب	عہ ر	عہ ر	x
چوہدری اللہ دتا صاحب	عہ ر	x	x
مومن حسین	عہ ر	۷ر	x
احمد حسین	۸ر	عہ ر	x
غلام محمد صاحب جلد ساز	۸ر	x	x
محمد خواجہ صاحب کلور	۸ر	x	x
سیٹھ عبدالشکور صاحب	x	۵ر	x
فضل حق صاحب	x	x	عہ ر
محمد عبدالسلام صاحب	x	عہ ر	x
سیٹھ ہارون صاحب	x	x	۵ر
پیرجی بھائی مہر علی	x	x	عہ ر
چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب ایم اے	x	x	۷ر
مولوی محمد علیخان صاحب	x	x	عہ ر
حمید اللہ خان صاحب	x	x	عہ ر
عمر اسمٰعیل صاحب	x	عا ر	x
ادم اسمٰعیل صاحب	x	عا ر	x
علی محمد صاحب	x	x	عہ ر
میزان			[illegible]

فہرست چندہ منجانب جماعت احمدیہ امرتسر

نام چندہ دہندہ	چندہ ماہواری	بلاد غیر
بابو فیض الرحمان صاحب	۸ر	۷ر
بابو ثناء اللہ صاحب	[illegible]	x
میاں احمد علی صاحب	عہ ر	x
میاں مہدی حسن صاحب	عہ ر	x
میزان		[illegible] ۶ر

محاسب احمدیہ انجمن اشاعت الاسلام لاہور

فہرست چندہ عید فنڈ وغیرہ جماعت سرینگر کشمیر

نام چندہ دہندہ	عید فنڈ	کمال	ماہواری عید
ملک شیر محمد صاحب بی اے پرنسپل اسسٹنٹ یونیورسٹی	ہر	x	x
مولوی محمد عبداللہ صاحب وکیل	۸ر	x	x
ماسٹر محمد عبداللہ صاحب	۴ر	عہ ۱۲ر	۵ا ر
ماسٹر محمد اکبر صاحب ہیڈ ماسٹر	عہ ر	x	x
شیخ محمد ابراہیم صاحب نجار	عہ ر	x	x
میاں غلام احمد صاحب رفوگر	۸ر	x	x
مولوی غلام احمد صاحب دفتر منشی مال	۸ر	x	x
منشی نواب خان صاحب اہلمد ہائیکورٹ	۸ر	x	x
قادر جو صاحب زرگر	۴ر	x	۱۳ر
میاں عبداللہ صاحب موٹر ڈرائیور	۸ر	x	x
ماسٹر محمد رجب صاحب	عہ ر	عہ ۴ر	x
خواجہ احمد شاہ صاحب شال مرچنٹ	عہ ر	x	x
محمد منظور الٰہی معہ فرزندان	عہ ۵ر	x	x
منشی محمد نجم الدین صاحب	۴ر	x	x
غلام نبی نانخند صاحب	x	x	۱۰ر
ایم شہاب الدین صاحب شال مرچنٹ	x	x	عنہ ر
غلام محمد صاحب سپروائزر شالی	x	x	لے ر
ماسٹر موسیٰ خان صاحب وکیل	x	x	لے ر (زکوٰۃ عنہ ر)
محمد خان صاحب پنشنر انسپکٹر پولیس	x	x	عہ ر
معلوم الاسم معرفت ملک غلام نبی صاحب	x	x	ار
چوہدری مقبول الٰہی صاحب انسپکٹر ڈاکخانجات	x	x	۵ر
منشی محمد اسمٰعیل صاحب معرفت انسپکٹر ڈاکخانجات	x	x	عہ ر
خواجہ حبیب شاہ صاحب شال مرچنٹ	x	x	[illegible]
میزان کل			[illegible] ۲ر

محاسب انجمن احمدیہ اشاعت الاسلام لاہور

خبر موت ہمیں بڑا افسوس ہے کہ بابو غلام ربانی صاحب کے بھتیجہ بابو سید اکبر صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ مرحوم پکا احمدی اور راستباز اور پاک باطن تھا۔ عربی کی کافی مہارت رکھتا تھا۔ اور اشاعت اسلام میں خاص دلچسپی لیتا تھا۔
احباب سے درخواست ہے کہ ان کے واسطے نماز جنازہ غائبانہ ادا فرماویں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اغفرہ وارحمہ

تازہ خبریں

ترک احرار کی شرائط صلح

یونان سے تاوان اور تلافی نقصانات کا مطالبہ تھریس اور ایشیائے کوچک پر ترکی قبضہ تسلیم کیا جائے

پیرس ۱۲ ستمبر۔ دولت عالیہ انگورہ نے عارضی صلح کے حسب ذیل شرائط کا اعلان کیا ہے یونانی تمام غصب شدہ علاقہ اور سامان بلا شرط ترکوں کے حوالہ کر دیں ایشیائے کوچک اور تھریس پر ترکی اقتدار تسلیم کریں اور نقصانات کی تلافی کے علاوہ تمام ترکی اخراجات کا بار اٹھائیں۔ یونان کے غاصبانہ حملہ کے دوران میں جن یونانیوں نے مظالم کا ارتکاب کیا ہے وہ ترکوں کے حوالے کئے جائیں۔ ان کے سوا اور کوئی شرط تسلیم نہیں کی جائیگی۔

سلطان نجد اور برطانیہ } لنڈن ۱۲ ستمبر۔ دفتر نو آبادیات نے اعلان کیا ہے کہ اخبارات میں ایسی خبریں شائع ہوئی ہیں کہ ابن سعود سلطان نجد نے ایسا خفیہ معاہدہ کیا ہے۔ جو عرب میں برطانوی حکمت عملی کے منافی ہے۔ اور اس معاہدہ کے خلاف ہے جو برطانیہ اور ابن سعود میں ہو چکا ہے۔ سلطان نجد نے ان افواہوں کی تردید کرتے ہوئے برطانیہ کے ساتھ دوستی کا یقین دلایا ہے

تھریس میں مقابلہ کی تیاریاں } ایتھنز ۱۴ ستمبر۔ اخبارات زور دے رہے ہیں کہ تھریس کو محفوظ کرنے کے لئے ہر طرح کی تیاریاں کی جا رہی ہیں بیان کیا جاتا ہے کہ وہاں کی فوج نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ ہر آنے والے کا سختی سے [مقابلہ] کیا جائیگا۔ اناطولیہ سے پناہ گزین یونان آرہے ہیں جن کے انتظام میں سخت تشویش ہو رہی ہے۔

وینزیلوس لنڈن نہیں جائیگا جیسا کہ فرانسیسی اخبارات لکھ رہے ہیں۔

سمرنا میں آتشزدگی سارمنی محلہ جل کر راکھ ہو گیا۔ لنڈن ۱۴ ستمبر سمرنا میں زبردست آتشزدگی وقوع پذیر ہوئی ہے جس سے یونانی اور آرمینی محلے بالکل تباہ ہو گئے

[روما] ۱۴ ستمبر سمرنا میں آگ لگ گئی ہے اور یونانی اور آرمینی محلے تباہ ہو گئے ہیں۔ آگ دوسرے [حصوں] کی طرف بڑھ رہی ہے لوگوں پر دہشت طاری ہے۔ اطالوی جہازات اطالویوں [کو] [لے جا] رہے ہیں۔

اناطولیہ کی آزادی کا مسئلہ فرانس کا جواب برطانیہ کو } پیرس ۱۵ ستمبر اناطولیہ کی آزادی کے متعلق فرانس نے برطانوی یادداشت کا جواب دیا ہے کہ اس نے فرانسیسی ہائی کمشنر متعینہ قسطنطنیہ کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ برطانوی اور اطالوی ہائی کمشنروں کے ساتھ مل کر دولت انگورہ کو اطلاع دے اتحادی امید کرتے ہیں کہ ترک غیر جانبدار علاقہ کا احترام کریں گے۔ مگر اس فعل سے صلح کی آیندہ شرائط پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

دول یورپ نے یونان کو پھر اکسایا } یونان کے سرکاری حلقوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ یونان تھریس کے متعلق اپنے ان حقوق پر زور دے گا جو اسے از روئے معاہدہ حاصل ہوئے ہیں۔ یہ بھی خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ یونانی فوج بلغاریہ پارٹی کے حملہ کا مقابلہ کر سکتی ہے اور یہ کہ تھریس کے بارہ میں ساری یونانی آبادی متفق الرائے ہے۔

گورو کی باغ میں زدوکوب بند - اکالیوں کی گرفتاریاں شروع بند ہو گئیں امرتسر ۱۴ ستمبر۔ اکالیوں کو زدوکوب کرنا بند کر دیا گیا ہے۔ ۱۴ ستمبر کو ۱۲ اکالی گرفتار کئے گئے ہیں۔ کیونکہ وہ گورو کے لنگر کے لئے لکڑی کاٹنے پر زور دے رہے تھے۔

جرمن ترکوں کو فوج میں بھرتی کا حکم } برلن ۱۱ ستمبر) لوکل انزگر کی خبر ہے کہ جو ترک برلن میں آباد ہیں ان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ رضا کار فوج میں شامل ہونے اور ترکی میں واپس آنے کے لئے تیار رہیں۔

مچھی ہٹہ لاہور کا فساد } ہندوؤں کی طرف سے مبالغہ آمیزی کی کوشش لاہور ۱۸ ستمبر بروز ہفتہ مچھی ہٹہ اور رنگ محل چوک وغیرہ کے سربرآوردہ ہندوؤں کا ایک وفد ڈپٹی کمشنر کے پاس گیا۔ اور درخواست کی کہ مچھی ہٹہ میں پولیس کی ایک چوکی قائم کی جائے جس کی تعمیر میں وہ امداد دینگے۔ ڈپٹی کمشنر نے اس پر غور کرنے کا وعدہ کیا مگر کہا کہ دس تاریخ کو جو فساد ہوا تھا اور اس میں جن لوگوں نے شرکت کی ان کے خلاف باقاعدہ قانونی کارروائی کی جائے گی۔

لاہور میں بارش } ۱۷ ستمبر ۱۹۲۲ء کو خوب بارش ہوئی بارش کے باعث شہر میں کئی مکان ہی گر گئے چنانچہ ٹکسالی دروازہ کٹڑی شیخ عزیز الدین میں ایک مکان گر گیا جس کے نیچے سات آدمی آ گئے۔ ان میں سے ایک لڑکا سات سالہ مر گیا اور باقی چھ آدمی صحیح سالم نکالے گئے (لوکل نامہ نگار)

دفتر اخبار زمیندار کی تلاشی ایڈیٹر اور پبلشر کی گرفتاری } لاہور ۱۸ ستمبر زمیندار لاہور کے دفتر کی تلاشی ہفتہ کے روز ہوئی اور اسکے پبلشر لالہ ڈوگرمل کو زیر دفعہ ۱۲۴ (الف) گرفتار کر لیا گیا ایڈیٹر قاضی محمد عدیل چونکہ گھر گئے ہوئے تھے اس لئے ان کی گرفتاری کے وارنٹ کی تعمیل نہ ہو سکی۔ مسٹر [اعتماد علی] خاں مینیجر کے مکان کی تلاشی بھی اسی ضمن میں ہوئی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ اور پیشگوئی کا دوہرایا جانا

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کے وقت اہل روم عیسائی تھے۔ اور عیسائیت کی ہی وہاں حکومت تھی۔ ایرانی آتش پرست تھے اور روم کے ساتھ ایک مدت سے انکی جنگ چلی آتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا پانچواں یا چھٹا سال تھا کہ روم کا وہ علاقہ جو عرب سے ملتا ہے۔ ایرانیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر ایرانی فوج نے قسطنطنیہ کے سامنے ڈیرے جا ڈالے۔ کسی انسان کے اسوقت وہم و گمان میں بھی نہ آسکتا تھا کہ یہ شکست خوردہ رومی جنکے دارالخلافہ کا محاصرہ دشمن کئے ہوئے ہیں اور جنکی ساری سلطنت سکڑ چکی ہے۔ کبھی اس دشمن پر غالب آسکتے ہیں۔ عین اسوقت خدا کا کلام ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بالفاظ ذیل نازل ہوا

الم۔ غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین للہ الامر من قبل ومن بعد ویومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللہ۔

میں اللہ کامل علم رکھتا ہوں۔ رومی قریب کی سرزمین میں مغلوب ہو گئے ہیں۔ اور اپنی مغلوبیت کے بعد نو سال کے اندر اندر غالب آجاوینگے پہلے اور پیچھے اللہ کی ہی حکومت ہے اور اسدن مومن اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے۔

اس عظیم الشان پیشگوئی کا مقابلہ کسی نبی کا معجزہ نہیں کر سکتا اس پیشگوئی پر کفار اور مسلمانوں میں ابی بن خلف اور ابو بکر صدیق رضی کے ذریعہ سے شرط لگی۔ اور دونوں جانبوں کو انتظار رہا۔ ہجرت کا دوسرا سال تھا اور اس پیشگوئی کو ہوئے نواں سال تھا

دارالاشاعت پریس رام گلی لاہور میں باہتمام لالہ ... چھپا اور ماسٹر فقیر اللہ صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا

کہ ادھر رومیوں نے نہ صرف اپنا ملک بلکہ سب کا سب ایرانیوں سے واپس لیا بلکہ ایران کی حدود کے اندر پہنچے۔ اور انکے آتشکدہ کو بجھا کر واپس ہوئے اور ادھر مسلمانوں کو نصرت الٰہی ملی جس نے جنگ بدر میں ایک ہزار دشمن کو تین سو تیرہ آدمیوں کے ہاتھ سے شکست دلائی۔ ان دو واقعات کو اکٹھا کر کے بیان کرنا اور یہ بتانا کہ نو سال کے اندر اندر رومی ہی غالب آئیں گے اور مسلمانوں کو سب کفار پر فتح ملے گی۔ اس علم الٰہی کا اظہار ہے جسکے سامنے دنیا کو گردن جھکانی پڑتی ہے۔

مسلمان روم اور پیشگوئی

مگر کیا خدا کا کلام صرف عیسائی روم کے لئے نازل ہوا تھا؟ اور مسلمان روم کا اس پیشگوئی میں کوئی حصہ نہ تھا خدا کے کلام کے عجائبات ہر زمانہ میں تازہ ہوتے رہتے ہیں۔ روم عیسائی نہیں بلکہ مسلمان ہے اور عیسائی روم کے دشمن آتش پرست تھے تو مسلمان روم کے دشمن عیسائی ہیں۔ وہی عیسائی جن کی فتح کی خوشخبری کبھی خود اسلام نے سنائی تھی۔ عجائبات ہیں جن کے ساتھ اسلام دوست کا سلوک کرتا ہے وہ اس کے دشمن بن جاتے ہیں۔ مسلمان روم مغلوب آجاتا ہے فی ادنی الارض مغلوب ہو جاتا ہے۔ اور یہانتک مغلوب ہو جاتا ہے کہ اسکے دارالخلافہ پر بھی غیروں کا تسلط ہو جاتا ہے۔ اسکی بیکسی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ نہ فوج باقی رہتی ہے نہ خزانہ نہ اسلحہ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ ایک مرد خدا کے دل میں ڈالتا ہے اور وہی کچھ ڈالتا ہے جو مدتوں پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے فرما چکا تھا عَلَیْکُمْ بِالشَّامِ۔ مسلمان روم کے لئے ایک ہی جائے پناہ رہ جاتی ہے۔ کچھ لوگ اس مرد خدا کے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ کسکے خیال میں آ سکتا تھا۔ کہ یہاں سے وہ طاقتور فوج نکلے گی جو ایک دفعہ پھر دنیا میں ہلچل پیدا کر دے گی۔ لیکن خدا کا طاقتور ہاتھ اسلام کو نہ چھوڑ سکتا تھا۔ اسکا وعدہ صرف عیسائی روم کیلئے نہ تھا۔ مسلمان روم بھی اسکا مستحق تھا اسلئے وہ نصرت اسلام کی تائید میں دکھائی کہ آج پھر دنیا کو

وھم من بعد غلبھم سیغلبون

کا نظارہ دکھا دیا۔ اور یہ بات کہ اس قرآنی پیشگوئی کے اندر مسلمان روم کے لیئے بھی پیشگوئی تھی اسبات سے آفتاب نصف النہار کی طرح نظر آجاتی ہے کہ اس زمانہ کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو بعینہ انہی الفاظ میں ہوا۔

غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون

بلاشبہ ہم نے اسے اپڈریانوپل کے دوبارہ فتح پر بھی لگایا۔ لیکن اسکے اندر الفاظ ادنی الارض تھے اور اسکا نظارہ اللہ تعالیٰ نے نہایت وضاحت سے دکھا کر آج مسلمانوں کے دلوں کو دوبارہ فرحت عطا فرمائی۔

سبق

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو اگر اللہ تعالیٰ نے نصرت دی تو اسوقت جب اسنے اور اسکی قوم نے اپنا سب کچھ جان اور مال خدا کی راہ میں دیدیئے۔ جب ساری قوم سر بکف ہو کر نکل آئی تو خدا کی نصرت بھی مل گئی۔ میں اپنے دوستوں سے کہتا ہوں کہ کیا وہ دنیا میں اشاعت و تبلیغ اسلام میں کامیاب ہو سکتے ہیں جبتک اپنی جانیں اور اپنے مال خدا کے راہ میں نہ دیدیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنی نصرت بھیجنے کو تیار رہے ہے۔ نقص ہمارے اندر ہے۔ جب ہم یہ محکم ارادہ کر لیں گے کہ ہماری جانیں اور ہمارے مال سب خدا کے دین کی خدمت کے لیئے ہیں۔ تو اسکی نصرت یقیناً ایک دوسرے رنگ میں بھی اپنا نظارہ دکھائے گی۔ اور وہی حقیقی غلبہ اسلام ہوگا۔ روحانی غلبہ جبتک ہے تو اسے کوئی چیز دور نہیں کر سکتی جسمانی غلبوں کے نظارے بدلتے رہتے ہیں۔

وتلک الایام نداولھا بین الناس۔

خاکسار محمد علی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح اخبار لاہور

جلد ۱۰ | مورخہ ۱۴ صفر سنہ ۱۳۴۱ھ | نمبر ۹

فتح سمرنا

مصطفیٰ کمال پاشا کی تیغ بران نے اور ترکوں کی شمشیر زہرہ شگاف نے آج مسلمانوں کی لاج رکھ لی۔ اور عیسائیوں کے امڈتے ہوئے طوفان کو اس طرح روک دیا جس طرح ایک مضبوط چٹان سے ٹکر کھا کر سمندر کی لہریں جھاگ اور کف بن کر پیچھے ہٹ جاتی ہیں۔ جہاں کہیں پانی بھر سکتا تھا۔ اس جگہ کو یہ سیلاب پہلے کمزور کرکے پھر یکدم ریلہ مار کے اپنے آگے بہا لے گیا۔ مگر تمام کرہ ارض ایک نوع کا نہیں ہے۔ آخر کاران حریص اور روباہ صفت اغیار کو جو اندھا دھند ایک سٹیم رولر کی طرح سب کچھ صاف کئے جا رہے تھے۔ اور بعض اوقات ہر قسم کے مکر و حیلے کام میں لاکر اس شجاع اور غیور قوم کو پائمال کرنے کے درپے تھے۔ یہ ہزیمت اٹھانی پڑی اور وہی نوبت آئی جو ایک دفعہ مکہ معظمہ پر آئی تھی جس کا خود قرآن مجید نے ذکر کیا ہے۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ الخ۔ ظاہری اسباب کیا تھے ہر طرف مایوسی اور سراسیمگی کی تصویر نظر آتی تھی اور بجز ذات باری کی استمداد کے اور کوئی چارہ کار نہ تھا اور اپنے بندوں کی سنی جو ستائے گئے تھے اپنے گھروں سے نکالے جاتے تھے جنکے گاؤں بیسر د آگ ہو رہے تھے جنکے املاک و جائداد ویران و خستہ نظر آتے تھے۔ بچوں اور عورتوں کی بھی تمیز نہ کی جاتی تھی۔ اور بلا تفریق تلوار کے گھاٹ اتارے جا رہے تھے اور ایسے افعال شنیعہ کا ارتکاب ہو رہا تھا کہ تہذیب و اخلاق کا دامن پاش پاش ہو رہا تھا۔

مگر سعہ مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

جیسا کہ ہمیں ایک دوست نے اطلاع دی ہے کہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا اس غازی عثمان پاشا کا فرزند ارجمند ہے اس شیر پلونیا اور فاتح یونان کا لخت جگر ہے۔ اگر یہ خبر درست ہے تو پھر یہ اسی جوانمرد کا حصہ ہی تھا۔ اسکے باپ کی روح خلد بریں میں تڑپ رہی ہوگی اور اپنے اس جان نثار ملت اور فدائے مذہب ہونہار کے واسطے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعائیں کر رہی ہوگی۔

آج سے آٹھ صدی پیشتر اس سر زمین پر اسی رنگ میں دو صدیوں تک ایک ہنگامہ برپا رہا جسکا نام تاریخ میں صلیبی جنگ مشہور ہے عرب قوم فتح و ظفرمندی کے پھریرے لہرا چکی تھی جسقدر نسل انسانی کی خدمت اسنے کرنی تھی وہ کر چکی تھی اور اسکے نقش قدم پر سلجوق ترکوں نے قدم مارنا شروع کیا۔ مگر ترکوں کی نسلی خصوصیتیں جداگانہ تھیں اور عربوں کی جداگانہ۔ ہر ایک اپنے اپنے رنگ میں رنگین تھا مگر جہانتک سوال اخلاق کا تھا اور معاملہ شرافت کا تھا۔ انہوں نے وہی کیا جو اسلام نے سکھایا اور وہی کہا جسکی قرآن نے ہدایت کی تھی پطرس راہب قصبے قصبے اور گاؤں گاؤں میں پھر نکلا۔ اور ممالک یورپ کا کوئی دارالخلافہ نہ تھا۔ جہاں اسکی آواز نہ پہنچی ہو۔ اور بیت المقدس کو مسلمانوں کے ہاتھ سے چھیننے کا شور مچ گیا۔ پاپائے اعظم گریگری ہفتم نے یورپ کے شاہزادگان کو اپیل کی اور لاکھوں خونی اور جان فروش کود پڑے جنہوں نے اپنے لباس پر صلیب کا نشان لگایا اور عربوں اور ترکوں کو ان کے گھر سے نکالنے کے واسطے چل پڑے۔ باوجودیکہ بعض عیسائی قوموں نے ہر طرح سے زیادتیاں کیں۔ مگر ان شیران اسلام نے جس طرح انکی روباہ بازیوں کا جواب دیا انکے اپنے مورخین انکی تحسین و مدح سرائی میں رطب اللسان ہیں کون سلطان صلاح الدین کے نام نامی سے ناواقف ہے۔ اور کس نے اس جری آدمی کی شرافت و دیانت کے افسانے نہیں سنے۔ مگر جس طرح اس روز انگلینڈ سے شیر دل بادشاہ رچرڈ جو شجاعت کا پتلا اور بہادری میں فرد اور صلاح الدین کا اصلی مد مقابل تھا۔ اسی طرح انگلستان کا ہوشیار وزیر میدان سیاست کا شیر لائڈ جارج قریب ہے کہ مصطفیٰ کمال پاشا کا لوہا مان جاوے۔ اور ترکوں [illegible] اور یونانیوں کو اپنے حال پر چھوڑ دے۔ جس طرح پطرس راہب نے گھر گھر آگ لگادی تھی اسی طرح آج بھی یونان کے وزیر وینیزیلوس نے بھی کسی کونہ کو نہیں چھوڑا جہاں اپنے فتنہ انداز جادو نہ چلایا ہو۔ لیکن نتیجہ کیا ہوا۔ آن کی آن میں انکی صفیں درہم برہم ہوگئیں وارفتگی کی حالت طاری ہوگئی۔ ان کے دلوں پر سراسیمگی مستولی ہوگئی۔ جا رسو لوگی

افسر اور ان کے کمانڈر اعظم ایک مقام پر بیٹھ کر اور میدان کارزار کے لئے نقشے تجویز کر رہے ہیں۔ اور نئی سکیم مترتب کر رہے تھے۔ کہ ایک انکا چوکیدار سلام کہتا ہے اور خبر دلخراش انکے گوش گذار کرتا ہے۔ کہ ترکی رسالہ نے انکا محاصرہ کر لیا ہے۔ ہزاروں گرفتار ہو گئے انہیں بھاگنے کی کوئی سبیل نہ رہی۔ اور جو فراری ہوئے انہوں نے یونان کی راہ لی۔

مگر کسی کو اسکے گھر سے نکالنا کہاں کا انصاف اور عدل ہے ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ بھی حکم فرماتا ہے۔ الذین ھاجروا و اخرجوا من دیارھم و اوذوا فی سبیل اللہ لاکفرن عنھم سیاتھم و لادخلنھم جنت تجری من تحتھا الانھر۔ نبی کریم کے زمانہ میں مدافعانہ جنگیں رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دین کو مٹانے کے واسطے کفار نے ہر طرح سے کوشش کی جنگ بدر۔ احد۔ غزوہ خندق کی صعوبتیں اس واسطے برداشت کرنی پڑیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے نام لیوا جو گنتی میں تھوڑے تھے تیغ کی گھاٹ نہ اتارے جائیں اور تاکہ دنیا میں از سر نو فسق و فجور جگہ نہ کر لیا صلیبی جنگیں بھی اسی واسطے ہوئیں اور زمانہ حال سے تو ہر متنفس واقف ہے کہ کس طرح ترکوں کے قلب پر جو ایک ہی سیاسی دک عیسائیوں کو نظر آتے تھے۔ تیر و تفنگ کے زخم لگائے جا رہے تھے۔

زندگی نام جدوجہد کا ہے اور وہ قومیں جو آج کل زندہ ہیں اس حقیقت کو خوب دلنشین کئے ہوئے ہیں۔ نہیں بلکہ انکے نونہالان قوم کے الواح قلوب پر ہر ممکن ذریعہ سے یہ نقش کیا جاتا ہے۔ کہ جنگ و جدال میں زندگی ہے۔ لڑنے بھڑنے اور مارنے مرنے میں راز حیات۔ محض بقاء ہستی کے لئے ہی جدوجہد کی ضرورت نہیں۔ بلکہ خونریزی کے بغیر کوئی اعلےٰ پایہ کی اخلاقی زندگی ناممکن ہے، کیا فساد خون کا علاج فصد زدن نہیں؟ تو پھر ارتفاع و ارتقاء قومی کے لئے خونریزی ایک ضرورت حقہ ہے۔ دوسری طرف امن و امان جسکی میٹھی میٹھی دلربا لوریاں آئے دن ہمارے کانوں میں ڈالی جاتی ہیں۔ صرف ہمیں خواب آلود کرنے کا ذریعہ ہے صفحہ کائنات کا ایک ایک ذرہ بآبانگ دہل پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ارتقاء کا راز اس باہمی کشمکش میں مضمر ہے اور اعلےٰ تر ہستی کی بقاء و ارتقاء کے لئے ادنےٰ تر کی ہستی کو قربان کرنا ایک حقیقت نفس الامری ہے جسکی صداقت پر روزانہ مشاہدۂ عالم کائنات مہر لگاتا ہے۔ اسکے سامنے آنکھیں بند کرنا خودکشی کی طرف پہلا قدم اٹھانا ہے اسکا نام اخلاق ہے۔ اسکا نام نیکی ہے اسکا نام حق ہے۔ کہ کمزور و ادنےٰ کو ملیا میٹ کر دیا جاوے۔ اگر اسکی ذات سے طاقتور اور اعلیٰ کی پائندگی متصور ہو۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں ہو سکتا کہ بنی نوع انسان کو اس پرسکون جوہڑ کی مانند غیر متحرک کر دیا جاوے جس کا نتیجہ سوائے عفونت اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ تعیش۔ بزدلی۔ نرم دلی۔ خود غرضی وغیرہ وغیرہ ہزاروں اخلاقی جرم۔ صرف امن و امان کی آب و ہوا ہی میں پرورش پایا کرتے ہیں۔ اور اسواسطے حکمت الٰہی متقاضی ہوتی ہے کہ طوفان جنگ بھیجکر کرۂ ارض کو اس قابل بنا دیا جائے جو بہادر، شجاع، اولوالعزم، جفاکش، مردانہ وار نسل کے لئے موزوں بسیرا ہو۔ دائمی صلح اور امن سے بڑھکر مخرب اخلاق و اطوار اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ قوم کی قوم بگڑ جاتی ہے۔ انواع و اقسام کی خرابیوں میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ علیظ الا ڈنشین انسانیت کو قعر بہیمیت میں گرا دیتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ باران رحمت کی طرح مشین گنوں۔ قلعہ شکن توپوں ہوائی جہازوں سرنگوں اور طرح طرح کی ایجادات کے ذریعہ صفائی کا سامان کر دیتا ہے۔

قرآن کریم ایک مکمل اور کامل ہدایت نامہ نہ ہوتا اگر اسمیں انفال اور برأت جیسی مقتدر سورتیں نہ ہوتیں اور سورہ الحدید میں تو اور بھی کھلے الفاظ میں اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ زندگی لوہے میں ہے۔ بدر۔ احد۔ احزاب۔ عمارت اسلامی کے لئے بمنزلہ سنگ بنیاد ہیں۔ ایمان کی بہترین آزمایش کا موقعہ آلام و مصائب ہیں۔

تصویر کا دوسرا رخ ہمیں کیا سبق سکھاتا ہے۔ نیٹشے جسکا نام افق فلسفہ جرمنی پر ماہتاب عالمتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ کہتا ہے "ہر متنفس کو تمام جذباتی کمزوریوں کا مقابلہ کرنا چاہئے اور زندگی کا لب لباب کیا ہے۔ جرأت انانیت۔ آزار رسانی ہر غیر عنصر پر اپنا اقتدار اور اسے کچل ڈالنا درشتی۔ دوسرے پر اپنا پرتو ڈالنا۔ اور اسے جذب کر لینا وگرنہ اسے طاقت سے غصب کر لینا"۔

مگر ہم اپنے مذہب کے واسطے جو صداقت ایمانی ہے وہ جوش نہیں رکھتے جو یہ لوگ قوم کے لئے رکھتے ہیں۔

ایک اور اسی طبقہ کا فلاسفر "تمطرازنے ریڈون" جو کہ جرمنی کی برتری کو خدا کی طرف سے نہیں سمجھتا اور اسکے بقا کے واسطے سر توڑ کوشش نہیں کرتا۔ بہتر ہے کہ وہ پھانسی لٹک جاوے اور بجائے کل کے آج ہی"۔

کیا اس دلیل کی کوئی وقعت ہو سکتی ہے کہ بکری زندہ رہے اور شیر ببر بھوکا مر جاوے اس سے بڑھکر کوئی بات خلاف فطرت یا بالفاظ دگر خلاف منشاء الٰہی نہیں ہو سکتی۔ صحیح اصول یہی ہے کہ بکری شیر کی غذا بنے یہی حالت ادنےٰ اور اعلےٰ انسانوں اور قوموں کی ہے۔ ادنےٰ اعلےٰ کی خاطر زندہ ہے۔ جرمنی پر کیا انحصار ہے ہر ایک مغربی قوم کی یہی حالت ہے اور سب نے اس حقیقت کو خوب سمجھ لیا ہے کہ جسکی لاٹھی اسکی بھینس۔ (باقی بر صفحہ ۵)

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا خط

بنام

خواجہ عبدالغنی صاحب

ووکنگ
۲۲ راگست ۱۹۲۲ء

عزیزی سلمہ اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

خدا تعالےٰ تمہیں صبر جمیل عطا کرے اور نعم البدل دے۔ جس نے مناہل زندگی کا حظ اٹھایا۔ اسے اس کی تلخ کامیوں کے لئے بھی تیار رہنا چاہیئے۔ تم اپنے خاندان میں خود دیکھ لو اور خود میری مثال کو دیکھ لو کہ مجھے کتنی دفعہ یہ پیالہ پینا پڑا ہے۔ جو دست قدرت نے آج تمہیں پلایا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہر ایک تلخ کامی کسی شیریں کامی کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ عجیب بات ہے کہ انبیاء مرسلین نے عموماً اپنے بچوں کو اپنے ہاتھ سے زیر زمین کیا ہے۔ حضرت ابراہیم ؑ اور جناب اسمٰعیل علیہ السلام کا واقعہ اس سے بھی نرالا ہے کہ باپ اپنے ہاتھ سے اپنے جیتے جاگتے بچے کو ایک قسم کی گور میں چھوڑ جاتا ہے۔ جہاں تک مبلغین اسلام کی زندگی کو دیکھا جائے یہی نقشہ نظر آتا ہے۔ شاید یہ واقعہ اسلئے ہوتے ہیں کہ انسان دنیا سے سرد ہو جائے۔ اولاد دنیا کے ثمرات اور حاصلات میں سے بہترین ثمرہ ہے۔ اس کے مقابل جائیداد۔ املاک۔ دوستی آشنائی سب ہیچ ہیں۔ جب مصلحت ربّی ایسی چیزوں کو آن واحد میں ہم سے جدا کر لیتی ہے اور ہمیں مجبوراً رضیٰ بالقضےٰ کا سبق پڑھنا پڑتا ہی تو پھر کسی محنت کے معاوضہ کے ضائع ہونے پر یا ہماری منشاء اور امیدوں کے مطابق معاوضہ نہ ملنے پر ہمیں رنج کرنا چاہیئے۔ حقیقی بہشت ان چیزوں سے آزاد ہونا ہے اور جو خوف اور حزن کا باعث ہو۔ اس مقام پر پہونچنے کا طریق ایک ہی ہے کہ انسان اپنی امیدگاہوں سے فارغ ہو جائے۔ سوائے ذات پاک کے نہ کسی پر کوئی امید رکھے۔ نہ کسی اپنی محنت پر بھروسہ کرے۔ اپنے تمام فرائض کو ادا کرے۔ پھر جو مشیت ایزدی ہو اس کے آگے سر جھکائے۔ یہی ایک رستہ راحت و آرام کا ہے۔ جو اس فلسفہ سے ناواقف ہے وہ ہمیں کوئی راہ بتا دے کہ مصائب لابدی ہیں۔ کہ نہیں۔ اور اگر ہیں تو اس نے ان سے نکلنے کا کونسا راہ اختیار کیا۔ انہوں نے ایک ہی علاج سوچا۔ خودکشی مایوسی۔ دنیا سے کنارہ کشی میں تو ہر ایک ایسے واقعہ کو جو دنیا کی طرف سے مجھے سرد کر دے۔ ایک رحمت خداوندی سمجھتا ہوں۔ کیونکہ سچی راحت اور سکینت قلب اسی کو نصیب ہے جو دنیا سے کسی امید کو وابستہ نہیں رکھتا۔ عارف بدھ نے وہی مسئلہ تعلیم کیا تھا۔ جسے آج نروان کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ علائق دنیا مختلف قسم کی بیم و امید پیدا کر دیتی ہیں۔ امیدیں عموماً غلط وجوہ پر قایم کی جاتی ہیں۔ اسلئے وہ پوری نہیں ہوتیں۔ اور ان کا پورا نہ ہونا پھر رنج و غم پیدا کرتا ہے۔ خوف جس چیز کا نام ہے وہ بھی امید سے ہی وابستہ ہے۔ یعنی نتائج کے حسب منشاء پیدا نہ ہونے کا خیال ہی خوف ہے۔ الغرض ان امیدوں کا ختم ہونا ہی حقیقی راحت آرام کو جا ملتا ہے۔ یہ تعلیم اس بزرگ کی تھی۔ لیکن آج یہ سمجھا گیا کہ دنیا بقول بدھ رنج و الم ہے۔ اور اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہی حقیقی نجات ہے۔ اگر ان الفاظ کو بدھ کیطرف بھی منسوب کیا جائے تو بھی اس حصہ نفس کی ہلاکت ہے جو دنیا کی دلچسپی کے لئے امیدیں پیدا کرتا رہتا ہے۔ اسکا مارنا ہی روح کے لئے جنت ہے۔ چنانچہ اس حقیقت کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نہایت صفائی سے حل کر دیا۔ **موتوا قبل ان تموتوا** بہشت دنیا میں اور آئندہ اس نفس کی خواہشات پر جو امیدوں کا سرچشمہ ہے ایک موت وارد کر دے۔ ایک بچہ دنیا میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کی پیدائش ہزارہا امیدوں کو والدین کے دل میں پیدا کر دیتی ہے۔ اسکا نام عصائے پیری کہو۔ یا آئندہ کے لئے حاصلات محنت یہ سب امیدیں ہی امیدیں ہیں۔ کون گھر ہے جس نے یہ نقشہ نہیں دیکھا جو مشیت ایزدی نے تمہیں دکھلایا۔ ہر ایک گھر نے جو بچوں کے ذریعہ باغ بن جاتا ہے۔ اس باد سموم کو چلتے دیکھا جو نونہالوں کو خاک میں ملا دیتی ہے۔ وہ لوگ جو آہ و بکا کرتے ہیں۔ وہ بھی مجبور ہیں۔ آخر رونا فطرت میں ہے اور موقعہ پر ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن یہ آنسو فایدہ نہیں دیتے۔ صبر۔ شکر جس کیرکٹر کو انسان میں پیدا کرتا ہے وہ وہ نعمت ہے جس پر دنیا کا ہر ایک ثمر قربان ہو سکتا ہے۔ خدا تعالےٰ تم پر رحم کرے۔ اور ہمت دے۔ کہ تم اس مصیبت کا مقابلہ کر سکو۔ تم تبلیغ اسلام سے تعلق رکھتے ہو ضرور تھا ایسی تکالیف کو دیکھتے۔ آخر میرے بھائی ہو۔ مصلحت خداوندی نے ہر رنگ میں تمہیں میرا بھائی بنایا ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آئندہ تمہیں ان مکروہات سے محفوظ رکھے آمین۔ والسلام

(خواجہ کمال الدین)

(بقیہ صفحہ نمبر ۴) مگر قانون قدرت کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے جسطرح کہ قوانین اخلاقی کو پس پشت ڈالنے سے تمام نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ جسطرح یہ ممکن ہے کہ کوئی نادان آگ میں ہاتھ ڈالے اور اس کا ہاتھ جل جائے اسی طرح یہ بھی اٹل ہے کہ مظلوم کی آہ کنگرہ عرش عظیم پر پہنچے جس سے اوس رب العزت کو دریائے غیرت میں تلاطم پیدا ہوتا ہے جو متکبر اور نخوت و غرور سے سرشار دماغ کو پاش پاش کر دیتا ہے [illegible]

علماء عیسائی مذہب سے سوالات

(۱) اور ناصرہ نام ایک شہر میں جا بسا تا کہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا پورا ہو کہ وہ ناصری کہلائیگا (متی باب ۲ آیت ۲۳)
عہد عتیق میں یہ کہاں لکھا ہے کہ وہ ناصری کہلائیگا۔

(۲) اور اُس نے ان سے کہا یوں لکھا ہے کہ مسیح دکھ اٹھائے گا اور تیسرے دن مردوں میں سے جی اُٹھیگا۔
عہد عتیق میں یہ کہاں لکھا ہے کہ تیسرے دن مردوں میں سے جی اُٹھیگا۔

(۳) اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لیوی یہ پوچھنے کو اُس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے تو اُس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا پھر کون کیا تو ایلیاہ ہے اُس نے کہا میں نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبی ہے اُس نے جواب دیا کہ نہیں . . . . انہوں نے پھر اس سے یہ سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیاہ نہ وہ نبی۔ تو بپتسمہ کیوں دیتا ہے۔

۱۔ ان آیات میں یوحنا انکار کرتا ہے۔ کہ میں ایلیاہ نہیں مگر حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ ایلیا یہی ہے دیکھو متی ۱۱ باب

۲۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کو تین نبیوں کا انتظار تھا۔

ایلیاہ۔ مسیح۔ اور وہ نبی۔ مگر آپ کے نزدیک ایلیاہ بھی آچکا۔ اور حضرت مسیح بھی آچکے۔ لیکن یہ وہ نبی کون ہے جو اب تک نہیں آیا۔ اگر آچکا ہے تو کون۔

علماء آریہ سے سوالات

(۱) اجسام اعمال کا نتیجہ ہیں یا قدرت الٰہی کا۔ اگر اعمال کا ہیں تو

الف۔ دنیا کا وجود بغیر گناہ کے قائم نہیں رہ سکتا اگر گناہ بند ہو جائیں گے۔ تو اس کا نتیجہ اجسام بھی معدوم ہو جائیں گے۔

ب۔ تو مکتی کے بعد پھر جو جون ملتی ہے وہ کس اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اعمال کا جزا یا سزا تو بھگت چکا۔ اب جو جسم ہے تو کس اعمال کا نتیجہ ہے اگر یہ مان لیا جاوے کہ اُس وقت اعمال کا نہیں بلکہ قدرت الٰہی کا تو پھر قدرت الٰہی کو ہی کیوں نہ مان لیا جاوے۔

(۲) انسان کرم جونی ہے۔ یا کہ بھوگ جونی۔ اگر کہو کہ کرم جونی ہے تو اندھے لولے لنگڑے انسان کیوں پیدا ہوتے ہیں۔ اگر کہو کہ بھوگ جونی ہے تو کرم جونی کونسی ہے۔ کیونکہ سوائے انسان کے باقی سب مخلوق بقول متوجی بھوگ جونی ہے۔ اور اب انسان کو بھی بھوگ جونی ماننے سے کرم جونی کونسی قرار دیجاوے گی۔ اور اگر کہو کہ انسان کرم اور بھوگ دونوں جونوں میں شامل ہے۔ تو انسان کو کرم اور بھوگ کے اعمال کا علم ہونا چاہیئے۔ جب تک یہ پتہ نہ ہو کہ یہ سزا مجھ کو کس عمل کے ارتکاب میں مل رہی ہے۔ تب تک اس کے دل میں اس عمل سے نفرت پیدا نہیں ہوسکتی۔ ہمارے سامنے مثلاً ایک شخص ایک شخص کو مار ڈالتا ہے۔ اب آپ کہتے ہیں کہ یہ اس نے کرم کیا ہے اُس کا پھل بھگتے گا۔ اسلئے سزا کا مستحق ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ نہیں اس نے اپنا بدلا لیا ہے مقتول نے پہلے کبھی اسکو مارا تھا۔ اسلئے اب وہ اپنے فعل کا پھل بھوگ رہا ہے۔ اور قاتل و مقتول کو مطلق کوئی خبر نہیں کہ یہ ہمارا کرم ہے یا بھوگ۔ بتاؤ کیا تصفیہ کرتے ہو۔

(۳) بروئے "تناسخ" جملہ اقسام حیوانات اور نباتات میں ایک ہی قسم کی روحیں ہیں۔ یعنی وہی ارواح کبھی نباتات میں اور کبھی حیوانات میں چلی جاتی ہیں۔ پس جب کہ سبزی اور بکری میں ایک ہی قسم کی روح ہے تو سبزی کا کھانا جائز اور بکری کا کھانا ناجائز کیوں ہوا۔ جائز ہیں تو دونوں۔ ناجائز ہیں تو دونوں۔ (محمد یوسف [illegible])

پادری ڈیگن کو ہمارے ایک نومسلم بھائی وحید الدین گرین کا خط

[illegible] آپ کے لکچر کا جو ملخص اخبار سنڈے کرانیکل نے درج کیا ہے۔ اس میں آپ فرماتے ہیں "مردوں کو میں کہتا ہوں کہ تم اپنا روپیہ اپنی بیویوں پر صرف کرو۔ بازاری عورتیں ڈاکوؤں سے کم نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اور سب کچھ دیکھتا ہے۔ یاد رکھو کہ تم عیسائی انگلینڈ کے باشندے ہو اور مسلمان ٹرکی کے نہیں"۔

اگر آپ کے یہ الفاظ صحیح ہیں جو اوپر درج ہیں ـــــ تو میں انہیں مسلمانوں کے اخلاق پر ایک رکیک حملہ خیال کرتا ہوں۔ اور ایک انگریز مسلمان کی حیثیت میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اسکا جواب دوں۔ عیسائی انگلستان میں اور تمام ان ممالک میں جو عیسائیوں کے زیر نگین ہیں۔ تم دیکھو گے کہ بدکاری اور فحش کی اسقدر کثرت ہے

ہے کہ تمہارے تمام کلیسا اور اُن کی تعلیمات نیز تمام اس بدی کو روکنے سے عاجز رہے ہیں۔ یہ بدی ایک خالص اسلامی مملکت میں شاذ کالعدم ہے اور اس کی بیّن مثال شہر قسطنطنیہ ہے۔ جس کا کچھ حصہ مسلمانوں کی حکومت میں ہے۔ اور ایک حصہ پر عیسائی حکمران ہیں۔ جو علاقہ کہ آپ کے عیسائی حکمرانوں کے قبضہ میں ہے۔ اس میں شتران بازاری چوبیس گھنٹہ میں ہر وقت بازاروں میں پائی جاتی ہیں۔ مگر مسلم حصہ میں انکی سخت ممانعت ہے اور نہ وہ اس جگہ نظر آتی ہیں۔

چند روز ہوئے ہیں ایک چرچ آف انگلینڈ کے پادری کے منہ سے جو مشرقی مذاہب سے اچھی طرح واقف ہے۔ یہ سُن کر تعجب ہوا کہ تمہارے مذہب اسلام میں دو باتوں کی میں دل سے قدر کرتا ہوں۔ ایک تو اسکا سنگین اخلاقی قانون اور دوسرے طبقہ اناث کے واسطے اسکی عزت۔ الحمدللہ کہ ایک پادری اسلام کی اس حقانیت کا اس طرح اعتراف کرے۔ گو یہ دنیا کی بدقسمتی ہے کہ یہ اصحاب عام طور پر اسلام کے متعلق مکمل ناواقفیت رکھتے ہوئے اس پر رائے زنی کرتے ہیں۔

بالآخر میں آپ کا بڑا مشکور ہوں گا۔ اگر آپ اس خط کو بھی گرجا اسی عمارت میں پڑھ کر سنائیں۔ جس میں آپ نے وہ رائے زنی ہم پر کی تھی۔ اور اس طرح اپنی فراخ حوصلگی کا ثبوت دیتے ہوئے دنیا پر ظاہر کر دیں کہ "جیسا سلوک کی آپ ہم سے توقع رکھتے ہیں وہ آپ ہمارے واسطے برتیں۔"

ذیل میں ہم مسٹر بی گبسن کے ایک خط کا ترجمہ جو انہوں نے خواجہ صاحب کی کتاب انڈیا ان دی بیلنس پر ریویو کرتے ہوئے لکھا تھا۔ جو خاص طور پر ان اصحاب کے مطالعہ کیواسطے درج کرتے ہیں جو ووکنگ مشن کی خدمات کو بنظر اشتباہ دیکھتے ہیں اور بجائے اسکے کہ اس کی خدمات کا اعتراف کریں۔ صلواتیں سُنا کر اپنی ناواقفیت کا ثبوت دیتے ہیں حضرت مسیح موعود نے اپنی جماعت کو جس بات کی طرف لگایا اسکا راز یہ تھا کہ تم دین کو دنیا پر مقدم کرو۔ اگر تم دین پر مستحکم طور سے عمل پیرا ہوگئے تو اور خواہشات ہیچ نظر آئیں گی جنکے واسطے دنیادار ناحق مارے پھرتے ہیں۔ اور انہیں تسکین قلب نصیب نہیں ہوتی۔ انہوں نے کلیسا کی اس ریشہ دوانی کو جس سے اس نے نئے فلسفے اور نئے خیالات کی مدد سے خوابیدہ مسلمانوں کو جکڑ رکھا تھا۔ پاش پاش کر دیا۔ اور اپنے خدام کو ہدایت کی کہ قرآن کی روشنی لیکر دنیائے ظلمات میں پھر نکلو۔ اور تمام دنیا کو راہ راست پر لاؤ۔ میرزا صاحب دنیا میں کوئی نیا دین نہیں لائے تھے ان کی کوئی نئی کتاب نہیں تھی۔ وہ امت محمدیہ میں ایک امتی تھے۔ اور برگزیدہ امتی تھے۔ وہی انکا اللہ محمدؐ وہی اُن کا قرآن۔ اُن کے اس خادم نے انگلستان میں جاکر تعلیم اسلامی کا جھنڈا نصب کیا۔ اور اسلام کے خوشنما چہرہ پر جو غبار اور کدورت عیسائی مبلغوں نے ڈالنے کی کوشش کی تھی اسکو دھوکر صاف اور روشن ان کو دکھایا۔ واقعات خود شاہد ہیں۔ کہ ان کو کیا کامیابی نصیب ہوئی۔ جو اسبات کی مستحق ہے کہ اس ایک مثال کی پیروی میں لگاتار کوشش کیجاوے تو کس قدر جلد اور آسانی سے یہ کام ہو جاتا ہے۔

وھو ھذا

"یہ کتاب نہایت ہی دلچسپ ہے اور نئے واقعات کو پیش کرتی ہے اسلام پر اور کتابوں کا مطالعہ بھی دل کو تازگی بخشتا ہے۔ بالخصوص ہم عیسائیوں کو جو سکول کی کتابوں ہی سے اسلام کے خلاف تعصب دل میں لیکر نکلتے ہیں۔ اور میں تو اسلام کے دامن کو مالامال دیکھ کر اپنی حیرانی کی کوئی انتہا نہیں دیکھتا۔ یہ بڑا پاک مذہب ہے۔ اور میرے خیال میں بین الاقوامی اخوت کے واسطے صرف ایک ہی رستہ نظر آتا ہے۔ کیونکہ تمام دیگر مذاہب کی نسبت جن میں سے ایک کے ساتھ میرا بھی برائے نام تعلق ہے۔ اسلام میں کہیں زیادہ عالمگیر اخوت ہے۔ اگر مجلس اقوام عالم کسی مذہب کو اختیار کرے تو وہ اسلام ہونا چاہیئے۔ مگر اسلام کبھی طاقتور اور اصلاح یافتہ نہیں ہوگا۔ جب تک کہ اسلامی حکومتیں اور مسلمان سیاسی طور پر آزاد نہ ہوں۔

ہمیں یہ امید رکھنی چاہیئے کہ تم مراکو سے لیکر ہندوستان تک اپنی گذشتہ آزادی کو حاصل کر لوگے اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے آزاد ہندوستان میں عظیم الشان انسان پیدا کروگے۔ جو کہ اکبر کی جانشینی کرینگے کیا مذہبی نکتہ نگاہ سے کوئی ملک ہندوستان سے زیادہ متمول ہے۔ کوئی اور ملک اس حیثیت میں اس کا لگا نہیں کھا سکتا۔ اور پچاس سال کے عرصہ میں تمہارا ملک دنیا میں ایک راہنما طاقت ہوگا۔ ہم یورپ کے لوگ تو اسوقت گمنامی کی تعداد میں ہوں گے۔ جب ایک اور نئی جنگ شروع ہوگئی لہذا یورپ کا یہ تنزل اور اس ادبار کی وجوہات ہندوستانیوں کو ایک سبق سکھائیں گے یعنے ہندو مسلمانوں میں اتفاق کی ضرورت"

ناظرین۔ ایک ایک نیا خریدار پیدا کر کے اخبار پیغام صلح اور اسکے خیالات کی اشاعت میں بڑی مدد دے سکتے ہیں

"مدراس کا روزنامہ آزاد ہند اپنے کسی مقامی ہمعصر کو مخاطب کر کے اس پر مندرجہ شعر چسپاں کرتا ہے۔ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اور آگے چل کر انجمن تبلیغ و دعوت کے قیام کی محامد و محاسن پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہے۔

"اگرچہ انگلستان اور امریکہ اور دیگر ممالک یورپ و ایشیا میں قادیانی اور احمدی فرقے تبلیغ و اشاعت کا کام کر رہے ہیں۔ مگر چونکہ ان دونو فرقوں کا کام بوجہ میرزائیت کے علما و اہل حق کے پاس مفید ہونے کے درعوض مخدوش ہے۔ لہذا انہوں نے صحیح اور مفید طریقہ پر اشاعت و حفاظت کا کام اپنے ذمہ لیا۔ اور نام بھی رفع اشتباہ کی خاطر انجمن تبلیغ و دعوت رکھ چھوڑا تاکہ نام بھی مرزائیوں کے نام سے جداگانہ ہو!"

کسی معزز اخبار نویس کو شپرہ چشم قرار دینا اور ایسی خرافات سے اسے یاد کرنا کونسی دور اندیشی اور حسن فہمی ہے۔ جبکہ وہ خود دوسروں کے متعلق محض سنی سنائی باتوں پر قیاس کر کے غلط نتائج مرتب کر کے مطمئن ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور اتنی تکلیف بھی پھر گوارا نہیں کر سکتے۔ کہ خود تحقیق کر کے صحیح واقفیت تو حاصل کر لیں۔ تاکہ کسی کو یہی شعر اپنے پر چسپاں کرتے ہوئے نہ دیکھیں۔ مَنْ ضَحِكَ ضُحِكَ کا مصداق بننے سے بہتر ہے کہ وزن تول کر کسی پر حملہ کرے۔ ورنہ لاعلمی کی وجہ سے خاموشی اختیار کرے۔

کیا انہیں خبر نہیں پہونچی کہ حضرت میرزا صاحب کے خدام جہاں کہیں اطراف عالم میں گئے۔ انہوں نے دین اسلام کی کیا شاندار خدمات ادا کی ہیں۔ عالم اسلام نے ان کا اعتراف کیا ہے۔ ہمیں تو عین راحت ہے۔ کہ مسلمانوں نے اپنے نظر انداختہ فرض کو پیش نظر کرنے کی طرف توجہ کی ہے۔ چشم ما روشن دل ما شاد۔ ہم نے تو ہمیشہ دعوت دی کہ مسلمان اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا سیکھیں اپنے اندر وہ روح اور وہ طاقت پیدا کریں۔ جو صحابہ کے دلوں کو پہاڑوں سے زیادہ قوی رکھتی تھی۔ تو ان کے سامنے کام راست ہو جائیں گے۔ وہ گم گشتگان کو حق کی دعوت دیں۔ انہیں صحیح رستہ پر لگانے کی کوشش کریں۔ ان کی جمعیت خود بخود منتظم ہوتی چلی جاوے گی۔

قوموں کی زندگی میں ایک وقت ایسا آتا ہے۔ جب ارباب بصیرت کو یہ خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ کہیں ساری قوم اخلاق فاضلہ اور مکارم حسنہ کو ہاتھ سے نہ دے بیٹھے۔ یہ حالت اسوقت رونما ہوتی ہے۔ جب ترقی کے راستے اسکے سامنے بند ہو جاویں۔ تو اسوقت ان کے خیالات کی رفعت پستی سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ وسعت نظر کی بجائے تنگ خیالی اور کوتاہ بینی

بلکہ لیتی ہے ولا تجسسوا کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اور بلند حوصلہ لوگوں کی مسند پر ابن الوقت متمکن ہوتے ہیں۔ اور مسند فضیلت کوتاہ فہم اور فرومایہ لوگوں کے زیب سر نظر آتی ہے۔ اختلاف رائے جو ایک رحمت و برکت ہے اسکی بجائے عیب شماری اور نکتہ چینی دماغوں میں گھر کر لیتی ہیں۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ . . . . . . قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ اور جب تیرے رب نے فرشتوں کو کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ تو انہوں نے کہا کہ کیا تو اسمیں ایسی مخلوق بنائے گا جو اس میں فساد کرے اور خون گرائے . . . . . . فرمایا میں وہ کچھ جانتا ہوں۔ جو تم نہیں جانتے۔

فرشتوں نے اعتراض کر کے کیا لیا تھا۔ پھر بھی ان کی سعادت تھی۔ جب اللہ تعالے نے حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا۔ اور سرکشی کی تو ابلیس اسکا نتیجہ کیا بھگت رہا ہے۔

قرآن کریم نے کیا اچھی راہ بتلائی ہے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ ایک ایسی جماعت پیدا کرو۔ جو نیکی کی دعوت دے۔ اور منکر امور سے روکے۔ ذرا تدبر سے انسان اللہ تعالے کے احکام پر نظر ڈالے۔ تو اسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ کورانہ تقلید جس طرح ایک عظیم قباحت ہے۔ اسیطرح عیب شماری۔

وزیر اعظم کا وقار

جرنیل سر فریڈرک مارس نے ایک دفعہ ایک خط لکھا تھا جس پر بڑی لے دے ہوئی اور جس کی بنا پر انہیں اپنے عہدہ سے برطرف ہونا پڑا۔ اور آئندہ کے خواب سب گم کر دیئے۔ اب انہوں نے وزیر اعظم کو علانیہ طور پر دعوت دی ہے کہ وہ اپنے بیانات واپس لیں یا معافی مانگیں۔ جن بیانات کی بنا پر انہوں نے ڈائرکٹر فوجی محکمہ خبر رسانی کی دیانت اور صداقت پر حملہ کیا تھا۔ یہ سلا قضیہ اس زمانہ کا ہے۔ جب مارچ ۱۹۱۸ء میں جرمنوں نے اتحادی فوج کے قلب پر حملہ کر کے ان کو پراگندہ کر دیا۔ اور برطانیہ کو ایسی شکست ہوئی کہ جس کی نظیر اس کی تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتی۔ اور ایک ہی لڑائی میں دشمن نے ایک لاکھ فوج تباہ کر دی۔ مسٹر لائیڈ جارج کے عہد میں یہ بڑا نازک موقع تھا۔ اور انہوں نے ایسے بیانات شائع کر کے جنہیں واقعات سے کبھی کوئی تسلی تطبیق نہ دے سکیگی اپنا وقت نبھا لیا۔ اسی نے ڈیوک آف ونگٹن کی اس مثل کو دہرایا کہ شائع کر دو۔ اور واقعات پر چھوڑ کر وقت نکالو۔ اس جگہ ریویو آف ریویوز لکھتا ہے کہ کوئی متنفس جو مسٹر لائیڈ جارج سے واقف ہے کبھی اس سے یہ توقع نہیں کریگا کہ اسے آئندہ کا ذرا بھی خیال ہے یا وہ اپنے کسی جرم . . . . . کی کوشش کریگا جو اسکے ہاتھ سے سرزد ہو گیا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب احمدی ہو گئے

اخبار الفقیہ مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۳۰ء میں ایک صاحب غلام احمد صاحب اخگر کا ایک خط مندرج ہے جو یہ استفسار ہے۔ ناظرین کو بہت جلد علم ہو جائیگا کہ ان لوگوں کی طرز استدلال کس نوع کے انوکھے ہوتے ہیں۔ اپنا مکان نہ بن سکے مگر رقیبوں کا بھی گرا ہوا نظر آوے تو شادکامی ہوتی ہے۔

میں مناظرہ سے واپس آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ امرتسر میں مرزائیوں کی طرف سے خاص طور پر تبلیغ کی کوشش کی تجویز ہوئی ہے۔ بعد ورا گفتگو میں نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو میں انشاء اللہ تعالیٰ سب کام چھوڑ کر تردید مرزائیہ کا کام کرونگا۔ چنانچہ میں نے ایک مجلس وعظ میں عقائد مرزائیہ کی تردید کی اور مضمون "مرزائے قادیانی اور ختم نبوت" کو جو اخبار الفقیہ میں ایک سال کے قریب شایع ہوتا رہا اور نا تمام چھوڑ گیا تھا لکھنا شروع کیا اور ارادہ کیا کہ سارے مضمون کو بصورت ایک ضخیم کتاب کے شایع کروں گا۔

اڈیٹر صاحب الفقیہ نے میری نسبت لکھدیا کہ وہ امرتسر میں ہے اور تردید مرزائیہ میں مصروف ہو جسے شیر پنجاب ثانی کی تائید ہی نہیں ہوا بلکہ آپے سے باہر ہو گیا۔ ایک تو اس کے دل میں مرزائی مذہب کی حمایت مضمر ہے اس لئے بھی مجبور ہے کہ ان کی حمایت کرے دوسرا اسکو اخفا خیال کا دعوے ہے اس لئے بھلا کب گوارا کر سکتا ہے کہ تردید مرزائیہ کا کام کسی دوسرے کی طرف منسوب ہو۔

اخبار پیغام صلح کا یہ لکھنا بالکل صحیح ہے کہ امرتسر میں مرزائیوں کی زیادہ تعداد مولوی ثناء اللہ اور مولوی احمد اللہ کی بنائی ہوئی ہے اور ہمارا دعوٰے ہے کہ شیر پنجاب ثانی کے تمام مضامین جو رد مرزائیاں میں لکھے جاتے ہیں۔ در پردہ ان کی حمایت میں ہیں ہم اس راز کو کھولنے کا مصمم ارادہ رکھتے تھے مگر ہمیں بعض دوستوں نے مجبور کیا کہ اس سلسلہ کو بند کر دو۔ اس لئے ہم رک گئے۔ لیکن اگر اڈیٹر صاحب مرزائیوں کی درپردہ حمایت سے باز نہیں آنا چاہتے تو وہ مجھے اجازت دیں کہ میں بذریعہ اخبار اپنے دعوٰے کے اثبات میں دلائل پیش کروں۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ دنیا پر ظاہر ہو جائیگا۔

میں باوجود اسکے کہ ایک سال سے بیمار ہوں اور بیماری کا دورہ دس پندرہ یوم کے بعد ہو جاتا ہے اور سخت تکلیف ہوتی ہے پھر بھی خدا کے فضل و کرم سے فرقہ ضالہ کے رد میں مضامین لکھ رہا ہوں۔ درمیان میں مناظرہ بھی کر لیتا ہوں وعظ بھی کر لیتا ہوں میرے خیال میں رد وہابیہ در اصل سارے فرقہ ہائے جدیدہ

کا رد ہے کیونکہ ضلالت اور بطالت کی ابتدائی منزل وہابیت ہے اور یہی سبب ہے فرقہ نیچریت اور چکڑالویت کا چونکہ ازالہ مرض سے پہلے ازالہ سبب ضروری ہے اسلئے وہابیت کا ازالہ تمام فرقہ ہائے ضالہ کی ضلالت و بطالت کا ازالہ ہے۔

فاعتبروا و تدبروا۔ راقم خاکسار غلام احمد اخگر عفی عنہ

آرائے متعلقہ انڈیا ان دی بیلنس
توازن ہندوستان

کرنل سر چارلس ای ییٹس سی ایس آئی سی ایم جی ایم پی تحریر کرتے ہیں۔ میں آپ کے خط اور انڈیا ان دی بیلنس کی ایک جلد کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں نے اس کتاب کو نہایت دلچسپی سے پڑھا ہے۔ میں ہمیشہ سمرنا اور مشرقی تھریس کو ٹرکی کے حوالہ کرنے اور بلغاریہ کو بحیرہ ایجین کا راستہ دیئے جانے کا حامی رہا ہوں۔ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو یہ خواہش کرتے ہیں کہ ٹرکی سے پھر وہی دیرینہ تعلقات قائم ہو جائیں جو جنگ کے پیشتر تھے مجھے امید ہے کہ آپ مجھے لکھینگے کہ یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔

سر گیہم پاور کے سی ایم جی تحریر کرتے ہیں۔

میں نے آپ کی کتاب کو سرسری نظر سے دیکھا ہے۔ میں عنقریب ایک سمندر کے سفر پر جانے والا ہوں جس کے دوران میں اس کتاب کو غور سے پڑھونگا۔ اہل انگلستان کے سامنے اسلام کی تشریح کرنے میں آپ نہ صرف تمام ہی نوع انسان اور سلطنت کی خدمت کر رہے ہیں۔ بلکہ دنیا کے امن کیلئے یہ بہترین کوشش ہے۔

آپ اس جد و جہد سے عیسائیت کی خدمت بھی بجا لا رہے ہیں کیونکہ عیسائیت اور اسلام دونوں امن کے مذہب ہیں۔ اور امن صرف باہمی مفاہمت اور ہمدردی سے قایم ہو سکتا ہے۔ نسلی وجوہات کے سبب دشمنی رکھنا عیسائیت کے منافی ہے۔ یہ نہایت ضروری امر ہے۔ کہ ہر ایک قوم اور مذہب بغیر بیرونی مداخلت کے اپنے ہی طریق سے نجات حاصل کر لے۔ مثلاً خلافت کے مسئلہ میں عیسائیوں کا تحریر یا تقریر کے ذریعہ مداخلت کرنا نہایت ہی نامعقول فعل ہوگا۔ جیسے پاپائے روم اور کلیسا کے سوال میں مسلمانوں کا دخل دینا ایک عبث فعل ہے۔ خلافت کا مسئلہ صرف مسلمان ہی حل کر سکتے ہیں۔ تھریس اور ایشیائے کوچک پر یونانیوں کے حملہ اور فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنانے کی تجاویز سے مجھے سخت افسوس ہوا ہے۔ دو ہزار برس پہلے کے حالات کو پھر موجودہ زمانہ میں قائم کرنے کی کوشش کرنا ایک محال امر ہے۔ انصاف کے بغیر دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ ملکی فتوحات اور نسلی اقتدار قائم رکھنے کے لئے جنگ کرنا انصاف

سے بعید ہے۔

یونانیوں یا یہودیوں کو تھریس، ایشیائے کوچک یا فلسطین پر مسلط کر دینا آیندہ کے لئے آزاد اور انتقام کے جنگوں کا بیج بونا ہے۔ یہ امن کا راستہ نہیں اور عیسائیت اور اسلام دونوں کے خلاف ہے۔ اگر مذہب میں سچائی ہے تو جو قوم اس اصول، اخلاق، اور عدل کے خلاف عمل کریگی وہ ضرور عذاب الٰہی کی مورد ہوگی۔

آپکا مقصد انگلستان کو اس الزام سے نجات دلانا ہے۔ سچائی۔ انصاف اور حب الوطنی کی اس کوشش پر میں آپکو مبارکباد دیتا ہوں۔

سر۔ ایم۔ ما۔ اس۔ سی۔ آئی۔ ای۔ سی۔ ایس۔ آئی ایل ایل۔ ڈی۔ خواجہ کمال الدین صاحب کی یہ نئی تصنیف برطانیہ کے لئے ایک آگاہی ہے۔ اس میں ان خطرات کو ظاہر کیا ہے جو برطانیہ کو ان وعید کی خلاف ورزی سے پیدا ہوں گے۔ جو اسنے اپنی مسلمان رعایا سے ایک اثر سے وقت میں کی مصنف نے نہایت مستند طریق سے اسلام کے ان اصولوں کو بیان کیا ہے جو وہ دیگر مذاہب اور اقوام کی نسبت روا رکھتا ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کے طرز عمل پر خاص طور سے روشنی ڈالی گئی ہے ایک عیسائی سلطنت کے ساتھ انکی وفاداری کو ظاہر کیا ہے جسکی بنیادی طاقت کا دار و مدار اپنی رعایا کے درمیان جو مختلف مذاہب کے پیرو ہیں، انصاف اور مساوات قائم رکھنے پر ہے۔ یہ کتاب نہایت صاف الفاظ میں اور پر زور طریق سے ان وجوہات کو بیان کرتی ہے۔ جن کے سبب ہندوستان کے مسلمانوں کو برطانیہ کے انصاف اور غیر جانبداری پر بالکل اعتماد نہیں رہا اور انکے جذبات افروختہ ہو گئے ہیں۔ مسلمانوں نے سلطان المعظم کے خلاف برطانیہ کا ساتھ دے کر جس وفاداری کا ثبوت دیا وہ صرف برطانیہ کے ان وعدوں پر مبنی تھی جو مقامات مقدسہ کے احترام کے متعلق کئے گئے۔ جب روس سے خفیہ عہد نامہ کا انکشاف ہوا جسکی رو سے اسنے قسطنطنیہ پر قابض ہونا تھا۔ اور جس پوشیدہ ساز و باز کے بعد عہد نامہ سیورےز ہوا۔ اس سے مسلمانوں کے خطرات اور بھی بڑھ گئے ہیں۔

ان حالات میں صرف صلح کی دانشمندانہ پالیسی میں امید کی ایک جھلک باقی رہ گئی ہے۔ جس کے ذریعہ شاید پھر عیسائیت اور اسلام میں صلح قائم ہو جائے اور شاید مسلمان اور عیسائی دوبارہ ان مذاہب کو ایک ہی درخت کی دو شاخیں سمجھنے لگ جائیں۔ مصنف کی رائے میں اگر حکومت برطانیہ اپنا طریق عمل تبدیل کرے تو ناامیدی کی کوئی وجہ نہیں۔ نہ صرف عربوں اور ترکوں میں ہی اتحاد قائم ہونا چاہیئے۔ بلکہ مسلم اور غیر مسلم اقوام کے درمیان بھی مصالحت ہونی چاہیئے کیونکہ یہ اسلام کے عالمگیر اصولوں اور حضرت مسیح کی تعلیم کے عین مطابق ہے۔ اسوقت انگلستان کی پبلک میں زیونیزم کی (فلسطین کو یہودی قوم کا وطن بنانے) کی پولیٹیکل چال کے سبب بے چینی پیدا ہو رہی ہے۔ فلسطین کے حالات پر خواجہ کمال الدین صاحب کی رائے جو ذاتی تجربہ پر مبنی ہے۔ وہ ان فضول دلائل کو جو جنگ یورپ سے پہلے کے وعدوں پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں۔ باطل ثابت کرنے میں ضرور کامیاب ہوگی۔

یہودی عیسائیوں کے مقدس مقامات کا احترام نہیں کرتے۔ اسی طرح عیسائیوں کی نظر میں اسلام کے پاک مقامات کے لیئے کوئی عزت نہیں۔ صرف مسلمان ہی ان مقدس مقامات کی حفاظت کر سکتے ہیں کیونکہ اسلام کی عالمگیر تعلیم کے مطابق ان کے نزدیک عیسائیوں اور یہودیوں کے مقدس مقامات کی وہی عزت ہے جو اسلامی مقامات کی ہے۔

مسلمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان تینوں مذاہب کا بانی سمجھتے ہیں اسلئے ایک مسلمان کی نگاہ میں بیت المقدس کے تمام مقامات یکساں قابل عزت اور احترام ہیں۔

خلافت عثمانیہ کو تاریخی دلائل سے ثابت کیا ہے اور اس خیال کی تردید کی ہے کہ خلافت عرب کے ایک قبیلہ کے لیئے مخصوص ہو گئی ہے اسلام کی بنیاد ہی جمہوریت پر ہے۔ اور یہ عقیدہ اسلام کے اس اہم اصول کے بالکل خلاف ہے۔ قرآن کریم کے مطابق جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرے مسلم دنیا میں وہ ...... بلند مرتبہ کی اہلیت رکھ سکتا ہے۔

ہندوستان کی موجودہ حالت اور ٹرکی کے مستقبل کے متعلق انگلستان کی پالیسی پر جو بحث خواجہ کمال الدین صاحب نے اس تصنیف میں کی ہے وہ اسے نہایت ہی دلچسپ بنا دیتی ہے۔

مصنف نے ان معاملات پر وسعت نظری سے کام لیا ہے۔ اور اہل انگلستان کے انصاف اور دیانتداری کے جذبات سے اپیل کی ہے کہ وہ ہندوستان کے مسائل کو سمجھ کر انہیں حل کرنے کی کوشش کریں اور اس امر کے اظہار میں بھی تامل نہیں کیا کہ جو کچھ ہندوستان میں ہو رہا ہے اسکے بہت حصے کا علم بھی ہوم گورنمنٹ کو نہیں۔ اس کتاب میں ٹرکی اور خلافت کے متعلق انگلستان کی پالیسی کو بوضاحت بیان کیا ہے اور ظاہر کیا ہے کہ ٹرکی کو کمزور کرنے سے برطانیہ کسطرح طاقتور بن سکتا ہے۔ جبکہ گورنمنٹ برطانیہ کے ماتحت مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے اور وہ تمام اقوام کی نسبت مذہبی معاملات میں زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔

ٹرکی کے ساتھ فرانس اور اٹلی کے علیحدہ علیحدہ عہدنامے کر لینے سے ایک نئی حالت رونما ہو گئی اور ایم۔ پائنکیری۔ کی طرز عمل کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ٹرکی کے ساتھ کون برسرپیکار ہے۔ اور مسلمانوں کے مطالبات کی مخالفت پر کون اڑا ہوا ہے۔ اسکا جواب ہر ایک پر روشن ہے۔ مصنف ہوم گورنمنٹ کی بجائے مسٹر مانٹیگو اور لارڈ ریڈنگ کی پالیسی کے ساتھ اپنی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

النظر فی کتاب الصراط السوی فی احوال المہدی مؤلفہ سید محمد سبطین صاحب سرسوی شیعی۔

گذشتہ سے پیوستہ

اور وہ جماعت ظاہرین علے الحق - لایخافون لومۃ لائم - ولکن اللہ یدعون الی الخیر الخ - کے مصداق ایک وقت تک جب تک خدا کی مشیت اور ارادہ اسکا داعی ہو۔ کام کرتی رہتی ہے۔ اس لحاظ سے صدی چہاردہم میں ہمارے امام حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود ہو کر مبعوث ہوئے اور بلحاظ مفاسد زمانہ کہ دنیاء اسلام کو بھی خدا کی صفت متکلم سے ایمان اُٹھ گیا تھا۔ اور آدم ذات کی طرح انکا بھی یہ خیال ہو گیا تھا کہ تیرہ سو سال پیشتر خدا نے ایک شخص سے کلام کیا تھا پھر کلام نہیں کیا۔ گویا سمیع تو ہے مگر کلیم نہیں اور یہ بڑی بربادی والی بات دین اسلام کے لئے تھی کہ خدا کی کسی صفت کو نہ مانا جاوے یا اسکا تعطل کیا جاوے۔

پس منجملہ اور مفاسد عظمی کے یہ بھی ایک بڑا مفسدہ عظیم توحید الہی کے متعلق درپیش تھا جس کے لئے اس صدی کے مجدد اعظم کو ابناء اور الہام یا وحی اور پیشین گوئیوں سے ایک حظ وافر عطا ہوا الغرض یہ روحانی فرزند آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے اور اسکی جماعت شہداء اور صلحاء کی جماعت ہے جو الحمد للہ اپنے کام اشاعت دین اسلام میں معروف ہے۔ پس یہ لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہیں۔ تمام صحابہ کرام اور اہلبیت عظام اور تابعین اور تبع تابعین جو صدیق شہداء اور صلحاء گذرے ہیں سب اولاد رسول اللہ اور اہل بیت ہیں اور یہ بیت گاری اور اینٹوں کا نہیں - یہ گھر علم اور دین کا گھر ہے - اور اس کے لئے خدا امر کی ضرورت ہوتی ہے اور اسکے لئے نسلی تعلق کی ضرورت نہیں - دینی تعلق اور نسبت کی ضرورت ہے اسکو بارہ یا تیرہ میں منحصر اور چھوڑنا جہالت کی راہ ہے - قل لو کان البحر مداد الکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا - اصل میں جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے - اور بات وہی قائم ہو جاتی ہے جو اصل ہوتی ہے تشیع کی دروغ بافی انکی عدم استقلال سے اظہر من الشمس ہے پہلے قرار دیا کہ قریش میں امامت نہیں - بنی ہاشم والی شاخ اہل البیت ہے پھر اسپر قائم نہ رہے اور اولاد علی کرم اللہ وجہہ اور فاطمۃ الزہرا سے اسکو وابستہ کر دیا۔ پھر اسپر بھی قیام نکیا کہ اولاد حسن کو ترک کیا اور اولاد حسین میں اسکو جھوٹ سمجھا - پھر اول صرف پانچ کو مطابق حدیث کساء اہل البیت سمجھا پھر اس کی رسی دراز کر لی بغیر کسی سند کے کیونکہ اگر حدیث کساء پانچ کو معین کرتی ہے تو پھر کس دلیل سے اسکی رسی کو لمبا کر کے بارہ تک اسکو پہونچاتے ہیں - پھر سلمان کو اہل البیت کس طرح کہتے ہیں کیا وہ بھی کرنی پڑی میں داخل ہوئے تھے - ام سلمہ کو تو اجازت دخول کی نہ ملے مگر سلمان بغیر داخل ہوئے اہل البیت بن جاوے - پھر جعفر اور عقیل تو دنجو د بن جاویں - پھر جو اہلبیت کا محب ہو وہ بھی اہل البیت میں داخل ہو جاوے - پھر ادریس بن ادریس اہل البیت ہو جاوے پھر عمر بن یزید وغیرہ بھی اہل البیت ہو جاویں - پھر فمن تبعنی فانہ منی کے مطابق تمام شیعہ اہل البیت ہیں الغرض جو بات ہم نے کی وہی آخر انکو بھی تسلیم کرنی پڑی لیکن بعد از قبول رسوائی - پس صحیح امر یہی ہے کہ تمام امت صالحہ صدیق - شہید اور صالحین - اولاد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں - اور انہی سے مجددین رحمہم اللہ جو وارث النبی ہیں مبعوث ہوتے ہیں - جو الولد سر لابیہ کے مصداق روحانی ولد ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیں اور خلف صالح اپنے نائب کے سچے اور صحیح جانشین خادم دین اسلام ہیں اور حقیقی معنے کے انہی ہی اہل البیت میں جو بیت نبوۃ میں داخل ہو گئے ہیں -

السلام علی من اتبع الھدی خاکسار نذر علی پشاور

انجمن اتحاد مسلم راجپوتان پنجاب کا سالانہ جلسہ

انجمن اتحاد مسلم راجپوتان پنجاب امرتسر کی مجلس انتظامی نے فیصلہ کیا ہے کہ انجمن کا پہلا سالانہ جلسہ بمقام امرتسر ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۲ء میں دیوالی کے موقعہ پر منعقد کیا جائے۔ صدر کا فیصلہ - تاریخوں کا تعین اور دیگر ضروری امور کا اعلان بعد میں کیا جائیگا۔ لیکن جلسہ کا پروگرام مکمل کرنے کے لئے مجلس مذکور کی خواہش ہے - کہ درد مند اصحاب جو جلسہ میں اپنے خیالات کا اظہار یا کوئی تجویز پیش کرنا چاہتے ہوں وہ ۲۵ ستمبر سنہ ۲۲ء تک اپنی تقریر کے موضوع یا تجویز کے الفاظ سے مطلع فرمائیں۔

ایسے وقت میں جبکہ ہر قوم اپنی ترقی کے لئے کوشاں ہے اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ راجپوت احباب بکثرت شریک جلسہ ہو کر اس "قومی مجلس" کو رونق بخشیں کیونکہ اسوقت پسماندہ راجپوت قوم کی ترقی کا راز صرف مشترکہ مساعی پر منحصر ہے نیاز مند ڈاکٹر محمد نقال صاحب اسسٹنٹ سرجن سکرٹری انجمن اتحاد مسلم راجپوتان پنجاب

بیجا اتہام

بعض مولوی لوگ حضرت مرزا صاحب پر اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیاذاباللہ گالیاں دی ہیں ایک اشتہار کے ذریعے ایک احمدی صاحب نے ایسی غلط بیانیوں کی تکذیب کی ہے ہم اُس کے اشتہار میں سے چند سطور درج اخبار کرتے ہیں جو دلچسپی سے خالی نہ ہونگی ۔
حضرت مرزا صاحب رسالہ نور القرآن نمبر ۲ کے پہلے صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں ۔

"ہمارا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام پر نہایت نیک عقیدہ ہے اور ہم دل سے یقین رکھتے ہیں ۔ کہ وہ خدائے تعالےٰ کے سچے نبی اور اسکے پیارے تھے اور ہمارا اس بات پر ایمان ہے ۔ کہ وہ جیسا کہ قرآن شریف خبر دیتا ہے ۔ اپنی نجات کے لئے ہمارے سید و مولےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر دل و جان سے ایمان لائے تھے ۔ اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کی شریعت کے صدہا خادموں میں سے ایک مخلص خادم وہ بھی تھے ۔ پس ہم انکی حیثیت کے موافق ہر طرح انکا ادب ملحوظ رکھتے ہیں ۔ لیکن عیسائیوں نے جو ایک ایسا یسوع پیش کیا ہے ۔ جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور بجز اپنے نفس کے تمام اولین و آخرین کو لعنتی سمجھتا تھا یعنی ان بدکاریوں کا مرتکب سمجھتا تھا جن کی سزا لعنت ہے ایسے شخص کو ہم بھی رحمت الٰہی سے بے نصیب سمجھتے ہیں ۔ قرآن نے ہمیں ایسے گستاخ اور بد زبان یسوع کی خبر نہیں دی ۔ اس شخص کے چال چلن پر ہمیں نہایت حیرت ہے جس نے خدا پر مرنا جائز رکھا اور آپ خدائی کا دعویٰ کیا ۔ اور ایسے پاکوں کو جو ہزار درجہ اس سے بہتر تھے گالیاں دیں ۔ سو ہم نے اپنے کلام میں ہر جگہ عیسائیوں کا فرضی یسوع مراد لیا ہے ۔ اور خدائے تعالےٰ کا ایک عاجز بندہ عیسیٰ ابن مریم جو نبی تھا جسکا ذکر قرآن شریف میں ہے وہ ہمارے درشت مخاطبات میں ہرگز مراد نہیں ۔"
خاکسار غلام احمد ۲۰ دسمبر ۱۸۹۵ء

کالی پگڑی والا مسلمان پٹ گیا

شرومنی گوردوارہ کمیٹی کا ایک اعلان مظہر ہے کہ گوروکا باغ کے گرد و نواح کے علاقہ میں ایک دستہ گشت لگا کر لوگوں کو خوف زدہ کر رہا ہے ۔ کالی پگڑی باندھنے والا گالیوں و مار پیٹ سے کسی صورت میں بھی نہیں بچ سکتا ۔ راجہ سانسی کا ایک مسلمان ماشکی بدقسمتی سے کالی پگڑی سر پر باندھے ہوئے تھا انکو خوب پیٹا گیا ۔ جن اشخاص پر یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ وہ گوروکے لنگر کے لئے راشن مہیا کرتے ہیں یا بار برداری کے کام میں سکھوں کا ہاتھ بٹاتے ہیں ۔ ان کو عبرت انگیز سزائیں دی جاتی ہیں ۔ ایک غریب براہمن جگادت نامی کو بھی اسی بنا پر پیٹا گیا ۔ (لائل گزٹ)

اہل چین کے اقوال

(۱) جو شخص کسی پر اعتماد نہیں کرتا ۔ اس پر بھی کوئی اعتماد نہیں کریگا ۔
(۲) جس ملک میں عالی شان شاہی محل اور بڑی بڑی سرکاری عمارتیں ہوں گی وہاں کھیت ویران ہوں گے ۔ اور غلہ کے خرمن خالی ۔
(۳) فاتح اعظم وہ شخص ہے جو دشمن کو بغیر مارے مغلوب کرے ۔
(۴) سنگ مرمر کی سختی و برودت اس لئے نہیں ہے کہ وہ چمکیلا ہوتا ہے ۔
(۵) جب تک تم تھوڑا سرمایہ خرچ نہ کروگے ۔ بڑے سرمایہ کے مالک نہیں ہو سکتے ۔ (نگار)

کار خیر

کار خیر کے فوائد دینی و دنیوی سے کسی کو انکار نہیں ۔ لیکن اسپر بھی ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بنی نوع انسان کی ایک بڑی تعداد دوسرے مشاغل کی طرف معروف ہے ۔ انسانوں کی زندگی کا ایک معتدبہ حصہ حصول دولت کی سعی پیہم یا جستجوئے عزت کی کوشش مسلسل کے نذر ہو جاتا ہے ۔ بہت سے لوگ اپنی مختصر زندگی مواقع ترقی کی تلاش میں برباد کر دیتے ہیں ۔ بیوقوف انسانوں کی ایک کثیر تعداد کھوئے ہوئے مواقع کا ماتم کیا کرتی ہے ۔ اگر غور سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ بہتیرے لوگ دنیائے عمل میں بھی رسم و رواج ماضی کی کورانہ تقلید کر رہے ہیں اور اسلاف کے چلے ہوئے رستہ پر اندھوں کی طرح چلے جا رہے ہیں ۔ بہت سے لوگ ایسے بھی نظر آتے ہیں جو کاہل اور بیکار رہتے ہیں ۔ اور حیات گرانمایہ کو خیالی پلاؤ پکانے میں گنوا دیتے ہیں اور یہ تمام اصحاب دنیا والوں کی مصیبت اور تکلیف اور بے مائیگی اور درد و غم اور رنج و الم کھلی آنکھوں دیکھتے ہیں اور کچھ نہیں کرتے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی دنیا ایک نئی اور نرالی دنیا ہے ۔ جہاں کسی قسم کی پابندی اور ذمہ داری نہیں ۔
بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اگر انکو کار خیر کی ترغیب دی جاوے ۔ اور ضرورت دکھلائی جائے تو بول اٹھیں گے کہ ہاں ہاں یہ سب کام تو کرنے کے ہیں اور اس میں بہت سے دینی و دنیوی فوائد ہیں ۔ لیکن پریشانی اس امر کی ہے کہ کام کیونکر شروع کیا جاوے ۔ اور کونسا نقطہ عمل انتخاب کیا جائے ۔ میں ان کو یہ کہوں گا کہ کیا بنی نوع انسان کے ہزاروں کاموں

ہیں ہے کوئی کام بھی ایسا نہیں جسے آپ کر سکیں۔ کیا آپ کی زندگی اور آپ کی حالت اور آپ کی حیثیت اور آپ کی قابلیت اور آپ کی جرأت اس لائق نہیں کہ رفاہ عام کا کوئی کام آپ کریں فلاح و بہبودی بنی نوع انسان کا کوئی ہلکے سے ہلکا جو آپ کے پیش نظر ہو آپ فوراً شروع کر دیں اسکے بارہ میں پڑھیں جستجو کریں، سوچیں، غور کریں، مشورہ لیں اور دیکھیں کہ کس آسانی سے وہ پورا ہو جاتا ہے۔ اور ایک کار خیر کے طفیل میں کتنے کار خیر آپ ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے ہو جانے سے کیسے کیسے آسان ذرائع آپ سے آپ نکل آتے ہیں۔

بعض لوگ ایسے ہیں کہ کار خیر کے گوناگوں فوائد پر گھنٹوں تقریر کر سکتے ہیں۔ لیکن کچھ کرتے نہیں وجہ یہ ہے کہ اس کی لذت سے وہ نا آشنا ہیں۔ انہیں چاہیے کہ اس بادۂ سرور بخش کو منہ لگائیں۔ اور دیکھیں کہ پھر ان سے اسکا چھوڑنا ممکن ہے کہ نہیں۔ عشق پر تقریر کرنے والا اور محبت پر تحریر لکھنے والا انسان ذائقہ عشق و محبت سے بے بہرہ دیکھا گیا ہے۔ بادۂ کوثر کی سنی سنائی خوبی بیان کرنے والا واعظ بھی محبت اس کی جان فزا اور ایمان پرور لذت سے آگاہ نہیں۔ بعض لوگوں کے دلوں پر مصائب بنی نوع انسان کا مشاہدہ بہت اثر کرتا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ کچھ کریں مگر کرتے نہیں اس لئے کہ ان کو اپنی ذاتی کوشش کی کامیابی کی امید نہیں ہوتی۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے لئے اس درد کا درمان نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنا دل مسوس مسوس کر تکالیف خلائق کو دیکھتے رہتے ہیں۔ اور یہ امید کرتے رہتے ہیں کہ پردۂ غیب سے کبھی نہ کبھی کچھ نہ کچھ اسکا علاج ہو ہی رہے گا۔ لیکن میرے خیال میں یہ پست ہمتی کی ایک بین علامت ہے۔ اور خدا کی دی ہوئی قوتوں اور صلاحیتوں کی صرف کے بے قدری نتیجۂ عمل نیک و کار خیر کے سوچنے کا حق ہمیں حاصل نہیں۔ کوشش ہمیں کرنا چاہیے۔ میری کوششوں کو کامیاب بنانا خدا کا کام ہے۔

وہ لوگ جو دنیا میں بڑے ہوشیار اور دور اندیش کہلاتے ہیں۔ اکثر یہ پوچھ بیٹھتے ہیں۔ کہ رفاہ عام کے کام میں کیا وقت صرف نہیں ہوتا۔ کیا محنت کرنی نہیں پڑتی۔ اور اپنی روزی کمانے کے دھندے میں رکاوٹ نہیں آتی۔ کیا اپنے کو اور اپنے بال بچوں کو برباد کر کے دوسروں کا گھر بنانے کی کوشش کیا کریں۔ میں ان لوگوں کو یہ جواب دونگا۔ کہ آپ ہرگز اپنے کو تباہ کر کے دوسروں کو نہ بنائیں۔ لیکن مہربانی فرما کر اپنی زندگی کے ان اوقات میں سے جن میں آپ خیالی پلاؤ پکاتے ہیں۔ احباب کی صحبت میں غیر ضروری تراحت اٹھانے میں دوسروں کے بارہ میں رائے زنی کرنے میں اور اپنی حکایتیں سنانے میں صرف کرتے ہیں۔ تھوڑا سا حصہ اپنے بھائیوں کی خدمت کے لیے وقف کر دیں۔

صرف حصول معاش اور طلب عافیت ہی زندگی کا مقصد نہیں ہے۔ حصول معاش ایک فرض ہے لیکن اتنا ہی ضروری خدمت بنی نوع انسان بھی ہے، اس لئے اپنی زندگی کا کچھ حصہ سعی فلاح خلائق میں صرف کرنا فرض ہے۔

اور ہم لوگوں کے لیے صرف اتنا کہہ دینا کہ خدمت خلق کے لئے ہم آمادہ ہیں۔ اور اس معاملہ سے ہمیں خاص دلچسپی ہے۔ کافی نہیں ہے بلکہ اپنے نفع ذاتی کو فائدہ خلائق کے لئے قربان کر کے خلق اللہ کی راحت رسانی و نفع بخشی کے لئے سرگرمی سے کوشش کرنا چاہئے۔ پر اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور عبادت فرض ہے ؎

عبادت بجز خدمت خلق نیست ؛ بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

(شباب اردو)

ترکوں کے ساتھ صلح کا کیا اچھا موقع ہے؟

اخبار ٹائمز لنڈن کے نامہ نگار مقیم قسطنطنیہ نے اپنے حالیہ مراسلہ میں لکھا تھا کہ مشرق قریبہ میں جنگ جتنے عرصہ تک قائم رہے گی۔ اسی قدر خطرات بڑھتے جائیں گے۔ یہی مضمون ہے جسے ہم اپنے ناظرین کے ذہن نشین کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مسٹر لائیڈ جارج کی کرزن آمیز پالیسی یونان کے لئے مہلک ثابت ہوئی۔ اور ایشیائے کوچک میں یونانی فوجوں پر ضرب لگی اور کمالی فوجوں نے ان کو محاذ جنگ سے ان کی آن میں ہٹا دیا۔ یونانی جنگی محاذ خستہ اور تھکے ہوئے یونانی سپاہیوں کی ایک پتلی لائن تھی اور یہاں کے محفوظ سپاہیوں کو قسطنطنیہ پر حملہ کی دھمکی دینے کے لئے تھریس بھیجا گیا تھا اور یقین کیا جاتا ہے کہ یونانی سمرنا کی مدافعت اچھی طرح کر سکتے ہیں یہ رائے متحدین کے ان ایجنٹوں کی ہے جو مقام واردات پر موجود ہیں۔ لیکن ہم اعتماد کے ساتھ موجودہ فوجی تباہی کی بالکل فوجی وجہ قرار نہیں دیتے۔

توقع ہے کہ ان تلخ تجربات سے مسٹر لائیڈ جارج اور برطانوی محکمہ خارجہ کو فیاضی کے ساتھ فوری تصفیہ کی ضرورت کا سبق ملا ہو گا۔ ایشیائے کوچک میں یونانی اثر جمانے کے متعلق کسی قسم کے خیال کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دینا چاہیے ایشیائے کوچک میں یونانی ایجنسی کے ذریعہ عیسائی اشخاص کی حفاظت کے ہر خیال کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دینا چاہیے۔ مشرق قریبہ میں صلح صرف ایک بات سے ہو سکتی ہے کہ ترکی کو اس کے تمام علاقے واپس کر دیئے جائیں لائیڈ جارجی پالیسی نے اس مسئلہ کو ناممکن اور پر پیچ بنا دیا ہے۔

۲۔ ماہ پیشتر کمالی جس کو شکریہ اور اطمینان کے ساتھ قبول کر سکتے تھے آج وہ اسکو نفرت سے مسترد کر دیں۔ اس دل بڑھانے والی فتح کے سبب قدرتی طور پر کمالیوں کے مطالبات اونچے ہوں گے اب ان پیچیدگیوں سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ فیاضی کے ساتھ تصفیہ کر لیا جائے اور اس فیصلہ کی بنیادی شرائط یہ ہیں جن کو گورنمنٹ آف انڈیا نے اپنے مشہور تار میں پیش کیا تھا یعنے ایشیائے کوچک کا مکمل تخلیہ کر دیا جائے۔ مشرقی تھریس اور ایڈریانوپل ترکوں کو واپس دے دیئے جائیں اور قسطنطنیہ خالی کر دیا جائے۔ قسطنطنیہ سے واپسی کے بعد آبنائے کی حفاظت ترکی گورنمنٹ

کے ذمہ کی جائے ترکی آبنائے کو بند کرنا نہیں چاہیں گے۔ اور نہ اس کے بند کرنے کی اسکو جرأت ہو سکے گی۔ بحر اسود کی حکومتوں کو بہت جلد معلوم ہوگا کہ اگر ترکوں نے ایسا کیا تو پھر کبھی ان کو ایسا کرنے کا موقع نہ دیا جائے گا۔

ہم کو اعتماد ہے کہ قومیت پسندوں کے ساتھ فیاضی کے ساتھ ابھی صلح ممکن ہے لیکن فیصلہ میں جس قدر تعویق ہو گی۔ اسی قدر اس کی قیمت میں اضافہ ہوتا جائیگا۔ ہم کو معلوم ہے کہ کمالیوں کی اصلی غرض منصفانہ صلح ہے۔ اور جب تک کہ حالت میں عظیم تبدیلی نہ ہو۔ ممکن ہے کہ کمالیوں کو مسلح فوج کے ذریعہ قسطنطنیہ سے دور کیا جاسکے نہ تو فرانس اور نہ اٹلی اس تحریک میں شریک ہونگے۔ اور اس کا تمام بوجھ برطانیہ عظمیٰ پر پڑے گا۔ ہر چیز مسٹر لائیڈ جارج اور لارڈ کرزن کے قریب الفہم ہے۔ لیکن یہ بعید الفہم ہے یہ خیال کہ کمالیوں کو ایشیا کی ساحل ہی روک رکھا جائے گا۔ کیا کوئی سمجھ دار آدمی اسکو باور کرسکتا ہے اور یہ یقین کرسکتا ہے کہ وہ وہاں خاموش و معطل نہ بیٹھیں گے۔ ہم واقف ہیں کہ کمالیوں کی خواہش قدیم ترکی کے ان سابقہ صوبوں مثلاً عراق۔ یمن وغیرہ پر حکمران ہونے کی ذمہ واری لینا نہیں ہے۔ لیکن وہ بھی ہماری طرح انسان ہیں اور اگر انہیں پیچھے دھکیل دیا گیا تو وہ ان مقامات کو ہمارے خلاف کام میں لاکر برطانیہ کے لئے تکلیف کا باعث ہوں گے چرچل کے منصوبہ کے تحت فلسطین میں ہماری پوزیشن خطرہ میں ہے ہم اس پالیسی پر عمل کر رہے ہیں جس سے یہ اشخاص نفرت و حقارت کا اظہار کرتے ہیں اور کفایت شعاری کی غرض سے ہم نے اپنی فوجوں میں بنہایت درجہ تک تخفیف کر دی ہے۔

عراق میں ہماری پوزیشن اس سے زیادہ خطرہ میں ہے ہم ایک وسیع علاقہ پر ایک چھوٹی سی ہوائی فوج کے ساتھ قبضہ رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور اسی پالیسی پر عمل پیرا ہیں جس کے دشمن بہت اور دوست تھوڑے ہیں۔ عراق کی خبریں خطرناک ہیں قبل ازیں بے قاعدہ ترکوں کے حملوں کے سبب سے قابل لحاظ نقصان اٹھانا پڑا تھا اور اب ہوائی دستہ کے ذریعہ سے سرکاری افسروں اور ان کے بیوی بچوں کو منتقل کیا گیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ برٹش گورنمنٹ عراق میں بہت وزن اور جوکھیل رہی ہے عراق میں برطانیہ نے ہر چیز کو ایسے طریق حکومت کے لئے خطرہ میں ڈالا ہے جسکی کوئی حاجت نہیں ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہوگی کہ اگر ہم وہاں سے بغیر فوجی معرکہ آرائی اور نقصان کے واپس آجائیں ہر شخص جس کو سلطنت برطانیہ کے مفاد سے دلچسپی ہے۔ بلا اندیشہ اس بات کا مطالبہ کرے گا کہ ہم ایسے علاقہ سے واپس آجائیں جہاں فائدہ کچھ نہیں اور ناقابل برداشت ذمہ واریاں بے شمار ہیں۔

مشرق قریبہ اور مشرق وسطیٰ دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔ ترکی کے اندرونی علاقہ میں صلح کے بغیر مشرق وسطیٰ میں ہرگز صلح نہیں ہو سکتی کمالیوں کے ساتھ صلح کا ابھی موقع باقی ہے اور کمالیوں کی شجاعت کا جذبہ اسنہ ہیدا ہو لیتے۔ اگر ہم نے اس موقعہ کو کھو دیا تو پھر ہمارے سامنے مشرق وسطے کی نازک اور خطرناک حالت ہوگی۔ جو بہت بڑی فکر و تردد کا باعث ہوگی

(ٹائمز آف لنڈن)

برطانوی علاقوں سے مزید فوج کی طلبی اور ترکوں کے مقابلہ کے لئے بحری بیڑے کی تیاریاں

لنڈن ۱۶ دسمبر ۱۹۲۲ء) حکومت برطانیہ نے آسٹریلیا۔ نیوزی لینڈ۔ کینیڈا اور جنوبی افریقہ وغیرہ برطانوی ڈومینیوں سے اپیل کی ہے کہ آبناؤں کی حفاظت کیلئے مدد دیں۔

(لنڈن ۱۶ دسمبر) اعلان کیا گیا ہے کہ قسطنطنیہ کی حفاظت کے لئے حکومت برطانیہ مزید فوج روانہ کر رہی ہے اور ان سے رومانیا۔ یوگوسلاویا اور یونان سے درخواست کی ہے کہ غیر جانبدار علاقہ کی حفاظت میں مدد دیں اور اس نے ڈومینیوں سے بھی التجا کی ہے کہ جن مفاد کی حفاظت کیلئے وہ قربانیاں کر چکے ہیں اور اس سرزمین کی حفاظت کے لئے جسے برطانوی سپاہ کی قبریں تقدس بخش رہی ہیں امدادی فوج روانہ کریں۔

گورو کے باغ میں باز کا ظہور

کیا یہ باز ہے یا بگلا

سول اینڈ ملٹری گزٹ لکھتا ہے کہ کچھ دنوں سے یہ خبر عام طور پر مشہور رہی ہے کہ ایک باز جس کے پروں کی رنگت سفید اور سنہری ہے۔ دربار صاحب پر اور گورو کے باغ کی طرف جانے والے اکالی جتھوں پر اڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ خیال کیا گیا ہے کہ یہ گورو گوبند سنگھ صاحب کا باز ہے جو اکالیوں کو ان کی موجودہ جدوجہد میں صلہ دینے کے لئے نمودار ہوا ہے۔ پروفیسر روچی رام نے بھی اس کہانی کی تصدیق کی ہے اور لکھا ہے۔ کہ میں نے خود اس باز کو دیکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر روچی رام نیچرل ہسٹری کے ماہر نہیں ہیں۔ ورنہ وہ فوراً سمجھ لیتے کہ جسے وہ باز سمجھتے ہیں وہ معمولی قسم کا بگلا ہے جو اس لئے دربار صاحب کے تالاب میں آتا ہے کہ تالاب کی صفائی کی وجہ سے اسکو مچھلیاں ڈھونڈنے میں آسانی ہوتی ہے۔ پربندھک کمیٹی کو چاہئیے کہ پروفیسر روچی رام سے کہے وہ نیچرل ہسٹری کے متعلق کسی مستند استاد کی کتابیں پڑھیں تاکہ وہ اس قسم کی حکایات سے اپنے رفیق ہمدردوں کی ہنسی اڑانے کا موجب نہ بنیں۔

تازہ خبریں

غازی انور پاشا زندہ و سلامت ہیں

ترکی اخبارات نے غازی انور پاشا کی خبر شہادت کو نہایت احتیاط سے درج کیا ہے اور ان میں سے اکثر اس خبر کی تردید کر رہے ہیں۔ ان سب اخبارات میں اول درجہ "ایلری" کا ہے کیونکہ اس نے اپنے موثوق ذرائع کی بناء پر یہ خبر نہایت تاکید سے شائع کی ہے کہ غازی انور پاشا کی خبر شہادت جھوٹی ہے اور وہ ماسکو سے شائع ہوئی ہے۔

(اللواء ۔ المصری ۳۱ ۔ اگست)

تازہ ترین عام ترکی اخبارات اس پر متفق ہیں۔ کہ غازی انور پاشا زندہ و سلامت ہیں۔ اور بخارا میں مصروف جہاد ہیں۔ اخبار توحید افکار نے پیرس کا ایک تار شائع کیا ہے۔ کہ جس دن غازی انور پاشا کی شہادت کی خبر شائع ہوئے اُس دن وہ بخارا کے متعلق بعض مسائل کے تصفیہ کے لئے ایک کانفرنس کی صدارت فرما رہے تھے اور اخبار "ایلری" کو نامہ نگار خصوصی مقیم انگورہ سے تار موصول ہوا ہے کہ انگورہ کے سرکاری محاکم غازی موصوف کی خبر شہادت کی تصدیق نہیں پہنچی۔ اور نہ صرف اسکی تصدیق کے آثار پائے جاتے ہیں۔ بلکہ ترکی اخبارات کی تائید میں ایک یہ امر بھی ہے۔ کہ غازی انور پاشا کی حرم محترم سلطانہ نجنیہ کے پرائیویٹ سکرٹری کو تار موصول ہوئے ہیں جو ان شائع شدہ خبروں کی تکذیب کرتے ہیں۔ (اللواء المصری ۴ ستمبر)

قسطنطنیہ پر قبضہ رکھنا نادانی ہے

عالم اسلام کا اتحاد

لنڈن ۱۵ ستمبر ۱۹۲۲ء اخبار ڈیلی میل کے قائم مقام کے دوران گفتگو میں جنرل ٹاونشنڈ نے یہ کہا کہ قسطنطنیہ پر قبضہ جاری رکھنا حماقت ہے۔ جنگی چالوں کے نقطہ نگاہ سے سخت غلطی ہے۔ سیاسی زاویہ نظر سے فاش غلطی ہے جو قوم پرست ترکوں پر جنہوں نے فوراً ہتھیار سنبھالے

روشن ہوگئی۔ باوجود اسکے کہ درہ دانیال ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اور سلطان کے محل سے ۶ سو گز کے فاصلہ پر ایک زبردست بیڑا موجود ہے صرف ایک کارپورل خشکی پر قدم رکھ سکا۔ ہم جس قدر جلد اسے خالی کریں۔ اسی قدر ہمارے لئے بہتر ہے۔

گورنمنٹ کو میرے ۱۹۱۸ء کے مشورہ کو مسترد کرنے پر پچھتانا چاہیئے۔ جبکہ یہ عراق کے متعلق فیصلہ کے لئے غور و فکر کر رہی تھی گورنمنٹ نہیں سمجھتی کہ تمام دنیائے اسلام مراکش سے چین تک اور ترکستان سے کانگو تک متحد ہو رہی ہے۔

ہماری گورنمنٹ نے ماہر کے طور پر اس آدمی کو منتخب کیا ہے جو محض دفتر کے معاملہ میں ماہر ہے۔ جب ہم فرانسیسی شمالی افریقہ کو سلطنت ہند سے مقابلہ کرتے ہیں۔ تو اس کا نتیجہ واضح ہو جاتا ہے۔

ساٹھ ہزار یونانی فوج ترکوں کے قبضہ میں

قسطنطنیہ سے عیسائیوں کا فرار

لنڈن ۲۱ ستمبر۔ قسطنطنیہ کا ایک پیغام مظہر ہے کہ ترکی فوج کرائیشیا ریں غیر جانبدار علاقہ کی سرحد پر جمع ہو رہی ہے۔ اور اسے مزید تقویت دی جا رہی ہے۔ سمرنا سے ایک زبردست ترکی دستے نے بالکل سرائے پر قبضہ کر لیا ہے جو بروصہ سے ۵۷ میل کے فاصلہ پر ہے۔ تین ڈویژن ترکی فوج پندرمہ کے قریب پڑی ہے۔

قسطنطنیہ سے دہشت زدہ عیسائی آبادی نے راہ فرار اختیار کر لی ہے۔

انگورہ کا ایک پیغام مظہر ہے۔ کہ ساٹھ ہزار یونانی ترکوں کے ہاتھ میں گرفتار ہیں۔

ایک اور ترکی شہر جلا دیا گیا

پیرس ۲۰ ستمبر۔ وزارت بحریہ میں جو اطلاع موصول ہوئی ہے اس سے معلوم ہوا ہے کہ شہر پندرمہ معہ ریلوے سٹیشن اور ٹرکی بینک آتشزدگی سے تباہ ہو گیا ہے۔ بہت سے غیر مصافی ہلاک ہوئے ہیں۔

فرانسیسی فوجیں ترکوں کے خلاف نہیں لڑینگی

پیرس ۲۰ ستمبر ترجمہ کے مالی کمیشن کے صدر کو جواب دیتے ہوئے موسیو پوئنکارے وزیر اعظم نے بیان کیا کہ مشرق ادنیٰ میں اس وقت جو فرانسیسی سپاہ موجود ہے وہ کسی حالت میں بھی تلوار نہیں اٹھائے گی۔

الصلح خیر

اخبار پیغامِ صلح لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۳۸

جلد ۱۰ — نمبر ۴۰

ایڈیٹر محمد عبدی ظہور احمد بی اے

بلدۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۲ صفر المظفر سنہ ۱۳۴۰ ہجری مطابق ۴ اکتوبر سنہ ۱۹۲۲ عیسوی

فہرست مضامین

حضرت امیر ۱۳ اکتوبر جمعرات کو شام کے ۵ بجے کے قریب لاہور پہنچ جائیں گے

حضرت مولنا محمد احسن صاحب

فرماتے ہیں

آج اخبار الفضل ۲۳ مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۲۲ء سنا۔ جسکے صفحہ ۱۲ پر خاکسار کی نسبت میاں عبد السمیع صاحب نے کچھ لکھوا کر طبع کرایا ہے۔ چونکہ اس سے غلط فہمی ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے اصل گفتگو جو کاپی میں بھی لکھی ہوئی ہے۔ روانہ کرتا ہوں۔ آپ اسکو اول اشاعت میں طبع فرماویں۔

سوال۔ اگر کہا جاوے کہ تم میرزا صاحب کی نسبت مانتے ہو کہ آپنے اخبار عن الغیب بہت سی کی ہیں اور یہی معنی نبوت کے ہیں۔ تو میرزا صاحب کو نبی کہنا کیوں جائز نہیں۔ کیونکہ لفظ نبی اسم فاعل ہے۔ یا صفت مشبہ ہے۔ اور جس میں کثرت سے علم موجود ہو اسکو عالم کہیں گے یا معروبیت

موجود نہ ہو تو مضروب کہیں گے کیا وجہ کہ میرزا صاحب میں جبکہ نبوت موجود ہے تو نبی نہ کہا جاوے۔ اور اس کی کیا وجہ موجہ ہے۔ اور وہ احادیث جو رسالہ خاتم النبیین صلعم میں لکھی گئی ہیں۔ وہ اس قاعدہ کے خلاف ہیں۔

الجواب

واضح ہو کہ التباس سے ہر ایک علم میں پرہیز کیا جاتا ہے۔ صرف نحو علم معانی بیان اور بدیع وغیرہ کی کتابوں کو دیکھو۔ اسی لئے حضرت میرزا صاحب نے اس التباس سے پرہیز فرما کر اپنی کتابوں میں تحریر فرما دیا ہے۔ کہ مجھ کو عام بول چال اور محاورات میں نبی مت کہو کیونکہ اس سے آنحضرت صلعم کی ہتک لازم آتی ہے (اور ہتک کا خیال فریقین جانتے ہیں کہ ہتک کرنا آنحضرت صلعم کا کیا ہے۔ نعوذ باللہ) قرآن مجید کو دیکھو اور ایک سورہ فاتحہ ہی کو دیکھو کہ اللہ تعالےٰ کی صفت اس میں رب العالمین ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم کی نسبت خاتم النبیین یا رحمۃ اللعالمین ہے۔ مگر عرب میں مطلق الرّب کا استعمال جائز نہیں رکھا گیا۔ (قاموس) وہی وجہ کہ التباس لازم آتا ہے۔ حالانکہ ماں اور باپ بھی اور دیگر اقارب میں بھی صفت ربوبیت موجود ہے۔ کہ وہ اپنی اولاد وغیرہ کی ربوبیت کرتے ہیں۔ مگر ان کو مطلق الرّب کہنا جائز نہیں یا جو صفت رحم ان میں ایسی موجود ہے کہ ان کی برابر کون رحم کر سکتا ہے۔ ہر ایک شئے میں ذرۃً فرداً اللہ تعالےٰ کی ہستی معلوم ہوتی ہے۔ تو صفت ما یعلم بہ جب سے کہ خدا کی ہستی معلوم ہو موجود ہے۔ لیکن ہر ایک شئے کو فرداً فرداً عالم نہیں کہہ سکتے یہ کثرت اس کے نظائر عرب میں موجود ہیں۔ اور ہم مانتے ہیں کہ میرزا صاحب میں اخبار عن اللہ موجود تھے۔ لیکن آپ کو نبی کہنا مطلق محاورات میں اور عام گفتگو میں درست و جائز نہیں۔ کیونکہ اس سے التباس لازم آتا ہے۔ جس سے ہتک آنحضرت صلعم خاتم النبیین کی لازم آتی ہے۔ جو جائز نہیں واللازم باطل فالملزوم مثلہ اور ہمارا یہ بھی یقین ہے کہ جیسا حضرت نے اپنے آپکو ظل نبوت محمدیہ تحریر فرمایا ہے۔ لیکن ظل کو اصل الفاظ کے ساتھ استعمال کرنا درست و جائز نہیں۔ کیونکہ التباس ہوتا ہے اور اس سے ہتک خاتم النبیین صلعم ہوتی ہے اور یہ باطل ہے۔

(۲) اور اس فقرہ یعنی (اور اقرار کیا ہے کہ لاہور سے قادیان دین کا کام بہت ہو رہا ہے) بھی محرف ہے۔ بلکہ اصل یہ ہے۔ کہ قادیان میں بلحاظ لاہور کے جماعت کی کثرت ہے۔ اور آمدنی کی بھی کثرت ہے۔ اور بہ سبب کثرت جماعت کے مساجد میں نمازیوں کی زیادہ کثرت ہوتی ہے۔

چونکہ میاں عبدالسمیع صاحب اہل علم نہیں ہیں اس لئے یہ انہوں نے محرف کر کر طبع کرا دیا اور نہ مجھ کو وہ دکھلایا اور نہ ہی دستخط کرائے۔ والسلام

(از لاہور محلہ شاہ علی سرائے) ۲۵/۶/۲۵

ردّ تکفیر اہل قبلہ

حضرت امیر کا اخباروں میں یہ اعلان پڑھ کر کہ جو احمدی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے وابستہ ہیں۔ وہ غیر احمدیوں کو کافر نہیں کہتے بخلاف میاں محمود احمد صاحب قادیانی اور ان کے اتباع کے کہ وہ تمام غیر احمدیوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں۔ کتاب **ردّ تکفیر اہل قبلہ** کے لئے بہت سی درخواستیں آ رہی ہیں۔ لہذا عام طور پر اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ اس کتاب کا پہلا اور دوسرا ایڈیشن عرصہ سے ختم ہو چکے ہیں۔ اب حضرت امیر نے کسی قدر کمی بیشی کے ساتھ طبع ثالث کا حکم دیا ہے۔ اور اکثر حصہ اس کا پریس میں جا چکا ہے صرف تھوڑے سے اوراق چھپنے باقی ہیں۔ امید ہے کہ انشاء اللہ تعالےٰ آٹھ دس دن تک یہ کتاب تقسیم کے واسطے تیار ہو جاوے گی۔ اپنے احباب میں سے بھی جو صاحب مناسب جگہ تقسیم کرنا چاہیں۔ وہ دفتر ہذا میں صرف محصول ڈاک بھیجکر جسقدر کاپیاں ضرورت ہو منگوا سکتے ہیں۔

المشتہر

عزیز بخش جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن

اشاعت اسلام لاہور

اعلان

سابقہ اعلان دربارہ آبادی احمدیہ بستی میں یہ تحریر کیا گیا تھا کہ احباب کے جو زمین لیں ایک سال کے اندر اندر مکان بنا لینا ضروری ہوگا اس کے متعلق بعض احباب کی رائے ہے۔ کہ مکان بنانے کی میعاد میں توسیع ہونی چاہئے۔ چونکہ اصل غرض بستی کی یہ ہے۔ کہ اس میں اپنے دوست آباد ہوں۔ اور جسقدر جلد ممکن ہو بستی آباد ہو جائے۔ اگر بھائی زمین خرید کر خالی چھوڑ دیں تو پھر اصل غرض مفقود ہو جاتی ہے۔ (اس لئے مجلس منتظمہ بستی احمدیہ سابقہ اعلان میں اسقدر ترمیم منظور کر لی ہے کہ اہا ایک سال کی میعاد پر سختی سے عملدرآمد نہیں ہوگا۔ بلکہ اگر کوئی بھائی کسی وجہ سے ایک سال کے اندر مکان تعمیر نہ کر سکیں تو آپ کو اجازت ہوگی کہ وہ دوسرے سال کے آخر تک مکان تعمیر کریں۔ یا کم سے کم دوسرے سال مکان کی تعمیر شروع کر دیں

سید محمد حسین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۱۰ | مورخہ ۱۲ صفر المظفر ۱۳۴۱ھ | نمبر ۴۹

شکر ایزد کہ میانِ من و او صلح فتاد

ہمنے تو سمجھا تھا کہ جو بیج مہاتما گاندھی نے اور جس کی آبیاری علی برادران مولانا ابو الکلام آزاد اور دیگر مقتدر رہنمایان ملک نے کی۔ وہ جلد ہی بارآور ہوگا ترک موالات کے پروگرام پر جن دنوں نہایت شدت سے سارا ہندوستان گامزن تھا۔ ہر کہ و مہ اتحاد و اخوت کے ترانے گا رہا تھا۔ اور مسلمان جن کو بچپن سے ہی تعلیم دیجاتی ہے۔ کہ حسن ظن سے کام لیا کرو۔ جن کی گھٹی میں صلح کی تعلیم دیجاتی ہے جن کے مذہب کا نام اسلام ہے۔ وہ خوش و خرم تھے۔ اور ان کی شادکامی کی کوئی حد نہ تھی۔ مگر آناً فاناً واقعات نے ایسا پلٹا کھایا۔ ہر ایک مسلمان کو یہ شکوہ سنجی کرتے سنتے ہیں ؎

بہت گو فاصلہ تحت الثریٰ سے لامکاں تک ہے
مگر پھر اس سے کم ہے۔ جو تیرے دل سے زباں تک ہے

ہمارے بھائیوں کی چکنی چپڑی باتیں میدان تقریر میں نہایت دلفریب تھیں اور ان کی زریں کاری وہیں تک ختم ہوگئی۔ کون نہیں جانتا کہ مسلمانوں نے تلک سوراج فنڈ میں کسقدر دل کھول کر روپیہ دیا۔ اس سے کسقدر مسلمانوں کی نیشنل ضروریات کیواسطے خرچ ہوا۔ مگر کیا مظلومین سمرنا کی آہ و بکا پر ہمارے دوستوں کی جیب سے کبھی چھنکار ہوئی۔

جسوقت مسلمانوں نے اپنی علیحدہ ہستی کو برقرار نہ رکھا اور وہ کانگرس کے پروگرام پر اکتفا کر بیٹھے اسوقت ارباب بصیرت کو یہ بات سخت درجہ ناگوار گذری تھی۔ ہندوؤں کا ایسے معاملہ میں ساتھ دینا امر دشوار نظر آتا تھا۔ ان کی سیاسی ضروریات تھیں۔ جن کے پورا ہو جانے پر احتمال تھا کہ وہ پیچھے ہٹ جاویں۔ ہمارا سوال مذہبی تھا۔ سلطان المعظم کی طاقت و اقتدار پر حملہ تھا۔ ہم نے تو اسکا تصفیہ کرانا تھا۔ اس کے حل کے واسطے ہمنے اپنے آپ کو دوسروں کے حوالہ کر دیا۔ اور ان کے ساختہ پرداختہ پروگرام پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ یہ نوبت پہنچی تھی۔ کہ افغانستان کا ہوّا بھان متی کے شعبدہ کی طرح سیاہ پردہ اٹھا کر پیچھے سے دکھایا گیا۔ اور ایک بڑا طبقہ قوم پرستوں کا یا تو علیحدہ ہو گیا جس نے کہ دور و نزدیک علیحدہ ہونا تھا۔ یا وہ مسلمانوں کی طرف سے بددل ہو گیا۔ اب وقت ابتلا کا آیا۔ مگر چونکہ ایک رستہ پر چل پڑے تھے پیچھے ہٹنا مناسب نہ سمجھا گیا۔

ترک خدمات

ترک موالات کے پروگرام میں ایک بڑا جزو سرکاری ملازمتوں کا چھوڑنا تھا۔ ملک میں ایک رو چل پڑی۔ متعدد اصحاب نے استعفیٰ داخل کرکے یا بعض دیگر اپنی خدمات سے کنارہ کشی کی۔ اس اثنا میں صوبہ پنجاب کی گورنمنٹ نے میاں فضل حسین کو وزیر تعلیم مقرر کیا۔ جہاں انہوں نے ملازمت کے ہر شعبہ میں مسلمان طبقہ کو حالت کس مپرسی میں معلوم کیا۔ ویسے تو پنجاب میں مسلمانوں کی تعداد پچاس فیصدی سے کہیں زیادہ ہے۔ لیکن اس کی وضاحت محتاج بیان نہیں۔ کسی میونسپل کمیٹی میں بھی ایک دفعہ یہ سوال پیش ہوا تھا کہ ؎

ہر محکمے میں عہدے تقسیم ہوں برابر

تو کسی نے تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ کر رپورٹ پیش کی جس میں مسلمان تنخواہ وصول کرنیوالے کئی گنا زیادہ نکلے۔ حقیقت کیا تھی۔ چھڑکاؤ کرنیوالے بیچارے ماشکی عام طور پر مسلمان ہی ہوتے ہیں۔ تعداد میں بڑھ گئے۔

مگر یہاں تو تانی بگڑی ہوئی تھی۔ پروفیسر گلشن رائے نے جی کھول کے میاں صاحب پر حملے کئے۔ اور باقاعدہ اشاعتی کام شروع ہو گیا۔ ابھی ترک موالات کے ریزولیوشن کی سیاہی بھی خشک ہونے نہ پائی تھی کہ اس کے ہندو دستخط کنندگان نے اپنے ملازم بھائیوں کو طوق غلامی سے نجات دلوانے کے بجائے ساتھ ہی بیڑیاں بھی پہنا دیں۔ وہ ہندو اخبارات جو چیخ چیخ کر مسلمانوں کو نصیحت کرتے تھے۔ کہ تمہارا دین گیا۔ ہوش سنبھالو۔ وزیر تعلیم کے خلاف اسقدر زہر اگلنے لگے کہ ہندوستان بھر میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ اگر یہ ایک فرد واحد کی کارروائی تھی تو کانگرس کیطرف سے صدا اٹھنی چاہیئے تھی۔ کہ اسکا ذمہ دار گلشن رائے ہے ہندو پبلک کو اس سے کوئی ہمدردی نہیں۔ ایک جلسہ کرکے مسلمان لیڈروں نے درخواست بھی کی۔ کہ جب یہ معاملہ ترک موالات کے خلاف ہے۔ تو اس کی آڑ میں نقصان عظیم کیوں برداشت کیا جا رہا ہے۔ مگر جواب نفی میں ملا۔

خدا کی قدرت برخلاف اس کے لالہ ہرکشن لال صاحب وزیر مالیات وغیرہ ہیں ان کے ماتحت گنتی کے مسلمان ہونگے۔ اگر کسی نے ڈرتے ڈرتے دبی آواز اٹھائی بھی تو اس نقار خانہ میں کون سنتا ہے۔ پھر ہائیکورٹ کے قاضی اعلیٰ لالہ شادی لال صاحب کے متعلق تو اخبارات میں چہ میگوئیاں ہوئیں بھی مگر یہ بیچارے لحاظ میں رہے۔ ایک ماہر نفسیات جو حالات حاضرہ سے بھی بخوبی واقف ہے۔ یہی کہیگا کہ چونکہ زمانہ حال میں مسلمانوں کے قوائے

ذہنی کی کچھ اسطرح سے تربیت ہوئی ہے۔ اور ان کی جذباتی کیفیت کچھ ایسی نوکمی واقع ہوئی ہے۔ کہ وہ اعتدال پر آتے ہی نہیں۔ لاکھ سمجھاؤ ہزاروں وعظ سناؤ۔ مگر وہ افراط تفریط کے سوا اور سب سبق بھلا چکے ہیں۔ درمیان میں وہ ٹھیر ہی نہیں سکتے۔ یا تو پرواز کرکے کوشش کرینگے کہ پہاڑوں کو بھی پھلانگ جائیں اور یا پھر ؎

زمین جنبد نہ جنبد گل محمد

افراط و تفریط کے نظارے مختلف عینکیں لگا کر لوگوں نے دیکھے مسلمانوں میں بہتیری کمزوریاں نظر آتی تھیں۔ مگر ان میں سب سے زیادہ موجب شقاوت یہ ہوئی کہ تباہ و برباد کرنے کی طاقت جسقدر ان میں زیادہ بڑھ گئی اسی تناسب سے بنانے اور سنوارنے کا سلیقہ ان میں کم ہو گیا۔

کیا پتہ کی بات ہمارے ایک سیاسی مقتدر لیڈر نے بتائی۔ ایک مسلمان کو خاص درجہ تک ابھار کر جب اسکا دماغی توازن ٹھیک نہ رہے تو کہو کہ فلان شخص کو قتل کر دو۔ وہ کبھی نہ جھجکے گا۔ مگر اسے کہو کہ باقاعدہ نماز پڑھنے کی عادت ڈالے یا آدھ گھنٹہ روزانہ چرخے پر سوت کات لیا کرے۔ تو کبھی اس طرف متوجہ نہ ہو گا۔

اپنے حقوق کو پائمال ہوتے دیکھا۔ لیکن یہ گوارا نہ کیا کہ اتحاد و اتفاق جسکا غلغلہ اسقدر بلند ہو چکا ہے۔ اسکو توڑنے والے قرار دیئے جاویں اور بوقت محاسبہ بانی فساد و شرارت کہلائیں۔

پھر ملتان اور لاہور کے نازیبا اور قابل افسوس واقعات پیش آتے ہیں۔ بڑے صبر اور سکون سے مسلمان گلشن رائے کے مضامین کو پڑھتے رہے میاں فضل حسین کی مخالفت اخبارات اور جلسوں کے ذریعہ دیکھتے رہے کہ یکایک ان کے خرمن میں آگ لگا دی گئی۔ تعزیہ کا جلوس گذر رہا تھا ہندو جو ویسے بھی ایک مسلمان کے چھو جانے سے فقط اپنے کھانے کو بھرشٹ سمجھ لیتے ہیں۔ جب اتنا عناد اور بغض اور منافرت گھٹی میں ہی لیکر میدان عمل میں آتے ہیں۔ تو پھر اشتعال پذیر ہو کر ایک آنکھ بھی اپنے ہمسائیگان کو نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ کسی لالہ جی نے غیظ و غضب میں تعزیہ پر غصہ میں اینٹ پھینک دی قطع نظر اس کے تعزیہ نکالنا یا اسکا جلوس دیکھنا اچھے امور ہیں یا نہیں مگر مسلمانوں نے اسے ایک مذہبی امر قرار دے کر اسکا جلوس نکالا تھا۔ کیا ان کے لئے شایان تھا۔ کہ کسی کے مذہبی احساسات کو ٹھکرائیں اور پھر اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کے واسطے تمام دنیا میں چیخ و پکار کا ایک طوفان بپا کر دیں پنڈت مالوی جی لاہور میں تقریر فرماتے ہوئے گوہر بار تھے۔ کہ مسلمانوں نے بڑی زیادتیاں کیں بہت سے گرنتھ صاحب سپرد آگ کئے۔ مگر ہاں چند ایک نسخے قرآن کے بھی نیم سوختہ ملے ہیں۔ اور ہاں کو پیچھے سے بھی چند کاپیاں برآمد ہوئی ہیں۔

لاہور میں ایک بڑھیا زیور فروخت کر رہی ہے۔ ایک لالہ جی دیکھا ہے

دیتے ہیں۔ دوسرے پر پہرہ۔ دوسرے کے پاس جانے لگتی ہے۔ تو پھبتیاں اڑا... ہے۔ اور خبر نہیں کیا کر رہے تھے کہ دور رہگذر مسلمان اس کی حالت پر ترس کھا کر ذرا درشتی سے انہیں روکتے ہیں۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ ان دونوں کو گھر نکال دیا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد ایک دو نئے مسلمان جانے والوں کو لاٹھیوں اور اینٹ پتھر کی بوچھاڑ سے ادھ موا کر دیا جاتا ہے۔ بہت سی متضاد خبریں ساتھ مل گئی ہیں جو ابھی تک قابل وثوق نہیں ہیں۔ مگر اتنا ضرور ہوا کہ مسلمان یہ واقعات سنکر ان کی مدد کو بھاگے۔ مگر پولیس نے پہلے ہی ناکہ بندی کر دی تھی۔

یہ معاملہ تو ابھی یہیں تک تھا کہ لالہ خوشحال چند صاحب خورسند نے اخبار ویش میں ایک اور راگ الاپنا شروع کیا۔ اور ماشاء اللہ سب سے بڑھ چڑھ کر رہے۔ اپنے مضمون کا عنوان یہ دیتے ہیں " ہندو کیا چاہتے ہو " پھر یوں گوہر بار ہوتے ہیں۔

"جب دو طاقتیں آپس میں برسر جنگ ہوں۔ اور پھر جب ان کی صلح ہو جاوے تو طریقہ ہے کہ ہر دو طاقتیں مخالف طاقت کے قیدی رہا کر دیتی ہیں۔ اس لئے ہندو مسلم صلح کے لئے سب سے پہلا اصول یہ ہے۔ کہ مسلمان ان قیدیوں کو جو انہوں نے ہندوؤں سے بنائے ہیں رہا کر دیں۔ میں اپنا مطلب ذرا صاف لفظوں میں بیان کرتا ہوں مسلمان بہت تھوڑی تعداد میں عرب ایران و ترکی وغیرہ سے ہندوستان آئے۔ باقی کروڑوں کی تعداد میں انہوں نے ہندوؤں سے مسلمان بنائے جنہیں میں قیدی کے نام سے پکارتا ہوں۔ لہذا اب جبکہ صلح ہو چکی ہے۔ تو وہ تمام قیدی جو جنگ کے زمانہ میں قید کئے گئے تھے۔ ہندوؤں کو واپس ملنے چاہئیں۔ اور ان کی تعداد چھ کروڑ سے کم نہیں ہے۔ اور دوسرے اب جبکہ صلح کا جھنڈا لہرایا جا رہا ہے مسلمانوں کو جنگی کارروائی سے باز آ جانا چاہیئے۔ اور ہندوؤں میں سے نئے قیدی بنانے بند کر دینے چاہئیں۔"

لالہ جی کچھ تو اپنی عادت سے مجبور نظر آتے ہیں۔ کسی زمانہ میں آریہ گزٹ کے ایڈیٹر تھے اور مشہور تھے اپنے بیجا تعصب کی وجہ سے مگر یہ الفاظ تو غیظ و غضب میں پھر کر اپنی عقل اور ہوش و حواس کو بے لگام کرکے دفور بے ضبطی میں حوالہ قرطاس کر گئے ہیں۔ کہ ہمیں ایسی بے تکی اور بیہودہ باتوں کی توقع ایک معقول آدمی سے نہیں رکھنی چاہیئے۔ تھوڑی سی سمجھ رکھنے والا انسان بھی موازنہ کر سکتا ہے۔ کہ مذہب اور اعتقاد کے معاملہ میں کوئی کسی کا کفیل اور ذمہ دار نہیں۔ اپنی عقبے کی بھلائی کے واسطے جو راستہ کسی کو بھلا نظر آئے وہ اس پر قدم مارے گا۔ اس سے بہتر ہوتا اگر لالہ جی یہ کہتے کہ ہندو مذہب نہایت ہی ... ہے۔ اس پر ہزاروں لاکھوں

دیوی دیوتا ہیں۔ کوئی مینہ برساتا ہے۔ کوئی رزق دیتا ہے۔ کوئی دولت دیتی ہے۔ اور کوئی اولاد۔ لاکھوں مددگار اچھے۔ یا مسلمانوں کا صرف ایک خدا کچھ مہابھارت اور رامائن کے افسانے اور واقعات سناتے۔ وید کے اشلوک کا پاٹھ کرتے تو بھی کچھ بات تھی جسکو اچھا لگتا وہ خود قبول کر لیتا۔ لیکن ان کو اتنی تمیز نہ رہی کہ یہ بھی حساب لگاتے۔ اتنے عرصہ میں کروڑوں کیا اربوں مسلمان فوت ہو چکے ہیں۔ ان کا فدیہ اور جانبہا ایک متوسط قیمت لگاکر وصول کرنے کی بھی بطور تاوان جنگ درخواست کرتے۔ ایسی باتیں ان کے دماغ میں ضرور ہونگیں کیونکہ جنگ اور صلح کی سب باتیں طے ہونی چاہئیں۔ البتہ ایک بات انہیں ہم یاد کرا دیتے ہیں کہ ذبح شدہ گائے کی تعداد کا اندازہ لگاکر شرائط صلح میں ایک اس شرط کا بھی اضافہ کر دیں اور ان کی قیمت بھی وصول کریں۔

البتہ ان کی نصیحت کرنے سے پہلے ہی مسلمان تبلیغ حق کو بھلا بیٹھے تھے ورنہ یہ نوبت نہ آتی۔ اور ملک بھر میں یگانگت اور یکرنگی ہوتی۔ اور لالہ جی کو ان الفاظ کے کہنے کی بھی زحمت گوارا نہ کرنی پڑتی۔ اور جو ہندو نور الہی دیکھ کر اور فرقان حمید کی پاک تعلیم سے گرویدہ ہو کر اسلام قبول کرتے ہیں۔ وہ ان کی اپنی ہی سعادت اور سلیم فطرت کا نتیجہ ہے۔

شاید لالہ جی کو یہ خیال نہ رہا کہ ابھی حکومت انگریزی ہے۔ اور قتل و غارت پر آمادہ کرنے والوں کے واسطے ضابطہ فوجداری بھی مترتب و نافذ ہے۔

مہاراجہ رام چندر اور سگریو کی دوستی کی مثال پیش کر کے یوں پکار اٹھتے ہیں!

> "کہ عاجزی سے حلیمی سے دانت تلے تنکا لیتے ہوئے جو کھاتے ہوئے یہ کہنا کہ اس طریقہ سے ہی دوسرے کو اپنا دوست بنا لونگا۔ یہ نہ آج تک ہوا ہے نہ ہوگا جب تک ہندو مسلمانوں کو یہ یقین نہیں دلا سکتے کہ اگرچہ ہندو ظلم کرنا نہیں جانتے تاہم وہ ظلم برداشت بھی نہیں کر سکتے تب تک ہندوؤں کے ساتھ مسلمان اتحاد نہیں کر سکتے"

اور پھر یوں ختم کرتے ہیں۔ کہ "جس زمانہ میں ہندوستان میں دس کروڑ ناستک (یعنی منکرین خدا) بن گئے۔ تو سب لوگ خوف کھانے لگے۔ اس وقت آبو پہاڑ پر یگیہ رچا گیا اور وہ راجپوت پیدا ہوئے جو اگنی کل کہلاتے ہیں۔ یہ راجپوت میدان میں اترے اور خدائی کے منکروں کو ملیا میٹ کر دیا"

انہیں اپنے مذہب کی حقانیت پر تو قطعاً یقین نہیں۔ اگر انہیں رسمی طور پر ایمان بھی ہوتا تو وہ ایسی حرکات مذبوحی کے ارتکاب کے واسطے تلقین نہ کرتے۔ اور دنیا تو حق اور راستی کی متلاشی ہے۔ اسقدر سائنس اور علوم و فنون کی روشنی پر جبکہ دماغ صیقل ہو چکے ویدوں کی تعلیم اور سناتن دھرم کا مذہب اتنی طاقت بھی نہیں رکھتا کہ اگنی کل کے راجپوتوں کے رن جانے کی فکر ہونے لگی ہے۔ اور قتل و خونریزی کے واسطے اشتعال دیا جانے لگا ہے مگر وہ یہیں بس نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ:-

"گورو گوبند سنگھ نے کوٹ نیناں دیوی کے پہاڑ پر کوہ ہیوک یگیہ رچا اور وہاں سے پانچ پیارے پیدا ہو گئے ان کے اندر کھتریوں کی سپرٹ جاگی اور انہوں اپنی زندگیوں سے لاپرواہ ہو کر دید برہمن اور گئو کی حفاظت میں اپنی جانیں لڑا دیں"

شذرات

ایک پلٹنی مولوی

اخبار اہل سنت والجماعت میں ایک خط درج ہے!

"دیگر اس ملک میں فرقہ مرزائی کے بہت لوگ ہیں اور لوگوں کو تبلیغ مذہب مرزائی کرتے پھرتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرزائی کے ساتھ میرا بھی مقابلہ ہوا۔ خدا کے فضل و کرم سے حیات مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام پر خوب بحث ہوئی۔ آخرکار وہی مرزا غلام احمد کی تصنیف سے اس مرزائی کو دکھا دیا کہ خود مرزا غلام احمد اپنی تصنیف میں حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات مان چکے ہیں۔ آخرکار بہت سے آدمی مجمع میں حاضر تھے۔ سنکر بہت خوش ہوئے اور مرزائی کو لاجواب کیا"

اور اپنا نام اشتہار کے طور پر یوں خود ہی لکھتے ہیں۔

مرقوم مولوی حکیم حافظ قاری عامل فتح محمد صاحب پلٹن ۱۹/۱ ملک شام فلسطین۔

پلٹنی مولوی صاحب نے خود ہی اپنے نام کا تعارف کرا دیا ہے۔ وہ ملک شام میں فوجی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ دوسری ڈگریوں کے علاوہ ان کے پاس ایک نادر سند بھی ہے۔ وہ عامل بھی ہیں۔ گنڈے تعویذ کا علم بھی رکھتے ہیں۔ وہ تو لوٹا گھما کر سچ جھوٹ نتھار سکتے تھے ایسے مباحثہ کی ہی تکلیف کیوں گوارا کی۔ اور اگر وہ علم جفر کے بھی عامل اور عالم ہیں تو بغیر بات چیت کرنے کے مخالف کو مسخر اور زیر کر سکتے تھے۔ سخن فہمی عالم بالا تو معلوم شد حیات مسیح کے انکار پر علماء نے ان پر کفر کے فتوے لگائے۔ ممات مسیح کے قائل ہونے کی وجہ سے حضرت مرزا صاحب کی اسقدر مخالفت ہوئی اور یہ فہم و ادراک کا دشمن کہتا ہے۔ کہ میں نے مرزا صاحب کی تصنیفات سے ہی ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں۔ اپنے آپ کو وہ مولوی بھی لکھتے ہیں، ورنہ داناؤں کا مقولہ تو یہی ہے۔ کہ ایسے مواقع پر خاموشی اختیار کی جاوے۔

سترھویں صدی کا گیت

ڈاکٹر رولنس نے انگلینڈ کے سترھویں صدی کے گیت جمع کئے

ایک کتاب کی صورت میں شائع کئے ہیں۔ گویا کہ وہ اس زمانہ کے انگریزوں کے اوضاع و اطوار، رسم و رواج اور خیالات کا مرقع ہیں۔ ہم ان میں سے ایک کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔

بیچارہ شادی کر کے حیرانی میں مبتلا ہوتا ہے۔ اسے احتیاط کرنی چاہئے
کہ وہ اپنی جورو کو بالعموم گرجا گھر جانے کی اجازت نہ دے۔ وہ خیال کرتا ہے۔ کہ
اس جگہ سے کوئی نیکی کرنا سیکھ جاوے گی۔
مگر بیوی کی توجہ ہر نئے فیشن کی طرف ہوتی ہے۔
اور جناب واعظ کا اسے علم بھی نہیں رہتا۔
گھر پہنچ کر وہ آہیں بھرتی ہے۔ اور ٹھنڈے سانس لیتی ہے۔
پیارے مجھے تو نیا فیشن چاہئے۔ وگرنہ میری زندگی تلخ ہے۔

مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى

جس کو دنیا میں رشد و ہدایت نصیب نہ ہوئی۔ جسکا شیشہ قلب نور الٰہی کی تجلیات سے یہاں جلوہ پذیر نہ ہوا۔ اس نے آخرت میں کیا دیکھنا ہے۔ جسکا دل اس دلدار نقارمیں اور ہنگامہ امتحان میں تسکین نہیں پاتا۔ اور ہر ابتلا میں سیماب کی طرح بیقرار رہتا ہے۔ جس کی آنکھ ہر وقت متلاشی رہتی ہے۔ مگر اس کا مطلوب پنہان ہے۔ اور چشم مقناطیس کی مانند اپنے محبوب قطب سے ناواقف ہونے کے باعث پھڑکتی رہتی ہے۔ کیا وہ اس وجدان کو آخرت میں حاصل کر سکتی ہے۔ کیا جس نے اس دنیا میں نیک اعمال نہ کئے۔ اپنے خیالات کو راسخ نہ کیا۔ اعتقاد کی مضبوط چٹان پر اپنا مسکن نہ بنایا اور ہر آن اوہام پرستی کی پھسلواں زمین پر قدم جمانے کی بیفائدہ کوشش کی۔ اس کے واسطے کوئی محفوظ قرارگاہ ہے۔ اس کے واسطے حقیقی خوشی نہیں۔ اور اس کے واسطے بھی راحت مفقود۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مومن کا بہشت اسی دنیا میں شروع ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی آنکھوں سے نیک اعمال کے نتائج دیکھنے لگتا ہے۔ اسکے دل میں ایک گونہ طمانیت پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ سرور سے لبریز رہتا ہے۔

اسکا پیارا نبی سفر جانے سے پیشتر پوچھتا ہے کہ گھر میں کچھ ہے۔ ہاں ایک دینار ہے۔ تو میں پہلے اسے اللہ کے رستہ میں صرف کر لوں۔ تاکہ سفر میں مجھے تسلی رہے۔ کہ میں نے اللہ کی خدمت میں اپنی ممکن کوشش کی ہے۔

اسکا محبوب جنگ تبوک کیواسطے چندہ طلب کرتا ہے۔ عثمان غنی سیم و زر لا کر دامن بھر دیتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ تو نے ان دیناروں کے بدلے جنت خرید لی ہے۔ اس نے اللہ کی رضا حاصل کر لی۔ جس کی پیشانی کا بل دوزخ ہے۔ اور جس کی آنکھوں کا سرور جنت۔

بھلا نسبت اس شخص سے جو تیس روپیہ پر اپنے آقا اور ہادی کو دشمنوں کے حوالے کر دیتا ہے۔ اور کیا مقابلہ اس سے جو اڑے وقت پر اپنی جان بچانے کی خاطر اس کی دوستی کا انکار کرتا ہے۔ بلکہ اسے صلواتیں سنانے لگتا ہے۔

مسیح کا باپ اور کتب اناجیل

۱۔ "یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابراہیم کا نسب نامہ"، متی ۱۔
اس عنوان کے بعد اس باب میں ایک طویل نسب نامہ ہے۔ جس کی آخر آیت ۱۵ و ۱۶ میں یوں لکھا ہے۔

"اور الیہود سے العاذر پیدا ہوا۔ اور العاذر سے متان پیدا ہوا۔ اور متان سے یعقوب پیدا ہوا اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا۔ یہ یوسف اس مریم کا شوہر تھا جس سے مسیح پیدا ہوا۔"

اول تو یہ جملہ ہی صاف بتا رہا ہے۔ کہ مسیح کا باپ یوسف تھا۔ اور اگر اس سے یوسف کے مسیح کے باپ ہونے کی نفی لازم آتی ہے۔ تو یہ نسب نامہ لکھکر جس میں باپ بھی انسان اور بیٹا بھی انسان اور پھر اس کو یوسف تک پہنچا کر ختم کیا ہے۔ جس کے سوا اس کے اور کوئی معنی نظر نہیں آتے کہ اناجیل مسیح کو یوسف نجار کا بیٹا تسلیم کرتی ہیں۔ مگر عقیدہ تو یہ ہے۔ کہ مسیح کسی آدمی کے نطفہ سے پیدا نہیں ہوا تھا لیکن نسب نامہ سارا آدمیوں کا بیان کیا گیا۔

۲۔ پھر لوقا باب ۳ میں بھی ایک نسب نامہ لکھا ہے۔ لیکن لوقا متی کی نسبت عقلمند معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس نے اس نسب نامہ کو الٹی طرف سے یعنی مسیح سے لیکر اوپر کو شروع کیا۔ اور اخیر اسکا خدا تک جا پہنچایا۔ جیساکہ آیت ۲۳ سے ۳۸ تک مرقوم ہے۔ آیت ۲۳ یوں شروع ہوتی ہے

"جب یسوع خود تعلیم دینے لگا تو برس تیس ایک کا تھا۔ اور وہ یوسف کا بیٹا تھا۔ اور وہ عیلی کا اور وہ متات کا اور وہ لیوی کا۔ علی ھذا اور آیت ۳۸ پر اس نسب نامہ کو یوں ختم کیا ہے۔

اور وہ انوش کا اور وہ سیث کا اور وہ آدم کا اور وہ خدا کا (لہٰذا مسیح خدا کا بیٹا ہوا) لیکن مشکل یہ ہے۔ کہ اگر اس طرح مسیح جو کہ سب سے آخری ہے۔ باوجود یوسف کا ہونے کے خدا کا بیٹا بھی ہو سکتا ہے۔ تو باقیوں کو بھی خدا کا بیٹا کیوں نہیں تسلیم کرتے۔

۳۔ "اور سب نے اسپر گواہی دی اور ان پرفضل باتوں پر جو اس کے منہ سے نکلتی تھیں۔ تعجب کر کے کہنے لگے۔ کیا یہ یوسف کا بیٹا نہیں"۔ لوقا ۴۔

۴۔ "فلپس نے نتن ایل سے مل کر اس سے کہا کہ جسکا ذکر موسیٰ نے توریت میں اور نبیوں نے کیا ہے۔ وہ ہمکو مل گیا۔ وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے"۔ یوحنا ۱۔

"اور انہوں نے کہا کیا یہ یوسف کا بیٹا یسوع نہیں۔ جسکے باپ اور ماں کو ہم جانتے ہیں"۔ یوحنا ۶۔

اہل یہود کے توہمات

لندن کی ایک سوسائٹی نے یروشلیم میں شہر سے باہر جافہ سڑک پر ایک ہسپتال کھولا اور بڑے دروازے پر یہ کتبہ آویزاں کیا۔ لندن سوسائٹی اہل یہود میں عیسائیت کی ترویج دینے والی ا۔ یروشلیم کا متعصب طبقہ ہسپتال کی ہردلعزیزی اور اثر سے چیں بجبیں ہو رہا تھا۔ انہوں نے لفظ "ترویج" کا عبرانی زبان میں ایسے الفاظ میں ترجمہ کیا جس سے یہ مفہوم نکلتا تھا۔ کہ یہودیوں کو جبر اور زور سے عیسائیت کی تلقین کیجاوے۔ اس غلط ترجمانی پر جو عمداً کی گئی جھوٹ کا ایک جال بچھا دیا گیا۔ حتیٰ کہ تمام یہودی اور بالخصوص غریب طبقہ نفرت اور غصہ سے بھڑک اٹھا۔ اور یروشلیم کے مقدس اور بزرگ ربانیوں کی طرف سے ہسپتال پر ایک ملامت نامہ شائع ہوا۔

"یہ اظہر من الشمس ہے۔ کہ نصف صدی پیشتر یروشلیم کے ربانی اعظم نے ایک اعلان کے ذریعہ سے لوگوں کو تنبیہ کی تھی۔ کہ ان ساحروں کے ہسپتال میں کوئی بنی اسرائیلی قدم نہ رکھے۔ اور جوب کہ ان جادوگروں نے ایک اور ہسپتال کی بنیاد رکھی ہے۔ جو شہر سے باہر ہے۔ جہاں آنے جانے والوں کا پتہ نہیں لگ سکتا۔ اور چونکہ وہ اعلان ابھی تک جاری و ساری ہے۔ اور کوئی عدالت اسے منسوخ نہیں کر سکتی۔ اسواسطے ہم بزرگ اور رہبران معبد نے فیصلہ کرکے حکم دیا ہے کہ کوئی متنفس اس شفاخانہ کے استعمال کے واسطے کوئی جانور ذبح نہ کرے۔ اس طرح ہم یہ بھی ممنوع قرار دیتے ہیں کہ کوئی بنی اسرائیلی ان کے ہاں گوشت فروخت نہ کرے یہ حکم امتناعی ان سب کے واسطے یکساں ہے۔ خواہ وہ بالواسطہ یا بلا واسطہ خرید فروخت ان کے ہاں کرتے ہیں۔ اور ان سے جو اعراض کریگا اسکا ذبیحہ مردار سمجھا جائیگا۔ اور ہمارے قانون اور سزا کا مورد گردانا جائیگا۔"

اسرائیل کے بیٹے خفیہ طور پر ان کی ضروریات بہم پہنچاتے رہے اور چونکہ علاج معالجہ حزم و احتیاط سے ہوتا تھا۔ اسواسطے بیمار لوگ بھی بدستور جاتے رہے۔ اسپر اور سخت احکام کا نفاذ عمل میں آیا اور جو بیچارہ جادوگروں کے ہسپتال میں مرجاتا۔ اس کی تجہیز و تکفین نہ کی جاتی۔ اس طرح تمام مصیبت ان غریب اور بیمار یہودیوں کے واسطے تھی۔ جو زیادہ استطاعت نہیں رکھتے تھے۔

ایک مفلس عورت بستر مرگ پر تھی۔ اور اس کے رشتہ داروں کو اطلاع کردی گئی کہ اب وہ لاعلاج ہو گئی ہے۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ اُسے گھر لیجاویں۔ مگر وہ ایک نہ مانتی تھی۔ اس نے کہا کہ عمر بھر کی یہودیوں کی عنایات اور مہربانیوں سے میرا دل واقف ہے۔ میں ہسپتال میں ہی مروں گی۔ اور موت کے بعد میرے جسم کیساتھ جسطرح جی چاہے سلوک کریں۔ اگر مینے غلطی کی ہے۔ یا درست کیا ہے۔ تو اس کا محاسبہ کرنے والا میرا خدا ہے۔ اس کی موت کی خبر پاتے ہی یہودی آتش زیر پا ہو گئے۔ اور جوق در جوق شفاخانہ کے گرد جمع ہو گئے۔ جس کے دروازے بند کر لئے گئے۔ کئی گھنٹے وہ شور و غوغا کرتے رہے۔ اور ہسپتال کے مزدوروں پر لعنت و ملامت کرتے رہے۔ اور لاش کے واسطے تقاضا کیا۔ تاکہ وہ اُسے کتوں کے آگے ڈالیں۔

ترکی قوانین کی رو سے غیر ملکی سرمایہ دار اس جگہ جو زمین خریدتے ہیں وہ اس کے حقیقی مالک ہوتے ہیں۔ اور اس لئے وہ زمین قانون کی نظر میں قابل احترام ہے۔ ترکی گورنر کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا گیا۔ جس نے کہا کہ میں جنازہ کی عزت اور جائز تجہیز و تکفین کا کفیل ہوں۔ یہودیوں نے حلف اٹھائی کہ وہ راستہ میں لاش کو چھین لینگے۔ اگر اس میں ناکام رہے۔ تو قبر میں سے نکال لیں گے۔ خواہ کتنی دلیہ دفن کیجائے۔

آخر میت کو یہودی رسم و رواج کے مطابق کفن دفن کیا گیا۔ گورنر کے حکم سے شہر کا مسلمان کوتوال مدفن تک گیا۔ یہودی بھی پیچھے پیچھے سایہ فگن تھے اور گالیوں کی بوچھاڑ دے رہے تھے۔ داؤ چل جاتا تو پتھر بھی پھینک لیتے۔ وہ اپنی زبان پر پورے اترے اور رات کے وقت میت کو قبر سے نکال کر پہاڑی پر برہنہ پھینک دیا۔

ومن الذین قالوا انا نصاریٰ اخذنا میثاقہم فنسوا حظا مما ذکروا بہ فاغرینا بینہم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیمۃ ۔ وسوف ینبئہم اللہ بما کانوا یصنعون۔

فلسطین کو اتحادیوں نے چھین لیا۔ مگر وہ ان کے گلے میں استرداد کی مالا بن گئی۔ پریذیڈنٹ ولسن کے چودہ اصولوں کو زیر بحث کیا گیا۔ مگر کوئی چسپاں ہوتا نظر نہ آیا۔ پھر مجلس اقوام کی قراردادیں اس بارہ میں مترتب ہوئیں۔ لیکن یہ مشکل درپیش تھی۔ کہ کون اسکا کفیل بنے۔ کون وہاں کے امن و امان کا ذمہ دار ہو۔ کون وہاں کی صلاح و بہبود کا پاسبان ہو۔

یروشلیم اور بیت اللحم کسقدر عزت کے مقامات ہیں۔ اس ساری سرزمین کا ایک ایک چپہ عیسائی مذہب کے لئے باعث احترام ہے۔ اور اس کی خاک پاک اس قابل ہے۔ کہ وہاں ناصیہ فرسائی کی جاوے۔ وہاں کا ایک ایک ذرہ زبان حال سے پکار رہا ہے۔ کس طرح یہودیوں نے اس اللہ کے فرستادہ پر جور و جفا کیے۔ کسطرح اسکو اذیتیں پہنچائیں۔ اور جو انتہائی تکلیف ان کے اختیار میں تھی۔ وہ بھی اسے دی۔ یعنی اسے ایک لعنتی کی موت دینے کا قصد کیا۔ اور مصلوب کیا مگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال تھا۔ اس نے اسے رفعت دی۔ اور اپنے مقبول بندے کو ان کے الزامات سے بری کیا۔ یہ تو جسمانی دکھ تھے۔ مگر انہوں نے کرحملے ان کی والدہ محترمہ پر اس صادقہ اور عفت مآب پر نہیں کئے تھے۔ جتنے کہ جو ناز یبا اور دلخراش قصے تصنیف کئے گئے تھے۔ قرآن کریم نے ان سب کی تکذیب کی۔ اور حقیقت کو الم نشرح کرکے ان بیجا اتہامات کی تردید سے اس اولوالعزم پیغمبر کی صداقت کو دنیا پر روشن کیا۔ اور ہر مسلم کا فرض قرار دیا گیا۔ کہ وہ ان کی صداقت اور ان کے منجانب اللہ ہونے پر ایمان لائے۔ یہودیوں نے تو اسے لعنتی گردانا جاتا تھا۔ (خاک بدہن) عیسائیوں نے اسے خدا کا بیٹا بنا لیا۔ اور اس کے

کلام میں تحریف کی۔ اور اس کے ساتھ جو عہد کیا تھا۔ اسکو پس پشت ڈال دیا تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم نے نصارےٰ سے بھی عہد لیا۔ مگر انہوں نے اسے فراموش کر دیا۔ تو ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا۔

اس آیت کی دو نو توجیہات ہو سکتی ہیں۔ خواہ نصارےٰ اور یہود کے مابین عداوت ہو یا عیسائیوں کے مختلف فرقوں کے درمیان بغض و حسد ہو۔

اگر روایات پارینہ نے ان کے ایک جگہ مجتمع ہونے کو ناممکن بنا دیا تو مذہبی جذبات نے اس امر واقعہ پر مہر لگا دی کہ کبھی کسی عیسائی کا دل ایک یہودی کیطرف سے مطمئن ہو سکتا ہے۔ جس نے ان کے خدا کو اسقدر تکلیفیں پہنچائیں۔ اگر یہ وہم و قیاس میں آ سکتا ہے۔ تو اس صورت میں جب عیسائی اپنے مذہب کو سلام کہدیں یا یہودی اپنی قدیم روایات کو نظر انداز کر دیں۔ اس لئے ہر دو حالات کا تذکرہ کرکے قرآن حکیم نے فیصلہ فرما دیا کہ وہ خلیج جو حائل ہو گئی ہے اس پر کوئی پل بنائی نہیں جا سکتی۔ اس انفصال کے واسطے کوئی اتصال نہیں اس جنون کا چاک پیرہن پیوند کا منت کش نہیں۔

اور اگر عیسائی مذاہب کے مختلف فرقے ایکدوسرے سے اصولی اختلاف رکھتے ہوئے بدظن تھے۔ کہ ان میں سے کوئی بھی اس مقام پر قابض نہ ہو۔ یونانی کلیسیا کو گوارا نہیں تھا کہ رومن کیتھولک اس جگہ کی حکمبرداری سنبھالیں۔ اور اسی طرح رومن کیتھولک آزاد طبقہ یعنی پراٹسٹنٹ کی آمد کو بنظر اشتباہ دیکھتے تھے۔ اور اس ایک نقطہ سے گھر گھر فساد بپا ہونے کا اندیشہ تھا اسلئے یہ سوچا گیا کہ کسی اور طاقت کو اس ارض پاک کا محافظ قرار دیا جاوے۔

یہودیوں نے جنگ کے دوران میں اسقدر مدد دی۔ یہ موقعہ غنیمت شمار کیا گیا۔ کہ انہیں بھی مربع جات اراضی دیئے جاویں۔ اور ایک [illegible] کا ج ان سود خوروں کو ممالک یورپ سے بدر کریں۔

اور نیز عرب اگر اپنے وطن کو صاف رکھنے کی تگ و دو میں رہے تو یہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہینگے۔ سانپ بھی مر گیا لاٹھی بھی ٹوٹ گئی۔

مگر یہ طریق امن عالم کے واسطے اس آتش کی چنگاڑی سے کم ثابت نہیں ہوگا۔ جو بارود کے انبار میں آن پڑے۔ عرب ایک طرف ناراض۔ مختلف کلیسیا دوسری طرف حیران۔ مسلمان بیت المقدس کو جس عزت اور حرمت کا مقام سمجھتے ہیں۔ اس پر ان کا قرآن گواہ ہے۔ تاریخ بھی اس امر کی شاہد ہے۔ کہ یہاں کی تقدیس کو قائم اور برقرار رکھنے کے واسطے اہل اسلام نے کسقدر جان نثاری اور صرف زر کیا ہے۔ نہ ہی آج تک کوئی حرکت ایسی وقوع پذیر ہوئی ہے۔ جس سے ثابت ہو کہ نصارےٰ کے گرجوں اور یہودیوں کے معبدوں کے معاملہ میں انہیں کامل آزادی نہ ملی ہو۔ یا کبھی اس کے زائرین کی آزادی میں کبھی خلل اندازی کی گئی ہو۔ ان واقعات اور حالات کی موجودگی میں وہ تجربہ کرنا جسکا انجام ایسا ہی مخدوش معلوم ہوتا ہے۔ جیسا اسکا آغاز قرین فہم اور [illegible] نظر نہیں آتا۔

آداب سجدہ

سوال۔ سجدہ کے کیا آداب ہیں؟

جواب۔ نماز ادا کرتے وقت چونکہ سجدہ میں گرجانا اللہ تعالےٰ کے حضور میں انتہائی خشوع و خضوع کا اظہار ہے۔ اسی طرح بحالت سجود کلمات سبحان ربی الاعلیٰ کا دہرانا اس وقت کمال عبودیت ہے۔ خود تو نمازی گرا ہوا ہے۔ اور اپنے آپ کو جس نے اسے احسن تقویم عطا کیا۔ اور مکمل دین عنایت فرمایا۔ اس کی شکر گذاری میں پکار رہا ہے۔ کہ وہ پاک ہے۔ اور سب سے اعلیٰ ہے۔

سجدہ جانے سے پیشتر اپنے کپڑوں اور پاؤں وغیرہ کو سمیٹے گویا اسے ڈر ہے۔ کہ وہ میلے ہو جاویں گے۔ اور پھر ساتوں اعضاء زمین پر ٹیکے۔ جیسے کہ ابن عباس سے مروی ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرت ان اسجد علی سبعۃ اعظم علی الجبہۃ والیدین والرکبتین واطراف القدمین ولا نکفت الثیاب ولا الشعر۔ متفق علیہ۔ یعنی پیشانی زمین پر ہو دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں۔ دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی انگلیاں۔ یہ بھی احتیاط کرے کہ ساری بانہیں زمین پر نہ بچھاوے۔ جس کے لئے سخت وعید ہے۔ اعتدلوا فی السجود ولا یبسط احدکم ذراعیہ انبساط الکلب۔ یعنی جیسے کتا بیٹھتے وقت اپنے بازو پھیلاتا ہے اس طرح ہاتھوں کو نہ پھیلاؤ۔ واذا سجدت فضع یدیک وارفع مرفقیک۔ ہاتھوں کو زمین پر رکھو اور کہنیوں کو اونچا اٹھاؤ۔

اسقدر کہ جب نبی کریم سجدہ کرتے تھے تو آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آتی تھی۔

جس پر عبداللہ بن مالک سے روایت شدہ ایک حدیث شاہد ہے اذا سجد فرج بین یدیہ حتی یبدو بیاض ابطیہ۔

سیوا سنگھ کی سیوا

بجواب

ٹریکٹ چولہ صاحب

حضرت مسیح موعود کی تحریر ست بچن متعلق چولہ صاحب پر بھائی سیوا سنگھ مبلغ سکھ مذہب نے کچھ اعتراضات کئے ہیں۔ اس ٹریکٹ پر سرسری نظر ڈالتے ہوئے ایک سکھ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے جس متانت علمیت۔ اخلاق و انکساری سے چولہ صاحب کی عظمت کو ثابت کیا ہے۔ اور سری باوا نانک دیو کو اسلام کا معتقد بتایا ہے۔ اور سکھوں کو اسلام کی دعوت دی ہے۔ اس شستگی زور تحریر اور موزون الفاظ میں بھائی سیوا سنگھ جی تردید کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اخلاق کو تو گویا انہوں نے بالائے طاق ہی رکھ دیا بلکہ تلانجلی (طلاق) دیدی ہے۔ صفحہ ۱۱ میں (نقل کفر کفر نہ باشد) لکھتے ہیں۔ (حضرت) محمد (صاحب) گنجے اور کھودے نہیں تھے۔ ایسے گستاخانہ و دلخراش الفاظ سوائے اسکے کہ مسلمانوں اور سکھوں میں منافرت کی خلیج کو وسیع بنائیں۔ اور کیا مفید نتیجہ پیدا کر سکتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ رسالہ ایک طفلانہ تحریر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ کیونکہ کوئی دلچسپ اور برجستہ اور وزن دار تردید نہیں۔ محض دل آزاری کو ملحوظ رکھا گیا ہے"

اس رسالہ کے شروع میں ایک مختصر مقدمہ میں تاریخ خالصہ مصنفہ گیان سنگھ صفحہ ۲۳۹ اور گورو پرکاش مصنفہ بابا پریم سنگھ صاحب نارو کا حوالہ دیکر یہ ثابت کیا ہے۔ کہ ڈیرہ بابا نانک والا چولہ صاحب حاکم بغداد کیطرف سے ملا تھا اور پھر اپنے مضمون کو شروع کیا ہے:

سوال۔ حضرت مسیح موعود۔ گورو انگد صاحب والی جنم ساکھی میں چولہ کے آسمان سے اترنے یا خدائی ہاتھوں سے بنے ہونے پر تعجب کریں گے۔ مگر خدا کی بے انتہا قدرتوں پر نظر کرکے یہ کوئی تعجب کرنے کی بات نہیں رہتی۔

جواب۔ سیوا سنگھ۔ گورو انگد یا بالا والی جنم ساکھی مستند وہ ہے۔ جو میکالف صاحب کو حافظ آباد سے ملی اور انہوں نے ولایت چھپوائی۔ اس میں کسی چولہ کا ذکر نہیں"

لیکن ساکھی تو کوئی بھی دنیا میں ایسی نہیں کہ جو ملاوٹ سے خالی ہو۔ تاہم انگد والی جنم ساکھی جو آپ کے نزدیک محض اس وجہ سے مستند ہے۔ کہ اس میں چولہ صاحب کا ذکر نہیں۔ وہ اسی دلیل سے غیر مستند قرار دی جا سکتی ہے۔ کہ اس میں چولہ صاحب کا ذکر کیوں نہیں۔ جب کہ آپ خود اپنے مقدمہ کتاب میں چولہ کا ملنا تسلیم کرتے ہیں۔ گو حاکم بغداد کیطرف سے ہی سہی تو کیا وجہ کہ اس ساکھی میں اسکا ذکر تک نہیں۔ درآنحالیکہ اسکا زندہ ثبوت اب تک ڈیرہ بابا نانک میں موجود ہے۔ علاوہ ازیں مندرجہ ذیل دلائل سے بھی ساکھی غیر مستند ثابت ہوتی ہے۔

اول۔ آپ کے مقررہ کردہ اصول سے۔

دوم۔ تاریخ کے خلاف ہونے سے۔

سوم۔ گرنتھ صاحب کی تعلیم کے خلاف ہونے سے۔

بیان دلیل اول۔ آپ اپنے اعتراضات میں لکھتے ہیں کہ جس ساکھی سے حضرت مسیح موعود نے یہ واقعہ لیا ہے۔ وہ سکھوں کی تصنیف کردہ نہیں اس لئے سکھ اس کے ذمہ دار نہیں۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ کیا میکالف صاحب سکھ تھے۔ اگر نہیں تو آپ ہی کے مقرر کردہ اصول سے میکالف والی ساکھی بھی مستند نہیں۔

بیان دلیل دوم۔ تاریخ کے خلاف ہونا دو طرح پر ہے۔ اول یہ کہ اس میں چوتھے اور پانچویں گورو صاحب کے شلوک درج ہیں۔ مثلاً صفحہ ۱۴۸ پر "کرنے من پردیسیا کیوں ملئے ہر مائے۔۔۔۔ الخ۔ چوتھے گورو صاحب کا کلام ہے۔ پھر صفحہ ۱۶ پر "گئی بہوڑ بنا ری چھوڑ نرنکار دکھاری۔۔۔۔ الخ پانچویں گورو صاحب کا کلام ہے۔ اور یہ بہرکیف محال ہے۔ کہ چوتھے اور پانچویں گورو صاحبان کا کلام جو کہ گورو نانک دیو سے مدتوں بعد لکھے گئے۔ گورو نانک دیو کی ساکھی میں ہو سکیں۔ دوم تاریخ کے خلاف اس طرح ہے۔ کہ اس کے صفحہ ۲۰۶ پر گورو صاحب کا پیر بہاول الدین ملتانی سے ملاقات کرنا۔ اور صفحہ ۱۷ پر باوا فرید سے ملنا لکھا ہے۔ مگر گورو نانک صاحب اور ان ہر دو کے زمانہ میں دو صدیوں کا فرق ہے۔ کیونکہ باوا فرید ۱۲۶۶ء میں وصال پا چکے تھے۔ اور گورو نانک دیو جی ۱۴۶۹ء میں پرگٹ ہوئے ہیں پھر خواجہ بہاول الدین پیر ملتانی نے ۶۶۶ھ میں دنیائے ناپائیدار سے سفر کیا اور گورو نانک کا عہد مبارک ۸۸۸ھ سے شروع ہوا ہے۔

بیان دلیل سوم۔ اس ساکھی کے صفحہ ۶۰ پر مرقوم ہے۔ کہ گورو نانک جی ایکمرتبہ دہلی گئے رات کو ہاتھی والوں کے ہاں شب باش ہوئے۔ ان کا ہاتھی مر گیا وہ رونے پیٹنے لگے کہ ہمارا شاہی روزگار جاتا رہا۔ گورو صاحب نے اس مردہ ہاتھی کو زندہ کر دیا۔ بادشاہ کو خبر ملی تو ملنے کو آیا۔ اور کہا کہ مجھے یقین نہیں آتا۔ کہ آپ نے کیونکر مردہ کو زندہ کر دیا۔ اگر اب مار کر دکھاؤ تو جانوں۔ گورو صاحب نے ہاتھی کو مار دیا بادشاہ نے کہا کہ اب زندہ بھی تو کر دو۔ فرمایا کہ خدا کے گرائے کو بھگت اٹھا سکتے ہیں۔ لیکن بھگتوں کا گرایا اب اٹھنے سے رہا۔

بخلاف اس کے گرو گرنتھ صاحب میں لکھا ہے۔ کہ

جو تس بھاوے سوئی کرسی ہور حکم نہ کرنا جائی ۔ سو پاتشاہ شاہاں پاتصاحب نانک رہن رضائی

ترجمہ۔ جو اس کی (خدا کی) مرضی ہوتی ہے۔ وہی کرتا ہے۔ کسی دوسرے کا اس پر حکم نہیں چل سکتا۔ جو اس کی رضا کو بدل شاد تسلیم کرتے ہیں۔ وہ بادشاہوں کے بھی بادشاہ ہیں۔ پھر لکھا ہے۔ کہ

سچا تیرا فرمان ہے کنے نہ پھیریا کارن کرن کریم قدرت تیریا

وار رام کلی محلہ ۵

ترجمہ۔ اے خدا تیرا حکم بالکل صحیح ہوتا ہے۔ اسکو پھیرنے والا کوئی نہیں۔ اے کرن کارکریم سب کچھ تیری قدرت سے ہوتا ہے۔ پھر

فرمایا

آپے دیکھ دکھا وسے آپے۔ آپے تھاپ اتھاپے آپے
آپے جوڑ وچھوڑسے کرتا۔ آپے مار جوائندا۔ مارو محلہ ۵۔

ترجمہ ۔ خدا خود ہی دیکھتا دکھاتا ہے۔ خود ہی بناتا اور بگاڑتا ہے۔ خود ہی جوڑتا اور توڑتا ہے۔ اور خود ہی مارتا اور جلاتا ہے۔

ان حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ خدا خود ہی مارتا اور جلاتا ہے۔ اور جو کچھ کرتا ہے بالکل صحیح کرتا ہے۔ کوئی اس کے حکم کو پھیرنے والا نہیں اس کی رضا اور حکم میں رہنا نیک بختوں کا کام ہے۔ مگر ساکھی کی عبارت مذکورہ کو صحیح تسلیم کرنے سے یہ سب حوالے قرین قیاس معلوم نہیں ہوتے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ ساکھی تعلیم گرنتھ کے بھی خلاف ہے۔

اس ساکھی میں بعض جگہ ایسی غیر معقول ملاوٹ کی گئی ہے۔ کہ معمولی عقل کا آدمی بھی ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔

مثلاً مکہ کے حالات میں اس ساکھی میں لکھا ہے۔ کہ جب بھنگ شراب وغیرہ کے متعلق وہاں کے علماء نے استصواب کیا تو گرونانک صاحب نے یوں فرمایا۔

حضرت جو فرمایا فتوی وچ کتاب ۔۔ بے نمازاں تے سگ بھلے جو راتیں رہن سجاگ
نبی کریم نے فرمایا ہے۔ کہ بے نمازوں سے کتے اچھے ہیں جو راتوں کو جاگتے ہیں۔
دتی بانگ نہ جاگنی ستے رہن سبھاگ ۔ پڑ پلیتی تن کے مورکھ نال جہاں بھاگ
اذان سے جاگتے نہیں بدبخت سوئے رہتے ہیں۔ وہ ناپاک اور بیوقوف ہیں
سنت فرض نہ منی نہ منی امر کتاب ۔۔ دوزخ اندر ساڑہن جیوں سیخی چاڑ کباب
سنت فرض اور کتاب کا حکم نہیں مانتے وہ دوزخ میں جلائے جائیں گے جیسے کباب سیخ
گھنی خواری تن کو جو پیندے بھنگ شراب
ان کے لئے بڑی خواری ہے۔ جو شراب بھنگ پیتے ہیں
سوئر شراب سے بوجا بھگنی نا ہ ۔۔ جاد ن ہتے نفس کے دکھ گھنا سہسی رواہ
سوئر شراب چرس بھنگ منع ہیں۔ نفس امارہ کی پیروی کرتے ہیں اور دکھ اٹھائینگے
روز قیامت نفس کو پوسی ہو کل واہ ۔۔ تت دن پربت اڈسن پہنچے جو ہیں کپاہ
قیامت کے دن وہ اضطراب میں ہونگے۔ اسدن پہاڑ اڑیں گے جیسے روئی دھنی جاتی ہے
قاضی ہو نہ بہسیو بہسی آپ اللہ ۔ حقوں ہی سب نبہسی لاابالی درگاہ۔
منصف خود اللہ ہوگا۔ سب فیصلہ حق سے ہوگا۔ اس بے پرواہ کی درگاہ میں۔
طلباں پوسن آکیاں کیتے جنہاں گناہ ۔۔ دوزخ بنہہ چلائیسہ گل طوق منہ سیاہ
گناہگار باغی طلب ہونگے۔ دوزخ کیطرف چلائے جائینگے۔ ان کے منہ سیاہ اور گلے میں طوق ہونگے
علاں وانت دن ہوسن بے پرواہ ۔ سوئی چھٹسن نانکا حضرت جنہاں پناہ
اس دن نیک اعمال والے بے فکر ہونگے۔ نانکا وہی رستگاری پاوینگے جنکی پناہ حضرت یعنی نبی کریم ہیں

پھر اس دوران گفتگو میں گرو صاحب نے ایک سی حرفی تلقین فرمائی جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

ا ۔ بدعت نوں دور کر قدم شریعت راکھ۔
سبھس کسے نوں نوچل مندا کسے نہ آکھ
بدعت دور کر شریعت پر قدم رکھ خاکساری اختیار کر کسی کو برا نہ کہہ۔
ج ۔ جماعت جمع کر۔ کچھ چلنے کا کر بندوبست۔
باجھوں سائیں آپنے پھر سی ہینڈ ڈہینڈ
نماز باجماعت پڑھ آخرت کا سامان کر۔ بغیر اطاعت مالک کے کسمپرسی کی حالت میں ہوگا
ص ۔ صلوٰۃ محمدی مکھ تھیں آکھ منت ۔
خاص بندہ ساچیا سرمتر اہو مت ۔
ہمیشہ درود کا ورد کر۔ اللہ نے اسے خاص اخاص بنایا۔ محبوبوں کا سردار ہے
ک ۔ کلمہ یاد کر نفع اور کیت بات ۔
نفس ہوائی رکن دین پس ہیو ہو من مات
کلمہ یاد کر اور کسی بات میں نفع نہیں۔ اے رکن دین اس سے نفس امارہ زیر ہوتا ہے۔
ل ۔ لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کرین ۔
کچھ تھوڑا بہتا کھٹیا اپنا آپ ونجین
ان پر لعنت ہے۔ جو نماز کو ترک کریں۔ جو تھوڑا بہت حاصل کیا وہ بھی ضائع کرتے ہیں۔
م ۔ محمد من توں من کتاباں چار ۔
من خدائے رسول نوں سچائی دربار
محمد صلعم کو مان اور چاروں کتابوں کو مان۔ خدا و رسول کو مان جو سچا دربار ہے۔
ھ ۔ ہیبت رہن دن کی جدن عدل کرے۔
باب اساڈے رکن دین کیہا حکم کرے۔
وہ دن بڑا ہیبتناک ہے جدن عدل ہوگا۔ اے رکن دین ہمیں کیا علم کہ ہمارے بارے کیا حکم ہوتا ہے۔

لیکن اس ساری حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لئے اسی گفتگو میں مندرجہ ذیل عبارت ملا دی گئی۔

وید کتیب افتری بھائی دل کا فکر نہ جائے ... الخ (تلنگ کبیر جی)
وید اور چاروں کتب سب افتراء ہیں۔ اس سے دل کا فکر دور نہیں ہوتا۔

اول تو یہ کبیر کا کلام جو گرو کے ان واقعات سے مدتوں بعد گرنتھ صاحب کی ہیڑ میں آیا سراسر خلاف واقعہ ہے۔ اور بالکل کوئی حجت نہیں ہو سکتا۔

دوم ۔ جو گرو کہ اپنی اس زبان مبارک سے ایک ہی وقت میں کتاب اللہ قرآن مجید کی صداقت کو بڑے زوردار الفاظ میں بیان کرے۔ کیا وہ اُسی زبان سے یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ کتاب افتری ہے اور اس سے دل کا فکر نہیں جاتا۔

بھائی سیوا سنگھ جی لِلّٰہ کچھ غور کرو۔ اور عقل سے کام لو۔ گرو صاحب کی ذات مبارک پر آپکا یا ساکھی نویس کا یہ زبردست حملہ ہے۔

باقی آیندہ

(خاکسار محمد یوسف گرنتھی)

فتاوے

بابو انعام اللہ صاحب نے نوزئ سنالیمن سے نقل فتوٰے و استفتار ارسال فرمایا ہے۔ جو ان کے خلاف صادر کیا گیا ہے۔ اس فتوٰے کے مفتی دیوبند کے سند یافتہ اور بخاری سید ہیں۔ آپوزئی میں مقیم ہیں۔ اور وہاں ایک سکول میں دینیات کے مدرس ہیں۔ اسلئے وہاں کے لوگوں میں ایک خاص عزت رکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو مضمون حضرت امیر مندرجہ اخبار پیغام صلح مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۲۲ء

استفت

چہ میفرمایند علمائے دین دریں معاملہ کہ زید محض بہ نیت حفاظت و پس اندازی رقمے در بنکے نہاد و چون اہل بنک بوقت واپسی بر اصل رقم اضافہ کردند۔ زید رقم زیادہ را بر مصرف خود روا خیال کرد و آنرا صدقہ کرد بالخصوص برائے اشاعت وحمایت اسلام۔ آیا بعد ازاں فعل گنہگار باشد یا نہ۔ و او را سود خوار گفتن و بد دانستن و عیبش کردن و مواکلت و مجالست و مناکحت با وے جائز است ۔۔۔۔۔۔ بینوا توجروا۔

جواب

چونکہ اہل بنک زیادۃ مذکورہ بسبب قانون مقررہ وعرف جاریہ خود میدہند لہذا قطعًا در سود داخل می شود۔ زیرا کہ معروف بالعرف کالمشروط بالشرط است چنانچہ در مبسوط السرخسی تصریح نمودہ ونیز در فتاوے کمالیہ فرمودہ اند قالوا انما یحل ذلک ای الزیادۃ اذا لم یکن فیہ عرف ظاھر فان کان یعرف ان ذلک یفعل کذلک فلا یحل انتہی ص۹۳ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل قرض جر نفعًا فھو ربوًا وفی روایۃ فھو حرام وعن انس رض قال علیہ الصلوٰۃ والسلام اذا اقرض احدکم قرضًا فاھدی الیہ او حملہ علی الدابۃ فلا یرکبہ ولا یقبلھا الا ان یکون جری بینہ وبینہ قبل ذلک رواہ ابن ماجۃ وعنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقرض الرجل الرجل فلا یاخذ ھدیتہ رواہ البخاری فی تاریخہ۔ وعن ابی بردۃ بن ابی موسیٰ قال قدمت المدینۃ فلقیت عبد اللہ بن سلام فقال انک بارض فیھا الربوا فاشٍ کان لک علی رجل حق فاھدی الیک حمل تبن او حمل شعیر او حبل قت فلا تاخذہ فانہ ربوًا رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ المصابیح۔ اسما ہر کہ از احادیث مذکورہ بالا صریحًا مستفاد میشود۔ کہ زیادۃ گرفتن از اہل بنک حکم سود دیگر دارد و گرفتن سود از مروجہ حرام قطعی است خواہ برائے خود میباشد یا از برائے اشاعت وحمایت اسلام۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لعن اللہ آکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدہ کلھم فی اللعنۃ سواء۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام دعوا الربوا والریبۃ ..... قال اللہ تعالیٰ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ۔ الآیۃ ومن یکون محاربا باللہ ورسولہ فمن این یفلح او ینجح او یری خیرًا فلا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ثم اعلم ان الربوا محرم کتابًا وسنۃً واجماعًا فمن استحلہ فقد کفر۔ نعوذ باللہ من ذالک ..... فتاوی الکاملیہ ص۹۳ مرتکب دریں فعل قبیح تا ہنوز بسبب بے علمی خود مشغول کردہ باشد پس باید کہ بعد از ظہور حق بر کردہ خویش پشیمانی نمودہ توبہ کند وگرنہ ہمراہ او بعد ازیں انعقاد مواکلت ومشاربت ومجالست ممنوع وحرام است۔ تمہرًا وتنبیہًا۔ وما علینا الا البلاغ۔

حررہ مولوی محمد شاہ ساکن آپوزئی

(تردید از جناب مولانا مولوی احمد صاحب)

قرض کے ساتھ جو زیادۃ آتی ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں۔ ۱ یہ کہ زیادۃ کی شرط ٹھیرائی جاوے کہ قرض کی واپسی پر اسقدر زیادۃ دینا ہوگا۔ ۲ یہ کہ لوگوں کا معاملہ اور لین دین اس زیادۃ کے ساتھ ہو اور بغیر زیادۃ کے معاملہ نہ ہو اور عرف لوگوں کا اسی طرح ہو۔ اگرچہ زبانی شرط نہ بھی ٹھیرائی ہو۔ تو یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں۔ اور فقہا کا یہ قاعدہ کہ المعروف کالمشروط یعنی لوگوں کا عرف جاریہ شرط کے حکم میں ہے۔ .... دوسری صورت میں چلتا ہے۔ اور یہ قاعدہ صحیح بھی ہے۔ کہ لوگوں کے معاملات انکے عرف کے بنا پر تسلیم کئے جائیں گے۔ ۳ یہ کہ زیادۃ کی نہ شرط ہو اور نہ عرف زیادۃ کیساتھ جاری ہو۔ اور سکوت کے ساتھ قرض دہندہ نے قرض دیا ہو۔ زیادہ کی نہ شرط ٹھیرائی ہو۔ اور نہ انکار کیا ہو۔ لیکن مقروض قرض کی واپسی پر زیادہ دیتا ہے۔ ۴ یہ کہ اگرچہ عرف زیادہ کے ساتھ جاری ہو۔ لیکن قرض دہندہ نے صاف انکار کیا ہو۔ کہ میں زیادۃ کی نیت سے روپیہ نہیں دیتا۔ اور اس نیت زیادہ کو میں ناجائز سمجھتا ہوں۔ تیسری صورت میں زیادۃ لینا بلا شبہ درست ہے۔ اور اس کے ثبوت کے لئے میں بخاری شریف کی دو حدیثیں پیش کرتا ہوں۔

حدیث ۱ بخاری، باب ھل یعطی اکبر من سنہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتقاضاہ بعیرًا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطوہ فقالوا لا نجد الا سنا افضل من سنہ ......

ترجمہ ابوہریرہ سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص نبی کریم کے پاس آیا طلب کرتا تھا آپ سے اونٹ اسکا پس فرمایا نبی کریم صلعم نے دیدو اس کو عرض کیا صحابہ نے ہم اس کے اونٹ کے جیسا نہیں پاتے ہیں۔ اس سے بہتر پاتے ہیں۔ فرمایا کسی قرضخواہ کو اس کے جانور سے بڑی عمر والا جانور دیا جاسکتا ہے۔

فقال الرجل اوفیتنی اوفاك الله فقال رسول الله صلعم اعطوه فان من خیارکم الناس احسنہم قضاءً

ترجمہ ۔ پس کہا اُس شخص نے پورا دیا آپ نے مجھ کو پورا دیدیوے آپ کو اللہ پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیدو اسکو۔ کیونکہ بہترین لوگوں میں سے وہ ہیں جو قرضہ کو احسن طور سے ادا کرتے ہیں۔

خلاصہ اسکا یہ ہے۔ جیسا اور حدیثوں سے بھی واضح ہوتا ہے۔ کہ کسی شخص سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ قرض لیا تھا۔ جب اس نے طلب کیا تو آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اسکو اونٹ دیدو۔ انہوں نے عرض کی کہ اُس کے اونٹ کے برابر اونٹ تو نہیں ملتا ہے۔ اس سے بہتر اور بڑی قیمت کا ملتا ہے نبی کریم نے فرمایا کہ بڑی قیمت والا ہی دیدو اس لئے کہ لوگوں میں سے وہی بہتر ہیں۔ جو اچھا اور بہتر بدلہ دینے والے ہوں۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ نبی کریم نے جو اونٹ اُس شخص کو اس کے قرض کے بدلہ میں دیا تھا۔ اس کی قیمت اُس شخص کے اونٹ کی قیمت سے زیادہ تھی اور نبی کریم نے زیادہ دی اگر زیادہ دینا ناجائز ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ دیتے اور یہ ظاہر ہے۔ کہ یہ زیادہ نہ شرط تھی اور نہ مسلمانوں میں اسکا عرف تھا۔ اس لئے تیسری صورت بلا شبہ جائز ہے۔ اور اس لئے فتح الباری میں لکھا ہے۔ کہ اس حدیث کی رو سے زیادہ لینا درست ہے۔ اگر شرط نہ ہو۔

حدیث ۲۔ بخاری۔ باب حسن القضاء۔ عن جابر بن عبد اللہ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی المسجد وکان لی علیہ دین فقضانی وزادنی۔

ترجمہ ۔ قرض کو بہتر طریق پر ادا کرنا حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہا کہ آیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور وہ مسجد میں تھے۔ اور میرا اُس پر قرض تھا۔ پس ادا کیا مجھ کو اور زیادہ دیا۔ فتح الباری میں لکھا ہے۔ کہ اُس زیادہ کی مقدار ایک قیراط تھی۔

اس حدیث سے بھی صاف ظاہر ہے۔ کہ زیادہ جب شرطاً اور عرف کے طور پر نہ ہو۔ اس کا لینا اور دینا دونوں درست اور جائز ہیں۔ اس لئے تیسری صورت جائز ہے۔

جب ان دونوں حدیثوں کے لحاظ سے وہ زیادہ جو کہ شرطاً اور عرف کے طور پر نہ ہو جائز اور درست ہے۔ اور نبی کریم نے خود ایسی زیادہ دی ہے۔ تو مفتی صاحب نے جو احادیث اس کے عدم جواز کے لئے نقل کی ہیں وہ اس صورت پر محمول ہونگی جس میں زیادہ کی شرط یا عرف ہوگا۔ یہ صورۃ ان حدیثوں میں مراد نہ ہو تو ان کا مضمون اوپر کی دونوں حدیثوں کے رو سے صحیح نہیں ٹھہر سکتا۔ اور ابو موسےٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا قول جو مفتی صاحب نے بحوالہ بخاری نقل کیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ مقروض کا ہدیہ لینا اُس صورت میں درست نہیں جہاں ربوا کا عام دستور ہو جیسا کہ ان کے اس قول سے ظاہر ہے۔ کہ انك بارض الربوا فیھا فاش۔ آپ ایسے ملک میں ہیں۔ جہاں ربوا کا رواج ہے۔ اس لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابو موسےٰ اشعری کی نہی لوگوں کے رواج عام کی وجہ سے تھی۔ نیز مفتی صاحب نے جو احادیث نقل کی ہیں۔ ان کا حوالہ نہ ایسی معتبر کتاب کا دیا ہے جس کی احادیث بغیر تحقیق اور تنقید سند کے مانی جاویں نہ ان کا پتہ اور صفحہ دیا ہے اور نہ ان کی سند نقل کی ہے تاکہ ہم خود اس کی تنقید کریں۔

چوتھی صورت تو ضرور جائز ہے۔ کیونکہ عرف اگرچہ زیادۃ کے ساتھ جاری ہو۔ لیکن چونکہ قرض دہندہ نے صاف طور سے تصریح کر دی کہ میں اس قرض کے عوض میں زیادہ لینا ناجائز سمجھتا ہوں۔ اور میں اس ارادہ سے روپیہ نہیں رکھتا تو اسکا یہ معاملہ عرف کی بنا پر نہیں سمجھا جائیگا۔ اس لئے کہ عرف کی تسلیم ضمنی ہے اور اس صورت میں انکار صریحی ہے۔ اور انکار صریحی کے مقابلہ میں عرف کی تسلیم ضمنی کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ لہذا اُسکا یہ معاملہ اُسکے صریح الفاظ کی بنا پر چلایا جائیگا۔ اور اس کی صراحت پر عرف حکم نہیں ہوگا۔ بلکہ عرف پر اس کی صراحت حکم ہوگی۔ اور صراحت اس کی یہ ہے کہ میں قرض بشرط زیادۃ کے ساتھ نہیں دیتا۔ بلکہ صرف اپنی حفاظت کے واسطے دیتا ہوں۔ اور بشرط زیادہ کو ناجائز سمجھتا ہوں۔ اور روپیہ کے عوض منافع لینے کے لئے نہ روپیہ رکھتا ہوں اور نہ اسکو جائز سمجھتا ہوں تو اس صورت میں اس کی نیت کا اعتبار کیا جائیگا۔ اور اس کے یہ الفاظ صحیح مانے جائیں گے۔ اس لئے کہ سوءِ ظن از روے قرآن و حدیث حرام ہے۔

(اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم)

حدیث شریف (ایاك والظن فان الظن اکذب الحدیث)

بخاری شریف پس اس صورت میں اگر اصل روپیہ کی واپسی کے وقت بنک والا زیادہ نہ دے تو یہ شخص اس سے مطالبہ نہیں کریگا۔ اگر بنک والے نے اگر خود زیادہ دیا۔ اور روپیہ والے نے وہ زیادۃ لیا۔ تو یہ درست ہوگا۔ خاصکر اس صورت میں کہ اگر یہ زاید رقم نہ لیوے تو وہ عیسائیوں کے مشنوں پر اسلام کے خلاف خرچ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ بنک والا کی یہ یکطرفہ کارروائی ہے جس میں روپیہ والا شریک نہیں کیونکہ وہ اگر زیادۃ نہ دیوے تو اس کی طرف سے کوئی مطالبہ نہیں۔ لیکن اس زیادۃ کو اپنی ضروریات میں خرچ نہ کریں کیونکہ اس سے اس کی نیت کی عملاً تکذیب ہوتی ہے۔ اس لئے اپنی نیت کی صحت کو برقرار رکھنے کے واسطے ضروری ہے۔ کہ اس زائد رقم کو اپنے مصرف میں نہ لاویں۔ نیز چونکہ اس میں ظاہراً ایک نوع مشابہت سود کے ساتھ ہے۔ لہذا اسکو خیرات کے مقاموں میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ ایسے مال کو فقہا نے بھی خیرات کے کاموں میں دینے کو ضرور سمجھا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو متن ہدایہ۔ ومن اشتری جاریۃ بیعًا فاسدًا وتقابضا فیھا تصدق بالربح۔ یعنی جس نے کسی لونڈی کو شراء فاسد کے ساتھ خریدا اور اس لونڈی میں اسکو منافع ہوا تو اس کے منافع کو خیرات کے کاموں میں دیدے۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ اس منافع میں شبہ ہے اسلئے

اسکو اپنے مصارف میں نہ لائے۔

نیز ہدایہ کتاب الاضحیہ میں لکھا ہے۔ کہ قربانی کے کھال کو فروخت نہ کرے اور اگر فروخت کیا تو اس کی قیمت کو خیرات کرے تاکہ تمول کا شبہ جاتا رہے پس یہ فقہا کا متفق علیہ مسئلہ ہے۔ کہ شبہ کا مال صدقہ کیا جاوے۔ لیکن یہ بھی یاد رہے۔ کہ اس زائد رقم کو سود نہیں کہا جائیگا۔ اس لئے کہ سود کی شرعی تعریف میں یہ شامل نہیں۔ اور سود کا لفظ چونکہ عرف عام میں اس متعارف منافع پر بولا جاتا ہے۔ اس لئے رقم مذکور پر سود کا لفظ بولنا موجب غلط فہمی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ منافع متعارفہ تو قطعًا ناجائز ہے۔

مفتی صاحب کا اگر اس مسئلہ میں اختلاف رائے ہو۔ تو اختلاف رائے کی صورت میں یہ کس آیہ اور حدیث سے ثابت ہے۔ کہ جس سے اختلاف رائے ہو اس کے ساتھ معاملات چھوڑ دیجاویں۔ یہ مولویصاحبان کی نئی شریعت جو عملًا دعوی نبوت کے مرادف ہے۔ کیا صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور دیگر آئمہ مجتہدین جو آپس میں سینکڑوں مسائل میں ایکدوسرے سے اختلاف رکھتے تھے۔ ان کے آپس میں بھی ترک مواکلت اور مجالست کے فتوے جاری تھے۔

کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمخیال جو متعہ کو حلال سمجھتے تھے دیگر صحابہ نے ان کے ساتھ معاملات ترک کر دئے تھے۔ مولویصاحبان کا یہ ایسا فتوے ہے۔ جس کی نظیر نبی کریم اور صحابہ کرام کی زندگی میں نہیں ملتی ہے امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک جیساکہ تمام کتب فقہ میں لکھا ہے کہ لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب ربوا دار الحرب۔ میں مسلم اور حربی کے درمیان جائز ہے۔ اور باقی ائمہ دین ربوا کو مطلقًا حرام سمجھتے ہیں۔ تو کیا اور آئمہ دین حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ معاملات چھوڑ چکے تھے اور ترک معاملات کا فتوے اُن پر دے چکے تھے۔ امید ہے۔ کہ مفتی صاحب ان تمام باتوں پر غور کرکے اپنے فتوے کو واپس لیں گے۔

احمد

ریویو

کانفرنس گزٹ علیگڈھ سے نہایت آب وتاب کیساتھ شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ جیساکہ اس رسالہ کا مطمح نظر مسلمانوں کی تعلیمی تحریک اصول تعلیم نظام تعلیم مروجہ ملک اور دیگر اہم تعلیمی امور پر بحث کرنا ہے ہمیں امید ہے۔ کہ یہ اس پر پورا اترے گا۔ ہمارے سامنے اسوقت اسکا تیسرا نمبر ہے۔ جس میں "بچوں کو سچ بولنے کی عادت ڈالنے کے عملی طریقے" کے عنوان سے ایک انعامی مضمون مندرج ہے اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ اسپر انعام لینے والا عینی محمد اکبر بی۔ اے ایک سکول کا ہیڈ ماسٹر ہے۔

ایک اعرابی نے پوچھا مجھے ایسا طریق بتائیں کہ میں پھر گناہ نہ کروں۔ نبی کریم نے فرمایا جھوٹ بولنا ترک کر دو۔ چند روز کے بعد وہ واپس آیا تو وہ بالکل بدل چکا تھا۔ اس نے سوچا اگر میں شراب پی لوں مجھ سے آپ پوچھیں گے۔ تم نے شراب پی۔ پیشتر تو میں جھوٹ بولکر شرمندگی سے بچ جاتا تھا۔ مگر اب ناممکن ہوگیا۔ وغیرہ

نہایت عمدہ طریقہ ہے۔ جس سے تحقیق کرنے کی عادت ڈالنے کی کوشش کیجاوے۔ اسی طرح ایک اور بسیط مضمون "سرمایہ داروں کی غلامی اور مسلمان" اس محققانہ بحث میں اور امور کے علاوہ جواز سود پر مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈالی گئی ہے

یہ امر کہ ہمیں اس سے اختلاف ہے یا اتفاق۔ ہم انشاء اللہ آیندہ اشاعت میں عرض کریں گے۔ لیکن یہ بات ہم کہیں گے۔ کہ مسلمانوں کی عام حالت سے متاثر ہوکر اضطرار کے ساتھ انہوں نے یہ تحریر کیا ہے۔ اس سے اتنی ڈھارس تو بندھتی ہے۔ کہ بیداری کی طرف طبائع کا میلان ہے۔ جو ہنوز پابندہ۔

اخبار احمدیہ

دعائے مغفرت۔ ہمارے مکرم محترم خانصاحب شیخ پیر محمد صاحب۔ سیالکوٹ والے اس دار فانی سے رحلت فرماگئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالےٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب سے التجا ہے۔ کہ ان کیواسطے نماز جنازہ غائبانہ ادا کریں۔

دعائے صحت۔ شیخ مولا بخش صاحب بوٹ اینڈ شوز مرچنٹ سیالکوٹ کی طبیعت چند دنوں سے علیل ہے۔ دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ انہیں جلد صحت عطا فرما دے۔

مولوی عبدالستار صاحب لاہور تشریف لے آئے ہیں۔

جو بالشویک حکومت کے قائم مقام وزیر خارجہ ہیں۔ کسی خاص کام کی انجام دہی کے لئے ماسکو سے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی خدمت میں تشریف لے گئے۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی ہدایات کابینہ وزارت قسطنطنیہ کو "ٹیمز" ۲۰ ستمبر۔ "شکاگو ٹریبیون" کے نامہ نگار مقیم قسطنطنیہ کا بیان ہے۔ کہ وزیر اعظم نے جناب حمید بے سفیر دولت عالیہ ملیہ انگورہ مقیم قسطنطنیہ کی خدمت میں یہ عرض کیا۔ کہ اعلیحضرت سلطان المعظم تخت سے دست بردار ہونے کے متمنی ہیں۔ جناب حمید بے نے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو بذریعہ پیغام برقی اطلاع دی۔ غازی اعظم نے جواب ارسال فرمایا جس کی رو سے کابینہ وزارت کو ہدایت دی گئی ہے۔ کہ اس وقت تخت سے دست برداری کو منظور نہ کریں بلکہ تمام حالات کو بنظر غائر دیکھتے چلیں۔

یونانیوں نے اناطولیہ کو بالکل تباہ کر ڈالا

اب تھریس میں مظالم برپا ہو رہے ہیں

قسطنطنیہ ۸ ستمبر۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے جرنیل ہیرنگٹن کو جو مکتوب ارسال کیا ہے۔ اس کے متن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ابتک غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو خبر تک نہ تھی کہ دول متحدہ اور جمعیتہ عالیہ ملیہ کے درمیان کوئی غیر جانبدارانہ علاقہ مقرر کیا جا چکا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ معاند یونانی افواج کی پسپائی پر ہمارے سوار اور فوجیں ان کے تعاقب میں بڑھتی چلی گئیں۔ تمام نقل و حرکت کی وجہ صرف یہ ہی ہے۔ آپ نے لکھا ہے۔ کہ یونانی افواج نے اناطولیہ کو بالکل تباہ کر ڈالا ہے۔ گھروں کو جلا دیا ہے لاکھوں آدمی بے خانماں در بدر مارے مارے پھر رہے ہیں۔ یونانی افواج ترکان احرار کے توقف و تامل سے تھریس میں نہ پہنچنے اور اس کا از سر نو انتظام کرنے میں ایک ایک دن کی تاخیر سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور اسی قسم کے مظالم برپا کر رہے ہیں۔

مکتوب کا ملخص

غازی مصطفےٰ کمال بیان فرماتے ہیں۔ کہ یونانیوں کو غیر جانبدار علاقہ کی شرائط سے مستثنےٰ کر دیا گیا تھا۔ آپ نے مثال کے طور پر ۲۵ ستمبر کو قسطنطنیہ کے قرب و جوار میں یونانی بیڑے کی موجودگی کو پیش کیا ہے۔ غازی اعظم نے برطانوی افواج مقیم چناق کی کارگزاریوں کی شکایت کی ہے جس میں اس سڑک پر جو ترکان احرار کو یونانی افواج سے جدا کرتی ہے استحکامات کی تعمیر بھی شامل ہے۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا فرماتے ہیں۔ کہ ترکان احرار ہمیشہ تسلیم کرتے رہے ہیں۔ کہ آبنائے کو آزاد رکھا جائے۔ آپ نے جرنیل ہیرنگٹن سے استدعا کی ہے۔ کہ وہ ایسی تدابیر پر عمل پیرا ہوں کہ آئندہ کانفرنس کے اجلاس سے پہلے پہلے کسی قسم کی غلط فہمی نہ پیدا ہو جائے۔ آپ کو امید واثق ہے۔ کہ کانفرنس سے مستقل نتائج پیدا ہوں گے۔

جرنیل ہیرنگٹن کا جواب

جرنیل ہیرنگٹن کے جواب سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انہیں پہلی مرتبہ یہ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ غیر جانبدار علاقے کے متعلق کسی قسم کی غلط فہمی موجود ہے۔ جرنیل ہیرنگٹن نے کہا ہے۔ کہ سال اسبق میں ترکان احرار کی افواج مقیم اسمار کے کماندار اتحادیوں کی افواج کے کماندار نے باہمی مذاکرات کے بعد غیر جانبدار علاقے کی سرحد بندی کا فیصلہ کیا تھا۔

اگر رومانیہ نے کمالیوں کیخلاف حرکت کی تو بالشویک رومانیہ پر حملہ کر دیں گے۔ بلقان میں بالشویکی تبلیغ و اشاعت کے متعلق ایم پوئنکارے خطرہ ظاہر کر رہے ہیں۔ اور جنرل ٹاونشنڈ نے کہا ہے۔ کہ بالشویک بالکل تیار ہیں۔ اگر رومانیہ نے ترکان احرار کے خلاف حرکت کی تو بالشویک اس پر حملہ کر دیں گے۔ جنرل ٹاونشنڈ کو یقین ہے۔ کہ رومانیہ اور سرویا فرانس اور اٹلی کے قدم بقدم چلیں گے۔ کہ ترکان احرار کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جاوے۔ برطانیہ کے لئے محفوظ راستہ یہ ہے کہ وہ ڈپلومیٹک ذرائع سے گفت و شنید کرے۔ ایکا ؤنٹ گرے نے ایک بیان میں کہا ہے۔ کہ اگر انفرادی حیثیت سے کارروائی کی گئی۔ تو یہ کارروائی مصائب و بربادی کا پیش خیمہ ہوگی۔ ملک کا عام خیال بھی یہی ہے۔ اور جنگ کے خلاف روز بروز طاقت بڑھ رہی ہے۔

جرمنی اور فرانسیسی سیکھنے کا نادر موقعہ

اکثر اصحاب لاہور جرمنی اور فرانسیسی زبان سیکھنے کے خواہشمند تھے۔ مگر کوئی ایسا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے خواہش پوری نہ کر سکتے تھے۔ مسٹر ساگر چند صاحب بیرسٹر نے جو ان زبانوں میں پورے ماہر ہیں اس ضرورت کو محسوس کر کے ایسے اصحاب کی خواہش کو پورا کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اور اپنے مکان واقعہ پانس منڈی۔ انارکلی۔ لاہور میں شام کے ۴ اور ۶ بجے کے درمیان ان ہر دو زبانوں کا سبق دینا شروع کر دیا ہے۔

شائقین کو فائدہ اٹھانے کا نادر موقعہ ہے۔ شاید صاحب موصوف کم فرصتی کی وجہ سے زیادہ عرصہ تک ان جماعتوں کو جاری نہ رکھ سکیں اس لئے جن اصحاب کو جرمنی یا فرانسیسی سیکھنے کا شوق ہو۔ فوراً صاحب موصوف سے مفصل حالات معلوم کرنے کے لئے خط و کتابت کریں یا خود ان کے مکان پر ۴ اور ۶ بجے شام کے درمیان مل سکتے ہیں۔

[illegible]

الصلح خیر

پیغامِ صلح

لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۰۲

ایڈیٹر چودھری ظہور احمد بی۔ اے

جلد ۱۰ — نمبر ۴۱

مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۹ صفر المظفر ۱۳۴۱ ہجری مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۲ عیسوی

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

خبر مرگ۔ جناب شیخ اسلام الدین صاحب ریٹائرڈ گورنمنٹ پریس شملہ اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ان کی صاحبزادی جسکا نکاح حضرت امیر قوم نے مارچ ۱۹۲۲ء کو پڑھا تھا۔ بچہ کی پیدائش کی تکلیف کے باعث جانبر نہ ہو سکی اور بچہ صرف ۵ یوم زندہ رہکر اپنی والدہ سے چار دن پہلے مرگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب مرحومہ کے واسطے دعائے مغفرت فرمادیں۔ اور جنازہ غائبانہ ادا کریں۔

کتاب ردِّ تکفیر اہل قبلہ چھپ کر تیار ہوگئی ہے۔ محصول ڈاک بھیجکر احباب طلب فرمادیں۔

حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ امرتسر میں خوب تبلیغ کے کام میں مصروف ہیں۔ اور سرگرمی سے سلسلہ گفتگو جاری ہے۔

حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب کی طبیعت رو بصحت ہے۔

احمدیہ بلڈنگ کے لئے درخواستیں موصول ہو رہی ہیں۔ خریدار صاحبان سابقون بننے کی کوشش کریں تاکہ قطعہ جات ختم ہونے پر مایوسی کا موقعہ نہ ملے۔

حضرت امیر انشاء اللہ جمعرات ۱۲ اکتوبر لاہور تشریف لادیں گے۔

جناب عبد الرؤف صاحب مقام شیخ محمدی ضلع پشاور سے اطلاع دیتے ہیں کہ عبد الاکبر صاحب جو حضرت مرزا صاحب کے عاشق صادق تھے۔ مرض نمونیا سے فوت ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب ان کیلئے دعائے مغفرت کریں۔ اور جنازہ

رسیدات زر

چندہ ماہ جون ۱۹۴۲ء جماعت احمدیہ انجمن پشاور

۱ - جناب مولانا مولوی غلام حسن خان صاحب
۲ - جناب مثال خان صاحب سوداگر
۳ - جناب شیخ ہدایت اللہ صاحب بوٹ مرچنٹ
۴ - مرزا محمد سلطان صاحب (ووکنگ مشن للعہ)
(اشاعت اسلام للعہ)
۵ - جناب زین العابدین صاحب سکنہ نگدانہ از یکم ستمبر ۱۹۴۱ء لغایت اپریل ۱۹۴۲ء بحساب ۴ ماہوار
۶ - جناب خلیل الرحمن صاحب - طالب علم - از یکم مارچ ۱۹۴۲ء لغایت اخیر مئی ۱۹۴۲ء بحساب عہ ماہوار
۷ - جناب عبداللہ جان صاحب میر منشی از کابل از یکم جنوری تا آخیر جون ۱۹۴۲ء بحساب چھ روپیہ ماہوار
۸ - جناب امام الدین صاحب سکنہ بڈا بیر - از یکم جنوری لغایت اخیر اپریل ۱۹۴۲ء بحساب ۴ ماہوار
۹ - جناب بابو کریم بخش صاحب برائے اپریل و مئی
۱۰ - جناب ڈاکٹر یوسف علی صاحب بذریعہ ڈاکٹر نظام دین صاحب برائے اشاعت اسلام چندہ اتفاقی
۱۱ - جناب ڈاکٹر عبدالواحد صاحب بذریعہ ایضاً
۱۲ - جناب ڈاکٹر گلاب دین صاحب - بذریعہ ایضاً
۱۳ - جناب مستری عبدالعزیز صاحب
۱۴ - جناب مستری میاں محمد صاحب ٹکی
۱۵ - جناب میاں بہادر دین صاحب
۱۶ - جناب مرزا محمد عباس صاحب
۱۷ - جناب شیخ فضل کریم صاحب برائے جبری شن
۱۸ - جناب ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب برائے اشاعت اسلام (اتفاقی)
۱۹ - جناب عبدالرؤف صاحب
۲۰ - جناب مستری شاہ زمان صاحب برائے اپریل و مئی
۲۱ - جناب استاد گل صاحب برائے مئی و جون
۲۲ - جناب مولوی مظفر احمد صاحب برائے جون و جولائی
۲۳ - جناب ڈاکٹر نظام دین صاحب
۲۴ - جناب ڈاکٹر محمد دین صاحب
۲۵ - جناب [illegible] اکبر خان صاحب برائے مئی و جون
۲۶ - جناب دلاور خان صاحب

ترجمہ نظم

"ما مسلمانیم از فضل خدا"

بفضل خدا ہم مسلماں ہیں سب ۔۔۔ کیا ترک اسلام نے ہی لہو و لعب
ہمارا خدا ہی خدائے جہان ۔۔۔ وہی مستغاث و وہی مستعان
وہی ایک ہم سب کا معبود ہے ۔۔۔ اسی کی رضا ہم کو مقصود ہے
ہیں بیزار ہم شرک و بدعت سے سب ۔۔۔ بزرگان دیں کا ہیں کرتے ادب
محمد نبی سرورِ انبیاء ۔۔۔ ہمارے وہ ہیں مقتدا پیشوا
رسولِ خدا باعثِ خلقِ کل ۔۔۔ وہ خیر الورٰی زیب و فخر رسل
حیات النبی ماحی شرک و شر ۔۔۔ نبوت ختم اُن پہ ہے سر بسر
یہ نور و ضیا ہم کو جو ہے ملا ۔۔۔ یہ سب اُن کے ہی واسطے سے ملا
کتاب خدا جو کہ فرقان ہے ۔۔۔ بلا ریب وہ بحرِ عرفان ہے
مئے معرفت اس سے ہم نے پیا ۔۔۔ دل و جاں کو اس نے منور کیا
اسی پاک قرآں پہ دیں کا مدار ۔۔۔ اسی سے ہمارے دلوں کو قرار
کوئی ذرہ بھر دور اس سے ہوا ۔۔۔ ہلاکت میں خسران میں وہ پڑا
اسی دیں پہ دنیا میں ہم آ گئے ۔۔۔ مرینگے یہی دین رکھتے ہوئے
ہمہ معجزات نبی حق ہیں سب ۔۔۔ ہوا منکروں پر خدا کا غضب
جو ان میں نبی جو کہ تھے سابقین ۔۔۔ ملے معجزے ان کو بھی بالیقین
سبھوں پر ہمیں دل سے ایمان ہے ۔۔۔ ہے منکر شقی اس کو خسران ہے
عقیدہ ہے قادری ہمارا یہی ۔۔۔ نہیں احمدی اس کا منکر کوئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۱۰ | مورخہ ۱۹ صفر المظفر سنہ ۱۳۴۱ھ | نمبر ۱۴

"دربار خلافت کی سیر"

از قلم جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

(۱)

۱۷ جولائی اور ۱۴ اگست سن رواں کے الفضل کے پرچے مجھے کسی دوست نے دکھائے۔ اس میں ۳ جون کی ڈائری دربار خلافت کی بھی نظر سے گذری۔ یہ پڑھ کر سخت صدمہ ہوا کہ میاں محمود احمد صاحب نے رسول کریم صلعم کی عظمت کو نظر استخفاف سے دیکھتے ہوئے مرقومۃ الذیل ریمارکس کئے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ کہ "یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے۔ کہ آنحضرت اس میدان میں سب سے آگے بڑھ گئے۔ اور خدا نے آیندہ کے متعلق بھی گواہی دے دی کہ آپ آیندہ آنے والی نسلوں سے بھی آگے بڑھے ہوئے ہیں۔" یہیں تک اگر بات رہتی تب بھی خیر تھی۔ ہم یہ سمجھ لیتے کہ چونکہ میاں صاحب نبوت کو اکتسابی سمجھتے ہیں اور نبوت کا دروازہ چوپٹ کھول رکھا ہے۔ اس لئے یہ ایک دوڑ تھی جس میں خدا کی مخلوق دوڑی۔ اور محمد رسول اللہ صلعم اس دوڑ میں سب سے آگے بڑھ گئے۔ مگر غضب یہ ہوا کہ خدا جانے کسی مرید کی تحریک سے یا حضور عالی جناب کو خود ہی خیال آیا۔ ۱۷ اگست کے پرچہ الفضل میں ہی ڈائری کی اصلاح کے عنوان سے چند فقرات اور لکھے گئے۔ جن کی نسبت یہ تحریر کیا گیا۔ کہ یہ ڈائری میں سے رہ گئے تھے۔ اس لئے اب درج کئے جاتے ہیں۔ ان فقروں نے تو غضب [illegible] عذر بدتر از گناہ کا مصداق بنکر میاں صاحب کے اصلی عقاید کا پول کھول دیا۔ مریدوں کی تقلید کورانہ اور خوش اعتقادیوں کا اندازہ یہاں سے [illegible] سکتا ہے۔ کہ جو الفضل مجھے دیکھنے کو ملا۔ اس میں خوش اعتقاد مرید نے ۱۴ اگست کے زائد فقرے ۔۔۔ ۳ جون کی ڈائری والے پرچے پر سرخ سیاہی سے نقل [illegible] ہیں۔ جس سے بے اختیار کہنا پڑتا ہے۔ کہ سخن فہمی عالم بالا معلوم [illegible] صاحب کو یہ خبر نہیں کہ یہ زائد فقرے مفید مطلب ہیں یا مضر ہیں۔

غرضکہ وہ فقرے یہ ہیں۔ "جب ہوسکنے کا سوال ہوگا۔ تو ہم اللہ تعالیٰ کے لا انتہا انعامات اور اس کی غیر محدود ربوبیت کو محض امکان کے ساتھ محدود نہیں کر سکتے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا کوئی شخص رسول اللہ سے بڑھ کر دنیا میں ترقی کریگا۔ تو اس سوال کے جواب میں ہم لوگوں کہتے ہیں۔ کہ نہیں کر سکیگا۔ کیونکہ رسول اللہ فوت ہونے کے بعد بھی ترقی کر رہے ہیں۔ کیونکہ بیشمار دعائیں جو آپ کے حق میں ہوتی چلی آرہی ہیں۔ اور جو عظیم الشان ترقی آپ اسوقت تک کر چکے ہیں۔ وہ اس دوسرے انسان کو جسکا ابھی وجود ہی نہیں کہاں نصیب ہوگی"۔ مندرجہ بالا فقرات میں جو امر قابل غور ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ رسول اللہ سے بڑھ کر دنیا میں ترقی نہ کر سکنے کی میاں صاحب کیا وجہ پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ "رسول اللہ فوت ہونے کے بعد بھی ترقی کر رہے ہیں۔ کیونکہ بیشمار دعائیں جو آپ کے حق میں ہوتی چلی آرہی ہیں اور جو عظیم الشان ترقی آپ اسوقت کر چکے ہیں۔ وہ اس دوسرے انسان کو جسکا ابھی وجود ہی نہیں کہاں نصیب ہوگی"۔ یعنی خوش قسمتی سے رسول اللہ صلعم بہت تیرہ سو برس پہلے پیدا ہو گئے۔ اس لئے چونکہ وہ ۱۳۰۰ سو برس سے برابر ترقی کر رہے ہیں اس لئے جو شخص اب ترقی شروع کریگا۔ وہ چونکہ بہت پیچھے چلا اس لئے ناممکن ہے کہ وہ آپ تک پہنچ سکے۔ خدا کو چاہئے تو یوں تھا کہ یہ ہی دوڑ اگر ساری مخلوق کی دیکھنی تھی۔ تو تمام انسانوں کو جو پیدا ہو چکے یا قیامت تک پیدا ہونگے اُن کو یکدم پیدا کر دیتا۔ اور پھر سب کو موقع ترقی کرنے کا دیتا۔ تب پتہ لگتا کہ واقعی کون سب سے بڑھ گیا۔ جیسا کہ میاں صاحب اُسی ڈائری میں فرماتے ہیں "اور پھر اس میں کوئی خوبی بھی نہیں کہ ایک کو بڑھا دیا جائے۔ اور دوسروں کو بڑھنے نہ دیا جائے۔ ہاں خوبی یہ ہے۔ کہ موقع سب کو دیا جاوے۔ پھر آگے جو بڑھ جائے"۔ چنانچہ جب ڈائری کی اصلاح ہوتی ہے تو اس میں رسول اللہ صلعم کے آگے بڑھ جانے کی وجہ میاں صاحب یہی قرار دیتے ہیں کہ چونکہ آپ فوت ہونے کے بعد لوگوں کی دعاؤں کی طفیل ترقی کر رہے ہیں۔ اور بوجہ ۱۳۰۰ برس قبل ہونے کے بہت کچھ ترقی کر چکے ہیں۔ اس لئے اب جو شخص ترقی کرنا شروع کرے تو وہ کیسے رسول اللہ صلعم سے آگے نکلے۔ یعنے بوجہ ایک لمبا زمانہ قبل پیدا ہو جانے کے انہیں خوش قسمتی سے آگے نکل جانیکا موقعہ مل گیا۔ ورنہ بس جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بے انصافی ہے۔ ورنہ اگر سارے کے سارے ایک وقت میں ترقی کرنا شروع کرتے تو حقیقت کھل جاتی اور دوسرے لوگ آپ سے آگے نکل سکتے تھے تب پتہ لگتا کہ درحقیقت کون آگے نکل جاتا ہے۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ جیسے کوئی بے انصاف ثالث دوڑ میں کسی لڑکے کو دوسرے لڑکوں سے کئی سو گز آگے کھڑا کر دے۔ تو وہ ظاہر ہے۔ کہ آگے نکل جائیگا۔ مگر اس کی وجہ اُسکا آگے کھڑا ہونا ہے۔ دوڑنے میں اُس کی استعداد اور عمل کو دخل کوئی نہیں۔ ممکن ہے۔ وہ دوسروں سے ضعیف ہو۔ اور اگر وہ اسقدر آگے نہ کھڑا ہوتا تو ہرگز آگے نہ نکل سکتا۔ خدا جانے گذشتہ انبیا کی نسبت میاں صاحب کیا رائے رکھتے ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ صلعم سے بھی آگے ہو گذرے ہیں۔ ان کی امتیں بھی ان کے لئے دعائیں کرتی رہی ہیں۔ پھر وہ تو رسول اللہ صلعم سے بہت آگے نکل گئے

ہوں گے۔ یا اگر رسول اللہ صلعم کی فوت ہونے کی بعد کی ترقی اگر رسول اللہ صلعم ہی سے مخصوص ہو۔ اور جہاں خدا نے پہلے بے انصافی سے انہیں ۱۳۰۰ برس پہلے پیدا کر کے لوگوں کو اُن سے بڑھ جانے کا موقعہ نہ دیا۔ وہاں شاید یہ بھی بے انصافی کر رکھی ہو۔ کہ دوسرے لوگوں کی بجائے وہ فوت ہونے کے بعد ترقی نہ کرتی ہوں اور اسلام کا آنا عبث ہو۔ جیسا کہ میاں صاحب اسی ڈائری میں فرماتے ہیں "اگر روحانی ترقی کی تمام راہیں ہم پر بند ہیں تو اسلام کا کچھ بھی فائدہ نہیں" پس ممکن ہے۔ اسلام کا آنا عبث ہو اور دوسرے لوگوں کی مرنے کے بعد روحانی ترقیاں روک دی جاتی ہوں اور صرف آنحضرت صلعم کو ہی روحانی ترقی ملتی ہو۔ تب بھی یہ بات تو اب ہمارے ہاتھ سے نہیں جا سکتی۔ کہ جس مقام ترقی پر آنحضرت صلعم اپنی زندگی میں تھے۔ اس سے بڑھ کر لوگ ترقی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ بقول میاں صاحب رسول کریم صلعم سے لوگ اس وجہ سے آگے نہیں بڑھ سکتے کہ وہ فوت ہونے کے بعد ترقی کر رہے ہیں۔ پس اگر فوت ہونے کے بعد کی آپ کی ترقی کو نظر انداز کر دیا جائے۔ تو جس روحانی ترقی پر آپ اپنی زندگی میں پہنچے تھے۔ اس سے بڑھ کر لوگ ترقی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ کو جو ایک لمبا زمانہ قبل پیدا ہونے کی وجہ سے اپنے فوت ہونے کے بعد کی ترقی کا ناجائز فائدہ مل گیا تھا۔ اس کے نکل جانے سے خدا کی تمام مخلوق ایک برابر پلیٹ فارم پر آ گئی اور اب صرف آپ کی زندگی کے ہی ۶۳ سال کی روحانی ترقی کا مقابلہ رہ گیا۔ وہ کیا مشکل ہے۔ وجہ فضیلت تو درمیان سے جاتی رہی۔ ۶۳ سال کی عمر سینکڑوں کو ملتی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اپنی زندگی میں دوسرے لوگ محمد رسول اللہ سے آگے نہ بڑھ جائیں۔ جب فوت ہونے کے بعد کا زمانہ درمیان سے نکل گیا۔ تو بقول میاں صاحب اب کوئی وجہ فضیلت درمیان میں نہ رہی۔ پس جو روحانی ترقی کا نمونہ اپنی زندگی میں رسول کریم صلعم نے آج سے ۱۳۰۰ برس پہلے دکھایا اُس سے بڑھ کر دکھایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ وہ نمونہ جو ۱۳۰۰ برس پہلے صحابہ نے آپ کا دیکھا اور جو آج ہمارے پاس قرآن اور کتب واحادیث میں محفوظ ہے اور جسے قرآن نے اُسوۂ حسنہ فرمایا۔ وہ آپ کی صرف ۶۳ سال کی عمر کے اندر کی روحانی ترقی کا نمونہ ہے۔ پھر جب روحانی ترقی کی تمام راہیں کھلی ہیں۔ تو دوسرا شخص ہمارے موجودہ زمانہ میں ۶۳ سال کی عمر کے اندر اندر ویسا ہی یا اُس سے بڑھ کر روحانی ترقی کا نمونہ کیوں نہیں دکھا سکتا۔ ضرور دکھا سکتا ہے۔ ممکن ہے۔ آئندہ جوں جوں میاں صاحب کی عمر ترقی کرے تو میاں صاحب آنحضرت صلعم سے بڑھ کر نمونہ دکھا سکیں۔ حضرت مسیح موعود تو باوجود اپنی تمام ترقیات اور قریب ۸۰ سال کی عمر پانے کے بھی صرف جمالی رنگ ہی کا نمونہ دکھا سکے۔ اور ان کی وحی میں قرآن کی عظیم الشان وحی کی شوکت وشان قطعًا نہ آئی۔ اب اس روحانی شوکت نمائی کے نظارہ کی توقع میاں محمود احمد صاحب سے وابستہ ہے۔ لہذا رسول اللہ صلعم کی موجودہ روحانی ترقی جو فوت ہونے کے بعد آپ حاصل کر رہے ہیں وہ درمیان سے نکال کر صرف آپ کی زندگی کی روحانی ترقی زیر نظر رکھ کر میاں محمود احمد صاحب اپنی روحانی ترقی ہمیں دکھائیں۔ یا اولین وآخرین میں سے کسی فرد کی روحانی ترقی کو محمد رسول اللہ صلعم کی اُس زندگی کی روحانی ترقی کے صرف برابر ہی ثابت کر کے دکھا دیں۔ تو ہم قائل ہو جائیں گے۔ خدا نے چاہا تو وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکیں گے۔ اور اگر نہ کر سکیں۔ تو مہربانی کر کے آئندہ اس قسم کے لاف وگزاف سے باز رہیں۔ مریدوں میں بیٹھ کر شیخی بازی کرنی ہر ایک شخص کے لئے آسان ہے۔ مگر کچھ کر کے دکھانا کار دیگر ہے۔ یہ تو میں پہلے سے جانتا ہوں کہ محمودی کیمپ میں ہمیشہ سے یہ کوشش چلی آ رہی ہے۔ کہ حضرت نبی کریم صلعم کا استخفاف کیا جائے۔ کہیں کوئی مرید اُٹھ کر یہ کہتا ہے۔ کہ وللاخرۃ خیر لك من الاولیٰ کہ آپؐ کی بعثت ثانی بعثت اولیٰ سے افضل ہے۔ اور وہ ڈبل فورس double force سے آئے ہیں۔ کہیں دوسرا مرید پکار اُٹھتا ہے کہ ؎ محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم میں + پر آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں

کہیں میاں محمود احمد صاحب کو رسول اللہ صلعم کے مقام محمود پر کھڑے ہونے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مگر خود خلافت مآب کی زبان مبارک سے یہ ذر افشانی کچھ اور معنے رکھتی ہے۔ رسول کریم صلعم کی اس استخفاف کی تہ میں درحقیقت وہی مسئلہ ختم نبوت پنہاں ہے۔ جو محمودیت کی آنکھ میں خار ہو کر کھٹکتا ہے۔ چنانچہ اسی ڈائری میں خلافت مآب ارشاد فرماتے ہیں "پیغامی یہی کہکر لوگوں کو بھڑکاتے ہیں۔ کہ اسی لئے رسول کریم کے بعد امت محمدیہ میں نبی نہیں آ سکتا"۔ "اسی لئے" آپ کا اپنے اس قول کے بعد کہ روحانی ترقی میں انسان محمد رسول اللہ صلعم سے بھی بڑھ سکتا ہے" فرمانا علاوہ مہمل ہونے کے غلط بھی ہے۔ ہم لوگ تو نبوت کو موہبت مانتے ہیں۔ اکتسابی نہیں مانتے۔ محمد رسول اللہ صلعم کے بعد نبوت کی عدم ضرورت کی وجہ سے کسی نبی کے آنے کو ممتنع سمجھتے ہیں۔ مگر خدا جانے میاں صاحب کیا سمجھانا چاہتے ہیں۔ ایک طرف" اسی لئے" دوسری طرف روحانی ترقی کو رسول اللہ صلعم سے بھی آگے لیجانا اور نبوت بعد از رسول اللہ سے پیغامیوں کا انکار اور لوگوں کو بھڑکانا۔ یہ مجموعۂ الفاظ ایک معمہ ہے جو خود دربار خلافت کے حاشیہ نشین ہی اپنی غیر معمولی دماغی طاقت سے سمجھا سکیں گے۔ ورنہ عقل سلیم تو اس کے سمجھنے سے عاری ہے پھر اتنے بڑے آدمی ہو کر اپنے مریدوں کے سامنے لاہوری احمدیوں پر ایک بہتان باندھنا کہ وہ "مسیح موعود کو ابو ہریرہ سے بھی کم درجہ" کا مانتے ہیں۔ نہایت قابل افسوس اور گری ہوئی بات ہے۔ اور میرے کان آج ہی اس بہتان سے آشنا ہوئے ہیں۔ خدا رحم کرے۔ ہم تو حضرت مسیح موعود کو مجدد اور مجددوں میں سب سے اعلیٰ مجدد مانتے ہیں۔ اور خلیفہ رسول اکرم صلعم جانتے ہیں۔ میاں صاحب کے اس بہتان سے اتنا ضرور معلوم ہو گیا۔ کہ میاں محمود احمد صاحب کی نگاہوں میں ابو ہریرہ کی کسقدر بے وقعتی ہے۔ کہ فرماتے ہیں "ابو ہریرہ سے بھی کم" گویا امت محمدیہ میں ابو ہریرہ سے کم درجہ متصور نہیں۔ ہاں وہی ابو ہریرہ جن کو رسول اکرم صلعم کے جمال

مبارک کا دیدار اور آپ کا شرف صحبت اور آپ کی پاک احادیث کا ایک مجموعہ روایت کرنے کا فخر حاصل ہے۔ اور جس فضیلت سے میاں صاحب خود اور صحابہ کے سوا تمام امت بحالیہ محروم ہے۔ پس اس قسم کی جزئی فضیلت کا کون انکار کر سکتا ہے۔ جو تمام مقربین الٰہی پر صحابہ کو حاصل ہے۔ مگر میاں صاحب کے نزدیک یہ تمام باتیں کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ میاں صاحب بیشک اپنے مریدوں کو طفل تسلیاں دیتے رہیں۔ کہ "یہ دلیل...... آئندہ زمانے میں بیجا میت کو کہا جانے والی ہوگی" مگر اس زمانہ میں تو اس دلیل کو سُنکر ہنسی آتی ہے کہا جانا تو دور رہا۔ بسم اللہ کے گنبد میں بیٹھ کر میاں صاحب اپنی دلیل پر خوش ہو لیں۔ مگر معقول اور فہیم دنیا میں جو کچھ ایسی دلائل کی وقعت ہو سکتی ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ میاں صاحب کو کیا خبر کہ لوگ ان دلائل کو کیا سمجھتے ہیں۔ ؎

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھکو خلق خدا غائبانہ کیا

معجزہ یا خرق عادت

(۳)

قرآن شریف کے رو سے اگر معجزات کی حقیقت دیکھنی ہو تو بھی کچھ لمبی بحث کی ضرورت نہیں پڑتی۔ سورۃ بنی اسرائیل کے دسویں رکوع میں کفار کے مطالبات کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ وقالوا لن نؤمن لك حتى تفجر لنا من الارض ينبوعا او تكون لك جنة من نخيل وعنب فتفجر الانهر خلالها تفجيرا او تسقط السماء كما زعمت علينا كسفا او تاتي بالله والملئكة قبيلا او يكون لك بيت من زخرف او ترقى في السماء ولن نؤمن لرقيك حتى تنزل علينا كتبا نقرءوه ط

یعنی کفار کہتے ہیں۔ کہ ہم تجھ پر ایمان نہیں لانے کے جب تک کہ تو ہمارے لئے یہاں زمین سے ایک چشمہ نہ نکال دے۔ یا تیرے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغ ہوں جن میں نہریں بہتی ہوں۔ یا ہم پر آسمان گرا دے اور یا اللہ اور فرشتوں کی فوج کو ہمارے مقابلے میں لے آ یا تیرے لئے سونے کے گھر ہوں۔ یا تو آسمان پر چڑھ جائے۔ اور ہم ایمان نہ لائیں گے جتنے کہ تو ایک کتاب بھی ہاں سے لے آئے جسکو ہم پڑھیں۔ یہ سب مطالبات ایسے ہیں جو ہر ایک نبی کے منکرین نے اپنے اپنے زمانے کے مرسل سے طلب کئے ہیں اور انہی مطالبات کے پورا ہو سکنے یا نہ پورا ہونے کو ان کی صداقت اور کذب کی دلیل ٹھیرایا ہے اللہ تعالٰے نے جو جواب ان سوالوں کا دیا ہے۔ اس پر غور کرنے سے بہت کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔ قل سبحان ربي هل كنت الا بشرا رسولا۔ کہ میرا رب پاک ہے۔ میں بشر اور رسول ہونے سے بڑھ کر کچھ اور حیثیت نہیں رکھتا اس جواب میں محمد رسول اللہ کی کچھ خصوصیت نہیں۔ قرآن شریف کے رو سے جو کوئی بھی بشر اور مرسل ہو اور اس سے ایسے یا اسی قسم کے اور مطالبات کئے جائیں تو اس کا جواب یہی ہوگا۔ اللہ تعالٰے کی شان ان باتوں سے بعید ہے۔ کہ وہ اپنے کسی بندے کی خاطر خواہ وہ شخص اس کی نگاہ میں کتنا مقبول کیوں نہ ہو حتیٰ کہ نبی ہو اپنے قوانین کو توڑ نہیں سکتا اگر کوئی یہ کہے۔ کہ یہ جواب صرف محمد رسول اللہ کی طرف سے ہے۔ اور دوسرے انبیاء اور مامورین اس میں شامل نہیں ہو سکتے یا اگر کوئی یہ کہے کہ اسکا مطلب صرف یہ ہے۔ کہ محمد رسول اللہ اپنی مرضی اور خواہش پر یہ معجزات دکھلانے کے قادر نہیں۔ ہاں جس وقت خدا چاہے تو وہ دکھلاتا ہے۔ جیسا کہ اگرچہ اس جگہ تو آسمان پر چڑھ جانے کے بارے میں یہی کہا کہ میں بشر اور رسول ہوں لیکن ایک دوسرے وقت خود محمد رسول اللہ کو آسمان کی سیر کرائی گئی۔ یہ سب وساوس قلت تدبر کا نتیجہ ہیں۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ کسی دوسرے مرسل کو ایسے یا اسی قسم کے اور معجزات دئے گئے یا یہ کہ خود محمد رسول اللہ صلعم نے ہی کسی دوسرے وقت میں ان باتوں میں سے کوئی بات کرکے دکھلائی تو ہمکو ساتھ یہ ماننا لازم آئیگا کہ جو دلیل یہاں اللہ تعالٰے نے کفار کے رد میں دی ہے وہ لغو اور فضول ہے۔ جب کفار مطالبہ کریں کہ فلاں فلاں بات کرکے دکھلاؤ تو انکار یوں کیا جائے کہ اللہ تعالٰے اس سے پاک ہے۔ اور میں صرف ایک بشر اور رسول ہوں۔ لیکن ساتھ ہی کسی دوسرے بشر اور رسول کے متعلق وہ مطالبات پورے کر دئے جائیں یا خود اسی بشر اور رسول کو آسمان پر لیجایا جائے اگر اللہ تعالٰے اپنے رسولوں کو ایسے معجزات عطا کیا کرتا ہے۔ تو کفار کے اعتراض کے وقت یہ دلیل کیا معنے رکھتی ہے۔ کہ میں صرف رسول ہوں۔ سوال یہ نہیں کہ ایسا کرنے سے خدا تعالٰے کا قانون قدرت ٹوٹتا ہے۔ اور اعتراض یہ نہیں۔ کہ کیوں خدا تعالٰے نے کفار کا مطالبہ اسوقت پورا نہ کیا۔ بلکہ سوال صرف اسقدر ہے کہ یہ دلیل کیوں دی۔ محمد رسول اللہ صلعم کے منہ سے یہ کہلوانے کا مطلب تو یہ ہے۔ کہ کسی بشر سے ایسی باتوں کا ہونا ممکن نہیں خواہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہو جب محمد رسول اللہ صلعم جو سب انبیاء سے افضل مانے جاتے ہیں۔ وہ ان مطالبات کے جواب میں صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ میرا رب ان باتوں سے پاک ہے۔ میں صرف بشر اور رسول ہوں تو اور کسی کی کیا طاقت ہے۔ کہ اس جواب سے بڑھ کر کچھ اور کہہ سکے۔ وہ مسلمان جو بعض انبیاء یا پیروں کی طرف عجیب عجیب معجزات منسوب کرتے ہیں۔ وہ اگر اس بات کو سوچیں تو ان کو معلوم ہو کہ ان کا ایسا کرنا محمد رسول اللہ کی صریح ہتک ہے۔ یہ کہاں جائز ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم کو سب نبیوں کا سردار تسلیم کرکے ان سے تو یہ جواب دلوایا جائے۔ کہ میری کہاں طاقت ہے کہ میں ان کو پورا کر سکوں میں تو بشر اور رسول ہوں۔ مگر کسی دوسرے بشر اور رسول کی نسبت جو مرتبہ میں اس سے کم ہے) یہ یقین رکھا جائے کہ اس نے اس قسم کی باتیں کر دکھائیں۔ یہ آیت حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی موت پر نص صریح ہے۔ کیونکہ یہ کسطرح مانا جا سکتا ہے۔ کہ خود محمد رسول اللہ کا ایک طرف تو یہ عقیدہ ہو کہ حضرت عیسیٰ بشر اور رسول تھے۔ اور ان کو خدا نے اسی جسم خاکی سمیت آسمان پر اٹھا لیا۔ مگر جب کفار آپ کو آسمان پر چڑھ جانے کے لئے کہیں تو صرف

یہ کریں کہ ان کا مطالبہ پورا نہ کریں کیونکہ اگر وہ صرف مطالبہ پورا نہ کرتے تو شاید چنداں اعتراض کی بات نہ تھی۔ بلکہ ان کو ایسی دلیل دیں کہ جو غلط ہو۔ اور اگر محمد رسول اللہ صلعم کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر بیٹھے ہیں۔ تو یہ کفار کو کیا جواب دیا کہ میں صرف بشر اور رسول ہوں اس لئے یہ باتیں نہیں کر سکتا۔ اور یہ بھی قابل غور ہے۔ کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسد خاکی کے آسمان پر چلے گئے ہیں تو عیسائیوں کے اعتراض کا کیا جواب ہو۔ جب وہ پیش کریں گے۔ کہ قرآن شریف میں لکھا ہے۔ کہ بشر اور رسول کی شان کے منافی ہے۔ کہ وہ آسمان پر چڑھ جائے۔ مگر حضرت عیسیٰ تو آسمان پر بیٹھے ہیں۔ اس لئے وہ بشر اور رسول سے کچھ بڑھ کر ہوئے۔ ہاں اگر یہ مانا جائے یہ سب مطالبات محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھ پورے ہوئے اور ایک وقت وہ بھی آیا ان کے پاس باغ تھے جن میں نہریں جاری تھیں۔ اور ان کے قبضے میں سونے کے محل آئے اور ایک وقت وہ بھی آیا جب خود خدا اور اس کے فرشتے کفار کے بالمقابل لڑے تو پھر تو کسی بحث کی ضرورت ہی نہیں۔ کیونکہ یہ سب باتیں پوری ہوئیں۔ مگر اسی رنگ میں جو اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ اور انہی معنوں کے لحاظ سے جو ایسے الفاظ کے لینے چاہئیں نہ کہ ظاہری صورت میں۔ غرضیکہ یہ آیت اس بات کی صریح مخالف ہے کہ ہم معجزات کی وہ حقیقت مانیں۔ جو عام طور پر خیال کیجاتی ہے فی الواقع ان کی کیا حقیقت ہے۔ وہ ہم کسی دوسرے وقت بیان کریں گے۔ اور اس نبی کے معجزات کو دکھلانے کی کوشش کریں گے جس سے معجزات کی غرض بدرجہ اولےٰ پوری ہوئی اور دلیل یہ ہے کہ چونکہ اس نبی نے وہ سب باتیں کر دکھلائیں جن کے لئے معجزات دئے جاتے ہیں۔ اور ان باتوں کو بوجہ احسن اور بدرجہ اکمل سرانجام دیا۔ اس لئے اس سے معجزات بھی بڑے عظیم الشان اور خوارق بھی نہایت عجیب صادر ہوئے۔ اور ہماری مراد اس جگہ محمد رسول اللہ صلعم سے ہے۔ کہ جن سے کوئی نبی اور رسل اور پیر اور ولی کسی معجزہ کے دکھلانے میں فوقیت نہیں رکھتا۔

اذان کے جھگڑے

افسوس ہے۔ کہ سکھوں اور مسلمانوں کے اتحاد کے دعاوی کے باوجود دیہات میں اذان کے جھگڑے برابر چلے جاتے ہیں۔ ضلع امرتسر میں یہ وبا چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے۔ اور تعجب ہے۔ کہ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے وسیع اثر کے باوجود اس کا کوئی انسداد نہیں ہو سکا۔ کمیٹی مذکور کو مجلس خلافت و مسلم لیگ وغیرہ کی طرف سے بارہا اس امر کی طرف توجہ دلائی جا چکی ہے۔ اور کمیٹی نے انسدادی تدابیر اختیار کرنے کا ارادہ بھی ظاہر کیا۔ لیکن یہ قضیہ ہنوز روز اول ہے۔ آج کسی دوسری جگہ موضع ٹھکری ضلع تحصیل اجنالہ کے مسلمانوں کی شکایت درج کیجاتی ہے۔ اس کے علاوہ آج ہی موضع کرمنڈی تحصیل ترنتارن سے یہ شکایت موصول ہوئی ہے۔ کہ وہاں اذان کے جھگڑے کے سلسلہ میں ایک مسلمان کی گیارہ سالہ لڑکی غائب کر دی گئی۔ اور باوجود تقاضا و جستجو کے اس کے غریب والدین اپنی لڑکی سے ابتک محروم ہیں۔ ہم گوردوارہ کمیٹی کے محترم اراکین کو ان ضروری معاملات کیطرف خاص طور پر توجہ دلاتے ہیں۔ آپ اپنی مذہبی آزادی کے لئے سعی و جہد کر رہے ہیں۔ آپ خوب محسوس کرتے ہیں۔ کہ یہ شئے کسقدر عزیز و گرانقدر ہے۔ ایسی حالت میں دوسروں کو مذہبی آزادی سے محروم رکھنا یا کرنا کم از کم اُن قوموں کو زیب نہیں دیتا۔ جو خود اسی جستجو میں مصروف ہوں ہم امید کرتے ہیں۔ کہ کمیٹی مذکور اس جانب اپنی توجہ مبذول کریگی۔ (وکیل)

فہرست چندہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شملہ

بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۶ء معرفت شیخ [illegible] الدین صاحب کمپازیٹر

نمبر	نام	رقم
(۱)	مولوی عبد الرحمٰن صاحب۔ اسسٹنٹ میڈیکل برانچ	[illegible]
(۲)	مخدوم محمد اشرف صاحب بی۔ اے ”	[illegible]
(۳)	شیخ محمد لطیف صاحب۔ کلرک کوارٹر ماسٹر جنرل برانچ	[illegible]
(۴)	” عبد العزیز صاحب کلرک کنٹرولر آف ڈاری فارم	[illegible]
(۵)	” منظور الحق ” محکمہ جنگلات کمیٹی شملہ	[illegible]
(۶)	” اسلام دین ” ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس	[illegible]
(۷)	” سراج الحق ” بی۔ اے۔ ریلوے بورڈ	[illegible]
(۸)	قاضی احمد علی صاحب سب انسپکٹر پولیس۔ تھانہ بالوگنج	[illegible]
(۹)	شیخ عبد المجید صاحب کلرک میڈیکل برانچ	[illegible]
(۱۰)	منشی محمد لطیف صاحب کمپازیٹر میڈیکل برانچ	۱۱ر
(۱۱)	بابو امیر علی صاحب محکمہ صنعت و حرفت	[illegible]
(۱۲)	صوفی شمس الدین صاحب کمپازیٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس	[illegible]
(۱۳)	بابو شاہ دین صاحب دفتر وار کنٹرولر	[illegible]
(۱۴)	بابو محمد حنیف صاحب۔ اکونٹنٹ	۱۴ر
(۱۵)	شیخ الہ دین صاحب کمپازیٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس	[illegible]
	(جہلم مشن)	
(۱۶)	بابو محمد امین صاحب اسسٹنٹ میڈیکل برانچ	[illegible]

تصحیح

فہرست چندہ برائے ووکنگ مشن پیغام صلح [illegible] مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۳۶ء کو شائع ہوئی تھی۔ اس میں جناب بابو الطاف حسین صاحب میڈیکل برانچ کا چندہ [illegible] سے [illegible] درج غلطی سے چھپ گیا۔ ایسا ہی شیخ الہ دین کمپازیٹر [illegible] [illegible] (ایڈیٹر)

دنیا میں صلح و امن کس طرح قائم ہو سکتا ہے

از قلم جناب سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب از بمبئی

۱۔ انسان ایک ایسی مخلوق ہستی ہے۔ جو دو چیزوں سے مرکب ہے ایک جسم اور دوسری روح۔ اگر جسم نہ ہو تو روح پر انسان کا لفظ صادق نہیں آتا اور اگر روح نہ ہو تو جسم ایک بیکار چیز ہے جسم مٹی میں دبا دیا جاتا ہے۔ یا اور کسی نہ کسی طریقہ سے اُسے فنا کر دیا جاتا ہے۔

۲۔ ایک مدبّر بالارادہ قادر مطلق ہستی جسکو اسلام نے جامع جمیع صفات کاملہ اللہ کے نام سے موسوم کیا۔ اس نے انسان کو خلق کیا چونکہ یہ دونوں چیزوں مندرجہ بالا سے مرکب تھا۔ اس لئے دونوں چیزوں کی ربوبیّت کرنا اس خالق مطلق کا فرض تھا۔ اسکو دو طرح کی حفاظت کے سامان بخشے جسم کی اندرونی حفاظت کے لئے اربع عناصر آگ۔ پانی۔ ہوا۔ خاک۔ اور بیرونی حفاظت کے لئے حکومت و سلطنت کا سامان عطا فرمایا۔ اور روح کی اندرونی حفاظت کے لئے اپنی عبادت اور ذکر۔ اور بیرونی حفاظت کیلئے سلسلہ انبیاء جاری کیا۔ یہ سارا سامان صرف اس لئے بنایا گیا۔ کہ نسل انسانی صلح و امن کے ساتھ زمین پر اپنی زندگی بسر کرے۔ مگر نسل انسانی کے وجود سے پہلے ہی اسکو ملاءِ اعلےٰ سے یسفک الدماء و اذ قال ربّک للملٰئکۃ انّی جاعلٌ فی الارض خلیفۃ ؕ قالوآ اتجعل فیھا من یفسد فیھا و یسفک الدّمآء و نحن نسبّح بحمدک و نقدّس لک ؕ قال انّی اعلم ما لا تعلمون ؀) کا طغرائے امتیاز عطا ہو چکا تھا۔ اس لئے خالق مطلق نے اس طغرائے امتیاز کو صرف اپنے دین کی حفاظت کے لئے ان لوگوں کے بالمقابل جو نحن مصلحون کا آوازہ کسنے والے مگر درحقیقت ھم المفسدون کے مصداق ہوں جائز رکھ کر باقیوں کے لئے سخت امتناعی حکم اپنے برگزیدہ انبیاء کرام کی معرفت صادر فرمایا۔

۳۔ اسی لئے۔ قادر مطلق کا یہ قانون رہا ہے۔ کہ جب کبھی دنیا پر جور و ستم اور ظلم کا زمانہ آنیوالا ہوتا ہے۔ تو اسی زمانہ میں وہ انسانوں سے ایک مصلح اپنی غریب مخلوق کی اصلاح کے لئے امن و آشتی و صلح کے پیغام کے ساتھ بھیجا کرتا ہے۔ مگر مغرور ظالم انسانی ہستی اس کے آزار کے درپے ہو جاتی ہے۔ اور اس کے ساتھ استہزاء سے پیش آتی ہے۔ یاحسرۃً علی العباد ما یأتیھم من رسول الّا کانوا بہ یستھزءون ؀

۴۔ وہ اللہ چونکہ واحد و یگانہ ہے۔ اس نے پسند کیا کہ اس کی مخلوق میں سے اشرف المخلوقات انسان متحدہ حیثیت میں ہو کر وحدت میں رہے۔ اس لئے سلسلہ انبیاء کے ذریعہ اس نے اپنی توحید اور اپنے رسولوں کی رسالت کے اقرار کے ذریعہ نسل انسانی کو وحدت کی تعلیم دی۔ تا کہ نسل انسانی توحید اور رسالت کا اقرار کر کے سلسلہ وحدت میں منسلک ہو کر امن و آشتی کے ساتھ اپنی زندگی گذارے۔ اور پیدا کرنے والے خدا کی اصلی غرض یعنی عبادت میں مشغول رہے (وما خلقت الجنّ والانس الّا لیعبدون)

۵۔ حضرت ابوالبشر آدم علیہ السّلام سے لیکر جناب خاتم الانبیاء محمد مصطفٰے احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک زمین کے ہر حصہ پر بادشاہ انسانی کے لئے اس مالک حقیقی نے مختلف مصلح بھیجے اور نسل انسانی کو وحدت کیطرف بلایا۔ لیکن اخیر میں ساری نسل انسانی کے لئے ایک عظیم الشان مصلح کو بھیجا جس نے ببانگ دہل علی الاعلان توپ سے زیادہ گرجنے والی آواز میں کہا۔ یا ایھا النّاس انّی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ اس خدائی آواز پر سب سے پہلے لبیک کہنے والوں نے خدائے برتر کی جناب سے مسلمان کا لقب حاصل کیا۔ (و سمّٰکم المسلمین) کیا دنیا کے خالق زبردست ہستی اللہ کے ماننے والے اور وما ارسلنٰک الّا رحمۃ للعالمین کے غلام اس دنیا کے فنا ہونے سے قبل معدوم ہو سکتے ہیں۔ اگر کوئی ظالم ہستی ایسے منصوبے کرے تو وہ خود فنا ہو جائے گی۔ واما ما ینفع النّاس فیمکث فی الارض۔

۶۔ لوگ سوال کرتے ہیں۔ کہ آج سے سو سال پہلے تک تو یہ خیال درست تھا۔ مگر اب گذشتہ سو سال کی تاریخ صفحات گواہی دیتے ہیں کہ یہی قوم مسلمان کہلانے والی آج سو سال سے تنزل میں جارہی ہے اب چند روز کی مہمان ہے۔ اس قوم کا بھی وہی حشر قریب آگیا ہے جو گذشتہ زمانہ میں ترقی یافتہ اقوام کا ہوا یعنی وہ ایسی فنا ہو گئیں کہ ان کا نام و نشان تک بھی باقی نہیں رہا۔ اگر محکومیت اور غلامی کے رنگ میں وجود باقی بھی ہے۔ تو فنا شدہ ہی تصور کیا جائیگا۔ مگر یہ خیال غلط ہے۔ اول تو مصلحان سلف میں سے ایسا دعویٰ کسی مصلح نے نہیں کیا۔ دوم یا ایھا النّاس انّی رسول اللہ الیکم جمیعا کی پر شوکت الٰہی آواز سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ النّاس جمیعا پر پہلے کوئی ایسا زمانہ نہیں آیا۔ کہ تمام دنیا کے انسان ایک دوسرے سے ایسے متعارف ہوتے گویا ایک ملک میں آباد ہیں بلکہ آج تو دنیا میں نسل انسانی ایکدوسرے سے اتنی قریب ہو گئی ہے۔ گویا ایک شہر کے ایک محلہ میں رہنے والے ہوتے ہیں۔

۷۔ پھر سوال ہوگا کہ جب اللہ تعالےٰ نے بنی نوع انسان کی جسمانی و روحانی تربیت و اصلاح کا جو انتظام ابتدائے آفرینش سے کیا تو یہ دونوں انتظام ازازل تا ابد رہنے چاہئیں۔ ایکطرف ہم حفاظت جسمانی کے انتظام میں کوئی خاتمہ نہیں دیکھتے تو کس طرح قبول کیا جائے کہ حفاظت روحانی کا انتظام معطل کر دیا گیا کیونکہ سلسلہ انبیاء تو آنحضرت پر ختم ہو چکا۔ تو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ حفاظت روحانی کا انتظام بھی اب تک ویسا ہی جاری ہے۔ اور رہیگا۔ یا ایھا النّاس انّی رسول اللہ الیکم جمیعا کہنے والی آواز نے شروع سے بتا دیا ہے۔ کہ جب کبھی دنیا

سیر الاخبار

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم

بیعت خلافت

حضرت عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلعم نے وفات پائی تو حضرت علی رضہ اور زبیر اور اُن کے ساتھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں بیٹھے رہے اور انصار ہم سے بالکل الگ ہو کر سقیفہ بنی ساعدہ میں ٹھہر گئے۔ اور تمام مہاجرین بالاجماع حضرت ابوبکر صدیق کے حامی ہو گئے یہ دیکھکر میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے کہا کہ آپ انصار کی طرف چلیں آپ اُٹھ کھڑے ہوئے ہم بھی ساتھ ہو گئے۔ راستہ میں ہم کو دو شخص ملے انہوں نے لوگوں کا حال بیان کر کے کہا کہ تم انصار کے یہاں نہ جاؤ یہیں سے لوٹ جاؤ۔ مگر ہم نے اُن کا کہنا نہ مانا اور سیدھے سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچے سب وہیں جمع تھے۔ ایک شخص چادر اوڑھے بیٹھا تھا دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ سعد بن عبادہ رضہ ہیں۔ اور درد میں مبتلا ہیں۔ جب ہم بیٹھ گئے تو اُن کا ایک خطیب کھڑا ہوا اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد کہنے لگا کہ ہم انصار خدا اور لشکر خدا ہیں۔ اور تم مہاجرین معدود چند لوگ ہو با وجود اس کے تمہارا ارادہ ہے کہ تم ہم سب کو نکالکر باہر کر دو اور خلافت کو ہمارا واسطہ ہی نہ رکھو جب وہ چپ ہوا تو میں نے کچھ کہنا چاہا۔ کیونکہ میں اس موقعہ کے لئے ایک تقریر تیار کر لایا تھا۔ حضرت ابوبکر رضہ نے مجھے منع فرمایا میں چپ ہو رہا۔ اور حضرت ابوبکر رضہ نے خود وہی تقریر کی جو میں کہنا چاہتا تھا انہوں نے فرمایا کہ انصار نے جو کچھ اپنی نسبت کہا ہے۔ بے شک تم انہیں تعریفوں کے مستحق ہو لیکن میں تمام عرب کو جانتا ہوں اور اس بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ خلافت قریش کا حق ہے باقی رہا میں سو تم اگر (میرا اور ابو عبیدہ بن جراح کا ہاتھ پکڑ کر کہا) ان دونوں آدمیوں میں سے کسی ایک کی بیعت کر لو تو میں بہت خوش ہوں۔ حضرت ابوبکر رضہ نے جو کچھ کہا اس سے تو مجھے اتفاق تھا۔ مگر میری نسبت جو انہوں نے اشارہ فرمایا وہ مجھے سخت ناگوار ہوا کیونکہ اگر میری گردن کاٹ دیجاتی تو بہتر تھا۔ بمقابلہ اس کے کہ میں اُن کے مقابلہ میں خلیفہ بنایا جاتا۔ غرض اس کے جواب میں انصار میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہم میں بھی آخر قوی لوگ ہیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ ایک شخص ہمارا امیر ہو اور ایک تمہارا اس پر سخت شور و غوغا پیدا ہوا یہاں تک کہ مجھے اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں فساد نہ ہو جائے یہ کہہ کر میں نے ابوبکر رضہ سے کہا کہ آپ اپنا ہاتھ بڑھائیے چنانچہ پہلے میں نے بیعت کی اور مہاجرین نے اور پھر انصار نے وہ نہایت ہی نازک وقت تھا۔ میں ڈرتا تھا۔ کہ کہیں مسلمانوں میں اختلاف پیدا نہ ہو جائے۔ اگر ہم کسی اور شخص سے بیعت کر لیتے تو گویا فساد کے بانی ہوتے۔

نسائی۔ ابو یعلی اور حاکم نے ابن مسعود سے روایت کی ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلعم نے وفات پائی تو انصار نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک مہاجرین سے اس پر حضرت عمر رضہ ان کے پاس گئے اور کہا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت ابوبکر صدیق رضہ کو مسلمانوں کی امامت کا حکم دیا۔ اب یہ بتلاؤ کہ تم میں سے کون ایسا شخص ہے جو اپنے آپ کو حضرت ابوبکر سے بہتر سمجھتا ہے۔ اس کے جواب میں انصار نے کہا کہ نعوذ باللہ ہم ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰے عنہ سے کسی طرح بہتر نہیں ہو سکتے۔

جب سعد بن عبادہ کے مکان پر سب کی بیعت ہو چکی تو اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰے عنہ منبر پر چڑھے اور لوگوں کو دیکھ کر فرمایا کہ زبیر نظر نہیں آتے اُن کو بلاؤ جب وہ آ گئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے خیال ہوتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے پھوپھی زاد بھائی ہو کر تم مسلمانوں میں ضعف پیدا کرنا چاہتے ہو انہوں نے کہا کہ آپ کچھ فکر نہ کیجئے اور فوراً کھڑے ہو کر بیعت کر لی۔ اس کے بعد چونکہ حضرت علی رضہ بھی نہ تھے۔ ان کو بھی بلا کر آپ نے فرمایا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور داماد ہو کر مسلمانوں کو ضعف پہنچانا چاہتے ہو۔ انہوں نے بھی اطمینان دلا کر بیعت کر لی۔ (ابن سعد، حاکم اور بیہقی کی روایت ابو سعید خدری رضہ سے ہے)

انس بن مالک کہتے ہیں کہ جب یہ مرحلے طے ہو چکے تو دوسرے دن حضرت ابوبکر صدیق رضہ منبر پر بیٹھے مگر آپ سے پہلے حضرت عمر نے کھڑے ہو کر خدا تعالٰے کی حمد و ثنا کے بعد کہا۔ کہ خدا نے تم سب کو خلافت کے معاملہ میں ایسے شخص پر جمع کیا ہے۔ جو سب میں بہتر ہیں اور جو غار میں رسول خدا کے ساتھ تھے۔ پس کھڑے ہو جاؤ اور ان سے بیعت کرو۔ چنانچہ لوگوں نے کھڑے ہو کر از سر نو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے بیعت کی یہ بیعت سقیفہ کے بعد واقع ہوئی۔

پہلا خطبہ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضہ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ مجھے آپ لوگوں نے اپنا امیر بنایا ہے۔ حالانکہ میں اس قابل نہیں ہوں اگر میں کوئی بھلائی کروں۔ تو تم میری مدد کرو۔ اگر کوئی برائی مجھ سے سرزد ہو تو میری سرزنش کرو۔ بیشک صدق امانت ہے۔ اور کذب خیانت تم میں سے جو لوگ ضعیف ہیں وہ میری نظروں میں اس وقت تک قوی ہیں جب تک کہ میں اُن کا حق اُنکو نہ دلوا دوں اور جو لوگ قوی ہیں وہ میرے نزدیک اس وقت تک ضعیف ہیں۔ جب تک کہ میں دوسروں کا حق اُن سے نہ لے لوں۔ جس قوم نے جہاد کو چھوڑ دیا۔ اسکو خدا تعالٰے نے ذلت میں ڈالدیا اور جس قوم میں بدکاری پھیلی اُسکو خدا تعالٰے نے بلا میں مبتلا کر دیا جب تک میں خدا اور رسول صلعم کی فرمانبرداری کروں تم میری اطاعت کرو۔ جب تم دیکھو کہ میں نافرمانی کرتا ہوں تو میری اطاعت تم پر واجب نہیں چلو نماز پڑھو خدا تعالٰے تم پر رحم کرے۔

(جاری ہے)

[illegible]

[illegible] دیکھا کہ عربی ادب انحطاط پذیر حالت میں ہے عراق، عرب کا تاریخی وقار [illegible] ہوئے یہ ادبی انحطاط افسوسناک ہے۔ اس کے ساتھ انہوں نے یہ بھی [illegible] کیا کہ عراق میں ایسے گرانقدر ادیبوں اور عالیپایہ سحر طرازوں کی کمی نہیں [illegible] ذرا سی توجہ سے ادب عربی کو زمین سے اٹھا کر آسمان تک پہنچا سکتے ہیں۔ [illegible] عصر حاضر کے مناسب جدید سانچے میں ڈھال کر جدت و اختراع کی رنگینیوں [illegible] فروز بنا سکتے ہیں۔ صرف امدادات کی کمی ہے۔ کہ اہل ادب [illegible] اشتراک عمل [illegible] اصول پر کاربند ہو کر ملکر کام کرنے کے خوگر ہوں۔ چنانچہ انہوں نے اس کی [illegible] کرتے ہوئے چند اصول عمل بنا کر اپنی ادبی کوششیں شروع کر دی [illegible]۔

اسی طرح [illegible] نے تعلیم کے فقدان اور اس کے خطرناک نتائج جہالت کے عموم اور اس کے مہیب انجام کو دیکھا۔ اور سمجھ لیا کہ اہل وطن کا نعمت علم سے دیر تک محروم [illegible] کا موجب ہو گا۔ اس تکلیف دہ احساس سے متاثر ہو کر انہوں [illegible] ایک جمعیت کے انعقاد کو ناگزیر تصور کرتے "دار العہد العلمی" کا افتتاح کر [illegible] اطراف و جوانب میں اس کے انعقاد کا اعلان کر دیا تاکہ اہل وطن اس میں [illegible] کر بہرہ اندوز ہوں۔

(ہمایوں)

انجمن اتحاد مسلم راجپوتان پنجاب

کا

پہلا سالانہ جلسہ

زیر صدارت [illegible] قوم عالیجناب مولانا حاجی سر رحیم بخش خانصاحب

کے سی آئی [illegible] سی۔ بی۔ ای پریسیڈنٹ کونسل آف ریجنسی ریاست

بہاولپور [illegible] بمقام شہر امرتسر اسلامیہ ہائی سکول

[illegible] [illegible] اکتوبر ۱۹۳۳ء مطابق ۲۹ صفر و یکم ربیع الاول ۱۳۵۲ھ بروز [illegible] منعقد ہوگا۔ جس میں پنجاب و ہندوستان کے مختلف [illegible] سے ممتاز و مشاہیر و رہنمایان قوم تشریف لاکر قوم کی ترقی [illegible] اپنے بہترین خیالات ظاہر کریں گے۔ [illegible] بہبود اس کی اجتماعی حالت پر منحصر ہے۔ اس لئے

برادران و بزرگان قدم سے استدعا کیجاتی ہے۔ کہ وہ اپنی ہستی کو برقرار رکھنے کے لئے اور اپنی قومی بہتری و مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے خود بھی تشریف لائیں اور اپنے دیگر راجپوت احباب و اقارب کو بھی جلسہ کی شمولیت کی ترغیب دیکر قومی بیداری میں حصہ لیں۔ امید ہے کہ راجپوت بھائی اس قومی مجلس کو قوم کی شاندار روایات کے مطابق بارونق بنانے میں پوری کوشش کریں گے۔

نوٹ - (۱) شہر امرتسر کی راجپوت برادری نے جلسہ میں شامل ہونے والے اصحاب کی خوراک اور رہائش کا انتظام اپنے ذمہ لیا ہے اس لئے بیرونجات سے تشریف لانیوالے اصحاب امرتسر میں پہنچنے کی تاریخ و وقت سے ۱۵ اکتوبر تک مطلع کر دیں۔ تاکہ انتظام میں سہولت ہو۔

(۲) ان دنوں امرتسر میں کسی قدر سردی ہوتی ہے۔ اس لئے اپنا بستر ہمراہ لانا چاہئے۔

(۳) مہمانوں کے استقبال کے لئے قومی والنٹیر ریلوے سٹیشن امرتسر پر موجود ہوں گے۔

جملہ خط و کتابت بنام سکرٹری انجمن اتحاد مسلم راجپوتان امرتسر (ڈاب کٹیکاں) کے پتہ پر کرنی چاہئے۔

نیازمند،

ڈاکٹر محمد فاضل سکرٹری انجمن اتحاد مسلم راجپوتان پنجاب امرتسر۔

ترکستان کی تورانی حکومت

لندن کا ایک تار اطلاع رساں ہے۔ کہ انگلستان کے اخبار ڈیلی میل کا نامہ نگار مقیم کابل رقمطراز ہے۔ کہ حکومت روس کے جدید صدر مختار ستالین نے جو بیان یک شہنشاہی کے لئے موسیو لینن کا قائم مقام مقرر ہوا ہے کہا تھا کہ میں تورانی اقوام اور قبائل کی ایک جدید حکومت قائم کرنا چاہتا ہوں۔ جو بالشویکوں سے متحد ہو کر ایک زبردست طاقت و قوت ثابت ہوگی۔

چنانچہ اب یہ ارادہ صورت پذیر ہو گیا ہے۔ اور گذشتہ ماہ میں ایشیا کے اندر ایک طاقتور تورانی حکومت قائم کر دی گئی ہے۔ کچھ مدت سے بالشویکوں کے جرنیل بوڈینی اور غازی انور پاشا کے درمیان ایک خونریز جنگ بخارا میں ہو رہی تھی جس میں جرنیل بوڈینی کو سخت شکست ہوئی۔ اور تورانی حکومت کی بنیاد پڑی۔

اس تورانی حکومت میں تین جمہوریہ حکومتیں داخل ہونگی۔ جن کے نام جمہوریہ جمہوریہ خیوا۔ اور جمہوریہ ترکستان ہوں گے۔

افغانستان اس امر کی بھی کوشش کر رہا ہے۔ کہ انگورہ اور غازی انور کے درمیان مصالحت کرا دے۔ روس کا جدید صدر مختار ستالین بھی اس صلح میں کوشاں ہے غرض یہ ہے۔ کہ مشرق وسطیٰ میں اس اتحاد کے شاندار نتائج ظاہر ہوں۔

لفظ کے لکھدینے کہ مسیح بن باپ پیدا ہوئے تھے ایسا پیش کیا جاتا ہے کہ اس کے صحیح اور حق سمجھنے کے لئے نہ اب قرآن مجید کو دیکھنے کی حاجت ہے نہ قول رسول کریم کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت جب انبیاء علیہم السلام کے متعلق ہم دیکھتے ہیں کہ وہ توحید سکھانے آتے ہیں اور شرک کی تردید کے سوا اس وقت تک کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نہیں آتا ان عقائد اور رسوم کی تردید نہیں کرتے جن عقائد اور رسوم پر لوگ پہلے چلے آتے ہیں اور بہتیرے رسوم و عقائد جو لوگ پہلے قائم تھے مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں آکر ان کی اصلاح یا تردید ہوئی۔ مثلاً دیکھئے سوختنی قربانی حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبیوں کے سامنے ہوتی تھی وہ اس کو منع نہ کرتے تھے بلکہ توراۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی خود بھی اس رسم سوختنی قربانی کو کر لیا کرتے تھے۔ حالانکہ کوئی الٰہی حکم اس کے متعلق نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر خدا نے اس سوختنی قربانی کو منع فرما کیونکہ دین کامل تو قرآن مجید میں ہی آکر ہونا تھا۔ آخر انبیاء اور ملہمین بھی انسان ہی ہوتے ہیں۔ انکو عالم الغیب ہونے کا دعوٰے تو نہیں ہوتا جب انبیاء سے اجتہادی غلطی ممکن ہے اور جب تک ان کو خدا کی طرف سے علم نہ ہو وہ شرک کے سوا اُن رسوم اور عقائد کے پابند بھی ہو سکتے ہیں۔ جو لوگوں میں مروج ہوں تو دوسرے ملہمین سے کیوں غلطی کا امکان نہیں اس پر کیا دلیل ہے ہم کہتے ہیں کہ حضرت صاحب نے اس مسئلہ میں کوئی ایسا فیصلہ نہیں دیا جسکو درحقیقت فیصلہ کہا جائے یا اس کے خلاف کہنا کوئی جرم ہو۔

اعتراض: مرزا صاحب کو جب آپ مسیح موعود مانتے ہیں اور مانا کہ نبی نہیں مانتے تو کیا یہ ہوسکتا ہے کہ وہ قرآن مجید کے خلاف عقیدہ رکھیں اور آپ انکو اپنا امام یا مرشد مانیں۔

جواب: جب خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت یہ تھی کہ باوجود ان قرآنی تصریحات کے جن میں شد و مد سے یہ بیان تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنی طبعی موت سے فوت ہو چکے ہیں سابقین میں سے بہت سے ان آیات کے منشاء پر اطلاع نہ پا سکے بلکہ حضرت مسیح موعود بھی الہام میں مسیح موعود نام پانے کے بعد بارہ برس تک ان آیات کے منشاء پر اطلاع نہ پا سکے اور حیات مسیح کے عقیدہ کو جو قرآن مجید کی آیات کے صریح مخالف تھا آپ نے بھی اس کو براہین احمدیہ میں لکھ دیا تو اگر ولادت مسیح کے مسئلہ میں بھی ایسا ہو تو اس پر اس قدر کیوں اصرار ہے۔ مسیح موعود سے پہلے جو جو علماء اپنی اجتہادی غلطی سے ایسا خیال کرتے رہے کہ ابن مریم آسمان سے آئیگا جب اللہ کے نزدیک وہ بھی معذور ہیں کیونکہ ان کی نیتوں میں فساد نہ تھا صرف اجتہادی غلطی تھی تو کیا مسیح موعود اس بارہ میں تمہارے نزدیک معذور نہیں ہو سکتے؟ ہم تو کسی بزرگ نیک اور پاک کی نسبت کوئی توہین کا لفظ استعمال نہیں کرسکتے۔ پھر مسیح موعود کی نسبت یہ کلمہ کیسے منہ پر لاسکتے ہیں کہ آپ قرآن مجید کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔ یہ لفظ تو ہم تب کہہ سکتے جب آپ قرآن مجید کی آیات سے اسکو ثابت کرتے۔ اور قرآن مجید سے اس کے خلاف ثابت ہوتا۔ خدا کا قانون اور قاعدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب مصلحت عام کے لئے اپنے نزدیک کوئی امر اجراء کرنا چاہتا ہے تو اس طرف خود ہی اپنے کسی بندہ کی توجہ معطوف کر دیتا ہے۔ تو وہ امر بالکل صاف ہو جاتا اور کھل جاتا ہے

اعتراض: آپ کی تحقیق قرآن مجید کے عین مطابق ہے یا مرزا صاحب کی تحریر۔ اگر اس بارے میں آپ حق پر ہیں تو مرزا صاحب غلطی پر ہیں۔ اگر مرزا صاحب حق پر ہیں تو آپ غلطی پر ہیں۔

جواب: میں کیا اور میری تحقیق کیا حضرت صاحب کے علم و فضل کو بغیر فضل الٰہی کون پہنچ سکتا ہے مگر مسیح موعود اپنے امور اہم دینیہ کی طرف متوجہ تھے کہ آپ ان سے کسی اور جانب توجہ نہیں کرسکتے تھے۔ آپ جانتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ مصلحت عام کیلئے اپنے نزدیک کوئی امر اجرا کرنا چاہیگا تو خود ہی ہماری توجہ بھی اس طرف پھیر دیگا۔ آپ کے سپرد خدا تعالیٰ نے ایسی خدمت کی تھی کہ وہ آپ کے بغیر دوسرے سے ہو ہی نہیں سکتی تھی آپ اسی لئے مامور ہوئے تھے کہ مسیح کی آمد ثانی اور مہدی کی حقیقت دنیا کو اطلاع دیں اور مسیح کی وفات اور ان کے نزول اور مہدی کی آمد کے بارہ میں بہ القائے رب جلیل قطعی فیصلہ کر دیں اور جو جو باتیں اس راہ میں آپڑیں اُن کا بھی فیصلہ چکا دیں۔ پھر آپ کو اس مسئلہ ولادت مسیح سے سروکار ہی کیا ہو سکتا تھا سو آپ نے بہ القائے رب جلیل قرآنی آیات سے بدلائل قاطعہ و حجج ساطعہ مسیح کی موت کا ایسا فیصلہ کر دیا کہ اس سے بڑھکر اور کوئی فیصلہ اس مسئلہ کا ممکن ہی نہیں یہاں تک کہ آپ نے اُن علماً کو بھی جو اپنے علم و فضل کے مقابلہ میں کسی کو خیال میں نہ لاتے تھے بزور دلائل تسلیم کرا دیا کہ حضرت مسیح بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح زندگی کے دن اسی دنیا میں پورے کر کے فوت ہو گئے اور زیر زمین مدفون ہیں اور اب وہ دنیا میں پھر نہیں آسکتے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ بظاہر یہ عقیدہ حیات مسیح کا معمولی معلوم ہوتا ہے مگر غور کرتے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسول کریم کی بعثت سے پہلے کے مکہ والوں کی بت پرستی سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ کیونکہ بت پرستی پر تو اُس وقت ایک مکہ والوں کا گزارہ تھا مگر اس وقت مسیح کی حیات پر قریباً ساری دنیا کا گزارہ ہے۔ ایک بڑا گروہ مسلمانوں کا ہے اور دوسرا بڑا گروہ نصاریٰ کا ہے نصاریٰ نے تو مسیح کے کفارہ کا اعتقاد رکھکر مسیح کو آسمان پر چڑھا دیا اور اپنی آخرت اور نجات کا سارا دارومدار اس کی آمد ثانی پر رکھدیا۔ دوسرا بڑا گروہ مسلمانوں کا ہے مسلمان اپنی دنیا و دین دونوں کا دارومدار حیات مسیح پر رکھے بیٹھے ہیں کیونکہ وہ دجالی فتنہ جس سے سارے نبی اپنی اپنی امت کو ڈراتے رہے اس فتنے سے مسیح ناصری ہی ان کو بچا تا ہے اور اصلاح دنیا و دین دونوں میں اس کے ذریعہ انہوں نے ترقی حاصل کرنی ہے غرض یہ تھوڑا سا کام نہ تھا جو آپ نے کیا۔ امام مالک نے بھی کہا کہ حضرت عیسٰے فوت ہو گئے مگر کس نے مانا۔ اور بزرگوں نے بھی کہا مگر کیا اثر ہوا لیکن اب دنیا مانیگی اور بزور دلائل مانیگی کیونکہ مسیح موعود آگیا۔ مسیح موعود کے آنے کے بغیر یہ مسئلہ حل بھی نہیں سکتا تھا۔ جب مسیح موعود آگئے تو تمام غلط اوہام کا غلط اوہام ہونا ظاہر ہو گیا۔

چونکہ آپ کی راہ میں مسیح کی پیدائش بے پدر کا مسئلہ ہی نہ تھا اس لئے خدا کی حکمت اور مصلحت نے نہ چاہا کہ آپ اس مسئلہ کا فیصلہ کریں جس بابت میں آپ مامور نہیں یا جس بارہ میں آپکو الہام سے کوئی مسئلہ نہیں سمجھایا گیا اس میں اگر کوئی اختلاف کرے تو یہ ناجائز نہیں۔ حکم عدل کے یہ معنے نہیں کہ جو کچھ آپ نے لکھدیا بس اس کے بعد اب قرآن مجید دیکھنے کی بھی حاجت نہیں رہی۔ جزئی اختلافات کی وجہ سے کسی شخص کو طعن دینا کہ تمہاری تحقیق قرآن مجید کے عین مطابق ہے یا تمہارے امام مسیح موعود کی ہرگز جائز نہیں۔ خود صحابہ میں ایسے اختلافات تھے۔ حضرت ابن عباس محدث کی وحی کو نبی کی وحی کی طرح قطعی سمجھتے تھے اور دوسرے ان کے مخالف تھے۔ حضرت عائشہ نے برخلاف ایک جماعت کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جسمانی معراج کا بکلی انکار کر دیا تھا پھر جزئی اختلافات کے سلسلے کو کچھ تو ائمہ اربعہ اور محدثین اور مفسرین نے وسعت دی اور کچھ اہل کشف نے ان اختلافات کو بڑھایا۔ بعض مکاشفات سید عبدالقادر جیلانی بھی ایسے ہیں جو احادیث صحیحہ کے بیان کے منافی اور مغائر ہیں چنانچہ ابن تیمیہ کا قول ہے کہ احادیث صحیحہ کے رو سے اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ ذبیح اسمٰعیل ہیں مگر سید عبدالقادر جیلانی اسحٰق کو ذبیح ٹھہراتے ہیں۔ اب تمہیں بتاؤ کہ ان بزرگوں میں سے قرآن کے عین مطابق کس نے سمجھا تھا۔

آپ سو دفعہ کہیں کہ پیٹ میں کرم پیدا ہونے کی طرح حضرت مسیح بھی شکم مادر میں پیدا ہو گئے تھے۔ یا خود بخود مٹی سے پیدا ہونے والے برساتی کیڑے مکوڑوں کی طرح آپ ہی پیدا ہوا مان لیں۔ یا یہ کہدیں کہ یونانی اور ہندی طبیبوں نے اس کی نظریں دی ہیں کہ کبھی انسان صرف ماں ہی کے مادہ سے بغیر باپ کے نطفہ کے پیدا ہو سکتا ہے یا یہ کہدیں کہ بعض عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان میں دونوں قوتیں عاقدہ اور منعقدہ پائی جاتی ہیں۔ اور اس لئے دونوں خاصیتیں ذکرا و انثٰی کی ان کے تخم میں موجود ہوتی ہیں۔ مگر یہ سب رجماً بالغیب تمہارا ہیں جو مسلمانوں کو مسیح کی بن باپ پیدائش منوانے کیلئے آپ بنائی گئی ہیں۔ قرآن پاک میں نہ کہیں ایسی عورتوں کا ذکر ہے اور نہ صحیفۂ فطرت میں ایسی عورتوں کی کوئی نظیر پائی جاتی ہے۔ کیونکہ ایک قسم کا نطفہ پیدا کرنے کیلئے ایک دماغ ایک دل ایک جگر دو خصیئے اور دو گردے کام کرتے ہیں لیکن نطفۂ امشاج کے واسطے دو دماغ دو دل دو جگر چار خصیے اور چار گردے ہونے لازم ہیں اور بنفس واحد میں پیدا ہونے کی خدا تعالیٰ نے خود نفی فرمائی ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ ماجعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ | خدا نے کسی آدمی کے جوف میں دو دل پیدا نہیں کئے اب گو لاکھ دفعہ بھی کوئی کہے کہ بعض عورتوں کو بغیر نطفہ مرد کے حمل ہو کر اولاد ہوئی اس کو غلط اور باطل ہی ماننا پڑیگا۔ کیونکہ قرآن میں اس کی تردید موجود ہے اور اس کے غلط اور باطل ہونے کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ دنیا کو پیدا ہوئے کروڑوں ہی سال ہو گئے مگر سوائے مریم صدیقہ کے ایک بھی عورت آج تک ایسی نہ نکلی کہ اس کو مرد کے نطفہ کے بغیر حمل ہو کر اولاد ہو گئی ہو۔ اگر بعض عورتوں کو اپنے ہی نطفہ سے حمل ہو کر اولاد ہو سکتی تو کوئی شخص نہ جان سکتا کہ یہ اس کا بیٹا ہے اور یہ لڑکا اُس عورت کا ہے جس میں قوت رجولیت و انثیت دونوں جمع ہوتی ہیں جب وہ دونوں قوتیں رجولیت و انثیت کے جوش مار کر آپس میں ملتی ہیں تو حمل ہو کر اولاد ہو جاتی ہے۔ قرآن پاک ان تمام مزعومات و موہومات کو کہ بعض عورتیں قوت فاعلی اور انفعالی رکھنے کی وجہ سے خود بخود ہی حاملہ ہو جاتی ہیں پیدائش انسانی کا

تازہ خبریں

کیا جناب وائسرائے مستعفی ہو جائینگے۔ شملہ ۱۰ اکتوبر۔ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ شملہ میں بہت سی افواہیں گرم ہیں۔ بعض حلقوں میں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وائسرائے کی صحت خراب ہو گئی ہے۔ بلکہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ شملہ اور وہائٹ ہال میں تعلقات کچھ کشیدہ ہو گئے ہیں۔ افواہ ہے کہ ہز ایکسیلنسی لارڈ ریڈنگ نومبر تک مستعفی ہو جائیں گے۔ اور نئے وائسرائے کی آمد تک لارڈ ولنگڈن ان کی جگہ کام کریں گے۔

فوجی افسروں کا سول سروس پر تقرر۔ شملہ ۱۰ اکتوبر۔ اعلان کیا گیا ہے۔ کہ ہندوستانی فوج کے جو افسر زائد ہونے کی وجہ سے برخاست کر دیئے گئے ہیں۔ ان کو سول سروس میں لیا جائیگا۔ بشرطیکہ وہ شرائط کے مطابق اس کے اہل ہوں۔ اس کے لئے لندن اور ہندوستان میں امتحان ہوا کریگا۔

ترکی افواج چناق کی دیواروں کے نیچے پہنچ گئیں۔ قسطنطنیہ ۱۰ اکتوبر۔ ترکی دستہ جو ارنکوئی سے ہٹایا گیا ہے۔ وہ بعدہ گھوم کر چناق کے محاذ کے قریب پہنچ گیا۔

بابعالی نے کل اختیارات انگورہ کے حوالہ کر دئے قسطنطنیہ ۱۰ اکتوبر۔ ترکی حلقوں میں سرکاری اراکین اعلان کر رہے ہیں۔ کہ بابعالی نے فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ فرانس اور اٹلی میں اپنے سفیروں کو ہدایت کر دے۔ کہ معاملات حاضرہ کا کل انتظام دولت عالیہ انگورہ کے نمائندوں کے سپرد کر دیں۔ پیرس اور روما سے قسطنطنیہ کے نمائندے واپس بلا لئے جائیں گے۔

تھریس ترکوں کے حوالے کیا جا رہا ہے۔ اکسفورڈ ۱۰ اکتوبر اخبارات عام طور پر اس امر پر متفق ہیں۔ کہ اتحادی جرنیل تجویز کرینگے۔ کہ مشرقی تھریس میں دریائے مرتضے تک اتحادی فوج آہستہ آہستہ قبضہ کرے۔ جونہی کہ یونانی یہ علاقہ خالی کرتے جائیں گے۔ ترکی جندارمہ مقرر کیا جائیگا۔ صلح کانفرنس کے لئے دعوت کی یہ شرط تھی کہ تھریس کے بارہ میں اتحادی حمایت اور ترکی کو مراعات اس صورت میں مل سکتی ہیں۔ کہ دولت انگورہ اتحادیوں کے مقرر کردہ عارضی غیر جانبدار علاقہ کا احترام کریں۔

قسطنطنیہ ۱۰ اکتوبر۔ اعلان کیا گیا ہے۔ کہ مشرقی تھریس میں سے یونانی فوج آہستہ آہستہ خارج کر دی جائے گی۔ اور اس کی جگہ عارضی طور پر اتحادی قبضہ ہوتا جائیگا۔ اور تھریس میں ترکی نظم و نسق اور ترکی جندارمہ مقرر کیا جائے گا۔

چناق کا مسئلہ برطانوی اور ترکی جرنیل آپس میں طے کرینگے۔

حالات مشرق ادنیٰ کا اثر شرح مبادلہ پر۔ لندن ۱۰ اکتوبر لندن میں جرمن مارک کی قیمت ۲۵۰۰۰ عدد فی پونڈ تک پہنچ گئی ہے۔ مشرق قریبہ کی سیاسی حالت شرح مبادلہ یوروپ پر بہت بڑا اثر ڈال رہی ہے۔

جنرل ہیرنگٹن نے الٹی میٹم روک کر سلطنت کو تباہی سے بچا لیا

لندن۔ ۱۰ اکتوبر" مانچسٹر گارڈین" رقمطراز ہے۔ کہ جب پارلیمنٹ کا دوبارہ اجلاس ہوگا۔ تو انڈی پنڈنٹ لبرل مطالبہ کریں گے کہ ۱۵ ستمبر سے ۱۰ اکتوبر تک کے ایام کے متعلق کاغذات پیش کئے جائیں۔ اخبار مذکور کا بیان ہے۔ کہ یونان کے انقلاب کے بعد حکومت برطانیہ کی روش بالکل بدل گئی۔ اور ۲۰ ستمبر کو (غازی) مصطفےٰ کمال (پاشا) کو جنگ کا الٹی میٹم دینے کے متعلق ایک بیان شائع ہوا تھا۔ مگر جنرل ہیرنگٹن نے یہ الٹی میٹم ترکوں کے سامنے پیش کرنے سے انکار کر دیا۔ اور اس کی حمایت امیر البحر بروک اور ہائی کمشنر سر ہوریس رمبولڈ نے بھی کی۔ انڈیپنڈنٹ لبرل خیال کرتے ہیں۔ کہ جنرل ہیرنگٹن کی اس کارروائی نے سلطنت برطانیہ کو جنگ کی تباہی سے بچا لیا۔

"مانچسٹر گارڈین" اپنے مقالہ افتتاحیہ میں بیان کرتا ہے۔ کہ رائے عامہ کو بیدار ہونا چاہئے۔ تاکہ حکومت کو جس کی روش صلح جویانہ نہیں ہے۔ اس ترغیب سے روکا جائے۔ کہ اپنی گذشتہ غلطیوں کو اور غلطیاں کر کے چھپانا چاہتی ہے۔ جس سے قوم تباہی و بربادی کے چنگل میں گرفتار ہو جائے گی۔

غازی اعظم کا انگورہ میں شاندار خیر مقدم۔ قسطنطنیہ ۵ اکتوبر۔ انگورہ کا پیغام مظہر ہے۔ کہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے داخلہ انگورہ پر شاندار خیر مقدم کیا گیا۔ جب آپ ایوان حکومت کی طرف گاڑی میں بیٹھکر تشریف لیجا رہے۔ تو عقیدت مند ترک احرار گھوڑوں کے آگے لیٹ گئے۔

یونانی آرام سے بوریا بستر باندھ لیں۔ رشید بے اس امر پر زور دیتے ہیں کہ ترک مشرقی تھریس کے تخلیہ پر مصر ہیں۔ لیکن وہ یونانیوں کو بوریا بستر باندھنے کے لئے معقول مہلت دینے کو تیار ہیں۔ کیونکہ ترکوں کی خواہش ہے کہ ہر ایک کام حسن انتظام اور ترتیب کے ساتھ عمل میں آئے۔

آیندہ وائسرائے کون ہوگا؟ اخبار جان بل رقمطراز ہے کہ لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند کے بعد اس عہدے پر مسٹر آسٹن چیمبر لین فائز ہوں گے۔

ہائیکورٹ لاہور کے نئے ایڈیشنل جج۔ رائے بہادر موتی ساگر جسٹس کیمپل آئی۔ سی۔ ایس اور خان بہادر مرزا ظفر علی لاہور ہائیکورٹ کے ایڈیشنل جج مقرر ہوئے ہیں۔

اکالیوں کی گرفتاریاں

تعداد ۱۲۱۷ تک پہنچ گئی۔ امرتسر ۹ اکتوبر۔ گورو کے باغ کے سلسلہ میں گرفتار شدہ اکالیوں کی تعداد ۱۲۱۷ تک پہنچ گئی ہے۔ ۹ تاریخ کو ۸۰ اکالی گرفتار ہوئے تھے۔

ترک احرار کا غیر جانبدار علاقہ پر حملہ۔ ترکی رسالہ نے اسمد کے قریب غیر جانبدار علاقہ پر حملہ کر دیا ہے۔ جس سے خطرناک حادثات کا احتمال ہو گیا

لاہور میونسپلٹی اور محصول چنگی کا معاملہ۔ رائے بہادر لالہ ملکی رام نائب صدر لاہور میونسپل کمیٹی میں تجویز پیش کریں گے۔ کہ لاہور سٹیشن پر چنگی کا محصول جمع کرنے کا موجودہ طریق ترک کر دیا جائے۔ ایک صاحب نے بچشم خود دیکھا کہ خواتین کو اس طرح سخت بے پردگی بیجا تکلیف ہوتی ہے۔ چنانچہ میونسپل کمیٹی کے آخری فیصلہ تک خواتین کی تلاشی روک دی گئی ہے۔

ترک احرار کی امداد کے لئے بالشویکوں کی تیاریاں۔

ہیلنگفرز۔ ۴ر اکتوبر۔ سوویٹ روس کی مجلس انتظامیہ نے جبری فوجی بھرتی کا اعلان کر دیا ہے۔ پیدل سپاہ میں ڈیڑھ سال کے لئے اور رسالہ میں دو سال کے لئے ہوائی جہازوں میں ساڑھے تین سال کے لئے اور بحری خدمت میں ساڑھے سال کے لئے۔

معزول شاہ یونان کو پھانسی کی سزا اتحادیوں نے بچا لیا

مارننگ پوسٹ کا نامہ نگار پیرس سے اطلاع دیتا ہے۔ کہ باغی معزول شاہ یونان قسطنطین کو پھانسی پر لٹکانے لگے تھے۔ مگر اتحادی سفیروں نے بیچ بچاؤ کر کے اسے بچا لیا۔

سمرنا پر قبضہ کرنے سے پیشتر مصطفےٰ کمال پاشا کا اعلان

سمرنا میں مسلمان عیسائیوں کو تکلیف نہ دیں
تکلیف دینے والا مسلمان گولی سے مارا جائیگا

اے نصاریٰ و مسلم اہالیاں سمرنا!

تم کو اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ ترکی فوج عنقریب شہر پر قبضہ کیا چاہتی ہے۔ وہ ترک جن کے شہر اور دیہات تباہ کر دئے گئے ہیں۔ اور جن کو خوف ہے۔ کہ یونانی فوج انہیں قتل کر دے گی وہ ان مقامات کو خالی کر کے پہاڑوں میں پناہ لیں۔ تمام یونانی سپاہیوں سے جو مسلمانوں کی جان و مال کی ہلاکت کے ذمہ دار ہونگے فرداً فرداً بازپرس کی جائے گی۔ غیر جنگ آزما نصاریٰ اور مسلم آبادی کو متنبہ کیا جاتا ہے۔ کہ وہ لوٹ مار سے باز رہیں۔ اور مسلمان اپنے ہم مذہبوں کے قتل کے لئے یونانیوں سے قصاص نہ لیں اور نہ ان کی تباہی کا انتقام لینے کی کوشش کریں اگر کسی مسلمان نے کسی یونانی سے تعرض کیا۔ تو اُسے فوراً گولی مار دی جائے گی۔ تمام وفادار رعایا سے درخواست کیجاتی ہے۔ کہ سکون سے کام لیں۔ ترکی فوج تمام نیک نہاد اور امن پسند لوگوں کو ان کی مصائب سے نجات دینے کے لئے آتی ہے۔

اتحادیوں نے تھریس پر ترکی حق تسلیم کر لیا۔ لنڈن ۱۰ر اکتوبر۔ حکومت برطانیہ مشرق ادنےٰ کو نہایت تشویش کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اور کہتی ہے۔ کہ ترک احرار تھریس کے متعلق ناممکن مطالبات کر رہے ہیں۔

سرکاری حلقوں میں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ترک احرار مشرقی تھریس پر فوری قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ قلیل التعداد اقوام کی حفاظت کی ضمانت دیں۔

اتحادیوں نے اس امر پر اتفاق کر لیا ہے۔ کہ یونانیوں کے تھریس سے نکلتے ہی وہاں پر ترکی نظم و نسق جاری کر کے ترکی جنرل ارمہ مقرر کر دیا جائے

پیرس۔ ۷ر اکتوبر۔ اتحادیوں نے حسب ذیل اصول منظور کیا ہے۔ تھریس خالی کر دالیا جائے۔ یونانی آبادی اور فوج فی الفور ملک سے نکل جائے۔ ایک ماہ کے اندر ترکی جنرل ارمہ ملک پر قبضہ کرے امن قائم ہو جانے پر ترکی فوج آبناؤں کو عبور کر کے تھریس میں داخل ہو جائے جو اس وقت کامل طور پر ترکی تسلط میں آجائیگا۔

حکومت یونان کا آخری فیصلہ۔ پیرس۔ ۲۸ر اکتوبر۔ ایتھنز کا ایک برقی پیغام مظہر ہے۔ کہ کابینہ نے فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ اگر اتحادیوں کا متفقہ فیصلہ ہو۔ تو یونان تھریس خالی کرنے پر آمادہ ہے۔

اگر تمام مطالبے تسلیم نہ کئے گئے تو ترک اتحادیوں سے لڑیں گے

غازی عصمت پاشا نے مدانیہ کانفرنس میں اعلان کیا کہ اگر ترک احرار کے تمام مطالبے اتحادیوں نے تسلیم نہ کئے تو ترک مجبور ہوں گے کہ اتحادیوں پر حملہ کریں۔

اذان میں رکاوٹ مت ڈالو

مسلمانوں کا سکھوں سے یہ شکوہ بیجا ہے۔ کہ بعض دیہات میں جہاں سکھوں کا زور اور آبادی زیادہ ہے۔ سکھ مسلمانوں کو اذان نہیں دینے دیتے۔ چنانچہ حال میں اس قسم کی شکایات موصول ہوئی ہیں۔ کہ تحصیل اجنالہ کے ایک موضع لشکری ننگل میں سکھوں نے مسلمانوں کو اذان دینے سے روکا۔ ہمارے خیال میں تعلیم یافتہ سکھوں کا یہ کام ہونا چاہئے کہ دیہات کے غیر تعلیم یافتہ سکھوں کو سمجھائیں۔ اور ان کو اذان میں رکاوٹ ڈالنے سے روکیں۔ اذان کے معانی عبادت کے لئے لوگوں کو طلب کرنے کے ہیں۔ مسلمان توحید پرست قوم ہے۔ تو اس صورت میں اذان سے سکھوں کو بُرا نہ ماننا چاہئے۔ اس کے علاوہ ہندوستان کی اقوام میں سے اگر کوئی شخص بت پرست ہے۔ اور وہ اپنے مذہب کی اشاعت کرتا ہے۔ تو سکھوں کے لئے واجب نہیں کہ وہ اس میں بھی رکاوٹ پیدا کریں۔ اور یہاں تو واحد خدا کی طرف عبادت کے لئے لوگوں کو طلب کیا جاتا ہے۔ جو سکھوں کے نکتہ نگاہ سے بھی عین سعادت ہے۔ (منشیٔ)

ایک نوجوان مسلمان کی موت۔ منٹگمری۔ ۷ر اکتوبر۔ ایک نوجوان مسلمان جو کہ طوائف کا دوست تھا۔ اور ان کے ہاں رہا کرتا تھا طوائف نے لوگوں کے کہنے پر اسکو گھر سے نکال دیا تو اس نوجوان نے کہا کہ یا تو تم کو مار دونگا یا خود مر جاؤنگا۔

۷ر اکتوبر کو اس لڑکے کی لاش ملی ہے۔ ڈاکٹری نتیجہ سے ظاہر ہے کہ یہ موت زہر سے ہوئی ہے۔ پولیس تحقیقات کر رہی ہے۔ خبر مشہور ہے کہ اس نے خودکشی کی ہے ابھی تک کوئی مجرم گرفتار نہیں ہوا۔ یہ لڑکا ایک سولہ برس کا خوبصورت نوجوان تھا۔

الصلح خیر

پیغامِ صلح
اخبار لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

ایڈیٹر - مولوی مصطفیٰ خان بی - اے

جلد ۱۰ ۔ نمبر ۴۳

بناءِ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۳ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۱ ہجری مطابق ۲۵ اکتوبر سنہ ۱۹۲۲ عیسوی

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

حضرت امیر معہ اپنے رفقا کے بخیریت ہیں اور اپنے اپنے مشاغل میں مصروف۔

برادر سردار خاں صاحب راولپنڈی جو حکیم شاہنواز صاحب مرحوم کے بھائی اور نہایت مخلص اور سابقین میں سے ہیں۔ عرصہ دو ماہ سے علیل ہیں۔ جملہ دوست ان کی صحت کے لئے خاص طور پر دعا فرما دیں۔

حکیم مولوی محمد حنیف صاحب راولپنڈی سے اپنے اور دیگر برادران سلسلہ کے لئے دینی اور دنیاوی ابتلاؤں سے محفوظ رہنے اور خدمت اسلام کے لئے توفیق ایزدی ملنے کی دعا کے خواستگار ہیں۔

برادر مولوی حافظ نور الدین صاحب تاجر کشمیر کا مولفہ ٹریکٹ پیغام حق جس میں کشمیری زبان کی نثر و نظم میں اہل کشمیر کو تبلیغ سلسلہ کی گئی ہے۔ اتمام الحجۃ کی صورت میں شائع ہو چکا ہے جسے اہل زبان میں بہت قبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ کشمیری زبان کو سمجھ سکنے والے دوست تبلیغ کے لئے منگوالیں۔

برادر مفتی محمد رشید الدین صاحب کشمیر اپنے ایک عربی خط میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ان کا سینہ حق کے لئے کھولدیا ہے۔ اور انہیں حضرت مسیح موعود کی صداقت میں کچھ شک نہیں رہا۔ اور وہ ہر طرح اپنے حلقہ اثر میں تبلیغ سلسلہ میں مصروف ہیں۔ ہمارے دوست دعا فرمائیں کہ جملہ اہل کشمیر کے دل اللہ تعالےٰ صداقت کے قبول کرنے کے لئے کھولدے۔

خانصاحب غلام محمد خان پنشنر انسپکٹر پولیس کشمیر تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "دنیا کے کام ختم ہوچکے اب صرف عاقبت کا کام باقی ہے کہ اگر یہیں اگر کچھ سرخروئی ہوجائے۔ تو غنیمت ہے"۔ احباب دعا فرمائیں کہ خانصاحب کو اللہ تعالےٰ صحت و عافیت سے رکھے اور خاتمہ بالخیر ہو۔ آپ پرانے بزرگوں میں سے ہیں۔ اور خواب کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ نے آپ کو حضرت مسیح موعود کی شناخت عطا فرمائی تھی۔ سلسلہ کے ساتھ خاص محبت رکھتے ہیں۔ اور نہایت با اخلاق اور نیک انسان ہیں کچھ عرصہ سے آنکھوں کی تکلیف کے باعث لاچار ہیں۔ تاہم قرآن شریف کی تلاوت کا شغل رکھتے ہیں۔ اور دوسروں کو اس پر عمل کرنے اور پڑھنے کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔

حافظ احمد اللہ صاحب کشمیر احباب سے دعائے ترقی ایمان و توفیق خدمت اسلام کے خواستگار ہیں۔

مولوی عبدالرحیم خانصاحب جو ہمارے بزرگ جناب مولوی محمد عبداللہ صاحب کشمیر کے فرزند ارجمند اور کالج میں پڑھتے ہیں۔ جملہ احباب سے خواستگار ہیں۔ کہ ان کے لئے خاص طور پر نمازوں میں دعا کیجائے کہ اللہ تعالےٰ ان میں حلم۔ انکساری۔ بردباری۔ رحم و انصاف عطا فرماوے۔ اور نمازوں میں خشوع و خضوع پیدا ہو۔ اور اللہ تعالےٰ ان کو دین و دنیا کی حسنات عطا فرماوے۔ یہ بھائی بڑے مخلص اور درد رکھنے والے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی صحت و عمر میں برکت دے انشاء اللہ اسلام کے لئے بڑے مفید وجود ثابت ہوں گے۔

رسیدات زر

فہرست چندہ برائے مسجد برلن از جماعت احمدیہ لاہور

گذشتہ سے پیوستہ

جمعہ مورخہ ۱۳ اکتوبر حضرت امیر نے خطبہ جمعہ میں تعمیر مسجد برلن کے لئے تحریک کی۔ امیر جماعت احمدیہ لاہور کیطرف سے مندرجہ ذیل چندہ کا اعلان کیا گیا۔ دوسرے احباب بھی اس میں شریک ہوکر داخل ثواب ہوں:-

نام معطی	رقم
حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب	الـــــــ ۱۰۰۰
حضرت امیر ایدہ اللہ	ماضہ ۲۵۰
میاں تاج الدین صاحب اسلامیہ کالج	عہ
ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب	صمار ۵۰۰
ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب	صمار ۵۰۰
״ سید جلال صاحب	ماڑ ۱۰۰
ملک فتح شیر خانصاحب رئیس مزنگ	ماڑ ۱۰۰
خواجہ عبدالغنی صاحب	ضہ ۵۰
ملک ناصر الدین جمال الدین صاحب	عہ
شیخ محمد نصیب صاحب	صہ/
بابو غلام قادر صاحب	عہ
مستری عبدالرحمٰن صاحب	۶ر
سید بشیر حسین صاحب	عہ
والدہ صاحبہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب	صہ/
میاں چراغ الدین صاحب کمرشل بلڈنگس	عہ
میاں نور الدین صاحب ملازم حضرت امیر	۴ر
مولوی فقیر اللہ صاحب ملازم مرزا صاحب	صہ/
ڈاکٹر مشتاق حسین صاحب	معہ
مسٹر ریاض الدین صاحب	صہ/
ولی محمد صاحب ملازم ہائی سکول	صہ/
چودھری ظہور احمد صاحب	ماڑ ۲۰۰
شیخ ممتاز حسین صاحب ایگریکلچر لائل پور	عہ
منشی جمال الدین صاحب کاتب	عہ
شیخ محمد عبداللہ صاحب ایم ایس سی	ضہ ۵۰
بابو جلال احمد صاحب اوورسیر	صہ
میاں محمد اسحاق صاحب محکمہ ٹیلیگراف	عہ
مولوی عبدالوہاب صاحب	صہ
رائے شیر محمد خانصاحب معرفت میاں غلام رسول صاحب	عہ
سید احمد علی شاہ صاحب	ضہ
خلیفہ عبدالمجید صاحب	عہ
مولوی محمد بخش صاحب بھیرہ	۶ر
مولوی عزیز بخش صاحب آنریری اسسٹنٹ سکرٹری انجمن	عہ
ملک غلام محمد صاحب	صمار ۵۰۰
ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب	ماڑ ۲۰
״ غلام مجتبیٰ صاحب	ضہ
״ غلام محمد صاحب	ماڑ ۱۰۰
خواجہ جلال الدین صاحب	دعہ ۲۵
ماسٹر فقیر اللہ صاحب	صہ/
منشی غلام غوث صاحب	صہ/
میاں حسین محمد صاحب پٹواری	صہ/
مرزا خدا بخش صاحب	عہ
عبدالعزیز ملازم مرزا صاحب	عہ
بابا ہدایت اللہ صاحب	۶ر
میاں علی محمد صاحب ملازم حضرت امیر	عہ
مولوی احمد صاحب	صہ/
میاں قادر بخش صاحب ملازم شاہ صاحب	صہ/
دائی صاحبہ مرزا صاحب	عہ
ابوبکر صاحب مالاباری	عہ/
مستری تاج الدین صاحب	عہ
شیخ عبدالغفور صاحب ایگریکلچرسٹ لائل پور	عہ
مولوی عبدالستار صاحب ملازم بکڈپو	صہ/
مرزا عبدالکریم صاحب کاتب پونچھ	عہ
منشی فضل الدین صاحب مدرس مسلم ہائی سکول	عہ
ڈاکٹر نبی بخش صاحب	عہ
قاضی ثناء اللہ صاحب مسلم ہائی سکول	عہ
مولوی محمد عبداللہ صاحب	صہ/
مستری دین محمد صاحب	عہ
مولوی غلام دستگیر صاحب	صہ
میاں نبی بخش صاحب ذیلدار ملوئی	صہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور اخبار

جلد ۱۰ | مورخہ ۳ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ | نمبر ۴۲

انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر

(التوبۃ - ۱۸)

من بنی اللہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا مثلہ فی الجنۃ۔

(متفق علیہ)

برلن (دار الخلافہ جرمنی) میں مسجد

(حضرت امیر کے قلم سے)

سال گذشتہ میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اپنے تبلیغ واشاعت اسلام کے کام کو توسیع دیتے ہوئے ایک اسلامی مشن کا برلن دارالخلافہ جرمنی میں بھیجنا تجویز کیا۔ اور محض اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس چھوٹی سی جماعت کے اندر سے ہی اسقدر سامان ہوگیا۔ کہ ہم پہلا قدم اٹھانے کے قابل ہوگئے یعنی ایک مبلغ اسلام مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے برلن میں پہنچ چکے ہیں۔ اور دوسرے یعنی مولانا مولوی صدرالدین صاحب بی۔ اے جو اس سے پیشتر دو مرتبہ ۲½ سال کے عرصہ تک شاندار کامیابی کے ساتھ ووکنگ میں مبلغ اسلام کے خدمات کو انجام دے چکے ہیں روانہ ہونے ہی والے تھے کہ اسی مشن کے متعلق ایک اہم ضرورت نے ان کی روانگی کو تین چار ماہ کے لئے التوا میں ڈال دیا۔ اور وہ ضرورت یہ ہے کہ وہاں تبلیغ کا کام شروع کرنے سے پہلے ایک مسجد اور اس کے ساتھ ہی ایک مکان دیگر ضروریات مشن کے لئے بنوایا جائے۔ مولوی عبدالمجید صاحب کے ساتھ ہمارے مکرم دوست خواجہ کمال الدین صاحب خود بھی برلن تشریف لے گئے تھے اور وہاں چند دن ٹھیر کر اور وہاں کے حالات کو بغور دیکھکر وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ جرمنی میں تبلیغ اسلام کا میدان نہایت وسیع ہے۔ اور اللہ تعالےٰ چاہے تو یہاں بہت کچھ کامیابی کی امید ہے۔ لیکن مشن کا کام استقلال کے ساتھ چلانے کے لئے پہلی ضرورت یہ ہے۔ کہ برلن میں ایک مسجد اور اس کے ساتھ مشن کا اپنا مکان ہو۔ یورپ کے بڑے بڑے شہروں میں زمین کی قیمت اور مکانات کی لاگت کے سامنے ہمارے شہروں کے مکانات کی قیمت کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ لیکن اس وقت مارک کی قیمت حد درجہ گری ہوئی ہونے کیوجہ سے اور دیگر حالات ملکی کیوجہ سے برلن میں مکانات نسبتاً ارزاں قیمت پر مل سکتے ہیں۔ اس لئے اس مسجد کا انتظام فوراً کرنا ضروری ہوا۔ اور اس لئے مولانا مولوی صدرالدین صاحب کو جو ستمبر میں روانہ ہونے والے تھے۔ تین چار ماہ کے لئے روک دیا گیا۔ تاکہ مسجد اور مکان مشن کے لئے کافی انتظام ہو جائے۔ خود مولانا صاحب اسوقت اسی کام میں مصروف ہیں۔ اور سب سے پہلے اپنے شہر سیالکوٹ میں انہوں نے کام شروع کیا۔ جہاں اسوقت تک چار ہزار کے اوپر چندہ کی رقم پہنچ چکی ہے۔ علاوہ اس رقم کے ہماری صرف لاہور کی احمدی جماعت سے ساڑھے چار ہزار کے قریب چندہ ہو چکا ہے۔ اور امید ہے۔ کہ پانچہزار روپے کی رقم جماعت لاہور پورا کر دیگی۔ اس کے علاوہ ہمارے ایک احمدی دوست نے اپنے والد مرحوم کی رقم وصیت میں سے قریباً چار ہزار روپے کا وعدہ کیا ہے۔ اور مل ملاکر قریب چودہ پندرہ ہزار روپے کے انتظام ہوگیا ہے اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے امید ہے۔ کہ جس نیک کام کی ابتدا کو اس نے ایسا بابرکت کیا ہے۔ وہ اسے کامیابی کے ساتھ انجام کو بھی پہنچائیگا۔

جناب خواجہ صاحب کی یہ رائے ہے۔ کہ سردست ہیں تیس ہزار روپے میں ایک ایسا مکان مل سکتا ہے جس میں تھوڑے سے خرچ سے ایک مسجد بھی بن سکتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ضروری مکانات مبلغین کی رہائش اور کام کے لئے بھی بن سکتے ہیں۔ اس صورت میں گویا چالیس ہزار روپے سے سردست کام نکل جائیگا اور موجودہ ضرورت پوری ہوجائے گی۔ اگر اللہ تعالےٰ چاہے تو بہت جلد وہاں ایک عالیشان مسجد کی ضرورت بھی پیش آئے۔ جو نہ صرف شوکت اسلامی کا نشان ہو بلکہ آئندہ کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو بھی پورا کرنے والی ہو۔ اسوقت بھی جیسا کہ اکثر احباب کے علم میں آچکا ہوگا۔ برلن میں پندرہ ہزار کے قریب صرف مسلمان ہیں۔ جو مختلف ممالک اسلامی سے وہاں جمع ہیں۔ اور نماز عید کے لئے [illegible] میں جو برلن سے ۲۰ میل سے زیادہ فاصلہ پر ہے۔ جاتے ہیں۔ جہاں جرمن گورنمنٹ نے ایام جنگ میں ایک عالیشان مسجد بنوائی تھی۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ مسجد مسلمانان برلن کے ضروریات کو پورا نہیں کر سکتی۔ اگر عیدین کی نمازوں پر ان میں سے اکثر وہاں چلے بھی جائیں۔ تو جمعہ کے لئے یہ انتظام بالکل نہیں ہو سکتا۔ خود برلن کے اندر ایک مسجد پندرہ ہزار مسلمانوں کی اپنی پہلی ضرورت ہے۔ وہاں وہ نماز جمعہ میں جمع ہو سکتے اور ایک دوسرے سے تعارف کر سکتے ہیں۔ اور یوں نہ صرف وہ اس مسجد کے ذریعے سے فریضۂ خداوندی کو ادا کرنے کے قابل ہوں گے بلکہ یہی مسجد مختلف ممالک کے مسلمانوں میں اتحاد کی بھی بنیاد ہوگی۔ اگر پندرہ ہزار مسلمانوں کے بجائے پندرہ سو بھی عیسائی کسی اسلامی شہر میں ہوتے تو بغیر گرجا کے نہ رہتے لیکن کسقدر تعجب ہے۔ کہ پندرہ ہزار مسلمانوں کو یہ ضرورت محسوس نہ ہو کہ ان کے لئے ایک مسجد کی بھی ضرورت ہے۔ اور

اور بہت فوائد بجائے خود ایسے ہیں۔ جن سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا کفر کے گھر میں ایک مسجد کا قیام گویا شجر اسلام کی جڑ وہاں لگا دیتا ہے۔ جو سرسبز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ووکنگ میں آج سے کتنی مدت پیشتر ایک مسجد بنی اور آخر اس جڑ پر آج تبلیغ اسلام کا کیسا باردار درخت کھڑا ہے حالانکہ جب وہ مسجد بنی تو اس کے بنانے والے کے دل میں یہ خیال کبھی نہ گذرا ہوگا۔ پھر جو مسجد آج اسی غرض کے لئے بنائی جائے گی۔ اس کے ساتھ تبلیغ اسلام کی جڑیں کیوں مضبوط نہ ہونگی اور پھر یہ بات بھی غور طلب ہے۔ کہ مسلمانان عالم تو آج اپنی لاپرواہی سے کہ پندرہ ہزار کی تعداد میں ایک شہر میں جمع ہیں اور وہاں مسجد نہیں دکھا رہے ہیں کہ اقوام عالم میں ان کا مقام کہاں ہے۔ لیکن جو وہاں نو مسلم ہوں گے۔ کیا انہیں بھی مذہب اسلام کی طرف سے اس طرح لاپروائی کی حالت میں رکھا جا سکتا ہے؟ تبلیغ اسلام کا کام بغیر مسجد کے زندہ نہیں رہ سکتا۔

اب میں جملہ برادران سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ تبلیغ اسلام کے کام کی بنیاد ہماری چھوٹی سی جماعت نے رکھ دی ہے۔ اور اپنی وسعت کے مطابق دل کھول کر اس کام کے لئے روپیہ دیا ہے۔ گو آئندہ جو ان مشنوں کی ضروریات ہیں۔ کہ ان زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ شائع کیا جائے۔ اور آنحضرت صلعم اور بزرگان دین کے حالات ان لوگوں تک پہنچائے جائیں۔ اور اصول اسلامی اور مسائل دینی کا ضروری حصہ بھی ان زبانوں میں ہو۔ یہ اور بہت سے اخراجات کو چاہتا ہے۔ لیکن ان سب میں اہم ضرورت مسجد کی ہے۔ مسلمانوں نے مساجد کے بنوانے پر بڑی بڑی ہمت دکھائی ہے۔ کسی صاحب وسعت اور ہمت کو اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو وہ کفرستان میں ایک مسجد قائم کرنے کے لئے سارا خرچ ہی دے سکتا ہے لیکن اگر ایسا نہ ہو تو کم سے کم ہر مسلمان بھائی کا فرض ہے کہ اس مسجد بنانے میں جہانتک اللہ تعالیٰ اسے توفیق دے کچھ نہ کچھ حصہ لے۔ اگر تین سو آدمی بھی ایک ایک سو روپیہ دیدیں تو چند دنوں میں بقیہ رقم پوری ہو سکتی ہے اور مولانا مولوی صدرالدین صاحب جو وقت یہاں صرف کر رہے ہیں۔ وہ اسے وہاں جا کر تبلیغ اسلام پر صرف کریں۔ اور جو اسقدر نہیں دے سکتے تو جو شخص جتنا دیتا ہے۔ وہ اسیقدر ثواب کا مستحق ہے۔ مسجد بنانے یا اس کے بنانے میں حصہ لینے کے ثواب سے کون واقف نہیں۔ حدیث صحیح میں ہے کہ جو شخص اللہ کے لئے مسجد بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کی مثل گھر بہشت میں بناتا ہے۔ صدقہ جاریہ کے یہ بہترین کاموں میں سے ہے۔ مگر آج مسلمانوں کی ضرورت اپنے شہروں میں مسجدیں بنوانے کے اسقدر نہیں۔ یہاں صرف بنی ہوئی مسجدوں کو آباد کرنے کی ضرورت ہے اور ضرورت سے زیادہ مسجدیں خالی پڑی ہیں۔ آج کوئی شخص مسجد بنا کر ثواب حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے اس سے بہتر کوئی موقعہ نہیں۔ کہ جہاں آجتک اللہ اکبر کی آواز نہیں سنی گئی۔ اور جن سرزمینوں کے باشندے اسلام کے نام سے نا آشنا ہیں۔ وہاں مسجدیں بنوا کر اصول اسلام سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔ اور خدا کا کلام ہر رنگ میں ان لوگوں تک پہنچایا جائے ہمارے بزرگ جہاں کہیں دنیا میں جاتے تھے ان کا پہلا کام وہاں یہی ہوتا تھا کہ ایک مسجد بنا کر خدا کا نام بلند کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمان بھائیوں کو ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

جو صاحب اس نیک تحریک میں حصہ لینا چاہیں۔ وہ روپیہ بنام محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور ارسال فرمائیں۔ اور منی آرڈر کے کوپن میں صراحت سے لکھدیں کہ یہ روپیہ برائے مسجد کے لئے ہے۔ دفتر سے باضابطہ رسید ہر ایک رقم پر دیجائے گی۔ والسلام

کامیابی یا ناکامی

ہندوستان اور دیگر مختلف ممالک میں جن مختلف سوسائٹیوں نے تبلیغ مسیحیت کا کام اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ ان میں سے ایک کرسچین مشنری سوسائٹی بھی ہے۔ اس سوسائٹی کا ایک ڈیلیگیشن اس کے کاموں اور انتظامات کی دیکھ بھال کے لئے ہندوستان آیا ہوا ہے۔ جس نے حالات کو دیکھکر یہ قرار دیا ہے۔ کہ سوسائٹی مذکور نے اپنے موجودہ وسائل سے بہت زیادہ اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ اور وہ اسے عمدگی کیساتھ چلا نہیں سکتی۔ اس لئے ذیل کی تجاویز اس نے کی ہیں۔ جن کی رو سے سوسائٹی کو اپنا بہت سا کام بند کرنا پڑے گا۔

(۱) ایسے کام کو ترک کر دیا جائے جس میں بہت کچھ خلط ملط واقع ہو گیا ہے۔

(۲) غیر مسیحیوں کی تعلیم بہت حد تک موقوف کر دی جائے۔ تاکہ خود مسیحی کمیونٹی کی تعلیمی ترقی پر اپنی توجہات کو مبذول کیا جا سکے۔

(۳) ایسے مقامات سے اپنا بوریا بستر اٹھا لیا جائے۔ جہاں دوسری مسیحی سوسائٹیاں مضبوط ہیں۔

(۴) ان مقامات کو چھوڑ دیا جائے۔ یا وہاں کام کو ہلکا کر دیا جائے جہاں بیرونی انتظامات کی متواتر موجودگی اور اس کی موجودہ طاقت ہندوستانی کلیسا کی سرگرمی اور زندگی کو روکنے والی ہے۔

ان تجاویز کے مطابق سوسائٹی مذکور نے پنجاب کے چھ مقامات سے اپنا بوریا بستر اٹھانے کا فیصلہ کیا ہے جن میں امرتسر اور ملتان بھی شامل ہیں۔ ایسا ہی الہ آباد۔ لکھنو اور صوبجات متحدہ کے بہت سے دیگر مقامات کو بھی چھوڑنے کا فیصلہ ہوا ہے۔ اور اسکا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ سوسائٹی مذکور کو چار ہائی سکول۔ پانچ مڈل سکول اور الہ آباد میں ایک آکسفورڈ اینڈ کیمبرج ہوسٹل بند کرنا پڑے گا۔

اگر یہ تجاویز اس لئے کی گئی ہیں کہ دوسرے مقامات پر عیسائی مشنریوں کے کام کی بہت ضرورت زیادہ ہے۔ تو انہیں کامیابی سمجھنا چاہئے۔ اور اگر یہ اس لئے عمل میں آئی ہے کہ حسب امید نتائج پیدا نہیں ہوئے تو انہیں ناکامی کہنا چاہئے

قومی تعمیر

فسادات ملتان نے ہندو مسلمانوں کے باہمی تعلقات اور تحریک اتحاد پر جو ناخوشگوار اثر ڈالا ہے۔ اسکا ذکر کرتے ہوئے ایک مقامی معاصر نے لکھا ہے۔ کہ "اب مجلس خلافت لاہور کے رضا کار ست سری اکال اور بندے ماترم کا نعرہ نہیں لگاتے۔ اور صرف "اللہ اکبر" پر اکتفا کرتے ہیں۔ ہندو مسلم اتحاد بیشک ایک قابل قدر چیز ہے۔ اور اس کے حصول میں جو چیز بھی روک ہو۔ وہ لائق نفرت ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ آیا ست سری اکال اور بندے ماترم کے نعرے ہی اس اتحاد کا حقیقی ذریعہ تھے؟ باہمی تعلقات کو خوشگوار بنانے اور ایک دوسرے سے رابطہ اتحاد جوڑنے کے لئے ضرورت ہے۔ کہ ہمارے دل ایکدوسرے کے بغض و نفرت سے پاک ہوں۔ اور بقول معاصر "وکیل" معاملات میں انصاف و رواداری پائی جائے" ورنہ ست سری اکال اور بندے ماترم کے نعروں سے کیا بنتا ہے۔ دل جب تک صاف نہ ہوں زبان سے نعرہ لگانا ایک بیفائدہ بات ہے۔ اور یوں اگر دلوں میں کوئی میل نہ ہو۔ تو اللہ اکبر کا نعرہ کافی ہے۔ کہ اس میں سب کچھ آجاتا ہے۔ ورنہ یہ نعرے اور اسی قسم کی دیگر حرکات ایک بالکل سطحی اور عارضی باتیں ہوتی ہیں۔ خود مسلمانوں میں گزشتہ سال نماز کی تحریک زور پر تھی۔ اور نماز کے لئے ایک دوسرے کو ترغیب و تحریص دلائی جاتی تھی۔ یہانتک کہ صبح کی نماز کے لئے ہر محلہ میں ایک گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا جاتا اور لوگوں کو نماز کے لئے جگایا جاتا تھا۔ ایسے ہی بہت سی بدعات اور برائیوں سے اجتناب کی تحریک تھی۔ اور عام خیال تھا۔ کہ تحریک خلافت نے اور نہیں۔ تو کم از کم ان تمام مستحسن امور کو تو پیدا کیا ہے۔ لیکن جیسا کہ ہر ایک فوری جوش کی بات کا حشر ہوتا ہے۔ تھوڑے ہی دنوں میں یہ تحریک بھی مردہ ہو گئی۔ اور اب کوئی اسکو دوبارہ زندہ کرنے کا نام بھی نہیں لیتا۔ حالانکہ ضرورت تھی۔ کہ اس عارضی جوش سے فائدہ اٹھا کر اس کے مستقل طور پر جاری رکھنے کی کوشش کی جاتی۔ مگر افسوس ہے۔ کہ کسی نے بھی اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ نہ ہی خلافت کمیٹیوں کو اب اسکا خیال تک بھی ہے۔

غرض اس قسم کی سطحی باتیں اور عارضی جوش ہر تحریک کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی صورت عارضی ہی ہوتی ہے۔ ہندو مسلم اتحاد کی بہترین صورت یہی ہو سکتی ہے۔ کہ دونوں قوموں کے افراد ایک دوسرے کو اپنا بھائی بند سمجھیں۔ اور بھائیوں کی طرح ان سے معاملہ کریں۔ خاص قومی مفاد بھی بیشک ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی وجہ سے دوسری قوم کو آزار پہنچانا ٹھیک نہیں۔ اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے۔ کہ دل صاف ہوں۔ اور ایک دوسرے کو عزت اور محبت کی نگاہوں سے دیکھا جاسکے۔

حضرت مسیح موعود کا کشف اور جماعت سے اپیل

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں: "کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا۔ کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں۔ ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے۔ تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ وہ میری اس بات کو سنکر بولا کہ ایک لاکھ نہیں ملے گی۔ مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جاویگا۔

تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگرچہ پانچ ہزار تھوڑے آدمی ہیں پھر اگر خدا تعالے چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں۔ اسوقت میں نے یہ آیت پڑھی۔ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ۔ پھر وہ منصور مجھے کشف کی حالت میں دکھایا گیا۔ اور کہا گیا۔ کہ خوشحال ہے خوشحال ہے۔ مگر خدا تعالے کی کسی حکمت خفیہ نے میری نظر کو اس کے پہچاننے سے قاصر رکھا۔ لیکن امید رکھتا ہوں کہ کسی دوسرے وقت دکھایا جاوے" (ازالہ اوہام حصہ اول ایڈیشن دوم صفحہ ۷۹ حاشیہ)

مذکورہ بالا کشف سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کو پانچ ہزار سپاہی اللہ تعالے کیطرف سے دئے گئے ہیں۔ جو آپ کے مطابق دنیا میں اسلام کو غالب کرنے میں کوشش کریں گے اور ساتھ ہی قرآن کریم کی آیت کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ آپ کا اسوقت پڑھنا بتلاتا ہے۔ کہ اللہ تعالے کے ہاں اس جماعت کا جو بظاہر قلیل ہے۔ منصور اور غالب ہونا مقدر ہے۔ پس ہماری جماعت کو اسطرف توجہ کرنا چاہئے۔ اور انہیں اپنی کمر ہمت کو چست کرنا چاہئے۔ میاں محمود احمد صاحب کے بیان کے مطابق لاکھوں کی تعداد ان کے ساتھ ہے۔ اور قلیل جماعت ہماری ہے۔ پس قضا و قدر نے تعداد جماعت سے تو ہمیں اشارہ کر دیا کہ ہماری لاہوری جماعت اس کی مصداق ہے۔ مگر غلبہ کے لئے چونکہ اذن اللہ کی شرط لگی ہوئی ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ ہم پورے زور کے ساتھ کوشش کریں تاکہ ہماری سعی میں فرق نہ آوے۔ اور ہم اپنے عہدوں کو پورا کریں تاکہ اللہ تعالے اپنے عہد کو پورا کرے۔ اور لقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ کے ماتحت ہماری کمزوری بلحاظ اسباب دنیوی کے خدا کی نصرت کو جذب کرنے والی ٹھیرے۔ مگر اخلاص اور ہمت ایثار سعی اور دعا شرط ہے جو اپنی کثرت پر نازاں ہیں۔ انہیں رہنے دو۔ کیونکہ کثرت پر ناز کرنیکا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ جنگ حنین کی عارضی شکست اعجبتکم کثرتکم کی وجہ سے ہی ہوئی۔ کہ کثرت نے اُن کو مغرور کر دیا تھا۔ پس تم قلیل من عبادی الشکور کا مصداق بنکر اللہ تعالے کی نعمت کی شکرگذاری کرو۔ اور خدمت دین کی جو تمہیں نعمت عطا ہوئی ہے۔ اس میں کوتاہی نہ کرو۔ تا دنیا میں کامیاب اور آخرت میں سرخرو ہو۔

ہماری قومی ضرورتیں

قاعدہ کی بات ہے۔ کہ جب قوم ترقی کرتی ہے۔ تو اس کی ضروریات بھی بڑھتی ہیں۔ یہی حال ہماری مختصر سی قوم کا ہے۔ قادیان سے علیحدہ ہو کر جب ہم لوگوں نے لاہور میں ڈیرے ڈالے تو پہلے پہل احمدیہ بلڈنگس کی سرزمین ہی کافی سمجھی جاتی تھی۔ لیکن کاروبار اور سلسلہ کی ترقی کے ساتھ ضرورتیں بھی بڑھ گئی ہیں۔ اور بڑھ رہی ہیں۔ مثلاً انجمن کے دفاتر کے لئے آجکل مکانات کافی نہیں۔ اس بارہ میں اگرچہ ہمارے بعض احباب نے نہایت بلند حوصلگی کا ثبوت بھی دیا۔ اور اپنے مکانات بھی انجمن کو دیدئے۔ چنانچہ اخویم مکرم جناب میرزا یعقوب بیگ صاحب نے سابقون الاولون کے مطابق سب سے پہلے اپنے مکان کے ایک حصہ کا نصف انجمن کو دیدیا جس میں اب انجمن کے دفاتر کا ایک حصہ ہے۔ اس کے بعد اخویم مکرم جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے بھی اپنا مکان انجمن کو دیدیا۔ جس میں حضرت امیر اقامت پذیر ہیں۔ لیکن باوجود ان عطیات کے انجمن کے دفاتر کے لئے کافی مکانات نہیں۔ اور اس کی طرف قوم کی خاص توجہ ہونی چاہئیے۔ ہماری ذاتی رائے یہی ہے۔ کہ مقامی ضروریات کو سب سے مقدم رکھنا چاہئیے۔ اور انجمن کے دفاتر کے لئے ایسے مکانات انجمن کی طرف سے تعمیر ہونے چاہئیں۔ جو ضروریات دفتر کے لحاظ سے تعمیر ہوں۔ ہمارے مکرم دوست شاہ صاحب نے لاہور سے باہر ایک احمدیہ بستی کی تجویز کی ہے۔ لیکن وہ احمدیہ بستی ہوگی۔ ممکن ہے کہ اس میں دفاتر اور سکول کے لئے بھی عمارات بنائی جائیں۔ لیکن اس کے لئے بھی ہمیں قوم کی جیب کو دیکھنا ہوگا۔ بہرحال یہ ایک اشد ضرورت ہے اور قوم کو اس کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

زبان سے ترک موالات

ہمارے بعض معاصرین نے غالباً یہ تہیہ کیا ہے۔ کہ اردو میں کوئی انگریزی لفظ استعمال نہ کیا جائے۔ یہ عزم بظاہر انگریزوں سے نفرت کا نتیجہ ہے۔ لیکن یہ امر بھی قابل غور ہے۔ کہ اگر ہم اس طرح انگریزی زبان سے بھی ترک موالات کریں گے تو پھر ہماری قومی زبان اردو کی توسیع کو فائدہ ہوگا یا نقصان؟ بعض انگریزی الفاظ اسقدر عام اور مروج ہو گئے ہیں۔ کہ ان کی جگہ دوسرے الفاظ کا استعمال تکلف اور تکلیف کا موجب ہوگا۔ مثلاً "ایڈیٹر" کا لفظ اگرچہ انگریزی ہے۔ لیکن اسقدر عام ہے۔ کہ ہر ایک پڑھا لکھا انسان خواہ انگریزی کا ایک حرف بھی نہ جانتا ہو اسکو سمجھتا ہے۔ اس کے لئے تکلف سے "مدیر" کا استعمال باعث تکلیف ہے۔ بعض الفاظ ایسے ہیں کہ ان کا بدل آجتک کوئی نہیں ملا۔ مثلاً۔ ریل۔ ٹیلیفون۔ پلیٹ فارم۔ ٹکٹ۔ سٹیشن۔ بعض الفاظ ایسے بھی ہیں اردو نے ان کو ادنےٰ تصرف سے بالکل اپنا ہی کر لیا ہے۔ مثلاً لالٹین کہ اصل میں لنٹرن ہے۔ ہر ایک زبان میں اس طرح سے دوسری زبانوں کے الفاظ آجاتے ہیں۔ اور وہ زبان کی وسعت کا موجب ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ہم تنگ ظرفی سے کام لیں اور کسی قوم سے نفرت کے باعث اس کی زبان سے بھی نفرت کرنے لگیں تو پھر اس میں ہمارا ہی نقصان ہے۔ کہ ہماری زبان میں الفاظ کا سرمایہ کم ہوگا۔ آج ہم اگر انگریزی کے الفاظ جو کثرت استعمال سے تمام ختم ہو چکے ہیں۔ متروک کریں گے اور محض اس لئے متروک کریں گے۔ کہ وہ اصل میں انگریزی ہیں تو ممکن ہے کہ کل کو ہمارے برادران وطن عربی اور فارسی کے الفاظ سے یہی سلوک کریں۔ پھر اردو بیچاری کا جو حشر ہوگا وہ وہی لوگ جانتے ہیں جن کو علم السنہ سے کچھ ذوق ہے۔

وزیر اعظم کی تقریر

اس پرچہ میں ہم کسی دوسری جگہ وزیر اعظم کی تقریر کو ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ انگلستان میں اس تقریر نے بہت شور و غل مچایا ہے۔ تقریر کے بعض حصوں میں تو مسٹر لائڈ جارج نے اپنے نکتہ چینیوں کی خبر لی ہے۔ اور خوب خبر لی ہے۔ جس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ ہاں ٹرکی یا ترکوں کے متعلق جو کچھ آپ نے فرمایا ہے۔ اس سے ہمیں اور سب مسلمانوں کو تعلق ہے۔ اور اسی پر ہم اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں:-

سب سے پہلے جس بات کیطرف ہم توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ وہ مسٹر لائڈ جارج کا ترکوں پر یہ الزام ہے۔ کہ انہوں نے ۱۹۱۴ء سے لیکر ابتک ۱۵ لاکھ ارمنی مرد، عورتوں اور بچوں کو تہ تیغ بیدریغ کیا ہے۔ اور ۵ لاکھ یونانی ان کے قتل و غارت کے شکار ہوئے ہیں۔

یہ الزام ترکوں پر کوئی نیا نہیں۔ زمانہ جنگ سے لیکر اسوقت تک بارہا مرتبہ اس الزام کو دھرایا گیا ہے۔ اور کئی ایک اعداد و شمار بھی اس بارہ میں شائع ہوئے ہیں۔ لیکن حیرت اور تعجب کا مقام ہے۔ کہ جسقدر ارمنیوں کے قتل و غارت کا الزام دیا جاتا ہے۔ اتنی ان کی کل آبادی بھی نہیں۔ سر چارلس ولسن جنہوں نے انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں آرمینیا پر مضمون لکھا ہے۔ ارمنیوں کی کل تعداد جو ان کے چھ صوبوں کی آبادی پر مشتمل ہے۔ نو لاکھ پچیس ہزار بتاتے ہیں۔ حیرت ہے۔ کہ سوا نو لاکھ ارمنیوں میں سے ۱۵ لاکھ کو کیوں کر ترکوں نے قتل و غارت کیا۔ اور ٹمز یبکا روزانہ سوامن جنیو توڑنے کا افسانہ شاید اسقدر لائق تعجب نہیں۔ کہ وہ ان لوگوں کی ایجاد ہے۔ جو کسی ذمہ داری کے نیچے نہیں۔ لیکن برطانوی وزیر اعظم کے منہ سے ان کلمات کا نکلنا سخت افسوسناک امر ہے۔ ایسے معاملات میں بہترین شہادت وہی ہوسکتی ہے۔ جو بین الاقوامی تحقیقات سے بہم پہنچے۔ ترک ہمیشہ ان مظالم سے انکار کرتے رہے ہیں جو ان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ بلکہ آرمینیوں کے مظالم ہی کا رونا روتے رہے ہیں۔ ایسے حالات میں بین الاقوامی تحقیقات پر ہی اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ ہاں انہوں نے اس کے ثبوت میں سرکاری تحقیقات کو پیش کیا ہے۔ لیکن وہ بھی تو بین الاقوامی تحقیقات نہیں ہے۔ . . . .

رہا یہ امر کہ مسٹر لائڈ جارج اسوقت تک تلوار لیکر لڑنے کو تیار ہیں جبتک ان میں طاقت موجود ہے۔ بیشک یہ ان کے جوش کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن ایک ایسے وقت میں جب ترکوں کے ساتھ صلح کی تجاویز ہو رہی ہیں۔ اور عنقریب ایک کانفرنس منعقد ہو کر صلح کا فیصلہ کرنیوالی ہے۔ ایسے الفاظ برطانوی وزیر اعظم کے منہ سے نکلنا نہایت حیرتناک بات ہے۔ اور بقول ٹائمز مجوزہ کانفرنس کے اغراض و مقاصد میں رخنہ ڈالنے والی۔

وزارت ٹوٹ گئی

خدا کی شان ہے کہ ادھر تو مسٹر لائڈ جارج اور آپ کے رفقا دھڑلے سے موجودہ گورنمنٹ انگلستان کی حمایت میں تقریریں کر رہے تھے۔ ادھر دفعۃً اب اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کابینہ انگلستان نے استعفا دیدیا ہے۔ اس استعفا کی اصل وجہ مسٹر بونر لا کی ایک زبردست تقریر بتائی جاتی ہے جس میں آپ اس حد تک کامیاب ہوئے کہ کنسرویٹو پارٹی (قدامت پسند جماعت) نے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔ اور مخلوط گورنمنٹ ٹوٹ گئی۔

مسٹر بونر لا مسٹر لائڈ جارج کے گہرے دوست ہیں۔ ۱۹۲۱ء میں جب آپ علالت طبع کے باعث حکومت سے علیحدہ ہوئے تو مسٹر لائڈ جارج ایوان عام میں ان کا استعفا پڑھتے ہوئے آبدیدہ ہو گئے تھے۔ چونکہ مسٹر بونر لا اب برسر اقتدار ہونگے۔ اور انہوں نے نئی وزارت کے مرتب کرنیکا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس لئے ممکن ہے۔ کہ مسٹر لائڈ جارج بھی کسی عہدے پر فائز ہو جائیں۔ اس صورت میں دیکھنا پر لطف ہوگا کہ مسٹر لائڈ جارج نئی وزارت سے کسطرح نباہتے ہیں۔

عیسائی مشنریوں کے لئے نیا تعلیمی مرکز

اس کے ساتھ ہی سوسائٹی مذکور نے یہ بھی قرار دیا ہے۔ کہ بیرونجات سے جو مشنری شمالی ہندوستان کے سکولوں میں پڑھانے یا تبلیغ کا کام کرنے کے لئے آئیں۔ وہ اپنے پہلے دو سال بنارس میں صرف کریں۔ جہاں انہیں ایک قابل شخص کے زیر سیادت اکٹھے رہ کر اردو اور ہندی کو سیکھنا اور ہندوستانی کا بنظر عمیق مطالعہ کرنا ہوگا۔ وہاں وہ زیادہ عمدگی کے ساتھ زبان کو مطالعہ کر سکیں گے۔ اور تبلیغ کے کام میں انہیں خوب مہارت ہوگی اور ساتھ ہی مذاہب مشرقیہ کو زیادہ غور و خوض کیساتھ مطالعہ کر سکیں گے۔

ان لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لئے وہاں ایک تبلیغ کا کام سکھانے والا اور ایک تعلیمی مشنری رکھا جائیگا۔ تاکہ وہ ان دونوں شعبوں میں کام کرنے کے لئے تیار ہو سکیں۔ ورنہ آجتک یہ نقص تھا۔ کہ بیرونجات سے جو لوگ تبلیغ یا تعلیم کے لئے آتے ہیں۔ وہ زبان کی ناواقفیت اور طریق زندگی اور خیالات سے بے بہرہ ہونے کیوجہ سے عملی طور پر تعلیم و تربیت یا وعظ و نصیحت میں بہت کم حصہ لے سکتے ہیں۔ اور صرف مدارس اینگلو ورنیکولر کی نگرانی پر ہی ان کی نظر رہتی ہے۔ اور عملی کام دوسروں کے ہاتھ میں رہتا ہے۔ جن کو خاص طور پر ان کاموں میں مہارت حاصل نہیں۔

نبوت کاملہ تامہ اور جزوی نبوت میں فرق

ایک صاحب جو "بیعت خلافت ثانیہ" کرتے ہوئے الفضل کے تازہ ترین پرچہ میں مضمون لکھتے ہیں اور ہم سے سوال کرتے ہیں۔ کہ :-

اب صرف جزوی اور کامل نبی کے لفظ پر تنازعہ باقی رہ جاتا ہے۔ جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ مسیح موعود و مہدی مسعود جس کی شان میں۔ حدیث شریف میں یاں ہو افضل من بعض الانبیاء اور کانبیاء بنی اسرائیل آیا ہے۔ اسکو کامل کہنے سے کونسا جرم ہے۔ ہاں اگر آپ لوگ یہ اعلان کر دیں کہ نبوت مسیح موعود کے متعلق جسقدر حوالجات آپ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ وہ حصہ ہم نہیں مانتے۔ اور نہ کسی قسم کی نبوت کو تسلیم کرتے ہیں۔ تو پھر آپ اس قسم کا سوال کرنے کے مستحق ہیں۔ ورنہ ہم اقرار و ہم انکار ایں چہ معنی دارد

یہ عجیب بات ہے کہ آپ ان احادیث کے ان معنوں کو چھوڑتے ہیں جو حضرت مسیح موعود کیا کرتے تھے۔ حضرت صاحب باوجود افضل من بعض الانبیا کے مصداق ہونے کے اپنے آپ کو غیر نبی لکھتے رہے! اور اپنی فضیلت کو جزوی فضیلت ہی سمجھتے رہے۔ تریاق القلوب میں بھی لکھا ہے۔ ریویو آف ریلیجنز اور سب سے آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں بھی فضیلت کے نکتہ کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کی مثال دیکر سمجھا دیا ہے کہ آپ بھی حضرت خضر کی طرح غیر نبی ہیں۔ لیکن باوجود ان صریح باتوں کے معلوم نہیں۔ کہ آپ کس طرح نبوت کاملہ کا دعویٰ حضرت صاحب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

باقی رہا حضرت مسیح موعود کی کتابوں کے ایک حصہ کو نہ ماننا یہ سعادت میاں صاحب کو نصیب ہوئی ہے۔ اگر آپ کو معلوم نہ ہو تو ان سے پوچھ لیجئے ہم تو حضرت صاحب کی ہر ایک تحریر کو تسلیم کرتے ہیں۔

کفر کے مدارج

پھر آپ اسی مضمون میں فرماتے ہیں کہ :-

مسئلہ کفر و اسلام اہل قبلہ کے متعلق میرا اب بھی وہی عقیدہ ہے جو پہلے تھا۔ کوئی تبدیلی نہیں کی بیشک کفر کے بھی مدارج ہیں۔ اور ایمان کے بھی مدارج ہیں۔

بیشک آپ کا عقیدہ یہی ہوگا۔ اور یہی درست ہے۔ لیکن میاں صاحب کا یہ عقیدہ نہیں۔ وہ تمام لوگوں کو جنھوں نے حضرت صاحب کے [illegible] کو تسلیم نہیں کیا کافر خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ آپ جن کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ ان کو میاں صاحب کافر کہتے ہیں۔ پیر و مرید میں التفاوت کا اسقدر تفاوت حیرت انگیز ہے۔

بدامنی

قانون شکنی کے نتائج

(مسز اینی بسنٹ کے قلم سے)

۱۹۱۹ء میں جب رولٹ بل کے متعلق "خاموش مقابلہ" کا پہلا خیال پیدا ہوا تھا تو میں نے "قانون" کے عنوان پر نیو انڈیا میں کچھ مضامین لکھے تھے۔ کیونکہ مجھے ان خطرات کا خیال تھا جو اس صورت میں رونما ہوتے جب ایک کمیٹی کے احکام کے مطابق ان قوانین کے توڑ دینے کا خیال پھیلتا جنکی اسوقت تک پابندی ہوتی رہی ہے۔ کسی متمدن قوم میں بدامنی کے جذبہ کے پھیل جانے کے خطرے کو تاریخ کا ہر ایک طالب علم جانتا ہے۔ تنازعات کو تشدد کی عدالت سے عدالت ہائے قانون میں منتقل کرنا ہر ایک ملک میں تہذیب کی کارروائی ہے۔ اس کارروائی کا منشا زبردستوں سے زیردستوں کی حفاظت اور تشدد کے برخلاف امن و انتظام کا قائم رکھنا ہے۔ لہذا رعایا کے اچھے افراد (جیسا کہ میں نے ۱۹۱۹ء میں ظاہر کیا تھا) اگر بہ تقاضائے ضمیر کسی خاص قانون کی خلاف ورزی پر مجبور ہوتے تھے۔ تو قانون کی عظمت کو تسلیم کرنے کا ہمیشہ نہایت احتیاط کے ساتھ خیال ہوتا تھا۔ اور وہ اس سزا کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر ہمیشہ رضامند ہوتے تھے۔ جو اس خاص قانون کی خلاف ورزی کی پاداش ہو سکتی تھی۔ جس کی انہوں نے عدول حکمی کی ہوئی تھی "حکومت کو بدنام کرنے" کی غرض سے کسی کمیٹی کی کورانہ تقلید میں اس کی تجویز کے مطابق قوانین کی باقاعدہ عدول حکمی کرنا قوم کے برخلاف ایک ایسا جرم ہے۔ جو مسلح بغاوت سے بھی زیادہ سنگین ہے۔ زیادہ سنگین اس لئے ہے۔ کہ اس کا اثر نظم عالم کی معاشرتی بنیادوں تک پہنچتا ہے حالانکہ مسلح بغاوت کے سرغنہ اشخاص قانون کو اپنے احاطہ اثر کے اندر نافذ کرتے ہیں۔ اور اگر وہ کسی حکومت کو تہ و بالا کرنا چاہتے ہیں۔ تو وہ ملک کے اس حصہ میں جو ان کے زیر اقتدار ہوتا ہے۔ مارشل لا کے ذریعے سختی کے ساتھ امن و امان کو قائم رکھتے ہیں۔

میں نے اسوقت یہ بھی جتا دیا تھا۔ اور اپنے اس خیال کا بارہا اعادہ کر چکی ہوں۔ کہ سول محکام کی تحقیر کرنے سے جرائم پیشہ اقوام کو شہ ملے گی اور پرتشدد جرائم میں اضافہ ہو گا۔ بدامنی کے وقت سول قانون کی جگہ مارشل لا نافذ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اسکا مطلب صرف یہ ہے۔ کہ "سول" کی جگہ زیادہ سخت اور سریع الاثر اور سریع العمل قانون اس غرض سے نافذ کیا جائے کہ کسی ایسے رقبہ میں جس میں بدامنی رونما ہوئی ہو۔ تشدد کے پھیلنے کا انسداد کیا جائے اور قانون کی عام خلاف ورزی کی نوبت نہ پہنچے لیکن بدامنی کے جذبہ کے پھیل جانے کے خلاف ہر ایک قسم کی تنبیہہ بیکار ثابت ہوئی۔ نوجوانوں کو ترغیب دی گئی کہ وہ اپنے والدین اور استاد دونا کا کہا نہ مانیں اور مجسٹریٹوں یا گورنمنٹ کے تمام احکام کو پس پشت ڈال دیں۔ اور محکام سول کے جاری کردہ ہر ایسے حکم کی تحقیر کر کے اپنی حب الوطنی کا ثبوت دیں۔ جو ان طریقوں کے نقیض ہو۔ جو انہوں نے غصب کردہ اختیار کو ان لوگوں پر استعمال کرنے کے لئے تجویز کئے تھے جو ایسے اختیار کو تسلیم نہیں کرتے تھے خدا اس شر سے محفوظ رکھے۔

قدرتی نتائج برآمد ہوئے۔ دوکانوں پر پہرہ لگانے اور اُن لوگوں پر جن کے کپڑے یا سر کا لباس اس قسم کا نہیں تھا۔ جو یہ نوجوان عال پسند کرتے تھے کھلے بازار میں حملے کرنے اور شراب کی دوکانوں کو آگ لگانے یا لوگوں سے ان کی خرید کردہ شراب کو زبردستی چھین لینے اور پولیس پر حملہ کرنے اور اُن کے برخلاف ہنگامے برپا کرنے کی وجہ سے نہ صرف بہت سے بلوے ہی رونما ہوئے بلکہ بدامنی کا جذبہ معمولی قسم کے مجرمانہ طبائع کے لوگوں میں اور ان لوگوں میں پھیل گیا جن میں جرائم کی قوت کا امکان ہو سکتا تھا اور جو پہلی قسم کے قریب ہے اور تحریک عدم تعاون کے چھوٹے چھوٹے بلووں کو معاشرتی حیثیت سے اونٹے درجہ کی ان اقسام کے لوگوں سے تقویت ملی جنہوں نے اس موقع سے جو انہیں متوسط درجہ کے معزز لوگوں نے دیا ملک کے برخلاف مجادلہ جاری رکھنے کا فائدہ اٹھایا۔ چونکہ پولیس سے ان لوگوں کی جائداد اور آزادی نقل کی حفاظت کے لئے دن بدن زیادہ کام لیا جا رہا تھا جو اس قسم کی تجارت کرتے تھے جس کی والنٹیروں کی طرف سے مخالفت تھی۔ اس لئے ان کی توجہ انسداد جرائم کے معمولی فرض سے خواہ مخواہ ہٹا لی گئی لہذا قتل و ڈکیتی۔ چوری کے جرائم کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔ دیہات پر مسلح ڈاکوؤں کے حملے بیشمار ہو گئے اور رعایا کے افراد پر جو حملے ہوئے ہیں اُن میں بہت اضافہ ہو گیا۔ سزا یافتہ اشخاص زیادہ نافرمان ہو گئے اور قانون کا احترام جو معاشرتی نظم عالم کا پولیس سے زیادہ محافظ ہے۔ جاتا رہا ہے "قانون و انتظام" کے تحفظ کا مضحکہ اڑایا جا رہا ہے۔ اور اصطلاح "عمدہ رعایا" نشانہ ملامت بن گئی ہے۔ ان لوگوں کو جو گرفتاری کا اشتعال دلانے کے ارادے سے حکام پر دیدہ و دانستہ آوازے کستے ہیں۔ جو سزا دی جاتی ہے اُس کو "سختی" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حکومت کو متزلزل کرنے اور اسے سب کی نظروں میں بے اعتبار قرار دینے کے ظاہری مدعا کو پورا کرنے کے لئے والنٹیروں کو گرفتار ہونے کے لئے آگے کیا جاتا ہے۔

بلوے اور فساد

ایک اس سے بھی زیادہ نامبارک واقعہ رونما ہوا ہے۔ کہ ایک شکایت کو جو بجا شکایت تھی بدامنی کا اشتعال دلانے کے لئے بہت زیادہ کر کے دکھایا گیا۔ چنانچہ لکھنؤ کے زمینداروں کے بلوے اس قسم کی پہلی نمایاں مثال تھی اس کے بعد سکھوں کی ایک حامی صلاح

جماعت نے ان مہنتوں کے برخلاف جو اپنے مناصب کے ناقابل خیال کئے گئے تھے قانون سے استمداد کرنے کی بجائے تشدد کی طرف رجوع کرنا شروع کیا۔ چند سال ہوئے۔ دراصل میں اسی قسم کے لوگ تھے اور مذہبی سرمایہ جات کے انتظام کی اصلاح اور نقائص کے ازالہ کی غرض سے ایک انجمن قائم کی گئی اس انجمن نے ہائیکورٹ میں نالشیں دائر کیں۔ اور اصلاحات نافذ کرنے کی تجاویز مرتب کیں۔ نقائص کا ازالہ ہوچکا ہے اور روپیہ تعلیم پر خرچ کیا گیا ہے۔ اور عمدہ نظم ونسق عمل میں لایا گیا ہے۔ بدقسمتی سے عدم تعاون کا اثر پنجاب میں موجود رہا اور اصلاح کے حامی سکھوں نے اس کے مہلک طریق کو اختیار کرلیا چند انچ لمبا کرپان تلوار بنالیا گیا۔ اور حامیان اصلاح نے مہنتوں کو جنہیں وہ مرتد خیال کرتے تھے نکال کر معابد پر بزور قبضہ حاصل کرنے کے لئے جتھے بنا ڈالے ان کی ابتدائی کارروائی میں ایک مہنت نے مقابلہ کیا اور ننکانہ میں قتل عام رونما ہوا اس پر سوال یہ پیدا ہوا کہ کیا حامیان اصلاح اور مہنتوں کو آپس میں لڑنے دینا چاہیئے اور گورنمنٹ ایک طرف کھڑی رہے۔ اور ان کو ایک دوسرے کو قتل کرنے دے یا گورنمنٹ کو جائداد کے جائز قابضوں کی حفاظت کرنی چاہیئے اور نقائص کی اصلاح کے لئے قانون وضع کرنا چاہیئے۔ گورنمنٹ نے آخر الذکر تجویز کو پسند کیا۔ لیکن اکالیوں کا (جس نام سے کہ مصلحان پکارے جاتے ہیں) طریق کار ہی جداگانہ تھا۔ انہوں نے معابد پر جبریہ قبضہ کرنا چاہا حال میں انہوں نے ایک معبد یعنے "گورو کے باغ" پر قبضہ کرلیا۔ اور مہنت کو اس کے مکان اور اراضیات سے نکالنا چاہا مہنت مذکور اس جائداد کا جائز مالک ہے۔ اور مدت سے اس حیثیت میں تسلیم کیا جاچکا ہے۔ [illegible] ادا کرتا رہا ہے۔ عدم تعاون کے حامی اکالیوں نے مہنت مذکور کے درخت کاٹنے شروع کردیئے اور اس نے حفاظت کے لئے درخواست کی لہٰذا پولیس کو ہدایت کی گئی کہ وہ اکالیوں کو مہنت مذکور کی جائداد پر مداخلت نہ کرنے دے اور اس کو تلف ہونے سے بچائے اکالیوں نے سکھوں کا ایک جم غفیر جمع کرلیا اور ان کو سو سو کے جتھہ میں تقسیم کردیا پھر ان جتھوں کو آگے تقسیم کرکے مہنت مذکور کی اراضی پر مداخلت بیجا کرنے اور درختوں کو کاٹنے کے لئے متواتر بھیجنا شروع کردیا جبتک کہ وہ ایک خاص فاصلہ پر رہے۔ ان سے کوئی باز پرس نہ کی گئی لیکن جب انہوں نے مہنت مذکور کی جائداد پر مداخلت کی تو وہ جبراً پسپا کئے گئے یہ کیفیت مجھے سرکاری عہدہ داروں نے اور نیز ایک سکھ نے بتائی ہے۔ جس کو اکالیوں سے ہمدردی تھی اور جس نے متذکرۃ الصدر جمعیت کا حال مجھے بتایا تھا۔ سوال صرف یہ ہے۔ کہ کیا لوگوں کو ان اشخاص کے جبراً نکالنے کی اجازت دینی چاہیئے جو ان کے خیال میں اپنی جائداد کا غلط استعمال کر رہے ہیں۔ کیا گورنمنٹ کو ایک طرف کھڑے رہنا چاہیئے۔ اور زیادتی کا اقدام کرنے والے و قابض اشخاص کو لڑنے دینا چاہیئے۔ یا گورنمنٹ کو جائز مالکوں کی حفاظت کا فرض اسوقت تک ادا کرنا چاہیئے۔ جبتک کہ وہ قانوناً بیدخل نہ کردیئے جائیں۔ اسکا جواب ظاہر ہے۔ لیکن بااین ہمہ تحریک عدم تعاون کے حامی اخبارات اکالیوں کی ان کوششوں کو جو وہ دوسرے لوگوں کی مملوکہ اراضی پر قبضہ کرنے کے لئے کر رہے ہیں۔ مقدس جنگ بتاتے ہیں۔ دوسرے شخص کے درختوں کو کاٹنا مذہبًا جائز بنایا جارہا ہے۔ ہرقسم کی مبالغہ انگیز تحریرات کا مقصد یہ ہے۔ کہ حکومت کو بے اعتبار قرار دینے کا سیاسی مطلب پورا کیا جائے ایسا کرنا تحریک عدم تعاون کا جزو ہے

ایک اور مثال

قانونی طور پر حاصل کردہ اراضی کے مسلمہ قبضہ میں دست اندازی کرنے کی ایک اور مثال ملشی کے دام (لیشتہ) پر مخالفانہ قبضہ کرنے والوں کی ہے۔ جہاں حامیان عدم تعاون ایک ضروری سرکاری عمارت کی تعمیر کو جبراً روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور گرفتار کئے گئے ہیں۔ کیا ہر ایسے شخص کو جسکا یہ خیال ہو کہ کسی جائداد کے مالک اس جائداد کو اس کے خیال کے مطابق استعمال نہیں کرتے اس بات کی آزادی حاصل ہونی چاہیئے۔ کہ وہ بلوائیوں کو اکٹھا کرے اور مالک کی جائداد پر مداخلت بیجا کرکے اس کی عمارتوں یا درختوں یا تعمیرات کو تلف کردے اگر ایسا ہے۔ تو قانون منسوخ ہوگیا۔ کوئی شخص مامون و محفوظ نہیں رہ سکتا۔ حکومت مفقود اور "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" ہوگی۔ وقت آگیا ہے کہ سنجیدہ طبائع اس حالت پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں جس میں ہم گذر رہے ہیں کیا ہوم رول صرف اس غرض سے حاصل کرنا چاہیئے بلکہ ایسا ملک۔ حاصل کیا جائے جو بدعملی کی حالت میں ہو جہاں تربیت کا اثر نہ ہوسکتا ہو اور جو حکومت سے سرکشی کرتا ہو جہاں ہر ایک شخص کا اپنا قانون ہو اور وہ اپنی من مانی بات بلوائیوں کے ذریعہ منوائے یا کسی بالا دست طاقت کے دباؤ سے کچلا جائے۔ یہ ہے وہ حالت جسکی طرف حامیان عدم تعاون ملک کو لیجا رہے ہیں اور ہندوستان کو روس کا ہم پلہ بنا رہے ہیں۔ اچھے آدمی انقلاب پسندوں کا ساتھ دیتے ہیں۔ کیونکہ پولیس مداخلت بیجا کرنے والوں کے متواتر جتھوں کا لاٹھیوں سے جواب دیتی ہے۔ کسی بازاری لڑائی کی دھندلی سی کیفیت لکھی جاسکتی ہے جائداد پر بالجبر قبضہ کرنے کی باقاعدہ کوششوں کا مقابلہ ہر ایک مہذب ملک میں پولیس کیا کرتی ہے۔ مذہب کو دوسرے لوگوں کے حقوق پر باقاعدہ حملہ کرنے کی آڑ بناکر خراب کیا جارہا ہے۔ حامیان عدم تعاون "نا قانونی" جگہ تک۔ رد قائم کرنے کی جان بوجھ کر کوشش کر رہے ہیں۔ اور ان کا عدم تشدد کا بہانہ [illegible] معقول اشخاص کو ان کے تشدد کی حقیقت سے بیخبر نہیں

رکھ سکتا مربوط جتھے جو دوسرے شخص کی اراضی پر مداخلت کرنے اور اس کی جائداد چھیننے کی لگاتار کوشش کر رہے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ پولیس کی محدود جمعیت کو تھکا تھکا کر مغلوب کر لیا جائے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ گورنمنٹ مہنت اور اس کی جائداد کی حفاظت کرنیکا کوئی اور طریق معلوم کر رہی ہے۔ لیکن ایسا طریق معلوم کرنا کوئی آسان کام نہیں۔

جس طرح آج گورو کے باغ کے مہنت کا محاصرہ کیا گیا ہے اسی طرح اگر رعایا کے کسی معمولی فرد کا ہزارہا آدمی ملکر محاصرہ کر لیں اور ایک مسلسل حملہ جاری رکھیں تو وہ اس گورنمنٹ سے کیا توقع کرے گا۔ جسکو وہ حفاظت کے لئے ٹکس ادا کرتا ہے۔

دلچسپ معلومات

ڈیڑھ سو سال کے بعد ڈوبے ہوئے جہاز کا خزانہ نکالنے کی کوشش

جنوبی افریقہ کے چند آدمیوں کی ایک مجلس ایک جہاز سے جو ہندوستان سے آتے ہوئے ڈوب گیا تھا۔ اور جس میں بیشمار خزانہ تھا۔ خزانہ نکالنے کی کوشش کر رہی ہے۔

جائے وقوع ایک چھوٹی سی خلیج ہے۔ جو ساحل پولینڈ کی بندرگاہ گروس وینر سے تین میل کے فاصلے پر ہے اور جہاں سے شروع شروع میں لوگ بغیر محصول دیئے مال لے جاتے تھے اب کوشش اس بات کی کی جا رہی ہے کہ جہاز سے جو ۴ اگست ۱۷۸۲ء کو ڈوبا تھا۔ مال حاصل کیا جائے۔ جہاز خزانے سے پُر تھا۔ ڈوبے ہوئے جہاز تک پہنچنے کے لئے ساحل سے ایک سرنگ نکالی جا رہی ہے۔ جو کہ اب تک تین سو فٹ لمبی نکالی جا چکی ہے۔ اور صرف ایک سو فٹ باقی رہگئی ہے۔ امید کیجاتی ہے۔ کہ یہ سرنگ اکتوبر کے آخر تک ڈوبے ہوئے جہاز تک پہنچ جائے گی۔

اس بات کا اندازہ کہ جہاز پر بے شمار خزانہ تھا۔ اس رجسٹر سے ہو سکتا ہے جو کہ مدراس سے بھیجا گیا ہے۔ اور اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ۲۵ مارچ ۱۷۸۲ء جواہرات انگلستان اسی جہاز پر بھیجے جا رہے تھے۔ اور ان کی مالیت کوئی دس ہزار چار سو پونڈ کی ہے۔ یہ ایک دوسری بات ہے کہ آج دن موتیوں کی کیا قیمت ہو گی۔ لیکن حقیقتاً وہ دس ہزار چار سو پونڈ سے زیادہ قیمت کے ہوں گے۔

جہاز کا پتہ مل چکا ہے۔ وہ سمندر کے نیچے ریت میں گڑا ہوا ہے۔ اور یہ ممکن ہے۔ کہ ریت میں اور بھی جواہرات مل سکیں۔

تجربہ سے ثابت ہوا ہے۔ کہ لکڑی کے تختے جو ریت میں اس طرح گڑ جاتے ہیں۔ وہ نہایت مضبوط ہو جاتے ہیں۔ اور یہ جہاز جو کہ انگلستان کی مضبوط بلوط کی لکڑی کا بنا ہوا ہے۔ وہ ڈیڑھ سو سال سے ریت میں رہنے کیوجہ سے اور بھی مضبوط ہو گیا ہے۔

جرمن پبلک کے لئے وائرلیس ٹیلیفون

ستمبر سے جرمنی میں اس امر کا انتظام کیا گیا ہے۔ کہ ہر شخص اپنے گھر میں ایک وائرلیس ٹیلیفون لگوا سکتا ہے۔ ہر روز ایک مرکزی دفتر سے تجارتی اور دیگر معلومات ایک طاقتور لہر کے ذریعہ سے تمام ملک میں پھیلا دی جائینگی اور ہر شخص گھر بیٹھے ان سے مستفید ہو سکیگا۔

تمام آلات پوسٹ آفس کی طرف سے مہیا کئے جائیں گے۔ اور سالانہ صرف گیارہ روپے کے قریب کرایہ لیا جائیگا۔

یہ انتظام بھی کیا گیا ہے۔ کہ ہر شام دلچسپ لکچر اور نغمے وغیرہ وائرلیس کے ذریعہ سے چھوٹے سے چھوٹے گاؤں میں پہنچا دئے جائیں گے تاکہ لوگ فائدہ کے ساتھ لطف بھی حاصل کر سکیں۔

وزارت سے مستعفی ہونے کے بعد

مسٹر لائڈ جارج کی پہلی تقریر

وزارت سے مستعفی ہونے کے بعد سب سے پہلی تقریر مسٹر لائڈ جارج نے ۱۳ر اکتوبر کو گلڈ ہال میں کی۔ اس کی تقریب یہ تھی کہ شہزادہ ویلز کے جاپان سے واپس تشریف لانے پر شہر لندن کیطرف سے ایڈریس دیا گیا تھا۔ سابق وزیر جب تقریر کرنے کے لئے اٹھے تو لوگوں نے نہایت تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا۔ مسٹر لائڈ جارج نے مختصر سی تقریر میں بتایا کہ شہزادہ ویلز کا دورہ ہند و جاپان اعلیٰ درجہ کی حکمت عملی پر مبنی تھا۔

شہزادہ ممدوح کی مدح سرائی کرتے ہوئے مسٹر لائڈ جارج نے کہا کہ آپ میں قدرت نے یہ خاصہ ودیعت کیا ہے کہ جن لوگوں سے ملتے ہیں۔ ان کو اپنا بنا لیتے ہیں۔

المفتی

ایک دوست نے حضرت امیر سے رہن با قبضہ کے متعلق چند سوالات کئے۔ ان کے جواب آپ کے حکم سے مولوی احمد صاحب نے دئے۔ سائل کے خط کا ضروری حصہ اور جواب ہدیہ ناظرین ہیں۔ ایڈیٹر

مکرمی و معظمی قبلہ جناب مولوی صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ

اس سے پہلے میں نے ایک دفعہ آپ سے رہن با قبضہ کے متعلق خاص طور پر زمین اور مکان کی صورت میں دریافت کیا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ رہن با قبضہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔ میں نے ابھی آپ کی تفسیر دیکھی ہے جس میں صفحہ ۲۵۹ پر نوٹ ۳۹۱ میں آپ نے اس مسئلہ کی تشریح کی ہے۔ لیکن یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ زرہ وغیرہ کی صورت میں مرتہن مرہونہ شے سے بہت زیادہ فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ وہ صرف ضمانت کا کام دیتی ہے۔ گھوڑے کی صورت میں چارہ وغیرہ کا خرچ اور آمدنی بصورت سواری میرے خیال میں قریبًا قریبًا برابر ہیں ممکن ہے۔ سواری کا فائدہ چارہ کے خرچ سے زیادہ قرار دیا جائے۔ لیکن فرق زیادہ نہیں۔ لیکن زمین اور مکان کی صورت بالکل مختلف ہے۔

بارانی زمین جہاں مالیہ سرکار زیادہ سے زیادہ ۱۲ روپیہ فی ایکڑ ہوگا۔ وہاں سالانہ آمدنی اس زمین کو چکوتہ وغیرہ پر دیکر ۱۵ روپیہ ہو سکتی ہے۔ اور مرتہن کو بغیر کسی تکلیف اور محنت کے ... سالانہ کی بچت ہو جاتی ہے اور اس کے جواز کے لئے آپ نے کوئی حدیث وغیرہ پیش نہیں کی۔ نہ ہی کوئی اور حوالہ ہے۔

الجواب

تمہید ۱ از روئے قرآن کریم یہ ضروری ہے۔ کہ مرہونہ مرتہن کے قبضہ میں رہے۔

تمہید ۲ از روئے حدیث الخراج بالضمان یعنی منافع اخراجات کے مقابلے میں ہیں۔ تو جو شخص اخراجات کا ذمہ وار ہوگا وہی منافع کا مالک ہوگا۔

تمہید ۳ از روئے حدیث اذا کانت الدابۃ مرھونۃ فعلی المرتھن علفھا و لبن الدر یشرب و علی الذی یشرب نفقتھا۔ یعنی دابہ مرہونہ کا نفقہ مرتہن پر ہے۔ اور دودھ والی کا دودھ پیا جائیگا۔ اور جو شخص دودھ پئیگا۔ اسی پر اس کے اخراجات ہیں) کے روسے مرہونہ کے اخراجات کا ذمہ دار مرتہن ہے۔ اور اس کے منافع کا مالک بھی وہی ہے

ہے۔ قلیل ہو خواہ کثیر تجارت کے منافع اصل مال سے کم ہوں خواہ زیادہ جائز اور حلال ہیں۔ ایک مزدور کو دس بارہ آنہ روزانہ اجرت ملتی ہے تو اگر اس کے کام سے مزدوری دینے والے کو مزدوری کی اجرت سے کئی حصہ زیادہ منافع حاصل ہوں تو بھی وہ جائز اور حلال ہیں۔ اور جو چیز اصولًا ناجائز اور حرام ہے وہ بہر حال حرام اور ناجائز ہوگی شراب اور سود کا مال تھوڑا ہی کیوں نہ ہو وہ حرام ہے۔ ناپاک چیز تھوڑی ہو یا زیادہ بہر حال ناپاک ہے۔ سیدوں کو زکوٰۃ کا دینا اور لینا کم ہو یا زیادہ ناجائز ہے۔

تمہید ۵ کسی آیت اور حدیث میں یہ نہیں ہے۔ کہ رہن کے منافع ناجائز ہیں۔

پس از روئے تمہید ۱ کے زمین مرہونہ مرتہن کے قبضے رہیگی اور چونکہ از روئے تمہید ۲ کے مرہونہ کے منافع کا مالک وہی ہوگا۔ جو اس کے اخراجات کا ذمہ وار ہو۔ اور از روئے تمہید ۳ کے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ اس کے اخراجات کا ذمہ دار مرتہن ہے۔ اس لئے زمین مرہونہ کے منافع کا مالک بھی مرتہن ہی ہوگا۔

اب یہ منافع چاہے کم ہو چاہے زیادہ۔ از روئے تمہید ۴ جائز اور حلال ہیں اور چونکہ مقابل پر کوئی خاص نص عدم جواز کے لئے نہیں۔ لہٰذا اس میں کوئی شبہ ہی نہیں رہتا۔ کہ مرہون کے منافع چاہے قلیل ہو چاہے کثیر بہر حال جائز اور حلال ہو۔ اور جو دلیل عدم جواز کے لئے پیش کی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ از روئے احادیث قرض سے نفع اٹھانا ناجائز ہے لیکن ایک تو ان میں رہن کا ذکر نہیں ہے۔ دوسرے بخاری کی حدیث میں جواز کا ذکر ہے۔

اس لئے ان احادیث سے جن میں یہ ذکر ہے۔ کہ قرض سے نفع اٹھانا ناجائز ہے۔ یہ مراد ہوگا جو قرض دہندہ کو قرض لینے والے سے بغیر مشقت اور اخراجات کے شرط یا عرف جاریہ کے ساتھ مقررمقدار پر حاصل ہوں۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے۔ کہ زمین مرہونہ سے منافع بہت زیادہ حاصل ہوتے ہیں۔ اس لئے اس میں شبہ ہے۔ تو اس شبہ کی اصولی طور پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ نیز یہ بھی ضروری نہیں کہ زمین مرہونہ سے ہر جگہ بہت زیادہ منافع حاصل ہوں۔ بعض علاقوں میں منافع کم حاصل ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات آفات سماویہ سے زراعت بالکل تباہ ہو جاتی تو اس صورت میں بجائے بہت نفع کے اخراجات کا مال بھی ضائع ہو جاتا ہے۔ اور بعض اوقات پانی کی طغیانی سے زمین ہی ہلاک ہو جاتی ہے جیسی وہ زمینیں جو دریاؤں اور سمندروں کے کناروں پر واقع ہیں اور راہن کے پاس روپیہ نہیں ہوتا ہے۔ تو اصل مال بھی ہلاک ہو جاتا ہے غرض کہ نفع یا زیادہ نفع کی کوئی قطعی ثبوت کلیۃً نہیں ہے۔ اگر ہو بھی تاہم کوئی اصولی یا دلیل ...

مراسلات

پھر وہی تحریک ہجرت

مسلمانان ہند عقل سے کام لیں

(ایک غیر از جماعت قوم پرست مسلمان کے قلم سے)

ترک احرار کو یونان کے مقابلہ میں عظیم الشان فتح کا قدرتی طور پر یہ نتیجہ نکلا کہ دول متحدہ تھریس میں دریائے مرتضے تک کا علاقہ جس میں ایڈریانوپل بھی شامل ہے۔ اور قسطنطنیہ وغیرہ ترکوں کو واپس دینے پر آمادہ ہوگئے۔ اور ایک معاہدہ صلح پر ترکوں کے نمایندہ غازی عصمت پاشا اور دول متحدہ کے نمایندوں کے دستخط ہوچکے ہیں۔ اب صرف متنازعہ مسائل غیر جانبدار علاقہ اور آبنائے کی آزادی رہ گئے ہیں۔ اور جو کانفرنس ہونیوالی ہے۔ اس میں ان دونوں مسائل کے تصفیہ کا سوال حل کرنے کی کوشش کیجائے گی۔

سیٹھ چھوٹانی صاحب صدر مرکزی خلافت کمیٹی بمبئی نے مسٹر لائیڈ جارج صدر اعظم برطانیہ کو حسب ذیل برقی پیغام روانہ کیا ہے کہ ضرورت ہے کہ قسطنطنیہ اور تھریس فی الفور ترکوں کی اقتدار میں دیدئے جائیں۔ ہجرت کی مذہبی تحریک آگے ہی شروع ہوچکی ہے۔ اگر قسطنطنیہ اور تھریس اور نام نہاد غیر جانبدار علاقہ ٹرکی کو دیدیا جائے اور برٹش فوجیں فوراً واپس بلالی جائیں تو ہندوستانیوں کو اطمینان ہوجائے گا۔ اگر یہ علاقے واپس کرنے میں دیر لگائی گئی تو تحریک ہجرت شروع ہوجائے گی۔ کم از کم دس لاکھ مسلمانان ہند ہجرت کے لئے تیاریاں کر رہے ہیں تاکہ ترک برادران کی جو ان کے ہم مذہب ہیں۔ مدد کریں۔

جہاں مسلمانوں کا یہ مطالبہ درست ہے کہ پایہ تخت ٹرکی کے نزدیک کوئی علاقہ غیر جانبدارانہ ہے۔ اور یہ کہ آبنائے باسفورس زمانہ جنگ میں خصوصاً ایسے زمانہ میں جبکہ کوئی طاقت ترکوں سے جارحانہ جنگ چھیڑے کھلی نہ رہے۔ وہاں مسلمانوں کی ہندوستان سے ہجرت مذہبی اور اقتصادی دونوں ہی پہلو سے مناسب نہیں ہوگی۔ اسوقت ہندوستان میں مسلمانوں کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ اُن کے مذہبی شرائع و رسوم کی ادائیگی اور تکمیل میں حکومت وقت کی طرف سے کوئی مداخلت نہیں کیجاتی۔ ایسی حالت میں ہجرت کا سوال ہی خارج از بحث ہے۔ ہندوستان دارالحرب بھی نہیں ہے۔ اور جب صورت حال یہ ہے۔ تو مسلمان کیونکر ہجرت کرنے میں حق بجانب ہوسکتے ہیں۔ یہ مانا کہ دول متحدہ کے طرز عمل سے ترکوں کے فواید کو نقصان پہنچنے کا سامان ہوگیا۔ اور برطانیہ کی مسلمان رعایا کو سخت تشویش و پریشانی کا سامنا ہوا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مسلمان ہجرت کریں۔ مسلمان پر امن اور جائز طریقوں سے ترکوں کی مدد کریں۔ اور اس سے اُن کو کوئی روکنے والا نہیں۔ یہ بھی درست ہے۔ کہ ترکوں کو اپنے مطالبات کی تکمیل میں مشکلات کا سامنا ہو رہا ہے جس کیوجہ سے ہندوستان کے مسلمانوں کو مایوسی پیش آئی ہے۔ لیکن محض اس وجہ سے ان کی ٹرکی میں ہجرت نہ تو مناسب اور نہ مفید ہوگی۔

گذشتہ ہجرت جو مسلمانوں نے افغانستان میں کی تھی۔ سبق آموز ہے ہزاروں مسلمانوں نے جوش میں آکر اپنا مال و اسباب زمین و مکان وغیرہ بہت ہی ارزاں داموں فروخت کردیے۔ تکالیف جھیل کر افغانستان گئے اور وہاں اُن کی ایک بڑی تعداد کو ناکام اور مایوس واپس آنا پڑا اور جو جماعت ابتک وہاں مقیم ہے۔ اس کی حالت بھی کچھ خوشگوار نہیں۔ اس ہجرت سے وہ مقصد تو پورا نہ ہوسکا۔ جو مہاجرین اور ان کے ہمدردوں کو پیش نظر تھا بلکہ اُلٹا سخت مالی اور اقتصادی نقصان پہنچ گیا۔ یہی حالت ٹرکی میں ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو پیش آئے گی۔ کیونکہ ٹرکی میں اقتصادی اور مالی حالت ایسی نہیں کہ وہ دس لاکھ مسلمانوں کی بسر اوقات اور سبیل معاش کی کفیل ہوسکے۔ بدیں وجہ مہاجرین ترکوں کے لئے باعث امداد ہونے کی بجائے ان کے لئے بار عظیم ثابت ہوں گے۔ علاوہ ازیں ہندوستانی مسلمانوں کو ٹرکی میں اپنے لئے حالات موافق بنانے میں بڑی دشواریاں ہونگی غرضیکہ کسی پہلو سے بھی مسلمانوں کی ٹرکی میں ہجرت قرین مصلحت اور دانشمندی نہیں ہوسکتا۔

ہمیں جہاں ترکوں کے جائز مطالبات سے دلی ہمدردی ہونی چاہیئے اور جہاں ہمیں روپیہ اور دیگر سامان سے ترکوں کی ہر طرح اور زیادہ سے زیادہ امداد کرنی چاہیئے۔ وہاں یہ بھی ضروری ہے۔ کہ ہندوستان کے مسلمان کسی فوری جوش میں آکر ٹرکی میں نقل سکونت اختیار نہ کریں۔ اگر ہم ترکوں کے فواید سے ہمدردی کا عملی ثبوت دینے کے لئے ٹرکی میں نقل مکانی اختیار کریں تو پھر ہر مسلمانی سلطنت کے فوائد کے ساتھ ہمدردی کا ثبوت دینے کے لئے ہجرت لازمی ہوگی جسکا ہمارے مذہب میں جواز موجود نہیں۔

حالات حاضرہ پر وزیر اعظم کی تقریر

اپنی پالیسی کی حمایت

مسٹر لائڈ جارج نے طعام بعد از دوپہر کے ایک جلسے میں جو ریفارم کلب کے متصل سر ایڈورڈ روڈس کی زیر صدارت منعقد ہوا حسب ذیل تقریر کی۔ "اس ملک کے باشندے اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ حکومت نے دیدہ و دانستہ اس ملک کو جنگ کے گڑھے میں دھکیلنے کی کوشش کی (تالیاں) بخلاف

اس کے وہ حکومت کے معقول طرز عمل پر اسے ایک بے بنیاد و ہتک آمیز الزام تصور کرتے ہیں۔ ہم صلح کے ضامن ہیں۔ ہم جنگ پرور نہیں۔ بلکہ صلح جو ہیں۔ ہم صرف اسی شاہراہ پر گامزن ہوئے جو یقیناً صلح کی منزل مقصود کی طرف جا رہی تھی۔ اور اب ہم وہاں پہونچ گئے ہیں۔

زیادہ تر سر چارلس ہیرنگٹن۔ سر ہوریس رمبولڈ اور لارڈ کرزن کی حکمت عملی۔ قوت فیصلہ اور عزم راسخ کا نتیجہ ہے۔ کہ ہم آج شاہد مصالحت سے ہم آغوش ہیں۔ ہم نے ایسے نازک۔ عسیر الحل اور ہولناک حالات میں مصالحانہ گفت و شنید سے کام لیا۔ جو اس سے قبل اس ملک میں کبھی وقوع پذیر نہیں ہوئے۔ جب ہمیں کہا جاتا تھا۔ کہ تم رزم خواہ اور خونریز ہو تو ہم اس الزام کا جواب نہ دے سکتے تھے۔ لیکن اب وقت آگیا ہے۔ کہ میں اس الزام کا جواب دوں (نعرہ تحسین)

ایک اخبار نویس اس بات کے لئے بدنام ہے۔ کہ وہ برسوں سے حکومت کو حاسدانہ و مخاصمانہ نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔ جس وقت اس نے سنا کہ میں اور مسٹر چیمبرلین حکومت کو محفوظ و مامون بنانا چاہتے ہیں تو اس نے سوال کیا۔ "اس سے بڑھکر ان کے مجرم ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے" حضرات! بہت سے ایسے مفسدہ پرداز وقائع نگار آزادانہ اخباروں میں مضامین لکھ رہے ہیں۔

ہم نے تین مقاصد کو پیش نظر رکھ کر اپنی حکمت عملی اختیار کی تھی۔

(۱) تمام اقوام کی تجارت کے لئے آبناؤں کی آزادی حاصل کرنا۔

(۲) جنگ کو یورپ بھر میں پھیل جانے سے روکنا۔

(۳) قسطنطنیہ اور یونان میں ان ہولناک مناظر کا اعادہ نہ ہونے دینا جو گذشتہ چھ سات برسوں میں ایشیائے کوچک میں رونما ہوئے تھے۔ اس کے بعد وزیر اعظم نے بالتشریح بیان کیا۔ کہ ان ہر سہ مقاصد کا حصول کسقدر ضروری اور تمام دنیا کے لئے پیام صلح ہے۔ افسوس ہے کہ اعتدالیین اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ ترکوں کے معاملہ میں مداخلت کرنا ہمارا کام نہیں۔ برطانیہ عظمی کا اور کیا فرض ہے؟ کیا اس کا یہ فرض ہے۔ کہ اگر ترک اپنی بات پر اڑے رہیں تو انہیں تنہا چھوڑ دو۔ آبناؤں کو عبور کر لینے دو۔ اور قسطنطنیہ میں داخل ہونے دو۔

یہ اعتدالیین کی سابقہ حکمت عملی نہیں (پرزور تالیاں) میری پرورش یقیناً اس حکمت عملی کی آب و ہوا میں نہیں ہوئی۔

اور نہ یہ اس جماعت کی حکمت عملی ہونی چاہیئے۔ جس کے رہنما مسٹر گلیڈسٹون تھے۔ میں پھر یہی کہتا ہوں کہ ہم نے ایک ایسی حکمت عملی اختیار کی ہے۔ جو اس سرزمین کی اولیات عالیہ کے عین مطابق ہے۔ اور ہم بجا طور پر اسبات پر فخر کر سکتے ہیں۔ کہ یہ حکمت عملی کامیاب ہوئی ہے۔ دنیا میں اسوقت بہت سے ایسے افراد ہیں جن کا خیال ہے۔ کہ عیسائیوں کا یہ کام ہے۔ کہ وہ ترکوں اور ان کے دوستوں کے ہاتھوں اپنے کو بغیر ہاتھ اٹھائے مقتول و ہلاک ہونے دیں۔ میں اس قسم کا عیسائی نہیں ہوں (تالیاں) اور جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے۔ اور خدا کیطرف سے مجھے اس کے استعمال کی توفیق حاصل ہے۔ میں اسے استعمال کرونگا۔ (تالیاں)

اس کے بعد مسٹر لائڈ جارج نے سوالست کی گفت و شنید وغیرہ پر روشنی ڈالی۔ اور کہا کہ اگر ہم اتحادیوں کی پیروی کرتے۔ تو اسکا نتیجہ سخت خطرناک و ضرر رساں ہوتا۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم غازی مصطفے کمال پاشا کو یہ برقی پیام بھیجتے "آپ اس غیر جانبدار علاقے کو ہرگز عبور نہ کریں۔ ورنہ ہم طاقت سے کام لیں گے" اور جب وہ نبرد آزما ہوتے تو برطانی فوجیں سر پر پاؤں رکھکر بھاگ جاتیں۔ کیا یہ بھی کوئی حکمت عملی ہے (نہیں نہیں کی آوازیں)

لارڈ گرے نے بلقان میں صلح کی کوشش کی۔ بالآخر ناکام رہی اس نے ترکوں کو ہمارے ساتھ جنگ کرنے سے روکنے کی کوشش کی۔ لیکن ناکام رہا۔ اس نے بلغاریہ کو ہمارے ساتھ جنگ کرنے سے روکنے کی کوشش کی وہاں بھی جرمنوں کی حکمت عملی ہم پر غالب آگئی۔ ان سب کا ذمہ دار میں لارڈ گرے کو نہیں گردانتا ہوں۔

جس۔ ان کے متعلق اتنا کہہ دینا کافی ہے۔ کہ سٹیج پر اس سے زیادہ پرلطف مضحکہ انگیز نظارہ کیا ہوگا۔ کہ ایک پستہ قد وہ لباس پہنکر جو اسے کسی طویل القامت کیطرف سے ورثہ میں پہنچا ہو۔ روشنی میں ادھر ادھر پھرتا ہوا نظر آئے (قہقہہ) کہتے ہیں کہ ترکوں کو یورپ سے باہر رکھنے قسطنطنیہ میں قتل عام کو روکنے۔ اور آبنائے کی آزادی حاصل کرنے کے اغراض ثلاثہ میں ہم بالکل حق بجانب تھے۔ اور یہ سب کچھ درست و بجا ہے۔ لیکن ہمیں طاقت اور قوت کا استعمال نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ ہمارا ذمہ تھا کہ ہم ان کے سامنے دلائل پیش کرتے۔ ترغیب و تحریص غرضکہ محض باتوں سے کام لیتے۔ جناب گلیڈ اسٹون ترغیب و تحریص کے بہت قائل ہیں (قہقہہ)

سر چارلس ہیرنگٹن نے ایک پیغام میں جو کل شائع ہوا۔ اس حقیقت کی چہرہ کشائی کی ہے۔ کہ انہیں محض اس لئے کامیابی ہوئی ہے۔ کہ ہم نے انہیں کمک بھیجی تھی۔ اگر آپ کے دل میں تھوڑا بہت شک ہو تو آپ اس تقریر کو پڑھ لیں۔ جو انہوں نے ترکوں کے سامنے کی تھی۔

سر چارلس ہیرنگٹن کو شک تھا۔ کہ ترک معاہدہ پر دستخط بھی کریں گے یا نہیں۔ چنانچہ ان کی یہ آخری اتمام حجت ہے۔ آپ نے ترکوں سے کہا کہ مصالحت کی باتوں کا آخری انجام آپہونچا۔ آپ نے عصمت پاشا کو متنبہ کیا۔ کہ برطانیہ عظمی کیطرف ایک عظیم الشان طاقتور جنگی بیڑہ اس جگہ موجود ہے۔ بہت سے ہوائی جہاز تیار ہیں۔ توپیں کھڑی ہیں۔ پیادوں کی فوج بھی اتنی ہے۔ کہ نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ برطانیہ عظمی ایک بے ڈھب دشمن بن جائیگا۔ لیکن ایک نہایت بیش قیمت دوست بھی ہو سکتا ہے۔ اس قسم کی باتوں کو ترک خوب سمجھا کرتے ہیں چنانچہ یہ سن کر کہ اس تقریر کا بہت اثر ہوا۔ مجھے ذرہ برابر حیرت نہیں ہوئی۔ تھوڑی دیر کے لئے غور فرمائیے کہ کیسے کیسے حادثات ظہور پذیر ہوئے ہمارے بحری اور بری افواج کے ماہران حرب اہل الرائے نے ہمیں یہی مشورہ دیا تھا کہ جبتک ہم آبنائے کے دونوں سواحل پر قبضہ نہ رکھیں گے یہ امر تجارت کے لئے آبنائے کی آزادی مفقود نظر آئے گی۔ ترک ہم پر بڑھے

ہارے تھے فرانسیسی واپس چلے گئے تھے۔ اور ان کے بعد ہی اطالوی بھی چلتے بنے تقریروں اور اخبارات میں ہمیں یہ مشورہ دیا گیا کہ ہمارا کام یہ ہے۔ کہ ہم بھی اپنے حلیفوں کی تقلید کریں۔ فرض کیجئے کہ ہم بھی دبے قدمے فرانس کے پیچھے پیچھے واپس آجاتے تو آپ کو معلوم ہے۔ کہ کیا ہو جاتا؟ ترکان احرار کی افواج چناق پر قابض ہو چکی ہوتیں۔ اور اس کے بعد دوسرا واقعہ یہ ظہور پذیر ہوتا تھا۔ کہ وہ درہ دانیال کو عبور کرتیں۔

گیلی پولی پینی گال کے باشندوں کی ایک بہت کمزور پٹالین موجود تھی اور اسے یہ حکم دیا تھا۔ کہ وہ ترکوں پر گولی نہ چلائے۔ ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا کہ آبنائے کے ادھر اور ادھر ترکان احرار قابض ہو چکے ہوتے۔

تو کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ آپ ترکوں کو پھر نکال سکتے تھے؟ آپ انجمن مصالحت میں شریک ہوتے اور کہتے "کیا آپ مہربانی سے چناق اور گیلی پولی سے چل دیں گے" کمال پاشا کہتے ہیں "ہم آپ کے لئے آبنائے کی کفالت پیش کر دیں گے" اگر کانفرنس کے انعقاد سے پہلے وہ سر تسلیم خم نہ کرتے تو کیا کوئی انہیں اس جگہ سے نکالنے کے لئے جاتا؟ نہیں ہرگز نہیں۔

آپ کو معلوم ہے۔ کہ پہلے جب اس قسم کے اخراج کے لئے کوشش کی گئی تھی۔ تو ہمیں کیا خرچ کرنا پڑا تھا۔ اس پر قبضہ جمائے رکھنا تو بات ہی اور ہے۔ باسفورس پر ہمیں ہی منہ کی کھانی ہوتی۔ ترک قسطنطنیہ میں داخل ہو چکے ہوتے۔ سر چارلس ہیرنگٹن نے ہمیں متنبہ کیا تھا۔ کہ قسطنطنیہ میں پندرہ بیس ہزار ترک ایسے موجود ہیں۔ جو جوش جنون میں ڈوبے ہوئے تیار اور کمربستہ بیٹھے ہیں۔

آپ کو معلوم ہے۔ کہ کیا ظہور پذیر ہوتا۔ اگر ہم ترکوں کو آبنائے سے گزر جانے دیتے تو کیا کچھ ہوتا۔ ذرا خیال فرمائیے اور دیکھئے کہ کیسے ہولناک مناظر دل و دماغ کے سامنے آتے ہیں۔ اس پر بھی ہمارے معترضین کہتے ہیں۔ کہ "تم نے اپنے حلیفوں سے مفاہمت کیوں نہ کی" ہم نے کی تھی۔ (نعرہ ہائے مسرت) چند ہفتے گزرے کہ ہمیں حکومت فرانس کیطرف سے پیغام موصول ہوا تھا۔ کہ اگر ترک یا یونانی غیر جانبدار علاقے پر حملہ کریں گے تو دول متحدہ قوت و طاقت کی نمائش سے اپنی افواج کے ذریعہ سے ان کا مقابلہ کریں گی۔ ہم نے یہ بات مان لی تھی۔ ہمارا خیال تھا۔ کہ فرانسیسیوں کا ارادہ بھی یہی ہے۔ ہم یہ کس طرح یقین کر سکتے تھے کہ انہوں نے یہ بات محض یونان کے لئے ہی کہی ہے۔ اور دوسروں کو اس سے مستثنیٰ قرار دے رکھا ہے۔ (خوب فرمایا)

یہ صرف ہمارا ہی خیال نہ تھا۔ بلکہ جرنیلوں کا بھی یہی خیال تھا۔ چنانچہ دول متحدہ کے جرنیلوں نے افواج بھیجنی شروع کر دیں۔ لیکن افواج واپس بلا لی گئیں۔ ایک اعلیٰ درجہ کے جنگجو لڑاکے حیوان کی طرح سرائی کی کوشش ہی کیوں کی جائے۔ ترک اور ہم کچھ ہی ہوں۔ لیکن یہ تو بالکل عیاں ہے کہ وہ جنگجو ہیں۔ آپ بزدلوں کی تعریف و توصیف کر کے ان کے دماغوں میں ہوا بھر سکتے ہیں۔ لیکن حقیقی طور پر بہادر آدمیوں سے ایسا سلوک نہیں کیا جا سکتا وہ اپنی فہم و فراست کے ذریعہ سے یہ پہچانتے ہیں کہ آپ کس وقت کیا فرماتے ہیں۔ اور کیوں فرماتے

ہیں۔ ہمیں کیا کرنا چاہیئے تھا؟ کیا ہمیں مصطفےٰ کمال پاشا کے حضور میں یہ پیغام ارسال کرنا چاہیئے تھا کہ "آپ غیر جانبدار علاقے سے ادھر نہ آئیں ورنہ ہم فوج کے ذریعہ سے آپ کو روک دیں گے" اور اس پیغام کے بعد جب وہ اپنی افواج کو آگے بڑھاتا۔ اور میدان جنگ میں طاقت اور قوت کی نمائش کرتا تو برطانی افواج بھاگ اٹھتیں کیا یہی حکمت عملی ہے؟ (نہیں نہیں کی آوازیں) مجھے یاد ہے۔ کہ انجمن مصالحت کے انعقاد کے دوران میں ایک بار میں فرانس کے ایک محل میں گیا تھا۔ شاید شیبتو سینٹ تھا۔ اس جگہ میں نے ایک خوفناک اژدہے کی تصویر دیکھی تھی جس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے جس کے انداز سے عزم صمیم عیاں تھا۔ جس کے نتھنوں سے آگ برستی تھی۔ یہ سب تھا۔ لیکن اسکی دم ٹانگوں کے درمیان دبی ہوئی تھی۔ (قہقہہ) کیا حکومت برطانیہ کو برطانی اژدھا کی یہ شکل یہ عاجزانہ رویہ بے کسی کا عالم دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہیئے تھا۔ نہیں ہرگز نہیں)

سچ ہے۔ کہ ہم نے یہ طریق کار اختیار نہیں کیا (تالیاں) اگر آپ پسند فرمائیں تو آپ کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم دھمکی دے رہے تھے لیکن جب تک آپ کا مطلب یہ نہ ہو۔ کہ آپ عملاً بھی ایسا کرنا چاہتے ہیں۔ اسوقت تک دھمکی دینا بھی ہمیشہ غلطی ہے۔ چونکہ ہم نے محض دھمکی ہی نہ دی تھی۔ بلکہ ہمارا ارادہ بھی یہی تھا۔ اور ترکوں کو بھی اس بات کا علم تھا۔ اس لئے اب امن و مصالحت ہو گئی ہے۔ (پرزور نعرہ ہائے تحسین)

پیشتر ازیں کہ میں اس حصہ تقریر کو ختم کر دوں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آسٹریلیا۔ نیوزیلینڈ کے باشندوں کی بروقت سرگرمی۔ ان کے جوش ان کی سبک دستی کے کسقدر ممنون ہیں۔ جو انہوں نے ہماری اعانت و حمایت میں پیش کی ہیں۔

ان حضرات نے آواز بلند ہوتے ہی پیغامات برقی ارسال کئے۔ اور کہا کہ آسٹریلیا اور نیوزیلینڈ کے ہزاروں نہیں لاکھوں سپوت سربکف تیار ہیں تاکہ گیلی پولی میں بہادر مرنے والوں کی قبروں کی بے حرمتی نہ ہونے دیں۔ ان کے اس اعلان سے یہ دل خوش کن نتیجہ پیدا ہوا ہے۔ اس کمرہ میں داخل ہونے کے بعد مجھے مانچسٹر سے ایک بہت دلچسپ پیغام برقی موصول ہوا ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ "۱۹۱۵ء کے جوانان گیلی پولی اور بیالیسویں ڈویژن کے طبی افسروں کی طرف سے خیر مقدم کیا جاتا ہے۔ خوش آمدید کہا جاتا ہے اور ہدیہ تبریک پیش کیا جاتا ہے۔

لیکن لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے قدیم سیاسی طرز عمل کو خیر باد کہہ دیا ہے یہ تو بہت تاسف انگیز افسوسناک بات ہے (قہقہے) مسٹر اسکوئتھ نے فرمایا تھا۔ کہ "ہم نے ڈاؤننگ اسٹریٹ کی موجودہ ناتجربہ کارانہ چالوں میں پھنسنے کے بجائے بردباری اور تحمل کی وہ حکمت عملی کیوں نہ اختیار کی جو ۱۹۱۴ء میں جرمنوں کے لئے اختیار کی گئی تھی۔ بہت خوب آپ کو معلوم ہے۔ کہ وہ پرانی بردباری اور تحمل کی حکمت عملی جو ۱۹۱۴ء میں کی گئی تھی نہایت ہلاکت انگیز جنگ پر منتج

ہوئی تھی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ لیکن ۱۹۲۲ء کی ناتجربہ کارانہ حکمت عملی نے ہر جہ باشد امن و مصالحت کا دروازہ کھول دیا ہے۔ میں ۱۹۲۲ء کے لئے کسی پر الزام نہیں دھرتا لیکن میں خیال کرتا ہوں لارڈ کرزن اور مسٹر ایسکوائیتھ کو اچھی طرح علم تھا۔ کہ انہیں زمانہ ماسبق میں کن کن تکالیف کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ انہیں چاہئے تھا۔ کہ ذرا تحمل و بردباری سے کام لیتے اور بعض جرمنوں سے ہی یہ سلوک نہ کرتے بلکہ اپنے ہموطنوں کے لئے بھی تحمل و بردباری کی حکمت عملی پر عمل پیرا ہوتے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ان حضرات نے اعتراضات کے پل باندھ دیئے ہیں۔ انہوں نے ایک ایک بات پر دل کھول کھول کر اعتراض کئے ہیں۔ لیکن یقین مانئے کہ میرے اپنے مہمان قدیم اور ہم جلیسوں سے خواہ مخواہ جھگڑا مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے کمال تدبر سے بحث مباحثہ اور باہمی جھگڑے سے محترز رہنے کی کوشش کی۔ لیکن جب ان حضرات نے تقریر پر تقریریں اپنے وسیع تجربہ اور اپنے گرانقدر فہم و ذکا کو دوسروں کی کمزوریوں اور کوتاہیوں پر زور دینے میں صرف کر دیا۔ تو میں لڑاکا جنگجو حیوان ناطق تو نہیں ہوں میرے لئے خاموش رہنا مشکل ہو گیا (قہقہہ) لارڈ کرزن سے زیادہ اس حقیقت سے کون آشنا ہو گا کہ جب بین الاقوامی معاملات میں انہماک ہو جاتا ہے۔ تو بعض ایسے امور بھی پیش آتے ہیں جن پر آپ کا کوئی اثر و اقتدار نہیں ہوتا۔

گھر ہی کے مختلف عناصر پر مختلف الخیال حضرات پر اثر و اقتدار قائم رکھنا مشکل ہے۔ ملکی عناصر پر تو پھر کہاں اقتدار رہ سکتا ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں جب قومی عصبیت قومی روایات قومی مفاد اور قومی زوایا نے نگاہ سب امور میں اختلاف ہو۔ امور خارجہ میں معاہدات کا حصول اور نتائج کا تحفظ آسان کام نہیں ہے لارڈ کرزن اس بات سے آگاہ ہیں۔ انہیں خوب علم ہے۔ کہ حقیقت کیا ہے۔ ۱۹۱۷ء کا معاملہ لیجئے آپ کی تجاویز قابل تعریف تھیں۔ بقول مسٹر ایسکوئیتھ آپ کا مزاج بھی بے نظیر تھا۔ اور میں بھی اس امر کی تائید کرتا ہوں۔ لیکن نہ تو وہ قیصر کے مشیر کار تھے اور نہ انہیں جرمنوں کے فوجی حلقہ پر اثر و اقتدار حاصل تھا۔ جرمنوں کی امنگیں ان خیالات سے جدا گانہ تھے ان کے جذبات اور ہی تھے۔ ممکن ہے کہ صاف صاف باتوں اور پر زور زبان سے سب کچھ رک جاتا لیکن واقعات کے بعد عقلمند بننا آسان ہے۔

لیکن میں اعتراض نہیں کر رہا ہوں میں صرف یہ بتا رہا ہوں کہ سیاست ملکی میں یہ ناکامی ایسی مصیبت انگیز تھی۔ کہ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ حالات پر لارڈ کرزن کو کوئی اثر و اقتدار حاصل نہ تھا۔ اسلئے انہیں چاہئے کہ وہ دوسروں سے فراخدلی سے پیش آیا کریں تنگ نظری اور تنگدلی سے کام نہ لیا کریں۔ اس عہد کے تمام حوادث و واقعات پر نظر ڈالئے لارڈ کرزن نے بلقان میں صلح کرانے کی کوشش کی انہوں نے مصالحت کرا دی لیکن یہ مصالحت دیرپا ثابت نہ ہوئی اس گاڑی کے ہچکولوں نے جو معاہدہ مصالحت کو لندن سے بلقان لے کر گئی تھی۔ صوفیہ تک پہنچنے سے پہلے اسکا ستیاناس کر دیا۔ لیکن یہ اس کا قصور نہیں تھا تجویز نفیس تھی۔ اور مقاصد و عزائم نہایت عمدہ لیکن اتحادیوں میں بعض عناصر ایسے تھے جنہیں قابو میں نہ رکھا جا سکا۔ اس نے ترکوں کو ہمارے خلاف شامل جنگ ہونے سے روکنے کی کوشش کی لیکن جرمنی کی حکمت عملی بازی لے گئی اس نے بلغاریہ کو ہمارے خلاف میدان کارزار میں آنے سے باز رکھنے کی سعی کی۔ لیکن یہاں بھی جرمنی بازی لے گئی نے ہمیں صاف صاف فاش شکست دیدی۔

باقی آئندہ

تازہ خبریں

ممالک غیر

تخلیہ تھریس۔ حسب تجویز تھریس خالی ہو رہا ہے۔ خفیف قسم کے حادثوں کے سوائے اور کسی قسم کا حادثہ نہیں ہوا۔

برطانی علاقہ میں کوئی بات قابل ذکر نہیں۔ فرانسیسی علاقہ میں اتحادی مشن یونانی حکام سے ملکر لوگوں کو امن و امان کا یقین دلا رہے ہیں۔ اور جو لوگ وطن چھوڑنا نہیں چاہتے ان کے مال و اسباب کی حفاظت کر رہے غیر جانبدار علاقہ ودیعہ شلے روڈ کے ساتھ ساتھ جاتا ہے۔ احرار اور اتحادیوں کو اجازت ہے۔ کہ ودیعہ اور شلے کے بندرگاہ میں فوج لانے کے واسطے استعمال کریں۔

انگلستان کی سیاسی جماعتوں کی مالی حالت۔ جدید انتخابات میں انڈی پنڈنٹ لبرلوں کی مالی حالت سب سے بہتر ہے۔ کیونکہ ان کے پاس تیس لاکھ پونڈ جمع ہے۔ یونینسٹوں کے پاس دس لاکھ پونڈ ہے۔ مگر مزدوروں کے پاس بہت کم سرمایہ ہے۔ کیونکہ ان کی جماعت ہڑتالوں اور بیکاری کی وجہ سے مفلس ہو رہی ہے۔

سابق وزیر اعظم کی خودستائی۔ مسٹر لائڈ جارج نے لیڈز میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ کوالیشن (مشترکہ) وزارت نے ملک کو فتح دلائی ہے۔ میں نے کٹھن سالوں میں قوموں اور قومی صحت کے بیمہ میں سب سے زیادہ حصہ لیا معاہدہ سیورے میری طفیل کروڑہا نفوس کے لئے "برادرانہ حریت" بنا جس کی روسے جمعیتہ الاقوام قائم کی گئی ہے۔ آئرلینڈ سے صلح کی آئرلینڈ کو آزاد کروایا۔ اور جنگ کو یورپ میں پھیلنے سے روکا۔

مسٹر لائڈ جارج کا مستقبل۔ مسٹر لائڈ جارج کے مستقبل پر بہت غور و فکر ہو رہا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ کوالیشن کے لبرل حامی دارالعوام میں ایک علیحدہ مخالف جماعت قائم کریں گے۔ اور سابق وزیر اعظم کے بعض کنسرویٹو رفقائے کار شرکت عمل کریں گے مگر ممکن ہے۔ کہ پارلیمنٹ میں بہت سے حامیان لائڈ جارج کنسرویٹوں سے مل جائیں۔

نیا وزیر اعظم ملک معظم کے حضور میں۔ مسٹر بونر لا ملک معظم کے حضور میں باریاب ہوئے۔ اگر یہ معلوم نہیں۔ کہ اس کا مطلب کیا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ پارلیمنٹ کے انتشار کے متعلق کچھ کہا ہے۔ مگر

بعض کا خیال ہے۔ کہ وزارت قائم کرنے پر بھی رضامندی ظاہر کی ہے۔

ترکی میں شراب نوشی کا استیصال ۔ لندن۔ ۱۹ اکتوبر قسطنطنیہ سے مسٹر وارڈ پرائس مطلع کرتے ہیں۔ کہ انسداد شراب نوشی کے لئے سخت تدابیر عمل میں لائی جا رہی ہیں۔ والی بروصہ احکام قرآنی کی سختی سے تعمیل کر رہے ہیں۔ یہ ترک احرار کے احیا ایمانی کا ایک امتیازی نشان ہے۔ جو شخص شراب استعمال کرتا ہوا پایا جاتا ہے۔ اس پر تیس درّے حد شرعی جاری کی جاتی ہے۔

(انگلشمین)

پارلیمنٹ کا آئندہ انتخاب ۔ لندن۔ ۱۸ اکتوبر۔ مسٹر آرتھر ہنڈرسن نے نیوپورٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مزدور جماعت کا آئندہ پروگرام یہ ہوگا۔ کہ قومی قرضہ کو پانچ ہزار پونڈ سے زیادہ آمدنی پر ٹیکس لگا کر اس کی آمدنی سے حلقہ کیا جائیگا۔ کانوں اور ریلوں پر قومی قبضہ کیا جائیگا۔ اور قوم کے ہر فرد کے واسطے کم از کم اجرت مقرر کی جائے گی۔ تاکہ وہ صحت مند اور قابل شہری بن سکیں اس کے علاوہ مزدور کوشش کریں گے کہ کام کے حالات کو انسانیت کے مطابق کیا جائے اور ممالک خارجہ حکمت عملی کو پارلیمنٹ کے ماتحت کیا جائے۔

مسٹر ہنڈرسن نے کہا کہ لوگوں نے کوالیشن کے حق میں اس لئے رائے دی کہ ہمارے سامنے ایک نئی دنیا کا دلکش لفظ پیش کیا گیا تھا۔ مسٹر لائڈ جارج ہمارے جہاز کو اسی ملعون کنارے پر لے آئے جس کی وہ پہلے مذمت کر چکے تھے۔

ہندوستان

سول نافرمانی کی تحقیقاتی کمیٹی ۔ الہ آباد۔ ۱۹ اکتوبر۔ پنڈت موتی لال نہرو اطلاع دیتے ہیں کہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی سول نافرمانی کی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ بہت دیر میں شائع ہوگی۔ کیونکہ طباعت میں دیر لگ گئی ہے۔ اس رپورٹ پر ۱۰ یا ۲۰ نومبر کے اجلاس میں غور کیا جائیگا۔

برہما آئل کمپنی میں ہڑتال ۔ رنگون ۲۰ اکتوبر۔ وندیو میں آج برہما آئل کمپنی کے ہڑتالیوں اور غیر ہڑتالیوں میں فساد ہوا۔ ہڑتالیوں نے کام پر جانے والوں پر اینٹ پتھر پھینکے اور ایک ہڑتالی اور ایک غیر ہڑتالی قدرے زخمی ہوئے۔

بنگال میں سیلاب عظیم ۔ رنگون ۲۰ اکتوبر۔ بنگال کی مجلس امانت نے اندازہ لگایا ہے۔ کہ سیلاب سے تقریباً ۴ کروڑ روپیہ کا نقصان ہوا ہے۔ موسم سرما کی فصل جس پر غریبوں کی گذران ہے۔ وہ بالکل تباہ ہو گئی ہے۔ اور [illegible] سے لی بھی سخت قلت ہے۔ اب تک صرف ایک لاکھ دس ہزار روپیہ چندہ جمع ہوا ہے سر پی۔ سی۔ اے مرکز امانت منتقل کو روانہ ہوگئے ہیں۔

ہندوستان میں دو روسی بالشویک ۔ مدراس ۱۹ اکتوبر

اخبار مدراس میل کا نامہ نگار ترچناپلی سے رقمطراز ہے۔ کہ دو آدمی جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ روسی بالشویک ہیں۔ بندر سیٹے کو لمبو کو روانہ ہوئے کولمبو پہنچتے ہی ایک ان میں سے گرفتار کر لیا گیا۔ کپتان کی سفارش پر کہ وہ اسے واپس لیجائیگا اسے اس کے حوالے کر دیا گیا۔ مگر وہ فرار ہو کر ہندوستان میں ایک انگریز کے لباس میں داخل ہوا اور انگریزوں اور ہندوستانیوں سے مالی امداد طلب کرنے لگا۔ مگر حکومت مدراس کے حکم سے اسے واپس کولمبو بھیج دیا گیا ”مدراس میل“ رقمطراز ہے کہ یہ شخص مصر و عرب سے ہوتا ہوا یہاں آیا ہے بظاہر وہ ہندوستان اس لئے آیا تھا کہ صنعت میں مشغول ہو وہ جہاز سے فرار ہو کر دھنوسکوڈی کی بندرگاہ میں آیا۔ اور وہاں سے پہنچا۔ مگر مشکوک ہونے کی وجہ سے اسے گرفتار کر لیا گیا۔

ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے قریب حملہ ۔ الہ آباد۔ ۲۱ اکتوبر۔ اخبار پائینیر کا نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ جلال خیل محسودیوں نے ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے قریب حملہ کیا اور دو آدمیوں کو اٹھا کر لے گئے۔ جو بعد میں بچکر آ گئے دوسری دفعہ ایک اور گروہ دو ہندوؤں کو اٹھا کر لے گیا۔ کوہاٹ میں باغیوں کی کئی گرفتاریاں عمل میں آئی ہیں۔

وزیر ہند اور مسلمانان ہند ۔ لندن۔ ۲۰ اکتوبر۔ لارڈ پیل نے پالموتھ میں خواتین یونینسٹ کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ یقیناً مسلمانان ہند ترکی کے معاملہ میں نہایت گہرے شوق کا اظہار کر رہے ہیں برطانوی مشرقی حکمت عملی کا انحصار صرف واقعات پینہ پر نہ تھا۔ کسی اور چیز پر معاہدہ سیورے سخت ضرور تھا۔ مگر اس کی وجہ یہ نہیں تھی۔ کہ ترکی اسلامی ہے بلکہ اس لئے کہ اس نے جرمنی کی مدد کی تھی۔ اب سے پیشتر معاملہ طے نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ دیگر ممالک کا خیال بھی رکھنا پڑا تھا۔

ہندوستان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ سلطنت ہند میں یہ شک اور شبہ پیدا ہو گیا ہے کہ اصلاحات کے متعلق برطانیہ کی روش پر اخلاص نہیں ہے۔ مگر حکومت برطانیہ جو وعدہ کر چکی ہے۔ اس سے نہیں پھرے گی۔

دولت آصفیہ کے مشیر مال کا استعفا ۔ حیدرآباد ۱۹ اکتوبر۔ سر علی امام کے استعفے کے بعد مسٹر یوسف علی۔ آئی۔ سی۔ ایس (وظیفہ یاب) نے بھی استعفا دیدیا ہے۔ ان کو انگلستان سے مشیر مالیات کے عہدے کیلئے خاص طور پر طلب کیا گیا تھا۔

جامع مسجد دہلی کیلئے تاجدار افغانستان کا تحفہ ۔ سردار ولی محمد خاں صاحب نے اپنے واپسی پر دہلی میں سے گذرتے ہوئے یہ وعدہ کیا تھا۔ کہ خطیب جامع مسجد کو ایک عصا پیش کیا جائیگا۔ چنانچہ جمعہ کے روز اعلیٰحضرت سردار محمد حیدر خاں صاحب سفیر دولت خداداد افغانستان نے وہ عصا پیش کیا۔ اور تقریر کے دوران میں بیان فرمایا کہ اس عصا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو افغانستان کی ساختہ نہ ہو۔

مولانا مظہر الدین صاحب ناظم جمعیۃ العلماء نے مسلمانان دہلی کی جانب سے شکریہ ادا کیا۔

مطبع احمدیہ بلڈنگس پریس لاہور میں باہتمام ماسٹر فقیر اللہ صاحب پرنٹر و پبلشر چھپ کر احمدیہ بلڈنگس دفتر اخبار پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا۔ ایڈیٹر [illegible]

الصلح خیر

پیغامِ صلح لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۳۸

جلد ۱۰ — ایڈیٹر۔ چودھری ظہور احمد بی۔ اے — نمبر ۴۲

ہفتہ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۶ صفر المظفر ۱۳۴۱ ہجری مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۲۲ عیسوی

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ بخیر یت تمام ڈلہوزی سے تشریف لے آئے ہیں کئی ماہ کے بعد مسجد احمدیہ بلڈنگس میں نماز جمعہ پڑھائی۔

مولٰنا مولوی صدر الدین صاحب سیالکوٹ سے۔ خانصاحب میاں غلام رسول صاحب لائل پور سے اور جناب شیخ محمد جان صاحب کول مرچنٹ وزیر آباد سے تشریف لائے تھے

مولوی مصطفٰے خانصاحب بی۔ اے کی طبیعت کچھ علیل تھی۔ اب اللہ تعالٰے کا فضل ہے۔

برادران ملک محمد اکبر صاحب و ملک غلام نبی صاحب و مولوی حافظ نور الدین صاحب کشمیر میں بہت جوش سے تبلیغ کا کام کر رہے ہیں۔ سب بھائی انکی کامیابی اور دینی و دنیاوی ابتلاؤں سے محفوظ رہنے کے لئے دعا فرماویں۔

مبارک ۔ برادر ملک غلام نبی صاحب سرینگر کی شادی خانہ آبادی ۱۴ ماہ صفر ۱۳۴۱ھ کو اللہ تعالٰے کے فضل و کرم سے احسن طریق پر مطابق شریعت اسلام عمل میں آئی۔ جملہ برادران سلسلہ نے دلی ہمدردی سے مدد دی۔ سب

مسلم احمدیہ پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام ماسٹر فقیر اللہ صاحب پرنٹر و پبلشر چھپکر احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

برادران دعا فرماویں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے دینی اور دنیاوی برکات کا موجب بناوے۔ اور ہمارے سب برادران کشمیر کو خدمت دین کی توفیق عطا فرماوے۔

برادر عبدالمجید صاحب برلن سے لکھتے ہیں کہ وہ ۲۶ جولائی ۲۲ء کو شام کے وقت برلن پہنچے اور ۴ اگست تک ہوٹل میں مقیم رہے۔ بعد ازاں اپنا مکان کرایہ پر لیا۔ اور سو مارک فی گھنٹہ کے حساب سے ایک استاد جرمن زبان سیکھنے کے لئے مقرر کیا۔ کرایہ جہاز و ریل لندن تا برلن ۳ پونڈ ۴ شلنگ براہ آسٹنڈ لکس بلجین گورنمنٹ کو کشتی آسٹنڈ میں دینا پڑا ۱۰ شلنگ وپنس۔

درخواست دعا برادر حکیم غلام نبی صاحب و عبدالرحیم صاحب خواجہ غلام محمد صاحب نمبردار کشمیر سے دینی دنیاوی ابتلاؤں سے محفوظ رہنے کے لئے درخواست دعا کرتے ہیں

برادر خواجہ محمد صدیق صاحب کشمیر چند یوم سے علیل ہیں۔ اُن کی صحت کے لئے دعا کیجائے۔

برلن میں تعمیر مسجد۔ ہمارے احباب اس خبر کو سنکر خوش ہونگے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ارباب حل و عقد نے برلن میں ایک مسجد تعمیر کرانے کا تہیہ کیا ہے۔ مقامی احباب اس کار خیر میں شریک ہو رہے ہیں۔ ہمارے دوسرے دوست بھی اس تحریک میں حصہ لینے کی سعادت کریں۔ غالباً انجمن کیطرف سے عنقریب اس کے متعلق باقاعدہ اپیل بھی ہوگی۔

رسیدات زر

چندہ ماہ اکتوبر ۲۲ء احمدیہ انجمن گجرات

بدست چودھری ظہور احمد صاحب

نام	بابت	رقم
ڈاکٹر بشارت احمد صاحب	ماہ اکتوبر	۵۰
ڈاکٹر نور الحسن صاحب	؍؍	سے
شیخ فضل الٰہی صاحب ڈپٹی	؍؍	عہ
مرزا اکرم بیگ صاحب	؍؍	عہ ر
حافظ علم الدین صاحب	؍؍	۱ر
کرم الٰہی صاحب	؍؍	۴ر
کرم الٰہی صاحب	ماہ ستمبر	۴ر
فضل احمد صاحب	عطیہ	عہ ر

میزان کل [illegible]

فہرست چندہ ماہواری منجانب جماعت گوجرانوالہ

معرفت ڈاکٹر حسن علی صاحب

نام / تفصیل	رقم
اہلیہ ڈاکٹر حسن علی صاحب اپریل لغایت جولائی	[illegible]
صدقہ منجانب میاں احمد الدین صاحب	[illegible]
مسٹر عنایت علی صاحب ایم۔ ایس سی۔ صدقہ	[illegible]
صدقہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب آئی ایس	[illegible]
اہلیہ منشی نواب خان صاحب سب انسپکٹر بابت ماہ جولائی	سے
مسٹر عنایت علی صاحب ایم۔ ایس سی۔ چندہ بلا دغیرہ	سے
منشی امام الدین صاحب و منشی محبوب عالم صاحب ؍؍	[illegible]
شیخ محمد حسین صاحب سب پوسٹماسٹر چندہ ماہوار	[illegible]
قاضی فیض احمد صاحب ؍؍	[illegible]
میاں احمد الدین صاحب ؍؍	[illegible]
ہمشیرہ صاحبہ ڈاکٹر حسن علی صاحب برائے اشاعت اسلام	[illegible]
ڈاکٹر حسن علی صاحب چندہ بلا دغیرہ	[illegible]
ڈاکٹر حسن علی صاحب چندہ ماہواری و قیمت پیغام صلح	[illegible]
منشی امام الدین صاحب چندہ ماہ جون و جولائی	[illegible]

میزان کل [illegible]

چندہ منجانب جماعت امرتسر

معرفت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ

بابت ماہ اگست ۲۲ء

نام / تفصیل	رقم
بابو فیض الرحمٰن صاحب	عہ
بابو ثناء اللہ صاحب بابت چندہ جرمن مشن بہ تحریک خط مولوی محمد مصطفیٰ خانصاحب	[illegible]
؍؍ چندہ ماہ اگست ۲۲ء	[illegible]
جناب احمد علی صاحب	[illegible]

میزان کل [illegible]

محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

احباب۔ توسیع اشاعت کے لئے سعی فرماکر سعادت حاصل کریں۔ (**مینیجر**)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۱ | مورخہ ۲۰ صفر المظفر ۱۳۳۱ھ | نمبر ۲۴

دربار خلافت کی سیر

از قلم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

(۲)

خلافت پناہی جناب میاں محمود احمد صاحب کی ڈائری جو اُن کے سرکاری گزٹ الفضل میں نکلا کرتی ہے۔ کبھی نظر پڑ جاتی ہے۔ تو ایسے نادر فلسفہ کی جھلک دکھاتی ہے۔ کہ بے اختیار اس پر کچھ لکھنے کے لئے انسان کو مجبور ہونا پڑتا ہے۔ ۱۷ جولائی کا الفضل کوئی شان خصوصی ہی اپنے اندر رکھتا ہے کہ اس میں ڈائری خلافت کے ضمن میں جو بھی نکتہ نکلا ہے وہ بے نظیر ہے۔ کہیں انسان کی روحانی ترقی کو رسول کریم صلعم سے بھی بڑھکر بتایا۔ کہیں "بغیر باپ کے پیدا ہونا" کا عنوان قائم کرکے یوں اس عقدہ لاینحل کو حل کیا ہے۔

فرمایا مفتی صاحب نے لکھا ہے۔ کہ امریکہ میں ایک نیا علم نکلا ہے اور تجربہ سے کامیاب ثابت ہو رہا ہے۔ کہ بغیر باپ کے اولاد پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر یہ علم پورے طور پر تجربہ میں آ جائے تو اس سے ہماری تائید ہوگی۔ اور مسیح ناصری کی خدائی پر چھری پھر جائے گی۔ اور ساتھ ہی مولوی محمد علی کی مجددیت کا خاتمہ ہو جائیگا جو انہوں نے کہا کہ مسیح کی حیات کے عقیدے کو مرزا صاحب نے توڑا اور اس کی خدائی کے دوسرے رکن یعنے بے باپ پیدا ہونے کے عقیدے کو میں توڑتا ہوں" اس کلام کو پڑھکر یہ محسوس ہوتا ہے۔ کہ بغیر باپ کے اولاد ہونا بھی کوئی مشین ہے۔ جو امریکہ والے ایجاد کرنے کی کوشش میں ہیں۔ یا مسمریزم کی طرح کوئی علم ہے۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں کہ "نیا علم نکلا ہے" جس کے ذریعہ عورت جب چاہے گی بلا مرد کے بچہ پیدا کر لے گی۔ کیونکہ کوئی وجہ نہیں کہ جب ڈاکٹر یا کوئی موجد اس علم کے ذریعہ بلا مرد کے چھوئے ایک عورت میں سے بچہ پیدا کر لیگا۔ تو ظاہر ہے۔ کہ اس علم کے ذریعہ سے اولاد پیدا کرنا انسان کے اختیار میں ہو جائیگا۔ تو پھر ایک عورت اپنی مرضی سے جب چاہے بچہ کیوں نہ پیدا کر لے۔ ترکیب سیکھ لینی کیا مشکل ہے۔ مسیح تو خلق طیر ہی کیا کرتے تھے۔ مسیحی خلق انسان کر لیا کریں گے۔ مفتی صاحب نے لکھ دیا اور میاں صاحب نے مان لیا۔ مرید اور مرشد

دونوں نے یہ غور نہ کیا کہ دنیا کی کوئی تحقیقات یہ ثابت نہیں کر سکی کہ بغیر مرد اور عورت کے نطفہ کے ملے ہوئے انسان پیدا ہو سکتا ہے۔ یعنے مرد کا اسپرم Sperm اور عورت کا اوؤم Ovum یہ دو چیزیں ملکر وہ مرکب چیز پیدا ہوتی ہے جس سے انسان بنتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ تجربہ جو ہو سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ پچکاری کے ذریعہ مرد کا نطفہ بیکراہ تماعی جسمانی حرارت کو قائم رکھکر اگر عورت کے رحم میں داخل کر دیا جاوے۔ تو کیا اس میں جو اسپرم ہے وہ عورت کے اوؤم سے ملکر حمل قرار پا سکتا ہے یا نہیں۔ اگر ایسا ممکن ہو بھی جاوے۔ تو بات تو وہیں ہی کہ مرد کا نطفہ جب تک رحم میں داخل نہ ہو بچہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ سوال تو یہ ہے کہ کیا کوئی ایسی ایجاد ہونے لگی ہے۔ جس کے ذریعہ مرد کا نطفہ عورت کے نطفہ سے بغیر ملے ہوئے بھی بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر وہ ہے۔ تو پیش کیا جاوے اور وہ کبھی بھی قیامت تک پیش نہیں ہو سکیگا۔ کیونکہ نہ صرف خلاف فطرت ہے۔ بلکہ خدا کے مکمل و کامل کلام قرآن مجید کے خلاف ہے۔ جو فرماتا ہے کہ انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج کہ ہم نے انسان کو مرد و عورت کی مرکب نطفہ سے پیدا کیا۔ پھر فرمایا خلق الانسان من ماء دافق یخرج من بین الصلب والترائب۔ انسان کو اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہونا جو مذکور ہے تو یہ اچھلتا ہوا پانی مرد کا ہوتا ہے یا عورت کا۔ وانہ خلق الزوجین الذکر والانثی من نطفۃ اذا تمنی۔ یہ نر و مادہ کا پیدا کرنا اور مادہ کے رحم میں نطفہ کا پہنچایا جانا کیا معنے رکھتا ہے۔ افرءیتم ما تمنون ءانتم تخلقونہ ام نحن الخالقون۔ یہاں تمنون قابل غور ہے۔ جن سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن مجید کی رو سے انسان کی پیدائش مرد و عورت کے مرکب نطفہ سے ہے۔ اور اس میں مرد کے نطفہ کو ایک خاص اہمیت ہے۔ اور انسان کی پیدائش کے لئے اسکا رحم تک پہنچایا جانا از بس ضروری ہے۔ بخود قرآن کریم اس سنت اللہ کو بیان فرماتا ہے۔ جس کے لئے اسکا فتوے ناطق موجود ہے کہ لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ کہ اللہ کی سنت میں تبدیلی نہیں پاؤگے اور بھی اس قسم کی بہت سی آیات ہیں۔ مگر میاں صاحب خوش ہیں کہ اس سے ان کی تائید ہوگی۔ اور محمد علی کی بقول اُن کے "مجددیت" کا خاتمہ ہو جائیگا حسد کا برا ہو۔ جو انسان کے اعمال صالحہ کو آگ کی طرح کھا جاتی ہے۔ کیا جرم ہے کہ محمد علی نے کیوں کہا کہ مسیحیت کا دوسرا رکن مسیح کی ولادت کے متعلق میں توڑتا ہوں۔ اگر میاں صاحب یہ کہتے تو معجزہ ہو جاتا۔ بے باپ کے رنگ میں رنگین محمودؓ کے نعروں سے مرید آسمان سر پر اٹھا لیتے۔ کہ دیکھنا! میاں صاحب نے کسر صلیب میں باپ کا ہاتھ بٹایا۔ اور بقول میر حامد شاہ صاحب مرحوم سے

پدر نتواند پسر تمام کند

کی مثل زندہ کردی۔ اور اسے میاں صاحب کی صداقت پر دلیل ٹھہرایا جاتا۔ مگر کہنے والا چونکہ محمد علی ہے۔ اس لئے وہ قابل گردن زدنی ہے۔ اگرچہ وہ مسیح موعود ہی کا شاگرد اور انہی کا فیض یافتہ غلام ہے۔ جیسا کہ اُس نے انگریزی ترجمۃ القرآن کے دیباچہ میں بھی لکھا ہے۔ مگر بایں ہمہ ضروری ہے۔ کہ تعصب

نیچا دکھایا جائے۔ قرآن کریم کی آیات پر زد پڑتی ہے تو پڑے۔ اس کی بیان کردہ حکمت و صداقت پامال ہوتا ہے۔ تو پڑا ہو۔ ہماری بلا سے۔ کسی طرح محمد علی نیچا ہو جائے۔ تا سینہ ٹھنڈا ہو۔ مگر کیا تماشہ ہے۔ ایکطرف تو میاں صاحب مسیح کے بے باپ ولادت کو اپنا اور حضرت مسیح موعود کا عقیدہ ٹھیرائیں۔ اور دوسری طرف یہ بھی ظاہر کریں۔ کہ اس موجودہ عقیدہ سے کسر صلیب ابھی ناتمام ہے۔ جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے۔ حق اپنا کرشمہ دکھا کر چھوڑتا ہے۔ فرماتے ہیں "اس سے ..... مسیح ناصری کی خدائی پر چھری پھر جائیگی" یعنے جب یہ نیا علم دنیا میں ثابت اور شائع ہو جائیگا۔ کہ مرد کے بغیر عورت کے بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔ تو اسوقت مسیح کی خدائی پر چھری پھر جائیگی۔ گویا اسوقت جبکہ یہ ثابت نہیں کہ بے باپ اولاد ہو سکتی ہے۔ تو مسیح ناصری کی خدائی باقی ہے۔ کیونکہ بے باپ ہونا ہی بتاتا ہے۔ کہ یہاں پانی مرتا ہے۔ مسیح میں کچھ خارق عادت بات ضرور ہے۔ اس لئے عیسائیوں کے لئے مسیح کی خدائی کو برقرار رکھنے کے لئے گنجائش موجود ہے۔ اس خدائی کو توڑنے کے لئے دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو مسیح کا باپ مانا جائے اور ولادت کے متعلق خارق عادت باتوں کو خیرباد کہا جائے۔ مگر یہ میاں صاحب مان نہیں سکتے۔ کیونکہ اس سے محمد علی بقول ان کے مجدد نیچا ہوتا ہے۔ تو دوسری صورت یہ ہوئی کہ یہ ثابت ہو جائے کہ عورتیں بغیر مرد کے بھی بچے جنا کرتی ہیں۔ جس کے متعلق اب میاں صاحب کو انتظار ہے۔ کہ امریکہ سے یہ ایجاد کب ہو کر آتی ہے۔ کیونکہ نیا علم ہے جو دریافت ہوا ہے۔ بہرحال ابھی تک پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ اس لئے مسیح ناصری کی خدائی زندہ موجود ہے۔ کیونکہ اس کے گلے پر چھری پھرنے کا تو وہ وقت ہوگا جب یہ پایہ ثبوت کو پہنچ جائیگا کہ عورتیں بغیر مرد کے بھی بچے جنا کرتی ہیں۔ اور یہ کوئی خارق عادت امر نہیں ہے۔ بہرحال میاں محمود اپنے عقائد کو اسوقت مسیح ناصری کی خدائی کے ممد سمجھتے ہیں۔ اور اس خدائی پر چھری پھرنے کے لئے اس "نئے علم" کے منتظر ہیں۔ جو مفتی صاحب کی وساطت سے نئی دنیا سے ان کے خیال میں آئیگا۔

شذرات

دربار خلافت کی سیر

۱۷ اگست کے "الفضل" میں ذرا حضرت خلافت مآب میاں محمود احمد صاحب کا کلام ملاحظہ ہو۔ جو حضور نے مولوی محمد احسن صاحب کے رسالہ خاتم النبیین میں "دجالون کذابون" والی حدیث کے متعلق فرمایا۔

"وہ اس روایت میں تو آئندہ کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ تیس دجال آئینگے۔ اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ جو بھی دعوے نبوۃ کریگا وہ یقیناً جھوٹا ہی ہوگا" مرید تو پھڑک اُٹھے ہونگے کہ حضور نے کیا نکتہ لطیف فلسفہ کا بیان فرمایا۔ مگر سمجھدار لوگ یہ نکتہ سنکر حیران رہجاتے ہیں۔ کہ میاں صاحب کے متعلق کیا رائے قائم کیجاسکے۔ آیا یہ سمجھا جائے کہ ہر حدیث جتنے طریقوں سے مروی ہے۔ اور جو رسالہ خاتم النبیین میں بھی درج ہیں کیا درحقیقت میاں صاحب کو ان کا علم نہیں۔ اور میاں صاحب نے باوجود اپنی لاعلمی کے لا تقف ما لیس لک بہ علم۔ قرآنی حکم کے صریح خلاف یہ بات کہدی ہے۔ یا علم ہونے کے باوجود جان بوجھ کر صرف ایک طریق روایت کو مدنظر رکھ کر مریدوں کی آنکھوں میں خاک جھونکی ہے۔ اگر ایک طریق روایت میں مدعیان نبوت کے جھوٹا ہونے کی وجہ موجود نہ تھی تو دوسری روایت میں تو موجود تھی۔ جیسا کہ یہ روایت عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلعم انہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی الخ صاف ظاہر کرتی ہے کہ رسول کریم صلعم نے جن تیس اشخاص مدعیان نبوت کو دجال اور کذاب کہا۔ دوسری حدیث میں ان کے دجال اور کذاب ہونے کی وجہ بھی بیان فرمادی ہے۔ کہ کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ کہ ان میں سے ہر ایک مدعی ہوگا کہ وہ نبی ہے۔ مگر میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اب صاف ثابت ہے کہ "جو بھی دعوے نبوۃ کرے گا وہ یقیناً جھوٹا ہی ہوگا" کیونکہ وجہ جھوٹا ہونے کی محض دعوئے نبوت خود رسول کریم صلعم نے ٹھیرائی ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد نبی کوئی نہیں۔

یہ روایت رسالہ خاتم النبیین میں موجود ہے۔ مگر میاں صاحب کو اس سے کیا۔ انہیں تو اپنا الو سیدھا کرنا ہے۔ مریدوں کی آنکھوں پر پٹی باندھی ہے سو باندھ دی۔ اسی لئے وہ فرمایا کرتے ہیں۔ کہ مخالف لٹریچر اور کوئی نہ پڑھے صرف جواب دینے والے پڑھا کریں۔ تا یہ پٹی مریدوں کی آنکھوں پر مضبوطی سے بندھی رہے۔

میاں صاحب کی ڈائری

وہی ۱۷ جولائی کا الفضل۔ عجائبات کا مجموعہ۔ حضرت خلافت مآب میاں محمود کی ڈائری۔ مریدوں میں بیٹھکر کیسے خیالی پلاؤ پکائے جارہے ہیں۔ ملاحظہ ہو "مولوی محمد علی صاحب نے آئینہ صداقت کے خلاف جو ایک رسالہ "حقیقت اختلاف" نام کا لکھا ہے۔ اور ابھی شائع نہیں ہوا تھا۔ اس کے ذکر میں فرمایا "یہ سلسلہ باقی تھا۔ نبوت وغیرہ مسائل پر تو خوب بحث ہوچکی ہے۔ اس مجموعہ سے تاریخ سلسلہ مکمل ہو جائے گی۔ میرا یہ خیال ہے۔ کہ وہ انجمن میں جو اختلاف پیدا ہوا کرتے تھے ان کا ذکر کرینگے مگر اس کتاب میں مندرجہ واقعات سے انکار نہیں کر سکیں گے۔ خواہ مولوی محمد علی صاحب مخالفت میں کتنے ہی حد سے بڑھ گئے

ہوں - تاہم ان واقعات کی تردید کرنا مشکل ہے - اور ان کا جواب ایسا ہی ہوگا - جیسا کہ حضرت صاحب نے پنجابی کا ایک قصہ سنایا کرتے تھے - کہ ایک شخص اپنے کھیت کی باڑ لگا رہا تھا - دوسرے شخص نے کہا - کہ تمہاری پگڑی ٹیڑھی ہے باڑ کیوں لگاتے ہو سیدھی کرکے لگاؤ - وہ اس نے کہا "تم نے بھی تو اپنی لڑکی کا نکاح کیا ہی تھا - پہلے نے کہا ان دونوں باتوں کا تعلق کیا ہے - دوسرے نے جواب دیا باتوں سے ہی باتیں نکلتی ہیں - اسی طرح مولویصاحب نے اصل واقعات کو چھوڑ دیا ہوگا - اور اور بحثوں میں پڑ گئے ہونگے "، کیسا مزیدار خیالی پلاؤ ہے - میاں صاحب تو شاید اپنی علو شان کی وجہ سے مخالف لٹریچر نہ پڑھتے ہوں اور مرید پیر کے حکم کے ماتحت نہ پڑھتے ہوں - لیکن اگر میاں صاحب نے اتفاقیہ رسالہ حقیقت اختلاف پڑھا ہوگا تو جو کچھ ان کے قلب کو واقعات حقہ پڑھ کر صدمہ ہوا ہوگا - اسکا حال خدا ہی جانتا ہوگا - وہ ظاہر تو کیوں کرنے لگے - مرید دل میں بیٹھ کر کیا مزے مزے کے بھولے پن کے ساتھ انکلیں دوڑاتے ہیں - اور خوش ہوتے ہیں - وہ مولویصاحب نے اصل واقعات کو چھوڑ دیا ہوگا - اور اور بحثوں میں پڑ گئے ہونگے - یا شاید مریدوں کی آنکھوں کی پٹی زیادہ کسکر باندھنے لگے ہونگے - کیونکہ اندیشہ تھا کہ رسالہ حقیقت اختلاف بہت سے رازہائے مخفی کو طشت از بام کریگا - اس لئے احتیاطاً ایسی باتیں پہلے سے مریدوں کے کانوں میں ڈال رکھنی مفید مطلب تھیں اس لئے پنجابی کا چٹکلہ بھی سنایا - جسے سن سن کر مرید سر دھنتے ہونگے - ان سب سے بڑھکر ایڈیٹر الفضل کا وہ ریمارک ہے - جو اس نے اس تقریر کے آخر میں کیا ہے - کہتا ہے "واقعات نے مولویصاحب کے جواب کو ایسا ہی ثابت کیا" اس کا جواب یہی ہے - کہ لعنت اللہ علی الکاذبین - اور سب کہو آمین - اس قسم کی جھوٹی خوشامد اور ذلیل کاسہ لیسی کرتے وقت یہ خیال بھی نہ آیا کہ دنیا میں آئینہ صداقت اور حقیقت اختلاف دونو موجود ہیں اگر کوئی شخص انہیں ذرا بھی انصاف سے پڑھیگا تو میری اخلاقی حالت کا کیا اندازہ کریگا - اور اس ریمارک پر اس کے دل سے کسقدر نفرین نکلے گی !

سیوا سنگھ کی سیوا

گذشتہ سے پیوستہ

۱۲ - سیوا سنگھ نے نہ صرف یہ کہ گورو انگد صاحب والی جنم ساکھی ہی میں اس بات کا (چولہ صاحب کا) ذکر نہیں بلکہ متقدمین یا موخرین سکھ مصنفین میں سے کسی نے بھی کسی چولے کے آسمان سے اترنے کا ذکر کسی مستند تاریخ میں نہیں کیا - جس سے ظاہر ہے کہ مزائی پارٹی کا یہ محض من گھڑت ڈھکوسلہ ہی نہیں بلکہ سکھوں پر ایک طرح کا اتہام ہے " مستند یا غیر مستند کا تو فیصلہ آپ کریں ہمیں صرف یہ ثابت کر دینا ہے کہ متقدمین و موخرین سکھ مصنفین نے چولہ صاحب کا ذکر کیا ہے - چولہ صاحب کے وجود سے تو آپ کو انکار نہیں کیونکہ آپ اپنے مقدمہ میں دو سکھ مصنفین کی شہادت سے تسلیم

کر چکے ہیں - فرق صرف اسقدر ہے کہ آپ اسکو حاکم بغداد کی طرف سے ملنا تسلیم کرتے ہیں - اور حضرت مسیح موعود نے اسکو خدا کی طرف سے الہی تحریر منزل من اللہ کہا ہے - اب ہمیں یہ ثابت کرنا ہے کہ متقدمین و موخرین سکھ مصنفین نے چولہ کا آسمان سے اترنا یعنی من جانب اللہ ملنا تسلیم کیا ہے - متقدمین سے دیکھو ساکھی مطبوعہ آفتاب پنجاب لاہور باہتمام دیوان بوٹا سنگھ ۱۸۸۴ء یہ ساکھی آپ کی مستند ساکھیوں والی سے پچاس سال پہلے کی چھپی ہے اور آج اسکو پچاس سال سے زیادہ ہو گئے - موخرین سے دیکھو ساکھی مطبوعہ رائے صاحب منشی گلاب سنگھ ۱۹۱۲ء عرب دیش کا بیان - اور دیکھو متقدمین سے نانک پرکاش قلمی مصنفہ بھائی سنتوکھ سنگھ جی سمت ۱۹۱۳ بکرمی اور موخرین سے اردو کی ساکھی مطبوعہ نول کشور ۱۹۱۱ء ان سب ساکھیوں میں چولہ صاحب کو آسمان سے اترا ہوا تسلیم کیا گیا ہے آخری حوالہ جو ساکھی ۱۹۱۱ء کا دیا ہے اس میں مگر ہر سہ ساکھیوں سے صرف اتنا اختلاف ہے کہ اسمیں لکھا ہے کہ چولہ آسمان سے آیا تھا اور پھر آسمان ہی پر واپس چلا گیا پھر نہیں آیا اور باقی تینوں میں اترنے کا ذکر ہے لیکن پھر آسمان پر جانے کا ذکر نہیں بہرحال بحث کا اتنا حصہ کہ چولہ آسمان سے اترا تھا ان چاروں سے ثابت ہوتا ہے -

۱۳ - سیوا سنگھ جی ایک جنم ساکھی میں ایک چولہ کا آسمان سے اترنے کا ذکر ہے - وہ کیکسٹن پریس اور مفید عام پریس میں چھپی ہے جو سکھوں کی ملکیت نہیں - جس سے اس ساکھی کی تحریر کے ذمہ وار کسی طرح بھی سکھ مانے یا گردانے نہیں جاسکتے ہیں

ایک ہی نہیں بلکہ متعدد ساکھیوں سے چولہ صاحب کا منزل من اللہ ہونا ثابت ہے چنانچہ چار ساکھیوں کے حوالے سے بحث مذکورہ میں ثابت بھی کر دیا ہے - اور دو تو آپ کے اعتراض میں مذکور ہیں گو آپ اس کا نام ایک رکھتے ہیں - یعنی ایک کیکسٹن پریس میں طبع شدہ اور دوسری مفید عام میں - اگر سوا اس ایک ساکھی کے کہ جس کا حوالہ حضرت مسیح موعود نے دیا ہے کسی دوسری ساکھی میں اس کا ذکر نہ ہوتا تب بھی حضرت صاحب پر کوئی الزام عاید نہیں ہو سکتا - کیونکہ آپ کے سامنے ایک گورمکھی کی ساکھی موجود ہے - جو نہ آپ نے اور نہ آپ کی جماعت سے کسی نے بنائی ہے اور نہ ہی کسی دوسرے مسلمان کی تصنیف ہے بلکہ سکھ یا بقول آپ کے کسی ہندو کی تصنیف ہے حضرت مرزا صاحب کو اسکے زندہ ثبوت کا پتہ لگتا ہے آپ خود وہاں جاتے ہیں اسکو دیکھتے ہیں پھر اسکے متعلق جو پرانی تحریر وہاں کے مجاوروں کے پاس ہے اس کو پڑھواتے ہیں اس ساری تفتیش کے بعد آپ اپنی رائے کا اظہار فرماتے ہیں - اور پھر باوجود اس چولہ صاحب کو قدرت کا بنا ہوا تسلیم کرکے قدرت کے منکروں اور محض عقل پر بھروسہ کرنے والوں کے لئے یہ بھی بتا دیا کہ ممکن ہے کہ چولہ کا نقشہ کشفی طور پر دکھایا گیا ہو اور بذریعہ الہام اسکے مطابق بنا لیا گیا ہو - چنانچہ آپ کے اشعار مندرجہ ذیل قابل ملاحظہ ہیں ‪+‬

ہوا غیب سے ایک چولہ عیاں ‖ خدا کا کلام اسپہ تھا بیگماں
شہادت تھی اسلام کی جابجا ‖ کہ سچا وہی دین ہے اور رہنما
یہ لکھا ہے اس میں بخط جلی ‖ کہ اللہ ہے ایک اور محمد نبی
ہوا حسکہ یہ ان کو اے نیک مرد ‖ اتر جائیگی اس سے وہ ساری گرد

جو پوشیدہ رکھنے کی تھی اک خطا
یہ ممکن ہے کشتی ہو یہ ماجرہ
پھر اس طرز پر یہ بنایا گیا
مگر یہ بھی ممکن ہے اے پختہ کار
کہ پردہ میں قادر کے اسرار ہیں
تو یک قطرہ داری ز عقل و خرد
اگر بشنوی قصہ صادقاں
تو خود را خردمند فہمیدۂ
ست بچن۔

یہ کفارہ ہے اس کا اے باوفا
دکھایا گیا ہو بحکم خدا
بحکم خدا پھر لکھایا گیا
کہ خود غیب سے ہو یہ سب کاروبار
کہ عقلیں وہاں ہیچ و بیکار ہیں
مگر قدرتش بحر بے حد و عد
مجنباں سر خود چو مستہزیاں
بمقامات مرداں کجا دیدۂ

اور پھر بھائی جی جب آپ اجڑے ہوئے کھیت کو معہ پھل پھول برگ شاخ وغیرہ کے آن واحد میں سر اہبرا ہونا سورج ڈھلنے کے باوجود ایک درخت کا سایہ نہ بدلنا۔ دریا میں غوطہ لگا کر گورو صاحب کا ۳ روز تک معہ جسم کے (سچ کھنڈ) آسمانوں پر جانا پھر واپس آنا۔ اور بیسیوں ردیوں اخروٹیوں کا غیب سے آپڑنا وغیرہ وغیرہ تسلیم کرتے ہیں تو ایک چولہ کو آسمانی یا الہامی ماننے میں آپ کو کیوں پس و پیش ہے

سیوا سنگھ۔ جس ساکھی سے چولہ کا حوالہ مرزا صاحب نے دیا ہے اس میں لکھا ہے کہ اس چولہ پر عربی فارسی ترکی سنسکرت ہندی پانچ زبانوں کے حروف لکھے ہوئے ہیں۔ مگر جو چولہ پیش کیا جاتا ہے اس پر صرف عربی کے الفاظ ہیں۔ ساکھی کے عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ بھائی بالا حالات لکھوانے میں اپنی طرف سے یہ کہتا ہے کہ اسمیں پانچ زبانوں کے حروف تھے مگر آگے عبارت یوں ہے کہ جب لوگوں نے پاس آکر اچھی طرح دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس پر تیس سپارے قرآن کے ہیں پھر جا کر بادشاہ کو کہا کہ اس کے چولہ پر تیس سپارے قرآن کے ہیں۔ اول تو بھائی بالا اس سفر میں ساتھ نہ تھا۔ پھر اگر تسلیم بھی کیا جائے تو بالا کی اکیلی شہادت اس کثیر جماعت کی شہادت کے مقابلہ میں غیر معتبر یا ناویل طلب ٹھہرتی ہے۔ اس موقعہ پر ایڈیٹر لایل گزٹ اپنی تصنیف تکذیب قادیانی میں لکھتے ہیں کہ "چونکہ ان لوگوں کو صرف عربی زبان آتی تھی اس لئے انہوں نے عربی حروف کو دیکھ کر قرآن لکھا ہوا تصور کیا" مگر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا بھائی بالا سنسکرت فارسی عربی ترکی سب زبانیں جانتا تھا کہ اس نے سب زبانوں کے حروف پہچان لئے۔ جہاں یہ بات مخفی نہیں کہ اور بہت سے واقعات سکھوں کے نزدیک ساکھیوں میں غیر معتبر ہیں وہاں اگر اس پانچ زبانوں والے جملہ کو غیر معتبر سمجھ لیں تو کیا حرج ہے۔ کیونکہ اس کے زندہ ثبوت نے اسکی نفی ثابت کر دی کہ در اصل اس چولہ پر عربی عبارت ہی ہے۔

سیوا سنگھ۔ مرزائی پارٹی جس چولہ کا خاکہ شائع کر رہی ہے۔ بقول ان کے وہ ڈیرہ بابا نانک میں [illegible] اور ڈیرہ بابا نانک والا چولا ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حاکم بغداد کی طرف سے ملا ہوا ہے۔ پھر اس چولہ کی بناوٹ ایک معمولی نگاہ سے قائم کر دیتی ہے۔ کہ وہ تمام کپڑوں کی طرح ایک کپڑا ہے۔ اور انسانی ہاتھوں کا بنا ہوا ہے اس میں کوئی ایسی خدائی اور خوبی نہیں جو اسکو خدا کے ہاتھ سے بنا ہوا ثابت کرے۔ وہ مرزائی جو قرآن کو [illegible] ہے ان بلا ثبوتوں اور بے سروپا داستانوں سے

لیکن آپ کتاب کو خدائی کلام تسلیم کر لیتے ہیں۔ ان کے دماغ اس معمولی صناعی سے بنائے گئے کپڑے کو خدا کے ہاتھوں سے بنایا جانا تسلیم کر سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ ہمارے لئے عقل رہنما ہے۔ وہ ایسے معتقد نہیں اعتقاد نہیں رکھ سکتے۔

جس طرح آپ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ چولہ صاحب حاکم بغداد کا عطیہ ہے اسی طرح ہم بھی پچھلے پرچہ میں آپ ہی کی کتب سے ثابت کر چکے ہیں کہ یہ الٰہی عطیہ ہے۔ اب ہم مزید ثبوت دیتے ہیں۔ مگر کسی پرانی تحریر سے آپ چولہ کو حاکم بغداد سے ملا ثابت نہ کر سکیں گے۔ جستقدر پرانی تحریرات اس کے متعلق ہیں ان سب میں اسکو منزل من اللہ بیان کیا گیا ہے۔ نئی تحریروں میں کسی نے تو اسکو حاکم بغداد سے ملا بیان کیا ہے۔ اور کسی نے آسمانی عطیہ تسلیم کرکے پھر واپس آسمان پر چلے جانا تسلیم کیا ہے۔ آپ کا زیادہ زور بھائی گیان سنگھ جی کی تصنیف تواریخ خالصہ کے حوالہ پر ہے۔ لیکن واضح رہے کہ تواریخ خالصہ کے حوالہ سے ڈیرہ بابا نانک والا چولہ ہرگز ہرگز وہ نہیں جو حاکم بغداد کی طرف سے ملا تھا۔ آپنے تواریخ مذکور کے صفحہ ۴۳۹ و ۴۴۰ کا جو حوالہ پیش کیا ہے۔ انکی صحیح عبارت بزبان گورمکھی حسب ذیل ہے۔

اک پیرن بڑے چنگے ریشمی کپڑے اُتے آئیتاں قرآن دیاں کڈھ کے بیگم نے آپ تیار کیتا .... ص ۴۳۹
تاں او چولہ خلیفے نے بابے دے گل وچ پا دتا ص ۴۴۰
ہن جو چولہ ڈیرہ بابا نانک دے عطر سنگھ ویدی دے گھر ہے جے اوس اوتے نقاشی دیاں آئیتاں ہن تاں اوہو ہے جے چھاپے دیاں ہن تاں کسے ہور مسلمان فقیر دا ہے۔ تے نالے اُس چولے اوپر سبھناں علماں دے اکھر ہونے چاہیدے ہن۔ کیونکہ جنم ساکھی وچ سارے علم ہونے لکھے ہن .... حاشیہ صفحہ ۴۴۰

ترجمہ۔ ایک پیراہن بہت عمدہ ریشمی کپڑے پر آیات قرآنی نقش کرکے بیگم نے خود تیار کیا ص ۴۳۹۔
تب وہ چولہ خلیفہ نے بابا نانک جی کے گلے میں پہنا دیا ..... صفحہ ۴۴۰
اب جو چولہ ڈیرہ بابا نانک میں عطر سنگھ ویدی کے گھر ہے۔ اگر اسپر نقاشی کی آیات ہیں تو وہی ہے۔ اور اگر چھاپے کی ہیں تو کسی اور مسلمان فقیر کا ہے۔ اور نیز اس چولہ پر سب علموں کے حروف ہونے چاہئیں۔ کیونکہ جنم ساکھی میں سارے علوم ہونے لکھے ہیں .... حاشیہ ص ۴۴۰

عبارت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ بغدادی چولہ میں یہ باتیں تھیں۔
۱۔ ریشمی کپڑے پر نکالا گیا۔ مگر ڈیرہ بابا نانک والا چولہ سوتی کپڑہ کا ہے۔
۲۔ اسپر سب علوم کے حروف تھے۔ مگر ڈیرہ بابا نانک والے چولہ پر آیات قرآنی کے سوا اور کسی زبان کا حرف تک نہیں۔
پس ثابت ہوا کہ ڈیرہ بابا نانک والا چولہ وہ نہیں جو بقول آپ کے

حضرات۔ اسی درد دین نے "دار التبلیغ" کی بنیاد ڈالی۔ "الاسلام" ماہوار رسالہ اسی ضرورت سے جاری کیا جا رہا ہے۔ یہ کسی تنہا شخص کا کام نہیں جب تک تمام افراد قوم ہمت نہ کریں اور اپنی کمائی کا ایک حقیر حصہ اس کار خیر میں صرف نہ کر دیں۔

انجمن تبلیغ الاسلام فی الہند

اسی طرح پر سرزمین لکھنؤ سے ایک اور انجمن کے قیام کی اطلاع ہمیں موصول ہوئی ہے۔ جس کی زیر ہدایت ایک رسالہ اردو اور ہندی بھاشا دیوناگری میں شائع ہوا کرے گا۔ علاوہ بریں یہ انجمن ایک سلسلہ تصانیف شائع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے جس کی اصل غرض و غایت اچھوت ذاتوں اور اہل ہنود میں علوم اسلامی کی ترویج مرکوز ہو گی۔ محمد محفوظ الرحمن صاحب جو اس کے ناظم ہیں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی جماعت اسلام کی اشاعت فی المغرب میں جو جدوجہد کر رہی ہے۔ اسکا دلی شکریہ پیش کرتا ہوں۔ آپ حضرات کی ان جوانمردیوں سے متاثر ہو کر چند دردمند دوستوں کو یہ محسوس ہوا کہ ہندوستان جیسے براعظم میں جہاں ہم آباد ہیں اور جہاں کروڑوں کی تعداد میں خدا کے بندے ایسے ہیں جو ہدایت کے راہ سے جدا جا رہے ہیں۔ ان کو اسلامی تعلیمات کی مشعل دکھا کر صراط مستقیم پر لانا ہمارا مذہبی فرض ہے۔ اس بنا پر ٢٦ اگست ١٩٢٥ء کو مسجد محلہ مولویانہ قصبہ ڈاکخانہ لکرام ضلع لکھنؤ میں ایک انجمن بنام تبلیغ الاسلام فی الہند قائم کی گئی۔ جس نے صرف اپنے دو مقاصد رکھے ہیں۔ ہندوستان کے اندر غیر مسلم اقوام میں بذریعہ تحریر و تقریر محاسن اسلام کو بغیر دیگر مذاہب پر طعن و لعن کئے ہوئے ناگری بھاشا و خط ناگری میں پیش کرنا اور بزبان اردو مسلم بھائیوں کو احکام مذہبی پہنچانا اور محاسن اسلام سے واقف کرنا۔ دوسرے نومسلم حضرات کے لئے ایک ایسی تربیت گاہ تیار کرنا جہاں ان کو مذہبی ضروری تعلیم بھی دیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ کوئی ہنر بھی اُن کو ایسا سکھا دیا جائے جس سے وہ کمینہ پیشہ اور ذلیل کاموں کے اختیار کرنے سے محترز رہیں۔

الحمد للہ کہ آپ کی جماعت اس خلاصہ رسالت کی غرض کو پورا کر رہی ہے۔ اور اسی کی سرانجام دہی کے لئے تبلیغ الاسلام اُٹھی ہے۔ امید ہے۔ کہ آپ کی جماعت اس کام میں اس انجمن کو اپنا شریک کار سمجھ کر اس کو مفید مشوروں سے امداد کرے گی اور کار لائقہ سے ہمیشہ یاد کرتی رہے گی۔

آج کل غازی خواجہ کمال الدین صاحب کہاں ہیں۔ امید ہے۔ کہ جواب سے جلد مطلع کیجئے گا۔

طریق اشاعت

ہمیں ایک طرف تو یہ خوشی ہے۔ کہ مسلمان اس فرض منصبی کیطرف متوجہ ہوئے ہیں۔ جس پر رسول عربی نے اس توحید کے متوالے نے باطل و اوہام پرستی کو پاش پاش کرنے والے نے ہمیں چلایا تھا۔ اور جس نے ہمیں تلقین کی کہ اس پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا جاوے۔ اسکا اسوہ حسنہ ہمیں کیا سبق سکھاتا ہے۔ دنیا میں وہ اکیلا ہے بے یار و مددگار رہتے۔ عرب کے سردار اس پر ناراض ہیں کہ ہمارے بتوں کی توہین و بے حرمتی نہ کرو۔ مگر وہ شیدائی رب العزت جسکی ذات کا جلوہ اسپر پرتوہ فگن ہو چکا ہے۔ کب ان کی ملامت کی پرواہ کرتا ہے۔ اسے ہر قسم کی اذیتیں دی جاتی ہیں۔ مسلم الفطرت عرب جو حق کے طالب ہیں۔ اسکا ساتھ دینا شروع کرتے ہیں۔ اور جونہی وہ جام وحدت کو نوش کرتے ہیں۔ اسی نشہ میں ایسے سرشار ہو جاتے ہیں۔ کہ بالو ریت پر لٹایا جانا۔ پتھروں کا ان کے سینوں پر رکھنا مال و املاک کا غصب ہونا۔ ایسی ایسی اذیتوں کا پہنچایا جانا کہ جن کا تذکرہ رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ آوارہ وطن ہونا یہ سب کچھ تھا۔ مگر ان کا عالم محویت بدستور تھا اور اسلام اور اخلاص کی ترقی تھی۔ بات صرف یہ تھی۔ کہ اپنے مالک حقیقی کی پرستش کرو اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بتوں کی پوجا چھوڑ دو۔ اس مالک یوم الدین کیطرف رغبت کرو۔ اس کے احکام پر چلو اس کی رضا جوئی کرو اور ان معبودان باطل کو خیرباد کہو جنہیں تمہارے ہاتھوں نے تراش کر تیار کیا ہے۔ اس خالق کی اطاعت اختیار کرو۔ نہ ان کی جو تمہاری مخلوق ہیں۔

الغرض وہ زمانہ آیا۔ کہ نبی کریم کے ساتھ ایک خاص جماعت ہو گئی ان کے دلائل اور تعلیم کے آگے سب کی گردنیں خم تھیں۔ مگر چونکہ بات جاتی تھی۔ جس پر قوم دیگر وہ مخالفت پر تل گئے تھے۔ اس لئے ضد اور ہٹ دھرمی انہوں نے اپنا شیوہ بنا لیا۔ اور دوسری چالوں سے انہیں تبلیغ و ہدایت سے علیحدہ کرنا چاہا۔ انہوں نے کہا کہ اگر تمہیں خوبصورت بیویاں چاہئیں تو عرب میں سے جو تمہیں پسند ہوں وہ انتخاب کر لو۔ اگر تمہیں سیم و زر درکار ہو تو آپ کے سامنے ڈھیر لگا دئے جائیں۔ مگر انہوں نے وہی جواب پایا جس کی بعض ثقہ آدمی ان میں سے توقع کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں پر چاند لا کر رکھ دو۔ تو بھی میں اس کام سے نہیں رکوں گا۔ ایسے سخت جواب کا نتیجہ ہوا کہ ان کی سختی اور درشتی کی آگ اور بھڑک اٹھی۔ جس کے بعد ان جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ جس میں مشرکین نے پورے جوش کے ساتھ ان مٹھی بھر توحید کے پرستاروں کو تباہ کرنے کی سعی بے سود کی۔ مذہبی آزادی اور خیالات کی آزادی تو ان کے نزدیک ایک موہوم چیز تھی۔ ابو جہل اور اس کے ہمخیال کہاں گوارا کرتے تھے کہ کوئی اپنے رنگ میں عبادت کرے۔ مگر اس ساری کشمکش کا ماحصل خونریزی کا ماحصل یہ ہوا۔ کہ جب مکہ سے انہیں نکلنا پڑا اور دشت غربت کی پناہ لی تو اسی کے

میں وہ مظفر و منصور علم بردار توحید کے ساتھ داخل ہوئے جس کعبہ کو وہ پاک و مطہر کرنا چاہتے تھے اور اس کے واسطے وہ ترستے تھے اب اس کو بتوں سے صاف کیا۔ اور وہی شقی یہ نظارہ دیکھ رہے ہیں۔ مگر بول نہیں سکتے۔

عیسائیوں میں اولین تفریق

جس طرح اہل یہود نے کتب سماوی میں لفظی اور معنوی تحریف کر کے مذہب کو کچھ کا کچھ رنگ دے دیا تھا۔ اور احکام الٰہی کو اپنی طرف یا اپنے مطابق توڑ موڑ کر اوہام باطلہ کی از سر نو پیروی شروع کر دی تھی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پھر توحید کا رنگ چڑھانا چاہا۔ تو انہیں سخت ناگوار گذرا اور انہوں نے اس پیغام کو روکنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ حتیٰ کہ وہ وقت آیا جب اس خدا کے پاک بندہ کو صلیب پر چڑھا دیا گیا۔ اور انہیں ہجرت کرنی پڑی۔ انجیلیں تباہ کر دی گئیں۔ موقعہ پا کر شاگردوں نے اپنے خیال کے مطابق جس طرح واقعات انہیں یاد رہے قلمبند کر دیئے۔ کچھ مدت تو وہ لوگ جنہیں مسیح علیہ السلام احکام الٰہی کی تلقین کرتے رہے تھے۔ اپنے اندر اسی دین پر قائم رہے اور اسی شریعت کی پیروی کرتے رہے۔ ان کے زخم خوردہ قلوب اپنے نبی کی محبت سے لبریز تھے۔ جوش عقیدت اور خوف حکومت نے ان کو اپنے دین کی تنظیم نہ کرنے دی۔ ممکن تھا کہ ان ایام میں وہ بائیبل کا صحیح ترین نسخہ مرتب کر لیتے لیکن اس نہ کیا اور تو سب کچھ داخل کر لیا گیا۔ مگر مسیح کے اصل الفاظ رہ گئے۔ جیسے موجودہ مفسرین انجیل کی شہادتیں فیصلہ کا حق دیتی ہیں۔

پشت در پشت یہ سلسلہ جاری رہا۔ حتیٰ کہ عیسائی راہبوں نے سلطنت روم کے مختلف حصوں میں اپنے عقائد کی اشاعت کی۔ جس کا لازمی نتیجہ تھا کہ فلسفہ یونان کے ساتھ اس کا تصادم ہو۔ اس دوران میں مسیحیوں کے دو بڑے بڑے مختلف الخیال سکول تھے۔ دونوں کے درمیان بحث و مباحثہ کا بازار خوب گرم رہتا تھا۔ اور وجہ مخاصمت یہ تھی کہ مسیح کی ذات کو کیا حیثیت دی جاوے۔

ایتھانیاشس جو کلیسیا کا مقتدر لیڈر تھا۔ وہ تو مانتا تھا کہ مسیح اپنے خداوند کی طرح بالکل اس کے ہم وجود ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانتے تھے۔ ان کے بالمقابل وہ سکول تھے جن کو آریس ماننے والے تھے۔ اور جن کا یہ عقیدہ تھا کہ مسیح بذات خود تو خداوند کی طرح نہ تھے مگر اس کے مظہر تھے۔ یعنی ایک فرقہ تو انہیں الوہیت کا رتبہ دیتا تھا۔ اور مخالف اس کی الوہیت کے قائل نہ تھے۔ ایک تو مذہب کے اندر تمام رہبانیت اور بدعات داخل کر چکے تھے۔ اور دوسرے اسکو بالکل صاف رکھنا چاہتے تھے۔ اور ... کی تمام مخالفانہ کارروائی اور پادریوں کے اتحاد کا قلع قمع کرتے تھے۔

ایک خط کا جواب

ہمارے ایک محترم مہربان ازالہ اوہام میں سے چند مقامات جن کو وہ بظاہر تطبیق نہیں دے سکے۔ نمبروار تحریر فرما کر حیرانی ظاہر کی ہے کہ حضرت مسیح الزمان کے کلام میں بہت سی ایسی باتیں ہیں کہ ہم لوگوں کے فہم سے بالاتر ہیں۔ اور بغیر توضیح اور تشریح اہل علم کے سمجھ میں نہیں آ سکتیں۔ اور پھر انہیں [illegible] چند سوالات مترتب کئے ہیں۔ وھو ھذا

(۱) حضرت ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۱ پر فرماتے ہیں۔ اول تو یہ جاننا چاہیئے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے۔ جو ہمارے ایمانیات کی کوئی جزو یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو۔ بلکہ صدہا پیشگوئیوں میں سے یہ ایک پیشگوئی ہے۔ جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔

(۲) پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۰ پر فرماتے ہیں۔ اگر آپ حق پر ہیں۔ تو یہ دعا قبول ہو جائے گی۔ کیونکہ اہل حق کی دعا مبطلین کے مقابل قبول ہو جایا کرتی ہے۔

(۳) پھر صفحہ ۱۹۹ پر فرماتے ہیں۔ اور میرا یہ بھی دعوےٰ نہیں۔ کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہو گیا ہے۔ بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے۔ کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار بھی مثیل آ جائیں۔

(۴) پھر صفحہ ۲۱۷ پر فرماتے ہیں۔ نہیں صحیح ہو کہ درحقیقت اگر غور کر کے دیکھو تو جس قدر انبیاء دنیا میں بھیجے گئے ہیں۔ وہ اسی غرض سے بھیجے گئے ہیں کہ لوگ ان کے مثیل بننے کے لئے کوشش کریں۔ اگر ہم ان کی پیروی کرنے سے ان کے مثیل بن سکتے ...... تو اس صورت میں انبیاء کا آنا بے فائدہ اور ہمارا ان پر ایمان لانا بھی عبث ہے۔

(۵) پھر صفحہ ۵۸۴ پر فرماتے ہیں۔ اور ہم یہ بات کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں۔ کہ خاتم النبیین کے بعد مسیح ابن مریم کا آنا فساد عظیم کا موجب ہے۔ اس سے یا تو یہ ماننا پڑیگا کہ وحی نبوت کا سلسلہ پھر جاری ہو جائیگا۔ اور یا یہ قبول کرنا پڑے گا کہ خدائے تعالیٰ مسیح ابن مریم کو لوازم نبوت سے الگ کر کے اور محض ایک امتی بنا کر بھیجے گا۔ اور یہ دونوں صورتیں ممتنع ہیں۔

(۶) پھر صفحہ ۵۷۷ پر فرماتے ہیں۔ ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے۔ کہ اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے۔ اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے۔ اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے۔ کہ اب جبرائیل بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے وحی لانے سے منع کیا گیا ہے۔

یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں۔ تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے رسول صلعم کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا۔

اب ان مقولات کے دیکھنے سے یہ اشتباہ پیدا ہوتے ہیں۔

سوال ۵: اگر نزول مسیح کا عقیدہ ضروریات دین میں سے نہیں ہے تو پھر حضرت مرزا صاحب کی پیروی اور ان پر ایمان لانا کیوں ضروری نہ ہوا؟

جواب: ہم بتا چکے ہیں کہ یہ ایک پیشگوئی ہے۔ کہ مسیح آئیگا۔ اور یہ ایمانیات کا کوئی جزو یا ہمارے دین کے ارکان کا حصہ تو نہیں ہے۔ کہ جب تک مسیح موعود نہ آئے تب تک دین اسلام کامل نہیں ہے۔ مگر ہاں مسیح موعود کو نہ ماننے سے ان احادیث کا انکار لازم آئے گا جن میں ان کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ اس لئے مومن کے لئے ضروری ہے۔ کہ مسیح موعود کو مان لے تا ان احادیث کی تکذیب اس سے عملاً سرزد نہ ہو۔

سوال ۶: اگر اہل حق کی دعا مبطلین کے مقابلہ میں قبول ہو جایا کرتی ہے تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری وغیرہ کے خلاف حضرت مرزا صاحب نے بہت دعائیں کیں مگر ان کا ظہور نہ ہوا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: یہاں یہ فرمایا ہے۔ کہ اہل حق کی دعا مبطلین کے مقابلہ میں قبول ہو جایا کرتی ہے۔ وہ بالمقابل دعا کی صورت متعلق ہے۔ مسیح موعود کے معاندین جنہوں نے بالمقابل آپ کے دعا مانگی۔ ان کے مقابل حضرت مسیح موعود کی دعا قبول ہوئی۔

سوال ۷: اگر مثیل مسیح بہت سے عام ہیں۔ اور ہم بہت سے ہر ایک کی اطاعت کرنے کی فرصت کہاں۔ قرآن و حدیث سے [illegible] ان کی [illegible] کی وہ قدر جیسا وعدہ کیا جاتا ثابت ہوتی؟

جواب: مثیل مسیح تو بیشک بہت سے عام ہیں کیونکہ امت محمدیہ میں بہت سے مثیل مسیح ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
من نمی گویم کہ من عیسیٰ ثانی ستم

مگر مثیل مسیح جو موعود ہے وہ سب سے الگ ہے۔ اور وہ حضرت مرزا صاحب ہی ہیں۔ دوسرے مثیل مسیحوں کی اطاعت بھی ایسی ہی واجب ہے۔ جیسے کہ اولیاء اللہ کی اطاعت تزکیہ نفس اور تعلیم قرآن حاصل کرنے کے لئے واجب ہے۔

سوال ۸: اگر محض پیغمبروں کی پیروی کرنے سے لوگ ان کے مثیل کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں تو مثیل اصل کے برابر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مقتدی مقتدا کے برابر نہیں ہو سکتا پھر اس شعر کے کیا معنے ہوئے

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

بلکہ اس سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اصل مسیح بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں۔ جن کے اتباع کے سبب ان کے مثیل عام لوگوں سے برتر ہو جاتے ہیں؟

جواب: بیشک مثیل اصل کے برابر تو نہیں ہو سکتا لیکن کارناموں کے لحاظ سے بجز نبوت کے ایک غیر نبی ایک نبی پر جزئی فضیلت حاصل کر سکتا ہے۔ اور اس شعر کے یہ معنے تو نہیں کہ ابن مریم کوئی چیز ہی نہیں۔ یا اس کا نام لینا ہی اب ترک کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ یہ تو قرآن مجید کے بھی خلاف ہے۔ قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات سے بھرا پڑا ہے پھر اس کے ترک کرنے سے تو قرآن مجید کو ترک کرنا پڑتا ہے۔ مطلب اور مراد اس شعر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و شوکت ظاہر کرنی ہے۔ اور بس۔ یا یہ کہ جو ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ ابن مریم ہی آسمان سے نازل ہوگا تو سب کام کرے گا۔ یہ ذکر چھوڑ دو۔ یہ ذکر خلاف قرآن ہے۔ یہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر النبیین اور خاتم النبیین ہیں۔ اس لئے ابن مریم کا آنا کسی طرح بھی امت محمدیہ کے لئے بہتر نہیں۔ احمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام کا آنا ہی ابن مریم سے بہتر ہے۔ اور اس سے شان و شوکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بڑھتی ہے۔

باقی آئندہ

المدد

مجھے عرصہ سے قرآن مجید باتجوید اور ترجمہ و تفسیر پڑھنے کا شوق ہے۔ اور چونکہ ہندوستان میں کوئی ایسی درسگاہ معلوم نہیں ہے۔ اس لئے میری خواہش ہے۔ کہ مکہ یا مدینہ چلا جاؤں جہاں غالباً میری یہ خواہش اچھی طرح پوری ہو جائے گی۔ مگر چونکہ زاد راہ کا محتاج ہوں بذریعہ اخبار ہذا صاحبان وسعت کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ کوئی صاحب مجھے جدہ تک یا مکہ تک پہنچا دے بشرط زندگی جب تک مکہ میں رہوں گا ہمیشہ معاونین کے لئے دعائے مغفرت مانگا کروں گا۔ میرے خیال میں مکہ کے کرایہ کے عوض بیت الحرم میں دعا بہت سستا سودا ہے۔

العارض

زین العابدین طالب علم ساکن شروان معرفت مولوی محمد یٰسین صاحب۔ داتہ۔ مانسہرہ۔ ہزارہ

چند مغالطوں کا ازالہ

از قلم شیخ محمد الغیب صاحب

(سلسلہ کے لئے دیکھو اخبار پیغام صلح مورخہ ۱۳ اگست ۴۲ء)

دوسرا امر مسئلہ نبوت ہے۔ جس پر قریب تیس سال سے بہت کچھ بحث ہو رہی ہے۔ اور حضرت مولوی محمد علی صاحب پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے اس معاملہ میں اپنا عقیدہ تبدیل کر کے حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت سے انکار کر دیا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ مولوی صاحب کا نبوت کے بارہ پہلے کچھ اور عقیدہ تھا اور اب کچھ اور۔ اور جناب میاں صاحب شروع سے اب تک ایک ہی عقیدہ پر قائم ہیں۔ اور کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی۔ مگر جیسا کہ میں نیچے جناب میاں صاحب اور دیگر علماء و مصنفین سلسلہ احمدیہ کی جو اب میاں صاحب کے ہم عقیدہ ہیں۔ اُسوقت کی تحریروں سے دکھاؤنگا۔ کہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے اور یہ سخت تعجب کی بات ہے۔ کہ جو الزام حضرت مولوی صاحب پر تبدیلیٔ عقیدہ کا لگایا جاتا ہے۔ وہ دراصل انہی لوگوں پر عاید ہوتا ہے۔ مولوی صاحب نے لفظ نبی اپنی تحریرات میں بیشک استعمال کیا۔ مگر انہی معنوں میں جو اُسوقت یہ لوگ بیان کرتے تھے۔ اور ساری جماعت کا ایک ہی عقیدہ بالاتفاق سمجھا جاتا تھا اور اُسوقت کوئی اور آواز نہ اٹھتی تھی یعنی نبی و رسول کا لفظ لغوی معنوں میں استعمال ہوتا تھا جس سے محدث مراد لیجاتی تھی۔ اور اس میں کل مجددین سابق بھی شامل سمجھے جاتے تھے۔ پس اس رنگ میں جس میں کہ حضرت صاحب کی زندگی میں اور مولوی صاحب کے وقت کل جماعت مسیح موعودؑ کو نبی تسلیم کرتی تھی۔ مولوی صاحب اب بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اور ان کے عقیدہ میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا۔

جناب میاں صاحب اور ان کے ساتھی بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب نبی تو شروع سے ہی تھے۔ مگر وہ مدت تک اپنا منصب نبوت سمجھ نہیں سکے جس پر وہ مامور تھے۔ اور جو بات دنیا کو منوانے آئے تھے وہ خود ہی مدت تک نہیں سمجھ سکے۔ اور خدا تعالیٰ تو ان کو کہتا تھا کہ تو نبی ہے۔ مگر دنیا کو آگے یہ بات پہنچاتے رہے۔ کہ میں ہرگز نبی نہیں۔ اور ۱۹۰۱ء کے بعد ان کو اور جماعت کو علم ہوا کہ آپ واقعی اور حقیقی نبی ہیں۔ اور اس وجہ سے آپ کی ساری پہلی تحریریں کالعدم و منسوخ ہو گئیں۔ اور جماعت ان کو نبی کر کے پکارنے لگی۔ مگر تعجب کی کوئی انتہا نہیں جبکہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی اس حکم و عدل کی زندگی میں کل جماعت بالاتفاق مسئلہ نبوت کے متعلق مخالفین کے اعتراض ہونے پر یا نبوت کے بارہ سوال پیش ہونے پر حضرت صاحب کی کتابوں سے وہی عبارتیں پیش کر تی رہی جو حضرت مسیح موعود دنیا میں پیش کر کے نبوت سے انکار کرتے رہے۔ اور کسی فرد بشر نے اپنا یہ عقیدہ بیان نہیں کیا۔ کہ مرزا صاحب واقعی نبی ہیں حقیقی رسول ہیں۔ اور یہ عبارتیں اب منسوخ ہیں۔ ہم ان کو تسلیم نہیں کرتے۔ جیسا کہ اب میاں صاحب کی خلافت کے زمانہ میں بڑی جرأت و دلیری سے ہر شخص جو میاں صاحب کا ماننے والا ہے اپنا عقیدہ بیان کر کے کل مسلمانوں کو کافر قرار دیتا ہے۔ اور کروڑوں دل زخمی کر کے اور اس پر بھی بس نہیں۔ اسی عقیدہ کی طفیل جماعت کے دو ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ اب میں جناب میاں صاحب اور ان کے ہم عقیدہ چوٹی کے علماء و مصنفین کی کتب سے اُسوقت کا ان کا عقیدہ درج کرتا ہوں۔ صاحبان بصیرت خدا کے لئے غور کریں۔

(۱) جناب میاں صاحب اخبار الحکم ۱۴ مارچ ۱۹۱۱ء میں ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کے مرتبہ پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا۔ اور تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۰ء کی یہ عبارت قابل توجہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد تیرہ سو برس گذر گئے ہیں کہ کسی نے آج تک نبوت کا دعوے کر کے کامیابی حاصل نہیں کی۔ پھر اسی مضمون میں یہ فقرہ کہ کان اللّٰہ بکل شیئ علیما۔ میں یہ اشارہ تھا۔ کہ ہم نے آپ کو خاتم النبیین بنایا ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ قابل غور ہے۔ خصوصاً جبکہ حضرت میاں صاحب اپنی تازہ تصنیف آئینہ صداقت میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق میرا یہ عقیدہ کہ میں آپ کو واقعی نبی مانتا ہوں ۱۹۱۴ء سے ہے۔ جسکا ثبوت آپ کی اُسوقت کی تحریروں سے نہیں ملتا۔

(۲) مولوی محمد سرور شاہ صاحب جو جماعت احمدیہ میں بڑے عالم مانے جاتے ہیں وہ ۱۹۱۱ء میں نبی بمعنی مجدد مانتے رہے ہیں۔ چنانچہ اخبار بدر ۱۶ فروری ۱۹۱۱ء میں "لفظ نبی یا مجدد کا استعمال" کے عنوان کے ماتحت تحریر فرماتے ہیں۔ یہ لفظ نبی کے معنی اپنے مصدروں کے لحاظ سے دو ہیں۔ اول اپنے خدا سے اخبار غیب پانیوالا۔ دوئم عالی رتبہ شخص جسے اللہ تعالیٰ بکثرت شرف مکالمہ سے ممتاز کرے۔ اور غیب کی خبروں پر مطلع کرے وہ نبی ہے۔ اور اس رنگ میں میرے نزدیک تمام مجددین سابق مختلف مدارج کے انبیاء گذرے ہیں۔

(۳) مفتی محمد صادق صاحب سے جماعت اچھی طرح واقف ہے۔ انہوں نے مولوی شبلی مرحوم کے استفسار پر فرمایا کہ ہمارا عقیدہ دیگر مسلمانوں کی طرح ہے۔ کہ آنحضرت خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنیوالا نہیں نہ نیا اور نہ پرانا۔ ہاں مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ اور وہ بھی آنحضرت صلعم کے طفیل الہام الٰہی سے مشرف ہوتے رہے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب بھی الہام الٰہی سے مشرف ہوتے رہے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی آئندہ کی خبریں بطور پیشگوئی کے بتائی تھیں جو پوری ہوتی رہیں۔ اس لئے مرزا صاحب ایک پیشگوئی کرنے والے تھے۔ اور اسکو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں۔ یہ واقعہ حضرت مولوی صاحب مرحوم کے زمانہ خلافت کا ہے۔

(۴) مولوی محمد سعید صاحب حیدرآبادی سے بھی احباب آشنا

ہیں حضرت مسیح موعود کے بہت پرانے خادم۔ عالم اور جماعت حیدرآباد دکن کے پیشرو ہیں۔ اپنی کتاب انوار اللہ کے صفحہ ۲۶۳ پر لکھتے ہیں حضرت مرزا صاحب کی توضیح مرام والی عبارت کا حوالہ دیکر تشریعی نبوت سے انکار کیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ البتہ حضرت مرزا صاحب نے محدث ہونے کا دعوے کیا ہے۔ اور محدث کی تعریف جو احادیث صحیح بخاری وغیرہ سے ثابت ہوتی ہے۔ وہ ایک قسم کی جزوی نبوت اور ظلی اور طفیلی رنگ کی ہوتی ہے۔ جو ہر ایک محدث امتی کو عطا ہوتی ہے پھر صفحہ ۲۹۹ میں لکھتے ہیں کہ غرض حضرت مرزا صاحب نے صرف محدث ہونے کا دعوے کیا ہے نہ نبی حقیقی ہونے کا جو خاتم النبیین کے منافی اور لانبی بعدی کے خلاف ہے۔

(۵) مولوی عمر الدین صاحب شملوی جو سلسلہ میں مصنفین سے گنے جاتے اور بڑے مناظر و مباحث ہیں ۱۹۱۴ء میں فرماتے ہیں۔ نبی بالفعل و نبی بالقوہ میں صرف منصب کا فرق ہے۔ ورنہ میں کمالات کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ اور محدث کو جب نبی کہیں گے تو بلحاظ کمالات کے نبی کہیں گے۔ اور حضرت مرزا صاحب نے بھی انہی معنوں میں نبوت کا دعوے کیا ہے۔

مولوی عمر الدین صاحب نے جو اسوقت میاں صاحب کے ہم عقیدہ ہیں۔ تو اس مسئلہ کے متعلق میاں صاحب کے خلاف یہانتک جرأت سے کام لیکر لکھدیا کہ "جب ہم کھول کھول کر دکھا رہے ہیں۔ کہ حضرت میاں صاحب تو صاف قرآن و حدیث کے خلاف اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ تمام اہل قبلہ جنہوں نے حضرت مسیح موعود کی بیعت نہیں کی وہ کافر ہیں۔ اور اب تو احمدیوں کو بھی فاسق کا خطاب مل رہا ہے۔ گو یہ تو ہمیں نہیں کہا جاتا کہ تم یہ بات مانو مگر اس میں شک کیا ہے۔ کہ خود میاں صاحب کا عقیدہ یہی ہے۔ جو آپ کو امام مانیں گے۔ لازمی امر ہے۔ کہ وہ ایسے عقیدہ کی طرف جھک پڑیں۔ چنانچہ یہ امر واقعہ ہے۔ کہ جن لوگوں نے بیعت کر لی ہے ان میں سے بہت سے لوگ اسطرف رجحان رکھتے ہیں" اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب کی مریدی میں مولوی صاحب نے اپنا یہ عقیدہ بیان کیا ہے۔ مگر جیسا کہ مولوی صاحب نے لکھا ہے۔ کہ بیعت کرنے کے بعد مرید کا اپنے پیر کے ہمخیال ہونا لازمی امر ہے۔ مولوی صاحب بھی اپنے اس عقیدہ پر جو قرآن و حدیث کے مطابق تھا۔ قائم نہ رہ سکے۔ اور قرآن و حدیث کے خلاف حضرت مرزا صاحب کو نبی تسلیم کر کے کل جہان کے کلمہ گو مسلمانوں کو کافر کہنے میں اپنے پیر کے ہم عقیدہ ہو گئے۔ اور داؤ یہاں ہی [illegible] کہ ایک شخص نے میاں صاحب کی اس شرط پہ بیعت کی تھی اور میاں صاحب بھی بیعت لیتے رہے ہیں۔ مگر واقعی اور لازمی نتیجہ [illegible] کہ آہستہ آہستہ مرید خود ہی پیر کا ہم عقیدہ ہو جاتا ہے۔

(۶) مولوی غلام نبی صاحب مصنف ہادیہ سعادیہ ۱۹۱۰ء کے بعد لکھتے ہیں کہ ہمارے نبی محمد صلعم خاتم الانبیا رہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نہ عرب سے نہ یہود سے نہ عجم سے نہ نیا نہ پرانا ورنہ بابیوں کا مذہب سچا ہے۔

(۷) سب سے بڑھ کر تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ ۱۹۱۰ء میں میر قاسم علی صاحب نے جو سلسلہ احمدیہ کے کئی اخبارات کے اڈیٹر و مشہور مصنف ہیں ایک کتاب "دین الحق" یا "ہمارا مذہب" لکھی ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعود کی تمام کتب۔ اشتہارات وغیرہ سے آپ کے عقاید۔ مذہب اور آپ کی تعلیم جمع کر کے دنیا میں پیش کی گئی ہے۔ اس کتاب میں حضرت مسیح موعود کی نبوت کے متعلق تمام وہ عبارتیں درج ہیں۔ جو حضرت مولوی محمد علی صاحب پیش کرتے ہیں۔ اور ان کی وجہ سے آپ پر الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ مولوی صاحب حضرت مسیح موعود کی نبوت سے انکار کرتے ہیں۔ اور ایک بھی ایسا حوالہ درج نہیں جواب پیش کر کے حقیقی و اصلی نبوت نکالی جاتی ہے یا کہیں بھی اس قسم کی عبارت نہیں جواب شائع کیجاتی ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم اور حضرت مرزا صاحب کی نبوت میں کوئی فرق نہیں۔ ذیل کی عبارتیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) بعض اکابر علماء مجھ پر الزام لگاتے ہیں کہ میں نبوت کا مدعی ہوں یہ الزام سراسر افترا ہے۔ میں نبوت کا مدعی نہیں۔ دین الحق صفحہ ۲۷

(۲) اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے۔ کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ دین الحق صفحہ ۲۸

(۳) اب میں مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا (جامع مسجد دہلی) میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلعم کی ختم نبوت کا قائل ہوں۔ اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو۔ اس کو بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ دین الحق صفحہ ۲۹

(۴) اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں۔ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نیا ہو یا پرانا۔ ہاں محدث آئیں گے۔ جو اللہ جلشانہ سے ہمکلام ہوتے ہیں۔ اور نبوت کی بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اور بلحاظ بعض وجوہ شان نبوت کے رنگ سے رنگین کئے جاتے ہیں اور ان میں سے میں ایک ہوں۔ دین الحق صفحہ ۳۱

(۵) ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق قبول کرتے ہیں۔ اور ہمارا دعوے نبوت کا نہیں ہے۔ دین الحق صفحہ ۵۰

(۶) ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں۔ کہ نبوت کے حقیقی معنوں کے

رو سے بعد آنحضرت صلعم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ مگر مجازی معنوں کے رو سے خدا کا اختیار ہے۔ کہ کسی ملہم کو نبی یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے یہی پر یہی کھولا گیا۔ کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلعم کے بعد بکلی بند ہیں۔ اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کے رو سے اور نہ کوئی قدیم نبی آسکتا ہے۔ دین الحق صفحہ ۵۹

ان تمام حوالوں سے پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں حضرت مولوی صاحب کی وفات کے مابعد جبکہ سلسلہ احمدیہ میں تفرقہ اپنے پورے زور سے نمودار ہوا اور دو جماعتیں ہوگئیں تو نبوت کے مسئلہ پر روشنی پڑنی شروع ہوئی اور نبوت کے یہ معنی دنیا پر ظاہر کئے گئے۔ جو پہلے معنوں کے صریح خلاف اور سابقہ تشریح کے بالکل منافی تھے۔ اور اگرچہ یہ نئے معنے جماعت کے عقیدہ کے صریح برخلاف تھے۔ مگر بعض نے محبت اور بعض نے بغض سے ذاتی مفاد پر جماعت کے مفاد کو قربان کردیا۔ اور اس بات کا مطلق خیال نہ کیا۔ کہ اسکا کیا برا نتیجہ پیدا ہوگا۔

اب اسقدر حوالجات کے پیش کرنے کے بعد یہ بتانا بھی ضروری ہے۔ کہ تبدیلی عقیدہ کا الزام کس پر آتا ہے۔ میاں صاحب اور دیگر علماء و مصنفین نے جو معنی اندنوں لفظ نبی کے کئے وہ اوپر بیان ہوچکے ہیں۔ اور اب یہ دیکھنا ہے۔ کہ حضرت مولوی محمد علی صاحب نے انہی دنوں اس لفظ کے کیا معنی کئے ہیں۔ سو واضح ہو کہ مولوی صاحب سے اس قسم کا سوال نہیں ہوا نہ انہوں نے کوئی تشریح اس لفظ کی کی ہاں انہوں نے اپنی تحریرات میں لفظ نبی و رسول استعمال کیا ہے۔ جو تابع معنی میاں صاحب و دیگر علماء وغیرہ سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ مولوی صاحب نے نہ تو اس لفظ کی جدا تشریح کی۔ نہ ان معنوں کی تردید کی جو علماء نے کئے اور وہ جماعت کا عقیدہ خیال کیا گیا۔ کیونکہ علماء و مصنفین جماعت کے قائم مقام اور رہبر سمجھے جاتے ہیں پس جو لوگ اسوقت لفظ نبی کے معنی اور تشریح پہلے معنوں اور تشریح کے خلاف کرتے ہیں۔ انہی پر یہ الزام عائد ہو سکتا ہے۔

پس اب حضرت میاں صاحب اور ان علماء سے میرا یہ مطالبہ ہے۔ کہ جبکہ ان کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ حضرت صاحب غلطی سے نبوت سے انکار کرتے رہے بلکہ وہ واقعی اور حقیقی نبی تھے۔ اور روئے زمین کے تمام مسلمان جو بیعت کرکے داخل سلسلہ نہیں ہوئے وہ کافر ہیں۔ اور جبکہ ان کا عقیدہ تھا اور وہ خوب سمجھتے تھے کہ مسئلہ نبوت پر حضرت صاحب کی کل تحریریں سنہ ۱۹۰۱ء سے قبل کی کالعدم و منسوخ ہیں۔ تو پھر خود جناب میاں صاحب اور ان لوگوں نے اپنے عقیدہ کے مطابق کیوں ایسا اظہار نہیں کیا جیسا اب کیا جاتا ہے۔ اور کیوں حضرت مسیح موعود کی تمام کتب سے ایسی عبارتیں دنیا میں پیش کرکے یقین دلایا گیا۔ کہ حضرت صاحب نے نہ نبوت کا دعوے کیا اور نہ وہ نبی ہیں۔ اور حضرت نبی کریم صلعم پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ ہے۔ اور کسی قسم کا استثنا نہیں کیا۔ اور کہیں لکھا کہ حضرت صاحب صرف لغوی معنوں کے لحاظ سے نبی ہیں۔ جس سے مراد کثرت مکالمہ و مخاطبہ و بکثرت غیب کی خبر پانا ہے اور جس سے مراد مجدد و محدث لی گئی تھی۔ اور جبکہ خلاف عقیدہ یہ تیر چلایا گیا کہ میر قاسم علی صاحب نے ایک مستقل کتاب "دین الحق" یا "ہمارا مذہب" لکھی جواب تک موجود ہے۔ اور جس میں حضرت مسیح موعودؑ کا مذہب اور عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔ اور جس میں حضرت مرزا صاحب کی تمام کتب براہین احمدیہ سے لیکر حقیقۃ الوحی تک سے ایسے حوالے درج کئے گئے۔ جن سے پایا جاتا ہے کہ علماء حضرت صاحب پر نبوت کے مدعی ہونیکا الزام لگاتے تھے۔ اور آپ نے اسکا دفعیہ کیا۔ اور مدعی نبوت ہونے سے انکار کیا۔ اور پھر سنہ ۱۹۱۴ء میں جماعت کا یہ عقیدہ ظاہر کرکے از سر نو پبلک کو یہ یقین دلایا گیا۔ کہ ہم حضرت مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے تو کیوں اسپر کسی نے اس کے خلاف آواز اٹھا کر جماعت کو صحیح راہ پر جس کے بغیر نجات مشکل ہے۔ اور اس کے خلاف چلنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ چلانے کی کوشش نہ کی۔ اور کیوں خاموش رہ کر یہ ثابت کردیا کہ جماعت احمدیہ کا متفقہ مسئلہ یہ ہے۔ کہ علماء کا حضرت مسیح موعود پر محض الزام ہے۔ کہ وہ مدعی نبوت ہیں۔ اور کہ حضرت صاحب نے اپنی تمام کتب میں نبوت سے انکار کیا ہے۔ اور ہم بھی ان کو نبی نہیں مانتے۔

دوسرا مطالبہ یہ ہے۔ کہ حضرت مولوی محمد علی صاحب کی کسی کتاب سے دکھایا جاوے۔ جس میں انہوں نے حضرت صاحب کی نبوت کی وہ تشریح کی ہو۔ جو اب جناب میاں صاحب اور اُن کے رفقاء کرتے ہیں۔ تا یہ معلوم ہو کہ مولوی صاحب نے اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا ہے۔ اور ان پر تبدیلی عقیدہ کا الزام آسکے۔ ورنہ یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ کہ جن لوگوں نے اپنے پہلے معنوں کے خلاف اب حضرت مرزا صاحبؑ کی نبوت کے نئے معنی بیان کئے ہیں۔ انہوں نے ہی اپنا عقیدہ تبدیل کیا ہے۔ اور انہی پر تبدیلی عقیدہ کا الزام آتا ہے۔ اور جبکہ ایک شخص نے پہلے عقیدہ کے خلاف علانیہ طور پر ایک نیا عقیدہ شائع کر دیا ہو۔ تو اس کے تسلیم کرنے میں حرج ہی کیا ہے۔ بلکہ غلطی کا تسلیم کر لینا اچھا اور غلطی پر اصرار دنیا کی نظر میں برا سمجھا جاتا ہے۔ ہاں ہر شخص کا حق ہے کہ وہ کہے کہ میں ایک بات کو سمجھنے میں غلطی پر تھا۔ اور اب میں اسے اچھے طریق پر صحیح جانتا ہوں۔ وما علینا الا البلاغ۔

خاکسار

محمد نصیب

ناظرین کرام

نوٹ کر لیں۔ کہ بوقت خط و کتابت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔

منیجر

کھلی چٹھی بنام مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب قادیان ضلع گورداسپور

مکرم معظم جناب میاں صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بمقدمہ فتح محمد بنام نواب بی بی۔ بعدالت لالہ رام کنور صاحب بی۔ اے ایل ایل بی سب جج گورداسپور۔ تاریخ ۱۶ ارجون ۱۹۲۲ء کو آپ نے حلفی شہادت حسب ذیل ادا کی ہے۔

"قرآن شریف میں محمد صاحب کے لئے کسی جگہ آخری نبی نہیں لکھا ہے محمد صاحب کو خاتم النبیین ضرور لکھا ہے۔ لیکن ان الفاظ کی تعبیر علیحدہ علیحدہ کیجاتی رہی ہے۔ لغت میں ان الفاظ کے معنے آخری نبی کسی جگہ نہیں لکھے بعض غیر احمدی علماء اس کے یہ معنے ضرور نکالتے ہونگے۔ ایک دو علماء کی رائے میں نے دیکھی بھی ہے۔"

چونکہ آپ جماعت احمدیہ کے ایک حصہ کے پیشوا ہیں۔ اور آپکا اور ہمارا اختلاف اسی بات پر ہے۔ یعنی ہم خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کرتے ہیں۔ اور آپ خاتم النبین کے معنے کرتے ہیں۔ وہ جسکی مہر سے آیندہ نبی بنا کریں گے۔ اور آپکا استدلال اس سے یہ ہے۔ کہ پہلے خدا براہ راست نبی بنایا کرتا تھا۔ اب محمد رسول اللہ صلعم کی مہر سے نبی بنا کریں گے۔ اور ہماری طرف سے کئی بار آپ سے یہ سوال کیا گیا ہے۔ کہ کسی حدیث میں یا کسی لغت میں یا کسی تفسیر میں آپ لفظ خاتم النبیین کے معنے وہ دکھا دیں۔ جو آپ کرتے ہیں۔ جس کا جواب آپ نے کبھی نہیں دیا۔ مگر اب عدالت میں جاکر حلفی شہادت یوں ادا کی ہے۔ کہ لغت کی کسی کتاب میں خاتم النبیین کے معنے آخری نبی نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے مختلف معنے کئے جاتے رہے ہیں۔ چونکہ آپ اس مسئلہ پر ایک کتاب بھی بنام حقیقت النبوۃ لکھ چکے ہیں۔ اور اس میں بھی لفظ خاتم النبیین کے وہ معنے جو آپ کرتے ہیں۔ کسی لغت کی کتاب سے یا کسی حدیث سے یا کسی مفسر کے قول سے ثابت نہیں کئے۔ اب میں ذیل میں لغت کی چند سب سے بڑی کتابوں سے خاتم النبیین کے معنے نقل کرتا ہوں۔ جن سے معلوم ہوگا۔ کہ آپ کا بیان جو حلف کے ماتحت دیا گیا۔ خلاف واقعات ہے۔ ہم آپ ایسے اہم سوال پر ناواقفی کا عذر پیش نہیں کرسکتے۔ اس لئے کہ یہ مسئلہ مدت سے زیر بحث ہے۔

۱۔ لسان العرب۔ خاتم القوم خاتمہم و خاتمہم یعنی کسی قوم کا خاتم یا خاتم ان کا آخری ہے۔ اور یہی ساتھ ہی ہے۔ والخاتم والخاتم من اسماء النبی صلعم وفی التنزیل العزیز ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ای آخرھم قال وقد قرئ خاتم یعنی خاتم اور خاتم آنحضرت صلعم کے اسماء میں سے ہیں اور قرآن کریم میں خاتم النبیین ہے جسکے معنے ہیں آخری نبی اور اسکی دوسری قرأت خاتم ہے۔ اور اسکے آگے آپکا اسم عاقب بیان کر کے اس کے معنے آخر الانبیاء لکھے ہیں یعنی آخری نبی۔

۲۔ قاموس۔ والخاتم ... ومن کل شیء عاقبتہ وآخرتہ کخاتمتہ وآخر القوم کالخاتم یعنی خاتم ہر چیز کا اسکا انجام اور اسکا آخر ہے جیسے اسکا خاتمہ اور خاتم کیطرح آخر القوم یعنی سب سے پیچھے آنے والے کو کہتے ہیں۔

۳۔ تاج العروس۔ والخاتم آخر القوم کالخاتم ومنہ قولہ تعالیٰ وخاتم النبیین ای آخرھم اور خاتم خاتم کیطرح آخر القوم کو کہتے ہیں۔ یعنی سب سے پیچھے آنیوالے کو۔ اور اسی کی طرف اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ خاتم النبیین جسکے معنے ہیں آخری نبی۔

(۴) مجمع البحار۔ والخاتم والخاتم من اسماء النبی صلعم بالفتح اسم ای آخرھم وبالکسر اسم فاعل یعنی خاتم اور خاتم آنحضرت صلعم کے اسماء ہیں جن کے معنے ان کا آخری ہیں۔

(۵) منتہی الارب۔ خاتم کے معنے میں لکھا ہے "آخر ہر چیز وپایان آن آخر قوم۔ خاتم بالفتح مثلہ ومحمد خاتم الانبیاء صلعم۔ یعنی خاتم خاتم کے ایک ہی معنے ہیں۔ یعنی ہر چیز کا آخر اور اسکا انجام اور لوگوں میں جو سب سے پیچھے آئے۔ اور محمد صلعم خاتم الانبیاء ہیں۔

اب یہ پانچ لغت کی کتابیں ہیں۔ جن میں سے لسان العرب۔ تاج العروس اور قاموس سے بڑھ کر لغت عربی پر اور کوئی سند نہیں۔ اور ان سب میں خاتم النبیین کے معنے آخری نبی لکھے ہیں۔ حالانکہ آپ حلفی بیان دیتے ہیں۔ کہ لغت میں ان (خاتم النبیین) کے معنے آخری نبی کسی جگہ نہیں لکھے۔ اور یہ بھی میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کتابوں میں سوائے آخری نبی کے اور کوئی معنے خاتم النبیین کے نہیں ہیں۔

دوم۔ یہ جو آپنے فرمایا کہ الفاظ خاتم النبیین کے معنے آخری نبی تو کسی کتاب میں نہیں کئے گئے لیکن کچھ اور مختلف معنے کئے گئے ہیں۔ کیا آپ مہربانی کرکے یہ روشنی ڈالیں گے کہ کس کس لغت کی کتاب میں خاتم النبیین کے وہ مختلف معنے کیا کیا ہیں مہربانی کرکے پورے پورے حوالجات دیں۔ کیونکہ مجھے کسی لغت کی کتاب میں خاتم النبیین کے معنے سوائے آخری نبی کے کچھ نہیں ملے۔

سوم۔ یہ جو آپنے فرمایا کہ بعض غیر احمدی علماء اسکے یہ معنے ضرور کرتے ہونگے۔ تو غیر احمدی سے آپ کی کیا مراد ہے۔ کیا وہ علماء مراد ہیں جنہوں نے حضرت مرزا صاحب کے دعوے کے بعد آپ کی بیعت نہیں کی یا تیرہ سو سال کے کل علماء آپکے نزدیک غیر احمدی ہیں۔ اگر صورت ثانی نہیں تو کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ تیرہ سو سال تک علمائے امت آخری نبی معنے کرتے چلے آئے ہیں یا نہیں اور کیا یہ اجماع امت تیرہ سو سال تک غلطی پر رہا۔ سوال صرف خاتم النبیین کے معنے پر ہے۔ اور مجھے صرف وہ حوالجات مطلوب ہیں۔ جہاں لغت میں یا وہ آپ پیش نہ کرسکیں تو حدیث میں۔ اور وہ بھی پیش نہ کرسکیں تو مفسرین یا شارحین حدیث کے اقوال میں کہیں خاتم النبیین کے معنے سوائے آخری نبی کے کچھ اور بھی لکھے ہوں۔

۱۳ اکتوبر ۱۹۲۲ء

خاکسار
محمد علی
پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگز لاہور

ہیں۔ جنہوں نے جبراً مصطفےٰ کمال پاشا کو بولشویکوں کی گود میں ڈال دیا ہے۔

عراق و عرب پر برٹش قبضہ ہٹا لینے کا مطالبہ

بڑی خوش قسمتی ہوگی۔ کہ اگر ہم ایسی فوجی کارروائیوں سے بچ جائیں جس میں خرچ زیادہ ہوگا۔ مسٹر چرچل طعن و تشنیع سے دارالعوام کو خاموش کر لیتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جن کے پیش نظر برطانیہ کا مفاد ہے۔ ایسے بہروں میں آنیوالے نہیں ہیں۔ وہ اس میں ذرہ تامل نہیں کر سکتے۔ کہ وہ ان علاقوں (عرب و عراق وغیرہ) سے واپسی کا مطالبہ کریں۔ جہاں ہمیں کچھ بھی فائدہ نہیں ہے بلکہ ذمہ داریاں زیادہ ہیں۔ اگر اسکا نام جلد بازی ہے۔ تو ہم جلد بازی کی حکمت عملی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ (پ س)

ترک احرار کی پیشقدمی غیر جانبدار علاقہ میں

قسطنطنیہ۔ ۱۲ر اکتوبر۔ باوجودیکہ مدانیہ کے سمجھوتے پر دستخط ہو گئے ہیں۔ اور عصمت پاشا نے ترکی فوج کی حرکات کو بند کر دینے کا یقین دلایا ہے۔ مگر چار ہزار ترک دریبیہ کے شمال میں سرحد عبور کر کے جزیرہ نما اسمار میں سیرین سے بھی پرے آگے نکل گئے ہیں۔ جنرل ہیرنگٹن نے فی الفور ایک ہوائی جہاز کو بھیجا جس نے ترک کمانڈر کے نام پیغام دیا۔ کہ غیر جانبدار علاقہ میں داخل ہونا موجب خطر ہوگا ایشیائی ساحل پر جو برطانوی کمانڈر تھا۔ اس نے اپنا ایک ایلچی سفید جھنڈی دے کر بھیجا۔

یہ ممکن ہے کہ ترکی فوج کی حرکت مقامی افسر کے زیر فرمان ہو۔ جسے افسر بالا کے احکام نہ پہنچے ہوں۔ مگر لوگ ترکی چالوں سے واقف ہیں۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ یہ عہد شکنی خطرناک ہے۔ محسوس کیا جاتا ہے۔ کہ ترک کوشش کر رہے ہیں۔ کہ صلح کانفرنس ہونے سے پیشتر قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیں۔ تاکہ غیر ملکی فوج کے تخلیہ کا مطالبہ کریں۔

وزیرستان میں چھیڑ چھاڑ

پشاور۔ ۱۳ر اکتوبر۔ مشترقادلی کے فیصلہ نے صورت حالات پر عمدہ اثر ڈالا ہے۔ البتہ وزیریوں اور محسودیوں کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں لڑ رہی ہیں۔ اور زدمک کی سڑک پر سامان لیجانیوالوں پر حملہ کرتی ہیں۔ پرامن اضلاع میں باغیوں کی گرفتاری ہو رہی ہے۔

ترکی فوجیں مرتب ہو رہی ہیں

قسطنطنیہ۔ ۱۵ر اکتوبر۔ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ ترک احرار اپنی فوجیں نہایت سرعت سے مرتب کر رہے ہیں۔ اگر صلح کانفرنس کو منعقد کرنے میں دیر لگائی گئی۔ یا اگر بیجا طور پر کارروائی کو طول دیا گیا۔ تو یہ فوج زور ڈالنے کے لئے استعمال کیجائے گی۔

ترک اپنے مطالبات پورے کروائیں گے

کمالی وزیر اعظم نے پارلیمنٹ سے باہر جلسہ عام میں اعلان کیا کہ احرار اسوقت تک اپنی اس جدوجہد کو جاری رکھیں گے۔ جبکہ ان کے مطالبات حرف بحرف پورے نہ ہو جائیں۔ اور وہ اپنے مطالبات کو پورا کروانے میں کسی طاقت سے نہیں ڈریں گے۔

ترکوں کے متعلق نپولین اعظم کی رائے

نپولین نے ایک مرتبہ ترکوں کے متعلق کہا تھا۔ ترک قتل کئے جا سکتے ہیں مگر ان پر غالب کرنا ناممکن ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ترکوں کی خاصیت سے اس سے کن الفاظ میں بیان کی جا سکتی ہے۔

غازی انور پاشا کی وفات کی خبر سراسر غلط اور بے بنیاد ہے

ایک جرمن کارخانہ کے منیجر کا جواب۔ بمبئی کی ایک مشہور تجارتی کمپنی کے نام

بمبئی کی ایک مشہور کمپنی نے (غازی) انور پاشا کی شہادت کی خبر کے متعلق ۲۰ ستمبر کو اس جرمن کارخانہ کو جس کے ساتھ اس کا تجارتی تعلق ہے۔ بذریعہ پیغام برقی دریافت کیا تھا۔ کہ غازی ممدوح کی نسبت جو افواہ مشہور ہے۔ وہ درست ہے۔ یا غلط اس کے جواب میں جرمن کارخانہ کے منیجر نے بذریعہ بحری پیغام اطلاع دی ہے کہ (غازی) انور پاشا کی شہادت کی خبر سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ آپ بفضل خدا زندہ و سلامت ہیں۔

وائسرائے ہند اپنے عہدے کا چارج دے رہے ہیں

شملہ ۱۲ر اکتوبر۔ اخبار ٹریبیون کا نامہ نگار شملہ سے اطلاع دیتا ہے۔ کہ لارڈ ریڈنگ کے استعفےٰ کی خبر زور پکڑتی جاتی ہے۔ اور اب عام طور پر کہا جاتا ہے کہ جناب وائسرائے وسط نومبر کے قریب بمبئی سے روانہ ہو جائیں گے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ نیا وائسرائے آنے تک لارڈ ولنگڈن ان کی جگہ کام کریں گے۔ لارڈ ریڈنگ کے جانشینوں میں وائکونٹ ڈربی اور لارڈ گرے کا نام لیا جا رہا ہے۔

ملک لال خانصاحب کے مقدمہ کا فیصلہ

لاہور ۱۶ر اکتوبر۔ ملک لال خانصاحب کے معتمد مجلس خلافت پنجاب کے خلاف مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۸ ضابطہ فوجداری چالایا گیا تھا۔ اسکا فیصلہ ہو گیا ہے اور فیصلہ سنا دیا گیا ہے۔ ملک صاحب کو ایک سال قید محض کی سزا دی گئی ہے۔

معاہدہ صلح کے باعث قسطنطنیہ میں جوش مسرت

قسطنطنیہ ۱۲ر اکتوبر۔ مدانیہ کے معاہدہ دستخط ہو جانے کی خبر آنے پر شہر کے تمام ترکی محلوں میں بیرقیں لگائی گئیں اور اظہار مسرت کیا گیا۔

ترکی فوج جزیرے سے واپس بلالی گئی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے ترک احرار معاہدہ کی شرائط کی پابندی ظاہر کر رہے ہیں۔ مگر تاحال خیاق سے فوج کی واپسی کی کوئی حرکت نہیں دیکھی گئی۔

معاہدہ صلح کا اثر یونان پر اس مصیبت سے اور کوئی چارہ نہیں

ایتھنز ۱۲ر اکتوبر۔ مدانیہ میں صلحنامہ پر دستخط ہو جانے کی خبر تسلیم و رضا سے سنا گیا۔ کیونکہ اب اس مصیبت سے نجات کی کوئی راہ دکھائی نہیں دیتی۔ دستخط سے پیشتر یونانی نمایندوں کا انتظار ہو رہا ہے۔

تازہ خبریں

کیا یہ مدانیہ کانفرنس کی فیصلہ کن گھڑی تھی؟
مسودہ سے مختلف شرائط پیش کی گئیں

لندن۔ ۱۰ اکتوبر (مدانیہ ۹ اکتوبر) ایک چھوٹی سی لکڑی کی عمارت میں جہاں آج شام کو اتحادی جرنیلوں اور عصمت پاشا کی ملاقات ہوئی۔ عجیب تلملش کی فضا طاری تھی جلسہ کمرہ تاریک تھا اور اس میں چند مٹی کے تیل کے چراغوں کی دھیمی دھیمی روشنی تھی۔ عصمت پاشا سے روح مصالحت سے اتحادی معاہدہ کا مطالعہ کرنے کا عزم کئے ہوئے تھے۔ آپ کو دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ شرائط آخری ہیں۔ اور آپ نے فرمایا کہ جو مسودہ پہلے پیش کیا گیا تھا۔ اس سے یہ شرائط مختلف ہیں۔

جنرل ہیرنگٹن نے غیر جانبدار خط کا سوال بالائے طاق رکھتے ہوئے کہا کہ یہ تبدیلی پیرس کی تازہ ترین اتحادی مشاورت کا نتیجہ ہے۔ اس نے کہا کہ میں قسطنطنیہ واپس جانے پر مجبور ہوں۔ کیونکہ ترکوں کی پیشقدمی بدستور جاری ہے اور برطانی افواج خطرہ میں ہیں۔ لیکن میں وقت مقررہ کے اندر اندر ترکوں کا جواب حاصل کرنے کے لئے مدانیہ پہنچ جاؤنگا۔

جنرل ہیرنگٹن کا خطاب عصمت پاشا سے

قسطنطنیہ ۱۱ اکتوبر۔ مجوزہ معاہدہ کو پیش کرتے ہوئے جنرل ہیرنگٹن نے اپنی مصالحانہ تقریر میں عصمت پاشا کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے افواج کی نقل و حرکت بند کر دی ہے اور شرائط معاہدہ کو فیاضانہ بیان کیا۔ آپ نے کہا کہ اتحادی فوجیں قسطنطنیہ سے صلح کا اعلان ہونے پر ہٹالیجائیں گی۔ انہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ترکوں کو جانوں کا نقصان کئے بغیر اور اپنے ملک کی خوشحالی اور اس کے امن میں خلل ہوئے بغیر ہی ان کی تمام قومی خواہشات کلیۃً منظور کر لی گئی ہیں۔

۴۵ دن کے اندر ترکوں کو سب کچھ مل جائیگا

جنرل موصوف نے کہا کہ منزل مقصود آپ کے ہاتھ میں ہے اور ۴۵ دن کے اندر اندر آپ کو سب کچھ مل جائیگا۔ اور اطمینان بخش صورت میں آپ کی حکومت قائم ہو جائے گی تمام اتحادی آپ سے صرف اس بات کے ملتجی ہیں کہ جب تک صلح کی تصدیق نہ ہو جائے۔ موجودہ غیر جانب دار رقبوں کا احترام کیا جائے۔ اور دوسرے تھریس میں جینڈارمہ کی تعیین کر دی جائے۔ تیسرے وہ چاہتے ہیں۔ کہ ایک بہت ہی قلیل وقت کے لئے تھریس میں اتحادی فوج کے دستے اور اس کے مشن موجود ہیں یونانی نمائندے بعض شرائط کے تحت اس پر دستخط کرنے پر مائل ہو جائیں گے۔

۲۴ ہزار یونانیوں کا قسطنطنیہ سے اخراج

ایتھنز ۱۱ اکتوبر قسطنطنیہ سے ۱۵۰۰ یونانی ایتھنز میں وارد ہوئے ہیں۔ جو بیان کرتے ہیں کہ قسطنطنیہ میں یونانی قونصل نے ۸ اکتوبر تک ۲۴ ہزار یونانیوں کو جبراً وہاں سے راہداری دے دی ہے۔

مسٹر لائڈ جارج کے دوست بھی دشمن ہو گئے

لندن ۸ اکتوبر۔ اخبار جو مسٹر لائڈ جارج کا بہت حامی تھا۔ اب کہتا ہے۔ کہ مشرق قریبہ کی حالت کی وجہ سے مسٹر لائڈ جارج کو جنگ میں سخت شکست ہوتی تھی جس قدر جلد مسٹر لائڈ جارج وزارت سے علیحدہ ہو جائیں۔ اسیقدر زیادہ قوم پر احسان ہوگا۔ اور مشکلات کا خاتمہ ہو جائیگا۔

معاہدہ صلح پر دستخط ہو چکے ہیں

مدانیہ ۱۱ اکتوبر۔ سمجھوتہ پر آج صبح ۶ بجکر ۴۰ منٹ پر دستخط ہو گئے۔ اس کی رو سے تھریس کا علاقہ ۱۵ دن میں خالی کر دیا جائیگا۔ اور اس کے تیس دن کے اندر ترکی نظم و نسق قائم کر دیا جائیگا۔ ترکی جینڈارمہ کی تعداد آٹھ ہزار مقرر کی گئی ہے۔ دریائے مرتیزا کے مغربی ساحل پر اتحادی فوج عارضی طور پر قیام کرے گی۔ آبادؤں سے ۱۵ کیلومیٹر یعنی تقریباً ساڑھے ۱۰ میل تک غیر جانبدار علاقہ کی حد مقرر کی گئی ہے۔ اس سے پرے غیر مسلح علاقہ ترکی ہوگا اور جزیرے سے شلہ تک حد کے اندر غیر جانبدار علاقہ ہوگا جس سے جزیرہ نما اسمد میں چالیس کیلومیٹر یعنی تقریباً ۲۵ میل تک غیر مسلح ترکی علاقہ ہوگا۔

طرفین نے کمک روانہ کرنے اور استحکامات تیار کرنے کو بند کر دینے کا وعدہ کیا ہے۔ یونانی نمائندہ نے اسی اس بنا پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ شرائط اس کی ان ہدایات کے منافی ہیں۔ جو اُسے حکومت یونان نے دی ہیں۔

سارے یونان میں مارشل لا جاری ہو گیا

لندن ۱۲ اکتوبر۔ ایتھنز کا ایک نیم سرکاری اعلان مظہر ہے۔ کہ حکومت یونان نے عارضی صلح کی شرائط تسلیم کر لی ہیں۔ اور اسکا نمایندہ شنبہ کے روز معاہدہ پر دستخط کر دے گا۔

یونان بھر میں مارشل لا جاری کر دیا گیا ہے۔

چناق سے فرانسیسی فوج کیوں واپس بلا لی گئی

پیرس ۱۲ اکتوبر۔ موسیو پوئنکارے وزیراعظم فرانس نے پارلیمنٹ (چیمبر) میں چناق سے فرانسیسی فوج کی واپسی کے متعلق اعلان کیا کہ وہاں جو فرانسیسی فوج گئی تھی۔ وہ حکومت فرانس کی منظوری کے بغیر گئی تھی اس لئے جونہی مجھے اسکا علم ہوا۔ میں نے فوراً واپسی کا حکم دیدیا موسیو پوئنکارے نے مزید تشریح کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اتحادیوں کی تنبیہ کر دی تھی۔ اور خاص طور پر جتا دیا تھا۔ کہ اگر ایک گولی بھی چل گئی تو جنگ کی آگ بھڑک اُٹھے گی۔

ترکوں اور روس میں ناقص برٹش پالیسی کے باعث اتحاد

اس میں ذرا بھر شک نہیں کہ اگر ترکوں نے آبناؤں کی آزادی کو ذرا بھی دھکا دیا تو بالشویک ترکوں سے توڑ دیں گے اور حقیقت یہ ہے کہ ترکوں اور بالشویکوں کے یہ ناگوار تعلقات اتحادیوں کی جلدباز حکمت عملی کا نتیجہ

مدیر ۔ محمد ولنعلی علی ۔ کلاکریم

پیغام صلح

لاہور

ربیع الاول ۱۳۴۱ھ نمبر ۱

دورِ جدید

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام

ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

(۱)

آج پیغام صلح ایک جدید لباس میں ناظرین کرام کے قدرداں ہاتھوں میں پہنچتا ہے۔ یہ لباس پرانا بھی ہے اور نیا بھی۔ پرانا تو اس لئے کہ اس سے پہلے بھی پیغام صلح اس انداز سے نکل چکا ہے۔ گو صفحات کم تھے۔ اور نیا اس لئے کہ کچھ عرصہ سے اس نے یہ لباس اتار دیا تھا اور دوسرا پہن لیا تھا۔ لیکن اب جبکہ ہمارے قارئین کرام اس لباس سے گھبرا چکے تھے۔ تو یہی مناسب سمجھا گیا کہ پیغام صلح کو وہی جامہ پہنایا جائے جو اسکا اصل جامہ تھا۔ اور جو غالباً اس کے قد و قامت پر زیادہ موزونیت سے راست آتا ہے۔

یہ تو ظاہری شکل و صورت کا ذکر ہوا۔ باقی اخبار کی معنوی خوبیاں کا سوال رہ جاتا ہے۔ اس کے لئے ہمیں چنداں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اخبار کے ناظرین ہی اس کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اور انہی کی رائے کو اس معاملہ میں زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن ہم اسقدر کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ اخبار حقیقتاً کسی ایک شخص کی رائے کا آئینہ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ قوم کی آواز ہوتا ہے۔ قوم ہی اس کی معنوی خوبیوں اور معائب کی ذمہ دار ہوتی ہے۔

(۲)

قارئین کرام جانتے ہیں کہ پیغام صلح کسی تجارتی سودے کے لئے جاری نہیں کیا گیا تھا۔ نہ اسکا مالک کوئی شخص واحد تھا۔ بلکہ ... کی سب سے بڑی غرض خدمت اسلام اور اشاعت اسلام ... صلح و آشتی اور امن و امان کا مذہب ہے۔ اور ... مسیح موعود خدا کے قدوس کی طرف سے صلح ... مبعوث ہوئے تھے۔ اس لئے اس کی جماعت ... کے آخری پیغام کو پیغام صلح کے نام سے دنیا میں شائع ہوا۔ اخبار پیغام صلح کے ذریعہ سے آب حیات پایا۔ کہ حضرت ممدوح کی باقیات الصالحات کی ایک زندہ یادگار ہمیشہ کے لئے موجود ہے۔ اس لحاظ سے پیغام صلح تمام احمدی قوم کا اخبار ہے۔ اور اس کی پالیسی بھی وہ ہے جو تمام قوم کی ہونی چاہئے۔ کسی خاص شخص کو اس کی آمد سے فائدہ نہیں پہنچتا۔ نہ اس کے نقصان کا بار گران کسی خاص شخص کے کندھوں پر ہے۔ اس لئے یہ اخبار حقیقی معنوں میں قوم کا اخبار ہے۔ اور وہی اس کے داخل و خارج کی کفیل ہے۔

(۳)

ہاں یہ سوال ہو سکتا ہے۔ کہ اخبار نے آج تک کیا کیا؟ اس کا جواب واقعات و حالات نہیں۔ بلکہ خود اس قوم کا وجود جن کے ہاتھوں میں پہنچتا ہے۔ یہ اجمال کس قدر تفصیل چاہتا ہے۔ یہ درحقیقہ پیغام صلح کی غرض اولین خدمت اسلام اور مسلم ہندو اتحاد کی توثیق تھی۔ کہ یہ وہ باتیں تھیں جن پر حضرت مسیح موعود نے اپنے آخری پیغام میں زور دیا ہے۔ لیکن خدا کی شان ہے کہ ۱۹۱۳ء میں پیغام صلح جاری ہوا۔ اور ۱۹۱۴ء میں واقعات پیش آگئے جن کا شان و گمان کسی کو نہ تھا۔ ۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نور الدین صاحب کا وصال ہوا۔ اس کے بعد میاں محمود احمد صاحب خلیفہ بنے۔ اور تکفیر اہل قبلہ اور نبوت مسیح موعود کے مسائل چھڑ گئے۔ جن میں اخبار کو حصہ لینا پڑا۔

(۴)

ظاہر بین نظروں نے سمجھا کہ یہ جھگڑے احمدیوں کے خانہ زاد ہیں لیکن نکتہ رس نگاہیں دیکھ سکتی ہیں۔ کہ پیغام صلح کے لئے یہ مضمون محض اس لئے خصوصیت نہیں رکھتے تھے کہ ان میں دونوں فریق اتفاق سے احمدیت سے تعلق رکھتے تھے۔ بلکہ اس لئے بھی اہم تھے کہ ان سے خود اسلام میں ایک عظیم الشان تفرقہ پیدا ہو چکا تھا۔ پیغام صلح تو آنحضرت صلعم کی صداقت منوا کر ہندوؤں سے بھی مذہبی منافرت و عداوت کو دور کرنے کے لئے جاری ہوا تھا۔ لیکن یہاں خود احمدی جماعت کے ایک فریق نے کفر و فسق کے فتووں سے اسلام اور احمدیوں میں تفریق و تخریب کی ٹھان لی تھی۔ کیا ایسے حالات میں پیغام صلح کا یہ فرض نہیں ہونا چاہیے تھا۔ کہ وہ ان مسائل پر روشنی ڈالے۔ اور مسلمانوں کی خداداد وحدت و یگانگت میں تفرقہ ڈالنے والوں کی غلطیوں سے متنبہ کرے۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ پیغام صلح نے اس فرض کو نہایت خوبی سے انجام دیا۔ اور اس ادائے فرض کا یہ ثمرہ ہے۔ کہ آج ہمارے احباب اس خطرناک راہ پر گامزن نہیں۔ جن پر میاں صاحب اور ان کے مرید ہیں۔

(۵)

غرض پیغام صلح ایک حد تک اپنے مقاصد میں کامیاب ہو چکا ہے اور ہم اس امر کو پھر دہرانا چاہتے ہیں کہ یہ خدمت محض احمدیت ہی سے مخصوص نہیں بلکہ تمام مسلمانان اسلام کی خدمت ہے۔ ہم حیران ہیں کہ حضرت صاحب نے جب محدثیت کا دعوی کیا تو سارے ہندوستان کے علماء کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ کفر کے فتوے تیار ہوئے۔ قتل کے مقدمات چلائے گئے۔ احمدیوں کے حقہ پانی بند ہوئے۔ کس قصور پر؟ اس لئے کہ حضرت صاحب نے کہہ دیا کہ میں محدث ہوں۔ مجدد ہوں۔ اور انوار نبوت محمدیہ سے اکتساب فیض کرتا ہوں۔ لیکن آج ہمارے میاں صاحب سب دنیا کو کافر بھی کہتے ہیں۔ حضرت صاحب کی طرف دعوے نبوت صاف طور پر منسوب کرتے ہیں۔ لیکن وہی علماء ہیں کہ خاموش ہیں۔ کسی کے کان پر جوں نہیں چلتی۔ ہم حیران ہیں کہ وہ اسلامی غیرت۔ وہ شریعت کا جوش و خروش۔ وہ رگ حمیت جو گردنوں میں تنی تھی۔ اور جنہوں نے کیا کچھ نہ کرایا تھا۔ صرف حضرت مرزا صاحب کے مقابلہ ہی پر تھی۔ اس میں کیا سر ہے؟ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ حضرت صاحب جو کچھ فرماتے تھے۔ سچ فرماتے تھے اور مثل مشہور ہے الحق مر۔

(۶)

الغرض اس لحاظ سے پیغام صلح نے وہ کام کیا۔ جو تمام مسلمانوں کا کام تھا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اب آئندہ کے لئے ہمارا لائحہ عمل کیا ہونا چاہئے۔ اسکا جواب نہایت سیدھا سادہ ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ ہی نے ہمیں اشاعت اسلام کے کام پر لگایا۔ اور اس کے لئے وصیت فرمائی۔ جو کام کی اہمیت اور اس کے ذریعہ سے اسلام کی خدمت اظہر من الشمس ہے۔ گو مسلمان آج اس کی قدر و قیمت کو کماحقہ نہیں سمجھتے۔ لیکن ان کی یہ بے اعتنائی ہی ہمارے لئے وجہ سرگرمی ہے۔ یہ ہمارا فرض ہے۔ کہ سوئے ہوئے دلوں کو جگائیں اور جلدی و استقلال کو ہاتھ سے نہ دیں۔

نوا را تلخ تر مے زن چو ذوق نغمہ کم یابی

حدی را تیز تر میخواں چو محمل را گراں بینی

خلافت کمیٹی کے مصارف

خلافت کمیٹی کے مصارف اور حسابات کے متعلق پھر اب کچھ اعتراضات پیدا ہوئے ہیں۔ معاصر علیگڑھ گزٹ نے ہر ایک مد صرف پر نکتہ چینی کی ہے۔ اور بعض اعتراضات بظاہر نہایت وقیع معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً موٹر کا خرچ چھ سو روپیہ ماہوار بیان کیا گیا ہے۔ جو بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ خلافت پریس پر ۸۸ ہزار روپیہ کا صرف بتایا گیا ہے۔ اور اس کے بالمقابل ۱۵ ہزار کی آمد بتائی گئی ہے۔ یہ حیرت انگیز ہے کہ جس پریس پر ۸۸ ہزار روپیہ خرچ ہو۔ اس کی آمد محض ۱۵ ہزار ہو۔ اس پر معاصر علیگڑھ گزٹ یہ بھی لکھتا ہے۔ کہ ۱۹۲۱ء میں پریس موجود نہ تھا۔ لیکن پھر بھی اس سال میں ۲۴ ہزار کا خرچ پریس کا دکھایا گیا ہے۔ شاید یہ پریس خلافت کا لٹریچر چھاپتا ہو۔ لیکن خود "خلافت لٹریچر" کی مد میں بھی بادن ہزار سے اوپر روپیہ خرچ ہوا ہے۔ اگر پریس کا خرچ بھی اس میں شامل کیا جائے۔ تو محض لٹریچر کا خرچ ایک لاکھ ۴۲ ہزار ہو جاتا ہے۔ کراچی کے مقدمہ پر بھی چار ہزار سے اوپر روپیہ خرچ ہوا ہے۔ جو بظاہر معمہ ہے۔

مرکزی خلافت کمیٹی بمبئی کے صدر سیٹھ چھوٹانی صاحب ہیں۔ جن سے ہمیں ذاتی نیاز حاصل ہے۔ سیٹھ صاحب موصوف پر کسی قسم کی بدگمانی کرنا تو گناہ عظیم ہے۔ وہ خود ہزاروں روپیہ اپنی جیب سے اس فنڈ میں دے چکے ہیں۔ اس لئے اگر کوئی بے عنوانی ہوئی ہے۔ تو اسکا ذمہ دار خلافت کمیٹی کا انتظام مرکزی ہے۔

اصل بات یہ ہے۔ شومئی قسمت سے مسلمانوں میں ابھی انتظامی قابلیت مفقود ہے۔ افسوس ہے۔ کہ قومی فنڈوں کے متعلق تو ہمیشہ خامیاں ہی ثابت ہوئی ہیں۔ الا ماشاء اللہ

اب جبکہ خلافت کمیٹی کے متعلق ایسے بیانات اخباروں میں شائع ہو رہے ہیں تو مصلحت یہی ہے کہ خلافت کمیٹی کے کام اور انتظام کو درست کیا جائے اور حسابات کی پوری نگرانی رکھی جائے۔ ہر مہینہ حسابات کی پڑتال [illegible] تاکہ پھر اس قسم کے افسوسناک واقعات کا اعادہ [illegible] کو صدمہ نہ پہنچے۔

مسٹر لائڈ جارج کی تلوار

مسٹر لائڈ جارج اب وزارت سے علیحدہ ہو کر [illegible] ہیں۔ غالباً اس سے مقصد یہ ہے کہ لوگوں کی [illegible] کریں۔ اور پارلیمنٹ جس کا انتخاب اب ہونے والا ہے [illegible] کی بیش تر جماعت کو منتخب کرا سکیں۔ [illegible] پر آپ کے رفقاء اور احباب کا خوب مجمع تھا۔ جو آپ کو [illegible] لئے آئے تھے۔ آپ نے خندہ پیشانی سے ان کو [illegible] فرمایا کہ:

میں اب آزاد ہوں۔ کسی ذمہ داری کا بوجھ میرے کندھے پر نہیں۔ لیکن میری تلوار میرے ہاتھ میں ہے [illegible]

یہیں یہ الفاظ سنکر ایک مشہور مصرع یاد آتا ہے

پیرے کہ دم زعشق زند بس غنیمت است

مسٹر لائڈ جارج بوڑھے آدمی ہیں مستعفی ہو چکے ہیں۔ [illegible] تلوار کی جھنکار ہی ان کی جانبازی کا موجب ہو گئی ہے۔ لیکن حیرت ہے وہ ابھی تک اس تلوار کی نیک سے چلتے ہیں۔ لوازمی کو [illegible] راست سمجھتے ہیں۔ پھر تعجب پر تعجب یہ ہے۔ کہ آپ عیسائی بھی ہیں اور اس مذہب کے پیرو ہیں۔ جس کا مسلک یہ ہے کہ

جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے۔ دوسرا بھی اس کے آگے کر دے۔

کیا یہ عیسائیت کے اصولوں کی شکست نہیں۔ کہ آج ایک عیسائی ملک کا وزیر اعظم کھلے الفاظ میں اس تعلیم کے خلاف کہتا ہے [illegible] وہ ملک خدا کی طرف سے مانتا ہے۔

تریاق القلوب کی تاریخ اور مسئلہ نبوت

ایک صاحب الفضل کے ۲۴ اکتوبر کے پرچہ میں تریاق القلوب کی تاریخ اشاعت پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے مخدوم مولوی محمد علی صاحب پر نہایت ملزمانہ تاثر کرتے ہیں۔ اور غلط عقیدہ کی اصلاح کا مطالبہ کرتے ہیں۔ یہ استدلال دیکھ کر عیسائیوں کا مسئلہ صلیب یاد دلا دیگا۔ کہ وہ بھی اسی طرح بے معلول کی کڑیاں جوڑتے ہیں۔ چونکہ حضرت مسیح کو صلیب دی گئی اس لئے جو شخص ان کی صلیبی موت پر ایمان لائیگا۔ وہ گناہ سے محفوظ ہوگا۔ اور بخشا جائیگا۔ بعینہٖ اسی طرز استدلال ان بزرگوں کا ہے۔ چونکہ تریاق القلوب ۱۹۰۲ء چھپ رہی تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت صاحب نے دعوے نبوت کیا تھا۔ کیا معقول استدلال ہے!

فرض کرو تریاق القلوب ۱۸۹۹ء میں نہیں بلکہ ۱۹۰۲ء چھپ رہی تھی۔ اس سے فائدہ؟ جب تک تم حضرت صاحب کی کسی تحریر سے یہ نہ دکھاؤ۔ کہ انہوں نے پہلے دعوے کو بدل کر کوئی نیا دعوے کیا تھا۔ یا اپنی پہلی تحریر کو واپس لیا اس وقت تک یہ بحث فضول محض ہے۔ حضرت صاحب نے "چشمہ معرفت" میں بھی جو آخری کتاب ہے۔ اپنے آپ کو محدث ہی قرار دیا ہے۔ اور صاف لکھا ہے۔ کہ ایسے نبی (یعنی محدثیت والے نبی) اس امت میں کیوں نہیں ہوں گے۔ اب بتلاؤ اس بحث سے اصل مسئلہ پر کیا روشنی پڑ سکتی ہے؟

گرو کے باغ کا قضیہ

ایک مدت سے گرو کے باغ کا قضیہ شروع ہے [illegible] ہے کہ روز بروز صورت معاملات نازک ہوتی جاتی ہے۔ تازہ ترین خبروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فوجی پنشنروں کے جتھے [illegible] سکھ گریجوایٹوں نمبرداروں اور ذیلداروں کے جتھے بھی شامل ہو رہے ہیں۔ اکالی جو سکھوں کا انتہا پسند [illegible] نے اپیل کی ہے کہ گرو کے مشن کیدار [illegible] کو تیار کر دیں۔ ابھی تک پنجاب گورنمنٹ کی حکمت عملی یہی رہی کہ جو جتھے جاتے رہے ہیں ان کو گرفتار کر لیا جاتا رہا [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ اس تخویف سے سکھ قوم پر کوئی اثر [illegible] اس لئے اب مصلحت اس امر کی مقتضی ہے۔ کہ کوئی ایسی [illegible] سے اس عقدہ کو سلجھایا جائے۔ کہ حاکم و محکوم جو کشیدگی پیدا ہو گئی ہے۔ وہ امن و امان سے دور ہو جائے۔ اور اس قضیہ کا فیصلہ ہو جائے۔ تشدد کی پالیسی ابھی تک کامیاب [illegible] اس لئے اب دوسری پالیسی اختیار کرنی چاہیے۔

شذرات

ایک اخباری مولویصاحب جنہیں حضرت مسیح موعود سے بلا وجہ بغض ہے۔ اور جن کی دکانداری غالبًا اسی بات پر چلتی ہے۔ کہ وہ ہر ہفتہ تفریق بین المسلمین کے قابل ملامت فعل کو ادا کرتے ہیں۔ جب سلسلہ احمدیہ کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ تو امانت و دیانت کو خیرباد کہہ دیتے ہیں۔ مولوی محمد علی صاحب بوپڑی نے جب ان کی مخالفت شروع کی تو ... دیتے ہیں۔ " ملا آن باشد کہ چپ نہ شود" اور پھر جب مولوی ... مولوی محمد حسین۔ احمد اللہ و عبد الجبار صاحبان کے اقوال ... کے خلاف نقل کئے۔ تو کیسی دیدہ دلیری سے لکھا ہے کہ ... آرہ انہوں نے منظور کیا تھا۔ اس سے ان کے وہ اقوال جو ... قبل از فیصلہ تھے قابل حجت نہیں۔

یہ تو اس کی اپنی ذات کے متعلق تھا۔ مگر جب سلسلہ احمدیہ کے ... اسی اخبار میں لکھا۔ تو لکھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود نے اعجاز احمدی میں لکھا۔ کہ اس مولوی کا گزارہ کفن فروشی پر ہے۔ حالانکہ انہیں معلوم ہے۔ اور اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ حضرت صاحب ان الفاظ کو واپس لے چکے ہیں۔ پھر ایک دفعہ فیصلہ ہو چکنے کے بعد بار بار اسے پیش کرنا۔ وہی " ملا آن باشد کہ چپ نہ شود" والی مثل ہوئی یا نہ۔ ایک دفعہ فیصلہ ہو چکنے کے بعد اس معاملہ کو پیش کرنا تھوک کر بار بار چاٹنا نہیں تو اور کیا ہے۔

... لکھتے ہیں۔ " اگر کوئی شخص عیسائی مذہب کو ... ہے۔ تو اسکا فرض ہونا چاہئے۔ کہ وہ وفات ... ثابت کرے۔ تاکہ بقول نہ بانس رہے نہ ... مسیح فوت ہوں نہ کفارہ ثابت ہو" بھلا اس عقل ... کوئی دریافت کرے۔ کہ اگر اس کا مزعومہ مسیح آسمان سے اتر کر زمین پر کچھ ... عرصہ رہ کر وفات بھی پا جائے۔ تو تم اس کی حیات ہی ثابت کرنے ... زور لگاؤ گے۔ تاکہ کفارہ ثابت نہ ہو کیونکہ بموجب قرآن کریم ... العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ ... عیسائیوں کا وجود آخر ... رہیگا۔ امید ہے یہ فرض تمہارے سے اسوقت ساقط نہ ہو جائیگا۔ کیونکہ قرآن شریف تو بدل ... اس میں ... تو حیات مسیح اور اسکا آسمان پر جانا اور زندہ رہنا لکھا ہوگا۔

پھر ایک عیسائی کا قول نقل کر کے لکھا ہے! کہ وہ وفات مسیح کو اپنی تائید میں سمجھتا ہے۔ خوب۔ یک نشد دو شد۔ کیا عیسائی ... محض صلیب پر چڑھنے کو کفارہ قرار دیتے ہیں۔ یا صلیبی موت سے مرجانے کو۔ امید ہے۔ کاغذی شیر صاحب اس امر سے بخوبی واقف ہونگے۔ کہ ہم حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت ... نہیں۔ بلکہ صلیب سے زندہ اتر آنے کے اور عرصہ ... طبعی موت سے مرجانے کو مانتے ہیں۔ اگر اس امر ... کفارہ ثابت کرسکتے ہیں۔ تو بسم اللہ اسی اپنے دوست ... اخبار والے سے شائع کرا دو۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام ... صلیب پر سے زندہ اتر آنا کفارہ کی دلیل ہے۔

اتنا عرصہ تم نے حیات مسیح سے عیسائیوں کو تقویت دی۔ اب کچھ عرصہ کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی وفات یافتہ مان کر دیکھ لو۔ کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ ازالہ اوہام تمہارے جیسے ہندی مولویوں کے لئے لکھی گئی تھی۔ عیسائی صاحبان کے لئے اور بہت کتابوں میں ذخیرہ ہے۔ جسے وہ خوب جانتے ہیں۔ تم خواہ مخواہ تجاہل عارفانہ نہ کرو۔

پھر مسیح کو خدا کی طرح الآن کما کان ماننے کو کفر لکھتا ہے۔ حالانکہ خود عقیدہ یہی رکھتا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام دو ہزار سال سے آسمان پر بغیر کھانے۔ پینے و دیگر حوائج بشری کے اور جسم میں تغیر ہونے کے زندہ بیٹھے ہیں۔ اور اس پر حضرت نوح ؑ کی مثال دیتا ہے۔ جو نو سو سال اسی زمین پر کھاتے پیتے رہے۔ زمانہ ان پر اثر کرتا رہا۔ اور آخر بوڑھے ہو کر وفات پا گئے۔ جس شخص کی عقل و دماغ میں یہاں تک فتور ہو۔ کہ وہ حضرت نوح ؑ کی زمینی زندگی اور حضرت مسیح ؑ کی آسمانی زندگی میں فرق نہ کر سکے۔ اس سے کسی عقل و فکر کی بات کی امید رکھنا لا حاصل ہے۔

پھر لکھتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ ؑ ایک ممتد عمر کے بعد مثل دوسرے لوگوں کے فوت ہونگے۔ مگر اتنا نہ سوچا کہ قرآن شریف کی آیات جن سے بقول مولوی صاحبان اُن کا آسمان پر جانا اور زندہ رہنا ثابت ہوتا ہے۔ وہ کسی نئی وحی سے منسوخ ہو جائیں گی۔ یا مولوی صاحبان اُس وقت بھی لڑتے رہیں گے۔ ایک فریق کہے گا۔ وہ آسمان پر زندہ ہیں۔ اور دوسرا کہیگا۔ کہ نہیں دمشق میں اُتر کر وفات پا چکے

کاغذی شیر کی معقولیت تو اوپر کے خیالات سے ظاہر ہے لیکن اس سے بھی بڑھ کر اور سنئے۔ دوسرے نمبر میں لکھتے ہیں۔ کہ چونکہ حضرت مرزا صاحب سے پہلے سرسید بھی وفات مسیح مانتے تھے۔ اس لئے وہی مسیح موعود ہونے چاہئے تھے۔ افسوس کہ اپنے آپ کو عالم کہلانے والے جب دوسروں پر اعتراض کرنے لگتے ہیں۔ تو اپنے علم و فضل کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے۔ کہ چونکہ حضرت نبی کریم ؐ سے پہلے عرب میں اور لوگ بھی توحید و رسالت۔ ملائکہ۔ جزا و سزا۔ کتب آسمانی وغیرہ کے قائل تھے۔ اس لئے نبی آخر الزمان بننے کے زیادہ مستحق تھے۔ کیونکہ وہ پیشرو تھے۔ عیسائی صاحبان بھی دکھڑا تو روتے ہیں۔ کہ اسلام جب اسی دین کو پیش کرنے کا دعوٰی کرتا ہے۔ جو نوح ؑ۔ ابراہیم ؑ وغیرہ کا تھا۔ تو اس کے آنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ نہ معلوم فاضل صاحب یہاں کیا فضیلت جتلاتے ہونگے۔

پھر غور کرو کہ سرسید نے حدیث ینزل فیکم ابن مریم کی تشریح کہاں کی ہے؟ کچھ سوچ کر تو بات کیا کرو!!

حدیث لو کان موسیٰ و عیسیٰ کے بارہ میں حوالہ کتاب مانگتے ہیں۔ اور اس پر انعام مقرر کرتے ہیں۔ حوالہ تو ہم بتا دیتے ہیں۔ مگر ایک صد روپیہ ان کو اپنے دماغ کے علاج پر خرچ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ تاکہ انکو حقیقت حال سے آگاہی ہو۔ معترض کو معلوم ہے۔ کہ یہ کوئی قاعدہ اصول حدیث پر ضروری نہیں ہے۔ کہ جب حدیث کی سند نہ ہو۔ وہ ضرور ہی غیر صحیح ہو گی۔ بلکہ بہت سی احادیث ایسی موجود ہیں۔ جن کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ حالانکہ اُن کی سندیں نہیں ہیں۔ مثلاً حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل وغیرہ اب لیجئے حدیث زیر بحث کو جسے محدثین و مفسرین و اولیاء نے صحیح سمجھ کر اپنی کتابوں میں لیا۔ (۱) شیخ امام ابن قیم نے مدارج السالکین جلد ۲ صفحہ ۳۱۳ میں۔ (۲) امام حافظ ابو الفداء اسمعیل ابن عمر دمشقی نے تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ میں۔ (۳) امام ربانی شیخ عبد الوہاب شعرانی نے یواقیت و الجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۴ میں۔ (۴) شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں۔ (۵) سید احمد بن مبارک نے کتاب ابریز صفحہ ۱۵۰ میں۔ اگر اس حدیث کو جھوٹا قرار دیا جائے۔ تو ماننا پڑے گا کہ یہ سب بزرگان دین ایک جھوٹی حدیث پر اپنی کتابوں میں زور دیتے رہے۔

پھر امام مالک ؒ کی وفات مسیح کے قول کی سند مانگتے ہیں۔ اس کے لئے آپ مجمع البحار کتاب اکمال الاکمال۔ عتبیہ کو ملاحظہ کریں یہ احادیث یا اقوال ہمارے ایجاد کردہ نہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود ؑ نے قرآن و حدیث کے دلائل کی تائید میں اُن کو پیش کیا ہے۔ یہ الفاظ وغیرہ آپ اپنے دماغ کے علاج میں صرف کریں۔ تو آپ کے لئے مفید ہوگا۔ اور اپنے نفس پر قیاس کر کے یرقانی مریض کی طرح آپ کو جو بزرگان دین بُرے معلوم ہوتے ہیں۔ اُس مرض کا ازالہ ہو جائے گا۔ کیونکہ اس سے آگے جو اصول آپنے النصوص تحمل علی ظواہرہا مالم تصرف عنہا قرینۃ لکھا ہے۔ اسپر کم فہم کے سبب خود ہی عمل نہیں کیا۔ حدیث لکھی ہے۔ کیف انتم اذا انزل فیکم ابن مریم و امامکم منکم۔ جس میں کسی دوسرے شخص کا ذکر تک نہیں۔ اور نہ ہی کوئی قرینہ پایا جاتا ہے۔ مگر آپ دیدہ دلیری سے آخری ٹکڑے کو کسی نامعلوم شخص کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ترجمہ تو صاف تھا۔ کہ تم مسلمانوں کیسے ہوگے۔ جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا اور وہ تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ اور یہ معنی قرآن شریف کے اس اصول کے مطابق ہیں۔ کہ مامورانِ الٰہی مطاع ہوتے ہیں۔ مطیع نہیں ہوتے۔ جب ابن مریم حسب عقیدہ کج فہم فاضل کے نبی ہیں۔ تو نبی کو چھوڑ کر غیر نبی کو امام بنانا کم فہمی کی کھلی دلیل ہے۔ اسی پر بس نہیں۔ جب اور کہیں ہاتھ نہیں پڑا۔ تو ابن مریم اور امیر کی گفتگو کرنے کی حدیث میں امیر ہم کے معنے امام وقت کر دئے۔ پھر ابن مریم کا جواب ہے۔ کہ بعض تمہارے اوپر بعض کے امیر ہیں اس سے استدلال کرتے ہیں۔ کہ نبی کی امامت اس امت کا غیر نبی کر سکتا ہے۔ جب یہ مانتے ہو۔ کہ امت محمدیہ کا غیر نبی بنی اسرائیل کے انبیاء کی امامت کرا سکتا ہے۔ تو اتنا ماننے سے کونسا امر مانع ہے۔ کہ اس امت ... ایک نبی نے دو ہزار سال آسمان

... پر الآن کما کان زندہ ... اس ... کی بھی عزت اور بزرگی ... پر زندہ مان کر بھی کوئی ایسا ... جیسا اس امت کا ایک غیر نبی ... عالمانہ رنگ سے نزول مسیح کے ... کرنا چاہتے ہو

مسیحی اور کفارہ

معاصر نور افشاں ۱۳ اکتوبر ... شرع قرار دیتے ہوئے ذیل کا تحقیقی ... نجات دینے والے خداوند یسوع مسیح نے کل حاضرین ... کہ تم تمام دنیا میں جاؤ اور انجیل کی منادی کرو ... یہ بھی فرمایا کہ پریسبٹیری یا چرچ کمپنی یا کانفرنس ... ہے۔ کہ بعض کو خادم الدین اور بعض کو غیر خادم الدین ... نزدیک سب خادم الدین ہیں۔ پس رسول کے اس فرمان ... جو وہ تکا شور ہے ہم اس تحقیقی جواب کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ شاید ... کو تین اور تین کو ایک ماننے والا ہی کوئی دماغ اس استدلال سے ... جوڑ ثابت کر سکے۔ ورنہ ہم تو اسکا مفہوم سمجھنے سے قاصر ہیں۔

یسوعی اور وفات مسیح

نور افشاں نے بڑے شوق سے ایک اخباری مولوی کا مضمون دربارہ مسیح موعود ؑ شائع کیا ہے۔ کیا وہ بھی اس مولوی کے ساتھ اتفاق رکھتا ہے۔ کہ وفات مسیح کے ماننے سے عیسائی مذہب کو تقویت ہوتی ہے اگر یہ صحیح ہے۔ تو کیا وہ ہمارے مضامین دربارہ وفات مسیح ؑ اخبار میں شائع کرنے پر رضامند ہے۔ جن میں تواریخ و اناجیل کی رُو سے وفات مسیح پر زور دیا جاتا ہے۔ گذشتہ تجربہ سے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اس امر میں ہماری مدد نہ کریگا۔ کیونکہ وہ اس کم فہم مولوی سے ذرا سمجھدار معلوم ہوتا ہے۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر معہ اپنے رفقاء کے بخیریت ہیں۔ اور اپنے ... مشاغل میں مصروف۔

مخدوم الملت حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب موسم گرما میں بہت علیل رہے۔ لیکن اب خدا کے فضل سے آپ کی صحت روبہ ترقی ہے۔ خدا تعالےٰ اس نافع الناس وجود کو دیر تک زندہ سلامت رکھے۔

برادر خواجہ محمد صدیق صاحب کشمیر اب خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے بالکل تندرست ہیں اور تبلیغ سلسلہ میں مصروف ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب محمودیوں سے گفتگو ہوتی ہے۔ تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ " وہ بھی حضرت مرزا صاحب کو محدث مانتے ہیں نبی نہیں مانتے۔ اور کہ ان کے پیر میاں محمود احمد صاحب کا عقیدہ بھی یہی ہے " بیچاروں کو جب اصل حقیقت معلوم ہوگی۔ تو پتہ لگیگا۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود ؑ کے مذہب سے کتنی دور جا پڑے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمارے گم گشتہ بھائیوں کے سینے حق کے لئے کھولے۔ آمین۔ برادر موصوف جملہ برادران سلسلہ سے استقامت اور ترقی دین و دنیا کے لئے دعا کے خواستگار ہیں۔

برادر مولوی حافظ نور الدین صاحب قاری کشمیر میں تبلیغ سلسلہ و محمودی غلط فہمیوں کے ازالہ میں بہت کوشش کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ انشاء اللہ ہمارے نوجوان برادران کشمیر کی کوشش و سعی سے مطلع بالکل صاف ہو جائیگا۔

جناب مولانا مولوی محمد عبد اللہ صاحب وکیل برادران کشمیر کے لئے روحانی تحفہ مہیا کر رہے ہیں۔ اور مسلم ریڈنگ روم میں درس قرآن شریف دیتے ہیں۔ مولویصاحب کا طرز استدلال اور معارف قرآنیہ کا بیان نئی تعلیم یافتوں کے لئے موجب تسکین ہو رہا ہے۔ محمودی مبلغ کو بھی اپنے مسئلہ نبوت مسیح موعود ؑ پر تبادلہ خیالات کرنے کے لئے مدعو کیا ہے جملہ احباب خاص طور پر دعا فرمائیں۔ کہ محمودی فتنہ جلد سے جلد اسلام سے دور ہو۔

رسالہ پیغام حق جسے مولوی محمد نور الدین صاحب قاری نے کشمیری نثر و نظم میں تبلیغ سلسلہ کے لئے لکھا تھا۔ بہت مقبول عام ہو رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ مولوی صاحب کو خدمت اسلام کی بہت بہت توفیق عطا فرمائے۔

ملک محمد اکبر صاحب ملک غلام نبی صاحب و خواجہ غلام محمد صاحب نمبردار و دیگر برادران کشمیر جملہ احباب سے دینی و دنیاوی حسنات کے حصول کی دعا کے خواستگار ہیں۔

مولوی مصطفیٰ خانصاحب کے گھر میں خدا تعالےٰ نے لڑکا عنایت فرمایا ہے خدا تعالےٰ مولود مسعود کو عمر دراز نصیب کرے۔ اور دین کا خادم بنائے۔

(رپورٹر)

سکھ گردواروں، نمبرداروں اور ذیلداروں سے

مختصر خبریں

انگورہ کی پالیسی خلیفۃ المسلمین کے متعلق

مشرقی ... کی تیاریاں

ہندوستان

امیر ترکستان

مسلمانوں میں ...

خادم اسلام
حکیم محمد سعید الدین ازمیر پور شہر

اظہار حقیقت

ی جماعت کی طرف سے ایک کتاب "سرمہ
...ہی میں شائع ہوئی ہے جس میں نہایت
...ہونے والے نماز مسلمان کا مشرک قرار
...کو ناجائز قرار دیا گیا ہے ۔ نہایت افسوس
...محمد صاحب کی شدت نے ان کے مریدوں
...رکھا ہے کہ وہ ہر ایک اسلامی مسئلہ کا سخت پہلو ہی
...میں اور اعتدال سے بہت دور نکل جاتے ہیں ۔
اصل معاملہ صرف اتنا ہی ہے کہ محمودی واعظ سے ایک شخص نے بے نماز کے جنازہ کے متعلق فتوے طلب کیا جس پر اس نے فتوے دیا کہ اس کے نزدیک بموجب قرآن و حدیث و اقوال اولیاء بے نماز کا جنازہ جائز نہیں ۔ اس پر مستفسر صاحب نے مفتی صاحب بجہیانہ سے مزید فتوے طلب کیا جس پر اس نے فتوے دیا کہ کلمہ گو بے نماز کا جنازہ جائز ہے ۔ کیونکہ کلمہ گو ہونے کی صورت میں اس پر کفر کا حکم جاری نہیں ہو سکتا ۔ مگر جیسا کہ محمودی واعظ نے افراط کا پہلو اختیار کیا تھا مفتی صاحب نے تفریط کا پہلو لے لیا اور بے نماز کا جنازہ نہ پڑھنے والے کو خارجی قرار دیدیا حالانکہ ان کو اس بات کا پورا پورا علم ہے کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے ۔ جماعت میں سے ایک شخص کے ادا کر دینے سے باقیوں پر فرض نہیں رہتی ۔ پھر ایسی صورت میں بے نماز کا جنازہ نہ پڑھنے والے کو خارجی کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے ۔ اس لئے ہماری دانست میں محمودی واعظ کی غلطی تو یہ ہے کہ وہ بے نماز کے جنازہ کو ناجائز قرار دیتا ہے ۔ اور مفتی صاحب کی غلطی یہ ہے کہ وہ بے نماز کا جنازہ نہ پڑھنے والے کو خارج از اسلام قرار دیتے ہیں ۔

صراط مستقیم

صراط مستقیم اور اعتدال کا راستہ وہی ہے جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود کے ذیل کے فتوے میں درج ہے ۔
"میاں غلام قادر صاحب ! السلام علیکم ۔ جو مخالف برانہ بولتا ہو ۔ اس کا جنازہ جائز ہے مگر امام بہرحال احمدی ہو ۔ خواہ وہ چاہیں جنازہ الگ پڑھ لیں ۔ بے نماز کا جنازہ جائز ہے ۔ مگر بد بولنے والا اور کفر کے کلمات بولنے والا نہ ہو ۔ میت کے بعد بیٹھنا طریق سنت نہیں بدعت ہے حضرت صاحب کو اتنی فرصت نہیں کہ ہر خط کا جواب خود لکھیں دوسرے کو فرما دیتے ہیں کہ یہ بات لکھو ۔ محمد صادق عفی عنہ
مسیح موعود کا یہ فتوے اعتدال کا رنگ رکھتا ہے ۔ بد بولنے والے اور کلمات کفر بولنے والے بے نماز کا جنازہ جائز نہیں اور باقیوں کا ہے اور معلوم ہوتا ہے یہی مذہب حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا جنہوں نے بد بولنے والے اور کلمات کفر بولنے والے بے نماز کا نہ صرف جنازہ ناجائز رکھا بلکہ مسلمانوں کے قبرستان میں بھی دفن کرنے سے منع فرمایا ۔ بے نماز کے جنازہ کے جواز کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نماز جنازہ کفارہ ہوتی ہے اور جس کا جنازہ پڑھا گیا وہ ضروری بخشا جاتا ہے ۔ نہیں بلکہ نماز جنازہ فوت شدہ کے لئے ایک دعائے مغفرت ہوتی ہے ۔ اور یہ اللہ تعالے کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ قبول کرے یا نہ کرے بہرحال اس نماز کے پڑھے جانے سے میت اپنے بد اعمال اور نماز نہ گذارنے کے جرم و گناہ سے بری نہیں ہو جاتی اور نہ ایسے شخص کا جنازہ پڑھنے سے دوسروں کو ترغیب ہوتی ہے کہ وہ بھی نیک اعمال نہ کریں ۔ اگر نماز جنازہ کا یہ مقصد ہوتا کہ میت اس نماز کے سبب سے سب گناہوں کی پرسش سے بچ جاتی ہے اور جنت حاصل کر لیتی ہے تب ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ پھر نیک اعمال کی کیا ضرورت مگر جب ایسی کوئی صورت نہیں تو محمودی واعظ کی اتنی لمبی چوڑی داستان کا کیا فائدہ ۔ اگر بے نماز از روئے قرآن و حدیث مشرک ہوتا تو حضرت مسیح موعود بھی اس کے جنازہ کی نماز کا فتوے نہ دیتے ۔

اصل بات

یہ ہے کہ میاں محمود احمد صاحب کی پیروی میں ان کے مریدوں کا عقیدہ ہے کہ تمام کلمہ گو خواہ وہ نمازی ہوں ، حاجی ہوں زکوٰۃ دینے والے ۔ صوم کے پابند ہوں یا نہ ۔ تہجد اور

رسالت محمدیہ کے خواہ کتنے ہی قائل ہوں ، قرآن کے پڑھنے والے ہوں تاہم وہ بسبب مرزا صاحب کو نہ ماننے کے دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہیں ۔ ان کا جنازہ کسی حالت میں بھی جائز نہیں کیونکہ صرف محمودی ہی مسلمان ہیں ۔ باقی ساری دنیا کے مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہیں نہ محمودی ان کا جنازہ پڑھ سکتے ہیں اور نہ ان کو لڑکیاں نکاح میں دے سکتے ہیں یہ عقیدہ میاں محمود احمد صاحب نے کھلے الفاظ میں بیان کیا ہے دیکھو آئینہ صداقت صفحہ ۳۵
"سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے ۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں ۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں ۔"
برادران اسلام پر واضح ہو کہ میاں محمود احمد صاحب اور انکے مریدوں کا مذہب حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود کے مذہب سے بالکل علیحدہ اور مخالف ہے گو وہ اپنے آپ کو مرزا صاحب کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر ان کا مذہب حضرت مرزا صاحب کے مذہب سے بالکل علیحدہ ہے ۔ ذیل کے ضروری اختلافات ملاحظہ ہوں ۔
حضرت مرزا صاحب کا مذہب ہے کہ سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں ۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ۔ اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء
میاں محمود احمد صاحب کا مذہب ہے کہ حضرت مرزا صاحب واقعی نبی ہیں ۔ اگر آپ کو نبی نہ مانا جائے تو ایک خطرناک نقص پیدا ہو جاتا ہے جو انسان کو کافر بنا دینے کے لئے کافی ہے ۔ حقیقۃ النبوت صفحہ ۲۰۲
(۲) حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا ۔ تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰
میاں محمود احمد صاحب کا مذہب ہے کہ قرآن شریف میں انبیاء کے منکرین کو کافر کہا گیا ہے اور ہم لوگ حضرت مسیح موعود کو نبی مانتے ہیں اس لئے ہم آپ کے منکروں کو کافر کہتے ہیں (تشحیذ الاذہان جلد ۱ صفحہ ۱۲)
۳ ۔ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں "جو مخالف برانہ بولتا ہو اس کا جنازہ جائز ہے مگر امام بہرحال احمدی ہو وہ چاہیں تو الگ پڑھ لیں" (خط بنام میاں غلام قادر صاحب مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۰۷ء)
میاں محمود احمد صاحب کا مذہب ہے اگر یہ کہا جائے کہ کسی ایسی جگہ جہاں تبلیغ نہیں پہنچی کوئی مرا ہوا ہو اور اس کے مر چکنے کے بعد وہاں کوئی احمدی پہنچے تو وہ جنازہ کے متعلق کیا کرے اس کے متعلق یہ ہے کہ ہم تو ظاہر پر ہی نظر رکھتے ہیں ۔ چونکہ وہ ایسی حالت میں مرا ہے کہ خدا تعالے کے نبی اور رسول کی اسے پہچان اسے نصیب نہیں ہوئی اس لئے ہم اس کا جنازہ نہیں پڑھینگے اخبار الفضل جلد ۷ صفحہ ۲۷
(۴) حضرت مرزا صاحب نے اپنے ایک پرانے مرید ڈاکٹر رشید الدین صاحب کی لڑکی جو میاں محمود احمد صاحب کی سگی سالی ہوتی ہے ایک ایسے مسلمان کو نکاح میں دینے کی اجازت دی جو ابھی تک احمدی سلسلہ میں داخل نہیں ہوا ۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم نے اسکا نکاح پڑھایا اور میاں محمود احمد صاحب اس شادی میں شریک تھے ۔
میاں محمود احمد صاحب کا مذہب ہے کہ سوائے چند محمودیوں کے باقی سب کلمہ گو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں ۔ اس لئے کافر کے نکاح میں ایک محمودی لڑکی نہیں جا سکتی ۔
ان مختصر حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ میاں محمود احمد صاحب نے حضرت صاحب کے بالکل مخالف ایک نیا مذہب بنایا ہے ورنہ حضرت مرزا صاحب تو فرماتے ہیں ۔
"میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقاید میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کے رو سے مسلم الثبوت ہیں ۔"
اس لئے برادران اسلام کو چاہیئے کہ محمودی جماعت کی تردید کرتے وقت اس امر کا خیال رکھیں کہ حضرت مرزا صاحب کی ذات مبارک پر کوئی حملہ نہ ہو جو نہ نبوت کے مدعی ہیں اور نہ مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں ۔ ان امور کے متعلق اگر تفصیل سے واقفیت حاصل کرنی ہو تو سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے خط و کتابت کیجئے ۔

ابو الفضل

دلچسپ معلومات

انگلستان کے وزرائے اعظم

مسٹر بونر لا کے عہدہ وزیر اعظم برطانیہ مقرر ہونے پر اخبار نے برطانیہ کے سابقہ وزرائے اعظم کے متعلق معلومات فراہم کی ہیں ۔ جن کا ذکر ... میں ایک عظیم حکومتی تبدیلی عمل میں آ ... ہو سکتا ۔
مسٹر بونر لا ولایت کے ... وزیر اعظم ...
۲۰۰ سال کے عرصہ میں جب سے کہ یہ عہدہ ... اصحاب اس پر مامور رہے ہیں ۔ گو ان میں ... زیادہ موقعوں پر وزارت کا قلمدان ... ملا ہے ۔
ان ۳۶ وزرائے اعظم نے ۵۲ گورنمنٹیں ... ہے ۔ ایک کو چار بار یہ عہدہ حاصل ہوا ... دو بار ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ... نے ۵ سال حکومت کی ۔ اگرچہ مسٹر لائڈ جارج کی حکومت اس اوسط سے بڑھی ہوئی ہے ۔
سب سے پہلا وزیر اعظم برطانیہ سر رابرٹ والپول ... سب سے کم عمر ولیم پٹ ... اور جس نے سب سے زیادہ ... کی وہ گلیڈ سٹون تھا ۔
ان ۳۶ وزرائے اعظم میں سے ۲۹ انگلستان کے رہنے والے تھے ۔ دو سکاٹ لینڈ کے ۔ ۴ آئرلینڈ کے اور صرف ایک یعنی مسٹر لائڈ جارج ویلز کے ۔
ان میں سے ۱۲ لبرل تھے ۔ ۱۴ کنزرویٹو ... جس نے دونوں صورتوں میں گورنمنٹ ... سابق وزرائے اعظم میں سے ... بالفور ۔ لارڈ روزبری ۔ مسٹر لائڈ ...

نو مبائعین

مندرجہ ذیل اصحاب حضرت امیر کے ہاتھ پر سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے :۔
احمد یار خاں ولد ملک یار محمد صاحب متعلم جماعت ہشتم گورنمنٹ ہائی سکول مظفر گڑھ ۔
مولوی رشید الدین صاحب مفتی سرینگر کشمیر
برہان ولد عالم قوم مصلی موضع کوٹ محمد یار ... جھنگ ۔
سید شریف ۔ موضع بازید خیل ۔ ضلع پشاور معرفت ... سیف الرحمن صاحب ۔
غلام محمد ... نمبردار موضع سنگس ڈاکخانہ ...
غلام احمد خاں ولد عبد الصمد مرحوم محلہ فتح ...
عبد الرحیم ولد غلام رسول گومنڈیا ل ڈاکخانہ ...
غلام احمد ولد عبد العزیز محلہ ڈبہ تل
حکیم غلام نبی صاحب ولد نور الدین صاحب ...
برکت علی صاحب ولد صوبہ میانی افغاناں ...

جرمنی میں اشاعت قرآن کریم کیلئے امداد

جموں سے ستری یعقوب علی صاحب احمدی ... اس غرض کے لئے بھیجا ہے کہ جرمنی میں جو پہلے پہل مسلمان ... ایک قرآن مجید انگریزی ترجمہ والا اس رقم میں ... تعالے ستری صاحب کو جزائے خیر دے اور ان کے ... برکت ڈالے ۔ کاش مسلمانوں کے دلوں میں اشاعت قرآن کریم ... اسی طرح موجزن ہوتا کہ جسطرح عیسائیوں نے بائبل کو دنیا ... میں کے تمام ملکوں میں پہنچایا ہے ۔ قرآن کریم کے ... کو آگاہ کئے جانیکا سامان ہو جائے ۔
خاکسار عزیز بخش ...
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ...
۲۸ اکتوبر ...

قادیان یوم یکشنبہ مورخہ ۱۴ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۱ ہجری مطابق ۵ نومبر سنہ ۱۹۲۲ء عیسوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خطبہ جمعہ

فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ
بسلسلہ اشاعت گذشتہ

میں نے بارہا اس پر غور کیا ہے کہ اشاعت اسلام کا کام کرنے میں دوسرے مسلمان کیوں ناکام ہوتے ہیں۔ کیوں آئے دن ان میں اسکی تحریک ہوتی ہے اور عملی قدم یا تو اٹھتا نہیں اور اگر اٹھتا ہے تو ناکامی ہوتی ہے۔

مسلمانوں میں عدم تدبر

ایک تو عام طور پر غور و فکر کا مادہ نہیں رہا۔ دوسرے کسی صداقت کے خاطر دکھ اٹھانیکو تیار نہیں۔ اسلام کی طرف بلانے کے لئے ضرور ہے کہ دوسروں میں مذہبی صداقتوں پر غور و فکر کی روح پیدا کی جائے اور ان صداقتوں کی خاطر دکھ اٹھانے کے لئے انہیں تیار کیا جائے لیکن جب خود ہمارے ہی میں یہ باتیں نہ ہوں تو دوسروں میں ہم کس طرح یہ باتیں پیدا کر سکتے ہیں۔ مجدد کا آنا ایک صداقت ہے۔ حضرت عیسیٰ کا وفات یافتہ ہونا ایک صداقت ہے لیکن کتنے مسلمان ہیں جو آج اس پر کچھ غور کرتے ہیں۔ یا کتنے ہیں جو حق کو معلوم کر کے پھر اس حق کی خاطر محض اتنی تکلیف اٹھا سکتے ہوں کہ ان کے بھائی چند دنوں کے لئے انہیں برا کہیں گے۔ غرض بات تو سیدھی ہے۔ اگر ہم کوئی ایسی بات مانتے ہیں جو کتاب و سنت کے خلاف ہو یا کسی بزرگ یا امام کو برا کہتے ہوں تو ہمیں بتایا جائے ہم بروقت اسے ترک کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن حضرت مرزا صاحب نے اگر ہمیں قائم کیا ہے تو کتاب و سنت پر اسکے اتباع کے لئے اس نے ہمیں تعلیم دی۔ خدا کے دین کے لئے جوش اس نے پیدا کیا تو ایسا شخص جس نے کتاب و سنت پر چلایا اور عمل کے لحاظ سے اتنا نیک کام کیا کہ اشاعت اسلام کا جوش دلوں میں بھر دیا اس کو برا بھلا کہنا کیونکر جائز ہے۔

اس لئے میں آپ کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ جو کام آپ کے سپرد کیا گیا ہے وہ کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھ سکتا۔ مسیح موعود نے جس کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اسکے متعلق قرآن کریم کا وعدہ ہے کہ لیظھرہ علی الدین کلہ۔ آپ نے اگر کوئی کام کیا تو وہ ایسا نہیں کہ آپ سے نفرت کا موجب ہو۔ آپ نے کوئی فرقہ اس رنگ کا نہیں بنایا جس رنگ کے فرقے مسلمانوں میں ہیں۔ سنی اور شیعہ۔ حنفی اور اہلحدیث ہیں جو فرقہ بندیاں ہیں کہ سب ایک دوسروں کے بڑوں کو برا کہنے کے لئے تیار ہیں۔ ایک حنفی حضرت امام حنیفہؒ کے قول کے مقابل پر ایک حدیث کی پرواہ نہیں کرتا اور ایک اہل حدیث کو امام کے قول کی پرواہ نہیں۔ مرزا صاحب نے اس قسم کی کوئی بات نہیں سکھائی۔ انہوں نے ہم کو جو رستہ سکھایا ہے وہ یہی ہے کہ قرآن کریم مقدم ہے۔ اسکے بعد حدیث جو قرآن کے مخالف نہ ہو اس کا ماننا بھی ضروری ہے۔ پھر ائمہ کرام کا اجتہاد جو قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہو۔ ان کو بھی نہ مانو۔ جو جماعت آپ نے بنائی ہے تو اسکے بنانے کی غرض صرف یہی ہے کہ اشاعت اسلام کا کام کرے اور قرآن لوگوں کو سنوائے۔

ہم نہ کسی کو برا کہتے ہیں نہ برا سننا چاہتے ہیں

غرض ہم کسیکو برے کہنے والے نہیں لیکن اس کے بھی قایل نہیں۔ کہ اگر ہمارے سامنے حضرت ابو بکرؓ کو برا کہا جائے تو ہم سن کر جواب نہ دیں۔ ایسا ہی اگر ہمارے سامنے حضرت مرزا صاحب کو برا کہا جائے تو ہم ہرگز خاموش نہیں رہ سکتے۔ ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ تمام نیکوں کی عزت اور حمایت کریں۔ اور جو کوئی ان کو برا کہے اس کو جواب دینے کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ حضرت مرزا صاحب کے خلاف لوگوں کی بوجہ بغض و نفرت کی یہ حالت ہے کہ اگر مرزا صاحب کا نام کسی مجلس میں آجائے تو سننے والوں کے چہروں پر نشان نظر آنے لگتے ہیں۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ مرزا صاحب نے کسی کا کیا بگاڑا ہے۔ ایک نیکی کا کام آپ نے کیا۔ اصلی وجہ سے نفرت کیونکر جا رہی ہے۔ بہتیرے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت مرزا صاحب کو سچی خوابیں آتی تھیں یا الہام ہوتے تھے تو فوراً بگڑ بیٹھتے ہیں۔ ایک معمولی سے مسلمان اگر اپنی خواب کا ذکر کرے تو اسے کوئی برا نہیں مانتا۔ اولیاء اللہ کے الہامات کا اگر ذکر کیا جائے تو یہ امت محمدیہ کے لئے فخر کا مقام ہے لیکن حضرت مرزا صاحب کے نام کے ساتھ خواب یا الہام کا ذکر آئے تو اسے برا مانتے ہیں۔

تبلیغ کا اصول

ولایت سے ایک دوست نے مجھے لکھا کہ اس جگہ اشاعت اسلام کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود کا نام لینا ضروری ہے اور اس کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ کیونکر؟ انہوں نے لکھا کہ ایک بڑا بھاری گروہ سپرچویلسٹ لوگوں کا ہے۔ ان کی ترقی بڑی رونق پر ہے اور ان کی بنیاد عموماً اس پر ہے کہ دوسری دنیا سے کلام ہو سکتا ہے۔ اس کا وہاں بہت زور ہے اور یہ لوگ وہاں بہت بڑھ رہے ہیں تو اس لئے لکھا کہ جو ایک لہر اٹھی ہے تو اسکو ہم بتائیں کہ یہ بات اسلام میں ملتی ہے اور اسلام میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جنہوں نے الہامات کے ذریعہ سے خبریں دی ہیں۔ اور اس زمانہ میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جا بجا ضرور ہے کہ اس غرض کے لئے "اسلامک ریویو" میں خواجہ صاحب نے اپنی بعض خوابیں لکھی ہیں اور بتایا ہے کہ کس طرح وہ پوری ہوئیں تو اس کے اندر اس بات کو گوارا کر لیتے ہیں لیکن اگر یہ آجائے کہ انہی خواجہ صاحب کے پیر و مرشد نے کوئی خواب دیکھا تھا اور وہ پورا ہوا۔ یا اسے کوئی الہام ہوا تھا تو اس کو گوارا نہیں کر سکتے۔

تو یہ نفرت خاص مرزا صاحب کے نام سے کیوں ہے

حالانکہ حق یہ ہے کہ خواب اور الہام اس امت میں اولیاء کو ہوتے ہوئے لیکن انہیں نام کے ساتھ چڑ ہے۔

تو بات یہ ہے کہ ہم تو اشاعت اسلام کے لئے جو تائیدی بات دیکھیں گے اس سے کام لیں گے۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم [illegible] منشی فرزند علی صاحب نے) جب ملتان شہادت کے لئے جا رہے تھے کہ حضرت اگر ولایت میں تبلیغ اسلام کی جائے تو کس طرح کی جا سکتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا پہلے لا الہ الا اللہ منوالو۔ پھر جب وہ اس کو مان لیں یعنی توحید کے قائل ہو جائیں تو محمد رسول اللہ منوالو یہی اصلی طریق تبلیغ ہے۔ سب کچھ ایک ہی دفعہ نہیں منوایا جا سکتا۔ تمام باتیں بتدریج ہی لوگوں سے مانی جائیں گی۔ لیکن جو ذرائع اصول اسلام کے منوانے کے لئے اختیار کرنے پڑتے ہیں ان میں سے ایک اس زمانہ کے مجدد کا وجود بھی ہے۔ کیونکہ اس کے وجود میں صداقت اسلامی کی ایک دلیل ہے۔ آج بڑے بڑے اعتراض جو دہریوں کے دل میں پیدا ہوتے ہیں کہ پہلے وقتوں میں اگر خدا کلام کرتا تھا اگر پہلے زمانوں میں خدا تعالے اپنے بندوں سے بولتا تھا تو آج کیا ہو گیا کہ وہ کسی سے کلام نہیں کرتا۔ اس کا کوئی جواب اگر ہے تو یہی ہے کہ اب بھی وہ کلام کرتا ہے۔ ہاں اس کا کلام اپنی پوری صفائی کے ساتھ اپنے اولیاء سے اپنے راستباز بندوں سے ہوتا ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ ہم اولیاء اللہ کے الہام کو نہیں مانتے کہ وہ قرآن کی طرح ہے یا قرآن کا ہم پایہ ہے۔ یہ مبشرات صرف اس کی تائید کے لئے باقی رکھی گئی ہیں کہ تا قرآن کی صداقت پر گواہ ہوں اور معلوم ہو کہ اللہ تعالے اب بھی کلام کرتا ہے لیکن ہمارے اتباع کے لئے صرف قرآن اور حدیث ہے اور اب کوئی نئی ہدایت نہیں آ سکتی۔ لیکن اس امت کے اندر ہزاروں ایسے لوگ ہوئے ہیں جن سے اللہ تعالے کلام کرتا رہا اور انہیں مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف نصیب ہوا۔ انہیں میں سے ایک اس صدی کے مجدد اور اس امت کے مسیح حضرت مرزا غلام احمد صاحب بھی ہیں۔ آج خدا کے کلام پر کیوں تم ایسی مہر لگاتے ہو کہ اب وہ کسی بندہ سے بولتا ہی نہیں اور کسی سے کلام ہی نہیں کرتا۔ اگر امت محمدیہ کا یہی مذہب ہے کہ اللہ تعالے اس امت میں اپنے اولیاء اور مقربین سے کلام کرتا ہے اور یہ ایک دلیل صداقت اسلامی کی ہے تو پھر یہ ناحق کا بغض و نفرت نہیں تو اور کیا ہے کہ بری اسبات کو برا منایا جائے کہ میں یہ کہوں کہ اللہ تعالے کا الہام حضرت مرزا صاحب کو بھی ہوتا تھا۔ ہماری جماعت کی جو روش ہے وہ سب پر ظاہر ہے اور جو کچھ ہمارے اصول ہیں ہم علی الاعلان ان کو رکھتے ہیں اور رکھیں گے بلکہ ہم اگر انہیں چھپائیں تو الزام کے باعث ہوں گے۔ ہاں اگر وہ اصول قرآن و حدیث کے خلاف ہیں تو ہر شخص اعتراض کرنے کا حق رکھتا ہے۔

آنحضرت آخری نبی ہیں

ہاں یہ خوب یاد رکھو کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے قائل نہیں۔ انبیاء عالم چراغ تھے جو یکے بعد دیگرے الگ الگ گھروں کو یعنی علیحدہ علیحدہ قوموں کو روشن کرتے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطور آفتاب کے ہیں جن کی روشنی زائل نہیں ہو سکتی اور جو ساری دنیا کو روشن کر رہے ہیں۔ پس ان کے ہوتے ہوئے کسی چراغ کی

بقیہ بر صفحہ ۶ کالم نمبر ۳

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

صلح

۱۴ ستمبر ۱۹۳۱ء | نمبر ۲

ہندو مسلم اتحاد

اے طبل بلند بانگ در باطن ہیچ

مدت سے [illegible] رہی تھی لب بام ٹکٹکی
تھک تھک کے گر پڑی نظر انتظار آج

ہم ہندو مسلم اتحاد کے ہمیشہ حامی رہے ہیں۔ اور رہینگے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں۔ کہ ہندوستان کی معراج ترقی قومیت متحدہ و امن کے ساتھ وابستہ ہے۔ جس ملک میں مختلف الاقوام مختلف النسل۔ مختلف المذاہب اور مختلف زبانوں کے بولنے والے رہتے ہوں۔ وہ ملک اسوقت تک کوئی ترقی نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اپنی قومی تفریق و امتیازات کو اتفاق و اتحاد کے رنگ میں رنگین نہ کرے اور وسعت قلبی سے کام لیتے ہوئے ہر ایک مذہب کی روایات خصوصی اور جذبات ملی کو برداشت کرنے کے لئے طیار نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہمارے امام ہمام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے ہندو مسلم اتحاد کے لئے تجویز کی گئی۔ اور میں کہوں گا۔ یہ سب سے پہلی تجویز ہے جس [illegible] اس مسئلہ کا ایک عملی پہلو ہندوستان کے ۳۴ کروڑ باشندوں کے سامنے پیش کیا تھا۔ آپ نے ایک حکیم حاذق کیطرح اصل منشا کے علاج کا تہیہ کیا اور عوارض کو قابل توجہ نہ سمجھا۔ حضرت مسیح جانتے تھے۔ ہندو مسلم اتحاد کے لئے سب سے بڑی چیز جو سد راہ ثابت ہوئی وہ مذہبی مغائرت و منافرت ہے۔ اسیوجہ سے مسلمان ہندوؤں سے اور ہندو مسلمانوں سے بگڑے رہتے ہیں۔ چنانچہ پیغام صلح (دیکھو ۱۹۰۸ء) میں آپ اسی نکتہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:-

۱- میں ہرگز تسلیم نہیں کرونگا۔ کہ اصل وجہ یہی ہیں اور مجھے ان صاحبوں سے اتفاق رائے نہیں جو کہتے ہیں کہ ہندو مسلمانوں کی باہمی عداوت اور نفاق کا باعث مذہبی نہیں ہیں۔ اصل تنازعات پولیٹکل ہیں۔ یہ بات ہر ایک شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ کہ مسلمان اس بات سے کیوں ڈرتے ہیں کہ اپنے جائز حقوق کے مطالبات میں ہندوؤں کے ساتھ شامل ہو جائیں..... صاحبو اسکا باعث دراصل مذہب ہی ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔ اگر آج وہی ہندو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھکر مسلمانوں سے آکر بغلگیر ہو جائیں یا مسلمان ہندو بنکر اگنی وغیرہ کی پرستش کے حکم کے موافق شروع کر دیں اور اسلام کو الوداع کہدیں تو جن تنازعات کا نام آپ پولیٹکل رکھتے ہیں۔ وہ ایکدم میں ایسے معدوم ہو جائیں۔ کہ گویا کبھی نہ تھے۔

۲- پس اس سے ظاہر ہے کہ تمام بغضوں اور کینوں کی جڑھ دراصل اختلاف مذہب ہے۔

ان الفاظ پر غور کرو۔ حضرت مسیح موعود نے اپنی بالغ نظری سے کس طرح اصل مرض کی تشخیص کر لی۔ اور باقی فروعی باتوں کو جو عوارضا تھے کس طرح اس اصل سبب کے ماتحت کر دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ نے اسکا علاج کیا بتایا؟ ظاہر ہے کہ نہ ہندو مسلمان ہو سکتے تھے نہ مسلمان ہندو۔ اس لئے آپ نے اس مذہبی مغائرت و منافرت دور کرنے کے لئے ایک تجویز یہ پیش کی کہ ہم ہندوؤں کے بزرگوں کو خدا کیطرف سے مان لینگے اور ان کی جناب میں کبھی کوئی کلمہ گستاخی نہ بولیں گے۔ اور اسی طرح ہمارے برادران وطن آنحضرت صلعم کو خدا کیطرف سے مان لیں۔ اور انہیں راستباز سمجھیں۔ یہ مطالبہ بالکل بجا غیر جانبدارانہ اور منصفانہ تھا۔ کہ فریقین سے ساتھ

مطالبہ بھی کیا گیا تھا۔ لیکن حضرت ممدوح نے مسلمانوں کی وکالت کرتے ہوئے ایک قدم صلح کیطرف اور بڑھایا اور یہ بھی تسلیم کر لیا۔ کہ ہم اپنے برادران وطن کے پاسخاطر سے گائے کا گوشت کھانا چھوڑ دیں گے۔ یہ محض دل خوش کن فقرہ ہی نہ تھا۔ بالکل لیکچر کے پڑھنے والے ہمارے مکرم دوست خواجہ کمال الدین صاحب نے اس وقت یہ اعلان بھی کر دیا کہ میں آج سے گائے کا گوشت چھوڑتا ہوں۔ اور اس اقرار کو انہوں نے غالبًا موکد بہ حلف بھی کیا تھا۔

اسکا جواب ہمارے برادران وطن کیطرف سے کیا ملا؟ بعض فیکدل ہندوؤں نے اس معاہدہ پر جو پیغام صلح کی رو سے پیش کیا گیا تھا۔ دستخط کرنے کے لئے آمادگی ظاہر کی۔ لیکن بعض نے اسی وقت مخالفت شروع کی اور بات وہیں کی وہیں رہ گئی۔ معاہدہ پر دستخط کے لئے آمادگی ظاہر کرنے والے حضرات بھی خاموش ہو گئے۔ بہر حال مسلمانوں نے جو قدم صلح کیطرف اٹھایا تھا۔ وہ اٹھ چکا تھا۔ اور ہم بلا خوف تردید کہیں گے کہ ہر موقعہ پر مسلمانوں نے اس منزل میں پیشقدمی ہی کی ہے۔ پیغام صلح کے لیکچر کے بعد جس کی بنیاد مذہب کے چٹان پر رکھی گئی تھی۔ ہندو مسلم اتحاد کا مسئلہ سیاسیات کے زاویہ نگاہ سے معرض بحث میں رہا۔ اس میدان میں دونوں قوموں کیطرف سے گھوڑے دوڑائے گئے۔ اور آخر کار مسلم لیگ جو کانگرس کی چھوٹی بہن سمجھی جاتی تھی۔ اپنی بڑی بہن سے گلے ملی۔ اور ایسی ملی کہ بس اپنی ہستی ہی کھو بیٹھی۔ لیکن خیر۔ یہ اتفاق و اتحاد کے فریج پرمینٹ تھی۔ جو چڑھ ہی گئی۔

گر زدست زلف مشکینت خطائے رفت رفت
ور زہندوئے شما بر من جفائے رفت رفت

اس کے بعد جو واقعات ظاہر ہوئے وہ بھی ہندو مسلم اتحاد کے مقتضی تھے۔ اور یہ ان ہی کا اثر سمجھنا چاہئے کہ تمام ہندوستان میں "قومیت متحدہ" کے ترانے گائے جانے لگے۔ خود برطانوی حکام نے ہندوستان کے سود و بہبود کے لئے ہندو مسلم اتحاد کو ایک ضروری عنصر قرار دیا۔ اتنے میں مسئلہ خلافت چھڑ گیا۔ مہاتما گاندھی نے ہندو قوم کا حق وکالت ادا کرتے ہوئے ہندوؤں کو اس مسئلہ میں مسلمانوں کیساتھ شریک ہونے کے لئے اشارہ کیا۔ لیکن اس سارے معاملہ کی تان یہاں آکر ٹوٹی کہ خلافت سے پہلے ہندوستان میں سوراجیہ (حکومت خود اختیاری) قائم کرنی چاہئے تاکہ اس کے بعد آزاد ہندوستان خلافت کے قائم کرنے میں مدد دے سکے۔ چنانچہ مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ حقیقت میں خلافت کی گتھی سوراجیہ کے ناخن سے کھلے گی۔ مسلمانوں کو اور کیا چاہئے تھا۔ دولت اتفاق حاصل ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ خلافت عثمانیہ قائم ہوتی ہے مسلمانوں نے اب اپنے ہندو بھائیوں کو بھائی سمجھا۔ ان کے بزرگوں کو بزرگ سمجھا۔ بعض نے سنا ہے بکہ ماتھے پر قشقے کھینچے۔ گاندھی کیپ زیب سر کی۔ غرض ہندوؤں کے ساتھ ایسے ملے کہ

تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

ہم نے سمجھا کہ بس اب در مقصود ہاتھ آگیا۔ ہندو مسلم اتحاد قائم ہو گیا۔ اور اب تمام مسائل درست ہو جائیں گے۔ لیکن

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

سب سے پہلے ہمارے مقامی ہمعصر "ٹریبیون" نے جسے "قومیت متحدہ" کا ارگن ہونے کا دعوے تھا۔ اس راگنی کو الاپنا شروع کیا کہ تعلیم پنجاب کے جو بدقسمتی سے مسلمان واقع ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کی رعایت کرتے ہیں انہیں محکمہ تعلیم میں ترجیح دیتے ہیں اور ان کی نسبت بڑھا رہے ہیں۔ حالانکہ حقیقت صرف یہ تھی کہ وزیر تعلیمات ہندوؤں کی حد سے بڑھی ہوئی نسبت کو مدنظر رکھکر مسلمانوں کے جائز حقوق کی حفاظت کر رہے تھے۔ جو ان کا فرض منصبی تھا۔ مگر ب اتفاق و اتحاد کے جذبہ و غلغلہ بالائے طاق رکھ دئے گئے۔ اور "ٹریبیون" اور اُس کے ہمنواؤں نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ کہ دیکھو مسلمان بڑھ رہے ہیں وزیر تعلیم خزانے لٹا رہا ہے۔ ہندو پامال کئے جا رہے ہیں۔ لیکن باوجود ان بے عنوانیوں کے جو ہمارے ہندو بھائیوں کی طرف سے ظہور میں آئیں۔ کسی ذمہ دار مسلمان نے ہندو مسلم اتحاد کو صدمہ پہنچانے کا تہیہ نہ کیا۔

ابھی وزیر تعلیم کا قصہ نہیں چھوٹا تھا کہ ملتان کے فسادات رونما ہوئے۔ انہوں نے اس آگ پر اور تیل ڈالا۔ اور ہندو معاصرین "کیسری" اور "پرتاب" نے خوب دل کھول کر مسلمانوں کے خلاف لکھا۔ حالانکہ فسادات اور بلوے کی صورت میں کسی ایک فریق یا قوم کو کلیتہً مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس قسم کے فسادات میں دونوں فریق ہی ذمہ دار ہوتے ہیں۔ لیکن ہمارے ہندو بھائیوں کے شور و غل نے جو ناسور ہندو مسلم اتحاد کے جسم پر لگایا تھا۔ اس کی مرہم حکیم اجمل خان صاحب نے [illegible]

کی کہ تمام [illegible] ہے [illegible] ہندو بھائی ہر ایک [illegible] و اتحاد کو صدمہ [illegible] ہمیں یہ دیکھکر [illegible] کی ترقی پر نکتہ چینی کی [illegible] میں ہندو مسلم کا سوال [illegible] تازہ ترین واقعہ [illegible] بلحاظ اس لحاظ سے نہایت ہی قابل [illegible] ہندو مسلم اتحاد کے توقعات کا نہایت [illegible] ہے۔ یہ معاملہ کسطرح شروع ہوا [illegible] ہندو طلبا نے اس میں کیا حصہ لیا۔ اور [illegible] لمبی داستان ہے۔ جس کو ہم آیندہ اشاعت [illegible] انتظار رکھتے ہیں۔

تمہارے عشق کی اور ہجر کی ہے داستاں لمبی
سنائیں گے تمہیں یہ داستاں آہستہ آہستہ

دنیا صلح کیلئے مضطرب ہے

جسوقت سے یورپ کی جنگ عظیم کا خاتمہ ہوا ہے۔ [illegible] اس جنگ کے ہولناک واقعات کا اہل یورپ اور بالخصوص [illegible] کو تجربہ کرنا پڑا ہے۔ ان کا رجحان قدرتی طور پر اسطرف ہے کہ صلح و امن کو مستقل اور پائدار بنایا جائے۔ مجلس اقوام کی موجودہ صورت جو مسٹر لائڈ جارج کی کوششوں کا صدقہ ہے۔ [illegible] کو پسند نہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ آئے دن کسی نئی انجمن [illegible] کے انعقاد کی تجویز پیش ہوتی ہے مجلس اقوام کی پیروی میں مجلس [illegible] بنی۔ جس کی غرض و غایت یہی تھی۔ کہ تمام مذاہب میں اتحاد و اتفاق قائم ہو۔ اور اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ اقوام میں باہم محبت و الفت [illegible] ہوگی۔ ایسی ہی ایک اور انجمن ہے۔ جس کے اجلاس [illegible] میں ہوتے ہیں۔ اور جملہ مذاہب کے نمایندوں کو اس میں [illegible] اپنے مذہب کی وہ خوبیاں بیان کرنے کی دعوت دی جاتی ہے جن کا رنگ دوسرے مذاہب کے متعلق مخاصمانہ نہ ہو۔

اب ایک اور انجمن صلح کی تجویز لندن کے پادری ڈاکٹر جوویٹ [illegible] ہے۔ لندن ٹائمز راوی ہے۔ کہ ڈاکٹر جوویٹ نے اپنی ایک [illegible] آیندہ جنگ کے امکان اور اس کے خطرات سے متنبہ کرتے ہوئے [illegible] کشیدگیوں سے بہت ڈرایا۔ اور تجویز کی ہے۔ کہ لندن میں ایک انجمن مصالحت بنائی جائے۔ جس میں سلطنت برطانیہ کے ہر حصہ کے لوگ بطور ارکان شریک ہوں گے۔ یہ صرف مذہبی لوگ ہی نہ ہونگے [illegible] صنعت و حرفت اور لٹریچر کے ماہرین بھی اس میں حصہ لیں گے [illegible] جوویٹ نے کلیساؤں اور لیڈران مذہب سے اپیل کی ہے۔ کہ وہ [illegible] الشان مقصد کی تکمیل میں شریک کار ہوں۔ اور صلح و امن کے [illegible] زمانہ کے لئے اپنی مخلصانہ خواہش کا اظہار کریں۔ اور بنی نوع انسان کی اخوت کو اور مضبوط کریں۔ صلح و امن کی خواہش کو فنا ولی [illegible] پائی نہ جاتی ہو۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ دنیا نے اس کے حصول کے [illegible] اختیار کئے ہیں۔ وہ بجائے فائدہ کے دشمنی اور نفاق کو ترقی دیتے [illegible] ہیں۔ جن اقوام کے اندر یہ خواہش ہو۔ کہ صرف انہی [illegible] اور وہی خدا کے پیارے ہیں۔ وہ دوسروں کو کبھی اچھی [illegible] سکتے۔ قومی تفریق ہی تمام برائیوں اور بین الاقوامی منافرت کی [illegible] اور جبتک یہ باقی ہے۔ دنیا کی خواہش صلح و امن پوری نہیں ہو [illegible] اسلام کے سوا اور کونسا مذہب ہے۔ جس نے اس قومی تفریق کو [illegible] بنی آدم کو بھائی بھائی قرار دیا ہے۔ "بنی نوع انسان کی [illegible] پر ایمان" بیشک صلح و امن کے قیام کا موجب ہو سکتا ہے [illegible] ڈاکٹر جوویٹ کے وعظ سے پیدا نہیں ہو جاتا۔ جبتک ایک [illegible] نہ ہو۔ جبتک کل بنی نوع انسان کو اسی ایک خدا کی مخلوق نہ سمجھا جائے [illegible] برادری کا ماننا مشکل ہے۔ اور یہ اسلام کے سوا اور کسی نے نہیں سکھایا۔

نہ صرف باہمی اخوت بلکہ اسلام نے دیگر مذاہب کی کتب [illegible] کو بھی خدا کیطرف سے ماننے کا حکم دیا۔ اور یہ نہیں کہا۔ کہ الہام [illegible] صرف ایک ہی قوم پر نازل ہوا ہے۔ جیسا کہ دیگر مذاہب کا خیال ہے۔

ایسی حالت میں اسلام جس کے نام ہی میں سلامتی ہے۔ صلح و امن [illegible] بہترین ذریعہ ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ دنیا اسکو قبول کرے۔ [illegible] صلح کا انعقاد خواہ لندن میں ہو یا کہیں اور۔ چندوں کی باہمی [illegible] چنداں فائدہ اور اثر نہیں۔

برطانوی جائے نماز

مسٹر ونسٹن چرچل کو جو انگلستان کے علاقہ ڈنڈی کی طرف سے پارلیمنٹ کے ممبر ہیں۔ اور آج سے کچھ دن پہلے وزیر نوآبادیات بھی تھے۔ ان کے حلقہ انتخاب کے ایک کارخانہ کی لڑکیوں نے ایک جائے نماز بطور تحفہ بھیجی ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ ایسی جائے نمازیں ان کے کارخانہ میں مسلمانوں کے استعمال کے لئے بنتی ہیں۔ یہ ایک مخمل اور سن دونوں کو ملا کر بنی جاتی ہے۔ اور برطانوی ہاتھوں ہی کی ساخت ہے۔ اس کا نقشہ ریشمی گنبد، چاند اور مینار جو اس میں بنے گئے ہیں۔ ڈنڈے ہی میں تیار ہوا۔ اور لڑکیوں کا بیان ہے کہ ہم نے خود سن کو کاتا اور بنا ہے۔ اور ڈنڈی ہی میں یہ سب کچھ بنایا گیا ہے۔ اور اس میں سرخ نیلے، سبز اور زرد رنگ دکھائے گئے ہیں۔ وہ سب کے سب ان رنگوں سے تیار کئے گئے ہیں۔ جو برطانیہ عظمیٰ میں بنتے ہیں" اور آخر میں لکھا ہے کہ ہمارا خیال ہے کہ آپ اس کو برطانیہ کی موجودہ قابلانہ صنعت و حرفت کا ایک نہایت حیرت انگیز ثبوت ہے"۔

مسٹر ونسٹن چرچل کو جو فلسطین میں یہودیوں کو ان کا "قومی گھر" دلانے کے بہت حد تک ذمہ دار ہیں۔ اور اس لحاظ سے مسلمانوں کے ساتھ ان کے تعلقات بھی جو کچھ ہیں۔ ظاہر ہے۔ ایک اسلامی جائے نماز کا پیش کیا جانا قطع نظر اس کے کہ پیش کرنے والوں کی نیت کیا ہے۔ آئندہ کے لئے ایک نیک فال قرار دی جا سکتی ہے۔ خدا کرے کہ انہیں اور ان کی اولاد کو اس کے صحیح استعمال کی بھی توفیق نصیب ہو۔ آمین۔

عیسائی مشنریوں کے کارنامے

عیسائی مشنری جس سرگرمی اور ہمہ گیری سے تبلیغ عیسائیت کا کام کر رہے ہیں۔ وہ قابل ستائش و آفرین ہے۔ کیا عجیب بات ہے کہ یہ لوگ جانتے ہیں۔ اور خوب جانتے ہیں کہ انجیل خدا کا کلام نہیں۔ ان کے مفسرین نے خود ان کو تسلیم کیا ہے۔ کہ یہ کتابیں انسانی ہاتھوں سے لکھیں۔ اور انسانی دماغوں سے نکلیں لیکن پھر بھی بائیبل سوسائٹیاں بنی ہوئی ہیں۔ جو صرف تقسیم و فروخت انجیل کا کام ہی کرتی ہیں۔ سکول علیحدہ قائم ہیں۔ کالج علیحدہ بنائے جاتے ہیں۔ یتیم بچوں کی پرورش اور تعلیم کا انتظام علیحدہ ہے اور تقسیم کتب کا علیحدہ۔ مسلمان ممالک میں کثرت سے عیسائی لٹریچر مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ یا برائے نام قیمت لی جاتی ہے۔ "مسلم ورلڈ" کے پچھلے نمبر میں ایک نامہ نگار نے محض برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی کے متعلق اعداد و شمار جمع کئے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

مصر میں ۱۹۲۲ء	۲۱۱۳۷	اناجیل
مراکش	۷۸۸۶	"
ملایا ۱۹۲۲ء	۷۸۶۴۲	"

مسلمان ذرا ان کو غور سے دیکھیں اور پھر شرمائیں کہ وہ اس کلام پاک کی اشاعت کا کیا انتظام کرتے ہیں۔ جس کو وہ خدا تعالیٰ کی سب سے آخری کتاب مانتے ہیں۔

خلافت کا دنیوی اقتدار

ٹائمز کے نامہ نگار نے اگر جنرل رفعت پاشا کی اس تقریر کا صحیح مفہوم ہم تک پہنچایا ہے جو ممدوح نے قسطنطنیہ میں کی۔ تو ہم افسوس سے کہتے ہیں کہ پاشا موصوف نے خلافت کے اس دنیوی اقتدار کو بالکل مٹا دیا ہے جس کیلئے مسلمانان ہند تین سال سے جد و جہد میں مصروف تھے جنرل رفعت پاشا کا خیال ہے کہ خلیفہ کا اقتدار دنیوی قوم ترک کے سپرد ہونا چاہیئے۔ اور یہی حکومت انگورا کی حکمت عملی قرار پائی ہے اس کے صاف معنی ہیں۔ کہ آئندہ سلطان ٹرکی بلحاظ خلیفہ محض ایک گدی نشین کی طرح روحانی فیوض کے وارث ہوں گے۔ اور یہی فیض اپنے وابستگان خلافت کو دیا کریں گے۔ لیکن ملکی نظم و نسق میں اس کا کوئی دخل نہ ہوگا۔ اگر یہ صحیح ہے تو ہم نہیں جانتے۔ کہ مسلمانان ہند کس خلافت کے لئے اس قدر جد و جہد کرتے رہے ہیں۔ کیا محض دولت عثمانیہ کے لئے؟ کیونکہ روحانی خلافت کا تو کوئی جھگڑا ہی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ پچھلے سال جب ہندوستان سے وفد خلافت انگلستان گیا۔ اور وہاں مسٹر لائیڈ جارج سے ملاقات ہوئی تو وزیر اعظم نے صاف لفظوں میں لائیڈ وفد کو یقین دلایا تھا۔ کہ سلطنت برطانیہ کسی کے دینی اور روحانی امور میں دخل نہیں دیتی۔ اگر سلطان روحانی خلیفہ ہی تو خوشی سے ہوں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔

لیکن افسوس ہے کہ اب وہی بات جنرل رفعت پاشا کے منہ سے نکلتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ خلافت اسلام کا دنیوی اقتدار بالکل مٹ جاتا ہے ہمیں امید ہے کہ حکومت انگورہ کے ارباب حل و عقد اس مسئلہ پر روشنی ڈال کر اپنی حکمت عملی کی مزید تصحیح و توضیح کر لیں گے۔ تاکہ مسلمانان ہندوستان اس سے کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکیں۔

شذرات

صراط مستقیم سے بھٹکا ہوا ایک اخبار منہاجی اور قادیانی کہلانے میں حضرت مسیح موعودؑ کی حضرت مسیح ناصری سے مماثلت ثابت کرنے کی فضول کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ خود ہی مانتا ہے کہ مخالف لوگ ہمیں محض چڑانے کے لئے منہاجی اور قادیانی کہتے ہیں۔ بخلاف اس کے عیسائی نصرانی مسیحی اور عیسائی کہلانے میں خوش ہوتے ہیں۔ پھر مماثلت کہاں گئی۔ اگر مماثلت ہی تلاش کرنی تھی۔ تو قرآن مجید کی طرف رجوع کیا ہوتا۔ ضالین یعنے غلو کرنے والے گروہ کے ساتھ آپ کو کافی مشابہت ہے۔ پہلا مسیح نبی تھا۔ اسے غلو نے خدا بنا دیا۔ دوسرا مسیح مجدد و محدث تھا۔ اسے غلو سے نبی بنا دیا گیا یہ مماثلت پر یہ کافی دلیل ہے۔

وہی اخبار گدی نشینی کی تائید کرتا ہوا دو مخفی ٹریکٹ بنام اظہار حق علانیہ وعدہ جو معلوم ہوتا ہے کسی احمدی نے صرف احمدی احباب کے ملاحظہ کے لئے کسی گذشتہ زمانہ میں لکھے تھے جبکہ غالباً موجودہ گدی نشین خفیہ طور پر اپنی گدی نشینی کی جوڑ توڑ میں لگا ہوا تھا۔ مؤلف کا منشاء تو صرف احمدیوں تک رکھنے کا معلوم ہوتا تھا۔ مگر اس اخبار نے اسے پبلک کر کے اصلیت سے پردہ اٹھا دیا ہے ہم نے ہر دو ٹریکٹوں اور ان کے جوابات کو از سر نو دیکھا ہے لیکن ہمیں تو ان واقعات کی تردید میں جو ٹریکٹوں میں بیان شدہ ہیں۔ ایک لفظ بھی ان کے جوابی رسالوں میں نہیں ملا۔ اب چونکہ معاملہ پبلک ہو گیا ہے۔ اس لئے پبلک میں سے کوئی یا اس اخبار کا کوئی ہمدرد و ہم خیال ہی اعتراضات و جوابات کا مقابلہ کر کے اصل حقیقت پر روشنی ڈالے۔ اگر اسی خیال کے سمجھدار ہم خیالوں نے سوالات و جوابات کو گہری نظر سے دیکھا تو انشاء اللہ یہ کئی لوگوں کی ہدایت کا موجب ثابت ہوں گے۔

بعض ناواقف بھولے بھالے محمودی کہہ دیا کرتے ہیں کہ میاں صاحب کلمہ گوؤں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھتے۔ گو ذیل عبارت میں اس نے اس مسئلہ کو صاف کر دیا ہے۔ کہ وہ تمام کلمہ گوؤں کو بجز احمدیوں کے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہے۔ تاہم آپ کی تازہ دور افشانی ملاحظہ ہو۔

ایک صاحب نے عرض کیا۔ کہ غیر مبائع کہتے ہیں غیر احمدی کے بچے کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے۔ وہ تو معصوم ہوتا ہے اور کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ بچہ جوان ہو کر احمدی ہوتا۔ حضور اس کے متعلق آپ نے فرمایا کہ جس طرح عیسائی کے بچے کا جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا۔ اگرچہ وہ معصوم ہی ہوتا ہے اسی طرح ایک غیر احمدی کے بچے کا بھی جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا۔ جس طرح ایک غیر احمدی کے بچے کے متعلق امکان ظاہر کیا جاتا ہے کہ وہ بڑا ہو کر احمدی ہوتا اسی طرح کا امکان ایک عیسائی کے بچے کے متعلق بھی ہو سکتا ہے۔

(الفضل ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۲ء صفحہ ۶)

اس عقیدے کا ذمہ دار کون شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ حضرت مسیح موعودؑ کا مذہب تھا۔ اللہ تعالیٰ ایسے عقیدوں سے مسلمانوں کو بچائے۔ خود ہی اقرار خلافت صفحہ ۹۱ پر لکھتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے بعض صورتوں میں جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض حوالے ایسے ہیں جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ اور ایک خط بھی ملا ہے۔ مگر باوجود اس اعتراف کے دھڑے سے حضرت مسیح موعود کے خلاف فتوے دیئے جاتے ہیں۔

حامی اہل سنت اخبار حدیث کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم و امامکم منکم کے بارہ میں لکھتا ہے کہ نزول کے حقیقی معنے اوپر سے نیچے اترنے کے ہے۔ گویا ان کے زعم باطل میں مسیح ناصری آسمان سے نیچے اتریں گے۔ اگر نزول کے معنے یہی ہیں۔ تو قرآن مجید کی ذیل کی آیات کے معنے کرو۔ وانزل لکم من الانعام ثمنیۃ ازواج (الزمر۔ ۷) وانزلنا الحدید فیہ باس شدید (الحدید ۲۵) کیا چوپائے [illegible] جس طرح یہ اوپر سے

[illegible] مولوی عبدالمجید [illegible] خلافت اسلام کے لئے [illegible] ہیں۔ اس علاقہ میں تبلیغ جنگی [illegible] احسن طور پر ہو سکتی ہے۔ مسلمان [illegible] کے باہمی کی تفرقہ بازی کے باعث کوئی کام ہی نہیں [illegible] سے بداعتقادی اور بری رسومات دور کریں [illegible] اگر ہم عیسائیوں اور ہندوؤں وغیرہ کو کامیاب [illegible] مخالفت۔ اللہ تعالیٰ عام مسلمانوں کو بے جا [illegible] فتنہ بپا کرنے والے علماء سے عدم تعاون کریں۔ [illegible] کہ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب کو کامیابی نصیب [illegible] کہ مولوی صاحب تنگ دل علماء کو منہ بھی نہ لگا [illegible] پیار سے سمجھدار لوگوں میں تبلیغ کرتے رہیں۔

مولوی عبدالمجید صاحب برلن (جرمنی) سے [illegible] چک وغیرہ بھیجنے کے اگر پونڈ وہاں بذریعہ [illegible] تو بہتر ہے کیونکہ مارکوں کا کوئی بھروسہ نہیں۔ جس [illegible] مارکوں کی قیمت گر رہی ہے اسی لحاظ سے [illegible] بڑھ رہی ہے۔ سوئی بھی تو معاوضہ نقصان [illegible] دینا پڑتا ہے۔ لوگ بھوکے مر رہے ہیں۔ [illegible] افواہ ہے کہ غیر ممالک کا آنا جرمنی میں [illegible] کیونکہ باہر کے لوگ آکر جرمنی میں کم خرچ پر رہتے [illegible] لئے سودا دوبارہ گراں لینا پڑتا ہے۔ ایک جرمن [illegible] حیثیت رکھتا ہے۔ دس ہزار مارک یعنی [illegible] زیادہ نہیں کما سکتا۔ اور اسی پر اکثر جرمن گذارہ [illegible] کھانا وغیرہ گھر میں پکایا جائے۔ اور سادگی اختیار کی [illegible] رقم پر گذارہ ہو سکتا ہے۔ جس استاد سے میں پڑھتا ہوں [illegible] انگریزی، جرمن اور فرنچ اچھی طرح جانتا ہے۔ لیکن بیچارے کے پاس کھانے کو کچھ نہیں۔ اور مجھے کہتا ہے کہ ایک [illegible] دو اور جتنا کام چاہے لیتے جاؤ۔ لوگ مولوی صدر الدین صاحب کی آمد کے بارہ میں پوچھ پوچھ کر تھک رہے [illegible] مولوی صدر الدین صاحب جیسا کہ احباب کو معلوم [illegible] برلن کے لئے چندہ جمع کرنے میں مصروف ہیں [illegible] جنوری ۱۹۲۳ء تک روانہ جرمنی ہو جائیں گے [illegible] مسجد کیلئے کافی رقم مہیا کرنے کی کوشش کریں تاکہ وہ جلد [illegible]

احباب کشمیر لکھتے ہیں کہ بفضل خدا اپنی انجمن [illegible] خوب رونق ہو رہی ہے۔ اور وہ کشمیری زبان میں [illegible] تیار کرنے میں مصروف ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ [illegible] تا صعود مدارج انہیں خدمت اسلام کے لئے [illegible] عطا فرما دے۔ برادران کشمیر کو واضح ہو کہ تصانیف [illegible] مسیح موعود زیر طبع ہیں انشاء اللہ عنقریب شائع [illegible]

جناب مفتی محمد رشید الدین صاحب کشمیر سے پنجاب [illegible] تشریف لا رہے ہیں۔ احباب دعا فرمائیں کہ ان کو [illegible] مقاصد میں کامیاب کرے۔ اور خادم دین بنائے۔

مولوی حافظ نور الدین صاحب قاری [illegible] زبان میں تبلیغ سلسلہ کے لئے لکھ رہے ہیں [illegible] نہایت مفید ثابت ہوگا۔ اگر ہمارے احباب [illegible] پنجاب کے دوست بھی تبلیغ احمدیت میں [illegible] تو بہت جلد مخالفت سبیل بہ محبت ہو جائے [illegible] مخالف مولویوں کے بے اصول اعتراضات [illegible] کھل جائے گی۔ طبائع ہر جگہ تیار ہیں کمی ہے [illegible] پر تبلیغ پہنچانے کی۔ اگر ہمارے دوست [illegible] اندر اندر کوشش کر کے تمام تعلیم یافتہ مسلمانان کشمیر کے ہاتھوں میں تعلیم مسیح موعود اپنے اصلی [illegible] پہنچا دیں۔ تو بہت جلد ان کو نتیجہ کا پتہ لگ جائے [illegible]

سیرت نبوی کی ایک جھلک

معجزہ یا خرق عادت

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عزم صمیم

خداوند تعالےٰ کے نبی یا مامور جو معجزات دکھاتے ہیں وہ دو قسموں میں منقسم ہو سکتے ہیں ایک تو وہ معجزات ہوتے ہیں جن کا تعلق ان کی اپنی ذات سے ہوتا ہے اور دوسرے وہ جن میں لوگوں کا وجود بھی درمیان میں آجاتا ہے۔ یعنے ایک تو خلق کے وہ اعلےٰ نمونے ہوتے ہیں جو ان سے موقعہ اور محل پر ظاہر ہوتے ہیں اور دوسرا ان کی تعلیم اور ان کے نمونے کا اثر ہوتا ہے جو لوگوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ شاید اس جگہ یہ خیال پیدا ہو کہ کسی خلق کا مناسب موقعہ پر ظاہر ہو جانا یا کسی تعلیم یا نمونہ کا دوسروں پر کچھ اثر رکھنا معجزات کی حد میں کیونکر آسکتا ہے کیا غیر نبی اور غیر ماموروں سے اعلیٰ خلق کے نمونے برمحل ظاہر نہیں ہو جاتے اور کیا سوائے ایک نبی یا مامور کے کسی اور کی تعلیم کا اثر لوگوں پر نہیں ہوا کرتا۔ اس وہم کے ازالہ کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ہم اپنے قایم شدہ اصولوں کو دیکھیں کہ آیا ان کی کسوٹی پر یہ باتیں معجزات کے دائرے کے اندر آسکتی ہیں یا نہیں۔ معجزات کی حقیقت کو جاننے کے لئے پہلا اصول یہ تھا کہ جیسا کہ خود لفظ کے معنوں سے ظاہر ہے۔ نبی کے اس فعل اور کام میں کچھ ایسی بات نظر آتی ہو جو ایک سلیم الطبع انسان کو اس بات پر عاجز اور مجبور کر دے کہ وہ اسے خدا کی طرف سے جانے اور ایک صحیح العقل بشر جب اس نبی کے حالات پر ایک مجموعی نظر ڈالے وہ بجز اس نتیجہ کے یہ سمجھے کہ اس شخص کے ساتھ کوئی بہت بھاری طاقت کام کر رہی ہو کسی اور نتیجہ پر نہ پہنچ سکے۔ دوسرا یہ کہ اس کام میں کوئی ایسی بات ہو اور اس معجزہ کی کچھ ایسی اصلیت ہو کہ وہ طبیعتیں جو فطرتاً نیک اور سلیم پیدا کی گئی ہیں وہ اسکی طرف ایک مقناطیسی کشش سے کھینچی ہوئی چلی آئیں۔ البتہ جو سرکش اور مغرور ہیں وہ طبعاً اس سے دور و مہجور ہوتی جائیں۔ خلق کے اعلے سے اعلے نمونے دکھلانے میں جس طرح پر اس دوسرے اصول کی وضاحت و تشریح ہوتی ہے وہ کسی اور قسم کے معجزہ دکھلانے سے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ البتہ یہ بات باقی ہے کہ کس طرح پر نبیوں کے خلق کے اعلے نمونے اور ان کی تعلیم کا اثر ان کو منجانب اللہ ثابت کرتے ہیں۔ اور کیونکر یہ باتیں ایک انسان کو اس بات پر مجبور اور عاجز کر دیتی ہیں کہ وہ اسے خدا کی طرف سے بھیجا ہوا خیال کرے اس غرض کے لئے محمد رسول اللہ صلعم کے سوانح میں سے ان کے خلق کے ایک دو شانوں کی جھلک دکھاتا ہوں۔

الوالعزمی

کسی شخص کا کیرکٹر یا خلق کی جانچ کے لئے سب سے پہلے جس بات کا دیکھنا بہت ضروری ہے وہ خلق کی یہی شان اولوالعزمی ہے کیونکہ سب سے پہلے کسی شخص کی نسبت یہی سوال پیدا ہوگا کہ وہ کس قدر طاقت اور قوت سے اپنے اصولوں پر قائم ہے۔ کیا زمانہ کی تلون مزاجی اور مصائب کے باوجود اس کے اپنے تلون کو ظاہر کرتے ہیں یا کہ وہ اپنے اصولوں پر اس طرح کھڑا ہے کہ نہ تو دنیا کی مال و دولت عزت و حکومت شہرت و رسوائی۔ عیش و عشرت کے دل خوش کن نظارے اس کو اپنی طرف کھینچ سکتے ہیں اور نہ ناکامی و نامرادی۔ یاس و حسرت۔ رنج و مصیبت۔ غم و ذلت کے بھیانک نظارے اسکو ڈرا سکتے ہیں۔ ہمارے لئے صرف یہ دیکھنا کافی نہ ہوگا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں اولوالعزمی کا جوہر پایا جاتا ہے بلکہ یہاں یہ ثابت کرنا ہوگا کہ آنحضرت سے یہ خلق اس طور سے ظاہر ہوا اور ان میں اس خلق کی ایسی اعلیٰ شان ملتی ہے جو کسی انسان میں ملنی ممکن نہیں۔ بجز اس کے کہ اس انسان کی ممد و معاون ایک بڑی غیبی طاقت ہو کیونکہ تب ہی یہ ثابت ہوگا کہ یہ ان کا معجزہ ہے اسکے لئے اگر آنحضرت کی شروع زندگی سے اخیر تک کے واقعات نہایت تفصیل و شرح کے ساتھ لکھے جائیں تو بھی شاید کما حقہ حق ادا نہ ہو مگر یہاں صرف ایک واقعہ کے بیان کرنے پر اکتفا کروں گا جو اس قدر عظیم الشان اور اعلےٰ ہے کہ سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔

جب آپ کو مکہ میں توحید کا وعظ کرتے ہوئے کئی سال گذر گئے اور جب مسلمانوں کی تکالیف کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب کفار مکہ نے یہ دیکھا کہ اذیتوں اور دکھوں سے یہ لوگ اپنے مذہب سے ٹلنے والے نہیں تو انہوں نے تھک کر آپس کے صلاح و مشورہ کے بعد یہ تجویز کی کہ آنحضرت کو لالچ دیکر اس بات سے روکیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی طرف سے ایک معزز آدمی عتبہ بن ربیعہ کو آپ کے پاس بھیجا اور اس نے کفار کی طرف سے یہ پیغام آپ کو دیا کہ اگر آپ کو حکومت و بادشاہت کی خواہش ہے تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں اور اگر دولت و مال درکار ہے تو ہم آپ کو اتنی دولت اکٹھا کر دیتے ہیں کہ کسی اور کے پاس اتنی دولت نہ ہو۔ اگر حسن مقصود ہو تو جونسی لڑکی پسند ہو وہ حاضر ہے۔ لیکن ہم صرف اتنا چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے بتوں کی توہین چھوڑ دیں۔ اسکے جواب میں آپ نے چند آیات قرآنی پڑھیں جن کا اثر عتبہ پر یہ ہوا اور وہ خاموش لوٹ آیا۔

قابل غور بات

اب یہاں کئی ایک امر قابل غور ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ دنیا میں اکثر انسان پائے جاتے ہیں جو اگرچہ خدا تعالےٰ کی طرف سے مامور ہونے کے مدعی تو نہیں ہوتے مگر وہ اس قدر اپنے اصول کے پابند ہوتے ہیں اور اس بات پر جس کو وہ حق جانتے ہیں اسقدر مضبوطی سے قائم ہوتے ہیں کہ وہ نہ تو دنیا کی لعن طعن کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ ان کو اذیت اور دکھ کی پروا ہوتی ہے جو دنیا کی طرف سے ان کو پہنچے اور یہ سچ ہے کہ وہ اپنی جان دینے کیلئے تیار ہوتے ہیں مگر اس سچائی سے ایک انچ ہٹنے کیلئے تیار نہیں ہوتے لیکن یہاں واقعات کچھ اور ہیں۔ کفار ان حضرت سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ وہ توحید کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار کریں بلکہ وہ صرف اتنا چاہتے تھے کہ کوئی شخص بتوں کی مذمت نہ کرے۔ اس بات سے ان کو کچھ سروکار نہ تھا کہ وہ شخص اپنا عقیدہ کیا رکھتا ہے وہ توحید کو مانتا ہے یا بت پرستی کرتا ہے کیونکہ تاریخ سے کہیں پتہ نہیں چلتا کہ کبھی عرب لوگوں نے ان موحدوں کو جو آنحضرت سے قبل ہوئے اسطرح تکلیف و اذیت پہنچائی ہو۔ مطالبہ صرف اسقدر ہے کہ کفار کا مطالبہ ان حضرت سے یہ نہ تھا کہ ہم آپ کو یہ سب چیزیں صرف اس شرط پر دینے کے لئے تیار ہیں۔ اگر آپ اس قدر شد و مد کے ساتھ ہمارے بتوں کی توہین اور مذمت چھوڑ دیں جو بری لگتی تھی اور اس جگہ صرف اسی بات پر توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ یہ کچھ اور بات ہے کہ کسی شخص کو کہا جائے کہ تم اپنا عقیدہ جس کو تم حق سمجھتے ہو چھوڑ کر ایک باطل عقیدہ اختیار کر لو اور یہ ایک دوسرا امر ہے کہ میرے عقیدے کی جسے تم باطل خیال کرتے ہو بہت شد و مد کے ساتھ دنیا میں قباحتیں اور برائیاں ظاہر نہ کرو پھر یہ تو ہمکو تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ایک شخص کسی سچے عقیدہ پر قائم ہونیکی وجہ سے ستایا گیا اور دکھ دیا گیا مگر ایسا کوئی واقعہ ہم کو معلوم نہیں ہوتا جو یہ دکھلائے کہ مخالف لوگوں نے کسی حق پرست انسان کو یہ اختیار دیا ہو کہ اگر وہ حق پر قائم رہیگا تو اسے اذیت اور دکھ پہنچایا جائے گا اور اگر ان کے باطل عقیدہ کو مان لیگا تو وہ اسے بادشاہت دینے کے تیار ہے۔ جتنے اور اس قسم کے واقعات ہیں ان سے صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ مخالفوں کی یہ شرط تھی کہ اگر وہ شخص حق کو نہیں چھوڑیگا تو عذاب و مصیبت میں گرفتار کیا جائے گا اور اگر حق کو چھوڑ دیگا وہ اپنی حالت پر رہنے دیا جائے گا۔ یہ کہیں نہیں ملتا کہ حق کو چھوڑنے کے عوض میں غریب اور یتیم انسان کو بادشاہت کا لالچ دیا گیا ہو۔

عقل کا فتوے

اب ہمکو صرف یہ دیکھنا ہے کہ ان حالات کی موجودگی میں انسانی عقل کونسا راہ اختیار کر سکتی ہے۔ ایک شخص دس بارہ سال متواتر اور لگاتار وعظ اپنی قوم میں کرتا ہے اور بت پرستی کی لغویت دکھاتا ہے مگر ہمیشہ وہ اپنی قوم سے مخالفت توحید کا آواز سنتا ہے اور اسبات پر اس کو اسقدر ذلت اور خواری نصیب ہوتی ہے اور اس قدر دکھ اور اذیتیں دی جاتی ہیں کہ اس سے زیادہ ذلت اور دکھ کسی اور شخص کو نہیں ملا۔ چند ایک آدمی جو اسکی بات کو مان لیتے ہیں قوم ان کی یہ حالت کرتی ہے کہ گرم ریت پر لٹا کر ان کو کوڑے مارے جاتے ہیں اور طرح طرح کے عذاب و آلام سے ان کو وہ عقیدہ رکھنے سے روکا جاتا ہے۔ اور یہ بات کوئی ایک دو دن کی نہیں۔ ایک دو ہفتے یا ایک دو مہینے کے لئے نہیں بلکہ بارہ سال تو اس حالت پر گذر چکے ہیں اور آئندہ کے لئے بھی ظاہر طور پر کوئی صورت اسبات کی نظر نہیں آتی کہ مخالف لوگ اپنی اس روش کو بدل دینگے۔ ایک انسان تو ان حالات میں گھبرا اٹھیگا اور کہے گا کہ جب بارہ سال تک اس قوم نے توحید جیسے واضح اور روشن مسئلہ کو نہیں سمجھا اور جب ان پر دس بارہ سال کی متواتر نصیحت سے یہ بھی نہیں کھلا کہ بت پرستی بیہودہ نوا اور لچر بات باطل ہے تو آگے اس سے کیا امید ہے۔ تو وہ انسان شاید یہ سوچیگا کہ ان کے پاس جاکر وہ ان سے یہ التجا کرے گا کہ تم اپنے عقیدہ پر رہو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو نہ میں تم کو کچھ وعظ و نصیحت کرتا ہوں اور نہ تم مجھے تکلیفیں اور دکھ پہنچاؤ لیکن یہاں عجیب معاملہ ہے کہ نہ تو اس انسان کو ملتجی ہونیکی ضرورت پیش آتی ہے جو دکھوں اور عذابوں کا مرکز بنا ہوا ہے۔ بلکہ ساری کی ساری قوم خود بخود اس غریب اور بیکس کے پاس خود جاکر التجا کرتی ہے اور التجا بھی یہ نہیں کہ اگر تم اپنے عقیدہ کو چھوڑ دو تو ہم بھی تمہیں تکلیف نہیں دیں گے بلکہ وہ یہ کہتی ہے کہ صرف ہمارے بتوں کی کم مذمت کرو۔ پھر بادشاہت اور حکومت بھی تمہاری ہے اور دولت و مال آپ کا ہے۔ اللہ اللہ ایک انسان کو خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو یہ واقعات اپنے جامہ سے باہر کر دینے والے ہیں۔ سوچنا یہ ہے کہ ساری قوم ملتجی ہے کہ اگر وہ بتوں کی مذمت کو کم کر دے تو وہ بادشاہ ہو سکتا ہے اور اب اسکی یہ حالت ہے کہ قوم میں ذلیل و خوار ہے ہر طرف سے اس پر انگلیاں اٹھتی اور لعن و طعن کے تیر برسائے جاتے ہیں دکھ و مصیبت جھیلتے جھیلتے بارہ سال گذر چکے ہیں اور آئندہ کے لئے بھی اسی سلوک کا متوقع ہے۔

معترضین اسلام غور کریں

وہ معترضین جو یہ کہتے ہیں کہ آپ کا مقصد عرب کی حکومت حاصل کرنا تھا ذرا تعصب سے الگ ہو کر دیکھیں کہ ان کا یہ خیال واقعات سے کس قدر دور ہے۔ اس وقت جب کہ مکہ والوں نے خود بخود آپ کے سامنے حکومت پیش کی اگر آپ کی ساری جد و جہد کا مقصد یہی تھا تو اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر آپ نے کیوں حکومت قبول نہ کی اور یہ واقعہ ان لوگوں کے لئے بھی غور طلب ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام بغیر حکومت اور شان و شوکت کے ترقی نہیں کر سکتا خواہ وہ لوگ مخالفوں میں سے ہوں جو معترض کی حیثیت رکھتے ہوں اور خواہ وہ مسلمان ہوں جو نیک نیتی سے کہتے ہوں اگر اسلام کی ترقی کے لئے حکومت ضروری تھی تو کیوں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکومت لینے سے انکار کیا۔ جب حکومت خود ان کے سامنے پیش کی گئی۔

ان واقعات کے ہوتے ہوئے ایک انسان حیران و دنگ رہ جائیگا کہ وہ خدا کا احسان و شکر سمجھیگا کہ وہ قوم جو اسے اذیت و تکلیف دینے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتی خود حکومت اسے دینے کو تیار ہے اور انسانی عقل یہ کہیگی کہ ایسا موقعہ کبھی نہیں ملیگا کہ اپنا اصول بھی ترک نہیں کرنا پڑتا۔ اپنا عقیدہ بھی ویسا ہی برقرار ہے اور حکومت اور بادشاہت بھی میسر ہے اور انسانی عقل تو یہی مشورہ دیگی کہ جب تمہیں اپنا عقیدہ بھی ترک نہیں کرنا پڑتا اور حکومت بھی حاصل ہوتی ہے تو اس سے بہتر موقعہ اور کونسا تم کو ملیگا۔ حکومت حاصل کر کے پھر آہستہ آہستہ اپنا عقیدہ بھی ان لوگوں کو سمجھا لینا اور یوں خود لوگ بتدریج میری بات کو ماننے لگ جائینگے۔ کیونکہ الناس علی دین ملوکہم لوگ اپنے بادشاہ کے دین کے پابند ہوتے ہیں اب کون شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ ان حالات میں ایک شخص بادشاہت نہیں لیگا اور یہ پسند کرے گا کہ مخالفوں سے اذیتیں اور دکھ اٹھاتا رہے۔ جہاں تک غور کیا جائے انسانی عقل یہ گواہی نہیں دیتی کہ ایک بڑے سے بڑا اولوالعزم مرد صرف اتنی سی خفیف بات کیلئے حکومت کی بجائے قوم کی ذلت اور مار کو اختیار کرے لیکن یہ واقعہ ہے کہ آپ نے اس تھوڑی سی بات کیلئے دنیا کی حکومت و دولت پر دنیا کے عذابوں اور دکھوں کو ترجیح دی۔ کوئی بڑا سے بڑا عقلمند نہیں سمجھا سکتا کہ اگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لئے خدا تعالےٰ جیسی زبردست طاقت اپنا قطعی وعدہ نہیں دے چکی تھی تو کس کے بھروسہ پر آپ نے ایسے وقت حکومت نہ لی جبکہ آپ کو اپنا عقیدہ بھی تبدیل کرنا پڑتا تھا۔ کوئی نہایت دانا اور زیرک سیاست دان نہیں بتلا سکتا کہ اگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی غیبی قوت پنہاں نہ تھی جو اس کو ہر وقت اور ہر آن اپنی فتح اور کفار کی شکست پر یقین دلاتی تھی تو خدا جانے کونسی پولیٹکل چال کے ماتحت آپ نے کفار کی ایسی شرائط کو پاؤں سے ٹھکرا دیا۔ کوئی صحیح رائے سوائے اس نتیجہ کے اور کسی پر نہیں پہنچ سکتی کہ اس قدر اولوالعزمی اسقدر صاف گوئی اور اسقدر دلیری کا ظاہر ہونا بجز کسی بڑی بھاری غیبی طاقت کی مدد کے کسی انسان سے ممکن نہیں اور یہی وہ بات ہے جس کو ہم خرق عادت یا معجزہ سے تعبیر کرتے ہیں اور اسی کی نسبت قرآن شریف میں ارشاد ہوا۔ وَلَوْلَا أَن ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدتَّ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ۔

ناظرین کرام سے التماس

ہم نے اخبار کی حالت کو درست کرنے کی خاطر بہت سی مصارف برداشت کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ پہلے ہفتہ میں ایک بار تھا۔ اب دو بار شائع ہوگا۔ تقطیع بھی دگنی ہو گئی ہے۔ اس لئے براہ مہربانی آپ کم از کم دو خریدار مہیا کر کے اخبار کی مدد کریں۔ غیر از جماعت اصحاب سے رعایتی چندہ للعہ روپیہ سالانہ لیا جائیگا۔

(منیجر)

قادیان المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۴۱ ہجری مطابق ۸ نومبر سنہ ۱۹۲۲ عیسوی

کفر و اسلام کا امتیاز

مدراس ہائی کورٹ کا فیصلہ

اور

چودہری ظفر اللہ خانصاحب کی بحث

حضرت امیر کے قلم سے

(۱)

مدراس ہائیکورٹ کا فیصلہ جس میں ایک شخص کے احمدی ہونے پر اسے مرتد قرار دے کر اس کی عورت کا نکاح دوسری جگہ کر دیا گیا ہے۔ کافی شہرت حاصل کر چکا ہے۔ اخبارات میں جو کچھ اس فیصلہ کے متعلق شائع ہوا تھا اس کی بنا پر میں نے لکھا تھا:—

"اخبارات میں جو خلاصہ چھپا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چودہری ظفر اللہ خان کی بحث، ہائیکورٹ میں یہ تھی کہ ہر ایک لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل مسلمان ہے اور اسی کے مطابق ہائیکورٹ کا فیصلہ ہے لیکن یہی وہ بات ہے جس کی تردید کے لئے میاں صاحب آٹھ سال سے پورا زور صرف کر رہے ہیں۔ اور ثابت کر رہے ہیں کہ کوئی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل مسلمان نہیں جب تک کہ وہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو بھی نبی نہ مانے"۔ پیغام صلح ۹ ستمبر ۲۲ء

(۲)

اس پر جناب چودہری صاحب نے یہاں تک ترقی کی ہے کہ مجھ پر یہ الزام لگانے کو تیار ہو گئے کہ میں عمداً دوسروں کو غلطی میں ڈالنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ "الفضل" ۲۵/۲۸ ستمبر ۲۲ء میں وہ لکھتے ہیں۔

"ان تینوں مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے مدراس ہائیکورٹ میں یہ بحث کی کہ ہر وہ شخص جو توحید اور رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل ہے وہ مسلمان کہلانے کا مستحق ہے اور اس طرح گویا مولوی محمد علی صاحب کے اس عقیدہ کی تائید کی کہ مسلمان ہونے کے لئے حضرت مسیح پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکر کافر نہیں ہیں۔ .... یہ نتیجہ نکالنے سے پیشتر اگر مولوی محمد علی صاحب اور دیگر اصحاب جنہوں نے اس مسئلہ پر خامہ فرسائی کی ہے۔ خاکسار سے دریافت فرما لیتے کہ میری بحث کا ماحصل کیا تھا تو انہیں یہ غلط فہمی نہ ہوتی۔ اسلئے بجائے اسکے کہ میں ان تینوں مضامین پر الگ الگ بحث کروں میں سمجھتا ہوں کہ میرا اس بحث کا خلاصہ کا بیان کر دینا جو میں نے ہائی کورٹ مدراس میں کی کافی ہوگا۔ اور وہ خلاصہ ہی ظاہر کر دے گا۔ کہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقا کو یا تو خود غلط فہمی ہوئی اور یا وہ عمداً دوسروں کو غلطی میں ڈالنا چاہتے ہیں"

(۳)

میں نے تو جو کچھ لکھا اخبارات کے شائع شدہ خلاصہ کی بنا پر لکھا اور دو اور اصحاب کا میرے ساتھ اس نتیجہ میں شامل ہونا بتاتا ہے کہ ان الفاظ سے وہی مطلب نکلتا تھا جو میں نے نکالا۔ چودہری صاحب کہتے ہیں کہ پہلے ان سے دریافت کر لینا چاہئے تھا کہ انہوں نے کیا بحث کی تھی۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آیا کہ جب خلاصہ فیصلہ سے میں ایک نتیجہ پر پہنچتا تھا تو چودہری صاحب سے دریافت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں فیصلہ کو غلط قرار نہ دے سکتا تھا۔ ہاں میں یہ کہوں گا کہ چودہری صاحب نے اپنا خلاصہ بحث شائع کرنے میں سخت غلطی کی۔ کیونکہ وہ خلاصہ ان ترجیحات کے خلاف ہے جس پر عدالت کے فیصلہ کی بنیاد ہے۔ خلاصہ بحث شائع کرنے سے پہلے یہ ضروری تھا کہ چودہری صاحب اصل فیصلہ کو پڑھ لیتے آپ اپنی بحث کا خلاصہ درج اخبار کر کے لکھتے ہیں۔

"اس خلاصہ سے یہ واضح ہے کہ میں نے اپنا عقیدہ یہ ظاہر نہیں کیا کہ ہر وہ شخص جو توحید اور رسالت کا قائل ہے۔ وہ حقیقتاً مسلمان ہے"

(۴)

لیکن اس کے خلاف جج اولڈفیلڈ اپنے فیصلہ میں لکھتے ہیں:—

"موخر الذکر کے متعلق دونوں فریق میں اختلاف ہے۔ سائل کی بحث ہے کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کافی Exaustive ہے۔ مدعا علیہم کہتے ہیں کہ ہمیں اور عقائد کو بھی مد نظر رکھنا چاہئے جو قرآن میں یا دوسرے اسناد میں پائے جاتے ہوں۔ سائل اپنی بحث کی تائید میں جج محمود کے فیصلہ پر انحصار رکھتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف اقرار توحید اور محمد رسول اللہ کی رسالت پر ایمان ہی ضروری عقائد ہیں۔ چنانچہ عدالت کے اصل الفاظ جو دو مقامات پر ہیں حسب ذیل ہیں:—

Petitioner Contending that the formula "There is one God and Mohammed is His prophet" is exhustive monotheism and belief in Mohammed as God's prophet are the only essentials

(۵)

یہ وہ خلاصہ تقریر ہے جو عدالت نے چودہری صاحب کی طرف منسوب کیا ہے اور اسی پر فیصلہ کی بنیاد ہے۔ جب تک چودہری صاحب اس کو علی الاعلان غلط قرار نہ دیں۔ اس وقت تک ہر ایک شخص اس کو صحیح ماننے پر مجبور ہے۔ اور چودہری صاحب کو اپنی تقریر کے نئے خلاصہ تیار کرنیکی زحمت گوارا نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ کام ان کے لئے عدالت نے کر دیا ہے

اب سوال یہ ہے کہ چودہری صاحب تو اسلام کے لئے یا کسی شخص کے مسلمان ہونے کے لئے صرف دو عقیدوں کا ہونا ہی ضروری سمجھتے ہیں یعنے (۱) توحید پر ایمان اور (۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لیکن یہ وہ مذہب ہے جو ان کے مرشد میاں محمود احمد صاحب کا نہیں اس لئے یا تو چودہری صاحب صاف اعلان کریں کہ ان کا اس مسئلہ میں میاں صاحب سے اختلاف ہے یا جو کچھ انہوں نے عدالت میں تقریر کی وہ اپنے عقیدہ کے خلاف کی۔

"حقیقتاً مسلمان" کے الفاظ جو چودہری صاحب نے استعمال فرمائے ہیں وہ بہت مبہم اور پیچیدہ ہیں ان کی تشریح بھی درکار ہے۔ کیا چودہری صاحب تمام احمدیوں کو "حقیقتاً مسلمان" سمجھتے ہیں اور دوسروں کو "صرف مسلمان"!

التماس ضروری

جملہ خریداروں کی خدمت میں التماس ہے کہ تبدیل پتہ کے لئے اپنا نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایا کریں۔ ورنہ تعمیل ارشاد نہ ہو سکیگی۔

منیجر

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۱ | مورخہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۴۴ھ | نمبر ۳

ہندو مسلم اتحاد

اے طبل بلند بانگ در باطن ہیچ

ایک ناخوشگوار واقعہ (۲)

اس مضمون کی پہلی قسط میں ہم نے اس ناخوشگوار واقعہ کے کوائف بیان کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ جو لاہور کے میڈیکل بورڈنگ ہاؤس میں ظہور پذیر ہوا۔ اور جس سے ہندو مسلم اتحاد کو جس کے ہم بدل حامی ہیں صدمہ عظیم پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ آج ہم اس وعدہ کا ایفا کرتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتائے دیتے ہیں۔ کہ اس سے ہمارا ہرگز غرض نہیں۔ کہ ہندو مسلم اتحاد کو کچھ صدمہ پہنچے۔ بلکہ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ہندو بھائی ان باتوں پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ اور پھر خود ہی بتائیں کہ وہ اس معاملہ میں کہاں تک حق بجانب ہیں۔ جو واقعات ہمیں بتائے گئے ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) میڈیکل بورڈنگ ہاؤس میں طلبہ کی ایک خاص تعداد ہی داخل کی جاتی ہے۔ اور پرنسپل صاحب نے فیصلہ کیا کہ گورنمنٹ کے فیصلہ کے مطابق ۴۰ فیصدی مسلمان طلبہ کو بورڈنگ ہاؤس میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے یہ فیصلہ ہندو طلبا کو محض اس لئے ناگوار گذرا۔ کہ اس سے مسلمانوں کو کسی قدر فائدہ پہنچتا تھا۔ لیکن چونکہ فیصلہ ہو چکا تھا۔ اور بظاہر اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے ہندو طلبہ خاموش ہو گئے۔

(۲) اس کے بعد مسلمانوں نے حسب دستور اپنے کھانے کے کمرے میں فریضہ نماز ادا کرنا شروع کیا۔ ہندو طلبا نے شکایت کی کہ اذان سے ہمارے جذبات کو صدمہ پہنچتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو اذان کہنے سے روکا جائے۔ چنانچہ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے مسلمانوں کو اذان کہنے سے روک دیا۔

(۳) ابھی مسلمان اس ناجائز۔ ناواجب اور سکھا شاہی حکم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لئے سوچ ہی رہے تھے۔ کہ اتنے میں ہندو طلبا نے ایک اور شکایت کی۔ کہ مسلمانوں کی نماز کے قرأت بالجہر سے ہمارے جذبات کو ٹھیس لگتی ہے۔ انہیں نماز سے روکا جائے۔

(۴) ہندو طلبا ادھر تو حکام سے نماز کے خلاف شکایتیں کرتے رہے۔ لیکن اُدھر علی الاعلان مسلمان طلبہ سے کہتے رہے۔ کہ نماز اور اذان سے ہمیں کوئی صدمہ تو نہیں پہنچتا۔ ہم تو مسلمانوں سے صرف ۴۰ فیصدی والے معاملہ کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔

(۵) آخر یہ معاملہ پرنسپل صاحب تک پہنچا جو ایک نیک دل یوروپین ہیں۔ انہوں نے بھی ہندو طلبا کو سمجھایا اور صاف کہا کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اذان اور نماز سے جو مسلمان اپنے کمرے میں پڑھتے ہیں۔ آپ کو کیوں تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن ہندو طلبہ اپنے مطالبات پر مُصر رہے۔

اب اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو پھر قوم اور ملک کو سمجھ لینا چاہیے کہ "ہندو مسلم اتحاد" کی حقیقت طبل بلند بانگ سے بڑھ کر نہیں ہم حیران ہیں ہمارے ہندو معاصرین جب "قومیت متحدہ" کے ترانے گاتے ہیں تو زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں لیکن جب واقعات و حالات پیش آتے ہیں تو پھر محض ہندو قوم کی حق نیابت ہی ادا کرتے ہیں۔ ملتان کے واقعہ میں بھی یہی ہوا۔ وزیر تعلیم پنجاب کی مخالفت بھی محض ہندوؤں کی جنبہ داری پر مبنی تھی اب اس نئے معاملہ میں بھی صاف طور پر ہندو طلبہ کی سینہ زوری ہے! والطف یہ کہ قوم پرست معاصرین اب منہ میں گھنگھنیاں ڈالے بیٹھے تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ کیا وہ طلبہ جن کے شیشہ دل اذان کے آواز سے چور ہو جاتے ہیں۔ جن کے کان خدا کے نام سے پھٹے جاتے ہیں۔ جو مسلمانوں سے محض اس لئے بدلہ لینا چاہتے ہیں کہ وہ بورڈنگ ہاؤس میں کیوں اقامت پذیر ہیں۔ ہندو مسلم اتحاد کے علمبردار ہو سکتے ہیں؟ ہمیں یہ یقین نہیں آسکتا۔ کہ ان ہندو طلبہ نے اپنے دوست احباب سے یا اپنے والدین سے اس قضیہ کا ذکر نہ کیا ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر ان کے والدین اور دوست احباب نے ان کو اس ناکردنی حرکت سے نہیں روکا۔ تو وہ بھی اس میں شریک ہیں اور ہندو قوم کے بزرگ بڑے سے لے کر چھوٹے تک اس مسلم آزاری میں شامل ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جب ہندوؤں کی یہ نوزائیدہ نسل جو آئندہ قوم و ملک کی امیدگاہ ہے جس کی بنیاد پر آئندہ قومیت متحدہ کا قصر عالیشان تعمیر ہونے والا ہے اس قسم کی ہے تو پھر مسلمانوں کا کیا حال ہو سکتا ہے۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

یہ بات قابل غور ہے کہ اس کی ذمہ داری محض ان نوجوان طلبا پر ہی عائد نہیں ہوتی۔ جو اس قسم کے حرکات کرتے ہیں۔ بلکہ اصل خطرہ یہ ہے کہ جب ہندو قوم کے نوجوان اس آب و ہوا میں پرورش پاتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے خلاف ان کے دل میں نفرت و حقارت کے یہ جذبات موجزن ہیں تو پھر بڑے ہو کر جب وہ حکومت کے اراکین ہوں گے۔ کونسلوں کے ممبر بنیں گے۔ تو پھر وہ مسلمانوں سے کیا سلوک کریں گے؟ آج صرف وہ بورڈنگ ہاؤس کی چار دیواری میں جہاں انہیں ابھی تک "سوراجیہ" حاصل نہیں۔ یہ گل کھلا رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کو فرائض مذہبی سے روکنا چاہتے ہیں۔ تو کل کو وہ برسر اقتدار ہو کر کیا کریں گے۔ ان حالات سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر آج ہندو مسلمانوں کو بورڈنگ ہاؤس میں دیکھ نہیں سکتے تو کل کو وہ ہندوستان میں بھی انہیں دیکھنا پسند نہیں کریں گے۔ کالج کے طلبا تو ابھی کم سن ہیں۔ ان کے دودھ کے دانت ہیں، وہ قومی خصوصیات اور ملکی ضروریات سے کہاں واقف ہیں؟ نہ ان میں ابھی تک وہ جذبات ملک و ملت نشوونما پا چکے ہیں۔ جو قوموں کی قوموں سے مڈبھیڑ کرا دیتے ہیں۔ جب وہ ذرا بڑے ہوں گے۔ اور دنیا کی ہوا کھائیں گے تنظیم و نسق سلطنت میں مختصر عناصر کام کرتے دیکھیں گے۔ تو خدا جانے غیر اقوام سے کیا کریں گے ؎

ابھی عمر کیا ہے جو بے باکیاں ہوں
انہیں شوخیاں آئینگی آتے آتے

آریہ گزٹ کی گل افشانی

ابھی سطور بالا کی سیاہی خشک نہ ہونے پائی تھی کہ آریہ گزٹ کا وہ پرچہ پہنچا جس میں ہمارے معاصر نے اس مسئلہ پر خامہ فرسائی فرمائی ہے۔ جیسا کہ توقع تھی "آریہ گزٹ" نے اس تمام معاملہ کو تعصبانہ نگاہ سے دیکھا ہے۔ چنانچہ اس کے ابتدائی الفاظ ہی اس کی تشریح کر رہے ہیں۔ وہ لکھتا ہے:۔

"مسٹر فضل حسین صاحب وزیر پنجاب کونسل کی پالیسیاں آہستہ آہستہ اپنا رنگ دکھلا رہی ہیں۔ آنحضور نے میڈیکل کالج کے علاوہ بورڈنگ ہوس میں بھی مسلمانوں کو خاص رعایتیں اور خاص درجے عطا کئے ہیں۔ اب میڈیکل کالج بورڈنگ ہوس کے مسلمان طلبا یہ سمجھنے لگے ہیں کہ وہ اورنگ زیب کی بادشاہت میں رہ رہے ہیں۔ اس لئے انہوں نے ہندو لڑکوں کو خواہ مخواہ تنگ کرنا شروع کر دیا ہے۔ ہمارے پاس یہ خبریں پہنچائی گئی ہیں کہ مسلمان طلبا چیخ چیخ کر اذان دیتے ہیں اور زور زور سے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ اذان دینا اور قرآن پڑھنا گو انہیں ہر ایک کو حق ہے کہ وہ اپنے مذہبی فرائض ادا کرے۔ لیکن اس طریقہ سے کہ دوسروں کے لئے وہ ایک خرابی کا باعث نہ بن جائیں۔ ہندو لڑکوں نے بار بار اپنے مسلمان دوستوں کو سمجھایا سپرنٹنڈنٹ سے شکایت بھی کی۔ سپرنٹنڈنٹ نے سنا ہے۔ کہ مسلمان طلبا کو منع بھی کیا۔ لیکن آپ نے ستیہ آگرہ شروع کر دیا اور پہلے سے زیادہ زور کے ساتھ اذان اور تلاوت شروع ہو گئی۔ ادھر ہندو لڑکوں نے بھی انتہا کی۔ وہاں سنکھ اور گھڑیال کی آواز اٹھتی ہی تھی۔ اس آواز کو دیکھ کر مسلمان طلبا چپ لگ گئے اور وہ اب برملا کہتے سنائی دیتے ہیں کہ اگر ہماری اذان یا نماز یا تلاوت قرآن میں گھڑیال یا سنکھ کی آواز آئی تو ہندوؤں کی خیر نہیں۔ مار دیں گے اور مر جائیں گے"

نامعلوم ان خبروں میں کہاں تک سچائی ہے۔ لیکن اگر یہ واقعات پر مبنی ہیں۔ تو سمجھنا چاہیئے کہ مسٹر فضل حسین صاحب اپنی روپہری و سنہری اغراض کے لئے جو کارروائیاں کر رہے ہیں ان میں ان کو کامیابی نصیب ہوئی ہے بناوضرورت ہے کہ مسلمانوں کو سمجھایا جائے کہ وہ ان باتوں سے کوئی زیادہ فائدہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ ہندوؤں نے بھی اپنے مذہبی جذبات کی قدر کرنا شروع کر دیا ہے"

خدا کی پناہ! نماز اور اذان پڑھنا اور وہ بھی اپنے کمرے میں گویا ہمارے معاصر کے نزدیک ان فرضی مظالم کا مترادف ہے جس کو ہندو تاریخ دان اورنگ زیب کے عہد سے ہمیشہ منسوب کرتے رہے ہیں۔ کیا اس کے صاف معنے یہ نہیں کہ اگر ہم آریہ گزٹ کی "بادشاہت" میں رہنے لگیں تو ماشاء اللہ آپ سب سے پہلے ہماری اذان اور نماز کے مزاحم ہوں گے۔ لیکن وہ یاد رکھیں۔ کہ اگر کوئی حکومت مسلمانوں کی عبادات مذہبی میں رخنہ انداز ہو تو مسلمانوں کو ان کے خلاف جہاد کا حکم ہے۔ کیا اسی بھروسے پر سوراجیہ کے خواب دیکھے جاتے ہیں۔ کیا یہی مذہبی آزادی ہے جو ہمیں سوراجیہ کے عہد میمنت مہد میں نصیب ہوگی۔ افسوس ہے کہ آج تو اذان کی "چیخ" سے ہمارے معاصر اور ہندو طلبا کے کان پھٹنے لگے۔ لیکن ابھی کل کی بات ہے کہ خود ہندو اللہ اکبر کے نعرے لگاتے تھے اور بہت زور سے لگاتے تھے۔ کیا یہ محض ابن الوقتی تھی یا اس میں کچھ حقیقت بھی تھی؟

یہ بھی ہمارے معاصر کی خوش فہمی ہے کہ محض ایک مذہبی عبادت کو جس کا حق مسلمانوں کو ہر طرح ہے۔ اور دنیا میں کوئی چیز نہیں جو ان کو فریضہ نماز سے روک سکے، وہ وزیر تعلیم کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ وزیر تعلیم کا وجود اکثر ہندو معاصرین کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے لیکن حسد کا علاج کچھ بھی نہیں۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ہندو طلبا کا سنکھ یا ناقوس بجانا کیا صرف عبادت الٰہی کے لئے تھا یا محض مسلمانوں کو چڑانے کیلئے؟ ہم ہندوؤں کی عبادات میں رخنہ انداز ہونا نہیں چاہتے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اگر ہندو طلبا پہلے بھی عبادت کرتے تھے تو مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر یہ عبادت انہوں نے محض مسلمانوں کی ضد سے شروع کی تھی۔ تو مقام شرم ہے۔

مسٹر لائڈ جارج × مسٹر بونر لا

پروفیسر آزاد نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ جب دو دوست ایک ہی میدان میں اپنی جولانیاں دکھاتے ہیں۔ تو تعلقات محبت و الفت کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ یہی حال اب دو دوستوں کا ہے جنہوں نے ایک مدت تک کابینہ انگلستان میں مل کر کام کیا۔ ۱۹۲۱ء میں مسٹر لائڈ جارج جب وزیر اعظم تھے۔ تو مسٹر بونر لا بھی کابینہ کے ممبر اور حکومت کے رکن تھے۔ اور علالت کی وجہ سے استعفا دیتے ہوئے لکھتے تھے کہ "میرے پیارے وزیر اعظم جب تک میں اس قابل تھا کہ آپکی مدد کر تا میں کرتا رہا۔ اب صحت سے مجبور ہوں" اور مسٹر لائڈ جارج دیوان عام میں استعفا پڑھتے ہوئے آبدیدہ ہو کر کہتے تھے۔ کہ میرا ایک دوست جو میرے کام میں میرا دست راست تھا مجھ سے علیحدہ ہو گیا"۔ لیکن آج یہی دونوں بزرگ ایک دوسرے پر چوٹیں کرتے ہیں۔ اور تقریروں میں دست و گریبان ہو رہے ہیں۔

چنانچہ گلاسگو میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر بونر لا نے اپنی حکمت عملی کے متعلق کہا۔ کہ یہ ایک منفی حکمت عملی ہوگی۔ کیونکہ انہیں یقین ہے کہ ملک کو اس امر کی ضرورت ہے کہ وہ جنگ کے نقصانات و اثرات سے نجات پا کر اپنی حالت کو بحال کرے"

مسٹر بونر لا چونکہ قدامت پسند فریق کے لیڈر ہیں۔ ان کی حکمت عملی بلاشبہ یہی ہونی چاہیئے۔ جس سے کوئی ہل چل نہ پیدا

ہو۔ اور دنیا اسی پرانی ڈگر پر خود بخود چلنے لگے۔

لیکن اس کے بالمقابل مسٹر لائیڈ جارج ان کی تقریر کا مضحکہ یوں اڑاتے ہیں :۔ نئی حکومت کی حکمت عملی شفقی ہو گی جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ قوم و ملک چونکہ تھکے ہوئے ہیں اس لئے انہیں بستر راحت پر لٹا دینا چاہیئے۔

کیا یہ سچ ہے؟

معاصر علی گڑھ گزٹ جامعہ ملیہ علی گڑھ کے متعلق لکھتا ہے :۔ نیشنل یونیورسٹی کی حالت یہ ہے کہ اس نے اب تک قوم کا تقریباً ڈھائی لاکھ روپیہ خرچ کیا ہے۔ جب یونیورسٹی تعطیل کلاں کے لئے بند ہوئی ہے۔ تو اس میں صرف ۹۳ طالب علم تھے۔ خلافت فنڈ سے اب تک اس کو تقریباً ساڑھے دس ہزار روپیہ ماہوار ملتا تھا مگر اب چونکہ خلافت فنڈ میں خود دیوالیہ ہو گیا ہے۔ اس لئے اس کے شیخ الجامعہ کو (جو بیرسٹر ایٹ لا رئیس علی گڑھ ہیں اور جو یونیورسٹی کے فنڈ سے ساڑھے چار سو روپے ماہوار لیتے ہیں) آئندہ کے واسطے فکر ہوئی۔ اور انہوں نے حیدرآباد دکن کا دورہ کیا لیکن معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ وہاں ان کو مطلق ناکامی ہوئی۔ متعدد پروفیسر یونیورسٹی سے قطع تعلق کر چکے ہیں۔ اور کچھ اور کرنے والے ہیں۔ مسلم یونیورسٹی کے جو طالب علم وہاں گئے تھے۔ اور بعض وہاں پروفیسر ہو گئے تھے۔ وہ اب واپس آکر مسلم یونیورسٹی میں بغرض حصول تعلیم داخل ہو گئے ہیں۔ یونیورسٹی کے وہ شعبے بھی جن سے کچھ آمدنی ہو سکتی ہے۔ بمقابلہ آمدنی کے بہت زیادہ خرچ سے چل رہے ہیں۔ بعض پروفیسر محض اس بنا پر چھوڑ گئے ہیں۔ کہ یونیورسٹی محض نام کی ہے۔ جہاں خلافت اصول تعلیم تمام کام ہوتے ہیں۔ بعض نے اس اعتراض پر ترک تعلق کیا۔ کہ برٹش گورنمنٹ کی ڈگریاں (یا نشانات کوآپریشن) تو ان کے پاس یاد ہیں۔ مگر نہ وہ شیخ الجامعہ ہیں۔ اور نہ اُن کی تنخواہ زیادہ ہے۔ بعض چوٹی کے ارباب خلافت کے دماغ میں یہ خیال بھی گردش کر رہا ہے۔ کہ چونکہ خلافت اب اس اپنی یونیورسٹی کا بار نہیں اٹھا سکتی۔ اس لئے اسے اور مسلم یونیورسٹی کو مل جانا چاہیئے۔ غرض چند روزہ ظاہری استقلال کے بعد "عظیم الشان نیشنل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ" کا اب یہ حال ہے کہ

"اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند"

ہمیں یہ مشکل سے یقین آتا ہے کہ وہ قومی درسگاہ جس کے نصاب مضمون اخباروں میں شائع ہوتے رہے جو تمام ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک ہی قومی درسگاہ ہے۔ اس لئے کہ عہد حاضر میں جو تعلیمی پالیسی مسلمانوں نے اختیار کی تھی۔ اس کے روایات کا احیا اس قومی درسگاہ سے وابستہ تھا۔ اس حالت میں جس کا نقشہ ہمارے معاصر نے کھینچا ہے۔ لیکن راوی چونکہ خود علی گڑھ ہی میں اقامت پذیر ہے۔ اس لئے اس کی شہادت بھی مقامی حیثیت سے قابل وقعت ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جامعہ ملیہ کے ارباب بست و کشاد اس کے متعلق ایک مفصل بیان اخبارات میں شائع کرائیں۔ کہ قوم کا ڈھائی لاکھ روپیہ ضائع نہیں گیا۔ اور جامعہ ملیہ کی اصل کیفیت یہ ہے۔ اور آئندہ اس سے یہ توقعات ہیں۔ قومی کاموں میں اس امر کا خیال ضروری ہے کہ قوم میں بے اعتقادی اور بے اطمینانی نہ پھیلنے پائے۔ ورنہ خطرہ ہے کہ اس قسم کی باتوں سے قومی فنڈوں کو صدمہ پہنچے۔ جو نہایت افسوسناک ہو گا۔

لندن میں تبلیغ اسلام کی ضرورت

آج کے بہرہ مراسلات میں ہم اپنے مکرم دوست حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی چٹھی درج کرتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے اس امر پر اس مراسلت میں خصوصیت سے زور دیا ہے۔ کہ گو ان کا صدر مقام ووکنگ ہے۔ لیکن لندن ہی کو انہوں نے "ہمیشہ اپنی کوششوں کا موزوں مقام سمجھا ہے" کیونکہ یہی وہ شہر ہے جہاں آزادی رائے کو ہر ایک معاملہ میں عزت کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔ اور وہیں علمی و اعلیٰ طبقہ کے لوگ مخاطب کئے جا سکتے ہیں۔ ہمیں خواجہ صاحب سے اس امر میں پورا اتفاق ہے۔ کہ لندن ایک لحاظ سے سارا جہان ہے۔ اور وہاں تبلیغ اسلام کی سخت ضرورت ہے۔ ہم اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ اگر صرف لندن ہی میں ایک نہیں بلکہ بیس مشن کھول دیئے جائیں تو مشکل سے اس ضرورت کو پورا کر سکیں گے۔ جو تبلیغ اسلام کے لئے وہاں محسوس ہوتی ہے۔ کثرت آبادی کے علاوہ لندن ایک علمی مرکز ہے۔ ہر قسم کے لوگ وہاں آتے ہیں۔ ہر ایک بات کو شوق و ذوق سے سنتے ہیں۔ کتابیں لیتے اور پڑھتے ہیں۔ اس لئے لندن مسلم ہاؤس کو جس قدر بھی مستحکم کیا جائے۔ اتنا ہی عمدہ نتائج پیدا ہونے کی توقع ہے۔ لیکن ہم ساتھ ہی یہ بھی کہیں گے کہ صرف ایک مشن اتنے بڑے شہر کے لئے کافی نہیں۔ جو لوگ لندن کو دیکھ چکے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ شہر نہیں بلکہ ایک ملک ہے۔ خدا کرے کہ مسلمانوں میں اشاعت اسلام کی اہمیت کا احساس پیدا ہو۔ اور لندن میں بہت سے مشن کھل سکیں۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ۱۹۱۵ء میں ہم نے خود لندن ہاؤس میں لیکچروں کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ اور خدا کے فضل سے اسی کا نتیجہ ہوا کہ ان دنوں میں تین چار سعید الفطرت حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ہاں یکہ و تنہا ہونے کی وجہ سے ہم بھی ایک حد تک مجبور رہتے۔

شذرات

ویدوں میں تکرار مضمون کی معذرت کرتا ہوا آریہ گزٹ لکھتا ہے کہ "بعض وید منتروں کا تکرار چاروں ویدوں میں اس لئے ہوتا ہے کہ جس جس اکشر۔ پد۔ واکیہ۔ منتر یا سوکت کا جتنی بار پریوجن ہوتا ہے۔ اتنی ہی دفعہ اُس اُس اکشر۔ پد۔ منتر۔ واکیہ یا سوکت وغیرہ کو بار بار ایک ہی وید میں یا انیک ویدوں میں درج کیا جاتا ہے قرآن شریف ..... کی طرح نہیں وہاں تو قصے اور کہانیوں کا بار بار اعادہ کیا گیا ہے" اس معذرت بیہودہ کا لکھنے والا اگر اسی عینک سے قرآن شریف کو ایک بار بھی پڑھ لیتا۔ جس سے وہ وید کے تکرار مضمون کو دیکھتا ہے تو قرآن شریف کو قصوں کہانیوں کے اعادہ کا ملزم نہ گردانتا۔ مگر ستیاناس ہو تنگ نظری کا یہ کسی صحیح نتیجہ پر انسان کو پہنچنے نہیں دیتی۔ وید قصے کہانیوں کی کتاب ہے یا نہیں۔ یہ فیصلہ تو سناتن دھرمیوں سے کرانا چاہیئے۔ آریہ بیچارے ویدوں کی ماہیت کیا جانیں۔

ایک گریجوایٹ صاحب آریہ گزٹ میں پنڈت دیانند صاحب کے غیر فانی معجزہ کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح کے معجزے دنیاداروں کے درمیان کوئی اثر نہ چھوڑ گئے۔ لیکن پنڈت دیانند صاحب نے آریہ مسلمان۔ عیسائی و دیگر مذاہب کے سامنے وید کا بھنڈار کھول دیا۔ مسلمان و دیگر مذاہب پر جو گل افشانی پنڈت صاحب نے کی ہے۔ وہ ستیارتھ پرکاش کے آخری پریم رس بھرے ہوئے سملاس ہیں۔ جس کی شیرینی ہر آریہ کے منہ سے وقتاً فوقتاً ٹپکتی رہتی ہے۔ لیکن آریہ صاحبان نے جو وید کا گیان حاصل کیا ہے۔ وہ صرف اتنا ہی ہے کہ ایک فیصدی نے بھی وید نہ پڑھے ہوں گے۔ لیکن اگر وید سے مراد ستیارتھ پرکاش ہے جس کے پڑھنے سے سوائے اس کے کہ دیگر مذاہب سے بغض و عداوت بڑھے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ تو غالباً صحیح ہو گا۔

ویدوں میں بروئے ستیارتھ پرکاش شادی بیوگان جائز نہیں بلکہ اُس کی بجائے نیوگ کی تعلیم ہے۔ تاہم پنڈت دیانند جیسے ویدوں کے گیان بھنڈار سے حصہ نہ پائے ہوئے لاہور کی ودھوا سہائک سبھا نے ماہ ستمبر ۱۹۲۲ء میں ۳۴ بیوگان کی شادیاں کرائیں یکم جنوری ۱۹۲۲ء سے ستمبر ۱۹۲۲ء تک ۳۲۵ بیوگان کے عقد ثانی ہوئے۔ گو یہ امر آریوں کے مذہب کے خلاف ہی کیوں نہ ہو تاہم یہ ملک اور قوم کے لئے مبارک ہے۔ مسلمان جن کے مذہب میں اس امر کی خاص تاکید ہے۔ ۸ کروڑ کی آبادی میں ایک بھی ایسی انجمن نہیں رکھتے۔ جو شادی بیوگان کا کام سرانجام کرے قوم تب ہی ترقی کر سکتی ہے۔ جبکہ اس کے جملہ اعضا یکساں کام کریں دوسری اقوام کی جد و جہد سے ہی ہمارے بھائی کچھ سبق حاصل کریں۔ احمدی قوم کو تو اس بارہ میں خاص اہتمام کرنا چاہیئے۔

لائل گزٹ لکھتا ہے کہ چند روز ہوئے سوامی وشوانند جی نے ملتان میں ایک [illegible] لڑکا اکالی بننے

کے لئے سکھوں کو دے دینا چاہا ہے۔ [illegible] گیا ہے۔ لیکن اس نے جیل سے باہر آتے ہی اثر [illegible] بننے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ کیونکہ اس طریق سے کوئی اُن پر ظلم یا ورنہ قلیل ہونے کے باعث ان کی بے عزتی ہو گی۔

اس پر معزز ہمعصر وکیل نہایت معقول سوال کرتا ہے کہ کیا محض سکھ بن جانے اور کیس رکھ لینے سے صدیوں کی کمزوریاں دور ہو سکتی ہیں۔ پھر علاوہ بریں کیا کرپان لگا لینے سے انسان خود بخود طاقتور بن جاتا ہے؟ اور اگر ایسا ہی ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟ سکھ صاحبان کا عقیدہ ہے کہ کرپان اُن کا مذہبی نشان ہے اور اس کو انسانی خون سے آلودہ کرنا خلاف مذہب خالصہ ہے۔ پس ایسی حالت میں ہندوؤں کا کرپان کے حصول کے مضطر بانہ دوڑنا اور لائل گزٹ کا ان کو یہ یقین دلانا کہ چند سال میں وہ خود ہی گواہی دیں گے۔ کہ کوئی ان پر ظلم نہیں کر سکتا اور نہ ان کو قلیل سمجھ کر ان کی بے عزتی کر سکتا ہے۔ کیا معنے رکھتا ہے اگر کرپان محض ایک مذہبی علامت ہے تو اس میں یہ قوت مدافعت کیونکر پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس پر اس قدر بھیڑ دھڑ کی کیا وجہ ہے؟

لیکن کیا محض کرپان حاصل کرنے کے لئے ہندوؤں کا سکھ بن جانا اُن کی بیماری کا علاج ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ ہرگز نہیں۔ کیونکہ صدیوں کے اعتقاد سے ہندو قوم ایسی بد رسوم و بدعقیدوں میں مبتلا ہو رہی ہے۔ کہ یورپ کی نئی تہذیب بھی تعلیم یافتہ ہندوؤں کے گھروں سے وہ بد رسوم دور نہیں کر سکی۔ اس کا علاج وہی ہو سکتا ہے۔ جو لائل گزٹ نے جاٹ گزٹ کے مضمون اتحاد اسلام پر لکھا ہے "وہ ترکوں کے لئے مسلمانان ہند اس لئے بڑی سے بڑی قربانیاں کر رہے ہیں۔ کہ وہ مسلمان ہیں۔ نہ کہ کسی نسلی تعلق یا محبت کی بنا پر۔ اگر نسلی تعلقات کی بنا پر قربانیاں یا محبت کی جاتی تو ترکوں کے لئے ہندوستان میں کوئی ایک پیسہ بھی قربان نہ کرتا۔ یہ مذہب ہی ہے۔ جس نے ٹرکی کے ترکوں افغانستان کے افغانوں عرب کے عربوں۔ ہندوستان کے مغل، راجپوت، خلجی۔ شیخ سید جاٹ وغیرہ مسلمانوں کو ایک رشتہ اخوت میں پرو دیا ہوا ہے اور جب ان میں کسی پر بھی مصیبت آتی ہے۔ تو باقی سب کی ہمدردی اس سے ہو جاتی ہے۔ اور سب مل کر مصائب کا مقابلہ کرتے ہیں ہزار خونی اور نسلی تعلقات ہوں مسلمان اور ہندو جاٹوں میں وہ محبت نہیں ہو سکتی۔ جو مسلمان ترکوں اور مسلمان جاٹوں میں ہو سکتی ہے۔ غرضیکہ روحانی رشتہ دیگر تمام رشتوں سے زیادہ پائدار مضبوط مفید اور پاک رشتہ ہے"

کیا مندرجہ بالا وجہ کرپان حاصل کرنے کے لئے سکھ بن جانے کی نسبت زیادہ وزنی نہیں کہ اگر کوئی شخص وسیع النظری سے کام لے۔ تو اُسے سوائے اس کے دنیا کی نجات نظر نہ آئیگی کہ اسلامی برادری میں شامل ہو جائے۔ جہاں نہ ذات پات کی پوچھ ہے نہ کالے گورے کی۔ نہ ہند۔ چین۔ افریقہ۔ عرب ترک۔ یوروپین وغیرہ کی۔ ہندو سے سکھ ہو جانا ایک بند کنوئیں سے نکلکر دوسرے بند کوئیں میں گرنے سے زیادہ نہیں۔ لیکن دنیا کی برادری میں شریک ہونے کے لئے ہندو اور سکھوں کو ہماری طرف سے دعوت اسلام ہے۔ اور اسلام کے ماننے سے نہ تو رامچندر جی اور نہ کرشن جی اور نہ ہی باوا نانک صاحب کو خیرباد کہنا پڑتا ہے۔ بلکہ صرف اپنے من گھڑت خیالات و رسوم کو چھوڑ کر ان بزرگوں کے اصلی مذہب پر چلنا ہوتا ہے۔ جو اسلام کے سوائے کچھ نہ تھا۔ دنیا میں قاعدہ ہے۔ کہ جتنی برادری عالمگیر ہو گی۔ اتنی ہی ہمدردی بھی عالمگیر ہو گی۔ اور اتنی ہی جرأت و دلیری پیدا ہو گی۔ اس لئے اسلام کی روحانی برادری میں جملہ اقوام کی نجات ہے۔ سمجھدار ہندو اور سکھ اگر اس طرف توجہ کریں تو انہیں اسلام کی روحانی طاقت کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔

جملہ ناظرین و معاونین سے التماس ہے کہ جن اصحاب کی ماہوار آمدنی ۱۰۰ روپیہ سے زائد ہے۔ وہ ازراہ کرم ۱ روپیہ سالانہ چندہ مرحمت فرمایا کریں۔ (منیجر)

خطبۂ نکاح

گزشتہ ۲۰ اکتوبر کو بعد از نماز جمعہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے سید شجاعت علی ولد سید ولایت شاہ صاحب کا نکاح فاطمہ بی بی ولد سید فتح علی شاہ صاحب مرحوم کے ساتھ ایک ہزار روپیہ مہر پر پڑھا۔ آپ نے اس موقعہ پر جو خطبہ دیا وہ ذیل میں ہدیۂ ناظرین ہے:۔

آیات ماثورہ پڑھنے کے بعد فرمایا:۔

جب انسان دنیا میں آتا ہے۔ تو گو اس وقت وہ کچھ سمجھنے کے قابل نہیں ہوتا۔ لیکن اس وقت بھی کچھ پاک کلمات اسکے کان میں ڈالے جاتے ہیں۔ اور آج اسیر شہادت بھی ملتی ہے کہ انسان کے کان میں جو کچھ پڑتا ہے خواہ وہ اس کو سمجھتا کہ یا نہیں۔ اس کا اثر کچھ نہ کچھ ضرور پڑتا ہے۔ پھر جب انسان ایک اور مرحلہ سے گزرتا ہے۔ یعنی شادی کا مرحلہ۔ تو اسوقت بھی کچھ احکام اس تک پہنچانے ضروری ہوتے ہیں تاکہ آئندہ زندگی میں اس کے لئے فائدہ کا موجب ہوں۔

یہ آیات جو میں نے پڑھی ہیں ان میں کچھ توجہ اللہ اور اسکے رسول کی طرف دلائی جاتی ہے اور کچھ عورتوں اور ان کے حقوق کا ذکر ہے۔ فرمایا **من یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما** جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ بہت بڑی کامیابی حاصل کرے گا یہ بات آسان بھی بہت ہے اور مشکل بھی۔ آسان تو ہے ہے کہ دنیا میں کوئی نہیں جو نہ کسی نہ کسی کی اطاعت کسی نہ کسی رنگ میں کرتا ہو۔ ایک طرف بعض وقت کسی حاکم کی اطاعت کرنی پڑتی ہے۔ پھر ماں باپ ہیں۔ بیوی ہے دوست ہیں۔ عزیز ہیں۔ ان کی ماننی پڑتی ہے۔ اور طرح طرح کی باتیں ماننی پڑتی ہیں۔ اس لئے اللہ کی اطاعت کرنا سہل امر بھی ہے۔ کیونکہ جب کسی نہ کسی کی اطاعت ہی کرنی ہے تو کیوں نہ اللہ رسول ہی کی اطاعت کی جائے جس سے آخرت کا بھی فائدہ ہے۔ مشکل یہ اسلئے ہے کہ یہ دنیا اسکے اندر جو طرح طرح کی مشکلات پیش آتی ہیں وہ ہیں اطاعت میں اس کا موجب ہو جاتی ہیں۔ ان مشکلات میں اگر ایک شخص اپنے قدم کو مضبوط رکھے تو ایسا انسان بڑی بھاری کامیابی حاصل کرتا ہے۔ جن لوگوں نے اس رستہ کو اختیار کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس میں کیا کیا مشکلات پیش آتی ہیں لیکن ان مشکلات کی وجہ سے اس رستہ کو چھوڑ دینا بہادری اور کامیابی کی راہ نہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اس قرآن کو پڑھتے تھے۔ یہ قرآن تدریجاً ان پر اترا لیکن جو حکم جس وقت نازل ہوتا تھا۔ فوراً وہ اس پر عمل کرنے لگتے۔ یہاں یہ حالت پہنچی ہے کہ بیسیوں قسم کی باتیں مان لیتے لیکن قرآن کریم کے احکام کو ماننے کے لئے کم ہمت باندھنے والے بہت کم نظر آتے ہیں۔ صحابہ کی تاریخ کو کوئی پڑھے تو اسے معلوم ہو کہ کس طرح سخت ترین رسوم کو ایک آن کی آن میں انہوں نے چھوڑ دیا یہ قصے بڑی تفصیل سے صحابہ کی تاریخ میں موجود ہیں۔ بعض غیرت کے مقامات پر بھی اللہ تعالےٰ کے حکم کو ہی انہوں نے مقدم کیا ہے۔ اور اپنی غیرت کی پرواہ نہیں کی۔ ایک عورت کو اسکے خاوند نے طلاق دیدی اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اسکو دوبارہ نکاح میں لینا چاہا اور وہ بی بی راضی ہوگئیں بھائی نے کہا کہ اب میری غیرت برداشت نہیں کرتی کہ جس شخص نے میری بہن کو طلاق دیدی اسکے نکاح میں دوبارہ اسکو دوں لیکن اللہ تعالےٰ تو بہتر اصلاح چاہتا تھا اسوقت آیت اتری۔ **فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ** یعنے ان بیبیوں کو اپنے خاوندوں سے نکاح کرنیسے نہ روکو جب وہ باہم رضامند ہوں۔ اسپر اس بی بی کا بھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ۔ اگرچہ میری غیرت نہیں چاہتی تھی مگر خدا کے حکم کے سامنے میں اپنی غیرت کی بھی پروا نہیں کرتا اور اس شخص کے نکاح میں بہن کو دیتا ہوں یہ باتیں لوگوں کو کھا جانیوالی تھیں لیکن آج خدا کے احکام کی بہت کم پرواہ ہوتی ہے۔ کسی نے گھروں میں گنڈے تعویذ ڈال رکھے ہیں اور کوئی اور قسم کی بڑی باتوں اور رسوم میں مبتلا ہے۔ صحابہ کی زندگیوں کو پڑھو تو معلوم ہو گا کہ کس طرح خدا اور اسکے رسول کے حکم کی سامنے ہر ایک خیال کے رسم کو چھوڑا ہے۔ اس کا کوئی نمونہ آج دنیا میں نظر نہیں آتا۔

وہ آپ بھی کس حالت سے اٹھے اور ترقی کے کس اعلےٰ مقام پر جاکر پہنچے۔ آج بھی مسلمان ترقی کے بہتیرے علاج تجویز کر رہے ہیں لیکن ایک بھی کارگر نہیں ہوتا۔ ان کو سمجھنا چاہئے کہ فلاح اگر ہے تو خدا اور اسکے رسول کے حکم کی اطاعت میں ہے۔ اگر اللہ اسکے رسول کی اطاعت میں تم لگ جاؤ اور تمام پیش آمدہ ابتدائی مشکلات کا سختی سے مقابلہ کرو تو خوب یاد رکھو کہ آہستہ آہستہ تم بھی اس مقام پر پہنچ جاؤ گے

دوسری آیت میں فرمایا ہے۔ اللہ کا تقویٰ کرو اور رحموں کے حقوق کی رعایت کرو۔ رحموں کے حقوق کیا ہیں۔ وہ حقوق جو رحموں کے تعلقات سے پیدا ہوں تو رحموں کے حقوق کی رعایت کرنے کا حکم دیا ہے۔ عورتیں جو بھی ہوں خواہ اس ملک کی ہوں یا یورپ وغیرہ کی دوسروں کی نسبت زیادہ رحم کے قابل ہوتی ہیں۔ جتنی کسی میں قوت زیادہ ہوتی ہے۔ اتنے ہی اس کے اوپر حقوق بھی ہوتے ہیں۔ مرد اور عورت کے جو باہمی معاملات ہیں ان کے اندر مرد زیادہ قوی ہے۔ اس لئے معاشرت یہی ہے کہ جب مقابلہ پیش آ جائے تو چونکہ مرد زیادہ برداشت کر سکتا ہے۔ اسلئے اسے برداشت کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ ایسے بھی واقعات ہوئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بیوی کے گھر میں ہیں کسی دوسری بیوی نے سالن کا پیالہ بھیجا تو اس بیوی نے جس کے گھر میں تھے اس پیالہ کو ہاتھ مار کر توڑ دیا۔ لیکن آپ اس پر ناراض نہیں ہوئے بلکہ ہنس دیا۔ آپ نے فرمایا **خیرکم خیرکم لاھلہ** اور خوب یاد رکھو کہ بیوی کے ساتھ نیکی ہی تمہاری بھلائی کا سب سے بڑا معیار ہے لیکن اگر اسکے اندر جہالت ہے شرک اور رسم و رواج میں مبتلا ہے۔ اگر دین کی طرف سے اس میں کمزوری پائی جاتی ہے۔ اگر وہ نماز سے غافل ہے تو اس کی اصلاح بھی ضروری ہے۔ اور اسبارہ میں لاپروائی اچھی نہیں اللہ اور اسکے رسول بھی ضروری ہے۔ اور اسبارہ میں لاپروائی اچھی نہیں۔ اللہ اور اسکے رسول کے حکموں کو فوقیت دو۔

اسکے بعد آپ نے نکاح کا اعلان کیا اور ایجاب و قبول ہوا۔

مراسلات

لندن مسلم ہوس کی تبلیغی کوششیں

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے قلم سے

اگرچہ مسجد ووکنگ ہمارا ہیڈ کوارٹر ہے۔ لیکن لندن ہی کو میں نے ہمیشہ اپنی کوششوں کا موزون مقام سمجھا ہے لندن ہی ایک شہر ہے۔ جہاں آزادی رائے کو ہر ایک معاملہ میں عزت کے ساتھ دیکھا جاتا ہے اور وہیں علمی اور اعلےٰ طبقہ کے لوگ مخاطب کئے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۱۶ء میں جب کہ میں دوبارہ ہندوستان سے واپس آیا تو لندن میں ایک وسیع مکان کرایہ پر لیا گیا۔ جس میں علاوہ نماز جمعہ کے اتوار کو سلسلہ تبلیغ وعظ شروع کیا گیا اور ہفتہ میں ایک دن درس قرآن کے لئے رکھا گیا۔ آہستہ آہستہ ۱۹۱۸ء میں یہ جگہ کسی قدر شہرت پا گئی اور ہمارے اتوار کے جلسے بارونق ہونے لگے۔ یکہ و تنہا ہونیکی حالت نے مجھے دو جگہ کے کام نے بیمار کر دیا۔ اور آخر ۱۹۱۹ء میں مجھے انگلستان چھوڑنا پڑا۔ میرے بعد جس حالت میں لندن ہوس کو چھوڑ گیا تھا اگر اسے جاری رکھا جاتا تو آج اعلےٰ سے اعلےٰ نتائج مترتب ہو جاتے۔ میرے ہندوستان چلے آنے پر یہاں کے مبلغین نے اپنے پاس کافی وقت نہ دیکھا کہ لندن کی تبلیغی کوششوں کو جاری رکھیں۔ نماز جمعہ کے علاوہ لندن مسلم ہوس عملی طور سے بند ہو گیا۔ اور تقریباً اڑہائی سال ایسے ہی رہا۔ اب جو میں یہاں آیا۔ تو پھر مجھے اسی طرف توجہ ہوئی اور آج خدا کے فضل سے اگرچہ چھ ماہ ہی گذرے ہیں لیکن لندن مسلم ہوس کے اتوار کے جلسے اس رونق پر پہنچ گئے ہیں کہ جس میں چھوڑ گیا تھا۔ لندن میں مضامین لیکچر بھی اعلےٰ پیمانہ کے تجویز ہوتے ہیں اور میرے سوائے ماسٹر یعقوب خان صاحب، اور داور شاہ صاحب بھی وقتاً فوقتاً تقریریں کرتے ہیں۔ لندن ہوس کے سوائے دوسری سوسائٹیوں میں بھی ہم لیکچر کے لئے مدعو کئے جاتے ہیں اور وہاں بھی اسلام پر ہی تقریریں ہوتی ہیں۔ ہر ماہ میں ایک مستقل مضمون لے لیا جاتا ہے۔ جسے مسلسل اور مستقل لیکچروں میں ختم کیا جاتا ہے اور ستمبر میں میں نے چار لیکچر دیا اتہا ۔ لباسٌ لکم کی تفسیر کے موضوع پر ہوئے دلچسپی کے ساتھ سنے گئے۔ اور کثرت سے لوگ آئے مضمون کے مختلف پہلو نے جو زیر بحث آئے خاص اثر پیدا کیا۔ چنانچہ کل میں نے سامعین سے ایک تحریک کے متعلق اس امر کی استدعا کی کہ جو احباب اسلام کو سچا مذہب سمجھتے ہیں اور اس کے قبول کرنے میں کوئی تامل نہیں رکھتے وہ اس تحریک میں اپنا نام دکھلائیں۔ اس پر چھ مسلمین اور تین خواتین نے پیش قدمی کی اپنا اظہار اسلام کیا۔ اور تحریک میں شریک ہوئے۔ یہ دیکھ کر میری جرأت اور خوشی کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا کہ یہ پانچوں کے پانچ صرف گزشتہ چھ سات ہفتہ سے ہی لیکچروں میں آنے شروع ہوئے تھے اور اس سے پہلے میں ان کی شکلوں سے بھی ناواقف تھا۔ لیکن یہ میں دیکھ رہا تھا کہ وہ ہر ہفتہ بالالتزام آتے رہیں میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ ان کی تحقیق اسلام کب سے شروع تھی لیکن جہاں تک میری تحقیق ہے اور جو بات ان کو اسلام تک لے آئی وہ میرا ہی سلسلہ رحمۃ للعالمین والا تھا۔ یا کل کا لیکچر جس میں میں نے روح اور اسکی حقیقت پیدائش پر بحث کی۔ ان نومسلموں میں سے ایک بزرگ مسٹر جیمز ٹرنر ہیں جنہیں اپنے طبقہ میں ایک خاص وجاہت حاصل ہے انہوں نے اعلان اسلام سے پہلے اعتراف کیا کہ روح کی کیفیت جس طرح اس نے آج تعلیم قرآن کے ماتحت سنی ہے وہ اسکے مسلمان ہونے کیلئے کافی ہے۔

اللہ تعالےٰ سے مجھے امید ہے کہ یہ جلسے ایسے بارونق ہو جائینگے کہ شاید ہمارا موجودہ مکان بھی کافی نہ ہو۔ خصوصاً جبکہ برٹش مسلم سوسائٹی کے ممبروں نے اب عملی حصہ بھی لینا شروع کیا ہے پچھلے مہینہ میں بھی دو بیبیاں مسلمان ہوئی تھیں۔ جمعہ اور اتوار کے علاوہ بھی میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ کوئی اور دن بھی ہفتہ میں درس قرآن کے لئے تجویز کروں۔ **وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ**

اخبار احمدیہ

(۱) حضرت امیر مع اپنے رفقا کے بخیریت ہیں۔ اور اپنے اپنے مشاغل میں مصروف۔

(۲) منشی دوست محمد صاحب کے گھر میں آج ۱۰ نومبر کو صبح کے ۵ بجے لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ اور نیک نصیب کرے۔

(۳) حضرت امیر ایدہ اللہ نے ۵ نومبر ۱۹۲۲ء سے احمدیہ مسجد میں درس قرآن مجید اس دفعہ ایسے طرز پر شروع کیا ہے کہ اس سے ہر طبقے کے لوگ فائدہ اٹھا سکیں لفظی ترجمہ کے ساتھ ضروری نوٹ بیان فرماتے ہیں اور زیادہ باریکیوں کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ وقت بھی اس قدر روزانہ صرف ہوگا۔ جس سے طبائع میں ملال نہ ہو۔ گذشتہ سبق کے امتحان کرنے اور یہ معلوم کرنے کا کہ آیا سامعین سبق کو سمجھتے اور یاد رکھتے بھی ہیں یا نہیں انتظام کیا گیا ہے۔ غرضیکہ یہ درس ایسا ہوگا۔ جیسے کالجوں یا سکولوں میں ماسٹر سبق دیتے ہیں۔ اور شاگرد سننے والے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اسے بہت مبارک فرماوے اور سب کو خدا کے پاک فرمودہ پر عمل کی توفیق دے۔

(۴) احمدیہ ایسوسی ایشن کا ہفتہ وار اجلاس ۴ نومبر کی شام کو بصدارت ڈاکٹر غلام محمد صاحب ایل ایم ایس مسجد میں ہوا۔ اس انجمن کا کام اشاعت و تبلیغ اسلام کے لئے مبلغین پیدا کرنا ہے۔ اسکے سکرٹری چودھری ظہور احمد صاحب بی اے مقرر ہوئے ہیں۔ اور اس ہفتہ چودھری صاحب موصوف نے "ہندوستان میں تبلیغ کی ضرورت" کے موضوع پر نہایت عمدگی سے اپنا لیکچر بیان کیا۔ اور گمنڈ کیا اسکے چالیس مضامین تجویز کئے گئے ہیں۔ اور ہر ہفتہ ایک مضمون پر کسی صاحب کو تقریر کرنیکا موقعہ دیا جائیگا۔ گذشتہ جمعہ کے خطبہ میں حضرت امیر نے اس انجمن کی ضرورت کو بیان فرماتے ہوئے باقاعدگی سے کام کرنے کی تاکید فرمائی چنانچہ سامعین کی تعداد خاصی تھی۔ اور احباب نے دلچسپی سے کام لیا۔ امید ہے وہ لوگ جنہوں نے اب تک اس مفید کام میں حصہ نہیں لیا۔ وہ بھی حصہ لیں گے۔

(۵) احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا بجٹ آمد و خرچ بابت سال ۲۳-۱۹۲۲ء جنرل کونسل میں منظور ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سال بھی سلسلہ احمدیہ کو برکات سے متمتع فرماوے۔ آمین +

در بیورٹنگ

...نبوی کی ایک جھلک

معجزہ یا خرق عادت

(۵)

انسان میں خالق حقیقی نے مختلف قوتیں اور طاقتیں رکھی ہیں۔ جب سے حضرت انسان دنیا میں قدم رکھتا ہے تب سے اس کی وہ مخفی اور نہاں استعدادیں ترقی پذیر ہونا شروع ہوتی ہیں۔ یہ انسان کی اپنی عقل سمجھ اور تربیت پر موقوف ہے کہ وہ اپنی استعدادوں کو ٹھیک موقعہ اور محل پر استعمال کرے یا ان کو غیر محل پر بیجا طور پر بھی کام میں لائے۔ پہلی حالت میں وہ نیکی کہلاتی ہیں اور دوسری صورت میں بدی۔ انسان کا کمال اسی میں ہے کہ وہ ان طاقتوں۔ قوتوں یا خواہشوں پر پر حاکم ہو یعنے جس جگہ اور جس موقعہ پر وہ مناسب دیکھتا ہو کہ میں اپنی فلاں قوت سے کام لوں۔ اس جگہ پر اپنی قوت کو عمل میں لائے اور جس محل پر وہ کسی جذبہ کا ظاہر کرنا غیر موزون خیال کرتا ہو۔ اس موقعہ پر اس جذبہ کے اظہار سے اجتناب کرے اور انسان کا نقص یہ ہے کہ وہ دیکھتا ہو کہ کسی خاص وقت یا خاص حالت میں کسی جذبہ کا ظاہر کرنا مناسب تو نہیں لیکن بہ سبب اس جذبہ کے غلبہ کے اور بہ سبب اپنی کمزوری کے اس سے اس جذبہ کا اظہار ہو جائے اور کسی محل پر اپنی کسی قوت کو استعمال کرنا موزون تو دیکھتا ہو مگر اپنی پست ہمتی کی وجہ سے اس قوت کو عمل میں لانے سے قاصر ہے۔ گویا کہ ایک حالت میں وہ حاکم اور اس کی قوتیں اور جذبے اس کے محکوم اور دوسری حالت میں وہ محکوم اور اس کی خواہشیں اور جذبے اس پر حاکم ہیں۔ اس جگہ پر میرا مقصد اس بات کا دکھلانا ہے کہ واقعات صحیحہ کی بنا پر محمد رسول اللہ صلعم ہمیں اپنی خواہشوں اپنے جذبوں اپنی قوتوں کے استعمال کرنے میں اور اپنی طاقتوں کے نشو و نما دینے میں اس قدر ان پر حاکم نظر آتے ہیں کہ یہ بات ایک انسان کی عقل کو حیرت میں ڈال دیتی ہے اور اسکے پاس سوائے اسکے کوئی چارہ ہی نہیں رہتا کہ وہ تسلیم کرے کہ اس نبی صادق نے بجز مدد غیبی کے یہ کام سرانجام دئے ہوں اور اسی کا نام خرق عادت ہے یعنی وہ بات جس کے کرنے پر کوئی انسان کسی اور طرح سے بجز تائید ربی کے قادر نہ ہو مختصراً چند لفظوں میں ان حضرت کی زندگی کا خلاصہ یہ ہے کہ شروع سے لیکر ترپن برس کی عمر تک آپ حلیمی، خاکساری عجز۔ صبر وغیرہ اخلاق کی ایسی مجسم تصویر دکھائی دیتے ہیں کہ اس کی نظیر دنیا میں ڈھونڈنا لاحاصل ہے۔ چالیس برس تک تو آپ کہیں غار ثور میں عبادت الٰہی میں مستغرق نظر آتے ہیں۔ کہیں یتیموں کی پرورش، بیواوں کی ہمدردی اور غلاموں کی آزادی میں منہمک دکھائی دیتے ہیں۔ اور چالیس برس سے ترپن تک یعنے تیرہ سال تک کہیں تو کفار کے لعن طعن کا نشانہ ہو رہے ہیں کہیں ان کے ظلم و تعدی کا تختہ مشق بن رہے ہیں کبھی آپ کے گلے میں رسی ڈال کر آپ کو ادھ موا کر دیا جاتا ہے۔ کبھی آپکو معہ آپ کے قبیلہ کے تین سال تک محصور کر دیا جاتا ہے کبھی آپ کے قتل اور جلا وطنی کے منصوبے باندھے جاتے ہیں لیکن ان تمام حالات اور اس تمام عرصہ میں ہمیں بجز صبر اور تحمل اور برداشت کرنے کے اور کچھ کرتا ہوا نظر نہیں آتا۔ اور کوئی بڑے سے بڑا مخالف اتہام کے طور پر بھی یہ نہیں بتلا سکتا کہ فلاں بات آپ سے اس تمام زمانہ میں سختی یا انتقام کی سرزد ہوئی ہو۔ اسکے بعد مدنی زندگی شروع ہوتی ہے۔ اب ہم کو بالکل مختلف نظارہ دکھلائی دیتا ہے کبھی وہ شخص لڑائی کی تجویزیں سوچتا اور اپنے دوستوں کے ساتھ جنگ کے مشورے کرتا ہوا نظر آتا ہے کبھی وہ قوم کا سپہ سالار ہے۔ کسی جگہ وہ لڑائی کے گھمسان میں دشمنوں کا مقابلہ کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اور کہیں وہ کمال شجاعت اور بہادری سے ایک بڑے دشمن کے مقابلہ میں یہ پکارتا ہوا نظر آتا ہے۔ انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب اور ایسے وقت میں جبکہ اس کی ساری فوج بجز چند ساتھیوں کے میدان جنگ سے بھاگ گئی ہوتی ہے۔ غرضیکہ اس کی زندگی کے آخری دس سال میں ہمکو یہی بات نظر آتی ہے کہ وہ دشمنوں سے لڑائیاں کرتا ہے۔ کبھی مدینہ کا سردار ہے۔ کبھی معاہدہ کرتا ہے۔ اور پھر ایک ہی وقت میں وہ جج بھی ہے۔ قانون دان بھی ہے۔ اور سارے عرب کا شہنشاہ بھی ہے۔

قبل اس کے کہ ہم دیکھیں کہ جو لڑائیاں اس نے کیں کیا وہ ان کے کرنیکا مجاز تھا؟ دو ایک باتیں اور قابل غور ہیں ہر ایک شخص اس بات کو جانتا ہے کہ عادت کا بدلنا کس قدر مشکل ہے اور خصوصاً ایسی عادتوں کا جو بچپن سے کبھی ایک شخص نے اختیار کی ہوں چھوڑنا کس قدر ہمت اور عزم اور ارادہ چاہتا ہے۔ قطع نظر اسکے کہ جو تبدیلی رسول اللہ صلعم نے اپنی مدنی زندگی میں کی۔ آیا وہ ٹھیک تھی یا غلط۔ ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کیا یہ ایک معمولی بات ہے کہ ایک شخص اپنے بچپن سے لیکر ترپن سال تک تو ایک رویہ۔ ایک مسلک اور ایک راستہ پر رہے۔ مگر بعد اسکے وہ اپنے رویہ میں ایسی تبدیلی کر دکھائے کہ اس سے اخلاق کی وہ شانیں ظاہر ہوں جو پہلوں کی عین ضد ہوں۔ کیا ہم نہیں دیکھتے کہ اگر کسی شخص کو کوئی بری عادت لگ جائے۔ مثلاً کوئی شخص بچپن سے بڑھاپے تک شراب کا عادی رہا ہو تو اس کا اب بڑھاپے میں آکر اس بری عادت کو ترک کرنا کس قدر دشوار اور کس قدر کٹھن منزل ہے۔ حالانکہ اسجگہ یہ بات بھی ساتھ ہے کہ وہ شخص خود اسے قبیح عادت تصور کرتا ہے۔ اور اس بری عادت کے نتائج بھی بھگت رہا ہے لیکن باوجود اس عادت کے برا جاننے کے اور باوجود اسکے بد ثمرات کے ملنے کے نہایت مشکل ہے کہ وہ ان عادتوں کو ترک کر دے جو اس کی طبیعت میں سرایت کر چکی ہیں اور گویا کہ اسکی فطرت کا جزو بن چکی ہیں میں یہ نہیں کہتا کہ ایسی تبدیلی کرنا ناممکن ہے اور میرا یہ مطلب بھی نہیں کہ آج تک کسی شخص نے بڑھاپے میں اپنی کوئی بد عادت بدلی ہی نہیں۔ مگر میں یہ کہوں گا کہ ایسی تبدیلی کرنا ایک بڑے ارادے بڑے استقلال اور بڑی ہمت کو چاہتا ہے لیکن جو بات تبدیلی کی ہمیں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دکھائی دیتی ہے۔ وہ کچھ اور ہے۔ ہم یہ نہیں دیکھتے کہ اس سے کسی ایسی عادت کی تبدیلی ظاہر ہوئی ہو جو قبیح ہو بلکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بچپنے سے پچاس سے اوپر تک تو وہ صبر حلم۔ برداشت خاکساری کا مجسم نمونہ ہے۔ مگر بعد پچاس سال کے جبکہ ایک شخص کی عادتیں راسخ ہو جاتی ہیں وہ اپنے اخلاق یک لخت تبدیل کر لیتا ہے۔ جو سوال اس جگہ دل میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ نہیں کہ کیا جو عادتیں اب اس نے پچاس سال کے بعد اختیار کی ہیں وہ اچھی ہیں یا بری بلکہ سوال یہ ہے کہ کیا وہ طریقہ اور وہ مسلک جو اس نے اب تک اختیار کیا ہوا ہے۔ وہ غلط اور برا ہے۔ یعنے بحث طلب امر صرف اتنا ہے کہ کیا مخالفوں کے مقابلہ میں صبر و برداشت کا دکھلانا کوئی قبیح امر اور بد عادت ہے؟ اگر ایسا کرنا کچھ برائی کی بات نہیں بلکہ یہ قابل تحسین امر ہے۔ اور وہ یہ امر ہے جس پر عیسائیوں کو اس قدر ناز ہے کہ حضرت عیسےٰ نے اپنے مخالفوں کے مقابلہ میں صبر کیا تو اب سوال یہ ہوگا کہ جب ایک شخص کے لئے یہ بہت مشکل امر ہے کہ وہ بڑھاپے میں آکر اپنے کسی بدفعل کو چھوڑ دے اس لئے کہ وہ عادت اسکی بچپن سے ہے گویا کہ اسکی فطرت کا جزو بن چکی ہے۔ تو ایک شخص کے لئے یہ کس قدر مشکل ہے کہ وہ کسی ایسی عادت کو بدل دے جو اخلاق کا ایک اعلےٰ نمونہ ہو اول اسلئے کہ یہ عادت اسکی بچپن سے ہے۔ اور دوم اس لئے کہ یہ کوئی اور قبیح عادت نہیں بلکہ خلق کا ایک اعلیٰ مرتبہ ہے۔ جب ایک شخص شروع زندگی سے پچاس سال تک صبر و برداشت ہی دکھلاتا رہا ہو۔ اور بھی معمولی تکالیف کے مقابلہ میں نہیں۔ بلکہ ایسی ایسی اور اذیتوں کے مقابلہ میں کہ جس سے بڑھ کر ذلت اور اذیت نہیں دی جا سکتی جیسی کہ اپنے قبیلہ سمیت تین سال تک ایک غار میں محصور رہا ہو قتل کے منصوبے کئی دفعہ اس کے خلاف کئے جا چکے ہوں تو کیا ایسے شخص کے لئے آسان ہے کہ وہ ایسی راہ پر چلا جائے یا یہ آسان ہے کہ وہ اپنی ساری زندگی کی طرز بدل کر ایک اور راہ اختیار کرے میرے نزدیک تو یہ امر بہت آسان ہے کہ وہ شخص جس نے اپنی زندگی کے پچاس سال مخالفوں کی اشد تکالیف سہتے ہوئے صبر و رضا سے گذارے ہوں وہ اپنی باقی زندگی بھی جس کی اس کو پتہ نہیں کہ کتنی ہے چند دن یا چند سال اس طرح گذار دے اور یہ اس لئے اس پر آسان ہے کہ بچپن سے اس کی عادت ہی ایسی ہے کہ رحم و صبر اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور ایک پچاس سال اس کو اس عادت پر قائم ہوئے ہو گئے ہیں اور یہ عادت گویا کہ اسکی فطرت کا جزو بن گئی ہے۔ اور یہ بات اسکے لئے اس واسطے بھی آسان ہے کہ وہ نہیں دیکھتا کہ یہ کوئی بری بات یا کوئی رذیل اخلاق کا پہلو ہے بلکہ یہ وہ خلق ہے جو انبیا سے ظاہر ہوا اور جس کے لئے وہ لوگ اسقدر عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ پھر یہ بات بھی غور کے قابل ہے کہ جو تبدیلی آپ نے اپنے مسلک میں کی وہ کس قسم کی تبدیلی کس عمر کی۔ مثلاً ہم کو ایسی مثالوں کا ملنا دشوار نہیں ہے جن سے ظاہر ہو کہ ایک شخص اپنی ابتدا عمر میں تو بہت بڑا جرنیل۔ فاتح اور منتظم رہا ہو مگر عمر رسیدہ ہو کر پر وہ بڑا عابد و زاہد بن گیا ہو۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ ایسی تبدیلی کرنا بھی ایک قوی ارادہ کا کام ہے لیکن جو کچھ ہم محمد رسول اللہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں وہ اسکے عین الٹ ہے جب عین جوانی کا زمانہ ہے جبکہ ہر قسم کی امنگوں اور امیدوں سے انسان کا سینہ لبریز ہوتا ہے اور جبکہ وہ جوانی کے نشہ اور خمار میں کسی بات کی پروا نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ ادنےٰ ادنےٰ بات پر جوش میں آجاتا ہے۔ اور انتقام لینے پر آمادہ ہوتا ہے اور جبکہ انسان عیش و عشرت پسند ہوتا ہے اور جبکہ وہ خدا کی طرف سے لاپرواہ ہوتا ہے کیونکہ وہ نہیں خیال کرتا وہ کبھی بوڑھا بھی ہوگا اور اس پر کبھی موت بھی آئیگی۔ اس وقت تو آپ کا یہ حال ہے کہ دنیا سے الگ ہو کر پہاڑوں کی کھوہ میں عبادت میں مشغول رہیں۔ ہاں جب جوانی کا زمانہ گذر جائے۔ سب قوی ڈھلنے شروع ہو جائیں۔ نہ وہ جوانی کا جوش و خروش اور نہ وہ عیش و عشرت کی امنگیں باقی رہیں تو اس وقت اب شجاعت و بہادری کے کارنامے دکھلائیں۔ اور اس وقت اپنی سلطنت اور بادشاہت کے انتظام میں ایسی تندہی کر مصروف ہوں۔ کیا یہ باتیں ایک انسان کے حیرت و تعجب میں ڈالنے کے لئے کافی نہیں۔ یا کیا ان واقعات میں سے جو اوپر بیان کئے گئے ہیں کوئی ایسا واقعہ ہے جس کی نسبت دنیا میں کسی مخالف کو بھی شک کی گنجائش ہوئی ہو۔ پھر کیا ان باتوں کو سمجھ کر بھی کوئی انسان ایسا ہوگا جو بے اختیار ہو نہ پکار اٹھے۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ میں نے یہاں نہ تو یہ ثابت کیا ہے کہ محمد رسول اللہ کی روش آپ کی مکی زندگی میں ایسی تھی جو ایک نبی کو اختیار کرنی چاہیئے تھی اور نہ میں نے یہ ثابت کیا ہے کہ پھر جو تبدیلی آپ نے اپنی زندگی میں کی۔ وہ مناسب و موزوں تھی اور ایک اعلیٰ پایہ کا انسان بجز اس رویہ کے اختیار کرنے اور اور کوئی راستہ ڈھونڈھ نہیں سکتا تھا جو کچھ میں نے اس جگہ دکھلایا ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تاریخی واقعات کی بنا پر ایک ایسا عظیم الشان اور قوی الارادہ انسان معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ساری کی ساری تاریخ ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ وہ اپنی طاقتوں اور قوتوں کے استعمال کرنے اور اپنے جذبوں اور خواہشوں کے اظہار میں اسقدر ان پر غالب و حاکم ہے کہ اس سے زیادت متصور نہیں کیونکہ جس وقت اور جس عمر میں طبعاً کسی جذبہ یا خواہش کا عنصر غالب ہوتا ہے اس عمر میں اس سے وہ جذبہ اور وہ خواہش ظاہر نہیں ہوتے تا کہیں یہ وہم بھی نہ گذرے کہ یہ جذبہ کا اظہار شاید اسلئے ہو کہ وہ جذبہ اس پر غالب ہے نہ اس لئے کہ اس جذبہ کا اظہار کا موقعہ ہے۔ ہاں جب وہ حصہ عمر گذر جاتا ہے اور اس خواہش یا جذبہ کا جوش معدوم ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ جذبے آپ سے مناسب موقع اور ٹھیک محل پر ظاہر ہوتے

(اڈیٹر مصطفےٰ خان) کو ایسٹرن سٹیم پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام میاں فیروز الدین پرنٹر کے چھپا۔ اور ماسٹر فقیر اللہ سپرنٹنڈنٹ نے احمدیہ بلڈنگ دفتر پیغام صلح سے شائع کیا۔

اخبار پیغامِ صلح لاہور

ہفتہ میں دو بار

جلد ۱۰ نمبر ۴۸

ہر اتوار اور بدھ کو شائع ہوتا ہے

المستنبح لاہور

یوم یک شنبہ ۲۱ - ربیع الاول ۱۳۴۱ہجری مطابق ۱۲ - نومبر ۱۹۲۲ عیسوی

اقتباسات

اسلام کا مستقبل*

ماڈرن ریویو کلکتہ میں مسٹر میگز ول پرنسپل ڈاکٹر ایچ جی ویلز کے مضمون "ہندوستان اور اسلام کا مستقبل" پر رائے زنی کرتا ہوا ذیل کے الفاظ سپرد قلم کرتا ہے۔ "ایڈیٹر"

ویلز ہمیشہ مسلمانوں کا طرفدار رہا ہے۔ اور وہ ان کے شاندار مستقبل کی پیشین گوئی کرتا ہے۔ اسلام کی اشاعت کے لئے افریقہ ایک سرسبز میدان ہوگا۔ کیونکہ وہاں کے باشندے عیسائیت کے مقابلہ میں اسلام آسانی سے قبول کر لیتے ہیں۔ یہ اشاعت عربوں کے ذریعہ سے ہوئی۔ ہم یونانی اور لاطینی تہذیب کے فسانے خوشی سے دہراتے ... اور اس کے رہین منت ہوتے ہیں لیکن اس تہذیب سے چشم پوشی کرتے ہیں جو ہمیں عربوں کے ہاتھوں سے پہنچی ہے ... ریاضیات اور الکیمیا کے صدہا مسائل کا سرچشمہ علوم و فنون ہیں ... جب کبھی ہم اسلام کا خیال کرتے ہیں۔ ہمارے پیش نظر ترک اور قسطنطنیہ ہوتے ہیں۔ لیکن اسلامی تہذیب کا قلب قسطنطنیہ نہیں ہے۔ زمانہ ماضیہ کا بہت ساخزانہ اس میں شک نہیں قسطنطنیہ کے ذروں سے حاصل ہوا ہے۔ لیکن وہ ایک ایسا شہر ہے جس کے معنی میں اس کے قابض ممالک کی تباہی اور موت پوشیدہ ہے۔ مشرقی رومی سلطنت تباہ ہوگئی۔ ترکوں کا بھی یہی حال ہوا (یہ مضمون ۱۹۱۶ میں لکھا گیا تھا۔ اور موجودہ ترکی جنگ اور ان کی ترقی سے ...) کسی قوم کو تباہ کرنا چاہتے ہو تو اُسے قسطنطنیہ دے کر ... اور میرا خیال ہے کہ "بسمارک" نے بھی ... ستان کا رہنے والا عرب ایک مختلف چیز ہے ... وہ کتنا ہی تہذیب و ترقی سے پیچھے ہو لیکن وہ ایسا ... نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ دریائے دجلہ یا دریائے ... دیواروں تک اس کا مذہب ... تربیت سے لبریز ... میں اس کے نشان باقی نہ رہے ہوں۔ یہ فضائے ... رہنے والا مذہب ہے جو تباہ نہیں کیا جاسکتا۔ اور نہ اس کے ... دوسرا قائم کیا جاسکتا ہے ... قریب کہ عراق میں عربی تہذیب ... تازہ ہو۔ اس کی نہریں پھر بہیں گی۔ اُس کے باغات پھر سرسبز ... گے۔ اور بغداد ایک مرتبہ پھر اپنی خاکستر سے شان و شوکت کے ساتھ نمودار ہوگا۔

اہل ہند کی مساعی پر ترکی اخبارات کی رائے

اناطولیہ کے اخبار رقمطراز ہیں۔ کہ اہل ہند میں ترکی فتوحات پر کمال اظہار مسرت کیا جا رہا ہے۔ ان فتوحات پر سات کروڑ مسلمانوں کی عظیم الشان دعا کی خبر وہاں کے مشہور لیڈر سیٹھ چھوٹانی صدر جمعیت خلافت نے جلال الدین عارف بک کو روانہ کی ہندوستان کے فرزندانِ اسلام غازی کمال پاشا کے قسطنطنیہ پر قبضہ کے لئے بے چین ہیں۔ ان کا یہ قول ہے کہ ہم اس وقت تک برطانیہ کے خلاف کوشش کرتے رہیں گے جب تک کہ اورنہ ترکوں کو واپس نہ دے دیا جائے گا۔ آگے چل کر اخبار مذکور راقم ہے کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان میں اہل اسلام خلافت کی حفاظت کے لئے عظیم الشان جلسے کرتے ہیں۔ وہاں کے باشندوں کو خلافت سے اس قدر دلچسپی ہے کہ عثمانی جھنڈے مکانات اور دوکانوں پر زینت کے لئے نصب کئے جاتے ہیں۔ ہندوستان کے اخبارات تمام مسلمانوں کو ترکوں کی فتوحات اور اُن کی کامیابی کی دعا کے لئے اُبھارتے رہتے ہیں بڑے بڑے آرٹیکل مجروحین اناطولیہ کی مدد اور ترک یتیم بچوں کی پرداخت کے لئے لکھے جاتے ہیں۔ وہاں کے قومی جلسے خلافت منظے اور غازی مصطفٰے کمال زندہ باد کے نعروں پر ختم ہوتے ہیں۔ غازی کمال پاشا سے مسلمانان ہند کو اس قدر محبت ہے کہ ان کا فوٹو دوکانوں اور گھروں میں سجاوٹ کے لئے آویزاں کرتے ہیں۔

(وادی النیل بحوالہ الخلافت)

لیمان وان سانڈرس
اور
ترکانِ احرار

ڈیلی ٹیلیگراف میں وان سانڈرس کے خیالات درج کئے گئے ہیں۔ وان سانڈرس دوران جنگ یورپ میں گیلی پولی کی مہم کے کمانڈر تھے۔ اور انہوں نے ہی مصطفٰے کمال کو ساری فوج کی کمان دے دی تھی۔ ناظرین اُن کے خیالات سے مصطفٰے غازی کی قابلیت اور طاقت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

ترکی کی فتح مکمل ہوگئی ہے۔ قسطنطنیہ پھر ترکوں کے قبضہ میں آجائے گا کیونکہ یورپ اور انگلستان مصطفٰے کمال پاشا سے جس کی مدد پر تمام دنیائے اسلام ہے۔ جنگ نہیں کرے گا۔ مجھے اس امر کا یقین نہیں ہوتا۔ کہ یورپ اور ترکی یا انگلستان اور ترکی کے درمیان جنگ ہوگی۔ انگریز بخوبی جانتے ہیں۔ کہ یہ جنگ تمام دنیائے اسلام کی جنگ ہوگی۔ میں یہ معلوم نہیں کرسکتا کہ انگلستان مسئلہ کو بنانے میں کیوں اتنی کوشش کر رہا ہے۔ انگلستان کو قومی حقوق کا خیال رکھنا چاہیئے۔ مسٹر لائڈ جارج سرزمین گیلی پولی کو مقدس بتاتے ہیں۔ کہ وہاں بہت ہزار برطانوی بہادروں کی ... ہزار ترکوں کی قبریں بھی تو اسی سرزمین میں ہیں۔ جو حملہ کی مدافعت کرتے میں شہید ہوگئے تھے۔ مصطفٰے کمال کی خواہش نہیں ہے کہ وہ آبنائے پر قلعہ بندی کریں۔ لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ انگلستان کیوں ترکی کے صحیح حقوق کو پائمال کرتا ہے۔ درحقیقت تھریس ترکوں کی ملکیت ہے۔ اور وہ ترکوں ہی کو ملنا چاہیئے۔ کیونکہ دنیائے اسلام کے مرکز قسطنطنیہ کے لئے یہ ناممکن کہ اُس کو سرحد پر بغیر کسی محفوظ مقام کے چھوڑ دیا جائے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ جنگ حکمت عملی سے ختم ہو جائے گی۔ دنیا کے مسلمانوں کے دماغوں کی حالت کا اندازہ معلوم کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اب انگلستان کی حالت خطرہ میں ہے۔ فرانسیسی اور اطالوی حکمت عملی نے اس کا پتہ لگا لیا ہے۔ کہ وہ ترکوں کو بھڑکا کر مشرق قریب میں اپنا وقار و عظمت کھو دیں گے۔ میں انگلستان کو نصیحت کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ شاید میں ترکوں کے طرفداروں میں شمار کیا جاؤں۔ لیکن میں نہایت خوشی سے جنرل ٹاؤنشنڈ جو حال ہی میں انگورہ میں مقیم تھے۔ اور یہاں کی حالت کو بھی بخوبی جانتے ہیں کی نصیحت کو دہراتا ہوں۔ جو انہوں نے پبلک کے سامنے مشرق کی مقدس جنگ کے بارے میں پیش کی ہے۔ مصطفٰے کمال صرف ایک بڑا جنرل ہی نہیں ہے بلکہ ایک قابل سیاست داں بھی ہے۔ جو سیاست یورپ کو خوب سمجھتا ہے۔ اور وہ مملکت حکمت عملی میں بھی کامیاب ہوگا۔ اس کو بھولنا نہیں چاہیئے۔ کہ حکومت قسطنطنیہ بغیر طاقت اور بغیر اختیار کی حکومت ہے۔ یہ حکومت مصطفٰے کمال کے نقطۂ نظر کو قبول کرے گی۔ لیکن وہ ظاہر طور سے اپنی رائے کا اظہار نہیں کرسکتی۔ پیرس سے سلطان کے خیالات کا پتہ نہیں چلتا۔ کیونکہ سلطان انگریزوں کے ہاتھ میں ہیں۔ اس مسئلہ میں سلطان مصطفٰے کمال کے خلاف ہیں لیکن ان کو اپنے لڑکے کو تخت دینا پڑے گا۔ کیونکہ وہ ترکی قومی اغراض کے اظہار کرنے میں ناکامیاب رہے ہیں۔

عازمان حجاز کے لئے ہدایات

عازمان حجاز کے لئے ذیل کی ہدایات گورنمنٹ کی طرف سے شائع ہوئی ہیں:-

(۱) عازمان حجاز کو چاہیئے کہ ہندوستان سے روانہ ہونے سے پیشتر پاسپورٹ (پروانہ راہداری) لے لیں۔ جو ہندوستان کے ہر حصہ کے مقامی حکام سے بلا فیس مل سکتا ہے۔ سب سے زیادہ پسندیدہ بات یہ ہے کہ وہ اپنے ہی افسر ضلع یا سب ڈویژنل افسر سے پاسپورٹ لیں۔ اور اگر کسی ریاست کے ملازم ہوں تو پولیٹیکل افسر سے پاسپورٹ کی درخواست کریں۔

(۲) عازمان حجاز کو ضروری واقفیت بہم پہنچانے کے لئے ...

بقیہ بر صفحہ ۶ کالم ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۱ | مورخہ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ | نمبر ۴

طریق تبلیغ

(۷)

ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن ہ

اس مضمون کی پچھلی قسط میں جو ۹ ذیقعدہ کے اخبار میں شائع ہوئی۔ حضرت مسیح موعود کے علمی کارناموں کا مختصر سا ذکر ہوا تھا۔ دل چاہتا تھا کہ اس بات میں تفصیل سے لکھوں۔ اور حضرت مسیح کی تبلیغی کوششوں کا اور قلمی خدمات کی داد دوں۔ لیکن میری بے بضاعتی ہر قدم پر سنگ راہ ہے۔ مضمون کی وسعت اور میری تنگ دامانی دونوں بے نظیر ہیں۔

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین بہار تو ز دامان گلہ دارد

اس لئے ناچار یہاں صرف ایک ہی بات کا ذکر کروں گا۔

امت مسلمہ میں اس سے پہلے جو بزرگ صوفیاء کرام۔ علماء عظام گذرے ہیں ہمیں ان کی بزرگی و برتری کا اعتراف ہے اور بدل اعتراف ہے۔ اور سچ پوچھئے۔ تو یہ سلسلہ احمدیہ کی ایک نمایاں خصوصیت ہے کہ وہ کسی بزرگ کے خلاف زبان نہیں کھولتے سب کی جائز عزت و احترام کرتے ہیں۔ اگر کسی بزرگ کی رائے سے اختلاف بھی ہو۔ تو اس اختلاف کو وجہ سب و شتم نہیں بناتے ہمارے نزدیک قرآن مجید کی بھی یہی تعلیم ہے۔ یہاں تک قرآن کریم میں باطل معبودوں کے خلاف بھی گالیاں دینے سے روکا ہے

لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ

اور اسی رنگ پر ہمیں حضرت صاحب نے چلایا ہے چنانچہ ہماری جماعت اس حقیقت کی جیتی جاگتی شہادت ہے کہ اس نے کبھی بھی کسی بزرگ کے خلاف زبان نہیں کھولی۔ اس لئے اگر ہم حضرت مسیح موعود کی خدمات اسلامی کا مقابلہ بزرگان سلف کی خدمات سے کریں تو اس سے ہماری نیت ان کے استخفاف و ہتک کی ہرگز نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ یہ ہمارے اصل الاصول کے خلاف ہے اور سخت خلاف ہے۔ ہاں انصاف ضرور ہے۔ جب لوگ ہم سے پوچھتے ہیں اور باصرار پوچھتے ہیں۔ کہ میرزا صاحب نے آکر کیا کیا۔ تو ہم اس کا جواب دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ اس امت کی تمام فضیلت خدمت اسلام میں ہے۔ امت مسلمہ کا کوئی فرد اگر دوسروں سے افضل ہے تو اس لحاظ سے افضل ہے۔ وہ خادم اسلام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ہے۔ کہ "سید القوم خادمہم" اور چونکہ اسلام نے مسلمانوں کے لئے ایک ہی قومیت تجویز کی ہے۔ یعنے اسلام وسمٰکم المسلمین اس لئے ان کا سردار وہی ہے جو خادم اسلام ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ خدمتیں مختلف قسم کی ہیں کوئی ملکی خدمت ہوتی ہے کوئی معاشرتی خدمت کوئی تمدنی لیکن ان سب خدمات سے بڑھ کر ایک خدمت ہے جس کو خود قرآن مجید نے مسلمانوں کے لئے وجہ خیر و برکت بتایا ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ ہ اس آیت شریفہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو امت مسلمہ کی ایک شان خصوصی بیان فرمایا ہے۔ اور اسی کو وجہ امتیاز ٹھہرایا ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ خدمت سب خدمات سے بڑھ کر ہے اب اگر اس کسوٹی پر حضرت مسیح موعود کی خدمت کو پرکھا جائے تو میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ آپ کا پلہ ہی بھاری نظر آئے گا۔

میں نے ابھی کہا ہے کہ ہم سب بزرگان دین کی عزت کرتے ہیں کسی کا استخفاف ہمیں منظور نہیں۔ لیکن فدا لگتی کہنے سے بھی ہم رک نہیں سکتے۔ ہم مانتے ہیں کہ بزرگان سلف نے اپنے اپنے وقتوں میں خدمت اسلام اور اشاعت دین کی ہے اور خوب کی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی خدمات علمی و عملی ہمارے سامنے ہیں۔ اور ہم ان کے بدل معترف ہیں۔ حضرت مجدد صاحب الف ثانی کے کارنامے ہمارے لئے باعث فخر و مباہات ہیں۔ حضرت مجدد بریلوی کا شجاعانہ عزم ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ لیکن اس کے ساتھ میں یہ ضرور کہوں گا کہ حضرت میرزا نے جو کام کیا ہے اور جو کامیابی حاصل کی ہے وہ بے نظیر ہے یہ سب بزرگ اس فکر میں رہے ہیں۔ اور ان کے وقت میں جو خدمت ان کو سپرد ہوئی ہے اس کو بجا لائیں۔ اپنے تزکیہ نفس کو کمال تک پہنچائیں۔ اور اپنے حاشیہ نشینوں کو انہی انوار سے منور کریں۔ قدیم سلسلہ کے بزرگوں کا مطمح نظر یہی رہا ہے کہ اس دار ابتلا جسے دنیا کہتے ہیں۔ اور جس میں علائق دنیوی اور تعلقات سفلی اس قدر ہیں کہ ہمیں آسمانی برکات سے محروم کر دیتے ہیں۔ اپنا دامن بچائے ایسی زندگی بسر کریں کہ آخرت کا زاد راہ کا سامان ہو جائے۔ یا ہم اس دنیا میں ان برکات سماوی کا نمونہ دیکھ لیں۔ جو ہمارے لئے آخرت میں تیار رہوں گی۔ اور اسی زندگی میں ہم دیدار الٰہی سے مشرف ہو جائیں۔ غور کرو یہ سب مقاصد درست ہیں اور بجا ہیں۔ لیکن آخر انفرادی حیثیت رکھتے ہیں۔ یا ان کا دائرہ ایک تنگ حلقہ تک محدود ہے خلق خدا کے وہ ہمہ گیر ہمدردی جو اسلام کی امتیازی خصوصیت ہے۔ ان میں مجھے نظر نہیں آتی۔ اس کے بالمقابل حضرت مسیح موعود کا مسلک ایک قدم آگے بڑھ جاتا ہے۔ یہاں صرف اپنے آپ ہی کو اسلام سے متمتع نہیں کرنا بلکہ دوسروں کو بھی اسلام کے فیوض روحانی کی دعوت کرنی ہے۔ اور ایک دو افراد کو نہیں بلکہ تمام دنیا کو۔ یہ کوئی وہمی اور خیالی بات نہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود کی تمام زندگی اس امر کی شاہد ہے۔ آپ کی تمام عمر اس کام میں گذری۔ عربی۔ اردو۔ فارسی کے ذریعہ سے آپ نے اس فرض کو انجام دیا۔ اور ہر ایک قوم کو اسلام کی دعوت دی۔ خود فرماتے ہیں ع

ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے

انگریزی آپ نہیں جانتے ہیں۔ اس لئے انگریزی میں تبلیغ اسلام کا انتظام ایک ماہوار انگریزی رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" کے ذریعہ سے کیا۔ اور مذہبی دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ چنانچہ اس رسالہ کی خدمات کے معترف وہ لوگ بھی تھے۔ جن کو آپ سے مخالفت تھی۔ لیکن ان سب باتوں سے بڑھ کر ایک اور بات ہے۔ آپ کی مساعی حمیدہ اپنی ذات تک محدود نہیں رہیں۔ آپ نے ایک قوم کو اس غرض سے تیار کیا۔ اور جب بارگاہ الٰہی سے آپ کو اپنی وفات کی خبر ملی تو آپ نے وہ کام اس قوم کو سپرد کیا۔ کہ وہ اشاعت اسلام کا مقدس کام آپ کی زندگی کے بعد بھی اسی طرح ہوتا رہے۔ چنانچہ الوصیت میں فرماتے ہیں۔

خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں، کیا یورپ اور کیا ایشیا، ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے۔ اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالےٰ کا مقصد ہے۔ جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی۔ اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔ اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پاکر کھڑا نہ ہو۔ سب میرے بعد مل کر کام کرو۔

ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا نصب العین کس قدر بلند اور ارفع ہے، وہ اپنی جماعت یا مریدوں سے صرف یہی توقع نہیں رکھتے کہ وہ خود تزکیہ نفس کریں بلکہ ان کا اصلی مقصد یہ ہے کہ جماعت احمدیہ تمام دنیا کے سعید الفطرت لوگوں کو دین واحد پر قائم کرے۔ اب خدارا انصاف اور راستی سے کوئی صاحب بتائیں۔ کہ کیا اس قدر بلند نصب العین کسی [illegible] کے لئے پیش کیا ہے؟ ہرگز نہیں (باقی حصول نصب العین) طریق تبلیغ

متعلق جو کچھ فرمایا اس کی صحت پر آج زمانہ خود گواہ ہے کہ پولیٹیکل لیڈر آج بہت سے تجارب کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہم محض اخلاقی قوت اور محض اخلاقی قوت ہی سے حکومت اور آزادی حاصل کرسکتے ہیں۔ اور یہی وہ بات ہے جو اس زمانہ کے مجدد اعظم نے اپنی جماعت کو آج سے کئی سال پہلے سکھائی کہ تم اخلاق ہی سے تمام دنیا میں اسلام پھیلاؤ۔

غرض اشاعت اسلام کا کام جو حضرت مسیح موعود نے با علام الٰہی اختیار کیا۔ اسی کو اپنی جماعت کے بھی سپرد کر دیا۔ اور ہر ایک احمدی کو اس کا ذمہ وار ٹھیرایا۔ کہ آپ کی زندگی کے بعد بھی اس کام میں کسی قسم کی رکاوٹ پیش نہ آئے۔

اب یہ سوال ہوسکتا ہے کہ کیا اس وصیت پر آپ کے معتقدین نے عمل کیا؟ کیونکہ جب تک عمل نہ ہو۔ تجاویز اور فیصلے محض منہ کی پھونکیں ہوتی ہیں۔ اور ان سے کوئی مفید نتیجہ پیدا نہیں ہوسکتا۔ اس سوال کا جواب میں نہیں زمانہ دے رہا ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے مریدوں نے اللہ اکبر کی آواز دنیا کے ہر ایک ملک میں پہنچانے کا عزم صمیم کر لیا ہے۔ یہی عزم صمیم ہے کہ کسی کو انگلستان میں کسی کو جرمنی میں کسی کو سیلون میں کسی کو امریکہ کسی کو افریقہ میں کشاں کشاں لے جا رہا ہے۔ لوگ سفر کو نمونہ سقر کہتے ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے گھر کے آرام اور چین کی زندگی کا مقابلہ اگر سفر کی صعوبتوں سے کیا جائے گا۔ تو فی الواقع سفر نمونہ سقر ہے۔ لیکن باوجود اس کے حضرت میرزا صاحب کے مرید آج دنیا کے کناروں میں اشاعت اسلام کے لئے تکالیف جھیل رہے ہیں۔ گھر سے دور۔ اہل بچے سے علیحدہ۔ دوست احباب سے بچھڑے ہوئے، دور دراز ملکوں میں پڑے ہیں۔ جو کچھ سر پڑتا ہے۔ اس کو ہنستے ہیں اور خوشی سے سہتے ہیں ع

ہرچہ آید بر سر فرزند آدم بگذرد

اس شوق و ذوق کی اگر کوئی نظیر اس زمانہ میں تو پیش کیجئے۔ حضرت مسیح ناصری کے نام نہاد متبعین اس میدان کے مرد ہیں۔ اور ان کا اگر کچھ مقابلہ کرسکتے ہیں تو غلام احمدی کے پیرو ہی کرسکتے ہیں۔ باقی اللہ۔ اللہ اکیا یہ امر ثابت نہیں کرتا کہ حضرت میرزا صاحب مثیل مسیح ہیں۔

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

اگر "ہندو مسلم اتحاد" کی کیفیت غیر مرئی کوئی جسمانی صورت اختیار کرتی۔ تو وجہ کے ہندو معاصرین نے اس کے جسم پر لگائے ان کے لحاظ سے یہ مصرع اس ہستی کی زبان پر ہر وقت ہوتا۔ معاصر "کیسری" اور "پرتاب" تو مسلمانوں کی مخالفت پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں ملاپ بھی باوجود ادعائے قوم پرستی کبھی کبھی یہی راگ الاپتا ہے۔ آریہ گزٹ تو اپنے پیر و مرشد پنڈت دیانند کی روایات کا علمبردار ہی ہے۔ لیکن اب پانچویں سوار نے بھی اس میدان میں قدم رکھا ہے۔ اور اس بلند آہنگی سے رکھا ہے کہ تمام قوم پرست اخبار حیران و ششدر رہ گئے ہیں۔ اس کی تحریر سب سے نرالی ہے۔ لیکن جو راگ اس نے گایا ہے۔ وہ بہت پرانا ہے سوال تھا کہ گورو نانک صاحب نے کس لئے نئے مذہب کی بنیاد اس کا جواب معاصر "بندے ماترم" کی زبان سے سنئے۔

جس وقت ہندوستان کے ہر کونے میں اسلامی حاکموں کا زور تھا۔ جس وقت ہزارہا جنیو ہر روز آگ کی بھینٹ کئے تھے۔ جس وقت ہندو ہونا جرم تھا۔ اور جس وقت ہر بشر کے لئے تلوار یا اسلام کے سوائے کوئی حکم نہ تھا۔ برہمنوں نے ایک قلعہ بنایا۔ اس قلعے کے اندر تمام اعلےٰ ذاتوں کے آدمیوں کو ترتیب دیا کرلیا۔ لیکن چھوٹی ذاتیں سب باہر رہ گئیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قلعہ کے اندر والوں میں سے تو بہت کم مذہبی تیر کا نشانہ بنے۔ لیکن قلعہ کے باہر والوں میں سے کثیر التعداد نشانہ اجل بننے شروع ہوگئے برہمنوں کا وہ قلعہ چھوت چھات کی آہنی دیواروں سے بنا تھا۔ اس قلعے نے اس وقت کام تو بہت شاندار کیا۔ لیکن اس کی ایک کمزوری نے اس کی بنیادوں کو بہت کمزور کر دیا وہ کمزوری چھوٹی ذاتوں کو قلعے کے باہر نکال دینے کی تھی۔

سبحان اللہ کیا تاریخ دانی ہے۔ اگر روزانہ ہزارہا جنیو کا حساب لگایا جائے۔ اور حکومت کے عہد پر ان کو پھیلایا

تو اس کے روزنامہ بندے ماترم کے ایڈیٹر صاحب [illegible] ہندو نہ ہوتے۔ اور نہ ہی اُن کے ہندو بھائی اپنی اکثریت پر آج ناز کرتے پھر یہ ستم ظریفی بھی قابل داد ہے۔ کہ اس اخبار کی پیشانی پر نہایت جلی حروف میں یہ طغرائے امتیاز بھی لکھا ہے:۔

بلا لحاظ مذہب و ملت ہندوستان کا تماشہ
گویا خدا و ملت مسلمانوں کے بھی تماشائی ہیں۔ اور ان ناحق تماشا گی اس لب ولہجہ میں ادا کرتے ہیں ؎

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

خبیر

یہ تو سکھ مذہب کی وجہ اولین ہمارے معاصر نے بیان فرمائی لیکن اگر یہ سوال ہو کہ پنڈت دیانند صاحب نے ستیارتھ پرکاش لکھ کر ایک نئے مذہب کی کیوں بنیاد ڈالی۔ تو غالباً ہمارا معاصر اس کو بھی موجودہ گورنمنٹ کے فرضی "جبر و تشدد" کی طرف منسوب کر دے گا۔ کیونکہ ایڈیٹر "بندے ماترم" کے قماش کے لوگ ہمیشہ اپنے حاکموں کو صلواتیں سناتے رہتے ہیں۔ اور ان کی نیکیوں کا کبھی ذکر نہیں کرتے۔ سچ ہے ؎

انہیں لے دے کے ساری داستان میں یاد ہے اتنا
کہ عالمگیر ہندو کش تھا ظالم تھا ستمگر تھا

تحقیقاتی کمیٹی کا فیصلہ

ناظرین کو یاد ہو گا کہ چند ماہ ہوئے۔ ایک کمیٹی اس غرض سے مرتب کی گئی تھی۔ کہ وہ ملک میں دورہ کر کے تحقیقات کرے کہ ملک کس حد تک قانون شکنی کے لئے طیار ہے۔ اس کمیٹی نے اب اپنی رپورٹ شائع کر دی ہے۔ اور مقام تعجب ہے کہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں۔ جس کو صحیح معنوں میں کمیٹی کی تحقیقات کا نتیجہ قرار دیا جائے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ کمیٹی نے تحقیقات ہی نہیں کی۔ کیونکہ یہ امر تو مسلم ہے کہ کمیٹی کے ارکین نے ملک میں دورہ کیا۔ لیکن مطلب یہ ہے کہ جن نتائج پر کمیٹی پہنچی۔ وہ ایسے بدیہی ہیں کہ کمیٹی کی تگ و دو کے بغیر بھی ہر ایک آدمی کو جسے پبلک معاملات میں حصہ لینے کا موقعہ ملا نظر آتے تھے۔ اس لئے جس قدر روپیہ اور وقت کمیٹی نے خرچ کیا وہ اکارت گیا۔ مثلاً کمیٹی کی پہلی قرارداد یہ ہے کہ ملک عام طور پر قانون شکنی کے لئے طیار نہیں ہے۔ ہاں جس حصہ ملک میں لوگ اس کے لئے طیار ہوں اس کے حالات خاص کے لحاظ سے وہاں کی کانگریس کمیٹی حکم دے سکتی ہے۔

اب یہ قرارداد کسی خاص تحقیقات کی محتاج نہیں۔ عیاں را چہ بیان۔ ہر ایک متنفس جانتا ہے کہ ملک قانون شکنی کے لئے تیار نہیں تھا اور نہ ہے۔ اس لئے اس ایک فقرہ کو کمیٹی کے منہ سے نکلوانے کے لئے جس قدر روپیہ اور وقت صرف ہوا ہے وہ اگر ضائع نہیں ہوا تو اور کیا ہے؟

منکر مے بودن و ہم رنگ مستاں زیستن

[illegible] کمیٹی کی دوسری قرارداد اگر تحصیل حاصل کے مصداق [illegible] ضرور ہے۔ اس لئے کہ اس سے آج تک کی تمام [illegible] پر پانی پھیرنے کا احتمال پیدا ہوتا ہے۔ کانگریس اور [illegible] لیڈروں نے آج تک ترک موالات کے لئے ایڑی چوٹی [illegible] لگایا۔ حضرات علماء نے قرآن و حدیث سے لے کر سب متعلق [illegible] سے اس کے دلائل دیئے۔ خطاب والوں نے خطاب چھوڑے [illegible] والوں نے اپنے سنہری اور روپہلی پیشے ترک کئے۔ کونسلوں [illegible] میں جانے والوں نے اپنی زریں کرسیاں چھوڑیں۔ اب کمیٹی کی سفارش ہے کہ کونسلوں میں تارک موالات ضرور جائیں مگر کام کرنے کے لئے نہیں بلکہ کونسلوں کو آئندہ بائیکاٹ کرنے کے لئے کمیٹی کا منشا یہ ہے کہ جب کثرت سے تارکان موالات کونسلوں میں چلے جائیں گے۔ تو پھر وہ وقت گذرنے پر کونسلوں کا بائیکاٹ کر دیں اور اس طرح گورنمنٹ کو شکست دے دیں۔

لیکن غالباً کمیٹی نے اس پر غور نہیں کیا کہ جب کونسلوں میں "اکثریت" تارکان موالات کو حاصل ہو گی تو پھر وہ اپنی بات وہاں کیوں نہ منوائیں گے۔ اور کیوں اپنی کرسیاں چھوڑیں گے وہ پھر بیٹھے تو ابھی تک ناکام ثابت ہوا ہے۔ کہ دیوان حکومت میں داخل ہو کر بھی لوگ وہی کریں جو پاہر کرتے رہتے ہیں۔ بہرحال تحقیقاتی کمیٹی نے ایک طرف تو ترک موالات کی حمایت کی ہے۔ اور دوسری طرف ترک موالات کے گلے پر چھری پھیر دی ہے۔ جو لوگ کمیٹی کی مشورت پر عمل کریں گے ان کا نظارہ دیدنی ہو گا۔ کہ ان میں موالات اور ترک موالات کی دونوں شانیں نظر آئیں گی۔ اور وہ زبان حال سے کہیں گے ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

یاد دہانی

ناظرین کرام کو یاد ہو گا کہ حضرت امیر نے میاں صاحب کے نام ایک کھلی چٹھی لکھی تھی جو ۱۸۔ اکتوبر کے پیغام صلح میں شائع ہوئی۔ یہ چٹھی میاں صاحب کی خدمت میں بطور خاص بذریعہ رجسٹری بھی بھیجی گئی۔ ملک کے دوسرے اخبارات میں بھی شائع ہوئی۔ جس صورت میں کہ لغت کی کتابوں میں صراحتاً "آخری نبی" کے معنے لکھے ہیں۔ اور ان کتب کے حوالے بھی حضرت امیر نے اس چٹھی میں دیئے گئے جس میں میاں صاحب سے دریافت کیا گیا تھا کہ عدالت گورداسپور میں انہوں نے یہ شہادت دی کہ "خاتم النبیین" کے معنے کسی لغت کی کتاب میں آخری نبی نہیں لکھے۔ یہ کس طرح صحیح ہے لیکن آج تک میاں صاحب کی طرف سے صدائے برنخاست کا مضمون ہے۔ حالانکہ سوال کی اہمیت اس امر کی مقتضی تھی کہ میاں صاحب اس کی طرف خصوصیت سے توجہ مبذول فرماتے لیکن معلوم نہیں کہ انہوں نے اب تک کیوں خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ ہاں اُن کے بعض مریدین کی طرف سے بعض وقت کچھ اشارے ہو جاتے ہیں۔ مگر ہمیں تو میاں صاحب کا جواب درکار ہے۔ کہ وہ ہی اصل مخاطب ہیں اور انہوں ہی نے عدالت میں شہادت دی۔

امید کہ اب اس یاد دہانی کے بعد ہمیں مزید انتظار کی زحمت گوارا نہیں کرنی پڑے گی۔ اور میاں صاحب جواب مرحمت فرمائیں گے جس سے ایک یہ بھی فائدہ ہو گا۔ کہ مبائعین حضرات جو اس وقت مختلف و متضاد جواب دے دیتے ہیں۔ یک زبان ہو جائیں گے۔

ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین

ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب جن کا نام نامی تعارف کا محتاج نہیں۔ اب قادیان سے لاہور تشریف لے آئے ہیں۔ اور موچی دروازہ میں آپ نے مطب بھی شروع کر دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ممدوح قادیان ہجرت کر کے گئے تھے اور وہاں مدت سے اقامت پذیر تھے۔ حضرت مسیح موعود کے خاندان سے آپ کو اس لحاظ سے گہرا تعلق بھی ہے۔ کہ آپ میاں محمود احمد صاحب کے خسر ہیں۔ میاں صاحب خلافت کے بڑے حامی تھے۔ اور ابتدائی ایام خلافت میں انہوں نے نہایت سرگرمی سے اس میں حصہ لیا تھا۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے ان کا قادیان کو الوداع کہنا نہایت تعجب انگیز امر ہے۔ ممکن ہے۔ قادیان کے اخبارات اس کی کوئی وجہ بیان کر سکیں۔ یا خود ڈاکٹر صاحب ہی اس پر روشنی ڈالیں۔ بہرحال ہمارے لئے یہ خبر حیرت افزا ہے۔ کہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب قادیان کو چھوڑ کر لاہور میں آئیں۔ اور یہاں مستقل اقامت کے ارادے سے اپنا کاروبار بھی شروع کر دیں۔

ناظرین

کرام خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ تعمیل ارشاد محال ہے۔ منیجر

برلن مسجد

ضروری التماس

برادران السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ حضرت امیر کی چٹھی برلن مسجد کے چندہ کے متعلق اخبار پیغام صلح میں شائع ہو چکی ہے جو آپ نے دیکھ لی ہو گی۔ اس کی غرض یہ تھی کہ آپ اس ضروری کام کے واسطے خود بھی دل کھول کر چندہ دیں۔ اور دوسرے اہل اسلام سے بھی معقول رقم فراہم کر کے جلد ارسال کریں چونکہ حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب کے جرمنی کو روانہ ہونے میں دیر ہو رہی ہے۔ اس لئے اب پھر بطور یاد دہانی عرض ہے کہ اگر اب تک آپ نے اس طرف توجہ نہیں کی تو اب بہت جلد اس ضرورت کی طرف متوجہ ہوں۔ احباب کو خصوصاً حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اس کام میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اور شب و روز کی تگ و دو سے ایک خاص رقم جمع کر لی ہے۔ اور ابھی بے فکر نہیں ہوئے۔ ایسا ہی خود مولانا صدر الدین صاحب نے بڑی ہمت سے سیالکوٹ سے کوئی چار ہزار کا چندہ کیا ہے۔ اور اب لائل پور کی طرف اسی غرض کے واسطے تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں میں برکت دے۔ آپ بھی دیر نہ کریں۔ اور جلد اس مبارک کام میں سرگرمی سے حصہ لے کر ثواب عظیم کے مستحق بنیں۔ وصولی چندہ کے لئے دفتر سے چھپی ہوئی رسیدیں بھی اور حضرت امیر کی علیحدہ چھپی ہوئی چٹھی کی کاپیاں حسب ضرورت منگوا لیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ تمام مسلمان بڑی خوشی سے اس نیک کام کے لئے چندہ دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ صرف اُن تک اس پیغام کو پہنچانے کی اور ان سے طلب کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جو ہمارے احباب بھی کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس نیک کام کی توفیق دے۔ اور اس میں کامیابی عطا فرماوے۔ آمین۔ والسلام

عزیز بخش جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

اخبار احمدیہ

حضرت امیر کو ان دنوں کچھ نزلہ کی شکایت رہی۔ ایک رات بخار بھی رہا۔ اب خدا کے فضل سے آرام ہے۔

دوسرے احباب بخیریت ہیں۔ اور اپنے اپنے مشاغل میں مصروف۔

حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ اطلاع دیتے ہیں کہ:۔

آج مورخہ ۵۔ نومبر ۱۹۲۲ء بروز اتوار احباب ذیل کے روبرو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام امرتسر کی کمیٹی میں حسب ذیل امور فیصلہ ہوئے۔

(۱) روزانہ بعد نماز مغرب درس ہوا کرے گا۔

(۲) اس جگہ انجمن کے مکان میں لائبریری قائم کی جائے جس میں اخبار و کتب مسیح موعود اور رسالہ جات وغیرہ موجود رہیں گے۔

(۳) چندہ روزہ لیکچر ہوا کرے۔ اور لاہور سے بھی کبھی کبھی زیر سلسلہ کو بلا کر پبلک لیکچر کرائے جایا کریں۔

(۴) احباب کے نام درج رجسٹر ہو کر باقاعدہ انجمن کے قواعد کی پابندی اُن سے کرائی جائے۔

(۸) چھوٹے چھوٹے ہینڈبل اتمام حجت کی غرض سے یہاں سے نکالے جاویں۔ جن کے مضامین پہلے حضرت امیر کو دکھا دیئے جایا کریں۔

(۹) یہاں انجمن کے لئے لمپ یا لالٹین اور ایک بورڈ لازم ہے جس پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام امرتسر شاخ لاہور لکھا جاوے۔

احباب جو جمع ہوئے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔
محمد مہدی حسین۔ بابو شار اللہ۔ احمد علی۔ عزیز الدین۔ بابو فضل الرحمن قاری عبد الرحمن۔ حکیم رحیم بخش۔ محمد سلیمان۔ مستری غلام محمد۔

ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب راولپنڈی میں اور حکیم مرہم عیسےٰ صاحب امرتسر میں کام کرتے ہیں۔ ہر دو اصحاب کی طبیعت علیل ہے جملہ احباب ان کی صحت کے لئے دعا کریں۔

تمام احمدیہ انجمنیں اور جماعتیں جو اس انجمن سے الحاق رکھتی ہیں

مراسلات

برٹش مسلم سوسائٹی

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے قلم سے

بہادرت سے یہ خیال تھا کہ جب تک اس ملک کے نومسلم بھائی تبلیغ و اشاعت اسلام میں حصہ نہ لیں گے تب تک اصل کام روبراہ نہ ہوگا۔ چنانچہ چند سال ہوئے میری تحریک پر عنوان بالا کی ایک سوسائٹی بن گئی جس کے پریزیڈنٹ لارڈ ہیڈلے بالقابہ مقرر ہوئے۔ میری موجودگی میں تو اس سوسائٹی نے کسی حد تک عملی زندگی کسی حد تک اختیار بھی کی لیکن میری غیر حاضری میں اس سوسائٹی کی عملاً کوئی ہستی نہ رہی۔ بہرحال اب جو میں آیا تو پھر اس فکر میں لگا رہا کہ یہ سوسائٹی عملاً ہستی اختیار کرے۔ اشاعت و تبلیغ اسلام میں معتد بہ حصہ لے۔ واقعات حاضرہ نے آخر ہمارے نومسلم بھائیوں میں ایک نئی روح پیدا کر دی۔ سب سے پہلے تو ہز اکسلنسی سفیر کابل کے آنے پر اس سوسائٹی کی طرف سے سفیر صاحب کی خدمت میں ایڈریس دیا گیا جس ایڈریس میں برٹش نومسلموں نے مسئلہ خلافت میں اپنا اتفاق کل مسلمانان عالم سے ظاہر کیا اور گورنمنٹ کو اشارہ کیا کہ آج تک جو غلطیاں اس سے ہوئی ہیں اس پر اظہار یاد کرنے کی ضرورت نہیں اور گورنمنٹ معاملہ خلافت میں آئندہ اپنا رویہ وہی اختیار کرے۔ جس سے مسلمانوں کے احساسات کی عزت ہو۔ بعض اخبارات میں تو یہ ایڈریس چھپوایا گیا لیکن ہر بڑے بڑے موٹے اخبار نے بالخصوص حصہ ایڈریس کی طرف اشارہ کیا جس میں خلافت کا ذکر تھا اس کمیٹی کا ایک اور شاندار جلسہ ۱۵ دن ہوئے ہوٹل سسل لندن کے کل نومسلم اس میں جمع تھے ان کے علاوہ مصری، ترکی، ہندی، عرب اور دیگر قوموں کے مسلمان بھی موجود تھے۔ چند غیر مسلم معزز انگریز بھی شریک جلسہ ہوئے دو رزولیوشن پاس ہوئے۔

نمبر۱۔ گورنمنٹ اس لڑائی کو شروع نہ ہونے دے۔ جو ترکوں کے ساتھ نظر آ رہی ہے۔

اس رزولیوشن میں ترکوں کی شرافت، شجاعت اور فتح کے بعد رحیمانہ برتاؤ کا بھی اعتراف کیا گیا۔

نمبر۲۔ رزولیوشن میں پھر گورنمنٹ کو استدعا کی گئی کہ وہ معاملہ خلافت کو سرانجام دے۔ ان ہر دو رزولیوشنوں کے متعلق غیر مسلموں نے بھی نہایت ہمدردانہ تقریریں کیں۔ دونوں رزولیوشن اتفاق رائے سے پاس ہو گئے اور سکرٹری نے ان رزولیوشنوں کی نقل اور جلسہ کی کیفیت سے بذریعہ چٹھی گورنمنٹ کو اطلاع دی جس چٹھی کی وصولی کی اطلاع وزیراعظم کی طرف سے سکرٹری موصوف کو وصول ہوئی۔

پچھلے ہفتہ میں نے لندن مسلم ہوس میں ہفتہ کی سہ پہر کو ایک ایٹ ہوم دیا۔ جس میں صرف نومسلم بھائی مدعو کئے گئے تھے اس ایٹ ہوم میں میں نے مہمانوں کو مخاطب کر کے اس بات پر زور دیا کہ وہ برٹش مسلم سوسائٹی کو ایک مستقل عملی زندگی میں لے آئیں۔ تبلیغ و اشاعت اسلام کے معاملہ میں وہ خود حصہ لیں اور خصوصاً ان ایام میں جب چاروں طرف مذہب اسلام کی واقفیت کا شوق پیدا ہو چلا ہے تو وہ اس وقت سے فائدہ اٹھائیں۔ اور ان تدابیر کو سوچیں کہ جس سے اس ملک کے ہر حصہ میں نمایندگی اسلام ہو۔ میں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ آج دس سال کے بعد جب نومسلم بھائیوں میں بعض اشخاص ایسے ہوں کہ جو خلافت کے لئے ہر طرح موزوں ہوں تو جو فرض مجھ کو ہندوستان سے یہاں لایا ہے۔ وہی فرض ان میں سے ہر ایک کا ہونا چاہئے۔ میں نے اور میرے ساتھ چند مسلم بھائیوں نے جو میرے ساتھ ہندوستان سے آئے ہیں اپنی زندگیاں اس قوم کے لئے وقف کی ہیں۔ اور ہم آئندہ بھی ہر طرح کی خدمت کرنے کو تیار ہیں لیکن اور واقعات کو اگر نظرانداز کیا جاوے کہ جس سے ہماری عملی کوششیں رک جائیں۔ موت آٹھوں پہر ہمارے سامنے کھڑی ہے اس لئے میرے لئے اس سے بہتر اور کوئی خوشی کا مقام نہ ہوگا کہ میں اپنی زندگی میں اشاعت اسلام کے فرض کو یہاں کے نومسلموں کے ہاتھوں سے سرانجام ہوتا۔ دیکھ لوں جس قسم کے معلومات وہ چاہتے ہیں وہ دیئے جا سکتے ہیں لیکن وہ آج کے بعد یہ سمجھیں کہ آئندہ کا کام انہوں نے خود کرنا ہے۔ اور میں ان میں موجود نہیں۔ میرے ان الفاظ نے بہت نیک اثر کیا۔ لارڈ موصوف نے اور دیگر معزز نومسلموں نے نہایت خوشی سے میری باتوں کی تائید کی اور اسی دم ایک مینجنگ کمیٹی بن گئی اور اس بات کو ہر ایک نے تسلیم کیا کہ آج تک وہ اپنے فرض کی طرف سے غافل رہے لیکن اسکی وجہ صرف یہی تھی کہ یہ کام ووکنگ مشن کے ماتحت بہترین ہاتھوں میں تھا

خدا تعالے کی ذات سے مجھے یقین کامل ہے کہ یہ سوسائٹی نہ صرف اشاعت اسلام میں بلکہ اور معاملات قومی ملی میں ایک بڑی طاقت ایک دن ثابت ہوگی۔ مارٹن ہال والے جلسہ میں جو بات خاص طور پر قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک نومسلم نے نہایت فخر کے ساتھ اس بات پر زور دیا تھا کہ ہم اس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں جس کا امتیاز اخوت عامہ ہے۔ ہم مسلمان خواہ ہندی ہوں یا انگلستانی۔ چینی ہوں یا عرب۔ ترک ہوں یا افریقین۔ ہم سب ایک ہی قوم کے ممبر ہیں اور اس قوم کا نام مسلم ہے اور ہم نومسلم انگریز اس بات کو عملاً ظاہر کر دکھائیں گے کہ معاملات اسلام میں زبان اور رنگ کی تمیز ایک بے معنی تمیز ہے آئندہ ہفتہ کو اس سوسائٹی کا دوسرا زبردست جلسہ ہونے والا ہے جس کی کیفیت سے اطلاع دی جائیگی۔ والسلام

سلطان ٹرکی کی دنیاوی اختیارات سے محرومی

اس محرومی کے تباہ کن نتائج کی حقیقت

(ایک غیر از جماعت مسلمان کے خیالات)

ضبط کروں میں کب تک آہ
چل اے خامہ بسم اللہ

غازی مصطفٰے کمال پاشا کی فتح سمرنا کے بعد مدانیہ کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا اور حال میں اسکی شرائط کی تکمیل کے سلسلہ میں غازی رفعت پاشا کو قسطنطنیہ بھیجا گیا۔ آپ کے ورود قسطنطنیہ کے بعد سے اس مطلب کے برقی پیغامات موصول ہوتے رہے کہ سلطان ٹرکی کو جو خلیفۃ المسلمین ہیں دنیاوی اختیار و اقتدار سے محروم رکھا جاوے گا۔ خلافت تو خاندان عثمانیہ میں قایم رہیگی مگر موجودہ سلطان کو معزول کر کے کسی ایسے ترک کو جو خاندان عثمانیہ سے نہ ہو تاج و تخت ٹرکی عطا کیا جائیگا اور یہ کہ ٹرکی میں ایسی خلافت قائم کی جائیگی جس میں عوام الناس کی رائے کو دخل حاصل ہو یعنی جمہوری حکومت۔

ان برقی پیغامات کی اب تک کوئی تردید موصول نہیں ہوئی۔ اس لئے ان کے صحیح تسلیم کرنے میں تامل نہیں ہو سکتا۔ ان سے عالم اسلام میں یقیناً ویسا ہی اضطراب و تشویش رونما ہوئی ہوگی جیسی کہ مسلمانان ہند ہند میں ظہور پذیر ہوئی ہے۔ بدیں وجہ مرکزی مجلس خلافت بمبئی نے دولت انگورہ کے سفیر فرانس مانگی سے دریافت کیا کہ ان برقی پیغامات کی حقیقت کیا ہے لیکن کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ لہذا ان پر اظہار خیالات کی ضرورت لاحق ہو گئی۔

اگر موجودہ سلطان ٹرکی سے کوئی ایسی فرد گذاشت ہوئی ہے جو احکام قرآنی۔ شریعت محمدی اور اجماع ملت کی منافی ہے تو انہیں معزول کیا جا سکتا ہے اور مسلمانوں کو اس میں کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اگر ترک احرار ایسی حکومت کے خواہاں و جویاں ہیں جس میں عوام کی آواز کو دخل حاصل ہو یعنے جو جمہوری اصولوں پر ہو تو بھی مسلمانوں کو کوئی اعتراض نہ ہوگا بلکہ ان کو مسرت قلبی حاصل ہوگی کیونکہ اسلام ہی نے دنیا میں سب سے اول جمہوریت کے اصولوں کی حقیقی روشنی اور صحیح معنی میں ترجمانی اور تائید و اشاعت کی تھی لیکن سلطان ٹرکی کو دنیاوی اقتدار و اختیار سے محروم کرنے یا خاندان عثمانیہ سے باہر کسی ترک کو سلطان مقرر کرنے کے معنی کچھ اور ہی ہیں۔ ایسے قرارداد عالم اسلام میں ہرگز ہرگز قبولیت حاصل نہیں کر سکتی۔

رسول مقبول نہ صرف سب سے بڑے ہادی برحق بلکہ چوٹی کے مصلح بھی ہوئے ہیں۔ اور آپ نے نہ صرف مسلمانوں کی دینی حالت کو سدھارا بلکہ دنیاوی حیثیت کو بھی بہتر بنایا۔ آنجناب کے بعد خلفائے راشدین اور خاندان ہائے خلفاء کا منصب بھی مسلمانوں کی دینی و دنیاوی حالت کی تنظیم و بہتری سے خاص تعلق رکھتا ہے اور جب سے منصب خلافت آل عثمان کے حصہ میں آیا جسے تقریباً پانچ سو سال کا زمانہ ہوا تو سلاطین آل عثمانیہ کی ذات دینی و دنیاوی اختیار و اقتدار کی منبع رہی سلطان ٹرکی کو دنیاوی اختیار سے محروم کرنے سے جو نقصانات واقعہ ہوں گے۔ جن کی مختصر کیفیت حسب ذیل ہے۔

(۱) خلیفۃ المومنین کی حیثیت محض ایک معمولی پیشوائے دین کی سی ہو جائیگی جیسی کہ عیسائیوں کے فرقہ رومن کیتھولک کے مذہبی سردار اعظم پوپ کی ہے اس میں استعداد طاقت و قدرت نہ ہوگی کہ وہ تحفظ اماکن مقدسہ اور خلافت کرے اسکے دنیاوی اختیارات سے محرومی کے باعث ہی خلافت کا اقتدار مٹ جائیگا۔

(۲) سلطان ٹرکی چاہے وہ خاندان عثمانیہ سے ہو یا کسی اور خاندان سے اس کی دنیاوی اختیارات سے محرومی کے باعث خود سلطنت ٹرکی کا اقتدار اور وقار گھٹ جائیگا اور اس میں اور دیگر اسلامی سلطنتوں میں کوئی فرق باقی نہ رہیگا۔

(۳) غازی مصطفٰے کمال پاشا کی جد و جہد صرف سلطنت عثمانی کی بحالی تک محدود تھی بلکہ خلافت کی بھی بحالی اور قیام و دوام بھی اس کا زبردست مدعا تھا سلطان ترکی کے دنیاوی اختیارات چھین لینے سے سلطنت ٹرکی کے ساتھ مسلمانان عالم کو کوئی ہمدردی نہ رہیگی بلکہ غازی مصطفٰے کمال پاشا اور ترک احرار کے سر پر یہ الزام عاید کیا جائے گا کہ وہ خلافت کے حامی نہیں ہیں بلکہ اسکی بربادی کے خواہاں۔ گویا ترک احرار جیتی ہوئی بازی جو انہوں نے دشمن اسلام یونانیوں پر حاصل کی ہے۔ ہار جائینگے۔

(۴) مسٹر لائڈ جارج سابق وزیراعظم برطانیہ کو مسلمانوں میں عام طور پر نہ صرف ترکوں بلکہ خلافت یا یوں کہو کہ مسلمانوں کا بدخواہ مانا جاتا ہے۔ گذشتہ سال جو وفد بسرکردگی مسٹر حسن امام لندن گیا تھا۔ اس سے بات چیت کے دوران میں مسٹر لائڈ جارج نے کہا کہ سلطنت برطانیہ کسی کے دینی روحانی امور میں دخل نہیں دیتی۔ اگر سلطان ترکی مسلمانوں کے روحانی خلیفہ ہیں تو خوشی سے ہوں۔ انہیں برطانیہ کو کوئی اعتراض نہیں۔ اب جو تجویز سلطان ٹرکی کو اختیار سے محروم کرنے کی ظہور میں آئی ہے اس سے مسٹر لائڈ جارج کے خیالات کی تائید ہوتی ہے۔ اور ترک احرار اور ان کے سردار اعظم غازی مصطفٰے کمال پاشا پر حرف عاید آتا ہے کہ خلافت اور مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں بلکہ بدخواہ ہیں۔

اندریں حالات ضروری ہے کہ سلطان ٹرکی کا منصب اور خلیفہ کا مرتبہ خاندان عثمانیہ ہی میں قائم رکھا جائے اگر ایسا نہ ہوا تو یہ ترک احرار اور ان کے لیڈروں کی بہترین سیاسی غلطی مانی جائیگی اور خلافت کی بربادی کی تکمیل نکل آئیگی۔ لہذا ضروری ہے کہ غازی مصطفٰے کمال پاشا

ہے کہ وہ اس غلطی سے باز رہیں ورنہ مخالفین ... در پئے تباہی ہیں حوصلے اور مقاصد تقویت ... ہو جائیں گے۔

چندہ جماعت احمدیہ امرتسر

معرفت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسے
بابت ماہ ستمبر ۲۲ء ۱۹ء

نام	روپیہ	آنہ
بابو ثناء اللہ صاحب کلرک ڈاک خانہ امرتسر	۳	۶
بابو فیض الرحمٰن صاحب	۱۰	۰
جناب احمد علی صاحب سٹیشنر	۱	۰
ڈاکٹر محمد یحییٰ صاحب	۲	۰
میزان	۱۷	۶

چندہ جماعت احمدیہ گجرات

معرفت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب
بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۲ء

نام	روپیہ	آنہ
ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بابت ماہ اکتوبر	۵۰	۰
ڈاکٹر نور الحسن صاحب "	۳	۰
شیخ فضل الٰہی صاحب ڈپٹی "	۱۰	۰
مرزا اکرم بیگ صاحب "	۱	۰
حافظ علم دین صاحب "	۰	۱
کرم الٰہی صاحب "	۰	۴
کرم الٰہی صاحب بابت ماہ ستمبر ۲۲ء	۰	۴
فضل احمد صاحب عطیہ	۱	۰
میزان	۶۵	۹

محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

تفصیل آمدنی برائے اشاعت اسلام

بابت ماہ اگست لغایت ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۲ء

نمبر	تاریخ	نام عطا کنندہ و پتہ	رقم روپیہ	رقم آنہ	رسید نمبر
۱	۲۴ اگست	غلام احمد ولد عبد العزیز محلہ بالا کدل سرینگر کشمیر	۰	۸	۰۰۲۰۲
۲	۲۹ صدر	محمد شاہ حال لام تحصیل کولہ گام کشمیر	۱	۰	۰۰۲۰۳
۳	"	محمد صدیق خان کولہ گام کشمیر	۰	۸	۰۰۲۰۴
۴	۱۲ ستمبر ۲۲ء	امرناتھ ملازم پولیس کولہ گام کشمیر	۰	۲	۰۰۲۰۵
۵	۷ اصدر	علی محمد ڈار کند پورہ کولہ گام کشمیر	۰	۱	۰۰۲۰۶
۶	۱۹ اصدر	غلام احمد وانی دوکاندار لام تحصیل کولہ گام کشمیر	۱		۰۰۲۰۷
۷	۲۲ صدر	قادر شیخ کنڈ کولگام کشمیر	۰	۲	۰۰۲۰۸
۸	"	امرناتھ کنسٹبل پولیس کولہ گام کشمیر		۱ پائی	۰۰۲۰۹
۹	۵ اکتوبر	غلام احمد راتھر نمبردار سنگل واکخانہ کولگام	۰	۶ پائی	۰۰۲۱۰
۰	"	"	۰	۴	۰۰۲۱۱
۱۱	۱۸ اصدر	محمد صدیق خان کولہ گام کشمیر	۱	۰	۰۰۲۱۲
۱۲	"	متفرق	۰	۴	۰۰۲۱۳
میزان			۳	۲	

محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

فہرست چندہ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام شملہ

معرفت شیخ اللہ دین صاحب کمپازیٹر بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۲ء

نمبر	نام و پتہ	چندہ ماہوار
۱	مخدوم محمد اشرف صاحب بی-اے اسسٹنٹ میڈیکل برانچ	لعہ
۲	شیخ محمد لطیف صاحب کلرک کوارٹر ماسٹر جنرل برانچ	صمہ
۳	شیخ عبد العزیز صاحب کلرک کنٹرولر آف ڈائری فارم	عمہ
۴	بابو امیر الدین صاحب کلرک ڈائرکٹر جنرل ملٹری ورکس	صمہ
۵	شیخ منظور الحق صاحب فارسٹر محکمہ جنگلات کمیٹی شملہ	سے
۶	شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس	عاہ
۷	شیخ سراج الحق صاحب بی-اے ریکوبورڈ	عا
۸	قاضی احمد علی صاحب سب انسپکٹر پولیس ناتو پنجہ	عمہ
۹	میاں شاہ دین صاحب کلرک سپلائیس ستور	للعہ
۱۰	ماسٹر نور محمد صاحب کلرک ڈی-ای-ایم ایس بابت دو ماہ	عا
۱۱	شیخ امیر علی صاحب کلرک کمرس ڈیپارٹمنٹ	عمہ
۱۲	شیخ اللہ دین صاحب کمپازیٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس	عمہ
	میزان	للعہ
	خرچ بیمہ	۶
	باقی	للعہ

جرمن مشن

نمبر	نام	رقم
۱	مخدوم محمد اشرف صاحب بی-اے	للعہ
۲	شیخ محمد امین صاحب اسسٹنٹ میڈیکل برانچ	عا
	میزان	للعہ

مبایعین

ماہ اکتوبر میں مندرجہ ذیل اصحاب حضرت امیر کے ہاتھ پر سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔

۱۹۷- برکت علی صاحب ولد صوبہ ہوشیار پور
۱۹۸- مولوی محمد طاہر شہباز صاحب مدرس مسلم ہائی سکول لاہور
۱۹۹- عبد الکریم صاحب ولد بابو حسن الدین صاحب جموں
۲۰۰- عزیز شیخ وائیں ولد سجاد شیخ کولہ گام کشمیر
۲۰۱- غلام احمد صاحب عرف گنائی ولد عبد الرحمٰن صاحب سنگس کروٹ کشمیر
۲۰۲- عبد الغفار صاحب عرف گنائی ولد بہادر "
۲۰۳- منشی اللہ دتا صاحب ساکن مہوڑا حال جموں
۲۰۴- محمد اکبر صاحب معمار ساکن پسرور حال احمدیہ بلڈنگس لاہور
۲۰۵- اہلیہ محمد اکبر صاحب " "
۲۰۶- عبد الغنی ولد محمد اکبر صاحب " "
۲۰۷- زبیدہ بیگم صاحبہ " "

احمدیہ بستی

اب تک ذیل کے اصحاب کی درخواستیں معہ قیمتیں اراضی واقعہ احمدیہ بستی کے لئے وصول ہو چکی ہیں جن اصحاب نے اب تک قیمت ادا نہیں کی مہربانی کر کے جلدی ادا کر دیں۔ ورنہ دسمبر ۱۹۲۲ء کے بعد پھر اراضی کی قیمت بجائے مار فی کنال کے عہ روپیہ فی کنال چارج کی جائیگی ذیل میں صرف ان اصحاب کے نام لکھے ہیں جن کی [illegible] آ چکی ہیں

جن اصحاب نے صرف زبانی ذکر کیا اور باقاعدہ درخواست نہیں دی۔ ان کے نام نہیں لکھے گئے۔ جو اصحاب زمین خریدنے کا ارادہ رکھتے ہوں فوراً درخواستیں بھیجیں تا قطعات بنا کر اراضی تقسیم کرنیکا انتظام کیا جاوے اور کام بستی کا جلدی شروع ہو سکے۔ سید محمد حسین

فہرست یہ ہے

نمبر شمار	نام درخواست کنندہ	رقبہ	رقم
۱	ماسٹر اللہ دین صاحب ووکیل	۱۰ مرلہ	مار
۲	سید غلام مصطفےٰ صاحب ہیڈ ماسٹر	ایک کنال	للعہ
۳	ڈاکٹر سید جلال صاحب	ایک کنال	للعہ
۴	مستری تاج الدین صاحب	۱۰ مرلہ	
۵	ماسٹر فقیر اللہ	دو کنال	
۶	شیخ اللہ دین صاحب شملہ	ایک کنال	مار
۷	مخدوم محمد اشرف صاحب	دو کنال	امار
۸	بابو عبد الرحمٰن صاحب شملہ	ایک کنال	مار
۹	بابو محمد منظور الٰہی صاحب	دو کنال	
۱۰	بابو مقبول الٰہی صاحب	دو کنال	
۱۱	شیخ محمد ابراہیم صاحب لاہور	ایک کنال	
۱۲	مولوی فضل کریم صاحب انسپکٹر	دو کنال	
۱۳	شیخ محمد صادق صاحب انجینئر	دو کنال	امار
۱۴	مولوی محمد عبد الہادی صاحب	ایک کنال	۵
۱۵	شیخ محمد سعید صاحب ای اے سی	دو کنال	
۱۶	بابو چراغ الدین صاحب جموں	۱۰ مرلہ	

[illegible] محافظ حجاج بمبئی سے براہ راست درخواست کرنی چاہیئے اور غیر ذمہ دار اشخاص کی غلط اطلاعات کو کوئی وقعت نہ دینی چاہیئے۔

(۳) چاہیئے کہ عازمان حجاز اپنے گھروں سے بعزم بمبئی روانہ ہونے سے پیشتر اپنا ٹیکا کرالیں۔ اور اگر ٹیکا پہلے سے کیا ہوا ہے پھر دوبارہ کرالینا چاہیئے۔ جن مقامات پر ٹیکا کا انتظام نہیں وہاں کے حجاج کے لئے بمبئی کے مسافر خانوں میں یہ انتظام کیا گیا ہے اور ایسے مرد اور عورتیں وہاں موجود ہیں۔ جو مسافروں کا ٹیکا کر دیتے ہیں۔ اور پردہ نشین مستورات کے ٹیکا کے لئے بھی ایسا ٹیکا کرنے والی عورتوں کا انتظام کیا گیا ہے۔ جو ان پردہ نشین مستورات کو ان کے قیام گاہوں میں جا کر ٹیکا کرتی ہیں۔ کراچی سے روانہ ہونے والے حجاج کے لئے ٹیکا کرنے کا انتظام کراچی ہی میں موجود ہے۔ غلط فہمی کے ازالہ کے لئے حجاج کو مطلع کیا جاتا ہے کہ بمبئی میں جو ٹیکا ہوتا ہے۔ وہ چیچک کا ٹیکا ہے۔ طاعون سے بچنے کا ٹیکا نہیں۔

(۴) حجاج کو چاہیئے۔ کہ کلکتہ بمبئی یا کراچی (موخر الذکر وہ بندرگاہ ہے جو) فی الحال عازمان حجاز کے لئے مقرر ہیں، پہنچکر وہاں کے محافظ حجاج سے درخواست کریں۔ اس منصب پر جو اشخاص کام کرتے ہیں۔ ان کی پوری اطلاع کمشنر پولیس کلکتہ یا بمبئی اور کلکٹر کراچی سے درخواست کرنے پر مل سکتی ہے۔ محافظان حجاج کے فرائض کی تشریح بمبئی ایکٹ ۱۸۸۷ء اور بنگال ایکٹ ۱۸۹۶ء میں کی گئی ہے۔

(۵) مسافران حجاز کے اپنے فائدہ کے لئے انہیں مشورہ دیا جاتا ہے کہ (۱) انہیں واپسی ٹکٹ لینا چاہیئے (۲) اپنے ساتھ اس قدر روپیہ مہروں کی شکل میں رکھنا چاہیئے کہ مقامات مقدسہ اور وہاں سے واپسی کے تمام اخراجات کے لئے کتنی ہو۔ (۳) جدہ میں برطانوی قونصل خانہ میں اپنے نام ضرور رجسٹر کرا دینے چاہئیں۔

(۶) عازمان حجاز کو یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن کریم اور احادیث نبوی میں زاد راہ کو حج میں ساتھ لینے پر خاص طور پر زور دیا گیا ہے اور نور الہدایہ اور ملا بدمنہ شافعی میں اسلام کے بڑے بڑے علماء نے اس کو فرائض میں سے قرار دیا ہے۔ وہ بدحالی اور مصائب کو واپس آنے والے حجاج کو بالعموم پیش آتے ہیں۔ وہ مجبوراً انہی پاکیزہ اور عاقلانہ احکام کی خلاف ورزی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اس لئے مسافروں کو ان کے اپنے فائدہ کے لئے یہ مشورہ دیا جاتا ہے کراچی بخیر و عافیت واپسی کو مستیقن بنانے کے لئے اگر انہوں نے واپسی ٹکٹ نہیں لئے۔ تو انہیں بمبئی سے سوار ہونے سے پیشتر [illegible]

(ایڈیٹر سعید یفیضاں) کو اہر ھیوسیکم پرنٹنگ ہسپی لاہور میں باہتمام ... پرنٹر چھپا۔ اور ماسٹر فقیر اللہ پبلشر نے احمدیہ بلڈنگس دفتر پیغام صلح سے شائع کیا

بلدۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۴۱ ہجری مطابق ۱۵ نومبر ۱۹۲۲ء عیسوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خطبہ جمعہ

مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۲۲ء
فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ

قد افلح المومنون ....
.... ھم فیھا خلدون
(سورۃ مومنون رکوع ۱)

فلاح کا مفہوم

فرمایا مومن فلاح پا گئے۔ فلاح کیا چیز ہے؟ دنیوی اور دینی بھلائیوں کا جمع ہونا کامل طور پر اس کو زبان عربی میں فلاح کہتے ہیں۔ تو گویا مومنوں کے مقاصد دنیوی بھی پورے ہو گئے اور دینی یا اخلاقی رنگ میں بھی تمام بھلائیوں کو انہوں نے اپنے اندر جمع کر لیا۔ یہ سورت تو مکی ہے اور ابھی ان کے مقاصد دنیوی باقی ہیں ابھی تو وہ مظلومیت کی حالت میں پڑے ہیں۔ ابھی فتوحات ان کو حاصل نہیں ہوئیں۔ اور وہ ملک کے مالک ابھی نہیں بنے۔ مگر یہ ماضی کا صیغہ ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ وہ ان سب مقاصد کو یقیناً حاصل کر لیں گے۔ یہ ایسا یقینی امر ہے کہ گویا انہیں حاصل ہو چکا ہے۔

کونسے مومن فلاح یافتہ ہیں

وہ مومن کون ہیں ان کے متعلق چند باتیں بیان فرمائیں اول الذین ھم فی صلاتھم خاشعون۔ وہ اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔ دوسرے والذین ھم عن اللغو معرضون وہ لغو سے اعراض کرتے ہیں۔ تیسرے والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون وہ اپنے ہر فعل میں پاکیزگی کو مدنظر رکھتے ہیں۔ اقوائے انسانی کی نشوونما میں کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ زکوٰۃ کے معنی قوائے انسانی کو نشوونما دینا بھی ہے گویا بتایا کہ وہ جو کام کرتے ہیں اس سے ان کے قوائے کو ترقی حاصل ہوتی۔ اور ان کا تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ چوتھے والذین ھم لفروجھم حافظون. وہ اپنے فروج کو نگاہ رکھنے والے ہیں ان کے قوائے شہوانی ان پر حکمران نہیں۔ بلکہ وہ اپنے قوائے شہوانی پر حکمران ہیں۔ اس لئے جو محل اور موقع ہے اسی پر ان کو استعمال کرتے ہیں۔ پانچویں بات بتائی. والذین ھم لامانٰتھم وعھدھم راعون۔ وہ اپنی امانتوں اور عہدوں کی نگہداشت کرتے ہیں۔ والذین ھم علی صلوٰتھم یحافظون چھٹی بات یہ ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں

فلاح کے شرائط

تو یہاں مومنوں کی کامیابی اور فلاح کے لئے چھ باتیں بیان فرمائیں. پہلی اور چھٹی نماز کے متعلق ہیں۔ چار اور باتیں ہیں۔ جو وہ بھی کوئی امور تمدن و معاشرت سے متعلق نہیں۔ نہ کوئی ایسی باتیں ہیں۔ جو بظاہر مسلمانوں کی پیش آمدہ مشکلات کا علاج معلوم ہوتی ہیں۔ حالانکہ اس وقت مسلمانوں کو بڑی بڑی مشکلات کا مقابلہ بھی تھا۔ ان کو اپنے گذارہ اور معاش کا بھی فکر تھا اپنی تجارتیں اور دیگر کاروبار بھی وہ کرتے تھے۔ خواہ بوجھ اٹھا کر ہی پیٹ پالتے ہوں۔ ان کے اور بھی بہت سے امور تھے۔ جو تمدن و معاشرت سے تعلق رکھتے ہیں لیکن یہاں جو بیان کیا کہ مومن فلاح پا گئے۔ تو یہ نہ بتایا۔ کہ معاشرت کے کون کونسے اصول ہیں وہ کونسے قوانین ہیں جو تمدن سے متعلق ہیں۔ اور جن پر کاربند ہو کر وہ فلاح پا سکتے ہیں۔ باتیں جو بیان کیں وہ کچھ اور ہی ہیں۔ فی صلاتھم خاشعون سے شروع کیا ہے۔ اور علی صلوٰتھم یحافظون پر ختم کیا ہے۔ اور چار اور باتیں بتائی ہیں کہ جب یہ باتیں جمع ہو جائیں تو مومن فلاح پا لیں گے۔

قابل غور بات

اب مقام غور ہے کیا یہ باتیں فی الواقعہ قوموں کی ترقی سے متعلق ہیں۔ کیا ان پر کاربند ہو کر کوئی قوم فی الواقعہ ترقی پا سکتی ہے؟ قرآن کوئی ایسا مذہب نہیں سکھاتا۔ جو فرضی ہو۔ جو بات بتاتا ہے دلیل کر کے اس کا نتیجہ بتا کر منواتا ہے۔ پس دیکھنا یہ ہے کہ یہ چند باتیں جن کا اصول تمدن و معاشرت سے کوئی تعلق نہیں۔ جو ان امور میں سے نہیں۔ جن کو قومیں عام طور پر اپنی ترقی کے لئے ضروری سمجھتی ہیں۔ کیوں بیان کیں۔ اصل میں ہر عمارت کی ایک بنیاد ہوتی ہے۔ کہیں اس کی چھت ہوتی ہے کہیں روشندان ہیں۔ یہاں جو باتیں بیان کیں۔ تو وہ قومی ترقی کے لئے بطور بنیاد کے ہیں۔ تو مسلمانوں کی قومی عمارت کے جو قوانین بطور بنیاد قرآن کریم نے بیان کئے ہیں۔ ان کے اندر جسمانی باتیں کوئی نہیں آتیں۔ اور حق بھی یہی تھا۔ کہ قرآن کریم کے اندر جامع اصول ہوتے جن پر قومی عمارت کی بنیاد کھڑی کی جا سکتی ہے۔

مسلمانوں کی قومی عمارت

تمہاری قومی عمارت اس سے نہیں بنتی کہ تمدن و معاشرت کے چند اصول تمہیں سکھا دیئے جائیں اور تم محض انہی پر کاربند ہو جاؤ۔ تمہاری قومی عمارت اس سے بنتی ہے کہ تم اعلٰے درجہ کے باخدا انسان بن جاؤ۔ قرآن کریم نے اس پر زور دیا ہے کہ تم اعلٰے

. . . .

. . . درجہ کے باخدا۔ اعلٰے درجہ کے بااخلاق اور اعلٰے درجہ کے روحانی انسان کس طرح بن سکتے ہو۔ یہ جز کے طور پر ہیں۔ اور باقی امور جو تمدن و معاشرت سے متعلق ہوں۔ وہ شاخیں ہیں۔ آج تم دیکھتے ہو کہ دنیا میں کس قدر اس بات کا ولولہ ہے۔ کہ جانی اور اخلاقی ترقی ہی ایک چیز ہے جس سے حقیقی ترقی حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن قرآن کریم کے سوائے اور کسی مذہبی کتاب نے یہ تعلیم نہیں دی۔ توریت وغیرہ کو کھول کر دیکھو کہیں بھی ان روحانی اور اخلاقی قوانین کو قومی ترقی کا ذریعہ قرار نہیں دیا۔ کہیں بھی نتائج قومی ترقی کے اصول اخلاقی اور روحانی اصول کو نہیں رکھا۔

ایک بات پر بڑا زور ہے

ان چند باتوں میں سے قرآن کریم نے ایک بات پر بڑا زور دیا ہے یعنی نماز پر۔ نماز کے متعلق جہاں تک غور کرو گے معلوم ہوگا۔ کہ اس پر اس قدر زور دیا ہے کہ اس کے برابر اور کسی بھی بات پر زور نہیں دیا۔ مگر مسلمانوں کی حالت کو دیکھو تو اکثر اس بات کے درپے ہوتے ہیں۔ کہ نماز کسی طرح ٹل جائے۔ اور میں کہونگا کہ عملاً شاید اکثر حصہ نماز پڑھنے والوں کا بھی اس پر پورے طور پر کاربند نہیں۔ نماز کو قرآن کریم نے سب سے پہلی چیز رکھا ہے جس پر ہماری قومی عمارت کی بنیاد ہے۔ صحابہؓ کے اندر دیکھو تو نماز کا اس قدر شوق ہوتا تھا۔ کہ اس کی نظیر شاید ملنی مشکل ہے اصل میں ایسی باتوں میں دیکھنا چاہیئے۔ کہ صحابہؓ کا کیا طرز عمل تھا۔ خود آنحضرت صلعم نماز پر کس طرح کاربند تھے۔ اگر نبی کریم صلعم کی زندگی پر غور کیا جائے اگر صحابہؓ کی تاریخ کو مطالعہ کیا جائے۔ تو وہاں سے معلوم ہوگا کہ نماز کے برابر کسی چیز کو بھی وہ نہ سمجھتے تھے۔

نماز باجماعت

نماز کا جو رنگ اسلام نے قائم کیا ہے۔ وہ نماز باجماعت ہے اب لوگوں نے اس طرف سے لاپروائی اختیار کر رکھی ہے کتنے لوگ ہیں کہ ان کو اس بات کی تڑپ ہے کہ وہ نماز باجماعت ادا کریں۔ صحابہؓ کو دیکھو کہ بڑے بڑے دکھوں اور مصائب میں بھی انہوں نے مسجد کو نہیں چھوڑا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس بیماری سے فوت ہوئے۔ وہ نمونیا کا مرض تھا۔ اس بیماری میں بھی جب ذرا بھی طاقت آپ نے اپنے اندر دیکھی ہے آپ سہارا لیکر نماز کیلئے مسجد میں آ پہنچے ہیں۔ پھر انہی ایام میں ایک دن آپ نے کھڑکی سے پردہ اٹھا کر دیکھا تو جماعت کھڑی تھی۔ اس وقت آپ کے چہرہ پر مسکراہٹ اور خوشی کے آثار نمودار ہوئے۔ اور فی الحقیقت اس سے بڑھکر خوشی آپ کو کیا ہو سکتی تھی۔ کہ جس مقصد کے لئے آپ کو بھیجا گیا وہ مقصد آپ نے پا لیا جس راہ پر اللہ کے نزدیک مسلمانوں کی قومی ترقی ہو سکتی ہے۔ اس راہ پر آپ نے ان کو لگا دیا۔ اور اسی پر ان کو قائم دیکھا۔

صحابہؓ کی مثال

صحابہ رضی اللہ عنہم کی تاریخ کو دیکھو۔ تو وہاں بھی ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ کہ حیرانی ہوتی ہے۔ صحابہؓ میں ایسے ایسے لوگ ہوئے ہیں جو دو دو میل سے چل کر مسجد میں نماز باجماعت کے لئے آتے تھے مسجد قبا اور مسجد نبوی ایک دوسرے سے دو میل کے فاصلہ پر تھیں۔ اور صحابہؓ ان دونوں مساجد میں باقاعدہ باجماعت نماز کے لئے جاتے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دور دور سے چل کر نماز کے لئے صحابہؓ کو آنا پڑتا تھا۔ یہاں تک کہ عشاء کی

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۱ | مورخہ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ | نمبر ۵

ہندو مسلم اتحاد

اے طبل بلند بانگ در باطن ہیچ

نیا شاخسانہ

ہمارے بعض ہندو معاصرین نے اب ترک موالات کی توپ کا منہ یورپ کی سمت سے ہٹا کر خود مسلمانوں کی طرف کر دیا ہے۔ اور اس تحریک کو "قوم پرست" اخبار بھی دھڑلے سے شائع کر رہے ہیں۔ غالباً ان معاصرین نے "قوم پرستی" کے یہی معنے سمجھے ہیں۔ کہ وہ ہندو قوم کی حق نیابت ادا کریں۔ اور اسی کی سرپرستی اپنا فرض سمجھیں۔ اگر حقیقت حال یہی ہے تو پھر مسلمانوں کو فکر کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ہمارے ہندو معاصرین کی ڈکشنری میں "قوم" سے محض ہندو قوم ہی مراد ہے اور مسلمان اس حلقہ قومیت سے باہر ہیں۔

اصل بات تو یہ ہے کہ اب سے برسوں پہلے پنڈت دیانند صاحب اس روش کی داغ بیل ڈال گئے ہیں جس پر آج ہمارے ہندو معاصرین گام زن ہیں۔ ستیارتھ پرکاش میں غیر اقوام سے جو سلوک لکھا ہے وہ بالکل اس امر کا مقتضی ہے کہ ہندو قوم محض انگریزوں یا یورپین اقوام ہی سے نہیں بلکہ خود مسلمانوں سے بھی ترک موالات کرے۔ اس لئے یہ صدا صرف ستیارتھ پرکاش کی صدائے بازگشت ہے اور مسلمانوں کے کان اس سے پہلے بھی آشنا ہو چکے ہیں۔ لیکن وہ غلطی سے یہ سمجھے ہیں کہ "قومیت متحدہ" کے جو گیت ہندو معاصرین گاتے ہیں وہ حقیقت پر مبنی ہیں۔ اور جس طرح ستیارتھ پرکاش کی تعلیم نیوگ کے متعلق اس زمانہ میں ناقابل عمل سمجھی جاتی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے ساتھ عدم تعاون بھی اس وقت ناقابل عمل ہے۔ مگر ہمارے ہندو معاصرین کی موجودہ تحریک اس خیال کی تغلیط کے لئے کافی ہے۔ اور اب ہمیں بحیثیت مسلمان یہ سوچنا چاہیئے کہ ہمارا طریق عمل آئندہ کیا ہونا چاہیئے۔

اس میں شک نہیں کہ بقول محترم معاصر "وکیل" ہندوؤں نے صدیوں سے مسلمانوں کے خلاف عدم تعاون کر رکھا ہے۔ چھوت چھات اسی عدم تعاون کی ایک شاخ ہے۔ اور یہ تو ایک کھلا ہوا راز ہے کہ اگر کوئی ہندو تجارت کے لئے روپیہ مانگے تو ہندو نہایت خوشی سے دیتے ہیں۔ اور بلا سود دیتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی مسلمان تجارت کی غرض سے روپیہ طلب کرے۔ تو سود پر بھی ملنا مشکل ہے۔ ہندو ہندوؤں کی دوکانوں میں سے خرید و فروخت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام ہندوستان میں تجارت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔ اور مسلمان تجارتی پہلو سے اپنے برادران وطن سے بہت پیچھے رہ گیا۔

پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی آبادی ہندوؤں سے زیادہ ہے۔ لیکن تجارت کے لحاظ سے ہندوؤں کی نسبت مسلمان ... کے برابر بھی نہیں۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ مسلمانوں کے پاس روپیہ نہیں۔ اور برادران وطن ان کی مدد نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ہمارے ہندو لیڈر حقیقت میں مسلمانوں سے اتفاق و اتحاد کرنا چاہتے تھے تو ان کا فرض تھا کہ وہ مسلمانوں کو اس پستی کی حالت سے نکال کر اپنے ساتھ کھڑا کرتے لیکن اس کے برخلاف ہندو نیا ہی کیا کرتے ہیں؟ اگر کوئی جائز حق بھی مسلمانوں کو ملتا ہے جس سے وہ پہلے بے انصافی سے محروم تھے۔ تو ایک طوفان بے تمیزی بپا ہو جاتا ہے اور مسلمانوں کے خلاف خوب دل سے زہر اگلا جاتا ہے۔

غالباً ہندو اخبارات اور ہندو اراکین مجلس اپنا یہ فرض سمجھتے ہیں کہ جب موقعہ ملے مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کی جائے۔ سنتا ہے کہ ان ہی دنوں میں ایک ہندو بزرگ پنجاب کونسل میں سوال کرنے والے ہیں۔ کہ فلاں مسلمان اخبار کو گورنمنٹ نے ایک خاص صورت میں کیوں امداد دی؟ حالانکہ اس سے پہلے ہندو اخبارات بھی اس قسم کی رعایتیں حاصل کر چکے ہیں۔ اور ہمیں یاد نہیں کہ کسی مسلمان نے ان کے خلاف آواز بلند کی ہو۔ ڈپٹی ہیون صاحب بھی پانچ سواروں میں ہیں وہ ملتان کے بعض مسلمان حکام کے تبادلہ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اور محض اس بنا پر کہ بعض ہندوؤں نے ان کے خلاف رائے کا اظہار کیا۔ پنجاب کونسل میں حال ہی میں ایک ہندو صاحب نے فسادِ ملتان کے متعلق تحقیقاتی کمیٹی قائم کرنے کی تجویز پیش کی۔ جو منظور ہوئی۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تجویز اس لئے تھی کہ مسلمانوں پر خوب الزام لگائے جائیں لیکن گورنمنٹ کی طرف سے جب دندان شکن جواب ملا۔ تو یہ تجویز رہ گئی۔

اب جب صورت حالات یہ ہے تو ہمیں سمجھ میں نہیں آتا کہ "ہندو مسلم اتحاد" جس کا غلغلہ تمام ہندوستان میں پڑا ہوا تھا۔ کہاں ہے؟

> صنم سنتے ہیں تیری بھی کمر ہے
> کہاں ہے کس طرف کو ہے کدھر ہے

مہدویت کا ظہور اور مہدی غائب

دلی کا ایک پیر اپنے رسالہ "پیر بھائی" میں لکھتا ہے کہ سنہ ... ختم ہو گیا۔ جس میں حضرت امام مہدی کے ظہور کی بشارتیں تھیں۔ بناوٹی مہدی کے پیرو بغلیں بجا رہے ہیں۔ کہ حضرت امام مہدی کا اس سال میں ظہور نہ ہوا۔ اور پھر آگے چل کر کہتا ہے کہ "اللہ تعالے نے انور پاشا کو ایک خود مختار جمہوری سلطنت کا بادشاہ بنا دیا۔ اور مصطفے کمال پاشا کے ہاتھوں ترکی سلطنت ہی کو از سر نو زندہ نہیں کر دیا بلکہ تمام دنیا میں ...... مسلمانوں کا بول بالا ہو گیا۔ ......

اسی کا نام مہدی قوت ہے۔ اور اسی کے بعد یقین ہے کہ ذات جلالت مآب مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور بھی ہو جائے گا"۔ آج تک تو ہم یہی سنتے آئے تھے کہ حضرت امام مہدی کا ظہور ہوگا۔ تو اس کے بعد اسلام کا بول بالا ہوگا۔ لیکن اب یہ راز کھلا کہ مہدویت کا ظہور پہلے مقدم رکھا۔ اور ظہور مہدی ابھی باقی ہے۔ دنیا میں شاید یہ پہلی نظیر ہے کہ ظہور مہدی سے پہلے ظہور مہدویت کو تسلیم کیا جا رہا ہے۔ اگر اس قسم کے استدلال محض تمسخر سے کئے جاتے ہیں۔ تو یہ ایک پیر کی شان کے شایاں نہیں کہ اسلام کی روایات کا یوں مضحکہ اڑائے۔ اور اگر ان میں متانت ہے تو افسوس ہے کہ اس قسم کی لچر باتوں کو بطور دلائل پیش کیا جائے۔

"حسن نظامی دو ہیں"

اسی رسالہ میں وہی پیر صاحب لکھتے ہیں کہ "حسن نظامی دو ہیں۔ ایک حسن نظامی صوفیہ کرام کے سلسلوں کا خادم اور مبلغ ہے۔ دوسرا حسن نظامی اردو انشا پردازی کی دنیا میں زندگی بسر کرتا ہے"۔ یہ دو حیثیتیں حسن نظامی کی کیوں ہیں؟۔ اس لئے کہ بعض تحریرات پر حسن نظامی کو حیدر آباد کے ایک بڑے عہدہ دار کا خط آیا ہے کہ آپ کی شان ان باتوں سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے کہ ایسی چیزیں آپ کے قلم سے نکلیں"۔

اب معلوم ہوا کہ انشا پردازی کے لحاظ سے حسن نظامی خواہ کچھ خرافات اڑائیں۔ ان کی شان تصوف کو صدمہ نہیں پہنچتا۔ کیونکہ اس وقت میں وہ انشا پردازی کے عالم میں ہوتے ہیں۔ چونکہ حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کی بشارتیں اور ان کے متعلق تمام باتیں عالم انشا پردازی میں داخل ہیں۔ اس لئے انہیں کچھ وقعت نہیں دینی چاہیئے۔ اور وہ محض خوش وقتی کے طریق پر ہیں۔ لیکن اگر پیر صاحب کے "پیر بھائی" رفتار زمانہ سے "بے وقوف" نہیں رہیں گے۔ تو پھر عنقریب ان کی یہ دوگونہ حیثیتیں ایک ہی حیثیت میں جلوہ نما ہوں گی۔ اور وہ "پیر بھائی" کہنے لگیں گے کہ

> بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
> من انداز قدت را می شناسم

"لائٹ" کی تبلیغی خدمات کا اعتراف

ایک صاحب جنوبی ہند سے لکھتے ہیں۔

اخبار لائٹ میں جو مضامین شائع ہوتے ہیں۔ نہایت دلچسپ اور سبق آموز ہوتے ہیں۔ میں آپ کی عیسائیت کی تردید کی کوششوں کو نہایت مسرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ عیسائیت کے غلط اصولوں کی تردید میں اللہ تعالے آپ کی مدد کرے گا۔ میرا یقین ہے کہ ہندوستان کی اصلی نجات مذہب عیسویت کی تخریب پر مبنی ہے۔ ہندوستان کی سب مشکلات عیسویت اور یورپین تہذیب کے باعث رونما ہوئی ہیں۔ موجودہ انجیل کی تاریخی حیثیت پرانوں سے بڑھ کر نہیں۔

چونکہ اس طرف کے مسلمان بے علم اور توہم پرست اور مذہب سے بالکل ناواقف ہیں۔ اس لئے دیگر مذاہب کی رائے ان کے بارہ میں اچھی نہیں۔ اور ان کا ڈر ہے نہ ہو کہ لوگ اسلام کو بھی ظالمانہ مذہب سمجھ بیٹھے ہیں۔ یہ لوگ ہر سال بے شمار روپیہ فضول رسوم میں ضائع کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ یہ روپیہ کسی نیک کام میں خرچ ہو سکتا ہے۔ براہ مہربانی ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش کریں۔

ہمارے خیال میں ان دور افتادہ جاہل مسلمانوں کی خبر گیری تمام مسلمانوں کا فرض ہے۔ اگر لائٹ کے بہت سے پرچے وہاں مفت شائع کئے جائیں۔ تو مفید نتائج پیدا ہونے کی امید ہے۔ لیکن اس کے لئے مصارف کا سوال ہمیشہ سنگ راہ ہوتا ہے۔ اگر ہمارے مسلمان بھائی اس کار خیر میں حصہ لیں۔ تو ایک اہم قومی ضرورت کو پورا کریں گے۔ لائٹ کا چندہ صرف ایک روپیہ ہے۔ جو کچھ بھی نہیں۔ جو حضرات مفت اشاعت کے لئے عطیات مرحمت فرمائیں گے۔ ان کا روپیہ ایک نیک مقصد پر صرف ہو کر ان کے لئے باعث خیر و برکت ہوگا۔

اشاعت اسلام کی ضرورت

معاصر پیسہ اخبار ۱۱۔ نومبر کی اشاعت میں رقمطراز ہے:۔

اس وقت ملک میں صرف ایک احمدیہ جماعت اشاعت اسلام کا باقاعدہ کام کر رہی ہے۔ اور پونہ میں بھی ایک اسی قسم کی تحریک کا ظہور ہوا ہے لیکن تمام مسلمانوں کی کوئی منفصل انجمن اشاعت اسلام نہیں ہے۔ اگر اشاعت اسلام کا انتظام کیا جائے۔ تو یہ یقینی ہے کہ چھ کروڑ اچھوت ہندوؤں میں سے ایک معقول تعداد حلقہ اسلام میں داخل ہو سکتی ہے۔ جس سے مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں کے مساوی ہو کر مسلمانوں اور ہندوؤں کے حقوق بھی مساوی ہو سکتے ہیں۔ مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں کے مساوی ہونے سے مسلمانوں کو بڑے فوائد حاصل ہوں گے۔ اور ان کے حقوق محفوظ ہو جائیں گے اور غیر مسلمانوں کی تمام ریشہ دوانیاں جو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے کی جاتی ہیں۔ ان کا خاتمہ ہو جائے گا۔

شکر ہے کہ مسلمانوں کی بھی آنکھیں کھلیں۔ اور انہوں نے اس بات کو سمجھا جس کے لئے احمدیہ جماعت تقریباً ۴۰ سال سے سر پٹک رہی ہے۔ لیکن کام محض باتوں سے نہیں ہوتے۔ جب تک کہ میدان عمل کار فرمائی نہ کی جائے۔ اس وقت تک مسلمانوں نے اس فرض کی طرف سے کوتاہی کی۔ اب کچھ احساس پیدا ہوا ہے۔ خدا کرے کہ یہ احساس عملی صورت بھی اختیار کرے۔ آخر جو بات ایک خدا کے فرستادہ نے کہی تھی اس کی صحت پر آج ہر طرف سے صاد ہو رہا ہے ✦

ناظرین کرام خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ ورنہ تعمیل ارشاد محال ✦ (منیجر)

تازہ خبریں

ہندوستان

سوراجیہ کے متعلق سرکاری اعلان

گفتگو کا غلط مفہوم لیا گیا ہے

دہلی - ۱۲ - نومبر - ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ حکومت کی توجہ اخبار سوراجیہ کے دو مضامین کی جانب مبذول کرائی گئی ہے - جن میں سے ایک مضمون تو ایک اطالی اخبار لاسن ٹاغیا سے نقل کیا گیا ہے - اور دوسرے میں مہاراجہ کی ملاقات وائسرائے بہادر سے بیان کی گئی ہے - حالانکہ جزیرہ ہند کو کسی ملاقات کا موقعہ مہیا نہیں کیا گیا - اس میں کلام نہیں کہ وائسرائے گل برج میں میجر صاحب کو دعوت ضرور دی گئی - اور وائسرائے صاحب سے معمولی گفتگو بھی ہوئی - ان مضامین میں مہاتما گاندھی کی وائسرائے سے ملاقات کے ضمن میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا - وہ سب بالکل بے بنیاد توہمات ہیں - نیز دیگر امور میں بھی وہ گفتگو بالکل نہیں ہوئی - جو اخبار مذکور نے درج کی ہے - بالخصوص وائسرائے کی جان کے لالے پڑے ہونے کے متعلق جو بہتان باندھا گیا - وہ بالکل گمراہ کن اور غلط ہے - یا گفتگو کا غلط مفہوم ہے -

ہڑتال ختم ہوگئی

مس صاحبہ ناراض ہیں

احمد آباد - ۱۲ نومبر - مقامی میل کی ہڑتال ختم ہوگئی اور ملازمین نے نقصان رسانی کے متعلق اپنے افعال پر ندامت و تاسف کا اظہار کرنے کے بعد کام شروع کر دیا - انہوں نے اپنے دو رہنما منتخب کر لئے ہیں جو مالکان مل کے نمائندوں سے گفت و شنید کرینگے مس انسٹو نے باوجود درخواست کے صدارت سے اپنے استعفے کو واپس نہیں لیا -

قانون گوردوارہ

کوئی سکھ شامل اجلاس نہ ہوا

امرتسر ۱۱ - نومبر - سردار صاحب ہرسنگھ جالندھری ممبر مجلس عاملہ پربندھک کمیٹی زیر دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری جالندھر میں گرفتار کر لیے گئے - جب سے زد و کوب بند ہوئی - آج تک اکالی گرفتار شدگان کی تعداد پانچ ہزار سے زاید ہوگئی ہے

پربندھک کمیٹی کا بیان ہے کہ بابا ہردت سنگھ بیدی صاحب اس کونسل کے ایک رکن ہیں جو قانون گوردوارہ کے متعلق مخصوص طور پر مقرر ہوئی ہے - ۹ - تاریخ کو قانون مذکورہ کے متعلق جو اجلاس ہوا ہے تو آپ ہی ایک سکھ تھے جو اجلاس ہذا میں موجود تھے مگر آپ ہی اجلاس کو چھوڑ کر چلے آئے

امرتسر ۱۱ نومبر - کل گورو کے باغ میں ۱۰۴ اکالیوں کا جتھا گرفتار کیا گیا - اور آج حسب معمول ان پر مقدمہ چلایا گیا ان میں سے گیارہ اکالیوں کو رہا کر دیا گیا - کیونکہ وہ بہت صغیر السن تھے - دو اکالیوں کو بالکل معمولی سزا دی گئی کیونکہ وہ بالکل نوعمر تھے -

آج سکھ رہنماؤں کے مقدمہ کی بھی سماعت تھی اور ۷۶ - گواہوں میں سے چار کی شہادتیں آج لی گئی - اور مقدمہ ہذا - ۱۶ ماہ حال کیلئے ملتوی کر دیا گیا -

ممالک غیر

درہ دانیال کی ناکہ بندی کے خلاف صدائے احتجاج

قرہ خان ناظم امور خارجہ کا مکتوب

کل دفتر امور خارجہ میں جناب قرہ خان ناظم امور خارجہ حکومت بالشویک کا مکتوب محررہ یکم اکتوبر پیش کیا گیا - اس مکتوب میں مرقوم ہے کہ بالشویک حکومت یہ سن کر حیران ہے کہ دولت برطانیہ نے درہ دانیال اور باسفورس کی ناکہ بندی کر دی ہے - اور تجارتی جہازوں کو بحر اسود تک آنے جانے سے روک رہا ہے - بولشویک حکومت اس ناکہ بندی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتی ہے - اور اس امر پر زور دیتی ہے کہ ناکہ بندی اٹھالیجائے (ٹائمز)

مسٹر بونرلا مسٹر اسکوئتھ اور مسٹر لائڈ جارج کی علالت

لندن - ۱۱ نومبر - مسٹر بونرلا - مسٹر اسکوئتھ اور مسٹر لائڈ جارج انتخابی صدموں سے تکلیف اٹھا رہے ہیں - مسٹر بونرلا کو ڈاکٹروں نے سخت ہدایت کی ہے کہ چند روز تک بستر سے نہ ہلیں - اسلئے مانچسٹر اور شیفیلڈ کی کل کارروائیاں منسوخ کر دی گئی ہیں مسٹر اسکوئتھ نے پہلے کو تار دیا ہے کہ آواز بگڑنے کے ڈر سے - وہ آج شب کو جلسے میں شریک نہیں ہو سکیں گے - مسٹر لائڈ جارج بھی طبی مشورہ کی بنا پر کل بینڈلو کے مقام پر مجسمہ پر سے نقاب نہیں اٹھا سکیں گے -

افغانی نمایندہ مصر میں

جناب محمود طرزی بک نے جو حکومت افغانستان کی طرف سے عہدۂ سفارت پر پیرس جا رہے ہیں مصر میں مدرسہ جامع ازہر کا معائنہ کیا - آپ کے استقبال کے لئے شیخ جامع ازہر و مفتی مصر موجود تھے آپ نے طلباء کی تعلیمی حالت کو دیکھ کر اطمینان و مسرت کا اظہار فرمایا - ایک طالب علم نے برجستہ تقریر کی - اور افغانستان و حکومت افغانستان کو خوش آمدید کہتے ہوئے دعائے خیر مانگی -

عالیجناب محمود طرزی بک نے حکومت مصر و دیگر اسلامی سلطنتوں کے اتفاق و اتحاد پر ایک زبردست تقریر فرمائی -

غنیمت جنگ کی پہلی تفصیل

یونانیوں سے تازہ فتوحات کے سلسلہ میں جو مال غنیمت ترکان احرار کے ہاتھ آیا ہے - اس کی پہلی فہرست حسب ذیل شایع ہوئی ہے -

توپیں	۳۵۸
سواری کے جانور	۸۶۵۰
کارتوسوں کی پیٹی	۲۵۶۰۰۰
توپوں کے گولوں کے صندوق	۴۰۰۰۰
بندوقیں	۱۱۶۰۰۰
مشین گنیں	۱۶۰۰
آٹومیٹک بندوقیں	۱۲۰۰
سواری کی موٹریں	۳۶
بار برداری کی موٹریں	۱۸۰۰
فوجی وردیاں	۱۲۰۰۰۰
فوجی بوٹ	۸۶۰۰۰
خیمہ	۵۲۰۰۰
بار برداری کی گاڑیاں	۲۲۰۰۰
گھوڑے خچر اور اونٹ گاڑیوں کیلئے	۳۲۰۰۰

یونانی قیدی

جنرل	۴
کرنیل	۱۲
میجر لفٹننٹ وغیرہ	۱۵۹
افسران فوج	۱۸۹۰
سپاہی	۲۲۰

دوسری فہرست بعد کو شایع ہوگی - صرف اسی فہرست کا سامان اسقدر ہے جس سے ۵۰۰۰۰ سپاہی ہتھیار بند ہو کر میدان جنگ میں اتر سکتے ہیں

اسلامی خبریں

بطل حریت غازی انور پاشا کی مہم

بولشویکوں کا ناطقہ بند کر دیا

بخارا اور ترکستان کو مراعات دینے کا خیال

روس کی تازہ ترین اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ بطل حریت غازی انور پاشا اور ان کی افواج کی شکست و ہزیمت اور غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے نام غازی انور پاشا کے پیام اعانت کے متعلق تمام اطلاعات بے بنیاد ہیں - بولشویک روس کی فوجی کارگذاریوں کے ضمن میں باوثوق ذرائع سے کوئی ایسی اطلاع موصول نہیں ہوئی ہے - مشرقی بخارا میں بولشویک افواج اور غازی انور پاشا کی فوج کے درمیان سخت جنگ ہو رہی ہے - بیان کیا جاتا ہے کہ حال ہی میں ستمبر کے اوائل میں اس فوج نے جس کی قیادت جناب غازی کے سپرد تھی بولشویک فوج کو شکست فاش دی اور سیرشی صوبہ تک جا پہنچی - اس جگہ سے یہ فوج بولشویک فوج کے عقب پر حملہ کرنے کی زبردست حملہ کرنیکی تیاریاں کر رہی ہے - ماسکو کی حکومت ترکستان کے حالات پر بہت مضطرب اور پریشان خاطر ہے اور یہ تسلیم کرتی ہے کہ ان امور سے مشرق میں بولشویک روس کے اقتدار پر اثر پڑتا ہے - بعض تازہ ترین پیغامات مظہر ہیں کہ بولشویک بطل حریت غازی انور پاشا سے صلح کرنیکے لئے بہت کوشش کر رہے ہیں - بلکہ بہت سی مراعات دینے کے لئے تیار ہیں - مارننگ پوسٹ

دولتین ایران و افغانستان

ترکان احرار کی اعانت کے لئے تیار ہیں

بولشویکوں کے نمائندہ نے جو طہران میں مقیم ہے - ۷ اکتوبر ناظم امور خارجہ ماسکو کو برقی پیغام ارسال کیا تھا - جس کا مفاد یہ تھا کہ دولتین ایران و افغانستان نے حکومت عالیہ انگورہ کے نام پیغام ارسال کیا ہے کہ اگر دول متحدہ مصر پر ترکی کے حقوق تسلیم کرنیسے انکار کر دینگی تو ہر دو دولتین کمال پاشا کی اعانت کریں گی (ٹائمز)

شتلجہ کے علاقہ میں ترکان احرار کے علاقہ میں سپاہی

یونانی چوکی پر چھاپہ

شتلجہ کے علاقہ میں ترکی بیقاعدہ سپاہیوں کی ایک جماعت نے ایک یونانی چوکی پر چھاپہ مارا - اور دس آدمیوں کو جو اس چوکی میں تھے - قتل کر ڈالا - یونانیوں کی کمک آ پہنچی اور حملہ آور پسپا ہوئے -

خریداران اخبار کی خدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں - مینجر

مسئلہ خلافت اور افغانی نقطہ نظر

سردار عبدالہادی خان سفیر افغانی کے خیالات

سلطان کی معزولی پر مجھے کوئی تعجب نہیں

جدید خلیفہ کا انتخاب عالم اسلام کی رائے پر ہوگا

لندن ۱۲ر نومبر۔ سردار عبدالہادی خان سفیر افغانستان نے اخبار سنڈے ٹائمز کے نامہ نگار نے مسئلہ خلافت کے موضوع پر استفسار رائے کے لئے ملاقات کی۔ آپ نے فرمایا کہ سلطان کو معزول کرنے میں کوئی بات انقلاب انگیز نہیں بشرطیکہ ترکان احرار قدیمی روایات سے انحراف نہ کریں اور غالباً وہ ایسا کریں گے بھی نہیں۔ آپ نے کہا کہ مجھے معزولی کی نسبت کوئی تعجب نہیں ہوا کیونکہ ان کا رویہ اور قابلیت ہی اس قابل تھی۔ ہاں اگر ترکان احرار نے اسلام کے بنیادی اصول کے برخلاف کوئی کارروائی کی تو ضرور اس پر اعتراض کیا جائے گا۔ آپ نے کہا کہ غالباً حضرت امیر امان اللہ غازی کی خدمت میں عہدہ خلافت پیش نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ انتخاب کا حق صرف ترکوں کو ہے۔ اگرچہ دنیائے اسلام کے نمائندگان بھی اس فیصلہ میں شریک ہوں گے۔

دوسرے سلطان کے انتخاب کی نسبت آپ نے فرمایا کہ غالباً دنیائے اسلام کے نمائندگان کا اجلاس انگورہ میں منعقد ہوگا۔

قسطنطنیہ کے حالات تاریکی میں

کامل اڑتالیس گھنٹہ سے کوئی خبر نہیں آئی۔

لندن میں کابینہ کا خیال

قبل از وقت کوئی رائے قایم نہ کی جائے

لندن ۱۰ر نومبر۔ گذشتہ اڑتالیس گھنٹہ میں قسطنطنیہ سے کوئی سرکاری اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ باخبر اشخاص کو حالت کے روبہ اصلاح ہونے کی کوئی خبر نہیں حالت کو بھی مشتبہ سمجھا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کا آخری یہ تھا کہ اپنے ہائی کمشنروں کی اس تجویز کی تائید کرے کہ اگر رافت پاشا سے گفت و شنید کرنے کا نتیجہ یہ نہ ہوا کہ ترک اور اتحادی مل کر انتظام کریں تو قسطنطنیہ کے گرد قلعہ بندی کر لی جائیگی۔

ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوا کہ آیا اس تجویز پر عمل بھی کیا گیا یا نہیں۔ کوشش کی جارہی ہے کہ قسطنطنیہ کے گرد و نواح کے جنگی جہازوں کے ساتھ نئے پیام رسانی کا تعلق قایم کیا جاے جس سے وہاں کی حالت پر کچھ روشنی پڑ سکے۔

معلوم ہوا ہے کہ کابینہ کا خیال ہوا ہے کہ حالت میں کوئی ترقی یا اصلاح نہیں ہوئی علامت کی آ، بہت خفیہ رکھی جاتی ہیں۔ اور وہ بہت محتاط ہے کہ اتحادیوں اور ترکان احرار کے نمایندگان کی گفت و شنید پر قبل از وقت کوئی رائے قایم نہ کی جائے۔

سلطان ابھی معزول نہیں ہوے

رافت پاشا کا بیان

حالت روبہ اصلاح ہے

قسطنطنیہ۔ ار نومبر۔ حالت بہت روبہ اصلاح ہے۔ کیونکہ رافت پاشا نے اتحادی بین الملی پولیس کے افسر اعلی سے ملاقات کے دوران میں فرمایا کہ سلطان وحید الدین سادس ابھی تک خلیفہ ہیں۔

ناظرین کرام از راہ عنایت دو دو خریدار پیدا کر کے مشکور فرمائیں۔

منیجر

مراسلات

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت محمد صلعم آخری نبی ہیں

اور جو شخص اسکے خلاف کہے وہ خلاف واقعہ کہتا ہے

عرصہ ایک ماہ کا ہو گیا کہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ نے ایک کھلی چٹھی میاں محمود احمد صاحب قادیانی کی خدمت میں بھیجکر جواب کا مطالبہ کیا تھا کہ آپ نے جو عدالت گورداسپور میں حلفی بیان دیا ہے کہ (۱) کسی لغت کی کتاب میں خاتم النبیین کے معنے آخری نبی نہیں لکھے ہیں و (۲) بلکہ اور مختلف معنے لکھے ہیں اور کہ (۳) غیر احمدی علماء اسکے معنے آخری نبی کرتے ہوں گے۔ تو

اول۔ (۱) کونسی لغت کی کتاب ہے جس میں خاتم النبیین معنے آخری نبی نہیں لکھے ہیں۔

دوم۔ اور مختلف معنے کیا کیا ہیں اور کس کس لغت کی کتاب میں وہ لکھے ہیں۔

سویم۔ کیا تیرہ سو سال تک کے علماے اسلام آپ کے نزدیک غیر احمدی ہیں۔

جناب میاں صاحب نے ان سوالوں کے جواب اب تک نہیں دئے۔ بلکہ باوجودیکہ یہ چٹھی علٰحدہ بھی بذریعہ رجسٹری ان کی خدمت میں بھیجی گئی۔ اور ہندوستان کے مختلف اخبارات میں بھی ہو گئی۔ لیکن آجتک اس کا کچھ ذکر یا اشارۃً تک بھی نہیں آیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انہوں نے عدالت میں قسم اٹھا کر خلاف واقعہ بیان دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ط ایک معمولی انسان بھی اگر ایسی حرکت کا مرتکب ہو تو اس کی سخت رسوائی ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ ایک شخص ایک قوم کا پیشوا کہلاتا ہو اور اس کو نہ صرف اپنے متقی اور دیندار ہونے کے بڑے بڑے دعوی ہوں بلکہ دوسروں کو بھی راستبازی اور پرہیزگاری کی تعلیم دینے کا مدعی ہو۔ اس سے ایسی حرکت سرزد ہو۔ خاموش رہنے کی نسبت میاں صاحب کے لئے یہ بہتر تھا۔ وہ اپنی غلطی کا اقرار کرکے اظہار ندامت کرتے۔ بہر حال اب ان کے مریدوں کو چاہیئے کہ اس باطل اور فاسد عقیدہ سے توبہ کریں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں اور یا اگر ابھی ان کو اس بارہ میں شک و شبہ ہے تو حسب ذیل سوالات کے جواب اپنے پیر و مرشد جناب میاں صاحب سے دریافت کرکے شائع کریں۔

(۱) آیا میاں صاحب نے عدالت میں یہ حلفی بیان دیا ہے کہ خاتم النبیین کے معنے کسی لغت کی کتاب میں آخری نبی نہیں لکھے ہیں۔

(۲) اگر دیا ہے تو وہ کون کونسی لغت کی کتاب ہے۔ جس میں میاں صاحب نے یہ دیکھا تھا کہ خاتم النبیین کے معنے آخری نبی نہیں لکھے ہیں اور ان میں اس لفظ کے کیا معنے لکھے ہوے دیکھے تھے۔

(۳) عربی کی جن لغت کی کتابوں سے یعنے لسان العرب، قاموس۔ تاج العروس۔ مجمع البحار و منتہی الارب سے حضرت مولنا مولوی محمد علی صاحب نے خاتم النبیین کے معنے آخری نبی نقل کیے ہیں۔ یہ میاں صاحب کے نزدیک لغت کی کتابیں ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو آیا یہ معنی ان میں لکھے ہیں یا نہیں اگر لکھے ہیں تو میاں صاحب کے بیان کو کیوں خلاف واقعہ بیان قرار نہ دیا جاے۔ بالآخر یاد رہے کہ نہ صرف لغت کی کتابوں میں خاتم النبیین کے معنے آخری نبی ہی لکھے ہیں۔ اور اس کے سوا اور کچھ نہیں لکھے ہیں۔ بلکہ خود حضرت نبی کریم صلعم نے اس کی تفسیر کردی ہے۔ جیسا کہ فرمایا انا خاتم النبیین لا

نبی بعدی

میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اس تفسیر نے اپنی کتابوں میں جا بجا حوالہ دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ الا تعلمون ان الرب الرحیم المتفضل سمٰی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء بغیر استثناء و فسرہ نبینا فی قولہ لا نبی بعدی ببیان واضح للطالبین ط یعنے اللہ تعالے نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم الانبیا فرما کر اسکی وضاحت سے تفسیر کردی۔ یہاں تک کہ تتمہ حقیقۃ الوحی میں جو آپ کی آخری کتابوں میں سے ہے صفحہ ۶۸ پر یہ لکھا ہے کہ یہ خیر ان خدا کی ہے جس نے ہمارے نبی صلعم کو سب نبیوں کے آخر میں بھیجا۔

اور خود میاں صاحب اپنے رسالہ تشحیذ الاذہان بابت ماہ اپریل ۱۹۱۰ء میں لکھ چکے ہیں کہ خدا تعالے نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی شخص نہیں آے گا کہ جسکو نبوت کے مقام پر کھڑا کیا جاے۔ آپ کی نبوت نہ صرف اس زمانہ کے لیے ہے بلکہ آیندہ بھی کوئی نبی نہیں آے گا۔ معلوم نہیں اسوقت یہ معنے میاں صاحب نے لغت کی کس کتاب میں دیکھے تھے کہ اب اس کا بھی خیال نہ رہا اور کہدیا کہ لغت کی کسی کتاب میں خاتم النبیین کے معنے آخری نبی نہیں لکھے ہیں۔ ہاں ایک صورت میاں صاحب کے بیان کے سچا ثابت ہونے کی ہو سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ خلافت کی گدی پر بیٹھتے ہی جس طرح یہ اعلان کر دیا کہ حضرت مسیح موعود کی تحریریں در بارہ حقیقت نبوت جو ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ہیں وہ منسوخ ہیں۔ اسی طرح اب تک جس قدر عربی لغت کی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ معہ ان احادیث کے جو اس مضمون کے متعلق ہوں وہ سب بھی منسوخ قرار دیجاویں اور قادیان میں کوئی نئی لغت کی کتابیں میاں صاحب کے عہد خلافت میں تیار ہوئی ہوں جن میں سے کسی میں بھی خاتم النبیین کے معنے آخری نبی نہیں لکھے ہوں بلکہ کئی مختلف معنی لکھے ہوں جن میں سے ایک تو یہ ہوں گے کہ نبوت کو جاری کرنیوالا اور خدا جانے اور کیا کیا ہونگے لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ اگر آخری نبی اس کے معنے نہ ہوں گے بلکہ نبوت کو جاری کرنیوالا ہوں گے تو اور معنے ہو ہی کیا سکتے ہیں کہ اس پر میاں صاحب کے یہ الفاظ صادق آویں کہ ان الفاظ کی تعبیر علٰحدہ علٰحدہ کی جاتی رہی ہے۔ بہر حال اس صورت میں صرف اس امر کا اعلان کر دینا چاہیئے اور ان لغت کی کتابوں کے۔ جو نئی طیار ہوئی ہوں نام لکھ دینے چاہئیے تاکہ دنیاے اسلام بھی ان لغات جدیدہ سے محروم نہ رہے۔

خاکسار عزیز بخش جائنٹ سکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور
۱۴ نومبر ۱۹۲۲ء

ہمارے مطالعہ کی میز

نقلی بدیشی کھدر

بعض مقامات سے ہمیں اطلاعیں موصول ہوئی ہیں کہ دھوکہ باز لوگ نقلی سودیشی کھدر اصلی سودیشی کھدر بنا کر کے فروخت کر رہے ہیں۔ جاپان سے کثرت نقلی کھدر آیا۔ اور ہندوستان میں فروخت ہوا۔ ہم نے اب سنا ہے کہ مانچسٹر والوں نے بھی کھدر بنانا شروع کیا ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ مانچسٹر کے کھدر کی خریداری کی فرمائشیں بعض ہندوستانی کے پارچہ فروشوں نے بھیجی ہیں۔ غیر سودیشی کھدر کے تانے میں باریک اور بانے میں موٹا سوت لگا کر دھوکہ بازوں نے اصلی اور خالص سودیشی کھدر کی نقل کی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ مال ایک دو مہینے میں بمبئی میں آجائے گا۔

ہندوستان میں کھدر کی جتنی مقبو[illegible]ت بڑھتی جاتی

مذاقِ سخن

عبودیت کے اصلی راز لکھے تھے جبینوں میں

(نتیجہ فکر جناب عزیز لکھنوی)

گئے وہ دن کہ تھا اک نور تاباں اپنے سینوں میں
عبودیت کے اصلی راز لکھے تھے جبینوں میں

ہمارا حکم طوفاں خیز بجلی بن کے دوڑا تھا
"تلاطم تھا سمندر میں تزلزل تھا سفینوں میں"

پھریرا رایت اسلام کا ہر سانس تھی اپنی
امانت تھا کسی توحید کا سرمایہ سینوں میں

سر عجز اب جھکاتے مسجدوں میں شرم آتی ہے
کبھی آباد تھی سجدوں کی دنیا ان جبینوں میں

چراغ محفلِ عرفاں کوئی باقی نہیں ہم میں
فقط کچھ نام روشن ہیں جرائد میں سفینوں میں

دل اسلام پر سکہ تھا جن کی حکمرانی کا
فقط نام ان کے کندہ رہ گئے ہیں اب نگینوں میں

بہلتا کیونکر دل ویرانیِ گورِ غریباں سے
جواہر ملتِ بیضا کے پائے ان دفینوں میں

غبار شرک سے ہر وقت اب لبریز رہتے ہیں
شراب معرفت تھی موجزن جن آبگینوں میں

شہیدان وفا نے جن کو صدیوں خون سے سینچا
نمی اب نام کو باقی نہیں ہے ان زمینوں میں

یہاں تک جبہ سائی آستانِ غیر کی ہے
مٹی تفسیر سیماہم جو لکھی تھی جبینوں میں

عزیز اس دور میں احباب کے اخلاق ایسے ہیں
بظاہر دوست اور خنجر چھپے ہیں آستینوں میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خطبہ جمعہ

مورخہ ۱۰۔ نومبر ۲۲ء

ولقد ارسلنا موسیٰ بآیتنا ان اخرج قومک من الظلمت الی النور ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وقال موسیٰ ان تکفروا انتم ومن فی الارض جمیعاً۔ فان اللہ لغنی حمید ۔ (سورۃ ابراہیم رکوع ۱)

انسان کی دو حالتیں

ہر انسان پر اور ہر قوم پر دو حالتیں آتی ہیں۔ انہیں دو کا یہاں ذکر کیا ہے۔ ایک تکلیف۔ دکھ اور مصیبت کی حالت ہے۔ اور ایک آسائش۔ نعمت اور فراغت کی حالت ہے۔ حضرت موسیٰ کے ذکر میں توجہ دلائی ہے۔ ان دو حالتوں کی طرف اور ان دونوں کو ایام اللہ کہا ہے۔ یعنے اللہ کی نعمتوں کا آنا یا دکھوں اور مصائب کا وارد ہونا یہ ایام اللہ میں سے ہے۔

ان دونوں حالتوں کے لئے دو لفظ فرمائے ہیں۔ ان فی ذلک لآیات لکل صبار شکور ۔ ہر ایک صبر اور شکر کرنے والے کے لئے اس میں نشان ہیں۔ صبر اور شکر دو لفظ ہیں۔ جو انسان یا قوم کی الگ الگ حالتوں پر بولے جاتے ہیں۔ جب دکھ اور تکلیف کی حالت ہو۔ تو وہاں صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جب نعمت اور فراغت کی حالت ہو۔ تو شکر کی حاجت ہوتی ہے۔ لوگوں نے یہ غلط سمجھ رکھا ہے۔ کہ مصیبت پر بھی صبر شکر دونوں بول دیتے ہیں۔ ان دونوں میں فرق ہے صبر دکھوں اور مصائب کے لئے ہے۔ اور شکر نعمت کیلئے۔ تو اللہ تعالےٰ نے یہاں جس واقعہ کو یاد دلایا وہ حضرت موسیٰ کا واقعہ ہے۔ حضرت موسیٰ نے قوم کو خطاب کر کے فرمایا۔ اذکروا نعمۃ اللہ علیکم ۔ اللہ کی نعمت کو یاد کرو۔ اذ انجٰکم من آل فرعون یسومونکم سوء العذاب ۔ جب تم کو فرعون کی قوم سے نجات دلائی جو تم کو طرح طرح کے دکھ دیتے تھے۔ نہایت ذلیل سے ذلیل کام تم سے لیتے تھے۔ اور بڑی شدت اور قہر تم پر کرتے تھے یہیں تک بس نہیں۔ ویذبحون ابناءکم ویستحیون نساءکم تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے اور بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے۔ تاکہ تمہاری نسل برباد ہو جائے۔ وفی ذلکم بلاء من ربکم عظیم اور اس میں تمہارے رب کی طرف بہت بڑی آزمائش تھی۔

بنی اسرائیل کی تاریخ

تو ایک حالت بنی اسرائیل کی یہ ہے۔ کہ ان کے دکھوں کی کوئی انتہا نہیں۔ دوسری حالت یہ کہ ان کو ان دکھوں اور مصائب سے نجات دلائی۔ اور نہ صرف نجات دلائی بلکہ ایسی جگہ لے گئے جہاں ان کو بادشاہت ایک دوسری قوم سے ملنی تھی۔ یہ کوئی قصہ نہیں۔ نہ ہی قرآن کوئی قصوں کی کتاب ہے۔ یہ سب مسلمانوں کی حالت کے نقشے ہیں۔ ایسے ہی واقعات مسلمانوں کو بھی پیش آئے ہیں۔ اس لئے ایک دوسری قوم کے حالات ان کے سامنے رکھ کر آخر میں فرمایا۔ لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید ۔ اگر نعمتوں کے اوپر تم شکر کرنا سیکھو۔ تو ہم تمہیں اور زیادہ دیں گے۔ اور اگر تم کفر کرو۔ تو پھر یاد رکھو کہ ہمارا عذاب بڑا سخت ہے۔ غور کرو تو اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو بھی بارہا اسی طرح دکھوں سے نجات دی ہے۔ بارہا ان پر مصائب بھی وارد ہوئے ہیں۔ اور پھر ان سے نجات بھی حاصل ہوئی ہے۔ ایک تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا زمانہ ہے جب مسلمان نہایت غربت اور مسکنت کی حالت میں تھے۔ جب ان کو طرح طرح کے دکھوں اور مصائب میں مبتلا کیا جاتا اور کئی ایک مظالم کا شکار بنایا جاتا تھا۔ اس حالت سے اللہ تعالےٰ نے انہیں نکالا۔ اور فتح و نصرت عطا فرمائی۔

اسلام کی تاریخ

پھر بھی اسلام پر دکھوں اور تکلیفوں کے زمانے آئے۔ اور اکثر ان پر مصائب وارد ہوئیں لیکن اللہ تعالےٰ نے انہیں آخر کار نجات دی۔ آج ہماری آنکھوں کے سامنے اس کے نقشے ہیں۔ خدا تعالےٰ کے فضلوں نے جو کامیابی مسلمانوں کو عطا فرمائی ہے۔ یہ ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں کے ریزولیوشنوں یا ترک قوم کی قابلیت کا نتیجہ نہیں۔ خدا کے فضل نے یہ سارے سامان پیدا کر دیئے۔ ورنہ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ ایک قوم جو پہلے ہی اس قدر گری ہوئی تھی۔ کہ اسے یورپ کا "مرد بیمار" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ پھر جنگ کے بعد اور بھی اس کی

بقیہ بر صفحہ ۶ کالم ۳

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۱ | مورخہ ۲۸۔ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ | نمبر ۶

مسئلہ خلافت کی موجودہ صورت

(۱)

قسطنطنیہ سے جو خبریں ہفتہ عشرہ سے آرہی ہیں۔ انہوں نے مسئلہ خلافت کو ایک نیا جامہ پہنا دیا ہے۔ اگرچہ یہ خبریں کچھ مخالف و متضاد ہیں۔ مگر ان سب پر ایک غائر نظر ڈالی جائے۔ تو ایک بات صاف نظر آتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آئندہ حکومت ملیہ انگورہ سلطان کا اقتدار دنیوی کلیتہً اپنے ہاتھ میں لینا چاہتی ہے۔ اور خلافت کو ان کے سپرد کرنا چاہتی ہے۔ گویا دوسرے لفظوں میں خلافت و سلطنت کو علیحدہ علیحدہ کرنے کی تجویز ہے۔ یہی وہ بات ہے جس پر جنرل رافت پاشا نے قسطنطنیہ میں تقریر کرتے ہوئے بڑا زور دیا۔ اور اس بات کی تائید دوسری اطلاعات سے ہوتی ہے۔ مسلمانان ہند کو ان اطلاعات سے قدرتی طور پر سراسیمگی اور بےچینی ہوئی۔ کیونکہ وہ آج تک سلطان المعظم ہی کو خلافت کا وارث سمجھتے تھے۔ اور ان کی خلافت کو خلافت فی الارض یعنے حکومت کا مرادف خیال کرتے تھے۔

(۲)

لیکن اگر اس خیال کا تجزیہ کیا جائے۔ کہ کیوں سلطان ترکی کو منصب خلافت ملا۔ اور باقی مسلمان حکمران خلافت سے محروم رہے۔ تو اس سوال کا جواب محض یہی ہے۔ کہ سلطان ترکی کو محافظ حرمین الشریفین ہونے کی سعادت حاصل تھی۔ وہ عرب پر حکومت کرتے تھے۔ جس کو دنیا کے جغرافیائی لحاظ سے وہی حیثیت حاصل ہے۔ جو قلب انسانی کو جسم انسانی میں ہے۔ اس کے علاوہ یہ وہ ملک ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ جہاں اسلام نے پرورش پائی۔ اور جہاں وہ بڑھا پھولا اور پھلا۔ پھر وہ مقامات مقدسہ جس کی شان کلام مجید میں **اول بیت وضع للناس**" کی آیت کریمہ وارد ہوئی ہے۔ اسی ملک میں آباد ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سرزمین میں محو خواب ہیں۔ اور وہ گنبد خضریٰ جو زائرین کے لئے نور دیدہ اور سرور دل ہے۔ اسی ملک میں ہے۔ اور سلطان ٹرکی ان مقامات کے محافظ ہیں۔ ان مقامات مقدسہ کی حفاظت و نگہبانی جن کے ساتھ اسلام کی روایات مقدسہ کا احیا وابستہ ہے۔ جن کی عقیدت و محبت ہر ایک مسلمان کے دل میں موجزن ہے۔ جہاں ہر سال اطراف عالم سے لاکھوں نفوس جذبہ عشق سے کھینچے آتے ہیں جہاں اخوت اسلامی کا وہ عالمگیر نظارہ نظر آتا ہے۔ جو اسلام کا امتیاز خصوصی ہے۔ جہاں اسلام کے **ارکان خمسہ** میں سے ایک عظیم الشان رکن (حج) کے مناسک ادا کئے جاتے ہیں۔ اور اس فریضہ الٰہی کو پورا کیا جاتا ہے جس کی تاکید قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ ایک خاص امتیاز ہے۔ اور چونکہ سلطان ٹرکی اس ملک کے حکمران اور ان مقامات کے نگہبان تھے۔ اس لئے ایک لحاظ سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حکومت کے وارث تھے۔ جو آپ کو اس ملک عرب پر بطور نشان ... کے حاصل ہوئی۔

ہم جانتے ہیں کہ بعض مورخین و مصنفین اسلام نے دوسرے مسلمان بادشاہوں کو بھی "خلیفہ" کا خطاب دیا۔ حالانکہ وہ نہ عرب پر حکومت کرتے تھے نہ مقامات مقدسہ کے محافظ تھے۔ لیکن ان کے متعلق اس لفظ کا استعمال محض تلطف اور تفاؤل کے طور پر ہوا کرتا تھا۔ بہرحال "خلافت" کے لفظ کی اگر سلطان ٹرکی سے مناسبت تھی تو اس وجہ سے تھی کہ وہ مقامات مقدسہ کے محافظ اور عرب کے بادشاہ ہیں۔ چنانچہ سلطان عبدالحمید کے عہد حکومت میں سلطان مرحوم کی بڑی خدمت اسلامی یہی سمجھی جاتی تھی۔ کہ آپ مقامات مقدسہ کے محافظ ہیں۔ ہر سال مکہ اور مدینہ منورہ کے لئے لاکھوں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ نئے نئے اور قیمتی پردے بطور تحفہ بھیجتے ہیں۔ ہمیں یاد نہیں پڑتا۔ کہ ہندوستان کے کسی مسلمان نے یہ دعوے کیا ہو۔ کہ سلطان المعظم سے انہیں کچھ روحانی فیض پہنچتا ہے۔ یہاں لاکھوں مسلمان آباد ہیں۔ بعض تو صوفیا کرام کے سلسلوں میں منسلک ہیں۔ اور ان کو روحانی فیض وہاں سے پہنچتا ہے۔ دوسرے لوگ کسی نہ کسی پیر کے مرید ہیں۔ وہ اُن سے روحانی فیوض کے طالب ہیں۔ لیکن سلطان المعظم سے کسی کو فیض روحانی کے انتساب کا دعوے نہیں۔ پنجاب میں سلطان عبدالحمید کے عہد میں سب سے زیادہ خدمت ترکوں کی غالباً معاصر وطن نے کی تھی۔ حجاز ریلوے کا چندہ ان ہی کی وساطت سے پہنچتا تھا۔ سلطان کے خاص حالات اور ارشادات بھی وطن میں خصوصیت سے چھپتے تھے چنانچہ اس خدمت کے صلہ میں اس اخبار کی اشاعت ہزاروں تک پہنچ گئی تھی۔ لوگ اس کو سر آنکھوں پر لیتے تھے۔ جو پڑھ نہ سکتے تھے وہ محض بوسہ دے کر اونچے رکھ دیتے تھے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ یہ اخبار خلیفہ اسلام سلطان عبدالحمید غفرلہ کی روایات کا ناشر تھا۔ لیکن وطن کے خریداروں میں سے غالباً آج تک کسی نے یہ نہیں کہا۔ کہ اس کو سلطان سے کوئی روحانی فیض ملا۔ یا وہ امور مذہبی میں سلطان کے اجتہاد پر عمل کرتا رہا۔ اور تو اور خود مدیر وطن جناب مولوی انشاء اللہ صاحب کو بھی غالباً یہ دعوے نہ ہوگا۔

(۳)

ظاہر ہے کہ یہی صورت اب بھی خلافت کی ہے۔ اور سابق روایات اسی کی مقتضی ہیں۔ ہاں اس میں ایک امر بیا رونما ہوگیا ہے۔ جو ناگزیر ہے۔ یعنے موجودہ جنگ میں سلطان المعظم عرب کی حکومت کو کھو بیٹھے۔ اور وہ کسی دوسرے ہاتھ میں چلی گئی۔ اس کے وجوہ کچھ ہوں۔ اغیار کی ریشہ دوانیاں ہوں یا اپنوں کی عنایتیں، بہرحال واقعہ یہ ہے کہ عرب اب سلطنت عثمانیہ سے نکل گیا۔ لیکن اس کا علاج کچھ نہیں۔ ہاں اس معاملہ میں ایک غلطی ہوئی۔ کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے یوں ترکوں کی اس قدر خدمت کی۔ کہ شاید دوسرے کسی اسلامی ملک کے باشندوں نے کی ہو۔ مگر اس کا مطالبہ آخر چھوڑ دیا کہ عرب پر حکومت سلطان المعظم کی ہونی چاہیئے۔ حالانکہ ہمارے نزدیک یہ بات نہایت وقیع تھی۔ کہ ان مقامات مقدسہ کا جن کو تمام عالم اسلامی سے گہرا تعلق ہے۔ وہی شخص محافظ ہونا چاہیئے۔ جس کو تمام مسلمان منتخب کریں۔

(۴)

اب حکومت ملیہ انگورہ کہتی ہے۔ کہ سلطان محض خلیفہ روحانی ہوں۔ حکومت سے ان کو تعلق نہ ہو۔ لیکن جو بات ہمیں سمجھ میں نہیں آتی۔ وہ یہ ہے کہ **خلیفہ روحانی** وہ کس طرح ہو سکتے ہیں؟ اس پر تعجب یہ ہے کہ اخباروں میں یہ شائع ہو چکا ہے کہ سیٹھ چھوٹانی صاحب صدر مجلس مرکزیہ کمیٹی نے یہ تار بھی دے دیا ہے۔ کہ حکومت انگورہ کے ساختہ پرداختہ پر ان کو کلی اعتماد ہے۔ لیکن انگورہ کے ارباب حل و عقد فرماتے ہیں کہ خلیفہ کا معاملہ تمام عالم اسلامی کی رائے سے طے ہونا چاہیئے۔ اور بات بھی یہی درست ہے۔ کیونکہ جمہوریت کا تقاضا یہی ہے۔ لیکن حیرت تو یہ ہے کہ ادھر مرکزی کمیٹی نے نہ مسلمانوں سے اس معاملہ میں استصواب کیا۔ نہ صوبہ کی مجالس سے پوچھا، نہ حالات حاضرہ پر پورا غور و فکر کیا۔ اور جھٹ تار دے دیا گیا۔ کہ ہم کو اعتماد ہے ادھر رافت پاشا صاحب نے ایک تقریر میں یہ بھی کہہ دیا۔ کہ عالم اسلامی سے مشورت کر لی گئی ہے۔ اگر اس مشورت کی یہی حقیقت ہے جو مرکزی خلافت کمیٹی کے عمل سے ظاہر ہوتی ہے۔ تو ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ یہ جمہوریت کو بدنام کرنا ہے۔ ہم جمہوریت کے مخالف نہیں لیکن اُن بے عنوانیوں کے سخت مخالف ہیں۔ جو جمہوریت کے نام پر کی جاتی ہیں۔ تمام ہندوستان میں ... کمیٹیاں قائم ہیں ہندوستان میں دس کروڑ نفوس محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ تو کیا ان سب کی رائے کا حصول کا یہ طریق ہے کہ مسلمانوں سے استصواب کئے بغیر تار دیدے جائیں۔ استحکام خلافت کے لئے غریب مسلمان اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی پانی کی طرح بہائیں۔ قید ہونے کے لئے تیار رہیں۔ تمام مسلمان ... قدر مراتب خلافت کے لئے سعی بلیغ کریں۔ لیکن خلافت کا تصفیہ عمل میں آئے۔ تو مرکزی خلافت کے چند چلتے پرزے جو کچھ چاہیں، کریں۔

(۵)

کہا جاتا ہے کہ موجودہ سلطان خلافت کے لئے موزوں نہیں ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو۔ اور اگر ایسا ہے۔ تو جدید انتخاب خلیفہ کا ہونا چاہیئے۔ اور ضرور ہونا چاہیئے لیکن اس انتخاب کے یہ معنے تو نہیں۔ کہ وہ "روحانی پیشوا" بن جائیں گے۔ اور ان کی خلافت روحانی ہوگئی۔ اگر "خلافت" کا مفہوم وہی ہے جو خلفائے راشدین کے وقت تھا۔ تو پھر خلیفہ کو اختیارات دنیوی بھی ہونے چاہئیں کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اختیارات حاصل تھے۔ اور باوجود اس کے ان کو خلافت روحانی بھی حاصل تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت نے ان میں وہ کمالات پیدا کر دیئے تھے جو انبیا کے وارثوں میں ہوتے ہیں۔ اس لئے خود احادیث نبوی میں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو انبیا کا مثیل قرار دیا گیا ہے۔ انہوں نے خلافت کے اختیارات دنیوی کو نہیں چھوڑا۔ لیکن یہاں تو وہی محض حکومت ہے، اس کو بھی خلیفہ کے وجود سے علیحدہ کر کے یہ کہنا کہ اس سے خلیفہ کو تقویت پہنچتی ہے۔ ایسا معمہ ہے جو معمولی دماغ نہیں سمجھ سکتے۔

(۶)

بڑی مشکل یہ ہے کہ اگر اس مفہوم کو صحیح تسلیم کیا جائے تو جو دلائل آج تک "خلافت" اور "خلیفہ" کے حق میں پیش کئے جاتے رہے ہیں۔ ان پر پانی پھر جاتا ہے۔ لندن میں جو وفد ہندوستان کی طرف سے گئے تھے۔ دونوں نے "روحانی خلافت" کے ساتھ سلطنت کو جزو لاینفک قرار دیا۔ بلکہ مسٹر لائڈ جارج کے سوال کے جواب میں سید حسن امام نے صاف کہا کہ خلیفہ اٹلی کے پوپ کی طرح محض روحانی ہی نہیں۔ بلکہ اس کو دنیوی اقتدار بھی حاصل ہونا چاہیئے۔ اب ہم خود اس کے مدعی ہیں کہ خلیفہ کو محض روحانی اقتدار حاصل ہونا چاہیئے۔ اور حکومت سے اس کو کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیئے۔ حالانکہ یہ وہ بات ہے جو پہلے اغیار کہتے تھے۔ اور ہم نہ مانتے تھے +

"احمدیہ اسلام"

ہمارے دوست مفتی محمد صادق صاحب کی طبیعت ہی عجب جدت طراز واقع ہوئی ہے۔ ان کو نت نئی تجاویز سوجھتی رہتی ہیں۔ چھ سات سال کا عرصہ ہوا کہ انہوں نے مدراس سے یہ تجویز لکھ کر بھیجی تھی کہ ایک جماعت "مجددین مسیح موعود" کے نام سے موسوم ہو۔ اور دیار و امصار میں گھنٹیاں بجاتی پھرے۔ لوگ پوچھیں اس کا کیا مطلب، تو وہ جواب دیں کہ مسیح آگیا، مہدی آیا، اگر دریافت کریں کہ کہاں؟ تو قادیان کا نام لے دیں۔ اور پھر خاموش ہو جائیں۔ ہمیں معلوم نہیں کہ اس تجویز میں کہاں تک عمل ہوا۔ لیکن پٹیالہ میں قادیانی جماعت کے ایک مبلغ اسی رنگ میں تبلیغ کیا کرتے تھے۔

اب مفتی صاحب کا ایک خط لاہور کے ایک دوست کے نام آیا ہے۔ اس کے لفافہ پر مہر کی صورت میں نہایت خوشنما طریق میں الفاظ کندہ ہیں۔

"احمدیہ اسلام میں شامل ہو جاؤ۔ جو سب کو برکت دینے کے لئے خدا نے قائم کیا ہے"

اگر مفتی صاحب کی پہلی تجویز میں مشرقیت تھی۔ تو اس جدید تجویز میں مغربیت کا جلوہ ہے۔ اور یہ بالکل عیسائی مغربیت کا چربہ ہے۔ لیکن ہم اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ "احمدیہ اسلام" کوئی نیا اسلام تو نہیں۔ ممکن ہے کہ مفتی صاحب

خبریں

ھندوستان

مدراس میں بارشوں کا زور

چھ گھنٹہ میں سوا نو انچ بارش

مدراس - ۱۶ نومبر - دھوپ پڑنے کے بعد مدراس میں پھر بارشیں شروع ہو گئیں - گزشتہ شام آسمان پر فوراً بادل چھا گئے - اور گیارہ بجے بارش موسلا دھار شروع ہو گئی - برق و باران کا عجیب منظر تھا - بادل زور زور سے گرج رہے تھے - بارش ساری رات ہوتی رہی - نتیجہ یہ ہوا کہ صبح کے وقت سارے بازار سیلاب سے پُر ہو گئے - گڑھے لبالب بھر گئے - ہر قسم کی آمد و رفت حتّے کہ ٹرام کار بھی بند ہو گئی - مکانات کے گرنے کی اطلاعات موصول ہو رہی ہیں - لیکن ابھی تک کسی موت کی اطلاع نہیں ملی - پارک اور بیچ کے سٹیشنوں کے درمیان گاڑیوں کی آمد و رفت بند ہو گئی - آج صبح بارش ختم ہو گئی ہے لیکن ابر محیط ہے - جو زمین پر برسنا چاہتا ہے - شب گزشتہ چھ گھنٹہ میں ۹۰۲ انچ بارش ہوئی۔

ایک خونی نوجوان کی خودکشی

کئی اشخاص کو گولی مار کر مرا

مدراس - ۱۶ نومبر - اخبار ہند کا نامہ نگار نرساپور سے اطلاع دیتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ پچیس سالہ نوجوان بندوق ہاتھ میں لیکر اور جیب میں گولیاں ڈال کر بلا کول میں یک لخت نمودار ہو گیا - جو بعض سوداگروں کو مارنا چاہتا تھا - پہلے اس نے بازار میں ایک آدمی پر گولی چلائی - جو اس کے ٹخنے کو چھیلتی ہوئی گزر گئی - پھر چاولوں کے کارخانے میں گیا - اور ایک مالک کو گولی سے مار ڈالا - ایک قلی نے اسے پکڑنا چاہا - اسے بھی گولی مار دی گئی - پھر اس نے گاڑیبان سے کہا کہ مجھے بھیما درم میں لے چلو اس نے انکار کیا - اسے بھی مار ڈالا گیا - پولیس نے اس کا تعاقب کیا - اس نے مقابلہ کیا - اور گولیاں چلائیں - سب انسپکٹر نے ریوالور سے اسے گرا لیا لیکن اس نے یہ خیال کر کے کہ اب پکڑا جاؤں گا - اپنے آپ کو مار ڈالا -

کچہریوں میں رشوت ستانی کے انسداد کی کوشش

الہ آباد - ۱۶ - نومبر - میرٹھ سے اطلاع ملی ہے کہ وہاں کی بار ایسوسی ایشن نے ایک مجلس مقرر کی ہے جو کہ کچہریوں میں ناجائز کارروائیوں اور رشوت ستانی کے انسداد کی تجاویز پیش کرے گی - باوجود تنخواہوں میں اضافہ ہونے کے رشوت ستانی بہت زور سے چل رہی ہے -

بنارس ہندو یونیورسٹی میں جلسہ تقسیم اسناد

الہ آباد - ۱۶ - نومبر - بنارس ہندو یونیورسٹی میں جلسہ تقسیم اسناد ۲۵ - نومبر ۱۹۲۲ء کو ہوگا -

تیسرے اور درمیانہ درجہ کے مسافروں کیلئے آسانی

بمبئی - ۱۶ - نومبر - تیسرے اور درمیانہ درجہ کے ان مسافروں کے لئے جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ لمبا سفر کرتے ہیں - ریلوے کمپنی نے حال ہی میں فیصلہ کیا ہے کہ آزمائش کے طور پر دور جانیوالی ایکسپریس گاڑیوں کے ساتھ درمیانہ اور تیسرے درجہ کے چھوٹے چھوٹے خانوں کی گاڑیاں لگائی جائیں چھوٹے خانے ان مسافروں کے لئے مخصوص کر دیئے جائیں گے جو پوری نشستوں کا کرایہ ادا کریں گے -

نابھہ اور پٹیالہ

تنازعات کی تحقیقات کی جائیگی

عدالت عالیہ الہ آباد کے ایک جج صدر ہونگے

دہلی ۱۶ - نومبر - معلوم ہوا ہے کہ فاضل جج سٹوارٹ عدالت عالیہ الہ آباد اس مجلس کے صدر ہوں گے جو نابھہ اور پٹیالہ کے باہمی تنازعات کی تحقیقات کریگی - اس اثنا میں مسٹر ایس آر ڈینل اڈیشنل کمشنر اودھ ان کی جگہ کام کریں گے -

جھنگ جیل میں مقاطعہ جوعی

چار روز سے کھانا نہیں کھایا

جھنگ ۱۶ - نومبر - جیل میں سیاسی قیدیوں نے بدسلوکی کی وجہ سے چار روز سے مقاطعہ جوعی اختیار کر رکھا ہے -

تیسرے فوجی جتھہ کی تیاریاں

امرتسر ۱۶ نومبر - وظیفہ یافتہ فوجیوں کے تیسرے جتھہ کی روانگی کی تیاریاں ہو رہی ہیں - اگر گھوڑے کافی تعداد میں مل گئے تو وہ گورو کے باغ کو تیار ہو کر جائیں گے -

سزا یافتہ اکالیوں کی سرحد کو روانگی

امرتسر - ۱۶ نومبر - پانچ سو سزا یافتہ اکالیوں سے بھری ہوئی اسپیشل گاڑی آج سرحد کی طرف روانہ ہو جائیگی

سرحدی ہلچل

باربرداری کے قافلہ پر حملہ

پشاور - ۱۲ - نومبر - ڈیرہ جات میں مسعودوں نے زبردست حملے کئے ہیں - جنڈولہ کے مشرق نیا تنگی کے مقام پر بیل گاڑی کے ایک قافلہ باربرداری اور مسعودوں کی ایک جماعت کے درمیان دو گھنٹے لڑائی ہوتی رہی جس میں ہماری طرف سے سات آدمی مقتول اور آٹھ مجروح ہوئے سابقہ ایام میں ٹنل کی سڑک پر حملہ ہوا تھا - جس میں ایک ای - اے - سی اور ایک سپرنٹنڈنٹ ڈاک خانہ جات ایک نائب تحصیلدار اور چند ہندوؤں اور مسلمانوں کو حملہ آور گرفتار کر کے لے گئے تھے - بعد ازاں ڈیرہ اسمٰعیل خان کے جنوب میں ایک حملہ ہوا جس میں ایک ہندو گرفتار کر لیا گیا خطہ کے باقی مقامات پر سکون ہے -

ممالک غیر

برطانی یادداشت

فرانس کے اتفاق پر انحصار ہے

پیرس - ۱۶ - نومبر - نیم سرکاری طور پر بیان کیا گیا کہ مشرق ادنےٰ کے متعلق برطانی یادداشت کی تجویز ہے کہ روس کی غیر فیصلہ شدہ حالت کی بنا پر آبناؤں پر فوجی تصرف رہے گا جس طرح کہ پہلے امن پر تھا - ان آبنائے کے گرد تمام ... پر فوجی انتظام کی مخالفت کی گئی ہے وہاں کے انتظام کے متعلق بعد میں فیصلہ ہوگا - البتہ قرضہ جات عثمانی کے انتظام کی تجویز کی گئی ہے - اور ریونیو کے حلقہ کے انتخاب پر زور دیا گیا ہے جس میں اتحادیوں کا حلقہ بھی ہوگا - اس یادداشت میں غیر ملکی لوگوں کی مالی مساوات اور خلد مد مالگذاری کا اعتراف کیا گیا ہے - اور تجویز کی گئی ہے کہ ترکی جنڈارمہ میں یورپین افسر بھی رکھے جائیں جو عیسائی اقلیت کے حقوق کے محافظ ہوں معلوم ہوا ہے کہ اس یادداشت میں مسئلہ آبنائے پر زیادہ زور نہیں دیا گیا - موسیو پائنکارے اور لارڈ کرزن ان پر سنیچر کے روز پھر غور کریں گے اور فیصلہ کریں گے کہ آیا اتحادی بزور شمشیر معاہدہ صلح منوائیں یا نہ - لارڈ کرزن موسیو پائنکارے سے اتوار یا پیر کے روز ملاقات کریں گے -

غازی رافت پاشا کا نیا مکتوب

غیر ملکی مداخلت تسلیم نہ ہوگی

لندن ۱۵ - نومبر - قسطنطنیہ کا ایک برقی پیغام مظہر ہے کہ غازی رافت پاشا کل کمشنران اعلیٰ کو ایک مکتوب بھیجیں گے - جس میں یہ مرقوم ہوگا کہ مجلس ملیہ مفاہمت مدانہ کا پورا احترام کرتی ہے - لیکن اتفاقی یا آئینی معاملات میں اغیار کی مداخلت کے استحقاق کو تسلیم نہیں کرتی -

مجلس مصالحت اور لارڈ کرزن

اتحادیوں کو ساتھ لیکر جائینگے

آکسفورڈ ۱۶ - نومبر - اس امر کا حتمی طور پر اعلان ہو گیا ہے کہ کل شام لارڈ کرزن پیرس کی طرف روانہ ہو جائیں گے - جہاں وہ موسیو پائنکارے سے ملاقات کریں گے بعد ازاں وہ مجلس مصالحت میں شریک ہونے کے لئے لاسین کی طرف روانہ ہو جائیں گے - لارڈ کرزن کے فیصلہ پر بہت توجہ مبذول کی جا رہی ہے - عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ جب تک اتحادی انہیں صاف طور پر یقین نہ دلا دیں گے کہ اتحادیوں کی متفقہ حکمت عملی پر کاربند ہونا پڑے گا - وہ لاسین نہیں جائینگے -

اس مقصد کے لئے لارڈ کرزن نے پیرس اور روما کو یادداشتیں روانہ کی ہیں جس میں اپنے خیالات کا اظہار کر کے موسیو سولینی اور ایم پائنکارے سے استفسار کیا ہے -

مسز میکسوینی کی رہائی

واشنگٹن - ۱۵ - نومبر - مسز ویل میکسوینی لارڈ میئر آف کارک کی بیوہ - اور آٹھ اور عورتیں جن کی گرفتاری کی کل اطلاع دی جا چکی ہے ان کے خلاف مقدمہ برخاست ہونے کی بنا پر آج رہا کر دی گئی ہیں -

اسلامی

کامل خود مختار سلطنت کی تاسیس

لندن ۱۵ - نومبر - غازی عصمت پاشا آج پیرس پہنچ گئے اور شام کے وقت موسیو پائنکارے سے ملاقات کریں گے - ایک اخبار کے نمائندے سے ملاقات کے دوران میں غازی ممدوح نے فرمایا کہ دولت علیہ انگورہ کا حقیقی مقصد یہ تھا کہ ایک کامل خود مختار ترکی سلطنت کی بنیادیں از سر نو استوار کرے - جو حقوق و مراعات کی تمام پابندیوں سے آزاد ہو -

مراسلات

مصنف گرامات کی غلطیاں

(۱)

"گرامات" ایک کتاب ہے جو بابو پیارے لال صاحب ایم-آر-اے - ایس زمیندار بروٹھا کی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں یوگ ابھیاس - علم ہمیا - علم رہمیا پر بحث ہے - اس کتاب میں بابو صاحب لفظ "اوم" کی عجیب عجیب خاصیتیں بیان کرتے ہیں - اگر ان خاصیتوں کے بیان ہی پر اکتفا کرتے تو ہمیں کچھ سروکار نہ تھا - مگر جیسا کہ عام مصنفین غیر مسلم نے اسلام پر نکتہ چینی اور ناجائز چوٹیں کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے - آپ نے بھی موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا - چنانچہ آپ صفحہ ۱۴۲ و ۱۴۷ پر اسم اعظم کے عنوان کے ماتحت رقمطراز ہیں -

"اس کا عمل سارے کام بناتا ہے - اور ہر قسم کی مصیبت کو دور کرتا ہے - خدا کے ہزاروں نام ہر مذہب میں ہیں مگر سب صفاتی ہیں - اصلی نام ذاتی صرف اوم ہے - یہ ہندوؤں کا دعوے ہے اور بہت سے دلائل اس کے حق میں بیان کرتے ہیں - مثلاً کسی شخص کو پکارتے ہیں تب بھی ہر ملک میں قدرتی طور پر منہ سے او نکلتا ہے - یہ بے محدود خاصیت کو دکھاتا ہے - اور اس کے تین حرف وحدت میں تثلیث ظاہر کرتے ہیں - دنیا میں کوئی دوسرا لفظ اتنا وسیع معنی اور سب لفظوں کا پیدا کرنیوالا نہیں۔

"مسلمانوں کی کتاب قرآن شریف میں بھی لفظ الم کئی جگہ آیا ہے - جو اسی سے مراد تھی اور جس کے معنے کسی نے آج تک نہیں سمجھے - مگر سب نے اس کی خاص عزت کی ہے - خیر ایسی بات پر زیادہ بحث تو مذہبی کتابوں سے ہوسکتی ہے - یہاں موقعہ نہیں مگر ایک خاص خوبی اسکی حال میں فرنگی عالموں نے معلوم کی ہے وہ نہایت عجیب ہے کہ اس لفظ کے بولنے سے جسم کے اندر ایسی زبردست لہریں اٹھتی ہیں کہ ایک ایک ذرہ جسم کا بیدار ہوکر ٹھیک کام کرنے لگتا ہے - سب روحانی مرکز بجلی قوت سے بھر جاتے ہیں اور دنیا میں سے پاک قوتوں کو کھینچنے لگتے ہیں اور جسم کی ساری خرابیاں دور کردیتی ہیں - اور اگر جاری رکھی جائیں - تو ایک بڑی عمارت کو گرا سکتی ہیں - یہ بات سمجھ میں تو مشکل سے آ - ئے گی - مگر تجربہ کرو تو آسان معلوم ہوگی - اگرچہ مکان گرانے کا تجربہ تو نہیں کیا گیا - مگر لہروں کی طاقت تو آزمودہ و مسلمہ ہے۔

(۲)

ان سطور میں بابو صاحب دعویٰ کرتے ہیں کہ تمام اسمائے الٰہی میں سے جو مختلف مذاہب عالم میں پائے جاتے ہیں - صرف اوم ہی اصلی ذاتی نام ہے باقی سب صفاتی نام ہیں اور اس زبردست دعوی کے حق میں جو دلیل پیش کرتے ہیں - وہ صرف یہ ہے کہ جب کسی شخص کو پکارتے ہیں تب بھی ہر ملک میں قدرتی طور پر منہ سے او نکلتا ہے ہمارا خیال تو یہ تھا کہ اس دعوے کے ثبوت کے لئے بابو صاحب ان بہت سے دلائل میں سے جو کہ ہندو اس دعوے کے حق میں بیان کرتے ہیں کوئی ایسی زبردست و اعلیٰ دلیل پیش کریں گے جو مخالفین کو بالکل ساکت کردے - مگر دلیل ایسی ہی پیش کی جیسے کوئی مدعیان مسئلہ تثلیث کے ثبوت میں یہ کہدے کہ چونکہ اللہ تعالے کے جو نام مختلف زبانوں میں بولے جاتے ہیں - ان میں سے اکثر تین حرفی ہیں - مثلاً یہی آپ کا اوم - خدا - اللہ وغیرہ پس توحید فی التثلیث و تثلیث فی التوحید ثابت ہو گئی - جناب بابو صاحب یہ کوئی دلیل نہیں کہ کسی شخص کو پکارتے وقت ہر ملک میں تو [illegible] یہ او نکلتا ہے اسلئے اوم خدا کا اصلی ذاتی نام ہے - اول تو آپ کا یہی دعوے کہ ہر ملک میں قدرتی طور پر منہ سے او نکلتا ہے صحیح نہیں ہے - مثلاً اہل فارس و عرب اے اور یا کا استعمال کرتے ہیں - کیا آپ ایران و عرب کو دنیا میں شمار نہیں کرتے اور دنیا صرف حسب تعلیم وید مقدس برہماورت تک ہی محدود سمجھتے ہیں - اور اگر آپ ان دونوں ممالک کو دنیا میں شامل خیال کرتے ہیں تو اس بیچارے آو کو رہائی بخشیے اور اگر آپ کو آو سے اسقدر محبت ہوگئی ہے کہ آپ اسکو ضرور اوم خدا کا اصلی ذاتی نام ہونے کے ثبوت میں دلیل گردانیں گے تو لگے ہاتھوں بیچارے عیسائیوں پر بھی رحم کرنا اور ان کو بھی کوئی ایسی زبردست دلیل مسئلہ تثلیث کے ثبوت میں عنایت کردینا - ایک تو خیر آپ نے آگے ہی بتادی ہے اور وہ یہی ہے - جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں کہ اس کے تین حرف وحدت میں تثلیث ظاہر کرتے ہیں - دوسرے یہ بتا دیجئے گا - اور یہ آپ کے اوم سے کسیطرح کم نہیں ہے - غور سے سنئے یہ تو آپ کو غالباً معلوم ہی ہوگا کہ گنتی کے اعداد برہماورت ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے ہر ملک اور حصہ میں پائے جاتے ہیں - ان گنتی کے اعداد میں ایک - اور تین کے اعداد بھی پائے جاتے ہیں - بس تثلیث ثابت شد گنتی کے اعداد کے ہر ملک میں پائے جانیکے سبب دلیل عالمگیر ہے - اور آپ کے الفاظ میں "بے محدود خاصیت کو دکھاتی ہے - آپ کا اوم تو برہماورت تک ہی محدود تھا یہ ایک اور تین ہر ملک میں پائے جاتے ہیں - آپ ضرور یہ دلیل عیسائیوں کو بتا دیجئے گا - تاکہ وہ ایسی قوی دلیل سے محروم نہ رہیں یہ سمجھیے ایک اور دلیل بھی مجھے یاد آگئی ہے اور یہ دلیل ایک پادری صاحب نے مجھے بتائی تھی چونکہ یہ دلیل آپ کی پیش کردہ دلیل سے بہت مناسبت رکھتی ہے - اس لئے عرض کی جاتی ہے - غور سے سنئے -

(۳)

۱۹۱۹ء کا واقعہ ہے کہ پادری وارث الدین صاحب جو اب فوت ہوچکے ہیں شہر بغداد میں مجھے ملنے کا اتفاق ہوا - میں نے ان سے کہا کہ مسئلہ تثلیث ہی مذہب عیسوی کی بنیاد ہے - اور یہی سمجھ سے بالاتر ہے - اس پر آپ یوں گویا ہوئے "مسئلہ تثلیث کا ثبوت کچھ مشکل نہیں خدا تین میں ایک اور ایک میں تین اسی طرح ہے جس طرح یہاں سترہواں ڈویژن ہے (ان دنوں بغداد اور اس کے گردونواح میں فوج کا ایک ڈویژن مقیم تھا جس کا نمبر ۱۷ تھا اور اس میں تین برگیڈ شامل تھے) دیکھو تین برگیڈ فوج ملکر ایک ڈویژن بنگیا - اور پھر یہی تین برگیڈ پر منقسم ہے - بس یہی تثلیث ہے" خیر کچھ دیر تو پادری صاحب نے زور لگایا - مگر جب کسی طرح پیش نہ گئی - تو آپ مان گئے کہ یہ مسئلہ تثلیث ہمارے ایمانیات میں داخل ہے ہمارا اس پر ایمان ہے گو عقلی ثبوت اس کے لئے کچھ نہیں - پیارے بابو صاحب! یہی حال آپ کی دلیل کا ہے۔

(۴)

جناب بابو صاحب آپ کو کہیں یہ خیال نہ گذرے کہ ہمارا مقصد صرف آپ کی دلیل کا رد ہی ہے - نہیں - نہیں - ہم آپ کو ایک ایسا لفظ بھی بتائے دیتے ہیں - جو خدا کا اصلی ذاتی نام ہے - صفاتی نہیں ہے - سنئے وہ عربی زبان کا لفظ اللہ ہے - اس اللہ کو تا دم مرگ یاد رکھئے گا - اور پھر کبھی یہ دعوے نہ کیجئے گا کہ صرف اوم ہی ذاتی نام ہے - اب ہم آپ کے دعوے کو دیکھتے ہیں کہ قرآن شریف میں جو لفظ الم کئی جگہ آیا ہے - اس سے بھی مراد اوم تھی - مجھے حیرت ہے کہ آپ کتاب تو لکھ رہے ہیں علم مسمریزم وغیرہ پر اور تفسیریں بیان کرنا چاہتے ہیں - الم کی - ہاں مجھے اب یاد آیا یہ تفسیر کا شوق لفظ اوم کی زبردستوں لہروں سے پیدا ہوا ہوگا - پھر آپ کی دانشمندی دیکھئے کہ قرآن [illegible] سمجھنے سے خوب سمجھتے ہیں

آگے چلکر تحریر فرمایا -
تو مذہبی کتابوں پر ہوسکتی
بات بھی کہہ گئے اور موقعہ نہ ہوئے

(۵)

جناب بابو صاحب! یہ الم آپ کے توجہ رکھنا - کیونکہ آپ کا اوم انسانوں کی دنیا ہے - اس سے متعلق ہے اور وہ بھی آپ مطابق جیسا کہ آپ خود لکھتے ہیں کہ ہر کہ پر منہ سے او نکلتا ہے" مگر ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ الم اللہ تعالے سے تعلق رکھتا ہے - پس چہ نسبت خاک عالم پاک - اب اپنے اوم کو کسی آو سے متعلق ظاہر بہتر ہوگا - سنئے اور توجہ فرما کر سنئے - ہم آپ کو الم کے بھی بتادیتے ہیں - الم مخفف ہے انا اللہ اعلم کا جسکے معنے ہیں - میں ہوں اللہ سب سے بہتر جاننے والا - زبان عرب میں یہ طریق ہے کہ کبھی الفاظ کی بجائے حرف استعمال کیئے جاتے ہیں - اس الم میں الف انا کے شروع کا حرف لیا گیا ہے - ل اللہ کا اور م اعلم کا آخری حرف لیا گیا ہے - یہ ہیں الم کے معنے ان کو خوب یاد رکھیے گا - اور پھر بھول کر بھی کبھی یہ الفاظ زبان پر نہ لائیے گا کہ الم کے معنے کسی نے ابتک نہیں سمجھے"

رہا - اس الم کی خاص عزت کرنا جو آپ کی آنکھوں میں کھٹک رہا ہے - سو اسکی یہ وجہ نہیں کہ مسلمان اسکی عزت اسلیئے کرتے ہیں کہ اس سے مراد آپ کا اوم ہے بلکہ اسے تعظیم کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ یہ خدا کے منہ بولے حروف ہیں۔

(۶)

اب ہم پھر آپ کے اس اوم کو لیتے ہیں جس کے بولنے سے جسم کے اندر زبردست لہریں اٹھتی ہیں کہ ایک ایک ذرہ جسم کا بیدار ہوکر ٹھیک کام کرنے لگتا ہے - بابو صاحب فرماتے ہیں کہ فرنگی عالموں نے اس لفظ کی یہ خوبی معلوم کی ہے - مگر کسی ایک بھی عالم کا نام نہیں لیا - شاید فرنگی عالموں کا نام محض ناظرین پر اثر ڈالنے کے لئے لیا گیا ہے - جیسا کہ اکثر آریہ صاحبان وید کی عظمت ظاہر کرنیکے لئے یہ کہدیا کرتے ہیں کہ ویدوں میں سب علوم موجود ہیں - اور جرمنوں نے جتنی ترقی کی ہے یہ محض ویدوں ہی کی برکت ہے ہے بلکہ جو ذرا جوشیلے ہوتے ہیں - وہ سارے یورپ کی تہذیب تمدن کا ذریعہ ویدوں ہی کو گردانتے ہیں - مگر اس قسم کے بلادلیل دعوے جس سلوک کے مستحق ہوتے ہیں اسکی نسبت معلوم ہے - بابو صاحب نے اس اوم کی جو خاصیتیں [illegible]ن کی ہیں ان سب کا یہاں ذکر کرنا طوالت کا موجب [illegible]گا - اسلئے صرف انہی خاصیتوں پر بحث کی جاتی ہے - اوپر کے اقتباس میں مذکور ہیں - اس اقتباس میں بابو [illegible]حب ایسی ملے تکی باتیں ہانکتے چلے گئے ہیں جو صرف [illegible]کی زبردست لہروں ہی کا نتیجہ کہی جاسکتی ہیں چنانچہ [illegible]صاحب ایک جگہ یہ تو لکھتے ہیں کہ یہ لہریں ایک بڑی [illegible]رت کو گرا سکتی ہیں - مگر ذرا آگے چلکر خدا جانے ان کو [illegible] خوف لاحق ہوگیا ہے - یا اوم کی لہر کم ہوگئی - آپ کہتے ہیں کہ اگرچہ مکان گرانے کا تجربہ نہیں کیا گیا - مگر [illegible]وں کی طاقت تو مسلمہ اور آزمودہ ہے - بابو صاحب آپ ڈر کیوں گئے - آپ سے کس نے مطالبہ کرنا تھا کہ مکان [illegible]اکر بتاؤ - مگر سچ ہے - سچ زبان سے نکل ہی جاتا ہے [illegible]م کی اصلی قوت تو آپ کو بھی معلوم ہی ہے - بابو صاحب [illegible]ں آپ کو اصلی بات بتاؤں - دراصل بات یہ ہے کہ [illegible] [illegible]و اوم میں کچھ بھی خاصیت نہیں یہ سب خاصیتیں جو آپ اوم کی بیان کررہے ہیں دراصل قوت خیالی کے کرشمے ہیں - اگر میری اس بات پر آپ کو یقین نہ ہو تو اپنے ہی فیصلہ کو پڑھ لو - جو اس کتاب کے صفحہ ۱۰ پر ہے سنئے وہ یہ ہے مسلمان لوگ کرامات صرف انبیا و اولیا میں مانتے ہیں - مگر وہ بھی قرآن شریف کی آیتوں سے

...رہ علاج کیا کرتے ہیں۔ اور
...ردم ہانگستان وغیرہ سے فال لیتے
...اگر یہ مانا جائے قرآن کا مذہب منجانب اللہ
ہے۔ اس واسطے ان کی آیات میں بھی اثر ہے تو
دوسرے مذاہب والے اپنا ہنومان۔ کالی جی کی
بھینٹ یا پتھر کے دیوتاؤں کے منتروں کی مدد سے
کس طرح شفا پاتے ہیں۔ اور مزاروں یا
مندروں کی زیارت میں اکثروں ہوتا ہے۔ غرض
اصول از علاج کا اور ہے جو مذہب سے بیرا ملا
ہے۔ جس کو سب برابر استعمال کر سکتے ہیں
اور وہ خیال کا اثر ہے۔ اسی کو سائنٹفک
سجیشن بولتے ہیں۔ ہاں۔ مذہبی باتیں جن
میں ملا دینے سے تاثیر زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ
اعتقاد کی وجہ سے مریض کے دل پر اس کا
زیادہ اثر ہوتا ہے اور اعتبار رہتا ہے۔"
(کرامات صفحہ ۱۴۰ و ۱۴۱)

یہ وہ فیصلہ ہے جو آپ اپنے ہاتھ سے لکھ چکے ہیں
اب آپ کا یہ فیصلہ آپ کے لئے کہاں جگہ چھوڑتا ہے کہ
آپ اوم کی خاصیتوں کا راگ الاپتے چلے جائیں۔ مگر معلوم
ہوتا ہے کہ اصلی بات کا آپ کو بھی احساس ہے کہ جو کچھ طاقت
ہے وہ صرف خیال ہی کو حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام
خاصیتیں بیان کرنے کے بعد صفحہ ۱۴۸ پر آپ یوں رقمطراز
ہیں۔

"ہر وقت اپنے مطلب کا خیال دل میں رکھا
کرے اور اس کے پورے ہونے کا بھی یقین
کامل رکھے۔ بلکہ انتظار کیا کرے کہ اب ہوا
اب ہوا۔ آجکل تمام لوگ اوم کی جگہ رام کا
لفظ لکھا کرتے ہیں۔ وہ بھی وہی اثر رکھتا ہے"

(۷)

اگر سب خاصیتیں اوم ہی میں موجود ہوتیں تو پھر
یہ "پورے ہونے کا کامل یقین رکھنا" اور "اب ہوا۔ اب
ہوا کا انتظار رکھنا" چہ معنے دارد۔ الغرض بات وہی ہے
جو آپ خود لکھ چکے ہیں کہ خیال کا اثر ہے کہ محض اوم
ہی کی خاصیتیں ہوتیں تو رام لکھنے سے فوت ہو جاتیں
مگر آپ خود مانتے ہیں کہ رام لکھنے پر بھی وہی اثرات پیدا
ہوتے ہیں۔ ایسا ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ خاصیتیں اللہ اور ایسے
ہی دیگر الفاظ میں بھی مشاہدہ کی جا سکتی ہیں۔ بشرطیکہ انہی
اصول کے ماتحت یعنے قوت خیالی سے بھی ساتھ ساتھ کام
لیا جائے۔ یہ خاصیتیں اوم ہی تک محدود نہیں ہیں۔

الراقم خاکسار سردار خان

کانگریس کی طرف سے

ملتانی ہندوؤں کی مدد

پنجاب پراونشل کانگریس کمیٹی نے جو ہندو مسلمانوں
کی مشترکہ جماعت ہے۔ ملتان کے مندروں اور گوردواروں
کے لئے پچاس ہزار روپیہ کی رقم منظور کی ہے۔ دس ہزار
اس نے اپنے خزانہ عامرہ سے دے دئے ہیں۔ اور چالیس ہزار
کی فراہمی پنڈت رام بھجدت کے ذمے ڈالی۔ پنڈت صاحب
نے یہ رقم فراہم کر لی ہے اور خود ملتان جا کر ایک جلسہ عام
میں ہندوؤں کے حوالے کی ہے۔ یہ جذبہ قومی قابل تعریف
ہے۔ اگر یہ کارروائی ایک طرف کانگریس کو اس الزام سے
بری کرتی ہے۔ جو بعض ناواقف حضرات اس پر لگایا
کرتے ہیں کہ وہ ہندوؤں کی کوئی خدمت نہیں کر رہی
ہے تو دوسری جانب اسی سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ
ہندو قوم کے افراد کس قدر مستعد احساس واقع ہوئے
ہیں کہ ان میں ایک شخص مقصد واحد کے لئے چند روز میں
چالیس ہزار روپیہ کی رقم فراہم کر سکتا ہے۔ کیا مسلمانان
پنجاب اس کا کوئی جواب اپنے پاس رکھتے ہیں؟ کیا
انہوں نے ملتان کے مسلمانوں کے لئے ایک پیسہ بھی جمع ...

بقیہ صفحہ اول

حالت خراب ہو گئی۔ اس کے دارالخلافہ پر دوسروں کا قبضہ ہو گیا
دو تین چار سال میں اس قدر طاقتور ہو جائے۔ کہ فاتح قوموں
میں اس کا نام آ جائے۔

جنگ یورپ سے سبق

غور کرو اس جنگ یورپ میں بڑی بڑی قومیں اس قدر تباہ
حال ہوئی ہیں۔ کہ ان کے اب پھر جلد ابھرنے کی کوئی صورت
نظر نہیں آتی۔ جرمن قوم کے متعلق لوگوں کا بہت خیال تھا
اس کے پاس سامان اور طاقت بھی بڑی تھی۔ اسلحہ اس کے
پاس بے انتہا تھے۔ علم میں وہ دوسروں سے بڑھی ہوئی
تھی۔ مال اور دولت بھی اس کے پاس بہت تھا۔ لیکن وہ بھی
ایسی مغلوب ہوئی۔ کہ اب تک اس مغلوبیت کا اثر اس پر روز
بروز بڑھ رہا ہے۔ اور اس کے ساتھ اور بھی بعض قوموں کو تباہی
کا منہ دیکھنا پڑا۔ ترکی کی بیکسی بھی انتہا کو پہنچ گئی۔ اس کا ملک بھی
گیا اور دارالخلافہ پر بھی دوسروں کا قبضہ ہو گیا۔ اس سے مسلمانوں
پر بڑی ہی مایوسی چھا گئی۔ یہی ہندوستان کے اندر مسلمانوں کے
مونہوں سے یہ کلمات نکلتے تھے۔ کہ اسلام کا اب کچھ باقی نہیں
رہا۔ اسلام اب گیا۔ مگر دیکھو اللہ تعالیٰ نے کس طرح فضل کیا۔ کس طرح
سے مسلمانوں کو ان دکھوں اور مصائب سے نجات دے۔ کس طرح
سے ان کے ملک کو ان کے دشمنوں سے صاف کیا۔ اور مخالف
قوم کو وہاں سے نکال دیا۔ حالانکہ اس کی پشت پر اور طاقتیں بھی
موجود تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نشان دکھایا۔ جو بے نظیر ہے
تاریخ میں ایسے واقعات نہیں ملیں گے۔

غرض یہ ایک بہت بڑا نشان ہے۔ ان لوگوں کے لئے جنہوں
نے ان مصائب کے اندر صبر سے کام لیا۔ اور بلاشبہ مسلمانوں
کو یہ ایک بہت بڑی نعمت دی گئی ہے۔ اگر وہ شکر سے کام لیں۔
واذ تاذن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم ولئن
کفرتم ان عذابی لشدید۔ خدا نے یہ اعلان کر دیا ہے
کہ اگر تم شکر کرو گے۔ تو تمہیں زیادہ دیا جائے گا۔ اور اگر تم کفران
نعمت کرو۔ اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔ وہاں لحاظ
کسی کا نہیں۔ کوئی مسلمان ہو۔ ترک ہو یا ہندوستانی ہو۔ کوئی ہو۔
سب اس کی نظر میں ایک ہیں۔ جو کفران نعمت کرے گا۔ اسے
عذاب دیا جائے گا۔ یہ مسلمان قوم جو خیرامتہ ہے۔ جب اس
نے ناشکری کی۔ تو اس کو بھی بڑے بڑے مصائب میں مبتلا کیا گیا۔
اب بھی وہ شکر نہ کریں۔ اب بھی اگر خدا کی طرف متوجہ نہ ہوں تو پھر اس
سے بڑھکر عذاب ہوگا۔

شکر نعمت کیا چیز ہے

شکر نعمت کیا چیز ہے؟ شکر کے اصل معنے ہیں نعمت کا تصور
اور اس کا اظہار۔ اور یہ تین طرح پر ہوتا ہے۔ ایک منعم کی نعمت کا احساس
دل میں ہوتا ہے۔ دوسرے زبان سے اس کا اظہار لیکن جو سب
سے زیادہ مشکل صورت ہے۔ وہ تیسری ہے۔ پہلی دونوں صورتیں
اتنی قابل قدر نہیں جتنی تیسری ہے۔ وہ ہے اپنے جوارح اپنے
اعضا اور اپنے افعال کے ساتھ شکر یا مکافات نعمت یعنی نعمت
دینے والے کو کوئی بدلہ دینا۔

یہاں بظاہر بڑی مشکل ہے کہ منعم تو خدا ہے۔ اور اسے کسی
چیز کی احتیاج نہیں۔ پھر اس کو بدلہ کیونکر دیا جائے۔ بے شک
وہ تو خود مشکور ہے یعنی انسانوں کو جب وہ کوئی اچھا کام کریں
بڑے بڑے بدلے دیتا ہے۔ لیکن انسان کس طرح سے مکافات
کر سکتا ہے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ ہی کا سب کچھ عطا کردہ ہے۔ پھر اس
کی مکافات کیونکر ہو۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت
کے دن کسی شخص کو کہے گا۔ کہ میں بیمار تھا۔ تو نے میری خبرگیری
نہ کی۔ میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہ دیا۔ بندہ کہے گا کہ یا اللہ
تو تو ان باتوں سے پاک ہے۔ تو کب بیمار یا بھوکا یا ننگا یا پیاسا ہو
سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میرا بندہ بیمار تھا۔ تو نے اس
کی خبر نہ لی۔ میرا بندہ بھوکا تھا تو اسے کھانا نہ کھلایا۔

خدمت خلق ہی شکر ہے

تو فی الحقیقت جو خدمت ہم مخلوق خدا کی کرتے ہیں۔ وہی
مکافات ہو جاتی ہے۔ اس نعمت کی جو اللہ تعالیٰ سے ہم کو ملی
اس لئے اللہ تعالیٰ جب کسی انسان کو نعمت دے۔ تو وہ اس
کی مکافات یوں دے۔ کہ اس کی مخلوق کی خدمت کرے۔ ملہوف، کسی
غریب اور محتاج کی ضرورت پوری کرے۔ ورنہ اگر ہم اللہ تعالیٰ
کی دی ہوئی نعمتوں کو مخلوق خدا کے لئے خرچ نہیں کرتے۔ اگر ہم امیر
ہیں تو جو امارت ہمیں ملتی ہے۔ اس سے مخلوق خدا کو فائدہ نہیں
پہنچاتے۔ اگر بادشاہت ہمیں ملتی ہے۔ اور اس بادشاہت کے
اندر ہمارا مدنظر یہ نہیں ہوتا۔ کہ خدا کی مخلوق کی خدمت اس ذریعہ
سے کریں تو یہ کفران نعمت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعماء کی
ناشکری ہے۔ پس جس کو خدا نے دولت دی ہے۔ وہ خوب
سمجھ لے۔ کہ اس دولت کو اسے مخلوق خدا کی خدمت میں صرف
کرنا چاہیئے جس کو کوئی بادشاہت ملی ہے۔ وہ اس سے
دوسروں کو راحت اور آرام پہنچائے۔

یورپ کی تقلید کا اثر

یورپ کی تقلید میں اور میں سمجھتا ہوں کہ دجال کی تعلیم کا اس
قدر اثر ہے کہ شاید ہی کوئی انسان اس سے بچا ہو۔ اسی اثر کی
وجہ سے دولت کی آجکل اس قدر عبادت ہوتی ہے۔ کہ شکر کا
مادہ لوگوں سے جاتا رہا ہے۔ اور بہت کم لوگ ہیں۔ جو مال
کو اس لئے جمع کرتے ہوں کہ مخلوق خدا کی خدمت اس سے ہو
پھر شکرگذاری کا مادہ یہاں تک کم ہو گیا ہے کہ ایک باپ اپنے
بیٹے کو مال دیتے چلا جاتا ہے۔ اور اس کی تعلیم پر روپیہ خرچ کرتا
چلا جاتا ہے۔ اور اس کو آرام و آسائش پہنچانے میں کوئی دقیقہ
نہیں چھوڑتا۔ لیکن اگر ایک وقت سختی کرے۔ تو بیٹا اسے
برداشت نہیں کرتا۔ اور باپ کو برا بھلا کہنے لگتا ہے۔
یہی حال عورتوں کا ہے۔ ایک خاوند اپنی بیوی کی خواہ کتنی ہی
خدمت کرتا چلا جائے۔ لیکن اگر ذرا اس سے سختی ہوئی۔ تو
جواب ملتا ہے۔ کہ تم سے کبھی بھلائی ہوئی ہی نہیں۔ یہ حالت
عورتوں کی ایک حدیث میں بھی بیان کی گئی ہے۔ کہ خواہ تمام
عمر خاوند اپنی بیوی کا خدمت گذار رہے۔ جب اس نے سختی
کی۔ تو وہ کہہ دیتی ہے۔ ما رأیت منک خیراً۔ تجھ سے
میں نے کبھی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔ ایسا ہی ایک دوست ایک
دوست کے ساتھ احسان کرتا چلا جاتا ہے۔ مگر ایک موقعہ پر
ذرا اختلاف رائے کسی معاملہ میں ہو جائے۔ تو وہ اس کو اپنا
دشمن سمجھنے لگتا ہے۔

مسلمانوں میں شکرگذاری کم ہے

غرض مسلمانوں میں سے شکرگذاری کا مادہ بہت کم ہو گیا ہے
صحابہؓ کے اندر یہ مادہ اس قدر پایا جاتا تھا کہ جب کسی نے ایک دفعہ
بھی کوئی ذرا سا احسان کسی صحابی کے ساتھ کیا ہے۔ اس کے
سامنے بھی پھر وہ نظر بھی نہ اٹھا سکتے تھے۔ آج بھی مسلمانوں کو یہی
چاہیئے تھا کہ اگر ایک احسان کسی نے کیا ہے تو اس کے بالمقابل
سینکڑوں مصائب بھی اگر پیش آئیں۔ تو ان کو ہیچ سمجھے۔ ان
تکفروا انتم ومن فی الارض جمیعا فان اللہ
لغنی حمید۔ اگر تم ناشکری کرتے ہو۔ تو خدا کا نقصان
اس میں نہیں۔ جو ہوگا۔ تمہارا نقصان ہوگا۔ اگر تمام مخلوق بھی
جو زمین ہے۔ ناشکری کرے۔ تو بھی خدا کا تو کچھ نہیں بگڑتا۔
پس چاہیئے کہ ہر انسان اپنی ذات میں جو کچھ اس کو خدا نے دیا
ہے۔ اس کے لئے شکرگذاری کا مادہ پیدا کرے۔

اشاعت اسلام کی طرف سے غفلت

سب سے بڑھ کر کفر۔ سب سے بڑھکر ناشکری اس کے
پاک کلام کے متعلق ہے۔ اس کی قدر مسلمانوں نے اتنی نہیں
کی جتنی چاہیئے تھی۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ اور اس کا شکر
یونہی ہو سکتا ہے۔ کہ اسے دوسروں تک پہنچایا جائے۔ اور اس
کی طرف بلایا جائے۔ ایک جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ خیال
نہ ہوتا۔ کہ لوگ کفر کی طرف چلے جائیں گے۔ تو ہم کافروں کے
گھروں کی چھتیں سونے کی بنا دیتے۔ تو یہ مال و دولت یہ
سونا اور چاندی اللہ تعالیٰ کی نظر میں کوئی چیز نہیں۔ یہ ایک
بہت ہی حقیر شے ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے کوئی وقعت نہیں
دی۔ اس لئے اس کا اتنا خیال بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ ہم کو خدا
نے بڑی عظیم نعمت قرآن کریم کی شکل میں دی ہے۔ چاہیئے
کہ ہم اسی کو اپنا رہبر بنائیں۔ ہمارے ہادی راہ زید اور بکر کی رائے
نہ ہو۔ بلکہ کتاب و سنت۔ قرآن اور حدیث کو ہم اپنا ہادی راہ
بنائیں۔ اور اس کی پیروی کریں۔ یہ اس نعمت کا شکر ہے۔
اور دوسری شکرگذاری یہ ہے کہ اسے دوسروں تک پہنچائیں
ورنہ اگر ہم اس کو چھوڑ دیں گے تو اللہ تعالےٰ ابھی ہم سے چھین کر
اسے دوسروں کے سپرد کر دے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلح خیر

ہفتہ میں دو بار۔ ہر اتوار اور بدھ کو ٹھیک وقت پر شائع ہوتا ہے

اخبار

پیغام صلح

لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

جلد ۱۱

نمبر ۷۶

مدینۃ المسیح لاہور، یوم چہار شنبہ، مورخہ ۲ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۱ ہجری مطابق ۲۲ نومبر سنہ ۱۹۲۲ء

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

اکرمکم عند اللہ محمد مصطفیٰ

ما از و یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خوارق آں نگار
ہر چہ گفت آں مرسل رب الجہاں
آں ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست
منکر آں مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

مذاق سخن

بروئے تو کہ رہائی دریں گرفتاری است

از حضرت مسیح موعود

محبت تو دوائے ہزار بیماری است — بروئے تو کہ رہائی دریں گرفتاری است
پناہ روئے تو جستن نہ طور مستان است — کہ آمدن بہ پناہت کمال ہشیاری است
متاع مہر رخ تو نہاں نخواہم داشت — کہ خفیہ داشتن عشق تو زغداری است
بر آں سرم کہ سر و جاں فدائے تو بکنم
کہ جاں بیار سپردن حقیقت یاری است

اقتباسات

اسلامی کتابیں

کیمبرج یونیورسٹی کے کتب خانہ میں اسلامی مضامین پر قلمی کتابیں ہیں۔ ان کی فہرست بائیس سال ہوئے پروفیسر براؤن نے مرتب کی تھی۔ اس اثنا میں قریب ۸۰۰ کے قلمی کتابیں یونیورسٹی لائبریری میں اور تقریباً اسی تعداد میں مختلف کالجوں کے کتب خانوں میں خرید کر داخل ہوئی ہیں۔ سب کی مجموعی تعداد ۱۷۵۰ ہے۔ پروفیسر موصوف اس وقت ان قلمی کتابوں کی مفصل و مشرح فہرست مرتب کرنے میں مصروف ہیں۔ (ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ)

رائل ایشیاٹک سوسائٹی کا سہ سالہ تمغہ

رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن) کا سہ سالہ طلائی تمغہ جو مستشرقین کے لئے ایک خاص طغرائے امتیاز سمجھا جاتا ہے۔ اب کی بار پروفیسر گائلز کی قسمت میں آیا۔ جو کیمبرج یونیورسٹی میں چینی زبان کے پروفیسر ہیں۔ اور چینی زبان اور اس کے متعلقات کے بڑے محقق تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اس تمغہ کی تاریخ آغاز ۱۸۹۷ء ہے۔ اور اس وقت سے ہر تین برس کے بعد اہم مستشرقانہ خدمات کے اعتراف میں یہ عطا ہوتا رہتا ہے۔ اس وقت تک اصحاب ذیل کے حصہ میں آچکا ہے۔

سال	نام محقق	نوعیت خدمات
۱۸۹۷ء	پروفیسر کوول	تحقیقات متعلق بہ زبان سنسکرت
۱۹۰۰ء	اڈورڈ ولیم ویسٹ	زبان پہلوی سے کتب مقدسہ کا انگریزی میں ترجمہ کیا
۱۹۰۳ء	سر ولیم میور	تالیفات متعلق اسلام و شارع اسلام
۱۹۰۶ء	ڈاکٹر پوپ	تحقیقات متعلق بہ زبان تامل
۱۹۰۹ء	سر جارج گریرسن	تحقیقات متعلق بہ السنۂ ہند
۱۹۱۲ء	ڈاکٹر فلیٹ	
۱۹۱۵ء	(۱) مسٹر لیوس (۲) مسٹر گبس	تحقیقات متعلق بہ علوم چین
۱۹۱۸ء	ڈاکٹر ونسنٹ اسمتھ	تالیفات متعلق بہ تاریخ ہند
۱۹۲۱ء	پروفیسر گائلز	تالیفات متعلق بہ ملک چین

(ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ)

بابرنامہ کا انگریزی ترجمہ

بابرنامہ (شہنشاہ بابر کی خود نوشت سوانحعمری) کا ایک ترجمہ انگریزی زبان میں مسٹر ارسکن کا کیا ہوا پیشتر سے موجود تھا۔ مگر وہ براہ راست ترکی سے نہیں۔ بلکہ فارسی ترجمہ سے ہوا تھا۔ اس لئے ترجمہ در ترجمہ ہو گیا تھا۔ ماہ جولائی میں مسز بیوریج کے قلم سے اس کا ایک جدید ترجمہ انگریزی زبان میں ہوا ہے۔ جو براہ راست ترکی سے ہوا ہے۔ لندن کے مشہور مشرقی دار الاشاعت لیوزک کمپنی نے اسے شائع کیا ہے۔ کتاب دو ضخیم جلدوں میں ہے۔ قیمت دو پونڈ ساڑھے بارہ شلنگ ہے۔ خاتون موصوفہ دس سال سے اس کام میں مصروف تھیں۔ کتاب کو انہوں نے چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا حصہ متعلق بہ فرغانہ ۱۹۱۲ء میں تیار ہو گیا تھا۔ دوسرا حصہ متعلق بہ کابل ۱۹۱۴ء میں۔ تیسرا متعلق بہ ہندوستان ۱۹۱۷ء میں اور چوتھا جو دیباچہ فرہنگ وغیرہ پر مشتمل ہے ۱۹۲۱ء میں تیار ہوا۔

ایک عجیب خط

سوویٹ کی عملداری (روس) سے وسط مئی کا چلا ہوا ایک خط کچھ روز ہوئے۔ لندن میں ایک صاحب کو موصول ہوا۔ جس پر تین فٹ طویل اور سات انچ عریض رقبہ میں ٹکٹ چسپاں تھے۔ ٹکٹوں کی کل تعداد ۱۰۵ تھی۔ جن میں ۱۰۰ کی قیمت دو دو سو روبل تھی۔ اور سوا پیسے تھے۔ جو تین تین سو روبل والے تھے۔ گویا کل ٹکٹوں کی مجموعی تعداد ۴۰۰۰۰ روبل تھی۔ جنگ سے قبل ایک روبل تقریباً دو شلنگ کے مساوی ہوتا تھا۔ اس حساب سے ٹکٹوں کی قیمت ۴۰۰۰ پونڈ ہوئی۔ لیکن موجودہ شرح تبادلہ کے لحاظ سے یہ چالیس ہزار روبل بہت ہی حقیر قیمت کی شے ہیں۔ (ڈیلی میل)

قیصر کی سوانحعمری

معزول قیصر جرمنی نے اپنے قلم سے اپنی سوانح عمری (تزک قیصری) تالیف کی ہے۔ امریکہ کے ایک دار الاشاعت نے اس کے حقوق تالیف پچاس ہزار (۵۰۰۰۰) پونڈ (۷۵۰۰۰۰ روپیہ) معاوضہ دے کر خرید کئے ہیں۔ اس کی پہلی قسط غالباً یکم ستمبر کو شائع ہو گئی ہو گی۔ (ایضاً)

یورپ کی علم دوستی

یورپ میں مشہور تصانیف کے قلمی نسخوں اور ابتدائی ایڈیشنوں کی جو قدر ہوتی ہے اس کا اندازہ اس سے ہو سکے گا کہ حال میں جب شیکسپیر کے مجموعہ تصانیف کا نیلام ہونے لگا تو پہلی بولی ایک ہزار پونڈ سے شروع ہوئی۔ اور بالآخر ۸۶۰۰ پونڈ کی بولی پر ختم نیلام ہوا۔

(ایڈیٹر مصطفیٰ خاں) کو اپریٹو پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام میاں فیروز الدین پرنٹر چھپا اور ماسٹر فقیر اللہ پبلشر نے احمدیہ بلڈنگ دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۱ | مورخہ ۲- ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ | نمبر ۷

ہندو مسلم اتحاد

اے طبل بلند بانگ کہ در باطن ہیچ

ایک عملی تجویز (۴)

اس مضمون کی پچھلی اقساط میں ہم ہندو مسلم اتحاد پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ جس اتحاد و اتفاق کا شور و شغب ہے۔ وہ محض اخبارات کے صفحات اور لوگوں کی زبان ہی پر ہے۔ دل میں اس کا کوئی اثر نہیں۔ ورنہ جو واقعات ظاہر ہو چکے ہیں۔ اور جن میں ہمارے برادران وطن کی صریح سینہ زوری ہے کبھی منصۂ شہود میں نہ آتے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ جب تک دل صاف نہ ہوں۔ اس وقت تک حقیقی معنوں میں اتفاق نہیں ہو سکتا۔ اتفاق و اتحاد کی بنیاد ان اصولوں پر نہیں ہو سکتی کہ ہمیں ایک تیسری قوم سے پالا پڑا ہے جو اجنبی ہے اس لئے اب ہمیں محض اس کے خلاف اتفاق و اتحاد کرنا ہے۔ بلکہ حقیقی اتفاق کا سرچشمہ دلی جذبات اور قلبی کیفیت ہے۔ اس امر کی طرف حضرت مسیح موعود نے اپنے پیغام صلح میں اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر مسلمان اور ہندو دونوں میں مذہبی منافرت باقی نہ رہے۔ تو جو اختلافات اب پولٹیکل سمجھے جاتے ہیں۔ وہ بھی دور ہو جائیں گے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مذہب کو انسانی تمدن میں بہت بڑا اثر حاصل ہے اس لئے یورپ کے محققین نے مذہب ہی کو ”قومیت“ کا سنگ بنیاد قرار دیا ہے۔ اور اسی نکتہ پر نظر رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے ہندو مسلم اتحاد کی بنیاد مذہب کی چٹان پر رکھی تاکہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں مذہبی منافرت باقی نہ رہے لیکن بدقسمتی سے اس تجویز پر عمل نہ کیا گیا۔ حالانکہ یہی ایک عملی تجویز تھی جس سے یہ مسئلہ خوبی و خوش اسلوبی سے طے ہو سکتا تھا۔ اور دلوں میں صفائی آ سکتی تھی۔

اب جبکہ زمانہ نے دوسرے تجارب کو ناکام ثابت کر دیا ہے۔ جبکہ یہ بات اظہر من الشمس ہو چکی ہے۔ کہ محض سیاسی نقطۂ نگاہ سے ہندو مسلم اتحاد خواب و خیال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ جبکہ مذہبی منافرت و خفارت ہی اس اتفاق و اتحاد کے سنگ راہ ثابت ہوئی ہیں۔ تو اہل ملک کو از سر نو اپنے نظام عمل پر نظر کر کے اس میں مناسب ترمیم کرنی چاہیئے۔ ملک کے تمام سربرآوردہ اور مقتدر اہل الرائے بزرگ اس بات پر متفق ہیں کہ ہندوستان کی نجات ہندو مسلم اتحاد پر ہے؛ حکومت خود اختیاری یا سیلف گورنمنٹ جو ہمارا نصب العین ہے۔ وہ بھی اسی پر موقوف ہے کہ ہم آپس میں شیر و شکر ہوں۔ اور ایک ہی ملک کے باشندے ہونے کی حیثیت سے قومیت متحدہ کے سلک میں منسلک ہو جائیں۔ لیکن مقام افسوس ہے۔ کہ باوجود اس امر پر متفق اللفظ اور متحد الخیال ہونے کے۔ کوئی ایسی عملی تجویز قوم و ملک کے سامنے پیش نہیں کی جاتی۔ جس سے اتفاق و اتحاد کی دولت حاصل ہو سکے۔ ہمارے لیڈر محض اتفاق و اتحاد کی برکتوں پر مضمون لکھ دیتے ہیں۔ لیکچر دے دیتے ہیں۔ لیکن عملی طور پر اس راہ میں کوئی قدم نہیں اٹھایا جاتا۔ نہ عوام الناس کو وہ راہ بتائی جاتی ہے جس سے یہ مقصد حاصل ہو سکے۔ حالانکہ راہنمائی کا سب سے پہلا فرض یہی ہے اور یہی حقیقی رہنمائی ہے۔ اگر ہمارے سیاسی رہنما باوجود سیاسیات میں ید طولیٰ رکھنے کے کوئی عملی تجویز پیش نہیں کر سکتے۔ تو پھر اس تجویز ہی پر تجربۃً عمل کرنا۔ کوئی گناہ نہیں۔ جو خدا کے ایک فرستادہ نے پیش کی تھی۔ اور جس کو ایک وقت بہ نظر استحسان دیکھا گیا تھا۔

ہم مانتے ہیں کہ حضرت میرزا صاحب کے ماننے والے تھوڑے اور نہ ماننے والے بہت ہیں۔ اس لئے اُن کی تجاویز سے ممکن ہے۔ کہ بعض لوگوں کو اختلاف ہو۔ لیکن اگر ان کی شخصیت کو علیحدہ کر کے دیکھا جائے تو اصل تجویز میں کوئی ایسی بات نہیں۔ جس کو عقلمند قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوں۔ مسلمان پہلے ہی سے ہر ایک نبی کو مانتے ہیں۔ اور تمام کے عزت کرنے کے لئے مامور ہیں۔ رہے ہندو سو وہ بھی اس معقول بات کے ماننے میں کوئی نقصان محسوس نہیں کریں گے۔ کہ مسلمانوں کے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کے نام کا کلمہ ہر گوشۂ دنیا میں پڑھا جاتا ہے۔ عزت کی نگاہ سے دیکھیں اور انہیں راست باز نبی تسلیم کریں۔ ایسے پسندیدہ صلح کل اور ہیچ و مرنجاں اصول پر تو ہر ایک عقلمند صاد کرنے کے لئے تیار ہو گا۔ خواہ اس سے کوئی فایدہ ہو یا نہ ہو۔ لیکن یہاں تو ایک اس اصول کے ماننے سے دس کروڑ مسلمانوں کے دل رام ہو جاتے ہیں۔

غرض ہمارے نزدیک وقت آ گیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام صلح کی از سر نو تجدید کی جائے۔ اور ہندو و مسلمان دونوں گذشتہ تلخ تجارب سے سبق لے کر اس معاہدہ اخوت و مصالحت پر دستخط ثبت کریں۔ جو حضرت ممدوح نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ہندوستان کی دو عظیم الشان قوموں کی فلاح و بہبود کے لئے مرتب کیا تھا۔

ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے تمام معاصرین اس پر اپنی اپنی رائے کے اظہار سے ہمیں ممنون فرمائیں۔

”گومت۔ بگومت“

اخبارات میں ایک دلچسپ مگر افسوسناک واقعہ شائع ہوا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔ پنجاب کونسل میں کسی بات پر چشتی محرم علی صاحب اور لالہ ہرکشن لال صاحب کے درمیان بحث تھی لالہ صاحب بجٹ کی کسی رقم کا مطالبہ کر رہے تھے چشتی صاحب کو اس پر کچھ اعتراض تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ وزیر زراعت لالہ ہرکشن لال، اس رقم کو چھوڑ دیں۔ اس بحث میں لالہ صاحب نے فرمایا کہ اس قدر رقم چھوڑ سکتا ہوں۔ چونکہ یہ بہت خفیف تھی چشتی صاحب نے کہا کہ اس سے کچھ فائدہ نہیں ”عطائے شما بقائے شما“ اس جملہ پر وزیر زراعت بگڑے اور چشتی صاحب کو مخاطب ہو کر فرمایا ”بگومت۔ بگومت“ چشتی صاحب سنا گئے۔

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

بعض معاصرین نے اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ لالہ ہرکشن لال صاحب کو اس جملہ کے صحیح معنے معلوم نہیں اس لئے وہ اس پر اس قدر برہم ہوئے۔ چنانچہ معاصر وکیل کے ایک نامہ نگار نے غالباً از راہ مزاح یہ تجویز بھی کی ہے۔ کہ آئندہ کونسل کی لائبریریوں میں فارسی زبان کی لغات بھی ہونی چاہئیں۔ تاکہ اراکین کونسل ایسی غلطیوں میں نہ پڑیں لیکن ہمیں اس تجویز کی معقولیت میں کلام ہے۔ اس لئے کہ اگر کتب لغات و محاورات موجود بھی ہوتیں۔ تب بھی لالہ صاحب ”گومت بگومت“ کہنے سے پہلے اس الماری کی طرف نہ دوڑتے جس میں ایسی کتابیں پڑی ہوتیں۔ اس لئے زیادہ مناسب تجویز یہ ہے کہ ہمارے برادران وطن اردو فارسی میں بھی کافی دستگاہ بہم پہنچائیں تاکہ انہیں مسلمانوں کے کلام سمجھنے میں اشکال پیش نہ آئے۔

سبق

اس واقعہ سے ایک سبق یہ بھی ملتا ہے کہ حکومت کے لئے تحمل و بردباری از بس [illegible] حکومت میں بیٹھ کر ہمیں اس ذمہ واری کو محسوس کرنا چاہئیے۔ جو بہ حیثیت رکن حکومت ہم پر عاید ہوتی ہے ”عطائے شما بقائے شما“ ایسا جملہ ہے جس سے کہنے والے کی نیت مخاطب کی ہتک یا توہین کرنے کی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر فی الواقعہ ہی چشتی صاحب یا کسی دوسرے ممبر کے منہ سے کوئی ایسی بات نکل جائے جس میں کسی قسم کی حرارت کا پہلو ہو۔ تب بھی ذمہ وار اراکین حکومت کو تحمل اور بردباری سے کام لینا چاہیئے۔ اور زیادہ سے زیادہ کہنے والے کی غلطی کو مہذب و شائستہ الفاظ میں بتا دینا چاہیئے لالہ ہرکشن لال صاحب حکومت کے جلیل القدر عہدے پر فائز ہیں۔ ان کے کلام میں وہی ثقاہت و متانت ہونی چاہیئے جو اس عہدہ کے مناسب حال ہو۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ اس قسم کا واقعہ آخری واقعہ ہو گا۔

سلطان ٹرکی معزول ہو گئے

آخر جس بات کا کھٹکا ایک عرصہ سے لگا ہوا تھا وہ ہو کر رہی۔ تازہ ترین خبروں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ سلطان وحید الدین قسطنطنیہ سے جزیرہ مالٹا میں چلے گئے۔ آپ نے برطانوی جہاز میں پناہ لی۔ اور اس پر عازم مالٹا ہوئے۔ ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوا۔ دوسرے سلطان یا خلیفہ کے انتخاب کے متعلق کیا کارروائی ہوئی ہے جب تک مفصل اطلاعات موصول نہ ہوں۔ اس وقت تک ہم اپنی رائے محفوظ رکھتے ہیں لیکن ایک بات ظاہر ہے اگر ٹرکی کے ترکان احرار محض ”روحانی خلیفہ“ منتخب کرنا چاہتے ہیں۔ تو وہ بقول معاصر ”اہلحدیث“ محض مسجد کا ملاں ہو گا۔ اور اگر خلافت کو سلطنت وحکومت سے بھی کوئی تعلق ہونا ہے۔ تو پھر ”خلیفہ“ کا انتخاب مسلمانان عالم کی طرف ہی سے ہو سکتا ہے ہمیں امید ہے کہ ترکان احرار اس کے متعلق اسی حکمت عملی سے کام لیں گے جس کا اظہار انہوں نے کرات و مرات کیا ہے۔ اور وہ یہی ہے۔ ”خلیفہ“ کا انتخاب مسلمانان عالم کی رائے سے ہو۔ اس صورت میں ہندوستان کے مسلمانوں کو بھی حق انتخاب ملنا چاہیئے۔

آریوں کی رفتار ترقی

مردم شماری کی جدید رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے۔ آریہ قوم نے ہندوستان کی تمام قوموں سے زیادہ ترقی کی ہے چنانچہ مسلمانوں کی آبادی میں صرف ۳½ فیصدی اضافہ ہوا ہے۔ عیسائیوں میں ۷ فیصدی۔ اور آریوں میں ۹۰ فیصدی۔ اس حیرت انگیز ترقی کی اصلی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ سناتن دھرم اور اچھوت اقوام کے لوگ بھی اب بکثرت آریہ ہوتے جاتے ہیں۔ اور مردم شماری میں اپنے آپ کو آریہ ہی لکھاتے ہیں۔ اس رفتار ترقی پر ہمارا معاصر آریہ گزٹ بہت خوش ہے اور ہونا بھی چاہیئے۔ کہ اس کے ہمخیال اب تقریباً سو فیصدی کی نسبت سے بڑھ رہے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ آریہ سماج کی طرف سے تبلیغ و اشاعت کا معقول انتظام ہے۔ اور یہ اضافہ آبادی اسی امر کا نتیجہ ہے۔ مسلمانوں کو بھی اپنی ہمسایہ قوم کی سرگرمیوں سے سبق لینا چاہیئے۔ اور اپنی قوت عددی کو بڑھانے کے راز کو جس پر اب آئندہ حکومت خود اختیاری کی بنیاد ڈالی جانے والی ہے۔ سمجھنا چاہیئے اچھوت اقوام میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو حلقہ بگوش اسلام ہو سکتے ہیں کہ اسلام ہی مذہب فطری ہے۔ اور اس میں وہ روحانی و اخلاقی قوت ہے کہ اور کسی مذہب میں نہیں۔ اگر ان اقوام میں تبلیغ و اشاعت اسلام کا انتظام کیا جائے تو مسلمانوں کی قوت آج ہندوستان میں دگنی ہو سکتی ہے۔ لیکن مسلمان ہیں۔ کہ محو خواب ہیں حالانکہ ہمسایہ قوم شب و روز تگ و دو میں معروف ہے۔

گرو کے باغ کا تصفیہ

مقام شکر ہے کہ اس قضیہ کا اب فیصلہ ہو گیا ہے جس نے ایک عرصہ سے گورنمنٹ اور پبلک کو حیران کر رکھا تھا۔ مہنت گردوارہ نے گرو کے باغ کی زمین جس میں سے سکھوں کے جتھے لکڑیاں کاٹتے تھے۔ سر گنگا رام کو اجارہ پر دے دی۔ اور ممدوح نے لکڑیاں کاٹنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ چنانچہ سکھ صاحبان لکڑیاں کاٹتے ہیں۔ اور کوئی مزاحمت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اجارہ دار

ہے۔ ... بہت سے دوست اس میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صحت عنایت فرمائے۔

(۵) اخویم عبدالشکور صاحب (پسرور) احباب سے درخواست دعا کرتے ہیں۔

(۶) اخویم مولوی محمد دین صاحب (کنجاہ) بیمار ہیں۔ اور درخواست دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائے۔

ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ۱۹۔ نومبر کو ۱۲ بجے دن کے میاں سردار خاں صاحب اس دار فانی سے انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب نماز جنازہ پڑھیں۔

یہی ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ ان کے گھر میں کھانسی اور بخار اور سینے میں درد ہے۔ اس لئے احباب دعائے صحت فرمائیں۔

مولوی محمد یمین صاحب لکھتے ہیں کہ سال گذشتہ میں بعض احباب نے مجھے لوبیوں کے لئے لکھا تھا۔ مگر وہ خطوط سب کے سب کہیں گم ہوگئے۔ لہذا اطلاعاً عرض ہے کہ اب اگر کسی کو لوبیوں کی ضرورت ہو تو اطلاع دے دیں۔

تازہ خبریں

ہندوستان

کونسلوں میں داخل ہونیکی مخالفت

اہالی بنارس کا جلسۂ عام

بنارس۔ ۲۰۔ نومبر۔ اہالی بنارس کے ایک جلسۂ عام میں جو مقامی سرکردہ ترک موالات مسٹر شیو پرشاد گپتا کی صدارت میں بنارس ٹاؤن ہال میں آج شام کو منعقد ہوا۔ حکیم اجمل خان صاحب۔ مسٹر وی۔ جے۔ پٹیل۔ پنڈت موتی لال نہرو کی سفارشات کے مطابق کونسلوں میں تباہ کرنیکی غرض سے ان میں داخل کرنیکی غرض سے بحث وتمحیص کی گئی۔ بلبل ہند شریمتی سروجنی نیڈو اور شہر کے دیگر ارکان موالات نے کونسلوں میں داخل ہونیکی زبردست مخالفت کی۔ تمام مقرروں نے بیان کیا کہ اس ذریعہ سے کم از کم وقت میں حصول سوراجیہ ناممکن ہے۔ اور انہوں نے اس کی مخالفت میں معقول دلائل پیش کئے۔

مرکزی خلافت کی مجلس عاملہ کا اجلاس

آسام اور مشرق قریبہ کے مسائل

کلکتہ۔ ۲۰ نومبر۔ مرکزی مجلس خلافت کی مجلس عاملہ نے گذشتہ شب کلکتہ میں اپنے اجلاس میں سہ ماہی بجٹ اور ضروری کارروائی کے بعد مرکزی مجلس خلافت نے اس رپورٹ پر غور کیا جو آسام میں جور و استبداد کے متعلق تھی۔ کمیٹی کا ایک اور اجلاس آج شب کو باقیماندہ ضروری مسائل پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوگا۔ جس میں مسئلہ مشرق قریبہ بھی شامل ہے۔

تعلیمی کانفرنس کی صدارت

میاں فضل حسین منتخب کئے گئے

علی گڑہ۔ ۲۰۔ نومبر۔ آنریبل میاں فضل حسین وزیر تعلیم حکومت پنجاب نے آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس کی جو علی گڑہ میں منعقد ہوگا۔ صدارت کرنا منظور کر لیا ہے۔

دربار صاحب میں غیر سکھ مجمع

فساد ہوتے ہوتے رُک گیا

امرتسر ۲۰ نومبر۔ آج جب ایک اکالی عورت نے ایک ہندو خاتون کو بدیشی کپڑے پہننے کے الزام میں بُرا بھلا کہا۔ اور اس کو خلاف مذہب قرار دیا۔ تو دربار صاحب میں ایک معمولی جھگڑا وقوع پذیر ہوگیا۔ ہندو خاتون کی غیر سکھ مجمع نے حمایت کی۔ سکھوں نے بھی اکالی عورت کی حمایت کی لیکن اسے اس جھگڑے میں حصہ نہ لینے کی ترغیب دی۔

میونسپل کمیٹی کی پہلی خاتون امیدوار

بمبئی۔ ۲۰۔ نومبر۔ میونسپل کمیٹی نے ممبروں کے لئے نزاعد میں تبدیلی کے بعد پہلی خاتون امیدوار مشہور مصنف نگار مسز ہنری ہاجکن ہیں۔ جنہوں نے مجلسی کاموں میں خاص طور پر حصہ لیا ہے۔

ایک اخبار نویس پر پانچسو روپیہ جرمانہ

قرآن شریف کی تصویر شائع کرنے کا الزام

سلہٹ ۲۰۔ نومبر۔ ایڈیٹر صاحب جان شکنی کو پانچسو اور پرنٹر کو دو سو روپیہ جرمانہ کی زیر دفعہ ۲۹۵۔ الف تعزیرات ہند سزا ملی ہے۔ ان پر قرآن شریف کے ایک پھٹے ہوئے نسخہ کی تصویر شائع کرنے کا الزام ہے جس سے گورکھا پولیس اور مسلمانوں میں نفرت پھیلتی ہے۔

انجمن کارکنان ہند کا مشورہ

بچوں اور عورتوں کو کانوں میں کام کرنیکی اجازت دیجائے

کلکتہ۔ ۲۱۔ نومبر۔ محکمہ صنعت وحرفت انجمن کارکنان ہند نے ایک ہندوستان کی کانوں کی بل کا حوالہ دیا ہے جس پر اس وقت منتخبہ کمیٹی بحث وتمحیص کر رہی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اگر بچوں کو کانوں کے اندر کام کرنے سے منع کر دیا گیا۔ اور مقامی حکومت نے عورتوں کو ان کانوں میں کام کرنے پر پابندیاں لگا دیں۔ اور باز رکھا گیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ صنعت وحرفت کی تباہی اور بربادی رفع ہوجائیگی۔ کیونکہ کام کرنے والوں میں تقریباً ۲۵ فیصدی کی کمی واقع ہوجائیگی۔ بچوں کو مزدور بنانے کے متعلق وہ مشورہ دیتے ہیں کہ کم از کم سات سال کے لئے ان ارادوں کو پس پشت ڈال دینا چاہیئے جس عرصہ میں بچوں کو نکالنے کی بتدریج کوشش کی جاویگی۔ اور وہ تجویز جو عورتوں سے تعلق رکھتی ہے اس کے خلاف وہ صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ بنگال۔ بہار واڑیسہ کے لئے اس قسم کی قانون کی پابندی کرنا از بس مشکل ہے۔

گورو کے باغ میں کیا ہو رہا ہے

امرتسر ۲۰۔ نومبر۔ گورو کے باغ کی صورت معاملات میں کوئی تبدیلی ظہور پذیر نہیں ہوئی۔ دیوان منعقد ہوتے ہیں۔ اور اس مکان میں لنگر تیار کئے جاتے ہیں جو اسی مطلب کیلئے مخصوص ہیں۔

مہاتما گاندھی کب رہا ہوں گے

ایک نجومی کی پیشین گوئی

ایک نجومی نے ایک بیان اس مطلب کا شایع کیا ہے کہ مہاتما گاندھی جی اگست اور اکتوبر ۱۹۲۳ء کے درمیان باعزت رہا کر دئے جائیں گے۔

"الوحید" کا نیا ایڈیٹر

مسٹر دین محمد ایڈیٹر "الوحید" کی گرفتاری کے بعد مسٹر الہی بخش کے۔ ایس۔ ایم (علیگ) ان کے جانشین مقرر ہوئے ہیں۔ مسٹر دین محمد کا مقدمہ زیر دفعہ ۱۲۴۔ الف تعزیرات ہند بغاوت کے الزام میں مسٹر ڈبلیو ایس رچرڈسن سٹی مجسٹریٹ کراچی کی عدالت میں پیش ہوگا۔

اسلامی خبریں

خلیفہ کی معزولی کا فتویٰ

شہزادہ عبدالمجید جانشین مقرر ہوئے

سابق سلطان کی جنرل ہیرنگٹن سے درخواست

لندن ۱۹۔ نومبر۔ انگورہ سے انتخابات خلیفہ کے متعلق متضاد خبریں موصول ہو رہی ہیں۔ بیانات بالترتیب حسب ذیل درج کئے جاتے ہیں۔

قسطنطنیہ۔ ۱۹۔ نومبر سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ مجلس ملیہ عظمیٰ نے ولیعہد ٹرکی شہزادہ عبدالمجید کو خلیفہ منتخب کیا ہے ضروری رسوم کل ادا کی جائیں گی۔

بعد کی ایک خبر مظہر ہے کہ شہزادہ عبدالمجید نے سلیم سے بو علیحدگا کے فرزند ہیں کثرت رائے حاصل کر لی ہے اور بلا شک وشبہ وہ خلیفہ مقرر ہوئے ہیں۔

انگورہ سے ایک اور پیغام مظہر ہے کہ آج ... مسئلہ پر بحث وتمحیص شروع ہوئی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اجلاس میں کئی رکاوٹیں پیدا ہوگئیں۔ سابق سلطان کی فوج کے باقیماندہ افسر وملازم کمالیوں کے پاس چلے گئے۔

اپنی روانگی سے قبل سلطان نے جنرل ہیرنگٹن سے درخواست کی کہ وہ ان کی بیویوں اور ان کے خاندان کے ... خیال رکھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بیویاں سلطان کے ساتھ جانے کی خواہشمند ہیں۔ دکنی حلقوں میں الزام لگایا جاتا ہے کہ عبدالمجید نے سلطنت اور خلافت کی علیحدگی کی مخالفت کی ایسے برعکس اصلی جانشین کا انتخاب روایتی احکام کی خلاف ورزی کے باعث کئی مسلمانوں کی بےچینی کا باعث ہوگا۔

بعد کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ شہزادہ عبدالمجید خلیفہ مقرر ہو گئے ہیں۔

قسطنطنیہ ۲۰ نومبر۔ رفعت پاشا کو انگورہ سے ایک سرکاری اطلاع موصول ہوا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قوم پرستوں کی حکومت نے طویل غور وخوض کے بعد کمیٹی معاملات ملی کو ہدایت کی کہ وہ ایک فتوے مرتب کرے جس میں خلیفہ کی معزولی کا اعلان کیا جائے اس اعلان میں اس کا یہ سبب بتلایا گیا ہے کہ وہ جبراً دشمنوں کی حفاظت میں چلے گئے ہیں۔ معزولی احکام قرآنی پر مبنی ہے۔ عبدالمجید آفندی کو خلافت کے لئے خاندان عثمانیہ میں سب سے زیادہ سزاوار اور لائق قرار دیا گیا ہے۔ اس اعلان کی بنا پر کمیٹی نے عبدالمجید کے انتخاب کی رائے دی ہے۔ کل مسجد ایوب میں رسم تاجپوشی ادا ہوگی۔

جدید خلیفہ نے ملک کے اظہار اعتماد پر گہرے اور پُرجوش جذبات کا اظہار کیا اور کہا کہ مجھے اپنے ملک کی فلاح و بہبود اور آزادی پر کامل یقین ہے۔ ان کی خواہش ہے کہ وہ مذہب اور اہل ملک کی ترقی کے لئے مفید کام کریں۔

عبدالمجید آفندی کی عمر ۵۴ سال ہے اور وہ سلطان عبدالعزیز کے پسر اور سابق سلطان کے چچا زاد بھائی ہیں۔ انہوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے اور وہ موسیقی اور فن مصوری کے قدردان اور سرپرست ہیں۔

جب رفعت پاشا نے سلطان کی فراری کی خبر سُنی تو ان کے جذبات مشتعل ہوگئے۔ اور انہوں نے حکام پولیس کو سخت تہدید وتنبیہ کی۔ توقع کی جاتی ہے کہ وہ ذلیل ہونگے۔ سلطان کے غائب ہونیکا حال دو گھنٹے تک معلوم نہیں ہوا۔

سلطان وحید الدین مالٹا پہنچ گئے

بھیس بدلا ہوا تھا

کوئی سلامی نہیں دیگئی

مالٹا۔ ۲۰۔ نومبر جہاز ملایا۔ سابق سلطان ٹرکی کو لیکر آج یہاں پہنچ گیا ہے۔

بعد کے ایک پیغام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آج صبح پونے سات بجے وہاں پہنچا ہے۔ سلطان نے بھیس بدل لیا تھا۔ اسلئے رسمی سلامی نہیں ادا کی گئی۔ آمد کا وقت جلد آگیا۔ اور بندرگاہ پر لوگوں کا ہجوم ہوگیا۔

لارڈ پلومر ۱۱½ بجے سلطان کے استقبال کے لئے جہاز ملایا پر گئے جہاں ان کے لئے خاص انتظامات کر دئے گئے ہیں۔ سلطان کے ہمراہ ان کا دس سالہ بچہ تین افسر اور پانچ ملازمین محلسرا ہیں۔ آج سہ پہر کو ملایا قسطنطنیہ روانہ ہوگا۔

ممالک غیر

پیرس کا نیا برطانی سفیر

لارڈ کریوی کا تقرر

لندن ۱۹۔ نومبر۔ لارڈ کریوی پیرس میں برطانوی سفیر لارڈ ہارڈنگ برطانوی سفیر کے جو اپنی ملازمت سے ریٹائر ہو رہے ہیں۔ جانشین مقرر کئے گئے ہیں۔

ناظرین خط وکتابت کے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ تعمیل ارشاد محال۔

مینیجر

طرف سے اب اجازت ہے۔ پولیس کا پہرہ بھی اٹھا لیا گیا ہے گرفتاریاں بند ہوگئی ہیں۔ ہاں مہنت صاحب کی جان کی حفاظت کے لئے پولیس کے پانچ سپاہی ان کے ساتھ رہتے ہیں۔

اس سارے قصہ کا اخلاقی سبق یہ ہے کہ استقلال بڑی چیز ہے۔ آخر سکھ صاحبان نے جس بات پر استقلال سے کام لیا۔ اس کو حاصل کر ہی لیا۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ پہلے مہنت کی اجازت کے بغیر لکڑیاں کاٹی جاتی تھیں۔ جو خلاف ورزی قانون تھی۔ اور اب جب متولی کی طرف سے اجازت ہے تو حکومت کو دست اندازی کی ضرورت ہی نہیں یہ تصفیہ نہایت عاقبت اندیشی سے کیا گیا ہے۔ سکھوں کی ضد بھی پوری ہوگئی اور قانون شکنی بھی نہ ہوئی۔

لیکن اب سوال ان سکھوں کا جو قید ہو چکے ہیں۔ چونکہ اصل قضیہ کا فیصلہ ہوگیا ہے۔ اس لئے حکومت کی فن تڑوہی سے ہمیں توقع رکھنی چاہیئے۔ کہ اب ان سکھوں کو بھی رہا کر دیا جائیگا جو اس کی وجہ سے گرفتار ہوئے ہیں۔

ہندوستانی وفد عرب کو

کہتے ہیں مسیح الملک حکیم اجمل خاں اور ان کے رفقا خاص ایک ہندوستانی وفد کی ترتیب و تنظیم میں مصروف ہیں۔ جو عرب کو جانے والا ہے۔ اور وہاں جا کر شریف مکہ کی خدمت میں حاضر ہوگا۔ وفد کے اغراض و مقاصد ابھی تک مخفی ہیں۔ لیکن بعض لوگوں نے قیاس کیا ہے کہ اس کی بڑی غرض یہ ہوگی۔ کہ شریف مکہ کو ترکوں سے ہمدردی کے لئے آمادہ کیا جائے بعض کہتے ہیں شریف مکہ سے تو ہندوستان سروکار نہیں ہوگا۔ کہ ان سے بہت کم امید ہے لیکن دوسرے مشائخ و شیوخ سے ہندوستانی وفد ملاقاتیں کرے گا۔ جب تک خود وفد اراکین کی طرف سے کوئی باقاعدہ تجویز شائع نہ ہو اس وقت تک رائے زنی تو نہیں ہو سکتی۔ لیکن ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اس وفد کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اس سے پہلے انگلستان میں ہندوستانیوں کے دو وفد گئے۔ اور جو کچھ ہوا یا جو کچھ وہ کر آئے ظاہر ہے۔ اب عرب میں وفود کا سلسلہ اگر شروع کرنا ہے۔ تو پہلے اس کے نتائج پر نظر کر لینی چاہیئے۔ انگلستان کے وفود کے متعلق قوم اور اخبارات کو کثرت مصارف اور فضول خرچی کا شکوہ ہے۔ یہ گلہ بے جا ہے یا بجا۔ اس بحث میں پڑنا اب فضول ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ قوم کو ان پر اعتراض کرنے کا موقعہ ملا۔ اگر نتائج حسب دلخواہ ہوتے۔ تو شاید یہ سب مصارف برے نہ معلوم ہوتے۔ لیکن جب دل کی امیدیں دل میں رہیں۔ اور روپیہ بھی خرچ ہوگیا۔ تو ہر ایک دردمند قوم کے دل میں اس کا احساس قدرتی ہے۔ عرب جانے سے پہلے وفد کو ان تمام باتوں پر غور کر لینا چاہیئے۔

نئے خلیفہ کا تقرر

سلطان ترکی کی معزولی کے متعلق جو نوٹ ہم نے سپرد قلم کیا ہے۔ ابھی اس کی سیاہی خشک نہ ہونے پائی تھی۔ کہ لندن سے امریکہ کے ایسوسی ایٹڈ پریس کے نامہ نگار متعینہ قسطنطنیہ کے حوالہ سے اطلاع ملی۔ کہ حکومت ملیہ انگورہ نے ولیعہد شاہزادہ عبد المجید آفندی کو "خلیفہ" منتخب کر لیا ہے "ولیعہد" کے لفظ سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ یہ "انتخاب" بھی خاندان عثمانیہ کی روایات نسلی کے مطابق ہوا ہے۔ اور بعض لوگوں میں جو یہ خیال پھیلا ہوا تھا۔ کہ حکومت انگورہ اب شاہی خاندان سے سلطان مقرر نہیں کرے گی۔ آخر غلط ثابت ہوا۔

جدید سلطان کے طرز حکومت کے متعلق رائے زنی ابھی قبل از وقت ہے، لیکن تعجب یہ ہے کہ ابھی تک اس امر کے متعلق بھی کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ کہ آیا ان کو وہی اختیارات حاصل ہوں گے۔ جو پہلے سلاطین کو حاصل تھے۔ یا اس سے کم۔ بظاہر حکومت انگورہ کا خیال یہی تھا۔ کہ سلطان یا خلیفہ کو کوئی دنیوی اختیارات نہ ہوں۔

یہ امر کہ "خلیفہ" کا انتخاب یا تقرر تمام اسلامی دنیا کی مشورت سے ہوگا۔ ظہور میں نہیں آیا۔ مجلس میں امیر افغانستان کا نام بھی خلافت کے لئے پیش ہوا۔ صرف دو ممبروں نے ان کے حق میں رائے دی۔

ملتان میں ہندو مسلمانوں کی کشیدگی

اس سے پہلے یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ ملتان میں مسلمان ادائے نماز و اذان میں باجا بجانے کی مداخلت سے تنگ آکر ہجرت کر رہے ہیں۔ چنانچہ ناظرین کرام نے ۱۵۔ نومبر کے "پیغام" میں یہ خبر پڑھی ہوگی۔ ہمیں خیال تھا کہ یہ معاملہ جلد سلجھ جائے گا۔ لیکن بعد کی اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ یہ کشیدگی روز بروز بڑھ رہی ہے بعض ہندو اخبارات نے یہ بھی لکھا ہے کہ مسلمانوں نے مہنت جی پر حملے کئے۔ اور شہر میں ہڑتال ہوگئی۔ معلوم نہیں یہ واقعات کہاں تک صحیح ہیں۔ ضرورت ہے۔ کہ صدر خلافت کمیٹی ایک وفد بھیجکر صحیح حالات کا پتہ لگائے۔ اور مناسب کارروائی کرے جس سے مسلمانوں کو مذہبی آزادی حاصل ہو جائے۔ اور یہ ہنگامہ بھی ختم ہو۔

شذرات

ایک اخبار نویس جو تفریق بین المسلمین کے کام میں بڑا مشتاق ہے۔ عرصہ دراز تک یہ کام کرنے کے بعد اپنے ناظرین سے پنشن کی درخواست کرتا ہے۔ اور لمبے چوڑے دعووں کے بعد کہ اس نے فلاں کے ساتھ یہ کیا۔ اور فلاں کے ساتھ وہ۔ دوسری جگہ خود اپنی جماعت کے بارے میں لکھتا ہے "میں انجمن اہلحدیث کو ایسا منجمد پاتا ہوں۔ کہ خدا ہی کی قوت اس میں حرکت پیدا کرے میرے پاس اس دعوے کا کافی ثبوت ہے۔ کہ اہلحدیث کی جماعت نے ہندوستان کو جگا دیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی ثبوت کافی ہے۔ کہ سب کو جگا کر خود تان کر سو گئے۔ انا للہ۔ انا الیہ۔ باہمی جنگ و جدل میں نہیں کتنا ختم کر دو" یہ ہے برکت دوسروں پر نکتہ چینی کرتے رہنے کی عادت کی۔ کہ بیس سال کے عرصہ میں اپنی جماعت سے حرکت کی روح مفقود کر دی۔ اور باہمی جنگ و جدال کو جاری کر دیا۔ لیکن اب مایوس ہو کر خیر سے پنشن لینا چاہتے ہیں۔ اور جماعت کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ یہ نہیں چاہتے کہ جنگ و جدال ختم ہو جائے۔ گویا اس اخبار نویس کی پیروی میں ایک دوسرے کی پگڑی اتارتے رہو۔

یہ تو حالت ہے ایسے شخص کی جو بزعم خود علمبردار توحید و سنت ہے۔ اور جس کی مزعومہ اشاعت توحید و سنت نے گھر میں جنگ و جدال قائم کر رکھا ہے۔ اور حرکت کی روح قوم سے نکال کر اسے منجمد کر دیا ہے۔ دوسری طرف وہ عظیم الشان انسان یعنی مسیح موعود ہے جس نے ایک مردہ قوم میں زندگی کی روح پھونک دی۔ اور وہ باوجود قلیل ہونے کے تمام دنیا میں علمبردار اسلام ہیں۔ خود جاگتے ہیں۔ دوسری قوموں کو جگا رہے ہیں۔ اندرونی بیرونی جھگڑوں کی پروا نہیں کرتے۔ بلکہ اسلام کا جھنڈا کفرستان اور غیر مسلم ممالک میں گاڑتے چلے جا رہے ہیں۔ کیا ایک منجمد اور مردہ قوم کا خود ساختہ سردار ایک زندہ قوم کے معمولی سپاہی سے بھی مقابلہ کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ گھر بیٹھکر جو چاہے اپنے آپ کو کہہ لے مگر مرد وہ ہے جو میدان میں نکل کر دکھائے۔

اپنی جماعت سے مایوس ہو کر اس معترض کا دماغ یہاں تک بگڑ گیا ہے کہ واقعات صحیحہ سے بھی انکار ہے۔ کفرستان میں اشاعت اسلام کی تبلیغ بھی اسے ایک نظر نہیں بھاتی۔ دیدہ دلیری سے لکھتا ہے "اسلام کی **تبلیغ** کرنے کا مسئلہ ان سے (یعنی حضرت مسیح موعود سے) بہت پہلے حل ہو چکا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں خود انگریزوں نے اسلام قبول کر کے تبلیغ اسلام کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ بھلا اس عقلمند سے کوئی پوچھے کہ کون کہتا ہے کہ "انگریزوں نے اسلام قبول کر کے تبلیغ اسلام کا سلسلہ شروع نہیں کیا تھا" مگر سوال تو یہ ہے کہ وہ سلسلہ پھر ہے کہاں؟ خدا اجر دے عبد اللہ کوئیلیم کو اس نے بڑی کوشش کی۔ اور مسلمانوں سے بہت سا روپیہ بھی لیا۔ مگر آخر نتیجہ یہ نکلا کہ اس کی روپوشی سے وہ سلسلہ درہم برہم ہو گیا۔ امریکہ میں محمد الگزینڈر رسل وب نے کچھ کام شروع کیا۔ مگر پادریوں نے اسے بھی بگاڑ دیا۔ کیا تبلیغ اسلام کے مسئلہ کا یہی حل تھا۔ جو حضرت مسیح موعود سے بہت پہلے ہو چکا تھا۔ جب مشتاق ... "...بگڑنے لگا

تو ایک بھی مسلمان معترض کا ہم خیال مدد کو نہ پہنچا۔ کہ اسے بگڑنے سے بچا لیتا۔ آخر کار اس حل شدہ مسئلہ کا تصفیہ اسی قوم کے کندھوں پر آپڑا۔ جسے خدا نے اس کا اہل پایا۔ منجمد جماعت نے کیا حرکت کرنی تھی۔ ان کے لئے تو اتنا ہی کام کافی ہے۔ کہ کام کرنے والوں پر نکتہ چینی کرتے رہیں۔

پھر ڈھٹائی سے لکھتا ہے "مرزا صاحب کا دعوے یہ تھا کہ میں ساری دنیا کی قوموں کی قومیتیں مٹا کر ایک اسلامی متحدہ قوم بناؤں گا اسی لئے میں آیا ہوں" یہ بالکل سچ ہے جیسا قرآن کریم نے فرمایا قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ (الاعراف) پھر فرمایا۔ لیکون للعلمین نذیرا (الفرقان) کیا رسول کریم نے اپنی زندگی میں یہ ساری دنیا کو ایشیا۔ یورپ۔ افریقہ امریکہ کو پہنچا دیا تھا۔ مرزا صاحب کا یہ دعوے نہیں کہ وہ اپنی زندگی میں ہی ساری دنیا پر اسلام کا جھنڈا گاڑ دیکھیں۔ نہیں بلکہ بزرگان دین ایک بیج بو جاتے ہیں۔ جو حالات زمانہ و آب و ہوا کے مطابق آہستہ آہستہ بڑھتا ہے۔ اور ایک وقت پر جا کر پھل لاتا ہے۔ یہ چودہ سو برس کے علماء ہی کہیں۔ جو کفار عرب کی طرح ہاتھوں پر سرسوں اگی ہوئی دیکھنا چاہتے ہیں۔ منجمد اور مردہ قوم میں زندگی کی حرکت ڈالنی اور پھر اسے معزز و ممتاز بنانے کیلئے ایک عرصہ دراز درکار ہوتا ہے اسلام باوجود تیرہ سو سال کی جد و جہد کے ایک محدود علاقہ میں ہی ترقی کر سکا ہے۔ اب کل اقطاع عالم میں پھیلنا بھی کچھ وقت اور محنت چاہتا ہے۔

پھر لکھتا ہے "اس کا نتیجہ جو کچھ ہوا وہ ظاہر ہے کہ جب سے جناب والا پیدا ہوئے۔ خاصکر جب سے مدعی مسیحیت بنے۔ اہل اسلام تنزل کے گڑھے میں گرنے شروع ہوئے" مگر یہ لکھتے وقت اسے اپنی تحریر بھول گئی۔ کہ آپ جیسے علماء دین کے دشمنوں اور مسیح موعود کے مخالفوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود ان کے ہم خیال "تان کر سو گئے"۔ تنزل کے گڑھے میں گرنے کا سبب اسلام کی عملی تعلیم سے انحراف تھا جیسا کہ برائے نام اہلحدیث عملاً تعلیم اسلام سے منحرف ہو گئے۔ اور سارا زور آمین اور رفع یدین کے جھگڑوں پر صرف کر دیا۔

مسیح موعود تو مسلمانوں کو تعلیم اسلام پر چلانا چاہتا تھا۔ اور قوم میں عملی زندگی پیدا کرنا چاہتا تھا۔ مگر آپ جیسے علماء قوم میں تفرقہ بڑھا کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہتے تھے۔ اسی لئے تنزل کے گڑھے میں وہ گرے۔ جو عملاً اسلام سے گر گئے۔ مگر جو لوگ ایک مامور کے کہنے پر لگ گئے۔ وہ خدا کے فضل سے زندہ ہو گئے۔ اور قوت سے ہو کر ایسے کام کر رہے ہیں جو بڑی سے بڑی زندہ قومیں کرتی ہیں۔

غازی مصطفے کمال پاشا کی خدمات اسلامی کے ہم دل سے معترف ہیں۔ اور یہ محض قربانی کا نتیجہ تھا۔ کہ ایک کمزور قوم جسے غیر مردہ کے قریب سمجھ چکے تھے۔ تھوڑے عرصہ میں زندہ ہو گئی۔ اس کے مقابلہ میں مسلمانان ہند نے دین کے لئے کونسی قربانیاں کی ہیں۔ کہ وہ شاکی ہیں۔ ترکوں کی قربانیوں نے ان کا ملک بچا لیا۔ لیکن مسیح موعود کی قوم جو قربانیاں کر رہی ہے وہ کسی محدود علاقہ پر حاوی نہیں بلکہ ساری دنیا میں حفاظت و اشاعت اسلام کا کام ہے جسے غازی مصطفے کمال پاشا و دیگر والیان ممالک اسلامی نہایت تحسین کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ اور مسیح موعود کی قوم کی خدمات کے معترف ہیں۔ آپ جیسے تنگ دلوں اور نابیناؤں کو اگر کچھ نظر نہ آئے۔ تو آنکھ اور دل کا علاج کیجئے۔

اخبار احمدیہ

(۱) حضرت امیر معہ رفقا بخیریت ہیں۔

(۲) چوہدری نعمت خان صاحب سب جج رہتک کچھ عرصہ سے علیل چلے آتے ہیں۔ احباب سے درخواست دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالے ان کو شفائے عاجل عطا فرمائے دوسرے احباب بھی دعا کریں۔

(۳) حضرت مولوی محمد احسن صاحب امروہی بھی ایک مدت سے علیل ہیں۔ جماعت احمدیہ میں آپ کا وجود با .... وجود بسا غنیمت ہے۔ اللہ تعالے آپ کو صحت عطا فرمائے۔ احباب ان کیلئے بھی دعا فرمائیں۔

(۴) لاہور میں آجکل نزلہ اور زکام کی شکایت عام ہے

مراسلات

ایک ضروری امر قابل توجہ

جملہ جماعت ہائے احمدیہ

کوہ مری کی انجمن اگرچہ بلحاظ تعداد ممبران ایک نہایت ہی معمولی جماعت ہے۔ مگر اشاعت کے کام میں نمایاں خدمت بجا لا رہی ہے۔ اس سال خصوصیت سے احمدیوں کی مخالفت شروع ہوگئی تھی جس کی بڑی وجہ بعض دنیاوی معاملات تھے جن پر فریق مخالف مذہبی رنگ چڑھا کر کامیابی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ادھر اس جمعہ کو وہ اس جماعت کے اعتقادات پر حملہ کرتے تھے۔ ادھر ہم ایک دستی پریس تیار کر کے فریق مخالف کے اعتراضوں اور ان کی بیہودگیوں کے جواب دیتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر انہوں نے مجبور ہو کر اپنی روش کو دھیما کر دیا۔ تمام جماعتوں کی خدمت میں عرض کی جاوے کہ یہ زمانہ خاموشی کا نہیں ہے۔ ہر ایک جماعت کو دستی پریس رکھنا چاہیئے اور اشتہارات سے اس سلسلہ کی خوبیوں کو آشکار کرتے رہنا۔ ہم عنقریب دستی پریس کا نسخہ اشتہار میں شایع کر دیں گے۔ تمام شاخہائے انجمن کے سکرٹریوں سے استدعا کی جاتی ہے کہ وہ اپنی مقامی جماعت کا نظم و نسق قایم کر کے بموجب قواعد شاخہائے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اپنی انجمن کا مرکزی انجمن سے الحاق قایم کرا کے اشاعت کا کام سرگرمی سے کریں۔

غلام ربانی

آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس

آئندہ سالانہ اجلاس علی گڑھ میں

چونکہ عرصہ سے کانفرنس کا سالانہ اجلاس علی گڑھ میں نہیں ہوا۔ اسلئے تجویز ہے کہ آئندہ اجلاس کانفرنس ۲۷، ۲۸، ۲۹ دسمبر ۱۹۲۲ء کو بمقام علی گڑھ منعقد ہو۔ علی گڑھ مسلمانوں کا تعلیمی مرکز اور کانفرنس کا صدر مقام ہے۔ شمالی ہندوستان کے وسط میں ہونیکی وجہ سے اکثر حصص ملک کے باشندوں کو یہاں آنے میں آسانی ہے۔ علاوہ ازیں نصف صدی گذشتہ میں مسلمانوں کی متفقہ کوشش سے سب سے بڑا کارنامہ یعنی مسلم یونیورسٹی بھی علی گڑھ میں موجود ہے۔ مسلمانوں کی موجودہ پستی اور مایوسی کی حالت میں ایک مسلمان کا دل سارے ہندوستان میں اگر کہیں بڑھتا ہے تو وہ مقام علی گڑھ ہی ہے۔ کالج و کانفرنس کی عالیشان عمارات۔ ان کے انتظامات طلبا کی کثرت۔ ان کی چہل پہل۔ کلب اور سوسائیٹیاں دیکھ کر جو خوشی ایک مسلمان کو یہاں ہوتی ہے۔ وہ ہندوستان کے کسی دوسرے مقام پر نہیں ہوسکتی۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس گئے گذرے زمانہ میں بھی ہم نے بہت کچھ کیا ہے۔ اور آئندہ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ اس کا دل خوش ہوتا ہے کہ آج بھی ہماری ایک آزاد قومی تعلیم گاہ مسلم یونیورسٹی کی شکل میں علی گڑھ میں موجود ہے۔ جس کا تمام اختیار ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ان سب وجوہ سے اجلاس کانفرنس کا امسال علیگڑھ میں ہونا انسب ہے۔ کیونکہ کانفرنس کی کوششوں سے علی گڑھ میں مسلمانوں کی تعلیم اور تعلیمی ذرائع نے جو نمایاں ترقی کی ہے۔ اس کا بزرگان قوم کو خود علی گڑھ میں جمع کر کے وقتاً فوقتاً دکھاتے رہنا یہ بھی سرسید مرحوم کے قایم کردہ اصولوں میں سے ایک اصول ہے۔

علاوہ مفید اور قابل عمل رزولیوشنوں کے جو اجلاس میں پیش ہوں گے اور جن کی فہرست آئندہ شائع ہوگی ملک کے بعض نامور ماہرین علم و فن کو مدعو کیا گیا ہے کہ وہ اپنے عام فہم لیکچروں سے سامعین کی مفید معلومات میں اضافہ کریں۔ غرضکہ امسال اجلاس کانفرنس کو ہر لحاظ سے کامیاب اور مفید بنانیکی کوشش کی جائیگی۔ انتظام مہمانداری میں بھی حتی المقدور کوشش ہوگی کہ بیرو جات سے تشریف لانے والے ممبروں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ امید ہے کہ کثرت سے مسلمان بہ حیثیت ممبر آئندہ اجلاس میں شریک ہوں گے۔ اور جو رزولیوشن کسی صاحب کو اجلاس میں پیش کرنا ہو اس کو ۵ اردسمبر آئندہ تک دفتر کانفرنس کے پاس بھیجدیں گے۔ چندہ ممبری کانفرنس مبلغ پانچ روپیہ ہے۔

(دستخط) محمد حبیب الرحمٰن خان شروانی
آنریری سکرٹری کانفرنس

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ

ضروری اعلان

جو اصحاب جلسہ سالانہ کے موقعہ پر کوئی تقریر کرنا چاہیں یا نظم وغیرہ سنانا چاہیں۔ مہربانی کر کے جلد مطلع فرمائیں کہ ان کی تقریر یا نظم کس موضوع پر ہوگی۔ تاکہ ہم پروگرام میں چھاپ سکیں۔ جلسہ سالانہ کی تاریخوں اور مضمون یا نظم سنانے کی تاریخ سے لیکچراروں اور شاعروں کو بعد میں اطلاع دی جائیگی۔ ۱۰ نومبر ۱۹۲۲ء

خاکسار عزیز بخش
جائنٹ سکرٹری

ہندو مسلم اتحاد کی چند تازہ مثالیں

(۱) صوبجات متحدہ کی کونسل میں ڈسٹرکٹ بورڈ بل پیش ہوتا ہے۔ ہندو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو ۲۵ فیصدی کی نیابت دی جائے۔ مسلمان کہتے ہیں کہ ہم پوری تیس فیصدی لیں گے بس پر جانبین نے اپنی تقریروں میں ہندو مسلم اتحاد کی قلعی کھول کر رکھ دی۔

(۲) پنجاب کونسل میں ایک مسلمان ممبر صاحب یہ روز مرہ کا محاورہ استعمال کرتے ہیں۔ عطائے شما بہ لقائے شما۔ بلکہ اصل تو یعنی تو کی بجائے "شما" بمعنی تم استعمال کرتے ہیں) اسپر آنریبل سر ہرکشن لال وزیر نے جواب دیا کہ "بکومت"

(۳) ملتان میں اختلافات اب بھی جاری ہیں۔ گورنمنٹ کی طرف سے آئندہ انتظام کی آسانی کے لئے کوچہ بندی کی تجویز ہوئی۔ تو ہندوؤں نے اسے مسلمانوں کے سر تھوپا۔ اور ہڑتال کی اور میونسپلٹی کے جلسہ میں ہنگامہ کیا۔ ہندو لیڈر کل صوبہ میں ہر قسم کی امداد اپنے ہم مذہبوں کی کر رہے ہیں۔

(۴) لاہور میڈیکل کالج بورڈنگ ہوس کے ہندو طلبہ نے وہاں کے مسلمان طلبہ کو اذان اور قرات بالجہر سے روکنا چاہا اگر پرنسپل کی امداد نہ ہوتی تو مسلمانوں کی اذان اور نماز بند ہو چکی تھی

ہمارے مطالعہ کی میز

درہ دانیال کی آزادی پر سر آغا خان کے خیالات

مسٹر بونرلا نے تحریر کیا ہے کہ برطانیہ کی واپسی تمام دنیائے اسلام میں سلطنت برطانیہ کی شکست تصور کی جاویگی اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ترکی فوج ظفر موج کے مقابلہ میں برطانیہ کا یہ فعل نامردی میں داخل ہوگا۔

غالباً مجھ کو اسلامی دنیا کی حالت زیادہ معلوم ہے۔ اور مجھ کو سخت حیرت ہوتی ہے کہ ایسے ذمہ دار اور مقتدر انگریز کے قلم سے ایسے الفاظ نکلیں۔ اس لئے مجبور ہو کر میں انکی تردید کرتا ہوں۔

مسلمانوں کی عقل کی یہ سخت توہین ہے کہ وہ اس قدر جاہل اور نادان [illegible] اور جبکہ ترکی فوجی جماعت کی قوت سے واقف ہیں جس کے پاس کوئی بیرونی صوبہ بھی نہیں ہے۔ مسلمانوں کی سمجھ سے باہر ہے کہ وہ برطانیہ کے اس فعل کو اس کی کمزوری پر محمول کریں بلکہ برطانیہ کی واپسی نہایت شکر اور احسانمندی کی نظر سے دیکھی جائیگی۔ اس نے اپنی اولوالعزمی اور فیاضی سے ترکی کو اس کے مقبوضات واپس دیدئے۔ افسوس ہے کہ مسٹر بونرلا نے مسلمانوں کے متعلق نہایت غلط رائے قایم کی ہے کہ مسلمان برطانیہ کی واپسی کو اس کی نامردی جانیں گے۔ بلکہ مسلمان تو اس قسم کے فعل کا نہایت مسرت کے ساتھ خیر مقدم کریں گے اور برطانیہ اور اسلام کے تعلقات کے خوشگوار ہونے کا یہ ایک جدید اور تازہ ثبوت مانا جائے گا۔

میں نہیں بتا سکتا ہوں کہ مسلمانوں کو معلوم کر کے کیسا صدمہ عظیم ہوگا کہ مسٹر بونرلا جیسے زبردست مدبر جو ایک زبردست پولٹیکل پارٹی کے لیڈر ہیں۔ اور جو بڑے بڑے عہدہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کے متعلق ایسی غلط رائے قایم کریں۔ اور حضور ملک معظم کی وفادار مسلمان رعایا کی نسبت کے بارہ میں ایسی ذلیل اور ادنے رائے رکھتے ہیں۔

میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ کیا اطالیہ و فرانس کے چناق سے واپس آنے سے ان کی وقعت مسلمانوں کے دلوں میں کچھ کم ہوگئی ہے؟ آجکل اسلامی دنیا کی نظر میں فرانس کی جس قدر عظمت ہے میرے نزدیک ایسی عظمت کسی اور سلطنت کی اس سے قبل کبھی نہیں ہوئی ہے اور یہ واقعہ کوئی پوشیدہ راز نہیں ہے کہ مارشل لائی نے اعلان کیا ہے کہ ہماری گورنمنٹ نے جو پالیسی ترکی کے متعلق اختیار کی ہے۔ اس سے شمالی افریقہ کو مہذب بنانے کے عظیم الشان کام میں ہم کو بڑی مدد ملی ہے۔

اگر مشرق قریبہ میں گورنمنٹ برطانیہ بھی وہی پالیسی اختیار کرتی جو فرانس نے کی ہے تو کیا ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو ہندوستان میں بہت زیادہ سہولت اپنے کام میں نہ پیدا ہو جاتی؟

لوگوں کو یہ خیال کرنا چاہئے کہ مسلمان بہت زیادہ پستی کی حالت میں ہیں۔ مجھ کو ایک مسق ملا ملا تھا جو انگریزی کا ایک لفظ بھی نہیں جانتا تھا۔ اور وہ مدبرین کی سالانہ کتاب کے ترجمہ کا مطالعہ کر رہا تھا۔ جو خاص طور پر اس کے لئے تیار کیا تھا۔ کیونکہ وہ ملا روئے زمین کے مختلف ممالک کے وسائل معلوم کرنا چاہتا تھا۔ گذشتہ دس سال میں مسلمانوں نے فرانس کی لفظی اور اصلی دوستی اور سابق قیصر جرمنی کے فعل اور جھوٹ دعوی دوستی سے فرق کو خوب جان لیا ہے۔ جو اپنے دوست کی پشت پر خنجر کا وار کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا تھا۔

میرے نزدیک مسٹر بونرلا کی رائے بلا تردید اور مخالفت کے نہیں دیکھی جاسکتی ہے۔

میں مشرق قریبہ کے مسئلہ کے متعلق اسوقت کوئی رد و بدل نہیں کرتا ہوں اور حضور ملک معظم کی دیگر وفادار رعایا کی طرح میری بھی یہ دلی تمنا ہے کہ وہ بہ احسن وجوہ طے ہو جائے۔

ایک شکوہ

ایک زمانہ تھا کہ ہم اودھ کے ہر ضلع میں تحریک ترک موالات کے جوش و خروش کے فسانے سنا کرتے تھے۔ لیکن جہاں اور جگہ لوگ کہتے ہیں کہ خاموشی ہے۔ وہاں اودھ میں بھی اظہار جمود ہو رہا ہے۔ یہ بہرائچ باوجود اس کے کہ چھوٹا سا شہر تھا لیکن چودھری نواب علی صاحب کی موجودگی اور دوسرے تارک موالات و کارکن کی کوشش سے جن میں زیادہ تر ہمارے علیگڑھ کے بھائی شامل تھے۔ یہ ضلع سب سے اول تھا۔ چودھری صاحب موصوف حسن ظاہری اور باطنی خوبیوں کا مجموعہ ہیں۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ حقیقت میں آپ کی ہستی وہاں کے لئے شمع انجمن افروز تھی۔ لیکن یہ سنکر افسوس ہوا کہ جب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلح خیر

ہفتہ میں دو بار۔ ہر اتوار اور بدھ کو ٹھیک وقت پر شائع ہوتا ہے

اخبار پیغام صلح لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

جلد ۱۱ — نمبر ۸

مدینۃ المسیح لاہور، یوم اتوار، مورخہ ۶ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۱ ہجری مطابق ۲۶ نومبر سنہ ۱۹۲۲ء

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

الحمد لہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ما الغرض ایماں نہ بدو کمال
وصل ملائک و انبیا [illegible]
ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و خبرہائے معاد
ہرچہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت ہست
منکر آں مستحق لعنت است
معجزات انبیاء حق اندر ہست
منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

اقتباسات

خلافت کے متعلق مسلمان مطمئن رہیں

عصمت پاشا کے ساتھ ملاقات کے دوران میں میں نے آپ سے تذکرہ کیا۔ کہ خلیفہ کے منصب کے متعلق مجلس قومی انگورہ کا جو فیصلہ ہوا ہے۔ اس سے مسلمانان ہند کی رائے پر بڑا اثر پڑا ہے۔ ترکی وفد کے صدر نے افسوس کے ساتھ فرمایا کہ مسلمانان ہند اہل غرض کے بیانات سے اتنے جلد متاثر ہو جاتے ہیں اہل غرض کا تو مدعا ہی یہ ہے کہ ایسے وقت میں جب دنیائے اسلام کو یکجہتی کی اشد ضرورت ہے تفرقہ ڈالا جائے۔ آپ نے بیان فرمایا۔ کہ ترکوں کے جدید آئین نے جس کی بنیاد قومی سلطنت پر ہے خلیفہ کی طاقت کو وسیع تر کر دیا ہے۔ اور اس کو تمام اسلامی سیاست کا وہ روحانی پیشوا قرار دیا ہے جس کے سامنے بادشاہ اور بادشاہت ہیچ ہے مجلس قومی انگورہ کا یہ فیصلہ مفاد ترکی کی نسبت عام شکوہ و بہبود اسلام کا زیادہ حامل ہے۔ اگر "سلطنت" اور "خلافت" کو جمع کر دیا جاتا۔ تو خلیفہ جزیرۃ العرب مکہ اور مدینہ پر خلافت کے اختیارات نافذ نہ کر سکتا۔ اور اگر کرتا تو ضمناً عرب اقوام کے حقوق میں مداخلت متحقق ہوتی۔ اور ایسا معلوم ہوتا۔ کہ ترک شہنشاہی اغراض کے درپے ہیں۔ خلافت کو سلطنت سے بالاتر قرار دینے میں ہم اس نقص سے آزاد ہو گئے ہیں۔ جو مختلف اسلامی سلطنتوں کے مفاد کے تصادم کی وجہ سے پیدا ہوتا اور آئندہ خلافت کے لئے باعث آزار ہوتا۔ ان تمام امور میں جو مسلمانوں کی اجتماعی سیاست سے تعلق رکھتے ہیں۔ تمام ترکی اسی طرح بدستور خلافت کی [illegible] دلشیدہ ہو گی جس طرح وہ ہمیشہ رہی ہے۔ اس تمام [illegible] کے الفاظ واضح و بین ہیں۔

اخیر میں عصمت پاشا نے فرمایا کہ بڑے بڑے علماء اسلام اس امر میں مجلس قومی سے متفق ہیں۔ اور ان کا خیال ہے کہ صرف قسطنطنیہ میں رہ کر ایک قومی آزاد حکومت کو پختہ بنیاد پر رکھنے والا اثر و اقتدار میں ترقی کرے گی۔ مسلمان بالکل مطمئن رہیں اور اور ان کو یقین کر لینا چاہیئے۔ کہ عمل خلافت اور خلافت [illegible] تعلقات کی تعیین میں جو قانون وضع کیا جائے گا اس میں احکام شریعہ کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے گا۔

(بمبئی کرانیکل کا خاص نامہ نگار لاسین صلح کانفرنس میں)

افغانستان کا تاکیدی مکتوب برطانیہ کو

حکومت افغانستان نے حکومت برطانیہ کو یاد دہانی کے طور پر ایک تاکیدی مکتوب ارسال کیا ہے۔ جس میں موخر الذکر کی عنان توجہ اس معاہدہ کی جانب منعطف کی گئی ہے۔ جو افغانستان اور ترکی کے مابین قرار پایا تھا۔ حکومت افغانستان نے مزبورہ مکتوب میں لکھا ہے۔ کہ اگر برطانیہ نے بلا واسطہ یا بالواسطہ ترکوں کی جدوجہد ترقی اور سعی للبقا کی مخالفت کرنے کی ذرا بھی کوشش کی تو اسے تمام مسلمانان عالم کی مخالفت پر محمول کیا جائے گا۔

انگورہ میں ایک جدید محکمۂ تصانیف کا قیام

معلوم ہوا ہے کہ جامعۂ قومیہ انگورہ کی مجلس نصاب نے ایک جدید محکمہ قائم کیا ہے جس کا صرف یہ کام ہوگا۔ کہ ادبی و علمی مضامین کے متعلق تصنیفات و تالیفات شائع کرے۔ پروفیسر اسمٰعیل حقی (جو مزبورہ یونیورسٹی میں فلسفۂ اسلامیہ کے پروفیسر ہیں) اور فرید بے (جو شریعت اسلامیہ کے لکچرار ہیں) کو ہدایت دی گئی ہیں۔ کہ وہ اس جدید محکمے کی عنان نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لیں۔

شاکر بے حاکم اورنہ

حکومت انگورہ نے شاکر بے کو حاکم اورنہ مقرر کیا ہے۔ شاکر بے اس سے قبل ترکی کی مجلس شوریٰ کے رکن گیلی پولی کے نمائندے تھے۔ اور انہیں امور نظامیہ حکومت کا وسیع تجربہ ہے۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ سابق سرکاری عہدہ دار جنہیں یونانیوں نے وہاں سے نکال دیا تھا۔ ان کے معاون ہوں گے۔ یہ جماعت اڑھائی ہزار کی ترکی جنڈارمہ کے پہلے دستے کے ساتھ جائے گی۔ جو تھریس میں داخل ہو کر نے اور شہری انتظام بحال کرنے کے لئے تیار ہے

اہل تھریس کے لئے نوید جانفزا

باشندگان تھریس کو یہ معلوم کر کے خوشی ہوگی۔ کہ شاکر بے اس علاقے سے ناواقف نہیں ہیں۔ جن کی زمام انتظام ان کے ہاتھ میں دی گئی ہے۔ جنگ سے قبل وہ اورنہ کے قائم مقام اور رکیشر النفنوا دیقا رقیوی اور ترکوں کا ان دونوں ملکوں کے مابین مبادلہ کرنے سے متعلق انتظامات کے نگران کار تھے۔ وہ اس تمام علاقے کے حالات و معاملات سے بخوبی آگاہ ہیں۔ اس لئے ان کی یہ واقفیت ان ترکوں کے کرد قیام استحکام میں نہایت سودمند ہوگی۔ جنہیں محاربۂ عظیم یورپ اور یونانی قبضے کی نازک حالات کے دوران میں ان کے تھریس کے گھروں سے دوبارہ خارج کر دیا گیا تھا۔

ٹرکی کے تباہ شدہ علاقوں کی تعمیر ثانیہ

حکومت انگورہ نے وزیر اقتصادیات کو ہدایت کی ہے کہ وہ اناطولیہ اور تھریس کے آزاد کردہ علاقوں کی وزارت کا انتظام و اہتمام کریں جو عنقریب اپنی کارروائیوں کا افتتاح کرے گی۔ ایک خاص تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا گیا ہے۔ جو تباہ شدہ علاقوں کا دورہ کرے گا۔ اور تعمیر ثانیہ کے کام کے متعلق اپنی مکمل رپورٹ پیش کرے گا۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ تعمیر ثانیہ کے کام میں تاخیر و تعویق نہیں ہوگی۔ اور سیکڑوں امصار و قریات کی تعمیر کرنے کے لئے کثیر تعداد کو تعمیری سامان کا انتظام کرنے اور ریلوے لائنوں کی مرمت اور سڑکوں کی درستی کے واسطے کام نافذ کر دیئے گئے ہیں۔

آزادی عرب

ترک چاہتے ہیں کہ شام و فلسطین و عراق میں آئندہ حکومت کے متعلق لوگوں کی مرضی دریافت کی جائے۔ مگر یہ عمل اس وقت ملتوی رکھا جائے۔ جب تک کہ ان کے وہ باشندے جو واپس نہ آ جائیں۔ جن کو یا تو خارج کر دیا گیا ہے۔ یا وہ اپنی مرضی سے ملک چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ ترکان احرار کی یہ خواہش میثاق ملی کے اصول کے مطابق ہے۔ جس کا یہ منشا ہے۔ کہ سلطنت ٹرکی کے ان حصوں میں جہاں عرب آبادی کی کثرت ہے۔ آئندہ طرز حکومت کا سوال خود باشندوں کی رائے کے مطابق قرار دیا جائے۔ اس اثنا میں عرب آنے والی کانفرنس کو نہایت شوق کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اور بقول نیر ایسٹ شاہ حسین والی حجاز نے اتحادیوں سے صاف کہہ دیا ہے۔ کہ عربوں کو کامل آزادی دیئے بغیر صلح امر کو مکمل نہ کیا جائے۔ اعراب فلسطین نے بھی سر ہربرٹ سموئیل کو مطلع کر دیا ہے۔ کہ جہاں تک ان کا تعلق ہے۔ معاہدہ سیورے بہ معاہدہ ذاتیہ کی وجہ سے کالعدم ہو چکا ہے۔ اور اس لئے نہ تو فلسطین پر ان کی نگہداری قائم رہی ہے۔ اور نہ پیمان بالفور کی کوئی ہستی باقی ہے۔ سر ہربرٹ کو اس امر کی بھی اطلاع دی گئی ہے۔ کہ عرب خود اپنے نمائندے کانفرنس میں بھیج رہے ہیں۔ اور جب تک آئندہ کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ نہ ہو جائے۔ وہ بعض سرکاری کارروائیوں کو ملتوی رکھیں۔ عراق عرب میں کم و بیش یہی کیفیت نظر آ رہی ہے جس کا مرجع یہ ہے کہ عربوں اور دولت برطانیہ کے مابین معاہدہ کی تکمیل ہو چکی ہے لیکن خود باشندگان عرب کو یہ معاہدہ ایک کھلا نہیں بھاتا۔ اس طرح ساری عرب آبادی آزادی کی خواہاں ہے اور یہی ترکان احرار کا نصب العین ہے۔ ان کی آزادی ساری ترکی سلطنت کی آزادی ہے اور جو لوگ آزادی کو عزیز سمجھتے ہیں۔ ان میں اس سے دوسروں کو محروم رکھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۱ | مورخہ ۶ ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ | نمبر ۸

خلافت عثمانیہ

تبدیلیٔ خلافت

سلطان وحیدالدین مالٹا چلے گئے اور وہاں پہنچ بھی گئے۔ اور سلطان عبدالمجید آفندی جو سلطان عبدالعزیز کے خلف الرشید ہیں اب تخت خلافت پر متمکن ہوئے ہیں۔ عمر شریف چون پچپن سال کی ہے موسیقی اور فن مصوری کے قدردان اور سرپرست ہیں۔ تخت پر بیٹھتے ہی انہوں نے ملک کے اعتماد پر اظہار مسرت کیا۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ انہیں ملک کے فلاح اور بہبود اور آزادی پر کامل یقین ہے۔ ان کی خواہش ہے کہ وہ مذہب اور ملک کی ترقی کے لئے مفید کام کریں۔

یہ سب کچھ ہوا ہے۔ مگر اس سرعت سے ہوا۔ جس کا کسی کو یقین نہ تھا۔ اور تو اور خود حکومت انگورہ کے ارباب حل وعقد حیران ہیں۔ کہ سلطان وحیدالدین کیوں بھاگ گئے۔ ان کے فرار کی کسی کو خبر نہیں ہوئی۔ لیکن اگر ان خبروں پر اعتماد کیا جائے۔ جو قسطنطنیہ سے پیہم اور متواتر آ رہی تھیں۔ تو یہ کوئی معما نہیں۔ کہ سلطان وحیدالدین پر حکومت انگورہ کو اعتماد نہ تھا۔ وہ مکرات و امرات کہہ چکے ہیں۔ کہ یہ سلطان عہدہ خلافت کے لائق نہیں۔ نہ اسم سلامتی ہیں۔ انگورہ کے حکام شامل نہ ہوئے۔ اسی حالت میں سلطان کو بھی یہ خطرہ قدرتی طور پر ہو سکتا ہے۔ کہ کہیں ان کی جان نہ جاتی رہے۔ چنانچہ یہی خطرہ تھا۔ جس نے اُن کو بھاگنے پر مجبور کیا۔ اور جو خبریں موصول ہوئیں۔ اُن سے پایا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے یہ خطرہ کو کھلے الفاظ میں ظاہر بھی کیا۔

جدید سلطان کا تقرر مجلس کے مشورے سے ہوا۔ علما نے فتوا بھی دیا۔ اور سلطان سابق کے فرار ہونے کا الزام بھی لگایا گیا۔

لیکن جو چیز خصوصیت سے بر تقرر میں نظر آئی ہے۔ وہ حکومت انگورہ اور جدید سلطان کے نگاہ میں زاویہ تفاوت ہے۔ جدید سلطان کا خیال ہے کہ مذہب اور ملک کی خدمت کریں۔ انگورہ کے بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ وہ محض روحانی خلیفہ ہونگے۔ جو بادشاہت سلطنت سے بہت ارفع و اعلےٰ چیز ہے۔ چنانچہ عصمت پاشا کے خیالات جن کا خاکہ آج کے اشاعت میں صفحہ اول پر ناظرین کرام ملاحظہ فرمائینگے۔ صاف بتا رہے ہیں کہ وہ سلطان جدید کو محض روحانی خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔ سیاست سے اُن کو کوئی واسطہ نہ ہوگا۔ ان کی حکومت روحانی عرب و ایران پر کیا سارے عالم اسلام پر ہوگی۔ اور اس طرح سے وہ سلطنت کے مالک ہونگے۔ جس کو کبھی زوال نہیں ہو سکتا۔

ہم مانتے ہیں۔ کہ روحانی خلافت ظاہری حکومت و سلطنت سے بہت بڑھ کر ہے۔ لیکن ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا۔ کہ اس روحانی خلافت ترکی قوم یا قوام کے افراد کسی کو دے سکتے ہیں۔ خلافت روحانی خدا کی داد ہے۔ اس میں کسی دوسرے کو دخل نہیں۔ جو لوگ روحانی خلافت کے وارث ہوتے ہیں۔ ان کو یہ منصب خدا کی طرف سے ملتا ہے۔ ان میں وہ کمالات ہوتے ہیں جو معمولی انسانوں میں نہیں ہوتے اور نہ ہی کسی کے انتخاب سے وہ کمالات پیدا ہو سکتے ہیں۔

پھر یہ امر بھی ایک معمہ ہے کہ جب سلطان المعظم کی حکومت محض روحانی ہوگی۔ اور اس حکومت کے لحاظ سے تمام عالم اسلام ان کا زیر نگین ہوگا۔ پھر وہ خاص خدمت کیا جو وہ محض اپنے ملک کی کرینگے۔ "مذہب" کی خدمت تو خیر وہ اپنی "روحانی" اقتدار سے کریں گے۔ لیکن قابل غور سوال یہ ہے۔ کہ ان کی یہ خواہش کہ وہ اپنے "ملک" کی بھی کچھ خدمت کریں کس طرح پوری ہوگی۔

روحانی خلافت کے معنے

غالباً بعض مسلمانوں کا خیال ہے۔ کہ یہ خلافت دوسرے معنوں میں روحانی ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ قرآن مجید کی آیت استخلاف میں چونکہ خلافت کا ذکر ہے اس لئے یہ خلافت اس لحاظ سے روحانی بھی ہے کہ قرآن میں اس کا ذکر آ گیا۔

اس میں شک نہیں کہ قرآن مجید کی آیت استخلاف اور بعض دوسری آیات میں خلافت کا ذکر ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے۔ کہ وہاں جس خلافت کا ذکر ہے وہ قومی خلافت کا ہے۔ کسی فرد خاص کی خلافت معلوم نہیں ہوتی۔

حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلعم اور مسلمانوں کو روز کفار عرب کیطرف سے تکالیف اور اذیتیں پہنچتی تھیں۔ کفار کو چونکہ ایک قسم کی حکومت ملک پر حاصل تھی اور مسلمان غریب و بیکس تھے۔ اس لئے خدا تعالے نے وعدہ کیا کہ ہم تمکو اس زمین پر مسلط کر دیں گے بشرطیکہ تم ایمان لاؤ۔ اعمال صالحہ کرو۔ چنانچہ یہ وعدہ پورا ہوا۔ عرب چھوڑ دوسرے ملکوں پر بھی اسلام کی حکومت ہو گئی۔

ہاں یہ بھی سچ ہے۔ کہ آیت استخلاف میں چونکہ خلافت موعودہ کو خلافت سابقہ سے مشابہت دی ہے۔ اور فرمایا کہ کما استخلف الذین من قبلھم۔ اس لئے خلافت سلسلہ محمدیہ میں خلافت سلسلہ موسویہ میں مماثلت ہونی چاہیئے۔ بنی اسرائیل میں یہ خلافت دو قسم پر تھی۔ سلطنت اور روحانیت۔ خود قرآن سے بھی یہ امر ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا یہاں نبوت کو سلطنت سے علیحدہ کر دیا ہے۔ اور بتا دیا کہ سلطنت میں تو ساری قوم ہی بادشاہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا جعلکم۔۔ ملوکا" لیکن انبیاء محض وہی لوگ ہوتے ہیں۔ جو اس منصب پر فائز ہوں اس لئے فرمایا جعل فیکم انبیاء۔

خلافت محمدیہ

اب اسی قسم کی خلافت اس امت میں جاری ہے۔ بادشاہ بھی ہوئے اور انبیاء کے مثیل بھی۔ خلفاء راشدہ میں یہ دونوں خلافتیں جمع ملیں۔ سلطنت تو ظاہر ہی ہے۔ نبوت کے کمالات بھی ان میں تھے۔ چنانچہ احادیث میں ان کا ذکر مفصل ہے۔

اب جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ سلطان المعظم خلیفہ روحانی ہیں۔ گویا وہ دوسرے لفظوں میں ان کو مثیل انبیاء قرار دیتے ہیں۔ اور فی الواقعہ یہ بہت بڑا مرتبہ ہے۔ لیکن یہ نہ کسی انتخاب کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ نہ کسی سلطنت کا۔ بلکہ اس کے لئے ذاتی کمالات روحانی ہیں۔ اور اگر محض روحانی تبلیغ کے یہ معنے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو سلطنت کا وعدہ قرآن پاک میں دیا گیا۔ تو پھر اس لحاظ سے ہر ایک مسلمان بادشاہ خلیفہ ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس بات کو انگورہ کے ارباب بست و کشاد صحیح مانتے ہیں۔ چنانچہ مجلس میں امیر افغانستان کا نام بھی خلافت کے لئے پیش ہوا تھا۔

روحانی خلیفہ کے فرائض

ایک آخری بات ہم اس سلسلہ میں یہ بھی کہنا چاہتے ہیں۔ کہ اگر ہماری ترجیہات غلط ہیں۔ تو پھر وہ فرائض بتانے چاہئیں۔ جو روحانی خلیفہ کو مخصوص ہوں گے۔ ہمیں یقین نہیں آتا کہ مسلمان خلیفہ کو محض اٹلی کے پوپ کی طرح تسلیم کر لیں گے۔ کیونکہ اسلام اس قسم کی شخصیت پرستی کی جڑھ کاٹنے کے لئے آیا ہے۔ چہ جائیکہ خود مسلمان اس کے شکار ہوں۔

نئے خلیفہ کا خطاب

قسطنطنیہ کی تازہ ترین خبروں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ سلطان عبدالمجید کو جو جدید خلیفہ مقرر ہوئے ہیں۔ ہز امپیریل مجسٹی کی بجائے ہز ہائنس کا خطاب دیا گیا۔ بظاہر اس کے وجہ اس کے سوائے اور کچھ نہیں کہ سلطان چونکہ سیاسی بادشاہ نہیں ہوں گے۔ اس لئے ان کو ہز مجسٹی کا خطاب جو شاہان یورپ کے لئے مخصوص ہے نہیں دیا گیا لیکن ہمارے خیال میں اس میں سلطان المعظم کی صریح ہتک ہے۔ ہم جیسی چھوٹی سلطنت کے بادشاہ تو ہز مجسٹی کہلائیں۔ اور سلطان المعظم محض ہز ہائنس جو ایک معمولی خطاب ہے۔ ہندوستان میں بہت سے ہز ہائنس ہیں۔ یہانتک سر آغا خان جو حکمران نہیں تو بھی ہز ہائنس ہیں کیا اس سے صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ سلطان المعظم کی حیثیت سیاسی کچھ بھی نہیں۔ خطرہ ہے کہ مسلمانان ہندوستان اس میں سلطان المعظم کی ہتک محسوس کریں گے۔ اور ان کے جذبات عقیدت کو ٹھیس لگے گی۔

ڈی اے وی اور اسلامیہ کالج کے طلبہ میں فساد

معاصر سیاست نے ۲۵ نومبر کی اشاعت میں لکھا ہے۔ فسادات ملتان کے متعلق کچھ عرصہ سے اتفاقات خیالات کی جو کھچڑی لاہور کے طلبا میں پک رہی تھی۔ اور جس کے نیچے ڈی-اے-وی کالج کے طلبہ میں آنچ دی جا رہی تھی آخر اس میں ۲۲ نومبر کی شام کو پنجاب یونیورسٹی کی گراؤنڈ میں پہلا ابال آ گیا۔ اور اس اُبال سے ایک درجن کے قریب طلبا کے جسم جھلس گئے۔ اور آج وہ زخموں سے نڈھال ہو کر چارپائیوں پر لیٹے ہوئے ہیں۔

واقعات یہ ہیں۔ کہ ۲۲ نومبر کو دونوں کالجوں کے درمیان ہاکی اور فٹ بال کے میچ ہوئے۔

کھیل شروع ہونے سے پہلے ہی ہندو طلبا فسادات ملتان کے بدلہ لینے کے متعلق چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ اور متعدد طلبا لاٹھیوں سے مسلح ہو کر آئے تھے۔

میرا دونوں کالجوں میں سے کسی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے طلبا کو میں پہچان کر یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ دونوں پارٹیوں کی تعداد کتنی تھی۔ لیکن یہ بیان کرنا بعید از صداقت نہیں۔ کہ مسلم طلبا کی تعداد تین سو۔ اور ہندو طلبا کی تعداد دو ہزار کے قریب تھی۔ ایک شخص کے بیان مطابق ہندو مسلمانوں سے آٹھ گنا زیادہ تھے۔ اسلامیہ کالج کا شاید کوئی پروفیسر موجود نہ تھا۔ اور ڈی-اے-وی کالج کے چھ پروفیسر موجود تھے۔ ان میں سے دو پروفیسروں کو میں جانتا ہوں۔

فٹ بال کا میچ چار بجے شروع ہوا۔ میں میچ گیلری کے پاس کھڑا ہو کر دیکھ رہا تھا۔ پہلے گیلری کے طلبا میں جہاں صرف چند مسلمان بیٹھے تھے۔ کچھ کھلبلی مچ گئی۔ لیکن کوئی نازک حالت پیدا ہونے سے پہلے۔ ڈی-اے-وی-کالج کے ایک بنگالی پروفیسر نے آ کر معاملہ کو رفع دفع کر دیا۔

مقررہ وقت کا نصف حصہ ختم ہو چکا تھا۔ اور ظاہری علامات کو دیکھ کر لوگ کہہ رہے تھے۔ کہ فٹ بال کے میچ میں اسلامیہ کالج اور ہاکی کے میچ میں ڈی-اے-وی کالج جیت جائیگا۔

دونو کھیلوں کے دو علیحدہ علیحدہ ہجوم تھے۔ جن میں صرف چار پانچ قدم کا فاصلہ تھا۔ پانچ بجے کے قریب ہاکی کی گراؤنڈ میں شور مچ گیا۔ اور فٹ بال کا ہجوم فوراً منتشر ہو کر ہاکی گراؤنڈ میں آ گیا۔ میں ہجوم سے باہر تھا۔ لیکن میں لاٹھیوں اور ہاکی سٹکوں کا اچھلنا اچھی طرح دیکھ رہا تھا۔ ڈی-اے-وی کالج کے پانچ سخت زخمی ہوئے۔ اور تقریباً اتنے ہی طلبا اسلامیہ کالج کے زخمی ہوئے۔ چند طلبا بیہوش ہو کر گر پڑے۔ تین چار طلبا کی حالت خطرناک ہے۔ ان میں سے ایک طالب علم دارالشفا میں زیر علاج ہے۔ سنا ہے۔ کہ اس کے سر میں سخت چوٹیں آئی ہیں۔ اور اس کی حالت بہت نازک ہے۔ پولیس نے جو فساد شروع ہونے سے نصف گھنٹہ پہلے ہی میدان میں پہنچ چکی تھی۔ حالات پر قابو پا لیا۔ ورنہ حالات کے زیادہ خطرناک ہونے کا اندیشہ تھا۔

(اسلامیہ کالج کے ارباب حل وعقد کو اس معاملہ پر مفصل روشنی ڈالنی چاہیئے۔

ہم نہایت افسوس سے لکھتے ہیں۔ کہ ایسے واقعات ہندو مسلم اتحاد کے لئے سخت مہلک ہیں۔ جو لوگ اس قسم کے فسادات میں حصہ لیتے ہیں یا یا ہم تکیہ توڑی لڑتے جھگڑتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں۔ کہ سوراجیہ کی راہ میں خود کانٹے بو رہے ہیں۔ ملتان کے فسادات کے متعلق ابھی تک ہمارے ہندو بھائیوں کا جوش ٹھنڈا نہیں ہوا۔ خدا جانے یہ آگ کب تک بھڑکتی رہیگی۔ اور ہندو مسلم اتحاد کی ہڈیاں کب تک جلاتی رہیگی۔ ہمارے ملکی اور سیاسی لیڈروں کا فرض ہے۔ کہ وہ سب سے پہلے اس قسم کی دشمنیوں اور سینہ زوریوں کا سدباب کریں۔ کیونکہ ہندوستان میں ہندو مسلم اتحاد کے بغیر کبھی حکومت خود اختیاری نہیں مل سکتی۔

ناظرین کرام خط و کتابت کیوقت جٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں

(منیجر)

بڑا دن اور دوسرے تہوار

انگلستان میں دستور ہے۔ کہ ہر ہفتہ سیر و سیاحت کے لئے شہروں سے مخصوص گاڑیاں چلتی ہیں۔ اور رعایتی ٹکٹ تقسیم ہوتے ہیں۔ مگر ہندوستان میں یہ قاعدہ بالکل نہیں۔ اس سال اعلان شائع ہوا ہے۔ کہ "بڑے دن پر ۱۲ر دسمبر سے ۳۱ر دسمبر تک درجہ اول اور دوم کے ٹکٹ رعایتی قیمت پر فروخت ہوں گے۔ جن کی شرح ½ ۱ ہوگی۔ اور جو صاحب چاہیں۔ اسی شرح سے ریزرو بھی کرا سکتے ہیں" مگر اس رعایت سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو اعلےٰ شاہروں پر ملازم ہیں۔ ہمارے لوگ اس سے فائدہ بہت کم اٹھاتے ہیں۔ اس لئے مناسب ہے کہ ہندوستانیوں کے تہواروں اور قومی جلسوں پر بھی اسی قسم کی رعایت کیجائے

تمام مسلمان ہندو بنجائیں

معاصر آریہ گزٹ اپنی ۲۳ر نومبر کی اشاعت میں لکھتا ہے:۔

انڈین سوشل ریفارمر میں ایک معزز مسلمان نے ہندو مسلم اتحاد کو مضبوط بنانے کے لئے یہ تجویز کی ہے۔ کہ ہندو اپنے مسلمان بھائیوں کو ہندوؤں میں شامل کر لیں۔ جس طرح سے ہندوؤں نے جینیوں اور بودھوں کو اپنے اندر شامل کر لیا ہوا ہے۔ "ہندو" کوئی مذہبی اصولوں کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ ایک عام لفظ ہے۔ جس میں ہر قسم کے اصولوں کے لوگ رہتے ہیں

اس تجویز پر ایڈیٹر صاحب انڈین سوشل ریفارمر لکھتے ہیں کہ تجویز معقول ہے اور آجکل بھی اسپر عملدرآمد ہو رہا ہے۔ چنانچہ کنیڈا اور امریکہ میں تمام ہندوستانیوں کو "ہندو" ہی کہا جاتا ہے۔ اس لئے ہندوستان میں بھی تمام ہندوستانیوں کو چاہئے وہ جینی ہوں یا بودھ مسلمان ہوں۔ یا عیسائی ہندو کہا جا سکتا ہے۔

اس تجویز کی لغویت اظہر من الشمس ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کونسے مسلمان ہیں جو اس کے محرک ہیں۔ لیکن کیا آریہ گزٹ پسند کرتا ہے۔ کہ ہم تمام ہندوؤں کے مسلمان ہو جانے کا مطالبہ شروع کر دیں۔

آریوں کی سرگرمیاں

معاصر آریہ گزٹ اپنی ۲۳ر نومبر کی اشاعت میں رقمطراز ہے:۔

کشتری اُپکارنی مہاسبھا نے پرانتک سبھا کے فیصلہ کے مطابق ٹھاکر صورت سنگھ صاحب کا مندرجہ ذیل ریزولیوشن کشتری بھائیوں کی رائے لینے کے لئے مشتہر کیا ہے:۔

"یہ کشتریہ اُپکارنی مہاسبھا پربندھکارنی کمیٹی کی طرف سے بڑے زور کے ساتھ یہ پرستاؤ کرتی ہے۔ کہ وہ راجپوت جو کسی زمانہ میں مسلمان ہو گئے تھے۔ اور اب پھر اپنے دھرم یعنی برادری کی شرن لینا چاہتے ہیں۔ اُن کو شاستر انوسار اپنی برادری میں شامل کر لینا چاہئے۔ اور اس پرُاپکار کا کام کرنے کے لئے ایک شدھی سبھا بنائی جائے۔ جو جہاں ضرورت پڑے جا کر کام کرے"

ہماری رائے میں یہ ریزولیوشن اس قابل ہے۔ کہ اسے فوراً پاس کر دیا جائے۔ اور بہت جلد اسپر عملدرآمد شروع کر دیا جاوے۔ اور ہمیں یقین ہے۔ کہ ہر عقلمند راجپوت اس نہایت ضروری پرستاؤ کی پورے زور سے تائید کرے گا۔

اس سے معلوم ہوگا کہ آریہ قوم کے بزرگ اپنے مذہب کی اشاعت میں کسقدر کوشش کر رہے ہیں۔

لیکن کیا ہم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ ایسے شدھی شدہ مسلمانوں کے سوشل حقوق وہی ہوں گے جو اور ہندوؤں کے اس سے پہلے تو آریہ دھرم اس میدان میں ناکام رہا ہے۔

سیٹھ چھوٹانی اور انگورہ فنڈ

جنرل نیوز رقمطراز ہے:۔

سُنی لوگوں کی زبانی ہمیں یہ تصدیق طلب خبر ملی ہے کہ صاحب موصوف نے کئی لاکھ روپیہ انگورہ فنڈ کا جو بھیجنا باقی تھا۔ اپنے تجارتی کاروبار میں لگا دیا ہے۔ اور جو مال چھڑانے واسطے رُکے ہوئے تھے چھڑا لئے ہیں۔ نیز تجارتی دقتیں جو آجکل قریباً ہر شخص کو عارض ہو رہی ہیں۔ ان کے باعث شاید اٹھارہ لاکھ روپیہ کسی صاحب سے قرض بھی کرنا پڑا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ اگر یہ تھوڑی دیر کے لئے صحیح بھی مان لیا جائے۔ کہ سیٹھ صاحب نے انگورہ فنڈ کو صرف کر لیا ہے۔ تو اس کے یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ انہوں نے دوسرے لیڈروں کی طرح غبن کر لیا ہے۔ وہ مال بیچکر اس سے زیادہ چندہ دے سکتے ہیں۔ ممکن ہے۔ انہوں نے خلافت کی خاطر ہی مال چھڑایا ہو کہ بیچکر سب خلافت کی نذر کر دینگے۔ کیا اس سے پہلے سیٹھ صاحب ہزاروں روپیہ سے امداد نہیں کرتے رہے۔ کیا کوئی دوسرا لیڈر ہے۔ کہ جسنے سیٹھ صاحب کی طرح روپیہ خلافت پر پانی کی طرح بہا دیا ہو؟ ہم اہل درد سے اپیل کرتے ہیں کہ خلافت۔ امداد احرار کے لئے بڑی بڑی رقمیں جلد سیٹھ صاحب موصوف کے نام بھیجو۔ اسوقت اگر گھر کا مکان بیچکر بھی سیٹھ صاحب کی خدمت میں روپیہ بھیجدو گے تو سیٹھ صاحب خلافت کے بہت کام آئیں گے۔

ہمیں، تو ہرگز یقین نہیں ہے۔ کہ سیٹھ صاحب نے کبھی انگورہ فنڈ کا روپیہ اپنے تجارتی کاروبار میں صرف کیا ہو۔ مگر ان افواہوں کی تردید سیٹھ صاحب کیطرف سے ضروری ہے تاکہ پبلک کو اطمینان ہو جائے۔

کیا انور پاشا برطانوی جاسوس ہیں؟

اخبار لندن ٹائمز رقمطراز ہے۔ کہ نہایت معتبر ذرائع سے اطلاع ملی ہے۔ کہ بالشویک حکومت نے ایک کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کانفرنس میں ترکستان کے ان مسلمانوں کو مدعو کیا جائیگا۔ جو بالشویکوں سے ڈر کر انور پاشا کی فوج میں مل رہے ہیں۔ بالشویک ان مسلمانوں کو اپنی طرف ملانے کے لئے ہر ممکن کوشش میں مصروف ہیں۔ اس غرض کے لئے انہوں نے ترکستان میں اپنے آدمی بھیجے ہیں تاکہ وہ اس ملک میں جا کر یہ شہرہ کریں کہ انور پاشا برطانیہ کیطرف سے جاسوسی کا کام کر رہے ہیں۔

اس قسم کی بیہودہ بات پر کسی کو یقین نہیں آ سکتا۔ لیکن اس سے اتنا مترشح ہوتا ہے۔ کہ بالشویک حکومت غازی انور پاشا کے کسقدر خلاف ہے۔ اور ان کے اثر و اقتدار کو زائل کرنے کے لئے کن ذلیل ترین منصوبوں سے کام لے رہی ہے جن لوگوں کا کوئی اصول نہ ہو۔ ان سے اس سے بہتر توقع بھی نہیں ہو سکتی۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر خیریت سے ہیں۔ اور بیان القرآن کے کام میں مصروف۔

ایڈیٹر پیغام صلح نزلہ اور زکام سے بیمار ہیں احباب دعا فرماویں۔

بتاریخ ۱۵ر نومبر ۱۹۲۲ء بروز بدھ بعد از نماز عصر حسب درخواست سید میر محمد ہاشم علی شاہ صاحب حکیم لبدادی سکنہ کوٹ سیداں چک ۱۷ ضلع ملتان و میر مدثر شاہ گیلانی پشاوری آنریری مبلغ اسلام حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے بی بی سعادت جان بنت میر مدثر شاہ کا خطبہ نکاح ہمراہ میر محمد ہاشم علی شاہ صاحب احمدی بہ تقرر مبلغ دس ہزار روپیہ جسکو میر محمد ہاشم علی شاہ صاحب اور میر مدثر شاہ نے منظور کیا۔ روبرو مجمع عام مسجد کے اندر پڑھا۔ اور میر محمد ہاشم علی شاہ صاحب نے مبلغ ایک سو روپیہ برلن کی مسجد کے واسطے چندہ دیا۔ اللہ تعالےٰ اس نکاح کو اپنے فضل سے بابرکت اور فریقین کے لئے موجب رحمت فرماوے۔ آمین ثم آمین۔

کل ۲۶ر نومبر (اتوار) کو احمدیہ بلڈنگس میں احمدیہ طلبار کالج کو ایک ٹی پارٹی دینے کی تجویز ہوئی ہے۔ یہ پارٹی بشیر بادشاہ ریڈنگ روم میں دیجائے گی جو کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی لائبریری ہے۔ اس سے غرض یہ ہے۔ کہ نوجوان احمدی طلبا کو تبلیغ و اشاعت اسلام اور تبلیغ احمدیت کی اہمیت کیطرف متوجہ کر کے ان کو احمدیہ ایسوسی ایشن کے ممد و معاون بنایا جائے جو یہاں قائم کی گئی ہے۔ اسکے سکرٹری آجکل چوہدری ظہور احمد صاحب ہیں۔ اس صحبت کی مفصل کیفیت انشاء اللہ اگلے پرچہ میں ہدیہ ناظرین ہوگی۔

آج ۲۵ر نومبر کی شام کو حسب معمول احمدیہ ایسوسی ایشن کا جلسہ مسجد احمدیہ میں ہوگا۔ جس میں مولوی عبدالحق صاحب خلف مولوی عزیز بخش صاحب اسسٹنٹ مدیر لیکچر دیں گے۔

شذرات

ایک بزرگ جس نے الہام الٰہی کی بنا پر اپنی وفات کا زمانہ قریب پا کر ۱۹۰۵ء میں اپنی وصیت بھی لکھ دی ہو۔ وہ اگر ایک دن کے بعد بھی وفات پائے۔ تو قابل اعتراض بات نہیں۔ آخر ہر ایک شخص کو مرنا ہے۔ حضرت مسیح موعود کسی مخالف کے کہنے کے مطابق اگر ۴ اگست ۱۹۰۸ء کو وفات پا گئے یا ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک وفات پا گئے۔ اس کا اثر اس قوم پر کیا ہو سکتا ہے جس کا مذہب کسی انسان کی موت و حیات پر انحصار نہیں رکھتا ہم تو اُن بزرگ صحابہؓ اور اُس پاک رسولؐ کی تعلیم کے تابع ہیں جنہوں نے ایسے پیارے رسولؐ کی شہادت کی خبر سنکر کہا۔

الا ان کان محمد قد قتل فرب محمد ما قتل فقاتلوا علی ما قاتل علیہ یعنی اگر محمد رسول اللہ قتل ہو گئے ہیں تو رب محمد قتل نہیں ہوا۔ سو جس بات پر وہ جنگ کرتا تھا۔ اسی پر تم بھی جنگ کرو۔

پس ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ اگر مسیح موعود وفات پا گئے۔ تو رب مسیح موعود کو وفات نہیں پا گیا۔ سو جس بات پر مسیح موعود کوشش کرتا تھا۔ اسی پر ہم کوشش کرتے رہیں گے۔ خواہ ہمارے مخالف کچھ کہیں۔ ہمیں مسیح موعود نے حفاظت و اشاعت اسلام کے کام پر لگایا۔ ہم اس سے ہٹ نہیں سکتے۔ اور خدائے واحد کے نام کو دنیا میں پھیلاتے چلے جائیں گے۔ یہاں تک کہ اس راہ میں مر جائیں۔ یہی اُس قوم کی دلی آرزو ہے جس نے مسیح موعود کو خدا کا مامور مانا۔ اگر یہ کچھ بُرائی ہے تو یہ بُرائی اس بھلائی سے بہتر ہے۔ جو علماء سوء دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ اور جس کے نمونے ان کی مجالس و تقاریر و تحریروں میں ظاہر ہو رہے ہیں۔

حضرت امیر قوم کی کھلی چٹھی پر نوٹ کرتا ہوا ایک حاسد جاہل لکھتا ہے "لاہوری پارٹی اس سے منکر ہے۔ وہ آنحضرت کے بعد کسی نبی کا آنا جائز نہیں جانتی" یہ بے شک درست ہے۔ لیکن قادیانی پارٹی تو خاتم الانبیا کے بعد کسی نبی کا آنا جائز مانتی ہے۔ وہ خود تمہارے غلط عقاید کی بنا پر ہے۔ تم کہتے ہو جو مسیح بطور رسولاً الی بنی اسرائیل تھے خاتم النبیین کے بعد آئیں گے۔ وہ کہتے ہیں۔ بنی اسرائیل کا رسول امت محمدیہ کی طرف نہیں آ سکتا۔ اس لئے امت محمدیہ کا ہی کوئی رسول آنا چاہئے غلط عقیدہ میں تو تم دونوں ایک ہی ہو۔ خاتم النبیین کے بعد پرانا نبی آیا تو کیا۔ اور نیا آیا تو کیا۔ بات تو ایک ہی ہے۔ نبی تو آ گیا۔ جو دلائل حضرت امیر قوم نے میاں محمود احمد صاحب کے غلط عقیدہ کے خلاف پیش کئے۔ اُن پر اپنے عقائد کو بھی تو پرکھو کہ ان دلائل کے بعد کسی پرانے یا نئے نبی کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ اس لئے بموجب آیات قرآنی و احادیث لا نبی بعدی و حوالجات لغت یہی عقیدہ صحیح ہے۔ کہ آنحضرت کے بعد کسی پرانے یا نئے نبی کا آنا جائز نہیں۔ اور یہی ہمارا عقیدہ ہے جسے تم خود تسلیم کر چکے ہو۔ اب اپنے غلط عقیدے کی بھی خبر لو۔

تازہ خبریں

ہندوستان

ایک وفد تیار کرنیکا ارادہ

بنگال کے مشہور مقامات میں جمعیۃ العلماء کی شاخیں قائم کیجائیں

دہلی ۲۳ نومبر۔ مولانا احمد سعید صاحب معتمد جمعیت العلماء ہند بتاریخ ۲۵ نومبر کلکتہ پہنچ جائیں گے۔ یہاں ان کے ہمراہ مولانا عبدالماجد اور مولانا آزاد سبحانی ہو جائیں گے۔ وہ ایک وفد تیار کریں گے۔ اور بنگال کے مشہور و معروف مقاموں میں گشت لگائیں گے۔ اس دورے میں ان کا مقصد مذکورہ جمعیت کی مختلف مقامات میں شاخیں قایم کرنا اور اس کے نظام کی تشریح کرنا ہوگا۔

سیٹھ چھوٹانی صدر مرکزی خلافت کمیٹی کا برقی پیغام

متحدہ ہندوستان اور مسلمانان ہند کا جدید خلیفۃ المسلمین پر اعتماد

بمبئی ۲۳ نومبر۔ سیٹھ چھوٹانی صدر مرکزی خلافت کمیٹی نے حسب ذیل برقی پیغامات ہز مجسٹی خلیفۃ المسلمین امیر المومنین سلطان عبدالمجید خان اور ہز ایکسلنسی عارف بے کو بالترتیب روانہ کئے ہیں۔ متحدہ ہندوستان عموماً اور مسلمانان ہندوستان خصوصاً آپ کی خدمت اقدس میں تخت شاہی پر جلوہ افروز ہونیکے لئے دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو آپ کی مبارک ذات پر مکمل اعتماد ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ خلافت کو مستحکم کرنے اور اسکی شان و شوکت کو برقرار رکھنے کو آپ اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں۔ اور آپ کی حکومت کے انعقاد سے سلطنت اسلامیہ اور مقدس خلافت کا شاندار مستقبل ہوگا۔ اور ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہمیں آپ سے سچا خلوص و عقیدت ہے اور ہم آپ کے پکے وفادار ہیں۔ اور ہماری طرف سے غازی مصطفے کمال پاشا کی خدمت اقدس میں عرض کر دیں کہ متحدہ ہندوستان کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً ان سے اور مجلس ملیہ انگورہ سے سچی عقیدت ہے۔ اور ہر ممکن امداد کرنے کے لئے کمربستہ ہیں۔

مدراس میں بچوں کے قانون کا نفاذ

مدراس ۲۲ نومبر۔ مدراس چلڈرن ایکٹ ۱۹۲۰ء جو پاس ہوا تھا۔ مدراس شہر میں اس کا نفاذ بتاریخ یکم دسمبر ہوگا۔ اصل تجویز کے اہم مقاصد یہ ہیں کہ چھوٹے بچوں کو قید کی سزا نہ دیجائے اور جو لڑکے چودہ اور پندرہ سال کے درمیان ہوں انہیں جیل اور دیگر سخت سزا سے علیحدہ رکھا جائے۔ اور ایسا انتظام کیا جائے کہ ایسے بچے جو جرائم پیشہ لوگوں سے تعلق نہیں رکھتے اور جن کی جبلت میں جرم کرنا نہیں ہے۔ انہیں مضر سوسائٹی سے علیحدہ کر کے کسی پسندیدہ نگرانی میں رکھا جاوے۔

یکم دسمبر بطور یوم دعا منایا جائے

گوردوارہ کمیٹی کی تجویز

امرتسر ۲۳ نومبر۔ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کی یہ خواہش ہے کہ یکم دسمبر کو تمام سکھ یوم دعا منائیں۔ ہر ایک سکھ علی الصباح خواب خرگوش سے بیدار ہو اور غسل سے فارغ ہو کر باغ مرتد، جپجی صاحب کا پاٹھ کرے۔ اگر ممکن ہو تو پاٹھ یا اکھنڈ پاٹھ بھی رکھا جائے۔ اور پورے ۹ بجے اکال پرکھ سے دست بدعا ہو کر التجا کی جائے کہ وہ اس نازک وقت میں ان کی رہنمائی کرے۔ انہیں اتحاد عطا کرے اور ہمت دے تاکہ وہ تمام تکالیف اور مصائب کو خوشی سے برداشت کر سکیں اور اکال پرکھ کی خواہش کو عملی جامہ پہنائیں۔

ممالک غیر

اتحادی آپس میں متحد ہیں

لندن ۲۳ نومبر۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ لارڈ کرزن اور ایم پائنکارے اور سگنر مسولینی نے ابتدائی گفتگو نہایت خلق آمیز طریقہ سے انجام دی ہے۔ اس سلسلی پیغام مظہر ہے کہ اتحادیوں کے باہمی اتفاق کا ترکوں پر اچھا اثر پڑا ہے۔

ایک جہاز غرق ہو گیا

کیلیکسیکو ۲۳ نومبر۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ خلیج کیلیفورنیا میں لوپو نامی جہاز کے غرق ہونے سے ۱۰۰ آدمی غرقاب ہوئے ہیں۔ ان میں سے اکثر مزدور پیشہ لوگ تھے جو لوئر کیلیفورنیا کی پر کے علاقہ جات کے واسطے جا رہے تھے۔

جرمنی کابینہ وزارت

برلن ۲۳ نومبر۔ اوسے سار کو ہر سیکسنی ہر کنو کا بینہ وزارت میں محکمہ داخلہ کا وزیر مقرر کیا گیا ہے۔

انتخابات پارلیمنٹ

لندن ۲۳ نومبر۔ دارالعوام میں چند ممبروں کے متعلق اختلاف رائے ہونے کے سوا جن میں لبرل اور انڈیپنڈنٹ شامل ہیں۔ تمام فریق کا فیصلہ ہو گیا ہے۔ کنسرویٹو ۳۴۴۔ لبرل ۱۲۴ (جن میں چند حامیان موالات بھی شامل ہیں) لبرل ۵۸۔ نیشنل لبرل ۶۵ اور انڈیپنڈنٹ ۱۳ جن میں دو قوم پرست ایک کمیونسٹ ایک سن فینیر اور ایک پروٹسٹنٹ شامل ہیں۔

اسلامی خبریں

ترکوں کے مطالبات

مغربی تھریس میں رائے دہندگی کے حقوق

یونان کے تسلیم کرنے سے انکار

لوسین ۲۳ نومبر۔ گذشتہ روز پولٹیکل کمیشن نے سب سے پہلے مراعات کے مشکل مسئلہ کو لیا اور اس پر گفت و شنید ہوتی رہی لیکن ترکوں نے مراعات کے خاص حقوق پر گفت و شنید کرنے سے انکار کر دیا۔ آج اس کمیشن میں ترکی فرنستانی سرحد پر بحث و تمحیص جاری رہی۔

لارڈ کرزن صدر کمیشن نے عصمت پاشا سے درخواست کی کہ وہ اپنے مطالبات کو صحیح اور واضح طور پر بیان کر دیں۔ عصمت پاشا نے فرمایا ہم چاہتے ہیں کہ حد بندی سرحدی علاقہ اور ۱۹۱۳ء کے سرحدی علاقہ میں سر مو فرق نہ ہو۔ اور مغربی تھریس میں ہمیں رائے دہندگی کا حق حاصل ہو۔

ایم وینزلاس نے اعلان کیا کہ یونان ۱۹۱۳ء کے سرحدی حدود کو مان سکتا ہے اور عام رائے دہندگی کی مخالفت کی۔

یوگوسلافیہ اور رومانیہ نے زور دیا کہ سرحدی لائن مرتضی لائن کے ساتھ ساتھ ہونی چاہیئے اور اسکی دونوں طرفیں فوج سے خالی ہوں۔ اور دونوں قوموں نے عام رائے دہندگی کی مخالفت کی۔

صلاح الدین عادل رفعت پاشا کے جانشین ہو گئے

عہدہ سے علیحدہ ہونیکی وجہ

قسطنطنیہ ۲۲ نومبر۔ مجلس انگورہ کی ایک خفیہ مجلس میں فیصلہ ہوا ہے کہ رفعت پاشا کے جانشین صلاح الدین عادل نائب وزیر اعظم مقرر کئے جاویں کہا جاتا ہے کہ یہ تبدیلی اس لئے ظہور پذیر ہوئی ہے کہ رفعت پاشا اتحادیوں کے ساتھ مصالحت و مفاہمت کی طرف بہت راغب تھے۔

اتحادی پولیس

جرنیل ہیرنگٹن اور رفعت پاشا

اتحادی اثر کو زائل کرنیکی کوشش

قسطنطنیہ ۲۲ نومبر۔ اتحادی پولیس کے متعلق اتحادی جرنیلوں اور رفعت پاشا میں جو کشمکش ہوئی تھی وہ ابھی دور نہیں ہوئی۔ رفعت پاشا نے مطالبہ کیا تھا کہ یونانی اور روسی اتحادی پولیس کے اختیارات کے ماتحت نہیں ہو سکتے چاہئیں۔ اس پر آج کی کانفرنس میں جرنیل ہیرنگٹن نے رفعت پاشا کی ان مسلسل کوششوں کے خلاف جو وہ قسطنطنیہ میں اتحادیوں کا اثر زائل کرنے کے لئے کر رہا ہے سختی سے خیالات کا اظہار کیا۔ جرنیل ہیرنگٹن نے اعلان کیا۔ کہ وہ رفعت پاشا کو ہرگز اجازت نہ دے گا کہ وہ اسکے اختیارات کو چھینے جو اسے بحیثیت کمانڈر انچیف حاصل ہیں۔ اور کہا کہ کمال اتحادی اثر کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

جنرل ہیرنگٹن کی دھمکی

قسطنطنیہ ۲۲ نومبر۔ سرو سز بوکسنگ ٹورنامنٹ کی تقسیم کے وقت جنرل ہیرنگٹن نے ترکوں کو زبردست دھمکی دی اس نے کہا کہ اتحادی فوجوں کا ایک حصہ ہونیکی وجہ سے انہیں چیلنج دیا گیا تھا۔ اسکی آخری حد بھی تھی اور اتحادی چٹان کے ساتھ ٹکرانا نہایت خطرناک تھا۔ اتحادی صلح جو جوان ہیں انہوں نے نہایت صبر سے کام لیا تھا۔ تاہم وہ انسان ہیں اور وہ لوگ جو آگ سے کھیل رہے ہیں ان کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ ایذا کا حکم مانیں اور منتشر ہو جاویں۔

مسلم یونیورسٹی کی پہلی کانووکیشن

علی گڑھ ۲۳ نومبر۔ مسلم یونیورسٹی کی پہلی کانووکیشن بتاریخ ۲۰ دسمبر منعقد ہوگی۔ ہز ہائینس بیگم صاحبہ بھوپال بطور چانسلر کرسی صدارت پر رونق افروز ہوں گے۔

سر ولیم ونسنٹ کا جانشین

دہلی ۲۲ نومبر۔ سر ولیم ونسنٹ کی روانگی پر بتاریخ ۲ دسمبر مالکوم ہیلے محکمہ داخلہ کا چارج لیں گے اور اس تاریخ سے گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل نے مسٹر ای۔ ایم کک کو عارضی طور پر محکمہ مالیات پر سرفراز کیا ہے اور جب تک سر بیسل بلیکٹ تشریف نہ لاویں گے۔ ان امور کی وہی سرانجام دہی دیتے رہیں گے۔

تفریح گاہوں پر محصول

بمبئی ۲۲ نومبر۔ تفریح گاہوں کے محصول کی کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ گھوڑ دوڑ کے داخلہ کی ٹکٹوں پر پچاس فیصدی محصول وصول کیا جائے لیکن اسکی رائے ہے کہ سینما میں ۴ روپیہ والی نشست کے داخلہ پر کوئی محصول نہ لینا چاہیئے۔

ڈاکٹر تیج بہادر سپرو مستعفی ہو گئے

دہلی ۲۲ نومبر۔ بوجہ خرابی صحت ڈاکٹر تیج بہادر سپرو کا استعفے منظور ہو گیا ہے۔ اور اس پر آئندہ سال ۱۹۲۳ء کے شروع سے عملدرآمد ہوگا۔ ڈاکٹر سپرو کے مستعفی ہونیکی تاریخ سے سر محمد شفیع قانونی ممبر کے محکمہ کا چارج لیں گے۔ اور اسی تاریخ سے گورنر بہ اجلاس کونسل نے مسٹر اٹل چند چٹرجی سی۔ آئی۔ ای۔ سی۔ ایس کو عارضی طور پر کونسل کا ممبر مقرر کرنیکی منظوری دیدی ہے۔ ان کے ماتحت تعلیم اور حفظان صحت کے محکمے ہوں گے۔

مذہب اور انسانیت

(نتیجہ قلم جواہر رقم حضرت مرزا سلطان احمد خان صاحب بہادر)

مذاہب میں اختلاف ہیں۔ اور ان اختلافات کی وجہ سے اکثر ہیں انسانوں کی کبھی کبھی تو تو میں میں بھی ہو جاتی ہے۔ مگر اس کا خاتمہ تبلیغ یا تردید تک ہی ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ مذہب اس سے زیادہ بڑھنے کی اجازت نہیں دیتا۔ بمصداق ما علینا الا البلاغ اس سے آگے جو بڑھا سمجھو کہ اس کو خانہ انسانیت یا مذہب انسانیت نے مجبور کیا ہے۔ کبھی اس پر ذاتیات کا جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔ اور کبھی شخصیت کا تنازعہ۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں خدا کو یوں نہیں مانتا اور یوں نہیں مانتا ہوں۔ دوسرے شخص یا دوسرے مذہب کے نزدیک ایسا کہنا یا ایسا ماننا صحیح نہیں۔ اس پر تبلیغ تو ہو سکتی ہے لیکن اس وجہ سے دوسروں کو تنگ کرنا یا کشت و خون کرنا مذہب کی اجازت سے نہیں ہو سکتا۔ ہاں انسانیت کا یہ فتوی دیتی ہے کہ یوں کرو۔ کیونکہ انسانیت کا خاتمہ اس زندگی میں ہونیوالا ہے۔ اور مذہب بھی روح کے ساتھ بھی جائے گا۔ لوگ کہا کرتے ہیں الحب للّٰہ

وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ - اس کا مطلب یہ کہتے ہیں کہ خدا کے واسطے بغض اور خدا کے واسطے محبت بھی دوسرے الفاظ میں مطلب اس کا یہ ہے کہ ذاتیات کو دخل نہیں ہے - یہاں تک تو درست ہے لیکن جب درمیان میں ذاتیات کی بحث چھڑ جاتی ہے تو اس میں یہ سلسلہ کہاں رہتا ہے۔ بحث مذہب کی ہوتی ہے۔ اور قصہ شروع ہو جاتا ہے۔ "تمہاری ذات کیا ہے۔ تمہارا باپ کون تھا؟ تمہارا گذارہ کیا ہے؟ تم ایسے اور ویسے ہو" یہ باتیں تو مذہب انسانیت کی ہیں۔ مذاہب کو اس قسم کی باتیں کرنے اور طعن و تشنیع کی کوئی ضرورت نہیں۔ سوال از آسمان جواب از ریسمان کا نقشہ کھنچ جاتا ہے۔ جوش تو انسانیت کا ہوتا ہے اور بدنام مذہب کو کیا جاتا ہے۔ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ پر عمل نہیں ہوتا۔ خدا نے ہمیں محتسب نہیں بنایا کہ ہم اس کی خاطر ہر کسی سے لڑتے پھریں۔ محتسب را درون خانہ چہ کار۔ وہ تو کہتا ہے بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ لَا اُبَالِہٖ۔ مدافعت کا تو اسی حالت میں حکم ہے۔ جب مذہبی مخالفت کی وجہ سے انسانیت آفت اور مصیبت میں ڈالی جاتی ہو۔ جب مذہب کے نام سے انسانیت پر حملہ ہوتا ہے تو مذہب مدافعت کا حکم دیتا ہے۔ اور جب صرف مذہب پر ہی حملہ ہو تو مذہب بردباری اور صبر کی تلقین کرتا ہے۔ کیونکہ مذہب جس گروہ سے آیا ہے وہ ذاتیات سے پاک ہے۔ مذہب خدا کا نام لیوا اور پرستار ہے اور خدا ذاتیات پر نظر نہیں کرتا اس کی وسعت رحمت کچھ اور پیمانہ رکھتی ہے۔ جو لوگ کسی اور مذہب کے پرستار اور نام لیوا نہیں ہیں جب ان میں بھی مذہب پرستوں سے کہیں زیادہ فساد اور لڑائیاں ہوتی ہیں تو ثابت ہوا کہ انسانیت ہی ان سب تنازعات کی موجب ہے۔ یورپ میں عہد حاضرہ میں مذہب کی صداقت کے بہت ہی کم لوگ پرستار ہیں۔ لیکن دیکھ لو اسوقت یورپ ہی ساری دنیا سے زیادہ کشت و خون اور حرص و آز کا تختہ مشق بن رہا ہے۔ باوجود ادعائے تہذیب و تمدن کے بھی دن بدن وہاں خود غرضی اور حرص و آز کی ترقی ہے۔ زندگی ان وجوہ سے وہاں تہلکہ میں پڑ رہی ہے۔ ایک طرف علوم و فنون اور تہذیب کی ترقی ہے دوسری طرف دندان آز دراز ہوتے جاتے ہیں سارا یورپ اس وقت عیسائی مذہب رکھتا ہے۔ عیسائی مذہب کا بانی گو مشرقی تھا۔ مگر آج جس رنگ میں مغرب پر اسکی حکومت ہے۔ کیا جو مذہب یہ کہتا ہے "اگر تیری ایک ایک گال پر طمانچہ مارے تو تو دوسرا بھی آگے کر دے کیا موجود حالت یورپ کی اسکے مطابق ہے۔ اگر مذہب لڑائیوں اور فسادات کا بانی مبانی ہوتا۔ تو اسوقت یورپ میں سالوں سے یہ لگاتار خون خرابے نہ ہوتے۔ یہ مذہب انسانیت ہی کی کرتوتیں ہیں کہ سطح خون کی ندیاں بہا رہی ہیں بیشک کبھی کبھی مذہب بھی تحفظ کے رنگ میں مدافعانہ پہلو سے مدافعت اور مقابلہ کا حکم اور اجازت دیتا ہے لیکن محض لفظاً ہوتا ہے اور صرف اس رنگ میں کہ کیوں دوسرے انسان ایک طبقہ کے انسانوں کو فرائض مذہبی کے ادا کرنے سے روکتے ہیں۔ اس صورت میں ہی ایسی مذہبی مدافعت بھی گویا انسانیت کی ہی محافظ ہوتی ہے۔ اور اگر ایسی اجازت سے کبھی بھی ناجائز مدافعت کی صورتیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ تو بھی وہ صرف انسانی رنگ میں مذہب انسانیت کے پیرایہ میں صورت پذیر ہوتی ہیں کیونکہ ذاتیات کے پہلو سے لوگوں کے دلوں میں جوش آجاتا ہے۔ اور مذہب کا نام لیکر لوگ اپنے دل کا بخار نکال لیتے ہیں۔ بایں حالات مذہب بدنام نہیں ہو سکتا اور اگر یہ کہا جائے کہ کیوں کوئی مذہب مدافعت کا بھی حکم یا اجازت دیتا ہے تو یہ ایک مغالطہ ہوگا کیونکہ اگر مذہب ایسا حکم نہ دے تو اس صورت میں انسانیت ہی کا خون ہوتا ہے اور یہ درست ہے کہ مذہب کے ماننے والے انسان ہی ہوتے ہیں۔ اگر ان کی حفاظت نہ کی جائے تو اس کا دوسرے الفاظ میں مطلب یہ ہوگا کہ انسانوں اور انسانیت کی حفاظت ضروری نہیں اور یوں خودکشیاں جائز ہیں۔ ہر ایک قسم کی بشبہ گرہ یا مجبولی مفاعلہ کی کوئی نہ کوئی حد ضرور ہوتی ہے۔ اس حد سے آگے گزر جانا ہی انسانیت کے خلاف فتوے دیتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جب روحانی مذاہب کے ساتھ مذہب انسانیت کا غلط ملط کر دیا جاتا ہے تو اس قسم کے بکھیڑے پیدا ہوتے ہیں اور لوگ مذہب کی طاقت زیادہ تصور کر کے اس میں اپنے خیالات کی آمیزش سے مختلف خرابیوں کے محرک ہوتے ہیں۔ اس موقعہ پر آکر یہ سوال ہوگا کہ یہ نقص کیونکر رفع ہو۔ اس نقص کے رفع ہونے کے واسطے لازمی ہے کہ لوگ مذہب کو مذہب جانکر یا ہر نہ نکلیں۔ دراصل ہم لوگ یا ہمارا بہت سا حصہ رسمی رنگ میں مذاہب کا پیروکار ہوتا ہے۔ انسانی مسائل اور انسانی مصروفیتوں میں ہم سب رفتہ رفتہ مذہب میں خلط ملط کر دینے کے عادی ہوتے جاتے ہیں۔ مذہب کے احکام تمدنی۔ اخلاقی اور سیاسی رنگ میں ہوتے ہیں۔ لیکن کبھی ہم ان کے ساتھ دوسرے خیالات ملا کر ان کی خلط ملط کرتے ہیں اور کبھی بجائے خود مذہبی خیالات ہی سے کوئی دوسرا تفرقہ پیدا کر لیتے ہیں۔ مثلاً جہاں مذہب نے مدافعت کا حکم دیا ہے وہاں ہم رہ جاتے ہیں اور جہاں نہیں دیا ہے۔ وہاں ہم مدافعت کرتے ہیں۔ مذہبی قانون کے دو شعبے ہیں۔

(الف) شعبۂ روحانیت

(ب) شعبۂ انسانیت

مذہب ان دونوں شعبوں میں عمل پذیر ہوتا ہے۔ اگر وہ ایک طرف روح پرور ہے تو دوسری طرف انسان اور انسانیت پرور بھی ہے۔ وہ کیوں نازل ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ انسانوں اور انسانیت کو آسمانی ارادوں کے مطابق کر کے دکھائے جس طرح روح آسمانی ہے۔ اسی طرح انسانیت کو آسمانی بنائے۔ انسان کی فطرت صحیح پہلو کو لئے ہوئے ہے لیکن جب انسانی ارادے برائیوں کے پیرو ہو جاتے ہیں۔ تو انسانیت اور فطرت انسانی گندی اور رد تبدیلی پڑ جاتی ہے۔ مذاہب میں بھی جو کچھ اختلاف ہوتا ہے۔ وہ بھی انسانیت یا انسانی خواہشات کے اختلاف کی وجہ ہی سے ہوتا ہے۔ اگر یہ کانٹے درمیان میں سے اٹھا دئے جائیں تو پھر سب مذاہب بمصداق تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ کے اصلی مرکز پر آجائیں۔ انسانیت نہ صرف مذاہب میں ہی داخل ہو کر موجب فساد و شر ہوتی ہے۔ مذاہب کو چھوڑ کر بھی اسکی روش طمانیت بخش نہیں ہوتی۔ اگرچہ بہت کچھ تہذیب و علوم و فنون میں ترقیات اور عروج بھی ہوا پھر بھی انسانی خواہشات پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ مذاہب اپنی ڈیوٹی سے بےخبر نہیں رہے۔ نہ صرف مذاہب ہی بلکہ ضمیر نے بھی کوشش کرنے میں کمی نہیں کی۔ مگر انسانیت کے مناقشے کم ہوتے اور فساد و ہنگامہ رواں کر رہے ہیں۔ یہ بالکل درست ہے کہ بعض وقت مذہبی فسادات کی وجہ سے مذاہب میں اختلاف ہو جاتا ہے اور لوگوں میں منافرت پھیلتی ہے لیکن ایسی منافرت بھی بوجہ انسانی خواہشات تقدم اور تاخر یار اور جیت ہی کے سبب پھیلتی ہے۔ مذہبی فلسفہ تو یہ کہتا ہے کہ آخر حد تبلیغ تک ٹھہر جاؤ۔ اس سے آگے نہ جاؤ۔ لیکن مذہب انسانیت اپنے ضمیر کے بھی خلاف ہو کر آگے نکلجاتا ہے جس سے مناقشت پیدا ہو جاتی ہے۔

جب تک انسانیت یا مذہب انسان کی صلاحیت نہ ہو تب تک امن نہیں ہو سکتا۔ اختلاف ہوں گے۔ لیکن اختلافات سے عداوت کاوش اور دشمنی کی طنابیں پھیلا دینا ایک خوفناک امر ہے۔ مذہب تو یہ کہہ کر اپنی راہ ختم کرتا ہے۔ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ ط ؎

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

لیکن انسانیت اور انسانی خواہشات بڑھتی جاتی ہیں۔ مذہب کی تبلیغ میں انسانی پوزیشن ایک مبلغ اور قاصد و پیغام رسان سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ پیغام رسان کا یہ کام نہیں ہے کہ پیغام رسانی کے ساتھ ہی خواہ مخواہ جنگ و جدال بھی شروع کر دے ہاں اس صورت میں کہ جب انسانیت معرض خطر میں پڑ جائے۔ قدرت نے مذاہب روحانی اور مذہب انسانیت میں ایک نسبت بھی رکھی ہے جب اس نسبت کی اعانت نہیں کی جاتی یا اسے محفوظ نہیں رکھا جاتا تو فساد و شر ابھر کھڑا ہوتا ہے۔ ضمیر کی حکومت کبھی شر و فساد کا راستہ نہیں بتاتی۔ دوسری خواہشات رفتہ رفتہ اسے ڈگر پر لے آتی ہیں۔ ایک ہی مذہب کے پرستار جب آپس میں دست و گریباں ہوتے ہیں تو مذہب ایسی اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ انسانیت اور انسانیت کی بری خواہشات محرک ہوتی ہیں۔ مذہب تو صرف ایک تبلیغی مشن ہے۔ اس سے زیادہ وہ کوئی تحریک بھی نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کا فرض اولین شروع سے لیکر آخر تک یہی ہے۔

مذہبی لیڈر جب دیکھتے ہیں کہ تبلیغ ہو چکی ہے اور جو کچھ کہنا وہ کہا گیا ہے تو ان کی زبانیں بند ہو جاتی ہیں۔ ان کے کلام اور منادی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ انسانیت کے مقامات میں آکر ان کی روش کچھ اور ہو جاتی ہے۔ ایک منادجب بازار میں کھڑے ہو کر منادی مذہب کرتا اور لوگوں کو سمجھاتا ہے۔ تو اس کا فریضہ اسی حد تک ختم ہو چکا لیکن جب وہ یہ فریضہ ادا کر کے دوسرے لوگوں سے تمدن و اخلاق اور کاروباری معاملات میں بھی مذہبی پہلو سے بات چیت کرتا اور مذہبی کاوش نکالتا ہے۔ تو وہ حدود مذہب کو توڑتا اور بمصداق مذہبی حکم لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ کے زمین میں فساد و شر پیدا کرتا ہے۔ جب ہم دوسرے معاملات کے ساتھ مذہبی باتیں ملا کر حامل ہوتے ہیں تو رفتہ رفتہ فساد و شر کی آجاتی ہے۔ ایک منادیا ایک مذہبی آدمی یہ کہتے ہوئے کہ مذہبی لیڈروں کا فلاں امر کی نسبت ایسا اور ایسا حکم ہے اور ذاتیات تک جا پہنچتا ہے تو وہ گویا مذہبی حدود سے نکلتا اور غیر متعلقہ باتوں سے فساد و شر پھیلاتا ہے۔ جب کسی مقدمہ میں غیر متعلقہ باتیں اور غیر متعلق روایات چھیڑ دی جائیں تو انصاف کے جانچنے اور انصاف دینے میں گو نہ تکلیف ہوتی ہے کیونکہ معاملہ دگرگون ہو جاتا ہے اور فیصلہ دینے والے اصلیت سے دور ہو جاتے ہیں۔ بیشک جوش مذہبی بھی کوئی حقیقت رکھتا ہے۔ لیکن جب اس جوش کے ساتھ جوش انسانیت جو ہمیشہ صادق ضمیر کے خلاف ہوتی ہے آمیزش پاتا ہے تو بات الفت سے نکلجاتی ہے اور انسان خواہ مخواہ مشتعل ہو جاتا ہے یہ ضروری بات ہے کہ جب ہم مذہب سے ہٹ کر دوسری خواہشات کے تابع ہو جاتے ہیں تو شر و فساد کی نوبت آجاتی ہے۔ جو فطرت صحیحہ اور صادق انسانیت کے بھی خلاف ہوتی ہے۔

مراسلات

تحفہ شہزادہ ویلز پر ایک نظر

دین ناکمل تھا

تحفہ شہزادہ ویلز ایک تبلیغی رسالہ ہے جو میاں محمود احمد صاحب کی تصنیف ہے اور شہزادہ ویلز کے حضور بموقعہ تشریف آوری لاہور پیش کیا گیا تھا۔ یوں تو میاں صاحب اور ان کی جماعت کے سرکردہ افراد کی طرف سے آئے دن نئے نئے عقائد کی اشاعت ہوتی رہتی ہے۔ مگر اس رسالہ میں ایک دو اختراعات ایسی ہیں کہ ناظرین کرام ان کو پڑھ کر تعجب کریں گے کہ میاں صاحب کے مریدین کس طرح ان کی کورانہ تقلید کر رہے ہیں چنانچہ ان نئے خیالات میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے آکر دین اسلام کو پورا کیا۔ گویا آپ کے آنے سے پہلے دین محمدی بالکل ناکمل تھا چنانچہ میاں صاحب فرماتے ہیں:

"سو اس نے اپنے پیارے کو بھیجا کہ مسیح ناصری کی طرح جس طرح وہ موسیٰ کی کتاب کا پورا کرنیوالا اور اسے ثابت کرنیوالا تھا۔ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کا پورا کرنیوالا۔ اور اس کا ثابت کرنیوالا ہو۔" (تحفہ شہزادہ ویلز صفحہ ۲۴)

پھر صفحہ ۳۵ پر لکھتے ہیں

"ہاں اسلام کا منادی اور آخری شریعت کا پورا کرنیوالا اور اسے ثابت کرنیوالا آگیا تاکہ اس کے ذریعہ سے وہ لوگ جو دنیا کے کناروں پر بستے ہیں خدا کی بادشاہت میں داخل ہوں اور نبیوں کے سردار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو اختیار کریں"

میاں صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ آگے صفحہ ۵۸ پر چلکر یوں رقمطراز ہیں

"مگر پیشتر اس کے کہ میں آپ کے ہزاروں نشانوں میں سے بطور مثال بعض نشان بیان کروں ایک

دفعہ پھر بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ آپ کوئی نیا دین نہیں لائے۔ بلکہ جس طرح مسیح اول موسیٰ کے دین کو پورا کرنے کے لئے نازل ہوئے تھے۔ اسی طرح آپ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو پورا کرنے کے لئے نازل ہوئے تھے اور ہمیشہ آپ کو یہی دعویٰ رہا کہ میں اسلئے آیا ہوں کہ تا اسلام کی صداقت کو ثابت کروں۔ اور لوگوں کو اسکی خوبیوں پر آگاہ کروں اور اسکی زندگی بخش تعلیم سے ان کو اطلاع دوں اور اس کے تازہ پانی سے ان کی روحوں کو تازہ کروں میں کوئی جدید شریعت یا جدید حکم نہیں لایا۔ قرآن کریم کا آخری ہدایت نامہ ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے آخری اور شرعی رسول ہیں۔ میں ایک رسول ہوں مگر بلا شریعت کے اور ایک نبی ہوں مگر بلا کتاب کے اور میری بعثت کی غرض سوائے اسلام کی خدمت اور اس کی اشاعت کے اور کچھ نہیں۔ اور میری ماموریت کا مقصد سوائے اسلام کے روشن چہرہ پر سے اسکے گرد و غبار کے جھاڑنے کے جو آخری زمانہ میں انسانی خیالات کی آندھی سے پڑ گئی تھی۔ اور کوئی نہیں۔"

اب ان تینوں اقتباسات سے ظاہر ہے کہ میاں صاحب ایک طرف تو یہ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود دین اسلام کو پورا کرنے کے لئے نازل ہوئے تھے۔ اور دوسری طرف یہ بتاتے ہیں کہ آپ کوئی جدید شریعت یا جدید حکم نہیں لائے گویا آپ ضدین کو جمع کرنا چاہتے ہیں۔ اگر حضرت مسیح موعود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو پورا کرنے کے لئے آئے تھے تو ظاہر ہے کہ آپ کے آنے سے پہلے دین اسلام پورا نہ تھا۔ یعنے دوسرے لفظوں میں دین نامکمل تھا۔ اب اگر واقعی میاں صاحب دین اسلام کو حضرت مسیح موعود کے آنے سے پیشتر نامکمل خیال کرتے ہیں تو وہ قرآن کریم کی آیت **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا** کے کیا معنے کرتے ہیں۔؟ جناب میاں صاحب اگر قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ کو ماننا پڑیگا کہ حضرت مسیح موعود کی بعثت سے پہلے حسب آیت متذکرہ بالا دین اسلام مکمل تھا اور تکمیل کے لئے اسکے بعد میں آنیوالے کی ضرورت نہ تھی۔ پھر جو آپ یہ لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود دین اسلام کو پورا کرنے کے لئے نازل ہوئے تھے اس سے آپ کا کیا مطلب ہے؟

حضرت مسیح علیہ السلام کی مثال

جس مثال کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ یعنے حضرت مسیح علیہ السلام کا حضرت موسیٰ ؑ کے دین کو پورا کرنے کے لئے آنا۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ جب تک حضرت مسیح موعود کوئی جدید شریعت یا کم از کم کوئی ایسے جدید احکام معاذ اللہ جو قرآن کریم کے بعض احکام کی تنسیخ یا ترمیم کرتے نہ لاتے۔ آپ کو دین اسلام کا پورا کرنے والا نہیں کہا جا سکتا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں جو کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت موسیٰ کے دین کو پورا کرنے کے لئے نازل ہوئے تھے تو اسلئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام چند ایسے جدید احکام لائے تھے جو کہ تورات کے احکام کو منسوخ یا ان کی مناسب ترمیم کرتے تھے۔ چنانچہ ایسے احکام خون۔ زنا۔ قسم کھانے۔ انتقام لینے اور عداوت وغیرہ کے بارے میں ہیں۔ (ملاحظہ ہو متی باب ۵۔ آیات ۱۳ تا ۴۸) اسکے علاوہ دین موسوی کوئی ایسا مکمل دین نہ تھا کہ اسکے بعد کسی دوسرے دین کی ضرورت نہ رہی تھی۔ پس بدیں حالات اگر کوئی بعد میں آنیوالا نبی جدید احکام لاتا تو اسکو اس کے دین کا پورا کرنیوالا کہا جا سکتا تھا۔ کیونکہ دین ابھی تکمیل کو نہ پہنچا تھا۔

قرآن مجید نے تکمیل دین کر دی

مگر اب جبکہ قرآن کریم نے **الیوم اکملت لکم دینکم** کا اعلان کر کے دین کا مکمل ہونا ثابت کر دیا ہوا ہے اس کے بعد کوئی شخص نہ تو جدید احکام لانے کا دعویٰ کر سکتا ہے اور نہ دین اسلام کے پورا کرنے کا۔ پورا کرنیکا دعویٰ تو تب ہی درست ہوگا جب دین اسلام کو نامکمل اور جدید احکام کا محتاج تصور کیا جاوے۔ اور یہ خود آپ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ آخری شریعت کے پورا کرنے والے ہیں۔ کیونکہ حق بجانب ٹھیر سکتے ہیں۔ آپ اس امر سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ دین اسلام کی تعلیم حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت سے پہلے کامل تھی تعلیم اسلام کا کامل ہونا وہ بات ہے جسکے لئے حضرت مسیح موعود اپنی تمام عمر وعظ کرتے رہے پس آپ کے لئے سوائے اسکے چارہ نہیں کہ آپ اپنے اس دعویٰ کو کہ حضرت مسیح موعودؑ دین اسلام کو پورا کرنے کے لئے نازل ہوئے تھے واپس لے لیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کو ان کی اصلی حیثیت میں قبول کریں جیسا کہ آپ خود لکھتے ہیں کہ ان کی بعثت کی غرض سوائے اسلام کی خدمت اور اسکی اشاعت کے اور کچھ نہ تھی

لفظ نبی کا استعمال

ناظرین! آپ اغلباً اس بات سے واقف ہوں گے کہ جناب میاں صاحب اور ان کے حواریین اکثر یہ کہا کرتے ہیں کہ لاہوری جماعت مسیح موعود کے کلام اور تعلیم سے منحرف ہے مگر میں ناظرین کو دکھلاؤں گا کہ میاں صاحب بذات خود حضرت مسیح موعود کے کلام کی مطلق پروا نہیں کرتے۔ اسی رسالہ "تحفہ شہزادہ ویلز" میں کئی جگہ میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود کے لئے لفظ رسول استعمال کیا ہے۔ اور کئی جگہ لفظ نبی۔ چنانچہ آپ صفحہ ۳۴ پر تحریر کرتے ہیں۔

"سو وہی اور صرف وہی مسیح علیہ السلام کو دیکھ سکتا ہے جو اس بات پر یقین لائے کہ اس زمانہ میں اسکے نام پر ایک رسول بھیجا گیا ہے۔ اور اس میں مسیح کے رنگ کو دیکھے ورنہ اور کوئی ذریعہ مسیح کے دیکھنے کا نہیں ہے۔"

لفظ نبی کے استعمال کے لئے اس سے اوپر کا اقتباس ملاحظہ ہو۔ اب ظاہر ہے کہ میاں صاحب رسول اور نبی کے الفاظ کے بغیر امتی کا لفظ ملائے کے استعمال کر رہے ہیں حالانکہ مرشدنا حضرت مسیح موعودؑ اپنی کتاب "الوصیت" میں جس کے احکام پر چلنا ہر ایک احمدی کا فرض ہے۔ ایسی حرکت کو نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی ہتک قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں

"اس نبوت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے۔ اور اس کی پیروی سے خدا تعالےٰ کی محبت اور اسکے مکالمہ مخاطبہ کا اس سے بڑھ کر انعام مل سکتا ہے جو پہلے ملتا تھا۔ مگر اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اسمیں ہتک ہے۔ ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک نہیں بلکہ اس نبوت کی چمک اس فیضان سے زیادہ تر ہوتی ہے۔"

الوصیت صفحہ ۱۰ و ۱۱

میاں صاحب کا عمل خلاف وصیت

اب ناظرین خود اندازہ لگا لیں کہ میاں صاحب کہاں تک حضرت مسیح موعود کی وصیت پر عملدرآمد کر رہے ہیں دراصل بات یہ ہے کہ میاں صاحب کو یقین کامل ہے کہ جو کچھ ان کی مرضی ہو وہ اپنی تحریرات میں لکھتے چلے جائیں کوئی مرید کان تک نہیں ہلائیگا اور اسطرح سے ان کی رعب و داب میں کسی طرح کا فرق تک نہیں آئیگا۔ باقی رہا مخالفین کا اعتراض کرنا سو اسکی ان کو چنداں پرواہ نہیں کیونکہ اول تو تمام مریدوں تک ان اعتراضوں کا پہنچنا ہی مشکل ہے اور جن مریدوں تک ان کی رسائی ہوگی ان کی وفاداری میں کسی طرح بھی تزلزل پیدا نہیں ہو سکتا۔ مگر تا بکے۔ آخر حق ظاہر ہو کر رہیگا۔

مصلح موعود کا سوال

علاوہ ازیں میاں صاحب کے مریدین کی طرف سے اکثر بیان کیا جاتا ہے کہ جس موعود شخص کے لئے حضرت مسیح موعود نے پیشینگوئی کی تھی وہ میاں صاحب ہی ہیں۔ چنانچہ میاں عبدالحکیم احمدی سکرٹری انجمن احمدیہ انبالہ چھاؤنی کی طرف سے ایک اشتہار ماہ اپریل ۱۹۲۲ء میں شائع ہوا تھا اس اشتہار میں بہت زور مارا گیا ہے کہ کسی طرح یہ پیشگوئی میاں صاحب پر چسپاں کی جا سکے مگر اسکے برخلاف میاں صاحب وہ موعود شخص ہونے سے انکار کرتے ہیں اور "بعض وہ الہامات جو آئندہ زمانہ کے متعلق ہیں اور ابھی پورے ہونے ہیں" کے عنوان کے ماتحت لکھتے ہیں۔

"اللہ تعالےٰ آئندہ دنیا کی اصلاح کے لئے آپ کی ذریت اور آپ کی نسل میں سے ایک شخص کو کھڑا کرے گا جو آپ کے کام کو تکمیل تک پہنچائے گا۔"

اب جبکہ میاں صاحب اس پیشین گوئی کا مصداق ہونے سے انکار کرتے ہیں تو ان کے مریدوں کو شرم آنی چاہیئے جو خواہ مخواہ اس پیشین گوئی کو کھینچ تان کر میاں صاحب پر چسپاں کرنا چاہتے ہیں۔ اس پیشین گوئی کا مصداق میاں صاحب کو ٹھیرانے کے لئے ان کے مریدین کی طرف سے یہ وجہ بھی پیش کی جاتی ہے کہ چونکہ زیادہ آدمی میاں صاحب کے ساتھ ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کے ساتھ قلیل آدمی ہیں۔ اسلئے میاں صاحب ہی وہ موعود شخص ہے جسکے ہاتھ پر اسلام ترقی کریگا۔ مگر ایسے مدعی نے کبھی یہ نہ سوچا کہ صرف بہتات ہی حق کی دلیل نہیں ہوتی۔ چونکہ یہ پیشینگوئی حضرت مسیح موعودؑ کی زبان مبارک کی نکلی ہوئی ہے۔ اس لئے اس امر میں فیصلہ کرنیکے لئے آپ ہی کے کلام کی طرف رجوع کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قلیل گروہ ہی کو حق پر بتایا ہے۔ اور وہ الفاظ بذات خود بھی پیشینگوئی کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ سنیئے وہ الفاظ یہ ہیں۔

"اور مثیل موسیٰ کا مسیح اپنے سوانح میں اور دوسرے تمام نتائج میں جو قوم پر ان کی اطاعت یا ان کی سرکشی کی حالت میں متاثر ہوں گے اس مسیح سے بالکل مشابہ ہوگا جو موسیٰ کو دیا گیا تھا۔ (ملاحظہ ہو ازالہ اوہام حصہ اول در سلسلہ تصنیفات احمدیہ صفحہ ۲۰۹)

متبعین مسیح موعود کے دو گروہ

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کے پیشروؤں کی اطاعت و سرکشی کرنے سے ایسے ہی نتائج برآمد ہوں گے۔ جیسے کہ حضرت مسیح ناصری کے متبعین کی اطاعت و سرکشی کرنے سے پیدا ہوئے تھے اب یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے زیادہ متبعین سرکشی یعنی غلو وغیرہ کی طرف جھک گئے اور ایک قلیل گروہ جن کو موحدین کہا جاتا ہے اطاعت کرتا ہوا اصل تعلیم پر قائم رہا۔ بعینہ یہی حال مسیح محمدی کے پیروؤں کا ہونا چاہیئے۔ یعنے متبعین کی زیادہ تعداد سرکشی کرتے ہوئے غلو اختیار کرے اور ایک قلیل گروہ اطاعت کرے اور اصل تعلیم پر قائم رہے چنانچہ ایسا ہی ہوا ایک بڑے گروہ نے بہ کردگی میاں صاحب بظاہر الفاظ سے دہوکھا کھا کر حضرت مسیح موعود کو مجازی اور امتی نبی سے حقیقی نبی اور رسول بنا دیا۔ جس طرح حضرت مسیح ناصری کے اکثر متبعین نے ظاہر الفاظ سے دہوکھا کھا کر حضرت مسیح علیہ السلام کو جو کہ مجازی طور پر اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے خدا کا حقیقی بیٹا بنا دیا۔ اور ایک قلیل گروہ حضرت مسیح موعودؑ کی اصلی تعلیم پر ویسے ہی قائم رہا جیسا کہ عیسائیوں کا فرقہ موحدین حضرت مسیح علیہ السلام کی اصل تعلیم پر قائم رہا اور اس نے اس غلو میں حصہ نہ لیا جو غالی گروہ نے تراشا تھا۔ عبرت کرنیوالوں کے لئے اس واقعہ میں بھی حضرت مسیح موعود کی صداقت کی نشانیاں ہیں۔ مبارک ہیں وہ جو اس سے سبق حاصل کرتے ہیں اور خدا کے مسیح موعود کو قبول کرتے ہیں اور خدا تعالےٰ کی بادشاہت میں داخل ہو کر انعام پاتے ہیں۔ امید ہے کہ آئندہ میاں صاحب اور ان کے مرید حضرت مسیح موعود کی اس پیشینگوئی کو مدنظر رکھیں گے اور اپنی بہتات کو باعث فوقیت نہ ٹھیرائیں گے مبارک ہے وہ جو حضرت مسیح موعود کے کلام پر تدبر کرے اور کسی دوسری کورانہ تقلید کا شکار نہ ہو۔ والسلام

مورخہ ۲۸۔ نومبر ۱۹۲۲ء الراقم خاکسار

سردار خان از پشاور

(ایڈیٹر ... مطبوعہ ... پرنٹر پبلشر باہتمام میاں ... پرنٹر ... احمدیہ بلڈنگس ... دفتر اخبار پیغام صلح لاہور سے شائع کیا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلح خیر

ہفتہ میں دو بار۔ ہر اتوار اور بدھ کو ٹھیک وقت پر شائع ہوتا ہے

اخبار پیغام صلح لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

جلد ۱۱

نمبر ۹

مدینۃ المسیح لاہور، یوم چہارشنبہ، مورخہ ۹ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۱ ہجری مطابق ۲۹ نومبر سنہ ۱۹۲۲ء

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دارِ دنیا بگذریم
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
آں رسولے کش محمدؐ ہست نام
دامنِ پاکش بدستِ ما مدام
مہرِ او با شیر شد اندر بدن
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

مسئلہ خلافت

خطبہ جمعہ

مورخہ ۲۴ نومبر سنہ ۲۲ء

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض ......
...... وبئس المصیر

خلافت کا وعدہ قرآن مجید میں

فرمایا اللہ تعالےٰ نے وعدہ کیا ہے۔ تم میں سے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کرتے ہیں۔ کہ وہ ان کو زمین میں تلک میں بادشاہ اور حاکم بنائیگا جس طرح تم سے پہلے لوگوں کو بادشاہ اور حاکم بنایا۔ اور ان کے دین کو ان کے لئے مضبوط کریگا۔ اور خوف کے بعد امن کی حالت پیدا کر دے گا۔ میری ہی یہ عبادت کریں گے۔ اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائینگے۔ پھر جو کوئی اس کے بعد بھی ناشکری کرے۔ تو ایسے لوگ نافرمان ہیں۔ حدود خداوندی سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ اور نماز کو قائم کرو۔ اور زکوٰۃ دو۔ اور رسول کی اطاعت کرو۔ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اور یہ مت گمان کرو۔ کہ جو کفار ہیں۔ وہ زمین میں عاجز کر دینے والے ہیں۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور بہت برا ہی وہ ٹھکانا۔ یہ وہ مشہور آیت استخلاف ہے۔ جسکو شاید بہت سے مسلمان جانتے ہونگے۔ یا انہیں جاننا چاہئیے۔ اس میں وعدہ ہے مسلمانوں کو۔ مسلمان قوم کو بادشاہت دینے زمین میں انہیں حاکم بنانے کا۔ اور اس کے ساتھ دین کو مضبوط کرنے اور جو خوف کی حالت ہو۔ اسے امن سے بدل دینے کا۔ اور صحیح حدیث میں ہے۔ کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ زویت لی الارض فاریت مشارقھا ومغاربھا وسیبلغ ملک امتی ما زوی لی منھا۔ میرے لئے زمین سکیڑ کر دکھائی گئی۔ اور اس کے مشرقی اور مغربی ملک مجھے دکھائے گئے۔ اور میری امت کو ان سب کی بادشاہت دی جائے گی۔ جو مجھے دکھایا گیا۔ وہ دکھائے تو گئے تھے مشرقی اور مغربی ملک اسلئے منشا یہ ہے۔ کہ میری امت کی بادشاہت انتہائے مشرق اور انتہائے مغرب میں پھیل جائے گی۔ اور بھی احادیث ہیں۔ جن میں ایسی پیشگوئیاں ہیں۔ بعض احادیث میں نام خاص خاص نام بھی آجاتے ہیں۔ ایک جگہ ہے۔ مجھے قیصر کے محلات دکھائے گئے۔ اور کسرے کے محل دکھائے گئے اور صنعا کے محل دکھائے گئے۔ اور جبرئیل نے مجھے خبر دی۔ کہ میری امت ان سب پر غالب آئیگی۔

آخر یہ وعدہ پورا ہوا

یہ آیت اور احادیث اسوقت کی ہیں۔ کہ جب کوئی بادشاہت مسلمانوں کو حاصل نہ تھی۔ بلکہ بعض پیشگوئیاں تو اسوقت کی ہیں جب مسلمانوں کی حالت سخت مظلومیت کی تھی۔ مسلمان اسوقت نہایت کمزور اور مصائب میں مبتلا ہیں۔ دشمن کا غلبہ اسقدر ہے کہ جان بھی بچانا مشکل ہے۔ اسوقت وعدہ ہوتا ہے۔ کہ بیشک اسوقت تمہاری حالت کمزور ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ تمہیں غلبہ دے گا۔ اور طاقتور بنائیگا۔ دین کی حالت بھی بیشک اسوقت کمزور ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ اسے مضبوط کرے گا۔ اسوقت تم پر خوف کی حالت طاری ہے۔ چاروں طرف سے دشمن تم پر امڈے چلے آرہے ہیں۔ لیکن آخر کار یہ خوف جاتا رہے گا۔ اور امن تمہارے لئے قائم ہو جائیگا۔

یہ پیشگوئیاں آخر کار پوری ہوئیں۔ اور کسقدر صراحت سے پوری ہوئیں۔ وہ لیستخلفنھم فی الارض کے وعدے کے مطابق زمین کے بادشاہ ہوئے۔ مشرق میں بھی مسلمان پہنچے۔ اور مغرب میں بھی۔ گو کچھ عرصہ کے بعد ایک حصہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ لیکن اللہ تعالےٰ کا کلام بہر حال پورا ہو چکا ہے۔ پھر بھی وقت آئے گا جب اسلام کی مملکت مغرب میں بھی پھیلے گی۔ گو اسوقت یہ بعید نظر آتا ہو۔ جیسا اسوقت بعید نظر آتا تھا۔ جب اسکا وعدہ مسلمانوں کو دیا گیا تھا۔ لیکن یہ جسطرح پہلے پورا ہوا۔ پھر بھی ہوگا۔ مسلمانوں کے ایمان زندہ رکھنے کے لئے قرآن کریم ایک عجیب نسخہ ہے لیکن افسوس ہے۔ کہ اس کی طرف توجہ نہیں۔ اتنا خلافت کا شور پڑا ہے لیکن بہت کم لوگ ہوں گے جنھوں نے اس آیت کیطرف توجہ کی ہو اور دیکھا ہو۔ کہ خلافت کا وعدہ قرآن میں کس جگہ اور کن شرائط کے ماتحت دیا گیا ہے۔ یہاں اس آیت کے جو الفاظ ہیں۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وعدہ ایمان اور اعمال صالحہ والوں کے ساتھ ہے۔ گویا اس وعدہ کے پورا ہونے کے لئے ایمان اور اعمال صالحہ کا ہونا ضروری ہے۔ پھر فرمایا۔ لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم گویا اس خلافت کی غرض در اصل تمکین دین ہے۔ تمکین دین کے لئے یہ وعدہ خلافت ہے۔ تاکہ خدا کے دین کے متعلق شبہات نہ پیدا ہو سکیں کہ مسلمان ایک مغلوب اور مقہور قوم ہی ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ مسلمانوں نے ان باتوں کیطرف توجہ ہی نہیں کی انہوں نے قرآن کو دیکھا ہی نہیں۔ اور نہ ان باتوں پر غور کی۔ ورنہ انہیں معلوم ہو جاتا۔ کہ خلافت کن حالات میں ملا کرتی ہے۔

خلافت کے بعد ناشکری

پھر وعدہ خلافت کے بعد فرمایا ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون۔ اگر اس کے بعد بھی ناشکری کروگے۔ تو تم سے مسلمانوں کا نہیں۔ بلکہ فاسقوں کا معاملہ کریگے۔ اور اس کے بعد فرمایا۔ اگر ناشکری پر مصائب آئیں پھر ان مصائب سے نکلنا چاہتے ہو۔ اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو لعلکم ترحمون اسی سے تم پر رحم کیا جائیگا۔ وہی اعمال صالحہ کی شرط پھر رکھی۔

خلافت قومی ہے

اس آیت استخلاف میں آپ نے دیکھا ہوگا۔ کہ وعدہ مسلمان قوم کے ساتھ ہے۔ کہ تم کو بادشاہ بنایا جائیگا۔ ایک دو آدمیوں کے ساتھ وعدہ نہیں۔ نہ بادشاہت کا وعدہ ایک دو آدمیوں کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ یوں تو اسلام میں نیک لوگ ہر زمانہ میں ہوتے رہے ہیں۔ اسوقت بھی جب ملکی لحاظ سے مسلمان نہایت تنزل کی حالت میں تھے۔ نیک لوگ ان میں موجود تھے۔ یہ ہمارے زمانہ سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے جو بزرگ ہوئے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت مجدد الف ثانی۔ تو یہ لوگ نیک بیشک تھے۔ لیکن قوم کی عام حالت خراب تھی۔ بات یہ ہے۔ کہ جب قوم کے بہت سے لوگ خراب ہوں جب عام طور پر قوم میں نیک لوگ نہ پائے جاتے ہوں۔ تو اس پر خرابی ہی کا حکم لگتا ہے چند لوگ نیک بھی ہوں۔ تو اس سے ساری قوم نیک نہیں کہلا سکتی۔ تو وعدہ تھا قوم کے ساتھ اور فی الحقیقت بادشاہت قوم ہی کو ملا کرتی ہے۔ نہ افراد کو۔ یہ بڑی بھاری غلطی لگی ہوئی ہے۔ مسلمانوں کو۔ کہ ایک ہی شخص کو خلافت کا حقدار سمجھتے ہیں۔ وعدہ تو ساری قوم کے ساتھ ہے۔ کسی ایک فرد کے ساتھ نہیں۔ ایک جگہ بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا۔ تم میں نبی پیدا کئے۔ اور تمہیں بادشاہ بنایا۔ اس میں جعل فیکم ملوکا نہیں فرمایا بلکہ جعلکم ملوکا۔ البتہ انبیاء پر فیکم فرمایا۔ کہ نبی تو قوم کے اندر آتے ہیں۔ ساری قوم نبی نہیں ہوتی۔ لیکن بادشاہ خود قوم بنتی ہے نبوت اور نبوت کی وراثت محدثیت اور مجددیت افراد کو ہی ملا کرتی ہے۔ لیکن بادشاہت افراد کو نہیں بلکہ قوم کو ملتی ہے گو اس میں شک نہیں۔ کہ جب افراد کو نبوت کی وراثت ملتی ہے تو کچھ نہ کچھ دوسروں کو بھی اس سے حصہ ملتا ہے۔ لیکن وہ چند ایک لوگ ہوتے ہیں۔ ساری قوم بزرگ اور نیک نہیں ہوتی

نعم الشیب والاسلام ناھیا

بڑھاپا اور اسلام دونو ہی چیزیں ہیں۔ جو انسان کو بدیوں سے روک سکتے ہیں۔ کیونکہ بڑھاپے میں وہ قوائے کمزور ہو جاتے ہیں۔ جو بدیوں کی طرف لے جانے والے ہوں۔ اور اسلام جس کے دل میں گڑ جائے۔ وہ ویسے ہی اسکو بدیوں کی طرف مائل نہیں ہونے دیتا۔ اس لئے جوانی میں عبادت گذار ہونا اور اپنا نیک نمونہ قائم کرنا یہ بہت اعلے درجہ کی بات ہے۔ تو پہلی بات جس سے آپ لوگوں کو اپنی طرف کھینچ سکتے ہیں۔ وہ آپ کا نیک نمونہ ہے۔ نری باتیں وہ کام نہیں کر سکتیں۔ جو آپ کے نمونہ سے ہوسکتا ہے۔ اس لئے کوئی شخص آپ میں سے ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ جو پابند نماز نہ ہو۔ پانچ وقت کی نماز باقاعدہ ادا کرنی ضروری ہے۔ غور کرکے دیکھو۔ کہ وہ طالب علم جو سمجھتے نہیں۔ کہ پڑھنا ایک اوچھی چیز ہے۔ اور اپنا وقت کھیل کود اور عیش عشرت میں گزارتے ہیں۔ آخر کار کس قدر نقصان اٹھاتے ہیں۔ اور اس سے اُن کو کس قدر پشیمانی ہوتی ہے۔ اسی طرح جو شخص خدا کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ جو نماز کو ایک فضول چیز سمجھتا ہے۔ وہ بھی آخر کار نقصان اُٹھائیگا۔

تو آپ لوگ اگر نماز کی عادت ڈالیں۔ تو رفتہ رفتہ یہ ایسی پختہ اور مضبوط ہو جائیگی۔ کہ آپ سے کبھی چھوٹنے کی ہی نہیں۔ خود بخود آپکی طبیعت اسکی طرف کھینچی چلی جائیگی۔

تو یہ پہلی بات ہے۔ کہ لوگوں کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے تم نمونہ بنو۔ اس نمونہ میں جہاں صداقت ہو۔ راست بازی ہو۔ دوسروں سے اچھا معاملہ ہو۔ وہیں نماز کا ہونا بھی ضروری ہے۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ واقعی زبان سے بھی آپ انہیں اپنی طرف بلائیں۔ اسکے کئی طریق ہیں۔ یہاں ہمارے پاس لٹریچر ہے۔ جو مفت بھی ہم دیتے ہیں۔ اس میں ایسا لٹریچر بھی ہے۔ جس میں عیسائیت پر اتمام حجت ہے۔ ایسا بھی ہے جس میں آریوں وغیرہ کے غلط عقائد پر بحث ہے۔ پھر ایسا بھی ہے۔ جس سے ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو سمجھا سکتے ہیں۔ اور انہیں بتایا جاسکتا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ کی وفات میں ہی عیسائیت کی موت ہے۔ اور اس کو مان کر ہی وہ عیسائیت پر غالب آسکتے ہیں۔ اصل میں لوگ توجہ نہیں کرتے کہ کس طرح سے عیسائیت اسلام کو دبائے چلی جارہی ہے۔ کسطرح سے وہ ایک غلط عقیدہ کی وجہ سے اسلام کے سر پر سوار ہے۔ اس کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنا اور انہیں اصل حقیقت سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔

اشاعت علوم

غرض یہاں ہماری انجمن میں لٹریچر بھی ہے۔ جسکو لیکر آپ اسے پھیلا سکتے اور آسانی سے اس کام کو سرانجام دے سکتے ہیں۔ فی الحقیقت تنخواہ دار مشنری خاص خاص ہی ہوتے ہیں۔ جو بہتر طور پر کام کرسکتے ہیں۔ آپ خلوص دل سے اس کام کو کرینگے اور اس لئے بہتر نتائج آپ کو حاصل ہونگے۔ اگر آپ کو اس میں کوئی مشکل پیش آئے۔ تو میں موجود ہوں۔ اور بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو آپ کو بتا سکتے اور مشکلات میں موجب اعانت ہوسکتے ہیں۔ بہت لوگ دوسرے کو کچھ بتاتے ہوئے یا کسی بات کا جواب دیتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ کہ کہیں زک ہی نہ اٹھانی پڑے .... میں کہتا ہوں کہ تمہارے لئے زک اُٹھانا بھی بہت ہی مبارک ہے۔ بچہ کو دیکھتے ہو۔ کہ کس طرح سے اپنے قدموں پر اٹھتا ہے۔ لیکن گر پڑتا ہے۔ پھر سنبھلتا ہے۔ لیکن پھر گر پڑتا ہے۔ مگر کیا وہ کبھی پرواکرتا ہے۔ اس بات کی؟ اسی طرح گر گر کر وہ استوار ہوتا اور آخر کار خود بخود چلنے لگتا ہے۔ اسی طرح تم بھی کبھی اس بات کی پرواہ مت کرو۔ کہ تمہیں زک اُٹھانی پڑے گی۔ زک اُٹھا کر ہی تم آخر کار کامیاب ہوگے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ تمہیں ایسی بات پیش بھی کبھی نہ آئے گی۔ کہ زک اُٹھانی پڑے۔ کیونکہ تمہارے ہاتھ میں محکم اور مضبوط بات ہے۔

تیسری بات جس سے تم دوسروں کو اپنی طرف کھینچ سکتے ہو۔ وہ اپنی خاص مجالس میں نہ صرف خود آنا بلکہ دوسروں کو بھی لانے کی کوشش کرنا ہے۔ ایک تو جمعہ ہے۔ جس میں آپ لوگ اگر شریک ہوسکیں۔ تو بہت فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ ایک احمدیہ ایسوسی ایشن بھی ہے۔ جسکے ہفتہ وار اجلاس یہاں مسجد میں ہوتے ہیں۔ بہت تھوڑا وقت اس میں لگانا پڑتا ہے۔ اور اب تو میں نے اسکو اور بھی مختصر کرنے کے لئے منتظمین سے کہا ہے۔ نماز مغرب پڑھتے ہی لیکچر (جو مقرر ہو) شروع ہو جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ آدھ گھنٹہ ہوتا اور اس کے بعد تین تین چار چار منٹ مختلف احباب کو اس پر کچھ کہنے کے لئے دئیے جاتے ہیں۔ اس کے اندر بہت کچھ قابلیت آپ پیدا کرسکتے ہیں۔ آپ اس میں ضرور اہتمام کے ساتھ آیا کریں۔ اور آپ کو خود اس موقعہ کی تلاش میں رہنا چاہیئے۔ کہ اس میں کچھ بولیں لاہور اتنا بڑا شہر ہے۔ مگر کوئی سامان یہاں دینی واقفیت بڑھانے کا نہیں۔ آپ کے اپنے اپنے کالجوں میں سوسائٹیاں ہونگی۔ لیکن ان میں وہ فائدہ آپ نہیں اٹھا سکتے۔ جو یہاں آکر اس سوسائٹی سے حاصل ہوسکتا ہے۔ وہ اپنے رنگ میں ایک اور کام کے لئے مفید ہیں۔ لیکن یہ ان فرائض کی سرانجام دہی کے لئے آپ کو تیار کرتی ہے۔ جو سلسلہ کے خاص فرائض ہیں۔ تو اس میں آپ کی شرکت بہت ضروری ہے میں تو ان بڑے بزرگوں (بزرگان ملت کی طرف اشارہ کرکے) سے بھی یہی عرض کرونگا۔ کہ ان کا بھی اس میں موجود ہونا ضروری ہے ان کی موجودگی اس میں قوت کا موجب ہوگی۔

کالجوں میں ہماری تعداد

ہماری تعداد تو بہت کم ہے۔ یہانتک کہ میاں صاحب نے تو حلف اُٹھا کر ہماری تعداد ایک ہزار بتائی ہے۔ لیکن مجھے بڑی خوشی ہوئی یہ سُنکر کہ صرف لاہور کے کالجوں پینتیس طالب علم ہماری اپنی جماعت کے ہیں۔ یہ بڑی بھاری جماعت ہے۔ اتنی بڑی کہ ایک انقلاب پیدا کرسکتی ہے۔ بشرطیکہ پوری مستعدی سے کام کرے۔ آپ اگر ہمت اور کوشش کریں۔ اور سب کے سب ہفتہ وار جلسوں میں شریک ہوا کریں۔ تو بہت کچھ فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔ اس میں ہر قسم کے مضامین ہوتے ہیں۔ جنکا پیشتر سے اعلان ہو جاتا ہے۔ آپ ان پر تیار ہوکر آیا کریں۔ اس کے علاوہ گو یہاں روزانہ درس بھی ہوتا ہے۔ لیکن شاید سب کے لئے اس میں ہر روز آنا مشکل ہو۔ جو سہولت کے ساتھ آسکیں۔ وہ آئیں۔ لیکن اس سوسائٹی کے متعلق میری خصوصیت کے ساتھ نصیحت ہے۔ کہ اپنا ایک گھنٹہ اس کی نذر کردیں۔ اور اسکو فرض ٹھیرالیں۔ کہ کہیں بھی آپ ہوں۔ اس میں شرکت کے لئے آجایا کریں۔ اور کچھ تیاری بھی کرلیا کریں۔ آپ کے کالجوں میں آپ کے دوست موجود ہیں۔ ان کو بھی ساتھ لانے کی کوشش کریں۔ ان کو بتانا چاہیئے۔ کہ ہم کسی کے متعلق کوئی بُرا کلمہ نہیں کہتے۔

ہمارا کام

ہمارا کام ہی کسی کو بُرا کہنا نہیں۔ ایک شیعہ صحابہ کو بُرا کہدے۔ ایک غیر مقلد آئمہ اہل سنت والجماعت کو بُرے الفاظ سے یاد کرے لیکن ہم اول سے آخر تک تمام صحابہ۔ تمام آئمہ دین تمام بزرگان کرام کو عزت کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ اور کسی کو بُرا نہیں کہتے۔ عقاید کے لحاظ سے ہم کتاب وسنت کو مانتے ہیں۔ اگر کتاب وسنت سے کوئی شخص ہمیں منوادے کہ ہمارے عقاید صحیح نہیں۔ تو ہم ماننے کو تیار ہیں۔ آپ انہیں یہ یقین دلائیں۔ اور انہیں اپنے ساتھ لائیں۔ اسوقت تعلیم یافتہ لوگوں کی حالت اچھی نہیں۔ میں بڑے بڑے لوگوں سے ملا ہوں۔ مذہب کے لحاظ سے ان کی حالت بہت خراب ہے۔ موجودہ حالت یہ ہے۔ کہ بیرسٹر ہوکر آتے ہیں۔ اور دین کے معاملہ میں ایسے کچے ہوتے ہیں۔ کہ سمجھتے ہیں۔ کہ اسلام خدا جانے کیا مذہب ہے۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ مسلمانوں کی نئی پود بالکل گئی گذری ہے۔ آپ اگر تھوڑی سی بھی کوشش کریں۔ تو اس نئی پود میں روح پھونک سکتے ہیں۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیرایدہ اللہ و دیگر بزرگان سلسلہ خدا کے فضل سے خیریت سے ہیں۔ حضرت امیر اپنے تصانیف کے کام میں اور ڈاکٹر صاحبان برلن مسجد کے لئے فراہمی چندہ میں مصروف ہیں۔

شیخ رحمت اللہ صاحب کی طبیعت قدرے علیل ہے۔ شیخ صاحب حضرت مسیح موعود کے [illegible] سلسلہ عالیہ احمدیہ ہیں۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو کامل صحت عطا فرمائے۔ اور خدمات دین کو بجا آوری کی بیش از پیش توفیق بخشے۔ آمین

تازہ خبریں

دریائے مرتضٰی کے دونو اطراف کا علاقہ فوج سے خالی کردیا جائے

لوسین۔ ۲۵ر نومبر۔ سب کمیٹی کی رپورٹ میں یہ تجویز پیش کی گئی ہے۔ کہ دریائے مرتضےٰ کے دونو طرف تیس تیس کلو میٹر تک کا علاقہ فوج سے خالی کردیا جائے۔ جس میں چند ایک محدود تعداد سپاہی متعین کیجائے۔ اور ایک بین الاقوامی کمیشن مقرر کیا جائے جس کا یہ فرض ہو کہ وہ ڈیڈی غاچ اس کے نواح میں امن و امان قائم رکھے اور ریلوے کی نگرانی کرے۔ جو غالبًا برطانیہ۔ فرانس۔ اٹلی۔ بلغاریہ۔ ٹرکی۔ یوگوسلافیہ۔ اور رومانیا کے نمائندوں سے مرکب ہوگی۔

(بعد کی خبر) پہلی کمیشن کا ماتحت کمیشن کی رپورٹ پر غور کرنے میں مصروف ہوا۔ بلغاریہ نے یہ کہا ہے۔ کہ بندرگاہ پر بلا واسطہ یا بلا شرکت قبضہ اس کی سمندر پار کی تجارت کے لئے لازم ہے۔ غازی عصمت پاشا نے فوج ہٹانے کی تجویز پر صاد کرتے ہوئے کہا کہ ٹرکی قربانی کررہا ہے۔ اور تجویز پیش کی کہ اس بات کی ضمانت دی جائے کہ فوج سے خالی کردہ علاقہ کو توڑا نہیں جائیگا۔ ایم وینزیلوس اور مسٹر سٹیمبولیسکی نے ضمانت کی ضرورت کو تسلیم کیا چنانچہ اس کے متعلق بحث مباحثہ ہوا۔ لیکن اس معاملہ کو اس وقت تک ملتوی کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ جب تک کہ دیگر علاقوں کا سوال کانفرنس میں بحث مباحثہ کے لئے پیش نہ ہو۔

مغربی تھریس کو غیر جانبدار بنا دیا جائے

لوسین۔ ۲۴ر نومبر۔ آج سٹیمبولیسکی نے بلغاریہ کے بحیرہ ایجین کا راستہ حاصل کرنے کے متعلق پہلی کمیشن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ کہ بلغاریہ کی یہ تجویز ہے۔ کہ اگر مغربی تھریس کو ایک خود مختار علاقہ نہیں بنایا جاسکتا تو اسے طاقتوں کی حفاظت کے ماتحت پہلے کی طرح غیر جانبدار علاقہ کی حیثیت دیجائے۔ یہ ناممکن ہے کہ بلغاریہ کا راستہ یونانی۔ یا ترکی علاقہ میں سے گذرے۔

جدید خلیفۃ المسلمین عبدالمجید خاں آفندی کی عظیم الشان رسم تاجپوشی

قسطنطنیہ ۲۴ر نومبر۔ آج جدید خلیفہ کی تاجپوشی عمل میں آئی۔ یہ رسم بغیر کسی واقعہ کے ادا ہوگئی۔

قسطنطنیہ۔ ۲۴ر نومبر۔ آج مسجد میں خلیفہ کی تاجپوشی کی رسم ادا ہوئی۔ یہ ایک نہایت مؤثر منظر تھا۔ ایک فراک کوٹ جو خاندانی تمغوں وغیرہ سے مزین تھا۔ زیب بر تھا۔ خلیفۃ المسلمین نہایت بارعب اور شوکت والے معلوم ہوتے تھے۔ انہیں ان تجوریوں کی طلائی کنجی دی گئی جس میں تبرکات رکھے جاتے ہیں۔ اول انہوں نے اس صندوق کو کھولا جس میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا لبادہ چالیس ریشمی کپڑوں میں لپٹا ہوا رکھا تھا۔ جدید خلیفہ نے عقیدتمندی اور تعظیم کے ساتھ ہر ایک کپڑے کو بوسہ دیا۔ زاں بعد انہوں نے ان تجوریوں کو کھولا جن میں رسول خدا کا علم۔ تلوار۔ ریش مبارک کے بال اور خلفائے سابق کی تحریریں وغیرہ رکھی تھیں۔

نقیب الاشرف نے جو خاندان نبوی سے تعلق رکھتے ہیں خطبہ پڑھا پھر خلیفہ اندرونی احاطہ میں تشریف لے گئے۔ جہاں خاندان شاہی معززین دربار۔ اور مذہبی پیشوا سنہری تخت کے گرد جمع ہوئے اور خلیفہ کے دست مبارک کو بوسہ دیا۔ زاں بعد رفعت پاشا کی معیت میں خلیفہ شاہانہ تزک و احتشام سے فتح محمد کی مسجد کیطرف روانہ ہوئے۔ جہاں خاص طور پر دعائیں مانگی گئیں۔

سابقہ رسوم میں صرف اتنا تغیر واقع ہوا کہ عثمانی تلوار زیب کمر نہیں کی گئی۔ اور خطبہ عربی کی جگہ ترکی زبان میں پڑھا گیا۔

ترک خوش ہیں

لوسین۔ ۲۵ر نومبر:۔ بلغاریہ کو بحیرہ ایجین کا راستہ دینے کے متعلق جو انتظام ہوا ہے۔ اسے بلغاریہ کا دوسرا بہترین مطالبہ تصور کیا جاتا ہے۔ جس سے وہ ڈیڈی غاچ پر قبضہ کرے گا۔ اگرچہ یہ محسوس کیا جاتا ہے۔ کہ ایم وینزیلوس ڈیڈی غاچ حوالے کرکے صلح کرلیتا۔ . . . . . اور اس طرح بلغاریہ سے مصالحت ہو جاتی ترک اس انتظام سے خوش نظر آتے ہیں۔ کیونکہ اس سے بلقان لیگ کے احیا کی کوشش کو صدمہ پہنچیگا۔

توجب بادشاہت قوم کو ملتی ہے۔ نہ افراد کو۔ تو عور کرنا چاہیئے کہ اسوقت جو حالت خلافت کی لوگوں نے سمجھی ہوئی ہے۔ وہ کہاں تک قرآن کے مطابق ہے۔ غلطی غلطی ہی ہے۔ اگر ساری دنیا بھی غلطی کرے۔ توجس کے ہاتھ میں قرآن ہے۔ اسے ساری دنیا کی بھی پرواہ نہیں ہونی چاہیئے۔ غلطیاں ایک شخص کرے یا بہت لوگ کریں۔ غلطیاں ہی ہیں۔ بہتوں کے کرنے سے صحیح نہیں ہو جاتیں۔

خلافت روحانی کس طرح ملتی ہے

خلافت روحانی ملتی ہے۔ بذریعہ علم دین کے۔ جسمانی خلافت ملتی ہے۔ بذریعہ بادشاہت کے۔ اور وہ ساری قوم کی خلافت ہے یہ جو درمیان میں رستہ نکالا گیا ہے۔ کہ ایک شخص کو خود بادشاہ بناکر اسکو تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ کہ جسمانی خلیفہ ہونے کے ساتھ روحانی خلیفہ بھی وہی ہے۔ اس کی بنا قرآن وحدیث پر نہیں۔ مسلمانوں میں بھی وہ وقت بھیڑ چال کا طریق گیا ہے۔ کہ ایک کے منہ سے بات نکلی۔ تو دوسروں نے بھی اس کی تائید کر دی۔ نہ قرآن کی پروا رہی نہ حدیث کی۔ کہ کوئی ان کو کھول کر دیکھے۔ کہ خلافت کی کیا صورت وہاں قرار دی گئی ہے۔ اسلام کی خلافت ساری تاریخ اسلام کو پڑھکر دیکھ لو۔ اس قسم کی نہیں رہی۔ کہ بادشاہ ہی روحانی خلیفہ بھی ہوئے ہوں۔ خلفائے اسلام میں بہت کم لوگ ایسے ہوئے ہیں۔ جنکو جسمانی خلافت کے ساتھ روحانی طور پر بھی وہ مقام بلند ملا ہو جو انہیں روحانی خلافت کا حقدار ٹھیرائے۔ اس کے لئے اللہ تعالےٰ نے الگ سلسلہ رکھا ہے۔ اور روحانی خلافت کی تلاش ہمیں انہی لوگوں میں کرنی چاہیئے جنہیں قرآن وحدیث نے اسکا حقدار ٹھیرایا ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ قوم نہیں اٹھتی کہ یہ دیکھے۔ کہ ہمارے لئے جو وعدہ روحانی خلافت کا تھا وہ جو حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا تھا۔ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ تو وعدہ کیا ہوا۔ کیوں ہم میں روحانی خلیفہ پیدا نہیں ہوتا۔ کیوں مجدد کا آنا بند ہو گیا۔ اس غفلت کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ غیروں نے یا شاید اپنوں نے یہ سمجھنا شروع کیا۔ کہ اسلام کا خلیفہ عیسائیوں کے پوپ کی طرح ہے، یہ بات سب سے پہلے عیسائیوں کے منہ سے نکلی۔ کہ تم مسلمان اگر خلیفہ مانتے ہو۔ تو مانو۔ لیکن خلافت کو بادشاہت سے کیا تعلق؟ اس وقت مسلمانوں نے اسکا جواب دیا۔ ہم نے بھی دیا۔ لیکن آج وہی طریق وہی رستہ مسلمانوں نے اختیار کر لیا ہے۔ اور بجائے اس کے کہ ایک دوسرے کو اس کی غلطی سے متنبہ کریں۔ جو بات ایک کے منہ سے نکلتی ہے۔ سب اسکو تسلیم کرنے لگتے ہیں۔ خواہ وہ قرآن کے خلاف ہی ہو۔ دیکھنا چاہیئے۔ کہ صحابہ کا طرز عمل کیا تھا۔ ان میں ایک عورت بھی اگر کسی بڑے کے منہ سے کوئی غلط بات نکل جائے۔ تو اس کو متنبہ کرتی تھی۔ کہ یہ غلط ہے۔ لیکن آج خاموشی کے ساتھ ایک بات کو جو کسی بڑے کے منہ سے نکل جائے۔ تسلیم کرنے لگتے ہیں۔ میں تو بجائے خود خلافت اسی کو سمجھتا ہوں۔ کہ ایک قوم مسلمانوں کی بادشاہ ہو۔ جو حرمین کی محافظ ہو۔ اپنے میں سے ایک امیر یا بادشاہ کا انتخاب ان کا اندرونی انتظام ہے۔ مگر امارت یا بادشاہت سے روحانی سیادت کی اہلیت پیدا نہیں ہو جاتی۔ تعجب ہے۔ کہ مسلمان خلیفہ کو روحانی بناتے ہیں۔ اور پھر اسے بادشاہت سے معزول کر کے اس کی روحانی سیادت کو بھی زائل شدہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ روحانیت اگر اس میں تھی۔ تو اس کے معزول ہونے سے روحانیت تو چھن نہیں گئی۔ کسی کے معزول ہونے سے اس کی روحانیت زائل نہیں ہو جاتی۔ کوئی روحانی آدمی اگر کسی دنیوی منصب پر ہو تو دنیوی منصب سے الگ ہو جانے سے اس کی روحانی عظمت میں فرق نہیں آسکتا۔

ابتدائے اسلام کی خلافت

غور کرنا چاہیئے۔ کہ کیا ابتدائے اسلام میں کوئی خلافت ایسی تھی کیا ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ ایسے ہی خلیفہ تھے؟ خدا کے لئے کوئی غور کرے کہ یہ ہو کیا رہا ہے۔ جن لوگوں کو اسلام جیسا معقول مذہب دیا گیا تھا۔ وہ ایسی راہ اختیار کریں۔ یہ بہت ہی افسوسناک ہے۔ قوم کو اختیار ہے۔ کہ کسی اعلےٰ سے اعلےٰ شخص کو وہ اپنے میں سے چن لے یا وراثت کے طور پر ہی کسیکا حق بادشاہت سمجھ لے۔ اگرچہ حقیقت یہی ہے۔ کہ وراثت کوئی نہیں۔ یہانتک وراثت نہیں کہ حضرت عمرؓ نے جب چند آدمیوں کے نام لئے۔ کہ ان میں سے کسی کو خلیفہ منتخب ہونے کا بھی موقعہ نہیں دیا۔ لیکن نہایت یہ ہے کہ ایک شخص دنیوی حکومت کا اہل ہے یا نہیں۔ ہم کو اس کی پروا نہیں۔ ہم نے ایک خاندان میں سے ایک شخص کو حاکم بنا لینا ہے۔ کوئی شخص روحانی خلافت کا اہل ہے۔ یا نہیں۔ اسکا کوئی خیال نہیں۔ لیکن اس کو روحانی خلیفہ قرار دے دینا ہے۔ خدا کے لئے بتائیے۔ کیا کام ہوگا۔ اس خلیفہ کا کیا خلفائے راشدین کے مطابق اس کا کام ہوگا۔

روحانی خلیفہ کی ضرورت

جس چیز کی دراصل ضرورت تھی۔ اس کی تو کوئی پرواہ نہیں۔ اور ایک نام کا خلیفہ بنانے کے درپئے ہیں۔ ضرورت تو تھی۔ اس روحانی خلیفہ کی جو حدیث نبوی ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کے مطابق دین کی ترقی کے لئے کوشاں ہو۔ جس قدر دین کمزور ہو۔ چاہیئے کہ اس قدر طاقتور خلیفہ ہو۔ تاکہ دین کو مضبوط کر سکے۔ خوب یاد رکھو۔ کہ خلیفہ جو روحانی طور پر ہوتا ہے۔ تو اس کا کام سوائے اعلائے کلمۃ اللہ اور تمکین دین کے اور کچھ بھی نہیں۔ میں نے تو دہلی میں ایک مسلمہ عالم سے سوال کیا تھا۔ کہ کن معنوں میں روحانی خلیفہ آپ لوگ سلطان کو مانتے ہیں تو انہوں نے کہا۔ کہ قرآن میں چونکہ وعدہ ہے۔ اور اس قرآنی وعدہ کے مطابق خلافت چلتی ہے۔ اس لئے روحانی خلیفہ مانتے ہیں۔ مگر اس بات کو روحانیت سے کوئی تعلق نہیں۔ روحانی خلیفہ کا کام سوائے اس کے نہیں۔ کہ وہ مسلمانوں کو راہ راست پر لائے۔ اعلائے کلمۃ اللہ کرنا اس کا کام ہے اور اس کے لئے ضرورت ہے۔ روحانی خلیفہ کی۔ ساری دنیا جانتی ہے۔ کہ نظام روحانی کو قائم رکھنے والے خدا کی طرف بلانے والے یہ بالکل الگ گروہ ہوتا ہے۔ یہاں ہندوستان میں روحانی خلفا تو حضرت مخدوم علی ہجویری حضرت معین الدین چشتی۔ حضرت احمد سرہندی حضرت شاہ ولی اللہ جیسے بزرگ ہوئے اور جسمانی حکام کا گروہ عموماً روحانی سیادت کا اہل نہیں ہوا۔ خود ترکی میں جاکر دیکھو۔ دین کی تعلیم دینے والے بالکل الگ لوگ ہیں۔ العلماء ورثۃ الانبیا یہ کام بادشاہوں کا نہیں۔ نہ وہ عام طور پر اسکے اہل ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ ان باتوں کو سرسری نگاہ سے نہ دیکھیں۔ وہ اس پر غور کریں۔ کہ ان کے معتقدات کا کیا اثر ہے۔ اور ان کو مانتے ہوئے وہ قرآن وحدیث سے کس قدر الگ پڑے ہوئے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۱	مورخہ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ	نمبر ۹

روس کی مسلمان خواتین

(۱)

اسلام نے جنس لطیف کی ترقی اور فارغ البالی کے لئے جو کچھ کوشش کی ہے۔ اسے پستی و درماندگی سے اٹھاکر جس مقام بلند پر بٹھانا چاہا ہے۔ وہ اسی کا حصہ ہے۔ قرآن کریم کی اکثر آیات اور سینکڑوں احادیث اس حقیقت نفس الامری پر شاہد ہیں۔ کہ اسلام نے عورت کی ترقی درجات کے لئے بہت ہی زبردست کوشش کی ہے۔ اسے پستی و درماندگی سے اٹھاکر وہ عزت دی ہے۔ جو زمانہ حال کی تہذیب بھی اب تک نہیں دے سکی۔ موجودہ تہذیب میں اب تک عورت اپنی کسی جائداد اور نام تک کی بھی مالک نہیں اب تک اس کو وہ حقوق معاشرت حاصل نہیں۔ جو مرد کو دئے گئے ہیں لیکن اسلام نے آج سے تیرہ سو برس پیشتر ولھن مثل الذی علیھن کہکر اور عورت کے لئے خاص قوانین نافذ کرکے جو اسے سوسائٹی میں مرد کے برابر بٹھانے والے ہیں۔ جنس لطیف کی ایک خاص عزت وعظمت کو دنیا میں قائم کرنا چاہیئے۔

(۲)

افسوس ہے۔ کہ تہذیب جدید کے دل فریب نظاروں نے اکثر لوگوں کی نظروں کو اس قدر خیرہ کر دیا ہے۔ کہ انہیں بھلے اور بُرے نیک اور بد کی تمیز ہی نہیں رہی۔ چند ایک بظاہر دلخوشکن باتوں کو دیکھ اور سن کر لوگ ان پر لٹو ہو جاتے ہیں۔ اور اصل حقیقت پر غور نہیں کرتے۔ اس وقت ہمارے سامنے روس کی مسلمان خواتین کی چند ایک قرار دین ہیں۔ جو انہوں نے اپنی ترقی وبہبودی کے لئے حال ہی میں اپنی ایک کانگرس میں پاس کی ہیں۔ ان میں سے دو کا ہم بالخصوص تذکرہ کرنا چاہتے ہیں۔

۱۔ تعدد ازدواج کو موقوف کر دیا جائے۔
۲۔ شادی کے موقعہ پر مہر کا دینا منسوخ کیا جائے۔

(۳)

ہمیں اس بات کا رنج نہیں۔ بلکہ خوش ہیں۔ کہ روس کی مسلمان عورتیں میدان حریت میں گامزن ہیں۔ ہمیں یہ بھی خوشی ہے۔ کہ انہوں نے جمعیت کو ایک خاص نظام سے وابستہ کر رکھا ہے۔ اور اس قدر ایک بہت ہی قلیل عرصہ میں بہت کچھ ترقی انہوں نے کی ہے لیکن موجب افسوس ہے۔ کہ انہوں نے اس حریت و ترقی سے ناجائز فائدہ اٹھاکر اسلام کے ان پرحکمت قوانین پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا ہے جو خود انہی کے لئے باعث رحمت وبرکت ہیں۔ کسی قوم یا جنس کی آزادی اسی حد تک لائق تحسین قرار دی جا سکتی ہے۔ جس حد تک اس سے فائدہ کی امید ہو۔ لیکن جس وقت اس سے بجائے فائدہ کے نقصان کا احتمال ہو۔ اسکو ہرگز ایک عمدہ چیز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ہر چیز کی ایک خاص حد ہے۔ اور وہ اپنی حد کے اندر ہی موجب خیر وبرکت ہو سکتی ہے۔ حد سے نکل کر اس سے فائدہ نہیں۔ بلکہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

(۴)

ہمیں حیرت ہے۔ کہ روس کی مسلمان خواتین نے کیا سوچ کر تعدد ازدواج اور حق مہر کو لائق تنسیخ قرار دیا۔ کم از کم موخرالذکر کو آجتک کسی نے بھی یہانتک کہ یورپ کے متعصب سے متعصب پادریوں نے بھی بُرا قرار نہیں دیا۔ حق مہر ایک ایسی چیز ہے۔ جو عورت کی ایک خاص عزت سوسائٹی میں پیدا کرنے والی ہے اس سے عورت کی ایک خاص اپنی جائداد بنتی ہے۔ جو اس کے لئے اکثر حالات میں باعث رحمت وامداد ہوتی ہے۔ اسلام نے حق مہر نکاح کے لئے ضروری ٹھیراکر اسکو بہت سی قباحتوں سے محفوظ کر دیا ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ آج روسی مسلمان عورتوں کے نزدیک یہ حق لائق استرداد ہے۔ کیوں؟ اس کی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ ایک وہ وقت تھا۔ کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر انسان کے سامنے ایک بڑھیا نے کھڑے ہو کر یہ آواز اٹھائی۔ کہ جب قرآن کریم فرماتا ہے۔ ان اٰتیتموھن قنطارًا فلا تاخذوا منہ شیئًا۔ تو حضرت عمرؓ قرآن کریم کے سامنے اپنا سر جھکاتے اور اپنا فیصلہ مسترد فرماتے ہیں۔ اور ایک یہ وقت ہے۔ کہ روس کی مسلمان عورتیں اس پاکیزہ قانون کو جو انہی کی رفعت ومنزلت کے لئے ہے۔ مسترد کرنا چاہتی ہیں۔

(۵)

البتہ تعدد ازدواج ایک ایسی چیز ہے۔ جو بظاہر جنس لطیف کے لئے موجب تکلیف ہے۔ لیکن اگر غور کر کے دیکھا جائے۔ اگر ان حالات کا جو ایک ایسے خاندان میں پائے جاتے ہیں۔ جہاں تعدد ازدواج کی رسم موجود ہے۔ مغرب کے حالات سے مقابلہ کیا جائے جہاں ایک سے زیادہ شادی قانونًا ممنوع ہے۔ تو کوئی بالانصاف شخص تعدد ازدواج کو لائق نفرت قرار نہیں دے سکتا۔ آج کوئی مغرب کی کسی شریف خاندان کی عورت سے جاکر پوچھے۔ کہ ایک ہی بیوی کے قانون نے کسقدر اخلاقی وتمدنی ستم اس پر اور اس کے شوہر پر ڈھائے ہیں۔ ہم نے خود بارہا مسیحی دوکنگ میں کئی دانشمندوں سے پوچھا۔ کہ آخر کیا یہ تعدد ازدواج کی ایک غیر اخلاقی صورت نہیں۔ کہ قانونًا تو تم ایک ہی بیوی اپنے گھر میں رکھتے ہو۔ لیکن اس کے علاوہ دیگر عورتوں کے ساتھ تمہارے ناجائز تعلقات بھی ہیں۔ ایسے حالات اور معذوریوں کے ہوتے ہوئے۔ جن کی وجہ سے تمہیں ایسا کرنا پڑتا ہے۔ اسلام نے اگر ایک سے زیادہ بیویاں کرنا قانونًا جائز ٹھیرا دیا تو کیا برا کیا۔ تم ایک کام کو چوری چھپے کرتے اور بداخلاقی اور بےحیائی کے مرتکب ہوتے ہو۔ لیکن اسلام جو فطرت کا مذہب ہے۔ اسکو اخلاقی دائرہ کے اندر لے آتا۔ اور جائز رنگ میں اسکو رائج کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے بہت سی قباحتوں اور اخلاقی بدیوں سے ہم بچ جاتے ہیں۔ اور آج تو خود مغرب میں وہ حالات پیدا ہو گئے ہیں۔ جو بڑی شدت سے تعدد ازدواج کو ایک قانونی شکل دئے جانے کا تقاضا کر رہے ہیں۔

غرض جہانتک حالات وواقعات کا تعلق ہے۔ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ اسلام نے تعدد ازدواج کے قانون سے بنی نوع انسان پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اور روس کی مسلمان عورتوں نے حق مہر کے قانون کی تنسیخ کا فتوےٰ پاس کر کے نہ صرف حکم شریعت سے ہی منہ موڑا ہے۔ بلکہ بہت بڑے فوائد سے بھی اپنے آپ کو محروم کر لیا ہے۔ اور ایک خطرناک بات کیطرف قدم اٹھایا ہے۔

عیسائیت کا حملہ اسلام پر
مسیحی منادوں کا طریق کار و اصول

عہد حاضرہ میں جبکہ اشغال کی کثرت اور وقت کی قلت ہر لسانی اور لفاظی کو خیرباد کہکر صرف عملی باتوں کی طرف متوجہ ہونا لازم ہے۔ باتوں میں وقت ضائع کرنیکا زمانہ جاتا رہا۔ ہمیں اپنی تحریر و تقریر میں رنگ عمل پیدا کرنا چاہیے۔

تجربہ نے بتا دیا ہے کہ لفظوں کے ایک من سے عمل کی ایک رتی بہتر ہے۔ اور یہ ایک رتی نہ صرف اس دنیا میں بلکہ آیندہ دنیا میں بھی مقدم الذکر ایک من سے کہیں زیادہ وزنی اور قیمتی ثابت ہوگی۔

اسلئے ہمیں اپنے گرد و پیش نگاہ ڈالکر سب سے اول اسباب کا اندازہ کرنا چاہیئے کہ جو کام ہمارے پیش نظر ہے۔ اس کو حالات حاضرہ کی روشنی میں دیگر اقوام کیونکر انجام دے رہی ہیں۔ اور ہم کہاں تک اپنے مطلب کے لئے ان کو اختیار کرسکتے ہیں؟

کرۂ ارض پر اگر ہم اپنی نظر کو وسیع کریں تو ہر جگہ عیسائیت اور اسلام باہم متصادم نظر آتے ہیں۔

میدان تبلیغ میں اسلام کو سب سے زیادہ خطرہ عیسائیت سے ہے۔ عیسائیت اسلام پر ہر جگہ حملہ آور ہے۔ اس کی پیشقدمی جارحانہ ہے۔ اسلام کو نہ صرف اس کا حملہ روکنا ہے۔ بلکہ ایک جوابی حملہ کرکے اسکے حصار عافیت کو سر کرنا ہے۔

اسلامی ممالک و اقوام میں تبلیغ عیسائیت کے لئے مسیحی مبلغین کی تیاریوں کی نوعیت یہ ہے۔

(۱) وہ مسلمانوں کے مذہب۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔ زبان۔ ادب معاشرت وغیرہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔

(۲) مسلمانوں کی کمزوریوں کا پتہ لگاتے ہیں۔ اور ان کمزوریوں سے استفادہ کرنے کی تدابیر پر غور کرتے ہیں۔

(۳) مجالس شوریٰ قائم کرکے اسلامی دنیا کے حالات پر بحث کرکے ان سے مناسبت پیدا کرنے کے طریقے سوچتے ہیں۔

(۴) خاص یونیورسٹیاں اور کالج قایم کرکے جہان اسلام کے لئے مخصوص مشنری تیار اور مہیا کرتے ہیں۔

ان ابتدائی مگر نہایت اہم مراحل طے کرنے کے بعد، اسلامی ممالک میں پیش قدمی کرکے

ا۔ جابجا مردانہ اور زنانہ تعلیمی اور صنعتی درسگاہیں قایم کرتے ہیں۔ جہاں بائبل کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے۔

ب۔ شفاخانے کھولتے ہیں۔ جہاں ہر مریض کے کانوں کو جناب مسیح کے نام سے آشنا کیا جاتا ہے۔

ج۔ ایسے مقامات پر جہاں مسلمان مسافروں کی زیادہ آمد و رفت ہوتی ہے۔ سرائیں اور ہوٹلیں قایم کرتے ہیں۔ اور تھکے ماندے اور حاجتمند مسافروں کو عیسائیت کی چاشنی پیش کرتے ہیں۔

د۔ شرفاء کی عورتوں کے لئے تفریحی کلب جاری کرتے ہیں جہاں انہیں مسیحی تہذیب سے لذت آشنا کیا جاتا ہے۔

ھ۔ متحرک تصاویر کے تماشے دکھاتے ہیں۔ جہاں اشارۃً ہی اشاروں میں عیسائیت کی اشاعت کی جاتی ہے۔

(د) مسیحی خاتونیں گھروں میں جاکر لڑکیوں اور عورتوں کو کشیدہ سکھاتی ہیں۔ اور سوئی کی نوک سے ان کے معصوم دلوں میں عیسائیت کی خلش پیدا کرتی ہیں۔

ز۔ رسالے اور اخبار جاری کرتے ہیں جن کو مسلمانوں میں مفت تقسیم کیا جاتا ہے اور ان کے ذریعہ دلوں کو مسخر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ح۔ انجیل کے مختلف حصے مختلف زبانوں میں ترجمہ کرکے مفت تقسیم کرتے ہیں۔

ط۔ قحط۔ سیلاب اور زلزلہ وغیرہ سے تباہی کی صورت میں امدادی کام جاری کرتے ہیں۔ اور اس طرح مصیبت زدہ دلوں پر عیسائیت کا نقش بٹھاتے ہیں۔

ی۔ سلطنت کے اثر و رسوخ سے کام لیتے ہیں۔ اور ایسے سہارے ہر جگہ اپنا موقف پر عیسائیت کا حلقہ وسیع کرتے ہیں

ان تمام امور کی انجام دہی میں وہ اسباب کا خیال رکھتے ہیں کہ

(۱) تحریر یا تقریر میں کوئی ایسی بات ظہور میں نہ آئے جس سے مسلمانوں کو رنج پہنچے۔

(۲) ناتراشیدہ اعتراضات سے عمداً احتراز کیا جائے۔

(۳) اوقات مصیبت میں ہمدردی انسانی کا پورا اظہار کیا جائے۔

(۴) طبیعت کی درشتی کو نزدیک نہ آنے دیا جائے اور ہر کس و ناکس کے ساتھ نرمی اور ملاطفت کا برتاؤ کیا جائے

(۵) وعظ و تقریر میں مناظرہ تک نوبت نہ پہنچنے پائے

ان کے ہر کام میں ایک خاص نظام اور ایک خاص ترتیب پائی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے تمام کام مرکزی وابستگی کے اصول کے ماتحت انجام دیتے ہیں یہی ان کی کامیابی کی کنجی اور یہی ان کی فہمندی کا راز ہے۔

یورپ کے تمام ممالک ان کوششوں میں مصروف ہیں اور امریکہ انگلستان اور جرمنی خاص طور پر تبلیغ عیسائیت میں سرگرم ہیں۔ ان کے مشن جابجا قایم ہیں وہ اپنے اپنے مرکز کی حبل المتین کو مضبوطی سے تھام کر روئے زمین کے چاروں طرف پھیل جاتے ہیں۔ حکومتوں کا سایہ سر پر۔ دلوں میں جوش۔ دماغ میں طاقت۔ کیسہ میں زر ہوتا ہے پاؤں مضبوط ہوتے ہیں۔ دست عمل ہر وقت متحرک رہتا ہے

اس قسم کے مساعد و موافق حالات اس زبردست ساز و سامان۔ اس پختہ و مکمل نظام و ترتیب اور اس جمعیت خاطر کے ساتھ وہ اسلام پر حملہ آور ہوتے ہیں لیکن ہماری کیا حالت ہے۔ ہمیں ان کی مساعی کے نتائج کا احساس تک نہیں اور اسلئے اس کے نتائج کی پرواہ بھی نہیں۔ یہی لاپرائی ہمارے انحطاط و زوال کا باعث ہے۔ اور اسی کے باعث ہماری تبلیغی ترقیاں رکی ہوئی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے یہ امر کسی قدر تشریح طلب ہے۔ سردست اس قدر جان لینا ضروری ہے کہ ہمارے ذمہ دوگونہ فرائض ہیں۔ (۱) حفاظت اسلام (۲) اشاعت اسلام۔ مقدم الذکر فرض کی تکمیل کے لئے ہمارا فرض ہے۔

(۱) مسیحی دنیا کی تبلیغی مساعی کے نتائج کا صحیح مراقبہ کریں

(۲) میدان تبلیغ میں اپنی کمزور حالت کو کماحقہ محسوس کریں

(۳) مدافعت کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ اور مخالفین ہی کے اسلحہ سے مسلح ہوکر ان کے مقابلہ پر نکلیں۔

(۴) مسلمانوں کے ایمان کو تازہ اور محکم کرنے کے طریقے اختیار کریں اور ان کو مذہبی حیثیت سے اسقدر مضبوط بنا دیں کہ مسیحی منادوں کا ان پر قابو نہ چل سکے۔

موخر الذکر فرض یعنی اشاعت اسلام کے لئے ہمیں ایسے حالات کی مناسبت کے لحاظ سے کم و بیش اسی قسم کے وسائل و ذرائع اختیار کرنے چاہئیں جن سے مسیحی دنیا کامیابی کے ساتھ فائدہ اٹھا رہی ہے۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جن سے ہم کام نہیں لے سکتے لیکن ہم ان کے طریق کار اور ان کے آئین و اصول سے ضرور استفادہ کر سکتے ہیں۔

ہم نے ان چند سطور میں نہایت اختصار کے ساتھ مسیحی منادوں کی تبلیغی مساعی کا مرقع پیش کیا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ فہمیدہ اور حساس دل و دماغ بیدار ہوں اور ان کا مطالعہ اور ان پر غور کریں۔ اور محض اپنی حالت کی نوحہ خوانی کرنے اور باتوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے منظم و مرتب صورت میں نہ صرف ان کے حملوں کا جواب دیں اور ان کی پیشقدمی کو روکیں بلکہ ان پر باقاعدہ حملہ کرکے ان کو خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بادشاہی میں داخل کرنے کی سعی کریں۔ اس مقصد اہم کی انجام دہی کے لئے ضروری ہے کہ ہم مرکزی وابستگی اور تقسیم عمل کے اصول پر عمل پیرا ہوں۔ محض انفرادی کوششوں پر بھروسہ کرنا نادانی ہے۔ جماعت میں کرامت اور حرکت میں برکت ہے۔ ہمیں قرآن شریف ملاحظہ میں لیکہ پیشقدمی ... خدا ... کرے گا

تبلیغ اسلام

دنیا بھر میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اپنے متبعین کو تبلیغ و اشاعت کی ضرورت اور ذمہ واریوں سے پورے طور پر آگاہ کرتا ہے۔ اسلام کے سوا اور بھی مذاہب دنیا میں ہیں۔ ان سب کی اشاعت صرف اپنی ہی دائرہ و حدود میں متدائر و محدود ہے۔ گو عہد حاضرہ میں بعض مذاہب قائم اشاعت کے حامی نظر آتے ہیں مگر ان کے احکام سے تبلیغ کا پہلو نہیں نکلتا۔ قرآن کریم نے ان سب کی حد و قیود کو توڑ کر صاف کہدیا کہ ہر مسلمان پر اسلام کی آواز پہنچانا اس کی زندگی کا مقصد ہے۔ قرآن نے صاف اعلان کردیا۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (ترجمہ) تم تمام امتوں سے بہتر امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی۔ اسلئے کہ تم اچھے کام کرنیکا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ پھر ایک موقعہ پر ارشاد ہوتا ہے۔ كَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (ترجمہ) اسطرح ہم نے تم کو درمیانی امت بنایا تاکہ لوگوں کے رہنما بنو اور رسول تمہارا راہنما ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً (ترجمہ) اگر ایک آیت بھی جانتے ہو تو اسکی اشاعت کرو۔ پھر فرمایا۔ أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ (ترجمہ) تم میں سے ہر ایک ذمہ وار ہے اور ہر ایک سے اسکی ذمہداری کا سوال کیا جائے گا۔

ان مختصر آیات اور احادیث کو دل سے پڑھو اور سوچو کہ کس وضاحت اور تفصیل سے مسلمانوں کو اشاعت اور تبلیغ کے معاملہ میں ذمہ دار قرار دیا گیا ہے ایک آیت میں باریتعالے نے فرمایا ہے کہ ہم نے تم کو درمیانی امت بنایا تاکہ لوگوں کو تم ہدایت کرو یہ ایک فضیلت ہے جو مسلمانوں کو دی گئی ہے غور کروگے تو تمہیں اقرار کرنا پڑے گا کہ ہر مسلمان پر خواہ وہ مرد ہو یا عورت تبلیغ اور اشاعت کی پوری ذمہ واری عائد ہوتی ہے۔ صحابہ کرام کی مقدس زندگیاں اس امر کی شاہد ہیں کہ ان میں سے ہر ایک تبلیغ کا علم بردار تھا۔ ان کے دل میں درد تھا۔ اور درد میں صداقت۔ پہلے مسلمان سفر اور حضر دونوں حالتوں میں مبلغ تھے۔ تاجر۔ سیاح۔ عالم۔ صوفی سب اپنے اپنے رنگ میں تبلیغ کا فرض ادا کرتے تھے۔ اس وقت دنیا میں جسقدر تعداد مسلمانوں کی موجود ہے۔ یہ سب ان کی کوششوں کا نتیجہ ہے جو تبلیغی رنگ میں ظاہر ہو چکی ہیں۔ رفتہ رفتہ تساہل اور لاپرواہی کی وجہ سے یہ راہ بند ہوگئی اور ہم ایک اہم اور مقدس فرض کی بجا آوری سے بالکل غافل ہو گئے۔ صوفیوں نے اپنا رنگ علیحدہ جمالیا اور علمائے کرام نے دوسرا راستہ اختیار کر لیا جن مذاہب میں اشاعت عام کا باب بند تھا وہ کھل گیا۔ اور اسلام کا باب جو ابتدا ہی سے کھلا ہوا تھا بند ہو گیا۔ باہمی جھگڑوں اور مناقشوں سے تبلیغ کا کام بالکل رک گیا۔ جب ہم نے قرآن کو چھوڑا۔ قرآن نے ہمیں چھوڑ دیا۔ اب قرآن صرف تلاوت کیلئے رہ گیا۔ اندرونی جھگڑوں اور باہمی تفرقوں نے ہمارے تبلیغی مقاصد پر ایسا برا اثر ڈالا کہ ہم بجائے اسکے کہ غیر مذاہب کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ اپنے ہی بھائیوں کو جتھابندی رنگ میں دائرہ اسلام سے خارج کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

تبلیغ اور اشاعت اسلام کے دو پہلو ہیں (۱) اندرونی پہلو (۲) بیرونی پہلو۔ بیرونی پہلو تو کہیں رہا ہم اندرونی پہلو سے بھی ہٹ رہے ہیں۔ ہندوستان میں صدہا نہیں ہزاروں مسلمان اسلام شعائر اسلام سے بیگانہ ہوکر دوسروں کے آغوش اشاعت میں جا رہے ہیں۔ اس سے زیادہ دردناک حقیقت اور کیا ہو سکتی ہے کہ مسلمان باوجود مسلمان ہونے کے اسلامی مسائل اور اسلامی شعائر سے بالکل ناواقف ہیں۔ اگر اس حقیقت سے واقف ہونا چاہتے ہو تو ہندوستان کے ان اضلاع کا دورہ کرو۔ جہاں مسلمانوں کا وجود اسلام کے دامن پر ایک بدنما داغ ہے۔ افسوس کہ ہم اپنا وقت محض غفلت میں گذار رہے ہیں۔ تبلیغ کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے ہمارا کوئی نظام نہیں ہے

ہمارا سالانہ جلسہ

ہماری قوم کے سالانہ اجتماع کے دن اب بہت قریب ہیں اس لئے احباب کو ابھی سے اس کو کامیاب کرنے کی کوشش کرنی چاہئے گذشتہ سال یہ انتظام ہوا تھا۔ کہ ذی ثروت اصحاب جیسے ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب وغیرہ۔ اجناس دی تھیں مثلاً گوشت۔ گھی کے ٹین۔ چاول۔ آٹا وغیرہ۔ کسی نے چار کا خرچ کسی نے سبزی کا۔ کسی نے دودھ کا کسی نے چینی کا۔ اور بعض نے نقدی دی تھی۔ اب کے بھی یہی مشورہ طے پایا ہے۔ کہ گذشتہ سال جو مدد کسی صاحب نے دی تھی۔ اس دفعہ اس سے زیادہ ورنہ اتنی امداد ضرور دے۔ اور ایسا ہی جسقدر نقدی کسی صاحب نے دی تھی۔ اسیقدر اب بھی دے۔ اور جس بھائی نے گذشتہ سال امداد نہ دی تھی۔ وہ اس سال ضرور شامل امداد ہو۔ اور ایسا ہی جلسہ سالانہ میں خود بھی شامل ہوں۔ اور دوسروں کو شامل کریں۔

مسلم اوٹ لک اور ہندو معاصرین

مسلم اوٹ لک کو جو امداد نواب صاحب ممدوٹ نے دی تھی۔ اس کے متعلق غیر مسلم اخبارات میں بہت چرچا ہو رہا ہے۔ اور مسلم اوٹ لک پر بار بار یہ آوازے کسے جاتے ہیں۔ کہ یہ اخبار ہندو مسلم تفریق کا بیج بونے والا ہے۔ لیکن ایسے حضرات یہ نہیں سوچتے کہ کیا لا کالج میں اذان کا معاملہ مسلم اوٹ لک کی فتنہ پردازی تھی کیا میڈیکل کالج کے ہندو طلباء کو مسلم اوٹ لک نے اذان اور نماز بند کرنے کے درپے کیا تھا۔ افسوس کا مقام ہے۔ کہ کیسری اور پرتاب۔ بندے ماترم تو آئے دن ہندو مسلم اتحاد پر پھول برساتے رہتے ہیں۔ لیکن ان کو یہ قوم پرست اخبار پوچھتے تک نہیں۔ مگر مسلم اوٹ لک کے خلاف سب نے ایکا کر رکھا ہے اب یہ بھی سنا ہے۔ کہ برادران وطن اردو اور انگریزی اخبار نکالنے کا عزم رکھتے ہیں۔ "ٹربیون" پہلے ہی موجود ہے۔ اور جہانتک اس کی پالیسی کا تعلق ہے۔ وہ ہندو اخبار ہے لیکن باایں ہمہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسلم اوٹ لک نے جو توازن پنجاب میں پیدا کر دیا تھا اس کو ہمارے برادران وطن پسند نہیں کرتے اور چاہتے ہیں ان کے اخبار مسلمانوں سے زیادہ ہوں۔ کیا یہ سب باتیں ہندو مسلم کی تفریق کو نہیں بڑھاتیں ہم کئی دفعہ لکھ چکے ہیں۔ اور اب پھر لکھتے ہیں۔ کہ ہندو اور مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کی ذمہ داری ہمارے ہندو بھائیوں پر عائد ہوتی ہے۔ اور ہمیں افسوس ہے کہ اس کے نتائج ملک و ملت کے لئے اچھے نہیں ہو سکتے۔

ایک بابرکت صحبت

گذشتہ اتوار مورخہ ۲۶ر نومبر ۱۹۴۲ء کو لاہور کے کالجوں کے احمدی طلبا کو بشیر بادشاہ ریڈنگ روم میں ایک خاص دعوت احمدیہ انجمن کی طرف سے دی گئی۔ کوئی تیس پینتیس کے قریب مختلف کالجوں کے احمدی طلبا موجود تھے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے ایک مختصر تقریر اس موقعہ پر کی جس میں انہیں اس اہتم بالشان کام کی طرف توجہ دلاتے ہوئے جو حضرت مسیح موعود نے ہمارے سپرد کیا ہے۔ یعنی اشاعت و تبلیغ اسلام۔ بتایا کہ یہ کام آئندہ چلکر ان کے سپرد ہونے والا ہے اسلئے انہیں ابھی سے اس کی تیاری کرنی چاہئے۔ اس کے لئے آپ نے انہیں دو تین راہیں اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ اول یہ کہ اپنے دوستوں۔ رشتہ داروں اور دیگر اشخاص کو سلسلہ کی طرف دعوت دیں تاکہ وہ بھی اس کام میں ہماری مدد و معاون ہوں۔ دوسرے یہ کہ یہاں جو احمدیہ ایسوسی ایشن قائم ہے۔ اس میں عملی شرکت اختیار کریں۔ اور اس کے ہفتہ وار اجلاس میں شامل ہونا اپنا فرض ٹھہرالیں۔ یہ پوری تقریر کسی دوسری جگہ ہدیہ ناظرین کرام ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کے بعد میاں سعید احمد خاں صاحب متعلم میڈیکل کالج نے ایک مختصر سی تقریر کی۔ اور طلبا کو یہ بتاتے ہوئے کہ ان میں باہم محبت و ارتباط اور مل کر کام کرنے کی کسقدر ضرورت ہے۔ اس بات پر زور دیا کہ احمدیہ ایسوسی ایشن کو احمدیہ ینگ ایسوسی ایشن کے نام سے بدل کر صرف احمدی طلبا کے ہاتھ میں دے دینا چاہئے۔ اور اس کے مہینہ میں دو اجلاس پندرہ روزہ ایسے ہوں۔ جس طرح اب ہوتے ہیں۔ کہ تقاریر وغیرہ ہی اس میں ہوا کریں۔ اور دو اجلاس اس طرح کے ہوں۔ جس طرح

کالج کا جلسہ ہوا ہے۔ یعنی اس میں چائے وغیرہ کا بھی اہتمام ہو۔ اس کی تائید مولوی اللہ بخش صاحب اور میاں وزیر احمد صاحب متعلم میڈیکل کالج نے کی۔ چودہری ظہور احمد صاحب سیکرٹری احمدیہ ایسوسی ایشن نے فرمایا۔ کہ ایسوسی ایشن کا آئندہ اجلاس ہفتہ کے دن ہوگا اور اس میں پبلک لیکچر کے بعد وہ کچھ تجاویز ایسوسی ایشن کے متعلق پیش کرینگے۔

ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے طلبا کو سلسلہ کے کاموں میں عملی حصہ لینے کے لئے موثر نصائح کیں اور اپنے زمانہ طالب علمی کے کاموں کا تذکرہ کیا۔

اس کے بعد حاضرین کی تواضع چائے اور مٹھائی وغیرہ سے کی گئی۔ اور میاں سعید احمد خانصاحب نے اعلان کیا۔ کہ آئندہ ہفتہ کے دن تمام طلبا سے وہ ان تجاویز کے متعلق مشورہ کریں گے۔ جو انہوں نے پیش کی ہیں۔

اس دلچسپ تقریب کو کامیاب اور شاندار بنانے میں جن نوجوان احباب نے حصہ لیا ہے۔ بالخصوص چودھری ظہور احمد صاحب بی۔ اے۔ میاں رضی الدین صاحب بی۔ اے۔ چودھری محمد حسین صاحب۔ شیخ محمد یوسف صاحب ان کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے۔

حضرت امیر کی تقریر دلپذیر

جو لاہور کے کالجوں کے احمدی طلبا کے لئے آپ نے فرمائی

اتوار گذشتہ مورخہ ۲۶ر نومبر ۱۹۴۲ء کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ایک نہایت دلچسپ تقریب تھی۔ جسکا تذکرہ کسی دوسری جگہ . . . . کیا گیا ہے۔ یعنے لاہور کے کالجوں کے احمدی طالب علموں کو مخاطب کر کے حضرت امیر ایدہ اللہ نے تقریر فرمائی۔ جو ذیل میں ہدیہ ناظرین کرام ہے۔

تقریب کی نوعیت

"آپ لوگوں کو جو اسوقت تکلیف دی گئی ہے۔ گو اس کی غرض یہ بھی ہے۔ کہ ہم اور آپ مل کر ایک جگہ بیٹھ کر کھائیں پئیں۔ اس سے بھی تعلقات بڑھتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور امر کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے۔ کبھی آپ لوگ باہر گاؤں میں جائیں۔ تو آپ دیکھیں گے۔ کہ ہر موسم میں جو فصل کے بونے یا کاٹنے کے دن ہوتے ہیں۔ وہ ایک ہی ہیں۔ ایک فصل کٹتی ہے۔ اور دوسری اس کی جگہ بوئی جاتی ہے۔ یہی نظارہ جو باہر کھیتوں میں نظر آتا ہے۔ بعینہ نسل انسانی کی پیدائش و افزائش میں کام کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ایک طرف وہ لوگ ہیں۔ جو سفر آخرت کی تیاری میں ہیں۔ اور دوسری طرف وہ ہیں۔ جو دنیا کی بڑی بڑی امنگیں بڑی بڑی امیدیں اور بڑے بڑے نظارے سامنے رکھے ہوئے ہیں۔ اسوقت بھی جو چند اس منبر پر (جہاں حضرت امیر اور دیگر بزرگان ملت تشریف فرما تھے) بیٹھے ہیں۔ وہ ایک گروہ ہیں۔ اور آپ ایک دوسرا گروہ۔ ہم نے جو کام کرنا تھا۔ اچھی طرح کیا۔ یا بری طرح۔ بہر حال کر چکے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ ہم کہانتک اچھی طرح کام کر سکے۔ لیکن جس طرح کھیتی کو دیکھتے ہو۔ کہ . . . . اسی طرح اس ہماری نسل کا حال ہے۔ اور ہماری جگہ لینے کے لئے ایک دوسری فصل ہونے والی ہے۔ وہ ہماری نظروں میں آپ لوگ ہیں۔ یہ کام جو اسوقت ہم نے اپنے سر پر لے رکھا ہے۔ اسکو آپ نے نبھانا ہے۔ اس لئے آپ کو اس کے لئے تیار ہونا ہے۔ مگر اس میں ہماری غفلت ہوئی۔ کہ آپ کو توجہ نہیں دلائی۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ جتنی توجہ آپ کی اس طرف ہونی چاہئے۔ اسقدر نہیں ہے۔

آپ میں سے بعض یا سب کے سب یا اکثر حصہ جمعہ اور دیگر مجالس (درس وغیرہ) میں شامل ہوتے ہیں۔ جہاں قومی فرائض کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ اسوقت بالخصوص میں آپ کو ان باتوں کیطرف توجہ دلاؤنگا۔ جو آپ کے فرائض میں سے ہیں۔

فرض شناسی کی تاکید

آپ میں ایسے بھی ہیں۔ جنہوں نے کالجوں سے تھوڑی ہی مدت میں علیحدہ ہونا ہے۔ اور ایسے بھی ہیں۔ جو ابھی داخل ہی ہوئے ہیں۔ ان ہر دو سے میری غرض یہ ہے۔ کہ ان فرائض کو محسوس کریں۔ جو آئندہ چلکر ان کے کندھوں پر پڑنے والے ہیں۔ وہ فرائض کیا ہیں۔ یوں تو یہ ایک موٹی بات ہے۔ کہ ہم مسلمان ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہمارا مذہب ہے۔ اس سے اسلام کے اندر کوئی شخص داخل ہوتا ہے۔ اور اسی کے انکار سے اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ یہ تو ہے اصل دین۔ باقی اس کے اندر بعض فرائض اور حقوق ہیں۔ جن سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ ان کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں۔ لیکن ہمارا کام بالخصوص کیا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود نے ہمارے سپرد کیا؟ وہ ہے۔ تبلیغ و اشاعت اسلام۔ عیسائی مذہب کی قوت کو توڑنا۔ دوسرے تمام مذاہب پر اتمام حجت کرنا اور اسلام کیطرف لوگوں کو بلانا۔ یہ فرائض ایک زید کا کام نہیں۔ بکر کا نہیں۔ میرا اور آپ کا نہیں۔ بلکہ ہر اس شخص کا کام ہے۔ جس نے حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر یا آپ کے کسی جانشین کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ابھی آپ کے سامنے شاید بہت کم موقع ہیں۔ لیکن ان میں بھی اگر آپ چاہیں۔ تو کچھ نہ کچھ وقت اور گنجائش کام کرنے کے لئے نکال سکتے ہیں۔ ابھی سے آپ کچھ کرنے لگیں۔ تو آگے چلکر آپ اس فرض کو نباہ سکیں گے۔

جماعت کی ترقی کے لئے تاکید

اپنی جماعت کی ترقی کے لئے آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ اپنی جماعت کی ترقی ہر ایک چاہتا ہے۔ میری بھی یہ خواہش ہے۔ کہ کل کے کل انسان احمدی ہو جائیں۔ نہ اس غرض کے لئے کہ کوئی فرقہ ہم نے بنایا ہوا ہے۔ اسکو ترقی ہو۔ بلکہ اس لئے کہ جس کام کو ہم نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ اس میں دوسرے بھی شامل ہوں۔ مسلمان عام طور پر اس کام سے غافل ہیں۔ جو اسلام کی ترقی کا موجب ہے ضرورت ہے۔ کہ ان کو اسطرف توجہ دلائی جائے۔ جو لوگ جماعت کے ساتھ مل گئے ہیں۔ وہ ایک طرف اس کام کو بھی کریں۔ اور دوسری طرف دوسرے لوگوں کو بھی توجہ دلائیں۔ کہ وہ بھی ہمارے ساتھ شریک ہو کر سلسلہ کے اندر داخل ہو کر اس ضروری فرض میں معاون بنیں۔

تو یہ ہر اس شخص کا جو سلسلہ میں داخل ہے۔ خواہ اس نے میرے ہاتھ میں ہاتھ دیکر بیعت کی ہے۔ یا حضرت مسیح موعود کے۔ ان سب کا فرض ہے۔ کہ جماعت کی ترقی میں کوشاں ہو۔ یہ بھی اشاعت و تبلیغ اسلام ہی کا ایک حصہ ہے۔ کہ لوگوں کو اس طرف لایا جائے۔ کہ وہ قرآن کی اشاعت اور رسول کریم صلعم کے منوانے میں ساعی ہوں۔ ہر ایک شخص کوئی نہ کوئی دوست رکھتا ہے۔ بعض اس کے تعلقدار ہوتے ہیں۔ ان کا غلط طور پر لحاظ ہمارے دلوں میں ہوتا ہے۔ ہم ان کو کچھ کہتے نہیں۔ کہ ناراض نہ ہو جائیں۔ حالانکہ اگر یہ اچھی اور اعلےٰ درجہ کی چیز ہے۔ تو ہماری دوستی اور تعلقات کا یہ تقاضا ہونا چاہیئے۔ کہ ہم ان تک پہنچائیں۔ اور انہیں اپنی طرف بلائیں۔

تبلیغ کے دو طریق

اس پہنچانے میں دو باتیں ہونی چاہئیں۔ اول یہ کہ تمہارا نمونہ ایسا ہو۔ کہ لوگ اسکو دیکھکر تمہاری طرف رجوع کریں۔ نوجوان کے لئے خدا کی عبادت کرنیوالا ہونا اتنا بڑا ہے۔ کہ نبی کریم صلعم نے وعدہ کیا ہے۔ اس کے لئے بہشت کا۔ یہ بڑا ہی مشکل کام ہے۔ کہ نوجوانی میں انسان عبادت گذار ہو۔ بڑھاپے میں تو خیر لوگ ایسے ہوتے ہی ہیں۔ اسوقت تو وہ قوائے نہیں ہوتے۔ جو جوانی میں موجب رک ہوتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

مدینۃ المسیح لاہور، یوم اتوار، مورخہ ۳ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۱ ہجری مطابق ۳ دسمبر سنہ ۱۹۲۲ء

البانیا اور اسلام

یہ اسلامی ریاست جو چاروں طرف سے عیسائی ریاستوں سے گھری ہوئی ہے۔ یورپ کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ اس کے شمال میں مانٹینگرو مشرق میں سرویا۔ جنوب میں یونان اور مغرب میں بحیرہ ایڈریاٹک ہیں۔ سب سے پہلے اسلام اس ملک میں سولھویں اور سترھویں صدی میں داخل ہوا۔ ٹھیک اُسی زمانہ میں جبکہ جزیرہ کریٹ اور بلگیریا کے باشندوں نے اسلام قبول کیا۔ کل آبادی اس ملک کی سولہ لاکھ کی ہے۔ جن میں سے بارہ لاکھ خالص البانیا کے باشندے ہیں۔ اور باقی ترک۔ بلگیرین۔ ہیلشین وغیرہ ہیں۔ ضلع سقوطری میں ۹۰ فیصدی مسلمان ہیں۔ اور وسطی البانیا کے سارے باشندے مسلمان ہیں۔ جنوبی البانیا میں بھی زیادہ آبادی مسلمانوں کی ہے۔ اور تھوڑے سے عیسائی ہیں جو مختلف فرقوں میں منقسم ہیں۔ چونکہ قریبًا سارا ملک پہاڑی ہے۔ اس لئے باشندے عمومًا سخت مزاج اور لڑاکے ہیں۔ وسطی البانیا کے باشندے زیادہ امن پسند واقع ہوئے ہیں۔ باقی اضلاع کے لوگ قبائل میں منقسم ہونے کے باعث آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ اور ذرا ذرا سی بات پر ایک دوسرے کا خون کر دیتے ہیں۔ اپنی طاقت اور زور بازو ہی کا سبب تھا۔ کہ ان لوگوں نے باوجود یونان۔ اٹلی مانٹینگرو جیسی سلطنتوں کی ہمسائیگی کے اپنے ملک کو اُن کے پنجوں سے بچائے رکھا۔ ان کی زبان آرین زبانوں کی اصلیت پر ہے۔ اگرچہ اس میں بھی غیر زبانوں کے بہت سے الفاظ مل گئے ہیں۔ تاہم اس کے قواعد انڈو یورپین کے مطابق ہیں۔

سنہ ۱۴۳۱ء میں ترکوں نے یانینہ پر قبضہ کر لیا جس پر البانیا کے تمام قبائل نے سکندر بیگ کی سرداری میں سنہ ۱۴۴۳ء سے سنہ ۱۴۶۷ء تک تیرہ لڑائیاں ترکوں سے کیں۔ لیکن سکندر بیگ کے مر جانے پر ترکوں نے تمام ملک پر قبضہ کر لیا۔ ترکوں کی سادہ زندگی، بہادری اور مفتوح اقوام سے نیک سلوک نے ان اقوام پر ایسا اچھا اثر کیا۔ کہ بجز چند ہزار سرویہ اور مانٹی نیگرو کے عیسائیوں کے تمام کے تمام ملک نے اسلام قبول کر لیا۔ ترکوں نے ان کے قومی رسم و رواج میں بہت کم مداخلت کی۔ یہانتک کہ محمد بشاط البانوی کو سقوطری کا پاشا مقرر کر کے یہ خطاب اُن کے لئے موروثی کر دیا جس کی وجہ سے اس کی کئی نسلیں البانیا پر حکومت کرتی رہیں اور جنوبی البانیا کو یانینہ کے علی پاشا کے ماتحت خود مختاری دیدی

لیکن جب سلطان کی نرمی نے ان لوگوں کو زیادہ خود سر کر دیا۔ تو سنہ ۱۸۸۲ء میں رشید پاشا وزیر اعظم نے دوبارہ اس ملک کو سر کر لیا۔ اس پر بھی ترکوں نے اپنا نیک برتاؤ البانیا میں جاری رکھا۔ یہانتک کہ جب عہد نامہ برلن میں عیسائی سلطنتوں نے البانیا کے بعض حصے آسٹریا کے ساتھ ملحق کر دینے کا ارادہ کیا۔ تو یہاں کے باشندوں نے اپنے ملک کی حفاظت کے لئے شہر پرزرن میں ایک انجمن قائم کی۔ لیکن یہ انجمن آہستہ آہستہ ترکوں کی مخالفت کرنے لگی۔ جس پر درویش پاشا نے دوبارہ اس ملک کو فتح کر لیا۔ اسی طرح جنوبی البانیا کو یونانیوں کی دست برد سے بچانے کے لئے جنوبی علاقہ میں بھی ایک انجمن قائم کی گئی تھی لیکن بدقسمتی سے عیسائی سلطنتوں کی خفیہ ریشہ دوانیوں نے البانیا کے مسلمانوں اور ترکوں میں باہمی چھیڑ چھاڑ جاری رکھی۔ باوجود اس کے ترکوں نے بھی ان کی قومی آزادی برقرار رکھنے میں مدد دینے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ یہانتک کہ سنہ ۱۹۰۸ء کو البانیا کے سرکردگان نے اپنی قومی پالیسی کی بنیاد ان اصولوں پر رکھی۔

(۱) سلطان عثمانیہ کی امداد تاکہ وہ عیسائی سلطنتوں کے ہاتھوں سے پامال نہ ہو جائے۔ جس صورت میں اُن کا اپنا بچاؤ دشوار ہو گا۔

(۲) البانیا کی خود مختاری کے لئے جدوجہد

نوجوان ترکوں کی کامیابی میں البانیا والوں کا بہت حصہ تھا لیکن جب ترکوں نے اپنے مقبوضات کو عملاً عثمانی بنانے اور ترکی زبان رائج کرنے کا تہیہ کیا۔ تو البانیا والوں کو یہ سخت ناگوار گذرا۔ اور جب ترک اٹلی کے ساتھ لڑائی میں مصروف تھے تو انہوں نے بغاوت کر دی۔ جس پر ترکوں نے ناچار انہیں بالکل خود مختاری دیدی۔ مگر باوجود اس کے البانیا کے عیسائی اپنی ہمسایہ عیسائی سلطنتوں مانٹی نیگرو۔ سرویہ کے ساتھ جنگ بلقان میں ملے رہے اور اپنے مسلمان اہل وطن پر مظالم توڑتے رہے جسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ البانیا بجائے اسکے کہ خود مختار سلطنت رہتا۔ عیسائی باشندوں کی غداری کے سبب سرویا۔ یونان اور مانٹی نیگرو کی افواج کے پاؤں تلے روند ڈالا گیا۔ اور امید نہ تھی۔ کہ وہ پھر زندہ ہوتا۔ مگر مسلمان باشندوں کی ہمدردی وطن نے حملہ آور عیسائیوں کے ہاتھوں اسے بربادی سے بچا لیا۔ اٹلی اور آسٹریا کی سلطنتوں کے مشورے سے اسماعیل کمال بے نے ولونا میں اپنا قومی جھنڈا کھڑا کر دیا اور ۲۸ نومبر سنہ ۱۹۱۲ء کو قومی مجلس کا افتتاح کر دیا۔ اسی سال ۲۰ دسمبر کو لندن میں سفراء کی کونسل نے البانیا کی آزادی کو

تسلیم کر لیا۔ لیکن اس کے بدلے میں یورپین ہوس ملک گیری کے باعث سفراء نے البانیا والوں سے بڑی بھاری قیمت وصول کی یعنی اپک۔ پرزرن۔ ڈیبرا۔ جیکارا کے شہر سرویہ کو دلائے۔ اور اسد پاشا کی سرداری میں ڈچ و دیگر ماہرین کو انتظام ملک کے لئے مقرر کیا۔ اور کسی موزون امیدوار سلطنت کی تلاش شروع کی۔ مغربی حکومتوں نے جن پر جرمنی بھی شامل تھا:-

(۱) شاہزادہ ضیاء الدین خلف سلطان عبد الحمید (۲) شاہزادہ صلاح الدین اُن کے چچا زاد بھائی (۳) شاہزادہ فواد (موجودہ سلطان مصر) برادر خدیو (۴) نیز افواہ تھی کہ سر آغا خاں کو بھی بطور امیدوار پیش کیا۔ لیکن کہا جاتا ہے۔ کہ انگلینڈ اور خصوصًا تار روسا نے کسی مسلمان کو تخت البانیا دینے کی سخت مخالفت کی۔ اس لئے پرنس ولیم آف وید (جرمنی) کو منتخب کیا گیا۔ لیکن اسد پاشا اپنے اختیارات کسی کو دینے میں رضامند نہ تھا۔ اور خفیہ طور پر آسٹریا اور اٹلی سے ساز باز کرتا رہا۔ سنہ ۱۹۱۹ء میں پیرس میں اس پر ایک البانی طالب علم نے گولی چلائی۔ لیکن شاہزادہ وید عیسائی ہونے کے باعث البانوی مسلمانوں کو پسند نہ تھا۔ اور جب اس نے بے قصور شہر شیک پر گولا باری کروائی تو اُسے اپنے محل واقع دوزو میں قید کر دیا گیا جہاں سے وہ جنگ عظیم کے دوران میں نکل کر بھاگ گیا۔

اس واقعہ کے بعد اسد پاشا نے پھر حکومت سنبھال لی۔ اور ملک کو تین حصوں میں تقسیم کر دینے کا ارادہ کیا۔ جن میں سے ایک حصہ اٹلی کی زیر حفاظت اُن کی اپنی حکومت میں رہے۔ اس ارادہ نے یونان سرویا اور فرانس وغیرہ ممالک کو شہ دیدی اور جتنا جس سے ہو سکا اس نے ملک کا حصہ سنبھال لیا لیکن سب سے زیادہ اٹلی نے لیا لیکن جنگ عظیم کے بعد کے واقعات نے اس ملک کو تباہی سے بچا لیا اور ترخان پاشا ڈاکٹر طرطولی اور محمد بے قونیزا کی کوششوں نے سنہ ۱۹۱۹ء کی صلح کی کانفرنس میں ان سلطنتوں کے ارادوں کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ اٹلی وغیرہ کو البانیا سے نکال دیا گیا۔ اور پہلے لیوسنا اور بعد ازاں تیرانہ میں ایک قومی حکومت زیر صدارت سلیمان بے دلوینا مقرر کی گئی۔ ۲۰ اگست سنہ ۱۹۲۰ء کو اٹلی کی افواج ملک کو خالی کر گئیں اور بعد ازاں سرویہ والے بھی نکال دئے گئے۔ جنوری سنہ ۱۹۲۱ء میں لیگ آف نیشن نے البانیا کی مکمل آزادی کو تسلیم کر لیا۔

دنیا کے دیگر علاقوں کے مسلمانوں کی طرح البانوی مسلمان بھی بہت بیدار ہو گئے ہیں اور ہر طرح کوشاں ہیں۔ کہ ترقی کی دوڑ میں دیگر اقوام سے پیچھے نہ رہیں۔

باقی بر صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۱ | مورخہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ | نمبر ۱

جلسہ سالانہ اور ہماری قومی ضروریات

جلسہ سالانہ جیسا کہ قبل ازیں لکھا جا چکا ہے۔ بہت قریب ہے۔ دسمبر کی ۲۵، ۲۶، ۲۷ جلسہ کی مقررہ تاریخیں ہیں۔ عام طور پر ان تاریخوں میں احباب کرام مختلف اطراف سے آسانی کیساتھ یہاں پہنچ سکتے ہیں۔ کیونکہ ملازمت پیشہ اصحاب ان دنوں میں زیادہ تر آزاد ہوتے ہیں اور جو ملازمت پیشہ نہیں۔ وہ ویسے ہی آزاد ہیں۔ اس لئے سال بھر کے بعد ایک دفعہ اپنے اس قومی اجتماع میں شامل ہونا۔ اپنے دور دور سے آئے ہوئے احباب سے اس محبت و اخوت کے رشتہ کو مضبوط کرنا جو اسلام اور پھر احمدیت نے ان میں پیدا کر دیا ہے۔ ہر احمدی کا فرض اولین ہے۔

جلسہ سالانہ کی صرف یہی ایک غرض نہیں۔ اگرچہ یہ اس کی بڑی بھاری اغراض میں سے ایک ہے۔ مگر اس کی سب سے بڑی غرض یہ بھی ہے۔ کہ قوم کی گذشتہ سرگرمیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے آئندہ پروگرام اور طریق کار پر غور کیا جائے۔ اور اس کے لئے سامان اور وسائل بہم پہنچائے جائیں۔

یہ کام ظاہر ہے۔ کہ ایک آدمی یا چند آدمیوں کا نہیں۔ یہ جماعت کے تمام افراد کا کام ہے۔ اور جبتک جماعت کے کل افراد ملکر اس اہم اور مہتم بالشان کام میں حصہ نہ لیں۔ جبتک جماعت کا ہر فرد اپنے آپ کو اس کام کا ویسا ہی ذمہ وار نہ سمجھے۔ جیسا وہ سکرٹری کارکن اپنے آپ کو سمجھتے ہیں۔ اور اس کے ضروری وسائل اور سامانوں کی فراہمی کی تجاویز پر غور نہ کرے۔ اور انہیں عملی طور پر بہم نہ پہنچائے۔ کام کا خاطر خواہ طور پر چلنا مشکل ہے۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ جلسہ سالانہ کی اس سب سے بڑی غرض کو پورا کرنے کے لئے تمام افراد جماعت جو ممکن طور پر پہنچ سکتے ہوں۔ پہنچیں۔ اور اپنے فوائد علمیہ۔ عملی تجاویز۔ اور روپیہ سے سلسلہ کو تقویت دیں۔

حضرت مسیح موعود نے جس وقت جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی۔ اسوقت پہلے جلسہ پر صرف تین سو تیرہ اصحاب شریک ہوئے۔ لیکن آج اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہماری جماعت کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ مگر افسوس یہ ہے۔ کہ قومی کاموں میں عملی حصہ لینے اور اس ضروری تقریب میں شامل ہونے والوں کی تعداد بہت ہی کم ہے اکثر احباب نے جلسہ سالانہ میں شمولیت کو ایک فرض کفایہ سمجھا ہوا ہے۔ اور بعض وہ بھی ہیں۔ جو ایسی ادنےٰ رکاوٹوں کیوجہ سے جنہیں آسانی کے ساتھ رد کیا جا سکتا ہے۔ شامل نہیں ہوتے۔ بعض کے لئے سفر کی صعوبت موجب روک ہوتی ہے۔ اور بعض سفر کے خرچ کے خیال سے رکے رہ جاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ آجکل کے حالات کچھ ایسے ہی ہیں۔ کہ روپیہ کی محبت سب چیزوں پر غالب ہے حالات زمانہ نے اکثر لوگوں کو مالی دقتوں اور پریشانیوں میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اور اس وجہ سے ایسے احباب کا خرچ سے ڈرنا ایک حد تک بجا بھی ہے۔ لیکن آخر باوجود ان سب صعوبتوں پریشانیوں اور مشکلات کے اس دنیا میں ہم رہتے اور گذر اوقات کرتے ہیں۔ آخر کوئی نہ کوئی صورت ایسی ہم پیدا کرتے ہیں۔ کہ جس سے ہماری روزانہ ضروریات پوری ہوں۔ اور ہم زندہ رہ سکیں۔ کیا قومی زندگی کی یہیں ضرورت نہیں۔ کہ اس کے لئے کوئی سامان ہم بہم پہنچانے کی فکر نہ کریں کیا قوم کی ضرورت کو بھی اپنی روزمرہ کی ضروریات میں شامل نہیں کرنا چاہئے۔ اور جس طرح اپنے دیگر اخراجات چلاتے ہیں۔ اس ضرورت کو بھی پورا نہیں کر سکتے؟

ہماری چھوٹی سی جماعت میں جس کو قلت تعداد کی وجہ سے مخالفین نے نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔ اور اس کی ہلاکت کی پیشگوئیاں کیں۔ گذشتہ چند سالوں میں جو کام سرانجام دئے ہیں۔ اور ان کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے ان کی جو نصرت و دستگیری فرمائی ہے۔ وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ لیکن یہ کامیابی اور ہماری کوششیں اگر غور کر کے دیکھا جائے۔ تو اس عظیم الشان کام کا عشر عشیر بھی نہیں جس کا ہم نے ذمہ لے رکھا ہے۔ ابھی ہمارے موجودہ کاموں میں بھی اصلاح اور ترقی کی بہت بڑی گنجائش ہے۔ چہ جائیکہ کہ آگے قدم بڑھایا جائے۔ اس کے لئے قوم کے تمام افراد کا فرض ہے کہ اپنا وقت۔ اپنا دماغ اور اپنا روپیہ صرف کریں۔ اپنی اپنی جگہ پر ان امور پر غور کریں۔ جو ہماری قومی ترقی اور ہمارے سلسلہ کے نظام اور ہمارے اختیار کردہ کاموں کے لئے مفید ہو سکتے ہیں۔ اور پھر ان امور کو جلسہ سالانہ میں سب احباب کے سامنے پیش کریں۔ کہ یہی ...... ان کی قومیت کا طغرائے امتیاز ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے آریہ سماج لاہور کے سالانہ جلسہ کی مختصر سی کیفیت ہے۔ جو چند ہی دن ہوئے لاہور میں ہوا تھا۔ اس کے دو یا تین فریق ہیں۔ جن میں سے ایک فریق کے جلسہ میں جو آریہ سماج انارکلی یا ماس پارٹی کے نام سے موسوم ہے۔ اور دیانند کالج سے تعلق رکھتا ہے۔ ۴۹۹۵ روپیہ نقد وصول ہوا۔ اور قریباً پچاس ہزار کے وعدے ہوئے۔ اس جلسہ میں آریہ سماج کے بڑے بڑے لیڈروں نے جو تقاریر کیں۔ ان میں اس بات پر بہت زور دیا۔ کہ نہ صرف ہندو قوم کو ایک باقاعدہ نظام کے نیچے لایا جائے۔ بلکہ تبلیغ کے کام کو بھی بہت زیادہ ترقی دی جائے۔ چنانچہ انہوں نے ایک سکول بھی اس غرض سے قائم کیا ہے۔ کہ اس میں ایسے مشنری تیار ہوں۔ جو ویدک دھرم دنیا کے مختلف حصوں میں پہنچائیں

انہی باتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے معاصر پیسہ اخبار بجا لکھتا ہے۔ کہ

"ایک طرف تو آریہ سماج کی یہ کوششیں ہیں۔ اور دوسری طرف مسلمان ہیں۔ جو کسی خاص نظام زندگی میں منسلک نہیں ہیں۔ نہ ان میں تعلیم کو عام بنانے کی تحریک ہے۔ اور نہ افلاس دور کرنے کی تجویز جس سے مسلمانوں کی جسمانی کمزوری دور ہو سکے۔ نہ کوئی مذہبی تبلیغ ہے۔ جس سے راجپوت ہندوں کو مسلمان بنایا جائے۔ اور نیز برائے نام مسلمانوں کو جو عادات خیالات رسوم و رواج میں بالکل ہندو ہی ہیں اسلامی عقیدہ پر مستحکم کیا جائے۔ صرف تھوڑی سی کوشش تبلیغ احمدی جماعت کی طرف سے ہو رہی ہے۔ مگر وہ ناکافی ہے۔ یہ تمام باتیں مسلمانوں کی مجموعی قومی غفلت کے صریح اثبات ہیں۔ ضرورت ہے۔ کہ مسلمانوں میں بھی مسلمانوں کی ہر طرح کی بہتری اور بھلائی کے لئے اسی جذبہ کے ساتھ تحریک شروع کی جائے۔ جیسی کہ آریہ سماج میں ہے۔ ورنہ یاد رہے۔ کہ مسلمانوں کو ہندوستان میں بڑا ضعف پہنچ جائیگا۔ اب غفلت کا زمانہ نہیں رہا۔ اب بیداری اور عملی کوشش کی ضرورت ہے۔ جس کی طرف ہم بزرگان دین کو بڑی دلسوزی کے ساتھ توجہ دلاتے ہیں۔"

پیسہ اخبار کے اس مشورہ سے کون دیندار مسلمان ہے۔ جو اتفاق نہ کرے۔ احمدی قوم کی تبلیغی کوششوں کو خدا کا شکر ہے۔ کہ قدر کی نگاہوں سے دیکھا جانے لگا ہے۔ اور اب مسلمانوں کو اس بات کا خیال پیدا ہوا ہے۔ کہ اس طرف بھی قدم اٹھانا ضروری ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ آیا وہ قوم جو اس پہلو میں سب سے آگے اور پیش رو ہے۔ اب پیچھے ہو جائیگی۔ اور اپنی ہمتوں اور کوششوں کو زیادہ ترقی نہ دیگی؟ آیا اس کا جلسہ سالانہ آریہ سماج جیسی سوسائٹی کے جلسوں کی طرح بھی بارونق اور کامیاب نہ ہوگا؟ اور اس اقدام عمل کی جو اس سوسائٹی نے شروع کیا ہے۔ مدافعت کی صورت اس میں نہ کی جائیگی؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ تمام فرزندان احمدیت اپنے بنائے ہوئے نظام کی قدر نہ کریں۔ اور جلسہ میں شامل ہو کر ان سب باتوں پر غور نہ کریں۔

نہ صرف یہی بلکہ ان بزرگان ملت کی جنہوں نے شاہراہ عمل میں قدم بڑھایا۔ اور بڑی بڑی قربانیاں کیں۔ جن کے ہاتھوں پر اللہ تعالےٰ نے اسلام کو فتوحات عطا کیں۔ اور جنہیں اس راہ میں عملی کام کا تجربہ حاصل ہے۔ تقاریر کو سن کر ان سے شرف بیعت مستفید ہو کر ان کے تجربات سے فائدہ اٹھا کر اور ان کے پند و نصائح علمیہ و مواعظ حسنہ سے بہرہ اندوز ہو کر آئندہ قومی سرگرمیوں کے لئے تیار ہونا چاہئے۔

سال بھر میں ہماری جماعت میں بہت سے نئے احباب داخل ہوئے ان کے [illegible] نے خدام [illegible] لکر واقفیت پیدا کریں۔ اور پرانے احباب کو چاہئے۔ کہ نئے داخل ہونے والوں کو اپنے رشتہ اخوت و محبت میں مضبوط کرنے اور ان کے استحکام کے لئے ان سے تعارف پیدا کریں۔ اور اس کا واحد ذریعہ جلسہ سالانہ ہے۔

کیا ہم امید کریں۔ کہ اس ضروری اور اہم تقریب کو جو سال بھر میں ایک دفعہ پیش آتی ہے یونہی جانے نہ دیا جائیگا۔ اور جماعت کا ایک ایک فرد جس کے دل میں حضرت مسیح موعود اور اسلام کی محبت ہے۔ اس میں شامل ہو کر اپنے قومی اور دینی فرائض کو ادا کرے گا؟

بنگال میں مسلمانوں کی روزافزوں تعداد

سارے ہندوستان میں سے پنجاب اور بنگال دو مقامات ہیں جہاں مسلمانوں کی آبادی ہندوؤں سے زیادہ ہے۔ لیکن بنگال وہ جگہ ہے۔ جہاں مسلمانوں کی آبادی دن بدن اور بھی بڑھتی جاتی ہے اور ہندو کم ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس حقیقت کی وضاحت ذیل کے بیان سے ہوتی ہے۔ جو بنگال لیجسلیٹو کونسل کے ایک ہندو ممبر کے سوالات کے جواب میں سر سریندرا ناتھ بینرجی نے کی ہے۔

آنریبل ممبر نے بتایا۔ کہ پیدایش کا اندراج تو بلحاظ مذہب نہیں ہوتا البتہ اموات میں اسکا خیال رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ گذشتہ دس سال میں ہندو اور مسلمانوں میں حسب ذیل اموات ہوئیں:۔

ہندو:- ۶۴۷۱۷۱۲

مسلمان:- ۷۴۷۹۷۴۴۲

ان اعداد سے ظاہر ہے۔ کہ مسلمان ہندوؤں کی نسبت بہت زیادہ تعداد میں فوت ہوئے۔ لیکن باوجود اس کے آنریبل ممبر نے بتایا کہ مسلمانوں کی تعداد میں ۱۲۱۸۸۹ یا قریباً پانچ فیصدی کی زیادتی ہوئی۔ اور ہندوؤں میں ۱۹۱۵۰۵ یا قریباً ایک فیصدی کی کمی۔ ہر دو اقوام کی آبادی ۱۹۱۱ء اور ۱۹۲۱ء میں حسب ذیل تھی:۔

ہندو ۱۹۱۱ء میں:- ۲۰۲۶۳۴۹۲ - ۱۹۲۱ء میں ۲۰۱۷۱۹۸۸

مسلمان ۱۹۱۱ء میں ۲۳۹۸۴۴۶۶ - ۱۹۲۱ء میں:- ۲۵۲۰۳۵۱۰

اس کمی اور زیادتی کی وجوہات پر مفصل بحث تو افسر مردم شماری اپنی رپورٹ میں کرینگے۔ لیکن ڈائرکٹر پبلک ہیلتھ کی یہ رائے ہے۔ کہ مشرقی بنگال میں آبادی کا زیادہ عنصر مسلمان ہیں۔ جہاں بارش کی زیادتی کیوجہ سے زراعت نسبتاً زیادہ خوشگوار حالت میں ہے۔ یہی بارش وغیرہ کی زیادتی ملیریا کے لئے موجب روک ہو جاتی ہے۔

مشرقی بنگال میں ۱۸۷۲ء سے لیکر ابتک آبادی میں قریباً ستر فیصدی کا اضافہ ہوا ہے۔ مگر مغربی بنگال میں جہاں ہندوؤں کی تعداد زیادہ ہے۔ صرف پانچ فیصدی کی زیادتی ہوئی ہے۔ ڈائرکٹر حفظان صحت کی رائے میں ان کے علاوہ بعض اور اسباب بھی ہیں۔ جن کی وجہ سے ہندوؤں کی آبادی دن بدن کم ہوتی چلی جا رہی ہے۔ مثلاً یہ کہ ہندوؤں میں صغرسنی کی شادی کا رواج ہے۔ جو مسلمانوں میں نہیں۔ ایسا ہی مسلمانوں میں نکاح بیوگان اور ان کا خوش خوراک ہونا بھی اس پر خاص اثر ڈالتے ہیں۔

نکاح بیوگان اور مسلمان

بنگال میں مسلمانوں کی یہ روزافزوں تعداد جہاں مسلمانان ہند کے لئے باعث مسرت افزا ہے۔ وہیں اس کے اسباب و وجوہ میں سے کم از کم ایک وجہ ہندوستان کے دیگر صوبوں بالخصوص پنجاب کے لئے سبق آموز بھی ہے۔ پنجاب میں اسوقت کتنی ہی خواتین ہیں جو خاوندوں کے مرجانے کے بعد تجرد کے مصائب کو جھیلتی ہیں۔ اور ان کا دوبارہ نکاح عام طور پر معیوب سمجھا جاتا ہے۔ بہت سی شریف گھرانوں کے لئے کسی بیوہ کا نکاح خاندان کے لئے بٹہ سمجھا گیا ہے۔ اور اس کی وجہ سے نہ صرف غربت و افلاس اور بیماریاں ہی بڑھتی جا رہی ہیں۔ بلکہ مسلمانوں کے اعداد و شمار پر بھی اسکا خاص اثر پڑتا ہے۔ کیا یہ افسوس کا مقام نہ ہوگا۔ کہ جہاں بنگال میں نکاح بیوگان پر عمل مسلمانوں کی زیادتی کا موجب ہوتا ہے۔ وہاں پنجاب وغیرہ میں اس سے احتراز ان کے لئے کمی کا موجب ہو۔

ضرورت ہے۔ کہ بہی خواہان قوم ایسے سوالات کی طرف جو نہ صرف مسلمانوں کی تمدنی اور معاشرتی اور اخلاقی حالت سے ہی متعلق ہیں بلکہ ان کی پولیٹیکل زندگی سے بھی ایک خاص تعلق رکھتے ہیں۔ پوری

توجہ دیکر ان کے حل کی فکر کریں۔ ورنہ ان کا اثر ان کی کوششوں پر جسقدر ناخوشگوار ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے۔ اسلام نے ایسی باتوں پر یونہی زور نہیں دیا۔ بلکہ ہمارے لئے رحمت و برکت ان امور میں رکھی ہے۔ جس سے ہمیں پورا حصہ لینا چاہیئے۔

مسئلہ طلاق اور عیسائیت

عیسائیت نے طلاق کے متعلق جو قانون اپنے پیروؤں کو دیا ہے اس کی وجہ سے تہذیب جدید کو کئی ایک اخلاقی اور معاشرتی مصائب کا سامنا آئے دن کرنا پڑتا ہے۔ اس کی بیسیوں مثالیں پیشتر ازیں منصۂ شہود پہ آ چکی ہیں۔ اور اس وقت ایک تازہ ترین مثال ہمارے سامنے ہے۔

حال ہی میں انگلستان کے ہوس آف لارڈز میں ایک مقدمہ کا فیصلہ ہوا ہے۔ جس میں ایک عورت مسز رودر فیلڈ نے اپنے خاوند سے طلاق کے لئے درخواست دی تھی۔ درخواست کی بنا جیسا کہ انگلستان کے مروجہ قانون کا تقاضا ہے۔ یہ تھی۔ کہ اس کے خاوند نے اسپر ظلم و ستم کیا ہے۔ اور اس کا ایک دوسری عورت کے ساتھ ناجائز تعلق ہے۔ ابتدائی عدالت میں اسے طلاق کی ڈگری مل گئی۔ لیکن جس عورت پر ناجائز تعلقات کا الزام تھا۔ اس نے اپیل کی۔ اور عدالت اپیل نے ڈگری کو مسترد کر دیا۔ اس کے خلاف مدعیہ نے ہوس آف لارڈز میں نظر ثانی کی۔ اور وہاں بھی فیصلہ اس کے خلاف ہوا۔ فیصلہ دیتے ہوئے لارڈ برکن ہیڈ نے جو الفاظ کہے۔ وہ خاص طور پر سننے کے قابل ہیں۔

"یہ ظاہر ہے۔ کہ جو دلائل میں نے یورلارڈشپس کے سامنے پیش کئے ہیں۔ ان کی وجہ سے مسز رودر فورڈ کو ازدواج کے بندھن میں قید رہنا پڑیگا۔ یہ ایک نہایت افسوسناک بات ہے۔ کہ اسے زندگی بھر کے لئے ایک ایسے خطرناک ظالم اور پرلے درجہ کے دیوانہ شخص کے ساتھ اس طرح سے باندھ دیا جائے۔ اور سالہا سال تک جسمانی اور روحانی ہر دو مصائب اس کی غیر وفاداری اور ظلم کی وجہ سے اٹھانے کے بعد اسے قید رکھا جائے۔ مؤخرالذکر یعنے خاوند کی عمر اکتالیس سال ہے۔ اور بیوی کی چالیس۔ خاوند کے احساسات کا خیال کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ لیکن جہاں تک بیوی کا تعلق ہے۔ اس کے متعلق یہ جان لینا ضروری ہے۔ کہ آئندہ پھر سالہا سال تک سوائے اس کے کہ موت یا خاوند کو اٹھا لے۔ یا بیوی کو اس کے پنجہ سے چھڑا دے۔ اسے ایک تنہائی کی زندگی بسر کرنی ہوگی۔ جس سے وہ محض اخلاقی قانون کو توڑ کر ہی نکل سکتی ہے۔ (یعنی زنا کی مرتکب ہو تو طلاق ملے)۔ بعض لوگوں کو یہ ایک بہت بُری بات بلکہ غیر انسانی نتیجہ معلوم ہوگا۔ لیکن اس کو کیا کیجئے۔ کہ یہی انگلستان کا قانون ہے۔ لارڈ صاحبان اس ہمدردی کی وجہ سے جو ان سب کو اس بدقسمت عورت کے ساتھ ہے۔ ایک ویسی ہی بےگناہ عورت کی عصمت پر حرف نہیں لگا سکتے۔ وہ بھی ویسی ہی قانون کی ہمدردی اور پناہ کی مستحق ہے۔ اس کا اصلی اور حقیقی علاج ہر ایک عدالت قانون کے اختیار سے باہر ہے۔ خود لارڈ صاحبان کے اختیار سے بھی جب کہ وہ بحیثیت عدالت اپیل کے تشریف رکھتے ہیں۔ بالکل باہر ہے۔ یہ پارلیمنٹ کے اقتدار میں ہے۔ اگر وہ ۔۔۔ جب کبھی مناسب سمجھے۔ اس طریق عمل کو موقوف کر دے۔ جس کی وجہ سے ایک مہذب قوم کے ان اخلاقی نقطۂ نگاہ سے ایک ایسی ناقابل برداشت مصیبت بیگناہ مردوں اور عورتوں پر ڈالی جاتی ہے"۔

یہ وہ الفاظ ہیں۔ جو برطانیہ کی اعلیٰ عدالت کے جج کے منہ سے نکلے ہیں۔ یہ عیسائیت کے اس قانون کی تصویر ہے جسکو آج دنیا جہان کے لئے لائق عمل اور قابل تقلید قرار دیا جاتا ہے۔

کیا ہندوستان کے مسیحی صاحبان اس پر غور کر کے مسیحیت کے عالمگیر مذہب ہونے کے دعوے پر نظر ثانی کرینگے؟

ناظرین

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا ضرور حوالہ دیا کریں مگر یہ بھی خیال رکھیں ۲۰۸ نمبر ڈاکخانہ بعض اصحاب سہواً اسی پر اکتفا کیا کرتے ہیں

شذرات

آجکل لوگوں نے روحانیت اس امر کو سمجھ رکھا ہے۔ کہ کسی پیر کے ہاتھ پر بیعت کی اور وقتاً فوقتاً اس سے اپنے گناہوں کے لئے دُعا منگواتے رہے۔ اور اس طرح بزعم خود اپنا بوجھ ہلکا کرتے رہے۔ اور پیر صاحب کی گردن پر ساری دنیا کا بوجھ ڈالتے رہے۔ حالانکہ اسلام ہر ایک شخص سے خواہ وہ پیر ہو۔ یا ولی۔ عام ہو یا خاص۔ مالی اور جانی قربانیاں چاہتا ہے۔ اسلام کی موجودہ نازک حالت کیوں پیدا ہوئی۔ اسوقت سے جب سے کہ مسلمانوں نے بحیثیت شخصی اور پھر بحیثیت قوم کام کرنا چھوڑ دیا۔

بعض کام سے دل چُرانے والے اور محض پیر پرستی کو رواج دینے والی طبائع ہم میں وہ روحانیت دیکھنا چاہتی ہیں جس کے وہ عادی ہو گئے ہیں۔ حالانکہ اگر خدمت اسلام و سلسلہ دیکھنا چاہتے اور خود کچھ کرنا چاہتے۔ تو وہ ایک قلیل جماعت سے یہ معجزانہ کام ہوتے ہوئے دیکھکر خود بھی چست ہو جاتے لیکن نہیں یہاں انہیں بوجھ اُٹھانے والا پیر نظر نہیں آتا اسلئے وہ ہم سے ناراض ہیں۔ یوں ایک دفعہ نہیں۔ ہزار دفعہ یوں کیا ہم نے اسلام کا بیڑا اُن کی شکلیں یا صورتیں یا تعداد دیکھ کر اُٹھایا تھا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ محض اللہ تعالےٰ کے بھروسہ پر چند نیک دل انسانوں نے باطل کو روکنے کا تہیہ کر لیا اور ان کے ساتھ خدا تعالےٰ نے اپنی خاص نصرت سے مددگار ملا دئیے۔

ایک صاحب جو حال ہی میں گمراہ ہوئے ہیں محمودی اخبار میں لکھتے ہیں:۔ "مسئلہ کفر و اسلام اہل قبلہ کے متعلق میرا اب بھی وہی عقیدہ ہے۔ جو پہلے تھا کوئی تبدیلی نہیں کی ...... آخر جب مجھ کو اصلیت معلوم ہو گئی۔ کہ حضرت صاحبزادہ صاحب نہ تو حضرت مسیح موعود کو حقیقی نبی مانتے ہیں۔ اور نہ خارج از زمرۂ امت کر کے انبیاء کے زمرہ میں شامل کرتے ہیں۔ اور نہ غیر مبائعین پر فتوے کفر لگاتے ہیں"۔ (الفضل ۱۹ اکتوبر ۲۲ء)

مگر اس بیچارے کی حیرانگی کی کوئی حد نہ رہیگی۔ بشرطیکہ اس میں سابقہ ایمان کا کچھ شائبہ بھی باقی ہوگا۔ جبکہ وہ اپنے پیر کے ذیل کے الفاظ پڑھیگا:۔

"یہ تبدیلی عقیدہ مولوی صاحب تین امور کے متعلق کرتے ہیں۔ اوّل یہ کہ میں نے حضرت مسیح موعود کے متعلق یہ خیال پھیلایا ہے۔ کہ آپ فی الواقع نبی ہیں۔ دوم یہ کہ آپ ہی آیت اسمہٗ احمد کی پیشگوئی مذکورہ قرآن مجید (سورہ صف آیت ۷) کے مصداق ہیں۔ سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ اُنہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سُنا۔ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ میرے یہ عقائد ہیں"۔ (آئینۂ صداقت ص ۳۵)

اگر تو اس شخص نے یہ سچ لکھا ہے۔ کہ اس نے کفر و اسلام کے عقیدہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ تو اپنے پیر کے ان خلاف اسلام عقاید دیکھ کر وہ اُس سے علیحدہ ہو جائیگا۔ اور اگر کوئی ذاتی غرض ہے۔ تو خیر وہ جانے اور اسکا کام۔

خشت اول چوں نہد معمار کج - والی مثل بعض محمودیوں پر خوب صادق آتی ہے۔ بیچاروں کو اپنی ٹیڑھی عقل کے سبب ساری دنیا کی باتیں ٹیڑھی ہی نظر آتی ہیں۔ ایک شخص جو محض ذاتی وجوہ کی بنا پر ہم سے علیحدہ ہوا۔ اور اب اُسے مذہبی رنگ دینے کا شائق ہے۔ اپنی ٹیڑھی عقل کے مطابق حضرت امیر کے کلام اور جناب مرزا خدابخش صاحب کے کلام میں تطابق دینے کی بجائے اُن میں مخالفت پاتا ہے۔ حضرت امیر نے لکھا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت اصل معنوں میں بیعت تھی جسطرح آنحضرت صلعم کی بیعت تھی یعنی آپ کی بیعت کر کے آپ سے کوئی شخص مسائل (؟) کے خلاف نہ کر سکتا تھا پھر صحابہؓ کی بیعت کے بارہ میں آپ نے لکھا تھا کہ آنحضرت صلعم کے بعد صحابہؓ نے بھی بیعت لی تھی۔ مگر وہ بیعت توبہ نہ تھی بلکہ ملکی انتظام کے لئے بیعت تھی"۔ اب ان واقعات کی تردید کے لئے عسل مصفّیٰ کی طرف جانے کی کیا ضرورت تھی۔ حالانکہ وہ بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ نہ تردید۔ لیکن سمجھے کون۔ بہرحال مرزا خدابخش صاحب نے خواہ کچھ لکھا۔ لیکن حضرت امیر کی تائید خود میاں صاحب بھی کرتے ہیں چنانچہ الفضل ۲۴ اکتوبر ۲۲ء صفحہ ۶ پر ایک شخص نے کہا کہ جب یہ مان لیا کہ آپ سچے خلیفہ ہیں۔ تو بیعت کی کیا ضرورت ہے۔ میاں صاحب لمبا چوڑا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "خلفا کا ماننا عقائد میں سے نہیں۔ بلکہ خلیفہ کا ماننا اس لئے ہے۔ کہ سلسلہ کا انتظام قائم رہے"۔ لیجئے معترض صاحب! میاں صاحب بھی حضرت امیر کی تائید کرتے ہیں۔ کہ حضرت محمدؐ کے خلفاء کی بیعت بھی ملکی انتظام کے لئے تھی۔ تاکہ سلسلہ اسلامیہ کا انتظام قائم رہے۔ اگر یہ عقیدہ فاسد ہے۔ تو میاں صاحب سے اسکا جواب لیجئے۔ اور نہیں تو کسی کو آپ کے دلائل کو رد کر کے دکھائیں۔

قادیانی اخبار نے ایک شخص راجہ عبدالرحمن خانصاحب کی بیعت خلافت کا اعلان کیا ہے۔ جس نے لکھا ہے۔ کہ وہ "لاہوری پارٹی کے ساتھ شامل ہو گیا تھا"۔ اور پھر خواب میں خدا نے اُسے دکھلایا کہ حق حق ہے۔ باطل باطل"۔ مگر اسکا حق تو اسی سے ظاہر ہے۔ کہ ہماری جماعت کشمیر کے رجسٹروں میں اُسکا نام تک نہیں۔ ایک پیسہ اسنے کبھی چندہ نہیں دیا۔ ہماری جماعت میں شمولیت کی جماعت کشمیر یا حضرت امیر کو کبھی اطلاع نہیں دی۔ پھر کیس سچائی سے لکھدیا کہ وہ ہماری جماعت میں شامل ہو گیا تھا۔ ناظرین خود سمجھ لیں کہ حق کہاں ہے اور باطل کہاں۔

اسی پر بس نہیں۔ خود میاں صاحب مع ایک بڑی جماعت کے کشمیر میں رہے۔ اور ہماری جماعت کے دوست ان کے پاس آتے جاتے رہے۔ اور مختلف مواقع پر تبادلہ خیالات بھی کرتے رہے کیا میاں صاحب کے ہمراہیوں نے ان راجہ صاحب کو کبھی ہماری جماعت کے ساتھ دیکھا تھا۔ یا کیا ان راجہ صاحب نے کبھی بالمشافہ اگر میاں صاحب یا اُن کے مولوی صاحبان سے مسئلہ نبوت و تکفیر مسلمین پر گفتگو کی تھی۔ جب ان میں سے کوئی بات بھی نہیں۔ تو کیا یہ اعلان سراسر باطل پر مبنی نہیں۔ اور محض مبلغ کشمیر کا کارنامہ ظاہر کرنے کے لئے نہیں لکھا گیا۔ افسوس حق کی مخالفت کر کے محمودی صاحبان کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں۔ مبلغ کشمیر اور تسلی کریں۔ مسئلہ نبوت و تکفیر کی۔ یہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ میاں صاحب خوب جانتے ہیں۔ جس علم و فضل کا مالک اُن کا مبلغ کشمیر ہے۔

اخبار احمدیہ

جناب مولانا مولوی محمد عبداللہ صاحب کشمیر میں باقاعدہ درس قرآن فرماتے اور تشنہ کاموں کو اپنے پرمعارف نقاط قرآنی سے سیراب کر رہے ہیں باوجود مخالفانہ کوششوں کے لوگ کثرت سے درس میں شریک ہوتے۔ اور مختلف مسائل میں اپنی تسلی اور تشفی کر [illegible] ہیں۔ جناب مولوی صاحب حضرت مسیح موعود کے پرانے خدام میں سے ہیں [illegible] عالمانہ اور مدلل ہوتا ہے۔ کہ مخالف سے مخالف قائل ہو جاتے [illegible] احباب دعا فرماتے رہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ مولوی صاحب کی صحت و عمر میں برکت دے۔ اور ہر قسم کے ابتلا سے بچائے رکھے۔

دوسرے نوجوان خادم دین ہمارے مولنا مولوی حافظ نورالدین صاحب قاری۔ مولوی۔ عالم ہیں۔ جو ظاہری اور باطنی خوبیوں سے مزین ہیں۔ آپ کو تبلیغ سلسلہ کا ازحد شوق ہے۔ اور تحریری و تقریری طور پر ہر وقت تبلیغ کی فکر میں رہتے ہیں۔ کئی اسلامی کتب کشمیری و اردو و عربی زبان میں تصنیف فرما چکے ہیں۔ دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اس ہونہار نوجوان کو دینی و دنیاوی برکات سے بیش از بیش حصہ دے۔

علاوہ ان بزرگان و عالمان دین کے ہمارے نوجوان برادران ملک محمد اکبر صاحب و ملک غلام نبی صاحب۔ خواجہ نظام الدین صاحب بانڈے۔ خواجہ محمد صدیق خان صاحب۔ خواجہ غلام محمد صاحب نمبردار تبلیغ میں [illegible] رہے ہیں۔ اور باوجود مخالفوں کی غلط بیانیوں کے اپنے کام میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ علاوہ ان کے کشمیر کا ہر ایک نوجوان بھائی ایک دوسرے سے بڑھ کر تبلیغ کا کام کر رہا ہے۔ یقین ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ [illegible]

خادمان دین کشمیر جنت نظیر پیدا کر چکا ہے۔ ایسا ہی اس زمانہ میں بھی اس اسلامی قطعہ سے خادمان دین اسلام اٹھینگے۔ اور دنیا میں اسلام ... پھیلائینگے۔

خواجہ محمد صدیق خاں صاحب کشمیر سے لکھتے ہیں۔ کہ محمودی بھائی اپنے پیر کی بات کے مقابل قرآن وحدیث کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ بالکل درست ہے۔ اگر وہ قرآن وحدیث وتعلیم مسیح موعود پر قائم رہتے تو ضلالت کے گڑھے میں کیوں گرتے۔ برادر موصوف استقامت دین وترقی روزگار کے لئے جملہ احباب سے دعا کے خواستگار ہیں۔

مولانا مولوی حافظ نورالدین صاحب کے کشمیری ٹریکٹ پیغام حق نے بڑا کام کیا ہے۔ مخالف وموافق ہردو کوشش میں ہیں۔ خدا نے چاہا تو انشاءاللہ یہ مخالفت جلد مبدل بہ محبت ہو جائیگی۔ بشرطیکہ مخالف اپنی مخالفت میں نیک نیتی سے کام لے۔

مولوی صاحب موصوف نے ایک آٹھ صفحہ کی کتاب بنام اسلامی دعا شائع کی ہے۔ جو اسلامیہ سکولوں کے طلبا کے لئے نہایت مفید ہے۔ کشمیر کے اہل علم حضرات خصوصاً مولوی احمداللہ صاحب میر واعظ ہمدانی و مولوی محی الدین صاحب نے اس پر نہایت عمدہ تقریظات لکھی ہیں۔ اس کا ایک حصہ نثر ہے اور ایک نظم۔ قابل استطاعت بزرگ اگر اسے اسلامیہ سکولوں کے طلبا میں مفت تقسیم کریں۔ تو بچوں کے لئے ازحد مفید ہے۔ ایک روپے کے بیس رسالے مل سکتے ہیں۔ پتہ سری نگر ... حبہ کدل۔ محلہ زمیندار۔

ایک غریب طالب علم سکنہ ضلع ہزارہ کسی ذی استطاعت ... سے ... کہ اس کے نام اخبار پیغام صلح جاری کر دیا جائے۔ گذشتہ سہ ماہی اس نے بمشکل قیمت ادا کی ہے مگر اب وہ چندہ اخبار دینے کے ناقابل ہے۔ امید ہے۔ کہ کوئی دوست اس غریب کی مدد کریگا۔

بہت سے غریب انگریزی خواں طلبا اخبار لائٹ کے مفت کے لئے درخواستیں بھیجتے رہتے ہیں۔ اخبار کا چندہ اس قدر ہے۔ کہ اپنے اخراجات بھی برداشت نہیں کرسکتا۔ تاہم کم استطاعت طلباء کو بھی نصف قیمت پر دیا جاتا ہے۔ تاکہ اُن کو دین کا شوق پیدا ہو۔ امید ہے۔ کہ نیک دل احباب امداد لائٹ میں خاص کوشش سے کام لینگے۔ تاکہ ہر کالج اور سکول میں ہم اسے پہنچا سکیں۔

مولوی ... ایڈیٹر ... معارف القرآن ... ایک ہفتہ کی رخصت پر ...

بقیہ صفحہ (۱)

مذہب شمالی علاقہ کے ۲/۳ حصہ سُنّی المذہب ہیں۔ اور باقی کا ۱/۳ حصہ جو جنوبی علاقہ میں ہے۔ بکتاشی کہلاتے ہیں اور صرف برائے نام مسلمان ہیں۔ اور یونانی اثر کے نیچے ہیں۔ جنگ عظیم میں ترک افسروں نے تین ڈویژن البانوی مسلمانوں کے بھرتی کئے تھے جنہوں نے ۲/۳ حصہ سروی فوج کا تباہ کر ڈالا اور اُن کا سامان چھین لیا۔ انور پاشا جب اُن کے کیمپ میں دورہ پر آیا تو انہوں نے بڑی محبت سے خوش آمدید کہا۔ اور آرزو ظاہر کی کہ ایک دفعہ اور عثمانی پھریرا اُن کے ملک پر اُڑتا نظر آئے۔ یہ سرینا اور ہرزی گوینا مسلمان آبادی کا ۱/۳ حصہ ہیں جو قریباً ۱/۲ حصہ زمین کے مالک ہیں اور ۵۰ سے زیادہ سروین پارلیمنٹ میں ممبر رکھتے ہیں۔ جن میں ... زیر تصفیہ جواب مستعفی ہو کر حکومت کی مخالف پارٹی کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں۔ اور جو مکمل آزادی کے حق میں ہیں۔ دوران جنگ میں وہ آسٹرین فوج کے معتبر سپاہی تھے اور انہوں نے ہی مانٹی نیگرو کو فتح کیا تھا۔ بڑے بڑے شہروں اور دارالخلافہ کی حفاظت اُن کے ذمہ تھی۔ آسٹریا نے اپنی اتحادی ترکی کی خاطر اسلام کو سرکاری مذہب قرار دے رکھا تھا۔ جس کے باعث اُس کی رعایا بڑی خوش تھی۔

اس وقت ایک بین الاقوامی کمیشن البانیا کی سرحدوں کی تعیین میں مصروف ہے۔ جس نے بحیرہ اڈریاٹک سے جھیل سقوطری تک سرویا کی سرحد متعین کر دی ہے۔ جس پر نشانات قائم کر دیئے گئے ہیں۔ جھیل سقوطری سے کلمنی تک سرحد کی تعیین کر کے اس نے مجلس سفراء کو رپورٹ کر دی ہوئی ہے لیکن گذشتہ پانچ ماہ سے اسکا کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ جنوب مشرقی سرحدوں کے تقرر میں یونان اور سرویا ہر دو کیطرف سے مشکلات پیدا کی جا رہی ہیں۔ یہانتک کہ یونانی ممبر ناواجب بہانوں کی بنا پر کمیشن سے علیحدہ ہو گیا۔ لیکن باوجود اس کے سفراء کام کو جاری رکھ رہے ہے۔ جھیل اخرڈا کے جنوب میں کمیشن کا ارادہ ایک قطعہ کو نیوٹرل بنا دینے کا تھا۔ جس میں سے البانوی اور سروین افواج کا اخراج مدنظر تھا۔ کیونکہ اُس علاقہ کے قبضہ کے بارہ میں ہر دو ممالک کا جھگڑا تھا۔ لیکن سرویا نے نہ مانا۔ اور اصرار کیا کہ یہ سرحد بلا تغیر رکھی جائے حالانکہ ۱۹۱۳ء کی لندن کانفرنس نے یہ علاقہ البانیا میں شمار کیا تھا۔ البانیا کے راستہ میں یہ سب رکاوٹیں یورپین اقوام کے باہمی تباغض وتحاسد کا نتیجہ ہیں۔

البانیا کی مجلس نے فرقہ بکتاشی کو جملہ حقوق شہریت عطا کر دیئے ہیں۔ یہ فرقہ گو مسلمان ہے۔ لیکن بہت ہی آزاد خیال ہیں۔ احکام قرآنی کے اتنے پابند نہیں اور نہ نماز روزہ پر عامل ہیں۔ اسی لئے سُنّی مسلمانوں کے نزدیک وہ مرتد شمار ہوتے ہیں ان کے اعلےٰ سردار کو بابا کہتے ہیں۔ اور عبادتگاہوں کو تکیہ۔ یہ فرقہ البانیا کے جنوب میں پایا جاتا ہے۔ جہاں اُن کے بہت سے تکیئے اور ملحقہ باغات ہیں۔ جنہیں ۱۹۱۴ء میں یونانیوں نے تباہ و برباد کر ڈالا تھا۔ یہ فرقہ البسان۔ مرتنیش۔ کرویا۔ ڈیرہ۔ یکووا۔ طیطوا۔ اسکب۔ مناسطر وغیرہ شہروں میں بھی پایا جاتا ہے۔

جب سلطان محمود نے ینگ سری فوج کو تباہ کر دیا۔ اُس وقت سے ترک بکتاشیوں کی مخالفت کرتے رہے یہانتک کہ ترکی عملداری میں یہ لوگ فرقہ کا نام بدل کر اپنے خیالات کی اشاعت کرتے رہے۔ اور اسی لئے آجتک کہتے رہے لیکن ۱۹۲۱ء کے موسم گرما میں انہوں نے اپنے فرقہ کا اتحاد قائم کرنے کے لئے ایک مجلس قائم کی۔ جس نے حکومت سے اپنی مذہبی آزادی کا مطالبہ کیا۔ جس پر البانوی مجلس نے فیصلہ کیا کہ چونکہ البانیا سرکاری مذہب کوئی نہیں۔ اس لئے ہر مذہب کو آزادی ہے۔ جب تک کہ وہ قوانین ملک کی نافرمانی نہ کرے۔

تازہ خبریں

یونان میں سابق وزرا کا قتل

ایوان عام میں سوالات

برطانی روش پر اعتراض

لنڈن ۲۹ نومبر۔ ایوان عام میں مسٹر بونرلا پر لیبر پارٹی کیطرف سے ایتھنز سے واپسی کے متعلق سوالات کی بوچھاڑ ہوئی۔ کیوں کہ حکومت نہیں۔ بلکہ انقلاب پسندوں کی کمیٹی قتلوں کی مرتکب ہوئی تھی۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ اس وحشیانہ کارروائی کو روکنے کی غرض سے گورنمنٹ نے مسٹر لنڈلے کو واپس بلا لینے کی دھمکی دی تھی۔ اب جبکہ قتل وقوع پذیر ہو گئے ہیں۔ مجھے سخت تعجب ہوگا اگر رائے عامہ حکومت کی تائید نہ کرے گی۔

کپتان ویجوڈ بین اور نوئیل بکسٹن نے ان افواہوں کیطرف توجہ دلائی کہ برطانی وزراء نے مقتول وزراء کی حوصلہ افزائی کی تھی۔ اور ایم گونرس کو اس سے باز رکھا تھا۔ کہ وہ ایشیائے کوچک سے یونانی افواج کو مصیبت سے بچنے کی غرض سے واپس بلائے مسٹر بونرلا نے جواب دیا کہ مجھے اس کے متعلق کچھ واقفیت نہیں۔

لوسین میں کیا اثر ہوا

آکسفورڈ ۳۰ نومبر۔ لوسین سے برقی پیغامات مظہر ہیں کہ وہاں دوسرے مقامات کی طرح ایتھنز میں یونانی سابق وزراء کے قتل پر سخت افسوس ہوا ہے۔

اگرچہ اس طرح کانفرنس میں یونانی نمائندوں کی حیثیت نہایت دشوار ہو گئی ہے۔ لیکن لندن میں رائے ظاہر کیجاتی ہے۔ کہ اس کا کانفرنس کے کام اور فیصلوں پر خاص اثر نہیں پڑے گا مثلاً مغربی تھریس کے متعلق یہ ظاہر ہے۔ کہ اتحادیوں نے جو فیصلہ کیا ہے۔ وہ مشرقی یورپ کی دوسری سلطنتوں کے لئے بھی اتنا ہی مفید ہے جتنا یونان کے لئے۔ برطانی وزیر کی واپسی کے بعد مسٹر ... کا ... ایتھنز میں رہیگا۔

یونانیوں کا مطالبہ

ترکوں نے مخالفت کی

لوسین ۳۰ نومبر۔ آج فوجی ماتحت کمیشنوں کا اجلاس بے ترتیبی سے اختتام پذیر ہوا۔ جب یونانیوں نے بحیرہ ایجین کے جزائر کے ساتھ ساحل اناطولیا کو فوج سے خالی کرنے کی تجویز پیش کی تو ترکوں نے سخت مخالفت کی اور گردونواح کی ریاستوں کی شمولیت کے بغیر بحث مباحثہ کو جاری رکھنے سے انکار کر دیا۔ غالباً ان کا اشارہ روس کی طرف تھا۔

لوسین ۳۰ نومبر۔ یہ بات قابل ذکر ہے۔ کہ آج ایم وینزلوس کانفرنس سے غیر حاضر تھے۔ جب سے روسی آئے ہیں۔ ترکوں کا لہجہ سخت ہو گیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اتحادیوں نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ وہ اس فیصلہ پر مصر رہیں گے۔ کہ روسیوں کو صرف انہی سوالات کے مباحثہ میں شمولیت کی اجازت دیجائے جن میں وہ بلاواسطہ دلچسپی لیتے ہیں۔

پہلی کمیشن نے ایک طویل مباحثہ کے بعد ماتحت کمیشن کی رپورٹ کو تسلیم کر لیا۔ جس میں کہا گیا ہے۔ کہ بحیرہ ایجین کے جنوبی جزائر کی افواج میں کسی قدر کمی کر دیجائے۔ چار جنوبی جزائر کے سوال پر آبناؤں کے سوال کے ساتھ بحث ہوگی۔

یونانی وزرا کا بیرحمانہ قتل

تین جرنیل گرفتار کر لئے گئے

پیرس ۳۰ نومبر۔ بلگریڈ کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ یونانی قتل کو روکنے کی ناکام کوشش کرنے کے بعد شاہ یونان نے ملک ترک کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس لئے اسے محل میں قید کر دیا گیا ہے۔ ایتھنز میں جنرل پاپولس سابق کمانڈر انچیف، جنرل ویلیس کو مصاحب اعلیٰ سابق شاہ قسطنطین اور جنرل ویلیٹس کو گرفتار کر لیا ہے۔

دارالعوام میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مسٹر بونرلا نے کہا کہ حکومت برطانیہ نے حکومت یونان کو ظاہر کر دیا تھا۔ اگر سابق وزرا قتل کئے گئے تو ہم اپنے نمائندے یونان سے واپس نکالیں گے۔ کیونکہ سابق وزرا کو اس لئے قتل کرنا کہ ان کی حکمت عملی ناکام رہی ہے۔ مہذب حکومتوں کی شان کے شایان نہیں۔

لنڈن ۲۹ نومبر۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ کابینہ وزارت میں آج صبح یونانی واقعات قتل پر بحث ہوئی۔ برطانی سفیر مسٹر لنڈلے براستہ لوسین ایتھنز سے لندن کو تشریف لیجائیں گے۔ جہاں وہ لارڈ کرزن سے ملاقات کریں گے۔

برطانی نقطۂ خیال یہ ہے۔ کہ حکومت یونان کا یہ وحشیانہ قتل دنیا کی نگاہوں میں اس کی عزت وقعت اور اہمیت کو لوسین میں کم کر دیگا۔ لیکن یہ بھی اعلان کیا گیا ہے۔ کہ اس سے صلح کانفرنس کے بین الاتحادی فیصلہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

لنڈن ۲۹ نومبر آج صبح کے اخبارات نے یونانیوں کو ظالم وحشی اور غیر مہذب کے نام سے منسوب کیا لیکن برطانی یونانی تعلقات کے متعلق ان میں اختلاف رائے ہے۔ ایتھنز سے ایک پیغام مظہر ہے۔ کہ کورٹ مارشل کے فیصلہ پر سب متفق تھے بجز ایک کے اور سابق وزرا کو فیصلہ سنائے جانے کے پانچ گھنٹہ بعد گولی کا نشانہ بنا دیا گیا۔ جنرل موصوف کی نہایت بری طرح توہین کی گئی۔ ان کی وردی سے تمغے اتار لئے گئے۔ اور ان کی تلواریں توڑ ڈالی گئیں۔ تمام مردہ اجسام قبرستان میں پہنچا دئے گئے۔ جہاں انہیں ان کے رشتہ داروں کے حوالہ کر دیا گیا۔ برطانی وزیر تمام افسر اپنی کوشش جاری رکھیں۔ گذشتہ شب وہ دو مرتبہ دفتر خارجہ میں گئے۔ اور نصف شب گذرنے پر انہوں نے باغی پارٹی کے سرکردہ مسٹر پلاسٹی راس سے ملاقات کی۔

واشنگٹن ۲۹ نومبر۔ امریکہ پناہ گزینوں کے حق میں رہا ہے۔ اسی لئے مسٹر کیفری نے امریکہ کی طرف سے مقتولین کے لئے اپیل کی۔

پیرس ۲۹ نومبر۔ اخبارات نے اعلان کیا ہے۔ کہ شاہ قسطنطین کو سلامتی کے ساتھ واپس جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ انہیں یقین ہے کہ واقعہ کے بعد برطانی یونانی تعلقات میں کشیدگی پیدا ہونیکا اندیشہ ہے۔

ڈسٹرکٹ پولیٹیکل کانفرنس گورداسپور

ڈاکٹر ستیہ پال کی صدارت

امرتسر ۔ ۳۰ نومبر ۔ ڈسٹرکٹ پولیٹیکل کانفرنس کے لئے جو ۸ ، ۹ و ۱۰ دسمبر کو گورداسپور میں منعقد ہوگی ۔ تیاریاں ہو رہی ہیں ۔ ڈاکٹر ستیہ پال صدر منتخب کیے گئے ہیں ۔ اور انہوں نے کرسی صدارت پر رونق افروز ہونا منظور فرما لیا ہے ۔ قابل تعظیم شریمتی کستورا بائی گاندھی اس موقعہ پر تشریف آور ہوں گی ۔

تقاریر و ایڈریس کے علاوہ اس مرتبہ کارروائی میں ہندوستانیوں کی جسمانی طاقت کو ترقی دینے کے لئے ایک نئی ایزادی کی جائیگی ۔ جسمانی ڈرل اور گتکہ وغیرہ کھیلیں بھی دکھائی جائینگی اور مقابلوں میں شرکت کرنیوالے امیدواروں میں انعامات تقسیم کئے جائینگے ۔ جو اس میں شامل ہونا چاہیں وہ تفصیلات کے لئے معتمد سے خط و کتابت کریں ۔ کانفرنس ایک بھاری اور عظیم الشان تقریب ہوگی اور نہایت انکساری اور عاجزی سے استدعا کیجاتی ہے کہ محبان قوم اور بہی خواہان ملک اسکے ساتھ تعاون کر کے اسے کامیاب بنائیں

سری ناتھ بان برتی جنرل سکرٹری امرتسر

صوبجات متحدہ میں انتخابات کانگریس

الہ آباد ۔ ۳۰ نومبر ۔ پراونشل کانگریس کمیٹی صوبجات متحدہ کا ایک اجلاس منگل کے روز آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے لئے پندرہ نمائندے منتخب کرنے کے لئے منعقد ہوا پندرہ میں سے ۱۴ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کونسلوں میں جانیکے خلاف ہیں اور صرف مسٹر ظہور احمد حامی کونسل فریق سے اتفاق ظاہر کرتے ہیں ۔ خاندان نہرو میں سے کسیکو بھی منتخب نہیں کیا گیا ۔

معلوم ہوا ہے کہ پنڈت موتی لال نہرو صدر ۔ پنڈت ہرکرن ناتھ مصر جنرل سکرٹری ۔ پنڈت کپل دیو مالویہ سکرٹری پنڈت موہن لال نہرو اور دہرم پتنی مسٹر شام لال نہرو نے اپنے عہدوں سے استعفے دیدئے ہیں ۔ وجہ تا حال معلوم نہیں ہوئی ۔

دہلی ۔ ۳ نومبر ۔ انتخابات ممبران آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے صوبہ جات متحدہ اور مہاراشٹر میں نتائج کی اطلاعات موصول ہو رہی ہیں ۔

اول الذکر صوبہ میں بلا رکاوٹ انتخابات عمل میں لائے گئے ہیں ۔ اور مسٹر ظہور احمد کے سوا تمام ممبر کونسلوں میں داخل ہونیکے خلاف ہیں ۔ ممبران خاندان نہرو کو ناکامی نصیب ہوئی ہے ۔

پنڈت موتی لعل کانگریس سے علیحدہ کیوں ہوئے

لکھنو ۔ ۲ ۔ نومبر ۔ فدائے حریت پنڈت موتی لعل نہرو آج یہاں تشریف لائے ۔ اور اپنے فرزند ارجمند پنڈت جواہر لال نہرو سے جیل میں ملاقات کی ۔ الہ آباد کے ایک تار کے متعلق کہ پنڈت صاحب نے پراونشل کانگریس کمیٹی صوبہ جات متحدہ کی صدارت سے استعفا دیدیا ہے ۔ نامہ نگار ایسوسی ایٹڈ پریس کے ساتھ دوران ملاقات میں پنڈت جی نے فرمایا کہ میں نے معمولی وجوہ کی بنا پر پراونشل کانگریس کمیٹی کی صدارت سے استعفا دیا تھا اور وہ یہ ہیں کہ میں کانگریس کی مجلس انتظامیہ کے چند عہدہ داروں کے ساتھ ملکر کام نہیں کر سکتا ۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ علیحدگی اختیار کرنیکے باوجود بھی میں صوبہ کانگریس کے معاملات میں دلچسپی لونگا اور ایک کارکن کانگریس کی حیثیت سے ترک موالات کی اسی جوش و خروش سے تبلیغ و اشاعت کروں گا ۔ جیسا میں پیشتر ازیں کرتا رہا ہوں ۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس بات میں کوئی صداقت نہیں کہ میں ایک مخالف نظام کانگریس مرتب کرنا چاہتا ہوں ۔ میرے ایسے چند خیالات ہیں ۔ اور میں کوشش کروں گا کہ کانگریس انہیں تسلیم کرلے ۔

زبردست جلوس نکالا گیا

کونسلوں میں شرکت کرنیکی قرارداد منظور ہوئی

ڈیرہ دون ۔ ۳۰ نومبر ۔ سوامی وچارانند سرسوتی ایک مشہور و معروف ڈیرہ دون کانگریس کے رکن ہیں ۔ گذشتہ روز سال بھر قید کی تکالیف برداشت کرنے اور اپنی سزا کی میعاد پوری کرنے کے بعد یہاں تشریف فرما ہوگئے آپ کا نہایت پرتپاک خیر مقدم کیا گیا ۔ سیوا جی والنٹیر کور اور اکالی والنٹیر کور ۔ خلافت والنٹیر کور ۔ آزاد قومی سکول کے طلبا اور استاد صاحبان جلوس میں شامل تھے ۔ بازار اور گلی کوچے احسن طور پر آراستہ و پیراستہ تھے بوقت شام گورو رام رائے کے دربار کے سامنے ایک جلسہ منعقد ہوا ۔ یہاں لوگ کثیر تعداد میں جوق در جوق جمع ہوگئے مولوی محمد انیس صاحب کرسی صدارت پر رونق افروز تھے ۔ سوامی جی نے نہایت وضاحت اور طوالت کے ساتھ اپنی جیل کی سرگذشت بیان فرمائی ۔ اس کے سول نافرمانی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ پر بحث و تمحیص کی گئی ۔ سوامی وچارانند اور منجیت سنگھ نے کونسلوں میں شرکت کرنیکی تائید ظاہر کی مسٹر سولاس ورما مسٹر چیڈی پرشاد نیوگی اور پرتاب سنگھ نے مخالفت کی ۔ کچھ عرصہ کے لئے اسی ضمن پر بحث و تمحیص ہوتی رہی ۔ بالآخر کونسلوں میں شرکت نہ کرنیکی قرارداد منظور ہوئی ۔

کانگریس لیڈر پٹ گئے

دہلی ۔ ۳۰ ۔ نومبر ۔ مہاراشٹر میں انتخابات کانگریس کے موقعہ پر نہایت وحشیانہ مناظر دیکھے گئے ۔ حامیان کونسل کے لیڈروں کو پیٹا گیا ۔ اور جبراً انہیں ہال سے باہر نکال دیا گیا ۔ جس سے دو مختلف فریقین کا انتخابات میں حصہ لینا لازمی تھا ۔

مہاراشٹر کے ممبران کانگریس کا ایک خاص اجلاس دیرا ضلع تھانہ میں منعقد کیا گیا ۔ پونا کے ایک فریق نے مقررہ وقت سے قبل ہال پر قبضہ کر لیا اور ملسٹی پیٹھا کے مشہور سیتہ اگرہی لیڈر مسٹر ڈسٹا جو حال ہی میں رہا ہوئے ہیں کو صدر منتخب کر لیا ۔ داعی کونسل فریق کے ان اعتراضات پر کہ کارروائی جلسہ خلاف تنظیم ہے کوئی توجہ نہ دی گئی اور مسٹر جمناداس مہتہ صدر کانگریس کمیٹی نے اعلان کیا کہ چھ بجے شام تک جلسہ ملتوی کر دیا جائے ۔

اس پر جلسہ میں شور مچ گیا اور مار پیٹ شروع ہوگئی ۔ حامی کونسل فریق کے کئی لیڈر پیٹ گئے اور انہیں زمین پر گرا دیا گیا ۔ مخالف فریق کا ایک آدمی یہ کہتے ہوئے پایا گیا مہاتما گاندھی کی تصویر کو اونچا اٹھا لیا گیا جس سے وہ تغیر پسندوں اور فریق مخالف کے تشدد سے محفوظ رہی ۔ مخالفین کونسل کا ایک آدمی یہ کہتے ہوئے پایا گیا کہ ہم حکومت کے ساتھ برسرپیکار ہوکر عدم تشدد کا اسلحہ استعمال کرتے ہیں ۔ مگر اپنے بھائیوں سے ایسا سلوک کرنے کے لئے تیار نہیں ۔

اطلاع دینے پر پولیس موقعہ پر پہنچ گئی اور مخالفین کونسل نے اپنے نمایندے منتخب کیے ۔ تغیر پسند فریق کا اجلاس چھ بجے شام کو مسٹر مہتہ کے زیر صدارت منعقد ہوا ۔ اور فریق مخالف کے قابل اعتراض سلوک کے خلاف نفرت و حقارت کا اظہار کرنے کے بعد نمایندوں کا انتخاب عمل میں لایا گیا ۔ جنکی تعداد کثیر مجالس آئین میں جانیکے حق میں ہے ۔

انہوں نے فریق مخالف کی وحشیانہ حرکات کے متعلق تحقیقات کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی اور سفارش کی کہ آیندہ اس قسم کے فسادات کو روکنے کے لئے مختلف ذرایع استعمال کئے جائیں ۔

دہلی ۔ ۳ نومبر ۔ انتخابات کانگریس کے متعلق صوبجات متحدہ اور مہاراشٹر سے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان سے پنڈت موتی لعل نہرو کے استعفے کی تصدیق ہوتی ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ [illegible] مخالفین کونسل [illegible] وحشیانہ طریق سے تشدد کا استعمال کیا ۔

اقتباسات

آریہ سماج کی قابل رشک مستعدی

آریہ سماج کا نظام نہایت مکمل ہے وہ اصول مرکزیت پر کام کرتی ہے ۔ اس کا ایک پیسہ ضائع نہیں جاتا ۔ اسکے سکول اور کالج نہایت خوبی سے چل رہے ہیں اور تمام سماجیں خوش اسلوبی سے اپنے فرائض انجام دے رہی ہیں ۔ لوگ ذوق و شوق سے اس کی مدد کرتے ہیں اسلئے کہ ان کو یقین ہے کہ ان کی دی ہوئی مدد بیکار نہیں جائیگی آریہ سماج انارکلی لاہور کے سالانہ جلسہ میں ۴۹ ہزار ۹۵۴ روپیہ نقد چندہ وصول ہوا ہے جس میں سب سے بڑی رقم ½ ۱۲ ہزار روپیہ کی ہے جو باوا گور مکھ سنگھ صاحب مرحوم کی عطا کردہ ہے ۔ تقریباً ۵۰ ہزار روپے کے وعدے ہوئے ہیں ۔ جو یقیناً پورے کئے جائینگے ۔ لاہور میں دو آریہ سماجیں ہیں ۔ یہ صرف ایک کا چندہ ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ آریہ سماج اپنے تعلیمی اور تبلیغی کاموں کے لئے ایک لاکھ روپیہ فراہم کرنے میں کامیاب ہوگئی ہے ۔ کیا یہ لوگ محب وطن نہیں ہیں ؟ کیا یہ حکومت خود اختیاری نہیں چاہتے ۔ کیا یہ ملکی ترقی کی فکر سے غافل ہیں ؟ بدقسمتی سے مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تعلیمی اور تبلیغی کاموں میں حصہ لینا موجودہ حالت میں بیکار ہے ۔ وہ سخت غلطی میں مبتلا ہیں ۔ قوم تعلیم ہی سے بنتی ہے ۔ اور مذہب تبلیغ ہی سے اشاعت پذیر ہوتا ہے ۔ مسلمانوں نے ان دونوں کو نظرانداز کر رکھا ہے اور اس پر تقدیر کو روتے ہیں ۔ قسمت ان ہی کی یاوری کرتی ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں ۔ آپ اپنی تعلیم سے غافل اور تبلیغ سے بے نیاز رہنے کے باوجود دین و دنیا میں فلاح و بہبود کے متمنی رہیں گے تو بجز ناکامی کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا ۔

اسلامی تعلیمی کانفرنس اور انجمن حمایت اسلام اور دیگر تعلیمی و قومی انجمنوں کی مدد بعض مسلمان اسلئے نہیں کرتے کہ وہ ترک موالات کے حامی ہیں ۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے طور پر بھی اشاعت تعلیم کی کوئی کوشش نہیں کر رہے ہیں ۔ علاوہ بریں کیا آریہ سماج میں تارکان موالات نہیں ہیں ؟ کیا جن لوگوں نے اس قدر عظیم الشان چندے دیئے ہیں ۔ وہ سارے کے سارے حامیان موالات ہی ہیں نہیں ؟ بلکہ ان میں ایک کثیر تعداد تارکان موالات کی ہے با ایں ہمہ وہ اپنی درسگاہوں کو دل کھول کر مدد دے رہے ہیں اور اپنے تعلیمی اور تبلیغی کاموں کی ہر طرح آبیاری کر رہے ہیں ۔ اسلامی تعلیمی کانفرنس عنقریب اپنا سالانہ اجلاس کرنیوالی ہے ۔ اور انجمن حمایت اسلام بھی چار پانچ ماہ بعد اپنا سالانہ جلسہ کریگی ۔ ہم یہ دیکھنے کے منتظر ہیں کہ مقدم الذکر مالی حیثیت سے کہاں تک کامیاب ہوتی ہے اور موخر الذکر کے لئے کیا تیاریاں عمل میں آتی ہیں ۔

"بندے ماترم" اور "ٹربیون"

دونوں ہمعصر آج کل ایک دوسرے کے خلاف زہر اگل رہے ہیں ۔ اس زہر افشانی کی وجہ یہ ہے کہ عنقریب ایک اور ہندو قوم پرست روزانہ اخبار بنام "نیشن" جاری ہونیوالا ہے بظاہر اسکی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ ٹربیون کو مطعون بنایا جائے ۔ بندے ماترم نے جو نکتہ چینی ٹربیون کی پالیسی کے خلاف کی ہے ۔ موخر الذکر کے خیال میں اسکی علت غائی وہی ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے ۔ لیکن بندے ماترم کہتا ہے کہ ایک قوم پرست روزانہ انگریزی اخبار کے اجرا کی خواہش میں یہ بات مضمر ہے کہ "ٹربیون" کی پالیسی میں کوئی خوشگوار تبدیلی واقع ہو ۔ اور وہ "اور پیچھے گر جائے" یا "آگے قدم بڑھانیکی کوشش کرے ۔"

ہماری رائے میں ہر دو معاصرین افراط و تفریط میں مبتلا ہیں دونوں کو کچھ آگے [illegible] اور کچھ پیچھے ہٹنے کی ضرورت ہے

دار الکتب اسلامیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کی چند مشہور کتابیں

بیان القرآن یعنی اردو تفسیر و ترجمۃ القرآن

(از تصانیف حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور)

اس بے نظیر تفسیر کی چند ایک خصوصیات جو اسے دوسری تفاسیر سے ممیز کرتی ہیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) قرآن کریم کے ایک مقام کو دوسرے مقامات سے حل کیا گیا ہے۔ (۲) قرآن کریم کی تفسیر کرنے میں احادیث صحیحہ کو دوسری تمام باتوں پر مقدم کیا گیا ہے۔ اور اس غرض کیلئے امام بخاری کی کتاب التفسیر تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر کو سامنے رکھا گیا ہے (۳) لغات قرآنی کی پوری تشریح کی گئی ہے جس کے لئے مفردات امام راغب تاج العروس لسان العرب سے مدد لی گئی ہے (۴) قرآن کریم کی ترتیب اور نظم کو واضح طور پر واضح کیا گیا ہے۔ اول آیات کا باہمی ربط۔ دوم رکوعوں کا باہمی تعلق سوم سورتوں کا ایک دوسرے سے تعلق واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ (۵) ہر ایک سورۃ کے شروع میں اسکے تمام رکوعوں کا خلاصہ دیا گیا ہے۔ اور اس سورۃ کے نام میں جو حکمت ہے اُسے ظاہر کیا گیا ہے۔ (۶) قرآن کریم کا ترجمہ لفظی مگر بامحاورہ کیا گیا ہے۔ اور ترجمہ کو الفاظ کی حدود سے نہیں نکلنے دیا۔ اور اپنی طرف سے الفاظ بڑھانے کے اصول کو قریباً بالکل ترک کیا گیا ہے (۷) قرآن کریم کی لغات کے حل اور مطالب کی تشریح میں متقدمین کی آراء کو نظرانداز نہیں کیا گیا۔ بلکہ ضرورت زمانہ کے مطابق متقدمین کی آراء کو ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور کتب کا حوالہ بھی دیا گیا ہے (۸) اس تفسیر کی اصل غرض یہ ہے کہ لوگوں میں قرآن کریم کا شوق پیدا ہو۔ جو حضرات زبان اردو لکھ پڑھ سکیں وہ اس تفسیر کی مدد سے خود قرآن شریف کا درس دے سکیں اسلئے ہر ایک بات نہایت سہل فہم عبارت میں واضح کی گئی ہے۔ (۹) ہر ایک جلد کے شروع میں تفسیر کے مضامین کی مکمل فہرست دی گئی ہے (۱۰) ان تمام باتوں کے ساتھ کتاب کی ظاہری خوبی کو بھی نظرانداز نہیں کیا گیا۔ ہر ایک صفحہ کے شروع میں قرآن کریم نہایت جلی اور عمدہ خوشخط متن اور علیحدہ ترجمہ نیچے تفسیر کاغذ نہایت اعلیٰ قسم کا۔ جلد نہایت خوبصورت اور مضبوط پشت پر سنہری حروف میں کتاب کا نام اور جلد کا نمبر اور سطور میں سنہری طغریٰ (۱۱) تمام تفسیر تین جلدوں میں شائع ہوگی ہر ایک جلد کی ضخامت ۲۰×۲۹/۱۶ کے سائز کے ۸۰۰ صفحے کے قریب ہے پہلی جلد شائع ہو چکی ہے۔ دوسری انشاء اللہ دسمبر میں نکل جائیگی اور تیسری غالباً اپریل ۲۲ء میں۔ پہلی جلد کی قیمت نو روپے لعہ محصولڈاک خرچ وی پی علاوہ عہ جو صاحبان مستقل خریدار بننا چاہیں انکے نام دفتر میں درج کر لئے جاتے ہیں اور جوں جوں تفسیر شائع ہو وی پی بھیجدی جاتی ہے۔

ترجمۃ القرآن انگریزی طبع ثانی

حضرت مولانا موصوف کی مشہور تالیف مطبوعہ لندن۔ لکھائی چھپائی کاغذ نہایت عمدہ۔ انگلستان اور ہندوستان کے مشہور اہل قلم نے اسکے متعلق عمدہ آراء کا اظہار کیا ہے۔ اس دفعہ تین قسموں کے کاغذ پر چھاپا گیا ہے۔

قسم اول۔ مانڈ پیپر نہایت خوبصورت لچکدار مراکو چمڑے کی جلد۔ قیمت ۲۵ عہ
قسم دوم۔ انڈیا پیپر امی ٹیشن چمڑے کی خوبصورت لچکدار جلد قیمت ۲۰ عہ
قسم سوم۔ عمدہ ولایتی کپڑے کی موٹی و مضبوط جلد ولایتی کاغذ قیمت ۱۵ عہ

خرچ ڈاک و پیکنگ جو اسکے علاوہ ہے عہ

از تصنیفات حضرت اقدس میرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ مجدد صدی چہاردہم مسیح موعود

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول

یہ کتاب براہین احمدیہ ہر چہار حصص پر مشتمل ہے جس میں قرآن کریم اور آنحضرت کی حقانیت براہین نیرہ اور دلایل قاطعہ سے ثابت کی گئی ہے اور ساتھ ساتھ مخالف مذاہب کے اوہام باطلہ کا ازالہ کیا گیا ہے اور یہ ایک ایسی بینظیر تصنیف ہے کہ جس کا جواب دشمنوں تک کو نا پڑا اور جس نے ایسے وقت میں جبکہ اسلام پر تمام اطراف سے حملے ہو رہے تھے وہ کام کیا کہ جس سے مخالفین کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور اسلام کا خوبصورت چہرہ آفتاب کی طرح چمکنے لگا۔ کتاب کے ساتھ دس ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار بھی دیا گیا تھا کہ جو صاحب اسکا جواب لکھے یا اسکے دلایل کو توڑے دیا جائیگا جس کا آج تک کسی سے جواب نہیں ہو سکا۔ اسلام کا درد رکھنے والوں کے لئے اس کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔ قیمت کاغذ ولایتی عمدہ مجلد دو روپیہ آٹھ آنہ مجلد تین روپیہ آٹھ آنہ دیسی کاغذ معمولی غیر مجلد ایک روپیہ چودہ آنہ (عہ/ ۱) مجلد دو روپیہ آٹھ آنہ (عہ/ ۲)

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد دوم

یہ مجموعہ تین کتب سرمہ چشم آریہ شحنہ حق ایک عیسائی کے تین سوال کا جواب پر مشتمل ہے پہلی دو کتابوں میں آریہ مذہب کی حقیقت کا انکشاف کیا گیا ہے اور ساتھ ان اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے جو ان لوگوں کیطرف سے اسلام پر کئے گئے ہیں۔ اسلام کی واقفیت پیدا کرنے کے لئے اور ہندو قوم سے مباحثات و مناظرات کیلئے ان کا پاس رکھنا نہایت ضروری ہے۔ قیمت کاغذ عمدہ سفید خوشخط دو روپیہ۔ علیحدہ علیحدہ بھی دستیاب ہو سکتی ہیں سرمہ چشم آریہ عہ شحنہ حق ۶ ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب ۶

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد سوم

اس میں تین کتابیں فتح اسلام توضیح مرام ازالہ اوہام ہر دو حصص شامل ہیں اس کتاب میں دعویٰ مسیح موعود اور وفات مسیح ناصری کے متعلق بڑے بسیط اور روشن دلایل دیئے ہیں جن کا جواب بالکل غیر ممکن ہے۔ اور قریباً قریباً تمام قسم کے شکوک کا ازالہ کیا گیا ہے جو آپکو ماننے میں روک ہو سکتے ہیں قیمت مجلد دو روپیہ آٹھ آنہ۔ علیحدہ علیحدہ بھی دستیاب ہو سکتی ہیں ازالہ اوہام ہر دو حصص عہ/ فتح اسلام ۵/ توضیح مرام ۵/

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد چہارم

یہ مجموعہ الحق مباحثہ لدھیانہ الحق مباحثہ دہلی آسمانی فیصلہ اور نشان آسمانی چار کتابوں پر مشتمل ہے۔ اول کتاب میں وہ مباحثہ درج ہے جو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا حضرت اقدس سے ہوا۔ اور دوم کتاب میں وہ مباحثہ درج ہے جو مولوی محمد بشیر صاحب کا آپکے ساتھ ہوا۔ ان ہر دو مباحثات میں بڑے بڑے معلومات کا ذخیرہ ہے آسمانی فیصلہ میں حق کے مخالفین مولویوں صوفیوں پیرزادوں فقیروں اور سجادہ نشینوں کو آسمانی فیصلہ کیطرف دعوت اور نیز ان گذشتہ مباحثات کی کیفیت کا حال درج ہے۔ اور نشان آسمانی میں جس کا دوسرا نام شہادۃ الملہمین بھی ہے بعض اولیاء کرام کے الہامات وغیرہ درج ہیں جو آپ کے ظہور کی نسبت ان کو ہوئے۔ نیز نعمت اللہ ولی کے وہ ابیات درج ہیں جن میں پوری پوری کیفیت تیرھویں صدی کی بیان کر کے اسکے ساتھ ہی مسیح موعود کے ظہور کا وقت بتایا گیا ہے۔ قیمت عمدہ سفید کاغذ خوشخط۔ مجلد عہ/ مجلد عہ تین روپیہ چار آنہ (علیحدہ علیحدہ کتب کی قیمت یہ ہے) الحق مباحثہ لدھیانہ ۱۳/ الحق مباحثہ دہلی عہ/ آسمانی فیصلہ ۵/ نشان آسمانی ۵/

ملفوظات احمدیہ ۔ آپکی معرکۃ الآراء تقاریر کو سلسلہ اخبارات سے لیکر کتاب کی شکل میں شائع کیا گیا ہے ان تقاریر میں مختلف مسایل دینیہ پر بڑی عمدگی سے روشنی ڈالی گئی ہے سفید کاغذ ۔ ۸۰۰ صفحات قیمت مجلد عہ غیر مجلد

درثمین ۔ اس میں آپکی حمد اردو اور فارسی کی نظموں کو یکجا جمع کر کے شائع کیا گیا ہے۔ یہ مجموعہ ایسے قیمتی جواہر ریزوں پر مشتمل ہے کہ جن کے مطالعہ سے دل پر ایک خاص لذت و سرور پیدا ہوتا اور جذبہ اسلام کی آگ شعلہ زن ہوتی ہے کئی بار شائع ہوا۔ قیمت مکمل مجلد گیارہ آنہ۔ مکمل مجلد ایک روپیہ۔ صرف اردو مجلد ۹/ فارسی مجلد ۶/

الوصیت ۔ آپکی وہ وصیت جو آپنے اپنی وفات سے پیشتر حسب منشاء الٰہی اپنی جماعت کیلئے لکھکر شائع کی قیمت ۲/

تعلیم الاسلام یعنی اسلامی اصول کی فلاسفی ۔ آپکا وہ مشہور لیکچر جو دھرم مہوتسو کے مشہور مذاہب کے بڑے جلسہ میں پڑھ کر سنایا گیا جس مضمون کے بالا رہنے کا الہام پیشتر سے آپنے شائع کر دیا تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ ملک کے بڑے بڑے اخبارات نے اسکے بالا رہنے کا اقرار کیا۔ اس میں ان پانچ سوالوں کا حل قرآن کریم سے دلائل قاطعہ کے ساتھ دیا گیا ہے۔ جس نے بڑے بڑے فلاسفروں تک کے قلوب کو مسخر کیا۔ یہ کتاب کئی بار شائع ہو کر ختم ہو چکی ہے۔ اب انجمن نے اسے پھر طبع کرایا ہے۔ قیمت بارہ آنے ۱۲/

ٹیچنگز آف اسلام یعنی کتاب مذکورہ بالا کا ترجمہ انگریزی جو اسوقت آپکے ارشاد پر حضرت مولانا محمد علی صاحب نے بلاد غیر عربیہ اور دیگر انگریزی طبقہ کے لوگوں کے لئے کیا تھا انجمن نے از سر نو طبع کرایا ہے۔ قیمت مجلد عہ غیر مجلد

دیگر تصانیف حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب۔ ایم اے۔ ایل ایل۔ بی
امیر جماعت احمدیہ۔ لاہور

سیرت خیر البشر ۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ جس کی اصل غرض آپ کے مختلف حالات پر روشنی ڈالکر بنی نوع انسان کو عموماً اور اہل اسلام کو خصوصاً ان کی روزمرہ زندگی میں فائدہ پہنچانا ہے۔ خدا کے فضل سے تین ہزار میں سے کثیر حصہ کتاب کا بک چکا ہے۔ اور بہت تھوڑی باقی رہگئی ہے۔ کئی ایک سکولوں میں بطور کورس کے داخل ہے۔ اور پنجاب ٹکسٹ بک کمیٹی نے اسے تمام مڈل اور لوئر سکولوں کی لائبریریوں کے واسطے منظور فرما کر دو صد کاپیاں خرید کی ہیں۔ قیمت مجلد دو روپے عاہ/ مجلد دو روپیہ دس آنہ ۱۰/ ۲

جمع قرآن ۔ اس میں قرآن کریم کی جمع و ترتیب کے متعلق تمام تاریخی واقعات کو نہایت تحقیق سے لکھا گیا ہے۔ اور جو اعتراضات حفاظت قرآن کریم پر مخالفین کیا کرتے ہیں انکی تردید دلائل قاطعہ سے کیگئی ہے۔ قیمت ۱۲/

مقام حدیث ۔ اس میں اہل قرآن کا مدلل اور دندان شکن جواب دیا گیا ہے۔ اور علاوہ ضرورت حدیث کے اور تنقید حدیث پر مفصل بحث ہے۔ ہر ایک شخص جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اقوال کیساتھ محبت و عقیدت منظور ہے اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرے۔ اس کتاب کے شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خط کا عکس بھی دیا گیا ہے جو آپنے مقوقس شاہ مصر کو لکھا تھا

مسیح موعود ۔ اس کتاب میں سلسلہ احمدیہ کی خصوصیات پر مفصل بحث کیگئی ہے۔ اور مسیح ابن مریم کی دوبارہ آمد کی حقیقت کو قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ اور حضرت اقدس مسیح موعود کے جملہ دعاوی پر قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ غرض سلسلہ احمدیہ کے متعلق تحقیق کرنیوالوں کیلئے اس کتاب کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔ قیمت مجلد عہ

تمام درخواستیں بنام مہتمم تصنیفات دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور آنی چاہئیں

مدینۃ المسیح" لاہور، یوم بدھوار، مورخہ ۱۶؍ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۱ ہجری مطابق ۶؍ دسمبر سنہ ۱۹۲۲ء

شذرات

مصطفےٰ کمال ایک عرب سلطنت کی فکر میں

مصری اخبار المقطم لکھتا ہے۔ کہ دو ماہ کا عرصہ ہوا۔ یہ معلوم ہوا تھا کہ مصطفےٰ کمال پاشا ایک عرب سلطنت کے قیام کے حق میں ہے۔ جس میں وہ تمام عرب علاقے شامل ہوں جو پہلے ترکی سلطنت کے ساتھ ملحق تھے اور وہ سلطنت ترکی سلطنت کے ساتھ ملکر اسی طرح کام کرے جسطرح آسٹریا ہنگری لڑائی سے پہلے آپس میں ملکر کام کرتے تھے۔ تمام فوجی۔ مالی اور غیر ممالک کے ساتھ جملہ معاملات ہر دو سلطنتیں اتفاق و اتحاد سے کریں۔ خدا کرے کہ ہر دو اقوام باہمی اتحاد کی ضرورت پر توجہ کرکے اس پر عمل کرکے دکھائیں۔

ترکی اور عیسائی

چرچ ٹائمز لکھتا ہے۔ کہ اگر ترکی سلطنت سے کیپی چولیشن ہٹا دئے گئے۔ تو کسی معزز یورپین کا ترکی سلطنت میں رہنا دشوار ہو جائیگا۔ کیونکہ اس صورت میں مالی و جانی خطرات بڑھ جائینگے۔ گویا پادری صاحبان کے نزدیک نکمی سے نکمی عیسائی سلطنتیں بھی ترکی سلطنت سے بہتر ہیں۔ حالانکہ وہاں کوئی کیپی چولیشن نہیں ہیں اصل مطلب یہ ہے۔ کہ ترکی سلطنت کو آزادی کا سانس لینا نہ ملے۔ تاکہ پادری صاحبان جب چاہیں عیسائیوں میں بغاوت پھیلانے کا کام کر سکیں۔ اور انہیں کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔

ایڈریانوپل سے پادریوں کی روانگی

اڈریانوپل سے پادریوں کی یونان کو روانگی کا بڑا دردناک نظارہ چرچ ٹائمز نے کھینچا ہے۔ لکھتا ہے۔ کہ بلقان کی لڑائیوں سے پہلے یہ جگہ یونانی۔ ارمنی اور بلگر بشپوں کا مرکز تھی۔ مگر اب یہ اسلام کے قبضہ میں جا رہی ہے۔ اور یونانی بشپ مغربی تھریس کو چلا گیا ہے۔ حالانکہ وہ معہ اپنے پیروں کے مرنے مارنے پر تیار تھا۔ پندرہ یوم ہوئے اس نے ان گرجوں میں جہاں پانچ صدیوں سے عیسائی عبادت ہوتی ہے۔ آخری عبادت کرائی اور آج وہ گرجے خالی پڑے ہیں۔

چرچ مشنری سوسائٹی کے دو ٹکڑے

وہی اخبار لکھتا ہے۔ کہ چرچ مشنری سوسائٹی کے دو ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ اور جو فریق علیحدہ ہو گیا ہے۔ اس نے گذشتہ جمعہ کو جلسہ کرکے فیصلہ کیا۔ کہ جن لائنوں پر چرچ مشنری سوسائٹی گذشتہ سو سال سے کام کر رہی ہے۔ انہی طرز پر ایک مشنری سوسائٹی بنائی جائے۔ اس فیصلہ کی وجہ یہ تھی۔ کہ سوسائٹی سے کئی پادری استعفا دے گئے تھے۔ اور اسکا روپیہ دوسرے کاموں میں صرف کیا جا رہا تھا۔ لیکن اگر چرچ مشنری سوسائٹی دوبارہ انجیل اور اس کی تعلیم اور مسیح کی بیان کردہ تمام سچائیوں کو قبول کرے۔ تو بائیبل چرچ مشنری سوسائٹی اس میں مدغم ہو جائیگی۔ اور اسکا سارا روپیہ اس کے حوالہ کر دیا جائیگا۔ لیکن یہ اختلاف دور ہونا ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کے درمیان جو انجیل کے ایک ایک لفظ کو الہامی مانتے ہیں۔ اور وہ جو میانہ رو ہیں۔ اختلاف کی بڑی خلیج ہے۔ جس سے عبور دشوار ہے۔ یہ یقینی امر نہیں کہ نئی سوسائٹی لمبی عمر پائے گی۔ کیونکہ تمام علماء اس کے خلاف ہیں۔ لیکن جب تک یہ قائم رہیگی۔ اصل سوسائٹی کی آمدنی کو کم کرے گی۔ اور باہمی نااتفاقی دیگر ممالک کے مشنوں کو کمزور کر دے گی۔ خصوصاً جہاں کے سٹاف میں خیالات کا باہمی اختلاف ہوگا۔

عیسائی دنیا کا مذہبی اتحاد

لارڈ ہیلی فکس و دیگر بڑے بڑے آدمی اس کوشش میں ہیں۔ کہ عیسائی دنیا کا مذہبی اتحاد قائم ہو جائے۔ اور گو ہر فرقہ اپنی خصوصیات قائم رکھے۔ لیکن مخالفان مذہب کے سامنے ایک ہو کر کام کریں۔ اور باہمی بغض و عداوت اور برا بھلا کہنا چھوڑ دیں۔ اس پر عیسائی مذہبی اخبارات میں بہت کچھ خط و کتابت ہو رہی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر لوگ اس خیالات کے ہیں۔ کہ ضرور یہ اتحاد عملاً ہو جانا چاہیئے۔ اور گو اس کے لئے مختلف فرقوں کو کچھ قربانیاں بھی کرنی پڑیں تاہم اس نیک کام کی طرف عملاً قدم اٹھایا جانا چاہیئے۔ اور ایک مجلس جملہ فرقوں کی قائم کرکے ایک کمیشن بنایا جائے۔ جو جملہ امور پر غور و فکر کرکے اصول اتحاد مقرر کرے۔

مسلمانوں سے خطاب

یہ تو اس مذہب کا حال ہے۔ جس کے فرقوں میں اصولی اختلافات ہیں۔ مگر کیا مسلمان جن کے فرقوں میں محض فروعی اختلافات ہیں۔ اس اتحاد کی طرف قدم نہ اٹھائیں گے؟ اور کبتک اسلام کو دیگر مذاہب کا نشانۂ طعن بناتے رہیں گے۔ اگر مختلف فرقوں کے علماء ذرا سی فراخدلی دکھائیں۔ تو یہ امر بالکل ممکن ہے۔ کہ مسلمان متحد ہو جائیں۔ اور اگر علماء اپنی ذاتی اغراض کی بنا پر اس اتحاد اسلامی میں روڑے اٹکائیں۔ تو جملہ فرقوں کے تعلیم یافتہ نوجوان آپس میں مل کر اس مسئلہ کو حل کر دیں۔ دنیا کا رجحان خود مختار شخصیتوں کو مٹا دینے کیطرف ہے۔ اس لئے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو اپنے علماء کی خود مختاری کو بھی مٹا دینے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جن کا کام ہی مسلمانوں کو لڑاتے رہنے کا ہے۔

تبلیغ اسلام کی ضرورت

اگر باہمی اتحاد کے لئے نوجوان ابھی ہمت نہیں کر سکتے اور وہ اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتے۔ کہ علماء کی مخالفت کا مقابلہ کر سکیں۔ تو کم از کم اتنا تو کریں۔ کہ مسلمانوں کی اندرونی لڑائیوں سے قطع نظر کرکے اپنے اپنے فرقے کے تبلیغی مشن قائم کریں۔ جو دیگر ممالک میں نہ سہی ہندوستان میں اور ہندوستان میں نہ سہی تو اپنے نزدیک کے اضلاع و شہروں و گاؤں میں تبلیغ اسلام کے ذریعہ ہندوؤں و عیسائیوں۔ چوہڑے چماروں و دیگر نیچ ذاتوں کو دائرہ اسلام میں داخل کرکے اپنے اپنے فرقہ کو ہی ترقی دیں۔ مسلمانوں کے باہمی جھگڑے بھی اس سے کم ہو جائیں گے۔ اور اسلام بھی ترقی کرتا جائے گا۔

یتامیٰ جنگ اور انگورہ

"مسلم سٹینڈرڈ" لنڈن نے ایم سعید پریذیڈنٹ مجلس یتامیٰ جنگ انگورہ کی طرف سے ایک اپیل شایع کی ہے۔ جس میں ممدوح نے انگورہ اور یونان کی جنگ کو مغرب اور مشرق اور صلیب اور ہلال کی جنگ قرار دینے کے بعد یہ بتایا ہے کہ بغیر کسی امداد کے ایشیائے کوچک کے تمام لوگ اپنی اپنی استعداد کے مطابق کام کر رہے ہیں۔ بعض ... کے ساتھ نبرد آزما ہیں۔ بعض قلم کا جہاد کر رہے ہیں۔ اور بعض روپیہ سے مدد دے رہے ہیں۔ بعض وہ بھی ہیں جنہوں نے یتامیٰ جنگ کے متعلق جن کے تمام متعلقین شہید ہو چکے ہیں بہت گہری دلچسپی لینی شروع کی ہے۔ اور انہوں نے ایک مجلس قایم کی ہے جس کا نام "مجلس حفاظت یتامیٰ" ہے۔

اس مجلس کی امداد کے لئے مضمون نویس نے کل اسلامی دنیا سے استمداد کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ یونان باوجود غلط راہ پر ہونے کے مغربی حکومتوں کے دست اعانت کے نیچے ہے۔ اور ترک باوجود حق پر ہونے کے

کوآپریٹو سٹیم پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام ... چھپ کر ... دفتر اخبار پیغام صلح سے شائع ہوا۔ (ایڈیٹر ...)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۱۱ | مورخہ ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ | نمبر

عورت اور انگلستان

کہا جاتا ہے۔ کہ تہذیب جدید نے عورت کو مرد کے برابر اور مساوی حقوق عطا کئے ہیں۔ جسکا ثبوت بڑے سے بڑا یہ دیا جاتا ہے۔ کہ یورپ اور دیگر بلاد غرب میں عورت بھی مرد کیطرح آزادانہ چل پھر سکتی۔ تمام کاروبار میں حصہ لیتی اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرتی ہے۔

اس میں شک نہیں، کہ یہ امور ایک حد تک صحیح ہیں۔ اگرچہ جہانتک اعلیٰ تعلیم اور کاروبار دنیوی کا تعلق ہے۔ تہذیب جدید سے تیرہ سو برس پیشتر اسلام نے اسکو ضروری ٹھیرایا۔ آزادانہ چلنے اور پھرنے پر اسی حد تک پابندیاں عاید کیں۔ جہانتک عورت کو اخلاقی رنگ میں نقصان کا احتمال ہو سکتا تھا۔

لیکن اس کے علاوہ بعض امور ہیں۔ جو عورت کی تمدنی و معاشرتی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اگر ہم غور کر کے دیکھیں تو وہ سب سے زیادہ اہم امور ہیں۔ جن میں تہذیب جدید نے بھی عورت کے حقوق سے اسقدر اغماض کیا ہے۔ کہ اس کی وجہ سے ہزاروں عورتوں کو تباہی اور بربادی کا مُنہ دیکھنا پڑا ہے۔

اس بارہ میں مسئلہ طلاق کو بطور مثال لیا جا سکتا ہے۔ گذشتہ اشاعت میں ہم نے انگلستان کی ایک خاتون مسز رودرفیلڈ کے مقدمہ طلاق کا تذکرہ کرتے ہوئے لارڈ برکن ہیڈ کے وہ دردناک الفاظ نقل کئے تھے۔ جن میں انہوں نے انگلستان کے مروجہ قانون طلاق کے ایک اہم نقص کیطرف اشارہ کیا تھا۔

اس بارہ میں خود مسز رودرفیلڈ کی ایک چٹھی لندن ٹائمز کی ایک تازہ اشاعت میں شائع ہوئی ہے۔ جس میں انہوں نے یہ بتاتے ہوئے کہ قانون طلاق کے متعلق کلیسا اور حکومت کا سخت اختلاف ہے۔ اس حقیقت نفس الامری کو منکشف کیا ہے۔ کہ کلیسائے مسیحیت طلاق کی ایک ہی وجہ (زناکاری) پر مصر ہو کر نسل انسانی کے لئے سخت نقصان کا موجب ہوا ہے۔ چنانچہ اسوقت "ساٹھ ہزار مرد و عورت ایسے ہیں۔ جو پاگل خانوں کے دیوانوں کے ساتھ رشتہ ازدواج میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اور بیشمار ایسے لوگ ہیں۔ جو خاموشی کے ساتھ مصائب ازدواج کو جھیل رہے ہیں"

لندن ٹائمز نے "عورت کی قانونی حیثیت" کے عنوان سے اس تمام صورت حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے اسبات پر خاص طور پر زور دیا ہے۔ کہ

"یہ سمجھ نہیں آتا۔ کہ کونسی ایسی تمدنی یا مذہبی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے ایک دیوانہ اور پاگل شخص اور اسکی بیوی کے رشتہ ازدواج کو قطع کرنے سے انکار کر دیا جاتا ہے۔ ایسا ہی یہ بھی سمجھ نہیں آتا۔ کہ ایک عورت کو ایک ایسے مرد کے ساتھ جو کسی ایسی بیماری کی وجہ سے جسکا علم نکاح کیوقت نہ تھا۔ تندرست اولاد کا باپ نہیں بن سکتا۔ باندھ دینے میں کمیونٹی کو کونسے مفاد حاصل ہیں۔ ......

یہ ایک اہم تمدنی سوال ہے۔ جسکے ساتھ قوم کا بہبودی وابستہ ہے"

آگے چلکر اخبار مذکور نے یہ سفارش کی ہے۔ کہ

"عورتوں کو ملک کی حکومت میں جائز طور پر حصہ دیا گیا ہے ایک طویل جدوجہد کے بعد ان کے متعلق یہ تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ ہمارے نظام تمدن میں بہت سے فرائض ایسے ہیں۔ جن کو وہی سرانجام دے سکتی ہیں۔ اس لئے وہ اسبات کی مستحق ہیں۔ کہ ان کے ساتھ بہتر قانونی سلوک کیا جائے۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنی تازہ ذمہ واریوں سے بھی انہیں آگاہ کر دیا جائے"

ٹائمز کے ان الفاظ کے ساتھ ہمارا کلی اتفاق ہے۔ لیکن ہم پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ آیا ایسی حالت میں جبکہ انگلستان اور ایسے قریباً تمام مغربی ممالک میں عورتوں کے ساتھ قانون نے اس قسم کی بدسلوکی روا رکھی ہے۔ جس کی وجہ سے ہزاروں عورتوں کو طرح طرح کی ازدواجی مشکلات اٹھانی پڑتی ہیں۔ آیا تہذیب جدید کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے۔ کہ اس نے عورت کو مرد کے برابر درجہ عطا کیا ہے۔ ظاہر اور نمائشی آزادی دے دینا جو وہ بھی بہت سی اخلاقی اور تمدنی خرابیوں کا موجب ہے اور بات ہے۔ لیکن وہ اصل حقوق جو انسانیت کا مقتضا ہیں۔ کہ عورت کو دئیے جائیں۔ جس سوسائٹی نے نہیں دئیے وہ ایسا دعوےٰ کرنے کا حق نہیں رکھتی۔

ہاں اسلام نے آج سے تیرہ صد برس پیشتر عورت کو وہ تمام حقوق دئیے۔ جن کے لئے ٹائمز اور مہذب دنیا کے تمام شائستہ طبقات آرزومند ہیں۔ لیکن ابھی بہت زمانہ نہیں گزرا۔ کہ اسلام کو انہی کی وجہ سے مطعون کیا جاتا اور یہ کہا جاتا تھا۔ کہ اس نے طلاق کی خاص وجوہات مقرر نہ کرنے میں غلطی کی ہے۔ اور رشتہ ازدواج کو ایک معمولی چیز قرار دیا ہے۔ آج واقعات انہی لوگوں کو مجبور کر رہے ہیں کہ وہ زبانی نہیں۔ تو عملاً اسلام کی تائید کریں۔ اور خاص وجوہات کی قیود کو اڑا کر مسیحیت کے دعوے عالمگیری کے ابطال میں کوشاں ہوں۔ کلیسا کو ابھی تک اس ضرورت کو تسلیم کرنے سے انکار ہے اور وہ کیونکر تسلیم کرے۔ جبکہ اس سے اس کے معتقدات کا عالمگیر ہونا باطل ہوتا ہے۔ لیکن واقعات آخر اسے منور کر دینگے۔ اور وہ دن آنیوالا ہے۔ جب ہم اسی طرح سے اسلام کے ایک ایک قانون کو یورپ میں رائج ہوتے ہوئے دیکھیں گے۔ انشاء اللہ

ہندو مسلم اتحاد اور آریہ سماج

ہم بارہا اس حقیقت نفس الامری کو دہرا چکے ہیں۔ کہ ہندو مسلم اتحاد صرف ظاہر اور نمائشی باتوں سے نہیں ہو سکتا۔ جب تک فریقین کے دل ایکدوسرے کی عزت ایکدوسرے کے مذہبی جذبات کی قدر و منزلت ضروری قرار نہ دیں۔ مذہبی بحث و مباحثات یا تبادلہ خیالات بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک دوسرے کے بزرگوں اور پیشواؤں کی عزت و عظمت کو بہرحال ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

افسوس ہے۔ کہ اسی باہمی رواداری کے فقدان کی وجہ سے اتحاد کی کوئی صورت فی الحال نظر نہیں آتی۔ اور جہانتک ہم سمجھتے ہیں۔ اس کی ذمہ وار زیادہ تر آریہ سماج ہے۔ جسکے اخبارات اور رسالوں میں آئے دن مسلمانوں اور عیسائیوں کے بزرگوں اور پیشواؤں کو نہایت ناپاک الفاظ سے یاد کیا جاتا۔ اور ان کے دلوں کو ناحق دکھایا جاتا ہے۔

اسوقت ہمارے سامنے "آریہ مسافر" دہلی کا ایک تازہ پرچہ ہے جو "آریہ مسافر" آگرہ کا گویا دوسرا جنم ہے۔ "آریہ مسافر" کا نام ہی اس بدزبانی کو یاد دلانے کے لئے کافی ہے۔ جو مقتول آریہ مسافر (لیکھرام) کے ذریعہ سے اس کے حصہ میں آئی ہے۔ لیکن اس تازہ پرچہ میں ہندو مسلم اتحاد کو پاش پاش کرنے میں جو زور لگایا گیا ہے۔ وہ ذیل کے فقرات سے ظاہر ہے۔

"ہندو مسلم اتحاد محض خاص چال ہے۔ مجھکو سب معاف کریں۔ اگر میں یہ کہدوں کہ چتوڑ کے قلعے میں پدمنی کی مقدس راکھ پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔ ہم وہ واردات دیکھنا نہیں چاہتے۔ اب ہم اس زمانے سے بہت بہتر ہیں۔ اب گورو گوبند سنگھ جی کے صاحبزادوں کی طرح حکومت دیواروں میں نہیں چنا رہی۔ وہ پرانی مصیبت جو درہ خیبر سے نکلکر تمام ہندوستان پر نازل ہوئی تھی۔ جس نے سومنات اور کانگڑے کے مندروں کو مسمار کیا۔ جس نے ہندو بہو بیٹیوں کی آبرو گنوائی۔ جس کی بدولت پدمنی نے زندہ جلنا قبول کیا۔ جس حکومت کی نذر معصوم حقیقت ہوا۔ اسکو ہم دوبارہ دعوت نہیں دے سکتے۔ اس سے ہم بہتر سمجھتے ہیں۔ کہ موقعہ آئے۔ تو ایک ایک ہندو بچہ ان کے مقابلے میں اپنی جان قربان کر کے اپنے مقدس ملک کو ان ظالموں سے بچالے"

ان فقرات میں شہنشاہان اسلام پر جو ظالمانہ حملے کئے گئے ہیں۔ ا آخری فقرہ میں "ایک ایک ہندو بچہ" مسلمانوں کے خلاف ا

انہیں ظالم قرار دے کر جس زور کے ساتھ اکسایا گیا ہے۔ اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ آریہ سماجی حضرات کے دل مسلمانوں کے خلاف کسقدر کینہ و بغض سے لبریز ہیں۔ اور موقعہ بن پڑنے پر وہ کیا کچھ کر دکھانے کو تیار نہیں۔ صرف یہیں تک بس نہیں۔ ایک عنوان ہے "احمدی خدا کے ہتھکنڈے" اور خدا تعالےٰ کے متعلق لکھا ہے "خوئے بد را بہانہ بسیار" اسلام کے متعلق رقمطراز ہے "پرماتما ان مذاہب کے پاکھنڈ جال سے اپنے بندوں کو بچائیں" ایسا ہی قرآن کریم پر تنقید کرتے ہوئے ایسے ایسے ناپاک الفاظ استعمال کئے ہیں۔ کہ ان کو نقل کرتے ہوئے بھی لرزہ ہوتا ہے۔ صرف ایک فقرہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ لکھا ہے۔ کہ

"جیسے بارش کے آب مقطر کے سامنے نالی کے بدبودار پانی کی ہے۔ وہی حالت بھارت ورش کے مسلمہ علم الٰہی (وید) کے مقابل انسانوں کے مانے ہوئے الہاموں یا ان کی تصانیف کی ہے"

ہم نہیں سمجھتے۔ کہ مسلمانوں کے پولیٹیکل لیڈر ایسے ظالمانہ حملوں کو دیکھتے ہوئے بھی "اتحاد" "اتحاد" کس طرح پکارتے چلے جاتے ہیں۔ اور کیوں ستارو لیڈروں کو نہیں سمجھاتے۔ کہ ایسے بدزبان آریوں کے مونہوں کو بند کریں۔ لیکن مونہوں کو بند کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ جب تک دل پاک نہ ہوں۔ اور یہی ایک فیصل بات ہے۔

امریکہ میں تبلیغ اسلام کی ضرورت

"بمبئی کرانیکل" میں ایم فیلکی دیلی ایک ماہر سیاست کا ایک طویل مراسلہ مشرق ادنےٰ کے مسائل پر شائع ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے امریکہ میں تبلیغ اسلام کی شدید ضرورت بیان کی ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ امریکہ میں دنیائے اسلام کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ اُن سے نہایت خطرناک نتائج کے رونما ہونے کا اندیشہ ہے۔ اور اسکا علاج صرف یہ ہے کہ روشن خیال مسلمانوں کا ایک وفد امریکہ بھیجا جائے۔ جسکا مقصد یہ ہو کہ کانگریس سینٹ اور حکومت واشنگٹن سے عمدہ تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ تاکہ اخلاقی اور روحانی اثر کے استعمال سے مسلمانوں کی قوم امریکہ سے قریب تر ہو جائے۔ مضمون نگار کے نزدیک اس کی سخت ضرورت ہے۔ کہ ہارورڈ ییل اور کولمبیا کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں اسلامی تمدن اور اسلامی آئین کی تاریخ پڑھانے کے لئے پروفیسر مقرر کئے جائیں۔ امریکہ میں اور نیز انگریزی نسل کی دنیا میں عموماً تمام اعلےٰ عہدے ایسے لوگوں سے پر ہیں۔ جو اسلام کے دشمن ہیں۔ اور جو لوگ صلیبی جنگوں کا وعظ کہتے ہیں۔ اُن کے مضر اثر کو رد کرنے کی مطلقاً کوئی کارروائی نہیں کی جا رہی ہے"

یہ پہلی ہی آواز نہیں۔ جو امریکہ سے تبلیغ اسلام کے متعلق آئی ہے۔ اس سے پیشتر متعدد مرتبہ اسی قسم کی آوازیں ہمارے کانوں میں پہنچ چکی ہیں۔ لیکن افسوس یہ ہے۔ کہ ہندوستانی مسلمانوں کی عادت کچھ ایسی ہو چکی ہے۔ کہ جس ڈگر پر وہ پڑ چکے ہیں۔ خواہ کچھ ہو جائے اس سے ادھر اُدھر ہونا ان کے لئے محال ہوتا ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ کہ امریکہ میں دیگر بلاد مغرب (یورپ وغیرہ) سے بڑھ کر اسلام کے متعلق غلط فہمیاں موجود ہیں۔ بارہا وہاں کے اخبارات میں رسول اللہ صلعم کی فرضی تصاویر شائع ہو چکی ہیں۔ جن میں آپ کے ایک ہاتھ میں تلوار اور ایک میں قرآن دکھایا گیا ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر غلط بیانیوں کا اظہار کیا جا چکا ہے۔ لیکن آجتک مسلمانوں نے ان کے ازالہ کا کوئی بندوبست نہیں کیا۔ حالانکہ یہی ایک راہ ہے جس سے اس تعصب کو دور کیا جا سکتا ہے۔ جو اسلامی حکومتوں کے متعلق مغربی ممالک میں موجود ہے۔

خوشی کی بات ہے۔ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے اس راہ میں عملی قدم اُٹھایا ہے۔ اور جرمنی کے علاوہ امریکہ میں مبلغ بھیجکر اسلامی دنیا کی اصل خدمات سرانجام دینے کا تہیہ کیا ہے۔ خدا نے چاہا تو وہ دن بھی آجائیگا۔ جب ایم فیلکی دیلی کی خواہشات کے مطابق سینٹ اور کالجوں کے اندر اسلامی آواز کو پہنچایا جا سکے۔ ضرورت ہے۔ کہ مسلمان اس کار خیر میں انجمن کو کافی مالی امداد پہنچا کر اس کے کام میں سہولت پیدا کریں۔ کہ اسی میں مسلمانوں کی حقیقی فلاح مضمر ہے۔

پھر وہی اذان کا جھگڑا

سکھوں اور مسلمانوں میں اذان کی وجہ سے ہمیشہ کش مکش رہتی ہے جس کی بیسیوں مثالیں اس سے پیشتر ہمارے سامنے آئی ہیں۔ اب پھر مقامی ہمعصر "مسلم آؤٹ لک" نے تحصیل اجنالہ کے ایک گاؤں کے ایک ایسے ہی مقدمہ کا ذکر اپنے کالموں میں کیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ اس گاؤں کے حقوق مالکانہ سکھوں کو حاصل ہیں۔ اور مسلمان ان کے کاندے ہیں۔ سکھوں نے مسلمانوں کو ایک مسجد بنانے کی اجازت دے دی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی اذان سے انہیں منع کر دیا تھا۔ کہ مبادا اذان کی آواز سے اُن کے تمام برتن وغیرہ ناپاک ہو جائیں۔

اس کے خلاف اب مسلمانوں نے عدالت میں درخواست دی کہ انہیں اپنے فریضہ مذہبی کی ادائیگی میں آزادی دی جائے۔ لیکن سب جج نے فیصلہ مسلمانوں کے خلاف دیا ہے۔ اس بنا پر کہ آج تک اس مسجد میں اذان نہیں ہوئی۔

یہ ایک بہت ہی افسوسناک بات ہے۔ کہ مسلمانوں کے حقوق مذہب میں اس طرح سے رکاوٹیں عائد کی جاتی ہیں۔ سلطنت برطانیہ کی روایات میں مذہبی آزادی ایک ضروری چیز ہے۔ ایک وقت اگر مسلمانوں نے اپنی جہالت یا کسی اور وجہ سے اپنا ایک ضروری مذہبی فرض ادا نہیں کیا۔ تو جب انہیں اس کی ادائیگی کا خیال پیدا ہوا ہے۔ اس میں روک نہیں ہونی چاہیئے۔

ہمیں امید ہے۔ کہ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی اور مسلم لیگ امرتسر اس طرف توجہ فرمائینگے۔ اور اپنے اثر اور رسوخ کو کام میں لا کر سکھ بھائیوں کے ان توہمات کا ازالہ کر دینگے۔ جو اذان کے متعلق ان کے دلوں میں ہیں۔ تاکہ ایسے ناخوشگوار واقعات کا آئندہ کے لئے استیصال ہو جائے۔

علمائے مدرسہ عربیہ دیوبند کا فتویٰ

۳ نومبر کی تار خبروں میں جناب مولوی عزیز گل صاحب کے آئندہ خلافت کانفرنس کے لئے انتخاب کی خبر تھی۔ وہیں یہ بھی اطلاع موصول ہوئی تھی۔ کہ

مشہور مدرسہ عربیہ اسلامیہ کے علما نے ایک فتوے شائع کیا ہے۔ کہ شرع نبوی صلعم کے مطابق عورتوں کے لیکچر اور تقاریر سننا ناجائز ہے۔

ہمیں یہ سمجھ نہیں آئی۔ کہ علمائے مدرسہ عربیہ اسلامیہ کے اس فتوے کی کیا وجوہات ہیں۔ اور وہ کونسی دلائل ہیں۔ جن کی بنا پر انہوں نے عورتوں کی تقاریر سننا ناجائز قرار دیا ہے۔ جہاں تک ہمیں علم ہے۔ تاریخ اسلام اس قسم کی مثالیں موجود ہیں۔ جن میں مردوں نے مسلمان عورتوں سے علم حاصل کیا ہے۔ سب سے موٹی مثال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے۔ جنہوں نے سب سے زیادہ احادیث بیان کی ہیں۔ اور اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ان سے جا کر احادیث اور دیگر امور شرعی دریافت کرنا ایک ثابت شدہ امر ہے۔

ہم ممنون ہونگے۔ اگر علمائے ممدوحین ہمیں ان آیات قرآنی یا احادیث نبوی کا پتہ دیں۔ جن کی بنا پر انہوں نے یہ فتوے دینا ضروری سمجھا۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی کھلی چٹھی بنام میاں محمود احمد صاحب کا جو جواب قریباً ڈیڑھ ماہ کے بعد میاں صاحب کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اسکا جواب الجواب آپ نے لکھ لیا ہے۔ جو "پیغام صلح" کے آئندہ نمبر میں ہدیہ ناظرین کرام ہوگا۔ چونکہ مضمون کسیقدر طویل ہے۔ اسلئے غالباً سالم اخبار بلکہ کچھ زائد ورق اس کی نذر ہونگے۔ انشاء اللہ

مولانا مولوی صدر الدین صاحب مسجد برلن (جرمنی) کے لئے مختلف مقامات سے چندہ جمع کرتے ہوئے کل ۔۴ دسمبر کو لاہور تشریف لائے۔ اور آج آپ سیالکوٹ چلے گئے ہیں۔ آپ جلسہ سالانہ کی آخری تاریخ یعنی ۱۲ دسمبر کو لاہور سے بعزم جرمنی روانہ ہونگے۔ آپ کا یہ پیغام ہے۔ کہ ایسے طویل سفر اور ایک مدت کی مفارقت کے بعد معلوم نہیں۔ کہ پھر احباب سے ملاقات ہو یا نہ ہو۔ اللہ تعالے آپ کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ اور دوبارہ کامیاب اور بامراد ہم میں واپس لائے۔ آمین۔ لیکن احباب سے نصیب ہو۔ اس لئے جس قدر احباب جلسہ سالانہ پر لاہور تشریف لائیں۔ بہتر ہو۔

ہمیں امید ہے۔ کہ احباب کرام سب کے سب آپ کی اس خواہش کو ضرور پورا فرمائینگے۔ اور جلسہ سالانہ لاہور تشریف لا کر حضرت مولٰنا کو اپنی خاص دعاؤں کے ساتھ رخصت فرمائینگے۔

جلسہ سالانہ پر آنیوالے احباب کی اطلاع کے لئے یہ لکھنا ضروری ہے کہ

(۱) محکمہ ریلوے نے ۲۰ سے ۳۱ دسمبر تک اول اور دوم درجہ کے کرایہ میں اسقدر تخفیف کی ہے۔ کہ واپسی ٹکٹ ڈیڑھا کرایہ پر ملیگا۔

(۲) تمام بیرونی جماعتیں اپنے ہاں سے آنیوالے احباب کی تعداد سے سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو بہت جلد اطلاع دیں۔ ایسا ہی جو اصحاب اپنے ساتھ عیال لانا چاہتے ہیں۔ وہ بھی پیشتر سے مطلع فرمائیں۔ اور ممبران کنبہ کی تعداد سے بھی اطلاع دیں۔

(۳) سب احباب اپنے بستر ضرور ساتھ لے کر آئیں۔ کیونکہ موسم سرما میں اس قدر بستر فراہم کرنے مشکل ہوتے ہیں۔

(۴) اس دفعہ احباب کی اقامت کا انتظام مسلم ہائی سکول میں کیا گیا ہے۔ جو احمدیہ بلڈنگس کے قریب ہے۔ اور بجلی کی روشنی اور پانی کا وہاں کافی انتظام ہے۔

برادر خواجہ محمد صدیق خانصاحب کشمیر سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ کسی بدمعاش گذشتہ دوشنبہ کی رات کو بارہ بجے کے قریب کلگام کے بازار میں دوکانات کو آگ لگادی۔ چار دوکانات جل کر خاکستر ہو گئیں۔ باقی دوکانات بھی جل جاتیں۔ اگر امیر چند کنشیبل اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر آگ کو نہ بجھاتا۔ اس بیچارے کا دایاں ہاتھ بھی جل گیا۔ لیکن آگ قابو میں آگئی۔ اور مزید نقصان نہ ہوا برادر موصوف کی دوکان کو اللہ تعالے نے اپنے فضل سے بال بال بچا لیا۔ جس نالہ کا پانی بازار کو آتا تھا۔ آگ لگانے والے نے اُس کا دہانہ بھی بند کر دیا تھا۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ اللہ تعالے نے بہت سے مسلمانوں کو نقصان عظیم سے بچا لیا۔ امید ہے۔ کہ حکام ریاست ایسے کمینہ شخص کو گرفتار کر کے قابل عبرت سزا دینگے۔ چاہیئے۔ کہ مجرم کی گرفتاری میں باشندگان شہر بھی پولیس کی امداد کریں۔

مراسلات

حقیقت گناہ

الجناح

قبل اس کے کہ گناہ کی توضیح لغوی اور تشریح اصطلاحی اور اس کی حقیقت کو بیان کیا جائے اس امر کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسانی

فطرت کیا چیز ہے

لغت کے لحاظ سے فطرت ہر ایک موجود کی اس حالت کا نام ہے۔ جس سے وُہ ابتدائے زمانہ پیدائش میں موصوف ہوتا ہے۔ الفطرۃ فی اللغۃ ھی الحالۃ التی یتصف بھا کلّ موجد فی اول زمان خلقتہ (کلیات ابی البقاء) اور اصطلاح میں۔ طہارت۔ عدالت۔ سماحت اور اخبات کے مجموعہ سے جو حالت یا کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اسکو فطرت کہا جاتا ہے۔ اُس توضیح و تشریح سے واضح ہے کہ

انسان فطرتاً گنہگار نہیں ہے

یہی وجہ ہے۔ کہ جرم کا ارتکاب اور گناہ کا اکتساب طبیعت میں قلق و اضطراب اور بے چینی پیدا کر دیتا ہے۔ عاصی کی فطرت خود اس کے عصیان پر لعنت برساتی ہے۔ اور اس سے اظہار نفرت کرتی ہے۔ تمام جماعات انسانیہ میں یہی کلیہ کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ جس قوم۔ جس جماعت اور جس سوسائٹی کے نزدیک جو امور مسلمہ طور پر گناہ قرار دئے جا چکے ہیں۔ اُن کا ارتکاب ضرور ہی طبیعت میں بیقراری اور کدورت کا بیج بو دیتا ہے۔ نوع انسانی کے اکمل ترین فرد کا زریں فرمان بھی ہمارے اس دعوے کو زیادہ نمایاں اور واضح کرتا ہے۔ کہ (الاثم ما حاک فی صدرک) یعنی گناہ دل میں کھٹکا پیدا کرتا ہے۔ اطمینان کو زائل کر دیتا ہے۔ صحیح المزاج آدمی کو اس سے انکار نہیں ہوگا۔ ہاں ایسے لوگ جو فطرت صحیحہ اور نور بصیرت کو کھو چکے ہیں۔ اور جنکا وجدان (کانشنس) نقصان سے ہم آغوش ہو چکا ہے۔ تو وہ اس کلیہ سے مستثناء ہیں۔ گناہ کے استعمال سے انہیں یقیناً اسی طرح حظ اور لذت حاصل ہوتی ہے۔ جسطرح کسی فاسد المزاج درندہ کو گھاس خوری سے۔ ایسے افراد ہر ایک نوع میں کم و بیش پائے جاتے ہیں۔ مگر اعداد و شمار میں انکا لحاظ نہیں ہوتا اور نہ ہی تمام نوع کو ان پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ فانھم من الشواذ والشاذ کالمعدوم۔

اب جبکہ یہ معلوم ہو چکا کہ حضرت انسان۔ عصیان پر مجبور نہیں ہے۔ تو اس امر کا اظہار باقی ہے۔ کہ

گناہ کیا چیز ہے

یہ کیسے وجود میں آ گیا۔ گناہ۔ عربی لفظ جُناح کی بدلی ہوئی صورت ہے۔ (وھو من جنح اذا مال وسمی الاثم جناحا لمیل فاعلہ عن الاعتدال) یعنی جناح کے معنے مائل ہونے کے ہیں۔ اور گناہ کو جناح اس لئے کہتے ہیں۔ کہ اسکا مرتکب بے اعتدالی کیطرف مائل ہو جاتا ہے۔ اصطلاح کے لحاظ سے گناہ

(۱) وہ فعل ہے۔ جو تدابیر نافعہ میں برہمی پیدا کر کے انہیں تہ و بالا کر دے۔ نظام عالم کو بگاڑ دے۔

(۲) جس کی باعث روحانیت اور اخلاق حسنہ خراب ہو جائیں۔

(۳) جسکے لئے کوئی روحانی یا جسمانی سزا مقرر ہو۔ اس توضیح سے ظاہر ہے۔ کہ گناہ فی الحقیقت۔ اعتدال کو نظر انداز کر دینے کا نام ہے (اعتدال۔ عدل سے مشتق ہے جسکے معنے ہیں۔ وضع الشئی فی محلہ۔ ہر ایک چیز کو اس کی مناسب جگہ اور مخصوص مصارف میں رکھنا یا خرچ کرنا) پس ہر ایک شئے خواہ وہ از قسم اعیان ہو یا از قبیل معانی۔ اسکو اپنے مقرر موقع اور مصرف میں نہ صرف کرنا ہے گناہ کہلاتا ہے۔ اور ایسی بد استعمالی سے دنیا کے نظام میں ابتری پیدا ہوتی ہے۔ تحصیل مال کو کون برا قرار دیسکتا ہے۔ مگر جب اس کے حصول کے مقررہ حدود چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ تو اسی حصول کے طریقہ کو ہی چوری رہزنی وغیرہ برے الفاظ عربی زبان نے گناہ کے معنوں میں پیش کئے ہیں وہ سب جائز وجوہات کی بگڑی ہوئی صورتوں کے نام ہیں ظلم ہی کو لو۔ جو تمام گناہوں کی بڑی اماں ہے۔ اس میں اور عدل میں جو خیرات کی جڑ ہے۔ معنوں میں کوئی فرق نہیں۔ عربی اصول لغت کے لحاظ سے ظلم اور عدل کے معنوں میں اتفاق ہے۔ عدل کو بے موقع استعمال کرنیکا نام ہی ظلم ہے۔ فعل جماع کا بیجا استعمال زنا کہلاتا ہے۔ مال و دولت کا زائد از ضرورت یا بیضرورت خرچ کرنا۔ اسراف اور تبذیر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ شجاعت میں بے اعتدالی غضب کہلاتی ہے۔ وعلیٰ ھذا القیاس۔

غرض دنیا میں ایسی کوئی چیز نہ پاؤ گے جو فی نفسہ بری ہو۔ یا جسکو ہم حقیقتہً برا کہہ سکیں۔ اصل اور حقیقت نیکی ہے۔ گناہ محض ایک عارضہ ہے۔ جو اسکو بعد میں آکر لاحق ہو جاتا ہے۔

پس نیکی کے بیجا استعمال کا نام ہی گناہ ہے۔ اور اس مفہوم کے ادا کرنے کے لئے ہر اہل ملت و مذہب نے اپنی اپنی اصطلاح کے مطابق الفاظ مقرر کر رکھے ہیں۔

محمد العلومی البہروی مولوی فاضل
از ٹریننگ کالج لاہور

اسلام اور قرآن مجید خصوصیت سے متکفل ہیں کہ اشاعت اسلام اور تبلیغ اسلام اور دعوت حضرت خیر الانام کے متعلق مسلمانوں کو ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ اور اس ضمن میں مسلمانوں کو خیر الامۃ

نے تم ست تعبیر کیا گیا ہے۔ اگر ہم اسلامی مشاہیر کی زندگیوں کا وسعت نظر سے مطالعہ کریں تو کہنا پڑے گا۔ کہ اس تحریک کی وجہ سے اسلام کی اشاعت خصوصیت سے ہوتی رہی ہے اغیار میں سے بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ اسلام کی اشاعت اور ترقی بزور شمشیر لشکر کشی کے طریق سے ہوتی ہے۔ اگر ہم ذرا وسعت نظر سے اس اعتراض پر غور کریں گے تو ہمیں پتہ لگ جائے گا۔ کہ یہ الزام ایک بڑی حد تک محض تعصب اور جلد بازی کا نتیجہ ہے مسلمانوں کی صدہا نسلیں بزرگان اسلام کے مواعظ اور تبلیغ سے داخل ہوئی ہیں۔ اقوام کے شجرہ نسب کے ملاحظہ سے ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ ہر نسل کے مورث اعلےٰ نے کیونکر مذہب اسلام قبول کیا ہے۔ فیصدی ۹۸ شجرہ انساب ہند و لبت میں یہ کیفیت درج ہے۔ کہ فلاں بزرگ اسلام کی تبلیغ اور ہدایت سے فلاں نسل مشرف باسلام ہوئی ہے۔

اسی وقت دیکھ لو کہ باوجود اس پست حالی اور فرقہ بندیوں کے اختلافات اور کاوش کے بھی کوئی سال ایک یا کوئی نہ کوئی تعداد اغیار سے مسلمان ہو ہی جاتی ہے۔ نہ کوئی خاص مشن ہے۔ اور نہ کوئی خاص انتظام۔ اس سے ناظرین قیاس کر سکتے ہیں۔ کہ ہر زمانے میں مشرف بالاسلام ہونے والے محض تبلیغ اور فطری تحریک سے ہی مسلمان ہوتے رہے ہیں۔

(ایک جدید مشکل)

اگر ایک طرف یہ مشکل ہے کہ تبلیغ اور اشاعت اسلام کیواسطے دنیا میں بہ حیثیت مجموعی کوئی نظم و نسق نہیں ہے۔ تو دوسری طرف یہ جدید مشکل سد اشاعت اور مانع حسن تبلیغ ہو رہی ہے۔ کہ بعض وقت فرقہ بندیوں کے تحت یہ سوال بھی اٹھایا جاتا ہے۔ کہ چونکہ بعض لوگ یا کوئی شخص فلاں فرقہ کے بزرگ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے۔ اسواسطے اس کے شرف اسلام میں شبہ یا عذر اور اعتراض ہو سکتا ہے۔ یہ ایک ایسی مشکل رفتہ رفتہ اشاعتی مراحل میں عاید ہو رہی ہے۔ کہ جس کی وجہ سے بعض نومرید کبھی کبھی ایک مشکل میں پڑ جاتے ہیں۔ اور اشاعتی رنگ پھیکا پڑ کر حسن تبلیغ پر گونہ حرف آتا ہے۔ گو ابھی تک یہ مشکل عام نہیں ہے۔ مگر موجودہ فرقہ بندیوں کی مشکلات اور توتو میں میں اندیشہ دلا رہی ہے کہ شاید کسی وقت بدقسمتی سے اس میں اور بھی ترقی ہوتی جائے۔

بعض مسلم یا نومریدوں کو ان مشکلات سے گزرنا پڑا ہے۔ اور ان کے واسطے یہ نکتہ چینی اور خدشہ بہت کچھ تذبذب کا موجب ہوا ہے۔ اس میں کچھ بھی شبہ نہیں کہ فرقہ بندیاں واقعی ہیں۔ اور ان کے فروعی یا اجتہادی مسائل اور عقاید میں گونہ تنافر اور اختلاف بھی ہے۔ لیکن یہ اطمینان اور شکر کی بات ہے۔ کہ ابتک اصولی مسائل اور عقائد میں ایسا اختلاف رونما نہیں ہوا ہے۔ سب فرقوں کا قرآن۔ حضرت صلعم توحید اور دیگر اصولی اور مشترکہ مسائل پر اتفاق ہے۔ اس صورت میں کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ کیوں مسلمان حتی الامکان اس خدشہ میں پڑ کر نومریدوں اور نو مسلموں کی گھبراہٹ کا موجب بنیں۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے۔ کہ ہم لوگ شکار کرنے سے پہلے ہی مریدوں کو خدشہ اور تذبذب میں ڈال دیں؟

جو لوگ نومرید ہوتے ہیں۔ وہ کسی نہ کسی تحریک کے شکار ہوتے ہیں اور کوئی نہ کوئی ان کا رہبر ہوتا ہے۔ کبھی تو کوئی شخصیت ان کی محرک ہوتی ہے۔ اور کبھی کسی شخصیت کے ملفوظات اور کبھی خود ان کی ضمیر ہی محرک ہو جاتی ہے۔ ان تمام مراحل میں گویا ان کا شروع ہوتا ہے۔ چند وقفوں کے بعد انہیں فرقہ بندیوں کے تحرکات سے آشنا ہونا پڑتا ہے۔ اس صورت میں فرقہ پرستوں کا ایسے لوگوں یا ایسے نومریدوں کے واسطے بہ لطائف الحیل روک اور مزاحم ہونا اشاعتی کام کو دوسرے الفاظ میں روکنا ہے جسطرح ہمارے مسلمانوں کو مختلف فرقے اپنے اپنے رنگ میں دعوت شرکت دیا کرتے ہیں۔ اسی طرح ان نومریدوں کو بھی دے سکتے ہیں۔ ہماری رائے میں محض فرقہ بندیوں کے خیال سے آنے والے اغیار کو روکنا اور چشم نفرت سے دیکھنا ایک نقصان رساں پہلو ہے۔

اگر ایک شخص کسی شیعہ بزرگ کے ہاتھ پر اسلام لایا ہے۔ یا کسی سُنی سے مشرف باسلام ہوا ہے۔ تو ہونے دو۔ اس پر کوئی نکتہ چینی نہ کیجائے۔ جسطرح اور مسلمانوں کے ساتھ باوجود فرقہ بندیوں کے سلوک رہتا ہے۔ وہی طریق یہاں بھی رہے۔

ممکن ہے کہ وہ کسی وقت کسی خاص فرقہ میں آجائے ابتدائی حالات میں تو یہی دیکھنا غنیمت ہے۔ کہ وہ خوش قسمتی سے کلمہ گویوں میں شامل ہوا ہے۔ اور کلمہ گو ہے۔ اور مسلمانوں یا مومنوں کی برادری میں داخل ہوا ہے۔

مسلمانوں میں اس قسم کے خدشات کا پیدا ہونا بجائے خود ...... تبلیغ میں روک ڈالنا ہے اگر ایک شیعہ بزرگ اس فرض کو اپنی ہمت سے پورا کرتے ہیں۔ تو چشم ماشاد و دل ماخوش شیعہ بھی کلمہ ہی پڑھائیں گے۔ اور ان کی دعوت میں بھی حضرت صلعم ہی رکن اعلےٰ ہونگے۔ اور اگر کوئی سنی یہ فرض ادا کر رہا ہے۔ تو وہ بھی حضرت صلعم ہی کو پیش کر رہا ہے۔

فرقے کیا ہیں شجر ملت کی مختلف شاخیں اور فرعیں کوئی شاخ کسی طرف جاتی ہے۔ اور کوئی کسی طرف کوئی جنوب کوئی شمال کوئی غرب اور کوئی شرق کو۔ شجر مذہب کی شاخیں یا فرقہ بندیاں عموماً اجتہادی رنگ رکھتی ہیں۔ اجتہادی پہلو اصولی اور مشترکہ امور سے الگ نہیں ہوتا۔

جو غیر مسلمان ہے۔ اور اسلام کو لبیک کہتا ہے۔ وہ گویا سب فرقوں اور سب مسلمانوں کا مہمان ہوتا ہے۔ مہمان کی ہر رنگ میں آؤ بھگت عزت و احترام لازمی ہے۔ خواہ وہ کسی طرف سے آیا ہو۔ اور اسے کوئی لایا ہو۔ اگر زید لایا ہے۔ تو اس صورت میں بھی اس کا احترام لازم ہے۔ اور اگر بکر لایا ہے۔ تو پھر بھی شیعہ کا مہمان سنیوں کا مہمان ہے۔ اور سنیوں کا مہمان اہل شیعہ کا۔

اگر تبلیغ شیعہ کے ہاتھ میں ہے۔ اور ایک بزرگ شیعہ اس کے مدبر اور منتظم ہیں۔ تو سنیوں اور دیگر فرق اسلام کا فرض اولین ہے۔ کہ اس کا احترام کریں۔ اور اسے امداد دیں۔ کیونکہ وہ نیک نیتی سے مشترکہ فرائض اشاعت کی دعوت عمل دے رہے ہیں۔

جس محترم علامہ کے ہاتھ میں تبلیغ ہے۔ اور جن بزرگ کی یاد میں وہ اشاعت پذیر ہو رہا ہے۔ اس کے علم و فضل اور تبحر سے کون ناواقف ہے۔ اس کے علمی اور فلسفیانہ معلومات ان کا تبحر اور ان کی غیرت اور اسلامی ہندوستان کیا عراق عرب تک شہرت پذیر ہے۔ ان کی مختلف تصنیفات دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ ان کے دل میں خدا نے حمایت اسلام کا جوش ودیعت کر رکھا ہے۔ ان کے خیرات تبلیغ شیریں اور خوشتر آئینہ ہیں۔ ہر اسلامی منڈی میں ان کی قدردانی ہونی لازمی ہے تبلیغ کی کوششیں گویا مشترکہ پہلو رکھتی ہیں۔ جو ہر مسلمان کے واسطے ایک دعوت عمل اور دعوت شرکت ہے تبلیغ کے ثمرات سب مسلمانوں کے واسطے خوش گوار ہو سکتے ہیں۔ اور خوش گوار ہیں۔ خدا کرے تبلیغ کی اشاعت میں ترقی ہو۔ اور تبلیغی ثمرات کی حلاوت اور غذائیت سے ہر مسلمان خوش وقت اور فرحت اندوز ہو۔

(از خان بہادر مرزا سلطان احمد)

(از التبلیغ)

تازہ خبریں

لوسین کانفرنس
غازی عصمت پاشا کا رویہ

لاسین۔ یکم دسمبر۔ کانفرنس نے فرانسیسی برطانی یونانی اور اطالی نمائندوں کو اختیار دیدیا ہے کہ وہ ایک معاہدہ مرتب کریں۔ جس کے مطابق یونانی اور ترکی قیدیوں کا تبادلہ ہو سکے۔ لارڈ کرزن نے امید ظاہر کی کہ نظر بند شہری بھی میں شامل کئے جائیں گے۔

لندن۔ ۱۲۔ دسمبر۔ آبادیاں کے تبادلہ پر جس کے مطابق ہزار یونانی جو ترکی میں رہتے ہیں یونان کو چلے جائیں گے اور چھتیس ہزار مسلمان جو یونان میں رہتے ہیں ترکی کو واپس آجائینگے۔ لاسین کی پہلی کمیشن کے جلسے میں غور کیا گیا۔ اور طویل بحث مباحثہ کے بعد فیصلہ ہوا کہ ایک ماتحت کمیشن قائم کی جائے جس میں ترک اور یونانی شامل ہوں جو جتنی جلد ممکن ہو سکے۔ اسیران جنگ کے تبادلہ کا انتظام کرے۔

لارڈ کرزن نے امید ظاہر کی کہ تبادلہ بر تساو ر عمل درآمد ہوئے گا۔ اگرچہ بعض صورتوں میں جبر کی ضرورت بھی ہوگی لارڈ موصوف نے اس بات پر زور دیا کہ اگر چار لاکھ یونانیوں کو قسطنطنیہ سے بجبر نکالا گیا تو اس سے اقتصادی طور پر سخت نقصان ہوگا۔ اور امید ظاہر کی کہ ماتحت کمیشن ترکوں کو اس پر آمادہ کریگی کہ وہ یونانیوں کو وہیں رہنے دیں۔

لارڈ موصوف نے کہا کہ ۱۹۱۲ء سے لیکر دس لاکھ اور گیارہ لاکھ کے درمیان عثمانی علاقہ میں رہنے والے یونانی یا تو مار دیئے گئے۔ یا جلاوطن کئے گئے یا بھاگ گئے اور یا مر گئے۔ اور باقی چھ لاکھ ایشیائے کوچک میں رہ گئے۔ اس نے کہا کہ ترکوں نے حکم دیا تھا کہ وہ تمام یونانی جو ایشیائے کوچک میں سوائے ان مردوں کے جو وہاں مزدوری کرتے ہیں ۳۰ نومبر تک یا بڑی مدت ۱۰ دسمبر تک نکل جائیں اور اپنی جائیدادیں مسلمانوں کے ہاتھ بیچ دیں۔

غازی عصمت پاشا بحث کے شروع میں قسطنطنیہ سے یونانیوں کی جلاوطنی پر اڑے رہے۔

ایم وینزیلوس نے کہا کہ یونان کے پاس ان کے لئے اتنی جگہ نہیں رہی۔ اور اسے مجبوراً امریکہ سے درخواست کرنی پڑیگی کہ اگر وہ نکالے جائیں تو وہ انہیں لے لے۔

ایتھنز۔ ۱۳ دسمبر۔ دس یونانی محافظ جہازات پیریوس سے روانہ ہوئے ہیں تاکہ سمرنا اور بحیرہ اسود کے ساحل سے پناہ گزین لیجائیں۔ ترکوں نے کشتیوں کے پکڑنے کے خلاف ایک

ہندوستان

۸۔ دسمبر بطور یوم دعا
طیارہ فنڈ کے لئے اپیل
مرکزی مجلس خلافت کا اعلان

بمبئی ۱۲ دسمبر۔ مرکزی مجلس خلافت کے اجلاس منعقدہ ۸۔ اکتوبر دہلی میں فیصلہ کیا گیا تھا۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو ایک تلوار اور ترکی قوم کو ایک ہوائی جہاز ان کی ان گرانبہا خدمات کے صلہ میں بطور تحائف پیش کئے جائیں اور ان کے لئے اپیل کی جائے۔ توقع ہے کہ عنقریب ہی ایک وفد اس لئے انگورہ اور قسطنطنیہ کو روانہ ہوگا کہ ترکان کو باشندگان ہند کی طرف سے مبارکباد دے۔ اور ہر دو تحائف ان کی خدمت میں پیش کرے۔ موجودہ اطلاعات کے مطابق ایک ہوائی جہاز کی قیمت کا اندازہ تین لاکھ روپیہ لگایا گیا ہے۔ صوبجات متحدہ کی مجلس خلافت نے ایک ہوائی جہاز پیش کرنے کا وعدہ کیا ہے اور امید کی جاتی ہے کہ بنگال بھی کسی صورت میں اس صوبہ سے پیچھے نہ رہیگا۔ بمبئی اور پنجاب سے بھی ایک ایک ہوائی جہاز پیش کرنیکی توقع ہے۔ اور دیگر تمام مجالس خلافت سے استدعا ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو روپیہ جمع کریں۔ صوبہ جات متحدہ اور بمبئی میں چندہ جمع کیا جانا شروع ہو چکا ہے۔ اور یقین ہے کہ مجلس خلافت کی مجلس عاملہ کے فیصلہ کے مطابق ماہ فروری کے اختتام تک یہ کام ختم ہو جائے گا۔ تمام مجالس صوبہ جات کی توجہ اسطرف دلائی جاتی ہے کہ فوراً سے بیشتر چندہ جمع کرنا شروع کریں۔

مرکزی مجلس خلافت کی ایک اور قرارداد کے مطابق اعلان کیا جاتا ہے کہ خلیفۃ المسلمین سلطان عبدالمجید خان معظم کے انتخاب پر ۸ دسمبر یوم دعا و مسرت منایا جائے۔ اور نماز جمعہ کے بعد مساجد میں یا ان جلسوں میں جو خاص اس مطلب کے لئے مدعو کئے گئے ہوں اس مطلب کے رزولیوشن پاس کئے جائیں اور خلیفہ موصوف کی ذات اور ان کے تخت اور ان کی عمر درازی اور لوسین میں ترکی قوم کی کامیابی کے لئے دعا کی جائے۔ اور اس قسم کی قراردادوں کی نقول مرکزی مجلس خلافت کو بھیجدی جائیں۔ اس موقعہ پر انگورہ طیارہ فنڈ کے لئے روپیہ جمع کیا جائے۔

قوم پرست اخبارات سے استدعا کی جاتی ہے کہ ہر روز

اپنے کالموں میں مذکورہ طیارہ فنڈ کی جانب عوام کی توجہ مبذول کرائے۔ کہ علاوہ اس بات پر زور دیں کہ نئے خلیفہ کو تسلیم کرنے کے لئے ۸ دسمبر جمعہ بطور یوم دعا منایا جائے۔

مسٹر ایم اے مجید شر کا انکار

مدراس پراونشل خلافت کمیٹی ایک مردہ جسم ہے

مدراس ۲۰ دسمبر۔ مسٹر ایم اے مجید شر راڈیٹر قومی رپورٹ نے اخبارات میں ایک اطلاع شائع کی ہے کہ میں مدراس پراونشل خلافت کمیٹی کے عہدہ سکرٹری پر مقرر ہونا نہیں چاہتا۔ کیونکہ آل انڈیا خلافت کمیشن نے کمیٹی مذکورہ کو ایک مردہ جسم سے تعبیر کیا ہے اور میرے لئے یہ ناممکن امر ہے کہ میں انتظامیہ کمیٹی کے عہدہ داروں اور ممبروں سے ملکر کام کر سکوں۔

سر محمد شفیع انتظامیہ کونسل میں صدر ہو گئے

دہلی ۲۰ دسمبر۔ سر ولیم ونسنٹ انگلستان روانہ ہو گئے۔ ان کی روانگی پر گورنر جنرل بہادر نے سر محمد شفیع کو اپنی انتظامیہ کونسل کا نائب صدر مقرر کیا۔ سر محمد شفیع کونسل آف سٹیٹ میں بطور رہنما کام کریں گے۔ اور سر ملکم ہیلی سر ولیم ونسنٹ کے جانشین مقرر ہوں گے۔ اور مجلس آئین میں رہنمائی کریں گے۔

خلافت کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کی صدارت

مسٹر دیپ نارائن سنگھ کا انتخاب

گیا ۲۔ دسمبر۔ مسٹر دیپ نارائن سنگھ بھاگلپور نے آل انڈیا خلافت کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کی صدارت منظور کر لی جس کے لئے باتفاق رائے انہیں منتخب کیا گیا تھا۔

خلافت کانفرنس کی صدارت کا تنازعہ

مولوی غدبر گل کے فریق کا مطالبہ

دیوبند ۲۔ دسمبر۔ خلافت کانفرنس کی صدارت کا تنازعہ بند نہیں ہوا۔ مولوی غدبر گل صاحب کے فریق تازہ انتخابات کے منعقد کرنے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ صلح کی کوششیں ناکام ثابت ہو رہی ہیں۔

ٹرونڈرم میں تباہ کن سیلاب

درخت اکھڑ گئے۔ مکان گر گئے

ٹرونڈرم ۲۔ دسمبر۔ بارش بکثرت ہونیکی وجہ سے گذشتہ دو دنوں میں کئی مکانات۔ پکے خانے۔ سڑکیں۔ دیواریں اور پبلک انسٹی ٹیوشن تباہ ہو گئے ہیں۔ کئی درخت جڑوں سے اکھڑ گئے۔ کئی جانیں تلف ہو گئی ہیں۔ ٹیلیگراف لائن میں خرابی پیدا ہو گئی ہے اور پیغام رسانی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ شہر ایک یاس انگیز اور تباہ کن منظر پیش کرتا ہے دریاؤں میں سیلاب آگیا ہے۔

موسمی رپورٹ کے متعلق ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ ٹرونڈرم اندنوں ایک طوفان باد کا مرکز ہے۔ اور جب یہ طوفان تھا۔ اسی وقت ہوا کی حالت بدتر ہو گئی۔ کل حرارت کا درجہ بہت کم تھا۔ اور طوفان کو مدنظر رکھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ ایسا سخت اور تباہ کن حادثہ کبھی پیش نہیں آیا۔

ریل گاڑی کی پٹریاں بہہ گئیں

مدراس ۲۰ دسمبر۔ مدورا قصبہ کا تمام شمالی اور مغربی حصہ ابھی تک زیر سیلاب ہے لیکن بعض علاقہ جات میں بتدریج پانی اتر رہا ہے۔ عام افواہ ہے کہ چند تالاب جو مذکورہ بالا قصبہ کے گردا گرد واقع تھے شکستہ ہو گئے ہیں لوگ ہزاروں کی تعداد میں بے خانماں ہو گئے ہیں اور بیشمار بوجہ فاقہ کشی ہلاکت کے قریب ہیں۔ ضلع کے سرکاری حکام پولیس کے ہمراہ ان غریب اور بیچاروں کی امداد کر رہے اور انہیں تباہی سے بچانے میں کوشاں ہیں۔ تین مزید دنوں کے لئے مدورا سے کوئی ریل گاڑی کسی طرف نہ جا سکے گی کیونکہ سیلاب ریل کی پٹڑیوں کو اکھیڑ کر بہا لے گیا ہے۔ اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ ستاڑ ہورا اور رایک اور قصبہ پر پانی کی طغیانی ہے۔

ایڈیٹر دھم کیتو پر بغاوت کا مقدمہ

پرنٹر نے معافی مانگ لی

کلکتہ ۲۰ دسمبر۔ آج ایڈیٹر دھم کیتو اخبار کا مقدمہ علاقہ چیف پریزیڈنسی مجسٹریٹ پیش ہوا۔ ان پر بغاوت کا الزام لگایا گیا تھا۔ اس اخبار کے پرنٹر مسٹر افضل الحق نے بیان کیا کہ میں نے گورنمنٹ سے معافی مانگ لی ہے پبلک پراسیکیوٹر نے بیان کیا کہ پرنٹر پر بغاوت کا ایک مقدمہ چلایا گیا تھا۔ اور ضروری نہیں ہے کہ مقدمہ اس کے خلاف چلایا جائے۔ جناب اڈیٹر صاحب کے خلاف مقدمہ کی کارروائی ہوتی رہی۔ اور چند شہادتیں لینے کے بعد مقدمہ کی سماعت ملتوی کر دی گئی۔

گیا کانفرنس کی تیاریاں

گیا ۲۔ دسمبر۔ کانفرنس کے لئے تیاریاں ہو رہی ہیں امید کی جاتی ہے کہ ہندوستان کے ہر حصہ سے کثیر التعداد اصحاب کانفرنس میں شریک ہونیکے لئے تشریف لائیں گے اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کانفرنس اپنی نوعیت میں نہایت کامیاب اور اہم ثابت ہو گی۔ چونکہ کونسلوں کے مسئلہ پر بحث و تمحیص کی جائیگی اسواسطے دونوں جماعتیں خواہ وہ کونسلوں کے حق میں ہیں خواہ خلاف ہیں اپنے نمائندوں کو زبردست تعداد میں کانفرنس میں حصہ لینے کے لئے بھیجینگی۔

ایک دوستانہ انتظام کیا گیا ہے۔ نیر ایسٹ ریلیف کمیٹی کا امریکن نمائندہ جہاز کا کمانڈر ہوگا۔ جبکہ وہ ترکی سمندروں میں ہوں گے یہ تمام انتظام بے قاعدہ ہے۔ اس سے وہ سد راہ دور ہو جائیگی جو اتحادیوں کو کمالیوں کی عیسائی آبادی کو نکالنے کی تجویز کو منظور اور تسلیم کرنیکے متعلق محسوس ہو رہی تھی۔

بلغاریہ کا مطالبہ

دو لاکھ پناہ گزین واپس چلے جائیں

صوفیا ۲۔ دسمبر۔ بلغاریہ کے وفد متعینہ لاسین کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اس بات کا مطالبہ کرے کہ دو لاکھ پناہ گزین جو تھریس سے آئے ہیں۔ اور اس وقت بلغاریہ میں واپس چلے جائیں۔

کانفرنس ملتوی کر دی جائے

مسودہ معاہدہ اور عصمت پاشا

لندن۔ یکم دسمبر۔ رائٹر کے نامہ نگار کانفرنس کو یہ اطلاع دینے کی ہدایت کی گئی ہے کہ کانفرنس کے حلقوں میں اس بات کو بخوبی سمجھا جا رہا ہے کہ فریقین کی سرگرم کوششوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تیل کمپنی کے حصوں کے متعلق افواہیں اڑائی جا رہی ہیں اور ان کا منشا یہ ہے کہ عوام کو یہ بتلائیں کہ کانفرنس کوئی کام نہیں کر رہی ہے۔ تیل کے متعلق بحث و تمحیص نہیں ہوئی اور نہ تیل کے نمائندے لوسین میں یا اس کے نزدیک موجود ہیں۔ کئی حلقوں میں تجویز پیش کی جا رہی ہے کہ کانفرنس کی باقی کارروائی کو ملتوی کر دیا جائے تاکہ عصمت پاشا ذاتی طور پر حکومت سے ملکر مجوزہ معاہدہ کے مسودہ پر غور کر سکیں۔

لوسین ۲۰ دسمبر۔ موسیو چچرین بھی وارد ہو گئے ہیں۔

اسلامی خبریں

دنیائے اسلام کی عظیم الشان کانفرنس

قسطنطنیہ ۲۹ نومبر۔ ٹائمس کا نامہ نگار قسطنطنیہ سے اطلاع دیتا ہے کہ انگورہ نے یہ سمجھا کہ مذہبی معاملات کے متعلق اس کا جو طرز عمل ہے اس سے وہ تمام اسلامی دنیا کو مطلع کر دے۔ انگورہ کی ایک خبر کے مطابق مذہبی معاملات کا کمیشن انتظام کر رہا ہے کہ ایک عظیم الشان اسلامی کانفرنس انگورہ میں منعقد کی جائے جو عموماً تمام مذہبی معاملات پر غور کرے اور خصوصیت کے ساتھ ان ذرائع آمدنی پر غور کرکے جو مذہبی اصول کے مطابق وصول کئے جاتے ہیں یہ موضوع نہایت اہم ہے۔ اور انگورا کی حکومت سے یہ خواہش ہے کہ مالی حالت کو درست کرنے کے لئے ایسے قوانین بنائے جائیں جن سے مذہبی اصول کے مطابق عشر و زکوٰۃ آمدنی وسعت پائے۔ کیونکہ ملک میں بیشمار جائدادیں ہیں۔ اس خبر میں یہ بھی ہے کہ ہندوستان مصر و افغانستان کے خاص خاص اشخاص کو دعوت بھی دی گئی ہے۔

خلافت اور سلطنت کی علیحدگی کی تحریک

محکمہ معاملات مذہبی کی سخت مخالفت

لندن۔ یکم دسمبر۔ مزید واقفیت کی روشنی میں معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ مجلس عالیہ ملیہ انگورہ نے جو قرارداد منظور کی تھی۔ اور جس نے سلطان کو دنیاوی اختیارات سے محروم کیا تھا وہ مجلس عالیہ کی ایسی کارروائیوں کا نتیجہ ہے جو نہایت مشکوک تھیں۔

یہ قرارداد ڈاکٹر رضا نور کی پیش کردہ تحریک کی جس پر ۷۹ مندوبین نے دستخط کئے تھے ترمیم پر مبنی تھی۔ بلکہ دراصل یہ تحریک محکمہ معاملات مذہبی کے سپرد کی گئی۔ دو گھنٹے کی غور و خوض کے بعد اس محکمہ نے ایک رپورٹ پیش کی جو سیاسی اور مذہبی دونوں اسباب کے لحاظ سے قطعاً ناپسندیدہ تھی۔ اس میں بتایا گیا تھا کہ خلیفہ کو اسکی فوج سے محروم کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ اور اس طرح ہم لازمی طور پر مسلمانان ہند کی جن کا اب تک یہ عقیدہ رہا ہے کہ برطانیہ نے خلیفہ کو اختیارات سے محروم کر دیا ہے۔ ہمدردی سے محروم ہو جائیں گے۔

اس اثنا میں کئی مواقع پر اس تحریک کے لئے رائے لی گئی۔ لیکن اسکی وجہ سے سخت مخالفت پیدا ہوئی اور ہمیشہ "کورم" نہ ہونے کی وجہ سے غیر مستحکم ہی رہا۔ اس تحریک کے ۶۰ انڈیپنڈنٹ نمائندگان نے جنہوں نے خلافت اور سلطنت کی علیحدگی کی مخالفت کا عہد کر لیا تھا۔ اور ۵۴ یونینسٹ لوگوں کے ایک گروہ نے جنہوں نے مرکزی یونینسٹ پارٹی قسطنطنیہ سے ہدایت کی تھی۔ خصوصیت کے ساتھ مخالفت کی۔ اس طرح ہر طریق سے غازی مصطفے کمال پاشا کی حمایت کے لئے اس تحریک کی موافقت میں کثرت رائے حاصل کرنا غیر ممکن ہوا۔ بہرکیف محکمہ معاملات مذہبی کی ناموافق رپورٹ کے باوجود رضا نور کی تحریک مجلس کے روبرو پیش کی گئی۔ اور ہاتھ اٹھا کر ووٹ دینے کو کہا گیا۔ اس وقت ایک شور مچا ہوا تھا۔ اور یہ قرارداد بغیر کسی مزید رسم کے اتفاق رائے کے ساتھ منظور شدہ قرار دی گئی۔

اس قرارداد کے منظور ہونے کے بعد عبد اللہ بے افسر محکمہ معاملات مذہبی احتجاج کے طور پر مستعفی ہو گئے۔

ناظرین

کی خدمت بابرکت میں پیشتر ازیں بارہا مؤدبانہ التماس کی جا چکی ہے کہ خط و کتابت کرتے وقت حیث نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں مگر پھر بھی دفتر میں بطور سابق ہی خطوط وصول ہو رہے ہیں۔ بعض اصحاب ڈاک خانہ کا نمبر (۸۴۸) تحریر فرما دیتے ہیں آئندہ احتیاط رکھیں (مینیجر)

دار الکتب الاسلامیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کی چند مشہور کتابیں

بیان القرآن یعنی اردو تفسیر و ترجمۃ القرآن

از تصانیف حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور

اس بےنظیر تفسیر کی چند ایک خصوصیات ہیں جس سے دوسری تفاسیر سے تمیز کر لی ہیں جسے ذیل ہیں:-

(۱) قرآن کریم کے ایک مقام کو دوسرے مقامات سے حل کیا گیا ہے۔ (۲) قرآن کریم کی تفسیر کرنے میں احادیث صحیحہ کو دوسری تمام باتوں پر مقدم کیا گیا ہے۔ اور اس غرض کیلئے امام بخاری کی کتاب التفسیر، تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر کو سامنے رکھا گیا ہے (۳) لغات قرآنی کی پوری تشریح کی گئی ہے جس کے لئے مفردات امام راغب، تاج العروس، لسان العرب سے مدد لی گئی ہے (۴) قرآن کریم کی ترتیب اور نظم کو خاص طور پر واضح کیا گیا ہے۔ اول آیات کا باہمی ربط۔ دوم رکوعوں کا باہمی تعلق سوم سورتوں کا ایک دوسری سے تعلق واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ (۵) ہر ایک سورۃ کے شروع میں اسکے تمام رکوعوں کا خلاصہ دیدیا گیا ہے۔ اور سورتوں کے نام میں جو حکمت ہے اسے ظاہر کیا گیا ہے۔ (۶) قرآن کریم کا ترجمہ لفظی مگر بامحاورہ کیا گیا ہے۔ اور ترجمہ کو الفاظ کی حدود سے نہیں نکلنے دیا۔ اور اپنی طرف سے الفاظ بڑھانے کے اصول کو قریباً بکلی ترک کیا گیا ہے (۷) قرآن کریم کی لغات کے حل اور مطالب کی تشریح میں متقدمین کی آراء کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ بلکہ ضرورت زمانہ کے مطابق متقدمین کی آراء کو ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور کتب کا حوالہ بھی دیا گیا ہے (۸) اس تفسیر کی اصل غرض یہ ہے کہ لوگوں میں قرآن کریم کا شوق پیدا ہو۔ جو حضرات زبان اردو لکھ پڑھ سکیں وہ اس تفسیر کی مدد سے خود قرآن شریف کا درس دے سکیں اسلئے ہر ایک بات نہایت عام فہم عبارت میں واضح کیگئی ہے (۹) ہر ایک جلد کے شروع میں تفسیر کے مضامین کی مکمل فہرست دیگئی ہے (۱۰) ان تمام باتوں کیساتھ کتاب کی ظاہری خوبی کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ ہر ایک صفحہ کے شروع میں قرآن کریم نہایت اعلیٰ درجہ کا خوشخط بین السطور ترجمہ نیچے تفسیر۔ کاغذ نہایت اعلیٰ قسم کا۔ جلد نہایت خوبصورت اور مضبوط پشت پر سنہری حروف میں کتاب کا نام اور جلد کا نمبر وسط میں سنہری طغریٰ (۱۱) تمام تفسیر تین جلدوں میں شائع ہوگی ہر ایک جلد کی ضخامت ۲۲×۲۹/۸ کے سائز کے صفحات کے قریب ہے۔ پہلی جلد شائع ہو چکی ہے۔ دوسری انشاءاللہ دسمبر میں نکل جائیگی اور تیسری غالباً اپریل ۱۹۲۳ء میں پہلی جلد کی قیمت نقد روپے للعہ محصولڈاک خرچ وی پی علیحدہ عہ جو صاحب مستقل خریدار بننا چاہیں انکے نام دفتر میں رجسٹر کر لئے جاتے ہیں اور جوں جوں تفسیر شائع ہو وی پی بھیجدی جاتی ہے۔

ترجمۃ القرآن انگریزی طبع ثانی

حضرت مولانا موصوف کی مشہور تالیف مطبوعہ لندن۔ لکھائی چھپائی کاغذ نہایت عمدہ۔ انگلستان اور ہندوستان کے مشہور اہل قلم نے اسکے متعلق عمدہ آراء کا اظہار کیا ہے۔ اس دفعہ یہ تین قسم کے کاغذ پر چھاپا گیا ہے۔

قسم اول:- انڈیا پیپر نہایت خوبصورت لچکدار مراکو چمڑے کی جلد۔ قیمت ۲۵ روپے

قسم دوم:- انڈیا پیپر اعلیٰ قسم چمڑے کی خوبصورت لچکدار جلد۔ قیمت ۲۰ روپے

قسم سوم:- عمدہ ولایتی کپڑے کی موٹی و مضبوط جلد ولایتی کاغذ۔ قیمت ۱۵ روپے

خرچ ڈاک و پیکنگ جو اسکے علاوہ ہے

از تصنیفات حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ مسیح موعود و مجدد صدی چہاردہم

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول

یہ کتاب براہین احمدیہ ہر چہار حصص پر مشتمل ہے جسمیں قرآن کریم اور آنحضرت کی حقانیت براہین نیرہ اور دلائل قاطعہ کیساتھ ثابت کیگئی ہے اور ساتھ ساتھ ہی تمام مذاہب کے اوہام باطلہ کا ازالہ کیا گیا ہے۔ اور یہ ایک ایسی بےنظیر تصنیف ہے کہ جسکی عظمت کا دشمنوں تک کو اقرار کرنا پڑا۔ اور جس نے ایسے وقت میں جبکہ اسلام پر تمام اطراف سے حملے ہو رہے تھے وہ کام کیا کہ جس سے مخالفین کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور اسلام کا خوبصورت چہرہ آفتاب کی طرح چمکنے لگا۔ کتاب کے ساتھ دس ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار بھی دیا گیا تھا کہ جو صاحب اسکا جواب لکھے یا اسکے دلائل کو توڑے اسے دیا جائیگا جس کا اب تک کسی سے جواب نہیں ہو سکا۔ اسلام کا درد رکھنے والوں کے لئے اس کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ قیمت کاغذ ولایتی عمدہ مجلد دو روپیہ آٹھ آنہ مجلد تین روپیہ آٹھ آنہ دیسی کاغذ معمولی مجلد ایک روپیہ چودہ آنہ (عہ/ ۱) مجلد دو روپیہ آٹھ آنہ (عہ/ ۲)

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد دوم

یہ مجموعہ تین کتب سرمہ چشم آریہ شحنہ حق ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب پر مشتمل ہے پہلی دو کتابوں میں آریہ مذہب کی حقیقت کا انکشاف کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ان اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے جو ان لوگوں کی طرف سے اسلام پر کئے گئے ہیں عام واقفیت پیدا کرنے کے لئے اور ہندو قوم سے مباحثات و مناظرات کیلئے ان کا پاس رکھنا نہایت ضروری ہے قیمت کاغذ عمدہ سفید خوشخط دو روپیہ۔ علیحدہ علیحدہ بھی دستیاب ہو سکتی ہیں سرمہ چشم آریہ عہ شحنہ حق عہ ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب ۶ر

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد سوم

اسمیں تین کتابیں فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام ہر دو حصص شامل ہیں۔ ان کتابوں میں دعویٰ مسیح موعود اور وفات مسیح ناصری کے متعلق بڑے عیٹو اور روشن دلائل دیئے ہیں جن کا جواب بالکل غیر ممکن ہے۔ اور قریباً قریباً تمام قسم کے شکوک کا ازالہ کیا گیا ہے۔ جو آپکو ماننے میں روک ہو سکتے ہیں قیمت مجلد دو روپیہ آٹھ آنہ۔ علیحدہ علیحدہ بھی دستیاب ہو سکتی ہیں ازالہ اوہام ہر دو حصص عا۲/ فتح اسلام ۵ر توضیح مرام ۵ر

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد چہارم

یہ مجموعہ الحق مباحثہ لدھیانہ، الحق مباحثہ دہلی، آسمانی فیصلہ اور نشان آسمانی چار کتابوں پر مشتمل ہے۔ اول کتاب میں وہ مباحثہ درج ہے جو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا حضرت اقدس سے ہوا۔ اور دوم میں وہ مباحثہ درج ہے جو مولوی محمد بشیر صاحب کا آپکے ساتھ ہوا۔ ان ہر دو مباحثات میں برکات معلومات کا ذخیرہ ہے آسمانی فیصلہ میں حق کے مخالفین مولویوں صوفیوں پیرزادوں فقیروں اور سجادہ نشینوں کو آسمانی فیصلہ کیطرف دعوت اور نیز ان کے گذشتہ مباحثات کی کیفیت کا احوال درج ہے۔ اور نشان آسمانی میں جس کا دوسرا نام شہادۃ الملہمین بھی ہے بعض اولیاء کرام کے الہامات وغیرہ درج ہیں جو آپکے ظہور کی نسبت ان کو ہوئے۔ نیز نعمت اللہ ولی کے وہ ابیات درج ہیں جن میں پوری پوری کیفیت تیرہویں صدی کی بیان کر کے اسکے ساتھ ہی مسیح موعود کے ظہور کا وقت بتلایا گیا ہے۔ قیمت عمدہ سفید کاغذ خوشخط۔ مجلد عا۲/ مجلد تین روپیہ چار آنہ (علیحدہ علیحدہ کتب کی قیمت یہ ہے) الحق مباحثہ لدھیانہ ۱۳/ الحق مباحثہ دہلی عہ/ آسمانی فیصلہ ۵ر نشان آسمانی ۵ر

ملفوظات احمدیہ اسمیں آپکی معرکۃ الآراء تقاریر کو سلسلہ اخبارات سے لیکر کتاب کی شکل میں شائع کیا گیا ہے ان تقاریر میں مختلف مسائل دینیہ پر بڑی عمدگی سے روشنی ڈالی گئی ہے سفید کاغذ ۵۰۰ صفحات قیمت مجلد عا۲/ مجلد ...

درثمین اسمیں آپکی جملہ اردو اور فارسی کی نظموں کو یکجا جمع کر کے شائع کیا گیا ہے۔ یہ مجموعہ ایسے قیمتی جواہر ریزوں پر مشتمل ہے کہ جن کے مطالعہ سے دل پر ایک خاص لذت و سرور پیدا ہوتا اور جذبہ اسلام کی آگ مشتعل ہوتی ہے کئی بار شائع ہوا۔ قیمت مکمل مجلد گیارہ آنہ۔ مکمل مجلد ایک روپیہ۔ صرف اردو مجلد ۸/ مجلد ۹/ فارسی مجلد ۱۰/ مجلد

الوصیت آپکی وہ وصیت جو آپنے اپنی وفات سے پیشتر حسب منشاء الٰہی اپنی جماعت کیلئے لکھکر شائع کی قیمت ۲/

تعلیم الاسلام یعنی اسلامی اصول کی فلاسفی آپ کا وہ مشہور لیکچر جو جلسہ مذاہب عالم میں پڑھا گیا جو مشہور مذاہب کے بڑے جلسہ میں پڑھ کر سنایا گیا جس مضمون کے بالا رہنے کا الہام پیشتر سے آپنے شائع کر دیا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ ملک کے بڑے بڑے اخبارات نے اسکے بالا رہنے کا اقرار کیا۔ اسمیں ان پانچ سوالوں کا حل قرآن کریم سے دلائل قاطعہ کے رنگ میں دیا گیا ہے۔ جس نے بڑے بڑے فلاسفروں تک کے قلوب کو مسخر کیا۔ یہ کتاب کئی بار شائع ہو کر ختم ہو چکی ہے۔ اب انجمن نے اسے پھر طبع کرایا ہے۔ قیمت بارہ آنے ۱۲/

ٹیچنگز آف اسلام یعنی کتاب مذکورۃ الصدر کا ترجمہ انگریزی جو سیلونت نے آپکے ارشاد پر حضرت مولانا محمد علی صاحب نے عربیہ اور دیگر انگریزی طبقہ کے لوگوں کے لئے کیا۔ انجمن نے از سر نو طبع کرایا ہے۔ قیمت مجلد عہ/ مجلد ایک روپیہ بارہ آنہ

دیگر تصانیف حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی امیر جماعت احمدیہ - لاہور

خیر البشر اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ جس کی اصل غرض آپ کے مختلف حالات پر روشنی ڈالکر بنی نوع انسان کو عموماً اور اہل اسلام کو خصوصاً ان کی روزمرہ زندگی میں فائدہ پہنچانا ہے۔ خدا کے فضل سے تیس ہزار میں سے کثیر حصہ کتاب کا بک چکا ہے۔ اور بہت تھوڑی باقی رہ گئی ہے۔ کئی ایک سکولوں میں بطور کورس کے داخل ہے۔ اور پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی نے اسے تمام مڈل اور لوئر سکولوں کی لائبریریوں کے واسطے منظور فرما کر دو صد کاپیاں خرید کی ہیں۔ قیمت مجلد دو روپے عا۲/ مجلد دو روپیہ دس آنہ عا۱۰/

جمع قرآن اسمیں قرآن کریم کی جمع و ترتیب کے متعلق تمام تاریخی واقعات کو نہایت تحقیق سے لکھا گیا ہے اور جو اعتراضات حفاظت قرآن کریم پر مخالفین کیا کرتے ہیں انکی تردید دلائل قاطعہ سے کیگئی ہے۔ قیمت ۱۲/

مقام حدیث اسمیں اہل قرآن کا مدلل اور فیصلہ کن جواب دیا گیا ہے۔ اور علاوہ ضرورت حدیث کے تاریخ حدیث اور تنقید حدیث پر مفصل بحث ہے۔ ہر ایک شخص جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اقوال کیساتھ محبت و عقیدت منظور ہے اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرے۔ اس کتاب کے شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خط کا عکس بھی دیا گیا ہے جو آپنے مقوقس شاہ مصر کو لکھا تھا

مسیح موعود اس کتاب میں سلسلہ احمدیہ کی خصوصیات پر مفصل بحث کیگئی ہے۔ اور مسیح ابن مریم کی دوبارہ آمد کی حقیقت کو قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ اور حضرت اقدس مسیح موعود کے جملہ دعاوی پر قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ غرض سلسلہ احمدیہ کے متعلق تحقیق کرنیوالوں کے لئے اس کتاب کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ قیمت مجلد عہ/

تمام درخواستیں بنام مہتمم تصنیفات دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور آنی چاہئیں

شذرات

مغربی افریقہ میں رمضان

ایک مسیحی ڈاکٹر "مسلم ورلڈ" میں مغربی افریقہ کے مسلمانوں کی اس متقیانہ اور جانگداز لیکن مسرت اندوز کیفیت پر جو رمضان کے مہینہ میں دکھائی دیتی ہے۔ تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ "پورے ایک مہینہ میں کوئی دن ایسا نہیں جاتا۔ جب فرزندان اسلام کھانے اور پینے سے اپنے آپ کو نہایت سختی کے ساتھ باز نہ رکھیں۔ اگر اتفاق سے ان میں سے کوئی کسی نہایت گرم صحرا میں ہو۔ تو بھی سورج خواہ کتنا ہی تیز اور ہوا خواہ کیسی ہی گرم ہو۔ دن کے طویل اوقات میں پانی کے ایک بھی گھونٹ سے وہ اپنے ہونٹ تر نہیں کر سکتا"

مسلمانوں کی اس صابرانہ و مجاہدانہ حالت نے کئی ایک متعصب سے متعصب عیسائیوں کو محو حیرت و استعجاب کر رکھا ہے۔ اور وہ متعجب کیوں نہ ہو۔ جب ان کے ہاں روزہ کی وہ برائے نام رسم بھی اب قریباً مفقود ہے۔ جو بعض خاص ایام میں خاص خاص اشیا سے احتراز کی صورت میں عمل آتی تھی۔ جناب مسیح نے جس روزہ کے متعلق انجیل میں ہدایات دی ہیں۔ وہ اسی قسم کا روزہ معلوم ہوتا ہے۔ جیسے مسلمانوں کے ہاں ہے۔ لیکن افسوس کہ عیسائی انہیں تقوے کی سب سے بڑی شہراہ سے ایسا منہ موڑا ہے۔ کہ اسکا ذکر بھی اب ان کے لئے موجب استعجاب ہے۔

متعلمین تبلیغ کے لئے نصاب

قاہرہ اسوقت ان امریکن مشنریوں کا صدر مقام ہے۔ جو مسلمانوں میں تبلیغ کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو وہاں اسلام کے لئے خاص طور پر تیار کیا جاتا ہے۔ ان کی مدت تعلیم تین سال ہے۔ اور اس عرصہ میں جو نصاب ان کو پڑھایا جاتا ہے وہ حسب ذیل ہے:-

سال اوّل

(۱) اسلام کی کیفیت عمومی۔ جس کے ساتھ اس کی دو خصوصیات ایمان اور دین کو خاص طور پر ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اس کے نصاب میں گیرڈنر کی سیریز آف اسلام یا زویمر کا "چیلنج آف فیتھ" داخل ہیں۔

(۲) مروجہ اسلام۔ نصاب میں "ایسپکٹس آف اسلام" مصنفہ میکڈانلڈ یا "اسلام اینڈ مسلم سسٹرز" مصنفہ مس وان سومر شامل ہیں۔

(۳) تاریخی اور تنقیدی پہلو۔ بورڈ آف مشنری پریپریشن نیویارک کا شائع کردہ پمفلٹ جسکا نام ہے۔ "پریپریشن آف مشنریز فار مسلم لینڈز"۔

(۴) طریق گہرڈ سیمرز آف در ٹوئنٹی ایتھ سنچری مصنفہ ولکس۔

سال دوم۔

(۱) اسلام کی کیفیت عمومی۔ جس کے ساتھ اس کے ماخذ اور عربی اصطلاحات کا خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔ نصاب "ٹیچنگ آف دی قرآن" مصنفہ سٹیفن۔ "دی ریلیجن آف اسلام" مصنفہ ایف۔ اے کلین۔ لکھنؤ کانفرنس ۱۹۱۱ء کی رپورٹ اور "ماڈرن موومنٹس امنگ مسلمز" مصنفہ ولسن۔

(۲) مروجہ اسلام۔ "سٹیکس اینڈ سینٹس ان اسلام (صوفی اور اولیاء اسلام میں)" مصنفہ کلڈ فیلڈ۔ "انفلوئنز آف انیمزم آن اسلام (اسلام پر توہمات کا اثر)" مصنفہ زویمر۔ "ماڈرن ایجپشنز" مصنفہ لین (ابواب متعلقہ توہمات)

(۳) تاریخی اور تنقیدی پہلو۔ "محمد اینڈ دی رائز آف اسلام اور دی ارلی ڈیولپمنٹ آف محمدنزم" مصنفہ مارگولی اتھ

(۴) طریق۔ "محمڈن کونسرز آنسرڈ" مصنفہ ٹسڈل۔ جسکے ساتھ زویمر کی سلیبس آوٹ لائن بھی استعمال ہوتی ہے۔

تیسرا سال

(۱) تعلیم اسلامی اور مسلم دینیات۔ "تھیولوجی آف اسلام" مصنفہ میکڈانلڈ۔ "سپرٹ آف اسلام" مصنفہ امیر علی۔

(۲) مروجہ اسلام۔ قدیم خیالات۔ کتاب "مفید عوام المسلمین" مؤلفہ الجرجانی قاہرہ۔

نیا اسلام:- "الیسیز انڈین اینڈ اسلامک" مصنفہ خدابخش صاحب۔ "دی احمدیہ موومنٹ" مصنفہ والٹر۔

(۳) تاریخی تنقیدی پہلو۔ "ہسٹاریکل ڈیولپمنٹ آف دی قرآن" مصنفہ سیل۔ "محمڈن ڈاکٹرینز" مصنفہ لین پول "لٹریری ہسٹری آف دی عربز" مصنفہ نکلسن۔

(۴) طریق۔ متی کی انجیل کا استعمال مسلمانوں میں (جو اسپر لیکچر ہوتے ہیں) ایسا ہی الغزالی اور بعض دوسرے مشہور مسلمانوں کی سوانح پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

اس نصاب کے علاوہ پہلے ہی سال سے متعلمین کو اسلامی طور طریق سے اسطرح واقف کیا جاتا ہے۔ کہ وہ مساجد میں جاتے ہیں۔ سکولوں ... کی سیر کرتے ہیں

اور اس کے لئے لین پول کی کتاب "سٹوری آف کیرو" ان کی رہنما ہوتی ہے۔ وہ اسلامی جنازوں۔ شادیوں اور اذکار کو جاکر دیکھتے اور رسم عقیقہ کو ملاحظہ کرتے ہیں۔

یہ نصاب تعلیم اور طریق عمل متعلمین کو اسلام کے خلاف اور مسلمانوں میں کام کرنے کے لئے خوب تیار کر دیتا ہے۔ جن کتابوں کے اس میں نام لئے گئے ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ وہ اسلام کی نہایت گھنونی تصویر کو پیش کرتی ہیں۔ اور جو زہر ان میں اسلام کے خلاف بھرا ہوا ہے۔ وہ مشنری متعلمین کو اسلام سے متنفر کرنے کے لئے کافی ہے۔

ضرورت ہے۔ کہ غیر مذاہب اور بالخصوص عیسائیت کی تبلیغ کے لئے خاص نصاب مسلمانوں کی طرف سے تیار یا تجویز کیا جائے۔ اسلام میں غیر مذاہب کے متعلق کافی لٹریچر موجود ہے اگر اسکو نصاب کی شکل میں ڈھالا جائے۔ یا مبلغین کی ایک خاص جماعت بناکر اسے بطور نصاب پڑھایا جائے تو بہت مفید ہو سکتا ہے۔ افسوس ہے۔ کہ مسلمانوں میں اسکا شوق اور دلچسپی نہیں۔ ورنہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے تبلیغی کالج کچھ عرصہ ہوا قائم کیا تھا۔ اسے بند نہ کرنا پڑتا۔ اور اس سے اسبارہ میں معتدبہ فوائد حاصل ہو سکتے۔

اسلام فلپائن میں

نیو یارک کرسچین ہیرلڈ میں مسٹر اوکار فیلڈ جونز نے بعض ان خاص تحریکات کا ذکر کیا ہے۔ جو جزائر فلپائن میں (ان کے اپنے خیال میں) اسلام کے موجب نقصان ہونگی مسٹر موصوف کے نزدیک مروجہ سائنس۔ مغربی خیالات اور عیسائیوں کے ساتھ روز افزوں تعلقات اسلام کے مستقبل کے لئے یقینی طور پر مہلک ثابت ہونگے مسٹر موصوف لکھتے ہیں۔ کہ عیسائی مشنریوں نے بارہا کہا ہے کہ اسلام مروجہ سائنس اور مغربی تہذیب کی تنقید کی تاب نہیں لا سکتا۔ اگر یہ سچ ہے۔ تو محمد (صلعم) کا دین جزائر فلپائن میں ناکامی کا منہ (خدانخواستہ) دیکھنے والا ہے۔ کیونکہ جزائر کی تمام اطراف میں پبلک سکولوں اور اخبارات وغیرہ کے ذریعہ سے مروجہ سائنس اور مغربی تہذیب ترقی پر ہے"

اگر اسلام کی آیندہ ناکامی کی پیشگوئی کی بنیاد محض یہی ایک وجہ ہے۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں۔ یہ پیشگوئی آخر کار غلط ثابت ہوگی۔ اور جوں جوں مغربی تہذیب ترقی کرے گی۔ اسلام کا مستقبل بلحاظ شاندار اور کامیاب ہوگا۔ (باقی بر صفحہ کالم ۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۱ | مورخہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ | نمبر ۱۲

آخری نبی

کھلی چٹھی بنام میاں محمود احمد صاحب کا جواب الجواب

از حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ

خلاصہ کھلی چٹھی

میاں محمود احمد صاحب نے ۱۶ جون ۱۹۲۲ء کو حسب ذیل حلفی شہادت لالہ رام کنور صاحب سب جج گورداسپور کی عدالت میں بمقدمہ فتح محمد بنام نواب بی بی ادا کی۔

قرآن شریف میں محمد صاحب کے لئے کسی جگہ آخری نبی نہیں لکھا ہے۔ محمد صاحب کو خاتم النبیین ضرور لکھا ہے۔ لیکن ان الفاظ کی تعبیر علیحدہ علیحدہ کی جاتی رہی ہے۔ لغت میں ان الفاظ کے معنے آخری نبی کسی جگہ نہیں لکھے۔ بعض غیر احمدی علماء اس کے یہ معنے ضرور نکالتے ہوں گے۔ ایک دو علماء کی رائے میں نے دیکھی بھی ہے"

امیر میں نے ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو ایک کھلی چٹھی لکھی اور اس میں تین باتوں کیطرف خصوصیت سے توجہ دلائی۔ اول یہ کہ خاتم النبیین کے معنے عربی لغت کی سب سے زیادہ مستند کتابوں لسان العرب تاج العروس۔ قاموس میں آخری نبی ہی دئے ہیں۔ اور اور کوئی معنے نہیں دئے۔ دوسرے یہ کہ لور جو علیحدہ علیحدہ معنے آپ نے خاتم النبیین کے کیا جاتا بیان کیا ہے۔ اس کی سند لغت سے پیش کریں تیسرے یہ کہ جو علماء تیرہ سو سال تک خاتم النبیین کے معنے آخری نبی کرتے رہے۔ آیا وہ سب آپ کے نزدیک غیر احمدی ہیں۔

خلاصہ جواب میاں محمود احمد صاحب

اس کا جواب میاں صاحب کیطرف سے ۲۰ نومبر کے "الفضل" میں شائع ہوا ہے۔ جس میں یہ تو تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ میں نے جو الفاظ میاں صاحب کیطرف منسوب کئے ہیں۔ وہ جج کے قلم کے لکھے ہوئے ہیں۔ اور میاں صاحب کے بیان کی نقل مصدقہ میں وہی لفظ ہیں۔ مگر یہ دعوے کیا گیا ہے۔ کہ جج تو عربی لغت اور عربی علم ادب سے ناواقف ہونے کے میاں صاحب کے اصل منشار کو نہیں سمجھ سکا بلکہ ان کے اصل الفاظ وہ ہیں۔ جو ان کے زود نویس نے لکھے اور الفضل ۲۴ جون میں شائع ہوئے جج کے قلمبند کردہ بیان میں ہے۔ "لغت میں ان الفاظ کے معنے آخری نبی کسی جگہ نہیں لکھے"

الفضل میں ہے۔ "لغت میں اس کے معنے آخری نبی کے نہیں ہیں"

میاں صاحب اور ان کے مریدین کا طریق عمل

اب میاں صاحب جو ان دونوں بیانوں میں باریک فرق بتاتے ہیں اسکو ہم بعد میں دیکھیں گے۔ لیکن یہ طریق میاں صاحب اور ان کے مریدین نے اختیار کیا ہے وہ ان کے تمام بیانات کو جہاں ایسی ہوں۔ پایہ اعتبار سے بالکل گرا دینے والا ہے۔ ابھی تھوڑے دنوں کی بات ہے۔ چودھری ظفر اللہ خاں صاحب بیرسٹر ایٹ لا مدراس ہائی کورٹ کے سامنے یہ بحث کرتے رہے۔ کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار اسلام لانے کے لئے کافی ہے۔ اور جب میں نے یہ کہا کہ یہ تو آپ کے نئے مذہب کے خلاف ہے۔ کیونکہ میاں صاحب کے نزدیک اب کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اسلام لانے کے لئے کافی نہیں رہا۔ تو چودھری صاحب نے ایک لمبا چوڑا بیان اخبار میں شائع کر دیا کہ یہ مجھ پر غلط الزام دیا گیا ہے۔ میں نے یہ بحث ہائی کورٹ کے سامنے نہیں کی۔ ہاں میں ان کی اس لئے عزت کرتا ہوں کہ جب مدراس ہائی کورٹ کے فیصلہ کے الفاظ نقل کرکے میں نے پھر ان پر واضح کر دیا کہ یہی ان کی بحث تھی تو انہوں نے خاموشی اختیار کی۔ اب میاں صاحب نے جو کچھ عدالت میں بیان دیا تھا۔ اس سے مخلصی کی راہ یہی سوچی کہ یہ کہدیں کہ یہ لفظ ہی میرے نہیں۔ مگر انہیں یہ مناسب نہ تھا۔ کہ اپنے چھٹکارے کے لئے حلفی بیان کو جھٹیت گواہ دیا تھا۔ غلط قرار دیتے۔ حضرت مسیح موعود کی اور آپ کے مریدین کی بہتری شہادتیں ہندو ججوں کے سامنے ہوئیں۔ اور ایسے یا اس سے بڑھ کر علمی مضامین کے متعلق ہوئیں۔ مگر آج تک کسیکو یہ کہنے کی ضرورت پیش نہ آئی تھی۔ کہ جج نے ہمارے بیان کو غلط لکھا ہے۔ یہ فخر بھی میاں صاحب کے لئے ہی مقدر تھا۔

جج کا قلمبند کردہ بیان اور میاں صاحب کا زود نویس

مریدی تو الگ چیز ہے۔ جو پیر کہے اس پر آمنا و صدقنا ہی کہنا پڑتا ہے۔ لیکن اس بیان کو الگ رکھکر کوئی خدا کے لئے غور کرے کہ میاں صاحب کی موشگافی اگر سامنے نہ ہوتی تو کیا کوئی شخص ان دونوں بیانوں میں کوئی فرق کر سکتا تھا۔

لغت میں ان الفاظ کے معنے آخری نبی کسی جگہ نہیں لکھے

لغت میں اس کے معنے آخری نبی کے نہیں ہیں

پچھلے الفاظ میاں صاحب کے زود نویس نے لکھے تھے جسے شاید جناب میاں صاحب ابھی طرح معصوم عن الخطا سمجھتے ہیں۔ دربار خلافت کی حاشیہ نشینی بھی تو آخر کچھ کمالات پیدا کر ہی دیتی ہے۔ لیکن جو سیدھی بات سمجھ میں آتی ہے۔ وہ تو یہ ہے۔ کہ جج صاحب نے اس موقعہ پر میاں صاحب کے پورے لفظ لکھ لئے ہیں۔ اور جناب میاں صاحب کے زود نویس سے کچھ لفظ جلدی میں چھٹ گئے ہیں۔ ہاں اگر جج کے قلمبند کردہ بیان میں کچھ لفظ کم ہوتے۔ تو قرین قیاس تھا۔ کہ جج سے کچھ لفظ رہ گئے ہیں۔ اور میاں صاحب کے زود نویس نے وہ لکھ لئے ہیں۔ اس بات کی تائید کہ یہاں زود نویس سے دو تین لفظ رہ گئے ہیں۔ اس سے ہوتی ہے کہ اس کے بعد دو سالم فقرے جو جج نے قلمبند کئے ہیں۔ یعنی

"بعض غیر احمدی علماء اس کے یہ معنے ضرور نکالتے ہونگے ایک دو علماء کی رائے میں نے دیکھی بھی ہے"

یہ دونوں فقرے میاں صاحب کے زود نویس کی تحریر میں نہ یہاں نہ اور کسی موقعہ پر موجود ہیں۔ حالانکہ اور بہت رطب و یابس زود نویس نے لکھا ہے۔ جو اخبار الفضل میں چھپا ہوا ہے رہی یہ بات کہ جج نے بیان دوبارہ سنا کر تصدیقی دستخط نہیں کرائے اسکا علم اگر سب عدالتوں کو ہو جائے۔ تو آئندہ میاں صاحب کی شہادت کے بارہ میں وہ ایسے سقم کا علاج کر لیا کریں گے۔ لیکن سر دست جو میاں صاحب اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ وہ صرف یہی ہے۔ کہ ان پر اس بنا پر دروغ حلفی کا مقدمہ نہیں چل سکتا۔

پبلک کے نزدیک یہ بات کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ اگر جناب میاں صاحب جانتے تھے کہ یہ علم ادب اور لغت کی پیچیدہ بات ہے۔ اور میں لفظ لغت کو اس کے عام مستعمل معنے میں استعمال نہیں کر رہا ہوں۔ جو عام اردو بول چال میں آتے ہیں۔ بلکہ اس کے "حقیقی معنے" کی رو سے استعمال کر رہا ہوں جو تاج العروس اور لسان العرب میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ بھی جانتے تھے کہ جج صاحب نے اسوقت ان کے ایک ایک لفظ کو سمجھنے کے لئے تاج العروس سامنے نہیں رکھی ہوئی ہے۔ اور وہ اس کے سمجھنے میں غلطی کھا سکتا ہے تو ان کا اپنا بھی فرض تھا کہ وہ دوبارہ اپنا بیان سنایا جانے کی درخواست کرتے۔ جسطرح جج نے انہیں ایک معزز گواہ سمجھکر ان پر اعتماد کیا۔ اور خیال کر لیا کہ وہ اپنے بیان سے انکار نہیں کریں گے۔ اسی طرح میاں صاحب نے بھی جج کی قلمبند کردہ شہادت پر اعتبار کیا۔ اور اب وہ اخلاقاً اسکا انکار نہیں کر سکتے۔ رہا قانون کے ایچا پیچیوں سے کوئی فائدہ اٹھا لینا سو وہ بہت قسموں کے لوگ اٹھا لیتے ہیں۔ یہ کوئی فخر کی جگہ نہیں۔

الزام میاں صاحب پر قائم ہے

پس عدالت کے قلمبند کردہ بیان کی رو سے میں نے میاں صاحب کو ملزم کیا۔ اور میاں صاحب نے عدالت کے قلمبند کردہ بیان کو غلط قرار دے کر یہ اعتراف کر لیا۔ کہ وہ الزام درست ہے مجھ پر اگر کوئی اعتراض کھلی چٹھی کے شائع کرنے میں ہو سکتا تھا۔ تو وہ یا تو یہ تھا۔ کہ میں نے میاں صاحب کے بیان عدالت کو صحیح نقل نہیں کیا۔ اور یا یہ کہ نقل تو صحیح کیا مگر اسکا مفہوم غلط نکالا۔ اور اس کے صحیح معنے نہیں سمجھے۔ میاں صاحب نے میری کھلی چٹھی کو ان دونوں باتوں سے پاک تسلیم کر لیا ہے پس الزام ان کے خلاف قائم ہے۔ اور کیا میں اور کیا باقی پبلک۔ ان کے حلفی بیان قلمبند کردہ جج کو ہی صحیح سمجھیں گے۔ اگر وہ اسے غلط قرار دینا چاہتے ہیں۔ تو اس کی ایک ہی راہ ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ حلف اٹھا کر یہ شائع کریں کہ میں نے جج کے سامنے یہ نہیں کہا تھا۔ کہ "لغت میں یہ معنے کسی جگہ نہیں لکھے"۔ بلکہ یہ کہا تھا۔ کہ "لغت میں یہ معنے نہیں ہیں" اور "لکھے" کا لفظ جج اپنی طرف سے بڑھا لیا۔ محض اپنے مرید کا قلمبند کردہ بیان شائع کر دینا کافی نہیں۔ کیونکہ اگر جج غلطی کر سکتا ہے۔ تو وہ بھی کر سکتا ہے۔

"لغت" کا مفہوم

جج کے قلمبند کردہ بیان کے بجائے اپنے زود نویس کا بیان پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"مجسٹریٹ صاحب چونکہ ہندو تھے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ لغت کے لفظ سے انہوں نے دھوکا کھایا ہے۔ اور یہ سمجھ لیا ہے۔ کہ لغت کے معنے ڈکشنری کے ہیں۔ اور میرے الفاظ کا یہ مطلب لکھ لیا ہے۔ کہ یہ معنے لغت میں نہیں لکھے۔ لغت کے معنے عربی زبان میں ان الفاظ کے ہوتے ہیں جن سے انسان اپنا مافی الضمیر بیان کرتا ہے۔ اور اس سے مراد الفاظ کا وہ استعمال ہے۔ جو کسی ملک کے لوگوں میں رائج ہو۔ یہی معنے تمام کتب لغت میں لکھے ہیں۔ میں نے لغت کا لفظ اسکے حقیقی معنوں میں جو سب کتب لغت میں لکھے ہیں استعمال کیا تھا۔ اور میرا یہ مطلب تھا کہ اہل عرب کے استعمال کے مطابق خاتم النبیین کے معنے آخری نبی کے نہیں ہوتے آپ مہربانی فرما کر تاج۔ لسان العرب۔ قاموس۔ صحاح جوہری کو دیکھیں ان میں لغت کے معنے لغت کی کتاب لکھے ہیں۔ یا کسی ملک کی زبان"

آج تک کسی ڈوبنے والے کو تنکے کے سہارے نے نہیں بچایا۔ اور لفظ لغت کے بال کی کھال اتار کر میاں صاحب نہیں بچ سکتے۔ جب کوئی شخص یہ کہے کہ لغت میں فلاں لفظ کے یہ معنے نہیں۔ تو اس کا مطلب ساری دنیا یہی لیا کرتی ہے۔ کہ اس زبان کی لغت کی کتابوں میں یہ معنے نہیں ہیں۔ مجھے یقین ہے۔ کہ لغت کا یہ مفہوم جواب میاں صاحب بیان کرتے ہیں۔ بیان دیتے وقت ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ اگر واقعی انہوں نے وہی لفظ بولے تھے۔ جو الفضل میں ہیں۔ تو اس کا مفہوم کسی اردو زبان سمجھنے والے کے نزدیک اور کچھ نہ ہو سکتا تھا۔ میاں صاحب بیان جج کے عربی علم ادب سے ناواقف ہونے کو بطور عذر پیش کرتے ہیں۔ مگر انہیں یہ یاد نہ رہا۔ کہ

وہ جج کو عربی علم ادب کا سبق نہ پڑھا سکے۔ بلکہ اردو زبان میں شہادت دے رہے تھے۔ اور اردو زبان کے اس فقرہ کے معنے کہ لغت میں اس کے یہ معنے نہیں۔ ہندو اور مسلمان سب ایک ہی سمجھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ میاں صاحب کے اپنے مرید بھی اس کے یہ معنے نہیں سمجھتے تھے۔ ورنہ چالیس دن تک وہ قادیان کی طرف کیوں دیکھتے رہتے۔ فوراً جواب نکل آتا۔ کہ میاں صاحب کا منشا ہی یہ نہ تھا۔ اور نہ میاں صاحب خود سمجھتے تھے۔ ورنہ چالیس دن اس جواب کے بنانے میں کیوں لگتے۔

لفظ لغت میاں صاحب کی اپنی تحریرات میں

میرا یہ دعوے میاں صاحب کی اپنی کتابوں کی بناء پر ہے۔ وہ جب اس قسم کے فقرات پہلے بولتے رہے ہیں۔ تو لغت سے مراد لغت کی کتابیں ہی لیتے رہے ہیں۔ نہ کچھ اور۔ چنانچہ خود اسی الفضل میں اسی جواب کے اندر میاں صاحب نے اپنی ۴ جون ۲۲ء کی ڈائری کا حوالہ دیا ہے "فرمایا لغت والوں نے آزاد ہو کر تحقیق نہیں کی" تو کیا یہاں لغت والوں سے مراد سوائے مصنفین کتب لغت کے کچھ اور ہے یا اس سے مراد محاورہ عرب کے جاننے والے ہیں۔ جن میں میاں صاحب کا نمبر اول ہے۔ اسی طرح اسی اخبار الفضل میں صفحہ ۱ پر آٹھ جگہ میاں صاحب نے لغت کا لفظ استعمال کیا ہے اور ہر جگہ مراد لغت کی کتاب ہے "لغت میں ضرب الرقاب کے لفظ"، "لغت سے ضرب کے معنے"، "فقرے کے معنے لغت میں"، "مفرطات کے معنے لغت میں"، "لغت میں زید کا سر"، "خاتم کے معنے لغت میں"، "ہر ایک لغت میں ان الفاظ کے یہ معنے"، "جملہ کے معنے لغت والا بتاتا ہے"

اس سے بھی زیادہ صاف میاں صاحب کی کتاب حقیقۃ النبوت ہے۔ جس کے صفحہ ۱۱۵ و ۱۱۶ پر ذیل کی عبارات ہیں۔ جن میں لغت کا لفظ بار بار آیا ہے۔ اور کتب لغت کے معنے میں ہی آیا ہے

"اگر وہ تم کو کہیں کہ حضرت مسیح موعود تو لکھتے ہیں۔ کہ آپ صرف لغوی نبی ہیں۔ تو ان سے کہو کہ ذرا **لغت** کھول کر دیکھو۔ نبی اللہ کی تعریف اس میں کیا لکھی ہے۔ **لغت** کے تعریف تو یہی ہے کہ نبی وہ ہے۔ جو کثرت کے ساتھ ...... پس **لغت** کے مطابق نبی ہونے کے یہ معنے نہیں کہ آپ نبی نہیں بلکہ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ آپ نبی ہیں۔ کیونکہ **لغت** میں انبیاء کے لئے جو شرائط آئے ہیں ..... پس اگر **لغت** کوئی اور تعریف کرتی تو بیشک شک کا مقام تھا۔ لیکن **لغت** تو وہی تعریف نبی کی کرتی ہے ...... پس اس میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح موعود قرآن کریم کے معنوں کے رو سے بھی نبی ہیں۔ اور **لغت** کے معنوں کے رو سے بھی نبی ہیں۔ اور کیا نبی کے لئے یہ شرط ہے۔ کہ وہ **لغت کے خلاف** کسی اور معنوں کے رو سے نبی ہو۔ نہیں ایسا نہیں۔ فیصلوں کا اصل **حکم تو لغت** ہے۔ اور اس کے بعد اصطلاحات خاص۔ پس جب کہ **لغت میں نبی کے** معنے اور قرآن کی اصطلاح ایک ہی ہیں .... اور ایسے شخص کو **لغت** سے بھی انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ **لغت میں** نبی اسی انسان کا نام بتایا ہے .... پس جس میں یہ شرائط پائی جاویں اس کے نبی ہونے کا انکار کرنے والا **لغت** کو بھی چھوڑتا ہے۔ اور جو **لغت** کو چھوڑتا ہے۔ اس سے بحث کرنا فضول ہے۔ کیونکہ ممکن ہے وہ کل کو کہہ دے کہ کتاب فرشتوں کو اور فرشتے رسول کو کہتے ہیں۔ اور **لغت دکھائے** جانے سے کہدے کہ میں **لغت** کا اعتبار نہیں کرتا"

پس وہی لغت جو میاں صاحب اسوقت کھول سکتے اور دکھا سکتے تھے اسی کا ذکر ان کے بیان میں بھی ہے۔ اور مزید وضاحت کے لئے میاں صاحب نے اپنی کتاب میں اس موقعہ پر ایک حاشیہ بھی اس جگہ نشان لگا کر دیا ہے۔ جہاں پہلی دفعہ لفظ لغت آیا ہے۔ جو درج ذیل ہے۔ جن میں یہ بھی بتا دیا ہے کہ مستند لغت کونسی ہے۔

"یاد رہے کہ ممکن ہے۔ کہ بعض لوگ شاید دھوکا دینے کے لئے لغت کی چھوٹی چھوٹی کتب نکال کر دکھا دیں جن میں نہایت اختصار سے معنے دئے جاتے ہیں۔ اور لفظ کے معنے پورے نہیں بیان کئے جاتے۔ اور نہ کل خصوصیات بیان کیجاتی ہیں۔ پس ان لغات کا اس معاملہ میں کوئی اعتبار نہیں۔ بلکہ اعتبار اسی لغات کا ہوگا۔ جو بڑی ہیں۔ اور جن میں تفصیل سے معنے بتائے جاتے ہیں۔ **اور عربی کی سب سے بڑی لغت تاج العروس ہے۔ اور دوسرے نمبر پر لسان العرب ہے"**

کیا کوئی شخص گمان کر سکتا ہے۔ کہ اس کتاب کا مصنف یہ بھی عذر پیش کر سکتا ہے۔ کہ وہ جب یہ کہے کہ فلاں لفظ کے یہ معنے لغت میں نہیں تو اس کی مراد لغت کی کتابیں نہیں ہوتیں۔ بلکہ کچھ اور ہوتا ہے۔ جو دربطن قائل کا مصداق ہے۔

عربی کی سب سے بڑی لغت تو تاج العروس اور لسان العرب ہیں۔ اور میاں صاحب کو جب خود لفظ لغت کے معنے بیان کرنے کی ضرورت ہوئی۔ تو ارشاد ہوا "آپ مہربانی فرما کر تاج العروس لسان العرب۔ قاموس، صحاح جوہری کو دیکھیں" لیکن جب وہ خود یہ کہیں کہ لغت میں یہ معنے نہیں تو اس سے مراد نہ تاج العروس ہوتی ہے۔ نہ لسان العرب نہ قاموس نہ صحاح۔

عذر گناہ بدتر از گناہ

علاوہ بریں اس غلط عذر کی بناوٹ خود اس سے ظاہر ہے۔ کہ جب لفظ لغت سے مراد لغت کی کتاب نہ ہو۔ بلکہ محاورہ عرب ہو تو یہ نہیں کہیں گے کہ لغت میں فلاں لفظ کے یہ معنے نہیں۔ بلکہ یہ کہیں گے۔ کہ لغت میں یہ لفظ یوں استعمال نہیں ہوا۔ کیونکہ محاورہ کوئی ایسی شئی نہیں جہاں کسی لفظ کے معنے موجود ہوں یا نہ ہوں۔ محاورہ میں الفاظ کا استعمال ہوتا ہے۔ پھر ایک اور دلیل اسی عذر کے جھوٹا ہونے کی یہ ہے۔ کہ میاں صاحب نے بار بار کیا زود نویس کی تحریر کے رو سے اور کیا جج کے قلمبند کردہ بیان کے رو سے الفاظ خاتم النبیین استعمال کئے ہیں۔ تو کیا ان کے نزدیک نزول قرآن سے پیشتر بھی عرب کے لوگ خاتم النبیین بولا کرتے تھے۔ یہ کہا جا سکتا کہ الفاظ خاتم النبیین کے یہ معنے محاورہ عرب میں نہیں ہیں۔ پس کیا میاں صاحب کا اپنا لفظ لغت کا استعمال اور کیا ان کا یہ فقرہ کہ لغت میں خاتم النبیین کے معنے آخری نبی نہیں۔ صاف بتلاتے ہیں۔ کہ میاں صاحب کے وہم میں بھی بیان دیتے وقت محاورہ عرب نہ تھا۔ اور یہ توجیہ جس پر انہوں نے اسقدر غور کیا ہے۔ ایک گھڑی ہوئی چال ہے۔ جس کا ارتکاب عیسی پوزیشن کے آدمی سے شرم کا مقام ہے۔ کاش ایسا بناوٹی اور جھوٹا عذر پیش کرنے کی بجائے یوں ہی صاف لکھدیتے۔ کہ یہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ مگر غلطی کے اعتراف میں انہوں نے اپنی کسر شان سمجھی۔ حالانکہ وہی طریق تقوے تھا۔

لغت اور محاورہ عرب

اب فرض کرو۔ کہ لغت سے مراد میاں صاحب کی محاورہ عرب ہی تھا۔ تو گویا انہوں نے یہ بیان دیا کہ محاورہ عرب میں خاتم النبیین کے معنے آخری نبی نہیں بلکہ کچھ اور ہیں۔ تو اب محاورہ عرب کو کہاں سے تلاش کیا جائیگا۔ آیا کتب لغت سے یا کہیں اور سے۔ کوئی شخص ناک کو ہاتھ سیدھا لگالے یا گردن کے پیچھے سے نتیجہ تو دونوں صورتوں میں ایک ہے۔ ہاں خود جو تکلیف وہ اس طرح اٹھائے اسکا ذمہ دار دوسرا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وہ خود ہی لکھتے ہیں۔

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ لغت عرب کا بہت سا علم ہمیں کتب لغت کے ذریعہ سے ہی ہوتا ہے"

اور یہ ساری تحریر میں کہیں نہیں بتایا کہ اگر بہت سا علم کتب لغت سے ملتا ہے۔ تو تھوڑا سا کہاں سے ملتا ہے۔ مگر یہ بھی غنیمت ہے۔ کہ بہت سے علم لغت کے کتب لغت میں موجود ہونے کا اعتراف میاں صاحب نے کر دیا گو اس کے ساتھ ہی یوں بھی فرماتے ہیں۔

"آپ کہہ سکتے ہیں کہ مجھے عربی زبان کا ایسا علم کہاں سے حاصل ہے۔ کہ میں یہ کہہ سکوں۔ کہ اہل عرب میں یہ لفظ ان معنوں میں مستعمل نہیں ہے۔ **گو یہ اعتراض آپ کا درست نہیں ہوگا"**

گویا وہ علم لغت جو نہ صاحب لسان العرب کو حاصل ہوا۔ نہ صاحب تاج کو نہ صاحب قاموس کو نہ صاحب صحاح کو۔ وہ ہمارے میاں صاحب کے دماغ میں موجود ہے۔ اور آئندہ کے لئے سند وہ نہیں جو لغت کی کتابوں میں لکھا ہو۔ (سوائے اس کے کہ میاں صاحب کو اسے اپنی تائید میں پیش کرنے کی ضرورت ہو) بلکہ سند وہ ہے جو جناب میاں صاحب فرما دیا کریں۔ تو اس لئے جب وہ یوں فرمائیں کہ فلاں لفظ کے معنے لغت میں یہ نہیں۔ تو اس سے مطلب یہ نہیں ہوگا کہ کسی لغت کی کتاب میں یہ معنے نہیں۔ بلکہ یہ مطلب ہوگا۔ کہ میں اس کے یہ معنے نہیں کرتا تو بہتر ہے کہ اسقدر مشقت اُٹھانے کی بجائے وہ ہم کم علم انسانوں کو سیدھے الفاظ میں یوں ہی فرما دیا کریں تو نہ جج کو غلطی لگے نہ میرے جیسے عامی آدمیوں کو نہ خود ان کے مریدین کو۔ یا شاید یہ "خلیفوں کا طرز کلام ہو گا" مگر اس کے لئے بہتر ہے۔ کہ ایک خاص لغات آئندہ کے لئے تیار کر دیجائے۔ اور اس میں یہ بھی لکھ دیا جائے۔ کہ لغت پر سند وہی ہوا کریگا جو خادیان کی جماعت میں خلیفہ ہو۔ کتاب و سنت کی تو پہلے ہی خلیفہ کے قول کے خلاف ضرورت نہ رہی تھی۔ اب لغت سے بھی چھٹی ہوئی۔ جو خلیفہ کہدے۔ وہی دین ہے۔ وہی ایمان ہے۔ وہی لغت ہے۔ یہاں کسیکو دم مارنے کی جگہ نہیں۔

اہل لغت اور مفسرین

ہاں یہ ناانصافی ہو گی اگر میں یہ نہ بتاؤں کہ جناب میاں صاحب نے محاورہ عرب پرست گو کتب لغت کو تو نہیں مانا مگر مفسرین کو مانا ہے مگر مفسرین میں سے بھی صرف تین کو۔ چنانچہ فقرہ منقولہ بالا کے بعد لکھتے ہیں۔ "مگر میں کہتا ہوں کہ مجھے یہی ویسے لوگ جن کی نسبت آپ کو بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ لغت عرب سے واقف ہی نہیں بلکہ اس کے ماہر تھے۔ شہادت دیتے ہیں کہ زبان عرب میں لفظ خاتم۔ آخری کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا تھا" اور یہاں ایک قول تفسیر کشاف سے ایک قول بحر المحیط سے اور ایک قول فتح البیان سے پیش کیا ہے۔ بظاہر ہم عامی آدمیوں کو یہ عقدہ لاینحل معلوم ہوگا۔ کہ لغت پر کتب لغت تو سند نہیں۔ گو بہت سا علم لغت عرب کا انہی کے ذریعہ سے ملے۔ جیسا کہ میاں صاحب فرما چکے اور مفسرین کی رائے سند ہے۔ گو خود ان کے اپنے قول کے مطابق جو اسی جواب میں منقول ہے۔

"لغت والوں نے آزاد ہو کر تحقیق نہیں کی جہاں آزاد ہوئے ہیں۔ خوب معنے بیان کئے ہیں۔ ورنہ قرآن کریم کے کسی لفظ کے معنوں میں فوراً مفسروں کے معنوں کو تسلیم کر لیتے ہیں خواہ وہ غلط ہوں"

تو گویا جناب میاں صاحب یوں فرماتے ہیں۔ کہ اہل لغت کا اعتبار تو اس لئے نہ کرو کہ وہ مفسرین کی رائے کو مان لیتے ہیں۔ مگر مفسرین کا اعتبار کر لو۔ کیونکہ خود جب میاں صاحب کو اس بات کی شہادت دینے کی ضرورت پیش آئی کہ لغت عرب میں فلاں لفظ فلاں معنے میں استعمال ہوا ہے یا نہیں۔ تو مفسرین کی رائے کو ترجیح دی۔ سچ ہے۔ ہتھیار وہی ہے۔ جو وقت پر کام آجائے۔

کتب لغت سے احتراز اور اہل لغت سے اسناد

جناب میاں صاحب کو جو تین تفسیروں سے تین شہادتیں دستیاب ہوئی ہیں۔ ان کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ کہ وہ لغت عرب سے واقف ہی نہیں۔ بلکہ اس کے ماہر تھے۔ اور تین اقوال جو نقل کئے ہیں ان میں سے ایک زمخشری یعنی صاحب کشاف کا قول ہے۔ جو ایک لغت کی کتاب کا مصنف ہے۔ ایک علامہ محمد بن حیان کا جو بڑے پایہ کے نحویوں میں سے ہیں۔ اور مفسر ہیں۔ اور ایک ابوعبیدہ کا جو لغت عرب کا ایک بہت بڑا ماہر ہے۔ اور صاحب لسان اس کے قول کو سند کے طور پر پیش کرتا ہے۔ لیکن اگر یہ دلائل ان کے قول کو سند ماننے کے لئے کافی ہیں۔ یعنی زمخشری اس لئے قابل سند ہے۔ کہ وہ ایک کتاب لغات کا بھی مصنف ہے۔ اور ابوعبیدہ اس لئے۔ کہ صاحب لسان اس کے قول کو بطور سند پیش کرتا ہے۔ تو یہ تو پھر لغت نویس ہی آگئے۔ گو حوالے لغت کے نہ رہے۔ تفاسیر کے ہو گئے۔ اور میاں صاحب کی وہ دلیل کہ چونکہ لغت نویسوں کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ رسول کریم صلعم کے بعد (ایک خاص معنوں کی رو سے) کوئی نبی نہیں آئیگا۔ اس لئے انہوں نے اس عقیدہ کے مطابق خاتم النبیین کے معنے آخری نبی کر دئے ہیں۔ دریا برد ہو گئی۔ کیا زمخشری کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں۔ کیا ابوعبیدہ کا یہ عقیدہ نہ تھا۔ کیا محمد بن حیان کا یہ عقیدہ نہ تھا؟ عقیدہ تو ان تینوں کا وہی تھا جو دوسرے مفسرین کا اور دوسرے اہل لغت کا تھا۔ پھر ان کے عقیدہ کا اثر خاتم النبیین کے معنے پر کیوں نہ پڑا۔ اور انہوں نے کیوں خاتم النبیین کے وہی معنے نہ کئے جو دوسروں نے کئے۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ اگر ان تینوں کے نزدیک

خاتم النبیین کے معنے آخری نبی نہیں۔ تو وہ ختم نبوت کے قائل ہی نہیں ہو سکتے۔ اور میاں صاحب کی طرح خاتم النبیین کے معنے اپنی مہر سے نبی بنانے والا کرتے ہونگے۔ اور اگر ان کا عقیدہ وہی تھا جو تمام اہل اسلام کا رہا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں۔ تو وہ خاتم النبیین کے معنے بھی آخری نبی ہی کرتے ہونگے۔

اپنی طرف سے میاں صاحب نے جو اس مشکل کا علاج سوچا تھا وہ تنقید کی روشنی میں شائد انہیں خود بھی ناکافی نظر آنے لگے۔

"زید کا سر اور بکر کی ٹانگ" لغت میں کون تلاش کرتا ہے؟

جناب میاں صاحب نے نہایت مہربانی سے خاتم النبیین کے معنے لغت میں تلاش کرنے کے لئے مجھے دیوانہ قرار دیا ہے۔ اور نصیحت فرمائی ہے۔ کہ خاتم النبیین کے معنے لغت میں تلاش کرنا ایسا ہی ہے جیسا ایک بیوقوف کا فقرہ کے معنے لغت میں تلاش کرتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں۔

"مجھے آپ کے اس مطالبہ سے اس شخص کا قصہ یاد آگیا جسنے قرآن شریف میں لایلف قریش پڑھکر فقرہ کے معنے دریافت کرنے شروع کئے تھے اور شکایت کرتا تھا۔ کہ فقرہ کے معنے لغت میں نہیں ملتے۔ مولوی صاحب جملوں کے معنے کرنے کا طریق یہ ہے۔ کہ ان کے مفردات کے معنے لغت میں دیکھے جاویں۔ کل کو اگر آپ لغت میں زید کا سر اور بکر کی ٹانگ کے معنے دیکھنے شروع کردیں۔ تو ضرور آپ کسی خطرناک مرض میں مبتلا ہوکر رہینگے۔ اگر آپ تعصب کو چھوڑ کر خاتم کے معنے لغت میں الگ دیکھیں......"

گویا خاتم النبیین کے معنے لغت میں تلاش کرنا ایسا ہی ہے۔ جیسا فقرہ کے معنے تلاش کرنا۔ اور یہ دیوانگی کی علامت ہے۔ اب میاں صاحب ذرا ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ وہ خود عدالت میں کیا کہہ رہے تھے۔ خاتم النبیین کی جگہ میں تھوڑی دیر کے لئے فقرہ کو رکھ دیتا ہوں۔ اور معنوں کی جگہ خالی چھوڑ دیتا ہوں۔ تاکہ میاں صاحب اسے پورا کردیں۔ خواہ کسی مرض میں مبتلا ہوکر کریں خواہ بغیر مبتلا ہونے کے۔ میں بیان بھی انکے زود نویس کا لیتا ہوں۔

"جواب دیا کہ وہ فقرہ کے الفاظ ہیں ان کے معنے بعض لوگ   کرتے ہیں۔ مگر رسول کریم صلعم کی بیوی اسکا انکار کرتی ہیں۔ ہمیشہ سے اس کے یہ معنے کئے جاتے ہیں۔ ہم اس کی تعبیر یوں کرتے۔ بلکہ یہ معنے لغت کے ہیں۔ بعض لوگ فقرہ کے معنے   بھی کرتے ہیں۔ مگر لغت میں اسکے معنے   کے نہیں ہیں"

تعجب ہے۔ کہ خود تو بار بار یہ کہیں کہ لغت میں خاتم النبیین کے یہ معنے نہیں ہیں۔ اور جب میں لغت میں فی الواقع انہی الفاظ خاتم النبیین کے معنے لکھے ہوئے دکھاتا ہوں تو کہتے ہیں۔ لغت میں تلاش کرنا ہی دیوانگی ہے۔

اہل لغت پر ناواجب حملہ اور میاں صاحب کا اپنا طرز عمل

پھر میاں صاحب کہتے ہیں۔ کہ لغت نویسوں نے اپنے عقیدہ سے متاثر ہوکر خاتم النبیین کے وہ معنے لکھدیئے اپنی جان چھڑانے کو تو میاں صاحب نے یہ فقرہ لکھدیا۔ مگر یہ خیال نہ کیا کہ ان کا یہ تیر اسلام کی جڑ پر ہے کیونکہ اس بات کو صحیح مانکر ان تمام الفاظ کے متعلق جو قرآن کریم میں آگئے ہیں۔ لغت سے اعتبار اٹھ گیا۔ جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں یہ میرا خیال ہے۔ کہ کتب لغت کا ہر ایک بیان لغت کے مطابق نہیں ہے بعض قرآن کریم کے الفاظ کے معنے بیان کرتے وقت وہ آزاد ہوکر تحقیق نہیں کرتے۔ اور مفسر جو معنے تاویلاً کسی لفظ کے بیان کرتے ہیں۔ وہ انہیں لغت کے معنے قرار دے کر اپنی کتب میں درج کردیتے ہیں" مگر جب میاں صاحب کو خود لفظ نبی کی تعریف کی ضرورت پڑی تو اسوقت تاج العروس پر قرآن کریم سے بھی زیادہ ایمان ظاہر کیا۔ اور ساری بنیاد لغت پر اور لغت میں تاج العروس پر رکھی۔ یہ لفظ میاں صاحب کے اس کلیہ سے کیونکر مستثنیٰ ہوگیا۔ پھر اگر میاں صاحب کو کسی مخالف اسلام کو جواب دینے کی ضرورت پیش آئے گی۔ تو اسوقت معلوم نہیں وہ کیا رنگ بدلیں گے۔ اگر کوئی شخص ملک یا استغفار یا اسمہ یا احد یا خلق وغیرہ کے معنے لغت سے اس کے خلاف دکھلائے۔ جو ایک مخالف کے ذہن میں ہیں تو پھر اس مخالف کو میاں صاحب کیطرح یہ کہنے کا حق تو نہ ہوگا۔ کہ ان لغت نویسوں نے اپنے عقائد سے متاثر ہوکر کچھ کے کچھ معنے لکھدئے ہیں۔ جناب میاں صاحب نے محض اپنی بات کی پچ کے لئے تمام مسلمان محققین کی تحقیقات کو ایک بچوں کا کھیل بنادیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ تو سچ ہے کہ اہل لغت سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ مگر یہ کہنا کہ وہ اپنے عقاید سے متاثر ہوکر کچھ کا کچھ لکھدیتے تھے۔ بدترین حملہ ہے۔ جو ان بزرگوں پر کوئی دشمن کر سکتا تھا۔ عیسائیوں تک نے تو ان لغتوں کے متعلق یہ کہنے کی جرات نہ کی۔ مگر میاں صاحب کے منہ سے وہ بات نکلی جو ایک دشمن اسلام بھی نہ کہہ سکتا تھا۔ غالباً انہوں نے ان محققین کو اپنی طرح سمجھ لیا۔ کہ جسطرح میں پہلے ایک عقیدہ بناکر پھر ہر لفظ اور فقرہ کو جو سامنے آجائے۔ اس رنگ میں ڈھال لیتا ہوں۔ اور کبھی لغت کی پروا نہیں کرتا اسی طرح یہ بزرگ کرتے ہونگے۔ مگر نہیں اسلام کے محققین کا پایہ ان کے بدنام کنندوں کے وہم وگمان سے بھی بالاتر ہے۔ ہاں ان میں ہر پایہ کے لوگ ہیں۔ چھوٹے بھی ہیں اور بڑے بھی۔ اور ان کی طرف اگر ہم کسی غلطی کو منسوب کرسکتے ہیں تو اسی صورت میں کہ ایک سند سے بڑھ کر دوسری محققانہ سند پیش کریں یا اشعار جاہلیت وغیرہ سے کوئی ایسی سند پیش کریں۔ جو ان بزرگوں کی نظر سے نہ گذری ہوگی شاید بہت ہی کم صورتیں ہونگی جن میں آج کسی کو یہ فخر حاصل ہو سکے۔

پیغام صلح

حضرت امیر ایدہ اللہ کا یہ مضمون دراصل تمہید ہے۔ اس ضروری مضمون کی جو آپ نے خاتم النبیین کے معنوں پر میاں صاحب کی تازہ تحریک کے جواب میں لکھا ہے۔ یہ اصل مضمون چونکہ بہت طویل ہے جس کی قسطوں میں اشاعت سے وہ بھی تشنہ نہ ہوں۔ اس لئے مناسب سمجھا گیا۔ کہ اسکو علیحدہ ٹریکٹ کی شکل میں شائع کردیا جائے۔ انشاء اللہ عنقریب شائع ہو جائیگا۔

امریکہ میں تبلیغ اسلام

سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام تحریر فرماتے ہیں۔

اخبار میں یہ خبر شائع کردیں۔ کہ مولوی فضل کریم خانصاحب جو پہلے اس انجمن کیطرف سے ٹرینیڈاڈ یعنی جزائر غرب الہند کے علاقہ میں جو جنوبی امریکہ کے شمال میں واقع ہیں۔ بطور مبلغ دو سال تک کام کرتے رہے ہیں۔ اور وہاں کے مسلمانوں کو جو عیسائیت کے بہت زیر اثر تھے ان کی وہاں موجودگی اور تبلیغ سے بہت فائدہ پہونچا۔ اب گذشتہ اگست سے انجمن نے ان کو مبلغ امریکہ مقرر کیا تھا۔ چنانچہ وہ اسوقت شکاگو واقعہ شمالی امریکہ میں پہنچ گئے ہیں۔ اور خدا کے فضل سے خدمت اسلام میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالےٰ کامیابی عطا فرماوے۔ اور اسلام کا صاف و روشن چہرہ ان کے ذریعہ سے طالبان حق پر ظاہر ہو۔ آمین۔

جلسہ سالانہ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ ۲۵، ۲۶ اور ۲۷ دسمبر کو ہونا قرار پایا ہے۔ اللہ تعالےٰ یہ اجتماع قوم کے لئے بڑی بڑی برکات کا موجب بنائے۔ آمین

حضرت مسیح موعودؑ نے بہت سے مصالح کے ماتحت اور قوم کے لئے برکات کا موجب جان کر سالانہ جلسوں کی بنیاد ڈالی تھی۔ اور واقعی یہ جلسے اور مجمعے قوموں کو ابھارنے کا موجب ہوتے ہیں۔ ان کی ترقی اس سے وابستہ ہوتی ہے۔ اجتماع کے وقت باہم ملاقات اور تبادلہ خیالات سے ایک قسم کا صیقل ہوجاتا ہے۔ اور بہت سے امور کی اصلاح ہوجاتی ہے۔ اور اسی موقع پر کل احباب کو گذشتہ کام کی خوبی یا نقائص کا علم ہوتا ہے۔ اور آیندہ کے لئے قومی ترقی کے وسائل سوچے جاتے ہیں۔ اور مختلف پہلوؤں کی .... کی اصلاحات کے لئے کافی غور کی جاتی ہیں۔ غرض جلسے بیفائدہ نہیں ہیں۔ چنانچہ اسلام میں بھی ایسے مجمعوں کا ہونا جیسے ہفتہ وار بعد جمعہ۔ اور سال میں دوبار عیدین کے لئے اور ایکبار کل روئے زمین کے صاحب استطاعت مسلمانوں کے لئے حج کا اجتماع فرض کیا گیا۔ ان سے ان برکات کا پتہ لگتا ہے۔ جو ان میں شریک ہونے سے وابستہ ہیں۔ پس ان کو معمولی نگاہ سے دیکھ کر ان فوائد سے محروم نہ رہنا چاہئے۔ بلکہ ہر احمدی کی یہ کوشش ہونی چاہئے کہ وہ خود بھی شامل ہو۔ اور دوسروں کو بھی شامل ہونے کے لئے ساتھ لائے۔ ۲۴ دسمبر کی شام تک احباب کو پہنچ جانا چاہئے۔ تاکہ ۲۵ دسمبر کی کل کارروائی سن سکیں۔

اسی موقع پر یعنی جلسہ کے آخری دن ۲۷ دسمبر ۱۹۲۲ء کو حضرت مولوی صدرالدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیطرف سے تبلیغ اسلام کے کام کو سرانجام دینے کے لئے برلن ملک جرمن کو روانہ ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ ان کا حافظ و ناصر ہو۔ اور اس طرح تمام احباب کو اس مجاہد فی سبیل اللہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے روانہ کرنے اور دعا میں شریک ہونے کا موقع ملیگا۔

سب احباب علی الخصوص سکرٹری صاحبان جلسہ سالانہ کے لئے چندہ یا اجناس کا خیال خاص طور پر رکھیں۔ اور فراہم کرکے بھیجدیں یا ہمراہ لائیں۔

سب احباب اپنے بستر ہمراہ لاویں۔ اور قبل از وقت ہمیں اطلاع دیں کہ ان کے مقامات سے کس کس قدر احباب شامل جلسہ ہوں گے۔

اگر کوئی صاحب اپنے اہل وعیال کو ہمراہ لانا چاہیں۔ تو آٹھ دس یوم قبل اطلاع دیں۔ تاکہ مکان کا انتظام ہو سکے۔

سٹیشن پر احباب کے استقبال کے لئے کچھ لوگ موجود ہونگے۔ جہاں وہ آتار ہیں۔ وہاں احباب اتریں۔ ایسے والنٹیروں کے پاس انجمن کیطرف سے کوئی تمیزی نشان ہوگا۔

خاکسار

ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب جنرل سکرٹری

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

اخبار احمدیہ

میر مدثر شاہ صاحب چک ۳۵ سے لکھتے ہیں۔ کہ وہ بٹالہ و فیروزپور ہوتے ہوئے واپس پہنچ گئے ہیں۔ فیروزپور میں ایک نوجوان وکیل نے ضرورت بیعت پر سوال کیا جس کی ہر طرح تسلی کی گئی۔ دو گھنٹہ کی گفتگو کے بعد انہوں نے جلسہ سالانہ پر آنے کا وعدہ کیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ نوجوان موصوف کا سینہ حق کے لئے کھولدے۔

برادرم ڈاکٹر محمد الدین صاحب پشاوری سکرٹری کے بھائی صاحب عارضہ بواسیر بیمار ہیں اور بہت کمزور ہوگئے ہیں۔ جملہ احباب انکے لئے دعائے صحت فرماویں۔

برادرم شیخ صادق علی صاحب پٹیالوی کی ہمشیرہ صاحبہ وفات پاگئی ہیں۔ جملہ احباب مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھیں اور مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

برادرم علی شاہ صاحب چک ۱۸۳ کے ہاں اللہ تعالےٰ نے فرزند عطا فرمایا ہے۔ احباب دعا فرماویں۔ کہ اللہ تعالےٰ اسے صحت تندرستی کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے اور اسے خادم دین بنائے۔

---

۵ میاں صاحب نے اتنی دیر بھی نہ ماننے کی کوشش کی کہ لغت کے اسی مفہوم پر ختم کرتے جو آپ نے تازہ کیا اور اس جواب میں ہوا۔ کتنی مرتبہ لغت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور مراد اس کی لغت کی کتاب ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اس جھوٹ سے بچائے کہ لغت سے مراد لغت کی کتاب نہیں ہوتی۔ یہ منشا ہی کہ خود اپنی تحریر میں بار بار لفظ لغت استعمال کرکے مراد اس سے لغت کی کتاب لی۔ اور محاورہ عرب بھول گئے۔

برادر عنایت علی صاحب آگرہ سے بلا احباب خواستگار دعا ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ اُنہیں ہر قسم کے دینی و دنیاوی ابتلاء سے بچائے اور انہیں خدمت دین کی توفیق دے۔ آگرہ کے قرب وجوار میں رہنے والے بھائی اُن سے سینٹ جان کالج کے پتہ پر ملیں۔

مولوی عبدالحق صاحب ناگپور میں تبلیغ میں مصروف ہیں۔ لوگ ہماری پوزیشن کو سمجھتے جارہے ہیں۔ اور جو مولوی ہماری مخالفت کرتے تھے اُن سے سمجھدار لوگوں کو نفرت ہو رہی ہے۔ جمعہ کی نماز کا خدا تعالےٰ نے انتظام کر دیا ہے۔ اور ایک مکان میں نماز و درس قرآن کا سلسلہ باقاعدہ شروع ہو گیا ہے لوگ تحقیق حق کی غرض سے آتے جاتے ہیں۔ اور حق کو قبول کرنے کیلئے تیار ہیں۔ سب دوست دعا فرماویں کہ اللہ تعالےٰ مولوی صاحب کی صحت و عمر میں برکت دے۔ اور انہیں تبلیغ سلسلہ و اسلام میں ہر جگہ کامیاب کرے۔ ——

—— اگر سارے دوست اپنی اپنی جگہ تبلیغ کی کوشش کریں تو مولویوں کی تلخی مخالفت کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ عام لوگ اب سمجھدار ہو چکے ہیں۔ اور حق و باطل میں تمیز کرنے لگ پڑے ہیں۔ کمی ہے۔ تو ہماری طرف سے تبلیغ کی۔ ورنہ میدان بالکل صاف ہے۔

بقیہ صفحہ اول

لیکن اس کے ساتھ ہی ایک مصیبت بھی ہے۔ اور وہ مسلمانوں کی اپنی جہالت ہے۔ اصل میں جہاں جہاں عیسائیت کی کامیابی ہوئی ہے۔ مسلمانوں کے اسلام سے جاہل ہونے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ عیسائی مشنری اسکی وجہ اسلام کا خلاف تہذیب ہونا سمجھتے ہیں حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ اس لئے جہاں جہاں مسلمان موجود ہیں ان کی ترقی اور حفاظت یونہی ہو سکتی ہے۔ کہ ان کو اسلام سے واقف کرنے اور دین پر مستحکم بنانے کی کوشش کی جائے۔ اگر ہمارے ہندوستانی بھائی کافی مالی امداد دے سکیں۔ تو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام فی الحال اسلامی لٹریچر کے ذریعہ ہی اسپارہ میں کافی کام کر سکتی ہے

دس لاکھ چینیوں کا قبول اسلام

عربی اخبار "فتی العرب" رقمطراز ہے کہ (ہونگ چنگ) کے قبائل مشرف باسلام ہوئے ہیں۔ ان قبائل میں دس لاکھ سے زائد انسان بستے ہیں۔ ان کے اسلام پر چین کے اکثر گوشوں میں خوشی اور مسرت کے جلسے کئے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ چین میں اسلام برق کی رفتار سے بڑھ رہا ہے۔ اور اب وہاں بھی مسلمانوں کی تعداد ۸ کروڑ تک پہنچ چکی ہے۔ اس کو قیصر جرمن نے پیشتر کہا تھا۔ کہ مشرق اقصیٰ (چین) رفتہ رفتہ اسلام کی دامن میں اپنے کو چھپا لیگا۔ چین میں اسلام کی قوت اسوجہ سے ترقی پذیر ہے کہ وہاں مسلمانوں کو اکثر فوجی عہدوں کی سرداری حاصل ہے۔ چنانچہ جنرل ہنگ بونگ ۔ اور جنرل ملک یونگ جیسے مسلمان جنرل وہاں کے عہدوں پر قابض ہیں جنہیں چینی ممالک کے مشنری کہتے ہیں۔ کہ چین کا مستقبل اسلام کی روشنی سے منور ہونے والا ہے۔ خدا کرے مشنریوں کی پیشگوئی صحیح ثابت ہو۔ اس وقت تک مشنریوں کی طرف سے جو جدوجہد چین میں ہو رہی ہے۔ اور ہزارہا مشنری نہ صرف عوام چینیوں بلکہ خاص مسلمانوں کے اندر کام کر رہی ہیں۔ ان کی رپورٹوں پر اگر نظر ڈالی جائے۔ تو اگرچہ مسیحیت کو کوئی نمایاں کامیابی وہاں نظر نہیں آتی۔ لیکن مسلمانوں کی حالت بھی چنداں قابل فخر نہیں۔

چینی مسلمانوں کی تعداد میں بہت کچھ اختلاف ہے۔ ایک کروڑ سے لیکر ۸ کروڑ تک روایات مدت سے چلی آتی ہیں۔ اب یہ دس لاکھ کا اضافہ اور بھی مسرت انگیز ہے۔

تازہ خبریں

آبناؤں کا سوال

لوسین ۹ دسمبر۔ آج صبح پھر آبناؤں کے سوال پر بحث مباحثہ شروع ہوا اور ۲ گھنٹے تک جاری رہا۔ ایم چیچرن بحالی عصمت پاشا اور مسٹر چائلڈ نے تقریریں کیں۔ اس کے بعد جلسہ جمعہ کے لئے ملتوی کیا گیا۔

رہا یہ سوال کہ لارڈ کرزن نے بین الاقوامی کمیشن قائم کرنے کی تجویز پیش کی ہے۔ اس نئے عمل کی تفصیلات کیا ہوں گی۔ اور کیا مجلس اقوام بھی اس میں حصہ لیگی یا نہیں۔ سوال کے متعلق غور و خوض کرنے کے بعد فیصلہ کیا جائے گا۔

لندن ۲ دسمبر لوسین میں لارڈ کرزن کی تقریر کے بعد جس میں انہوں نے آبناؤں کے متعلق اتحادی تجاویز کا خاکہ کھینچا تھا یہ تقریر کل شائع ہو چکی ہے، مسٹر چائلڈ نے ریاستہائے متحدہ امریکہ کی طرف سے کہا کہ امریکہ کی یہ پالیسی ہے کہ بغیر کسی رعایت کے تجارتی آمد و رفت کی مکمل آزادی ہونی چاہئے اور یہ آزادی غیر جانبدار جہازات جنگ، اور صلح کے زمانہ میں بھی ملنی چاہئے۔ کوئی بات ایسی نہیں کرنی چاہئے۔ جو بحیرہ اسود کے اردگرد کے علاقوں کو دنیا کی تجارت میں حصہ لینے سے روک سکے۔ غیر جانبدار تجارت میں جنگ کے دنوں میں بھی رکاوٹ نہیں ڈالنی چاہئے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی یہ خواہش ہے کہ وہ ہر آزاد سمندر میں جا سکے اور وہ ہرگز مطمئن نہ ہوگا اگر اس کے جنگی جہازات پُرامن کارروائیاں کرنے کیلئے وہاں نہ جا سکے جہاں اس کے باشندے اور جہازات جائینگے۔

آبناؤں کی محافظ ٹرکی ہو

لوسین ۷ دسمبر۔ آج کانفرنس کی نشست میں آبناؤں کے پیچیدہ مسئلہ کو حل کرنیکی کوشش کی گئی۔ یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ لارڈ کرزن اور ایم چیچرن کے مابین لفظی جنگ ہوئی۔ اول الذکر نے اتحادیوں کی طرف سے طویل اور زوردار تقریر کی۔ اس نے خطرات کو بالتفصیل بیان کیا جو روسی سکیم اور نظام کی وجہ سے دول عظمیٰ اور دول صغریٰ کے لئے پیدا ہونگی اس سکیم کے معنے یہ ہیں کہ ٹرکی کو بغیر کسی شرط اور قید کے آبناؤں کا محافظ بنا دیا جائے۔ اور اسی طرح روس کا بحیرہ اسود پر مکمل قبضہ ہو جائے۔ مسٹر چائلڈ کی رائے تھی کہ بحیرہ اسود کی آزادی صرف تخفیف فوج کے ذریعہ سے پوری ہو سکتی ہے اور یہ خیال ظاہر کیا کہ خواہ کسی طرح کی نگرانی قائم کی جائے پر نہیں بلکہ معاہدوں پر زیادہ زور دینا چاہئے۔

عصمت پاشا نے تجاویز پر غور و خوض کرنیکی غرض سے مہلت مانگی۔ ایم چیچرن نے نکتہ چینی کی اور بیان کیا کہ روس فوجی تخفیف کا خواہشمند ہے لیکن برطانیہ اس طرح جواب دیتا ہے جس طرح سے واقعی خطرہ پایا جاتا ہے۔ اس نے اس بات پر زور دیا کہ بین الاقوامی اس کی بہ نسبت زیادہ خطرناک ہے کہ آبنائیں ٹرکی کو دے دیجائیں۔

لارڈ کرزن نے کہا کہ میں روس کے پُرامن ارادوں کا حال سنکر خوش ہوں۔

اس کے بعد جب لارڈ کرزن نے یہ اعلان کیا کہ اتحادی فوجی اور بحری ماہرین کا ایک جلسہ دوسرے وفدوں کے لئے مزید واقفیت اور اطلاع فراہم کرے گا تو ایم چیچرن نے اسپر حاشیہ چڑھا دیا۔ لارڈ کرزن نے اس کا ہوشیاری سے جواب دیا اور مجلس سکون کے ساتھ برخاست ہو گئی۔

آکسفورڈ ۸ دسمبر۔ توقع ہے کہ آج آبناؤں کے کمیشن کا اجلاس پھر منعقد ہوگا۔ کل مختلف کمیشنوں نے تفصیلی معاملات پر غور و خوض کیا۔ اقلیات آبناؤں کے متعلق تجاویز، تبادلہ، نظر استحسان سے دیکھے گئے ہیں۔

حامیان حکومت خود اختیاری کی سرگرمیاں

صوفیہ ۹ دسمبر۔ حامیان حکومت خود اختیاری کے ایک دستہ نے جن کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہوگی شہر پر قبضہ کر لیا اور سوفیہ کے فاصلہ پر دارالسلطنت سے سلسلہ خبر رسانی منقطع کر دیا گیا۔ باشندگان شہر کی گرفتاریاں عمل میں آئیں اور شہر کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ ایک مقتول عورت کے سوائے اور کسی قسم کے مظالم کی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ حکومت اس تحریک کو دبانے کی کوشش کر رہی ہے جس کی تبلیغ کے آثار نظر نہیں آتے۔

بعد کی ایک خبر [illegible] کہ وزیر جنگ کی زیر سرکردگی ایک دستہ نے بالاوک تک شہر پر قبضہ کر لیا ہے۔

مجلس خلافت راجپوتانہ و مرکزی ہند

اجمیر ۷ دسمبر۔ مجلس خلافت راجپوتانہ و مرکزی ہند کا اجلاس ۳ دسمبر کو اجمیر میں منعقد ہوا۔ مختلف اضلاع سے کثیر تعداد میں تشریف لائے تھے۔ خدام خواجہ کے ہونہار نوجوانان صاحبزادگان دربار خواجہ نے ممبران خلافت کا پر جوش استقبال کرنیکے بعد ان کی خوراک اور سکونت وغیرہ کا انتظام کیا اور نہایت قابل تعریف خدمات انجام دیں۔ ایک قرارداد میں ترکی اعظم جناب مصطفےٰ کمال پاشا اور حکومت انگورہ پر اظہار اعتماد کیا گیا۔ اور ان کے حیرت انگیز و قابل تعریف کارہائے نمایاں کی تعریف کی گئی۔ شریعت کے متعلق خلیفہ کے انتخاب کے آگے سر تسلیم خم کر دیا گیا۔

خلیفۃ المسلمین سلطان عبدالمجید کے اعزاز میں ایک قرارداد منظور کی گئی اور امید ظاہر کی گئی کہ وہ اپنے قابل اور محترم آباؤ اجداد کی روایات پر عمل پیرا ہوں گے۔ مجالس آئینی متعلق باتفاق رائے منظور کیا گیا۔ اور طیارہ فنڈ کے لئے باشندگان صوبہ مذکور سے اپیل کا مسودہ مرتب کیا گیا۔ مجلس منتظمہ اور عہدہ داران کمیٹی کے انتخاب کے بعد کارروائی خوش اسلوبی سے اختتام پذیر ہوئی۔

ایمپریس ملز میں ہڑتال

مدراس ۷ دسمبر۔ چونکہ سرمایہ داروں نے حسب وعدہ تنخواہ دینا منظور نہیں کیا۔ اس لئے ایمپریس مز کے کارکنوں نے ہڑتال کر دی ہے۔

ندیاد میں پکٹنگ

احمد آباد ۷ دسمبر۔ ندیاد میں بدیشی کپڑے کی دکانوں پر پکٹنگ شروع ہو گیا ہے۔ رضا کاروں میں مسٹر گوپال داس بھی شامل ہیں۔ جن کی جائداد حال ہی میں ضبط کر لی گئی ہے

مسٹر سی ایس رنگا آئر مستعفی ہو گئے

لکھنو ۸ دسمبر۔ مسٹر سی ایس رنگا آئر نے اخبار کے ایک نامہ نگار کے ساتھ ملاقات کے دوران میں مستعفی ہونیکی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگرچہ میں کونسلوں میں جانے کے حق میں ہوں اور پنڈت موتی لعل صاحب نہرو صاحب سے اس معاملہ میں اتفاق نہیں رکھتا تاہم میں خیال رکھتا ہوں کہ ہمیں پنڈت جی کی رہنمائی کا سہارا ڈھونڈنا چاہئے۔ اختلاف رائے ہونا محمود بات ہے۔ لیکن پنڈت جی کے ایثار اور ان کی لیاقت سے کسی شخص کو شبہ نہیں ہو سکتا۔ ان لوگوں کو یہ بات دیکھ کر ضرور حیرانی ہوئی ہوگی کہ میں کونسلوں کے خلاف ہوں اور بایں ہمہ استعفےٰ دے رہا ہوں لیکن ان لوگوں کو سمجھنا چاہیے کہ پنڈت جی کا اس صوبہ میں پراونشل کانگرس کمیٹی کا سب سے بڑا لیڈر ہونا ازبس ضروری اور لازمی ہے۔

مسٹر سی ایس رنگا آئر کی تقریر

لکھنو ۸ دسمبر۔ مسٹر سی ایس رنگا آئر نے اناؤ ڈسٹرکٹ کانفرنس میں بحیثیت صدر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ حامیان عدم تعاون کے درمیان اس وقت ایک عجیب سوال کونسلوں میں جانے کے متعلق اٹھ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ان جھگڑوں سے تحریک عدم تعاون کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ اور جہاں تک ممکن ہو۔ ان کا جلد از جلد خاتمہ کرنا چاہئے۔ انہوں نے نہایت مردانہ تمام وطن پرستوں سے درخواست کی کہ وہ آپس میں ملکر کام کریں اور مقدس کانگرس کے نام پر چھوٹے چھوٹے اور حقیر جھگڑوں میں پڑ کر دھبہ نہ لگائیں۔ آپ نے خیال ظاہر کیا کہ زبردست وہ لوگ ہیں جو اس وقت شورش پیدا کر رہے ہیں۔ ان کے لئے کونسلوں کا مسئلہ نہایت معمولی سا ہے اور اس سے ان کے درمیان ہرگز ہرگز پھوٹ نہیں پڑ سکتی کیونکہ وہ اعلیٰ درجہ کی تربیت و تنظیم یافتہ ہیں۔

الصلح خیر

ہفتہ میں دو بار ہر اتوار اور بدھ کو ٹھیک وقت پر شائع ہوتا ہے

اخبار پیغام صلح لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

جلد ۱۱ — نمبر ۱۴۰

مدینۃ المسیح لاہور، یوم اتوار، مورخہ ۲۷ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۱ ہجری مطابق ۱۷ دسمبر سنہ ۱۹۲۲ء

امریکہ اور ترک

(امریکہ کے ایک مشنری رسالہ کے خیالات)

امریکہ کا ایک مشنری رسالہ اپنے ایک تازہ نمبر میں مشرق قریب کی موجودہ سیاسی حالت اور ترکوں میں تبلیغ مسیحیت کے متعلق حسب ذیل خیالات کا اظہار کرتا ہے:۔

"امریکہ کو ان مالوں اور جانوں اور پانچ لاکھ یا زیادہ لوگوں کی تباہی کی ذمہ واری کا حصہ لینا چاہیئے جنہیں ترکان احرار نے سمرنا میں تباہ کیا۔ یہ یقین کرنے کے دلائل موجود ہیں۔ کہ اگر امریکن گورنمنٹ ایشیا کوچک کے عیسائیوں کی حفاظت امن کے قیام اور مشرق قریب میں بہتر حکومت کے لئے اپنا رعب اور اثر کو پورے طور پر استعمال کرتی۔ تو ایسے ظلم کبھی نہ ہوتے۔ جو سمرنا میں ہوئے ہیں۔ امریکہ والے بے خانماں لوگوں کی دستگیری کے لئے بہت کچھ کر رہے ہیں۔ بعد اس کے کہ ان کے ساتھ دشمنوں نے نہایت وحشیانہ سلوک کیا۔ لیکن انہوں نے (امریکہ والوں نے) اس متواتر برائی کو روکنے یا مشرق قریب کے عیسائی باشندوں کو امن کی پوری پوری ضمانت دینے کے لئے وہ کچھ نہیں کیا۔ جو انہیں کرنا چاہیئے تھا۔

ترک جو کہ پورے اور مستقل طور پر جنگ عظیم میں شکست کھا چکے تھے۔ اور عارضی طور پر اپنی طاقت کی با استعمالی سے جو وہ فلسطین۔ شام۔ آرمینیا اور تھریس کے غیر ترکی باشندوں کے خلاف استعمال کرتے تھے۔ روک دیئے گئے۔ اب دوبارہ روس اور فرانس کی مدد سے ان ملکوں کی قلیل التعداد غیر مسلم آبادی کو جن پر وہ بری طرح سے حکومت کرتے رہے ہیں۔ ستانے اور یورپ کے امن اور دنیا کی ترقی کو روکنے کیلئے آموجود ہوئے ہیں۔ مرد بیمار جو لڑائی میں ہار چکا تھا۔ اب پھر زندہ اور طاقتور ہو گیا ہے۔ اور نہ صرف اس نے سمرنا کے عیسائی محلے جلائے۔ ہزاروں با امن آرمینیوں اور یونانیوں کو قتل کیا۔ اور پانچ لاکھ پناہ گزینوں کو اپنے گھروں سے نکالا۔ بلکہ یورپ کی طاقتوں سے وہ شرائط منوانی چاہتا ہے جن کے بدلے میں وہ اس تباہی کو روک سکتا ہے۔ ترکان احرار کا کمان افسر مصطفےٰ کمال پاشا قسطنطنیہ کی بطور ترکوں کے دار الخلافہ کے اور مشرقی تھریس کے قبضہ کا مطالبہ کرتا ہے۔ یہ اندازہ لگانا بہت قبل از وقت ہے کہ اس مجلس کا جو ترکوں اور اتحادیوں کے مابین قرار پائی ہے کیا نتیجہ ہوگا۔ لیکن اس کے فیصلہ میں امریکہ بھی آواز کے ہونے کی ذمہ واری سے ہٹ نہیں سکتا محض اس سبب سے کہ وہ مشرق قریب کے معاملات میں اپنے آپ کو پھنسانا نہیں چاہتا۔

سمرنا کی تباہی میں لڑکیوں کا امریکن کالج برباد کر دیا گیا تھا لیکن بین الاقوامی لڑکوں کا کالج جو شہر سے باہر تھا بچ رہا۔ کل نقصان کا اندازہ جو امریکن مشنریوں کا ہوا۔ ایک اور دو کروڑ ڈالر کے قریب تھا۔ ۱۱ اکتوبر تک ۳ لاکھ کے قریب لوگ سمرنا سے نکل چکے تھے

ایک سابق مشنری جو ترکی سے پورا پورا واقف ہے لکھتا ہے۔ کہ آئندہ کے بارہ میں کچھ پیشگوئی نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ اب تک جو کچھ پیشگوئیاں کی جا چکی ہیں۔ وہ سب غلط ثابت ہوئی ہیں۔ لیکن ایک بات جو یقینی ہے وہ یہ ہے کہ ترک فتحیاب ہو گئے ہیں۔ لڑائی کے زمانہ کے تمام جرم بھلا دیئے گئے ہیں۔ اور ظالم گورنمنٹ کو اتحادیوں نے اپنے برابر درجہ دے دیا ہے اور کم از کم اتحادیوں کے دو ممبر اس گورنمنٹ کی عنایات کے طالب ہیں۔ انگریزوں سے ترک متنفر ہیں۔ جنہوں نے ابھی تک اس گورنمنٹ کے خلاف رویہ رکھا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ترکی کے معاملات ابھی شروع ہوئے ہیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بڑھتی ہوئی طاقت یورپ کی سلطنتوں کو اپنے ماتحت کرنا چاہتی۔ اور ان کو دھمکی دے رہی ہے اس طاقت کی بنیاد جرائم پر ہے۔ اور اس کی پیٹھ پر غیر معلوم طاقتیں ہیں۔ جن سے تمام یورپ ڈرتا ہے صلحنامہ ابھی ہمارے سامنے ہے۔ ترک وہ تمام چیزیں لیکر جن کے پیچھے وہ نکلے تھے۔ غالباً اور لینے کی کوشش کرینگے ملکی لحاظ سے وہ شام۔ عراق عرب اور مقدونیہ کو دھمکی دیں گے پولیٹیکل طور سے وہ مصر۔ فارس۔ روس۔ ریاست ہائے کوہ قاف اور مغربی ایشیا کی کمزور سلطنتوں کو لپیٹ لیں گے۔ ڈپلومیٹک طور پر اس نے تمام یورپ کا رویہ بدل دیا ہے۔ نہ صرف مشرق قریب کے بارہ میں بلکہ روس کے بارہ میں بھی امریکہ کے لئے یہ بہتر ہوگا کہ وہ اس مجلس صلح میں آنکھیں کھولکر جائے جس کیلئے ہمیں دعو کیا گیا ہے۔ گو اس کے نتیجہ کے بارہ میں ہم کوئی پیشگوئی نہیں کر سکتے۔ لیکن اس مجلس میں شرکت سے انکار کا نتیجہ آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ اس انکار کا سبب یہ ہوگا۔ کہ ہمارے خاص حقوق کا جو ترکی سلطنت میں ہیں۔ کوئی سرکاری نمائندہ محافظ موجود نہ ہوگا۔ گذشتہ کونسلوں میں ہماری جائداد جو ترکی میں ہے ایک ارب کے قریب ہے لیکن ہمارے انکار شرکت مجلس کا نتیجہ اتحادیوں کی پالیسی کو بھی کمزور کرے گا۔ ترک ان کو علیحدہ علیحدہ کر دینگے اور امریکہ کے اخلاقی زور کے بغیر یورپ کا بچاؤ مشکل ہے۔ سب سے بڑھکر یہ کہ ترک امریکہ کی عدم شرکت کو اس کی کمزوری پر محمول کریں گے۔

عیسائی تبلیغی کام کا گذشتہ حال یقیناً ہمت افزا نہیں ترکی حکومت کی عملداری میں بہت کم مشنری رہ گئے ہیں۔ اور وہ بھی تبلیغی کام نہیں کر سکتے۔ چند مشنریوں کو ریلیف کے کاموں میں امداد دینے کے لئے ملک میں داخلے کی اجازت ملی ہے۔ لیکن قریباً پچاس امریکن مشنری لڑائی کے شروع سے اب تک ملک بدر کئے جا چکے ہیں۔ دیسی مشنری کام تو قریباً بالکل بند ہو گئے ہیں۔ اور سو سال کی ترقی کے آثار بالکل مٹ چکے ہیں۔ تبلیغی کام کا مستقبل بالکل مختلف حیثیت رکھتا ہے قلیل التعداد عیسائی آبادی میں تو کام کرنے کا بالکل خاتمہ ہے۔ وہ ترکی میں واپس نہیں آئیں گے۔ اور ہم ان کے پیچھے ان کی جلاوطنی کی جگہوں میں نہیں جائیں گے۔ ہم کوہ قاف۔ شام اور قسطنطنیہ میں جلاوطنوں میں کام کر رہے ہیں۔ مگر وہ غیر ضروری ہوگا۔ اس لئے آئندہ ہمارا سب سے اہم کام یہ ہونا چاہیئے۔ کہ ہم ترکوں کو عیسائی بنائیں۔ بہت وجوہات سے یہ آسان ہوگا۔ کیونکہ پھر پادریوں پر یہ شک نہ ہو سکے گا۔ کہ وہ ماتحت رعایا کی قومی خواہشات میں مدد کرتے ہیں لیکن بعض حالات میں یہ کام پہلے سے دشوار بھی ہوگا۔ لیکن باوجود اس کے یہ خیال ہرگز نہیں کہ اس کام کو بالکل چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ یہ ہمارا اہم فرض اور عمدہ موقع ہے۔ اور پادری تبلیغ عیسویت کے لئے نئے طریقوں کو استعمال کرنے کے لئے سرگرمی سے تیار ہیں۔ اور اپنی پرانی دوستی سے فائدہ اٹھائیں گے۔ جو لوگ ترکوں کی بالکل تباہی چاہتے ہیں۔ ان کو ان تدابیر سے کوئی ہمدردی نہیں۔ لیکن ہم جو ترکوں کو مسیح کی طرف لانا چاہتے ہیں۔ ایک اہم ذمہ واری محسوس کرتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کی نئی تحریک کے اندر رہ کر ان میں تبلیغ مسیحیت کا کام کیا جائے۔ میرا یقین ہے کہ اگر ہم استقلال اور بردباری سے اس کام میں لگے رہے تو ترکوں میں بھی ہمیں بہت کامیابی ہوگی۔ موجودہ گورنمنٹ ہماری تمام تبلیغی جدوجہد کا خاتمہ کر دینا چاہتی ہے۔ لیکن رعایا ایسی نہیں۔ بلکہ ان میں سے بہت سے لوگ پادریوں کی واپسی اور ان کے کاموں کے ابرا کے لئے چشم براہ ہیں۔

بقیہ بر صفحہ ۵ کالم ۲

رائٹر مصطفےٰ خاں کو ایر نیو پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام ... طبع ہو کر ... شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۱ | مورخہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ | نمبر ۱۴۲

مذہبی فرقے

(خاں بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کے قلم سے)

این حکایت بشنو و وعظے شمر
تا نگردی خستہ از نقص و ضرر

مذہب میں ہی فرقہ بندیاں نہیں ہیں۔ معاشری حلقوں تمدنیات اور سیاسیات میں بھی ٹولیاں اور فرقہ بندیاں ہیں دونوں سلسلوں معاشری اور سیاسی میں تفریق اور فرقہ بندیاں بیشمار ہیں۔ اور اختلاف خیالات اور اجتہادات کی وجہ سے وجودپذیر ہوتی ہیں۔ انسانی تمدن کی یہ ایک خصوصیت ہے۔ کہ وہ انفرادیات سے اجتماعی رنگ قبول کرتا ہے۔ اور اجتماعی رنگ سے انفرادی پہلو لیتا ہے۔ اگر ہم یہ کوشش کریں کہ یہ دونوں صورتیں ایک ہوجائیں۔ یا وجودپذیر نہ ہوں۔ تو ایک ایسی بات کے ہم متمنی ہوں گے۔ کہ جو ہو نہیں سکتی۔

کسی شہر کسی قصبہ اور کسی گاؤں کی ایسی آبادی نہ ہوگی۔ کہ جس کے باشندے ایک ہی احاطہ میں رہتے ہوں۔ یا جن کے احاطوں اور گھروں کا ایک ہی دروازہ ہو۔ انسان طبعاً بوجہ اختلاف ضروریات اور خیالات کے جداگانہ رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک ہوکر دو ہونا اور دو ہوکر چند در چند ہونا زندہ ہستی کا ایک طبعی یا فطری خاصہ ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی منفرد ہو کر پھر ضرورتاً اجتماعی رنگ اختیار کرنا بھی اس کا ایک فطری پہلو ہے۔ دونوں پہلو انفرادی اور اجتماعی معمول ہیں۔ پانچوں انگلیاں جدا ہوکر بھی اجتماعی صورت میں ایک ہوسکتی ہیں۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کہ ان دونوں میں انفرادی اور اجتماعی کیفیت کی ضرورت ہے۔

کیوں ضرورت ہے

کاروباری زندگیوں اور تمدنیات اور سلاسل اقتصادیات کی تکمیل اور ترتیب کے واسطے انفرادی اور اجتماعی سلسلوں کی واقعی ضرورت ہے۔ جب تک سپاہ اور فوج انفرادی رنگ میں بھرتی نہ ہو۔ فوج نہیں بن سکتی۔ اور جب تک انفرادی پہلو سے منتقل ہوکر ایک ہی قانون اور کمان افسر کے تحت اجتماعی پہلو نہ لے۔ تب تک اس پر فوج کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ بہت سے کام انفرادی صورت میں ہی ہو سکتے ہیں۔ بسا اوقات افرادی کی منفردانہ صورت میں ضرورت پڑتی ہے۔ ہر درخت کچھ نہ کچھ شاخیں رکھتا ہے۔ اور ہر شاخ کا رخ اور پھیلاؤ جداگانہ ہوتا ہے۔ لیکن سب شاخیں تنہ ہی سے وابستہ ہوتی ہیں۔ اور ہر شاخ باوجود جداگانہ پھیلاؤ اور جداگانہ نوعیت کے ایک ہی مرکز رکھتی ہے۔ جب تک شاخیں نہ ہوں۔ کوئی درخت سرسبز نہیں کہا جاسکتا۔ اور جب تک شاخیں تنہ سے وابستہ نہ رہیں۔ تب تک شاخوں کا قیام اور ثبات مشکل ہے۔

مذہب ایک تنہ ہے

مذاہب یا مذہب ایک تنہ ہے۔ اور فرقے اس کی شاخیں ہیں۔ مذہب کی عظمت اور وقعت اسی صورت میں متصور ہے۔ کہ جب تک فرقے یعنی مذہب کے تنہ کی شاخیں اس سے وابستہ رہیں۔ اور اس کی خیر منائیں۔ اگرچہ فرقوں کے اعتقادیات اور رجحانات میں باعتبار جداگانہ اجتہاد کے کچھ نہ کچھ تفاوت ہوتا ہے۔ مگر پھر بھی تنہ کی جہت سے ان سب میں ایک قسم کی وابستگی بھی ہوتی ہے۔ بمصداق کل شئی یرجع الیٰ اصلہ۔ ہر فرقہ اپنے اصل ہی سے وابستہ رہ کر اپنی ہستی کو قائم رکھ سکتا ہے۔ اور یہ صورت اسی صورت میں متصور ہے جب باوجود اختلاف اور تب تک کے بھی مذہبی شاخیں ایک دوسرے کے ساتھ وابستگی اور اتحاد رکھیں۔ اگر شاخیں باہمی الجھن میں لگ جائیں۔ تو پھر درخت کے قیام میں شبہ ہے۔

اس صورت میں

دراصل مذہب کے فرقے کوئی جداگانہ ہستی نہیں رکھتے ان سب کی ہستی گویا مذہب ہی ہوتی ہے۔ اور ان کا آپس میں شدت کے ساتھ منافرت اور مخالفت رکھنا خود مذہب یا اصل کے ساتھ ایک کاوش رکھنا ہے۔ مذہب اسلام میں جو فرقے اور فرقہ بندیاں ہیں۔ وہ دراصل اس کی شاخیں ہیں۔ جو باوجود جداگانہ پھیلاؤ کے ایک ہی اصل سے وابستہ ہیں۔ انہیں پر موقوف ہے کہ اپنی اپنی طاقت کے موافق جداگانہ نشو و نما پاتی رہیں لیکن یہ حق نہیں کہ آپس میں اس قسم کی نفرت اور کاوش رکھیں۔ کہ اصل اور تنہ کے واسطے نقصان رسان ہو۔

اس وقت

موجودہ فرقہ بندیاں اسلام کے ایک ہی تنہ کے تحت ہوکر آپس میں دس قسم کی منافرت اور مناقشت رکھتی ہیں کہ جس سے تنہ یا اصل اسلام کے لئے بوجہ اندیشہ اور صدمہ ہے۔ چونکہ ان سب کا تنہ اور اصل ایک ہی ہے اس واسطے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ حقیقی رنگ میں مسلمانوں میں کوئی فرقہ نہیں ہے۔ کیونکہ ان سب کا تنہ اور اصل ایک ہی ہے۔ یہ سب فرقہ بندیاں اجتہادی رنگ رکھتی ہیں۔ جس طرح ایک شعر کے مطلب اور مفہوم کے تعین میں اختلاف ہوجاتا ہے اور ہر شخص اپنے اپنے نقطۂ خیال کے تحت تعبیر کرتا ہے وہی صورت ان فرقہ بندیوں اور اختلافات کی بھی ہے۔

اسلام کے مقررہ اصول

اسلام کے مقررہ اصول تین ہیں۔

"توحید"

"قرآن"

"ذات رسول صلعم"

بالاجمال یہی تین باتیں مسلمان بننے کے واسطے لازمی ہیں جو شخص ان تین باتوں کا مقر اور معترف ہے۔ وہ مسلمان ہے اور یہی تینوں عناصر گویا اسلام کا تنہ اور اصل ہیں۔ اسلام اور قرآن نے ان ہرسہ اصول کو مقدم رکھ کر یہ فیصلہ کردیا ہے کہ ان کو مان کر اگر کوئی تفریق یا فرقہ بندی ہوگی۔ تو وہ ایک اجتہادی یا عارضی فرقہ بندی ہوگی۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ فی الحقیقت کوئی فرقہ بندی نہ ہوگی۔ کیونکہ ان سب باتوں کا تنہ ایک ہی ہے، اور اس صورت میں وہ سب کے سب ایک ہی مرکز رکھتے ہیں۔ قرآن مجید میں صراحتاً تنبیہ کی گئی ہے۔ کہ باوجود ان اختلافات کے ہر صورت میں لازمی ہے کہ سب فرقے ایک ہی تنہ کے تحت رہ کر اپنی ہستی کو قائم رکھیں۔

رواج یا شرع؟

لائق ہمعصر "وکیل" نے اس پرانے مسئلہ کو پھر ایک دفعہ اپنے کالموں میں چھیڑا ہے۔ جو ایک بڑے حصے مسلمانان ہند کی غیرت اسلامی پر نوحہ خواں ہے۔ ہمارے قابل معاصر نے اس حقیقت نفس الامری کو پھر دوہرایا ہے کہ "تقسیم جائداد کے بارہ میں مسلمانوں میں غیرمسلم اقوام کا رواج ابھی تک پایا جاتا ہے۔ اور اس سے نہ صرف یہ مشکل پیدا ہوتی ہے کہ خدائی قوانین و احکام شرعیہ میں رخنہ اندازی ہونیکے علاوہ انکی توہین ہوتی ہے۔ بلکہ تقسیم وراثت کے دوران میں طرح طرح کی بے انصافیاں بھی رونما ہوتی ہیں۔ انگریزی عدالتوں میں جب اس قسم کے مقدمات پیش ہوتے ہیں تو وہاں یہ عبرت آموز نظارہ دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ بڑے بڑے علمائے دین جو دوسروں کو شریعت کی پابندی کا وعظ کہا کرتے ہیں۔ خود بڑے زور شور سے اپنے خاندان میں رواج کے دستور کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب اس میں ان کو کامیابی ہوتی ہے۔ تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی وجہ سے شرع اسلام اور رواج میں سخت تصادم واقعہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہمارے لائق ہمعصر نے آنریبل خان بہادر میاں محمد شفیع صاحب سے یہ استدعا کی ہے کہ وہ اپنی جدید وزارت قانونی کے زمانہ میں "رواج کو اڑا کر شریعت کو قائم کردیں"۔ [illegible] اس [illegible] مرکا ہے کہ ہم

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

کے

نویں سالانہ جلسہ کا پروگرام جو بتاریخ ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر ۱۹۲۲ء احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ہوگا

پہلا دن ۲۵ دسمبر ۱۹۲۲ء روز دوشنبہ

صبح ½ ۱۰ بجے سے ¾ ۱۰ بجے تک تلاوت قرآن کریم و نعت

" ¾ ۱۰ " " ۱۰ " " نظم بابو حشمت اللہ صاحب

" ۱۰ " " ½ ۱۱ بجے تک وعظ میر ناظر شاہ صاحب

½ ۱۱ بجے سے ۱۲ بجے تک مضمون حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہوی۔

۱۲ بجے سے ایک بجے تک لیکچر حافظ محمد حسن صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل۔

۱ بجے سے ۲ بجے تک نماز

شام ۲ سے ½ ۲ بجے تک نعت ڈاکٹر نورالحسن صاحب

" ½ ۲ سے ½ ۳ " " احمدیوں کے دو فرقے۔ حضرت امیر قوم مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔

½ ۳ سے ½ ۴ بجے تک تقریر مولانا مولوی صدرالدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی

۷ بجے سے ۸ بجے تک لیکچر مولوی عبدالحق صاحب دہلوی "مکمل الہام کی شرائط اور الہامی کتاب"

نوٹ: مولوی عبدالحق صاحب کے لیکچر کے بعد مضمون لیکچر کے متعلق آریہ سماج والوں اور عیسائیوں کو سوال کرنے کی بھی اجازت ہوگی۔

دوسرا دن ۲۶ دسمبر ۱۹۲۲ء سہ شنبہ

صبح بعد نماز فجر: مولوی عبدالرحمان صاحب مشن کورٹ رادھاکشن مضمون "ہماری زندگی کا راز"

صبح ½ ۱۰ سے ¾ ۱۰ تک تلاوت قرآن کریم و نظم مولوی مبارک علی صاحب

" ¾ ۱۰ سے ½ ۱۱ تک مولوی محمد اکبر شاہ خان صاحب "اسلام زندہ مذہب ہے"

" ½ ۱۱ سے ½ ۱۲ تک ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ایل۔ ایم۔ ایس "تبلیغی جدوجہد"

" ½ ۱۲ سے ۱ تک لیکچر جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب سابق سول سرجن صوبہ سرحدی۔

۱ بجے سے ۲ بجے تک نماز

شام ۲ بجے سے ½ ۲ بجے تک تلاوت قرآن کریم و نعت

" ½ ۲ " " ½ ۳ بجے تک جناب شاہ محمد خاں صاحب۔ انتخاب اسلام اور مسیح موعود

" ½ ۳ " " ½ ۴ بجے تک "احمدیت کیا ہے" حضرت امیر قوم مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔

½ ۷ بجے اجلاس احمدیہ کانفرنس ہوگا۔ جس میں سب احباب احمدی شامل ہوں۔

تیسرا دن ۲۷ دسمبر ۱۹۲۲ء چہارشنبہ

صبح بعد نماز فجر۔ مولوی محمد صاحب مولوی فاضل "حقیقت تقویٰ" پر وعظ فرماویں گے۔

صبح ½ ۱۰ بجے سے ¾ ۱۰ بجے تک تلاوت قرآن کریم۔

" ¾ ۱۰ " " ۱۰ " " نظم سید مسعود شاہ صاحب

" ۱۰ " " ½ ۱۱ بجے تک لیکچر شیخ محمد الدین جان صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل فیروزپور۔

½ ۱۱ سے ۱۲ بجے تک وعظ مولانا مولوی غلام حسن خان صاحب آنریری مجسٹریٹ پشاور۔

۱۲ بجے سے ۱ بجے تک رپورٹ سالانہ و اپیل چندہ از حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب سول سرجن۔

۱ بجے سے ۲ بجے تک نماز

شام ۲ سے ½ ۲ بجے تک مولوی مصطفیٰ خاں صاحب بلا ذخیرہ تبلیغ اسلام

" ½ ۲ سے ½ ۳ " " تقریر مولانا مولوی صدرالدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔

½ ۳ سے ½ ۴ بجے تک تقریر حضرت امیر قوم مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ "آنحضرت کی زندگی سے ایک سبق"۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جلسہ سالانہ کی اہمیت

خطبہ جمعہ

مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۲۲ء عیسوی

انما المؤمنون الذین آمنوا باللہ و رسولہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الیٰ۔ واللہ بکل شیءٍ علیم (النور رکوع ۹)

شخصیت اور قومیت

قرآن کریم کا خلاصہ سورۂ فاتحہ ہے۔ اس سورۃ کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس میں اللہ تعالےٰ نے انسان کی شخصیت کو قومیت کے رنگ میں رنگا یا قومیت کے رنگ میں اس کا اظہار کیا ہے۔ یعنے اس سورت میں کوئی دعا یوں نہیں بتائی۔ کہ میں یہ کام کرتا ہوں۔ مجھ پر رحم فرما۔ بلکہ ساری دعا یوں چلتی ہے۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور ہم تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اھدنا الصراط المستقیم ہم کو سیدھی راہ پر چلا۔ اسی طرح قرآن شریف کی دوسری دعاؤں کو دیکھا جائے۔ تو وہ بھی یونہی چلتی ہیں۔ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا۔ اے ہمارے رب ہمیں نہ پکڑیو اگر ہم بھول جائیں یا کوئی خطا ہم سے سرزد ہو۔ یوں نہیں کہا لا تؤاخذنی ان نسیت او اخطات۔ اسی طرح سارے قرآن کی دعائیں عموماً جمعیت ہی کے رنگ میں ہوں گی۔ بعض لوگ پوچھتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیوں اھدنا الصراط المستقیم پڑھتے تھے۔ کیا آپ صراط مستقیم پر نہ تھے؟ آپ تو صراط مستقیم پر بیشک تھے۔ لیکن آپ کی دعا دراصل دوسروں کے لئے تھی۔ دوسروں کے لئے بھی آپ صراط مستقیم طلب کرتے تھے۔ در فی الحقیقت میں سمجھتا ہوں کہ میں اکیلا دعا کروں۔ اور میرے بھائیوں کا ذکر اس دعا میں نہ آئے اس سے بڑھکر کیا افسوسناک بات ہو سکتی ہے۔ ہمارے دل میں تڑپ ہونی چاہیئے۔ دوسروں کیلئے۔ اپنی ذات سے بڑھکر ہیں دوسرے رشتہ دار اور اس سے بڑھکر تمام جماعت اس سے بڑھکر کل مسلمانوں اور اس سے بھی بڑھکر کل دنیا کیلئے دعائیں مانگنی چاہئیں۔

[جمعیت] کا رنگ قرآن میں بڑا آیا ہے۔ یہ چند آیتیں جو میں نے پڑھی ہیں۔ سورۂ نور کا آخری رکوع ہیں۔ سورۂ نور میں زیادہ تر ان باتوں کا ذکر ہے۔ جو انسان کی اپنی ذات اس کے گھر اور خاندان سے تعلق رکھتی ہیں لیکن یہاں خاتمہ پر بتا دیا۔ کہ یہ امور جو شخصیت سے تعلق رکھتے ہیں اتنے اہم کام نہیں۔ جتنے اہم وہ امور ہیں۔ جو جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ انما المؤمنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ۔ سوائے اس کے نہیں کہ مومن وہ ہیں۔ جو ایمان لائے اللہ اور اس کے رسول پر۔ واذا کانوا معہ علیٰ امر جامع اور جب اس کے یعنے رسول کے ساتھ کسی امر جامع پر ہوں۔ لم یذھبوا حتیٰ یستاذنوہ تو نہیں جاتے۔ حتیٰ کہ اس کی اجازت لے لیں۔

امر جامع

امر جامع کیا ہے۔ امر جامع وہ معاملہ ہے جو لوگوں کو جمع کر لے۔ سب بڑے اہم کام جو جماعت اور قوم سے تعلق رکھتے ہوں۔ وہ اسی میں داخل ہیں۔ یہاں یہ ذکر نہیں کیا۔ کہ امر جامع میں مومن آتے ہیں۔ وہ اسی کے اندر آجاتا ہے جب یہ کہا کہ وہ بغیر اجازت کے کبھی نہیں جاتے۔ تو اس میں آکر شامل ہونا تو اور بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ پھر اس پر یہاں تک زور دیا ہے۔ کہ فرمایا۔ ان الذین یستاذنونک اولٰئک الذین یؤمنون باللہ ورسولہ۔ وہ لوگ جو اجازت لیتے ہیں وہی ہیں۔ جو ایمان لاتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول پر۔ یہاں ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایمان کی یہی ایک بڑی شرط ہو گئی ہے۔ اور اسی پر ایمان کا مدار ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر اہمیت امر جامع کو ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ اہمیت اس سے معلوم ہوتی ہے کہ اجازت چاہنے کے بعد بھی فرمایا۔ فاذا استاذنوک لبعض شانھم فاذن لمن شئت منھم۔ جب وہ تجھ سے اپنی کسی خانگی ضرورت یا کسی ذاتی کام کیلئے اجازت مانگیں۔ تو جس کو تو چاہے۔ اجازت دے۔ گویا سب کو جو اجازت مانگیں۔ رخصت نہیں مل سکتی۔ انہی کے لئے اجازت ہو سکتی ہے۔ جن کو نبی کریم صلعم اجازت دینا چاہیں واستغفر لھم اللہ۔ ان اللہ غفور الرحیم۔ اور ان کے لئے اللہ کی حفاظت چاہو۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ اجازت لے کر جانا بھی کوئی ایسی اچھی اور مستحسن بات نہیں۔ اس پر بھی پیر استغفار کی ضرورت ہے۔ اس سے امر جامع یا قومی امور کی اہمیت اور ان کے اندر شمولیت کی ضرورت اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔

دعاء الرسول

آگے فرمایا۔ اے مسلمانو لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا۔ جب رسول تم کو بلائے تو اس کے بلانے کو تم ایسا مت قرار دو۔ جیسا کہ ایک دوسرے کے بلانے کو قرار دیتے ہو۔ اس کے خلاف آج دیکھو۔ کہ ایک دوسرے کے بلانے پر لوگ کس طرح لپکے چلے جاتے ہیں۔ کسی جلسہ میں کوئی نظم پڑھی جانی ہو۔ کہیں مشاعرہ ہونا ہو۔ وہاں کثرت کے ساتھ لوگ دوڑے ہوئے چلے جاتے ہیں لیکن جہاں رسول اللہ صلعم کے کسی حکم کی طرف بلایا جاتا ہو۔ وہاں بہت ہی کم پہنچتے ہیں۔ حکم یہ تھا۔ کہ رسولؐ کے بلانے کو تم ایک دوسرے کی دعوتوں پر زیادہ اہمیت دو۔ اور ان کے برابر نہ ٹھیراؤ۔ لیکن شاید جس قدر کم وقعتی رسولؐ کے بلانے کو آج مسلمانوں نے دے رکھی ہے۔ اور بہت ہی کم امور ایسے ہوں گے جن کے ساتھ ایسا سلوک ہوتا ہو کوئی دوست اپنے ہاں دعوت پر بلائے۔ میل بھر چل کر بھی جانا پڑے تو کوئی بڑی بات نہیں۔ لیکن نماز کا وقت ہو۔ تو مسجد آنے میں کسی کے لئے دوستوں کے ساتھ باتیں کرنا عذر بن جاتا ہے کوئی کچھ اور بہانہ کر لیتا ہے۔ اس کا نتیجہ بتایا۔ قد یعلم اللہ الذین یتسللون منکم لواذا۔ اللہ ان کو جو چھپ کر نکل جاتے ہیں۔ خوب جانتا ہے۔ لیکن فرمایا۔ فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم۔ وہ لوگ جو اس کے (اللہ تعالےٰ کے) امر کی مخالفت کرتے ہیں۔ ڈر جائیں کہ ان کو کوئی مصیبت پہنچے یا دردناک عذاب ان پر آئے گا۔

میں جو غور کرتا ہوں تو مسلمانوں کو جو دکھ اور مصائب اس زمانہ میں پہنچی ہیں۔ وہ اسی وجہ سے ہیں۔ کہ رسولؐ کی آواز کو انہوں نے کوئی اہمیت نہیں دی۔ دعاء الرسول کیا چیز ہے؟ کیا اب دعاء الرسول ختم ہو گیا ہے۔ اور اس لئے قرآن کی یہ آیتیں اب منسوخ ہیں؟

دعاء الرسول میں دراصل وہ سب باتیں شامل ہیں جو رسول اللہ صلعم کی زندگی کا مقصد ہیں۔ جو رسول اللہ کے بلانے کی غرض تھی جہاں وہ غرض پوری ہو۔ وہی دعاء الرسول ہے۔ رسول اللہ تعالیٰ کا نام دنیا میں بلند کرتا تھا۔ اس کے لئے فرمایا۔ کہ جب تمہیں بلایا جائے تو تم اس کو دوسرے لوگوں کے بلانے کی طرح مت سمجھو۔ رسول اللہ صلعم کا یہ بلانا ابھی تک موقوف نہیں ہوا۔ آپ کی دعوت آج بھی زندہ ہے۔ تمام نبی اور رسول فوت ہو گئے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلعم ہیں۔ اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔ کیونکہ آپ کی تعلیم زندہ ہے آپ کی آواز ابھی آتی ہے اور وہ ہمیں خدا کی طرف بلاتی ہے۔

نبی کریم کے خدام کی آواز بھی دعاء الرسول ہے

پھر آپ کے خدام میں سے کوئی اٹھے اور وہ ہمیں آواز دے وہ خدا کی طرف ہمیں بلائے اور اعلائے کلمۃ اللہ پر زور دے تو وہ آواز بھی زندہ دیتا ہے رسول اللہ صلعم ہی کی آواز ہے۔ آج رسول اللہ صلعم ہی کے غلاموں میں سے ایک شخص ہم میں اٹھا اور اس نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہمیں بلایا۔ اس نے اسی آواز کو زندہ کیا۔ جو رسول اللہ صلعم کی آواز تھی۔ اس کی آواز دعاء الرسول ہی تھی۔

پھر وہ بھی فوت ہو گئے اور ان کی آواز کو زندہ رکھنے کے لئے تم ہو تم نے ان کے ہاتھ پر اقرار کیا کہ اس مقصد کو جو ان کے پیش نظر تھا جو رسول اللہ صلعم کی آواز تھی اسکو ہم زندہ رکھیں گے۔

اجتماع کی برکات

اس کا ایک حصہ یہ بھی ہے جو ہمارا سالانہ اجتماع آرہا ہے یہ کوئی میلا اور تماشا نہیں بلکہ [illegible] اجتماع ہوتا ہے جسکے لئے ہم نے وعدہ کیا تھا۔

اجتماع بڑی بابرکت چیز ہے

اجتماع پر ہی وہ چیز نازل ہوتی ہے جسکو سکینت کہا جاتا ہے نماز کو دیکھو یوں تو ہم اس کو گھروں کے اندر بھی پڑھ سکتے تھے لیکن کیوں ہمیں پانچ وقت اکٹھا کیا۔ سکینت ہی کے لئے پھر اس سے بڑھ کر جمعہ میں اکٹھا کیا۔ کہ اور زیادہ سکینت ہم پر اترے پھر عیدین پر اس سے زیادہ اجتماع کرایا۔ پھر تمام دنیا کے مسلمانوں کو خانہ کعبہ میں اکٹھا کیا کہ سب پر سکینت نازل ہو۔ اس خانہ کعبہ کے اجتماع پر جس قدر سکینت اترتی ہے۔ اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ وہ حاجیوں کی سخت دلی کے قصے تو ایک الگ بات ہے لیکن یہ ایک یقینی امر ہے کہ وہ لوگ بھی جو بڑے بڑے سخت دل لیکر گئے ہیں جب وہ میدان عرفات میں اکٹھے ہوتے ہیں تو وہاں کا نظارہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک ہی لباس میں ملبوس ہونا انہیں خدا کے سامنے جھکا دیتا ہے بڑے بڑے لوگوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ وہاں واقعی دل اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسا جھکتا ہے کہ ایسا جھکنا اور جگہ میسر نہیں آتا

ہمارے سالانہ اجتماع کی غرض

اس ہمارے سالانہ اجتماع کی غرض کو بہت سے دوستوں نے نہیں سمجھا۔ یہاں اگر کوئی اس غرض سے آتے کہ ایک شخص کو ملیں اور اس کے ہاتھ چوم لے۔ یا کوئی نذر نیاز دے۔ تو اس کا آنا نہ آنا برابر ہے۔ سالانہ اجتماع کی بڑی غرض تو یہ ہے۔ کہ اکٹھے ہو کر اس کام کی ترقی کے لئے دعائیں کریں۔ اکٹھے ہو کر کوئی صورت سوچی جائے کہ اس کام کو کس طرح سرانجام دیں جو ہم نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے اکٹھے ہو کر ایک دوسرے کے مشوروں سے ہم فائدہ اٹھائیں۔ اور اس کام کو اور ترقی دے سکیں۔

بیرونی احباب سے خاص خطاب

تو میں بھی اپنی جماعت کو خاص خطاب کر کے کہتا ہوں۔ کہ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا۔ رسول اللہ صلعم کے بلانے کو تم ایک دوسرے کے بلانے کی طرح مت قرار دو۔ آپ لوگ جو حاضرین کو مخاطب کر کے تو سن ہی رہے ہیں لیکن میرے اس خطاب میں باہر کے تمام دوست بھی شامل ہیں۔ میں ان سب کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ دیکھو رسولؐ کی آواز پر تم آؤ۔ اور اکٹھے ہو کر اس کو زندہ رکھنے کی تدابیر سوچو۔ جو مشکلات اس کام کے اندر پیدا ہو رہی ہیں۔ ان کو دور کرنے کی راہ نکالو۔ اور ملکر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرو۔ کہ وہ اس کو ہمارے لئے آسان کر دے۔ اور اعلائے کلمۃ اللہ کی کوئی صورت پیدا ہو۔

جلسہ سالانہ کے لئے اپنے دنوں کو وقف کر دو

دوسرے خطبہ میں فرمایا:۔

میں پھر کہتا ہوں کہ آپ ان دنوں کو وقف کر دیں۔ اس ایک کام کیلئے جو جلسہ سالانہ کے رنگ میں ہمارے سامنے ہے۔ خوب یاد رکھو کہ اشاعت اسلام سے بڑھکر کوئی کام خدمت اسلام کا نہیں۔ اور بھی کام خدمت اسلام کے ہیں لیکن اشاعت اسلام سب سے بڑا کام ہے۔ یہی کام رسول اللہ صلعم کے صحابہؓ کا تھا۔ وہ اس کام کے لئے دور دور ممالک میں نکل گئے آج اسی کام کے لئے مجدد نے ہمیں بلایا ہے۔ پس تم بھی جلسہ میں آؤ۔ اور اپنے ساتھ دوسرے لوگوں کو بھی لاؤ۔ تا کہ وہ دیکھیں کہ ہم خدا کا نام دنیا میں پھیلاتے ہیں یا اپنا۔ کیا تعلیم ہم دیتے ہیں لوگوں کو سوائے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے

وہ لوگ بھی جو حضرت مرزا صاحب کو حماقت سے نبی بتاتے ہیں وہ بھی سوائے اس کے اور کچھ تعلیم نہیں دے سکتے۔ ان سے بھی جب پوچھو۔ کہ باہر جا کر کیا پھیلاتے ہیں۔ تو وہ یہی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تعلیم ہے۔ پس تم ان لوگوں کو جو تمہارے زیر اثر ہیں۔ اپنے ساتھ لاؤ۔ اور دکھاؤ کہ ہم خدا کا نام پھیلاتے ہیں۔ اور ان سے کہو کہ اس ایک خدا کا نام پھیلانے میں وہ بھی ہمارے ساتھ شامل ہوں ✤

ناظرین خط و کتابت کرتے وقت

خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ ورنہ تعمیل ارشاد محال۔

مینیجر

تازہ خبریں

یونانیوں کی تباہی

لارڈ کرزن کی ذمہ داری

لندن۔ ار دسمبر۔ اخبار "سنڈے ایکسپریس" نے ان وحشت خیز مضامین کا انکشاف کیا ہے جو اس چٹھی میں درج ہیں۔ جسے ایم گونرس نے ایتھنز کے موجودہ وزیر اعظم کی طرف ارسال کی تھی اور ظاہر کیا تھا کہ وہ جلد از جلد ایشیائے کوچک کو یونانی فوجوں سے خالی کرنے کے لئے فوجی تیاریاں شروع کر دے۔ یہ تار برقی پیغام اس چٹھی کے بعد بھیجا گیا تھا جو ایم گونرس نے لارڈ کرزن کی طرف بتاریخ ۹ مارچ ایم گونرس کی چٹھی کا جواب دیا تھا۔

ایم گونرس کی ہدایات کا لب لباب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ ایم گونرس نے مشورہ دیا کہ ایشیائے کوچک سے یونانی فوجیں ہٹانے کے لئے افتتاحیہ جنگی تیاریاں کرنی چاہئیں۔ یونانیوں کے تخلیہ کے بارہ میں آٹھ دن ضایع نہ کرنے چاہئیں۔ جو برطانوی حکومت کیطرف سے جواب کے انتظار کرنے میں صرف ہوں گے اور نہ ہی انہیں ایم گونرس کی یونان میں آمد کا انتظار کرنا چاہیئے بلکہ اس معاملہ میں ہرگز تساہل نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ بصورت دیگر سخت خطرناک صورت پیدا ہو جائیگی اور فوجوں کو شدید نقصانات پہنچیں گے۔ اور اگر انہوں نے اس معاملہ میں کسی قسم کی سستی سے کام لیا۔ اور برطانوی جواب کا انتظار کیا تو ان نقصانات اور مصائب کی تمام ذمہ داری ان ہی کی گردن پر پڑے گی۔ ایم گونرس نے اپنی چٹھی میں یہ بھی بیان کیا کہ ہمیں برطانیہ سے اس قدر امداد کی ہرگز توقع نہیں ہو سکتی جس سے ہم اپنے مطالبات کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں اور کوئی امید نہیں بندھتی کہ برطانوی حکومت کیطرف سے کوئی امید افزا جواب موصول ہو۔ اپنے مضمون کو ختم کرتے ہوئے اس نے بیان کیا ہے کہ اب مجھے ایتھنز جانا چاہیئے تاکہ ان آٹھ دنوں کی بھاری ذمہ داری میں کچھ ازالہ ہو جائے۔

ایم گونرس نے اپنے وزیر اعظم کو ہدایات دیں کہ وہ جلد از جلد پیش کردہ تجاویز پر عملدرآمد کرے۔ اس چٹھی کے ارسال کرنے سے پیشتر ایم گونرس نے مسٹر لائیڈ جارج سے ملاقات کرنے کے لئے درخواست کی لیکن اسکے متعلق تسلی بخش جواب موصول نہ ہوا اور اسکے بعد ایم گونرس انگلستان روانہ ہو گیا۔ کاش کہ اسے آئندہ واقعات کا علم ہوتا۔ اس کی منزل مقصود قبر تھی۔

اخبار "سنڈے ایکسپریس" نے لارڈ کرزن کو ان افسوسناک اور وحشت خیز واقعات کے الزامات سے مستثنےٰ نہیں کیا جنکی ذمہ داری جملہ سابق وزارت پر عاید ہوتی ہے۔

آرمینی وفد واپس بلا لیا جائے

لوسین ۱۳ دسمبر۔ ایک برقی پیغام موصول ہوا ہے کہ ترکوں نے آرمینیوں کے بڑے پادری کو قسطنطنیہ سے نکال دیا ہے کیونکہ اس نے لوسین کانفرنس سے آرمینی وفد واپس بلا لینے سے انکار کر دیا تھا۔

مولانا کفایت اللہ کے مکان کی تلاشی

کوئی اسلحہ جات برآمد نہیں ہوئے

دہلی۔ ۱۴۔ دسمبر۔ ۱۳ دسمبر کو دہلی میں کئی مکانات کی تلاشیاں لی گئیں۔ صبح کے چھ بجے مفتی مولانا محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیتہ العلما کے مکان پر پولیس نے حملہ کیا۔ اور تلاشی لی گئی۔ پولیس میں ۲۵ کانسٹبلوں کے علاوہ ڈپٹی اکرام الحق پیرزادہ نظیر الحق انسپکٹر سی آئی ڈی۔ سب انسپکٹر عبد العزیز چوکی پولیس نمبر ۳۔ اور مسٹر بلونت رائے مجسٹریٹ درجہ اول شامل تھے۔ ڈپٹی صاحب نے مولانا صاحب موصوف کی خدمت میں تلاشی کے وارنٹ پیش کئے اور کہا کہ وہ انگریزی زبان میں ہیں اور تلاشی سے مطلب یہ ہے کہ ان کے مکان سے اسلحہ اور چند قابل اعتراض کاغذات برآمد کئے جا ئیں۔

مولانا صاحب ممدوح نے اس حکم کو نہایت مسرت اور تحمل سے سنا اور پردہ کو محفوظ رکھتے ہوئے انہیں اپنے فرائض بخوبی ادا کرنیکی اجازت دیدی۔ مولانا صاحب کے دو مکانات ہیں جو ایک کھڑکی کے ذریعہ ملحق ہیں۔ مکان کے دروازے اندر سے بند کر دیئے گئے اور محلہ کے دو آدمیوں کو بطور گواہ بلا کر تلاشی لی گئی کئی گھنٹے تک کاغذات اور مکان کے کونے کونے کا بغور ملاحظہ کرنے میں مشغول و مصروف تھے۔ بالآخر پانچ چھ آدمیوں کی ۳ گھنٹہ تک سخت اور مسلسل محنت کے بعد کوئی اسلحہ یا قابل اعتراض کاغذ برآمد نہ ہوا۔ لیکن اسبات میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ حکام پولیس نے اپنے مقصد کے پورا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور ایندھن تک الٹ پلٹ کرکے لکڑیوں تک کی تلاشی لیگئی۔ پولیس مولانا صاحب کے مکان سے ایک مرتب شدہ فتوے لیگئی اسی دن اسی وقت پولیس نے دفتر اخبار "الامان" پر حملہ کیا اور اسکی بھی تلاشی لی گئی۔

انبالہ سے لدھیانہ جیل میں

ایک ترک قیدی کی فاقہ کشی

لدھیانہ۔ ۱۴۔ دسمبر۔ لدھیانہ جیل میں ایک ترک قیدی نے جو چار دن گذرے۔ انبالہ سے یہاں منتقل کر دیا گیا تھا۔ فاقہ کشی جاری کر رکھی ہے۔ اور یورپین ہونیکی وجہ سے وہ کھانا کھانے سے انکار کرتا ہے۔ جب تک اسکے مطالبات پورے نہ کئے جائیں۔ اس کا خیال ہے کہ اسکے مطالبات بروے قانون نامناسب نہیں اور اسے اس کی طلب کردہ مراعات سے محروم کئے جانے کی کوئی وجہ نہیں۔

جاپان کو دعوت اسلام

واز قلم مولے ابراہیم صاحب ما یت زگون،

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن ہ

داے نبی راہ خدا کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ۔ اور بحث کر وان سے ایسے طریقہ سے جو سب سے اچھا ہو)۔

جہاں میں دین احمد کی رسائی ہونے والی ہے
کہ جس پر شیفتہ ساری خدائی ہونے والی ہے
بجے گا دیں کا ڈنکا مٹے گی کفر کی ظلمت
برائی دور ہونے کو بھلائی ہونے والی ہے

چند مہینوں سے یہ خبر اخباروں میں گشت کر رہی ہے۔ کہ جاپان عنقریب ایک نیا مذہب اختیار کرنے والا ہے۔ اور ایک مشن برائے تحقیقات مذاہب عالم بہت جلد روانہ ہونے والا ہے۔

گذشتہ نصف صدی میں جاپان نے جو حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ اس پر دنیا عش عش کر رہی ہے۔ آج اس کا شمار دنیا کی بڑی طاقتوں میں کیا جاتا ہے۔ جاپان جس قدر دنیوی ترقی کرتا گیا اپنے قدیم مذہب سے متنفر ہوتا گیا۔ کیونکہ جاپانی اپنے مذہب کو شاہراہ ترقی میں حائل پاتے ہیں۔ بدھ مذہب تو ایک بھولی بھالی قوم کے لئے ساخت کیا گیا تھا۔ بیسویں صدی کی ایک ترقی یافتہ قوم تعلیمات بدھ پر عامل ہو کر اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ بدھ مذہب تو اپنے پیرؤوں کو رہبانیت کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ دنیا کی طرف حقارت آمیز نظر سے دیکھتا ہے۔ تکالیف اور مصائب کو ذریعہ نجات قرار دیتا ہے۔ یہ تعلیمات جاپان کے مفاد کے خلاف ہیں۔ وہ ان کا پابند ہو کر کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ اسے تو ایک ایسے مذہب کی تلاش ہے جو دین و دنیا کے لئے باعث نجات ہو۔ جس میں ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ کی تعلیم ہو جس کی تعلیمات پر عامل ہو کر اس کے پیرو دنیا میں بھی ترقی کریں۔ اور آخرت میں بھی سرخرو رہیں۔ میرے خیال میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہو سکتا ہے۔ جو جاپان کی پیاس بجھا سکے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ جاپانی مشن کے سامنے تعلیمات اسلام کا مکمل خاکہ پیش کریں۔ اور اس کو اس بات کا موقع دیں۔ کہ وہ اسلام کے متعلق کافی غور و فکر اور تبادلہ خیالات کر سکیں۔ صرف مشن کے خیر مقدم کرنے سے ہمارا کام نہ بنے گا۔ بلکہ تحریر و تقریر کے ذریعے سے جاپان کو اسلام کی دعوت دینی چاہیئے۔ اور جاپانیوں کی توجہ اسلام کی طرف منعطف کرنی چاہیئے۔ اگر ہم نے اپنی بدقسمتی سے اس زریں موقع کو ہاتھوں سے کھو دیا تو یاد رکھو پھر کف دست ملتے رہ جاؤ گے۔ اور اس کا خمیازہ بہت اہم ہمیں اٹھانا پڑے گا۔

چند سال ہوئے۔ مولوی برکت اللہ صاحب کی کوشش سے جاپان میں اسلام کا چرچا ہونے لگا تھا۔ اپنے ایک رسالہ اسلامک فریٹرنٹی داخوت المسلمین، کے نام سے جاری کیا۔ جس میں اسلام کی حقانیت اور فلسفہ تعلیمات اسلام کے متعلق مضامین ہوتے تھے۔ لیکن بعد میں چند ایسے واقعات پیش آئے جن کی وجہ سے انہیں اس ضروری اور اہم کام کو بند کر دینا پڑا۔ اس کے بعد شہنشاہ جاپان میکاڈو۔ والد موجودہ شہنشاہ جاپان کو اسلام کا شوق ہوا۔ انہوں نے خلیفۃ المسلمین مرحوم غازی سلطان عبد الحمید خاں والی روم کی خدمت میں چند سفیر مع علما و مبلغین جاپان روانہ کئے۔ بدقسمتی سے ایک جہاز بحر چین میں غرقاب ہو گیا۔ باقیماندہ بندرگاہ جاپان میں جا پہنچے لیکن عمر نے وفا نہ کی۔ دل کی تمنا دل میں لے کر تھیر کے کر گئے ... ان کی وفات کے بعد یہ مسئلہ معرض التوا میں آگیا۔ اس کے بعد بمبئی کونسل مقیم جاپان نے مشرف با اسلام ہو کر ایک رسالہ بنام اسلامک برادر ہوڈ د وحدت الاسلامیہ جاری کیا اس کی پہلی کاپی میں نے بھی دیکھی تھی۔ واقعی اس کے مضمون نہایت ہی پرجوش اور محبت اسلام سے پر تھے۔ مالی مشکلات کے باعث اس کی اشاعت شاید بند ہو گئی۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ جاپان میں اشاعت وتبلیغ کا کام نہایت آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ ہم اس میدان میں اپنے سوڈے دوڑا چکے ہیں اور کامیابی کا چہرہ بھی ہم ملاحظہ کر چکے ہیں۔ انگریزی دان اصحاب نہایت ہی خوش اسلوبی سے کام کر سکتے ہیں۔ آج جاپان کی تعلیم یافتہ جماعت انگریزی سے ماہر ہے اس لئے جاپانی زبان سے ناآشنا محض ہونے سے کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ جاپانی مشرقی قوم ہے اس لئے آپس میں اتنی اجنبیت نہیں ہوگی۔ اگر اسلام کا ستارہ مغرب میں غروب ہو چکا ہے مطابق یاروں کے کہنے کے، تو آفتاب اسلام مشرق سے پھر طلوع ہوگا۔ اور اس کی کرنیں اطراف عالم میں پھیل جائیں گی۔ بشرطیکہ ہم کوشش کریں۔

ہمارے مبلغین کو نہایت ہوشیاری کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کرنی چاہیئے۔ قرآنی آیت "خدا کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ" کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہیئے۔ اسلام کے احکامات بتدریج نازل ہوئے۔ اس کا کیا فلسفہ تھا۔ اس کو اچھی طرح محسوس کر لینا چاہیئے۔ ہمیں چاہیئے کہ اسلام کی تبلیغ اس پہلو سے کریں۔ کہ ہمارے نومسلم بھائی اس کو برداشت کر سکیں۔ اگر ہم ایک شیر خوار بچہ کو جس کے دانت نہیں ہو گوشت کھلانا شروع کر دیں۔ تو یہ امر اس کی ہلاکت کا باعث ہوگا۔ دانت نہ ہونے کے باعث وہ چبا نہیں سکے گا۔ نتیجۃً اسے ہضم کرنا دشوار ہوگا۔ گو یا گوشت جو بظاہر ایک اچھی چیز ہے۔ وہ اس کے لئے زہر قاتل کا کام دے گی۔ اسی طرح ہم اسلام کی اشاعت میں ایسی سختی نہ کریں جس کے باعث وہ مصیبت کے پنجہ میں گرفتار ہو جائیں۔

شاید دسویں صدی عیسوی میں ایک روسی بادشاہ نے جس کا نام غالباً ولیڈیر (Vladimir) تھا۔ اسلام قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن شراب نوشی کی عادت کو ترک کرنے سے اپنے آپ کو مجبور محض بتلایا۔ ہمارے اس زمانے کے مبلغین نے فوراً اس کو ٹکا سا جواب دے دیا۔ کہ بغیر شراب ترک کئے تم اسلام قبول نہیں کر سکتے۔ چنانچہ مجبوراً وہ عیسائی ہو گیا۔ اس خاندان سے بعد میں مسلمانوں کو جس قدر نقصان پہنچا۔ وہ تاریخ کے مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں۔ اور اس کے ذمہ وار ہمارے وہ ناعاقبت اندیش مبلغین تھے۔ اگر ہمارے مبلغین ذرا غور وخوض سے کام لیتے۔ اور مسئلہ کی

اہمیت کو سمجھتے۔ اور ان میں دوربینی ہوتی۔ تو وہ کبھی ایسا خشک جواب نہ دیتے۔ اس کو یوں سمجھانا تھا۔ کہ بھائی دیکھو۔ اسلام میں شراب کی حرمت ہے۔ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اور شراب کے ترک کرنے کی کوشش کرو۔ خدا تمہیں مدد دے گا۔ اور تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ جب تک مے خواری کی عادت تم میں رہے گی۔ تم ایک گناہ کبیرہ کے مرتکب ہو گے۔ چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ خود ہم مسلمانوں میں لاکھوں شرابی۔ جواری اور زناکار ہیں۔ خیر میں مضمون زیر بحث سے بہت دور چلا گیا اس کے بیان کرنے سے میرا مقصد صرف یہی تھا۔ کہ پھر کہیں ہم سے یہ غلطی نہ ہو۔ اب میں اصل موضوع پر آتا ہوں جاپانی مشن کے ممبروں نے چند سوالات تیار رکھے ہیں۔ اور جہاں کہیں وہ جائیں گے یہ سوالات پیش کریں گے۔ یہ سوالات جس اخبار میں شائع ہوئے تھے۔ افسوس ہے کہ وہ اس مضمون کے لکھتے وقت دستیاب نہ ہو سکا۔ مجھے جس قدر سوالات یاد ہیں انہیں کے جواب پر اکتفا کروں گا۔ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں وہ محض طالب علمانہ نقطۂ نظر سے ہے امید ہے کہ ہمارے دیگر مسلم برادران اس پر خامہ فرسائی فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

(باقی)

حضرت مسیحؑ کی ولادت

گو اس مضمون پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ مگر محمودی صاحبان کا حافظہ ایسا کند واقع ہوا ہے کہ بار بار ایک ہی مسئلہ کو لیکر چباتے رہتے ہیں۔ ۷ دسمبر کے "قادیانی گزٹ" پھر ایک مولوی فاضل کا مضمون اسبارہ میں نکلا ہے۔ اسلئے ہم بجائے اسکے کہ اپنی طرف سے کچھ لکھیں میاں صاحب اور ان کے علماء کا عقیدہ اسبارہ میں لکھدینا مناسب سمجھتے ہیں۔

("تشحیذ الاذہان" اپریل ۱۹۱۳ء مضمون "عظمت مسیح")

میں سب سے اول مسیح کی ولادت کے مسئلہ کو لیتا ہوں پادری صاحب فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ تمام مسلمانوں کا متفق علیہ ہے۔ اور سوائے سرسید کے جنہوں نے صرف عقلی دلائل سے اسکو رد کیا ہے۔ اور کسی نے قرآن شریف سے اس کا انکار نہیں کیا۔ مگر میں آگے چل کر بتاؤں گا کہ یہ بات غلط ہے کہ کسی نے قرآن شریف سے اس مسئلہ کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ ثابت کرونگا کہ لوگوں نے اس مسئلہ پر قرآن شریف سے ہی روشنی ڈالی ہو اور ثابت کیا ہے کہ مسیح بن باپ کے نہیں بلکہ باپ سے پیدا ہوا۔ .... اب میں ان لوگوں کا خیال بتاتا ہوں جو کہتے ہیں کہ حضرت مسیح بن باپ کے پیدا نہ ہوئے تھے۔ بلکہ جس طرح سب دنیا پیدا ہو رہی ہے۔ اسی طرح آپ کی بھی پیدائش تھی اور میری اس سے یہ غرض ہے کہ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے اور یہ کہ بعض لوگ آپ کے باپ کے بھی قائل ہیں جس سے سب بحث ہی باطل ہو جاتی ہے۔

۱۹۱۷ء میں میاں صاحب سے ایک سوال ولادت مسیح کے بارہ میں ہوا تھا جس کے جواب میں ان کے خادم ڈاک عبدالرحیم نیر نے یہ لکھا۔

"حضرت خلیفہ ثانی یہ فرماتے ہیں کہ گو میں کسی نص صریح کے ماتحت یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ مسیح بن باپ کے پیدا ہوئے تھے صرف استنباط ہے۔ جس کے خلاف اور لوگ بھی دوسرے عقیدہ کا استنباط کرتے ہیں۔ البتہ تاریخی شہادت کے رو سے احمدی جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح بن باپ کے پیدا ہوئے تھے۔"

اب انصار اللہ صاحبان کا عقیدہ بھی دیکھیئے۔ رسالہ "اظہار حقیقت" میں اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہ "ان کا تعلق ان سے ہے جو مسیح علیہ السلام کا باپ مانتے ہیں" یہ لکھا ہے کہ "اس کا پہلے تو تم ہی جواب دو کہ کیا ان سے مسیح موعود کا تعلق تھا یا نہیں۔ شریعت اسلام سے ثابت کرو کہ جو مسیح علیہ السلام کا باپ مانیں۔ وہ اسلام سے خارج کیئے جائیں یا خلفاء کے منکروں کی طرح فاسق اور کافر قرار دیئے جائیں"۔ صت۲۳

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کا خیال اسبارہ میں کتاب "نورالدین" میں دیکھیں۔ جہاں آپ لکھتے ہیں:

(۱) جو اسلام قرآن کریم کے صحیفہ فطرت نے ہمیں سکھایا ہے۔ اسمیں تو کہیں نہیں لکھا کہ تم اسلام لاؤ کہ مسیح بلے باپ تھا۔

(۲) ہم کو نبی کریم نے نہیں فرمایا کہ اسلام میں یہ بھی ہے کہ تم مان لو کہ مسیح بلے پدر تھا۔

(۳) ہمارے پیارے صحابۂ کرام اور ہمارے ائمہ اربعہ فقہا اور دیگر ائمہ عظام نے کہیں ہدایت نہیں کی کہ اسلامی ضروریات سے ہے کہ مان لو مسیح بلے باپ تھا۔

(۴) ہم کو ہمارے صوفیائے کرام نے اپنی تعلیمات میں کہیں تاکید نہیں فرمائی کہ اسلام میں قرب الٰہی کے مدارج و مسالک و اصلاح نفس و حصول اخلاق فاضلہ کے لئے لابد ہے کہ یہ بھی یقین کرو کہ مسیح بلے باپ تھا۔ الخ

مولوی عبدالکریم صاحب کے حوالہ جات بھی ہیں لیکن موجودہ صورت میں مندرجہ بالا حوالہ جات کافی ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی تحریروں اور حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب مرحوم کی تحریر کو چھوڑ کر محمودی علماء و میاں صاحب کی تحریروں پر تطابق دو اور غور کرو۔ ابوالفضل

مولوی کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ

عالمگیر بادشاہ کے رقعے۔ کسریٰ کے توقیعات۔ علمی کے خطبے مصر کے کتبے زبان زد خلائق ہیں۔ بادشاہ اور بادشاہ گروں کے خاندان بھی مشہور رہ چکے۔ دہلی کے میونسپل کمشنروں کے انتخاب پر ممبر گروں کا خاندان بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک نئی مد میں اضافہ ہونے والا ہے۔ یعنی دلی میں فتوے گر کی اسامی پیدا ہونیوالی ہے۔ اس اسامی کی تنخواہ پٹواری کی تنخواہ کے برابر ہوگی۔ ہم مسلمان بھائیوں سے سفارش کرینگے کہ وہ مولوی کفایت اللہ کو اس اسامی کے لئے نامزد کریں۔ کیونکہ مولوی صاحب نے ابھی تھوڑے دن کا واقعہ ہے ایک فتوے بنانے میں ......

بڑی جانفشانی سے محنت کی۔ چاہتے تھے کہ ملک موپلا بھا جو مسلمان ہندوؤں کو مذہب اسلام میں شامل کر رہے ہیں ان کو کسی طرح روک دیا جائے۔ اور آپ نے ماشاء اللہ فتوے بھی بنا ہی لیا تھا۔ مگر دیگر علماء نے "لا اکراہ فی الدین" پڑھ کر مولوی صاحب کی کوئی پیش نہ چلنے دی۔ اب مولوی صاحب کو مسٹر سی آر داس نے تحریک کی ہے کہ میری تقریر کے مطابق فتوے دیا جائے کہ کونسلوں میں شرکت کرنا مسلمانوں کے لئے حرام ہے۔ ناجائز ہے مولوی صاحب نے سارے صحاح ستہ اور قرآن مجید کو پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ جہاں جہاں سے فقرات مفید ملینگے جمع کر کے مسٹر سی آر داس کی تواضع کی جائیگی۔ فتویٰ بنانا بڑا مشکل ہے مولوی صاحب موصوف ہی کی ہمت ہے کہ جیسا چاہیے فتوے لے لیجئے۔ یہ کمال ہر کس و ناکس نے دیکھنے میں نہیں آیا۔

پبلک کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ فتوے حج اور زکوٰۃ کی طرح ہر مسلمان ممبر کونسل پر عائد نہ ہو سکے گا بلکہ وہ تمام مسلمان ممبر اس فتوے کے اطلاق سے مستثنےٰ رہینگے کہ جن کو کانگریس اور خلافت و جمعیت علماء کے اراکین نے ملکر منتخب کیا اور کونسل میں بھیجا مثلاً راجہ امتیاز چند مسٹر سی آر داس کے فتویٰ کی رو سے۔ اور حافظ عبدالحمید حلوائی ممبر کونسل صوبہ دہلی کے نمایندگے وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ یہ کانگریس کے مقدس انتخاب کا ڈپلومہ لئے ہوئے ہیں۔ اور اس فتوے کی رو سے میونسپل کمیٹیوں کی ممبری بھی تمام مسلمانوں کے لئے حرام ہو جاویگی۔ مگر وہ ممبر کمیٹی مستثنےٰ ہوں گے جنکو کانگریس نے منتخب کر کے بھیجا ہے۔ ان کی خدا کے ہاں سفارش کی جائیگی کہ یہ لوگ کانگریس کی امت ہیں ان سے باز پرس نہ کیجیا۔ اس قسم کے کئی فتوؤں کا مجموعہ شایع کرنیکا انتظام کیا گیا ہے جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دس احکام کی طرح بڑی تعظیم و تکریم سے دیکھا جائے گا۔ جن لوگوں کو ضرورت ہو فوراً اپنی فرمائش ہمارے پاس بھیج دیں۔

(جنرل نیوز دہلی)

بقیہ صفحہ اول

اب امریکہ کے عیسائیوں کو کیا کرنا چاہیئے؟

(۱) ہماری آواز پورے زور اور طاقت سے سنی جانی چاہیئے کہ امریکہ ہر ممکن طریق سے ترکوں کو اپنی طاقت کی بد استعمالی سے اور غیر مسلموں پر ظلم کرنے سے روکے۔

(۲) امریکہ کی غفلت سے جو نقصان ارمن ... پہنچا ...

اُسے پورا کرنے کے لئے مشرق قریبہ کے ریلیف کے کاموں کیلئے روپیہ کھلے بندوں دیا جائے۔ کم از کم پچاس لاکھ باشندوں کو رہائش و پرشش کی مدد کی ضرورت ہے۔ اور صرف امریکہ والے ان کی مدد کر سکتے ہیں۔ اگر ہم نہ کریں گے تو سب کا خون ہماری گردن پر ہوگا"

برادران اسلام - یہ خیالات و ارادے ہیں جو امریکن پادری آپ کے ممالک کی نسبت رکھتے ہیں اور پیچاہی ملک کو ان سے متاثر کر کے ان سے روپیہ حاصل کرتے ہیں۔ اس زہر کے لئے تریاق کی ضرورت ہے۔ اور وہ اس طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ کہ پورے زور کے ساتھ فوراً ان کے اپنے ملک امریکہ میں اسلام کی حقیقی تعلیم پھیلائی جائے۔ اور مختلف مرکزوں میں کام شروع کیا جائے۔ دوسرا یہ کہ ممالک اسلامیہ میں بھی عام مسلمانوں کی بیداری و امداد کا کام لیا جائے۔ عیسائی پادریوں کی دو چیزوں کو سب لوگ استحسان کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اول سکول و یتیم خانے دوم شفاخانے۔ اس لئے اگر مسلمان ڈاکٹر اور گریجوایٹ میدان تبلیغ میں نکلیں۔ تو بہت کامیابی ہو سکتی ہے۔

جلسہ سالانہ کیلئے خاص رعایت

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ ۲۵، ۲۶ و ۲۷ دسمبر کو قرار پایا ہے۔ جلسہ سالانہ پر تشریف لانیوالے احباب کے واسطے ان تاریخوں پر مفصلہ ذیل کتب میں رعایت کی جاتی ہے۔ احباب اس رعایت سے فائدہ اٹھائیں۔ جو اصحاب جلسہ پر تشریف نہ لاسکیں وہ بھی اس رعایت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ان کی فرمائش ان تاریخوں پر دفتر میں وصول ہو جائے اور قیمت کتب کا نصف پیشگی ارسال فرمائیں۔ باقی رقم میں ان کو کتب مطلوبہ وی پی کر دی جائینگی۔ یہ تمام کتابیں انجمن کے کتب خانہ سے ملسکتی ہیں

نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول اعلیٰ بلا جلد	ہر	۱۴آر
〃 مجلد	ہے	۱۴ر
〃 قسم ادنیٰ بلا جلد	۱۴آر	۱۴ر
〃 مجلد	ہر	۱۴آر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد دوم بلا جلد	۱۲ر	۱۴ر
〃 مجلد	۱۲آر	۱۴ر
〃 جلد سوم بلا جلد	ہر	۱۴آر
〃 مجلد	ہے	۱۴ر
〃 جلد چہارم بلا جلد	ہر	۱۴ر
〃 مجلد	ہے	۱۰ر
ملفوظات احمدیہ بلا جلد	ہر	۱۱ر
〃 مجلد	ہے	۱۲ر
اسلامی اصول کی فلاسفی	۱۲ر	۹ر
المہدی مکمل	۱۴ر	۹ر
اظہار النصائح	۵ر	۰۲ر
السراج الوہاج	۴ر	۲ر
اعلام الناس	۵ر	۳ر
الضحیٰ	۱ر	۱ر
القول الممجد	۱۰ر	۵ر
تحفۃ السلطان	۱ر	۰ر
تحفۃ المتقین	۱ر	۰ر
رباعیات حامد	۱ر	۸ر
سنت ضروریہ	۵ر	۰۲ر
سواء السبیل	۰۲ر	۱ر
عصمت انبیا	۹	۰۴ر
غلامی	۴ر	۲ر
فیصلہ آسمانی مصنفہ مولوی محمد علی صاحب	۱ر	۰ر
کشف الالتباس	۰۳ر	۱ر
اسمائے الٰہیہ	۷ر	۳

المعـــــ

مہتمم تصنیفات احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

دار الکتب اسلامیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کی چند مشہور کتابیں

بیان القرآن یعنی اردو تفسیر و ترجمۃ القرآن

از تصانیف حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور

اس بے نظیر تفسیر کی چند ایک خصوصیات جو اسے دوسری تفاسیر سے متمیز کرتی ہیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) قرآن کریم کے ایک مقام کو دوسرے مقامات سے حل کیا گیا ہے۔ (۲) قرآن کریم کی تفسیر کرنے میں احادیث صحیحہ کو دوسری تمام چیزوں پر مقدم کیا گیا ہے۔ اور اس غرض کیلئے امام بخاری کی کتاب التفسیر تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر کو سامنے رکھا گیا ہے (۳) لغات قرآنی کی پوری تشریح کیگئی ہے جس کے لئے مفردات امام راغب تاج العروس لسان العرب سے مدد لی گئی ہے (۴) قرآن کریم کی ترتیب اور نظم کو خاص طور پر واضح کیا گیا ہے۔ اول آیات کا باہمی ربط۔ دوم رکوعوں کا باہمی تعلق سوم سورتوں کا ایک دوسرے سے تعلق واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ (۵) ہر ایک سورۃ کے شروع میں اسکے تمام رکوعوں کا خلاصہ دیدیا گیا ہے۔ اور سورۃ کے نام میں جو حکمت ہے اسے ظاہر کیا گیا ہے۔ (۶) قرآن کریم کا ترجمہ لفظی مگر بامحاورہ کیا گیا ہے۔ اور ترجمہ کو الفاظ کی حدود سے نہیں نکلنے دیا۔ اور اپنی طرف سے الفاظ بڑھانے کے اصول کو قریباً بالکل ترک کیا گیا ہے (۷) قرآن کریم کی لغات کے حل اور مطالب کی تشریح میں متقدمین کی آراء کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ بلکہ ضرورت زمانہ کے مطابق متقدمین کی آراء کو ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور کتب کا حوالہ بھی دیا گیا ہے (۸) اس تفسیر کی اصل غرض یہ ہے۔ کہ لوگوں میں قرآن کریم کا شوق پیدا ہو۔ جو صاحب زبان اردو لکھ پڑھ سکیں وہ اس تفسیر کی مدد سے خود قرآن شریف کا درس دے سکیں اسلئے ہر ایک بات نہایت عام فہم عبارت میں واضح لکھی گئی ہے۔ (۹) ہر ایک جلد کے شروع میں تفسیر کے مضامین کی مکمل فہرست دیگئی ہے (۱۰) ان تمام باتوں کے ساتھ کتاب کی ظاہری خوبی کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ ہر ایک صفحہ کے شروع میں قرآن کریم نہایت اعلیٰ درجہ کا خوشخط بین السطور ترجمہ نیچے تفسیر۔ کاغذ نہایت اعلیٰ قسم کا۔ جلد نہایت خوبصورت اور مضبوط پشت پر سنہری حروف میں کتاب کا نام اور جلد کا نمبر۔ دو جا بجا سنہری طغریٰ (۱۱) تمام تفسیر تین جلدوں میں شائع ہوگی ہر ایک جلد کی ضخامت ۲۹۰۰ کے ساڑھے آٹھ سو صفحات کے قریب ہے پہلی جلد شائع ہو چکی ہے۔ دوسری انشاء اللہ دسمبر میں نکل جائیگی اور تیسری غالباً اپریل ۱۹۲۴ء میں پہلی جلد کی قیمت نقد و پے لعہ محصولڈاک خرچ وی پی علیحدہ عمر جو صاحب مستقل خریدار بننا چاہیں انکے نام دفتر میں رجسٹر کر لئے جاتے ہیں اور جوں جوں تفسیر شائع ہوگی وی پی بھیجدی جائیگی۔

ترجمۃ القرآن انگریزی طبع ثانی

حضرت مولانا موصوف کی مشہور تالیف مطبوعہ لندن۔ لکھائی چھپائی کاغذ نہایت عمدہ۔ انگلستان اور ہندوستان کے مشہور اہل قلم نے اسکے متعلق عمدہ آراء کا اظہار کیا ہے۔ اس دفعہ یہ تین قسموں کے کاغذ پر چھاپا گیا ہے۔

قسم اول:۔ انڈیا پیپر نہایت خوبصورت لچکدار مراکو چمڑے کی جلد۔ قیمت ۲۵ روپے

قسم دوم:۔ انڈیا پیپر ایمیٹیشن چمڑے کی خوبصورت لچکدار جلد قیمت ۲۰ روپے

قسم سوم:۔ عمدہ ولایتی کپڑے کی موٹی و مضبوط جلد ولایتی کاغذ قیمت ۱۵ روپے

خرچ ڈاک و پیکنگ جو اسکے علاوہ ہے عمہ

از تصنیفات حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ مسیح موعود و مجدد صدی چہاردہم

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول

یہ کتاب براہین احمدیہ ہر چہار حصص پر مشتمل ہے جس میں قرآن کریم اور آنحضرت کی حقانیت براہین نیرہ اور دلایل قاطعہ کیساتھ ثابت کیگئی ہے اور ساتھ ساتھ جملہ مذاہب کے اوہام باطلہ کا ازالہ کیا گیا ہے اور یہ ایک ایسی بے نظیر تصنیف ہے کہ جس کا اعتراف دشمنوں تک کو کرنا پڑا۔ اور جس نے ایسے وقت میں جبکہ اسلام پر تمام طرف سے حملے ہو رہے تھے وہ کام کیا کہ جس سے مخالفین کے حوصلے پست ہوگئے۔ اور اسلام کا خوبصورت چہرہ آفتاب کی طرح چمکنے لگا۔ کتاب کے ساتھ دس ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار بھی دیا گیا تھا کہ جو صاحب اسکا جواب لکھے یا اسکے دلایل کو توڑے اسکو دیا جائیگا جس کا ابتک کسی سے جواب نہیں ہو سکا۔ اسلام کا درد رکھنے والوں کے لئے اس کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ قیمت کاغذ ولایتی عمدہ بیجلد دو روپیہ آٹھ آنہ مجلد تین روپیہ آٹھ آنہ دیسی کاغذ معمولی بیجلد ایک روپیہ چودہ آنہ (عہ ۱) مجلد دو روپیہ آٹھ آنہ (عہ ۲)

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد دوم یہ مجموعہ تین کتب سرمہ چشم آریہ شحنۂ حق ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب پر مشتمل ہے پہلی دو کتابوں میں آریہ مذہب کی حقیقت کا انکشاف کیا گیا ہے اور ساتھ ساتھ ان اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے جو ان لوگوں کیطرف سے اسلام پر کئے گئے ہیں عام واقفیت پیدا کرنیکے لئے اور مذہبی و قومی مباحثات و مناظرات کیلئے ان کا پاس رکھنا نہایت ضروری ہے قیمت کاغذ عمدہ سفید خوشخط دو روپیہ علیحدہ علیحدہ بھی دستیاب ہو سکتی ہیں سرمہ چشم آریہ عہ شحنۂ حق ۸ ر ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب ۶ ر

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد سوم اسمیں تین کتابیں فتح اسلام توضیح مرام ازالہ اوہام ہر دو حصص شامل ہیں۔ اس کتاب میں دعویٰ مسیح موعود اور وفات مسیح ناصری کے متعلق بڑے مبسوط اور روشن دلایل دیئے ہیں جن کا جواب بالکل غیر ممکن ہے۔ اور قریباً قریباً تمام قسم کے شکوک کا ازالہ کیا گیا ہے۔ جو آپکو ماننے میں روک ہو سکتے ہیں قیمت مجلد دو روپیہ آٹھ آنہ۔ علیحدہ علیحدہ بھی دستیاب ہو سکتی ہیں ازالہ اوہام ہر دو حصص عا ر فتح اسلام ۵ ر توضیح مرام ۵ ر

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد چہارم یہ مجموعہ الحق مباحثہ لدھیانہ الحق مباحثہ دہلی آسمانی فیصلہ اور نشان آسمانی چار کتابوں پر مشتمل ہے۔ اول کتاب میں وہ مباحثہ درج ہے جو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا حضرت اقدس سے ہوا۔ اور دوم کتاب میں وہ مباحثہ درج ہے جو مولوی محمد بشیر صاحب کا آپکے ساتھ ہوا۔ ان ہر دو مباحثات میں بڑے بڑے معرکوں کا ذخیرہ ہے آسمانی فیصلہ میں حق کے مخالفین مولویوں صوفیوں پیرزادوں فقیروں اور سجادہ نشینوں کو آسمانی فیصلہ کیطرف دعوت اور نیز ان کے گذشتہ مباحثات کی کیفیت کا حال درج ہے۔ اور نشان آسمانی میں جس کا دوسرا نام شہادۃ الملہمین بھی ہے بعض اولیاء کرام کے الہامات وغیرہ درج ہیں جو آپکے ظہور کی نسبت ان کو ہوئے۔ نیز نعمت اللہ ولی کے وہ ابیات درج ہیں جن میں پوری پوری کیفیت تیرھویں صدی کی بیان کر کے اسکے ساتھ ہی مسیح موعود کے ظہور کا وقت بتایا گیا ہے۔ قیمت عمدہ سفید کاغذ خوشخط۔ بیجلد عا ر۔ مجلد عہ تین روپیہ چار آنہ (علیحدہ علیحدہ کتب کی قیمت یہ ہے) الحق مباحثہ لودھیانہ ۱۳ ر۔ الحق مباحثہ دہلی عہ ر۔ آسمانی فیصلہ ۵ ر۔ نشان آسمانی ۵ ر

ملفوظات احمدیہ اسمیں آپکی معرکۃ الآراء تقاریر کو سلسلۂ اخبارات سے لیکر کتاب کی شکل میں شائع کیا گیا ہے ان تقاریر میں مختلف مسایل دینیہ پر بڑی عمدگی سے روشنی ڈالی گئی ہے سفید کاغذ۔ ۷۰۰ صفحات قیمت بیجلد عا ر مجلد عہ

درثمین اسمیں آپکی جملہ اردو اور فارسی کی نظموں کو یکجا جمع کر کے شائع کیا گیا ہے۔ یہ مجموعہ ایسے قیمتی جواہر ریزوں پر مشتمل ہے کہ جن کے مطالعہ سے دل پر ایک خاص لذت و سرور پیدا ہوتا اور جذبہ اسلام کی آگ مشتعل ہوتی ہے کئی بار شائع ہوا۔ قیمت مکمل بیجلد گیارہ آنہ۔ مکمل مجلد ایک روپیہ۔ صرف اردو بیجلد ۷ ر مجلد ۹ ر فارسی بیجلد ۶ ر مجلد ۱۰ ر

الوصیت آپکی وہ وصیت جو آپنے اپنی وفات سے پیشتر حسب منشاء الٰہی اپنی جماعت کیلئے لکھکر شائع کی قیمت ۲ ر

تعلیم الاسلام یعنی اسلامی اصول کی فلاسفی آپ کا وہ مشہور لیکچر جو دھرم مہوتسو کے مشہور مذاہب کے بڑے جلسہ میں پڑھکر سنایا گیا جس مضمون کے بالا رہنے کا الہام پیشتر سے آپنے شائع کر دیا تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یک قلم بڑے بڑے اخبارات نے اسکے بالا رہنے کا اقرار کیا۔ اسمیں ان پانچ سوالوں کا حل قرآن کریم سے دلائل قاطعہ کے ساتھ دیا گیا ہے جس نے بڑے بڑے فلاسفروں تک کے قلوب کو مسخر کیا۔ یہ کتاب کئی بار شائع ہو کر ختم ہو چکی ہے۔ اب انجمن نے اسے پھر طبع کرایا ہے۔ قیمت بارہ آنے ۱۲ ر

ٹیچنگز آف اسلام یعنی کتاب مذکورۃ الصدر کا ترجمہ انگریزی جو اشاعت آپکے ارشاد پر حضرت مولانا محمد علی صاحب نے بلا عذر بیہ اور دیگر انگریزی طبقہ کے لوگوں کے لئے کیا۔ انجمن نے از سر نو طبع کرایا ہے۔ قیمت بیجلد عہ مجلد ایک روپیہ بارہ آنہ

دیگر تصانیف حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب۔ ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی

امیر جماعت احمدیہ۔ لاہور

سیرت خیر البشر اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ جس کی اصل غرض آپ کے مختلف حالات پر روشنی ڈالکر بنی نوع انسان کو عموماً اور اہل اسلام کو خصوصاً ان کی روزمرہ زندگی میں فائدہ پہنچانا ہے۔ خدا کے فضل سے تین ہزار سے کثیر حصہ کتاب کا بک چکا ہے۔ اور بہت تھوڑی باقی رہ گئی ہے۔ کئی ایک سکولوں میں بطور کورس کے داخل ہے۔ اور پنجاب ٹکسٹ بک کمیٹی نے اسے تمام مڈل اور لوئر سکولوں کی لائبریریوں کے واسطے منظور فرما کر دو صد کاپیاں خرید کی ہیں۔ قیمت بیجلد دو روپے عا ر۔ مجلد دو روپیہ دس آنہ ۱۰/ عا

جمع قرآن اسمیں قرآن کریم کی جمع و ترتیب کے متعلق تمام تاریخی واقعات کو نہایت تحقیق سے لکھا گیا ہے۔ اور جو اعتراضات حفاظت قرآن کریم پر مخالفین کیا کرتے ہیں انکی تردید دلائل قاطعہ سے کیگئی ہے۔ قیمت ۱۲ ر

مقام حدیث اسمیں اہل قرآن کا مدلل اور فیصلہ کن جواب دیا گیا ہے۔ اور علاوہ ضرورت حدیث کے اور تنقید حدیث پر مفصل بحث ہے۔ ہر ایک شخص جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اقوال کیساتھ محبت و تفتیش منظور ہے اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرے اس کتاب کے شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خط کا عکس بھی دیا گیا ہے جو آپنے مقوقس شاہ مصر کو لکھا

مسیح موعود اس کتاب میں سلسلہ احمدیہ کی خصوصیات پر مفصل بحث کیگئی ہے اور مسیح ابن مریم کی دوبارہ آمد کی حقیقت کو قرآن کریم اور احادیث شریف سے ثابت کیا گیا ہے۔ اور حضرت اقدس مسیح موعود کے جملہ دعاوی پر قرآن کریم اور احادیث شریف سے روشنی ڈالی گئی ہے غرض سلسلہ احمدیہ کے متعلق تحقیق کرنیوالوں کیلئے اس کتاب کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ قیمت مجلد عہ

تمام درخواستیں بنام مہتمم تصنیفات دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور آنی چاہئیں

مذہبی فرقے

(خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کے قلم سے)

(گذشتہ سے پیوستہ)

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا

سب کے سب ایک ہی حبل یا ایک ہی تنہ سے وابستہ رہو۔ اور آپس میں تفریق کو راہ نہ دو۔ یعنی اس قسم کی تفریق نہ ہو کہ جس سے تنہ اور اصل کو ہی نقصان ہو اور اس وجہ سے اس پر زد پڑے۔ لفظ جمیعاً میں سب فرقے اور سب صورتیں آ گئیں۔ چاہے کوئی سی حیثیت اور کوئی سی نوعیت رکھتی ہوں حنفی ہوں سنی ہوں۔ اہل حدیث ہوں شیعہ ہوں۔ احمدی ہوں یا کسے باشد۔ اس آیت کے تحت ان سب کا یہ فرض اولین ہے کہ کل اغراض اور امور مشترکہ میں ایک ہی روش اور ایک ہی سبیل کے سالک ہوں۔ **ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم۔** اگر تم آپس میں پھوٹ رکھو گے۔ تو تمہاری ہوا اُڑ جائے گی۔

اس آیت میں پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تمہاری تفریق مناقشت اور نفرت کسی حد تک پہنچ جائے گی۔ تو پھر تمہاری ہوا اُڑ جائے گی۔ اور دوسری قوموں کے نزدیک تمہاری کوئی وقعت نہ رہے گی۔ یہ تنبیہہ گویا ایک قسم کا اعلان ہے۔ دیکھ لو جب سے مسلمانوں میں یہ تفرقہ ہوا۔ اور ان کی مناقشت عناد تک پہنچ گئی۔ تب سے ان کی ہوا اور ان کی وقعت کم ہوتی گئی۔ ان کی قومیت اور ان کی ملت میں اس وجہ سے رخنہ اندازی ہونے ہوتے یہ نوبت آ گئی۔ کہ جو قومیں ان کے اس جتھا سے مرعوب تھیں۔ ان کے ارادے کچھ اور ہی ہو گئے۔ کسی فرقہ اور کسی حیثیت کی بھی قدر و منزلت نہ رہی۔

ایک دوسری آیت میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ تمہاری بہتری اسی صورت میں ہے کہ تمہارا بھید اور تمہارا راز نہ نکلے۔ تمہاری وقعت اور تمہاری عظمت اسی صورت میں متصور ہے کہ جب تم سب کے سب تحت **انما المومنون اخوۃ** ایک ہی جتھا کے افراد ثابت ہو جس طرح باوجود اختلاف اشکال و مذاق کے سب بھائی ایک ہی نسل کے عناصر ہوتے ہیں۔ اسی طرح تم بھی ہو۔ فرقہ بندیوں اور فرقہ بندیوں کی مناقشتوں نے یہ راز کھول دیا ہے۔ کہ اسلام کے افراد کی تنظیمی حالت یہاں تک بودی اور شکستہ ہو چکی ہے۔ اور ان میں اس قدر مخالفت اور تفریق و عناد ہے۔

کفر و الحاد کی چاندماری

اس رخنہ اندازی سے کفر و الحاد کی چاندماری میں وہ مشق ہوئی ہے۔ کہ گویا اسلام دن بدن ایک محدود حالت میں لایا جا رہا ہے۔ جب بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی تعداد کل دنیا میں چالیس یا تیس کروڑ ہے۔ تو حیرت آتی ہے کہ ایک طرف یہ ادعا ہے۔ اور دوسری طرف ایک فرقہ دوسرے فرقہ والوں کو سرے ہی سے اسلام سے خارج سمجھتا ہے۔

گویا دنیا کے سارے مسلمان اسلام سے خارج ہیں۔ اور دوسری جانب خود ایسے لوگوں کی ہستیاں بھی اسلام سے خارج سمجھی جاتی ہیں۔ **اذا تعارضا تساقطا** گویا اس وقت دنیا بھر میں کوئی بھی مسلمان نہیں ہے۔ جانے دو تحقیقی رنگ کو عرفی رنگ میں تو کوئی بھی مسلمان نہ رہا۔ ایک وقت قرآن کا یہ دعوےٰ تھا کہ دین اللہ میں فوجوں کی فوجیں داخل ہو گئی ہیں۔ اب یہ نوبت آ گئی ہے کہ فوجوں کی فوجیں ایک سہولت کے ساتھ ایک ہی فتوے اور ایک ہی اشارہ میں باہر نکل رہی ہیں۔ اللہ اکبر تنہ قرآن اور تنہ رسول اللہ کی یہ عظمت ہے۔ کہ ان کو مان کر بھی یہ کیفیت ہے۔ گویا تعلیم قرآن۔ اقرار توحید اور اقرار رسالت کی کوئی وقعت اور کوئی اثر ہی نہ رہا۔ محمد صلعم کو مان کر بھی گروہ در گروہ اسلام سے نکالے جا رہے ہیں۔ کلمہ گو ہونے پر بھی کفر کا فتوے دیا جاتا ہے۔ اجتہادی اختلافات کے تحت اصولی رنگ بھی پھیکا پڑ رہا ہے۔

اس کے اثرات

اس اجتہادی تفرقہ کے اثرات یہ ہیں کہ دن بدن اغراض ملیہ میں ضعف آ رہا ہے۔ اجتماعی رنگ میں کوئی کام تکمیل پذیر نہیں ہو سکتا۔ عدالتوں تک علمائے امت کے مقدمات جاتے ہیں اور پبلک میں ان کی ہنسی اڑائی جاتی ہے۔ وہ فرقہ جو اجتماعی پہلو کا منادی تھا۔ خود ہی انفرادی رنگ کا کشتہ ہو رہا ہے۔ بالخصوص ان اثرات کی زد تبلیغی کوائف پر پڑتی ہے۔ وہ روحیں جو اسلام کے قریب ہیں حیران ہیں کہ کس طرف جائیں۔ اور کس کے ہاتھ پر مشرف با سلام ہوں۔ اس قسم کے واقعات بھی گذر چکے ہیں۔ کہ سنی۔ شیعہ اور احمدی [illegible] مسلمان کیا۔ اور دوسروں نے اس کے شرف اسلام کو شبہ اور کراہت کی نگاہوں سے دیکھا۔ اور نفرت انگیز کانوں سے سنا۔ واجب تو یہ تھا۔ کہ ہم نومسلموں کا ہر صورت میں احترام اور خیر مقدم کرتے اور انہیں خواہ مخواہ کسی مغلطہ میں نہ ڈالتے۔ لیکن روش یہ اختیار کی گئی۔ کہ دوسرے آنے والے بھی اشتباہ میں پڑ گئے۔

صرف مسجدوں ہی میں یہ تفرقہ اندازی نہیں ہے خاندانوں اور ملکوں میں بھی یہ ہوا چل گئی ہے۔ محلوں اور کوچوں میں بھی اس کے چرچے ہیں۔ منادی اور تبلیغ میں ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی نسبت اس قسم کے الفاظ سے کام لیتا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے ۱۳ سو سال میں جو کچھ سکھایا پڑھایا ہے۔ وہ سوائے اس کے کچھ نہیں۔ کہ دلوں میں ایک نفرت اور ایک بد مزگی بھری ہے۔ اسلام اور قرآن نے تو یہ کہا تھا کہ

ہم نے تمہیں بھائی بھائی بنا دیا ہے۔ اور تم میں الفت وانس کا رشتہ قائم کر دیا ہے۔

لیکن آثار یہ کہہ رہے ہیں کہ بجائے اس کے نفرت کا نفیر پھونک دیا گیا ہے۔ ہنود میں بھی فرقے ہیں۔ اور عیسائیوں میں بھی ہیں۔ لیکن اس وقت ان میں ہماری طرح سے [illegible] نہیں ہے۔ شاید کسی زمانہ میں کچھ ہو۔ اس وقت تو نہیں ہے۔ زمانہ کے تھپیڑوں نے انہیں جتا دیا ہے۔ کہ اگر دنیا میں عزت کے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو یوں رہو۔ ایک ہم ہیں کہ باوجود زمانہ کی منادی کے بھی نصیحت پذیر نہیں ہوتے۔

شکر ہے کہ

چند دنوں سے ہم مذہبی اخبارات اور مذہبی رسالوں میں جوش و خروش کی پورشیں کسی قدر کم پاتے ہیں۔ اگرچہ یہ کمی مستقل نہیں ہے۔ شاید کسی روز اور بھی کم ہوتی جائے۔ خدا کرے اسی طرح رسیلی تحریرات اور بردباری سے کام لیا جائے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ فرقہ بندیاں ضروری ہیں۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ فرقہ بندیوں سے گریز نہیں۔ لیکن نہ اس صورت میں جو اس وقت ہم میں معمول اور متصور ہے۔ فرقہ بندیاں ایسی ہی ہیں جیسے ایک قصبہ اور شہر میں جدا جدا کنبے اور جدا جدا گھرانے اگر ایک قصبہ اور شہر کے رئیس اپنی باہمی کشمکش سے یہ چاہیں کہ صرف ان کے دروازے ہی کھلے رہیں۔ اور [illegible] دروازے بند ہو جائیں۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جنوب کی ہوا غرب کی ہوا کو نہیں کہہ سکتی۔ کہ تو نہ چل۔ ایک شاخ دوسری شاخ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد (۱۱) | ۳۰ - ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ | نمبر ۱۵

مالابار کے ہندو اور مسلمان

چند دن سے لاہور میں مالابار کے افسوسناک حالات و واقعات پر بعض ان لوگوں کی طرف سے روشنی ڈالی جا رہی ہے جو خود موقع پر سے ہو کر آئے ہیں۔ اور جنہیں وہاں کے حالات کا براہ راست علم حاصل ہے۔ ان بیان کرنے والوں میں خود مالابار کے ایک ہندو مسٹر گوپال مینون بھی ہیں۔ جو کالی کٹ کی کانگریس کے سیکرٹری ہیں۔ اس کے علاوہ مولوی محی الدین احمد صاحب جنہوں نے کالی کٹ میں موپلوں کی امداد کا قابل ستائش کام شروع کر رکھا ہے۔ اپنے ساتھ ایک موپلا مسلمان کو لے کر آئے ہوئے ہیں۔ تاکہ اہل لاہور کو موپلا قوم کی داستان درد سنا کر ان کی امداد کی تحریک کریں۔

ان صاحبان نے جو واقعات اپنے لیکچروں میں بیان کئے ہیں۔ اور مالابار کے گذشتہ فسادات کے جو اسباب و وجوہ اور ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنانے کی جو حقیقت بیان کی ہے۔ اس سے موپلا قوم کی غیرت دینی۔ ان کی موجودہ حالت زار اور ان پر بیجا الزامات کا اظہار ہوتا ہے۔

فسادات کے اسباب و وجوہ کو بیان کرتے ہوئے مسٹر گوپال مینون نے اس کی اصل ذمہ داری گورنمنٹ پر عائد کی ہے اس حقیقت نفس الامری کا اعتراف کرتے ہوئے کہ "مالابار میں ہندوؤں کی تعداد مسلمانوں سے زیادہ ہے" اور کہ "بہت سی زمینیں ہندوؤں ہی کی ملکیت ہیں۔ اور مسلمانوں کی کثیر تعداد محض کاشتکار ہے۔ اس امر واقعہ کو بھی تسلیم کرتے ہوئے کہ "مدتہائے مدید سے زمینداروں اور کاشتکاروں (ہندوؤں اور مسلمانوں) میں کشمکش چلی آتی ہے۔ اور زمیندار کاشتکاروں کو ہمیشہ لوٹتے اور ڈراتے دھمکاتے رہے ہیں۔ مسٹر گوپال مینون نے بتایا ہے کہ کچھ عرصہ ہوا کاشتکاروں (موپلاؤں) میں بیداری پیدا ہوئی اور گورنمنٹ نے ہندو سرمایہ داروں کی امداد کی جس کے سلسلہ میں ایک ہندو راجہ کے مسلمان سیکرٹری کے گھر میں اسلحہ رکھ کر اس پر مقدمہ بنایا گیا۔ اس کی وجہ سے موپلوں میں بہت برہمی پیدا ہو گئی۔" مسٹر گوپال کا بیان ہے کہ "یہ وہ وقت تھا۔ جب گورنمنٹ سے ترک موالات کی تحریک شروع تھی۔ اور "ہندو مسلمانوں کی جے" پکاری جا رہی تھی۔ جو حکومت کے نزدیک ایک ناپسندیدہ بات تھی۔ اس لئے یہ تمام کارروائی اس اتحاد کو توڑنے کے لئے کی گئی۔ اسی سلسلہ میں مسٹر گوپال نے بہت سے ہولناک واقعات حاضرین کو سنائے۔ جن میں نہتے مسلمانوں پر گولیاں چلانے مساجد کی بےحرمتی۔ اور مسلمان عورتوں کی عصمت دری کے حالات خون کے آنسو رلانے والے ہیں۔

مسٹر گوپال نے جو اسباب و وجوہ بیان کئے ہیں۔ اور جو ذمہ واری گورنمنٹ پر عاید کی ہے۔ اس کی تصدیق یا تردید اس وقت ہمارے پیش نظر نہیں۔ ہم صرف اس قدر بتانا چاہتے ہیں۔ کہ پچھلے دنوں بعض آریہ سماجی حضرات نے جو شور و غوغا برپا کیا تھا۔ کہ مسلمانوں نے ہندوؤں کو لوٹ لیا اور مار دیا۔ اور انہیں زبردستی مسلمان کر لیا ہے۔ خود ہندوؤں کے ایک ذمہ دار فرد کے نزدیک بھی وہ بالکل خلاف حق ہے۔ مسٹر گوپال نے صفائی کے ساتھ حاضرین کو بتایا۔ کہ مسلمانوں کا ہندوؤں کی عبادت گاہوں کو گرانا یا ان کی بےحرمتی کرنا تو ایک طرف وہ خود ہندو مندروں کی حفاظت کرتے تھے۔ ان کے یہ لفظ خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہیں کہ:-

"میں نے خود لوکل خلافت کمیٹی کے سیکرٹری کی معیت میں جا کر دیکھا۔ کہ موپلے ہندو مندروں کی حفاظت کر رہے تھے"

جبراً مسلمان کرنے کے متعلق انہوں نے فرمایا کہ "تین قسم کے لوگ اس موقعہ پر اسلام میں داخل ہوئے۔

(۱) ہندوؤں کے لوٹ مار کرنے والے لوگ جنہوں نے سمجھا . . . . کہ لوٹ مار کا یہی وقت ہے۔ انہوں نے اسلام کا جامہ پہن کر خوب لوٹ مار کی۔

(۲) وہ ہندو جنہیں اپنے مذہب سے بڑھکر مال و جائداد کا خیال اور پروا ہے۔ ایسے ہزارہا لوگ برضا و رغبت خود مسلمان ہو گئے۔

(۳) بہت ہی کم ایسے اشخاص ہیں۔ جو جبراً مسلمان ہوئے۔

یہ وہ واقعات ہیں جو ایک ہندو اور ہندوؤں کے ایک ذمہ وار فرد کی زبان سے بیان ہوئے ہیں۔

ان صحیح واقعات اور اس کھلے اعتراف کی موجودگی میں آریہ سماجی حضرات کا مسلمانوں پر یہ الزام کہ انہوں نے ہندوؤں پر مظالم توڑے۔ انہیں تہ تیغ بیدریغ کیا۔ اور زبردستی سب کو مسلمان بنایا کس قدر افترائے عظیم ہے۔

ہم نہیں کہتے کہ جن "بہت ہی کم اشخاص" کے جبراً مسلمان کئے جانے کا ذکر مسٹر گوپال نے کیا ہے۔ ان کو اس طرح سے مسلمان بنانا کوئی قابل تحسین بات تھی۔ لیکن واقعات میں جو مبالغہ آمیزی آریہ حضرات نے کی ہے۔ اس کو اگر مسٹر گوپال کے بیان کی روشنی میں پڑھا جائے۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں کو خواہ مخواہ بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس کے خلاف مسلمانوں پر جو ظلم و ستم ہوئے۔ ان کے ہزارہا نفوس اور گھرانوں کو جس طرح سے تباہی و بربادی کا منہ دیکھنا پڑا۔ جو جو ہولناک واقعات ان کی بیکس عورتوں ان کے معصوم بچوں اور لاوارث ضعفا کو دیکھنے پڑے۔ ان سب کے بیان کرنے کی گنجائش نہیں۔

تمام ایسے واقعات کو جو مسٹر گوپال نے بیان کئے۔ لکھنے کے بجائے ہم صرف مولوی محی الدین احمد صاحب کے اس بیان کو نقل کئے دیتے ہیں۔ کہ ان "فسادات میں دس ہزار سے لے کر ۱۵ ہزار نفوس نے جام شہادت پیا۔ اور بیس ہزار سے لے کر تیس ہزار تک کو قید یا موت کی شکل میں مختلف سزائیں ملیں جس کا یہ نتیجہ ہے کہ دس یا بارہ لاکھ کی آبادی میں سے جس میں عورتیں اور بچے اور بوڑھے شامل ہیں۔ قریباً چالیس ہزار جوان جو معاش پیدا کرنے والے تھے۔ موت کی نذر ہوئے۔

یہ واقعات کس قدر دل ہلا دینے والے ہیں جس قوم میں سے چالیس ہزار معاش پیدا کرنے والے جوان یک لخت موت کی نذر ہو جائیں۔ غور کرو۔ اس کے اندر کس قدر بیوائیں۔ کس قدر یتیم اور کس قدر لاوارث بوڑھے رہ جائیں گے۔ پھر ان کے مکانات کی تباہی و بربادی اس پر مستزاد ہے۔ کون درد دل رکھنے والا شخص ہے۔ جو ان واقعات پر خون کے آنسو نہ بہائے۔ افسوس ہے کہ ہمارے آریہ سماجی حضرات جب مالابار کے ہندوؤں کا تذکرہ آتا ہے۔ تو ان سب واقعات کو نظرانداز کر جاتے ہیں۔ اور ایسی ایسی فرضی داستانیں بیان کرتے ہیں۔ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے ہندوؤں پر وحشیانہ رنگ میں مظالم توڑے ہیں۔ اور خود انہیں گزند بھی نہیں پہنچی۔ ایسے ایسے مبالغہ آمیز بیانات اور شاعرانہ تخیلات سے ہی ہمارے آریہ سماجی دوست لالہ خوشحال چند خورسند نے گذشتہ موسم گرما میں برادران ہنود کی طبیعتوں کو گرمایا۔ اور ان کی جیبوں کو خالی کرایا تھا۔ ہمیں افسوس ہے کہ جس پہلو سے بھی دیکھا جائے آریہ سماج کا رویہ ہندو مسلم اتحاد کو پاش پاش کرنے کا ہے۔ باوجودیکہ ان کی ظاہر پالیسی اتحاد کی حامی ہے۔

ہم اپنے سماجی دوستوں کی طرح یہ نہیں کہتے۔ کہ ہندوؤں کو مسلمانوں کی طرح کوئی تکلیف اٹھانی نہیں پڑی۔ ان کو بھی بےشک بہت کچھ مصائب اٹھانے پڑے لیکن مسلمانوں کو ان کے بالمقابل بہت زیادہ دکھ پہنچے

ہندوؤں کے مصائب کی تلافی کے لئے آریہ سماج اور دیگر ہندو سوسائٹیوں نے کافی مالی ہمدردی کی ہے لیکن مسلمانوں نے بحیثیت مجموعی اس طرف ابھی تک توجہ نہیں کی جس کی اشد ضرورت ہے +

میاں صاحب اور "ظلی نبی"

میاں محمود احمد صاحب اور ان کے مریدین کے خیالات اور مذہب کا اگر مطالعہ کیا جائے۔ تو اس سے عجیب عجیب باتوں کا انکشاف ہوتا ہے۔ نبوت کی توضیح اور تفہیم، خاتم النبیین کے معنوں اور ظلی و بروزی نبی کی تعریف میں انہوں نے جو کمال دکھایا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ ابھی کل کی بات ہے کہ "القول الفصل" میں انہوں نے فرمایا تھا کہ

"اگر حضرت مسیح موعود کے دعاوی اور ان کے درجہ کے متعلق سوال ہو۔ تو ہم مجبور ہوں گے کہ بتائیں۔ کہ آپ کا آخری درجہ نبی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ آنحضرت صلعم کا ظلی نبی ہونا تھا"

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب کے نزدیک "ظلی نبی" کا درجہ نبی سے بڑھ کر ہے۔ اس سے قطع نظر کر کے کہ "ظلی نبی" کو یہ فوقیت جو میاں صاحب کے دماغی تخیلات کے ذریعہ حاصل ہوئی ہے۔ کسی صحیح الدماغ شخص کی سمجھ میں وہ آئی ہے یا نہیں۔ اس سے کم از کم اتنا معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب بھی حضرت مسیح موعود کو ظلی نبی مانتے۔ اور اسی کو آپ کا آخری درجہ قرار دیتے ہیں۔

لیکن آج اس کے خلاف انہی میاں صاحب کے ایڈیشنل سیکرٹری ذوالفقار علی خاں صاحب گورداسپور کی عدالت میں ایک شہادت دیتے ہوئے جہاں خود میاں صاحب نے بھی شہادت دیتے ہوئے "خاتم النبیین" کے معانی پر پرزم خود لطیف تبصرہ فرمایا تھا۔ فرماتے ہیں کہ

"احمدیوں کی دوسری پارٹی کو ہم احمدی مانتے ہیں۔ وہ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں لیکن وہ مرزا صاحب کو بروزی ظلی نبی مانتے ہیں"

گویا میاں صاحب اور ان کے مرید حضرت مسیح موعود کو بروزی ظلی نبی نہیں مانتے۔ ہمیں حیرت ہے کہ جس امر کو میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود کا آخری درجہ قرار دے کر نبی سے بھی اس کو بڑھ کر بتایا تھا۔ جن لفظوں کی توجیہات پر گذشتہ نوسال سے محمودی دماغ نے وہ وہ زور مارا ہے۔ کہ شاید اس سے بڑھ کر کسی اور بات پر انہوں نے زور نہیں لگایا۔ اس سے آج میاں صاحب کے ایڈیشنل سیکرٹری صاحب کیونکر منکر ہو گئے۔

لیکن . . . . حقیقت یہی ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود . . . کو آپ کے اپنے ارشادات کے مطابق ظلی اور بروزی نبی ہی مانتے ہیں۔ گو اسے میاں صاحب کی طرح نبوت سے بڑھکر قرار نہیں دیتے۔ لیکن میاں صاحب اور ان کے مرید حضرت مسیح موعود کو ظلی نبی نہیں مانتے۔ اور صرف نبی قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود نے صاف لکھا ہے کہ "میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا"

"دونوں پارٹیوں کے تفرقات"

اپنی اسی شہادت میں ذوالفقار علی خاں صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ

"چونکہ میں عالم نہیں۔ اس لئے دونوں پارٹیوں کے تفرقات نہیں بتلا سکتا۔"

لیکن خود میاں صاحب تو اپنی شہادت میں کہہ چکے ہیں کہ دونوں پارٹیوں میں ذاتیات کا اختلاف ہے پس ذاتیات کے اختلاف کو بیان کرنے کے لئے علمیت کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

جہاں کہیں بھی دیکھو گے۔ میاں صاحب اور ان کے مریدین کے خیالات اور مذہب میں عجیب و غریب فرق نظر آئیگا۔ خود مریدین کا مذہب بھی ایک دوسرے سے ملتا نہیں۔ اور یہی اس کے باطل ہونے کی ایک کھلی شہادت ہے +

عربی اور دینیات کی تعلیم

زبان عربی کی تحصیل اور دینیات کا علم مسلمانوں کے لئے جس قدر ضروری ہے۔ اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ زبان عربی سے ناواقفیت اور دینیات سے جہالت ہی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان اپنے مذہب سے عموماً بیگانہ ہیں اور غیر مذاہب کی دستبرد سے محفوظ نہیں۔

ہمیں سید سراج الدین صاحب چیف جج بہاولپور کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ کہ انہوں نے مسلمانوں کے اس بہت بڑے نقصان کو محسوس کر کے یہ ارادہ کیا ہے کہ آل انڈیا محمدن ایجوکیشنل کانفرنس کے آئندہ اجلاس میں ذیل کے ریزولیوشن پیش کریں۔

(۱) اس کانفرنس کی رائے میں تمام مدارس میں مسلمانوں کے لئے زبان عربی کی تعلیم لازمی ہونی چاہیئے۔

(۲) اس کانفرنس کی رائے میں ہندوستان کی تمام یونیورسٹیوں میں مسلمانوں کے لئے تعلیم دینیات جس سے مراد تفسیر حدیث اور فقہ ہے۔ لازمی ہونی چاہیئے۔

(۳) اس کانفرنس کی رائے میں مسلمان بچوں کی ابتدائی تعلیم اور مسلمانوں کی عام حالت کی اصلاح کے لئے ایسے معلمین تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ جو علوم دینیہ اور مروجہ علوم سے واقفیت رکھتے ہوں۔

یہ ہر سہ ریزولیوشن اس قابل ہیں۔ کہ تمام اسلامی اخبارات اور کل مسلمان ان کی تائید کریں۔ ہمیں امید ہے کہ محمدن ایجوکیشنل کانفرنس اتفاق رائے سے ان کو پاس کر کے ان کے نفاذ کی کوشش کرے گی۔

اسلام اور عیسائیت

اسلام کی عالمگیر برادری اور ارکان اسلامی کی ہر جگہ بجا آوری وہ ایسی باتیں ہیں جو ہمیشہ اہل مغرب اور بالخصوص مسیحی حضرات کے لئے حیرت و استعجاب کا موجب ہوئی ہیں۔ اور یہی وہ دو چیزیں ہیں۔ جو اسلام کو دوسرے مذاہب پر ممتاز کرتی ہیں۔

انگلستان کا ایک اخبار ریونائیٹڈ میتھوڈسٹ اپنی ۲۶ اکتوبر کی اشاعت میں اسلام کی انہی دو خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے "یہ ایک عیاں حقیقت ہے کہ ہر ایک بڑا مذہب جس کی اشاعت کروڑہا انسان کرتے ہیں کچھ نہ کچھ محاسن اپنے اندر رکھتا ہے اور یہ امر اسلام پر خصوصاً صادق آتا ہے۔ ہمارے مصنفین نے دنیا جہان کے امن برادری اور مذہب کے واحد اور دائمی رشتہ کی موجودگی پر جو کچھ لکھا ہے اس کو پڑھتے ہوئے انسان اپنے آپ میں شرمندہ ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے فرانس میں ہندوستانی سپاہ کو دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ ہندوستانی مسلمان دیگر اطراف عالم کے مسلمانوں سے کس خلوص اور تپاک کے ساتھ ملتے تھے۔

افریقہ کی حبشی اقوام جہاں اسلام اس قدر سرعت کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ جب اس مذہب میں داخل ہوتی ہیں تو مسلمانوں کی برادری میں ان کا بڑی خوشی سے خیر مقدم ہوتا ہے۔ اور اس حقیقت نفس الامری کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اسلام کی اشاعت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وحشی قبائل جب مسلمان ہوتے ہیں۔ تو اپنی پہلی حیثیت سے بڑھکر ایک اعلے سوسائٹی میں وہ شامل ہو جاتے ہیں۔

ایک عیسائی اسلام کی اس عالمگیر برادری کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ کیونکہ عام انگریز عیسائیوں میں جو وطن سے باہر ہیں۔ ایک عیسائی بھائی کے لئے جس کا رنگ گندم گوں یا زرد یا سیاہ ہے اس جوش محبت کا نام ونشان بھی نہیں پایا جاتا۔"

"اکثر مسلمانوں کی طرف سے اپنے مذہبی احکام کی بجا آوری ہمارے لئے ایک قسم ملامت ہے۔ جہاں کہیں بھی وہ مسلمان رہو۔ خواہ کسی کام میں وہ مصروف ہو۔ نہ تو وہ اس قدر مصروف اپنے آپ کو رکھتا ہے۔ کہ مذہب کی طرف توجہ نہ کرسکے۔ اور نہ ہی وہ اس بات سے شرمندہ ہوتا ہے۔ کہ جب اس کے وطن کی مساجد کے میناروں سے موذن کے اذان دینے کا وقت ہو۔ وہ اپنی چادر بچھائے اور نماز پڑھ لے۔ یہ سچ ہے کہ ہمارا مذہب ظاہر ارکان پر اس قدر زور نہیں دیتا اور نہ دینا چاہیئے۔ جیسا کہ اسلام کا حال ہے لیکن ہمیں ڈر ہے۔ کہ اپنے رنگ کو چھپانا اور مذہبی ارکان کی بجا آوری سے رکنا یہ کوئی مستحسن روحانیت نہیں۔ جب ہم اپنے آپ کو عیسائی ظاہر کرنے سے جھجکتے ہیں۔ جب یوسف (مسیح کے حواری)

کی طرح ہم پوشیدہ رہنا چاہتے ہیں۔ تو محمد صلعم کے پیرووں کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھنے کا ہمیں کوئی حق نہیں۔ اور شاید اس سے بھی بڑھ کر ہمیں کوئی حق حاصل نہیں۔ کہ ان کے ساتھ برابری کا دعوے کرسکیں۔"

یہ الفاظ ہندوستان کے مسیحیوں کے لئے قابل غور ہیں۔ کاش وہ ان کھلے حقائق پر جو اہل مغرب سے اپنی صداقت کو منوا رہے ہیں۔ غور کر کے اسلام کی عالمگیر برادری میں شامل ہوں۔

اخبار احمدیہ

سلسلہ کے پرانے دوست شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹی جو ہر ایک تحریک سلسلہ میں پیش پیش رہتے رہے ہیں۔ اور کبھی کسی جلسہ سے غیر حاضر نہیں ہوئے۔ ایک لمبی بیماری اور بڑھاپے کے تقاضا سے بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ اور تحریر فرماتے ہیں۔ کہ بباعث کمزوری وہ دیر تک بیٹھ نہیں سکتے۔ اور بھی کئی قسم کے عوارض لاحق ہو گئے ہیں۔ جملہ احباب خاص طور پر اس بزرگ بھائی کے لئے دعا فرماویں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت عطا فرماوے تاکہ وہ جلسہ سالانہ میں شامل ہو کر جملہ دوستوں کو زیارت سے مشرف کرسکیں۔ آپ نے حضرت مسیح موعود کو اس وقت پہچانا جبکہ آپ مجددیت کے مقام پر ابھی کھڑے ہی ہوئے تھے۔ اور اس وقت سے لے کر آجتک آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔ اور ہر جگہ بڑے جوش سے تبلیغ سلسلہ کرتے رہتے ہیں۔

برادر مولا بخش صاحب ہیپ انجن ڈرائیور رشیا لکا بچہ فوت ہو گیا ہے۔ جملہ احباب بسماندگان کیلئے صبر وقیام البدل کی دعا فرماویں

برادر مولوی عبدالحق صاحب دہلی سے لکھتے ہیں کہ ۲۰ دسمبر کی رات کو ۱۲ بجے سے۔ ۱ بجے تک ان کا مباحثہ پنڈت رام چندر جی واعظ سے مکمل الہام کی شرائط اور الہامی کتاب پر ہوا۔ مباحثہ کے پریزیڈنٹ سیٹھ حافظ محمد صدیق صاحب تھے۔ خدا کے فضل سے مباحثہ نہایت کامیاب رہا۔ اور جو شرائط آپ کی طرف سے مکمل الہام کی پیش کی گئی تھیں۔ بھری مجلس میں پنڈت جی نے ان سے موافقت ظاہر کی۔ سوائے دو شرائط ذیل کے۔

(۱) اثر تعلیم مکمل الہام کے لئے ضروری نہیں۔

(۲) ملہم کے حالات سے واقفیت نہ بھی ہو تو حرج نہیں۔

پنڈت صاحب کی بڑی شرائط یہ تھیں۔

(۱) کامل الہام ابتدائے دنیا میں نازل ہو۔

(۲) قصہ کہانی اس الہام میں نہ ہو۔

(۳) لفظی تکرار وغیرہ وغیرہ۔

ان سب باتوں کا جواب بابو صاحب نے وید کے اور منترول سے دیا اور ثابت کیا۔ کہ ان شرائط پر وید بھی پورے نہیں اترتے۔ پھر جب آپ نے پنڈت جی سے دریافت کیا کہ ویدک تعلیم کو عالمگیر ثابت کرو۔ اور نیز یہ کہ ہند کے علاوہ کن کن ممالک میں وید پہنچا۔ کس مروجہ زبان میں اس کا ترجمہ ہوا۔ اخوت محبت اور ذات پات کے جھگڑے کس حد تک اس پر عمل کرنے سے دور ہوئے۔ اور کن اقوام نے اس کے فیض سے ہدایت پائی۔ اور سوامی دیانند کا تزکیہ نفس جو بقول آپ کے ہوا۔ وہ وید سے ہوا۔ یا ان کی رہبر ایک چوہیا تھی۔ وغیرہ وغیرہ جن امور کا جواب دینے سے پنڈت صاحب بالکل قاصر رہ گئے۔ بہرحال مسلمان اس کامیاب مباحثے سے بہت خوش ہوئے۔

۹ - ۱۰ دسمبر کو اہلحدیث کانفرنس ہے۔ بابو صاحب کوشش کر رہے ہیں۔ کہ وہاں بھی تبادلہ خیالات کے لئے موقعہ مل جائے دیکھیں وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

گروکل سلج کا سالانہ جلسہ ۲۴ تا ۲۵ دسمبر ۱۹۲۰ء ہے وہاں بھی مباحثہ کے لئے آریوں سے خط وکتابت کی جائے گی۔

جملہ احباب اس ہونہار نوجوان کے لئے دعا فرماویں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کو خدمت اسلام کی بہت بہت توفیق دے اور اس کے ذریعے دہلی کے سوتے مسلمانوں کو بھی جاگنے کی توفیق دے۔

موگا سے ڈاکٹر محمد امین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ۵ یوم تک پادریوں کا اجتماع رہا۔ اردگرد کے گاؤں میں کس طرح مسیحیت کی تعلیم پھیلائی جاتی ہے۔ ہندوستان کے چیدہ چیدہ پادری جمع ہوئے تھے۔ پادریوں نے موگا میں ایک نئی طرز پر سکول کھول رکھا ہے جہاں سے لڑکے تین سال میں خط وکتابت کرنا سیکھ سکتے ہیں۔ اور اپنا خرچ چلانے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ ہمارے احباب کو بھی اس قسم کے طریقے سیکھنے اور رائج کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

ڈاکٹر صاحب جملہ احباب سے دعا کے خواستگار ہیں۔

کوالیار سے ایک بزرگ لکھتے ہیں کہ وہ بیان القرآن کا مطالعہ کر رہے ہیں جسے پڑھ پڑھ کر حضرت امیر کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔ ہمارے احباب کو چاہیئے۔ کہ بیان القرآن اپنے دوستوں کو مطالعہ کے لئے دیں۔ اور انہیں تفہیم قرآن کی ترغیب وتحریص دلائیں۔ انشاء اللہ ہر قسم کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے یہ کارنسخہ ہے۔

جناب مولانا مولوی محمد عبداللہ صاحب سرینگر کشمیر میں ہر روز بعد نماز مغرب درس قرآن شریف دیتے ہیں جس سے جملہ برادران سلسلہ ودیگر احباب مستفید ہوتے ہیں۔ مولوی صاحب کا تبحر علمی تمام کشمیر میں مسلم ہے۔ انشاء اللہ اگر اسی طرح سے دینی علوم کا فیض آپ نے جاری رکھا۔ تو مسلمانان کشمیر کی دینی حالت سدھر جائے گی۔

خواجہ نظام الدین صاحب بانڈے کشمیر میں نہایت سرگرمی سے کام کر رہے ہیں۔ اور اللہ تعالے کے فرشتے لوگوں کے دلوں میں ہمدردی کا بیج بو رہے ہیں۔ اللہ تعالے ہمارے نوجوان برادران کشمیر کی سعی میں برکت ڈالے۔

علاقہ کلرگام میں برادران خواجہ محمد بخش صاحب وخواجہ غلام محمد صاحب دائم مصروف تبلیغ ہیں۔ اور عوام کے دلوں سے غلط فہمیوں کو دور کر رہے ہیں۔

اتمام الحجۃ عشرہ چھپ چکا ہے جس میں حضرت مسیح موعود کی جملہ کتب سے آپ کا مذہب بتایا گیا ہے۔ جماعت کی نسبت غلط فہمی دور کرنے میں بڑا کام دیگا۔ اس لئے ہر شہر وگاؤں میں اس کی اشاعت بکثرت ہونی چاہیئے۔ تاکہ ہر ایک خواندہ مسلمان کو ہمارا مذہب معلوم ہو جائے۔ مفت تقسیم کے لئے دو روپیہ فی سیکڑہ کے حساب سے مل سکے گا۔ جتنا درکار ہو اس حساب سے قیمت پیشگی نقد یا بذریعہ منی آرڈر سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے منگوا لیا جائے۔

برادر اللہ دتا صاحب انسپکٹر زراعت جملہ احباب سے خواستگار دعا ہیں۔ کہ اللہ تعالے انہیں اپنی عبادت میں لذت اور ذوق عطا فرماوے۔ اور انہیں حضور قلب حاصل ہو۔

برادر محمد اسمٰعیل صاحب حیدر آباد سندھ میں پرانے مخلص ہیں۔ اور کچھ عرصہ سے سخت ابتلاؤں میں مبتلا ہیں۔ جملہ احباب خاص طور پر ان کے لئے دعا فرماویں۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان ابتلاؤں سے بچائے۔ اور خدمت دین کی توفیق عنایت کرے۔

کلید کلام الامام

یہ کتاب حضرت مسیح موعود کی تمام تصانیف کی کلید ہے۔ جہاں جہاں حضرت اقدس کی کتب میں کسی مسئلہ پر بحث کی گئی ہے۔ یا کسی آیت کی تفسیر کی ہے۔ یا کسی پیشگوئی کا ذکر ہے یا اور کوئی تذکرہ ہے۔ ان تمام امور کو حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دے کر ہر ایک امر کے مقابل جس کتاب میں وہ ذکر ہے۔ اس کا نام اور صفحہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس طرح ایک ہی نظر میں فوراً معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے کس مسئلہ پر بحث کس کس کتاب میں کس کس جگہ کی ہے۔

یہ کلید ان احباب کو بہت مدد دے گی جن کے پاس سلسلہ کا پورا پورا ریکارڈ ہے۔ مگر دوسرے دوست بھی اس سے بہت کچھ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ کتاب چھپکر مکمل ہو چکی ہے جس کی قیمت ۱ روپیہ ہے۔ محصول ڈاک اسکے علاوہ۔ تمام درخواستیں

بنام مہتمم تصنیفات۔ دار الکتب اسلامیہ۔

احمدیہ بلڈنگس لاہور آنی چاہیئے

تازہ خبریں

تھانہ سوات میں تین ہندوؤں کا مشرف باسلام ہونا

یہ بات نہایت مسرت سے سنی جائے گی۔ کہ شہر لاہور کے تین معزز ہندو صاحبان جن کے اصلی نام حسب ذیل تھے پیر عبداللہ ولد خان بہادر عنایت اللہ خان صاحب کی مساعی جمیلہ سے موضع تھانہ سوات میں بعد نماز جمعہ بموجودگی خوانین مقامی و تمام مسلمانان مشرف باسلام ہوئے۔

(۱) کنہیا لال آنند ولد سردار حاکم سنگھ آنند ایم۔ اے۔ بیرسٹر ایٹ لا ایم۔ آر۔ اے۔ ایس (لندن)، سوداگران لکڑی ٹھیکیدار جنگلات مہری نگر ہاؤس ۴۳ و ۴۴ انارکلی بازار لاہور۔

(۲) دولت رام سالہ مسٹر کنہیا لال مذکور (۳) لاجپت رائے ملازم کنہیا لال۔ تینوں نومسلم صاحبان کے نام ترتیب وار حسب ذیل تجویز کئے گئے۔ (۱) شیخ عبدالغفور (۲) شیخ عبدالکریم (۳) شیخ عبداللہ۔

شیخ صاحب عبدالغفور ایک تحریری بیان زبان انگریزی میں لکھ کر چھوڑ گئے ہیں۔ کہ انہوں نے بعد مطالعہ مذہب اسلام اپنی رضا و رغبت سے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اور اس لئے وہ اس پر ہمیشہ قائم رہیں گے۔ مقامی خوانین نے نہایت جوش و خروش سے ان کا خیر مقدم کیا۔ اور بعد دعائے کامیابی ترقی اسلام اسی روز اپنی خوشی سے واپس بطرف لاہور روانہ ہوئے۔ مورخہ ۱۵۔ دسمبر

میر عبداللہ پسر خان بہادر عنایت اللہ خان۔ تھانہ سوات مالاکنڈ ایجنسی [illegible]

ایک کانسٹیبل کا ملازمت سے استعفےٰ

ایک ماہ قید کی سزا

راولپنڈی ۱۶۔ دسمبر۔ کانگریس کمیٹی راولپنڈی کا بیان ہے۔ کہ راولپنڈی کے ایک کانسٹیبل ۱۱۷ کاشی رام ملازمت سے مستعفی ہو گئے۔ مگر حکام بالا نے ان کے استعفےٰ پر غور کرنے سے انکار کیا۔ بالآخر آپ تنخواہ لینے کے بعد رخصت کی درخواست دے کر چلے گئے۔ لیکن پولیس نے انہیں سردار فتح سنگھ مہتمم خزانہ کی عدالت میں بابجولان پیش کیا۔ ملزم ولد پنڈت نند رام قوم برہمن نے عدالت کی کارروائی میں حصہ لینے سے انکار کیا۔ اور نہ ہی یہ خواہش ظاہر کی کہ اس کے بیان پر غور کیا جائے۔ اس نے کہا کہ اب مہاتما گاندھی کی عملی زندگی اور ان کی قربانیوں نے مجھے اس قابل بنا دیا ہے کہ باطل کا مقابلہ کرتے ہوئے کسی زمینی یا آسمانی ہستی کی پروا نہ کروں۔ اس نے پولیس کے نظام میں بہت سی خرابیاں ظاہر کیں جنہیں دور کئے بغیر حصول سوراجیہ کو ناممکن بتلایا۔ مقدمہ کی کارروائی آج ہی ختم ہو گئی۔ اور ملزم کو ایک ماہ قید اور جرمانہ کی سزا ملی۔

مجلس آئین مدراس کا اجلاس

ہندوؤں کے مذہبی اوقاف کا مسودہ قانون

مدراس ۱۸۔ دسمبر۔ آج مجلس آئین مدراس کا جلسہ منعقد ہوا سر پی راج گوپال اچاریہ کرسی صدارت پر رونق افروز تھے ممتاز زائرین (وزیٹرز) کے علاوہ ہز ایکسی لینسی گورنر اور ہندوستان کی مرکزی آئین ساز انجمنوں کے ممبر بھی تشریف رکھتے تھے۔ سر فریڈرک وائٹ صدر انڈین لیجسلیٹو اسمبلی بھی موجود تھے اور انہوں نے دلچسپی سے تمام کارروائی دیکھی۔ تقریباً تمام دن اس مسودہ قانون کے متعلق سوچ بچار کرنے میں صرف ہوا جس میں ہندوؤں کے مذہبی اوقاف کا اس پریزیڈنسی میں بہتر و انسب انتظام کرنے کی دفعات موجود ہیں۔ بنگل کے راجہ نے اپنی تقریر کے دوران میں اس مسودہ قانون کو پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہوئے اس کے مقاصد پر اظہار خیالات کیا۔ اور بیان کیا۔ کہ یہ قانون بیشمار ممتاز اصحاب کا مشورہ لینے کے بعد مرتب کیا گیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے بیان فرمایا کہ گذشتہ چند سال سے اسی سلسلے میں اصلاح کے لئے اصرار کیا گیا ہے۔ لیکن گورنمنٹ نے اس معاملہ میں کوئی حصہ نہ لیا۔ کیونکہ مذہبی معاملات میں دخل انداز ہونا اس کے اصول کے خلاف ہے۔ لیکن جب خود اختیاری حکومت کا آغاز ہوا۔ اس وقت اس معاملے کو پیش کرنا مناسب سمجھا گیا۔ مندرجہ بالا امور کے علاوہ یہ بھی فائدہ ہو جائے گا کہ مقدمہ بازی کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اکالی لیڈروں کا مقدمہ

امرتسر ۱۸۔ دسمبر۔ آج سات اکالی لیڈروں کے مقدمہ میں جن میں سردار بہادر مہتاب سنگھ سابق نائب صدر مجلس آئین پنجاب بھی شامل ہیں۔ مستغیث کے گواہوں کی شہادتیں مکمل کی گئیں۔ گئی گواہوں کو جو گرفتاری کے بعد کے حالات بیان کر رہے تھے۔ روک دیا گیا۔ رائے زادہ بھگت رام نے سرجان مینارڈ ممبر مال حکومت پنجاب اور مسٹر ہاملٹن کمشنر لاہور ڈویژن کو بطور گواہ پیش کئے جانے کا مطالبہ کیا عدالت نے یہ کہہ کر کہ ان کا مقدمہ سے کوئی تعلق نہیں سمن جاری کرنے سے انکار کیا۔ وکیل مدعا علیہ نے باقی چالیس گواہوں کو پیش کرنا پسند نہ کیا اس لئے دلائل پیش کرنے کے لئے تاریخ ۹۔ جنوری ۱۹۲۳ء مقرر ہوئی۔ توقع ہے کہ پنڈت مدن موہن مالویہ دلائل پیش کرنے میں حصہ لیں گے۔

آل انڈیا بہائی کانفرنس

کراچی ۱۸۔ دسمبر۔ آل انڈیا بہائی کانفرنس کا تیسرا اجلاس ۲۷۔ تاریخ کو خلیقینہ ہال کراچی میں منعقد ہوگا۔ مشہور فرانسیسی مضمون نگار مسٹر پال رچرڈ اس کا افتتاح کریں گے۔ مجلس استقبالیہ کے انتظامات مکمل ہو رہے ہیں۔ بین الاقوامی مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک دلچسپ پروگرام مرتب کیا جا رہا ہے۔

برطانی افواج کا تخلیہ آئرلینڈ

بازاروں میں سپاہیوں کی عزت افزائی

لندن ۱۷۔ دسمبر۔ ڈبلن میں تخلیہ برطانی افواج اور باقیماندہ چوکیوں کے منتقل کئے جانے پر دلچسپ مناظر دیکھنے میں آئے۔ اس وقت بازاروں میں تل دھرنے کی جگہ باقی نہ تھی۔ جب تین اور چار ہزار سپاہی جو آخری چار رجمنٹوں سے تعلق رکھتے تھے۔ گذرے۔ اور نارتھ وال پر ہجوم اس قدر زیادہ تھا۔ کہ فوج کی قطاریں درہم برہم ہو گئیں۔ اور مصنوعی دروازے ٹوٹ گئے۔

آئرش کمانڈر انچیف ہیڈ کوارٹر کی تبدیلی کے وقت موجود تھا اس کے بعد آئرش افواج وہاں آ گئیں۔ اور جنگی جہازات بھی روانہ ہو گئے۔

قسطنطنیہ میں آتش زدگی

پناہ گزینوں کی اعانت کا کام بند

لندن ۱۷۔ دسمبر۔ قسطنطنیہ سے ایک پیغام مظہر ہے کہ فرانسیسی باربرداری میں اب اموات کی تعداد ۵۰ ہے۔ جن میں ۸ رائفل بردار بھی شامل ہیں۔ اس وقت ہوا سی پھیل گئی۔ جب ایک جہاز ۳۰۰ اشخاص منگلیس اور کئی افسروں کی بیویوں اور اسلحہ جات کو لے کر روانہ ہو گیا۔ بارود پھٹنے۔ دھواں اور شعلوں کے باعث پناہ گزینوں کی اعانت کا کام رک گیا ہے۔ تباہ کن دشمن اتنا نزدیک آ گئے۔ کہ رسے اور تختے پانی میں ڈال کر کئی اشخاص نے اپنی جان بچائی دوسرے کنارے پر برطانی باربرداری کو تباہ کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔

یقین کیا جاتا ہے کہ گرد حلقہ ہونے کی وجہ سے آگ زور پکڑ گئی۔

شاہ ایران طہران میں

طہران ۱۷۔ دسمبر۔ شاہ ایران آج تشریف لائے۔ اور ان کا پرجوش استقبال کیا گیا۔

پولینڈ کے جدید پریذیڈنٹ کا قتل

آکسفورڈ ۱۸۔ دسمبر۔ ڈاکٹر ناروٹوکز پولینڈ کا جدید پریذیڈنٹ بمقام وارسا ایک قہوہ خانہ میں قتل ہو گیا۔ جب وہ برطانوی سفیر سر ولیم میکس ملر اور لیڈی مولر کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا۔ اس وقت چند فٹوں کے فاصلے سے گولیاں فائر کی گئیں۔ معلوم ہوا ہے کہ قاتل کی دماغی حالت درست نہیں ہے۔

قاتل کا پتہ چل گیا

وارسا ۱۷۔ دسمبر۔ پولینڈ کے جدید پریذیڈنٹ کو اس وقت قتل کیا گیا جبکہ وہ ایک صنعتی نمائش کا ملاحظہ کر رہا تھا قاتل کی شناخت ہو سکی ہے۔ اس نے ناروٹوکز پر ریوالور کے تین فائر کئے بیان کیا جاتا ہے کہ اس واقعہ سے کچھ عرصہ پہلے اس سے پاگلانہ علامتیں ظاہر ہوتی تھیں۔

طلبا اور مزدوروں میں جنگ

کئی آدمی زخمی ہوئے

وارسا ۱۷۔ دسمبر۔ یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ پریذیڈنٹ ڈاکٹر ناروٹوکز کے انتخاب کے بعد بلوے ہوئے تھے۔ بلوہ کرنے والوں میں عام طور پر طلبا پائے جاتے تھے۔ جو فسطی کے قواعد کی تقلید کرتے تھے۔ اس موقع پر سپاہ پہنچ گئی۔ اور انتظام کر لیا گیا۔ ٹوپیوں کو دھکے دیئے گئے۔ اس کے بعد مزدور پیشہ لوگوں نے بھی ایک مزدور پیشہ لوگوں نے بھی ایک مظاہرہ مرتب کیا۔ اور طلبا پر حملہ کر دیا۔ اس کے بعد ان کے درمیان ایک قسم کی جنگ چھڑ گئی اور کئی ایک زخمی ہوئے۔ پولیس کے اعلیٰ افسر کو ملازمت سے علیحدہ کر دیا گیا۔

روس اور آبناؤں کا مسئلہ

لوسین ۱۷۔ دسمبر۔ پھر ایک مرتبہ روسیوں نے معتمد کانفرنس کو ایک یادداشت روانہ کی ہے جس میں تذکرہ کیا گیا ہے کہ آبناؤں کے متعلق تمام بحث و تمحیص میں شرکت کے مطالبے کا انہیں کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ ان کی تجویز اور رائے ہے کہ اس معاملہ پر غور کرنے کے لئے ایک ماتحت کمیشن مقرر کیا جائے۔

لائڈ جارج کے حالات زندگی

دو اخبارات نے ٹھیکے منسوخ کر دیئے

نیویارک ۱۸۔ دسمبر۔ اعلان کیا گیا ہے کہ نیویارک ٹائمز اور شکاگو ٹریبیون نے مسٹر لائڈ جارج کے حالات زندگی کی اشاعت کے متعلق ٹھیکے منسوخ کر دیئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ انہوں نے مطابع متحدہ امریکہ سے بین الاقوامی مضامین پر مراسلات تحریر کرنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔

ایک برطانی جہاز کی غرقابی

لندن ۱۷۔ دسمبر۔ لیورپول کا ایک پیغام مظہر ہے کہ ٹوڈیلو سے آنے والا برطانی جہاز "سمرڈس" جہاز "سٹی آف لندن" کے لنگر کے رسے میں پھنس کر غرقاب ہو گیا۔ پانچ ملاح بچا لئے گئے لیکن باقی گیارہ کا پتہ نہیں چلا۔ جہاز "سٹی آف لندن" کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

مارک کی غیر مستقل قیمت

آکسفورڈ ۱۹۔ دسمبر۔ گذشتہ روز صبح کے وقت غیر ملکی تبادلے کے بازار کی حالت قابل اطمینان تھی۔ لیکن سہ پہر کے وقت تغیر پذیر ہو گئی۔ ابتدا میں مارک کی قیمت ۲۵ ہزار ہو گئی تھی لیکن پھر ۲۹ ہزار ہو گئی۔ فرانسیسی فرانک کی قیمت گرتی رہی۔

لوسین کانفرنس

کرسمس میں بھی اجلاس جاری رہیں گے

آبناؤں کا مسئلہ

آکسفورڈ ۱۹۔ دسمبر۔ لوسین کانفرنس کی پہلی کمیشن آج بعد دوپہر آبناؤں کے مسئلہ پر پھر غور کرے گی۔ اتحادیوں کے بحری اور فوجی ماہرین نے جو مکمل خاکہ تیار کیا ہے۔ اس پر بحث ہوگی۔

یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ کرسمس میں کانفرنس منتشر نہ ہوگی۔ بلکہ اپنی کارروائی جاری رکھے گی۔ حتےٰ کہ اس کی تکمیل ہو جائے۔ درمیانی وقفہ بہت تھوڑا ہوگا۔

اتوار کے روز لارڈ کرزن نے ایم چیچرن سے پرائیویٹ ملاقات کی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ موعظہ حسنہ

علامہ لاہوری شیعی پر نظر

از قلم جناب میرزا نذر علی صاحب پشاوری

احباب لاہور نے رسالہ عنوان بالا جو سید علی حائری شیعی مجتہد لاہور کی تقریر کا مجموعہ ہے میرے پاس برائے ریویو بھیجا ہے اس میں جو رد و جواب "دائرۃ الاصلاح" کی ذاتی اور شخصی آراء کے متعلق تو تو میں میں اور گلہ گذاری . . . ہے اس سے ہم کو سروکار نہیں ہے کیونکہ اصل مسائل سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہم صرف اصل مسائل مندرجہ رسالہ پر نظر کرینگے اور وہ بھی اختصار کی رعایت مد نظر رکھ کر مگر قبل اسکے ایک مفید تمہید ذکر کرتے ہیں۔

تمہید

(۱) مجھ کو علماء شیعہ کی اس کارروائی سے ہمیشہ تعجب آتا ہے کہ جن مسائل کا بارہا سینکڑوں دفعہ رد اور جواب اہل سنت کی طرف سے شایع ہو چکا ہے۔ پھر انہی مسائل کو انہی دلائل سے بیان کرنا اور انکا اعادہ کرنا کیا حاصل۔ لازم تو یہ ہے کہ جواب تردیدی کا جواب دیا جاوے تاکہ بحث مختصر اور نتیجہ خیز ہو جاوے جب شیعہ متکلمین بوسیدہ دلائل کا اعادہ کرتے رہتے ہیں تو مجبوراً اہلسنت کی طرف سے بھی تردیدی جوابات کا تکرار اور اعادہ ہوتا رہتا ہے اور اس سے بحث باوجود سینکڑوں جوابات اور رسالوں اور کتب کے شایع ہونے کے بھی ختم ہونے میں نہیں آتی۔ جیسا کہ آگے چلکر مسائل کی بحث میں قارئین کرام پر یہ امر بخوبی واضح اور روشن ہو جائے گا۔

(۲) یہ امر کہ اہل سنت کی فلان فلان کتابوں میں یہ امور مندرج ہیں اس لئے ان پر الزام قایم ہوتا ہے اور چونکہ ان کی کتابوں میں ایسا کچھ لکھا ہوا ہے اسلئے وہ اپنے مسلمات سے حجت کے نیچے ہیں ایک باریک اور رقیق دھوکہ ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اگر اہلسنت کی کتابوں میں یہ امور مندرج ہیں اور وہ کتابوں کے ان مندرجہ امور کو صحیح سمجھتے ہیں تو آیا وہ ان کی وجہ سے کوئی الزام صحابہ پر قایم کرتے ہیں۔ مثلاً نظیر کے طور پر میں ظاہر کرتا ہوں۔ کہ فرضاً مرض موت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قلم دوات مانگی۔ حضرت عمرؓ یا بعض صحابہؓ نے انکار کیا اور مانع تحریر ہوئے تو کیا باقیماندہ صحابہؓ . . . اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے اس امر سے ان پر منافق یا مرتد یا کافر ہونیکا فتوے لگایا۔ اور کوئی اہلسنت ایسا ہے جو ان مانعین قلم دوات پر منافق یا کافر ہونے کا حکم کرتا ہو۔ ظاہر ہے کہ کوئی اہلسنت ایسا حکم ان پر نہیں کرتا تو پھر بتلاؤ کہ جب اہل سنت باوجود ان امور کو اپنی کتابوں میں تحریر شدہ دیکھنے کے ایسا حکم ان پر نہیں لگاتے تو شیعہ کیوں لگاتے ہیں۔ کس استحقاق پر؟ کیا بنی ہاشم اور حضرت علیؓ کا کوئی تحریری فتوے شیعوں کے پاس موجود ہے اور کیا اس وقت کے مومنین صحابہ کرام نے جنہوں نے بکروں کی طرح اپنی جانیں اس رسولؐ پر قربان کر دی تھیں۔ انہوں نے حضرت عمر یا مانعین قلم دوات کو اسلامی برادری سے خارج کیا اور اگر ان کے فعل پر اسوقت کوئی نوٹس نہیں لیا گیا تو اب تیرہ سو سال بعد ایسا فتوے لگانے والا اور ایسا حکم کرنیوالا مخبوط الحواس نہیں تو اور کیا ہے۔

دوسری نظیر:- علی مرتضیٰ علیہ السلام کا ابو جہل کی بیٹی کو نکاح کرنے کا واقعہ شیعہ اور سُنّی دونوں کی کتابوں میں لکھا ہے صلح نامہ حدیبیہ کی تحریر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے پر کہ اس فقرہ کو مٹا دو۔ علی مرتضیٰ کا کہنا کہ میں کبھی نہیں مٹاؤں گا۔

لا امحوك ابدا جو بقول ملا لاہوری وما ینطق عن الھویٰ الخ اور ما اتٰکم الرسول فخذوہ الخ کے حکم اور لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الخ کے مخالف اور ایذائے نبی پر مشعر ہیں۔ مگر کسی سُنّی نے ان امور کے ظہور سے حضرت علیؓ پر کوئی حکم یا فتوے لگایا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ وہ ان سب امور کی حقیقت کو جانتے ہیں وہ نہ تو عمرؓ پر کوئی حکم لگاتے ہیں اور نہ علیؓ پر۔ مگر شیعہ کی بے انصافی دیکھو ایک پر تو حکم لگاتے ہیں۔ اور دوسرے پر اسی قسم کے امور کے ظہور پر کوئی حکم یا فتوے نہیں لگاتے۔ اگر علی مرتضیٰ علیہ السلام کی عدم تعمیل حکم کی کوئی تاویل قابل پذیرائی ہوسکتی ہے تو عمر رضی اللہ عنہ کے لئے بھی اس قسم کی تاویل قابل پذیرائی ہو سکتی ہے۔ مگر افسوس ایک طرف حسد اور بغض کے جذبات مانع تاویل صحیح ہیں اور دوسری طرف محبت اور مودت کی کشش

موجود ہے سے

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد

عیب نماید ہنرش در نظر

(۳) اگر محض سُنیوں کی کتابوں میں کسی واقعہ کا تحریر ہو کر موجود ہونا ہونا ہی سینوں پر حجت اور الزام قائم کرنے کیلئے کافی ہے۔ تو شیعوں کی حدیث کی کتابوں میں بھی ایسے امور اور واقعات تحریر شدہ موجود ہیں کہ ہرگز شیعہ ان واقعات کو قبول نہ کریں گے۔ اور ان واقعات مندرجہ کتب خود کی بنا پر ہرگز اپنے ملزم ہونے کو تسلیم نہ کرینگے بلکہ ان کا دفعیہ اور ڈیفنس پیش کریں گے اور اس الزام کو اپنے سے دور کرینگے پس جبکہ صورت واقعہ یہ ہے تو سُنیوں کے معقول عذرات اور جوابات پر کیوں غور نہیں کرتے۔ بلکہ صرف لکھے ہوئے ہونیکو الزام کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ پس جو جوابات شیعہ اپنی کتابوں کے تحریری امور کے متعلق دیں وہی جواب ہمارے متعلق سمجھ لیں۔ فما ھو جوابکم جوابنا

شیعہ کتب سے چند واقعات بطور نظیر

(۱) باب الوضوء بنبیذ التمر صـ۹ استبصار جز اول دیکھو نبیذ سے وضو جائز ہے۔ صـ۹۵/۹۶ استبصار جز اول و فروع کافی صـ۱۸۳ جلد ۲ - کتاب الاشربۃ - نبیذ حلال ہے اور اگر نبیذ میں یا مسکر خمر میں کپڑا گر پڑے یا کپڑے کو شراب لگ جائے تو کچھ گناہ نہیں۔

(۲) قال ابو عبد الله علیہ السلام اجر المغنیۃ التی تزف العرائس لیس بہ باس الخ صـ۳۱ استبصار فروع کافی صـ۳۱ جلد ۲۔ گانے والی ناچنے والی کنچنی کی کمائی حلال ہے جو شادیوں پر گاتی اور ناچتی ہے مگر لوگ اس سے مجامعت نہیں کرتے۔

(۳) نماز جنازہ بغیر وضو درست ہے صـ۱۶۳ استبصار

(۴) حی علی خیر من النوم کہنا درست ہے صـ۱۵۳ استبصار

(۵) جنازہ میں چار تکبیرات پڑھی جاویں صـ۱۱۱ استبصار . . .

. . . .

(۶) ڈھیلے سے استنجا کرنا درست ہے۔ صـ۳۳ سطر ۹ - استبصار

(۷) غسل جنابت سے پہلے وضو کرنا قول امام سے درست ہے۔ صـ۱۲ استبصار

(۹) جلق لگانے والے پر کوئی حد نہیں اور نہ گناہ ہے۔ رواہ عن ابی عبد الله قال سالتہ عن الذالک قال ناکح نفسہ لا شئی علیہ - فروع کافی صـ۲۳۴ جلد ۲

قال سئلت امام جعفر علیہ السلام عن الرجل یعبث بذکرہ حتی ینزل قال لا باس بہ ولم یبلغ بہ ذالک شئی صـ۱۰۳ استبصار

(۱۰) متعہ حرام ہے - صـ۷۷ استبصار

(۱۱) ام کلثوم حضرت عمر کی بیوی تھی اس کے مرنے پر علیؓ اس کو اپنے گھر لائے۔ صـ۸۵/۸۶ استبصار۔

(۱۲) مردہ بکری وغیرہ کا چمڑا بعد دباغت پاک ہے۔ اس میں پانی پی سکتے ہیں۔ اور اس کے ڈول سے وضو کر سکتے ہیں اور یہ احادیث شیعہ اصول کے خلاف ہیں کیونکہ ان کے مذہب سے میتۃ دباغت سے پاک نہیں ہوسکتی صـ۲۴۳ استبصار - جزو ۴

ایسا ہی لواطت جیسے فعل قبیح کو شیعوں کی کتب حدیث اور علماء امامیہ کی کتابوں میں جائز ٹھیرایا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو فروع کافی صـ۲۴۳ استبصار صـ۱۴ جزو اول صـ۶ فروع کافی صـ۱۵ و صـ۵۲ سطر اول۔

یہ چند اقوال استنباطاً شیعوں کی صرف دو کتابوں سے جو ان کی اعلیٰ درجہ کی کتب حدیث سے ہیں نقل کئے گئے ہیں۔ ورنہ اسی قسم کے سینکڑوں اقوال ہیں جو شیعوں کی کتب احادیث میں مذکور ہیں اور شیعہ ان کو نہیں مانتے۔ کسی کو تقیہ کے بہانہ سے اور کسی کو احاد کے عذر سے اور کسی کو اجماع امامیہ کے خلاف واقع ہونیکی علت میں ترک کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ ائمہ اہلبیت سے مروی اور ان کی احادیث ہیں پس جبکہ شیعہ اپنی تمام احادیث کو جو ان کی کتب احادیث میں مذکور ہیں نہیں مانتے۔ بلکہ بعض کو ترک کرتے ہیں اور بعض کو لیتے ہیں۔ گویا محض اپنی کتب احادیث میں ان احادیث کے درج شدہ ہونیکی وجہ سے ان احادیث کو نہ تو صحیح سمجھتے ہیں اور نہ اپنے پر ان کو حجت تسلیم کرتے ہیں تو بھلا ملا صاحب حائری کی یہ بے انصافی ہے کہ نہیں کہ بعض سنیوں کی احادیث کو بوجہ اسکے کہ ان کی کتب میں وہ درج ہیں سنیوں پر

کیوں حجت قرار دیتے ہیں۔ جو امر اپنے لئے وہ روا نہیں رکھتے دوسرے کے لئے کیوں اور کس طرح وہ جائز اور روا تسلیم کرتے ہیں۔

چہارم - کیا کسی سُنّی عالم یا مفسر و محدث کا یہ دعوے ہے کہ جو کچھ ہماری کتابوں میں لکھا ہے خواہ احادیث کی ہوں یا تفسیریں اور تاریخیں ہوں وہ سب صحیح اور درست اور ہمارے ہاں سب کلیتاً مسلم ہیں۔ میں نہیں خیال کرتا کہ کوئی محدث یا عالم تو درکنار ایک معمولی واقف از علم دین بھی اس امر کو مسلم سمجھتا ہو جسے کہ خود شیعہ بھی نہیں سمجھتے۔ پھر ملی حائری صاحب کا یہ لکھنا کہ میں سُنیوں کی کتابوں سے یہ ثابت کرتا اور بتلا دیتا ہوں کس قدر دھوکہ فریب اور خدع پر مبنی ہے

پنجم - ایک شیعہ محدث ایک حدیث سلسلہ وار اسناد کے ساتھ امام معصوم سے روایت کرتا اور نقل کرتا ہے۔ اور اپنی کتاب حدیث میں درج کرتا ہے اور آخر میں اپنی شخصی اور ذاتی رائے سے یہ کہہ کر حدیث کو یا امام معصوم کے قول کو کہ یہ حدیث مخرج تقیہ سے نکلی ہوئی ہے رد کر دیتا ہے۔ حالانکہ خود محدث صاحب اس امام معصوم کے پانچ سو سال بعد پیدا ہوئے۔ اور تقیہ کا امر ایک ایسا امر ہے جو دل سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ایک مخفی اور پوشیدہ امر ہے جس وقت امام صاحب نے وہ حدیث بیان کی اس وقت یہ محدث نے بضاعت موجود ہی نہ تھا تاکہ امام صاحب کی حالت اور پوزیشن اور حالت خوف اور حالات موجود الوقت سے اندازہ لگا سکتا کہ یہ حالت امام معصوم پر خوف و تقیہ کی تھی۔ پھر اس وقت یہ اندازہ لگانا ظن قیاس تخمین سے بڑھ کر نہ ہوتا۔ کیونکہ تقیہ ایک امر مخفی قلبی ہے اور امام کے دل کو پھاڑ اور چیر کر اس نے دیکھا نہیں۔ پھر پانچ سو سال بعد اس قول امام کو تقیہ کیطرف منسوب کرنا کس علم کی بنیاد پر ہے۔ اور کس طرح ملا طوسی اور آقا دربندی و سرہندی صاحب سمجھ گئے کہ امام نے اسوقت یہ حدیث تقیہ سے کہی تھی۔ اگر یہ جواب دیا جائے کہ ائمہ معصومین ہمیشہ تقیہ میں تھے اس سے ہم نے یا ہمارے محدثین نے قیاس کر کے سمجھ لیا ہے تو یہ جواب بھی مخدوش ہوگا ایک تو اسلئے کہ بعض ائمہ کے متعلق شیعہ احادیث میں صاف مذکور ہے کہ ان پر تقیہ حرام تھا۔ اور تقیہ سے وہ ممنوع تھے دوم اسلئے کہ پھر تمام احادیث تقیہ سے مبرا نہ ہوسکیں گی اور یہ امتیاز مشکل ہوگا کہ فلان تقیہ والی ہے۔ اور فلان تقیہ والی نہیں اور جس کو وہ تقیہ والی حدیث قرار نہ دینگے اس پر دلیل مطلوب ہوگی کیا علی حائری صاحب شیعوں کے وکیل بتلا سکتے ہیں کہ شیخ ابو جعفر طوسی محدث شیعہ کا کسی حدیث کو بمعہ اسناد و سند روایت ذکر کر کے اس کے آخر میں یہ لکھ دینا کہ یہ حدیث مخرج تقیہ سے نکلی ہوئی ہے۔ اسکے ایسے لکھنے کا ماخذ علمی کیا ہے اور کون سے علم کے بنیاد پر وہ ایسا لکھ رہا ہے۔

ششم - اہلسنت روایات کی صحت اور عدم صحت رواۃ کی توثیق اور عدم توثیق پر ہے اور اس کا ماخذ اصولاً قرآن میں موجود ہے ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا الخ مگر تقیہ والی بات اصول کے خلاف ہے۔ اور تقیہ والے قول کی تبیین نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ امر قلبی ہے۔ قرآن نے فاسق کا لفظ رکھ کر اصول قائم کر دیا کہ خبر دہندہ کے کیریکٹر کو دیکھا جاوے گا اور بُرے چال چلن والے راوی کی خبر موثق نہ سمجھی جاویگی مگر تقیہ باز شخص کے متعلق انصاف سے بتلاؤ کوئی اصول اور معیار قائم ہوسکتا ہے ہرگز نہیں۔ الحمد للہ سُنیوں کی روایات ایسی لغویات سے پاک ہیں جن کے متعلق کوئی اصول ہی قائم نہ ہوسکے۔

بقیہ صفحہ اول

کے نشوونما کو یہ شکل ہی روک سکتی ہے۔ مقدم یہ ہے کہ ایک ہی تنہ کی شاخیں دل سے تنہ کی خیر منائیں۔ نہ یہ کہ ان کی وجہ سے تنہ ہی زیر زد آ جائے۔

وقت آگیا ہے کہ

سب اسلامی فرقے اغراض مشترکہ میں متفق ہو کر کام کریں۔ اخباری تحریرات میں تہذیب اور بردباری سے کام لیا جائے۔ خواہ مخواہ کفر و ارتداد کی چھریوں سے اسلامی ہستیاں لہولہان نہ کی جائیں۔ اجتہادی اختلاف سے اصولی اتحاد کو جواب نہ دیا جائے۔ اسلامی کشتی اس وقت سخت ڈگمگا رہی ہے۔ سب کا فرض اولین یہ ہے کہ اسے بچائیں اور اس کی خیر منائیں۔ زمانہ کی زد سے بچو۔ وہ برابر منادی کر رہا ہے۔ کہ بچو بچو۔ اب ہمارا فرض ہے۔ اس ڈرانے والی صدا کو سنیں۔ اور سوچیں کہ اسلام کی اس وقت

مدینۃ المسیح لاہور، یوم اتوار، مورخہ ۱۲ جمادی الاول سنہ ۱۳۴۱ ہجری مطابق ۳۱ دسمبر سنہ ۱۹۲۲ء

جلسہ سالانہ

تمہید

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا نواں سالانہ جلسہ حسب اعلان ۲۵، ۲۶، ۲۷ دسمبر کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار فضل و کرم اور شکر ہے کہ یہ جلسہ نہ صرف تعداد مہمانان کے لحاظ سے بلکہ بہت سی دیگر خصوصیات کی وجہ سے بھی بہت ہی کامیاب اور جماعت احمدیہ لاہور کی تاریخ میں ایک بے نظیر جلسہ تھا۔ باہر سے آنے والے مہمانوں کی تعداد چھ سو سے متجاوز تھی۔ جس میں پنجاب کے مختلف علاقوں، صوبہ سرحدی، صوبجات متحدہ اور بمبئی وغیرہ سے مختلف احباب شامل تھے۔ ان سب احباب کے آرام و آسائش اور خورد و نوش وغیرہ کا انتظام جماعت لاہور کے بعض اصحاب نے اپنے ذمہ لے رکھا تھا اور خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ ان کی محنت اور مخلصانہ جد و جہد میں اللہ تعالیٰ نے اسقدر برکت ڈالی۔ کہ تمام انتظام نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ چلتا رہا۔ ان سب کام کرنے والوں کے فرداً فرداً نام لینا مشکل ہے، لیکن چند اصحاب کا ذکر خصوصیت سے کرنا ضروری ہے۔ مثلاً داروغہ نبی بخش صاحب۔ مستری دین محمد صاحب۔ میاں مولا بخش صاحب قریشی منشی جمال دین صاحب۔ میاں اللہ بخش صاحب۔ میاں رحیم بخش صاحب۔ ڈاکٹر نور الحسن صاحب۔ ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب۔ پروفیسر شیخ محمد عبد اللہ صاحب۔ خواجہ عبد الغنی صاحب۔ مولوی محمد حسن صاحب حافظ فضل احمد صاحب۔ میاں ولی اللہ صاحب۔ بشیر حسین صاحب۔

ان سب اور بعض دیگر اصحاب نے جلسہ کے انتظامات میں بہت بڑا حصہ لیا۔ اور اپنی خدمات سے انجمن کا بہت سا بوجھ ہلکا کر دیا فجزاھم اللہ خیراً۔ ان سب کے سر پر ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور خود حضرت امیر ایدہ اللہ بطور نگران تھے اور انہوں نے اپنے گرامیقدر اوقات کو انتظامات کی دیکھ بھال میں صرف کر کے قوم کے سر پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ کام کرنے والے اصحاب میں ملازمین انجمن کا بھی ایک خاص حصہ ہے [illegible] تمام [illegible] اعلیٰ ملازمین ان دنوں میں اور اس سے پہلے بھی بڑی محنت اور جانفشانی سے کام کرتے رہے ہم ضرورت نہیں سمجھتے۔ کہ ان سب کے علیحدہ علیحدہ نام لکھیں۔ کہ جس مقصد اور غرض کے لئے وہ یہاں بیٹھے ہیں۔ اسی کا حصول ان کی ان خدمات سے ہوتا ہے۔ اور اس کی اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ان کے لئے بہترین جزا ہے۔

جلسہ کی کامیابی اور مختلف احباب کے دور و دراز سے اپنے اس قومی اجتماع میں شمولیت کی جہاں ہمیں ایک خاص خوشی ہے۔ وہیں اس امر کا افسوس کے ساتھ ہم ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ہماری قوم کے نہایت مکرم و محترم بزرگ حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب جن کے وجود سے اس سلسلہ کے بہت سے فواید وابستہ ہیں اور جن کے مال سے سلسلہ کو بہت بڑی تقویت پہنچتی رہی ہے۔ اپنی علالت کی وجہ سے شامل جلسہ نہ ہو سکے حضرت شیخ صاحب کی صحت جیسا کہ احباب کرام کو معلوم ہے۔ کچھ عرصہ سے بہت مخدوش ہے۔ اور جلسہ کے قریبی ایام میں آپ کو بہت سخت بخار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ باوجود بہت سخت تکلیف کے پھر آثار صحت نمودار ہو گئے ہیں اور اگرچہ جلسہ کے ایام میں آپ خدا کے فضل سے زیادہ بیمار نہ تھے۔ لیکن بیماری کا اثر اور شدت کی کمزوری بستر علالت کو چھوڑنے کی اجازت نہ دیتی تھی اور یہی ڈاکٹری مشورہ تھا کہ آپ کبھی [illegible] نہیں۔ آپ کی اس علالت کا ذکر حضرت امیر ایدہ اللہ نے بھی اپنی ایک تقریر میں کیا احباب کرام دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کامل صحت عطا فرمائے۔ اور قوم کے سر پر تا دیر سلامت رکھے۔ آمین۔

روئداد جلسہ

۲۵ دسمبر کو سوا دس بجے جلسہ شروع ہوا تلاوت قرآن کریم کے بعد بابو رحمت خان صاحب نبدل نے ایک دلکش نظم پڑھی جو حسب ذیل ہے۔

ذرا تم غور سے لوگو زمانے کا چلن دیکھو
نئے ہیکر دکھاتا ہے یہ کیا چرخ کہن دیکھو
اڑاتے ہیں بلبل نئی تانیں گلستاں میں
نیا جلوہ نظر آتا ہے تم رنگ چمن دیکھو
ہماری مات کرنے کو ہیں کوشاں قادیاں میں سب
مرماران میاں صاحب ہیں کرتے کیا جتن دیکھو
مگر رحمت ہے رب العالمیں کی اس جماعت پر
پھلا پھولا یہ ہے کیسا خدا کا چمن دیکھو
[illegible]
بہار [illegible] دیکھو
ارادہ انجمن کا ہے اڑیں گو غیر برلن میں
گڑوانے سایۂ باطل ہے عیسائی تن دیکھو
کمر باندھو خبر لو قوم بیکس کی وطن والو۔
یہی وقت اب آنے والا کو قوم میں پُر محن دیکھو
مقدم دین کو دنیا سے ہی ہر حال میں رکھنا
ذرا تاریخ کے آئینہ میں عہد کہن دیکھو
دکھاؤ ابر باراں کی طرح تم حوصلے اپنے۔
کہ پیاسی آب زر کی ہے تمہاری انجمن دیکھو
دعا ہے روز و شب یہ نبدل کی اللہ سے یارو
پھلا پھولا سدا شاداب باغ انجمن دیکھو

اس نظم کے پڑھا جانے کے بعد میر مدثر شاہ صاحب نے "اولیائے امت" کے عنوان سے اپنی تقریر شروع کی۔ میر صاحب موصوف نے جیسا کہ کسی گذشتہ اشاعت میں اعلان ہو چکا ہے۔ حال ہی میں "اولیائے امت" کے نام سے ایک رسالہ تصنیف کیا ہے۔ جس میں امت محمدیہ کے مختلف اولیائے کرام کے وہ اقوال و ارشادات نقل کئے ہیں۔ جن میں انہوں نے اپنے متعلق ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جو بظاہر دعوئے خدائی و دعوئے نبوت پر مشتمل معلوم ہوتے ہیں۔ اور جن کی بنا پر ان پر کفر کا فتوے لگایا گیا۔ آپ نے اس رسالہ کے جستہ جستہ مقامات سے ان حوالوں کو پڑھ کر حضرت مسیح موعود کے ارشادات سے ان کا تطابق کیا۔ اور بتایا۔ کہ آج حضرت مسیح موعود کے اقوال سے آپ کی طرف جو دعویٰ نبوت منسوب کیا جاتا ہے۔ ویسے ہی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر الفاظ بہت سے اولیائے امت نے استعمال کئے ہیں۔ پس ان الفاظ کی بنا پر آپ کو نبی قرار دینا غلط ہے۔ بالخصوص جبکہ آپ خود تشریح فرما چکے ہیں۔ کہ آپ کی مراد ان سے کوئی نبوت کا دعوےٰ کرنا نہیں۔ بلکہ تمام محدث اور ولی ایسے ہی الفاظ استعمال کرتے آئے ہیں۔

میر صاحب کا لیکچر بہت نتیجہ خیز اور موثر تھا۔ لیکن وقت نہ ہونے کی وجہ سے آپ اسے مکمل نہ کر سکے۔ آپ کے بعد حضرت مولنا سید محمد احسن صاحب کا فاضلانہ مضمون جو تفسیر سورۂ فاتحہ پر مشتمل تھا۔ آپ کے فرزند اکبر مولوی سید محمد اسمعیل صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ افسوس ہے۔ کہ حضرت مولنا خود تشریف نہ لا سکے۔ آپ کا سن جیسا کہ مولوی سید محمد اسمعیل صاحب نے مضمون پڑھنے سے پہلے بیان کیا۔ اسوقت سو سال کے

قریب ہے۔ اور اس عالم پیری کے ساتھ بعض عوارض بھی لاحق ہیں۔ اس لئے آپکو بار بار سفر کی صعوبت برداشت کرنا مشکل ہے۔ تاہم غنیمت ہے۔ کہ اسوقت بھی آپ کے فیوض حسنہ سے کسی نہ کسی رنگ میں قوم متمتع ہو ہی جاتی ہے۔ آپ کا مضمون اگرچہ بہت دقیق اور فاضلانہ تھا۔ لیکن بہت سے معارف اور نکات سے لبریز تھا۔ وقت کی کمی نے اجازت نہ دی۔ کہ آپکا پورا لیکچر حاضرین کو سنایا جاسکے۔ اور اس لئے اسکا ایک حصہ پڑھا جانے کے بعد مولوی عصمت اللہ صاحب ہوشیارپوری کو تقریر کے لئے کہا گیا۔ یہ وقت دراصل حافظ محمد حسن صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی کا تھا۔ لیکن چونکہ وہ تشریف فرمائے جلسہ نہ تھے۔ اور مولوی عصمت اللہ صاحب کا لیکچر کرانا ضروری تھا اس لئے انہیں بلایا گیا۔

مولوی عصمت اللہ صاحب کے متعلق اسقدر بتادینا ضروری ہے۔ کہ آپ قصبہ ارمڑ ضلع ہوشیارپور کے رہنے والے اور مشہور اسلامی لیکچرار ہیں۔ انہیں غیر مذاہب بالخصوص سکھ مذہب اور ویدک دھرم کی خوب واقفیت ہے۔ اور جیسا کہ آپ نے خود بیان کیا۔ جملہ مذاہب و ملل کی تحقیقات میں آپ نے بہت بڑا وقت صرف کیا ہے۔ اور آخر کار اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ اسلام ہی حق ہے۔ ایک عرصہ سے آپ سلسلہ عالیہ کی بھی تحقیقات میں مصروف تھے۔ اور بار ہا یہاں آئے اور حضرت امیر ایدہ اللہ سے ملاقات کرنے کا انہیں اتفاق ہوا آخر کار اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا۔ اور جلسہ کے ختم ہونے کے بعد دوسرے دن آپ بیعت کرکے سلسلہ عالیہ میں داخل ہوگئے آپ کی اس بیعت کی مختصر کیفیت اخویم مکرم شاہ محمد خان صاحب انجنیئر کے قلم سے کسی دوسری جگہ ہدیہ ناظرین کرام ہے۔

آپ نے اپنی فصیح و بلیغ تقریر میں آنحضرت صلعم کے خاتم کمالات نبوت ہونے کا ذکر کرتے ہوئے یہ ثابت کیا۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اور اگر کوئی آئے۔ تو یہ اسلام کے لئے موجب خطرات عظیم ہوگا۔ آپ کی تقریر کے بعد جو حاضرین کے لئے بہت ہی مؤثر ثابت ہوئی۔ نماز کے لئے جلسہ ملتوی ہوا۔

دوسرا اجلاس دو بجے سے شروع ہوا۔ سب سے پہلے ڈاکٹر نورالحسن صاحب نے حضرت مسیح موعود کی ایک نظم دلکش لہجہ اور دلربا آواز میں پڑھی۔

احمدیوں کے دو فرقے

اس کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ کا لیکچر شروع ہوا۔ اس تقریر کا عنوان تھا "احمدیوں کے دو فرقے" آپ نے یہ بتاتے ہوئے کہ عامۃ المسلمین کو جب سلسلہ حقہ کی طرف بلایا جاتا ہے۔ تو وہ یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ تمہارے اپنے گھر کے اندر دو فرقے ہوگئے ہیں۔ پہلے تم خود آپس میں صلح کرو۔ اس حقیقت نفس الامری پر زور دیا۔ کہ خود مسلمانوں کے اندر کسقدر فرقے موجود ہیں۔ کیا اگر کوئی عیسائی انہیں یہی جواب دے اور کہے کہ پہلے گھر کے فرقوں کی صفائی کرو۔ تو اسکا یہ جواب ان کے نزدیک معقول ہوگا؟ اسکے بعد آپ نے جماعت احمدیہ کے باہمی اختلافات میں سے چند موٹی موٹی باتوں کا تذکرہ کیا۔ اور مسئلہ کفر و اسلام پر خاص طور پر زور دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ اگر دنیا جہان کے مسلمانوں کو خارج از اسلام نہ کیا جاتا۔ تو نبوت کا مسئلہ کوئی ایسا نہ تھا کہ اس کی بنا پر ہم قادیان کو چھوڑتے۔ لیکن جس قسم کا نبی حضرت مسیح موعود کو بنایا جاتا ہے۔ اس سے تمام مسلمانوں کو جنہوں نے آپ کو نہیں مانا۔ بلکہ آپ کا نام تک نہیں سنا کافر قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود کے کھلے فتوے اور آپ کا عمل موجود ہے۔ کہ آپ نے دوسرے مسلمانوں کو نہ صرف کبھی کافر نہیں کہا۔ بلکہ ان کے جنازے (سوائے مکفر و مکذب کے) جائز قرار دیئے۔ اور خود جنازے پڑھے۔ اسکے علاوہ آپ نے مسئلہ نبوت اور خاتم النبیین کے معنوں پر بھی بہت کچھ بیان کیا۔ اور میاں صاحب کی مضحکہ خیز تاویلات کا ذکر کرتے ہوئے دکھایا۔ کہ انہوں نے کس طرح اپنی بات کی پچ میں ایسی حرکات کی ہیں۔ جو ان کے شایاں نہ تھیں۔ اولیائے امت کے حوالجات دینے میں کسطرح انہوں نے قطع و برید سے کام لیا اور لا تقربوا الصلوٰۃ پر عمل

کیا ہے۔ یہ تقریر کسی آیندہ اشاعت میں ہدیہ ناظرین کرام ہوگی انشاءاللہ

اسلام غالب رہیگا

آپ کے بعد مولٰنا مولوی صدرالدین صاحب نے رسول اللہ صلعم کی پیشگوئی کہ اسلام غالب رہیگا" کے موضوع پر تقریر شروع کی۔ آپ نے قرآن کریم کے ارشاد لیظہرہ علی الدین کلہ اور حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی غلبت الروم الخ اور بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلندتر محکم افتاد کا ذکر کرتے ہوئے تفصیل کے ساتھ اس امر پر روشنی ڈالی۔ کہ کس طرح یہ تمام پیشگوئیاں ترکوں کی فتوحات سے پوری ہوئی ہیں۔ اور تبلیغ اسلام کے ذریعہ سے پوری ہو رہی ہیں۔ تبلیغ اسلام پر آپ نے خاص طور پر زور دیا۔ اور اپنے تجربات کی بنا پر بتایا کہ یہی ایک واحد ذریعہ اسلام کی کامیابی اور غلبہ کا ہے۔ یہ لیکچر بھی بتوفیق ایزدی کسی آیندہ اشاعت میں نذر ناظرین ہوگا۔ انشاءاللہ۔

مکمل الہام

بعد نماز شام سات بجے زیر صدارت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب جلسہ پھر شروع ہوا۔ مولوی عبدالحق صاحب دہلوی نے "مکمل الہام کی شرائط اور الہامی کتاب" پر تقریر شروع کی۔ اور ان شرائط کا ذکر کرتے ہوئے جو مکمل الہامی کتاب کے لئے سوامی دیانند نے ضروری ٹھیرائی ہیں۔ ایک ایک کرکے ان پر جرح کی۔ بعض کو واقعات اور دلائل کی روشنی میں ساقط کیا۔ بعض کو صحیح قرار دیتے ہوئے ویدوں کے خلاف بتایا۔ ایسا ہی انجیل کے حوالوں سے اسکا بھی غیر مکمل الہامی کتاب ہونا ثابت کیا۔ اور سب سے آخر میں وہ شرائط پیش کیں۔ جو خود ان کے نزدیک کسی مکمل الہامی کتاب کے لئے ضروری ہیں۔ اور بباعث کمی وقت بعجلت تمام انہیں ایک ایک کرکے قرآن کریم پر منطبق کیا۔ امید ہے کسی آیندہ فرصت میں اس لیکچر کا خلاصہ شایع کیا جاسکیگا اس لیکچر کے بعد سوال و جواب کے لئے وقفہ تھا۔ آریہ اور عیسائی صاحبان کو دعوت دی گئی۔ اگرچہ بعض آریہ دوست تشریف رکھتے تھے۔ لیکن سوال کی جرأت کسی کو نہیں ہوئی۔

سینگاپور میں اسلام

اس وقت سید قدرت شاہ صاحب کو جو سینگاپور کی انجمن اسلام کے کارکن اور وہاں کے انگریزی رسالہ "مسلم" کے ایڈیٹر ہیں۔ تقریر کے لئے کہا گیا۔ اس موقعہ پر یہ بتا دینا بیجا نہ ہوگا۔ کہ سید قدرت شاہ صاحب اگرچہ پنجاب کے رہنے والے ہیں۔ لیکن عرصہ چودہ سال سے سینگاپور میں ملازم ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب جن دنوں سینگاپور تشریف لے گئے تھے۔ انہوں نے اور دیگر مسلمانوں نے ان کو خوب امداد دی۔ اور ان کے وہاں سے واپس آنے کے بعد ایک انجمن اسلام قائم کی۔ جسکا مقصد ووکنگ مشن ہی کی امداد کرنا ہے۔ اور اسی کے زیر اہتمام رسالہ "مسلم" انگریزی میں جاری کیا گیا۔ جسکا ذکر انہیں کالموں میں قبل ازیں ہو چکا ہے۔

سید صاحب موصوف آجکل سینگاپور سے رخصت پر یہاں آئے ہوئے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے جلسہ سالانہ کو دیکھکر اور اس جوش اور خلوص کو ملاحظہ کرکے جو اشاعت اسلام کے لئے ہماری جماعت میں پایا جاتا ہے۔ سلسلہ عالیہ میں داخل ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت بخشے۔ اور بیش از بیش خدمات دینیہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

انہوں .... نے جو تقریر اس موقعہ پر فرمائی۔ اس میں .... بتایا۔ کہ جاوا اور سینگاپور وغیرہ میں اسلام کسطرح سے پھیلا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ آج سے پانچسو برس پیشتر ایک عرب مسلمان وہاں تشریف لے گئے۔ اور وہاں جاکر انہوں نے دیکھا۔ کہ لوگ بالعموم مرغ بازی کے بہت شائق ہیں۔ اور مذہب کیطرف انہیں مطلقاً توجہ نہیں اور نہ رغبت ہے وہ ان مرغ بازوں کے لیڈر کے پاس گئے۔ اور اس سے کہا کہ مجھے ایک ایسا منتر یاد ہے۔ جسکو اگر تو سیکھ لے۔ تو تیرا ہی مرغ ہمیشہ جیتا کرے۔ اور اس طرح سے اسکو کلمہ طیبہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا شروع کردی۔ کہ یا الٰہی تو جانتا ہے۔ کہ میں نے محض تیرا نام بلند کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔ تو ہی مجھے اس میں کامیاب فرمانے والا ہے۔ خدا کی شان اس کے مرغے جیتنے لگے دوسروں کو اس سے حیرت ہوئی۔ اور جب معلوم ہوا۔ تو وہ بھی آکر کلمہ طیبہ پڑھنے لگے۔ اب ان کے مرغے جیتنے لگے۔ اس پہلے شخص کا ایمان اس سے کچھ متزلزل ہونا شروع ہوا۔ تو عرب صاحب نے کہا۔ کہ میں ایک اور اس سے بھی بڑھ کر اثر کرنے والی بات جانتا ہوں۔ بشرطیکہ تو نہا دھو کر جس طرح میں کہوں کرے چنانچہ اس نے غسل کیا۔ اور پھر ان عرب صاحب نے اسے نماز پڑھائی۔ اور سجدہ میں اللہ تعالیٰ سے خوب ہی دعائیں کیں اور خدا کا یہ فضل ہوا۔ کہ وہ اور اس کے ساتھی پھر مستحکم ہوگئے اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہاں کثرت سے مسلمان ہیں۔

اس کے بعد آپ نے اسلام کی سابقہ کامیابیوں اور یورپ میں جانے کے بعد پھر نکلنے اور اب پھر تبلیغ کے ذریعہ سے وہاں پہنچنے کا ذکر کیا۔ اور جماعت احمدیہ کی کوششوں کو سراہا۔ ان کے بعد صاحب صدر نے ایک مختصر سی تقریر ان کی تائید میں کی اور جلسہ دوسرے دن پر ملتوی ہوا۔

دوسرے روز سب سے پہلا لیکچر مولوی محمد اکبر شاہ خان صاحب کا تھا۔ خانصاحب کے لیکچر کا عنوان تھا "ایک فراموش شدہ سبق کی یاد دہانی" آپ نے آنحضرت صلعم صحابہ کرام اور قرون اولیٰ کے دیگر بزرگوں کی جفاکشی اور سادگی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ یہی دو چیزیں تھیں۔ جو ان کی کامیابی اور بڑائی کا موجب ہوئیں۔ اور جسوقت یہ دونوں چیزیں مسلمانوں میں سے جاتی رہیں۔ ترقی و فلاح کے وہ وارث نہ رہے۔ اس حقیقت نفس الامری کو آپ نے مختلف مثالوں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے واضح کرتے ہوئے ...... اس بات پر زور دیا۔ کہ اگر ہم ترقی و فلاح کے خواہشمند ہیں۔ تو ان دونو چیزوں کو اختیار کرنا ضروری ہے۔

ان کے بعد ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے "ہماری تبلیغی جد و جہد" کے عنوان سے مسیحیوں اور مسلمانوں کی تبلیغی کوششوں کا مقابلہ کیا۔ آپ نے بتایا کہ ہندوستان میں پراٹسٹنٹ مشنوں کی تعداد ۱۹۱۱ء میں ۱۱۷۰ تھی جن میں ۵۴۴۰ پادری کام کر رہے ہیں۔ ۱۹۱۴ء تک ۲۰۸۱۵۷۵ ہندوستانی عیسائی ہوچکے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اناجیل میں کہیں بھی یہ ہدایت نہیں۔ کہ اس کو غیر اقوام میں پھیلایا جائے۔ بلکہ اس کے خلاف کنعانی عورت کا واقعہ اور حضرت مسیح کا یہ کہنا کہ میں صرف بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کے لئے آیا ہوں۔ اس امر پر شاہد ہے کہ غیر اقوام میں تبلیغ کی انہیں اجازت نہیں۔ باوجود اس کے عیسائیت کی طرف سے اسقدر جد و جہد ہو رہی ہے۔ جسکا اوپر ذکر ہوچکا ہے۔ ایسا ہی آریہ سماج کا حال ہے۔ کہ ویدک دھرم کی یہ اجازت نہیں۔ کہ اسے دوسروں میں پھیلایا جائے۔ بلکہ برہمنوں کے سوائے کسی کو ویدوں کے پڑھنے پڑھانے کی اجازت تک نہیں۔ اور باایں وہ اس کی تبلیغ و اشاعت کے لئے کوشاں ہیں۔ مگر افسوس ہے۔ کہ مسلمانوں کو اس طرف توجہ نہیں۔ جو تھوڑا بہت کام ہماری طرف سے ہو رہا ہے۔ وہ ان مخالفین کی کوششوں اور اس وسیع میدان کو جو ہمارے سامنے ہے۔ ملحوظ رکھتے ہوئے کچھ بھی نہیں۔

اتحاد اسلام اور مسیح موعود

نماز کے بعد اخویم شاہ محمد خانصاحب انجنیئر نے "اتحاد اسلام اور مسیح موعود" پر ایک مختصر اور قابلانہ تقریر کی۔ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے اس مقولہ کو دہراتے ہوئے کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ اسکو شجر اسلامی پر منطبق کیا۔ اور اصول اسلام کو جن میں تمام مسلمانوں کا اتحاد ہے جڑیں اور تنہ قرار دیتے ہوئے مختلف فرقوں کو شاخوں کے نام سے تعبیر کیا۔ اور بتایا کہ مسیح موعود کا مشن ان شاخوں کو کاٹنا نہ تھا بلکہ ان میں جو غلطیاں پیدا ہوگئی تھیں۔ ان کی اصلاح کرکے انہیں متحد کرنا آپ کی اصل غرض تھی۔ جیسے کہ ایک درخت کی جو شاخ اپنی حد سے بڑھ جائے اسے کاٹ کر دوسری شاخوں کے برابر کر دیا جاتا ہے۔ اسی ضمن میں آپ نے فتوح الغیب

کے بھی چند حوالے پڑھ کر سنائے۔ اور مسلمانوں کی باہمی تکفیر کو شجر اسلامی کے لئے باعث نقصان بتایا۔

احمدیت کیا ہے؟

اس تقریر کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ کا دوسرا لیکچر "احمدیت کیا ہے" کے عنوان سے ہوا۔ آپنے اس معرکۃ الآرا تقریر میں آنحضرت صلعم کے اسمائے احمد اور محمد کا ذکر کرتے ہوئے بتایا۔ کہ آپ پہلے احمد ہیں۔ یعنے سب سے زیادہ حمد کرنے۔ یعنے عاشق زار۔ تو پھر آپ محمد یعنے معشوق بنے۔ آپ نے بتایا۔ کہ مسلمان بھی جب احمدیت کے مرتبہ پر تھے۔ اسوقت محمدیت ان کے ہمرکاب تھی۔ اور اس عاشقی کے ساتھ ساتھ معشوقیت ان کے لئے کامیابیوں کا باعث تھی۔ لیکن جسوقت انہوں نے احمدیت کو چھوڑا یعنے وہ عاشق الہیٰ نہ رہے اللہ تعالےٰ نے بھی انہیں چھوڑ دیا۔ اب حضرت میرزا صاحب نے پھر اسی احمدیت پر انہیں قائم کرنا چاہا ہے۔ تا پھر محمدیت کا جلوہ وہ دیکھیں۔ اور پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد پیشگوئی پوری ہو۔ اسی سلسلہ میں آپ نے سلسلہ عالیہ کی خوب وضاحت کے ساتھ تبلیغ فرمائی۔ اور کہا۔ کہ کونسی وہ بات ہے۔ جو اس سلسلہ میں بری معلوم ہوتی ہے۔ اور جس کی وجہ سے مسلمان ہم سے بھاگتے ہیں۔ اس سلسلہ نے جو کام اختیار کر رکھا ہے۔ وہ محض تبلیغ اسلام ہے۔ کیا یہ کام ایسا نہیں۔ کہ تمام مسلمان اسکا ساتھ دیں۔ کیا یہ ایسا کام ہے۔ کہ اس کی وجہ سے اس سلسلہ کی مخالفت کرنی ضروری ہے؟ آسمان سے جس مسیح کی انتظار کیجاتی ہے۔ جو تلوار سے منوائیگا۔ اور جسکے دم سے کافر مریں گے۔ وہ جب آئیگا۔ ہم بھی مان لیں گے۔ بلکہ وہ تو اگر آئیگا تو خود ہی منوا لیگا۔ فی الحال جو مسیح آیا ہے اسکا ساتھ تم دو۔ اور اس کے پاک مشن تبلیغ اسلام میں اسکی امداد کرو۔ آپ نے یہ بھی بتایا۔ کہ بیعت کرنے کی اس لئے ضرورت ہے۔ کہ اس کے بغیر کوئی جوش اور ہمت پیدا نہیں ہوتی۔ عملی طور پر ساتھ تبھی دیا جا سکتا ہے۔ کہ بیعت کے ذریعہ سے تعلق پیدا کیا جائے۔ کیونکہ عہد کرنا انسان کے لئے فائدہ اور عمل کا موجب ہوتا ہے۔

پوری تقریر کسی آیندہ اشاعت میں ہدیہ ناظرین کرام ہوگی۔ انشاء اللہ۔

احمدیہ کانفرنس

شام کے بعد احمدیہ کانفرنس کے لئے وقت مقرر تھا جس کی روئداد سیکرٹری صاحب نے حسب ذیل لکھ کر دی ہے:۔

"بعد نماز عشا جلسہ کانفرنس احمدیہ منعقد ہوا جس میں تمام احباب شامل ہوئے۔ جنرل سکرٹری صاحب نے پہلے گذشتہ سال کی روئداد پڑھ کر سنائی۔ اور اس کے بعد بجٹ ۲۳-۱۹۲۲ء پیش کیا گیا جس کی آمد ۲۰۶۹۱۴ اور خرچ ۲۲۲۵۱۷ تھا۔ یہ بجٹ باتفاق رائے منظور ہوا اس کے بعد جنرل سیکرٹری صاحب نے برلن مسجد کے متعلق بالخصوص تحریک کی کہ اس کے لئے جملہ احباب مسلمانوں سے چندہ فراہم کریں اور اس غرض کے واسطے رسید بکیں جو تیار کرائی گئی ہیں۔ اپنے ساتھ لیجاویں۔ اسپر مولوی عبدالہادی صاحب و دیگر احباب نے رسید بکوں کی تقسیم کے متعلق اپنی اپنی رائے ظاہر کی۔ مستری یعقوب علی صاحب جموں نے اس کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر جگہ کی جماعت کے سر گروہ احباب ذمہ دار قرار دیئے جاویں کہ وہ معقول رقم جمع کر کے جلد انجمن کے خزانہ میں داخل کریں۔ چنانچہ ملک مشیر محمد صاحب نے دس کاپی ایک ایک روپیہ کی سو سو رسید والی لے لینی منظور کی۔ اور چند دیگر احباب نے بھی مختلف تعداد کی رسید بکیں لینے کے واسطے کہا۔ ان رسید بکوں کے محرک جناب شاہ محمد خان صاحب بھائی پھیرو والے تھے۔ اور اس تجویز میں خدا تعالےٰ کے فضل سے کامیابی ہوئی۔ مولوی عبدالہادی صاحب نے اسی وقت ایک سو روپیہ نقد دیدیا۔ اور ایک سو رسید کی کاپی لیکر اسیوقت اسکی کل رقم احباب موجودہ سے وصول کرا دی۔

غلہ پر زکوٰۃ

اس کے بعد جناب عبدالجبار خان صاحب سابق سوات نے زکوٰۃ عشر کیطرف خاص طور پر توجہ دلائی کہ ہر ایک علاقہ کی انجمن وہاں کے احمدی احباب سے پیداوار کا دسواں حصہ وصول کر کے بھیجے۔ اور جن کے پاس نقد ہو۔ ان سے بھی دسواں حصہ لیا جاوے۔ اس کی تائید میں سید سکندر شاہ صاحب نے بڑی پرزور اور موثر تقریر کی۔ شیخ محمد دین جان صاحب نے بھی تائید کی اور فرمایا کہ اسکو انجمن میں حسب ضابطہ پیش کر کے رزولیوشن پاس کیا جاوے۔ اور اس پر باقاعدہ کارروائی کیجاوے۔ شیخ مولا بخش کالونی ہاؤس نے بھی زکوٰۃ کی طرف نہایت زور سے توجہ دلائی۔ بابو غلام ربانی صاحب کوہ مری راولپنڈی نے کہا کہ یہ وعدہ قوم پہلے کر چکی ہے۔ اور اب صرف اس کی یاد دہانی کرائی جا رہی ہے۔ کہ اس وعدہ کو ایفا کیا جاوے۔

حضرت امیر نے غلہ کے عشر کے متعلق فرمایا کہ میں نے اسپر بہت غور کیا ہے۔ اور میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں۔ کہ زمینداروں پر اسی طرح زکوٰۃ ہو۔ جسطرح دوسرے مال پر ہوتی ہے یعنی چالیسواں حصہ صرف پس انداز غلہ کا لینا چاہئے۔ اور وصولی سالانہ ہونی چاہئے۔ محمد شریف خان صاحب لاچی کے سوال پر فرمایا کہ (۱) ہمارا پہلا فرض ہے۔ کہ زکوٰۃ کی وصولی کے واسطے ہر طرح سے کوشش کرنی چاہئے۔ اور اس فریضہ خداوندی کی ادائیگی پر زور دینا چاہئے۔ (۲) زمینداروں سے ششماہی وصولی کی جاوے۔

مولوی عبدالہادی صاحب اور سید سکندر شاہ صاحب کے استفسار پر فیصلہ ہوا کہ اس کو انجمن میں پیش کر کے فیصلہ کیا جاوے۔

ہندوستان میں تبلیغ اسلام

۲۔ جنرل سکرٹری صاحب نے دوسری تجویز یہ پیش کی کہ تبلیغ اسلام جیسے یورپ میں ضروری ہے۔ ہندوستان میں بھی اس کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ اور یہاں کے باشندوں خصوصاً آریوں اور ہندوؤں میں اسلام کی اشاعت کرنی چاہئے۔ اور اسپر احباب کو تجاویز پیش کرنے کے واسطے کہا۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے فرمایا کہ مبلغ تیار کر کے ادنےٰ اقوام میں تبلیغ اسلام کرنی چاہئے۔ ڈاکٹر حسن علی صاحب نے فرمایا کہ ہر ایک احمدی بھائی کو اپنے اپنے حلقہ میں غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کی کوشش کرنی چاہئے۔ محمد شریف خان صاحب لاچی نے فرمایا۔ کہ اس میں مشکلات ہیں۔ اس کے لئے تنخواہ دار مبلغ ہونے چاہئیں۔ مولوی عبدالہادی صاحب نے بھی ایسا ہی فرمایا۔ مولوی اکبر شاہ خان صاحب نے اسپر مفصل تقریر کی اور فرمایا کہ ہندوستان میں بہت سے مقامات ایسے ہیں۔ کہ جہاں صرف نام کے مسلمان ہیں اور ان میں ساری رسومات ہندوانہ مروج ہیں۔ وہ آریاؤں اور عیسائیوں کے شکار ہو جاتے ہیں۔ ہمیں ان کو بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

دوئم۔ تبلیغ کی راہ میں ایک یہ مشکل ہے کہ مولویوں کے پیشہ نے لوگوں کو بدظن کر رکھا ہے۔ کہ یہ لوگ صرف کچھ لینے کی خاطر وعظ کرتے پھرتے ہیں۔ اس لئے وہ کسی حق گو کی طرف بھی متوجہ نہیں ہوتے۔ اس لئے پہلے ان مولویوں کی اصلاح کیطرف توجہ کرنی چاہئے۔ اور ہمارے مبلغوں کو ہر قسم کی تکالیف برداشت کر کے لوگوں کو ہدایت کیطرف بلانا چاہئے۔ اور کسی سے کچھ تحفہ تحائف نہ لینا چاہئے حتےٰ کہ کسی سے کھانا بھی نہ لینا چاہئے۔ اور جو واعظ ہو اس سے وصولی چندہ کا کام نہ لینا چاہئے۔

شیخ مولا بخش صاحب کالونی ہاؤس نے بھی اسی کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم سب کو تبلیغ کا کام بھی کرنا چاہئے اور وصولی چندہ کا بھی۔

سید سکندر شاہ صاحب نے فرمایا کہ بغیر تنخواہ دار مبلغوں کے کام نہیں چل سکتا۔

اسپر جنرل سکرٹری صاحب نے تحریک پیش کی کہ آیندہ کے لئے ہم کو تبلیغ و وصولی چندہ کا کام کرنا چاہئے اور خود اس کام کے کرنیکا وعدہ فرمایا۔ نیز دوسرے احباب کو تحریک کی کہ ملازم ہو تو اپنے حق کی رخصت لیکر تبلیغ کا کام کرے۔ اور دوسرے احباب جو کاروبار [illegible] اپنی اپنی جگہ یہ کام کریں۔

دوئم۔ آریوں میں تبلیغ اسلام کے واسطے علاوہ کتب کی اشاعت کے واعظین مثلاً مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی کی خدمات سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

سوئم۔ ایک والنٹیر کور تیار کرنی چاہئے جو زیر ہدایت حضرت امیر تبلیغ کا کام کرے اور ان لوگوں کی اصلاح کرے جو برائے نام مسلمان ہیں۔

شیخ محمد دین جان صاحب نے فرمایا کہ مستقل آدمی مختلف مقامات پر اس کام کے واسطے رکھنے چاہئیں۔ عارضی طور پر والنٹیروں کے ذریعہ پورا فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ مستقل طور پر یہاں چند اشخاص آکر رہیں جو دینیات کی تعلیم حاصل کر کے واپس اپنی اپنی جگہ جا کر تبلیغ کا کام کریں۔

احمدیہ بستی

حضرت امیر نے احمدیہ بستی کے متعلق جو تجویز ہو چکی تھی اوسکا ذکر فرمایا اور احباب کو اطلاع دی کہ کئی صاحب خرید اراضی کے واسطے درخواستیں دے چکے ہیں باقی بھی جو چاہیں درخواست دے سکتے ہیں۔ اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ سید محمد ابراہیم خلیل آفندی ترک نے بھی اس موقعہ پر حضرت امیر کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

تیسرا دن

تیسرے روز تلاوت قرآن کریم کے بعد شیخ محمد دین جان صاحب نے ایک مختصر سی تقریر میں بتایا کہ جس طرح سے ادویہ میں سے بعض محرک خون اور مقوی دوائیں ہوتی ہیں۔ اس طرح سے کامیابی اور فتحمندی ایک ایسی چیز ہے۔ جو انسان کو خوشی اور جوش سے بھر دیتی ہے۔ ایک ڈاکٹر ایک خطرناک مرض کے علاج میں ایک وکیل کسی مقدمہ میں اور ایک سپہ سالار دشمن پر غالب آنے میں جب کامیاب ہوتا ہے۔ تو یہ اسکے لئے بڑی خوشی اور آیندہ ترقیات کا موجب ہوتی ہے لیکن ایک وہ لوگ ہیں۔ جو ساز و سامان سے کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ اور ایک گدڑی پوشوں کا گروہ ہوتا ہے جن کے پاس صرف زندگی کی سادگی۔ اولوالعزمی اور حوصلہ ہوتا ہے۔ وہ اس سے کامیابیاں حاصل کرتے ہیں۔ اور ساز و سامان والوں سے بڑھ کر کامیاب ہوتے ہیں۔ پھر ان کو جسقدر خوشی ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے۔ آج ہم میں بھی اس سادگی اور اولوالعزمی کی ضرورت ہے صحابہ میں جو سادگی تھی۔ اسکا یہ اثر تھا۔ کہ ان کا ایک گدڑی پوش انسان بڑے بڑے بادشاہوں کے درباروں میں بہت رعب رکھتا اور ان پر غالب آتا تھا۔ پس ہمیں بھی اپنی زندگیوں کو سادہ بنانا چاہئے۔ تاکہ ہم بھی صحابہ کی طرح کامیاب ہوں۔

آپ کے بعد مولوی عصمت اللہ صاحب کو پھر تقریر کے لئے کہا گیا۔ لیکن قلت وقت کے سبب سے وہ کچھ زیادہ نہ بول سکے۔ انہوں نے وعدہ کیا ہے۔ کہ جو کچھ وہ کہنا چاہتے تھے۔ اسکو ایک مبسوط مضمون کی شکل میں "پیغام صلح" کے لئے لکھ دیں گے۔ انشاء اللہ۔

رپورٹ سالانہ اور چندہ

اب رپورٹ سالانہ اور چندہ کا وقت تھا۔ چنانچہ سیکرٹری صاحب نے رپورٹ پڑھی جسکا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

سال زیر رپورٹ میں یعنی من ابتدائے اکتوبر ۱۹۲۱ء لغایت اخیر ستمبر ۱۹۲۲ء انجمن کے کل صیغوں کی آمد ہندوستان میں ۱۵۳۰۹۹ بمقابلہ سال ماقبل کی ۱۲۹۱ کے ہوئی۔ اور
ولایت میں ۳۱۹۹۹ " " " ۲۶۶۰۲ " "
کل خرچ ہندوستان میں ۱۴۲۴۱۹ " " ۹۴۹۶۸ ہوا۔
" " ولایت میں ۱۳۷۶۹ " " ۵۷۶۶۰ " ہوا۔

رپورٹ سننے کے بعد حاضرین نے چندہ دینا شروع کیا۔ اور خدا تعالے کا شکر ہے۔ کہ کل رقم چندہ جو مختلف مدات کے لئے جلسہ میں نقد وصول ہوئی۔ تیرہ ہزار سے زائد ۴۲۶ روپے کے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے اس قلیل حصہ کا جو بالکل بے سروسامانی کی حالت میں قادیان سے آیا تھا اسقدر کامیابی حاصل کرنا اللہ تعالے کے عظیم الشان احسانات میں سے ہے۔ تمام قوم اس پر مستحق مبارکباد ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہم تھوڑے ہیں۔ لیکن اللہ تعالے کے فضل سے زندہ ہیں۔ اور زندگی کی روح بہت تعداد والوں سے بڑھ کر ہم میں موجود ہے یہی وہ چیز ہے۔ جس کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ ورنہ نرے آدمیوں کا جمع کر لینا کوئی اثر نہیں رکھتا۔

بلاد غیر میں تبلیغ اسلام

چندہ ہو چکنے کے بعد جلسہ نماز کے لئے ملتوی ہوا۔ اور پھر مولوی مصطفےٰ خانصاحب نے "بلاد غیر میں تبلیغ اسلام" کے عنوان سے ایک زبردست تقریر کی۔ آپ نے سورہ جمعہ پڑھ کر حاضرین کو بتایا۔ کہ رسول اللہ صلعم کو سورہ جمعہ سے ایک خاص نسبت ہے۔ دوسری نمازیں انسان بعض اوقات گھر میں بھی پڑھ سکتا ہے۔ لیکن جمعہ بغیر جماعت کے نہیں ہوتا اسی طرح سے دوسرے انبیا کی دعوت خاص خاص اقوام تک محدود تھی۔ لیکن آنحضرت صلعم کل نسل انسانی کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لئے آئے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ حضرت مسیح موعود نے بھی الوصیت میں یہی فرمایا ہے۔ کہ آپ کے آنے کی غرض تمام مذاہب میں وحدت پیدا کرنا ہے۔ اس زمانہ میں خدا کے فضل سے ذرائع تبلیغ بھی بہت وافر ہیں۔ پس اُن سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے۔ یورپ وغیرہ میں تبلیغ کرنا ہر ایک کا کام نہیں۔ وہی تبلیغ کر سکتے ہیں۔ جو وہاں کی زبانوں سے واقف ہوں۔ جو لوگ کہتے ہیں۔ ہندوستان میں تبلیغ ہو۔ وہ خود بیان کر سکتے ہیں۔ ہندوستان میں سات کروڑ مسلمان اگر تبلیغ نہیں کر سکتے جو چند آدمی یورپ جاکر کرتے ہیں۔ اور وہاں خدا کے فضل سے کامیابی بھی ہے۔ ان کو اس سے روکنا کس طرح جائز ہے اسی ضمن میں آپ نے انگریزوں کے بعض ایسے فضائل کا تذکرہ کیا جن کی وجہ سے وہاں تبلیغ میں آسانیاں ہیں۔ ایک نومسلمہ عورت کی محبت اسلام اور زہد و عبادت کا بھی تذکرہ کیا۔ پورا لیکچر کسی آئندہ اشاعت میں دیا جائیگا۔ انشاءاللہ

اسلام اور اشاعت علوم

ان کے بعد مولانا صدرالدین صاحب نے تقریر شروع کی۔ آپ نے سب سے پہلے دعا کی درخواست کی جس پر سب حاضرین نے آپ کی کامیابی کے لئے دعا کی۔ اس کے بعد آپ نے آنحضرت صلعم اور مسلمانوں کے ذریعہ سے اشاعت علوم پر ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔ اور نظام الدین طوسیؒ کی مشہور نظامیہ یونیورسٹی کے حالات بالتفصیل بیان کئے جو انشاء اللہ کسی دوسری فرصت میں ہدیہ ناظرین ہونگے۔

آپ کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ کا وقت تھا۔ اور "آنحضرت صلعم کی زندگی سے ایک سبق" آپ کا مضمون۔ لیکن آپ سے پہلے لیکچراروں نے بہت سا وقت لے لیا تھا۔ اس لئے آپ نے یہی مناسب سمجھا۔ کہ دعا پر جلسہ کو ختم کریں دعا سے پہلے آپ نے اسقدر حاضرین سے کہا کہ وہ دعائیں بالخصوص اسبات کے لئے بارگاہ الہی میں التجا کریں۔ کہ اس کام کو جو ہم نے اختیار کر رکھا ہے۔ کفرستان میں ہم آور کرے۔ خدا کا نام کفرستان میں روشن ہو۔ وہ لوگ جنہوں نے کفرستان میں مسجدیں بنائی ہیں۔ ان کے نام روشن ہیں۔ اسی طرح تمہارا بھی نام خدا کے ہاں روشن ہو۔ اگر تم ہمت کرو۔ تو اللہ تعالے اس میں برکت دے گا۔ ایک بنیاد ایسی رکھو کہ ایک نہایت مستحکم عمارت اس پر بن سکے۔ اور کفرستان میں دین و ایمان کا ڈنکا بجے"

ان چند الفاظ اور دعا کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی روانگی

شام کے آٹھ بجے کی گاڑی سے مولانا صدرالدین صاحب نے جرمنی کو روانہ ہونا تھا۔ وقت سے پہلے ہی بہت سے لوگ جوق در جوق لاہور سٹیشن کے اندر پلیٹ فارم پر جمع ہوگئے اور گاڑی کے وقت تک قریباً دو تین سو آدمیوں کا مجمع ہوگیا۔ جس وقت حضرت مولانا تشریف لائے۔ آپ کو اپنے کمرہ تک پہنچنے کے لئے ملاقاتیوں سے رستہ نہ ملتا تھا۔ پھولوں کے ہار اسقدر آپ کو پہنائے گئے۔ کہ آپ کا منہ بھی چھپ گیا بارے جو جو آپ کے رستہ میں آئے۔ آپ ان سے بغلگیر ہوتے ہوئے گاڑی کے اندر داخل ہوئے۔ اور پھر ملنے والے ایک ایک کرکے کمرہ کے اندر جاکر معانقہ کرنے لگے۔ اور جس وقت گاڑی روانہ ہوئی۔ تو سب نے اللہ اکبر کے نعروں میں آپ کو رخصت کیا۔ شوکت اسلام کا یہ ایک منظر تھا۔ جو کبھی فراموش نہیں ہو سکتا اور جس کا اثر دیکھنے والوں پر ابھی تک موجود ہے۔

اللہ تعالے سے دعا ہے۔ کہ آپ کو بخیر و عافیت منزل مقصود تک پہنچائے۔ اور کامیاب فرمائے۔ اور دوبارہ ہم میں واپس لائے۔ آمین۔

فہرست نومبایعین

جلسہ کے موقعہ پر جن اصحاب نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرکے سلسلہ احمدیہ میں شمولیت اختیار کی۔ ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:۔

(۱) چوہدری فتح محمد صاحب سب انسپکٹر پولیس لاہور
(۲) بابو محمد مقبول الہی صاحب۔ برادر بابو منظور الہی صاحب
(۳) سید قدرت شاہ صاحب۔ منگا پور
(۴) 〃 بہادر شاہ 〃 〃 اسب۔ ضلع ہزارہ
(۵) میاں غلام نادر صاحب بدوملہی
(۶) چوہدری شاہ محمد 〃 مدرس۔ مدرسہ لدھاسدھا ضلع گجرات پنجاب۔
(۷) صاحبزادہ عبدالقدوس 〃 سفید ڈھیری ضلع پشاور
(۸) سید محمد ابراہیم خلیل آفندی۔ ترک جمعتلہ
(۹) غلام محمد ولد عبدالرحمن صاحب ملازم کارخانہ لوکو لیسر ورضلع سیالکوٹ
(۱۰) عبدالرحیم آفغان ضلع بنوں
(۱۱) میر احمد ولد رانجھا صاحب سکنہ پنچھ
(۱۲) احمد حسن ولد غلام حسن صاحب سکنہ رہتاس۔ حال وزیرآباد۔
(۱۳) مولوی عصمت اللہ صاحب۔ واعظ
(۱۴) عبدالرحمن پسر شیخ مولا بخش صاحب۔ سیالکوٹ
(۱۵) منشی محمد زمان صاحب موضع کبر کھو تحصیل مانسہرہ
(۱۶) اہلیہ منشی صاحب موصوف۔
(۱۷) زبیدہ بنت منشی صاحب موصوف۔
(۱۸) اللہ دتہ صاحب دفتر صاحب ڈپٹی کمشنر ڈیرہ غازیخاں
(۱۹) اللہ رکھا صاحب معمار محلہ مستگڑھ جموں۔
(۲۰) محمد اسمٰعیل صاحب نجار موضع شام کوٹ ضلع ملتان
(۲۱) مستری محمد جیون صاحب محلہ زیرست گڑھ جموں۔
(۲۲) محمد امام الدین صاحب جھنڈے والی ضلع مظفرگڑھ
(۲۳) محمد اسلم خانصاحب موضع احمدی بانڈا تحصیل تیری ضلع کوہاٹ۔
(۲۴) دلوک صاحب۔
(۲۵) عبدالعزیز صاحب جگت پور تحصیل ترنتارن۔
منشی عبدالرحیم صاحب خوشنویس ہوس نمبر ۲ نیو ہینگ روڈ لاہور
سید سکندر شاہ صاحب رئیس درملک ضلع کوہاٹ
عبدالحمید صاحب بہاول پور ہوس۔ مزنگ لاہور۔
نصیراللہ خان صاحب چارج مین نمبر دو خیبر ریلوے ورکشاپ پشاور۔

ان کے علاوہ قریباً بیس مستورات نے بھی بیعت کی۔ جن سب کے الگ الگ نام نہیں لکھے جا سکے۔

خوشخبری

ان بیعت کرنے والوں میں مولوی عصمت اللہ صاحب کا نام بھی ہے۔ جنکا ذکر روئداد جلسہ میں ہو چکا ہے۔ ان کے متعلق اخویم شاہ محمد خان صاحب انجنیئر نے حسب ذیل اعلان لکھکر دیا ہے۔ جو امید ہے دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ میں ایک جلیل القدر مسلم مشنری جناب مولانا مولوی عصمت اللہ صاحب عالی کا شامل ہونا نہایت ہی خوشی کا مقام ہے۔ آپ قصبہ از مڑ ضلع ہوشیارپور کے رہنے والے ہیں۔ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر مورخہ ۲۸ دسمبر ۲۲ء کو حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کے ہاتھ پر بیعت سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ پنجاب اور ہندوستان کے عام مشہور مقامات پر آپ کے عرصہ سے اسلام کے متعلق لیکچر ہو چکے ہیں۔ آپ جس عقیدت سے داخل سلسلہ عالیہ ہوئے ہیں۔ وہ ان کے ذیل کے اشعار سے ظاہر ہے۔ جو آپ نے بیعت کرتے وقت بیان فرمائے۔

سہ

لبوائے تلاش حق چو مجنوں سو بسو گشتم
رُخ لیلائے مقصد را نہ دیدم کو بکو گشتم
نہ دانستم نشان حق شدم گرچہ بہر محفل
بہ شیخ و برہمن بے کار گرم گفتگو گشتم
بہ بزمت آمدم دیدم جمال روئے سلمیٰ را
مدام آباد بزمت! کامیاب آرزو گشتم
زخود برخود بنازم بے ستر و نازش مرا این دم
کہ از فیضت امیر ملت آخر سرخرو گشتم
بہ رہ آوردہ لطف تو امیر گشتم ورنہ
من گم کردہ رہ آوارہ غیر دعا جو گشتم

شکریہ

ہم نہایت مسرت کے ساتھ یہ اعلان کرتے ہیں۔ کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک بزرگ شیخ نظام الدین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ریلوے پولیس لاہور نے ہماری انجمن کو تین ہزار سات سو روپیہ کی گرانقدر رقم عنایت فرمائی ہے یہ رقم دراصل ان کے والد مرحوم شیخ امام الدین صاحب سے انہیں ورثہ میں پہنچی ہے۔ اور چونکہ شیخ صاحب مغفور کی یہ وصیت تھی۔ کہ ان کے املاک کا ایک حصہ امداد مساکین اور مساجد پر صرف کیا جائے۔ اس لئے شیخ صاحب موصوف نے اپنے حصہ کی رقم اپنے والد مرحوم کی وصیت کے مطابق انجمن کے حوالہ کردی۔ جس کے لئے ہم ان کا دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور مجلس منتظمہ نے بھی اپنے رزولیوشن نمبر ۱۹۱ مورخہ ۱۰ دسمبر میں اظہار شکریہ کیا ہے۔ اللہ تعالے انہیں جزائے خیر دے۔ اور ان کے والد مرحوم کو جن کی وصیت کے مطابق انہوں نے یہ رقم عنایت فرمائی۔ اسکا ثواب پہنچائے۔ اور تمام مسلمانوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

یہ ایک مثال ہے۔ کہ جس کی پیروی ہماری جماعت کو بالخصوص کرنی چاہیئے۔ مال املاک جو کچھ بھی ہے انسان مرتے ہوئے پیچھے ہی چھوڑ جاتا ہے۔ اور اس دوسرے عالم میں اسکو اس سے کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ سوائے اس کے کہ وہ کار خیر میں صرف ہو۔ اور اسکا ثواب وہاں پہنچتا رہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے۔ کہ ہم میں سے وہ لوگ جنکو اللہ تعالے نے مال عطا فرمایا ہے۔ جہاں اپنے ورثا کے لئے کچھ چھوڑیں۔ وہاں دین کی اشاعت اور امداد مساکین کے لئے بھی اسکا ایک حصہ مقرر کریں۔ اور اسکے لئے وصیت فرمائیں۔ یہ وہ بات ہے۔ جسکو اگر لوگ خاص طور پر ملحوظ رکھیں۔ تو اس سے بڑے بڑے کام سرانجام

ہندوستان

لیجسلیٹو کونسل کا آئندہ اجلاس

لیجسلیٹو کونسل کے پہلے اجلاس میں جو ۱۵ جنوری کو قرار پایا ہے قانون تعزیرات ہند کی درستی کے متعلق بل پیش کیا جائے گا۔

نئے ممبران جو حلف وفاداری اٹھائیں گے حسب ذیل حضرات ہیں۔ مسٹر جے این باسو (برما) مسٹر پی بی ہیگ (ممبر سرکاری بمبئی)، مسٹر ڈبلیو ایچ ایل کیبل (سرکاری ممبر برما)

گورنمنٹ ہند کچھ روز سے ہندوستان سے کرنسی نوٹ جاری کرانے کی سکیم پر غور کر رہی ہے۔ اسی سلسلہ میں کرنل ولیس آر ای فسٹ ماسٹر بمبئی کو انگلستان میں بھیجا گیا ہے تاکہ وہ پورے طور سے اس بات پر غور کریں کہ یہ سکیم اس ملک میں بھی کامیاب ہو سکتی ہے یا نہیں۔

ناگپور میں لبرل کانفرنس کا اجلاس

دو اہم قراردادیں منظور

ناگ پور ۲۸ دسمبر۔ آج نیشنل لبرل کانفرنس کا پھر اجلاس ہوا۔ اجلاس میں اسبات پر افسوس ظاہر کیا گیا کہ مسٹر مانٹیگو گذشتہ عام الیکشن میں ناکامیاب رہے۔ یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ یہ مسٹر مانٹیگو ہی کی ذات بابرکات تھی جس نے نہایت نازک موقعہ پر ہندوستان کو برٹش کامن ویلتھ میں شمار کئے جانے سے بچا لیا اور اس کو نو آبادیات کا سا رتبہ دلا دیا۔

ایک اور رزولیوشن میں وزیر ہند اور برطانی پارلیمنٹ پر زور دیا گیا کہ وہ ہندوستان کو مکمل سیلف گورنمنٹ دینے کی رفتار میں زیادتی کریں۔

نیز کانفرنس اسبات کو سخت افسوس سے دیکھتی ہے کہ وہ تدابیر جو ہندوستانی فوجی عہدوں کو ہندوستانی بنانے کے لئے تجویز کی گئی تھیں نہایت تساہل اور سستی کے ساتھ عمل میں لائی جا رہی ہیں۔ فوجی ضروریات کی کمیٹی کی سفارشات پر بھی جو اس نے مصارف کے کم کرنے کے متعلق کی ہیں کوئی توجہ نہیں کی جاتی نہ ہی دوسرے ترقی کے کاموں کی طرف دھیان دیا جاتا ہے۔ کانفرنس ہندوستانیوں سے نہایت زور کے ساتھ اپیل کرتی ہے کہ وہ جہانتک ہو سکے ہندوستان فوجی ایکٹ سے فائدہ اٹھائے۔

آل انڈیا کرسچین کانفرنس لکھنو

لکھنو ۲۸ دسمبر۔ آج آل انڈیا کرسچین کانفرنس میں مسٹر گاندھی اور شاستری کی خدمات کا اعتراف کیا گیا۔ مگر ساتھ ہی مسٹر گاندھی کے پروگرام عدم تعاون کو ناپسند کیا گیا۔ کانفرنس کو سکولوں اور کالجوں کے بائیکاٹ کو بھی ناپسند کرتی ہے۔ اور امید کرتی ہے کہ حصول سوراج کے لئے کوئی اور قابل عمل طریقہ استعمال کیا جائے گا۔

خلافت کانفرنس کی اہم قراردادیں

گیا ۲۸ دسمبر۔ خلافت کانفرنس نے اس رزولیوشن کو جس میں سلطان عبدالمجید خان کو خلیفہ تسلیم کیا گیا ہے پاس کر دیا۔ اور اسبات پر اطمینان ظاہر کیا کہ اب خلیفہ جمہور کے انتخاب سے ہوا کریگا۔ مصطفےٰ کمال پاشا کو مبارکباد دی گئی اور ان کو یقین دلایا گیا کہ ہم اس وقت تک اپنی جد وجہد کو جاری رکھیں گے جب تک کہ شرائط صلح خلافت کے مطالبات کے مطابق طے نہ ہونگے نیز یہ بھی کہا گیا کہ ہم مصطفےٰ کمال پاشا کی پوری طور سے مدد کرینگے۔

کلکتہ میں ٹراموے کی ہڑتال

کلکتہ ۲۹ دسمبر۔ کلکتہ ٹراموے ہڑتال ابھی تک جاری ہے اور تصفیہ کی کوئی صورت نظر آتی معلوم نہیں ہوتی۔

وزرا کا انتخاب ملتوی

رنگون ۳۰ دسمبر۔ ریفارم اسکیم کے ماتحت جن وزرا کا تقرر ہونیوالا تھا وہ سر ہارکورٹ بٹلر کی آمد کے بغیر عمل میں نہیں آتا۔

آل انڈیا ریلوے یونین کا اجلاس

دوسرے روز کی کارروائی

کل پھر یونین کا جلسہ ہوا۔ مسٹر اینڈریوز صدر تھے۔ بہت سی اہم قراردادیں منظور ہوئیں۔ چند اہم ترین بغرض ملاحظہ درج اخبار کی جاتی ہیں۔

ریلوے لیبر کو منتظم حالت میں لانیکی غرض سے اور اسکو اس قابل بنانیکے لئے کہ وہ باقاعدہ طریقہ سے کام کرے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ ہائی کمشنر ریلوے اور گورنمنٹ ہند سے اسبات کی التجا کیجائے کہ وہ حسب ذیل حقوق ریلوے یونین کو عطا فرمائیں۔

یونین کے کاموں کے لئے مفت پاس دئے جائیں۔

(۱) اور جب کبھی یونین کا جلسہ ہو تو نمایندوں و دیگر ممبران کو جو اس میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔ بغیر کسی معاوضہ کے پاس دیئے جائیں۔

(۲) جب کبھی یونین کا جلسہ ہو تو ان لوگوں کو جو اس میں شریک ہوں بانتخواہ رخصت دیجائے۔

(۳) وہ قرض جو یونین کا لوگوں پر قابل ادائیگی ہے ان کی تنخواہوں سے اسی طرح وصول کیا جائے جیساکہ دوسری ریلوے کمپنیاں ادا کرتی ہیں۔ یونین اسبات پر بھی تیار ہے کہ اگر ایسا کرنے میں ریلوے بورڈ کو کسی قسم کا بار اٹھانا پڑتا ہو تو وہ یونین ادا کرے گی۔

ممالک غیر

لوسین کانفرنس

۴ جنوری ۱۹۲۳ء کو عہدنامہ ترکی کو پیش کر دیا جائے

برطانوی جہاز مشرق قریب کو واپس چلے گئے

لوسین ۲۸ دسمبر۔ کانفرنس مذکور کی آئندہ کارروائی بغیر کسی رکاوٹ کے جاری رکھنے کے لئے اتحادی مندوبین نے ایک ماتحت کمیشن تیار کیا ہے جو ترکی کے ساتھ معاہدہ کی شرائط مرتب کرے گا۔ اس اہم کام میں قانونی ماہرین کمیشن مذکور کی مدد کریں گے اور تقریباً ۴ جنوری تک معاہدہ کی شرائط ترکی کو پیش کر دی جائیں گی۔

مالٹا ۳۰ دسمبر۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ۲۲ دسمبر کو جہاز قسطنطنیہ سے لسبن پہنچا تھا۔ وہ اس بنا پر مشرق قریب کو واپس پھیر دیا گیا ہے کہ کانفرنس کی کارروائی دن بدن غیر تسلی بخش ہوتی چلی جاتی ہے

اتحادی مندوبین کی صاف گوئی

آکسفورڈ ۲۹ دسمبر۔ لارڈ کرزن نے دیگر اتحادی مندوبین کے ساتھ ملکر غازی عصمت کو بہت کچھ سمجھایا بجھایا۔ اور اس طرح کل کی کارروائی کا بہت سا حصہ صرف اسبات میں صرف ہو گیا اس مشورہ دینے میں امریکہ کا نمائندہ بھی شامل تھا۔ قسطنطنیہ کے برطانوی ہائی کمشنر سر ہوریس رمبولڈ نے ماتحت کمیشن کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے بیان کیا کہ اتحادیوں کو صرف اس بات پر اعتراض ہے کہ ترکوں کا عدالتی شعبہ نہایت ناقص ہے اور ترک نہ تو اسکو درست کرتے ہیں اور نہ اس کو تبدیل ہی کرتے ہیں۔ ان وجوہات کی بنا پر ماتحت کمیشن اپنا کام شروع نہیں رکھ سکتی۔ آگے چلکر سر موصوف نے بیان کیا کہ اتحادیوں نے ترکوں کے حقوق حکمرانی اور رعایا اور حکومت کی خواہشات کو حتی الوسع پورا کرنیکی کوشش کی ہے۔ اور ہر ایک پہلو کے متعلق ترکی کو رعایات دی ہیں اور وہ اس سے زیادہ کچھ اور کرنے سے قاصر ہے۔ اطالوی مندوبین نے بھی اس طرز استدلال کو روا رکھتے ہوئے بیان کیا کہ ترکی کو چاہیئے کہ وہ ترکی علاقہ میں غیر ملکی افراد کو آزادانہ طور پر چلنے پھرنے کے متعلق ضروری ضمانتیں [illegible]

غازی عصمت پاشا کا جواب

غازی عصمت پاشا نے اتحادی مندوبین و ممبران ماتحت کمیشن کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے بیان کیا کہ مجھے کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ کیوں ترکی کو اس امر پر مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے شعبۂ عدالت کو تبدیل کرے۔ غازی موصوف نے وعوے سے بیان کیا کہ ترکی کا شعبۂ عدالت دنیا بھر کی تمام سلطنتوں میں کسی ایک سے کسی ایک بات میں بھی کم نہیں۔ آگے چلکر انہوں نے بیان کیا کہ اتحادیوں کے الزامات بالکل لغو اور پوچ ہیں اور اس طرح انہوں نے ترکی کے آئین حکومت پر حرف زنی کرنیکی بیجا کوشش کی ہے۔

لارڈ کرزن کی اپیل

غازی موصوف کی تقریر کا جواب دیتے ہوئے لارڈ کرزن نے زبردست اپیل کی اور اس امر پر خاص طور پر زور دیا کہ غازی موصوف کی تقریر بالکل غیر مصالحانہ رہی۔ اس سے پیشتر انہوں نے اتحادیوں کو کئی بار اس امر کا یقین دلایا کہ وہ حتی الوسع پر امن طریقہ اختیار کر کے صلح کرنے کی کوشش کریں گے۔ مگر ان کی موجودہ تقریر سے ان کے پہلے رویہ کی تردید ہو جاتی ہے۔ آگے چلکر لارڈ موصوف نے بیان کیا کہ غازی عصمت پاشا اسبات کی فضول کوشش کر رہے ہیں کہ وہ دنیا کو بتا دیں کہ ان کا فیصلہ ہر پہلو سے قابل اطمینان ہو سکتا ہے۔ لارڈ کرزن نے یہ بھی کہا کہ میں ترکی کی بیرونی تجارت ہی کے لئے نہیں بلکہ ترکی کے مستقبل کے علاج کی بات بھی کہتا ہوں۔ اور اگر اب اس کے کہنے کے مطابق ترکی نے اپنے شعبۂ عدالت کو تبدیل نہ کیا تو اس کا نام ان کے گمان میں ہمیشہ کے لئے دنیا والوں کے دلوں سے معدوم ہو جائیگا اور اگر غازی عصمت پاشا کے اس فیصلہ کا جواب یہ ہے کہ یہ اس کا آخری اور قطعی فیصلہ ہے تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ کانفرنس کو ایک منٹ کے لئے بھی کیوں آگے چلایا جائے۔ پس اب کانفرنس کی کامیابی کا دار و مدار ترکی کی ہاں یا نہ پر منحصر ہے۔

دو جنگی جہاز ایک وقت میں داخل نہیں ہو سکتے

غروب آفتاب اور طلوع آفتاب کے درمیان کوئی جنگی جہاز نہ آنے پائے

دھندلکے میں جنگی جہازات کا آنا مضرت رسان ہے

قسطنطنیہ ۲۸ دسمبر۔ اتحادی ہائی کمشنروں کو ایک ترکی نوٹ حوالے کر دیا گیا ہے جس میں لکھا ہے کہ سمرنا کی بندرگاہ میں کوئی جنگی جہاز رہ نہیں سکتا۔ اور دوسرا جنگی جہاز اسوقت داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ پہلا جہاز وہاں سے نہ چلا جائے۔ اس نوٹ میں یہ بھی لکھا ہے کہ آدمیوں کو اجازت حاصل کئے بغیر اترنے کی ممانعت ہوگی۔

دوسرے نوٹ میں یہ لکھا ہے کہ حکام کو یہ اطلاع ملنی چاہیئے کہ فلاں جنگی جہاز ترکی بندرگاہ میں جانے کا ارادہ رکھتا ہے نیز یہ کہ وہ کس کام کے لئے وہاں جائے گا اور کتنی دیر وہاں ٹھہریگا دو جنگی جہازات کو ایک وقت داخل ہونیکی اجازت نہیں دیجائیگی اور غروب آفتاب اور طلوع آفتاب کے درمیان (رات کو) کوئی جہاز نہیں رہ سکے گا۔ اس نوٹ میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایسے موسم میں جبکہ ہر طرف دھندلکا چھا جاتا ہے جنگی جہازات کا ترکی سمندروں میں آنا مضرت رسان ہے۔

موصل کی ولایت کا مسئلہ

ترک کُرد نہیں ہیں

لوسین ۲۷ دسمبر۔ مسئلہ موصل کے متعلق برطانوی نمایندے نے ترکوں کو جواب دیتے ہوئے بیان کیا ہے کہ موخرالذکر نے جو دلائل اسبارہ میں پیش کی ہیں بالکل قبول نہیں کی جا سکتیں۔

اس میں وجہ یہ ہے کہ اگرچہ ترک اس ملک میں چھ صدیوں سے حکمران ہیں تاہم ان کے پاس نقشہ جات اور اعداد و شمار موجود نہیں ہیں لیکن بخلاف اسکے انگریزوں کے پاس نقشہ جات اور اعداد و شمار موجود ہیں حالانکہ ان کا قبضہ صرف چھ برس سے ہوا ہے۔

دار الکتب اسلامیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کی چند مشہور کتابیں

بیان القرآن یعنی اُردو تفسیر ترجمۃ القرآن

از تصانیف حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور

اس بے نظیر تفسیر کی چند ایک خصوصیات جو اسے دوسری تفاسیر سے تمیز کرتی ہیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) قرآن کریم کے ایک مقام کو دوسرے مقامات سے حل کیا گیا ہے۔ (۲) قرآن کریم کی تفسیر کرتے ہوئے احادیث صحیحہ کو دوسری تمام باتوں پر مقدم کیا گیا ہے۔ اور اس غرض کیلئے امام بخاری کی کتاب التفسیر تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر کو سامنے رکھا گیا ہے (۳) لغات قرآنی کی پوری تشریح کی گئی ہے جس کے لئے مفردات امام راغب تاج العروس و لسان العرب سے مدد لی گئی ہے (۴) قرآن کریم کی ترتیب اور نظم کو خاص طور پر واضح کیا گیا ہے۔ اول آیات کا باہمی ربط۔ دوم رکوعوں کا باہمی تعلق سوم سورتوں کا ایک دوسری سے تعلق واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ (۵) ہر ایک سورۃ کے شروع میں اس کے تمام رکوعوں کا خلاصہ دے دیا گیا ہے اور سورتوں کے نام میں جو حکمت ہے اسے ظاہر کیا گیا ہے۔ (۶) قرآن کریم کا ترجمہ لفظی مگر بامحاورہ کیا گیا ہے اور ترجمہ کو الفاظ کی حدود سے باہر نہیں نکلنے دیا۔ اور اپنی طرف سے الفاظ بڑھانے کے اصول کو قریباً بالکل ترک کیا گیا ہے (۷) قرآن کریم کی لغات کے حل اور مطالب کی تشریح میں متقدمین کی آراء کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ بلکہ ضرورت زمانہ کے مطابق متقدمین کی آراء کو ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور کتب کا حوالہ بھی دیا گیا ہے (۸) اس تفسیر کی اصل غرض یہ ہے کہ لوگوں میں قرآن کریم کا شوق پیدا ہو۔ جو حضرات زبان اُردو لکھ پڑھ سکیں وہ اس تفسیر کی مدد سے خود قرآن شریف کا درس دے سکیں اسلئے ہر ایک بات نہایت عام فہم عبارت میں واضح کی گئی ہے۔ (۹) ہر ایک جلد کے شروع میں تفسیر کے مضامین کی مکمل فہرست دی گئی ہے (۱۰) ان تمام باتوں کے ساتھ کتاب کی ظاہری خوبی کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ ہر ایک صفحہ کے شروع میں قرآن کریم نہایت عمدہ کا خوشخط بین السطور ترجمہ نیچے تفسیر کاغذ نہایت اعلےٰ قسم کا۔ جلد نہایت خوبصورت اور مضبوط ریگزین پر سنہری حروف میں کتاب کا نام اور جلد کا نمبر۔ سطر میں سنہری طغرٰی (۱۱) تمام تفسیر تین جلدوں میں شائع ہوگی ہر ایک جلد کی ضخامت ۲۰×۲۹ کے سائز پر ۸۰۰ صفحات کے قریب ہے پہلی جلد شائع ہو چکی ہے۔ دوسری انشاء اللہ دسمبر میں نکل جائیگی اور تیسری غالباً اپریل ۱۹۲۳ء میں پہلی جلد کی قیمت دس روپے ۱۰ محصولڈاک خرچ وی پی بیرنگ ۱۳ جو صاحب مستقل خریدار بننا چاہیں ان کا نام دفتر میں رجسٹر کر لئے جاتے ہیں اور جوں جوں تفسیر شائع ہو وی پی بھیجدی جاتی ہے۔

ترجمۃ القرآن انگریزی طبع ثانی

حضرت مولانا موصوف کی مشہور تالیف مطبوعہ لندن۔ لکھائی چھپائی کاغذ نہایت عمدہ۔ انگلستان اور ہندوستان کے مشہور اہل قلم نے اسکے متعلق عمدہ آراء کا اظہار کیا ہے۔ اس دفعہ تین قسموں کے کاغذ پر چھپایا گیا ہے۔

قسم اول:۔ انڈیا پیپر نہایت خوبصورت لچکدار مراکو چمڑے کی جلد۔ قیمت ۲۵ روپے

قسم دوم:۔ انڈیا پیپر اعلیٰ ٹیشن چمڑے کی خوبصورت لچکدار جلد قیمت ۲۰ روپے

قسم سوم:۔ عمدہ ولایتی کپڑے کی موٹی مضبوط جلد ولایتی کاغذ۔ قیمت ۱۵ روپے

خرچ ڈاک و پیکنگ جو اسکے علاوہ ہے ۱۴

از تصنیفات حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ مجدد صدی چہار دہم مسیح موعود

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول

یہ کتاب براہین احمدیہ پر جو چار حصص پر مشتمل ہے جس میں قرآن کریم اور آنحضرتؐ کی حقانیت براہین نیرہ اور دلائل قاطعہ کیساتھ ثابت کیگئی ہے اور ساتھ ہی دیگر مذاہب کے اوہام باطلہ کا ازالہ کیا گیا ہے اور یہ ایک ایسی بے نظیر تصنیف ہے کہ جسکا اعتراف دشمنوں تک کو کرنا پڑا۔ اور جس نے ایسے وقت میں جبکہ اسلام پر تمام اطراف سے حملے ہو رہے تھے وہ کام کیا کہ جس سے مخالفین کے حملے پست ہو گئے۔ اور اسلام کا خوبصورت چہرہ آفتاب کی طرح چمکنے لگا۔ کتاب کے ساتھ دس ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار بھی دیا گیا تھا کہ جو صاحب اسکا جواب لکھے یا اسکے دلائل کو توڑے اسکو دیا جائیگا جس کا آج تک کسی سے جواب نہیں ہو سکا۔ اسلام کا درد رکھنے والوں کے لئے اس کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ قیمت کاغذ ولایتی عمدہ مجلد دو روپیہ آٹھ آنہ مجلد تین روپیہ آٹھ آنہ دیسی کاغذ معمولی مجلد ایک روپیہ چودہ آنہ (۱۴/۱) مجلد دو روپیہ آٹھ آنہ (۸/۲)

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد دوم

یہ مجموعہ تین کتب سرمہ چشم آریہ۔ شحنہ حق۔ ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب پر مشتمل ہے۔ پہلی دو کتابوں میں آریہ مذہب کی حقیقت کا انکشاف کیا گیا ہے اور ساتھ ان کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے۔ جو ان لوگوں کی طرف سے اسلام پر کئے گئے ہیں۔ علم و فضیلت پیدا کرنے کیلئے اور ہندو قوم سے مباحثات و مناظرات کیلئے ان کا پاس رکھنا نہایت ضروری ہے۔ قیمت کاغذ عمدہ سفید خوشخط دو روپیہ ۔ علیحدہ علیحدہ بھی دستیاب ہو سکتی ہیں۔ سرمہ چشم آریہ ۱۲۔ شحنہ حق ۱۲ ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب ۱

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد سوم

اس میں تین کتابیں فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام ہر دو حصص شامل ہیں۔ اس کتاب میں دعویٰ مسیح موعود اور وفات مسیح ناصری کے متعلق بڑے مبسوط اور روشن دلائل دیئے ہیں جن کا جواب کل غیر احمدی علماء سے آج تک نہیں ہو سکا۔ اور قریباً قریباً تمام قسم کے شکوک کا ازالہ کیا گیا ہے۔ جو آپکو ماننے میں روک ہو سکتے ہیں۔ قیمت مجلد دو روپیہ آٹھ آنہ۔ علیحدہ علیحدہ بھی دستیاب ہو سکتی ہیں۔ ازالہ اوہام ہر دو حصص ۲/۸، فتح اسلام ۳، توضیح مرام ۵

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد چہارم

یہ مجموعہ الحق مباحثہ لدھیانہ، الحق مباحثہ دہلی، آسمانی فیصلہ اور نشان آسمانی، چار کتابوں پر مشتمل ہے۔ اول کتاب میں وہ مباحثہ درج ہے جو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا حضرت اقدس سے ہوا۔ اور دوم کتاب میں وہ مباحثہ درج ہے جو مولوی محمد بشیر صاحب کا آپکے ساتھ ہوا۔ ان ہر دو مباحثات میں بڑے بڑے معرکے کا ذخیرہ ہے۔ آسمانی فیصلہ میں حق کے مخالفین مولویوں صوفیوں پیرزادوں فقیروں اور سجادہ نشینوں کو آسمانی فیصلہ کی طرف دعوت اور نیز ان کے گذشتہ مباحثات کی کیفیت کا حال درج ہے۔ اور نشان آسمانی میں جس کا دوسرا نام شہادۃ الملہمین بھی ہے بعض اولیاء کرام کے الہامات وغیرہ درج ہیں جو آپکے ظہور کی نسبت ان کو ہوئے۔ نیز نعمت اللہ ولی کے وہ ابیات درج ہیں جن میں پوری پوری کیفیت تیرہویں صدی کی بیان کر کے اسکے ساتھ ہی مسیح موعود کے ظہور کا وقت بتایا گیا ہے۔ قیمت عمدہ سفید کاغذ خوشخط۔ مجلد ۳/۴ ۔ مجلد ۳ تین روپیہ چار آنہ (علیحدہ علیحدہ کتب کی قیمت یہ ہے) الحق مباحثہ لودھیانہ ۱۳ ۔ الحق مباحثہ دہلی ۱۴ ۔ آسمانی فیصلہ ۵ ۔ نشان آسمانی ۵

ملفوظات احمدیہ

اس میں آپکی مختلف اوقات کی تقاریر کو سلسلہ اخبارات سے لیکر کتاب کی شکل میں شائع کیا گیا ہے ان تقاریر میں مختلف مسائل دینیہ پر بڑی عمدگی سے روشنی ڈالی گئی ہے سفید کاغذ۔ ۴۰۰ صفحات قیمت مجلد ۴ مجلد ۱۴

در ثمین

اس میں آپکی جملہ اُردو اور فارسی کی نظموں کو یکجا جمع کر کے شائع کیا گیا ہے۔ یہ مجموعہ ایسے قیمتی جواہر ریزوں پر مشتمل ہے کہ جن کے مطالعہ سے دل پر ایک خاص لذت و سرور پیدا ہوتا اور جذبہ اسلام کی آگ شعلہ زن ہوتی ہے کئی بار شائع ہوا۔ قیمت مکمل مجلد گیارہ آنہ۔ مکمل مجلد ایک روپیہ۔ صرف دو مجلد ۹ مجلد ۹ فارسی مجلد ۹

الوصیت

آپکی وہ وصیت جو آپ نے اپنی وفات سے پیشتر حسب منشاء الٰہی اپنی جماعت کیلئے لکھ کر شائع کی قیمت ۲

تعلیم الاسلام یعنی اسلامی اصول کی فلاسفی

آپ کا وہ مشہور لیکچر جو جلسہ مہوتسو کے مشہور مذاہب کے بڑے جلسہ میں پڑھ کر سنایا گیا۔ جس مضمون کے بالا رہنے کا الہام پیشتر سے آپ نے شائع کر دیا تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ کل ملک کے بڑے بڑے اخبارات نے اسکے بالا رہنے کا اقرار کیا۔ اس میں ان پانچ سوالات کا حل قرآن کریم سے دلائل قاطعہ کے ساتھ دیا گیا ہے۔ جس نے بڑے بڑے فلاسفروں تک کے قلوب کو مسخر کیا۔ یہ کتاب کئی بار شائع ہو کر ختم ہو چکی ہے۔ اب انجمن نے اسے پھر طبع کرایا ہے۔ قیمت بارہ آنے ۱۲

ٹیچنگز آف اسلام

یعنی کتاب مذکورۃ الصدر کا ترجمہ انگریزی جو اُس وقت آپکے ارشاد پر حضرت مولانا محمد علی صاحب نے بلاد غربیہ اور دیگر انگریزی طبقہ کے لوگوں کے لئے کیا۔ انجمن نے از سر نو طبع کرایا ہے۔ قیمت مجلد ۱۴ مجلد ایک روپیہ چار آنہ

دیگر تصانیف حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب۔ ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی امیر جماعت احمدیہ۔ لاہور

سیرت خیر البشر

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ جس کی اصل غرض آپ کے مختلف حالات پر روشنی ڈالکر بنی نوع انسان کو عموماً اور اہل اسلام کو خصوصاً ان کی روزمرہ زندگی میں فائدہ پہنچانا ہے۔ خدا کے فضل سے تین ہزار میں سے کثیر حصہ کتاب کا بک چکا ہے۔ اور بہت تھوڑی باقی رہ گئی ہے۔ کئی ایک سکولوں میں بطور کورس کے داخل ہے۔ اور پنجاب ٹکسٹ بک کمیٹی نے اسے تمام مڈل اور لوئر سکولوں کی لائبریریوں کے واسطے منظور فرماکر دو صد کاپیاں خرید کی ہیں۔ قیمت مجلد دو روپے ۲ ۔ مجلد دو روپیہ دس آنہ ۱۰/۲

جمع قرآن

اس میں قرآن کریم کی جمع و ترتیب کے متعلق تمام تاریخی واقعات کو نہایت تحقیق سے لکھا گیا ہے۔ اور جو اعتراضات حفاظت قرآن کریم پر مخالفین کیا کرتے ہیں انکی تردید دلائل قاطعہ سے کیگئی ہے۔ قیمت ۱۴

مقام حدیث

اس میں اہل قرآن کا مدلل و فیصلہ کن جواب دیا گیا ہے۔ اور علاوہ ضرورت حدیث صحیح کے اور تنقید حدیث پر مفصل بحث ہے۔ ہر ایک شخص جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اقوال کیساتھ محبت و عقیدت منظور ہے۔ اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرے۔ اس کتاب کے شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خط کا عکس بھی دیا گیا ہے جو آپنے مقوقس شاہ مصر کو لکھا تھا۔

مسیح موعود

اس کتاب میں سلسلہ احمدیہ کی خصوصیات پر مفصل بحث کیگئی ہے۔ اور مسیح ابن مریم کی دوبارہ آمد کی حقیقت کو قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ اور حضرت اقدس مسیح موعود کے جملہ دعاوی پر قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ غرض سلسلہ احمدیہ کے متعلق تحقیق کرنیوالوں کیلئے اس کتاب کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ قیمت مجلد ۱۴

تمام درخواستیں بنام مہتمم تصنیفات دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور آنی چاہئیں